شدتِ تشنگی

از قلم پریشے خان

(مکمل ناول)

"یس کم ان" اس وقت وہ تیس سالہ وجاہت سے بھرپور خوبرو مرد آئینے کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا۔جب اسکے روم کا دروازہ نوک ہوا جس پر اس نے آنے والے کو اجازت دی۔اسکی اجازت پاتے ہی ایک ملازمہ سر جھکائے اندر داخل ہوئی۔"سر بڑے صاحب اور بی بی بلا رہے ہیں" ملازمہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"میں بس آرہا ہوں" اس نے سنجیدگی سے اپنی گھڑی پہنتے جواب دیا تو ملازمہ جی سر کہتے باہر نکل گئی۔اس نے جلدی سے گھڑی پہنتے خود پر پرفیوم چھڑکا اور اپنا موبائل اور والٹ اٹھاتے روم سے باہر نکلتے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔وہ بھاری مضبوط قدم اٹھاتے سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگا۔"اسلام علیکم" نیچے آتے ہی وہ سیدھا ڈائننگ ہال میں گیا جہاں اسکے والدین اسکا انتظار کر رہے تھے۔قصرِ راجپوت کا یہ اصول تھا۔یہاں صبح کا

ناشتہ سب ساتھ ہی کرتے تھے اور یہ اصول اس گھر کے سربراہ دراب راجپوت کا تھا۔ "وعلیکم اسلام" اسکے والدین نے یک زبان ہوتے اسے جواب دیا اور اپنے بیٹے کو دیکھا جو اس وقت بلیک شرٹ اور ساتھ بلیک ہی جینز پہنے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔ کثرتی وجود کا مالک وجاہت سے بھرپور مرد ضرار راجپوت جو انھی کی طرف آرہا تھا۔ تیس سال کا بھرپور مرد جسکا کثرتی وجود اسکے جم کرنے کی بدولت تھا۔ کرسٹل گرے آنکھوں والا شہزادہ جسکی آنکھیں اس قدر پرکشش تھی کہ کوئی ایک بار ان آنکھوں کو دیکھتا تو صدیوں انکے سحر سے نکل پاتا۔ کھڑی مغرور ناک والا جسکی ایک گال میں ڈمپل پڑتا تھا جسے دیکھ بے ساختہ دل چھونے کو کہتا تھا۔ جسکے گھنی مونچھوں کے تلے عنابی لب جو کبھی کبھی مسکراتے تھے۔ سرخ و سپید رنگت کا مالک جو زیادہ تر سنجیدہ رہنا پسند کرتا تھا۔ اسکی شاندار پرسنلٹی سے صرف لڑکیاں ہی نہیں بلکہ ہر کوئی اسکی طرف اٹریکٹ ہوتا تھا۔ جسکی لائف میں شادی کی کوئی جگہ نہیں

تھی۔ جسکے لیے اس کا پروفیشن ہی اسکا جنون تھا۔ بلا کا حاضر جواب۔ ہر کام کا چٹکیوں میں حل نکالنے والا۔ بے باکی میں جس نے پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔ یاروں کا یار۔ جو اپنے یاروں پر جان وارتا تھا۔ قصرِ راجپوت کا اکلوتا چشم و چراغ۔ دراب راجپوت اور فردوس راجپوت کا اکلوتا بیٹا ضرار راجپوت جس پر اسکے ماں باپ جان وارتے تھے۔ "کہاں رہ گئے تھے ضرار بیٹا ہم کب سے انتظار کر رہے تھے" ابھی وہ اپنی چئیر پر بیٹھا ہی تھا جب اسکی والدہ فردوس راجپوت نے اسے دیکھتے کہا۔ "سوری موم آپ جانتی ہیں آج میرا اس نئی جگہ پر پہلا دن ہے تو میں چاہتا ہوں ہر چیز پرفیکٹ ہو بس اسی لیے لیکچرز وغیرہ کی روٹین دیکھ رہا تھا" وجاہت سے بھرپور کرسٹل گرے آنکھوں والے ضرار راجپوت نے اپنی ماں کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "بچے وہ ٹھیک ہے لیکن ناشتہ ٹائم سے کیا کرو یہ جرمنی نہیں ہے جہاں تم سے کوئی پوچھنے والا نا ہو یہ تمھارا گھر ہے یہاں تمھاری ماں بیٹھی ہے جسے تمھاری بہت فکر ہے بچے"

فردوس بیگم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اٹھتے انکے پاس آیا۔ "جی میری پیاری موم جانتا ہوں" اس نے انکا ماتھا چومتے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "چلو اب میرا بیٹا بیٹھ کر ناشتہ کرو پھر تمھیں جانا ہوگا" فردوس بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اپنی کرسی پر بیٹھا اور کھانا کھانے لگا۔ "ضرار" ابھی وہ اپنی کرسی پر بیٹھا تھا جب دراب صاحب نے اسے پکارا۔ "جی ڈیڈ" اس نے فوراً انھیں دیکھا۔ "تم نے جرمنی کی اتنی ٹاپ کلاس یونیورسٹی کو چھوڑ کر راولپنڈی کی اس عام سی یونیورسٹی میں ٹیچنگ کرنے کا فیصلہ کیوں کیا ہے میں پچھلے ایک ہفتے سے پوچھ رہا ہوں پر تم جواب نہیں دے رہے پر آج مجھے وجہ جاننی ہے مسٹر ضرار راجپوت" دراب صاحب سنجیدگی سے بولے تھے۔ انکی بات سنتے اس نے گہری سانس بھری۔ "بابا وہاں میرا دل نہیں لگ رہا تھا مجھے آپ سب کے پاس رہنا ہے تبھی واپس آگیا" ضرار نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ آئی برو اچکا گئے۔ "ضرار مجھے سچ جاننا ہے یہ دل نہیں لگ رہا تھا ایسے بہانے پاس ہی رکھو

بچہ نہیں ہوں میں تم سات سال جرمنی میں رہے ہو تب تمھارا دل لگ گیا تھا اب کیا وجہ ہے جس نے تمھیں واپس آنے پر مجبور کیا ہے" دراب صاحب نے پوچھا تو اس نے کھانا چھوڑا اور انکی طرف مڑا۔"بابا سچ بتاؤں وہاں اب گھٹن سی ہونے لگی تھی سات سال وہاں رہا ہوں آپ سب سے دور پر اب نہیں رہا گیا تبھی واپس آگیا اور کوئی وجہ نہیں ہے" ضرار نے کہا تو اب کی بار وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔"ڈیڈ ویسے آج میرا پہلا دن ہے آپ کو مجھے گڈ لک وش کرنا چاہیئے آپ مجھ سے سوال پر سوال کر رہے ہیں ناٹ فئیر" اس نے کہا تو داراب صاحب مسکرائے۔"بچے فکر ہو رہی تھی بس اس لیے پوچھ رہا تھا" انکی بات سنتے وہ مسکرایا۔"فکر نا کیا کریں ڈیڈ" اس نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئے اور کھانا کھانے لگے۔"چلیں موم ڈیڈ اب میں چلتا ہوں"ضرار نے تھوڑی دیر بعد کھانے سے ہاتھ کھینچتے کہا اور کھڑا ہوا۔"ٹھیک ہے فی امان اللہ" دراب صاحب نے کھڑے ہوتے اسے گلے لگایا تو وہ مسکرایا۔"فی امان

اللہ ڈیڈ" اس نے کہا تو وہ اسکی کمر تھپتھپاتے اسکا ماتھا چوم گئے۔ "دھیان سے جانا بیٹا اور بچوں کے ساتھ سختی نا کرنا زیادہ" فردوس بیگم نے کہا تو وہ ہنسا جس سے اسکا بائیں گال میں پڑنے والا ڈمپل نمایاں ہوا۔ "ٹھیک ہے موم دیکھتے ہیں" اس نے شرارت سے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ "چلو جاؤ اب میرا بچہ خیال رکھنا" فردوس بیگم نے کہا تو وہ انکا ماتھا چومتے باہر نکل گیا۔ ان دونوں نے زیرِ لب اسکی سلامتی کی دعا کی اور اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ دراب راجپوت کا تعلق راولپنڈی کے امیر ترین خاندان سے تھا۔ انکا شمار راولپنڈی کے نامور برنس ٹائیکونز میں ہوتا تھا۔ انکے ماں باپ کا انتقال کافی عرصہ پہلے ہوگیا تھا۔ وہ کل تین بہن بھائی تھے۔ دراب راجپوت سب سے بڑے تھے جبکہ ان سے چھوٹے قاسم راجپوت تھے جو آج سے پندرہ سال پہلے ایک حادثے کا شکار ہوتے اس دنیا سے رخصت ہوگئے تھے اور انکی ایک ہی بہن پلوشہ راجپوت تھی جس پر وہ دونوں جان وارتے تھے۔ وہ ان دونوں

بھائیوں کی سبز گڑیا تھی۔دراب راجپوت کی شادی اپنے بابا کے دوست کی بیٹی فردوس ملک سے ہوئی تھی جو کہ نہایت شریف خاتون تھیں۔انکا ایک ہی بیٹا تھا ضرار راجپوت۔جبکہ قاسم راجپوت کی شادی انکی پسند سے انکی خالہ زاد تنزیل راجپوت سے ہوئی تھی جو خاصی مغرور عورت تھی۔انکی بھی بس ایک ہی بیٹی تھی جو اپنے بابا کی لاڈلی تھی۔اور انکی چھوٹی بہن پلوشہ اپنی شادی والے دن گھر سے اپنے یونی کے سینئر کے ساتھ بھاگ گئی تھی جن سے وہ محبت کرتی تھی۔پلوشہ کے بھاگنے کا صدمہ ان دونوں بھائیوں کو خاموش کروا گیا تھا۔جہاں وہ ایک وقت میں پلوشہ پر اپنی جان وارتے تھے اب اسکا نام سنتے ان کا خون کھول جاتا تھا۔قصرِ راجپوت میں پلوشہ راجپوت کا نام لینا بھی حرام تھا۔لیکن ایک وقت آنا تھا جب اس در و دیوار نے پھر پلوشہ راجپوت کے نام سے محبت کرنی تھی۔

"تمھاری جرات کیسے ہوئی اتنی مہنگی یونی میں ایڈمیشن لینے کی" چھبیس سالہ ثانیہ سکندر نے اپنے سامنے کھڑی معصوم لڑکی کے ایش براؤن بالوں کو مٹھی میں دبوچتے کہا۔آج اسکا یونی کا پہلا دن تھا اور وہ یونی جانے کیلئے تیار ہورہی تھی جب اسکی سوتیلی بہن ثانیہ اچانک دروازہ کھولتے اندر آئی اور اسکے بال دبوچ گئی۔ "آہہہ آپی چھو۔۔چھوڑیں مجھے۔۔درد۔۔ہورہی ہے آپی" اس انیس سالہ معصوم لڑکی نے اپنی فوریسٹ گرین آئیز میں نمی لیے اسے دیکھا جس پر اس نے نفرت سے اسے دیکھا جسکا سفید چہرہ اس وقت رونے کے سبب سرخ ہورہا تھا۔اسکے کٹاؤ دار بھرے ہوئے ہونٹ کپکپارہے تھے جبکہ گھنی مڑی پلکوں سے آنسو پھسلتے گلابی رخسار پر بہہ رہے تھے۔اور اسکے بار بار ہچکی بھرنے پر اسکی گردن میں گھڑا بنتا انتہائی دلکش لگ رہا تھا۔وہ بلا کی خوبصورت تھی اتنی کہ اسے دیکھنے والا اپنے ہوش گنوا دے۔"بکواس بند کرو اپنی جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو" ثانیہ نے اسکے بالوں پر پکڑ مضبوط کی جس سے

وہ کراہتے آنکھیں میچ گئی۔ لیکن کچھ نا بولی۔ وہ جانتی تھی وہ بولے یا نا بولے اسکے ساتھ یہی سلوک ہونا تھا۔ اسکا ایڈمیشن مہنگی یونیورسٹی میں سکولر شپ کی بیس پر ہوا تھا یہ جاننے کے باوجو وہ یوں آکر اسے مار رہی تھی۔ اسکے باپ کے ہونے کے باوجود اسکی سوتیلی ماں اور بہن اس کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرتے تھے۔ "سمجھ نہیں آ" اسکو خاموش دیکھ ثانیہ نے اسے تھپڑ مارنے کو ہاتھ اٹھایا تھا جب اسے باہر سے اپنے والد خلیل سکندر کی آواز آئی جس پر اسکا ہاتھ ہوا میں ہی رکا۔ "پاپا باہر ہیں اپنے یہ ٹسوے صاف کرو فوراً اور انھیں بولو تم آرہی ہو" ثانیہ نے اسکا چہرہ دبوچتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "مہرو بچے" خلیل صاحب نے دروازہ نوک کرتے اپنی انیس سالہ گڑیا مہر ماہ سکندر کو پکارا۔ جس میں انکی جان بستی تھی پر اسکے باوجود وہ اس پر ہوتے ظلم و ستم سے بے خبر تھے۔ شاید یہ اس جھوٹی محبت کی وجہ سے تھا جو اسکی سوتیلی ماں پروین سکندر اسکے باپ کے سامنے دکھاتی تھی۔ "جج۔۔جی بابا"

اس نے اپنی ہچکی ضبط کرتے انھیں جواب دیا۔ ”میری جان جلدی آجاؤ پھر یونی جانا ہے آج پہلا دن ہے میرے بچے کا لیٹ نا ہوجانا“ خلیل صاحب نے پیار سے کہا۔ ”جی۔۔بابا آپ۔۔چلیں۔۔۔میں آئی“ مہرماہ نے کہا تو وہ چلے گئے۔ ”اب میری ایک بات کان کھول کر سن لو مہرماہ بی بی یونی میں ایڈمیشن تو تم لے چکی ہو پر یاد رکھنا اب تمھاری زندگی کو جہنم نا بنایا تو میرا نام بھی ثانیہ سکندر نہیں“ ثانیہ نے جھٹکے سے اس کے بال چھوڑے جس سے وہ لڑکھڑاتے زمین پر گری۔ثانیہ نے ایک زہر خند نظر اس پر ڈالی اور باہر نکل گئی۔ اسکے جاتے ہی مہرماہ زمین پر ایسے ہی بیٹھے بیٹھے سامنے دیوار پر لگی اپنی ماں کی تصویر کو دیکھا۔ ”آپ دیکھ۔۔رہی ہیں۔۔ماما۔۔میرے

ساتھ۔۔کیسا۔۔جانوروں۔۔جیسا۔۔سلوک کیا۔۔جاتا ہے

دیکھیں۔۔اپنی۔۔بیٹی کو جس۔۔۔سے آپ کبھی۔۔اونچی۔۔آواز میں نہیں بولی۔۔اسکو یہ لوگ جانوروں کی۔۔طرح پیٹتے ہیں“ مہرماہ نے مسز سکندر کی

تصویر کو دیکھتے رندھی آواز میں کہا۔ اسکی ماں کا انتقال آج سے دس سال پہلے ہارٹ اٹیک سے ہوا تھا۔ اسے وہ دن اچھے سے یاد تھا۔ تب وہ نو سال کی تھی بس اسکے ماما بابا کی اینیورسری تھی۔ اسکی ماما تیار ہوتے صبح سے اسکے بابا کا انتظار کررہی تھیں اور انکا انتظار دو دن تک انتظار ہی رہا تھا۔ وہ دو دن جیسے تیسے کرتے گزر گئے تھے پھر تیسرے دن وہ اپنی ماما کے ساتھ بیٹھی ناشتہ کررہی تھی جب اسکے بابا آئے پر اس دن وہ اکیلے نہیں آئے تھے۔ انکے ساتھ انکی دوسری بیوی اور انکی بیوی کی پندرہ سالہ بیٹی ثانیہ بھی تھی جسے اسکے بابا نے گود میں اٹھایا تھا۔ اسکے بابا نے اسکی ماما سے بات کرنی چاہی پر وہ بغیر کچھ کہے سنے اسے اپنے ساتھ لیے روم میں بند ہوگئیں۔ اسکی ماما نے اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھتے اسے سلا دیا تھا پھر اسکی آنکھ شام کے وقت کھلی تھی۔ اٹھتے ہی اسکی نظر اپنی ماما پر پڑی جو اسکے ساتھ سو رہی تھیں۔ اس نے انھیں اٹھانا چاہا پر مرنے والے کہاں اٹھا کرتے ہیں۔ وہ اپنے شوہر کی دوسری شادی کا صدمہ نا برداشت کر

سکیں اور اسی دن اسے ان ظالموں کے پاس چھوڑتے ہمیشہ کیلئے رخصت ہوگئیں۔اور اس دن وہ اکیلی نہیں گئیں تھی اسکے بھائی کو بھی سب سے دور کرگئی تھیں۔وہ اپنی ماما کی موت سے اس قدر ٹوٹ گیا تھا کہ اس نے سکندر ولا کو چھوڑتے الگ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔اور اس دن کے بعد سے مہرماہ یہاں اکیلی رہ گئی۔اسکے بابا کے ہوتے ہوئے اس پر ظلم کیے جاتے تھے۔وہ اپنے بابا کو بتاتی تو وہ یقین ہی نہیں کرتے تھے کیونکہ انکی نظر میں پروین بیگم ایسا کر ہی نہیں سکتی تھیں۔اپنے بابا کی بات سنتے مہرماہ نے چپ اختیار کرلی۔اب وہ چپ چاپ یہاں انکے ظلم و ستم برداشت کرتی تھی۔کیونکہ اسکے بابا کو اپنی بیوی پر اس سے زیادہ یقین تھا۔ایسا نہیں تھا وہ اس سے پیار نہیں کرتے تھے وہ اس پر جان وارتے تھے پر اعتماد انھیں اپنی بیوی پر زیادہ تھا۔جبکہ اسکا بھائی دس سال پہلا گیا اور آج تک نہیں لوٹا تھا۔اس نے کبھی مڑکر اسکی خبر تک نہیں لی تھی۔تو اس بھائی پر مان اس نے کبھی کیا ہی نہیں تھا۔مہرماہ نے یہ

سب سوچتے کرب سے آنکھیں میچی۔ ”کاش بھائی آپ نے کبھی۔۔۔مڑ کے۔۔مجھے دیکھا ہوتا۔۔۔کاش۔۔۔کبھی۔۔مجھ سے۔۔پوچھا ہوتا کہ۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔یا نہیں۔۔یا زندہ ہوں بھی۔۔کہ۔مر گئی“ مہرماہ نے خیالوں میں اپنے سے دس سال بڑے بھائی کو مخاطب کرتے کہا اور بے دردی سے اپنے رخسار رگڑتے صاف کیا۔وہ آنسو صاف کرتے کھڑی ہوئی اور اپنے کپڑے جھاڑتے واش روم میں بند ہوئی۔ خلیل سکندر کا تعلق ایک مڈل کلاس گھرانے سے تھا۔وہ زیادہ دولت مند نہیں تھے پر اپنے بچوں کی ہر خواہش پوری کرتے تھے۔انکی پہلی شادی انکی من پسند عورت سے ہوئی تھی جبکہ انکی دوسری شادی کسی وجہ سے پروین سکندر سے ہوئی تھی جو ایک راز تھی جسکا دو لوگوں کے سوا کسی کو نہیں پتا تھا۔ خلیل سکندر کی دو سگی اولادیں تھیں انتیس سالہ بیٹا اور جانِ عزیز انیس سالہ بیٹی مہرماہ سکندر۔ان کی معصوم بچی جو انھیں اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔ہر ایک سے پیار کرنے والی۔اونچی آواز

سے ڈرنے والی۔ اپنی سوتیلی ماں اور بہن کی زیادتیاں برداشت کرنے والی۔ وہ چپ چاپ انکی ہر بات انکا دیا ہر زخم سہہ جاتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی ہر مشکل کے بعد آسانی ہے اور اسے اسی آسانی کا انتظار تھا۔

"کیسے ہیں آپ مسٹر راجپوت" سامنے کھڑے ایچ او ڈی نے اسے دیکھتے پوچھا جو آنکھوں پر بلیک گلاسز لگائے اپنے کفس کو کہنیوں تک فولڈ کیے کھڑا ہر آتی جاتی لڑکی کی توجہ کھینچ رہا تھا۔ "میں ٹھیک ہوں افتخار صاحب آپ کیسے ہیں" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "اللہ کا شکر آپ کو شیڈول بھیجا تھا آئی ہوپ آپ نے دیکھ لیا ہو" افتخار صاحب نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اپنے سیاہ چمکدار بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہاں موجود ہر لڑکی کو دل تھامنے پر مجبور کیا۔ "جی مل گیا ہے شکریہ بس مجھے کلاسز بتادیں کس سائیڈ پر ہیں" اس نے سنجیدگی سے کہتے اپنی آنکھوں سے گوگلز اتارتے پوکٹ میں

ارسائے۔ ”جی۔ سنو یہاں آؤ“ افتخار صاحب نے اسے کہتے پیون کو آواز دی۔ ”جی سر“ پیون نے انکے پاس آتے مودبانہ انداز میں پوچھا۔ ”مسٹر راجپوت کو انگلش ڈیپارٹمنٹ میں لے جاؤ“ افتخار صاحب نے کہا تو پیون نے جی سر کہا۔ ”مسٹر ضرار وہاں ڈیپارٹمنٹ میں ساری کلاسز کے باہر نمبر لکھے ہیں آپ کے پاس جو شیڈول ہے اس میں آپ کنفرم لینا کہ آپ کا لیکچر کس کس کلاس کے ساتھ ہونا ہے“ افتخار صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور پیون کے ساتھ ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دونوں لفٹ میں داخل ہوتے چھٹے فلور کا بٹن دبا گئے۔ انگلش ڈیپارٹمنٹ یہاں کہ چھٹے فلور پر تھا۔ ”سر یہاں سے ڈیپارٹمنٹ شروع ہورہا ہے اس سے آگے لاء ڈیپارٹمنٹ ہے“ لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی پیون نے اسے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ ضرار نے اس کے جاتے ہی اپنی جیب سے موبائل نکالتے ٹائم دیکھا۔ اس وقت آٹھ بجنے میں پانچ منٹ تھے اور اسکا لیکچر آٹھ بجے شروع ہونا تھا۔ اس نے اپنا موبائل واپس

جیب میں رکھا اور ہال کی طرف بڑھنے لگا جہاں کلاسز ہونی تھی۔ ”افف آج پہلا دن ہے شکر ہے ریگنگ سے بچ گئے۔ افف حد ہو گئی میں تو تھک گیا ہوں صبح سے لیکچر لے لے کر۔ہاں میں بھی اور ابھی آدھا دن پڑا ہے“ ہال میں داخل ہوتے ہی اسکے کان میں مختلف آوازیں پڑی جسے اگنور کرتے وہ سیدھا ڈائس کے پاس گیا اور اپنی چیزیں ڈائس پر رکھتے سب سٹوڈنٹس کو دیکھا جو اسکے آنے کا نوٹس لیے بغیر باتوں میں مصروف تھے اور یہ چیز اسے ایک آنکھ نا بھائی تھی۔ ”سائلنس“ اس نے باآواز بلند کہا تو سب ہی خاموش ہوئے اور اسے دیکھا جو دونوں ہاتھ پوکٹ میں ارسائے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ ”سوری سر“ سب نے اب اسکی موجودگی کا نوٹس لیا اور شرمندگی سے کہا۔ ”اٹس اوکے آل آف یو سٹ“ اس نے سنجیدگی سے کہا اور سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پر سب نے فوراً جگہ سنبھالی۔ ان سب کے بیٹھتے ہی اس نے ایک نظر سب کو دیکھا جہاں لڑکے لڑکیاں ساتھ ہی بیٹھے تھے یقیناً وہ سب ہائی کلاس

گھرانے سے تعلق رکھتے تھے تبھی وہ اتنے پرسکون تھے۔اس نے سر جھٹکا اور بولنا شروع ہوا"اسلام علیکم مائی سیلف ضرار راجپوت اور میں آپکا انگلش ٹیچر ہوں آپ سب کو اپنی لائف کے نئے سفر کیلئے بیسٹ آف لک اور ویلکم ٹو دس نیو جرنی میں کلیئر باتیں کرنے کا عادی ہوں مجھے میری کلاس میں کوئی ڈسٹربنس نہیں چاہیئے بلاوجہ کی باتیں کچھ بھی نہیں مجھے آپکا ریزلٹ سو فیصد چاہیئے پڑھائی پر میں کمپرومائز نہیں کروں گا آج آپکا فرسٹ ڈے ہے اس لیے میں آپکو پیار سے سمجھا رہا ہوں لیکن یہ نرم لہجہ صرف تب تک ہوگا جب تک آپکی طرف سے کوئی شکایت نہیں آئے گی انڈرسٹوڈ" ضرار نے سنجیدگی سے اپنا تعارف کرواتے انھیں ضروری ہدایات دیں۔"یس سر" پوری کلاس نے باہم آواز میں کہا۔اسکے بات کرنے کے انداز سے ہی سب سمجھ گئے تھے کہ وہ پڑھائی کے معاملے میں واقعی کمپرومائز نہیں کرے گا۔"مے۔۔آئی۔۔کم ان سر"ان سب کا جواب سنتے ابھی وہ مزید کچھ بولتا جب اسکے کانوں میں کسی کی

میٹھی سی آواز پڑی۔ اس نے آواز کے تعاقب میں دروازے کی طرف دیکھا جہاں وائٹ پیروں کو چھوتی فراک پہنے انیس سالہ لڑکی اپنے سر پر اچھے سے ڈوپٹہ سیٹ کیے اور اپنے وجود کو بڑی سی سیاہ چادر سے کوور کیے اس سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہی تھی۔ اس لڑکی کا چہرہ اس وقت باقی لڑکیوں کے برعکس ہر طرح کے میک اپ سے پاک تھا اس کا معصوم چہرہ دیکھتے وہ ایک پل کو مبہوت ہوا لیکن اگلے ہی پل خود کو کمپوز کرتے قدم دروازے کی طرف بڑھائے۔ ”آپ لیٹ ہیں مس“ اس نے اپنے سینے پر بازو باندھے اور عین اسکے سامنے جاکر کھڑا ہوا۔ اسے یوں اپنے سامنے کھڑے دیکھ مہرماہ کانپ گئی تھی۔ ”سس۔۔سوری۔۔سر“ اس کی حالت تو اسکے زرا سے سرد لہجے سے خراب ہونے لگی تھی۔ ”میں وجہ جان سکتا ہوں آپکے لیٹ آنے کی“ اس نے اسے دیکھتے کہا جو ہلکا ہلکا کانپ رہی تھی۔

”وہ۔۔سر۔۔ایکچولی۔۔مجھے۔۔لوکل بس۔۔میں آنا۔۔تھا۔۔تو

اسکو۔۔آنے۔۔میں ٹائم۔۔لگا۔۔۔آیم سوری۔۔میں کل۔۔سے
جلدی۔۔۔آؤں گی" مہرماہ نے بمشکل اپنی کپکپاہٹ پر قابو پانے کی کوشش
کرتے کہا۔"اوکے مس گو اینڈ سیٹ دیئر" ناجانے کیوں اسکی حالت دیکھتے وہ
نرم پڑا اور اپنے سخت لہجے کے برعکس نرمی سے اسے
کہا۔"تت۔۔تھینکیو۔۔سر" مہرماہ نے تشکر سے اسے دیکھا اور جاکر فرسٹ رو
میں بیٹھ گئی جہاں اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔"سو کلاس اب ہم اپنا لیکچر
سٹارٹ کرتے ہیں اور اسکے بعد سب اپنا انٹروڈکشن کروائیں گے" اسکے بیٹھتے
ہی وہ اپنی ڈائس کے سامنے کھڑا ہوا اور کہتے انکو لیکچر دینے لگا۔اس دوران وہ
گاہے بگاہے اس پر چور نظر ڈالتا جو اسکی بتائی ہر چیز کو اپنے رجسٹر میں نوٹ
کررہی تھی۔اور جہاں سمجھ نا آتی وہاں آنکھیں تھوڑی چھوٹی کرتے غور سے
دیکھتے سمجھتی اور سمجھ آنے پر پھر اپنا کام شروع کردیتی۔ناجانے کیوں ضرار کو
اسکی حرکتیں کافی کیوٹ لگ رہی تھیں۔جس وجہ سے وہ کئی بار ڈسٹریکٹ

ہوتے اپنی بات بھولا تھا۔ضرار سمجھ نہیں پارہا تھا کہ آخر کیوں وہ اس کی طرف اٹریکٹ ہورہا ہے۔اور وہ نازک جان اسکی حالت سے انجان اپنا کام کرنے میں مصروف تھی۔"سو اینی کنفیوژن" لگ بھگ ایک گھنٹہ مسلسل لیکچر دینے کے بعد اس نے ان سب کو دیکھتے پوچھا۔"نو سر" سب نے اسکی بات کے جواب میں فوراً کہا تو اس نے سر ہلایا۔"اوکے اب باری باری اپنا نام بتاتے جائیں اپنی کلاس کا پتا ہونا چاہیئے" ضرار نے نرمی سے کہا۔"سر پہلے کون سٹارٹ کرے" ایک لڑکے نے اس سے پوچھا۔"لاسٹ سے سٹارٹ کریں اور پھر سب لوگ باری باری کھڑے ہوکر بتاتے جائیں" ضرار کہتے ڈائس سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا جبکہ سٹوڈنٹس باری باری کھڑے ہوتے اپنا نام بتانے لگی۔جبکہ مہرماہ ان سب سے بے نیاز اپنی زندگی کو سوچ رہی تھی۔گھر میں گاڑی ہونے کے باوجود وہ لوکل بس میں دھکے کھاتی تھی اور اسکے بابا اس بات سے انجان تھے۔اس نے ایک بار اپنے بابا کو یہ بتایا تھا پر تب پروین بیگم

نے اسے دو دن بھوکا رکھا تھا تبھی اب وہ کوئی بات نہیں کرتی تھی۔آج بھی اسکے بابا اسے گاڑی میں بٹھاتے ثانیہ کو اسے یونی چھوڑنے کی ہدایت کرتے اپنی بائیک پر اپنے کام کو روانہ ہوئے تھے۔لیکن اسکے بابا کے جاتے ہی اسکی سوتیلی بہن اور ماں اسے گاڑی سے اتار چکی تھیں اور ساتھ یہ کہنا ہرگز نہیں بھولی تھیں کہ وہ اپنی اوقات یاد رکھے اور مہر ماہ صدا کی ڈرپوک انکی مانتے ہمیشہ کی طرح آج بھی لوکل میں آئی تھی۔"ایکس کیوزمی مس" وہ اپنے خیالوں میں کھوئی تھی جب کسی نے اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی جس پر اس نے ہوش میں آتے سر اٹھاتے اوپر دیکھا جہاں ضرار دونوں بازو سینے پر باندھے سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔"یی۔۔یس سر" اس نے کھڑے ہوتے پوچھا۔"آپ کلاس کے دوران کہاں کھوئی ہیں کیا میں جان سکتا ہوں" اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ شرمندہ ہوئی۔"آئی آیم۔۔۔سوری سر" اس نے سر جھکاتے کہا۔"ٹھیک ہے اپنا انٹرو کروائیں تاکہ میں جا سکوں کیونکہ آپ ہی

رہ گئیں ہیں اب باقی سب بتا چکے ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے ارد گرد دیکھا جہاں سے سٹوڈنٹس اپنا بیگ وغیرہ سمیٹ رہے تھے۔ضرار کافی غور سے اسے دیکھ رہا تھا جس کا اندازہ اسے خود نہی تھا۔ "مائی۔۔ سیلف مہر۔۔ماہ سکندر" اس نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ "اوکے مس مہر ماہ آج یہ پہلی اور آخری بار آپکو یوں کلاس سے دھیان ہٹانے پر معاف کر رہا ہوں اگلی بار ایسا نا ہو" ضرار نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے سر جھکاتے ہاں میں ہلایا جس پر ضرار اسے ایک نظر دیکھ باہر نکل گیا۔اسکے جاتے ہی مہر ماہ نے گہری سانس بھری اور اپنا سامان سمیٹنے لگی تاکہ اگلی کلاس میں جا سکے۔

"آہہ" مہر ماہ ابھی اپنا لاسٹ لیکچر لینے کے بعد کلاس سے باہر نکلنے لگی تھی جب پیچھے سے آتے ایک لڑکی اس سے ٹکرائی تھی جس پر ان دونوں کی کراہ نکلی تھی۔مہر ماہ نے مڑتے پیچھے دیکھا جہاں ایک بیس سالہ لڑکی کھڑی اپنی بازو سہلا

رہی تھی۔وہ اس وقت بلیک کلر کے عبائے میں ملبوس تھی۔اس نے ہاتھوں میں گلوز پہنے تھے جبکہ چہرہ پورا نقاب سے ڈھکا تھا جس سے صرف اسکی اوشن بلیو آئیز دکھ رہی تھی۔وہ لڑکی اس وقت سرتاپیر ڈھکی ہوئی تھی۔"آئی آیم سوری میں گرنے لگی تھی اس لیے آپ سے ٹکڑا گئی آپکو لگی تو نہیں" اس لڑکی نے مدھم آواز میں فکر مندی سے پوچھا۔"نہیں اٹس اوکے آئی آیم فائن آپ کو تو نہیں لگی" مہرماہ نے پوچھا تو وہ نفی میں سرہلا گئی۔"نہیں میں ٹھیک ہوں آپ کا بھی آج فرسٹ ڈے تھا" اس لڑکی نے پوچھا تو مہرماہ نے ہاں میں سرہلایا۔"جی آپکا" مہرماہ نے اس سے پوچھا۔"جی میرا بھی آج فرسٹ ڈے تھا" اس لڑکی نے مدھم آواز میں کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔وہ دونوں باتیں کرتے کرتے مین گیٹ تک آچکی تھیں۔"آپکا نام کیا ہے" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا اور گیٹ کے پاس جاتے رک گئی۔اسے خلیل صاحب لینے آنے والے تھے۔"مریم خان یوسفزئی اور آپ کا نام کیا ہے" اس نے بتاتے اس کا نام

پوچھا تو مہرماہ مسکرائی۔ ”بہت پیارا نام ہے آپکا اور میرا نام مہرماہ خلیل سکندر ہے“ مہرماہ نے مسکراتے کہا۔ ”مہرماہ نائس نیم دوست بنو گی میری“ مریم نے ہاتھ اسکی طرف بڑھاتے پوچھا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ ”اگر آپ نہیں بننا چاہتی تو اٹس اوکے“ مریم نے ہاتھ پیچھے کرنا چاہا پر اس سے پہلے ہی مہرماہ اسکا ہاتھ تھام گئی۔ ”ایسا نہیں ہے وہ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے آج تک کسی سے دوستی نہیں کی تو بس اس لیے“ مہرماہ نے کہا تو مریم مسکرائی جس سے اسکی نیلی آنکھیں بھی مسکرائیں تھیں۔ ”میں نے بھی پہلے کبھی کسی سے دوستی نہیں کی پر آج کرنا چاہتی ہوں کیونکہ آپ مجھے کافی اچھی لگی ہیں“ مریم نے کہا تو مہرماہ مسکرائی اور اسکے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کر گئی۔ ”فرینڈز“ مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے آج سے میں اور آپ پکی فرینڈز“ مریم نے کہا جس پر وہ مسکرائی۔ ”اب جب ہم پکی فرینڈز بن گئیں ہیں تو آپ مجھے تم کہہ سکتی ہیں“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”پھر تم بھی مجھے تم ہی

کہنا" مریم نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سرہلا دیا۔ "اچھا مریم میں چلتی ہوں میرے بابا آگئے ہیں انشاءاللہ تم سے کل ملوں گی" مہرماہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلاتے اسے اللہ حافظ بولا اور جس پر مہرماہ بھی اسے الوداعی کلمات کہتے باہر نکل گئی جہاں خلیل صاحب کھڑے تھے۔ اسکے جاتے ہی مریم نے اپنے سر کے پیچھے ہاتھ لے جاتے اپنے چہرے پر ایک اور نقاب گرایا جس سے اسکی آنکھیں بھی چھپ گئیں تھی۔ وہ اپنے قدم باہر کی جانب بڑھاتے ناک کی سیدھ میں چلنے لگی۔ اب اسکا ارادہ ہاسٹل جانے کا تھا۔ وہ چلتے سیدھا ہاسٹل آئی اور بغیر کسی کو بھی دیکھے اپنے روم میں چلی گئی۔ روم میں آتے اس نے دروازہ لاک کیا اور آئینے کے سامنے آتے اپنا نقاب ہٹایا۔ نقاب اتارتے ہی اسکا چہرہ آئینے نمودار ہوا گوری رنگت جس میں سرخیاں گھلیں تھیں۔ پٹھانی نقوش جو اسکے حسن میں اضافہ کررہے تھے۔ باریک لب چھوٹی سی ناک اور مڑی ہوئی لمبی پلکیں۔ جسے آج تک کسی مرد نے نا دیکھا تھا اور نا چھوا تھا۔ وہ

حسن کی شاہکار تھی اسکا اعتراف ہر اس شخص نے کیا تھا جس نے اسے دیکھا تھا پر مریم کو اپنے اس حسن سے نفرت تھی۔ "یہ حسن تمھارا دشمن ہے مریم اسے دیکھ کر تمھیں غرور نہیں کرنا بلکہ سوگ منانا ہے" مریم نے آئینے پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے کہا۔مریم ایک یتیم لڑکی تھی جسکے ماں باپ کون تھے وہ خود نہیں جانتی تھی۔اسے بس اتنا پتا تھا کہ اسکے ماں باپ نے اسے پیدا کرتے ایک یتیم خانے کے باہر پھینک دیا تھا۔مریم اسی یتیم خانے میں پلی بھری تھی۔اس یتیم خانے کا مالک خاصا رحم دل انسان تھا جس نے وہاں موجود ہر بچے کی پڑھائی کا خرچہ خود اٹھایا تھا۔مریم نے وہاں ایک اچھی زندگی گزاری تھی پر چھ ماہ پہلے سب بدل گیا۔وہ یتیم خانہ جو ایک وقت تک مریم کا گھر تھا وہ اب اسکے لیے ایک جہنم بن گیا تھا وجہ صرف ایک شخص تھا سفیان چوہدری تھا جو اسکے مسیحا کا بھتیجا تھا۔جس نے مریم کی آنکھوں کو دیکھتے اسے بغیر نقاب کے دیکھنے کی خواہش کی تھی اور اس دن کے بعد سے مریم کی زندگی جہنم بن گئی

تھی۔مریم نے دس سال کی عمر سے اپنے مسیحا کی بیوی کے دیکھا دیکھی شرعی پردہ کرنا شروع کیا تھا۔وہ یتیم خانے میں سفیر چوہدری (مسیحا) سمیت سب سے پردہ کرتی تھی۔وہ یتیم خانے کے باغ میں موجود تھی جب سفیان چوہدری نے اس نقاب پوش حسینہ کو دیکھا اور وہ پہلی بار ہی مریم کی زندگی کا عذاب بن گیا تھا۔مریم نے وہ سب یاد کرتے شدتِ ضبط سے آنکھیں میچتے کھولیں۔"مریم تمھیں رونا نہیں ہے تمھیں مضبوط بننا ہے فوزیہ آنٹی کے پیسوں پر کب تک تم اپنی زندگی جیو گی اب تمھیں خود کمانا چاہیے" مریم نے آئینے میں دیکھتے خود سے کہا اور اپنی آنکھوں میں آئی نمی اندر اتاری اور اپنا عبایا اتارتے نہانے کی غرض سے واش روم میں بند ہوئی۔لگ بھگ بیس منٹ بعد مریم فریش سی باہر آئی۔وہ اس وقت ڈارک بلیو کلر کی سمپل شلوار قمیض پہنے ہوئے تھی۔اسکے بال سنہرے تھے جو کہ اسکی کمر تک جاتے تھے۔اس نے باہر نکلتے ہی ٹائم دیکھا جہاں چار بج رہے تھے۔"یا اللہ بس آج یہ نوکری ہاتھ سے نا

جائے" مریم نے زیرِ لب کہا اور جلدی سے بالوں کو تولیے سے خشک کرتے عبایا پہننے لگی۔وہ آج جوب انٹرویو کیلئے جارہی تھی۔اسے جلد از جلد نوکری ڈھونڈتے اس شہر سے نکلنا تھا ورنہ یقیناً سفیان چوہدری اسے یہاں بھی ڈھونڈ لیتا۔وہ اگر فوزیہ چوہدری کو کہتی تو وہ اسکی مدد کردیتی پر اب مریم اپنے بل بوتے پر سب کرنا چاہتی تھی۔

"یار میں کل نہیں آرہا چھوٹا اور اماں سائیں آجائیں گے تجھ سے ملنے لیکن میں نہیں کل مجھے ایک کیس کے سلسلے میں کلائنٹ سے ملنا ہے" اس خوبرو مرد نے موبائل پر بات کرتے کہا۔وہ اس وقت اپنے اپارٹمنٹ میں موجود بیڈ پر بیٹھا اپنے جگری یار اور خالہ زاد بھائی ضرار راجپوت سے بات کررہا تھا۔"شیری بکواس نا کر کل ملنے آجانا شرافت سے ورنہ تیرا میرا رشتہ ختم سمجھا تو" ضرار نے کہا تو تیس سالہ وجاہت سے بھرپور مرد ایڈووکیٹ شہریار ملک قہقہہ لگا

گیا۔ ”سالے مجھ سے رشتہ ختم تو ایسے کر رہا ہے جیسے میں تیری معشوق ہوں“ شہریار نے کہا اور اپنی تیکھی ناک کو انگوٹھے سے سہلاتے اپنے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ ”بکواس نا کر جو کہا ہے وہ کر“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرایا جس سے اس کی چوکلیٹ براؤن آنکھوں میں چمک آئی۔ ”میں کل نہیں آسکوں گا پرسوں ملوں گا کل واقعی ضروری کام ہے مجھے“ شہریار نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ ”چل ٹھیک ہے لیکن پرسوں لازمی آئیں یونی ہی آجائیں ڈائریکٹ“ ضرار نے کہا تو اس نے اچھا کہتے کال کٹ کی اور بیڈ کراؤن سے سر ٹکاتے اوپر سیلنگ پر لگے آئینے میں خود کو دیکھنے لگا۔ وہ بلا کا ہینڈسم تھا۔ گندمی و بھوری رنگت کا مالک۔ لیکن اس بھوری رنگت کے باوجود بھی وہ باقی مردوں کی نسبت خاصا خوش شکل اور وجیہہ تھا۔ کھڑی مغرور ناک جو اسکے حسن کو چار چاند لگاتی تھی۔ گھنی مونچھوں تلے عنابی لب جنکا رنگ سیکریٹ پینے کی وجہ ہلکا ہلکا کالا پڑ گیا تھا۔ کثرتی وجود کا مالک بلا کا ہینڈسم مرد جسے دیکھ کوئی بھی

لڑکی اسے پانے کی چاہ کر سکتی تھی اور لڑکیاں اس پر مرتی بھی تھیں۔ اسکے ایک اشارے پر لڑکیاں اسکی جھولی میں پکے پھل کی طرح آگرنے کو تیار تھیں۔ پر شہریار ملک کسی کو دیکھتا تک نہیں تھا۔ اس نے آج تک صرف ایک لڑکی سے محبت کی تھی جس سے اسکی ملاقات ایک پارٹی میں ہوئی تھی۔ اسکی نیا جس سے وہ دل و جان سے محبت کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ نیا سے کوئی دھواں دھار محبت نہیں کرتا پر نیا کا بولڈ اور کانفیڈنٹ انداز اسے بے حد پسند تھا تبھی وہ اسے شادی کیلئے پرپوز بھی کر چکا تھا جس سے اسکی اماں سائیں کوئی خاص خوش نہیں تھیں پر وہ اپنے بیٹے کی خوشی کیلئے راضی تھیں۔ "شیری" ابھی وہ بیٹھے خود کو دیکھ رہا تھا جب اس کے روم کا دروازہ کھلا اور ریڈ ٹاپ کے ساتھ وائٹ جینز پہنے بوب کٹ بالوں والی لڑکی میک اپ سے بھرے چہرے سمیت اندر آئی۔ "نیا" اسے یہاں دیکھ شہریار کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ بکھری۔ وہ فوراً کھڑا ہوا اور اسکی طرف بڑھتے اسے سینے سے لگا

گیا۔ ”کیسی ہو میری جان“ اس نے نرمی سے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ ”میں ٹھیک ہوں جان تم کیسے ہو“ نیا نے اسکی گردن کے گرد باہوں کا حصار باندھتے پوچھا۔ ”تمھیں دیکھ لیا اب بلکل ٹھیک ہوں“ شہریار نے کہا اور دوبارہ اسے گلے لگاتے اسکی گردن میں چہرہ چھپایا۔ ”افف نیا تمھاری یہ خوشبو میرے حواسوں کو سلب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے“ شہریار نے گہری سانس بھرتے کہا تو وہ ایک ادا سے ہنسی۔ ”اور تمھارا یہ بلند سٹیٹس مجھے ہوش بھلانے کی صلاحیت رکھتا ہے“ نیا نے اسکی گال پر انگلی پھیرتے کہا تو وہ ہنسا۔ ”شکریہ میڈم“ اس نے سر جھکاتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ شہریار اسکے ہنسنے پر مسکرایا اور اسے بیڈ پر بٹھاتے اسکے ساتھ بیٹھا۔ ”تم یہاں کیا کر رہی ہو وہ بھی اس ٹائم تم نے تو اپنی دوست کی طرف جانا تھا وہاں نہیں گئی“ شہریار نے اسکے چہرے پر آئی لٹ سے کھیلتے کہا۔ ”گئی تھی پر جلدی آگئی“ نیا نے کہا۔ ”کیوں جلدی کیوں آگئی میری یاد آرہی تھی“ شہریار نے شرارت سے

کہا۔ ”افف تمھاری یاد کیوں آنے لگی مجھے موڈ خراب نا کرو آگے ہی میرا موڈ خراب ہے اس لیے آئی ہوں یہاں“ نیا نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔ اسکی بات شہریار کو بُری لگی تھی لیکن پھر بھی وہ ضبط کرگیا۔ ”کیوں موڈ کیوں آف ہے میری جان کا“ اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ ”تم جانتے ہو میری دوست کا منگیتر اتنا پیارا ہے تو وہ آج سب کے سامنے فلیکس مار رہی تھی کہ اسکا منگیتر سب سے پیارا ہے میں نے کہا تم زیادہ پیارے ہو تمھاری تصویر بھی دکھائی اسے کہتی یہ پیارا نہیں ہے اب مجھے واقعی لگ رہا ہے تم پیارے نہیں ہو وہ اتنا گورا ہے لیکن تم کالے ہو“ نیا نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ وہ کتنے آرام سے کوئی بھی بات کہہ دیتی تھی۔ ”نیا لازمی نہیں جو چیز تمھیں پسند ہے وہ سب کو پسند آئے اسی طرح میں تمھیں پسند ہوں لیکن تمھاری دوستوں کو نہیں یہ عام سی بات ہے میری جان یوں پریشان مت ہو اور میرا رنگ جیسا بھی ہے تمھیں میں پسند ہوں یہ بات زیادہ اہم ہے“ شہریار

نے اسے بازو کے حصار میں لیتے تھوڑا سخت لہجے میں کہا تو نیا فوراً سیدھی ہوئی۔ "میں جانتی ہوں جان لیکن میرا موڈ آف ہو گیا دیکھو نا کوئی تمھاری بُرائی کرے گا تو میں کیسے برداشت کروں گی تم جانتے ہو نا میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں" نیا نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "جانتا ہوں اب موڈ ٹھیک کرو اپنا لوگوں کی باتوں کو دل پر نہیں لگاتے ورنہ جینا مشکل ہو جاتا ہے" شہریار نے اسکی گال سہلاتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "میرا موڈ ٹھیک کرو تم" نیا نے کہا اور اسکے سینے سے سر اٹھاتے ہاتھ بڑھایا اور اسکے لبوں پر انگلی پھیری۔ اس کی حرکت پر شہریار سمجھ گیا تھا وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔ "یہ سب شادی کے بعد نیا ابھی نہیں" شہریار نے اسے پیار سے سمجھایا۔ "ابھی کیوں نہیں ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تو اس سے کیا ہی ہو جائے گا شیری" نیا نے کہتے اسکے لبوں پر جھکنا چاہا پر شہریار اپنا چہرہ موڑ چکا تھا جس پر نیا کا منہ بنا۔ "میری جان یہ سب شادی کے بعد پھر میں تمھیں ہر طرح سے پیار کروں گا

پر ابھی نہیں ٹھیک ہے" شہریار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے کہا تو وہ خاموش رہی۔ "اچھا موڈ تو ٹھیک کرو نا" اسکو خاموش دیکھ شہریار نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے۔ "میرا موڈ خراب کر کے کہہ رہے ہو موڈ ٹھیک کرو" نیا نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا میری جان کا موڈ ابھی ٹھیک کرتے ہیں شاپنگ پر چلیں" اس نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ابھی" نیا نے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا جس پر نیا خوش ہوتے فوراً اسکے سینے سے لگی۔ "آئی لو یو تم بہت اچھے ہو" نیا نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے سر پر ہونٹ رکھے۔ "اچھا چلو اب جلدی چلیں مجھے ایک ڈریس بہت پسند آیا ہے پر وہ ساٹھ ہزار کا ہے مجھے وہ لے کر دو" نیا نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکا ہاتھ تھامتے کھڑا ہوا اور باہر نکل گیا۔

"ماما ہم کب گھر واپس جائیں گے" اس بائیس سالہ لڑکی نے اپنی ماں سے پوچھا جو بیڈ پر بیٹھی تھی۔وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ڈنر کرتے روم میں آئے تھے۔"کیوں کیا ہوگیا ہے"تنزیل بیگم نے موبائل سے نظریں اٹھاتے اپنی خوب صورت بیٹی عائشہ راجپوت کو دیکھا جو اپنے بھورے بالوں کو برش کرنے میں مصروف تھی۔وہ بلا کی خوب صورت تھی۔گہری کالی آنکھیں جنھیں دیکھ ان میں کھونے کا دل کرتا اور گندمی رنگت کوئی شک نا تھا وہ حسین تھی۔بس وہ باقی لڑکیوں کی نسبت دبلی پتلی نا تھا بلکہ ہیلتھی تھی جس سے اسکی ماں کو سخت کھار تھی۔"ماما مجھے بڑے بابا اور بڑی ماما کی یاد آرہی ہے اور ضرار بھائی سے ملنا ہے مجھے وہ ایک ہفتے سے گھر آئے ہوئے ہیں اور ہم ایک ہفتے سے یہاں بیٹھے ہیں" عائشہ نے اپنے بالوں کی ڈھیلی سی بریڈ بناتے کہا۔"چپ کرکے بیٹھو تمھیں زیادہ شوق نہیں ہے ان لوگوں سے ملنے کا"تنزیل بیگم نے اسے اچھا خاصا جھڑکا۔"ماما وہ لوگ نہیں ہیں میرے اپنے ہیں" اس نے

منمناتے کہا۔ "بکواس بند رکھو عائشہ مجھے سختی کرنے پر مجبور مت کرو" تنزیل بیگم نے اب کی بار غصے سے کہا تو وہ خاموشی سے ہاں میں سر ہلاتے اپنا فون چلانے لگی۔ "کہاں جا رہی ہو اب" تھوڑی دیر بعد عائشہ بیڈ سے کھڑی ہوئی تو تنزیل بیگم نے فوراً پوچھا۔ "وہ ضرار بھائی کو کال کرنے جا رہی ہوں صبح بھی ان کی کال آئی تھی پر میں تب مامی کے ساتھ تھی تو اب بات کروں گی" عائشہ نے کہا تو تنزیل بیگم نے اسے گھورا۔ "تمھیں کتنی بار کہا ہے ضرار کو بھائی مت کہا کرو لڑکی میں تمھاری شادی اس سے کروانا چاہتی ہوں اور تم اسے بھائی کہنے سے باز نہیں آتی" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے بے یقینی سے اپنی ماں کو دیکھا۔ "ماما یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ضرار بھائی اور میں" اس نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا کوئی انوکھی بات کہی ہے یہی کہہ رہی ہوں نا کہ تمھاری شادی ضرار سے ہوگی" تنزیل بیگم نے کہا تو اسکا چہرہ سرخ ہوا۔ "ماما میں ضرار بھائی سے ہرگز شادی نہیں کروں گی" عائشہ نے انھیں دیکھتے کہا۔ "میں ماں ہو تمھاری اور

تم وہی کرو گی جو میں کہوں گی "تنزیل بیگم نے سختی سے کہا تو اس نے بے بسی سے انھیں دیکھا اور گہری سانس بھرتے بالکونی میں چلی گئی۔بالکونی میں جاتے ہی اس نے ضرار کو کال ملائی جو دو بیلز کے بعد اٹھالی گئی۔"اسلام علیکم ضرار بھائی کیسے ہیں آپ" عائشہ نے اسکے کال اٹھانے پر فوراً پوچھا۔"وعلیکم اسلام میں ٹھیک ہوں گڑیا آپ کیسی ہو اور کب واپس آنا ہے بھئی" ضرار نے پوچھا۔"بھائی انشاء اللہ کل یا پرسوں آجائیں گے آپ بتائیں سب کیسے ہیں بڑے بابا اور بڑی ماما" عائشہ نے اس سے پوچھا۔"سب ٹھیک ہیں بچے بس ہم آپکو مس کررہے ہیں جلدی آجائیں شاباش" اس نےپیار سے کہا تو عائشہ مسکرائی اور اس سے باتیں کرنے لگی جبکہ دوسری طرف ضرار بھی اس سے باتیں کرتے ہنس رہا تھا۔عائشہ اسکی سگی بہن تو نا تھی پر وہ اسے سگی بہنوں کی طرح ہی پیار کرتا تھا۔"یہ لڑکی ناجانے کب ان لوگوں سے رشتے داریاں بڑھانا چھوڑے گی "تنزیل بیگم نے اسے دیکھتے کہا جو اب بالکونی میں ٹہلتے ضرار سے

باتیں کرنے میں مصروف تھی۔تنزیل بیگم نے سر جھٹکا اور سونے کیلئے لیٹ گئیں۔جانتی تھیں عائشہ اب جلدی ہرگز نہیں آنے والی۔

"آنی جان ضرار بھائی کہیں نظر نہیں آرہے" اس اٹھائیس سالہ وجاہت سے بھرپور خوبرو مرد نے فردوس بیگم سے پوچھا۔"وہ یونی گیا ہے ابھی لیکن اسکی کال آئی تھی کہہ رہا ہے بس ایک لیکچر رہ گیا ہے پھر وہ آجائے گا اب تو شاید آنے والا ہوگا" فردوس بیگم نے اپنے بھانجے کو دیکھتے کہا جو اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔"اسد تم نے شہریار کو کال کی تھی وہ آرہا ہے کہ نہیں" شاہ جہاں بیگم نے اپنے پوتے اسد ملک کو دیکھتے کہا۔دراز قد و قامت وجاہت سے بھرپور مرد۔جسکی گہری بھوری آنکھوں میں ہر وقت شرارت ناچتی تھی۔شہریار اور ضرار دونوں کی اس میں جان بستی تھی۔اپنے بھائیوں کا لاڈلہ۔قصرِ راجپوت اور ملک ولا کی جان تھا وہ۔پر اسکی جان گہری سیاہ آنکھوں والی گڑیا

میں بستی تھی بلکل ویسے جیسے جادوگر کی جان طوطے میں تھی اسد ملک کی جان عائشہ راجپوت میں تھی پر وہ ابھی اس بات سے انجان تھی۔ ”نہیں اماں سائیں بھائی نہیں آرہے میں نے بھائی کو کال کی تھی پر وہ کہہ رہے تھے کہ انکو کسی کلائنٹ سے ملنے جانا ہے اور انکی ضرار بھائی سے بات ہوگئی ہے“ اسد نے شاہ جہاں بیگم کو دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔ ”ویسے انکل میں کچھ سوچ رہا تھا“ اسد نے دراب صاحب کو دیکھتے کہا۔ ”کیا سوچ رہے ہو بتاؤ ہمیں بھی“ سب ہی اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ سب ہی جانتے تھے وہ اب کوئی شرارت کرنے والا ہے۔ ”انکل میں سوچ رہا تھا کیوں نا شیری بھائی کے ساتھ ساتھ ضرار بھائی کے ہاتھ بھی پیلے کردیے جائیں پھر میری باری جلدی آجائے گی ان دونوں کی وجہ سے میں لٹک گیا ہوں چلیں شیری بھائی نے تو بھابھی ڈھونڈلی ہے پر ضرار بھائی تو واللہ شادی کرنے کے ہی روادار نہیں اگر یہی رہا نا تو میرے بچے انکو دادا دادا کہیں گے“ اسد نے کہا تو سب کے قہقہے چھوٹے

جبکہ ضرار جو ابھی اندر داخل ہوا اسکی بات پر اسے گھور کر رہ گیا۔ ”تمھاری زبان زیادہ نہیں چل رہی چھوٹے“ ضرار نے ان سب کے پاس آتے اسد کو لتاڑا تو وہ زبان دانتوں میں دبا گیا جبکہ ضرار مسکراہٹ دباتے شاہ جہاں بیگم سے ملا۔ ”بھائی اب آپ مجھے ڈانٹیں گے اب یہ دن آگئے ہیں اپنے اپنے نا رہے“ اسد نے بھرپور ڈرامائی انداز میں کہتے ماتھے پر پُرانی ہیروئینز کی طرح ہاتھ رکھا تو سب پھر ہنس پڑے۔ ”اچھا بس کرو نوٹنکی یہاں آؤ“ ضرار نے شاہ جہاں بیگم سے ملتے اسے پکارا تو وہ فوراً کھڑے ہوتے اسکے گلے لگا۔ ”کیسے ہو لاڈلے“ ضرار نے اسکا ماتھا چومتے پوچھا۔ ”ابھی تک کنوارا ہوں بھائی“ اسد نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”سدھر جاؤ“ ضرار نے نرمی سے اسکے سر پر تھپڑ مارا۔ ”بھائی میں سدھر جاؤں ایسا ہو نہیں سکتا اور کوئی مجھے سدھار دے ایسے میں ہونے نہیں دوں گا“ اسد نے بھرپور فلمی انداز میں کہا تو سب نے مسکراتے دل میں اسکی نظر اتاری۔ ضرار نے اسکے بال بکھیرے اور جاتے

دراب صاحب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ "بھائیی" ابھی سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب ایک نسوانی آواز نے ضرار کو پکارا جسے سنتے سب مسکرائے جبکہ اسد کا دل دھڑکا۔ ان سب نے بیک وقت دروازے کی طرف دیکھا جہاں عائشہ اور تنزیل بیگم کھڑی تھیں۔ ضرار اسے دیکھ مسکرایا اور کھڑا ہوا۔ اسے کھڑے ہوتے دیکھ وہ بھاگ کر آتے اسکے سینے سے لگی۔ وہ آج تنزیل بیگم کو ضد کر کے واپس لائی تھی۔ "کیسا ہے بھائی کا بیٹا" اس نے نرمی سے اسکے سر پر لب رکھے۔ "ایکدم ٹھیک آپ کیسے ہیں بھائی" اس نے مسکراتے پوچھا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں بھائی کا بچہ آؤ بیٹھو وہاں میں چچی سے مل لوں پھر اپنے بیٹے پاس آتا ہوں" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور جاتے باقی سب سے ملنے لگی۔ اس دوران اسد کی نظریں مسلسل اس پر تھیں جس سے وہ انجان تھی۔ "کیسی ہیں آپ چچی" ضرار نے ان کا ہاتھ تھامتے چوما اور آنکھوں سے لگا گیا جس پر تنزل بیگم با مشکل مسکرائیں اور اسے جواب دیتے اپنے روم میں چلی گئیں۔ ان کے

جاتے ہی سب نے نفی میں سرہلایا۔قاسم راجپوت کی وفات سے پہلے وہ پھر ان سب کے پاس بیٹھ جاتی تھیں پر اب تو وہ اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئیں تھیں۔ضرار نے انکے جاتے سر جھٹکا اور جاتے عائشہ کے پاس بیٹھا جو دراب صاحب کے ساتھ بیٹھی تھی۔"بھائی اب آپ کہیں نہیں جائیں گے سمجھے آپ" اسکے بیٹھتے ہی وہ انگلی اٹھاتے وارن کرنے والے انداز میں بولی تو سب مسکرائے۔"جو حکم میرا بیٹا" اس نے ہاتھ اٹھاتے سرنڈر کرنے والے انداز میں کہا تو وہ کھلکھلائی جس پر سب نے اسکی نظر اتاری جبکہ اسد کو اسکا دل سینے میں پاگل ہوتا محسوس ہورہا تھا۔اس نے گہری سانس بھری اور بامشکل اپنی نگاہیں اس پری پیکر سے ہٹائیں۔وہ بے شک اسکا عشق تھی پر وہ ابھی نامحرم تھی۔وہ ابھی اسے آنکھ بھر کر دیکھنے کا حق نہیں رکھتا تھا۔

"ڈاکٹر ماہ دیر" وہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی چھ گھنٹے کی ایک لمبی ہارٹ سرجری کر کے فری ہوا تھا۔ اس وقت وہ اپنے کیبن میں اپنی چئیر کی پشت سے سر ٹکاتے آنکھیں موندے بیٹھا جب ایک نرس نوک کرتے اسکے کیبن میں آئی۔ "یس" نرس کی آواز پر ماہ دیر خلیل سکندر نے اپنی گہری سبز آنکھیں کھولتے سامنے کھڑی نرس کو دیکھا۔ وہ بلا کا ہینڈسم تھا۔ سرخ و سپید رنگت اور کشرتی وجود کا مالک۔ وہ اس قدر وجیہہ تھا کہ کوئی بھی لڑکی اسے پانے کی چاہ کرتی پر وہ ان سب چیزوں کی طرف دھیان نہیں دیتا تھا۔ اسکے چہرے پر سنجیدگی ہر وقت گھر کیے رہتی تھی۔ سنجیدگی اسکی طبیعت کا خاصا تھی۔ وہ پچھلے دس سال سے مسکرانا بھول چکا تھا۔ اسکے اپنوں کے ہونے کے باوجود وہ سب سے دور سوات میں رہتا تھا۔ اس نے اپنی پڑھائی بھی یہیں آکر مکمل کی تھی۔ وہ سوات کے ایک بڑے اور مشہور ہاسپٹل میں ہارٹ سپیشلسٹ کے طور پر کام کر رہا تھا۔ اسکی زندگی کا مدار صرف دو لوگوں کے گرد گھومتی

تھیں۔ایک اسکی ماں جو آج سے دس پہلے اسے چھوڑ کر جا چکی تھی۔اور ایک اسکی گڑیا جسے وہ خود دس سال پہلے چھوڑ کر یہاں آچکا تھا۔ان دس سالوں میں اس نے ایک بار بھی راولپنڈی کا رخ نہیں کیا تھا لیکن ایسا کوئی دن نا تھا جب اس نے اپنی گڑیا کو یاد نا کیا ہو۔جب اس نے خواہش نا کی ہو کہ کاش وہ اسکے پاس جا سکتا۔کاش وہ اپنی گڑیا مہر ماہ کو بتا سکتا کہ اسکا بھائی اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔"سر وہ ایک پیشنٹ آیا ہے ایمرجنسی ہے آپکو بلا رہے ہیں" نرس نے اس سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔"ماہ دیر" ابھی وہ باہر نکلا تھا جب اسے پیچھے سے کسی نے پکارا۔"اسلم کیسے ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو" اس نے پیچھے مڑتے دیکھا جہاں اسکا ایک جاننے والا کھڑا تھا۔"میں ٹھیک ہوں ہاں وہ ابو کی طبیعت خراب ہو گئی تو انھیں لائے ہیں میں تمھیں ہی بلانے آرہا تھا" اسلم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ایمرجنسی روم کی طرف بڑھا۔وہ اندر داخل ہوا تھا تو سامنے ہی ایک ساٹھ سالہ بوڑھا شخص بیڈ پر لیٹا کھینچ کھینچ کر

سانس لے رہا تھا۔ ”آکسیجن پمپ لاؤ“ اس نے وہاں کھڑے ایک میل نرس کو کہا تو وہ فوراً پمپ لاتے اس شخص کے منہ کے ساتھ اٹیچ کرتے اسے مصنوعی سانس دینے لگا جبکہ ماہ دیر نے آگے بڑھتے اس شخص کے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے پریشر ڈالنا شروع کیا جس سے لگ بھگ آدھے گھنٹے کے اندر اس شخص کی طبیعت سٹیبل ہوگئی۔ ”آپ ٹھیک ہیں“ ماہ دیر نے اپنے سامنے بیڈ پر لیٹے آدمی سے پوچھا تو وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔ انکے مثبت جواب پر وہ پرسکون ہوتے وہاں کھڑے عملے کو ہدایات دیتے باہر نکلا اور اسلم کے پاس گیا۔ ”انکل کا بائی پاس کیوں نہیں کروا لیتے تم ایسے انکی طبیعت نہیں سنبھل سکتی“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”حوصلہ رکھو سب ٹھیک ہوجائے“ ماہ دیر نے کہا اور اپنے کیبن کی طرف بڑھا۔ اپنے کیبن کے باہر پہنچتے ہی اسکی نظریں کیبن کے دروازے کے ساتھ لگے اپنے نام پر گئی جہاں "ماہ دیر خلیل سکندر" لکھا تھا اسے دیکھ اسکی آنکھیں سرخ

ہوئیں۔ ”میرا بس چلے تو میں آپ کا نام اپنے نام سے جدا کردوں خلیل صاحب“ اس نے خیالوں میں اپنے باپ کو تصور کرتے کہا۔ اس نے اپنے چاکلیٹ براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کی اور سر جھٹکتے اپنے کیبن میں چلا گیا۔ کیبن میں داخل ہوتے ہی وہ اپنی چیئر پر بیٹھا اور اپنا موبائل نکالتے وال پیپر پر لگی نو سالہ مہرماہ کی تصویر کو دیکھا۔ ”بھائی کی گڑیا اب بڑی ہوگئی ہوں گی آپ“ اس نے آنکھوں میں نمی سموئے اسکی تصویر کو لبوں سے لگایا۔ ”میں آپکے پاس آنا چاہتا ہوں گڑیا پر نہیں آپا رہا میں جانتا ہوں آپ اب تک مجھ سے نفرت کرنے لگی ہوں گی اور میں آپکی آنکھوں میں خود کے لیے نفرت نہیں دیکھ سکتا“ ماہ دیر نے مدھم آواز میں کہا۔ بے بسی اسکی آنکھوں میں صاف عیاں تھی۔ وہ جانتا تھا وہ غلط کر رہا ہے پر اب اس میں ہمت نہیں تھی۔ وہ اپنی بہن کی آنکھوں میں خود کیلئے نفرت ہرگز نہیں دیکھ سکتا تھا تبھی وہ آج تک اس کے سامنے نہیں گیا تھا۔ اس نے بے بسی سے آنکھیں

بند کیں اور چئیر کی پشت سے سر ٹکا گیا۔ ایک بھولا بھٹکا آنسو اسکی آنکھ سے نکلتا داڑھی میں جذب ہوا تھا جسے محسوس کرتے اسکے چہرے پر کربناک تاثرات ابھرے۔ ان دس سالوں میں آنسو ہی تو اسکے ساتھی رہے تھے۔

"تمھیں اس گھر میں وارث لانے کیلئے لایا گیا تھا اور تم نے اس بوجھ کو جنم دیا ہے" سامنے کھڑا اکتیس سالہ ظالم مرد اس اٹھارہ سالہ نازک لڑکی کے سنہرے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے دھاڑا تھا جو اس وقت مانسہرہ کے ایک عام سے ہاسپٹل کے بیڈ پر اپنی دو گھنٹے پہلے پیدا ہوئی بیٹی کو سینے سے لگائے بیٹھی رو رہی تھی۔ وہ لڑکی بلا کی حسین تھی پر اسکی قسمت اتنی ہی سیاہ تھی۔ سرخ و سپید رنگت پٹھانی نقوش۔ وہ دیکھنے میں اپسرا معلوم ہوتی تھی۔ پر یہ اپسرا نصیبوں کے معاملے بدنصیب ثابت ہوئی تھی جس نے پیدا ہوتے ہی غم دیکھے تھے۔ اپنوں کی بے جا نفرت سہی تھی۔ "آپ کیا۔۔۔ کہہ رہے۔۔۔ ہیں ارباز۔۔۔ یہ

ہماری بیٹی۔۔۔ہے۔۔بوجھ نہیں" اس معصوم لڑکی نے روتے ہوئے اپنے سامنے کھڑے ظالم انسان کو دیکھا جو اس کو یوں گھور رہا تھا گویا جان سے مار دے۔ "ہم تو کہتا ہے اسے طلاق دے دو ارباز اور ساتھ ہی اس بوجھ کو مار دو" دروازے کے پاس کھڑی ارباز خان کی والدہ خالدہ بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ عورت مسکرائی جبکہ اس لڑکی نے اپنی بچی کو خوف سے سینے میں بھینچا۔ اسکے ماں باپ اور بھائی بھی خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔ "آپ صحیح کہہ رہی ہیں مورے اس بوجھ کو مار دیتے ہیں تاکہ کل کو یہ میرے سے سوال نا کرے پھر میں اس عذاب کو بھی چھوڑ دوں گا" ارباز خان نے اس لڑکی سے بچی کو پکڑنا چاہا۔ "پلیز۔۔۔نہیں میری بیٹی کو۔۔۔کچھ نا کہو" وہ لڑکی چلائی تھی۔ اسکی ہیزل آنکھوں میں اپنی اولاد کو کھونے کا درد ہچکولے کھا رہا تھا۔ لیکن ارباز خان اسکی چیخ اور درد کو اگنور کرتے اس سے بچی چھیننے کی غرض سے ہاتھ آگے بڑھا چکا تھا لیکن اس سے پہلے وہ بچی کو پکڑتا

کمرے کا دروازہ کھلتے ایک پچیس سالہ لڑکی اندر آئی تھی۔ ”سائیں“ وہ لڑکی اندر آتے ہی ارباز خان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ ”سامنے سے ہٹو زرتاج“ ارباز خان نے اپنے سامنے کھڑی اپنی پہلی بیوی سے کہا۔ ”ہم نہیں ہٹے گا“ زرتاج نے خالص پٹھانی زبان بولتے اسے منع کیا۔ ”زرتاج میں نے کہا سامنے سے ہٹو“ ارباز خان نے اپنی بیوی کو دیکھتے نرمی سے کہا۔ وہ اسکی محبوب بیوی تھی جس سے وہ سختی سے بول ہی نہیں سکتا تھا۔ ”ہم نہیں ہٹے گا سائیں“ زرتاج نے کہا تو اس نے بیڈ پر بیٹھی ان ماں بیٹی کو گھورا۔ ”مجھے ان دو عذابوں سے جان چھڑانی ہے زرتاج“ ارباز خان نے اپنی محبوب بیوی سے کہا۔ ”تو چھڑائیں سائیں طلاق دے رہا تھا نا آپ اسے تو دیں اس بچی کو مارنے کا کیا ضرورت ہے“ زرتاج نے کہا تو ارباز خان نے آنکھیں میچیں۔ ”زرتاج یہ بچی کل کو ہم سے سوال کرے گی حصہ مانگے گی“ ارباز خان نے ضبط سے کہا۔ ”کل کا کل دیکھا جائے گا آپ اس بچی کو کچھ نہیں کہے گا سائیں ورنہ ہم

بھی چلا جائے گا" زرتاج نے اسکے ہاتھ باندھے جس پر ارباز خان نے بامشکل اپنا غصہ ضبط کیا اور ہاں میں سرہلایا۔"پر میں اس عذاب کو اب اپنے نکاح میں نہیں رکھوں گا" ارباز خان نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔"ہم پہلے بھی نہیں چاہتا تھا آپ کا ہی بات مانا تھا ہم نے تبھی اجازت دیا تھا" زرتاج نے کہا تو ارباز خان نے اسے بازو کے حصار میں لیا اور اس لڑکی کو دیکھا جو اب باقاعدہ لرز رہی تھی۔اس نے نفرت سے سر جھٹکا اور اپنے اگلے جملوں سے سامنے بیٹھی نازک لڑکی کی جان نکال لی تھی۔"میں ارباز خان اپنے ہوش و حواس میں میشائم خان کو طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں" ارباز خان نے تین بار بولا تھا اور تین بار میشائم خان کے دل کا قتل ہوا تھا۔وہ ساکت و جامد بیٹھی سامنے کھڑے ظالموں کو دیکھ رہی تھی جو اس پر ظلم ہوتے دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ اسکے ماں باپ بھی۔میشائم کی پتھرائی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہیں نکلا تھا۔وہ بس اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے ان سب کو دیکھ رہی

تھی جو باری باری باہر جارہے تھے۔اب بس کمرے میں اسکے ماں باپ اور بھائی تھا جو نفرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔"لیں مورے بابا میں نے نہیں کہا تھا ایک سال کے اندر اندر طلاق لے کر آپکی دہلیز پر واپس آئے گی لے مبارک ہو" اسکے بھائی فہیم خان نے قہقہہ لگاتے کہا اور باہر نکل گیا۔"یہ ہے ہی منحوس خان صاحب میں اسے اپنے گھر نہیں لے کر جاؤں گی" اسکی ماں ہاجرہ خان نے کہا اپنے شوہر سے کہا۔"ہاں اس بوجھ کو مزید پالنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں بھی اور اب تو اسکے ساتھ یہ نیا بوجھ بھی ہے" اپنے باپ جنید خان کے الفاظ سنتے میشائم خان کا دل پھٹنے کے در پر تھا۔اس نے آنکھیں اٹھاتے انھیں دیکھا جو زہر خند نظروں سے اسے گھورتے باہر نکل گئے۔انکے جاتے ہی میشائم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔اس کی سسکیاں ہاسپٹل کے اس ویران کمرے میں گونج رہی تھیں۔"ماما" وہ جو ماضی کی یادوں میں کھوئی تھی اپنی بیٹی کی آواز پر چہرہ جھکاتے اپنی دو سالہ بیٹی حوریہ خان کو دیکھا

جو اسکی گود میں لیٹی معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”جی میری جان“ اس نے نرمی سے کہا اور اسے اپنی باہوں میں اٹھاتے سینے سے لگا گئی۔ ”آپ تو می با لئی تی تب شے (آپ کو میں بلا رہی تھی تب سے)“ حوریہ نے اسکی گردن کے گرد حصار باندھتے کہا۔ ”سو سوری میری جان ماما کچھ سوچ رہی تھیں آپ بتاؤ کیا کہنا ہے“ بیس سالہ میشائم نے پیار سے اسکا ماتھا چومتے پوچھا۔ ”نینی آلی اے (نیند آرہی ہے)“ حوریہ نے اپنی ہیزل آنکھوں کو ملتے کہا تو میشائم مسکرائی۔ ”اچھا آؤ ہم سوتے ہیں اب پھر صبح ماما کو کام پر بھی جانا ہے اور میری گڑیا کو نیند بھی آرہی ہے“ میشائم نے پیار سے کہتے اسے چارپائی پر اپنے ساتھ لٹایا اور اپنے حصار میں لیتے نرمی سے اسکے چاکلیٹ براؤن بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ میشائم کے بال سنہرے تھے جبکہ حوریہ کے اپنے باپ کی طرح چاکلیٹ براؤن بال تھے۔ میشائم نے نظر جھکاتے حوریہ کو دیکھا جو اسکے سینے سے لگے سوچکی تھی۔ اسکے نین نقش بلکل میشائم کی طرح تھے صرف

بالوں کا رنگ اپنے باپ کی طرح تھا۔ اس نے حوریہ سے نظریں ہٹاتے کھڑکی کی طرف دیکھا جہاں سے سوات کے پہار نظر آتے تھے۔ وہ دو سال پہلے حوریہ کے ساتھ سوات آگئی تھی اور وہ تب سے یہی رہ رہی تھی۔ کوئی بھی اسکی یہاں موجودگی کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ اس دن ان سب کے جانے بعد یشائم اپنی ایک سہیلی کی طرف چلی گئی تھی۔ جس نے اسے کچھ پیسے دیتے سوات اپنی بہن کے گھر بھیج دیا تھا۔ یشائم دو ماہ اپنی دوست کی بہن کی طرف رہی تھی پھر نوکری تلاش کرتے حوریہ کے ساتھ ایک یتیم خانے میں شفٹ ہوگئی تھی۔ وہ ایک سال تک یتیم خانے میں رہی اور ایک عام سے سکول میں ٹیچنگ کرتے اس نے یتیم خانے کے پاس ہی ایک سستا سا ایک کمرے کا گھر لیا جہاں وہ اپنی دو سالہ بیٹی حوریہ کے ساتھ تن تنہا رہتی تھی۔ زندگی نے چھوٹی سی عمر میں ہی اسے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ یشائم نے گہری سانس

بھرتے بامشکل اپنے خیالوں کو جھٹکا اور حوریہ کا ماتھا چومتے اسے اپنے قریب کرتے خود بھی آنکھیں موند گئی۔

"ویسے مہر ایک بات پوچھوں میں تم سے" مریم اور مہرماہ اس وقت یونی کے گراؤنڈ میں بیٹھی باتیں کرنے میں مصروف تھیں جب مریم نے اسے پکارا۔ "ہاں پوچھو" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا جو آج بھی سرتاپیر عبائے میں ڈھکی تھی۔ ان دونوں کا فری لیکچر تھا تبھی اب وہ یہاں بیٹھی موسم انجوائے کررہی تھیں۔ "تم نے مجھ سے پہلے کیا واقعی کوئی دوست نہیں بنائی" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "کیوں" مریم نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "مجھے اجازت نہیں ہے" مہرماہ نے اپنی آنکھوں میں آتی نمی کو اندر اتارتے کہا۔ "اجازت؟ دوستی کرنے کیلئے کس کی اجازت چاہیئے ہوتی ہے دوستی تو ایسا رشتہ ہے جو دل سے کیا جاتا ہے کسی کی اجازت سے نہیں جو کسی

کی اجازت سے کی جائے وہ دوستی کے علاوہ کچھ بھی ہو سکتا ہے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ایسا ہی ہے پر میری ماما اور آپی نے مجھے منع کر رکھا ہے" اسکی بات سنتے مریم کو جھٹکا لگا۔ "تمھاری سگی ماں اور بہن تمھیں دوستی کرنے سے منع کرتی ہیں" مریم نے اچنبھے سے پوچھا۔ "سوتیلی" مہرماہ کے یک لفظی جواب پر وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔ "میری سگی ماما کی دیتھ ہو گئی ہے یہ میرے بابا کی دوسری وائف ہیں اور آپی انکی بیٹی ہیں وہ جو کہتی ہیں وہ مجھے ماننا ہوتا ہے" مہرماہ نے کہا تو مریم کو چپ لگی۔ وہ اسکی اتنی سی بات سے بہت کچھ سمجھ گئی تھی۔ "آئی آیم سوری" مریم نے کہا تو وہ با مشکل مسکرائی۔ "اٹس اوکے دفع کرو چلو کلاس میں چلتے ہیں لیکچر سٹارٹ ہونے والا ہے" مہرماہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسکے سر ہلانے پر مہرماہ اسکے ساتھ کھڑی ہوئی۔ "اچھا مریم تم کلاس میں جاؤ میں آتی ہوں" مہرماہ نے اسے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے کلاس کا رخ کر گئی جبکہ مہرماہ نے واش روم کا رخ کیا

تاکہ منہ دھو سکے کیونکہ اب اسکے آنسو باہر آنے کو بے تاب تھے۔ اس قدر بے بس کر چکے تھے وہ لوگ اسے کہ انکا ذکر بھی اسکو رلا دیتا تھا۔ مہرماہ نے کرب سے سوچا اور جلدی سے جاتے چہرہ واش کیا۔ اس نے دو تین گہری سانسیں ہوا کے سپرد کیں اور جلدی سے کلاس کا رخ کیا۔ وہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں کلاس کی طرف جارہی تھی کیونکہ اس لیکچر کے پروفیسر خاصے کھڑوس تھے اور وہ ہرگز لیٹ ہو کر ان سے ڈانٹ نہیں کھانا چاہتی تھی۔ "آہہ" ابھی وہ سٹاف روم کے سامنے پہنچی تھی جب سٹاف روم سے باہر آتے ضرار کے سینے سے ٹکرائی۔ اس چٹانی وجود سے ٹکراتے مہرماہ کی کراہ بے ساختہ تھی۔ اس نے ایک ہاتھ اپنے ماتھے رکھا جبکہ گرنے کے ڈر سے دوسرے ہاتھ سے ضرار کی شرٹ سینے سے مٹھی میں بھینچی تھی۔ اسکی اچانک نزدیکی پر پورا کا پورا ضرار راجپوت ساکت ہوا۔ دل شدت سے سینے کی دیواروں سے سر ٹکراتے پاگل ہوا جبکہ سانس ایک لمحے کو رکی تھی۔ ضرار نے سر جھکاتے اسے دیکھا جو بامشکل

اسکے سینے تک آرہی تھی۔وہ اس وقت بے بی پنک کلر کی شلوار قمیض میں کوئی گڑیا لگ رہی تھی۔وہ آنکھیں سختی سے میچے اسکی شرٹ پر لمحہ بہ لمحہ پکڑ مضبوط کررہی تھی۔ضرار کی نظریں اسکے چہرے سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔اسکی نظریں مہرماہ کے ڈوپٹے سے ڈھکے سر سے سڑکتے چہرے پر جاتے نقوش کو آنکھوں سے چوم رہی تھیں۔ضرار کا دل بغاوت کرنے پر آمادہ ہورہا تھا۔اس نے بامشکل اپنی بے قابو نظر اور سرپٹ دوڑتی دھڑکنوں کو لگام ڈالا۔"مس مہرماہ" ضرار نے گھمبیر آواز میں اسے پکارا۔اسکی بھاری آواز سن مہرماہ نے پٹ سے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو اپنی کرسٹل گرے آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔مہرماہ کرنٹ کھاتے اس سے پیچھے ہوئی اسکا یوں پیچھے ہونا ضرار کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔مہرماہ کا چہرہ دونوں کی نزدیکی کو یاد کرتے قندھاری ہوا۔ضرار نے مبہوت ہوتے اس کی دودھیا رنگت میں سرخیاں گھلتی دیکھیں تھیں۔اسکی بے لگام نظریں سامنے کھڑی نازک جان کے چہرے کے ایک

ایک نقوش کو آنکھوں کے رستے دل میں اتار رہی تھیں۔کوریڈور اس وقت بلکل خالی تھا تبھی وہ بے فکر تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کیوں اسکی نزدیکی اچھی جبکہ یوں دور ہونا بُرا لگا تھا۔"آئی۔۔۔ایم۔۔۔سوری۔۔۔سر" مہرماہ نے کہا اور اسکی طرف دیکھے بغیر اپنی کلاس کی طرف بھاگی۔اسکے یوں جانے پر ضرار نے مڑتے اسکی پشت کو دیکھا جو اب جاچکی تھی۔"اسکو دیکھتے میرا دل کیوں بے قابو ہونے لگتا ہے" ضرار نے اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے سہلایا۔اسکا دل جس طرح دھڑک رہا تھا اسے ڈر تھا کہیں دل سینے کی دیواروں کو توڑتے باہر نا آجائے۔"آہم آہم ضرار صاحب میں قربان جاؤں یہاں یونی میں پڑھانے آتے ہیں آپ یا عشق معشوقی کرنے" ابھی وہ اپنی دھڑکنوں کو سنبھال رہا تھا جب اسے سیڑھیوں کی طرف سے کسی کی آواز سنائی دی جس پر اس نے فوراً سیڑھیوں کی طرف دیکھا جہاں شہریار کھڑا معنی خیز مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ کافی دیر سے یہاں کھڑا ان دونوں کو دیکھ

رہا تھا۔ ”تو کب آیا“ ضرار نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود کو کمپوز کیا۔ ”میں تبھی آیا جب تو میری چھوٹی سی بھابھی جان کو باہوں میں بھرے یہاں سرِعام رومینس کررہا تھا وہ بھی یونی میں واہ میرے شیر“ شہریار نے کہا تو ضرار نے اسے گھورا۔ ”بکواس بند کر اپنی۔ سٹوڈنٹ ہے وہ میری“ ضرار نے اسے گھورتے کہا اور باہر کی طرف چل پڑا۔ وہ جلدی فری ہوگیا تھا تبھی شہریار کے آفس جانے والا تھا پر اسے کیا پتا تھا یہ سب ہو جائے گا اور سونے پر سہاگا شہریار ملک سب دیکھ لے گا۔ ”اچھا تو کیا تُو سب سٹوڈنٹس کو ایسے ہی دیکھتا اور باہوں میں بھرتا ہے“ شہریار نے اسکے ساتھ چلتے پوچھا۔ ”بکواس نا کر وہ مجھ سے ٹکرا گئی تھی“ ضرار نے ہاتھ میں پکڑی گاڑی کی چابی اسے ماری جسے شہریار مہارت سے کیچ کرگیا۔ ”اچھا مان لیا ٹکرا گئی تھی لیکن یہ بتا نا کیا تو سب کو ایسے ہی دیکھتا ہے جیسے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا“ شہریار نے کہا تو ضرار رکا اور اسکی طرف مڑا۔ ”کیسے دیکھ رہا تھا میں اسے“ ضرار نے سینے پر بازو باندھتے

پوچھا۔ناجانے کیوں پر وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر وہ مہرماہ کو کیسے دیکھ رہا تھا اور کیوں ان تین دنوں میں ہی مہرماہ اسکے حواس سلب کرنے لگی تھی۔"تو اسے یوں دیکھ رہا تھا گویا وہ تیرا کل اثاثہ ہو جیسے وہ تیرے جینے کی وجہ ہو" شہریار نے کہا تو ضرار ایک پل کو تھما لیکن اگلے ہی پل نفی میں سرہلا گیا۔"ایسا کچھ نہیں ہے" ضرار نے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھتے جلدی سے اندر بیٹھا۔"ایسا ہی ہے میرے بھائی ویسے بھابھی کا نام کیا ہے" شہریار نے پیسنجر سیٹ پر بیٹھتے پوچھا۔"وہ تیری کوئی بھابھی نہیں سالے بکواس بند رکھ اپنی ورنہ تجھے گاڑی سے باہر دھکا دیتے اسی گاڑی سے کچل کر تیری ہونے والے بیوی کو تیری بیوہ بنا دوں گا" ضرار نے دانت پیستے کہا تو شہریار کا چھت پھار قہقہہ گاڑی میں گونجا۔"اچھا چل اس لڑکی کا نام تو بتا" شہریار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔وہ جانتا تھا یہ جانے بغیر چپ نہیں کرنے والا۔"مہرماہ سکندر" ضرار نے کہا اور گاڑی کا رخ اپنے فلیٹ کی طرف کیا جو اس نے چند دن پہلے ہی خریدا

تھا۔ ”مہرماہ سکندر! بلکل اچھا نام نہیں ہے“ شہریار نے گندا سا منہ بناتے کہا۔ ”پیارا تو ہے“ ضرار بنا سوچے سمجھے بولا لیکن اگلے ہی پل اپنی بات سمجھ آنے پر خود پر لعنت بھیجی۔ ”آہم آہم پیارا ہے جی جناب بہت پیارا ہے لیکن اسکے ساتھ سکندر اچھا نہیں لگ رہا“ شہریار نے چھیڑنے والے انداز میں کہتے اپنا جواز پیش کیا۔ ضرار اب کی بار خاموش ہی رہا۔ ”اسکا نام ہونا چاہیئے مہرماہ ضرار راجپوت واللہ کتنا کمال لگ رہا ہے۔ ہے نا ضرار“ شہریار نے کہا تو ضرار کا دل دھڑکا۔ اسکے نام کے آگے اپنا نام سنتے ضرار راجپوت کا دل اس بات کو حقیقت بنانے کی چاہ میں چلایا تھا جسے اس نے ڈپٹ کر خاموش کرایا۔ ”اپنی بکواس بند کرلے شیری ورنہ اب تیرا منہ توڑ دوں گا میں سمجھا“ ضرار نے اسکے کندھے پر مکہ مارتے کہا تو وہ ہنسا اور اب کی بار خاموش ہوا۔ لیکن وہ اسے بعد میں تنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسکے خاموش ہونے پر ضرار نے سکون کا سانس ہوا کے سپرد کیا اور اپنا دھیان مہرماہ ضرار راجپوت لفظ سے ہٹانے کی

ناکام کوشش کرنے لگا۔ اسکا دل چاہ رہا تھا یا تو شہریار کا سر کھول دے جس نے یہ شوشہ چھوڑا تھا یا اپنے دل کو سینے سے نوچ کر باہر پھینک دے جو اس بات کو حقیقت بنانے کو بضد تھا۔

"ویسے یہ تیری شادی کا کیا سین ہے۔ مجھے کل اسد نے بتایا" ضرار نے شہریار سے پوچھا جو اسکے سامنے والے صوفے پر بیٹھا سیگریٹ پی رہا تھا۔ "کیا سین ہے؟۔ میں محبت کرتا ہوں اس سے" شہریار نے سگریٹ کا گہرا کش بھرتے کہا۔ وہ لوگ دوپہر سے یہاں تھے اور اب شام کے چھ بجنے والے تھے۔ "لیکن اماں سائیں کو وہ لڑکی نہیں پسند۔ وہ بتا رہی تھیں لڑکی خاصی بولڈ ہے۔ تجھے لگتا ہے وہ اماں سائیں کو اور گھر کو سنبھال لے گی" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وہ بہت اچھی ہے سنبھال لے گی" شہریار نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "تجھے نہیں لگتا تجھے اماں سائیں کی رضامندی سے شادی

کرنی چاہیئے۔ وہ زمانہ ساز ہیں انھیں لوگوں کی پہچان تجھ سے زیادہ ہے۔ ہم جتنے مرضی عقلمند سہی پر انکے تجربے کے آگے ہماری ساری ڈگریاں بے کار ہیں۔ مجھے لگتا ہے تجھے ایک بار اپنے فیصلے پر سوچنا چاہیئے اور اماں سائیں کی پسند پر بھی غور کرنی چاہیئے" ضرار نے کہا تو شہریار کے ہونٹوں پر زہر خند مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "اماں سائیں ایک بار لائیں تھی نا اپنی پسند کی بہو کیا ملا انھیں۔ کچھ بھی نہیں۔ جو تھا وہ بھی کھو دیا۔ اور جانتا ہے وہ انکے جیسے ہی پردہ دار لڑکی میرے لیے ڈھونڈنا چاہتی ہیں پر میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا۔ یہ جو زیادہ پاک باز بنتی ہیں نا وہیں سب سے زیادہ گناہ کرتی ہیں۔ بس وہ اپنے گناہوں کو چار گز کے سیاہ پردے میں چھپا کر دنیا کے سامنے نیکی کا ڈھونگ رچاتی ہیں۔ سخت نفرت ہے مجھے ایسی عورتوں ہیں جو یوں پردے دار بنی گھومتی ہیں اور اسی پردے کی عار میں گناہ کرتی ہیں" شہریار کے لہجے سے نفرت ٹپک رہی تھی۔ ضرار نے گہری سانس بھری۔ وہ جانتا تھا جو اس نے برداشت کیا اسکے

بعد اسکا یہ سب بولنا بجا تھا۔ "پر ہر لڑکی آنی جیسی نہیں ہوتی شیری" اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "دیکھ یار صاف سی بات ہے ہر لڑکی اس عورت کی طرح ہو یا چاہے نا مجھے پردہ کرنے والیوں سے سخت نفرت ہے۔نیا بولڈ ہے کانفیڈنٹ ہے اور مجھے بے حد پسند ہے تو میں اسی سے شادی کروں گا تو اماں سائیں کو بتا دی کہ تجھے بار بار سفیر بنا کرنا بھیجیں" شہریار نے کہتے سیگریٹ ایش ٹرے میں بجھایا اور کھڑا ہوا۔ "کہاں جارہا ہے اب" ضرار نے اس سے پوچھا جو اپنی چیزیں اٹھا رہا تھا۔ "گھر جارہا ہوں اور کہاں جانا ہے" شہریار نے بے زاری سے کہا۔ "اچھا چل میں بھی چلتا ہوں اماں سائیں سے بات بھی کرلوں گا" ضرار جانتا تھا وہ ابھی ڈسٹرب ہے تبھی اسکے ساتھ جانا مناسب سمجھا۔اسکی بات سنتے شہریار نے ہاں میں سرہلایا اور اس کے ساتھ باہر نکلتے گاڑی میں بیٹھا۔ "اچھا اب منہ بنا کر کیوں بیٹھا ہے کچھ بول لے" کچھ دور جاتے ضرار نے اسے خاموش سوچوں میں الجھے دیکھ کہا۔ "کیا بولوں"

شہریار نے آئی برو اچکاتے کہا۔ ”ارے کچھ بھی بول لے تو خاموش ہے تو لگ رہا ہے میری محبوبہ مجھ سے روٹھ گئی ہے“ ضرار نے کہا تو شہریار نے اسے گھورا لیکن اگلے ہی پل کچھ سوچتے وہ مسکرایا۔ ”اچھا چل ایک بات بتا“ شہریار نے خاصی سنجیدگی سے کہا۔ ”کیا“ ضرار نے اسے دیکھا۔ ”مذاق سے ہٹ کر بتا کیا تیرے دل میں اس لڑکی کیلئے کچھ ہے“ شہریار نے پوچھا تو اس نے اسے گھورا۔ ابھی وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ مہر ماہ کو دیکھ اسے کیا ہو رہا ہے اوپر سے شہریار بار بار اسکا ذکر کرتے اسکی دھڑکنوں میں طغیانی مچانے کا سبب بن جاتا ہے۔ ”نہیں ایسا کچھ نہیں ہے“ ضرار نے پر سکون انداز میں کہا اور اپنی توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کی۔ ”پر جس طرح تو اسے دیکھ رہا تھا اس سے بہت کچھ لگ رہا تھا“ شہریار نے کہا تو ضرار نے اسے گھورا جس پر شہریار نے قہقہہ لگایا۔ ”یار میں سچ بول رہا ہوں مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تیرے دل میں اسکے لیے کچھ ہے پر تو بتانا نہیں چاہتا وہ الگ بات

ہے" شہریار نے کہا تو اب کی بار ضرار نے اسے مکہ مارا جس پر شہریار پھر ہنسا۔ضرار نے نفی میں سرہلاتے سامنے دیکھا اور اگلے ہی پل اس نے گاڑی کو بریک لگائی۔"کیا عذاب آیا ہے تجھے" اسکے یوں اچانک بریک لگانے پر شہریار جو ہنس رہا تھا اسکے یوں بریک لگانے پر جھٹکا کھاتے غرایا۔"وہ دیکھ ابھی اس لڑکی کو لگ جاتی جاہل آدمی" ضرار نے اسے گھورتے کہا اور گاڑی کے سامنے سرتاپیر عبائے میں کھڑی لڑکی کی طرف اشارہ کیا جس پر شہریار نے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو انکی گاڑی کے سامنے منجمند کھڑی تھی۔یقیناً وہ خوفزدہ تھی۔اسے دیکھ شہریار کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ایک تو وہ پہلے ہی عبائے والی لڑکیوں سے کھار کھاتا تھا اور اب اسکا یوں گاڑی کے سامنے آنا شہریار کو مزید تپا گیا تھا۔"یہ کیا پاگل ہے چلتی گاڑیوں کے سامنے کود گئی ہے زیادہ مرنے کا شوق ہے اسے۔میں ابھی بتاتا ہوں اسے" شہریار نے غصے سے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھتے کہا اور گاڑی کا دروازہ کھولنا چاہا پر اس سے پہلے وہ باہر نکلتا ضرار اسکا ہاتھ

تھام چکا تھا۔وہ جانتا تھا وہ اپنا سارا غصہ سامنے کھڑی نازک جان پر نکال دے گا۔اس کے یوں ہاتھ تھامنے پر شہریار نے اسے دیکھا۔"تو بیٹھ میں دیکھتا ہوں" ضرار نے کہا اور گاڑی سے باہر نکلتے سامنے کھڑی لڑکی کی طرف بڑھا۔"آپ ٹھیک ہیں مس" ضرار نے اس لڑکی کے پاس کچھ فاصلے پر کھڑے ہوتے پوچھا جو کانپ رہی تھی۔مریم جو ابھی ایک انٹرویو دے کر واپس آئی تھی اس گاڑی کے اچانک یوں سامنے آنے پر خوف سے آنکھیں پھیلائے کھڑی تھی۔ضرار کی آواز سنتے اپنی آنکھوں کے سامنے موجود جالی دار پردے سے ضرار کو دیکھا۔وہ اسے پہچان گئی تھی۔ضرار راجپوت اسکا استاد تھا۔جبکہ پہچان تو ضرار بھی اسے گیا تھا۔اس نے مریم کو مہرماہ کے ساتھ دیکھا تھا بھلا وہ مہرماہ سے جُڑی کسی بھی ہستی کو کیسے بھول سکتا تھا۔"آپ ٹھیک ہیں گڑیا" اسے خاموش دیکھ ضرار نے اب کی بار نرمی سے پوچھا۔"ج۔۔جی سر" اس نے کپکپاتے جواب دیا۔"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں سڑک کے بیچ وبیچ وہ بھی

اس وقت" ضرار نے پوچھا۔"وہ سر میں جاب انٹرویو۔۔دے۔۔کر واپس۔۔آرہی تھی۔۔مجھے۔۔نہیں پتا تھا۔۔۔آپکی گاڑی سامنے آجائے گی۔۔آئی ایم سوری" اس نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔"کوئی بات نہیں بیٹا لیکن اگلی بار دھیان سے ایسے آپکو چوٹ بھی لگ سکتی تھی" ضرار نے کہا تو ہاں میں سر ہلاتے اسکا شکریہ ادا کرتے ہاسٹل کی طرف جانے لگی۔شہریار کی خون آشام آنکھوں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔جبکہ اسکے جاتے ہی ضرار بھی گاڑی میں بیٹھا اور اسے دیکھا جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔"بس کردے کیا آنکھوں سے نکلے گا اسے" ضرار نے کہا تو اس نے ضرار کو گھورا۔"اپنی آنکھیں نا سہی رکھ ایسے گھورا نا تو تیری آنکھیں نکال دوں گا" ضرار نے کہا تو شہریار نے آنکھیں گھماتے سیگریٹ نکالی اور لبوں میں دباتے گہرے کش بھرنے لگا۔

"مہرو" خلیل صاحب نے مہرماہ کو پکارا جو اس وقت ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ وہ ابھی باہر پانی پینے کی غرض سے آئے تھے اور اسے یہاں اکیلے بیٹھے دیکھ اسکے پاس چلے آئے جبکہ پروین بیگم اور ثانیہ اپنے کمروں میں تھیں۔ "جی بابا" اس نے فوراً انھیں دیکھا جو اسکے پاس آتے اب صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔ "کیسی جارہی ہے یونیورسٹی کسی نے تنگ تو نہیں کیا" خلیل صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "نہیں بابا سب اچھے ہیں وہاں" اس نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرائے۔ "تمھاری ماما بتا رہی تھیں تمھیں خاصی پسند آئی ہے یونی ورسٹی" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے انکے سینے پر سر رکھا تو وہ اسے حصار میں لیتے اسکا ماتھا چوم گئے۔ "بابا میں آپ سے کچھ پوچھوں" مہرماہ نے انھیں دیکھتے کہا۔ "جی بابا کی جان پوچھو" خلیل صاحب نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے کہا۔ "بابا آپکو بھائی یاد آتے ہیں" مہرماہ کے پوچھنے پر انکا اسکے بالوں میں چلتا ہاتھ ساکت ہوا۔ انھوں

نے نظریں جھکاتے اسے دیکھا۔ "بتائیں نا بابا آپکو بھائی اور ماما کی یاد نہیں آتی؟" مہرماہ نے پوچھا تو خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ "آتی ہے بچے بہت زیادہ آتی ہے پر آپکی ماما اللہ کے پاس ہیں اور آپکا بھائی وہ نا جانے کہاں چلا گیا ہے" خلیل صاحب کی آواز رنجیدہ ہوئی۔ "بابا کیا بھائی کبھی واپس نہیں آئیں گے" مہرماہ کی آواز بھرائی تھی۔ "پتا نہیں بچے میں خود یہی سوچتا ہوں پر اللہ سے دعا کیا کرو وہ آجائے گا انشاء اللہ" خلیل صاحب نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بابا کیا۔۔۔میں۔۔وہ کیا میں" مہرماہ کو سمجھ نا آئی کہ یہ بات پوچھنی چاہیئے یا نہیں۔ "کیا ہوا مہرو کیا پوچھنا ہے" خلیل صاحب نے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرتے شفقت سے کہا۔ "بابا آپ۔۔۔نے چھوٹی۔۔۔ماما سے۔۔۔شادی کیوں کی" مہرماہ نے ہمت کرتے پوچھا۔ خلیل صاحب نے اسکا سوال سنتے حیرت سے اسے دیکھا۔ انھیں مہرماہ سے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔ "بتائیں نا بابا آپ نے ماما کے ہوتے ہوئے ان سے

شادی کیوں کی" مہرماہ کی آنکھوں میں نمی تیری۔وہ جاننا چاہتی آخر کیوں اسکے بابا نے یہ شادی کی۔آخر کیوں انھوں نے ایک بار بھی اپنی فیملی کا نہیں سوچا۔"بچے کچھ باتیں راز ہی رہیں تو اچھا ہوتا ہے" خلیل صاحب نے نظریں چُراتے کہا اور اسکا سر تھپتھپاتے وہاں سے اٹھے۔"بابا" مہرماہ نے انکے اٹھنے پر انھیں پکارا پر وہ اسکی سنے بغیر گھر سے باہر نکل گئے۔انکے جانے پر مہرماہ نے سختی سے آنکھیں میچتے اپنا سر صوفے کی پشت سے ٹکایا ہی تھا جب اچانک کسی نے اسکے بالوں میں کو بے دردی سے مٹھی میں جکڑا جس پر مہرماہ درد سے چلائی تھی۔"آہہ" مہرماہ نے چلاتے آنکھیں کھولتے اوپر دیکھا تھا جہاں پروین بیگم کھڑی نفرت سے اسے گھور رہی

تھیں۔"ماما۔۔۔چھوڑیں۔۔مجھے۔۔۔درد۔۔۔ہو رہی ہے" مہرماہ نے انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے سسکتے کہا جس پر پروین بیگم نے بغیر کچھ بولے اسکے بالوں کو جھٹکا دیتے اسے کھڑا کیا اور اسے بالوں سے کھینچتے اسکے روم میں لے

گئیں۔ ”کیا بکواس کررہی تھی تم اپنے باپ کے ساتھ ابھی“ پروین بیگم نے اسے کمرے میں لاتے جھٹکے سے زمین پر پٹکا تھا جس پر مہرماہ کی کہنیاں زمین پر لگتے چھِل گئیں تھیں۔ مہرماہ نے اپنے آنسوؤں سے لبریز نین کٹوروں سے انھیں دیکھا۔ ”کیا پوچھ رہی تھی تم اپنے باپ سے اس نے مجھ سے شادی کیوں کی تمھاری اتنی جرات کیسے پوچھا تم نے“ پروین بیگم نے غصے سے اسے گھورتے پوچھا۔ ”ماما۔۔میں۔۔نے۔بس“ مہرماہ نے کچھ کہنا چاہا پر اسکی رونے کے سبب اسکی ہچکیاں بندھ گئی تھی جس سبب اس سے بولا نہیں جارہا تھا۔ ”بکواس کرو کیوں پوچھ رہی تھی تم“ پروین بیگم نے اسکا چہرہ جکڑتے پوچھا تو مہرماہ کے آنسو مزید روانی سے بہنے لگے۔پروین بیگم کی انگلیاں اسے اپنی سکن کے اندر دھنستی محسوس ہورہی

تھیں۔ ”بس۔۔۔ایسے۔۔ہی“ مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے کہا۔ ”تم اپنی اوقات بھول رہی گئی ہو جو ایسے ہی پوچھا“ پروین بیگم نے چلاتے کہا تو مہرماہ

نے نفی میں سرہلایا پر بولی کچھ نا۔ "بکواس کروگی کہ نہیں" انھوں نے چلاتے کہا پر مہرماہ خاموش رہی۔ "تم ایسے نہیں بولوگی" اسے خاموش دیکھ پروین بیگم نے کہا اور مہرماہ کے چہرے کو جھٹکے سے چھوڑتے باہر نکل گئی۔ انکے جاتے ہی مہرماہ کی ہچکیوں میں اضافہ ہوا۔ وہ جانتی تھی اب اسے کوئی اذیت ناک سزا ملے گی۔ "بابا۔۔۔پلیز۔۔۔آجائیں" مہرماہ نے شدت سے خلیل صاحب کو یاد کیا اور شاید اسکی قسمت آج اچھی تھی۔ اسے اگلے ہی پل خلیل صاحب کی آواز سنائی دی جو لاؤنج میں کھڑے اسے ہی آوازیں دے رہے تھے۔ انکی آواز سنتے مہرماہ جلدی سے کھڑی ہوئی اور باہر بھاگی۔ "بابا" اس نے ہچکیاں بھرتے انھیں پکارا جو پروین بیگم سے کوئی بات کررہے تھے اور بھاگتے ان: کے سینے سے لگی۔ "مہرو میری جان کیا ہوا" اسے یوں روتے دیکھ خلیل صاحب نے اسے حصار میں لیا۔ "با۔۔با" وہ شدت سے انکے سینے میں چہرہ چھپاتے رو رہی تھی۔ "کیا ہوا بابا کی جان آپ کیوں رو رہی ہو" خلیل صاحب نے

پریشانی سے پوچھا۔ بھلا اپنی لاڈلی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو وہ کیسے برداشت کرسکتے تھے۔ "کیا ہوا مہرماہ" پروین بیگم نے اسے مصنوعی پیار سے پکارا تو اس نے ڈرتے اپنا چہرہ خلیل صاحب کے سینے سے نکالتے انھیں دیکھا جو اسے آنکھوں سے منہ بند رکھنے کا اشارہ کررہی تھی۔ "مہرو کیا ہوا ہے بابا کی جان بتاؤ کیوں رو رہی ہو" خلیل صاحب کی آواز پر اس نے واپس سے انھیں دیکھا۔ "بابا۔۔۔وہ۔۔۔مجھے۔۔۔ماما۔۔اور۔۔بھائی کی۔۔یاد۔۔۔آرہی ہے" مہرماہ نے بہانہ بنایا اور شدت سے انکے سینے میں چہرہ چھپاتے رونے لگی۔ "مہرو بس میری جان ایسے رو کر آپ مجھے تکلیف دے رہی ہو بچے" خلیل صاحب نے کہا اور اسکے سر پر لب رکھے۔پروین بیگم نے ان دونوں کا پیار دیکھتے نحوت سے سر جھٹکا۔ "بابا۔۔مجھے۔۔ڈر۔۔لگ رہا۔۔ہے" مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کیوں میرا بچہ" انھوں نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "بابا۔۔مجھے۔۔روم۔۔میں

اکیلے۔۔ڈر لگ۔۔رہا ہے" اس نے ہچکیاں بھرتے کہا تو وہ مدھم سا
مسکرائے۔"میرا بچہ بس کوئی بات نہیں میں ہوں نا آج میں آپ کے پاس
رک جاتا ہوں ٹھیک ہے بلکہ بابا اور بابا کی مہرو آج لاؤنج میں سوتے ہیں جیسے
آپکی ماما کو تنگ کرنے کے بعد سوتے تھے بچپن میں یاد ہے" خلیل صاحب نے
کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔ان کی بات سنتے پروین بیگم نے مٹھیاں
بھینچی۔"بیگم آپ جائیں میں اپنی بیٹی کے پاس ہوں آج" خلیل صاحب نے
کہا تو وہ غصہ ضبط کرتے ہاں میں سرہلاتے اپنے کمرے میں چلی گئی۔"چلو مہرو
شاباش لیٹو اب یہاں" خلیل صاحب نےپیار سے کہا تو وہ نفی میں سرہلا
گئی۔"کیوں سونا نہیں ہے میرے بچے نے" انھوں نے اسے صوفے پر
بٹھاتے پوچھا تو وہ پھر نفی میں سرہلا گئی۔"پھر کیا کرنا ہے میرے بچے نے"
خلیل صاحب نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے
پوچھا۔"بابا۔۔مجھے۔۔بس۔۔آپ کے۔۔پاس۔۔رہنا۔۔ہے" اس نے

کہا اور انکے سینے سے لگ گئی جس پر وہ اپنی بیٹی کی معصومیت پر مسکرائے اور اسکا سر تھپکنے لگے۔انکے سینے سے لگتے مہرماہ کو اپنا سارا درد جاتا محسوس ہوا۔وہ جانتی تھی یہ واحد پناہ گاہ ہے جہاں وہ محفوظ ہے۔جہاں اسے کوئی سرد گرم ہوا چھو تک نہیں سکتی۔

"حوریہ اٹھ جاؤ" یشائم نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا۔"ماما تو منش (ماما ٹو منٹس)" حوریہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے کہا۔"اچھا ٹھیک ہے آپ لیٹیں ماما نہا کر آتی ہیں تب تک" یشائم نے کہا تو حوریہ نے اس کے گرد گرفت مضبوط کی۔"نو ماما حولیہ پاش لئیں (نو ماما حوریہ پاس رہیں)" حوریہ نے اسے دیکھتے کہا تو یشائم مسکرائی۔"میری جان ماما لیٹ ہو جائیں گی نا ایسے آپ یہاں نینی کریں تب تک میں نہا لوں پھر میں اپنی گڑیا کے پاس آتی ہوں" یشائم نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو حوریہ نے منہ بسورا جس پر وہ

مسکرائی اور سیدھے ہوتے اسے اپنے سینے پر منتقل کر گئی۔ "اب صبح صبح ماما سے ناراضگی ہو رہی ہے" اس نے پیار سے اسکی ناک سے ناک سہلاتے کہا تو حوریہ نے نفی میں سر ہلاتے اسکی گردن میں چہرہ چھپایا۔ "پھر کیا ہوا میرے بچے کو" اس نے نرمی سے حوریہ کے بال سہلاتے پوچھا۔ "ماما آدیں آپ تے شات نئی داؤں دی تا؟ (ماما آج میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی کیا؟)" حوریہ کے سوال پر میشائم نے گہری سانس بھری۔ "میری جان آپ ماما کے ساتھ جا کر بور ہو جائیں گی نا تو آپ پارک میں کھیلنا پھر ماما جلدی سے فری ہو کر وہاں آجائیں گی اپنی بیٹی کے پاس" میشائم نے کہا تو اس نے ہونٹ مڑورتے اسے دیکھا جس پر میشائم بے بس ہوئی۔ وہ حوریہ کو شروع سے اپنے ساتھ ہی سکول لے جاتی تھی پر اب وہاں کی نئی پرنسپل نے بچوں کو لانے سے منع کر دیا تھا کیونکہ ایسے سٹوڈنٹس کا دھیان بچوں میں لگا رہتا ہے جس پر میشائم نے کافی ریکوسٹ کی تھی پر پرنسپل نے سکول کے اندر حوریہ کو لانے سے منع کر دیا

تھا۔ناچار یشائم نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ حوریہ کو سکول کے سامنے والے پارک میں چھوڑا کرے گی جہاں سے وہ آسانی سے اسے دیکھ سکے۔وہ جانتی تھی یہ رسکی ہے پر وہ مجبور تھی۔"حور میری جان پلیز رونا نہیں ہے آپ پارک میں کھیلنا ماما آپکو بال لے کر دیں گی آپ پھر بال سے کھیلنا اور ساتھ میں ڈھیر ساری چاکلیٹس اور سنیکس آپ کھائیں گی نا" اس نے حوریہ کا دھیان بھٹکانے کی غرض سے کہا جس میں وہ کامیاب ہوئی۔"پتا ماما (پکا ماما)" حوریہ نے مسکراتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسے یونہی سینے سے لگائے اٹھ بیٹھی۔"پکا میرا بچہ اب یہاں بیٹھو ماما نہا کر آئیں" اس نے نرمی سے اسے واپس چارپائی پر بٹھایا اور خود کمرے کے اندر ہی موجود واش روم میں بند ہوئی۔اسکے جاتے ہی حوریہ چارپائی پر لیٹتے پھر سوگئی۔بیس منٹ یشائم وائٹ کلر کی سمپل شلوار قمیض پہنے باہر آئی۔باہر نکلتے ہی اسکی نظر اپنی بیٹی پر پڑی جو کروٹ لیے ایک ہاتھ کے نیچے رکھے سورہی تھی۔یشائم اسے دیکھتے

مسکرائی اور اسکے پاس آئی۔ "حوریہ اٹھ جاؤ" اس نے نرمی سے اسے اٹھاتے گود میں بٹھایا تو وہ اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "حولیہ ات دئی اے ماما (حوریہ اٹھ گئی ہے ماما)" اس نے اپنی ہیزل آنکھیں کھولتے اسے دیکھا تو وہ مسکرائی۔ "یہ تو اچھی بات ہے میری جان چلو اب میں اپنی گڑیا کو کپڑے چینج کرواتی ہوں پھر ناشتہ کرکے چلتے ہیں اوکے" میشائم نے کہا تو وہ زور و شور سے سر کو ہاں میں ہلایا جس پر وہ مسکرائی اور اسکا ماتھا چومتے اسے سینے میں بھینچ گئی۔ اسکی بیٹی ہی تو اسکی کل کائنات تھی۔

"عائشہ" وہ جو لاؤنج میں بیٹھی فون چلا رہی تھی اپنی ماں کی آواز پر مڑتے انھیں دیکھا جو اپنے روم کے دروازے میں کھڑی تھیں۔دراب صاحب اور فردوس بیگم اس وقت آرام کررہے تھے جبکہ ضراریونی گیا تھا اور وہ ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔ "جی ماما" وہ فوراً کھڑے ہوتے انکی طرف

بڑھی۔ ”میرے سر میں درد ہو رہی ہے چائے بنا کر بھیجواؤ میرے لیے“ تنزیل بیگم کہتے اپنے کمرے میں چلی گئیں جبکہ عائشہ نے گہری سانس بھری اور کچن کا رخ کیا۔ اس نے کچن میں جاتے چائے کا سامان نکالتے چائے بنانے لگی جبکہ ملازمہ سر جھکائے ایک طرف کھڑی اسے کام کرتا دیکھ رہی تھیں۔ سب ہی جانتے تھے تنزیل بیگم عائشہ کے علاوہ کسی کے ہاتھ کی چائے نہیں پیتی تھیں۔ ابھی وہ چائے بنانے میں مصروف تھی جب اسکے کانوں میں کسی کے گانے کی آواز پڑی جسے سن اس نے اوپن کچن سے لاونج کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے اسد اندر داخل ہوا تھا۔

مے کدے کے سبھی پینے والے

لڑکھڑا کر سنبھلتے ہیں لیکن

تیری نظروں کا جو جام پی لے

عمر بھر وہ سنبھلتا نہیں ہے

اسد اپنے عشق کی سیاہ آنکھوں کو یاد کرتے گنگناتا ہوا اندر داخل ہوا ہی تھا جب اسکی نظر اپنے عشق پر پڑی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ "اسلام علیکم عائشہ" اسے یوں خود کو تکتے دیکھ وہ مسکراتے سلام کر گیا۔ "وعلیکم السلام" اسکے سلام کرنے پر وہ ہوش میں آئی اور فوراً اپنا چہرہ واپس چولہے کی طرف کیا۔ وہ اسکی آواز میں کھوتے اسے دیکھ رہی تھی۔ "کیا ہو رہا ہے بھئی" اسد نے کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگاتے پوچھا۔ "چائے بنا رہی ہوں ماما کیلئے اسد بھائی آپ کیلئے بھی بنا دوں" عائشہ نے اسے دیکھ معصومیت سے پوچھا تو اسے سمجھ نا آئی وہ اسکی معصومیت پر نثار ہو یا اسکے بھائی کہنے پر ماتھا پیٹے۔ "افف یہ لڑکی نا جانے کب مجھے بھائی بولنا چھوڑے گی میں اسکا سیاں بننا چاہتا ہوں اور یہ مجھے بات بات پر بھیا بنا دیتی ہے واہ اسد ملک کیا قسمت پائی ہے تم نے" اس نے دل میں کہا اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود کو کمپوز کیا۔ "ہاں مجھے بھی پینی ہے" اس نے بامشکل مسکراتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "ویسے ایک

بات بتاؤ" عائشہ اسد نے اسے نظروں کے حصار میں لیتے پکارا۔ "کیا" عائشہ نے چائے تین کپس میں ڈالتے اسے جواب دیا۔ "سٹڈی تو تمھاری کمپلیٹ ہوگئی ہے اب آگے کیا پلین ہے" اس نے اسے دیکھتے پوچھا جو اب تنزیل بیگم کیلئے چائے بناتے ملازمہ کو پکڑا چکی تھی اور باقی دو کپ پکڑتے اسکے پاس آئی تھی۔ "یہ آپکی چائے" عائشہ نے کپ کاؤنٹر پر رکھا تو وہ مسکراتے کپ اٹھا گیا۔ "میں نے کچھ پوچھا ہے بتاؤ کیا سوچا ہے اب" اسد نے چائے کا کپ لبوں سے لگاتے پوچھا۔ "پتا نہیں ضرار بھائی کہہ رہے ہیں کہ بڑے بابا کا آفس جوائن کرلوں لیکن ماما کہہ رہی ہیں کہ اب بس شادی کرنی ہے" عائشہ نے چائے کا سپ لیا اور چئیر پر بیٹھ گئی۔ "تم کیا چاہتی ہو۔ تمھارا اپنا کوئی مائنڈ نہیں۔ ضرار بھائی نے کہا ہے آفس جوائن کرلو کیا تم چاہتی ہو آفس جوائن کرنا؟۔ آنٹی نے کہا ہے شادی کرلو مگر کیا تم چاہتی ہو؟" اسد نے کہا تو وہ ساکت ہوئی۔ اس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا یہ سب۔ "بتاؤ عائشہ تم کیا چاہتی

ہو۔ تمھارا دل کیا چاہتا ہے۔ تمھیں کیا کر کے خوشی ملے گی" اسد نے نرمی سے اسے دیکھتے پوچھا جو اب اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ "پتا نہیں میں نے کبھی اس بارے میں سوچا نہیں" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا۔ "تو اب سوچ لو" اسد نے چائے کا خالی کپ ایک طرف رکھتے کہا۔ "مجھے نیچر کو دیکھنا اور اس کی فوٹو گرافی کرنا پسند ہے۔ اور مجھے بلیاں پالنا پسند ہے پر ماما اجازت نہیں دیتی اور ماما کی مرضی کے خلاف ضرار بھائی سے بھی نہیں کہہ سکتی پر مجھے بہت شوق ہے بلیوں کا" عائشہ نے ایکسایٹڈ ہوتے کہا تو وہ اسکے انداز پر مسکرایا۔ "بہت معصوم شوق ہیں تمھارے" اسد نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "جی لیکن ماما کو نہیں پسند" عائشہ کے لہجے میں دکھ کا عنصر تھا۔ اسکے نم لہجے کو محسوس کرتے اسد کا دل کٹا تھا۔ "تم ایک بار میری محرم بنو باخدا تمھاری ہر خواہش پوری کروں گا میں عائشہ" اسد نے اسے دیکھتے دل میں کہا جو اب اپنی چائے کو گھور رہی تھی۔ "کیا ہوا چائے کیوں نہیں پی رہی" اسد نے اسکا دھیان ہٹانے کی

غرض سے کہا۔ ”ٹھنڈی ہو گئی ہے اب نہیں پی جائے گی“ عائشہ نے کہتے کپ سائیڈ پر رکھا۔ ”آئس کریم کھاؤ گی“ اسد نے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ وہ مسکرایا اور اٹھتے فریزر سے آئس کریم نکالتے اسکے لیے ایک باؤل میں نکالتے باؤل اسکی طرف بڑھا گیا۔ ”آپ نہیں کھائیں گے“ عائشہ نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ ”میں نے ابھی تو چائے پی ہے اب آئس کریم کھائی تو بس گیا میرا پیٹ کام سے“ اس نے کہا تو وہ ہنسی۔ ”او سوری میں بھول گئی تھی“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”کوئی بات نہیں اب تم یہاں بیٹھو میں زرا آنی اور انکل کی ناک میں دم کر کے آیا اور ہاں ایک بات تمھاری ساری خواہشات ایک دن ضرور پوری ہونگیں تو اب اسے سوچتے اداس نا ہونا۔ مسکراتی پیاری لگتی ہو لہٰذا مسکرایا کرو“ اسد کہتے وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ عائشہ نے اسکی پشت کو دیکھا جو چند منٹوں میں اسکے دل کا بوجھ کم کر گیا تھا۔ وہ مسکرائی اور اپنی آئس کریم کھانے لگی۔

"مجھے وہ لڑکی چاہیئے کہیں سے بھی لاؤ اس لڑکی کو لے کر آؤ یہاں میرے پاس۔ وہ جب تک سفیان چوہدری کے بستر کی زینت نہیں بنے گی مجھے سکون نہیں ملے گا" سفیان چوہدری اس وقت اپنے ڈیرے پر بیٹھا اپنے سامنے کھڑے گارڈز کی فوج پر دھاڑ رہا تھا۔ وہ پچھلے چھ مہینوں سے مریم کو ڈھونڈ رہا تھا پر مریم کا نام و نشان تک اسے پورے لاہور میں کہیں نہیں ملا تھا۔ وہ یوں گمشدہ ہوگئی تھی گویا کبھی تھی ہی نہیں اور سفیان چوہدری اسے پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ ایک حوس پرست مرد تھا اور اب اسکی نگاہیں مریم پر تھیں جو یہاں سے جا چکی تھی۔ "سر ہم نے ہر جگہ ڈھونڈا ہے پر وہ کہیں نہیں ہے" ایک گارڈ نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔ "لاہور کی ساری زمین ادھیڑ دو لیکن مجھے وہ لڑکی چاہیئے اگر وہ لڑکی یہاں نا آئی میرے پاس تو تم سب کی جان نکال دوں گا سمجھے" سفیان چوہدری دھاڑتے ہوئے بولا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جاؤ

اب یہاں سے" سفیان چوہدری نے ان سب کو کہا تو وہ سب رفو چکر ہوئے۔ انکے جاتے ہی اس نے ٹیبل سے حرام مشروب اٹھاتے گلاس میں ڈالا اور اپنے حلق میں انڈیلنے لگا۔ اسکے دماغ میں صرف مریم کی وہ نیلی آنکھیں گھوم رہی تھیں۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ کسی طرح مریم تک پہنچ جائے۔ حوس نے اسے پاگل کردیا تھا۔ دوسری طرف لاہور کے ایک پورچ علاقے میں موجود ایک درمیانے سائز کے مکان میں ایک پینتالیس سالہ مرد اور اسکی چالیس سالہ اہلیہ اپنے کمرے میں بیٹھے ایک تصویر کو دیکھتے آنسو بہا رہے تھے۔ "خان ہمارے بچے نا جانے کہاں چلے گئے ہیں" فہمیدہ خان نے اپنے شوہر عالمگیر خان کو دیکھتے کہا۔ "ہماری ایک غلطی نے ہمارے بچوں کو ہم سے چھین لیا" فہمیدہ خان کی نیلی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ "وہ دونوں مل جائیں گے بیگم ایسے روئیں مت اللہ سے دعا کریں" عالمگیر خان نے اپنی بیوی کو حصار میں لیتے کہا جو زار و زار رو رہی تھیں۔ "کب ملے گے خان بیس سال

ہو گئے ہیں چند گھنٹے کے تھے میرے بچے صرف جب اس ظالم نے انھیں اغواہ کر لیا۔بیس سال کا لمبا عرصہ گزر گیا ہے خان ہمارے بچے نہیں ملے ابھی تک۔ہم تو یہ بھی نہیں جانتے وہ زندہ" فہمیدہ خان کی بات پوری ہونے سے پہلے عالمگیر خان تڑپ کر انکی بات کاٹ گئے۔"نہیں بیگم انشاء اللہ وہ دونوں ٹھیک ہوں گی۔ہمارے بچے اللہ کے امان میں محفوظ ہونگیں انشاء اللہ" عالمگیر خان نے تو فہمیدہ خان نے روتے آمین کہا۔"خان اگر وہ دونوں نا ملے تو" فہمیدہ خان نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔"تو ہم انکو اغواہ کرنے والے کی جان نکال دیں گے لیکن اپنے بچوں کو لے آئیں گے" عالمگیر خان نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔"اب آپ سو جائیں بیگم ایسے آپکی طبیعت خراب ہو جائے گی" عالمگیر خان نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے لیٹ گئیں۔اپنے بچوں کے کھو جانے کے بعد سے فہمیدہ بیگم بیمار رہنے لگی تھیں تبھی عالمگیر خان انکی صحت پر کمپرومائز نہیں کرتے تھے۔"سو جائیں اب بیگم انشاء اللہ ہماری اولاد

ہمیں لوٹا دی جائے گی" عالمگیر خان نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اپنے بچوں کی تصویر کو سینے سے لگائے آنکھیں موند گئیں جبکہ عالمگیر خان انکے بالوں میں انگلیاں چلا رہے تھے۔ انکے لمس کے اثر سے فہمیدہ خان اگلے بیس منٹ میں ہی گہری نیند سو گئیں تھیں۔ انکے سونے کا یقین کرتے وہ جھکتے نرمی سے انکا ماتھا چومتے انکی باہوں سے تصویر نکالتے اپنے سامنے کی۔ تصویر میں فہمیدہ بیگم ہاسپٹل بیڈ پر دونوں بچوں کو سینے سے لگائے بیٹھیں تھی جبکہ عالمگیر خان انکے ساتھ بیٹھے انھیں اپنے حصار میں لیے ہوئے تھے اور اس تصویر کے محفوظ ہونے کے چند گھنٹے بعد ہی انکے بچوں کو انکا ڈرائیور اغواہ کرتے لے گیا تھا کہاں وہ نہیں جانتے تھے پر کیوں یہ وہ بخوبی جانتے تھے۔

"مہر کیسی ہو تم" مریم نے مہر ماہ کے پاس آتے کہا جو کلاس روم کی کھڑی کے پاس گُم سُم سی بیٹھی تھی۔ پہلا لیکچر ضرار کا تھا اور لیکچر شروع ہونے میں

ابھی آدھا گھنٹہ تھا۔ ”میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو مریم“ مہرماہ نے مدھم آواز میں اسے دیکھتے پوچھا۔ ”میں بھی ٹھیک ہوں کل آئی کیوں نہیں تھی اور کال بھی نہیں اٹھائی تم نے“ مریم نے کہا تو مہرماہ اسے دیکھنے لگی جو اپنی نیلی آنکھوں میں فکرمندی سموئے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”مہر بتاؤ نا کیا ہوا ہے کل آئی کیوں نہیں تھی“ مریم نے پوچھا۔ وہ جاننا چاہتی تھی آخر مہرماہ کل کیوں نہیں آئی جبکہ یہی حال باہر کھڑے ضرار کا تھا۔ وہ کل سارا دن اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے مہرماہ کا انتظار کرتا رہا۔ اس نے کئی بار سوچا کہ وہ مریم سے پوچھ لے پر پھر اپنی سوچ پر یہ سوچتے لعنت بھیجی کہ مریم کیا سوچے گی۔ وہ آج بھی کلاس میں صرف اسے دیکھنے کی غرض سے جلدی آیا تھا اور اب مریم کے منہ سے اسکا نام سنتے وہ باہر ہی کھڑا انکی گفتگو سن رہا تھا۔ ”وہ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو بس اسی لیے“ مہرماہ نے کہا تو مریم پریشان ہوئی جبکہ ضرار بے چین ہوا تھا۔ ”کیا ہوا مہر طبیعت کو“ مریم نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ ”بخار تھا

مجھے بس اور سر میں بھی کافی درد تھی تو بابا نے آنے نہیں دیا" مہرماہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلایا جبکہ ضرار کا دل بے قابو ہورہا تھا۔وہ بیمار تھی یہ سوچ ہی اسکو بے چین کرگئی تھی۔اس نے دو تین گہری سانس خارج کیں اور کلاس کے اندر داخل ہوا۔"اسلام علیکم سٹوڈنٹس" اس نے اندر آتے باآواز بلند کہا۔اسکی آواز سنتے سب نے اسکی طرف دیکھا جو ڈارک بلیو شرٹ اور ساتھ بلیک جینز پہنے ہوئے تھا۔اس نے کفس کو کہنیوں تک فولڈ کیے جبکہ آنکھوں پر سیاہ گلاسس لگائے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔"وعلیکم اسلام سر" ان سب نے ہم آواز کہا تو ضرار نے ہلکا سا سرہلایا۔اس دوران اسکی نظر ایک پل کو بھی مہرماہ سے نہیں ہٹی تھی۔مہرماہ اس وقت ڈارک بلیو کلر کی سمپل شلوار قمیض پہنے ہوئے تھی۔ان دونوں کی آج میچنگ ہوئی تھی جسے دیکھ ضرار کا دل دھڑکا تھا۔اس نے بامشکل اپنی دھڑکنوں کو سنبھالا اور ڈائس کے پاس رکھی اپنی چئیر پر بیٹھ گیا۔ابھی لیکچر شروع ہونے میں ٹائم تھا تبھی

سب اپنی کھسر پھسر میں مصروف تھے۔ضرار نے بھی انھیں نا ٹوکا۔ابھی اسکا دھیان صرف مہرماہ کی طرف تھا جو مدھم آواز میں مریم کے ساتھ بیٹھی باتیں کررہی تھی۔وہ کبھی مسکراتے اسے دل تھامنے پر مجبور کررہی تھی تو کبھی مصنوعی غصے والا منہ بناتے مریم کو گھور رہی تھی۔وہ کافی کیوٹ لگ رہی تھی۔ضرار یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔مہرماہ کا کھلکھلانا اسکے دل کو سکون پہنچانے کا باعث بن رہا تھا۔دوسری طرف مہرماہ اسکی نظروں سے انجان مریم سے باتیں کر رہی تھی۔"تم انٹرویو کیلئے گئی تھی نا کیا بنا" مہرماہ نے مریم کو دیکھتے پوچھا۔"کچھ بھی نہیں وہ جگہ اچھی نہیں تھی۔وہاں کے اونر نے کہا ہے کہ اگر جاب چاہیئے تو عبایا ریموو کرنا پڑے گا تو میں نے منع کردیا" مریم نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سرہلایا۔"اچھا تو اب کیا کرنا ہے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔"اب آج جانا ہے ایک اور جگہ پر۔وہاں ایک اولڈ آنٹی ہے انکی کئیر ٹیکر کی جاب ہے اب دیکھو کیا بنتا ہے" مریم نے اسے بتایا تو

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "انشاءاللہ سب اچھا ہوگا پریشان نا ہو" مہر ماہ نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ اسکے مسکرانے پر مہر ماہ بھی مسکرائی جسے دیکھ ضرار کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔ اسکا دل چاہ رہا تھا وہ ہنستی رہے اور وہ بس اسے دیکھتا رہے پر ایسا ممکن نا تھا۔

"حوریہ" یشائم نے حوریہ کو پکارا جو پارک کے ایک کونے درخت کے پاس کھیل رہی تھی۔ وہ ابھی سکول سے فارغ ہوتے فوراً پارک میں حوریہ کے پاس آئی تھی۔ "ماماااا" اسے دیکھتے ہی حوریہ بھاگ کر اسکے پاس آئی تھی۔ یشائم نے فوراً جھکتے اسے گود میں اٹھایا اور اپنے سینے میں بھینچ گئی۔ حوریہ نے بھی فوراً اپنا چہرہ اسکی گردن میں چھپایا جبکہ اس نے سختی سے یشائم کے گرد حصار باندھ رکھا تھا۔ "حوریہ کیا ہوا میری جان" اس کی پکڑ میں مضبوطی محسوس کرتے یشائم نے اسکی کمر سہلاتے پوچھا جس پر حوریہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "میرا

بچہ کیا ہوا سچی بتاؤ ماما سے کچھ نہیں چھپاتے" میشائم نے پریشانی سے پوچھا۔ "ماما" اسکی بات سنتے حوریہ نے اپنا چہرہ اس کی گردن سے نکالتے اسے دیکھا۔ "جی ماما کی جان کیا ہوا" اس نے نرمی سے پوچھا۔ "ماما ایت انتی نے حولیہ تو دانتا (ماما ایک آنٹی نے حوریہ کو ڈانٹا)" حوریہ نے ہونٹ مڑورتے کہا تو میشائم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا۔ "کیوں میرا بچہ کیوں ڈانٹا آپکو" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ماما

انتی۔۔۔نے۔۔۔بوا۔۔۔حولیہ۔۔دندی۔۔اے (ماما آنٹی نے بولا حوریہ گندی ہے)" حوریہ کی ہیزل آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آئے جسے دیکھ میشائم کا دل کٹا تھا۔ "کیوں کہا ایسا انھوں نے ایسا" اس نے اپنے آنسوؤں پر ضبط کرتے پوچھا۔ وہ اپنی کل کائنات کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ لوگ اسے جو مرضی کہتے رہیں اسے فرق نہیں پڑتا تھا پر اسکی بچی کو کہیں یہ اسے ہرگز برداشت نا تھا۔ "ماما۔۔می بول۔۔۔تے

شات۔۔۔ تھیل۔۔لی۔۔تی۔۔اول۔۔انتی تو۔۔دلتی۔۔شے

بول۔۔لدی تو۔۔انتی نے۔۔بوا۔۔حولیہ۔۔دندی اے اور حولیہ تی۔۔ماما

بی (ماما میں بال کے ساتھ کھیل رہی تھی اور آنٹی کو غلطی سے بول لگی تو آنٹی

نے بولا حوریہ گندی ہے اور حوریہ کی ماما بھی)" اس نے حرف با حرف ساری

بات اپنی ماں کو بتائی۔ "اچھا پھر" یشائم نے نرمی سے اسکی آنکھیں چومتے

پوچھا۔ "پھل می بولا ماما دندی نئی تو انتی نے تا حولیہ تی ماما دندی اے توں تے

حولیہ پاش بابا نئی اے۔ماما جے بابا تا اوتا اے (پھر میں بولا ماما گندی نہیں یے

تو آنٹی نے کہا حوریہ کی ماما گندی ہیں کیونکہ حوریہ پاس بابا نہیں ہیں۔ماما یہ بابا کیا

ہوتا ہے)" حوریہ نے اسے بتاتے ساتھ معصومیت سے لبریز سوال کیا جسے

سنتے یشائم کی آنکھوں میں آنسو تیرے تھے۔اسے سمجھ نا آیا وہ اپنی بیٹی کو کیا

جواب دے۔لوگ اسے حوریہ کے باپ کے حوالے سے طعنے مارتے

تھے۔اسے بن بیاہی ماں کہتے تھے پر اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔اسکی پاک دامنی کا

گواہ اسکا رب تھا اسے کسی کو صفائی دینے کی ضرورت نا تھی۔ تبھی وہ انھیں اگنور کرتی تھی پر اسکی معصوم بچی کو لوگ اب یہ کہیں گے اسکا دل پھٹنے کے در پر تھا۔ "ماما بائیں بابا تا اوتا اے (ماما بتائیں بابا کیا ہوتا ہے)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "بابا کوئی نہیں ہوتے حور آئیندہ نہیں پوچھنا بابا اچھے نہیں ہوتے" میشائم نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ بھلا وہ کیسے اپنی ماما کی بات کی نفی کر سکتی تھی۔ "اور ہاں حوریہ گندی بلکل بھی نہیں حوریہ سب سے پیاری ہے سب سے سپیشل اور ماما کی جان ہے حوریہ تو کسی کی باتوں پر آئیندہ نہیں رونا" میشائم نے پیار سے اسکا ماتھا چومتے کہا تو اس نے کھلکھلاتے ہاں میں سر ہلایا۔ "اب گھر چلیں" میشائم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ماما ابی جاں تھیلنا اے (ماما ابھی یہاں کھیلنا ہے)" حوریہ نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا ٹھیک ہے کھیلتے ہیں لیکن بس تھوڑی دیر پھر گھر جانا ہے اوکے" میشائم نے کہا تو حوریہ نا یا ہو کا نعرہ لگاتے

ہاں میں سرہلایا۔میشائم اسکی حرکت پر مسکرائی اور اسے نیچے اتار گئی۔"ماما بول تے شات تھیلیں (ماما بال کے ساتھ کھیلیں)" حوریہ نے کہا تو میشائم نے ہاں میں سرہلایا اور زمین پر بیٹھتے اسکے ساتھ کیچ کیچ کھیلنے لگی۔جس پر حوریہ ہنستی۔جبکہ اسکی کھلکھلاہٹ میشائم کے دل کو سکون پہنچا رہی تھی۔

"یا اللہ اتنا بڑا گھر میں صحیح جگہ آئیں ہوں نا" مریم نے رکشے سے اترتے اس عالیشان بنگلے نما گھر کو دیکھا جسکے بڑے سے بلیک گیٹ کے ساتھ نیم پلیٹ پر ملک ولا لکھا تھا۔اس نے اپنے پرس سے ایک کارڈ نکالتے ایڈریس دیکھا جو یہیں کا تھا۔"ایکس کیوز می انکل مسٹر اسد ملک کا گھر یہی ہے نا" اس نے گہری سانس بھری اور گیٹ کی طرف بڑھتے وہاں کھڑے ادھیڑ عمر گارڈ سے پوچھا۔"جی یہی ہے آپ کون ہیں بیٹا" اس نے نرمی سے اس عبائے میں ملبوس لڑکی کو دیکھا۔"وہ انکل میں یہاں کئیر ٹیکر کی جوب کیلئے آئی ہوں" مریم

نے کہا اور اپنے پرس سے کارڈ نکالتے گارڈ کو دکھائی تو گارڈ نے ہاں میں سر ہلاتے گیٹ کھولا۔ ”آپ اندر چلی جائیں اور وہاں کسی ملازمہ سے کہہ دینا کہ اسد صاحب کو بلا دیں“ گارڈ نے کہا تو مریم ہاں میں سر ہلاتے اندر داخل ہوئی۔ ”کون ہیں آپ مس اور اندر کہاں آرہی ہیں“ ابھی وہ اندر آئی ہی تھی جب لاؤنج میں شاہ جہاں بیگم کے ساتھ بیٹھے اسد نے اسے دیکھتے فوراً پوچھا جو سر تا پیر اس وقت عبائے میں ملبوس تھی۔ ”وہ میں مریم خان ہوں اور مجھے مسٹر اسد ملک سے ملنا ہے“ مریم نے مدھم آواز میں کہا تو اسد کھڑا ہوتے اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا۔ ”میں ہوں اسد ملک آپ کو مجھ سے کیوں ملنا ہے“ اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔ ”وہ سر میں یہاں کئیر ٹیکر کی جوب انٹرویو کیلئے آئی ہوں کل آپکے آفس آئی تھی پر آپ وہاں نہیں تھے تو آپکی سیکٹری نے مجھے یہ کارڈ دیا تھا اور کہا تھا کہ کئیر ٹیکر کی جوب انٹرویو کیلئے آپکے گھر چلی جاؤں“ مریم نے ایک ہی سانس میں بتاتے اسے کارڈ دکھایا جسے دیکھ اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی

آپ آئیں بیٹھیں" اسد نے اب کی بار نرمی سے کہتے صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے شاہ جہاں بیگم کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ "اماں سائیں یہ آپکی کئیر ٹیکر کی جوب کیلئے آئی ہیں انکا انٹرویو آپ لیں گی یا میں" اسد نے شاہ جہاں بیگم کے ساتھ بیٹھتے پوچھا جو مریم کو نرم نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ "میں خود لیتی ہوں اسد تم جاؤ اور میڈ سے کہہ کر بچی کیلئے کچھ بھجواؤ" شاہ جہاں بیگم کی بات سنتے وہ ہاں میں سر ہلاتے چلا گیا۔ اسد کے جاتے ہی شاہ جہاں بیگم نے اسے دیکھا جو نروس سی بیٹھی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ "نام کیا ہے تمھارا بیٹا" انھوں نے نرمی سے پوچھا۔ "مریم خان یوسفزئی" اس نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "کتنے سال کی ہو اور کتنا پڑھی ہو" شاہ جہاں بیگم نے اگلا سوال کیا۔ "آنٹی میں بیس سال کی ہوں اور ابھی پڑھ رہی ہوں بی ایس انگلش کر رہی ہوں" مریم نے کہا تو وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئیں۔ "تم جوب کیوں کرنا چاہتی ہو وہ بھی اتنی چھوٹی عمر میں" شاہ

جہاں بیگم نے اگلا سوال کیا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”آنٹی میں یتیم ہوں اور مجھے اپنا خرچہ اٹھانے کیلئے جوب کرنی ہے“ مریم نے کہا تو وہ اسے ہمدردی سے دیکھنے لگی۔ ”صحیح پہلے تمھارا خرچہ کون اٹھاتا تھا“ شاہ جہاں بیگم نے اگلا سوال کیا۔ ”جس یتیم خانے میں رہی ہوں وہاں کے اونر اور اب میں سکولر شپ پر پڑھ رہی ہوں“ مریم نے بتایا۔ ”اور یہ عبایا بس باہر جاتے وقت کرتی ہو“ شاہ جہاں بیگم نے سنجیدگی سے پوچھا۔ ”نہیں آنٹی میں شرعی پردہ کرتی ہوں“ اس نے جلدی سے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”ماشاءاللہ کب سے بیٹا“ انھوں نے پیار سے پوچھا۔ ”دس سال کی عمر سے“ مریم کے جواب پر انکا دل خوش ہوا۔ ”ماشاءاللہ اللہ پاک تمھیں یہ توفیق دی رکھے“ شاہ جہاں بیگم نے اسے دعا دی تو اس نے آمین کہا۔ ”چلو یہ تو تمھارا تعارف ہوگیا اب میں اپنے بارے میں بتاتی ہوں میرا نام شاہ جہاں ہے۔ گھر میں میرے علاوہ میرے دو پوتے رہتے ہیں ایک اسد اور دوسرا شہریار۔ اسد ٹھنڈے مزاج کا ہے پر شہریار

بہت گرم مزاج کا ہے تو اسکے سامنے جانے سے گریز کرنا۔بلکہ اسکے آنے سے پہلے تم واپس چلی جایا کرنا۔اور ہاں سب مجھے اماں سائیں کہتے تو تم بھی مجھے یہی کہنا یہ آنٹی وغیرہ نا کہنا" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو مریم نے انھیں بے یقینی سے دیکھا۔کیا اسے یہ جوب مل گئی تھی۔"آنٹی۔۔کیا۔۔آپ مجھے۔۔اپنی کئیر ٹیکنگ کی جوب۔۔دے رہی ہیں" مریم نے پوچھا تو وہ مدھم سا مسکراتے ہاں میں سرہلا گئیں جس پر مریم نے شکر کا سانس بھرا۔"ہاں بچے" انھوں نے کہا تو مریم نے تشکر سے انھیں دیکھا۔"شکریہ آنٹی" مریم نے کہا تو وہ مسکرائیں۔"آنٹی نہی اماں سائیں بچے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔انھیں یہ چھوٹی سی معصوم لڑکی بہت اچھی لگی تھی اور اسکی یہ شرعی پردہ کرنے والی عادت انکے دل کو بھا گئی تھی۔"اماں سائیں یہ لیں چائے" ابھی وہ کوئی جواب دیتی کہ اسد ہاتھ میں چائے کے دو کپ پکڑے آیا۔"اسد چائے میرے کمرے میں رکھ دو بچی شرعی پردہ کرتی ہے یہاں نہیں

پی سکے گی" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اسد نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ مریم نے نفی میں۔ "نہیں اماں سائیں مجھے چائے نہیں پینی بہت شکریہ" مریم نے جلدی سے کہا۔ "کیوں بچے" انھوں نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "وہ بس ایسے ہی اماں سائیں" مریم نے نظریں جھکاتے کہا تو وہ مسکرائیں۔مریم کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی جسے اسد نے بھی محسوس کیا۔ "بچے کھانا پینا نصیب کا ہوتا ہے۔ شاباش آؤ ایک کپ چائے ہے۔پی لو ایسے منع نہیں کرتے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو ہچکچاتے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو آجاؤ اب" شاہ جہاں بیگم نے کھڑے ہوتے کہا تو وہ انکے ساتھ انکے روم میں چلی گئی جہاں اسد ملازمہ سے چائے رکھوا چکا تھا۔

"یار تجھ سے ایک بات پوچھوں" ماہ دیر کے دوست عامر نے اس سے پوچھا جو اس وقت پش اپس کر رہا تھا۔وہ دونوں روزانہ رات کو ساتھ ہی جم آتے

تھے۔ ”ہاں“ ماہ دیر نے ہنوز پش اپس لگاتے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔ ”تو اپنے گھر واپس کیوں نہیں چلا جاتا“ عامر کی بات سنتے ایک لمحے کو وہ رکا لیکن اگلے ہی پل پھر اپنا کام شروع کیا۔ ”بتا کیوں نہیں جارہا دس سال ہوگئے ہیں تجھے یہاں۔ روز تو تڑپتا ہے اپنی بہن کو یاد کرتے کیوں نہیں جاتا تو اسکے پاس۔ وہ بھی تو تجھے یاد کرتی ہوگی نا اور اپنے بابا“ عامر کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی ماہ دیر اسکی بات کاٹ گیا۔ ”وہ میرے کچھ نہیں لگتے عامر انھیں میرا باپ نا بول اور میری گڑیا وہ مجھ سے نفرت کرتی ہوگی یقیناً۔ میں نے آج تک مڑ کے اس کی خبر نہیں لی تجھے لگتا ہے وہ مجھے یاد کرتی ہوگی“ ماہ دیر نے ہنوز پش اپس کرتے اسے جواب دیا۔ ”ہاں مجھے یقین ہے تو جانتا ہے یہ جو بہنیں ہوتی ہیں نا یہ بڑی معصوم ہوتی ہیں۔ بھائیوں کی لاکھ زیادتیاں برداشت کرنے کے بعد وہ ان سے محبت کرنا نہیں چھوڑتیں۔ بہنوں کو اپنے بھائی بڑے عزیز ہوتے ہیں۔ یہ بھائی ہوتے ہیں جو انکو نہیں سمجھتے ورنہ جس قدر مخلص محبت بہنیں اپنے بھائیوں

سے کرتی ہیں نا اس دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا اور مجھے یقین ہے تیری گڑیا بھی تجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہوگی جتنی تو اس سے" عامر نے کہا تو اس نے کھڑے ہوتے اسے دیکھا۔"کیا واقعی میری گڑیا میرا انتظار کرتی ہوگی۔وہ بھی اپنے بھائی سے پیار کرتی ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو عامر ہاں میں سر ہلا گیا۔"لیکن عامر مجھ میں اسکا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے" ماہ دیر نے دکھی لہجے میں کہا اور جاتے ٹریڈ مل پر دوڑنے لگا۔"تو ہمت تو کر ایک بار اسکے سامنے جا۔وہ تیری بہن ہے ماہ دیر تیری ماما کی جان بستی تھی اس میں۔کبھی سوچا ہے آخرت میں اپنی ماما کو کیا منہ دکھائے گا جب وہ پوچھیں گی کہ تو اپنی بہن کے پاس کیوں نہیں گیا۔کیوں اسے سوتیلے رشتوں میں اکیلا چھوڑ دیا تب کیا جواب دے گا" عامر نے کہا تو اسکا دل بند ہونے کے در پر تھا۔وہ صحیح کہہ رہا تھا۔قیامت والے دن وہ اپنی ماما کو کیا منہ دکھائے گا۔"بول اب خاموش کیوں ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔"میں کیا کروں" عامر اس

نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "تو راولپنڈی جا اور وہاں جا کر اپنی گڑیا سے مل۔ اپنی تڑپ اور اپنی بہن کا انتظار ختم کردے" عامر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے لیکن ابھی نہیں کچھ عرصے تک ابھی ہاسپٹل میں میری ضرورت ہے" ماہ دیر نے کہا تو عامر مسکرایا۔ اسکے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ وہ مانا تو سہی۔ عامر نے اسے روتے دیکھا تھا اور چاہتا تھا اسکے دوست کی تڑپ اب ختم ہوجائے تبھی ایک مخلص دوست ہونے کے ناطے اسے یہ مشورہ دیا تھا۔

"شیری کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو ہماری شادی وہ بھی ایک ماہ بعد" شیری اس وقت نیا کے ساتھ ایک مہنگے ریسٹورنٹ میں موجود تھا۔ شہریار نے کل رات ہی شاہ جہاں بیگم سے شادی اگلے ماہ کرنے اور جلدی ہی نیا کے گھر رشتہ لے کر جانے کی بات کی تھی جس پر وہ ناچار مان گئی تھیں۔ وہ جانتی تھی

شہریار پیچھے نہیں ہٹنے والا تبھی انھوں نے اسکی مرضی کے مطابق فیصلہ سنایا تھا۔اس نے شام میں چار بجے کورٹ سے فری ہوتے نیا کو ریسٹورنٹ میں بلایا تھا تاکہ اسے شادی کی خبر دے سکے۔نیا ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنی دو دوستوں کے ساتھ آئی تھی جو ان سے کچھ فاصلے پر ایک ٹیبل پر بیٹھی تھیں۔اسکے آتے ہی شہریار نے اسے شادی کی خبر دی تھی جس پر نیا قریباً چلائی تھی۔"ہاں میری جان ایک مہینے بعد ہم دونوں کی شادی ہے۔میں نے اماں سائیں سے بات کی ہے انھیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔میں ایک آدھ دن تک آؤں گا تمھاری طرف اماں سائیں کے ساتھ رشتے کی بات کرنے اور اسی دن تاریخ بھی رکھ لیں گے میری پوری کوشش ہے کہ ایک ماہ بعد کی ہی رکھیں اب دیکھو تمھارے گھر والے کیا کہتے ہیں" شہریار نے بتایا تو نیا مسکرائی۔"میں بہت خوش ہوں شیری بہت زیادہ تم رشتے لاؤ گے" اس نے شہریار کا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ مسکراتے اسکا ہاتھ لبوں سے لگا گیا۔"میں بھی میری جان۔فائنلی تم

پھر میری ہوجاؤ گی۔ میری بیوی میری محرم بن جاؤ گی۔ تمھاری ماما سے تو میں ملا ہوں باقی فیملی سے بھی مل لوں گا بس اب وہ اگلے ماہ کیلئے مان جائیں" شہریار نے خوش ہوتے کہا۔ "مان جائیں گے اسے چھوڑو اب اس خوشی کے موقع پر ٹریٹ تو بنتی ہے نا اور دیکھو میری فرینڈز بھی آئیں ہیں انھیں بھی ٹریٹ دو" نِیا نے کہا تو شہریار نے جبڑے بھینچے۔ وہ صرف اسکے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنا چاہتا تھا پر نیا اپنی دوستوں کو لے آئی تھی۔ "بتاؤ نا شیری دو گے نا ٹریٹ" نِیا نے دوبارہ پوچھا تو اس نے بامشکل ہاں میں سرہلایا۔ "ربیعہ، ہما یہاں آجاؤ" اس نے جلدی سے اپنی دوستوں کو پکارا جو نیا کی طرح ہی نہایت ٹائٹ کپڑوں میں ملبوس تھیں۔ "ہائے کیسے ہیں آپ شیری" ان دونوں نے یک زبان کہا تو اس نے ضبط سے نیا کو دیکھا۔ "میں ٹھیک ہوں بیٹھیں پلیز" اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ دونوں بیٹھ گئیں۔ شہریار نے انکے بیٹھتے ہی کھانا آڈر کیا اور انکی باتیں سننے لگا۔ "ویسے کتنا مزا آئے گا نِیا تمھاری شادی پر" ہما نے مسکراتے ایک ادا

سے کہا۔ ”ہاں واقعی میں تو سب سے مہنگا شادی کا جوڑا خریدوں گی۔ شیری تم مجھے لے کر دو گے نا“ نِیا نے اس سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اور شیری تم مجھے سب سے اچھے اور مہنگے بوتیک سے شاپنگ کروانا“ نِیا نے اسکی بازو پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ویسے نیا جتنا مرضی مہنگا جوڑا پہن کر جتنی مرضی خوبصورت بن جاؤ تمھارا دلہا تو کالا ہی رہے گا“ ربیعہ نے شہریار کی طرف اشارہ کرتے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تو نِیا اور ہما نے قہقہہ لگایا جبکہ شہریار کو لگا جیسے کسی نے بھرے مجمعے میں اسکے منہ پر جوتا مار دیا ہو۔ ”ویسے بات تو صحیح ہے کہاں تم دودھ کی طرح سفید اور کہاں شیری بھائی چائے کی طرح کالے یار۔ خدانخواستہ کل کو تمھارے بچے بھی کالے ہوئے تو کیا کرو گی“ ہما نے بھی ٹکرا لگایا تو ایک بار پھر وہ تینوں ہنسی۔ جبکہ شہریار خاموشی سے بیٹھا اپنے رنگ پر تبصرے سن رہا تھا۔ اس نے نِیا کو دیکھا جو اپنی دوستوں کو منع کرنے کی بجائے انکے ساتھ قہقہے لگا رہی تھی۔ ”افف کبھی

کبھی میں سوچتی ہوں تم نے کیا سوچ کر شیری کو پسند کیا ہے اتنا کالا میرا منگیتر ہوتا تو قسم سے خودکشی کر لیتی میں" ربیعہ نے نخوت سے کہا تو شہریار نے گہری سانس بھری۔ان دونوں کی باتیں کسی نشتر کی طرح اسے لگ رہی تھی۔"ویسے میں بھی یہی سوچتی ہوں کہ اتنے کالے شخص کو میں نے کیسے پسند کر لیا لیکن خیر اب کیا ہی ہو سکتا ہے"نیا نے کہا تو شہریار اب کی بار تکلیف سے اسے دیکھنے لگا۔وہ بھی اسکے رنگ کا مذاق اڑاتے اسکی انسلٹ کر رہی تھی۔اسکی رنگت کالی تو نا تھی۔اسکی رنگت گندمی تھی۔وہ نہایت پُرکشش تھا اور یہ تینوں اسکو یوں ذلیل کر رہی تھی۔اس نے نے گہری سانس بھری اور اپنی چئیر سے کھڑا ہوا۔وہ اس سے محبت کرتا تھا تبھی خاموش رہا ورنہ اس کا دل تو کر رہا تھا ان تینوں کی زبان کاٹ دے۔"کیا ہوا شیری" اسے کھڑے ہوتے دیکھ نیا فوراً بولی۔"مجھے ایک کام ہے میں جا رہا ہوں یہ لو پیسے کھانا کھا کر گھر چلی جانا" شہریار نے سرد انداز میں کہتے ٹیبل پر پیسے رکھے اور باہر نکل گیا۔نیا نے بھی اسے

روکنے کی زحمت نا کی اور ٹیبل سے پیسے اٹھاتے پرس میں رکھے۔ "نیا ویسے کیا سچ میں اس کالے کے ساتھ شادی کرو گی تم" ربیعہ نے پوچھا تو اس نے بُرا سا منہ بنایا۔ "یار میرا بس چلے نا تو میں ایک سیکنڈ میں اسکو اپنی زندگی سے نکال پھینکوں لیکن اسکی دولت دیکھتے مجبوری ہے اس سے شادی کرنا" نیا نے کہا تو وہ دونوں ہنسی۔ "وہی تو میں سوچوں تمھاری چوائس اتنی گندی کب سے ہوگئی" ہما نے کہا تو وہ ہنسی۔ "نیا کو دولت اٹریکٹ کرتی ہے لوگ نہیں" اس نے ایک ادا سے کہا تو وہ دونوں قہقہہ لگا گئیں۔ "اچھا اس کو چھوڑو یہ بتاؤ وہ تمھاری موڈلنگ آفر کا کیا بنا" ہما نے پوچھا۔ "ہاں مجھے آئی تھی کمپنی آنر کی کال کہہ رہا تھا کچھ عرصے تک رابطہ کرے گا شوٹ کے لئے۔ کہہ رہا تھا میری ماڈلنگ اور میری بیوٹی خاصی اٹریکٹو ہے اور تو اور یہ بھی کہہ رہا تھا ایک بار موڈلنگ شروع ہو جائے پھر میں پیسے میں کھیلوں گی" نیا نے کہا تو وہ دونوں مسکرائیں۔ "ویسے ایک بات بتاؤ اگر شیری سے شادی سے پہلے افر آئی تو کیا تب بھی شادی کرو

گی" ربیعہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "ہرگز نہیں میں پھر اس بد صورت انسان سے شادی تھوڑی کروں گی۔میں تو پھر کسی خوش شکل ماڈل سے شادی کروں گی جس کے پاس پیسہ اور حسن دونوں ہوگا" نیا نے کہا تو وہ دونوں ہنسی۔دوسری طرف شہریار اپنی گاڑی کو فل سپیڈ پر سڑکوں پر دوڑا رہا تھا۔نیا اور اسکی دوستوں کی باتیں اسکے ذہن میں گھوم رہی تھیں۔اچانک اس نے ایک سنسنان سڑک پر گاڑی روکی اور باہر آتے زور سے چلایا۔ "آہہ کاش میرا رنگ آپ پر نا جاتا کاش۔نفرت ہے مجھے آپ سے نفرت ہے اپنے آپ سے جس نے آپکی کوکھ سے جنم لیا" شہریار نے چلاتے گاڑی کے بونٹ پر ہاتھ مارا۔اسے آج اپنی ماں سے نفرت کرنے کی ایک اور وجہ مل گئی تھی۔وہ اندھا دھند بونٹ پر مکے مار رہا تھا پر اسے سکون نہیں مل رہا تھا۔بونٹ میں ڈینٹ پڑگیا تھا پر وہ ایک پل کو بھی نا رکا۔آج لوگوں نے اسکے سامنے اسکے رنگ پر تبصرے کیے تھے وہ بھی صرف اس وجہ سے کیونکہ اسکا رنگ اسکی ماں

کے جیسا تھا۔شہریار ملک کے دل میں آج اپنی ماں کیلئے موجود نفرت میں اضافہ ہوا تھا۔

"ضرار" وہ اس وقت چھت پر کھڑا چاند دیکھ رہا تھا۔نا جانے کیوں اسے اس چاند میں مہرماہ کا عکس نظر آرہا تھا۔وہ پرسکون سا کھڑا تھا جب اسے دراب صاحب کی آواز آئی۔وہ ڈنر کرکے واک کرنے لان میں گئے تھے پر اسے یہاں کھڑا دیکھ وہ اسکے پاس چھت پر ہی آگئے۔"جی ڈیڈ" اس نے مڑتے دراب صاحب کو دیکھا جو اس کے ساتھ آتے کھڑے ہوئے تھے۔"کیا ہوا یہاں کیا کررہے ہو" دراب صاحب نے پوچھا۔"کچھ نہیں ڈیڈ بس چاند کو دیکھ رہا ہوں" اس نے چاند کو دیکھتے کہا تو دراب صاحب نے مسکراہٹ دبائی۔"چاند کو دیکھ رہے ہو یا چاند میں میری بہو کو ڈھونڈ رہے ہو" دراب صاحب نے کہا تو اس نے جھٹکے سے گردن موڑتے انھیں دیکھا جو آئی برو اچکاتے اسے دیکھ

رہے تھے۔ "کونسی بہو ڈیڈ" اس نے نظریں چُراتے کہا۔ "وہی بہو جسے یونی میں پڑھاتے ہو شیری نے بتایا مجھے" دراب صاحب نے کہا تو اس نے دانت پیستے دل میں شہریار کو گالیوں سے نوازا جبکہ دراب صاحب نے اپنے بیٹے کی شکل دیکھتے قہقہہ ضبط کیا۔ "ڈیڈ ایسی کوئی بات نہیں ہے" ضرار نے نظریں واپس چاند پر کرتے پر کہا۔ "لیکن شہریار نے بتایا کہ تم اس لڑکی کو باہوں میں بھرے کھڑے تھے کیا نام ہے اسکا مہرماہ شاید ایسا ہی کوئی نام ہے" دراب صاحب نے چھیڑنے والے انداز میں کہا۔آج دوپہر میں شہریار نے اچھے خاصے نمک مصالحے لگاتے دراب صاحب کو ضرار کی بقول اسکے پریم کہانی بتائی تھی۔ "ڈیڈ ایسا نہیں ہے وہ بس مجھ سے ٹکرا گئی تھی تو میں نے اسے گرنے سے بچایا اور شیری نے وہ منظر دیکھتے اسے غلط رنگ دے دیا" ضرار نے بات ختم کرنے والے انداز میں کہا۔ "بیٹا میں باپ ہوں تمھارا تمھارا چہرہ صاف صاف بتا رہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو سچ بتاؤ کیا واقعی انٹرسٹڈ ہو

اس لڑکی میں اوپر سے کچھ دن سے تم بے وجہ مسکرا رہے ہوتے سچ بتاؤ"

دراب صاحب نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "ڈیڈ میں نہیں جانتا۔بلکہ سچ کہوں میں سمجھ نہیں پارہا کچھ بھی۔بات ہاتھوں سے نکلتی جارہی ہے ڈیڈ۔میں بے بس ہورہا ہوں" ضرار نے بے بسی سے کہا۔ "کیا مطلب میری جان" انھوں نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "ڈیڈ وہ سامنے ہوتی ہے تو باقی سارے منظر دھندلا جاتے ہیں۔وہ ہنستی ہے تو یوں لگتا ہے کانوں میں کسی نے رس گھول دیا ہو۔وہ ایک نظر دیکھتی ہے تو دل اتنی شدت سے دھڑکتا ہے کہ مجھے ڈر لگنے لگتا ہے کہ کہیں دل سینے سے باہر آتے اسکے قدموں میں نا بیٹھ جائے۔وہ جب معصومیت سے ٹھوڑی پر انگلی ٹکاتے کچھ سوچتی ہے تو دل چاہتا ہے اپنا آپ اس پر قربان کردوں۔نا جانے کیا ہورہا ہے ڈیڈ۔وہ آپکے بیٹے کو ہپناٹائز کررہی ہے۔آپ جانتے ہیں کبھی کبھی اسکی معصومیت دیکھ دل چاہتا ہے اسے سب سے چھپا کر اپنے دل میں چھپا لوں

تاکہ اسے کسی کی نظر نا لگے۔ ابھی بس چند دن ہوئے ہیں اسے دیکھے اور میرا دل بے قابو ہوتا جارہا ہے میں ہر چیز میں اسے ڈھونڈتا ہوں۔ جب تک اسے دیکھ نا لوں روح کو قرار نصیب نہیں ہوتا۔ اسے ایک نظر دیکھتے میرے پور پور میں سکون سرائیت کر جاتا ہے" ضرار نے بے بسی کی حدوں کو چھوتے کہا۔ اسکی بات سنتے دراب صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ "تمھیں اس سے محبت ہوگئی ہے بچے" دراب صاحب کی بات پر اس نے نفی میں سرہلایا۔ "نہیں ڈیڈ یہ محبت نہیں ہے۔ محبت میں یوں دیوانہ نہیں ہوا جاتا۔ مجھے ایسا لگتا ہے مجھے کوئی روگ لگ گیا ہے وہ پھانس بنتی جارہی ہے۔ وہ ایسا سحر مجھ پر پھونک رہی ہے جس سے میں نکل نہیں پارہا۔ ایسا لگتا ہے وہ میری روح میں بس گئی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے مجھے اس سے عشق ہوگیا ہے" ضرار نے کہا تو وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے لگے جو اتنی بے بسی سے اتنا بڑا دعویٰ کررہا تھا۔ انھوں نے کبھی اسے اتنا بے بس ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ اس وقت

انھیں مغرور انا پرست ضرار راجپوت کہیں سے نا لگا وہ تو کوئی دیوانہ لگ رہا تھا جو اپنے محبوب کیلئے اپنی دیوانگی کا عالم بتا رہا تھا۔ ”عشق؟“ ضرار دراب صاحب نے اسکے بالوں کو سہلاتے پوچھا۔ ”جی ڈیڈ عشق مجھے مہرماہ سکندر سے عشق ہوگیا ہے۔مجھے میری ماہی سے عشق ہوگیا ہے“ ضرار نے پرسکون ہوتے جواب دیا۔وہ اتنے دن سے جس جذبے کو سمجھنے سے قاصر تھا۔آج اپنے باپ کے سامنے نا صرف سمجھا تھا بلکہ عشق کا اعتراف بھی کرگیا تھا۔ ”کس سے عشق ہوگیا میرے بیٹے کو“ فردوس بیگم جو ان دونوں کو دیکھنے آئیں تھی۔ضرار کی بات سنتے فوراً بولے۔ ”اس کی ایک سٹوڈنٹ ہے مہرماہ اس سے ہمارے سپوت کو عشق ہوگیا ہے اور جناب کافی سیریس ہیں“ دراب صاحب نے کہا ضرار نے اپنی گردن کی پشت کو رب کیا۔ ”سچی ضرار“ فردوس بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”تو تم اس لڑکی سے شادی بھی کرو گے نا“ فردوس بیگم نے جلدی سے پوچھا۔ ”جی موم میں اپنی ماہی سے

شادی بھی کروں گا" ضرار نے مسکراتے کہا۔ "شکر اللہ کا چلو اس لڑکی کے گھر کا پتا بتاؤ ہم کل ہی رشتہ لے کر جائیں گے" فردوس بیگم تو ہتھیلی پر سرسوں جمائے بیٹھی تھیں۔ آخر اللہ اللہ کر کے تو ان کا بیٹا شادی کیلئے مانا تھا وہ ہرگز دیر نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ "موم ابھی نہیں۔ ابھی وہ کافی چھوٹی ہے محض انیس سال کی ہے" ضرار نے کہا تو ان دونوں نے اسے دیکھا۔ "وہ تو واقعی کافی چھوٹی ہے" فردوس بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی موم اس لیے ابھی کچھ دیر صبر کر لیں پھر بات کرتے ہیں" ضرار نے کہا تو وہ دونوں سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گئے۔ "چلیں اب سو جائیں جا کر کافی ٹائم ہو گیا ہے میں بھی سونے چلا اب" ضرار نے گھڑی دیکھتے کہا جہاں گیارہ بج رہے تھے۔ "صاف صاف کہو اپنی ماہی کے خیالوں میں کھونا ہے اور ہماری موجودگی ڈسٹرب کر رہی ہے تبھی بھیج رہے ہو" دراب صاحب نے شرارت سے کہا تو بے ساختہ اسکی گردن سرخ ہوئی جسے دیکھ وہ دونوں ہنسے جبکہ ضرار

کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ "ڈیڈڈڈ" اس نے بچوں والے انداز میں تو دراب صاحب اسے سینے سے لگا گئے۔ "میری جان کا ٹکڑا اللہ تمھارے چہرے کی رونق سلامت رکھے" دراب صاحب نے کہا تو فردوس بیگم نے آمین بولا۔ "موم آپ وہاں کیوں کھڑی ہیں آپ بھی آئیں نا" ضرار نے اپنی بازو واء کرتے کہا تو وہ بھی ان دونوں کے سینے سے لگیں۔آسمان پر چمکتے چاند اور سارے ٹمٹماتے تاروں نے انکی محبت کو دیکھتے انکی دائمی خوشیوں کی دعا مانگی تھی۔

"مہر تمھیں کہاں سے سمجھ نہیں آرہی" مریم نے اس سے پوچھا۔ "مریم مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا اتنا فضول ٹاپک ہے یہ" مہرماہ نے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔وہ پچھلے بیس منٹ سے اسے آج کا لیکچر سمجھا رہی تھی۔مہرماہ آج لیٹ ہوگئی تھی وجہ آج بارش ہونے کی وجہ سے بس لیٹ آئی تھی۔لیٹ

ہونے کی وجہ سے اسکا پہلا لیکچر مس ہوگیا تھا اور اب وہ فری لیکچر میں مریم سے سمجھ رہی تھی پر اسے ایک لفظ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ "مہر ایک کام کرو پروفیسر ضرار سے جاکر سمجھ لو کیونکہ میں اب تھک گئی ہوں۔ تمھیں سمجھانا میرے بس سے باہر ہے" مریم نے کہا تو مہرماہ نے منہ بسورا۔ "کتنی بدتمیز ہو تم مریم۔ جاؤ اب میں تم سے بات نہیں کرنی" مہرماہ نے کہا تو مریم مسکرائی اور اسکی گردن میں بازو ڈالتے اسکے دائیں کندھے پر سر رکھا۔ "اچھا سوری نا اب ناراض ہوگی مجھ سے" مریم نے کہا تو مہرماہ نے نفی میں سرہلایا۔ "پھر منہ کیوں بنایا ہے" مریم نے پوچھا تو اسکا منہ پھر سے بنا۔ "یار یہ اتنا مشکل ہے پروفیسر سمجھاتے ہیں تو فوراً سمجھ آجاتا ہے پر تمھارے سمجھانے پر نہیں آرہا نا جانے کیوں" مہرماہ نے کہا تو مریم نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔ "تو اسی لیے کہہ رہی ہوں پروفیسر سے جاکر سمجھ لو۔ انکا بھی ابھی فری لیکچر ہے" مریم نے کہا تو وہ کشمکش کا شکار ہوئی۔ "پروفیسر ڈانٹ نا دیں مجھے" مہرماہ نے کہا تو وہ نفی میں

سر ہلا گئی۔ ”نہیں ڈانٹے پروفیسر نے آج خود کہا تھا کہ اگر کسی کو سمجھ نا آئی ہو تو وہ آکر پوچھ سکتا ہے کیونکہ آج کا ٹاپک خاصا مشکل ہے۔تو تم پروفیسر سے جا کر سمجھ لو“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے لیکن تم بھی میرے ساتھ آؤ گی“ مہر ماہ نے کہا تو مریم نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میڈم اگر میں بھی تمھارے ساتھ آؤں گی تو لائبریری سے بکس کون لائے گا“ مریم نے کہا تو اس نے ہونٹوں کو اوہ میں ڈھالا۔ ”اچھا ٹھیک ہے تم بکس لے آؤ میں پروفیسر سے سمجھ کر آتی ہوں۔ لیکن مجھے نا ڈر لگ رہا ہے یہ نا ہوں پروفیسر ڈانٹ دیں کہ میں پہلے لیکچر میں تھی نہیں اور اب منہ اٹھا کر سمجھنے آگئی ہوں“ مہر ماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”نہیں ڈانٹیں گے یار جاؤ اب۔ اگلا لیکچر شروع ہونے میں پینتیس منٹ رہ گئے ہیں“ مریم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے سٹاف روم کی طرف بڑھی۔جبکہ اسکے جاتے ہی مریم نے لائبریری کی راہ لی۔

"کیا ہے یار آج یہ آئی کیوں نہیں" ضرار اس وقت سٹاف روم میں بیٹھا مہرماہ کو خیالوں میں یاد کرتے خود سے باتیں کر رہا تھا۔ اسکے علاوہ سٹاف روم میں دو فی میل ٹیچرز تھیں جو ایک طرف بیٹھیں باتوں میں مشغول تھیں۔ "افف ماہی آجاؤ پلیز ایک بار سامنے آجاؤ ورنہ میرے دل کو سکون نہیں ملے گا" ضرار نے شدت سے اسے پکارا تھا۔ "یا اللہ پلیز میری ماہی کو میرے سامنے بھیج دیں پلیز۔ آپ تو میری حالت سے واقف ہیں نا آپکو تو پتا ہے نا اسے دیکھے بغیر میرا دل کس قدر بے چین ہوجاتا ہے۔ ایک اسی وقت میں اسکا دیدار کر سکتا ہوں باقی کا سارا دن تو وہ میرے پاس بھی نہی ہوتی۔ اسی دیدار کے سہارے میں سارا دن گزارتا ہوں پلیز اسے بھیج دیں" ضرار نے آنکھیں موندتے شدت سے دعا مانگی۔ "مے آئی کم ان پروفیسر" ابھی وہ آنکھیں میچے دعا کر رہا تھا جب اسے روح کو قرار بخشنے والی میٹھی کانوں میں رس گھولتی آواز سنائی دی جسے سنتے اسکا دل شدت سے دھڑکا۔ اس نے فوراً آنکھیں کھولیں اور پیچھے مڑا جہاں مہرماہ

سٹاف روم کے دروازے میں کھڑی معصومیت سے اسے دیکھتے اسکی اجازت کا انتظار کررہی تھی۔اسے اپنے سامنے دیکھ ضرار کا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔اسکی دعا قبول اتنی جلدی قبول ہوجائے گی اسے اندازہ نا تھا۔"(شکریہ اللہ پاک) یس کم ان" اس نے دل میں اللہ کا شکر ادا کرتے ساتھ ہی اسے اندر آنے کی اجازت دی جس پر وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکے قریب آتے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی۔"یس ما۔۔یس مس مہرماہ کچھ کہنا ہے آپکو" اسے کھڑا دیکھ ضرار بھی فوراً کھڑا ہوا۔اس نے بامشکل خود کو اسے ماہی کہنے سے روکا تھا۔"جی سر وہ دراصل" مہرماہ کہتے خاموش ہوئی۔"بتائیں کیا کوئی پروبلم ہے" اس کے یوں خاموش ہونے پر وہ بے چین ہوا تھا۔"جی سر وہ۔۔آج میں لیٹ ہوگئی۔۔۔تھی۔۔۔جس وجہ سے میرا۔۔۔۔فرسٹ لیکچر۔۔مس ہوگیا تھا تو۔۔۔وہ سمجھنا تھا۔۔میں نے اپنی۔۔فرینڈ سے سمجھنا۔۔چاہا تھا پر۔۔مجھے سمجھ نہیں آئی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں

سرہلایا۔ ”ٹھیک ہے میں آپکو سمجھا دیتا ہوں۔ لیکن آج آپ لیٹ کیوں ہوئیں“

وہ جانتا تھا یونیورسٹی میں ایسا سوال پوچھنا انتہائی فضول ہے لیکن وہ جاننا چاہتا تھا آخر اسکی ماہی آج لیٹ کیوں آئی تھی۔ ”وہ۔۔سر ایکچولی آج۔۔بارش ہورہی تھی۔۔تو بس۔۔والے انکل آج۔۔۔لیٹ آئے تھے۔۔تو میں بھی اسی۔۔۔لیے لیٹ ہوگئی“ مہرماہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔وہ لوکل بس میں دھکے کھاتے یہاں آتی تھی یہ بات ضرار راجپوت کا دل چیرنے کو کافی تھی۔ ”اٹس اوکے آپ یہاں بیٹھیں میں آپ کو سمجھا دیتا ہوں“ ضرار نے اپنے سے کچھ دور ایک چیئر کی طرف اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گئی جبکہ ضرار اب تک کھڑا تھا۔وہ ابھی اسکے برابر بیٹھنے کا حق نہیں رکھتا تھا تبھی اس نے کھڑا رہنا ہی بہتر سمجھا۔ ”اب بتائیں آپکو کہاں سے سمجھ نہیں آرہی“ ضرار نے نرمی سے پوچھا۔ ”سر مجھے یہ“ مہرماہ کو سمجھ نا آئی اسے کیسے بتائے کہ اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آیا۔ ”بتائیں مس مہرماہ“ اس نے دوبارہ کہا تو اس نے ہاں

میں سرہلایا۔ ”سر مجھے یہ۔۔۔سارا ہی سمجھ۔۔۔نہیں آرہا۔۔میں۔۔۔نے۔۔کوشش۔۔۔کی تھی پر۔۔نہیں سمجھ آیا“ مہرماہ نے مدھم اواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”کوئی بات نہیں میں آپکو سمجھا دیتا ہوں“ ضرار نے کہا اور اسے ٹاپک سمجھانے لگا۔مہرماہ اپنا رجسٹر اور پین ساتھ لائی تھی۔ضرار جو جو اہم پوائنٹس بتا رہا تھا مہرماہ انھیں ساتھ ساتھ لکھ رہی تھی۔اسکی معصومیت دیکھ ضرار بامشکل اپنی مسکراہٹ روک رہا تھا۔اور اسے آج ایک بات کا یقین ہوگیا تھا کہ مہرماہ سکندر اپنی معصومیت بھری ایک نظر سے انا پرست ضرار راجپوت کو اپنے قدموں میں بٹھا سکتی تھی۔ ”کچھ پوچھنا ہے آپ نے“ قریباً پچیس منٹ میں وہ اسے سارا ٹاپک سمجھاتے بولا۔ ”نو سر تھینکیو“ مہرماہ نے مدھم سا مسکراتے اسے جواب دیا۔یہ پہلی بات تھی جو مہرماہ نے بغیر اٹکے کی تھی۔جبکہ ضرار کا سارا دھیان تو اس کی مسکراہٹ کی طرف تھا۔اسکے یوں مسکرانے پر ضرار کا دل سینے کی دیواروں

سے سر ٹکڑاتے پاگل ہوا تھا۔دل نے شدت سے اس مسکراہٹ کو ضرار راجپوت کی نظروں کیلئے حلال ہونے کی دعا کی تھی۔"اٹس اوکے یو مے لیو ناؤ" ضرار نے بامشکل اسکی پیاری سی مسکان سے نگاہیں چُراتے کہا۔اسکے جواب پر مہرماہ نے ہاں میں سرہلایا اور اپنی بک اور رجسٹر پکڑتے سٹاف روم سے باہر نکل گئی۔جبکہ ضرار تو ابھی تک اسکی مسکراہٹ کے جادو کے زیرِ اثر تھا۔

"ماہ دیر کہاں جارہا ہے" عامر نے اس سے پوچھا جو ہاسپٹل سے نکلتے گھر کی طرف جانے کی بجائے دوسری طرف جارہا تھا۔"یار میں پارک میں جارہا ہوں جو وہ جھولوں پارک ہے نا وہاں" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے ہاں میں سرہلایا اور اپنے گھر کی راہ لی۔وہ جانتا تھا ماہ دیر کو پارک کتنا پسند تھا۔وہاں بیٹھ کر اسے سامنے موجود پہاڑوں کو دیکھنا کتنا اچھا لگتا ہے۔وہ ہمیشہ ہاسپٹل سے فری

ہوتے وہاں جاتا تھا۔ اور آج تو وہ جلدی فری ہوگیا تھا بھلا وہ کیسے یہ موقع کیسے جانے دے سکتا تھا۔ جبکہ ماہ دیر نے بھی اسکے جاتے ہی پارک کی راہ لی۔ وہ پارک کے اندر آیا تو اسے وہاں اکا دکا لوگ ہی نظر آئے۔ اس وقت دوپہر کا ایک بج رہا تھا تبھی یہاں کم لوگ تھے ورنہ شام کے وقت تو پارک میں لوگوں کا جمِ غفیر ہوتا تھا۔ اس نے ایک نظر پورے پارک میں گھمائی اور چلتے ایک درخت سے کچھ فاصلے پر بیٹھا۔ "اوپش شوئی (اوپس سوری)" اس نے گہری سانس بھرتے تازہ ہوا کو اپنے اندر اتارا۔ وہ آج قریباً دس دن بعد پارک میں آیا تھا ورنہ پچھلے دنوں مصروفیات میں وہ اس پرسکون جگہ آنے کا وقت ہی نا نکال سکا۔ ابھی وہ آکر گھاس پر بیٹھا تھا جب اچانک ایک فٹ بال اسکی کمر میں آکر لگا۔ اس نے مڑتے پیچھے دیکھا جہاں ایک کیوٹ سی گول مٹول سرخ و سپید دو ڈھائی سالہ بچی اسکے پاس کھڑی کان پکڑ چکی تھی۔ اسکی حرکت دیکھتے ماہ دیر کو ٹوٹ کر اس پر پیار آیا تھا۔ جبکہ دوسری طرف حوریہ معصومیت سے اسے دیکھ

رہی تھی۔اسے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں ماہ دیر بھی اسے باقی لوگوں کی طرح ڈانٹ نا دے۔"کوئی بات نہیں لٹل ہائی نیس" ماہ دیر کو وہ بچی بہت پیاری لگی جو دو پونیاں کیے بے بی پنک کلر کا فیری فراک پہنے اسے معصومیت سے دیکھ رہی تھی تبھی اسے پیارا سا نیک نیم دیا۔"اپ تو لدانا اش لیے شوئی (آپ کو لگا نا اس لیے سوری)" حوریہ نے چہرہ جھکاتے کہا جس پر وہ مسکرایا۔"اے میرا بچہ کوئی بات نہیں یہاں آئیں" ناجانے کیوں اس نے یہ حرکت کی لیکن وہ بچی تھی ہی اتنی پیاری کہ خود بخود اس پر پیار آرہا تھا۔وہ خود حیران ہوا اسے تو بچے اتنے خاص پسند بھی نہیں لیکن یہ بچی اسکو اپنی طرف اٹریکٹ کررہی تھی۔اس نے اپنا بازو پھیلاتے اسے پکارا۔حوریہ نے اسے دیکھا جس کے چہرے پر کوئی غصہ نہیں تھا پھر اسکا ہاتھ پکڑتے اس کے پاس بیٹھ گئی۔"آپ کا نام کیا ہے لٹل ہائینس" اس نے حوریہ کا ننھا سا ہاتھ پکڑتے پوچھا۔"مائی نیم از حولیہ اپ تا نیم تا اے(مائی نیم از حوریہ آپکا نیم کیا ہے)" حوریہ نے اپنا نام

بتاتے اسکا نام پوچھا جس پر وہ مسکرایا۔ "میرا نیم ماہ دیر سکندر ہے کیوٹی پائی"
اس نے حوریہ کو اپنا نام بتایا تو اس نے ناک سکیڑتے اسے دیکھا اور پھر
بولی۔ "پالا اے پل متل اے(پیارا ہے پر مشکل ہے)" حوریہ نے بُرا سا منہ
بناتے کہا تو وہ قہقہہ لگا اٹھا۔ "ہاہاہا" اس کا کیوٹ انداز دیکھ وہ کھل کر
ہنسا۔ اسکے یوں ہنسنے پر سب نے مڑتے اس خوبرو انتیس سالہ نوجوان کو دیکھا جو
ہنستے ہوئے بے حد حسین لگ رہا تھا۔ "حوریہ" ابھی وہ مزید کچھ بولتا جب اسے
اپنی پشت سے ایک نسوانی آواز آئی۔ "ماماااا" یہ آواز سنتے ہی حوریہ اسکی گود
سے اٹھتے بھاگی۔ ماہ دیر نے مڑتے دیکھا تو سامنے یقیناً اس بچی کی ماں کھڑی
تھی۔ اس لڑکی کو دیکھتے وہ حیران ہوا کیونکہ وہ عمر میں لگ بھگ بیس سال کی
لگ رہی تھی۔ "حوریہ میں نے منع کیا ہے نا سٹرینجر سے بات نہیں
کرنی۔ انھوں نے آپکو کچھ کہا تو نہیں" میشائم نے جھکتے اپنی بیٹی کو گود میں
اٹھایا۔ "نو ماما انو نے میلے شے پال شے بت تی اول مدے دانتا بی نئی(نو ماما

انھوں نے مجھ سے پیار سے بات کی اور مجھے ڈانٹا بھی نہیں)" حوریہ فوراً اس کی طرف داری کرتے بولی۔ "اوکے بچہ پر اب آپ نے سٹرینجر سے بات نہیں کرنی" میشائم نے حوریہ سے کہا۔ "پل وہ میلے پھلینڈ ایں۔ اے نا شپل مین (پر وہ میرے فرینڈ ہیں ہے نا سپر مین)" حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھا جو خاموشی سے ان ماں بیٹی کی باتیں سن رہا تھا۔ اسکی بات پر وہ ہوش میں آتا ہاں میں سر ہلا گیا۔ "نو بچہ کسی سے فرینڈ شپ نہی کرنی آپ جاؤ اپنی چیزیں لے کر آؤ۔ پھر گھر چلیں" میشائم نے حوریہ کا پھولا گال چومتے کہا اور اسے نیچے اتارتے بھیجا۔ "دیکھیں مسٹر آپ جو کوئی بھی ہیں میری بچی سے دور رہیں۔ میں نہیں چاہتی وہ ہرٹ ہو آپ آج اس سے بات کریں گے۔ وہ آپ سے ایٹچ ہوگی اس لیے اس سے دور رہیں" حوریہ کے جاتے ہی میشائم نے سپاٹ انداز میں کہا۔ "دیکھیں مس میرا ایسا کوئی انٹینشن نہیں تھا۔ وہ تو حوریہ بہت کیوٹ ہے اس لیے میں نے بات کی میں اسکو کیوں ہرٹ کروں گا۔ اتنی پیاری بچی کو بھلا

کوئی ہرٹ کرسکتا ہے" ماہ دیر نے دور سے اپنے ننھے بازوؤں میں اپنی بال اور واٹر بوٹل اٹھاتے بھاگ کر آتی حوریہ کو دیکھتے کہا۔ "یہ آپ آج کہہ رہے ہیں بعد میں باقی لوگوں کی طرح میری بیٹی کو ہرٹ کریں گے۔بہتر ہے آپ دور رہیں بہت مہربانی ہوگی" میشائم نے کہا تو وہ الجھا۔ "ماما" ابھی وہ جواب دیتا کہ حوریہ انکے پاس آئی اور میشائم۔کو پکارا۔ "جی میری جان آجاؤ چلیں" میشائم نے حوریہ کو گود میں اٹھایا اور وہاں سے نکلتی چلی گئی جبکہ اس کی نظر نے دور تک دونوں ماں بیٹی کا پیچھا کیا۔ حوریہ نے میشائم کے کندھے سے لگے ہی اسے ہاتھ ہلاتے بائے کا اشارہ کیا جس پر وہ مسکرایا اور ہاتھ ہلا گیا۔ "پاگل لڑکی" ماہ دیر نے انکے جاتے ہی میشائم کو یاد کرتے زیرِ لب کہا اور خود بھی گھر کی راہ لی۔

"اماں سائیں یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں" فردوس بیگم نے شاہ جہاں بیگم کو دیکھتے کہا جنھوں نے ابھی انھیں شہریار کی ایک ماہ کے اندر اندر شادی کی تاریخ رکھنے والی بات بتائی تھی جسے سنتے فردوس بیگم کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔آج ملک ولا کے سب مکین قصرِ راجپوت آئے تھے۔تنزیل بیگم کے علاوہ سب بڑے ڈنر کرنے کے بعد لاؤنج میں بیٹھے تھے جبکہ ینگ جنریشن ساری لان میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔"ہاں فردوس اوپر سے لڑکی صحیح نہیں ہے۔ سمجھ نہیں آرہی کیا کروں میں" شاہ جہاں بیگم نے پریشان ہوتے کہا۔"اماں سائیں میں تو کہتا ہوں ابھی وہیں کریں جو شہریار کہہ رہا ہے کیونکہ وہ کتنا ضدی ہے یہ ہم سب جانتے ہیں۔یہ نا ہو کوئی غلط قدم اٹھالے" دراب صاحب نے کہا تو شاہ جہاں بیگم پریشان ہوئیں۔"دراب لیکن وہ ضد میں اپنی زندگی تباہ کررہا ہے۔آپ جانتے ہیں اماں سائیں نے مجھے اس لڑکی کے انداز و اطوار بتائے ہیں۔وہ لڑکی کسی صورت شیری کے قابل نہیں ہے اوپر سے

اسکی ماں بھی عجیب ہے آج خود ہی فون کرکے پوری فیملی کو انوائیٹ کیا ہے"
فردوس بیگم فوراً بولیں۔ "بیگم میں جانتا ہوں اماں سائیں کی بات غلط نہیں ہے
پر میں کہہ رہا ہوں کہ ایک بار جانے میں کیا حرج ہے۔ شیری کی خوشی کیلئے چلتے
ہیں۔ اس لڑکی کا گھر بار خاندان سب دیکھتے ہیں پھر ہی بات آگے بڑھائیں گے
ورنہ شہریار کو سمجھائیں گے۔ وہ سمجھدار ہے سمجھ جائے گا لیکن اگر ہم ابھی
منع کردیں گے تو وہ باغی ہوجائے گا۔ آگے ہی اتنی مشکل سے وہ ہم سب کے
ساتھ نارمل ہوا ہے۔ آپ کیا چاہتی ہیں وہ پھر پہلے جیسا شیری بن جائے جو نا
کسی سے بات کرتا تھا اور نا ہی کسی کو اپنا مانتا تھا" دراب صاحب کی بات پر
فردوس بیگم اور شاہ جہاں بیگم دونوں کو چپ لگی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو
دراب کل ہمیں جانا چاہیئے اور کل ہم لازماً جائیں گے۔ اگر میرا بچہ خوش ہے تو
مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" شاہ جہاں بیگم نے شہریار کی چند سال پہلے کی
حالت یاد کرتے فوراً فیصلہ سنایا تو وہ دونوں ہاں میں سرہلا گئے۔ "اماں سائیں

پھر آپ آج اِدھر ہی رک جائیں کل یہیں سے چلیں گے ہم سب بلکہ میں ضرار کو بھی کہہ دوں گی کہ وہ کل ہمارے ساتھ جائے۔ اوریونی کا تو کل ویسے ہی آف ہے" فردوس بیگم نے کہا تو شاہ جہاں بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ضرار بھائی" دوسری طرف وہ چاروں لان میں بیٹھے اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ عائشہ ان تینوں کو پچھلے دس منٹ سے گھور رہی تھی جبکہ وہ تینوں اپنے اپنے موبائل میں مصروف ہونے کا ناٹک کرتے اس کے تاثرات انجوائے کررہے تھے۔ اب اس نے تنگ آتے ضرار کو پکارا تھا۔ "جی بھائی کی جان" اس نے نرمی سے جواب دیا۔ "بھائی آپ تینوں کیا کررہے ہیں" اس نے دانت پیستے پوچھا۔ "ہم فون یوز کررہے ہیں عائشہ" جواب شہریار نے دیا تھا۔ "بھائی میں آپ تینوں کو یہاں بیٹھی نظر آرہی ہوں" عائشہ نے سینے پر بازو باندھتے پوچھا۔ "ہاں عائشہ تم ہمیں نظر آرہی ہو تم مسٹر انڈیا تھوڑی ہو جو نظر نا آؤ" اسد نے شرارت سے کہا تو اس نے اسد کو زبردست گھوری سے نوازا

جس پر وہ فوراً ہاتھ اٹھاتے سرینڈر کرگیا۔ "تو آپ تینوں فون میں کیوں لگے ہیں میں بور ہورہی ہوں" اس نے منہ بسورتے کہا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔ "ارے ہمارا بیٹا بور ہو رہا ہے چلو بھئی اسد شیری فون چھوڑو اپنے اپنے سب" ضرار نے اسے حصار میں لیتے جلدی سے کہا۔ "رکھ دیا سب نے فون گڑیا" شہریار نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اب حکم کریں کیا کرنا ہے" اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ہم کچھ اچھا سا کرتے ہیں" عائشہ نے ایکسایٹڈ ہوتے کہا۔ "اچھا سا کیا گڑیا" ضرار نے اسکا سر سہلاتے پوچھا۔ "بتاتی ہوں بھائی ایک منٹ" اس نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا۔ "شیری بھائی آپ میرے اچھے والے بھائی ہیں نا" اس نے جلدی شہریار کو کہا تو وہ مسکراہٹ دباتے ہاں میں سرہلا گیا۔ وہ جانتا تھا عائشہ ایسا کیوں کہہ رہی ہے۔ "تو آپ میری بات مانیں گے نا" اس نے معصوم شکل بناتے اسے دیکھا تو وہ مسکرایا۔ "جی میرا بیٹا مانوں گا بتاؤ" بتاؤ شہریار ٹیک چھوڑتے سیدھا ہوا۔ وہ جانتا تھا عائشہ کیا کہنے والی ہے۔

”شیری بھائی پھر آپ گانا گائیں پلیز مجھے آپکی آواز بہت پسند ہے“ اس نے کہا تو وہ تینوں مسکرائے جبکہ شہریار نے ہاں میں سرہلایا۔ ”کونسا گانا گاؤں گڑیا“ اس نے نرمی سے پوچھا۔ ”بھائی کوئی سا بھی جو آپکو اچھا لگے“ اس نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا اور اگلے ہی لمحے اپنی سریلی آواز میں گانا شروع کیا۔

محفل میں تیری ہم نا رہیں جو
غم تو نہیں ہے غم تو نہیں ہے

قصے ہماری نزدیکیوں کے
کم تو نہیں ہیں کم تو نہیں ہیں
کتنی دفع صبح کو میری
تیرے آنگن میں بیٹھے
میں نے شام کیا
چنا میریا میریا(3)
بیلیا اوپیا
چنا میریا میریا
بیلیا اوپیا

شہریار گانے کا ایک حصہ گاتے خاموش ہوا تو عائشہ نے تالی بجاتے اسے داد دی جبکہ اسد اور ضرار نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ”بھائی کتنا اچھا گاتے ہیں آپ۔مجھے لگتا ہے آپکو ایڈووکیٹ ہونے کی بجائے نا سنگر ہونا چاہیئے تھا“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”شکریہ گڑیا لیکن میں ایڈوکیٹ ہی سہی ہوں۔یہ گانا تو بس میں شوقیہ گنگنا لیتا ہوں“ اس نے کہا تو وہ مسکرانے لگی۔ ”ویسے بھائی کوئی شک نہیں آپ بہت اچھا گاتے ہیں کیوں ضرار بھائی“ اسد نے تعریف کی تو وہ سر خم کر گیا۔ ”ہاں ویسے گاتا تو یہ بہت اچھا ہے لیکن شیری ایک بات بتا“ ضرار نے تعریف کرتے سنجیدگی سے کہا۔ ”کیا“ شہریار نے آئی برو اچکاتے پوچھا۔ ”یہ جب بھی تجھے گانا گانے کا کہا جاتا ہے تو یہ دل ٹوٹے عاشقوں کی طرح چنا میریا میریا کیوں کرنے لگ جاتا ہے“ ضرار نے پوچھا تو عائشہ اور اسد کا قہقہہ چھوٹا جبکہ شہریار نے دانت پیسے۔ ”سا۔۔ضرار اپنی بکواس بند رکھ“ عائشہ کی موجودگی کا احساس کرتے اس نے بامشکل اپنی زبان کو کنٹرول کیا

جس پر اسد اور ضرار دونوں نے مسکراہٹ دبائی جبکہ عائشہ ہنس رہی تھی۔ اسے یوں ہنستے دیکھ ان تینوں نے دل میں اسکی نظر اتاری۔

"شیری بھائی آہستہ چلائیں گاڑی یار اپنی شادی کے چکر میں ہم سب کے جنازے نا اٹھوا دینا" اسد نے شہریار کو کہا جو فل تیزی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ سب اس وقت نیا کے گھر جا رہے تھے۔ تینوں لڑکے اس وقت شہریار کی گاڑی میں سوار تھے جبکہ تنزیل بیگم کے علاوہ باقی سب دوسری گاڑی میں انکی گاڑی کے پیچھے آ رہے تھے۔ "اسد" شہریار نے تنبیہہ کرنے والے انداز میں اسے پکارا تو اسد نے منہ پھلایا۔ "ہاں بس میں چھوٹا ہوں نا تو مجھے ہی ڈانٹتے رہا کریں سب" اسد نے کہا تو ضرار ہنسا جبکہ شہریار نے دانت پیسے۔ "شکر کرو صرف ڈانٹتے ہیں ورنہ کام بعض اوقات تمھارے جوتیاں کھانے والے ہوتے ہیں" شہریار نے کہا تو اس نے ڈرامائی انداز میں اپنے دل کے مقام پر ہاتھ

رکھا۔ ”بھائی بھائی نا رہا۔ ابھی شادی کی بات چلی ہے تو یہ حال ہے بھابھی آگئی تو مجھے بے گھر کردیں گے۔ دیکھ رہیں آپ ضرار بھائی“ اسد نے فل ڈرامے کرتے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ ”اچھا چلو بس کرو اب دیکھو میرا سسرال آنے والا ہے وہاں یہ تماشے نا کرنا“ شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ جبکہ ضرار مسکراتے باہر دیکھنے لگا۔ اسے شدت سے اپنی ماہی کی یاد آرہی تھی۔ اسے آج سے پہلے ہفتے کا دن کبھی اتنا بُرا نہیں لگا تھا جتنا آج لگ رہا تھا اور ابھی تو کل کا سارا دن بھی اسے اپنی ماہی کو دیکھے بغیر گزارنا تھا۔ ”ضرار“ وہ جو مہرماہ کو یاد کرنے میں محو تھا شہریار کی آواز پر ہوش میں آیا۔ ”ہاں“ اس نے اسے دیکھا جو گاڑی روک چکا تھا۔ ”ہم پہنچ گئے ہیں“ اس نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے باہر نکلا اور اسد کے پاس گیا جو باہر کھڑا اس درمیانے سائز کے گھر کو دیکھ رہا تھا جو دو منزلوں پر مشتمل تھا۔ ”یہ گھر ہے شیری“ دراب صاحب نے باقی سب کے ساتھ ان تینوں کے پاس آتے کنفرم کیا۔ ”جی انکل“ اس نے کہا تو

انھوں نے ہاں میں سرہلاتے گھر کی بیل بجائی۔ سب لوگ کھڑے دروازہ کھلنے کا ویٹ کررہے تھے جبکہ ضرار بے زار سا کھڑا اپنی ماہی کو یاد کررہا تھا۔ "کون ہے" ابھی سب یونہی کھڑے تھے جب گھر کے اندر سے ایک میٹھی سی آواز آئی جسے سن ضرار کا دل دھڑکا۔ "بیٹا ہمیں نیا سے ملنا ہے" شہریار نے آواز دی تو دوسری طرف کھڑی لڑکی کے ماتھے پر نا سمجھی کے بل نمایاں ہوئے۔ "یہاں کوئی نیا نہیں رہتی" اس لڑکی نے پھر اپنی میٹھی آواز میں کہا تو اب کی ضرار راجپوت کا دل پسلیوں سے ٹکراتے باہر آنے کو بے تاب ہوا۔یہ اسکی ماہی کی آواز تھی۔واللہ یہ میٹھی رس گھولتی آواز اسکی ماہی کی تھی۔ "ثانیہ سکندر سے ملنا ہے بیٹا ہمیں" اب کی فردوس بیگم بولی تو دوسری طرف کھڑی مہرماہ نے ہلکا سا دروازہ کھولتے باہر دیکھا۔باقی سب نے اس کو دیکھا جو غیر شناسا نگاہوں سے انھیں دیکھ رہی تھی جبکہ ضرار تو جہاں تھا وہی رہ گیا۔سامنے ہی مہرماہ آف وائٹ کلر کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے سر پر اچھے سے ڈوپٹہ سیٹ کیے

کوئی حور لگ رہی تھی۔وہ آج بھی ہمیشہ کی طرح ہر طرح کے میک اپ سے پاک چہرے کے ساتھ اسکے سامنے موجود تھی پر وہ ایسے بھی ضرار راجپوت کے دل کی تاروں کو ہلا چکی تھی۔لیکن ایک سوچ اسے تنگ کررہی تھی کہ آخر اسکی ماہی یہاں کیا کررہا تھی۔اسے تو شہریار بھی پہچان گیا تھا آخر کو اس کے یار کی پسند تھی۔مہرماہ نے اب تک ضرار کو نہیں دیکھا تھا۔"اسلام علیکم آپ لوگ کون ہیں" مہرماہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔"وعلیکم السلام بچے ہم یہاں خلیل صاحب سے ملنے آئے ہیں رشتے کیلئے" دراب صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔اسے یاد تھا آج ثانیہ کو دیکھنے لڑکے والے آنے تھے۔"جی انکل آئیں سوری اتنی دیر ویٹ کروانے کیلئے" اس نے پورا دروازہ کھولتے کہا تو سب مسکرائے۔ان سب کو یہ چھوٹی سے لڑکی بہت پیاری لگی تھی۔"کوئی بات نہیں بیٹا" سب نے کہا اور باری باری اندر داخل ہوئے جبکہ ضرار اب تک وہیں اپنا جگہ پر کھڑا تھا۔جب کہ مہرماہ دروازے کے پاس کھڑی

تھی۔ خلیل صاحب نہا رہے تھے تبھی وہ دروازہ کھولنے آئی تھی۔ ”ہوش میں آجا اب۔مانتا ہوں بھابھی کو دیکھ کر مشکل ہے پر آنکھوں کو لگام ڈال“ شہریار نے اسکے کان کے قریب سرگوشی کی تو ضرار نے ہاں میں سرہلایا۔شہریار مسکرایا اور اندر چلا گیا۔ ”کیسی ہو آپ گڑیا۔آپ ثانیہ کی بہن ہو“ اس نے اندر آتے مہرماہ کے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ ”میں ٹھیک ہوں بھائی۔اور ہاں جی میں ثانیہ آپی کی چھوٹی بہن ہوں مہرماہ“ مہرماہ نے بتایا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اندر چلا گیا جبکہ ضرار کو اب سمجھ آئی تھی وہ یہاں کیا کر رہی ہے۔شہریار کے جاتے ہی مہرماہ نے آنکھیں اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں ضرار کھڑا ہے اور ضرار کو یہاں دیکھ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ ”اسلام علیکم“ اسے یوں حیرت سے خود کو تکتے دیکھ ضرار نے اسکے قریب آتے سلام کیا۔ ”وعلیکم السلام۔۔۔پروفیسر آپ۔۔۔یہاں کیا کر رہے۔۔۔ہیں“ مہرماہ نے اسے دیکھتے سوال کیا جسے سنتے وہ مسکرایا۔ ”میں شہریار کا بھائی ہوں“ ضرار نے کہا تو

اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ ”شہریار جو ابھی آپ سے بات کر رہا تھا وہ۔ اسی کا رشتہ لے کر آئے ہیں ہم یہاں“ ضرار نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے دروازہ بند کیا۔ ”آجائیں پروفیسر“ دروازہ بند کرتے ہی اس نے ضرار کو کہا جو ایک جگہ پر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکی بات سنتے ضرار نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے پیچھے اندر کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ دو قدم ہی چلے تھے جب مہر ماہ کا پاؤں ایکدم سے مڑا تھا جس پر وہ گرنے لگی تھی لیکن اس سے پہلے وہ گرتی ضرار نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔ مہر ماہ ایک جھٹکے میں ضرار کے سینے کا حصہ بنی تھی۔ اسکی اتنی نزدیکی پر مہر ماہ نے سانس روکتے اسے دیکھا تھا جبکہ ضرار کا دل سینے کی دیواروں سے سر ٹکراتے پاگل ہوا تھا۔ مہر ماہ کے دونوں ہاتھ اسکے سینے پر جبکہ ضرار کے دونوں ہاتھ اسکی کمر پر تھے۔ مہر ماہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا تھا جسکی ٹھوڑی اسکے بالوں کو چھو رہی تھی جبکہ ضرار نے نظریں جھکاتے اسے دیکھا تھا جسکا ماتھا ضرار کے دل

کے مقام کو چھو رہا تھا۔دونوں کی نگاہیں ملی تھیں۔کرسٹل گرے آنکھیں فورسٹ گرین آنکھوں سے ٹکرائیں تھیں۔ضرار کا دل ان آنکھوں میں ڈوب کر ابھرا تھا جبکہ مہرماہ ایک پل کو ان آنکھوں کے سحر میں جکڑی گئی تھی۔"آپ ٹھیک ہیں مہرماہ" اس نے گھمبیر آواز میں پوچھا جس پر وہ ہوش آئی۔"جج۔۔جی پروفیسر" اس نے کہتے ضرار کے حصار سے نکلنا چاہا۔اسکی مزاحمت محسوس کرتے ضرار نے فوراً اسکی کمر کے گرد سے ہاتھ ہٹائے۔"دھیان کہاں تھا آپ کا ابھی گر جاتی تو" ضرار نے نرمی سے کہا۔"وہ سوری پروفیسر۔میرا پاؤں۔۔مڑ گیا تھا" مہرماہ نے کہا اور اسے دیکھے بغیر اندر کی طرف بھاگی۔"دو بار ماہی دو بار تم نے میرے سینے سے لگتے میری دھڑکنوں میں طوفان برپا کیا ہے" ضرار نے مسکراتے کہا اور اسکے پیچھے بڑھا۔"کہاں مر گئی تھی تم منحوس۔اتنا ٹائم لگ گیا تھا گیٹ بند کرنے میں یا کسی عاشق سے مل رہی تھی جو اندر آنے کا دل نہیں کر رہا تھا" وہ اندر داخل

ہوا ہی تھا جب اسے کچن کی طرف سے کسی کی زہر آلود آواز سنائی دی۔اس نے ہلکا سا آگے بڑھتے کونے میں موجود کچن کے اندر جھانکا تو سامنے کا منظر دیکھ اسکی آنکھیں سرخ ہوئیں۔

مہرماہ کے جاتے ہی ضرار بھی مسکراتے اسکے پیچھے اندر آیا۔اندر داخل ہوتے ہی اس نے گھر کا جائزہ لیا۔مین ڈور سے اندر آتے ہی بائیں سائیڈ پر دو کمرے تھے جبکہ سامنے بلکل درمیانے سائز کا ٹی وی لاؤنج تھا جہاں سب بیٹھے تھے اور دائیں سائیڈ پر کچن کا دروازہ تھا جبکہ اوپر کی طرف سیڑھیاں جارہی تھیں جہاں یقیناً کمرے ہی تھے۔اس نے گھر سے نظر ہٹاتے لاؤنج میں نگاہیں دوڑاتے مہرماہ کو تلاشا لیکن وہ اسے وہاں نظر نا آئی۔اس نے گہری سانس بھری اور لاؤنج کی طرف بڑھنے لگا لیکن اس سے پہلے وہ جاتا اسے کچن سے کسی لڑکی کی زہر آلود آواز سنائی دی تھی۔"کہاں مر گئی تھی تم منحوس۔اتنا ٹائم لگ گیا تھا

گیٹ بند کرنے میں یا کسی عاشق سے مل رہی تھی جو اندر آنے کا دل نہیں کر رہا تھا" اس لڑکی کی بات سنتے ضرار کو طیش چڑھی۔ بھلا کوئی کیسے اتنی گھٹیا بات کر سکتا ہے۔ اس نے پہلے سوچا کہ اگنور کر دے لیکن پھر کسی احساس کے تحت اس نے ہلکا سا آگے بڑھتے کونے میں موجود کچن کے اندر جھانکا تو سامنے کا منظر دیکھ اسکی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ سامنے ہی ایک چھبیس سالہ لڑکی ٹائٹ شارٹ شرٹ اور ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہنے ڈوپٹے سے بے نیاز مہرماہ کی بازو کو سختی سے مڑورتے اسکی کمر سے لگائے کھڑی تھی جبکہ مہرماہ بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔ اس لڑکی کی کمر ضرار کی طرف تھی جبکہ مہرماہ کا چہرہ اسے صاف نظر آرہا تھا۔ "آپ۔۔۔آپی۔۔پل۔۔پلیز۔۔۔مجھے۔۔درد ہو رہی۔۔۔ہے" مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو ضرار کا دل تڑپ اٹھا تھا جبکہ آنکھیں غصے سے سرخ ہوئیں تھیں۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا اس لڑکی کو زندہ زمین میں دفنانے دے جس نے اسکی ماہی کو تکلیف پہنچائی تھی۔ "اپنے یہ ٹسوے بند کرو اگر

تمھاری آواز باہر تک گئی نا تو میں تمھاری زبان کاٹ دوں گی" ثانیہ نے اسکی بازو چھوڑتے اسکے بال مٹھی میں جکڑے تو مہرماہ کی کراہ بے ساختہ لبوں سے نکلی جسے سنتے ضرار کا دل کٹا تھا۔ "آپی۔۔پلی۔۔پلیز۔۔۔بہت۔۔درد۔۔۔ہو رہی ہے۔۔پلیز۔۔چھوڑ دیں" مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو ثانیہ نے نحوست سے اسے دیکھتے کسی اچھوت کی طرح خود سے دور جھٹکا۔اس اچانک دھکے کیلئے مہرماہ تیار نا تھی تبھی اسکے سر کی پشت کچن کاؤنٹر کی نوک سے ٹکرائی جس پر مہرماہ کے رونے میں اضافہ ہوا جبکہ اس منظر کو دیکھ ضرار کو لگ رہا تھا اسکی روح نکل جائے گی۔اتنا ظلم اسکی ماہی پر کیا جا رہا تھا۔ "اپنے آنسو بند کرو ورنہ تمھاری جان نکال دوں گی" میں ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے اپنا لب دانتوں تلے دباتے اپنی ہچکیاں دبائیں۔ثانیہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور کچن کاؤنٹر پر پڑی چائے کی ٹرے اٹھاتے باہر کی طرف بڑھی۔اسکو باہر آتے دیکھ ضرار دروازے کے پیچھے ہوا اور ثانیہ کو دیکھا جو اب لاؤنج میں جا چکی تھی۔ضرار

اسکے جاتے ہی وہ دروازے کے پیچھے سے نکلا اور ایک نظر لاؤنج میں سب کو دیکھا جو باتوں میں مصروف تھے پھر جلدی سے کچن کے اندر داخل ہوا۔ "ماہی" اس نے اندر جاتے تڑپ کر اسے پکارا جو ایک ہاتھ اپنے سر کی پشت پر رکھے اپنا چہرہ گھٹنوں میں چھپائے رو رہی تھی۔ مہرماہ ہچکیاں بھرتے رو رہی تھی تبھی اس نے ضرار کی آواز نہیں سنی تھی۔ "ماہی" اس نے دوبارہ اسے پکارا تھا اور اپنا رتبہ اپنی حیثیت سب بھلاتے گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا تھا پر وہ ہنوز رو رہی تھی۔ وہ دنیا کو جوتی کی نوک پر رکھنے والا اپنے عشق کو روتا دیکھ ہر چیز کا ہوش بھلاتے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔ اگر کوئی اس مغرور شہزادے کو دیکھ لیتا تو یقیناً غش کھا جاتا۔ "ماہ" ضرار نے محبت سے لبریز آواز میں نرمی و بے تابی سے پکارا تو اب کی بار مہرماہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ اسکے چہرے پر نظر پڑتے ہی ضرار راجپوت کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا۔ مہرماہ کا چہرہ جو کچھ دیر پہلے خوشی سے چمک رہا تھا اب

اس پر صرف دکھ تھا۔ اسکی فورسٹ گرین آنکھوں میں گہرا درد ہچکولے کھا رہا تھا۔ جبکہ چہرے پر اذیت کی ایک داستان رقم تھی۔ جبکہ مہر ماہ ہچکیاں بھرتے اپنے سامنے بیٹھے ضرار کو دیکھ رہی تھی جو آنکھوں میں فکر سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔ "ماہ" اس نے نرمی سے پکارا جو ہنوز اپنا سر تھامے ہچکیاں بھر رہی تھی۔ "ماہ درد ہو رہی ہے" اس نے کہتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما جو بس روئے جا رہی تھی۔ "پر۔۔۔وو۔۔۔فیسر" اس نے ہچکیاں بھرتے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی باہر سے خلیل صاحب اسے پکار چکے تھے۔ وہ یقیناً ابھی نہا کر نکلے تھے تبھی اسے پکار رہے تھے۔ "مہرو" خلیل صاحب کی آواز پر وہ جلدی سے کھڑی ہوئی اور سنک میں چہرہ دھونے لگی۔ ضرار اسکی حرکت پر اسے اچنبھے سے دیکھنے لگا۔ "مہرو بچے۔۔۔بچے آپ یہاں کیا کر رہے ہو" وہ ابھی اسے دیکھ رہا تھا جب خلیل صاحب کچن میں داخل ہوئے اور اندر آتے مہر ماہ کو پکارنے کے ساتھ ضرار سے پوچھا۔ "بابا" مہر ماہ انھیں دیکھتے انکے پاس آئی

اور انکے سینے سے لگی۔ "میرا بچہ کیا ہوا مہرو رو کیوں رہی ہو" خلیل صاحب نے اسکی بھرائی آواز محسوس کرتے پوچھا۔ "بابا۔۔۔وہ میرا۔۔۔پاؤں سلپ۔۔ہوگیا۔۔تھا۔۔اور۔۔میں گر گئی۔۔۔میرا سر اتنی زور۔۔۔سے کاؤنٹر میں لگا ہے۔۔۔اور۔۔۔پروفیسر بھی۔۔۔میرے رونے۔۔کی آواز۔۔۔سن کر۔۔۔یہاں آئے ہیں" مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے خلیل صاحب کو بتایا تو وہ پریشان ہوئے جبکہ ضرار حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا جو کتنی صفائی سے جھوٹ بول رہی تھی۔پر سوال یہ تھا کہ وہ جھوٹ کیوں بول رہی تھی۔ "میری جان زیادہ لگی ہے دکھاؤ" خلیل صاحب نے کہتے اسکے سر پر ہاتھ رکھا جہاں مہرماہ کا ہاتھ تھا۔ "بابا۔۔اتنی۔۔۔زور۔۔۔کی۔۔لگی ہے۔۔۔درد ہو رہی۔۔۔ہے" مہرماہ نے انکے سینے میں چہرہ چھپاتے کہا تو خلیل صاحب اسے سینے میں بھینچ گئے۔ "میری جان بابا کا بیٹا بس بس میرا بچہ بہت بہادر ہے۔ایسی چوٹیں کچھ نہیں کہتی میرے بیٹے کو۔شاباش رونا بند کرو"

خلیل صاحب نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ضرار اس دوران خاموشی سے ان باپ بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔"چلو آؤ اب لاؤنج میں چلیں۔مہمان ویٹ کررہے ہونگے پھر مہمانوں کے جانے کے بعد میں اپنی گڑیا کو گول گپے کھلاؤں گا ٹھیک ہے" خلیل صاحب نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو مہرماہ کی آنکھیں چمکیں۔"سچی بابا گول گپے" مہرماہ نے جلدی سے ایکسایٹڈ ہوتے پوچھا۔وہ اپنا رونا بھول چکی تھی۔ضرار کا دل اسکی معصوم حرکت پر دیوانہ ہوا تھا۔"مچی بابا کی جان" انھوں نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔اسے اپنا درد بھول گیا تھا۔"پرومس نا بابا" اس نے اپنا ہاتھ پھیلاتے پوچھا۔"پرومس بابا کا بچہ چلو آؤ اب" انھوں نے کہا اور اسکے کندھے کے گرد بازو پھیلاتے اسکے ساتھ باہر بڑھے۔"بیٹا آپ بھی آجاؤ" خلیل صاحب نے ضرار کو کہا جو خاموش کھڑا تھا۔انکی بات سنتے وہ ہاں میں سرہلاتے انکے پیچھے لاؤنج میں آیا۔"مہرماہ کو کیا ہوا" پروین بیگم کو ثانیہ پہلے ہی کچن والا

سارا سین بتا چکی تھی تبھی اسکے آتے ہی ڈرامہ شروع کیا۔ "کچھ نہیں گر گئی تھی مہرو کچن میں" خلیل صاحب نے مدھم آواز میں ضبط سے کہا ورنہ انکا دل کررہا تھا انکو خوب سنائیں جو انکی نازک بچی کو کچن میں بھیج دیتی ہیں۔ انکی بات سنتے ان ماں بیٹی کے علاوہ سب پریشان ہوئے۔ جبکہ مہرماہ کا نام سنتے دراب صاحب اور فردوس بیگم نے جھٹکے سے ضرار کو دیکھا جس نے انکی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہاں میں سرہلایا۔ "شیری یہ تو تمھارا بھائی اسد ہے اسے میں جانتی ہوں۔ یہ کون ہے" ثانیہ جو شہریار کے ساتھ بیٹھی تھی ضرار کو دیکھتے اس نے فوراً پوچھا۔ "یہ میرا کزن ہے ضرار بتایا تھا نا" شہریار نے کہا تو ثانیہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ "ویسے یہ تمھارے کزن لگتے نہیں ہیں" ثانیہ نے ضرار کے حسن کو دیکھتے کہا۔ "اچھا" شہریار نے یک لفظی جواب دیا۔ وہ اب تک اس سے خفا تھا۔ اسے لگا تھا شاید اسکی نیا اسے منائے گی پر اس نے تو ایک بار بھی پوچھا تک نہیں تھا۔ جبکہ ثانیہ اسکی سوچوں سے انجان ضرار کو دیکھ رہی

تھی۔ اس نے اتنا حسین مرد آج تک نہیں دیکھا تھا۔ اسے ضرار کے آگے شہریار کم تر محسوس ہوا۔ اسکو یوں ضرار کو تکتے دیکھ اسد نے دیکھا تھا۔ اور اسے سخت غصہ آرہا تھا اس پر۔ ''خلیل یہ لوگ ہماری ثانیہ کے رشتے کے لئے آئے ہیں'' پروین بیگم نے خلیل صاحب کو کہا جو مہرماہ کو حصار میں لیے بیٹھ گئے تھے۔ انکی بات سنتے ہاں میں سرہلاتے سامنے بیٹھے لوگوں کو دیکھا۔ انھیں دیکھتے خلیل صاحب کے چہرے پر ایک تاثر ابھرا تھا جسے انھوں نے فوراً چھپایا اور دراب صاحب کو دیکھا۔ ''کیسے ہیں آپ دراب بھائی'' خلیل صاحب نے پوچھا۔ ''میں ٹھیک ہوں سکندر صاحب'' انھوں نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئے۔ ''آپ لوگ کہیں کیا کہنا ہے'' خلیل صاحب نے انھیں اگلی بات کرنے کا اشارہ کیا اور مہرماہ کو دیکھا جو خاموشی سے انکے حصار میں بیٹھی تھی۔

''سکندر صاحب آپ ساری بات سے یقیناً آگاہ ہونگے۔ ہمارا بیٹا شہریار اور آپکی بیٹی ثانیہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور ایک دوسرے شادی کرنا

چاہتے ہیں۔تو ہم اپنے بیٹے شہریار کیلئے آپکی بیٹی ثانیہ کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔اور دوسرا بچے چاہتے ہیں کہ شادی ایک ماہ بعد کے اندر اندر ہوجائے۔اب آپ بتائیں آپ کیا کہتے ہیں" دراب صاحب نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔انھیں آج صبح ہی پروین بیگم نے اس بات سے آگاہ کیا تھا جس پر خلیل صاحب کو غصہ بھی آیا تھا کہ انکی ناک کے نیچے اتنا سب ہورہا تھا اور انھیں پتا تک نہیں تھا۔"دیکھیں دراب صاحب میں نے شہریار کے بارے میں سنا ہے۔ماشاءاللہ بچہ بہت اچھا ہے۔اور میری بیٹی راضی ہے تو مجھے اس رشتے سے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن شادی کی تاریخ اتنی جلدی رکھنا کیا ضروری ہے۔میرا مطلب اتنے تھوڑے سے ٹائم میں ساری تیاریاں کیسے ہونگی" خلیل صاحب نے مثبت جواب دیتے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔"انکل تیاریاں ہوجائیں گی آپ انکی فکر نا کریں" شہریار نے اب کی بار گفتگو میں حصہ لیتے کہا۔"جی بیٹا شہریار ٹھیک کہہ رہا ہے ساری تیاریاں ہوجائیں گی" اب کی شاہ

جہاں بیگم بولیں تو انہوں نے اپنی بیوی کو دیکھا جو انھیں ہاں میں سرہلانے کا کہہ رہی تھی۔ ”ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔آپ تاریخ بتادیں“ خلیل صاحب نے گہری سانس بھرتے کہا۔ ”پاپا آج دس تاریخ ہے تو اگلے مہینے کی دس سے پہلے پہلے رکھ لیتے ہیں۔کیا خیال ہے شیری“ کسی کے بھی بولنے سے پہلے ثانیہ بول پڑی۔اس کے بولنے پر جہاں خلیل صاحب شرمندہ ہوئے تھے وہیں باقی سب نے ناگواری سے اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ ”ثانیہ بیٹا یہ ہم لوگ دیکھ لیں آپ جاؤ کھانے کا انتظام کرو“ خلیل صاحب نے ضبط کرتے کہا۔ ”پر پاپا وہ تو مہرماہ دیکھے گی نا“ ثانیہ نے جلدی سے کہا تو سب ہی حیران و پریشان اسے دیکھ رہے تھے جس کی زبان یوں پٹرپٹر چل رہی تھی۔جبکہ اسکی بات سنتے ضرار نے مٹھیاں بھینچتے اسے دیکھا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ ثانیہ کو جان سے ماردے۔ ”مہرو کو چوٹ لگی ہے آپ دیکھو۔بیگم مدد کریں اسکی“ خلیل صاحب کا انداز دو ٹوک تھا۔انکی آواز میں حکم محسوس کرتے دونوں ماں

بیٹی نے غصے سے مہرماہ کو دیکھا جسے ضرار نے بخوبی نوٹس کیا تھا۔وہ دونوں ماں بیٹی تن فن کرتی کچن میں گئی۔ "بھائی صاحب یہ بچی کون ہے" فردوس بیگم نے مہرماہ کو دیکھتے کہا جو خلیل صاحب کے ساتھ بیٹھی تھی۔ "یہ میری چھوٹی بیٹی ہے مہرماہ سکندر" انھوں نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ ضرار جو تب سے غصے میں بیٹھا تھا مہرماہ کے ذکر پر اسکا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا جبکہ آنکھوں میں فوراً نرم تاثر ابھرا۔ "ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہے" فردوس بیگم نے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر ہلکی سی سرخ چھائی جسے دیکھ ضرار مسکرایا۔ "مہرماہ یہاں آؤ بیٹا" فردوس بیگم نے اسے اپنے پاس آنے کا کہا تو اس نے فوراً خلیل صاحب کو دیکھا جو ہاں میں سرہلا گئے۔انکی اجازت پر وہ اٹھی اور فردوس بیگم اور عائشہ کے درمیان جاتے بیٹھ گئی جبکہ انکے بلکل سامنے والے صوفے پر ضرار اسد کے ساتھ بیٹھا تھا۔ "ماشاءاللہ بہت پیاری ہو آپ بیٹا" فردوس بیگم نے کہا تو مہرماہ مسکرائی جبکہ اسکے گال گلابی ہوئے۔ "شکریہ آنٹی" اس نے

مدھم آواز میں کہا۔جس پر فردوس بیگم مسکرائیں اور نرمی سے اسے ساتھ لگاتے اسکا ماتھا چوم گئیں۔وہ انکے بیٹے کی پسند تھی اور انھیں بے حد پسند آئی تھی۔انکی حرکت پر سب ہی مسکرائے سوائے دراب صاحب کے جو کافی غور سے مہرماہ کا چہرہ دیکھ رہے تھے جو انھیں کسی بہت اپنے سے ملتا محسوس ہورہا تھا۔پر وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر جھٹک گئے۔سب لوگ ہی خوش گپیوں میں مصروف تھے جبکہ وہ ماں بیٹی کچن میں کھانا بنانے میں لگی تھیں۔

"چلیں سکندر صاحب اب ہم چلتے ہیں" تقریباً ایک گھنٹے بعد دراب صاحب نے کہا تو اب کی بار خلیل صاحب نے ہاں میں سرہلایا۔انکی اجازت پر سب ہی کھڑے ہوئے اور باہر کی جانب بڑھے سوائے مہرماہ کے جو اب کچن میں کام کررہی تھی۔"چلیں فی امان اللہ" خلیل صاحب نے انھیں دیکھتے کہا۔"فی امان اللہ" ان سب نے بھی یک زبان میں کہا اور گیٹ سے باہر نکلتے اس سے

پہلے انھیں ثانیہ کی آواز سنائی دی جو شہریار کو پکار رہی تھی۔ "ہاں" شہریار نے مڑتے اسے دیکھا تو وہ فوراً آتے اسکے سینے سے لگی۔ "شیری میں تمھیں مس کروں گی" ثانیہ کی حرکت پر سب نے ناگواری سے اسے دیکھا جبکہ شہریار شرمندہ ہوا۔ وہ جانتا تھا ثانیہ بولڈ ہے پر اسے سب کے سامنے اس سے اس حرکت کی توقع نا تھی جبکہ باقی سب تو حیرت سے اسکی بے شرمی کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے کسی کو بھی دیکھے بغیر ثانیہ کی بازو پکڑتے نرمی سے اسے خود سے علیحدہ کیا اور باہر نکل گیا۔ جبکہ باقی سب نے ایک نظر ناگواری سے ثانیہ کو دیکھا اور باہر نکل گئے۔ "اللہ حافظ انکل" ضرار نے خلیل صاحب کو کہا جو شرمندہ شرمندہ لگ رہے تھے۔ "اللہ حافظ بیٹا" انھوں نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا اور ایک نظر اس امید سے دروازے میں دیکھا کہ شاید اسے مہر ماہ نظر آجائے پر وہ وہاں نہیں تھی۔ اس نے اداس ہوتے نظریں دروازے سے ہٹاتے ایک نظر اوپر دیکھا اور اگلے ہی پل اسکا دل دھڑکا کیونکہ مہر ماہ اوپر یقیناً

اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ضرار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی اور اگلے ہی لمحے وہ اسکی تصویر کو دل میں بساتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔"یہ کیا حرکت تھی ثانیہ" انکے جاتے ہی خلیل صاحب خاصے غصے سے بولے۔"کیا ہوا پاپا" اس نے انجان بنتے پوچھا جس پر خلیل صاحب نے مٹھیاں بھینچی۔"بیگم سمجھائیں اسے کچھ" خلیل صاحب کہتے غصے سے اندر چلے گئے۔"مبارک ہو تمھارا رشتہ پکا ہوگیا" پروین بیگم نے کہا تو ثانیہ نے انھیں دیکھا۔"ماما کیسی مبارک میں کونسا اس سے محبت کرتی ہوں جو مجھے خوشی ہوگی۔ویسے آپ نے ضرار کو دیکھا کتنا پیارا ہے وہ" ثانیہ نے کہا تو پروین بیگم مسکرائی۔"کتنی بے شرم لڑکی ہے ثانیہ۔یوں سب کے سامنے کوئی گلے لگتا ہے۔اور تو مجال ہے جو کان پر جوں بھی رینگی ہو" شاہ جہاں بیگم نے غصے سے کہا۔ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ لوگ ابھی پہنچے تھے۔"اماں سائیں چھوڑ دیں اب غصہ" فردوس بیگم نے انھیں کہا۔"کیسے غصہ چھوڑوں

فردوس۔ وہاں عائشہ تھی پھر ہم لوگ تھے وہ کیسے سب کے سامنے بغیر ڈوپٹے کے بیٹھی رہی پھر بے شرمی کی انتہا کرتے شیری کے سینے سے لگ گئی۔ اس سے اچھا تھا کہ میں اس بچی مہرماہ کا ہاتھ مانگ لیتی شہریار کیلئے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو ضرار جو شہریار کے ساتھ بیٹھا انکی باتیں سن رہا تھا۔ ایک جھٹکے میں چہرہ اٹھاتے اسے دیکھنے لگا۔ "ویسے واقعی اماں سائیں بھائی کیلئے مہرماہ کا رشتہ مانگ لیتے۔ آپ نے دیکھا جب آنی جان نے اسکی تعریف کی تو کیسے شرما رہی تھی" اسد نے بھی حصہ ڈالا۔ اسے ثانیہ بلکل پسند نہیں آئی۔ اوپر سے اسکا بار بار ضرار کو دیکھنا اسے خاصا معیوب لگا تھا۔ "ویسے اماں سائیں مجھے بھی مہرماہ بہت اچھی لگی" عائشہ نے بھی اس بار حصہ ڈالا۔ "ہاں ویسے میرا بس چلتا تو میں مہرماہ کو ہی شیری کی دلہن" اس سے پہلے شاہ جہاں بیگم بات پوری کرتیں ضرار بول اٹھا۔ "اماں سائیں مہرماہ سکندر فقط ضرار راجپوت کی دلہن بنے گی۔ میرے علاوہ کسی کا نام اسکے نام کے ساتھ نہیں لگے گا۔ پلیز اسکا نام کسی

دوسرے کے ساتھ نا جوڑیں" ضرار نے احترام سے کہا تو دراب صاحب اور فردوس بیگم جو تب سے اپنے بیٹے کے تاثرات انجوائے کر رہے تھے۔ اب کی بار مسکرائے۔ "کیا مطلب ضرار" شاہ جہاں بیگم نے نا سمجھی سے پوچھا۔ "اماں سائیں مطلب یہ ہے کہ جناب محبت کرتے ہیں مہرماہ گڑیا سے" شہریار نے جلدی سے کہا تو دراب صاحب اور فردوس بیگم کے علاوہ باقی سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "کیا واقعی ضرار؟۔ کیا مہرماہ بھی تم سے محبت کرتی ہے؟۔ اور تم مہرماہ کو کیسے جانتے ہو؟" شاہ جہاں بیگم نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "اماں سائیں وہ میری سٹوڈنٹ ہے۔ اور میں اس سے محبت کرتا ہوں پر وہ اس بات سے بے خبر ہے" ضرار نے کہا تو مسکرائیں۔ "بھائیی سچی میں آپکو مہرماہ اچھی لگتی ہے" عائشہ نے جلدی سے پوچھا۔ "جی گڑیا" اس نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "یس میں بہت خوش ہوں آپ جانتے ہیں مجھے وہ بہتتت اچھی لگی" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ سب کا دھیان

اب شہریار اور ثانیہ سے ہٹ گیا تھا۔شہریار نے اس بات پر شکر ادا کیا اور ان سب کی باتیں سننے لگا جو اب ضرار کی شادی کی پلاننگ کر رہے تھے جس میں عائشہ اور اسد پیش پیش تھے۔

"ماہی ماہ" یہ دو لفظ اسکے ذہن سے نکل ہی نہیں رہے تھے۔اس وقت رات کے گیارہ بج چکے تھے پر نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی آخر ضرار نے اسے اتنی محبت سے کیوں پکارا۔کیوں وہ اسکی فکر کر رہا تھا۔"پروفیسر کا چھونا اچھا کیوں لگا مجھے" مہرماہ نے اپنی گال کو چھوتے خود سے کہا۔وہ بے شک رو رہی تھی پر جب ضرار نے اسکا چہرہ تھاما تھا تب ایک پل کو اسکے آنسو رکے تھے جبکہ دھڑکن تیز ہوئی تھی۔"یا اللہ میں کیوں سوچ رہی ہوں پروفیسر کو" مہرماہ نے خود کو کوسا۔وہ پچھلے دو گھنٹے سے مسلسل یہاں کھڑی ضرار کو سوچ رہی تھی۔"اس وقت کس کی کال ہے" ابھی وہ

خیالوں میں کھوئی تھی جب اسکا موبائل رنگ ہوا۔ موبائل کی آواز پر اس نے اچنبھے سے سوچا اور سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتے سامنے کیا جہاں سکرین پر مریم کالنگ آرہا تھا۔ ”اسلام علیکم مریم کیسی ہو تم۔ اس ٹائم کال کی سب ٹھیک ہے“ مہرماہ نے فون کان سے لگاتے پوچھا۔ ”وعلیکم اسلام مہر میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو۔ یار مجھے نیند نہیں آرہی تبھی تمھیں کال کی۔ پہلے سوچا نا کروں پر پھر تمھارا لاسٹ سین کچھ دیر پہلے کا تھا تو سوچا ایک بار ٹرائے کرلوں“ مریم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”اچھا کیا مجھے کال کرلی۔ مجھے بھی نیند نہیں آرہی“ مہرماہ نے کہا تو دوسری طرف مریم کو شرارت سوجھی۔ ”کیوں بھئی نیند کیوں نہیں آرہی۔ کس کے خیالوں میں کھوئی ہو“ مریم نے شرارت سے پوچھا لیکن مہرماہ نے جو جواب دیا وہ سنتے مریم کو جھٹکا لگا۔ ”پروفیسر کے“ مہرماہ نے بغیر سوچے کہا تو مریم کی آنکھیں پھیلیں۔ ”کیا!!!! پرفیسر کو۔ کونسے پروفیسر کے“ مریم قریباً چلائی تھی۔ اسکے چلانے کی آواز پر مہرماہ ہوش میں آئی اور خود پر

لعنت بھیجی۔ "کچھ نہیں" اس نے بات ٹالنی چاہی۔ "مہر کی بچی چپ چاپ بتاؤ کس پروفیسر کو سوچ رہی تھی۔ وہ بھی اتنی رات کو" مریم نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "پروفیسر ضرار کو" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ "کیاااا" مریم پھر چلائی۔ "چلاؤ تو مت" مہرماہ نے جلدی سے کہا۔ "تم پروفیسر ضرار کو سوچ رہی ہو اور میں چلاؤں بھی نا۔ یہ بتاؤ پرفیسر کو کیوں سوچ رہی ہو" مریم نے پوچھا۔ "وہ آج پروفیسر میرے گھر آئے تھے" مہرماہ نے بات شروع کی۔ "کیوں تمھارا رشتہ لے کر" مریم نے کہا تو اسکے گال تپ کت انگارہ ہوئے۔ "نہیں میری آپی کا رشتہ لے کر" مہرماہ نے کہا تو مریم کو صدمہ لگا۔ "کیا پروفیسر تمھارے بہنوئی بنے گے" مریم نے پوچھا تو اس نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "نہیں بدھو پروفیسر میرے بہنوئی نہیں بنے گے۔ انکے کزن ہیں وہ میرے بہنوئی بنے گے۔ پروفیسر ان کے ساتھ آئے تھے" مہرماہ نے بتایا تو مریم نے اوہ کیا۔ "اور پروفیسر کو سوچنے کی کوئی خاص وجہ کیونکہ یہ صرف نہیں ہو سکتی" مریم

نے پوچھا تو اس نے اسکے تُکے کو داد دی۔ "ہاں وہ پرو۔۔۔فیسر نے۔۔مجھے۔۔۔ماہی۔۔بولا۔۔۔اور۔۔۔ماہ۔۔بھی" یہ بات بتاتے مہرماہ کی پلکیں لرزی تھیں جبکہ رخسار گلابی ہوئے تھے۔ "واٹ پروفیسر نے تمھیں ماہی اور ماہ بولا کب اور کیوں" مریم کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ "کیوں یہ نہیں جانتی۔میں بھی یہی سوچ رہی پر بولا کب تھا وہ نا دراصل ہوا کچھ یوں" مہرماہ نے کہتے اسے کچن والا پورا واقعہ بتایا۔ "تمھاری بہن نے پھر مارا تمھیں۔مہر تم کیوں اسکی مار سہتی ہو یار۔تمھارا گھر ہے وہ کیوں دبتی ہو" ان سے مریم نے غصے سے کہا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا اسکی دوست کو اذیت دینے والی کے ہاتھ جڑ سے اکھاڑ دے۔ "دفع کرو۔یہی میرا نصیب ہے تو اپنی قسمت سے کیسے لڑنا" مہرماہ نے اداسی سے کہا تو مریم کا دل بھرا تھا اپنی دوست کی تکلیف پر۔ "مہر سب ٹھیک ہوجائے گا انشاء اللہ۔دیکھنا ایک دن تمھارے سارے دکھ تم سے کوسوں دور ہو جائیں گے" مریم نے سچے دل سے دعا کی تو مہرماہ

مسکرائی۔ "انشاء اللہ۔آمین" مہرماہ نے کہا تو مریم مسکرائی۔ "اچھا بتاؤ پروفیسر کو کب سے سوچ رہی ہو" مریم نے پوچھا تو اسکے رخسار مزید سرخ ہوئے۔ "دو۔۔۔گھنٹے۔۔۔سے" اس نے جواب دیا تو مریم نے قہقہہ لگایا جبکہ وہ شرمندہ ہوئی۔ "افف پروفیسر بیچارے تو چھینکیں مار مار کر آدھے ہو گئے ہونگے" مریم نے کہا تو مہرماہ کا قہقہہ چھوٹا۔ "آ۔۔چھی" جبکہ دوسری طرف قصرِ راجپوت میں ضرار کا واقعی چھینکیں مار مار کر بُرا حال ہوا تھا۔ "اللہ پوچھے اس آ۔۔چھی اس یاد کرنے والے کو" ضرار نے چاند کو دیکھتے کہا۔اس نے پچھلے دو گھنٹے سے وقفے وقفے سے چھینکیں آرہی تھیں۔ "لیکن کیا پتا میری ماہ یاد کررہی ہو مجھے" ضرار نے خود سے سوچا اور مسکرایا۔ "آ۔۔چھی اگر تم مجھے یاد کررہی ہوئی نا ماہ تو میں یونہی ساری رات چھینکیں مار سکتا ہوں" ضرار نے کہا اور خود ہی ہنس پڑا۔اسے اپنا کوئی ٹین ایجر جیسا لگ رہا تھا جسکی کرش نے اسے دیکھ کر سمائل کردی ہو۔ضرار اپنی سوچ پر پھر قہقہہ لگا گیا۔

"حور جلدی یہ فنش کرو پھر میں نے واپس جانا ہے بریک ٹائم ختم ہونے والا ہے" میشائم نے حوریہ کو سینڈوچ کھلاتے کہا۔اس وقت اس کے سکول میں بریک ٹائم تھا تبھی وہ روزانہ کی طرح اسے لنچ کروانے آئی تھی۔"اوتے ماما (اوکے ماما)" حوریہ نے کہا اور جلدی سے کھانے لگی۔اسکی نظر بار بار پارک کے مین ڈور کی طرف جارہی تھی ایسے جیسے وہ کسی کا انتظار کررہی ہو۔میشائم کا دھیان اسے کھانے کھلانے پر تھا تبھی وہ دیکھ نا سکی۔"چلو میرا بچہ اب میں جارہی ہوں۔اپنا خیال رکھنا ہے اور کسی سے بات نہیں کرنی" میشائم نے اسے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اسکی گال پر لب رکھ گئی۔میشائم اسکی حرکت پر مسکرائی اور اسکا ماتھا چومتے اسے گھاس پر بٹھا گئی۔"بائے ماما" اس نے کہا تو میشائم اسے بائے بولتے باہر نکلتے سکول واپس چلی گئی۔ابھی اسے گئے پانچ منٹ گزرے تھے جب ماہ دیر اسی رستے سے اندر داخل ہوا جہاں سے میشائم

گئی تھی۔وہ اندر آیا تو اسکی نظر حوریہ پر پڑی جو گھاس پر بیٹھی یقیناً اسکا انتظار کررہی تھی۔اسے یوں اپنا انتظار کرتے دیکھ اسے ٹوٹ کر اس ننھی سی جان پر پیار آیا۔وہ مسکرایا اور حوریہ کی طرف بڑھا۔اسے یہاں آتے آج چوتھا دن تھا۔وہ اب روز ہی ایک مخصوص ٹائم پر صرف حوریہ سے ملنے کی غرض سے پارک آتا تھا۔وہ کیوں آتا تھا اسے نہیں معلوم تھا پر حوریہ کے ساتھ اسے عجیب سی کشش محسوس ہوتی تھی۔اس کا دل کرتا تھا وہ ہر ٹائم اسکے پاس رہے۔اسے حوریہ اپنی اپنی لگنے لگی تھی۔ماہ دیر نے صرف حوریہ سے روز ملنے کی وجہ سے اپنی شفٹ کا ٹائم چینج کردیا تھا۔جہاں پہلے وہ صبح نو سے شام چھ تک ہاسپٹل جاتا تھا۔اب وہ دوپہر ایک سے نو تک جاتا تھا۔نا جانے کیوں حوریہ اسکی زندگی کا ایک اہم حصہ بنتی جارہی تھی۔اسکا دل کرنے لگا تھا کہ وہ حوریہ کو ہر وہ چیز دے جس پر وہ ہاتھ رکھے۔ہر خوشی اسکے قدموں میں ڈھیر کردے۔اسکی یشائم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ پہلے دن ہی

جان گیا تھا کہ میشائم کو اسکا حوریہ کے پاس جانا اچھا نہیں لگتا پر وہ اپنی محبت و شفقت کے ہاتھوں مجبور ہوتے حوریہ کے پاس آتا تھا۔ حوریہ کو ہنستے دیکھ کھلکھلاتے دیکھ اسکے دل کو سکون ملتا تھا اور ایسے کیوں ہورہا تھا۔یہ ہارٹ سپیشلسٹ ماہ دیر سکندر سمجھنے سے قاصر تھا۔ "لٹل ہائنس" اس نے اپنے خیالات کو جھٹکا اور حوریہ کو پکارا جو اسکی آواز سنتے ہی جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور بھاگ کر آتے اسکی ٹانگوں سے لپٹی۔ "شپل مین آپ تاں تے می تب شے اپ تابیت تلی اوں (سپر مین آپ کہاں تھے میں کب سے آپکا ویٹ کررہی ہوں)" حوریہ نے ہونٹ مڑورتے کہا تو اسے ٹوٹ کر اس پر پیار آیا۔ "میرا بچہ آئی آیم سو سوری۔پر آپکی ماما تھی نا یہاں تو اس لیے میں اندر نہیں آیا" ماہ دیر نے جھکتے اسے گود میں اٹھاتے اسکا ماتھا چوما تو وہ منہ بسورتے اسکی گردن کے گرد حصار باندھتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔یہ صاف ناراضگی کا اعلان تھا۔اسکی معصوم سی ناراضگی پر ماہ دیر مسکرایا۔ "اچھا سوری نا لٹل

ہائنس۔اب اپنے سپرمین سے ناراض ہوگی آپ" اس نےپیار سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔"می ناج نئی اوں (میں ناراض نہیں ہوں)" حوریہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔"پھر میرا بیٹا ایسے کیوں ہے" اس نےپیار سے اسکی ناک دباتے پوچھا اور گھاس پر بیٹھتے اسے اپنی گود میں بٹھا گیا۔"می نے اپ تو اتا مش تیا شپل مین (میں نے آپکو اتنا مس کیا شپرمین)" حوریہ نے اپنی ننھی ننھی بازو کھولتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی گال پر شفقت سے بھرپور بوسہ دیا۔"میری جان میں نے بھی اپنے بچے کو بہت مس کیا" اس نے کہا تو حوریہ اسکے سینے سے لگی جس پر وہ مسکراتے اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔یہ چھوٹی سی بچی اسکی زندگی بنتی جارہی تھی جسکے بغیر رہنا ماہ دیر جیسے مغرور انسان کیلئے مرنے جیسا تھا۔"لٹل ہائنس" اس نے نرمی سے حوریہ کے چاکلیٹ براؤن بال سہلاتے اسے پکارا۔ناجانے کیوں اسکے اور اپنے بالوں کا ایک جیسا رنگ دیکھ اسکے دل کو عجیب خوشی ملتی تھی۔"یش (یس)" حوریہ نے اپنی بڑی بڑی

ہیزل آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”میں اپنے بیٹے کیلیے کچھ لایا ہوں“ اس نے نرمی سے اسکی پیاری آنکھیں چومتے کہا تو اسکا چہرہ خوشی سے کھلا۔ ”تا (کیا)“ اس نے جلدی سے پوچھا۔ ”ایک منٹ“ ماہ دیر نے کہا اور اپنی پوکٹ سے ایک چھوٹا سا بریسلٹ نکالا۔ بریسلٹ انتہائی خوبصورت تھا۔ وہ عام سی مارکٹ سے خریدا گیا تھا لیکن بہت پیارا تھا۔ بریسلٹ کے بلکل وسط میں لٹل ہائنس لکھا تھا جو اس نے خود ایچ کرایا تھا۔ ”یہ دیکھیں لٹل ہائنس“ اس نے حوریہ کو بریسلٹ دکھایا تو اس نے واؤ کیا۔ ”جے میلے لیے اے (یہ میرے لیے ہے)“ حوریہ نے خوشی سے پوچھا۔ ”جی میرا بچہ آپکے لیے ہے پہنا دوں“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”کیوں لٹل ہائنس آپکو اچھا نہیں لگا“ ماہ دیر نے پوچھا۔ ”اتا لدا اے (اچھا لگا ہے)“ حوریہ نے مدھم آواز میں کہا۔ ”پھر کیا ہوا“ ماہ دیر نے اسکی گال سہلاتے پوچھا۔ ”ماما نے نو تیا اے تشی شے دفت نئی لیتے (ماما نے منع کیا ہے کسی سے گفٹ نہیں لیتے)“ حوریہ نے کہا

تو وہ مسکرایا۔ ”میرا بچہ میں تو آپکا سپرمین ہوں نا“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”تو مجھ سے تو لے سکتے ہو نا آپ گفٹ اور اگر آپکی ماما نے کچھ کہا تو میں ان سے بات کرلوں گا۔ اب پہنا دوں“ ماہ دیر نے پوچھا تو حوریہ نے مسکراتے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے بریسلٹ اسکی ننھی سی کلائی کی زینت بنایا۔ اس نے پہلے سوچا تھا کہ وہ اسے کوئی مہنگی چیز گفٹ کرے پر پھر یشائم کی وجہ سے اس نے یہ عام سا بریسلٹ خریدا تھا۔ ”تینیو شپل مین (تھینکیو سپرمین)“ حوریہ نے اسکے سینے سے لگتے کہا۔ ”یور موسٹ ویلکم میری جان“ اس نے حوریہ کا ماتھا چوما اور اسے سینے میں بھینچ گیا جو اب اسے ناجانے کون کون سی کہانیاں سنا رہی تھی۔ جبکہ ماہ دیر آنکھوں میں محبت سموئے اس ننھی سی جان کو دیکھ رہا تھا جس میں اسکی جان بسنے لگی تھی۔

"میں کیوں اسد بھائی کے بارے میں اتنا سوچنے لگی ہوں" عائشہ اس وقت لان میں بیٹھی خود سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ وہ ناشتہ کرنے کے بعد یہاں آگئی تھی۔ اس دن کچن میں ہوئی اسد کے ساتھ ہوئی مختصر باتوں نے اس پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ اس دن سے اس کے ذہن پر صرف اسد سوار تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی آخر وہ کیوں اسد کے بارے میں اتنا سوچ رہی تھی۔ اوپر سے سونے پر سہاگا وہ جب جب اسے سوچتی تھی اس کی دھڑکنیں منتشر ہوتی تھیں اور تو اور اگر وہ سامنے آجاتا تو نا جانے کیوں دل اسے دیکھ دیوانہ ہونے لگتا تھا۔ "عائشہ" وہ اپنے خیالوں میں گم تھی جب کوئی دھپ سے اسکے سامنے والی کرسی پر آتے بیٹھا اور اسے پکارا۔ اس آواز پر اس نے نظر اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں اسد بیٹھا تھا۔ وہ اس وقت بلیک پینٹ شرٹ پہنے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔ "اسد بھائی آپ کب آئے" اس نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ابھی آیا ہوں آنی کو لینے آج شاپنگ پر جانا ہے نا تو اماں سائیں اور آنی

کو لے جانے کی ذمہ داری میری ہے۔ شہریار بھائی نے بھابھی کو لے کر جانا ہے اور ضرار بھائی یونی میں بزی ہیں اور دراب انکل نے تو صاف صاف منع کردیا ہے کہ وہ شاپنگ پر نہیں جانے والے۔ تو اسد آن سروس" اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ویسے تم کس کے ساتھ جاؤ گی شاپنگ پر" اسد نے سرسری سا پوچھا۔ "ماما کے ساتھ ہی جاؤں گی یا ضرار بھائی کو کہہ دوں گی۔ اب دیکھیں کب تک دونوں میں سے کوئی ایک فری ہوتا ہے" عائشہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "تو ہمارے ساتھ ہی آجاؤ شاپنگ پر۔ تنزیل آنٹی سے پوچھ لو اگر انھوں نے جانا ہے تو وہ بھی آجائیں۔ ورنہ تم آجاؤ بس" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ارے ہاں یہ تو اچھا آئیڈیا ہے اسد بھائی" اس نے خوش ہوتے کہا۔ "ہاں اب جاؤ جلدی تنزیل آنٹی سے پوچھ لو پھر چلتے ہیں" اسد نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے جلدی سے اندر بھاگی۔ اسکی سپیڈ دیکھ اسد مسکرایا اور اندر لاؤنج کی طرف بڑھا جہاں فردوس بیگم اور شاہ جہاں بیگم بیٹھی تھیں۔ "اسد چلو میں تیار

ہوں" وہ ابھی اندر آیا ہی تھا کہ فردوس بیگم نے اسے دیکھتے کہا۔ "جی آنی بس چلتے ہیں عائشہ آجائے" اس نے کہا تو وہ دونوں مسکرائیں۔ "اچھا اماں سائیں مریم گڑیا کو آپ نے کال کردی تھی نا کہ آج تین بجے آنا ہے" اسد نے ان سے پوچھا۔مریم انکے ہاں کام کرتے ایک ہفتہ ہوگیا تھا اور اس ایک ہفتے میں وہ اپنی معصومیت اور نیک دلی کی وجہ سے اسد اور شاہ جہاں بیگم دونوں کے دل میں گھر کر گئی تھی۔اس ایک ہفتے میں اسکی ایک بھی بار شہریار سے ملاقات نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ سات بجے واپس آتا تھا جبکہ مریم چھ بجے چلی جاتی تھی۔اس نے آج تک اسے بس تصویروں میں دیکھا تھا۔ "ہاں میں نے کردیا تھا" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور تنزیل بیگم کے کمرے کی طرف دیکھا جہاں عائشہ موجود تھی۔ "یہ عائشہ کہاں رہ گئی ہے" شاہ جہاں بیگم نے پندرہ منٹ بعد پوچھا۔ "پتا نہیں میں دیکھتی ہوں" فردوس بیگم نے کہا اور تنزیل بیگم کے روم کی طرف بڑھیں لیکن اس سے پہلے وہ روم تک جاتی

روم کا دروازہ کھولتے عائشہ باہر آئی۔ "عائشہ کہاں رہ گئی تھی۔ ہم کب سے انتظار کر رہے تھے بیٹا۔ چلو اب" فردوس بیگم نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "بڑی ماما۔۔ میں کل ماما۔۔ کے ساتھ چلی جاؤں گی۔۔ آپ لوگ جائیں" عائشہ نے کہا اور اوپر کی جانب بڑھ گئی۔ اسکے انداز سے وہ تینوں ہی سمجھ گئے تھے کہ یقیناً اسے تنزیل بیگم نے ڈانٹا ہے۔ "آنی اماں سائیں آپ دونوں جا کر گاڑی میں بیٹھیں میں آتا ہوں" اسد نے کہا تو وہ دونوں ہاں میں سر ہلاتے باہر نکلیں جبکہ اسد نے انکے جاتے ہی اوپر کی طرف قدم بڑھائے۔ "کون" وہ تیز تیز چلتے عائشہ کے روم کے باہر پہنچا اور ہلکا سا دروازہ نوک کیا تو اندر سے اسکی بھرائی آواز سنائی دی جسے سنتے اسد کا دل تڑپ اٹھا تھا۔ "عائشہ میں ہوں دروازہ کھولو" اسد نے کہا تو دوسری طرف سے اب کی بار کوئی آواز نا آئی۔ "عائشہ پلیز دروازہ کھولو" اس نے نرمی سے منت کرتے کہا تو اگلے ہی لمحے لاک کھلنے کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا تھا۔ "جی اسد۔۔ بھائی" اس نے

نظریں جھکاتے پوچھا۔ اسد نے کوئی جواب نا دیا۔ اسکی نظر اس وقت صرف عائشہ کے چہرے پر جو آنسوؤں سے تر تھا۔ "عائشہ کیا ہوا ہے" اس نے نرمی سے پوچھا۔ "کچھ۔۔بھی نہیں" اس نے نفی میں سرہلایا اور اندر گئی۔ اسد نے گہری سانس بھری اور اسکے پیچھے روم میں جاتے اسے دیکھا جو بیڈ پر بیٹھی پانی پی رہی تھی۔ وہ چلتا اسکے پاس آیا اور عین اسکے سامنے زمین پر ایڑھیوں کے بل بیٹھا۔ اسکے یوں بیٹھنے پر عائشہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "عائشہ کیا ہوا ہے" اس نے پیار سے پوچھا تو اسکی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ "شش روتے نہیں ہے۔ شاباش بتاؤ کیا ہوا ہے" اس نے نرمی سے پوچھا۔ "وہ۔۔ماما نے۔۔ڈانٹا۔۔ہے" اس نے سوں سوں کرتے کہا جس پر اسد مدھم سا مسکرایا۔ "کیوں ڈانٹا انھوں نے" اس نے پوچھا تو اس نے اپنے سیاہ آنسوؤں سے لبریز نین کٹورے اٹھاتے اسے دیکھا۔ "وہ۔۔میں نے کہا۔۔تھا کہ۔۔آپ سب کے ساتھ۔۔جانا ہے۔۔تو ماما نے بولا۔۔نہیں

جانا" اس نے سوں سوں کرتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا یہاں دیکھو میری بات سنو۔ وہ تمھاری ماما ہیں اگر تمھیں ڈانٹ دیا تو اسکا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ ایسے رونے لگ جاؤ۔ تم تو بہادر ہو نا پھر رونا کیوں۔ آنٹی نے اگر ڈانٹ دیا تو کیا ہوگیا وہ ماں ہیں تمھاری اور مائیں تو بہت کچھ کہتی ہیں عائشہ۔ ماؤں کی بات کا بُرا نہیں مانتے۔ وہ ہمارے اچھے کیلئے ہی کہتی ہیں۔ اگر آج ہم اپنی ماؤں کی بات سنیں گے تو کل کو زمانے کی نہیں سننی پڑی گی۔ اور اگر آنٹی نے منع کیا ہے تو اسکی کوئی وجہ ہوگی نا۔ ہوسکتا ہے آنٹی کا دل کر رہا ہو کہ تم انکے ساتھ جاؤ شاپنگ پر اس لیے آنٹی نے منع کیا ہو یا پھر کوئی اور وجہ" اسد بول رہا تھا جبکہ وہ اپنا رونا بھولتے یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ "آپ کہہ تو ٹھیک رہے ہیں پر میں ایموشنل ہو رہی ہوں" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "پاگل لڑکی۔ یہ تم کہاں سے لاتی ہو ایسی معصوم باتیں" اس نے کھڑے ہوتے عائشہ کے سر پر ہلکا سا ہاتھ مارا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ "اچھا بس گھورو مت مجھے۔ شاباش اب رونا بند

کرو اور منہ دھو جا کر۔ میں بھی اب چلتا ہوں اماں سائیں اور آنی میرا انتظار کر رہی ہونگی۔ فی امان اللہ اور ہاں اب رونا مت اور کچھ کھا لینا۔ ناشتے سے ملی ساری انرجی تم نے رو کر ضائع کر دی ہے" اسد نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی۔ اسد اسے مسکراتے دیکھ پر سکون ہوا اور باہر نکل گیا۔

"ویسے مریم بیٹا" شاہ جہاں بیگم نے اسے پکارا جو اس وقت انکے پاؤں دبا رہی تھی۔ شاہ جہاں بیگم قریباً دو بجے کے قریب گھر واپس آئی تھی اور مریم پورے تین بجے انکے پاس موجود تھی۔ مریم کا کام زیادہ نا تھا۔ اس نے بس شہریار اور اسد کے آنے تک انکی کئیر کرنی تھی جس میں انکو ٹائم پر کھانا دینے سے لے کر انکی میڈیسن وغیرہ سب شامل تھا اور ان سے باتیں کرنا بھی تاکہ وہ بور نا ہو۔ انکے سارے کام پہلے ملازمہ بھی کرتی تھیں لیکن وہ شاہ جہاں بیگم سے باتیں نہیں کرتیں تھی جس وجہ سے شاہ جہاں بیگم کو اکیلے وحشت ہونے لگی

تبھی ان دونوں بھائیوں نے انکے لیے کئیر ٹیکر کا انتظام کیا تھا۔ ”جی اماں سائیں“ مریم نے انھیں دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ ”بچے تم تھکتی نہیں ہو پہلے یونی جاتی ہو پھر یہاں آکر میری اتنی خدمت کرتی ہو“ شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ مسکراتے نفی میں سر ہلا گئی۔ ”نہیں اماں سائیں تھکنا کیسا۔یونی میں تو بس بیٹھ کر ہی سارا دن گزر جاتا اور یہاں آکر بھی میں کونسا زیادہ کام کرتی ہوں۔آپکے پاس بیٹھی ہی رہتی ہوں اور کیا کرتی ہوں اور اگر آپ اس خدمت کی بات کر رہی ہیں تو آپ میری بڑی ہیں آپکی خدمت کرنے سے میں تھکتی نہیں ہوں بلکہ مجھے خوشی ملتی ہے“ مریم نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”جیتی رہو۔اللہ پاک تمھارے نصیب بہت اچھے کرے“ شاہ جہاں بیگم نے اسے دعا دی تو وہ مسکرائی۔ ”آمین۔اچھا اماں سائیں میں آپکے لیے کھانا لے کر آئی پھر آپ کو میڈیسن بھی کھانی ہے چھ بجنے والے ہیں دیکھیں“ مریم نے گھڑی دیکھتے کہا جہاں ساڑھے پانچ ہو رہے تھے اور بیڈ سے

کھڑی ہوئی۔ ”ٹھیک ہے بچے“ انھوں نے کہا تو اس نے اپنے سر پر اوڑھی بڑی سی شال سے چہرہ ڈھکا اور باہر نکلتے سیدھا کچن میں آئی۔ وہ شاہ جہاں بیگم کے کمرے میں نقاب اور عبایا اتار دیا کرتی تھی۔ ”سنیں اماں سائیں کیلئے کھانا نکال دیں“ اس نے وہاں کھڑی ملازمہ کو کہا۔ ”جی اچھا بس دو منٹ کھانا بس تیار ہونے والا ہے“ ملازمہ نے کہا تو وہ کاؤنٹر کے ساتھ رکھی چئیر پر بیٹھ گئی۔ ”اماں سائیں اپنے روم میں ہیں“ ابھی اسے بیٹھے پانچ منٹ گزرے تھے جب کچن میں کسی کی بھاری آواز گونجی جسے سنتے مریم کا دل دھڑکا۔ اس نے فوراً اپنی شال پر گرفت مضبوط کرتے اپنے چہرے کو ڈھانپا۔ دروازے کی طرف اسکی کمر تھی تبھی وہ آنے والے کے چہرے کو نا دیکھ سکی نا ہی آنے والے نے اسکا نقاب میں چھپا چہرہ دیکھا تھا۔ ”جی سر“ ملازمہ نے اسے دیکھتے کہا جو آج جلدی آگیا تھا۔ ورنہ وہ عموماً کورٹ سے فری ہونے کے بعد اپنے کیس ریڈ کرنے کی غرض سے اپنے فلیٹ چلا جایا کرتا تھا۔ ”اور اماں سائیں کی کئیر

ٹیکر وہ گئی ہے یا نہیں ابھی" شہریار نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "سر وہ چھ بجے جاتی ہے" ملازمہ نے ایک نظر مریم کو دیکھتے جواب دیا۔ "ٹھیک ہے۔میں روم میں جارہا ہوں۔اماں سائیں سے کہیں میرے آنے تک ان کی کئیر ٹیکر چلی جانی چاہیئے" شہریار کہتے ایک نظر مریم کے شال سے ڈھکے سراپے کو ایک نظر دیکھتے اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔اسکے جاتے ہی مریم نے مڑتے سیڑھیوں کی طرف دیکھا جہاں سے وہ اوپر جارہا تھا۔مریم نے اسکی پشت سے نگاہیں ہٹائی اور جلدی سے ملازمہ کو دیکھا جو ٹرے میں شاہ جہاں بیگم کیلئے کھانا رکھ چکی تھی۔ "مریم یہ لو" ملازمہ نے اسے کہا تو وہ فوراً ٹرے پکڑتے شاہ جہاں بیگم کے روم میں بھاگی۔ "کیا ہوا مریم" مریم کو ہانپتے ہوئے روم میں داخل ہوتے دیکھ شاہ جہاں بیگم نے فوراً پوچھا۔ "اماں سائیں وہ آپکے ویمپائر پوتے آگئے ہیں اور اتنے غصے میں لگ رہے تھے مجھے تو یقین ہے کسی ایک کا خون پیے بغیر انکا غصہ ہرگز ٹھنڈا نہیں ہونے والا" مریم نے بیڈ پر انکے پاس بیٹھتے کہا تو وہ ہنس

پڑی۔ اسد نے مریم کو شہریار کے نام سے ڈرایا ہی اتنا تھا کہ وہ بیچاری واقعی اس سے ڈرنے لگی تھی۔ ”وہ غصے میں نہیں ہوگا۔ اسکا لہجہ ہی ایسا ہے کہ لگتا ہے غصے میں ہے“ شاہ جہاں بیگم نے بتایا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”اچھا اماں سائیں آپ اب کھانا کھائیں جلدی سے“ مریم نے ٹرے انکے سامنے رکھتے کہا اور خود عبایا پہننے لگی۔ ”تم جارہی ہو“ شاہ جہاں بیگم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”جی اماں سائیں دیکھیں چھ بجنے والے ہیں اور آپکے ویمپائر پوتے نے کہا ہے کہ میں انکے آنے سے پہلے یہاں سے غائب ہوجاؤں“ مریم نے کہا تو وہ قہقہہ لگا گئیں۔ ”تمھاری اس سے بات ہوئی ہے“ شاہ جہاں بیگم نے اس سے پوچھا جو اب نقاب کر رہی تھی۔ ”نہیں میری بات نہیں ہوئی وہ ملازمہ کو کہہ رہے تھے“ اس نے بتایا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔ ”چلو ٹھیک ہے خیر سے جاؤ“ شاہ جہاں بیگم نے کھانا کھاتے کہا۔ ”اماں سائیں میں ابھی یہیں ہوں اور آپ کو میڈیسن کھلائے بغیر ایک انچ بھی یہاں سے نہیں ہلنے والی“ مریم نے

کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ ”او ہو میں کیسے بھول گئی کہ یہاں دوائی کھلانے کے معاملے میں بوس تو تم ہو“ شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ اس ایک ہفتے میں شاہ جہاں بیگم مریم کو بلکل اپنے بچوں کی طرح ٹریٹ کرنے لگی تھی جس پر مریم تو خاصی خوش تھی۔ آخر کو اس نے یہ محبت کہاں کبھی محسوس کی تھی۔ ”جی ہاں چلیں اب میڈیسن کھائیں تاکہ میں جاؤں ورنہ آپکے ویمپائر پوتے آگئے نا تو یقیناً مجھے کچا چبا جائیں گے اور ڈکار بھی نہیں لیں گے“ مریم نے انھیں میڈیسن دیتے کہا تو وہ ہنس پڑیں اور جلدی سے میڈیسن کھائی۔ ”اب ٹھیک ہے“ شاہ جہاں بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”اچھا اماں سائیں اب میں جارہی ہوں“ مریم نے انکے گلے لگتے کہا۔ ”ٹھیک ہے بچے دھیان سے جانا“ انھوں نے اسکا ماتھا چوما تو وہ ہاں میں سرہلاتے اپنی آنکھیں ڈھانپتے باہر نکل گئی۔ شہریار جو اوپر سے آرہا تھا اس نے اب کی بار بھی صرف اسکی پشت کو ہی دیکھا تھا۔

"سو سٹوڈنٹس آپ سب کو ٹاپک کلئیر ہیں" ضرار نے مارکر بند کرتے ان سب کو دیکھا جو کافی انہماک سے لیکچر سن رہے تھے۔ "یس پروفیسر" اسکے پوچھنے پر سب یک زبان بولے تھے۔ "ویری گڈ تو میں آپکا ایک اورل ٹیسٹ لینے والا کیا آپ سب ریڈی ہیں" ضرار نے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ اسکی بات سنتے کچھ سٹوڈنٹس پرسکون تھے جبکہ کچھ کی ہوائیاں اڑیں۔ "جی پروفیسر" سب نے یک زبان کہا۔ "اوکے آپ کھڑے ہو کر بتائیں

"How does language shape thoughts?"

ضرار نے ایک لڑکے کی طرف اشارہ کرتے کہا جس نے اس سوال کا بلکل ٹھیک جواب دیا۔ "ویری گڈ اب آپ بھی مجھے اسی سوال کا جواب دیں پر اپنے ورڈز میں" ضرار نے اب کی بار ایک لڑکی کی طرف اشارہ کرتے کہا تو اسے سمجھ نا آئی وہ کیا بولے۔ "سوری سر مجھے اس میں تھوڑے ڈاؤٹس ہیں"

اس لڑکی نے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ ”میں نے ابھی کچھ دیر پہلے یہ کلئیر کیا تھا اور ابھی دوسرے سٹوڈنٹ نے بھی اسی سوال کا جواب دیا ہے۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ کو کیوں ڈاؤٹ ہے اس میں“ ضرار نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔ اسکے یوں بولنے پر سائرہ کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا۔ ”سوری سر“ وہ لڑکی بس اتنا ہی بولی جس پر ضرار نے بامشکل ضبط کیا۔ اسکا ایٹیٹیوڈ اسے سخت زہر لگا تھا۔ ”مس مریم آپ بتائیں مجھے اس سوال کا جواب اپنی ورڈنگ میں“ ضرار نے کہا تو مریم ہاں میں سر ہلاتے بولنا شروع کیا جسے سنتے ضرار خاصا امپریس ہوا۔ ”ویری گڈ بیٹھیں“ ضرار نے کہا اور اپنی نظر مہرماہ کی طرف کی جو کسی گہری سوچ میں کھوئی تھی۔ ”مس مہرماہ“ اس نے اب کی بار اسے پکارا تو وہ فوراً اسے دیکھنے لگی۔ ”جی۔۔پروفیسر“ اس نے کھڑے ہوتے پوچھا۔ ”مجھے بتائیں

"What is the difference between phonetics and phonology?"

ضرار نے پوچھا تو مہرماہ ایک پل کو خاموش ہوئی۔یہ کل والا ٹاپک تھا اور کل اس نے لیکچر اتنے غور سے سنا نہیں تھا کیونکہ اسکا دھیان پروین بیگم کی طرف تھا جنھوں نے پانچ دن سے اسکا صبح کا ناشتہ اور رات کا کھانا بند کیا تھا۔اسے صرف دوپہر میں کھانے کی اجازت تھی وجہ اس نے ثانیہ کی شرٹ ٹائم پر پریس نہیں کی تھی۔ "پروفیس۔۔سر۔۔وہ۔۔آئی۔۔آیم۔۔۔سوری۔۔مجھے۔۔یہ نہیں آتا" مہرماہ نے لرزتے کہا تو ضرار کا دل کیا اسکے پاس جاتے اسے سینے میں بھینچ لے جو یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہوجاتی تھی۔"اٹس اوکے سٹ ڈاؤن پر اگلی بار خیال رکھیں ایسا نا ہو" ضرار نے نرمی سے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے بیٹھ گئی۔جبکہ ضرار کا مہرماہ کے ساتھ ایسا نرم رویہ سائرہ کو زہر لگا تھا۔"یہ سر اس مہرماہ بی بی سے زیادہ ہی نرمی سے بات نہیں کرتے" سائرہ نے

اپنی دوست سے کہا۔ ”ہاں نا اور دیکھو اسے دیکھتے کیسے ہیں۔ تم مانو یا نا مانو ان دونوں کا پکا کوئی سین چل رہا ہے“ اسکی دوست نے کہا۔ ”ارے مان لو جانتی ہو تقریباً چھ سات دن پہلے نا میں اپنی خالہ کے گھر گئی تھی انکا گھر مہرماہ کے گھر کے بلکل ساتھ ہے تو میں اور میری کزن چھت پر تھے جب میں نے ان دونوں کو دیکھا تھا یہ سر کی باہوں میں موجود تھی۔ دونوں اتنے قریب کھڑے تھے ایک دوسرے کے۔ میں نے تم دونوں کو بتانا تھا لیکن یاد نہیں رہا انکی“ تیسری دوست نے بولا تو سائرہ نے داد دینے والے انداز میں ایک نظر مہرماہ کو دیکھا جو نظریں جھکائے بیٹھی تھی اور ایک نظر ضرار کو دیکھا جو چور نظروں سے مہرماہ کو دیکھ رہا تھا۔ ”سر نے میری بے عزتی کی ہے نا تو اب اس بے عزتی کا بدلہ سر کی چہیتی کو چکانا پڑے گا“ سائرہ نے مہرماہ کو دیکھتے کہا اور شیطانی انداز میں مسکرائی۔ جبکہ ضرار اس سب سے بے خبر کلاس سے ٹیسٹ لے رہا تھا۔ ”اوکے کلاس ویری گڈ۔ آپ سب نے ہی جواب دیا اور جنھوں نے

نہیں دیا وہ نیکسٹ ٹائم اپنا دھیان کلاس کی طرف رکھے" ضرار نے کہا اور ڈائس سے اپنا موبائل اٹھاتے باہر نکل گیا۔ "چلو مہر اب فری لیکچر ہے گراؤنڈ میں چلتے ہیں" مریم نے اسے دیکھتے کہا۔ "ہاں چلو" مہرماہ نے کھڑے ہوتے کہا اور اس کے ساتھ باہر کی جانب بڑھی۔ ابھی وہ باہر جاتی کہ سائرہ اور اسکی دوستوں نے اسکا رستہ روکا۔ ان دونوں نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھتے انھیں دیکھا۔ کیسی ہو مہرماہ" سائرہ نے اس سے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں (پر تم اب ٹھیک نہیں رہو گی)" اس نے کہا اور اسے دیکھتے باہر نکل گئی۔ "یہ کیا تھا" مریم نے اسے دیکھا۔ "پتا نہیں" مہرماہ نے بھی نا سمجھی سے کہا۔ "یہ اتنی میٹھی کیوں بن رہی تھی" مریم نے اچنبھے سے پوچھا۔ "مجھے بھی نہیں سمجھ آئی" مہرماہ نے کہا تو مریم سوچ میں پڑی۔ نا جانے کیوں اسے سائرہ کا مہرماہ کو دیکھنا اور بات کرنے کا لہجہ دونوں ہی عجیب لگا تھا۔ "دفع کرو اسے اور مہر تم اس سے دور رہنا"

مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”ویسے کیوں دور رہوں تم جیلس ہورہی ہو“ مہرماہ نے شرارت سے کہا۔ ”ہاں ہورہی ہوں میرے علاوہ کوئی میری دوست کے آس پاس بھی بھٹکا نا تو یہ پٹھانی اسکی جان نکال دے گی“ مریم نے کہا تو مہرماہ مسکرائی اور اسکے گلے لگی۔ ”ہائے میں مرجاواں اتنا پیار کرتی ہو مجھ سے“ مہرماہ نے پوچھا تو مریم نے اسکی کمر پر ہلکا سا تھپڑ مارا۔ ”بدتمیز ایسے نا بولا کرو۔ مذاق میں بھی یہ مرنے کی بات نا کیا کرو مہر۔ میرا تمھارے علاوہ کوئی نہیں ہے“ مریم نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ ”اوکے میری جان سوری“ مہرماہ نے کہا تو اب کی بار مریم نے ایک اور تھپڑ مارا۔ ”کتنی بار بولوں سوری نا بولا کرو“ مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ اسکے ہنسنے پر مریم مسکرائی اور دل میں اسکی مسکراہٹ کی نظر اتاری۔ مریم مہرماہ کو تکلیف میں ہرگز نہیں دیکھ سکتی تھی اور نا ہی مہرماہ مریم کو۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے سکھ دکھ کی ساتھی بن

چکی تھیں۔ ان دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر گزارا ہرگز نا تھا۔ انکی دوستی دن با دن گہری ہوتی جارہی تھی۔

"لٹل ہائنس یہ کھاؤ شاباش۔ منہ کھولو" ماہ دیر نے اسے کہا جو اپنے ہاتھوں میں پہنے گجروں کو دیکھ رہی تھی جو ماہ دیر نے ابھی تھوڑی دیر پہلے خود اسکے لیے اپنے ہاتھوں سے بنائے تھے۔ وہ اسے گجرے پہنانے کے بعد اب اس کے لیے چاکلیٹ پیسٹری اور ساتھ سینڈوچ لایا تھا۔ سینڈوچ وہ حوریہ کو کھلا چکا تھا جو اس نے بس آدھا کھایا تھا۔ اور اب وہ اسے چاکلیٹ پیسٹری کھلا رہا تھا۔ وہ اب روزانہ ہی اسے کوئی چھوٹا موٹا گفٹ دینے کے ساتھ کچھ کھلا دیتا تھا۔ اس دن بریسلٹ دینے کے بعد اسے لگا تھا کہ شاید میشائم اس سے جھگڑا کرے گی۔ پر اگلے دن جب وہ آیا تو میشائم وہاں نہیں تھی اور بریسلٹ بھی حوریہ کی کلائی میں تھا جسے دیکھ وہ خوش ہوا اور اب تب سے وہ روزانہ ہی اسکے لیے کچھ

نا کچھ لے کر آتا تھا۔ ”شپل مین جے تتے پالے ایں (سپر مین یہ کتنے پیارے ہیں)“ حوریہ نے اپنے ہاتھوں کو ہلاتے معصومیت سے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”نہیں میری جان میری لٹل ہائنس سے زیادہ پیارا کچھ بھی نہیں۔یہ پھول بھی نہیں میری لٹل ہائنس سب سے پیاری ہے“ ماہ دیر نے اسکو ایک اور سپون کھلاتے کہا تو وہ کھلکھلائی۔ ”شپل مین ادام دولے بی لیں دیں مدے سیند لینی اے (سپر مین آج ہم جھولے بھی لیں گے مجھے سوینگ لینی ہے)“ حوریہ نے دور کونے میں لگے جھولوں کی طرف اشارہ کیا جہاں لوگ اپنے بچوں کو جھولے دے رہے تھے۔ ”ٹھیک ہے میرا بچہ۔ لیکن پہلے جلدی سے اسے فنش کریں پھر جوس پیئے گے پھر جھولا“ ماہ دیر نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے کھانے لگی۔ ”شپل مین بش (سپر مین بس)“ حوریہ نے آدھی پیسٹری کھانے کے بعد کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے پیسٹری بھی سینڈوچ کی طرح بوکس میں رکھی۔ ”اچھا حوریہ اب یہ جوس پیئں جلدی سے“ اس نے

جوس کے بوکس میں سٹرا لگایا اور اسکے ہونٹوں کے پاس کیا تو وہ اسکے ہاتھ سے ہی جوس پینے لگی۔اس دوران وہ لگاتار اپنے ہاتھوں میں موجود چھوٹے چھوٹے گجروں کو ہلا رہی جسے دیکھ ماہ دیر مسکرا رہا تھا۔"شپل مین اب دولا (سپرمین اب جھولا)" جوس فنش کرتے ہی حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے کھلونے بیگ میں ڈالتے بیگ اپنے کندھے پر ڈالا اور جھکتے اسے گود میں اٹھا گیا۔"شپل مین اپ مدے دولا دو دے نا (سپرمین آپ مجھے جھولا دو گے نا)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔"جی سپرمین کی جان میں آپکو جھولا دوں گا اور کچھ" اس نے نرمی سے کہتے اسکی ناک چومی۔"چلیں حور اب یہاں بیٹھیں۔اور میری بات سنیں ہلنا نہیں ہے بلاوجہ اور ہاتھ بلکل نہیں چھوڑنا اور اس سپورٹ کو بھی نہی چھیڑنا ٹھیک ہے" ماہ دیر نے اسے سوینگ میں بٹھاتے کہا تو اس نے اچھے بچوں کی طرح ہاں میں سر ہلایا۔اسکے ماننے پر وہ اس کے پیچھے کی طرف آیا اور نرمی سے اسے جھولا دینے لگا جس پر حوریہ

کھلکھلاتے اسے پھر سے جھولا دینے کا کہتی۔ ”حوریہ اب بس کرتے ہیں میرا بچہ۔ اتنا ٹائم ہوگیا ہے اب آپکی ماما بھی آنے والی ہونگی“ ماہ دیر نے قریباً آدھے گھنٹے بعد اسے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس ہر ماہ دیر نے اسکے پاس آتے نرمی سے اسے گود میں اٹھاتے اسکا ماتھا چوما۔ ”بابا مجھے نیند آرہی ہے“ ماہ دیر اسے سینے سے لگائے جارہا تھا جب حوریہ نے ایک بچی کو دیکھا جو ایک آدمی کو بابا کہہ رہی تھی اور اسے بابا کہتے سن حوریہ کے ننھے سے ذہن نے پھر "بابا" لفظ کا مطلب جاننا چاہا تھا۔ ”شپل مین (سپر مین)“ حوریہ نے جلدی سے اسے پکارا۔ ”جی میرا بچہ“ اس نے گھاس پر بیٹھتے اسے اپنی گود میں بٹھایا۔ ”شپل مین بابا تا اوتا اے (سپر مین بابا کیا ہوتا ہے)“ حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے معصومیت سے پوچھا۔ اسکا سوال سنتے ماہ دیر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ”حوریہ آپکو نہیں پتا بابا کیا ہوتا ہے“ اس نے حوریہ سے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”کیوں آپکے بابا کہاں ہیں“ اس نے نا سمجھی سے

پوچھا۔ ”میلے پاش بابا نئی ایں۔ اب بائیں نا بوتا اوتا اے (میرے پاس بابا نہیں ہیں۔ اب بتائیں نا وہ کیا ہوتا ہے)“ حوریہ نے پوچھا تو وہ خاموش ہوا۔ وہ اس خود اس لفظ کا مطلب نہیں جانتا تھا۔ ”بابا کوئی چیز نہیں ہوتی۔ بابا ایک انسان ہوتے ہیں جو آپ سے پیار کرتے ہیں۔ آپکو ساری چیزیں لے کر دیتے ہیں۔ آپکی فکر کرتے ہیں اور آپکی ساری باتیں مانتے ہیں“ ماہ دیر نے اکی عقل کے مطابق جواب دیا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”پھل آپ میلے بابا ایں شپل مین؟ (پھر آپ میرے بابا ہیں سپر مین؟)“ حوریہ نے اسے دیکھتے معصومیت سے پوچھا تو ماہ دیر کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔ ”کیا کہا آپ۔۔۔نے لٹل ہائنس“ اس نے اسے اپنی گود میں کھڑا کرتے پوچھا۔ ”آپ میلے بابا اونا۔ اپ حولیہ شے پال تتے ایں (آپ میرے بابا ہونا۔ آپ حوریہ سے پیار کرتے ہیں)“ حوریہ نے کہا تو ماہ دیر کی آنکھیں نا جانے کیوں نم ہوئیں جبکہ ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”حوریہ“ ابھی وہ کوئی جواب دیتا کہ

میشائم کی غصے سے بھرپور آواز ان دونوں کو سنائی دی۔ ان دونوں نے بیک وقت مڑتے پیچھے دیکھا جہاں میشائم کھڑی غصے سے ان دونوں کو گھور رہی تھی۔ بچوں کے پیپر چل رہے تھے تبھی اب وہ جلدی فری ہوجاتی تھی لیکن ماہ دیر اس بات سے انجان تھا۔ ”مس“ ماہ دیر نے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی وہ ہاتھ اٹھاتے اسے بات کرنے سے روک چکی تھی۔ ”ماما“ وہ آگے بڑھی اور حوریہ کو ماہ دیر کی گود سے پکڑا جس پر حوریہ نے خوشی سے اسے پکارا۔

”چپ حوریہ آواز نا آئے تمھاری مجھے“ میشائم نے غصے سے حوریہ کو کہا تو وہ سہمی۔ ”ماما“ اس نے دوبارہ پکارا پر میشائم نے اسے غصے سے گھورا جس پر حوریہ کی ہیزل آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آئے۔ ”مس پلیز حوریہ کو نا ڈانٹیں“ حوریہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ماہ دیر تڑپ کر بولا تھا۔ ”بکواس بند رکھیں میری بیٹی ہے میں جیسا مرضی سلوک کروں۔ آپ کون ہوتے ہیں مجھے کہنے والے“ میشائم فل غصے سے بولی تھی۔ ”دیکھیں میں جانتا ہوں وہ آپکی بیٹی

ہے۔پر پلیز وہ بچی ایسے نا ڈانٹیں اسے" ماہ دیر نے حوریہ کو دیکھتے کہا جو ہونٹ مڑورتے رو رہی تھی۔اسکا دل پھٹ رہا تھا حوریہ کو روتے دیکھ۔"شپل مین (سپرمین)" حوریہ نے ہچکی بھرتے اسے پکارا اور اپنی بازو واء کیے جس پر ماہ دیر نے آگے بڑھتے اسے پکڑنا چاہا پر یشائم اسے دور کرچکی تھی۔"میری بیٹی کو ہاتھ مت لگائیں۔آپکو کیا لگتا ہے میں کچھ نہیں جانتی۔آپ روز میری بیٹی سے ملتے ہیں۔اسے نئے نئے تحائف دیتے ہیں۔اسے کھانا کھلاتے ہیں۔مجھے سب پتا ہے۔میں خاموش تھی صرف اس لیے کیونکہ میری بیٹی آپ کے ساتھ خوش تھی پر آپ اتنے گھٹیا ہیں ایک بچی کو غلط بات سکھا رہے ہیں" یشائم نے غصے سے کہا۔"میں نے حوریہ کو یہ نہیں سکھایا اس نے بس پوچھا تھا بابا کیا ہوتا ہے میں اسکو وہی بتا رہا تھا اور اسے لگا کہ میں اسکا بابا ہوں" ماہ دیر نے اپنی صفائی پیش کی۔"شٹ اپ۔خبردار! خبردار آئیندہ میری بیٹی کے آس پاس بھی نظر آئے تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔سمجھے آپ" یشائم نے غصے سے کہا تو ماہ دیر

نے حوریہ کو دیکھا جو نم آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ”ٹھیک ہے آپ اسکی ماں ہیں آپ بہتر سمجھتی ہیں۔پر پلیز کیا آپ ایک وعدہ کر سکتی ہیں“ ماہ دیر نے منت بھرے انداز میں کہا تو میشائم نے اسے دیکھا پر بولی کچھ نا۔ ”آپ پلیز حوریہ کو کچھ مت کہیے گا۔پلیز جتنا ڈانٹنا ہے۔غصہ کرنا ہے آپ مجھ پر کرلیں پر پلیز حوریہ کو سخت نگاہ سے بھی مت دیکھیے گا۔پلیز دیکھیں وہ پہلے ہی بہت رو رہی ہے“ ماہ دیر نے منت کرتے کہا۔وہ مغرور ہارٹ سپیشلسٹ ڈاکٹر ماہ دیر سکندر جو دل کو جذباتوں سے بھرا ایک سٹور روم سمجھتا تھا۔آج اپنے دل میں حوریہ کیلئے موجود پیار کے ہاتھوں مجبور ہوتے سامنے کھڑی اپنے سے نو سال چھوٹی لڑکی کی منت کررہا تھا۔اسکی بات سنتے میشائم نے حوریہ کو دیکھا جو رو رہی تھی۔آئیندہ میری بیٹی سے دور رہنا“ اس نے گہری سانس بھری اور اسے وارن کرتے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔یہ جانے بغیر کہ دو نفرت سے بھری آنکھوں نے دور تک اسکا اور حوریہ کا پیچھا کیا تھا۔جبکہ اسکے جاتے

ہی ماہ دیر کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ اس نے خالی خالی نگاہوں سے گیٹ کی طرف دیکھا جہاں سے میشائم ابھی اسکے جینے کی وجہ کو لے کر گئی تھی۔ ماہ دیر کہہ تو چکا تھا کہ اب وہ حوریہ سے نہیں ملے گا پر اس کو لگ رہا تھا جیسے ابھی اسکا دل بند ہو جائے گا۔ آج ماہ دیر سکندر نے زندگی میں تیسری بار اپنے دل کو سینے میں بے آواز پھٹتے محسوس کیا تھا۔ آج سے وہ اپنی لٹل ہائنس سے نہیں مل پائے گا یہ سوچ ہی ماہ دیر کی سانس روک رہی تھی۔ پارک میں آتا جاتا ہر بڑا چھوٹا اس انتیس سالہ خوبرو مرد کو دیکھ رہا تھا جو ایک دو سالہ بچی سے دور ہونے کی سوچ میں ہی اپنی حالت بگاڑ چکا تھا۔

میشائم پارک سے نکلتی سیدھا گھر آئی تھی۔ اس نے گھر کے اندر داخل ہوتے حوریہ کو چارپائی پر بٹھایا اور دروازہ بند کرتے خود ایک طرف رکھی چئیر پر بیٹھتے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ گئی۔ حوریہ کا یوں کسی غیر مرد کو بابا بولنا اسکے کردار کو

داغ دار کر سکتا تھا۔ آگے ہی لوگ اسے جینے نہیں دیتے تھے اور اب یہ سب۔ میشائم کا دل کر رہا تھا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے پر اپنی بیٹی کو وہ پہلے ہی ڈانٹتے رلا چکی تھی اب وہ مزید اسے رلانا یا پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔ "ماما" حوریہ نے اسے پکارا اور چارپائی سے نیچے اترتے اسکی طرف بڑھی لیکن اس سے کچھ فاصلے پر رک گئی۔ اسکی ماما پریشان تھیں بھلا حوریہ کیسے سکون سے بیٹھ سکتی تھی لیکن اسے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میشائم اسے پھر نا ڈانٹ دے۔ آج زندگی میں پہلی بار میشائم نے اسے ڈانٹا تھا تبھی حوریہ ڈر رہی تھی۔ اسکی پکار پر میشائم نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو اس سے کچھ قدموں کے فاصلے پر کھڑی پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکی ہیزل آنکھیں رونے کے سبب سرخ ہونے کے ساتھ ہلکی ہلکی سوجھ گئیں تھیں جبکہ چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے اور اس کے چہرے پر ڈر کا تاثر تھا جسے دیکھ میشائم کا دل کٹا تھا۔ "حور ماما کی جان آئی آیم سو سوری" میشائم فوراً اپنی جگہ

سے اٹھی اور اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے اسے سینے سے لگاتے اسکے چہرے کو دیوانہ وار چومنے لگی۔ اپنی بیٹی کے چہرے کو دیکھ اسکی اپنی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے تھے۔ "ماما تا اوا (ماما کیا ہوا)" اسکے یوں پیار کرنے پر حوریہ ریلکس ہوئی تھی تبھی اس نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "کچھ نہیں ہوا ماما کی جان" میشائم نے اسے سینے میں بھینچتے کیا۔ "پھل اپ لو تیوں لئی ایں (پھر آپ رو کیوں رہی ہیں)" حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے اسکا ماتھا چوما۔ "ماما نے اپنی بیٹی کو ڈانٹا نا اس لیے ماما رو رہی ہیں۔ ماما اچھی نہیں ہیں نا ماما نے اپنی گڑیا کو ڈانٹ دیا۔ اور حوریہ ماما سے ناراض بھی ہوگی نا آئی آیم سو سوری بچہ" میشائم نے کہا تو حوریہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "نو ماما میلی ماما شب شے اتی ایں ایشا نا بوئیں اول حولیہ ماما شے ناج بی نئی اے (نو میری سب سے اچھی ہیں ایسا نا بولیں اور حوریہ ماما سے ناراض بھی نہیں ہے)" حوریہ نے اپنی ننھی ننھی ہتھیلیوں سے اسکے آنسو صاف کرتے کہا تو میشائم

مسکرائی۔ "میری جان آئی ایم سوری" یشائم نے اس کی ہتھیلیاں چومتے کہا تو وہ کھلکھلائی جس پر یشائم نے مسکراتے اسے سینے سے لگایا اور عین اسی پل دروازہ بجا تھا۔ "ماما توئی ایا اے (ماما کوئی آیا ہے)" حوریہ نے یشائم کو دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے کھڑی ہوئی اور اسے بھی اپنی گود میں اٹھا گئی۔ "کون" اس نے دروازے کے قریب جاتے آواز لگائی لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نا آیا۔ "کون ہے" یشائم نے دوبارہ پوچھا۔ "دروازہ کھولو یشائم" دروازے کے دوسری طرف سے بھاری مردانہ آواز آئی جسے سنتے یشائم کی روح ایک پل کو لرزی۔یہ آواز! یہ وہ آواز تھی جسے یشائم کبھی دوبارہ نہیں سننا چاہتی تھی۔ "دروازہ کھولو یشائم ورنہ میں توڑ دوں گا" بھاری کھڑا مرد پھر بولا تو اس نے گہری سانس بھرتے دروازہ کھولا تھا تو سامنے ارباز خان اپنی سات سالہ بیٹی کو سینے سے لگائے کھڑا تھا۔یشائم اسے دیکھ خوفزدہ ہوئی تھی پر جلد ہی اپنے خوف پر قابو پا گئی تھی۔ "کیسی ہو یشائم" ارباز خان نے سرتاپیر اسے

حوس سے دیکھتے پوچھا جو بلیک سمپل شلوار قمیض پہنے ہوئے تھی۔وہ وقت کے ساتھ مزید خوبصورت ہوگئی تھی۔اس نے میشائم سے نظریں ہٹاتے اسکی باہوں میں موجود حوریہ کو دیکھا جو ماتھے پر بل ڈالے اسے دیکھ رہی تھی۔جبکہ دوسری طرف میشائم جو اسے سپاٹ نگاہوں سے گھور رہی تھی اسے حوریہ کی طرف تکتے دیکھ فوراً حوریہ کا چہرہ اپنی گردن میں چھپا گئی۔"تم یہاں کیا کر رہے ہو" میشائم نے مضبوط لہجے میں پوچھا۔"اپنی بیوی سوری اپنی سابقہ بیوی سے ملنے آیا ہوں۔اندر نہیں بلاؤ گی اپنے ارباز کو" ارباز خان نے خباثت سے کہا اور اندر آنا چاہا لیکن میشائم دو قدم آگے بڑھتے اسکا رستہ روک چکی تھی۔"خبردار! اندر مت آنا ورنہ میں تمھیں جان سے مار دوں گی ارباز خان" اس نے غصے سے کہا تو وہ آئی برو اچکا گیا۔"کافی ہمت اور نکھرے آگئے ہیں تمھیں" ارباز خان نے اسے ہاتھ لگانا چاہا پر وہ اسکا ہاتھ جھٹک چکی تھی۔"نانا ارباز خان مجھے ہاتھ لگانے کی غلطی، غلطی سے بھی مت کرنا ورنہ تمھارا ہاتھ جڑ

سے اکھاڑ کر تمھارے دوسرے ہاتھ میں تھمانے سے پہلے ایک سیکنڈ کیلئے بھی نہیں سوچوں گی" میشائم نے کہا تو ارباز خان حیران ہوا۔ کہاں وہ میشائم جو اسکی ایک سخت نظر پر مرنے والی ہو جاتی تھی اور کہاں یہ میشائم تھی جو اس کا ہاتھ جڑ سے اکھاڑنے کی باتیں کر رہی تھی۔ اور میشائم کا یہ نڈر انداز ارباز خان کی انا پر وار کر رہا تھا۔ "بڑی زبان چل رہی ہے تمھاری" ارباز خان نے نے اسے گھورتے کہا۔ "ہاں چل رہی ہے میری زبان اور بہت اچھے سے چل رہی ہے اب تم بھی اپنے قدموں کو زحمت دو اور چلتے بنو یہاں سے" میشائم نے کہا تو ارباز خان کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا۔ "چلا جاتا ہوں لیکن اس سے پہلے اپنی اس ان چاہی اولاد سے تو مل لوں۔ جس منحوس نے پیدا ہوتے ہی میری لاڈلی بیٹی کو چلنے پھرنے کی صلاحیت سے محروم کر دیا۔ ایسا اس عذاب نے دنیا میں قدم رکھا میری معصوم بیٹی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور اب وہ کبھی چل نہیں سکتی" ارباز خان نے زہر خند نظروں سے حوریہ کو گھورتے بلند آواز میں کہا۔ "اپنی

آواز اور نگاہیں دونوں جھکا کر رکھو ارباز خان۔ میری بیٹی کے بارے میں فضول باتیں مت کرو ورنہ تمھاری زبان کاٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گی اور تمھاری یہ آنکھیں جن سے تم میری بیٹی کو گھور رہے ہو انھیں نکال کر اپنے پاؤں تلے کچل دوں گی۔ اور میری بیٹی کی وجہ سے کچھ نہیں ہوا تمھاری بیٹی کو۔ یہ تمھارے گناہوں کی سزا ہے جو تمھیں اس صورت مل رہی ہے۔ میری بیٹی کو قصوروار مت ٹھہرانا اب ورنہ میشائم خان تمھارا وہ حال کرے گی کہ تمھاری آنے والی سات تو کیا سات سو نسلیں بھی میشائم خان کا نام سنتے کانپ اٹھیں گی" میشائم نے وران کرنے والے انداز میں کہتے دروازا اسکے منہ پر بند کیا جس پر ارباز خان کا غصے سے بُرا حال ہوا۔ "تمھیں اور تمھاری بیٹی کو میں چھوڑوں گا نہیں میشائم" ارباز خان کہتے اس لکڑی کے دروازے کو ٹھوکر مارتے چلا گیا۔ اسکی اور زرتاج کی بیٹی مینا دو سال پہلے حوریہ کی پیدائش کے دن ایک ایکسڈنٹ میں اپنے چلنے پھرنے کی صلاحیت سے محروم ہوچکی تھی اور

ارباز کی ماں نے اس بات کا ذمہ دار حوریہ اور میشائم کو دیا تھا کیونکہ انکی نظر میں یہ دونوں منحوس تھیں اور تب سے ارباز ان دونوں سے نفرت کرنے لگا تھا۔ وہ دو دن پہلے مینا کی فرمائش پر سوات تفریح کرنے آیا تھا اور آج مینا کو ہوٹل سے کچھ فاصلے پر موجود پارک میں لایا تھا جہاں اسے میشائم ایک لڑکے سے لڑتی نظر آئی۔ تبھی وہ اسکا پیچھا کرتے اسکے پیچھے آیا تھا۔ "ماما جے تون تے دندے انتل (ماما یہ کون تھے گندے انکل)" دوسری طرف دروازہ بند ہوتے ہی حوریہ نے میشائم سے پوچھا۔ "بیٹا یہ گندے انکل تھے جو ہمیں تنگ کرنے آئے تھے لیکن ماما نے انھیں بھگا دیا" میشائم نے کہا تو حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگایا جس پر وہ مسکرائی۔ لیکن اسکا دل اب اس فکر میں مبتلا تھا کہ کہیں ارباز خان اپنی نفرت میں کچھ غلط ہی نا کر دے۔

"ضرار" شہریار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے ہلایا جو نا جانے کن سوچوں میں گم تھا۔ "ہاں" اسکے پکارنے پر ضرار جو شرٹ لیس بالکونی میں کھڑا تھا اسکے یوں ہلانے پر ہوش میں آتے اسے دیکھنے لگا۔ "کہاں گم ہے مجھے دس منٹ ہوگئے ہیں یہاں تیرے پاس کھڑے لیکن تجھے احساس ہی نہیں ہے۔ کہاں کھویا ہے" شہریار نے چئیر پر بیٹھتے کہا۔ "کہیں نہیں" ضرار نے کہا اور چاند کو دیکھنے لگا۔ "اپنی ماہی کو ڈھونڈ رہا ہے اس چاند میں" شہریار نے کہا تو ضرار مسکرایا۔ "ڈھونڈ نہیں رہا۔ دیکھ رہا ہوں کہ میری ماہ کے سامنے اس چاند کی چاندنی بھی مدھم پڑ جاتی ہے" ضرار نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ "بھئی لوگ گوڈے گوڈے محبت میں ڈوبتے ہیں آپ جناب تو مکمل عشق کے نشے میں چُور ہوئے ہیں" شہریار نے کہا تو وہ ہنسا اور اسکے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھا۔ "اچھا بتا اس وقت یہاں کیا کر رہا ہے" ضرار نے اس سے پوچھا جو آج دس بجے یہاں آن ٹپکا تھا۔ "بس ایسے ہی نیا کو شاپنگ کروا کر گھر چھوڑا ہے ابھی اور

پھر سوچا تجھ سے ملتا چلوں" شہریار نے کہا تو ضرار خاموش ہوا جبکہ اس نے جبڑے سختی سے بھینچے تھے۔شہریار کی شادی کو صرف پندرہ دن رہ گئے تھے تبھی ہر کام تیزی سے کیا جارہا تھا۔شاپنگ سب کی تقریباً ہوچکی تھی۔اب بس مہمانوں کو کارڈز وغیرہ بھجنے تھے اور وہ ذمہ داری دراب صاحب کی تھی۔"اچھا" ضرار نے یک لفظی جواب دیا۔"کیا ہوا تیرا موڈ کیوں ایک دم سے آف ہوگیا" اسکے لہجے میں سردپن محسوس کرتے شہریار فوراً بولا تھا۔"کچھ نہیں" ضرار نے موبائل کی سکرین پر نظریں گاڑھتے کہا۔اس نے اب تک ثانیہ والی بات اسے نہیں بتائی۔"ضرار کیا ہوا ہے بول۔ناراض ہے مجھ سے" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"اگر میں تجھے کوئی بات بتاؤں تو کیا تو اس پر یقین کرے گا" ضرار نے اپنی دونوں کہنیاں گھٹنوں پر ٹکاتے دونوں ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھتے سنجیدگی سے کہا۔"ہاں بتا کیا ہوا" اسکی ضرورت سے زیادہ سنجیدگی کو محسوس کرتے شہریار بھی سنجیدہ ہوا۔"اس دن جب ہم

تیرا رشتہ لے کر گئے تھے۔وہاں میں نے کچھ دیکھا" ضرار نے کہا تو اس نے آئی برو سکیڑتے اسے دیکھا۔"کیا دیکھا تو نے" شہریار نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔"ماہ کو کوئی بے دردی سے مار رہا تھا۔تجھے یاد ہے انکل بتا رہے تھے کہ ماہ کچن میں گری ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ماہ گری نہیں تھی گرائی گئی تھی جانتا ہے اسے کس نے گرایا" ضرار نے کہا تو شہریار نے حیرت سے اسے دیکھا۔"کیا کہہ رہا ہے تو مہر ماہ کو اسکے گھر میں کسی نے مارا۔کس نے" شہریار کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔"تیری ہونے والی بیوی ثانیہ نے" ضرار نے کہا تو شہریار نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔"تو پاگل ہے کیا۔جانتا بھی ہے کیا بکواس کر رہا ہے میری ہونے والی بیوی کے بارے میں" شہریار نے غصے سے کہا۔"میں جانتا تھا تو یقین نہیں کرے گا پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے" ضرار نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں سچائی تھی۔"پر ثانیہ ایسا کیوں کرے گی مہر ماہ اسکی بہن ہے" شہریار نے مدھم آواز

میں کہا۔ اگر اسے کوئی اور یہ بات کہتا تو وہ کبھی نا مانتا لیکن وہ ضرار کی بات کو ہرگز نہیں جھٹلا سکتا تھا۔ ”بہن نہیں۔ سوتیلی بہن“ ضرار نے بڑے اطمینان سے شہریار کے سر پر بم پھوڑا تھا۔ ”کیا بکواس کر رہا ہے ثانیہ مہر ماہ کی سوتیلی بہن ہے“ شہریار تقریباً چلایا تھا۔ ”ہاں ماہ کے بابا نے آج سے دس سال پہلے ثانیہ کی ماں سے شادی کی تھی“ ضرار نے کہا تو شہریار حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ ”تو مہر ماہ کی ماما کون ہے اور تجھے یہ کیسے پتا“ شہریار نے جلدی سے پوچھا۔ ”مجھے ایسے پتا ہے کیوں کہ اس دن سے میں ماہ کے بارے میں کوئی انفارمیشن اکٹھی کر رہا ہوں۔ اور ماہ کی ماما کا کوئی پتا نہیں۔ میں نے بہت پتہ کروایا یہاں تک کہ بذاتِ خود بھی پتہ کیا پر اسکی ماما کا نہیں پتا۔ وہ کون ہیں کہاں ہیں کچھ بھی نہیں پر ہاں ایک بات پتہ چلی ہے کہ ماہ کا ایک بڑا بھائی ہے جو آج سے دس سال پہلے نا جانے کہاں چلا گیا“ ضرار نے کہا تو شہریار نے اس مسینے کو دیکھا جو انکے گھر کا سارا کالا چٹا کھنگال چکا تھا۔ ”تبھی میں کہوں یہ آجکل تیرا

زیادہ وقت کمرے میں کیوں گزر رہا ہے" شہریار نے کہا تو وہ ہنسا۔ "اپنی ماہی کے بارے میں پرسکون طریقے سے جاننا تھا سب کچھ تو وقت درکار تھا" ضرار نے کہا تو اب کی بار شہریار ہنسا۔ "اچھا ایک بات بتا کیا میں ثانیہ سے پوچھوں اس بارے میں" شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں کوئی ضرورت نہیں پوچھنے کی۔ تو اس سے پوچھے گا وہ پھر میری ماہ کو کچھ کہہ دے گی اور اگر اب اس نے میری ماہی کو کچھ کہا تو یقین کر میں تیرا لحاظ بھی نہیں کروں گا۔ اس دن بھی اگر میں چپ کر گیا تھا تو وجہ یہ تھی کہ وہ تیری ہونے والی بیوی ہے ورنہ یہ بات تجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ میں کیا کرتا" ضرار نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔

"اسد بھائی یہ والا دیکھیں۔ یہ کیسا ہے" عائشہ نے ایک پیچ کلر کا فراک اسے دکھاتے کہا۔ "یہ اچھا نہیں ہے" اسد نے ایک بار پھر اسکا پسند کیا گیا ڈریس

ریجکٹ کیا تھا۔یہ کوئی پچیسویں بار ہو چکا تھا عائشہ ڈریس پسند کرتی اور اسد ریجکٹ کرتا۔اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے اور وہ دونوں آج عائشہ کی شاپنگ کرنے آئے۔اس نے اس دن ہوئے واقعے کے بعد تنزیل بیگم سے کہا تھا پر انھیں اپنی دوستوں کے ساتھ دبئی جانا تھا تبھی وہ اسے نا لے کر گئیں جس پر عائشہ نے ضرار کو کہا تھا۔ضرار بھی چونکہ فری نا تھا تو اس نے اسد کو کہا تھا کہ عائشہ کو شاپنگ کروا دے۔اب عائشہ ڈریس سیلکٹ کرنے میں اسکی رائے مانگ رہی تھی پر اسے کوئی پسند ہی نہیں آرہا تھا۔مہندی کیلئے وہ لہنگا اور ولیمے کیلئے میکسی وہ لے چکی تھی جو کہ اسد نے ہی پسند کیے تھے۔اب صرف برات کا ڈریس رہ گیا تھا جو کہ اسد کو اب تک سمجھ نہیں آیا تھا۔"افف اسد بھائی میں بیٹھنے لگی ہوں اب آپ خود ہی دیکھ لیں پھر جونسا پسند آئے خرید لیجیے گا۔میں تھک گئی ہوں اور آپکے نکھرے ختم نہیں ہو رہے" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا۔"اچھا اچھا عائشہ حوصلہ یار غصہ تو نا کرو۔میں نے کیا کہا ہے" اسد

نے کہا تو اس نے اسے زبردست گھوری سے نوازا جس پر وہ شرافت سے رخ پلٹتے اسکے لیے ڈریس دیکھنے لگا۔اب اس بوتیک کا منظر کچھ یوں تھا کہ عائشہ چئیر پر بیٹھی تھی جبکہ اسد بڑے پرسکون انداز میں اسکے لیے ڈریس سلیکٹ کر رہا تھا۔"یہ دیکھو عائشہ۔یہ تم پر بہت سوٹ کرے گا" قریبا بیس منٹ بعد اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا جو ہاتھ میں ایک لائٹ پرپل کلر کی شارٹ شرٹ اور پلازو پکڑے کھڑا یوں مسکرا رہا تھا گویا اس نے کوئی بڑی جنگ فتح کر لی ہو۔عائشہ تو مبہوت ہوئی ڈریس کو دیکھ رہی تھی جو کہ واقعی بے حد پیارا تھا۔"واہ اسد بھائی آپکی چوائس بہت کمال کی ہے" عائشہ نے ڈریس کو دیکھتے کہا۔اتنا خوبصورت ڈریس دیکھ وہ اسے سراہے بغیر نا رہ سکی۔"بے شک میری چوائس بہت کمال کی ہے" اسد نے عائشہ کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے کہا۔"کوئی شک نہیں۔اچھا چلیں اب جلدی سے ڈریس پیک کروائیں پھر مجھے کھلا دیں بہت بھوک لگ رہی ہے" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا۔"جو حکم

چلیں" اس نے سر خم کرتے سینے پر ہاتھ رکھا اور ہلکا سا جھکا تو وہ ہنس پڑی۔
"اچھا اب بس کریں چلیں پلیز بہت بھوک لگ رہی ہے ناشتہ بھی نہیں کیا
میں نے" اس نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اسد جانتا
تھا ابھی وہ اس کے کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کا حقدار نہیں ہے تبھی وہ اس
سے چند قدم پیچھے چلتا تھا۔ وہ اسکے آگے نہیں جاتا تھا کیونکہ وہ اپنے عشق کو
ہمیشہ خود سے آگے دیکھنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف عائشہ نے یہ بات شدت
سے محسوس کی تھی۔ وہ جب بھی اسکے ساتھ چلتا تھا تو وہ چند قدم پیچھے چلتا
تھا۔ وہ دونوں چلتے کیش کاؤنٹر پر آئے اور جلدی سے ڈریس کی پیمنٹ کرتے باہر
نکلے۔ "اب بتاؤ میڈم کیا کھانا ہے" اس نے پوچھا۔ "کچھ بھی کھلا دیں بہت
بھوک لگ رہی ہے" اس نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گیا۔ "اچھا پھر
آجاؤ فوڈ کورٹ چلتے ہیں" اسد نے کہا تو وہ اسکے آگے آگے چلنے لگی۔ "اسد بھائی
وہ بھابھی ہیں نا" وہ لوگ چند منٹ بعد فوڈ کوٹ میں داخل ہوئے تھے جب

عائشہ کی نظر ثانیہ پر پڑی جس پر اس نے فوراً اسد کی توجہ اس جانب مبذول کرائی۔ اسکی بات سنتے اسد نے سامنے دیکھا جہاں ثانیہ ایک آدمی کے ہاتھوں میں ہاتھ دیے بڑی ادا سے باتیں کررہی تھی۔ "ہاں یہ وہی ہے پر یہ یہاں کیا کررہی ہے اور یہ آدمی کون ہے جس کے ساتھ یہ اتنی بے تکلفی سے باتیں کررہی ہے" اسد نے کھولتے لہجے میں کہا۔ "پتا نہیں" عائشہ نے کہا تو اسد نے غور سے ان دونوں کو دیکھا جہاں وہ آدمی کچھ کہہ رہا تھا جبکہ ثانیہ شرمانے میں مصروف تھی۔ اور آدمی اس کے شرمانے پر کبھی ہاتھ سے گال چھوتا تو کبھی بال اور کبھی گردن۔ اور حد تو تب ہوئی جب اس آدمی نے خاصی بے تکلفی سے ثانیہ کے ہاتھ پر لب رکھے۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ جاکر اس بے حیا لڑکی کا منہ توڑ دے لیکن عائشہ کی ساتھ موجودگی کی وجہ سے وہ خاموش رہا۔

"عائشہ چلو یہاں سے" اسد نے سنجیدگی سے کہا۔ "پر اسد بھائی" اس نے کچھ کہنا چاہا پر وہ اسکی بات کاٹ گیا۔ "عائشہ چلو۔ میں نے کہا ہے نا" اس نے

ہنوز سنجیدہ لہجے میں کہا۔اسکا سنجیدہ لہجہ محسوس کرتے عائشہ نے اب بار کچھ نا بولا اور اسکے ساتھ چلنے لگی۔اسد عائشہ کے ساتھ باہر آیا اور گاڑی میں سوار ہوتے مال سے نکلتا چلا گیا۔دوسری طرف ثانیہ ان دونوں کی آمد سے بے خبر اپنے سامنے بیٹھے پینتیس سالہ شخص سے باتیں کررہی تھی۔ "ویسے ثانیہ تمھارے حُسن کا واقعی جواب نہیں" اس آدمی نے اسکو دیکھتے کہا جو اس وقت وائٹ بٹن اپ شرٹ اور ساتھ بلیک جینز پہنے چہرے کو میک اپ سے بھرے ہوئے بیٹھی تھی۔وہ اس کمپنی کا اونر تھا جہاں اس نے ماڈلنگ کیلئے اپلائے کیا تھا۔ "تھینکیو بابر صاحب۔ویسے یہ آپکی نظر کا کمال بھی ہے جو میری خوبصورتی کو چار چاند لگا رہی ہے" ثانیہ نے ایک ادا سے کہا تو وہ ہنسا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔

"مہر آج انکل لیٹ نہیں ہوگئے" مریم نے اسے دیکھتے کہا جو بار بار گھڑی دیکھ رہی ہے۔ "ہاں میں بھی وہی سوچ رہی ہوں ورنہ عموماً بابا اس ٹائم تک آجاتے ہیں" مہرماہ نے پریشان ہوتے کہا۔ "اچھا چلو پریشان نا ہو۔ انکل کو کال کرلو" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے موبائل نکالا اور خلیل صاحب کو کال ملائی جو کہ دو بیلز کے بعد اٹھائی گئی۔ "اسلام علیکم بابا۔ کہاں ہیں آپ۔ یونی کا آف ہوگیا ہے۔ میں کب سے ویٹ کررہی ہوں آپکا۔ آپ کہاں ہیں" مہرماہ نے کال اٹھاتے ساتھ ہی بولنا شروع کیا۔ "میرے شوہر نے تمھارا ٹھیکا نہیں اٹھا رکھا لڑکی۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ باہر گئے ہیں۔ اب فون مت کرنا" دوسری طرف سے پروین بیگم نے کہتے کال بند کی جس پر مہرماہ نے فون کو کان سے ہٹاتے دیکھا۔ "کیا ہوا مہر" مریم نے اسکے چہرے پر اذیت دیکھ پوچھا۔ "بابا بزی ہیں۔ وہ ثانیہ آپی کو باہر لے کر گئے ہیں" مہرماہ نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ "کیا انکل ثانیہ آپی کو باہر لے کر گئے ہیں تو تمھیں لینے کون آئے گا"

مریم نے حیرت سے پوچھا۔کوئی بھی آئے گا۔"خود ہی جاؤں گی بس میں دھکے کھاتے۔بابا تو بزی ہیں نا انکی۔۔۔بیٹی کی شادی ہے تو ان کے۔۔ساتھ ٹائم۔۔سپینڈ کررہے ہیں" مہرماہ کی آواز لرزی جبکہ آنکھوں میں آنسو جمع ہوتے رخساروں پر بہے۔"مہر تم چپ کرو اور اپنی آپی کو کال کرو۔اور ان سے کہو کہ وہ تمھاری بات انکل سے کروائیں" مریم نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"کیوں نہیں" مریم نے اچنبھے سے پوچھا۔"وہ میری کال۔۔۔نہیں اٹھائیں۔۔۔گی اور۔۔۔اگر اٹھا بھی لی۔۔تو بابا سے بات نہیں۔۔۔کروائیں گی" مہرماہ نے روتے ہوئے کہا۔"اچھا ایک بار ٹرائے تو کرو میرے کہنے پر پلیز" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور ثانیہ کا نمبر ملایا جو آج پہلی بار ایک ہی بیل پر اٹھا لیا گیا تھا۔"ہیلو۔۔آپی" اس نے نم آواز میں اسے پکارا۔"ہاں مہرماہ بولو" دوسری طرف سے بے بسی کا مذاق اڑاتی آواز آئی جس پر اس نے ہونٹ بھینچے۔"آپی بابا۔۔۔کہاں ہیں۔۔میری بات کروا۔۔دیں" اس

نے لرزتی آواز میں کہا۔ "پاپا میرے لیے آئس کریم لینے گئے ہیں۔ وہ کیا ہے نا میرا کچھ سامان رہ گیا تھا تو میں مال آئی تھی اور اب شاپنگ پوری ہوئی تو پاپا کو کال کی کہ مجھے پک کر لیں تو پاپا مجھے لینے آگئے۔ تم تو جانتی ہو نا پاپا مجھ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ اب دوبارہ پلیز کال کر کے ہمیں ڈسٹرب نا کرنا ہم نے آئس کریم کھانے کے بعد میری فیورٹ بریانی بھی لینے جانا ہے" ثانیہ نے کہا اور کال کاٹ دی۔ اسکی بات سنتے مہرماہ کی آنکھوں سے آنسو مزید روانی سے بہنے لگے۔ "کیا ہوا مہر" مریم نے اسکو گلے لگاتے پوچھا۔ "بابا۔۔۔ آپی کے۔۔۔ ساتھ آئس کریم کھانے گئے ہیں تو آپی نے۔۔ کہا ہے میں انھیں۔۔۔ ڈسٹرب نا کروں" مہرماہ نے کہا تو مریم نے شدت سے اسے سینے میں بھینچا جو اب سسکتے رو رہی تھی۔ وہاں اکا دکا سٹوڈنٹس اور ٹیچرز تھے دوسرا وہ دونوں قدرے کونے میں تھیں تبھی کسی کا انکی طرف دھیان نا گیا۔ "ثانیہ بیٹا یہ لو آئس کریم اب مہرو کو بھی لینے جانا ہے۔ وہ انتظار کر رہی ہوگی" دوسری

طرف ثانیہ کے کال کاٹنے کے چند منٹ بعد خلیل صاحب اسے کیلئے آئس کریم پکڑتے گاڑی میں آتے بیٹھے۔ "پر بابا میری بریانی" اس نے جلدی سے کہا۔ "بیٹا وہ میں آپکو بعد میں لا دوں گا۔ ابھی مہرو اکیلی ہوگی اور ہم ویسے ہی اتنا دور آگئے ہیں اب اگر بریانی لینے گئے تو مزید ٹائم لگ جائے گا اوپر سے میں اپنا فون بھی لانا بھول گیا ورنہ مہرو کو کال کردیتا۔ بچے ایک کام کرو تم کر دو مہرو کو" کال خلیل صاحب نے پریشانی سے کہا۔ "پاپا میرا فون آف ہے" ثانیہ نے جھوٹ کہا تو وہ اور پریشان ہوئے اور جلدی سے گاڑی یونیورسٹی کی طرف موڑی جہاں پہنچنے میں اب انھیں ڈیڑھ گھنٹہ لگنا تھا۔ کیونکہ ثانیہ جس مال میں آئی تھی وہ یونی سے کافی دور تھا اور اب واپس جاتے انھیں وقت لگنا تھا۔ انھیں اپنی بیٹی کی فکر کھائے جارہی تھی۔

"بابا۔۔کو میری۔۔فکر۔۔نہیں۔۔ہے میں۔۔آپ۔۔سے بات
نہیں۔۔کروں گی بابا" مہرماہ اس وقت سڑک پر چلتے بس سٹیشن کی طرف
جارہی تھی جو یونی سے قریباً دس منٹ کے فاصلے پر تھا۔اسکی آنکھوں سے
اب آنسو نہی بہہ رہے تھے پر اسکی آواز ابھی تک لرز رہی تھی۔"آہہ" وہ یونہی
چلتی جارہی تھی جب ایک بلیک کلر کی مرسیڈیز اچانک اسکے سامنے آتے رکی
جس پر وہ ہلکا سا چلائی۔اس نے ڈرتے نظریں اٹھاتے سامنے گاڑی کو دیکھا
جسکا دروازہ کھلا تھا اور اگلے ہی پل ضرار راجپوت اپنی تمام تر وجاہت سمیت
گاڑی سے اترا تھا۔"مس مہرماہ" اس نے گاڑی سے اترتے اسے پکارا۔"جی
پر۔۔۔وفیسر" اس نے اسے دیکھا۔"آپ یہاں اکیلی کیا کررہی ہیں انکل نہیں
آئے کیا" اس نے نرمی سے پوچھا۔"نہیں بابا۔۔بابا آپی۔۔کے ساتھ
گئے۔۔ہیں تو۔۔نہیں آئے" مہرماہ کو پھر ساری بات یاد آئی جس پر اسکی
آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو جنھیں اس نے پلکیں جھپکتے اندر اتارا۔"مس

مہرماہ آپ رو کیوں رہی ہیں" ضرار نے ایک قدم اسکے قریب ہوتے پوچھا۔
"نہی۔۔نہیں تو۔۔پروفیسر" اس نے ہچکی بھرتے کہا تو اسے ٹوٹ کر سامنے کھڑے اس نازک جان پر پیار آیا۔ "آپ جھوٹ نہیں بول سکتی تو کوشش بھی نا کیا کریں مہرماہ" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ "میں۔۔جھوٹ نہیں بول۔۔رہی۔۔پروفیسر" اس نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا ٹھیک ہے مان لیا جناب۔اب بتائیں یہاں اکیلی کیا کر رہی ہیں" آپ اس نے نرمی سے پوچھا جبکہ اسکے یوں جناب کہنے پر مہرماہ کا دل دھڑکا
تھا۔ "وہ۔۔سر۔۔۔بس۔۔ سٹیشن جا رہی۔۔ہوں" مہرماہ نے کہا تو ضرار کی رگیں تنی تھیں۔ مطلب وہ پھر بس میں دھکے کھائے گی۔ "مت جائیں" اس نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "کیو۔۔ں پر۔۔وفیسر" اس نے پوچھا تو وہ ایک لمحے کو سوچ میں پڑا۔ "وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے بس ڈرائیورز نے دھرنا شروع کر دیا ہے تو بس بند ہے اور آٹو یا کیب بھی یہاں سے ملے گی نہیں" ضرار نے کہا

تو وہ پریشان ہوئی۔ ”مم۔۔میں۔۔کک۔۔کیا کروں۔۔اب۔۔میں گھر کیسے۔۔جاؤں گی“ اچانک ہی مہرماہ نے شدت سے رونا شروع کیا۔وہ تو پہلی ہی بھری پڑی تھی اور اب تو اسے جیسے بہانہ مل گیا تبھی جگہ کا لحاظ کیے بغیر رونے لگی۔ ”ماہ چپ کرو ہے پلیز شش روتے نہیں ہے ماہی“ ضرار اس کے یوں رونے پر بوکھلایا پر وہ ہنوز رو رہی تھی۔اس نے تو صرف اسے روکنے کو بہانا بنایا تھا اسے کیا پتا تھا کہ اسکی ماہ یوں رونے لگے گی۔ ”ماہ پلیز پلیز چپ کرو ماہ پلیز بچے چپ کرو پلیز۔کچھ نہیں ہوا ماہ میری بات تو سنو بچے پلیز نا“ ضرار کے تو اپنے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے اسے روتے دیکھ۔ ”ماہ چپ کرو پلیز۔بچے دیکھو لوگ آتے جاتے عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں پلیز ماہی“ ضرار نے ارد گرد لوگوں کو دیکھا جو اسے یوں دیکھ رہے تھے گویا وہ لڑکی چھیڑ رہا ہو۔اسکی بات سنتے مہرماہ نے ارد گرد دیکھا جہاں واقعی لوگ کھڑے انھیں ہی دیکھ رہے تھے۔انکو یوں خود کو تکتے دیکھ وہ شرمندہ ہوئی اور ضرار کو دیکھا جو

اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ”سو۔۔ری“ اس نے نظریں جھکاتے کہا۔ ”اٹس اوکے اب آئیں گاڑی میں بیٹھیں میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں“ ضرار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”نہیں۔۔پروفیسر میں۔۔چلی جاؤں گی“ مہرماہ نے منع کرنا چاہا۔ ”مہرماہ گاڑی میں بیٹھیں بچے۔اب میں انکار نا سنوں“ ضرار نے نرمی سے کہا تو اب کی بار وہ ہاں میں سرہلا گئی۔اسکے لہجے میں کچھ ایسا تھا جسے محسوس کرتے وہ انکار نا کر سکی۔اسے ماننے پر ضرار مسکرایا اور اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا تو مہرماہ جھجکتے گاڑی میں بیٹھی۔اسکے بیٹھتے ہی ضرار نے دروازبند کرنا چاہا لیکن اسکی شال کا پلو تھوڑا سا باہر تھا۔ضرار جھکا اور نرمی سے اسکی شال کا پلو اٹھاتے اسکی گود میں رکھ گیا۔اسکی حرکت پر مہرماہ کا دل شدت سے دھڑکا کیوں یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ضرار اسکی حالت سے بے خبر اپنی دھڑکنیں سنبھالنے کی کوشش کررہا تھا۔اس نے ایک نظر مہرماہ کی من موہنی صورت کو دیکھا اور گاڑی کا دروازہ بند کرتے دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ

سیٹ سنبھال گیا۔ ”مہرماہ اپنا بیگ اور بکس مجھے دیں“ ضرار نے اسکی گود میں پڑی چیزوں کی طرف اشارہ کرتے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ ”دو بچے“ اس نے نرمی سے کہا تو مہرماہ نے اسے اپنا سامان پکڑایا جسے وہ بیک سیٹ پر رکھ گیا۔ ”مہرماہ اپنی سیٹ بیلٹ پہنیں چیزیں“ رکھتے ہی اس نے اپنی سیٹ بیلٹ پہنی اور مہرماہ کو دیکھا جو اپنی سیٹ بیلٹ شاید پہننا بھول گئی تھی تبھی وہ فوراً بولا۔ ”وہ پرو۔۔فیسر۔۔سیٹ۔۔بیلٹ۔۔سٹک ہوئی۔۔ہے“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے بھنویں سکیڑتے سیٹ بیلٹ کو دیکھا اور اسے سمجھ آگیا تھا کیا مسئلہ ہے۔ سیٹ بیلٹ سٹک نہیں ہوئی تھی اصل میں اسکی ماہ کافی کمزور ہے جس سے سیٹ بیلٹ نہیں کھینچی جارہی تھی۔ ”میں پہنا دوں“ اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد نرمی سے کہا۔ ”آپ؟“ مہرماہ نے آنکھیں خطرناک حد تک پھیلاتے پوچھا۔ ”جی میں پہنا دوں کیونکہ یوں تو میں گاڑی نہیں چلانے والا“ ضرار نے سینے پر بازو باندھتے کہا تو مہرماہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور چہرہ

جھکاتے ہاں میں سرہلا گئی۔اسکی اجازت پر ضرار ہلکا سا اسکی طرف جھکا جس پر ان دونوں کے چہرے خطرناک حد تک قریب ہوئے۔ضرار کو مہرماہ کی نرم گرم سانسیں اپنی گال پر پڑتی محسوس ہورہی تھیں جس سے لمحہ بہ لمحہ اسکی دھڑکنیں بڑھتی جارہی تھی۔اس نے جلدی سے سیٹ بیلٹ سٹریچ کرتے اسے پہنائی اور فوراً سیدھا ہوا ورنہ یقیناً اسکا دل آج یوں زور زور سے دھڑکتے مہرماہ کے قدموں میں بیٹھنے کو بے تاب تھا۔جبکہ دوسری طرف مہرماہ نے سختی سے سیٹ کو مٹھی میں بھینچتے اپنی آنکھیں بند کیں۔ضرار کی اتنی نزدیکی سے اسکے رخسار سرخ ہوئے تھے جسے دیکھ ضرار نے بامشکل اسکے چہرے سے نظر ہٹاتے گاڑی سٹارٹ کرتے اسکے گھر کی طرف بڑھائی تھی۔

"پروفیسر" مہرماہ نے اسے پکارا جو گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔"جی" ضرار نے فوراً اسے دیکھا جو انگلیاں چٹخاتے اسے دیکھ رہی تھی۔"افف ماہ کیوں مجھ سے

کوئی گستاخی کروانا چاہتی ہو" ضرار نے فوراً اس پر سے نظریں پھیریں اور زیرِ لب بڑبڑایا۔ "وہ۔۔۔میں آپ۔۔۔سے کچھ۔۔پوچھوں" مہرماہ نے اسے دیکھتے معصومیت سے پوچھا تو ضرار کے گھنی مونچھوں تلے موجود عنابی لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ "ہاں پوچھو" ضرار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "وہ۔۔آپ۔۔مجھے۔۔ماہ کیوں کہتے۔۔۔ہیں اور۔۔ماہی بھی کہا تھا۔۔آپ نے مجھے" مہرماہ نے پوچھا تو وہ نامحسوس انداز میں مسکرایا۔ مطلب اسکی ماہ یہ بات نوٹس کر چکی تھی۔ "بس ایسے ہی۔کیوں اچھا نہیں لگا آپکو" ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "مطلب اچھا لگتا ہے" اسکو نفی میں سرہلاتے ضرار نے شرارت سے کہا تو اس نے پھر نفی میں سرہلایا جس پر وہ ہنسا۔ اسکے یوں ہنسنے پر مہرماہ مبہوت ہوئی تھی لیکن اگلے ہی پل ہوش میں آئی۔ "نہیں۔۔پروفیسر وہ۔۔آپ مجھے۔۔کیوں بلاتے ہیں ایسے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے اپنے بے قابو دل کو قابو کرنا چاہا جو آج

سارے راز مہرماہ کو بتانے کی ضد پکڑے بیٹھا۔ ”بس ایسے ہی کہتا ہوں۔ کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔ یہ آپ اپنا نیک نیم سمجھ لیں جو میں نے آپکو دیے ہیں جیسے آپکے بابا اور فرینڈز نے دیے ہیں۔ اب دیکھیں آپکے بابا آپکو مہرو کہتے ہیں اور آپکی فرینڈ مہر کہتی ہے تو بس اسی طرح میں بھی آپکو ماہ اور ماہی کہتا ہوں کوئی خاص وجہ نہیں ہے“ ضرار نے پرسکون انداز میں جواب دیا تو مہرماہ نے ناک سکیڑتے اسے دیکھا۔ ”لیکن۔۔ وہ تو۔۔ مجھ سے پیار کرتے۔ ہیں اور میرے۔۔ اپنے ہیں۔۔ تو انکا سمجھ آتا۔۔ ہے پر۔۔ آپ کا نہیں“ مہرماہ نے جلدی سے کہا۔ ”تو میں تو تم سے پیا۔۔۔۔ آہم میرا مطلب کہ آپ اور میں رشتے دار بننے والے ہیں تو اتنا تو چلتا ہے“ ضرار نے بامشکل اپنی زبان کو اظہارِ محبت کرنے سے روکا تھا۔ اس کی بات سنتے مہرماہ نے ہاں میں سرہلایا اور باہر دیکھنے لگی۔ ”مہرماہ میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟“ ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”جی پروفیسر“ اس نے اسے دیکھا جو اسے دیکھ رہا تھا۔ ”اس دن

آپکو آپکی بہن نے مارا تھا اور دھکا بھی دیا تھا پھر آپ نے اپنے بابا سے جھوٹ کیوں بولا" ضرار کا سوال سنتے مہرماہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔کیا اس دن وہ سب دیکھ چکا تھا۔"میں نے اس دن وہ پورا منظر دیکھا تھا ماہ" ضرار شاید اسکا دماغ پڑھ چکا تھا تبھی مدھم آواز میں بولا۔"وہ۔۔۔۔پروفیسر۔۔۔وہ" مہرماہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہے۔"بچے اگر آپکو نہیں بتانا تو اٹس اوکے۔پر پلیز پریشان نا ہوں پلیز بچے" اس نے جلدی سے پچکارتے کہا تو مہرماہ اسے دیکھنے لگی۔وہ کہیں سے بھی یونی والا ضرار نہیں لگ رہا تھا جو ہر وقت سنجیدہ رہتا تھا۔وہ تو کوئی تھا جسکا لہجہ اتنا نرم تھا کہ سنتے ہی سارے ڈر جیسے کہیں دور چلے جاتے تھے۔ضرار نے گردن موڑتے اسے دیکھا جو اسے دیکھ رہی تھی اور وہ ہلکا سا مسکراتے گویا ہوا۔"آپ نا بتائیں۔میں آپکو فورس نہیں کروں گا۔یہ آپکا پرسنل میٹر ہے لیکن ایک بات کہہ سکتا ہوں؟" ضرار نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"وہ آپکا گھر ہے ماہ۔اپنے لیے سٹینڈ

لیا کریں۔آپکے بابا کے بعد آپکا حق اس گھر پر سب سے زیادہ ہے لہذا اپنے حق کیلئے لڑا کریں۔خود کو مضبوط کریں اتنا کہ کوئی ایرا غیرا آپ سے اونچی آواز میں کلام کرنے سے پہلے بھی سوچے۔اگر یوں ہی لوگوں سے ڈرتی رہیں گی تو لوگ آپکو اور زیادہ ڈرائیں۔لوگوں سے ڈرنا نہیں انھیں ڈرانا سیکھیں" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے نظریں جھکائیں۔اب وہ اسے کیا بتاتی ابھی وہ بولتی نہیں تو یہ سلوک ہوتا تھا اسکے ساتھ اگر وہ بولنے لگی تو وہ لوگ اسکا کیا حال کریں گے۔"میں جانتا ہوں آپ کیا سوچ رہی ہیں پر ایک بار کوشش کرکے دیکھیں۔اور اگر نہیں کرنی تو اپنے بابا کو بتائیں۔اگر وہ یقین نہیں کرتے تو انھیں یقین دلائیں۔آپ چوبیس گھنٹے اپنے بابا کے ساتھ نہیں ہوتی پر وہ لوگ ہوتے ہیں اور ایسے میں انکے لیے آپکے بابا کو مینوپولیٹ کرنا بہت آسان ہے۔میں نے دیکھا ہے آپکے بابا آپکو دیکھ کر جیتے ہیں اور مجھے یقین ہے جب انھیں پتا لگے گا کہ آپکے ساتھ وہ لوگ ایسا سلوک کرتے ہیں تو وہ چپ ہرگز نہیں بیٹھیں

گے۔ لہذا ان سے باتیں نا چھپایا کریں۔ اگر یونہی رہا تو وہ آپکے بابا کو آپ سے اتنا دور کردے گی کہ آپ کیلئے ان تک پہنچنا مشکل ہوجائے گا" ضرار نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ وہ اسکے بارے میں اتنا سب کچھ کیسے جانتا تھا اور وہ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتا تھا کہ اسکے بابا اسکا یقین کریں گے۔ "پر۔۔پروفیسر بابا۔۔کو میں۔۔۔نے دو تین۔۔بار۔۔بتایا تھا۔۔پر۔۔بابا نے میرا۔۔یقین نہیں کیا" مہرماہ نے کہا تو وہ اسکی معصومیت پر مسکرایا۔ "بچے آپ نے بس دو تین بار بتایا۔ کیا دوبارہ کبھی انھیں بتانے کی کوشش کی۔ اور آپ کتنے سال کی تھیں جب انھیں بتایا تھا" ضرار نے پوچھا تو اس نے یاد کیا۔ "پروفیسر میں۔۔بارہ تیرہ سال کی تھی۔۔جب بابا کو بتایا کرتی تھی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "بارہ سال کی تھیں آپ بس تو زرا خود سوچیں ایک بارہ سالہ بچی کو اس کی ماں مار نہیں سکتی اگر اس نے کوئی شرارت کی ہو تو اس وقت آپ کے بابا کو یقیناً یہی لگا ہوگا کہ آپ نے کوئی

شرارت کی ہوگج تبھی آپکو مار پڑی ہے اور ایسے میں انکا زیادہ ری ایکٹ نا کرنا عام سی بات ہے" ضرار نے کہا تو اسکی آنکھیں پھیلیں۔وہ صحیح تو کہہ رہا تھا۔آج سے سات سال پہلے اس نے اپنے بابا کو بتایا تھا اسکے بعد تو اس نے کبھی کوشش ہی نہیں کی۔"پر۔۔آج بابا۔۔آپی کو باہر۔۔لے کر گئے۔۔ہیں انھیں میری۔۔کوئی فکر نہیں۔۔میں یہاں رو رہی تھی" مہرماہ نے جلدی سے منہ پھلاتے کہا تو وہ ہنسا۔"تو ہو سکتا ہے کوئی وجہ ہو جانے کی۔ورنہ ایک مہینہ ہونے والا ہے۔انکل روز ٹائم پر آپکو لینے آتے ہیں۔اچھا یہ بتائیں کیا آپ کی انکل سے بات ہوئی تھی" ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔

"نہیں۔۔آپی اور۔۔ماما سے ہوئی تھی" مہرماہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔"اور آپکو لگتا ہے وہ دونوں آپ سے سچ بولیں گی۔وہ تو ویسے ہی آپکو ہرٹ کرنا پسند کرتیں ہیں تو کیا وہ یہ موقع جانے دیں گی" ضرار نے کہا تو مہرماہ بے یقین ہوئی۔"مطلب انھوں۔۔نے جھوٹ بولا" مہرماہ نے کنفرم

کرنا چاہا۔ ”جی انھوں نے آپ سے یقیناً جھوٹ بولا ہے اور آپ اتنی آسانی سے ان کے جھوٹ میں آگئیں“ ضرار نے کہا تو مہرماہ کو احساس ہوا کہ وہ کتنی بڑی بے وقوف ہے۔ ”سوری۔۔پروفیسر“ اس نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”مجھے کیوں سوری کررہی ہیں۔اچھا اس سوری کو چھوڑیں اور میری بات سنیں“ ضرار نے اس کے گھر کی گلی میں ٹرن لیتے کہا۔ ”کیا“ مہرماہ نے جلدی سے پوچھا۔ ”اب آپ گھر جائیں گی تو ڈرنا نہیں ہے۔بلکہ اپنے بابا کو بتانا ہے اگر کسی نے آپکو کچھ کہا ٹھیک ہے۔اور خود بھی اب سٹرونگ رہنا اوکے“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”ویری گڈ چلیں اب اچھے بچوں کی طرح پرومس کریں“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”پرومس“ اس نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ ”شاباش" ضرار نے کہتے اس کے گھر کے باہر گاڑی روکی تو مہرماہ اپنی چیزین پکڑتے اسے "اللہ حافظ" بولتے گاڑی سے باہر نکلی اور اپنے بیگ سے

چابی نکال کر دروازہ کھولتے اندر چلی گئی۔ اسکو اندر جاتے ضرار دیکھ ضرار نے بھی اپنی گاڑی سٹارٹ کی اور گھر کی طرف بڑھا۔

"یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ اتنا دل کر رہا ہے تو چلا جا اندر۔ وہ دیکھ تیری لٹل ہائنس بھی تیرا ہی انتظار کر رہی ہے" عامر نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا جو اس وقت اپنی گاڑی میں بیٹھا حوریہ کو دیکھ رہا تھا جو پارک میں اکیلی اداس سی درخت کے پاس بیٹھی تھی۔ کل میشائم نے جس انداز میں اسے منع کیا تھا۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ اگر وہ اب حوریہ سے ملنے گیا تو یقیناً میشائم اسے پارک بھی نہیں آنے دے گی۔ تبھی اس نے حوریہ کو دور سے دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اسکے پاس نہیں جا سکتا تھا پر کم از کم اسے دیکھ تو سکتا تھا۔ تبھی وہ پچھلے پانچ گھنٹوں سے یہاں بیٹھا حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسکا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ وہ حوریہ کے پاس جائے اسے پیار کرے۔ اسکی باتیں سنتے اسے سینے سے

لگائے پر وہ بے بس تھا۔ "اسکی ماں کو نہیں پسند میں اس سے ملوں" ماہ دیر نے حوریہ سے نظریں ہٹائے بغیر اداسی سے جواب دیا۔ "تو وہ کونسا ابھی یہاں ہے جا ایک بار مل لے۔تو کل سے سویا نہیں ہے اور اس بچی کو دیکھ وہ بھی کیسے اداس ہوئی ہے" عامر نے حوریہ کی طرف اشارہ کرتے کہا جو درخت کے نیچے بیٹھی تھی۔ اسکا بیگ اسکے پاس پڑا تھا۔ "میں نہیں جا سکتا عامر کل میں نے اپنی لٹل ہائنس کی ماں سے وعدہ کیا تھا کہ میں اب اس سے نہیں ملوں گا" ماہ دیر نے کہتے اپنا سر سیٹ کی پشت سے ٹکایا اور حوریہ کو دیکھنے لگا۔ "تو تجھے کیا توڑ دے وعدہ۔تو کونسا اس سے محبت کرتا ہے جو وعدہ نہیں توڑ سکتا" عامر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میں اس کی ماں سے محبت نہیں کرتا پر اپنی لٹل ہائنس سے عشق کرتا ہوں اور کل اسے میری وجہ سے ڈانٹ پڑی۔جانتا ہے حوریہ کی آنکھیں اشک برسا رہی تھیں لیکن میرا دل ان اشکوں کو دیکھ خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میری لٹل ہائنس کا ایک ایک آنسو میرے دل

پر گرتے میرا دل زخمی کرگیا ہے اور اب میں مزید اپنی حوریہ کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا چاہے پھر اسکے لیے مجھے اس سے دور ہی کیوں نا رہنا پڑے" ماہ دیر نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تو عامر نے اسکا کندھا ہلایا۔

"کیوں ڈھیٹ بن رہا ہے ماہ دیر جا مل لے ایک بار اپنی لٹل ہائنس ورنہ تو ایسے اپنی حالت بگاڑ لے گا۔ حال دیکھ اپنا کل سے تو سویا نہیں ہے۔ جسم تیرا بخار سے تپ رہا ہے۔ ایک نوالہ صبح سے تو نے حلق سے نہیں اتارا نا دوائی لے رہا ہے۔ کل سے وہی کپڑے پہنے یوں خراب حالت میں پھر رہا ہے۔ ایسے کیوں کررہا ہے دیکھ خود پر ترس کھا اور اگر اپنے پر نہیں کھانا تو اپنی لٹل ہائنس کیلئے ہی اس سے جاکر مل لے" عامر نے اسے کہا تو وہ کچھ نا بولا بلکہ ہنوز حوریہ کو دیکھتا رہا جو بار بار گیٹ کو دیکھ رہی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ اسکا انتظار کررہی ہے۔ "عامر چل ہاسپٹل چلیں میشائم آگئی ہے" لگ بھگ پندرہ منٹ بعد ماہ دیر نے اسے کہا تو اس نے سامنے دیکھا جہاں میشائم حوریہ کو سینے سے لگاتے اسکا ماتھا چوم

رہی تھی۔ ”ابھی چلنا ہے“ اس نے پوچھا تو ماہ دیر نے ہاں میں سرہلایا اور سر سیدھا کرتے آنکھیں موند گیا۔ ایک بھولا بھٹکا آنسو اسکی آنکھ سے نکلتے داڑھی میں جذب ہوا تھا۔ ”کاش میں اسکا باپ ہوتا عامر۔ پھر میشائم بھی میری لٹل ہائنس کو مجھ سے دور نا کر پاتی“ ماہ دیر نے دوبارہ چہرہ موڑتے حوریہ کو دیکھتے کہا تو عامر نے اپنے دوست کو دیکھا۔ اس نے ماہ دیر کی بے بسی پہلے بھی دیکھی تھی پر آج سے پہلے اسے اس حد تک بے بس ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ ”میں اللہ سے دعا کروں گا کہ اللہ تجھے تیری لٹل ہائنس سے کبھی دور نا کرے“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے اسے گاڑی چلانے کا اشارہ کیا جس پر وہ ہاں میں سرہلاتے گاڑی ہاسپٹل کی طرف روانہ کر گیا۔ ”حوریہ کیا ہوا میری جان" دوسری طرف میشائم نے اسکا ماتھا چومتے جو آج کافی ڈل لگ رہی تھی۔ ”ماما ادشپل مین نئی ائے (ماما آج سپر مین نہیں آئے)“ حوریہ نے ہونٹ مڑورتے کہا تو میشائم نے گہری سانس بھرتے اسکے سامان کی طرف دیکھا جو بند تھا۔ حتیٰ کے

اسکا لنچ بوکس بھی ویسے ہی پڑا تھا۔ "میری جان انھیں کام ہوگا نا" میشائم نے اسے ٹالنا چاہا۔ "ماما مذے شپل مین تی۔۔آد آلی اے (ماما مجھے سپرمین کی یاد آرہی ہے)" حوریہ کی آنکھوں میں نمی آئی۔ "حور میری جان پلیز رونا نہیں" میشائم نے اسے سینے میں بھینچا۔ "ماما۔۔پل۔۔حولیہ۔۔تو شپل۔۔مین تی۔۔آد۔۔۔آلی اے۔۔مذے ان۔۔شے ملنا۔۔اے۔۔ماما (ماما پر حوریہ کو سپرمین کی یاد آرہی ہے مجھے ان سے ملنا ہے ماما)" حوریہ نے اچانک رونا شروع کیا جس پر میشائم کا دل کٹا تھا۔ "حور پلیز میری جان پلیز روتے نہیں ہیں بچے۔وہ ہمارے کچھ نہیں ہیں۔کسی سٹرینجر کیلیے یوں نہیں روتے میرا بچہ" میشائم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا۔ "نو ماما۔۔وہ شیندل۔۔نئ ایں۔۔وہ حولیہ شے۔۔پال تتے ایں۔۔اول حولیہ۔۔تی ات۔۔بی شنتے ایں (نو ماما وہ سٹرینجر نہیں ہیں وہ حوریہ سے پیار کرتے ہیں اور حوریہ کی بات بھی سنتے ہیں)" حوریہ نے روتے ہوئے کہا تو میشائم کو سمجھ نا آئی کیا کہے۔اس نے

کل جو کہا تھا وہ غصے میں کہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ماہ دیر یوں اسکی بات مانتے حوریہ سے ملنا چھوڑ دے گا۔ "اچھا میری جان وہ سٹرینجر نہیں ہیں۔ وہ آج بزی تھے اس لیے نہیں آئے۔ لیکن وہ کل آئیں گے پکا۔ میں انھیں کہوں گی وہ حوریہ سے ملنے آئیں ٹھیک ہے۔ آپ چاہتی ہو نا وہ آپ سے ملے" میشائم نے اس کے آنسو صاف کرتے پوچھا۔ "دی (جی)" اس نے معصومیت سے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے پھر رونا بند کرو۔ اگر ایسے روؤ گی نا تو پھر سپرمین نہیں آئیں گے" میشائم نے کہا تو اس نے جلدی سے اپنی ننھی ننھی ہتھیلیوں سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ "ماما می نئ لو لئ اب شپل مین ائیں دے نا (ماما میں نہیں رو رہی اب سپرمین آئیں گے نا)" حوریہ نے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ ماہ دیر آئے گا یا نہیں پر وہ ابھی اپنی بیٹی کو کہہ تو سکتی تھی۔ وہ اسے یوں روتے نہیں دیکھ سکتی تھی تبھی ماہ دیر کے آنے کا کہا تھا۔ اب نا جانے کل ماہ دیر نے آنا تھا یا نہیں۔

"اسلام علیکم بیگم" عالمگیر خان نے لاؤنج میں داخل ہوتے فہمیدہ خان کو سلام کیا۔ "وعلیکم اسلام خان" انھوں نے انھیں دیکھتے کہا۔ "کیا کررہی ہیں" انھوں نے انکے پاس صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔ "کچھ نہیں بس آپکا انتظار ہی کررہی تھی" فہمیدہ خان نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گئے۔ وہ جانتے تھے وہ انکا انتظار کیوں کررہی تھیں۔ "بیگم چلیں کھانا کھاتے ہیں ٹائم ہوگیا ہے اور پھر آپ نے دوائی بھی کھانی ہے" عالمگیر خان نے کہا تو فہمیدہ بیگم نے انھیں دیکھا۔ "خان کچھ پتا لگا" فہمیدہ خان نے پوچھا تو وہ انھیں حصار میں لے گئے۔ "خان بتائیں کچھ پتا لگا۔ پولیس والوں نے کہا تھا نا کہ اب امید ہے کہ وہ دونوں مل جائیں" فہمیدہ خان نے بے تابی سے پوچھا۔ "بیگم کچھ پتا نہیں لگا" عالمگیر خان نے کہا تو فہمیدہ خان کی آنکھیں نم ہوئیں۔ "خان میرے بچوں کو لادیں" فہمیدہ خان نے کہا تو وہ انھیں شدت سے سینے سے لگا گئے۔ "یوں نا

کریں بیگم۔یوں رو کر کمزور نا ہوں۔ اللہ سے دعا کرے وہ دونوں مل جائیں"
عالمگیر خان نے خود پر ضبط کرتے کہا۔کب ملے گے۔"بیس سال ہو چکے ہیں"
فہمیدہ خان نے کہا تو وہ کچھ کہے بغیر ماتھا چوم گئے۔"خان کچھ کریں۔انھیں
کہیں سے ڈھونڈ دیں۔میری ممتا کو سکون نہیں مل رہا۔میں نے ان دونوں کو
محسوس نہیں کیا۔یہ بات مجھے اندر ہی اندر مار رہی ہے" فہمیدہ خان نے کہا تو
انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"بیگم" وہ انکی بات کا جواب دینے والے تھے جب
فون بجا تھا۔اس وقت کس کا فون ہے فہمیدہ خان نے انھیں دیکھتے پوچھا تو وہ
اپنا موبائل پوکٹ سے نکالتے سامنے کر گئے اور فون پر چمکتا نام دیکھ انکے لب
مسکراہٹ میں ڈھلے۔"اسلام علیکم" انھوں نے فون اٹھاتے ہی سلام
کیا۔"وعلیکم اسلام کیا حال ہے خان" دوسری طرف مردانہ آواز سنتے وہ
مسکرائے۔"میں ٹھیک ہوں دراب۔تم کیسے ہو اور بھابھی، بچے اور خالہ کیسی
ہیں" انھوں نے فوراً پوچھا۔فون کرنے والے کوئی اور نہیں بلکہ انکے بچپن

کے دوست دراب راجپوت تھے۔ ”سب ٹھیک ہیں۔ تم بتاؤ کچھ پتا لگا“ دوسری طرف دراب صاحب نے پوچھا۔ ان کے سوال پر انھوں نے لب بھینچے۔ ”نہیں۔ تم بتاؤ اس وقت کال خیریت“ عالمگیر خان نے یک لفظی جواب دیتے وجہ پوچھی۔ ”ہاں وہ تمھیں شادی کی دعوت دینی تھی“ دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرائے۔ ”کیا تمھارا سپوت مان گیا ہے شادی کیلئے“ عالمگیر خان نے مذاقیہ انداز میں پوچھا تو وہ قہقہہ لگا گئے۔ ”ابھی تو نہیں لیکن جلد ہی مان جائے گا۔ لڑکی تو جناب پسند کر چکے ہیں“ دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرائے۔ ”چلو یہ تو اچھا ہو گیا۔ اگر ضرار کی شادی نہیں تو پھر کس کی شادی ہے“ عالمگیر خان نے پوچھا۔ ”شہریار کی“ دراب صاحب نے انھیں بتایا۔ ”شہریار کی شادی لیکن اماں سائیں نے تو کہا تھا کہ چھ ماہ بعد رکھے گیں۔ اب کیا جلدی ہو رہی ہے" عالمگیر خان نے پوچھا۔ ”ہاں پندرہ دن بعد ہے اور اماں سائیں نے کہا ہے تم اور بھابھی دونوں ایک آدھ دن تک ملک ولا

پہنچ جانے چاہیئے ہو ورنہ آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے" دراب صاحب نے کہا تو وہ قہقہہ لگا اٹھے۔ "اچھا ٹھیک ہے ہم آجائیں گے۔ بھئی اماں سائیں کی ناراضگی نہیں افورڈ کرسکتے" عالمگیر خان نے کہا تو دراب صاحب ہنسے اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ "چلو اب میں چلتا ہوں فردوس بلا رہی ہیں" کچھ دیر بعد دراب صاحب نے کہا تو وہ الوداعی کلمات کہتے کال کاٹ گئے۔ "کیا ہوا" فہمیدہ بیگم نے ان سے پوچھا۔ "شہریار کی شادی ہے تو دو تین دن تک اماں سائیں نے کہا ہے ہم آجائیں" انھوں نے بتایا تو فہمیدہ خان نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں اب اٹھیں کھانا کھاتے ہیں اور پلیز اب روئیے گا مت آپکی طبیعت خراب ہوجائے گی" عالمگیر خان نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے انکے ساتھ کچن کی طرف چلی گئیں۔ عالمگیر صاحب کا تعلق تو سوات سے تھا لیکن انکے ماں باپ انکی پیدائش کے بعد اسلام آباد آگئے تھے کیونکہ سوات میں انکے خاندان والوں نے انکا جینا حرام کر رکھا تھا۔ عالمگیر خان اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد

تھے۔ انکے ماں باپ نے انھیں بہت لاڈپیار سے پالا تھا۔ انھوں نے اپنی پڑھائی اسلام آباد میں ہی مکمل کی تھی۔ یونیورسٹی کے زمانے میں انکی دوستی دراب راجپوت اور عزیز ملک (شہریار اور اسد کے والد) سے ہوئی۔ اور اسی روز سے انکی مثالی دوستی کا آغاز ہوا تھا۔ انکی شادی یونیورسٹی کے دوران ہوئی تھی جب وہ بائیس سال کے تھے جبکہ فہمیدہ خان اس وقت سترہ سال کی تھیں۔ فہمیدہ خان انکی خالہ زاد بہن تھیں جن سے انکی شادی فہمیدہ خان کے والدین کے انتقال کے بعد ہوئی تھی۔ شادی کے تین سال بعد اللہ نے انھیں دو جڑواں بیٹیوں سے نوازا تھا جنھیں دشمنی کی وجہ سے پیدا ہونے کے کچھ گھنٹوں بعد انکا ڈرائیور اغواہ کرگیا تھا اور آج تک انھیں انکی بیٹیاں نہیں ملی تھیں۔

"ماما آپ کب آئیں" عائشہ نے لاؤنج میں آتے تنزیل بیگم سے کہا جو صوفے پر بیٹھیں تھی۔وہ بھاگ کر انکے پاس آئی اور انکے سینے سے لگی جس پر وہ مسکرائیں اور اسکا ماتھا چوم گئیں۔عائشہ اور ضرار کے علاوہ باقی سب ناشتہ کرنے کے بعد ملک ولا گئے تھے جبکہ عائشہ ناشتہ کرتے سوگئی تھی اور ضراریونی چلا گیا تھا۔کوئی یہاں موجود نہی تھا تبھی تنزیل بیگم یہاں بیٹھی تھیں۔"کیسی ہو" انھوں نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔"میں ٹھیک ہوں ماما آپ تو کل آنے والی تھیں تھی" عائشہ نے پوچھا۔"ہاں بس وہاں میری دوست کی بوتیک اوپننگ کیلئے گئے تھے تو وہ کل ہی ہوگئی تھی تو بس میں واپس آگئی "تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"آپ نے مجھے ڈانٹا تھا اگر آپکو یاد ہو" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔"تو اپنی حرکتیں سدھار لو نا۔میری کوئی ایک بات تک تم نہیں مانتی" انھوں نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔"ماما آپ جو کہتی ہیں وہ سراسر غلط ہیں۔ماما یہ ہمارے اپنے ہیں بابا کے بھائی ہیں۔اور آپ کہتی ہیں کہ ان سے

سارے ناطے توڑ دوں" عائشہ نے کہا تو تنزیل بیگم کے چہرے پر ناگواری آئی۔ "عائشہ ان لوگوں کی طرف داری مت کیا کرو میرے سامنے" تنزیل بیگم کے چہرے پر سختی آئی تو اس نے انھیں دیکھا۔ناجانے کیوں اسکی ماں سب کے اتنی خلاف تھیں۔وہ عائشہ پر اپنی جان وارتی تھیں پر باقی سب کا ذکر کرنے پر عائشہ سے بھی سختی برت جاتی تھیں۔اور اسکی کیا وجہ تھی عائشہ آج تک نا جان پائی۔وہ مغرور ضرور تھیں پر وہ دل کی خاصی اچھی تھیں اور یہ بات سب ہی جانتے تھے۔قاسم راجپوت کی وفات سے پہلے وہ سب کے ساتھ بیٹھتی تھیں۔باتیں کرتی تھیں۔لیکن قاسم راجپوت کی وفات کے بعد ناجانے ایسا کیا ہوا تھا جس کے بعد سے تنزیل بیگم نے سب سے بات کرنی چھوڑ دی تھی اور وہ عائشہ کو بھی یہی کہتی تھی پر عائشہ نہیں مانتی تھی جس وجہ سے وہ زیادہ تر انکے عتاب کا نشانہ بنتی تھی۔"ماما کیوں نا کروں پلیز مجھے کوئی وجہ تو بتائیں نا" عائشہ نے انکا ہاتھ تھامتے کہا۔"میں کہہ رہی ہوں کافی نہیں ہے"

تنزیل بیگم نے بامشکل اپنا غصہ دباتے کہا۔ ان لوگوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنی بیٹی پر غصہ کر جاتی تھیں۔یہ بات انھیں ان لوگوں کو نا پسند کرنے کی ایک اور وجہ دے دیتی تھی۔ "اچھا ابھی ہم انکی بات نہی کرتے پلیز آپ غصہ نا ہوں" عائشہ نے واپس انکے سینے پر سر رکھتے کہا تو وہ اسکے گرد حصار باندھ گئیں۔ "ان لوگوں کا ذکر میرے سامنے مت کیا کرو عائشہ۔ کچھ باتیں ہوتی ہیں جنکا راز رہنا بہتر ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "اب آپ نے مجھے دوسری بار ڈانٹ دیا ہے" اس نے یاد دہانی کروائی تو وہ ہنس پڑیں۔ "اچھا بتاؤ کیسے مناؤں میں تمھیں" انھوں نے نرمی سے پوچھا۔ "بلی کا بچہ لے دیں پلیز" اس نے جلدی سے کہا۔ "عائشہ نہیں تم جانتی ہو مجھے بلیاں نہیں پسند" انھوں نے ہمیشہ کی طرح انکار کیا۔ "ماما پلیز نا لے دیں دیکھیں میں اسے آپکے سامنے بھی نہی آنے دوں گی پکا" عائشہ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔ "اچھا ٹھیک ہے لیکن ابھی نہیں کچھ عرصے تک" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے بے

یقینی سے انھیں دیکھا۔ ”سچی ماما آپ مجھے بلی کا بچہ لے کر دیں گی“ اس نے جلدی سے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ وہ جانتی تھیں وہ پچھلے دنوں اپنی بیٹی پر زیادہ سختی کر گئیں تھی پر وہ ایسا صرف اس لیے کرتیں تھی تاکہ عائشہ ان لوگوں سے دور رہے پر عائشہ ایسا نہیں کرتی تبھی تنزیل بیگم اس پر غصہ کرتی تھیں۔ وہ سختی ضرور برتتی تھیں اسکے ساتھ پر عائشہ انکا کل سرمایہ تھی جسے وہ سب سے بچا کر رکھنا چاہتی تھیں تبھی اب انھوں نے اسکی شادی کا فیصلہ کیا تھا جس پر عائشہ راضی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ پہلے اسکی شادی ضرار سے کرنا چاہتی تھیں کیونکہ اسکا رویہ عائشہ کے ساتھ بہت اچھا تھا لیکن عائشہ کے انکار کے بعد سے انھوں نے یہ بات نہیں کی تھی۔ ”تھینکیو ماما آپ بہت اچھی ہیں“ اس نے جلدی سے کہا اور انکے گرد حصار مضبوط کیا تو وہ مسکراتے اسکا ماتھا چوم گئیں۔ عائشہ انکی اکلوتی اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ انکے محبوب شوہر کی آخری نشانی تھی جو انھیں اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ بس اس کے

بھلے کیلئے اس پر سختی کرتی تھیں۔وہ نہی چاہتی تھیں وہ ان لوگوں کی وجہ سے اپنی بیٹی کو کھو دیں۔

"اماں سائیں آپ کھانا کھائیں۔میں یہ سمیٹ دیتی ہوں" مریم نے بیڈ پر بکھرے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے کہا۔جو کہ شاہ جہاں بیگم نے ثانیہ کیلئے بَری کے طور پر خریدے تھے۔اس میں صرف فراکس اور شلوار قمیض ہی تھیں۔جبکہ ثانیہ نے جو خود شاپنگ کی تھی اس میں سارے مغربی لباس تھے۔وہ اب ان کپڑوں کو ایک سوٹ کیس میں رکھنا چاہ رہی تھیں جسکی ذمہ داری مریم نے لی تھی۔"ٹھیک ہے تم کرو جیولری، میک اپ اور جوتیوں کا بیگ تو تیار ہے۔اب بس یہ کپڑے رہ گئے ہیں انھیں بھی کرو پھر انھیں میں ملازمہ سے کہہ کر ڈریسنگ میں رکھواتی ہوں" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلایا اور جلدی سے کپڑے سوٹ کیس میں رکھنے لگی۔"اماں سائیں

دیکھیں ہوگیا" مریم نے دس منٹ میں ہی کپڑے پیک کرتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی جس نے اتنی پھرتی سے کام کرلیا تھا۔ "واہ تم نے اتنی جلدی کرلیا" انھوں نے حیرت سے پوچھا۔جی اماں سائیں۔ "اب مانتی ہیں مریم ملٹی ٹیلنٹڈ ہے" مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ہاں بھئی مان گئی" انھوں نے کہا تو مریم کھلکھلائی۔ "ویسے جانتی ہو مریم تمھیں دیکھ کر میرے دل میں ایک خواہش جاگی تھی جسکا قتل میرے اپنے پوتے نے بڑی بے دردی سے کیا تھا" شاہ جہاں بیگم نے کچھ دیر بعد کھانے سے ہاتھ کھینچتے کہا۔ "کونسی خواہش اماں سائیں" اس نے انکے پاس بیٹھتے انکا ہاتھ تھاما۔ "یہی کہ کاش تم میرے شہریار کی دلہن ہوتی لیکن اس نے اس لڑکی کو پسند کیا جسکو دیکھتے ہی میرا دل کہتا ہے وہ میرے بچے کی زندگی کو مزید برباد کردے گی" شاہ جہاں بیگم کی بات سنتے مریم کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔جبکہ گال تپ کر انگارہ ہوئے تھے۔ "جانتی ہو مریم شہریار ایسا نہیں تھا۔وہ سب سے زیادہ ہنس مکھ تھا۔جیسے اسد ہے نا اب ہر

وقت شرارتیں کرنے والا شہریار بھی ایسا ہی تھا۔پھر ایک دن قیامت برپا ہوئی تھی ہمارے گھر میں جس نے میرے بچے کی ہنسی چھین لی اور وہ ایسا بن گیا۔اب اس نے جس لڑکی کو پسند کیا ہے وہ بھی اسکے حق میں بہتر نہیں۔میں شہریار کی خوشی کے لیے مان تو گئی ہوں لیکن ایسا لگ رہا ہے جیسے کچھ غلط ہو جائے گا" شاہ جہاں بیگم کی آنکھوں میں نمی آئی جسے دیکھ مریم آگے ہوئی۔"اماں سائیں پلیز آپ روئیں مت۔آپ دعا کیا کریں کہ جو ان کے حق میں بہتر ہو وہی ہو۔ایسے رو کر کچھ نہیں ملتا اماں سائیں۔اللہ سے مانگیں وہ دے گا کیونکہ وہی دے سکتا ہے۔وہ بڑا رحیم ہے اماں سائیں کسی مظلوم کے ساتھ ظلم نہیں ہونے دیتا۔آپ یقین رکھیں اس پاک ذات پر دیکھیے گا انکے ساتھ کچھ بُرا نہیں ہوگا" مریم نے انکا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ مسکرائیں۔"اتنی سی عمر میں کتنی سمجھدار باتیں کرتی ہو تم" انھوں نے کہا تو مریم کے ہونٹوں پر اذیت ناک مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"زندگی میں جب زمانے کی گرم سرد ہوا

سے بچانے کیلئے ماں باپ کا سایہ نا ہونا۔پھر ہم کچی عمر میں پکی باتیں کرنے لگتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں۔یہاں ہمارا ہمدرد کوئی نہیں سوائے ہماری اپنی ذات کے اور مجھے بھی یہی لگتا ہے انسان کا سب سے بڑا ہمدرد وہ خود ہی ہوتا ہے" مریم نے کہا تو وہ اسے سینے سے لگا گئیں۔"اتنی سمجھداری کی باتیں نا کیا کرو مریم۔یہ عمر تمھاری زندگی جینے کی ہے۔ایسے سمجھوتے کرنے کی نہیں" شاہ جہاں بیگم نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہ مزید انکے ساتھ لگی۔"اماں سائیں یتیموں کی کونسی زندگی ہوتی ہے۔جب سر پر والدین کا سایہ نا ہو تو زندگی کو جیا نہیں جاتا بلکہ موت آنے تک سمجھوتا کرلیا جاتا۔یتیم کو تو آجکل لوگ انسان بھی نہیں سمجھتے۔جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے انکے ساتھ۔ایک تو وہ ویسے ہی ماں باپ جیسی عظیم ہستی سے محروم ہوتے ہیں اور لوگ ان پر اتنا ظلم کرتے ہیں کہ وہ زندگی جیسی نعمت سے خود ہی محروم ہونے کی خواہش کرنے لگتے ہیں۔صرف کچھ لوگ ہیں جو یتیموں کا احساس کرتی ہے ورنہ زیادہ تر

ان کو غلام سمجھتے ہیں۔جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کے بارے میں فرمایا ہے کہ "اگر تم چاہتے ہو تمھارے دل نرم ہو جائیں اور تم اپنی مرادوں کو پالو تو یتیم پر رحم کیا کرو"پر پھر بھی لوگ یتیم پر رحم نہیں کرتے" مریم ان کے سینے سے لگی بول رہی تھی جبکہ شاہ جہاں بیگم اسکے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔وہ کچھ نہیں بولی تھی وہ بس اسے سننا چاہتی تھیں۔"آپ جانتی ہیں اماں سائیں میں جس یتیم خانے میں رہتی تھی نا وہاں اکثر بڑے بڑے بزنس مین، سیاسی ہستیاں اور رئیس لوگ آتے تھے اور جب کسی یتیم کو کوئی چیز یا کچھ پکڑاتے تھے نا تو اسکی ویڈیو بنواتے تھے اور بعد میں ویڈیو کے بند ہوتے ہی وہ چیز ہاتھ سے کھینچ لیتے تھے۔اور جسکے ہاتھ سے چیز جاتی تھی نا اماں سائیں وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔اسکی آنکھوں میں بے بسی اور ان جیسے لوگوں کی سنگدلی کی وجہ سے آنسو آجاتے تھے۔اماں سائیں آجکل بچوں کو والدین کچھ کہہ دیں نا تو وہ غصے میں اپنے ماں

باپ کو یا تو چھوڑ جاتے ہیں یا انھیں علیحدہ کرتے انکے پیار سے خود کو محروم کرلیتے پر کوئی یتیموں سے پوچھیں جو اس پیار کیلیے ترستے ہیں۔آپ جانتی ہیں لوگ یتیم کی نظر سے اپنی چیز بچاتے ہیں کہ کہیں وہ اس میں نیت نا ڈال دے پر لوگ یتیموں کے سامنے اپنے بچوں کو پیار کرنا کیوں نہیں چھپاتے۔وہ کیوں نہیں سوچتے کہ ایسا کرنے سے کہیں انکا دل نا دکھ جائے" مریم نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تو شاہ جہاں بیگم نے اسکا ماتھا چوما جو اب خاموش ہوگئی تھی۔"مریم بچے میں تمھاری ساری باتوں سے متفق ہوں لیکن بچے یتیم ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم یوں زندگی نا جیئے۔اللہ نے جسکو جس چیز سے محروم رکھا ہے۔اسکا کوئی متبادل بھی رکھا ہوتا ہے اس لیے ایسے نہیں کہتے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو ہو سیدھے ہوتے نفی میں سرہلا گئی۔"ماں باپ کا کوئی متبادل نہیں ہوتا اماں سائیں۔ماں باپ کا کوئی متبادل ہو ہی نہیں سکتا" مریم نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔"چلیں میری باتوں کو دفع کریں۔آپ میڈیسن کھائیں

اب پھر آپکے ویمپائر پوتے نے آجانا ہے" مریم نے بامشکل مسکراتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "چلیں اب آپ لیٹیں میں آپکے پاؤں دبا دیتی ہوں" مریم نے کہا تو وہ لیٹ گئیں۔جبکہ مریم بیٹھتے انکے پاؤں دبانے لگی۔اسکا دل چاہ رہا تھا کہ وہ رونے لگ جائے پر ضبط کر گئی۔

"اسلام علیکم" اس وقت دوپہر کے پانچ بج رہے تھے اور شاہ جہاں بیگم مریم کے ساتھ لاؤنج میں موجود تھیں جبکہ شہریار اور اسد اپنے اپنے کام پر گئے تھے۔شاہ جہاں بیگم صوفے پر بیٹھی تھیں جبکہ مریم صوفے کی پشت پر کھڑی انکا سر دبا رہی تھی جب لاؤنج میں کسی مرد کے سلام کرنے کی آواز گونجی جسے سنتے مریم نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے چہرے کو ڈھانپا تھا۔اس آواز پر شاہ جہاں بیگم نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں عالمگیر خان اور فہمیدہ خان کھڑے تھے۔"وعلیکم اسلام بچوں" انھیں دیکھتے شاہ جہاں بیگم مسکرائیں تو وہ دونوں

انکی طرف بڑھے۔ ”کیسی ہیں آپ اماں سائیں“ عالمگیر خان نے انکے پاس آتے پوچھا۔ ”میں ٹھیک ہوں تم دونوں کیسے ہو“ شاہ جہاں بیگم نے پوچھتے ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ”ہم ایک دم ٹھیک ہیں اماں سائیں“ فہمیدہ بیگم نے انکے دوسری طرف بیٹھتے کہا۔ ”شکر الحمدللہ۔ اچھا یہ بتاؤ تم دونوں اتنی لیٹ کیوں آئے ہو ایک ہفتہ پہلے دراب نے تمھیں کال کی تھی اور تم لوگ اب آرہے ہو“ شاہ جہاں بیگم نے انھیں گھورتے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔ ”اماں سائیں بس وہ کام تھا اس لیے لیٹ ہوگئے ورنہ ہم نے اگلے دن ہی آجانا تھا“ عالمگیر خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔ جبکہ مریم کھڑی خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھیں۔ ”بچیوں کا کچھ پتا چلا“ شاہ جہاں بیگم نے ان دونوں کو دیکھتے پوچھا۔ ”نہیں اماں سائیں“ فہمیدہ خان نے اداسی سے کہا۔ عین اسی پل ان کی نظر مریم پر پڑی جو خاموشی سے کھڑی ان تینوں کو دیکھ رہی تھی۔ ”اماں سائیں یہ بچی کون ہے۔ پہلے نہیں دیکھا اسے“ فہمیدہ خان نے

پوچھا تو سب کی توجہ مریم کی جانب ہوئی۔ سب کی نظریں خود پر محسوس کرتے مریم کنفیوز ہوتے انگلیاں چٹخانے لگی۔ "یہ مریم ہے۔ میرا خیال رکھنے کیلئے اسد نے اسے یہاں رکھا ہے۔ بہت پیاری بچی ہے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔ ان دونوں کی نظریں مریم کی نیلی آنکھوں پر تھی۔ "بچے آپ نے چہرہ کیوں چھپایا ہے" عالمگیر خان نے نرمی سے پوچھا۔ "وہ۔۔ انکل۔ میں۔۔ شرعی۔۔ پردہ۔۔ کرتی۔۔ ہوں" مریم نے اٹکتے لہجے میں جواب دیا۔ "ماشاءاللہ" ان دونوں نے بیک وقت کہا۔ "اماں سائیں یہ بچی تو بہت پیاری ہے واقعی" فہمیدہ خان نے کہا تو مریم مدھم سا مسکرائی۔ "واقعی یہ جتنی پیاری باہر سے ہے اس سے کہیں زیادہ خوبصورت اس کا دل ہے" شاہ جہاں بیگم نے اس کی تعریف کی تو سب ہی مسکرائے۔ "بیٹا آپ بیٹھ جاؤ کھڑی کیوں ہو" عالمگیر خان نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھ گئی۔ "بچے آپ اتنی چھوٹی سی ہو

جوب کیوں کرتی ہو" فہمیدہ خان نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو انھیں اپنی اپنی سی لگ رہی تھی۔ انھیں مریم کے ساتھ عجیب سی کشش محسوس ہو رہی تھی۔ "وہ آنٹی میں اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے جوب کرتی ہوں" مریم نے کہا تو ان دونوں کے ماتھے پر بل پڑے۔ "بچے آپ کو کیا ضرورت ہے جوب کرنے کی۔ آپ کے گھر والے کہاں ہیں" عالمگیر خان نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری تھی۔ "انکل میں یتیم ہوں۔ میرا اس دنیا میں میرے علاوہ کوئی نہیں تو مجھے اپنا ہر کام خود ہی کرنا ہے" مریم نے کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئے۔ "عالمگیر فہمیدہ جاؤ دونوں کچھ دیر آرام کرلو" شاہ جہاں بیگم جانتی تھی مریم اس سب کے بارے میں بات کرتے اکثر رو پڑتی تھی تبھی ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ کرایا۔ "جی اماں سائیں" ان دونوں نے کہا اور کھڑے ہوتے سامنے موجود روم کی طرف بڑھے۔ "خان آپ جائیں میں آتی ہوں" فہمیدہ بیگم دو قدم بڑھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے روم میں چلے گئے۔ "مریم اب اتار دو

نقاب" انکے جاتے ہی فہمیدہ خان واپس انکی طرف آئیں جب اماں سائیں کو کہتے سنا۔ انھوں نے ان کی بات سنتے مریم کو دیکھا جو انکے کہنے پر اپنا نقاب اتار چکی تھی۔ مریم کا چہرہ دیکھ وہ ایک پل کو مبہوت ہوئیں۔ وہ خوبصورتی کا پیکر تھی اور اسکے چہرے پر موجود معصومیت اس کے حُسن کو چار چاند لگا رہی تھی۔

"آنٹی کیا ہوا" مریم کی اچانک ان پر نظر پڑی جو کچھ فاصلے پر کھڑی تھیں۔ "بچے آپ بہت پیاری ہو ماشاءاللہ۔ اللہ آپکے نصیب بہت پیارے کرے" فہمیدہ خان نے اسکے پاس آتے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تو مریم مسکرائی۔ "جانتی ہو میں چاہتی تھی یہ میرے شیری کا نصیب بنے لیکن خیر جو اللہ کو منظور" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو فہمیدہ خان مسکرائیں۔ "ویسے انکی جوڑی خاصی جچتی" فہمیدہ خان نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "چلیں اماں سائیں میں کمرے میں چلتی ہوں فریش ہوجاؤں" فہمیدہ خان کہتے روم میں چلی گئیں۔ "مریم آجاؤ عصر کی نماز پڑھ لیں" شاہ جہاں بیگم نے کھڑے ہوتے کہا تو مریم ہاں میں

سر ہلاتے کھڑی ہوئی اور انکے پیچھے بڑھی۔ ابھی وہ روم کے دروازے کے پاس پہنچے تھے جب لاؤنج میں رکھا لینڈ لائن بجا تھا۔ "مریم زرا دیکھنا کون ہے۔ میں تب تک وضو کرلوں" شاہ جہاں بیگم نے اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور لینڈ لائن کے پاس جاتے فون اٹھاتے کان سے لگا گئی۔ "اسلام علیکم جی کون" مریم نے فوراً سلام کیا جبکہ دوسری طرف موجود شہریار فون کے اس پار سے اتنی میٹھی آواز سنتے ایک پل کو اس کے دل کی دھڑکن بڑھی تھی لیکن اس نے فوراً خود کو گہری سانس بھرتے خود کو کمپوز کیا۔ "وعلیکم اسلام میں شہریار بول رہا ہوں۔ محترمہ آپ کون ہیں" شہریار نے اپنی بھاری آواز میں پوچھا جسے سنتے مریم لرزی۔ "اللہ اللہ یہ تو اماں سائیں کے ویمپائر پوتے ہیں" مریم نے دل میں کہا۔ "ایکس کیوز می مس" شہریار کی آواز پر وہ ہوش میں آئی۔ "جی کیا کہنا ہے" اس نے جلدی سے کہا۔ "میں پوچھ رہا ہوں آپ کون ہیں" شہریار نے دوبارہ پوچھا۔ "میں مریم ہوں" اس نے کہا تو شہریار نے دانت پیسے۔ "مریم

کون" شہریار نے دانت کچکاتے پوچھا تو اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "وہ میں اماں سائیں کی کئیر ٹیکر ہوں" مریم نے کہا تو شہریار نے گہری سانس بھری۔ "اچھا۔ اماں سائیں سے میری بات کرا دیں۔ کہاں ہیں وہ۔ فون کیوں نہیں اٹھا رہیں" شہریار نے پوچھا۔ "وہ اماں سائیں نماز پڑھ رہی ہیں اور انکا موبائل روم میں ہے۔ وہ ابھی لاؤنج میں بیٹھی تھیں" مریم نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی ٹھیک ہے شکریہ۔ آپ میرا ایک پیغام دیں دے گی اماں سائیں کو" شہریار نے اپنا ماتھا مسلتے اس سے پوچھا۔ مریم کی آواز نا جانے کیوں اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی جس پر اسے غصہ آرہا تھا۔ "جی" مریم نے یک لفظی جواب دیا۔ "اماں سائیں کو کہیے گا کہ آج میں لیٹ آؤں گا گھر تو میری فکر نا کریں۔ میں ایک کیس کے سلسلے میں کلائنٹ سے ملنے جارہا ہوں اور ایریا کافی دور ہے تو مجھے وقت لگے گا" شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔ "جی اچھا" مریم نے کہتے کال بند کی تو شہریار گہری سانس بھر گیا۔ "افف کیا ہو گیا ہے تجھے

شہریار ایک غیر لڑکی کی آواز سنتے تجھے سکون کیوں مل رہا تھا۔شرم کر تیری شادی ہونے والی ہے" دوسری طرف کال کٹتے ہی شہریار نے خود کو کوسا اور چئیر سے کھڑے ہوتے باہر بڑھا۔

"ضرار بھائی ایک بات بتائیں۔آپ سچی میں مہرماہ سے محبت کرتے ہیں" وہ دونوں اس وقت ضرار کے روم میں بیٹھے تھے جب اسد نے پوچھا۔"نہیں چھوٹے میں اس سے محبت نہیں کرتا۔میں اس سے عشق کرتا ہوں" ضرار نے لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے پرسکون انداز میں کہا۔"ضرار بھائی کیا عشق ایک دم سے ہوجاتا ہے" اسد نے ایک اور سوال کیا۔"نہیں چھوٹے عشق ایک دم سے نہیں ہوتا۔عشق تو آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔جو ایک دم سے ہو وہ عشق نہیں ہوتا۔وہ پیار محبت یا عقیدت کچھ بھی ہوسکتا ہے پر عشق نہیں" ضرار نے کہا تو وہ نامحسوس انداز میں مسکرایا۔"اور بھائی ہمیں کیسے پتا چلتا ہے

کہ ہمیں عشق ہوگیا ہے" اسد نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "جب ہمارا دل ہمارے سینے میں ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے کی فکر میں گھلتے دیوانہ ہونے لگے تو سمجھ جانا چاہیے کہ ہمیں عشق جیسا لاعلاج مرض لگ گیا ہے۔جب اپنی تکلیف سے زیادہ ہم محبوب کی تکلیف پر تڑپنے لگیں تو وہ عشق ہے۔جب محبوب کا خیال ہی دھڑکنوں میں طوفان برپا کردے تو وہ عشق ہے۔ محبوب کی زرا سی نزدیکی ہمارے حواس سلب کردے تو سمجھ جاؤ عشق ہے اور سب سے اہم جب محبوب کو دیکھتے حرام رشتہ بنانے کی بجائے نکاح میں لیتے خود پر حلال کرنے کی خواہش دل میں جاگے تو وہ عشق کی انتہا ہے" ضرار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ وہ ان سب باتوں سے واقف تھا۔اور ضرار سے زیادہ تھا کیونکہ وہ تو بچپن سے عائشہ کو چاہتا آرہا تھا۔ "اچھا بھائی آپ کام کریں میں اب گھر چلتا ہوں ٹائم زیادہ ہوگیا ہے" اسد نے کھڑے ہوتے کہا۔ "چلو ٹھیک ہے۔ لیکن دھیان سے جانا اور گھر پہنچتے ہی مجھے کال کردینا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں

میں سرہلایا۔ "جی بھائی فی امان اللہ" اسد کہتے روم سے باہر نکلا۔ ضرار نے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکی اور واپس اپنا کام کرنے لگا۔ "آہہ"

دوسری طرف وہ ضرار کے روم سے نکل کر چلتے سیڑھیوں کے پاس پہنچا تھا جب عائشہ جو کہ اوپر آرہی تھی اس سے ٹکرائی تھی اور پیچھے کی جانب گرتی کہ اس سے پہلے ہی اسد نے فوراً اسکی بازو پکڑتے اسے گرنے سے بچایا جبکہ عائشہ نے اسکی شرٹ مٹھیوں میں بھینچی اور اسکے سینے سے لگی۔ اسکے یوں سینے سے لگنے پر اسد کا دل شدت سے دھڑکا۔ اس نے نظریں جھکاتے اسے دیکھا جو سہمی ہوئی تھی۔ اسے یوں دیکھ اسد کو بے ساختہ تین سال پہلے کا منظر یاد آیا جب وہ یونہی ڈرتے پہلی بار اسکے سینے سے لگتے اسکی دھڑکنوں میں طوفان کھڑا کرچکی تھی۔

---تین سال پہلے---

"تم" اسد آج آفس سے واپسی پر لیٹ ہوگیا تھا۔اس وقت رات کے نو بج رہے تھے اور وہ گھر واپس جارہا تھا جب اچانک اسکی گاڑی کے سامنے ایک لڑکی آئی۔ لیکن اس سے پہلے وہ ٹکراتی وہ گاڑی روک چکا تھا۔جبکہ وہ لڑکی دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپے تھر تھر کانپ رہی تھی۔اس نے باہر نکلتے اس لڑکی دیکھا تو اسے حیرت کا جھٹکا لگا کیونکہ سامنے کھڑی لڑکی کوئی اور نہیں اسکا عشق "عائشہ راجپوت" تھی۔"اسد بھائی مم۔۔مجھے۔۔بچالیں۔۔پلیز" عائشہ جو آنکھیں بند کیے ڈر سے کانپ رہی تھی۔اسکو دیکھ یکدم اسکے سینے سے لگی اسکے یوں سینے سے لگنے پر اسد کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔"کیا ہوا عائشہ۔اور تم یہاں کیا کررہی ہو وہ بھی اس وقت۔کس سے بچاؤں میں تمھیں" اس نے اسکے گرد بازو حمائل کیے بغیر اسکا سر سہلاتے پوچھا۔"وو۔۔وہ۔۔میں۔۔اپنی۔۔فرینڈ کے۔۔گھر گئی تھی۔۔۔وہہ۔۔وہاں اسکے۔۔۔بھائی۔۔۔نے میرے۔۔ساتھ" عائشہ

بات مکمل کرنے سے پہلے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔جبکہ اسکی بات سنتے وہ مٹھیاں بھینچ گیا جبکہ اسکی آنکھیں لہو چھلکانے کی حد تک سرخ ہوئیں۔"یہاں دیکھو میری طرف" اسد کا بس نہیں چل رہا تھا ساری دنیا کو تہس نہس کردے۔"تم اس وقت اپنی دوست کے گھر کیوں گئی تھی" اسد نے اسکی بازو پکڑتے اسے سامنے کیا۔"وہ۔۔نوٹس۔۔بنانے تھے۔۔تو وہاں۔۔چلی گئی" اس لڑکی کو اسکی سرخ آنکھوں سے خوف آیا۔"شش چپ کرو کچھ نہیں ہوا اس نے کچھ کہا ہے تمھیں" سامنے کھڑی صنفِ نازک اسکا عشق تھی اسد ملک کیسے اسکو روتے برداشت کرتا۔"نہیں۔۔بس۔ہاتھ پکڑا۔۔تھا۔اور۔۔گندی گندی۔۔باتیں کررہے تھے۔میں انھیں دھکا دے۔۔کر بھاگ آئی۔۔وہ میرے۔۔پیچھے آرہے تھے" عائشہ نے اسکی شرٹ پر گرفت مضبوط کرتے بتایا۔"اچھا ریلکس کچھ نہیں ہوا میں ہوں نا پاس چلو آؤ تمھیں گھر چھوڑ دوں" اس نے عائشہ کا ہاتھ تھاما اور اسے لیے گاڑی کی

طرف بڑھ گیا۔اس نے اسے گاڑی میں بٹھاتے گاڑی سٹارٹ کی اور گھر کی طرف موڑ گیا۔وہ اس خبیس انسان سے حساب لینے کا ارادہ وہ رکھتا تھا مگر ابھی نہیں پہلے اسے گھر پہنچانا تھا پھر اس شخص کو جہنم رسید کرنا تھا جس نے اسکے عشق کو غلط نگاہ سے دیکھا۔

----حال----

"اسد بھائی" عائشہ کی پکار پر وہ ماضی سے نکلتے حال میں آیا اور اسے دیکھا جو معصومیت سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔"ہاں تم ٹھیک ہو۔لگی تو نہیں کہیں۔کہاں دھیان تھا تمھارا اگر ابھی گر جاتی تو پتا ہے کیا ہوتا۔جان نکال دی تھی تم نے میری ابھی" اسد نے پیار سے ڈپٹتے کہا تو اس نے منہ پھلایا۔"میری غلطی نہیں تھی۔آپ ایک دم سے سامنے آئے تھے" عائشہ نے کہا تو اس نے اسے مصنوعی گھورا۔"مطلب میری غلطی ہے" اسد نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھتے مسکراہٹ دبائی۔"جی ہاں جی اور اگر آپ نے اپنی

غلطی نا مانی تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی" عائشہ نے کہا تو وہ اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا جس پر وہ کھلکھلائی۔ اس دوران وہ دونوں ہی بھول گئے تھے کہ وہ کتنے قریب کھڑے ہیں۔ اسکے یوں کھلکھلانے پر اسد مسکرایا اور دل میں اسکی نظر اتاری۔ "چلیں اب ہنسے نہیں۔ اپنی غلطی مانیں ورنہ دو دن کی ناراضگی پکی" عائشہ نے باقاعدہ دو انگلیاں دکھاتے کہا۔ "ویسے بہت ہی کوئی بڑی بلیک میلر ہو تم" اسد نے کہا تو اس نے اسے گھورا۔ "ہاں ہوں تو۔ چلیں چلیں غلطی مانیں پھر مجھے سونا بھی ہے" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "اوکے سوری میری غلطی تھی میڈم اب خوش" اسد نے کہا تو اس نے احسان کرنے والے انداز میں سر ہلایا جس پر اسد نے اسے گھورا تو وہ پھر کھلکھلائی۔ "اچھا چلو زیادہ نا ہنسو۔ کہیں میری نظر ہی نا لگ جائے۔ جاؤ جا کر سو جاؤ اب ٹائم زیادہ ہو گیا ہے" اسد نے اسکی بازو چھوڑتے کہا تو وہ ہاں میں

سرہلاتے پیچھے ہوئی اور اسے گڈ نائٹ بولتے اپنے روم کی جانب بڑھ گئی۔جبکہ اسد مسکراتے نیچے چلا گیا۔

"پروفیسر کیا میں اندر آسکتی ہوں" ضرار اس وقت سٹاف روم میں اکیلا بیٹھا تھا جب سائرہ نے اس سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔اسکا فری لیکچر تھا اور وہ اس ٹائم بیٹھا سرپرائز ٹیسٹ چیک کررہا تھا جو اس نے آج ہی لیا تھا۔"یس کم ان" اسکی آواز ضرار نے مڑتے اسے دیکھا اور سیدھے ہوتے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔"پروفیسر آپ فری ہیں" سائرہ نے اسکے پاس آتے پوچھا۔"آپ یہاں کیوں آئیں مس سائرہ۔کیا آپکو کچھ پوچھنا ہے" ضرار نے اسکا سوال سرے سے اگنور کرتے سوال پوچھا۔"نہیں پرفیسر وہ مجھے آپکو سوری بولنا تھا۔اس دن میں نے آپ سے بدتمیزی کی تھی نا" سائرہ نے معصوم بنتے کہا تو ضرار نے ہاں میں سرہلایا۔"اٹس اوکے آپ جاسکتی ہیں"

ضرار نے کہا تو سائرہ دانت پیس گئی۔ ”سر ایک“ سائرہ نے مزید کچھ بولنا چاہا پر اس سے پہلے معصومیت سے بھرپور آواز سٹاف روم میں گونجی جسے سنتے ضرار نامحسوس سا مسکرایا۔ ”پروفیسر مے آئی کم ان“ مہرماہ نے پوچھا تو وہ فوراً اسکی طرف مڑا جو وائٹ کلر کی سمپل شلوار قمیض پہنے حور لگ رہی تھی۔ ”جی مہرماہ آجائیں“ اس نے نرمی سے جواب دیا تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اس کے پاس آتے کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی۔ ”پروفیسر یہ۔۔آپ۔۔نے نوٹس۔۔۔منگوائے تھے میرے“ مہرماہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے نوٹس اسکی طرف بڑھاتے کہا۔ ”جی مس مہرماہ آپ اسے یہاں رکھ دیں“ ضرار نے ٹیبل کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے نوٹس ٹیبل پر رکھتے باہر نکل گئی۔ اسکے باہر جانے پر ضرار کا منہ بنا تھا۔ وہ ابھی اسے دیکھنا چاہتا تھا پر اسکی ماہ کچھ سمجھے تو نا۔ ”پروفیسر“ ضرار کو کھوئے دیکھ سائرہ نے پھر پکارا۔ ”مس سائرہ ابھی میں کام کر رہا ہوں۔ آپکو جو بھی کام ہے آپ اپنے سی آر سے کہہ دیں میں

ان سے پوچھ لوں گا" ضرار نے سنجیدگی سے کہا اور اپنا کام کرنے لگا۔ اسکی بات پر سائرہ کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا۔ وہ تن فن کرتی سٹاف روم سے نکل گئی جس پر ضرار نے شکر ادا کیا اور اپنا کام کرنے لگ گیا۔ "مہر دے آئی پروفیسر کو نوٹس" دوسری طرف مریم جو گراؤنڈ میں بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ اسے دیکھ فوراً بولی۔ "ہاں دے آئی۔ تم نے ابھی تک کھانا کیوں نہیں شروع کیا" مہر ماہ نے اسکے سامنے پڑی پلیٹ کو دیکھتے پوچھا جس میں دو سینڈوچ تھے۔ "میں نے پہلے کبھی تمھارے بغیر کھایا ہے جو آج کھاتی۔ تمھارا انتظار کر رہی تھی چلو اب پکڑو۔ بہت بھوک لگ رہی ہے" مریم نے اسے سینڈوچ پکڑاتے کہا تو وہ اس نے پکڑتے دوسرا سینڈوچ اسے پکڑایا۔ "میری جان کھا لیا کرو۔ ویٹ کرنا ضروری تھوڑی ہے۔ تمھیں بھوک لگ رہی تھی اور میرا ویٹ کر رہی تھی کوئی حال نہیں تمھارا" مہر ماہ نے اسے پیار سے ڈپٹا تو وہ مسکرائی۔ بھلا کوئی کب ایسے فکر کرتا تھا جیسے اسکی دوست کرتی تھی۔ "تم

میری اتنی فکر کیوں کرتی ہو مہر" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "تم میری دوست ہو مریم تمھاری فکر نہیں کروں گی تو کس کی کروں گی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ایک وعدہ کرو گی" مریم نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "ہاں بولو" مہرماہ نے جلدی سے پوچھا۔ "وعدہ کرو تم ہمیشہ یونہی میری دوست بن کر رہو گی۔ اور چاہے کچھ بھی ہوجائے کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی" مریم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "پکا وعدہ۔ اب تم بھی وعدہ کرو کبھی کہیں نہیں جاؤ گی مجھے چھوڑ کر اور میرے علاوہ کوئی دوست نہیں بناؤ گی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "پکا وعدہ کہیں نہیں جاؤں گی اور تمھارے علاوہ کیا ہی دوست بناؤں کوئی مجھے سنبھال ہی نہیں سکتا جیسے تم سنبھالتی ہو اور نا ہی کوئی اس طرح میری فکر کرسکتا ہے جیسے تم کرتی ہو" مریم نے کہا تو مہرماہ مسکرائی اور اس کے ساتھ لگی۔ "ویسے میں تم سے چپکتی ہوں تمھیں غصہ نہیں آتا" مہرماہ نے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔ "پاگل لڑکی تم میری جان ہو اور تمھیں پورا حق ہے مجھ

سے چپکنے کا" مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "مہرماہ" وہ جو ہنس رہی تھی۔ اپنے نام کی پکار پر پیچھے مڑی جہاں سائرہ کھڑی تھی۔ "ہاں جی" مہرماہ نے اسے جواب دیا۔ "کیا میں بیٹھ سکتی ہوں" سائرہ نے پوچھا تو مہرماہ نے مریم کو دیکھا جس کی آنکھیں صاف غصے کا پتا دے رہی تھیں۔ اس نے بامشکل ہاں میں سرہلایا جس پر سائرہ اسکے پاس بیٹھ گئی۔ "تم لوگوں کو ڈسٹرب تو نہیں کیا نا" سائرہ نے پوچھا تو مریم نے دانت پیسے۔ "نہیں بلکل نہیں" مریم نے طنزیہ انداز میں کہا تو مہرماہ نے لبوں کا کونہ دانتوں میں دبایا۔ "او پھر ٹھیک ہے۔ مہر مجھے تم سے" سائرہ اس سے پہلے بات مکمل کرتی اس سے پہلے ہی مریم بول اٹھی۔ "مہرماہ۔ اسکا نام مہرماہ ہے۔ مہر وہ صرف میرے لیے ہے" مریم نے بامشکل اپنا غصہ ضبط کرتے کہا۔ اسے ہرگز نہیں برادشت تھا کوئی اسکی دوست سے بلاوجہ چپکے۔ "اوہ لیکن میں بھی دوست بننا چاہتی ہوں مہرماہ کی" سائرہ نے کہا تو مریم نے دانت پیسے لیکن اب کی بار وہ کچھ نا بولی کیونکہ یہ مہرماہ کا

فیصلہ تھا۔ ”سائرہ آپ اچھی ہیں پر مریم میری دوست ہے اور مجھے بہت عزیز ہے۔ آپ میری کلاس میٹ ہیں پر مریم کے علاوہ مجھے کسی دوست کی ضرورت نہیں آئی ایم سوری“ مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو مریم نے جھٹکے سے گردن موڑتے اسے دیکھا جو اسکے لیے کسی دوسرے کو دوست بنانے سے انکار کر گئی تھی۔ ”او۔۔ اچھا ٹھیک ہے کوئی بات نہیں“ سائرہ نے کہا تو مہرماہ کو کچھ دکھ ہوا۔ ”آئی آیم سوری“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکی بازو پر ہاتھ رکھ گئی۔ ”کوئی بات نہیں میں چلتی ہوں“ سائرہ نے کہا اور اٹھتے وہاں سے چلی گئی۔ وہ جیسے جیسے آگے جارہی تھی اسکے چہرے پر نفرت کے تاثرات ابھر رہے تھے۔ وہ مہرماہ کے قریب رہنے کیلئے اس سے دوستی کرنا چاہتی تھی تاکہ وہ ضرار سے بدلہ لے سکے۔ ”تم نے میری خاطر انکار کیوں کیا“ اس کے جاتے ہی مریم بولی۔ ”کیوں کہ تم میرے لیے بے حد اہم ہو اور مجھے تمھارے علاوہ کسی دوسری دوست کی قطعاً ضرورت نہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکراتے

اسکے سینے سے لگی۔ ”بہت شکریہ مہر میری دوست بننے کیلئے“ مریم نے کہا تو وہ اسکے گرد حصار باندھ گئی۔ ”بہت شکریہ مریم میری دکھ سکھ کی ساتھی بننے کیلئے“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ناجانے ان دونوں کی کونسی نیکی اللہ کو پسند آئی تھی کہ انھیں ایک دوسرے جیسی مخلص دوست عطا کی گئی تھی۔

”عامر ایک کام کرے گا میرا“ ماہ دیر نے اسے کہا جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔آج ایک ہفتہ ہوگیا تھا اسے اپنی لٹل ہائنس سے ملے۔ لیکن وہ روازنہ باقاعدگی سے حوریہ کو دیکھنے کی غرض سے یہاں آتا تھا اور گاڑی مین بیٹھے ہی اسے گھنٹوں دیکھتا رہتا تھا۔عامر بھی روزانہ بلا ناغہ اسکے ساتھ آرہا تھا۔وہ جانتا تھا ماہ دیر کو اس وقت اکیلا نہیں چھوڑا جاسکتا۔وہ ایک دو سالہ بچی کیلئے دیوانہ ہوگیا۔بعض اوقات عامر اسے دیکھ کر حیران ہوجاتا تھا جس نے اپنا حال خراب کرلیا تھا۔لوگوں کو لڑکیوں سے عشق ہوتا تھا جبکہ وہ دنیا کا واحد شخص

تھا جسے ایک دو سالہ بچی سے عشق ہوا تھا اور وہ روز تہجد کی نماز میں اس بچی کو مانگتا تھا۔عامر نے اسے تہجد میں روتے دیکھا تھا جو اللہ سے ایک ہی دعا کرتا تھا کہ کوئی معجزہ ہوجائے اور حوریہ اسکی بیٹی بن جائے۔اس گزرے ہفتے میں ماہ دیر میشائم کے بارے میں اتنا جان گیا تھا کہ وہ طلاق یافتہ ہے اور اپنی بیٹی حوریہ کے ساتھ ایک کرائے کے کمرے میں اکیلی رہتی ہے۔لیکن وہ اسکے گھر والوں کے بارے میں کچھ نا جان سکا۔"ہاں بتا" عامر نے اسکی بات سنتے اسے دیکھا جو مسلسل حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔"یہ بیک سیٹ پر حوریہ کا فیورٹ جوس پڑا ہے۔وہ اسکو دے آپر اسکو بتانا مت کہ میں نے بھیجا ہے ورنہ وہ میرے پاس آنے کی ضد کرے گی" ماہ دیر نے حوریہ کو دیکھتے کہا جو آج بھی درخت کے پاس بیٹھی بار بار گیٹ کو دیکھتے اسکا انتظار کررہی تھی۔"تو خود چلا جا۔آج ایک ہفتہ ہوگیا ہے کیوں خود بھی تڑپ رہا ہے اور اس بچی کو بھی تڑپا رہا ہے" عامر نے کہا تو اس کے ہونٹوں پر اذیت سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ

کیا۔ ”عامر میں نہیں جا سکتا یار۔ میں چاہ کر بھی نہیں جا سکتا“ ماہ دیر نے کرب سے کہا۔ ”ماہ دیر“ عامر نے کچھ کہنا چاہا پر وہ اس کی بات کاٹ گیا۔ ”عامر جا اور حوریہ کو جوس دے کر آ۔ تین گھنٹے ہو گئے ہیں اسے یہاں۔ اس نے اب تک پانی کے بس دو گھونٹ پیے ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا جو ایک ایک پل کو نوٹس کر رہا تھا۔ ”اچھا میں جاتا ہوں۔ پر کیا وہ میرے ہاتھ سے جوس لے گی۔ مطلب میں سٹرینجر ہوں اسکے لیے“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اس کے پاس جا اور اسے جا کر کہہ کہ یہ میں نے بھجوایا ہے اور ہاں ایک کام کر اسکے لیے وہ سینڈوچ جو ابھی میرے لیے لایا تھا وہ بھی اسے دے۔ اور اسے کہی کہ اسکے سپرمین کو کام ہے وہ اس لیے نہیں آ رہے۔ اور یہ بھی کہ میں اسکو بہت مس کر رہا ہوں اور میں اپنی لٹل ہائنس سے بہت پیار کرتا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے چیزیں پکڑتے گاڑی سے اترا۔ ماہ دیر نے اسے جاتے دیکھا جو سیدھا پارک کے گیٹ سے اندر داخل ہوتے سیدھا

حوریہ کے پاس گیا جو اداس سی بیٹھی تھی۔ "کیا میں یہاں بیٹھ جاؤں حوریہ" عامر نے حوریہ سے پوچھا جو اداس سی بیٹھی گیٹ کو دیکھ رہی تھی۔ "یش (یس)" حوریہ نے اسے دیکھے بغیر جواب دیا۔ حوریہ کی نظریں مسلسل گیٹ کی طرف تھیں۔ "حوریہ بیٹا" عامر نے نرمی سے اسے پکارا پر اس نے کوئی جواب نا دیا۔ "حوریہ بیٹا آپکے سپرمین نے مجھے بھیجا ہے" عامر نے کہا تو حوریہ نے فوراً اسے دیکھا۔ "شپل مین نے" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "شپل مین۔۔تاں ایں (سپرمین کہاں ہیں)" حوریہ نے جلدی سے پوچھا۔ اسکے ننھے ننھے ہونٹ لرزے تھے۔ "بیٹا آپکے سپرمین کو کام ہے تو وہ اس لیے نہیں آرہے۔ لیکن انھوں نے آج آپکے لیے یہ بھیجا ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ حوریہ کھانا نہی کھاتی تو اسے یہ دوں اور پتا ہے ساتھ آپکے سپرمین نے آپکا فیورٹ جوس بھی بھیجا ہے اور پتا ہے انھوں نے کیا کہا ہے" عامر نے نرمی سے اٹھاتے اسے اپنی گود میں بٹھایا۔ "تا تہا اے (کیا کہا ہے)" حوریہ نے فوراً

پوچھا۔ ”آپکے سپر مین نے کہا وہ آپکو بہت مس کر رہے ہیں اور وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں اور وہ جلدی آپ سے ملنے بھی آئیں گے“ عامر نے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔ ”تتھی میں (سچی میں)“ حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ دور بیٹھا ماہ دیر انھیں دیکھ رہا تھا۔ حوریہ کے چہرے پر اب تک مسکان نہیں آئی تھی۔ ”چلیں اب یہ کھائیں“ عامر نے سینڈوچ اسکے لبوں کے پاس کرتے کہا تو حوریہ کھانے لگی۔ اسے کھاتے دیکھ دور بیٹھا ماہ دیر مسکرایا تھا۔ آج کافی دن بعد اسکے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ ”چلیں اب یہ جوس پیئے“ عامر نے اسے کھانا کھلانے کے بعد جوس اسکو پکڑایا تو وہ پینے لگی۔ ”انتل شپل مین تب ائیں دے (انکل سپر مین کب آئیں گے)“ حوریہ نے اس سے پوچھا تو وہ آسودہ سا مسکرایا۔ ”آپ اپنے سپر مین سے ہی پوچھ لو“ عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”تیشے شپل مین تو جاں نئ ایں (کیسے سپر مین تو یہاں نہیں ہیں)“ حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ کال پر بات

کرتے ہیں عامر نے کہتے اپنا فون نکالا اور سپیکر پر کرتے حوریہ کو پکڑایا۔ماہ دیر جس نے یہ پورا سین دیکھا تھا اسے فون پکڑتے دیکھ اچنبھے سے دیکھنے لگا کہ اتنے میں اس کا فون بجا تھا۔اس نے فون کی طرف دیکھا جہاں عامر کا نام جگمگا رہا تھا۔ مطلب وہ اسکی بات حوریہ سے کروانا چاہتا تھا۔ماہ دیر کا دماغ کہہ رہا تھا کہ کال کاٹ دے لیکن دل نے چلاتے منع کیا تھا کہ وہ اسکی لٹل ہائنس ہے اور اسے اگنور نہیں کرنا تبھی اس نے کال اٹھاتے فون کان سے سے لگایا جب اگلے ہی حوریہ کی معصومیت سے لبریز آواز آئی۔ ”شپل مین“ حوریہ کی معصوم آواز سنتے اسکی آنکھوں میں نمی آئی۔آج اس نے ایک ہفتے بعد حوریہ کی آواز سنی تھی۔ ”شپل مین“ حوریہ نے اسے دوبارہ پکارا۔ ”جی میرا بچہ“ اس نے نرمی سے جواب دیا۔ ”شپل مین آپ توں نی آلے حولیہ شے ملنے (سپر مین آپ کیوں نہیں آرہے حوریہ سے ملنے)“ حوریہ نے اس سے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے اپنے آنسوؤں پر بند ھ باندھا۔ ”میری جان آپکو پتا ہے نا میں

بُرے انکل سے ڈشم ڈشم کرتا ہوں" ماہ دیر نے اس سے پوچھا۔"یش اول پھل بلے انتل باد داتے ایں (یس اور پھر بُرے انکل بھاگ جاتے ہیں)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"یس تو ابھی نا میں بُرے انکل کے ساتھ ڈشم ڈشم کررہا ہوں نا اس لیے آپکے پاس نہیں آسکتا ابھی" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آئے۔"شپل۔۔مین۔۔حولیہ تو۔۔۔آپ تی آد آلی اے (سپر مین حوریہ کو آپکی یاد آرہی ہے)" حوریہ نے روتے ہوئے کہا تو ماہ دیر کا دل کٹا تھا اسکے آنسو دیکھتے۔"حوریہ میری جان۔پلیز پلیز روتے نہیں ہیں میرا بچہ۔پلیز میری زندگی یوں نا روئیں" ماہ دیر نے اسے تڑپتے لہجے میں کہا۔کیا بے بسی تھی اسکی۔وہ حوریہ سے چند قدموں کے فاصلے پر تھا پر یہ چند قدموں کا فاصلہ میلوں کے فاصلے سے کم نا لگا۔"شپل۔۔مین۔۔آدائیں (سپر مین آجائیں)" حوریہ نے موبائل پر پکڑ مضبوط کرتے ہنوز روتے ہوئے کہا۔"میرا بچہ سپر مین قربان آپ پر۔بس تھوڑی سی دیر میری جان پھر میں

آجاؤں گا آپکے پاس۔پلیز رونا بند کریں میرا بچہ" اس نے پیار سے کہا۔اس دوران عامر خاموشی سے اس دو سالہ بچی کے ماہ دیر کیلئے آنسو اور اس انتیس سالہ خوبرو مرد کی حوریہ کے لئے تڑپ دیکھ رہا تھا۔"حوریہ اچھا میری بات سنو لٹل ہائنس" ماہ دیر نے بے بسی کی انتہا پر اسے پکارا۔"دی (جی)"حوریہ نے سوں سوں کرتے جواب دیا۔"آپ سپرمین کا پیارا بچہ ہو نا" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا۔"یش (یس)" حوریہ نے جواب دیا تو وہ مسکرایا۔"تو میرا پیارا بچہ سپرمین کی جان۔میری زندگی میری بات مانیں گی نا" ماہ دیر نے پچکارتے پوچھا۔"دی (جی)" اسکے پیار بھرے انداز پر حوریہ اپنا رونا بھول چکی تھی۔"تو میری لٹل ہائنس اب سے بلکل نہیں روئے گی اوکے" ماہ دیر نے پوچھا۔"اوتے پل اپ میلے شے منے ائیں دیں نا (اوکے پر آپ میرے سے ملنے آئیں گے نا)" حوریہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"یس لٹل ہائنس میں بہت جلد آپ سے ملنے آؤں گا (پھر چاہے آپکی ماما کے پیروں میں گر کر ہی اجازت کیوں

نا مانگنی پڑے)" ماہ دیر نے آدھی بات اسے کہتے باقی آدھی بات دل میں کہی۔ "پلومش (پرومس)" حوریہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "پرومس میرا بچہ" اس نے پیار سے کہا۔ "اچھا میری جان اب فون عامر انکل کو دیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے فون عامر کو پکڑایا۔ "ہاں ماہ دیر" اس نے پوچھا۔ "عامر حوریہ کے بیگ میں ایک بال ہوگا وہ اسے نکال کر دے دے اور اسکی واٹر بوٹل بھی" ماہ دیر کی بات سنتے اس نے دونوں چیزیں حوریہ کو نکال کر دیں۔ "حوریہ سے بات کروا میری" ماہ دیر نے کہا تو وہ حوریہ کے کان سے فون لگا گیا۔ "شپل مین (سپر مین)" حوریہ فوراً بولی۔ "سپر مین کی جان۔ اب میرے بچے نے اداس نہیں بیٹھنا۔ اٹھ کر کھیلیں بال سے اور کوئی شرارت نہیں کرنی۔ جھولے پر نہیں بیٹھنا اور ہاں پانی بار بار پینا ہے اوکے" ماہ دیر نے کہا تو وہ جلدی سے ہاں میں سر ہلا گئی۔ "اوتے شپل مین (اوکے سپر مین)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "شاباش میری جان۔ آئی لوو یو" اس نے پیار سے کہا۔ "آئی لا او تو (آئی لوو یو ٹو)" حوریہ

نے چہکتے کہا تو ماہ دیر کا دل پر سکون ہوا۔ "بائے بائے میرا بچہ۔ اپنا بہت خیال رکھنا ہے میری لٹل ہائنس نے" ماہ دیر نے کہا۔ "اوتے شپل مین بائے بائے (اوکے سپر مین بائے بائے)" حوریہ نے کہا تو وہ کال کاٹ گیا۔ "اچھا حوریہ بچے اب میں بھی چلتا ہوں" عامر نے حوریہ کی گال پر نرمی سے چٹکی کاٹتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اوتے انتل (اوکے انکل)" اس نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے بال سہلاتے باہر نکل گیا۔یہ جانے بغیر کہ انکے پیچھے رکھے بینچ پر بیٹھا شخص شیطانی انداز میں مسکرایا تھا۔

"یا اللہ میرا دل کیوں گھبرا رہا ہے اتنا" ماہ دیر ابھی کچھ دیر پہلے ہی عامر کے ساتھ ہاسپٹل آیا تھا۔وہ آج جلدی آگیا تھا کیونکہ اسے ہاسپٹل سے ایک ایمرجنسی کال آئی تھی تبھی وہ آج میشائم کے آنے سے پہلے ہی آگیا تھا۔میشائم کا سکول آف ہونے میں ابھی بھی ایک گھنٹہ تھا۔ ماہ دیر جب سے ہاسپٹل آیا

تھا۔ناجانے کیوں اسکا دل گھبرا رہا تھا جسے وہ سمجھنے کی کوشش کررہا تھا۔"یا اللہ میرے اپنوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھ۔اللہ ان پر کوئی تکلیف نا دینا" ماہ دیر نے اپنا سر ٹیبل پر ٹکاتے اللہ سے دعا مانگی۔"میرا دل کیوں لٹل ہائنس کو یاد کرتے اتنا بے چین ہورہا ہے" ماہ دیر نے اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے سہلایا۔اس کا دل چیخ چیخ کر اسے حوریہ کے پاس جانے کا کہہ رہا تھا پر وہ جانتا تھا کہ یہ میشائم کے آنے کا ٹائم ہے۔وہ اگر چلا بھی گیا تو صرف پندرہ بیس منٹ کیلئے ہی مزید حوریہ کو دیکھ سکے گا۔اور ابھی اسے ایک مریض چیک کرنا تھا۔"یا اللہ پاک میری حوریہ کی حفاظت کرنا" ماہ دیر نے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے حوریہ کو تصور کرتے اس پر پھونک ماری۔عین اسی پل اسکے کیبن کا دروازہ کھلا اور ایک پچاس پچپن سالہ مریض اندر آیا تھا۔"اسلام علیکم" ڈاکٹر مریض کی آواز پر وہ ہوش میں آیا۔"وعلیکم اسلام۔جی بیٹھیں" اس نے مریض کو اشارہ کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ماہ دیر نے ہاتھ بڑھاتے اسکی رپورٹس پکڑتے

پڑھنا شروع کی۔ لیکن اس کا دھیان مسلسل حوریہ پر تھا۔ اس کی پیشانی ابر آلود ہورہی تھی جسے وہ ہاتھ کی پشت سے صاف کررہا تھا۔ ماہ دیر نے بامشکل اپنا دھیان حوریہ سے ہٹاتے ایک پرچی پر قلم سے کچھ لکھا اور مریض کی طرف بڑھایا۔ ”میں نے آپکی رپورٹس دیکھ لی ہیں۔ یہ کچھ ٹیسٹ اور ای سی جی ہے۔ یہ آپ کروائیں اور جب اسکا ریزلٹ آئے پھر دوبارہ آئیے گا“ ماہ دیر کہتے کھڑا ہوا۔ ”جی ڈاکٹر“ وہ آدمی اٹھا اور باہر نکل گیا۔ اسکے جاتے ہی ماہ دیر نے فوراً اپنا فون پکڑا اور باہر بھاگا۔ اسکا دل جس قدر شدت سے گھبرا رہا تھا۔ اب اسے ڈر لگ رہا تھا۔ وہ بس ایک بار حوریہ کو دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ نا جانے کیوں اسے لگ رہا تھا جیسے اگر وہ وہاں نا پہنچا تو اسکی لٹل ہائنس کے ساتھ کچھ بُرا ہوجائے گا۔ ”ماہ دیر کہاں جارہا ہے“ ابھی وہ ہاسپٹل کے مین ڈور کے پاس پہنچا تھا جب کسی نے اسکی بازو پکڑی تھی۔ اس نے مڑتے پیچھے دیکھا جہاں عامر کھڑا تھا۔ ”عامر مجھے حوریہ کے پاس جانا ہے“ ماہ دیر نے اس سے بازو

چھڑانی چاہی۔ "ماہ دیر کیا ہوا حوریہ کو" عامر اسکا پسینے سے شرابور وجود دیکھ پریشان ہوا۔ "مجھے نہیں پتا پر میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے کچھ بہت بُرا ہونے والا ہے۔ ایسے لگ رہا ہے میری حوریہ کسی تکلیف میں ہے" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "ماہ دیر ریلیکس ہو۔ ہم ابھی تو حوریہ سے مل کر آئے ہیں۔ وہ ٹھیک تھی۔ ایسے کیوں کہہ رہا ہے" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "مجھے نہیں پتا عامر پر مجھے حوریہ کو دیکھنا ہے ایک بار۔ مجھے تسلی کرنی ہے وہ ٹھیک ہے" ماہ دیر کے لہجے میں تڑپ محسوس کرتے عامر نے ہاں میں سرہلایا۔ "چل ٹھیک ہے گاڑی میں بیٹھ میں بھی چلتا ہوں" عامر نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے فوراً باہر بھاگا اور جاتے گاڑی میں بیٹھتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ عامر بھی فوراً آتے دوسری طرف سے بیٹھا۔ اس کے بیٹھتے ہی ماہ دیر نے گاڑی زن سے بھگائی۔ اس کی گاڑی فل سپیڈ میں پارک کی طرف بڑھ رہی تھی۔ "ہیلو" دوسری طرف حوریہ ماہ دیر کے کہنے پر اپنے بال سے کھیل رہی

تھی جب کسی آدمی نے اسے پکارا۔ ”دی انتل (جی انکل)“ حوریہ نے معصومیت سے اسے دیکھا۔ وہ بچی تھی تبھی اسے نا پہچان سکی کہ وہ یہ وہی شخص ہے جو اس دن اسکے گھر آیا تھا۔ ”کیا کر رہی ہو آپ“ سامنے کھڑا شخص کوئی اور نہیں ارباز خان تھا جو کافی دیر سے کسی مقصد کے تحت پارک میں بیٹھا تھا۔ اس نے عامر، ماہ دیر اور حوریہ کی ساری بات سنی تھی اور اب اسے یقین تھا کہ اسکا پلین آرام سے پورا ہو سکتا تھا۔ وہ پچھلے ایک ہفتے سے حوریہ اور یشائم کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ ”کیسی ہو“ ارباز خان نے اسے دیکھتے پوچھا جو بلکل یشائم کی کاپی تھی۔ ”تیت اوں اپ تون ایں (ٹھیک ہوں آپ کون ہیں)“ حوریہ نے اسے دیکھتے معصومیت سے پوچھا۔ وہ اب اپنا کھیل بلکل بند کرتے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”میں۔۔ میں تمھارے سپرمین کا دوست ہوں“ ارباز خان نے کہا تو حوریہ کی آنکھوں میں خوشی ابھری۔ ”شپل مین (سپرمین)“ حوریہ نے ایکسایٹڈ ہوتے پوچھا۔ ”ہاں۔ تمھیں

ان سے ملنا ہے" ارباز خان نے پوچھا تو وہ زور زور سے ہاں میں سرہلانے لگی۔ "ٹھیک ہے آؤ میں تمھیں لے کر چلتا ہوں" ارباز خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "پل شپل مین تو جاں نئ ایں (پر سپر مین تو یہاں نہیں ہیں)" حوریہ نے معصومیت سے کہا۔ "نہیں وہ یہی ہے باہر تم آؤ" ارباز خان نے کہا تو حوریہ نے دو منٹ اسے دیکھا پھر اسے دیکھتے مسکرائی۔ "تیت اے انتل می اپا بید پتل لوں (ٹھیک ہے انکل میں اپنا بیگ پکڑ لوں)" حوریہ نے کہا اور جلدی سے اپنا بیگ پکڑتے اسکے پاس آئی۔ "تلیں انتل شپل مین تے پاش (چلیں انکل سپر مین کے پاس)" حوریہ نے اسے کہا تو ارباز خان مسکرایا۔ "ہاں چلو" اس نے حوریہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے لیے پارک کے دوسرے گیٹ سے باہر کی جانب چل پڑا۔ وہ گیٹ روڈ کی طرف کھلتا تھا جس پر اس وقت میں زیادہ گاڑیاں نہیں ہوتی تھیں۔ "انتل شپل مین تاں ایں (انکل سپر مین کہاں ہیں)" حوریہ نے اس سے پوچھا۔ "یہی ہے ایک کام کرو یہاں رکو میں تمھارے سپر

مین کو لے کر آتا ہوں" ارباز حوریہ کو روڈ کے بیچ وبیچ کھڑا کرتے خود ایک سفید گاڑی کی طرف بڑھا اور جاتے اس میں بیٹھا۔"اس بچی کو لگنی چاہیئے یہ گاڑی اور اس طرح کہ یہ بچ نا سکے۔اسکی منحوسیت کی وجہ سے میری بیٹی اپاہج ہوئی ہے۔میں اسکی سانسیں چھین لوں گا" ارباز خان نے گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے آدمی کو نفرت سے کہا جس پر اس آدمی نے ہاں میں سرہلاتے گاڑی سٹارٹ کرتے حوریہ کی طرف بڑھائی۔حوریہ اس سب سے انجان وہاں کھڑی اپنے سپرمین کا ویٹ کررہی تھی جبکہ ارباز خان کی گاڑی پوری شدت سے اسکی طرف بڑھ رہی تھی اور اگلے ہی پل ارباز خان کی گاڑی نے حوریہ کو ہٹ کیا تھا جس سے حوریہ اگلے ہی پل ہوا میں اڑتے زمین پر دور جاتے گری تھی۔حوریہ کا ننھا سا وجود دور گھاس پر گرا تھا۔اس کی پیشانی وہاں رکھے پتھر سے ٹکرائی تھی۔"حوریہہ" اسکے گرتے ہی وہاں دو چینخیں گونجی تھیں۔ایک آواز میشائم اور دوسری ماہ دیر کی۔ماہ دیر ابھی پہنچا تھا جبکہ میشائم حوریہ کو پارک

میں ڈھونڈنے کے بعد اس طرف آئی تھی اور سامنے کا منظر یشائم اور ماہ دیر دونوں کی روح کھینچ چکا تھا۔وہ دونوں اندھا دھند بھاگتے ہجوم کو چیرتے کر خون سے لت پت حوریہ کے ننھے ہوش و حواس سے بیگانہ وجود کے پاس پہنچے تھے۔"حوریہ میری۔جان اٹھیں۔۔حوریہ" یشائم کے اس کو چھونے سے پہلے ماہ دیر نے اسکے ننھے سے وجود کو اٹھاتے سینے سے لگایا تھا۔"لٹل۔۔۔ہائنس۔۔دیکھیں سپر۔۔۔مین آگئے میرا۔۔بچہ" ماہ دیر نے اسے کہا جس کی پیشانی سے ابل ابل کر خون آرہا تھا۔"حور" یشائم نے ماہ دیر کے ساتھ بیٹھتے حوریہ کو پکارا جس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہو رہی تھی۔"حور۔۔ماما کی۔۔جان۔۔اٹھیں۔۔کیا۔۔کر رہی۔۔ہیں یہاں۔۔حور۔۔ماما۔۔بلا۔۔رہی۔۔ہیں۔۔حوریہ۔۔اٹھیں۔۔نا۔۔بچہ۔۔ بات۔۔سنیں۔۔ماما کی" یشائم اسکا چہرہ تھپتھپاتے بولی جبکہ ماہ دیر ساکت ہوا بس حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔"ماہ دیر" اسے یوں ایک ہی جگہ منجمد دیکھ عامر نے ماہ

دیر کا کندھا ہلایا تھا۔ "ہاں" ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "ماہ دیر ہوش کر حوریہ کو ہاسپٹل لے کر جانا ہے۔ اٹھ جلدی کر اس سے پہلے دیر ہوجائے" عامر نے کہا تو ماہ دیر ہوش میں آیا۔ اس نے جلدی سے حوریہ کی پلس چیک کی جو نہایت مدھم تھی جبکہ سانس بھی وہ ٹھیک سے نہیں لے رہی تھی۔ "میرا۔۔بچہ آپکے۔۔ سپرمین آپ کو کچھ نہیں ہونے دیں گے" ماہ دیر حوریہ کو گود میں اٹھاتے کھڑا اور گاڑی کی طرف بھاگا۔ "مس آپ بھی اٹھیں" عامر نے میشائم کو کہا جو مردہ نگاہوں سے زمین پر گرے خون کو دیکھ رہی تھی۔ عامر کی بات سنتے اس نے اسے دیکھا۔ "مس پلیز اٹھیں آپکی بیٹی کی جان کا سوال ہے" عامر کی بات سنتے وہ ہوش میں آتے اٹھی اور ماہ دیر کے پیچھے بھاگی۔ "حوریہ حوریہ اٹھو پلیز اٹھو" میشائم چلاتے اسکے پاس پہنچی تھی۔ ماہ دیر فوراً پچھلی سیٹ پر حوریہ کو سینے سے لگائے بیٹھا تھا جبکہ میشائم بھی اسکے ساتھ بیٹھی تھی۔ ان کے بیٹھتے ہی عامر نے فوراً گاڑی ہاسپٹل کی طرف بڑھا۔ "حوریہ اٹھو پلیز میری جان پلیز"

یشائم نے روتے ہوئے اسے دیکھا جسکا پورا چہرہ خون سے بھرا تھا۔ماہ دیر نے حوریہ کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے دبایا تھا تاکہ خون نا نکلے۔"عامر گاڑی جلدی چلا" ماہ دیر نے اسے کہا تو وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا۔"لٹل۔۔ہائنس۔۔پلیز۔۔میرا بچہ اٹھ جائیں۔۔سپرین کی جان دیکھیں۔۔میں آگیا ہوں اٹھیں" ماہ دیر کا پورا جسم کپکپا رہا تھا۔ماہ دیر کی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہتے حوریہ کے چہرے پر گر رہے تھے۔"ماہ دیر ہم پہنچ گئے" لگ بھگ دس منٹ کے مزید سفر کے بعد وہ لوگ ہاسپٹل پہنچے تو عامر بولا۔اسکی بات سنتے ماہ دیر دروازے کھولتے حوریہ کو یونہی سینے سے لگائے اندر بھاگا۔"ڈاکٹر فاز کو بلاؤ۔انھیں کہو جلدی ایمرجنسی روم میں پہنچیں فوراً" ماہ دیر نے اندر داخل ہوتے دھاڑا تھا۔اسکی دھاڑ پر وارڈ بوائے ڈاکٹر کو بلانے بھاگا جبکہ ماہ دیر حوریہ کو سینے سے لگائے آپریشن تھیٹر کے اندر بھاگا۔"میری بیٹی" یشائم چلاتے اسکے پیچھے بھاگی تھی لیکن عامر اسکی بازو پکڑتے اسے روک چکا

تھا۔ ”آپ اندر نہیں جا سکتی مس میشائم“ اس نے کہا لیکن وہ ہنوز اس سے بازو چھڑانی چاہی۔ ”مس ! ماہ دیر ہے اندر حوریہ کے پاس۔پلیز یہیں رکیں آپکو اندر جانے کی اجازت نہیں مل سکتی“ عامر کہتے آپریشن تھیٹر کے اندر چلا گیا جبکہ میشائم وہیں زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔اس کا دل پھٹ جانے کے در پر تھا۔

”کیا ہوا بھائی یہاں کیوں کھڑے ہیں“ اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے اور ضرار ملک ولا کی چھت پر کھڑا تھا جب عائشہ نے اس کی بازو پکڑتے پوچھا جو نیچے پورچ کی طرف دیکھ رہا تھا۔آج تنزیل بیگم کے علاوہ باقی سب ملک ولا آئے تھے اور اب سکندر فیملی بھی ملک ولا آرہی تھی۔آج شہریار اور ثانیہ کی چھوٹی سی منگنی کی رسم کرنی تھی جس میں صرف گھر والے ہی شامل تھے۔سکندر صاحب چاہتے تھے کہ منگنی کی رسم انکے گھر ہو لیکن ثانیہ کے ضد کرنے پر شہریار نے ملک ولا میں ہی منگنی کی رسم رکھوائی تھی جس پر شاہ جہاں

بیگم پہلے تو غصہ ہوئیں لیکن شہریار کی خوشی کی وجہ سے چپ کر گئیں۔ضرار پچھلے ایک گھنٹے سے چھت پر کھڑا مہرماہ کا ویٹ کر رہا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ جیسے ہی مہرماہ گاڑی سے اترے سب سے پہلے ضرار اسے دیکھے تبھی وہ چھت پر کھڑا تھا۔"آپکی بھابھی کا انتظار کر رہا ہوں گڑیا" ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔"اوہو بھائی" عائشہ نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو وہ ہنسا۔"اچھا بس میرا بیٹا بھائی کو تنگ نہیں کرتے۔یہ بتاؤ یہاں کیا کر رہی ہو" ضرار نے اسے حصار میں لیتے پوچھا۔"وہ بھائی بڑے بابا پوچھ رہے ہیں کہ آپ نے اپنے کسی فرینڈ کو انوائٹ کرنا ہے تو اسکا نام بتا دیں کیونکہ آج منگنی کے بعد بڑے بابا نے مہمانوں کی لسٹ بنانی ہے۔آدھی بن گئی باقی اب بڑے بابا سے پوچھ رہے ہیں" عائشہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں بیٹا میں نے کسی کو نہیں بلانا" اس نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا اور نیچے چلی گئی جبکہ ضرار پھر نیچے دیکھنے لگا۔اسے کھڑے ابھی پانچ منٹ گزرے تھے جب ملک ولا کا گیٹ کھلتے

ہی وائٹ کلر کی گاڑی اندر داخل ہوتے پورچ میں رکی۔گاڑی کے رکتے ہی ضرار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی۔سب سے پہلے گاڑی سے خلیل صاحب اور پروین بیگم اترے تھے۔پروین بیگم نے گاڑی سے اترتے ثانیہ کو گاڑی سے اتارا جبکہ خلیل صاحب نے مہرماہ کو۔ضرار کی نظریں تو بس مہرماہ پر تھیں جو اس وقت بے بی بلیو کلر کی شارٹ قمیض اور ساتھ پلازہ پہنے سر پر ہم رنگ ڈوپٹہ سیٹ کیے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔اسکے پورے ڈریس پر گولڈن دھاگے سے کڑھائی ہوئی تھی۔اسکا چہرہ اس وقت ہر طرح کے میک اپ سے پاک تھا۔اس نے بس اپنی فوریسٹ گرین آئیز میں کاجل لگایا تھا۔کانوں میں اس نے بڑے بڑے جھمکے پہنے تھے جبکہ ہاتھوں میں کانچ کی گولڈن چوڑیاں پہنی تھیں۔وہ اس وقت اسے آسمان سے اتری اپسرا لگ رہی تھی۔وہ ضرار کو اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ ضرار کا دل کر رہا تھا کہ اپنا آپ اس پر سے وار دے۔ضرار کی نظریں مسلسل اس پر تھیں جو خلیل صاحب سے کوئی بات

کررہی تھی۔وہ ایک آخری نظر اس پر ڈالتے نیچے بڑھا۔اب وہ اسے روبرو دیکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔"بابا آپ آپی کے پاس جائیں۔آج انکا بڑا دن ہے" مہرماہ نے خلیل صاحب سے کہا جو اسکے کندھے کے گرد بازو پھیلاتے اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔"میری جان میں ساتھ تو ہوں" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔"بابا اچھا نہیں لگتا نا۔آج آپی کا دن ہے آپکو ان کے پاس ہونا چاہیئے بابا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائے۔"میرا بچہ میں پاس ہی ہوں چلیں شاباش بابا کا بیٹا سمائل کرکے دکھائیں اب" خلیل صاحب نے اسکی ناک کھنچتے کہا تو وہ مسکرائی۔"بابا!!! ایسے نا کیا کریں" مہرماہ نے کہا تو مسکرائے۔"میری جان کا ٹکرا" انھوں نے اسکا ماتھا چوما اور ان سب کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔"اسلام علیکم" ان لوگوں نے اندر داخل ہوتے سلام کیا جس پر سب ہی انکی طرف متوجہ ہوئے۔اس وقت لاؤنج میں لڑکوں کے سوا باقی سب موجود تھے۔"وعلیکم اسلام" سب نے ہم آواز ہوتے انھیں

جواب دیا۔ ”آئیں بیٹھیں سکندر صاحب“ دراب صاحب نے کہا تو وہ انکے گلے لگتے صوفے پر بیٹھے۔ ”آنٹی شہریار کہاں ہے“ ثانیہ نے صوفے پر بیٹھتے ہی پوچھا۔ اس کی بات سنتے خلیل صاحب اور مہرماہ شرمندہ ہوئے جبکہ باقی سب نے بامشکل اپنی ناگواری کو چھپایا۔ ”وہ کمرے میں ہے بیٹا“ فہمیدہ خان نے اسے جواب دیا۔ ”اچھا میں اس سے مل کر آئی“ ثانیہ کہتے کھڑی ہوتی کہ شاہ جہاں بیگم نے اسے ٹوکا۔ ”وہ ابھی آجاتا ہے ثانیہ بیٹھی رہو“ شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے بامشکل اپنا غصہ دبایا اور بیٹھ گئی۔ ”عائشہ جاؤ سب کو بلا لاؤ“ شاہ جہاں بیگم نے عائشہ کو کہا جو اس وقت گولڈن کلر کا فراک پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے بلکل نیچرل میک اپ کیا تھا جبکہ جیولری میں بس جھمکے پہنے تھے۔ وہ آج اسد ملک کے دل کے تار ہلا چکی تھی جس سے وہ انجان تھی۔ ”اماں سائیں یہ ہے مہرماہ“ فہمیدہ خان نے شاہ جہاں بیگم سے پوچھا۔ ”ہاں یہ ہے ہمارے ضرار کی ماہ“ شاہ جہاں بیگم کے کہنے پر

مسکرائے۔ ”بہت پیاری اور معصوم ہے ماشاءاللہ“ انھوں نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ ”اماں سائیں بھائی آ گئے“ تھوڑی دیر بعد عائشہ نے سیڑھیوں پر سے آواز دی۔ اسکی آواز پر سب نے مڑتے پیچھے دیکھا جہاں سے وہ شہریار، اسد اور ضرار کے ساتھ آ رہی تھی۔ شہریار اس وقت وائٹ کلر کی شلوار قمیض پہنے ہوئے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا جبکہ اسد بلیک کلر کی شلوار قمیض پہنے بے حد جاذبِ نظر لگ رہا تھا اور ضرار اس وقت ڈارک بلیو کلر کی شلوار قمیض پہنے کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔ ضرار کی نظریں مہر ماہ پر ٹکی تھیں جو فردوس بیگم کے ساتھ بیٹھی تھی جبکہ اسد کی نظریں اپنے ساتھ چلتی عائشہ پر تھیں جو اسکی دھڑکنوں میں طوفان برپا کر چکی تھی۔ وہ تینوں چلتے سب کے پاس آئے اور آتے سب سے ملتے اپنی جگہ سنبھالی۔ ضرار جاتے فردوس بیگم کے دوسری طرف بیٹھا۔ جبکہ اسد عائشہ کے پیچھے کھڑا تھا جو صوفے پر شاہ جہاں بیگم کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ”کیسے ہو شیری“ شہریار آتے ثانیہ کے ساتھ بیٹھا تو وہ فوراً

بولی۔ ”ٹھیک ہوں تم کیسی ہو“ شہریار نے مدھم سا مسکراتے پوچھا۔ ”میں تو ایک دم پیاری ہوں۔ اب بتاؤ میں کیسی لگ رہی ہوں“ ثانیہ نے اسے پوچھا تو شہریار نے اسے دیکھا جو پیرٹ کلر کی میکسی پہنے چہرے پر ہمیشہ کی طرح میک اپ کیے اچھی لگ رہی تھی۔ ”بہت خوب صورت لگ رہی ہو“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”منگنی کی رسم شروع کریں اماں سائیں“ لگ بھگ بیس منٹ بعد عالمگیر خان نے شاہ جہاں بیگم سے پوچھا جنھوں نے سر خم کرتے انھیں اجازت دی۔ جس پر خلیل صاحب نے اپنی جیب سے گولڈ کی مردانہ انگوٹھی نکالتے ثانیہ کو پکڑائی جو وہ فوراً سے شہریار کو پہنا گئی۔ ثانیہ کے انگوٹھی پہناتے ہی شاہ جہاں بیگم نے اپنی گود میں رکھی گولڈ کی انگوٹھی اٹھاتے شہریار کو پکڑائی جو وہ ثانیہ کو پہنا گیا۔ ان دونوں کی رسم ہوتے ساتھ ہی سب نے انھیں مبارکباد دی۔ ”عائشہ بیٹا مٹھائی دو سب کو“ فردوس بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سب کو مٹھائی دینے لگی۔ ثانیہ کا سارا دھیان اپنی انگلی

میں موجود گولڈ کی انگوٹھی پر تھا۔ انھی چیزوں کیلئے تو اس نے شہریار سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ جبکہ باقی سب اسکی سوچ سے انجان باتوں میں مشغول تھے۔ "کیا ہوا بیٹا کس کی کال ہے" فردوس بیگم جو فہمیدہ خان سے باتیں کرنے میں مصروف تھیں جب انھیں مہرماہ کے موبائل کی آواز آئی جس پر انھوں نے مڑتے اسے دیکھا۔ "وہ آنٹی میری فرینڈ کی کال ہے" مہرماہ نے کہا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کہاں جاکر مریم سے بات کرے۔ "بچے آپ باہر لان میں جاکر کال اٹینڈ کرلو" فردوس بیگم نے کہا تو وہ تشکر سے انھیں دیکھتے لان کی طرف چلی گئی۔ "کہاں" ابھی اسے گئے دو منٹ گزرے تھے جب ضرار کھڑا ہونے لگا لیکن اس سے پہلے وہ کھڑا ہوتا فردوس بیگم نے اسکی بازو پکڑی۔ "ماہ کے پاس" ضرار نے کہا تو وہ اسے مصنوعی گھورنے لگیں۔ "شرم نہیں آتی اپنی ماں کو یہ بتاتے ہوئے کہ ایک لڑکی کے پاس جارہے ہو" فردوس بیگم نے کہا تو سر جھکاتے مسکرایا۔ "موم کسی غیر لڑکی سے تھوڑی ملنے جارہا

ہوں۔اپنی ہونے والی زوجہ اور آپکی ہونے والی بہو سے ملنے جارہا ہوں" ضرار نے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ "اوریہ رشتہ کب پکا ہوا" فردوس بیگم نے پوچھا تو وہ ہنسا۔"ماما میں تو خیالوں میں اس سے نکاح بھی کر چکا ہوں۔آپ صرف رشتہ پکا کرنے کی بات کررہی ہیں۔اور ابھی حقیقت میں نہیں ہوا لیکن انشاء اللہ ہوجائے گا" ضرار نے بے باکی سے کہا تو وہ ہنس پڑیں جس پر وہ بھی ہنسا۔"اب جاؤں" اس نے پوچھا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔انکے اجازت دینے پر وہ اٹھا اور کچن کی طرف بڑھ گیا تاکہ وہاں موجود دروازے سے باہر جاسکے۔جبکہ باقی سب اس سب سے انجان باتوں میں ہی مصروف تھے۔

"میں نے تمھیں کہا تھا آجاؤ۔لیکن تم ہی نہیں آئی۔پتا ہے اماں سائیں بھی تمھارا پوچھ رہی تھیں" مہرماہ نے فون پر مریم سے بات کرتے کہا۔"یار بس اچھا نہیں لگتا وہاں بس فیملی تھی۔ایسے میں میرا وہاں ہونا اچھا نا لگتا" مریم

نے کہا تو اس نے دانت پیسے۔ "بدتمیز تم بھی میری ہی فیملی ہو سمجھی۔ خبردار اب ایسی بات کی۔ بیٹا منگنی پر تو میں نے بخش دیا پر شادی کے سارے فنکشنز میں تم اگر نا شامل ہوئی تو پھر میں تم سے بات نہیں کروں گی" مہرماہ نے کہا تو مریم ہنسی۔ "ہائے ربا۔ ابھی سے دھمکیاں" مریم نے کہا تو وہ مسکراہٹ دبا گئی۔ "ہاں دھمکیاں۔ اگر تم نا آئی تو میں واقعی بات نہیں کروں گی مریم۔ میری آپی کی شادی میں مجھے تم میرے ساتھ چاہیئے ہو۔ ہم دونوں ساری رسمیں ساتھ میں کریں گے اوکے" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ نا جانے اسکی کس نیکی کا صلہ تھی مہرماہ۔ "ٹھیک ہے جناب۔ آپکا حکم سر آنکھوں پر" مریم نے کہا تو وہ کھلکھلائی جس پر مریم نے مسکرائی۔ جبکہ باہر آتے ضرار نے اپنا دل تھاما جو اس کی جلترنگ ہنسی سنتے بے قابو ہوا تھا۔ "اچھا چلو اب تم جاؤ سب کے پاس۔ سب تمھارا انتظار کر رہے ہونگے پھر جب گھر جاؤ گی پھر بات کریں گے" مریم نے اسے کہا۔ "ہاں ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا اور کھانا ٹائم پر کھا لینا

سمجھی تم" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔"ہاں سمجھ گئی" مریم نے کہا تو اس نے مسکراتے کال کاٹی اور جانے کیلئے مڑی جب نظر سامنے پلر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔"اسلام علیکم پروفیسر" مہرماہ نے مدھم مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے اسے سلام کیا۔"وعلیکم اسلام ماہ کیسی ہو" ضرار نے نرمی سے پوچھا اور دو قدم آگے بڑھا۔"ٹھیک ہوں پروفیسر۔۔آپ کیسے ہیں" مہرماہ نے اس سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"میں ٹھیک ہوں" ضرار نے کہا تو وہ اب کی بار خاموش ہی رہی۔"انکل سے بات ہوئی تھی۔اور بتایا تھا انکل کو" ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"نہیں پروفیسر اس دن کے۔۔۔بعد سے اب تک۔۔کچھ نہیں ہوا۔۔تو بابا کو۔۔نہیں بتایا" مہرماہ نے نگاہیں جھکاتے جواب دیا۔"اچھا اور اس دن انکل سے پوچھا تھا کہ وہ کیوں نہیں آئے" ضرار نے اسکی من موہنی صورت کو تکتے پوچھا۔"جی۔۔وہ۔۔بابا بتا رہے تھے۔۔کہ آپی۔۔مال گئیں تھی جو کافی دور تھا۔۔اور وہ بس آپی۔۔کو لینے گئے۔۔تھے

پھر آپی نے آئس۔۔کریم کھانے کی۔۔ضد کی تو۔۔بابا نے انھیں وہ دلائی تھی۔۔پھر بابا یونی بھی آئے تھے۔۔پر میں وہاں نہیں تھی۔۔لیکن گارڈ انکل نے بابا کو۔۔بتا دیا تھا کہ۔۔میں جا چکی ہوں" مہرماہ نے اس دن کا سارا حال بیان کیا۔"اچھا تو کیا انکل کو یہ نہیں بتایا کہ میں چھوڑ کر گیا تھا تمھیں گھر" ضرار نے آئی برو اچکاتے پوچھا۔"جانتے ہیں۔۔بابا میں نے۔۔بابا کو بتایا تھا" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے سکھ کا سانس لیا۔"اچھی بات ہے۔ٹیسٹ کرلیا یاد جو کل ہونا ہے" ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"جی کرلیا ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ امپریس ہونے والے انداز میں سرہلا گیا۔"کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں" ضرار نے سینے پر بازو باندھتے پوچھا۔"جی" مہرماہ نے اجازت دی۔"آپکی سگی ماما کہاں ہیں" ضرار کے سوال پر وہ ایک لمحے کو ساکت ہوئی لیکن پھر گہری سانس بھر گئی۔"میری ماما کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔میں نو سال کی تھی تب بس" مہرماہ نے کہا تو اسکے لہجے میں موجود اذیت کو محسوس کرتے ضرار کا

دل کٹا تھا۔ "اللہ پاک انکی مغفرت فرمائے" ضرار نے اسے دیکھتے کہا جسکے چہرے پر اذیت بھرے تاثرات نمایاں تھے۔ "آمین" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ بھی "آمین" کہہ گیا۔ "چلو تم اندر جاؤ میں زرا ایک کال کر کے آیا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اندر کی جانب بڑھی لیکن اسکے قدم ضرار کی آواز نے روکے۔ "سنو" ضرار نے اسے پکارا تو وہ مڑتے اسے دیکھنے لگی۔ "جی" اس نے مڑتے اسے دیکھا تو وہ مسکرایا۔ "اچھی لگ رہی ہو" ضرار نے کہا تو بے ساختہ اسکے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ ضرار گہرا مسکرایا۔ اسے مسکراتے دیکھ مہرماہ مزید ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اندر بھاگی جسے دیکھ اسکی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ "دیوانہ کردیا ہے تم نے مجھے ماہ" ضرار نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود کو کمپوز کیا اور تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد اسکے پیچھے ہی اندر بڑھ گیا۔

صبح سے شام اور شام سے رات ہوگئی تھی پر اب تک حوریہ کی کوئی خیر خبر نہیں آئی۔ڈاکٹرز نے حوریہ کی کنڈیشن کریٹیکل بتائی تھی۔ماہ دیر اور میشائم کا صبح سے بُرا حال تھا۔میشائم کے آنسو صبح سے اب تک ایک بار بھی نہیں رکے تھے۔جبکہ ماہ دیر بامشکل خود کو رونے سے روک رہا تھا۔ماہ دیر کو ایمرجنسی روم سے صبح عامر نے نکال دیا تھا وجہ اسکا حوریہ کو دیکھتے رونا تھا۔اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا اور وہ دونوں ہاسپٹل کے خالی کوریڈور میں بیٹھے تھے۔ صبح سے ان دونوں نے پانی کا ایک قطرہ تک حلق سے نہیں اتارا تھا۔حوریہ کو ایمرجنسی روم میں لے جائے تیرہ گھنٹے ہوگئے تھے۔اسکی بینڈج وغیرہ کردی گئی تھی لیکن اسکی کنڈیشن نہیں سنبھل رہی تھی تبھی ان دونوں کو ابھی تک ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ماہ دیر کو دربارہ بس ایک بار ایمرجنسی روم میں بلایا گیا تھا۔وہ بھی خون نکالنے کے لیے۔حوریہ کا بلڈ گروپ اے پوزیٹو تھا جبکہ ماہ دیر کا او نیگیٹو۔چونکہ وہ یونیورسل ڈونر تھا تبھی اس نے

اپنا خون اپنی لٹل ہائنس کو دیا تھا۔ماہ دیر کی نظریں ایمرجنسی روم کے
دروازے پر تھیں جبکہ میشائم زمین پر نظریں جمائے رو رہی تھی۔مزید ایک
گزرنے کے بعد بلآخر ایمرجنسی روم کا دروازہ کھلا تھا اور ڈاکٹر فاز باہر آیا
تھا۔"فاز حوریہ" اسے دیکھ ماہ دیر نے فوراً اسکے پاس جاتے
پوچھا۔"میری۔۔بیٹی" میشائم بھی فوراً سے اسکے پاس گئی تھی۔"دیکھیں بچی
کی کنڈیشن ابھی تک سٹیبل نہیں ہوئی۔اسے کوئی انٹرنل انجری نہیں ہوئی لیکن
بیرونی کافی چوٹیں آئی ہیں اور ماتھے کی چوٹ تو خاصی گہری ہے جس وجہ سے بار
بار اسکی کنڈیشن بگڑ رہی ہے اور اسی وجہ سے اسے ہوش نہیں رہا اگر ایسا ہی
رہا تو" فاز ایک پل کو رکا اور ان دونوں کو دیکھا جنکی جان نکلنے کے در پر
تھی۔"تو کیا فاز۔بولو تو کیا" ماہ دیر نے اسکے کندھے دبوچتے پوچھا۔"تو آئی ایم
سوری پھر ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔بچی یا تو کوما میں چلی جائے گی جس سے وہ
کب اٹھے ہم بھی نہیں بتا سکتے یا پھر بچی کی د" فاز کی بات پوری ہونے سے پہلے

ماہ دیر دھاڑتے اسکی بات کاٹ گیا۔ "خبردار ڈاکٹر فاز اگر میری حوریہ کے بارے میں یہ بکواس کی تو میں تمھاری جان لے لوں گا سمجھے" ماہ دیر نے اسکا کالر جکڑتے کہا تو میشائم جو ڈاکٹر کی بات سنتے رو رہی تھی آنکھیں کھولتے اسے دیکھنے لگی۔ "ماہ دیر میں خود سے یہ نہیں کہہ رہا ہے۔میں وہ کہہ رہا ہوں جو پوسیبل ہوسکتا ہے لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے بچی کو ہوش آجائے اور اگر ایسا ہوا تو یہ پھر بہت اچھا۔دو دن بچی کیلئے خطرناک ہے۔دعا کرو اڑتالیس گھنٹے پورے ہونے سے پہلے اسے ہوش آجائے ورنہ آئی ایم سوری" ڈاکٹر فاز کہتے وہاں سے چلا گیا۔جبکہ میشائم اور ماہ دیر کا دل جیسے پھٹنے کے درپہ تھا۔ان دونوں کی جان نکل رہی تھی۔میشائم سے اپنی بیٹی کی حالت نہیں برادشت کی جارہی تھی جبکہ ماہ دیر تو اپنی لٹل ہائنس کے بارے میں ایسا سنتے جیسے مرگیا تھا۔ان دونوں کا دل ڈاکٹر کی بات سننے کسی پتے کی مانند لرز رہا تھا۔وہ حوریہ کا خود سے دور جانا تصور بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ماہ دیر انھیں سوچوں میں گم تھا جب اسے اپنے بازو

پر ایک نرم گرم لمس محسوس ہوا جس پر اس نے ہوش میں آتے اپنی بازو کو دیکھا جسے میشائم دونوں ہاتھوں سے پکڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

"م۔۔میری۔۔بیٹی۔۔ہے۔۔وہ۔۔۔انھیں۔۔کہیں۔۔۔ایسا۔۔نا۔۔ بولیں۔۔اگر۔۔۔اسے۔۔۔کچھ۔۔ہوگیا۔۔تو۔۔۔میں۔۔مر۔۔جاؤں گی" میشائم نے ہچکیاں بھرتے کہا تو ماہ دیر کو اس پر ترس آیا۔اس نے نرمی سے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھا تھا۔"حوریہ کو کچھ نہیں ہوگا۔اللہ پر بھروسہ رکھو۔ہماری حوریہ کو کچھ نہیں ہوگا۔وہ ٹھیک ہوجائے گی" ماہ دیر نے اسے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔اسکے لہجے میں ایک یقین بول رہا تھا۔"پر۔۔انھوں۔۔۔نے بولا۔۔ہے میر۔۔میری بیٹی۔۔مر" اسکی بات پوری ہونے سے پہلے وہ تڑپ کر اسکی بات کاٹ گیا۔"ایسا مت بولو۔وہ ٹھیک ہوجائے گی۔میں کہہ رہا ہوں نا۔حوریہ کو کچھ نہیں ہوگا۔اللہ ہمیں اتنی بڑی آزمائش میں نہیں ڈالے گا انشاء اللہ" ماہ دیر نے کہا تو میشائم ہاں میں سر ہلاتے

پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "میشائم رونا بند کرو پلیز۔ رونے کی بجائے اللہ سے دعا کرو کہ وہ ہماری حوریہ کو ٹھیک کردیں" ماہ دیر نے اسکے بال سہلاتے کہا تو میشائم ناجانے کس احساس کے تحت آگے ہوتے اسکے سینے سے لگتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ناجانے کیوں ماہ دیر اپنا اپنا لگ رہا تھا۔اس پوری دنیا میں جہاں اسکے اپنے بھی اسکا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔وہیں ایک یہ شخص تھا جو پچھلے تیرا گھنٹوں سے بھوکا پیاسا اسکی بیٹی کیلئے اشک بہا رہا تھا۔ناجانے کیوں وہ ہمدرد لگ رہا تھا۔وہ ایسا کرنا نہیں چاہتی تھی پر اب کسی سہارے کی ضرورت تھی ورنہ وہ تو پہلے ہی بکھری پڑی تھی اب بھی سہارا نا ملتا تو مکمل بکھر جاتی۔جبکہ اسکی حرکت پر پورا کا پورا ماہ دیر سکندر اپنی جگہ پر ساکت ہوا تھا۔اس نے نظر جھکاتے اپنے سینے سے لگی میشائم کو دیکھا تھا جو اسکے کشادہ سینے میں چہرہ چھپائے ہچکیاں بھرتے رو رہی تھی۔ماہ دیر کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے پیچھے کردے یا اسے رونے دے لیکن پھر دل نے فیصلہ سنایا

تھا۔ یشائم خان کو سنبھالنے کا فیصلہ۔ جس پر اگلے ہی پل عمل کرتے اس نے نرمی سے اسکے گرد حصار باندھا اور اسکا سر سہلانے لگا۔ اسکا ایک ہاتھ اسکی بازو پر جبکہ دوسرا سر پر تھا۔

"ان۔۔ انھیں۔۔ کہیں۔۔ میری۔۔ حوریہ۔۔ کو۔۔ بچا۔۔ لیں۔۔ پلیز۔۔ میر ے۔۔ پاس۔۔ حوریہ۔۔ کے سوا۔۔ کچھ۔۔ نہیں ہے" یشائم نے بلک بلک کر روتے کہا۔ "وہ ٹھیک ہوجائے گی یشائم رونا بند کرو" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تھا۔ "میر۔۔ میری حور۔۔ کو۔۔ کچھ۔۔ ہوگیا۔۔ تو میں۔۔ مر" یشائم کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ نرمی سے بول اٹھا۔ "شش ایسے نہیں کہتے۔ انشاءاللہ ہماری حوریہ کو کچھ نہیں ہوگا۔ وہ ٹھیک ہوجائے گی اور پھر ویسے ہی پیارا پیارا بولنے لگی" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "آپ سچ۔۔ کہہ۔۔ رہے ہیں۔۔ نا" یشائم نے اسکی خون سے بھری وائٹ شرٹ پر پکڑ مضبوط کرتے کہا۔ "میں بلکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ ایسے

روتے نہیں ہیں۔ حوریہ کو تمھارا رونا نہیں پسند رونا بند کرو۔ انشاءاللہ وہ ابھی ٹھیک ہو جائے گی" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اشک بار آنکھوں سے اسے دیکھتے ہاں میں سرہلاتے واپس اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "میشائم وہاں بیٹھیں اب۔ سب ہمیں دیکھ رہے ہیں" قریباً پندرہ منٹ گزرنے کے بعد بھی جب وہ پیچھے نا ہوئی تو ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا جس پر وہ ہاں میں سرہلاتے پیچھے ہوئی۔ اس نے اپنے اطراف میں دیکھا جہاں لوگ کھڑے ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے۔ ان سب کی نظریں خود پر محسوس کرتے اسکا چہرہ قندھاری ہوا تھا۔ وہ ماہ دیر سے نگاہیں ملائے بغیر جاتے چئیر پر بیٹھ گئی جبکہ ماہ دیر ڈاکٹر فاز کے کیبن کی طرف بڑھا تاکہ وہ حوریہ سے ملنے کی اجازت لے سکے۔

"بابا آپ یہاں کیا کر رہے ہیں" مہر ماہ نے خلیل صاحب سے پوچھا جو ماہ دیر کے کمرے میں بیٹھے اسکی تصویر دیکھ رہے۔ اسکی آواز پر خلیل صاحب نے

مڑتے اسے دیکھا جو ابھی اندر داخل ہوئی تھی۔وہ ابھی سوئی اٹھی تھی اور اٹھتے ہی وہ ہمیشہ کی طرح اپنے بھائی کے روم میں آئی تھی لیکن سامنے خلیل صاحب کو دیکھ حیران ہوئی۔"کچھ بھی نہیں۔بس تمھارے بھائی سے پوچھ رہا ہوں آخر کب تک اسکا مجھ سے ناراض رہنے کا ارادہ ہے" خلیل صاحب نے کہا تو وہ آتے انکے پاس بیٹھی۔"بھائی آجائیں گے بابا" اس نے انکے کندھے پر سر رکھتے کہا۔"اسی امید پر میں روز آنکھیں کھولتا ہوں بچے" انھوں نے اس کے گرد حصار باندھتے کہا تو وہ انھیں دیکھنے لگی۔"بابا" اس نے انھیں پکارا۔"جی بابا کی جان" انھوں نے نرمی سے اسے جواب دیتے اسکا ماتھا چوما۔"بابا وہ مجھے آپکو کچھ بتانا ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگے۔"ہاں کہو مہرو" انھوں نے اسے اجازت دی۔"بابا پہلے آپ بتائیں کیا آپکو مجھ پر یقین ہے" مہرماہ نے سیدھے ہوتے انکا ہاتھ تھاما۔"بچے مجھے اس دنیا میں سب سے زیادہ یقین اپنی مہرو پر ہے بتاؤ کیا کہنا ہے" خلیل صاحب نے اسکا

چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے انھیں دیکھا۔ "بابا کیا آپکو مجھ پر آپی اور ماما سے بھی زیادہ ٹرسٹ ہے" مہرماہ نے پوچھا تو انھوں نے فوراً ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں میری جان کیا ہوا بتاؤ مہرو" خلیل صاحب نے کہا۔ "بابا اگر میں آپکو کہوں کہ کوئی آپکی مہرو کو مارتا ہے روز تو آپ کیا یقین کریں گے" مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی تھی۔ "مہرو میری جان۔کیا کہہ رہی ہو۔کس نے مارا ہے میرا بچہ" خلیل صاحب نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ "بابا یہ دیکھیں" مہرماہ نے اپنی دائیں بازو سے آستین کہنی سے تھوڑی سے اوپر تک اٹھاتے انکے سامنے کی۔ خلیل صاحب نے اسکی بازو دیکھی تو دھک سے رہ گئے۔مہرماہ کی بازو پر اچھے خاصے ناخن گاڑھنے کے نشان تھے۔ "مہرو یہ کس نے کیا ہے میری جان" خلیل صاحب نے اسکی بازو پکڑتے پوچھا۔ "بابا آپکو مجھ پر واقعی یقین ہے نا" مہرماہ نے بھرائی آواز میں پوچھا۔ "جی بابا کی جان مجھے

ہے بتاؤ" خلیل صاحب نے اسے سینے سے لگاتے پوچھا۔ "آپی نے" مہرماہ نے اشکبار ہوتے کہا تو خلیل صاحب ساکت ہوئے۔ "مہرو کیا کہہ رہی ہو بچے ثانیہ نے۔ثانیہ ایسا کیوں کرے گی" خلیل صاحب نے اسکے آنسو صاف کرتے پوچھا۔ "مجھے۔۔نہیں پتا بابا۔۔پر آپی اور۔۔ماما مجھے۔۔مارتی ہیں۔۔اور کھانا بھی نہیں دیتی" مہرماہ نے روتے ہوئے کہا تو خلیل صاحب حیران ہوئے۔ "کیوں بابا کی جان وہ ایسے کیوں کرتے ہیں" خلیل صاحب نے پیار سے پچکارتے پوچھا۔وہ جانتے تھے مہرماہ جھوٹ نہیں بولتی اور وہ بات تو کبھی نہیں کرتی جس سے لڑائی ہو۔ "پتا نہیں۔۔بابا پر۔۔جب سے ماما۔۔یہاں آئی ہیں۔۔وہ مجھے روزانہ مارتی۔۔ہیں اور آپی بھی۔۔اور اگر۔۔میں کبھی آپکو۔۔شکایت کرتی۔۔ہوں تو مجھے۔۔دو دن۔۔کھانا نہیں ملتا۔۔اور مجھے آپ۔۔روز گاڑی میں بٹھا کر۔۔جاتے ہیں پر میں۔۔روز۔۔لوکل بس۔۔مین جاتی ہوں۔۔اور اس دن۔۔میں کچن میں۔۔خود نہیں گری تھی۔۔آپی نے

مجھے دھکا دیا تھا۔۔اور آپکو پتا ہے جب۔۔میرا یونی کا فرسٹ ڈے تھا۔۔تب بھی آپی نے۔۔مجھے مارا تھا۔۔اور بابا اس۔۔دن جب میں نے بولا تھا نا کہ۔۔مجھے ڈر لگ رہا۔۔ہے اس دن۔۔اس دن ماما نے مجھے مارا تھا" مہرماہ روتے ہوئے آج سارے راز عیاں کرگئی تھی۔ضرار کی باتوں نے اسے آج یہ حوصلہ دیا تھا کہ وہ اپنے بابا کو سب بتا دے۔کل رات اسے ثانیہ نے اس وجہ سے مارا تھا کیونکہ مہرماہ غلطی سے اس سے ٹکرا گئی تھی اور اسکے بعد ثانیہ نے اسکی بازو اتنی زور سے دبوچی تھی کہ مہرماہ کی بازو پر اسکے ناخن لگے تھے۔"آپ نے مجھے پہلے کبھی کیوں نہیں بتایا" اسکی باتیں سنتے خلیل صاحب کا دل پھٹنے کے درپہ تھا۔انکے گھر میں ہی انکی جانِ عزیز بیٹی کے ساتھ اتنا ظلم ہورہا تھا اور وہ جان ہی نا سکے۔وہ بیٹی جس سے وہ عشق کرتے تھے کیونکہ وہ انکی من پسند عورت کی آخری نشانی تھی۔"آپکو یاد۔۔ہے بابا۔۔میں نے آپکو۔۔ایک بار۔۔بتایا تھا۔۔پر آپ نے یقین نہیں۔۔کیا تھا۔۔تو اس لیے۔۔نہیں بتایا

دوبارہ۔۔مجھے لگا آپکو مجھ۔۔پر یقین نہیں ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ شدت سے اسے سینے میں بھینچ گئے۔"میرا بچہ آپ بس تب بارہ سال کی تھیں جب آپ نے مجھے بتایا تھا۔اور اتنے سے بچے کو اپنی ماں سے مار پڑنا عام بات ہے اس لیے میں نے ردِ عمل نہیں دیا تھا" خلیل صاحب نے کہا۔"بابا بارہ۔۔سال کی بچی۔۔کو انھوں نے۔۔تھپڑ مارے۔۔۔تھے اور میرے۔۔بال بھی کھینچے تھے" مہرماہ نے کہا تو انکی آنکھیں غصے سے سرخ ہوئیں جس پر وہ ایک جھٹکے میں ایک کھڑے ہوئے۔"بابا آپ کہاں جارہے ہیں" انھیں کھڑا ہوتے دیکھ مہرماہ نے انھیں پکارا۔"میں ان لوگوں کو بتانے جارہا ہوں کہ میری بیٹی پر ہاتھ اٹھانے کا کیا انجام ہے" خلیل صاحب کہتے باہر نکل گئے جبکہ مہرماہ کے ہاتھ پاؤں پھولے۔اس نے یہ نہیں سوچا تھا۔"بابا" وہ فوراً انکے پیچھے بھاگی اور انھیں پکارا پر وہ نیچے لاؤنج میں جاتے ثانیہ اور پروین بیگم کو پکار رہے تھے۔"پروین ثانیہ یہاں آؤ" خلیل صاحب نے دھاڑتے ہوئے پکارا جس پر

اگلے ہی پل وہ دونوں ماں بیٹی ثانیہ کے روم سے باہر آئیں۔ ”کیا ہوگیا ہے خلیل آپ چلا کیوں رہے ہیں“ پروین بیگم نے ایک نظر انھیں دیکھا اور ایک نظر مہرماہ کو جو سیڑھیوں کے پاس کھڑی رو رہی تھی۔ ”آپ دونوں کی جرات کیسے ہوئی میری بیٹی پر ہاتھ اٹھانے کی“ خلیل صاحب بولے نہیں دھاڑے تھے۔ ان کی دھاڑ پر مہرماہ لرزی تھی جبکہ ان دونوں ماں بیٹی نے حیرت سے انھیں دیکھا۔ ”کک۔۔کیا۔۔کہہ رہے ہیں آپ ہم کیوں“ انکا غصہ دیکھ پروین بیگم نے کچھ کہنا چاہا پر وہ ان کی بات کاٹ گئے۔ ”میری بیٹی مجھے سب بتا چکی ہے۔ خبردار جو جھوٹ بولا“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ دو قدم دور ہوئیں۔ ”پاپا مہرماہ جھوٹ بول رہی ہے۔یہ بس اس بات سے جلتی ہے کہ آپ مجھے بھی پیار کرتے ہیں“ ثانیہ نے کہا تو وہ غصے سے اسے گھورنے لگے۔ ”اپنی بکواس بند رکھو ثانیہ میری بیٹی جھوٹی نہیں ہے“ خلیل صاحب نے دانت پیستے کہا۔ ”بابا“ مہرماہ نے انھیں پکارا تو انکی آنکھیں پل میں نرم

ہوئیں۔ ”جی بابا کی جان“ وہ فوراً اسکے پاس آتے اسے سینے سے لگا گئے۔ ”بابا نہیں۔۔ لڑیں پلیز“ مہرماہ نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چوم گئے۔ ”اچھا نہیں لڑتا شاباش میرا بیٹا رونا بند کرو“ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”چلو جاؤ میرا بچہ روم میں جاؤ اور فریش ہو کر نیچے آؤ پھر ہم دونوں باہر چلتے ہیں۔ آج بابا اور انکی مہرو باہر ناشتہ کریں گے“ انھوں نے پیار سے اسکا ماتھا چومتے کہا۔ ”پر بابا“ اس نے کچھ کہنا چاہا۔ ”مہرو جاؤ میری جان میں اب نہی لڑتا“ انھوں نے کہا تو وہ فوراً روم میں چلی گئی۔ ”آپ دونوں میری ایک بات غور سے سن لیں اگر اب میری بیٹی کو ہاتھ لگانا تو دور کی بات سخت نظر سے دیکھا بھی تو میں دونوں کو الگ گھر لے دوں گا سمجھی۔ وہ لاوارث نہیں ہے جسے یوں مارتے ہو تم دونوں۔ یہ گھر میری بیٹی کا ہے جرات کیسے ہوئی تم لوگوں کی میری بچی کو بھوکا رکھنے کی“ خلیل صاحب نے غصے سے کہا لیکن وہ دونوں خاموش ہی رہیں۔ ”میری ایک بات یاد رکھنا پروین بیگم۔ اگر میں آپکو

سہارا دے سکتا ہوں نا تو بے سہارا بھی ایک پل میں کر سکتا ہوں تو اگر چاہتی ہیں نا ایسا نا ہو تو اب میری بیٹی کو کچھ کہنے سے پہلے سو بار سوچنا۔ اب اگر میری مہرو کی آنکھوں میں تم دونوں کی وجہ سے آنسو آئے تو اسی وقت تم دونوں کو اس گھر سے بھیج دوں گا" خلیل صاحب نے تنبیہہ کی۔ انکی بات سنتے پروین بیگم کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔ وہ بہت اچھے سے سمجھ گئیں تھی کہ خلیل صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ "جی اچھا خلیل اب ایسا نہیں ہوگا۔ ہمیں معاف کردیں پلیز۔ ثانیہ معافی مانگو تم بھی" پروین بیگم نے کہا اور ثانیہ کو اشارہ کیا۔ "سوری پاپا" ثانیہ نے کہا تو وہ ان دونوں کو اگنور کرتے اوپر مہرماہ کے روم کی طرف بڑھ گئے۔ "ماما اس مہرماہ کو میں چھوڑوں گی نہیں" انکے جاتے ہی ثانیہ بولی۔ "چھوڑوں گی تو میں بھی نہیں۔ اسکی وجہ سے خلیل اتنا بولا ہے لیکن ابھی نہیں۔ اپنی شادی تک خاموش رہو زرا پھر اسکا پکا پکا انتظام کرتی ہوں" پروین بیگم نے غصے سے کھولتے کہا۔ جس پر ثانیہ نے ہاں میں سرہلایا۔ وہ جانتی

تھی اب اسکی ماں کچھ بڑا کرے گی جس سے مہرماہ کی زندگی یقیناً جہنم بننی تھی پر یہ ان بیٹی کی سوچ ہی ہونے والی تھی۔

"اسلام علیکم اماں سائیں" شاہ جہاں بیگم اپنے کمرے میں بیٹھیں تھی جب دروازہ نوک کرتے مریم ہمیشہ کی طرح عبائے میں ملبوس اندر آئی تھی۔ "وعلیکم اسلام مریم کیسی ہو" شاہ جہاں بیگم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں اماں سائیں۔آپ کیسی ہیں" مریم نے اپنا نقاب اتارتے پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ لیکن میں نے تمھیں بہت یاد کیا" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں نے بھی آپکو یاد کیا اماں سائیں۔میں نے تو کل آنا تھا لیکن آپکے ویمپائر پوتے نے مجھے کال کرکے کہا کہ نا آؤں کیونکہ آپ سب ضرار بھائی کی طرف جارہے ہیں" مریم نے کہا تو ہنس پڑیں۔ "اس لیے کہا تھا کہ منگنی پر آجاؤ۔اب دیکھو دو دن بعد تمھیں دیکھا ہے میں نے۔نا تم پرسوں

منگنی پر آئی اور نا کل ہمارے جانے کی وجہ سے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ مسکرائی اور عبایا صوفے پر رکھتے انکے پاس آتے بیڈ پر بیٹھی۔ "تبھی دیکھیں آج میں جلدی آگئی ہوں" مریم نے انکی توجہ گھڑی کی طرف مبذول کرائی جہاں صبح کے دس بج رہے تھے۔ "ہاں میں بھی تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ ایک اتوار کا دن ہی واحد ہوتا ہے جب تم جلدی آتی ہو" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "یہ تو ہے میں بھی اتوار کا انتظار کرتی ہوں تاکہ زیادہ وقت آپکے ساتھ گزار سکوں۔ اچھا آپ نے ناشتہ کر لیا" مریم نے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "دوائی" اس نے پوچھا تو اب کی بار وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔ "کیا کرتی ہیں اماں سائیں آپ۔ دوائی ٹائم پر لیا کریں۔ افف ایک بار آپکے ویمپائر پوتے کی بیوی کو آنے دوں انھیں خاص ہدایت کیا کروں گی کہ اماں سائیں کو ناشتہ کے ساتھ فوراً دوائی دینی ہے" مریم نے بوکس میں سے انکی دوائی نکالتے کہا۔ "یہ آج آتے ہی ڈانٹ رہی ہو تم مجھے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے آنکھیں

پھیلاتے انھیں دیکھا۔ ”لا حولہ ولا قوۃ۔ اماں سائیں میں کیوں آپکو ڈانٹوں گی میری اتنی جرات کہاں۔ آپ بڑی ہیں مجھ سے آپکو ایسا کچھ بھی کہنے سے پہلے اللہ مجھے بولنے کی صلاحیت سے محروم کردے“ مریم نے جلدی سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”مریم بیٹا میں مذاق کررہی تھی“ شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔ ”اماں سائیں جان نکل گئی تھی میری“ مریم نے کہتے دوائی انھیں پکڑائی تو وہ ہنس پڑیں۔ مریم نے ان کے پاس بیٹھتے انھیں پانی کا گلاس پکڑایا تو وہ جلدی سے دوائی کھاتے گلاس اسے پکڑا گئیں جسے مریم نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔ ”بہت معصوم ہو تم مریم۔ اللہ پاک تمھارے نصیب بہت اچھے کرے“ شاہ جہاں بیگم نے دوائی کھاتے اسے ساتھ لگاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آمین“ اس نے کہا اور یونہی انکے سینے سے لگتے بیٹھ گئی۔ ”مریم تم شادی پر آرہی ہو نا“ شاہ جہاں بیگم نے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے پوچھا۔ ”جی اماں سائیں۔ مہر مجھے انوائیٹ کرچکی ہے اور باقاعدہ مجھے

دھمکی دی ہے کہ اگر میں نا آئی تو وہ میرے سے ناراض ہوجائے گی" مریم نے کہا تو مسکراتے ہاں میں سرہلا گئیں۔ "چلو یہ تو اچھا ہے کہ تم شادی میں آرہی ہو۔ اچھا ایک کام کرو۔ وہاں اندر ڈریسنگ کا جو تیسرا ڈرار ہے نا وہاں دو بیگ پڑے ہونگے وہ لے کر آؤ جلدی سے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ سیدھی ہوئی اور ہاں میں سرہلاتے ڈریسنگ کی طرف بڑھی۔ ابھی وہ ڈریسنگ میں گئی ہی تھی جب شاہ جہاں بیگم کے روم کا دروازہ نوک ہوا۔ "آجاؤ" انھوں نے آنے والے کو اجازت دی تو اگلے ہی پل شہریار دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ "شیری تم کب آئے" شاہ جہاں بیگم نے اس سے پوچھا جو کل رات سے اپنے فلیٹ پر تھا۔ "ابھی آیا ہوں اماں سائیں تو سوچا روم میں جانے سے پہلے آپ سے مل لوں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "آپ بتائیں ناشتہ کرلیا اور دوائی کھائی ہے" شہریار نے ان سے پوچھا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔ "ہاں ابھی مریم نے دوائی کھلائی ہے آکر" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا

اور عین اسی وقت اسکی نظر صوفے پر پڑے عبائے پر پڑی۔ ”شیری تم خوش ہو نا“ شاہ جہاں بیگم نے پوچھا۔ انکی بات سنتے اس نے شاہ جہاں بیگم کو دیکھا۔ ”جی اماں سائیں میں تو بہت خوش ہوں۔ آپ خوش ہیں“ شہریار نے انکا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ ”میں تمھاری خوشی میں خوش ہوں“ شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے کچھ کہنے کیلیے لب واء کیے لیکن اس سے پہلے ہی ڈریسنگ سے وہی میٹھی آواز آئی جس نے اس دن بھی شہریار کو بے چین کیا تھا اور آج بھی کر گئی تھی۔ ”اماں سائیں یہاں جو دو بلیک بیگ ہیں وہی لانے ہیں نا“ مریم اسکی موجودگی سے انجان ابھی ڈریسنگ کا دروازہ کھولتے باہر آتی کہ شاہ جہاں بیگم کی بات نے اسے اسکی جگہ پر منجمد کیا۔ ”ہاں وہیں اور مریم بیٹا چہرہ ڈھانپ لینا شیری یہاں ہے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔ ”افف ایک تو اماں سائیں کے ویمپائر پوتے کو چین نہیں ہے۔ مجھے جتنا ان سے ڈر لگتا ہے اتنا ہی یہ کہیں نا کہیں سے آجاتے ہیں“ مریم زیرِ لب بولی اور وہیں کھڑے

ہوتے اسکے جانے کا انتظار کرنے لگی۔جبکہ دوسری طرف شہریار جو اس میٹھی آواز والی حسینہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔شاہ جہاں بیگم کی بات پر مریم کو اندر ہی رکتے دیکھ اس نے گہری سانس بھری اور باہر جانے کی غرض سے کھڑا ہوا۔وہ جانتا تھا اسے ایسا نہیں سوچنا چاہیئے تھا پر نا جانے کیوں اسکا دل اسے دیکھنے کا کہہ رہا تھا۔"چلیں اماں سائیں میں چلتا ہوں" اس نے قدرے اونچی آواز میں کہا تاکہ مریم سن لے اور باہر نکل گیا۔"مریم آجاؤ اب" اسکے جاتے ہی شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ باہر آئی۔باہر آتے ہی اسکے نتھنوں سے شہریار کے کلون کی خوشبو ٹکرائی جو حواس سلب کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی پر مریم نے اسے اگنور کیا اور شاہ جہاں بیگم کی طرف بڑھی۔"اماں سائیں دیکھیں یہ بیگ ہیں نا" مریم نے انکے سامنے دونوں بیگ رکھتے پوچھا۔"ہاں بچے یہی ہیں۔زرا کھولو انھیں" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے وہ بیگ کھولے۔ان میں چار ہیوی ڈریس تھے۔ایک بیلو کلر کی پیروں کو چھوتی فراک تھی جسکے ساتھ ملٹی ڈوپٹہ

تھا۔ایک گرین کلر کی کڑھائی والی شلوار قمیض تھی۔ایک گولڈن کلر کی ہیوی پیروں کو چھوتی فراک تھی جو بے حد خوبصورت لگ رہی تھی جبکہ آخری میں ٹی پنک کلر کی ایک شارٹ کرتی کے ساتھ شرارہ تھا۔ساتھ ہی ان چاروں ڈریسز کے ساتھ جیولری اور جوتیاں بھی موجود تھیں۔"اماں سائیں یہ بہت خوب صورت ہیں آپ کی بہو کیلئے ہیں" مریم نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔

"پھر" اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔"تمھارے لیے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اسکی آنکھیں پھیلیں۔"میرے لیے؟نہیں اماں سائیں میں یہ نہیں لے سکتی" مریم نے فوراً کہا۔"کیوں نہیں لے سکتی" انھوں نے اس سے پوچھا۔"اماں سائیں اچھا نہیں لگتا پلیز میں یہ نہیں لے سکتی" اس نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گئیں۔"مریم تم میرے لیے بہت اہم ہو بچے اور یہ ایک تحفہ میں تمھیں دے رہی ہوں اور کیوں اچھا نہیں لگتا میں تمھاری اماں سائیں ہوں اور میں خوشی سے تمھیں یہ دے رہی ہوں اور تم مجھے یوں انکار کر رہی ہو" شاہ جہاں

بیگم نے کہا تو وہ شرمندہ ہوئی۔ "اماں سائیں پلیز نہیں" مریم نے انھیں منع کیا۔ "مریم چپ کر کے پکڑو یہ اور شادی میں یہی پہن کر آنا ہے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "اماں سائیں میں عبایا ہی پہن کر آؤں گی۔ فنکشن اکٹھا ہے لڑکے لڑکیوں کا تو میں یہ نہیں پہن سکتی" مریم نے کہا تو وہ اس کی بات سمجھتے ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "خواتین کا فنکشن الگ ہوگا اب پہن کر آنا پکڑو اسے" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے جھجکتے وہ چیزیں پکڑیں۔ "شکریہ اماں سائیں۔پر اسکی ضرورت نہیں تھی" مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اس کے سر پر ہاتھ رکھ گئیں۔ "ضرورت تھی میں نے تمھیں بیٹی کہا نہیں مانا بھی ہے اور یہ میں اپنی خوشی سے لائی ہوں تو لہٰذا ایسے نا سوچو" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی جس پر شاہ جہاں بیگم مسکرائیں۔

"ماہ دیر" میشائم نے اسے پکارا جو حوریہ کا ڈرپ لگا ننھا سا ہاتھ تھامے بیٹھا وقفے وقفے سے چوم رہا تھا۔ "ہاں" ماہ دیر نے اسے نظریں اٹھاتے دیکھا جس کی آنکھیں نم تھیں۔ "ماہ دیر پینتالیس گھنٹے ہو چکے ہیں۔ حور کو ہوش کیوں نہیں آرہا" میشائم نے پوچھا تو وہ لب بھینچ گیا۔ "آجائے گا میشائم حوصلہ رکھو ابھی اڑتالیس گھنٹے پورے نہیں ہوئے۔ پریشان نا ہو دیکھنا حوریہ ابھی اٹھ جائے گی" ماہ دیر نے حوریہ کو دیکھتے کہا۔ جسکے ماتھے پر پٹی بندھی تھی جبکہ اسکی ناک میں نالی لگی۔ اسکا ننھا سا وجود اس وقت مختلف مشینوں میں جکڑا تھا۔ اسکے دونوں ہاتھوں میں ڈرپ لگی تھی۔ میشائم اور ماہ دیر کو آج اس سے ملنے کی اجازت ملی تھی۔ ورنہ پرسوں اور کل کا دن ان دونوں نے حوریہ سے دور رہتے گزارا تھا۔ حوریہ کو ابھی تک ہوش نہیں آیا اور یہ بات ان دونوں کی جان نکال رہی تھی۔ "ماہ دیر مجھے ڈر لگ رہا ہے" میشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "میشائم کچھ نہیں ہوگا۔ حوریہ ابھی ٹھیک ہو جائے گی انشاللہ" ماہ دیر

نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور حوریہ کو دیکھنے لگی۔ جسکے سرخ و سپید رنگ میں زردیاں گھلیں تھی جبکہ اسکی معصومیت سے بھری ہیزل آنکھیں کئی گھنٹوں سے بند تھیں۔ "ماہ دیر تم دونوں کو کچھ دیر باہر جانا پڑے گا" لگ بھگ بیس منٹ مزید گزرے تھے جب دروازہ کھولتے فاز نے اندر آتے انھیں کہا۔ "کیوں" ماہ دیر نے اسے دیکھا جبکہ میشائم بھی اسکا جواب سننا چاہتی تھی۔ "مجھے حوریہ کا چیک اپ کرنا ہے" فاز نے کہا تو میشائم نے ماہ دیر کو دیکھا۔ "فاز ہم یہیں رکیں گے" میشائم کے یوں دیکھنے پر ماہ دیر بولا۔ "ماہ دیر تمھیں رکنے کی اجازت مل سکتی ہے پر انھیں نہیں۔ تم جانتے ہو یہ رولز کے خلاف ہے" فاز نے میشائم کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ "ٹھیک ہے" ماہ دیر اس کی بات سمجھ گیا تھا تبھی مان گیا۔ یہ واقعی ہاسپٹل کے اصولوں کے خلاف تھا۔ "ماہ دیر پلیز مجھے بھی رکنا ہے" میشائم نے اسکے پاس آتے کہا۔ "میشائم تم تھوڑی دیر باہر چلی جاؤ۔ اسے حوریہ کا چیک اپ کرنا ہے اور اس دوران

ڈاکٹرز کے علاوہ کسی کو یہاں رکنے کی اجازت نہیں ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے حوریہ کی طرف دیکھا۔ "پر حوریہ" میشائم نے اب کی بار اسے دیکھا۔ "میں ہوں حوریہ کے پاس جاؤ تم" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گئی۔ "اس پرائی بچی کیلئے اتنا پیار، اتنی تڑپ" فاز نے حوریہ کی طرف بڑھتے کہا۔ "پیار چھوٹا لفظ ہے۔ میں اپنی لٹل ہائنس سے عشق کرتا ہوں اور اسکے لیے تڑپنا ثواب سمجھتا ہوں" ماہ دیر نے دوسری طرف سے حوریہ کے پاس آتے اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرا۔ "بہت پیاری بچی ہے یہ۔ کچھ پتا لگا کس نے کیا ہے یہ سب" فاز نے حوریہ کی آنکھوں کو انگلی کی مدد سے کھولتے لائٹ مارتے چیک کیا۔ "نہیں ابھی نہیں پتا لگا۔ لیکن باخدا ایک بار مجھے پتا لگ جائے صحیح اس شخص کا جسکی وجہ سے میری حوریہ اس حالت میں ہے۔ میں نے باخدا اس شخص کی سانسیں اس پر تنگ نا کیں تو کہنا۔ اس شخص کی بوٹی بوٹی کرتے سوات کے کتوں کو کھلاؤں گا جس کی وجہ سے میری لٹل ہائنس کو

اتنی اذیت سہنی پڑ رہی ہے" ماہ دیر نے آنکھوں میں نمی لیے جنونیت سے کہا تو فاز بھی ایک پل کو حیران ہوا۔ایک چھوٹی سی بچی کیلئے ماہ دیر سکندر دیوانہ ہوگیا تھا۔"ماہ دیر تیرے لیے ایک اچھی خبر ہے" حوریہ کا چیک اپ کرنے کے بعد فاز بولا۔"کیا جلدی بول" ماہ دیر نے بے تابی سے پوچھا۔"تیری لٹل ہائنس کی باڈی رسپانس کر رہی ہے امید ہے کہ اسے ایک گھنٹے سے پہلے پہلے ہوش آجائے گا انشاء اللہ۔وہ دیکھ اسکا ہاتھ ہل رہا ہے۔تیری لٹل ہائنس اب خطرے سے باہر ہے" فاز نے کہا تو ماہ دیر کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔اس نے حوریہ کی ننھی ننھی انگلیاں دیکھی جو ہلکا ہلکا ہل رہی تھیں۔"یہ سچ ہے نا فاز۔میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔میری حوریہ کی انگلیاں موو کی نا" ماہ دیر نے حوریہ کی انگلیوں کو دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"بلکل سچ ہے وہ دیکھ۔تو چاہے تو خود ایک بار چیک اپ بھی کرلے تیرے دل کو تسلی ہو جائے گی" فاز کی بات سنتے اس نے جلدی سے لائٹ پکڑتے حوریہ کی آنکھیں

چیک کیں اور ساتھ ہی اسکی پلس اور ہارٹ بیٹ چیک کی جو کہ نارمل ہو رہی تھیں۔"یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔میرا مالک" ماہ دیر کہتے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے رونے لگا۔"یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔بے شک میرے مالک۔۔تو رحیم و رحمان ہے تو نے۔۔میری لٹل ہائنس کو نہیں چھینا۔۔یا اللہ تو نے ایک ماں۔۔سے اسکی اولاد کو نہیں چھینا۔۔اللہ میں کن لفظوں میں تیری۔۔رحمت پر تیرا شکریہ ادا کروں۔۔میرے مالک آج۔۔تو وہ لفظ ہی نہیں مل۔۔رہے جن لفظوں سے تجھے اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔۔۔میرے مالک تو الوھاب ہے تو نے ہمیں ہمارا سب کچھ عطا کیا تو نے ہمیں ہماری حوریہ عطا کردی تو المتکبر ہے تو الفتاح ہے تو غفار ہے تو غفور و رحیم ہے بے شک میرے مالک تو۔۔ہر مانگنے والے کو عطا کرتا ہے۔۔یا اللہ میری حوریہ کو لوٹانے کا شکریہ میرے مالک" ماہ دیر کی ہچکیاں آئی سی یو میں گونج رہی تھیں۔فاز اسکی تڑپ پر آنکھوں میں آنسو لیے اسے دیکھ رہا تھا۔جو

اس بچی کا باپ نا ہوتے ہوئے بھی۔اس غیر بچی کی سلامتی کا سنتے بچوں کی مانند بلک بلک کر روتے اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔"ماہ دیر بس کر یار۔حوریہ ٹھیک ہے جا اسکی ماں کو بتا۔میں تب تک حوریہ کی بینڈج چینج کرتا ہوں" فاز نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے جلدی سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھتے باہر بھاگا۔"ماہ دیر حوریہ" اسے باہر آتے دیکھ میشائم فوراً بولی۔"میشائم حوریہ کو ایک گھنٹے کے اندر اندر ہوش آنے کے چانسز ہیں۔وہ خطرے سے باہر ہے" ماہ دیر نے خوشی سے کہا تو میشائم بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔"آپ۔۔سچ کہہ رہے ہیں۔۔نا ماہ دیر" میشائم نے اسکے چہرے کو دیکھتے کہا۔"میں بلکل سچ کہہ رہا ہوں میشائم۔پتا ہے حوریہ کی انگلیوں میں موومنٹ ہوئی ابھی اور میں نے خود اسکا چیک اپ کیا ہے۔وہ ٹھیک ہے اب وہ خطرے سے باہر ہے بس دعا کرو اسے ہوش آجائے" ماہ دیر نے کہا تو میشائم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔"یا اللہ۔آپ سچ کہہ رہے ہیں نا ماہ دیر"

میشائم نے دوبارہ پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں میشائم میں سچ کہہ رہا ہوں بلکل سچ ہماری حوریہ خطرے سے باہر ہے اور اسے کچھ دیر میں ہوش بھی آجائے گا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ آنکھیں ابھی بھی اشک بار تھیں۔ "اب میں اندر جا سکتی ہوں" میشائم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"ماہ دیر کب اٹھے گی حوریہ" میشائم نے اس سے پوچھا جو حوریہ کا ننھا سا ماتھا کئی بار چوم چکا تھا۔ "اٹھ جائے گی ابھی۔فاز نے کہا ہے نا ابھی حوریہ اٹھ جائے گی" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور پھر سے زیرِ لب آیات پڑھتے حوریہ پر پھونکنے لگی۔ڈاکٹر فاز کو گئے ایک گھنٹے سے زیادہ ٹائم ہوگیا تھا۔وہ دونوں تب سے حوریہ کے پاس ہی بیٹھے اسکے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے۔وہ اس دوران دو بار کسمسائی تھی پر جاگی نہیں تھی۔ان دونوں کا دل دو سو کی سپیڈ

پر دھڑک رہا تھا۔وہ دونوں ہی شدت سے اسکے جاگنے کا انتظار کررہے تھے۔"ما۔۔ما" ابھی انھیں انتظار کرتے مزید دس منٹ گزرے تھے جب کمرے میں حوریہ کی معصوم سی آواز آواز گونجتے انکے کانوں سے ٹکرائی جس پر ان دونوں نے اسے دیکھا جو آنکھیں کھولتے میشائم کو دیکھ رہی تھی۔"حور ماما کی جان ماما یہاں ہیں" میشائم نے فوراً اس کا ہاتھ چومتے کہا۔"ما۔۔ما" حوریہ نے پھر اسے پکارا تو وہ مسکرائی۔یہ لفظ ! یہ لفظ تو وہ پچھلے دو دن سے سننے کو ترس رہی تھی۔"میری جان۔۔ماما کا بچہ" اس نے جھکتے حوریہ کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔"ماما۔۔ہا۔۔ئی۔۔ہولی۔۔اے (ماما درد ہو رہی ہے)" حوریہ نے ہونٹ مڑورتے کہا تو وہ فوراً اسکی گال پر ہاتھ رکھ گئی۔جبکہ ماہ دیر بس خاموشی سے آنکھوں میں نمی سموئے اپنی لٹل ہائنس کو دیکھ رہا تھا۔اس کی میٹھی معصومیت سے لبریز آواز سنتے ماہ دیر کو لگ رہا تھا گویا اسے دوبارہ زندگی مل گئی ہو۔"شش میری جان آپکو چوٹ لگی ہے نا اس لیے درد ہورہی

ہے۔رونا نہی ہے ابھی ٹھیک ہوجائے گی۔اچھا میری بات سنیں آپ نے اپنے سپرمین سے ملنا ہے" میشائم نے اسکا دھیان بھٹکانے کی غرض سے کہا تو حوریہ کی آنکھیں چمکیں۔"منا اے (ملنا ہے)" حوریہ نے معصوم نظروں سے اسے دیکھتے کہا۔"وہ دیکھیں سپرمین" میشائم نے اسکے بائیں جانب اشارہ کیا تو حوریہ نے اس طرف دیکھا جہاں ماہ دیر کرسی پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔اسے دیکھتے ہی حوریہ کا چہرہ خوشی سے کھلا تھا۔وہ اسے دیکھتے مسکرائی تھی جبکہ اسکی مسکراہٹ کو دیکھ ماہ دیر کو لگ رہا تھا جیسے ساری دنیا کی خوشیاں اسے مل گئیں ہوں۔"شپ۔۔ل۔۔مین (سپرمین)" حوریہ نے اسے پکارا۔"جی میرا بچہ۔سپرمین کی جان" ماہ دیر اٹھتے بیڈ پر اسکے پاس بیٹھا اور نرمی سے اسکا ماتھا چوما۔"شپل۔۔مین (سپرمین)" حوریہ نے اسے دوبار پکارا۔"جی میری جان کا ٹکڑا۔سپرمین کی کل کائنات کیا کہنا ہے میری زندگی نے مجھے" ماہ دیر نے آنکھوں میں محبت سموئے اس ننھی سی جان کو دیکھا جو دو دن سے اسکی جان

سینے میں اٹکائے ہوئے تھی۔اس کے اتنے پیار بھرے انداز پر حوریہ مسکرائی جبکہ میشائم حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جو اس قدر محبت سے حوریہ سے مخاطب تھا۔اور اس سے زیادہ حیرت اسے ماہ دیر کی آنکھوں اور لہجے میں موجود محبت پر ہو رہی تھی جو اسکی بیٹی کے لیے

تھی۔"شپل۔۔مین۔۔حولیہ۔۔۔نے۔۔اپ تو۔۔مش۔۔تیا (سپرمین حوریہ نے آپکو مس کیا)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔اس کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں جسے وہ بار بار ہاتھ سے صاف کر رہا تھا تاکہ حوریہ کا عکس نا دھندلا جائے۔"سپرمین نے بھی اپنی لٹل ہائنس کو بہت زیادہ مس کیا" بہت زیادہ ماہ دیر نے اس کا ڈرپ زدہ ہاتھ تھامتے

چوما۔"شل۔۔مین۔۔اپ۔۔لو۔۔۔لے۔۔ایں (سپرمین آپ رو رہے ہیں)" حوریہ نے اسکی آنکھوں کو دیکھتے پوچھا۔"نہیں میری جان میں رو نہیں رہا۔بس میری آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا۔اچھا اب اسے چھوڑیں اور میری بات

سنیں۔ ابھی آپ نے زیادہ بولنا نہیں ہے۔ ابھی آپکو چوٹ لگی ہے نا تو ابھی زیادہ بولیں گی تو سر میں درد ہوگی میرے بچے کے تو میری جان نے اب چپ کر کے لیٹنا ہے اوکے" ماہ دیر نے نرمی سے اسکی گال سہلاتے کہا تو وہ اوکے کہہ گئی۔ "میشائم تم اسکے پاس بیٹھو میں فاز کو بتا کر آتا ہوں کہ حوریہ جاگ گئی ہے" ماہ دیر نے کہتے اٹھنا چاہا لیکن حوریہ کی آواز نے اسے

روکا۔ "شپل۔۔مین۔۔نو (سپر مین نو)" حوریہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو اسے یقیناً جانے سے روک رہی تھی۔ "میری جان بس ایک منٹ میں آرہا ہوں" ماہ دیر نے نرمی سے اسکا ماتھا چومتے تو کہا تو حوریہ کی آنکھوں میں پل میں موٹے موٹے آنسو آئے جسے دیکھتے ماہ دیر اور میشائم دونوں کی جان نکلی۔ "حور کیا ہوا میری جان" میشائم نے فوراً اس سے پوچھا۔ "ماما۔۔شپل۔۔مین (ماما سپر مین)" حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھا۔ "میرا بچہ میں کہیں نہیں جارہا۔ شش رونا نہیں بلکل بھی نہیں رونا میری لٹل ہائنس نے" ماہ دیر نے اسے نرمی اسکی

آنکھیں چومتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "پلومش (پرومس)" حوریہ نے معصومیت سے پوچھا۔ "پرومس میری جان۔بس رونا نہیں ہے میرے بیٹے نے" ماہ دیر نے کہا تو وہ جی کہتے ان دونوں کو دیکھنے لگی۔جبکہ وہ دونوں بھی بس اسے دیکھتے اپنے دل کو سکون پہنچا رہے تھے۔

"کیا ہوا شیری ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوا۔جلدی کر اماں سائیں وغیرہ سب ریڈی ہیں اوریہاں دلہا صاحب ابھی تک ٹراؤزر شرٹ میں پھر رہے ہیں" ضرار نے شہریار کے روم میں داخل ہوتے کہا۔وہ اس وقت بلیک کلر کی شلوار قمیض ساتھ وائٹ اجرک اوڑھے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔آج شہریار کا نکاح تھا جبکہ شام میں اسکی مہندی تھی۔مایوں اور ڈھولکی وغیرہ کے فنکشن الگ الگ ہوئے تھے۔جبکہ آج نکاح کے بعد مہندی کا فنکشن کمبائن تھا۔نکاح کی رسم خلیل صاحب کے گھر پر ادا ہونی تھی تبھی اب سب لوگ انکی طرف

جانے کو تیار ہو رہے تھے۔ "یار نیا کال نہیں اٹھا رہی۔ میں کافی دیر سے اسکا نمبر ٹرائے کر رہا ہوں پر بند جا رہا ہے" شہریار نے کہا تو ضرار نفی میں سر ہلا گیا۔ "یار وہ تیار ہو رہی ہوگی۔ دلہن ہے میک اپ وغیرہ کروا رہی ہوگی تو نہیں اٹھا رہی اور اگر بند جا رہا ہے تو شادی والا گھر ہے تو ہو سکتا ہے چارج کرنا بھول گئی ہو۔ فکر نا کر تیار ہو پھر چلتے ہیں۔ پھر تو روبرو ملاقات کرنا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور موبائل بیڈ پر رکھتے اپنی وائٹ شلوار قمیض بیڈ سے اٹھاتے واش روم میں بند ہوا جبکہ ضرار بیڈ پر بیٹھتے مہر ماہ کو سوچنے لگا۔ منگنی کے بعد سے کئی بار اسکی مہر ماہ سے ملاقات ہوئی تھی اور ہر بار مہر ماہ کی معصومیت نے اسے دوبارہ عشق کرنے پر مجبور کیا تھا۔ ان گزرے دنوں میں مہر ماہ کئی بار ملک ولا آئی تھی اور وہ جب جب آئی تھی ضرار کو یہیں پایا تھا۔ ان گزرے دنوں میں ضرار کو مہر ماہ خلیل صاحب سے ہوئی پوری بات اور پروین بیگم اور ثانیہ کی شامت کا بھی بتا چکی تھی جس پر ضرار ہنسنے اور اسے

شاباشی دینے کے سوا کچھ نا کرسکا۔ "ضرار" وہ جو مہرماہ کی یادوں میں کھویا تھا شہریار کی آواز پر ہوش میں آیا جہاں وہ اپنی تمام تر وجاہت سمیت آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ "جلدی تیار ہوجا اب" ضرار نے دل میں اسکی نظر اتارتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا۔ "تو کہاں کھویا تھا" شہریار نے گھڑی پہنتے خود پر پرفیوم چھڑکا اور مڑتے اسے دیکھا۔ "کہیں نہیں" ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "سالہ جھوٹا۔ سچ بتا مہرماہ کو سوچ رہا تھا" شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہاں ظاہری سی بات ہے اور کس کو سوچوں گا" ضرار نے کہا تو وہ ہنسا اور اپنے بال جیل سے سیٹ کرتے خود پر بلیک اجرک اوڑھتے پاؤں میں بلیک پشاوری چپل پہن گیا۔ "ہوگیا تیار" ضرار نے اس سے پوچھا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا۔ "چل پھر آجا سب انتظار کررہے ہونگے" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اسکے پیچھے باہر نکلا۔ وہ دونوں ہی کسی ریاست کے شہزادوں کی طرح چلتے سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ "یہ اسد کچھ زیادہ نہیں میری بہن کو تاڑتا" سیڑھیوں کے وسط میں پہنچ

کر ضرار نے سرگوشی نما آواز میں کہا تو شہریار نے مسکراہٹ دبائی۔ "کہہ تو ایسے رہا ہے جیسے تو کچھ نہیں جانتا" شہریار نے کہا تو ہنسا۔ "میں تو جانتا ہوں۔ لیکن چھوٹا انجان ہے کہ ہم دونوں جانتے ہیں کہ وہ عائشہ سے محبت کرتا ہے" ضرار نے کہا تو شہریار ہنسا۔ "ویسے بیچارہ لاکھ کوشش کے باوجود اپنی محبت نہیں چھپا پایا" شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہماری نظر سے کیسے بچ سکتا ہے۔ اسکی ایک ایک حرکت پر ہماری نظر ہوتی ہے" ضرار نے اسد کو دیکھتے کہا جو بیٹھا عائشہ کو نہار رہا تھا جو اس وقت آف وائٹ کلر کی فراک پہنے ہوئے بے حد پیارہ لگ رہی تھی۔ جبکہ اسد اس وقت بلیک شلوار قمیض پر بلیک ہی اجرک اوڑھے بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ "شکر ہے تم دونوں آگئے انھیں آتے دیکھ" عالمگیر خان نے کہا تو سب نے انھیں دیکھا جو حُسن کے شہزادے لگ رہے تھے۔ "جی انکل آگئے چلیں" ضرار نے کہا تو سب نے ہاں میں سرہلایا اور باہر کی طرف بڑھ گئے۔ "یار ضرار بات سن" شہریار نے

اسے پکارا جو باہر جارہا تھا۔ "کیا" ضرار نے اسے دیکھا۔ "یار آج چھوٹے کی خوشی دوبالا کردے" شہریار نے کہا تو ضرار اسے گھورنے لگ گیا۔ وہ اس کی بات کا مطلب اچھے سے سمجھ گیا تھا۔ "بے غیرت شرم کر بہن ہے وہ میری" ضرار نے اسکے کندھے پر مکہ مارا۔ "یار میں دونوں کو ساتھ بھیجنے کا ہی کہہ رہا ہوں۔ کونسا چھوٹا اسکو لے کر بھاگ جائے گا۔ وہ دیکھ کیسے ڈر ڈر کر دیکھ رہا ہے۔ تھوڑی دیر اسے آزادی دے دے" شہریار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے اسد کو دیکھا جو گاہے بگاہے عائشہ کو دیکھ رہا تھا۔ "اچھا ٹھیک ہے" ضرار نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ "ضرار تم اور بچے ایک گاڑی میں آؤ گے" دراب صاحب نے اپنی گاڑی میں بیٹھتے پوچھا۔ "جی بابا آپ لوگ چلیں" ضرار نے کہا تو ایک گاڑی میں دراب صاحب، فردوس بیگم اور تنزیل بیگم جبکہ دوسری گاڑی میں عالمگیر خان، فہمیدہ خان اور شاہجہاں بیگم بیٹھے تھے اور گاڑی گیٹ سے باہر نکالی۔ "اسد تم اور عائشہ جاؤ۔ مجھے اور ضرار کو ایک

کام ہے ہمیں ٹائم لگے گا" شہریار نے کہا تو اسد نے ان دونوں کو دیکھا۔ "ٹھیک ہے بھائی" اسد نے جلدی سے کہا اور عائشہ کے لیے دروازہ کھولا تو وہ ایک نظر ان دونوں کو دیکھتے گاڑی میں بیٹھی۔ اسکے بیٹھتے ہی اسد نے دوسری سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی زن سے بھگا گیا۔ "ہاہاہاہاہا چھوٹے کی شکل دیکھی تھی" اسکے جاتے ہی شہریار نے قہقہہ لگایا۔ "ہاہاہا واقعی اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اسے عائشہ کے ساتھ اکیلے ٹائم مل جائے گا۔ ویسے شیری میں تو اس دن کو سوچ رہا ہوں جب اسے پتا لگے گا کہ ہم دونوں اسکے عائشہ کیلئے جذبات سے واقف ہیں" ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "چل اب آجا چلیں۔ دلہا لیٹ ہو اچھا نہیں لگتا" شہریار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ گاڑی میں سوار ہوا اور اپنی گاڑی منزل کی طرف رواں کی۔

"اسد بھائی" عائشہ نے اسے پکارا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ "ہاں" اس نے ایک نظر اسے دیکھتے واپس سے سامنے دیکھنے لگا۔ لیکن یہ بے حد مشکل ہو رہا تھا۔ اسکا دل چاہ رہا تھا بس عائشہ کو دیکھتا رہے۔ دل نے اس وقت ہر نظارے کو پہلو میں بیٹھی نازک جان کے آگے پھیکا قرار دیا تھا۔ آج اسد کو اندازہ ہوا تھا کہ محبوب پہلو میں ہو تو دل کس کس انداز میں بغاوت کرنے کی ضد کرتا ہے۔ "ضرار بھائی اور شیری بھائی نے کہا تھا انھیں ٹائم لگنا ہے پر انکی گاڑی تو وہ رہی" عائشہ نے فرنٹ مرر سے پیچھے سے آتی ضرار کی گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ "پتہ نہیں ہو سکتا ہے جلدی فارغ ہو گئے ہوں" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر دیکھنے لگی۔ "اچھا بتاؤ کچھ سوچا کہ کیا کرنا ہے" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی سوچا ہے۔ آپکو پتا ہے میں نے سوچا ہے کہ میں بڑے بابا کے ساتھ آفس جوائن کروں گی" عائشہ نے ایکسایٹڈ ہوتے بتایا۔ "آہاں یہ تو اچھی بات ہے۔ خود سے کیا ہے نا یہ فیصلہ" اسد نے

پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چلو یہ تو اچھی بات ہے اللہ پاک تمھیں کامیاب کرے“ اسد نے اسے دعا دی تو وہ مسکرائی۔ ”اسد بھائی آپ سے ایک بات پوچھوں“ عائشہ اب کی بار مکمل اسکی طرف مڑی۔ ”ہاں پوچھو“ اس نے نرمی سے جواب دیا۔ ”اسد بھائی آپ نے اس دن شہریار بھائی کو بتایا کیوں نہیں تھا کہ ثانیہ بھابھی کسی مرد کے ساتھ مال میں بیٹھی تھیں۔ اور نا مجھے بتانے دیا کیا یہ غلط نہیں ہے“ عائشہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”عائشہ ! شیری بھائی اس لڑکی کے بارے میں کچھ غلط نہیں سننا پسند کرتے۔ میں نے تمھیں اس لیے منع کیا تھا کہ وہ تمھیں ڈانٹ نا دیں۔ اور میں نے انھیں خود بتایا تھا پر وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھے۔ اور مجھے اس بات پر ڈانٹ بھی دیا کہ آئندہ میں ثانیہ کے بارے میں ایسا کچھ نا بولوں تو میں نے اسی لیے تمھیں منع کیا تھا کیونکہ مجھے ڈانٹ پڑے میں برداشت کر لوں گا پر کوئی تمھیں سخت نگاہ سے دیکھے بھی یہ میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا“ اسد نے سنجیدگی سے

کہا تو عائشہ اسے دیکھنے لگی۔ناجانے کیوں اسکی بات سنتےپیٹ میں گد گدی سی محسوس ہوئی تھی۔ ”آپ کو کیوں یہ برداشت نہیں کرسکتے“ اسد بھائی عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر گیا۔ ”کیونکہ تم اتنی چھوٹی اور نازک سی ہو اور ہم سب کی جان بستی ہے تم میں۔ اور مجھے تو تم بٹر فلائی لگتی ہو جسکے ساتھ رتی برابر بھی سختی نہیں برتی جا سکتی۔ میرا بس چلے تو میں سب غموں کو تمھاری زندگی سے اتنا دور کردوں کہ وہ کبھی دوبارہ تمھیں ڈھونڈ نا سکیں“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ اسکے گال بے ساختہ گلابی ہوئے تھے۔ اسد کے لہجے میں کچھ تھا جسے وہ سمجھ نا سکی پر وہ جو بھی تھا اس نے عائشہ کو پلکیں جھکانے پر مجبور کیا تھا۔جبکہ اس منظر کو دیکھتے اسد مبہوت ہوا تھا۔ اگر آج کوئی اس سے پوچھتا کہ وہ کس نظارے کو تا عمر دیکھ سکتا ہے تو اسد ملک ایک لمحے کی دیر کیے بغیر عائشہ راجپوت کا یوں نگاہیں جھکاتے مسکرانے کی ادا کا نام لیتا۔ اس نے

بامشکل اپنی نظریں عائشہ پر سے ہٹائیں اور گہری سانس بھرتے اپنا دھیان ڈرائیونگ کی جانب مبذول کیا ورنہ یقیناً آج وہ کوئی گستاخی کر بیٹھتا۔

لگ بھگ ایک گھنٹے کے سفر کے بعد ان سب کی گاڑیاں خلیل صاحب کے گھر کے باہر رکیں اور وہ سب گاڑی سے اترتے دروازے کی جانب بڑھے۔دروازہ آج کھلا تھا۔ وہ لوگ اندر داخل ہوئے تو سامنے ہی مہرماہ، خلیل صاحب اور پروین بیگم کھڑے تھے۔ ''اسلام علیکم انکل کیسے ہیں آپ'' سب سے پہلے شہریار آگے ہوتے ان سے ملا جنھوں نے اسے جواب دیتے اسے گلے لگایا جس پر وہ مسکرایا۔ ''کیسی ہو گڑیا'' شہریار نے مہرماہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ''میں ٹھیک ہوں بھائی'' اس نے مسکراتے جواب دیا۔اس دن خلیل صاحب کو بتانے کے بعد سے اسکی زندگی کافی پرسکون ہوگئی تھی۔پروین بیگم اور ثانیہ نے اس سے بات کرنا ہی چھوڑ دیا تھا جس پر مہرماہ اب خوش تھی۔ سب لوگ

ہی باری باری ان تینوں نے مل رہے تھے جبکہ ضرار کی نگاہیں مہرماہ سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔ مہرماہ اس وقت بلیک کلر کی شارٹ شرٹ کے ساتھ بلیک ہی پلازو پہنے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس نے آج چہرے پر ہلکا پھلکا میک اپ کیا تھا جبکہ جیولری میں آج بھی اس نے جھمکوں کے ساتھ بلیک کلر کی چوڑیاں پہنی تھیں۔ اور جو چیز اسے سب سے زیادہ خوبصورت بنا رہی تھی وہ اسکے ہاتھوں پر لگی مہندی اور کلائی میں پہنے گجرے تھے۔ ضرار کا دل ہمک ہمک کر اسے سینے میں چھپانے کی خواہش کر رہا تھا جس پر ضرار بامشکل اپنے دل کو ڈپٹ رہا تھا۔ "آجائیں دراب بھائی اندر" خلیل صاحب نے سب سے ملنے کے بعد کہا تو سب ہی ہاں میں سر ہلاتے انکے پیچھے اندر بڑھے۔ جبکہ ضرار ابھی تک اپنی جگہ پر جما تھا۔ مہرماہ کی اس پر نظر پڑی تو وہ ٹھہری اور اسے دیکھنے لگی جو ایک ہی جگہ پر سٹل ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے مڑتے باقی سب کو دیکھا جو اندر جا چکے تھے اور پھر اس کی طرف بڑھی۔ "پروفیسر" مہرماہ نے

اسکے پاس جاتے اسے پکارا تو ضرار ہوش میں آیا۔ "ہاں" ضرار نے فوراً نگاہیں جھکاتے اسے دیکھا جو چہرہ اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ "آپ نے اندر نہیں آنا" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "آنا ہے چلو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے سب اندر چلے گئے اور تم مجھے بلانے آئی۔ مجھے اچھا لگا" ضرار نے اسکے ساتھ قدم بڑھاتے مدھم آواز میں کہا۔ "وہ آپ کسی گہری سوچ میں تھے تو میں نے سوچا بلا لوں" مہرماہ نے کہا تو مسکرایا۔ "شکریہ" ضرار نے کہا تو مہرماہ چہرہ جھکا گئی۔ نا جانے کیوں اسکے میٹھے لہجے کی عادت سی ہو رہی تھی۔ "بہت پیاری لگ رہی ہو ماہ۔ فنکشن کے بعد اپنا صدقہ لازمی دینا۔ یہ نا ہو کسی حاسد کی نظر لگ جائے" اسکے یوں چہرہ جھکانے پر وہ مسکرایا اور اسکی طرف جھکتے قدرے مدھم آواز میں بولا۔ اسکی بات سنتے مہرماہ کا چہرہ سرخ ہوا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور لاؤنج میں چلا گیا جہاں سب گھر والوں کے ساتھ کچھ رشتے دار اور ہمسائے موجود تھے۔ نکاح کا فنکشن سادگی سے ہونا تھا تبھی گھر

میں ہی رکھا تھا۔ "یا اللہ پروفیسر کی باتیں میری دھڑکن کیوں بڑھا دیتی ہیں"
مہرماہ نے اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے کہا اور اندر اسکے پیچھے آئی۔ "اماں
سائیں میں تو صبح سے یہی ہوں مہر کے پاس" وہ اندر آئی تو اس نے مریم کو
دیکھا جو شاہجہاں بیگم کے پاس بیٹھی ان سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ اس وقت
وائٹ کلر کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے ہوئے تھی جس پر ریڈ کلر کی کڑھائی ہوئی
تھی۔ اس نے اپنا ریڈ ڈوپٹہ اچھے سے کندھوں پر پھیلایا تھا جبکہ سر پر حجاب
کرتے ساتھ نقاب کیا تھا۔ وہ عبایا پہننے والی تھی پر مہرماہ کی ضد پر اس نے یہ
فراک پہنا تھا۔ "اچھی بات ہے نا۔ ورنہ تم نے آنا ہی نہیں تھا" شاہجہاں بیگم
نے کہا تو وہ ہنسی۔ یہ جانے بغیر کہ اسکی کھلکھلاہٹ کسی کے کانوں میں رس
گھول رہی ہے۔ "سکندر صاحب میرا خیال ہے کہ اب نکاح کی رسم ادا کر لینی
چاہیئے" دراب صاحب نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔ "مہرو مریم بچے جاؤ آپی
کو لے کر آؤ" خلیل صاحب نے ان دونوں سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے کھڑی

ہوئیں۔ ”مہرماہ کیا میں بھی آسکتی ہوں“ عائشہ نے اس سے پوچھا۔ ”جی آپی آجائیں“ مہرماہ نے مسکراتے کہا تو وہ بھی ان دونوں کے ساتھ اوپر کی جانب بڑھی۔ ضرار کی نگاہیں مہرماہ پر تھیں جبکہ اسد کی عائشہ پر اور شہریار اپنی کیفیت سے انجان بامشکل مریم کے نازک وجود سے نگاہیں چرا رہا تھا۔ ”شیری کیا ہوا ہے“ ضرار نے اسے دیکھا جو شدت سے اپنی ٹانگ ہلا رہا تھا۔ ”کچھ نہیں“ شہریار نے کہا اور اپنے ماتھے پر آیا پسینہ ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر کیوں وہ مریم کی طرف اٹریکٹ ہورہا ہے۔ ”بابا“ ابھی دو منٹ گزرے تھے جب مہرماہ کی بھرائی آواز لاؤنج میں گونجی جسے سنتے خلیل صاحب سمیت سب نے اسے دیکھا جو مریم اور عائشہ کے ساتھ ہاتھ میں ایک فولڈ کاغذ پکڑے بھاگتی نیچے آرہی تھی۔ ”مہرو کیا ہوا میری جان“ خلیل صاحب نے اسے دیکھا جو بس رونے کے در پر تھی۔ ”بابا۔۔وہ آپی“ مہرماہ نے کہا تو سب ہی اسے دیکھنے لگے۔ ”کیا ہوا ثانیہ کو مہرو“ خلیل صاحب نے

اسے سینے سے لگایا۔ ”بابا۔۔وہ آپی۔۔گھر۔۔چھوڑ۔۔کر چلی۔۔گئیں ہیں“

مہرماہ نے کہا تو سب ہی ساکت ہوئے جبکہ پروین بیگم پرسکون کھڑی تھیں

کیونکہ ثانیہ انھیں پہلے ہی اپنے جانے کے بارے میں آگاہ کرچکی تھی۔پروین

بیگم نے اپنی اس دن کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے خلیل صاحب کو نہیں

بتایا تھا۔اور دراب صاحب یہ بات سنتے ساکت ہوئے۔انھیں کسی اپنے کی

شدت سے یاد آئی تھی۔ ”مہرو کیا کہہ رہی ہو" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے

وہ کاغذ انھیں پکڑایا جسے کھولتے خلیل صاحب پڑھنے لگے۔وہ جیسے جیسے پڑھ

رہے تھے انکی انکے جسم پر لرزا طاری ہورہا تھا۔ ”انکل کیا لکھا ہے اس میں“

شہریار نے انکے پاس آتے پوچھا جو صدمے کی حالت میں کھڑے

تھے۔ ”انکل“ شہریار نے دوبارہ پکارا پر اب کی بار بھی وہ خاموش ہی

رہے۔ان کی خاموشی پر وہ جھکا اور جلدی سے وہ کاغذ اٹھاتے سامنے

کیا۔اسے پڑھتے شہریار کی رگیں تنی تھیں جبکہ آنکھیں لہو چھلکانے کی حد تک

سرخ ہوئی تھیں۔ ثانیہ نے اسکے ساتھ اتنا بڑا کھیل کھیلا تھا اسے یقین نا آیا۔ سب ہی اسکے بولنے کے منتظر تھے پر وہ خاموشی سے کھڑا گہرے سانس بھر رہا تھا گویا اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ "کیا لکھا ہے اس میں بچے" ضرار نے اس سے پوچھنے کی بجائے آگے ہوتے اسکے ہاتھ سے کاغذ پکڑا تو فردوس بیگم بولی۔ "موم اس میں لکھا ہے کہ یہ خط جب تک شہریار کو ملے گا میں جا چکی ہونگی۔ مجھے یہ شادی نہیں کرنی کیوں کہ اتنے۔۔ اتنے بد صورت اور کالے مرد سے میں شادی نہیں کر سکتی۔ مجھے اپنی زندگی میں ایک حسین مرد چاہیئے جو امیر ہونے کے ساتھ ساتھ گورا بھی ہو۔ میں شہریار سے صرف دولت کیلئے شادی کر رہی تھی پر اب مجھے ماڈلنگ کی اتنی بڑی آفر آئی ہے کہ میں شہریار سے زیادہ پیسوں کی مالک بن جاؤں گی تو اگر میں خود ہی پیسے کماتے ان میں کھیل سکتی ہوں تو مجھے اس کالے مرد سے شادی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور ایسے بد صورت مرد سے کوئی اندھی ہی شادی کر سکتی ہے۔ میں اندھی تو نہیں

تھی لیکن شہریار کی دولت نے مجھے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کرنے پر مجبور کیا تھا ورنہ میں کبھی اس سے شادی نا کرتی اور ہاں ایک اہم بات شہریار اپنے ذہن میں ڈال لینا میں نے کبھی تم سے محبت نہیں کی۔جانتی ہوں جھٹکا لگے گا لیکن یہی سچ ہے میں نے تمھاری دولت سے محبت کی پر اب میرے پاس تم سے زیادہ پیسہ بھی ہے اور تم سے زیادہ پیسے والا بھی۔اور میرے سو کالڈ پاپا آپ نے اپنی بیٹی کیلئے میری انسلٹ کی تھی تو یہ اس کا بدلہ بھی ہے" ضرار کہتے خاموش ہوا۔کاغذ پر لکھی تحریر ختم ہوچکی تھی اور پورے لاؤنج میں صرف سناٹا تھا۔سب ہی صدمے سے کھڑے حالات کو سمجھنے کی کوشش کررہے تھے۔ثانیہ نے نا صرف گھر سے جانے کا گناہ کیا تھا بلکہ بھری محفل میں شہریار ملک کو کالا بدصورت کہہ کر اسکے منہ پر جوتا مارا تھا جبکہ خلیل صاحب کی حالت تو ایسے تھی جیسے ابھی گر جائیں گے۔مہرماہ ایک طرف کھڑی رو رہی تھی جبکہ پروین بیگم اپنے چہرے پر مصنوعی دکھ کے تاثر سجائے ایک طرف کھڑی

تھیں۔باقی سب پریشانی سے شہریار کو دیکھ رہے تھے جو خاموش کھڑا تھا۔شہریار کا دل اس وقت خون کے آنسو رو رہا تھا۔جس لڑکی سے وہ پچھلے دو سال سے محبت کر رہا تھا وہ لڑکی اس سے صرف دولت کیلئے محبت کا ڈھونگ رچا رہی تھی۔شہریار ملک کو آج اپنی ساری ڈگریاں بیکار لگی۔وہ ایک لڑکی کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا تھا اس سے شرمناک بات کیا تھی۔"اماں سائیں چلیں گھر" اس نے گہری سانس بھری اور چہرے پر سخت تاثر سجاتے اپنی اجرک ٹھیک کرتے بولا۔اسکی بات سنتے سب نے اسے دیکھا جس کے چہرے پر چٹانوں کی مانند سختی تھی۔"شیری" ضرار نے کچھ کہنا چاہا پر وہ اسکی بات کاٹ گیا۔"میں نے کہا گھر چلیں۔آپ لوگ بھی جا سکتے ہیں یہاں کوئی شادی نہیں ہو رہی" شہریار نے کہا اور باہر بڑھتا کہ شاہجہاں بیگم کی آواز نے اس کے قدم جکڑے۔"رکو شیری" انکی آواز میں آج حکم کے ساتھ ساتھ سختی بھی تھی۔"جی" اس نے مڑتے انھیں دیکھا۔"کہاں جا رہے ہو" شاہجہاں بیگم

اسکے سامنے آئیں۔ ”گھر جارہا ہوں اماں سائیں کیونکہ دلہن بھاگ گئی ہے“ شہریار نے ضبط سے کہا تو سب نے دکھ سے اسے دیکھا۔ وہ کتنا خوش تھا اور اب اسکے چہرے پر فقط وحشت تھی۔ ”تم ایسے بغیر دلہن کے گھر نہیں جاسکتے شیری۔ ہماری بھی کوئی عزت ہے۔ یہاں ہم نکاح کرنے آئے ہیں اور نکاح کیے بغیر ہرگز نہیں جائیں گے تو تم کیوں جارہے ہو“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس کی آنکھیں مزید سرخ ہوئیں۔ ”اماں سائیں شاید آپ نے سنا نہیں دلہن بھاگ گئی ہے۔ اب کوئی نکاح نہیں ہورہا" شہریار نے سپاٹ انداز میں کہا۔ ”نکاح ہوگا اور ابھی ہوگا“ شاہجہاں بیگم نے حتمی لہجے میں کہا تو شہریار نے انھیں دیکھا۔ ”اچھا اور میرا نکاح کس سے ہوگا اماں سائیں“ شہریار نے دونوں ہاتھ اپنی پشت پر باندھتے پوچھا۔ ”تمھارا نکاح مریم سے ہوگا“ شاہجہاں بیگم کی بات سنتے سب نے جھٹکے سے انھیں دیکھا جبکہ مریم جو مہرماہ کو چپ کروا رہی تھی۔ اس نے بے یقینی سے انھیں دیکھا اور شہریار ابھی تک سرد نگاہوں

سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ "اماں سائیں میں کسی سے نکاح نہی کروں گا" شہریار نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے کہا۔ "تم یہ نکاح کرو گے شہریار۔ ایک بار اپنی مرضی کرلی اب تم ہرگز نہیں بولو گے۔ میں نے صرف تمھاری بات مانتے تمھارا رشتہ اس لڑکی سے طے کیا تھا اب وہی ہوگا جو میں کہوں گی" شاہجہاں بیگم آج کسی طور پیچھے نہیں ہٹنا چاہتی تھیں۔ "اچھا ٹھیک ہے۔ لیکن جس سے میرا نکاح کرنا چاہتی ہیں۔ اس سے بھی پوچھ لیں وہ راضی ہے کہ نہیں" شہریار نے مریم کو دیکھتے استہزائیہ کہا جو بے یقین کھڑی شاہجہاں بیگم کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات سنتے شاہ جہاں بیگم نے مریم کو دیکھا جو انھیں ہی دیکھ رہی تھی۔ "مریم" شاہجہاں بیگم اسکی طرف بڑھیں۔ "اماں۔ سائیں" اس نے کچھ کہنا چاہا پر الفاظ جیسے حلق میں اٹک گئے تھے۔ "مریم انکار مت کرنا بچے" شاہجہاں بیگم کی بات سنتے اسکی نیلی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے۔ "اماں سائیں۔ میں کیسے۔۔ ان۔۔ سے شادی۔۔ کر سکتی۔۔ ہوں" مریم نے مہرماہ کا

ہاتھ شدت سے تھام رکھا تھا جو اپنا رونا بھلائے سب کو دیکھ رہی تھی۔ ”مریم بیٹا پلیز منع مت کرنا۔ بچے میں ہاتھ“ شاہجہاں بیگم کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بول پڑی۔ ”اماں سائیں پلیز۔۔ایسا نا کریں“ مریم نے انھیں دیکھتے کہا۔ ”مریم پلیز بچے انکار مت کرنا۔ خدا کے واسطے انکار نا کرنا۔ میرے دل میں اگر تمھارا خیال آیا ہے تو اسکی کوئی وجہ ہوگی۔ اللہ نے تمھارا خیال میرے دل میں ڈالا ہے بچے اللہ کے واسطے انکار نا کرنا اپنی اماں سائیں کی بات مان لو“ انکی بات سنتے مریم کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہے۔ ”مریم کچھ کہو بیٹا“ شاہجہاں بیگم نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو مریم کی آنکھوں سے آنسو مزید روانی سے بہنے لگے۔ ”مریم بیٹا“ خلیل صاحب نے آگے ہوتے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تو اس نے انھیں دیکھا۔ ”بیٹا خدا کے واسطے مان جاؤ۔ میری ایک بیٹی میری عزت پیروں تلے روند گئی ہے۔ خدارا میری عزت بچا لو۔ اماں سائیں اگر مہرو کا کہتی تو میں اسے بھی

خوشی خوشی انکے سپرد کر دیتا۔میں تمھارا باپ نہیں ہوں پر تم میری مہرو کی طرح ہی ہو۔آج اس بوڑھے باپ کی عزت بچالو" خلیل صاحب نے اسے کہا تو اس نے اپنی آنسو بھری آنکھوں سے سامنے کھڑے شہریار کو دیکھا اور پھر شاہجہاں بیگم کو دیکھا۔جبکہ مہرماہ کے ذکر پر ضرار نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"بولو مریم کیا فیصلہ ہے تمھارا۔کیا تم میرے شہریار کی دلہن بنو گی" انھوں نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور مہرماہ کے گلے لگتے رونے لگی۔وہ نہیں جانتی تھی اس نے صحیح فیصلہ کیا ہے یا نہیں پر وہ اتنا جانتی تھی کہ اگر سب اسے ہی کہہ رہے ہیں تو یقیناً اس میں اللہ کی رضا شامل تھی۔"شکریہ بیٹا" خلیل صاحب نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔"اسد جاؤ قاضی صاحب کو بلاؤ" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اسد ہاں میں سرہلاتے سامنے روم کی طرف بڑھا جہاں قاضی صاحب بیٹھے تھے۔"مریم یہاں آؤ بچے" شاہجہاں بیگم نے اسکی کمر سہلاتے کہا تو وہ مہرماہ سے دور ہوتے انکے ساتھ چلتے صوفے پر آتے بیٹھ

گئی۔ ”یہ کیا تماشا دکھانے ساتھ لائے تھے“ تنزیل بیگم نے کہا۔ شہریار کو دیکھتے انھیں دکھ ہو رہا تھا پر وہ دکھانا نہیں چاہتی تھیں۔ ”ماما پلیز ابھی نہیں" عائشہ نے کہا تو اسکے کہنے پر چپ کر گئیں۔ ”اگر یہ مان بھی گئی ہے تب بھی میں اس سے شادی ہرگز نہیں کروں گا“ اماں سائیں شہریار جو تب سے یہ سب تماشہ دیکھ رہا تھا۔ مریم کو مانتے دیکھ دھاڑا اور باہر نکلنے لگا۔ لیکن اس سے پہلے وہ باہر جاتا شاہجہاں بیگم کی اگلی بات نے اسکے قدموں کو جکڑا۔ ”شیری اگر تم یہاں سے گئے تو میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے“ شاہ جہاں بیگم کی بات سنتے شہریار نے بے بسی و دکھ کی ملی جلی کیفیت سے انھیں دیکھا۔ ”اماں۔۔ سائیں“ اس نے صدمے سے انھیں پکارا۔ ”شہریار یہاں آکر بیٹھو“ انھوں نے سنگل سیٹر صوفے کی طرف اشارہ کیا تو اس نے نفرت سے مریم کو گھورا جو صوفے پر بیٹھی تھی۔ ”اماں سائیں پلیز ایسا نا کریں“ شہریار نے منت کی۔ ”شہریار چپ چاپ بغیر کوئی لفظ بولے یہاں بیٹھو تمھیں میری قسم" شاہجہاں بیگم نے

کہا تو وہ شکوہ کناں نظروں سے انھیں دیکھتا مریم کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھا۔ "نکاح شروع کریں" قاضی صاحب دراب صاحب نے انھیں کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئے۔ "لڑکی کا نام اور اسکے والد کا نام" قاضی صاحب نے پوچھا تو دراب صاحب نے مریم کو دیکھا جو خاموش تھی۔ "بیٹا آپکے والد کا کیا نام ہے" دراب صاحب نے اس سے پوچھا۔ "مجھے نہیں پتا انکل" مریم نے مدھم آواز میں کہا۔ "کیا مطلب" عالمگیر خان نے پوچھا۔ "میں یتیم ہوں۔بس مجھے میری ذات کا پتا ہے وہ بھی میں جب ملی تھی تو میری بازو پر ایک ٹیگ لگا تھا جس پر خان یوسفزئی لکھا تھا پر والد کا نام نہیں تھا۔میرا نام بھی وہاں یتیم خانے کے اونر نے رکھا تھا" مریم نے کہا تو سب نے دکھ سے اسے دیکھا جبکہ عالمگیر خان نے اسے دیکھا۔وہ یتیم تھی ناجانے کیوں اسکی بات سنتے انکا دل کٹا تھا۔وہ آگے بڑھے اور مریم کے پاس آتے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ "قاضی صاحب بچی کا نام مریم خان یوسفزئی ہے اور والد کا نام عالمگیر خان یوسفزئی

ہے" انھوں نے کہا تو مریم نے جھٹکے سے انھیں دیکھا۔ "میں آپکا باپ تو نہیں ہوں بیٹا پر آپ کے بابا کی طرح ہوں اور آج آپکے نام کے ساتھ اپنی ولدیت لکھوائی ہے کیونکہ میری بیٹیاں بھی کہیں کھو گئیں ہیں تو وہ بھی یتیمی کی زندگی گزار رہی ہوں گی۔ تو شاید آج آپکے صدقے میں اللہ مجھے میری بیٹیاں لوٹا دے" عالمگیر خان کی بات سنتے اسکی آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ "آپکو کوئی مسئلہ تو نہیں ہے نا بچے" فہمیدہ خان نے اسکے پاس آتے پوچھا تو وہ نگی میں سرہلا گئی۔ "قاضی صاحب نکاح شروع کریں" عالمگیر خان نے کہا تو انھوں نے نکاح پڑھانا شروع کیا۔ "شہریار ملک ولد عزیز ملک آپکا نکاح مریم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے پہلے اس سے پوچھا۔ "قبول ہے (میں کبھی اس لڑکی کو اپنی بیوی تسلیم نہیں کروں گا)" شہریار نے مریم کو اپنے نکاح میں قبول کرتے دل میں کہا۔ "شہریار ملک ولد عزیز ملک آپکا نکاح مریم خان

یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے دوبارہ اس سے پوچھا جو غصے سے سب کو گھور رہا تھا۔ "قبول ہے (میں اسکی زندگی جہنم بنا دوں گا)" شہریار نے دوسری بار اسے قبول کرتے عہد کیا۔ "شہریار ملک ولد عزیز ملک آپکا نکاح مریم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے آخری بار اس سے پوچھا۔ "قبول ہے (میں آپ سب کو آپ کے فیصلے پر پچھتانے پر مجبور کروں گا)" اس نے نفرت سے سوچتے مریم کو اپنی زوجیت میں قبول کیا۔ "مریم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی آپکا نکاح شہریار ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے اب کی بار اس سے پوچھا جو نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی۔ "قب۔۔۔ول ہے (یا اللہ میں اس رشتے کو تیری رضا سمجھتے قبول کررہی ہوں)" مریم نے اللہ سے دعا

کرتے کہا۔ ”مریم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی آپکا نکاح شہریار ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے“ قاضی صاحب نے دوبارہ پوچھا۔ ”قب۔۔ول ہے (یا اللہ ہمارے اس مقدس رشتے کو میرے اور میرے شوہر کیلئے بابرکت ثابت کرنا)“ مریم نے آنکھوں کو سختی سے میچتے کہا۔ ”مریم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی آپکا نکاح شہریار ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے“ قاضی صاحب نے تیسری اور آخری مرتبہ
پوچھا۔ ”قب۔۔ول ہے (یا اللہ ہمارے اس رشتے کو ہم دونوں کیلئے سکون کا باعث بنانا)“ مریم نے آخری بار کہتے شہریار ملک کو اپنے تمام تر حقوق سونپ دیے۔ صرف چند لمحوں میں وہ مریم خان یوسفزئی سے مریم شہریار ملک بن گئی تھی۔ ان کا نکاح ہوتے ہی قاضی صاحب نے دعا کرائی جس کے کے بعد وہاں ہر طرف مبارکباد کا شور اٹھا تھا۔ ”مبارک ہو شیری“ دراب صاحب نے

اسے کہا لیکن وہ جواب دیے بغیر اٹھا اور گھر سے باہر نکلتا چلا گیا۔ "شیری" شاہجہاں بیگم نے اسے پکارا پر وہ ان سنی کرتا باہر نکل گیا۔ "اماں سائیں میں دیکھتا ہوں" ضرار کہتے اسکے پیچھے بھاگا۔ "اماں سائیں مجھے معاف کردیں۔ میری بیٹی کی وجہ سے آپ سب کو یہ برداشت کرنا پڑا" خلیل صاحب نے ہاتھ جوڑتے کہا۔ "کوئی بات نہیں بچے تمھاری غلطی نہیں ہے ہم اب چلتے ہیں" شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئے۔ جبکہ مہمان تو جانے لگے تھے۔ "مریم تم بھی ہمارے ساتھ چلو" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس سے پہلے مریم کھڑی ہوتی مہرماہ بول اٹھی۔ "اماں سائیں۔۔پلیز۔۔مریم کو یہاں چھوڑ۔۔جائیں" مہرماہ جانتی تھی مریم ٹھیک نہیں ہے تبھی اسے یہاں روکا۔ "ٹھیک ہے بچے۔ آپ سب آئیں گے شادی پر" دراب صاحب نے آگے ہوتے مہرماہ اور مریم دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "جی دراب صاحب ہم لازمی آئیں گے۔ ہماری بیٹی کی شادی ہے" جواب خلیل صاحب نے دیا تھا جس پر

وہ سب خاموشی سے ہاں میں سرہلاتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ ”خلیل ثانیہ“ ان کے جاتے ہی پروین بیگم نے کچھ کہنا چاہا پر خلیل صاحب دھاڑتے انکی بات کاٹ گئے۔ ”خبردار اس بے حیا لڑکی کا نام بھی اس گھر میں مت لینا اب۔مرگئی وہ آج سے ہمارے لیے“ خلیل صاحب نے کہا تو پروین بیگم کے کلیجے کو ہاتھ پڑا۔ ”یہ“ انکے بولنے سے پہلے وہ ہاتھ اٹھاتے انھیں روک گئے۔ ”مہرو مریم بیٹی کو روم میں لے جاؤ۔بچی تھک گئی ہوگی“ خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ ہاں میں سرہلاتے صوفے پر بیٹھی مریم کو ہاتھ تھامتے اسے اوپر لے گئی جو کٹی ڈور کی طرح اسکے ساتھ چلتی جارہی تھی۔ ”اور پروین آپ خبردار اب اپنی اس بے شرم بیٹی کا نام بھی میرے گھر میں لیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا“ خلیل صاحب انھیں وارن کرتے روم میں چلے گئے جبکہ پروین بیگم نے نحوت سے سر جھٹکا اور وہیں لاؤنج میں بیٹھ گئیں۔

"شیری رک کہاں جارہا ہے" ضرار نے اسکے پیچھے آتے اسکی بازو پکڑی جو پیدل ہی ناجانے کس طرف جارہا تھا۔ "مرنے جارہا ہوں" شہریار نے چلاتے اس سے اپنی بازو چھڑائی تھی۔ "شیری کیا پاگل ہوگیا ہے کیا بکواس کررہا ہے" ضرار نے اسے دھکا دیتے کہا۔ "سچ کہہ رہا ہوں۔یار میں نے اس سے محبت کی اور وہ چھٹانک بھر کی لڑکی میری دولت کی خاطر میرے جذبات سے کھیلتی گئی۔اس نے بارہا مجھے بدصورت کہا پر میں محبت میں اندھا اسکو ہر بار معاف کردیتا تھا۔آج اسے کوئی مجھ سے زیادہ امیر ملا تو وہ ہمارے نکاح والے دن مجھے چھوڑ کر بھاگ گئی اور امان سائیں نے میرا نکاح اس دو ٹکے کی یتیم ملازمہ سے کروا دیا ہے" شہریار آس پاس سے گزرتے لوگوں کی پرواہ کیے بغیر دھاڑتے ہوئے بولا تو ضرار کو اس پر غصہ آیا۔ "شیری ہم سب نے تجھے کہا تھا۔وہ لڑکی ٹھیک نہیں ہے پر تجھے ہی شوق تھا۔میں نے اماں سائیں موم ڈیڈ سب نے تجھے کہا تھا کہ سوچ لے پر تو بضد تھا۔اس میں سب سے زیادہ تیری غلطی ہے

جانتا ہے تو۔ اب اگر ہم نے تیرا بھلا کیا ہے تو، تو دھاڑ رہا ہے" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ "جانتا ہوں میری ہی غلطی ہے تبھی اب میں اپنی غلطی سدھاروں گا۔ اب میں اس لڑکی سے شادی نہیں کروں گا۔ جا جا کر کہہ دے اماں سائیں سے کہ میں اس لڑکی سے نکاح کر چکا ہوں پر شادی ہرگز نہی کروں گا۔ نفرت ہے مجھے لڑکیوں سے نفرت ہے اور باپردہ لڑکیوں سے شہریار ملک کی نفرت کا قصہ پرانا ہے" شہریار نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "شیری دیکھ ایک بار تو نے اپنی مرضی کر لی۔ اب ہماری مان اور چپ چاپ مریم اور اپنا رشتہ تسلیم کر۔ اسکے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی نا کری۔ وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ بہت منفرد اور معصوم" ضرار نے کہا تو شہریار طنزیہ مسکرایا۔ "وہ جتنی بھی اچھی ہو مجھ جیسے شخص سے شادی کر کے پچھتائے گی" شہریار نے کہا تو ضرار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "دیکھ شیری میں نہیں جانتا۔ تم دونوں کا رشتہ کس ڈگر پر جاتا ہے۔ پر میں اتنا جانتا ہوں یہ اللہ کی مرضی سے ہوا

ہے۔ انکار مت کر۔ ایک بار اپنی مرضی کر کے دیکھ لی ہے اب اللہ کی مرضی سے اگر نکاح کر لیا ہے تو مریم سے شادی بھی کر لی اور بس اپنے اس رشتے کو اللہ کی امان میں دے دے۔ وہ اب تیری بیوی ہے۔ تیری شریکِ حیات۔ اس نے تجھے جانے بغیر تجھ سے شادی کی ہے اب اسکی زندگی کو جنت بنانا تیرا کام ہے" ضرار نے کہا تو اس کا چہرہ سپاٹ ہوا۔ "میں اسے کبھی بیوی نہیں مانوں گا ضرار۔ میں اس لڑکی کی زندگی جہنم بنا دوں گا" شہریار کا لہجہ چٹانوں کی مانند سخت تھا۔ "میں جانتا ہوں ایسا نہیں ہوگا۔ تو دکھنے میں ظالم ہے بس۔ اب چل گھر چلیں شام میں مہندی ہے اسکی تیاری بھی کرنی ہے" ضرار نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ پر اسکی مسکان میں موجود پراسراریت ضرار دیکھ نا سکا۔ ناجانے شہریار کے ذہن میں کیا چل رہا تھا۔ جس سے سب ہی انجان تھے لیکن شہریار اللہ کے فیصلوں سے انجان تھا۔

"حوریہ میری جان چلو یہ کھاؤ" میشائم نے دلیے سے بھرا چمچ اسکے منہ کے قریب کرتے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "پلے شپل مین تو بائیں ماما (پہلے سپر مین کو بلائیں ماما)" حوریہ نے کہا تو میشائم مسکرائی۔ حوریہ کو ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہوئے ایک ہفتہ ہوچکا تھا اور اب وہ کافی حد تک ریکور بھی کر گئی تھی۔ اسکی باڈی سے ساری مشینز اسکے ہوش میں آنے کے اگلے دن ہی اتار دی گئیں تھی پر اسکے ماتھے پر لگی چوٹ کی وجہ سے اسے ایک ہفتے کیلئے انڈر آبزرویشن رکھا گیا تھا۔ اس ایک ہفتے میں ماہ دیر نے ایک پل کو بھی اسے اور میشائم کو اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ اپنی ڈیوٹی آورز کے دوران بھی ان کے پاس سو چکر لگاتا تھا جبکہ رات کو بھی وہ یہیں رکتا تھا۔ میشائم حوریہ کے ساتھ بیڈ پر سوتی تھی جبکہ ماہ دیر چئیر پر بیٹھے حوریہ کا ہاتھ تھام کر سوتا تھا۔ اس ایک ہفتے میں میشائم ان دونوں کا پیار دیکھ حیران ہونے کے ساتھ شرمندہ بھی ہوئی تھی۔ ماہ دیر کی حوریہ کیلیے محبت دیکھتے اسے انداز ہوا تھا کہ وہ کتنے بُرے الفاظ ماہ دیر کو بول گئی

ہے۔ ”میری جان آپکے سپرمین بس آرہے ہیں۔آج آپکو گھر لے کر جانا ہے نا تو وہ ڈاکٹر سے پوچھنے گئے ہیں۔آپ یہ کھاؤ جلدی سے ورنہ پھر سپرمین ناراض ہوجائیں گے“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے منہ کھولا جس پر میشائم مسکراتے اسے کھلانے لگی۔ ”کیا ہورہا ہے بھئی“ ابھی اس نے دلیہ ختم کیا ہی تھا جب دروازہ کھولتے ماہ دیر اندر آیا اسے دیکھتے ہی حوریہ کھلکھلاتے بازو واء کرگئی جبکہ میشائم مسکرائی تھی۔ ”شپل مین (سپرمین)“ اسے دیکھتے حوریہ نے اسے پکارا تو وہ مسکراتے اسکے پاس آیا اور بیڈ کی دوسری جانب بیٹھتے اسے اپنی گود میں اٹھا گیا۔ ”کیسا ہے میرا بچہ“ اس نے نرمی سے حوریہ کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ ”تیت اوں۔آپ تاں تے (ٹھیک ہوں آپ کہاں تھے)“ حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”میں فاز انکل کے پاس تھا۔انھیں کہنے گیا تھا کہ اب بس کریں میری لٹل ہائنس کو گھر بھیجیں۔اسے ہاسپٹل میں نہیں رہنا اب۔نہیں نا رہنا میری

جان نے" ماہ دیر نے کہتے پوچھا تو وہ مسکراتے ہاں میں سرہلا گئی جس پر ماہ دیر مسکرایا اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکا ماتھا چوم گیا۔جبکہ یشائم مسکراتے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ "شپل مین اپ میلے شات دل آئیں دے نا (سپر مین آپ میرے ساتھ گھر آئیں گے نا)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "نہیں میں نہیں آؤں گا" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی جبکہ یشائم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "توں (کیوں)" حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "کیونکہ میری لٹل ہائنس میرے ساتھ جائے گی میرے گھر" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کی آنکھیں چمکیں جبکہ یشائم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "نہیں ہم آپکی طرف نہیں جائیں گے" یشائم نے حوریہ کے بولنے سے پہلے کہا۔ "نو ماما دانا اے۔ شپل مین حولیہ تو دانا اے اپ تے شات (نو ماما جانا ہے سپر مین جانا ہے آپکے ساتھ)" حوریہ نے خوشی سے کہا۔ "جی میری جان مجھے پتا ہے اور میں اپنے بچے کو اپنے ساتھ گھر لے کر

جاؤں گا" ماہ دیر نے اسکی گال چومتے کہا۔ "ماہ دیر" یشائم نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ بول اٹھا۔ "یشائم میرے گھر چلنا ہے تم دونوں۔ اور اب میں بحث نا سنوں" ماہ دیر کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ اسکے سنجیدہ لہجے پر وہ ایک پل کو آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھنے لگی لیکن اگلے ہی اسکے لہجے کی سمجھ آنے پر یشائم کے ماتھے پر لاتعداد بل پڑے۔ "یہ آپ مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہے ہیں" یشائم نے ناک کے نتھنے پھلاتے اسے دیکھا تو وہ مسکراہٹ دبا گیا۔ "اسی لہجے میں جس لہجے میں تم سمجھو گی" ماہ دیر نے کندھے اچکاتے جواب دیا تو یشائم نے اسے گھورا۔ "دیکھیں ماہ دیر میں آپکی عزت کرتی ہوں تو مجھے وہی کرنے دیں ورنہ میں آپکی عزت اتارنے میں دو منٹ نہیں لگاؤں گی" یشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑا جبکہ اسے ہنستے دیکھ اسکی گود میں بیٹھی حوریہ بھی کھلکھلائی جس پر اس نے حوریہ کی گال چومی اور یشائم کو دیکھا جو اب تک اسے گھور رہی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ کوئی عام نازک ڈری سہمی لڑکی نہیں بلکہ پوری کی پوری شیرنی ہے

جس سے کسی طور پنگا نہیں لیا جا سکتا۔ "او کے مائی ٹائیگرس اب نہیں کہتا میں کچھ لیکن میری بات سن تو لو" ماہ دیر نے ایک کان پکڑتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسکے یوں نیک نیم دینے پر بے ساختہ دھڑکنیں بڑھی تھیں۔ "شپل مین تائلس تا اوتا (سپر مین ٹائگریس کیا ہوتا ہے) "حوریہ جو تب سے بیٹھی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی فوراً ماہ دیر کی طرف دیکھتے بولی۔ "لٹل ہائنس جو فی میل ٹائگر ہوتی ہے نا اسے ٹائگریس کہتے ہیں" ماہ دیر نے اسکی عقل کے مطابق کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس اسکے سینے سے لگ گئی جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ "ماہ دیر آپ کچھ کہہ رہے تھے" اسے حوریہ کو پیار کرتے دیکھ میشائم نے پوچھا۔ "ہاں میں کہہ رہا تھا کہ تم دونوں میرے ساتھ چلو گے میرے گھر" ماہ دیر نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔ "ماہ دیر ہم آپکے گھر کیسے جا سکتے ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "اور تم لوگ کیوں نہیں آسکتے میرے گھر" ماہ دیر نے ایک نظر

اسے دیکھتے حوریہ کو دیکھا جو اب سونے کی تیاری میں تھی۔ "ماہ دیر ہمارا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ نے ہماری بہت مدد کی اسکا شکریہ پر آپکے ساتھ آپکے گھر ہم کیسے جاسکتے ہیں۔ خود سوچیں لوگ کیا بولیں گے" میشائم نے پریشان ہوتے اسے سمجھانا چاہا۔ "دیکھو میشائم مجھے لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ میرے لیے لوگ اہم نہیں ہیں میرے لیے بس حوریہ اہم ہے اور حوریہ کے لیے میں کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ اور رہی بات لوگوں کی باتیں کرنے کی تو حوریہ کی خاطر میں وہ بھی سن لوں گا" ماہ دیر نے سنجیدگی سے کہا اور نرمی سے حوریہ کو ٹھیک کرتے سینے سے لگایا تاکہ وہ پر سکون ہوتے سو سکے۔ "حوریہ کیلئے۔ ماہ دیر حوریہ بچی ہے۔ محض دو سال کی ہے وہ۔ اور آپ اسکی بات مانتے ہمیں اپنے گھر لے کر جارہے" میشائم نے اسے دیکھتے کہا۔ "میشائم حوریہ نا بھی کہتی میں تب بھی تم دونوں کو اپنے ساتھ ہی لے کر جاتا" ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا جو اپنی ہیزل آنکھوں میں نا سمجھی سموئے اسے دیکھ رہی

تھی۔ ”کیوں لے کر جاتے“ میشائم نے فوراً پوچھا۔ ”کیونکہ حوریہ کی جان کا سوال ہے“ ماہ دیر بولا تو میشائم کی آنکھیں پھٹی۔ ”کیا مطلب۔ حوریہ کی جان“ میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں میشائم حوریہ کی جان کو خطرہ ہے اور اسے محفوظ رکھنے کیلئے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں“ ماہ دہر نے حوریہ کو شدت سے سینے میں بھینچا جو سو چکی تھی۔ ”کیا مطلب۔ کیا کچھ ایسا ہے جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں“ میشائم نے اسکی آنکھوں میں خوف دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں“ ماہ دیر نے گہری سانس بھرتے کہا۔ ”کیا“ میشائم نے فوراً پوچھا۔ ”حوریہ کا ایکسڈنٹ غلطی سے نہیں ہوا تھا بلکہ جان بوجھ کر کیا گیا تھا“ ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا تو میشائم کی سانس رکی تھی۔ کسی نے جان بوجھ کر اسکی بیٹی کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔ ”آ۔۔پ کو۔۔کیسے۔۔پتا“ میشائم نے اسکا چہرہ دیکھتے کہا۔ ”میں نے اپنے گارڈز سے کہا تھا پتا لگانے کا اور یہی انفارمیشن ملی ہے اور اسکے علاوہ مجھے گاڑی کا نمبر بھی مل گیا ہے وہاں لگے کیمروں کی مدد سے اور میں

بہت جلد اس شخص تک پہنچ جاؤں گا جس نے میری لٹل ہائنس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے" ماہ دیر کے لہجے میں ایک آگ تھی۔ہر چیز کو جلا کر راکھ کرنے کی آگ جسے محسوس میشائم نے بھی محسوس کیا۔"کون ہے وہ" میشائم کا لہجہ برف کی مانند سرد تھا۔"میں نہیں جانتا ابھی۔لیکن آج پتا لگ جائے گا کہ کس کی گاڑی تھی پھر دیکھنا میں اس شخص کا کیسے حال بگاڑتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"آپ کیا اسکا حال کیا ہی بگاڑیں گے جو اسکا حشر میں کروں۔میں اس شخص کی جان اپنے ہاتھوں سے لوں گی۔اس نے میشائم خان کی بیٹی کو نقصان پہنچایا ہے نا میشائم خان اسکی نسلیں ختم کردے گی۔اسے ایسے درد سے آشنا کراؤں گی کہ اپنے پیدا ہونے پر پچھتائے گا" میشائم نے جنونیت سے کہا تو ماہ دیر گہرا مسکرایا۔"کیا ہوا آپ مسکرا کیوں رہے ہیں" میشائم نے اسے مسکراتے دیکھ پوچھا۔"تم اتنی چھوٹی سی ہو اور اتنا جنون ہے تمھارے لہجے میں۔جانتی ہو کبھی کبھی مجھے حیران کر

دیتی ہو" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے ناک سکیڑتے اسے دیکھا۔ اسے ایسے کرتے دیکھ ناجانے کیوں ماہ دیر نے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اسکی نظر اتاری تھی۔ وہ ایسے کرتے بے حد پیاری لگی تھی۔ "کیا مطلب" یشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "مطلب میں نے اپنی انتیس سالہ زندگی میں ہر طرح کی لڑکی دیکھی ہے پر ان سب میں ایک چیز بہت کامن تھی۔ وہ تھی ان کی ڈرنے کی عادت پر تم۔ تم سب سے منفرد ہو۔ تمھارا یہ نڈر انداز۔ تمھاری بہادری۔ تمھارا حالات کا مقابلہ کرنے کا انداز۔ اپنی بیٹی کے معاملے میں تمھارا جنونی انداز اور اس پر تضاد تمھارے چہرے کی معصومیت۔ کافی دلچسپ ہو تم" ماہ دیر نے کہا تو یشائم کے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ مسکرایا جبکہ یشائم نے اپنا دھیان حوریہ کی طرف کیا۔ وہ نہیں جانتی تھی اسکے ساتھ کیا ہو رہا ہے پر ماہ دیر کی باتیں اس پر عجیب سحر طاری کر دیتی تھیں۔

"مریم پلیز میری جان رونا بند کرو" مہرماہ نے اسے گلے لگاتے کہا جو پچھلے ایک گھنٹے سے رو رہی تھی۔ اسکا نکاح ہوئے ایک گھنٹہ ہوچکا تھا اور وہ تب سے رو رہی تھی۔ "مہر۔۔مجھے سمجھ۔۔نہیں آرہی۔۔میں نے فیصلہ۔۔ صحیح کیا۔۔ہے یا غلط۔۔مہر مجھے۔۔ڈر لگ رہا ہے" مریم نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا۔ "مریم میری بات سنو میری جان۔ کچھ نہیں ہوگا ڈر کیوں لگ رہا ہے" مہرماہ نے اسکی کمر سہلاتے پوچھا۔ "مہر۔۔وہ کیسے۔۔دیکھ۔۔رہے تھے۔۔مجھے۔۔وہ۔۔اتنے غصے۔۔میں تھے۔۔ناجانے۔۔وہ کیا کریں۔۔گے" مریم نے ہچکیاں بھرتے کہا تو مہرماہ نے پیچھے ہوتے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔ "مریم میری بات سنو۔شہریار بھائی بہت اچھے ہیں۔جو آپی نے انکے ساتھ کیا ہے اسکے بعد انکا اتنا غصہ کرنا جائز ہے۔اور انھوں نے تمھیں تو کچھ نہیں کہا نا۔وہ بس ابھی غصہ ہیں اور دکھی بھی۔تم نے دیکھا تھا نا کہ کیسے اماں سائیں نے انھیں مجبور

کیا۔ انکی جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ ایسے ہی ری ایکٹ کرتا۔ پلیز رونا بند کرو اور ٹھنڈے دماغ سے سوچو" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ مہرماہ کی باتوں کا ہی اثر تھا جو اسکے رونے میں کمی آئی تھی۔ "مہر کیا میں۔۔نے صحیح فیصلہ کیا ہے؟ میں انھیں جانتی۔۔تک نہیں ہوں۔۔اور ایک۔۔انجان شخص سے۔۔نکاح کرلیا ہے۔۔کہیں میں۔۔۔نے۔۔ غلطی تو نہیں کردی" مریم نے اسکے ہاتھ تھامتے بے تابی سے پوچھا۔ "نہیں میری جان تم نے کوئی غلطی نہیں کی۔ دیکھو اگر تمھارا یہ فیصلہ غلط ہوتا تو تمھارا نکاح کبھی ہوتا ہی نا۔ لیکن دیکھو تمھارا نکاح بھی ہوگیا تو اس سے سمجھ لو یہ فیصلہ تمھارا یا شہریار بھائی کا نہیں بلکہ اللہ پاک کا ہے۔ اللہ پاک نے چاہا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کا مقدر بنو۔ اللہ پاک چاہتے ہیں کہ تم شہریار بھائی کی تمام تر تکالیف کا مرحم بنو اور شہریار بھائی تمھارا سہارا بنیں تو یوں الٹا سیدھا نا سوچو۔ اللہ کی رضا میں راضی ہوجائے۔ تم اور شہریار بھائی ازل سے ایک دوسرے کے تھے تبھی

آج ایک دوسرے کے محرم بنے بیٹھے ہو" مہرماہ نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ "تم صحیح کہہ رہی ہو پر مہر کیا وہ مجھے اپنائیں گے" مریم کے لہجے میں ایک خوف تھا۔ "وہ تمھیں کیوں نہیں اپنائیں گے مریم۔ شہریار بھائی بہت اچھے ہیں مجھے یقین ہے وہ تمھاری زندگی کو خوشیوں سے بھر دیں گے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو" مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "مجھے اللہ پر ہی بھروسہ ہے مہر۔ تبھی ایک انجان شخص سے نکاح کر کے یہاں بیٹھی ہوں۔ پر ڈر لگ رہا ہے نا جانے وہ کیسا سلوک کریں گے" مریم نے کہا تو مہرماہ نے اسے گلے لگایا۔ "پریشان نا ہو کچھ نہیں ہوگا۔ اور ڈر کیوں لگ رہا ہے جب اللہ پر بھروسہ کر لیا ہے تو ڈر کیسا۔ اور تم اللہ کے محبوب بندوں میں سے ایک ہو بھلا اللہ تمھارے ساتھ کیسے زیادتی ہونے دے سکتے ہیں۔ پرسکون ہو جاؤ انشاء اللہ کچھ بھی بُرا نہیں ہوگا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی اور سیدھی ہوئی۔ "صحیح کہہ رہی ہو۔ اللہ پر بھروسہ کرنے والے حالات سے ڈرتے نہیں ہیں۔ لیکن پتا کیا

ہے مجھے حالات سے نہیں اماں سائیں کے ویمپائر پوتے سے ڈر لگ رہا ہے۔اتنے خونخوار ہیں وہ" مریم نے کہا تو مہرماہ قہقہہ لگا گئی۔"لڑکی شرم کرو کچھ۔شوہر ہیں وہ تمھارے۔اور تمھیں انھیں اتنے مزے سے ویمپائر کہہ رہی ہو" مہرماہ نے کہا تو وہ ناک سکیڑتے اسے دیکھنے لگی۔"یار اب جو وہ ہیں وہی کہوں گی نا۔پتا ہے اتنا غصہ کرتے ہیں قسم سے" مریم نے کہا تو مہرماہ ہنس پڑی۔"ہاہاہاہا بھئی تم تو ابھی سے اپنے شوہر کے غصے سے ڈری پڑی ہو" مہرماہ نے شرارت سے کہا تو مریم نے اسے گھورا۔"ڈرتی ورتی نہیں ہوں میں ان سے۔ہاں لیکن انکے دھاڑنے سے ڈر لگتا ہے۔قسم سے میں سوچ رہی ہوں اماں سائیں سے کہہ کر انکے وووکل بند کروا دوں۔نا وہ دھاڑیں گے نا مجھے ڈر لگے گا" مریم نے کہا تو مہرماہ قہقہہ لگا گئی۔اب مریم اپنے فل فورم میں تھی تبھی اسکی زبان پٹرپٹر چل رہی تھی۔"ویسے شہریار بھائی کو تمھارے ان نیک خیالات کا پتا ہے" مہرماہ نے پوچھا تو مریم کی آنکھیں سہمی ہرنی کی طرح

پھیلیں۔ ”توبہ کرو۔ انھیں پتا ہوتا نا تو میں یہاں نا ہوتی بلکہ اوپر اللہ پاک کے سامنے بیٹھ کر کہہ انکی شکایت لگا رہی ہوتی“ مریم نے کہا تو مہرماہ ہنسی۔ ”افف کیا بنے گا تمھارا۔ ابھی صرف نکاح ہوا ہے اور تمھارے خیالات اتنے نیک ہیں۔ رخصتی کے بعد تو شہریار بھائی کا اللہ نگہبان"مہرماہ نے کہا تو مریم نے اسے گھورنے لگی۔ ”تمھیں بڑا شہریار بھائی کا احساس ہورہا ہے“ مریم نے کہا تو مہرماہ ہنسی۔ ”وہ میرے بھائی ہیں مریم تمھارے تو سر کے سائیں ہیں“ مہرماہ نے شوخ لہجے میں کہا تو مریم کے رخسار تپے تھے جسے دیکھ مہرماہ قہقہ لگا گئی۔ جبکہ مریم سوائے اسے دیکھا گھورنے کے کچھ نا لگی۔

”میں دو گھنٹے سے یہاں تیار ہو کر بیٹھا ہوں۔ اس میڈم کو کب لائیں گے“ شہریار نے دانت پیستے ضرار سے پوچھا جو اسکے ساتھ بیٹھا تھا۔ ”آجاتی ہے حوصلہ رکھ۔ تیری ہی بیوی ہے۔ میں جانتا ہوں تو تڑپ رہا ہے لیکن اتنی تڑپ واللہ

میں قربان" ضرار نے شوخ لہجے میں کہا تو شہریار نے اسے گھورا جو اس وقت لائٹ براؤن کلر کی شلوار قمیض پہنے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔جبکہ شہریار خود اس وقت بیلو کرتے پجامے میں ملبوس بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ صبح نکاح کے بعد ضرار اسے اپارٹمنٹ لے گیا تھا تاکہ وہ کچھ ریلیکس ہو سکے جو کہ کار آمد ثابت ہوا تھا اور شہریار واقعی صبح کی نسبت پرسکون تھا۔وہ دونوں دو گھنٹے پہلے ہی واپس آئے تھے اور اب انکے آنے کے بعد مہندی کا فنکشن شروع کیا گیا تھا۔مہندی کا فنکشن ملک ولا کے کشادہ لان میں ہی رکھا گیا تھا۔پہلے شہریار کی مہندی کی رسم اسکے دوستوں اور کزنز نے کی تھی جہاں اسے ایک گھنٹہ لگا تھا۔اور اب وہاں سے فارغ ہوتے وہ خواتین والی سائیڈ پر آیا تھا اور پچھلے ایک گھنٹے سے مریم کا انتظار کر رہا تھا۔پہلے مہندی کا فنکشن ایک لڑکے لڑکیوں کا کمبائن ہی ہونا تھا لیکن مریم کی وجہ سے شاہجہاں بیگم نے بیچ میں پردہ لگوایا تھا تاکہ مریم مردوں کو دیکھ انکفرٹیبل نا ہو۔"بکواس نا کر ضرار" شہریار نے اسے

گھورا تو وہ ہنسا۔ ”بھائی ویسے ضرار بھائی نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔ آپ جب سے یہاں آئے ہیں آپکی زبان پر فقط بھابھی کا ذکر ہے۔ کبھی اپ پوچھتے ہیں بھابھی کب آئیں گی تو کبھی کہتے ہیں ابھی تک نہیں آئی“ اسد نے اسکے کندھے پر کہنی ٹکاتے کہا۔ اسد بھی اس وقت ضرار کی طرح ہی لائٹ براؤن شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔ اسکی بات سنتے جہاں ضرار ہنسا تھا وہیں شہریار نے ان دونوں کو گھورا جو اسکی ٹانگ کھینچنے سے باز نہیں آرہے تھے۔ ”بکواس بند کرلو اپنی ورنہ اٹھا کر باہر پھینک دوں گا دونوں کو" شہریار نے دانت پیستے کہا تو ان دونوں کی ہنسی چھوٹی جس پر شہریار نے ان پر باقاعدہ ہاتھ سے لعنت بھیجی اور اپنا موبائل پکڑتے سکرول کرنے لگا۔ ”بھائی“ ابھی پانچ منٹ گزرے تھے جب اسد نے اسے پکارا۔ ”چھوٹے اپنا منہ بند کرلو“ شہریار نے موبائل سے نگاہیں اٹھائے بغیر کہا۔ ”بھائی یار بھابھی آگئیں۔ وہ دیکھیں“ اسد نے کہا تو شہریار نے موبائل سے نظریں اٹھاتے سامنے دیکھا اور سامنے نظر پڑتے ہی

شہریار ملک جہاں تھا وہیں رہ گیا کیونکہ سامنے ہی مریم خلیل صاحب اور عالمگیر خان کا ہاتھ تھامے اسکی طرف آرہی تھی۔وہ اس وقت یلو اور گرین امتزاج کے لہنگے میں ملبوس تھی۔اس نے ہمیشہ کی طرح حجاب کرتے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا۔اسکی نیلی آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگا تھا۔جیولری میں اسے بس ہاتھوں میں ڈارک گرین اور یلو چوڑیاں پہنی تھیں۔اسکے ہاتھوں میں مہندی بھی اب لگا دی گئی۔شہریار کو اچھے سے یاد تھا کہ صبح بس اسکی ہتھیلیوں پر سادہ سی مہندی تھی جبکہ پشت پر مہندی نہیں لگی تھی۔پر اب اسکے ہاتھوں کی پشت پر بھی مہندی لگائی گئی تھی جس کا رنگ خاصا گہرا آیا تھا۔"آہم آہم جناب تیری ہی بیوی ہے اور دیکھنے کا پورا حق بھی ہے تجھے۔لیکن مہمانوں کا خیال کریوں اتنے سارے لوگوں کے سامنے بیٹھے گڑیا کو تاڑ رہا ہے" ضرار جو تب سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسکی حرکت پر مسکراہٹ دباتے بولا تو شہریار ہوش میں آیا جبکہ اسد اور ضرار نے بامشکل اپنا قہقہہ

روکا۔ ”بھائی جائیں بھابھی کی مدد کریں" اسد نے اسے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور شاہجہاں کو دیکھا جو اسے مریم کے پاس جانے کا اشارہ کر رہی تھیں۔ انکے اشارہ کرنے پر وہ اٹھا اور سٹیج سے اترتے مریم کی جانب بڑھا۔ اسکو مریم کی طرف آتے دیکھ عالمگیر خان اور خلیل صاحب وہیں رکے جبکہ مریم کا دل شدت سے دھڑکا۔ وہ یوں سنجیدگی سے اسکی طرف بڑھتا اسکی دھڑکنیں بڑھا گیا تھا۔ شہریار کی نگاہیں مریم پر ہی تھیں جو کنفیوز ہوتے انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ ”شہریار بیٹا مریم میری سگی بیٹی تو نہیں ہے پر مجھے مہر ماہ کی طرح ہی عزیز ہے۔ اسکا بہت خیال رکھنا“ خلیل صاحب نے اسکے آنے پر کہا۔ ”شہریار مریم کو میں نے اپنی ولدیت دی ہے تو یہ میری بیٹی ہی ہے۔ اور میں آج اپنی بیٹی کو تمھیں سونپ رہا ہوں اسکو کبھی کوئی غم نا دینا“ عالمگیر خان نے کہا اور مریم کا ہاتھ شہریار کے ہاتھ میں دیا۔ مریم کا ہاتھ تھامنے کی دیر تھی شہریار کا دل سینے کی دیواروں سے سر پٹکتے پاگل ہوا تھا۔ جبکہ دوسری طرف مریم

کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔مریم نے اسے دیکھنے کی گستاخی ہرگز نہیں کی تھی جبکہ شہریار کی اس پر سے نظریں ہٹنے سے انکاری تھیں۔اسکا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ مریم کا چہرہ دیکھے لیکن یہ خیال بھی اسکی دھڑکنوں کو بڑھا رہا تھا۔اس نے آج تک اسکا چہرہ نہیں دیکھا تھا تو اسکا یہ حال تھا اگر وہ اسکا چہرہ دیکھ لیتا تو کیا ہوتا۔شہریار ملک آج اپنی کیفیت سمجھنے سے انجان تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر ایسا کیوں ہورہا ہے۔وہ مریم سے محبت بھی نہیں کرتا پھر کیوں دل ہمک ہمک کر اسکی طرف کھینچتا چلا جارہا تھا۔شہریار نے بامشکل اپنے خیالوں کو جھٹکا اور نظر جھکاتے اپنے بھورے ہاتھ میں مقید مریم کا سرخ و سپید ہاتھ دیکھا جسے دیکھ اسکا دل ایک دم سے مدھم پڑا تھا۔اس نے جلدی سے مریم کو سٹیج پر لے جاتے صوفے پر بٹھایا اور اسکا ہاتھ چھوڑ گیا۔مریم کے بیٹھتے ہی وہ خود بھی اسکے ساتھ کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔اسکی نظریں بھٹک بھٹک کر ساتھ بیٹھی اپنی بیوی کی طرف جارہی تھیں۔دوسری طرف ضرار کی

نظریں مہرماہ سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔مہرماہ اس وقت ملٹی کلر کے لہنگے میں ملبوس تھی۔اس نے بلکل لائٹ سا میک اپ کیا تھا جبکہ جیولری میں ہمیشہ کی طرح بڑے بڑے جھمکے اور چوڑیاں پہنی تھیں۔اسے یہی دو چیزیں پہنتے دیکھ ضرار کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اسے یہ کتنی پسند ہیں۔جبکہ اسد کی نظریں صرف عائشہ کے وجود کا طواف کررہی تھیں جو اس وقت ڈارک پنک کلر کے لہنگے میں ملبوس کوئی حور لگ رہی تھی۔اس نے بلکل نیچرل سا میک اپ کیا تھا جبکہ جیولری بھی بلکل تھوڑی سی پہنی تھی۔اسد ملک کے دل نے بے ساختہ خواہش کی تھی کہ کاش وہ اسکی محرم ہوتی تو وہ اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے سراہتا۔"اماں سائیں آجائیں مہندی کی رسم شروع کریں" دراب صاحب کی آواز پر وہ تینوں ہوش میں آتے انھیں دیکھنے لگے۔"جی اماں سائیں۔رسم شروع کریں۔کافی ٹائم ہوگیا ہے" فردوس بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے ان دونوں کی طرف بڑھیں اور تیل میں انگلیاں ڈُباتے شہریار کے سر میں تیل

لگایا اور پھر ان دونوں کے ہاتھوں پر رکھے پتے پر مہندی لگاتے ان دونوں کا صدقہ دیتے دونوں کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ انکے رسم کرتے ہی دراب صاحب اور فردوس بیگم نے آگے بڑھتے رسم کی۔ اسی طرح عالمگیر خان اور فہمیدہ خان کے ساتھ ساتھ خلیل صاحب اور تنزیل بیگم نے رسم کرتے سٹیج سے نیچے اتر گئے۔ انکے اترتے ہی ضرار، مہرماہ، عائشہ اور اسد سٹیج پر آئے۔ "چلو بھئی اب ہماری باری رسم کرنے کی" ضرار نے مہرماہ کے ساتھ آگے آتے کہا تو شہریار نے ہاں میں سرہلایا۔ ضرار نے آگے بڑھتے شہریار کے سر پر تیل لگاتے مریم کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان دونوں کے ہاتھ پر مہندی لگاتے انکی نظر اتاری۔ اسے دیکھا دیکھی مہرماہ نے بھی شہریار کے بالوں میں تیل لگاتے ان کے ہاتھوں پر مہندی لگائی اور ساتھ ہی بیٹھتے مریم کو گلے لگایا۔ "اوہو مٹھائی رہ گئی" رسم کرتے ہی ضرار بولا۔ "چل شہریار منہ کھول" ضرار نے پلیٹ میں رکھا گلاب جامن اٹھاتے اسکے ہونٹوں کے پاس کیا تو شہریار نے منہ کھولا جس

پر ضرار مسکرایا اور پورا کا پورا گلاب جامن اسکے منہ میں ٹھونس دیا جس پر شہریار کا دل کیا اسکا منہ توڑ دے۔ضرار کی حرکت پر سب کے قہقہے چھوٹے۔"اب ہماری باری بھائی" اسد کہتے عائشہ کے ساتھ آگے آیا اور اسکے بالوں میں تیل لگاتے مریم کے سر پر ہاتھ رکھا۔"گڑیا آپ عمر میں مجھ سے خاصی چھوٹی ہیں لیکن رشتے میں بڑی ہیں لیکن میں آپکو گڑیا ہی کہوں گا بھابھی نہیں۔آئی ہوپ آپ بُرا نہی مانیں گی اور ہاں آپ میری بھابھی نہیں میری بہن ہیں اس لیے گڑیا بلاؤں گا" اسد نے شہریار کو مہندی لگانے کے بعد مریم کو مہندی لگاتے کہا۔"جی اسد بھائی" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو سب مسکرائے جبکہ اسکی میٹھی آواز سنتے شہریار کی دھڑکنیں بڑھی تھی۔"اللہ پاک آپ دونوں کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے" اسد نے انھیں دعا دی اور پلیٹ سے گلاب جامن اٹھاتے شہریار کے لبوں کے قریب کیا۔"چھوٹے کوئی شرا" شہریار کی بات منہ میں تھی اس سے پہلے ہی اسد نے پورا لڈو اسکے منہ میں

ٹھونس دیا جس پر وہ اسے گھورنے لگا جبکہ باقی سب ہنسے۔ "اسد کے بچے"
شہریار نے گلاب جامن نگلتے ہی اسے دانت پیستے اسے پکارا تو سب ہنس
پڑے۔ "آہہ" ابھی وہ سب ہنس رہے تھے جب اچانک سے باہر سے فائرنگ
کی آواز آئی جس پر لڑکے حیران ہوئے کیونکہ وہ جانتے تھے یہ انکے دوستوں کا
کام نہیں ہوسکتا۔ وہ انکی اجازت کے بغیر ہرگز فائرنگ نہیں کرسکتے۔ جبکہ عائشہ
کے علاوہ مریم اور مہرماہ کی چیخ بے ساختہ تھی جسے سنتے شہریار اور ضرار
پریشان ہوئے۔ "ماہ کیا ہوا" ضرار بغیر کسی کا لحاظ کیے مہرماہ کے پاس گیا اور
اسکی بازو پکڑتے پوچھا۔ "وہ۔۔پروفیسر۔۔یہ کیا ہورہا ہے" مہرماہ نے اسے
دیکھتے کہا۔ "میں دیکھتا ہوں پریشان نا ہو" ضرار نے کہا اور باہر کی جانب
بڑھا۔ "کیا ہوا تم ٹھیک ہو" دوسری طرف شہریار نے مریم کو دیکھتے پوچھا جو
باقاعدہ کانپ رہی
تھی۔ "وہ۔۔پپ۔۔پلیز۔۔اسے۔۔روکیں۔ مم۔۔مجھے۔۔ڈر لگ۔۔رہا

ہے" مریم نے کپکپاتے کہا تو شہریار کے دل کو کچھ ہوا۔وہ تھوڑا سا اسکے قریب سرکا اور چند سیکنڈ سوچنے کے بعد نرمی سے اسکے شانے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔"شش کچھ نہیں ہوا۔ضرار گیا ہے نا۔ابھی رک جائے گا یہ" شہریار نے نرمی سے کہا تو مریم اسے دیکھنے لگی جبکہ باقی سب کا دھیان بھی ان دونوں پر تھا۔شہریار کو یوں مریم کی فکر کرتے دیکھ سب ہی مسکرائے تھے۔"یہ۔رکا کیوں۔نہیں" کچھ لمحوں بعد بھی فائرنگ کی آواز نا رکنے پر مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔"اسد جا کر دیکھو یہ کیوں نہیں رکا۔کون ہے یہ" اسکی بات سنتے شہریار نے فوراً غصے سے اسد سے کہا جو فوراً باہر بھاگا۔"ابھی رک جاتا ہے۔ہاں کچھ نہیں ہوا ریلیکس۔بس مجھے دیکھو۔میں یہاں ہوں نا" شہریار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور چہرہ جھکا گئی۔جبکہ شہریار کی نظر ایک پل کو بھی اس سے نہیں ہٹی تھیں۔کیا ہو رہا تھا اسے۔وہ تو اس سے محبت بھی نہیں کرتا تھا پھر کیوں اسکو

پریشان دیکھ وہ اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔ کیوں اسکی لرزتی آواز پر شہریار ملک کا دل بے چین ہوا تھا۔ کیوں اسکا دل مریم کو اپنانے کی ضد کر رہا تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ مریم کو اپنی بیوی نہیں مانے گا پھر کیوں دل اسے محبت بنانے کی باتیں کر رہا تھا۔ وہ تو ثانیہ سے محبت کرتا تھا پھر کیوں مریم اپنی سی لگ رہی تھی۔ شہریار کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ "کیا ہوا تھا ضرار بیٹا" پانچ منٹ گزرنے کے بعد فائرنگ کی آواز بند ہونے کے بعد اسد اور ضرار اندر آئے تو عالمگیر خان نے پوچھا جس پر شہریار نے بھی اسے دیکھا۔ "وہ انکل کچھ لڑکے نشہ کر کے یہاں خالی پلاٹ میں فائرنگ کر رہے تھے۔ تو ہم جب تک وہاں پہنچے وہاں پولیس بھی آگئی تھی اور ان لڑکوں کو لے گئی ہے" ضرار نے بتایا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا مطلب پولیس لے گئی۔ تم دونوں نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ ان کی وجہ سے میری بیوی سہم گئی ہے اور تم لوگوں نے انھیں یونہی جانے دیا" شہریار نے غصے سے ان دونوں کو کہا جس پر ان دونوں نے

حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا اور باقی سب مسکرائے تھے۔جبکہ مریم نے جھٹکے سے گردن موڑتے اسے دیکھا۔جو اسے "میری بیوی" کہہ رہا تھا۔ "سوری جناب ہم نہیں جانتے تھے تیری بیوی ڈر گئی ہے ورنہ ہم انکا منہ توڑ کر آتے۔کل ایک کام کریں تو میرے ساتھ پولیس سٹیشن چلنا پھر انکی ہڈیاں توڑ کر آئیں گے جنکی وجہ سے تیری بیوی سہم گئی" ضرار نے "تیری بیوی" پر خاصا زور دیتے کہا تو شہریار کے کانوں کی لو سرخ ہوئیں جسے دیکھ اسد اور ضرار نے مسکراہٹ دبائی۔ "میرا مطلب تھا کہ سب لڑکیاں ڈر گئیں تھیں" شہریار نے کہا تو سب ہی ہنس پڑے۔سب ہی اب مطمئن تھے کہ شہریار اس رشتے کو تسلیم کررہا ہے جبکہ شہریار کا دل ابھی کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کیا ہورہا ہے دماغ مریم کو خود سے دور رکھنے کا کہہ رہا تھا جبکہ دل مریم کو روح میں بسانے کی باتیں کررہا تھا۔

"کیا ہوا مریم کیا سوچ رہی ہو" مہرماہ نے اسکے پاس آتے پوچھا جو بیڈ پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ "مہر انکے بارے میں سوچ رہی ہوں" مریم نے اسے دیکھتے جواب دیا۔ وہ آج بھی خلیل صاحب کی طرف ہی رکی تھی۔ جو تیاریاں ثانیہ کی شادی کیلئے ہوئی تھیں۔ وہ اب مریم کیلئے تھیں۔ سوائے شادی کے جوڑے کے۔ شاہجہاں بیگم نے مریم کیلئے نیا لہنگا بھجوایا تھا۔ "آہم آہم شہریار بھائی کو سوچا جارہا ہے۔ کیا سوچ رہی تھی کل والا ہگ" مہرماہ نے اسکے کندھے سے کندھا ٹکرایا تو اسے گھورنے لگی جبکہ اسکے رخسار تپ کر انگارہ ہوئے تھے۔ "بکواس نا کرو۔ میں وہ نہیں سوچ رہی تھی۔ میں انکے رویے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ ہماری شادی ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو زبردستی ہی ہوئی ہے پھر بھی انکا اتنا اچھا رویہ عجیب بھی لگا اور اچھا بھی" مریم نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ "عجیب کیوں لگا" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "پتا نہیں پر جیسے میرے ڈرنے پر وہ بے چین ہوئے اور جس طرح انھوں نے مجھے

کنسول کیا تو" مریم نے کہتے کندھے اچکائے تو ہنسی۔ "تو اچھا ہے نا شہریار بھائی تمھاری فکر کر رہے ہیں۔ اور میں نے کہا تھا نا کہ شہریار بھائی بہت اچھے ہیں۔ وہ اس وقت غصے میں تھے بس تبھی اچھے سے بات نہیں کر رہے تھے لیکن وہ دل کے بہت اچھے ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے آنکھیں جھکاتے ہاں میں سر ہلایا۔ جبکہ اسکے ہونٹوں پر شرگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "اوہو جناب کوئی شرما رہا ہے" مہرماہ نے اسکی گال چومتے کہا تو مریم نے اسے گھورا۔ "میں نہیں شرما رہی" مریم نے کہا تو مہرماہ ہنسی۔ "ہاہاہا اچھا چلو مان لیا اب اٹھو پارلر جانا ہے۔ بابا بھی آگئے ہیں" باہر سے گاڑی کی آواز آنے پر مہرماہ نے اسے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے بیڈ سے کھڑی ہوئی اور اپنا عبایا پہنتے نقاب کرتے اسکے ساتھ باہر نکل گئی۔ آج اسکی برات تھی۔ آج اس نے ہر لحاظ سے شہریار ملک کا ہونا تھا۔ یہ سوچتے دل کے کسی کونے میں گد گدی بھی ہوئی تھی پر گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی۔ "کیوں میں تمھاری طرف کھینچا جا رہا ہوں۔ میں

نے آج تک تمھارا چہرہ نہیں دیکھا۔ کبھی تمھیں اس نظر سے نہیں دیکھا۔ پھر کیوں دل تمھاری طرف کھینچا جارہا ہے۔ کیوں کل تمھیں ڈرتا دیکھ میرا دل بے چین ہوا تھا۔ کیوں تمھارا ہاتھ تھامتے دھڑکنیں سرپٹ دوڑتی محسوس ہوئی تھیں" دوسری طرف شہریار اپنے جم میں پش اپس کرتے خیالوں میں مریم سے باتیں کررہا تھا۔ وہ کل رات سے ٹھیک سے نہیں سویا تھا۔ ساری رات مریم کی نیلی آنکھیں اسکی آنکھوں کے سامنے گھومتی رہیں۔ اسکا ڈر کر اسے پکارنا۔ اسکا اسے سہمی ہرنی کی طرح دیکھنا۔ ہر بات نے ساری رات شہریار ملک کی آنکھوں سے نیند کو کوسوں دور کردیا تھا۔ "مجھے باپردہ عورتوں سے نفرت ہے۔ پھر کیوں مجھے تم سے نفرت محسوس نہیں ہورہی" شہریار نے بے بسی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "اہہ پاگل کردو گی تم مجھے۔ تم سے محبت نہیں کرتا لیکن تمھارا خیال ایک پل کو میرے ذہن سے جدا نہیں ہوا" شہریار نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے کہا۔ "بھائی کیا ہوا" وہ یونہی بیٹھا تھا جب اسد نے

اندر داخل ہوتے اسے پکارا۔ "کچھ نہیں" اس کی آواز سنتے اس نے ہاتھ چہرے سے ہٹائے اور اسے دیکھا جو ہاتھ میں کافی کا مگ پکڑے ہوئے تھے۔ "آپ اس وقت جم کیوں کر رہے ہیں۔تیار نہیں ہونا کیا اور ضرار بھائی بھی آپکا پوچھا رہے ہیں" اسد نے ایک سانس میں کہا۔ "صبح جم نہیں کیا تھا تو ابھی کررہا ہوں۔ضرار کب آیا۔اس نے تو کہا تھا کہ وہ سیدھا میرج ہال ہی آئے گا" شہریار نے اس سے پوچھا۔کیونکہ صبح ضراریہ کہہ کر یونیورسٹی گیا تھا کہ اسکا کام زیادہ ہے تو وہ ڈائریکٹ میرج ہال ہی آئے گا۔ "ابھی آئے ہیں۔اور انکا کام جلدی ختم ہوگیا تو اس لیے یہیں آگئے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "اچھا صحیح ہے تم ایک کام کرو تم جاؤ۔میں باتھ لے کر آتا ہوں" شہریار نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا۔جبکہ اسکے جاتے ہی شہریار نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اٹھتے اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

"میشائم" ماہ دیر نے اسے پکارا جو لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ حوریہ اور میشائم کل رات کو ہی اسکے ساتھ اسکے گھر آگئے تھے۔ اسکا گھر دیکھ جہاں حوریہ خوشی سے کھلکھلائی تھی وہیں میشائم حیران ہوئی تھی۔ کیونکہ ماہ دیر کا گھر خاصا بڑا تھا۔ مین گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی سامنے پورچ تھا جہاں دو مہنگی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ پورچ سے آگے وسیع و عریض لان تھا۔ گھر تین منزلوں پر مشتمل تھا۔ کشادہ لاؤنج، اوپن کچن اور تین کمرے نیچلے فلور پر تھے جبکہ اوپری فلور پر اسکا جم اور دو کمروں کے علاوہ اسکا سٹڈی روم تھا۔ جبکہ تیسرے فلور پر وسیع چھت تھی۔ ماہ دیر نے اپنے روم کے ساتھ والا کمرہ حوریہ اور میشائم کیلئے سیٹ کرایا تھا۔ اس نے ان دونوں کے لئے کپڑے اور حوریہ کیلیے ڈھیر سارے کھلونوں کا انتظام کیا تھا جو کہ دوسرے روم میں سیٹ کرائے تھے۔ "جی" میشائم نے اسے دیکھا جو ابھی ہاسپٹل سے آیا تھا۔ وہ اس وقت بلیک شرٹ اور ساتھ ڈارک بلیو جینز پہنے بازو پر اپنا وائٹ کوٹ لٹکائے تھکا

تھکا سا اسکی طرف ہی آرہا تھا جبکہ اسکے ہاتھ میں ایک بیگ تھا جس میں یقیناً کوئی چیز حوریہ کیلئے ہی ہو سکتی تھی۔ "حوریہ کہاں ہے" اس نے پورے لاؤنج میں نظر گھماتے پوچھا۔ "حوریہ تو یہاں نہیں ہے" میشائم نے کندھے اچکاتے کہا۔ "کیا مطلب یہاں نہیں ہے" ماہ دیر نے جلدی سے پوچھا۔ "مطلب یہ کہ حوریہ کو خود ہی ڈھونڈیں مجھے نہیں پتا" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ مطلب اسکی لٹل ہائنس چھپی ہوئی تھی اور اسے اب حوریہ کو ڈھونڈنا تھا۔ "اوہو لٹل ہائنس یہاں نہیں ہے یہ تو بہت غلط بات ہے۔ میں تو حوریہ کیلئے اسٹرابیری آئس کریم لایا تھا پر اب وہ نہیں ہے تو میشائم تم کھا لو یہ" ماہ دیر نے قدرے اونچی آواز میں کہا اور ابھی وہ میشائم کو آئس کریم بیگ پکڑاتا کہ حوریہ کی معصومیت سے بھرپور آواز لاؤنج میں گونجی۔ "شپل مین (سپرمین)" حوریہ کی آواز پر اس نے مڑتے کچن کی طرف دیکھا جہاں سے وہ بھاگتی آرہی تھی۔ اسے آتے دیکھ وہ مسکرایا اور فوراً گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے اپنی بازو واء

کرگیا۔ حوریہ ایک پل کی دیر کیے بغیر اسکی کھلی باہوں میں آسمائی۔ ”میرا بچہ کہاں تھے آپ“ اس نے حوریہ کے ماتھے پر عین اسکی بینڈج پر لب رکھتے پوچھا۔ ”می تتن می تپھی تی شپل مین (میں کچن میں چھپی تھی سپرین)“ حوریہ نے اپنے ہنستے ہوئے کہا تو وہ مسکرایا اور اسے سینے میں بھینچ گیا۔ ”میں صدقے اپنی لٹل ہائنس کے“ اس نے پیار سے کہا اور اسے گود میں اٹھاتے کھڑا ہوا اور سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھا۔ ”شپل ائی تیم (سپرین آئس کریم)“ حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور میشائم کے ہاتھ سے بیگ پکڑتے اس میں سے آئس کریم کون نکالتے اسے پکڑائی جسے دیکھ حوریہ کی آنکھیں چمکیں۔ ”ماہ دیر کیا یہ اسکے لیے ٹھیک ہے۔ ابھی حوریہ پروپرلی ٹھیک نہیں ہوئی تو ایسے میں آئس کریم“ میشائم نے فکر مندی سے پوچھا۔ ”فکر مت کرو یہ سیف ہے۔ یہ لو یہ تمھارے لیے“ ماہ دیر نے کہتے بیگ میں سے ایک دوسری کون نکالتے اسکی طرف بڑھائی جسے دیکھ میشائم کی آنکھیں حیرت سے

پھیلیں۔ ”میرے لیے؟“ میشائم نے اس سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کیوں“ اس کے سر ہلانے پر میشائم نے پوچھا جس پر وہ ہنسا۔ ”کیا مطلب کیوں۔ تمھیں نہیں کھانی“ ماہ دیر نے ایک نظر حوریہ کو دیکھا جو اب اسکی گود میں بیٹھی آئس کریم کھا رہی تھی اور پھر اسے دیکھا جو اسے دیکھ رہی تھی۔ ”کھانی ہے۔پر وہ“ میشائم نے کچھ کہنا چاہا پر نا جانے کیوں گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا تھا۔ماضی کی کچھ یادیں ذہن کے پردے پر لہرائی تھیں۔ ”پر کیا میشائم“ اس نے نرمی سے پوچھا۔ ”پر کچھ نہیں۔ شکریہ“ میشائم نے کہا اور اسکے ہاتھ سے آئس کریم پکڑتے مسکرائی۔ ”کوئی بات نہیں“ ماہ دیر مدھم سا مسکرایا اور اپنا دھیان حوریہ کی طرف کر گیا۔جو آئس کریم کھاتے اپنے چہرے پر بھی لگا چکی تھی۔ماہ دیر اسے دیکھتے مسکرایا۔وہ ایسے کافی کیوٹ لگ رہی تھی جبکہ میشائم اسے دیکھ رہی تھی جو اپنا اپنا لگنے لگا تھا۔ ”مزا آیا میرے بچے کو“ تھوڑی دیر بعد حوریہ نے آئس کریم ختم کی تو اس نے

پوچھا۔ "یش (یس)" حوریہ نے جلدی سے مسکراتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر لب رکھ گیا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔چلو آؤ میں اپنے بچے کا فیس واش کردوں" ماہ دیر کہتے کھڑا ہوا۔ "ماہ دیر رکیں میں کرتی ہوں" میشائم بھی اسکے ساتھ کھڑی ہوئی جس پر ماہ دیر نے اسے دیکھا لیکن اس پر نظر پڑتے ہی ماہ دیر ہنسا۔میشائم ہاتھ میں آئس کریم پکڑے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ جو چیز ماہ دیر کو ہنسنے پر مجبور کررہی تھی وہ اسکے ناک پر لگی آئس کریم تھی۔ "کیا ہوا آپ ہنس کیوں رہے ہیں" میشائم نے اسے دیکھتے نا سمجھی و معصومیت سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں اس لیے ہنسا ہوں کیونکہ حوریہ کے ساتھ ساتھ حوریہ کی ماما کو بھی اپنا منہ دھونے کی ضرورت ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب" میشائم نے آئس کریم کی بائٹ لیتے پوچھا۔ "مطلب یہ کہ ٹائگریس تمھاری ناک پر آئس کریم لگی ہے" ماہ دیر نے کہا اور اپنی انگلی کی پور سے اسکی ناک صاف کرتے ہنسا۔اسکی حرکت پر میشائم کا دل شدت سے

دھڑکا تھا جبکہ گال بے ساختہ گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ ہنسا اور حوریہ کو یونہی سینے سے لگائے اوپر اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔میشائم نے مڑتے اسکی پشت کو دیکھا جو اب حوریہ سے لاڈ کرتے اوپر جارہا تھا۔"او شٹ انکی باتوں میں تو میں ان سے حوریہ کا ایکسڈنٹ کرنے والے کا پوچھنا ہی بھول گئی" اسکے جاتے ہی میشائم کو اچانک یاد آیا تو اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔"انکے روم میں جانا تو اچھا نہیں لگے گا۔یہ آجائیں تو پوچھتی ہوں" میشائم نے خود سے کہا اور بیٹھی آئس کریم کھانے لگی۔

"بھائی آجائیں جلدی برات کیا کل لے کر جانی ہے" اسد نے اسکے روم میں داخل ہوتے کہا۔اسد اس وقت وائٹ کلر کی شلوار قمیض پہنے اوپر ڈارک براؤن اجرک اوڑھے ہوئے تھا۔وہ اس وقت بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔اسکے پیچھے ہی ضرار بھی روم میں داخل ہوا جو اس وقت بلیک کلر کی شلوار

قمیض پہنے اوپر بلیک ہی اجرک اوڑھے بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ "آج ہی لے کر جانی ہے بس یہ گھڑی پہن لوں پھر چلتے ہیں" شہریار نے ان دونوں کو دیکھتے کہا تو وہ دونوں ہاں میں سر ہلاتے اسے دیکھنے لگے۔ جو اس وقت گولڈن کلر کی شیروانی پہنے کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔ "ماشاءاللہ بہت اچھا لگ رہا ہے" ضرار نے اسے دیکھتے کہا۔ "جی بھائی اللہ پاک آپ کو ہر حاسد کی نظر سے بچائے" اسد نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "شکریہ چلو اب" شہریار نے ان دونوں کو کہا اور انکے ساتھ باہر کی جانب بڑھا۔ وہ تینوں چلتے سیدھا پورچ میں آئے جہاں سب لوگ انکا انتظار ہی کر رہے تھے۔ "چلیں اب بچوں" انھیں آتے دیکھ دراب صاحب نے پوچھا۔ "جی بابا چلیں" ضرار نے کہا اور شہریار اور اسد کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا۔ عائشہ اور تنزیل بیگم دراب صاحب اور فردوس بیگم کے ساتھ بیٹھی تھیں جبکہ شاہ جہاں بیگم عالمگیر خان اور فہمیدہ خان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھیں۔ ان سب کے بیٹھتے ہی آگے پیچھے قریباً دو سو گاڑیاں ملک

ولا سے نکلی تھیں۔جن میں انکے رشتے دار اور دوست بھی موجود تھے۔جب کہ ساتھ ہی گارڈز کی گاڑیاں تھیں۔آخر کو راولپنڈی کے نامور ایڈووکیٹ شہریار ملک کی شادی تھی۔ان کی گاڑیاں قطار میں میرج ہال کی طرف بڑھ رہی تھیں۔"چلیں بھئی دلہے راجا اتریں" ان سب کی گاڑیاں لگ بھگ آدھے گھنٹے بعد میرج ہال کے باہر رکیں تو ضرار فوراً بولا جس پر شہریار مسکرایا اور گاڑی سے اترا۔اس کے اترنے کی دیر تھی ہر طرف ڈھول بجنے شروع ہوئے جبکہ ان سب پر پھول نچھاور کیے جارہے تھے۔"شیری بھائی یہ لیں اپنی شادی کی خوشی میں فائرنگ کریں" شہریار کے چچا زاد بھائی نے اس کے پاس آتے Glock 17 اسکی طرف بڑھائی تو شہریار نے نفی میں سرہلایا۔وہ ابھی تک کل والی بات نہیں بھولا تھا۔مریم کا گولیوں کی آواز پر سہمنا۔اسکے جسم کی کپکپاہٹ اور اسکی آنکھوں میں نمی۔وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ مریم ڈرے۔تبھی اس نے انکار کیا۔"فائرنگ نہیں کرنی تیمور۔میری بات سنو سب جس جس

کے پاس گن ہے اپنی گاڑیوں میں رکھو سب۔یہاں کوئی فائرنگ نہیں ہوگی بلکہ یہاں کیا کہیں بھی فائرنگ نہیں کرنی اور اگر زیادہ شوق ہے تو ایک آدھ دن تک فارم ہاؤس جا کر کر لینا۔ لیکن خبردار کسی نے یہاں فائرنگ کی یا بلاوجہ کا شور شرابہ کیا۔میں ہڈیاں توڑ دوں گا سب کی" شہریار نے تنبیہہ کرتے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی اپنی گنز اپنی گاڑیوں میں رکھ گئے۔ "آہم آہم جناب صاف صاف کہو نا کہ تمھاری بیوی ڈر جائے گی" ضرار نے کہا تو اس نے اسے گھورا۔ "ہاں میری بیوی ڈرتی ہے گولیوں کی آواز سے اور میں نہیں چاہتا وہ ڈرے سمجھا تو۔اب بکواس بند کر لے" شہریار نے کہا تو ضرار ہنس پڑا۔ "میں صدقے ابھی کل دوپہر تک تو مریم کا نام لینے کا روادار نہیں تھا اور اب میری بیوی نائس" ضرار نے کہا تو شہریار نے گہری سانس بھری۔ "چپ کر جا ورنہ تیرا قتل کر کے۔کل تیرا وکیل بن کر تیرے کبھی نا ملنے والے قاتل کو ڈھونڈوں گا پھر نا کہنا" شہریار نے کہا تو ضرار نے اسے گھورا۔ "دُر فٹے منہ تیرے

شہریار" ضرار نے باقاعدہ ہاتھ سے اس پر لعنت ڈالی تو شہریار قہقہہ لگا گیا۔ "لڑکوں چلو اب" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اندر کی جانب بڑھے۔ "اسد بھائی" اسد جو انکے ساتھ اندر جارہا تھا عائشہ کی پکار پر مڑا اور اسے دیکھا۔ "ہاں عائشہ کیا ہوا" اس نے اسکے پاس جاتے کہا جو ابھی تک گاڑی میں بیٹھی تھی۔ عائشہ اس وقت اسد کی پسند کا ڈریس پہنے ہوئے تھی۔ وہ اس وقت لائٹ پرپل کلر کی شارٹ شرٹ اور پلازو پہنے ہلکا سا میک اپ کیے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ "اسد بھائی میرا ڈوپٹہ اٹک گیا ہے دیکھیں نکل نہیں رہا" عائشہ نے سیٹ کے سائیڈ کی طرف اشارہ کرتے جہاں اسکا ڈوپٹہ اٹکا تھا۔ "اچھا رکو ایک منٹ میں نکالتا ہوں" اسد نے کہا اور اسکے پاس آتے اسکا ڈوپٹہ نکالنا چاہا پر وہ نکل ہی نہیں رہا تھا۔ "عائشہ یہ لگتا ہے اسکا ٹسل کہیں اٹک گیا ہے۔ یہ ایسے نہیں نکلے گا۔ ایک کام کرو یہ میری اجرک اوڑھو تم اور ڈوپٹہ اتارو دو منٹ کیلئے" اسد نے کچھ دیر اسکے ڈوپٹے کا جائزہ لینے کے بعد

کہا اور اپنی اجرک اتارتے اسے پکڑائی۔عائشہ نے اسکی اجرک پکڑتے اچھے سے خود پر اوڑھی اور دوسری طرف کھسکی۔اسکے اجرک اوڑھنے کے دوران اسد اپنی نگاہیں پھیر چکا تھا جسے دیکھ عائشہ کے دل میں گد گدی ہوئی تھی۔"اسد بھائی نکال دیں ڈوپٹہ" عائشہ نے اسے پکارا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے سیٹ کو فولڈ کیا اور اسکا ڈوپٹہ نکالتے اسکی طرف بڑھایا۔"یہ لو بس اتنی سی بات تھی" اسد نے اسکا ڈوپٹہ پکڑاتے کہا تو وہ مسکرائی اور اپنا ڈوپٹہ اوڑھنے لگی۔اسکے ڈوپٹہ ٹھیک کرنے پر اسد نے اپنا رخ دوسری طرف کیا اور اسکا انتظار کرنے لگا۔"اسد بھائی یہ لیں" عائشہ نے دوسری طرف سے باہر نکلتے اسے پکارا تو وہ اسکی طرف پلٹا اور اسکے ہاتھ سے اجرک پکڑتے اوڑھ گیا۔"چلیں اب" اسد نے پوچھا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اسکے ساتھ اندر کی جانب بڑھی۔آج بھی ہمیشہ کی طرح اسد اسکے پیچھے چل رہا تھا جس پر عائشہ مسکرائی تھی۔"چلیں شہریار بھائی نکالیں پیسے" وہ دونوں وہاں پہنچے تو نظر مہرماہ

پر پڑی جو اپنی کزنوں کے ساتھ ان سب کا رستہ روک کر کھڑی تھی۔ ”کتنے پیسے چاہیئے گڑیا“ شہریار نے اس سے پوچھا تو وہ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے سوچنے لگی۔ اسکی حرکت پر ضرار مسکرایا اور اسے دیکھنے لگا جو اس وقت بے بی پنک کلر کی شارٹ شرٹ اور شرارہ پہنے ہوئے تھی۔ اس نے ہلکا سا میک اپ کرنے کے ساتھ کانوں میں بڑے بڑے جھمکے اور ہاتھوں میں وائٹ کلر کی چوڑیاں پہنی تھیں۔ وہ اس وقت نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ ضرار نے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اس کی نظر اتاری۔ ”بتاؤ گڑیا کتنے پیسے چاہیئے“ شہریار نے دوبارہ پوچھا۔ ”شہریار بھائی زیادہ نہیں چاہیئے۔ بس دس ہزار“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ وہ اس سے اتنے کم پیسے مانگ رہی تھی۔ ”اچھا ٹھیک ہے بھئی“ شہریار نے کہا اور اپنی پاکٹ سے دس ہزار نکالتے اسے دیے ساتھ ہی اپنی دوسری پوکٹ سے ایک ڈبیا نکالتے اسکی طرف بڑھائی۔ ”بھائی یہ کیا ہے“ مہرماہ نے پیسے پکڑتے پوچھا۔ ”یہ ایک بھائی کی طرف سے اسکی پیاری

سی گڑیا کے لیے چھوٹا سا تحفہ ہے" شہریار نے کہا تو مہرماہ نے جھجکتے اس سے ڈبیا پکڑی اور کھولتے اسے دیکھا جس میں ایک خوبصورت سا گولڈ بریسلٹ تھا۔ "بھائی یہ بہت مہنگا ہے پلیز میں نہیں لے سکتی" مہرماہ نے کہا تو شہریار نے نفی میں سرہلایا۔ "میرا بیٹا میرے لیے آپ بھی عائشہ کی طرح ہو۔میں نے اسے بھی ابھی بریسلٹ دیا ہے یہاں آنے سے پہلے" شہریار نے کہا تو عائشہ نے مہرماہ کو اپنی کلائی دکھائی جہاں سیم ایسا ہی بریسلٹ موجود تھا۔ "بھائی پر" مہرماہ نے کچھی کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی ضرار بول اٹھا۔ "ماہ رکھ لو۔جب کوئی پیار سے کچھ دے تو منع نہی کرتے" ضرار نے مسکراتے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔عین اسی وقت اسکی نظر ضرار کی دائیں گال میں پڑتے ڈمپل پر گئی تو بے ساختہ اسکا دل اسے چھونے کا کیا۔اس نے آج پہلی بار ضرار کی گال میں پڑتا ڈمپل دیکھا تھا۔ورنہ عموماً ضرار سے بات کرتے وقت یا تو وہ نظریں جھکا کر رکھتی تھی یا رو رہی ہوتی تھی پر آج اسکا ڈمپل دیکھ مہرماہ کے دل نے

بیٹ مس کی تھی۔ مہرماہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے یوں خود کو تکتے دیکھ ضرار نے آئی برو اچکائی جس پر اس نے فوراً نفی میں سرہلایا اور شہریار کی طرف متوجہ ہوئی۔ "شکریہ بھائی" اس نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھ گیا۔ "چلو مہرو اب بھائی کو اندر آنے دو" خلیل صاحب نے اسے کہا تو اس نے دروازے میں باندھا جالی دار ڈوپٹہ اتارا اور انھیں اندر آنے کی جگہ دی۔ ان کے دروازے سے ہٹتے ہی سب لوگ اندر بڑھے۔ سب ہی چلتے سیدھا سٹیج پر آئے تھے جبکہ رشتے دار اور انکے دوست احباب کرسیوں پر جاتے بیٹھے تھے۔ "بہت پیاری لگ رہی ہو مہرو" عائشہ نے اسے کہا تو وہ مسکرائی۔ "شکریہ آپی۔ ویسے آپ بھی بہت خوبصورت لگ رہی ہیں" مہرماہ نے کہا تو عائشہ نے اسے مسکراہٹ پاس کی۔ "مہرماہ بیٹا مریم کو بلا لاؤ" مہرماہ جو عائشہ کے ساتھ کھڑی تھی اسے شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سٹیج سے اتری۔ "مہرماہ میں بھی چلتی ہوں" عائشہ نے کہا تو وہ ہاں میں

سرہلا گئی جس پر عائشہ اسکے ساتھ بڑھی جبکہ خلیل صاحب اور عالمگیر خان کے ساتھ ساتھ فہمیدہ خان بھی انکے پیچھے برائیڈل روم کی طرف بڑھے۔پروین بیگم آج بھی فنکشن میں شریک نہیں ہوئیں تھی۔جس کا کسی نے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔

"کیا دیکھ رہا ہے شیری" ضرار نے اس سے پوچھا جسکی نظر سامنے ایک ہی جگہ ٹکی تھی۔"کچھ نہیں" شہریار نے اسے دیکھا جو آنکھیں نچاتے اسے دیکھ رہا تھا۔"نہیں بتانا سچی۔مریم کا انتظار کررہا ہے نا" ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"کررہا ہوں۔میں نہیں جانتا کیوں پرہاں میں اسکا انتظار کررہا ہوں" شہریار نے تسلیم کیا۔"اچھا اوریہ معجزہ کیسے ہوگیا ورنہ کل تک جناب مریم کو بیوی تک نہیں مان رہے تھے" ضرار نے پوچھا تو شہریار نے گہری سانس بھری۔"پتا نہیں یہی تو مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آخر کیوں ایسا ہورہا ہے۔میں یہ

بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی خوب صورتی یا معصومیت اٹریکٹ کررہی ہے کیونکہ میں نے اسے آج تک بے نقاب دیکھا ہی نہیں۔پر نا جانے کیوں دل اسکی طرف کھینچتا جارہا ہے۔میں اس سے محبت نہیں کرتا لیکن دل اسکو دیکھنے کی ضد پکڑے بیٹھا ہے" شہریار نے کہا تو ضرار گہرا مسکرایا۔"یہ اس پاکیزہ بندھن کا اثر ہے جو تم دونوں کو کشش کی ایسی پر لطف ڈور میں باندھ گیا ہے جس سے تم دونوں کا ہی دل ایک دوسرے کے بغیر نہیں لگے گا۔نکاح کے رشتے میں بڑی طاقت ہوتی ہے یہ پتھر کو بھی پگھلا دیتی ہے" ضرار نے کہا تو وہ مسکرایا۔"جانتا ہے جب کل نکاح ہوا تھا نا تب میں نے پکا عہد کیا تھا کہ میں مریم کو اتنی اذیت دوں گا کہ وہ پچھتائے گی مجھ سے نکاح کرکے۔میں اسکی زندگی جہنم بنا دوں گا پر اسے دیکھنے کے بعد میرا ہر عہد ٹوٹ گیا۔اور سب سے بڑی بات جانتا ہے مجھے ثانیہ کے دھوکے کا بلکل دکھ نہیں ہورہا۔میں ثانیہ سے محبت کرتا تھا پر مریم سے نکاح ہونے کے بعد مجھے یہ بات بھی بھولنے لگی ہے"

شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اللہ تجھے یونہی رکھے۔ بس مریم کے حق میں کوئی کوتاہی نا کری اور ایک اہم بات اپنے غصے کو قابو میں رکھیں۔تجھے غصہ کس قدر شدید آتا ہے یہ تو اچھے سے جانتا ہے تو کوشش کری کسی کا غصہ اس بیچاری پر نا نکالی" ضرار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میں پوری کوشش کروں گا۔ مشکل ہے پر میں کوشش کروں گا کہ اسے تکلیف نا دوں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اللہ تجھے تیری کوشش پر ثابت قدم رکھے" ضرار نے دعا دی تو اس نے آمین کہا اور سامنے دیکھا۔ سامنے نظر پڑتے ہی شہریار ملک جہاں تھا وہیں رہ گیا کیونکہ سامنے ہی مریم خلیل صاحب اور عالمگیر خان کے ہمراہ چلتی انکی طرف آرہی تھی۔عائشہ اور مہرماہ نے اسکا ہاتھ تھام رکھا تھا جبکہ وہ دونوں اسکے پیچھے تھے۔مریم اس وقت سرخ رنگ کے لہنگے میں ملبوس تھی۔اسکے کندھوں پر ڈوپٹہ اچھے سے پھیلاتے اسکے وجود کو چھپایا گیا تھا جبکہ اسکے سر پر آج حجاب کرنے کی بجائے لمبا سا گھونگھٹ اوڑھایا گیا تھا جس سے ہر کوئی اسکی

شکل دیکھنے سے قاصر تھا۔ اسے دیکھتے شہریار کا دل پہلو میں دھڑکا تھا۔ وہ اس کی تھی ناجانے کیوں یہ سوچ اسکے دل میں گد گدی کرنے کا باعث بنی تھی۔ شہریار ملک کے علاوہ مریم خان یوسفزئی کو کوئی غیر مرد نہیں دیکھ سکتا تھا یہ سوچ شہریار ملک کو سرشار کرگئی تھی۔ "شیری کس سوچ میں ہے جا مریم کی مدد کر" ضرار نے اسے کہنی ماری تو وہ فوراً ہوش میں آتے اٹھا اور مریم کی طرف بڑھا۔ وہ جیسے جیسے اسکی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ اسکی دھڑکنیں بڑھتی جارہی تھیں۔ وہ مضبوط قدم اٹھاتے عین اسکے سامنے جاتے کھڑا ہوا تو مہرماہ اور عائشہ مریم کا ہاتھ چھوڑتے پیچھے ہوئیں۔ انکے پیچھے ہٹتے ہی شہریار نے ہاتھ بڑھاتے نرمی سے اسکا مومی ہاتھ تھاما جو ہلکا ہلکا کانپ رہی تھی۔ "تم ٹھیک ہو" اس نے نرمی سے پوچھا۔ "ج۔۔جی" مریم نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ دباتے اپنے ہونے کا احساس دلایا اور اسکا ہاتھ تھامے اسے لیے سٹیج کی طرف بڑھنے لگا۔ اسکے یوں ہاتھ تھامنے پر مریم کا دل شدت سے دھڑک رہا

تھا۔شہریار اسے لیے سٹیج پر آیا اور اسے صوفے پر بیٹھاتے خود اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔لیکن اس نے ابھی تک مریم کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا جس پر مریم کنفیوز ہورہی تھی۔"چلیں شہریار بھائی اب دودھ پلائی کی باری" ابھی انھیں بیٹھے پانچ منٹ ہی گزرے تھے جب مہرماہ ہاتھ میں ٹرے پکڑے سٹیج پر آئی۔اسکی آواز پر سب نے اسکو دیکھا جسکی ٹرے میں ایک دودھ کا گلاس جبکہ ایک چھوٹا سا بچوں والا پلاسٹک کا کپ پڑا تھا۔"جی گڑیا بتائیں کیا کرنا ہے مجھے" شہریار نے مریم کا ہاتھ چھوڑے بغیر اسے کہا۔"بھائی زیادہ کچھ نہیں بس ان میں سے کسی ایک میں سے آپکو دودھ پی کر اسکے پیسے دینے ہیں" مہرماہ نے کہا تو سب مسکرائے۔"اچھا ڈیمانڈ بتائیں" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔"گلاس دس ہزار اور یہ کپ ایک ہزار" مہرماہ نے کہا تو شہریار ہنسا۔"اچھا بس" اس نے پوچھا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔جس پر شہریار مسکرایا اور اپنی جیب سے ایک انویلپ نکالتے اسے پکڑایا۔"یہ لو گڑیا" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور انویلپ

پکڑتے اسے شکریہ کہا جس پر وہ مسکراتے اسکے سر پر ہاتھ رکھ گیا۔ "بھائی اب آپ یہ گلاس سے دودھ پی سکتے ہیں لیکن ایک شرط ہے آدھا آپ نے پینا ہے اور آدھا اپنے ہاتھوں سے مریم کو پلانا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے گلاس پکڑا اور اس میں سے آدھا دودھ خود پیتے۔ مریم کی طرف بڑھایا جسے مریم پکڑتی اس سے پہلے ہی وہ نرمی سے گلاس کو اسکے گھونگھٹ کے اندر کر گیا۔ "پیو" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلاتے دوسری طرف سے گلاس کو پکڑا اور اپنے ہونٹوں سے لگاتے پینے لگی۔ ان کی اتنی کیوٹ سی رسم دیکھتے سب نے ہی ہوٹنگ کی جس پر مریم جھینپی تھی جبکہ شہریار مسکرایا اور گلاس واپس مہرماہ کو دیا۔ "چلو مہرماہ گڑیا اب اٹھو یہاں سے اب میں نے ایک رسم کرنی ہے" رسم ہوتے ہی اسد نے مہرماہ کو کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے کھڑی ہوئی اور ضرار کے ساتھ جاتے کھڑی ہو گئی۔ اسکا یوں اپنے پاس آتے کھڑا ہونا ضرار کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ "پروفیسر آپکی گال میں ڈمپل پڑتا

ہے" ابھی وہ مسکرا رہا تھا جب اچانک اسے مہرماہ کی آواز آئی جس پر اس نے اسے دیکھا جو تجسس سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "ہاں پڑتا ہے۔ تمھیں نہیں پتا تھا" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "نہیں مجھے نہیں پتا تھا۔ میں نے ابھی دیکھا تھا تھوڑی دیر پہلے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا جس پر اسکا ڈمپل پھر پوری آب و تاب سے چمکا تھا جسے دیکھ مہرماہ پھر مبہوت ہوئی تھی۔ "ایسے کیوں دیکھ رہی ہو ماہ" ضرار نے اسے یوں خود کو مہویت سے تکتے دیکھ پوچھا۔ "آپکا ڈمپل بہت پیارا ہے پروفیسر" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "شکریہ جناب" اس نے ایک ہاتھ دل کے مقام پر رکھتے سر ہلکا سا جھکایا تو مہرماہ کھلکھلائی جسے دیکھ وہ بھی مسکرایا۔ "ویسے آپکو پتا ہے آپکا ڈمپل خاصا رئیر ہے" مہرماہ نے اس کے ڈمپل کو دیکھتے کہا۔ "کیا مطلب" ضرار نے اسے دیکھتے آئی برو اچکاتے پوچھا۔ "مطلب یہ کہ دنیا میں صرف ایک سے دو فیصد لوگ ہی ایسے ہیں جن کی ایک گال میں ڈمپل پڑتا ہے اور یہ کافی رئیر اور خوبصورت فیچر ہے" مہرماہ نے

کہا تو وہ چہرہ جھکاتے ہنس پڑا جس پر مہر ماہ بھی مسکرائی جبکہ یہ منظر دور کسی کی آنکھوں میں مرچیں گھولنے کا سبب بنا تھا۔ سائرہ جو اپنے بھائی کے ساتھ شادی میں آئی تھی۔ اسکے بھائی کی شہریار سے اچھی سلام دعا تھی۔ ان دونوں کو یوں مسکراتے دیکھ اسے عجیب غصہ آرہا تھا۔ وہ بیٹھی نفرت سے ان دونوں کو گھور رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف وہ دونوں اسکی حاسد نظروں سے انجان اسد کو دیکھ رہے تھے جو اب رسم کرنے والا تھا۔ "چلو گڑیا بتاؤ آپ ریڈی ہو میں رسم شروع کروں" اسد نے اس سے پوچھا جسکا چہرہ اب تک گھونگھٹ سے ڈھکا تھا۔ "جی بھائی" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو اسد نے اسکا گھٹنہ پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا تھا لیکن اس سے پہلے وہ اسکے گھٹنے کو چھوتا شہریار کی تیز آواز اسے روک گئی۔ "اسد ہاتھ لگائے بغیر رسم کرو۔ تم جانتے ہو وہ شرعی پردہ کرتی ہے۔ تو ایسے میں وہ نا صرف نامحرم کے دیکھنے سے بلکہ چھونے سے بھی انکفرٹیبل ہوگی۔ اور میری بیوی انکفرٹیبل ہو یہ مجھے ہرگز برداشت نہیں ہے"

شہریار نے مریم کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے دو ٹوک لہجے میں کہا تو اسد سمیت سب مسکرائے جبکہ مریم کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ "ٹھیک ہے بھائی میں نہیں چھوتا آپکی بیوی کو۔ لیکن رسم تو کرنی ہے نا۔ تو گڑیا کیا میں آپکا ڈوپٹہ پکڑ سکتا ہوں" اسد نے اس سے پوچھا تو اس سے پہلے مریم جواب دیتی شہریار بولا تھا۔ "اگر تم کمفرٹیبل ہو تبھی ہاں کہنا ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم چاہو گی تبھی یہ رسم ہوگی" شہریار نے نرمی سے اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ گھونگھٹ کے اس پار مریم کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ "اسد بھائی۔۔۔ آپ پکڑ۔۔ سکتے ہیں" مریم نے اسے اجازت دی تو اسد مسکرایا اور ہاتھ بڑھاتے اسکے ڈوپٹے کا پلو پکڑ گیا۔ "چلیں گڑیا اب نکالیں پورے بیس ہزار تبھی آپکا ڈوپٹہ چھوڑنا ہے میں نے" اسد نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنا پرس پکڑتی اس سے پہلے ہی شہریار اسکا ہاتھ تھام گیا جس پر مریم کا دل دو سو کی سپیڈ پر سرپٹ دوڑا تھا۔ "یہ لو چھوٹے بیس ہزار اب بھاگو" شہریار نے اپنی

جیب سے بیس ہزار روپے نکالتے اسکے سامنے کیے تو سب اسکی حرکت پر مسکرائے۔ ”بھائی گڑیا کی جگہ آپ دیں گے نیگ“ اسد نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں میں ہی دوں گا یہ پکڑو“ شہریار نے کہا تو اسد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ”چلیں پھر میری ڈیمانڈ بڑھ گئی ہے۔ اب میں گڑیا کا پلو تبھی چھوڑوں گا جب آپ میری ڈیمانڈ پوری کریں گے“ اسد نے کہا تو شہریار نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ ”کیا فرمائش ہے بولو“ شہریار نے اس سے پوچھا۔ وہ کچھ حد تک جانتا تھا اسد کیا مانگے گا۔ تبھی وہ اسکا انتظام کر کے آیا تھا۔ ”میری بائیک کی چابیاں واپس کریں۔ تبھی میں گڑیا کا پلو چھوڑوں گا ورنہ آپکی بیوی کو یہاں سے لے جاؤں گا اور تبھی واپس کروں گا جب آپ میری بائیک کی چابیاں واپس کریں گے“ اسد نے کہا تو شہریار نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کر کے دکھاؤ۔ ”بھائی ایسے نا دیکھیں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں“ اسد نے کہا تو سب ہنسے۔ ”میری بیوی کو صرف اس میرج ہال سے باہر لے جا کر

دکھاؤ" شہریار نے کہتے مریم کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی۔ "بلکہ چلو وہ بھی چھوڑو۔ میری بیوی کو صرف اس سٹیج سے نیچے اتار کر دکھاؤ" شہریار نے کہا تو اسد کا منہ بنا وہ جانتا تھا وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ "گڑیا پلیز مدد کردو۔ اپنے ان جلاد شوہر سے میری سفارش کردو" اسد نے اسے کہا تو مریم کو سمجھ نا آئی اسے کیا کہے۔ "سنیے" مریم نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اسے اپنی میٹھی آواز میں پکارا۔ اسکے طرزِ تخاطب پر شہریار کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔ "جی سنائیے" اس نے نرمی سے اسی کے انداز میں جواب دیا تو مریم کا دل دھڑکا جبکہ باقی سب مسکرائے۔ "بھائی۔۔کو۔۔بائیک۔۔کی چابی۔۔دے دیں" اس نے کہا تو شہریار نے بغیر کوئی دوسری بات کیے اپنی پوکٹ سے چابی نکالتے اسے پکڑائی جس پر اسد مریم کا پلو چھوڑتے خوشی سے اچھل پڑا۔ "اور کوئی حکم" شہریار نے اسکی طرف جھکتے سرگوشی کی تو مریم کے رخسار سرخ ہوئے جسے گھونگھٹ ہونے کے باعث وہ دیکھ نا سکا۔ اسکی بات پر مریم نے آہستہ

سے نفی میں سرہلایا تو وہ مسکرایا۔ "ہائے تھینکیو بھائی نہیں سوری تھینکیو گڑیا۔آپ کی وجہ سے میری بائیک مجھے واپس مل گئی ورنہ بھائی قبضہ مافیا بن کر بیٹھے تھے" اسد خوشی سے اچھلتے بولا تو سب ہی ہنسے۔سب ہی ہنستے مسکراتے انکی حرکتیں دیکھ رہے تھے۔شہریار اور مریم کی شادی انھیں کبھی نہیں بھولنے والی تھی۔

"مریم بیٹا اگر آپکو کچھ چاہیئے ہو تو مجھے بلا جھجک بتانا۔تمھارے فون میں، میں نے اپنا نمبر سیو کردیا ہے۔بس ایک کال کردینا میں آجاؤں گی" فردوس بیگم نے اسے شہریار کے پھولوں سے بھرے بیڈ پر بٹھاتے کہا۔"ج۔۔جی آنٹی" اس نے کہا تو وہ مسکرائیں اور اسکے سر پر لب رکھے۔اسکا گھونگھٹ ابھی تک نہیں ہٹایا گیا تھا آخر کو یہ شہریار کا حق تھا۔وہ لوگ ابھی بیس منٹ پہلے ہی رخصتی کے بعد گھر پہنچے تھے۔ان دونوں کا پرتپاک استقبال کیا گیا تھا۔شہریار کو

آتے ہی اسکے دوست اور کزن پول سائیڈ کے پاس بنے کمروں میں لے گئے تھے جبکہ مریم کو شہریار کے کمرے میں بٹھایا گیا۔ ”ٹھیک ہے اب میں جارہی ہوں۔ تھوڑی دیر تک شہریار آجائے گا“ فردوس بیگم کہتے باہر نکل گئیں۔ ان کے جاتے ہی مریم نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرہ کافی بڑا تھا۔ پورا کمرہ مہرون اور بلیک امتزاج سے سجا ہوا تھا۔ سارا فرنیچر بلیک تھا جبکہ پینٹ مہرون کلر کا تھا۔ کمرے کی ہر چیز نفاست سے رکھی گئی تھی۔ جسے دیکھ مریم اسکی صفائی پسند طبیعت کو سراہے بغیر نا رہ سکی۔ اس نے گہری سانس بھرتے اپنے چہرے پر گھونگھٹ ٹھیک کیا اور بیٹھے اسکا انتظار کرنے لگی۔ ”ہاں بھئی دلہے راجا بتا کمرے میں جانا ہے“ دوسری طرف کافی دیر باتیں کرنے کے بعد ضرار نے شہریار سے پوچھا۔ ”ہاں ظاہری بات ہے جانا ہے لیکن ابھی نہیں تھوڑی دیر تک کیونکہ میں جانتا ہوں تم بے غیرتوں نے ابھی مجھے جانے نہیں دینا" شہریار نے کہتے ان سب کو آگ لگائی۔ ”بہت ہی بے شرم ہو تم“ شہریار کے ایک

دوست نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”ویسے شہریار میں نے سنا ہے تمھاری بیوی خاصی پیاری ہے“ شہریار کے ایک دور کے رشتے دار نے کہا۔ ”رافع میری بیوی کا تذکرہ مردوں سے بھری محفل میں ہو مجھے ہرگز برداشت نہیں۔ بے غیرت نہیں ہوں میں جو اپنی بیوی کی خوبصورتی کے قصے یوں غیر مردوں کے سامنے کروں۔ لہذا اب میری بیوی کا ذکر نا کرنا ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ میرا تم سے کوئی رشتہ ہے“ شہریار نے سرد و سپاٹ انداز میں انگلی اٹھاتے وارن کیا۔ ”یار میں بس ایک بات کر رہا ہوں تمھاری بھابی (رافع کی بیوی) بتا رہی تھی کہ بھابھی کا رنگ دودھ جیسا سفید ہے اور بھابھی ماشاءاللہ سے خوبصورت بھی بہت ہیں تو یہ سب سنتے ایسے ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا“ رافع نے کہا تو اس نے جبڑے سختی سے بھینچے۔ ”رافع گڑیا کا ذکر کرنا بند کرو“ اب کی ضرار بولا تھا۔ وہ جانتا تھا اسکی آنی کی وجہ سے سب ہی شہریار کو تنگ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ”نہیں ضرار میں ذکر نہیں کر رہا میں بس اتنا کہہ رہا ہوں کہ

جس طرح چاچی چاچو کو کالے رنگ کی وجہ سے چھوڑ گئیں۔ کہیں بھابھی بھی اسے اسکے سیاہ رنگ کی وجہ سے نا چھوڑ جائے اور اسکی محبوبہ تو اسی وجہ سے اسے چھوڑ کر کسی گورے آدمی کے پاس گئی ہے تو بس میں کہہ رہا تھا کہ بیوی کو زیادہ سر نا چڑھائے جیسے چاچو نے اسکی بھگوڑی ماں کو چڑھایا تھا۔ تبھی وہ چاچو کو چھوڑ گئی تھیں۔ اگر تم چاہتے ہو تمھارا حال بھی چاچو جیسا نا ہو تو بیوی کو اوقات میں رکھنا محبوبہ نا بنانا" رافع بول رہا تھا جبکہ اسکے بولنے کے ساتھ ساتھ شہریار کی آنکھیں سرخ ہوتی جارہی تھیں۔ "رافع بھائی چپ کر جائیں" اب کی بار اسد چلاتے بولا اور اٹھتے باہر نکل گیا۔ انکی ماں نے انھیں کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ "ضرار سب کو انکے کمرے میں بھیج دے" اس کے جاتے ہی شہریار بھی کہتے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ اسکا دماغ اس وقت بلکل بند ہوگیا تھا۔ اسے بس اپنی ماں کا دھوکہ یاد آرہا تھا۔ ثانیہ کا اسے کالا اور بدصورت کہہ کر جانا یاد آرہا تھا۔ ابھی وہ سیڑھیوں پر پہنچا تھا جب اسکا موبائل بجا۔ اس نے

پوکٹ سے موبائل نکالا اور سکرین پر دیکھا جہاں ایک ان نون نمبر سے فون آرہا تھا۔ "کیا حال شیری ڈارلنگ" ابھی اس نے فون اٹھایا ہی تھا کہ اسے دوسری جانب سے ثانیہ کی آواز جسے سنتے اسکی آنکھیں مزید سرخ ہوئیں۔ "تمھاری جرات کیسے ہوئی مجھے کال کرنے کی" شہریار نے چلاتے پوچھا۔لاؤنج میں اس وقت کوئی موجود نہیں تھا۔سب ہی تھکے ہارے رومز میں جا چکے تھے یہاں تک کہ عائشہ نے بھی نیگ صبح لینے کا ارادہ کیا تھا۔ "ارے میری چھوڑو۔اپنی بتاؤ تم نے تو میری جدائی میں ایک لمحہ بھی سوگ نہیں منایا اور میرے ہی گھر میں ایک دوسری لڑکی سے شادی کرلی" ثانیہ نے اسے کہا۔پروین بیگم اسے ہر بات سے آگاہ کر چکی تھی۔تبھی اسنے شہریار کا دل جلانے کو اسے کال کی تھی۔ "بکواس بند کرو میں جان لے لوں گا تمھاری" شہریار دھاڑا تھا۔ "ارے میری جان لینے سے اچھا ہے۔اپنی بیوی پر نظر رکھو۔آخر کو ایک کالے شخص کے ساتھ کوئی کتنی دیر ہی گزار سکتا ہے اور اسکا سب سے بڑا ثبوت تمھاری

ماں ہے جس نے تمھارے کالے باپ کے ساتھ چار سال کا عرصہ گزارا اور اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ گئی" ثانیہ نے کہتے کال کاٹی تو شہریار کی آنکھیں لہو چھلکانے لگی۔ اسے آج اپنی غلطی کا احساس ہورہا تھا۔ اس نے اپنا ماضی ثانیہ کو بتا کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی۔ اسکے غصے کا گراف لمحہ بالمحہ بڑھتا جارہا تھا۔ شہریار اس وقت آپا کھو دینے کے در پر تھا۔ وہ چلتا تیز تیز قدم اٹھاتے سیدھا اپنے روم کی طرف گیا۔

مریم اس وقت سرخ عروسی لباس پہنے پور پور سجی شہریار کا انتظار کررہی تھی۔ جس سے آج وہ یوں اکیلے میں پہلی بار ملنے والی تھی۔ اسکا دل آنے والے وقت کو لے کر گھبراہٹ کا شکار ہوا تھا نا جانے وہ اسکو وقت دیتا یا آج اس پر اپنا آپ مسلط کردیتا اسکا دل ہتھیلیوں میں دھڑک رہا تھا۔ "تم یہاں کیا کررہی ہو تمھاری جرات کیسے ہوئی میرے کمرے میں قدم رکھنے کی اور

میرے بیڈ پر بیٹھنے کی" ابھی وہ بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی کہ اچانک دروازہ کھلا اور شہریار اندر داخل ہوا لیکن سامنے اسکو بیٹھے دیکھ اسکا دماغ بھک سے اڑا۔ وہ تن فن بیڈ کے پاس آیا اور اسے بازو سے پکڑتے جھٹکے سے بیڈ سے کھڑا کرتے دھاڑا۔ اسکے ذہن میں اب تک رافع کی باتیں اور ثانیہ کے ساتھ کال پر ہوئی بات گھوم رہی تھی۔ اسکا دماغ اس وقت جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوچکا تھا۔ بس ایک ہی بات ذہن میں گھوم رہی تھی کہ مریم بھی اسکی ماں کے جیسی ہی ہوگی جو ایک سانولے مرد کو چھوڑ جائے گی آخر کو انکی شادی بھی زبردستی ہی ہوئی ہے۔ "آہہہ" اس کی اچانک دھاڑ پر ابھی وہ نہیں سنبھلی تھی کہ اسکے یوں کھینچنے پر کٹی پتنگ کی طرح اسکے سینے میں آسمائی۔ اسکے اچانک کھینچنے پر اسکا گھونگھٹ چہرے سے اتر چکا تھا۔ ایک پل کو سامنے کھڑا تیس سالہ وجاہت سے بھرپور مرد مبہوت ہوا تھا اسکی اتنی خوبصورتی دیکھ کر۔ وہ اس وقت لائٹ میک اپ کیے لبوں پر مہرون لپ اسٹک لگائے بے

حد حسین لگ رہی تھی۔ اسکی ناک میں موجود نتھ اسکے لبوں سے ٹکرا رہی تھی تضاد اس کے ماتھے پر لگی ماتھاپٹی اسکو مزید دلکش بنا رہی تھی وہ اس عروسی لباس میں کوئی اپسرا لگ رہی تھی لیکن اگلے ہی پل اسکے ذہن میں پھر وہ باتیں گھومیں تھی جس پر سارا سحر بھک سے اڑا تھا۔ "کیا بکواس کررہا ہوں میں یہاں کیوں بیٹھی تھی" وہ ہوش میں آتے پھر دھاڑا تھا۔ "وو۔۔وہ

اماں۔۔سائیں۔۔۔نے۔۔کہا تھا۔۔یہاں۔۔بیٹھنے کو" مریم نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔ شہریار کا اچانک سے ایسا رویہ دیکھتے اسکی جان نکل گئی۔یہ وہ شہریار تو نہیں تھا جو ابھی کچھ گھنٹوں پہلے تک اسکی فکر میں گھل رہا تھا۔یہ تو کوئی اور تھا۔ "اماں سائیں نے کہا تھا صحیح" شہریار نے سامنے کھڑی مریم کو دیکھتے کہا جس پر اس نے روتے ہوئے ہاں میں سرہلایا۔ اسکا نازک دل اس وقت سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ "میں کون ہوں تمھارا" اس نے اچانک اسکی بازو پر گرفت آخری حد تک مضبوط کرتے پوچھا۔ "آہہ درد۔۔ہو رہی

ہے۔۔چھوڑیں۔۔آہہ" مریم نے سسکتے اپنی بازو آزاد کروانی چاہی پر وہ گرفت مزید مضبوط کرگیا۔"شٹ اپ جو پوچھا ہے اسکا جواب دو ورنہ جان نکال دوں گا" اس نے اپنے سامنے کھڑی بیس سالہ نازک بیوی کی بازو مڑورتے اسکی کمر پر پن کی۔"آہہ آپ۔۔شوہر۔۔ہیں میرے" مریم نے ڈرتے ہوئے کہا۔"تو تمھارا فرض ہے نا میرا حکم ماننا" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا جس کی روتے روتے ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔"بتاؤ" اسکو جواب نا دیتے دیکھ وہ دھاڑا تھا۔"آہہ۔۔۔جی۔۔۔جی" مریم نے فوراً جواب دیا۔"تو ٹھیک ہے نکلو میرے کمرے سے" اس نے سامنے کھڑی نازک جان کو کسی اچھوت کی طرح خود سے دور جھٹکا۔"پر۔۔میں۔کک۔۔کہاں۔۔جاؤں۔۔گی" مریم نے ہچکیاں لیتے پوچھا۔اسکا ڈر حقیقت کا روپ دھارتے اسکے سامنے کھڑا تھا۔شہریار بدل گیا تھا۔وہ دو دن سے جو دکھا رہا تھا۔وہ سب ایک دھوکہ تھا۔"میری بلا سے بھاڑ میں جاؤ لیکن ابھی میری نظروں کے سامنے سے دفع

ہوجاؤ" اس نے سفاکیت سے کیا تو مریم نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔"پ۔۔پلیز۔۔۔ایسا۔۔نا۔۔کہیں" مریم نے ہمت کرتے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن وہ اسے جھٹک چکا تھا۔"خبردار مجھے ہاتھ بھی لگایا تو جان نکال دوں گا دفع ہو یہاں سے عجیب اماں سائیں نے عذاب مسلط کردیا ہے میرے سر پہ۔پر وہ شاید بھول گئیں میں عزیز ملک نہیں ہوں جو بیوی کی ہر بات مانے گا۔میں شہریار ملک ہوں مجھے بیوی کو اسکی اوقات میں رکھنا آتا ہے" شہریار نے اسکی بازو پکڑتے اسے روم سے باہر پھینکا اور دروازہ بند کرتے اندر سونے کیلئے لیٹ گیا۔جبکہ وہ سسکیاں بھرتی وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر رونے لگی۔یہ اچانک سے کیا ہوگیا تھا۔شہریار اسکے ساتھ ایسا کیوں کررہا تھا۔وہ تو ایسا نہیں تھا پھر وہ اسکے ساتھ ایسا کیوں کررہا تھا۔اس نے کیا کیا تھا۔اسکی کیا غلطی تھی۔وہ تو بس بیٹھی تھی اور وہ یوں آکر اس پر دھاڑنے لگا۔

”میں پوری کوشش کروں گا۔ مشکل ہے پر میں کوشش کروں گا کہ اسے تکلیف نا دوں“ شہریار کو یہاں آنکھیں موند کر لیٹے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا۔ مریم کی مدھم سسکیوں کی آواز اسے ابھی آرہی تھی۔ وہ یونہی لیٹے اسکی سسکیوں کو اگنور کر رہا تھا جب اچانک اسکے ذہن میں اپنا کچھ گھنٹے پہلے بولا گیا جملہ آیا جس پر وہ ایک جھٹکے میں اٹھتے بیٹھا۔ ”او شٹ میں نے وہی کیا جو نا کرنے کا عہد کیا تھا“ شہریار نے خود سے کہا اور جلدی سے اٹھتے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولتے ہی اسکی نظر مریم پر گئی جو دروازے کے بلکل ساتھ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھے گھٹنوں کو سینے سے لگائے ان میں چہرہ چھپاتے رو رہی تھی۔ ہچکیاں بھرنے کے باعث اسکا پورا جسم ہچکولے کھا رہا تھا جسے دیکھ شہریار کا دل کسی نے مٹھی میں بھینچا تھا۔ وہ ایک جھٹکے میں اسکے پاس زمین پر بیٹھا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ اپنے سر پر کسی کا لمس محسوس کرتے مریم نے جھٹکے سر چہرہ اٹھایا تو نظر سیدھی اس ستم گر سے ٹکرائی تھی جو گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا

تھا۔دوسری طرف اسکا چہرہ دیکھتے شہریار کا دل کٹا تھا۔مریم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔رونے کے باعث اسکی نیلی آنکھیں سوجھ گئیں تھی جبکہ ہونٹ کپکپا رہے تھے۔وہ آج پہلی بار اسکے پاس یوں پورے حق سے موجود تھی۔اس نے بجائے اسے اپنے ہونے کا احساس دلانے کے اسے یوں رلا دیا۔شہریار کا دل کیا وہ خود کو شوٹ کرلے۔وہ کیسے اس معصوم جان کو تکلیف دے سکتا تھا۔"اٹھو روم میں چلیں" شہریار نے بامشکل اسکے چہرے سے نظریں چراتے نرمی کہا لیکن مریم نے کوئی ردِ عمل ظاہر نا کیا۔وہ ایسے ہی بیٹھے بس رو رہی تھی۔شہریار کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔وہ اسے کیسے چپ کرائے۔"یہاں دیکھو" اس نے ہمت کرتے تھوڑا سا اسکے قریب کھسکتے نرمی سے اسے پکارا۔اسکی پکار پر مریم نے آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔"پلیز روم میں چلو۔آئی آیم سوری" شہریار نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو مریم نے نفی میں سرہلایا۔"ن۔۔نہیں۔۔آنا" مریم نے ہچکی بھرتے کہا تو اس نے بے بسی

سے اسے دیکھا۔ ”پلیز آجاؤ۔آئی آیم سوری نا“ شہریار نے نرمی سے اس کے ہاتھ کی پشت کو سہلاتے

کہا۔ ”آپ۔۔۔ن۔۔۔نے۔۔ مجھ۔۔۔پر۔۔۔غصہ۔۔۔کیا“ مریم نے کہا لیکن اسکے لہجے میں ڈر کے ساتھ ساتھ ایک استحقاق سا تھا۔ ”آئی آیم سوری۔پلیز ابھی اندر آؤ۔پھر مجھے میری غلطیاں بتانا سب کیلئے سوری بولوں گا پکا پرومس پلیز۔چلو نا پلیز“ شہریار نے نرمی سے کہا تو مریم نے چند لمحے اسے دیکھا پھر ہاں میں سرہلا گئی۔اسکے ماننے پر شہریار مسکرایا اور کھڑے ہوتے اسکا ہاتھ تھامتے اسے بھی کھڑا کرتے اسکے ساتھ روم کے اندر چلا گیا۔روم میں داخل ہوتے ہی اس نے نرمی سے اسے بیڈ پر بٹھایا اور خود زمین پر گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا۔مریم ابھی تک روتے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”شش رونا تو بند کرو پلیز۔آئی آیم سو سوری پلیز۔مانتا ہوں جیسا میں نے کیا ویسا مجھے ہرگز نہیں کرنا چاہیے تھا۔وہ بھی اپنی نئی نویلی اور اتنی معصوم دلہن کے ساتھ۔آئی آیم سو

سوری میرا بچہ پلیز رونا بند کرو" شہریار نے نرمی سے اسکے ہاتھ سہلاتے کہا۔ اسکے یوں "میرا بچہ" کہنے پر مریم نے رونا بھولتے اسے دیکھا جبکہ شہریار کو تو احساس تک نہیں تھا۔ اس نے مریم کو "میرا بچہ" کہا ہے۔ "کیا ہوا" اسے یوں خود کو تکتے دیکھ شہریار نے ہاتھ بڑھاتے انتہائی نرمی سے اسکی گالوں پر بہتے آنسو اپنی پوروں سے صاف کیے۔ اسکی حرکت پر مریم کا دل شدت سے دھڑکا جبکہ رخسار بے ساختہ گلابی ہوئے جسے دیکھتے شہریار مدھم سا مسکرایا۔ "مریم" اسے ہنوز خود کو تکتے دیکھ شہریار نے پیار سے پکارا۔ اسکی پکار پر مریم کا دل ایک پل کو رُکا تھا۔ آج شہریار نے اسکا نام پکارا تو مریم کو اندازہ ہوا تھا کہ اسکا نام کتنا خوبصورت ہے۔ اسے آج سے پہلے اپنا نام کبھی اتنا پیارا نہیں لگا جتنا شہریار کے ہونٹوں سے اپنا نام سنتے لگا تھا۔ "کیا ہوا" شہریار نے اسے پھر جواب نا دیتے دیکھ نرمی سے پوچھا۔ "آپ۔۔نے۔۔مجھے۔۔کیا۔۔کہہ کر۔۔پکارا۔۔تھا۔۔ابھی" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "مریم؟" شہریار نے

پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”نہیں اس۔۔سے پہلے“ مریم نے مدھم آواز میں کہا تو شہریار کے ماتھے پر نا سمجھی کے بل پڑے لیکن اگلے ہی پل اسے اندازہ ہوا وہ کیا بات کررہی ہے۔ ”میں کہہ رہا تھا۔آئی آیم سوری میرا بچہ“ اس نے کہا اور جھکتے نرمی سے مریم کے دونوں ہاتھوں کی پشت پر باری باری لب رکھے۔اسکی حرکت پر مریم کا دل گویا کانوں میں دھڑکا تھا۔یہی حال مقابل کا بھی تھا جبکہ شہریار کو خود پر حیرانی بھی ہورہی تھی۔اس نے آج تک کسی سے معافی نہیں مانگی تھی پر اپنی بیس سالہ بیوی سے وہ مسلسل معافیاں مانگ رہا تھا۔کیونکہ اس سے اسکے آنسو برادشت نہی ہورہے تھے۔یقیناً اگر کوئی دیکھ لیتا تو غش کھا جاتا۔ ”پلیز مجھے معاف کردو میرا بچہ۔آئی آیم سو سوری۔مجھے تم پریوں غصہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے تھا۔پلیز اپنے اس نکمے شوہر کو معاف کردو“ شہریار نے اسکے ہاتھ چھوڑتے اپنے دونوں کان پکڑے جسے دیکھتے مریم کھلکھلائی۔اسکے یوں ہنسنے پر شہریار کو سارے نظارے غائب ہوتے

محسوس ہوئے۔ اسے یوں محسوس ہورہا تھا گویا وقت رک گیا ہے۔ ساری کائنات کہیں تحلیل ہوگئی ہے۔ صرف کوئی تھا تو وہ تھی مریم خان یوسفزئی۔ اسکی بیوی اسکی شریکِ حیات۔ مریم شہریار ملک جسکی جلترنگ ہنسی اسکے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ شہریار ہر چیز کا ہوش بھلائے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس قدر اسکو دیکھنے میں کھویا تھا کہ اسے اپنے کانوں سے ہاتھ ہٹانے تک یاد نہیں رہے۔ "سائیں" اسے یوں خود کو دیوانہ وار تکتے دیکھ مریم نے مدھم آواز میں اسے پکارا جس پر وہ ہوش میں آیا۔ اسکے طرزِ تخاطب پر شہریار کے دل نے بیٹ مس کی تھی جبکہ اسکے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "ہاں جی" شہریار نے اسکے ہاتھ تھامتے پوچھا۔ سائیں۔ "وہ آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے تھے" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں دیکھ رہا تھا کہ میں نے ایسی کونسی نیکی کی ہے جو اللہ نے اتنی معصوم پٹھانی کو میرے نصیب میں لکھ دیا" شہریار نے کہا تو مریم کے ہونٹوں پر شرمگیں

مسکراہٹ پھیلی جسے دیکھتے شہریار مسکرایا۔ ”سائیں آپ نے مجھ پر غصہ کیوں کیا“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر شہریار نے گہری سانس بھری۔ ”ماضی کی کچھ تلخ یادیں ہیں مریم۔ وہ جب میرے ذہن کے پردوں پر لہراتی ہیں تب مجھے کچھ یاد نہیں رہتا۔ میں حد درجہ زیادہ اگریسوو ہوجاتا ہوں جیسے ابھی ہوگیا تھا“ شہریار نے کہا تو مریم نے نظریں جھکائیں۔ ”تو کیا جب جب آپکو وہ یادیں یاد آئیں گی۔ آپ تب تب مجھ پر غصہ کیا کیا کریں گے“ مریم نے ان دونوں کے باہم ملے ہاتھوں کو دیکھتے پوچھا۔ ”نہیں سائیں کی پٹھانی۔ اب ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ وعدہ نہیں کررہا پر کوشش کروں گا۔ پلیز مجھے آج معاف کردو“ شہریار نے کہا اور نرمی سے اسکی دائیں ہتھیلی چوم گیا۔ ”اب آپ ایسا نہیں کریں گے نا“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں جی اب ایسا کبھی نہیں کروں گا“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”چلو اٹھو کپڑے چینج کرلو۔ تھک گئی ہوگی نا“ شہریار نے کھڑے ہوتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”وہاں واڈروب

میں اماں سائیں نے تمھارے کپڑے سیٹ کروا دیے ہیں۔ تم چینج کر لو تب تک میں یہی ہوں ٹھیک ہے" شہریار نے اسکا ہاتھ نرمی سے دباتے چھوڑا۔ "جی اچھا" مریم نے کہا اور اپنا لہنگا سنبھالتے واڈروب کی طرف بڑھی۔ اس نے واڈروب سے اپنے لیے ایک بے بی پنک کلر کی سمپل شلوار قمیض نکالی اور مڑی تھی جب اپنے عین پیچھے کھڑے شہریار کے سینے سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ "سا۔۔ئیں" اس نے اسے دیکھا جو مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "سائیں کی پٹھانی۔ کیا میں کچھ کہہ سکتا ہوں" شہریار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "جی" مریم نے مدھم آواز میں اجازت دی۔ "بہت پیاری ہو تم اور معصوم بھی۔ اور یوں دلہن کے روپ میں مزید دلکش لگ رہی ہو۔ میں نے آج پہلی بار تمھیں دیکھا ہے تم بہت پیاری ہو۔ لیکن جو چیز تمھیں حوروں کی شبیہہ دیتی ہے وہ تمھارا پردہ کرنا ہے واللہ تم بہت اچھی لگتی ہو۔ مجھے پردہ دار عورتیں اچھی نہیں لگتی پر تم وہ واحد لڑکی ہو

اس روئے زمین پر جو مجھے پردے میں شہزادی لگتی ہے" شہریار نے محبت سے اپنے دل کی بات کو لفظوں میں پرویا جس پر مریم کی پلکیں شرم سے لرزی تھیں۔ اسکو سمجھ نہیں آرہی تھی جواب میں کیا کہے تبھی خاموش رہنا بہتر سمجھا۔ "کچھ پوچھ سکتا ہوں" اس کی خاموشی پر شہریار پھر بولا جس پر اس نے اب کی بار بس سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ "تم مجھے سائیں کیوں کہتی ہو" شہریار جاننا چاہتا تھا۔ "وہ اماں سائیں نے کہا تھا کہ یا تو آپکا نام لوں یا آپکو سائیں کہوں تو بس اس لیے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھ گیا۔ "اچھا جاؤ کپڑے چینج کرلو" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واش روم میں بند ہوئی۔ اسکے جاتے ہی شہریار کے ہونٹوں پر خوب صورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ یہ کیا ہو رہا تھا اسے۔ کیوں مریم کو دل میں چھپانے کا دل کر رہا تھا۔ کیوں اس سے معافی مانگتے اسے اپنا عہدہ اپنا رتبہ یہاں کہ اپنی انا بھی بھول گئی تھی۔ اسے اچھے سے یاد تھا وہ آج تک کبھی کسی کے سامنے

نہیں جھکا تھا پر مریم کے سامنے وہ جھکا تھا۔نا صرف جھکا تھا بلکہ اسکے قدموں میں بیٹھا تھا لیکن شرمندگی نہیں سرشاری محسوس ہورہی تھی۔آج مریم کی آنکھوں میں اپنی وجہ سے آنسو دیکھ اسے زندگی میں پہلی بار اپنے غصہ کرنے والی عادت زہر لگی تھی۔زندگی میں پہلی بار اس نے اپنے رویے کی معافی مانگی تھی۔

"شپل مین بائیں (سپر مین بچائیں)" ماہ دیر ابھی اپنے روم سے باہر آیا ہی تھا کہ حوریہ بھاگ کر آتے اسکی ٹانگوں سے لپٹی جس پر ماہ دیر نے جھکتے فوراً اسے گود میں اٹھایا۔کیا ہوا لٹل ہائنس۔"کس سے بچاؤں اپنے بچے کو" ماہ دیر نے اسکا سر سہلاتے پوچھا۔"حوریہ" ابھی حوریہ کوئی جواب دیتی کہ سیڑھیاں چڑھتے میشائم اوپر آئی۔ماہ دیر نے اسکی آواز پر اسے دیکھا جو اس وقت بلیک کلر کی سمپل شلوار قمیض پہنے بہت پیاری لگ رہی تھی۔اسکے ہاتھ میں اس وقت

کھچڑی سے بھری پلیٹ تھی جسے دیکھتے ہی وہ سارا ماجرہ سمجھ گیا۔ "ماما چھے بائیں (ماما سے بچائیں)" حوریہ نے اسکی گردن کے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا میری جان۔ یشائم کیا ہوا ہے" ماہ دیر نے حوریہ کا ماتھا چومتے اس سے پوچھا۔ "یہ ناشتہ نہیں کر رہی پھر دوائی بھی کھانی ہے اس نے" یشائم نے کہا تو اس نے آنکھوں سے اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا جس پر یشائم ہاں میں سر ہلا گئی۔ "حوریہ میری بات سنو میرا بچہ" اس نے نرمی سے اسے پکارا۔ "دی شپل مین (جی سپر مین)" حوریہ نے اسے دیکھا۔ "میرے ساتھ ناشتہ کرنا ہے میرے بیٹے نے" اس نے حوریہ کی گال چومتے پوچھا تو وہ ہنستے ہوئے ہاں میں سر ہلا گئی۔ "اچھا چلو آؤ میرے روم میں بیٹھ کر ناشتہ کرتے ہیں اوکے" ماہ دیر نے پوچھا تو حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگاتے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور آج میں اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا" ماہ دیر نے اسے کہا اور اسے لیے روم میں داخل ہوا۔ جب کہ یشائم ابھی تک وہی کھڑی

تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اندر جائے یا نا جائے۔ "یشائم" ابھی وہ اسی کشمکش میں تھی جب اسے ماہ دیر نے پکارا۔ "جی" اس نے اسکی پکار کا جواب دیا۔ "اندر آجاؤ کہ تمھیں بھی خود لینے آؤں" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو یشائم نے نفی میں سرہلایا اور اسکے روم کے اندر داخل ہوئی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے پورے کمرے میں نظر گھمائی۔ ماہ دیر کے کمرے کا انٹیریئر نیوی بلیو اور وائٹ تھا۔ اسکا کمرہ یقیناً ماسٹر بیڈ روم تھا کیونکہ وہ باقی کمروں سے خاصا بڑا تھا۔ کمرے میں دروازے کے بلکل ساتھ دائیں جانب بڑا سا مرر لگا تھا جس سے کچھ فاصلے پر ڈریسنگ روم کا دروازہ اور اسکے ساتھ واڈروب رکھی تھی۔ کمرے کے بائیں جانب وائٹ کلر کا صوفہ سیٹ پڑا تھا جسکے کے آگے گلاس کی ٹیبل موجود تھی جبکہ صوفے کے پیچھے ایک دروازہ تھا جو کہ حوریہ کے پلے روم کی طرف کھلتا تھا۔ صوفے کے بلکل ساتھ والی دیوار پر بڑا سا گلاس ڈور تھا جو بالکونی کی طرف کھلتا تھا۔ جبکہ کمرے کے عین وسط جہازی سائزبیڈ

تھا جس پر اس وقت ماہ دیر بیڈ کراون سے ٹیک لگائے ہوئے تھا جبکہ حوریہ اسکے سینے پر بیٹھی تھی۔ "یشائم آجاؤ اندر میں نے میڈ سے بولا ہے ناشتے کا۔ تھوڑی دیر تک ناشتہ تیار ہوجائے گا پھر نیچے چلیں گے" ماہ دیر نے اسے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے صوفے پر جاتے بیٹھ گئی۔ "لٹل ہائنس بھوک لگ رہی ہے نا" ماہ دیر نے حوریہ سے پوچھا جو اسکے سینے پر بیٹھی اسکی داڑھی سے کھیل رہی تھی۔ "یش (یس)" حوریہ نے فوراً ہاں میں سرہلایا۔ "یشائم تمھارے پاس کیا ہے کھانے کو" ماہ دیر نے اسکے ہاتھ میں موجود پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ "کھچڑی ہے" یشائم نے کہا تو ماہ دیر نے حوریہ کو دیکھا جسکا منہ بن چکا تھا۔ "حوریہ کھالو نا میرا بچہ۔آپ کھائیں گی تبھی میں کھاؤں گا" ماہ دیر نے اسے کہا تو وہ نفی میں سرہلا گئی۔ "میری جان پلیز نا تھوڑی سی بس پھر پین کیک کھائیں گے" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کی آنکھیں چمکیں۔ "تھتی (سچی)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "مچی میرا بچہ۔اب کھائیں" اس نے حوریہ

کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔ ”لاؤ میشائم ہم دونوں کو بھوک لگ رہی ہے“ ماہ دیر نے اسے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے انکے پاس آئی اور پلیٹ پکڑاتے واپس جاتی کہ ماہ دیر نے اس کا ہاتھ تھامتے اسے روکا۔ ”ک۔۔کیا۔۔۔ہوا“ اسکے یوں ہاتھ تھامنے پر میشائم نے اسے دیکھا۔ ”بیٹھ جاؤ یہیں“ ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ اسکے بیٹھتے ہی ماہ دیر نے حوریہ کو اسکی گود میں بٹھایا اور پیار سے اسے کھچڑی کھلانے لگا جس پر حوریہ بھی اب کی بار خوشی خوشی اسکے ہاتھوں سے کھا رہی تھی۔جبکہ میشائم آنکھوں میں محبت سموئے حوریہ کو دیکھ رہی تھی۔ ”شپل مین بش اب (سپر مین بس اب)“ حوریہ نے تھوڑی دیر بعد کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے پلیٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔ ”شپل مین ماما توبی تھاؤ (سپر مین ماما کو بھی کھلاؤ)“ اسے پلیٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے دیکھ حوریہ فوراً بولی۔اسکی بات پر میشائم اور ماہ دیر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور

دونوں ہی بیک وقت نظروں کا زاویہ بدل گئے۔ "حوریہ مجھے بھوک نہیں ہے ابھی" میشائم نے اسے کہا تو حوریہ کا منہ بنا۔ "مانو اپ تو بوت لدی اے۔بابا تھائیں ماما تو (مانو آپکو بھوک لگی ہے۔بابا کھلائیں ماما کو)" حوریہ نے کہا تو اسکے منہ سے بابا سنتے جہاں ماہ دیر کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی وہیں میشائم کے چہرے پر پریشان کن تاثرات نمایاں ہوئے۔ "حوریہ وہ آپکے با" ابھی میشائم کچھ کہتی کہ ماہ دیر نے کھچڑی سے بھرا چمچ اسکے منہ میں ڈالا جس پر اسکے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ "حوریہ آپ کیلئے میں نیوٹیڈی بیئر لایا ہوں۔وہ آپکے روم میں ہے جاؤ دیکھ کر آؤ" ماہ دیر نے حوریہ سے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے فوراً اسکے اپنے پلے روم کی طرف بڑھی۔دروازہ پہلے سے کھلا تھا تبھی وہ دونوں بس اسے جاتا دیکھ رہے تھے۔ "میں بھی چلتی ہوں" حوریہ کو جاتے دیکھ میشائم نے کہا لیکن اس کے اٹھنے سے پہلے ہی ماہ دیر اسکا ہاتھ تھام گیا۔ "م۔۔ماہ۔۔دیر" اسکے یوں ہاتھ تھامنے پر میشائم گھبرائی تھی۔اسکا یوں حوریہ

کو بھیج کر اسکا ہاتھ تھامنا۔یشائم کو یک دم ہی اس سے ڈر لگا۔"ہے یشائم ریلیکس۔آئی آیم سوری۔میرا مقصد تمھیں انکفرٹیبل محسوس کرانا نہیں تھا۔مجھے بس ایک اہم بات کرنی تھی پلیزیوں مجھ سے مت ڈرو یشائم میں محافظ ہوں لٹیرا نہیں" ماہ دیر نے جلدی سے اسکا ہاتھ چھوڑتے کہا جس پر یشائم پرسکون ہونے کے ساتھ ساتھ شرمندہ بھی ہوئی۔"تم ٹھیک ہو۔یہ لو پانی پیو" ماہ دیر نے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتے اسے پکڑایا جسے یشائم ایک سانس میں پی گئی۔"تم ٹھیک ہو" ماہ دیر نے اس سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"آئی آیم سوری یشائم" ماہ دیر نے اسکے ہاتھ سے گلاس پکڑتے کہا۔"نہیں۔۔آئی۔۔آیم سوری۔۔میں بس۔۔ڈر گئی۔۔تھی۔۔اور یہ۔۔آپکی وجہ سے۔۔نہیں میرے۔۔ماضی کی وجہ سے ہے" یشائم نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔"کوئی بات نہیں۔ایک کام کرو تم نیچے جاؤ۔میں حوریہ کو لے کر آتا ہوں" ماہ دیر نے کچھ سوچتے اسے کہا تو وہ اسے

دیکھنے لگی۔ "پر آپ نے تو کوئی بات کرنی تھی نا" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ہاں لیکن ابھی یہ صحیح وقت نہیں وہ بات کرنے کا" ماہ دیر نے مدھم مسکراہٹ اسے پاس کی اور بیڈ سے کھڑے ہوتے حوریہ کے پلے روم میں چلا گیا۔ جبکہ میشائم دو منٹ تک بیڈ پر بیٹھی اس دروازے کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ ابھی گیا تھا۔ اسے یکدم ہی افسوس نے آن گھیرا۔ کم از کم اسے اپنے محافظ کے بارے میں ایسا نہیں سوچنا چاہیئے تھا پر ماضی کی تلخیاں حال اور مستقبل پر گہرا اثر چھوڑتی ہیں جس سے نکلنا بعض اوقات انسان کے لیے ناممکنات میں سے ایک ہوتا ہے۔

"بابا آپ کب تک آئیں گے ولیمے پر۔ آپکو پتا ہے نا مریم ویٹ کرے گی آپکا" مہرماہ نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔ "ہاں بچے مجھے پتا ہے لیکن مجھے ایک بہت ضروری کام ہے۔ میرے بوس کی فائل میرے پاس ہے اور

وہ انھیں ارجنٹ چاہیئے ہے۔میں بس وہ دے کر سیدھا فارم ہاؤس ہی آؤں گا" خلیل صاحب نے اسے سینے سے لگاتے کہا جو اس وقت سکائے بلیو اور لائٹ گرے امتزاج کی میکسی پہنے بہت پیاری لگ رہی تھی۔اس نے آج بھی لائٹ سا میک اپ اور جھمکے چوڑیاں بطور جیولری پہنی تھیں۔"ٹھیک ہے بابا لیکن مجھے چھوڑنے کون جائے گا" مہرماہ نے انھیں دیکھتے پوچھا۔"بچے ضرار آرہا ہے آپکو لینے۔وہ یونیورسٹی گیا تھا تو اس نے کال کی تھی مجھے کہ اگر ہم لوگ تیار ہیں تو اسکے ساتھ ہی چلے جائیں لیکن میں نے اسے بتا دیا ہے کہ میں ابھی ایک کام سے جارہا ہوں تو تمھیں ساتھ لے جائے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"ویسے خلیل جوان بیٹی کو یوں غیر مردوں کے ساتھ نہیں بھیجنا چاہیئے۔ورنہ کل کو لڑکیاں حدودیں پھلانگ کر بدنامی کا باعث بنتی ہیں" پروین بیگم نے انھیں دیکھتے کہا۔"جی کاش یہ بات آپ نے ثانیہ کی باری بھی سوچی ہوتی تو آج یہ دن نا دیکھنا پڑتا اور رہ گئی بات میری مہرو کی تو میری

مہرو اپنے بابا کی عزت کو کبھی نہیں روندھے گی اور ضرار کوئی غیر نہیں ہے ہمارا اپنا ہے" خلیل صاحب نے غصے سے کہا۔ "اپنا؟ کیا مطلب" پروین بیگم نے انھیں دیکھتے پوچھا تو خلیل صاحب کچھ لمحوں کو خاموش ہوئے لیکن پھر بولے۔ "ہاں اپنا ہے آخر کو میری دوسری بیٹی مریم کے شوہر کا بھائی ہے تو اپنا ہی ہوا نا" خلیل صاحب نے کہا تو وہ انھیں دیکھنے لگی۔ "لگتا ہے پروفیسر آگئے" ابھی کوئی کچھ بولتا کہ بیل کی آواز پر مہرماہ بولی۔ "ہاں جاؤ پھر تم ضرار کے ساتھ اور خیال رکھنا اپنا اور ہاں مریم کو کہنا میں تھوڑی دیر تک آجاؤں گا" خلیل صاحب نے اسے سینے سے لگاتے اسکا ماتھا چوما تو وہ ہاں میں سرہلاتے باہر نکلی۔ناجانے کیوں ضرار اسے لینے آیا ہے۔یہ سوچ اسکے دل میں گد گدی کرنے کا باعث بن رہی تھی۔اس نے جاتے فوراً دروازہ کھولا تو سامنے ہی ضرار کھڑا نظر آیا۔ضرار اس وقت گرے کلر کے پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔وہ اس وقت حد درجہ زیادہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔جبکہ دوسری طرف ضرار کی

نظریں مہرماہ کے وجود کا جائزہ لے رہی تھیں۔وہ اس وقت ضرار کے دل کی دھڑکنوں میں طوفان برپا کرچکی تھی۔اوپر سے ان دونوں نے آج بھی ہم رنگ لباس پہنا تھا۔ضرار کو خوشی سے نہال کرگیا تھا۔"پروفیسر" مہرماہ نے اسے پکارا تو وہ ہوش میں آیا۔"ہاں۔۔کیسی ہو" ماہ ضرار نے نرمی سے پوچھا۔"ٹھیک ہوں پروفیسر آپ کیسے ہیں" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا جس سے اسکا ڈمپل پوری آب و تاب سے چمکا۔"میں بھی ٹھیک ہوں۔بہت پیاری لگ رہی ہو" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔"شکریہ پروفیسر" مہرماہ نے مسکراتے جواب دیا تو وہ سینے پر ہاتھ رکھتے سر خم کرگیا جس پر مہرماہ کھلکھلائی۔"چلیں" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا۔"جی چلیں" مہرماہ نے کہا اور اسکے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھی۔ضرار نے اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پر مہرماہ گاڑی میں بیٹھی۔اس کے بیٹھتے ہی ضرار نے دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی منزل کی جانب

بڑھائی۔ ”تو جناب پیر سے آپ یونی واپس سے جوائن کر رہی ہیں“ ضرار نے اسے ایک نظر دیکھتے پوچھا۔ ”جی ہاں جی اور آپکو اپنا پرومس یاد ہے نا“ مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”جی میڈم مجھے یاد ہے۔ اور میں شیری سے بات کر چکا ہوں۔ وہ مکلاوے کیلئے ساتھ ہی آئے گا“ ضرار نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ ”شکریہ پروفیسر۔ آپ بہت اچھے ہیں“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”شکریہ ماہ“ اس نے نرمی سے کہا تو وہ مسکراتے باہر دیکھنے لگی۔ ”ویسے ماہ ایک بات بتاؤ“ ضرار نے تھوڑی دیر بعد اسے پکارا۔ ”کیا“ مہرماہ نے مڑتے اسے دیکھا۔ ”تم پہلے مجھ سے ڈرتی کیوں تھی“ ضرار نے پوچھا تو مہرماہ اسے دیکھنے لگی۔ بھلا یہ کونسا ٹائم تھا یہ سوال کرنے کا۔ ”ڈرتی تھی نہیں ہوں۔ بس اب گھبراتی نہیں ہوں کیونکہ پہلے آپ اتنے غصے سے بات کرتے تھے پر اب پیار سے کرتے ہیں“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”ماہ میں نے ویسے تم سے کبھی غصے سے بات نہیں کی“ ضرار نے اسکی تصیح کی۔ ”یہ تو ہے۔ آپ

آگے بھی کبھی مجھ سے غصے سے بات نہی کریں گے نا" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"ہاں میں کبھی تم سے غصے میں نہیں بول سکتا کیونکہ تم اس روئے زمین کی واحد ہستی ہو جس سے میں چاہ کر بھی سختی سے بات نہیں کر سکتا" ضرار نے کہا تو مہرماہ کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔اسے بے ساختہ اپنے رخسار تپتے محسوس ہوئے تھے جس پر اس نے فوراً اپنا رخ باہر کی طرف کیا۔جبکہ اسکی حرکت پر ضرار گہرا مسکرایا۔

"اسد بھائی۔شیری بھائی اور مریم کہاں رہ گئے ہیں" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو اس وقت لائٹ ییلو کلر کی میکسی پہنے بے حد حسین لگ رہی تھی۔اس نے آج نیچرل سا میک اپ کیا تھا جبکہ جیولری میں چھوٹا سا گولڈ کا سیٹ پہنا تھا۔جبکہ اسکے برعکس اسد اس وقت براؤن کلر کے پینٹ کوٹ میں ملبوس انتہائی خوبرو لگ رہا تھا۔"ابھی آجائیں گے شیری بھائی کا میسج آیا تھا۔وہ گڑیا کا

حجاب نہیں سیٹ ہوا تھا بس وہ ہوجائے پھر آرہے ہیں" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ویسے اسد بھائی اب شیری بھائی کی شادی تو ہوگئی ہے اب ضرار بھائی اور مہرماہ کی باری ہے" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں اور پھر ہماری" اسد نے کہا تو عائشہ نے آئی برو سکیڑتے اسے دیکھا۔ "مطلب" عائشہ نے پوچھا تو وہ گڑبڑایا۔ "مطلب یہ کہ میری اور تمھاری باری آئے گی۔ ہم ہی دونوں رہ گئے ہیں نا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "وہ دیکھیں ضرار بھائی اور مہرو آگئے ہیں" عائشہ نے مین ڈور سے ان دونوں کو اندر داخل ہوتے دیکھ کہا۔ "اسلام علیکم کیسے ہیں آپ دونوں" مہرماہ نے ان دونوں کے پاس آتے پوچھا۔ "وعلیکم اسلام ہم ٹھیک ہیں گڑیا۔ انکل کیوں نہیں آئے" اسد نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔ "بابا کو کوئی کام تھا اسد بھائی وہ تھوڑی دیر میں آجائیں گے" مہرماہ نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا۔ "مہر کیسی ہو بچے" ابھی وہ لوگ کوئی اور بات کرتے کہ فردوس بیگم کی

آواز پر ان سب نے پیچھے مڑتے دیکھا۔ ”میں ٹھیک ہوں آنٹی آپ کیسی ہیں“ مہرماہ نے ان پوچھا۔ ”میں بھی ٹھیک ہوں بیٹا“ انھوں نے اسے گلے لگاتے اسکا ماتھا چوما تو وہ مسکرائی۔ ”کس کے ساتھ آئی ہو بچے“ فردوس بیگم اسکی آخری بات سن چکی تھیں تبھی پوچھا۔ ”وہ۔۔وہ آنٹی میں پروفیسر کے ساتھ آئی ہوں“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”یہ تو بہت اچھی بات ہے“ فردوس بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جبکہ باقی سب نے مسکراہٹ دبائی۔ ”آنٹی مریم کہاں ہے“ مہرماہ نے ان سے پوچھا۔ ”وہ بچے بس آرہے ہیں وہاں آجاؤ۔تم تینوں بھی آجاؤ سٹیج پر چلیں“ فردوس بیگم نے کہا تو وہ چاروں ہاں میں سرہلاتے انکے پیچھے سٹیج کی طرف بڑھ گئے۔ ”مہر بچے“ وہاں جاتے وہ باقی سب سے ملے اور ایک طرف کھڑے ہوئے جب دراب صاحب نے مہرماہ کو پکارا۔ ”جی انکل“ اس نے انکی پکار پر انھیں دیکھا۔ ”کیسی ہو آپ بیٹا“ انھوں نے اسے ایک طرف سے اپنے ساتھ لگاتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے

پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں انکل آپ کیسے ہیں" مہرماہ نے مسکراتے پوچھا۔ وہ جب سے دراب صاحب سے ملی تھی وہ اسے اپنی بیٹی کی طرح ٹریٹ کرتے تھے جبکہ دراب صاحب کو مہرماہ سے کسی جانِ عزیز کی خوشبو آتی تھی۔ کیوں؟ وہ نہیں جانتے تھے پر مہرماہ انھیں اپنی لگتی تھی۔ "بھائی اور مریم آگئے" عائشہ کی آواز پر سب نے بیک وقت داخلی دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے مریم اور شہریار دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اسی طرف آرہے تھے۔ مریم اس وقت بے بی پنک کلر کی لانگ فراک پہنے ہوئے تھی۔ اس نے آج بھی حجاب کرتے نقاب کیا تھا۔ جبکہ شہریار اس وقت بلیک تھری پیس میں ملبوس کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا جو اپنی شہزادی کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ وہ دونوں ساتھ میں اس وقت نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہے تھے۔ "ماشاءاللہ کتنے پیارے لگ رہے ہو تم دونوں" وہ سٹیج پر پہنچے تو شاہجہاں بیگم نے ان دونوں کے سر سے پیسے وارتے انکا ماتھا چوما۔ "واقعی

اماں سائیں یہ دونوں بہت پیارے لگ رہے ہیں ساتھ" فہمیدہ خان نے بھی ان کو دیکھتے کہا جس پر سب نے ہاں میں سرہلایا۔ "چلو بچوں بیٹھ جاؤ" عالمگیر خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا اور صوفے پر بیٹھے۔ شہریار نے آج بھی مریم کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ مریم کا ہاتھ اپنی مضبوط مگر نرم گرفت میں لیے ہوئے تھا۔ مریم نے دو تین بار اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تھی پر شہریار کسی صورت اسکا ہاتھ چھوڑنے کو تیار نا تھا تبھی اس نے کوشش ترک کردی۔ "کیسی ہو مریم" مہرماہ مریم کے دوسری طرف بیٹھتے اسکے گلے لگی۔ "میں ٹھیک ہوں مہر۔ تم کیسی ہو اور انکل کیوں نہیں آئے" مریم نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں اور بابا بس ابھی آتے ہیں تھوڑی دیر تک۔ شیری بھائی آپ کیسے ہیں" مہرماہ نے اسے جواب دیتے شہریار سے پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں گڑیا" اس نے نرمی سے مہرماہ کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکرائی اور وہاں سے اٹھتے ضرار کے ساتھ کھڑی ہوئی۔ کیونکہ اب سب مہمان باری باری

ان دونوں سے ملنے آرہے تھے۔ اس دوران سب بڑے انکے پاس ہی تھے جبکہ وہ چاروں ایک طرف کھڑے سب کے جانے کا ویٹ کررہے تھے اور انکا انتظار اگلے بیس منٹ بعد ختم ہوگیا تھا۔ "ویسے بھائی آج آپکا ولیمہ ہے تو آج ایک گانا بنتا ہے نا" سب مہمانوں کو اب اپنی جگہ پر بیٹھے دیکھ اسد نے اس سے کہا تو شہریار نے نفی میں سرہلایا۔ "بھائی پلیز اسد بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں گائیں نا" عائشہ نے بھی فوراً کہا۔ "شہریار بھائی آپکو گانا گانا آتا ہے" مہرماہ نے حیرت سے پوچھا۔ "ہاں ماہ اور یہ بہت اچھا گانا گاتا ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "جی گڑیا مجھے گانا آتا ہے" شہریار نے اسکی نظروں کا مطلب سمجھتے کہا۔ "بھائی ایک گانا گالیں پلیز نا" اسد نے مہرماہ کو جواب دینے کا موقع دیے بغیر کہا۔ "نہیں چھوٹے" شہریار نے فوراً منع کیا تو اسد کا منہ بنا لیکن اگلے ہی پل اسکی آنکھیں چمکیں۔ "گڑیا آپ بھائی سے کہو نا کہ گانا گائیں" اسد نے مریم سے کہا جو خاموش بیٹھی تھی۔ اسد جانتا تھا شہریار مریم کی بات نہیں ٹالے

گا۔ صبح سے شہریار نے ایک پل کو بھی مریم کو اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ کسی سائے کی طرح اسکے ساتھ ساتھ تھا۔ مریم کے کھانے پینے سے لے کر اسکی ہر چھوٹی موٹی چیز کا خیال وہ خود رکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ شہریار کے لہجے میں جو سنجیدگی عموماً موجود ہوتی تھی وہ آج کہیں کھو سی گئی تھی۔ وہ مریم سے اس قدر نرمی سے بات کر رہا تھا کہ گویا وہ کوئی کانچ کی گڑیا ہو جو زرا سے سختی سے ٹوٹ جائے گی۔ جبکہ باقی سب تو شہریار کا رویہ دیکھتے حیران در حیران ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی ہو رہے تھے۔ شہریار کا مریم کے ساتھ اتنا اچھا رویہ دیکھتے سب ہی پر سکون تھے۔ "گڑیا کھونا" اسد نے دوبارہ کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "سائیں" مریم نے مدھم آواز میں اسے پکارا۔ "جی سائیں کی پٹھانی" اس نے فوراً جواب دیا۔ "آپ گانا گالیں" مریم کا تین لفظوں کا جملہ شہریار ملک کیلئے گویا حکم تھا تبھی ہاں میں سر ہلایا۔ "حو حکم پٹھانی۔ اسد مین گانا گاؤں گا لیکن صرف تھوڑا سا" شہریار نے مریم کو دیکھتے ہی اسد کو جواب دیا جس پر

سب مسکرائے۔جبکہ اس کے یوں کہنے پر مریم نگاہیں جھکا گئی۔ ”ایکس کیوز می۔کین آئی ہیو یور اٹینشن پلیز۔ہمارے دلہے راجہ اپنی بیوی کے لیے گانا گانے لگیں ہیں تو سب خاموش ہو جائیں“ اسد نے کہتے مائک شہریار کو پکڑایا جس نے مریم کے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کرتے اسے ایک نظر دیکھا اور اگلے ہی لمحے شہریار ملک کی سحر انگیز آواز ہر طرف گونجی تھی۔

جب سے جُڑا تجھ سے جیا۔۔

چین و قرار دل کو ملا۔۔

شہریار نے دو لائنز گاتے مریم کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ مسکرایا اور اپنا گانا جاری رکھا۔

جب سے جُڑا تجھ سے جیا۔۔

چین و قرار دل کو ملا۔۔

جب بھی رہوں سنگ تیرے۔۔

بھولوں ہر غم شکوہ گلا۔۔

تیرے عشق کا ہی نشہ ہے۔۔

میری روح تک میں بسا ہے۔۔

تو نے آنکھوں سے چھو لیا۔۔

سکوں ملا۔۔

سکوں ملا۔۔

شہریار کی نظریں مسلسل مریم پر تھیں۔وہ ہر چیز کا ہوش بھلائے دیوانہ ہوا اسے دیکھ رہا تھا جبکہ مریم تو جیسے اسکی آواز کے سحر میں کھو چکی تھی۔

ملا ہوں اب جو تم سے۔۔

ہے دل کو میرے قسم سے۔۔

سکوں ملا۔۔

سکوں ملا۔۔

شہریار نے گانا ختم کرتے مائک واپس اسد کو پکڑایا اور مریم کو نرم مسکراہٹ پاس کی جس پر وہ نگاہیں جھکا گئیں۔ اسکی حرکت پر شہریار کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ جبکہ باقی سب نے تالیاں بجاتے اسے داد پیش کی جس پر اس نے کوئی خاص ری ایکٹ نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ جس کے منہ سے تعریف سننا چاہتا تھا وہ ابھی تک خاموش تھی۔ "کیسا لگا" شہریار نے اسے ہنوز خاموش دیکھتے پوچھا۔ "بہت اچھا۔ سائیں آپکی آواز میں جادو ہے۔ بہت اچھا گاتے ہیں آپ" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "شکریہ میری پٹھانی" اس نے نرمی سے کہتے سب کی نظروں سے بچتے مریم کے ہاتھ کی پشت پر نرمی سے لب رکھے جس پر مریم کا دل اچھل کر باہر آنے کو بے تاب تھا۔ بے ساختہ اسکا چہرہ سرخ ہوا جسے نقاب ہونے کی وجہ سے کوئی دیکھ نا سکا۔ سب کے سامنے اسکی اتنی بے باکی پر مریم کی آنکھیں پھیلیں تھی جسے دیکھ شہریار ہنسا اور اسکے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کر گیا۔ کتنا سکون دیتی تھی اس کی موجودگی۔ مریم خان شہریار ملک

کیلئے سراپا سکون بن کر آئی تھی شہریار نے دل میں خود سے کہا اور اسے دیکھنے لگا۔

"مریم تمھیں یا بھائی کو کچھ چاہیئے ہو تو مجھے بتا دینا ٹھیک ہے" مہرماہ نے مریم کو دیکھتے کہا جو بیڈ پر بیٹھی اپنا حجاب کھول رہی تھی۔ "جانتی ہوں میری جان تمھیں ہی کہوں گی" مریم نے مسکراتے کہا تو وہ بھی مسکرائی۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی شہریار کے ساتھ خلیل صاحب کے گھر مکلاوے کیلئے آئی تھی۔ "چلو میں جارہی ہوں۔ شہریار بھائی کو بھی ریسٹ کرنی ہوگی یقیناً" مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی جس پر مہرماہ اسکے گلے لگتے باہر نکل گئی۔ "آجاؤں" مہرماہ کو گئے ابھی دو منٹ گزرے تھے جب دروازہ نوک کرتے شہریار نے دروازہ کھولتے پوچھا۔ "سائیں آپ کیوں۔۔نوک کررہے ہیں" مریم نے اسے دیکھتے کہا۔ "بس ایسے ہی نوک کیا تھا پٹھانی" اس نے کہا تو وہ مسکرائی۔ شہریار اسکو

مسکراتے دیکھ مسکرایا اور اسکے پاس آتے بیڈ پر بیٹھا۔ "تھک گئی ہو" شہریار نے اسے کہا جس کے چہرے پر تھکاوٹ کے تاثرات نمایاں تھے۔ "ہاں جی" مریم نے کہا تو اس نے اسکا ہاتھ تھاما۔ "جاؤ چینج کرلو جلدی سے پھر سوجانا" شہریار نے اسکے ہاتھ کی پشت پر انگلی سے دائرے بناتے کہا۔ "جی اچھا" مریم نے مدھم آواز میں کہا اور اس سے ہاتھ چھڑاتے بیڈ سے کھڑی ہوتے واش روم میں بند ہوئی۔ اسکے جاتے ہی شہریار بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے بیڈ پر بیٹھے اسکا انتظار کرنے لگا۔ "ہوگئی فریش" لگ بھگ بیس منٹ بعد مریم سکائے بلیو کلر کی سمپل شلوار قمیض پہنے کندھوں پر اچھے سے ڈوپٹہ پھیلائے باہر آئی۔ اسے دیکھتے ہی شہریار کھڑا ہوا اور اس کے پاس آیا۔ "جی۔ آپ بھی فریش ہو جائیں" مریم نے نظریں جھکاتے کہا تو وہ مسکرایا اور ہاں میں سرہلاتے واش روم میں بند ہوا۔ اسکے جاتے مریم کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جبکہ دھڑکنیں بڑھی تھیں۔ اس نے بامشکل اپنی

دھڑکنوں کو سنبھالا اور آئینے کے سامنے جاتے کھڑی ہوئی۔ اس نے ڈریسنگ سے ہئیر برش پکڑا اور اپنے بال سلجھانے لگی۔ اسکے بال کمر کے خم سے نیچے تھے تبھی اسے سلجھانے میں وقت لگتا تھا۔ "مریم سلجھے نہیں بال" ابھی وہ بال سلجھانے میں مصروف تھی جب شہریار واش روم کا دروازہ کھولتے باہر آیا اور عین اسکے پیچھے آتے کھڑا ہوا۔ "نہیں سائیں بس دو منٹ" مریم نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اسکے پیچھے کھڑے ہی اسے دیکھنے لگا جو نرمی سے اپنے سنہرے بالوں کو سلجھا رہی تھی۔ "ہوگئے" تھوڑی دیر بعد مریم نے برش ڈریسنگ پر رکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور ایک قدم اسکے قریب ہوا۔ اس کے یوں قریب ہونے پر مریم کے ہاتھ کانپے تھے۔ "پٹھانی" شہریار نے اسے دیکھتے گھمبیر آواز میں پکارا۔ "ج۔۔جی۔۔سائیں" اس نے بامشکل جواب دیا۔ "کیا میں تمھیں۔۔کیا میں تمھیں سینے سے لگا سکتا ہوں" شہریار نے پوچھا تو مریم کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ اسے سمجھ نا آئی کیسے جواب دے۔ وہ اسکا شوہر تھا اسے

منع تھوڑی کر سکتی تھی۔ ”میری پٹھانی بولو نا“ شہریار نے اسکی طرف ہلکا سا جھکتے اسکے بالوں کی خوشبو کو سینے میں بسایا۔ ”ج۔۔جی“ مریم نے کانپتے لہجے میں کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کر گیا۔اس نے نرمی سے ایک ہاتھ مریم کی کمر پر رکھتے اسے اپنے قریب کرتے سینے کا حصہ بنایا اور دوسرے سے اس کے بال سہلانے لگا جبکہ مریم کے دونوں ہاتھ اسکے سینے پر تھے۔اس نے اپنا سر عین اسکے دل کے مقام پر رکھا تھا جس سے وہ اپنے سائیں کی دھڑکنوں کو بخوبی سن پا رہی تھی۔مریم کو یوں اپنے سینے سے لگے دیکھ شہریار نے آنکھیں موندتے اپنی ٹھوڑی مریم کے سر پر ٹکائی اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔مریم کو سینے سے لگاتے وہ عجیب مگر خوبصورت احساس سے دو چار ہوا تھا۔اس نے اتنا خوبصورت احساس آج تک ثانیہ کی قربت میں محسوس نہیں کیا تھا۔مریم کو سینے سے لگاتے اسے ایک سکون سا مل رہا تھا جسے وہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔جبکہ دوسری طرف مریم کا حال

بھی جدانا تھا۔شہریار کے محفوظ حصار میں قید ہوتے اسے یوں لگ رہا تھا گویا کڑی دھوپ میں اسے سایہ دار درخت مل گیا ہو۔اسے ایک سکون مل رہا تھا۔اپنے گرد بندھا شہریار کا حصار ایک یقین لگ رہا تھا۔جیسے وہ اسے یقین دلا رہا تھا کہ وہ اب اکیلی نہیں ہے۔اب دنیا کی بھیڑ میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جو صرف مریم خان یوسفزئی کا ہے۔جس پر وہ بلا جھجک حق جما سکتی ہے۔جس کے حصار میں قید ہوتے وہ اپنا ہر درد بہا سکتی ہے۔جو اسکا سائبان تھا۔اسکا شوہر تھا۔اسکا محافظ تھا۔جسکے حصار میں اسے زمانے کی سرد گرم ہوا چھو تک نہی سکتی تھی۔"مریم" کچھ دیر یونہی خاموشی کی نظر ہوئے تھے اور اس خاموشی کو اب شہریار نے توڑا تھا۔"جی" مریم نے اسکے سینے سے سر اٹھائے بغیر ہی مدھم آواز میں جواب دیا۔"تمھارے بال بہت پیارے ہیں" شہریار نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا تو وہ مسکرائی لیکن بولی کچھ بھی نا۔وہ ابھی بس اسے سننا چاہتی تھی۔"جانتی ہو مریم مجھے تمھارے بال بہت

اچھے لگے ہیں" اسے خاموش دیکھ شہریار نے نرمی سے اسکے سنہرے بالوں کو پوروں سے چھوتے کہا جس پر مریم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "پتا ہے مجھے لگتا تھا کہ لڑکیاں چھوٹے بالوں میں اچھی لگتی ہیں پر تمھارے بالوں کو دیکھتے میری سوچ بدل چکی ہے۔ لڑکیاں صرف لمبے بالوں میں اچھی لگتی ہیں جانتی ہو کیوں" شہریار نے نرمی سے اس کے بالوں سے کھیلتے کہا۔ "کیوں" مریم نے اب کی بار چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا اور مدھم آواز میں پوچھا۔ "کیونکہ لمبے بال حیا دار لڑکیوں کی علامت ہوتے ہیں۔ جو لڑکیاں حیا دار ہوتی ہیں وہ کبھی بھی فیشن کے چکر میں اپنے بالوں کو کندھے یا کانوں کے برابر نہیں کرواتی۔ بلکہ وہ اپنے بالوں کو بڑھنے دیتی ہیں۔ عورت کی خوبصورتی کو اسکے لمبے بال چار چاند لگاتے ہیں۔ یہ میں نے تم سے مل کر جانا ہے" شہریار نے کہا تو وہ آنکھیں جھکا گئی۔ اسکی حرکت پر وہ مسکرایا اور جھکتے بے حد محبت و عقیدت سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے اپنا عقیدت سے بھرپور لمس چھوڑا جسے محسوس کرتے

مریم کی پلکوں نے خود بخود رخساروں پر سجدہ کیا تھا۔شہریار نے چند لمحے بعد اسکے ماتھے سے ہونٹ ہٹائے اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا جس کے رخسار گلابی ہورہے تھے جبکہ پلکیں شرم سے لرز رہی تھیں۔شہریار اس کی معصومیت پر مسکرایا اور اسے دوبارہ اپنے سینے سے لگا گیا۔ ”سائیں“ قریباً پانچ منٹ بعد مریم کی دھڑکنیں کچھ نارمل ہوئیں تو اس نے شہریار کو پکارا۔ ”جی سائیں کی پٹھانی“ اس نے آنکھوں میں نرم گرم تاثر بسائے اسے دیکھا۔ ”سائیں۔۔وہ مجھے۔۔نیند۔۔آرہی ہے“ مریم نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تو اس میں یوں ڈرنے والی کونسی بات ہے میرا بچہ۔چلو آؤ سوتے ہیں۔میں جانتا ہوں آج میری پٹھانی کافی تھک گئی ہے“ شہریار نے اسکا ہاتھ تھاما اور اسے بٹھاتے خود اپنی سائیڈ پر آتے بیٹھا۔جبکہ اسکی بات پر مریم مسکرانے کے سوا کچھ نا کر سکی۔ ”چلو اب لیٹو پھر سوتے ہیں“ شہریار نے نرمی سے اس کے بال سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اپنی سائیڈ پر لیٹ گئی جبکہ شہریار

نے اپنی سائیڈ پر لیٹتے اسے دیکھا جسکا رخ دوسری طرف تھا۔ اسکا دل چاہ رہا تھا وہ اسے اپنے حصار میں قید کر کے سوئے پر نا جانے مریم کو اچھا لگتا یا نہیں۔ وہ چند لمحے اسکی پشت کو دیکھتے سوچتا رہا پھر اسکے قریب کھسکتے نرمی سے اسکی کمر کے گرد اپنا بازو حمائل کیا اور اسے اپنے قریب کر گیا۔ اسکی حرکت پر مریم کی سانس سینے میں اٹکی تھی۔ "سا۔۔ئیں" اس نے گھبراتے اسے پکارا اور اپنی کمر سے اسکی بازو ہٹانے کی مزاحمت کی پر وہ اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ "سائیں کی پٹھانی پلیز ایسے ہی میرے حصار میں رہو" شہریار نے نرمی سے کہا تو مریم نے اپنی مزاحمت ترک کی۔ جس پر شہریار مسکرایا اور اسکا رخ اپنی طرف کرتے اسکے سر کے نیچے سے بازو گزارتے نرمی سے اسکا سر اپنے سینے پر رکھ گیا۔ مریم کی حالت تو اسکی زرا سی قربت پر خراب ہو رہی تھی پر اسکے حصار میں ملنے والا سکون ہر چیز پر غالب آرہا تھا۔ "گڈ نائٹ پٹھانی" شہریار نے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے اور اسے اپنے قریب کرتے اسکے بالوں میں

انگلیاں چلانے لگا جس پر مریم کی آنکھیں بھاری ہونے لگی تھیں۔شہریار اسے نیند میں جاتے دیکھ مسکرایا اور خود بھی آنکھیں موند گیا۔اسکی شریکِ حیات اسکا سکون بنتی جارہی تھی۔

"افف کیا مجھے یہ بات کرنی چاہیئے۔کیا وہ مانے گی" ماہ دیر نے مین گیٹ سے اندر داخل ہوتے خود سے کہا۔وہ ابھی فجر کی نماز پڑھ کر گھر واپس آیا تھا اور بس میشائم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اسے میشائم سے ایک اہم بات کرنی تھی پر اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ بات کرنی چاہیے یا نہیں۔وہ پچھلے دو دن سے اسی کشمکش کا شکار تھا۔وہ کل بھی میشائم کے ڈرنے کی وجہ سے بات کرتے کرتے رہ گیا۔"آہہ" ابھی وہ اسی سوچ میں سیڑھیوں کی طرف بڑھا ہی تھا کہ سامنے سے آتی میشائم سے ٹکرایا۔وہ پانی پینے نیچے آرہی تھی پر سامنے یوں ماہ دیر سے ٹکرا جائے گی اسے اندازہ نا تھا۔یوں اچانک ٹکرانے پر میشائم کا

بیلنس بگڑا تھا جس سے وہ پیچھے کو گرنے والی تھی لیکن اس سے پہلے وہ گرتی ماہ دیر اسکی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے اسے گرنے سے بچا گیا۔اس نے ایک جھٹکے میں میشائم کو سیدھا کیا جس سے وہ ایک پل میں اسکے سینے کا حصہ بنی۔اس اچانک نزدیکی پر ان دونوں کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔میشائم کا چہرہ پل میں سرخ ہوا تھا جبکہ ماہ دیر تو اس لمحے کے سحر میں جکڑا گیا تھا۔ماہ دیر نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا جسکے سنہرے بال اسکے سرخ چہرے پر آگئے تھے جبکہ وہ ادھ کھلے ہونٹوں سے سانس لے رہی تھی۔یوں اس طرح اسکے سینے سے لگی وہ ماہ دیر سکندر کو ایک پل میں دیوانہ کر گئی تھی۔"تم ٹھیک ہو" ماہ دیر نے بامشکل اپنے آپ کو کمپوز کرتے اسکے چہرے سے بال ہٹاتے پوچھا۔اسکی حرکت پر میشائم کی سانس اٹکی تھی۔اس نے اپنے ہاتھ اسکے سینے پر رکھتے فاصلہ بنایا جسے دیکھ ماہ دیر نے بھی اسکی کمر سے ہاتھ ہٹایا اور دو قدم پیچھے ہوا۔"تم ٹھیک ہو کہیں لگی تو نہیں" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا جو اپنا ڈوپٹہ ٹھیک کرتے

اب اپنے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا کر رہی تھی۔ "جی ٹھیک۔۔ہوں۔۔سوری" یشائم نے کہا اور اسکے قریب سے گزرنا چاہا پر ماہ دیر اسکا ہاتھ تھامتے اسے روک چکا تھا۔ اسکے یوں ہاتھ تھامنے پر یشائم نے اسے دیکھا۔ "بات کرنی تھی تم سے۔دو منٹ دے سکتی ہو" ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "حوریہ سو رہی ہے" ماہ دیر نے اسکا ہاتھ چھوڑتے پوچھا۔ "جی سو رہی ہے" یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آؤ وہاں بیٹھ کر بات کرتے ہیں" ماہ دیر نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے کہا تو اس نے سر خم کیا اور اسکے ساتھ چلتے صوفے پر آتے بیٹھی۔ماہ دیر بھی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ اسکا چہرہ جھکا ہوا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی بات کا آغاز کیسے کرے جبکہ یشائم اسے دیکھ رہی تھی جو مسلسل اپنا گھٹنہ ہلا رہا تھا۔ "کیا کہنا ہے آپکو" یشائم نے اسے خاموش دیکھتے بلآخر خود ہی پوچھا۔ "وہ۔۔بات دراصل یہ۔۔ہے کہ" ماہ دیر نے مدھم آواز میں کہا لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کیسے

بولے۔ ”ماہ دیر کیا سب ٹھیک ہے“ میشائم نے دوبارہ پوچھا۔ ”ہاں سب ٹھیک ہے“ اس نے بامشکل مسکراتے کہا۔ ”تو پھر کہیں آپ کو کیا بات کرنی ہے“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے گہری سانس بھری اور اسے دیکھنے لگا۔ ”میشائم دیکھو جو بات میں تم سے کرنے والا ہوں۔وہ شاید تمھیں تھوڑی عجیب لگے۔پر پلیز پہلے میری پوری بات سننا پھر کوئی ری ایکشن دینا اور پلیز مجھے غلط مت سمجھنا۔میں نے کافی سوچنے کے بعد تم سے پوچھنے کا فیصلہ کیا تو تحمل سے میری بات کو سننا اور اس پر سوچنا“ ماہ دیر نے کہا تو میشائم کے ماتھے پر فکر مندی کے بل پڑے۔آخر وہ ایسا کیا کہنے والا تھا جس کیلئے اسے اتنی لمبی تمہید باندھنی پڑ رہی تھی۔ ”کیا بات ہے کہیں“ اس نے اسے دیکھتے کہا۔ ”میشائم کیا۔۔کیا تم“ ماہ دیر کا دل اس وقت سینے کی دیواروں سے سر ٹکرا رہا تھا۔اسے میشائم کا ری ایکشن سوچتے ڈر لگ رہا تھا تبھی الفاظ منہ سے نکلنے سے انکاری ہو رہے تھے۔ ”ماہ دیر پلیز بولیں“ میشائم نے اسے دیکھا جسکی پیشانی

پر اتنی سردی میں بھی پسینے کی بوندیں نمایاں تھیں۔ ”یشائم کیا تم مجھ سے شادی کرو گی“ ماہ دیر نے جلدی سے ایک ہی سانس میں کہا۔جبکہ اسکی بات سنتے سامنے بیٹھی یشائم ساکت ہوئی۔ماہ دیر کی نظریں اسکے چہرے پر ہی تھیں جو یک ٹک زمین کی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ اسکا جواب سننے کو بے تاب تھا پر وہ کچھ بول ہی نہیں رہی تھی۔ ”یشائم پلیز کچھ بولو“ ماہ دیر نے اسکو خاموش دیکھتے پوچھا تو یشائم نے آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔اس کے یوں نظریں اٹھانے پر دونوں کی نگاہیں ملی تھیں۔اور اسکی آنکھوں میں سردپن دیکھ ماہ دیر کا دل خوف سے دھڑکا۔یشائم اس نے کچھ کہنا چاہا پر وہ ہاتھ اٹھاتے اسے روک چکی تھی۔ ”آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے“ یشائم نے اسے دیکھتے سپاٹ انداز میں پوچھا۔ ”یشائم پلیز ایک بار میری پوری بات سن لو“ ماہ دیر نے منت کرتے کہا۔ ”نہیں سنی سمجھے آپ۔آپ نے ہم پر احسان کیا اب اس احسان کا بدلہ آپ مجھ سے شادی کر کے چکتا کرنا چاہتے ہیں۔آپ کو شرم نہیں

آئی ایسا سوچتے ہوئے بھی" میشائم نے غصے سے کہا۔ "میشائم میں نے کوئی غلط بات نہیں کی اور کسی احسان کا بدلہ پورا کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا۔ میں سچ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو میشائم کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "اوہ اچھا آپکو کیا لگتا ہے میں آپ جیسے مردوں کو جانتی نہی ہوں" میشائم نے سینے پر بازو باندھتے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھ جیسے مردوں سے کیا مطلب ہے تمھارا" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "آپ جیسے مرد مطلب وہ مرد جو پہلے اکیلی عورت کی مدد کرتے ہیں بعد میں اس سے نکاح کرتے اپنی حوس پوری کرتے ہیں" میشائم نے صوفے سے کھڑے ہوتے کہا تو ماہ دیر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "کیا بکواس کررہی ہو تم" میشائم ماہ دیر نے بامشکل خود کو دھاڑنے سے روکا تھا۔ "بکواس نہیں کررہی سچ کہہ رہی ہوں میں" میشائم نے چلاتے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے اپنا غصہ قابو کیا کیونکہ وہ اس پر غصہ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ جانتا تھا اسکے ماضی میں کچھ تو ہوا جس

وجہ سے وہ ایسے کہہ رہی ہے۔ ”یشائم ریلیکس“ ماہ دیر نے کھڑے ہوتے نرمی سے کہا تو وہ نفی میں سرہلا گئی۔آپ ایسے کیسے کہہ سکتے ہیں۔آپ بھی باقیوں کی طرح اتنے گرے ہوئے۔۔ہیں میں نے کبھی۔۔سوچا تک نہیں تھا۔۔آپ بھی ایک۔۔حوس پر“ یشائم کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ ایک جست میں اسکے پاس پہنچتے اسکے کندھے دبوچ چکا تھا۔ ”حوس پرست نہیں ہوں میں یشائم خان۔ محبت کرتا ہوں تم سے ڈیم اٹ" ماہ دیر نے اسکے کندھے کو جھٹکا دیتے کہا جس پر وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ محبت؟ کیا جو اسکے ساتھ ہوا اسکے بعد وہ محبت کے قابل تھی۔اور اگر تھی تو اسکے اپنوں نے کبھی اس سے محبت کیوں نہیں کی تھی۔یشائم نے کرب سے سوچا اور اسے دیکھا جو اپنے چاکلیٹ براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ ”جھوٹ بول رہے ہیں آپ“ یشائم کی آنکھوں سے آنسو نکلتے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ ”کاش جھوٹ ہوتا یہ کاش یہ جھوٹ ہوتا۔کاش میں نے تم

سے محبت نا کی ہوتی لیکن دیکھو میں تم سے محبت کرتا ہوں۔کب کیسے کیوں میں نہیں جانتا پر مجھے تم سے محبت ہو گئی۔میرے اختیار میں نہیں تھا تم سے محبت کرنا اگر ہوتا تو باخدا تم جیسی بے حس اور پتھر دل لڑکی سے کبھی محبت نا کرتا۔حوریہ سے عشق کرتے کرتے میں تم پر بھی دل ہار بیٹھا۔تمھاری معصومیت، تمھارا انڈر انداز، تمھاری حاضر جوابی پر میں دل ہار گیا۔پر جانتی ہو کیا تم سے محبت کرکے ایک بات بہت اچھے سے جان گیا ہوں میں۔انسان کو اپنے سچے جذبات ہمیشہ اس انسان پر انویسٹ کرنے چاہییں۔جو قدر کرنا جانتا ہو ورنہ نہیں کرنے چاہئے کیونکہ اگر کسی بے قدرے پر اپنے جذبات انویسٹ کیے جائیں تو ہمارے جذبات بُری طرح روندھ دیے جاتے ہیں اور بے مول ہوجاتے ہیں جیسے میرے ہوگئے ہیں۔اور تم نے مجھے اتنا گرا ہوا سمجھ لیا کہ مجھے حوس کا پجاری ہی بنا دیا۔اگر حوس پرست ہی ہوتا تو اتنے دن سے میرے ساتھ اکیلی رہ رہی ہو کیا تب میں درندہ نہیں بن سکتا تھا۔مرد کو درندہ بننے میں

ایک پل لگتا ہے میشائم۔ اور میں بھی ایک مرد ہوں اگر مجھے درندہ ہی بننا ہوتا نا تو اس دن ہاسپٹل میں ہی بن جاتا جب تم میرے ساتھ ہاسپٹل کے روم میں اکیلی تھی یا پھر جب تم خود میرے سینے سے لگی تھی" ماہ دیر نے اسے دیکھتے ہارے ہوئے لہجے میں کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا جبکہ میشائم اسکی پشت کو دیکھنے لگی۔ اسکے کندھے اور سر آج پہلی بار اس نے جھکا دیکھا تھا۔ اسکے قدموں میں ایک لڑکھڑاہٹ تھی۔ کیا وہ واقعی اس سے اتنی محبت کرتا تھا۔ "ماہ۔۔دیر" میشائم نے ہمت کرتے اسے پکارا۔ "تم سے اپنی مرضی سے محبت نہیں کی میں نے میشائم۔ میرے دل نے تمھیں چاہا ہے اور دل کے فیصلے ہمیشہ بے اختیاری میں ہی کیے جاتے ہیں۔ ان پر ہمارا زور نہیں چلتا۔ اگر چلتا ہو تو انسان کبھی ایسے شخص سے دل نا لگائے جو اسکے دل کا قتل کردے جیسے تم نے میرے دل کا کیا ہے" ماہ دیر کہتے اسے دیکھے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا جبکہ میشائم زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ ماہ دیر کے لہجے میں موجود

اذیت اسکا دل چیر گئی تھی۔"یہ میں نے کیا کردیا۔۔ماہ دیر کو۔۔میں نے کبھی اتنا۔۔بے بس نہیں دیکھا۔۔کیا وہ واقعی مجھ سے محبت کرتے ہیں۔۔کیا میں نے انکا۔۔دل توڑ۔۔دیا ہے۔۔یا اللہ کیا میں۔۔ظالموں کی صف میں۔۔شامل ہوگئی ہوں۔۔میں نے ایک ایسے۔۔شخص کا دل۔۔توڑ دیا ہے جو۔۔مجھ سے محبت کرتا ہے" یشائم نے سیڑھیوں کو دیکھتے خود سے کہا۔"میں۔۔یہاں نہیں رہوں گی۔۔میں ماہ دیر۔۔پر۔۔اپنی منحوسیت کا سایہ۔۔نہیں پڑنے دوں گی۔۔میں چلی جاؤں گی۔۔صبح ہی" یشائم نے اگلے ہی پل فیصلہ کیا اور اٹھتے اپنے روم کی طرف بھاگی۔وہ اب یہاں نہیں رک سکتی تھی۔

۔۔۔

شہریار کے ساتھ ہی آئی تھی اور صبح سے فردوس بیگم نے ایک لمحے کو بھی اسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔پہلے تو خلیل صاحب نے منع کیا پر پھر مریم کے ضد کرنے پر خلیل صاحب نے مسکراتے اسے اجازت دی تھی۔ضرار اب تک اس کی موجودگی سے انجان تھا تبھی اپنے کمرے میں موجود تھا۔ "شکریہ آنٹی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "اچھا فردوس اب زرا بچی کو چھوڑو۔اور اٹھو ظہر کا وقت گزر رہا ہے نماز پڑھ لو" شاہجہاں بیگم نے کہا تو فردوس بیگم نے ہاں میں سرہلایا۔ "آنٹی مجھے بھی نماز پڑھنی ہے" مہرماہ نے انھیں کہا تو وہ مسکرائیں۔ "اچھا بچے آپ اوپر روم میں جاکر نماز پڑھ لو" فردوس بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔"کون سے روم میں آنٹی" مہرماہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "اوپر لیفٹ سائیڈ پر دوسرے روم میں نماز پڑھ لو" فردوس بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اٹھتے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ "بہت پیاری ہے مہرماہ۔بس اب میں اور صبر نہیں کرسکتی۔میں ضرار سے بات کرتی ہوں

اور جلد از جلد خلیل بھائی سے مہر کا رشتہ مانگتی ہوں۔ اور جہاں تک پڑھائی کی بات ہے تو وہ شادی کے بعد بھی کرلے گی" فردوس بیگم نے مسکراتے کہا تو شاہجہاں بیگم ہنس پڑیں۔ "مہرماہ" دوسری طرف ابھی وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آئی ہی تھی جب سامنے سے آتیں تنزیل بیگم نے اسے پکارا۔ وہ سب لوگ ہی پچھلے ایک ہفتے سے ملک ولا رہ رہے تھے۔ "جی آنٹی" مہرماہ نے انھیں دیکھا۔ "کیسی ہو بیٹا" تنزیل بیگم نے نرمی سے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں آنٹی آپ کیسی ہیں" مہرماہ نے بھی مسکراتے پوچھا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں بچے۔ تم کب آئی تھی" تنزیل بیگم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ انکی آنکھوں میں ایک نرم تاثر تھا جسے مہرماہ نے محسوس کیا تھا۔ "صبح آئی تھی مریم اور شہریار بھائی کے ساتھ" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "اچھا کیا آگئی۔ آجایا کرو کبھی کبھی اچھا لگتا ہے" تنزیل بیگم نے کہا اور اسکے پاس آتے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر مہرماہ مسکرائی۔ "جی اچھا" مہرماہ نے کہا تو انھوں نے مسکراتے اسے سینے

سے لگایا۔ انکے یوں سینے سے لگانے پر مہرماہ یکدم ساکت ہوئی لیکن پھر انکے گرد حصار باندھ گئی۔ "اللہ تمھیں ہر اس انسان سے دور رکھے مہرماہ جو تمھیں دکھ دینے کا سوچے" تنزیل بیگم نے اسکا سر تھپکتے کہا۔ آمین اس نے مسکراتے کہا۔ "چلو میں زرا عائشہ کو دیکھ لوں پھر آتی ہوں میں بچے" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ نیچے چلی گئیں۔ "اللہ کونسی سائیڈ تھی لیفٹ یا رائٹ" انکے جاتے ہی اس نے کمروں کو دیکھتے سوچا۔ "رائٹ سائیڈ پر دوسرا روم کہا تھا آنٹی نے ہاں یہی کہا تھا" مہرماہ نے خود سے کہا اور روم میں داخل ہوئی۔

"یہ کیا حر" ضرار اس وقت اپنے روم میں بیڈ پر بیٹھا اپنے لیپ ٹاپ پر کوئی کام کررہا تھا جب اسکے روم کا دروازہ کھولتے کوئی اندر آیا جس پر ضرار کا دماغ گھوما۔ اس نے چہرہ اٹھاتے آنے والے شخص کو کچھ کہنا چاہا پر اس سامنے

کھڑی ہستی پر نظر پڑتے ضرار کے الفاظ منہ ہی رہ گئے جبکہ آنکھوں میں خوشگواری و حیرانی ابھری۔جبکہ دوسری طرف مہرماہ جو کمرے میں آئی تھی سامنے اسے دیکھتے ساکت ہوئی۔"ماہ" ضرار اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اسکے پاس آیا۔"پروفیسر وہ سوری مجھے نہیں پتا تھا یہ آپکا روم ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"کوئی بات نہیں ماہ۔تم کب آئی" ضرار کی نظریں اسکے چہرے کے نقش نقش کو چوم رہی تھیں۔"وہ میں صبح آئی تھی شہریار بھائی اور مریم کے ساتھ" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا۔"شہریار اور گڑیا کے ساتھ؟" ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"مطلب تم پچھلے تین گھنٹے سے یہاں ہو" ضرار نے پوچھا تو اس نے پھرہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار نے خود کو کوسا۔آخر وہ کیوں صبح سے کمرے میں بند تھا۔اسکی ماہ آئی تھی اور وہ بے خبر تھا۔"مجھے کسی نے بتایا کیوں نہیں" ضرار نے پوچھا تو وہ ہنسی۔"کیوں آپکو میرے ساتھ چھپن چھپائی کھیلنی تھی" مہرماہ نے شرارت سے کہا تو وہ

ہنسا۔ ”نہیں جناب چھپن چھپائی نہیں کھلنا تھا پر ہاں آپ سے کل کا ٹیسٹ سن لیتا“ ضرار نے کہا تو مہرماہ کا منہ بنا۔ ”پروفیسر آپ نے سنا تو تھا کل ولیمے کے بعد“ مہرماہ نے منہ بناتے کہا تو ضرار کا بلند و بانگ قہقہہ کمرے میں بلند ہوا۔ ”جناب وہ تو بس ایویں سنا تھا اب کیا خیال ہے لکھوایا جائے“ ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”جی نہیں میں نماز پڑھنے لگی ہوں اور پھر میں گھر جارہی ہوں“ مہرماہ نے کہا تو وہ اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”اتنی جلدی کیوں“ ضرار نے پوچھا۔ ”جلدی نہیں ہے پروفیسر اب تو کافی ٹائم ہوگیا ہے۔بابا بھی ویٹ کررہے ہونگے“ مہرماہ نے کہا تو ضرار کا دل چاہا اسے روکے پر وہ ابھی حق نہیں رکھتا تھا۔ ”میں انکل سے بات کرلوں گا۔رک جاؤ کچھ دیر مریم گڑیا کو اچھا لگے گا“ ضرار نے کہا تو اس نے سوچا۔ ”لیکن پروفیسر اچھا نہیں لگتا نا“ مہرماہ نے کہا تو اس نے ائی برو سکیڑتے اسے دیکھا۔ ”کیوں اچھا نہیں لگتا جناب“ ضرار نے پوچھا اور دیوار سے ٹیک لگائی۔ ”پروفیسر بس

ایسے ہی اچھا نہیں لگتا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"جناب ایسا نہیں سوچتے۔یہ بھی تمھارا ہی گھر ہے۔تو اب سے ایسا نہیں کہنا میری ماہ" نے ضرار نے کہا تو مہرماہ کا دل دھڑکا۔"میری ماہ" اس نے اسے "میری" کیوں کہا تھا۔"بولو ماہی اب تو ایسا نہیں کہو گی نا" ضرار نے پوچھا۔"جی اچھا نہی کہوں گی" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکے بال ہلکے سے بکھیرے۔"شاباش" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے نظریں جھکائیں۔جس پر اس نے گہری سانس بھری۔اس کی معصوم ادائیں اسے گستاخی کرنے پر مجبور کررہی تھی۔"پروفیسر آپکو پتا ہے ماما اب مجھے کچھ نہیں کہتیں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"یہ تو اچھی بات ہے" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔"اور آپکو پتا ہے بابا کہتے ہیں میں آپی جیسی نہیں ہوں اور میں ان۔کی اچھی والی بیٹی ہوں" مہرماہ نے ایکسایٹڈ ہوتے بتایا تو وہ مسکرایا۔"کوئی شک نہیں تم سب سے اچھی بیٹی ہو" ضرار نے کہا تو وہ

مسکرائی جبکہ اسکی آنکھوں میں ایک چمک تھی جسے دیکھ ضرار نے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اس کی نظر اتاری۔ "وہ تو میں ہوں" مہرماہ نے اپنے بالوں کو ہلکا سا جھٹکا دیتے کہا تو وہ ہنس پڑا اسے ہنستے دیکھ مہرماہ بھی ہنسی۔ ابھی وہ دونوں ہنس رہے تھے جب ضرار کا فون بجا۔ "چلو تم نماز پڑھ لو اب میں ایک کال کر کے نیچے ہی آتا ہوں" ضرار نے بامشکل اس پر سے نظریں ہٹاتے فون کو دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "جی اچھا" مہرماہ نے کہا اور دروازہ کھولا لیکن اس سے پہلے ضرار نے اسکا ہاتھ تھاما۔ اسکے یوں ہاتھ تھامنے پر مہرماہ نے مڑتے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "ماہ ابھی مت جانا پلیز" ضرار نے نرمی سے اسے دیکھتے کہا تو مہرماہ نے اپنا سرخ چہرہ جھکاتے ہلکا سا سر خم کیا تو وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ چھوڑ گیا۔ اسکے چھوڑتے ہی مہرماہ فوراً دروازہ کھولتے باہر نکل گئی۔ اسکے جانے پر ضرار نے بامشکل اپنی دھڑکنوں کو سنبھالا اور سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتے سامنے کیا۔ لیکن نمبر پر نظر پڑتے ہی ضرار کے

چہرے پر چٹانوں سی سختی آئی۔اس نے فوراً کال کاٹی اور کسی کو کال ملا گیا۔"میں نے کچھ کہا تھا وہ کام ہوا کیوں نہیں ہے ابھی تک" ضرار نے کال اٹھاتے ہی کہا۔"سر کر رہا ہوں پر وہ مل نہیں رہی" دوسری طرف موجود شخص نے کہا۔"ڈھونڈو اس عذاب کو۔آج پھر اسکی کال آئی ہے مجھے یاد رہے اگر وہ میرے گھر آئی تو میں اسکے ساتھ ساتھ تمھاری بھی جان لے لوں گا" ضرار نے کہا تو وہ جی سر کہتے کال کاٹ گیا۔جبکہ ضرار نے اپنی کنپٹی کو سہلاتے اپنے سر میں اٹھتے درد کو کم کرنا چاہا۔

"یشائم اور حوریہ روم میں ہیں" اس وقت شام کے سات بج رہے تھے جب ماہ دیر گھر کے اندر داخل ہوا۔ماہ دیر ابھی ہاسپٹل سے واپس آیا تھا۔ صبح یشائم کے انکار کرنے کے بعد وہ کپڑے چینج کرتے باہر چلا گیا تھا۔اس نے آج ناشتہ بھی نہی کیا تھا بلکہ اس نے آج صبح سے کچھ کھایا ہی نہیں تھا۔وہ کچھ

دیر تنہائی چاہتا تھا تبھی وہ پارک چلا گیا تھا۔دو گھنٹے وہاں بیٹھنے کے بعد اس نے وہیں سے ہاسپٹل جانے کا فیصلہ کیا تھا۔وہ آج صبح سے حوریہ سے بھی نہی ملا تھا اور اب اسے حوریہ کی یاد آرہی تھی تبھی وہ گھر آگیا تھا ورنہ اسکا ارادہ مزید لیٹ کرنے کا تھا۔لاؤنج میں اس وقت ایک ملازمہ کام کررہی تھی جبکہ میشائم اور حوریہ کہیں نہیں تھیں۔اسے حیرت ہوئی کیونکہ وہ دونوں روزانہ اس وقت یہیں بیٹھی اسکا انتظار کررہی ہوتی تھیں۔انھیں یہاں نا دیکھتے اس نے ملازمہ سے پوچھا۔"سر وہ میشائم باجی حوریہ کے ساتھ صبح چلی گئیں تھی" ملازمہ نے کہا تو ماہ دیر کی آنکھیں پھیلیں۔"کیا مطلب کہاں چلی گئی تھی" ماہ دیر نے جلدی سے پوچھا۔اسکا دل کسی انہونی کے احساس کے تحت دھڑکا۔"پتا نہیں سر کہاں گئیں ہیں پر وہ آپ کے لیے ایک خط چھوڑ کر گئی ہیں۔وہ آپکے روم میں پڑا ہے" ملازمہ کی بات سنتے ماہ دیر ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اوپر اپنے روم کی طرف بھاگا تھا۔اسکا دل حد درجہ زیادہ شدت سے دھڑک رہا تھا۔وہ دعا

کررہا تھا جیسا وہ سوچ رہا ہے ویسا ہرگز نا ہو۔وہ جلدی سے اپنے روم میں داخل ہوا اور جلدی سے بھاگتے سائیڈ ٹیبل پر رکھا خط اٹھایا۔"ماہ دیر! آپ کو جب تک یہ خط ملے گا میں اور حوریہ جا چکے ہونگے۔میں جانتی ہوں مجھے یوں نہیں جانا چاہیئے تھا پر میں اب مزید آپکے ساتھ نہیں رہ سکتی۔اسکی وجہ صرف آپکا اظہار یا مجھ سے شادی کا پوچھنا نہیں ہے بلکہ اس کی اور بھی بہت سی وجوہات ہیں۔آپ میرے نا محرم ہیں اور ایک غیر محرم کے ساتھ میں کب تک ایک چھت کے نیچے رہ سکتی ہوں۔جانتی ہوں آپ نے اس چیز کا حل نکالتے مجھے اپنے نکاح میں لینے کا فیصلہ کیا تھا پر میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔آئی ایم سوری جانتی ہوں آپ ہرٹ ہوں گے۔پر ماہ دیر میں اب مرد ذات پر دوبارہ یقین نہیں کر سکتی۔میں نے مرد کو باپ، بھائی اور شوہر بلکہ ہر روپ میں انتہائی بے رحم پایا ہے تو آپ جتنے بھی اچھے ہوں۔میں کسی بھی مرد پر اعتبار کرتے اس کو اپنا آپ نہیں سونپ سکتی۔میں جانتی ہوں آپ باقی مردوں کی طرح

نہیں ہیں۔آپ بہت اچھے ہیں پر ماہ دیر میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔ مجھ جیسی ٹوٹی بکھری طلاق یافتہ لڑکی ایک بچی کی ماں آپ کے لائق نہیں ہے۔آپ حد درجہ زیادہ اچھے ہیں پر میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی ماہ دیر۔اب آپ یقیناً سوچ رہے ہونگے کہ میں نے صبح آپ کو اتنے سخت الفاظ کیوں بولے تو وہ بس آپ نے اچانک سے پوچھا تو میرے منہ میں جو آیا میں بولی گئی پر ماہ دیر اسکی بھی وجہ ہے۔میں نے بہت سے مردوں کے منہ سے سنا ہے ایسا جو فقط اپنی حوس پوری کرنے کی غرض سے مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے ایک دم سے پوچھا تو بس وہ سب باتیں میرے ذہن میں گڈمڈ ہوگئیں جس وجہ سے میں اتنا زیادہ غلط بول گئی۔پلیز مجھے معاف کر دیجیے گا اور ایک بات مان لیں میری۔آپکو آپکی اس محبت کا واسطہ جو آپ نے مجھ سے کی ہے اور اس عشق کا واسطہ جو آپ نے حوریہ سے کیا ہے پلیز اب ہم سے دور رہیے گا اور ہمیں بھول جائیں پلیز ماہ دیر۔میں آپکے سب احسانوں پر آپکی شکر گزار ہوں

پر اب ہماری زندگی کا حصہ بننے کی کوشش مت کریے گا اور ہاں حوریہ کی فکر مت کریے گا میں اسے سنبھال لوں گی مشکل ہوگا پر نا ممکن نہیں۔فی امان اللہ ماہ دیر" میشائم کا لکھا ہر لفظ کسی نشتر کی طرح ماہ دیر کے سینے میں لگا تھا۔وہ اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔وہ اور حوریہ اس سے دور ہوگئے تھے۔پہلی بار اس نے اپنے دل کے گرد تعمیر سرد مہری کی دیواروں کو گراتے کسی سے محبت کی تھی اور وہ بھی اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ماہ دیر کو آج اپنے آپ سے بد نصیب کوئی نا لگا۔اسکی ماں اسے چھوڑ کر چلی گئی، اپنی بہن کو وہ خود چھوڑ کر آگیا اور اب جس لڑکی سے وہ محبت کرتا تھا وہ بھی اسے دھتکار کر چلی گئی تھی۔ماہ دیر خط کو یونہی ہاتھ میں تھامے بیڈ پر بیٹھ گیا۔اس نے اس خط پر ہاتھ پھیرا جس پر کہیں کہیں قلم کی سیاہی پھیلی تھی جو میشائم کے رونے کا پتا دے رہی تھی۔ "کیوں میشائم۔کیوں چھوڑ گئی تم مجھے۔کیوں میری لٹل ہائنس کو مجھ سے دور کردیا۔یہ جانتے بوجھتے کہ میری جان بستی ہے تم دونوں میں" ماہ دیر

نے اس خط پر نرمی سے لب رکھتے کہا۔ خط پر لب رکھتے ہی اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اسکی داڑھی میں جذب ہوئے تھے۔ اس خط پر اسکے محبوب کا لمس تھا۔ اس پر لب رکھتے وہ اسکا آخری لمس محسوس کر رہا تھا۔ "نہیں میں تم دونوں کو خود سے دور نہیں جانے دوں گا میشائم۔ میں اس بار قسمت کے فیصلوں پر سر خم نہیں کروں گا۔ اس بار ماہ دیر سکندر اپنے پیاروں کو خود سے دور نہیں کرے گا۔ تمھیں میرا ہونا پڑے گا میشائم خان۔ حوریہ کو اپنی بیٹی بنا کر رہوں گا میں انشاء اللہ" ماہ دیر نے اپنی آنکھیں صاف کرتے پکا عہد کیا تھا۔ وہ جانتا تھا میشائم اور حوریہ اپنے گھر ہی گئی ہونگی۔ تبھی وہ وہاں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ فوراً بیڈ سے کھڑا ہوا اور خط سائیڈ ٹیبل پر رکھتے باہر بھاگا۔ وہ ان دونوں کو خود سے دور نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ابھی تو زندگی جینی شروع کی تھی۔ ابھی تو اس نے جانا تھا کہ وہ دونوں زندگی بنتی جا رہی ہیں۔ وہ تو جیتا بھی انھیں دیکھ کر تھا۔ وہ بھلا انھیں خود سے کیسے دور کر سکتا تھا۔

"پٹھانی" شہریار نے اسے پکارا جو اس وقت یونیورسٹی جانے کیلئے تیار ہو رہی تھی۔ "جی سائیں" مریم نے حجاب کر کے مڑتے اسے دیکھا جو ابھی روم میں آیا تھا۔ "ہو گئی تیار" شہریار نے اس سے پوچھا۔ "جی سائیں بس نقاب کر لوں" مریم نے کہا اور اپنا بلیک سعودی نقاب اٹھاتے پہنا۔ جبکہ شہریار ہونٹوں پر مدھم مسکراہٹ سجائے اپنی شہزادی کو دیکھ رہا تھا۔ انکی شادی کو ابھی دو دن ہوئے تھے اور یہ دو دن ان دونوں کی زندگی کے سب سے خوبصورت دن تھے۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی سنگت میں کھلتے جا رہے تھے۔ مریم اپنے سائیں کا جبکہ شہریار اپنی پٹھانی کا سکون بنتا جا رہا تھا۔ "سائیں" وہ جو خیالوں میں کھویا تھا مریم کی پکار پر وہ ہوش میں آتے اسے دیکھنے لگا۔ "جی سائیں کی پٹھانی" اس نے نرمی سے جواب دیا اور اسکے قریب ہوتے اسکی کمر کے گرد حصار باندھتے اسے اپنے قریب کر گیا۔ اس کی حرکت پر مریم کی آنکھیں

رخساروں پر سجدہ ریز ہوئیں جنھیں دیکھ وہ مسکرایا۔وہ شرط لگا کہہ سکتا تھا کہ اسکی پٹھانی کا چہرہ پورا سرخ ہوا ہوگا۔ ”یوں حجاب میں بہت پیاری لگتی ہو پٹھانی“ شہریار نے محبت سے اس کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو مریم کے ہونٹوں کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی مسکرائیں۔ ”سائیں۔۔چلیں“ مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑا اور نرمی سے اسکا نقاب چہرے سے ہٹاتے سر پر ڈالا۔ ”ابھی چلتے ہیں میری معصوم پٹھانی۔پہلے یہ بتاؤ میرے سونے کے بعد روم میں کیوں نہیں آئی تھی“ شہریار پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”آپ تو سو گئے تھے نا فجر پڑھ کر آپکو کیسے پتا“ مریم نے پوچھا تو وہ ہنسا۔ ”سکونِ حیات ! تم نیند میں بھی مجھ سے دور ہوتی تو مجھے پتا لگ جاتا ہے“ شہریار نے کہتے اسکے ماتھے سے نرمی سے ماتھا ٹکرایا جس پر وہ آنکھیں بڑی کرتی اسے دیکھنے لگی۔جبکہ اسکے یوں "سکونِ حیات" کہنے پر مریم کے گال گلابی ہوئے تھے جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ ”سائیں کی معصوم پٹھانی۔کیوں ہو تم اتنی معصوم“ اس کی آنکھوں کو پھیلے دیکھ شہریار نے

مسکراتے اسے سینے سے لگایا جس پر وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ ”سائیں نہیں کریں نا“ مریم نے منمناتے کہا تو وہ ہنسا اور اسکے سر پر لب رکھ گیا۔ ”اچھا نہیں کرتا۔یہ بتاؤ آف کب ہوتا ہے“ شہریار نے اسکی کمر کو نرمی سے سہلاتے کہا۔ ”سائیں چار بجے“ مریم نے کہا تو شہریار کی آنکھیں پھیلیں۔ ”کیاااا چار بجے“ شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”نہیں اتنی لیٹ نہیں۔میں کیا کروں گا اتنی دیر۔آج تو میں نے کورٹ بھی نہیں جانا“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”سائیں میں آجاؤں گی نا“ مریم نے کہا تو شہریار کا منہ بنا۔ ”سائیں کی جان۔جانا ضروری ہے کیا؟“ شہریار نے اسکی کمر پر حصار کرتے کہا۔جبکہ مریم کے ہونٹوں کو تو اسکے منہ سے "جان" سنتے فقل لگ گیا تھا۔ ”بتاؤ نا میری جان ضروری ہے“ شہریار نے پوچھا تو اس نے بامشکل ہاں میں سرہلایا۔ ”کیوں ضروری ہے“ شہریار نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ ”وہ سائیں میرا ٹیسٹ ہے آج“ مریم نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ ”رہنے دو نا میں

تمھارے پروفیسر سے بات کرلوں گا۔پروفیسر کا نام بتاؤ بس" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "سائیں آپ نے کہا تھا پڑھائی پر نو کمپرومائز" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ "ہاں جانتا ہوں کہا تھا لیکن اب اسکا مطلب یہ تو نہیں نا کہ تم اتنی دیر مجھ سے دور رہو میرا دل کیسے لگے گا" شہریار نے کہا تو مسکرائی اور اسکے سینے چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گئی۔ "سائیں بات سنیں" کچھ دیر بعد مریم نے تھوڑا سا پیچھے ہوتے اسے پکارا۔ "جی سائیں کی جان" اس نے اسے دیکھا جو بھنویں سکیڑتے اسے دیکھ رہی تھی۔ "آپ سے کچھ۔۔آپ سے کچھ پوچھ سکتی ہوں کیا" مریم نے ہچکچاتے پوچھا۔ "پٹھانی تم مجھ سے کچھ بھی پوچھ سکتی ہو۔ تمھیں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے" شہریار نے نرمی سے اپنے پوروں سے اسکی گال کو چھوا۔ "سائیں آپ۔۔کا۔۔میرے۔۔بغیر دل کیوں۔۔نہیں لگے گا" مریم نے پوچھا تو وہ اسکی معصومیت پر مسکرایا۔ "کیونکہ تم میری بیوی ہو مریم اور

میرے دل کے سکون کیلئے بے حد اہم ہو" شہریار نے کہا تو اسکے رخسار سرخ ہوئے جس پر اس نے فوراً نگاہیں

جھکائیں۔"پ۔۔پر۔۔سائیں۔۔آپ۔۔تو۔۔ثانیہ۔۔آپی۔۔سے محبت"

مریم کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بے حد نرمی سے اسکی بات کاٹ

گیا۔"میری جان میں اس سے محبت نہیں کرتا تھا۔ہاں میں کہتا ضرور تھا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پر ایسا صرف مجھے لگتا تھا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پر در حقیقت میں صرف اسکا بولڈ انداز پسند کرتا تھا۔ محبت تو کہیں تھی ہی نہیں۔مجھے بس اماں سائیں کی پسند سے شادی نہیں کرنی تھی تبھی اس جیسی بے حیا لڑکی کو چن بیٹھا پر دیکھو وہ میرے حق میں بہتر نہیں تھی اور یہ میرے اللہ کو پتا تھا۔ تبھی اللہ نے مجھے بہترین سے نواز دیا اور وہ بہترین تم ہو پٹھانی۔میں تم سے محبت کرتا ہوں یا نہیں میں نہیں جانتا پر ہاں میرے لیے تم سب سے خاص ہو اور اللہ کی وہ نعمت ہو جسکے لیے میں اللہ کا جتنا شکر ادا

کروں وہ کم ہوگا۔پلیز کبھی مجھ سے دور مت جانا پٹھانی" شہریار نے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے کہا تو مریم مسکرائی جبکہ اسکے اتنے خوب صورت الفاظ سنتے آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ "میں آپ سے دور کہاں جاؤں گی سائیں۔میرا اس دنیا میں آپکے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔اب آپ ہی میری دنیا ہیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی ناک پر لب رکھے۔ "آئی آیم اونرڈ" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "سائیں اب نیچے چلیں ناشتہ کرنا ہے۔اماں سائیں انتظار کر رہی ہونگی اور مجھے یونی بھی جانا ہے" مریم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا۔ "اگر یونی والوں نے زیادہ دیر تمھیں مجھ سے دور رکھا نا تو باخدا میں اس یونی ورسٹی کو بم لگا کر اڑا دوں گا اور سکون سے تمھیں اپنی باہوں میں قید کرلوں گا" شہریار نے اسکا نقاب چہرے پر گراتے کہا تو ہنسی۔ "اللہ اللہ سائیں بہت خطرناک ارادے ہیں آپکے" مریم نے کہا تو وہ ہنسا اور اسکا ہاتھ تھامتے باہر نکل گیا۔

"اسلام علیکم تنزیل آنٹی کیسی ہیں آپ" اسد نے قصرِ راجپوت میں داخل ہوتے تنزیل بیگم سے پوچھا جو اکیلی ہی لاؤنج میں بیٹھیں کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔ "وعلیکم اسلام ٹھیک ہوں"تنزیل بیگم نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔ "آنٹی عائشہ کہاں ہے" اسد نے پوچھا تو وہ اسے دیکھنے لگیں۔ "تمھیں اس سے کیا۔وہ جہاں مرضی ہو"تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "وہ آنٹی دراصل صبح عائشہ کی کال آئی تھی اور تب میں جم میں تھا تو اسکی کال کا پتا نہیں لگا اور پھر جب میں نے دیکھی تھی تو میں نے اسے کال کی تھی پر اس نے پک نہیں کی تبھی اس سے پوچھنے آیا ہوں۔مجھے اسکی فکر ہو رہی تھی" اسد نے کہا تو انھوں نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔ "تمھیں اسکی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اسکی فکر کرنے کیلئے اسکی ماں ابھی اپنی زندہ ہے۔جا سکتے ہو تم"تنزیل بیگم نے کہا تو اسد نے مٹھیاں بھینچی۔ "آنٹی میں

چلا جاتا ہوں بس اتنا بتا دیں عائشہ کہاں ہے" اسد نے پوچھا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ "وہ اپنے بڑے بابا کے ساتھ آفس گئی ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسے یاد تھا کہ آج اسکے آفس کا پہلا دن ہے اور اس نے صبح فجر کے وقت اسے کال کرتے بیسٹ آف لک وش کیا تھا بلکہ نا صرف وش کیا تھا بلکہ قریباً ایک گھنٹہ اس سے کال پر بات بھی کی تھی۔ اسکے بعد عائشہ کو نیند آئی تو کال بند کرتے وہ بھی سو گیا تھا۔ اور پھر دوبارہ اسکی ساڑھے آٹھ بجے کھلی تھی۔ اس نے اٹھتے ہی جم کا رخ کیا تھا پر اسکا موبائل روم میں رہ گیا تھا اور عائشہ کی کال اسے لگ بھگ نو بجے آئی تھی جبکہ وہ روم میں ساڑھے نو کے قریب آیا تھا اور عائشہ کی مسڈ کالز دیکھتے اس نے اسے کال کی تھی پر اس نے پک نہیں کی جس پر وہ پریشان ہوتے یہاں آیا تھا۔ "تم ابھی تک یہی ہو" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ہوش میں آیا۔ "نہیں آنٹی بس جا رہا ہوں فی امان اللہ" اسد کہتے باہر نکل گیا جس پر تنزیل بیگم نے گہری

سانس بھری اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا گئیں۔ وہ ایسا رویہ رکھنا نہیں چاہتی تھیں پر جو ان لوگوں نے انکے ساتھ کیا تھا وہ اب ان لوگوں کی وجہ سے اپنا اکلوتا سرمایہ اپنی بیٹی کو نہیں کھو سکتی تھیں۔ "ہیلو عائشہ۔ کال کرنے کے بعد کال کیوں نہیں اٹھا رہی تھی تم۔ میں اتنا پریشان ہوگیا تھا پتا ہے۔ جانتی ہو میں یہاں قصرِ راجپوت آیا ہوں اور تنزیل آنٹی سے ڈانٹ بھی کھا چکا ہوں اور تم اب کال کر رہی ہو" دوسری طرف اسد اپنی گاڑی میں بیٹھتا آفس کی روانہ ہوا تھا۔ ابھی وہ کچھ دور آیا تھا جب اسے عائشہ کی کال آئی جسے اٹھاتے ہی اس نے ایک ہی سانس میں بولنا شروع کیا۔ "اسد بھائی میں ٹھیک ہوں۔ سب ٹھیک ہے۔ وہ بس آپ نے کہا تھا کہ جانے سے پہلے کال کروں تبھی آپکو کال کی تھی پر آپ نے نہیں اٹھائی تو میں آفس آگئی اور پھر کال اس لیے نہیں اٹھائی کیونکہ میں بڑے بابا کے ساتھ آفس وزٹ کر رہی تھی اور ابھی بڑے بابا کے کیبن میں آئی ہوں تو آپکو کال کی ہے۔ اور آپکو ماما نے ڈانٹا کیوں"

عائشہ نے کہا تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔ ”ارے وہ بس ایسے۔وہ چھوڑو یہ بتاؤ کیسا رہا سب کچھ۔نروس تو نہیں ہوئی۔سب سے اچھے سے ملی۔کام سمجھ آگئی ہے اور کچھ کھایا ہے کہ نہیں“ اسد نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔”سب ایک دم اچھے سے ہوگیا اسد بھائی۔آل موسٹ سب سے مل چکی ہوں بس دو فلورز رہ گئے ہیں اور کام کل سے سمجھنا شروع کروں گی اور کھایا تو کچھ نہیں پر جوس پیا تھا“ عائشہ نے کہا تو اس کے ماتھے پر بل پڑے۔”عائشہ غلط بات کھانے پر کمپرومائز نا کیا کرو۔چلو جلدی کچھ کھاؤ پھر جانا وزٹ پر“ اسد نے پیار سے ڈپٹا تو وہ مسکرائی۔”میں ابھی کھاتی ہوں سینڈوچ“ تھوڑی دیر میں پکا۔”ابھی بھوک نہیں ہے“ عائشہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔”اچھا ٹھیک ہے لیکن لازمی کھانا اور ہاں کھا کر مجھے بتا دینا“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔”جی اچھا اسد بھائی۔اچھا اب میں جا رہی ہوں بڑے بابا بلا رہے ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ اوکے کہتے کال کاٹ گیا۔”عائشہ بچے یہ دو فلورز تمھیں قریشی صاحب وزٹ

کروائیں گے میری ایک میٹنگ ہے تو میں وہ اٹینڈ کرلوں اور ہاں میرا بیٹا کھانا کھا لینا جلدی سے" دراب صاحب نے اسے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی جس پر وہ نرمی سے اسکا ماتھا چومتے میٹنگ روم میں چلے گئے۔ "چلو بیٹا" انکے جاتے ہی قریشی صاحب نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے انکے ساتھ لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔ لفٹ میں داخل ہوتے ہی قریشی صاحب نے بٹن دبایا جس سے لفٹ چلنا شروع ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد لفٹ کا دروازہ کھلا تو وہ قریشی صاحب کے ساتھ باہر آئی۔ "بچے یہ ہمارا کانفرنس ایریا ہے۔یہاں زیادہ تر میٹنگز وغیرہ اور انٹرنیشنل کلائنٹس سے ملاقات وغیرہ کی جاتی ہے" انھوں نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "انکل یہاں بس میٹنگ روم وغیرہ ہی ہے" عائشہ نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئے۔ "نہیں یہاں ہمارے سکیورٹی روم اور رکارڈ روم بھی ہیں" قریشی صاحب کہتے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ "اچھا سہی" عائشہ نے بس اتنا ہی کہا۔قریشی صاحب اب اسے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہے

تھے۔ ”اور بچے یہ ہمارا لاسٹ ایریا ہے یہ ہمارا گرافکس ڈیپارٹمنٹ ہے۔یہاں اس وقت جتنے لوگ ہیں یہ سب گرافکس ڈیزائننگ میں ایکسپرٹ ہیں۔یہ پروڈکٹ کے لوگو وغیرہ بناتے ہیں اور ساتھ ہی ہر آئیڈیے کو ایک تصویری شکل دیتے ہیں اور آپ بھی گرافکس میں ماہر ہیں تو آپ بھی اسی میں رہیں گی“ قریشی صاحب نے اسے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔'چلیں آئیں میں آپ کو سب سے ملوا دوں“ قریشی صاحب کے کہنے پر وہ انکے ساتھ سب کی طرف بڑھی جو اپنا کام کرنے میں مصروف تھے۔وہ عائشہ کو باری باری سب کی طرف لے جاتے ملوانے لگے۔ ”انکل بس یہی سٹاف ہے“ قریباً بیس لوگوں سے ملنے کے بعد عائشہ نے پوچھا۔ ”نہیں بچے ایک اور ہے وہ اس ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہے وہ نا جانے کہاں ہے“ قریشی صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تو انکل“ ابھی عائشہ کچھ کہتی اس سے پہلے اسکے کانوں میں ایک آواز پڑی جس پر اس نے مڑتے پیچھے دیکھا اور سامنے کھڑے شخص کو

دیکھتے وہ ساکت ہوئی۔تین سال پہلے اس شخص سے بچتے ہی وہ سڑک پر اندھا دھند بھاگتے اسد سے ٹکرائی تھی اور پھر اسد نے اس انسان کا جو حال کیا تھا۔عائشہ وہ بھی جانتی تھی پر وہ یہاں کیا کررہا تھا۔"کیسے ہو نبیل" قریشی صاحب نے اس سے پوچھا جو مسکرا رہا تھا۔"میں ٹھیک ہوں انکل یہ کون ہے" نبیل نے مصنوعی غیر شناسائی سے پوچھا۔"یہ عائشہ ہے دراب صاحب کی بھتیجی اور عائشہ بچے یہ ہے نبیل۔اس ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ" قریشی صاحب نے کہا تو عائشہ نے بے یقینی سے سامنے کھڑے نبیل کو دیکھا جو اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔"کیسی ہیں آپ عائشہ" نبیل نے اس سے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔"ٹھیک" عائشہ نے یک لفظی جواب دیا۔"نبیل عائشہ اب سے اسی ڈیپارٹمنٹ میں کام کرے گی اور تمھارا کام ہے اس کو سب سکھانا" قریشی صاحب نے کہا تو وہ گہرا مسکرایا۔"جی انکل" اس نے کہا اور عائشہ کو دیکھا جسکی ہوائیاں اڑیں ہوئی تھی۔"چلو بچے بس آج آپ کو

وزٹ ہی کرانا تھا۔کل سے نبیل آپکو سکھانا شروع کرے گا۔ابھی آپ باقی سب چیزیں سمجھ لیں" قریشی صاحب نے کہا تو وہ فوراً ہاں میں سرہلاتے انکے ساتھ لفٹ کی طرف بڑھی۔لفٹ میں داخل ہونے سے پہلے اس نے مڑتے ایک بار نبیل کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اسکے دیکھنے پر نبیل مسکرایا جبکہ عائشہ فوراً چہرہ پھیر گئی۔"مطلب چڑیا خود ہی جال میں پھنسنے آئی ہے۔مزا آئے گا" نبیل نے خود سے سرگوشی کی اور سیٹی بجاتے اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔

"مجھے نہیں پتا ڈیڈ وہ مجھے چاہیئے کچھ بھی کریں مجھے ضرار راجپوت چاہیئے۔آپ نے کیوں مجھے چھپا کر رکھا ہے۔وہ ایسے کیسے مجھے چھوڑ کر جا سکتا ہے۔وہ جانتا ہے میں اس سے محبت کرتی ہوں۔پھر بھی وہ چلا گیا ہے۔دو مہینوں سے میں نے اسے دیکھا نہیں ہے" اس وقت وہ پچیس سالہ لڑکی پاگلوں کی طرح

چلاتے سامنے کھڑے اپنے باپ کو کہہ رہی تھی۔ ”میری جان وہ تمھارا ہی ہوگا۔ اور تمھیں چھپا کر اس لیے رکھا ہے کیونکہ میں نہیں چاہتا ضرار تمھیں نقصان پہنچائے۔ بس کچھ عرصہ صبر کرلو“ کاشف صاحب نے اپنی بیٹی لائبہ کو سینے سے لگاتے کہا۔ ”ڈیڈ مجھے ضرار چاہیئے“ وہ لڑکی انکے سینے سے لگتے بس ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔ ”وہ تمھارا ہی ہوگا میری جان۔ بس رونا بند کرو“ کاشف صاحب نے اسکے بالوں کو سہلاتے کہا۔ ”ڈیڈ میں نے اسے اتنی کالز کیں پر اس نے ایک بھی نہیں اٹھائی۔ وہ ایسے کیسے کرسکتا ہے“ لائبہ نے چلاتے کہا۔ وہ اس وقت جیسے بلکل پاگل ہوگئی تھی۔ ”لائبہ اسکو اس سب کی قیمت چکانی پڑے گی فکر نا کرو۔ ایک تمھارے ساتھ اتنا غلط کرگیا ہے اور اب بھاگ گیا ہے“ انھوں نے اسے سینے سے لگاتے کہا۔ ”ڈیڈ مجھے ضرار چاہیے۔ پلیز مجھے ضرار لا کر دیں۔ ڈیڈ میرے بچے کو اسکی ضرورت ہے۔ مجھے وہ چاہیئے۔ وہ میرا جنون بن گیا ہے ڈیڈ۔ وہ مجھے نا ملا تو میں سب کو جلا دوں گی۔ ڈیڈ

سب میرے پیچھے پاگل ہیں اور ضرار راجپوت مجھے ریجکٹ کرگیا۔وہ مجھے چھوڑ گیا کیسے۔ڈیڈ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہورہا۔ڈیڈ اسے میرا کردیں ورنہ میں کیا کروں گی میں نہیں جانتی" اس نے اپنے باپ کو دیکھتے دھمکی لگائی۔"وہ تمھارا ہی ہے اور تمھیں ہی ملے گا پرنسز اب بس روتے نہیں ہیں" کاشف صاحب نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔"سچی نا ڈیڈ وہ میرا ہی ہوگا نا" لائبہ نے پوچھا تو وہ ہاں میں سرہلا گئے۔"ہاں چلو اب شاباش منہ ہاتھ دھو پھر کھانا کھاتے ہیں ورنہ تمھاری طبیعت خراب ہوجائے گی" انھوں نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور واش روم میں بند ہوئی۔"تم میرے ہی ہوگے ضرار۔میں تمھیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گی۔تمھیں میرا ہونا پڑے گا۔میرے لیے نا سہی اس بچے کیلئے ہی تمھیں میرا ہونا پڑے گا۔یہ بچہ تمھیں اور مجھے جوڑے گا" لائبہ نے واش روم میں لگے شیشے میں دیکھتے اپنے وجود پر ہاتھ سہلاتے کہا۔"تم اگر میرے نا ہوئے تو میں تمھیں اور اس بچے دونوں کو ماردوں گی ضرار راجپوت"

لائبہ نے اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتے کہا اور پاگلوں کی طرح قہقہہ لگایا۔جبکہ باہر کھڑے اسکے باپ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ضرار راجپوت کو جان سے مار دے جو انکی بیٹی پر اتنی بڑی ذمہ داری ڈالتے یہاں سے بھاگ گیا ہے۔

"بابا کہاں ہیں آپ" یونی کا آف ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے پر خلیل صاحب ابھی تک نہیں آئے تھے جس پر مہرماہ نے اب انھیں کال کی تھی۔وہ عموماً جلدی آجاتے تھے پر آج نہیں آئے تبھی اس نے کال کی تھی۔"بچے میں بس نکلتا ہوں میرے بوس نے ایک فائل دی ہے تیار کرنے کو میں وہی کر رہا ہوں۔بس آرہا ہوں تھوڑی دیر میں۔میرا بیٹا بس تھوڑا سا انتظار کرلو" خلیل صاحب نے کہا تو ان کی آواز میں پریشانی محسوس کرتے مہرماہ مسکرائی۔اسکے بابا اپنے اتنے کام کے باوجود اسکے لیے پریشان تھے۔"بابا آپ آرام سے کام

کرلیں میں چلی جاتی ہوں خود ہی" مہرماہ نے انھیں کہا۔جبکہ مریم ایک طرف کھڑی اسکی بات ختم ہونے کا انتظار کررہی تھی اور شہریار باہر کھڑا اپنی پٹھانی کا ویٹ کررہا تھا۔وہ چھٹی ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے سے یہاں کھڑا تھا۔"نہیں مہرو بس میں آجاؤں گا تھوڑی دیر میں" خلیل صاحب نے کہا۔"بابا کوئی بات نہیں آپ آج کام کرلیں میں چلی جاتی ہوں اور گھر جاکر آپکو کال کردوں گی" مہرماہ نے کہا تو اپنا ماتھا رگڑتے کچھ سوچنے لگے۔"مہرو ایک کام کرو اکیلی نا جاؤ ضرار کے ساتھ چلی جاؤ" خلیل صاحب نے کہا۔مہرماہ کے معاملے میں وہ ضرار کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہیں کرسکتے تھے۔"پر بابا پروفیسر کے ساتھ" مہرماہ نے کچھ کہنا چاہا۔"بچے کوئی بات نہیں ضرار کے ساتھ چلی جاؤ شاباش۔میں اسے کال کردیتا ہوں۔تم بھی جاؤ اسکے پاس" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"جی اچھا بابا" مہرماہ نے کہتے کال کاٹی اور مریم کی مڑی جو اسکو ہی دیکھ رہی تھی۔"کیا ہوا" مریم نے جلدی سے

پوچھا۔ ”بابا کا کام زیادہ ہے تو وہ کہہ رہے ہیں پروفیسر کے ساتھ چلی جاؤں“ مہرماہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلایا۔ ”تو سہی ہے نا چلی جاؤ“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”ہاں اب انکے ساتھ ہی جاؤں گی۔ اچھا اب تم بھی جاؤ شہریار بھائی باہر ویٹ کررہے ہیں کب سے“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اس کے گلے ملی۔ ”خیال رکھنا اپنا“ مہرماہ نے اسے کہا اور اسے اللہ حافظ بولتے سٹاف روم کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ اسکے جاتے ہی مریم نے اپنی آنکھیں ڈھانپیں اور باہر کی جانب بڑھی۔ ابھی وہ گیٹ سے باہر نکلی تھی جب اسکی نظر شہریار پر پڑی جو اپنی وائٹ فورچیونر کے ساتھ ٹیک لگائے دونوں بازو سینے پر باندھے کھڑا اسکا انتظار کررہا تھا۔ ”اسلام علیکم سائیں“ مریم اسے دیکھتے مسکرائی اور اسکے پاس جاتے اسے سلام کیا۔ ”وعلیکم اسلام سائیں کی جان“ اس نے نرمی سے مسکراتے جواب دیا اور اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھول گیا جس پر مریم مسکراتے گاڑی میں بیٹھی۔ اسکے بیٹھتے ہی شہریار بھی دوسری

طرف سے گاڑی میں بیٹھا اور اندر آتے ہی اسے بازو سے کھینچتے اپنے سینے سے لگا گیا۔مریم اس اچانک افتاد پر ایک پل کو بوکھلائی لیکن پھر اسکی حرکت پر مسکراتے اسکے گرد حصار باندھ گئی۔"میں نے تمھیں بہت مس کیا پٹھانی۔مجھے آج سے پہلے دن اتنا لمبا کبھی نہیں لگا۔آج پہلی بار ایک ایک سیکنڈ کو گنا ہے میں نے۔جانتی ہو تم نو گھنٹے پچیس منٹ اور دس سیکنڈ کے بعد میری باہوں میں دوبارہ آئی ہو" شہریار نے سرگوشی کی تو وہ مسکرائی۔"میں نے بھی آپکو مس کیا سائیں" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا اور سیدھے ہوتے اسکا ماتھا چوم گیا اور اسکے ہاتھ کی انگلیوں سے انگلیاں الجھاتے گاڑی سٹارٹ کرتے گھر کی جانب موڑ گیا۔

"پروفیسر" مہرماہ نے سٹاف روم کے دروازے میں کھڑے ہوتے اسے پکارا۔"ماہ آجاؤ" وہ اسے دیکھتے فوراً کھڑا ہوا۔"پروفیسر" مہرماہ کو سمجھ نا آئی

اسے کیسے کہے۔ "انکل کی کال آگئی ہے مجھے۔چلو چلیں" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اس کے ساتھ باہر نکلی۔ "تم مجھ سے پوچھنے سے کترا کیوں رہی تھی" ضرار نے اس کے ساتھ چلتے پوچھا۔ "وہ مجھے اچھا نہی لگ رہا تھا آپکو تنگ کرنا" مہرماہ نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گیا۔اب وہ اسے کیا بتاتا کہ ضرار راجپوت مہرماہ سکندر کی وجہ سے کبھی تنگ نہیں ہو سکتا۔ "ماہ ایسے مت کہا کرو۔تم مجھے کوئی بھی کام کوئی بھی بات بلا جھجک کہہ سکتی ہو" ضرار نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سرہلایا۔اسے مسکراتے دیکھ وہ بھی مسکرایا اور اسکے ساتھ باہر نکلا۔ "وہ دیکھو پروفیسر اور مہرماہ" ابھی دونوں پارکنگ ایریا میں آئے تھے جب سائرہ کی دوست نے اسکا شانہ ہلاتے اسے ان دونوں کی ظرف متوجہ کرایا۔ "میں غلط نہیں کہتی اسکا اوپروفیسر کا کوئی سین ہے" اسکی دوسری دوست نے کہا تو سائرہ نے ہاں میں سرہلایا۔ "جانتی ہوں۔پروفیسر کے کزن کی شادی میں گئی تھی میں۔وہاں بھی یہ دونوں ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ

تھے اور یہ مہرماہ انکی ہر وقت بات بات پر شرما رہی تھی" سائرہ نے نفرت سے کہا۔ "پروفیسر کے کزن کی شادی؟" ان دونوں نے یک زبان پوچھا۔ "ہاں پروفیسر کے کزن کی شادی اور جانتی ہو کس سے شادی ہوئی ہے انکے کزن کی" سائرہ نے کہا تو دونوں نفی میں سرہلا گئیں۔ "اسکی دوست ہے نا پردے والی بی بی مریم اس سے۔ اور پروفیسر کے کزن کے چہرے سے پتا لگ رہا تھا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتے ہیں" سائرہ نے کہا تو وہ دونوں ہی اسے دیکھنے لگی۔ "اسے چھوڑو یہ بتاؤ اسکا کیا کرنا ہے" اس کی دوست نے سامنے دیکھتے پوچھا جہاں ضرار اپنی مرسیڈیز کا دروازہ کھولتے مہرماہ کو بٹھا رہا تھا۔ "پروفیسر نے میری بے عزتی کی۔ میں ان دونوں کو ذلیل کرواؤں گی" سائرہ نے کہا اور انکی گاڑی کو دیکھا جو اب وہاں سے نکل گئی تھی۔ اسکے دل میں بغیر کسی وجہ کے دن بہ دن ان دونوں کیلئے نفرت بڑھتی جارہی تھی۔ ضرار کا مہرماہ کو توجہ دینا ناجانے کیوں اسے غصہ دلا رہا تھا اور اب وہ بہت جلد اسی کا بدلہ لینے والی

تھی۔ ”ماہ“ دوسری طرف وہ دونوں گاڑی میں مہرماہ کے گھر کی طرف جا رہے تھے جب ضرار نے اسے پکارا۔ ”جی پروفیسر“ مہرماہ نے اسے دیکھا۔ ”آج تم بلال (کلاس میٹ) کے پاس کھڑی تھی۔ سب خیریت تھی" ضرار نے اس سے پوچھا۔ وہ صبح اپنے فری لیکچر کے دوران موسم اچھا ہونے کی وجہ سے گراؤنڈ میں بیٹھنے آیا تھا جب ضرار نے مہرماہ کو ایک لڑکے کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ اور تب سے وہ اندر اندر ہی جل بھن کر راکھ ہو رہا تھا۔ ”جی پروفیسر دراصل وہ مجھ سے لینگویج کے نوٹس مانگ رہے تھے تو ابھی میرے پاس تھے نہیں تو میں نے بتا دیا“ مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”لیکن تم پندرہ منٹ کھڑی رہی کیا پندرہ منٹ بس یہی بات ہوئی“ ضرار کے لہجے میں جلن کا عنصر تھا جسے وہ محسوس نا کر پائی۔ ”نہیں انھوں نے کچھ اور بھی پوچھا تھا“ مہرماہ نے کہا تو اس نے فوراً اسے دیکھا۔ ”کیا پوچھا تھا اور“ ضرار نے جلدی سے پوچھا۔ ”وہ پوچھ رہے تھے کہ کیا میں انکی فرینڈ بنوں گی“ مہرماہ نے کہا تو

ضرار نے جبڑے سختی سے بھینچے جب کہ سٹیرنگ پر اسکی گرفت مضبوط ہوئی۔ "تو تم نے کیا کہا" ضرار نے بامشکل اپنا غصہ ضبط کرتے پوچھا۔ ورنہ اسکا دل کر رہا تھا وہ اس لڑکے کو جان سے مار دے جس نے اس کی ماہ سے یہ پوچھا تھا۔ "میں نے کیا کہنا تھا منع کر دیا۔ وہ نامحرم ہیں اور نامحرم سے دوستی ایک ایسی آگ ہے جو آپکے کردار اور گھر والوں کے اعتماد کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے جسکی خاک آپ ساری زندگی بھی اٹھانے کی جدو جہد میں لگے رہیں وہ سمٹتی نہیں بکھرتی رہتی ہے۔ نامحرم سے دوستی کرنا ہر لڑکی کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں۔ پر نامحرم کی دوستی مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کے لیے زیادہ بڑی آزمائش ہوتی ہے کیونکہ انکی زندگیاں اپنے گھر والوں کے گرد گھومتی ہیں اور اگر وہ کسی کی چکنی چپڑی باتوں میں آتے ان سے باتیں کرنے لگتی ہیں تو وہ خود کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی زیادتی کرتی ہیں۔ جب لڑکیاں نامحرم سے بات کرتی ہیں تب وہ اپنے گھر والوں کی بے

لوث محبت اور اعتماد کا بڑی بے دردی قتل کر رہی ہوتی ہیں جنکا انھیں اندازہ نہیں ہوتا پر جب احساس ہوتا ہے تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے اور اس وقت پھر پچھتاوے اور لوگوں کے طعنوں کے سوا کچھ نہیں رہتا اور میں اپنے بابا کے اعتماد کا قتل کبھی نہیں کر سکتی" مہر ماہ نے کہا تو ضرار اسکی بات سنتے مسکرایا۔ "آئی ایم پراؤڈ آف یو ماہی" ضرار نے ہاتھ بڑھاتے اسکا سر تھپتھپایا۔ اسکی حرکت پر مہر ماہ مسکرائی۔ "مجھے بہت خوشی ہوئی یہ سب سن کر اور تم پر بے حد فخر محسوس ہو رہا ہے۔ میری ماہ واقعی ایک ہیرا ہے" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور چہرہ دوسری طرف موڑ گئی۔ "اور کوئی بات تو نہیں کہی" اس نے ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں بس یہی پوچھا تھا اور میرے انکار کرنے کے بعد مجھے فورس کر رہے تھے کہ دوستی ہی تو کرنی ہے تو میں غصے سے منع کر کے چلی گئی" مہر ماہ کی بات سنتے اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "ویری گڈ۔ ہر نا محرم کے ساتھ ایسا ہی کرنا ہے"

ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی اچھا" مہر ماہ کہتے باہر دیکھنے لگی۔ ضرار نے ایک نظر اسے دیکھا اور مسکراتے گاڑی چلانے لگا۔ آج اسکے دل میں اپنی ماہ کیلئے موجود عشق کئی گنا زیادہ بڑھ گیا تھا۔

"کچھ پتا لگا ان دونوں کا" ماہ دیر نے اپنے سامنے کھڑے گارڈز کو دیکھتے پوچھا جنھوں نے نفی میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر نے سختی سے آنکھیں میچتے کرسی کی پشت سے ٹکایا۔ تین دن ہو گئے تھے یشائم اور حوریہ کو یہاں سے گئے ہوئے اور تین دن سے وہ دونوں کہاں تھیں ماہ دیر نہیں جانتا تھا۔ تین دن پہلے ماہ دیر جب یشائم کے گھر پہنچا تھا تو وہاں تالا دیکھتے حیران ہوا تھا۔ اس نے یشائم کی مکان مالک سے پوچھا تھا کہ یشائم یہاں آئی ہے یا نہیں جس پر مکان مالک نے منفی جواب دیا تھا۔ پچھلے تین دن سے ماہ دیر پورا سوات کھنگال چکا تھا پر یشائم اور حوریہ جیسے کہیں غائب ہو گئے تھے۔ پورے سوات میں ان دونوں کا

نام و نشان تک نا تھا۔ سوات کے سارے گلی محلے وہ چھان چکا تھا۔ ہر ایک گھر بلکہ کونے کونے میں ان دونوں کی تلاش کرچکا تھا پر وہ دونوں ہی یہاں نہیں تھے۔ اب اس نے اپنے گارڈز کو سوات کے ارد گرد کے علاقوں کو کھنگالنے بھیجا تھا۔ اسکے گارڈز چترال، سانگلہ، دیر، مانسہرہ، ناران کاغان یہاں تک کہ مری تک پھیلے ان دونوں کو ڈھونڈ رہے تھے جبکہ کچھ گارڈز گلگت بلتستان میں انھیں ڈھونڈ رہے تھے پر ابھی تک ان دونوں کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ وہ پاگل ہونے کے در پر تھا۔ میشائم اور حوریہ اکیلی نہیں گئیں تھی وہ اسکا سکون اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ "ڈھونڈو ان دونوں کو" ماہ دیر نے بامشکل اپنی سوچوں کو جھٹکتے سامنے کھڑے گارڈز کو تھکے ہوئے انداز میں کہا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکل گئے۔ اب ماہ دیر ایک بار پھر لاؤنج میں اکیلا ہوگیا تھا۔ اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور لاک کھولتے ہوم سکرین پر لگا وال پیپر دیکھنے لگا جس میں میشائم لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھی جبکہ حوریہ اسکی گود میں کھڑی

تھی۔تصویر میں میشائم حوریہ کی ناک چوم رہی تھی جبکہ حوریہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامے ہنس رہی تھی۔یہ تصویر اس نے چوری چھپے لی تھی۔اس نے تصویر اپنے لبوں کے قریب کی اور اس پر لب رکھے۔تصویر پر لب رکھتے اسکی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر اسکی داڑھی میں جذب ہوا تھا۔"پلیز واپس آجاؤ۔میرا دل خالی ہوجائے اس سے پہلے واپس آجاؤ۔مر رہا ہوں میں میشائم خدارا واپس آجاؤ۔میری لٹل ہائنس کو مجھ سے دور نا کرو" میشائم ماہ دیر نے اسکی تصویر کو دیکھتے کہا اور ان دونوں کو محبت سے تکنے لگا۔"ماہ دیر" ابھی وہ یونہی بیٹھا انھیں دیکھ رہا تھا جب اسے کسی نے پکارا جس پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے عامر چلتے اسکی طرف ہی آرہا تھا۔"ہاں عامر میشائم اور لٹل ہائنس کا کچھ پتا لگا" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔"میشائم اور حوریہ کا تو نہیں پر ہاں ایک اہم بات ہے" عامر نے اسکے پاس بیٹھتے کہا۔"کیا بات جلدی بتاؤ" ماہ دیر نے بے تابی سے پوچھا۔"تجھے یاد ہے وہ شخص جس کی گاڑی سے حوریہ کا

ایکسیڈنٹ کیا گیا تھا" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔اس گاڑی کا نمبر ملنے کے اگلے دن ہی ماہ دیر اس شخص کے پتے پر پہنچا تھا پر وہ شخص وہاں سے فرار ہوگیا تھا۔ماہ دیر نے اسے کافی ڈھونڈا پر اسے بعد میں پتا لگا تھا کہ وہ شخص ابھی سوات میں نہی ہے تبھی اس نے اسکی واپسی کا انتظار کیا کیونکہ حوریہ اور یشائم کو وہ یہاں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔یشائم کو اس نے اس بات سے ابھی انجان رکھا تھا۔"ہاں کیا ہوا وہ مل گیا" ماہ دیر نے جلدی سے پوچھا۔"ہاں وہ مل گیا ہے۔اور اس وقت وہ نیچے بیسمنٹ میں ہے" عامر نے کہا تو ماہ دیر کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔وہ ایک جھٹکے میں صوفے سے اٹھا اور بیسمنٹ کی طرف بڑھا۔عامر بھی اس کے پیچھے ہی آرہا تھا جو اب بیسمنٹ کی سیڑھیاں اترتے اندر داخل ہوا تھا۔"اسکی آنکھوں سے پٹی کھولو" ماہ دیر بیسمنٹ میں موجود کمرے میں داخل ہوا تو نظر سامنے کرسی پر بندھے تیس بتیس سالہ شخص پر پڑی جسکی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی تھی۔اس نے اس شخص کو

نفرت سے دیکھتے گارڈز کو حکم دیا جو اگلے ہی پل اسکے حکم کے مطابق اسکی آنکھوں سے پٹی کھول گئے۔"مج۔۔۔مجھے یہاں۔۔کیوں لائے ہو" اس شخص نے ماہ دیر کو دیکھتے ڈرتے ہوئے کہا۔"میشائم اور حوریہ کہاں ہیں" ماہ دیر کا لہجہ برف کی مانند سرد تھا جس سے مقابل کا خون جم گیا تھا۔"مم۔۔میں نہیں۔۔جانتا" اس شخص نے کہا ماہ دیر کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔"تم نہیں جانتے" ماہ دیر نے ایک ہاتھ پوکٹ میں ارساتے پوچھا۔"ن۔۔نہیں" اس شخص نے ڈرتے ہوئے تو کہا ماہ دیر نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا اور گارڈ کو اشارہ کیا جس پر گارڈ نے ایک پلاس نما اوزار اسے لاتے پکڑایا۔"تو تم نہیں جانتے کہ حوریہ اور میشائم کہاں ہیں رائٹ" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے ہاں میں سرہلانے کی دیر تھی ماہ دیر نے وہ پلاس نما اوزار اسکے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر رکھتے کھینچا جس سے ایک سیکنڈ میں اسکا ناخن جڑ سے اکھڑتے نیچے گرا جس پر اس شخص کی دلخراش چیخ بیسمنٹ میں

گونجی۔ ”آہہ۔۔۔آہہ“ ماہ دیر نے بس یہی پر صبر نہیں کیا تھا اس نے اس شخص کے دائیں ہاتھ کے سارے ناخن ایک ایک کرکے جڑ سے اکھاڑے تھے جس پر وہ چلاتے اسکی منتیں کررہا تھا۔ ”اچھا اب بتاؤ اب بھی نہیں جانتے کہ میشائم اور حوریہ کہاں ہیں“ ماہ دیر نے اسکے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر نرمی سے پلاس کو پھیرتے پوچھا جس پر اس شخص کی آنکھیں خوف سے پھیلیں۔ ”جج۔۔جانتا۔۔۔ہوں“ اس شخص نے اپنے ڈر میں فوراً اعتراف کیا جس پر ماہ دیر مسکرایا۔ ”کہاں ہیں وہ دونوں“ ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”م۔۔مانسہرہ۔۔ار۔۔با۔۔ز۔۔خان۔۔فارم۔۔ہاؤ۔۔س۔۔پر“ اس شخص نے بتایا تو ماہ دیر نے ہاں میں سرہلایا۔ ”وہ دونوں وہاں کیا کررہی ہیں اور حوریہ کا ایکسیڈنٹ تم نے کیوں کیا“ ماہ دیر نے اسکا منہ دبوچتے پوچھا۔ ”ا۔۔نھیں۔۔ارباز۔۔خان۔۔زبردستی اغواہ۔۔کرکے۔۔لے گیا ہے۔۔اور۔۔حوریہ کا ایکسیڈنٹ بھی۔۔ارباز کے کہنے پر کیا تھا۔۔بلکہ وہ

میرے ساتھ موجود تھا" اس شخص کی بات سنتے ماہ دیر کی آنکھیں لہو چھلکانے لگیں۔ "کیوں کیا ارباز خان نے یہ سب" ماہ دیر نے اسکے چہرے پر پکڑ مضبوط کرتے پوچھا۔ اسکی پکڑ اتنی مضبوط تھی کہ اس شخص کو لگا جیسے اسکا جبڑا ٹوٹ جائے گا۔ "وہ۔۔اسے۔۔لگتا۔۔ہے وہ۔۔دونوں۔۔منحوس۔۔ہیں۔۔اور انکی۔۔وجہ سے۔۔اسکی۔۔بیٹی۔۔کا۔۔ایکسیڈنٹ۔۔ہوا تھا" اس شخص نے کہا تو ماہ دیر نے کھینچ کر اسکے منہ پر مکہ مارا جس پر اسکی ناک اور ہونٹوں سے خون نکلنے لگا۔ "ارباز خان کا تم سے اور ان دونوں سے کیا تعلق ہے" ماہ دیر نے اس کے بال جکڑتے پوچھا۔ "آہہ۔۔وہ

میرا۔۔دوست۔۔اور۔۔۔ساتھی۔۔ہے اور۔۔اس لڑکی کا۔۔سابقہ شوہر۔۔اور اسکی۔۔بیٹی کا باپ" اس شخص نے درد سے کراہتے کہا تو ماہ دیر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ وہ حوریہ کا باپ تھا اسکے باوجود اس نے اپنی ہی بیٹی کی جان لینی چاہی۔ ماہ دیر کا غصہ اس وقت سوا نیزے پر تھا۔ اسکا بس

نہیں چل رہا تھا کہ وہ ارباز خان کی جان لے لے جو کہ وہ جلد ہی لینے والا تھا پر اس شخص کا حساب کرنا تھا اسے۔ ”تم دونوں کو شرم نہیں آئی تھی اتنی چھوٹی اور معصوم بچی کے ساتھ ایسا کرتے ہوئے“ ماہ دیر نے اچانک دھاڑتے اس شخص کے سینے پر لات ماری جس سے وہ کرسی سمیت زمین پر گرا۔ ”میری لٹل ہائنس کو چوٹ پہنچاتے شرم نا آئی۔کلیجے نا پھٹے تم لوگوں کے ایک دو سالہ بچی کو گاڑی سے ٹکر مارتے ہوئے“ ماہ دیر نے اسکو دو چار مزید ٹانگیں رسید کرتے کہا اور گارڈ کے ہاتھ سے گن پکڑی۔ ”نن۔۔نہی۔۔پلیز“ اسکے ہاتھ میں گن دیکھتے اس شخص نے چلاتے کہا پر ماہ دیر نے اسکی پکار کو ان سنا کرتے ایک ہی فائر اس کے ماتھے کے بلکل بیچ وبیچ مارتے اسکا قصہ ختم کیا تھا۔ ”اسکی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے سوات کے کتوں کو کھلا دو۔ اسکا نام و نشان اس طرح مٹنا چاہیئے کہ اسکے فرشتوں کو بھی علم نا ہو کہ یہ کہاں گیا“ ماہ دیر ایک آخری ٹھوکر اس شخص کے بے جان وجود کو مارتے باہر

نکلا۔ ”اب کیا کرنا ہے ماہ دیر“ عامر نے اسکے پاس آتے پوچھا جو پورچ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ”کرنا کیا ہے میری بارات کی تیاری کرو۔ ماہ دیر سکندر اپنی متاعِ جان اور اپنی لٹل ہائنس کو لینے جارہا ہے پورے سوات کو پتا چلنا چاہیئے“ ماہ دیر کہتے اپنی گاڑی میں بیٹھا تو عامر مسکرایا اور گارڈز کو اشارہ کرتے دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی آگے بڑھائی۔ انکی گاڑی کے پیچھے ہی گارڈز کی فوج آرہی تھی۔ سوات کے لوگ مڑمڑ کر اس دیوانے کی بارات کو دیکھ رہے تھے جس میں باراتی بندوقیں تھامے گارڈز تھے۔ سوات کا بچہ بچہ ماہ دیر سکندر کو جانتا تھا جس نے اپنی مسلسل محنت سے نا صرف نام کمایا تھا بلکہ وہ سوات کے امیر ترین لوگوں میں شامل ہونے لگا تھا۔

"کیسی ہو عائشہ" وہ اپنے کیبن میں بیٹھی کوئی کر رہی تھی جب اچانک نبیل نے اندر داخل ہوتے پوچھا۔ "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں" عائشہ نے اسے دیکھتے سپاٹ انداز میں پوچھا۔ "میں یہاں تمھیں دیکھنے آیا ہوں۔تین سال ہو گئے اس رات کو جب میں نے تمھیں دیکھا تھا اور آج بھی تم اتنی ہی حسین ہو" نبیل نے کہا تو عائشہ نے مٹھیاں بھینچی۔ "دیکھو نبیل میں اب وہ ڈری سہمی عائشہ نہیں ہوں جسکا تم نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی اور وہ ڈر کر بھاگ گئی تھی۔میں اب وہ عائشہ ہوں جو اپنی عزت کو داغ دار کرنے کی سوچنے والے کتوں کا قتل کر سکتی ہے" عائشہ نے نڈر انداز میں کہا۔ "اوہ چڑیا کے پر نکل آئے ہیں" نبیل نے اسے دیکھتے امپریس ہونے والے انداز میں کہا۔ "ہاں کیونکہ تم جیسے کتے کے پر میرے اسد بھائی کاٹ چکے ہیں۔یاد ہے کہ بھول کیسے کتے کی طرح مارا تھا اسد بھائی نے تمھیں۔کیسے معافیاں مانگی تھی تم نے" عائشہ نے کہا تو نبیل کو وہ تین سال پرانی ماریاد آئی۔ "اپنی بکواس بند کرو" نبیل نے

دانت پیستے کہا۔ ”تم اپنی بکواس بند رکھو۔ میرے ہی آفس میں کھڑے ہو کر تم مجھ سے اس لہجے میں بات کرو میں زبان نا کاٹ دوں تمھاری" عائشہ نے غصے سے کہا۔ ”تمھارے باپ کا آفس نہیں ہے یہ عائشہ بی بی“ نبیل نے غصے سے کہا تو وہ ہنسی۔ ”میرے باپ کا ہی آفس ہے نبیل شاید تم بھول گئے ہو" عائشہ نے کہا تو اسکا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا۔ ”اب تم جا سکتے ہو یہاں سے“ عائشہ نے کہا اور واپس سے اپنا کام کرنے لگی۔ جبکہ نبیل کھڑا ہوتے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی اس تین سال پرانی مار کو نہیں بھولا تھا اور اس لڑکی نے ایک بار پھر اسکی بے عزتی کی تھی۔ وہ بہت جلد اس بات کا بدلہ لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ غصے سے دروازہ زور سے مارتے باہر نکل گیا۔ ”یا اللہ اس شیطان سے میری حفاظت کرنا“ اسکے جاتے ہی عائشہ نے اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے سہلایا۔ اسکا دل اس وقت خوف سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے سائیڈ پر پڑا پانی کا گلاس اٹھاتے لبوں سے لگایا اور ایک ہی سانس میں پانی پی گئی۔ اسے سمجھ

نہی آرہی تھی۔اسے نبیل کے بارے میں اسد کو بتانا چاہیئے یا نہیں۔کیونکہ اب تک بس وہ منہ سے بول رہا تھا۔وہ جانتی تھی کوئی اور ہو یا نا ہو اسد ہمیشہ اسکا ساتھ دے گا تبھی اسے سکون بھی تھا۔

"ماما" حوریہ نے میشائم کو پکارا جو اسے سینے سے لگائے ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھی تھی۔تین دن پہلے میشائم ماہ دیر کے گھر سے نکلتے اپنے گھر جارہی تھی۔پر ابھی وہ اپنے گھر سے کچھ فاصلے پر ہی تھی جب ایک سیاہ گاڑی نے اسکے سامنے آتے اسکا رستہ روکا تھا۔اس گاڑی میں سے تین ہٹے کٹے مردوں کے ساتھ ارباز خان نکلا تھا جنھوں نے اسے مزاحمت کا موقع دیے بغیر گاڑی میں پٹکا اور اسے حوریہ سمیت مانسہرہ لے آئے۔وہ پچھلے تین دن سے یہاں ارباز خان نے فارم ہاؤس کے ایک کمرے میں حوریہ کے ساتھ بند تھی۔اسے اب پچھتاوا ہورہا تھا آخر کیا ضرورت تھی ماہ دیر کی محفوظ پناہ گاہ کو

چھوڑنے کی۔جہاں سے نکلتے وہ اس جہنم جیسے کمرے میں پھنس چکی تھی۔اس کمرے میں کوئی کھڑکی نا تھی بس ایک دروازہ تھا۔کمرے میں کوئی بستر تک نہیں تھا۔وہ پچھلے تین دن سے ٹھنڈے ماربل کے فرش پر بیٹھی تھی جبکہ حوریہ اسکی گود میں اسکی شال میں لپٹی بیٹھی تھی۔تین دنوں سے وہ سوئی نہیں تھی۔نا ہی اس نے کچھ کھایا تھا۔اسے ایک وقت کا کھانا دیا جاتا تھا جس میں وہ حوریہ کو تین وقت کا کھانا کھلاتی تھی۔تین دن سے مسلسل اس ٹھنڈے فرش پر بھوکے پیاسے بیٹھے اسے بخار ہوچکا تھا جبکہ حوریہ کا جسم بھی کل سے بخار سے تپ رہا تھا وجہ کل رات ہوئی بارش تھی جس سے مانسہرہ کا موسم خاصا ٹھنڈا ہوچکا تھا۔ارباز خان ان تین دنوں میں یہاں بس ایک بار ہی آیا تھا جس پر میشائم نے شکر ادا کیا تھا۔اسکا دل پل پل اس دشمنِ جاں کو یاد کررہا تھا جس نے اس سے محبت کا اظہار کرتے اسے عجیب احساس میں مبتلا کردیا تھا۔وہ جانتی تھی ماہ دیر اسے بچانے ضرور آئے گا اور وہ اسی کا انتظار کر رہی تھی۔اسے

یقین تھا ساری دنیا بھی اسے چھوڑ دے پر ماہ دیر سکندر اسکا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑے گا۔ ”جی میری جان“ میشائم نے حوریہ کو دیکھا جسکا چہرہ بخار سے سرخ ہورہا تھا۔ ”شپل۔۔مین۔۔تب آئیں۔۔دے“ حوریہ نے اس سے پوچھا تو میشائم کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ”جلدی آجائیں گے حوریہ۔آپ دعا کرو آپکے سپر مین آجائیں۔میں تو پچھلے تین دن سے اللہ سے بھیک مانگ رہی ہوں کہ ماہ دیر یہاں آجائیں“ میشائم نے اسکے گرد اپنی شال ٹھیک کرتے اسے سینے میں بھینچا۔ ”میں آگیا ہوں متاعِ جان بس تھوڑی دیر اور پھر میں تمھارے اور لٹل ہائنس کے پاس ہونگا“ دوسری طرف ماہ دیر تین گھنٹے کے طویل سفر کے بعد مانسہرہ پہنچا اور ان فضاؤں میں سانس لیتے سرگوشی کی تھی۔ ”عامر کتنی دیر میں پہنچے گے ہم“ ماہ دیر نے عامر کو دیکھتے کہا۔ ”بس آدھا گھنٹہ اور پھر ہم اس خبیس کے فارم ہاؤس پر ہونگے“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے سیٹ کی پشت سے سر ٹکایا۔وہ بس جلد از جلد ان دونوں کے پاس جانا چاہتا تھا۔ ”بیٹا

کتنی دور ہے دلہن کا گھر" پیچھے بیٹھے قاضی صاحب نے اس سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔وہ سوات سے ہی قاضی کو ساتھ لایا تھا کیونکہ اب وہ اسکو اپنا بنانے میں ایک پل کی بھی دیری نہیں کرنا چاہتا تھا۔"بس قاضی صاحب تھوڑی دیر اور" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔وہ پچھلے تین گھنٹوں سے یہی سن رہے تھے۔

"اسلام علیکم جی کون" مہرماہ نے فون کان سے لگاتے پوچھا۔وہ اپنے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی جب اسکا موبائل بجا تھا جس پر ان نون نمبر سے کال آرہی تھی۔پہلے تو اس نے کال نا اٹھانے کا سوچا پر مسلسل تین کالز کے بعد اس نے کال اٹھائی تھی۔"وعلیکم اسلام۔میں کون ہوں اس سے آپکو مطلب نہیں ہونا چاہیئے۔بس اتنا سن لو میں آپکو اغواہ کرنے والا ہوں بہت جلد" دوسری طرف سے کسی کی بھاری آواز آئی تھی جسے سنتے مہرماہ کے ہونٹوں پر

خود بخود مسکراہٹ پھیلی تھی۔اس شخص نے آواز کو بدلتے اسے کال کی تھی پر وہ پہچان گئی تھی یہ کون ہے۔"اچھا اور مجھے مطلب کیوں نہیں ہونا چاہیئے مسٹر۔آپ نے مجھے کال کی ہے وہ بھی تب جب میں پڑھ رہی تھی۔اور اغواہ کیوں کریں گے میں کوئی آپکی پراپرٹی ہوں" مہرماہ نے اپنے لہجے میں غصے کا عنصر شامل کیا۔"دیکھو لڑکی بس میں نے کہہ دیا نا تم اغواہ ہوگی تو بس۔اور اب میں کوئی بات نا سنوں" دوسری طرف سے ایک بار پھر بھاری آواز نے اسے ڈرانا چاہا جس پر اب کی بار وہ قہقہہ لگا اٹھی۔"ہاہاہاہا پروفیسر اچھی کوشش کی تھی مجھے ڈرانے کی" مہرماہ نے کہا تو دوسری طرف موجود ضرار حیران ہوا۔اس نے چہرے پر رومال رکھتے بات کی تھی پھر وہ کیسے اسکی آواز پہچان گئی تھی۔"م۔۔میں ضرار نہیں ہوں۔کون ہے یہ ضرار" اس نے مصنوعی سنجیدگی سے پوچھا۔"آپ پروفیسر نہیں ہیں" مہرماہ نے اپنے لہجے کو سہما ہوا بنایا جس پر ضرار مسکرایا۔اسے لگ رہا تھا کہ اب کی بار وہ اسے ڈرانے میں

کامیاب رہا ہے۔ ”نہیں میں ضرار نہیں ہوں“ ضرار نے خود کو شاباشی دیتے کہا۔ اچھا چلیں کوئی نہیں۔ ”کڈنیپر جی آپکو پتا ہے مجھے چوٹ لگ گئی ہے“ مہرماہ نے اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی پر بندھی پٹی کو دیکھتے کہا۔ ”کیا ماہ تمھیں چوٹ لگی ہے کیسے کہاں۔ زیادہ لگی ہے دھیان کہاں ہوتا ہے تمھارا“ دوسری طرف ضرار جو ابھی اسے مزید تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔ اسکی بات سنتے فوراً پریشان ہوتے بولا۔ ”ہاہاہا پروفیسر دیکھا آپ ہی تھے نا“ مہرماہ نے قہقہہ لگاتے کہا تو ضرار مسکرایا۔ ”ہاں جناب میں ہی ہوں۔ اب یہ بتاؤ کہاں چوٹ لگی ہے اور بتایا کیوں نہیں“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”پروفیسر صبح سیب کاٹتے ہوئے انگلی پر چھُری لگ گئی تھی“ مہرماہ نے کہا تو وہ پریشان ہوا۔ ”زیادہ لگی ہے کیا۔ دھیان کہاں ہوتا ہے تمھارا“ ماہ ضرار نے پوچھا تو وہ اسکی فکر پر مسکرائی۔ ”پروفیسر زیادہ نہیں لگی اور میرا دھیان یہیں تھا بس اچانک ہی لگ گئی“ مہرماہ نے کہا تو اس کی پریشانی پھر بھی کم نا ہوئی۔ ”ماہ کتنی غلط بات ہے

نا چوٹ کھا کر کہہ رہی ہو زیادہ نہیں لگی" ضرار نے تو وہ پھر مسکرائی۔ "پروفیسر واقعی زیادہ نہیں ہے چھوٹا سا کٹ ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے اب کی بار گہری سانس بھری۔ "چھوٹا سا بھی کیوں لگا ماہ۔دھیان رکھا کرو" ضرار نے کہا۔ "جی اچھا پروفیسر اب سے خیال رکھوں گی۔آپ یہ بتائیں یہ کس کے نمبر سے کال کی ہے آپ نے" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میرا ہی دوسرا نمبر ہے۔میں بور ہو رہا تھا تو سوچا تمھیں تھوڑی دیر تنگ کرلوں" ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "لیکن آپکا پلان فلاپ کردیا میں نے" مہرماہ نے کہا وہ ہنسا۔ "جی جناب وہ تو ہے۔اچھا یہ بتاؤ تمھیں پتا کیسے لگا کہ میں ہوں" ضرار نے دل میں مچلتا سوال پوچھا۔ "پروفیسر مجھے آپکی آواز کی پہچان ہو گئی ہے پھر آپ چاہے جتنی مرضی بدل کر بات کریں میں پہچان جاؤں گی" مہرماہ نے کہا تو ضرار مسکرایا۔ "یہ میرے لیے شرف کی بات ہے جناب" ضرار نے کہا تو وہ کھلکھلائی جسے سنتے ضرار مسکرایا اور دل میں اسکی نظر اتاری۔

"کیا حال ہے سابقہ بیوی" میشائم حوریہ کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا اور ارباز خان اندر آیا۔ "تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو ارباز خان" اسے دیکھتے میشائم نے حوریہ کو سختی سے سینے میں بھینچا اور اسے دیکھتے سپاٹ انداز میں پوچھا۔ "اس عذاب کو مارنے" ارباز خان نے حوریہ کو دیکھتے کہا۔ "میری بیٹی سے نظریں ہٹاؤ ارباز خان ورنہ تمھاری آنکھیں نوچ کر چیل کوؤں کو کھلا دوں گی" میشائم کے لہجے میں آگے تھی جسے محسوس کرتے ارباز خان بھی ایک پل کو گھبرایا۔ "اپنا منہ بند رکھو ورنہ تمھاری اور اس عذا" ارباز خان کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ جنونیت سے اس کی بات کاٹتے بولی تھی۔ "میری بیٹی کے بارے میں کوئی بکواس کرنے سے پہلے سوچ لینا ارباز خان میں تمھیں مار کر وہاں پھینکوں گی جہاں تمھیں ایک بوند پانی کی بھی نصیب نہیں ہوگی۔ میشائم خان کی بیٹی کا بُرا سوچنے والوں کو میشائم خان کتے کی موت

مارنے سے پہلے ایک پل کو بھی نہیں سوچے گی اور تم جیسے کتے کو اپنے ہاتھوں سے مارتے مجھے بلکل افسوس نہیں ہوگا" میشائم نے کہا تو اسکی بات سنتے ارباز کا چہرہ اہانت جبکہ آنکھیں غصے سے سرخ ہوئیں۔وہ ایک جست میں اس تک پہنچا اور اسکے بال دبوچے جس پر میشائم نے کراہتے آنکھیں بند کیں اور حوریہ کو مزید اپنے سینے میں چھپایا۔"بہت زبان چل رہی ہے تمھاری۔یہ اس لڑکے کے ساتھ رہنے کا اثر ہے" ارباز خان نے کہا تو اس نے اسے گھورا۔"ہاں ان کے پاس رہنے کا ہی اثر۔کیوں کہ انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ میشائم خان کس قدر بہادر ہے۔میشائم خان اگر کسی کا قتل بھی کردے گی تب بھی ماہ دیر سکندر میشائم خان کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے" میشائم نے مسکراتے کہا جس پر ارباز خان کا ہاتھ اٹھا اور میشائم کے چہرے پر چھاپ چھوڑ گیا۔تھپڑ اس قدر شدید تھا کہ میشائم حوریہ سمیت زمین پر گری تھی پر حوریہ کو اس نے سینے میں بھینچ رکھا تھا تبھی اسے کوئی چوٹ نا لگی مگر اسکا ماتھا زمین سے ٹکرایا تھا جبکہ ہونٹ کا

کنارہ تھپڑ کے باعث پھٹ چکا تھا۔جبکہ حوریہ یہ سب دیکھتے رونے لگی
تھی۔ ”بڑی تعریفیں کررہی ہو اپنے اس عاشق کی“ ارباز خان نے اس کے
بالوں کو دبوچتے کہا جس پر میشائم کے ہونٹوں سے سسکی نکلی۔ ”ماما“ اسے یوں
اپنی ماما کو مارتے دیکھ حوریہ کے رونے میں اضافہ ہوا تھا۔ ”تم دونوں کا قصہ
میں آج ہی ختم کرتا ہوں“ ارباز خان نے کہتے اپنی گن نکالی اور اسکا رخ حوریہ
کی طرف کیا جس پر میشائم کی آنکھیں خوف سے پھیلیں۔ ”ایک آخری بار اپنی
بیٹی کو دیکھ لو“ ارباز خان نے کہتے گولی چلانی چاہی پر اس سے پہلے ہی فائر کی
آواز گونجی تھی جو ارباز خان کی ٹانگ میں لگا تھا۔ ”آہہ“ ارباز خان اس اچانک
افتاد پر کراہتے زمین پر گرا تھا۔میشائم نے اسے گرتے دیکھ دروازے کی طرف
دیکھا تھا اور سامنے کھڑی ہستی کو دیکھتے اسکے دل نے بیٹ مس کی
تھی۔سامنے ہی ماہ دیر بلیک پینٹ شرٹ پر بلیک ہی جیکٹ پہنے اپنی تمام تر
وجاہت سمیت ہاتھ میں گن پکڑے ارباز خان کو گھور رہا تھا۔ ”ماہ دیر“ میشائم

نے سرگوشی نما آواز میں اسے پکارا جس پر ماہ دیر نے سامنے ان دونوں کو دیکھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی اسکی آنکھوں میں نرمی آئی جبکہ چہرے کی سختی کہیں غائب ہوگئی تھی۔ اسکے چہرے پر خوب صورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا لیکن میشائم کے چہرے پر موجود تھپڑ کا نشان دیکھتے اسکا خون کھول اٹھا تھا۔ وہ ابھی آیا تھا۔ فارم ہاؤس کے باہر صرف پانچ لوگ پہرے پر تھے جنھیں اسکے آدمی سنبھال چکے تھے اور وہ سیدھا باقی سب کے ساتھ انھیں ڈھونڈنے آیا تھا جب اسے ارباز خان کی آواز آئی جس پر وہ سب کے ساتھ اس طرف آیا۔ اس نے باقی سب کو باہر کھڑا کیا تھا جبکہ خود وہ اندر آیا تھا۔ "حوریہ میری جان آپکو تو بہت تیز بخار ہے میرا بچہ" اس کی نظریں میشائم سے ہوتی حوریہ پر گئیں جو رو رہی تھی اسے روتے دیکھ ماہ دیر بھاگ کر اسکے پاس آیا اور اسے میشائم کی گود سے پکڑتے اپنے سینے سے لگا گیا لیکن اسے سینے سے لگاتے ہی ماہ دیر کو لگا گویا اس نے جلتے توے پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ "شپل۔۔مین (سپرمین)"

حوریہ نے روتے ہوئے اسے پکارا۔ ”جی میری جان۔ کیا ہوا سپرمین کا بچہ رو کیوں رہا ہے“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکا ماتھا چومتے اسے سینے میں بھینچا۔ ”دندے۔۔ انتل نے۔۔ ماما تو۔۔ مالا (گندے انکل نے ماما کو مارا)“ حوریہ نے ہونٹ مڑورتے کہا تو ماہ دیر نے نرمی سے اسکے بال سہلائے۔ ”ہم گندے انکل کو ماریں گے ٹھیک ہے" ماہ دیر نے حوریہ کی آنکھوں پر باری باری لب رکھتے کہا تو وہ سستی سے مسکراتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی جبکہ ارباز خان اب تک زمین پر لیٹا کراہ رہا تھا۔ ”تم ٹھیک ہو“ ماہ دیر نے حوریہ سے نظریں ہٹاتے سامنے کھڑی نازک جان کو دیکھا جو اسے ہی یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ اسکے پوچھنے پر میشائم کی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہنے لگے۔ وہ بغیر کچھ کہے آگے بڑھی اور اسکے سینے سے لگ گئی۔ ”آپ۔۔۔ نے۔۔ اتنی دیر کیوں۔۔ کردی“ میشائم نے مدھم آواز میں ہچکیاں بھرتے پوچھا جس پر ماہ دیر مسکرایا اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔ ”آئی آیم سوری“ ماہ دیر نہیں جانتا

تھا اس نے کس چیز کی معافی مانگی ہے پر اگر وہ رو رہی ہے تو یقیناً اسکی غلطی ہی ہوگی۔ "میں۔۔آپ کا۔۔انتظار۔۔کر رہی۔۔تھی" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "آئی ایم سوری۔مجھے انتظار نہیں کرانا چاہیئے تھا" ماہ دیر نے ایک بار پھر معافی مانگی اور چپ چاپ اسکے سینے سے لگے آنسو بہانے لگی۔ "مجھے۔۔ٹھنڈ لگ۔۔رہی ہے" میشائم نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے اسے سیدھا کرتے بغیر کچھ کہے اپنی جیکٹ اتاری اور اسکی طرف بڑھائی جسے میشائم نے پکڑتے پہن لیا۔ "تمھیں بخار ہوا ہے" اسکے جیکٹ پہنتے ہی اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما تو اسے اندازہ ہوا کہ حوریہ کے ساتھ ساتھ اسے بھی بخار ہے۔ "تین دن سے ہے" میشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "آئی ایم سوری مجھے جلدی آنا چاہیئے تھا" ماہ دیر نے اس کا ہاتھ سہلاتے کہا۔وہ دونوں یک ٹک ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔اس دوران وہ دونوں ہی ارباز خان کی موجودگی کو فراموش کر چکے تھے۔جسکا فائدہ اٹھاتے ارباز خان

نے جیسے تیسے کرتے اپنی گن پکڑی تھی۔ ”تمھیں کیا لگا میں اسکے آنے پر تم دونوں کو چھوڑ دوں گا“ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے جب ارباز خان کی آواز آئی جس پر وہ دونوں ہوش میں آتے اسے دیکھنے لگے جو گن کا رخ انکی طرف کیے ہوئے تھا۔ ”ارباز خان اگر تم نے ان دونوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کی تو یاد رکھنا ماہ دیر سکندر صرف دل سینے میں لگانا ہی نہیں سینے سے نوچ کر نکالنا بھی بخوبی جانتا ہے“ ماہ دیر نے میشائم کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے قریب کیا اور غراتے بولا۔ ”ہاہاہاہا تمھیں لگتا ہے میں ڈر جاؤں گا“ ارباز خان نے قہقہہ لگاتے کہا اور گولی چلائی تھی لیکن اس کے ساتھ ایک اور گولی چلی تھی جو ارباز خان کے ہاتھ میں لگی تھی۔ گولی کی آواز پر ماہ دیر نے ایک جھٹکے میں میشائم کو اپنے سینے سے لگاتے اپنی کمر ارباز خان کی طرف کی تھی۔ جس سے گولی سیدھا اسکے بائیں بازو کو چیرتے چلی گئی تھی۔ اسکے بازو سے ابل ابل کر خون زمین پر گر رہا تھا۔ ”آہہ“ اچانک گرم چیز

کو اپنی بازو میں پیوست محسوس کرتے ماہ دیر کی کراہ نکلی تھی۔جبکہ ارباز چلاتے ان لوگوں کو گالیاں بک رہا تھا۔یشائم اور حوریہ گولی کی آواز سنتے چلائی تھیں جبکہ حوریہ تو رونے لگی تھی۔ماہ دیر نے بامشکل بازو میں اٹھتے درد کو فراموش کرتے دروازے میں کھڑے عامر کو دیکھا تھا جس نے ارباز خان کے ہاتھ میں گولی ماری تھی۔وہ اسے دیکھتے مسکرایا اور اپنے سینے سے لگی اپنی کل کائنات کو دیکھا۔"تم دونوں ٹھیک ہو" ماہ دیر نے ان دونوں کو دیکھتے پوچھا جس پر یشائم نے ہاں میں سرہلایا۔"لٹل ہائنس کچھ نہی ہوا میری جان۔آپ کیوں رو رہی ہو" ماہ دیر نے حوریہ کا ماتھا چومتے کہا جس پر وہ ہونٹ مڑورتے اسے دیکھنے لگی۔"ماہ۔۔دیر۔آپکو۔۔چوٹ۔۔لگی۔۔ہے" یشائم نے روتے ہوئے کہا۔"شش میں ٹھیک ہوں یشائم۔تم حوریہ کو پکڑو" اس نے نرمی سے کہا اور اسکے گرد سے اپنی زخمی بازو ہٹائی۔اسکی بات پر یشائم نے نرمی سے حوریہ کو پکڑتے اپنے سینے سے لگایا اور اسے دیکھا جو اب ارباز خان کی طرف بڑھ رہا

تھا۔ ”اب بولو ارباز خان کیا کروں میں تمھارے ساتھ۔اپنی سزا خود منتخب کرو“ ماہ دیر نے اسکے سامنے ایڑھیوں کے بل بیٹھتے اسکا زخمی ہاتھ مڑورا جس پر وہ چلایا تھا۔ ”آہہ۔۔چھوڑ دو“ ارباز خان نے چلاتے کہا جس پر وہ ہنسا۔ ”کیا کہا چھوڑ دوں۔تجھے چھوڑ دوں حرام۔۔زادے جس نے میری متاعِ جان اور میری لٹل ہائنس کو تکلیف پہنچائی۔تیرے اس ساتھی کے ٹکڑے ٹکڑے کروا کر سوات کے کتوں کو کھلا دیا ہے جانتا ہے کیوں" ماہ دیر نے اسکے ہاتھ پر دباؤ ڈالا جس پر وہ کراہتے نفی میں سرہلا گیا۔جبکہ میشائم اسے دیکھ رہی تھی جو اسے اپنی متاعِ جان کہہ رہا تھا۔ ”کیونکہ تو اس نے میری حوریہ کو نقصان پہنچانے میں تیرا ساتھ دیا تھا تو سوچ میں تیرا کیا حال کروں گا جس نے یہ سب جان بوجھ کر کیا۔جس نے نا صرف میری چھوٹی سی بچی کو گاڑی سے ٹھوکر ماری بلکہ میری متاعِ جان پر ہاتھ بھی اٹھایا۔تجھے لگتا ہے میں تجھے چھوڑوں گا“ ماہ دیر نے اسکا وہ ہاتھ اتنی شدت سے مڑورا کہ اسکے زخمی ہاتھ کی ہڈیاں چٹخنے

کی آواز آئی جسے سنتے ماہ دیر مسکرایا۔جبکہ میشائم کا وجود تو یہ بات سنتے زلزلوں کی زد میں آیا تھا۔ارباز خان نے حوریہ کا ایکسیڈنٹ کروایا تھا۔آج اسکے دل میں اس شخص کیلئے موجود نفرت کئی گنا بڑھ گئی تھی۔"چل اب بتا تیرا کیا حال کروں۔کونسی سزا تجھے دوں کیونکہ میری دی گئی سزا تو برادشت نہی کر پائے گا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"اچھا ٹھیک ہے میں بتاتا ہوں۔ایک کام کرتے ہیں تیرا دل نکال لیتے ہیں کیا خیال ہے۔ویسے بھی تجھے پتھر دل بننے کا بڑا شوق ہے نا تو تیرا دل نکال کر پتھر رکھ کر تجھے زمین میں گاڑھ دیتے ہیں" ماہ دیر نے سفاکیت سے کہا جس پر اس کا دل خوف سے پھٹنے والا ہوا۔"نہیں۔۔معاف کردو۔۔میری۔۔جان۔۔مت۔۔لو۔۔میری بیٹیاں۔۔یتیم۔۔ہوجائیں گی" ارباز خان نے کہا تو اس نے ایک مکہ اسکے منہ پر مارا۔"صرف تیری بیٹیوں کی وجہ سے میں تجھے چھوڑ رہا ہوں ورنہ باخدا میری بیٹی کو نقصان پہنچانے والے کو میں جب تک جان سے نا مار دوں مجھے سکون

نہیں ملتا" ماہ دیر نے کہا تو میشائم اسے دیکھنے لگی جبکہ ارباز خان نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔اور حوریہ تو اس گندے انکل کو مار پڑتے دیکھ مسکرا رہی تھی۔"وہ تو میری بیٹی" ارباز خان نے حوریہ کی طرف اشارہ کرتے کہنا چاہا پر ماہ دیر دھاڑتے اسکی بات کاٹ گیا۔"تمھاری نہیں میری بیٹی۔صرف میری بیٹی ہے حوریہ ہے سمجھے۔جس دن تم نے میری بیٹی کا ایکسڈنٹ کیا تھا تب اسکے جسم کا تقریباً سارا خون ہی بہہ گیا تھا جو میں نے اپنا خون دیتے پورا کیا تھا۔اب اسکی رگوں میں تمھارا گندہ خون نہیں ہے میرا خون ہے سمجھے۔تو وہ صرف میری بیٹی ہے۔میرا خون دوڑتا ہے میری بیٹی کی رگوں میں۔خبردار! خبردار اگر تم نے میری بیٹی کو اپنا کہا سمجھے" ماہ دیر نے دھاڑتے اسکے منہ پر پے در پے تین چار مکہ مارے جس پر ارباز خان کے چہرے کا نقشہ تقریباً بگڑ چکا تھا۔جبکہ میشائم تو اس جنونی شخص کو دیکھ رہی تھی جو ان دونوں کے لیے آج دنیا کو تباہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"یشائم میں ٹھیک ہوں۔رونا بند کرو" ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا جو اسکے بازو پر بندھی پٹی کو دیکھتے رو رہی تھی جبکہ حوریہ اسکی گود میں سو رہی تھی۔وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ارباز خان کے بے ہوش وجود کو اسکے گھر کے باہر پھینکنے کے بعد ہاسپٹل آئے تھے۔حوریہ اس دوران ایک پل کو بھی اس سے دور نہیں ہوئی تھی۔یہاں تک کہ اسکی بینڈج ہونے کے دوران بھی حوریہ اسکی گود میں بیٹھی سینڈوچ کھاتی رہی جبکہ یشائم تب سے مسلسل رو رہی تھی۔ماہ دیر نے ان دونوں کا بھی چیک اپ کرایا تھا۔حوریہ کا بخار تو کم ہوگیا تھا لیکن یشائم کو ابھی بھی بخار تھا اور وہ یوں رو رو کر مزید طبیعت خراب کررہی تھی۔"یشائم رونا بند کرو پلیز۔طبیعت خراب ہوجائے گی" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو اس نے اپنی نم آنکھوں کو اٹھاتے اسے دیکھا جس پر ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔یہ آنکھیں اسکے دل کی دنیا میں تباہی مچانے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔"یشائم"

اس نے پھر نرمی سے اسے پکارا تو وہ کرسی سے اٹھتے کھڑی ہوئی۔ ”مم۔۔میں۔۔یہا۔۔یہاں بیٹھ۔۔جاؤں“ میشائم نے اسکے پاس بیڈ کی طرف اشارہ کرتے معصومیت سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”بیٹھ جاؤ“ اس نے نرمی سے کہا تو وہ اسکے پاس بیٹھ گئی۔کیا ہوا۔ ”کیوں روئے جارہی ہو“ ماہ دیر نے نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکے گالوں پر بہتے آنسو صاف کیے تو وہ اسے دیکھنے لگی جو اب بھی اس کی فکر کررہا تھا۔اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اسکی زخمی بازو کو دیکھنے لگی۔ ”میشائم میں ٹھیک ہوں متاعِ جان“ اس نےپیار سے کہا تو اس نے ہچکی لی۔ ”کیا ضرورت۔۔تھی میرے۔۔لیے زخم۔۔کھانے کی“ میشائم نے اس کے ہاتھ پر بندھی پٹی کو دیکھتے پوچھا۔آنکھیں بار بار سامنے بیٹھے شاندار مرد کی اذیت کو سوچتے نم ہورہی تھیں۔اس کے دائیں بازو کے اندر تک گولی گئی تھی۔وہ گولی جو اسکو لگنی تھی پر وہ خود پر لے گیا۔ ”محبت ہو تم میری۔تمھارے لیے ایسے ایک کیا ایک ہزار زخم کھا سکتا ہوں میں“ ماہ دیر نے

اسکی من موہنی صورت دیکھتے کہا۔ "کیوں؟ میرے لیے کیوں۔۔کھائیں گے آپ۔۔زخم۔۔کیوں بھول رہے ہیں آپ۔۔میں نے آپکو کتنا۔۔غلط بولا تھا پھر۔۔بھی کیوں۔۔مجھ سے محبت۔۔کرتے ہیں۔۔میں نہیں۔۔ہوں۔۔آپکے۔۔لائق۔۔کیوں۔۔آپ باز۔۔نہیں آتے۔۔اور اگر۔۔زیادہ شوق۔۔تھا زخم کھانے کا تو۔۔اپنا زخم کھاتے۔۔نا میرے نام کی۔۔گولی۔۔کیوں کھائی۔۔کیوں۔۔ہیں۔۔آپ اتنے۔۔ڈھیٹ اسی۔۔لیے۔۔آپ کو چھوڑ۔۔کر گئی تھی تاکہ۔۔آپ پر بھی۔۔میری منحوسیت۔۔کا۔۔سایہ نا پڑے۔۔اب دیکھیں۔۔آج میں۔۔واپس۔۔آئی ہوں۔۔اور آپکو۔۔چوٹ لگ گئی۔۔میں پھر چلی۔۔جاؤں گی" میشائم نے اپنے آنسوؤں پر بامشکل بندھ باندھتے ڈانٹا۔جبکہ اسکی بات سنتے ماہ دیر مدھم سا مسکرایا۔اس نے نرمی سے حوریہ کے سر کے نیچے سے ہاتھ نکالتے اسکا ہاتھ تھاما اور اپنی نگاہیں دونوں کے باہم ملے ہاتھوں پر گاڑھ گیا۔جبکہ اسکے یوں ہاتھ

تھامنے پر یشائم نے اسے دیکھا جو اسکے ہاتھ کی پشت پر نگاہیں جماتے اپنے انگوٹھے سے اسکے ہاتھ پر گول گول دائرے بنا رہا تھا۔یشائم یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔"کیا مجھے بار بار چھوڑ کر جانے کی بجائے تم ساری زندگی مجھے میری غلطیوں کیلئے یونہی ڈانٹ سکتی ہو یشائم؟ماہ دیر نے چہرہ اٹھاتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے پوچھا۔جبکہ ماہ دیر کا سوال سنتے یشائم کی دھڑکن مدھم پڑی تھی۔اس نے بے یقینی سے اسے دیکھا جو اسکے جواب کا منتظر تھا۔کیا وہ اسکی اتنی زیادتی کے بعد بھی اسے اپنانا چاہتا تھا۔کیا وہ واقعی اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔اس کے اتنے غلط لفظ بولنے کے بعد بھی وہ اسے اپنی محرم بنانا چاہتا تھا۔یشائم نے بے یقینی سے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں امید تھی ایک مان سا تھا جیسے وہ اسے انکار نہیں کرے گی۔"بولو یشائم مجھ سے شادی کروگی۔مجھے اپنا اور حوریہ کا محافظ بناؤ گی۔وعدہ کرتا ہوں تم دونوں پر اپنا آپ قربان کردوں گا۔تمھیں وہ محبت وہ پیار وہ عزت سب دوں گا جسکی تم حقدار

ہو۔ حوریہ کو باپ بن کر پالوں گا۔ حوریہ کو اپنی سگی اولاد سے بڑھ کر پیار کروں گا۔ پلیز یشائم مجھے ایک موقع دے دو" ماہ دیر نے اسکے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کرتے پوچھا۔ "مجھے۔۔ کبھی چھوڑ۔۔ کر۔۔ تو۔۔ نہیں۔۔ جائیں گے۔۔ نا آپ" کچھ لمحوں بعد یشائم نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ مسکراتے بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ "کبھی نہیں۔ آخری سانس تک تمھارے پاس رہوں گا۔ قسم کھا کر کہتا ہوں جب تک سانسوں کی ڈوری نہیں ٹوٹے گی تب تک تمھارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نظریں جھکائیں۔ "مجھے۔۔ مردوں۔۔ سے ڈر۔۔ لگتا ہے" یشائم نے مدھم آواز میں کہا۔ "میں تمھارے سب ڈر دور کردوں گا۔ اور تم جو کہنا چاہ رہی ہو میں سمجھ گیا ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں یشائم اگر ساری زندگی بھی مجھے خود کو چھونے نہیں دو گی تو باخدا میں تمھیں ہاتھ نہیں لاؤں گا" ماہ دیر کی بات سنتے اسکے رخسار سرخ ہوئے تھے۔ وہ اسکی بات بن کہے سمجھ گیا تھا۔ "مجھے تنہائی

سے ڈر لگتا ہے" میشائم نے آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "تمھاری تنہائی کا ساتھی بن جاؤں گا پھر ڈر نہیں لگے گا" ماہ دیر نے کہا تو وہ آنکھیں جھکا گئی۔ "لوگوں کے طعنوں سے تھک گئی ہوں میں" میشائم نے کہا تو وہ نرمی سے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ سے نکالتے اسکے سر پر رکھتے اسکے بال سہلانے لگا۔ "تمھیں طعنے دینے والوں کی زبان حلق سے کھینچ لوں گا" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے کہا۔ "مجھ سے اکتائیں گے تو نہیں نا" میشائم نے پوچھا تو اس کا دل کٹا۔ناجانے اس نے ایسا کیا ماضی میں برداشت کیا تھا جو وہ ایسے پوچھ رہی تھی۔ "تم میرا کل اثاثہ ہو۔تم سے کیسے اکتا سکتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے اسے دیکھا۔ "کبھی۔۔مجھے۔۔میرے ماضی۔۔پر۔۔طنز تو۔۔نہیں کریں گے" میشائم نے پوچھا تو اس نے نرمی سے اپنی پوروں سے اس کے آنسو صاف کیے۔۔ "تمھارے ماضی پر طنز کرنے سے پہلے میں اپنی زبان کٹوا لوں گا" ماہ دیر نے کہا تو میشائم اسکی آنکھوں میں دیکھنے

لگی جہاں صرف سچائی تھی۔ اسکے لہجے میں جھوٹ کا عنصر تک نا تھا۔ ”اب بتاؤ بنو گی میری دلہن“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں آہستہ سے سر ہلایا جس پر ماہ دیر کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ پھیلی۔ ”عامر“ اس کے اقرار پر اس نے عامر کو پکارا جو اگلے ہی پل دروازہ کھولتے اندر آیا۔ اسکو اندر داخل ہوتے دیکھ میشائم نے اٹھنا چاہا پر وہ اس کا ہاتھ تھامتے اسے روک چکا تھا۔ ”ہاں ماہ دیر سب ٹھیک ہے“ عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”قاضی صاحب کو اندر لے آؤ اور ہاں گاڑی میں سرخ ڈوپٹہ پڑا ہے وہ بھی لے آنا“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گیا۔ ”ماہ دیر۔۔قاضی صاحب۔۔ابھی کیوں“ میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”مجھے ابھی تم سے نکاح کرنا ہے۔میں سوات جانے تک کا انتظار نہیں کر سکتا۔میں چاہتا ہوں اب جب تم میرے گھر میں قدم رکھو تو میری محرم بن کر رکھو“ ماہ دیر نے کہا تو ناچاہتے ہوئے بھی اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔ ”ویسے ایک اور وجہ

بھی ہے ابھی نکاح کرنے کی" ماہ دیر نے یکدم ہی سنجیدہ ہوتے کہا۔ "کیا" میشائم نے اسکی سنجیدگی پر فوراً پوچھا۔ "بھئی تم سوات جا کر مکر گئی تو میں کیا کروں گا۔ اور میں تو پھر تم سے لڑ بھی نہیں سکتا۔ ٹائیگریس ہو پوری مجھے کچا چبا گئی تو" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ "آپ انتہائی بدتمیز ہیں" میشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ جبکہ اسکے یوں ہنسنے پر میشائم بھی مسکرائی۔

"بیٹا دلہا دلہن کا نام بتائیں" قاضی صاحب نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا جو بیڈ پر حوریہ کو گود میں بٹھائے بیٹھا تھا جو اب جاگ چکی تھی۔ اس وقت کمرے میں ان تینوں کے علاوہ قاضی صاحب، عامر اور دو ڈاکٹرز کے ساتھ کچھ گارڈز تھے۔ "قاضی صاحب دلہے کا نام ماہ دیر خلیل سکندر ہے اور دلہن کا نام میشائم جنید خان ہے" ماہ دیر نے کہا تو قاضی صاحب لکھنے لگے لیکن اس سے پہلے ہی میشائم بول اٹھی۔ "میرا نام میشائم عالمگیر خان یوسفزئی ہے" میشائم نے کہا تو

ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ ”لیکن تمھارے بابا کا نام تو جنید خان ہے نا“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میرے بابا کا نام عالمگیر خان یوسفزئی ہے۔ انکی اور ماما کی دیتھ میرے بچپن میں ہی ہوگئی تھی۔ جنید خان میرے بابا کے دوست تھے انھوں نے اور انکی بیوی نے مجھے پالا تھا بس اور میں یہ بات پہلے نہیں جانتی تھی۔ مجھے بھی یہ بات میری شادی والے دن ہی پتا لگی تھی“ یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھاما۔ ”دلہن کا نام یشائم عالمگیر خان یوسفزئی ہے“ ماہ دیر نے قاضی صاحب کو کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔ ”ماہ دیر سکند ولد خلیل سکندر آپکا نکاح یشائم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے“ قاضی صاحب نے نکاح نامے کی اہم سطریں پُر کرتے ماہ دیر سے پوچھا۔ ”قبول ہے (مجھے میری متاعِ جان دل و قبول ہے)“ ماہ دیر نے یشائم کا ہاتھ اب تک نہیں چھوڑا تھا۔ ”ماہ دیر سکند ولد خلیل سکندر آپکا نکاح یشائم

خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے دوسری بار ماہ دیر سے پوچھا۔ "قبول ہے (یا اللہ آپکا لاکھوں کروڑوں بار شکریہ میری محبت اور میری بیٹی کو میرے نام کرنے کیلئے)" ماہ دیر نے اسے قبول کرتے حوریہ کا ماتھا چوما جو میشائم کے سر پر موجود سرخ ڈوپٹہ کا کونہ اپنے سر پر لیے بیٹھی تھی۔ "ماہ دیر سکند ولد خلیل سکندر آپکا نکاح میشائم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے تیسری بار ماہ دیر سے پوچھا۔ "قبول ہے (یا اللہ میں آپکو حاضر ناظر جان کر میشائم خان کو اسکے ماضی سمیت قبول کرتے ہوں اور تا عمر ان دونوں کی حفاظت کرنے کی قسم کھاتا ہوں) ماہ دیر نے میشائم کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے اسے اپنی زوجیت میں قبول کیا۔ "میشائم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی آپکا نکاح ماہ دیر سکندر ولد خلیل سکندر سے بشمول حق مہر ایک کڑور

روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" ماہ دیر سے اس کی رضا مندی پوچھنے کے بعد یشائم سے پوچھا۔ "قبول۔۔۔ہے (مجھے میرے محافظ قبول ہیں)" یشائم نے مدھم آواز میں کہا جسے سنتے ماہ دیر کے پور پور میں سکون سرائیت کر گیا۔ "یشائم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی آپکا نکاح ماہ دیر سکندر ولد خلیل سکندر سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے دوسری بار یشائم سے پوچھا۔ "قبول۔۔۔ہے (مجھے میری بیٹی کو باپ کی طرح چاہنے والا یہ شاندار انسان قبول ہے)" یشائم نے ایک چور نظر ان دونوں پر ڈالی جو اب کھیل رہے تھے۔ "یشائم خان یوسفزئی ولد عالمگیر خان یوسفزئی آپکا نکاح ماہ دیر سکندر ولد خلیل سکندر سے بشمول حق مہر ایک کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے تیسری بار یشائم سے پوچھا۔ "قبول۔۔۔ہے (یا اللہ میرے لیے اس شادی کو ذہنی سکون کا باعث بنانا۔ میں جانتی ہوں ماہ دیر ایسے نہیں ہیں پر انکے دل میں کبھی میرے

لیے کوئی بدگمانی نا آنے دینا)" میشائم نے تیسری و آخری بار قبول ہے کہتے اپنے تمام تر حقوق ماہ دیر سکندر کو سونپ دیے۔ "الحمدللہ" نکاح ہوتے ہی ماہ دیر کے لبوں سے بے ساختہ نکلا تھا جب کہ دل اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوا تھا۔ "اس پر سائن کردیں" قاضی صاحب نے نکاح نامہ ماہ دیر کی طرف بڑھایا جس پر اس نے سائن کرتے میشائم کی طرف قلم اور نکاح نامہ بڑھایا جسے پکڑتے وہ سائن کر گئی۔ "اللہ پاک تم دونوں کی محبت کو یونہی قائم و دائم رکھے اور اس رشتے کو دونوں کے لئے باعثِ سکون بنائے" ان دونوں کے سائن کرتے ہی قاضی صاحب نے دعا کرائی اور ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھتے دعا دی جس پر دونوں ہی زیرِ لب "آمین" کہہ گئے۔ "مبارک ہو میرے یار" قاضی صاحب کے ہٹتے ہی عامر آتے اس کے گلے لگا۔ وہ جانتا تھا ماہ دیر کتنا تڑپا تھا ان دونوں کیلئے اور جب وہ اسے مل گئی تھیں تو اس کا دل کر رہا تھا کہ اپنے دوست کی خوشی میں ناچنے لگے۔ "خیر مبارک شکریہ" ماہ دیر نے کہا تو وہ

مسکرایا۔ ”چل تو بھابھی اور حوریہ کو دیکھ میں قاضی صاحب کو بھجوا دوں اور تیرے ڈسچارج پیپرز تیار کروا لوں پھر گھر چلتے ہیں“ عامر نے حوریہ کی گال کو پوروں سے چھوا اور اسے دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا جس پر عامر سب کو لے کر فوراً باہر نکل گیا۔ ”نکاح مبارک متاعِ جان“ انکے جاتے ہی ماہ دیر نے میشائم کو دیکھتے کہا جس پر اس کی دھڑکنیں بڑھی تھیں۔ ”آپکو بھی“ میشائم نے نظریں جھکاتے جواب دیا تو وہ مسکرایا۔ ”شپل مین“ حوریہ نے اسے پکارا تو وہ مسکرایا۔ جی میری جان اس نے پیار سے اسکی پکار کا جواب دیا۔ ”دل تب دانا اے (گھر کب جانا ہے)“ حوریہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”بس تھوڑی دیر تک میرا بچہ اور ہاں اب سے آپ نے مجھے سپر مین نہیں کہنا“ اس نے نرمی سے کہا اور اس کا ماتھا چوما۔ ”توں (کیوں)“ حوریہ نے ہونٹ مڑورتے پوچھا۔ ”کیونکہ میں آپکا بابا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کے چہرے پر خوب صورت مسکراہٹ پھیلی۔ ”شتی ماما (سچی ماما)“ حوریہ نے مسکراتے میشائم

سے پوچھا تو میشائم نے ایک نظر ماہ دیر کو دیکھتے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی یہ آپکے بابا جان ہیں" میشائم نے کہا تو حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگایا اور ماہ دیر کے سینے سے لگی۔ "بابا ذان حولیہ تے بابا ذان (بابا جان حوریہ کے بابا جان)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اس کا ماتھا چوما تو وہ کھلکھلاتے اسکے سینے سے لگ گئی۔ "میشائم" ماہ دیر نے حوریہ سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا جو مسکراتے ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔ "جی" اس نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی۔ "یہاں آؤ" ماہ دیر نے اپنی زخمی بازو واء کرتے اسے اپنے سینے سے لگنے کا کہا جس پر وہ اسے دیکھنے لگی۔ اس نے چند لمحے سوچا اور پھر نرمی سے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ اسکے سینے پر سر رکھتے ہی میشائم کو عجیب سے تحفظ کا احساس ہوا جس پر وہ مزید اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپا گئی جس پر ماہ دیر مسکرایا۔ "آپ کو درد تو نہیں ہوگی نا" میشائم نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "نہیں ہرگز نہیں" ماہ دیر نے کہا اور جھکتے نرمی سے اس

کی پیشانی پر محبت و عقیدت سے بھرپور لمس چھوڑا جسے محسوس کرتے یشائم نے آنکھیں بند کرتے اس احساس کو اپنی روح میں اتارا۔یہ وہ احساس تھا جو اس نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔اس احساس میں کیا کچھ نا تھا۔محبت، عقیدت، عزت اور سب سے بڑھ کر تحفظ۔یشائم نے اسی کی خواہش تو کی تھی جسکے بدلے اسے ہمیشہ ذلت کے علاوہ کچھ نہی ملا تھا۔"آئی لو یو متاعِ جان" ماہ دیر نے نرمی سے کہا جس پر اسکے رخسار سرخ ہوئے۔اس نے اپنا چہرہ مزید اسکے سینے میں چھپایا تو وہ مسکرایا اور ان دونوں کو اپنے سینے میں بھینچ گیا۔آج اسے اسکی کل کائنات مل گئی تھی۔ماہ دیر کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ پوری دنیا کو چلا چلا کر بتائے کہ اس نے اپنی محبت اور اپنی لٹل ہائنس کو ہمیشہ کیلئے اپنا کرلیا ہے۔اب انھیں کوئی بھی اس سے دور نہیں کرسکتا تھا۔اب وہ دونوں اسکی تھیں۔

"شہریار" شاہجہاں بیگم نے اسے پکارا جو بیٹھا کافی پینے کے ساتھ ساتھ شاہجہاں بیگم کا سر دباتی مریم کو دیکھ رہا تھا۔جی اماں سائیں انکی پکار پر اس نے بامشکل اپنی نظریں مریم سے ہٹاتے انھیں دیکھا۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی جاگا تھا۔اسد کے علاوہ باقی سب لوگ ناشتہ کرنے کے بعد لاؤنج میں بیٹھے تھے جبکہ اسد ناشتہ کرتے ساتھ ہی آفس چلا گیا۔مریم کو آج یونی سے چھٹی تھی جس پر شہریار نے بھی آج کورٹ نا جانے کا فیصلہ کیا تھا۔"بچے تم لوگوں کی شادی کو اتنے دن ہوگئے ہیں اور تم اب تک مریم کو کہیں لے کر نہیں گئے۔بیچاری بچی کو کہیں گھوما لاؤ یا شاپنگ پر ہی لے جاؤ" شاہجہاں بیگم نے کہا تو شہریار مسکرایا۔"اماں سائیں میں تو آپکی بچی کو اتنے دن سے کہہ رہا ہوں کہ باہر گھومنے چلتے ہیں پر یہ چوزی منع کردیتی ہے" شہریار نے شاہجہاں بیگم کو کہتے آخر میں مریم کو جان بوجھ کر "چوزی" کہا تو مریم نے ناک کے نتھنے پھلاتے اسے دیکھا۔"اماں سائیں آپکے ویمپائر پوتے مجھ سے پوچھتے ہی اس وقت ہیں جب

میں پڑھنے بیٹھتی ہوں تو آپ بتائیں اس وقت میں منع ہی کروں گی نا" مریم نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلایا جبکہ شہریار تو صدمے سے اسے دیکھ رہا تھا جو اسے ویمپائر کہتے اب مزے سے اپنا کام کر رہی تھی۔ "یہ ابھی تم نے مجھے کیا کہا ہے پٹھانی" شہریار نے دانت کچکاتے پوچھا۔ "اماں سائیں کے ویمپائر پوتے" مریم نے مزے سے جواب دیا تو شاہجہاں بیگم نے قہقہہ لگایا جبکہ شہریار نے اسے مصنوعی آنکھیں دکھائیں۔ "آنکھیں نا دکھائیں سائیں مجھے۔آپ نے بھی مجھے چوزی کہا تھا ابھی" مریم نے منہ بناتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کوئی حال نہیں ہے تمھارا" شہریار نے کہا تو وہ ہنسی۔ "اللہ پاک تم دونوں کو یونہی خوش و آباد رکھے" شاہجہاں بیگم نے انکو مسکراتے دیکھ دعا دی تو وہ دونوں آمین کہہ کہتے اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ "چلو بچوں تم دونوں بیٹھو اب میں زرا آرام کر لوں کچھ دیر" شاہجہاں بیگم نے کچھ دیر بعد کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اماں

سائیں آئیں میں آپکو چھوڑ آتی ہوں" مریم نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔ "نہیں بچے میں چلی جاؤں گی۔ تم بھی آرام کر لو کچھ دیر" شاہجہاں بیگم کہتے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ جبکہ مریم اسکی طرف مڑی جو بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکے دیکھنے پر وہ مسکرایا اور کھڑے ہوتے اس کے روبرو آیا۔ "کہیں گھومنے چلیں پٹھانی۔ ابھی تو تم پڑھ بھی نہیں رہی" شہریار نے اسکا ہاتھ تھامتے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "سائیں میں مذاق کر رہی تھی" مریم نے چہرہ جھکاتے کہا تو وہ گہرا مسکرایا۔ "میں جانتا ہوں میری جان لیکن میں سیریس ہوں۔ واقعی ہماری شادی کو اتنے دن ہو گئے ہیں اور ہم کہیں گھومنے نہیں گئے تو آج چلتے ہیں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور ہاں میں سر ہلا گئی۔ "اچھا بتاؤ کہاں جانا ہے" شہریار نے اسے قریب کرتے اسکی کمر کے گرد حصار باندھتے پوچھا۔ "جج۔۔ جہاں۔۔ آپ۔۔ کہیں" مریم نے سرخ پڑتے جواب دیا۔ "سکونِ حیات تم بتاؤ کہاں جانا ہے۔ ہم وہیں جائیں گے" شہریار نے کہا

تو اس نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔مریم اس کے سینے تک آتی تھی تبھی اسے گردن اچھی خاصی جھکا کر اسے دیکھنا پڑتا تھا۔"بتاؤ پٹھانی کہاں جانا ہے" شہریار نے نرمی سے اسکی ناک پر لب رکھتے پوچھا۔

"سائیں ہم کسی پارک میں چلیں" مریم نے پوچھا تو وہ اسکی معصوم سی بات پر مسکرایا۔"جو حکم رگِ جاں۔یہ بتاؤ کس پارک میں جانا ہے" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔مریم تو اسکے رگِ جاں کہنے پر مسکرائی وہ روز ہی اسے نئے نئے ناموں سے پکارتا تھا۔"سائیں کوئی بھی پیارا سا۔ جہاں پر ڈھیر سارے پھول ہوں بس" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔"ٹھیک ہے عبایا پہنو پھر پھولوں سے بھرے پارک میں چلتے ہیں" شہریار نے اسکی گال سہلاتے کہا تو اس نے ایکسایٹڈ ہوتے ہاں میں سر ہلایا اور جلدی سے پیچھے ہوتے اوپر بھاگی۔شہریار اسکے یوں بھاگنے پر مسکرایا اور زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اس کی نظر اتاری۔آہستہ آہستہ ہی سہی پر مریم اسکے سامنے بچوں جیسا رویہ ظاہر کرنے لگی

تھی جس پر شہریار بے حد خوش تھا۔اس کے وہم و گمان میں بھی نا تھا کہ ایک ان چاہی لڑکی اسکے لیے من چاہی سے بھی زیادہ اہم ہوجائے گی۔

"مہرو ! مہرو بابا کی جان کہاں ہو" خلیل صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہی مہرماہ کو پکارنا شروع کیا۔"کیا ہوگیا ہے خلیل آپ اسے کیوں بلا رہے ہیں" پروین بیگم جو لاؤنج میں بیٹھیں تھی۔وہ فوراً بول اٹھیں۔"بتاتا ہوں پہلے بتائیں مہرو کہاں ہے" خلیل صاحب نے جلدی سے کہا۔"جی بابا آپ نے بلایا" ابھی پروین بیگم کچھ بولتی کہ مہرماہ سیڑھیاں اترتے نیچے آئی۔"مہرو میرے پاس ایک گڈنیوز ہے" اسے دیکھتے خلیل صاحب اس کی طرف بڑھے۔"گڈنیوز؟ کیسی گڈنیوز بابا" مہرماہ نے فوراً پوچھا۔"ماہ دیر کا پتا چل گیا ہے" خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ نے بے یقینی سے انھیں دیکھا۔"بھائی۔۔کا پتا چل۔۔گیا ہے۔۔بابا بھائی کہاں ہیں" مہرماہ نے جلدی سے پوچھا۔اس

دوران وہ پروین بیگم کو بلکل اگنور کر گئے تھے۔ ”سوات میں ہے وہ" خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ ”سچی بابا۔آپ کو کیسے پتا۔آپکو کس نے بتایا“ مہرماہ نے پوچھا تو انھوں نے اسکی خوشی دیکھتے اسے حصار میں لیا اور اسے لیے صوفے پر بیٹھے۔ ”میرا دوست ہے نا نوید وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اپنے سسرال گیا تھا اور اسکا سسرال مانسہرہ میں ہے۔اسکی بیوی کی بڑی بہن بیمار ہے تو وہ لوگ وہاں ہاسپٹل میں تھے۔کل رات کو اس نے ماہ دیر کو ایک لڑکی اور ایک بچی کے ساتھ دیکھا۔آج مجھے اس کی آفس میں کال آئی تھی اور بس میں بریک ٹائم میں تمھیں بتانے آگیا“ خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ”پر بابا انھیں کیسے پتا کہ وہ بھائی ہی ہیں۔وہ غلط فہمی بھی تو ہو سکتی ہے نا“ مہرماہ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ ”نہیں بچے غلط فہمی نہیں ہوئی۔وہاں اسکے ساتھ کئی لوگ تھے ان میں سے ایک سے ہی اس نے پوچھا تھا اور جانتی ہو اس نے کیا نام بتایا تھا ماہ دیر خلیل سکندر۔میرا بیٹا ہے وہ

تمھارا بھائی مہرو" خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ "یا اللہ بھائی مل گئے۔بابا ہم بھائی سے ملنے جائیں گے نا" مہرماہ نے جلدی سے پوچھا۔ "ہاں بچے جائیں گے پر صرف میں آپ نہیں" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "کیوں بابا" مہرماہ نے جلدی سے پوچھا۔ "مہرو تمھارے پیپرز ہیں بچے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "پر بابا مجھے بھائی سے ملنا ہے۔ان سے لڑنا ہے۔ان سے ناراض ہونا ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائے اور اسکے ماتھے پر لب رکھ گئے۔ "میری جان میں اسے کان سے کھینچ کریہاں لاؤں گا پھر آپ اس سے ناراض ہوجانا" خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔ "جی بابا دیکھیے گا میں بھائی سے بات نہیں کروں گی۔بھائی مجھے اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے میں ان سے پکا پکا ناراض ہو جاؤں گی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "ٹھیک ہے" خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہنسی۔ "بابا آپ بھائی کو کب لینے جائیں گے" مہرماہ نے ان سے پوچھا۔ "کچھ

دن تک میری جان" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے انکے سینے پر سر رکھا۔

"سائیں یہ کتنا خوبصورت ہے" مریم نے شہریار کا ہاتھ تھامے پارک میں داخل ہوتے کہا۔ وہ دونوں ابھی پارک میں پہنچے تھے۔ شہریار اسے پھولوں سے بھرے پارک میں لایا تھا۔ جہاں ہر طرف ہریالی اور پھول ہی تھے اور مریم کو یہ جگہ بے حد پسند آئی تھی جو اسکی مسکراتی آنکھیں صاف بتا رہی تھیں۔ "سائیں کی پٹھانی۔ تمھیں یہ اچھا لگا" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا جو بچوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ "اچھا؟ مجھے بہت اچھا لگا سائیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "الحمدللہ۔ چلو آؤ وہاں بیٹھتے ہیں" شہریار کہتے اسے ایک چھوٹے سے درخت کے پاس رکھے بینچ کے قریب لے گیا۔ وہ درخت زیادہ بڑا تھا بلکہ اسے دیکھنے سے پتا لگ رہا تھا کہ وہ ابھی اگ رہا ہے۔ "اچھا

پٹھانی کچھ کھانا ہے" شہریار نے بینچ پر بیٹھتے اس سے پوچھا۔ "نہیں سائیں ابھی کچھ نہیں ابھی بس یہ تازہ ہوا اپنی سانسوں میں بسانی ہے" میریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر اپنے کندھے پر رکھ گیا۔ "سائیں آپکو پتا ہے مجھے ایسی جگہیں بہت پسند ہیں جہاں پھول ہوں" مریم نے مدھم آواز میں کہا۔ "اور مجھے ہر وہ جگہ پسند ہے جہاں تم میرے پاس ہو رگِ جاں" شہریار نے کہا تو اسکی پلکیں شرم سے سجدہ ریز ہوئیں جنھیں دیکھ وہ مسکرایا۔ "اچھا ایک بات بتاؤ" شہریار نے نرمی سے کہا۔ "کیا" مریم نے زرا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "جب تم اکیلے باہر جاتی تھی تب اپنی آنکھیں ڈھانپ لیتی تھی لیکن اب جب میرے ساتھ ہوتی ہو تب نہیں ڈھانپتی ایسا کیوں" شہریار نے پوچھا تو ایک پل کو مریم کی سانس رکی لیکن اس نے جلدی سے خود کو کمپوز کیا۔ "جب میں اکیلی جاتی ہوں تب میرا کوئی محافظ نہیں ہوتا میرے ساتھ۔تب اپنی حفاظت مجھے خود ہی کرنی ہوتی تھی۔پر اب جب آپ میرے پاس ہیں میری حفاظت کرنے کیلئے تو

میں نہیں ڈھانپتی۔ میرے محافظ میرے پاس ہیں تو مجھے یقین ہے کوئی میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا" مریم نے صدق سے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔ "صحیح کہہ رہی ہو میرے ہوتے ہوئے کوئی میری سکونِ حیات کو نظر اٹھا کر دیکھے تو میں اسکی آنکھیں نا نوچ کر کتوں کو کھلا دوں۔ تم پر نظر ڈالنے والے کی جان نکال دوں گا میں۔ میری ہو بس تم پٹھانی۔ میں کسی کو تمھارے سائے تک کو نا دیکھنے دوں آنکھیں تو بڑی دور کی بات ہے" شہریار نے جنون آمیز لہجے میں کہا تو مریم اسے دیکھنے لگی۔ یہ جنون اسکے لیے تھا۔ مریم اسکی بات پر مسکرائی اور دوسری طرف دیکھا جب اسکی نظر اس چھوٹے سے درخت پر پڑی جس پر پیلے رنگ کے پھول لگے تھے۔ انھیں دیکھتے مریم کے دل میں ایک خیال آیا جس پر وہ مسکرائی اور شہریار کو دیکھا جو محبت سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "سائیں" مریم نے اسے پکارا تو وہ ہوش میں آیا۔ "جی سائیں کی جان" اس نے فوراً محبت سے چور آواز میں

جواب دیا۔ "سائیں میں آپکے بالوں میں یہ پھول لگا دوں" مریم نے کہا تو اس نے ارد گرد دیکھا جہاں پھول ہی پھول تھے۔ "کونسے پھول سائیں کی جان" شہریار نے اسکا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "سائیں وہ پیلے والے" مریم نے پیچھے درخت پر لگے پیلے پھولوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ مسکرایا۔ "سائیں تابعدار آپکے سائیں کی جان۔ لگا دو" شہریار ایک ہاتھ دل کے مقام پر رکھتے سر جھکاتے بولا۔ اور اگلے ہی پل بینچ سے لوگوں کی پرواہ کیے بغیر اٹھا اور گھٹنوں کے بل مریم کے سامنے زمین پر بیٹھا۔ اسکی حرکت پر مریم کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ وہ مسکرائی اور ہاتھ بڑھاتے درخت پر لگے وہ چھوٹے چھوٹے پھول توڑتے اسکے بالوں میں لگانے لگی۔ جبکہ شہریار بغیر ماتھے پر بل ڈالے اسکی خواہش پر خوشی خوشی اپنے بالوں میں پھول لگوا رہا تھا۔ اسکی رگِ جاں کا حکم تھا وہ بھلا کیسے ٹال سکتا تھا۔ جبکہ مریم مزے سے اسکے بالوں میں جگہ جگہ پھول لگاتے ساتھ ساتھ کھلکھلا رہی تھی۔ "سائیں ہلنا نہیں ہے آپ نے"

مریم نے اسکے سارے بالوں کو پھولوں سے بھرنے کے بعد کہا۔"جو حکم پٹھانی" اس نے نرمی سے کہا اور اسکی بات کا مان رکھتے اپنی جگہ سے ایک انچ نا ہلا۔مریم اسکے یوں بات ماننے پر مسکرائی اور اسکے ہاتھ سے موبائل پکڑتے اسکے بالوں کی وڈیو ریکارڈ کرنے لگی جس پر شہریار مسکرایا۔وہ بار بار پھولوں کو اسکے بالوں میں لگاتے وڈیو بنا رہی تھی جبکہ شہریار اسکی حرکتوں پر مسکرا رہا تھا۔وہ تیس سالہ وجاہت سے بھرپور مرد اپنی بیوی کے کہنے پر لوگوں سے بھرے پارک میں نا صرف اپنے بالوں میں پھول لگوا چکا تھا بلکہ اب وڈیو بھی بنوا رہا تھا۔بیوی کا حکم تھا ماننا ضروری تھا۔شہریار سوچتے مسکرایا اور اسکی من مانی پر ہنس دیا اور اسکی حرکتیں دیکھنے لگا۔وہ بیس سالہ لڑکی اس کی کل کائنات بن گئی تھی۔جس کی ایک مسکراہٹ کے لیے وہ اپنی انا اور رتبے کو خاک تک کرنے کو تیار تھا۔وہ شہریار ملک جس کے لیے اسکی انا سے اہم کچھ نا تھا اب اپنی زبردستی کی بنی بیوی پر اس انا کو وارنے کو بھی تیار تھا۔جبکہ مریم

اسکی سوچوں سے انجان اسکے بالوں میں لگے پھولوں سے کھیل رہی تھی اور شہریار ملک اب تک گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا تھا۔

"یشائم اٹھ جاؤ میری جان" اس وقت دوپہر کے دو بج رہے تھے جب ماہ دیر نے اپنے پہلو میں سوئی اپنی نئی نویلی دلہن کو پکارا جو اسکی طرف چہرہ کیے دونوں ہاتھ چہرے کے نیچے ٹکائے سو رہی تھی۔وہ لوگ کل رات کو دس بجے کے قریب مانسہرہ سے نکلے تھے۔ابھی وہ آدھے میں راستے میں بھی نہیں پہنچے تھے جب موسلا دھار بارش ہونے کی وجہ سے ماہ دیر نے وہیں قریب میں چند گھنٹوں کے لیے ایک ہوٹل کا روم بک کرایا تھا تاکہ یشائم اور حوریہ مزید بیمار نا ہوجائیں۔ماہ دیر اور یشائم ساری رات سے نہیں سوئے تھے جبکہ حوریہ تو اپنے بابا کے سینے سے لگتے اچھا خاصا سوئی تھی۔بارش قریباً دو بجے رکی تھی اور بارش کے رکتے ہی ماہ دیر ان دونوں کو لیے وہاں سے سوات کی جانب روانہ

ہوا تھا اور وہ لوگ صبح قریباً پانچ بجے گھر پہنچے تھے اور آتے ہی سو گئے تھے۔ کھانا ان لوگوں نے راستے میں ہی کھا لیا تھا۔ حوریہ تو اپنے بابا جان کے پاس سونے کی وجہ سے بے حد خوش تھی جبکہ میشائم ہچکچا رہی تھی جس پر ماہ دیر نے نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگاتے اسکی حدود کا احترام کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اسکے یوں قسم کھانے پر میشائم نے جھجکتے یہیں ان دونوں کے پاس سونے کا فیصلہ کیا تھا جس پر ماہ دیر نے مسکراتے ان دونوں کو اپنے اطراف میں سلایا تھا جبکہ وہ خود ان کے درمیان میں سویا تھا۔ اسکی آنکھ آدھا گھنٹہ پہلے ہی کھلی تھی اور تب سے لیٹا ان دونوں کو نہار رہا تھا۔ اب ٹائم زیادہ ہو رہا تھا تبھی اس نے میشائم کو جگانے کا سوچا تاکہ وہ ناشتہ کر کے میڈیسن کھا لے۔ اسکا بخار کل کی نسبت کم تھا لیکن میڈیسن اسے تین دن کھانی تھی۔ ”متاعِ جان اٹھ جاؤ“ ماہ دیر نے حوریہ کے گرد سے بازو ہٹاتے نرمی سے اسکے بال سہلاتے اسے پکارا جس پر میشائم اگلے ہی پل آنکھیں کھول گئی۔ ”آپ؟“ میشائم ایک

دم سے اسے دیکھتے گھبرائی۔ "جی میں۔ آپکا شوہر نامدار ہوں بیوی۔ اتنی جلدی بھول گئی مجھے" ماہ دیر نے نرمی سے اسکی گال کو اپنی پوروں سے چھوتے کہا تو وہ شرمندہ ہوتے چہرہ جھکا گئی۔ ایک پل کو وہ واقعی بھول گئی تھی کہ کل اس کا ماہ دیر سے نکاح ہوا تھا۔ "میشی کوئی بات نہیں۔ شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے" اسکو یوں چہرہ جھکاتے دیکھ وہ نرمی سے بولا۔ "وہ۔۔ آئی۔۔ آیم" میشائم نے معافی مانگنی چاہی پر اس سے پہلے ہی وہ نرمی سے اسے قریب کرتے اسکی بات کاٹ گیا۔ "شش تمھیں اس لیے نہیں اللہ سے مانگتے اپنا بنایا کہ تم سے معافی منگواؤں۔ آئندہ کے بعد یہ لفظ تمھاری زبان پر نا آئے پھر چاہے غلطی تمھاری ہو یا نہیں تم مجھ سے تو کیا کسی سے بھی معافی ہرگز نہیں مانگو گی" ماہ دیر نے نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے اور اسکی کمر کے گرد حصار مضبوط کرتے اسے اپنے سینے سے لگاتے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ اسکی اتنی نزدیکی پر میشائم کا دل دھڑکا تھا جبکہ رخسار سرخ ہوئے

تھے۔ ”نیند اچھے سے آئی تھی“ ماہ دیر نے پیار سے اسکا سر چومتے پوچھا جس پر اس نے بولنے کی بجائے ہاں میں سر ہلایا کیونکہ ماہ دیر کی اتنی نزدیکی اس کے ہونٹوں پر تالا لگا چکی تھی۔ ”جانتی ہو مشی۔یہ میری زندگی کی سب سے خوبصورت صبح ہے کیونکہ تم دونوں میرے پاس ہو۔میری باہوں میں ہو۔یہ احساس بہت خوبصورت ہے“ ماہ دیر نے کہتے اسکے گرد حصار مضبوط کیا تو یشائم کے جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا جس پر اس نے اپنا چہرہ جھکاتے ماہ دیر کے سینے میں چھپایا۔اسکی حرکت پر ماہ دیر مسکرایا اور نرمی سے اسکے سر پر اپنی ٹھوڑی ٹکا گیا۔جبکہ یشائم اسکے سینے سے لگی اسکی دھڑکنوں کا گیت سن رہی تھی جو اسکی روح کو سکون بخش رہا تھا۔ ”ماہ دیر“ کچھ مزید لمحے اسکی دھڑکنوں کو سننے کے بعد یشائم نے مدھم آواز میں اسے پکارا۔ ”حکم کرو جانِ ماہ دیر“ اس نے اسے دیکھتے محبت سے چور لہجے میں جواب دیا تو یشائم کی پلکیں عارضوں پر سجدہ ریز ہوئیں جسے دیکھ وہ مبہوت

ہوا۔ ”وہ۔۔ماہ۔۔دیر۔۔مجھے۔۔نہانا۔۔ہے“ میشائم نے بامشکل کہا تو وہ ہوش میں آیا۔ ”اچھا ٹھیک ہے نہا لو۔میں تب تک ناشتہ تیار کراتا ہوں اور حوریہ کو جگا کر ریڈی کرتا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی جسے دیکھتے ماہ دیر کے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ پھیلی۔ ”روتے ہوئے تو دل پر جو وار کرتی ہو وہ پھر قابلِ برداشت ہے پر ہنستے ہوئے جو قہر ڈھایا ہے واللہ میرے دل کی دنیا میں طوفان برپا کر گئی ہو“ ماہ دیر نے محبت سے اسکی ناک پر لب رکھتے محبت سے ایک عاشق کی طرح شاعرانہ انداز میں کہا تو میشائم کپکپائی۔اسکی بات تضاد اسکی حرکت پر دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ ”ہنستی رہا کرو میشی بہت پیاری لگتی ہو“ ماہ دیر نے اسکے ماتھے سے لب ہٹاتے سرگوشی کی اور نرمی سے اسے اپنے حصار سے آزاد کر گیا۔اس کی بازو ہٹانے کی دیر تھی میشائم فوراً اپنی بے قابو ہوتی دھڑکنوں کا سنبھالتے کھڑی ہوئی اور بیڈ پر تکیے کے پاس پڑا اپنا ڈوپٹہ اٹھاتے اپنے شانوں پر پھیلاتے دروازے کی طرف بڑھی۔ ”مشی کہاں

جارہی ہو" اسے باہر جاتے دیکھ ماہ دیر اٹھتے بولا۔ "وہ میرے کپڑے پرانے کمرے میں ہیں۔ وہ لینے جارہی ہوں" میشائم نے اپنی انگلیاں مڑورتے کہا تو وہ مسکرایا اور چلتے اسکے پاس آیا۔ "تمھیں وہ پرانے کپڑے پہننے کی ضرورت نہیں ہے مشی" اس نے میشائم کے ہاتھوں کو تھامتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "تو پھر میں کیا پہنوں گی" میشائم نے معصومیت سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں بتاتا ہوں میرا بچہ ایک منٹ" اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا اور واڈروب کی طرف بڑھا۔ جبکہ میشائم جہاں تھی وہی رہ گئی۔ اس نے اسے "میرا بچہ" کہا تھا۔ اس نے اسے اتنی محبت سے پکارا تھا۔ بے ساختہ میشائم کو اپنے گال بھانپ اڑاتے محسوس ہوئے جس پر اس نے جلدی سے اپنے رخساروں پر ہاتھ رکھتے اسے دیکھا جو واڈروب کا جائزہ لے رہا تھا۔ "متاعِ جان یہ والا ڈریس پہنو" ماہ دیر نے برائٹ ریڈ کلر کی پیروں کو چھوتی فراک نکالتے اسکے سامنے کی جسکے ساتھ ریڈ کلر کا ریشمی ڈوپٹہ تھا اور

ساتھ بلیک کلر کی سرخ کڑھائی والی ویلوٹ کی شال بھی نکالی تھی۔وہ فراک خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی قیمت آپ بتا رہا تھا۔"ماہ دیر یہ تو۔۔بہت ڈارک کلر ہے۔۔اور مجھے اتنے۔۔ڈارک کلرز۔۔پہننے کی عادت نہیں ہے" میشائم نے اسے کہا تو ڈریس کو ہینگ کرتے اسکے پاس آیا۔"میری جان۔عادت نہیں ہے تو عادت بناؤ کیونکہ میں اپنی بیوی کو ان پیارے پیارے رنگوں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔میں نے تمھیں آج تک صرف ہلکے رنگ پہنے دیکھا ہے پر اب میں چاہتا ہوں میری بیوی یہ کھلے رنگ پہنتے کھلا گلاب لگے۔ویسے تم مجھے ہر رنگ میں اچھی لگتی ہو پر میں تمھیں اس رنگ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔لیکن ہاں اگر تمھیں لگے کہ تم نہیں پہن سکتی تو بھی تمھاری مرضی ہے" ماہ دیر نے اسکے پاس آتے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے کہا تو وہ نظریں جھکا گئی۔"میں پہن۔۔کر آتی۔۔ہوں" میشائم نے مدھم آواز میں منمناتے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔"ٹھیک ہے جاؤ

پہن کر آؤ" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے واش روم میں بند ہوئی جبکہ ماہ دیر حوریہ کی جانب بڑھا جو سو رہی تھی۔اب اسکا ارادہ اپنی بیٹی کو جگانے کا تھا جو کل رات سے اسے بابا جان کہتے اپنی قسمت پر رشک کرنے کا موقع دے رہی تھی۔"حوریہ" ماہ دیر مسکراتے بیڈ پر بیٹھا اور نرمی سے اسے گود میں اٹھاتے سینے سے لگایا جس پر حوریہ کسمسائی۔"حور بابا کی جان اٹھ جائیں میرا بچہ" ماہ دیر نے پیار سے اسکی گال پر لب رکھتے کہا۔"بابا زان پیج تھوئی دیل (بابا جان پلیز تھوڑی دیر)" حوریہ نے اسکی گردن کے گرد اپنی ننھی ننھی بازو باندھتے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔"میری جان۔بابا صدقے اپنے بیٹے کے۔نیند آرہی ہے میرے بچے کو" اس نے پیار سے پوچھا۔"دی بابا زان(جی بابا جان)" اس نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسے تھپکنے لگا جس سے حوریہ پھر سو گئی تھی۔وہ کافی دیر اسے یونہی سینے سے لگائے بیٹھا رہا لیکن پھر اس کی نیند کا خیال کرتے ماہ دیر نے نرمی سے اس کا ماتھا چوما اور اسے بیڈ پر لٹاتے اس پر کمبل

ٹھیک کیا۔عین اسی وقت واش روم کا دروازہ کھلا اور میشائم باہر
آئی۔دروازے کی آواز پر ماہ دیر نے چہرہ اٹھاتے دروازے کی طرف دیکھا اور
سامنے میشائم پر نظر پڑتے ہی ماہ دیر کی دھڑکن رکی جبکہ سانس سینے میں اٹکی
تھی۔وہ اس وقت سرخ فراک پہنے قیامت ڈھا رہی تھی۔ماہ دیر یک ٹک اسے
دیکھ رہا تھا جبکہ میشائم اسکی نظروں سے کنفیوز ہوتے وہی واش روم کے
دروازے میں کھڑی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ماہ دیر اس پر سے نظریں ہٹائے
بغیر بیڈ سے کھڑا ہوا اور اسکی طرف بڑھا۔"ماشاءاللہ۔اللہ پاک میری بیوی کو
ہر بُری سے محفوظ رکھے" ماہ دیر نے اسکے پاس جاتے نرمی سے اسکی کمر پر ہاتھ
رکھتے اسے قریب کیا اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو میشائم شرم
سے نظریں جھکا گئی۔"بہت پیاری لگ رہی ہو میشی" اس نے نرمی سے اسکی
ٹھوڑی تھامتے کہا تو اسکے رخسار سرخ ہوئے جسے دیکھ وہ مسکرایا۔"جاؤ جلدی
سے تیار ہو جاؤ میں تب نہا لوں۔پھر ناشتہ کرتے ہیں" ماہ دیر نے پیار سے

کہا۔ "تیار؟ ہو تو گئیں ہوں" میشائم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "بے شک تم تیار ہو گئی ہو اور میرے دل پر بجلیاں بھی گرا چکی ہو۔ لیکن میں چاہتا ہوں تم میری دلہن کی طرح تیار ہو۔ بلکہ میں خود تیار کرتا ہوں اپنی متاعِ جان کو" ماہ دیر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پیار سے کہا اور اسکی ناک پر لب رکھے تو وہ شرم سے مرنے والی ہوئی۔ ماہ دیر اسکی شرم و حیا دیکھتے مسکرایا اور نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اسے آئینے کے سامنے رکھی چیئر پر بٹھایا۔ اس نے ڈریسنگ کی ڈرار کھولی اور اس میں سے ایک بے بی پنک کلر کی لپ اسٹک اور کاجل نکالا۔ "میشی کیا لگا سکتا ہوں" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ جس پر ماہ دیر نے مسکراتے انتہائی احتیاط سے اس کی آنکھوں میں کاجل لگایا اور پھر لپ اسٹک پکڑتے نرمی سے اسکے گداز لبوں پر لگا گیا۔ "ماشاءاللہ" ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا اور اپنی انگلی پر کاجل لگاتے نرمی سے اسکے کان کے پیچھے لگایا۔ جبکہ میشائم یک ٹک خود کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کتنی

پیاری لگ رہی تھی۔آج عرصے بعد وہ یوں تیار ہوئی تھی۔وہ تو اپنا یہ روپ بھول گئی تھی۔آج عرصے بعد ماہ دیر کی محبت نے اسے اپنے آپ سے متعارف کرایا تھا۔"ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو میری ٹائیگریس" کاجل لگاتے ہی اس نے نرمی سے یشائم کو کھڑا کرتے نرمی سے سینے سے لگایا اور اسکے سر پر لب رکھ گیا جس پر یشائم اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔"آئی لو یو یشی" اس نے محبت سے کہا تو وہ مزید سرخ پڑتے اسکے سینے میں گھسی جس پر وہ مسکرایا۔

"ویری گڈ ثانیہ بہت اچھے۔بلکل اسی طرح ہی کھڑی ہو" ڈائریکٹر نے ثانیہ کو کہا جو اس وقت شارٹ شرٹ میں جو کہ اسکے پیٹ سے کچھ اوپر تھی اور ساتھ بلیک ٹائٹ جینز میں ملبوس اپنا فوٹو شوٹ کروا رہی تھی۔اسکا ایک ہاتھ دیوار پر تھا جبکہ وہ تھوڑی آگے کو جھکی تھی۔پوز کافی غیر مناسب تھا جس وجہ سے وہ

شرمندہ ہورہی تھی۔وہ جس دن سے گھر سے بھاگ کر یہاں آئی تھی نا جانے کیوں اسے پچھتاوا ہورہا تھا۔اس نے اپنی ماں کو بھی اس بارے میں بتایا تھا پر اس نے اسے یہ کہہ کر ڈانٹ دیا تھا کہ پیسہ کمانے پر توجہ دو۔اور جو چیز اسے سب سے زیادہ پریشان کررہی تھی وہ یہاں کا ماحول تھا۔اسے یہاں یہ کہہ کر بلایا گیا تھا کہ اس سے ماڈلنگ کرائی جائے گی پر یہاں صرف اسکی روازنہ ایک نئے واحیات قسم کے ڈریس میں تصویریں اتاری جاتی تھیں اور اگر وہ اس بارے میں پوچھتی تھی تو اسے کام کا حصہ بتایا جاتا تھا۔پرثانیہ کو نا جانے کیوں یہ سب عجیب لگ رہا تھا۔اسے یہ کپڑے بے حد غیر آرام دہ لگتے تھے۔وہ شارٹ اور ٹائٹ کپڑے پہلے بھی پہنتی تھی پر جو کپڑے اسے یہاں پہنائے جاتے تھے وہ حد درجہ زیادہ غیر مناسب تھے۔اس کے پرانے کپڑوں میں اسکا سراپا یوں برھنہ نہیں ہوتا تھا پر جب سے وہ یہاں آئی تھی۔اس نے ہر وہ لباس پہنا تھا جس میں اسکے جسم کا کوئی نا کوئی حصہ برھنہ نظر آتا تھا اور یہ چیز اسے

انکفرٹیبل کررہی تھی۔اس نے بہت بار ڈائریکٹر سے یہ کہا تھا پر اسکا کہنا تھا کہ ماڈلنگ کیلئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔پر اسے اچھے سے یاد تھا اس نے جس کانٹریکٹ پر سائن کیا تھا وہاں صاف صاف لکھا تھا کہ جسم کو برھنہ کرنے والے لباس نہیں پہنائے جائیں گے پھر ایسا کیوں ہورہا تھا۔"سر کیا یہ والا پوز کرنا ضروری ہے" ثانیہ نے سیدھے ہوتے کہا کیونکہ یہاں موجود سب مرد اسے جن نظروں سے دیکھ رہے تھے وہ اسے گھبرانے پر مجبور کررہے تھے۔آج سے پہلے بھی وہ یونہی آزادی سے رہی تھی پر خلیل صاحب اور شہریار کی وجہ سے آج تک کسی مرد نے اسے یوں نہیں دیکھا جیسے آج حوس سے دیکھ رہے تھے۔"ثانیہ جیسا کہا ہے ویسے کرو پلیز پھر پیک اپ کرنا ہے" ڈائریکٹر نے کہا تو وہ پھر اسی طرح کھڑی ہوگئی۔جس پر ڈائریکٹر مسکرایا اور کیمرہ مین کو اشارہ کیا جو اسکی مختلف زاویوں سے تصویریں بنانے لگا۔"ویری گڈ ثانیہ۔اب تم جاسکتی ہو۔کچھ دیر آرام کرلو اب" ڈائریکٹر کی بات سنتے اس نے ہاں میں سر

ہلایا اور اس روم سے باہر نکل گئی۔ ”مجھے پچھتاوا کیوں ہونے لگ گیا ہے“ ثانیہ نے اپنے روم میں آتے دروازہ بند کرتے سرگوشی کی اور خود کو آئینے میں دیکھا۔وہ عجیب سی لگ رہی تھی۔ایک ماڈل پر وہ شریف نہیں لگ رہی تھی۔ناجانے کیوں اسے ایک دم سے افسوس ہوا۔ ”کیا میں نے یہاں آکر صحیح کیا ہے“ ثانیہ نے خود کو آئینے میں دیکھتے خود سے پوچھا اور کوئی جواب نا ملنے پر گہری سانس بھرتے واش روم میں بند ہوئی۔ناجانے کیوں وہ گلٹ میں جارہی تھی۔اسے شہریار کو چھوڑنے کا گلٹ ہورہا تھا کیوں وہ نہیں جانتی تھی پر اسے ہورہا تھا۔اسے خلیل صاحب کا گھر چھوڑنا پچھتاوے میں مبتلا کررہا تھا۔شاید اب ضمیر جاگ رہا تھا پر وہ ابھی اسے سمجھ نہیں پارہی تھی لیکن ایک وقت آنا تھا جب ثانیہ کو سمجھ آنی تھی اور جس طرح سے آنی تھی اس نے ثانیہ کو سرتاپیر بدل کر رکھ دینا تھا۔

"فائنلی پہلا پیپر ہو گیا" مہر ماہ نے دھپ سے گھاس پر بیٹھتے کہا تو مریم بھی مسکرائی اور اسکے پاس بیٹھی۔ وہ دونوں ابھی اپنا پیپر دے کر فارغ ہوتے باہر آئیں تھی اور ہمیشہ کی طرح اپنے فیورٹ سپاٹ پر آکر بیٹھ گئیں تھی۔ ابھی انکا آف ہونے میں آدھا گھنٹہ تھا تبھی وہ یہاں آتے بیٹھی تھیں۔ "ہاں اور شکر ہے اچھا ہو گیا" مریم نے اسکے پاس بیٹھتے کہا۔ "ہاں الحمدللہ" مہر ماہ اس کی بات پر مسکراتے بولی۔ "انکل نے کب تک آنا ہے مہر" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "پتہ نہیں پر شاید ابھی آجائیں گے۔ شہریار بھائی نہیں آئے ابھی تک" مہر نے جواب دیتے ہی پوچھا۔ "آرہے ہیں بس سائیں کی کال آئی تھی کہہ رہے ہیں راستے میں ہیں" مریم نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے شہریار بھائی کے آنے کے بعد تم کافی خوش رہنے لگی ہو ماشاءاللہ" مہر ماہ نے شہریار کے نام پر اسکی آنکھوں میں آنے والی چمک کو دیکھتے کہا۔ "میں خوش نہیں رہتی وہ خوش رکھتے ہیں" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرائی۔ "اللہ تم

دونوں کو یونہی خوش رکھے اور مجھے جلدی جلدی آنی بنادے بس" مہرماہ نے اسے دعا دیتے آخر میں شرارت سے کہا تو مریم کا چہرہ سرخ ہوا جبکہ آنکھیں خطرناک حد تک پھیلیں جسے دیکھ مہرماہ ہنسی جبکہ مریم اسے گھورنے لگی۔"مہر کی بچی بکواس بند رکھو" مریم نے اسکے کندھے پر ہلکا سا تھپڑ مارتے کہا تو وہ اور زور سے ہنسی۔"بہت ہی بے شرم ہو تم مہر" مریم اپنی بھانپ اڑاتی رخساروں پر ہاتھ رکھتے بولی تو بے ساختہ مہرماہ قہقہہ لگا گئی۔"میں تو معصوم ہوں یار" مہرماہ نے دونوں ہاتھ ٹھوڑی تلے ٹکاتے آنکھیں مٹکائیں تو مریم کا دل کیا اپنی میسنی دوست کو اٹھا کر باہر پھینک دے۔"تمھارا اور معصومیت کا دور دور تک کوئی ناطہ نہیں بے شرم" مریم نے اپنی آنکھوں میں نمایاں ہوتی شرم و حیا کو چھپانے کی غرض سے آنکھیں چھوٹی کی تو وہ پھر قہقہ لگا گئی۔"افف تم شرماتے ہوئے کتنی کیوٹ لگتی ہو" مہرماہ نے کہا تو مریم نے اسے گھورا جس پر وہ فوراً خاموش ہوتے لبوں پر انگلی رکھ گئی۔یہ جانے بغیر کوئی کافی دیر سے اسکی

ان معصوم حرکتوں کو دیکھتے اسکی نظر اتارتے نہیں تھک رہا۔ضرار پچھلے دس منٹ سے اوپر سٹاف روم کے باہر بنی منڈیر کے پاس کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔مہرماہ کا یوں ہنسنا قہقہ لگانا اسکی دھڑکنوں کو بڑھانے کا باعث بن رہا تھا۔"او شٹ" مہرماہ نے ایک دم سے ماتھے پر ہاتھ مارا۔"کیا ہوا مہر" مریم نے اسے دیکھا جو کھڑی ہو رہی تھی۔"یار وہ سحر نا جو ہمارے پیچھے بیٹھتی ہے اس نے مجھ سے نوٹس لیے تھے تو میں وہ واپس لے کر آئی اس سے" مہرماہ نے کہا تو مریم بھی کھڑی ہوئی۔"میں بھی چلتی ہوں" مریم نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔"جی ہاں تم بھی جاو لیکن کیفے اور کچھ کھانے کو لے آؤ بھوک لگ رہی ہے" مہرماہ نے کہا تو مریم ہنس پڑی۔"اچھا ٹھیک ہے میں لاتی ہوں تم جلدی آنا اور کسی سے فری مت ہونا" مریم نے کہا تو وہ ہنستے ہاں میں سر ہلاتے لائیبریری اوپر کی طرف بھاگی جو کہ سٹاف روم سے کچھ فاصلے پر تھی۔"آہہ میرا سر" مہرماہ فوراً سیڑھیوں سے تقریباً بھاگتے ہوئے اوپر آئی لیکن ابھی وہ

سٹاف روم والے کوریڈور کی طرف مڑی ہی تھی کہ کسی چٹان نما وجود سے ٹکرائی جس پر اسکی کراہ بے ساختہ تھی۔ اسکا سر مقابل کے چوڑے سینے سے ٹکرایا تھا۔ جبکہ سامنے کھڑا بلال اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے گرنے سے بچا چکا تھا ورنہ یقیناً وہ گرتی اور اسکا سر لگنا تھا۔ ضرار جو ابھی تک کھڑا نیچے دیکھ رہا تھا اچانک مہرماہ کی کراہ سنتے اس نے اس طرف دیکھا مگر سامنے کا منظر دیکھ اسکی آنکھوں میں پل میں خون اترا۔ سامنے ہی مہرماہ سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی جبکہ بلال اسکو کمر سے پکڑے کھڑا تھا۔ "شکریہ" جبکہ مہرماہ نے ہوش میں آتے ایک پل میں بلال سے فاصلہ بنایا اور چار قدم پیچھے ہوئی۔ "کوئی بات نہیں مہرماہ" بلال نے اسے کہا جس پر وہ بغیر اسے دیکھے ہاں میں سر ہلاتے آگے بڑھی۔ آگے بڑھتے ہی اس کی نظر ضرار پر پڑی جو سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھوں کو دیکھتے مہرماہ کو خوف آیا۔ وہ بغیر کچھ کہے اسکے پاس سے گزرتے لائبریری کی طرف چلی گئی جو کہ قدرے کونے میں تھی جبکہ اسکے آس پاس

خالی کلاسز تھیں۔ اسکے یوں خود کو نظر انداز کرنے پر ضرار کے تن بدن میں آگ لگی۔ اس نے مڑتے اسکی پشت کو دیکھا اور سٹاف روم میں داخل ہوگیا۔

"اسلام علیکم جی اسد بھائی" عائشہ کا آفس سے ابھی آف ہوا تھا اور وہ اس وقت اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی جب اسکا موبائل رنگ ہوا جس پر اس نے سکرین کو دیکھا جہاں اسد کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس نے فون اٹھاتے کان سے لگایا اور فوراً بولی۔ "وعلیکم اسلام۔ عائشہ کہاں ہو" اسد نے اس سے فوراً پوچھا۔ "آفس میں ہوں اسد بھائی" اس نے اپنا بیگ شولڈر پر ڈالتے کہا۔ "جانتا ہوں آفس میں ہو۔ میں کہہ رہا ہوں کہ ابھی تک باہر کیوں نہیں آئی" اسد نے کہا تو اس نے موبائل کو کان سے ہٹاتے دیکھا۔ "کیا مطلب" عائشہ نے لفٹ میں داخل ہوتے پوچھا۔ "مطلب یہ میڈم کہ میں باہر کھڑا ہوں آجاؤ۔ آج تمھیں ایک ہفتہ کمپلیٹ ہوگیا ہے تو سوچا تمھیں کوئی ٹریٹ دوں۔ دراب انکل سے

اجازت میں لے چکا ہوں۔اب جلدی سے آجاؤ" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔"جی اچھا آگئی بس" عائشہ نے کہا تو وہ اوکے کہتے کال کاٹ گیا۔ابھی اس نے کال کاٹی تھی جب لفٹ پانچویں فلور پر رکی اور اس کے رکتے ہی دروازہ کھلا اور نبیل اندر داخل ہوا۔"کیسی ہو عائشہ" سامنے اسے لفٹ میں دیکھ نبیل کمینگی سے مسکراتے بولا جس پر عائشہ نے کوئی جواب نا دیا۔"کوئی جواب نہیں۔نائس آئی لائک یور ایٹیٹیوڈ" نبیل نے کہا تو عائشہ نے مٹھیاں بھینچی۔"ویسے کیا تمھیں یاد ہے۔تین سال پہلے جب میں نے تمھارا ہاتھ پکڑا تھا کیسے میری منتیں کررہی تھی کہ چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو" نبیل نے کہا تو اس نے پھر جواب نا دیا جس پر نبیل کو غصہ آیا۔"بکواس کروگی اب کچھ۔میں کب سے بھونک رہا ہوں جواب کیوں نہیں دے رہی" نبیل نے کہا تو وہ مسکرائی۔"وہی تو تم تب سے بھونک رہے ہو۔اور کتوں کا تو کام ہی بھوکنا ہے اب کیا ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر بھونکنے لگیں۔ویسے بھی سیانے کہتے

ہیں کتا بھونکتا رہے تو کچھ نا کہو لیکن جب کاٹے تو جان سے مار دو" عائشہ نے کہا تو نبیل نے دانت پیسے۔ عین اسی وقت لفٹ رکتے دروازہ کھلا جس پر وہ اسکو بولنے کا موقع دیے بغیر باہر نکل گئی۔ "میں تمھیں چھوڑوں گا نہیں" نبیل نے کہا اور باہر آیا۔ "شکر ہے آگئیں آپ میڈم۔ آپکا ہی انتظار تھا" دوسری طرف عائشہ جاتے سیدھا اسد کی گاڑی میں بیٹھی جس پر اسد بولا۔ "جی میں آگئی۔ اب چلیں" عائشہ نے مسکراتے کہا۔ لیکن اسکے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ "عائشہ کیا ہوا سب ٹھیک ہے" اسد نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "جی اسد بھائی سب ٹھیک ہے" عائشہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں سب ٹھیک نہیں ہے عائشہ۔ کچھ ہوا ہے تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں لگ رہی ہو" اسد نے پوچھا تو وہ اسکی فکر پر مسکرائی۔ "اسد بھائی گھبرائی ہوئی نہیں ہوں بس وہ تیز تیز چلتی آئی ہوں نا تبھی سانس چڑھ گئی ہے" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ ابھی اسکے جواب سے مکمل پرسکون نہیں ہوا تھا لیکن وہ اسکو زیادہ

فورس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ”ٹھیک ہے لیکن اگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھ سے شئیر کرنا ہے“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپ سے ہی شئیر کروں گی“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”ویری گڈ۔ اچھا میں تمھارے لیے کچھ لایا تھا“ اسد نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”کیا“ عائشہ نے جلدی سے پوچھا۔ ”ایک منٹ“ اسد نے کہا اور گاڑی کی بیک سیٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ایک سبز گلابوں والا درمیانے سائز کا بوکے اٹھاتے اس کی طرف بڑھایا جس پر عائشہ کی دھڑکنیں بڑھی تھیں۔ ”یہ تمھارے لیے“ اسد نے کہا تو وہ مسکراتے اس سے بوکے تھام گئی۔ ”شکریہ اسد بھائی یہ بہت پیارا ہے“ عائشہ نے مسکراتے کہا تو وہ بھی مسکرایا۔ ”شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے عائشہ۔ تمھاری مسکراہٹ ہی کافی تھی“ اسد نے کہا تو اسکے گال بے ساختہ گلابی ہوئے۔ ”اسد بھائی ایک سوال پوچھوں“ عائشہ نے گلابوں کی مہک کو سینے میں اتارتے کہا۔ ”جی پوچھو“ اس نے نرمی سے جواب دیا۔ اسد جانتا تھا وہ کیا

پوچھے گی۔ ”اسد بھائی لوگ عموماً سرخ گلاب دیتے ہیں یا سفید بھی پر آپ نے گرین کیوں دیے“ عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ ”تمھیں نیچر پسند ہے نا تو بس اسی لیے۔ گرین روز نیچر کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں گلاب کی خوشبو بھی ہے اور نیچر کا سبز رنگ بھی جو آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے تو بس نیچر لوور کے لیے سبز گلاب“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”شکریہ اسد بھائی۔ پر یہ تو راولپنڈی میں بہت کم ملتے ہیں۔ بہت ڈھونڈنے کے بعد بھی بس ایک دو ہی ملتے ہیں پر یہ تو اتنے سارے ہیں آپکو مشکل ہوئی ہوگی“ عائشہ نے اپنے ہاتھ میں موجود دس پندرہ گلابوں کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”نہیں اتنی مشکل نہیں ہوئی مل گئے تھے“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اب اگر سی آئی ڈی ہوگیا ہو تو چلیں“ اسد نے کہا تو وہ ہنسی جس پر اسد مسکرایا اور گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

"رگِ جاں کہاں ہو تم" شہریار نے روم میں داخل ہوتے مریم کو پکارا جو کہ روم میں کہیں نہیں تھی۔وہ آج ایک کلائنٹ سے ملنے گیا تھا جس وجہ سے وہ کافی لیٹ آیا تھا۔اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔اور اسے اس وقت بس اپنی بیوی چاہیئے تھی کیونکہ اسے دیکھے بغیر شہریار ملک کی تھکاوٹ نہیں اترتی تھی لیکن وہ تھی کہاں۔شہریار نے سوچا اور باہر نکلا۔"مریم" اس نے لاؤنج میں آتے اسے پکارا۔"مریم کہاں ہے" اس نے لاؤنج سے گزرتی ملازمہ سے پوچھا۔"پتا نہیں بھائی" ملازمہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور شاہجہاں بیگم کے روم کی طرف گیا۔"اماں سائیں مریم کہاں" شہریار انکے کمرے میں داخل ہوتے پوچھنا چاہا لیکن سامنے شاہجہاں بیگم کو سوئے دیکھ وہ خاموش ہوا اور باہر نکل گیا۔"مریم کہاں ہو تم" شہریار نے لاؤنج میں کھڑے ہوتے اسے اونچی آواز میں پکارا پر پھر کوئی جواب نا پاتے شہریار پریشان ہوا۔وہ کہاں تھی۔وہ جواب کیوں نہیں دے رہی تھی۔کیا وہ اسے چھوڑ کر چلی گئی

تھی۔ اسکے دل میں اب وسوسے آنے لگے تھے۔ لیکن اس نے ان پر قابو پایا اور پھر اوپر کی جانب بڑھا۔ "بھائی کیا ہوا آپ اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہیں۔ سب ٹھیک ہے نا" ابھی وہ اوپر آیا تھا جب سامنے سے آتے اسد نے اسکے چہرے کو دیکھتے پوچھا۔ شہریار کا چہرہ پسینے سے تر تھا جبکہ آنکھوں میں ایک خوف تھا۔ "وہ اسد مریم نہیں مل رہی" شہریار نے جلدی سے کہا تو اسد اسے دیکھنے لگا جو مریم کے نا ملنے پر یوں اپنا حال پل میں بگاڑ چکا تھا۔ "بھائی ریلیکس گڑیا آپ کے سٹڈی روم میں بیٹھی پڑھ رہی ہے" اسد نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ فوراً اس طرف بھاگا جبکہ اسد اسکی پشت کو دیکھنے لگا۔ دوسری طرف وہ تیز تیز قدم اٹھاتے فوراً سٹڈی روم میں داخل ہوا اور سامنے صوفے پر مریم کو بیٹھے دیکھ اسکی جیسے جان میں جان آئی تھی۔ "سائیں" وہ فوراً آگے بڑھا اور اسکی بازو سے پکڑتے اسے کھڑا کرتے سینے میں بھینچ گیا۔ اس اچانک افتاد پر مریم نے اسے پکارا لیکن وہ بغیر کچھ کہے اسکے گرد مظبوط حصار باندھے آنکھیں

بند کیے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ ”سائیں سب ٹھیک ہے“ اسکی حالت دیکھتے مریم نے اسکے گرد بازو حمائل کرتے فوراً پوچھا جس پر اس نے بغیر کچھ بولے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے گرد حصار مزید مضبوط کیا۔ اتنا کہ مریم اب بلکل اسکے سینے میں چھپی تھی۔ اس نے مریم کو یوں تھام رکھا تھا جیسے اگر وہ اسے چھوڑے گا تو وہ کہیں غائب ہوجائے گی۔ جب کہ مریم تو اسکے حصار میں ڈر کو محسوس کرتے پریشان ہورہی تھی۔ ”سائیں آپ ٹھیک ہیں۔ کیا ہوا ہے“ مریم نے اپنا ہاتھ اسکے بالوں میں الجھایا اور نرمی سے اس کے بال سہلاتے پوچھا جس پر ایک پل میں شہریار کے مسلز ریلیکس ہوئے تھے۔ ”کب سے تمھیں ڈھونڈ رہا ہوں۔ اور تم یہاں چھپی بیٹھی ہو“ شہریار نے مدھم آواز میں کہا لیکن اسکی آواز میں ایک شکوہ تھا جسے مریم نے محسوس کیا۔ ”سائیں میں پڑھ رہی تھی اور آواز بھی نہیں آئی۔ کیا ہوا ہے بتائیں تو“ مریم نے ہنوز اس کے بال سہلاتے پوچھا۔ سٹڈی روم

چھت کی سیڑھیوں کے پاس تھا تبھی مریم کو اسکی آواز نہیں آئی تھی۔ ”میں ڈر گیا تھا“ شہریار نے کہا تو مریم کا دل کٹا۔ اسکے لہجے میں ایک اذیت تھی جو مریم کا دل چیر گئی تھی۔ ”کیوں ڈر گئے تھے آپ“ مریم نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے پوچھا۔ ”مجھے لگا تم بھی مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہو“ شہریار نے کہا تو اس نے پیچھے ہوتے اسے دیکھنا چاہا پر وہ اسکی کوشش ناکام بنا گیا۔ ”ایسے ہی رہو پلیز۔ مجھ سے دور مت ہو“ شہریار نے منت کرتے کہا تو مریم پریشان ہوئی۔ ”سائیں آپکو ایسا کیوں لگا کہ میں آپکو چھوڑ کر چلی جاؤں گی“ مریم نے نرمی سے پوچھا۔ ”میرے رنگ کی وجہ سے“ شہریار نے کہا تو مریم کا دل کٹا۔ وہ خود کو لے کر اتنا انسیکیور ہے مریم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ ”سائیں یہاں دیکھیں“ مریم نے مدھم آواز میں اسے پکارا جس پر شہریار نے اپنا چہرہ اسکی گردن سے نکالتے اسے دیکھا پر وہ اس سے دور ہرگز نہیں ہوا تھا۔ ”آپکو لگا میں آپکو آپکے رنگ کی وجہ سے چھوڑ کر چلی جاؤں گی“ مریم نے ہمت کرتے اسکا

چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے پوچھا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا۔وہ بولا کچھ بھی نہیں وہ بس دیوانوں کی طرح اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔"اور آپکو ایسا کیوں لگا" مریم نے پوچھا تو اس نے چہرہ جھکایا۔"سب ہی اس وجہ سے مجھے چھوڑ جاتے ہیں" شہریار نے کہا تو وہ نفی میں سرہلا گئی۔"ایسا نہیں ہے سائیں۔ایک انسان آپکو اس وجہ سے چھوڑ کر گیا ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں ہے سب جائیں گے اور یہ آپکی غلطی ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ اس انسان کے ذہن کا قصور ہے جسے آپ کے رنگ سے مسئلہ ہے ایسا نا سوچا کریں پلیز" مریم نے نرمی سے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔"تم مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی نا" شہریار نے خوف سے پوچھا۔"آپکو چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گی سائیں۔آپکی پٹھانی آپ کو چھوڑ کر جا ہی نہیں سکتی" مریم نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔"کیا میرا رنگ کالا ہے اس میں میری غلطی ہے؟" شہریار نے پوچھا تو وہ نفی میں سرہلا گئی۔"آپکو کس نے کہا ہے آپکا رنگ کالا ہے۔سائیں آپکا رنگ گندمی ہے۔وہ رنگ جو مردوں پر

بے حد جچتا ہے آپ کالے تو نہیں ہیں جو آپکو ایسا کہتا ہے اسکی سوچ ہی کالی ہے" مریم نے اس کی تصحیح کی۔ "سب مجھے کالا اور بد صورت ہی کہتے ہیں پٹھانی" اس نے کہا تو وہ نرمی سے اسکی گال سہلانے لگی۔ "سائیں جو کہتے ہیں انھیں کہنے دیں۔آپ بد صورت نہیں ہیں مجھ سے پوچھیں میری نظر میں آپ سے حسین کوئی نہیں۔اس دنیا کا ہر مرد مجھے آپکے سامنے کمتر محسوس ہوتا ہے۔آپ ایسا مت سوچا کریں آپکی پٹھانی کو اچھا نہیں لگتا" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔اسکا یوں خود کو "اسکی پٹھانی" کہنا اچھا لگ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے آئندہ نہیں سوچوں گا جو چیز میری پٹھانی کو نہیں پسند اب اسکا ذکر بھی نہیں ہوگا" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔اسکے یوں سینے سے لگنے پر شہریار مسکرایا اور نرمی سے اسکا سر چوم گیا۔ "تم جانتی ہو پٹھانی تم بہت اچھی ہو" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ بھی سب سے اچھے ہیں" مریم نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے کہا تو وہ مسکرایا

اور جھکتے اسکی گردن کے خم پر نرمی سے لب رکھ گیا۔ اسکی حرکت پر مریم کی سانس رکی تھی جبکہ آنکھیں اسکی بے باکی پر پھیلی تھیں۔مریم کا چہرہ لہو چھلکا رہا تھا جس پر اس نے مزید اپنا چہرہ اسکے سینے میں چھپاتے شہریار کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا۔

"اسلام علیکم پروفیسر کیسے ہیں آپ" مریم نے ضرار کو دیکھتے کہا جو انکی کلاس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا کھڑا تھا۔وہ دونوں ابھی پیپر دے کر فارغ ہوئی تھیں اور اب گراؤنڈ میں بیٹھنے جارہی تھیں لیکن سامنے ضرار کو دیکھتے دونوں نے سلام کرنا ضروری سمجھا۔اسکی آواز پر ضرار جو اپنا موبائل استعمال کررہا تھا۔اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو سرتاپیر عبائے میں ملبوس تھی جبکہ اسکے ساتھ مہرماہ کھڑی تھی جو آج لائٹ ییلو کلر کی سمپل شلوار قمیض پہنے ہوئے تھی۔ضرار نے ایک نظر مہرماہ کو دیکھتے مریم کو دیکھا اور

مسکرایا۔ "وعلیکم اسلام میں ایک دم ٹھیک ہوں بچے" ضرار نے نرمی سے جواب دیا اور جانے لگا جب مہرماہ کی آواز اسکے قدم روک گئی۔ "اسلام علیکم پروفیسر" مہرماہ نے اسکے جانے سے پہلے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "وعلیکم اسلام مس مہرماہ" ضرار نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور بغیر کوئی دوسری بات کیے وہاں سے چلا گیا۔ اس کے یوں جانے پر نا جانے کیوں مہرماہ کو بُرا لگا۔ "پروفیسر کو کیا ہوا ہے" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا جو اس راستے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے ضرار ابھی گیا تھا۔ اس کے پکارنے پر وہ ہوش میں آئی اور اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ "پتہ نہیں" مہرماہ نے گہری سانس بھرتے کہا اور گراؤنڈ کا رخ کر گئی۔ "مہر بتاؤ کیا ہوا ہے۔ پروفیسر نے تم سے اتنی رُوڈلی بات کیوں کی" مریم نے اس کے ساتھ چلتے پوچھا۔ "میں نہیں جانتی۔ خیر چھوڑو۔ میں کونسا انکی کچھ لگتی ہوں جو مجھ سے پیار سے بات کریں گے" مہرماہ نے کہا لیکن یہ کہتے دل میں کتنی تکلیف ہوئی تھی یہ صرف مہرماہ جانتی

تھی۔ ضرار کا ایسا سرد رویہ بہت اذیت دے رہا تھا۔ ”لیکن پھر بھی کوئی تو وجہ ہوگی جو پروفیسر یوں بولے ہیں ورنہ وہ تم سے کبھی اس لہجے میں نہیں بات کرتے“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے حلق میں اٹکا آنسوؤں کا گولہ نگلا۔ ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔ ”کوئی نہیں مریم۔ مجھے ویسے بھی ان لہجوں کی عادت ہے۔ ماما آپی ان لوگوں نے شروع سے مجھ سے اسی لہجے میں بات کی ہے تو اب اگر پروفیسر بھی کر لیں گے تو کوئی بات نہیں۔ میں پیار بھرے لہجوں کی ویسے بھی عادی نہیں ہوں“ مہرماہ نے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجاتے کہا لیکن مریم جانتی تھی وہ ہرٹ ہوئی ہے اور بہت بُرے طرح سے ہرٹ ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ کبھی اس طرح لاپرواہی نہیں کرتی تھی بلکہ رو کر غبار نکال لیتی تھی۔ ”سب ٹھیک ہو جائے گا“ مریم نہیں جانتی تھی اس نے ایسا کیوں کہا ہے پر ابھی اسے اس سے بہتر کوئی جملہ نا ملا۔ اس نے اسکے قریب ہوتے نرمی سے اسے ساتھ لگایا تو مہرماہ بھی اسکے

کندھے پر سر رکھتے آنسو پینے لگی۔ "سب ٹھیک ہی ہے۔فکر نا کرو۔میں محبت بھرے لہجوں کے لائق نہیں ہوں اور پروفیسر کا رویہ مجھے بُرا نہیں لگا بلکہ مجھے کچھ بھی بُرا نہیں لگتا۔مجھے عادت ہے" مہرماہ نے اسکے کندھے پر سر رکھے ہی کہا تو مریم اسے دیکھنے لگی۔جبکہ دوسری طرف ضرار جو مہرماہ کے ساتھ سرد لہجہ اپنانے کے بعد بے چین ہوتے اسے یہاں دیکھنے آیا تھا۔اسکی بات سنتے ضرار کا وجود زلزلوں کی زد میں آیا تھا۔اس نے اپنی ماہ کو اتنے بُرے طریقے سے ہرٹ کردیا تھا۔اسکا دل چاہ رہا تھا وہ خود کو شوٹ کرلے۔آخر کیا ضرورت تھی اس کے ساتھ ایسا رویہ اپنانے کی جبکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ مہرماہ کو ایسا رویہ کتنی اذیت دیتا ہے۔لیکن وہ اپنی جیلسی میں اسے ہرٹ کرگیا یہ جانتے بوجھتے کہ کل اسکی کوئی غلطی نہیں تھی۔وہ تو بس گرنے لگی تھی جبکہ بلال نے بھی مدد کے تحت اسے بچایا تھا۔"بابا آگئے ہیں میں چلتی ہوں" تھوڑی دیر بعد اسکا موبائل رنگ ہوا تو اس نے مریم سے کہا جس پر ضرار بھی ہوش میں

آیا۔وہ پلر کے پیچھے تھا تبھی وہ دونوں اسے دیکھ نا سکیں۔"ہاں ٹھیک ہے۔سائیں بھی آگئے ہیں۔میں بھی چلتی ہوں" مریم نے بھی اسکے ساتھ کھڑے ہوتے کہا۔"ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا" مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔"تم بھی اپنا خیال رکھنا اورہاں بلاوجہ پریشان نا ہوتی رہنا پلیز اور رونا تو بلکل بھی نہیں" مریم نے اسکے گلے لگتے کہا۔"اچھا میڈم اب جاؤ بھائی ویٹ کررہے ہونگے" مہرماہ نے بامشکل مسکراتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اسکے ساتھ باہر نکلی اور دونوں اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہوتے گھر کو روانہ ہوئیں۔جبکہ ضرار اب تک وہی کھڑا اس جگہ کو دیکھ رہا تھا جہاں سے وہ ابھی اٹھ کر گئی تھی۔

"بابا ذان اتیں(بابا جان اٹھیں)"حوریہ کافی دیر سے اپنے بابا کو اٹھا رہی تھی جو جاگتے ہوئے بھی سونے کا ناٹک کررہا تھا وجہ اسے اپنی بیٹی کے منہ سے بابا

ذان سننا پسند تھا۔ماہ دیر ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہاسپٹل سے آیا تھا۔وہ ہاسپٹل جانا نہیں چاہتا تھا پر اسکے ایک مریض کی کنڈیشن کافی خراب تھی تبھی اسے جانا پڑا ورنہ اسکی بازو میں کافی درد تھی جس وجہ سے اسے بخار بھی چڑھ گیا تھا۔ہاسٹل سے آتے ہی وہ قریباً دو گھنٹے پہلے سویا تھا اور اب اسے اپنے چہرے پر ننھے ننھے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا جس پر اس کی ساری نیند اڑ گئی تھی پر وہ ہنوز آنکھیں موندیں لیٹا حوریہ کے منہ سے بابا ذان سن رہا تھا۔اسے بخار تو اب نہیں تھا پر درد ابھی بھی تھی پر اپنی بیٹی کے لمس پر اسے اپنی روح میں سکون سرائیت کرتا محسوس ہورہا تھا۔ "بابا ذان" حوریہ نے ماہ دیر کو پھر اٹھایا لیکن وہ پھر سوتا بنا اسکو جواب نا دیتے دیکھ اب کی بار حوریہ کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آئے جبکہ ہونٹ کپکپانے لگے۔ "بابا ذ۔۔ان" اب کی بار اس نے بھرائی آواز میں پکارا تو وہ پٹ سے آنکھیں کھول گیا۔ "حوریہ میری جان بابا کا بچہ کیا ہوا رونا نہیں لٹل ہائی نیس" ماہ دیر نے فوراً اٹھتے اسے اپنے

سینے سے لگایا۔ ”اپ حولیہ شے بت نئی تلے (آپ حوریہ سے بات نہیں کررہے)“ حوریہ نے اسے دیکھتے ہونٹ مڑوڑے۔ ”میری جان سوری بابا بس مستی کررہے تھے اپنے بچے کے ساتھ“ ماہ دیر نے اسکے آنسو صاف کرتے اسکے پھولے گال پر لب رکھے۔ اس نے دل میں خود کو کوسا آخر کیا ضرورت تھی اپنی معصوم بچی کو تنگ کرنے کی کیا وہ نہیں جانتا تھا اس نے کیا کیا برداشت کیا ہے۔ ”حولیہ تو نول تیا (حوریہ کو اگنور کیا)“ حوریہ نے آنکھوں میں نمی لاتے اسے دیکھا۔ ”میری جان میری پوری دنیا آپ ہیں بابا نے اپنے بچے کو بلکل اگنور نہیں کیا سوری میرا بچہ“ ماہ دیر پیار سے اسکا ماتھا چومتے اس سے معافی مانگی۔ ”اوتے لیتن حولیہ تو لونا اتا اے دب بابا ذان نول تلتے ایں (اوکے لیکن حوریہ کو رونا آتا ہے جب بابا جان اگنور کرتے ہیں)“ حوریہ نے اپنی چھوٹی چھوٹی ہتھیلیوں سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ ”میرا بچہ اب بابا کبھی ایسا نہیں کریں گے سوری میری جان“ اس نے حوریہ کو سینے میں بھینچا اور

نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔جبکہ حوریہ بھی چپ چاپ اپنے بابا کے سینے سے لگی رہی۔اسے ماہ دیر کا پیار اچھا لگتا تھا آخر کو یہ لمس زندگی میں پہلی بار جو ملا تھا ورنہ ماں کے علاوہ بھلا کب کسی نے یوں پیار کیا تھا۔"بابا ذان" کچھ دیر بعد اس نے ماہ دیر کو پکارا۔"جی بابا کی جان" اس نے حوریہ کو دیکھا جسکی آنکھوں میں اب آنسوؤں کی جگہ شرارت نے لی تھی۔"بابا ذان ماما تو ڈانا اے (بابا جان ماما کو ڈرانا ہے)" حوریہ نے اسے کہا۔"اوکے میری جان لیکن کیسے" ماہ دیر نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر حامی بھری۔بھلا وہ اپنی بیٹی کی کوئی بات ٹال سکتا تھا۔"ام ماما تو بویں دے می ناض اوں پھل ماما ڈل دائیں دی(ہم ماما کو بولیں گے میں ماما سے ناراض ہوں پھر ماما ڈر جائیں گی)" حوریہ نے اسے پلین بتایا تو وہ مسکرایا۔"یہ ایسے آئیڈیا کہاں سے آتے ہیں میرے بچے کے چھوٹے سے دماغ میں" ماہ دیر نے اسکی ناک پر نرمی سے چٹکی کاٹتے پوچھا تو وہ کھلکھلاتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر ماہ دیر مسکرایا۔اسے بے ساختہ

حوریہ کا کچن میں چھپنا اور پھر آئس کریم کا نام سنتے بھاگ کر اسکے سینے سے لگنا یاد آیا تھا۔ "حوریہ بچے آئیں کھانا کھائیں" ابھی وہ دونوں باپ بیٹی باتیں کر رہے تھے جب دروازہ کھولتے میشائم اندر داخل ہوئی۔ حوریہ نے بغیر کچھ کہے اپنا چہرہ اپنے بابا کے سینے چھپایا۔ "حوریہ کیا ہوا" میشائم نے اسے پکارا کیونکہ وہ ایسے اسکی طرف سے منہ تبھی ہی موڑتی تھی جب وہ اس سے ناراض ہوتی تھی۔ "میشی میری بیٹی ناراض ہے تم سے" ماہ دیر نے اسے دیکھتے جو کرمزن کلر کی سادہ شلوار قمیض میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ "کیوں میں نے کیا کہا ہے" میشائم نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ تو آپکو پتہ ہوگا نا متاعِ جاں" ماہ دیر نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "حوریہ میرا بچہ سوری ماما نے کیا کیا ہے بتائیں" میشائم نے حوریہ کو پکڑنا چاہا پر وہ ماہ دیر کے ساتھ چپک گئی جس پر ماہ دیر مسکرایا۔ "نو حولیہ ناض اے (نو حوریہ از ناراض ہے)" حوریہ نے منہ پھلایا۔ "میری جان میں نے کیا کہا ہے آپکو سوری بیٹا" میشائم کو بھلا کہاں برداشت تھا اسکی بیٹی

اس سے روٹھے۔ ”ہاہاہاہا ماما اپ ڈل دئی (ہاہاہاہاہا ماما آپ ڈر گئی)“ اچانک حوریہ نے ہنستے ہوئے کہا تو ماہ دیر بھی ہنس پڑا۔ ”ہا بدمعاش“ اسکی حرکت سمجھتے میشائم مصنوعی غصے سے بولی اور اسے اٹھاتے گد گدی کرنے لگی۔ ”ہاہاہاہا ماما نو بابا بتاؤ (ماما نو بابا بچاؤ)“ حوریہ نے ہنستے ہوئے ماہ دیر کو پکارا۔ ”میشی چھوڑو میری بیٹی کو“ ماہ دیر نے فوراً سے حوریہ کو پکڑتے اپنے سینے میں بھینچا جس پر میشائم نے اسے گھورا۔ ماہ دیر اسکے گھورنے پر ایک کان پکڑ گیا جس پر وہ چہرہ جھکاتے مدھم سا مسکرائی۔ ”لٹل ہائنس آؤ آپکی ماما کو گد گدی کریں“ ماہ دیر نے میشائم کا جھکا سر دیکھتے حوریہ کے کان میں کہا تو وہ مسکرائی اور ہاں میں سر ہلا گئی جس پر ماہ دیر نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور میشائم کی بازو پکڑتے اسے سمجھنے کا موقع دیے بغیر بیڈ پر لٹایا۔ ”آہہ“ اس اچانک افتاد پر میشائم نے بوکھلاتے اسے دیکھا جو مسکرا رہا تھا اور اسکی اگلی حرکت پر میشائم کی ہنسی پورے کمرے میں گونجی تھی۔ ”ہاہاہاہا ماہ دیر۔۔ نہیں“ میشائم نے اسکے

گد گدی کرنے پر ہنستے ہوئے کہا جبکہ وہ اسے ہنستے دیکھ مزے سے اسے گد گدی کررہا تھا۔ "ہاہاہاہا ماہ دیر آہہ ہاہاہاہاہا رکیں" میشائم کی ہنسی کے ساتھ حوریہ کی کھلکھلاہٹ بھی کمرے میں گونج رہی تھی۔ "ہاہاہاہا ماہ دِیر بس کریں پلیز" میشائم نے ہنستے ہوئے کہا۔ اسکا پورا چہرہ سرخ ہوگیا تھا جبکہ آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔ اسکی حالت دیکھ ماہ دیر نے اپنا عمل روکا اور اسے دیکھا جو اب گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ "تم ٹھیک ہو" اس نے نرمی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اٹھاتے بٹھایا اور سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتے اسکے لبوں سے لگایا۔ "جی ٹھیک ہوں" میشائم نے چند گھونٹ بھرتے گلاس پرے کیا اور اپنا سر اسکے سینے پر ٹکا گئی۔ جس پر ماہ دیر مسکرایا اور گلاس سائیڈ پر رکھتے اپنا بازو اسکے گرد پھیلا گیا۔ "بابا ذان می بی (بابا جان میں بھی)" اپنے بابا کو یوں بس اپنی ماما کو ہگ کرتے دیکھ حوریہ فوراً بولی تو ماہ دیر نے اپنی زخمی بازو بھی واء کی۔ جس پر حوریہ بھی فوراً اسکے سینے میں سمائی۔ ماہ دیر

نے نرمی سے جھکتے باری باری ان دونوں کے ماتھے پر لب رکھے اور انھیں سینے میں بھینچ گیا۔زندگی اتنی خوبصورت بھی ہو سکتی ہے اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔جبکہ میشائم کو تو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اس نعمت کا شکر کیسے ادا کرے۔اس نے شروع سے جس سائباں کی خواہش کی تھی بلآخر وہ اسے مل گیا تھا۔وہ جگہ جہاں اسکے لیے پیار تھا۔اسکی بیٹی کیلئے شفقت تھی۔ان دونوں کے نکھرے اٹھانے کیلئے ایک ایسا انسان تھا جو بغیر ماتھے پر بل ڈالے انکی ہر خواہش پوری کرتا تھا۔جسکے سامنے اسے کسی چیز کی خواہش کرنے سے پہلے سوچنا نہیں پڑتا تھا۔بلکہ صرف وہ خواہش کرتی تھی اور وہ شے اسے مل جاتی تھی۔اسے اگر کچھ کھانے کا دل کرتا تھا تو اسے انتظار نہیں کرنا پڑتا تھا وہ بس اسے کہتی تھی اور ماہ دیر دن یا رات نہیں دیکھتا تھا وہ چیز اسے کھلا دیتا تھا۔ابھی صرف چند دن ہوئے تھے اور ان چند دنوں میں ماہ دیر نے اسے اور

حوریہ کو ہاتھ کا چھالا بنا لیا تھا۔جس پر میشائم کا بھی اس سے لاڈ اٹھوانے کو دل کرتا تھا۔

"مجھے کیوں رونا آرہا ہے۔یہ آنسو کیوں نہیں رک رہے" مہرماہ نے خود کو آئینے میں دیکھتے کہا۔اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا جبکہ آنکھیں رونے کے باعث اچھی خاصی سوجھ چکی تھیں۔وہ جب سے یونی سے آئی تھی وہ وقفے وقفے سے رو رہی تھی۔اس نے یونی سے آنے کے بعد بس ایک کپ چائے کا پیا تھا۔اسکے علاوہ اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔خلیل صاحب کے پوچھنے پر اس نے دل نہیں کر رہا کہتے انھیں ٹال دیا تھا۔اسے ضرار کا سرد رویہ اس قدر اذیت دے رہا تھا کہ وہ لفظ بھی نہیں ڈھونڈ پا رہی تھی جن میں وہ اپنے سینے میں اٹھتی تکلیف کو بیان کر پاتی۔"میں اب آپ سے بات نہیں کروں گی پروفیسر" مہرماہ نے بیڈ پر بیٹھتے ہچکی بھری۔اس نے کلاس میں بھی اسے اگنور کیا تھا پر مہرماہ

اسے اپنی غلط فہمی سمجھتے اگنور کر رہی تھی پر جو کوریڈور میں ہوا وہ غلط فہمی ہرگز نہیں تھی۔یہ سب دوبارہ یاد آتے ہی مہر ماہ ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے ہچکیاں بھرتے رونے لگی۔اسے نہیں پتا تھا وہ کیوں رو رہی ہے پر ضرار کا رویہ بہت اذیت دے رہا تھا۔وہ ہنوز بیٹھی رو رہی تھی جب اسکا موبائل رنگ ہوا جسے اس نے پہلے تو اگنور کیا۔لیکن کال کرنے والا بھی ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ تھا وہ کال پر کال کری جا رہا تھا۔بلآخر اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے موبائل پکڑا اور سکرین پر ضرار کا نام جگمگاتے دیکھ اس نے ہچکی بھرتے کال اٹھانی چاہی لیکن اس سے پہلے وہ کال اٹھاتی کال کٹ گئی تھی اور اگلے ہی پل اسکے فون پر میسج پر میسج آنے لگے اور سب میں ایک ہی بات لکھی تھی۔

Mah ! Please pick up the call. Just give me a chance to explain my"

cold behavior. I am extremely sorry Bache. Please pick up the call

"and talk to me.I'll apologize for everything

مہرماہ نے نوٹیفکیشن سے اسکے میسج پڑھے اور بار بار ایک ہی میسج کو دیکھ اس نے موبائل سائیڈ پر رکھ دیا۔اس کے میسج پڑھتے زیادہ رونا آرہا تھا۔تھوڑی دیر کوئی پچاس میسجز کرنے کے بعد ضرار نے پھر اسے کال کی جس پر اس نے گہری سانس بھرتے کال اٹھائی اور موبائل کان سے لگا گئی۔"ماہ شکر ہے تم نے کال اٹھائی۔تم ٹھیک ہو"ضرار نے پوچھا لیکن وہ خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔"ماہ بچے آئی آیم سوری پلیز کچھ تو بولو"ضرار نے منت کرتے کہا لیکن وہ اب بھی کچھ نا بولی۔"بچے پلیز۔کچھ تو بولو"ضرار نے نرمی و بے بسی سے کہا تو اس نے ہچکی بھری۔"ماہ تم رو رہی ہو۔بچے پلیز رونا بند کرو۔آئی آیم سوری ماہ پلیز بچے روتے نہیں ہیں"ضرار نے اسکی مدھم سسکیوں کی آواز پر کہا۔"آپ۔۔کو۔۔کیا۔۔آپ۔۔جائیں۔۔مجھے۔۔اگنور۔۔کریں"مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے کہا۔"ماہ میری پیاری سی ماہ ہو نا شاباش پلیز رونا بند کرو۔آئی آیم سو سوری بچے پلیزیوں رو کر مجھ پر ظلم مت کرو"ضرار نے

منت کی تو اس نے کچھ نا کہا۔ "ماہ ناراض ہو" اس نے نرمی سے پوچھا۔ "میں۔۔کیوں۔۔ہونگی" مہرماہ نے تو وہ مسکرایا۔ "پر مجھے میری ماہی کے لہجے میں ناراضگی صاف محسوس ہورہی ہے" ضرار نے کہا تو اس نے آنسو صاف کیے۔ "نہیں ہوں۔۔کیوں۔۔کال۔۔کی ہے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "تمھارے گھر کے بیک سائیڈ کی طرف جو کھڑکی کھلتی ہے نا وہاں سے باہر دیکھو" ضرار نے کہا تو اسکی آنکھیں پھیلیں۔ "کیوں" مہرماہ نے پوچھا۔ "میں وہیں کھڑا ہوں پلیز آؤ کھڑکی پر" ضرار نے کہا تو اس نے ٹائم دیکھا جہاں دس بج رہے تھے۔وہ فوراً یونہی ننگے پاؤں باہر کی جانب بھاگی اور سیڑھیوں سے نیچے جھانکا۔نیچے لائٹس آف دیکھتے وہ فوراً اس کھڑکی کی طرف گئی اور اسے کھول گئی۔کھڑکی کھولتے ہی اسکی نظر سامنے ضرار پر پڑی جو اپنی مرسیڈیز کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔اسکے ایک ہاتھ میں اس وقت سو سے زائد اڑنے والے ہارٹ شیپ بیلونز تھے۔جبکہ دوسرے ہاتھ میں بلبلے

والی گن تھی اور وہ کان میں ائیر پورڈ لگائے اس سے بات کر رہا تھا۔ اسکو دیکھتے مہر ماہ کا دل دھڑکا۔ وہ اس وقت یہاں کیا کر رہا تھا جبکہ اسے دیکھتے ضرار کا دل کٹا تھا۔ وہ اسکی وجہ سے روئی تھی اس سے زیادہ کربناک بات کیا تھی۔ ”آپ یہاں۔۔ کیا کر رہے ہیں“ مہر ماہ نے اپنے آنسو صاف کرتے پوچھا۔ ”سوری بولنے آیا ہوں“ ضرار نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ وہ رات کے اس پہر اس سے معافی مانگنے آیا تھا۔ سوچتے دل میں گد گدی ہوئی تھی پر ابھی وہ اس سے ناراض تھی۔ ”مجھے نہیں چاہیئے آپکا سوری۔ جائیں اپنے گھر“ مہر ماہ نے کہا تو وہ فوراً بول اٹھا۔ ”پلیز ایسا نا کہو۔ آئی ایم سوری بچے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ جیسے کہو گی ویسے مناؤں گا پر پلیز ناراض نا ہو مجھ سے“ ضرار نے منت کی۔ ”آپکو میری ناراضگی سے فرق کیوں پڑ رہا ہے پروفیسر“ مہر ماہ نے اسکی آواز میں بے قراری محسوس کرتے کہا۔ ”وجہ نہیں بتا سکتا پر ہاں تمھاری ناراضگی میرا دل چیرنے کی صلاحیت رکھتی ہے“ ضرار نے کہا تو اسکے رخسار سرخ

ہوئے۔ ”کہیں کیا کہنا ہے“ مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا۔ ”کہتا ہوں پر پہلے یہ دیکھو“ ضرار نے کہتے اپنے ہاتھ میں موجود سارے بیلونز ہوا میں اڑائے جس پر مہرماہ انھیں اڑتے دیکھ میسمرائز ہوئی جبکہ جو چیز اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے کا باعث بنی تھی وہ ہر غبارے پر لکھا "سوری بچے" تھا۔ ان غباروں کے آسمان میں غائب ہونے تک مہرماہ انھیں دیکھتی رہی۔ ”کیسا لگا“ ان کے غائب ہوتے ہی اسے ضرار کی آواز آئی۔ ”بہت اچھا تھا“ مہرماہ نے خوشی سے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اچھا اب یہاں دیکھو“ ضرار نے کہا تو اس نے اسکی طرف دیکھا۔ اس کے دیکھتے ہی ضرار نے ہاتھ میں پکڑی بلبلے والی گن چلائی جس سے ہر طرف بلبلے اڑنے لگے جسے دیکھ مہرماہ مسکرائی۔ اس کو مسکراتے دیکھ وہ مسکرایا اور اپنی کار کیز پر موجود ایک بٹن دبایا جس سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس اون ہوئیں۔ اس کے اون ہوتے ہی مہرماہ نے گاڑی کی طرف دیکھا جس کے بونٹ پر وائٹ پھولوں سے "سوری ماہ" لکھا تھا جبکہ آس پاس سمائلی

والے سٹیکر لگے تھے اسے دیکھتے مہرماہ مسکرائی۔ ”سوری ماہ۔پلیز معاف کردو“ ضرار نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ ”آپ مجھ سے ناراض کیوں تھے“ مہرماہ نے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر گیا۔ ”وجہ نہیں بتا سکتا پر پلیز مجھے معاف کردو بچے دیکھو دونوں کان بھی پکڑ لیے ہیں۔ کہو گی تو اٹھک بیٹھک بھی کرلوں گا پر پلیز مجھے معاف کردو“ ضرار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو اب دونوں کان پکڑے کھڑا تھا۔ اسے دیکھ اسے ہنسی تو بہت آئی پر ضبط کر گئی۔ ”اچھا معاف کیا۔ ایسے نا کریں۔ آپ میرے پروفیسر ہیں مجھے اچھا نہیں لگ رہا“ مہرماہ نے منمناتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”شکریہ مجھے معاف کرنے کے لیے“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپ کو پتا ہے میں صبح سے اتنی بار روئی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اسکا دل کٹا تھا۔ ”آئی آیم سوری ماہ“ ضرار نے نرمی سے کہا۔ ”اچھا ٹھیک ہے اب بس کریں سوری“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور وہی کھڑے ہوتے اسے دیکھنے لگا۔ ”ویسے مجھے نہیں پتا تھا میرے زرا سے سرد رویے سے تم یوں

روٗگی" ضرار نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو اسکے رخسار سرخ ہوئے۔'میں آپ کی وجہ سے نہیں روئی" مہرماہ نے منمناتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"کوئی جھوٹ بول رہا ہے" ضرار نے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔"جی اور وہ کوئی آپ ہیں" مہرماہ نے کہا تو پر ہنسا۔"جی جناب میں ہی بول رہا ہوں میری ماہ تو اچھی بچی ہے" ضرار نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سرہلا گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اس سے باتیں کرنا لگا۔اب منظر کچھ یوں تھا کہ ضرار اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے اس سے باتیں کررہا تھا جبکہ مہرماہ اوپر کھڑکی میں کھڑی اس سے باتیں کررہی تھی اور دونوں ہی وقفے وقفے سے ایک دوسرے کو چھیڑتے قہقہہ لگا رہے تھے۔مہرماہ اب صبح والی ساری بات بھول چکی تھی جبکہ ضرار اسکو ہنستے دیکھ بے حد خوش تھا۔اس نے دل میں تہیہ کیا تھا کہ وہ اب زندگی میں کبھی بھی اس سے ناراض نہیں ہوگا۔اسکی ماہ اس کی وجہ سے روئے یہ ضرار راجپوت کو کہاں برداشت تھا۔

"کیا کر رہا ہے میرا بچہ" شہریار نے پیچھے سے اسے حصار میں لیتے پوچھا جو اپنے بالوں کو سلجھا رہی تھی۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی اٹھی تھی۔ اور اٹھتے ہی اس نے نہا کر کپڑے چینج کیے اور اب وہ بال سکھانے کے بعد سلجھانے لگی تھی جب شہریار اٹھتے لگ بھگ نیند کی حالت میں اسے پیچھے سے حصار میں لے چکا تھا۔ شہریار نے اپنا چہرہ پورا اسکی گردن میں چھپاتے اسکے بالوں کو چہرے پر کر رکھا تھا جس سے اسکا چہرہ بلکل نظر نہیں آرہا تھا۔ اسکی حرکت پر مریم شرمگیں سا مسکرائی۔ "بال سلجھانے لگی ہوں" مریم نے مدھم آواز میں کہا۔ "میں سلجھا دوں" شہریار نے اسکی گردن سے بلکل زرا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جس پر وہ مسکرائی اور ہاں میں سر ہلا گئی۔ اسکے ماننے پر شہریار مسکرایا اور اسے چئیر پر بٹھاتے نرمی سے اس کے بال سلجھانے لگا جبکہ مریم آئینے میں سے اپنے خوبرو شوہر کو دیکھ رہی تھی جو انتہائی نرمی سے اسکے بالوں میں برش کرنے میں

مصروف تھا۔ ”پٹھانی۔میں آج تمھارے بالوں کا صدقہ دوں گا۔میں نہیں چاہتا میری رگِ جاں کے بالوں کو نظر لگے۔مجھے تمھارے بال بہت پسند ہیں۔یوں سمجھ لو عشق ہے تمھارے بالوں سے“ شہریار نے برش ایک طرف رکھتے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی جسے دیکھ شہریار مسکرایا اور نرمی سے اسے کھڑا کرتے اسکی کمر کے گرد حصار باندھتے اپنے روبرو کر گیا۔ ”جانتی ہو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے ایک پردے دار لڑکی سے محبت ہو جائے گی“ شہریار نے نرمی سے اسکے چہرے پر آئے بال کان کے پیچھے کرتے مدھم آواز میں کہا جبکہ مریم جو اسے غور سے سن رہی تھی اس کے اظہار پر آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھنے لگی۔ ”م۔۔محبت“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ہمم محبت۔مجھے میری پٹھانی سے محبت ہو گئی۔آئی لو یو پٹھانی“ شہریار نے کہتے انتہائی محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو مریم کی دھڑکنیں تیز ہوئیں جبکہ جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا۔شہریار نے مبہوت ہوتے اس حسین منظر کو دیکھا۔ ”پٹھانی

کیوں خطا کروانا چاہ رہی ہو" شہریار نے اسکو کمر کے اطراف سے پکڑتے نرمی سے ڈریسنگ پر بٹھایا اور اسکے قریب ہوتے کھڑا ہوا۔ اسکی حرکت پر مریم کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ اس نے نظر اٹھاتے اسے دیکھا محبت بھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ شہریار کے چہرے پر نرمی، لبوں پر خوب صورت مسکراہٹ جبکہ آنکھوں میں محبت ہونے کے ساتھ اس کا عکس تھا۔ وہاں کسی دوسرے کا عکس ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔ وہ نرمی سے مزید اس کی طرف جھکا اور اپنا ماتھا اسکے ماتھے سے ٹکا گیا جس پر مریم نے آنکھیں موندیں۔ "جانتی ہو پٹھانی۔ تم بہت معصوم ہو۔ اور مجھے عشق ہے تمھاری معصومیت سے۔ تمھارے شرعی پردہ کرنے کی عادت سے شہریار ملک کو عشق ہے۔ میں پور پور تمھارے عشق میں ڈوب چکا ہوں۔ اتنا کہ اب شہریار ملک کیلئے تمھارے بغیر جینا موت کے مترادف ہے۔ مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا۔ میں جانتا ہوں میں پہلے کسی نامحرم سے محبت کا دعویدار تھا لیکن جو

لطف اپنی محرم سے عشق کرنے میں ہے وہ کہیں نہیں۔ میرا عشق فقط تم ہو۔ میری زندگی کا واحد اثاثہ تم ہو۔ جس کو دیکھ شہریار ملک اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جائے وہ سرمایہ ہو میرا" شہریار نے آنکھیں بند کرتے روح پرور لفظوں میں اظہار کرتے مریم کا دل دھڑکایا۔ اس نے آنکھیں کھولتے مریم کو دیکھا جس کی بند آنکھوں سے آنسو بہتے اسکے رخساروں کو بھگو رہے تھے۔ "مریم" شہریار نے تڑپ کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسے پکارا جس پر مریم آنکھیں کھولتے اسے نم آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ "رو کیوں رہی ہو میری جان" شہریار نے اسکا چہرہ صاف کرتے پوچھا۔ "آپ۔۔ مجھ۔۔۔سے۔۔ سچی۔۔میں۔۔ محبت کرتے۔۔ہیں" مریم نے پوچھا تو وہ اسکی معصومیت پر مسکرایا۔ "جی سکونِ حیات میں سچ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔بہت زیادہ میری جان بستی ہے تم" شہریار نے اسکی آنکھوں پر باری باری ہونٹ ثبت کرتے اپنا لمس چھوڑا تو مریم مسکرائی جبکہ آنکھوں سے آنسو پھر بہے۔ "مریم میرا بچہ کیوں

رو رہی ہو رگِ جاں" شہریار نے پیار سے اسکی گال سہلاتے پوچھا۔ "مجھے کبھی۔۔کسی نے نہیں۔۔کہا کہ۔۔کہ مجھے۔۔تم سے۔۔محبت ہے۔۔پر آپ نے۔۔کہا تو۔۔رونا آرہا۔۔ہے" مریم نے کہا تو اسکے دل میں ٹیس اٹھی۔اس نے کیسے بیس سال تک تنہائی برادشت کی ہوگی۔وہ جانتا تھا یتیم ہونا آسان نہیں ہوتا مریم کے منہ سے یہ سنتے دل پھٹنے کے۔ "میں تم سے محبت کرتا ہوں۔اور بے حد و حساب کرتا ہوں۔تمھیں آج تک کسی نے بے شک یہ نہیں کہا پر میں یہ ہر لمحہ کہہ سکتا ہوں۔تب تک کہہ سکتا ہوں جب تک تمھاری بیس سال کی محرومی دور نا ہوجائے" شہریار نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ کبھی مجھ سے دور تو نہیں ہونگے نا سائیں" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "سائیں کی جان تم سے دور جانا مطلب شہریار ملک کی موت اور تم خود سوچو میں تمھیں خود سے دور کرتے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جان کیسے لوں گا" شہریار نے کہا تو وہ اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔ "میں بھی۔۔آپکو چھوڑ کر کہیں نہیں

جاؤں گی" مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ "جانتی ہو میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری قسمت اتنی اچھی ہوگی" شہریار نے کہا تو اس نے اسکے سینے سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "میں نے بھی نہیں سوچا تھا" مریم نے کہا تو اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی۔ "کیا میں تمھیں چھو سکتا ہوں" شہریار نے اپنا ایک ہاتھ اسکی گال پر رکھتے پوچھا۔ اسکی بات پر مریم نے اسے دیکھا جسکی نظروں کا ارتکاز اسکے لبوں پر تھا۔ مریم اسکی نظروں سے پانی پانی ہوتے چہرہ جھکا گئی۔ اسکے چہرے جھکانے پر وہ نرمی سے جھکا اور اسکی سانسوں کو خود میں سمونے لگا۔ مریم نے اسکی حرکت پر سرخ پڑتے اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔ شہریار نرمی سے اسکی سانسوں پر پہرے بٹھائے اسکے لبوں کو چھوتا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے اسکی سانسوں کو رہائی بخشی اور واپس اسے سینے سے لگا گیا۔ مریم تو اب کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی تبھی اپنا سرخ چہرہ اسکے سینے میں چھپا گئی۔ "آئی لو یو مریم" اس نے نرمی سے مریم

کا سر چومتے کہا تو مزید اسکے سینے میں چھپی جس پر شہریار مسکرایا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔

"بابا کیا میں آپکے ساتھ نہیں چل سکتی" مہرماہ نے خلیل صاحب کو دیکھتے کہا جو ٹی وی دیکھ تھے۔وہ ایک ہفتے بعد سوات کیلئے نکلنے والے تھے اور مہرماہ اب کھانے سے فری ہونے کے بعد انکا سر کھا رہی تھی کہ اسے ساتھ جانا ہے۔"مہرو میری جان آپ کے پیپرز ہیں نا وہ کمپلیٹ کرو شاباش۔میں کچھ دنوں میں تمھارے بھائی کو گھر لے آؤں گا" خلیل صاحب نے کہا تو اسکا منہ بنا جس پر خلیل صاحب نے مسکراتے اسے سینے سے لگایا۔پروین بیگم نے ان دونوں کا پیار دیکھتے نخوت سے سر جھٹکا۔وہ خلیل صاحب کے جانے پر بے حد خوش تھیں آخر کو اب وہ آرام سے مہرماہ پر پھر ظلم کر سکتی تھیں اور اپنی بے عزتی کا بدلہ لے سکتی تھیں۔پر وہ کہاں جانتی تھی کہ اب مہرماہ اکیلی نہیں

ہے۔کوئی ہے جو دن رات مہرماہ کی فکر میں گھلتا رہتا ہے۔"بابا میں بھائی سے ملنا چاہتی ہوں پر بابا میں آپ کو مس کروں گی" مہرماہ نے کہا تو مسکرائے اور اس کے ماتھے پر لب رکھے۔"میرا بچہ بس کچھ دن کی بات ہے نا میں جاؤں گا اور کچھ دن بعد واپس آجاؤں گا پھر میں اپنی بیٹی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"پر بابا میں اکیلے کیسے رہوں گی اوریونی کس کے ساتھ جاؤں گی" مہرماہ نے منمناتے کہا تو خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔وہ جانتے تھے مہرماہ پروین بیگم کے ہوتے ہوئے بھی اکیلی ہے اور وہ خود بھی مہرماہ کے معاملے میں ان پر یقین نہیں کرسکتے تھے کیونکہ جو عورت انکی موجودگی میں دس سال تک انکی بیٹی پر ظلم کرسکتی تھیں تو وہ انکی غیر موجودگی میں انکی بیٹی کا کیا حال کرتیں۔"میری جان آپ اکیلی نہیں ہوگی۔میں ضرار کو کہہ کر جاؤں گا۔وہ چکر لگا لیا کرے گا اور آپکو یونی چھوڑنے اور لینے بھی ضرار ہی آئے گا" خلیل صاحب نے کہا تو اسے

پرسوں کی وہ رات یاد آئی۔ جسکے ذہن میں آتے ہی اسکا دل دھڑکا۔ اس رات کے بعد یونی کا آف تھا تبھی اسکی ضرار سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ "پر بابا پروفیسر۔ اچھا نہی لگے گا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "میری جان ضرار کو بہت اچھا لگے گا فکر مت کرو" خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا اور انکے سینے سے سر ٹکاتے ٹی وی دیکھنے لگی۔ جبکہ پروین بیگم تو اس سوچ میں تھی کہ آخر ضرار پر خلیل صاحب کیوں اتنا یقین کرتے ہیں پر وہ کہاں جانتی تھی ابھی کچھ راز تھے جو کھلنے تھے۔ وقت نے مہرماہ اور ضرار کے رشتے کو خود عیاں کرنا تھا۔

"اوئے یہ آج تم بار بار پروفیسر کو دیکھتے شرما کیوں رہی تھی" کلاس سے باہر نکلتے ہی مریم نے مہرماہ کے کندھے پر تھپڑ مارتے ہلکی آواز میں پوچھا۔ آج پیپر کے دوران ضرار کو دیکھتے مہرماہ کو بار بار وہ رات یاد آرہی تھی جس پر اس نے کتنی

ہی بار ضرار کو دیکھا تھا اور جب بھی دیکھا تھا اسے بھی خود کو تکتے پایا تھا جس پر اسکے گال گلابی ہوئے تھے جسے مریم بھی دیکھ چکی تھی تبھی وہ اب اس سے پوچھ رہی تھی۔ "شرما رہی۔۔۔ تھی؟ نہیں۔۔تو" مہرماہ نے نظریں چُراتے کہا۔ "جھوٹ مت بولو۔میں نے خود دیکھا ہے۔پیپر کے دوران بھی تم نے سو بار پروفیسر کو دیکھا تھا اور جب جب دیکھا تھا تمھارے رخسار سرخ ہوئے تھے" مریم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "شرما نہیں رہی تھی" مہرماہ نے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ "اچھا گھورو نا بتاتی ہوں" اسکے گھورنے پر مہرماہ فوراً لائن پر آئی۔ "بتاؤ فوراً" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔باتیں کرتے کرتے وہ دونوں چلتے لائبریری میں آچکی تھیں اور جاتے ایک کونے میں بیٹھ گئیں۔ "وہ اس دن پروفیسر نے مجھ سے رُوڈلی بات کی تھی نا" مہرماہ نے بیٹھتے بات کا آغاز کیا کیونکہ مریم سینے پر بازو باندھتے اسے دیکھ رہی تھی۔اسکی بات سنتے مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو" مریم نے آئی برو اچکاتے

اسے دیکھا۔ ”تو پروفیسر نے مجھ سے سوری بولا تھا“ مہرماہ نے کہا تو مریم اسے دیکھنے لگی۔ ”پروفیسر نے تمھیں سوری بولا“ اس نے جیسے کنفرم کیا۔ ”ہاں“ مہرماہ نے یک لفظی جواب دیا۔ اسکے گال اب بھانپ چھوڑنے لگے تھے۔ ”کال کی تھی یا میسج“ مریم نے اسکے سرخ رخساروں کو دیکھتے کہا۔ ”نہیں۔وہ۔۔پروفیسر گھر۔۔کی بیک۔۔سائیڈ پر آئے تھے“ مہرماہ نے کہا تو مریم کی آنکھیں پھیلیں۔ ”کیا!!!“ مریم تقریباً مدھم آواز میں چلاتے بولی۔ ”ہاں اور پھر“ مہرماہ نے اسے اس دن کا پورا واقعہ بتایا جسے سنتے مریم کی حیرت بڑھتی جارہی تھی۔ ”پروفیسر نے تمھیں کتنی ڈریمی انداز میں منایا ہے“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جبکہ لبوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ مریم کو اس پر پیار آیا۔ ”ہاں تم جانتی ہو میں نے پروفیسر سے پوچھا تھا کہ آپ نے مجھے کیوں منایا تو کہتے وجہ نہیں بتا سکتا پر میری ناراضگی انکا دل چیڑ دیتی ہے“ مہرماہ نے کہا تو مریم مسکرائی۔ ”ویسے مہر مجھے لگتا ہے کہ پروفیسر تم سے

محبت کرتے ہیں" مریم نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "محبت؟" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں محبت۔دیکھو پروفیسر سب سے اتنی سختی سے بات کرتے ہیں سوائے تمھارے اور پہلی بار تم سے اگر زرا سختی سے بات کی ہے تو معافی بھی مانگ لی وہ بھی رات کے پہر آکر انھوں نے تمھیں بھرائے دل کے ساتھ سونے نہیں دیا" مریم نے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا۔ "لیکن وہ مجھ سے محبت کیوں کریں گے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میری جان وہ تم سے محبت کیوں نہیں کریں گے؟۔تم پیاری ہو۔ معصوم ہو۔پھر اتنی اچھی ہو اور سب سے بڑھ کر تمھارا دل اتنا صاف ہے پھر کیسے کوئی تم سے محبت نہیں کرے گا" مریم نے کہا تو اسکا چہرہ گلابی ہوا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے چپ رہو" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "افف کوئی شرما رہا ہے" مریم نے کہا تو مہرماہ نے اسے گھورا جس پر مریم

پھر ہنسی۔ اسکے ہنسنے پر مہرماہ بھی مسکرائی اور دل میں اپنی جانِ عزیز دوست کی نظر اتاری۔

"ضرار" شہریار نے اسے پکارا جو موبائل پر آتی کال کو اگنور کر رہا تھا۔ شہریار جانتا تھا یہ کس کی کال ہو سکتی ہے۔ "ہاں" اسکی پکار پر ضرار نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ وہ دونوں اس وقت یونی کے گراؤنڈ میں موجود تھے۔ شہریار مریم کو لینے آیا تھا جب اسے ضرار گراؤنڈ میں کھڑا نظر آیا۔ اس نے مریم کو کال کی تھی جس نے اسے دس منٹ میں آنے کا کہا تھا۔ تبھی وہ آتے ضرار کے پاس کھڑا ہو گیا۔ "یہاں کیا کر رہا ہے" شہریار نے پوچھا۔ "ماہ کا انتظار کر رہا ہوں۔ خلیل انکل نے نہیں آنا تو میں نے اسے گھر ڈراپ کرنا ہے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آنی کہہ رہی تھیں کہ مہرماہ کے پیپرز کے بعد رشتہ لے کر جانا ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہاں موم نے کی تھی مجھ سے بات"

ضرار نے مسکراتے کہا تو وہ بھی مسکرایا لیکن شہریار کی اگلی بات پر اسکے چہرے کی مسکراہٹ کو نوچ گئی تھی۔ "انکل سے بات کی" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کیسے بات کروں سمجھ نہیں آرہی تو جانتا ہے نا اگر انھیں بھنک بھی پڑ گئی اس بات کی تو وہ کیا کریں گے" ضرار نے مدھم آواز میں بے بسی سے کہا تو شہریار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "لیکن تو ساری عمر تو اپنے نکاح کو نہیں چھپا کر رکھ سکتا۔ بارہ سال ہو گئے ہیں تیرے نکاح کو" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ضرار نے اسے چند دن پہلے ماضی کے کچھ راز بتائے تھے جسے سنتے شہریار حیران و پریشان ہو گیا تھا۔ "ہاں نہیں چھپا سکتا۔ کیونکہ جس دن ماضی میرے سامنے آتے کھڑا ہوا اس دن ڈیڈ کو پتا چل جائے گا کہ بارہ سال سے میں کسی کا محرم ہوں" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو انکل کو اپنے نکاح کے بارے میں بتا دے" شہریار نے کہا تو وہ استہزائیہ ہنسا۔ "ہاں بتا دوں تاکہ وہ میری اور ماہ کی شادی نا ہونے دیں اور

مجھے کسی اور کے ساتھ گھر بسانے کیلئے فورس کریں" ضرار نے کہا تو شہریار نے گہری سانس بھری۔ "کب تک چھپا کر رکھے گا اپنے نکاح کو۔ وہ بیوی ہے تیری" شہریار نے کہا تو اسکے گلے میں گلٹی بھر کر معدوم ہوئی۔ ضرار جانتا تھا کہ ایک نا ایک دن یہ راز کھلنا ہے اور جب بھی کھلنا ہے وہ دن قیامت سے کم نہیں ہونا۔ "ماہ عشق ہے" میرا ضرار نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "مہرماہ کا ہی سوچ لے۔ جب اسے پتا لگے گا نکاح کا وہ ٹوٹ جائے گی۔ وہ کیسے برداشت کرے گی کہ تو نے اس سے اتنی بڑی بات چھپائی ہے" شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں ایسا نہیں ہونے دوں گا اور اگر ایسا ہوا تو ماہ کو اپنی محبت سے سمیٹ لوں گا" ضرار نے کہا تو شہریار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "ٹھیک ہے لیکن یاد رکھ آج نہیں تو کل یہ بات کھلنی ہے تب کیا کرے گا۔ انکل مہرماہ کو تیرے ساتھ نہیں رہنے دیں گے" شہریار نے کہا تو اس نے شدت سے آنکھیں بند کیں۔ "ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں ساری دنیا

سے لڑ جاؤں گا پر اپنی ماہ کو خود سے دور نہیں کروں گا" ضرار نے جنون سے کہا تو شہریار نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔ اب یہ تو وقت نے بتانا تھا کہ مہرماہ نے اسکے ساتھ رہنا ہے یا نہیں۔ "سائیں۔۔پروفیسر" ابھی ان دونوں میں سے کوئی بھی کچھ بولتا جب انھیں مریم اور مہرماہ کی آواز آئی جس پر ان دونوں نے بیک وقت انھیں دیکھا جو ان کی طرف ہی آرہی تھیں۔ "جی" ان دونوں نے ہم آواز جواب دیا۔ "چلیں ہم آگئے ہیں" مہرماہ نے ضرار کو دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا۔ "کیسی ہو گڑیا" شہریار نے مہرماہ کے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں بھائی آپ کیسے ہیں" مہرماہ نے مدھم آواز میں پوچھا جس پر وہ مسکراتے جواب دے گیا۔ "مریم چلیں" شہریار نے اب کی بار مریم کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے پوچھا۔ "جی سائیں" اس نے مدھم آواز میں آنکھیں جھکاتے جواب دیا تو وہ مسکراتے اس کا ہاتھ تھام گیا۔ "چل ضرار ہم چلتے ہیں" شہریار نے ضرار کو کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر شہریار مریم کا ہاتھ تھامتے باہر نکل گیا۔ "ماہ

چلیں" انکے جاتے ہی ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "جی" اس نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا اور اسے چلنے کا اشارہ کیا۔ اسکے اشارے پر مہرماہ اسکے ساتھ قدم بڑھانے لگی۔ "تو جناب اب کوئی ناراضگی" ضرار نے سنجیدگی سے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔ "میں۔۔آپ سے۔۔پہلے بھی۔۔ناراض نہیں تھی" مہرماہ نے اپنی خفت کو چھپاتے کہا تو اس نے بامشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا۔ "جی جناب آپ کہاں ناراض تھیں۔اور رو تو بلکل نہیں رہی تھی آپ۔ہے نا" ضرار نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو مہرماہ کا چہرہ سرخ ہوا۔ "پروفیسر نہی کریں ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاتھ اٹھاتے سرینڈر کیا اور گاڑی کا دروازہ اسکے لیے کھول گیا۔ اسکی حرکت پر مہرماہ ہنسی اور گاڑی میں بیٹھی۔ اسکے بیٹھتے ہی ضرار بھی دوسری طرف سے آتے بیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کرگیا۔ "ویسے اگر تم مجھ سے ناراض ہوگئی تو میں پھر منانے آجاؤں گا" ضرار نے شوخ ہوتے کہا تو وہ چہرہ جھکا گئی۔ "آجائیے

گا میں کھڑکی میں نہیں آؤں گی" مہرماہ نے منمناتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "تو میں کھڑکی پھلانگ کر آجاؤں گا" ضرار نے کہا تو وہ آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھنے لگی۔ "آپکو شرم نہیں آئے گی چوروں کی طرح ایک لڑکی کے کمرے میں گھستے ہوئے" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "شرم کیوں آئے گی وہ بھی اپنی ماہ سے" ضرار نے ہنوز شوخ لہجے میں کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ "پروفیسر کسی لڑکی کے روم میں ایسے داخل نہیں ہوتے" مہرماہ نے اپنی طرف سے پتے کی بات کی۔ "ہوجاتے ہیں اگر لڑکی تم جیسی معصوم اورپیاری ہو تو کوئی بُرائی نہیں ہے" ضرار نے کہا تو اسکا چہرہ سرخ ہوا جس پر وہ فوراً باہر کی طرف منہ کر گئی۔ "کیا ہوا جناب کیا تم بائی چانس شرما رہی ہو" ضرار نے کہا تو مہرماہ چپ ہی رہی جس پر وہ ہنس پڑا اور اب کی بار خود بھی خاموش رہنے کا فیصلہ کیا۔ اسکے چپ ہونے پر مہرماہ نے سکھ کا سانس لیا اور سیٹ کی پشت سے سر ٹکا گئی۔

"یشی تم" ماہ دیر نے کمرے میں داخل ہوتے اسے پکارنے لگا لیکن سامنے کا منظر دیکھ اسکے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے جبکہ چہرے پر نرمی اور آنکھوں میں محبت کا جہاں آباد ہوا تھا۔کیونکہ سامنے ہی یشائم اور حوریہ دونوں بیڈ کے بلکل وسط میں سو رہے تھے۔یشائم کروٹ کے بل سو رہی تھی جبکہ حوریہ اسکی باہوں میں بلکل اسکے سینے سے لگی سو رہی تھی۔ان دونوں کو یوں کیوٹ انداز میں سوتے دیکھ ماہ دیر کو ٹوٹ کر پیار آیا۔وہ مسکرایا اور آیت الکرسی پڑھتے ان دونوں پر پھونکی۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان دونوں کو اس کی نظر لگے۔اس نے آنکھوں میں محبت سموئے انھیں دیکھا اور اپنی پوکٹ سے موبائل نکالتے انکی تصویریں اتارنے لگا۔چند ہی دنوں میں ماہ دیر کا فون ان دونوں کی تصویروں سے بھر گیا تھا۔اسے ان دونوں کی ہر حرکت کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کرنا بے حد پسند تھا۔انکی چند مزید تصاویر اتارتے اس نے موبائل اور ہاتھ میں

موجود شاپنگ بیگز ڈریسنگ پر رکھا اور چلتے ان دونوں کے پاس آیا۔ وہ بیڈ پر حوریہ کے پاس بیٹھا اور نرمی سے جھکتے ان دونوں کے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ اسکے لمس پر حوریہ تو سوئی رہی لیکن میشائم فوراً کسمساتے آنکھیں کھول گئی۔ "ماہ دیر" اسے دیکھتے ہی میشائم نے اسے پکارا۔ "جی جانِ ماہ دیر" اس نے محبت سے چور لہجے میں جواب دیا تو وہ نظریں جھکا گئی جسے دیکھ ماہ دیر مسکرایا۔ "آپ کب آئے" میشائم نے اٹھ کر بیٹھتے پوچھا۔ "ابھی آیا ہوں متاعِ جان۔ تم اس وقت سو رہی تھی خیریت۔ طبیعت ٹھیک ہے نا میرا بچہ" ماہ دیر نے محبت و فکر مندی سے پوچھا۔ "جی ٹھیک ہوں۔ وہ بس حوریہ کو سلا رہی تھی تو آنکھ لگ گئی" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اٹھتے اسکے پاس آتے بیٹھا۔ "جانتی ہو میں نے تمھیں اور حوریہ کو بہت مس کیا" ماہ دیر نے اسکے بال چہرے سے ہٹاتے نرمی سے کہا۔ "حوریہ نے بھی آپکو مس کیا" میشائم نے مدھم آواز میں کہا۔ وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ حوریہ سے زیادہ اس نے اسے

مس کیا تھا پر شرم نے کہنے سے روک دیا۔ "اور حوریہ کی ماما نے مجھے مس کیا" ماہ دیر نے اسکے ہاتھوں کو چومتے پوچھا۔ اس کے سوال پر یشائم کے رخسار گلابی ہوئے جنھیں دیکھتے اسے اپنا جواب دیا مل گیا تھا۔ "شکریہ" ماہ دیر نے اسکی طرف جھکتے اسکی گال پر نرمی سے لب رکھے تو یشائم کا چہرہ لہو چھلکانے لگا جبکہ دل کی دھڑکن قابو سے باہر ہوئی اور دماغ اسکے شکریہ کہنے پر کشمکش کا شکار ہوا۔ "شش۔۔ شکریہ۔۔ کیوں" یشائم نے بامشکل نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "شکریہ مجھے اس قابل سمجھنے کیلئے کہ تم مجھے مس کرو" ماہ دیر نے کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ کیا تھا یہ شخص۔ وہ اسے مس کرنے کیلئے شکریہ کہہ رہا تھا۔ "کیا دیکھ رہی ہو" یشائم کو یوں خود کو تکتے دیکھ اس نے اسکی پلکوں پر پھونک ماری جس پر یشائم فوراً ہوش میں آتے تیزی سے نفی میں سر ہلا گئی۔ "کک۔۔ کچھ نہیں" یشائم نے اسے دیکھتے کہا تو وہ چہرہ جھکاتے ہنسا۔ اسکے یوں ہنسنے پر یشائم نے مبہوت ہوتے اسے دیکھا۔ وہ یوں سر جھکا کر ہنستے

ہوئے بے حد پر کشش لگ رہا تھا۔ اسکے ہنسنے پر یشائم کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی تھیں۔ اسے آج سے پہلے کوئی مرد اتنا خوبصورت نہیں لگا تھا جتنا سامنے بیٹھا ماہ دیر سکندر لگا تھا۔ "میری جان کیوں ہو تم اتنی پیاری" ماہ دیر نے ہنستے ہوئے پیار سے اس کی دونوں رخساروں کو پیار سے چٹکی میں بھرا جس پر یشائم کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ ماہ دیر کی روح تک سرشار ہوئی۔ "اللہ پاک میری یشی کے چہرے کی مسکراہٹ کو قائم و دائم رکھے" ماہ دیر نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ بہت اچھے ہیں" ماہ دیر یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "شکریہ متاعِ جان۔ اچھا میرے ساتھ آؤ" ماہ دیر نے کہا اور کھڑے ہوتے اسکے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ یشائم نے ایک لمحے کو اسے دیکھا اور پھر اسکا ہاتھ تھامتے کھڑی ہوئی۔ "میں تمھارے لیے ایک تحفہ لایا تھا" ماہ دیر اسکا ہاتھ تھامے اسے ڈریسنگ کے سامنے لایا اور تین میں سے ایک بیگ اٹھاتے اسکی طرف بڑھا گیا۔ "یہ کیا ہے" یشائم نے اسے دیکھتے

پوچھا۔ ”خود دیکھو میرا بچہ“ اس نے نرمی سے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اسکے ہاتھ سے بیگ تھام گئی۔ اس نے بیگ تھامتے اسکے اندر دیکھا جہاں ایک بلیک کلر کا عبایا تھا جسے دیکھ یشائم ساکت ہوئی۔(”پلیز مجھ سے میرا عبایا مت چھینے ارباز“ سترہ سالہ یشائم نے سامنے کھڑے اپنے شوہر کے سامنے ہاتھ جوڑتے کہا۔ ”بکواس بند کرو۔ تم وہی کروگی جو میں کہوں گا اور میں کہہ رہا ہوں آج کے بعد تم عبایا نہیں پہنوگی۔ تم ہو اس قابل کے عبایا پہنو۔ عبایا تو پاکیزہ عورتوں کے لیے ہوتا ہے تم جیسی بدکردار لڑکیوں کے لیے نہیں۔ تم بدکردار ہو یاد رکھو اور آئیندہ اگر مجھے تمھارے وجود پر عبایا نظر آیا تو چمڑی ادھیڑ دوں گا“ ارباز خان اسکے بال مٹھی میں جکڑتے دھاڑا تو یشائم ڈرتے ہاں میں سرہلا گئی۔)”یشی“ وہ جو ماضی کی یادوں میں کھوئی تھی اسکی آواز پر ہوش میں آتے اسے دیکھا۔ ”یشی میرا بچہ کیا ہوا۔ تم رو کیوں رہی ہو“ ماہ دیر نے اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھتے تڑپ کر اسے سینے سے لگایا جس پر یشائم اسکے سینے میں

چہرہ چھپا گئی۔ "متاعِ جان کیا ہوا" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "ماہ دیر۔۔آپ۔۔میرے لیے۔۔عبایا۔۔کیوں۔۔لائے۔۔ہیں" یشائم نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "میری جان یہاں دیکھو اگر تمھیں نہیں پسند آیا تو کوئی بات نہیں۔تم نے اسے نہیں پہننا کوئی مسئلہ نہیں پر پلیز رونا بند کرو" ماہ دیر نے باری باری اسکی دونوں آنکھوں پر لب رکھتے کہا۔ "مجھے۔۔اچھا۔۔لگا۔۔ہے۔۔پر۔۔کیا۔۔میں۔۔اسکے۔۔قابل۔۔ہو ں" یشائم نے پوچھا تو ماہ دیر کا دل کٹا تھا۔ "میری جان تمھیں کس نے کہا ہے تم اس کے قابل نہیں ہو" ماہ دیر نے اسکی گال سہلاتے پوچھا۔ "سب ہی یہی۔۔کہتے تھے۔۔کہ۔۔میں۔۔عبایا پہننے۔۔کے لائق۔۔نہیں۔۔ہوں کیونکہ۔۔عبایا نیک۔۔عورتوں۔۔۔۔کیلئے۔۔ہوتا ہے۔۔پر میں۔۔بدک" یشائم کی بات پوری ہونے سے پہلے ماہ دیر اسکے گداز لبوں پر جھکتے اسکے الفاظ چن گیا۔اس کی حرکت پر یشائم نے ساکت ہوتے اسے دیکھا جو بے حد محبت

و نرمی سے اسکے لبوں کی نرماہٹ کو محسوس کررہا تھا۔ ”آئیندہ ایسے نہیں کہنا۔ میری یشی ایک باحیا اور باکردار لڑکی ہے۔ میرے لیے تم سے زیادہ پاکیزہ کوئی نہیں۔ سب کیا کہتے ہیں اس سے تمھیں فرق نہیں پڑنا چاہیئے تم باکردار ہو اور یہ عبایا پہننے کے لائق ہو“ تھوڑی دیر بعد ماہ دیر نے پیچھے ہوتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا جس پر یشائم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ”پر سب کہتے ہیں میں بدک“ ایک بار پھر یشائم کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ اپنے لبوں سے اسکے الفاظ چنتے سیدھا ہوا اور اسے دیکھا۔ ”تمھارا کردار میں ہوں یشائم ماہ دیر سکندر اور اس سے بڑھ کر تمھاری پاکیزگی کا کوئی ثبوت نہیں۔ ماہ دیر سکندر اپنی یشی کی پاکیزگی کا گواہ ہے۔ یشائم خان ایک پاک باز عورت ہے۔ یشائم خان کا کرادار شیشے کی طرف شفاف ہے اس چیز کی اگر قسم بھی اٹھانی پڑی تو میں وہ بھی اٹھالوں گا۔ یشائم خان کے پاکیزہ کردار کی گواہی ماہ دیر سکندر اپنی جان لٹا کر بھی دے سکتا ہے۔ آئیندہ کے بعد میں یہ نا سنوں“ ماہ دیر

نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ایک ایک لفظ پر زور دیتے کہا تو یشائم اسے دیکھنے لگی۔ اس نے چند پل ماہ دیر کی آنکھوں میں دیکھا جہاں جھوٹ کا عنصر تک نا تھا پھر آگے ہوتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "میں آئیندہ ایسا نہیں کہوں گی پرومس اور عبایا بھی پہنوں گی۔ آپ کو پتا ہے مجھے عبایا پہننا بہت پسند تھا پر پھر میں نے چھوڑ دیا پر اب میں پہنوں گی" ماہ دیر جو اسکی حرکت پر اپنی دھڑکنوں کو سنبھال رہا تھا۔ اسکی بات سنتے اسکا سر چوم گیا۔ "شاباش میرا بچہ۔ تم بہت انمول ہو ایسا نا سوچا کرو۔ لوگوں کی بکواس دل پر نہیں لیتے۔ جو چیز تمھیں پسند ہے تم وہ پہننا کرو۔ لوگوں کی زبانیں میں خود ہی بند کروا لوں گا۔ بس میری متاعِ جان نے اب رونا نہیں ہے" ماہ دیر نے کہا تو یشائم اسکے سینے سے سر اٹھائے بغیر ہاں میں سر ہلا گئی۔ جبکہ ماہ دیر اسکے ماننے پر مسکراتے اسکے ماتھے پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ "یشی تمھیں میرا چھونا بُرا تو نہیں لگا" ماہ دیر نے اپنی کچھ دیر پہلے والی حرکت کی طرف اشارہ کرتے پوچھا جس پر یشائم کا چہرہ

سرخ ہوا۔اس نے اپنا سر ایک سیکنڈ کی دیر کیے بغیر نفی میں ہلایا تو وہ پر سکون ہوا۔اس نے یہ حرکت غیر ارادہ طور پر کی تھی پر اب اپنی حرکت یاد آتے یشائم سے پوچھنا ضروری سمجھا۔

"جی ٹھیک ہے ہم آجائیں گے" عالمگیر خان نے فون پر کسی سے کہا تو فہمیدہ خان انھیں دیکھنے لگی۔وہ دونوں اس وقت ناشتہ کر رہے تھے جب عالمگیر خان کا موبائل رنگ ہوا جس پر وہ کافی دیر سے کسی سے فون پر بات کر رہے تھے۔"کیا ہوا خان کس کی کال تھی اور کہاں جانے کی بات کر رہے ہیں آپ" فہمیدہ خان نے انھیں دیکھتے پوچھا۔"وہ سوات جانا ہے۔یمنا (عالمگیر خان کے بڑے بھائی کی بیٹی) کی شادی ہے تو لالا نے دعوت دی ہے شادی کی" عالمگیر خان نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔"ویسے اگر لالا وغیرہ یہاں آکر خود کہتے تو اچھا لگتا یوں فون پر" فہمیدہ خان نے اداسی سے کہا۔"آپ جانتی ہیں فہمیدہ

لالا کو یہ چیزیں نہیں پسند۔آپ اداس نا ہوں" عالمگیر خان نے اپنی جگہ سے اٹھتے انھیں اپنے کندھے سے لگاتے کہا۔"جی خان ٹھیک ہے" فہمیدہ خان ان کے نرم لمس پر پرسکون ہوتے بولی۔"اور ویسے بھی ہم نے سوات جانا ہی تھا آپکا چیک اپ کرانے تو اب یمنا کی شادی میں بھی شرکت کرلیں گے" عالمگیر خان نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔"خان میں جانے کیلئے تو تیار ہوں لیکن آپ جانتے ہیں نا سب کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔ہمیں لاپرواہ کہتے ہیں۔ہمیں طعنے دیتے ہیں کہ ہم اپنی بیٹیوں کو نہیں سنبھال سکے" فہمیدہ خان نے کہا تو عالمگیر خان نے انکا سر سہلایا۔"انھیں کہنے دیں مت سنا کریں انکی" عالمگیر خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔"خان آپ نے کل بتایا نہیں کیا کہا تھا پولیس والوں نے" فہمیدہ خان نے انھیں دیکھتے پوچھا جس پر وہ خاموش ہوئے۔"بتائیں نا خان کیا کہا تھا پولیس والوں نے" انھوں نے دوبارہ پوچھا۔"وہ کہہ رہے تھے کہ ہماری کوشش بے کار ہے۔اتنے سال گزر

گئے ہیں ہوسکتا ہے ہماری بچیاں زندہ نا ہوں" عالمگیر خان نے کہا تو وہ پیچھے ہوتے بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگی۔ "خان آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کلیجہ نہیں کانپ رہا آپکا یہ کہتے ہوئے۔ ہماری بیٹیاں زندہ ہیں خان خبردار جو آپ نے اب یہ کہا۔ اگر انھیں کچھ ہوا ہوتا تو فہمیدہ خان کا کلیجہ اب تک پھٹ چکا ہوتا پر دیکھیں میں زندہ ہوں اسکا مطلب یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ اولاد کی سانس اگر بند ہو تو ماؤں کو اپنا آپ خالی لگنے لگتا ہے لیکن مجھے میری کوکھ خالی نہیں لگتی۔ انکا احساس ابھی بھی ہے وہ زندہ ہیں سہی سلامت ہیں بس ہم سے دور ہیں لیکن انشاء اللہ وہ بہت جلدی مل جائے گی" فہمیدہ خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس انھیں حصار میں لے گئے۔ وہ خود اسی امید میں جی رہے تھے پر اب انکی آس ٹوٹنے لگی تھی۔ اب وہ صرف معجزے کے منتظر تھے۔

"سائیں" مریم نے اسے پکارا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے ابھی مریم کو یونی سے پک کیا تھا اور اب وہ اسے اپنے اپارٹمنٹ لے جا رہا تھا۔ وہاں اس نے مریم کے لیے ایک سرپرائز رکھا تھا۔ "جی سائیں کی پٹھانی حکم کرو" شہریار نے ایک نظر اسے دیکھتے کہا جو سر تا پیر فل عبائے میں ملبوس تھی بس چہرے پر نقاب نہیں تھا۔ گاڑی کے شیشے ٹینٹڈ تھے تبھی وہ شہریار گاڑی میں اسکا نقاب اتار دیتا تھا تاکہ وہ اسکا معصوم چہرہ آنکھوں کے راستے دل میں اتارتا رہے۔ "سائیں میں آپکو ایک بات بتاؤں" مریم نے آنکھوں میں شرارت سموئے اسکی طرف دیکھتے کہا۔ "جی میری رگِ جاں بتاؤ" شہریار نے نرمی سے اسکا ہاتھ پکڑتے لبوں سے لگایا جس پر مریم کا رنگ گلابی ہوا۔ "آپکو پتا ہے پہلے میں آپ سے ڈرتی تھی" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "مجھ سے کیوں ڈرتی تھی" اسکی بات سنتے شہریار فوراً بولا۔ "آپکے غصے سے ڈر لگتا تھا مجھے" مریم نے شرارت سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔ "چوزی میں

نے تم پر غصہ کب کیا۔ ہماری تو ملاقات ہی نکاح والے دن ہی ہوئی تھی"
شہریار نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے پوچھا جس پر اس نے ناک سکوڑی۔ "جی
لیکن اسد بھائی بتاتے تھے کہ آپ بہت غصے والے ہیں اور پورے کے پورے
ویمپائر ہیں اور آپکا غصہ تب تک ٹھنڈا نہیں ہوتا جب تک آپ کسی کا خون نا پی
لیں" مریم نے شرارتی لہجے میں کہا تو اسے سمجھ نا آئی وہ اسد کی حرکت پر اسکا
منہ توڑے یا اپنی پٹھانی کی معصومیت پر اسکا منہ چومے۔ "میری جان یہ اسد تو
ہے ہی بدتمیز۔ تم اسکی باتوں میں کیوں آئی" شہریار نے پوچھا تو اس نے چہرہ
جھکایا۔ "کیونکہ اماں سائیں نے بھی کہا تھا کہ آپکو غصہ زیادہ آتا ہے اور مجھے
بھی یہی لگتا ہے کہ آپکو غصہ زیادہ آتا ہے" مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ویسے
ہے تو یہ سچ کہ مجھے زیادہ آتا تھا پر جب سے تم میری زندگی کا حصہ بنی ہو تب سے
میرا غصہ کہیں دور جا سویا ہے۔ جانتی ہو تم سے شادی ہونے سے پہلے میں
صرف کبھی کبھی مسکراتا تھا وہ بھی تب جب میرا دل کرتا تھا لیکن جب سے

تم نے میری دنیا میں قدم رکھا ہے تب سے دل بدل گیا ہے میں اب بات بات پر قہقہے لگانے لگا ہوں۔ہر چیز خوب صورت لگنے لگی ہے یہاں تک کہ اب اپنا رنگ بھی بُرا نہیں لگتا" شہریار نے کہا تو وہ شرمگیں سا مسکرائی۔"آپ بولتے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں سائیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا جبکہ اس کے یوں اچانک تعریف کرنے پر اسکے کان کی لویں گرم ہوئی تھیں جنھیں اس نے نا محسوس انداز میں سہلایا۔"ویسے پٹھانی یہ تم مجھے ویمپائر کیوں کہتی ہو" شہریار نے سگنل پر گاڑی روکتے پوچھا اور اسے دیکھا۔"ویمپائر نہیں۔اماں سائیں کے ویمپائر پوتے" مریم نے مزے سے چہکتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"جی میرا بچہ وہی" شہریار نے اسکی طرف جھکتے اس کی گال پر لب رکھے۔"اماں سائیں کے ویمپائر پوتے۔یہ نا آپکی پرسنلٹی پر سوٹ کرتا ہے" مریم نے کہتے قہقہہ لگایا تو وہ اسے مصنوعی گھورنے لگا جبکہ دل میں وہ اسکی نظر اتارتے نہیں تھک رہا تھا۔ابھی وہ دونوں کوئی بات کرتے جب گاڑی کا شیشہ نوک ہوا جس پر ان

دونوں نے بیک وقت شہریار کے پیچھے دیکھا جہاں ایک بچہ کھڑا تھا۔ "پٹھانی اپنا چہرہ کوور کرنا" شہریار نے نرمی سے کہا تو وہ فوراً اپنا نقاب چہرے پر گرا گئی۔ اسکے نقاب کرتے ہی شہریار نے شیشہ نیچے کیا۔ "جی بیٹا" اس نے اس بچے کو دیکھتے پوچھا۔ "بھائی اللہ کے نام پر کچھ دے دو بھائی اس باجی کا صدقہ ہی دے دو" اس بچے نے کہا تو شہریار ملک نے گہری سانس بھری۔ اس بچے نے صدقہ ہی ایسی ہستی کا مانگ لیا تھا جسکے لیے شہریار اپنی ساری جائیداد لٹا سکتا تھا۔ اس نے چہرہ موڑتے مریم کو دیکھا جو آنکھوں ہمدردی سموئے اس بچے کو دیکھ رہی تھی اور اپنے والٹ میں موجود سارے پیسے نکالتے اس بچے کو پکڑا دیے۔ "اسکا صدقہ تو شہریار ملک اپنی جان لٹا کر بھی دے تو وہ بھی کم ہے پر بیٹا پر ابھی میرے پاس اتنے ہی ہیں اسکا صدقہ دینے کو۔ دعا کرنا اسے کبھی کسی کی نظر نا لگے" شہریار نے کہا تو وہ بچہ خوش ہوتے ہاں میں سر ہلاتے وہاں سے چلا گیا جبکہ مریم تو اسے دیکھ رہی تھی جس نے اپنی جیب سے سارے پیسے

نکالتے اسکا صدقہ دیا تھا۔یکدم ہی اسکی آنکھوں میں نمی اتری۔"پٹھانی کیا ہوا میرا بچہ" شہریار گاڑی کا شیشہ اوپر کرتے اسکی طرف مڑا تھا جب اسکی نم آنکھوں کو دیکھتے فوراً بولا۔"آپ نے۔۔اتنے۔۔سارے۔۔پیسے میرے صدقے میں۔۔نکال دیے" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور اسے قریب کرتے سینے سے لگا گیا۔سگنل کھل چکا تھا پر اس وقت اسکی پٹھانی زیادہ اہم تھی۔"میری جان بستی ہے تم میں مریم۔تمھارے لیے میں اپنی پوری جائیداد خیرات کرسکتا ہوں یہ تو پھر ایک چھوٹی سی رقم تھی" شہریار نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔"میں بہت خوش نصیب ہوں جو آپ میرا نصیب ہیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔"نصیب تو میرا بھی تمھارے نصیب سے جُڑتے کندن بن گیا ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔"میرا بچہ اب مت رونا۔تمھارے

آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں" شہریار نے اسکے آنسو صاف کرتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔جس پر وہ مسکرایا اور گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

"سائیں یہ آپکا اپارٹمنٹ ہے" مریم نے گاڑی سے اترتے پوچھا۔"جی سائیں کی پٹھانی یہ میرا اپارٹمنٹ ہے" شہریار نے اسے دیکھتے کہا جو اس کا ہاتھ تھامے اندر طرف کی طرف بڑھ رہی تھی۔"یہ تو بہت پیارا ہے" مریم نے اپارٹمنٹ کے اندر داخل ہوتے کہا۔شہریار کا اپارٹمنٹ کشادہ ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد خوبصورت تھا۔اپارٹمنٹ دو کمروں پر مشتمل تھا۔جبکہ کشادہ لاؤنج میں ہی اوپن کچن اور ایک طرف گلاس ڈور تھا جس کے دوسری سائیڈ پر ڈھیروں پھول لگے تھے۔"شکریہ پٹھانی۔چلو اب عبایا اتارو اور بیٹھو تھک گیا ہوگا نا میرا بچہ" شہریار نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی۔"جی اچھا" مریم نے کہا اور اپنا عبایا اتارتے صوفے پر رکھتے خود بھی بیٹھ گئی جبکہ شہریار کھڑا آنکھوں میں

محبت سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔اسے آج سے پہلے اپارٹمنٹ اتنا خوبصورت نہیں لگا تھا جتنا مریم کی موجودگی میں لگ رہا تھا۔وہ مسکرایا اور اسکے پاس آتے بیٹھ گیا۔"سائیں ہم یہاں کیوں آئے ہیں" اسکے بیٹھتے ہی مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔"بتاتا ہوں ابھی پہلے یہ بتاؤ کچھ کھانا ہے میری سکونِ حیات نے" شہریار نے محبت سے اسے سینے سے لگاتے پوچھا تو وہ بھی اس کے سینے پر سر رکھتے ہاں میں سر ہلا گئی۔"کیا کھانا ہے رگِ جاں" اس نے نرمی سے مریم کے سنہرے بالوں میں انگلیاں چلاتے پوچھا۔"سائیں مجھے بریانی کھانی ہے" مریم نے جلدی سے بچوں کی طرح ہونٹوں پر زبان پھیرتے کہا تو وہ مسکرایا۔"اچھا ٹھیک ہے میں بناتا ہوں اپنی پٹھانی کے لیے" شہریار نے کہا تو اس کی آنکھیں پھیلیں۔اس نے فوراً سر اٹھاتے اسے دیکھا جبکہ شہریار اسے دیکھتے ہنسا جو آنکھوں میں حیرانی لیے اسے دیکھ رہی تھی۔"کیا ہوا میرا بچہ" اس نے نرمی سے مریم کی گال پر لب رکھتے پوچھا۔"آپکو بریانی بنانی آتی ہے" مریم نے کہا تو

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں آتی ہے اور صرف بریانی نہیں مجھے اور بھی بہت کچھ بنانا آتا ہے“ شہریار نے اسکی ناک دباتے کہا تو اس نے ہمیشہ کی طرح ناک سکوڑی جس پر وہ ہنستے اسکی ناک پر لب رکھ گیا۔ اسکی حرکت پر مریم کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ ”سچ۔۔ سچی میں“ مریم نے اپنا شرم سے سرخ پڑتا چہرہ جھکاتے پوچھا۔ ”مچی میں پٹھانی۔ اب یہاں بیٹھو میں تمھارے لیے بریانی بناتا ہوں“ شہریار نے کہا اور کھڑا ہوا۔ ”سائیں میں بھی آتی ہوں آپ کے ساتھ۔ میں آپ کو بریانی بناتے دیکھوں گی اور پھر مزے سے آپ کے ہاتھوں کی بنی بریانی کھاؤں گی“ مریم نے بھی اسکے برابر کھڑے ہوتے کہا۔ ”نہیں میری جان تم یہیں بیٹھو کچن میں گرمی ہوگی کوئی ضرورت نہیں ہے وہاں آنے کی۔ میں بنا کر لاتا ہوں پھر کھا لینا“ شہریار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے بچوں کی طرح پچکارتے کہا تو مریم نے اسے گھورا۔ ”میں بھی آؤں گی بات ختم اور اب آپ مجھے روکیں گے نہیں سمجھے آپ“ مریم کا انداز یکدم ہی

حکمیہ ہوا جسے محسوس کرتے شہریار مسکرایا۔ ”جو حکم میری پٹھانی“ شہریار نے ایک ہاتھ دل کے مقام پر رکھتے سر کو ہلکا سا جھکاتے کہا تو وہ اسکے انداز پر کھلکھلائی۔ اس کے یوں کھلکھلانے پر شہریار نے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکی۔ ”اچھا ایک منٹ یہاں رکو۔ میں تمھارے لیے کچھ لایا تھا“ شہریار نے کہا اور روم کی طرف چلا گیا جبکہ مریم وہی کھڑی اسکا انتظار کرنے لگی لیکن اس کا انتظار زیادہ لمبا نا تھا۔ شہریار دو منٹ بعد ہی اسے روم سے باہر آتا نظر آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ایک بڑی سی تصویر تھی جبکہ دوسرے ہاتھ میں خوب صورت گولڈن کلر کا بوکس تھا۔ ”یہ لو یہ تمھارے لیے ایک چھوٹا سا تحفہ“ شہریار نے وہ دونوں چیزیں لاتے اسے پکڑائیں۔ ”یہ کیا ہے“ مریم نے چیزیں پکڑتے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ ”یہ تمھارے لیے لایا تھا۔ کھول کر دیکھو“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور پہلے باکس کو کھول گئی۔ بوکس کھولتے ہی مریم کی آنکھوں میں نمی آئی جبکہ چہرہ خوشی سے دمک اٹھا

تھا کیونکہ اسے گولڈن بوکس میں ایک گولڈن کلر کا خوب صورت بریسلٹ تھا جس پر آیت الکرسی درج تھی۔ "سائیں یہ۔۔۔بہت پیارا ہے" مریم نے بریسلٹ کو دیکھتے مدھم آواز میں کہا۔"ہاں بہت پیارا ہے ماشاءاللہ" شہریار نے کہا اور بریسلٹ نکالتے اس کی کلائی تھامی۔"سائیں یہ میرے لیے ہے" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا جو بریسلٹ کو انتہائی محبت سے اسکی دائیں کلائی کی زینت بنا چکا تھا۔"جی میری جان۔یہ تمھارے لیے ہے تاکہ تمھیں نظر نا لگے۔میری موجودگی میں تو تمھیں نظر نہیں لگ سکتی کیونکہ میں تمھیں ہر بار دیکھتے آیت الکرسی پڑھتے پھونک دیتا ہوں لیکن جب تم یونی جاتی ہو یا جب میں تمھارے آس پاس نہیں ہوتا تو تب تمھیں نظر لگنے کا خدشہ ہے اور میں نہیں چاہتا تمھیں نظر لگے" شہریار نے نرمی سے اس کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے کہا تو مریم مسکرائی۔"شکریہ سائیں" مریم نے کہا تو وہ سر خم کر گیا۔"اچھا اب یہ کھولو" شہریار نے اب تصویر کی طرف اشارہ کیا تو مریم ہاں میں سر ہلاتے اس

پر سے گفٹ پیپر اتارنے لگی اور اسکے اترتے ہی مریم کی آنکھیں خوشی سے چمکیں جبکہ رخسار سرخ ہوئے تھے کیونکہ وہ تصویر ان دونوں کی مہندی کی تھی جب مریم گولیوں کی آواز سنتے ڈری تھی جبکہ شہریار نے اسکے ڈرنے پر اسے سینے سے لگایا تھا۔ ”سائیں۔۔یہ کتنا۔۔پیارا ہے“ مریم نے تصویر پر انگلیاں پھیرتے کہا۔ ”ہاں پیارا اور مکمل“ شہریار نے اسکو ایک طرف سے اپنے ساتھ لگاتے کہا جس پر مریم مسکرائی۔ ”شکریہ سائیں یہ دونوں تحفے بہت پیارے اور انمول ہیں“ مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اس کا سر چوم گیا۔ ”میری جان شکریہ مت کہا کرو۔ تمھارے منہ سے شکریہ سننے کے لیے نہیں کرتا میں یہ بس تمھارے چہرے کی مسکراہٹ کو سلامت رکھنے کیلئے یہ ارزاں کوششیں کرتا ہوں۔ورنہ ادنٰی سا غلام ہوں اپنے دل کی ملکہ کیلئے کیا ہی کر سکتا ہوں“ شہریار نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ وہ شان دار وجاہت سے بھرپور مرد خود کو اسکا غلام کہہ رہا تھا۔ ”چلو آؤ اب تمھارے لیے بریانی بنا دیتا ہوں“ شہریار نے

اسکی پلکوں پر ٹھہری نمی پر لب رکھتے کہا اور اسکے ہاتھ سے تصویر پکڑتے دیوار پر لگاتے اسکا ہاتھ پکڑ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ ”سائیں باہر سے منگوا دیں۔آپ رہنے دیں“ مریم نے اسے کہا جو اس کو کچن کاؤنٹر سے چیزیں ہٹا رہا تھا۔ ”نہیں اب میں ہی بناؤں گا۔اگر تم کچھ دیر پہلے کہتی تو میں باہر سے منگوا دیتا پر اب تم نے کہا ہے تم میرے ہاتھوں کی بریانی کھاؤ گی تو بس وہی کھلاؤں گا تمھیں“ شہریار نے اسکو کمر کے اطراف سے پکڑتے کچن کاؤنٹر پر بٹھاتے کہا تو وہ ہنسی۔ ”تو کیا میں جو بھی کہوں گی آپ وہی کریں گے۔اور اگر میں آدھی رات کو آپ کو نیند سے جگاتے کہوں کہ سائیں میرا کچھ کھانے کو دل کر رہا ہے تو آپ کیا آدھی رات کو بنانے بیٹھ جائیں گے“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں کیونکہ حکم کرنا تمھارا حق ہے اور تمھارا حکم ماننا میرا فرض۔اور اگر تم آدھی رات کو بھی مجھے جگا کر کہو گی نا کہ سائیں میرا فلاں چیز کھانے کا دل کر رہا ہے تو میں بغیر ماتھے پر بل ڈالے نیند میں جھولتے بھی تمھارے لیے وہ چیز اپنے

ہاتھوں سے بنانے کو تیار ہوں۔ بشرط یہ ہے کہ تمھارے چہرے کی مسکراہٹ کہیں نہیں جانی چاہیے" شہریار نے اسکی نیلی آنکھوں میں اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھیں گاڑھتے سچائی بیان کی تو مریم کے رخسار سرخ ہوئے جس پر وہ مسکرایا۔ "سائیں ایک بات پوچھوں" مریم نے چہرہ جھکاتے پوچھا۔ "ہاں پوچھو" شہریار نے اسے اجازت دی اور ساتھ ہی بریانی بنانے کا سامان نکالنے لگا۔ "سائیں آپ جب بھی کوئی بات کرتے ہیں اس میں میری مسکراہٹ کا ذکر لازم ہوتا ہے ایسا کیوں" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کیونکہ تمھاری ایک مسکان شہریار ملک کا سیروں خون بڑھا دیتی ہے تو میں اس مسکراہٹ کو کبھی مانند پڑنے نہیں دے سکتا" شہریار نے اس کے سامنے کھڑے ہوتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ پلکیں شرم سے رخساروں پر سایہ فگن ہوئی جس پر شہریار نے مسکراتے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ مریم خان یوسفزئی، ایڈوکیٹ شہریار

ملک کو لمحوں میں زیر کرنے کا فن جانتی تھی۔شہریار نے گہری سانس بھرتے سوچا اور اسکا سر چوم گیا۔

"جی ماما بس نکلنے لگی ہوں" عائشہ نے اپنی چیزیں بیگ میں ڈالتے فون پر تنزیل بیگم سے کہا۔وہ آج آفس میں لیٹ ہوگئی تھی۔نبیل نے آج جان بوجھ کر اسے کام زیادہ دیا تھا جس وجہ سے وہ لیٹ ہوگئی تھی۔اسد اسے قریباً چھ بجے لینے آیا تھا پر عائشہ نے اسے واپس جانے کا کہا کیونکہ اسے آٹھ بج جانے تھے لیکن اسد بجائے واپس جانے کے پچھلے دو گھنٹے سے پارکنگ میں اسکا انتظار کررہا تھا۔"نہیں ماما بڑے بابا کی کوئی میٹنگ ہے وہ وہاں گئے ہیں۔وہ کہہ دہے تھے میں چھوڑ آتا ہوں لیکن میں نے منع کردیا کیونکہ بھائی آگئے ہیں مجھے لینے۔میں بس تھوڑی دیر میں آرہی ہوں۔آپ پریشان نا ہوں" عائشہ نے لفٹ میں داخل ہوتے کہا اور بٹن پش کرنے لگی لیکن ابھی وہ بٹن پش کرتی کہ

نبیل اور اسکے ساتھ دو لڑکے لفٹ میں داخل ہوئے۔وہ لڑکے آفس کے نہیں تھے۔انھیں دیکھ عائشہ نے باہر جانا چاہا پر اس سے پہلے ہی نبیل بٹن پش کرتے لفٹ کو گراؤند فلور کی طرف چلا چکا تھا۔"جی ماما ٹھیک ہے۔فی امان اللہ" عائشہ نے اس کی حرکت پر بامشکل اپنا غصہ قابو کرتے تنزیل بیگم کو جواب دیا اور اپنا موبائل بیگ میں رکھتے خاموشی سے کھڑی ہوگئی۔اسے لگا تھا کہ نبیل آج بھی کوئی بات کرے گا پر آج اسکی توقع کے برعکس وہ خاموش تھا جس پر عائشہ نے شکر کا سانس لیا اور لفٹ رکنے کا انتظار کرنے لگی۔"پہلے آپ چلیں جائیں" تھوڑی دیر بعد لفٹ کا دروازہ گراؤنڈ فلور پر کھلا تو نبیل نے کہا جس پر عائشہ باہر نکلی۔اس کے نکلتے ہی نبیل اور باقی دونوں لڑکوں کے چہروں پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی۔وہ بھی عائشہ کے پیچھے بڑھا۔گراؤنڈ فلور پر اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔عائشہ تیزی سے قدم اٹھاتے پارکنگ کی طرف بڑھ رہی تھی لیکن ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھی تھی جب اچانک کسی نے پیچھے سے اسکے

منہ پر کپڑا رکھتے اسے سختی سے پکڑا۔اس اچانک افتاد پر عائشہ نے مزاحمت کرنی چاہی پر رومال پر بیہوشی کی دوا لگی ہونے کی وجہ سے وہ چند ہی سیکنڈ میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے نبیل کی باہوں میں جھول گئی۔مزاحمت کرنے کی وجہ سے عائشہ کا سامان سارا زمین پر بکھر گیا تھا جس میں اسکا موبائل بھی تھا جس پر اسد کی کال آرہی تھی۔سکرین پر اسد کا نام دیکھتے نبیل نے سکرین پر زور سے اپنا بھاری بوٹ مارتے موبائل کی آواز بند کی اور عائشہ کو اٹھاتے بلیک کلر کی گاڑی میں ڈالتے خود بھی فوراً بیٹھا۔اسکے اندر آتے ہی اسکے دوست نے گاڑی زن سے بھگائی اور بے ہوش عائشہ کو لے جانے لگے۔"عائشہ کا نمبر بند کیوں ہوگیا ہے ایک دم سے" دوسری طرف اسد جو عائشہ کو کال کررہا تھا۔اسکا موبائل اچانک آف ہونے پر پریشانی سے بولا اور گاڑی سے باہر نکلتے لفٹ کی طرف بڑھا تاکہ عائشہ کو دیکھ سکے۔وہ تیزی سے چلتے لفٹ کی طرف جارہا تھا جب اسے زمین پر عائشہ کی چیزیں گری نظر آئیں جنھیں دیکھتے اسد بھاگ کر ان

چیزوں کے پاس آیا۔ ”عائشہ کی چیزیں یہاں کیوں بکھری ہیں۔ اور اس کا موبائل کیسے ٹوٹ گیا۔ عائشہ کہاں ہے۔ عائشہہہ۔ عائشہ کہاں ہو تم“ اسد نے ان چیزوں کو دیکھتے پریشانی سے کہا اور چلاتے اسے پکارا لیکن کوئی جواب نا آیا۔ وہ یہاں ہوتی تو جواب آتا۔ اسد جلدی سے ان چیزوں کو اٹھاتے پرس میں ڈالتے لفٹ میں داخل ہوا اور عائشہ کے فلور کا بٹن پش کر گیا۔ ”ایکس کیوزمی عائشہ کہاں ہے“ لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی اسد کو سامنے ایک گارڈ نظر آیا تو اس نے فوراً پوچھا۔ ”عائشہ میم تو دس منٹ پہلے ہی جا چکی ہے“ اس گارڈ کی بات سنتے اسد کی سانس رکی۔ ”کیا مطلب دس منٹ پہلے جا چکی ہے“ اسد نے جلدی سے پوچھا۔ ”سر وہ جا چکی ہیں اور انکے پیچھے ہی نبیل صاحب اور انکے دو دوست بھی“ گارڈ کی بات سنتے اسد پریشان ہوا جبکہ نبیل کا نام سنتے اس کے ذہن میں تین سال پرانا واقعہ آیا۔ ”نبیل۔ پورا نام کیا ہے“ اسکا اسد نے جلدی سے پوچھا۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ جو وہ سوچ رہا ہے ویسا نا ہو۔ ”نبیل فاروق“ گارڈ

نے کہا تو اسد کا وجود زلزلوں کی زد میں آیا جبکہ آنکھوں میں خون اترا۔ نبیل فاروق یہ وہی شخص تھا جس نے تین سال پہلے عائشہ کے ساتھ بتمیزی کرنے کی کوشش کی تھی اور اسد نے اسے بے حد پیٹا تھا۔("جانتے ہو تم نے کس کا ہاتھ پکڑا تھا" اسد نے زمین پر زخموں سے چور کراہتے نبیل سے پوچھا۔ "مع۔۔معاف کردو" نبیل نے ہاتھ جوڑتے کہا۔ "معاف کردوں تمھاری جرات کیسے ہوئی میری عائشہ۔ میرے عشق کو چھونے کی" اسد نے اسکے چہرے پر پے در پے مکے مارتے کہا جس پر وہ چلانے لگا۔ لیکن اسد کا ہاتھ رکا نا تھا۔ وہ ساری رات اسے یونہی مارتا رہا)۔ "سر کیا ہوا سب ٹھیک ہے" اسکا رنگ سرخ ہوتے دیکھ گارڈ نے پوچھا جس پر وہ ہوش میں آیا تھا۔ "سی سی ٹی وی روم میں چلو جلدی" اسد کہتے سی سی ٹی وی روم کی طرف بھاگا تو گارڈ بھی اسکے پیچھے اندر داخل ہوا۔ اسد نے جاتے وہاں پہلے سے بیٹھے گارڈ کو اٹھایا اور پندرہ منٹ پہلے کی ساری فوٹیج چیک کرنے لگا۔ اسے قریباً

بارہ منٹ پہلے کی فوٹیج میں پارکنگ کے سٹارٹ میں عائشہ نظر آئی تھی جو اسکی طرف ہی آرہی تھی لیکن اس سے پہلے ہی نبیل اسے بے ہوش کرتے لے گیا تھا جسے دیکھ اسد کی آنکھوں میں خون اترا۔اسد ایک لمحے کا انتظار کیے بغیر باہر بھاگا اور جلدی سے لفٹ کے ذریعے پارکنگ میں پہنچتے اپنی گاڑی میں بیٹھا۔"نبیل فاروق میں چھوڑوں گا نہیں تمھیں" اسد گاڑی سٹارٹ کرتے دھاڑا اور اپنا موبائل نکالتے ضرار اور شہریار کو گروپ کال ملائی۔"ہاں اسد" ان دونوں نے فون اٹھاتے پوچھا۔"بھائی عائشہ اغواہ ہوگئی ہے۔مجھے دس منٹ میں عائشہ کی لوکیشن ٹریس کروا کر دیں۔گاڑی کا نمبر آپکو سینڈ کردیا ہے" اسد نے ایک سانس میں کہا۔"کیا بکواس کررہے ہو۔عائشہ اغواہ ہوگئی ہے" ان دونوں نے چلاتے کہا۔"جی بھائی اسے اس حرام خور نبیل نے اغواہ کیا ہے۔میں اسکی جان لے لوں گا آج" اسد نے بامشکل خود کو دھاڑنے سے روکا تھا۔وہ اپنے بھائیوں کے سامنے اونچی آواز میں بات نہیں سکتا تھا۔"نبیل

کون ہے اسد" شہریار نے اپنی گاڑی میں بیٹھتے پوچھا۔ "بھائی نبیل وہی حرام زادہ ہے جس نے تین سال پہلے عائشہ کے ساتھ بتمیزی کی تھی۔ اور آج اس نے میری عائشہ کو اغواہ کیا ہے میں نے غلطی کردی اسے تب زندہ چھوڑ کر اسے جان سے مار دینا چاہیئے تھا" اسد نے کہا تو ان دونوں کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ "ہم پہنچ رہے ہیں۔ پانچ منٹ میں لوکیشن تمھارے پاس ہوگی۔ تم جہاں ہو وہی رکو۔ ہم آرہے ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے اچھا کہتے کال کاٹی اور ان کا انتظار کرنے لگا۔ ضرار کے کہنے کے مطابق پورے پانچ منٹ میں نا صرف وہ دونوں یہاں تھے بلکہ لوکیشن اسکے ہاتھ میں تھی۔ "بھائی عائشہ صرف ہم سے ایک گھنٹے کے فاصلے پر ہے" اسد نے لوکیشن دیکھتے کہا اور اگلے ہی پل اپنی گاڑی دوڑائی۔ اسکی گاڑی ہوا سے باتیں کررہی تھی۔ سب سے آگے اسد کی گاڑی تھی جبکہ اسکے پیچھے ضرار اور شہریار کی گاڑیوں کے ساتھ پچاس گارڈز کی

گاڑیاں تھیں۔آج اسد ملک اپنے عشق کو ہاتھ لگانے والے کے ہاتھ جڑ سے اکھاڑنے کا ارادہ رکھتا تھا۔وہ اپنے عشق کو بچانے جارہا تھا۔

"اسے ہوش کیوں نہیں آیا اب تک۔دوائی کی مقدار زیادہ تو نہیں دے دی تھی" نبیل نے اپنے دونوں ساتھیوں کو دیکھتے چلاتے پوچھا۔وہ لوگ اس وقت اپنے مشترکہ خریدے گئے گھر میں تھے۔یہ انکا ایک لحاظ سے اڈا تھا جہاں وہ ہر غلط کام کرتے تھے۔نبیل نے اس گھر کے باہر بس دو گارڈ رکھے تھے کیونکہ وہ جانتا تھا جیسی سنسان جگہ پر یہ گھر ہے یہاں کوئی نہیں آنے والا۔ان لوگوں کو یہاں آئے ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ کا وقت ہوچکا تھا لیکن عائشہ کو اب تک ہوش نہیں آیا تھا۔"نہیں نبیل جتنی تم نے کہا تھا اتنی ہی دی تھی" اسکے ایک ساتھی نے کہا تو نبیل نے عائشہ کو دیکھا جو بیہوش تھی۔"اچھا چلو ٹھیک ہے۔آؤ باہر چلتے ہیں" نبیل نے چند لمحے عائشہ کو دیکھا پھر اپنے ساتھیوں کو

اشارہ کیا جس پر وہ مسکراتے باہر نکلے۔ انکے جاتے ہی عائشہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ اسے ایک گھنٹہ پہلے ہی ہوش آگیا تھا لیکن وہ ان حیوانوں کی وجہ سے بیہوشی کا ناٹک کررہی تھی۔ "یا اللہ مجھے ان درندوں سے بچالیں۔ اللہ پاک اسد بھائی ضرار بھائی یا شیری بھائی کسی کو بھیج دیں پلیز" عائشہ نے روتے ہوئے دعا مانگی۔ "ٹچ ٹچ ٹچ۔ عائشہ کوئی نہیں آنے والا تمھیں ہم سے بچانے" ابھی وہ دعا مانگ رہی تھی جب دروازہ کھلا اور نبیل اور اس کے ساتھی اندر داخل ہوئے۔ انھیں دیکھ عائشہ خوفزدہ ہوئی۔ "جا۔۔ؤیہاں۔۔سے" عائشہ نے کھڑے ہوتے پیچھے کی جانب قدم بڑھائے۔ "تمھیں کیا لگا تم یوں بیہوشی کا ناٹک کروگی تو مجھے پتا نہیں لگے گا" نبیل نے شیطانی مسکراہٹ پاس کرتے کہا۔ "جاؤیہاں سے" عائشہ اسکی بات اگنور کرتے چلائی تھی۔ "بکواس بند رکھو۔یہاں سے جانے کیلئے تمھیں یہاں نہیں لایا۔ تم سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کیلئے لایا ہوں تمھیں۔ اس دن تمھارے اس عاشق نے مجھے پیٹا تھا آج اسکا

بدلہ تم چکاؤ گی اپنی عزت لٹا کر" نبیل نے کہا اور اسکی طرف قدم بڑھائے۔ "میرے قریب مت آنا۔میں جان سے مار دوں گی تمھیں۔تم نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو تمھارا وہ حشر کروں گی کہ تمھارے ماں باپ بھی تمھیں نہیں پہچان پائیں گے" عائشہ چلائی تھی۔ "بکواس بند کرو" نبیل ایک جست میں اسکے پاس پہنچتے اسکے بال مٹھی میں جکڑ گیا۔ "نہیں کروں گی سمجھے چھوڑو مجھے۔شرم نہیں آتی تمھیں ایک عورت کے ایسا سلوک کرتے بے غیرت انسان۔تف ہے تم پر ایک عورت سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لے رہو۔اتنے ہی مرد ہو تو جا کر اسد بھائی کے پاس جاؤ نامرد کہیں کے" عائشہ نے اس کے منہ پر تھوکتے کہا۔اسکی حرکت تضادبات پر نبیل کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔اس نے گھما کر ایک زناٹے دار تھپڑ عائشہ کے چہرے پر مارا جس سے وہ لہراتے بیڈ پر گری تھی۔ "جاؤ یہاں سے دونوں اور جب تک میں نا کہوں یہاں مت آنا" نبیل نے اپنے ساتھیوں کو کہا جو با مشکل ہاں میں سر ہلاتے باہر نکلے۔ورنہ عائشہ کے

وجود کو دیکھتے انکی آنکھوں سے حوس ٹپک رہی تھی۔ ”تمھیں لگتا ہے میں نامرد ہوں رکو میں ابھی تمھیں اپنی مردانگی دکھاتا ہوں“ نبیل نے کہتے اسکا ڈوپٹہ پکڑتے دور اچھالا اور اس پر جھکتے اس سے پہلے اسکی گردن پر جھکتا کہ باہر سے گولیوں کی آواز آئی جسے سنتے نبیل پریشان ہوا جبکہ عائشہ کے چہرے پر ڈھیروں سکون اترا۔ ”لو آگئے میرے بھائی“ عائشہ نے اسے دیکھتے سکون سے کہا۔ اسکے چہرے پر سکون دیکھ نبیل کا خون کھولا۔ ”تمھارے بھائی آگئے ہیں لیکن پھر بھی تمھیں تمھاری آبرو سمیت نہیں لے جاسکیں گے“ نبیل نے کہتے ایک جھٹکے میں اسکی بازو سے آستین چاک کرتے اسکے کندھے پر جھکنے لگا کہ دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھلتے اسد ملک اندر داخل ہوا۔ سامنے کا منظر دیکھ اسکی آنکھوں میں خون اترا تھا۔ اس نے ایک جست میں نبیل تک پہنچتے اسے اندھا دھن پیٹنا شروع کیا تھا۔ جبکہ اس نے عائشہ پر ایک غلط نظر تک نہیں ڈالی تھی۔ وہ جانتا تھا اگر اس نے عائشہ کو یوں دیکھا تو وہ خود شرم سے پانی پانی ہو جائے گی۔

"ضرار بھائی کوئی ہرگز اندر نا آئے پلیز۔آپ یا بھائی بھی نہیں۔آپ اس حرام زادے کو نیچے لے کر جائیں میں آرہا ہوں" قدموں کی چھاپ سنتے اسد فوراً بولا اور نبیل کو اٹھاتے دروازے سے باہر پھینکا۔وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ عائشہ کو اس حالت میں کوئی بھی غیر محرم دیکھے۔اس نے اپنے عشق پر خود بھی نظر نہیں ڈالی تھی وہ بھلا کیسے کسی اور کی نظر برداشت کرتا۔جبکہ اسکی بات سنتے شہریار اور ضرار نبیل کو لے گئے۔"عائشہ ڈوپٹہ اوڑھو" انکے جاتے ہی اسد نے بغیر اسے دیکھے زمین سے گرا ڈوپٹہ اٹھاتے اس کی طرف بڑھایا جسے وہ فوراً خود پر اوڑھتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔"عائشہ کچھ نہیں ہوا" اس کے ڈوپٹہ اوڑھتے ہی اسد اسکے پاس بیٹھا اور اسے نرمی سے بٹھاتے کہا۔"اسد۔۔بھائی۔۔اس۔۔نے۔۔مم۔۔مجھے۔۔چھوا۔میں۔۔پاکی۔۔پاکیزہ۔۔نہیں رہی" عائشہ نے ہچکیاں بھرتے کہا۔"عائشہ ایسا نہیں ہے" اسد نے اسے کہا لیکن وہ نفی میں سرہلا رہی

تھی۔ ”جائیں۔۔یہاں۔۔سے۔چلے۔۔جائیں۔میں۔۔پاک۔۔نہیں۔۔رہ ی“ عائشہ نے چلاتے اسے دھکا دیا تو وہ پریشان ہوتے اسے دیکھنے لگا جو اپنے چہرے ، گردن، بازو یہاں تک کہ پورے وجود پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ ”عائشہ“ اس نے چلاتے اس کے کندھے تھامتے اسے جھٹکا دیا جس پر وہ ہوش میں آتے اسے دیکھنے لگی۔ ”اسد۔۔بھائی“ عائشہ یکدم ہی اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔اور آج اسد نے بھی اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسے سینے میں بھینچا اور اسکے بالوں پر ٹھوڑی ٹکاتے اسکے بال سہلانے لگا۔ ”شش عائشہ کچھ نہیں ہوا میرا بچہ۔سب ٹھیک ہے۔ہم آگئے ہیں۔اس نے کچھ نہیں کیا آپ پاکیزہ ہو میری جان ایسے نہیں کہتے“ اسد نے نرمی سے کہا۔ ”نن۔۔نہیں۔اس نے میر۔۔میری

شرٹ۔۔پھاڑنے۔۔کی۔۔کوشش۔۔کی“ عائشہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو وہ اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ ”شش کچھ نہی ہوا میرا بچہ“ اسد نے نرمی سے

کہا تو وہ مزید اسکے سینے میں چھپی۔ "عائشہ نیچے چلیں بھائی کے پاس۔پھر گھر جائیں گے" اسد نے تھوڑی دیر بعد اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے ہاتھوں میں تھامتے اسکی گال پر تھپڑ کے نشان کو سہلاتے تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔اس کے ماننے پر اسد نے کھڑے ہوتے اس کا ڈوپٹہ درست کیا اور ایک بازو اس کے کندھے کے گرد حمائل کرتے اسے لیے باہر بڑھا۔وہ دونوں نیچے آئے تو نظر سامنے نبیل اور اسکے دونوں ساتھیوں پر پڑی۔ان تینوں کو ضرار اور شہریار مار مار کر ادھ مرا کر چکے تھے جبکہ گارڈز کو وہ پہلے ہی مار چکے تھے۔"بھائی" ضرار پر نظر پڑتے ہی عائشہ فوراً جاتے اسکے سینے سے لگی۔"شش میرا بیٹا کچھ نہیں ہوا۔بھائی کی جان روتے نہیں ہیں" ضرار نے نرمی سے اسکے سر پر بوسہ دیتے کہا تو وہ اس کے سینے میں چھپی۔"گڑیا کچھ نہیں ہوا بچے رونا بند کرو" شہریار نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔"اسد کیا کرنا ہے انکا" ضرار نے اسد سے پوچھا جو سرخ آنکھوں سے ان تینوں کو گھور رہا تھا۔"کرنا کیا ہے بھائی" اسد نے بس

اتنا کہا اور دو گولیاں چلاتے نبیل کے ساتھیوں کو جہانِ فانی سے کوچ کرایا۔ ”اور تو“ اسد اب کی بار نبیل کی طرف گھوما۔ ”تو نے میری عائشہ کو چھوا کیسے“ اس نے نبیل کے منہ پر زبردست کِک مارتے کہا جس سے اسکا جبڑا یقیناً ٹوٹ گیا تھا۔ ”عائشہ یہ تھپڑ اس نے مارا ہے“ اسد نے عائشہ کے پاس جاتے نرمی سے پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اپنے دونوں ہاتھ آگے کر “اسد نے اسکے پاس جاتے کہا تو وہ ڈرتے نفی میں سر ہلا گیا۔ اسکے نا ماننے پر اسد نے غصے سے اسکے چہرے پر مکہ مارا اور زبردستی اسکے ہاتھ باری باری پکڑتے اسکے ہاتھوں میں گولی ماری تھی جس پر نبیل کی چیخیں اس پورے گھر میں گونج رہی تھیں۔ ”عائشہ کیا کروں میں اس کا“ اسد نے اسکے پاس جاتے اسے ضرار کے سینے سے نکالتے اپنے قریب کرتے پوچھا۔ اس کی حرکت پر ضرار نے اسے گھورا جبکہ شہریار نے مسکراہٹ

دبائی۔ ”اسکی۔۔آو۔۔آواز۔۔بند۔۔کردیں۔۔اسد۔بھائی“ عائشہ نے اسکے

سینے سے لگتے کہا۔ "جو حکم میرا بچہ" اس نے کہتے ایک ہی گولی بلکل نبیل کے دماغ کے بیچ و بیچ مارتے عائشہ کا حکم مانا تھا۔ نبیل کا مردہ وجود دیکھ عائشہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا تھا جس پر اس نے نرمی سے اسکے گرد حصار باندھا اور اسکے ڈوپٹے سے ڈھکے سر پر لب رکھے۔ "اسد عائشہ گھر چلیں" ضرار نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ اسد نے نا میں سر ہلاتے عائشہ کے گرد حصار مضبوط کیا۔ "کیوں اسد" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "بھائی میں عائشہ سے ابھی اور اسی وقت نکاح کرنا چاہتا ہوں" اسد نے کہا تو ان دونوں ایک دوسرے کو دیکھا جب کہ عائشہ نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔

"اس۔۔اسد بھائی" اس نے مدھم آواز میں اسے پکارا۔ "شش میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اب سے نہیں بہت سال سے۔ تب سے جب مجھے عشق کے ع کا بھی نہیں پتا تھا۔ آج تمھیں کھونے کا خیال میری جان نکالنے کے در پر تھا۔ اب میں مزید تم سے دور نہیں رہ سکتا عائشہ پلیز۔ آج زندگی میں پہلی بار

میں خوفزدہ ہوا ہوں۔ تمھارے دور جانے سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے پلیز مجھ سے نکاح کرلو" اسد نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو عائشہ اسے دیکھنے لگی۔ وہ اس سے محبت کرتا تھا۔یہ بات سنتے اسکا دل الگ طرز پر دھڑکا تھا۔ "اسد" ضرار نے کچھ کہنا چاہا پر وہ عائشہ کو سینے میں بھینچتے فوراً بول اٹھا۔ "بھائی پلیز۔ میں جانتا ہوں آپکو مجھ پر غصہ آرہا ہوگا۔ شاید آپکو مجھ سے نفرت ہورہی ہوگی کہ میں آپکی بہن سے محبت کرتا ہوں پر بھائی محبت تو ہوجاتی ہے یہ انسان خود تو نہیں کرتا۔ مجھے بھی عائشہ سے ہوگئی پلیز بھائی میرا اس سے نکاح کرا دیں میں مرجاؤں گا۔ بھائی پلیز۔ آپ کا تو میں لاڈلہ ہوں نا۔ اپنے لاڈلے کی بات مان لیں بھائی" اسد نے عائشہ کو خوف سے خود میں چھپاتے ضرار سے کہا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو متواتر بہتے اسکے گال بھگو رہے تھے۔ آج اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ شہریار، ضرار اور عائشہ تو اسکے لہجے میں خوف و تڑپ محسوس کرتے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ اس وقت کہیں سے بھی شرارتی

اسد ملک نا لگا وہ تو کوئی دیوانہ لگ رہا تھا جو اپنے محبوب کو پانے کیلئے خالق کے ساتھ ساتھ اسکی مخلوق کی بھی منتیں کررہا تھا۔ "عائشہ پلیز تم ہی بھائی کو کہو تمھیں مجھ سے دور نا کریں پلیز۔میں مرجاؤں گا۔آج جو کچھ ہوا اسکے بعد میں تمھیں خود سے جدا نہیں رکھ سکتا پلیز" اسد نے اسکا چہرہ اپنے لرزتے ہاتھوں میں تھامتے کہا۔اسکا پورا جسم کانپ رہا تھا جبکہ آنکھوں سے آنسو بہتے عائشہ کے چہرے پر گر رہے تھے۔عائشہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔کیا وہ اس سے اتنی محبت کرتا تھا کہ صرف اسے پانے کیلئے یوں تڑپ تڑپ کر سب کی منتیں کررہا تھا۔

"اسد لاڈلے یہاں آؤ" اسد کو یوں کپکپاتے اور روتے دیکھ ضرار نے اسے پکارا جس پر اسد نے اپنی سرخ نم آنکھوں اسے دیکھا جسکے چہرے پر صرف نرمی تھی۔اس نے ضرار کے ساتھ کھڑے شہریار کو دیکھا جو اسکے دیکھنے پر مسکرایا

تھا پھر اس نے اپنے سینے سے لگی عائشہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ”بھائی آپ عائشہ کو مجھ سے دور نہیں کریں گے نا“ اسد نے عائشہ سے نظریں ہٹاتے دوبارہ ضرار کو دیکھا۔ ”نہیں میری جان۔ نہیں کروں گا یہاں آؤ میرے پاس“ ضرار نے کہا تو اس نے بامشکل عائشہ سے دور ہوتے اسکی طرف قدم بڑھائے۔ ”جی بھائی“ اس نے ضرار کے سامنے کھڑے ہوتے کہا تو ضرار نے اسے بازو سے پکڑتے اپنے سینے سے لگایا۔ ”کیوں رو رہے ہو“ ضرار نے اس کے بال سہلاتے کہا۔ ”بھائی میں عائشہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔مجھے آج اس سے نکاح کرنے کی اجازت دے دیں پلیز۔میں اسکے بغیر نہیں رہ سکتا۔یقین کریں عشق کرتا ہوں میں عائشہ راجپوت سے بھائی۔میں جانتا ہوں آپ دونوں کو حیرت ہورہی ہوگی پر میں سچ میں عائشہ سے محبت کرتا ہوں“ اسد نے بھاری آواز میں کہا تو ضرار شہریار کو دیکھتے مسکرایا جو عائشہ کو سینے سے لگائے کھڑا تھا۔ ”اسد ہم دونوں کو بلکل حیرت نہیں ہوئی کیونکہ ہم

شروع سے جانتے ہیں کہ تم عائشہ سے محبت کرتے ہو" شہریار نے اسے دیکھتے کہا تو وہ ایک جھٹکے سے ضرار سے پیچھے ہوتے ان دونوں کو بے یقینی سے دیکھنے لگا۔ "آپ۔۔جانتے تھے" حیرت کے مارے اسد کے لفظ اٹکتے نکلے۔ "ہاں لاڈلے ہم سب کچھ جانتے تھے۔ تمھاری آنکھوں نے ہمیں سب بتا دیا تھا۔ تم لاکھ سب سے چھپاؤ پر اپنے دونوں بھائیوں سے نہیں چھپا سکتے" ضرار نے اس کے بال بکھیرتے کہا تو اسد کی کان لویں سرخ ہوئیں جسے دیکھ ضرار اور شہریار نے قہقہہ لگایا جبکہ عائشہ بھی مسکرائی۔ "اب۔۔جب جانتے۔۔ہی ہیں۔۔تو نکاح بھی۔۔کرا دیں" اسد نے اپنی گردن کی پشت رگڑتے کہا۔ "ہاں ہاں ضرار میرے بیٹے کا نکاح کرا دو یہ نا ہو پھر رونے لگ جائے" شہریار نے کہا تو اسد خفت سے ناک سہلانے لگا اور وہ دونوں ہنسے جبکہ عائشہ اب ان تینوں کو دیکھ رہی تھی۔ "ٹھیک ہے لیکن نکاح تبھی ہوگا جب عائشہ راضی ہوگی" ضرار نے عائشہ کی طرف بڑھتے کہا۔ "گڑیا بتاؤ آپ راضی ہو" ضرار نے اسکا چہرہ

ہاتھوں میں تھامتے پوچھا تو اس نے نظریں اٹھاتے اسد کو دیکھا جو امید سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”بھائی۔۔ماما“ عائشہ نے کہا تو ضرار مدھم سا مسکرایا مطلب وہ راضی تھی۔ ”چچی کو ابھی نہیں بتائیں گے۔انھیں بعد میں آرام سے میں خود سمجھا دوں گا پر ابھی آپ بتاؤ آپ راضی ہو“ ضرار نے دوبارہ پوچھا تو اس نے آہستہ سے ہاں میں سر ہلایا جسے دیکھتے اسد کا چہرہ خوشی سے کھلا جبکہ شہریار اور ضرار مسکرائے۔عائشہ نہیں جانتی تھی اس نے کیوں ہاں بولا ہے پر اسد کو انکار کرنے کی سوچ اسکے دل کو جکڑ گئی تھی۔ ”ٹھیک ہے پھر میں قاضی صاحب کو بلواتا ہوں“ ضرار نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ نظریں جھکا گئی۔اسے اسد کی لو دیتی نظریں اپنے وجود کے آر پار ہوتے محسوس ہو رہی تھیں اور شرم سے اسکی نظریں اب اٹھنے سے انکاری تھیں۔ ”یہاں سے یہ تینوں لاشیں پانچ منٹ میں غائب ہوں اور قاضی صاحب کو لے کر آؤ اور ہاں ایک سرخ ڈوپٹے کا بھی انتظام کرو“ اسد نے پیچھے مڑتے دروازے میں نظریں

جھکا کر کھڑے گارڈز کو کہا تو وہ سب فوراً ہاں میں سر ہلاتے اسکے حکم پر عمل کرنے لگے۔ "ویسے نکاح میرے اپارٹمنٹ جا کر بھی ہو سکتا ہے" ضرار نے کہا تو اسد نے نفی میں سر ہلایا جس پر شہریار ہنسا۔ "نہیں مجھے ابھی نکاح کرنا ہے۔ آپ کا کیا بھروسہ بھائی چارہ جاگ اٹھا تو میرا نکاح ہی روک دیں" اسد نے شرارت سے ہنستے ہوئے کہا تو وہ اسے مصنوعی گھورنے لگا جبکہ شہریار نے قہقہہ لگایا۔ اسکے یوں ہنسنے پر عائشہ نے ایک چور نظر اس پر ڈالی۔ عین اسی وقت اسد نے اسے دیکھا۔ گہری سیاہ آنکھیں بھوری آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔ عائشہ نے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں آنکھیں جھکائیں جبکہ اسد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ یہ سیاہ آنکھوں والی گڑیا اسکا عشق تھی اور آج وہ بلآخر ایک لمبے انتظار کے بعد اسکی ہونے جا رہی تھی۔ "کس کی کال ہے" وہ جو یک ٹک عائشہ کو دیکھ رہا تھا ضرار کا موبائل رنگ ہونے پر اسے دیکھنے لگا۔ "چچی جان کی کال ہے۔ میں نے انھیں بتا دیا تھا کہ عائشہ کڈنیپ ہو گئی ہے۔ میں

سب کو عائشہ کی سلامتی کی خبر دے دوں" ضرار نے کہا۔ "رہنے دے بس دراب انکل کو میسج کر کے بتا دے۔ آنٹی کی کال اٹھائے گا تو وہ عائشہ سے بات کرنے کی ضد کریں گی اس لیے ابھی رک جا" شہریار نے کہا تو ضرار نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور دراب صاحب کو میسج کرنے لگا۔ اب وہ نکاح کے بعد سیدھا گھر جا کر ہی بات کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

"سر قاضی صاحب آ گئے ہیں" لگ بھگ آدھے گھنٹے بعد ایک گارڈ نے قاضی صاحب کے ساتھ اندر داخل ہوتے کہا اور ہاتھ میں پکڑی لال چنری اسد کو پکڑائی۔ "بیٹھیں قاضی صاحب" اسد نے اسکے ہاتھ سے وہ لال چنری پکڑتے کہا اور عائشہ کی طرف بڑھتے اسکے سر پر اوڑھا گیا۔ اس کی حرکت پر عائشہ کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ اسد مسکرایا اور اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ "قاضی صاحب نکاح شروع کریں" ضرار نے نکاح نامہ پُر کرانے کے بعد

قاضی صاحب کو کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔ ”اسد ملک ولد عزیز ملک آپ کا نکاح عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے“ قاضی صاحب نے اسد کو دیکھتے پوچھا جسکا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ ”قبول ہے (یا اللہ تیرا شکر ہے میرا عشق بلآخر آج میرا محرم بنے گا)“ اسد نے ایک سیکنڈ میں جواب دیا۔ ”اسد ملک ولد عزیز ملک آپکا نکاح عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے“ قاضی صاحب نے دوسری بار پوچھا۔ ”قبول ہے (یا اللہ مجھے عائشہ کے تمام تر حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا کرنا)“ اسد نے عائشہ کو دیکھا جو نظریں جھکائے انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ ”اسد ملک ولد عزیز ملک آپکا نکاح عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپ کو قبول ہے“ قاضی صاحب نے تیسری اور آخری بار اسد سے پوچھا۔ ”قبول ہے (یا اللہ آپ کا کن لفظوں شکر ادا کروں

آپ نے میری عائشہ کو میرا محرم بنا دیا)" اسد نے دل میں اللہ کا شکر ادا کرتے عائشہ کو اپنی زوجیت میں قبول کیا۔ "عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت آپکا نکاح اسد ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے اب کی بار عائشہ سے پوچھا جو ضرار کے حصار میں بیٹھی تھی۔ "قبول۔۔ہے (یا اللہ مجھے میرے شوہر کی فرمانبردار رہنے کی توفیق عطا کرنا)" عائشہ نے اٹکتے لہجے میں کہا۔ "عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت آپکا نکاح اسد ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے دوسری بار عائشہ سے پوچھا۔ "قبول۔۔ہے (یا اللہ میں ماما سے چھپ کر نکاح کر رہی ہوں پلیز مجھے معاف کردینا)" عائشہ نے دل میں اپنی ماں سے چھپانے کی معافی مانگتے اسد کو قبول کیا۔ "عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت آپکا نکاح اسد ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب

نے تیسری بار عائشہ سے پوچھا۔ "قبول۔۔۔ہے (اسد جیسے محافظ مجھے قبول ہیں)"
عائشہ نے اپنی رضا مندی دیتے اپنے تمام تر حقوق اسد کے حوالے کیے۔ اسکے
رضامندی دیتے ہی قاضی صاحب نے ان دونوں سے سائن کراتے دعا کرائی
جس پر ان سب نے ہاتھ اٹھاتے انکے رشتے کی سلامتی کی دعا مانگتے آمین
کہا۔دعا کرتے ہی اسد اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور عائشہ کی طرف بڑھا۔اس نے
اسکے پاس جاتے عائشہ کو کندھوں سے تھامتے کھڑا اسے کھڑا کیا اور اپنے سینے
سے لگا گیا۔ "نکاح مبارک بٹر فلائی" اسد نے اسے شدت سے سینے میں بھینچتے
اس کا سر چومتے کہا تو عائشہ کے گال قندھاری ہوئے۔ "بلآخر تم میری ہو گئی
عائشہ" اسد نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پر اپنا محبت و عقیدت
سے بھرپور لمس چھوڑا۔عائشہ کو آج جائز طریقے سے اپنے حصار میں کھڑے
دیکھ اسکی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔جبکہ اسکی بات سنتے عائشہ کی دھڑکنیں منتشر
ہوئی تھیں۔ "اسد گھر چلیں" شہریار اور ضرار جو تب سے اسے دیکھ رہے تھے

اب بلآخر بول اٹھے۔ "جی بھائی اب چلتے ہیں۔ اب تو میری محبت میری بیوی بن گئی ہے" اسد نے مسکراتے کہا تو وہ دونوں مسکرائے جبکہ اپنے بھائیوں کے سامنے اسکی اتنی کھلی بات پر عائشہ جھینپ سی گئی۔ "چلو ٹھیک ہے تم عائشہ کو لے کر جاؤ ہم آتے ہیں" شہریار نے کہا تو اسد کی باچھیں پھیلیں۔ "جی بھائی نیکی اور پوچھ پوچھ۔ چلو بیوی چلیں" اسد نے شوخ ہوتے کہا اور عائشہ کا ہاتھ تھامتے اسے لیے باہر نکل گیا۔ اسکی حرکت پر وہ دونوں ہنسے جبکہ عائشہ تو کہیں منہ چھپانے کی جگہ ڈھونڈ رہی تھی بس۔ "ان تینوں کی لاش اور ان دو گارڈز کی لاشوں کو یہاں لاؤنج میں لاؤ" انکے جاتے ہی ضرار کی آنکھوں میں سرد پن اترا۔ اس نے فوراً مڑتے گارڈز کو کہا تو وہ اسکے حکم کے مطابق ان پانچوں کی لاشوں کو یہاں لائے۔ "پیٹرول چھڑکو ان پر" شہریار نے کسی بادشاہ کی طرح صوفے پر بیٹھتے کہا تو انھوں نے فوراً سائیڈ پر رکھی پٹرول کی بڑی بوتل اٹھاتے ان پر چھڑکی اور پیچھے ہوئے۔ "یہ نیک تو کرے گا یا میں کروں" شہریار نے لائٹر

جلاتے ضرار کو دیکھتے کہا۔ ”تو ہی کردے ایڈوکیٹ ہے خود کو مجرم ثابت نہیں ہونے دے گا۔ میں نے ان کو جلایا تو تیرا کیا بھروسہ کھار نکالنے کے چکر میں مجھے پھنسا دے“ ضرار نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو شہریار نے اسے گھورا جس پر ضرار کندھے اچکا گیا جس پر شہریار نے دانت پیسے۔ ”در فٹے منہ تیرا اور کچھ نہیں“ شہریار نے اسے گھورتے کہا اور لائٹر جلاتے انھیں آگ لگائی۔ ”چل آجا چلیں“ ضرار نے کھڑے ہوتے کہا اور ٹیبل پر پڑی اپنی گن اٹھاتے باہر بڑھا۔ شہریار بھی اسکے ساتھ ہوا جبکہ گارڈز انکے پیچھے ہی آرہے تھے۔ سب کے باہر آکر گاڑیوں میں بیٹھتے ہی ضرار گاڑی کا دروازہ کھولتے وہاں کھڑا ہوا اور اپنی گن کا نشانہ سامنے مین ڈور کے فرش پر کیا۔ ”کیا ہوا رک کیوں گیا ہے اور کیا کررہا ہے“ شہریار نے اس کی حرکت پر نا سمجھی سے پوچھا جس پر ضرار نے ایک گولی فرش میں ماری جہاں فوراً آگ لگی۔ آگ کو دیکھ شہریار سمجھ گیا تھا یہاں بھی پٹرول گرا ہے۔ ”چل اب آجا ہوا ہوائی گھر چلیں“ شہریار نے کہا تو

اس نے مڑتے اسے گھورا جس پر وہ ہنستے کندھے اچکا گیا۔ضرار جانتا تھا یہ اس نے کچھ دیر پہلے والی بات کا بدلہ لیا ہے۔

"کیا ہوا آج اتنی خاموش کیوں ہو" اسد نے اپنی شریکِ حیات کو دیکھتے کہا جو گم سم سی بیٹھی تھی۔اسد گاڑی انتہائی آہستہ سے چلا رہا تھا۔وہ چاہتا تھا آج یہ سفر کبھی ختم نا ہو۔آج عائشہ اسکی محرم بن کر اسکے ساتھ موجود تھی اسے ہر چیز خوبصورت لگ رہی تھی۔"وہ۔۔بس۔۔ایسے ہی" عائشہ نے اسکی آواز پر ہوش میں آتے کہا۔"عائشہ کیا ہوا گھبرائی ہوئی کیوں ہو" اسد نے ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھاما۔"وہ مجھے۔۔ڈر۔۔لگ رہا ہے۔۔ماما۔۔کو جب۔۔پتا چلے۔۔گا تب کیا۔۔ہوگا اسد بھائی" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا۔"لا حولہ ولا قوۃ۔عائشہ ابھی ہمارا نکاح ہوا ہے بھائی تو نا کہو" اسد نے بیچارگی سے اسے دیکھتے کہا تو نا چاہتے ہوئے بھی وہ ہنس پڑی جس پر وہ مسکرایا۔"ہاہاہا آپ کتنے

فنی لگ رہے ہیں اسد" عائشہ نے کھلکھلاتے کہا تو اسد جو مسکراتے گاڑی چلا رہا تھا اسکے منہ سے "اسد" سنتے ساکت ہوا۔ "تم نے مجھے ابھی کیا کہا۔ تم نے مجھے اسد کہا" اسد نے جلدی سے پوچھا تو عائشہ کی ہنسی کو بریک لگی جبکہ رخسار سرخ ہوئے اور پلکوں نے جھٹ سے رخساروں کو بوسہ دیا تھا۔ "بٹر فلائی بولو نا" اسد نے گاڑی ایک طرف روکتے کہا جس پر عائشہ نے اسے دیکھا لیکن اسکی لو دیتی آنکھوں کو دیکھ وہ فوراً نگاہیں جھکا گئی۔ "عائشہ کہو نا پلیز" اسد نے اسکا ہاتھ تھامتے کہا۔ "کک۔۔کیا۔۔کہوں" عائشہ جانتی تھی وہ کیا کہہ رہا ہے پھر بھی انجان بنی۔ "مجھے اسد کہو۔ تمھارے منہ سے اپنا نام سنتے بہت اچھا لگ رہا ہے عائشہ" اس نے کہا تو اس کے رخساروں کا رنگ گہرا ہوا جبکہ الفاظ سارے حلق میں دبے۔ اسد نے چند لمحے اسے دیکھا پھر اسکی کمر کے گرد حصار باندھتے اسے سیٹ سے اٹھاتے اپنی گود میں منتقل کر گیا۔ "اسد" اسکی حرکت پر عائشہ نے بوکھلاتے اسے پکارا۔ اسکا دل سینے کی دیواروں سے سر پٹک رہا تھا

جبکہ اسد مسکراتے اسے دیکھ رہا تھا۔ "حکم کرو اسد کی شہزادی" اس نے نرمی سے عائشہ کے چہرے پر آئے بال کان کے پیچھے کیے اور بے حد محبت سے اس کی گال سہلانے لگا جہاں تھپڑ کا نشان واضح تھا۔ اسکے چہرے پر نشان دیکھتے اسد کا دل کیا وہ نبیل کو دوبارہ زندہ کرکے پھر جان سے مارے اور اس بار دگنی تگنی اذیت سے جس نے اسکی بیوی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اس نے عائشہ کی گال سے ہاتھ ہٹاتے ڈیش بورڈ میں رکھی ایک سو تھنگ کریم نکالی اور اپنی انگلی پر لگاتے نہایت احتیاط سے اس کی گال پر لگانے لگا۔ اسد نے فرسٹ ایڈ کا کچھ سامان گاڑی میں رکھا تھا اور یہ کریم اسی میں شامل تھی۔ اسکے کریم لگاتے ہی عائشہ کو اپنی جلن زدہ گال پر ٹھنڈک کا احساس ہوا جس پر اس نے آنکھیں بند کیں۔ اسد جو اسے ہی دیکھ رہا تھا اسکی حرکت پر مسکرایا اور نرمی سے اسکی طرف جھکتے اسکی بند آنکھوں پر باری باری لب رکھ گیا۔ اسکے لمس پر عائشہ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو انتہائی محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "سوری

عائشہ" اسکے دیکھنے پر اسد نے نرمی سے اسکا ماتھا چومتے کہا۔"سوری کیوں"
عائشہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔"سوری میں لیٹ ہوگیا۔اگر میں جلدی آتا تو وہ
حرا۔۔ذلیل انسان تم پر ہاتھ نا اٹھاتا" اسد نے بامشکل خود کو گالی دینے سے
روکتے کہا تو عائشہ نے نفی میں سر ہلایا۔"اس میں آپ کی غلطی نہیں ہے
اسد۔پلیز معافی نا مانگیں" عائشہ نے معصومیت سے کہا تو وہ مسکرایا اور اسے
اپنے سینے سے لگا گیا۔"شکریہ میرا بچہ مجھ سے نکاح کرنے کے لیے"اسد نے
اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔"اسد یہ ریڈ ڈوپٹہ لے کر گھر جاؤں گی تو سب کو
کیا کہیں گے" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔"تم یہ ڈوپٹہ نہیں لے کر جاؤ گی میرا
بچہ۔یہ ڈوپٹہ اب میرے پاس رہے گا پھر جب تم میرے پاس آؤ گی تو یہی ڈوپٹہ
اوڑھ کر تم میرے ساتھ شکرانے کے نوافل ادا کرنا" اسد نے کہا تو وہ
مسکرائی۔"اور گھر جانے کیلئے تم میری اجرک اوڑھ لینا.بیک سیٹ پر پڑی
ہے گاڑی سے باہر نکلنے سے پہلے میں تمھیں دوں گا اوکے" اسد نے کہا تو وہ ہاں

میں سر ہلا گئی۔ ”چلو اب تھوڑی دیر آرام کر لو میں گھر پہنچ کر تمھیں جگا دوں گا“ اسد نے اسکے بال سہلاتے کہا۔ ”میں سیٹ پر بیٹھ جاتی ہوں“ عائشہ نے سر اٹھاتے کہا۔ ”کیوں میرے پاس اچھا نہیں لگ رہا“ اسد نے آئی برو اچکاتے شرارت سے کہا۔ ”نہیں۔۔وہ آپ۔۔ تھک جائیں گے نا“ عائشہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔وہ جانتا تھا وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہے۔ ”اور میں کیوں تھک جاؤں گا“ اسد نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”کیونکہ میں موٹی ہوں اور میرا وزن بھی زیادہ ہے“ عائشہ نے سر جھکاتے کہا تو اسد نے نفی میں سر ہلایا۔عائشہ کو ایک ہی انسیکیورٹی تھی جو کہ اسے لوگوں نے کہہ کر ڈال دی تھی۔ ”مجھے فرق نہیں پڑتا میرے لیے تم سب سے حسین ہو عائشہ۔ تمھاری جسامت انتہائی پیاری ہے۔تم موٹی نہیں ہو تم وہ ہو جسے دیکھتے اسد ملک کا دل بے قابو ہو جاتا ہے۔میں نے تم سے تمھارے اس پیارے سے وجود سے عشق کیا ہے بٹر فلائی۔میں نے تمھاری روح سے عشق کیا ہے شہزادی۔ تمھارے سینے میں

دھڑکتے اس خوبصورت دل سے عشق کیا ہے۔میں نے تمھارے سر کے بالوں سے لے کر تمھارے پاؤں کے ناخن تک تمھیں چاہا ہے۔مجھے تم میں یا تمھارے بدن میں کوئی بُرائی نظر نہیں آتی اور آئیندہ تم بھی اپنے وجود سے خامیاں نہیں نکالو گی۔ تمھارے جسم و جاں پر اب اسد ملک کا حق ہے تو تم اب میری ملکیت کے بارے میں غلط ہرگز نہیں بولو گی اور کیا کہہ رہی تھی میری بٹر فلائی۔ہاں کہ میں تھک جاؤں گا۔تو میری جان ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ تمھارا وزن میرے مقابلے میں ایک پھول جتنا ہے۔میں جم میں اتنی اتنی وزنی چیزیں اسی لیے اٹھاتا ہوں تاکہ اپنی پیاری سی بیگم کو چوبیس گھنٹے باہوں میں اٹھا کر گھوموں اور میری بیگم تو ہے بھی اتنی پیاری کہ میں اسے سب سے چھپا کر اپنی باہوں میں قید کرلوں تاکہ کوئی میری جان کو نظر نا لگا سکے" اسد نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو نم آنکھوں سے اسے دیکھتے مسکرائی جس نے بے حد محبت سے اسکی انسیکیورٹی دور کی تھی۔"اب تو نہیں کہو گی نا ایسا

میری جان" اسے مسکراتے دیکھ اسد نے نرمی سے پوچھا۔ "نہیں کہوں گی" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکا سر اپنے سینے پر رکھتے گاڑی سٹارٹ کرتے گھر کی طرف بڑھا گیا۔

"بھابھی ضرار کو کال کر کے پوچھیں میری عائشہ کہاں ہے" تنزیل بیگم نے فردوس بیگم سے کہا جو انکے پاس بیٹھی تھیں۔تنزیل بیگم کو جب سے عائشہ کے اغواہ ہونے کی خبر ملی تھی وہ تب سے رو رہی تھیں۔عائشہ انکا کل سرمایہ تھی۔ان کا دل آج دوسری بار بے حد ڈرا تھا۔ "تنزیل حوصلہ رکھو۔ضرار لوگ بس آرہے ہیں" دراب صاحب نے کہا عین اسی وقت مین ڈور کی طرف سے قدموں کی چھاپ سنائی دی جس پر سب نے بیک وقت دروازے کی طرف دیکھا جہاں ضرار عائشہ کو بازو کے حلقے میں لیے اندر آرہا تھا جبکہ اسد اور شہریار انکے پیچھے ہی تھے۔عائشہ کا وجود اس وقت اسد کی شال میں چھپا تھا تبھی

کوئی اس کی چاک قمیض کو نا دیکھ سکا۔ "عائشہ میری بچی" اسے دیکھتے ہی تنزیل بیگم اٹھتے اسکی طرف بڑھیں۔ "ماما" عائشہ بھی ضرار کے حصار سے نکلتے بھاگ کر اپنی ماما کے سینے سے لگی۔ "میری جان تم ٹھیک ہو نا" تنزیل بیگم دیوانہ وار اسکے چہرے کو ٹٹولتے پوچھنے لگیں۔ سب ہی انھیں دیکھ رہے تھے۔ وہ آج عرصے بعد انھیں پہلے والی تنزیل بیگم لگیں۔ "ماما میں ٹھیک ہوں پلیز رونا بند کریں" عائشہ نے انکا چہرہ صاف کرتے کہا۔ "یہ کیا ہوا چہرے پر" تنزیل بیگم نے اسکے چہرے پر تھپڑ کا نشان دیکھتے پوچھا۔ "چچی جان یہ اس کڈنیپر نے مارا تھا لیکن آپ فکر نا کریں اسے جہنم رسید کر کے آئے ہیں ہم" جواب ضرار نے دیا تھا جسے سن تنزیل بیگم کی آنکھیں نم ہوئیں۔ "ماما میں ٹھیک ہوں ایسے روئیں تو نا" عائشہ نے پھر انکی آنکھوں میں آنسو دیکھتے کہا۔ "شکر ہے تم ٹھیک ہو میری جان۔ تمھیں کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتی۔ میں کل ہی اپنی بیٹی کا صدقہ دوں گی۔ اور اب تم اکیلی کہیں نہیں جاؤ گی" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں

سر ہلایا اور واپس انکے سینے سے لگی۔ ”میرا بچہ۔ بھوک لگ رہی ہے میری بیٹی کو“ تنزیل بیگم نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ ”لگ رہی ہے ماما اور مجھے آپ کے ہاتھوں سے کھانا ہے" اس نے لاڈ سے انکا موڈ ٹھیک کرنے کی غرض سے کہا تو تنزیل بیگم کے ساتھ ساتھ سب ہی مسکرائے۔ ”ٹھیک ہے تم جاؤ اپنے کمرے میں فریش ہو میں تب تک کچن میں تمھارے لیے کچھ اچھا سا بناتی ہوں“ تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے سب سے ملنے لگی۔ سب سے ملنے کے بعد وہ اپنے روم کی طرف بڑھی۔ ”آنی میں آتا ہوں زرا واش روم یوز کر کے“ اسد نے عائشہ کے جاتے ہی فردوس بیگم سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ ”اسد بیٹھ جاؤ“ شہریار نے اس کو گھورتے کہا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا یہ کس روم میں موجود واش روم کی بات کر رہا ہے۔ ”بھائی پلیز ضروری ہے“ اسد کہتے بغیر اسکی سنے اوپر بھاگا۔ ”یار اسے مجھ سے سالے والی فیلنگ نہیں آتی کیا جو یوں اتنی دیدہ دلیری سے میرے ہی سامنے میری ہی بہن سے ملنے

جارہا ہے" ضرار نے شہریار کے کان کے قریب جھکتے کہا تو اس نے بامشکل اپنا امڈتا قہقہہ دبایا تھا۔ "آپ" دوسری طرف عائشہ ابھی اپنے کپڑے نکالتے واش روم کی طرف جانے والی تھی جب دروازہ کھولتے اسد اندر آیا۔ اسے دیکھتے ہی عائشہ نے حیرت سے پوچھا۔ "جی میرا بچہ میں" اسد اسکے پاس گیا اور اسے اپنے سینے سے لگا گیا جس پر عائشہ شرم سے سرخ ہوئی۔ "آپ۔۔یہاں کیا۔۔کررہے ہیں" عائشہ نے اسکے سینے سے لگے ہی پوچھا۔ "بس گھر کیلئے نکلنا ہے نا اب تو سوچا جانے سے پہلے اپنی بیوی سے ملتا جاؤں" اسد نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جبکہ اسد بھی مسکراتے اسکے گرد حصار مضبوط کرگیا۔ "اسد۔۔میں۔۔نہالوں۔۔ماما بھی۔۔آنے والی ہیں" کچھ دیر بعد عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکراتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے پیچھے ہوا اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام گیا۔ "میں جارہا ہوں۔تم نے پریشان نہیں ہونا کسی بھی بات کو سوچ کر۔اور یہ جو کچھ بھی ہوا وہ بھول

جاؤ۔ سب ٹھیک ہے اور خود کے بارے میں کچھ بُرا نہیں سوچنا۔ تم بہت پیاری ہو بہت معصوم ہو اور پاکیزہ ہو ٹھیک ہے" اسد نے اسکا چہرہ نرمی سے اپنے دونوں ہاتھوں میں دباتے کہا تو اسکی ہنسی نکلی اور اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "شاباش میری جان۔ اپنا بہت خیال رکھنا ہے اوکے اور کھانا کھا کر سوجانا اور ایک اور بات کل آفس جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے" اسد نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو اب میں جارہا ہوں۔ اگر تمھاری ماما آگئیں تو مجھے مار ہی نا پڑ جائے" اسد نے شرارت سے کہا تو ہنسی۔ اسد نے اسکی مسکراہٹ کو دل میں بسایا اور باہر نکل گیا جبکہ اسکے جاتے ہی عائشہ بھی فریش ہونے کی غرض سے واش روم میں بند ہوئی۔

"بابا ذان (بابا جان)" حوریہ نے اسے پکارا جو اسے گود میں بٹھائے اسے ناشتہ کروا رہا تھا۔ "جی بابا کی جان" اس نے پیار سے جواب دیتے پراٹھے کا چھوٹا سا

ٹکڑا اسکے منہ میں ڈالا۔ "بابا ذان اداپ اے ہوپتل دانا اے (بابا جان آج آپ نے ہاسپٹل جانا ہے)" حوریہ نے اسکی گود میں کھڑے ہوتے پوچھا جس پر وہ مسکرایا جبکہ میشائم ماہ دیر کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ "جی مجھے جانا ہے۔آپ نے کیوں پوچھا" ماہ دیر نے اس کی گال پر لب رکھتے پوچھا۔ "بابا ذان اداپ نا دائیں حولیہ تو پھل اپ تی اداتی اے (بابا جان آج آپ نا جائیں۔حوریہ کو پھر آپکی یاد آتی ہے)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے معصومیت سے کہا تو ماہ دیر کو ٹوٹ کر اپنی بیٹی پر پیار آیا۔ "اوکے میرا بچہ بابا نہیں جائیں گے۔آج بابا اپنی بیٹی کے ساتھ ٹائم سپینڈ کریں گے" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ "آئی لا او بابا ذان (آئی لوو یو بابا جان)" اس نے جلدی سے اپنی ننھی ننھی بازو کا حصار باندھتے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کے سر پر لب رکھے۔ "آئی لوو یو مور بابا کی جان" ماہ دیر نے اسے سینے میں بھینچتے کہا تو وہ کھلکھلائی۔جبکہ میشائم پیار بھری نظروں سے ان دونوں کو

دیکھ رہی تھی۔کیا تھا یہ شخص۔اسکی بیٹی کے ایک بار کہنے پر وہ رک گیا۔وہ منع بھی کر سکتا تھا یا اسے پچکار بھی سکتا تھا پر اس نے ایک سیکنڈ کی دیر کیے بغیر حوریہ کی بات مانی تھی۔یشائم کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ آخر ماہ دیر سکندر اسکی کس نیکی کا اجر ہے۔یشائم کا دل ہر وقت ایک ہی بات کرتا رہتا تھا کہ سامنے بیٹھا یہ شخص اسکے لیے بے حد ضروری ہے۔اب اسکے بغیر وہ خود نہیں رہ سکتی تھی۔یشائم کے لیے زندگی اب شروع ہوئی تھی۔اس نے جتنے دن ماہ دیر کے ساتھ اسکے محفوظ حصار میں گزرے تھے وہی اسکی زندگی تھے۔"یشی میں زیادہ پیارا لگ رہا ہوں کیا" ماہ دیر نے اسے یوں خود کو یک ٹک تکتے دیکھ شرارت سے پوچھا تو وہ ہوش میں آئی۔"جی؟" یشائم نے نا سمجھی سے پوچھا۔وہ اسے دیکھنے میں اتنی مگن تھی کہ اس نے اسکی بات تک نہیں سنی تھی۔"میں کہہ رہا تھا کہ مجھے اتنے غور سے دیکھ رہی تھی زیادہ پیارا لگ رہا ہوں کیا" ماہ دیر نے پوچھا تو اسکا چہرہ خفت کے مارے سرخ

ہوا۔ ”نہیں۔۔تو۔۔میں۔۔آپکو تو۔۔۔نہیں دیکھ۔۔رہی تھی“ میشائم نے جلدی سے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہونے لگی لیکن اس سے پہلے ہی وہ اسکا ہاتھ تھامتے اسے روک چکا تھا۔ ”تم اگر مجھے دیکھ رہی تھی تو حق سے کہو کہ ہاں دیکھ رہی تھی۔میں تمھارا ہوں مجھ پر حق جمایا کرو مجھے اچھا لگتا ہے“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکا ہاتھ لبوں سے لگاتے کہا تو وہ شرمگیں سا مسکرائی۔ ”بابا ذان (بابا جان)“ حوریہ جو تب سے ان دونوں کو خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔اسکے یوں میشائم کا ہاتھ چومنے پر فوراً پکار گئی۔ ”جی بابا کا بچہ“ اس نے پیار سے جواب دیا۔ ”بابا ذان مدے بی تشی تائیے جا پل (بابا جان مجھے بھی کسی چاہیئے یہاں پر)“ حوریہ نے اپنا ہاتھ اسکے سامنے کرتے کہا تو اسے ٹوٹ کر اس پر پیار آیا جبکہ میشائم اس کی حرکت پر ہنس پڑی۔ ”بابا کی لٹل ہائنس“ ماہ دیر نرمی سے جھکا اور حوریہ کا ننھا سا ہاتھ چوم گیا۔ ”بابا ذان بائل تھیلے (بابا جان باہر کھیلیں)“ حوریہ نے اسے دیکھتے ایکسایٹڈ لہجے میں کہا۔ ”جو حکم میرا بچہ یہ بتائیں

کیا کھیلنا ہے" ماہ دیر نے پیار سے پوچھا۔ "پتن پائی (پکڑن پکڑائی)" حوریہ نے تالی مارتے کہا تو وہ مسکرایا اور ہاں میں سر ہلا گیا۔ "چلو ٹھیک ہے" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ مسکرائی۔ "بابا ذان می اول ماما بادیں دے اول اپ پتلنا (بابا جان میں اور ماما بھاگیں گے اور آپ پکڑنا)" حوریہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے میشائم کو دیکھا۔ "حور آپ اپنے بابا ساتھ کھیلو ماما کو رہنے دو" میشائم نے نرمی سے کہا۔ "نو ماما" حوریہ نے منہ بناتے کہا تو اس نے ماہ دیر کو دیکھا۔ کھیل لو نا میشی مزا آئے گا میرا بچہ" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو ٹھیک ہے میں پانچ تک گنوں گا تب بھاگ جاؤ" ماہ دیر نے کہا تو وہ دونوں کھڑے ہوتے باہر بھاگیں جس پر وہ مسکرایا۔ "میں آگیا" ماہ دیر نے پانچ تک گننے کے بعد کہا اور باہر آیا جہاں وہ دونوں اب اس سے بچنے کے لیے بھاگ رہی تھیں جبکہ وہ اب انکے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ وہ جان بوجھ کر آہستہ آہستہ بھاگ رہا تھا تاکہ اسکی شہزادیاں کھلکھلاتی رہیں۔ "ہاہاہاہا

بابا پتو (بابا پکڑو)" حوریہ نے بھاگتے ہوئے کہا۔ "دِیر مجھے پکڑ کر دکھائیں" میشائم نے بھی ہانک لگائی جسے سنتے ماہ دیر کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ اس نے اسے "دِیر" کہا تھا ماہ دیر نہیں۔ "دیر کی متاعِ جان ابھی پکڑتا ہوں" ماہ دیر نے کہا اور اسکی طرف بھاگا تو وہ چلاتے بھاگنے لگی۔ "بابا اپ حولیہ تو نئی پتل شتے (بابا آپ حوریہ کو نہیں پکڑ سکتے)" حوریہ نے ہنستے ہوئے کہا اور اندر بھاگی جس پر ماہ دیر مسکرایا لیکن بھاگ وہ ابھی بھی میشائم کے پیچھے ہی رہا تھا۔ "جائیں حوریہ کو پکڑیں میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں" میشائم نے منہ بناتے کہا۔ "کیا ہوا ڈر گیا میرا بچہ" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے گھورا۔ "ہاہاہاہا ٹائیگر یس گھورو مت کوئی خطا ہو جائے گی" ماہ دیر نے کہا تو اسکا چہرہ سرخ ہوا جبکہ قدم بھی ایک دم سے سست ہوئے جس پر ماہ دیر ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے اسے اپنے حصار میں قید کرتے سینے سے لگا چکا تھا۔ ماہ دیر کی حرکت پر میشائم کا

دل اچھل کر حلق میں آیا۔وہ آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ ماہ دیر آنکھوں کو نچاتے اسے نہار رہا تھا۔

"ماہ دیر چھوڑیں" یشائم نے اسکے یوں دیوانہ وار دیکھنے پر منمناتے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی کمر پر حصار مضبوط کر گیا جس پر یشائم نے اپنی دونوں ہتھیلیاں فوراً اسکے سینے پر ٹکائیں۔"پہلے مجھے دِیر کہو" ماہ دیر نے اسکے چہرے پر آئی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے کہا تو یشائم کا چہرہ گلابی ہوا۔"وہ میں۔۔نے غلطی۔۔سس۔۔سے کہا۔۔تھا" یشائم نے نظریں جھکاتے کہا تو وہ مسکرایا اور چہرہ اسکے کان کے قریب جھکا گیا۔"اتنی حسین غلطی پر میں ہزاروں بار قربان" ماہ دیر نے اسکی کنپٹی پر لب رکھتے کہا تو یشائم کا دل ہتھیلیوں میں دھڑکا۔"ماہ۔۔دیر حوریہ۔۔ویٹ۔۔کر رہی ہوگی" یشائم نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔"میری لٹل ہائنس اس وقت لاؤنج میں بیٹھی کارٹون

دیکھ رہی ہوگی۔ تم سے زیادہ جانتا ہوں میں اپنی بیٹی کو۔ اب شاباش مجھے دِیر کہو" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر جھکایا۔ "جانے دیں نا" میشائم نے مدھم آواز میں شرم سے سرخ پڑتے کہا۔ "جانے ہی تو نہیں دے سکتا تمھیں۔ جان ہو تم میری تمھیں جانے دیا تو ہر چیز مجھ سے دور چلی جائے جس میں سب سے پہلی چیز میرے جسم سے روح ہے" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر لب مس کرتے کہا تو اسکا دل دھڑکا جبکہ آنکھیں نم ہوئیں۔ "دِیر ایسے نا۔۔ کہا کریں پلیز" میشائم نے بھرائی آواز میں کہا تو وہ اسکی آنکھوں پر باری باری لب رکھ گیا۔ "سوری متاعِ جان اب نہیں کہوں گا پلیز رویا مت کرو۔ میری باہوں کو حصار میں ہوتے جب تم روتی ہو تو تمھارا گرتا ہر آنسو میرے دل پر کسی خنجر کی طرح پیوست ہوتا ہے" ماہ دیر نے نرمی سے کہتے اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ مسکرائی۔ "آپ اتنے اچھے کیوں ہیں دِیر" میشائم نے مدھم آواز میں پوچھا۔ کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں جانِ دِیر" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا

تو وہ اپنا چہرہ اسکے سینے میں چھپا گئی۔ "ماہ دیر مجھے آپکے ہاتھ کی بنی چائے پینی ہے میرا بہت دل کر رہا ہے" کچھ دیر اسکے حصار کا سکون روح میں اتارنے کے بعد یشائم نے لاڈ سے کہا۔ وہ جانتی تھی وہ اگر میرا دل کر رہا ہے کہہ کر اس سے چاند بھی مانگے گی تو وہ چاند کو بھی اسکے قدموں میں لاکر رکھ دے گا۔ "جو حکم میرا بچہ۔ آجاؤ اندر چلیں۔ پھر میں اپنی متاعِ جان کیلئے چائے بناتا ہوں پھر باہر چلیں گے واک کرنے" ماہ دیر نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اس کے ماتھے پر ہونٹ ثبت کیے تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی۔ "اور دِیر ہم آئس کریم بھی کھائیں گے" یشائم نے جلدی سے بچوں کی طرح کہا تو وہ ہنسا۔ "جو حکم میری جان" اس نے یشائم کی ناک سے ناک سہلاتے کہا تو اسکے ہونٹوں پر شرگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ تھامتے اندر کی جانب بڑھا۔ ماہ دیر کو اسکا بچوں سا انداز بے حد پسند تھا۔ "دِیر" اسکے ساتھ قدم بڑھاتے یشائم نے اسے پکارا۔ "حکم کریں جانِ دیر"

ماہ دیر نے محبت سے چور لہجے میں جواب دیا۔ "کہ تہ زما پہ تندي باندې دبل لګولو پرتہ پہ دې ډول زما سرہ مینہ کوې، زہ ویرہ لرم چې ډیر ژر بہ ستا سرہ مینہ وکړم (اگر آپ ایسے ہی میرے لاڈ بغیر ماتھے پر بل ڈالے اٹھاتے رہے تو خدشہ ہے کہ بہت جلد مجھے آپ سے محبت ہو جائے گی)" میشائم نے اسے دیکھتے مدھم آواز میں کہا تو وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ اسے صاف لفظوں میں کہنا چاہتی تھی پر شرم و حیا آڑے آگئی تبھی پشتو میں کہا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی اسے پشتو کا "پ" بھی نہیں آتا۔ میشی مجھے پشتو نہیں آتی۔ "کیا بولا ہے تم نے مطلب بتاؤ" ماہ دیر نے کہا تو اس نے مسکراہٹ دباتے نفی میں سر ہلا گئی۔ "نہیں بتاؤں گی" میشائم نے کہا تو اس نے اسے مصنوعی انداز میں گھورا۔ "بتاؤ میشی" اس نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتے اس سے ہاتھ چھڑاتے اندر بھاگی۔ "میشی یہ نا انصافی ہے یار" ماہ دیر پیچھے سے بچوں کی طرح چلایا تو وہ ہنسی اور جاتے حوریہ کے پاس بیٹھ گئی جو ماہ دیر کے کہے کے عین مطابق کارٹون ہی دیکھ رہی

تھی۔ اس نے نرمی سے حوریہ کو اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا اور اسکے بال سہلانے لگی۔ "میشی بتاؤ نا متاعِ جان اسکا کیا مطلب ہوتا ہے" ماہ دیر نے اندر آتے اس سے پوچھا جو حوریہ کو اپنی گود میں بٹھائے ہوئے تھی جبکہ حوریہ مزے سے ٹام اینڈ جیری دیکھ رہی تھی۔ "کچھ مطلب نہیں تھا بس آپکی بُرائیاں کررہی تھی پشتو میں" میشائم نے شرارت سے ہنستے ہوئے کہا تو وہ زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اسکی نظر اتار گیا۔ وہ جانتا تھا اسکا مطلب کچھ اور ہے پر اگر اسکی بیوی نے کہا تھا کہ وہ بُرائیاں کر رہی ہے تو اسے ماننا تھا۔ "کتنی غلط بات ہے شوہر کی بُرائیاں کررہی تھی ٹچ ٹچ ٹچ" ماہ دیر نے مصنوعی تاصف سے کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر وہ مسکرایا اور اپنی بیٹی کو دیکھا جو بڑے غور سے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ "حوریہ" ماہ دیر نے نرمی سے اسے پکارا۔ "دی بابا ذان (جی بابا جان)" حوریہ نے فوراً سے اسے دیکھا۔ "میرے بچے نے کچھ کھانا ہے۔ فروٹس یا سنیکس" ماہ دیر نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "چوتیت تھانی

اے (چاکلیٹ کھانی ہے)" حوریہ نے جلدی سے کہا تو وہ ہنسا اور اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "جو حکم لٹل ہائنس۔آپ یہاں ماما پاس بیٹھو بابا ابھی آتے ہیں" ماہ دیر نے کہا اور ایک بار پھر ان دونوں کا سر باری باری چومتے کچن میں چلا گیا۔جبکہ یشائم نے مسکراتے اسکی پشت کو دیکھا۔ماہ دیر سکندر کی موجودگی جنت سے کم نا تھی۔اس شخص کا ہونا ہی زندگی کے تمام تر دکھوں کو دور کردیتا تھا۔وہ کہتا تھا وہ سب سنبھال لے گا یہ ایک جملہ یشائم کو زندگی کی نوید لگتا تھا۔

"مہرماہ" وہ جو مریم کے ساتھ گراؤنڈ میں بیٹھی تھی اپنے نام کی پکار پر مڑتے پیچھے دیکھا جہاں بلال کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔"جی" مہرماہ نے اسے دیکھتے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ "وہ مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔کیا دو منٹ میری بات سن سکتی ہیں" بلال نے کہا تو اس نے اچنبھے سے اسے دیکھتے مریم کو دیکھا جو

خود بھی بلال کو عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ”آپ یہیں بات کرلیں“ مہرماہ نے کھڑے ہوتے کہا۔ ”نہیں بس پانچ منٹ کیلئے میرے ساتھ آئیں۔پلیز ضروری بات ہے“ بلال نے کہا تو اس نے کچھ دیر سوچتے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ مسکرایا اور اسے اپنے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ ”میں آتی ہوں“ مہرماہ نے مریم کو کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔عین اسی وقت اس کا موبائل رنگ ہوا۔اس نے فوراً سکرین کو دیکھا جہاں شہریار کا نام جگمگا رہا تھا۔اس نے فوراً کال اٹھاتے فون کان سے لگایا تو شہریار نے اسے باہر آنے کا کہا جس پر مریم نے اچھا کہتے کال کاٹی۔ ”مہر سائیں آگئے ہیں“ مریم نے فون بند کرتے اسے کہا۔ ”ٹھیک ہے تم جاؤ اور اپنا خیال رکھنا“ مہرماہ نے اسے گلے سے لگاتے کہا۔ ”تم بھی اپنا خیال رکھنا“ مریم نے کہا اور اسے اللہ حافظ بولتے باہر نکل گئی۔ ”مہرماہ چلیں“ بلال جو تب سے کھڑا تھا اب مریم کو جاتے دیکھ بولا۔ ”جی چلیں“ مہرماہ نے کہا اور اسکے ساتھ قدم بڑھانے لگی یہ جانے بغیر کہ

کسی کی چیل سی نظریں اسی پر تھیں۔بلال چلتے اسے کوریڈور میں لے آیا جہاں کوئی نہی تھا۔اس کوریڈور میں سٹوڈنٹس کا آنا جانا ویسے ہی کم تھا اور اب تو بلکل سناٹا چھایا تھا۔"آپ کو کیا کہنا ہے جلدی کہیں" مہرماہ نے اسے کہا جو اب رکتے اسے دیکھ رہا تھا۔"مہر میں آپ سے جو بات کرنے والا ہوں۔وہ آپکو تھوڑی عجیب لگے گی پر پلیز مجھے غلط مت سمجھنا" بلال نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔"کیا بات ہے بولیں" مہرماہ نے دوبارہ پوچھا۔"مہرماہ کیا آپ میری گرل فرینڈ بنے گی۔دراصل مجھے آپ اچھی لگتی ہیں تو میں چاہتا ہوں ہم دوستی سے زرا اوپر کا رشتہ رکھیں پھر ایک دوسرے کو سمجھنے کے بعد شادی کرلیں گے ورنہ کچھ عرصہ ریلیشن شپ کے بعد الگ ہو جائے گے" بلال نے اسے نارمل انداز میں کہا۔بلال ایک اپر کلاس گھرانے سے تعلق رکھتا تھا تبھی اسکے لیے یہ بات عام تھی لیکن مہرماہ تو اسکی بات سنتے سکتے میں جاچکی تھی۔جبکہ ضرار جو مہرماہ کو بلال کے ساتھ جاتے دیکھ چکا تھا۔انکے پیچھے آیا تھا اور اسکی بات سنتے

ضرار کے تن بدن میں آگ لگی جبکہ اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں خون اترا۔ ”مس مہرماہ“ ابھی وہ کوئی جواب دیتی کہ ضرار کی تیز آواز سنتے مہرماہ نے کوئی ری ایکٹ نا کیا جبکہ بلال نے سامنے اسے دیکھا تو ضرار کی سرخ آنکھیں دیکھتے اسے خوف آیا۔ وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے نکلا اور باہر کی طرف چلا گیا جبکہ مہرماہ اب تک اسکی طرف کمر کیے کھڑی تھی۔ ضرار چلتے اسکے پاس آیا اور عین اسکے سامنے آتے کھڑا ہوا۔ ”کیا کہہ رہا تھا وہ“ ضرار نے بامشکل اپنے غصے کو قابو کرتے پوچھا۔ وہ مہرماہ پر غصہ ہرگز نہیں کرسکتا تھا۔ اسکے پوچھنے پر مہرماہ کی آنکھوں میں نمی آئی۔ بلال کی باتیں اسکے دماغ میں ہتھوڑے کی مانند بج رہی تھیں۔ اس نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھاتے ضرار کو دیکھا اور بغیر کچھ کہے آگے ہوتے اس کے سینے سے لگ گئی۔ اس کی حرکت پر ضرار راجپوت اپنی جگہ ساکت ہوا۔ وہ اپنی سانس تک روک چکا تھا۔ مہرماہ کا اسکے سینے سے لگنا ضرار کی دھڑکنوں کو منتشر کرگیا تھا۔ مہرماہ اپنا سر اس کے سینے پر رکھے آنسو

بہا رہی تھی جبکہ اس نے ضرار کی مہرون شرٹ کو سختی سے مٹھی میں دبوچ رکھا تھا۔ضرار نے اسکی مدھم سسکیوں کی آواز پر چہرہ جھکاتے اسے دیکھا جو ہلکا ہلکا لرز رہی تھی۔"ماہ" اس نے نرمی سے اسے پکارا جس پر وہ اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کر گئی۔ضرار نے اس پر سے نظریں ہٹاتے اِدھر اُدھر دیکھا جہاں کوئی نا تھا اور مہرماہ کے گرد نرمی سے حصار باندھ گیا۔اسے اپنے حصار میں لیتے ہی ضرار کو اپنے رگ و پے میں سکون سرائیت کرتا محسوس ہوا۔"ماہ کیا ہوا بچے۔رو کیوں رہی ہو" ضرار نے نرمی سے اسکا ڈوپٹے سے ڈھکا سر سہلاتے کہا۔"پر۔۔وفیسر۔۔وہ

اتنی۔۔بُری۔بات۔۔کرکے۔۔۔گئے۔۔ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔"شش میرا بچہ ایسے روتے نہیں ہیں۔وہ چلا گیا ہے نا۔میں خود اسکو سمجھاؤں گا اوکے۔اب میری ماہ نے رونا نہیں ہے۔رونا بند کرو شاباش بچے۔آپ تو میرا پیارا بچہ ہو نا" ضرار نے نامحسوس انداز میں اس

کے ڈوپٹے سے ڈھکے سر پر لب رکھتے

کہا۔ ”پروفیسر۔۔وہ۔۔کہہ۔۔رہے۔۔تھے۔۔میں۔۔انکی۔۔گرل۔۔فرینڈ

۔۔بن۔۔جاؤں“ مہرماہ نے اس کے سینے سے چہرہ نکالے بغیر شکایتی انداز میں

کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میرا بچہ میں جانتا ہوں اس نے غلط بات کی ہے۔آپ رونا

بند کرو میں خود ہی اسکو ٹھیک کرلوں گا“ ضرار نے نرمی سے کہا جس پر مہرماہ

تھوڑی پرسکون ہوئی۔اس کی ہچکیاں آہستہ آہستہ دم توڑنے لگی

تھیں۔ ”پروفیسر وہ ایسے کیسے۔۔کہہ سکتے ہیں۔۔کیا وہ۔۔نہیں جانتے

گرل۔۔فرینڈ لفظ۔۔ایک عزت دار لڑکی۔۔کے لیے کسی گالی سے

کم۔۔نہیں ہے“ مہرماہ نے اپنا آنسو سے ترچہرہ اٹھاتے اسے دیکھتے کہا تو ضرار

کا دل کیا اس کے آنسو اپنے لبوں سے چن لے پر خود کو روک گیا۔اس نے

نرمی سے مہرماہ کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما اور اسکے آنسو صاف کیے۔ ”ہاں گرل

فرینڈ لفظ ایک عزت دار لڑکی کے لیے ایک گالی ہی ہے۔وہ گالی جو ہر آتا جاتا

انسان اسے دیتا ہے۔کہ وہ فلاں شخص کی گرل فرینڈ ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے جب یہی لفظ اس لڑکی کیلئے گلے میں اٹکا وہ کانٹا بن جاتا ہے جسے نا نگلا جاسکتا ہے اور نا اگلا جاسکتا" ضرار نے نرمی سے اسکی گال سہلاتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی جسکی آنکھوں میں اسکے لیے صرف نرمی تھی۔"پروفیسر میں نے انھیں نہیں کہا تھا" مہرماہ نے اپنی صفائی دینی ضروری سمجھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ ضرار اسے غلط سمجھے۔"میں جانتا ہوں میرا بچہ۔مجھے پتا ہے میری ماہ ایسا کبھی نہیں کہہ سکتی۔میری ماہی سب سے اچھی ہے اور سب سے زیادہ معصوم بھی۔اور میری دعا ہے کہ اللہ پاک میری ماہ کی معصومیت کو قائم و دائم رکھے (اور مجھے تمھاری معصومیت کو برقرار رکھنے کی توفیق عطا کرے)" ضرار نے اسے دعا دیتے آخری جملہ دل میں بولا۔مہرماہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔وہ کتنا پیارا بولتا تھا۔"ماہ گھر چلیں" ضرار نے نرمی سے اسکی گال کو انگوٹھے سے سہلاتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔وہ ابھی تک ضرار سے

دور نہیں ہوئی تھی۔ناجانے کیوں ضرار کا حصار اور لمس اسے سکون بخش رہا تھا۔ "آپ چھوڑنے جائیں گے نا" مہرماہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "ہاں جی میں ہی چھوڑنے جاؤں گا اور انکل کو بھی کال کردیتا ہوں کہ نا لینے آئیں۔چلو آؤ" ضرار نے کہتے نا چاہتے ہوئے بھی اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹائے تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "چلیں" ضرار نے اسکے دیکھنے پر نرمی سے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔مہرماہ کا چہرہ سرخ ہورہا تھا۔اسے اپنی حرکت کا اب اندازہ ہوا تھا۔جبکہ ضرار تو اب تک اپنی دھڑکنیں سنبھالنے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔

"اماں سائیں" مریم نے شاہجہاں بیگم کو پکارا جو لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ "ہاں مریم بچے" انھوں نے اسے دیکھا جو ریڈ کلر کی شلوار قمیض پہنے سر پر اچھے سے ڈوپٹہ اوڑھے نیچے آرہی تھی۔ "آپ نے میڈیسن کھالی ہے۔میں نے سائیں کو کہا تھا کہ آپکو دے دیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرائیں۔مریم یونی سے آنے بعد ظہر

کی نماز پڑھتے سو چکی تھی اور اب اسکی آنکھ کھلی تو وہ عصر کی نماز ادا کرتے نیچے آئی تھی۔ "ہاں بچے میں کھا چکی ہوں۔ شہریار نے مجھے دوائی کھلا دی تھی۔ تم بتاؤ اس وقت سو رہی تھی طبیعت ٹھیک ہے نا" انھوں نے اسے سے پوچھا تو وہ مسکراتے انکے پاس بیٹھی اور انکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ "جی اماں سائیں ٹھیک ہوں۔ بس آج پتا نہیں کیوں نیند آرہی تو سو گئی۔ سائیں نے بھی نہیں جگایا مجھے۔ وہ کہیں باہر گئے ہیں؟ نظر نہیں آرہے" مریم نے انھیں اپنی خیر خیریت بتاتے شہریار کا پوچھا۔ "ہاں باہر گیا تھا کہہ رہا تھا کسی کلائنٹ سے ملنا ہے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کھانا کھا کر گئے تھے آپ کے ویمپائر پوتے" مریم نے پوچھا تو وہ ہنسی۔ "نہیں بس وہ کڑوی کالی کافی پی تھی۔ پتا نہیں کونسا مزا آتا ہے یہ دل جلانے والی کافی پی کر" شاہجہاں بیگم نے کہا تو ہنس پڑی۔ "اماں سائیں یہ تو آپکے ویمپائر پوتے کو پتا ہو" مریم نے شرارت سے کہا تو وہ پھر ہنس پڑیں۔ "یہ بھی ہے۔ چلو آؤ میرے کمرے میں

چلیں میں کچھ دیر آرام کرلوں پھر مغرب ہو جانی ہے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو مریم ہاں میں سرہلاتے انکے ساتھ کھڑی ہوئی اور انکے ساتھ انکے روم کی طرف بڑھی۔ "اس کلائنٹ کے ساتھ دوبارہ میری میٹنگ ہرگز نا رکھنا۔کیا میں پاگل ہوں جو اتنی دور جاکر اسکا انتظار کررہا ہوں اور اب وہ ایک گھنٹے بعد کال کرکے کہہ رہا ہے نہیں آسکتا" ابھی وہ دونوں شاہجہاں بیگم کے روم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوتے کہ شہریار موبائل پر کسی پر چلاتے اندر داخل ہوا اور بغیر اِدھر اُدھر دیکھے سیدھا اوپر کی طرف جاتے اپنی سٹڈی میں چلا گیا۔ "یا اللہ خیر اسے کیا ہوا" شاہجہاں بیگم نے اسکے چلانے پر کہا۔ "اماں سائیں آپ پریشان نا ہوں میں دیکھتی ہوں جاکر۔آپ بے فکر ہوکر روم میں جائیں" مریم نے انھیں کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔مریم انھیں جلدی سے روم میں چھوڑتے اوپر کی جانب بڑھی۔مریم چلتے سیدھا شہریار کے سٹڈی روم کے پاس گئی اور ہلکا سا نوک کیا لیکن کوئی جواب نا آیا۔اس نے دو تین بار مزید نوک کیا لیکن پھر کوئی

جواب نا آتے دیکھ وہ آہستہ سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ ”سائیں“ اندر داخل ہوتے ہی اسکے ناک کے نتھنوں سے سگریٹ کی بو ٹکرائی جبکہ سانس کو دھواں پڑا جس پر مریم نے کھانستے اسے پکارا۔ اسکے کھانسنے پر شہریار نے جلدی سے اسے دیکھا جو چہرے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔ ”پٹھانی“ شہریار نے ایک سیکنڈ میں جلدی سگریٹ بجھایا اور اسکے پاس آتے اسکا ہاتھ تھامتے سٹڈی سے باہر نکل گیا۔ وہ اسے لیے سیدھا روم میں آیا اور جلدی سے پانی کا گلاس پکڑتے اسکی لڈ ریموو کرتے مریم کے لبوں سے لگا گیا جس پر مریم نے چند گھونٹ بھرے اور گلاس پیچھے کیا۔ ”پٹھانی تم ٹھیک ہو" اس کو نارمل ہوتے دیکھ شہریار نے گلاس سائیڈ پر رکھتے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا تو وہ اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگاتے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ ”آپ سگریٹ پیتے ہیں“ مریم نے اسکے سینے پر سر رکھتے پوچھا تو شہریار کی انگلیاں ایک لمحے کو رکیں۔ اس نے

آج تک مریم سے یہ بات چھپا کر رکھی تھی پر آج مریم پر یہ راز عیاں ہوا تو شرمندگی ہو رہی تھی۔ ”ہاں لیکن کبھی کبھی پیتا ہوں جب غصہ آرہا ہو“ شہریار نے گہری سانس بھرتے کسی مجرم کی طرح مدھم آواز میں کہا تو مریم نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”مت پیا کریں۔یہ صحت کیلئے اچھی نہیں ہوتی۔ غصہ اگر آتا ہے تو بجائے سگریٹ پینے کے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جایا کریں۔یقین کریں سارا غصہ کہیں غائب ہوجائے گا جبکہ جو سکون ملے گا وہ آپ لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہو جائیں گے“ مریم نے نرمی سے مسکراتے کہا تو وہ مسکرایا اور ہاں میں سر ہلا گیا۔ ”تمھیں مجھ پر غصہ آرہا“ شہریار نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ ”مجھے آپ پر کیوں غصہ آنا چاہیئے“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”میں تم سے یہ بات چھپائی نا تو اس لیے“ شہریار نے کہا تو وہ اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”غصہ تو نہیں آیا پر ہاں تھوڑا سا دکھ ضرور ہوا۔پر دکھ اس بات کا نہیں ہے کہ آپ نے بات چھپائی بلکہ دکھ اس چیز کا ہے

کہ آپ نے غلط سے اپنا غصہ کم کرنا چاہا۔یہ غلط ہے سائیں" مریم نے نرمی سے کہا تو اس نے سر جھکایا۔"سوری میرا ارادہ تمھیں دکھ پہنچانے کا نہیں تھا۔بس یہ سگریٹ کافی عرصے سے استعمال کررہا ہوں اس لیے آج بھی یوز کرگیا ورنہ باخدا جس دن سے ہماری شادی ہوئی ہے سگریٹ کا استعمال نا ہونے کے برابر ہوگیا۔پہلے میں دن میں ایک سے دو ڈبی پوری ختم کرلیتا تھا پر اب بامشکل ایک سے دو سیچی میں" شہریار نے کسی بچے کی طرح اپنی صفائی پیش کی تو وہ مسکرائی۔"ایک سے دو بھی کیوں پیتے ہیں۔آبِ حیات نہیں ہے سلو پوائزن ہے یہ" مریم نے آنکھیں چھوٹی کرتے پوچھا۔"اچھا اب نہیں پیوں گا۔بس ناراض نا ہونا" شہریار نے کسی بچے کی طرح کہتے اسکے کندھے پر سر رکھا تو وہ مسکرائی۔"آپ جانتے ہیں نا سگریٹ پینے سے کتنی بُری بیماریاں لگتی ہیں پھر بھی استعمال کرتے ہیں۔آپ کے ہونٹ بھی اسکے استعمال سے کالے پڑ گئے ہیں جبکہ آنکھوں کے نیچے ہلکے دیکھے ہیں آپ نے" مریم نے اسکے بالوں میں

انگلیاں چلاتے کہا تو وہ اسکے گرد حصار مضبوط کرگیا۔ ”اچھا سوری نا اب استعمال نہیں کروں گا۔ میری پیاری بیوی ہو نا ناراض نا ہونا مجھ سے“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”نہیں ہوتی ناراض۔ آپ سے ناراض ہوگئی تو میرا گزارا کیسے ہوگا“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”وہی تو تم ناراض ہوگئی تو گزارا ناممکن ہے“ شہریار نے اسکی بات کو اپنا رنگ دیا تو وہ ہنسی۔ ”اللہ اللہ سائیں آپ کتنے کیوٹ ہیں“ مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”اللہ اللہ سائیں کی جان مجھے تم سے محبت ہے“ شہریار نے اسکی گردن پر نرمی سے لب رکھتے اسی کے انداز میں کہا تو مریم کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

”اچھا۔۔ بس کریں اب بتائیں کھانا کھائیں گے۔ اماں سائیں بتا رہی تھیں کہ آپ کچھ کھا کر نہیں گئے“ مریم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں مجھے بھوک نہی ہے۔ تم نے کھانا ہے“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”نہیں ابھی مجھے بھی بھوک نہیں ہے اب ڈنر ہی کروں گی“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں

میں سر ہلایا۔ ”اچھا پٹھانی میرے ہونٹ کیا واقعی زیادہ کالے ہو گئے ہیں“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تمھیں اچھے نہیں لگتے“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ایسا نہیں ہے سائیں۔ آپ مجھے سر تا پیر پسند ہیں لیکن یہ سگریٹ آپکے لیے اچھا نہیں ہے تبھی بس آپکو بتا رہی ہوں“ مریم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے کندھے پر واپس سر رکھ گیا۔ ”پتا ہے پہلے غصہ آتا تھا نا تو سارا سارا دن سٹڈی میں بند رہتا تھا کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ لیکن آج تمھیں دیکھ کر سارا غصہ جھاگ کی مانند بیٹھ گیا اور میں ایک دم ٹھیک ہو گیا“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”یہ تو اچھی بات ہے۔ مطلب اب جب بھی آپکو غصہ آئے تو میں آپ کے سامنے آجاؤں“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرائی۔ ”ٹھیک ہے اب سے ایسا ہی کروں گی“ مریم نے کہا تو وہ مسکراتے سیدھا ہوا اور اسے دیکھا جو اسے ہی مسکراتے دیکھ رہی تھی۔ شہریار نے چند لمحے اسکو دیکھتے اس کی مسکراہٹ کو دل میں

بسایا اور پھر آگے جھکتے بے حد نرمی سے اسکی مسکراہٹ اپنے لبوں سے چننے لگا۔ اسکی حرکت پر مریم شرم سے سرخ ہوئی۔ اس نے اپنی آنکھیں سختی سے میچتے اسکے سینے پر ہاتھ رکھے جو محبت سے اسکی سانسوں کو اپنی سانسوں سے ملا رہا تھا۔ کچھ دیر مزید اسکے لبوں کی نرماہٹ کو محسوس کرنے کے بعد وہ پیچھے ہوا اور اسے اپنے سینے سے لگاتے اسکی کمر سہلانے لگا۔ "جانتی ہو پٹھانی تمھارے لمس میں اللہ نے میرے لیے بڑی شفا رکھی ہے۔ تمھارا لمس پاتے ہی میری ہر پریشانی مجھ سے اتنی دور چلی جاتی ہے جیسے وہ کبھی تھی نہیں۔ تمھاری موجودگی میں ہر غم میرے ذہن سے نکل جاتا ہے۔ تمھارے چہرے پر نظر پڑتے ہی غصہ کہیں دور جا سوتا ہے۔ تمھاری میٹھی آواز سنتے ہی میرے روم روم میں سکون سرائیت کر جاتا ہے۔ صحیح کہتے ہیں شاعر محبوب ہستی کے ہونے سے جو لطف ملتا ہے وہ لطفِ کمال ہوتا ہے۔ جانتی ہو اگر مجھے کبھی تم پر غزل لکھنے کا موقع ملا تو میں اس غزل کا نام سکونِ حیات رکھوں گا۔ جس میں ہر وہ لمحہ

بیان کروں گا جب تم میرے پاس تھی اور غم مجھ سے جدا تھے" شہریار نے اسے سینے سے لگاتے سرگوشی نما آواز میں کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ "بنا غلیہ، زہ ستا سرہ مینہ لرم.(مجھے آپ سے محبت ہے سائیں)" مریم نے آنکھیں موندتے دل میں کہا اور نامحسوس انداز میں اسکے عین دل کے مقام پر لب رکھ گئی۔جبکہ شہریار اسکی حرکت اور اظہار سے انجان اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے میں مصروف تھا۔

"آہہہ کھولو مجھے کون ہو تم کیوں لائے ہو مجھے یہاں" بلال اس وقت اونچی اونچی آواز میں چلاتے سامنے بیٹھے نقاب پوش کو دیکھتے اسے یہاں لانے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔وہ قریباً گیارہ بجے اپنے دوستوں کو گھر ڈراپ کرنے کے بعد اپنی گاڑی میں گھر جارہا تھا جب اسکی گاڑی کو چار گاڑیاں نے اوورٹیک کرتے اسکو گاڑی روکنے پر مجبور کیا تھا۔اسکے گاڑی روکتے ہی یونیفارم پہنے گارڈز کے ساتھ

ایک دراز قد وجاہت سے بھرپور نقاب پوش مرد نکلا تھا۔جو سیاہ لباس میں ملبوس اسے اپنی کرسٹل گرے آنکھوں سے گھور رہا تھا۔بلال کو اچھے سے یاد تھا اس نے اپنے گارڈز کو اشارہ کیا تھا جس کے بعد اس شخص کے گارڈز اسے گاڑی سمیت یہاں ایک بوسیدہ فیکٹری میں لے آئے تھے اور اب پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ شخص اسے گھور رہا تھا جبکہ بلال چلا رہا تھا۔"بکواس بند" بلال کے مسلسل چلانے پر اس شخص نے دھاڑتے کہا تو وہ خاموش ہوا۔"کھولو اس حرام زادے کو" ضرار نے گارڈز سے کہا تو وہ بلال کو کھول گئے۔"جاؤ یہاں سے سب" اس شخص نے کہا تو سب گارڈز باہر چلے گئے۔"کون ہو تم کیوں لائے ہو مجھے یہاں۔دیکھو اگر تمھیں پیسے چاہیئے تو میں ابھی اپنے ڈیڈ کو کہتا ہوں وہ تمھیں دے دیں گے لیکن پلیز مجھے چھوڑ دو" بلال نے ڈرتے ہوئے کہا۔"بکواس بند کرو۔مجھے پیسے نہیں چاہیئے میں تم سے کچھ حساب چکتا کرنے کیلئے تمھیں یہاں لایا ہوں۔تمھاری جرات کیسے ہوئی میری ماہ کو وہ گھٹیا بات

بولنے کی" سامنے کھڑا شخص کوئی نہیں مہرماہ کا پروفیسر تھا۔ضرار راجپوت۔کون "ماہ؟ میں کسی ماہ کو نہی جانتا" بلال نے جلدی سے کہا۔ "مہرماہ! مہرماہ کی بات کررہا ہوں میں تمھاری جرات کیسے ہوئی میری ماہی سے ایسی بکواس کرنے کی" ضرار نے ایک زناٹے دار تھپڑ اسے رسید کیا جس پر بلال کو زمین آسمان گھومتے محسوس ہوئے۔ "مجھے۔۔معاف کردو" بلال نے جلدی سے کہا تو ضرار نے اسکے کالر سے پکڑتے دیوار سے لگایا۔ "آج تمھیں بخش رہا ہوں لیکن اگلی بار میری ماہ سے سو فٹ کے فاصلے پر رہنا صرف اس لیے کیوںکہ آج میرا موڈ اچھا ہے ورنہ تمھیں چھوڑتا نا اور اسے کوئی غلط بات کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنا ورنہ تمھیں زندہ زمین میں گاڑھ دوں گا" ضرار نے دھاڑتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "آج تو تمھیں معاف کررہا ہوں لیکن یاد رکھنا اگلی بار ایسا نہیں کروں گا اور ایک بات کان کھول کر سن لو۔ماہ صرف میری ہے۔آئیند اگر ماہ کے آس پاس بھی بھٹکتے نظر آئے تو میں تمھاری جان لینے سے پہلے ایک سیکنڈ

کیلئے بھی نہیں سوچوں گا۔ میری ماہ سے دور رہنا۔ وہ صرف میری ہے" ضرار نے بلال کو گھورتے کہا جو ڈر سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ "جی ٹھیک ہے مجھے چھوڑ دو پلیز" اس نے ہاتھ جوڑے تو ضرار نے اسے ایک طرف پھینکا۔ "گارڈز اسے گاڑی کی چابی دو" ضرار نے گارڈز کو اندر بلایا تو وہ فوراً بلال کو چابی دے گئے جسے پکڑتے ہی وہ باہر بھاگ گیا۔ "گاڑیاں تیار ہیں" اسکے جاتے ہی ضرار نے چہرے پر سے نقاب ہٹایا۔ "جی سر گاڑیاں تیار ہیں۔ ویسے سر اگر آپکو بُرا نا لگے تو آپ سے ایک بات پوچھوں" ایک گارڈ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "سر وہ آپکا سٹوڈنٹ ہے تو اگر وہ آپکی پہچان لیتا تو" گارڈ کو کافی دیر سے یہ بات پریشان کر رہی تھی۔ اسکی بات سنتے ضرار مسکرایا۔ "وہ نہیں پہچان پاتا کیونکہ وہ ڈرا ہوا ہے اور ڈر میں انسان سب بھول جاتا ہے۔ بس اسکے اسی ڈر کا فائدہ اٹھایا میں نے اور ویسے بھی لوگوں کے ڈر سے کھیلنا ضرار راجپوت کا

پسندیدہ مشغلہ ہے۔اب چلو گھر چلیں" ضرار نے کہا تو سب گارڈز نے سر خم کیا اور اسکے پیچھے باہر نکل گئے۔

"شہزادی اٹھ جاؤ" اسد نے عائشہ کے ماتھے پر لب رکھتے کہا جو سو رہی تھی۔وہ آج صبح فجر کے بعد کھڑکی پھلانگ کر عائشہ کے روم میں آیا تھا۔کل وہ سارا دن اس سے مل نا سکا صرف کال پر بات کی تھی کیونکہ ضرار اور شہریار نے کل کا پورا دن اس پر نظر رکھی تھی جس وجہ سے اس کو موقع نا مل سکا تبھی آج فجر کی نماز پڑھتے ساتھ ہی وہ یہاں آگیا تھا۔اب سات بجنے والے تھے اور سب کے اٹھنے سے پہلے اسے واپس جانا تھا تبھی عائشہ کو اٹھانے کا سوچا۔"عائشہ اٹھ جاؤ بٹر فلائی" اسد نے اسکے بال سہلاتے کہا تو اب کی بار کسی کا لمس محسوس کرتے عائشہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور چلانے کو ہونٹ واء کیے لیکن اسے سے پہلے ہی اسد جلدی سے اس کے ہونٹوں پر اپنا بھاری بھرکم ہاتھ رکھ گیا۔"شش

چلانا مت۔ ضرار بھائی سے مار پڑ جائے گی مجھے بیوی" اسد نے نرمی سے اس کی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے کہا تو اس نے آنکھوں کو جنبش دیتے ہاں کہا جس پر وہ اس کے ہونٹوں سے ہاتھ ہٹا گیا۔ "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں اسد بھا" عائشہ اس سے پہلے اسے بھائی کہتی اسد اس کے چہرے پر چہرہ جھکاتے اس لفظ کو دبا گیا۔ جبکہ اسکی حرکت پر عائشہ نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جو آنکھیں موندیں اسکے گداز لبوں کی نرماہٹ محسوس کر رہا تھا۔ عائشہ تو اس کی حرکت پر شرم سے مرنے والی ہوئی۔ کچھ دیر مزید اسکی سانسوں کو اپنے اندر اتارنے کے بعد اسد سیدھا ہوا اور اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا جبکہ عائشہ تو ویسے ہی چھپنے کی جگہ تلاش رہی تھی تبھی فوراً اسکے سینے میں اپنا لہو چھلکاتا چہرہ چھپا گئی۔ "بھائی مت کہا کرو عائشہ" اسد نے نرمی سے اس کی کمر سہلاتے کہا۔ "ع۔۔عاد۔۔ت ہے" عائشہ نے منمناتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "عادت بدلو میری جان۔ اب تم میری بیوی ہو۔ یوں بھائی کہہ کر ہمارے نکاح کو مکروہ

نا کرو" اسد نے پیار سے اس کا سر چومتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا تو وہ مسکراتے اسکا سر سہلانے لگا۔ "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں" عائشہ نے اسکے سینے سے چہرہ نکالتے اسے دیکھتے پوچھا۔ "تمھاری یاد آرہی تھی تو ملنے چلا آیا" اسد نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتے کہا تو وہ چہرہ جھکا گئی۔ اسکی ادا پر اسد نے گہری سانس بھرتے اپنی دھڑکنوں کو لگام ڈالنے کی ناکام کوشش کی۔ "اسد" عائشہ نے چند لمحوں بعد اسے پکارا تو اس نے فوراً اسے دیکھا۔ "جی شہزادی بولو" اس نے پیار سے اس کی گال پر لب رکھتے جواب دیا۔ "اسد میں آج آفس چلی جاؤں؟۔ کل بھی نہیں گئی اور گھر پر فارغ بیٹھے بور ہوتی رہی۔ اور اب میں ٹھیک ہوں پلیز منع مت کریے گا" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر اسد نے اسے دیکھا جو امید سے اسے دیکھ رہی تھی اور اسد اپنے عشق کی امید کو کیسے توڑ سکتا تھا۔ "ٹھیک ہے چلی جانا لیکن میری کچھ باتیں ماننی پڑے گی" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آفس سے باہر ہرگز نہیں نکلو گی بلکہ

اپنے فلور سے نیچے بھی نہیں آؤ گی۔ تمھیں روزانہ واپسی پر میں خود پک کروں گا اور خود ہی اوپر آتے تمھیں ساتھ لے جاؤں گا ٹھیک ہے باہر نہیں آنا" اسد نے کہا تو وہ اسکی فکر پر مسکرائی۔ "جی ٹھیک ہے" عائشہ نے جواب دیا تو وہ مسکرایا اور اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "اور ایک سب سے اہم بات نبیل والی بات تم نے مجھ سے چھپائی۔ میں نے کچھ نہیں کہا لیکن عائشہ اب مجھ سے کوئی بھی بات مت چھپانا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "سوری اسد" اس نے اسے دیکھتے کہا۔ "سوری مت کہو شہزادی۔ شہزادیاں معافی نہیں مانگتی اور اسد کی شہزادی معافی مانگے تو لعنت ہے پھر اسد ملک کے عشق پر" اس نے پیار سے اسکے بالوں پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ اسکی اتنی محبت پر آنکھوں میں نمی آئی۔ "رو کیوں رہی ہو" اسد نے نرمی سے اسکے آنسو اپنی پوروں سے چنتے پوچھا۔ "آپ۔۔ مجھ سے۔۔ اتنی محبت۔۔۔ کیوں کرتے ہیں" اسد عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کیونکہ تم قابلِ محبت ہو۔ اللہ نے

تمھیں روئے زمین پر اتارا ہی اسی لیے ہے تاکہ اسد ملک اپنی تمام تر محبت تم پر لٹا دے۔ تمھیں اللہ نے میرے لیے وہ نعمت بنا کر بھیجا ہے جس نے مجھے اللہ کے قریب کردیا۔ تم بہت خاص ہو عائشہ۔ تم میری روح کا سکون ہو اور مجھے تم سے بے حد محبت ہے شہزادی" اسد نے اس کی گال نرمی سے سہلاتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو عائشہ نظریں جھکا گئی جبکہ اسکے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اس کے ماتھے سے لب مس کر گیا۔ "شرماتے ہوئے بہت پیاری لگتی ہو" اسد نے سرگوشی نما آواز میں کہا تو عائشہ کی سانس ایک لمحے کو اٹکی لیکن اسد کا بالوں میں چلتا ہاتھ اسے پرسکون کر گیا تھا۔ "چلو اب میں چلتا ہوں۔ سب اٹھنے والے ہوں گے۔ شام میں اب ملوں گا تم سے" اسد نے کہا اور اٹھتے بیٹھا تو عائشہ بھی اٹھ بیٹھی۔ "جی اچھا" عائشہ مدھم آواز میں کہا تو وہ اسکے گرد بازو باندھتے اسے سینے سے لگا گیا۔ "اپنا بہت خیال رکھنا اور ناشتہ اچھے سے کرنا ہے میری جان

نے۔اور سب سے اہم بات مجھے مس کرنا نا بھولنا" اسد نے اسکی کنپٹی پر لب رکھتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔"جی اچھا" عائشہ بولی تو وہ مسکرایا اور ایک بار اور اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔"اوہ میں تو بھول گیا میں تمھارے لیے کچھ لایا تھا" کھڑے ہوتے ہی اسد کی نظر سائیڈ ٹیبل پر واس میں لگے سبز گلابوں پر نظر پڑی تو فوراً بولا۔اسکے بولنے پر عائشہ نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو مسکرائی۔"شکریہ اسد" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور ایک پھول واس سے نکالتے اسکے بالوں میں لگا گیا۔"ماشاءاللہ" اسد نے اسکے سر پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔"فی امان اللہ شہزادی۔انشاءاللہ اب میں شام میں آؤں گا تمھارے پاس" اسد نے کہا اور بالکونی کی طرف بڑھ گیا۔عائشہ اٹھتے اپنا ڈوپٹہ اوڑھتے اسکے پیچھے بڑھی اور اسے دیکھنے لگی جو انتہائی مہارت سے بالکونی سے نیچے کودتے اب بیک ڈور کی طرف بڑھ رہا تھا۔عائشہ اپنے بالوں میں لگے پھول کو ہاتھ لگاتے مسکرائی اور اندر چلی گئی۔

"کیاا تم نے پروفیسر کو ہگ کردیا" مریم نے اس سے پوچھا جو سامنے بیٹھی شرم سے لال پیلی ہورہی تھی۔"ہاں اور اب مجھے اتنا گلٹ ہورہا ہے۔ناجانے پروفیسر میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہونگے۔مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا یار۔ناجانے کیوں اس دن میں اتنی جذباتی ہوگئی" مہرماہ نے شرمندہ ہوتے کہا۔"مہر وہ بات بہت بڑی تھی میری جان تمھارا جذباتی ہونا جائز ہے اور ویسے تمھیں گلٹ نہیں ہونا چاہیئے۔پروفیسر کونسا غیر ہیں وہ" مریم کچھ کہتی کہ اس نے جلدی سے اسکے لبوں پر ہاتھ رکھا۔"میمی کوئی سن لے گا اور میں نہیں چاہتی یہ راز کسی پر عیاں ہو" مہرماہ نے جلدی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔مہرماہ نے آج ہی اسکا نک نیم مریم سے میمی رکھا تھا جو مریم کو خاصا پسند آیا تھا۔"کب تک چھپاؤ گی مہر۔کب تک خود کے ساتھ ہوتی زیادتی کو برداشت کروگی۔تم بات کیوں نہیں کرتی پروفیسر سے" مریم نے اسے دیکھتے کہا تو وہ

آنکھیں جھکا گئی۔ ”کیا بات کروں تم بتاؤ۔یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے میمی۔یہ بہت بڑی بات ہے اور کیسے بات کروں۔بابا نے بھی ابھی تک بات نہیں کی کیونکہ وہ نہیں جانتے پروفیسر کا کیا ری ایکشن ہوگا۔اور خود سوچو اگر پروفیسر کو اس بارے میں علم ہوتا تو کیا وہ خود نا بات کرلیتے“ مہرماہ نے کہا تو مریم نے گہری سانس بھری۔اسے مہرماہ نے چند دن پہلے لائبریری میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا راز بتایا تھا جسے سنتے مریم کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ ”لیکن مہر ایک بار بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔تم خود نا کرو۔انکل کو کہو وہ بات کریں یا پھر اس دوسرے انسان سے کہو جو اس راز سے واقف ہیں“ مریم نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔ ”اس دن میں ان سے ملی تھی۔انھوں نے بھی کوئی بات نہیں کی۔شاید وہ بھی مجھے نہیں پہنچان پائیں۔کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آرہی“ مہرماہ نے بے بس لہجے میں کہا تو مریم نے اسے گلے لگایا۔ ”میری جان سب ٹھیک ہو جائے۔اور پروفیسر تو تم سے محبت کرتے ہیں یقین کرو وہ اس

بات کو جاننے کے بعد بے حد خوش ہونگے" مریم نے کہا تو اس نے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔ "اللہ کرے ایسا ہی ہو" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا۔ "تم محبت کرتی ہو پروفیسر سے" مریم نے اسکے لہجے کی بے بسی کو محسوس کرتے پوچھا۔ وہ جانتی تھی مہرماہ ضرار سے محبت کرتی ہے پر وہ مان نہیں رہی۔ "ہاں محبت کرتی ہوں ان سے۔ اور بہت زیادہ کرتی ہوں۔ میں نے سوچا تھا نفرت کروں گی پر وہ سامنے آئے تو ساری سوچیں میرے دل نے ترک کردیں اور مجھے ان سے محبت ہو گئی۔ ساری نفرت سب کہیں دور جا سویا" مہرماہ نے آج مریم کو اپنے دل کا حال سنایا۔ "تو جب محبت کرتی ہو تو مانتی کیوں نہیں" مریم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ "مان تو گئی ہوں" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اللہ پاک تمھیں تمھاری محبت بغیر کسی آزمائش کے عطا کرے" مریم نے کہا تو اس نے آمین کہا۔ "انکل کس دن جارہے ہیں ماہ دیر بھائی کی طرف" مریم نے مہرماہ سے پوچھا۔ "پرسوں جارہے

ہیں بابا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو شہریار بھائی آ گئے اپنی پٹھانی کو لینے جاؤ اب" ابھی وہ کوئی بات مزید کرتی کہ مریم کا موبائل رنگ ہوا جس پر شہریار کی کال آ رہی تھی جسے دیکھ مہرماہ شرارت سے بولی۔ "جا رہی ہوں۔ انکل آئیں گے لینے یا پروفیسر کے ساتھ جاؤ گی" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "پروفیسر کے ساتھ ہی۔ بابا نے پرسوں جانا ہے نا تو آجکل ڈبل کام کر رہے ہیں اس لیے پروفیسر نے بابا کو کہا ہے کہ وہ خود ہی مجھے گھر چھوڑ دیا کریں گے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اس سے گلے ملتے باہر نکل گئی جہاں شہریار اسکا انتظار کر رہا تھا۔ ابھی مریم کو گئے پانچ منٹ ہوئے تھے جب اسکے موبائل پر ضرار کا میسج آیا جو اسے پارکنگ میں بلا رہا تھا جس پر اس نے ریپلائے کیا اور باہر نکل گئی۔ وہ چلتے سیدھی پارکنگ میں آئی جہاں ضرار اپنی مرسیڈیز سے ٹیک لگائے کھڑا اسکا انتظار کر رہا تھا۔ اس کو آتے دیکھ ضرار نے اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا جس پر وہ فوراً گاڑی میں بیٹھی اور اسے

شکریہ کہا۔ ”کوئی بات نہیں“ ضرار مسکرایا اور دوسری طرف سے آتے اندر بیٹھا اور گاڑی آگے بڑھا گیا جبکہ مہرماہ خاموش ہی رہی۔آج اس نے کوئی بات نہیں کی تھی ورنہ وہ عموماً اسے کچھ نا کچھ بتا رہی ہوتی تھی پر آج اسکی خاموشی نے ضرار کو پریشان کیا۔ ”کیا ہوا آج اتنی خاموش کیوں ہو“ کچھ دور جانے کے بعد ضرار نے پوچھا۔ ”نہیں تو“ مہرماہ نے اس سے نگاہیں ملائے بغیر جواب دیا جس پر ضرار پریشان ہوا۔ ”کیا ہوا ماہ۔ناراض ہو میں نے کچھ کیا ہے یا کوئی بات پریشان کررہی ہے“ ضرار نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”وہ مجھے آپکو سوری کہنا ہے“ مہرماہ نے گہری سانس بھرتے کہا تو اس نے ایک لمحے کو اسے دیکھا۔ ”کیوں“ ضرار نے نا سمجھی سے پوچھا۔ ”وہ اس دن۔روتے ہوئے۔۔آپکو۔۔ہگ۔۔کرلیا تھا۔۔اس لیے“ مہرماہ نے کہا تو اس کے گلے میں گلٹی بنتے معدوم ہوئی۔وہ اس بات کی معافی مانگ رہی تھی جس کی نہیں مانگنی چاہیے تھی۔ ”کوئی۔۔بات نہیں“ ضرار نے کہا تو اس نے

اسے دیکھا۔ "پر۔۔میں۔۔آپکی محرم۔۔نہیں ہوں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "پھر بھی۔۔کوئی بات۔۔نہیں۔تم رو رہی تھی تمھیں سہارا چاہیئے تھا جو میں بن گیا" ضرار نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور وہ کیا کر سکتی تھی۔ "کاش آپ اس بات سے واقف ہوتے جو مجھے پتا ہے تو آج سب کچھ الگ ہوتا" مہرماہ نے ایک نظر اسے دیکھتے دل میں کہا اور باہر دیکھنے لگی۔ "کاش تمھیں وہ سب معلوم ہوتا جو میں جانتا ہوں۔تو حالات مختلف ہوتے" ضرار نے ڈرائیونگ کرتے ذہن میں اسے مخاطب کرتے کہا اور ایک نظر اسے دیکھتے واپس ڈرائیونگ کرنے لگا۔کاش اس کے اختیار میں ہوتا۔کاش وہ اسے بتا سکتا تو آج سب کتنا خوبصورت ہوتا۔اب وہ دونوں کس بات کی بات کر رہے تھے یہ تو وقت نے بتانا تھا۔

"اسلام علیکم شہزادی" اسد نے ہاتھ میں سبز گلابوں کا بوکے پکڑے عائشہ کے کیبن میں داخل ہوتے سلام کیا جس پر وہ جو کام کر رہی تھی مڑتے اسے دیکھتے مسکرائی۔ "وعلیکم السلام اسد" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا جو اس وقت براؤن کلر کی شلوار قمیض پہنے ہوئے بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ "ہوگیا فری میرا بچہ" اسد نے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے پوچھا جبکہ اس کے طرزِ تخاطب پر عائشہ کے گال گلابی ہوئے جس پر اس نے فوراً رخ موڑا اور اپنے پرس میں اپنی چیزیں رکھنے لگی۔ "جی ہوگئی ہوں فری" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے بلکل پیچھے آتے کھڑا ہوا۔ "کک۔۔کیا۔۔ہوا" اسکا کشادہ سینہ اپنی پشت سے مس ہونے پر عائشہ نے کپکپاتے پوچھا۔ "کچھ نہیں۔یہ تمھارے لیے لایا ہوں" اسد نے ایک ہاتھ آگے کرتے اسکو سبز گلاب پیش کیے جنھیں وہ شرماتے تھام گئی۔ "شکریہ" عائشہ نے انکی خوشبو کو اپنے اندر اتارتے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکی گردن کی پشت پر لب مس کر گیا۔ اسکی

حرکت پر عائشہ کے جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا۔ "ا۔۔سد" اس نے لرزتے اسے پکارا۔ "جی اسد کی شہزادی" اس نے نرمی سے کہا اور اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کر گیا۔ "گھر۔۔چلیں" عائشہ نے اس سے نگاہیں ملائے بغیر کہا۔ "جی میری جان چلو" اس نے نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا اور اسکا پرس اور لیپ ٹاپ اٹھاتے اسکا ہاتھ تھامتے باہر بڑھا۔ اسد اسکا ہاتھ تھامے سیدھا اسے لیے لفٹ میں داخل ہوا اور گراؤنڈ فلور کا بٹن پریس کر گیا۔ "شہزادی بھوک لگ رہی ہے" اسد نے لفٹ بند ہوتے ہی پوچھا۔ "جی تھوڑی تھوڑی لگ رہی ہے" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا لیکن بولا کچھ بھی نہیں تھا۔ عائشہ کو نا جانے کیوں اسکا آگے سے کچھ نا کہنا بُرا لگا پر خاموش رہی۔ اسکا چہرہ دیکھتے اسد نے مدھم سا مسکراتے نفی میں سر ہلایا اور اسکے قریب ہوتے اپنا ایک بازو اسکے گرد حمائل کر گیا۔ "میرا بچہ اگر تمھیں میری کوئی بات یا انداز بُرا لگتا ہے تو بتایا کرو" اسد نے اسے دیکھتے کہا تو

عائشہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”آپ نے مجھ سے کھانے کا نہیں پوچھا تو پتا نہیں کیوں بُرا لگا“ عائشہ نے مدھم آواز میں سر جھکاتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی کنپٹی پر لب رکھے۔ ”تو مجھ سے نا پوچھنے کی وضاحت کیوں نہیں مانگی“ اسد نے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے پوچھا۔ ”اگر میں آپ سے کسی چیز کی وضاحت مانگوں تو آپ دیں گے“ عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ ”ہاں تم مجھ سے کسی بھی چیز کی وضاحت مانگو گی تو میں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر تمھیں وضاحت دوں گا“ اسد نے کہا تو اس نے چند سیکنڈ اسکی آنکھوں میں دیکھا پر وہاں جھوٹ ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔ ”کیوں؟“ عائشہ نے پوچھا تو وہ گردن جھکاتے مسکرایا۔ ”کیونکہ تم میری بیوی ہو عائشہ۔ تمھارا مجھ پر پورا حق ہے۔ تم حق سے وضاحتیں مانگا کرو میں گردن جھکا کر وضاحتیں دوں گا“ اسد نے نرمی سے اس کے ماتھے سے لب مس کیے تو عائشہ کے دل نے ایک بیٹ

مس کی۔ ابھی اسد نے کچھ کہنے کو لب واء کیے لیکن اس سے پہلے ہی لفٹ کا دروازہ کھلا جس پر وہ گہری سانس بھرتے اسکا ہاتھ تھامتے باہر بڑھ گیا۔ اسد اسکا ہاتھ تھامے اسے باہر لایا اور اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ "بیٹھو شہزادی" اسد نے اسے دیکھتے کہا تو وہ شرمگیں سا مسکراتے گاڑی میں بیٹھی۔ اسکے گاڑی میں بیٹھتے ہی اسد بھی دوسری طرف سے آتے اپنی سیٹ پر بیٹھا اور ڈیش بورڈ پر پڑا کھانے کا بیگ اسکی طرف بڑھا گیا۔ "یہ لیں اسد کی شہزادی۔ یہ آپکا کھانا۔ اب جلدی سے فنش کرو" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے ہاتھ سے کھانے کا بیگ پکڑ گئی۔ "اس میں کیا ہے اسد" عائشہ نے اسے دیکھتے جو اب گاڑی پارکنگ سے نکال رہا تھا۔ "میری جان کا فیورٹ پاستہ اور براؤنی ہے" اسد نے ہاتھ بڑھاتے اسکی گال پر چٹکی کاٹی تو وہ کھلکھلائی۔ "تھینکیو اسد" اس نے کہا اور بیگ سے باکس نکالا جس میں یقیناً پاستہ تھا۔ عائشہ نے جلدی سے باکس کھولا اور فورک اٹھاتے کھانے لگی۔ اسد نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو

بچوں کی طرح دنیا جہاں سے بیگانہ ہوئی اپنی فیورٹ چیز کھانے میں مصروف تھی۔وہ مسکرایا اور ہلکا سا اسکی طرف جھکتے اسکی گال کو لبوں سے چھوتے سیدھا ہوا جس پر عائشہ کا چہرہ پل میں سرخ ہوا جس پر وہ ہنس پڑا۔"شہزادی اگر یوں بات بات پر شرماؤ گی تو اسد ملک کی جان جلدی جائے گی" اسد نے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا اور پھر کھانے لگی جب کہ اسد مسکرایا اور اب کی بار اسے تنگ نا کرتے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا تاکہ وہ سکون سے کھالے۔

"پٹھانی" شہریار نے روم میں داخل ہوتے مریم کو پکارا جو اپنی یونی کا کوئی کام کررہی تھی۔وہ آج اسے گھر چھوڑتے کورٹ واپس چلا گیا تھا جہاں سے وہ قریباً چھ بجے آیا تھا اور آتے ہی اس نے مریم کے ساتھ دس پندرہ منٹ گزارے پھر سٹڈی میں بند ہوگیا تھا اور وہ ابھی قریباً دو گھنٹے بعد روم میں آیا۔"جی سائیں" مریم نے کتابیں بند کرتے اسے دیکھا۔اسکا کام اب ہوگیا تھا

اور اب وہ اسی کے پاس جانے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن وہ خود ہی آگیا تھا۔ ”میرے ساتھ آؤ تمھیں ایک چیز دکھانی ہے“ شہریار نے اسکے پاس جاتے اسکا ہاتھ تھاما اور اسے نرمی سے کھڑا کر گیا۔ ”کہاں جانا ہے سائیں۔ میں عبایا پہن لوں“ مریم نے چپل پہنتے پوچھا۔ ”نہیں میرا بچہ عبایا پہننے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم باہر نہیں جا رہے بس سٹڈی میں جا رہے ہیں“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گئی۔ شہریار اسکا ہاتھ تھامے ہی سٹڈی میں داخل ہوا اور بالکونی کی طرف بڑھا جس کے گلاس ڈور پر بڑا سا سیاہ پردہ تھا۔ ”پٹھانی اس پردے کو ہٹاؤ“ شہریار نے اسکا ہاتھ چھوڑتے کہا تو اس نے ایک لمحے کو اسے دیکھا اور پھر ہاں میں سر ہلاتے پردہ ہٹا گئی۔ پردہ ہٹاتے ہی اسکی نظر سامنے پڑی تو اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں جبکہ چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا کیونکہ سامنے ہی پوری بالکونی کو سرخ اور سفید گلابوں سے سجایا گیا تھا اور انکے ساتھ ییلو کلر کی فیری لائٹس جل رہی تھیں جو

انھیں مزید دلکش بنا رہی تھی۔ ”اللہ اللہ سائیں یہ کتنا خوبصورت ہے“ مریم نے سامنے ان پھولوں کو دیکھتے بچوں کی طرح کہا۔ ”اللہ اللہ سائیں کی جان یہ تم سے کم خوبصورت ہیں“ شہریار نے اسکی ناک دباتے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔ ”یہ آپ نے کیا“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”جی میرا بچہ یہ میں نے کیا ہے اپنی پٹھانی کیلئے“ شہریار نے اسکے پیچھے کھڑے ہوتے نرمی سے اسے پشت سے حصار میں لیا اور اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ اس کی حرکت پر مریم کپکپائی۔ ”پسند آیا“ شہریار نے نرمی سے اسکی گردن کو چوما تو مریم مرنے والی ہوئی۔ شہریار کی گستاخیاں بھلا وہ کہاں برداشت کر سکتی تھی۔ ”جی۔۔بہت۔۔پسند آیا“ مریم نے لرزتے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کے گرد سے بازو ہٹاتے اس کا ہاتھ تھامتے اس کی کلائی پر لب رکھے جہاں آیت الکرسی والا بریسلٹ پوری آب و تاب سے اسکی کلائی کی زینت بنا تھا۔ ”الحمدللہ۔ تم جانتی ہو میں نے یہ سب کیوں کیا“ شہریار نے اسے دیکھتے

پوچھا۔ ”کیوں“ مریم نے بھی عین اسی پل اس کی آنکھوں میں دیکھا۔چاکلیٹ براؤن آنکھوں کا نیلی آنکھوں سے زبردست تصادم ہوا جس پر شہریار نے گہری سانس بھرتے اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ ”مجھے یوں اچانک سے نا دیکھا کرو پٹھانی میری دھڑکنیں بے قابو ہوجاتی ہیں“ شہریار نے نرمی سے کہا مگر اسکے لہجے میں ایک بے بسی تھی۔وہ ان آنکھوں کو جتنا دیکھتا تھا اتنا ہی ان نیلی آنکھوں کا اسیر ہوجاتا تھا۔جبکہ اسکی بات سنتے مریم شرمگیں سا مسکرائی۔ ”اچھا اب نہیں دیکھتی بتائیں۔آپ نے یہ سب کیوں کیا“ مریم نے اس کا ہاتھ اپنی آنکھوں سے ہٹاتے پوچھا۔ ”کیونکہ میری پٹھانی کو پھول پسند ہیں تو میں نے سوچا اپنی بیوی کو یہ چھوٹا سا سرپرائز دے دوں" شہریار نے اسکے چہرے پر آئی لٹ کو انگلی میں لپیٹتے کہا تو وہ مسکرائی اور آگے ہوتے اسکے سینے سے لگ گئی۔ ”شکریہ سائیں۔آپ بہت زیادہ والے اچھے ہیں“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کے گرد حصار باندھتے اسکا سر چوم گیا۔وہ اپنی پٹھانی کا ہر لمحہ

حسین بنانا چاہتا تھا تبھی اس نے یہ سب کیا تھا۔ ”اچھا آؤ کچھ دیر ان پھولوں میں بیٹھتے ہیں اور ان کی خوشبو کو سانسوں میں بساتے ہیں“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے ساتھ بالکونی میں چلی گئی۔ جہاں زمین پر میٹریس بچھا تھا اور ساتھ اسکی فیورٹ آئس کریم جو کہ آئس ٹب میں پڑی تھی اور بریانی کا باؤل پڑا تھا۔ ”آج ہم ڈنر یہاں کریں گے“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں رگِ جاں آج ہم یہاں ڈنر کریں گے۔ یوں سمجھ لو میں تمھیں ڈیٹ پر لایا ہوں“ شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑی اور اس کے ساتھ میٹریس پر بیٹھی۔ ”چلو پٹھانی منہ کھولو“ اسکے بیٹھتے ہی شہریار نے پلیٹ میں بریانی نکالی اور چمچ بھرتے اسکے لبوں کے قریب کرگیا جس پر مریم بھی بخوشی اس کے ہاتھوں سے کھانے لگی۔ بھلا کب کسی نے اسکے یوں لاڈ اٹھائے تھے جیسے اسکا شریکِ حیات اٹھاتا تھا۔ ایک شہریار کے ہونے سے اسے کسی اور کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی تھی۔ مریم نے اسے دیکھتے سوچا جو اسے کھلانے کے ساتھ ساتھ خود بھی کھا رہا

تھا۔ ”آئس کریم ابھی کھانی ہے؟“ کچھ دیر بعد دونوں کھانے سے فارغ ہوئے تو شہریار نے پلیٹ سائیڈ پر رکھتے پوچھا۔ ”نہیں بعد میں“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔ ”پٹھانی ایک منٹ آنکھیں بند کرو“ شہریار نے اسکے ماتھے سے ہونٹ ہٹاتے کہا تو وہ بغیر کوئی سوال پوچھے آنکھیں بند کر گئی۔ اسکے آنکھیں بند کرتے ہی شہریار نے پھولوں کی کیاری کے پیچھے سے ایک بیگ نکالا اور اسے اپنی گود میں رکھتے اس میں سے گجرے نکالتے باری باری اسکی دونوں کلائیوں کی زینت بنا گیا جبکہ بیگ کے اندر ابھی دو اور چیز موجود تھیں لیکن وہ پہلے اسے وہ چیزیں دکھانا چاہتا تھا۔ ”اچھا آنکھیں کھول کر دیکھو اب“ گجرے پہناتے ہی شہریار نے کہا تو اس نے فوراً سے آنکھیں کھولتے اپنی کلائیوں کو دیکھا جہاں سرخ اور سفید گلابوں سے بنے گجرے تھے۔ انھیں دیکھتے مریم کی آنکھیں خوشگواری و حیرانی سے پھیلیں کیونکہ انھیں دیکھنے سے ہی پتا لگ رہا تھا یہ شہریار نے بنائے ہیں۔ ”یہ آپ نے بنائے ہیں نا“

مریم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ ”اللہ اللہ سائیں آپ نے میرے لیے بنائے۔آپ کتنے اچھے ہیں“ مریم نے اپنی دونوں کلائیوں کو ہلاتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی کلائیوں پر باری باری لب رکھ گیا۔ ”کچھ اور بھی ہے دکھاؤں“ شہریار نے اجازت چاہی تو وہ خوشی سے بچوں کی طرح ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”یہ بھی تمھارے لیے بنائے تھے میں نے خود بغیر کسی مدد کے یوٹیوب سے دیکھ کر کافی بار خراب بھی ہوا پر بلآخر بن گیا“ شہریار نے کہا اور اس بیگ میں سے ایک سرخ و سفید پھولوں سے بنا تاج اور سفید پھول کی بنی انگوٹھی نکالی جسکی بیل کو موڑ کر اسے انگوٹھی کا شیپ دیا تھا۔ ”سائیں یہ کتنا پیارا ہے۔سائیں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن سے آپکو بتاؤں کہ یہ کتنا پیارا ہے اور مجھے کتنا اچھا لگا“ مریم نے خوشی سے تقریباً چلاتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”مے آئی مائی لوو“ شہریار نے تاج پکڑتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اس تاج کو اسکے سر کی زینت بنانے کے ساتھ اسکی رنگ فنگر میں انگوٹھی پہنا

گیا۔جسے دیکھ مریم کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔شہریار نے اسکی خوشی دیکھ زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اسکی نظر اتاری۔"گانا سننا چاہو گی پٹھانی" شہریار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اس کے ہونٹوں کو بے حد محبت سے چھوتے پوچھا تو وہ شرم سے سرخ پڑتے ہاں میں سر ہلا گئی۔اس کے سر ہلانے پر وہ مسکراتے اسکی پشت کو اپنے سینے سے لگا گیا اور اگلے ہی پل اسکی سحر انگیز آواز بالکونی کے سحر انگیز ماحول کو مزید دلکش بنا گئی۔

تیرے در پہ آ کے تھم گئے۔۔

نیناں نمازی بن گئے۔۔

اک دوجے میں یہ ڈھل کے۔۔

عاشقانہ آیت بن گئے میں اور تم۔۔

شہریار نرمی سے اسکا ہاتھ لبوں سے لگاتے گنگنایا تو مریم نگاہیں جھکا گئی۔

کیسی دل لگائی کر گئے۔۔

روح کی ربائی بن گئے۔۔

خالی خالی دونوں تھے جو۔۔

تھوڑا سا دونوں بھر گئے میں اور تم۔۔

شہریار نے یہ مصرعے گنگناتے اسے دیکھا عین اسی پل مریم نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔چند لمحوں کیلئے دونوں کی نگاہیں ملیں تھیں پر شہریار نے جلدی ہی اپنی نظریں اسکی ان نیلی سحر انگیز آنکھوں سے ہٹالی تھیں وہ ان سحر انگیز آنکھوں میں زیادہ دیر نہیں دیکھ سکتا تھا یہ آنکھیں اسکے دل کیلئے روگ بن گئی تھی وہ ان آنکھوں کا اسیر ہوگیا تھا۔وہ مسکرایا اور گانا جاری رکھا جبکہ مریم تو اسکے انتخاب پر سرخ پڑی تھی۔وہ اتنے کھلے انداز میں اظہار کرتا تھا۔

چلو جی آج صاف صاف کہتا ہوں۔۔

اتنی سی بات ہے مجھے تم سے پیار ہے۔۔

یونہی نہیں میں تم پہ جان دیتا ہوں۔۔

اتنی سی بات ہے مجھے تم سے پیار ہے۔۔

چلو جی آج صاف صاف کہتا ہوں۔۔

اتنی سی بات ہے مجھے تم سے پیار ہے۔۔

مجھے تم سے پیار ہے۔۔

"آئی لو یو پٹھانی" شہریار نے گانا ختم کرتے ہی اسکے ماتھے پر ہونٹ ثبت کیے تو وہ اسکی طرف مڑتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔جس پر شہریار مسکرایا اور نرمی سے اسکا سر چوم گیا۔"بنا غلیہ، زہ ستا سرہ مینہ لرم.(مجھے آپ سے محبت ہے سائیں)" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔"کیا کہا" پٹھانی اس نے نرمی سے پوچھا اور اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے ہاتھوں میں تھاما۔"میں کہہ رہی تھی۔۔شکریہ سائیں۔۔میرے لیے سب کرنے کیلئے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے چہرے پر جھکتے اسکے ہونٹوں کی نرماہٹ کو اپنے لبوں سے محسوس کرتے سیدھا ہوا۔"شکریہ مت کہا کرو میری جان۔میرا بس چلے تو میں پوری کائنات تمھارے قدموں میں لاکر ڈھیر کر دوں" شہریار نے اسے سینے میں بھینچتے کہا تو وہ بھی اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گئی۔شہریار ملک، مریم خان یوسفزئی کی تمام تر تکلیفوں پر کیے گئے صبر کا اجر تھا۔

"کیسی ہیں آپ" عامر نے سامنے قبر کو دیکھتے پوچھا جو کہ کسی "طوبیٰ" نامی عورت کی تھی۔اس وقت صبح کے پانچ بج رہے تھے اور وہ سفید شلوار قمیض پہنے قبرستان میں کھڑا تھا۔"امید کرتا ہوں آپ ٹھیک ہونگی۔جانتا ہوں آپ نے جو گناہ کیے ہیں وہ اللہ کی بارگاہ میں قابلِ معافی نہیں ہیں پر میں روز دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپکو معاف کردیں۔دعا کرنا تو نہیں چاہتا پر کیا کروں آپ میری ماں ہیں اور دوسرا میں جانتا ہوں کہ آپ بھی معصوم تھیں۔پر آپ نے جو کیا بہت غلط کیا ماما۔نا صرف میرے ساتھ بلکہ اپنے ساتھ بھی اور باقی سب کے ساتھ بھی۔تبھی آپکی قبر پر آکر آپکے لیے مغفرت کی دعا مانگتا ہوں" عامر نے زمین پر بیٹھتے انکی قبر پر ہاتھ پھیرتے کہا۔"آج میری سالگرہ ہے۔وہ منحوس دن جب میں آپکی زندگی میں آیا۔بہت درد ہورہی ہے آج۔جانتی ہیں ماہ دیر ہر سال میری سالگرہ مناتا ہے پر مجھے بہت اذیت ہوتی ہے لیکن اسکی خوشی کیلئے کیک کاٹ

لیتا ہوں۔ آج بھی شام میں جانا ہے میں نے اسکی طرف دعا کیجیے گا دل نا پھٹے میرا ورنہ جس شدت سے سینے میں تکلیف اٹھ رہی ہے ممکن ہے جلد مر جاؤں گا" عامر نے اپنی آنکھوں میں آنے والی نمی کو با مشکل پیچھے دھکیلتے کہا۔ "آپ جانتی ہیں آج تینتیس سال ہو گئے ہیں مجھے اپنی پہچان چھپاتے کوئی نہیں جانتا کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔ جانتی ہیں وہ شخص بھی مر چکا ہے جو میرا باپ تھا پر میں آج تک اسکی قبر پر نہیں گیا کیونکہ وہ آپ سے بڑا گناہگار ہے" عامر نے اپنی نم آنکھوں کو پوروں سے صاف کرتے کہا۔ "آج دل کر رہا ہیں ان سے ملوں جن کو آپ چھوڑ کر آگئیں پر کس رشتے سے ملوں سمجھ نہیں آرہا اگر انھیں اپنا تعارف کرایا تو یقیناً جو یہ میرے ساتھ ناجائز کا خطاب ہے وہ سنتے وہ مجھ سے نفرت کرنے لگ جائیں۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں وہ بھی آپکو شاید یاد کرتے ہوں۔ آپ جانتی ہیں دونوں بہت ترقی کر چکے ہیں۔ میرے گارڈز انکا خیال رکھتے ہیں۔ مجھے انکے پل پل کی رپورٹ دیتے ہیں۔ میں انکے ساتھ نہیں ہوں

پھر بھی سائے کی طرح انکے ساتھ رہتا ہوں۔ ان پر کوئی مشکل نہیں آنے دیتا" عامر نے مدھم سا مسکراتے کہا۔ "چلیں میں چلتا ہوں زیادہ رکا تو رو دوں گا۔ اور میں رونا نہیں چاہتا" عامر نے کہا اور ایک آخری نظر اپنی ماں کی قبر کو دیکھتے باہر نکلتا چلا گیا۔ اب اسکا ارادہ ہاسپٹل جانے کا تھا کیونکہ شام میں اس نے ماہ دیر کی طرف جانا تھا۔ "ڈاکٹر عامر" عامر ڈرائیو کرتے سیدھا ہاسپٹل آیا اور گاڑی پارک کرتے اندر داخل ہوا لیکن وہ ابھی اندر داخل ہوا ہی تھا جب ایک ڈاکٹر نے اسے پکارا۔ "جی بولیں" اس نے سامنے کھڑے اپنے سے چھوٹی عمر کے ڈاکٹر کو دیکھتے پوچھا۔ "ہیپی برتھڈے" اس ڈاکٹر نے کہا تو بمشکل مسکراتے سر خم کر گیا۔ جس پر ڈاکٹر بھی مسکراتے چلا گیا۔ وہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا اسکے ساتھی ڈاکٹر اور عملہ اسے سالگرہ کی مبارک دے رہے تھے جس پر وہ بامشکل اپنی مسکراہٹ قائم رکھے ہوئے تھا ورنہ دل میں تو اذیت کا ایک جہاں آباد ہوا تھا۔

"ثانیہ تم کیوں ضد کر رہی ہو" پروین بیگم نے اسے غصے سے کہا تو وہ لب بھینچ گئی۔وہ اس وقت اپنے روم میں سمپل شلوار قمیض پہنے بیٹھی تھی۔آج اسکا کوئی شوٹ نا تھا تبھی اس نے روم سے باہر نا جانے کا سوچا۔آج وہ فری تھی تبھی اس نے پروین بیگم کو کال کی تھی۔اس نے ایک فیصلہ کیا تھا اس نے وہی بتانے کو کال کی تھی پر اسکے بتانے کی دیر تھی کہ فوراً ہی پروین بیگم نے اسے ڈانٹنا شروع کر دیا۔"ماما پلیز میں یہ مزید نہیں کر سکتی" ثانیہ نے بے بسی سے کہا۔وہ گھر چھوڑ کر آئی تھی تو اسے اندازہ ہوا تھا کہ آزادی یہ نہی جو یہاں تھی۔آزادی وہ تھی جو خلیل صاحب اور شہریار کی موجودگی میں تھی۔جہاں وہ کھل کر سانس لے پاتی تھی جہاں وہ کیسا بھی لباس پہنتی تھی کوئی مرد اسے حوس بھری نگاہوں سے نہیں دیکھتا تھا لیکن یہاں اسے ہر کوئی حوس سے دیکھتا تھا۔اسے اب جا کر احساس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی ضد میں کیا کر بیٹھی

ہے۔ ”کیوں نہیں کر سکتی۔پیسے کمانے پر توجہ دو سمجھی۔ تمھیں پال پوس کر اسی لیے بڑا کیا ہے تاکہ تم میرا بڑھاپا سنوارو“ پروین بیگم نے کہا تو ثانیہ نے شدت سے آنکھیں بند کیں۔ ”ماما یہاں سب مجھے حوس بھری نظروں سے دیکھتے ہیں“ ثانیہ نے کہا تو پروین بیگم نے گہری سانس بھری۔ ”تو کیا ہوگیا صرف دیکھتے ہی ہیں نا کونسا کچھ کردیا ہے“ پروین بیگم نے کہا ثانیہ کے چہرے پر بے یقینی پھیلی۔ ”ماما یہ آپ کہہ رہی ہیں۔میں آپکی بیٹی ہوں ماما۔آپ ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں۔آپ کیا چاہتی ہیں وہ میری عزت تار تار کردیں پھر میں واپس آؤں“ ثانیہ نے غصے سے کہا تو پروین بیگم خاموش ہوئیں۔ ”ثانیہ میری جان میرا مطلب وہ نہیں تھا۔تم شاباش اپنے کریئر پر فوکس کرو لوگوں پر نہیں اور بھولو مت خلیل تم سے زیادہ مہرماہ کو پیار کرتے ہیں تو اب تم پیسہ کماؤ تاکہ تمھارا درجہ مہرماہ سے بلند ہو“ پروین نے اسکی برین واشنگ کی تو ثانیہ کے چہرے پر نفرت نے سایہ کیا۔ ”جی ماما آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔مجھے پاپا کو بتانا ہے کہ میں زیادہ

پیار کے قابل ہوں" ثانیہ نے کہا تو پروین بیگم کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی۔ "چلو ٹھیک ہے اب میں رکھتی خلیل آنے والے ہیں" پروین بیگم نے کہا تو اس نے جی ماما کہتے کال کاٹی۔ اسکے کال کاٹتے ہی پروین بیگم نے قہقہہ لگایا۔ "بے وقوف لڑکی" انھوں نے ثانیہ کو ذہن میں لاتے کہا اور پھر پاگلوں کی طرح قہقہہ لگایا۔ "جی ماما ہنہ۔ نفرت ہے مجھے تم سے" پروین بیگم نے سائیڈ ٹیبل پر پڑی اپنی اور ثانیہ کی تصویر کو دیکھتے کہا۔ "نفرت ہے مجھے تم سے۔ تمھارے باپ سے اور تمھاری ماں سے" پروین بیگم نے کہا اور بیڈ پر بیٹھ کر نخوت سے ثانیہ کی مسکراتی تصویر کو دیکھا۔ وہ ثانیہ سے کیوں نفرت کرتی تھی یہ تو ثانیہ بھی نہیں جانتی تھی۔ "مجھے جب جب تم ماما کہتی ہو۔ تب تب تمھیں جان سے مارنے کا دل کرتا ہے۔ میرا بس چلے تو تمھیں بھی تمھاری ماں کے پاس بھیج دوں" پروین بیگم نے ہونٹوں پر زہر خند مسکراہٹ سجاتے کہا اور ہنسنے لگی۔ لیکن سوال یہ تھا کہ اگر پروین بیگم ثانیہ کی ماں نہیں تھی تو ثانیہ کی ماں

کون تھی اور یہ ایک راز تھا جس پر سے پردہ وقت نے اٹھانا تھا۔جبکہ دوسری طرف ثانیہ انکی باتوں سے انجان بیڈ پر بیٹھی آنکھوں میں نمی لیے اپنی ہتھیلیوں کو گھور رہی تھی۔ناجانے کیوں چند دن سے اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کچھ بُرا ہونے والا ہے۔ناجانے کیوں اب اسے اپنے رویوں پر اپنی کی گئی غلطیوں پر پچھتاوا ہو رہا تھا پر پروین بیگم کی باتیں ذہن میں آتے ہی ثانیہ پھر سے ویسی ہی نفرت سے بھر جاتی تھی۔لیکن ایک دن آنا تھا جب ثانیہ کی آنکھوں سے نفرت کا پردہ ہٹنا تھا اور وہ دن اسکے لیے قیامت سے کم نہیں ہونا تھا۔

"دِیر رکیں۔میں چھوڑوں گی نہیں آپکو" میشائم اس کے پیچھے ہاتھ میں بیلن پکڑے بھاگتے کہا جو حوریہ کو گود میں اٹھائے اس کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔"یار میشی معاف کردو۔غلطی سے ہنسی نکل گئی تھی۔اب کیا جان لوگی" ماہ دیر نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا سر تا پیر آٹے میں نہائی ہوئی تھی۔وہ اس

وقت بھوت سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ماہ دیر کا پھر قہقہہ گونجا جس پر یشائم کے غصے کا گراف بڑھا۔ "آج تو آپکی جان لے کر ہی مانوں گی میں ڈاکٹر صاحب" یشائم نے دانت پیستے کہا تو ماہ دیر قہقہہ لگاتے ہنستی ہوئی حوریہ کو سینے میں بھینچے اپنے قدموں کی رفتار مزید تیز کر گیا۔ یشائم کچن میں کھڑی آج خود ماہ دیر کیلئے کھانا بنا رہی تھی جبکہ حوریہ لاؤنج میں کھیل رہی تھی۔ سالن یشائم بنا چکی تھی بس روٹیاں بنانی باقی تھی۔ اس نے سوچا تھا وہ ماہ دیر کے ہاسپٹل سے واپس آنے سے پہلے پہلے اسکے لیے کھانا تیار کر دے۔ آٹا شیلف کے اوپر والی کیبنیٹ میں تھا تبھی اس نے سٹول رکھتے اس پر چڑھتے آٹا اتارنے کا سوچا لیکن ابھی وہ سٹول پر کھڑی ہوئی ہی تھی کہ ماہ دیر دبے پاؤں حوریہ کو گود میں اٹھائے کچن میں داخل ہوا۔ اس نے اسے پیچھے سے آتے ڈرایا جس پر آٹے کا پورا ڈبہ یشائم کے اوپر الٹ گیا اور وہ سر تا پیر آٹے میں نہا گئی جس پر ماہ دیر بجائے پوچھنے کے زور زور سے ہنسنے لگا۔ اور اسکے ہنسنے پر یشائم کو

تپ چڑھی تھی تبھی بیلن پکڑتے اسکے پیچھے بھاگ رہی تھی۔وہ دونوں پچھلے بیس منٹ سے ٹام اینڈ جیری کی طرح بھاگ رہے تھے۔"بابا ذان مدے تال دیں می اپے لوم می تپوں (بابا جان مجھے اتار دیں میں اپنے روم میں چھپوں)" حوریہ نے کہا تو اس نے جلدی سے حوریہ کے پلے روم کا دروازہ کھولا اور اسے لیے اندر داخل ہوا۔وہ خود اندر اس لیے گیا تھا تاکہ حوریہ کے روم میں موجود دوسرے دروازے سے اپنے روم میں داخل ہوجائے لیکن بیشائم بھی اسکی بیوی تھی تبھی اب کی بار اسکے پیچھے آنے کی بجائے اپنے اور ماہ دیر کے مشترکہ کمرے میں داخل ہوئی اور پردے کے پیچھے چھپ گئی۔"چلو لٹل ہائنس آپ اب یہاں اپنے کھلونوں سے کھیلو۔بابا آپکی ماما کو دیکھیں اب" دوسری طرف ماہ دیر نے اسکی گال چومتے کہا تو وہ مسکرائی اور ہاں میں سرہلا گئی۔اسکے ماننے پر ماہ دیر نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور اسکے سارے کھلونے نکالتے بیڈ پر اسکے پاس رکھتے ٹی وی پر ٹام اینڈ جیری لگائے جسے دیکھ حوریہ فوراً بیڈ پر لیٹتے اپنے ٹیڈی کو

ہگ کرتے ٹی وی دیکھنے لگی۔ماہ دیر اسکے انداز پر مسکرایا اور کال کرتے میڈ کو حوریہ کا فیڈر لانے کا کہا جو کہ پانچ منٹ بعد ہی اسکے روم میں تھی۔"میں زرا چینج کرلوں آپ حوریہ کے پاس بیٹھیں" ماہ دیر نے اس سے فیڈر پکڑتے حوریہ کو پکڑایا اور نرمی سے حوریہ کا ماتھا چومتے میڈ کو ہدایت کی جس پر اس نے یس سر بولا۔ماہ دیر ایک نظر حوریہ کو دیکھا اور دوسرے دروازے سے اپنے روم میں داخل ہوا۔اسے یقین تھا کہ یشائم کمرے میں اسکا انتظار کررہی ہوگی۔"شکر ہے یشی یہاں نہیں ہے۔افف ورنہ بیلن سے مار پڑتی" ماہ دیر نے روم میں داخل ہوتے جان بوجھ کر اونچی آواز میں کہا تاکہ یشائم بخوبی سن لے۔"بیلن سے مار تو آپکو اب بھی پڑے گی ڈاکٹر صاحب" یشائم نے پردے کے پیچھے سے نکلتے کہا تو اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی۔"یار یشی معاف کردو۔دیکھو شوہر کو بیلن سے مارنے سے گناہ ملتا ہے" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے اسے گھورا۔"تو بیوی پر ہنسنے سے کونسا ثواب ملتا ہے" یشائم نے کہا تو مسکرایا۔"اچھا سوری

میری متاعِ جان۔ معاف کردو نا" ماہ دیر نے کان پکڑتے کہا جس پر یشائم کا دل دھڑکا۔دل نے شدت سے اس سے لاڈ اٹھوانے کی فرمائش کی جس پر اس نے لبیک کہتے منہ بنایا۔"میں نہیں مان رہی" یشائم نے دونوں بازو سینے پر باندھتے منہ پھلاتے کہا۔"سوری نا میرا بچہ" اس نے ہنوز کان پکڑے ہوئے تھے۔"کوئی سوری نہیں۔آپ مجھ پر ہنسے تھے۔اور آپ نے مجھ سے پوچھا بھی نہیں کہ یشی تمھیں لگی تو نہیں" یشائم نے اپنی بات کہتے آخر میں اس کی نقل اتارتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"ارے میں قربان میری بیوی پر۔کہیں لگی ہے میرے بچے کو" ماہ دیر اسے اپنی محبت بھری نگاہوں کے حصار میں لیے پوچھا۔"آپکو کیا۔اب بھی نا پوچھیں۔اب بھی ہنسیں مجھ پر" یشائم نے کہا تو ماہ دیر کو ٹوٹ کر اس پر پیار آیا جو آج شادی کے بعد پہلی باریوں نکھرے دکھا رہی تھی۔"میری جان۔میرا بچہ۔میری کل کائنات معاف کردو نا" ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے مسکراہٹ دباتے نفی میں سر ہلایا۔اسکے انداز پر ماہ

دیر نے دل میں اسکی ان شرارتوں کی ہمیشہ قائم رہنے کی دعا مانگی۔ "کیسے مانو گی بتا دو" ماہ دیر نے مظلوم بنتے پوچھا۔ "سٹ سٹینڈ کریں اور ساتھ اونچی آواز میں بولیں میری پیاری بیوی غلطی ہوگئی سوری" میشائم نے کہا تو وہ اسکی بچوں کی سی ڈیمانڈ پر مسکرایا۔ "جو حکم میرا بچہ" اس نے کہا اور کان پکڑے ہی سٹ سٹینڈ کرنے لگا۔ "میری پیاری بیوی غلطی ہوگئی سوری" ماہ دیر نے میشائم کا بولا گیا جملہ دہراتے سٹ سٹینڈ کیے تو وہ خوشگواری و حیرت کی ملی جلی کیفیت سے اسے دیکھنے لگی جو بغیر ماتھے پر بل ڈالے اسکی بات مان رہا تھا حتیٰ کہ اگر یہی بات اس نے ارباز کو کہی ہوتی تو یقیناً اسے بدلے میں تھپڑ مارا جاتا یا کھانا بند کر دیا جاتا۔ وہ جانتی تھی ارباز ماہ دیر سکند جیسے شاندار شخص کے جوتے کے برابر بھی نہیں پر وہ ناچاہتے ہوئے بھی انکا موازنہ کرنے لگتی تھی۔ یہ چیز اسکے اختیار میں نہیں تھی۔ کیونکہ کبھی کبھی یہ شخص اسے حیران کر دیتا جہاں باقی مرد عورت کے سامنے جھکنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے وہی ایک ماہ

دیر سکندر تھا جو اس کی ہر بات کو ماننے کیلئے اپنی انا تک کو بھلا دیتا تھا۔ ”دِیر بس کریں“ اسے ہنوز سٹ سٹینڈ کرتے دیکھ میشائم نے فوراً کہا۔ وہ خیالوں میں گم تھی کہ بھول گئی تھی کہ سامنے اسکا شوہر اسکی دی گئی سزا پوری کر رہا ہے۔ ”پہلے بتاؤ مان گئی ہو“ ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”مان گئی ہوں“ میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کے قریب ہوتے اسے سینے سے لگا گیا اور ساتھ ہی بیلن پکڑتے صوفے پر اچھال گیا۔ ”شکریہ متاعِ جاں اپنے اس بدتمیز شوہر کو معاف کرنے کے لیے“ ماہ دیر نے اسکی کنپٹی پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپ سے ایک بات پوچھوں“ میشائم نے اسکے بٹن پر انگلی پھیرتے پوچھا۔ ”ایک ہزار باتیں پوچھو۔ تمھیں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے“ ماہ دیر نے نرمی سے اس کے بالوں کو سہلاتے اسکے بالوں سے آٹا نکالا۔ ”آپ حور کو زیادہ پیار کرتے ہیں نا“ میشائم نے بچوں کی طرح پوچھا تو اسے ٹوٹ کر اس پر آیا۔ وہ جانتا تھا جتنا حوریہ محبتوں کے لیے

ترسی ہے اس سے کئی گنا زیادہ میشائم تڑپی ہے پر حوریہ کو پیار کرنے کے لیے میشائم تھی لیکن میشائم کی باتوں سے اسے اتنا تو اندازہ ہوگیا تھا کہ اسے آج تک کسی نے پیار نہیں کیا پر ماہ دیر سکندر کیلئے میشائم خان اسکی کل کائنات تھی۔اس نے اب تک اسے اسکے ماضی کے متعلق نہیں پوچھا تھا لیکن جلد پوچھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔"میری جان کا ٹکڑا۔میں آپ سے اور حوریہ دونوں سے بہت پیار کرتا ہوں۔نا کسی سے کم نا کسی سے زیادہ۔آپ دونوں میری تمام تر محبت کی وارث ہیں۔میری تمام تر محبت آپ دونوں کے لیے ہی ہے۔میں آپ دونوں سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ اگر آپ دونوں کی خاطر مجھے سارا جہاں بھی ٹھکرانا پڑے تو میں ایک لمحے کی دیر کیے بغیر ساری دنیا کو ٹھکرا دوں پر اپنی میشی اور اپنی حوریہ کو خود سے دور نا کروں" ماہ دیر نے نرمی سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو میشائم کی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ماہ دیر کے منہ سے اپنے لیے محبت بھرے جملے سننا

یشائم کو زندگی لگتا تھا۔ "کیا دیکھ رہا ہے میرا بچہ" اس نے نرمی سے یشائم کی ناک کو لبوں سے چھوتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور اسکے سینے سے لگی۔ "شکریہ دِیر" یشائم نے اس کے سینے پر سر رکھتے کہا۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ کس چیز پر اسکا شکریہ ادا کر رہی ہے پر دل نے کہا تو وہ بول گئی۔ اس کی بات سنتے وہ مسکرایا اور اسکے گرد حصار تنگ کر گیا۔ "آئی لو یو ٹو جانِ دِیر" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر ہونٹ ثبت کرتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ اسکے گالوں پر سرخی چھائی تھی۔ "میں نے آپکو وہ نہیں کہا جسکا آپ نے جواب دیا ہے" یشائم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ "نا بھی کہا ہو پر تمھاری آنکھیں بہت کچھ کہہ دیتی ہیں یشی۔ وہ باتیں بھی جو تمھاری زبان ادا نہیں کر پاتی" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اپنا چہرہ اسکے سینے میں چھپایا جس پر وہ مسکرایا۔ "تہ دِ پر بدیپ، خو زہ لا ھم لہ تاسرہ مینہ لرم.(بہت بُرے ہیں آپ پر پھر بھی مجھے آپ سے محبت ہے)" یشائم نے اسکے سینے پر ہلکا سا مکا مارتے کہا تو

وہ ہنسا۔ ”اب اسکا مطلب کیا ہے متاعِ جان“ ماہ دیر نے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے پوچھا۔ ”بہت بُرے ہیں آپ“ میشائم نے کہا تو وہ ہنس اور جھکتے نرمی سے اس کے لبوں کو اپنے لبوں سے چھوتے سیدھا ہوا۔ ”بہت پیاری ہو تم“ اس نے کہا تو وہ شرماتے اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ بھی مسکراتے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ ”میشی آج شام میں عامر آئے گا۔ اسکی برتھڈے ہے آج۔ آج باہر سے پھر سب آڈر کریں گے۔ عامر کی فیملی ہم ہی ہیں تو اسکا برتھڈے ہر سال میں ہی مناتا ہوں“ ماہ دیر نے اس کے بال سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی اچھا۔ اب چھوڑیں میں نہا لوں۔ سارا آٹا لگا ہے میرے وجود پر“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اس کے ماتھے پر لب رکھے اور نرمی سے اسے اپنے حصار سے آزاد کیا۔ ”اچھا ٹھیک ہے۔ تم نہا لو۔ میں حوریہ کو دیکھ لوں“ اس نے نرمی سے کہا

تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی جس پر ماہ دیر حوریہ کے روم کی طرف چلا گیا جبکہ میشائم باتھ روم میں بند ہوئی۔

"بابا آپ کتنے دن تک واپس آئیں گے" مہرماہ نے خلیل صاحب کو دیکھتے اداسی سے پوچھا جو اپنا بیگ پیک کر رہے تھے۔ اس وقت دوپہر کے تین بج رہے تھے اور مہرماہ خلیل صاحب کے پاس بیٹھی انکی پیکنگ دیکھ رہی تھی۔

"میرا بچہ میں ایک ہفتے میں آجاؤں گا" خلیل صاحب نے اسکے لہجے میں اداسی محسوس کرتے کہا اور اس کے قریب ہوتے اسے سینے سے لگا گئے۔ "بابا مجھے آپ کی یاد آئے گی" مہرماہ نے بھرائی آواز میں کہا۔ یہ پہلی بار تھا جو خلیل صاحب اسے یوں چھوڑ کر جا رہے تھے۔ "میری جان روتے نہیں ہیں۔ میں جاؤں تو آپکا بھائی آئے گا نا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بھائی سے اس بات پر بھی ناراض ہوں گی میں دیکھنا آپ" مہرماہ نے

کہا تو وہ ہنس پڑے جبکہ انکی ہنسی اندر آتی پروین بیگم کو زہر لگی۔ ”ٹھیک ہے ہوجانا“ خلیل صاحب نے اسکا سر چومتے کہا۔ ”بابا آپ مجھے روز کال کرنا اور بھائی سے بھی میری بات کرانا اور انھیں آپ نے یہ نہیں بتانا کہ میں نے انھیں مس کیا“ مہرماہ نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئے۔ ”ٹھیک ہے لیکن میرے بیٹے نے اپنا خیال رکھنا ہے۔ کھانا ٹائم پر کھانا ہے اور ڈرنا نہیں ہے۔ کوئی بھی مسئلہ ہو تو فوراً ضرار کو کال کرنی ہے“ خلیل صاحب نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ضرار کے ذکر پر آنکھیں نا جانے کیوں بھیگی تھیں۔ ”میں واپس آکر ضرار سے بات کروں گا میرا بچہ اور اگر ضرورت پڑی تو دراب بھائی سے بھی۔ اداس نا ہوا کرو“ خلیل صاحب نے بلکل آہستہ آواز میں کہا تاکہ پروین بیگم نا سنیں جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”خلیل تھوڑے پیسے دے کر جائیے گا میرے خرچ کے لیے اور مہرماہ کے اس کو ہی دے دیجیے گا“ پروین بیگم نے انکو کھسر

پھسر کرتے دیکھ کہا۔ ”آپ کے لیے پیسے میں الماری میں رکھ چکا ہوں اور مہرو کا خرچہ ضرار کو دے دوں گا“ خلیل صاحب نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔ ”بچے دیکھو لگتا ہے ضرار آیا ہے۔میں نے اسے کال کی تھی“

ابھی کوئی مزید بات ہوتی کہ دروازہ بجنے کی آواز پر خلیل صاحب بولے جس پر اس نے ہاں میں سرہلایا اور سر پر ڈوپٹہ ٹھیک کرتے باہر نکل گئی۔ ”پروین میری بیٹی سے سختی مت کریے گا میری غیر موجودگی میں۔نا ہی اس پر ہاتھ اٹھانا۔میں پرانی باتیں بامشکل پیے بیٹھا ہوں جو کچھ آپ نے مہرماہ کے ساتھ کیا تھا۔لیکن اب اگر ایسا کچھ ہوا تو یاد رکھیے گا عمر کے اس حصے میں بھی آپ کو اپنے نام سے آزاد کرنے میں ایک پل نہیں لگاؤں گا“ خلیل صاحب نے مہرماہ کے جاتے ہی انھیں تنبیہہ لہجے میں کہا جس پر پروین بیگم نے بامشکل ضبط کیا۔ ”جی اچھا“ انھوں نے کہا اور واش روم میں بند ہوئیں۔لیکن وہ ان کی بات ہرگز نہیں ماننے والی تھیں۔انھیں مہرماہ سے اپنی بے عزتی کا بدلہ تو لینا تھا

پھر چاہے اسکا انجام کچھ بھی ہو۔ "اسلام علیکم" دوسری طرف مہرماہ نے دروازہ کھولا تو سامنے ہی ضرار بلیک شلوار قمیض پہنے کھڑا تھا۔ مہرماہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور نظریں جھکاتے سلام کیا۔ "وعلیکم اسلام ماہ کیسی ہو" ضرار نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتے پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں۔ اندر آجائیں پروفیسر" مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اندر داخل ہوا۔ مہرماہ نے اسکے اندر آتے ہی دروازہ بند کیا اور اندر کی جانب بڑھی تو ضرار بھی اسکے پیچھے چل پڑا۔ "بابا اندر روم میں ہیں۔ آپ بیٹھیں میں بلاتی ہوں" لاؤنج میں پہنچتے ہی مہرماہ بولی تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ "کیسے ہو ضرار بیٹا" تھوڑی دیر بعد خلیل صاحب اپنا بیگ اٹھائے باہر آئے اور ضرار سے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں انکل آپ کیسے ہیں" اس نے احتراماً کھڑے ہوتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں بچے بیٹھو" خلیل صاحب نے کہا تو وہ انکے ساتھ بیٹھ گیا۔ "بچے تم جانتے ہو میں اپنے بیٹے کی طرف جارہا ہوں تو مہرو یہاں اکیلی

ہوگی" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "انکل آپ فکر نا کریں میں ماہ کا خیال رکھوں گا اور اس کے یونی آنے جانے کی ذمہ داری بھی میری ہے۔ آپ پر سکون ہو کر جائیں یوں بار بار کہہ کر شرمندہ نا کریں" ضرار نے مدھم سا مسکراتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں بچے لیکن بس مہرو کی فکر ہو رہی تھی" خلیل صاحب نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "آپ بے فکر رہیں انکل۔ ماہ کا خیال میں خود سے بڑھ کر رکھوں گا" ضرار نے انکا ہاتھ تھامتے مہر ماہ کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرائے۔ وہ جانتے تھے ضرار مہر ماہ سے محبت کرتا ہے اور وہ اب جلد ہی اس سے بات کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ہر بار ہم جو سوچیں ویسا نہیں ہوتا۔ اور اس بار ہر چیز خلیل صاحب یہاں تک کہ ضرار اور مہر ماہ کی سوچ کے برعکس ہونی تھی۔ کیونکہ قسمت نے انھیں موقع نہیں دینا تھا بات کرنے کا بلکہ قسمت نے خود اس بات کو عیاں کرنا تھا۔ "ٹھیک ہے بچے" خلیل صاحب نے مسکراتے کہا جس پر ضرار بھی

مسکرایا۔اس نے نظریں اٹھاتے مہرماہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔کرسٹل گرے آنکھوں کا فورسٹ گرین آنکھوں سے زبردست تصادم ہوا۔ضرار کی دھڑکنیں بے ہنگم ہوئی تھیں جبکہ مہرماہ نے اسکے یوں اچانک دیکھنے پر گڑبڑاتے نگاہیں جھکائیں جس پر اس نے بامشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔"انکل آپ نے رات کو نکلنا ہے" ضرار نے مہرماہ سے نظریں ہٹاتے خلیل صاحب سے پوچھا۔"ہاں بچے میں دو بجے بس میں سوار ہوں گا فجر تک انشاء اللہ ماہ دیر کے پاس پہنچ جاؤں گا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"چلیں پھر رات کو میں خود آپکو بس سٹیشن چھوڑ آؤں گا" ضرار نے کہا تو وہ نفی میں سرہلا گئے۔"نہیں بچے میں چلا جاؤں گا" خلیل صاحب نے کہا وہ مسکرایا۔"انکل نہیں رات کو میں آپ کو چھوڑ کر آؤں گا آپ مجھے بیٹا کہتے ہیں تو مجھے بیٹا ہونے کا فرض نبھا دینے دیں۔اس میں آپکی نہیں سننے والا" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائے جبکہ مسکرائی تو مہرماہ بھی تھی۔

"عامل تاتو جے اپ تا دفت (عامر چاچو یہ آپکا گفٹ)" حوریہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چاکلیٹ اس کی طرف بڑھاتے کہا جو ابھی آیا تھا۔ "تھینکیو چاچو کی جان" عامر نے اسے اٹھاتے نرمی سے اپنی گود میں بٹھایا۔ "اپ تو اتا لدا (آپ کو اچھا لگا)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو وہ مسکرایا جبکہ میشائم اور ماہ دیر ایک صوفے پر بیٹھے اپنی بیٹی کی باتیں سن رہے تھے جس نے کیک کٹنے کا بھی انتظار نہیں کیا تھا۔ "جی چاچو کی جان مجھے بہت اچھا لگا لیکن ایک مسئلہ ہوگیا ہے" عامر نے اسکے ہاتھ سے چاکلیٹ پکڑتے اداس سا منہ بناتے کہا۔ "تا اواتاتو (کیا ہوا چاچو)" اس نے جلدی سے پوچھا۔ "میں تو چاکلیٹ کھاتا ہی نہیں ہوں" عامر نے کہا تو حوریہ اداس ہوئی۔ "اب تا تلیں تاتو (اب کیا کریں چاچو)" حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "اب یہ کریں گے کہ چاچو کی جگہ یہ والی چاکلیٹ چاچو کی پیاری گڑیا

کھائے گی" عامر نے چاکلیٹ کھولتے حوریہ کے منہ کے قریب کرتے کہا تو حوریہ نے ماہ دیر اور یشائم کو دیکھا جیسے وہ پوچھنا چاہ رہی ہو کہ چاچو کی چاکلیٹ کھالوں۔ اس کی حرکت پر وہ تینوں ہی مسکرائے جبکہ ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا تو حوریہ نے فوراً مسکراتے اپنا منہ کھولا اور عامر کے ہاتھ سے چاکلیٹ کھانے لگی۔ "لٹل ہائنس بس اور چاکلیٹ نہیں۔ اب کیک کٹ کرتے ہیں چاچو کی برتھڈے کا اور پھر کھانا کھائیں گے شاباش" ماہ دیر نے تھوڑی دیر بعد کہا تو حوریہ نے فوراً ہاں میں سر ہلایا جس پر سب ہی مسکرائے۔ "میں کیک لے کر آتا ہوں" ماہ دیر نے کھڑے ہوتے کہا۔ "آپ بیٹھیں میں لے آتی ہوں" یشائم نے کھڑے ہوتے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا جو اس وقت ڈارک بلیو کلر کی پیروں جو چھوتی فراک پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ "اچھا ٹھیک ہے" ماہ دیر نے کہا اور واپس بیٹھ گیا جبکہ یشائم فوراً کچن میں سے کیک لے آئی۔ "دِیر" یشائم نے لاؤنج میں داخل ہوتے اسے پکارا تو وہ اٹھتے اسکے ہاتھ سے کیک

پکڑتے ٹیبل پر رکھا۔ "چلو عامر کیک کٹ کرو جلدی سے" ماہ دیر نے کیک رکھتے نائف اسے پکڑائی تو وہ بامشکل مسکراتے ہاں میں سر ہلا گیا۔ "چلو چاچو کی جان کیک کٹ کریں" عامر نے زمین پر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے حوریہ کا ہاتھ تھامتے اسے نائف پکڑائی اور خود اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے کیک کٹ کرنے لگا۔ کیک کٹ کرتے ہی اس نے چھوٹا سا پیس اٹھاتے حوریہ کو کھلاتے ماہ دیر کو کھلایا جبکہ ماہ دیر نے بھی اسکو کیک کھلایا جس پر وہ مسکرایا۔ "یہ لے گڑیا کو خود ہی کھلا دے" عامر نے اسکے ہاتھ سے کیک کھاتے اسکے کان میں سرگوشی کی تو وہ ہنس پڑا۔ "میشی" ماہ دیر نے کیک کا پیس اٹھاتے میشائم کی طرف بڑھاتے اسے پکارا تو وہ اسے دیکھنے لگی جس پر ماہ دیر نے اسے کھانے کا اشارہ کیا تو وہ عامر کی موجودگی میں اسکی حرکت پر سرخ پڑتے جلدی سے اسکے ہاتھ سے کیک کو چکھتے سیدھی ہوئی۔ "آپ لوگ بیٹھیں۔ میں کھانا لگاتی ہوں" میشائم نے کہا اور جلدی سے کچن میں چلی گئی جس پر ماہ دیر کے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ

پھیلی۔ وہ جانتا تھا اسکی ٹائیگریس کو شرم ضرورت سے زیادہ آتی ہے۔ "بیٹھ جا میرے بھائی۔ گڑیا گئی" عامر نے اسکے کچن کی طرف دیکھنے پر چوٹ کی تو ماہ دیر نے اسے گھورا اور اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ "کیا سوچا ہے تو نے پھر۔ کب جا رہا ہے راولپنڈی۔ اب تو گڑیا اور حور بھی ہیں تیرے ساتھ۔ انھیں کب ملوائے گا اپنے گھر والوں سے" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "اگلے ماہ سوچ رہا ہوں جانے کا لیکن صرف مہرو سے ملنے کے لیے۔ خلیل صاحب سے نہیں۔ میں صرف اپنی بہن سے ملوں گا اور عیشی اور حور کو بھی بس مہرو سے ہی ملواؤں گا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے حوریہ کو دیکھا جو اب ماہ دیر کی گود میں بیٹھی اسکی انگلیوں سے کھیل رہی تھی۔ "تیرا کیا ارادہ ہے اب۔ کب تک گمنامی کی زندگی جیئے گا" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس کے گلے میں گلٹی بن کر معدوم ہوئی۔ "پتہ نہیں" عامر نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔ "عامر بس کر دے کب تک تڑپے گا۔ مجھے کہتا رہتا ہے کہ

اپنی تڑپ کو ختم کروں تو کب کرے گا۔ مل لے ان سے جا کر" ماہ دیر نے کہا تو اسکے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ پھیلی۔ "اچھا مل لیتا ہوں۔ اپنا تعارف کیا کراؤں گا۔ مجھ سے ملو میں ناجائز ہوں" عامر نے کہا تو اس نے اسکا ہاتھ تھاما۔ "تو ناجائز نہیں ہے یہ تو بھی اچھے سے جانتا ہے اور میں بھی" ماہ دیر نے اسے سنجیدہ اور میں کہا۔ "اچھا تو اتنا یقین سے کیسے کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ مجھے خود نہیں پتا میرا باپ کون ہے۔ مورے کہتی تھیں میرے بابا وہ ہیں جو ان دونوں کے ہیں اور وہ شخص کہتا ہے میرا باپ وہ ہے بتا نا کس کی بات مانوں۔ دل کہتا ہے مورے کی بات مانوں پر دماغ کہتا ہے۔ اگر مورے کی بات سچ ہے تو انھوں نے مجھے اس شخص کے گھر میں کیوں چھوڑا" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ اسکی آنکھیں حد درجہ زیادہ سرخ ہو گئیں تھی۔ ماہ دیر کو لگ رہا تھا وہ ابھی رو دے گا۔ پر کیا ضبط تھا اس شخص کا ہر بار خود کو رونے سے روک لیتا تھا۔ "تجھے اپنی مورے کی ہی سننی چاہیئے" ماہ دیر نے کہا

تو عامر کے ہونٹوں پر کربناک مسکراہٹ پھیلی۔ ”چل مان لیتا ہوں۔ پھر انھوں نے مجھے اس شخص کے پاس کیوں چھوڑا“ عامر کا سوال سنتے ماہ دیر خاموش ہوا۔ ”ہوسکتا ہے ان کی کوئی مجبوری ہو۔ کیا تو نے کبھی جاننے کی کوشش کی ہے“ ماہ دیر نے کہا تو اب کی بار خاموش عامر ہوا تھا۔ ”دِیر آجائیں“ ابھی وہ مزید کوئی بات کرتا کہ میشائم کی آواز پر دونوں ہی خاموش ہوئے۔ ”ہو سکے تو حقیقت جاننے کی کوشش کر۔ تینتیس سال ہوگئے ہیں تجھے سب سے بھاگتے۔ اب بس کر مقابلہ کر اور حقیقت جاننے کی کوشش کر۔ شاید کچھ راز ہوں جو تیری مورے اپنے ساتھ لے گئیں لیکن ہوسکتا ہے ان رازوں سے کوئی اور بھی آشنا ہو۔ ماضی کے سراغ کہیں نا کہیں مل ہی جاتے ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے آج تک یہ نہیں سوچا تھا پر آج ماہ دیر کی باتیں سنتے اس نے ماضی کو کریدنے کا فیصلہ کیا تھا۔ دل نے شدت سے دعا کی تھی کہ مورے کی بات سچ ہو۔

"کب جانا ہے تم دونوں نے سوات" شاہجہاں بیگم نے فہمیدہ خان اور عالمگیر خان کو دیکھتے پوچھا۔ "کل نکلیں گے اماں سائیں۔پہلے فہمیدہ کا چیک اپ کرائیں گے پھر شادی کے فنکشن میں شرکت کریں گے" عالمگیر خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ سب لوگ ابھی ڈنر کرتے فارغ ہوتے اب لاؤنج میں بیٹھے تھے جبکہ مریم کچن میں چائے بنا رہی تھی۔ "صحیح ہے خیر سے جاؤ اور واپسی کب تک ہے" شاہجہاں بیگم نے پوچھا۔ "اماں سائیں ہفتہ دس دن لگیں گے" فہمیدہ خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ فہمیدہ خان اور عالمگیر خان آج شام میں ہی راولپنڈی آئے تھے۔ انھوں نے لاہور سے ڈائریکٹ سوات جانا تھا لیکن فہمیدہ خان نے مریم سے ملنے کی ضد کی تھی جس پر عالمگیر خان اسے پہلے یہاں لے آئے۔ اب انکا ارادہ کل نکلنے کا تھا۔ "تم شام میں کہاں تھے اسد" شہریار نے اپنے ساتھ بیٹھے اسد سے پوچھا۔ "اپنی بیگم کو آفس

سے لینے گیا تھا بھائی" اسد نے آنکھیں پٹپٹاتے کیا تو شہریار نے اسے گھورا۔ "بھائی میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا جس سے کسی کو شک ہو یا ہمارے نکاح کا پتا لگے لیکن عائشہ کی سیکیورٹی پر رسک نہیں لے سکتا پلیز اس پر مت ڈانٹیے گا" اسد نے معصوم شکل بناتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہے لیکن دھیان رہے کہ ابھی کسی کو تم دونوں کے نکاح کا پتا نا لگے۔ ضرار نے کہا ہے کہ وہ صحیح موقع دیکھ کر دراب انکل سے بات کرے گا پھر اماں سائیں کو بتائیں گے تب تک اس سے ملو لیکن یہ بات راز رہے" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بھائی میں خیال رکھوں گا" اسد نے کہا تو اس نے کچھ کہنے کو لب واء کیے لیکن اتنے میں مریم کی آواز اسکے کانوں میں پڑی جس پر وہ فوراً کچن کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے وہ ملازمہ کے ساتھ آرہی تھی۔ اس نے سر پر اچھے سے حجاب کرتے چہرہ ڈھانپ رکھا تھا کیونکہ یہاں اسد اور عالمگیر خان تھے۔ "جی آپ یہ چائے وہاں رکھ دیں" مریم نے ملازمہ کو ہدایت دی تو وہ

چائے ٹیبل پر رکھ گئی جبکہ وہ خود جاتے شاہجہاں بیگم کے ساتھ بیٹھ گئی اور ان سب کی باتیں سننے لگی۔شہریار کا دھیان تو بس اپنی سکونِ حیات پر تھا جو سب کی باتیں سنتے وقفے وقفے سے مسکرا رہی تھی۔وہ بے شک اسکا چہرہ نہیں دیکھ پارہا تھا پر وہ اسکی آنکھوں کو دیکھتے ہی اپنی دھڑکنوں کو لگامیں ڈال رہا تھا۔مریم خان یوسفزئی کی نیلی آنکھیں شہریار ملک کو دنیا جہاں سے بیگانہ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ "چلو بچوں اب کمرے میں جاؤ سب۔کافی ٹائم ہوگیا ہے" مزید ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد شاہجہاں بیگم نے کھڑے ہوتے کہا تو سب نے ہاں میں سرہلایا اور اپنی نشست سے کھڑے ہوتے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھے۔مریم بھی شہریار کے ساتھ اوپر کی جانب بڑھنے لگی جب اسے فہمیدہ خان نے پکارا۔ "مریم بیٹا" فہمیدہ خان کی پکار پر وہ رکتے انکی طرف پلٹی۔رک تو شہریار بھی گیا تھا۔ "جی آنٹی" مریم نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "بچے کیا کچھ دیر میرے پاس بیٹھ سکتی ہو اگر تمھیں یا شہریار کو کوئی

دقت نا ہو تو" فہمیدہ خان کی آواز میں ایک منت تھی جسے مریم کے ساتھ ساتھ عالمگیر خان اور شہریار نے بھی محسوس کیا تھا۔ "جی آنٹی ضرور" مریم نے انکے لہجے میں موجود تڑپ کو محسوس کرتے نا جانے کیوں بے چین ہوئی تھی تبھی شہریار کے بولنے سے پہلے خود ہی بول اٹھی۔ جبکہ اسکی بات سنتے جہاں فہمیدہ خان کا چہرہ کھلا تھا وہیں شہریار اور عالمگیر خان کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ سب ہی فہمیدہ خان کی اپنی بیٹیوں کیلئے تڑپ سے آگاہ تھے اور مریم کو وہ اپنی بیٹی سمجھتی تھیں۔ وہ جب بھی مریم سے بات کرتی تھیں وہ کچھ پل کیلئے ہی سہی پر اپنا سارا درد بھول جاتی تھیں جبکہ مریم کو بھی ان کے پاس بہت سکون ملتا تھا۔ "چلو پھر میرے کمرے میں چلتے ہیں" فہمیدہ خان نے اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ مسکرائی اور ایک نظر شہریار کو دیکھتے انکے ساتھ انکے روم میں چلی گئی۔ "بیٹا اتار دو نقاب۔ تمھارے انکل نہیں آئیں گے روم میں" روم میں جاتے ہی فہمیدہ خان نے اسے کہا تو وہ نقاب اتار

گئی۔ ”آنٹی اب آپ کی طبیعت ٹھیک ہے“ مریم نے انکے پاس بیٹھتے پوچھا۔ ”ٹھیک ہوں بچے۔ بس دعا کرو میری بیٹیاں مل جائیں“ فہمیدہ خان نے کہا تو اس نے آمین کہا۔ ”انشاءاللہ مل جائیں گی آپکی بیٹیاں۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ دونوں جو آپ اور انکل انکے والدین ہیں جو پچھلے بیس سال سے انھیں ڈھونڈ رہے ہیں ورنہ کچھ مجھ جیسی بھی ہوتی ہیں جنکے والدین خود اپنے ہاتھوں انھیں یتیم خانے چھوڑ جاتے ہیں“ مریم نے کہا تو اسکے قریب ہوتے اسے اپنے سینے سے لگا گئی جس پر مریم یکدم ساکت ہوئی۔ انکے سینے سے لگتے مریم کے پور پور میں سکون سرائیت کر گیا۔ ”بچے ماں باپ شوق سے کبھی بھی اپنے بچوں کو نہیں چھوڑتے ہو سکتا ہے انکے ساتھ بھی کوئی حادثہ ہوا ہو جیسے ہمارے ساتھ ہوا۔ کیا پتا وہ بھی تمھیں ڈھونڈتے ہوں" فہمیدہ خان نے کہا تو اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔ ”پھر آج تک وہ مجھے ڈھونڈ کیوں نہیں سکے“ مریم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ اسکے ماتھے پر لب رکھ گئیں۔ ”ہم بھی تو آج تک اپنی

بیٹیوں کو نہیں ڈھونڈ سکے نا۔ قسمت کے فیصلے بھی ہوتے ہیں کچھ جنکے لیے صحیح وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ بہت جلد تمھیں تمھارے والدین سے اور ہمیں ہماری بیٹیوں سے ملا دیں" فہمیدہ خان نے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا جو انکے سینے سے لگی تھی۔ "آمین" مریم نے مدھم آواز میں کہا۔ انکی باتیں سنتے اسکو سکون ملتا تھا۔ جو بات اس نے آج تک نہیں سوچی تھی اسکا ذکر انکے منہ سے سنتے دل نے یقین کرنے کا کہا تھا اور مریم نے کر بھی لیا تھا۔ "آپ کو پتا ہے آنٹی۔ مجھے آپ اپنی اپنی لگتی ہیں" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرائیں۔ "میرا بچہ تم بھی مجھے اپنی سی لگتی ہو" فہمیدہ خان نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ سوات سے واپسی پر مجھ سے مل کر لاہور جائیں گی نا" مریم نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "ہاں میری جان ضرور" فہمیدہ خان نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا جس پر وہ مسکرائی اور پھر انکے سینے سے

لگ گئی۔ اسکی حرکت پر فہمیدہ خان مسکراتے اسے اپنے سینے میں بھینچتے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

"مریم بیٹا ابھی تم یہی ہو نا" فہمیدہ خان نے اسے دیکھتے پوچھا جو انکا سر دبا رہی تھی۔ "جی آنٹی میں یہیں ہوں۔ آپ سونے کی کوشش کریں" مریم نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ مسکرائیں اور اسکا ہاتھ تھامتے چوما۔ مریم پچھلے ایک گھنٹے سے انکے پاس بیٹھی تھی۔ پہلے وہ دونوں کافی دیر بیٹھی باتیں کرتی رہیں پر اب فہمیدہ خان نے اپنی دوائی کھائی تھی تبھی انھیں نیند آرہی تھی جس پر وہ لیٹ چکی تھیں جبکہ مریم بیٹھی انکا سر دبا رہی تھی۔ "ٹھیک ہے" انھوں نے مریم کو دیکھتے کہا اور آنکھیں موند گئیں۔ مریم انھیں دیکھتے مسکرائی اور زیرِ لب مختلف دعائیں پڑھتے ان پر پھونکنے کے ساتھ ساتھ وہ انکا سر دباتی رہی جس سے قریباً مزید پندرہ منٹ بعد وہ گہری نیند سو گئی تھیں۔ "میں اللہ جی سے دعا کروں گی کہ آپکو آپکی

بیٹیاں جلدی مل جائیں" انکے سوتے ہی مریم نے مدھم آواز میں کہا اور بیڈ سے کھڑے ہوتے چہرے پر نقاب کرتے باہر بڑھی۔ "آہہ" ابھی وہ دروازہ کھولتے باہر نکلی ہی تھی جب دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے شہریار نے اسکی کلائی پکڑتے اسے قریب کیا اور ایک جھٹکے میں دیوار سے پن کر گیا۔ اس اچانک افتاد پر مریم چلائی لیکن شہریار جلدی ہی اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ گیا۔ "آئی مسڈیو رگِ جاں" شہریار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے کہا تو مریم کی آنکھیں تک مسکرائی تھیں۔ "سائیں ڈرا دیا مجھے" اس نے ہاتھ بڑھاتے اپنے منہ سے اس کا ہاتھ ہٹاتے بولی۔ "سوری پٹھانی پر میں پچھلے ایک گھنٹے سے یہاں کھڑا تمھارا انتظار کر رہا تھا تو اب تم آئی تو بس تمھیں حصار میں لیتے روح کو سکون پہنچایا ہے۔ اگر اب بھی تمھیں اپنی باہوں میں نا بھرتا تو باخدا میں نے رونے لگ جانا تھا" شہریار نے کہا تو وہ ہنستے اسکے سینے پر سر ٹکا گئی لیکن اگلے ہی پل اس کی بات کا احساس ہوتے مریم کی ہنسی کو بریک لگی۔ "آپ ایک

گھنٹے سے یہاں کھڑے ہیں" مریم نے جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھ گیا۔"ہاں پچھلے ایک گھنٹے سے باگڑ بلے کی طرح یہاں سے وہاں چکر کاٹتے اپنی چوزی کا انتظار کر رہا ہوں کہ کب میری چوزی آئے اور میں اسے دبوچ لوں" شہریار نے شرارت سے مسکراتے اسکی ناک دبائی تو وہ اسے گھورنے لگی۔ "میں چوزی ہوں تو آپ کیا ہیں۔ہنہ ویمپائر کہیں کے۔اماں سائیں کے ویمپائر پوتے نا ہوں تو" مریم نے ناک سکیڑتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"پٹھانی تم مجھے ویمپائر کہتی ہو۔پتا ہے نا ویمپائر خون پیتے ہیں تو اگر میں کسی دن سچی میں ویمپائر بنتے تمھارا خون پی گیا تو کیا کرو گی" شہریار نے اسے ڈرانے کی غرض سے کہا۔"ہاں میں تو ڈر گئی نا جیسے۔بات نہیں کروں گی میں آپ سے اگر کچھ الٹا سیدھا سوچا بھی تو" مریم نے ناک سے مکھی اڑاتے کہا تو ہنستے انتہائی محبت و عقیدت سے اسکے کندھے پر لب رکھ گیا۔یہ مان اسی کا بخشا تھا جو وہ اسے یوں اتنے آرام سے

دھمکی بھی لگا جاتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی سامنے کھڑا دنیا کے سامنے اکڑ کر چلنے والا مرد اسکے سامنے موم کا پتلا ہے۔جبکہ اسکی کھلے عام لاؤنج میں اتنی بے باکی پر مریم کا چہرہ پل میں قندھاری ہوا۔"س۔۔سا۔۔ئیں" مریم نے بھاری ہوتی سانسوں سے اسے پکارا۔شہریار کی زرا سی نزدیکی اسے کپکپانے پر مجبور کر دیتی تھی۔"حکم سائیں کی جان اس نے نرم نگاہوں سے اسے دیکھتے جواب دیا اور جھکتے نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چھوا تو مریم کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔بولو پٹھانی شہریار نے سیدھے ہوتے دوبارہ پوچھا۔"و۔۔وہ۔۔نیند۔۔آرہی ہے۔۔صب۔۔ صبح۔۔یونی۔۔جانا ہے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھامتے اوپر کی جانب بڑھنے لگا۔"سائیں انکل کو تو بتا دیں کہ میں باہر آگئی ہوں" اوپر آتے مریم نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"انکل اوپر سٹڈی میں ہی بیٹھے ہیں۔میں کہہ دیتا ہوں۔تم روم میں جاؤ" شہریار نے نرمی سے اسکا ہاتھ دباتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا

گئی۔ ”جلدی۔۔آئیے گا“ مریم نے مدھم آواز میں کہا اور آگے بڑھنے لگی پر اس سے پہلے ہی وہ اسکا ہاتھ تھامتے اسے کھینچتے اپنے قریب کرگیا۔ ”ایسے کہو گی تو میں جاؤں گا ہی نہیں“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”سٹڈی روم تک جارہے ہیں آپ بس“ مریم نے کہا تو وہ ہنسا۔ ”تم کیا جانو میری معصوم پٹھانی۔ تمھارے بغیر ایک لمحہ گزارنا بھی شہریار ملک کیلئے سوہانِ روح ہے“ شہریار نے اسکی گال پر نرمی سے ہونٹ رکھتے کہا تو اسکے گال گلابی ہوئے۔ وہ مسکرائی اور اس سے ہاتھ چھڑاتے فوراً کمرے کی طرف چلی گئی۔ ”تا زہ خپل بندي کړی یم. اوس که ته له ما سره دومره مینه لرې، زه به ددې غریب روح سره مې شم.(آپ نے مجھے اپنا اسیر بنالیا ہے۔ اب اگر اتنی محبت کریں گے تو یہ غریب جان سے جائے گی۔)“ مریم نے کمرے کے دروازے میں کھڑے ہوتے کہا تو وہ مسکرایا۔ بات اسے بے شک سمجھ نہیں آئی تھی پر مریم کے گالوں کی سرخی اسے خاصی دلچسپ لگی تھی۔ ”اب اسکا مطلب“ شہریار نے

آئی برو اچکاتے پوچھا تو وہ مسکراہٹ دبا گئی۔ ”آپ ایک نمبر کے فلرٹ ہیں“ مریم کھلکھلا کر کہتے اندر بھاگی تو شہریار مسکراتے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا۔ ”جان لے کر ہی مانو گی پٹھانی“ اس نے مسکراتے زیرِ لب کہا اور سٹڈی کی طرف بڑھا تاکہ عالمگیر خان کو انکے روم میں بھیج سکے۔پھر اسے اپنی پٹھانی کے پاس بھی روم میں جانا تھا۔آخر کو حکمِ یار تھا کہ جلدی آنا، تو بھلا عاشق کیسے رد کر سکتا تھا۔

”اسلام علیکم آنی“ اسد نے قصرِ راجپوت میں داخل ہوتے کہا جہاں اس وقت سب ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔و علیکم اسلام اسد اسکی آواز پر سب نے مڑتے اسے دیکھا جو ڈارک بلیو جینز اور بلیک شرٹ پہنے اس وقت بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔اسے دیکھ سب نے اسکے سلام کا جواب دیا جبکہ صبح صبح اسے سامنے دیکھتے عائشہ کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ ”اسد خیریت

آج صبح صبح" فردوس بیگم نے کھڑے ہوتے اسے گلے لگایا۔"جی آنی جان بس انکل سے ایک کام تھا۔ورنہ صبح صبح میں اتنا پاگل تھوڑی ہوں جو آپ سب کو تنگ کرنے آجاؤں" اسد نے شرارت سے کہتے سب کو ہنسنے پر مجبور کیا۔وہ خود بھی مسکرایا اور جاتے عائشہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ ضرار عائشہ کے دوسری طرف بیٹھا تھا۔"اچھا بس لاڈلے۔یہ بتاؤ کیا کام ہے ڈیڈ سے" ضرار نے کھانے سے ہاتھ کھینچتے اسکی طرف مڑتے پوچھا جو چور نظروں سے عائشہ کو دیکھ رہا تھا۔"بھائی کام انکل سے ہے بزنس سے متعلق اور جو ہے وہ آپکو سمجھ نہیں آنی کیوں انکل" اسد نے اسے دیکھتے شرارت کی تو ضرار نے دانت پیسے جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔"تم مجھے اکیلے میں ملو زرا چھوٹے" ضرار نے اسے گھورتے کہا۔"بھائی میں شادی شدہ ہوں۔میری عزت لوٹنے کا سوچیے گا بھی مت" اسد نے مدھم آواز میں کہا تو جہاں ضرار نے اسے گھورا تھا وہیں عائشہ نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔"اسد کیا کام ہے

بچے" دراب صاحب کی آواز پر وہ سیدھا ہوا۔"جی انکل وہ کام دراصل یہ ہے کہ میری ایک میٹنگ ہے کچھ دنوں اور میری جو گرافک ڈیزائننگ ڈیپارٹمنٹ کی ہیڈ ہے اور باقی تقریباً تمام عملہ ہی نیا ہے تو انھیں گائیڈ کرنے کے لیے مجھے کسی کی ضرورت ہے۔اب میرے گرافکس ڈیپارٹمنٹ کی ہیڈ آنہیں رہی کچھ پرسنل ایشوز کی وجہ سے۔تو کیا آپ اپنے آفس سے ایک گرافکس ڈیزائنر بھیج دیں گے صرف کچھ دن کیلئے" اسد نے انھیں دیکھتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔"ہاں کیوں نہیں بچے۔میں تمھیں لسٹ دے دوں گا تم دیکھ لینا پھر جس کو تم مناسب سمجھو گے اسے میں بھیج دوں گا" دراب صاحب نے کہا تو اس نے معصوم شکل بناتے ہاں میں سرہلایا جبکہ ضرار تو دل میں اسکے ناٹک پر عش عش کررہا تھا۔وہ گرافکس ڈیزائنر کے نام سے ہی سمجھ گیا تھا کہ اس کے دماغ میں کیا کھچڑی پک رہی ہے۔"انکل ڈیسائڈ تو میں کرلوں لیکن کیا وہ اگلا انسان مانے گا۔خود سوچیں وہ غیر ہیں بھلا کیسے میرے لیے اپنی کمپنی چھوڑ کر

آئے گا۔کاش میرا کوئی اپنا گرافکس ڈیزائنر ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا" اسد نے منہ بناتے مظلومیت کی ساری حدیں پار کرتے کہا تو دراب صاحب سمیت باقی سب مسکرائے جبکہ ضرار تو اسکی ایکٹنگ پر غش کھانے والا ہوا تھا۔"کیا ایکٹنگ کررہا تھا اسد ملک یقیناً اگر کوئی ڈائریکٹر دیکھ لیتا تو اسے پہلے ہاتھ فلم میں لیتا پھپھو کے رول کے لیے" ضرار نے کڑھتے سوچا۔"ارے تو اگر اپنا ہی چاہیے تو اپنی عائشہ بھی گرافکس ڈیزائنر ہی ہے۔تم کچھ دن اسے اپنے ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ بنالو" دراب صاحب نے کہا تو اسد کا دل کیا کہ ڈانس کرنے لگ جائے۔یہی تو وہ چاہتا تھا۔"اوہ ہاں عائشہ بھی گرافکس ڈیزائنر ہے لیکن کیا عائشہ راضی ہوگی" اسد نے معصوم شکل بناتے پوچھا تو اب کی بار عائشہ بھی اسکے ڈرامے پر بے ہوش ہونے کے درپر تھی۔"ہاں بیٹا۔عائشہ بچے آپکو کوئی اعتراض تو نہیں" دراب صاحب نے عائشہ کو دیکھا تو اس نے اسد کو دیکھا جو ٹیبل کے نیچے سے اسکا ہاتھ تھام چکا تھا۔"جی۔۔بڑے بابا۔۔ٹھیک

ہے۔جیسا آپ چاہیں" عائشہ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی تگ و دو کرتے دراب صاحب کو جواب دیا تو وہ مسکرائے جبکہ اسد کا تو دل خوشی سے جھوم رہا تھا۔"بھابھی میں نہیں چاہتی عائشہ اپنے بابا کے آفس کے علاوہ کہیں کام کرے"تنزیل بیگم جو تب سے خاموش تھی اب عائشہ کو مانتے دیکھ بولیں۔وہ دراب صاحب سے بات نہیں کرتی تھیں لیکن فردوس بیگم کو اپنی بات کہہ دیتی تھیں۔"تنزیل بچے۔عائشہ کسی غیر جگہ نہیں جارہی۔وہاں بھی اپنے ہی ہیں اور اسد عائشہ کا بھرپور خیال رکھے گا" جواب دراب صاحب نے دیا تھا جس پر ابھی وہ کوئی جواب دیتی کہ عائشہ بول پڑی۔"ماما ! میں اپنا خیال رکھوں گی" عائشہ نے انھیں دیکھتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔عائشہ جانتی تھی وہ بس اتنا ہی سننا چاہتی ہیں۔"ٹھیک ہے لیکن اپنا خیال رکھنا میری جان" تنزیل بیگم نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"جی ماما بس آپ پریشان نا ہوں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔انکے مسکرانے پر سب نے

سکون کا سانس لیا۔ ”عائشہ ناشتہ کرلو پھر آج سے جوائن کرلو۔ اگر کوئی مسئلہ نا ہو تو“ اسد نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی اچھا“ اس نے مدھم آواز میں کہا اور جوس کا گلاس اٹھاتے لبوں سے لگا گئی۔ جبکہ وہ ابھی تک اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کررہی تھی پر اسد بھی ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ تھا تبھی مسکراہٹ دباتے اسکے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کر گیا جس پر عائشہ نے اب کی بار کوشش ترک کردی۔

”تم اب تک یہاں کیا کررہی ہو۔ گئی نہیں“ پروین بیگم نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے نخوست سے مہرماہ کو دیکھتے پوچھا۔ ”وہ ماما ابھی پروفیسر نہیں آئے“ مہرماہ نے انگلیاں چٹخاتے کہا۔ ”تو یہاں کیوں آئی ہو۔ بی بی تمھارا باپ کل رات سوات چلا گیا تھا یاد ہے نا“ پروین بیگم نے زہر خند لہجے میں کہا۔ ”جی ماما یاد ہے۔ وہ دراصل میں کچھ پوچھنے آئی تھی اور کچھ بتانا بھی تھا“ مہرماہ نے

نظریں جھکاتے کہا۔جو بھی ہو وہ اس کی بڑی تھیں۔انھیں ہر چیز سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔"بولو جلدی" پروین بیگم نے بیزاری سے کہا۔"وہ ماما کیا آپکو بابا کی کال آئی ہے کل سے میں بابا کو کال کر رہی ہوں پر بابا کال نہیں اٹھا رہے۔انکا نمبر بند جارہا ہے۔کیا آپکی ان سے بات ہوئی ہے۔میری بس ایک بار بات ہوئی تھی فجر کے وقت انھوں نے بولا تھا راستے میں لینڈ سلائیڈنگ ہوئی ہے تو وہ سات آٹھ بجے تک پہنچیں گے اور اب سات تو بج گئے ہیں پر بابا کی کال نہیں آئی اور فون بھی ہنوز بند ہے۔کیا آپکی بابا سے بات ہوئی ہے" مہرماہ نے پریشانی سے پوچھا۔"نہیں میری بات نہیں ہوئی خلیل سے۔اب جاؤ" پروین بیگم نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔"جی اچھا۔وہ ماما مجھے کچھ بتانا بھی تھا" مہرماہ نے جلدی سے کہا۔"بولو میرے پاس تمھاری فضول باتیں سننے کا وقت نہیں ہے" پروین بیگم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔"آج میری یونی میں سپورٹس ڈے ہے تو مجھے شام ہو جائے گی واپسی پر۔میں نے بابا

کو بتا دیا تھا پر آپکو بھی بتا رہی ہوں" مہرماہ نے کہا تو پروین بیگم نے سر جھٹکا۔"تو میں کیا کروں جاؤ۔میری طرف سے گھر ہی نا آؤ۔جان چھوڑو دفع ہو" پروین بیگم کہتے اپنے کمرے میں چلی گئی۔"اللہ جی میں شکوہ نہیں کر رہی پر میری ماما کو اتنی جلدی نہیں بلانا چاہیئے تھا آپکو" مہرماہ نے دل میں کہا۔اس کے پیپرز کل ہی ختم ہوئے تھے اور یونی والوں نے اگلے دن ہی انکا سپورٹس ڈے رکھ دیا تھا جس کے بارے میں خلیل صاحب جانتے تھے پر اس دیر لگنی تھی تبھی اس نے پروین بیگم کو بھی بتا دیا کیونکہ جو بھی ہو وہ گھر کی بڑی ہیں پر اگر انھیں ہی انٹرسٹ نہیں تو وہ بھی زیادہ نہیں بولے گی۔اس نے سوچا اور جاتے صوفے پر بیٹھ گئی۔اسے ضرار کی کال ابھی کچھ دیر پہلے آئی تھی جو کہ راستے میں تھا۔اس نے اپنا فون نکالا اور دوبارہ خلیل صاحب کو کال ملائی لیکن انکا نمبر ہنوز بند جا رہا تھا جس پر اسکی پریشانی میں اب اضافہ ہو رہا تھا۔ابھی وہ دوبارہ انھیں کال ملاتی کہ اس سے پہلے ہی اسکا موبائل رنگ ہوا جس پر ضرار کی

کال آرہی تھی۔ ”جی پروفیسر“ مہرماہ نے کال اٹھاتے پوچھا۔ماہ میں باہر کھڑا ہوں۔ ”آجاؤ“ ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے "جی" کہتے کال کاٹی اور خود پر شال اوڑھتے اپنی چیزیں پکڑتے باہر بڑھ گئی۔ ”اسلام علیکم پروفیسر“ مہرماہ نے باہر جاتے اسے سلام کیا جو ہمیشہ کی طرح اپنی مرسیڈیز سے ٹیک لگائے کھڑا اسکا انتظار کررہا تھا۔ ”وعلیکم السلام ماہ“ ضرار نے جواب دیتے اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ اندر بیٹھ گئی۔ ”کیا ہوا ماہ۔پریشان لگ رہی ہو سب ٹھیک ہے نا“ ضرار نے اسے اندر بیٹھتے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”پروفیسر بابا کا فون پچھلے تین چار گھنٹوں سے بند جارہا ہے۔میری لاسٹ ٹائم بابا سے فجر کے وقت بات ہوئی تھی پر اسکے بعد سے بابا کا فون بند ہے تو بس وہی فکر ستا رہی ہے“ مہرماہ نے کہا تو وہ پریشان ہوا۔ ”کیا مطلب انکل نے اب تک کوئی رابطہ نہیں کیا“ ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”جی اور میں نے ماما سے بھی پوچھا تھا پر وہ بھی یہی کہہ رہی ہیں کہ ان کی بات بھی نہیں ہوئی“ مہرماہ

نے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا جو بس رو دینے کو تھی۔ ”شش رونا نہیں ہے ماہ۔ انکل کا موبائل ڈیڈ ہوگیا ہوگا۔ آجائے گی کال بچے“ ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی لیکن مجھے فکر ہورہی ہے“ مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکے دوپٹہ سے ڈھکے سر پر ہاتھ رکھتے نرمی سے سہلایا۔ ”ایسے پریشان نہیں ہوتے۔ دعا کرو انشاء اللہ انکل ٹھیک ہونگے“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا یہ بتاؤ اس بیگ میں کیا ہے“ ضرار نے اسکے ہاتھ میں بیگ دیکھتے پوچھا۔ وہ اس وقت اسکا دھیان بٹانا چاہتا تھا۔ ”وہ بریانی ہے۔ میں نے صبح بنائی تھی مریم کے لیے۔ اسے پسند ہے نا“ مہرماہ نے کہا تو ضرار مسکرایا۔ ”اور میرا حصہ“ ضرار نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔ ”آپکے لیے بھی لائی ہوں“ مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ خوشگواری و حیرت کے ملے جلے تاثر سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے تو بس ایسے ہی کہا تھا پر وہ سچ میں اسکے لیے لائی تھی۔ ”سچی“ ضرار نے پوچھا تو اس نے مسکراتے

ہاں میں سر ہلایا۔ اسے ضرار کا انداز معصوم لگا تھا۔ "شکریہ جناب۔ ویسے یہ بتاؤ بریانی بنائی کب تھی" ضرار نے تجسس سے پوچھا۔ "صبح فجر کی نماز پڑھنے کے بعد بریانی بنانی شروع کردی تھی تو چھ بجے تک بن گئی تھی پھر اسے باکس میں ڈال کر نہائی اور آپکا ویٹ کرنے لگی" مہرماہ نے کہا تو وہ امپریس ہونے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ "واہ مطلب میری ماہ خاصی محنتی واقع ہوئی ہے" ضرار نے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "ویسے ماہ تمھیں کیا کیا بنانا آتا ہے" ضرار نے ایک نظر اسے دیکھتے پوچھا۔ "مجھے سب کچھ بنانا آتا ہے۔ پاکستانی کھانوں کے ساتھ ساتھ میں چائینز بھی بنا لیتی ہوں۔ بابا نے مجھے سب کچھ سکھایا ہے" مہرماہ نے فخر سے بتایا تو وہ مسکرایا۔ "انکل نے سکھایا ہے۔ انکل کو کوکنگ آتی ہے" ضرار نے جیسے کنفرم کیا۔ "جی بابا کو کوکنگ آتی ہے۔ آپکو پتا ہے میری ماما بتاتی تھیں کہ جب سے ان کی بابا سے شادی ہوئی تھی اس دن سے ایک دن ایسا نہیں تھا جس دن بابا نے ماما کیلئے اپنے ہاتھوں سے

ڈنر نا بنایا ہو۔ ماما بتاتی تھیں کہ کوئی ایسی ڈش نہیں جو بابا نے ماما کو نا کھلائی ہو نمکین، مصالحے دار، میٹھی اور یہاں تک کہ جلی ہوئی بھی۔ اور اب بھی بابا زیادہ تر میرے لیے ڈنر بناتے ہیں" مہرماہ نے مسکراتے کہا تو وہ بھی مسکرایا۔ "تمھارے بابا تو آئیڈیل مرد ہیں جن کی ہر لڑکی خواہش کرے۔ یقیناً تم بھی انکے جیسا ہی ہمسفر چاہتی ہوگی" ضرار نے پوچھا تو اس کی مسکراہٹ سمٹی۔ اس نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو ڈرائیونگ کر رہا تھا اور اسے دیکھتے اگلے ہی پل دوبارہ خوبصورت مسکراہٹ نے اسکے ہونٹوں پر احاطہ کیا۔ "جی مجھے بابا کے جیسے ہی لائف پارٹنر چاہیئے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ویسے لائف پارٹنر میرے جیسا ہو تو چلے گا" ضرار نے دھڑکتے دل سے پوچھا تو مہرماہ کا دل شدت سے دھڑکا۔ "ج۔۔جی" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا اور اپنی گاڑی یونی کے پارکنگ ایریا میں روکی۔ "شام میں جب بھی فری ہوگی مجھے کال کر دینا۔ اگر میرا نمبر نا ملے تو سٹاف روم میں آجانا" ضرار نے گاڑی کا

دروازہ کھولتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے گاڑی سے باہر نکلی۔ "جی ٹھیک ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "یہ آپکے لیے" مہرماہ نے بیگ میں سے ایک باکس نکالتے ہاتھ میں پکڑا اور بیگ اس کی طرف بڑھاتے کہا جسے وہ بخوشی تھام گیا۔ "شکریہ جناب" ضرار نے مسکرا کر کہا تو وہ مسکراتے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ "افف ماہ۔مجھے شدت سے انکل کی واپسی کا انتظار ہے۔میں اب مزید تم سے دور نہیں رہ سکتا۔بہت جلد میں تمھیں وہ بات بتا دوں گا" ضرار نے اسکی پشت کو دیکھتے کہا اور مسکرایا۔جبکہ اسکی حرکت دور کھڑی سائرہ کی آنکھوں میں مرچیں چبھنے کا باعث بنی تھی۔ "تم دونوں کو میں نہیں چھوڑوں گی۔خاص کر اس مہرماہ کو" سائرہ نے نفرت سے کہا اور شیطانی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے اندر کی جانب بڑھ گئی۔آج اس نے ان دونوں کے خلاف ایک پلین بنایا تھا جس سے مہرماہ اور ضرار نے یا تو قریب آنا تھا یا دور ہوجانا تھا۔

"یہ آپکا آفس ہے" عائشہ نے سامنے موجود عالیشان عمارت کو دیکھتے کہا۔ "جی میری جان یہ ہمارا آفس ہے۔ اندر چلیں" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی اور ہاں میں سر ہلا گئی۔ اسد اسکے ماننے پر مسکرایا اور اسکا ہاتھ تھامتے اندر کی طرف بڑھنے لگا۔ "اسد" اینٹرنس پر پہنچتے عائشہ نے اپنے قدم روکتے اسے پکارا۔ "جی شہزادی" اسد نے اسے دیکھا جو کنفیوز سی لگ رہی تھی۔ "وہ اسد میرا ہاتھ۔۔وہ بھائی نے کہا تھا۔۔کہ ابھی کسی کو نہیں۔۔بتانا ہمارے۔۔نکاح کا" عائشہ نے کہا تو وہ اسکی بات سمجھتے ناچاہتے ہوئے بھی اسکا ہاتھ چھوڑ گیا۔ "ہمم۔چلو" اسد نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ چل پڑی۔ ان دونوں کے اندر داخل ہوتے ہی سب انھیں سلام کرنے لگے جبکہ اسد جیسے خوبرو مرد کے ساتھ عائشہ کو دیکھتے اسکے آفس کی کتنی ہی لڑکیاں جل کر راکھ ہوئی تھیں۔ اسد ان سب کی نظروں کو اگنور کرتے عائشہ کے ساتھ سیدھا لفٹ میں داخل ہوا اور ساتویں منزل کا بٹن پریس کر

گیا۔ ”اسد“ لفٹ بند ہوتے ہی عائشہ نے اسے پکارا۔ ”جی شہزادی“ اسد نے اسکی آواز پر چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ ”آپ مجھ سے ناراض ہوگئے ہیں“ عائشہ نے پوچھا تو وہ حیران ہوا۔ ”میں تم سے ناراض ہوسکتا ہوں کیا شہزادی۔ تم میرا لاڈلہ عشق ہو عائشہ۔ جس دن سے تم میرے نکاح میں آئی ہو میرے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے۔ میں تم سے ناراض ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تمھیں ایسا کیوں لگا“ اسد نے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے پوچھا۔ ”وہ میں نے۔۔ آپ کو ہاتھ چھوڑنے۔۔ کا کہا تھا نا تو۔۔ مجھے لگا“ عائشہ نے کہتے بات ادھوری چھوڑی تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی کمر کے گرد حصار باندھتے اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔ ”تو تمھیں لگا میں تم سے ناراض ہوگیا ہوں“ اسد نے اسکے بال سہلاتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اسد ملک خود سے ناراض ہوسکتا ہے پر اپنی شہزادی سے کبھی ناراض نہیں ہوسکتا کیونکہ میری شہزادی میری کل کائنات ہے تو بھلا اپنی کل کائنات سے کون کافر

ناراض ہو سکتا ہے" اسد نے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ ایسی باتیں کرتے مجھے مغرور بنا دیں گے" اسد عائشہ نے آنکھیں جھکاتے اسکی شرٹ کے بٹنز پر نگاہیں گاڑھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تم میرا اکلوتا و لاڈلہ عشق ہو شہزادی۔ تمھارا مغرور ہونا بنتا ہے" اسد نے نرمی سے اسکا سر چومتے کہا تو وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ "اب ایسے کرو گی تو سب جان جائیں گے کہ تم میں اسد ملک کی جان ہے" اسد نے اسکے کان میں سرگوشی کی تو وہ سرخ پڑتے پیچھے ہوئی جس پر وہ ہنس پڑا عین اسی پل لفٹ کھلی تو اسد اسکا ہاتھ تھامتے باہر نکلا۔ "اسد" عائشہ نے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی وہ بول پڑا۔ "شہزادی یہاں کوئی نہیں۔ اس فلور پر بس میرا آفس ہے اور میرے پی اے کا لیکن وہ کافی فاصلے پر ہے" اسد نے کہا تو وہ پر سکون ہوتے اسکے ساتھ اسکے آفس میں داخل ہوئی۔ آفس میں داخل ہوتے ہی اسکے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "اسد یہ میرے لیے ہیں نا" عائشہ نے

سامنے ٹیبل پر رکھے سبز گلابوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ ”جی میرا بچہ یہ تمھارے لیے ہیں“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی اور گلاب تھامنے چاہے پر اس سے پہلے ہی اسد اس کا ہاتھ تھامتے اسے روک چکا تھا جس پر عائشہ نے ماتھے پر نا سمجھی کے بل ڈالتے اسے دیکھا۔ ”میں پکڑاتا ہوں شہزادی“ اسکے ماتھے کے بلوں کو اسد نے لبوں سے درست کرتے کہا۔ ”جج۔۔جی“ اس؛کی حرکت پر عائشہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا جسے دیکھ اسد ہنسا اور ٹیبل سے گلاب اٹھاتے اسے پکڑائے۔ ”شکریہ اسد“ اس نے ہمیشہ کی طرح گلابوں کی مہک کو سانسوں میں اتارتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”شکریہ مت کہا کرو شہزادی۔ تمھارے منہ سے یہ لفظ اچھا نہیں لگتا“ اسد نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے چوما تو وہ شرم سے نگاہیں جھکا گئی۔ ”گرافکس ڈیپارٹمنٹ کہاں ہے اسد“ عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”کیوں“ اسد نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔ ”آپ مجھے اسی سلسلے میں لائے ہیں نا" عائشہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”پھر“ عائشہ نے

اسے حیرت سے دیکھا۔ ”میں تمھیں کام کرانے نہیں لایا میری جان۔ میں بس چاہتا تھا کہ تم میری نگاہوں کے سامنے رہو تبھی ایک چھوٹا سا ناٹک کیا“ اسد نے کہا تو عائشہ منہ کھولتے اسے دیکھنے لگی۔ ”اسکا مطلب آپ نے جھوٹ بولا“ عائشہ نے کہا تو وہ چہرہ جھکاتے مسکرایا۔ ”دیدارِ یار کیلئے عاشق اکثر جھوٹ بولا کرتے ہیں شہزادی“ اسد نے دلکشی سے کہا تو عائشہ کی پلکیں لرزی جبکہ گال الگ گلابی ہوئے تھے۔ جسے دیکھ اسد کے ذہن میں ایک شعر آیا تھا جسے اگلے ہی پل اسکے لبوں نے ادا کیا تھا۔

تیرا دیدار ہو میسر اگر شب و روز

ہمیں باخدا

ہم جان لٹا کر بھی دید کی

پیاس کو بجھائیں

تو جو کہہ دے ہمیں تو بیٹھ

جائیں

تیرے قدموں میں ہم

تیرے عشق کے حصار میں

رہتے ہم تجھے پلکوں پر

بٹھائیں

تیرے چہرے کی سرخی

تیری پلکوں کا لرزنا

پہلے ہی جان لٹا چکے ہیں ان

پر ہم

اب کیا تیری قاتل اداؤں کے

مزید اسیر بن جائیں

اسد نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے شعر پڑھا تو عائشہ کا دل شدت سے دھڑکا۔ ”ا۔۔اسد بس۔۔کردیں۔۔پلیز۔۔مجھے۔۔شرم۔۔آرہی ہے“ عائشہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے کہا تو وہ ہنستے اسکا سر چوم گیا۔ ”اس شرم و حیا پر مرمٹنے کا دل کرتا ہے میرا۔شہزادی!“ اسد نے نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”تو۔۔اتنے دن۔۔میں آپکے۔۔آفس میں

کیا۔۔کروں گی" عائشہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"کرنا کیا ہے مجھ پر حکم چلانا۔میں سر جھکا کر حکم مانوں گا" اسد نے کہا تو وہ کھلکھلائی۔"اسد آپ مجھے بگاڑ رہے ہیں" عائشہ نے بچوں کی طرح کہا تو وہ ہنس پڑا۔"میری جان تمھیں بگاڑنا میرا فرض ہے اور میرے ہاتھوں لاڈ اٹھوانا تمھارا حق ہے شہزادی" اسد نے اسکی گال پر نرمی سے لب رکھتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔"جانتی ہو شہزادی۔مجھے تم سے عشق ہونے سے پہلے تمھاری ان چاندنی رات جیسی آنکھوں سے عشق ہوا تھا" اسد نے نرمی سے اسکی دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھے تو عائشہ کا دل دھڑکا۔"اچھا اب کام کرلیں۔ان باتوں سے آفس نہیں چلا کرتے۔بزنس ٹھپ ہوجائے گا" عائشہ نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"اوہ ہاں لیکن اگر بیوی اتنی پیاری ہو تو بزنس ٹھپ ہونے کا کوئی دکھ نہیں ہوگا" اسد نے بھی بھرپور شرارت سے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔جس پر اسد بھی مسکراتے اسکے ماتھے پر اپنا لمس چھوڑ گیا۔"آئی لو یو شہزادی" اس نے

نرمی سے اسے سینے سے لگایا جس پر وہ بھی مسکراتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"اسلام علیکم ماما۔آپ کیسی ہیں ثانیہ نے کال پر پروین بیگم سے پوچھا۔"ٹھیک ہوں تم کیسی ہوں اور کال کیوں کی۔کام پر نہیں گئی کیا" پروین بیگم نے بامشکل اپنا لہجہ میٹھا بناتے پوچھا۔"میں بھی ٹھیک ہوں۔وہ مجھے آپکو کچھ بتانا تھا۔اسی لیے کال کی اور آج کام سے آف ہے"ثانیہ نے اپنا سوٹ کیس پیک کرتے کہا۔"اچھا بتاؤ" پروین بیگم نے پوچھا۔"ماما میں شوٹ کیلئے گلگت جارہی ہوں۔یہاں اسلام آباد میں جتنا کام تھا ہوگیا اب گلگت جانا ہے اور وہاں سے شاید پھر واپس آکر اٹلی"ثانیہ نے کہا۔"اچھا کب جارہی ہو اور کب تک پہنچو گی" پروین بیگم نے پوچھا تو اس نے اپنے سامنے رکھے بیگ کو دیکھا۔"رات تک نکلوں گی ساری ٹیم کے ساتھ۔کل صبح تک پہنچ جائیں گے

کیونکہ آگے لینڈ سلائیڈنگ ہوئی ہے لیکن ڈائریکٹر نے کہا پھر بھی کہا ہے کہ آج ہی جانا ہے تو شاید کل صبح تک پہنچ جاؤں گی" ثانیہ نے اپنا بیگ بند کرتے کہا۔ "اچھا چلو ٹھیک ہے" پروین بیگم نے کہا تو اسے اچنبھا ہوا۔ وہ اتنی دور جارہی تھی کیا وہ ماں ہونے کے ناطے ایک دعا نہیں دے سکتی تھی۔ "ماما کیا مجھے خیر سے جانے کی دعا نہیں دیں گی" ثانیہ نے پوچھا تو پروین بیگم کے چہرے پر بیزاری پھیلی۔ "ہاں خیر سے جاؤ" پروین بیگم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ اسے کچھ اور بھی پوچھنا تھا پر سمجھ نہیں آرہی تھی کہ پوچھے یا نا۔ "ماما وہ" ثانیہ نے بات کا آغاز کیا لیکن الفاظ حلق میں کہیں پھنسے رہے۔ "کیا ہوا ثانیہ بولو پھر مجھے کام ہے" پروین بیگم نے کہا تو اس نے تھوک نگلتے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ "وہ پاپا کیسے ہیں اور مہرماہ بھی" ثانیہ نہیں جانتی تھی کہ آخر وہ ان دونوں کا کیوں پوچھ رہی تھی حتیٰ کہ وہ تو ان کی سگی بھی نہیں تھی پر یہاں آکر اسے زیادہ یاد ان دونوں کی اور شہریار کی آئی تھی پر شہریار کے بارے میں

پوچھنے کا اسے حق نا تھا۔وہ جانتی تھی شہریار شادی کرچکا ہے۔اس نے بس شہریار کو اسکی بارات والے دن کال کی تھی۔وہ بھی پروین بیگم کے کہنے پر ورنہ وہ اس سے کوئی رابطہ نا رکھتی۔"تمھیں کیوں فکر ہورہی ہے" پروین بیگم کی آواز میں اس بار ناگواری تھی۔"وہ بس۔۔ایسے ہی" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا۔ وہ جانتی تھی انھیں ان دونوں کی فکر نہیں کرنی چاہیئے پر اسکا دل ان دونوں کو یاد کرتے تڑپ رہا تھا کیوں؟بس یہی بات وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔"ایسے ہی بھی مت پوچھا کرو۔بھولو مت مہرماہ تمھاری سوتیلی بہن ہے اور خلیل تمھارا سوتیلا باپ" پروین بیگم نے کہا تو وہ لب بھینچ گئی۔اگر وہ سوتیلے باپ تھے تو اسے سگوں جیسا پیار کیوں کرتے تھے۔یہ بات وہ سمجھ نا سکی۔"جی اچھا ماما" اس نے اپنی ساری سوچوں کو جھٹکتے کہا۔"اچھا چلو ایک کال آرہی ہے میں سن لوں پھر تم سے بات ہوتی ہے" پروین بیگم نے کہا تو اس نے "جی" کہتے کال کاٹی اور موبائل سائیڈ پر رکھا۔ابھی اس نے موبائل رکھ ہی تھا جب

دروازہ نوک ہوا جس پر اس نے اپنے کپڑے درست کیے اور اٹھتے دروازہ کھولا۔ "بدر صاحب کیسے ہیں آپ" دروازہ کھولتے ہی سامنے پروڈکشن کمپنی کا اونر بدر قریشی کھڑا سر تا پیر اسکا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ پہلے بھی کافی بار بدر سے ملی تھی پر آج اسکی آنکھوں میں حوس تھی جسے دیکھ ثانیہ کو پہلی بار وحشت محسوس ہوئی۔ بدر کی آنکھیں ثانیہ کو اپنے وجود کے آر پار جاتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں ثانیہ۔ تم کیسی ہو۔ تم تو پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی ہو" بدر نے ہاتھ بڑھاتے اسکی گال کو چھونا چاہا پر وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔ "شکریہ بدر صاحب۔ آپ یہاں خیریت" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا لیکن اسکی مسکراہٹ آج عجیب تھی۔ کچھ تھا اس کی مسکراہٹ میں کچھ تھا جسے وہ دیکھ نا سکی۔ "ہاں بس بتانے آیا تھا کہ میں بھی ساتھ جا رہا ہوں تم لوگوں کے۔ تو سوچا ایک ملاقات تو بنتی ہے تم جیسی اپسرا سے" بدر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "یہ تو اچھی بات ہے۔ چلیں آپ جائیں میری ماما کی کال آئی ہے

میں ان سے بات کر لوں" ثانیہ نے کہا اور اسکا جواب سنے بغیر دروازہ بند کر گئی۔ "یا اللہ۔مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کچھ غلط ہونے والا ہے اور اس شخص کو دیکھ کر مجھے ڈر کیوں لگا" ثانیہ نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے کہا اور دروازے کو اچھے سے لاک کرتے نہانے چلی گئی۔ "ہیلو کون" دوسری طرف پروین بیگم ثانیہ سے بات کرنے کے بعد لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہی تھیں جب انکا فون رنگ ہوا جس پر ایک ان نون نمبر سے کال آرہی تھی۔ انھوں نے فون اٹھاتے کان سے لگایا اور دوسری طرف سے جو خبر انھیں ملی تھی وہ بے حد کربناک تھی پر پروین بیگم کے ہونٹوں پر دوسرے انسان کی بات سنتے مسکراہٹ بکھری تھی۔ "جی ٹھیک ہے" پروین بیگم نے کہا اور فون بند کرتے پاگلوں کی طرح قہقہہ لگایا۔ "تمھاری بے وفائی کی سزا تمھیں مل گئی" پروین بیگم نے ہنستے ہوئے کہا۔یقیناً اگر کوئی انھیں دیکھتا تو پاگل سمجھتا۔

"کیا ہوا" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا جو اپنے فون پر کسی کو کال ملا رہی تھی۔ "وہ پروفیسر کو کال کر رہی ہوں۔پتا نہیں کہاں ہیں۔ سٹاف روم میں بھی نہیں ہیں" مہرماہ نے مریم سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔ انھیں ابھی بیس منٹ پہلے ہی آف ہوا تھا اور تقریباً سب ہی جا چکے تھے۔ مریم کو بھی شہریار لینے آچکا تھا پر وہ مہرماہ کی وجہ سے کھڑی تھی۔ "مہر تم پروفیسر کو کال نا کرو۔ موسم دیکھو بارش ہو رہی ہے تبھی سگنل کا مسئلہ ہوا ہے۔ سائیں نے بھی باہر سے گارڈ کو انکل بھیجا تھا مجھے بلانے فون نہیں لگ رہا تم ایک کام کرو سٹاف روم میں چلو وہاں دوبارہ دیکھتے ہیں" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مہرماہ" ابھی وہ کچھ بولتی کہ سائرہ کی آواز نے ان دونوں کی توجہ کھینچی۔ "ہاں سائرہ" مہرماہ نے مڑتے اسے دیکھا۔ "وہ پروفیسر ضرار وہاں لائبریری کے ساتھ والی کلاس روم میں

ہیں۔پروفیسر کا کچھ سامان ہے وہاں اور پروفیسر تمھیں بلا رہے ہیں" سائرہ نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے اچنبھے سے اسے دیکھا جبکہ مریم اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی جو اسکی دوست سے باتیں کر رہی تھی۔"مہر پروفیسر یہی آجائیں گے تم نا جانا" مریم نے سائرہ کی بات پوری ہوتے ہی کہا تو مہر ماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔"لیکن پروفیسر نے کہا ہے انھیں ٹائم لگے گا اور دیکھو بارش ہو رہی ہے" سائرہ نے جلدی سے کہا۔اس نے اتنے دن سے اپنے پلین پر عمل کرنے کیلئے انتظار کیا تھا۔وہ آج کسی صورت ناکام نہیں ہو سکتی تھی۔اسے مہر ماہ کو کسی بھی طرح بدنام کرنا تھا۔اسکے دل میں نفرت کا ایک جہاں آباد تھا۔ضرار کی ساری توجہ مہر ماہ پر ہونا سائرہ کو حسد و جلن کی آگ سے بھر گیا تھا جسے آج وہ ٹھنڈا کرنا چاہتی تھی۔"اچھا سائرہ آپ جائیں۔میں چلی جاتی ہوں" مہر ماہ نے اسے کہا تو وہ مسکرائی اور ان سے دور ہوتے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔"مہر تم واقعی جاؤ گی۔کیا پتا وہ جھوٹ بول رہی ہو" مریم نے کہا

تو مہرماہ اسکی فکر پر مسکرائی۔ ”میری جان وہ جھوٹ کیوں بولے گی۔ اسکی مجھ سے کونسی کوئی دشمنی ہے جو وہ میرے ساتھ غلط بیانی کرے گی۔ بے فکر ہوجاؤ پروفیسر وہیں ہونگے میں جاتی ہوں انکے پاس“ مہرماہ نے اس کے گلے لگتے کہا تو مریم نے ہچکچاتے ہاں میں سرہلایا۔ ”چلو ٹھیک ہے آؤ پھر میں تمھارے ساتھ چلتی ہوں“ مریم نے اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ مسکراتے نفی میں سرہلا گئی۔ ”نہیں میمی تم پُرسکون ہو کر جاؤ۔ شہریار بھائی کافی دیر سے تمھارا انتظار کررہے ہیں۔ بھائی کا جلدی آنا بتا رہا ہے کہ بھائی نے تمھیں خاصا مس کیا ہے اور خود کو دیکھو مرجھایا پھول لگ رہی ہو۔ جاؤ میں چلی جاؤں گی۔ تم اپنے سائیں سے ملو“ مہرماہ نے شرارت سے کہا تو اس نے مدھم سا مسکراتے نفی میں سرہلایا۔ ”میمی جاؤ“ مہرماہ نے مصنوعی گھورا تو مریم نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاں میں سرہلایا۔ ”ٹھیک ہے لیکن گھر جاتے ہی مجھے میسج کردینا۔ ابھی تو ممکن نہیں ہوگا جو موسم کے حالات ہیں“ مریم نے بارش کی ہلکی پھوار کی

طرف اشارہ کرتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے میمی۔ اب جاؤ اور تم بھی میسج کر دینا مجھے۔ اپنے سائیں کے چکر میں بھول نا جانا“ مہرماہ نے کہا تو وہ اسے مصنوعی گھور گئی جس پر وہ ہنسی اور اوپر لائبریری کی جانب بھاگی۔ اسے جاتے دیکھ مریم مسکرائی اور باہر نکل گئی۔ ”پروفیسر“ دوسری طرف مہرماہ سائرہ کی بتائی ہوئی کلاس میں آئی اور ضرار کو پکارا جو کہ وہاں نہیں تھا۔ اس نے آتے ہوئے ایک بار سٹاف روم میں بھی دیکھا تھا کہ کہیں ضرار وہاں نا ہو پر اسے وہاں نا پاتے وہ سیدھی اسی کلاس میں آئی تھی لیکن ضرار یہاں بھی نہیں تھا۔ اسے اب ایسا لگ رہا تھا شاید اس نے اوپر آکر غلطی کر دی ہے کیونکہ وہاں اسکے علاوہ کوئی بھی تھا۔ خوف ایک دم ہی اسکی رگوں میں سرایت کرنے لگا جس پر اس نے واپس جانے کا سوچا پر ابھی وہ واپس باہر نکلتی کہ اچانک کمرے کی لائٹس بند ہوتے کسی نے اسے کلاس میں دھکا دیتے دروازہ بند کیا تھا۔ ”کون۔۔۔ہے۔۔پروفیسر“ مہرماہ نے ڈرتے پکارا پر کوئی

جواب نا آیا۔ صرف قدموں کی آواز تھی جو اسکی طرف بڑھ رہے تھے۔ "کک۔۔۔کو۔۔۔ن۔۔۔۔ہے" مہرماہ نے دوبارہ ڈرتے پوچھا اور عین اسی پل کلاس روم کی لائٹس اون ہوئی تھیں اور سامنے کھڑی ہستی کو دیکھ مہرماہ کی سانس اٹکی تھی کیونکہ سامنے ہی بلال اور اسکا ایک دوست کھڑا تھا۔ بلال اس سے کچھ قدم کے فاصلے پر تھا جبکہ اسکا دوست سوئچ بورڈ کے پاس کھڑا تھا۔ دونوں کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھیں سرتاپیر اسکا جائزہ لے رہی تھیں۔ بلال اور سائرہ دونوں ہی اس پلین میں برابر شریک تھے۔ سائرہ بلال کے ساتھ ہوئے پورے سانحے سے آگاہ تھی تبھی اس نے بلال کو اپنے پلین میں ملانے کا سوچا جس پر بلال مان بھی گیا تھا کیونکہ اسے بھی مہرماہ سے اپنی اس مار کا بدلہ لینا تھا۔ "کیسی ہو مہرماہ" بلال نے اسے دیکھتے پوچھا تو مہرماہ نے اسے دیکھا جسکا چہرہ زخموں سے بھرا تھا۔ اسے دیکھنے سے معلوم ہورہا تھا کہ اسے کسی نے بہت بُرے طرح سے مارا

ہے۔ ”آ۔۔پ۔۔یی۔۔یہاں۔۔کک۔۔کیا۔۔کر۔۔رہے۔۔ہیں“ مہرماہ نے کپکپاتے پوچھا۔ ”بے بی میں یہاں سے تم سے ان زخموں کا بدلہ لینے آیا ہوں“ بلال نے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ ”ب۔۔بدلہ“ مہرماہ تو اسکا بدلہ لفظ سنتے خوفزدہ ہوئی تھی۔ ”ہاں بے بی بدلہ۔یہ زخم دیکھ رہی ہو میرے چہرے پر۔جس دن تمھیں اپنی گرل فرینڈز بننے کا کہا کسی نے مجھے اغواہ کرتے بے حد پیٹا اور ساتھ دھمکی بھی دی کہ تم سے دور رہو۔پر وہ شخص شاید مجھے جانتا تھا بلال مظہر اپنا بدلہ نہیں بھولتا تو تمھاری وجہ سے مجھے یہ زخم لگے ہیں اب تم ہی ان زخموں کی قیمت ادا کروگی“ بلال نے کہا اور اسکی طرف قدم بڑھائے۔جبکہ اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ مہرماہ پیچھے کی جانب بڑھنے لگی اور بلال کا دوست ایک طرف کھڑا اپنا کیمرہ آن کرچکا تھا تاکہ بلال کی ساری کاروائی ریکارڈ کرسکے۔ ”د۔۔دور۔۔رہو۔۔مجھ۔۔سے“ مہرماہ جو پیچھے کی طرف بڑھ رہی تھی اسکی کمر اب دیوار سے ٹکرائی تو فوراً کہا۔ ”ہاہاہاہا دور ہی

رہنا ہوتا تو اتنے دن انتظار کیوں کرتا" بلال نے کہا اور اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا۔ "د۔۔دیکھو۔۔مجھ سے۔۔دور۔رہو۔۔ورنہ۔۔میں۔۔چلانے۔۔لگوں گی" مہرماہ نے خوف سے کانپتے کہا۔ "ہاہاہاہاہا اچھا چلو چلاؤ اور اونچی چلانا" بلال اور اسکے دوست نے قہقہہ لگایا جس پر مہرماہ مزید خوفزدہ ہوئی۔ "بچاؤ۔۔پروفیسر" مہرماہ نے اونچی آواز میں چلاتے اپنے محافظ کو پکارا تھا جبکہ وہ دونوں ہنستے اسے دیکھ رہے تھے۔ "ہاا کیا ہوا بے بی کوئی نہیں آیا چلو اب مجھے میرا کام کرنے دو" بلال نے کہا اور اسے چھونا چاہا پر مہرماہ میں نا جانے کہاں سے ہمت آگئی تھی جو اس نے اسے دھکا دیا اور دروازے کی طرف بھاگتے لاک کھولا پر ابھی وہ باہر نکلتی کہ بلال نے ہاتھ پکڑتے اسے واپس کھینچا۔ "نہیں۔۔چھوڑو مجھے" مہرماہ نے چلاتے اپنا آپ چھڑانا چاہا۔ "چپ ایک دم چپ" بلال نے دھاڑتے کہا تو وہ سہمی جس پر بلال نے ہاتھ بڑھاتے اس کی گال کو چھونا چاہا جسے دیکھ مہرماہ

پھر چلانے لگی۔ ”پروفیسر۔۔۔بچائیں۔۔مجھے۔۔کہاں۔۔ہیں

آپ۔۔پروفیسر۔۔اپنی۔۔ماہ کو۔۔بچائیں“ مہرماہ نے اسکا ہاتھ پکڑتے پیچھے کیا اور چلاتے ضرار کو پکارا۔اور عین اسی پل کلاس کا دروازہ ایک جھٹکے میں کھلا تھا اور سامنے اسکا محافظ ضرار راجپوت کھڑا بلال کو سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ضرار اپنے ایک کولیگ کی بات سن رہا تھا۔وہ گراؤنڈ میں ہی تھا۔اس نے مہرماہ کو مریم کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا تبھی اس نے اپنے کولیگ کی بات مکمل ہونے کا انتظار کیا تاکہ پھر وہ مہرماہ کے پاس جاسکے۔لیکن جیسے ہی وہ اس جگہ آیا جہاں مہرماہ اور مریم کھڑے تھے وہاں اسے نا پاتے وہ سیدھا سٹاف روم میں آیا تھا جہاں کوئی نہیں تھا۔اسے بھی یہاں نا دیکھتے وہ واپس جانے کو پلٹا جب اسے ایک مرد کی دھاڑ کے ساتھ مہرماہ کے چلانے کی آواز آئی کس پر وہ اس کلاس کی طرف بھاگا جہاں سے آواز آئی تھی۔لاک کھلا ہونے کی وجہ سے ضرار سیدھا کلاس کے اندر آیا تھا لیکن سامنے بلال کو مہرماہ کے اتنے نزدیک

دیکھ ضرار کی آنکھیں لہو چھلکانے کی حد تک سرخ ہوئی تھیں۔ "پروفیسر" اسے دیکھ مہرماہ چلائی تھی جس پر ضرار نے بلال سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا جو رونے کے سبب باقاعدہ لرز رہی تھی۔ اسکی چادر اسکے کندھوں پر تھی جبکہ بال سارے بکھر کر چہرے پر آئے تھے۔ مہرماہ کی حالت دیکھ ضرار نے بلال کو دیکھا اور ایک جست میں اس تک پہنچتے اسے مارنے لگا جبکہ بلال کا دوست تو ضرار کو دیکھتے ہی یہاں سے بھاگ گیا تھا۔ "سالے حرام۔۔زادے تیری جرات کیسی ہوئی میری ماہ کو چھونے کی۔ اسے ڈرانے کی۔ سالے تجھے ایک بار کی کہی سمجھ نہیں آتی بھونک کتے۔ کیوں چھوا میری ماہ کو تو نے" ضرار نے بلال کے منہ پر پے در پے مکے مارتے کہا جس پر بلال کے منہ کا نقشہ تقریباً بگڑ چکا تھا۔ بلال نے جیسے تیسے کرتے اس سے اپنا آپ چھڑایا اور اسے مہرماہ کی طرف دھکا دیتے باہر بھاگا۔ اس اچانک دھکے کیلئے ضرار تیار نا تھا تبھی مہرماہ سے ٹکرایا لیکن اس سے پہلے وہ دونوں گرتے ضرار نے خود کو سنبھالتے مہرماہ کی کمر

میں ہاتھ ڈالا اور دونوں کو گرنے سے بچایا۔ "ماہ میرا بچہ تم ٹھیک ہو" ضرار نے اسکی کمر سے ہاتھ ہٹائے بغیر اپنا دوسرا ہاتھ اسکی گال پر رکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے سے لگتے رونے لگی جس پر ضرار نے شدت سے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ "اس نے کچھ کہا تو نہیں نا بچے" ضرار نے اسکے بال سہلاتے پوچھا پر ابھی مہرماہ کوئی جواب دیتی کہ انھیں اپنے پیچھے سے دروازہ لگنے کی آواز آئی جس پر وہ دونوں بروقت پلٹے جہاں دروازہ بند تھا۔ "او شٹ" ضرار نے کہا اور مہرماہ سے دور ہوتے دروازے کو کھولنا چاہا پر وہ باہر سے لاک تھا۔یقیناً بلال جانے سے پہلے لاک کرگیا تھا۔ "پروفیسر کیا ہوا" مہرماہ نے اسکے پاس آتے پوچھا۔ "وہ حرام۔۔بلال باہر سے دروازے پر تالا لگا گیا ہے۔پر کچھ نہی ہوتا میں کوئی راستہ نکالتا ہوں اسے کھولنے کا۔بس تم نے رونا نہیں ہے" ضرار نے مڑتے اسے دیکھا جو پھر رونے والی ہوئی تھی۔ "پر۔۔کیسے نکلیں۔۔گے۔۔یہ والی۔۔کھڑکی تو جالی دار ہے۔۔اور جو جالی دار۔۔نہیں وہ

خاصی اونچی ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "پریشان نا ہو۔میں ہوں نا تمھارے پاس" ضرار نے اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ اسکے یوں ہاتھ تھامنے سے اسے لگا تھا جیسا اب سب ٹھیک ہے۔وہ ہے تو کچھ غلط کیسے ہوسکتا ہے۔ "شاباش۔میں کسی کو کال کرتا ہوں۔بس میرے بچے نے رونا نہیں ہے" ضرار نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ اس کا ہاتھ چھوڑے بغیر اپنی جیب سے موبائل نکالتے پیون کو کال ملانے لگا کیونکہ سب سے آخر میں وہی جاتا تھا۔ "شٹ" ضرار نے فون کان سے ہٹاتے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ "کیا ہوا پروفیسر" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "کچھ نہیں ہوا ماہ۔تمھارے پاس فون ہے" ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے اپنے بیگ سے فون نکالتے اسکی طرف بڑھایا۔ضرار نے اسکے فون کی سکرین کو جہاں بلکل کونے میں نو سگنل لکھا آرہا تھا۔اس نے مہرماہ کا ہاتھ چھوڑا اور اس جالی دار کھڑکی کے پاس گیا۔ "کوئی

ہے باہر۔وزیر تم ہو باہر" ضرار نے بلند آواز میں چلاتے ہیون کو پکارا پر باہر کوئی ہوتا تو جواب ملتا۔"ماہ بچے میری بات سنو۔ہم یہاں سے نکل جائیں گے پر کچھ ٹائم لگے گا ہمیں بارش رکنے کا انتظار کرنا پڑے گا" ضرار نے اسکے پاس آتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"کیا مطلب کتنا انتظار پروفیسر اور انتظار کیوں کرنا پڑے گا کسی کو کال کریں نا" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا۔"ماہ بچے ریلیکس۔میری بات سنو اوکے" ضرار نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکی فورسٹ گرین آنکھوں میں دیکھتے کہا تو وہ کچھ حد تک پُرسکون ہوتے ہاں میں سرہلا گئی۔"ابھی سگنل نہیں آرہے نا میرے موبائل میں اور نا تمھارے۔باہر اس وقت کوئی ہے نہیں اور اگر ہے بھی تو بارش کی آواز کی وجہ سے ہماری آواز نہیں جائے گی۔بس بارش رکنے تک کا انتظار کرنا پڑے گا پھر ہی کچھ ہوسکتا ہے" ضرار نے کہا تو اسکے چہرے پر ڈر نمایاں ہوا۔"پروفیسر ہم یہاں۔۔اکیلے" مہرماہ نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"اکیلے تو نہیں ہیں

ہم۔میں ہوں یہاں تمھارے پاس اور تم میرے پاس تو ہم اکیلے کیسے ہوئے"
ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"چلو آؤ وہاں بیٹھتے ہیں"
ضرار نے پیچھے کرسیوں کی طرف اشار کیا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ضرار اسکے
ماننے پر مسکرایا اور نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اسے ایک چیئر پر بٹھا گیا جبکہ خود
دوسری چئیر اسکے قریب کرتے اس پر بیٹھ گیا۔اس دوران اس نے ایک پل کو
بھی مہرماہ کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔"تم ٹھیک ہو" ضرار نے نرمی سے
پوچھا۔"جی پر مجھے ڈر لگ رہا ہے" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا۔"ڈر کیوں لگ رہا
ہے" ضرار نے اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو نرمی سے سہلاتے
پوچھا۔"ماما کیا سوچیں گی۔اگر زیادہ دیر ہو گئی تو" مہرماہ نے کہا تو وہ
مسکرایا۔"تو کچھ نہیں ہوگا۔میں ہوں نا ساتھ۔میں سب سنبھال لوں گا" ضرار
نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"پروفیسر اگر بارش ساری رات نا رکی تو کیا
ہم ساری رات یہاں ہی پھنسیں رہے گے۔سب کیا کہیں گے" مہرماہ نے

خوفزدہ ہوتے پوچھا جس پر ضرار کو بلال پر غصہ آیا۔یقیناً اب ضرار راجپوت اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔"بارش رک جائے گی کچھ دیر میں فکر نا کرو" ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور عین اسی وقت ساری لائٹس آف ہوئیں تھیں جس پر مہرماہ نے ڈرتے اسکے ہاتھوں پر پکڑ مضبوط کی تھی جبکہ ضرار سمجھ گیا تھا کہ اب پیون بھی جا چکا ہے۔"پ۔۔پرو۔۔فیسر" مہرماہ نے اسے پکارا تو اس نے جلدی سے اپنے موبائل کی ٹارچ اون کی۔"شش کچھ نہیں ہوا۔میں ہوں یہاں ماہ" ضرار نے نرمی سے کہا۔"ڈر۔۔لگ۔۔رہا۔۔ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار اسکے سر پر ہاتھ رکھتے نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔"ڈرتے نہیں ہیں بچے۔کچھ نہیں ہوا۔تم اکیلی تو نہیں ہو میں پاس ہوں نا۔شاباش مجھ پر دھیان دو بس" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ سکھ کی سانس بھرتے نرمی سے اسکے ہاتھ

سہلانے کے ساتھ اسکے بال سہلاتے اس سے باتیں کررہا تھا تاکہ اسکا دھیان اور کسی چیز کی طرف نا جائے۔

"یشی" ماہ دیر نے اسے پکارا جو بیڈ پر بیٹھی حوریہ کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی جو کہ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی سوئی تھی۔ "جی دِیر" یشائم نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا جو عشاء کی نماز پڑھتے فارغ ہوا تھا اور اب قرآن پاک ہاتھ میں پکڑے صوفے پر بیٹھا تھا۔ "یہاں آؤ" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔وہ ہاتھ میں قرآن پاک پکڑے اسے اپنے پاس بلا رہا تھا۔کیا وہ نہیں جانتا تھا اس کے خاص ایام شروع ہوئے ہیں۔ "دِیر" یشائم نے کچھ کہنا چاہا پر وہ نرمی سے اسکی بات کاٹ گیا۔ "متاعِ جاں یہاں آؤ۔کچھ نہیں ہوتا" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو وہ بیڈ سے کھڑے ہوتے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکے پاس آئی جس پر وہ مسکرایا۔ "یہاں بیٹھو میرے پاس" ماہ دیر نے کہا تو وہ

اسکے ساتھ بیٹھ گئی۔ "یہاں سر رکھ سکتی ہو تم؟" ماہ دیر نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ اس نے حکم نہی دیا تھا اس نے پوچھا تھا۔ میشائم نے بغیر کچھ کہے اپنا سر اسکے شانے پر رکھا جس پر وہ مسکرایا اور بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے قرآن پاک کھولتے سورۃ الرحمٰن نکالتے اونچی آواز میں تلاوت کرنے لگا۔ اسکی سحر انگیز آواز میں سورۃ الرحمٰن کی تلاوت سنتے میشائم کو اپنے پور پور میں سکون سرائیت کرتا محسوس ہورہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں موندیں اور تلاوت سننے لگی۔("تم یہاں کیا کررہی ہو" ارباز خان نے سترہ سالہ میشائم کو بالوں سے پکڑتے ایک جھٹکے میں کھڑا کرتے روبرو کیا جو بیڈ پر لیٹی تھی۔ "وہ۔۔میری

۔۔کمر۔۔میں۔۔درد۔۔ تھی تو" میشائم کی بات پوری ہونے سے پہلے ایک تھپڑ اسکے نازک گال کی زینت بنا تھا۔ "بکواس بند کرو۔ تم اس وقت ناپاک ہو اور ایسی حالت میں میرے بستر پر بیٹھ کر اسے بھی ناپاک کررہی ہو" ارباز خان

نے دھاڑتے اسکا منہ دبوچا تھا جس پر میشائم کی چیخ نکلی تھی۔ اس کے آج صبح ہی خاص ایام شروع ہوئے تھے جس وجہ سے آج اسے بے حد تکلیف تھی تبھی وہ سارے کام کرنے کے بعد اب اپنے کمرے میں آرام کرنے آئی تھی جہاں ارباز خان صرف تبھی آتا تھا جب اسے اپنی حوس مٹانی ہوتی تھی۔آج بھی اسکا ارادہ میشائم کے پہلو میں رات گزارنے کا تھا پر زرتاج کے منہ سے اسکی حالت کا سنتے اسکا پارہ چڑھا تھا تبھی اب وہ اس بات کا غصہ میشائم پر اتار رہا تھا۔ "ارباز۔۔پلیز۔۔چھوڑیں" میشائم نے گھٹی گھٹی آواز میں کہتے اسکا ہاتھ پکڑتے تھامنا چاہا تو اس نے ایک اور زناٹے دار تھپڑ اسکی نازک گال کی زینت بنایا تھا اور یہ تھپڑ اتنا شدید تھا کہ میشائم اوندھے منہ زمین پر گری تھی۔ "جتنے دن تم ناپاک ہو اتنے دن تم زمین پر سوگی اور خبردار کسی چیز کو ہاتھ لگا کر اسے ناپاک کیا جان نکال دوں گا میں تمھاری اور مجھ سے سو فٹ کے فاصلے پر رہنا بے حیا لڑکی" ارباز کہتے اسکی ٹانگ پر اپنے پاؤں سے ٹھوکر مارتے

باہر نکل گیا تھا جبکہ یشائم کی سسکیاں اس کمرے میں گونج رہی تھیں جو خود اس نازک جان پر ہوتا ظلم دیکھ رو رہا تھا۔) ماضی کو یاد کرتے یشائم کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے ماہ دیر کا کندھا بھیگو رہے تھے جسے ماہ دیر محسوس کر رہا تھا۔پر اس نے اپنی تلاوت نہیں روکی تھی۔ کچھ دیر مزید گزری تو ماہ دیر خاموش ہوا اور قرآن پاک بند کرتے اسے چومتے آنکھوں سے لگایا اور نرمی سے یشائم کو سیدھا کرتے قرآن پاک اسکی جگہ پر رکھنے چلا گیا۔یشائم کی نم نگاہیں اسی پر تھیں۔ایک یہ شخص تھا جو اسے اپنے سینے سے لگائے تلاوت سنا رہا تھا اور ایک وہ شخص تھا جو صرف اس کے چھونے پر اسے مارتا تھا۔وہ غلط نہیں تھی ماہ دیر سکندر اسکی اذیتوں کا صلہ تھا۔جبکہ قرآن پاک اپنی جگہ پر رکھتے ماہ دیر بیڈ کے پاس گیا اور حوریہ پر پھونک مارتے اسکے پاس آیا۔اس نے کچھ نہیں کہا بس اس پر جھکتے اس کے چہرے پر پھونک ماری اور اسکا ہاتھ تھامتے اسے کھڑا کرتے اپنے سینے سے لگا گیا۔ ”جو بھی یاد کر کے اپنی آنکھوں

پر ظلم ڈھایا ہے اسے بھول جاؤ۔وہ سب ماضی تھا۔حال میں جینا سیکھو
یشی۔اگر ماضی میں رہو گی تو آنکھیں کبھی خشک نہیں ہونگی" ماہ دیر نے نرمی
سے اسکے بال سہلاتے کہا تو یشائم اپنا چہرہ مزید اسکے سینے میں
چھپایا۔"آپکو۔مجھ ۔۔سے۔۔کراہیت۔۔نہیں۔۔ہو رہی" یشائم نے مدھم
آواز میں پوچھا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکا سر چوما۔"ہر گز
نہیں یشی۔تم میرے لیے سراپائے اقدس ہو بھلا تم سے کراہیت کیوں
محسوس کروں گا" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا۔"سب کرتے
تھے۔۔جب۔۔ان ایام ۔۔کا آغاز ہوتا۔۔تھا تب۔۔ سب مجھے۔۔ناپاک
کہتے تھے۔۔ اگر۔۔غلطی سے۔۔کسی کو میرا ہاتھ لگ۔۔جاتا تو مجھے تھپڑ۔۔
مارے جاتے تھے۔۔دِیر آپکی۔۔ یشی کو اس چیز کے۔۔۔لیے تھپڑ۔۔مارے
جاتے۔۔جس میں ۔۔میری کوئی غلطی۔۔نہیں تھی ۔۔آپکی۔۔یشی
کو۔۔درد۔۔ہوتی تھی دِیر۔۔پر کسی۔۔ترس۔۔ نہیں آتا تھا۔۔آپکی یشی پر"

میشائم نے اس کے سینے سے لگتے بُری طرح روتے کہا۔ ”دِیر کی جان۔ میری میشی کو اذیت پہنچانے والوں کو میں نے قبر میں نا پہنچایا تو میرا نام بھی ماہ دیر سکندر نہیں۔ بس روتے نہیں ہیں میری میشی تو بہادر ہے نا“ ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں۔۔ہوں۔۔میں بہادر۔۔دِیر۔۔میں تھک۔۔گئی ہوں۔۔ بہادر بن بن کر۔۔مجھے رونا۔۔ہے دِیر۔۔مجھے آپکو بتانا ہے۔۔کہ مجھے بھی درد ہوتی۔۔مجھے بھی۔۔ بھوک لگتی تھی۔۔جب۔۔جب مجھے کھانا۔۔ نہیں دیا جاتا تھا۔۔مجھے آپکو۔۔بتانا ہے۔۔جب مجھے۔۔ تکلیف دی۔۔جاتی۔۔ تھی مجھے۔۔آپکو سب بتانا ہے“ میشائم نے ہچکیاں بھرتے کہا تو ماہ دیر کا دل درد سے پھٹنے کے در پر تھا۔ ”جی میرا بچہ بتاؤ سب کچھ بتاؤ۔ میرے بچے کو کوئی ضرورت نہیں ہے بہادر بننے کی۔ کہاں درد ہوتی تھی میری میشی کو۔ میں قربان اپنی جان پر جسے بھوکا رکھتے تھے وہ ظالم۔ میں قربان میں اپنے قیمتی اثاثے پر جسے مجھے سب بتانا ہے۔ تمھارا دِیر سب سنے گا میشی بتاؤ

باخدا میشی تمھاری تکلیف کا سبب بننے والوں کی موت کا سبب بن جائے گا ماہ دیر سکندر تم بس مجھے بتاؤ کس کس نے درد دیا میری جان کے ٹکرے کو" ماہ دیر نے محبت و بے قراری سے کہا۔"سب نے۔۔دِیر۔۔سب نے۔۔کوئی۔۔ایسا۔۔نہیں۔۔تھا جس۔۔نے آپکی۔۔۔میشی کو۔۔تکلیف نا دی۔۔ہو" میشائم نے کہا تو اس نے اپنے سینے میں اٹھنے والے درد کو ضبط کرتے اسکا سر چوما۔"ایک بار صرف ایک بار انکا نام لو میشی۔ ان سب کی قبر نا کھودی تو کہنا" ماہ دیر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا۔

"ابھی۔۔نہیں۔۔بتانا۔۔ابھی بس۔۔رونا۔۔ہے

دِیر۔۔ابھی۔مجھے۔۔آپ کے۔۔حصار۔۔میں رہتے۔۔سب بھولنا ہے مجھے۔۔بس اتنا۔۔یاد۔۔رکھنا ہے۔۔کہ اب میرے بھی۔۔ایک ایسے محافظ ہیں۔۔جو۔۔اب کسی کو اپنی۔۔میشی۔۔کو تکلیف نہی۔۔پہنچانے دیں گے۔۔نا ہی اپنی میشی کو چھوڑیں گے۔۔نا ہی۔۔اسے ناپاک کہیں

گے۔۔اور ماریں گے بھی نہیں۔۔اور بس اپنی میشی کو پیار کریں گے" میشائم نے ہونٹ مڑورتے ہچکی بھرتے کہا تو ماہ دیر نے اسے شدت سے سینے میں بھینچا۔"جی میرا بچہ میں تم سے بہت پیار کروں گا۔تمھارا محافظ کسی کو اب اپنی میشی کو تکلیف نہیں پہنچانے دے گا۔ تمھیں ناپاک کہنے سے پہلے میں خود اپنی زبان کاٹ لوں گا۔تم پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے میں خود کی جان لے لوں گا متاعِ جان پر تم سے سخت لہجے میں بھی بات نہیں کروں گا۔تم میری زندگی کا سب سے خوب صورت حصہ ہی نہیں بلکہ تم ہی میری زندگی ہو میشی" ماہ دیر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اس کی دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھے تو میشائم نے ہچکی بھری۔"اب بس کردو میشی۔تمھارے آنسو میری جان نکال رہے ہیں" ماہ دیر نے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے کہا۔"آپ ۔۔مجھے۔۔کبھی۔۔چھوڑ۔۔کر۔۔نہیں جائیں۔۔گے۔۔نا دِیر۔۔ آپ۔۔اپنی میشی۔۔کو بے۔۔سہارا اور۔۔اپنی بیٹی کو۔۔یتیم نہیں کریں

گے نا" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ بغیر کچھ کہے جھکا اور نرمی سے اسکے ہونٹوں کو اپنے لبوں سے چھونے لگا۔ اسکی حرکت پر میشائم نے شرم سے سرخ پڑتے آنکھیں موندیں۔ کچھ دیر اسکی سانسوں کو فقل لگانے کے بعد وہ سیدھا ہوا اور اسکے ماتھے سے پھر ماتھا ٹکا گیا۔ "تم دونوں میری کل کائنات ہو میشی۔ اور اپنی کل کائنات کو انسان صرف مر کر چھوڑتا ہے اور باخدا میں بھی تم دونوں سے صرف تبھی دور جاؤں گا جب یہ روح جسم کا ساتھ چھوڑتے میرے وجود کو مر" ماہ دیر کی بات پوری ہونے سے پہلے میشائم اسکے منہ پر اپنی نازک ہتھیلی جماتے نفی اسکو مزید بولنے سے روک گئی۔ "تہ لہونی شوی پي. ولې غواړې چې زما ژوند په خپلو بې رحمه خبرو سره واخلي؟ زه له تا سره مینه لرم. ستا پرته د یوې شیبې لپاره هم ژوند کول زما لپاره د مرګ په څیر دي. مهرباني وکړئ داسې خبرې مه کوه. (پاگل ہوگئے ہیں آپ۔ کیوں میری جان لینا چاہتے ہیں اپنے ان بے رحم الفاظوں سے۔ محبت کرتی ہوں آپ سے۔ آپ کے بغیر ایک پل بھی

رہنا میرے لیے موت کے مترادف خدارا ایسا نا کہا کریں)" میشائم نے اسے اپنی شبنمی سرخ آنکھوں سے گھورتے ڈپٹنے والے انداز میں کہا تو وہ مسکرایا۔

"اسکا مطلب بھی بتادیں متاعِ جان" ماہ دیر نے اپنی پوروں سے اس کی پلکوں سے آنسو چنتے پیار سے پوچھا۔ وہ پشتو بولتے ہمیشہ اس کے دل کے تار چھیڑ جاتی تھی۔ وہ اپنی معصوم اداؤں سے دل کے ڈاکٹر کو دل کا مریض بنا رہی تھی۔ "نہیں بتاؤں گی" میشائم نے کہتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا تو وہ ہنسا۔ "غلط بات ہے یہ میشی" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ یہ شخص اسے چند لمحوں میں ہر پریشانی سے آزاد کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔ "کوئی بات نہیں۔ آپکو ویسے بھی میری غلط باتیں بھی صحیح ہی لگتی ہیں" میشائم نے لاڈ سے کہا تو وہ مسکراتے اس کا سر چوم گیا۔ "کوئی شک نہیں کیونکہ میری متاعِ جان نے کبھی کوئی بات غلط کی ہی نہیں" ماہ دیر نے کہا تو مسکرائی۔ "آئی لو یو میشی" ماہ دیر نے بے حد محبت سے اسکے کندھے پر لب رکھے تو میشائم نے گہری سانس

بھری۔ ”زہ ھم تاسرہ مینہ لرم.(مجھے بھی آپ سے بہت محبت ہے)“ میشائم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ ”یہ اظہارِ محبت جیسا لگا ہے“ ماہ دیر نے کہا تو اسکا چہرہ سرخ ہوا۔ ”جی نہیں میں نے بولا ہے کہ بہت بے شرم ہیں آپ“ میشائم نے جلدی سے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر اپنی ٹھوری ٹکاتے اسکے گرد اپنی باہوں کا حصار تنگ کر گیا۔

”ماہ بچے“ اٹھو ضرار نے اپنے کندھے پر سر رکھ کر سوئی مہر ماہ کو پکارا۔ کل رات ساری رات ہی وقفے وقفے سے باہر ہوتی رہی جس وجہ سے سگنل ٹھیک نہیں ہوئے تھے تبھی انھیں پوری رات اس بند کلاس روم میں صرف موبائل ٹارچ کے سہارے گزارنی پڑی۔ ضرار نے کل رات سے بارہا کالز کرنے کی کوشش کی تھی پر کال نہی مل رہی تھی اور اگر مل جاتی تو آواز ہی صحیح نا آتی نا جاتی تھی جس پر ضرار نے مہر ماہ کو بامشکل پُرسکون کیا تھا۔ اس نے رات کو

کئی بار دروازے کو جھٹکا دیتے کھولنا چاہا پر باہر تالا ہونے کی وجہ سے دروازہ نا کھلا جس پر بلآخر وہ دونوں ہی تھک ہار کر زمین پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھ گئے۔رات کو قریباً دو بجے مہرماہ کی آنکھ لگی تھی جس پر وہ ضرار کے کندھے پر سر رکھے سوگئی تھی جبکہ ضرار نے ساری رات جاگتے گزاری تھی۔وہ ساری رات بیٹھا اسے دیکھتا رہا جو حق سے اسکے کندھے پر سر رکھے سورہی تھی۔اب صبح کے چھ بج رہے تھے۔وہ جانتا تھاپیون اور سوپر اس وقت آجاتے ہیں تبھی اس نے مہرماہ کو اٹھایا جو اسکے ایک بار اٹھانے پر ہی آنکھیں کھول گئی۔

"جی پروفیسر" مہرماہ نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔"اٹھو کوئی نا کوئی آگیا ہوگا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اس کے کندھے سے سر اٹھاتے اپنی شال خود پر ٹھیک کی جبکہ ضرار کی نظریں مسلسل اس پر تھیں جو نیند سے جاگنے پر کسی معصوم بچے کی طرح لگ رہی تھی۔"بارش رک گئی ہے کیا" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔"ہاں بارش صبح چار بجے

کے بعد رکی تھی۔میں نے شہریار کو کال کی تھی پر اسکا نمبر نہی ملا۔اور پیون کو کال کی تو وہ شاید مردوں سے شرط لگا کر سویا تھا جو اس نے دس کالز کے بعد بھی فون نہی اٹھایا اور پھر ہم دونوں کا ہی فون ڈیڈ ہوگیا تھا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"پروفیسر اگر پیون آگیا ہے تو اسے کیسے پتا لگے گا ہم یہاں ہے" مہرماہ نے پریشان ہوتے کہا جس پر اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما۔"چل جائے گا پتا فکر مت کرو۔دروازہ نوک کرتے ہیں جو بھی ہوا وہ کھول دے گا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر ضرار اسکا ہاتھ تھامے ہی اسے دروازے کے پاس لایا اور زور زور سے دروازہ نوک کرنے لگا۔"کون ہے اندر" اسے دروازہ بجاتے پانچ منٹ گزرے تھے جب باہر سے پیون کی آواز آئی جس پر ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔"وزیر دروازہ کھولو میں ہوں پروفیسر" ضرار وہ اونچی آواز میں بولا۔"سر آپ اندر کیا کر رہے ہیں" پیون نے پوچھا تو اس نے دانت پیسے۔"انڈے دے رہا ہوں۔پاگل ہو

دروازہ کھولو جلدی" ضرار نے کہا تو مہرماہ ہنسی جس پر اس نے اسے مصنوعی گھوری سے نوازا۔ "سر یہاں باہر تالا لگا ہے۔ رکیں میں چابی لے کر آتا ہوں" پیون نے کہا اور چابی لینے چلا گیا۔ "شکر ہے اب ہم فائنلی باہر نکل سکیں گے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا"۔ہاں۔ اب گھر چلتے ہیں۔ اور اس بلال کا حساب تو میں کروں گا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "سر چابی مل گئی ہے۔ میں دروازہ کھولتا ہوں" پیون نے کہا اور دروازہ کھول گیا۔ "سر آپ اور اس لڑکی کے ساتھ یہاں بند تھے" پیون نے دروازہ کھولتے پوچھا۔ "ہاں ہمیں کل شام سے یہاں کوئی بند کر کے چلا گیا تھا" ضرار نے کہا تو پیون نے ان دونوں کو شکی نگاہوں سے دیکھتے ہاں میں سر ہلایا۔ "اپنی نگاہوں کو درست کرو وزیر ورنہ نکالنے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا" ضرار نے سختی سے کہا تو وہ فوراً سر جھکا گیا۔ "چلو ماہ" ضرار نے اسے کہا تو اس نے جلدی سے اپنا سامان اٹھایا اور اس کے پاس آئی جس پر ضرار نے ایک ہاتھ سے اسکا سامان پکڑتے

دوسرے سے اسکا ہاتھ پکڑا اور باہر بڑھ گیا۔جبکہ پیون کی مشکوک نظریں انھی پر تھیں۔ضرار اس کا ہاتھ تھامے سیدھا گراؤنڈ میں آیا جہاں گارڈ اور کچھ ٹیچرز بھی موجود تھے۔وہ ان سب کو اگنور کرتا مہرماہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے پارکنگ کی طرف آیا اور اسے گاڑی میں بٹھاتے خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی زن سے بھگا گیا۔وہ جانتا تھا ابھی اسے اس بات کا بھی جواب دینا ہے پر وہ پُرسکون تھا کیونکہ وہ اپنی ماہ کے ساتھ تھا کسی غیر لڑکی کے ساتھ نہیں تھا۔"پروفیسر جلدی چلائیں پلیز" مہرماہ نے اسے کہا جو اپنے خیالوں میں گم تھا۔"کیا ہوا ماہ" اسکی پریشان کن آواز سنتے ضرار نے اسے دیکھا۔"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔نا جانے ماما کیا کریں گی۔میں ساری رات گھر سے باہر رہی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔وہ جانتا تھا پروین بیگم کچھ اچھا نہیں بولیں گی پر وہ جانتا تھا اسے معاملہ کیسے سنبھالنا ہے۔"کچھ نہیں کریں گی میں ہوں نا ساتھ بے فکر رہو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی

لیکن جلدی چلائیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے سپیڈ بڑھائی۔ "تمھیں بھوک لگ رہی ہے کل رات سے کچھ نہیں کھایا" ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر وہ خاموش رہا۔ "یہاں کیا ہوا ہے" گھر کے پاس پہنچتے ہی مہرماہ نے ڈھیڑ ساری عورتوں کو اپنے گھر کے اندر داخل ہوتے دیکھا تو پریشانی سے بولی۔ "پتا نہیں آؤ دیکھیں" ضرار نے کہتے گاڑی روکی تو وہ فوراً گاڑی سے اترتے اندر بھاگی جہاں سے اونچی اونچی رونے کی آوازیں آرہی تھی۔ اسکے دل کو نا جانے کیوں عجیب ڈر سا لگا جس سبب وہ اپنا سارا سامان بھی ضرار کی گاڑی میں ہی بھول گئی تھی۔ رونے کی آواز سنتے ضرار بھی ایک دم سے پریشان ہوتا اندر بڑھا۔ اندر داخل ہوتے ہی ان دونوں کی نظر پروین بیگم پر پڑی جو اونچی اونچی رو رہی تھی۔ ساتھ ہی اسکے چچا اور دادو بھی رو رہے تھے۔ جبکہ محلے کی عورتیں انھیں حوصلہ دے رہی تھی۔ لاؤنج میں صفِ ماتم بچھا تھا۔ سب لوگ فرش پر بیٹھے تھے۔ "ماما کیا ہوا ہے" مہرماہ نے اندر داخل ہوتے ان سے پوچھا۔ "تم

یہاں کیا کر رہی ہو بد چلن لڑکی" مہر ماہ کی آواز سنتے ہی پروین بیگم جو رو رہی تھیں اسکی آواز سنتے چلائیں اور ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے زناٹے دار تھپڑ اسکی نازک گال پر مارا جس پر مہر ماہ لڑکھڑاتے گرتی کہ ضرار نے فوراً اسے کندھوں سے تھامتے اسے سہارا دیا۔ "آپ کی ہمت کیسے ہوئی میری ماہ پر ہاتھ اٹھانے کی" ضرار مہر ماہ کو حصار میں لیتے چلایا تھا۔ "بکواس بند رکھو لڑکے ہم تم سے بات نہی کر رہے" مہر ماہ کے چچا نے چلاتے کہا تو ضرار نے انھیں دیکھا جبکہ مہر ماہ تو اب تک اپنی گال پر ہاتھ رکھے صدمے سے کھڑی تھی۔ "کہاں تھی تم ساری رات" پروین بیگم نے اسکی بازو پکڑتے اسے جھٹکے سے ضرار کے حصار سے نکالتے سامنے کیا جس پر مہر ماہ ہوش میں آئی۔ "ماما۔۔وہ۔۔میں۔۔یونی" مہر ماہ کی بات پوری ہونے سے پہلے ایک بار پھر پروین بیگم کا ہاتھ اٹھتے مہر ماہ کے چہرے پر چھاپ چھوڑ گیا تھا۔ "یونی تمھاری یونی کل سات بجے ختم ہو گئی تھی۔ ساری رات کہاں تھی۔ ساری

رات سے تم گھر نہیں آئی۔ اب آئی ہو اور وہ بھی اس کے ساتھ۔ کل رات سے اسکے ساتھ تھی تم بولو" پروین بیگم نے اسکی بازو پر گرفت مضبوط کرتے پوچھا۔ انھیں تو موقع چاہیئے تھا مہرماہ پر ظلم کرنے کا جو انھیں مل گیا تھا۔ "جی۔۔پر۔۔ میری۔۔بات" مہرماہ کی بات اس بار بھی مکمل ہوتی کہ پروین بیگم نے ہاتھ اٹھایا جس پر مہرماہ نے ڈرتے آنکھیں بند کیں پر اب کی بار تھپڑ اسے نہیں لگا تھا۔ "خبردار جو میری ماہ کو اب ہاتھ بھی لگایا۔ آپکی عمر کا لحاظ بھول کر ہاتھ جڑ سے اکھاڑ دوں گا" ضرار نے مہرماہ کو اپنے قریب کرتے پروین بیگم کو وارن کیا۔ "دیکھ رہی ہیں آپ امی۔ یہ ساری رات اپنے اس عاشق کے ساتھ تھی اور اب وہی ہمارے سامنے کھڑا ہمیں سنا رہا ہے۔ اس بے غیرت نے ساری رات باہر گزاری۔ ارے ایک بار گھر آجاتی تو معلوم ہوتا ہم کتنے غم میں ہیں پر تمھیں کیا تم تو گزار آئی نا رات باہر۔ تمھیں کونسا فرق پڑتا ہے یہاں باپ مرگیا اور بیٹی اپنے عاشق کے ساتھ پوری رات گھر سے باہر

رہی" پروین بیگم نے کہا تو مہرماہ نے جھٹکے سے گردن اٹھاتے انھیں دیکھا۔باپ مرگیا یہ دو لفظ سنتے مہرماہ کو لگا جیسے اسکا دل کسی نے مٹھی میں جکڑلیا ہو جب کہ جھٹکا تو ضرار کو بھی لگا تھا۔ "ماما۔۔آپ کیا۔۔کہہ رہی۔۔ہیں۔۔میرے۔۔بابا۔۔کے بارے۔۔میں" مہرماہ نے کانپتے پوچھا۔ "مرگیا ہے خلیل۔کل جس بس میں وہ تھا وہ کھائی میں گرگئی۔پر تمھیں کیا لگے تم جاؤ رہو اسکے ساتھ" پروین بیگم نے کہا تو اب کی بار ضرار کا ضبط جواب دینے لگا۔جبکہ خلیل صاحب کی وفات کا سنتے مہرماہ تو سکتے کی حالت میں تھی۔پروین بیگم کو کل دوپہر میں کال آئی تھی جس میں خلیل صاحب کی وفات کا بتایا گیا تھا۔وہ جس بس میں سوات جارہے تھے وہ ایکسیڈنٹ ہونے کی وجہ سے کھائی میں گر گئی تھی۔ابھی تک عملے کا کہنا یہی تھا کہ کوئی بھی زندہ نہیں بچا کیونکہ کسی کی ڈیڈ باڈی نہیں ملی تھی اور جنکی ملی تھی وہ انتہائی کربناک حالت میں تھے اور مرگئے تھے۔وہاں ایک ڈیڈ باڈی پاس خلیل صاحب کا سامان گرا

تھا جس پر انھوں نے پروین بیگم کو کال کرتے خلیل صاحب کی وفات کا بتایا تھا۔ ”ماما۔۔یہ۔۔جھوٹ۔۔۔ہے۔۔نا" مہرماہ نے روتے ہوئے پوچھا۔ ”سچ ہے یہ کھا گئی تم میرے بیٹے کو منحوس“ اب کی بار مہرماہ کی دادو بولتے اسکے سامنے آئی۔ ”پہلے تمھاری ماں نے ہمارے بیٹے کو ہم سے دور کردیا اب تم دو بہن بھائیوں نے میرے بیٹے کو جان سے مار دیا“ مہرماہ کی دادو نے چلاتے کہا۔وہ تو ویسے ہی مہرماہ اور اسکی ماں سے نفرت کرتی تھی اور آج خلیل صاحب کی وفات انکے دل میں نفرت کو مزید ہوا دے گئی۔ ”دادو یہ۔۔جھوٹ ہے۔بابا ٹھیک ہے۔۔نا پلیز بولیں“ مہرماہ نے تڑپتے کہا۔اپنے بابا کے بارے میں یہ بات سنتے مہرماہ کا کلیجہ پھٹنے کے در پر تھا۔ ”کاش یہ جھوٹ ہوتا پر کھا گئی تم ماں بیٹی میرے بچے کو۔مار دیا اسے۔کھائی میں گر گیا وہ۔اسکی لاش بھی ہمیں نہیں ملی ایک آخری دیدار بھی نصیب نہیں ہوا مجھے صرف تمھاری بدکردار ماں اور اسکی بدکردار بیٹی کی وجہ سے۔جیسی ماں بدچلن تھی ویسی ہی تم بدچلن ہو

جو ایک غیر کے ساتھ رات باہر گزار کر آئی ہے۔بے حیا لڑکی۔شرم نہیں آئی تمھیں۔بازارو عور" ابھی اسکی دادی کی بات مکمل ہوتی کہ ضرار دھاڑا تھا۔وہ بامشکل خود کو روک رہا تھا پر مہرماہ کے بارے میں اتنے غلط الفاظ سنتے اسکا ضبط جواب دے گیا تھا۔"بکواس بند کریں اپنی۔میری بیوی کے بارے میں ایسے الفاظ کرنے کا حق کس نے دیا آپ کو۔میری بیوی کے بارے میں اتنے سخت لفظوں کا استعمال نا کریں کہ میں آپ کی جان لے لوں" ضرار مہرماہ کو اپنے سینے میں بھینچتے دھاڑا تھا۔جبکہ سب ہی اسکے لفظ "بیوی" پر اسے دیکھنے لگے۔سب رشتے دار پڑوسی سب ہی حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے جبکہ مہرماہ بے یقینی سے چہرہ اٹھائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔"کیا مطلب ہے بیوی۔اب جب اسکی بدکرداری کے قصے عام ہوئے ہیں تو تم یہ بکواس کررہے ہو۔ایک غیر مرد کے ساتھ رات باہر گزارنے والی لڑکیوں کے کردار صاف نہیں ہوتے" پروین بیگم نے کہا تو ضرار کا پاڑا اب کی بار پوری طرح سے چڑھا

تھا۔ ”بکواس نہیں کر رہا میں۔ غیر نہیں ہوں میں اسکے لیے۔ شوہر ہوں میں اسکا۔ مہر ماہ ضرار راجپوت بیوی ہے میری۔ پچھلے بارہ سال سے وہ میرے نکاح میں ہے۔ کسی نامحرم کے ساتھ رات باہر نہیں گزاری اس نے اپنے شوہر کے ساتھ تھی وہ تم لوگ ہوتے کون ہو میری بیوی کے کردار پر سوال کرنے والے۔ خبردار! خبردار اگر اب کسی نے میری بیوی کے کردار پر انگلی اٹھائی باخدا انگلی اٹھانے والے کی بازو جڑ سے اکھاڑنے میں ایک پل نہیں لگاؤں۔ اور زبانوں کو لگام دو میری بیوی کے بارے میں کوئی غیر مناسب الفاظ استعمال کیا تو زبان حلق سے کھینچ کر گردن کے گرد لپیٹ دوں گا“ ضرار نے دھاڑتے کہا تو سب کی زبانوں کو بریک لگی۔ جبکہ اسکی بات سنتے وہاں کھڑے ہر شخص پر سکتا طاری ہوا تھا جبکہ مہر ماہ تو اب تک بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پورے لاؤنج میں سکتے کا ماحول تھا جبکہ ضرار گہری گہری سانس

بھرتے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کررہا تھا اور مہرماہ سمیت باقی سب اسکے بولنے کا انتظار کررہے تھے۔

"کیا کہہ رہے ہو تم لڑکے۔یہ تمھاری بیوی کیسے ہو سکتی ہے" مہرماہ کے چچا نے بلآخر ماحول میں پھیلا سکتا توڑا تھا۔"کیا کوئی انوکھی بات کردی ہے میں نے۔جو آپکو سمجھ نہیں آرہی یا کوئی اور زبان سمجھتے ہیں آپ۔مہرماہ ضرار راجپوت میری بیوی ہے۔اس میں کوئی غیر مہذب بات تو نہیں کی میں نے" ضرار نے انھیں گھورتے کہا تو وہ ایک پل کو خاموش ہوئے۔"تمھارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ تمھاری بیوی ہے" مہرماہ کے چچا کچھ لمحوں بعد مہرماہ کی طرف اشارہ کرتے اس سے پوچھا۔"ثبوت چاہیئے" ضرار نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا اور اپنی جیب سے اپنا فون نکالا جو کہ بلکل ڈیڈ تھا۔"چارجر ہے کہ اسے بھی آپ سب کی بکواس سے چارچنگ کروں" ضرار نے بھگو کر طنز مارا تو سب ہی

گڑبڑائے جب کہ مہرماہ تو اب تک خاموش کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ "یہ لو کرو چارج" مہرماہ کے چچا نے اپنی بیٹی کو اشارہ کیا تو وہ چارجر لائی جسے انھوں نے ضرار کو پکڑایا جسے پکڑتے ہی ضرار نے اپنا فون چارج لگاتے اون کیا اور لاک کھولتے گیلری میں ہائیڈ فولڈرز اوپشن کو کلک کیا اور اس میں پاسورڈ ڈالتے ہی ایک مخصوص فولڈر سامنے آیا جسے ماہ زار نام سے سیو کیا گیا تھا۔ ضرار نے جیسے ہی وہ فولڈر کھولا تو اس میں اسکی باہوں میں موجود فورسٹ گرین آنکھوں والی نازک گڑیا کی تصویریں نمایاں ہونے لگی۔ ضرار نے ان سب کی نظریں اپنے فون پر محسوس کرتے ان سب کو دیکھا۔ "اندر گھس جاؤ سب۔ جو دکھانے والی چیز ہوگی دکھا دوں گا منہ پڑے کرو۔ میرے بچے کو نظر نا لگا دینا" ضرار نے طنزیہ انداز میں کہا تو ان سب کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا۔ ضرار اس فولڈر کو سکرول کرتے بلکل لاسٹ میں پہنچا جہاں اب ایش براؤن بالوں والی چھ سات سالہ بچی کی تصویریں تھیں۔ اس نے ایک تصویر اوپن کی جو کہ کسی کاغذ

کی تھی اور موبائل کی سکرین مہرماہ کے چچا کی طرف گھمائی۔ "یہ پڑھ لیں یہ ہمارا نکاح نامہ ہے۔دلہا دلہن کا نام غور سے پڑھیں۔مہرماہ سکندر دلہن عمر سات سال اور ضرار راجپوت دلہا عمر اٹھارہ سال۔اور اگر آنکھیں کام کرتی ہیں تو گواہان کا نام بھی پڑھ لیں۔خلیل سکندر، پلوشہ سکندر، قاسم راجپوت اور تنزیل راجپوت" ضرار نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے کہا تو سب کی آنکھیں پھیلیں۔"یہ جھوٹ بھی تو ہو سکتا ہے۔اور ایک سات سالہ بچی بالغ نہی ہوتی اسکا نکاح کیسے ہو سکتا ہے" پروین بیگم نے نکاح نامے کو دیکھتے کہا تو ضرار طنزیہ ہنسا۔"ایک سات سالہ تو کیا تین سالہ بچی کا بھی نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ اسکا سرپرست موقع پر موجود ہو اور اسکے نکاح کی اجازت دے اور جہاں تک بات نکاح نامے کے جھوٹ ہونے کی تو وہ ایک دم اصلی ہے۔اگر نہیں یقین تو یہ تصویریں دیکھو جہاں سب کی شکلیں واضح نظر آرہی ہیں" ضرار نے کہتے تصویر کو دائیں جانب سلائیڈ کیا جس سے اگلی تصویر نمودار ہوئی جو کہ اسی لاؤنج کی تھی

جہاں فورسٹ گرین آنکھوں والی سات سالہ بچی فورسٹ گرین آنکھوں والی پینتیس سالہ پلوشہ سکندر کی گود میں بیٹھی تھی جبکہ انکے ایک جانب اٹھارہ سالہ ضرار بیٹھا تھا اور دوسری جانب خلیل صاحب۔جبکہ دوسرے صوفے پر قاسم راجپوت اور تنزیل راجپوت بیٹھے تھے اور سنگل سیٹر صوفے پر قاضی صاحب بیٹھے تھے۔اس طرح کئی اور تصویریں تھیں۔کسی میں وہ دونوں ساتھ بیٹھے تھے کسی میں ضرار سائین کر رہا تھا تو کسی میں مہرماہ اپنا نام لکھ رہی تھی۔"اور کوئی ثبوت چاہیئے" ضرار نے انھیں دیکھتے پوچھا تو سب ہی خاموش ہوئے کیونکہ ان تصویروں میں کوئی جھول نہیں تھا وہ بلکل اصلی تھیں جبکہ پروین بیگم کا حال تو ایسا تھا کہ کاٹو بدن تو لہو نہیں۔اب انھیں سمجھ آئی تھی کیوں خلیل صاحب مہرماہ کے معاملے میں ضرار پر اتنا یقین کرتے تھے۔پر جو بھی ہو وہ اب مہرماہ کو ہرگز اس گھر میں نہیں رکھنا چاہتی تھیں۔اب جب خلیل صاحب مر گئے تھے پھر تو ہرگز نہیں تبھی ایک آخری پتا پھینکنے کا سوچا اور فوراً اپنی آنکھوں میں

مصنوعی آنسو لائیں۔ "یہ بیشک اسکا شوہر ہے لیکن اس منحوس لڑکی کی میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں امی۔ اسکی منحوسیت کی وجہ سے خلیل ہمیں چھوڑ کر چلے گئے" پروین بیگم نے طاہرہ بیگم کو دیکھتے کہا۔ "ماما بابا کو کچھ۔۔ نہیں ہوا۔۔ وہ ٹھیک ہوں گے۔۔ پلیز۔۔۔ ایسا نا کہیں" مہرماہ نے خلیل صاحب کی وفات کا پھر سے سنتے مہرماہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ "بکواس بند کرو اپنی۔ مر گیا خلیل اور اسے تم نے مارا ہے۔ تم نے ضد کی تھی اپنے بھائی سے ملنے کی" پروین بیگم نے اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا پر ضرار کی ایک گھوری سے انکا ہاتھ ہوا میں ہی ملحق رہ گیا۔ "میری بیوی کو ہاتھ لگایا تو زندہ زمین میں گاڑھ دوں گا" ضرار نے انگلی اٹھاتے وارن کیا اور مہرماہ کی کمر پر گرفت مضبوط کیا۔ "تمھاری بیوی ہے نا یہ تو اسکو لے کر یہاں سے دفع ہوجاؤ" اب کی بار طاہرہ بیگم بولیں تو مہرماہ نے انھیں دیکھا۔ "دادو۔۔ پلیز۔۔ ایسا نا کہیں" مہرماہ نے منت کی۔ "بکواس بند رکھو اپنی۔ مجھے دادو نا کہا کرو ایک ایسی عورت کی بیٹی ہو

تم جو بدک" طاہرہ بیگم کی بات پوری ہونے سے پہلے ضرار دھاڑا۔ "خبردار جو میری اپھو کے بارے میں کچھ بولا" ضرار نے کہا تو وہ خاموش ہوئیں۔ "یہاں دھاڑنے سے اچھا ہے۔ تم اپنی بیوی کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ" مہرماہ کے چچا نے غصے سے کہا تو مہرماہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "چچا۔۔جان پلیز" مہرماہ نے آگے بڑھنا چاہا پر وہ ہاتھ اٹھاتے اسے روک گئے۔ "میرا بھائی مر گیا تو اصولاً ہمارا رشتہ ختم ہوگیا۔ تمھارا شوہر یہاں کھڑا ہے۔ اسکے ساتھ جاؤ اور نکلو میرے بھائی کے گھر سے" مہرماہ کے چچا نے زہر اگلا تو اس نے ہچکی بھری۔ اسکا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ ابھی اسکے سر سے باپ کا سایہ اٹھے چند گھنٹے ہوئے تھے اور یہ نام نہاد اپنے اسے اسکے باپ کے گھر سے نکال رہے تھے۔ ابھی تو اس نے اپنے باپ کی وفات پر صحیح سے آنسو بھی نہیں بہائے تھے اور وہ سب اسے نکال رہے تھے۔ اچانک اسکا سر گھومنے لگا۔ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔ "چچا۔۔جان۔۔یہ

میرے--بابا---کا گھر--ہے-میں--یہاں---سے--نہیں
جاؤں--گی" مہرماہ نے اپنے چکراتے سر کو بامشکل اگنور کرتے کہا۔"تمھارا
باپ اب اس دنیا میں نہیں رہا تو اب تم بھی اس گھر میں نہیں رہ سکتی-دفع
ہوجاؤ۔اس گھر کے دروازے آج سے تم پر ہمیشہ کیلئے بند ہیں-پروین اگر یہ
اب کبھی بھی آئے تو اسے دھکے مار کر یہاں سے نکالنا۔بلکہ میں بھی اب سے
یہی رہوں گی اور اگر یہ لڑکی اس گھر کے دروازے پر بھی آئی تو اسے یہاں سے
خود چلتا کروں گی" طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم کے چہرے پر مکرو مسکراہٹ
نے احاطہ کیا جسے انھوں نے بامشکل چھپایا تھا۔آج بلآخر وہ اپنے مقصد میں
کامیاب ہوگئی تھی اس بوجھ سے اسکی جان چھوٹ رہی تھی۔اب بس انکی
زندگی میں ایک بوجھ تھا ثانیہ لیکن وہ ابھی قابلِ قبول تھا کیونکہ وہ ان کے لیے
بس پیسے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھی۔"دادو پلیز--مجھے میرے--بابا کے
گھر--سے نا نکالیں" مہرماہ نے ان کا ہاتھ تھامتے کہا جسے انھوں نے جھٹک کر

اس کو تھپڑ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا لیکن اس سے پہلے ہی ضرار انکا ہاتھ تھامتے مہرماہ کے آگے ڈھال بن کر کھڑا ہوچکا تھا۔ "خبردار خبردار جو آپ نے اس کو ایک انگلی بھی لگائی تو میں بھول جاؤں گا آپ عمر میں مجھ سے بڑی ہیں سمجھ آئی" ضرار نے انگلی اٹھاتے وارن کرنے والے انداز میں کہتے سب کو ایک بار پھر اپنی جنونیت سے حیرت مبتلا کرگیا۔ "دیکھ لیں امی یہ کیسے اس منحو" پروین بیگم کی بات پوری ہونے سے پہلے ضرار ان کی بات کاٹ گیا تھا۔ "اگر اب تم نے میری بیوی کے بارے کوئی بھی فضول بکواس کی تو میں جان نکال دوں گا سمجھی" ضرار نے دھاڑتے ہوئے کہا تو اب کی بار اسکی دھاڑ سنتے مہرماہ کپکپانے لگی۔ ایک تو ویسے ہی اسکا سر گھوم رہا تھا پھر ضرار کی دھاڑیں اس کے سر درد میں اضافہ کر رہا تھا۔ وہ بامشکل اپنی آنکھوں کے سامنے آتے اندھیرے کو جھٹک رہی تھی جو کہ اب مشکل لگ رہا تھا تبھی اس نے ضرار کی شرٹ مٹھی میں جکڑی۔ "پر۔۔۔و۔۔۔فیسر" مہرماہ نے اسکی شرٹ جکڑتے اسے

مدھم آواز میں پکارا اور اس کی زرا سی آواز پر ضرار نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ محبوب پکارے اور عاشق سر خم نا کرے؟ ناممکن ! اور ضرار راجپوت نے اپنے محبوب کی پکار پر فوراً اپنے محبوبِ من کو دیکھا تھا۔ "کیا ہوا ماہ" ضرار نے اسکی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھتے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے پوچھا پر مہر ماہ کوئی بھی جواب دینے سے پہلے اسکی باہوں میں جھول گئی تھی۔ "ماہ" اسے یوں اچانک ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے دیکھ ضرار نے چلاتے اسے پکارا اور اس کی گال تھپتھپانے لگا لیکن وہ ہوش میں نہیں آرہی تھی جبکہ باقی سب خاموشی سے کھڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ "ماہ آنکھیں کھولو میرا بچہ" ضرار نے اسے پکارا جس کی فورسٹ گرین آنکھیں فلحال بند تھیں۔ "اگر میری بیوی کو کچھ ہوا تو یاد رکھنا یہاں کھڑے ایک ایک انسان کو اپنے ہاتھوں سے زمین میں زندہ گاڑھوں گا" ضرار

نے مہرماہ کے بیہوش وجود کو اپنی کثرتی بازوؤں میں اٹھاتے ان سب کو وارن کیا اور اسے لیے باہر نکل گیا جبکہ باقی سب نے انھیں جاتے دیکھ سر جھٹکا۔

"اسد چھوڑیں مجھے" عائشہ نے اسے کہا جو اسے گود میں بٹھائے اپنے لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا۔ آج اس کا اسد کے آفس میں دوسرا دن تھا اور ان دو دنوں میں اسد نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ عائشہ کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خود خیال رکھ رہا تھا۔ کل سے وہ اسکے پاس پاس ہی تھا۔ اسے اپنے ہاتھوں سے ناشتہ اور لنچ کروانا، روزانہ اسے سبز گلاب دینا اور اسکی ڈھیروں باتیں سننا یہاں تک کہ اسکی ہر چھوٹی بڑی چیز کا خیال رکھنا۔ اسد نے ہر چیز کی ذمہ داری خود لی تھی جس پر عائشہ کل سے خود پر رشک کرنے کے سوا کچھ نا کر سکی۔ اب بھی پچھلے ایک گھنٹے سے اسد اسے گود میں بٹھائے کام کر رہا تھا جبکہ عائشہ اسے ایک ہی بات کر رہی تھی کہ اسے اتار دے ورنہ وہ تھک جائے گا پر اسد اسکی

بات پر کان نہیں دھر رہا تھا۔ "شہزادی بس میرا کام ہوگیا ہے پانچ منٹ پھر سنتا ہوں تمھاری بات" اسد نے اسکا سر واپس اپنے سینے پر رکھتے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائی اور اپنا کام کرنے لگ گیا۔ "اسد تھک جائیں گے آپ۔ میرا وزن دیکھیں" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "میری جان تمھارا وزن بلکل بھی نہیں ہے میں نہیں تھکتا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں تھوڑی جان بناؤ" اسد نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ "آگے ہی اتنی موٹی ہوں اور کتنی جان بناؤں" عائشہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے لیپ ٹاپ بند کیا اور اسکی کمر پر گرفت مضبوط کرتے اسکی ٹھوڑی سے تھامتے اسکا چہرہ اپنی طرف کیا۔ "عائشہ آئندہ کے بعد میں یہ بات نا سنوں۔ تم پتلی ہو یا موٹی۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم جیسی ہو میری ہو سمجھی تو انسیکیور ہونا چھوڑ دو شہزادی" اسد نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی کو سہلاتے کہا۔ "پر مجھے اچھا نہیں لگتا اپنا آپ" عائشہ نے منمناتے کہا تو اس نے اسے

دیکھا۔ ”اور کیوں اچھا نہیں لگتا“ اسد نے نرمی سے اس کی ناک کو چھوتے پوچھا۔ ”سب کو پتلی لڑکیاں پسند ہوتی ہیں پر میں تو ویسی نہیں ہوں نا“ عائشہ نے چہرہ جھکاتے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ وہ جانتا تھا وہ اس حوالے سے بے حد انسیکیور ہے۔ ”سب کو چھوڑو سب کو پسند ہوتی ہوں گی دبلی پتلی ڈھانچے جیسی لڑکیاں پر مجھے صرف تم پسند ہو میری ٹیڈی بیئر“ اسد نے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھتے کہا۔ ”کیا آپکو واقعی پتلی لڑکیاں نہیں پسند اور میرے جیسی ہیلتھی پسند ہیں“ عائشہ نے حیرت سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”مجھے تم جیسی نہیں صرف تم پسند ہو۔ اور اگر مجھے دبلی پتلی لڑکیاں پسند ہوتی تو کیا میں اتنے سال تمھارا انتظار کرتا۔ عائشہ عشق جسامت، رنگ نسل، عمر ہر چیز سے افضل ہوتا ہے۔ عشق میں ان چیزوں کو نہیں دیکھا جاتا۔ عشق میں روح کا سکون دیکھا جاتا ہے اور تم میرا سکون ہو شہزادی۔ تم بہت خوبصورت ہو شہزادی میری نظر سے خود کو دیکھو کبھی۔ میری نظروں میں تم آسمان میں چمکتے

چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہو۔اس کل کائنات کی ہر خوبصورت چیز تمھارے معصوم حسن کے سامنے مجھے پھیکی پڑتی محسوس ہوتی۔اگر کبھی تم میری نظروں سے خود کو دیکھ لو باخدا تمھیں خود سے عشق ہوجائے گا شہزادی پھر تم کبھی خود کے بارے میں کچھ بُرا نہیں بولو گی" اسد نے اس کے ماتھے پر ہونٹ ثبت کرتے کہا تو وہ مسکرائی وہ کتنی نرمی سے اسکی ہر انسیکیورٹی دور کردیتا تھا۔اسکا عشق عائشہ راجپوت کو زندگی بخش رہا تھا۔آج اسکے دل نے تسلیم کیا تھا کہ اسد ملک عائشہ راجپوت کے دل کیلئے اہم ہوتا جارہا تھا۔وہ نا صرف زندگی بخش رہا تھا بلکہ زندگی بنتا جارہا تھا۔"جانتی ہوں پر کبھی کبھی ڈر لگتا ہے" عائشہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"کس چیز سے ڈر لگتا ہے میرا بچہ" اس نے عائشہ کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔"ڈر لگتا ہے اگر میں اپنی باڈی کی وجہ سے آپکو اچھی لگنا بند ہوگئی تو" عائشہ نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔"جانتی ہو عائشہ ہر چیز ایک حد میں اچھی لگتی ہے" اسد نے اسکی

آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ اپنی بات کے جواب میں ایک نئی بات سنتے عائشہ نے اچنبھے سے اسے دیکھا لیکن پھر بھی جواب دیا۔ "جی جانتی ہوں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "لیکن تم شہزادی ! تم اسد ملک کو بے حد و حساب اچھی لگتی ہو۔ اتنی زیادہ کہ میرا دل کرتا اپنی جان تم پر سے وار دوں" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ اس کے رخسار گلابی ہوئے جس پر اس نے اسد کے سینے میں چہرہ چھپایا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ "آپ جانتے ہیں" اسد عائشہ چند لمحوں بعد بولی تھی۔ "کیا میری جان" اسد نے محبت سے پوچھا۔ "آپ کی اتنی محبت پر میرا دل کرتا ہے میں آپ کو لاڈ دکھاؤں اور سب کو بھول جاؤں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تو روکا کس بد بخت نے ہے شہزادی مجھے لاڈ دکھاؤ میں تمھارے سارے لاڈ بغیر ماتھے پر بل ڈالے اٹھاؤں گا" اسد نے کہا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں ہوئی۔ "جانتے ہیں آپ میرے لیے سراپائے سکون بنتے جا رہے ہیں" عائشہ نے کہا تو اسکا دل دھڑکا۔ "آئی آیم

بلیسڈ (I am blessed)" اسد نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اسد ایک بات پوچھوں" عائشہ نے گردن اٹھاتے اسے دیکھا۔ "پوچھو شہزادی" اسد نے اسکی گال پر نرمی سے ہاتھ رکھتے کہا۔ "اسد آپ سب سے ہمارے بارے میں کب بات کریں گے" عائشہ نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "بہت جلد شہزادی پر تم ایک دم سے کیوں پوچھ رہی ہو سب خیریت ہے نا" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی سب ٹھیک ہے پر ایسے چھپ کر ملنا عجیب لگتا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے ہم سب کو دھوکا دے رہے ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے بے حد محبت سے اسکے ہونٹوں کو چھوتے سیدھا ہوا جس پر وہ گلاب بنی۔ "تو یہ بات میری جان کو تنگ کر رہی ہے" اسد نے نرمی سے پوچھا۔ "تھوڑی تھوڑی" عائشہ نے معصومیت سے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا اس تھوڑی تھوڑی تنگی کو ابھی دور کرتے ہیں۔ اوکے؟" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے نرمی سے اس کی ناک پر

لب رکھے۔ ”اب میری بات سنو۔ ہم کسی کو دھوکا نہیں دے رہے شہزادی۔ ہم ایک دوسرے کے محرم ہیں۔ دھوکا تب ہوتا جب ہم غیر محرم ہوتے ہوئے ایک دوسرے سے ملتے لیکن ہم نے نکاح کیا ہے۔ اللہ کو حاضر ناظر جان کر میں نے تمھیں اپنی زوجیت میں قبول کیا اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر تم نے مجھے اپنا شوہر قبول کیا ہے تو جب ہمارے پاکیزہ رشتے کا گواہ وہ رب ہے تو اس میں دھوکے والی بھلا کیا بات ہوئی“ اسد نے اس کا چہرہ نرمی سے ہاتھوں میں تھامتے پوچھا جس پر عائشہ کی ساری پریشانی یکدم ہی ہوا ہوئی۔ ”اور اگر تم چاہتی ہو ہم جلدی بات کریں سب سے تو میں وہ بھی کرلوں گا بس پریشان نا ہوا کرو“ اسد نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی اور ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”جی اچھا اب نہیں ہونگی پریشان۔ آپ جانتے ہیں آپ بہت اچھے ہیں“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”اور آپ میری کل کائنات ہیں شہزادی“ اسد نے کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی جس پر اسد نے

زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اسکی نظر اتاری اور اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا جبکہ عائشہ بھی اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گئی۔

"ماہ" ضرار نے اسے پکارا جسے دو گھنٹے بعد ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہوش آیا تھا اور وہ تب سے خاموش بیٹھی اپنی ہتھیلیوں کو گھور رہی تھی۔مہرماہ کے گھر سے نکلتے ضرار سیدھا اسے ہاسپٹل لایا تھا۔جہاں ڈاکٹرز نے اسے بتایا تھا کہ کل سے کچھ نا کھانے اور گہرا صدمہ لگنے کی وجہ سے مہرماہ بیہوش ہوئی ہے۔ڈاکٹرز نے اسے ڈرپ لگائی تھی جس کے بعد مہرماہ کو دو گھنٹے بعد ہوش آیا اور اب وہ پچھلے دس منٹ سے خاموش بیٹھی تھی جبکہ ضرار بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔وہ اس سے بات کرنا چاہتا تھا اس بارے میں تبھی اسے اب پکارا۔اس نے شہریار کو کال کرتے ساری بات سے آگاہ کردیا تھا جس پر اس نے اسے کچھ دیر میں آنے کا کہا تھا جبکہ گھر اس نے کال کرکے یہ بتایا تھا کہ وہ ضروری کام میں پھنسا

ہے اور شام تک گھر آجائے گا۔ "ماہ پلیز میرا بچہ میری بات سن لو۔یا کچھ تو بولو" ضرار نے ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھاما تو اس نے اسے دیکھا۔ "بولیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میں جانتا ہوں اس وقت تمھیں صدمہ لگا ہمارے نکاح کا ایک دم سے تمھیں پتا لگنا اور میرا اور اپھو کا رشتہ اور پھر انک" ضرار ابھی مزید بولتا کہ مہرماہ اسکی بات کاٹ گئی۔ "اگر جانتے تھے میں آپکی بیوی ہوں تو کبھی مجھ سے بات کیوں نہیں اس حوالے سے" مہرماہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب" ضرار کو واقعی اسکی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔ "مجھے لگا تھا شاید آپ نہیں جانتے ہمارے نکاح کے بارے میں" مہرماہ نے کہا تو اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "تم اس بات واقف تھی" ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ حیران ہوا۔ "تمھیں کیسے پتا تم تو بہت چھوٹی تھی۔ محض سات سال کی تھی" ضرار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میں چھوٹی تھی لیکن ماما نہیں۔جب

ہمارا نکاح ہوا تھا تب ماما مجھے روز بتاتی تھیں کہ دراب ماموں کے بیٹے ضاری سے میری شادی ہوئی ہے۔میں انکی گڑیا ہوں پھر ماما کی دیتھ کے بعد میرے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ دراب ماموں کے بیٹے کی گڑیا ہوں میں۔لیکن جوں جوں بڑی ہوئی تو سمجھ آیا کہ شادی کیا ہوتی ہے۔پر مجھے آپ پسند نہیں تھے جیسے بھائی اچھے نہیں لگتے آپ بھی اچھے نہیں لگتے تھے کیونکہ آپ دونوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے اور مجھ پر ہونے والے ظلم سے بھی انجان تھے لیکن پھر آپ آئے اور میں آہستہ آہستہ وہ سب باتیں بھول گئی۔آپکا مجھے سمجھانا اور بابا سے بات کرنے کا کہنا میری زندگی بدل گیا تھا" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"تمھیں کب پتا لگا تھا کہ میں تمھارے دراب ماموں کا بیٹا ہوں" ضرار نے ہاتھ بڑھاتے اسکے چہرے پر آئی لٹ پڑے کرتے پوچھا۔"جس دن آپ لوگ شہریار بھائی کا رشتہ لے کر آئے تھے اس دن۔جب میں نے دراب ماموں کو دیکھا تو اس دن مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ آپ

دراب ماموں کے بیٹے ہیں۔ماما کے ضاری اور میرے شوہر۔دراب ماموں کو دیکھنے کے بعد بابا کو بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ آپ ماما کے ضاری ہیں۔آپ سب کے جانے کے بعد بابا نے مجھ سے بات کی تھی پر آپ کا ری ایکشن بتا چکا تھا کہ آپ کو کچھ نہیں یاد تبھی بابا نے آپ سے بات کرنے کا فیصلہ ملتوی کردیا" مہرماہ نے کہا تو وہ گہری سانس بھرگیا۔"میں جانتا تھا ماہ کہ تم میری بیوی ہو۔اٹھارہ سال کا تھا میں جب ہمارا نکاح ہوا تو میں کیسے بھول سکتا تھا۔ہاں میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تم ہی میری بیوی ہو لیکن پھر میں نے تمھارے بارے میں معلومات اکٹھی کرنی شروع کی کیونکہ میں ایک نامحرم سے محبت نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن معلومات اکٹھی کرنے کے بعد مجھے پتا لگا کہ جس لڑکی کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب گیا ہوں جسے میں غیر محرم سمجھتا ہوں وہ لڑکی میری محرم ،میری بیوی، میری شریکِ حیات، میری سبز آنکھوں والی گڑیا بلکہ میرا سب کچھ ہے۔شک تو مجھے پہلے دن ہی ہوگیا تھا جب یونی میں تمھیں دیکھا

تھا۔ تمھاری سبز آنکھیں، تمھارا چہرہ جو اپھو سے بہت مشابہت رکھتا ہے پھر تمھاری معصومیت۔ اس دن تمھاری طرف ایک عجیب کشش سی محسوس ہورہی تھی۔یقین کرو خود پر غصہ آرہا تھا کہ میں کسی کا محرم ہوتے ہوئے بھی کیسے ایک غیر محرم لڑکی کی طرف اٹریکٹ ہورہا ہوں پر میں کہاں جانتا تھا کہ جس لڑکی کو نامحرم سمجھ رہا ہوں وہی میری بیوی ہے اور جو کشش مجھے تمھاری طرف کھینچ رہی تھی وہ ہمارے نکاح کی کشش تھی۔ جانتی ہو مجھے تم یاد تھی پر مجھے گھر کا ایڈریس بھول چکا تھا پھر جب میں نے ساری معلومات نکلوائی تو اندازہ ہوا کہ میری ماہ کا گھر ہی میری بیوی کا گھر ہے" ضرار نے اس کے ہاتھوں پر نرمی سے اپنے ہاتھوں میں تھامتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ عشق ! یہ ایک لفظ اسکے کانوں میں گونج رہا تھا۔ "جانتی ہو میں کتنی مشکل سے خود کو روکتا تھا تمھارے قریب آنے سے۔ ایک تو تم میرا عشق تھی اور پھر مجھ پر حلال تھی لیکن مجھے لگتا تھا شاید تم نہیں جانتی تبھی میں ضبط کر جاتا۔ پر تم انجان

نہیں تھی تم جانتی تھی ہمارے نکاح کے بارے میں۔ تم نے کبھی مجھ سے بات کیوں نہیں کی" ماہ ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ آنکھیں جھکا گئی۔ "میں ڈرتی تھی پروفیسر۔ خود سوچیں کیا میں ایک دم سے کسی مرد کو مرد بھی وہ جو میرے پروفیسر ہیں، میرے لیے قابلِ احترام ہیں، انھیں جاکر کہتی میں آپکی بیوی ہوں تو کیا ہوتا۔ اگر آپ نا جانتے ہوتے تو آپ کیا ری ایکشن دیتے۔ مجھے ڈر لگتا تھا کہ کہیں آپ مجھے باقی لڑکیوں کی طرح نا سمجھیں۔ تبھی اس دن جب آپکے سینے سے لگی تو معافی مانگ لی تھی۔ اور اس دن بھی یقین کریں میں کبھی وہ حرکت نا کرتی پر اس دن میں بہت ڈر گئی تھی اور اس وقت غیروں کی بھیڑ میں اپنے بس آپ تھے تبھی وہ حرکت کر گئی۔ لیکن ایک بات مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اگر آپ جانتے تھے میں آپکی بیوی ہوں تو آپ نے کبھی بات کیوں نہیں کی" مہر ماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میں صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ میں دو تین دن بعد تمھارے گھر ماما بابا کو ہمارے رشتے کی بات کرنے کیلئے بھیجنے والا

تھا۔میں چاہتا تھا کہ اس بار میں تم سے شادی کروں تو اپنی مرضی نا کہ چاچو اور اپھو کی وجہ سے۔اور پھر تمھیں ہمارے نکاح کے بعد اس ساری بات سے آگاہ کروں پر حقیقت اس طرح سب کے سامنے آئے گی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"میرے بھی۔آپ کی بابا سے بات ہوئی" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔اسے ڈاکٹر پہلے ہی بتا چکے تھے کہ اس نے اپنے بابا کی موت کا گہرا صدمہ لیا ہے اور وہ اس بات کو ابھی ہرگز تسلیم نہیں کرے گی لیکن اسے سمجھانا ہوگا کہ اب خلیل صاحب اس دنیا میں نہیں رہے۔"ماہ انکل اب اس دنیا میں نہیں رہے بچے" اس نے کہا تو اس نے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔"بابا ٹھیک ہیں پروفیسر۔بس ماما اور دادو نے مجھے گھر سے نکالنے کے لیے جھوٹ بولا ہے" مہرماہ نے بے تاثر لہجے میں کہا تو ضرار کرسی سے اٹھتے اسکے ساتھ بیٹھا۔"ماہ انکل اس دنیا میں نہیں رہے۔میں خود اس بات کی تصدیق کروا چکا ہوں"

ضرار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں سچائی تھی۔ ضرار نے ان دو گھنٹوں میں خود سوات کی پولیس سے رابطہ کرتے خلیل صاحب کی موت کا پتا کروایا تھا جس پر پولیس والوں کا کہنا یہی تھا کہ سب مر چکے ہیں اور جو شدید زخمی ہیں انکا بچنا بھی مشکل ہے۔ ضرار نے پولیس والوں سے زخمیوں کی تصویر مانگی تھی جو انھوں نے کچھ دن تک دینے کا کہا تھا کیونکہ ابھی انکے زخموں کی وجہ سے ڈاکٹر نے انکی تصاویر وغیرہ اتارنے یا کسی بھی قسم کی کاروائی سے منع کیا تھا جس پر ضرار مان گیا تھا۔ اسے ایک امید تھی کہ شاید خلیل صاحب زخمیوں میں ہو پر وہ مہرماہ کو کوئی جھوٹی تسلی نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ پولیس والوں نے خلیل صاحب کا نام مردہ لوگوں کی لسٹ میں شامل کیا تھا۔ ”آپ بھی جھوٹ بول رہے ہیں نا“ مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میں نے آج تک تم سے کبھی جھوٹ بولا ہے جو آج بولوں گا“ ضرار نے اسکا چہرہ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اسکے

ہونٹ کپکپائے۔ "پرو۔۔فیسر پر۔۔بابا۔۔کیسے جا سکتے۔ہیں" مہرماہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ماہ انکل کی زندگی اتنی ہی تھی۔انکل اب اس دنیا میں نہیں رہے بچے آپ کو یہ تسلیم کرنا ہوگا پلیز۔ورنہ آپکی طبیعت خراب ہوجائے گی" ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔۔۔یہ جھوٹ ہے۔۔میں جانتی ہوں" مہرماہ نے پھر وہی بات دہرائی تو اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے پورے حق سے اپنے سینے سے لگایا اور اسکے بال سہلانے لگا۔ "یہ جھوٹ نہیں ہے میری جان۔یہ سچ ہے۔ایسے نہی کرتے ماہ پلیز۔جانتا ہوں یہ صدمہ بہت بڑا پر یہ ایک کربناک حقیقت ہے۔انکل اب ہمارے درمیان نہیں رہے" ضرار نے اسکا سر چومتے کہا تو اب کی بار مہرماہ کی آنکھوں سے آنسو بہے۔ایک دو اور پھر آنسوؤں کا ایک دریا مہرماہ کی آنکھوں سے بہا تھا۔ "بابا" مہرماہ نے چلاتے ہوئے انھیں پکارا اور اونچی اونچی رونے لگی۔ہاسپٹل کا پورا کمرہ اسکی چینخوں اور سسکیوں سے گونج رہا تھا جبکہ ضرار

اسے سینے سے لگائے بیٹھا اسکا سر سہلا رہا تھا۔ اسکی خود کی آنکھیں نم تھیں۔ یہ دکھ چھوٹا ہرگز نہیں تھا۔ باپ کا سایہ ہمیشہ کے لیے سر سے اٹھنا کوئی چھوٹی بات تو نہیں ہوتی۔ "بابا۔۔بابا۔۔آپ۔۔کیوں۔۔چلے گئے" مہرماہ چلاتے کہا۔ اسکا جسم حد درجہ زیادہ لرز رہا تھا۔ ضرار کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اسے کن لفظوں میں تسلی دے۔ "ماہ بس میرا بچہ بس کرو پلیز۔ ایسے رونے سے انکل واپس نہیں آئیں گے" ضرار نے شدت سے اسے اپنے سینے میں بھینچتے کہا۔ "پروفیسر میرے۔۔بابا۔۔۔مجھے چھوڑ۔۔گئے۔۔میں۔۔یتیم ہوگئی۔۔ہوں۔۔بابا کیوں چلے گئے" مہرماہ نے اسکی باہوں میں مچلتے ہچکیاں بھرتے کہا جس پر ضرار کی آنکھیں مزید سرخ ہوئیں۔ وہ بامشکل اپنے آنسوؤں پر ضبط کررہا تھا۔ ورنہ جس طرح مہرماہ رورہی تھی اسکا دل کٹ رہا تھا۔ "ماہ بس میری جان" ضرار نے اسکا سر چومتے کہا۔ "پروفیسر۔۔بابا۔۔ایسا۔۔کیسے کرسکتے۔۔ہیں بابا۔۔۔نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک ہفتے میں

آجائیں۔۔گے۔۔۔پر۔۔۔وہ تو اتنی دور چلے۔۔گئے ہیں کہ اب کبھی۔۔واپس نہیں آسکیں گے۔بابا بھی ماما کی۔۔طرح اپنی مہرو۔۔کو اکیلا چھوڑ۔۔کر چلے گئے ہیں۔۔پروفیسر۔۔بابا۔۔مجھے۔۔اکیلا چھوڑ۔۔گئے۔۔پروفیسر۔۔انھیں کہیں۔۔نا۔۔واپس۔۔آجائیں" مہرماہ نے شدت سے روتے کہا تو ضرار نے نرمی سے اسے اپنے سینے سے علیحدہ کرتے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔"میرا بچہ۔انکل اپنی مرضی سے تو نہیں گئے نا۔یہ تو اللہ کی مرضی ہوتی ہے کہ کس انسان نے کتنا جینا ہے۔انکی زندگی اتنی ہی تھی ماہ یوں رو کر مجھے اذیت نا دو" ضرار نے نرمی سے کہتے اسکے ماتھے پر محبت سے اپنا پہلا لمس چھوڑا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔اسکی آنکھیں رو رو کر سوجھ چکی تھیں۔چہرہ اس وقت لہو چھلکانے کی حد تک سرخ تھا۔اسکا پورا جسم بُری طرح کانپ رہا تھا۔"مہر" ابھی وہ اسے کوئی جواب دیتی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور مریم شہریار کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔انھیں دیکھ ضرار مہرماہ کے پاس

سے اٹھا تاکہ مریم اسکو سنبھال سکے جبکہ ضرار اٹھتے ہی مریم فوراً اسکے پاس آتے بیٹھی اور اسے گلے لگایا۔ "میمی بابا" مہرماہ نے کہا اور آنسو بہانے لگی جبکہ مریم بیٹھی اسکی کمر سہلانے کے ساتھ اسے تسلیاں دے رہی تھی۔ "باہر آمجھے تجھ سے بات کرنی ہے" شہریار نے ضرار کو کہا تو وہ اسکا ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ باہر نکلا۔ "کیا ہوا" ضرار نے پوچھا تو شہریار نے اسے گلے لگایا۔ "تو ٹھیک ہے" شہریار نے پوچھا تو ضرار نے اسکے گرد حصار باندھا۔ "اسکو روتے دیکھ دل پھٹ رہا ہے" ضرار نے کہا تو شہریار نے اسکی کمر سہلائی۔ "اسے سنبھال لے نا۔بیوی ہے وہ تیری تو ہی سنبھال سکتا ہے۔اسے بتایا دونوں کا نکاح کیسے اور کب ہوا تھا" شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ پہلے سے سب کچھ جانتی ہے" ضرار نے کہا تو اس نے پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔ "پہلے سے؟" شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے اپنے اور مہرماہ کے مابین ہونے والی پوری بات بتائی۔ "یہ تو اچھی بات ہے نا کہ گڑیا سب جانتی ہے"

اس نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ "تو اب کیا کرنا ہے" شہریار نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ "کچھ بھی نہیں ماہ کو گھر لے کر جاؤں گا اور ماما بابا کی موجودگی میں اس سے دوبارہ نکاح کروں گا" ضرار نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اور بتائے گا کب" شہریار نے پوچھا تو اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ "ابھی نہیں۔ ابھی ماہ ویسے ہی ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے انکل کی موت کا بہت گہرا صدمہ لیا ہے ابھی بابا کو بتا کر کوئی نیا تماشہ نہیں لگوانا چاہتا تو ابھی اس بات کا ذکر نہیں کروں گا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ مہر ماہ کی سسکیوں کی آواز سنتے شہریار کی آنکھوں میں بھی اذیت اتری۔ تو ٹھیک ہے ضرار نے اس سے پوچھا جسکی آنکھیں سرخ تھیں۔ وہ جانتا تھا شہریار اپنے بابا کو یاد کر رہا ہے۔ "ہاں ٹھیک ہوں بس گڑیا کا سوچ رہا ہوں۔ مہر گڑیا بہت اذیت میں ہے اور اس اذیت سے میں گزر چکا ہوں۔ باپ مرتا ہے نا تو یتیم ہونے کی اذیت جان نکال

دیتی ہے۔ اسے سنبھا لینا۔ یتیم ہونا آسان نہیں ہوتا۔ میں اس درد سے اچھی طرح آشنا ہوں۔ میں نے اپنی پٹھانی کو اس لفظ پر روتے تڑپتے دیکھا ہے اور اب گڑیا" شہریار نے کہا تو اس نے اسے گلے لگایا۔ "میں جانتا ہوں بھائی۔ میں سمجھتا ہوں اور میں سنبھال لوں گا ماہ کو۔ تو یوں اداس ہو کر انکل کی روح کو تکلیف نا دے" ضرار نے کہا تو وہ سیدھا ہوا اور آنکھوں میں آئی نمی انگلی کی پور سے صاف کر گیا۔ "جانتا ہے باپ کو نہیں مرنا چاہیے یار۔ باپ مرجائے تو بہت سی خواہشات بھی بے موت ماری جاتی ہیں۔ باپ سایہ دار درخت کی طرح ہوتا ہے جب تک زندہ رہتا ہے اولاد پر تپتی دھوپ کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیتا اور جب باپ کا سایہ سر سے اٹھتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے تپتے صحرا میں کسی نے ننگے پاؤں کھڑا کر دیا ہو" شہریار نے کہا تو اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا جسے محسوس کرتے شہریار مدھم سا

مسکرایا۔ ”چل اندر چلیں گڑیا کے پاس“ اس وقت شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

”پٹھانی“ شہریار نے گاڑی ایک طرف روکتے اسے پکارا جو رو رہی تھی۔ مہر ماہ کو ابھی ڈسچارج ملا تھا اور اب وہ لوگ قصرِ راجپوت جا رہے تھے۔ مریم جب سے ہاسپٹل سے نکلی تھی رو رہی تھی۔ ”پٹھانی پلیز میری بات سنو“ شہریار نے اس کی بازو پکڑتے اسے قریب کیا۔ ”سائیں۔۔ میری دوست۔۔ کے ساتھ۔۔۔ ایسا کیوں۔۔ ہوا سائیں۔۔ یتیم ہونا۔۔ آسان نہیں ہوتا۔۔ میں اس درد سے۔۔ بہت اچھے طرح واقف ہوں۔۔ اور اب۔۔ مہر کو۔۔ بھی یہ درد۔۔ ملا ہے۔۔ سائیں وہ کتنا۔۔ رو رہی تھی۔۔ میرا دل۔۔ کٹ رہا تھا“ مریم نے روتے ہوئے کہا تو اس نے نرمی سے اسے سینے سے لگایا۔ ”میری جان یہ تو اللہ کے فیصلے ہیں۔ ہم تو اس میں کچھ نہیں کر سکتے۔ جانتی ہو اللہ اور اپنی

مرضی کے درمیان فرق کا نام غم ہوتا ہے اور غم پر صبر کرنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ آزماتا ہے تو نوازتا بھی وہی ہے۔یہ گڑیا کے صبر کا امتحان ہے اور اس میں ہم میں سے کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا سوائے دعا کرنے کے۔دعا کرو کہ اللہ گڑیا کو صبر دے یوں روتے نہیں ہیں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اس کے آنسو صاف کیے۔"رویا نا کرو پٹھانی۔تمھارے آنسو مجھے اذیت دیتے ہیں" شہریار نے نرمی سے اسکی آنکھوں پر باری باری لب رکھتے کہا اور اسے کمر سے تھامتے اپنی گود میں بٹھا گیا۔"سائیں" مریم نے ہڑبڑاتے اسے پکارا پر وہ اس کی پکار کا جواب دیے بغیر اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔اس کی پکڑ آج مضبوط تھی جسے محسوس کرتے اس نے ہلکا سا چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔"کیا ہوا سائیں" مریم نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے پوچھا۔"اس درد سے میں بھی آشنا ہوں پٹھانی۔تم صحیح کہتی ہو یتیم ہونا آسان نہیں۔یہ درد بہت بڑا ہے پر ہم ایک دوسرے کے درد کی

دوا بن سکتے ہیں نا پھر روتی کیوں ہو۔جانتی ہو جب تم جب روتی تو اچھا نہیں لگتا۔یہاں (شہریار نے اسکی گردن سے چہرہ نکالتے اسکا ہاتھ تھاما اور اپنے دل کے مقام پر رکھتے اسکی آنکھوں میں دیکھا)یہاں درد ہوتی ہے پٹھانی۔مت رویا کرو خدارا مجھ پر رحم کھاؤ۔تم روتی ہو تو تمھارے سائیں کو کچھ اچھا نہیں لگتا۔مجھے اپنی دنیا اداس اداس لگتی ہے" شہریار نے کہا تو مریم اسے دیکھنے لگی۔اسکا انداز معصومیت سے بھرا تھا۔جیسے کوئی چھوٹا بچہ کسی بات کی شکایت کررہا ہو۔اس کے انداز پر مریم کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔"کتنے پیارے ہیں آپ سائیں" مریم نے نرمی سے اسکی گال پر لب رکھے تو شہریار کی آنکھیں پھیلیں جبکہ اسکے کان کی لویں سرخ ہوئیں۔اسے اپنی مصوم پٹھانی سے اس حرکت کی امید نہیں تھی۔اس نے بامشکل اپنی حیرت پر قابو پایا اور گہری سانس بھرتے اپنی دھڑکنوں کو قابو کیا۔"جزاک اللہ الخیر پٹھانی" شہریار نے حلق تر کرتے کہا تو مریم کی ہنسی نکلی جب کہ اپنی حرکت پر رخسار الگ سرخ

ہوئے تھے۔ ”ویسے اگر اداس ہونے پر مجھے یہ انعام ملے گا تو میں چوبیس گھنٹے اداس رہ سکتا ہوں“ شہریار نے شرارت سے کہا تو مریم نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ اس نے واقعی یہ حرکت انجانے میں کی تھی پر اب بے حد شرم محسوس ہورہی تھی۔ ”کیا ہوا پٹھانی“ شہریار نے اسکی بازو پر نرمی سے انگلی پھیرتے پوچھا جس پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ہاہاہاہا میری معصوم پٹھانی“ شہریار نے ہنستے ہوئے اسے شدت سے سینے میں بھینچا تو مریم مسکرائی۔ ”آئی لو یو پٹھانی“ شہریار نے اسکا کندھا چومتے کہا تو مریم مزید اسکے سینے میں چھپی جس پر وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا عین اسی پل شہریار کا موبائل رنگ ہوا جہاں پر ایک ان نون نمبر سے کال آرہی تھی۔ ”کس کی کال ہے“ شہریار نے ابھی ہاتھ بڑھاتے فون پکڑا ہی تھا جب مریم نے گردن اٹھاتے پوچھا۔ ”پتا نہیں کوئی کلائنٹ وغیرہ ہوگا“ شہریار نے کہا اور فون اٹھاتے کان سے لگایا۔ ”یس ایڈوکیٹ شہریار ملک سپیکنگ“ شہریار نے اپنی ازلی سنجیدگی سے

کہا۔ ”جی میں چوہدری بات کر رہا ہوں“ دوسری طرف موجود شخص نے اپنا تعارف کرایا تو اس نے بیزاری سے آنکھیں گھمائیں۔ ”جی بولیں چوہدری صاحب“ شہریار نے مریم کی گال پر لب رکھتے پوچھا جب کہ مریم تو اسکے منہ سے چوھدری لفظ سنتے مریم کا دل دھڑکا تھا لیکن وہ خود کو یہ کہہ کر تسلی دے گئی تھی کہ یہ وہ نہیں ہوسکتا جو وہ سمجھ رہی ہے۔ ”ایڈوکیٹ صاحب کیا حال ہے۔آپ نے دوبارہ ملاقات کا وقت نہیں بتایا“ چودھری نے کہا تو اس نے دانت پیسے۔ ”چودھری صاحب میں اس دن آپ سے ملنے آیا تھا پر آپ نے کال کر کے کہہ دیا کہ آپ مصروف ہیں تو ابھی فلحال میں بھی مصروف ہوں جب فارغ ہوگا آپ کو اپنے آفس بلا لوں گا“ شہریار نے شانِ بے نیازی سے کہا۔ ”دیکھیں ایڈوکیٹ صاحب۔میرا آپ سے ملنا بے حد ضروری ہے۔میری جائیداد پر کچھ لوگ قبضہ کیے بیٹھے ہیں اور مجھے اپنی جائیداد واپس لینی ہے۔ان لوگوں نے مجھ پر کیس کردیا ہے تو میں چاہتا ہوں آپ میرا کیس

لڑیں۔بڑی مہربانی ہوگی آپکی اگر آپ کل مجھ سے مل لیں" چودھری نے کہا تو شہریار نے بُرا سا منہ بنایا جسے دیکھ مریم کی ہنسی چھوٹی جسے شہریار نے جھکتے لبوں سے چنا تھا تو مریم کا چہرہ فوراً سرخ ہوا جسے دیکھ وہ مسکرایا۔"چودھری صاحب کل تو مشکل ہے آپ پرسوں آجائیے گا میرے آفس" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں کہتے کال کاٹی۔"میرے بچے کو ہنسی آرہی تھی" شہریار نے موبائل سائیڈ پر رکھتے کہا۔"وہ آپ نے اتنا گندہ منہ بنایا تھا" مریم نے دونوں ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھتے اپنی ہنسی روکی تو وہ ہنس پڑا۔"سکونِ حیات یہ وہی کلائنٹ ہے جس کی وجہ سے اس دن مجھے غصہ آیا تھا تو اب اسکی کال آئی تو دل خراب ہوگیا باخدا۔تبھی اتنا گندہ منہ بنایا تھا" شہریار نے کہا تو وہ ہنسی اور اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی۔"اچھا ٹھیک اب چلیں ضرار بھائی اور مہر گھر پہنچ گئے ہونگے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور گاڑی سٹارٹ کرتے آگے بڑھا گیا جبکہ وہ مزے سے اب اسکی گود میں بیٹھی اسکے فون میں اپنی تصویریں

دیکھ رہی تھی جو کہ زیادہ تر رینڈم تھی۔ کہیں وہ ہنس رہی تھی، کہیں وہ اماں سائیں کے پاس بیٹھی تھی، کہیں وہ حجاب کررہی تھی، تو کہیں وہ نماز پڑھ رہی تھی۔ مسکراہٹ ایک پل کو جدا نہیں ہوئی تھی۔ شہریار ملک مریم خان یوسفزئی کا سکون تھا۔

"پروفیسر" مہرماہ نے قصرِ راجپوت کے پورچ میں گاڑی رکتے ہی اسے پکارا۔ "جی میری جان کیا ہوا" اس نے سیٹ بیلٹ کھولتے مہرماہ کو دیکھا جسکی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں جبکہ پلکوں پر نمی ابھی بھی تھی۔ وہ تب سے وقفے وقفے سے رورہی تھی۔ "آپ۔۔ ماموں۔۔ کو۔۔ کیا۔۔ بتائیں۔۔ گے ماما۔۔ نے۔۔ بتایا۔۔ تھا۔۔ کہ ماموں۔۔ انھیں۔۔ پسند۔۔ نہیں کرتے" مہرماہ نے اپنی انگلیاں مڑورتے پوچھا تو اس نے نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکے ہاتھوں پر رکھتے اسکا عمل روکا۔ "میں خود ہی بات کرلوں گا بابا سے" ضرار نے

نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسکے سر ہلانے پر وہ گاڑی سے اترا اور اسکی طرف سے آتے دروازہ کھولا اور اس کا ہاتھ تھامتے اسے باہر نکالا۔ ”درد تو نہیں ہو رہی؟“ ضرار نے اسکے دائیں ہاتھ کو احتیاط سے تھامتے پوچھا جہاں اس کی پشت پر اس وقت روئی پر ٹیپ لگائی تھی تاکہ اسکی وین سے خون نا نکلے۔ ”نہیں“ مہر ماہ نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنا دوسرا بازو اسکے کندھے کے گرد پھیلاتے اسے لیے اندر کی جانب بڑھا۔ ”اسلام علیکم “اس نے اندر داخل ہوتے باآواز بلند سلام کیا جس پر لاؤنج میں بیٹھے دراب صاحب، شاہجہاں بیگم اور فردوس بیگم نے بیک وقت مڑتے دروازے کی طرف دیکھا لیکن اگلے ہی پل مہر ماہ کو ضرار کے ساتھ دیکھتے حیرت سے کھڑے ہوئے۔ ”ضرار مہر کو کیا ہوا“ فردوس بیگم نے دراب صاحب کے ساتھ ان کے پاس آتے کہا جب کہ شاہجہاں بیگم ابھی وہیں بیٹھی تھیں۔ ”ماما میں بتاتا ہوں۔ پہلے ماہ کو کمرے میں لے کر چلتے ہیں۔ اسکی طبیعت نہیں ٹھیک

ابھی ہاسپٹل سے آئے ہیں" ضرار نے کہا تو وہ تینوں پریشان ہوئے۔ "ہاسپٹل کیوں کیا ہوا" دراب صاحب نے پریشانی سے پوچھا۔ "ڈیڈ میں بتاتا ہوں ابھی پہلے روم میں چلیں" ضرار نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا جس پر ضرار مہرماہ کو اوپر کی جانب لے جانے کی بجائے تنزیل بیگم کے کمرے کی طرف لیے بڑھنے لگا۔ "ضرار تنزیل کے کمرے میں" فردوس بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "جی ماما چچی کے کمرے میں۔ ابھی یہ والا گیسٹ روم صاف نہیں ہوگا یقیناً اور ابھی ماہ سے سیڑھیاں نہیں چڑھی جائیں گی تو چچی جان کے کمرے میں ٹھیک رہے گا" ضرار نے تنزیل بیگم کے کمرے کے دروازے پر نوک کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔ "کون ہے" اندر سے تنزیل بیگم کی آواز آئی۔ "چچی جان میں ہوں ضرار۔ کیا اندر آسکتا ہوں" ضرار نے کہا تو چند لمحوں کو وہ خاموش ہوئیں۔ "آجاؤ" چند لمحوں بعد اسے اجازت دی تو وہ دروازہ کھولتے اندر مہرماہ کو تھامے داخل ہوا۔ اسکے پیچھے ہی دراب صاحب اور

فردوس بیگم اندر داخل ہوئے۔ "مہر تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ اور کیا ہوا ہے تمھیں" تنزیل بیگم نے ضرار کے حصار میں موجود مہرماہ کو دیکھا اور بیڈ سے کھڑے ہوتے مہرماہ کو دیکھتے پریشانی سے پوچھا۔ "چچی کچھ نہیں بس ماہ کی طبیعت نہیں ٹھیک" ضرار نے کہا تو وہ پریشان ہوئیں۔ "ضاری اسے یہاں بٹھاؤ" انھوں نے ضرار سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ جبکہ پریشانی میں اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ آج بارہ برس بعد اسکی چچی نے اسے ضاری پکارا۔ جی چچی ضرار نے کہا اور مہرماہ کو نرمی سے بیڈ پر بٹھاتے اس کی پشت کے پیچھے تکیے درست کرتے اسے لٹاتے اس پر لحاف اوڑھایا۔ "کمفرٹیبل ہو" ضرار نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہم اندر آجائیں" ابھی وہ مزید بولتا جب دروازہ نوک کرتے شہریار بولا۔ "ہاں بچے آجاؤ" دراب صاحب نے کہا تو وہ مریم کا ہاتھ تھامے اندر داخل ہوا۔ "ضرار اب بتاؤ کیا ہوا ہے۔ مہر یہاں کیا کر رہی ہے اور اسے کیا ہوا ہے" دراب صاحب نے پوچھا تو

اس نے گہری سانس بھری۔ "بابا باہر چل کر بات کرتے ہیں۔ماہ کو آرام کرنے دیتے ہیں" ضرار نے کہتے انھیں اشارہ کیا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے اور باقی سب کو باہر جانے کا اشارہ کیا جس پر سب ہی باہر نکلے ۔"ماہ تم آرام کرو۔ میں تمھارے لیے کچھ کھانے کو بھجواتا ہوں اور ساتھ مریم گڑیا کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ میرے بچے سے باتیں کرے ٹھیک ہے "سب کے جانے کے بعد ضرار نے بیڈ پر اس کے پاس بیٹھتے اسے سینے سے لگایا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "آپ جا رہے ہیں؟" مہرماہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "ہاں لیکن اگر تم کہو گی تو نہیں جاؤں گا" ضرار نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر کہا۔ "آپ۔۔کب تک۔۔ آئیں گے" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ "بس تھوڑی دیر میں آجاؤں میں اپنی جان کے پاس" ضرار نے نرمی سے اسکے بال چہرے سے ہٹاتے کہا۔ "جی اچھا" مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے جھکتے بے حد محبت و الفت سے اسکے ماتھے پر لب رکھے ۔وہ جانتا تھا ابھی مہرماہ کو صرف وہ

چاہیئے کیونکہ مہرماہ صرف اسکے پاس ہی پُرسکون تھی۔ "میں نے اگر بابا سے بات نا کرنی ہوتی تو کبھی نا جاتا۔ بس تھوڑی دیر یہاں آرام کرو۔ میں یوں گیا اور یوں آیا اور ایک اہم بات اب رونا نہیں ہے میری جان نے۔ اچھے بچوں کی طرح ریسٹ کرنی ہے اور کھانا کھانا ہے۔ اور مریم گڑیا سے باتیں کرنا۔ میں اتنی دیر میں آجاؤں گا "ضرار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر دوبارہ بوسہ دیتے کھڑا ہوا اور اس پر لحاف اوڑھاتے باہر نکل گیا۔ "ضرار کیا ہوا ہے مہرماہ کو۔ شیری نے بھی کچھ نہیں بتایا" دراب صاحب نے اس کے باہر آتے ہی پوچھا۔ "بتاتا ہوں بابا۔ مریم گڑیا آپ ماہ کے پاس روم میں جائیں" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے روم میں مہرماہ کے پاس چلی گئی۔ مریم کے جاتے ہی اس نے میڈ کو مہرماہ کے کھانا لے جانے کو کہا اور باقی سب کی طرف متوجہ ہوا جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ "ضرار بچے اب بتاؤ" شاہجہاں بیگم نے کہا تو

اس نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”خلیل انکل کی ڈیتھ ہو گئی ہے“ ضرار نے بات کا آغاز کیا تو سب نے اسے دیکھا۔ ”کیا کہہ رہے ہو“ ضرار دراب صاحب نے پوچھا تو اس نے انھیں دیکھا۔ ”بابا میں سچ کہہ رہا ہوں خلیل انکل کی ڈیتھ ہو گئی ہے اور ماہ کی سوتیلی ماما اور باقی سب رشتے داروں نے اسے گھر سے نکال دیا ہے“ اور پھر ضرار نے انھیں کل رات کلاس روم والی بات سے لے کر ہاسپٹل تک کی ساری بات بتائی سوائے اپنے نکاح کے۔ ”تو ان لوگوں نے مہر کو تمھارے ساتھ کیوں بھیجا“ دراب صاحب نے پوچھا تو وہ گڑبڑایا۔ ”بابا انھوں نے ماہ پر الزام لگاتے اسے نکالا ہے تو میں اسے اپنے ساتھ لے آیا۔ عشق ہے وہ میرا۔ میں اسے یوں بے سہارا چھوڑ کر تو نہیں آسکتا تھا نا“ ضرار نے کہا تو سب مدھم سا مسکرائے۔ ”اب کیا چاہتے ہو“ تم دراب صاحب نے پوچھا۔ ”نکاح کرنا چاہتا ہوں ماہ سے“ ضرار نے فوراً کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ابھی بچی ٹھیک نہیں ہے کچھ دن صبر

کرلو" دراب صاحب نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں بابا کچھ دن نہیں۔ ابھی وہ ٹھیک نہیں ہے اسی لیے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اسے میری ضرورت ہے "ضرار نے کہا تو انھوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے لیکن ایک دو دن کا انتظار کرلو بس۔ ابھی مہر صدمے میں ہے۔ اسے دو دن کا وقت تو دو۔ کم از کم ہمیں اس سے بات کرنے دو اور میں کوئی اگر مگر نہیں سننے والا۔ اب تمھارا نکاح پرسوں جمعے والے دن ہوگا "دراب صاحب نے کہا تو اس نے نا چاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلایا۔ وہ جانتا تھا دراب صاحب کا فیصلہ حتمی ہے ذ۔ "ٹھیک ہے بابا لیکن پلیز صرف دو دن" ضرار نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ جبکہ ضرار نے چہرہ موڑتے تنزیل بیگم کے روم کے دروازے کو دیکھا جسکے دوسری طرف اسکی محبوبِ من تھی۔ وہ جانتا تھا یہ اڑتالیس گھنٹے اسکے لیے اڑتالیس سالوں کے مترادف ہونے والے ہیں پر وہ ابھی وہ انتظار کے سوا کچھ نہی کرسکتا تھا۔

"بابا ذان بو بالاتیدی بی (بابا جان وہ والا ٹیڈی بیئر بھی)" حوریہ نے یہ دسویں ٹیڈی بیئر کی طرف اشارہ کیا تھا جس پر میشائم بولتی کہ وہ دسواں ٹیڈی بیئر بھی خرید چکا تھا۔ "دِیر بس کریں پہلے ہی اتنے سارے کھلونے ہیں اسکے پاس اور اب بھی آپ نے یہ ڈھیر لگا دیا ہے۔ اور یہ میرے لیے بھی اتنا کچھ خرید چکے ہیں۔ ابھی پہلے والی چیزوں میں سے کچھ میں نے پہنی ہی نہیں اور آپ نے یہ اتنے کپڑے سینڈل جیولری پھر خرید لیے ہیں" میشائم نے گارڈز کے ہاتھوں میں موجود چیزوں کو دیکھتے کہا تو اس نے مڑتے اسے دیکھا جو اس وقت سر تا پیر عبائے میں ملبوس تھی۔ اس نے چہرہ نہیں ڈھانپا تھا اور نا ہی ماہ دیر نے اسے فورس کیا تھا۔ یہ وہی عبایا تھا جو ماہ دیر نے اسے لاکر دیا تھا۔ وہ لوگ آج شاپنگ پر آئے تھے۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ لوگ سیدھا مال آئے تھے اور ماہ دیر تب سے ہر اس چیز کو خرید چکا تھا جس پر حوریہ اور میشائم نے ہاتھ رکھا

تھا۔ ”دِیر کی جان میرا بس چلے تو میں پوری دنیا تم دونوں کے قدموں میں ڈھیر کردوں یہ تو چند چیزیں ہیں“ ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا تو اسے سمجھ نا آئی وہ مسکرائے یا ماتھا پیٹے۔ ”میں جانتی ہوں پر اب بس کریں نا۔ اتنی ساری شاپنگ ہوگئی ہے۔ اور میں تھک گئی ہوں۔ گھر چلتے ہیں“ میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اچھا میرا بچہ بس ایک لاسٹ شاپ میں جانا ہے اس کے بعد ہم لوگ آئس کریم کھائیں اور پھر گھر چلیں گے“ ماہ دیر نے کہا تو جہاں حوریہ نے آئس کریم کا نام سنتے "یاہو" کا نعرہ لگایا تھا۔ وہیں میشائم مسکرائی تھی لیکن اگلے ہی پل اپنے چہرے پر مصنوعی سنجیدگی طاری کی۔ ”بس لاسٹ شاپ“ میشائم نے انگلی اٹھاتے جیسے وارن کیا تھا کہ اپنی بات سے مکرنا مت۔ اور اسکے انداز پر ماہ دیر چہرہ جھکاتے ہنسا تھا۔ وہ یوں ہنستے اتنا پیارا لگا تھا کہ قریب سے گزرتے لوگوں نے مڑتے اسے دیکھا تھا جبکہ میشائم اس کی ہنسی پر مبہوت ہوئی تھی۔ ”جی میری ٹائگریس بس ایک شاپ“ ماہ دیر نے اسے محبت بھری

نظروں سے دیکھتے کہا تو وہ نظریں جھکا گئی جس پر وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ تھامتے لفٹ میں داخل ہوا۔ لفٹ میں داخل ہوتے ہی اس نے مخصوص فلور کا بٹن دبایا اور اسے اپنے قریب کرتے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھتے حوریہ کے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر میشائم مسکرائی جب کہ حوریہ کھلکھلاتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد لفٹ کا دروازہ کھلا تو وہ اسکا ہاتھ تھامے باہر نکلا۔ "دِیر ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں" میشائم نے اسے گولڈ شاپ کے سامنے رکتے دیکھ پوچھا۔ "بتاتا ہوں متاعِ جان اندر چلو پہلے" ماہ دیر نے کہا اور اسے اندر لایا۔ "بابا ذان جے تونسی سوپ اے (بابا جان یہ کونسی شاپ ہے)" حوریہ نے اسکے کندھے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "میری جان یہ گولڈ شاپ ہے" ماہ دیر جانتا تھا اسے سمجھ نہیں آئے گی پر پھر بھی حوریہ نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا جس پر وہ دونوں ہی ہنسے تھے۔ "اسلام علیکم سر میم" ان دونوں کے اندر داخل ہوتے ہی مینجر نے انھیں سلام کیا جس کا ان دونوں نے

جواب دیا۔ ”میں نے ایک جیولری آڈر دیا تھا کیا وہ تیار ہو گئی ہے“ ماہ دیر نے کرسی پر بیٹھتے پوچھا۔ ”جی سر ہو گئی ہے۔ میں ابھی لاتا ہوں“ مینجر نے کہا اور پیچھے مڑتے ایک مخصوص باکس اٹھایا جس پر " ماہ دیر سکندر" نام لکھا تھا۔ ”یہ لیں سر یہ آپ کا آڈر۔ جیسے آپ نے کہے تھے بلکل ویسے“ مینجر نے کہتے باکس اوپن کیا تو ماہ دیر مسکرایا جبکہ میشائم کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں کیونکہ باکس میں دو ایک جیسے بریسلٹ تھے۔ ایک حوریہ کیلئے اور ایک میشائم کے لیے۔ بریسلٹ پورا گولڈ سے بنا تھا جسکے عین وسط میں چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈز سے پھول بنا تھا جبکہ اس پھول کے بلکل ساتھ میشائم کے بریسلٹ پر "جانِ دیر" جبکہ حوریہ کے بریسلٹ پر " بابا کی حور" لکھا تھا جو کہ سرخ یاقوت سے لکھا گیا تھا۔ وہ دونوں بریسلٹ اپنی قیمت آپ بتا رہے تھے۔ ”یہ ایک دم پرفیکٹ ہیں“ ماہ دیر نے ان بریسلٹ کو دیکھتے کہا۔ ”شکریہ سر۔ سر انھیں پیک کرنا ہے یا آپ ابھی میم اور اپنی بیٹی کو پہنائیں گے“ مینجر نے پوچھا تو اس نے چہرہ

جھکاتے ایک نظر اپنے سینے پر سر رکھے اشتیاق سے بریسلٹ کو دیکھتی حوریہ کو دیکھا اور ایک نظر چہرہ موڑتے اپنی بیوی کو دیکھا جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "پیک کردیں" ماہ دیر نے کہا اور اپنا کریڈٹ کارڈ مینجر کو پکڑایا تاکہ وہ پیمنٹ کرسکے۔ "سر" پانچ منٹ بعد ہی مینجر نے دونوں بریسلٹ الگ الگ سیاہ باکس میں رکھتے انھیں ایک خوبصورت سیاہ بیگ میں ڈالا اور اسکے کریڈٹ کارڈ کے ساتھ اسکی طرف بڑھایا جسے تھامتے وہ کھڑا ہوا۔ "بیوی چلیں" ماہ دیر نے نرمی سے اسکا ہاتھ دباتے پوچھا تو اس نے بامشکل اپنی حیرت پر قابو پاتے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر اسکا ہاتھ تھامے شاپ سے باہر نکلا اور سیدھا لفٹ میں آتے گراؤنڈ فلور کا بٹن دبایا۔ یشائم اس دوران خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی جسکی آنکھوں میں اس وقت ایک چمک تھی۔ خوشی اسکے چہرے پر صاف عیاں تھی۔ اسے دیکھتے یوں لگ رہا تھا گویا وہ کوئی بہت بڑی جنگ فتح کر آیا ہو۔ وہ حیران تھی وہ شخص ان پر اپنی دولت لٹاتے بھی اتنا

پُرسکون تھا۔ "میشی چلو" لفٹ کا دروازہ کھلا تو ماہ دیر نے اسے پکارا جس پر وہ ہوش میں آئی اور اسکے ساتھ پارکنگ ایریا کی طرف بڑھ گئی۔پارکنگ ایریا میں پہنچتے ہی ماہ دیر نے اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولتے اسے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پر وہ گاڑی میں بیٹھی۔اسکے بیٹھتے ہی ماہ دیر نے حوریہ کو نرمی سے اس کی گود میں بٹھایا اور خود دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا۔ "میشی اپنا ہاتھ آگے لاؤ" ماہ دیر نے اسکی طرف مڑتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "متاعِ جان ہاتھ آگے لاؤ" ماہ دیر نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اسکی کلائی اپنے سامنے کی اور بیگ کھولتے اس میں سے بڑا باکس نکالتے بریسلٹ نکالا اور اسکی کلائی کی زینت بنا گیا۔ بریسلٹ اسکی کلائی میں حد درجہ زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکی کلائی پر لب رکھے۔ "لٹل ہائنس اپنا ہاتھ آگے لائیں" ماہ دیر نے سیدھے ہوتے حوریہ کا بریسلٹ نکالتے اسے کہا تو اس نے خوشی خوشی اپنی کلائی آگے کی جس پر وہ

مسکرایا اور نرمی سے اسکی ننھی سی گول مٹول کلائی پر بریسلٹ پہناتے اسکی کلائی پر لب رکھے۔ "ماشاءاللہ میرا بچہ اللہ آپ دونوں کو بُری نظر سے محفوظ رکھے "ماہ دیر نے نرمی سے ان دونوں نے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو حوریہ کھلکھلائی جبکہ میشائم خاموش ہی رہی۔ "میشی کیا ہوا ہے" ماہ دیر نے اسکی خاموشی محسوس کرتے پوچھا۔ "آپکو اتنے پیسے ضائع نہیں کرنے چاہیئے تھے دِیر " میشائم نے کہا تو اسکی بات سنتے وہ مسکرایا۔ "اچھا اور زرا بتاؤ میں نے کب پیسے ضائع کیے ہیں" ماہ دیر نے کہا اور حوریہ کو اٹھاتے اپنی گود میں بٹھا گیا۔ "یہ اتنے مہنگے بریسلٹ خریدنے کی کیا ضرورت تھی" میشائم کے لہجے میں خفگی تھی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا۔ "اور تمھیں کیسے پتا یہ مہنگے ہیں۔یہ آرٹیفیشل بھی تو ہوسکتے ہے نا" ماہ دیر نے اسے تپانے کی غرض سے مسکراہٹ دباتے پوچھا تو اسکی توقع کے عین مطابق وہ تب بھی گئی تھی۔ "یہ سونے کا بریسلٹ ہے اس پر ہیرے اور یاقوت لگے ہیں۔اس کی قیمت یہ خود بتا رہا ہے اور آپ اسے

نقلی کہہ رہے ہیں دِیر" میشائم نے اسے گھورتے کہا تو وہ ہنس پڑا جبکہ اپنی ماما سے اپنے بابا جان کو ڈانٹ پڑتے دیکھ حوریہ کے ماتھے پر ننھے ننھے بل پڑے۔"ماما مے بابا ذان تو نا داتو (ماما میرے بابا جان کو نا ڈانٹو)" حوریہ نے قدرے خفگی سے بُرا منانے والے انداز میں سینے پر بازو باندھتے کہا تو میشائم کا منہ کھلا جبکہ ماہ دیر کو ٹوٹ کر اپنی بیٹی پر پیار آیا۔"ہائے میرا بچہ۔بابا کی جان۔بابا صدقے جائیں اپنے بیٹے کے اتنے پیار" پر ماہ دیر نے اسے سینے میں بھینچتے دیوانہ وار اسکے چہرے پر لب رکھے تو حوریہ کھلکھلائی جبکہ ان باپ بیٹی کی حرکت پر میشائم انھیں گھورنے لگی۔اس نے ان دونوں سے نظریں ہٹاتے چہرہ دوسری طرف موڑا تو ان دونوں نے اسے دیکھا۔"لگتا ہے آپکی ماما ناراض ہوگئیں ہیں" ماہ دیر نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"میشی ناراض ہوگئی ہو" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا جو خفا خفا سی بیٹھی کافی کیوٹ لگ رہی تھی۔"آپکو دونوں کو کیا۔آپ جائیں ایک دوسرے سے لاڈ کریں۔مجھے

تھرڈ پارٹی کی طرح سائیڈ پر کر دیا کریں" میشائم کی آواز سے لگ رہا تھا کہ وہ ابھی رو دے گی۔ وہ جانتی تھی یہ کوئی وجہ نہیں ہے رونے والی۔ پر ماہ دیر کے لاڈ نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ پہلے اسے یوں چھوٹی چھوٹی سی اور معمولی باتوں پر رونا نہیں آتا تھا پر اب آتا تھا کیونکہ اب کوئی تھا جو اسکے ایک آنسو پر تڑپ جاتا تھا۔ جو اسکے آنسو گرنے سے پہلے کبھی اپنی پوروں سے تو کبھی اپنے ہونٹوں سے چن لیتا تھا۔ "میشی میری جان یہاں دیکھو" ماہ دیر نے نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکی ٹھوڑی تھامی تو اس نے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں خفگی تھی۔ ناک جذباتی ہونے کی وجہ سے سرخ ہوئی تھی۔ اسے دیکھ وہ مسکرایا تھا۔ "ناراض ہوگیا میرا بچہ" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسکے یوں ماننے پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اسے قریب کرتے ایک بازو اس کے گرد پھیلا گیا۔ "آئی آیم سوری" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے کہا۔ "ماما شوئی (ماما سوری)" ماہ دیر کو دیکھتے حوریہ نے بھی کہا اور

اسکی طرف جھکتے اسکے ماتھے پر اپنے ننھے ننھے لب رکھ گئی۔ان دونوں کی حرکت پر یشائم مسکرائی اور انھیں دیکھا۔"ایسے ہی ہنستی رہا کرو متاعِ جان پیاری لگتی ہو" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔"پھر آپ مجھے یونہی اپنے پاس رکھا کریں۔مجھے آپکا حصار اپنی سیف پلیس لگتا ہے۔ایک ایسی جگہ جہاں مجھے صرف خوشی ملتی ہے۔جہاں دکھ مجھے چھو بھی نہیں سکتے" یشائم نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ماہ دیر سکندر یشائم خان کی سیف پلیس تھا۔یہ بات ہی ماہ دیر سکندر کو روح تک سرشار کرگئی تھی۔"میں تمھارے پاس ہی ہوں یشی" اس نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جبکہ حوریہ اپنے بابا کے سینے پر سر رکھے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔"جانتی ہوں پر بس ایسے ہی کہہ رہی ہوں۔آپکو پتا ہے دیر میں ایسی نہیں تھی۔مجھے کسی کی توجہ نہیں پسند تھی پر جب سے آپ آئے ہیں مجھے آپکی توجہ ہر وقت چاہیئے ہوتی ہے" یشائم نے کہا تو وہ نرمی سے مسکرایا۔"میری

ساری توجہ تم پر ہی ہوتی ہے میشی" اس نے کہا تو وہ شرارت سے مسکرائی۔ "گڈ فار یو۔ ورنہ اگر مجھ پر سے یا حوریہ پر سے آپکی توجہ ہٹی نا ڈاکٹر صاحب تو میں آپکا جینا حرام کردوں گی" میشائم نے کہا تو وہ ہنسا۔ "ارے ارے میری ٹائیگریس کیوں معصوم کو ڈرا رہی ہو" ماہ دیر نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "دِیر ویسے اتنے مہنگے بریسلٹ خریدنے کی ضرورت نہیں تھی" میشائم کو پھر اپنی کلائی میں چمکتے بریسلٹ کی یاد آئی تو بولی۔ "میشی میرا بچہ۔یہ میں نے بے حد محبت سے تم دونوں کے لیے بنوایا ہے اور یہ اب کا نہیں بنوایا۔یہ میں نے لٹل ہائنس کے لیے ایکسڈنٹ سے پہلے بنوایا تھا۔ہاں تب صرف حوریہ کیلئے بنوایا تھا لیکن ہاں جب مجھے تم سے محبت ہوئی تو تمھارے لیے بھی بنوا دیا۔پہلے ان پر نام نہیں تھے یہ میں نے بعد میں ایڈ کروائیں ہیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "لیکن اگر یہ گم گیا تو" میشائم نے سیدھے ہوتے پوچھا۔ "تو میں اور لے دوں گا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے چند

لمحے حیرت سے اسے دیکھا پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔وہ جانتی تھی وہ ایسا کر سکتا ہے۔اسکے ہنسنے پر وہ مسکرایا اور حوریہ کو اسے پکڑایا جو اب سو رہی تھی۔

"اسلام علیکم سر" ایک گارڈ نے عامر کو دیکھتے کہا جو اس وقت جم میں شرٹ لیس ٹریڈ مل پر بھاگ رہا تھا۔وہ اس وقت صرف بلیک ٹروزار میں ملبوس تھا۔اس کے یوں بھاگنے سے اسکے مسلز بے حد حسین منظر پیش کر رہے تھے۔اسکی کشادہ پشت پر بار بار مسلز پھولتے اسے پر کشش بنا رہے تھے جبکہ بھاگنے کی وجہ سے پسینہ اسکے چہرے سے ہوتے سینے تک سفر کر رہا تھا۔وہ پر کشش تھا اور قیامت یہ کہ وہ اس بات سے واقف تھا۔"وعلیکم اسلام۔کچھ پتا لگا قریشی خاندان کا" عامر نے اسے دیکھتے کہا۔"جی سر پتہ لگ گیا ہے۔وہ لوگ مردان سے گلگت شفٹ ہو گئے ہیں اور ان کا پورا خاندان وہی رہتا ہے۔اور اب تو وحید قریشی کا بیٹا بھی گلگت آیا ہے" گارڈ نے کہا تو اس کی آنکھیں

سرخ ہوئیں۔ ”اس شخص کا نام میرے سامنے مت لیا کرو“ عامر نے غصے سے کہا تو گارڈ کو اپنی سنگین غلطی کا احساس ہوا۔ ”سوری سر“ اس نے سر جھکاتے کہا تو اس نے بامشکل ضبط کیا۔ ”جاؤ یہاں سے اور کل شام میں گلگت نکلنے کی تیاری کرو“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکل گیا۔ ”وحید قریشی۔ میری ماما کی باتیں اگر سچ ہوئی تو تمھارے خاندان کا نام و نشان مٹا دوں گا میں“ عامر نے دل میں نفرت سے کہا اور ٹریڈ مل بند کرتے تولیہ اٹھاتے اپنے آپ کو صاف کرنے لگا۔ اب اسکا ارادہ کچھ دیر تک نہانے کا تھا۔ وہ جم روم سے باہر نکلا تو سامنے لاؤنج میں داخل ہوا جو کہ خاصا کشادہ تھا۔ ایک طرف بڑا سا کچن تھا جبکہ لاؤنج میں ہی ایک طرف دو کمرے موجود تھے جہاں کوئی نہیں رہتا تھا۔ وہ چلتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور اوپر جانے لگا جہاں چار کمرے تھے جن میں سے ایک سٹڈی تھا۔ ایک اسکا کمرہ تھا، ایک گیسٹ روم تھا جبکہ ایک کمرہ ایسا تھا جہاں عامر اپنوں کی یادوں کو رکھتا

تھا۔اس نے نظریں اٹھاتے اس کمرے کے دروازے کو دیکھا اور مدھم مسکراہٹ لبوں پر سجاتے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ ”ہاں بولو۔وہ دونوں ٹھیک ہیں“ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکے کانوں سے اپنے فون کی آواز ٹکرائی جسے سنتے اس نے آگے بڑھتے فون اٹھایا اور کان سے لگا گیا۔ ”جی سر وہ ٹھیک ہیں۔بس بڑے سر ابھی گھر آئے ہیں کچھ دیر پہلے۔انکی بیوی بھی ساتھ تھیں لیکن انکے ساتھ گارڈز نہیں تھے تو میں انکے پیچھے ہی تھا۔اب وہ گھر کے اندر داخل ہوئے ہیں تو آپکو بتانے کے لیے کال کی تھی“ اسکے گارڈ نے کہا تو اس نے دانت پیسے۔اسے اس بڑے سر پر شدید غصہ آرہا تھا جس نے خود کا خیال نا رکھنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ ”ٹھیک ہے۔اور تمھارے چھوٹے سر وہ گارڈز کو ساتھ رکھتے ہیں کہ نہیں“ عامر نے بالکونی کی طرف قدم بڑھاتے پوچھا۔ ”سر وہ نا بھی رکھیں تو بڑے سر لازمی انکے ساتھ بھیجتے ہیں“ گارڈ نے بتایا تو وہ مسکرایا۔ ”پاگل لڑکا خود کا خیال رکھتا نہیں پر چھوٹے کی ہر چیز کا خیال باپ کی

طرح رکھتا ہے" عامر نے زیرِ لب کہا اور نرمی سے مسکرایا۔ "اچھا ٹھیک ہے اپنے بڑے سر کے ساتھ ساتھ رہا کرو۔ اسے ایک کھڑونچ بھی نہیں آنی چاہیئے۔ اور دھیان رکھنا اسے پتا نا لگے تم ساتھ ساتھ ہوتے ہو" عامر نے سنجیدگی سے کہا۔ "جی سر" اس آدمی نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "وہ خوش ہے اپنی بیوی کے ساتھ "عامر نے پوچھا۔ "جی سر بہت خوش ہیں۔ پہلے گھر دیر سے آتے تھے پر اب جب سے شادی ہوئی ہے جلدی آتے ہیں اور ہر وقت مسکراتے رہتے ہیں" گارڈ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہے نظر رکھو ان دونوں پر۔ ان دونوں کو جو کوئی نقصان پہنچانے کا سوچے اسے زندہ زمین گاڑھ دینا" عامر نے حکم دیتے کہا تو وہ جی سر کہتے کال کاٹ گیا۔ "بس ایک بار مجھے ہمارا ماضی پتہ لگ جائے پھر میں تم دونوں سے ملوں گا اور تم دونوں کو خوب بگاڑوں گا" عامر نے دل میں ان دونوں کو مخاطب کرتے کہا اور گہری سانس بھرتے اندر کی جانب بڑھا تاکہ نہا سکے۔

"آپ" مہرماہ ابھی واش روم سے نکلی تھی جب سامنے ضرار کو بیڈ پر بیٹھے دیکھ بولی۔ اسے ڈنر کے بعد ضرار نے اوپر اپنے روم کے سامنے والے گیسٹ روم میں شفٹ کر دیا تھا تاکہ وہ بعد میں سکون سے اس سے ملاقات کر سکے۔ قریباً بارہ بجے تک سب ہی وقفے وقفے سے مہرماہ کے پاس آتے رہے۔ جس وجہ سے وہ پہلے نا آسکا تبھی اب فجر کی نماز پڑھنے کے بعد آیا تھا۔ "جی میرا بچہ میں" ضرار نے اسکے پاس جاتے کہا اور نرمی سے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے قریب کیا جس پر مہرماہ کا چہرہ گلابی ہوا اور اسنے فوراً نگاہیں جھکائیں۔ "یہاں دیکھو" ضرار نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھتے اسکا چہرہ اوپر کیا۔ "میں نے رونے سے منع کیا تھا نا" ضرار نے اسکے سوجھے پپوٹوں کو سہلاتے کہا۔ "میں۔۔ نہیں۔۔ روئی" مہرماہ نے بھرائی آواز میں کہا تو وہ اس کے جھوٹ پر مسکرایا۔ "جھوٹ نہیں بولتے۔ سچ بتاؤ" ضرار نے نرمی سے اسے

سینے سے لگاتے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "بابا
۔۔کی۔۔یاد۔۔آرہی۔۔تھی" مہرماہ نے کہا تو اس نے اسکے گرد حصار
مضبوط کیا اور اسکا سر چوم گیا۔ "انکل کی یاد آرہی ہے تو انکے لیے مغفرت کی
دعا کرو پریوں رو کر انکی روح کو اور مجھے اذیت تو نا دو" ضرار نے کہا تو اس نے
ہاں میں سر ہلایا۔ اسکے لہجے میں بے بسی صاف محسوس کی جا سکتی
تھی۔ "پروفیسر" مہرماہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "جی پروفیسر کی جان"
ضرار نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے محبت سے چور لہجے میں جواب
دیا۔ "بابا۔۔اتنی جلدی۔۔کیوں چلے گئے" مہرماہ نے کپکپاتے لفظ ادا کیے تو
ضرار نے اسے واپس اپنے سینے میں بھینچا۔ "میرا بچہ ان کی زندگی اتنی ہی
تھی۔یہ اللہ کی مرضی تھی بچے۔اس پر صبر کرو یوں رو کر انکل واپس تو نہیں
آئے گے نا الٹا آپکی طبیعت خراب ہوگی "ضرار نے اسکے بال سہلاتے کہا تو
مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا لیکن آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جو ضرار جا سینہ

بھگو رہے تھے۔ "یہاں میری طرف دیکھو" اس نے پیار سے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما تو مہرماہ نے اپنی آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "میری جان میں نے آپکو ابھی سمجھایا ہے نا روتے نہیں ہیں۔ میری ماہ تو اچھی بچی ہے نا۔ اور اچھے بچے روتے نہیں ہیں پتہ ہے نا" ضرار نے اسے بچوں کی طرح پچکارتے پوچھا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھر میرا اتنا پیارا بچہ کیوں رو رہا ہے۔ روتے نہیں ہیں نا شاباش اب رونا بند کرو۔ میں جانتا ہوں جو غم تمھیں ملا ہے وہ غم چھوٹا نہیں ہے پریوں رو کر کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ سے دعا کہ اللہ انکل کی مغفرت فرمائے اور تمھیں صبر دے۔ میں جانتا ہوں ماہ یہ مشکل ہے پر ناممکن نہیں۔ پلیز ہم سب کے لیے خود کو سنبھالو۔ میرے لیے خود کو سنبھال لو باخدا تمھیں یوں دیکھ کر میرا دل کٹتا ہے ماہ۔ میری خاطر رونا چھوڑ دو۔ میں جانتا ہوں وہ تمھارے بابا تھے اور انکے لیے آنسو بہانے کا تمھیں پورا حق ہے پریوں تم خود کی طبیعت بگاڑ لو گی "ضرار

نے نرمی سے کہتے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں کوشش کروں گی" اس نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "تم کوشش نا کرو بس اپنا آپ مجھے سونپ دو۔میں تمہیں خود ہی سنبھال لوں گا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ "شاباش میرا بچہ۔بھوک لگ رہی ہے" اس نے جھکتے احتیاط سے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھایا تو وہ ایک دم گھبرائی۔ ضرار اسے گود میں اٹھائے بیڈ کے قریب آیا اور اسے نرمی سے وسط میں لٹاتے خود اسکے ساتھ دراز ہوا۔ "ماہ بھوک لگ رہی ہے" اس نے نرمی سے دوبارہ پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نیند آرہی ہے" ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔جس پر ضرار نے اسکے سر کے نیچے سے بازو نکالتے اسکا سر اپنے سینے پر رکھا اور اسے اپنے حصار میں لے گیا۔ "پر۔۔وفیسر "اسکی اتنی نزدیکی پر مہرماہ کے پسینے چھوٹے۔ "جی میری جان" اس نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا۔ "آپ۔۔جائیں۔۔اب" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے بے حد

محبت سے اسکی ناک کو چھوا۔ ”سوجاؤ میرا بچہ۔اب تم سے دور جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا“ ضرار نے اس کے سر ٹھوڑی ٹکاتے کہا۔ ”اگر۔۔ماموں۔۔یا۔۔۔ممانی آگئے۔۔تو“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تو میں کہہ دوں گا میں اپنی بیوی کے پاس ہوں“ ضرار نے شرارت سے کہا۔ ”آپکو۔۔ڈر نہیں۔۔لگتا۔۔ماموں سے“ مہرماہ نے پوچھا تو اس نے مسکراہٹ دباتے نفی میں سرہلایا۔ ”میں کیوں ڈروں بھئی۔تم میری اپنی ذاتی حق حلال کی بیوی ہو“ ضرار نے کہا تو اسکے گال گلابی ہوئے جس پر وہ مسکرایا۔ ”اچھا ایک بات کرنی تھی تم سے“ ضرار نے نرمی سے اسے دیکھتے کہا۔ ”کیا“ مہرماہ نے بھی اسے دیکھا تھا۔ ”جمعے کو ہمارا نکاح ہوگا۔ماما بابا کی موجودگی میں دوبارہ۔تو ماما بابا کل تم سے بات کرنے آئیں گے“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”چچی سے بات ہوئی تھی“ ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”وہ سب تھے یہاں تو ممانی سے بات نہیں ہوئی لیکن وہ میرے پاس

ہی تھیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "چلو اب سو جاؤ شاباش۔ پھر باقی باتیں تمھارے جاگنے کے بعد کریں گے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے واپس سے اسکے سینے پر سر رکھا جس پر وہ مسکرایا اور جھکتے بے حد نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے اسے اپنے قریب کر گیا۔

"کم ان" ماہ دیر نے اپنے کیبن کے دروازے پر دستک سنتے آنے والے کو اجازت دی۔ وہ اس وقت ہاسپٹل میں تھا جبکہ حوریہ اسے بار بار کال کر کے کہہ رہی تھی کہ بابا گھر آجائیں پر ابھی اس نے ناچاہتے ہوئے بھی تھوڑی دیر کا کہا تھا کیونکہ اسکے ایک مریض نے آنا تھا جو کہ لاہور سے آرہے تھے تو وہ انھیں اٹینڈ کرنا چاہتا تھا۔ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے انکا انتظار کر رہا تھا جبکہ حوریہ بھی پچھلے ایک گھنٹے سے اسے کال کر رہی تھی پر اب دس منٹ ہو گئے تھے لیکن

حوریہ کی کال نا آئی۔ ”اسلام علیکم ڈاکٹر“ اسکے اجازت دینے پر کیبن کا دروازہ کھلا اور دروازہ کھلتے ہی عالمگیر خان اور فہمیدہ خان دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئے۔وہ لوگ شادی میں کافی مصروف تھے تبھی پہلے چیک اپ کے لیے نہیں آسکے پر آج تھوڑا سا ٹائم ملتے ہی عالمگیر خان انھیں یہاں لے آئے تھے۔ ”وعلیکم اسلام آئیں تشریف رکھیں۔آپ مسٹر خان ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو وہ فہمیدہ خان کو بٹھاتے انکے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے۔ ”جی میں عالمگیر خان یوسفزئی ہوں اور یہ میری بیوی فہمیدہ خان یوسفزئی ہیں ہم انھی کا چیک اپ کرانے آئے ہیں“ انھوں نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔جبکہ انکا نام سنتے ایک پل کو حیران ہوا تھا۔یہ نام اسکی متاعِ جان کے والد کا بھی تھا پر اس نے اپنی سوچ جھٹکتے خود کو کمپوز کیا۔ ”اچھا تو کیا ہوا ہے انھیں“ ماہ دیر نے عالمگیر خان کو دیکھتے پوچھا۔ ”یہ جب کبھی تھوڑا سا بھی پریشان ہوتی ہیں انکی سانس اٹکنے لگتی ہے۔بلڈ پریشر ایک دم سے گر جاتا ہے۔دھڑکن کبھی کم ہوتی

ہے کبھی تیز۔ اور انکی بائیں بازو میں بھی اس وقت شدید درد ہوتا ہے۔ ہم نے کافی ڈاکٹرز سے علاج کرایا ہے پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔ میں آج تک انھیں میل ڈاکٹر کے پاس نہیں لے کر گیا پر انکی کنڈیشن میں سدھار نہیں آرہا اس لیے آپکے پاس آیا ہوں کیونکہ آپکا کافی نام سنا ہے" عالمگیر خان نے کہا تو وہ انکے آخری جملے پر مدھم سا مسکرایا۔ "انکل آپ آئے ہیں میں آپکو نا امید نہیں لوٹاؤں گا۔ انکی رپورٹس دکھائیں زرا مجھے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائے اور اسے رپورٹس پکڑائیں جسے وہ پڑھنے لگا۔ رپورٹس کو سنجیدگی سے پڑھتے اسے سارا معاملہ سمجھ آگیا تھا۔ اس نے رپورٹس بند کیں اور فہمیدہ خان کو دیکھا۔ "آنٹی کیا یہ سب آپ کے ساتھ بچپن سے ہوتا ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں پچھلے چھ سات سال سے" فہمیدہ خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا چھ سات سال پہلے اچانک سے ہونے لگ گیا یا کوئی وجہ بنی" ماہ دیر نے پوچھا تو ان دونوں کے چہرے پر کرب پھیلا جسے ماہ

دیر نے بھی محسوس کیا تھا۔ ”ایکدم سے نہیں ہوا۔ دراصل بیس سال پہلے ہمیں اللہ نے جڑواں بیٹیاں عطا کی تھیں پر وہ چند گھنٹوں سے زیادہ دیر ہمارے پاس نا رہی۔ انھیں کوئی ہم سے ذاتی دشمنی نکالنے کی غرض سے اغواہ کر کے لے گیا اور آج بیس سال ہوگئے ہیں ہمیں اپنی بیٹیوں کو ڈھونڈتے پر وہ ابھی تک نہیں ملیں اور اسی چیز کا صدمہ لیا ہوا ہے انھوں نے۔ پہلے صرف انکا بی ڈراپ کرتا تھا یا ہارٹ بیٹ کم زیادہ ہونے لگتی تھی پر اب چھ سات سال ہوگئے ہیں ہر کام ساتھ ہی ہوتا ہے“ عالمگیر خان نے بتایا تو ماہ دیر کو افسوس ہوا۔ جبکہ بیٹیوں کا ذکر سنتے نا جانے کیوں اسے یشائم کا خیال آرہا تھا۔ کیا وہ جو سوچ رہا تھا ویسا ہو سکتا تھا۔ پھر فہمیدہ خان کا چہرہ بھی تو یشائم سے کتنی مشابہت رکھتا تھا۔ ”مجھے سن کر بہت افسوس ہوا۔ میں دعا کروں گا کہ اللہ پاک جلد ہی آپکو آپکی بیٹیوں سے ملا دے“ ماہ دیر نے انھیں دیکھتے کہا تو انھوں نے آمین کہا جس پر وہ مدھم سا مسکرایا اور گہری سانس بھر گیا کیونکہ اس وقت

اسکا دماغ جو کہہ رہا تھا وہ حقیقت بھی ہو سکتا تھا۔ ”انکل ! آنٹی کو بروکن ہارٹ سینڈروم ہوا ہے۔ اس میں دل کے مسلز عارضی طور پر کمزور ہونے لگتے ہیں اور یہ اچانک سٹریس لینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آنٹی بھی جب زیادہ سٹریس لیتی ہیں یا روتی ہیں یقیناً تبھی یہ سب ہوتا ہوگا۔ ویسے تو اسکو ہم صرف کوور کر سکتے ہیں۔ اسکا مستقل علاج ڈاکٹرز کے پاس نہیں ہے۔ کیونکہ ہم ڈاکٹرز صرف دوائیاں دے سکتے ہیں تاکہ جو یہ درد سانس کا اکھڑنا وغیرہ آٹنی کے ساتھ ہوتا ہے وہ نا ہو۔ لیکن اسکا ایک مستقل علاج بھی ہے اور وہ یہی ہے کہ آنٹی پریشان ہونا چھوڑ دیں لیکن میں جانتا ہوں جو آپکے ساتھ ہوا ہے میں جانتا ہو یہ مشکل ہے“ ماہ دیر نے اپنی سوچوں کو لگام ڈالتے کہا تو ان دونوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”تو اسکا مطلب جب ہماری بیٹیاں ملے گی تب انکی بیماری جڑ سے ختم ہو جائے گی“ عالمگیر خان نے ایک امید سے پوچھا۔ ”جی کہہ سکتے ہیں لیکن ساتھ دوائیوں کا پروپر علاج اور سٹریس کو بلکل نظر انداز کرنا ضروری

ہے" ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بابا ذانن" عالمگیر خان نے ابھی کچھ کہنے ہو ہونٹ واء کیے تھے کہ کیبن کا دروازہ کھولتے ایک معصوم سی آواز کمرے میں گونجی جسے سنتے تینوں نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں حوریہ وائٹ کلر کی پینٹ شرٹ پہنے اوپر بلیک جیکٹ پہنے ساتھ بلیک شوز پہنے جبکہ دو پونیاں کیے بے حد پیاری لگ رہی تھی جبکہ اسکے پیچھے ہی میشائم سر تا پیر بلیک عبائے میں ملبوس تھی۔ انھیں دیکھ جہاں ماہ دیر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی وہیں عالمگیر خان اور فہمیدہ خان غور سے میشائم کو دیکھ رہے تھے۔ جو ہوبہو انھیں فہمیدہ خان کی کاپی لگ رہی تھی صرف اسکی آنکھیں ہیزل تھیں جبکہ فہمیدہ خان کی آنکھیں نیلی تھیں۔ "لٹل ہائنس۔ میشی" ماہ دیر اپنی کرسی سے کھڑے ہوتے ان کے پاس آیا اور حوریہ کو گود میں اٹھاتے میشائم کو اپنے ساتھ لگایا۔ "تم دونوں یہاں کیا کر رہے ہو" ماہ دیر نے باری باری ان دونوں کے ماتھے پر لب رکھے۔ ان دونوں کو دیکھتے اسکی ساری تھکاوٹ اتر

گئی۔ اسے فرق نہیں پڑ رہا تھا کہ ان تینوں کے علاوہ بھی کوئی روم میں موجود ہے اسے بس اپنی متاعِ جان اور اپنی بیٹی کو دیکھتے اپنے دل کو سکون پہنچانا تھا۔ "وہ دِیریہ پچھلے ایک گھنٹے سے تنگ کر رہی تھی اور اب تو اتنا رو رہی تھی تو میں لے آئی۔ اکیلی نہیں آئی ڈرائیور کے ساتھ آئی ہوں اور گارڈز کو بھی ساتھ لائی تھی۔ آپکو بُرا تو نہیں لگا نا" بیشائم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "تم دونوں کی موجودگی مجھے ہرگز بُری نہیں لگ سکتی" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ جبکہ عالمگیر خان اور فہمیدہ خان مسکرائے تھے۔ "بابا ذان حولیہ تو اپ تی آدالی تی۔ اول می لوئی بی (بابا جان حوریہ کو آپکی یاد آرہی تھی اور میں روئی بھی)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے اسے سینے میں بھینچا۔ "میرا بچہ سو سوری آپ بابا کی وجہ سے روئے" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ کھلکھلائی جس پر باقی سب بھی مسکرائے۔ "بیشی تم وہاں بیٹھ جاؤ۔ بس میں انکا چیک اپ کرلوں پھر گھر چلتے ہیں" ماہ دیر نے اسکا ہاتھ تھامتے اسے کیبن میں لگے سینگل

سیٹر کاؤچ کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے بیٹھ گئی جبکہ ماہ دیر حوریہ کو یونہی سینے سے لگائے اپنی جگہ پر بیٹھا اور واپس ان کی طرف متوجہ ہوا جو میشائم کو دیکھ رہے تھے۔ "یہ میری بیوی ہے انکل اور یہ میری بیٹی" ماہ دیر نے مسکراتے انکا تعارف کرایا تو وہ مسکرائے۔ "ماشاءاللہ اللہ پاک آپ دونوں کو خوش رکھے" فہمیدہ خان نے کہا تو ان دونوں نے آمین کہا۔ "بابا ذان جے تون ایں (بابا جان یہ کون ہیں)" حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو پر کچھ لکھ رہا تھا۔ "یہ انکل اور آنٹی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اپنے ننھے سے ماتھے پر اپنی ہتھیلی ماری جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ "میری جان ایسے نہیں کرتے آپکو چوٹ لگ جائے گی" ماہ دیر نے اسکا ماتھا نرمی سے سہلاتے کہا۔ "بابا ذان می پوت لی اوں جے انتل انتی تون ایں (بابا جان میں پوچھ رہی ہوں یہ انکل آنٹی کون ہیں)" حوریہ نے کہا تو سب ہی محظوظ ہوتے اسے دیکھنے لگے۔ "میری جان میں ڈاکٹر ہوں نا تو یہ میرے پیشنٹ ہیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے

سینے پر سر رکھتے اسکے سٹیتھوسکوپ سے کھیلنے لگی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا۔ "انکل یہ دوائیاں آپ نے انھیں روزانہ دینی ہیں اور ایک یہ والی گولی آپ نے صرف تب دینی ہے جب انکی طبیعت زیادہ خراب ہو" ماہ دیر نے پرچی انکی طرف بڑھاتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور فہمیدہ خان کا ہاتھ تھامتے کھڑے ہوئے جو یشائم کو دیکھ رہی تھیں۔ "بیگم چلیں" عالمگیر خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔ "جی بس ایک منٹ" فہمیدہ خان نے کہا اور ان سے ہاتھ چھڑاتے یشائم کی طرف بڑھیں جو انھیں اپنی طرف آتے دیکھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ یک ٹک یشائم کو دیکھ رہی تھیں۔ "بچے تم بچپن سے یہی رہتی ہو" فہمیدہ خان نہی جانتی تھیں انھوں نے یہ کیوں پوچھا ہے۔ "نہیں آنٹی یہ مانسہرہ رہتی تھی شادی کے بعد یہاں آئی ہے" جواب ماہ دیر نے دیا تھا جسے سنتے وہ مایوس ہوئیں۔ جبکہ ماہ دیر غور سے ان دونوں کے چہروں کو دیکھ رہا تھا جو ہوبہو ایک جیسے تھے۔ ماہ دیر کا دل آج پہلی بار دماغ کی بات ماننے کا کہہ رہا

تھا لیکن وہ ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ پہلے اپنی بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ "بیگم چلیں" عالمگیر خان نے اپنے آنسو پیتے انھیں کہا۔ وہ جانتے تھے وہ اس وقت اپنی بیٹیوں کو یاد کر رہی ہیں۔ تبھی آگے بڑھتے انکا ہاتھ پکڑا اور انھیں لیے باہر نکل گئے۔ "آنٹی کو کیا ہوا دِیر" یشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "انکی بیٹیوں کو کسی نے پیدا ہونے کے بعد اغواہ کر لیا تھا تو بس شاید وہ تمھیں اپنی بیٹی سمجھ رہی تھیں" ماہ دیر نے کہا تو اسے افسوس ہوا۔ "اللہ کرے انھیں انکی بیٹیاں مل جائیں" یشائم نے کہا تو اس آمین کہا اور اٹھتے اسکے پاس آیا۔ "ویسے تم دونوں کا یوں اچانک آنا بہت اچھا لگا مجھے۔ تم دونوں کو دیکھتے میری ساری تھکاوٹ اتر گئی تھی" ماہ دیر نے اسے سینے سے لگاتے کہا تو وہ بھی حوریہ کی طرح اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"سائیں" مریم نے سٹڈی میں داخل ہوتے اسے پکارا جو آج بھی اپنے کلائنٹ چودھری کی وجہ سے تپا ہوا تھا۔آج بھی شہریار کافی دیر اپنے آفس میں اسکا انتظار کرتا رہا پر مجال تھی جو وہ تشریف لاتا جس پر شہریار کا میٹر کافی گھوما ہوا تھا اور وہ پچھلے ایک گھنٹے سے سٹڈی میں بیٹھا تھا۔مریم باہر تھی۔وہ آج یونی نہیں گئی تھی جبکہ اسد آفس میں اور شاہجہاں بیگم رات سے قصرِ راجپوت میں ٹھہری تھیں۔مریم اس ایک گھنٹے میں ایک بار بھی اسکے پاس نہیں آئی تھی جس وجہ سے اسکے غصے کا گراف بڑھا تھا۔اور اب مریم قریباً ایک گھنٹے میں سٹڈی میں داخل ہوئی جس پر اس نے بجائے جواب دینے کے چپ چاپ بیٹھا رہا۔"سائیں بات سنیں" مریم نے مسکراہٹ دباتے اسے پکارا تو شہریار نے کوئی جواب نا دیا۔وہ آخر ناراض تھا بتانا بھی تو تھا۔جبکہ مریم مسکرائی وہ جانتی وہ اس سے ناراض ہوا ہوگا پر وہ اسکا موڈ اچھا کرنے کے لیے ہی کچھ کر رہی تھی تبھی نہیں آئی۔ "سائیں" مریم نے اسکے پاس جاتے اسکے کندھے پر ہاتھ

رکھا تو اس نے نظریں اٹھاتے سنجیدگی سے اسے دیکھا جو معصوم بچے کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکو خود کو یوں تکتے دیکھ شہریار پل میں پگھلا۔ "بہت چالاک ہو تم" شہریار نے نرمی سے اسکی کلائی کو جھٹکا دیتے اسے نرمی سے اپنی گود میں بٹھا گیا۔ اسکے لہجے میں محبت و بے بسی صاف عیاں تھی۔ "میں نے کیا کہا ہے" مریم نے شرم سے سرخ پڑتے پوچھا۔ "میں ناراض تھا اور تم یوں میرے سامنے آگئی۔ اب دیکھو میرا سارا غصہ اور ساری ناراضگی ہوا ہو گئی ہے۔ اور اوپر سے تمھاری یہ آنکھیں میری دھڑکنوں میں طوفان مچا دیتی ہیں" شہریار نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ہنسو مت" شہریار نے منہ پھلاتے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائی تو مریم پھر ہنسی۔ "سائیں اب آپ اتنی کیوٹ حرکتیں کریں گے تو میں ہنسوں گی نا" مریم نے اسکی گال پر چٹکی کاٹتے کہا تو وہ اسے مصنوعی گھورنے لگا جبکہ اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلنے کی کوشش کر رہے تھے جسے وہ بامشکل روک رہا تھا۔ "میں ناراض ہوں تم سے" شہریار

نے کہا تو وہ مسکرائی۔ وہ یوں ناراضگی جتاتے دل کے بے حد قریب لگا تھا۔ ”اچھا تو کیا کیا جائے“ مریم نے پوچھا تو اس نے مسکراہٹ دبائی۔ ”مجھے مناؤ میں ناراض ہوں نا۔ ناراض شوہر کو منانے سے ثواب ملتا ہے“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ وہ یوں بولتے معصوم بچہ لگا تھا جو ناراض ہونے پر سب کو بار بار بتاتا تھا کہ میں ناراض ہوں۔ ”میرے ناراض میاں جی۔ آپکو منا لیتی ہوں ابھی لیکن پہلے میرے ساتھ آئیں“ مریم نے کہا اور اسکی گود سے کھڑے ہوتے جلدی سے اسکا ہاتھ پکڑتے کھینچا۔ اسکی بچوں جیسی حرکت پر وہ مسکرایا اور اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑتے اسکے کھینچنے پر کھڑا ہوا ورنہ مریم جیسی نازک لڑکی بھلا شہریار جیسے باڈی بلڈر وجود کے حامل شخص کو ہلا تک نہیں سکتی تھی۔ ”کہاں جا رہے ہیں ہم پٹھانی“ شہریار نے سٹڈی سے باہر نکلتے پوچھا۔ ”اپنے روم میں سائیں“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اچھا جی اور روم میں ایسا کیا ہے جو میرا بچہ مجھے دکھانے کیلئے اتنا اتاولا ہوا ہے“ شہریار نے

اسے دیکھتے کہا جو لگ بھگ اسے کھینچتے روم کی طرف لے جارہی تھی۔جس پر وہ مسکراتے اسے دیکھ رہا تھا۔اسکا بچوں سا حق جتاتا انداز شہریار کو بہت بھاتا تھا۔وہ اسکا عشق تھی اسکی پٹھانی جو شہریار کی زندگی میں اسکا سکون بننے آئی تھی۔ "بس کچھ ہے۔آپ اپنی آنکھیں بند کریں بس اور نو چیٹنگ" مریم نے روم کے باہر کھڑے ہوتے انگلی دکھاتے کہا تو وہ مسکرایا اور ہاں میں سر ہلا گیا۔ "چلیں اب آنکھیں بند کریں" مریم نے کہا تو اس نے جلدی سے آنکھیں بند کیں جسے دیکھ مریم نے دروازہ کھولا اور اسکا ہاتھ تھامتے روم میں داخل ہوئی۔سائیں ابھی آنکھیں نہیں کھولنی مریم نے دروازہ بند کرتے کہا اور اسکا ہاتھ چھوڑتے بیڈ کی طرف بڑھتے وہاں رکھی شے کو ہاتھ میں پکڑا۔ "سائیں آنکھیں کھولیں" مریم نے کہا تو اس نے اگلے ہی پل آنکھیں کھولتے اسے دیکھا اور پھر اسکے ہاتھوں میں اس چیز کو دیکھا جسکو دکھانے کیلئے اسکی پٹھانی خاصی ایکسایٹڈ تھی۔اسے دیکھ شہریار کی آنکھیں حیرت و خوشگواری سے پھیلیں جسے

دیکھ مریم مسکرائی۔ "یہ" شہریار نے اسے دیکھتے اسکے ہاتھوں میں موجود سرخ ربن فلاور بوکے کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ آپکے لیے ہے سائیں۔ میں نے بنایا ہے آپکے لیے" مریم نے ایکسایٹڈ ہوتے بتایا تو شہریار اسے دیکھنے لگا جو اسے دیکھ رہی تھی۔ "یہ تم نے بنایا ہے۔ میرے لیے؟ کب؟" شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی میں نے بنایا تھا آپکے لیے اور پچھلے تین دن سے بنا رہی ہوں۔ تھوڑا سا رہ گیا تھا وہ آج کمپلیٹ کیا ہے۔ آپکو پسند آیا" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔ "شکریہ پٹھانی۔ بہت شکریہ۔ یہ بہت اچھا ہے۔ اور تم نے میرے لیے یہ بنایا ہے یہ سوچتے دل میں گد گدی ہو رہی ہے۔ تم جانتی ہو آج تک کسی نے میرے لیے ایسے نہیں کیا۔ یہ بہت اچھا ہے مجھے بہت پسند آیا۔ بہت شکریہ رگِ جاں" شہریار نے شدتِ جذبات سے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے گرد بازو حمائل کر گئی۔ "شکریہ نا کہیں سائیں۔ آپ نے جو میرے لیے کیا ہے

اسکے سامنے یہ کچھ نہیں ہے۔آپ نے میری محرومیوں کو دور کیا۔آپ نے مجھے بتایا کہ میں محبت کے قابل ہوں۔آپ نے مجھے جینا سکھایا ہے سائیں۔یہ تو بس ایک چھوٹا سا تھینکیو ہے آپ کی اتنی محبت کے لیے" مریم نے کہا تو اس نے پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔"میری تمام تر محبت تمھارے لیے ہی ہے پٹھانی۔اسکے لیے تمھیں شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔اور اگر کسی کو شکریہ کہنا چاہیے تو وہ میں ہوں کیونکہ تم نے مجھے تب اپنایا جب میرا دل کررہا تھا میں خود کو ختم کرلوں۔اپنے رنگ کو لے کر میں بچپن سے انسیکیور تھا لیکن تم نے مجھے بتایا کہ میرا رنگ کتنا پُر کشش ہے۔مجھے لگتا تھا مجھے کسی کی ضرورت نہی ہے پر تم نے مجھے غلط ثابت کردیا کیونکہ مجھے تمھاری بہت ضرورت ہے۔بلکہ ضرورت نہیں۔تم ضرورت نہیں ہو تم شہریار ملک کے زندہ رہنے کیلئے سانسوں سے بھی زیادہ ضروری ہو۔میں تمھیں کھونے سے ڈرتا ہوں۔تم مجھے نظر نہیں آتی تو لگتا ہے ابھی میری بینائی چلی جائے گی۔تمھاری کھلکھلاہٹیں،

تمھاری معصوم باتیں نا سنوں تو لگتا ہے ابھی سننے کی صلاحیت سے محروم ہوجاؤں گا۔تم میرے پاس نا ہو تو لگتا ہے ابھی جسم بے جان ہوجائے گا۔میں نہیں جانتا کہ تمھیں مجھ سے محبت ہے یا نہیں پر باخدا اپٹھانی مجھے تم سے عشق ہے اور عشق بھی ایسا کہ اگر کبھی تم دور ہوئی تو تمھارے سائیں کی موت یقینی ہے" شہریار نے اسکا چہرہ نرمی سے ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ آنکھیں اسکے خوبصورت لفظوں پر نم ہوئیں تھی۔وہ دونوں آنکھیں بند کیے ایک دوسرے کو محسوس کررہے تھے۔"زہ تاسرہ ډیرہ مینہ لرم.(مجھے آپ سے بہت محبت ہے۔)"مریم نے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے کہا تو وہ مسکرایا۔"مطلب" شہریار نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔"مجھے۔۔آپ سے۔۔بہت محبت ہے۔۔سائیں" اس نے آج نہیں چھپایا تھا۔اس نے آج اظہار کیا تھا۔وہ اپنے سائیں کو بتانا چاہتی تھی کہ محبت کے اس سفر پر وہ اکیلا نہیں ہے بلکہ وہ بھی اسے بہت چاہتی تھی جبکہ

مریم نے کہا تو اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو آنکھیں بند کیے سرخ چہرہ لیے بول رہی تھی۔ ”آپ میری زندگی بن گئے ہیں سائیں۔آپ مریم شہریار ملک کا سکون بن گئے ہیں۔آپ میری کل کائنات بن چکے ہیں۔آپ میرے دل کی سب سے اونچی مسند پر براجمان ہیں۔ میرا دل آپکے نام کی مالا جپتے نہیں تھکتا۔آپ رگوں میں لہو کی مانند دوڑتے ہیں۔اگر آپ مجھ سے عشق کرتے ہیں تو آپکی پٹھانی بھی آپکے عشق میں پور پور ڈوبی ہوئی ہے۔اگر آپ میرے بغیر نہیں رہ سکتے تو آپکی مریم بھی آپکے بغیر جی نہیں سکتی۔آپ میری نیکیوں کا صلہ ہیں۔مریم خان یوسفزئی نے جتنے دکھ برداشت کیے ہیں مریم شہریار ملک بن کر سب دکھوں کا مداوا ہوگیا ہے۔ میرے صبر کا اجر آپ ہیں۔مجھے عشق ہے آپکی مسکراہٹ سے۔آپکے غصے سے۔آپکے خوبصورت رنگ سے۔آپ کے عشق سے مجھے عشق ہے۔ مختصر یہ کہ آپ مریم خان یوسفزئی کیلئے سراپائے عشق ہیں“ مریم نے بغیر لڑکھڑائے ایک ایک لفظ اسکی

آنکھوں میں دیکھتے کہا جبکہ وہ تو دم سادھے اسے سن رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اسکی پٹھانی اسکا عشق اس سے عشق کرتا ہے۔یہ تو نعمت تھی۔شہریار کو آج سے پہلا اپنا نصیب اتنا حسین نہیں لگا تھا جتنا مریم خان یوسفزئی کے منہ سے اپنے لیے اظہارِ محبت سنتے لگا تھا۔"تم سچ کہہ رہی ہو" پٹھانی شہریار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے پلکیں جھکائیں جبکہ اسکے یوں ماننے پر وہ مسکرایا اور اسے گود میں اٹھاتے گول گول گھمانے لگا۔"تمھیں مجھ سے عشق ہے واللہ یہ سن کر میں کتنا خوش ہوں لفظوں میں کیسے بتاؤں۔مجھے سمجھ نہیں آرہا پٹھانی۔آئی لو یو رگِ جاں" شہریار اسے گول گول گھماتے بول رہا تھا جبکہ وہ کھلکھلا رہی تھی۔"ہاہاہاہاہا سائیں۔۔بس چکر۔۔آرہے ہیں" مریم نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ رکا اور اسے نرمی سے بیڈ پر لٹاتے اسکے ساتھ لیٹتے گہرے گہرے سانس لینے لگا۔"تم واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو" شہریار نے کہنی کے بل ہوتے اسکے چہرے سے بال

ہٹائے تو اس نے شرماتے ہاں میں سر ہلایا۔جس پر وہ مسکرایا اور اسے سینے سے لگا گیا۔اسکی انگلیاں بے حد نرمی سے مریم کی کمر پر اوپر سے نیچے سرک رہی تھیں جسے محسوس کرتے مریم گھبرائی۔ ”س۔۔سائیں“ مریم نے اسے پکارا پر وہ اس وقت اسے سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔شہریار نے تھوڑا سا جھکتے اسکی شہہ رگ پر شدت سے لب رکھے تو مریم نے گہری سانس بھری۔شہریار تھوڑا اوپر اٹھا اور اسکی گال کو چومتے اسکے ایک ایک نقش پر لب رکھنے لگا۔ ”سا۔۔ئیں“ مریم نے اسکی بازو پکڑتے اسے پکارا تو اس نے تھوڑا اوپر ہوتے اسکی آنکھوں میں اپنی خمار آلود آنکھیں گاڑھی جنکا پیغام پڑھتے مریم کا دل دھڑکا۔اس نے فوراً نگاہیں جھکائیں جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکے لبوں کی نرماہٹ کو اپنے ہونٹوں سے محسوس کرتے اسکے گرد حصار تنگ کرنے لگا۔شہریار نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اس کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اسکی بازو پر ہونٹ ثبت کرتے اسکی گردن کو جھکتے چوما تو مریم کی سانسیں بھاری

ہوئیں۔اس نے اسکی گستاخیوں تضاد مضبوط حصار پر گھبراتے اسکے گرد بازو حمائل کیے جس پر وہ مسکرایا اور اپنی گستاخیاں بڑھا گیا۔شہریار کی گستاخیاں لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھیں جبکہ مریم گہرے گہرے سانس بھرتے آنکھیں موندے اسکی گستاخیاں برداشت کر رہی تھی۔شہریار کے لب اسکے ایک ایک نقش کو حفظ کر رہے تھے جبکہ مریم تو اسکے انداز پر شرم سے مرنے والی ہوئی تھی۔آج شہریار نے اصل معنوں میں مریم کو اپنے عشق کی حدت میں جلایا تھا جس پر وہ گہری سانسیں بھرنے کے سوا کچھ نا سکی۔گزرتے وقت کے ساتھ شہریار اسکے گرد حصار مزید مضبوط کرتے اسے خود میں بھینچ چکا تھا جبکہ اسکی محبت محسوس کرتے مریم آنکھیں موندیں اسکی من مانیوں پر سرخ پڑ رہی تھی۔شہریار اسے یوں چھو رہا تھا گویا وہ کانچ کی گڑیا ہو جو اسکی زرا سی سختی پر ٹوٹ جائے گی جبکہ مریم اسکی نرمی پر گلاب بنی اسکے سینے میں چھپ رہی تھی۔آج مریم کو اپنی روح

سے زیادہ قریب محسوس کرتے شہریار اندر تک سرشار ہوا تھا جبکہ مریم اسکی اتنی محبت پر اسکے حصار میں لیٹے خود پر رشک کر رہی تھی۔

"اسد آج ہم اتنی جلدی کیوں گھر جا رہے ہیں" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا جو اپنے موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ وہ دونوں اس وقت لفٹ میں تھے۔ اسد نے آج اسے چار بجے ہی واپسی کا کہہ دیا تھا جس پر وہ اب لفٹ میں کھڑی اس سے سوال کر رہی تھی۔ "تمھیں کس نے کہہ دیا شہزادی کہ ہم گھر جا رہے ہیں" اسد نے اپنا موبائل پوکٹ میں رکھتے اسکی کنپٹی پر لب رکھے۔ "پھر ہم کہاں جا رہے ہیں" عائشہ نے جلدی سے پوچھا۔ "تھوڑا ٹائم ساتھ سپینڈ کرنے" اسد نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پھر گھر کب جائیں گے اسد" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "آفس ٹائم ختم ہونے سے پہلے ہم گھر چلے جائیں گے میری جان" اسد نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں

سر ہلایا۔ "لیکن اگر کسی کو پتا لگ گیا تو" عائشہ نے پوچھا تو اس نے نرمی سے اسے سینے سے لگایا۔ "کسی کو پتا نہیں لگے گا میری ٹیڈی بیئر۔ صرف دو گھنٹے بغیر کسی پریشانی کے مجھے دے دو" اسد نے اسکے سر کو سہلاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ٹھیک ہے" عائشہ نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "ویری گڈ میرا بچہ" اسد نے کہا اور لفٹ کے کھلتے ہی اسے لیے باہر نکل گیا۔ اسد اسکا ہاتھ تھامے ہی اسے پارکنگ میں لایا اور اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولتے اسے بٹھایا۔ اسے بٹھاتے ہی وہ خود بھی دوسری طرف سے آتے بیٹھا اور گاڑی سٹارٹ کر گیا۔ "اسد ہم کہاں جا رہے ہیں" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو گاڑی کو گھر کی مختلف سمت موڑ چکا تھا۔ "میری جان سرپرائز ہے" اسد نے کہا اور اسکا ہاتھ تھامتے اسکی انگلیوں سے انگلیاں الجھاتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے جس پر وہ مسکرائی۔ اسد وقفے وقفے سے اسکے ہاتھ کی پشت کو چوم رہا تھا جس پر لمحہ بہ لمحہ اسکے رخسار مزید تپنے لگے تھے۔ "ہم پہنچ گئے شہزادی"

لگ بھگ بیس منٹ بعد اسد نے اپنے کے باہر گاڑی روکتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ ”ہم یہاں کیوں آئے ہیں اسد“ عائشہ نے اس سے پوچھا جو گاڑی سے نکلتے اسکی سائیڈ کا دروازہ کھولتے اپنا ہاتھ اسکے سامنے پھیلا گیا۔ ”بس ایسے ہی کچھ ٹائم ساتھ سپینڈ کریں گے اور تمھارے لیے ایک چیز لایا تھا“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکا ہاتھ تھامتے باہر آئی جس پر اسد اسے تھامے دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔ ”اسد کیا کر رہے ہیں“ درازہ کھولنے سے پہلے اسد نے اسکی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو اس نے فوراً پوچھا۔ ”شش بتاتا ہوں“ اسد نے کہا اور دروازہ کھولتے اسکی آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے بغیر اسے لیے اندر داخل ہوا۔ اندر داخل ہوتے ہی سامنے بڑا سا لاؤنج ایک طرف اوپن کچن اور رائٹ سائیڈ پر گلاس ڈور تھا جبکہ یہاں بس ایک ہی ماسٹر بیڈ روم تھا۔ اندر داخل ہوتے اسد نے دروازہ بند کیا اور اسکی آنکھوں سے ہاتھ ہٹا گیا۔ اسکا ہاتھ ہٹتے ہی عائشہ نے آنکھیں کھولیں اور اسے دیکھا۔ ”مانتا ہوں میں پیارا ہوں لیکن ابھی سامنے

دیکھو۔مجھے دیکھنے کو تو ایک عمر پڑی ہے" اسد نے اسکے چہرے پر آئی لٹ ہٹاتے کہا تو وہ سرخ پڑتے مڑی اور سامنے دیکھا لیکن سامنے کا منظر دیکھ عائشہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری جبکہ آنکھوں میں چمک آئی کیونکہ سامنے ہی پورا لاؤنج صرف فیری لائٹس سے روشن تھا جبکہ صوفے کے آگے ٹیبل پر اسکے فیورٹ چائنیز رائس ساتھ ملک کیک پڑا اور اسکا پسندیدہ جس پڑا تھا جسے دیکھتے اسکی بھوک چمکی جبکہ ٹیبل پر ہی واس میں سبز گلاب لگے تھے۔لیکن جو چیز اسکی توجہ زیادہ کھینچ رہی تھی وہ صوفے پر پڑا بڑا سا پنک کلر کا گفٹ باکس تھا۔"کیسا لگا" اسد نے آگے بڑھتے اسے پشت سے حصار میں لیا اور اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائی جس پر وہ کنفیوز ہوتے نگاہیں جھکا گئی۔"بتاؤ نا پسند آیا" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"بہت پسند آیا ش" عائشہ ابھی اسکو شکریہ کہتی کہ وہ اسکی گال پر لب رکھتے اسکی لبوں پر فقل لگا گیا۔"شکریہ مت کہا کرو شہزادی۔تم سے تھینکیو بلوانے کے لیے نہیں کرتا میں یہ سب۔بلکہ

تمھاری ایک مسکان کے لیے کرتا ہوں" اسد نے کہا تو وہ شرمگیں سا مسکرائی۔ "لیکن آپ اتنا کچھ کرتے ہیں اور میں کچھ نہیں کرتی کم از کم ایک شکریہ تو کہہ سکتی ہوں نا" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "مجھے اپنا محرم بننے کا شرف بخشنے کے بعد اگر تم یہ کہو کہ تم نے میرے لیے کچھ نہیں کیا تو یہ اسد کی شہزادی کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے" عائشہ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تمھارے لیے کچھ لایا ہوں" اسد نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "کیا لائے ہیں" عائشہ نے پوچھا تو وہ بغیر کچھ کہے اسکا ہاتھ تھامتے اسے صوفے کے قریب لایا۔ "اس باکس کو کھولو" اسد نے اسے دیکھتے باکس کی طرف اشارہ کیا تو وہ صوفے پر بیٹھتے اس باکس کا ربن کھولتے کیپ اتارا تو باکس سائیڈ پر پورا کھل گیا۔ باکس کھلتے ہی دو بیلون اڑتے اوپر چھت پر لگے جسے عائشہ نے سرے سے ہی اگنور کیا کیونکہ اسکا سارا دھیان باکس میں موجود چھوٹے سے ریگڈول کٹن کے گولڈن اور سفید رنگ کے بچے پر تھی۔ یہ ایک

اعلیٰ نسل کی مہنگی بلی تھی جو پاکستان سے کم ہی ملتی تھی۔اسد نے اسے خاص عائشہ کے لیے باہر سے منگوایا تھا۔اسد اسے دیکھ رہا تھا جو یک ٹک ہونٹوں پر مسکراہٹ جبکہ آنکھوں میں ایکسائٹمنٹ لیے اس بلی کو دیکھ رہی تھی۔"اسد یہ" عائشہ نے اس بلی کے بچے کو دیکھتے اسد کو دیکھا۔"یہ تمھارے لیے ہے شہزادی" اسد نے کہا تو عائشہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔"سچی۔آپ جھوٹ تو نہی بول رہے یہ میرے لیے ہے" عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے بلی کا بچہ اٹھاتے اسکی گود میں رکھا جس پر وہ خوش ہوتے بلی کے بچے کو اٹھا گئی۔"یہ کتنی پیاری ہے اسد۔اور کتنی سوفٹ ہے" عائشہ نے بلی کے بچے کو پیار کرتے کہا۔"ہاں وہ تو ہے" اسد نے کہا تو عائشہ مسکرائی جس پر وہ مسکراتے اسکے ساتھ بیٹھا۔"تھینکیو اسد۔یہ بہت پیاری ہے" اسکے بیٹھتے ہی عائشہ نے اسکے کندھے پر سر رکھتے کہا تو وہ اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔"اسد اسکا نام کیا ہے" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔وہ مسلسل اس چھوٹی سی بلی کو پیار

کررہی تھی۔ ”میری جان یہ تمھاری ہے نا تو نام بھی تم رکھو“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکا نام سوچنے لگی۔ ”اسد مجھے کوئی نام سمجھ نہیں آرہا۔ آپ مجھے کوئی آئیڈیا دیں نا پلیز“ عائشہ نے دس منٹ بعد کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تمھیں نیچر پسند ہے نا تو تم اسکا نام کسی پھول کے نام پر رکھ دو“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”ہاں یہ اچھا آئیڈیا ہے۔ ہم اسکا نام ڈیزی (Daisy) رکھیں گے“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سرہلا گیا۔ جبکہ عائشہ تو ڈیزی کو پیار کرنے میں مصروف تھی۔ ”شہزادی چلو اب کھانا کھالو ٹھنڈا ہورہا ہے“ اسد نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”ابھی نہیں ابھی مجھے ڈیزی کے ساتھ کھیلنا ہے“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور پلیٹ میں اسکے لیے رائس نکالنے لگا۔ ”اچھا میرا بچہ آپ کھیل لو لیکن منہ کھولو میں کھلا دیتا ہوں“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے منہ کھولا تو وہ اسے کھلانے لگا جبکہ عائشہ تو مگن ہوئی ڈیزی کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ ”اسد ہم اسے کہاں رکھیں گے۔ گھر لے کر

گئی تو ماما ڈانٹیں گی" عائشہ نے بیچارگی سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میری جان اسکا حل بھی میں نکال چکا ہوں۔پریشان نا ہو" اسد نے کہا تو وہ فوراً مسکرائی۔کیا عائشہ نے پوچھا تو وہ ہنسا اور اسکی طرف جھکتے اسکی رخسار چوم گیا جس پر وہ پل میں گلاب بنی۔ "میں نے ضرار بھائی سے کہا ہے کہ وہ ڈیزی کو وہ سب کے سامنے تمھیں دیں اور یہی کہیں کہ وہ لائیں ہیں۔آج جب واپس گھر جائیں گے تو ضرار بھائی سب کے سامنے ڈیزی کو تمھیں دیں گے اور آنٹی سے بھی بات کرلیں گے" اسد نے کہا تو وہ بچوں کی طرح مسکرائی تھی۔ "اسد آپ بہت اچھے ہیں" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکراتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "اور تم میری محبت ہو" اسد نے نرمی سے کہا اور اسے دوبارہ کھلانے لگا جس پر وہ مزے سے کھانے کے ساتھ ساتھ اپنی ڈیزی سے کھیل رہی تھی جبکہ اسد اسکے چہرے پر چھائی خوشی دیکھتے اسکی نظر اتارتے نہیں تھک رہا تھا۔

"ضرار کہاں جارہے ہو" تنزیل بیگم نے اسے دیکھتے پوچھا جو مہرماہ کے کمرے کی طرف جارہا تھا۔آج جمعے کی نماز کے بعد ان دونوں کا نکاح تھا اور ضرار کو صبح سے ایک بار بھی مہرماہ سے نہیں ملنے دیا گیا تھا جس پر اب وہ چوری چھپے اس سے ملنے جارہا تھا لیکن اسکی قسمت خراب کہ تنزیل بیگم اسے دیکھ چکی تھیں۔"وہ۔۔وہ چچی واک کرنے جارہا ہوں" ضرار نے کہا تو وہ آئی برو اچکاتے اسے دیکھنے لگیں۔"مہرماہ کے کمرے میں" تنزیل بیگم نے پوچھا تو اس نے اپنی گردن کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔"وہ چچی ماہ سے ملنے جارہا ہوں۔پلیز جانے دیں نا" ضرار نے کسی بچے کی طرح کہا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرائیں جسے دیکھ ضرار مسکرایا۔پچھلے دو دن سے اسے تنزیل بیگم اپنی چچی لگ رہی تھیں جو اس سے پیار کرتی تھیں۔"ٹھیک ہے لیکن تمھارے بابا نے منع کیا تھا کہ نکاح سے پہلے مہر سے نہیں ملنا" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ شرارت سے مسکرایا۔"میرا نکاح تو بارہ سال پہلے ہوگیا تھا چچی جان تو اصولاً میں نکاح

کے بعد ملنے جارہا ہوں پہلے نہیں" ضرار نے کہا تو انھوں نے بامشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کی اور چپ چاپ وہاں سے چلی گئیں۔ "اللہ کرے آپ پھر سے میری چچی جان بن جائیں" ضرار نے انکی پشت کو دیکھتے دعا کی اور مہرماہ کے روم کا دروازہ نوک کیا جو کہ اگلے ہی پل عائشہ نے دروازہ کھولا۔ "جی بھائی" عائشہ نے اپنی باہوں میں موجود ڈیزی کو پیار کرتے اس سے پوچھا۔ "وہ گڑیا تمھیں چچی بلا رہی ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا میں جاتی ہوں لیکن آپ مہرماہ سے نہیں مل سکتے" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا۔ "گڑیا پلیز اپنے بھائی کی مدد کردو۔ آگے ہی بابا نے صبح سے ملنے نہیں دیا" ضرار نے کہا تو وہ ہنسی۔ "مجھے کیا ملے گا بدلے میں" عائشہ نے پوچھا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ "یہ اسد کی بیوی بن کر اسد والے کام کرنے لگ گئی ہو گڑیا" ضرار نے کہا تو اسکے گال خفت سے سرخ ہوئے۔ "بھائیییی" اس نے بچوں کی طرح کہتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا تو وہ ہنسا اور اسکا ڈوپٹے

سے ڈھکا سر چوما۔ "بھائی کی گڑیا۔ اللہ پاک میری گڑیا کو ہمیشہ یونہی خوش رکھے" ضرار نے نرمی سے کہا تو زیرِ لب آمین کہہ گئی۔ "چلیں میں جا رہی ہوں۔ آپ مہر سے مل لیں" عائشہ نے کہا اور ڈیزی کو یونہی اٹھائے باہر چلی گئی جبکہ اسکے جاتے ہی ضرار اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کر گیا۔ "عائشہ آپی کون" مہر ماہ جو بیڈ پر بیٹھی تھی دروازہ بند ہونے کی آواز پر اس نے سر اٹھاتے پوچھا لیکن سامنے ضرار کو کھڑے دیکھ اسکا دل دھڑکا۔ ضرار اس وقت آف وائٹ شلوار قمیض پر بادامی اجرک اوڑھے کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔ اس نے اپنی کلائی میں مہنگی گھڑی پہنی تھی جبکہ پاؤں میں سیاہ پشاوری چپل تھی۔ اسکے اندر آتے ہی پورے کمرے میں اسکے کلون کی خوشبو پھیل چکی تھی جو مہر ماہ کے حواسوں پر چھا رہی تھی۔ اسے دیکھ وہ فوراً بیڈ سے کھڑی ہوئی۔ جبکہ ضرار تو اسے دیکھ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ مہر ماہ اس وقت آف وائٹ کلر کی فراک پہنے جس پر گولڈن کڑھائی کی گئی تھی ساتھ لائٹ

گولڈن کلر کا ایمبرائیڈڈ ڈوپٹہ اچھے سے سر پر سیٹ کیے ہوئے تھی جبکہ اسکی فورسٹ گرین آنکھوں میں کاجل لگایا تھا۔ لیکن اسکا باقی چہرہ ہر طرح کے میک اپ سے پاک تھا۔پاؤں میں اس نے لائٹ گولڈن پرلز والی سینڈل پہن رکھی تھی۔اس نے آج بڑے بڑے جھمکے نہیں پہنے تھے بلکہ بلکل چھوٹے سے ٹاپس پہنے تھے جبکہ آج اسکے ہاتھوں میں چوڑیاں اور مہندی بھی نہیں تھی۔ خلیل صاحب کی وفات کی وجہ سے انکا نکاح بلکل سادگی سے ہورہا تھا لیکن فردوس بیگم کے کہنے پر وہ دونوں ہلکا پھکا تیار ہوئے تھے۔مہرماہ دلہن کے روپ میں تیار کھڑی بے حد و حساب خوبصورت لگ رہی تھی۔وہ اس وقت نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی اس پر تضاد اسکے چہرے پر چھائی معصومیت اور آنکھوں میں موجود رونے کی سرخی اسکے روپ کو چار چاند لگا رہی تھی۔ضرار یک ٹک بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔دل اسے دیکھ اللہ کے حضور سجدہ ریز تھا۔وہ اسکی تھی واللہ وہ اسکی تھی۔ضرار کو لگا بس یہی زندگی

تھی۔ ”پر۔۔وفیسر“ اسے یوں خود کو یک ٹک تکتے دیکھ مہرماہ نے مدھم آواز میں اسے پکارتے ہوش دلایا جس پر ضرار کا ارتکاز ٹوٹا۔ ”پروفیسر کی جان“ اس نے محبت سے جواب دیا اور اپنے قدم اسکی طرف بڑھائے۔ اسکی نظریں مسلسل مہرماہ کے چہرے پر تھیں اور اسکی نظروں کی حدت مہرماہ کا چہرہ جھلسا رہی تھیں۔ ”آپ۔۔یہاں۔۔کیا۔۔کر رہے ہیں“ مہرماہ نے اسکی گہری نظریں اپنے چہرے پر محسوس کرتے مہرماہ سرخ پڑی۔ ”اپنی دلہن کو دیکھنے آیا ہوں“ ضرار نے کہا اور اسکے قریب آتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے نہایت محبت سے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھ گیا۔ ”ماموں۔۔۔نے منع۔۔کیا تھا۔۔آپکو۔۔یہاں آنے۔۔۔سے“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”انھوں نے منع کیا تھا پر میں خود کو تم سے ملنے سے روک نہیں سکا۔ آخر کو اپنی دلہن کو دیکھنے کا سب سے پہلا حق میرا ہے اور میں نہیں چاہتا کوئی میری دلہن کو مجھ سے پہلے دیکھے۔ اتنا حق تو میں تمھیں بھی نا دوں“ ضرار نے کہا تو اس نے

پلکوں کی باڑ رخساروں پر گرائی۔ ”بہت پیاری لگ رہی ماہ۔ اتنی زیادہ کہ آج میں اپنا آپ بھی تم پر سے وار دوں تو وہ بھی تمھارے معصوم حسن کے صدقے کیلئے کم ہوگا“ ضرار نے اس سے دو قدم کا فاصلہ بناتے کہا اور اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے اپنا والٹ نکالا۔ والٹ نکالتے اس نے سارے پیسے نکالے اور مہرماہ کے سر سے پاؤں تک وارنے لگا۔ ”میں نہیں چاہتا میری ماہ کو کسی کی نظر لگے“ ضرار نے اسکی نظر اتارتے پیسے ایک طرف رکھے اور اسکے قریب ہوتے اسے سینے سے لگا گیا۔ ”پروفیسر“ مہرماہ نے اسکے سینے پر سر رکھتے اسے پکارا۔ ”جی میری جند جان“ اس نے نرمی سے اسکا سر چومتے محبت سے جواب دیا۔ ”آپ کو پتا ہے کل بابا میرے خواب میں آئے تھے“ مہرماہ نے کہا تو اس نے اسکے گرد نرمی سے حصار مضبوط کرتے ہلکا سا چہرہ جھکاتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکائی۔ ”پھر کیا کہا انکل نے میری ماہ سے“ ضرار نے نرمی اسکی کمر سہلاتے پوچھا۔ ”کہا تو کچھ بھی نہیں تھا بس مجھے اپنے سینے سے لگائے پیار

کررہے تھے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا جی۔یہ تو اچھی بات ہے نا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے سینے میں مزید اپنا چہرہ چھپایا جس پر اسکا چہرہ کھلا۔ "میرا بچہ ٹھیک ہے نا" ضرار نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "جی ٹھیک ہوں پر بابا کی یاد آرہی ہے۔کاش وہ ایسے مجھے چھوڑ کر نا جاتے" مہرماہ نے رندھی آواز میں کہا تو اس نے نرمی سے اسکا سر سہلایا۔ "میری جند جان میں نے سمجھایا تھا نا کہ روتے نہیں ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے اسکی اجرک پر گرفت مضبوط کی۔ "جی لیکن بابا کی یاد آتی ہے تو پھر خود رونا آتا ہے۔آپ جانتے ہیں میرے بابا میرا سب کچھ تھے۔اور جب ہم سے کوئی ایسا انسان ہمیشہ کیلئے چھینا جاتا ہے نا جو ہمارا سب کچھ ہو تب دل ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا ہے اور اسکی ایک ایک کرچی ہمیں اندر ہی اندر زخمی کرتے لہو لہان کردیتی ہے اور سینے میں اس قدر زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ جسے بیان کرنے سے ہم قاصر ہوتے ہیں" مہرماہ نے اسکے سینے سے اپنا چہرہ نکالے

بغیر کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تو اسکے لہجے میں اذیت محسوس کرتے ضرار کا دل کٹا تھا۔ "روحِ من اتنی بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہو ہاں۔ میری معصوم ماہ کہاں ہے جو اپنے پروفیسر کے ساتھ ہمیشہ بچوں کی طرح باتیں کرتی تھی" ضرار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے نرمی و محبت سے کہا تو اس نے ہلکی سی ہچکی بھری۔ آنسو آنکھوں سے نکلنے کو بے تاب تھے جنھیں وہ پلکیں جھپکتے روک رہی تھی جسے دیکھ ضرار نے عقیدت سے اسکی آنکھوں پر ہونٹ رکھتے اسکے آنسو چُنے۔ "وہ ماہ تو بابا کے ساتھ مر" مہرماہ کی بات پوری ہونے سے پہلے ضرار نے تڑپ کر اسکے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔ "شش روحِ من ایسے نہیں کہتے میری جند جان۔ میرا بچہ تمھاری یہ بات تمھارے شوہر کی سانسیں روک دے گی خدارا اسے مکمل نا کرنا۔ میری زندگی کا کل اثاثہ ہو تم روحِ من۔ خدا نخواستہ تمھیں کچھ ہوگیا تو تمھارا شوہر کیسے زندہ رہے گا" ضرار نے کہا تو مہرماہ اسے دیکھنے لگی۔ وہ کتنے حق سے خود کو اسکا شوہر کہہ رہا تھا۔ "سوری اب نہیں کہوں گی"

مہرماہ نے آنکھیں جھکاتے معصوم بچے کی طرح کہا تو اسے ٹوٹ کر اپنی دلہن پر پیار آیا۔ ”تم معافی مت مانگا کرو ماہ۔مجھے اچھا نہیں لگتا۔تم میری بیوی ہو اور میری بیوی کسی سے تو کیا مجھ سے بھی معافی مانگے تو یہ چیز میری غیرت گوارا نہیں کرتی۔تم میرا عشق ہو اور میرا عشق مجھ سے معافی مانگے تو تف ہے میری موجودگی پر“ ضرار نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی۔یہ صبح سے پہلی مسکراہٹ تھی جو مہرماہ کے ہونٹوں پر آئی تھی۔ضرار راجپوت کی موجودگی ہی اسے پُرسکون کردیتی تھی۔وہ اسکا محرم تھا اور اسکا مرہم بھی جس نے مہرماہ کی روح پر لگے زخموں پر کبھی اپنی باتوں تو کبھی اپنے اعمال سے مرہم رکھا تھا۔وہ اسکی زندگی میں اسکی تکلیفوں کا مرہم بن کر آیا تھا۔مہرماہ کو اسکا حصار اپنی ہیپی پلیس لگنے لگا تھا جہاں وہ غموں کو بھول جاتی تھی اگر کچھ یاد رہتا تھا تو وہ سامنے کھڑا اسکا شوہر تھا جو اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ تڑپ اٹھتا تھا۔جو اس سے عشق کرتا تھا۔”شاباش ایسے ہی مسکرایا کرو۔میری جند جان مسکراتے

پیاری لگتی ہے" ضرار نے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا۔ "چلو اب میں چلتا ہوں جمعے کی نماز ہونے والی ہے۔ وہ پڑھ کر پورے حق سے تمھیں اپنے نکاح میں ایک بار پھر قبول کرتے اپنے عشق کو سرخرو کروں گا" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی جس پر وہ اسکا سر چوم گیا۔ "آئی لوو یو روحِ من" اس نے نرمی سے اسکے دونوں ہاتھ چومتے کہا اور اسے شرم سے سرخ کرتے باہر نکل گیا۔

"سائیں دیکھیں یہ بریسلٹ کھل گیا ہے۔ اسے بند کردیں" مریم نے شہریار کو کہا جو اسکے ساتھ سٹیج کے قریب کھڑا تھا۔ وہ اس وقت بلیک کلر کی شلوار قمیض پہنے بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ میں مہنگی گھڑی اور پاؤں میں سیاہ ہی پشاوری چپل پہن رکھی تھی۔ جبکہ مریم بے بی پنک کلر کی لانگ فراک پہنے سر پر حجاب جبکہ چہرے پر نقاب کیے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے

ہاتھ میں بس ایک بریسلٹ پہنا تھا جو کہ شہریار نے اسے منہ دکھائی کا تحفہ دیا تھا اور پاؤں میں سلور کلر کی سینڈل پہن رکھی تھی۔شہریار کو وہ اس وقت کسی اپسرا سے کم نہیں لگ رہی تھی۔"جی سائیں کی جان۔ہاتھ لاؤ ادھر میں کرتا ہوں اسے بند" شہریار نے کہا تو وہ ہاتھ اسکے سامنے کر گئی جس پر شہریار نے انتہائی نرمی سے اسکا بریسلٹ لاک کیا اور ساتھ ہی جھکتے اپنے دانتوں سے اسکے لاک کو تھوڑا دبایا تاکہ وہ کھلے نا جبکہ اسکی پر مریم کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔اسکے اس عمل پر اسکے لب مریم کی کلائی سے مس ہوئے تھے جس پر اسکا چہرہ بھانپ چھوڑنے لگا تھا جو کہ نقاب ہونے کے باعث وہ دیکھ نا سکا۔اس دن ان دونوں کا رشتہ آگے بڑھنے کے بعد سے وہ زیادہ شرمانے لگی تھی جس پر شہریار بھی اسے زیادہ تنگ کرتا تھا۔"لو رگِ جاں ہوگیا تمھارا بریسلٹ بند۔اب یہ نہی کھلے گا" شہریار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلایا گئی۔"پٹھانی" شہریار نے تھوڑا سا اسکے قریب کھسکتے مسکراہٹ دباتے اسے پکارا۔"جی سائیں"

مریم نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ ”تمھیں بچے پسند ہیں“ شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی مجھے بچے بہت پسند ہیں“ مریم نے اسکی شرارت کو سمجھے بغیر کہا۔ ”تو پھر ہمارے بچے بھی تمھیں بہت پسند ہونگے ہیں نا فیوچر میں“ شہریار نے شرارت سے کہا تو اسکی آنکھیں پھیلیں جبکہ جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا جسے نقاب کے باعث وہ دیکھ نا سکا۔ ”بہت خراب۔۔ ہیں آپ۔۔۔ سائیں“ مریم نے کہا اور فوراً سے شاہجہاں بیگم کے پاس چلی گئی کیونکہ اب وہی اسے اپنے ویمپائر پوتے سے بچا سکتی تھیں۔ ”کیا ہوا شہزادی یہاں الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو“ دوسری طرف اسد نے عائشہ کے پاس آتے کہا جو قدرے کونے میں سب سے دور کھڑی تھی۔ وہ اس وقت لائٹ بلیو کلر کی شارٹ شرٹ اور پلازو پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی جبکہ اسد اس وقت شہریار کی طرح ہی بلیک شلوار قمیض پہنے ہوئے بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ اسکی بات پر عائشہ نے کوئی جواب نا دیا جس پر

اسد نے اسے دیکھا۔ "عائشہ" اسد نے اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا پر وہ بغیر کچھ کہے بیک سائیڈ کی جانب بڑھ گئی جس پر اسد پریشان ہوتے اسکے پیچھے آیا تو نظر اس پر پڑی جو بیک سائیڈ پر لگے جھولے پر بیٹھ گئی تھی۔ "عائشہ میری جان کیا ہوا ہے" اسد چلتے اسکے پاس آیا اور جھولے پر بیٹھتے پوچھا۔ "کچھ نہیں" عائشہ کا لہجہ بھرایا ہوا تھا۔ "شہزادی کیا ہوا ہے میرا بچہ یہاں دیکھو" اسد نے تڑپ کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما جس پر عائشہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا میرا بچہ۔ میری کوئی بات بُری لگی ہے" اسد نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کونسی بات بُری لگی ہے میری شہزادی کو" اس نے نرمی سے اسکی گال سہلاتے پوچھا۔ "آپ۔۔ اتنی۔۔ دیر سے کسی۔۔ لڑکی سے۔۔ باتیں کر رہے۔۔ تھے۔۔ مجھے بلکل اچھا نہیں لگا" عائشہ جھجکتے شکوہ کیا تو پہلے تو وہ لڑکی کا ذکر سنتے حیران ہوا لیکن اگلے ہی پل کونسی لڑکی سمجھ آنے پر اس کا قہقہہ بلند ہوا جس پر عائشہ کا منہ بنا۔ "آپ مجھ پر ہنس رہے ہیں اسد"

عائشہ نے کہا تو اسکی ہنسی کو بریک لگی۔ ”میری جان میں تم پر نہیں ہنس رہا۔ میں اس سچویشن پر ہنس رہا ہوں“ اسد نے کہا تو اس نے چہرہ موڑا جس پر وہ فوراً سیدھا ہوا اور نرمی سے اسے سینے سے لگایا۔ ”اسد کیا کر رہے ہیں چھوڑیں۔ کوئی آگیا تو“ اسکی حرکت پر عائشہ نے بوکھلاتے کہا۔ ”شش کوئی نہیں آتا“ اسد نے اسکا سر چومتے کہا۔ ”پھر بھی چھوڑیں مجھے اور اس لڑکی کے پاس جائیں جس سے آپ باتیں کر رہے تھے“ عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا اور اسکی کنپٹی پر لب رکھے جبکہ عائشہ کا منہ بنا۔ اس نے کچھ دیر پہلے اسد کو ایک لڑکی سے ہنس ہنس کر باتیں کرتے دیکھا تھا جس وجہ سے اسے اب غصہ آرہا تھا۔ ”اس سے بھی کرلوں گا پر پہلے اپنی بیوی کو تو بتادوں کہ وہ لڑکی میری کیا لگتی ہے“ اسد نے کہا تو اسکے ماتھے پر بل پڑے۔ ”مجھے نہیں سننا سمجھے آپ۔ چھوڑیں اور اس سے ہی جا کر بات کریں اور اسے ہی بتائیں وہ آپکی کیا لگتی ہے“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ وہ جیلس ہو رہی تھی یہ دیکھ اسد کے دل

میں گد گدی ہورہی تھی۔ ”وہ تو جانتی ہے وہ میری بھانجی لگتی ہے“ اسد نے کہا تو اس نے جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”بھانجی؟“ عائشہ نے دہرایا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”جی میری جان بھانجی۔ وہ عائزہ آپی (اسد کے دور کے چچا کی بیٹی) کی بیٹی ہے“ اسد نے کہا تو اسکی آنکھوں میں حیرت اتری۔ ”آئزہ آپی کی بیٹی۔ پر وہ تو چھوٹی سی تھی اتنی بڑی کب ہوئی“ عائشہ نے پوچھا تو وہ ہنسا۔ ”وہ چھوٹی تھی جب تین سال پہلے تم نے اسے دیکھا تھا اب تو ماشاء اللہ بیس کی ہوگئی ہے۔ کل ہی وہ پاکستان آئی ہے۔ شہریار بھائی کی شادی پر نہیں آسکی تبھی اب انکی دلہن دیکھنے آئی تھی۔ اب گڑیا سے مل چکی ہے تو شام کو اپنے ماما بابا کے ساتھ کراچی چلی جائے گی اپنے ددھیال سے ملنے پھر اسکے پیپرز ہیں تو واپس اٹلی“ اسد نے کہا تو اسکا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہوا۔ وہ اسکی بھانجی تھی اور وہ اس پر شک کررہی تھی۔ ”سوری“ عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا اور اسکی گال پر لب رکھے۔ ”سوری نا

کہا کرو شہزادی" اس نے پیار سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ویسے تم جیلس ہو رہی تھی نا" اسد نے مسکراہٹ دباتے پوچھا تو اب کی بار اسکا چہرہ حیا سے سرخ ہوا۔ "جی نہیں" اس نے کہا اور جلدی سے اٹھتے دوسری طرف بڑھ گئی جس پر اسد کا قہقہہ بلند ہوا جسے سنتے عائشہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"ماما ماہ کو بلا لیں۔اب تو ہم سب جمعے کی نماز بھی ادا کر آئے ہیں" ضرار نے فردوس بیگم کو دیکھتے کہا جس پر سٹیج پر موجود سب ہی اسے دیکھنے لگے جبکہ دراب صاحب نے تو باقاعدہ اپنے سپوت کو گھورا تھا جو تیس سال کا ہونے کے باوجود بچوں کی طرح بار بار مہر ماہ کو بلانے کا کہہ رہا تھا۔وہ لوگ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی جمعہ ادا کر کے آئے تھے اور ضرار تب سے دس بار یہ جملہ دہرا چکا تھا۔وہ لوگ اس وقت لان میں موجود تھا جہاں انکا نکاح ہونا تھا۔لان کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا یہاں مہر ماہ اور ضرار کے لیے سٹیج لگایا تھا جس پر

آمنے سامنے دو چیئرز رکھتے درمیان میں پردہ حائل کیا گیا تھا۔جبکہ باقی مہمانوں کے لیے کرسیاں لگی تھیں۔شہریار کے کہنے پر مردوں اور عورتوں کا انتظام الگ کیا گیا تھا۔وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ اسکی بیوی کے سائے کو بھی کوئی دیکھے۔نکاح کی رسم بڑی نہیں تھی تبھی کچھ قریبی رشتے دار اور عزیز دوستوں کو بلایا گیا تھا۔"آنی اب تو گڑیا کو بلوا ہی لیں یہ نا ہو کہ یہ بیہوش ہوجائے" شہریار نے مسکراہٹ دباتے کہا تو سب ہی ہنسے جبکہ فردوس بیگم نے عائشہ اور مریم کو اشارہ کیا جو مہرماہ کو لینے چلی گئیں۔تنزیل بیگم لان میں موجود نہیں تھیں وہ مہرماہ کے پاس ہی تھیں۔"اپنی بکواس بند رکھ سا" ضرار کی بات پوری کو دراب صاحب کی گھوری نے بریک لگوائی تھی جس پر اس نے دانت پیستے شہریار کو گھورا جو ناک سہلاتے مسکراہٹ دبا رہا تھا۔"مجھے کیوں دیکھ رہا ہے وہ دیکھ تیری ماہ آگئی" شہریار نے کہا تو اس نے جھٹکے سے چہرہ موڑتے سامنے دیکھا جہاں مہرماہ چہرے پر سرخ گھونگھٹ ڈالے عائشہ اور مریم کے ساتھ چلتی اسی

کی طرف آرہی تھی جبکہ تنزیل بیگم بھی اسکے ساتھ ساتھ ہی تھیں۔اسے آتے دیکھ ضرار ایک پل ضائع کیے بغیر کھڑا ہوا اور اسکی طرف بڑھا۔اسے آتے دیکھ مریم اور عائشہ اسکا ہاتھ چھوڑتے اپنے اپنے شوہر کے پاس جاتے کھڑی ہوئیں۔مریم کے آتے ہی شہریار نے جلدی سے اسکا ہاتھ پکڑا جبکہ اسد کھسکتے عائشہ کے بلکل قریب ہو گیا۔"کیا میں تمھارا ہاتھ تھام سکتا ہوں میری دلہن" ضرار نے اپنا ہتھیلی اسکے سامنے پھیلاتے پوچھا تو مہرماہ کا دل دھڑکا۔اس نے ایک نظر اٹھاتے اسے جالی دار گھونگھٹ سے اسے دیکھا اور اپنا ہاتھ اسکے اسکی ہتھیلی پر رکھ گئی جس پر ضرار کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ پھیلی۔

"Thank you, Rooh e Mann, for giving me this honor"

"(مجھے یہ شرف بخشنے کیلئے شکریہ روحِ من)" ضرار نے نرمی سے کہا اور اسے لیے سٹیج کی طرف بڑھا۔سٹیج پر آتے اس نے مہرماہ کو صوفے پر بٹھاتے خود

اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ ”قاضی صاحب نکاح شروع کریں“ انکے بیٹھتے ہی دراب صاحب نے کہا تو قاضی صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ضرار راجپوت آپکا نکاح مہر ماہ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں“ قاضی صاحب نے ضرار کو دیکھتے پوچھا جس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا جبکہ آنکھوں میں نمی تھی۔ ”جی میں قبول کرتا ہوں (مجھے میری ماہ۔ میرا عشق دل و جان سے قبول ہے)“ ضرار نے ایک لمحے کی دیر کیا۔ ”ضرار راجپوت آپکا نکاح مہر ماہ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں“ قاضی صاحب نے ضرار کو دیکھتے پوچھا جس پر اسکی دھڑکنیں تیز ہوئی تھیں۔ ”جی میں قبول کرتا ہوں (یا اللہ میں آپکا لاکھوں کروڑوں بار بھی شکر ادا کروں تو کم ہے۔ میری ماہ کو میرا کرنے کیلئے شکریہ اللہ پاک)“ ضرار نے دوسری بار بھی ایک لمحے میں جواب دیا جبکہ اسکا دل اللہ کے حضور سجدہ

ریز تھا۔ ”ضرار راجپوت آپکا نکاح مہرماہ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں“ قاضی صاحب نے ضرار کو دیکھتے پوچھا تو اب کی بار ضرار کی آنکھ سے شکرانے کا ایک آنسو نکلتے اسکی داڑھی میں جذب ہوا۔ ”جی میں قبول کرتا ہوں (میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر مہرماہ ضرار راجپوت کو ہمیشہ کیلئے اپنے دل کی مکیں بناتا ہوں)“ ضرار نے تیسری بار بھی جواب دیتے خوشی سے مہرماہ کو اپنے دل کی سب سے اونچی مسند پر بٹھایا۔ ”مہرماہ خلیل سکندر آپکا نکاح ضرار راجپوت سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپ قبول کرتی ہیں“ قاضی صاحب نے اب کی بار مہرماہ سے پوچھا جو صوفے پر شاہجہاں بیگم کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ”جی۔۔میں قبول۔۔کرتی ہوں“ مہرماہ نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ اسکے لہجے میں نمی سب ہی محسوس کرسکتے تھے۔ ”مہرماہ خلیل سکندر آپکا نکاح ضرار راجپوت سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپ

قبول کرتی ہیں" قاضی صاحب نے دوبارہ اس سے پوچھا جو آنسو ضبط کرنے کی وجہ سے لرز رہی تھی۔ "جی۔۔میں قبول۔۔کرتی ہوں" مہرماہ نے اب کی بار بھی مدھم آواز میں جواب دیا۔ "مہرماہ خلیل سکندر آپکا نکاح ضرار راجپوت سے بشمول حق مہر پانچ کڑور روپے طے کیا جاتا ہے آپ قبول کرتی ہیں" قاضی صاحب نے پوچھا تو اب کی بار آنسو پلکوں کی بار توڑتے نیچے گرے۔

"جی۔۔میں قبول۔۔کرتی ہوں" اس نے کہا تو قاضی صاحب نے ان دونوں کی نکاح نامہ بڑھایا تاکہ وہ سائن کریں۔ ضرار نے تو فوراً سائن کردیا جبکہ مہرماہ بُری طرح سے کپکپا رہی تھی تبھی اس سے قلم نہیں پکڑی جارہی تھی۔ "مہر کیا ہوا" شاہجہاں بیگم نے پوچھا تو نفی میں سرہلایا۔ "کیا ہوا مہر کچھ ہوا ہے۔یا کچھ چاہیے" فردوس بیگم نے اسکے پاس آتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اب کی بار مہرماہ ہچکیاں بھرتے رونے لگی۔ "مہر کیا ہوا" فردوس بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگایا تو وہ انکے پیٹ میں چہرہ چھپا گئی۔ "بابا۔۔چاہئیں" مہرماہ نے

ہچکیاں بھرتے کہا تو سب کی آنکھیں نم ہوئیں۔جبکہ ضرار فوراً اٹھتے اسکے پاس آیا اور فردوس بیگم کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا جس پر وہ مہرماہ سے پیچھے ہوئیں تو ضرار اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔"ماہ میری جان یہاں دیکھو" ضرار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا۔"پر۔۔۔و۔۔۔فیسر۔۔بابا۔۔چاہیئں" مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو ضرار کا دل اذیت سے دو چار ہوا۔وہ چاند مانگ لیتی تو وہ لا دیتا پر وہ اسکے بابا کو کیسے لاتا۔"شش بس میرا بچہ" ضرار نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا۔"بابا۔۔چاہیئں۔۔پروفیسر۔۔مجھے۔۔۔بابا۔۔لادیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے بے بسی سے اسے دیکھا۔اسے دیکھتے سب کی آنکھیں اشک بار ہوئی تھیں۔جبکہ مریم شہریار کے سینے میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی اور عائشہ اسد کا ہاتھ تھامے بامشکل اپنے آنسوؤں پر ضبط کر رہی تھی۔باپ کو کھونے کے درد سے وہ بھی اچھی طرح آشنا تھی جبکہ اسد نرمی سے سب کی نظروں سے بچتے اسکی کمر سہلا رہا تھا۔"مہرماہ بچے" اسے یوں روتے دیکھ دراب

صاحب کے دل کو کچھ ہوا تھا تبھی اسکے پاس آتے اسکے سر ہاتھ رکھا۔ انھیں آتے دیکھ ضرار نے نرمی مہرماہ کی بازو پکڑتے اسے کھڑا کیا اور اسے بازو کے حلقے میں لے گیا۔ "مہر" دراب صاحب نے اسے پکارا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "ایسے روتے نہیں ہیں میرا بیٹا۔ جانتا ہوں خلیل صاحب کی کمی کو کوئی پورا نہیں کر سکتا پر کیا میں آپکا بابا نہیں ہوں" دراب صاحب نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھر میری بیٹی ایسے روئے گی تو مجھے بلکل اچھا نہیں لگے گا شاباش میرا بیٹا بس چپ" دراب صاحب نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگایا تو مہرماہ انکے سینے میں چہرہ چھپاتے رونے لگی۔ "بس اب سے میری مہرو نے رونا نہیں ہے۔ میرا بیٹا اپنے بابا کی بات مانے گا نا" دراب صاحب نے نرمی سے اسکے سر پر بوسہ دیتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرائے۔ دراب صاحب نے اسے جان بوجھ کر مہرو کہا تھا تاکہ اسے اپنے بابا کا احساس ہوتا رہے۔ "شاباش بس اب چپ کرو" دراب

صاحب نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔ "اب میرا بیٹا یہاں بیٹھیں" دراب صاحب نے اسے صوفے پر بٹھایا اور اسکے ساتھ بیٹھتے اسے پانی پلایا۔ "چلیں اس پر سائن کریں پھر میں اپنی بیٹی کو روم میں بھیجتا ہوں تاکہ آپ آرام کرلو" دراب صاحب نے کہتے نکاح نامہ اسکے سامنے کرتے اسے قلم پکڑایا تو وہ اپنی کپکپاہٹ کو بامشکل کنٹرول کرتے سائن کرگئی۔ اسکے سائن کرتے ہی قاضی صاحب نے دعا کرائی جس پر سب دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے ان دونوں کی ابدی خوشیوں کیلیے دعا کرنے کے مہرماہ کے لیے صبر مانگا۔ "ضرار مہرو کو کمرے میں لے جاؤ۔ میری بیٹی تھک گئی ہوگی" دراب صاحب نے دعا ہوتے ہی ضرار سے کہا۔ وہ جانتے تھے اس وقت ضرار ہی مہرماہ کو سنبھال سکتا ہے تبھی اسے کہا۔ "جی بابا" اس نے ہاں میں سر ہلایا اور مہرماہ کے قریب آیا۔ "ماہ چلیں" ضرار نے نرمی سے پوچھا تو اس نے سر خم کیا جس پر ضرار نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اسے کھڑا

کیا اور دوسرا بازو اسکے کندھے کے گرد حمائل کرتے اسے لیے اندر کی جانب بڑھ گیا۔شہریار مریم کو بھی روم میں لے جاؤ دراب صاحب نے اسے کہا تو وہ ایک لمحے کی دیر کیے بغیر مریم کا ہاتھ تھامتے اندر کی جانب بڑھ گیا۔انکے جاتے ہی وہ عائشہ کی طرف مڑے۔"گڑیا" دراب صاحب نے نرمی سے اسے پکارا تو وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر انکے سینے سے لگی۔"کیا ہوا میری گڑیا یوں خاموش کیوں ہوگئی" دراب صاحب نے نرمی سے پوچھا۔"کچھ بھی نہیں ہوا بڑے بابا۔بس بابا کی یاد آگئی تھی" عائشہ نے کہا تو انھوں نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"قاسم نہی ہے میں ہوں نا اپنی گڑیا کے پاس۔اداس نہیں ہوتے" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرائی اور واپس انکے سینے سے لگ گئی جس پر سب ہی مسکرائے۔سب نے مسکراتے دراب صاحب کو دیکھا جنھوں نے بے حد محبت سے ان بچیوں کو سنبھالا تھا۔

"بابر صاحب مجھے بات کرنی تھی آپ سے۔کیا دو منٹ کیلئے میری بات سن سکتے ہیں" ثانیہ نے بابر کو دیکھتے کہا جو باہر کہیں جارہا تھا۔"ہاں ثانیہ ضرور کہو" بابر نے اسکی طرف مڑتے سر تاپیر اسے دیکھا جو اس وقت نیلو لانگ شرٹ اور ساتھ وائٹ پینٹ پاجامہ پہنے جبکہ کندھوں پر اچھے سے وائٹ ڈوپٹہ پھیلائے اسکے سامنے کھڑی تھی۔ "بابر صاحب ہمیں گلگت آئے آج پانچ دن ہو چکے ہیں پر ابھی تک کسی قسم کا کوئی کام نہیں شروع کیا گیا۔حالانکہ آپ نے کہا تھا کہ وہاں جاتے ہی دوسرے دن کام شروع ہوگا پر ابھی تک نہیں ہوا کیا وجہ بتا سکتے ہیں" ثانیہ نے سینے پر بازو باندھتے پوچھا جس پر بابر ایک پل کو گھبرایا۔"ارے وہ کام وہ آج سے شروع ہوگا" بابر نے کہا تو اس کا چہرہ اب بھی سپاٹ ہی رہا۔"آج کیوں پہلے کیوں نہیں ہوا" ثانیہ نے پوچھا۔"دیکھو ثانیہ یہاں کام کرنے آئی ہو تو کام کرو مجھ سے سوال جواب پوچھنے کا حق نہیں ہے تمھیں" بابر نے کہا تو اس کے چہرے پر غصہ نمودار ہوا۔"اپنا لہجہ درست

رکھیں مسٹر بابر میں یہاں محنت کرنے آئی ہوں نا کہ کسی کی غلامی کرنے۔آئیندہ مجھ پر حکم مت چلائیے گا۔ثانیہ سکندر حکم کرنا جانتی ہے ماننا نہیں۔کسی کا بھی حکم ماننا میں اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہوں لہٰذا اگر میں آپکی عزت کرتی ہوں تو مجھ سے عزت ہی کروائیں۔بدتمیزی کرنے پر مجھے مجبور نا کریں" ثانیہ نے سخت لہجے میں کہا تو اس نے بامشکل اپنا غصہ ضبط کرتے چہرے پر مسکراہٹ سجائی۔"معاف کرنا دراصل میری امی کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی تو بس اسی وجہ سے میں پریشان تھا اور کام بھی شروع نہیں کرسکا لیکن آج رات میں کام شروع کریں گے یہاں ایک آبشار ہے وہاں تمھاری تصویریں اتارنی ہے تیار رہنا۔شام تک تمھیں تمھارا ڈریس تمھیں مل جائے گا" بابر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اپنے روم کی طرف چلی گئی۔"تمھیں تو آج رات تمھاری اوقات دکھاؤں گا" بابر نے شیطانی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے کہا اور سیٹی بجاتے باہر نکل گیا۔

"روحِ من تم ٹھیک ہو" ضرار نے بیڈ پر اسکے ساتھ بیٹھتے اسے حصار میں لیتے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے سستی سے اپنا سر اسکے سینے پر ٹکا گئی جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے سر پر لگے ڈوپٹے کی پنز اتارنے لگا جس میں وہ تھوڑی دیر بعد ہی کامیاب ہوتے دوپٹہ اسکے بالوں سے اتارتے کندھوں پر کر گیا۔ڈوپٹہ خاصا بھاری تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا اسکی بیوی کو تکلیف ہو۔"جانتی ہو ابھی تم روئی تو مجھے لگا تھا میری جان نکل جائے گی۔آج مجھے اندازہ ہوگیا ہے میں ہر چیز برداشت کر سکتا ہوں پر مہر ماہ ضرار راجپوت کی آنکھوں میں آنسو نہیں۔یہ واحد چیز ہے جو ضرار راجپوت کے دل کو مارنے کی صلاحیت رکھتی ہے "ضرار نے ڈوپٹے سے فارغ ہوتے بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جسکے لہجے میں بے بسی صاف عیاں تھی۔

"آپ جانتے ہیں۔۔نا میں خود۔۔سے نہیں روتی۔۔بابا کی یاد آتی۔۔ہے تو

روتی ہوں "مہرماہ نے کہا تو نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن انکل کی یاد آنے پر تم یوں روؤ گی تو کیسے چلے گا۔ جب انکل کی یاد آئے تب انکے لیے دعا کیا کرو اور رونا آئے تو دو نفل پڑھ لیا کرو۔ نماز دلوں کا سکون ہے دیکھنا تمھیں بھی سکون آجائے گا جب جب نماز پڑھو گی اللہ تمھارے تڑپتے دل کو سکون بخشے گا انشاء اللہ۔ لیکن اگر یوں رو کر اللہ کے حکم پر سر خم نہیں کرو گی تو اللہ کی بارگاہ میں سرخرو کیسے ہوگی" ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی۔ "میں اب سے نہیں روؤں گی" مہرماہ نے کہا تو اس نے جھکتے اسکی گال پر لب رکھے جس پر پل میں مہرماہ کا چہرہ بھانپ چھوڑنے لگا جسے دیکھ وہ ہنسا۔ "میری معصوم روحِ من" ضرار نے ہنستے ہوئے اس کے ناک پر چٹکی کاٹی تو اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔ "مجھے کپڑے چینج کرنے ہیں پروفیسر" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ابھی نہیں تھوڑی دیر تک کر لینا" ضرار نے اسے نرمی سے بیڈ سے اٹھاتے اپنی گود میں منتقل کیا تو اسکی آنکھیں خطرناک حد

تک پھیلیں جسے دیکھ وہ ہنس پڑا۔ ”ایسے جب معصوم ہرنی کی طرح آنکھیں پھیلاتی ہو واللہ کمال لگتی ہو“ ضرار نے نرمی سے کہا اور جھکتے بے حد عقیدت و محبت سے اسکے کندھے پر لب رکھے تو مہرماہ نے گہری سانس بھری۔ ضرار اتنا بے باک ہے اسے اندازہ نا تھا۔وہ تو اسے شریف سمجھتی تھی۔ ”اب۔۔ابھی کیوں۔۔نہیں“ مہرماہ نے منمناتے پوچھا۔ ”ابھی اس لیے نہیں کیوں کہ مجھے میری دلہن کا یہ روپ اپنی آنکھوں کے رستے دل میں بسانا ہے“ ضرار نے محبت سے چور لہجے میں کہا اور اسکی گال پر لب رکھ گیا۔اسکی حرکت پر مہرماہ کا چہرہ مزید سرخ ہوا جسے جھکاتے اس نے بامشکل ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔جبکہ مہرماہ تو اس کی بے باکی پر شرم سے سرخ پڑنے کے سوا کچھ نا کر سکی۔ ”جانتی ہو میں نے اس دن کا شدت سے ہر لمحہ ہر گھڑی انتظار کیا ہے“ ضرار نے اسکی کمر پر گرفت مضبوط کرتے کہا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”کیوں“ مہرماہ

نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”کیوں کہ تم میرا عشق ہو ماہ “ضرار نے کہا تو اسکے گال گلابی ہوئے۔ ”ایک بات پوچھوں“ مہرماہ نے کچھ لمحے خاموشی کی نظر کرتے کہا۔ ”جی میری جند جان پوچھو “اس نے محبت سے جواب دیا۔ ”آپ شروع سے جانتے تھے نا میں آپکی بیوی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں شروع سے نہیں جانتا تھا جب تمھارے بارے میں معلومات اکٹھی کی پھر معلوم ہوا تھا کہ تم میری بیوی ہو۔اس سے پہلے تو میں بس تم سے محبت کرتا تھا“ ضرار نے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا۔ ”لیکن آپ یہ تو جانتے تھے نا کہ آپ کسی کے شوہر ہیں۔تو اگر میری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تب بھی آپکو محبت ہوجاتی پھر میرا کیا ہوتا“ مہرماہ نے پوچھا تو ضرار ایک پل کو ٹھہرا۔دھڑکن تک ایک لمحے کو رکتی محسوس ہوئی۔اس نے نظریں اٹھاتے مہرماہ کو دیکھا جو جواب کی منتظر تھی۔ ”ماہ میں نے محبت چاہ کر نہیں کی تھی۔باخدا خود بخود ہوگئی تھی۔اور یقین کرو جب مجھے احساس ہوا کہ میں ایک

غیر لڑکی سے محبت کرنے لگا ہوں۔میں نے اس سے اگلے دن ہی تمھارے بارے میں معلومات اکٹھی کرنی شروع کردی تھی پھر جب پتا لگا کہ میری بیوی سے ہی عشق ہوا ہے تو اس پل جو سکون ملا تھا وہ ناقابلِ بیان تھا" ضرار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں محبت سے جواب دیا۔مہرماہ یک ٹک اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جہاں جھوٹ کا عنصر تک نا تھا۔اسکے لہجے میں موجود سچائی کو محسوس کرتے وہ پُرسکون ہوئی اور اپنا سر اسکے پر ٹکا گئی بس پر ضرار مسکرایا۔"کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں" ضرار نے اسکے ایش براؤن بال سہلاتے پوچھا۔"جی پوچھیں" مہرماہ نے ہاں میں سر ہلاتے جواب دیا۔"تم نے اس دن ہاسپٹل میں کہا تھا کہ تمھیں میں اچھا نہیں لگتا تھا کیا اسکی کوئی خاص وجہ تھی" ضرار نے دھڑکتے دل سے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے اپنا سر واپس اسکے پر رکھا۔"دس سال۔میں نے دس سال تک ماما اور آپی کے بے تاج ستم اور ماریں برداشت کی ہیں۔تین تین محافظوں کے

ہونے کے باوجود پرائے لوگ مجھ پر ظلم ڈھاتے تھے۔مجھے بھوکا پیاسا رکھتے تھے۔مجھے بلاوجہ مارتے تھے تو خود سوچیں ایسے محافظ اچھے لگتے ہیں بھلا جن کے ہونے کے باوجود انسان کو یوں جانوروں کی طرح زندگی گزارنی پڑے۔ محافظ تو وہ ہے جو ہماری حفاظت کرے نا کہ وہ جو اپنے ماتھے پر محافظ کا ٹیگ لگوا کر ہمیں مرنے کیلئے چھوڑ جائیں۔ ایسے لوگ صرف نام کے محافظ ہوتے ہیں جیسے آپ اور بھائی تھے۔چلیں بابا کو میں نے اپنی نادانی میں خود انجان رکھا۔پر آپ اور بھائی آپ دونوں نے تو مجھے چھوڑنے کے بعد مُڑ کر ایک بار پوچھا تک نہیں کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر" مہرماہ کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ جھکتے اسکے لبوں سے الفاظ سے چُن گیا۔ اسکی حرکت پر مہرماہ نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جو آنکھیں موندیں اسکے لفظوں کا گلہ گھونٹ رہا تھا۔ اس کی حرکت پر اس نے شرم سے سرخ پڑتے اس کے سینے پر ہاتھ رکھے اور آنکھیں موند گئی۔ ضرار کافی دیر اس کے ہونٹوں پر فقل لگاتے انکی نرماہٹ محسوس کرتا رہا۔ تھوڑی

دیر بعد وہ پیچھے ہٹا اور نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام گیا۔ ”میں جان بوجھ کر تمھیں نہیں چھوڑ کر گیا تھا ماہ۔ بلکہ چاچو کی قسم کے ہاتھوں مجبور ہو کر گیا تھا۔ باخدا میں نے پل پل تمھیں سوچا ہے۔ جانتی ہو میں نے کئی بار تم سے ملنے کی کوشش کی پر اپھو نے مجھے روک دیا کیونکہ انھیں بابا سے یہ بات چھپانی تھی۔ پھر چاچو نے قسم دی کہ جب تک تم اٹھارہ کی نہیں ہوتی تب تک میں نا تم سے مل سکتا ہوں اور نا ہی تم سے رابطہ کر سکتا ہوں جسے مجھے ماننا پڑا۔ کیونکہ ان دنوں بابا کو چاچو پر شک ہونے لگ گیا تھا کہ شاید چاچو کچھ چھپا رہے ہیں تو اس لیے چاچو نے مجھے منع کر دیا تم لوگوں سے ملنے سے اور انھوں نے خود بھی تم سے اور اپھو سے ملنا چھوڑ دیا پھر ہمارے نکاح کے دو سال بعد چاچو کی دیتھ ہو گئی۔ تب میں بلکل ٹوٹ گیا تھا۔ مجھے اپنا آپ بھی بھولنے لگا تھا۔ پھر میری حالت دیکھتے چاچو کی دیتھ کے تین سال بعد بابا نے مجھے جرمنی بھیج دیا جہاں سات سال میں رہا اور جس دن یونی شروع ہوئی تھی اسے چند دن پہلے

ہی میں پاکستان واپس آیا تھا۔ تمھارے لیے صرف اور صرف تمھارے لیے۔مجھے معلوم تھا میرے نام سے منسوب ایک لڑکی ہے جو میری محرم ہے جو میری زندگی کا ایک اہم ترین حصہ ہے "ضرار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری جبکہ دل اسکی بات پر پُرسکون ہوا تھا۔ "پاکستان آنے کے بعد بھی مجھے تلاشنے کی کوشش نہیں کی۔ اب تو قسم سے آزاد ہوگئے تھے نا آپ پھر کیوں نہیں آئے میرے پاس" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میری کانچ کی گڑیا۔ میں نے تمھیں تلاشا تھا پر میں گھر کا ایڈریس بھول چکا تھا۔ میں ہمارے نکاح والے دن بس ایک بار تمھارے گھر آیا تھا تو خود بتاؤ مجھے کیسے یاد رہتا ایڈریس" ضرار نے کہا تو اس نے منہ پھلایا اور سینے پر بازو باندھتے چہرہ موڑا۔ "ارے کیا ہوا میری جند جان۔ ایسے غبارے کی طرح منہ کیوں پھلا لیا "ضرار نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے پوچھا۔ "آپکو اپنی بیوی کے گھر کا ایڈریس نہیں پتا کیسے شوہر ہیں آپ" مہرماہ نے

کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”سوری میرا بچہ “ضرار نے نرمی سے اسکے کندھے پر لب رکھتے کہا جس پر اسکا چہرہ سرخ ہوا پر اس کا منہ ابھی بھی بنا ہوا تھا۔ ”کوئی سوری نہیں۔ آپکو اپنی بچپن کی بیوی کا گھر نہیں یاد تھا۔ کتنے دکھ کی بات ہے ویسے“ مہرماہ نے شرم دلانے والے انداز میں کہا تو وہ اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے ہنسا۔ ”ہاہاہاہا میری بچپن کی بیوی۔ اپنے بچپن کے شوہر کو معاف کردو نا پلیز“ ضرار نے معصوم شکل بناتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر اس نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی پکڑتے اسکا چہرہ اپنی طرف کیا۔ ”میں نہیں مان رہی“ مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تو کیسے مانے گی میری کانچ کی گڑیا“ ضرار نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے پوچھا تو اس کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جس پر وہ بھی مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکے لبوں کو چھوا۔ اسکی حرکت پر ایک پل میں مہرماہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ ”اب بھی ناراض ہو“ ضرار نے اسکے گلاب بنے چہرے کو گہری

نظروں سے دیکھتے شرارت سے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلاتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا جس پر ضرار نے ہنستے اسکے گرد حصار مضبوط کیا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔

"بابا ذان یچ یچ تھیلیں (بابا جان کیچ کیچ کھیلیں)" حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا جو بینچ پر میشائم کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ لوگ آج اسی پارک میں کچھ دیر ٹہلنے آئے تھے جہاں سے اللہ نے انکی قسمت کو جوڑا تھا اور حوریہ جب سے یہاں آئی تھی بس اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی۔جبکہ میشائم پُرسکون سی بیٹھی اپنی بیٹی کے چہرے پر موجود خوشی کو دیکھ رہی تھی جسکی وجہ ماہ دیر سکندر تھا۔"جی میرا بچہ آئیں کھیلتے ہیں" ماہ دیر نے کہا اور بینچ سے اٹھتے اسکے پاس آیا۔"بابا ذان اپ نیتھے بیتو می بول پھین تو دی اپ پتلنا (بابا جان آپ نیچے بیٹھیں میں بال پھینکو گی آپ پکڑنا)" حوریہ نے کہا تو وہ اسکے کہے مطابق ایک لمحے کی دیر

کیے بغیر گھاس پر بیٹھا اور اس کے ساتھ کھیلنے لگا جس پر حوریہ کھلکھلا رہی تھی جبکہ وہ دونوں اسکی نظر اتارتے نہیں تھک رہے تھے۔ میشائم مسلسل اپنے موبائل ان دونوں کی مسکراہٹ قید کر رہی تھی۔ "حور میری جان کھڑے ہو کر نہیں بیٹھ کر کھیلیں" ماہ دیر سے اسے کھڑے ہو کر بال کو کِک کرتے دیکھ کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "بابا ذان پیج تھلے ہوتل (بابا جان پلیز کھڑے ہو کر)" حوریہ نے کہا اور اسکے پاس آتے اسکی گال پر لب رکھے جس پر وہ بے بسی سے ہنس پڑا کیونکہ اب وہ واقعی بے بس تھا اسے اپنی بیٹی کی بات ماننی پڑنی تھی آخر کو رشوت جو دی تھی۔ "اچھا میرا بچہ ٹھیک ہے لیکن دھیان سے" ماہ دیر نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہ یاہو کا نعرہ لگاتے بال کو کِک کرتے اسکی طرف کرنے لگی جسے وہ احتیاط سے اسکی طرف کرتے زمین پر رول کرتا جسے حوریہ پکڑتے پھر اسکی طرف کِک کر کے واپس پھینکتی اور ہنستی۔ اسے یوں ہنستے دیکھ وہ دونوں مسکرائے۔ "حوریہ اب بس یہاں آؤ تھک جاؤ گی" کچھ دیر مزید گرزنے کے بعد

یشائم نے ماہ دیر کے ساتھ بیٹھتے کہا تو وہ فوراً ہاں میں سرہلاتے یشائم گود میں بیٹھ گئی اور ماہ دیر کا ہاتھ پکڑتے کھیلنے لگی۔وہ کبھی اسکے ہاتھ پر اپنے ننھے ننھے لب رکھتی تو کبھی اسکی ہتھیلی اپنی گال پر رکھتے اس پر چہرہ ٹکا جاتی تو کبھی اسکے ہاتھ پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے تالی بجاتی جسے دیکھ وہ دونوں مسکرا رہے تھے۔

"بابا ذان (بابا جان)" تھوڑی دیر بعد حوریہ نے اسے پکارا جو مسلسل سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔"جی بابا کی لٹل ہائنس" اس نے نرمی سے جواب دیا اور اسکے سر پر لب رکھے۔"بابا ذان دولا لینا اے (بابا ذان جھولا لینا ہے)" حوریہ نے یشائم کی گود سے کھڑے ہوتے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکراتے اسے سینے میں بھینچ گیا۔"میرا بچہ کتنی پیاری حرکتیں ہیں میری بیٹی کی۔بابا کو دیوانہ کرلیا ہے آپ نے اپنا" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے کہا تو وہ کھلکھلائی۔"اللہ دي زما تولہ کاینات لہ هرې بدې سترګې څخہ وساتي.(اللہ میری کل کائنات کو ہر بُری نظر سے محفوظ رکھے)"یشائم نے ان دونوں کو دیکھتے زِیر

لب کہا اور حوریہ کی گال پر لب رکھے۔ ”بابا دولا (بابا جھولا)“ حوریہ نے دوبارہ کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے گود میں اٹھاتے میشائم کا ہاتھ پکڑتے جھولوں کی طرف بڑھا جو کہ قدرے کونے میں تھے۔ ”کیسی ہو میشائم “ابھی وہ چند قدم ہی چلے تھے جب ایک عورت میشائم کے پاس آتے بولی جسے دیکھ میشائم نے ماہ دیر کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی۔یہ میشائم کی کولیگ تھی جو عموماً اسے باقی لوگوں کی طرح طلاق یافتہ ہونے کا طعنہ دیتی تھی۔ اسکی پکڑ میں اچانک مضبوطی محسوس کرتے ماہ دیر نے نرمی سے اسکے ہاتھ کی پشت کو سہلایا جس پر وہ پُرسکون ہوتے مسکرائی۔اب وہ کیوں ڈرے اب تو اسکا شوہر اسکے ساتھ تھا۔اب کسی کے باپ میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی وہ اسے طعنہ دیتا کیونکہ اب اسکا محافظ اسکے ساتھ جو اس کے بارے میں بولنے والوں کی زبان گدی سے کھینچ لیتا تھا۔ ”میں ٹھیک ہو مس صبا آپ کیسی ہیں“ میشائم نے اسے دیکھتے مدھم سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے کہا۔ ”میں بھی ٹھیک

ہوں۔یہ تو ڈاکٹر ماہ دیر سکندر ہیں نا۔یہ تمھارے ساتھ کیا کر رہے ہیں" صبا نے سر تا پیر ماہ دیر کو تکتے کہا۔اسے یوں ماہ دیر کا جائزہ لیتے دیکھ میشائم کو تپ چڑھی۔وہ ہوتی کون تھی اسکے شوہر کو یوں دیکھنے والی۔"یہ میرے شوہر ہیں" صبا میشائم نے ماہ دیر کے قریب ہوتے کہا۔"اوہ تم نے شادی کب کی" اس نے حیرت سے پوچھا۔"ہماری شادی کو ماشاءاللہ سے دو مہینے سے زیادہ ہوگیا ہے" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"دو مہینے؟تم نے بتایا ہی نہیں" اس نے پوچھا تو میشائم نے دانت پیسے۔"تہ زما د مور پہ څېر بنکاري، نہ؟ ما دخپل واده په اړه درته وویل.(تم میری ماں لگتی ہو نا تمھیں اپنی شادی کا بتاتی)" میشائم نے زیرِ لب انگارے چباتے کہا جسے ماہ دیر سن چکا تھا۔اسے سمجھ تو کچھ نہیں آئی تھی پر میشائم کے لہجے میں موجود جلن کا عنصر اسے بہت کچھ سمجھا گیا۔اسکی میشی جیلس ہو رہی تھی سوچتے دل میں گد گدی ہوئی تھی۔"میں اپنی پرسنل لائف کسی کو نہیں بتاتی۔وہ کیا ہے نا حاسدوں کی نظر لگ جاتی ہے"

میشائم نے بامشکل مسکراتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔ "ہاں یہ تو ہے۔ ویسے اریبخ میرج ہوگی تم دونوں کی آخر کو طلاق یافتہ ایک بچی کی ماں سے کوئی محبت میں شادی تو نہیں کرتا" صبا نے کہا تو میشائم کا چہرہ ایک پل کو اترا لیکن ابھی وہ کچھ کہتی کہ اسے ماہ دیر کی آواز سنائی دی۔ "آپ صحیح کہہ رہی ہیں مس۔ میشائم سے محبت کرکے شادی نہیں کی جاسکتی بلکہ عشق کرکے کی جاتی ہے جیسے میں نے کی۔ میں میری میشی سے عشق کرتا ہوں تبھی اسکے قدموں میں بیٹھ کر اسے اپنی محرم بنایا اور رہ گئی اسکی طلاق یافتہ اور ایک بچی کی ماں ہونے کی بات تو مجھے اسکی طلاق سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ میں تو بے حد خوش ہوں جو اس بد بخت نے اسے طلاق دیتے میرے لیے چھوڑا اور میں نے اس سے نکاح کرکے اپنی زندگی کو جنت بنایا اور حوریہ اسکی نہیں میری بھی بیٹی ہے اور میں اپنی بیٹی سے بے حد محبت کرتا ہوں" ماہ دیر نے سنجیدہ لہجے میں کہتے اس عورت کا منہ بند کیا۔ ماہ دیر کی بات سنتے وہ خاصی شرمندہ ہوئی تھی جبکہ میشائم

نے مسکراتے اپنے شوہر کو دیکھا۔ حوریہ اس دوران خاموشی سے اسکے کندھے پر سر ٹکائے ان تینوں کو دیکھ رہی تھی۔ ”چلو یشائم میں چلتی ہوں “اس نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”ویسے اللہ نے تمھیں واقعی بہت محبت کرنے والے شوہر عطا کیے ہیں اور کافی ہینڈسم بھی ہیں تمھارے شوہر“ اس عورت نے کہا اور وہاں سے نکل گئی۔ وہیں یشائم کے چہرے پر جہاں اسکا پہلا جملہ سنتے مسکراہٹ آئی تھی وہیں دوسرا سنتے اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔ وہ اسکے دِیر کو ہینڈسم کہہ کر گئی تھی۔ ہاں وہ مانتی ہے کہ وہ بلا کا ہینڈسم ہے پر کوئی غیر عورت اس کے شوہر کی تعریف کرے یہ اسے کہا برداشت تھا۔ اس نے مڑتے اس عورت کو دیکھا جو باہر کی طرف جا رہی تھی۔ ”دغرہ لور. یوہ لیونۍ ښځہ. یوہ احمقہ. دیوې احمقې لور. یوہ غریبہ نجلۍ زما میرہ تہ ملامتولہ. اوہ، زہ بہ یې سرپرې کړم. دا ښځہ څوک دہ چې زما ورورتہ ښکلی وایي؟ (گدھے کی بچی۔ پاگل عورت۔ بے وقوف۔ الو کی پٹھی۔ میرے شوہر کو تاڑ رہی تھی خانہ خراب کی

بچی۔آہہ اسکا سر نا پھاڑ دوں میرے دِیر کو ہینڈسم کہنے والی یہ ہوتی کون ہے؟)"
میشائم نے اسکی کمر کو گھورتے کہا جس پر ماہ دیر نے اسے دیکھا۔آخر وہ اتنے
غصے میں کہہ کیا رہی تھی۔ "کیا کہی جارہی ہو میشی" ماہ دیر نے اسے دیکھتے
پوچھا۔ "گالیاں دے رہی ہوں اس خُرکی بچی کو جو آپکو یوں منہ پھاڑ کر ہینڈسم
بول کر گئی۔میرے شوہر کو ہینڈسم بول کر گئی ہے۔ٹھیک ہے آپ بے حد
حسین ہیں پر اس کو کیا آفت آئی تھی آپ کی تعریف کرنے کی۔جرات دیکھیں
اسکی دل کررہا ہے قتل کردوں اس کا "میشائم نے پارہ چڑھاتے کہا تو ماہ دیر
مسکرایا اور اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے نامحسوس سا ساتھ
لگایا۔ "میری ٹائیگریس بس ریلیکس۔وہ کہہ کر چلی بھی گئی ہے۔تم کیوں اپنا
خون جلا رہی ہو میرا بچہ ۔میں فقط تمھارا ہوں" اس نے نرمی سے کہا تو میشائم
کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا جبکہ چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے
احاطہ کیا۔ماہ دیر اسکے پاس ہو اور اسکی مسکراہٹ جدا ہوجائے یہ تو ناممکن

تھا۔ "پر اسے ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا کیونکہ آپ میرے ہیں۔مجھے اتنا غصہ آرہا تھا۔اچھا ہوا چلی گئی۔اسکا جانا ہی اسے میرے ہاتھوں بچا گیا ہے" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔وہ یوں اس پر حق جتاتے بے حد پیاری لگتی تھی۔ "اچھا اور اگر وہ نا جاتی تو "ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "اگر وہ نا جاتی تو اسکی آنکھیں نکال کر اسے زندہ زمین میں گاڑھ دیتی" میشائم نے کہا تو وہ محبت سے اسے دیکھنے لگا جو اسکے لیے بے حد جنونی ہوچکی تھی اور ماہ دیر کو اسکے جنون سے عشق ہونے لگا تھا۔ "تمھارے جی میں جو آتا ہے کرو کسی کا باپ بھی تمھیں نہیں روکے گا۔تمھارے شوق سلامت رہنے چاہیئے باقی میں سنبھال لوں گا "ماہ دیر نے نرمی سے کہا اور اسکا ہاتھ تھامتے جھولوں کی طرف بڑھا۔اسکی بات سنتے میشائم کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ آئی بس ایک یہی جملہ تو وہ سننا چاہتی تھی۔وہ سب سنبھال لے گا۔وہ جب یہ جملہ کہتا تھا اسکا دل کرتا تھا وہ ہر شرارت کرے اور اگر معاملہ کہیں بگڑے تو بس اسکے پیچھے چھپ

جائے باقی وہ خود ہی دیکھ لے گا اور ماہ دیر اسکو ہر باریہ کہتے مان بخشتا تھا۔وہ جانتا تھا بچپن سے وہ ان سب چیزوں کو ترسی ہے لیکن اب مزید نہیں۔اگر اسکے ہوتے ہوئے اسکی متاعِ جان کسی بات کو ترسے تو لعنت تھی ماہ دیر سکندر کی موجودگی پر اور اسکے محافظ ہونے پر ماہ دیر نے ایک نظر اسے دیکھتے سوچا جو اب مسکراتے اسکے ساتھ چل رہی تھی۔

"کہاں ہے وہ قریشی خاندان کا وارث" عامر نے اپنے سامنے کھڑے گارڈ سے پوچھا۔"سر وہ اس وقت اپنے گھر پر ہے لیکن رات کو دس بجے کے قریب وہ اپنی ٹیم کے ساتھ منٹھوکھا آبشار جارہا ہے "اس گارڈ نے کہا تو عامر نے ہاں میں سرہلایا اور اپنا موبائل ایک طرف رکھتے کھڑا ہوا۔"وہ کام کیا کرتا ہے کچھ پتا لگا" عامر نے پوچھا تو گاڑڈ نے ہاں میں سرہلایا۔"سر وہ ایک کمپنی چلا رہا ہے۔ماڈلنگ کمپنی لیکن سر وہ ماڈلنگ کمپنی در اصل ایک ریکٹ ہے جہاں وہ

لڑکیوں کی اسمگلنگ کرتا ہے۔یہ بات بہت سے لوگ جانتے ہیں پر اس نے پیسے دے کر پولیس والوں کا یہاں تک کہ ججوں کا بھی منہ بند کرایا ہے جس وجہ سے وہ بہت آرام سے اپنا کام کرتا ہے" اس گارڈ نے کہا تو عامر کے چہرے پر غصہ نمودار ہوا۔ مطلب وہ بھی اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل رہا تھا۔"اور وہ لڑکیاں کیا گھر سے بھاگ کر آتی ہیں یا اغواہ یا اپنے خواب پورے کرنے" عامر نے اپنی پشت پر ہاتھ باندھتے پوچھا۔"سر وہ غریب اور مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کو پہلے خواب دکھاتا ہے پھر ورغلاتا ہے اور انھیں گھر سے بھاگنے پر آمادہ کرتا جسکے بعد وہ گھر سے بھاگ کر آجاتی ہیں۔ انکے گھر سے بھاگنے پر گھر والے بیٹیوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور مُڑ کر خبر نہیں لیتے نا پولیس کیس کرتے ہیں۔جس کا فائدہ اٹھاتے وہ بہت آرام سے اپنا کام کرتا ہے اور ان لڑکیوں کی نازیبا لباس میں تصاویر اتارتے آگے بھیجتا ہے پھر جسے وہ لڑکی پسند آئے اسے بیچ دیتا ہے اور اگر اسے خود پسند آئے تو اس لڑکی کو بے

آبرو کر کے قتل کر دیتا ہے۔ مختصر کہوں تو اس نے لڑکیوں کو کھلونا بنایا ہے"
اس گارڈ نے کہا تو عامر کی آنکھیں لہو چھلکانے کی حد تک سرخ ہوئیں۔ "آج
رات منٹھوکھا آبشار جانے کی تیاری کرو۔ اس بدر قریشی کی جان میں آج اپنے
ہاتھوں سے نکالوں گا" عامر نے کہا تو گارڈ نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکل
گیا۔ "مورے اگر آپ کے ساتھ بھی ایسا کیا ہوا نا ان لوگوں نے تو ان دونوں
کی قسم میں ان کی نسلیں ختم کر دوں گا" عامر نے خیالوں میں اپنی مورے کو
مخاطب کرتے کہا اور گہری سانس بھرتے واپس صوفے پر بیٹھا عین اسی پل
اسکا موبائل رنگ ہوا جس پر اس نے فوراً موبائل اٹھاتے سکرین پر نمبر دیکھا
جہاں ماہ دیر کی کال آ رہی تھی۔ "کیا حال ہے ماہ دیر" فون اٹھاتے ہی اس نے
پوچھا۔ "ٹھیک تو سنا" ماہ دیر نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہوں یار" اس
نے کہا لیکن اسکے لہجے میں تھکاوٹ عیاں تھی جسے ماہ دیر نے بھی محسوس
کیا۔ "لگ نہیں رہا کیا ہوا ہے۔ تیری آواز بھی بھاری ہوئی ہے سب ٹھیک" ماہ

دیر نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "یار وہ سالہ اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلتے معصوم لڑکیوں کی زندگی تباہ کر رہا ہے۔ میرا بس نہیں چل رہا اسکا قتل کردوں" عامر نے صوفے کی پشت سے سر ٹکاتے کہا۔ "اسکا قتل کرنے سے پہلے اس سے ماضی کے راز جان لینا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "وہ تو جان ہی لوں گا۔ پھر ہی اس سالے کو موت دوں گا" عامر نے کہا تو وہ ہنسا۔ "ویسے ڈاکٹر صاحب۔ ہوش سے کام لینا کیونکہ تیرا لہجہ بتا رہا ہے بہت جلد تو ہوش کھو دے گا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "سالے بکواس نا کر" عامر نے کہا تو پھر قہقہہ لگا گیا۔ جس پر عامر بھی ہنسا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ ایک ماہ دیر ہی تو تھا جس نے اسکا ساتھ دیا۔ وہ دونوں دس سال سے دوست تھے اور ان دس سالوں میں وقت کے ساتھ انکی دوستی مزید گہری ہوئی تھی۔ وہ اسکی فیملی تھا اور اسکا پکا یار بھی جس نے ہر قدم پر اسکا ساتھ دیا تھا۔

"ایکس کیوز می یہ لباس کچھ زیادہ ہی چھوٹا نہیں؟بابر صاحب کہاں ہیں؟" ثانیہ نے اپنے ہاتھ میں موجود پیٹ کے آدھ تک آتی شرٹ اور گھٹنوں تک آتی سکرٹ کو دیکھتے سامنے کھڑے اسسٹنٹ کو کہا۔"بابر صاحب نے ہی کہا ہے کہ تم نے یہ والا لباس پہننا ہے" اس نے کہا تو ثانیہ نے دانت پیسے۔"جاؤ یہاں سے "ثانیہ نے کہا اور بلیک کلر کی شال اٹھاتے خود پر اوڑھتے اپنا موبائل اور پرس پکڑتے روم سے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔"تم کہاں جارہی ہو" اسے باہر جاتے دیکھ اسسٹنٹ فوراً بولا۔"واک کرنے جارہی ہوں تھوڑی دیر چلی جاؤں"اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گئی۔وہ جس گھر میں رہ رہی تھی۔وہ آبادی سے زیادہ دور نہیں تھا تبھی وہ یوں اکیلی پھرنے نکلی تھی۔ اسے اب اپنا دماغ ٹھنڈا کرنے کیلئے تھوڑی تازہ ہوا چاہیئے تھی تبھی باہر نکل گئی۔باہر ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی ہورہی تھی اور وہ تو

دیوانی تھی ایسے موسم کی۔ وہ ہلکا پھلکا جنگل عبور کرتے بازار میں آئی جہاں کچھ لوگ شاپنگ کررہے تھے تو کچھ ویسے ہی چہل قدمی کرتے موسم انجوائے کررہے تھے۔ وہ لوگوں کو دیکھتے ہلکا سا مسکرائی اور یونہی آہستہ آہستہ چلنے لگی جب کچھ دور جاتے اسے ایک کیک شاپ نظر آئی جسے دیکھ اسکا فوراً کیک کھانے اور ہاٹ چاکلیٹ پینے کا دل کیا۔ وہ جانتی تھی اتنی بڑی شاپ میں ہاٹ چاکلیٹ تو لازمی ملتا ہوگا۔ اس نے اپنے دل کی خواہش پر لبیک کہا اور شاپ کی طرف بڑھی۔ "ایکس کیوزمی کیا یہاں ہاٹ چاکلیٹ ایویلبل ہے" اس نے وہاں جاتے کاؤنٹر پر کھڑے لڑکے سے پوچھا۔ "یس میم" اس لڑکے نے مثبت جواب دیا تو وہ مسکرائی۔ "ایک ہاٹ چاکلیٹ اور ساتھ ملک کیک اس ٹیبل پر دے دیجیے گا" ثانیہ نے کہا اور قدرے کونے میں ایک خالی ٹیبل کی طرف اشارہ کیا جس پر اس لڑکے نے ہاں میں سر ہلایا تو ثانیہ اپنی شال درست کرتے چیئر پر بیٹھتے اپنا موبائل اور پرس ٹیبل پر بیٹھ گئی۔ "آج پانچ دن ہوگئے

ہیں ماما اور آپ نے ایک بار بھی مجھے کال نہیں کی" ثانیہ نے باہر بارش کی بوندوں کو دیکھتے کہا۔ "آپکو بھی میری فکر ہی نہیں ہے۔ جیسے پاپا کو نہیں ہے۔ آپ سب نے کبھی مجھ سے پیار نہیں کیا اور جو جو انسان مجھ سے پیار کرتا تھا اسے میں نے خود اپنے آپ سے دور کردیا" ثانیہ نے مدھم آواز میں خود سے کہا۔ "شہریار تو اب کبھی میرا نہیں ہوسکتا اور مہرماہ وہ بھی اب مجھ سے نفرت کرتی ہوگی آخر کو میں نے اس پر کتنے ظلم کیے ہیں" ثانیہ کو اپنے رویے کا افسوس ہورہا تھا۔ مہرماہ بچپن سے اس سے پیار کرتی تھی۔ وہ سب سے زیادہ اس سے اٹیچ تھی پر پھر پروین بیگم نے اسکو مہرماہ سے دور رہنے کا کہا اور اس کے بعد سے اس نے مہرماہ سے دوری اختیار کی اور اپنی ماں کو دیکھا دیکھی مہرناہ پر ظلم کرنے لگی جس کا اسے آج پچھتاوا ہورہا تھا۔ "میم یہ آپکا آڈر" دس منٹ مزید گزرنے کے بعد ایک لڑکے نے اسکے ٹیبل پر لکڑی کی خوب صورت سی ٹرے رکھتے دوسری طرف بڑھ گیا۔ "ارے یہ تو میرا آڈر نہیں ہے" ثانیہ

نے اپنے سامنے بلیک کافی اور کلب سینڈچ دیکھتے کہا اور کھڑے ہوتے کاؤنٹر کی طرف بڑھی جہاں پہلے سے ایک آدمی کھڑا تھا۔ "ایکس کیوز می یہ میرا آڈر نہیں ہے" ثانیہ نے کاؤنٹر پر کھڑے لڑکے سے کہا۔ "مس یہ میرا آڈر ہے۔یہ شاید آپکا ہے" سامنے کھرے مرد نے اپنی بھوری آنکھوں سے سامنے کھڑی ہیزل آنکھوں والی لڑکی کو دیکھتے کہا۔اسکی بات سنتے ثانیہ نے اسکے ہاتھ میں موجود ٹرے کو دیکھا تو ہاٹ چاکلیٹ اور ملک کیک دیکھتے اسکی آنکھیں چمکیں۔ "جی یہ میرا ہے" ثانیہ نے اسکے ہاتھ سے ٹے پکڑتے اسے اسکی ٹرے پکڑائی اور شکریہ ادا کرتے اپنے ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔جبکہ عامر کی نظریں اس لڑکی پر ایک پل کو ٹھہری تھیں۔ "سوری عامر صاحب۔غلطی ہوگئی" کاؤنٹر پر کھڑے لڑکے نے سے دیکھتے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "کوئی بات نہیں لیکن اگلی بار احتیاط کرنا" عامر نے کہا اور اپنی ٹیبل کی طرف بڑھا۔وہ یہاں کچھ کھانے کی غرض سے رکا تھا یہاں سے اسکا ارادہ سیدھا اس آبشار پر جانے کا

کہا تھا جہاں بابر نے جانا تھا۔ اسے بابر کو پکڑنے کے ساتھ اس لڑکی کو بھی بچانا تھا۔

"وہ جھیل کتنی دور ہے بابر صاحب" ثانیہ نے بابر کو دیکھتے پوچھا جو اس جنگل نما جگہ میں اسکے آگے آگے چل رہا تھا جبکہ اسکا فوٹوگرافر اسکے پیچھے تھا اور وہ ان دونوں کے درمیان بلیک پینٹ تک آتی شرٹ اور گھٹنوں تک آتی سکرٹ پر بڑی سی سیاہ شال اوڑھے چل رہی تھی۔گاڑی وہ کافی پیچھے کھڑی کر کے آئے تھے کیونکہ جنگل میں گاڑی نہیں لائی جا سکتی تھی۔باقی کی ٹیم بابر کے مطابق جا چکی تھی صرف وہ تینوں رہ گئے تھے۔ لیکن نا جانے کیوں ثانیہ کو عجیب سا ڈر جکڑ رہا تھا۔وہ جب سے گھر سے نکلی تھی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ بُرا ہونے والا ہے۔ "بس تھوڑی سی اور" بابر نے کہا اور شیطانی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے دائیں جانب مڑا۔جس پر ثانیہ بھی اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ کچھ

مزید دور جانے کے بعد اچانک ایک جگہ پر بابر رکا جس پر اسکے اور اس کے پیچھے موجود فوٹوگرافر کے پیروں کو بھی بریک لگی۔ "کیا ہوا بابر صاحب آپ رک کیوں گئے" ثانیہ نے اپنی شال پر پکڑ مضبوط کرتے پوچھا۔ "کیونکہ ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں" بابر نے کہا اور مڑتے سر تا پیر اسے دیکھا۔ "پر ہم تو آبشار جانے والے تھے نا فوٹو شوٹ کیلئے" ثانیہ نے پوچھا تو وہ قہقہہ لگا گیا۔ "کونسا فوٹو شوٹ ثانیہ۔یہاں تو کوئی فوٹو شوٹ نہیں ہونا" بابر نے کہا اور اسکی طرف بڑھا۔ "کیا۔۔ مطلب" ثانیہ کو بے ساختہ اس سے خوف محسوس ہوا۔اس کی آنکھوں میں حوس وہ صاف دیکھ سکتی تھی۔ "مطلب میں بتاتا ہوں ہرنی" یہ آواز ثانیہ کو اپنے دائیں طرف سے آئی تھی جس پر اس نے مڑتے اس طرف دیکھا جہاں ایک خوفناک قریباً پینتیس سالہ مرد انکی طرف چلتا آرہا تھا۔ "کون۔۔ہو تم" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میں وہ ہوں جو آج رات تمھیں وہ لطف دینے والا جو پہلے کبھی کسی نے نہیں دیا ہوگا" اس آدمی نے کہا

اور آگے بڑھتے ایک جست میں اسکا ہاتھ پکڑا جس پر ثانیہ کی آنکھیں خوف سے پھیلیں جبکہ چہرہ اس کی بات کا مطلب سمجھتے پیلا پڑا تھا۔ "چھوڑو مجھے" اس نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا پر وہ نازک جان اس جیسے بھاری وجود کے حامل کی گرفت سے کیسے آزاد ہو سکتی تھی۔ "اتنے دن سے تمھیں یہاں چھوڑنے کیلئے نہیں رکھا "اس مرد نے اسکا بازو مڑورتے کمر سے لگائی جس پر اسکی دردناک چیخ بلند ہوئی۔ "آہہ۔۔ چھوڑو" ثانیہ نے چلاتے کہا پر وہ تینوں اسے دیکھ قہقہے لگا رہے تھے۔ "ویسے چڑیا تو تم نے خاصی خوب صورت پھنسائی ہے بابر "اس نے کہا تو وہ مسکرایا اور چلتے ان دونوں کے پاس آیا۔ "بس واجد بھائی اب آپ مجھ سے کچھ مانگیں اور میں منع کروں ایسا ہو سکتا ہے؟" بابر نے اپنے بھائی کو کہا تو وہ قہقہہ لگا گیا۔ "تم جاؤ ابھی گاڑی میں ہمارا انتظار کرو۔ ہم آتے ہیں" واجد نے فوٹو گرافر کو دیکھتے کہا تو وہ ثانیہ کو حوس سے دیکھتے چلا گیا۔ وہ جانتا تھا اسے ان کے بعد ہی اپنی طلب پوری کرنے کا موقع ملنا تھا۔ "چھوڑو

مجھے۔۔جانے دو" فوٹوگرافر کے جانے کے بعد بابر نے اسے دھکا دیتے زمین پر گرا جس سے اسکی کمر نیچے پڑے پتھر سے ٹکراتے لہو لہان ہوئی
تھی۔"آہہ۔۔بابا" اس نے چلاتے خلیل صاحب کو پکارا تھا۔آج مشکل ماں یاد نہیں آئی۔آج اسے اس جگہ اپنے بابا یاد آئے تھے جنھوں نے بچپن سے اسے اپنے پروں میں ہر مصیبت سے چھپا کر رکھا تھا پر آج وہ یہاں نہیں
تھے۔بلکہ آج یہاں کوئی نہیں جو اسے ان درندوں سے بچاتا۔اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن کمر پر لگے زخم کی وجہ سے اس سے اٹھا نا گیا جس پر وہ خود کو گھسیٹتے پیچھے کو بڑھنے لگی۔"کیا ہوا چڑیا اٹھا نہیں جارہا" واجد نے اسکے چہرے پر جھکتے اسکا چہرہ سختی سے دبوچتے اسکو حرکت کرنے سے
روکا۔"چھوڑو مجھے۔۔اللہ کے۔۔واسطے۔۔چھوڑ۔۔دو" ثانیہ کی آنکھوں سے آنسو بہتے جارہے تھے۔"چھوڑ دیں گے پہلے اپنا کام کرلیں" بابر نے کہا اور اسکی شال جو اسکے کندھوں پر تھی اسے اچھالتے دور پھینکا۔"آہہ نہیں" اس

نے چلاتے انھیں روکا پر ان دونوں نے قہقہہ لگایا۔ "بابر اسے پکڑ کر رکھ" واجد نے اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے ثانیہ کے بال پکڑتے اسے زمین پر لٹایا جس پر ثانیہ کی جان نکلی جبکہ واجد نیچے بیٹھتے اس پر

جھکا۔ "نہیں۔۔دور۔۔رہو" اس کو یوں خود پر جھکتے دیکھ ثانیہ چلائی تھی۔واجد اسکی بات نظر انداز کرتے جھکا اور اسکی شرٹ کی آستین کو کھینچتے پھاڑا جس سے اسکی بائیں بازو برھنہ ہوئی۔ "نہیں" اس نے چلاتے اسے دھکا دیا جس پر اس نے طیش میں آتے اپنے بھاری بھرکم ہاتھ سے اسکے چہرے پر چھاپ چھوڑی تھی جس پر اسکا ہونٹ پھٹ چکا تھا۔ "اب تیری آواز نا آئے" واجد نے اسے گالیاں بکتے ایک اور تھپڑ مارتے اسکی گردن پر دانت گاڑھے جس پر وہ پھر چلائی۔ "بچاؤ پلیز۔۔نہیں چھوڑو۔۔مجھے" ثانیہ نے اونچی آواز میں چلاتے اس سنسان جنگل میں کسی کو اپنی مدد کے لیے پکارا۔وہ نہیں جانتی تھی کوئی آئے گا یا نہیں پر وہ چلا رہی تھی۔جبکہ وہ دونوں درندے اسکے یوں چلانے پر

اسکے چہرے کو تھپڑوں سے زخمی کر چکے تھے۔ لیکن وہ خاموش نہیں ہوئی تھی وہ ہنوز چلا رہی تھی۔ اس نے بہت بار اپنا آپ شہریار کو خود پیش کیا تھا لیکن اس نے کبھی اسے نہیں چھوا تھا۔ لیکن آج جب یہ لوگ اسے یوں چھو رہے تھے تو ثانیہ کو اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کو اپنے وجود پر چونٹیاں رینگتی محسوس ہو رہی تھیں۔ واجد کے ہاتھ اسکی گردن اور برھنہ پیٹ کو چھو رہے تھے جبکہ بابر کا ہاتھ اسکی بازو پر تھا۔ "بابر کیمرہ اون کر مجھے اب اسکو چکھنا ہے" واجد نے مکمل اسکو قابو میں کرتے بابر سے کہا تو اس نے ثانیہ کی بازو سے ہاتھ ہٹاتے اپنے موبائل کا کیمرہ اون کیا جس پر واجد نے مسکراتے اسکی شرٹ کو چاک کرنا چاہا۔ "یا اللہ۔مجھے۔۔ معاف کردیں۔۔ میرے۔۔۔ مالک۔۔۔ میں نے۔۔ بہت۔۔۔ گناہ کیے۔۔ ہیں پر۔۔ مجھے۔۔ یہ سزا۔۔ نا دے۔۔ میرے مولا۔۔ میں۔۔ لاکھ بُری سہی پر۔۔ مجھے بے آبرو۔۔ ہونے سے بچالیں اللہ پاک" اسکے ہاتھ اپنی شرٹ کی

طرف بڑھتے دیکھ ثانیہ چلاتے اب کی بار مخلوق کی بجائے خالق سے مدد مانگنے لگی۔ اور وہ کیسے اپنے بندے کی پکار نا سنتا۔ وہ تو رحیم ہے اسے دل سے پکارو تو وہ جواب ضرور دیتا ہے۔ وہ رب تو ستر ماؤں جتنا پیار کرتا ہے وہ کیسے اس کی سسکیوں کو نا سنتا۔ اللہ نے اسکی سنی تھی تبھی اگلے ہی پل یہاں کسی کے قدموں کی چھاپ کے ساتھ ایک بھاری آواز گونجی تھی۔ "چھوڑو اس لڑکی کو" کسی مرد کی آواز سنتے ثانیہ کو کچھ حوصلہ ہوا۔ جبکہ اسکی آواز پر ان دونوں نے پیچھے مڑتے دیکھا جہاں تینتیس سالہ عامر کھڑا اپنی بھوری آنکھوں سے ان دونوں کو گھور رہا تھا۔ جبکہ بابر کو اسکی نظریں اپنے وجود کو چیرتی محسوس ہو رہی تھیں۔ عامر اس آبشار پر پچھلے دو گھنٹوں سے کھڑا ان لوگوں کا انتظار کر رہا تھا پر کسی کو نا آتے دیکھ اس نے اپنے گارڈز کو بابر کا پتہ کرنے کیلئے بھیجا تھا جس نے آدھے گھنٹے بعد ہی جنگل کے پاس بابر کی گاڑی کی موجودگی کا بتایا تھا جس پر اس نے جنگل جانے کا سوچا تھا۔ وہ پچھلے پندرہ منٹ سے جنگل میں بابر کو ڈھونڈ رہا

تھا جبکہ اس کے گارڈز بابر کے گھر چھاپا مارنے گئے تھے اور کچھ اس فوٹوگرافر کو دبوچ چکے تھے۔ابھی وہ کچھ دور آیا تھا جب اسے ایک لڑکی کے چلانے کی آواز آئی جس پر وہ فوراً یہاں آیا تھا لیکن سامنے بابر کو ایک لڑکی کے ساتھ زبردستی کی کوشش کرتے دیکھ اسکی آنکھیں غصے سے سرخ ہوئیں۔"اے جاو یہاں سے" واجد نے کہا لیکن عامر نے ثانیہ کو دیکھا جسکی پیٹ تک آتی شرٹ کی آستین پھٹی ہوئی تھی جبکہ رو رو کر اسکا بُرا حال تھا۔وہ اسے پہچان چکا تھا۔"پلیز۔۔پلیز۔۔مجھے۔۔بچالیں" اسکے یوں خود کو دیکھنے پر ثانیہ نے منت کرتے اسے پکارا تو بدر نے اسکے چہرے پر تھپڑ مارا جس سے اسکے پھٹے ہونٹ سے مزید خون نکلنے لگا۔اپنے سامنے ایک عورت پر یوں ظلم ہوتے دیکھ عامر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور جاتے ان دونوں کو پیٹنے لگا۔"اے چھوڑو ہمیں" ان دونوں نے اپنا بچاؤ کرنا چاہا پر اس باڈی بلڈر شخص کا مقابلہ نا کرسکے اور چند ہی پل میں حالت میں وہاں سے دم دبا کر بھاگے۔"جسم ڈھانپیں اپنا محترمہ" انکو

بھاگتے دیکھ وہ انکے پیچھے جانا چاہتا تھا پر وہ سامنے زمین پر لیٹی ثانیہ کی طرف بڑھا اور اپنے جسم سے جیکٹ اتارتے اس کے پاس رکھی۔ثانیہ نے ہمت کرتے اٹھنا چاہا پر گرنے کی وجہ سے جسم پر جگہ جگہ خراشیں لگی تھیں جبکہ کمر سے خون نکلتے زمین بھگو رہا تھا اور درد ناقابلِ برداشت تھی جس وجہ سے اس سے اٹھا نا گیا۔اتنی بے بسی پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اسکے یوں رونے پر اس نے اسے دیکھا تو بے ساختہ اسے سامنے لیٹی نازک جان پر ترس آیا۔وہ ایڑھیوں کے بل زمین پر بیٹھا اور نرمی سے ایک ہاتھ سے اسکا ہاتھ تھاما جبکہ دوسرے سے اسکے کندھے کو سہارا دیا اور اسے اٹھا کر بٹھا گیا۔"اب پہنیں" اس نے اسے بٹھاتے ہی جیکٹ اٹھاتے اسکی گود میں رکھی اور سنجیدگی سے کہا تو اس نے جلدی سے جیکٹ پہنتے اپنا وجود چھپایا۔"آپ ٹھیک ہیں" اسکے جیکٹ پہنتے ہی اس نے اسکا چہرہ دیکھتے پوچھا۔عامر نے ایک بار بھی اسکے جسم کو نہیں دیکھا تھا۔"وہ۔۔ وہ ۔۔ لو۔۔ لوگ" ثانیہ رونے کے باعث

کانپ رہی تھی جس وجہ سے اس سے بولا بھی نہیں جارہا تھا۔ ”شش چپ کر جائیں۔وہ لوگ جاچکے ہیں “عامر نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا لیکن ثانیہ ہنوز ڈرتے یہاں سے وہاں دیکھ رہی تھی۔ ”کیا ہورہا ہے یہاں“ ابھی وہ اسے مزید کچھ کہتا کہ ایک بھاری آواز گونجی جس پر دونوں نے بیک وقت آواز کی سمت دیکھا جہاں پینتالیس سالہ رعب دار شخصیت کا مالک مرد کھڑا تھا جو اس وقت سفید شلوار قمیض پہنے سر پر سیاہ دستار باندھے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔جبکہ اسکے پیچھے پانچ چھ لوگ ہاتھوں میں بندوق تھامے کھڑے تھے۔وہ اس علاقے کا سردار تھا جو آج شکار کیلئے نکلا تھا لیکن یہاں سے ایک لڑکی کے چلانے کی آواز سنتے وہ یہاں آگیا تھا اور سامنے کا منظر اسے بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔جبکہ انھیں دیکھ جہاں عامر نامحسوس انداز میں ثانیہ کے آگے ہوا تھا وہیں ثانیہ نے ڈرتے عامر کی سیاہ ٹی شرٹ مٹھی میں جکڑی تھی۔ ”کچھ نہیں ہورہا۔ان محترمہ کے ساتھ دو لوگ بدتمیزی کرنے کی کوشش کررہے تھے تو انھیں ان سے بچایا

ہے میں نے "عامر نے مضبوط لہجے میں جواب دیا تو سردار اسکے پیچھے کھڑی ثانیہ کو دیکھا۔ "نظریں مجھ پر رکھیں جناب۔ میری پشت کے پیچھے چھپی لڑکی اس وقت میری ذمہ داری ہے لہٰذا اس پر کسی مرد کی نظر میں ہرگز برداشت نہی کروں گا چاہے آپ سرسری ہی ڈالیں" عامر نے ثانیہ کو بلکل اپنے پیچھے کرتے کہا تو سردار مدھم سا مسکرایا۔ "میں اس لڑکی کو دیکھ نہیں رہا۔ بس جاننا چاہتا ہوں تمھارا کیا رشتہ ہے اس لڑکی سے" سردار نے کہا تو اس نے ایک نظر اپنے پیچھے کھڑی صنفِ نازک کو دیکھا اور واپس سردار کو دیکھنے لگا۔ "کچھ نہیں لگتی یہ میری" عامر نے کہا تو سردار نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے۔ تم دونوں میرے ساتھ آؤ گے" سردار نے کہا تو اسکے ماتھے پر بل پڑے۔ "ہم ہرگز آپکے ساتھ نہیں آئیں گے" عامر نے کہا تو سردار مسکرایا۔ اس بار اس کی مسکراہٹ طنزیہ تھی۔ "میرے ہی علاقے میں کھڑے ہو کر میری حکم عدولی کر رہے ہو لڑکے اس کا انجام بہت بُرا ہو سکتا

ہے۔ لہذا اگر اپنی اور اس لڑکی کی سلامتی چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلو"
سردار نے کہا تو عامر نے اپنا ماتھا مسلتے غصہ ضبط کیا ورنہ دل تو کر رہا تھا سامنے
کھڑے سردار کا منہ توڑ دے۔ "دیکھیں ہمیں ساتھ لے جا کر آپ نے کیا کرنا
ہے" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "دیکھو لڑکے میرا وقت ضائع مت
کرو۔ میرے علاقے میں ایک لڑکی کے ساتھ زیادتی کی کوشش کی گئی ہے۔ اب
جب تک میں معاملے کی جڑ تک نہیں پہنچ جاتا تب تک تم دونوں میرے ساتھ
رہو گے لیکن اگر یہ نہیں منظور تو ایک دوسرا طریقہ بھی ہے اور اسکو مانو گے تو
تمھیں یہاں سے بھیج دیا جائے گا" سردار نے سخت لہجے میں کہا تو اس نے
گہری سانس بھری۔ "دوسرا طریقہ بتائیں" عامر نے کہا تو سردار طنزیہ
مسکرایا۔ "دوسرا حل یہ ہے کہ اگر تم دونوں یہاں سے جانا چاہتے ہو تو تمھیں
اس لڑکی سے نکاح کرنا پڑے گا" سردار نے کہا تو اس نے بے یقینی سے اسے
دیکھا جبکہ اسکی پشت پر کھڑی ثانیہ بھی حیران ہوئی۔ "آپ کا دماغ ٹھیک

ہے۔میں اس لڑکی کو نا جانتا ہوں نا کچھ اور اس سے نکاح کرلوں" عامر نے کہا تو سردار نے اسے دیکھا۔"دیکھو لڑکے یہ میرا علاقہ ہے اور میں یہاں کا سردار ہوں۔اور اس علاقے کا سردار ہونے کے ناطے میرا فرض ہے میں اپنے علاقے کی روایتیں زندہ رکھوں۔اور ہمارے یہاں روایت ہے کہ اگر کسی لڑکی کی عزت کو پامال کرنے کی کوشش کی گئی ہو تو اسکا نکاح یا تو اس شخص سے کردیا جائے جس نے اسکی عزت لوٹی یا اس شخص سے جو اسکی عزت کو بچاتا ہے تو اب تم نے بچایا ہے تو اصولاً تمھیں اس سے نکاح کرنے پڑے گا ورنہ تم دونوں کو یہاں سے میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور قید کرلوں گا یا پھر دونوں کا قتل کردوں گا" سردار نے اپنی بندوق کا رخ اسکی طرف کرتے کہا تو اس نے ثانیہ کو دیکھا جو خوف سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔وہ اسکی موجودگی میں یہاں سے بھاگ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ ثانیہ کی جو حالت تھی وہ دو قدم بھی چلنے سے قاصر تھی۔"سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلو لڑکے یا تو ابھی کے ابھی اس سے نکاح

کرو یا میری قید میں آجاؤ یا ابھی دونوں کو قتل کردیا جائے گا" اس سردار نے کہا تو عامر نے آنکھیں سختی سے بند کرتے کھولیں اور گہری سانس بھرتے ایک فیصلہ کیا۔ "میں ان سے نکاح کرنے کو تیار ہوں" عامر کی بات سنتے جہاں سردار مسکرایا تھا وہیں ثانیہ نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا تھا۔ "لیکن اگر میں نے اسے یہاں سے جاتے ہی طلاق دے دی تو" اب کی بار عامر نے طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر سجاتے پوچھا۔ "میں یہاں کے بیس گاؤں کا سردار ہوں۔ تم نے مجھے اتنا بے وقوف سمجھ رکھا ہے کہ میں اسکا انتظام نہیں کروں گا" سردار نے کہا تو اس کی مسکراہٹ سمٹی جبکہ آنکھوں میں غصے کی سرخی بھری اس نے گہری سانس بھرتے نیچے دیکھا تو اسکی نظر زمین پر جمے خون پر پڑی جو یقیناً ثانیہ کا تھا۔ "جاؤ قاضی کو لے کر آؤ" سردار نے کہا تو دو آدمی ہاں میں سر ہلاتے باہر نکلتے چلے گئے۔ "نکاح بعد میں ہو سکتا ہے۔ انھیں چوٹ لگی ہے ابھی ہاسپٹل جانے دیں" عامر نے زمین پر جمے خون کو دیکھتے کہا تو سردار نے نفی میں

سر ہلایا۔ ”تم دونوں یہاں سے تبھی جاؤ گے جب نکاح ہوگا “سردار نے کہا اور ایک پتھر پر بیٹھ گیا جبکہ وہ دونوں یونہی زمین پر بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ثانیہ کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔اسکو کمر میں شدید تکلیف ہورہی تھی جبکہ خون بھی اب رکتے کمر پر جم چکا تھا۔آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی تھیں اور سر اسکا شدید چکر رہا تھا جسے وہ بامشکل نظر انداز کررہی تھی۔جبکہ عامر کو اپنی بے بسی پر غصہ آرہا تھا۔وہ سوات میں رہا تھا اور وہ جانتا تھا سرداروں کی غلط بات کی خلاف ورزی کرنے پر بھی موت کی سزا سنائی جاتی ہے۔اسے اپنی پرواہ نہیں تھی پر ثانیہ وہ اس پر بھروسہ کررہی تھی اور وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا اسکی کسی بات کی وجہ سے کوئی اسے کچھ کہے تبھی وہ نکاح پر رضامند ہوگیا تھا۔

”عائشہ یہ دودھ پیو جلدی پھر سوجانا“تنزیل بیگم نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ ”ماما تھوڑی سی چاکلیٹ ڈال دیتی۔آپ جانتی ہیں نا مجھ سے ایسے

دودھ نہیں پیا جاتا "عائشہ نے کہا تو انھوں نے اسے گھورا۔ "عائشہ چاکلیٹ وزن بڑھاتی ہے۔یہ پیو بس "تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے منہ بنایا اور دودھ پینے لگی۔دودھ پیتے ہی اس نے بغیر کچھ کہے گلاس انھیں پکڑایا اور منہ جھکا گئی۔یہ صاف ناراضگی کا اعلان تھا جس پر تنزیل بیگم مسکرائیں۔ "میری جان میں تمھارے بھلے کیلئے ہی کہتی ہوں۔ تمھارا وزن نا مزید بڑھ جائے تم جانتی ہو نا۔یہ بُرا لگتا ہے "تنزیل بیگم نے اسے حصار میں لیتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی لیکن آپ بار بار کہتی ہیں تو بُرا لگتا ہے" عائشہ نے انکے گرد بازو باندھتے کہا تو انھوں نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "اچھا میں اب سے نہیں کہوں گی "تنزیل بیگم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ٹھیک ہے۔ناراضگی ختم" عائشہ نے چہکتے کہا تو وہ مسکرائیں اور اسکے بال سہلانے لگی۔ "چلو اب میرا بیٹا سوجاؤ کل آفس بھی جانا ہے "تنزیل بیگم نے تھوڑی دیر بعد کھڑے ہوتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ اسکا ماتھا چومتے باہر نکل گئیں۔انکے

جاتے ہی عائشہ مسکرائی اور اٹھتے دروازہ لاک کیا۔ ”آہہ“ ابھی وہ دروازہ لاک کرتے مڑی تھی جب بالکونی سے اسد کو نکلتے دیکھ وہ چلائی۔ ”شش شہزادی “اسد نے بالکونی کا دروازہ بند کرتے اپنے منہ پر انگلی رکھتے اسے خاموش ہونے کا کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”آپ یہاں کیا کر رہے ہیں“ عائشہ نے دروازے کا لاک ایک بار دوبارہ چیک کرتے اس کے پاس آتے پوچھا۔ ”تمھارے بغیر میرا دل نہیں لگ رہا تھا شہزادی تو بس میں آگیا“ اسد نے کہا اور اسے بازو سے پکڑتے نرمی سے اپنے سینے سے لگا گیا۔ ”آپ کب سے بالکونی میں کھڑے ہیں“ عائشہ نے اسکے سینے پر سر رکھتے پوچھا۔ ”لگ بھگ ایک گھنٹے سے“ اسد نے کہا تو اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”ایک گھنٹے سے؟ آپ ایک گھنٹے سے بالکونی میں کھڑے ہیں۔ اسد کیا کرتے ہیں آپ بھی“ عائشہ نے پریشان ہوتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میری جان ریلیکس۔ وہاں پر جھولا ہے۔ میں اس پر بیٹھ گیا تھا۔ پریشان کیوں ہو رہی ہو“ اسد نے اسکا چہرہ

ہاتھوں میں تھامتے نرمی سے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پر آپ یوں اتنی دیر سے میری وجہ سے باہر تھے۔مجھے اچھا نہیں لگ رہا "عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تمھاری وجہ سے نہیں، تمھارے لیے باہر تھا۔اور یقین کرو تمھارے لیے مجھے دہکتے انگاڑوں پر بھی کھڑے ہونا پڑے تو میں اس پر بھی خوشی خوشی کھڑا ہوجاؤں گا "اسد نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ایسے ہی مسکرایا کرو۔مجھے میری شہزادی اداس اچھی نہیں لگتی" اسد نے محبت سے کہا تو اسکے گال گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسے جھکتے گود میں اٹھاتے بیڈ پر لٹایا اور خود اسکے ساتھ دراز ہوا۔ اسکی حرکت پر عائشہ بس سرخ پڑنے کے سوا کچھ نا کر سکی۔ "یہ میری ساسو ماں کیا کہہ رہی تھیں" اسد نے اسکا سر اپنے سینے پر رکھتے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی تھیں؟" عائشہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔ "تمھیں چاکلیٹ کھانے سے روک رہی تھیں" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی کیونکہ وہ کہہ رہی تھیں کہ میرا وزن بڑھ

جائے گا اور انھوں نے کچھ غلط نہیں کہا "عائشہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔وہ جانتا تھا اسکی انسیکیورٹی اتنی جلدی دور نہیں ہو سکتی۔"میری جان میں نے کتنی بار کہا ہے خود کے بارے میں انسیکیور ہونا چھوڑ دو۔میری نظروں میں تم سے خوبصورت کوئی نہیں لہٰذا خود کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا نا کہا کرو بلکہ سوچا ہی نا کرو۔تم جیسی ہو میری ہو اور مجھے بے حد پسند ہو "اسد نے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی۔"جی اچھا اب نہیں کہوں گی "عائشہ کے یوں فوراً بات ماننے پر اسے ٹوٹ کر اپنی بیوی پر پیار آیا جس پر اس نے جھکتے اسکا سر چوما۔"شاباش میرا بچہ" اس نے کہا تو وہ مسکراتے اسے دیکھنے لگی۔"مانا میں ہینڈسم ہوں لیکن اگر یوں دیکھو گی تو پیار ہو جائے گا" اسد نے نرمی سے اسکے چہرے پر ہلکی سی پھونک مارتے شرارت سے کہا تو وہ چہرہ جھکا گئی۔"آپکو نہیں۔۔دیکھ رہی تھی" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا۔"اچھا شہزادی آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں لیکن

جھوٹ بولنا گناہ ہے" اسد نے کہا تو وہ بھی ہنس پڑی۔ "اچھا بس کریں۔آپ نے گھر کب جانا ہے" اس نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "فجر کے بعد" اسد نے مزے سے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "اسد فجر کے بعد۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو" عائشہ نے کہا تو وہ شرارت سے مسکرایا۔ "تو کہہ دوں گا اپنی بیوی کو بھگانے آیا تھا لیکن میری بیوی مانی نہیں" اسد نے کہا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی۔ "کچھ نہیں ہوسکتا آپکا" اس نے کہا تو وہ آنکھیں میں محبت سموئے اسے دیکھنے لگا۔ "تم سے نکاح کرکے دنیا کی ساری خوشیاں میری ہو تو گئیں ہیں اور کیا چاہیے "اسد نے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے کہا تو اسکے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔وہ اظہار کے معاملے میں خاصا سخی دل واقع ہوا تھا۔ "سونے دیں۔۔مجھے" اس نے اسد کی طرف دیکھے بغیر کہا اور اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گئی جس پر وہ مسکرایا اور اسے سینے میں بھینچ گیا۔

"نکاح شروع کروں کیا" سردار قاضی صاحب نے سردار کو دیکھتے کہا۔قاضی صاحب کا چہرہ دیکھنے سے پتا لگ رہا تھا کہ انھیں نیند سے جگا کر لایا گیا ہے پر سردار کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے تھے۔"جی لیکن اس سے پہلے ایک کام کرنا ہے۔چھوٹے ادھر آ"سردار نے کہتے قاضی صاحب کے بیٹے کو آواز لگائی جو ہاتھ میں قرآن پاک پکڑے آگے آیا۔"جی سردار"اس نے اسے دیکھتے پوچھا۔"یہ مقدس کتاب اس لڑکے کے آگے کر اور اسے کہہ اس پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائے کہ اس لڑکی کو طلاق نہیں دے گا" سردار نے کہا تو اسکی بات سنتے عامر اور ثانیہ دونوں نے بے یقینی سے اس چالاک سردار کو دیکھا۔"دیکھیں سردار میں اس لڑکی کو جانتا تک نہیں ہوں میں اسکے ساتھ نہیں رہ سکتا" عامر نے کہا تو سردار کے چہرے پر غصہ نمایاں ہوا۔"تم جانتے ہو نا لڑکے سرداروں کی باتوں کو منع نہیں کرنا چاہیئے۔اسکا انجام ہرگز اچھا نہیں ہوتا"

سردار نے کہا تو اسے غصہ آیا۔ وہ یہاں کس کام کیلئے آیا تھا اور کہاں پھنس گیا تھا۔ "جانتا ہوں پر میں ایک انچاہی لڑکی کے ساتھ ساری عمر نہیں گزار سکتا۔ آپ کی بات مان رہے ہیں۔ میری بھی مان لیں" عامر نے کہا تو سردار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چل ٹھیک ہے تیرے پاس تین مہینے کا وقت ہے تین مہینے میں اس لڑکی کے مجرموں کو اگر تو پکڑ کے میرے سامنے لے آیا تو اس دن تو جو فیصلہ کرے گا میں منظور کرلوں گا لیکن تین مہینے تو اسے طلاق نہیں دے گا قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا" سردار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ لڑکا آگے بڑھا لیکن عامر نے ہاتھ اٹھاتے اسے روک دیا۔ "میں باوضو نہیں ہوں اس وقت۔ تو میں اس مقدس کتاب کو بغیر وضو ہاتھ لگانے کی گستاخی نہیں کرسکتا۔ میں ویسے ہی قسم کھا لیتا ہوں لیکن اس مقدس کتاب کی نہیں۔ یہ کوئی عام کتاب نہیں ہے جس کی یوں قسمیں کھائیں۔ یہ اللہ پاک کی اتاری گئی مقدس ترین کتاب ہے لہٰذا میں یوں قسم نہیں کھاؤں" عامر نے کہا

تو سردار نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے لیکن پھر تو کس کی قسم کھائے گا“

سردار نے پوچھا تو آسودہ سا مسکرایا۔ ”میری زندگی میں دو لوگ ایسے ہیں جنھیں میں بہت پیار کرتا ہوں۔ میں انکی قسم کھا کر کہتا ہوں میں تین ماہ تک اسے طلاق نہیں دوں گا اور اس مدت میں اسکے مجرموں کو بھی ڈھونڈوں گا“ عامر نے کہا تو سردار مسکرایا جبکہ ثانیہ خود پر اپنی شال اوڑھے سر جھکائے بیٹھی دو مردوں کو اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرتے دیکھ رہی تھی۔ کسی نے اس سے پوچھا تک نہیں تھا۔ لیکن اسے حیرانگی ہرگز نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو دور ہی ایسا ہے جہاں مرد ہی فیصلہ کرتے ہیں اور عورتوں کو انکے فیصلے ماننے پڑتے ہیں۔ جہاں مرد حاکم بنتے عورت پر حکمرانی کرتا ہے۔ جہاں مرد خود کو خدا سمجھ کر عورت کی خواہشوں کو پیروں تلے روندتے ان کی زندگیوں کو اپنی مرضی سے کسی بھی ڈگر پر موڑ دیتا ہے۔ جہاں مرد عورتوں کی مرضی کو انا کا مسئلہ بناتے انھیں قتل کرتے ہیں۔ ”نکاح شروع کریں قاضی صاحب“ سردار نے عامر کو قسم کھاتے دیکھ کہا

تو قاضی صاحب نے ہاں میں سرہلاتے نکاح پڑھانا شروع کیا۔ ”عامر ملک بن عزیز ملک آپکا نکاح ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پانچ لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں“ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا جسکے چہرے پر چٹانوں سی سختی تھی۔ ”جی میں قبول کرتا ہوں (یا اللہ میں نہیں جانتا میں صحیح کررہا ہوں یا غلط پر میرے مالک میرے فیصلے کو ہمارے لیے نفع بخش بنانا)“ عامر نے اللہ سے دعا مانگتے ثانیہ سکندر کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ ”عامر ملک بن عزیز ملک آپکا نکاح ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پانچ لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں“ قاضی صاحب نے اس سے دوسری بار پوچھا۔ ”جی میں قبول کرتا ہوں (یا اللہ تین ماہ کیلئے ہی سہی پر یہ لڑکی میری بیوی ہوگی۔مجھے اسکے حق میں اچھا بنانا)“ عامر نے ایک نظر ثانیہ کو دیکھا جو کسی مردے کی طرح ایک ہی جگہ نگاہیں لگائے بیٹھی

تھی۔ ”عامر ملک بن عزیز ملک آپکا نکاح ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پانچ لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں“ قاضی صاحب نے تیسری اور آخری بار پوچھا جس پر اس نے آنکھیں سختی سے بند کرتے کھولیں۔ ”جی میں قبول کرتا ہوں (یا اللہ یہ لڑکی میری عزت ہے۔مجھے اسکی عزت کرنے کی توفیق عطا کرنا)“ عامر نے تیسری بار کہتے ثانیہ کو اپنی زوجیت میں قبول کیا۔ ”ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر آپکا نکاح عامر ملک بن عزیز ملک سے بشمول حق مہر پانچ لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں قبول کرتی ہیں“ قاضی صاحب نے اب کی بار اسے دیکھا جو خاموشی سے بیٹھی تھی۔ اس نے کچھ نا بولا جس پر قاضی صاحب نے سردار کو دیکھا۔ ”لڑکی بولو“ سردار نے دھاڑتے کہا تو ثانیہ لرزی۔ ”سردار تمیز سے بات کریں۔وہ ایک لڑکی ہے اور سب سے بڑھ کر میری بیوی۔ میری بیوی سے اس لہجے میں بات کرنے کا حق میں خود بھی نہیں

دیتا لہٰذا تمیز سے پیش سے آئیں" عامر نے سردار کو دیکھتے سخت لہجے میں کہا تو سردار خاموش ہوا۔ "محترمہ قاضی صاحب کو جواب دیں" اس نے کہا تو ثانیہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں شکوہ تھا جبکہ چہرے پر درد کے تاثرات تھے جسے دیکھ وہ نظریں پھیر گیا۔ "پلیز جواب دیں تاکہ ہم یہاں سے جاسکیں" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "جی۔۔میں قب۔۔قبول ۔۔کرتی۔۔ہوں (یا اللہ میں تیری رضا میں راضی ہوں)" اس نے سر جھکاتے جواب دیا۔آج ثانیہ سکندر جیسی مغرور لڑکی نے قسمت کے فیصلے پر سر خم کیا تھا۔آج پہلی بار زندگی کا تھپڑ پڑا تھا اور خاصا شدت سے پڑا تھا۔اتنا کہ اس تمانچے کی چھاپ روح پر لگی تھی جس نے آج ثانیہ کو عاجزی سکھائی تھی۔ "ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر آپکا نکاح عامر ملک بن عزیز ملک سے بشمول حق مہر پانچ لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں قبول کرتی ہیں" قاضی صاحب نے دوبارہ پوچھا۔جی۔۔میں قبول۔۔کرتی۔

۔ہوں (یا اللہ یہ شخص میرا محافظ ہے جس نے مجھے بے آبرو ہونے سے بچایا میں اسے تیری مصلحت سمجھتے قبول کرتی ہوں)" ثانیہ نے دوسری بار بھی جواب دیا۔ "ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر آپکا نکاح عامر ملک بن عزیز ملک سے بشمول حق مہر پانچ لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں قبول کرتی ہیں" قاضی صاحب نے تیسری بار پوچھا۔"جی۔۔میں۔۔ قبول۔۔کرتی ہوں (میں ماما بابا آپ دونوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔آج آپ دونوں کی وجہ سے میں یہاں ہوں)" ثانیہ نے تیسری بار کہا اور ایک لمحے میں وہ ثانیہ سکندر سے ثانیہ عامر ملک بن گئی تھی۔ان دونوں کے رضا مندی دیتے ہی قاضی صاحب نے ان دونوں کو نکاح نامہ پکڑایا جس پر دونوں نے سائن کیے۔ "مبارک ہو" انکا نکاح ہوتے سردار نے کہا جس پر ان دونوں نے کوئی ری ایکشن نا دیا جبکہ سردار مسکرایا۔ "میں نے کہا مبارک ہو۔نکاح میں نے کرا دیا ہے اب چھوارے خود بانٹ لینا" سردار نے کہا اور اپنے آدمیوں

کو اشارہ کیا جس پر سب ہی کھڑے ہوئے۔ ”میں جارہا ہوں اب یہ لڑکی تمھاری ذمہ داری ہے اور تین ماہ کے اندر اندر مجھے اس لڑکی کے مجرم چاہیئے جنھوں نے سردار جمشید قریشی کے علاقے میں لڑکی کو پامال کرنے کا سوچا “سردار نے کہا اور ان دونوں کو اس جنگل میں اکیلے چھوڑتے اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

”آہہ“ سردار کے جاتے ہی وہ زمین میں مکہ مارتے اونچی آواز میں چلایا جس پر ثانیہ کی چینخ بے ساختہ تھی۔اس کی چینخ پر اس نے مڑتے اس لڑکی کو دیکھا جو اب اسکی بیوی تھی۔اسکے مڑنے پر ثانیہ جو اسے ہی دیکھ رہی تھی اسکی سرخ آنکھیں دیکھتے کانپنے لگی جس پر عامر نے گہری سانس بھری۔ ”اٹھو گھر چلیں“ اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ چہرہ جھکا گئی جس پر اس نے کوفت سے اسے دیکھا۔ ”کیا ہوا ہے اب۔اٹھ کیوں نہیں رہی“ عامر نے سختی پوچھا تو اس نے

ہچکی بھری جس پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ رو رہی ہے جس پر وہ نرم پڑا۔ وہ اس پر سختی کر کے کیا کرتا وہ بھی تو اسکی طرح اس بندھن میں زبردستی باندھی گئی تھی۔ "یہاں دیکھو" اس نے نرمی سے کہا تو اس نے اپنی آنسوؤں سے لبریز ہیزل آنکھیں اٹھاتے صرف ایک پل کیلئے اسے دیکھا جس پر عامر نے گہری سانس بھری۔ اسکی سحر انگیز آنکھیں دل کا روگ بن سکتی تھیں۔ "کیا ہوا ہے اٹھ کیوں نہیں رہی" عامر نے اب کی بار نرمی سے پوچھا۔ انکا نکاح جس طرح بھی ہوا ہو۔ وہ اسکی بیوی تھی اور اپنی بیوی سے سختی سے بات کرنا اسکے لیے مرنے کے مترادف تھا۔ "نن۔۔ نہیں۔۔۔ اٹھ۔۔ اٹھا۔۔ جا۔۔ رہا۔۔ بب۔۔ بہت۔۔ درد۔۔ ہو رہی۔۔ ہے" ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو اسے اس پر ترس آیا جبکہ اس کے آنسو نا جانے کیوں تکلیف دے رہے تھے۔ "میں مدد کردوں" عامر نے نرمی سے کہتے اپنی ہتھیلی اسکے سامنے پھیلائی جس پر ثانیہ کے آنسو ایک پل کو تھمے تھے۔ اس نے چہرہ اٹھاتے ایک نظر اس

شاندار شخص کو دیکھا اور ایک نظر اسکی پھیلی ہتھیلی کو دیکھتے ہاں میں سرہلا گئی جس پر عامر نے ہاتھ بڑھاتے انتہائی نرمی سے اسکا نازک ہاتھ تھامتے اپنی دوسری بازو اسکے کندھے کے گرد پھیلاتے اسے کھڑا کیا جس پر ثانیہ کی کراہ بے ساختہ تھی۔"پل۔۔پلیز۔۔نہی ۔۔نہیں۔۔بہت۔۔درد۔۔ہو رہی۔۔ہے" ثانیہ نے درد سے تڑپتے اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی جس سے اسکے ناخن عامر کے ہاتھ کی پشت میں گڑھ گئے تھے پر اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔وہ تو اس نازک جان کے لمس کے اثر پر اپنی دھڑکنوں کو سنبھال رہا تھا۔نکاح کے رشتے میں اتنی کشش تھی کہ اسے ابھی سے اپنے حصار میں کھڑی لڑکی اپنی لگنے لگی تھی۔اسکو یوں درد سے کراہتے دیکھ عامر نے چند لمحے سوچا پھر جھکتے احتیاط سے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھا گیا۔وہ اسکی محرم تھی۔وہ اسے ہر لحاظ سے چھو سکتا تھا خاص کر تب جب وہ اذیت میں ہو۔وہ جانتا تھا سردی کے باعث اسکا زخم اکڑ چکا ہوگا تبھی اسے چلنے میں مشکل ہو رہی تھی۔

جبکہ اسکی حرکت پر ثانیہ حیا سے سمٹی تھی۔دل شدت سے دھڑکتے پاگل ہوا تھا جبکہ جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا۔اسے آج تک ایسا انوکھا احساس نہیں ہوا تھا جیسا عامر کے لمس پر ہورہا تھا۔اسے یوں اسکی باہوں میں بے تحاشہ شرم محسوس ہورہی تھی جبکہ اسکے لمس پر اپنی ساری درد کہیں دور جاتی محسوس ہورہی تھی۔شہریار کے ساتھ بھی اس نے آج تک یہ چیز محسوس نہیں کی تھی۔اس نے اپنی شرم پر بامشکل قابو پاتے اسے دیکھا جو ایک ہاتھ سے اسے پکڑتے دوسرے سے اس کے پورے وجود کو شال سے کسی ننھے بچے کی طرح کوور کررہا تھا۔ثانیہ نے اب غور سے دیکھا تھا۔وہ اسے قریب سے دیکھ رہی تھی تو اسے اندازہ ہوا وہ کسی ریاست کا شہزادہ لگتا تھا۔وہ نہایت ہینڈسم تھا۔وجاہت سے بھرپور شخصیت۔سنجیدہ چہرہ۔تنے ہوئے نقوش۔کھڑی مغرور ناک۔اسکے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی تھی جس سے اسکی جاء لائن صاف دکھ رہی تھی۔جبکہ گھنی مونچھیں جو اسکے عنابی لبوں پر سایہ کیے ہوئے

تھیں اسے بارعب بنا رہی تھیں۔بھوری آنکھیں۔جن میں غصے کی سرخی صاف عیاں تھی۔جبکہ ماتھے پر بل ڈالے وہ اسکی فکر میں گھلتا اچھا لگ رہا تھا۔وہ بلا کا حسین تھا ثانیہ کے دل نے اعتراف کیا تھا۔دوسری طرف عامر اسکی نظریں اپنے چہرے پر محسوس کرتے بھی انجان بنا رہا۔ وہ بس چپ چاپ اسے گود میں اٹھائے جنگل سے باہر کی سمت بڑھ رہا تھا۔اس کا دل بھی اس وقت عجیب احساس سے دو چار ہو رہا تھا۔"سر" وہ اسے لیے بیس منٹ بعد ہی جنگل سے باہر نکلا جب سامنے سے آتے اسکے گارڈز نے اسے پکارا۔

"آنکھیں جھکاؤ سب۔کسی کی آنکھیں اوپر نظر آئیں تو نکال کر چیل کوؤں کو کھلا دوں گا" عامر نے ان سب گارڈز سے کہا تو وہ ایک پل میں نگاہیں جھکا گئے۔وہ اسکی بیوی تھی وہ اس پر کسی نامحرم کی نظر نہیں برداشت کر سکتا تھا۔جبکہ اسکی حرکت پر ثانیہ کا دل دھڑکا۔بے ساختہ اسے عامر کا حصاریوں لگا گویا کسی گمشدہ بچے کو اسکی ماں کا حصار مل گیا ہو۔جسکے حصار میں اسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی

اسے دیکھے گا بھی نہیں۔وہ کڑی دھوپ میں چھاؤں کی طرح لگا تھا۔وہ محافظ لگ رہا تھا۔ اس نے اس کی شرٹ پر گرفت مضبوط کی اسکے سینے پر اپنا چکراتا سر ٹکایا جو اسے یونہی گود میں لیے اب گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔"گھر چلو" اس نے ڈرائیور سے کہا تو وہ فوراً ہاں میں سر ہلاتے گاڑی گھر کی طرف بڑھا گیا۔گاڑی بڑھتے ہی اس نے چہرہ جھکاتے اپنی بیوی کو دیکھا جو غنودگی میں جا رہی تھی۔وہ جانتا تھا۔اس کی کمر کا زخم گہرا تھا اور اس میں سے جتنا خون نکلا ہے۔ اس پر اب غنودگی ہی طاری ہونی تھی۔وہ تاعمر اس بندھن سے بچنا چاہتا تھا پر آج حالات نے اسے اس بندھن میں باندھ دیا تھا۔وہ تو بس اسکی عزت و جان بچانے گیا تھا پر وہ یوں اسکی ذمہ داری بن جائے گی۔اس نے سوچا تک نا تھا۔عامر نے گہری سانس بھری اور اپنا موبائل نکالتے دوسری گاڑی میں موجود گارڈ کو کال کرتے ایک فی میل ڈاکٹر کو گھر لانے کا کہا جس پر اس نے جی سر کہتے کال کاٹی۔کال کٹتے ہی اس نے فون واپس جیب میں رکھا اور ثانیہ کو دیکھا

جو غنودگی میں بھی کپکپا رہی تھی۔ اسے اب یقیناً ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ ”ہیٹر چلا دو“ اس نے ڈرائیور سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ہیٹر اون کر گیا جس سے دو منٹ میں ہی گاڑی کا ٹیمپریچر گرم ہوا جس وجہ سے ثانیہ کی کپکپاہٹ بھی آہستہ آہستہ دم توڑنے لگی جس پر اس نے پُرسکون ہوتے اپنا سر سیٹ کی پشت سے ٹکایا اور اسے قریب کرتے آنکھیں موند گیا۔

”سائیں بات سنیں۔ آج میری یونی کا آف ہے تو آج ہم مہر سے ملنے جائیں گے“ مریم نے اسے کہا جو موبائل پر آتی کال کو نظر انداز کر رہا تھا۔ ”جو حکم میری پٹھانی“ اس نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی۔ وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے جبکہ شاہجہاں بیگم پچھلے دو دن سے قصرِ راجپوت ہی تھیں اور اسد اس وقت آفس گیا تھا۔ وہ صبح فجر کے بعد گھر آیا تھا اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد آفس چلا گیا تھا۔ ”سائیں میں آپ سے ایک بات پوچھوں“ مریم

نے اسکے کندھے پر سر رکھتے پوچھا۔ ”جی میرا بچہ پوچھو“ اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے کہا۔ ”آپ میری ہر بات کیوں مان لیتے ہیں“ اس نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم میری لاڈلی محبت ہو اور اپنی لاڈلی محبت کی بات ماننا میرے لیے شرف کی بات ہے“ شہریار نے اس کے ہاتھ کو تھامتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے تو وہ مسکراتے اسے دیکھنے لگی جبکہ اسکے گال گلاب ہوئے تھے۔ ”آپکو پتہ ہے آپ جب سے میری زندگی میں آئے ہیں۔مجھے زندگی اچھی لگنے لگی ہے“ مریم نے کہا تو اس نے محبت سے اسکا سر چوما۔ ”کیا پہلے زندگی اچھی نہی لگتی تھی“ شہریار نے اسکے بال سہلاتے کہا۔ ”جی پہلے مجھے زندگی اچھی نہیں لگتی تھی بلکہ بوجھ لگتی تھی۔دکھ اتنے زیادہ تھے کہ دل کرتا تھا کہ بس اب کسی طرح ابدی نیند سوجاؤں پر پھر آپ آئے اور سب بدل گیا۔اب سب اچھا لگتا ہے زندگی۔اپنا آپ۔اپنی مسکراہٹ۔ اور آپ۔آپ جانتے ہیں آپ میرا کمفرٹ

زون ہیں" مریم نے کہا تو وہ اندازتک سرشار ہوا۔"اور تم میرا سب کچھ ہو"
شہریار نے محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو اسکا چہرہ سرخ ہوا جسے دیکھ وہ
مسکرایا اور اسے سینے میں بھینچ گیا جس پر وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔"سر
آپ اندر نہیں جاسکتے رکیں" ابھی وہ دونوں ایک دوسرے کے حصار میں موجود
ایک دوسرے کی دھڑکنوں کا شور سن رہے تھے جب اچانک گارڈ کی بلند آواز
آئی جس پر شہریار نے نظریں اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں ایک آدمی اندر آرہا تھا
پر گارڈ اسے روکنے کی کوشش کررہا تھا۔یہ منظر دیکھ شہریار کھڑا ہوا کیونکہ وہ
شخص لاؤنج میں آگیا تھا۔جبکہ گارڈ کی آواز سنتے مریم نے فوراً چہرے پر نقاب کیا
اور اسکے ساتھ کھڑے ہوتے اس شخص کو دیکھا لیکن اس شخص کے چہرے
پر نظر پڑتے ہی مریم کو لگا جیسے اسکی سانس بند ہوجائے گی کیونکہ اندر داخل
ہونے والا شخص سفیان چوہدری تھا۔وہ سفیان چوہدری جس سے وہ اتنے
مہینوں سے چھپتی آرہی تھی۔آج وہی سفیان چوہدری اسکے گھر میں موجود

تھا۔جس شخص کو وہ کبھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی آج وہ اسکے سامنے موجود تھا۔"کیا ہورہا ہے یہاں" شہریار نے دھاڑتے پوچھا جس پر گارڈ اور سفیان چوہدری دونوں رکتے اسے دیکھنے لگے۔"ایڈوکیٹ صاحب میں آپکو صبح سے کال کررہا ہوں پر آپ میری کال نہیں اٹھا رہے تھے تو اب مجبوراً مجھے آپکے گھر آنا پڑا پر یہ گارڈ اندر نہیں آنے دے رہا تھا تو زبردستی کرنی پڑی "سفیان چوہدری نے ڈھیٹائی سے کہا تو شہریار نے غصے سے مٹھیاں بھینچی۔"چوہدری صاحب پہلی بات تو یہ کہ اگر میں آپکا فون نہیں اٹھا رہا تھا تو اسکی کوئی وجہ تھی اور دوسرا آپکو یوں منہ اٹھا کر میرے گھر نہیں آنا چاہیے تھا اگر آپکو مجھ سے ملنے کی زیادہ چاہ تھی تو کل میرے آفس آجاتے پر یوں زبردستی میرے گھر میں آنا انتہائی غیر مہذب حرکت ہے" شہریار نے ناگواری سے کہا تو سفیان چوہدری کے کان پر جوں تک نہیں رینگی تھی۔اس نے آنکھیں گھماتے اسکے پہلو میں کھڑی لڑکی کو دیکھا جسے دیکھ اسکی آنکھوں میں پہلے حیرت اور پھر چمک آئی تھی۔وہ مریم

تھی۔وہ ان آنکھوں کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔جس لڑکی کو وہ لاہور کے چپے چپے میں تلاش چکا تھا وہ راولپنڈی میں کیسے آئی۔اسکو یوں خود کو تکتے دیکھ مریم شہریار کی پشت کے پیچھے ہوئی جبکہ سفیان چوہدری کی حرکت پر شہریار کو اپنے بدن میں شرارے پھوٹتے محسوس ہوئے تھے پر اس نے بامشکل خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا تھا۔"چوہدری صاحب میری بیوی کو دیکھنے والوں کی آنکھیں نوچ لیتا ہوں میں۔لہٰذا اپنی نظروں کو لگام دیں" شہریار نے مریم کے آگے دیوار بنتے سختی سے کہا تو وہ مریم سے آنکھیں ہٹا گیا جبکہ اسکے لفظ بیوی پر سفیان کو حیرت ہوئی تھی۔"بیوی آپ کام کرنے جارہی تھی نا آپ کرلیں جاکر۔میں آتا ہوں" شہریار نے مریم کا نام لیے بغیر اسکی طرف مڑتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے کچن میں چلی گئی۔اس کا دل اس وقت دو سو کی سپیڈ پر دھڑک رہا تھا۔سفیان چوہدری واپس آگیا تھا۔اب کیا ہوگا سوچ سوچ کر مریم کا دل بیٹھ رہا تھا۔"اور آپ چوہدری صاحب آپ یہاں سے جاسکتے ہیں۔کل

میرے آفس آئیے گا مجھے ملنا ہوا تو میں مل لوں گا" شہریار نے سرد و سپاٹ انداز میں کہا تو سفیان چوہدری نے اسے دیکھا۔ "ایڈوکیٹ صاحب۔ اب اگر میں آ ہی گیا ہوں تو بات کر لیتے ہیں" اس نے کہا تو شہریار نے غصے سے مٹھیاں بھینچی۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا سامنے کھڑے شخص کی جان نکال دے جو یوں منہ اٹھا کر آگیا تھا۔ اگر وہ یا گارڈ اسکی پٹھانی کو بے نقاب دیکھ لیتے تو یقیناً شہریار ملک اسی پل مر جاتا۔ "میں آپکو ایک فائل دیتا ہوں آپکا کیس ریڈ کر کے میں نے بہت سے اہم پوائنٹس ہائی لائٹ کیے ہیں۔ آپ وہ پڑھ لیں اور کل میرے آفس آئیے گا بات ہو جائے گی" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اوپر سٹڈی کی جانب بڑھا تاکہ فائل لا سکے۔ جبکہ اسکے جاتے ہی سفیان چوہدری کچن کی طرف بڑھا جہاں مریم تھی۔ "کیسی ہو بلبل" اس نے کچن کے دروازے میں کھڑے ہوتے مریم کی پشت کو دیکھتے کہا تو وہ نقاب کرتے پلٹی۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو" مریم نے مضبوط لہجے میں پوچھا۔ حالانکہ

دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ "میں تمھیں دیکھنے آیا تھا بلبل۔کافی عرصے بعد دیکھ رہا ہوں۔آج تو اپنا دیدار کرادو" اس نے حوس بھری نظروں سے اسے دیکھتے کہا۔ "سفیان چوہدری اپنی نگاہیں پھیرو ورنہ باخدا ابھی نوچ دوں گی" مریم نے کہا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ "بلبل کافی ہمت آگئی ہے تم میں۔پہلے تو تم مجھے دیکھتے ہی ڈر سے کانپنے لگتی تھی اور آج یوں زبان درازی۔امپریسوو" اس نے کہا تو مریم ایک قدم آگے ہوئی۔ "مریم خان یوسفزئی تم جیسے گھٹیا انسان سے ڈرتی تھی پر مریم شہریار ملک کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتی کیونکہ مجھے غلط نگاہ سے دیکھنے والوں کو میرے سائیں زندہ زمین میں گاڑھ دیتے ہیں" مریم نے کہا اور اس کے پاس سے گزرتے باہر چلی گئی جس پر سفیان چوہدری نے مٹھیاں بھینچی اور اس کے پیچھے لاؤنج میں آیا جب کہ مریم اوپر کی طرف جارہی تھی۔ "یہ لیں چوہدری صاحب یہ فائل ریڈ کرلینا۔اب آپ جاسکتے ہیں" مریم کے جاتے ہی دو منٹ بعد شہریار نے نیچے

آتے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اس سے فائل پکڑتے باہر بڑھ گیا جبکہ شہریار اوپر بڑھا جہاں اسکی پٹھانی اسکا انتظار کررہی تھی۔ وہ سیڑھیاں عبور کرتے سیدھا اپنے کمرے میں آیا جہاں مریم بیڈ پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ ”پٹھانی کیا ہوا سب ٹھیک ہے“ شہریار نے دروازہ بند کرتے اس کی طرف قدم بڑھاتے پوچھا پر اسکے بیڈ تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ اٹھتے اس کے سینے سے لگتے اسکے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی۔ ”پٹھانی کیا ہوا میری جان۔ سب ٹھیک ہے“ شہریار نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ ”کچھ نہیں سب ٹھیک ہے۔ بس ابھی آپکے پاس رہنا ہے“ مریم نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ مریم کا دل جو اتنی دیر سے ڈر رہا تھا اسکا حصار پاتے ہی اسکے پور پور میں سکون سرائیت کر گیا۔ ”میں تمھارے پاس ہی ہوں پٹھانی“ اس نے محبت سے کہتے اسکا سر چوما تو وہ ہاں میں سرہلا گئی جس پر شہریار نے نرمی سے اپنی ٹھوڑی اسکے سر پر ٹکاتے اسکے بال سہلانے لگا۔ مریم کے لہجے میں ڈر کی

رمک وہ محسوس کر پا رہا تھا پر ابھی خاموش رہا کیونکہ وہ ابھی اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"سر آپ بتا دیں آپکے لیے اور میڈم کیلئے کیا لانا ہے" گارڈ نے اسے دیکھتے پوچھا جو اس وقت اپنے کاٹیج میں موجود تھا۔ اس وقت دوپہر کے بارہ بج رہے تھے اور وہ ثانیہ کے لیے کھانا منگوا رہا تھا۔ وہ کل رات سے دوائیوں اور انجیکشن کے زیرِ اثر سو رہی تھی جبکہ عامر ساری رات وقفے وقفے سے جاگتے اسے چیک کرتا رہا کیونکہ خوف، درد اور سردی کے باعث ثانیہ کو بخار ہو گیا تھا تبھی وہ رات میں کافی بار جاگا تھا کبھی اسکا بخار چیک کرنے تو کبھی اسے پٹیاں کرنے یا پھر کبھی اسکے اچانک رونے پر۔ "میرے لیے ہلکا پھلکا سینڈوچ لے آؤ لیکن میم کے لیے ابلے انڈے بریڈ اور چائے لے آؤ۔ میں کمرے میں جا رہا ہوں جیسے ہی ناشتہ آئے مجھے انفارم کر دینا" عامر نے کہا اور اٹھتے اپنے بیڈ روم کی طرف

بڑھا جہاں ثانیہ پرسکون سی بیڈ پر سو رہی تھی جبکہ عامر نے ساری رات صوفے پر گزاری تھی۔ وہ کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا جہاں بس زیرو پاور بلب جل رہا تھا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور مڑتے اپنی بیوی کو دیکھا جو بیڈ کے وسط میں سو رہی تھی۔ وہ چلتے اس کے پاس آیا اور ہاتھ بڑھاتے اسکا ماتھا چھوا۔ "شکر الحمدللہ" اسکا ماتھا چھوتے ہی اسے احساس ہوا کہ اسکا بخار اتر چکا ہے جس پر اسکے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا۔ اس نے نرمی سے اس پر لحاف ٹھیک کیا اور جاتے صوفے پر بیٹھتے اپنا موبائل نکالتے کسی کو کال ملا گیا۔ "جی سر" دوسری طرف سے اسک خاص آدمی نے کال اٹھائی تھی۔ "میں سوات واپس آرہا ہوں کل میرے آنے سے پہلے پہلے مجھے میڈیم سائز کے ہر رنگ کی فی میل شلوار قمیض اور فراکس میرے واڈروب میں سیٹ چاہیئے۔ ساتھ چپل اور سینڈل بھی اور تین چار عبائے اور شالز بھی" عامر نے کہا تو وہ جی سر کہہ گیا جس پر اس نے کال کاٹی اور موبائل سائیڈ پر رکھتے سر

ہاتھوں میں گرا گیا۔ ایک رات میں اس کی زندگی بدل گئی تھی۔ کہاں پہلے وہ اکیلا تھا اور کہاں اب اسکی زندگی میں ایک نیا انسان شامل ہوگیا تھا جسکا اب وہ سائباں تھا۔ اور اسکا نام ! کیا جو وہ سوچ رہا تھا وہ سچ تھا کیا یہ ماہ دیر کی گڑیا تھی۔ کل رات تو ثانیہ کی فکر میں گزر گئی جس وجہ سے وہ اتنا سوچ نا سکا پر اب وہ ہر بات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ثانیہ کے نام کے ساتھ خلیل سکندر کا نام ہونا اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔ لیکن وہ ابھی کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسے پہلے ماہ دیر سے پوچھنا تھا کیونکہ ماہ دیر کی بہن کا نام مہر ماہ تھا نا کہ ثانیہ لیکن دونوں کے سر نیم بلکل ایک سے تھے جس پر اسے شک تھا کہ شاید یہ ماہ دیر کی بہن ہو۔ ”آہہ۔۔۔بابا۔۔انھیں۔۔۔ بھیجیں۔۔بابا“ ابھی وہ بیٹھا کل رات سے اب تک کے سارے واقعے کو سوچ رہا تھا جب اچانک اس کو ثانیہ کی ڈری سہمی آواز آئی جس پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا جو آنکھیں بند کیے ہی رو رہی تھی جبکہ اسکا جسم کپکپا رہا تھا۔ ”ثانیہ“ اس کو یوں

روتے کپکپاتے دیکھ وہ ایک جھٹکے میں کھڑا ہوا اور بیڈ پر اس کے پاس بیٹھتے اسے پکارا پر وہ جیسے سن نہیں رہی تھی۔ "بابا" اس نے روتے ہوئے خلیل صاحب کو پکارا اور بیڈ شیٹ مٹھیوں میں جکڑی۔جبکہ اسکو یوں روتے دیکھ عامر کو سمجھ نا آئی کہ کیا کرے۔اس نے چند لمحے اسکی بند آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھا پھر جھکتے نرمی سے ایک ہاتھ اسکی کمر جبکہ دوسرا گردن کے نیچے سے نکالتے اسے اٹھاتے اپنے سینے سے لگا گیا اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔ "شش۔کچھ نہیں ہوا ثانیہ۔سب ٹھیک ہے۔یہاں کوئی نہیں ہے۔کوئی آپکو کچھ نہیں کہہ رہا۔چپ کر جائیں۔میں یہیں ہوں آپکے پاس" اس نے نرمی سے اس کے بالوں میں مسلسل انگلیاں پھیرتے کہا۔ "ثانیہ ریلیکس کوئی آپکو کچھ نہیں کہہ رہا۔میں یہی ہوں۔میرے ہوتے ہوئے میری بیوی کو کوئی نہیں چھو سکتا پُرسکون ہوجائیں" اس نے نرمی سے سرگوشی کرتے کہا جس سے ثانیہ کے بدن کی کپکپاہٹ کم ہوئی۔جسے محسوس کرتے وہ کچھ پرسکون ہوا۔اسے

ڈاکٹر کل رات ہی اس بات سے آگاہ کرچکی تھی کہ ثانیہ اس واقعے سے بے حد ڈرگئی ہے اور کچھ عرصہ وہ بلکل کسی ڈرے سہمے بچے کی طرح برتاؤ کرسکتی ہے یا رات کو نیند میں ڈر سکتی ہے یا اگر حالت زیادہ بگڑی تو اسے اینزائٹی اٹیکس بھی آسکتے ہیں لہٰذا اسکی دیکھ بھال کسی ننھے بچے کی طرح ہی کرنی پڑے گی دوسرا اسکی کمر کا زخم کافی بڑا تھا اور اس کی ریڑھ کی ہڈی پر بھی چوٹ لگی تھی جس وجہ سے ابھی وہ بنا سہارے چلنے پھرنے میں بھی مشکلات کا سامنا کر سکتی تھی۔ اسکا چہرہ کل رات ان لوگوں کے بے تحاشہ تھپڑوں کی وجہ سے سوجھا ہوا تھا۔ ہونٹ کے کنارے اور رخسار زخمی تھے جسے دیکھ اسکا دل لرزا تھا۔ "ثانیہ آنکھیں کھولیں" اس نے نرمی سے پکارا لیکن وہ ہنوز آنکھیں موندے اسکے سینے میں چھپی رہی۔ "ثانیہ آنکھیں کھولیں۔یہاں دیکھیں کوئی نہیں ہے" اس نے نرمی سے اسکے سہلاتے کہا تو اس نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ اسکے یوں آنکھیں کھولنے پر بھوری آنکھوں کا شبنمی ہیزل آنکھوں

سے زبردست تصادم ہوا جس پر عامر کی دھڑکنیں بڑھیں جبکہ ثانیہ سہمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ عامر کو اپنا آپ ان آنکھوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ اسکی آنکھیں سمندر کی طرح گہری تھیں جس میں ڈوب کر ابھرنا ناممکنات میں سے ایک تھا۔ ”کچھ نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ہے۔ میرے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ اور میں آپکو کچھ نہیں کہوں گا۔ ریلیکس“ اس نے خود کو اسکی آنکھوں کے سحر سے نکالتے نرمی سے کہا تو ثانیہ کی آنکھوں میں موجود ڈر کچھ کم ہوا جسے دیکھ وہ پُرسکون ہوا۔ ”بھوک لگ رہی ہے“ اس نے نرمی نے پوچھا تو ثانیہ نے کوئی جواب نا دیا۔ ”ثانیہ آپکو بھوک لگ رہی ہے“ اس نے اس کی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اب کی بار ثانیہ نے پلکیں جھکائیں اور ہلکا سا ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مدھم سا مسکرایا۔ ”اچھا چلیں اٹھیں اور فریش ہو جائیں۔ تب تک ناشتہ آجائے گا“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکے قریب سے اٹھتے کھڑا ہوا اور ہاتھ بڑھاتے نرمی سے اس کے کندھے

کے گرد بازو پھیلاتے اسے کھڑے ہونے میں مدد کی لیکن ثانیہ کھڑے ہوتے ہی قریب اپنا سارا وزن اس پر ڈال چکی تھی۔ ”مم۔۔ مجھ۔۔۔سے۔ ۔چلا۔۔ نہیں۔۔جارہا“ ثانیہ نے آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھتے کسی بچے کی طرح کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپکو کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں جانتا ہوں“ عامر نے کہا اور اسکی کمر پر ہاتھ رکھتے اس کا وزن خود پر ڈالا اور اسے لیے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔وہ انتہائی احتیاط سے چل رہا تھا تاکہ اسے بلکل بھی درد نا ہوا۔ ”میں باہر ہوں۔آپ فریش ہو جائیں پھر مجھے آواز دے دیجیے گا“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔جس پر وہ اسکو چھوڑتے باہر نکل گیا اسکے جاتے ہی ثانیہ نے خود کو آئینے میں دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔یہ کون تھی جو آئینے میں نظر آرہی تھی۔آنکھوں کے نیچے ہلکے۔اس کی سرخ و سپید رنگت میں سرخیاں گھلی تھیں۔اسکے چہرے کی مغروری اسکی ادا آج کچھ نا تھا صرف ڈر تھا وحشت تھی بلکہ وہ تو صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔اسکے چہرے پر زخم

تھے۔ تھپڑوں کے نشان تھے۔اسکی گردن پر واجد کے دانتوں کے نشان تھے۔بے ساختہ اپنی حالت دیکھتے اس کا دم گھٹنے لگا۔آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے اور اگلے ہی پل وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔"ثانیہ کیا ہوا"اسکے رونے کی آواز سنتے باہر سے عامر نے دروازہ نوک کیا پر وہ جواب دینے کی بجائے بس روئے جارہی تھی۔"ثانیہ" اس نے دوبارہ آواز دی پر مدھم سسکیوں کے علاوہ اسے کوئی آواز نا آئی جس پر وہ اگلے ہی لمحے دروازہ کھولتے اندر آیا۔اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر ثانیہ پر پڑی جو کاؤنٹر کو پکڑے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتے رو رہی تھی۔"ثانیہ" وہ اسکے پاس گیا اور نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسے سینے سے لگا گیا۔وہ نہیں جانتا تھا وہ کیوں بار بار اس کے قریب جارہا ہے یہ جاننے کے باوجود کی انکی شادی فقط تین ماہ کا ایک سمجھوتا ہے پر اس چیز پر اسکا اختیار نہیں تھا۔وہ نہیں جانتا تھا کیوں پر وہ اسے روتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔"یہ۔۔ان

۔۔لوگوں۔۔۔نے۔۔کیا۔۔کردیا۔۔یہ۔۔۔ان۔۔لوگوں۔۔۔نے

دیکھیں۔۔میرا۔۔چہرہ" اس نے آئینے کی طرف اشارہ کرتے خوفزدہ لہجے میں

کہا"۔۔ہے شش۔یہاں دیکھیں" اس نے نرمی و احتیاط سے اس کا چہرہ

ہاتھوں میں تھامتے آئینے کی طرف سے ہٹاتے اپنی طرف کیا جس پر ثانیہ نے

اپنی بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ جس پر اس نے گہری سانس بھری۔اسکی

آنکھوں کے دیدار کی خاطر قتل ہوسکتے تھے۔"کچھ نہیں ہوا۔بس چند خراشیں

ہیں۔چند دن تک ٹائم پر کھانا اور میڈیسن کھانے سے اور ایک کریم لگانے سے

ٹھیک ہوجائے گی۔ایسے پریشان نہیں ہوتے۔پہلے ہی آپکی طبیعت نہیں

ٹھیک۔یوں روئیں گی تو مزید طبیعت خراب کرلیں گی۔پُرسکون

ہوجائیں۔سب ٹھیک ہے" اس نے نرمی سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی جو

انجان ہوکر بھی اسکی فکر کررہا تھا۔اسکو یوں خود کو تکتے دیکھ عامر کا دل دھڑکا تھا

جسے اس نے ڈپٹتے چپ کرایا تھا اور گہری سانس بھرتے خود کے اندر پنپتے اس

انوکھے جذبات کو نظر انداز کرنے کی ناکام کوشش کی۔نکاح کے رشتے میں اس قدر کشش ہوتی ہے اس کا اندازہ اسے اپنے حصار میں کھڑی نازک جان کو اپنی محرم بنا کر ہوا تھا۔"جی۔۔اچھا۔۔آپ۔۔جائیں" اسکی بات سنتے ثانیہ نے کچھ حد تک پُرسکون ہوتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"ٹھیک ہے میں باہر ہوں لیکن اب پلیز روئیے گا مت ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہے" اس نے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ بامشکل اپنی نظریں اس پر سے ہٹاتے باہر نکلا جبکہ ثانیہ نے اسکی پشت کو دیکھا۔وہ زبردستی اسکے سر پر مسلط کی گئی تھی پھر بھی وہ اسکی اتنی فکر کر رہا تھا۔ناجانے کیوں یہ سب اچھا لگ رہا تھا۔وہ غیروں کی بھیڑ میں اپنا سا لگ رہا تھا۔

"ممانی آپ نوک کیوں کر رہی تھیں۔ایسے ہی آجاتیں" مہرماہ نے تنزیل بیگم کو دیکھتے کہا جو اسکے روم کے باہر کھڑی تھی۔ضرار اس وقت کسی کام سے باہر گیا

تھا جبکہ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی مریم کے جانے بعد اٹھ کر روم میں آئی تھی جو آج اس سے ملنے آئی تھی۔ ابھی اسے بیٹھے دس منٹ گزرے تھے جب اس کے روم کا دروازہ نوک ہوا تھا جس پر اس نے دروازہ کھولا تو سامنے تنزیل بیگم کو دیکھتے اسکے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ "ایسے اچھا نہیں لگتا بچے" انھوں نے پیار سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ایسی بات نہیں ہے آپ اندر آئیں" مہرماہ نے کہا تو وہ اندر داخل ہوئیں جس پر اس نے دروازہ بند کیا اور انکے پاس آتے صوفے پر بیٹھ گئی۔ "طبیعت ٹھیک ہے اب" تنزیل بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی اب ٹھیک ہوں۔ اور اب روتی بھی نہی ہوں بلکہ بابا کیلئے دعا کرتی ہوں" اس نے کہا تو انھوں نے مسکراتے اسے سینے سے لگاتے اسکا ماتھا چوما۔ "الحمدللہ۔ بہت اچھی بات ہے یہ تو۔ اچھا یہ بتاؤ ضرار تمھارا خیال رکھتا ہے" تنزیل بیگم نے پوچھا تو اسکے چہرے پر خوب صورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "جی ممانی پروفیسر میرا بہت خیال رکھتے ہیں" اس

نے کہا تو وہ مسکرائیں جبکہ اسکے یوں ضرار کو پروفیسر کہنے پر ہنستے اسے گھورا۔ "لڑکی اب تو اسے پروفیسر نا کہا کرو۔ ضرار کہا کرو شوہر ہے وہ تمھارا۔ شوہر کو بھی بھلا کوئی پروفیسر کہتا ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو اسکا چہرہ سرخ ہوا۔ ضرار کو نام سے پکارنے کا سوچتے ہی اسکا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ "پر وہ میرے پروفیسر ہیں ممانی" اس نے منمناتے کہا تو تنزیل بیگم ہنس پڑیں ۔ "وہ تمھارا پروفیسر بعد میں ہے پہلے تمھارا شوہر ہے اور اب تو پوری دنیا کے سامنے تم دونوں کا نکاح ہوا ہے۔ اسے اسکے نام سے پکارا کرو۔ یوں پروفیسر نا کہا کرو اچھا نہیں لگتا" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "تو میں انھیں انکے نام سے پکاروں" اس نے جیسے کنفرم کیا۔ "ہاں میری جان نام سے پکارا کرو" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی جبکہ اسکے گال گلابی ہوئے تھے۔

"اسلام علیکم" ابھی وہ دونوں مزید کوئی بات کرتی کہ ضرار کی بلند آواز نے ان دونوں کی توجہ اپنی طرف کھینچی۔ ان دونوں نے اس آواز پر بیک وقت پر مُڑتے

دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ضرار ابھی اندر داخل ہوا تھا۔ اسے دیکھ مہرماہ کا چہرہ کِھلا جبکہ تنزیل بیگم نے اسے ایک نظر دیکھا اور مہرماہ کی طرف چہرہ موڑ گئیں۔ "وعلیکم السلام" ان دونوں نے جواب دیا تو وہ مسکرایا اور آتے بیڈ پر بیٹھا۔ "بھئی آپ دونوں اکٹھی بیٹھی ہیں کہیں میری چغلیاں تو نہیں ہو رہی تھیں" ضرار نے شرارت سے کہا تو مہرماہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا جبکہ تنزیل بیگم نے اسے گھورا جس پر اس نے ہاتھ اٹھاتے سرینڈر کیا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرائیں۔ انھیں مسکراتے دیکھ ضرار بھی مسکرایا۔ جب سے مہرماہ آئی تھی وہ تب سے پہلے والی چچی بننے لگی تھی جس پر ضرار خاصا خوش تھا۔ "چلو مہر بچے اب میں روم میں جا رہی ہوں۔ مجھے کام ہے" تنزیل بیگم نے کھڑے ہوتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے دروازہ بند کرتے باہر نکل گئیں۔ "کیسی ہو میری جند جان" انکے جاتے ہی ضرار اس کے پاس آتے اسے اپنے سینے سے لگاتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں"

اس نے مدھم آواز میں کہتے اسکے سینے پر سر رکھا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ ”الحمدللہ۔جانتی ہو میں نے تمھیں بہت مس کیا۔مجھے مس کیا؟“ اس نے مہرماہ کے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے بے پوچھا تو مہرماہ کا چہرہ سرخ ہوا۔وہ اسے کہنا چاہتی تھی اس نے اسے بے حد مس کیا پر وہ کہہ نا سکی۔شرم آرے آرہی تھی۔ ”آپ ۔۔کب۔۔آئے تھے“ اس نے بات بدلنے کی غرض سے سوال کیا جس پر ضرار مسکرایا۔ ”میں ابھی آیا ہوں اور ماما سے مل کر سیدھا کمرے میں آیا ہوں“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”وہ آپ فریش ہوجائیں۔ میں کھانا لاتی ہوں آپکے لئے“ مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کیا جس پر مہرماہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”تم میری بیوی ہو ماہ ملازمہ نہیں۔مجھے اگر کھانا چاہیے ہوگا تو میں خود لے آؤں گا پر تمہیں کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے میری کانچ کی گڑیا“ اس نے کہتے محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو مہرماہ کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ نے

احاطہ کیا جبکہ رخساروں کا رنگ سفید سے گلابی ہوئے تھے۔ ”پر۔۔میں آپکے کام ۔۔اپنی خوشی سے کرتی ہوں“ مہرماہ نے کہا تو اس نے مسکراتے اسکی ناک کو لبوں سے چھوا۔ ”میرا بچہ تمھاری خوشی میرے سر آنکھوں پر۔ لیکن تم اگر خوشی سے بھی کوئی کام کرتی ہو تو مجھے اچھا نہیں لگتا۔میں تمھیں اپنی دنیا میں ملکہ بنا کر لایا ہوں تو ملکہ کام نہیں کرتی ملکہ حکم دیتی ہیں اور غلام حکم مانتا ہے۔تم بس حکم دیا کرو اور تمھارا یہ غلام تمھارا ہر حکم بغیر ماتھے پر بل ڈالے مانے گا“ ضرار نے کہا تو اس کے چہرے کی سرخی مزید بڑھی۔ ”چپ کر۔۔ جائیں“ مہرماہ نے چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”کیوں چپ کروں میری کانچ کی گڑیا“ اس نے مہرماہ کے ہاتھ اسکے چہرے سے ہٹاتے اسکی گال پر لب رکھے تو اب کی بار وہ شرم سے مرنے والی ہوئی۔ ”ضرار۔ ۔نہیں۔۔کریں نا“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے خوشگواری و حیرت سے اسے دیکھا۔ ”کیا کہا ابھی تم نے ماہ“ اس نے مہرماہ کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو

مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "ضار۔۔نہیں۔۔کریں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کے چہرے پر جھکتے اسکے گداز لبوں کی نرماہٹ اپنے لبوں سے محسوس کرنے لگا۔اسکی حرکت پر مہرماہ نے سانس روکتے آنکھیں موندتے اسکے سینے پر دونوں ہاتھ ٹکائے۔ضرار نے کافی دیر اسکا لمس محسوس کیا اور کچھ دیر مزید گزرنے پر سیدھے ہوتے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکا گیا۔"ضار! یہ لفظ کتنا خوب صورت ہے اور تمھارے لبوں سے ادا ہوتے یہ کانوں میں رس گھول گیا ہے۔روح کو سرور بخش گیا ہے۔میری دھڑکنوں کے تار چھیڑ گیا ہے یقین کرو ضار کی جند جان میرا دل کر رہا ہے میں تم پر اپنا آپ وار دوں" ضرار نے کہا تو وہ اس نے کچھ نا بولا۔ضرار کی حرکت نے کہاں کچھ بولنے لائق چھوڑا تھا۔"ایک بار اور بولو نا پلیز" ضرار نے کہا تو اس نے آنکھیں اٹھاتے اسے ایک نظر دیکھا اور اگلے ہی پل پھر نگاہیں جھکا گئی۔"ماہ کہو نا" ضرار نے بے قراری سے کہا۔"ض۔۔ضار۔۔وہ۔۔نن۔۔نماز۔۔پڑھنی۔۔ہے" مہرماہ

نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہے ضار کی جند جان۔ نماز پڑھ لو۔ تب تک میں بھی فریش ہو جاؤں۔ باقی باتیں بعد میں کرتے ہیں نماز میں تاخیر نہیں" ضرار نے کہا اور جھکتے اس کی گردن چومی جس پر مہرماہ کی سانس سینے میں اٹکی جس پر وہ مسکرایا اور واش روم میں بند ہوا۔ جب کہ مہرماہ نے اس کے جاتے ہی شکر کا کلمہ پڑھا اور اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے گہری سانسیں بھرتے اپنی دھڑکنیں سنبھالنے لگی۔ ابھی وہ یونہی کھڑی تھی جب بیڈ پر پڑا ضرار کا موبائل رنگ ہوا جس پر اس کی توجہ موبائل کی جانب مبذول ہوئی۔ وہ چلتے بیڈ کے قریب آئی اور اسکا موبائل اٹھاتے سکرین کو دیکھا جہاں پرائیویٹ نمبر سے کال آرہی تھی۔ "یہ کون انھیں کال کررہا ہے" مہرماہ نے خود سے کہا اور کال اٹھانے کا سوچا لیکن اگلے ہی پل اپنی سوچ کو جھٹکتے اسکا موبائل واپس بیڈ پر رکھتے باہر نکل گئی۔ اب اسکا ارادہ اپنے پُرانے روم میں نماز پڑھنے کا تھا۔

"دِیر" یشائم نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے پکارا جو بیڈ پر سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا جبکہ حوریہ بیڈ کے وسط میں سو رہی تھی۔ اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے پر نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ پچھلے دو دن سے اسکا یہی حال تھا جبکہ یشائم تو اسے یوں پریشان دیکھ فکر مند ہو رہی تھی۔ "یشی میں کیا کروں" اس کا لمس اپنے کندھے پر محسوس کرتے ماہ دیر نے اسکی طرف مڑتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپاتے بھاری آواز میں کہا جس پر یشائم اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ "آپ وہ کریں جو آپکا دل کہہ رہا ہے" یشائم نے کہا تو ماہ دیر نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "میرا دل جو کہہ رہا ہے اگر وہ کیا تو اپنی ماما کے ساتھ زیادتی کر جاؤں گا" ماہ دیر نے کہا تو یشائم پیچھے ہوتے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گئی۔ "دِیر ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے دل کی نا مان کر اپنی ماما سے زیادتی کر جائیں" یشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "تو کیا مجھے میرے دل کی ماننی چاہیے" ماہ

دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی آپکو اپنے دل کی ماننی چاہیئے کیوں دل میں کوئی بھی خیال خود سے نہیں آتا بلکہ اس خیال کو ہمارے دل میں اللہ ڈالتا ہے لہٰذا اپنے دل کی سنیں۔ انشاءاللہ سب اچھا ہوگا" یشائم نے کہا تو وہ مدھم سا مسکراتے ہاں میں سر ہلا گیا اور جھکتے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ "شکریہ متاعِ جان" اس نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "شکریہ کیوں" اس نے پوچھا تو ماہ دیر نے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ "شکریہ مجھے سمجھانے کے لیے اور مجھے بتانے کے لیے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ورنہ پچھلے دو دن سے عجیب کشمکش کا شکار تھا" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں آپکی شریکِ حیات ہوں۔ ہر حال میں آپکا ساتھ دینا آپکو سمجھانا اور آپکی پریشانی دور کرنا میرا فرض ہے اسکے لیے شکریہ نا کہیں" یشائم نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے مسکراتے عقیدت و محبت سے اسکے کندھے پر لب رکھے جس پر یشائم کی سانس سینے میں اٹکی جبکہ چہرہ اسکا پل میں سرخ ہوا تھا۔ اس کے یوں

گھبرانے پر ماہ دیر کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔ ”تم میری زرا سی قربت پر یوں گھبرا جاتی ہو۔کیا بنے گا تمھارا لڑکی“ ماہ دیر نے سیدھے ہوتے اسکی ٹھوڑی کو تھامتے آئی برو اچکاتے کہا تو میشائم کی پلکیں لرزیں۔ ”میں۔۔حوریہ کا۔۔فیڈر۔۔۔لے کر آئی“ میشائم نے چہرہ جھکاتے کہا تو وہ اسکے بہانا بنانے پر مسکرایا۔ ”حوریہ تو ابھی سو رہی ہے پر اسکے بابا جاگ رہے ہیں۔ تمھیں نہیں لگتا ابھی تمھیں حوریہ کے بابا پر توجہ دینی چاہیئے“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو میشائم نے گہری سانس بھری۔اسکی قربت اسے کپکپانے پر مجبور کر رہی تھی۔ ”دِ۔۔یر“ میشائم نے اسکی بازو پر ہاتھ رکھتے اسے سرگوشی نما آواز میں اسے پکارا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ ”حکم کرو جانِ دِیر“ اس نے محبت سے چور لہجے میں جواب دیا تو میشائم نے اپنا سرخ چہرہ جھکایا۔ ”نن۔۔نہیں۔۔کریں“ اس نے کہا تو ماہ دیر مسکراتے اسے سینے سے لگا گیا۔ ”اور کوئی حکم جانِ دِیر“ ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو اس نے نفی میں

سرہلاتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا جبکہ اسکے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ رقصاں ہوئی۔وہ اسکے ایک بار کہنے پر مان گیا تھا۔نا کوئی سوال نا کوئی بات۔اس نے اسے روکا اور وہ رک گیا۔کیا تھا یہ شخص۔ہر بار اسے نئی وجہ دیتا تھا جس سے یشائم کو اس سے محبت ہوجاتی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کب پر اسے اپنے دِیر سے محبت ہوگئی تھی۔"زہ تاسرہ دِیرہ مینہ لرم.(مجھے آپ سے بہت محبت ہے)" یشائم نے نامحسوس انداز میں اسکے سینے پر عین دل کے مقام پر لب رکھتے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔وہ اسکی حرکت محسوس کرچکا تھا پر خاموش رہا۔"اسکا مطلب" ماہ دیر نے اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے پوچھا تو یشائم نے مسکراہٹ دبائی۔"آپ بہت اچھے ہیں" یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔وہ جانتا تھا اسکا مطلب کچھ اور ہے پر جو وہ کہتی تھی وہ ماننا اسے اچھا لگتا تھا۔"اور تم میری کل کائنات ہو" ماہ دیر نے محبت سے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکراتے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھنے لگی جس پر وہ جھکتے اسکے

ماتھے پر لب رکھ گیا۔ یشائم نے آنکھیں موندتے اس لمس کو محسوس کیا۔ اسکا لمس زندگی تھا۔ "کل جائیں گے آپ؟" یشائم نے آنکھیں کھولتے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں جاؤں گا" ماہ دیر نے کہا تو یشائم مسکرائی۔ "مہرو کا کچھ پتا لگا" اس نے پوچھا تو ماہ دیر نے نفی میں سر ہلایا۔ "گارڈز اسکی تلاش کر رہے ہیں پر وہ گھر نہیں ہے۔ وہاں دادو اور مسز خلیل تھیں۔ ان سے پوچھا تو انھوں نے کچھ نہیں بتایا۔ کچھ محلے والوں سے پتا کرایا ہے تو وہ کہہ رہے ہیں کہ مہرو کو اسکا شوہر لے گیا۔ اب میں اسکے شوہر کو ڈھونڈ رہا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ماہ دیر نے دو دن پہلے ہی ہاسپٹل میں ہوئے واقعے کے بعد اپنے گارڈز کو راولپنڈی مہرماہ کی تلاش کرنے بھیجا تھا پر اسکا ابھی تک کچھ پتا نہیں لگا تھا۔ "آپ نے اسکی یونی میں پتہ کرایا" یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں لیکن وہ پچھلے پانچ چھ دن سے یونی بھی نہیں آئی پر یونی کا گارڈ کہہ رہا تھا کہ اسے آخری

بار اسکے پروفیسر کے ساتھ دیکھا گیا تھا تو اب میں اسکے پروفیسر کا پتہ کروا رہا ہوں۔دعا کرو میری بہن مل جائے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسکا ہاتھ تھاما۔"وہ مل جائے گی انشا للہ۔آپ فکر نا کریں "میشائم نے کہا تو اسکی آنکھیں سرخ ہوئیں۔"کیسے پریشان نا ہوں میشی۔دس سال تک میں نے اسے مُڑ کر دیکھا تک نہیں۔نا اسکی خبر لی۔کتنا پکارا ہوگا اس نے مجھے۔کتنا یاد کیا ہوگا پر میں خلیل صاحب سے اپنی نفرت نبھانے کے چکر میں اپنی بہن سے وفا نا نبھا سکا۔بہنوں کو کتنا مان ہوتا ہے بھائیوں پر اور ایک میں بد نصیب ہوں جس نے کبھی اپنی گڑیا کو خود پر مان کرنے کا موقع نہیں دیا۔میری چھوٹی سی گڑیا ناجانے کس حال میں ہوگی میشی۔اگر وہ مجھے نا ملی تو میں کیا کروں گا" ماہ دیر نے بھاری آواز میں کہا تو میشائم اسکا چہرہ دیکھنے لگی جسکی آنکھوں سے آنسو نکلنے کو بے تاب تھے۔"وہ مل جائے گی۔پلیز آپ روئیں نہیں دِیر" میشائم نے تڑپتے اس کی آنکھوں کو صاف کرتے کہا تو وہ "انشاء اللہ" کہہ گیا۔"بابا" ابھی وہ

دونوں کچھ کہتے کہ حوریہ کی آواز نے انھیں اپنی طرف متوجہ کیا جس پر ان دونوں نے مُڑتے اسے دیکھا جو بیڈ پر بیٹھتے آنکھوں کو مسل رہی تھی۔ اسے دیکھ ماہ دیر کے لب مدھم مسکراہٹ میں ڈھلے۔ "جی بابا کی جان" اس نے نرمی سے حوریہ کو اٹھاتے سینے سے لگایا جس سے اسکے تڑپتے دل کو کچھ سکون ملا پر جو سکون وہ ڈھونڈ رہا تھا وہ اب صرف اپنی بہن کو سینے سے لگانے پر ملنا تھا۔ "بابا اپ مے پاش توں نئ شوئے (بابا آپ میرے پاس کیوں نہیں سوئے)" حوریہ نے سُستی سے پوچھا۔ "بابا کی جان بابا بس سونے لگے ہیں اپنے بچے کے پاس "اس نے نرمی سے اس کے سر پر بوسہ دیتے کہا تو وہ اسکی گردن کے گرد اپنی ننھی باہوں کا حصار باندھتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی جس پر وہ دونوں مسکرائے۔ "آپ اسے سلائیں۔ میں اسکا فیڈر لاتی ہوں" میشائم نے نرمی سے حوریہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ بیڈ سے کھڑے ہوتے دروازے کی طرف بڑھی۔ "ماما" ابھی وہ دروازہ

کھولتی کہ حوریہ کی آواز نے اسکے قدم روکے۔ "جی ماما کی جان" اس نے مُڑتے محبت سے جواب دیا۔ "حولیہ لا او (حوریہ لوویو)" حوریہ نے اسے فلائنگ کس پاس کرتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے پاس جاتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گئی۔ "ماما کا بچہ۔ماما لووزیو مور" اس نے کہا تو وہ مسکراتے واپس ماہ دیر کے کندھے پر سر رکھ گئی جس پر میشائم مسکراتے باہر نکل گئی جبکہ اپنی دونوں شہزادیوں کے اتنے پیارے مومنٹ پر ماہ دیر مسکرا کر رہ گیا۔

"ضار۔۔چھوڑیں" مہر ماہ نے اسے پکارا جو اسکو پشت سے حصار میں لیے کھڑا تھا۔وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی اٹھے تھے اور اب تیار ہو رہے تھے جبکہ ضرار تیار ہوتے ساتھ ہی اسے حصار میں لے چکا تھا۔ "میں نہیں چھوڑ رہا مسز راجپوت" اس نے آئینے میں سے اسے دیکھتے کہا جو اس وقت سفید لانگ فراک پہنے بالوں کی بریڈ بنائے جبکہ آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگائے بے حد

پیاری لگ رہی تھی۔آج اس نے ضرار کی فرمائش پر سفید جوڑا پہنا تھا۔ضرار خود بھی اس وقت سفید شلوار قمیض پہنے بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔"ضار۔۔نیچے جانا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے سیدھے ہوتے اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔"ابھی چلتے ہیں مسز راجپوت پہلے ایک بات تو بتاؤ "ضرار نے اسکی نازک کمر کے گرد حصار باندھتے اسے قریب کیا تو وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے دیکھنے لگی۔"کک۔۔کیا "مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔"اتنی خوبصورت کیوں ہو تم "ضرار نے اسکی گال پر لب رکھتے پوچھا جس سے پل میں مہرماہ کا چہرہ گلابی ہوا۔"ض۔۔ضار" اس نے آنکھیں جھکاتے اسے روکنا چاہا تھا۔"ضار کی جند جان میرے سوال کا جواب دو "ضرار نے اسکی شرم سے لبریز آنکھوں پر لب رکھتے کہا۔"مم ۔۔مجھے۔۔نہیں۔۔پتا" مہرماہ نے منمناتے کہا تو وہ مسکرایا۔"تمھاری یہ بے خبری تمھارے ضار کے دل کیلئے خطرناک ہے روحِ من" اس نے نرمی سے

اسکے چہرے پر آئی آوارہ لٹ کو ہٹاتے کہا تو مہرماہ نے اپنا سرخ چہرہ مزید جھکایا۔ ”ضار۔۔چپ۔۔کر۔۔جائیں“ مہرماہ نے مدھم شرم سے چور آواز میں کہا تو ضرار ہنسا اور اسے سینے سے لگاتے اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ مہرماہ کا قد ضرار کی نسبت قدرے چھوٹا تھا۔ اتنا کہ ضرار جب جب اسے سینے سے لگاتا تھا اس کی ٹھوڑی مہرماہ کو بال چھوتی تھی۔ ”ضار کی جند جان۔جب ایسے استحقاق سے مجھے کچھ کہتی ہو واللہ دل کرتا ہے تمھارے قدموں میں بیٹھ جاؤں“ ضرار نے اسکا سر چومتے کہا تو اسکے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”تم جانتی ہو تم سفید لباس میں بہت پیاری لگتی ہو اتنی کی ڈر لگتا ہے کہ کہیں تمھیں میری نظر ہی نا لگ جائے۔ تبھی فوراً آیت الکرسی پڑھتے تمھاری نظر اتار دیتا ہوں۔جانتی ہو مجھے ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ سفید رنگ بنا ہی تمھارے لیے ہے۔میں جب جب تمھیں اس رنگ میں دیکھتا ہوں تو جی چاہتا ہے بس تمھیں دیکھتا رہوں۔ تم سفید رنگ میں چاند کے حُسن کو بھی پھیکا

کردیتی ہو۔ تمھیں اس رنگ میں دیکھ مجھے تم سے نئے سرے سے عشق ہوجاتا ہے میری کانچ کی گڑیا" ضرار نے اسکا سر چومتے کہا تو مہرماہ نے اپنا سرخ چہرہ مزید اسکے سینے میں چھپایا جس پر وہ مسکراتے اسکا سر سہلانے لگا۔ "ماہ" چند لمحوں بعد ضرار نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے پکارا جس پر مہرماہ نے اسکے سینے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "جی" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا تو وہ مسکرایا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ اب تم یونی دوبارہ جوائن کرلو۔ ایک ہفتہ ہونے والا ہے تمھیں چھٹیاں کرتے اور میں بھی نہیں گیا لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ کل میں دوبارہ سٹارٹ کروں تو تم بتا دو تم نے کل میرے ساتھ ہی جانا ہے یا ابھی کچھ دن مزید آرام کرنا ہے" ضرار نے نرمی سے اسکی گال سہلاتے پوچھا۔ "میں کل آپکے ساتھ ہی جاؤں گی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکراتے اس کے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "شاباش میرا بچہ۔ ایک اور بات بتانی تھی تمھیں یا سمجھ لو تمھاری مرضی جاننی تھی" ضرار نے اسے دیکھتے کہا۔ "جی کہیں" مہرماہ

نے بغیر ایک لمحہ ضائع کیے جواب دیا۔ "ماہ کل رات بابا نے مجھے ڈنر کے بعد بلایا تھا نا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو بابا نے مجھے کچھ کہا ہے پر میں نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ میں پہلے تمھاری مرضی جاننا چاہتا ہوں۔ میرے لیے سب سے اہم تمھاری مرضی ہے۔ میرے لیے ہر چیز سے ضروری تم ہو۔ میری اولین ترجیح ہو۔ میرا سب کچھ ہو۔ تم جو چاہو گی میں وہی کروں گا۔ میں نے بابا کو بھی یہی کہا کہ میں پہلے تم سے پوچھوں گا پھر کوئی جواب دوں گا" ضرار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو مدھم سا مسکرائی۔ وہ اسے کتنے کھلے لفظوں میں اسکی اہمیت بتاتا تھا۔ "کیا بات کہی ہے بابا نے" اس نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "وہ بابا چاہ رہے ہیں کہ ہمارا چھوٹا سا ولیمہ کردیں۔ چونکہ نکاح جلدی میں ہوا تھا تو کافی رشتے دار آنہیں سکے جس پر سب گِلا کررہے ہیں کہ انھیں کیوں نہیں بلایا۔ بابا نے ابھی تو یہ کہہ دیا ہے کہ میری ضد کی وجہ سے نکاح جلدی ہوا لیکن بابا چاہ رہے ہیں کہ ولیمے کی ایک چھوٹی سی

تقریب رکھ لی جائے تاکہ سب کا گِلا دور ہو جائے۔تو تم بتا دو میں بابا کو کیا کہوں" ضرار نے اسے حرف با حرف اپنے اور دراب صاحب کے مابین ہوئی ساری بات بتائی تو اس نے چند لمحے اسے دیکھا پھر گہری سانس بھرتے کچھ کہنے کو لب واء کیے جس پر ضرار کا انگ انگ سماعت بنا۔"آپ کیا چاہتے ہیں "مہرماہ نے اس کی کرسٹل گرے آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔"میں تو صرف تمھیں چاہتا ہوں" ضرار نے بھی اسکی فورسٹ گرین آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھتے محبت سے جواب دیا تو مہرماہ کی پلکیں لرزیں جبکہ جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا۔اسکے اظہار پر دل کی دھڑکن تک بے قابو ہوئی تھی۔"مم۔۔میرا۔۔مطلب تھا۔۔کہ آپکی۔۔مرضی۔۔کیا ہے" مہرماہ نے بامشکل اپنی بے قابو ہوتی دھڑکنوں کو لگام ڈالتے مدھم آواز میں پوچھا۔"میری مرضی تمھاری رضا میں ہے۔جو تم کہو گی میں وہی کروں گا" ضرار نے کہا تو اس نے اپنا چہرہ مزید جھکایا۔"آپ۔۔بابا کو۔۔ہاں۔۔کہہ دیں۔۔مجھے کوئی

مسئلہ۔۔نہیں ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ روبرو کیا۔"یہاں دیکھو" ضرار نے اسے کہا تو اس نے پلکوں کی باڑ رخساروں سے اٹھاتے اسے دیکھا۔"تم سچ میں راضی ہو نا۔بابا یا میری وجہ سے تو نہیں کہہ رہی" ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"نہیں ضار۔میں سچی میں اپنی رضامندی سے کہہ رہی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی جس پر وہ بھی مدھم سا مسکرائی اور واپس اسکے سینے پر سر رکھ گئی جس پر وہ بھی اس کے گرد حصار مضبوط کر گیا۔"ضار" چند لمحوں بعد مہرماہ نے اسے پکارا۔"جی میری کانچ کی گڑیا" اس نے محبت سے اسکا سر چومتے کہا۔"ضار وہ۔۔کیا میں۔۔آپ سے۔۔کچھ مانگ۔۔ سکتی ہوں" مہرماہ نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"تم جان مانگ لو میں وہ بھی خوشی خوشی دے دوں گا مسز راجپوت حکم کرو بس" ضرار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔"ضار کیا۔۔آپ بھائی۔۔اور آپی کو۔۔ڈھونڈ دیں گے۔۔بابا

کے۔۔بارے میں جاننے کا۔۔انھیں بھی۔۔پورا حق ہے۔۔میں چاہتی ہوں۔۔ انھیں بھی بابا۔۔کے بارے میں پتہ۔۔لگ جائے۔۔تاکہ وہ بعد میں گلٹ میں۔۔نا رہیں" مہرماہ نے کہا تو ضرار اسکی معصومیت پر مسکرایا۔وہ اپنے ساتھ بُرا کرنے والوں کے لیے بھی اچھا سوچتی تھی۔"میں ڈھونڈ لوں گا ان دونوں۔لیکن کیا تم ان سے ملوگی" ضرار نے پوچھا تو اس نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر نفی میں سر ہلایا۔"میرا ان دونوں سے کوئی رشتہ نہیں ہے ضار۔میں بس انھیں بابا کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں" مہرماہ کا لہجہ عام تھا۔جسے محسوس کرتے ضرار نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔وہ جانتا تھا مہرماہ ان دونوں کی وجہ سے بہت ہرٹ ہوئی ہے۔"اچھا ٹھیک ہے۔لیکن تھوڑا سا ٹائم لگے گا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"کوئی بات نہیں بس آپ انھیں ڈھونڈ دیں" مہرماہ نے کہا تو وہ سر خم کر گیا جس پر مہرماہ پرسکون ہوئی۔

"کیسے ہیں آپ ڈاکٹر ولید" ماہ دیر نے اپنے ساتھی ڈاکٹر سے ہاتھ ملاتے کہا جو ابھی اسکے کیبن میں آیا۔ماہ دیر نے اسے فری ٹائم میں اپنے کیبن میں بلایا تھا۔اسے کچھ بات کرنی تھی جس پر اس ڈاکٹر نے بعد میں آنے کہا تھا اور اب ہر کام سے فری ہوتے وہ ماہ دیر کے پاس آیا تھا۔ "میں ٹھیک ہوں ڈاکٹر ماہ دیر۔آپ کیسے ہیں" ولید نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں۔کچھ بات کرنی تھی آپ سے بیٹھیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ "جی بتائیں کیا بات ہے" اس نے پوچھا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "ایکسڈنٹ والے مریضوں کا کیا حال ہے اب "ماہ دیر نے پوچھا تو ڈاکٹر ولید نے اسے دیکھا۔ "آپ جانتے ہی ہیں جتنا خوفناک ایکسیڈنٹ تھا اس میں سے کسی کا بھی بچنا بے حد مشکل تھا۔اور جو یہ پانچ چھ لوگ بچے ہیں۔اسے معجزہ کہہ سکتے ہیں" ڈاکٹر ولید نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اور جو مریض کوما میں ہیں" وہ ماہ دیر نے دھڑکتے دل کو قابو کرتے

پوچھا۔ ”ان میں سے ایک کی دیتھ ہوگئی ہے“ ڈاکٹر ولید نے بتایا تو ماہ دیر کا دل خوف سے دھڑکا۔ ”ک۔۔کس کی“ ڈاکٹر ولید کی بات سنتے ماہ دیر کے پور پور میں ڈر سرایت کر گیا تھا۔ ”وہ جو خاتون تھیں انکی دیتھ ہوگئی ہے لیکن جو انکل ہیں وہ ابھی زندہ تو ہیں پر انکی کنڈیشن بھی سٹیبل نہیں ہے“ڈاکٹر ولید نے کہا تو وہ کچھ پُرسکون ہوا لیکن کنڈیشن کا سنتے اسکا دل دھڑکا تھا۔ ”کیا میں ان سے مل سکتا ہوں“ ماہ دیر نے پوچھا تو ڈاکٹر ولید نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ”جی آپ مل سکتے ہیں لیکن آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں“ ڈاکٹر ولید نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”وہ میرے با۔۔رشتے دار ہیں“ اس نے بات بدلتے کہا۔ ”رشتے دار؟“ ڈاکٹر ولید نے کہا تو اسکے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ ”وہ میرے۔۔امم وہ میرے فادر ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو ڈاکٹر ولید کی آنکھیں پھیلیں۔ ”آپکے فادر؟“ڈاکٹر ولید نے جیسے کنفرم کیا۔ ”ہاں میرے فادر ہیں وہ“ ماہ دیر نے کہا تو ڈاکٹر ولید نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کیا میں مل سکتا ہوں

ان سے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر اپنی چئیر سے کھڑا ہوا۔ "جی آپ مل لیں ڈاکٹر" ولید نے کہا تو وہ گہری سانس بھرتے اسکے ساتھ باہر بڑھا۔ اسکے ہاتھ پاؤں کپکپا رہے تھے۔ وہ لاکھ ان سے نفرت کرتا پر وہ اسکے بابا تھے۔ بھلا وہ کیسے انھیں اس حال میں دیکھ سکتا تھا۔ ماہ دیر چلتے سیدھا آئی سی یو کی طرف بڑھنے لگا جو کہ کچھ فاصلے پر تھی۔ اسکا ذہن دو دن پہلے ہوئے واقعے کے گرد گھوم رہا تھا۔ ("یشی تم اور حوریہ یہاں بیٹھو۔ میں آتا ہوں زرا" ماہ دیر نے یشائم کو گاڑی میں بٹھاتے سوئی ہوئی حوریہ کو اسکی گود میں لٹایا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی فہمیدہ خان کا چیک اپ کر کے فری ہوا تھا اور اب وہ ان کے ساتھ گھر جا رہا تھا پر اس کے ایک جونئیر ڈاکٹر نے اسے بلایا تھا جس پر اب وہ اس کی بات سننے جا رہا تھا۔ "ٹھیک ہے دِیر لیکن جلدی آئیے گا" یشائم نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا اور گاڑی لاک کرتے گارڈز کو انکی حفاظت کی تاکید کرتے اندر بڑھا۔ "جی ڈاکٹر آپ نے بلایا سب ٹھیک"

ماہ دیر نے سامنے کھڑے ڈاکٹر سے پوچھا۔ ”جی سب ٹھیک ہے۔ دراصل تین دل پہلے جو ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ اسکے مریض آج ہی ہمارے ہاسپٹل شفٹ ہوئے ہیں تو اس ٹائم آپ کے علاوہ کوئی سینئر ڈاکٹر نہیں ہیں۔ ڈاکٹر ولید کو کال کی ہے وہ تھوڑی دیر تک آجائیں گے۔ ویسے تو میں نے کو وارڈ میں شفٹ کردیا ہے اور مشین اور ڈرپس بھی لگادی ہیں جس کو ضرورت تھی بس آپ ایک بار دیکھ لیں“ اس ڈاکٹر نے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سرہلایا۔ وہ جانتا تھا یہ ٹائم انٹرن شپ کرنے والوں کا ہے اور اس نے حوریہ کی وجہ سے یہ ٹائم رکھا تھا۔ ”ویسے انھیں یہاں کیوں بھیج دیا“ ماہ دیر نے سامنے ایک ہی وارڈ میں چار لوگوں کو دیکھتے کہا جو زخمی تھے لیکن انکی کنڈیشن اتنی خراب نہیں تھی۔ وہ ہوش میں تھے۔ ”ڈاکٹر دو مریض کوما میں ہیں۔ جس ہاسپٹل میں وہ تھے وہاں سہولیات نہیں تھیں تو وہاں کے ہیڈ نے انھیں یہاں بھیجا ہے“ اس جونئیر ڈاکٹر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے ساتھ آئی سی یو کی طرف

بڑھا۔ ”یہاں کتنے مریض ہیں “اس نے آئی سی یو کا دروازہ کھولتے پوچھا جہاں دو بیڈ لگے تھے لیکن درمیان میں پردہ تھا۔ ”سر دو ایک یہ خاتون ہیں اور ایک انکل ہیں“ اس نے کہا تو ماہ دیر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور اس خاتون کو چیک کرنے لگا۔ ”انکی کنڈیشن کریٹیکل ہے “ماہ دیر نے خاتون کو چیک اپ کرتے کہا تو اس ڈاکٹر نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر نے اپنا سٹیتھوسکوپ گلے کے گرد ٹھیک کرتے دوسرے بیڈ کی طرف قدم

بڑھائے۔ اس نے جاتے درمیان میں لگا پردہ ہٹایا اور پردہ ہٹاتے ہی ماہ دیر سکندر ساکت ہوا۔ اسکی آنکھوں میں بے یقینی اتری جبکہ اسے اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی۔ وہ بے یقینی سے سامنے بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹی ہستی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ہستی جسے آج وہ دس سال بعد دیکھ رہا تھا۔ جن سے اس نے دس سال سے منہ موڑ رکھا تھا۔ وہ آج سامنے بھی آئے تو اس حالت میں جس حال میں وہ انھیں مر کر بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ انکی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے پر

جگہ جگہ خراشیں تھیں۔پورے سر پر پٹی بندھی تھی۔چہرے پر آکسیجن ماسک لگا تھا جبکہ ناک میں کوئی نالی فٹ کی گئی۔ انکے ایک ہاتھ میں ڈرپ لگی تھی جبکہ سینے پر بھی جگہ جگہ کٹ لگے تھے۔وہ منجمد کھڑا انھیں دیکھ رہا تھا۔"ڈاکٹر ماہ دیر" اسے ایک جگہ منجمد دیکھ اس ڈاکٹر نے اسے پکارا جس پر ماہ دیر نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ لیکن اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔ایسا لگ ا

کی۔۔ہمت نہیں ہے "ماہ دیر نے لرزتے ہاتھوں سے بیڈ پر دنیا جہان سے بیگانہ ہوئے خلیل صاحب کا چیک اپ کرتے دل میں اللہ سے دعا کی۔"انکی کنڈیشن بھی ابھی ٹھیک نہیں ہے "ماہ دیر نے دل پر پتھر رکھتے کہا اور ایک آخری نظر خلیل صاحب پر ڈالتے بغیر کچھ بولے باہر نکل گیا۔)ماہ دیر انھی سوچوں میں گم چلتے آئی سی یو کے دروازے پر پہنچا اور ڈور نوب پر ہاتھ رکھتے گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔وہ آج دو دن بعد یہاں آیا تھا ورنہ دو دن سے وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے جانا چاہیے یا نہیں پر یشائم کے سمجھانے پر وہ یہاں آیا تھا۔اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو نظر سیدھی اپنے بابا پر گئی جو آج بھی بنا کوئی حرکت کیے آنکھیں موندے دنیا جہان سے بیگانہ ہوئے تھے۔وہ قدم اٹھاتے انکے پاس گیا اور جاتے چئیر پر بیٹھ گیا۔بیٹھتے ہی اس نے نرمی ڈے انکا ہاتھ تھاما اور سہلانے لگا۔"خلیل صاحب۔یار یہ کیا کر کے بیٹھے ہیں۔یہاں میں ناراض تھا تو بجائے مجھے منانے

کے یوں خود آنکھیں موندے لیٹے ہیں۔ اچھی بات تو نہیں ہے نا" ماہ دیر نے انھیں دیکھتے کہا۔ آنکھیں بے ساختہ نم ہوئیں۔ وہ ان سے نفرت کرنا چاہتا تھا پر جو بھی ہو وہ اسکے بابا تھے بھلا انھیں ایسی حالت میں دیکھ کر اسکی آنکھیں کیسے نا نم ہوتی۔ باپ سر پر نا ہو تو بیٹوں کو کیسی کیسی سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔ یہ ماہ دیر سے بہتر کون جانتا تھا۔ "یار خلیل صاحب۔ میں غلط نہی کہتا بڑے ظالم ہیں آپ۔ پہلے ماما کے سر پر سوتن لے آئے اور اب ایسے چپ چاپ لیٹے ہیں تاکہ میں آپ سے لڑ بھی نا سکوں۔ چلیں مجھے چھوڑیں مہرو کا ہی خیال کرلیتے۔ آپ جانتے ہیں نا میں بھی اسے چھوڑ کر آگیا۔ آپکے بھروسے چھوڑ کر آیا تھا۔ اب آپ یہاں ہیں بتائیں زرا وہ کہاں ہوگی۔ اسکا ہی سوچ لیتے۔ ماہ دیر تو خود سارے رشتے ختم کرکے آیا تھا پر مہرو تو آپکی لاڈلی تھی نا۔ اسکی خاطر ہی خود کو محفوظ رکھ لیتے۔ آپ جانتے ہیں دو دن ہوگئے ہیں مہرو کو ڈھونڈتے پر وہ نہیں مل رہی۔ بتائیں کہاں ڈھونڈوں اسے۔ آپکی بیوی کہہ رہی ہے اسے اسکا

شوہر لے گیا۔ میری غیر موجودگی میں اسکی شادی بھی کردی" ماہ دیر نم آنکھوں سے انھیں دیکھتے بول رہا تھا۔ "ویسے یہ بتائیں سوات کیا کرنے آئے تھے آپ۔کیا ضرورت تھی اس بس میں بیٹھنے کی" ماہ دیر کا لہجہ ناراضگی سے بھرپور تھا۔ "ٹھیک ہو جائیں یار۔پلیز میرے لیے نا سہی مہرو کے لیے ٹھیک ہو جائیں" ماہ دیر نے اپنا سر انکے ہاتھ پر ٹکاتے کہا۔آنسو اسکی آنکھوں سے بہتے جارہے تھے۔آج ساری نفرت سارا غصہ ساری ناراضگی دم توڑ گئی تھی۔آج باپ کی محبت ہر چیز پر غالب آگئی تھی۔کتنے ہی لمحے گزر گئے وہ یونہی آنکھوں سے گرم سیال بہاتے انکا ہاتھ بھگو رہا تھا۔ "ڈاکٹر ماہ دیر" کچھ دیر مزید گزرنے کے بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر ولید نے اندر داخل ہوتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا جس پر وہ سیدھا ہوا اور اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے صاف کرتے کھڑا ہوا۔ "ڈاکٹر ولید میں چلتا ہوں۔انکا خیال رکھیے گا "اس نے بغیر نظریں

ملائے کہا اور باہر نکل گیا۔جبکہ ڈاکٹر ولید نے دکھ سے اسکی پشت کو دیکھا اور خلیل صاحب کا چیک اپ کرنے لگا۔

"عائشہ بیٹا یہ لو یہ والا ڈریس پہن کر تیار ہو جاؤ" تنزیل بیگم نے سرخ رنگ کی پیروں کو چھوتی بلیک کڑھائی والی فراک نکالتے بیڈ پر رکھتے عائشہ کو کہا تو وہ انھیں دیکھنے لگی۔آج تنزیل بیگم نے اسے آفس جانے سے منع کیا تھا جس پر عائشہ ناچاہتے ہوئے بھی مان گئی تھی۔انھوں نے اسے وجہ نہیں بتائی تھی پر اب یوں اسے سرخ جوڑا پہننے کا کہا تو اس نے اچنبھے سے انھیں دیکھا۔"ماما ہم کیا کہیں جارہے ہیں" عائشہ نے اس لباس کو دیکھتے ان سے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔"پھر یہ کیوں پہننا ہے" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرائیں اور اس کے پاس آتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔"میری دوست آرہی ہے۔اپنی فیملی کے ساتھ" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔"تو میں یہ کیوں پہنوں"

عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔وہ اب بھی نہیں سمجھی تھی۔"بیٹا میری دوست اپنی فیملی کے ساتھ تمھیں دیکھنے آرہی ہیں "تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ نے بے یقینی سے انھیں دیکھا جنھوں نے اسے اس بارے میں بتایا تک نہیں تھا۔"مامایہ۔۔آپ کیا۔۔کہہ رہی ہیں" عائشہ نے پوچھا تو وہ اسے دیکھنے لگیں۔"عائشہ میری جان۔وہ صرف تمھیں دیکھنے آرہے ہیں بچے" انھوں نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"آپ۔۔۔نے مجھے بتایا تک۔۔نہیں ماما۔۔اتنا بڑی بات تھی۔۔یہ اور آپ اب۔۔بتا رہی ہیں۔۔جب وہ لوگ۔۔آرہے ہیں۔۔تاکہ میرے پاس انکار کی گنجائش نا رہے" عائشہ نے کہا تو انھوں نے نفی میں سرہلایا۔"بچے مجھے کل رات اسکی کال آئی تھی۔میں نے تمھاری بڑی ماما کو بتایا تھا اور انھوں نے یقیناً اپنے شوہر کو بھی بتا دیا ہوگا۔سب بڑوں کی مرضی سے وہ لوگ آرہے ہیں عاشو" انھوں نےپیار سے کہا تو اس نے با مشکل اپنے آنسو اندر اتارے۔"لیکن آپ کو۔۔ایک بار مجھے تو بتانا

چاہیے۔۔تھا نا ماما" اس نے کہا تو انھوں نے اسے سینے سے لگایا۔"میری جان۔کیا میں تمھارے لیے کوئی غلط قدم اٹھاؤں گی "انھوں نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں پر ماما۔اتنی اچانک رشتہ۔آپ نے کہا تھا کہ ابھی دو سال آپ یہ بات نہیں کریں گی پھر کیوں" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔"میری جان میں تمھاری شادی نہیں کررہی بس رشتہ دیکھنے آرہے ہیں وہ لوگ۔ اسکا بیٹا پانچ سال بعد پاکستان آیا ہے اور اس نے دوبارہ واپس جانا ہے اگلے ہفتے۔اس لیے وہ کہہ رہی تھی ایک بار تم دونوں مل لو"تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔اور کر بھی کیا سکتی تھی۔آخر کو اپنی ماں کی اسے ماننی ہی تھی۔"کیا بھائی جانتے تھے اس بارے میں" عائشہ نے پوچھا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں ضرار نہیں جانتا تھا۔اسے بھی ابھی بتایا ہے یہاں آنے سے پہلے "تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"چلو اب تم تیار ہو جلدی سے۔وہ لوگ پہنچنے والے ہونگے۔میں یہیں ہوں

تمھارے ساتھ ہی جاؤں گی "تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی ہاں میں سرہلاتے فراک پکڑتے واش روم میں بند ہوئی۔ "ماشاءاللہ" لگ بھگ دس منٹ بعد وہ باہر آئی تو تنزیل بیگم نے اسے دیکھتے کہا جس پر وہ بامشکل مسکرائی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کیا کرے۔ اسے اسد کو بتانا تھا پر تنزیل بیگم کے سامنے وہ اسے کال بھی نہیں کرسکتی تھی۔ وہ جانتی تھی اگر اسد کو نا بتایا تو وہ غصہ کرے گا کیونکہ کسی غیر مرد کی نظر وہ اس پر ہرگز برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اور اگر وہ یوں خود جاتی تو یقیناً اسد ناراض ہوتا۔ "چلو یہ پکڑو یہ لگاؤ "تنزیل بیگم نے ڈریسنگ سے ہلکی مہرون لپ اسٹک اٹھاتے اسے دی تو وہ انھیں دیکھنے لگی۔ "ماما یہ زیادہ ہوجائے گی" عائشہ نے کہا تو انھوں نے نفی میں سرہلایا۔ "نہیں ہوتی میری جان لگاؤ۔ شاباش" انھوں نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "ماما پلیز یہ نہیں "عائشہ نے کہا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "عائشہ لگاؤ "تنزیل بیگم کی آواز اس بار سخت تھی جس پر اس نے لپ

اسٹک پکڑتے اپنے ہونٹوں پر ہلکی سی لگا گئی۔ "ماما بس اور نہیں" عائشہ نے لپ اسٹک ڈریسنگ پر رکھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ عین اسی پل روم کا دروازہ نوک ہوا جس پر تنزیل بیگم نے آگے بڑھتے دروازہ کھولا جہاں ضرار کھڑا تھا۔ اسے دیکھ عائشہ کو حوصلہ ہوا۔ "ضرار تم۔ خیریت" تنزیل بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی چچی خیریت ہے۔ بس وہ آپکے مہمان آگئے ہیں وہی بتانے آیا تھا۔ اور گڑیا سے کچھ بات بھی کرنی تھی" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "اچھا عائشہ میں نیچے جا رہی ہوں۔ تم ضرار کے ساتھ آجانا "تنزیل بیگم نے کہا اور باہر نکل گئیں۔ "بھائی "انکے جانے کا یقین کرتے عائشہ آگے بڑھی اور ضرار کے سینے سے لگی اور اسے بھرائی آواز میں پکارا۔ "شش بھائی کا بیٹا۔ پریشان نہی ہوتے" ضرار نے اسکا سر سہلاتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "بھائی اسد غصہ کریں گے "عائشہ نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔ "نہیں کرتا میں اسے کال کر کے بتا دیتا ہوں۔ فکر نا کرو۔ ابھی نیچے جاؤ۔ چچی کی سنو جو

کہہ رہی ہیں میں چند دن تک کرتا ہوں سب سے بات" ضرار نے اسکے سر پر بوسہ دیتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"چلو اب نیچے چلیں۔سب ویٹ کررہے ہونگے" ضرار نے کہا تو اس نے ایک بار پھر خود پر ڈوپٹہ ٹھیک کیا اور اسکے ساتھ نیچے کی جانب بڑھ گئی جہاں سے سب کی باتوں کی آوازیں آرہی تھی۔اس نے گہری سانس بھرتے ضرار کو دیکھا جس نے اسکا سر تھپکتے اسے تسلی دی اور اسکے ساتھ نیچے بڑھنے لگا۔"اسلام علیکم" نیچے جاتے ہی ضرار نے باآواز بلند سلام کیا جس کا سب نے جواب دیا۔"عائشہ بچے یہاں آؤ" انھیں دیکھ تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے تنزیل بیگم کے پاس گئی جہاں انکی دوست بیٹھی تھی۔جبکہ انکے شوہر اور بیٹا بلکل سامنے والے صوفے پر بیٹھے تھے۔اور انکے ساتھ والے صوفے پر فردوس بیگم اور دراب صاحب جبکہ ڈبل سیٹر کاؤچ پر مہرماہ اور ضرار بیٹھے تھے۔"عائشہ یہ میری دوست ہے مسز طارق اور یہ انکے شوہر اور بیٹا شعیب" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے سب کو

دیکھتے سلام کیا۔ "کیسی ہو بیٹا" مسز طارق نے کھڑے ہوتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں آنٹی آپ کیسی ہیں" عائشہ نے با مشکل مسکراتے کہا۔وہ کسی کی نظریں مسلسل خود پر محسوس کر رہی تھی۔اس نے چہرہ موڑتے نظروں کی تپش کی سمت دیکھا تو شعیب اسے ایکسرے کرتی نظروں سے دیکھ رہا تھا جس پر ہو انکفرٹیبل ہوئی۔ "میں بھی ٹھیک ہوں بیٹھو بیٹا" انھوں نے کہا تو وہ بیٹھ گئی اور ضرار کو دیکھا جس نے اسے آنکھوں سے حوصلہ رکھنے کو کہا اور اپنے فون سے اسد کو کال ملانے لگا جو اٹھا ہی نہیں رہا تھا۔ "ضار کسے کال کر رہے ہیں" مہرماہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "اسد کو روحِ من" اس نے محبت سے جواب دیا۔ "اچھا" اس نے کہا اور سامنے دیکھنے لگی جہاں سب باتیں کر رہے تھے۔جب کہ عائشہ اسے کچھ پریشان سی لگی۔ "ضار عائشہ آپی خوش نہیں لگ رہی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میرا بچہ وہ کیسے خوش ہو سکتی ہے۔چچی نے اچانک تو یہ بات کی ہے اور نا صرف بات کری بلکہ ان لوگوں کو

بلا بھی لیا اب وہ خوش کیسے ہو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار نے گہری سانس بھرتے عائشہ کو دیکھا اور اسد کو پھر کال ملائی لیکن اسکا فون بند جا رہا تھا۔ نا جانے وہ لڑکا کہاں تھا۔ وہ کال پر کال کر رہا تھا پر اسد کال نہیں اٹھا رہا تھا۔

"ویسے تنزیل تمھاری بیٹی ماشاء اللہ ہے بہت پیاری۔ مجھے پسند بھی بہت آئی ہے" آدھا گھنٹہ خوش گپیوں میں مصروف رہنے کے بعد مسز طارق نے کہا تو تنزیل بیگم مسکرائیں جبکہ عائشہ کی دھڑکنیں مدھم پڑیں۔ "اسد آجائیں پلیز" اس نے دل میں شدت سے اس دشمنِ جاں کو یاد کیا۔ اسے یہاں بیٹھے آدھا گھنٹہ ہوگیا تھا اور یہ آدھا گھنٹہ اسے آدھی صدی کے برابر لگا تھا۔ اس سارے وقت ایک پل کو بھی شعیب نے اس پر سے نگاہیں نہیں ہٹائیں تھیں۔ وہ اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا اور عائشہ کو اس کی نظروں سے کوفت ہو رہی تھی جبکہ ڈیزی

اس کی گود میں مچل رہی تھی۔ اس نے اپنی گود میں بیٹھی ڈیزی کو دیکھا جو شعیب کو گھور رہی تھی۔ "میری عائشہ تو ہے ہی پیاری" تنزیل بیگم نے کہا تو سب ہی مسکرائے۔ "کوئی شک نہیں۔ شعیب تمھیں کیسی لگی عائشہ" مسز طارق نے کہتے اپنے بیٹے سے پوچھا جس نے ہلکا سا سر خم کرتے انھیں ہاں کہنے کا اشارہ کیا جس پر وہ مسکرائیں جب کہ شعیب مسکراتے پھر عائشہ کو دیکھنے لگا۔ "تنزیل میں عائشہ کو اپنی بہو بنانا" ابھی مسز طارق کی بات پوری ہوتی کہ کسی کی بھاری آواز نے انکی بات کو بریک لگوائی۔ "اسلام علیکم" اس آواز پر سب نے مُڑتے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے اسد چلتا آرہا تھا۔ اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھیں اس وقت لہو چھلکانے کی حد تک سرخ ہو رہی تھی جنھیں دیکھ بے ساختہ عائشہ کو خوف آیا جبکہ ڈیزی اسے دیکھتے ہی فوراً اسد کی طرف بھاگی۔ دوسری طرف اسد نے ایک بار بھی عائشہ کو نہیں دیکھا تھا۔ اسکی نگاہیں مسلسل شعیب پر تھیں جو ندیدوں کی طرح عائشہ کو دیکھ رہا تھا اور اسکا

بس نہیں چل رہا تھا کہ اس آدمی کا قتل کردے جو اسکی شہزادی کو دیکھ رہا تھا۔اس نے بامشکل خود کو روکا اور جھکتے ڈیزی کو اٹھایا جو اس کے پیروں میں لوٹ پوٹ ہورہی تھی۔وہ چلتے سیدھا ضرار کے قریب رکھے سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھا اور ڈیزی کو پیار کرتے ماحول کو سمجھنے لگا۔وہ ابھی آفس سے نکلا تھا۔اسکا ارادہ گھر جانے کا تھا لیکن اسکا موبائل گاڑی میں چارج لگا تھا جسے اون کرتے ہی ضرار کی کالز اور میسج رسیو ہوا جس میں صاف لکھا تھا کہ چچی نے عائشہ کے رشتے کے لیے کچھ لوگوں کو بُلایا ہے لہٰذا قصرِ راجپوت آئے۔ضرار کا میسج پڑھتے اسکا خون کھول اٹھا تھا۔اسکی بیوی کا رشتہ دیکھنے لوگ آئے تھے۔اسکا دل کررہا تھا سب کچھ تہس نہس کردے اور سونے پر سہاگا اس لڑکے کا یوں عائشہ کو گھورنا۔اسکے غصے کو مزید ہوا دے گیا تھا۔"یہ کون ہے تنزیل" مسز طارق نے اسد کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔"یہ فردوس بھابھی کا بھانجا ہے"تنزیل بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا اور

واپس باتیں کرنے لگی جبکہ شعیب کی نظر عائشہ کے چہرے سے ایک پل کو بھی نہیں ہٹیں تھی جسے دیکھ اسد کا بی پی شوٹ کرگیا تھا۔ ”بھائی میں اوپر جارہا ہوں۔ اگر پانچ منٹ کے اندر اندر آپکی بہن اوپر کمرے میں نا آئی تو باخدا اسے اٹھا کر لے جاؤں گا۔ پھر دیتے رہیئے گا جواب سب کو“ اسد نے ضرار کی طرف جھکتے کہا اور فوراً کھڑا ہوا جبکہ اسکی حرکت پر ضرار نے دانت پیسے۔ ”آنی میں آج ڈنر کرکے جاؤں گا“ اسد نے کہا تو فردوس بیگم نے مسکراتے ہاں میں سرہلایا۔ ”میں فریش ہوکر آتا ہوں“ اس نے کہا اور ایک نظر عائشہ کو دیکھتے ڈیزی کو باہوں میں اٹھائے اوپر بڑھ گیا۔ ”ماہ تم روم میں جاؤ میں آتا ہوں۔ عائشہ گڑیا آپ بھی جاؤ“ ضرار نے اسد کے جانے کے دو منٹ بعد ہی کہا تو سب نے اسے دیکھا جو اچانک دونوں لڑکیوں کو کمروں میں بھیج رہا تھا۔ ”ضرار بیٹھے رہنے دو انھیں“ دراب صاحب نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”بابا اب میرے خیال سے بڑوں کے کرنے والی بات ہے تو

بہتر ہے یہ دونوں روم میں چلی جائیں اور ماہ نے ویسے بھی کل یونی جانا ہے تو وہ اپنی بکس وغیرہ دیکھ لے گی اور گڑیا کے سر میں بھی درد ہے تو وہ آرام کرلے گی "ضرار نے کہا تو سب نے پریشانی سے عائشہ کو دیکھا جسے ضرار نے ہاں میں سرہلانے کا اشارہ کیا تھا۔"جی ماما۔۔میں جاؤں" اس نے جلدی سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں جس پر عائشہ ایک سیکنڈ کی دیر کیے بغیر نو دو گیارہ ہوئی۔وہ جانتی تھی ابھی اسے اسد کو بھی جواب دینا ہے۔"ضار میری بکس تو کمپلیٹ ہیں" مہرماہ نے اسے دیکھتے مدھم آواز میں کہا۔"میں جانتا ہوں روحِ من پر میری مسز راجپوت کو کوئی غیر مرد دیکھے مجھے برداشت نہیں ہے اور جس طرح یہ کمینہ ہر دو سیکنڈ بعد تم پر نظر ڈال رہا ہے نا۔میں اسکی جان نکال دوں گا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے شعیب کو دیکھا جو عائشہ کے جاتے ہی اب اسے دیکھ رہا تھا۔جس پر مہرماہ کو گھٹن ہوئی۔م"یں جاتی ہوں روم میں۔آپ لڑنا مت" اس نے کہا تو مدھم سا مسکراتے ہاں میں سرہلا گیا جس پر مہرماہ پُرسکون ہوتے

روم کی طرف بڑھ گئی۔اس کو جاتے دیکھ شعیب کی نظریں مہرماہ کے تعاقب میں جاتیں کہ ضرار کی آواز پر وہ اسے دیکھنے لگا۔ "شعیب جب کسی کے گھر جائیں نا تو نگاہوں کو قابو میں رکھنا چاہیئے ورنہ غیرت کے نام پر قتل کرنے میں دیر نہیں لگتی" ضرار نے سخت لہجے میں کہا تو جہاں شعیب سٹپٹایا تھا وہیں اسکے ماں باپ کچھ شرمندہ سے ہوئے تھے۔ "بیٹا وہ بس ایسے ہی دیکھ رہا تھا" مسز طارق نے کہا تو ضرار نے انھیں دیکھا۔ "آنٹی میں بھی بس ایسے ہی کہہ رہا ہوں" ضرار نے کہا تو وہ خاموش ہوئیں۔جبکہ دراب صاحب اور فردوس بیگم نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"یا اللہ۔آج بچا لینا۔اسد بہت ناراض ہونگے پر آپکو پتا ہے نا میری کوئی غلطی نہیں ہے۔ماما نے بلایا تھا ان لوگوں کو میں تو جانتی تک نہیں تھی" عائشہ نے اپنے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچتے دل میں کہا۔وہ جانتی تھی اسد

اسکے روم میں ہی ہوگا۔وہ لاؤنج سے روم تک جلتو جلال تو کا ورد کرتے آئی تھی۔"یا اللہ پاک بچا لینا" عائشہ نے دعا مانگتے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی ہی تھی کہ اسد نے اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑتے دروازے کے ساتھ لگاتے اپنا ایک ہاتھ دروازے پر رکھا جبکہ دوسرا اب بھی اس کی بازو پر تھا۔اس اچانک افتاد تضاد اسد کی اتنی نزدیکی پر عائشہ کی آنکھیں پھیلیں تھیں۔اس نے تھوک نگلتے گلا تر کیا اور اسے دیکھا جو سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا جبکہ ڈیزی اب مزے سے بیڈ پر بیٹھی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔"ا۔۔سد" عائشہ نے اسے پکارا۔"تم نیچے کیوں گئی" اسد نے سرد لہجے میں پوچھا۔"اس۔۔ اسد" اسکے سرد و سپاٹ لہجے پر عائشہ نے اسے دیکھا۔"تم انکے سامنے کیوں گئی" عائشہ اسد کا لہجہ مزید سخت ہوا۔"اسد وہ۔۔میں" عائشہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیسے بات کرے۔اسد کی لہو چھلکاتی آنکھیں اور سرخ چہرہ اسے کپکپانے پر مجبور کررہا تھا۔"تم پر صرف میرا حق ہے یہ جانتے بوجھتے تم ان

لوگوں کے سامنے کیوں گئی عائشہ۔ وہ بھی اس طرح ڈیکوریشن پیس بن کر"
اس کے یوں خاموش ہونے پر اسد نے اپنا دیوار پر رکھا ہاتھ اس کے سر کے
پاس دیوار پر مارتے کہا جس پر عائشہ نے منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی چیخ
روکی۔"مم۔۔میں۔۔ اپنی۔۔مرضی۔۔ سے نہیں۔گئی۔۔ تھی۔۔ماما نے
کہا۔تھا۔۔۔ سچی" عائشہ نے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا جسے وہ پیچھے کر چکا تھا۔اسکا
ہاتھ زخمی ہوگیا تھا پر اسے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔"انھوں نے کہا اور تم یوں لال
جوڑا پہن کر اپنے ان لبوں کو لال رنگ سے رنگتے اس حرام زادے کے
سامنے بیٹھ گئی جا کر کیا تم نہیں جانتی مجھے تم پر کسی غیر مرد کی نگاہ تب بھی قبول
نہیں تھی جب تم میرے نکاح میں نہیں تھی اور اب تو تم میرے کلموں میں
ہو تمھاری جرات کیسے ہوئی اسکے سامنے یوں سج سنور کر جانے کی" اس نے
بے رحمی سے اس کے لبوں پر لگی سرخ لپ اسٹک اپنے انگھوٹے سے
رگڑتے صاف کی۔اسکی اتنی بے باکی پر عائشہ چہرہ قندھاری ہوا۔"وہ۔۔مما

نے۔۔یہ۔۔ڈریس نکالا تھا۔۔میں نے۔۔اپنی مرضی۔۔سے نہیں پہنا" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا جبکہ اسکی بات سنتے اسد کا دماغ گھوم گیا تھا۔"وہ جو کہتی ہیں تم کرنے چلی جاتی ہو کسی دن کہیں گی کسی کتے سے نکاح کرلو تو کرلینا ڈیم اٹ۔میرا دل چاہ رہا ہے میں تمھاری جان نکال دوں"اسد نے اسکا چہرہ دبوچتے اپنے مقابل کیا جس پر عائشہ کپکپائی۔اس نے آج تک اسد کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔"آیم سوری۔۔پلیز" اسکے رویے پر عائشہ کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح بہنے لگے۔جسے دیکھتے پل میں اسکا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا۔اسے فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا جس پر اس نے فوراً اسکا چہرہ چھوڑتے اسکے چہرے کو دیکھا جو کہ اسکی کھردری انگلیوں کے لمس سے ہلکا ہلکا لال ہورہا تھا۔"تم اگر روئی نا پھر دیکھنا میں کیا حشر کرتا ہوں تمھارا" اسد نے نرمی سے اسکی گال سہلاتے کہا۔اب کی بار اسکا لہجہ بھی نرم تھا۔"نہیں۔۔رورہی۔۔پلیز۔۔آپ ناراض۔۔نا ہو" اس نے ہمت کرتے اسکے سینے پر سر

رکھتے اس کے گرد حصار باندھا۔ اسکی پیش قدمی پر وہ مسکرایا اور اسکو اپنے حصار میں لے گیا۔ نکاح کے بعد یہ پہلی بار تھا جو وہ یوں خود سے اسکے قریب آئی تھی ورنہ عموماً وہ پہل کرتا تھا۔ "ناراض کیوں نا ہوں حرکتیں دیکھی ہیں اپنی تم نے۔ پتہ ہے نا مجھے نہیں پسند کوئی غیر مرد تمھیں دیکھے دیکھنا تو دور کوئی غیر مرد تمھیں سوچے بھی۔ تم پر صرف میرا حق ہے اور تم اس باسٹرڈ کے سامنے بیٹھی تھی جانتی ہو میرے تن بدن میں آگ لگ چکی تھی جب میں اندر داخل ہوا اور اسکو یوں تمھیں گھورتے دیکھا۔ تم بیوی ہو میری۔ اس سے بڑھ کر عشق ہو میرا۔ خود بتاؤ کیسے میں کسی کی نظر تم پر برداشت کرلوں" اس اسد نے اسکی کمر سہلاتے کہا جو اسکے سینے میں چہرہ چھپائے رونے میں مصروف تھی۔

"آپکو۔۔پتہ۔۔ہے نا ماما۔۔میری نہیں سنتیں انھوں۔ م۔۔نے کہا تو۔۔مجھے ماننا۔۔پڑا۔۔سوری۔۔پلیز ناراض۔۔نا ہوں آپ۔۔ناراض ہو رہے ہیں۔۔تو اچھا نہیں لگ۔۔رہا پلیز۔۔میں تو۔۔آپکی بٹر فلائی ہوں نا۔۔ناراض

نا۔۔ہوں" اس نازک لڑکی نے اسکے سینے پر ٹھوڑی ٹکاتے معصومیت سے کہا تو اسد کو ٹوٹ کر اپنی بٹر فلائی پر پیار آیا۔ "نہیں ہوں ناراض میری جان شاباش رونا بند کرو ورنہ پھر سچی میں ناراض ہوجاؤں گا" اسد نے جھکتے اسکا ماتھا چومتے محبت سے کہا۔ "آپ نے مجھ پر۔۔۔غصہ کیا اور۔۔۔میرا چہرہ بھی اتنی زور۔۔سے پکڑا اور اب مجھے۔۔۔کہہ رہے ہیں۔۔روؤں بھی نا" اس نے شکوہ کیا تو اسد کو شرمندگی ہوئی۔اسے کم از کم یوں اس پر غصہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ "آئی آیم سوری میرا بچہ" اس نے جھکتے اسکی دونوں رخساروں پر لب رکھے اور اسے اپنے حصار میں لے گیا جس پر عائشہ منہ بناتے پیچھے ہوئی۔ "بات نا کریں مجھ سے" عائشہ نے کہا تو اسد نے اسے دیکھا جو اب فُل ناراض تھی۔ "شہزادی" اسد نے اسے پکارا پر وہ جاتے ڈریسنگ کے آگے جا کر کھڑی ہوگئی۔ "نہیں ہوں۔۔میں شہزادی" عائشہ نے کہا تو اب کی بار اسکی آواز بھرائی تھی جس پر اسد تڑپتے اسکے پاس آیا اور اسکی بازو پکڑتے اسے

قریب کیا۔ ”شہزادی پلیز رونا مت۔ آئی ایم سوری پلیز مجھے معاف کردو“ اسد نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے اسے شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا جس پر وہ شرمندہ ہوا۔ اس نے نرمی سے اسے سینے میں بھینچا اور اسکا سر چوما۔ اسکے سینے سے لگتے ہی عائشہ نے مزاحمت کی پر اسد کا حصار مضبوط تھا۔ ”شہزادی میں اپنے رویے کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ پلیز مجھے معاف کردو۔ مجھے تم سے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہئے تھی مجھے معاف کردو شہزادی“ اس نے بے بسی و محبت سے گندھے شرمندگی سے چور لہجے میں کہا تو عائشہ کی مزاحمت کو بریک لگی۔ ”آپ کو مجھے یوں نہیں ڈانٹنا چاہئے تھا۔ میری کوئی غلطی نہیں تھی“ عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ ”آئی ایم سوری“ اسد نے نرمی سے اسکا سر چومتے شرمندگی سے کہا۔ ”آپکو یوں مجھ پر غصہ بھی نہیں کرنا چاہیے تھا“ دوسرا شکوہ بھی مدھم آواز میں کیا گیا تھا۔ ”آئی ایم سوری“ معافی اب کی بار بھی شرمندگی سے چور لہجے

میں مانگی گئی تھی۔ ”مجھے بُرا لگا“ عائشہ نے اب کی بار گردن اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”آئی ایم سوری“ اسد کی گردن مزید جھکی تھی۔ اس نے جھکتے نرمی سے اسکی اٹھی گردن پر لب رکھے تھے۔ ”ہرٹ بھی ہوا“ اب کی بار ہونٹ مڑورتے کہا۔ ”آئی ایم سوری اینڈ آئی لوو یو“ اب کی بار لب بھینچتے معافی مانگی گئی تھی۔ جبکہ اظہار بھی فوراً کیا تھا۔ ”آپ نے میری بازو اتنی زور سے پکڑی“ اب کی بار شکوہ کرتے آنکھیں نم ہوئیں۔ ”آئی ایم سوری۔ میں تمہاری اذیت کی وجہ نہیں بننا چاہتا تھا“ نم تو مقابل کی آنکھیں بھی ہوئیں تھی۔ اپنے عشق کی تکلیف کی وجہ بننے پر دم گھٹا تھا۔ ”معاف نا کروں تو“ عائشہ کی آنکھیں اسکی آنکھوں میں گڑھی تھیں۔ ”تو تا عمر معافی ملنے کا انتظار کروں گا“ جواب بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہی دیا گیا تھا۔ ”اور اگر معاف کردوں تو“ آواز نرم تھی۔ لہجہ اپنائیت سے بھرا تھا۔ ”تو تا عمر تمھارا احسان مند رہوں گا“ آواز محبت سے چور تھی۔ انگ انگ سے محبت پھوٹ رہی تھی۔ اس کی بات تضاد

اسکے انداز پر عائشہ مسکرائی اور چہرہ جھکا گئی۔ "معاف کردو" اسد نے اسکی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھتے اسکا چہرہ روبرو کیا۔ "معاف کیا" اس نے مسکراتے کہا تو اسد کی رکی سانس بحال ہوئی۔ "شکریہ شہزادی" اس نے جھکتے نرمی سے اسکے لبوں کو چھوا تو عائشہ کا چہرہ گلابی ہوا۔ "مم۔۔میں کپڑے چینج۔۔کرلوں" عائشہ نے نگاہیں جھکاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں کرلو۔اور اس ڈریس کو واش کر کے پہننا جب بھی پہنا دوبارہ۔بلکہ ایک کام کرو یہ ڈریس کسی کو دے دو پہننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے" اسد نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پر یہ تو میرا نیا ڈریس ہے اسد" عائشہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "میری جان۔میں تمھیں ایسے دس ڈریس لے دوں گا پر یہ اب تم دوبارہ زیب تن نہیں کرو گی پلیز۔حکم نہیں دے رہا التجا کر رہا ہوں۔مان کر مجھے معتبر کردو" اسد نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا کوئی وجہ ہے" عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اس لباس پر اس

شخص کی نگاہوں کا لمس ہے اور میں کسی غیر کی فقط آنکھوں کا لمس بھی تم پر برادشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ لباس یا تو کسی کو دے دو یا میں اسے آگ لگا دیتا ہوں" اسد نے جنونیت آمیز لہجے میں کہا تو عائشہ ایک لمحے کو لرزی لیکن اگلے ہی پل مسکرائی تھی۔ "میں کسی کو دے دوں گی۔ فکر نا کریں" عائشہ نے کہا اور اسکا ہاتھ پکڑتے اسکی پشت پر لب رکھے جس پر اسد کے رگ و پے میں سکون سرائیت کر گیا تھا۔ "میں کپڑے چینج کر کے آتی ہوں" عائشہ نے اس سے نگاہیں ملائے بغیر کہا اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ اسد تو اب تک اسکی حرکت کے زیرِ اثر اپنے ہاتھ کی پشت کو دیکھ رہا تھا جہاں وہ چند سیکنڈ پہلے اپنا لمس چھوڑ کر گئی تھی۔

"ثانیہ" عامر نے نرمی سے اسے پکارا جو اسکی گود میں اسکے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔ وہ لوگ شام میں قریباً چھ بجے کے قریب گلگت سے سوات کے

لیے نکلے تھے اور اب وہ قریباً دس بجے پہنچے تھے۔ثانیہ کے زخموں کی وجہ سے عامر نے ڈرائیور کو گاڑی بلکل مدھم رفتار میں چلانے کی ہدایت کی تھی تاکہ کسی بھی کھڈے پر گاڑی کو جھٹکا نا لگے۔ثانیہ کو تکلیف ہو وہ ایسا بلکل نہیں چاہتا تھا۔جبکہ ثانیہ اس سب سے انجان دوائیوں کے زیرِ اثر اسکی گود میں کسی ننھے بچے کی طرح اسکے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔وہ پچھلے چار پانچ گھنٹوں سے مسلسل ثانیہ کو اپنی گود میں سلائے ہوئے تھا جس سے اسکی ٹانگیں بلکل شل ہوگئی تھیں۔اسے اپنی ٹانگیں بلکل محسوس نہیں ہورہی تھیں پر پھر بھی اس نے ایک بار بھی ثانیہ کو سیٹ پر نہیں بٹھایا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا یوں بیٹھنے سے اسکا زخم اکڑنے لگتا ہے جس پر وہ رونے لگتی پر عامر ہرگز اسکو روتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔کیوں وہ نہیں جانتا تھا پر اسکے آنسو اچھے نہیں لگتے تھے۔"ثانیہ "اس نے دوبار نرمی سے اسے پکارتے اس کا کندھا ہلکا سا ہلایا پر وہ منہ بناتے واپس سوگئی جس پر عامر ہولے سے مسکرایا۔"ثانیہ اٹھ جائیں۔ہم گھر پہنچ گئے

ہیں" اس نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا تو اب کی بار ثانیہ نے اپنی نیند سے لبریز آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ سرخی مائل ہیزل آنکھوں نے عامر کے دل میں طوفان مچایا تھا جسے اس نے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلتے قابو کیا۔ "کیا۔۔ہوا" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ہم گھر پہنچ گئے ہیں۔ اٹھ جائیں" عامر نے کہا تو اس نے سیدھے ہوتے ایک نظر اسے دیکھا پھر گاڑی کے شیشے سے باہر دیکھا تو اسکی نظر عالیشان بنگلے نما گھر پر پڑی۔ "یہ کس کا۔۔گھر ہے" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "یہ میر۔۔ہمارا گھر ہے" ثانیہ اس نے نرمی سے کہا۔ وہ اپنا کہنے والا تھا پر اب اس گھر کا مکیں وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ اسکی بیوی بھی تھی تبھی ہمارا کہا۔ "جی اچھا" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ کل سارا دن جس طرح عامر نے اسکا خیال رکھا تھا۔ وہ اسکے ساتھ کچھ پُرسکون ہوگئی تھی۔ کل تو وہ اس سے بات نہیں کررہی تھی پر آج وہ نا صرف اس سے بات کررہی تھی بلکہ اسکی موجودگی میں گھبرا بھی نہیں رہی تھی۔ "اندر

چلیں" اس نے پوچھا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے نرمی سے اسے سیٹ پر منتقل کیا اور گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ٹانگیں شل ہونے زمین پر قدم رکھتے ہی وہ لڑکھڑایا لیکن اس سے پہلے وہ گرتا وہ گاڑی کے دروازے کو بروقت تھام چکا تھا۔ اسے یوں لڑکھڑاتے دیکھ گارڈز نے آگے بڑھتے اسے تھامنا چاہا پر وہ ہاتھ اٹھاتے انھیں روک چکا تھا۔وہ ہرگز نہی چاہتا تھا کسی غیر مرد کی نظر اسکی بیوی کے سائے پر بھی پڑے۔"سب لوگ جاؤ یہاں سے" اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو سب ہی ہاں میں سر ہلاتے وہاں سے چلے گئے جس پر اس نے اپنی ٹانگوں کو تھوڑا سا جھٹکا جس سے اسکی ٹانگیں کچھ بہتر ہوئیں۔"ثانیہ آئیں" کچھ دیر مزید اپنی ٹانگوں کو سٹریچ کرنے کے بعد وہ مُڑا اور اسے پکارا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اسکے پوچھنے پر ثانیہ نے ہلکا سا سر ہلایا جس پر عامر نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سامنے پھیلائے جسے وہ جھجکتے تھام گئی۔اسکے ہاتھ تھامنے پر عامر نے نرمی سے اسے سہارا دیتے باہر نکالا اور ایک بازو اسکے

کندھے کے گرد پھیلاتے اندر کی جانب بڑھنے لگا۔ اسکی ٹانگوں میں ہلکی ہلکی درد ہورہی تھی پر وہ درد اسکی بیوی سے اہم نہیں تھی۔ "اگر آپ۔۔۔سے یوں۔۔سہارا دے کر۔۔ نہیں چلا جارہا۔۔تو آپ۔۔۔رہنے۔۔دیں میں خود۔۔چل لیتی ہوں "ثانیہ نے اسے کہا جو ایک دو بار لڑکھڑایا تھا۔ "میں ٹھیک ہوں۔آپ میری بیوی ہیں ثانیہ اور آپکا سہارا بننا میرے لیے شرف کی بات ہے۔اپنی بیوی کا سہارا بننے کیلئے اگر مجھے گرنا بھی پڑے گا تو میں شوق سے گر جاؤں گا پر آپکو بے سہارا نہیں کروں گا۔پُرسکون رہیں" عامر نے کہا تو ثانیہ کی دھڑکنیں سرپٹ دوڑی تھیں جب کہ چہرے کا رنگ قندھاری ہوا تھا۔وہ اسے بے سہارا نہیں کرے گا نا جانے کیوں اس بات پر رونا آیا۔اسے تو ہر کوئی بے سہارا کردیتا تھا پھر وہ کیوں اسے سہارا دے رہا تھا۔وہ تو ان سہاروں کی عادی ہی نہیں تھی۔جبکہ اسکا اچھا رویہ شرمندہ کررہا تھا۔اس نے کتنوں کے ساتھ بُرا کیا تو کیا وہ اس کے اچھے رویے کے لائق تھی۔ "شکریہ "ثانیہ بس اتنا

ہی کہہ سکی۔ لفظ آج جیسے کہیں کھو سے گئے تھے۔ وہ بس اسے دیکھ رہی جو سیڑھیوں کے پاس پہنچتے اب اسے نرمی سے اسے گود میں اٹھا رہا تھا۔ ”شکریہ نا کہیں۔ آپ میری بیوی ہیں اور آپکے منہ سے تشکر بھرے جملے اچھے نہیں لگتے۔ ہماری شادی جیسے بھی ہوئی ہے پر میں نے دل سے آپکو بیوی مانا ہے۔ میں نہیں جانتا میں اس رشتے کو نبھا پاؤں گا یا نہیں پر تین مہینے تک میں آپکا ہر لحاظ سے خیال رکھوں گا۔ ہر وہ چیز آپکو دوں گا جس کی آپ حقدار ہیں لیکن مجھ سے محبت مت مانگیے گا۔ میرا نرم رویہ، میری وفاداری سب آپ کے لیے ہوگی پر میری محبت نہیں کیونکہ یہ جذبہ میرے اندر موجود نہیں ہے۔ امید کرتا ہوں آپ سمجھیں گی“ عامر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ جبکہ ثانیہ سانس روکے اسے سن رہی تھی۔ نا جانے کیوں اسکا محبت کی امید رکھنے سے منع کرنا بُرا لگا تھا۔ ”جی اچھا“ اس نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے فقط سر ہلانے پر اکتفا کیا اور کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوتے

اسے نرمی سے بیڈ پر لٹا گیا۔ "یہ میرا کمرا ہے مطلب اب سے ہمارا کمرہ ہے"
عامر نے اسکے پاس بیڈ پر کچھ فاصلے پر بیٹھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر
ہلایا۔ "آپ یہاں آرام کریں۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں" اس نے نرمی سے کہا
اور کھڑے ہوتے واڈروب کی طرف بڑھا لیکن اسکے بڑھتے قدموں کو ثانیہ کی
آواز نے بریک لگائی تھی۔ "سنیے" ثانیہ نے اسے پکارا تو اس کے طرزِ تخاطب
پر عامر کا دل شدت سے دھڑکا تھا۔ اس نے مُڑتے اسے دیکھا جو بیڈ پر ٹیک لگا کر
بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ "جی سنائیے" اس نے نرمی سے اسی کے انداز میں
جواب دیا تو ثانیہ کی پلکیں لرزیں۔ اس نے بامشکل اپنی کیفیت پر قابو پایا اور
اسے دیکھا جو دونوں ہاتھ اپنی پشت پر باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت
چاکلیٹ براؤن شلوار قمیض پہنے ہوئے بہت پیارا لگ رہا تھا۔ اس نے اپنے
کف کہنیوں تک فولڈ کیے تھے جس سے اسکی نیلی اور ہری نسوں سے بھری بازو
صاف دِکھ رہی تھی جسے دیکھ ثانیہ کی شرم میں اضافہ ہوا۔ "وہ۔۔ مجھے۔۔

بھوک۔۔لگ رہی۔۔۔ہے" اس نے بامشکل اس پر سے نگاہیں ہٹاتے کہا تو عامر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"آئی ایم سوری۔مجھے خیال کرنا چاہیئے تھا۔میں ابھی کھانا منگواتا ہوں۔یہاں میڈ نہیں ہے پر میں کل ہی انتظام کرلوں گا"عامر نے اپنا فون نکالتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"آپ نے کیا کھانا ہے" اس نے بیڈ پر اسکے سامنے بیٹھتے پوچھا۔"جو۔۔آپکی۔۔مرضی" ثانیہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا اور اٹھتے اسکے برابر آتے بیٹھا۔اسکے یوں قریب آکر بیٹھنے پر ثانیہ حیا سے سمٹی جسے عامر نے واضح محسوس کیا۔"اس میں سے دیکھیں آپکو کیا کھانا ہے۔ہم وہیں آڈر کریں گے"عامر نے نرمی سے موبائل اسکی گود میں رکھتے کہا تو ثانیہ نے ایک نظر موبائل کو دیکھتے اسے دیکھا جو اسے دیکھ رہا ایک پل کو دونوں کی نگاہیں ملیں تھی لیکن عامر برق رفتاری سے اسکی سحر انگیز آنکھوں سے نگاہیں موڑ گیا جبکہ نگاہوں کے اتنے زبردست تصادم پر ثانیہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا جسے جھکاتے وہ موبائل کی سکرین کو دیکھنے لگی جہاں

مختلف کھانوں کی تصویریں نظر آرہی تھیں۔ انھیں دیکھ ثانیہ کی بھوک چمکی۔ وہ اب مزے سے بیٹھی اسے سکرول کرتے سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کھانا ہے جبکہ عامر اسے دیکھ رہا تھا۔ "سنیے" کچھ دیر بعد ثانیہ نے اسے پکارا۔ "جی سنائیے" اس نے اپنے دھڑکتے دل پر قابو پاتے نرمی سے اسے جواب دیا۔ "وہ کیا۔۔میں۔۔بریانی۔۔کھا۔۔سکتی ہوں" ثانیہ نے کسی بچے کی پوچھا تو اسکے چہرے پر مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "جی آپ کھا سکتی ہیں اور کچھ کھانا ہے" اس نے نرمی سے پوچھا تو اس نے پہلے ہاں میں پھر نا میں سر ہلایا جس پر وہ ہولے سے ہنس دیا۔ اسکے ہنسنے پر ثانیہ کا چہرہ سرخ ہوا جسے دیکھ اس نرمی سے اسکا سر سہلایا۔ "بتائیں اور کیا کھانا ہے۔ آپکو خود کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میری بیوی ہیں اور مجھ سے فرمائشیں کرنے کا آپکو پورا حق ہے" اس نے کہا تو ثانیہ کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیلی۔ "وہ مجھے۔۔ملک۔۔کیک بھی۔۔کھانا ہے" ثانیہ نے کہا تو اسے کیک شاپ کا واقعہ

یاد آیا جب کیک شاپ پر ان دونوں کی ٹرے ایکس چینج ہو گئی تھیں اور پھر اپنا کیک اور ہاٹ چاکلیٹ دیکھتے اس کی آنکھیں چمکیں تھیں۔ ”ٹھیک ہے میں منگواتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں آجائے گا تب تک میں آپکے لیے فروٹس لاتا ہوں“ عامر نے کہا اور کھڑا ہوا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ عامر اسکے سر ہلانے پر مدھم سا مسکرایا اور دروازہ کھولتے باہر نکل گیا جبکہ ثانیہ بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی اس کا رویہ سوچ رہی تھی۔ وہ اسکی زندگی میں ایک زبردستی کا اضافہ تھی لیکن پھر بھی وہ اسکا یوں خیال رکھ رہا تھا گویا وہ اسکی پسندیدہ عورت ہو۔

”کیسی ہو مہر“ مریم نے مہرماہ کو گلے لگاتے کہا جو ابھی ضرار کے ساتھ آئی تھی۔ ”ٹھیک ہوں میمی تم کیسی ہو“ مہرماہ نے مسکراتے پوچھا۔ ابھی انکی پہلی کلاس سٹارٹ ہونے میں ٹائم تھا تبھی وہ ایک خالی کلاس میں بیٹھی باتیں کر رہی

تھیں۔ ”میں بھی ٹھیک ہوں۔ طبیعت کیسی ہے تمھاری“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ٹھیک ہوں اب تو الحمدللہ۔ تم وہ چھوڑو یہ بتاؤ کل میں نے بُلایا تھا آئی کیوں نہیں“ مہرماہ نے پوچھا تو مریم اسے دیکھنے کی بجائے۔ ”کل طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی“ مریم نے کہا تو مہرماہ پریشان ہوئی۔ ”کیوں کیا ہوا طبیعت کو بتایا کیوں نہیں“ مہرماہ نے پریشان ہوتے پوچھا۔ ”مہر میں ٹھیک ہوں۔ بس ہلکا سا بخار ہوگیا تھا۔ سائیں نے میڈیسن دی تو ٹھیک ہوگئی تھی“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”کیا کوئی بات ہوئی ہے جس سے تمھیں بخار ہوا تھا۔ بھائی کے ساتھ جھگڑا تو نہیں ہوا“ مہرماہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا لیکن اسکی نظریں مہرماہ کی طرف نہیں تھیں جس پر مہرماہ نے اسے دیکھا جسکا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ کچھ چھپا رہی تھی۔ ”میمی تم کچھ چھپا رہی ہو نا“ مہرماہ نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا جس پر مریم نے نگاہیں چُراتے نفی میں سرہلایا۔ ”میمی سچ بتاؤ کیا ہوا ہے“ مہرماہ نے اب کی بار سختی سے

پوچھا۔ ”کچھ نہیں ہوا مہر“ مریم نے مدھم آواز میں کہا تو مہرماہ اسکا چہرہ چھوڑتے کھڑی ہوئی جس پر مریم نے اسے دیکھا۔ ”کیا ہوا کہاں جارہی ہو“ مریم نے فوراً پوچھا۔ ”کلاس میں جارہی ہوں“ مہرماہ نے عام سے لہجے میں جواب دیا تو مریم نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ ”مہر“ مریم نے دوبارہ پکارا۔ ”مریم اگر تمھیں چلنا ہے تو آجاؤ۔ میں جارہی ہوں“ مہرماہ نے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ اس نے اسے مریم کہا تھا میمی نہیں مطلب وہ ناراض ہوگئی تھی۔ یہ خیال آتے ہی مریم کی آنکھوں میں آنسو تیرے جسے دیکھ مہرماہ کا دل تڑپ اٹھا تھا جس پر اس نے فوراً بیٹھتے اسے گلے لگایا۔ اپنی جانِ عزیز دوست کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا بھی موت کے مترادف تھا یہ مہرماہ نے صحیح معنوں میں جانا تھا۔ ”سوری ۔۔مہر۔۔ناراض نا۔۔ہو“ مریم نے آنسو بہاتے کہا تو مہرماہ نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ ”میمی یار۔ رونا بند کرو مذاق کررہی تھی میری جان“ مہرماہ نے اسکی کمر سہلاتے کہا۔ ”سچی میں مذاق کررہی تھی نا

"مریم نے تھوڑا سا پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔"ہاں میمی میں مذاق کررہی تھی۔بھلا اپنی جانِ عزیز دوست اپنی بہن سے میں ناراض ہوسکتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"پھر رونا بند کرو نا میری جان پلیز" مہرماہ نے کہا تو اس نے سیدھے ہوتے سوں سوں کرتے اسے دیکھا۔"بہت بُری ہو تم۔بہت زیادہ۔ابھی تم ناراض ہوئی تو مجھے لگ رہا تھا میری جان نکل جائے گی۔بدتمیز لڑکی شرم نہیں آئی مجھے رلاتے ہوئے" مریم نے اپنے آنسو صاف کرتے معصومیت سے کہا تو مہرماہ ہنسی اور پھر اسے گلے لگایا۔"تو اور کیا کرتی تم مجھ سے باتیں چھپا رہی ہو" مہرماہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔وہ بن کہے اسکی پریشانی بھانپ گئی تھی۔مہرماہ کے سامنے اسے کہنے کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی۔وہ ہمیشہ خود ہی سمجھ جاتی تھی۔ وہ مریم کی کسی کا نیکی کا صلہ کا تھی۔"میں چھپا نہیں رہی تھی بس" مریم نے بات ادھوری چھوڑی۔"بس کیا۔سچ بتاؤ کیا ہوا" مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔"سفیان

چوہدری پرسوں گھر آیا تھا" مریم نے کہا تو مہرماہ ساکت ہوئی۔ "کیا وہ سفیان چوہدری" مہرماہ نے جیسے کنفرم کیا ہو۔جس پر اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "وہ کیوں آیا تھا۔کیا بھائی سے اسکی ملاقات ہوئی۔تم نے بھائی کو بتایا" مہرماہ نے کہا تو مریم نے نفی میں سرہلایا۔ "وہ سائیں سے ہی ملنے آیا تھا۔وہ انکا کوئی کلائنٹ ہے۔اس دن وہ گھر آیا اور پھر" مریم نے آہستہ آہستہ اسے اس دن والی ساری بات بتائی جس پر مہرماہ بھی پریشان ہوئی۔ "میمی مجھے لگتا ہے تمھیں بھائی کو سب بتا دینا چاہیئے" اس کی ساری بات سنتے مہرماہ نے کہا تو مریم کی آنکھیں نم ہوئیں۔ "مہر انھیں کیا بتاؤں۔یہ کہ میں ایک غیر مرد کے ڈر سے پچھلے سات آٹھ مہینوں سے چھپ کر اسلام آباد بیٹھی ہوں اور آج وہ شخص ہمارے گھر آگیا ہے یا یہ بتاؤں کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں سائیں وہ سب سنتے مجھے چھوڑنا دیں" مریم نے کہا تو مہرماہ نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ "میمی بھائی تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔وہ کبھی تمھیں نہیں چھوڑیں گے اور اس

سب میں تمھاری غلطی تو نہیں ہے نا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن اگر سائیں نے مجھے غلط سمجھا تو میں کیا کروں گی مہر۔ میرے پاس چند گِنے چُنے رشتوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے اگر ان میں سے ایک بھی مجھ سے چھِن گیا تو میں کیا کروں گی مہر۔ اور سائیں تو سب سے ضروری ہیں۔ وہ میری سانسوں سے زیادہ ضروری ہیں مہر۔ اگر انھوں نے مجھے چھوڑ دیا تو میں مر" مریم کی بات پوری ہونے سے پہلے مہرماہ نے اسے گلے لگایا۔ "میری جان اللہ نا کرے۔ ایسے نہیں کہتے۔ تم اللہ پر بھروسہ رکھو۔ انشاءاللہ کچھ بُرا نہیں ہوگا اور شہریار بھائی کبھی تم سے دور نہیں جائیں گے نا ہی تمھیں خود سے دور کریں گے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "مجھے اللہ پر بھروسہ ہے مہر۔ پر ایک ڈر ہے جو میرے دل میں سانپ کی مانند کنڈلی مار کر بیٹھ گیا ہے۔ اور سائیں پر بھی یقین ہے مجھے پر اس ڈر کا کیا کروں" مریم نے کہا تو مہرماہ نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "تم کچھ نا کرو بس اللہ سے دعا کرو۔ اور کوشش کرو

شہریار بھائی کو اس بارے میں بتا دو۔باقی میں تو تمھارے ساتھ ہوں ہی" مہرماہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ اسکی آخری بات پر وہ مسکرائی۔"ٹھیک ہے۔پر وعدہ کرو ایسے ہی رہو گی ہمیشہ اپنی میمی کے ساتھ "مریم نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔"پکا وعدہ میری جان" اس نے کہا تو وہ مسکرائی جس پر مہرماہ بھی مسکرائی۔وہ ایک دوسرے کا غم ایک لمحے میں دور کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔انکے دل میں محبت اللہ نے ڈالی تھی۔وہ دونوں ایک دوسرے کیلئے کسی نعمت سے کم نا تھیں۔وہ ایک دوسرے کی Soulmate تھیں۔"چلو کلاس میں چلیں" مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے کھڑی ہوئی جس پر مہرماہ بھی اپنا سامان اٹھاتے اسکے ساتھ بڑھ گئی۔

"کیسا گزرا دن "ضرار نے اس:کے ہاتھ سے اسکی چیزیں پکڑتے پوچھا جو ابھی آف ہونے سے بیس منٹ بعد سٹاف روم میں آئی تھی۔سٹاف روم میں اس

وقت ان دونوں کے سوا کوئی اور موجود نا تھا۔ "اچھا گزرا تھا۔ آپکا دن کیسا گزرا" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا جسکے چہرے پر موجود تھکاوٹ اور ماتھے پر بکھرے بال اسے مزید پُرکشش بنا رہے تھے۔ مہرماہ کی نظریں اسکی آنکھوں سے ہوتے بار بار اسکے ماتھے پر بکھرے بالوں پر جارہی تھیں۔ اسکا دل چاہ رہا تھا۔ وہ اسکے بالوں کو اپنی انگلیوں سے اس کے ماتھے سے ہٹائے پر شرم آرے آرہی تھی۔ جبکہ ضرار اسکی آنکھوں میں لکھی تحریر کو پڑھتے مسکرایا اور ایک قدم پیچھے ہوتے اسکے سامنے اپنا سر جھکایا جس پر مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "ہٹا لو" ضرار نے اپنے ماتھے پر بکھرے بالوں کی طرف اشارہ کرتے کہا تو مہرماہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر مدھم سا مسکراتے اپنی نازک مخروطی انگلیوں سے اس کے ماتھے سے بال ہٹا گئی۔ جبکہ ضرار آنکھیں موند کر مسکراتے اسکی انگلیوں کا لمس اپنے ماتھے پر محسوس کرتے مسرور ہورہا تھا۔ "ہوگیا" مہرماہ نے مدھم میں کہا اور پیچھے ہوئی تو ضرار مسکرایا۔ "مسز

راجپوت اگر کوئی کام کرنے کا دل کرے تو بلا جھجک کیا کرو۔بیوی ہو تم
میری۔ میری مسز راجپوت جس سے ضرار راجپوت عشق کرتا ہے۔جس کی
دھڑکنوں کے دھڑکنے سے ضرار راجپوت کا دل دھڑکتا ہے۔جس کی خوشبو میں
ضرار راجپوت سانس لیتا ہے۔ جسکے ہونے سے میں ہوں۔جسکا عشق میری
رگوں میں لہو کی مانند دوڑتا ہے" ضرار نے اسکے چہرے پر آئے بال نرمی سے
ہٹاتے کہا تو اسکی پلکیں لرزیں جبکہ چہرہ پل میں سرخ ہوا۔ "مسز راجپوت ہم
یونی میں ہیں گھر میں ہوتے تو باخدا آپکے یوں مسکرانے پر میٹھی سی جسارت
کرتا" ضرار نے اسکے کان کے قدرے قریب جھکتے سرگوشی کی تو مہرماہ کا چہرہ
مزید سرخ ہوا۔وہ اس سے نگاہیں ملائے بغیر جھٹکے سے پیچھے ہوئی جس پر ضرار
ہنس دیا۔ "گھ۔۔گھر چلیں" مہرماہ نے بامشکل اپنی شرم پر قابو پاتے کہا تو وہ
مسکرایا اور اسکا ہاتھ تھامتے باہر بڑھا۔ "پرفیسر ضرار" ابھی وہ مہرماہ کا ہاتھ
تھامے باہر نکلا ہی تھا جب اسے پیون نے پکارا۔ "یس" ضرار نے مُڑتے پیچھے

دیکھا جہاں سے سے پیون چلتا اسکی طرف آرہا تھا۔ "پروفیسر ضرار آپکو وائس چانسلر بلا رہے ہیں "پیون نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "وہ اب تک یہیں ہیں" ضرار نے پوچھا تو اس نے جی کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ جانتا تھا وائس چانسلر نے اسے اس روز کلاس روم والے واقعے کے متعلق پوچھنے کیلئے بلانا تھا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ میں آتا ہوں" ضرار نے کہا تو پیون ہاں میں سر ہلاتے بجائے جانے کے سٹاف روم میں چلا گیا۔ "ضار۔ انھوں نے آپکو کیوں بلایا ہے" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر ضرار نے اسے دیکھا جبکہ مہرماہ کو یوں ضرار کو اتنے پیار اور حق سے پکارتے دیکھ پیون کے کان کھڑے ہوئے۔ "میرا بچہ۔ بس ایسے ہی بلا رہے ہیں۔ آؤ انکی بات سنتے ہیں پھر گھر چلیں گے" ضرار نے کہا مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار اسکا چھوڑے بغیر ہی اسے لیے وائس چانسلر کے آفس کی طرف بڑھ گیا جو کہ اوپر والی چھٹی منزل پر تھا جبکہ وہ اس وقت سیکنڈ فلور پر تھے تبھی وہ لفٹ کی طرف چلنے

لگا۔ ”ضار مجھے لفٹ میں ڈر لگتا ہے“ مہرماہ نے اسے لفٹ کے سامنے رکتے دیکھ کہا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ ”میرا بچہ کیوں ڈر لگتا ہے میں ہوں تو پاس“ ضرار نے اسے حصار میں لیتے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ ”پر ضار میرا دم گھٹتا ہے لفٹ میں“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے جسے دور سے آتے پیون نے دیکھا تھا۔ ”مجھ پر بھروسہ ہے روحِ من“ ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔ ”جی ہے“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”پھر چلو“ ضرار کہتے اسکے ساتھ لفٹ میں داخل ہوا اور بٹن دبایا جس پر لفٹ کا دروازہ بند ہوا۔ ”پروفیسر“ دروازہ بند ہوتے ہی مہرماہ نے اسکی بازو سختی سے پکڑی اور آنکھیں موندتے اسے پکارا۔ ”پروفیسر کی جان میں یہیں ہوں۔ ریلیکس“ ضرار نے نرمی سے اس سے بازو چھڑاتے اسے سینے سے لگایا اور نرمی سے اس کے بال سہلانے لگا جس پر مہرماہ پُرسکون ہوئی اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ ”ماہ ہم پہنچ گئے“ تھوڑی دیر بعد لفٹ رکتے کھلی تو ضرار نے

اسے پکارا جس پر وہ سیدھی ہوئی اور اسے دیکھا تو ضرار نے مسکراتے اسکا ہاتھ تھامتے باہر بڑھ گیا۔ "میں بھی جاؤں گی آپکے ساتھ اندر" مہرماہ نے اسکو کیبن کا دروازہ نوک کرتے دیکھ پوچھا۔ "جی میری کانچ کی گڑیا۔ تم بھی میرے ساتھ جاؤ گی" ضرار نے محبت سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کم ان" اسکے دروازہ نوک کرنے پر اندر سے آواز آئی تو ضرار اسکا ہاتھ تھامے ہی اندر داخل ہوا جہاں سامنے ہی وائس چانسلر اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ "اسلام علیکم" تنویر صاحب ضرار نے اندر داخل ہوتے کہا۔ "وعلیکم اسلام مسٹر ضرار بیٹھیں۔ اور مس مہرماہ اچھا ہوا آپ بھی آگئیں۔ میں آپ کے فادر کو بلانے والا تھا پر آپ آگئیں تو آپ سے ہی بات ہوجائے گی" وائس چانسلر نے کہا تو ضرار مہرماہ کا ہاتھ چھوڑے بغیر کرسی پر بیٹھا جبکہ خلیل صاحب کے ذکر پر مہرماہ نے ضرار کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی جس پر ضرار نے نرمی سے اس کے ہاتھ کی پشت کو نرمی سے سہلایا۔ "تنویر صاحب مہرماہ کے فادر کی دیتھ ہوگئی ہے

اور اس کے متعلق آپکو جو بھی بات کرنی ہے آپ مجھ سے کرسکتے ہیں" ضرار نے کہا تو وائس چانسلر نے اسے دیکھا۔"پر میں آپ سے کیوں کروں۔مجھے انکے بارے میں انکے کسی بڑے یا فیملی میمبر سے بات کرنی ہے" اس نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔"آپکو کیا بات کرنی ہے آپ مجھ سے کریں یہ میری ب "ضرار کی بات پوری ہونے سے پہلے وائس چانسلر بول اٹھا۔"مسٹر راجپوت مجھے انکی فیملی سے بات کرنی ہے۔آپ سے نہیں کیونکہ جو اس لڑکی کی حرکتیں ہیں وہ صرف اس کے گھر والے ہی قابو کرسکتے ہیں۔اور پلیز آپ اس لڑکی سے دور رہیں آپکا کوئی معاملہ نہیں ہے۔پر اس لڑکی کی حرکتوں کی وجہ سے میری یونی کی عزت خراب ہوجائے گی۔اسکو تو میں ایکسپل کرنے لگا ہوں لیکن اگر آپ مزید بولے تو آپکو بھی فارغ کردوں گا" اس نے سختی سے کہا تو ضرار کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوئیں جبکہ مہرماہ نے بے یقینی سے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جو اسکے کردار کے بارے میں کیا کہہ رہا تھا۔"اپنی بکواس بند

رکھیں" اسکے کسی بھی ردِ عمل دینے سے پہلے ہی ضرار ٹیبل پر ہاتھ مارتے دھاڑا تھا جس پر مہرماہ جہاں سہمی تھی وہیں وائس چانسلر بھی لرزا تھا بلکہ پورے آفس کی در و دیوار کانپ اٹھی تھی۔ "چلانے سے کچھ نہیں ہوگا مسٹر راجپوت۔یہ لڑکی پوری ایک رات آپکے ساتھ ایک کلاس روم میں رہی ہے اور آپ" اسکی بات پوری ہونی سے پہلے ضرار اسکی بات کاٹ گیا۔ "یہ کوئی عام یا غیر لڑکی نہیں ہے سمجھے۔یہ میری بیوی ہے۔اس لڑکی میں میری جان بستی ہے شریکِ حیات ہے یہ میری کسی غیر کے ساتھ نہیں تھی یہ "ضرار نے کہا تو وائس چانسلر نے آنکھیں پھیلاتے ان دونوں کو دیکھا۔ "بیوی؟" وائس چانسلر نے پوچھا تو ضرار نے دانت پیسے۔ "ہاں میری بیوی مہرماہ ضرار راجپوت۔جس سے میرا نکاح بارہ سال پہلے ہوا تھا تو وہ میرے ساتھ ایک تو کیا ہر رات بلکہ ہر دن یا ہر پل بھی ایک ہی کمرے میں یا ایک ہی چھت کے نیچے گزارے تو آپ تو کیا کسی کا باپ بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔اور ایک اہم بات

ضرار راجپوت کسی کی غلامیاں نہیں کرتا اور نوکریاں کرنا تو میں ویسے ہی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر میں یہاں آکر یہ دو ٹکے کی نوکری کر رہا ہوں تو اسکی وجہ صرف میری بیوی مہر ماہ ضرار راجپوت ہے ورنہ جرمنی کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں مجھے کام دینے کو مری جا رہی ہیں لیکن اگر میں اس تھرڈ کلاس یونیورسٹی کو اپنی موجودگی کا شرف بخش رہا ہوں تو اسکی وجہ بس میری بیوی ہے لہٰذا میری بیوی کے بارے میں کوئی بکواس مت کرنا اور تم کیا اسے یہاں سے ایکسپل کرو گے یا مجھے فارغ کرو گے میں خود تمھاری اس یونیورسٹی پر تھوک کر جاؤں گا۔ اور میری بیوی کے بارے میں جو لفظ تم نے استعمال کیے ہیں اس کی قیمت تمھیں اور تمھاری اس دو کوڑی کی یونیورسٹی کو چکانی پڑے گی۔ کل دوپہر بارہ بجے تک اگر یہ یونیورسٹی بند نا کرائی تو میرا نام بھی ضرار دراب راجپوت نہیں بلکہ کل تک تمھارے ہر طرح کے بزنس کو تباہ نا کیا تو میرا نام بدل دینا" ضرار نے کھڑے ہوتے مہر ماہ کو اپنے ساتھ کھڑا کیا اور انگلی

اٹھاتے کہا تو وائس چانسلر کا رنگ اڑا۔وہ ضرار راجپوت تھا۔وہ جانتا تھا وہ صرف کہہ نہیں رہا وہ ایسا کرسکتا ہے۔"مسٹر راجپوت پلیز رکیں" وائس چانسلر نے جلدی سے کھڑے ہوتے کہا۔"میں اس گھٹیا یونیورسٹی اور آپ جیسے گھٹیا شخص کے پاس جسے لڑکیوں کی عزت کرنے کا پتا نا ہو اس کے پاس رکنا اپنی توہین سمجھتا ہوں" ضرار نے کہا تو وائس چانسلر کا رنگ پیلا پڑا۔"مسٹر راجپوت پلیز مجھے معاف کردیں۔میں نہیں جانتا تھا کہ یہ آپکی بیوی ہے مجھے یون اور دو تین پروفیسر نے بتایا ہی ایسے تھا کہ جس میں مہرماہ کا کردار ہی خراب نظر آرہا تھا پلیز" اس نے کہا تو ضرار نے مہرماہ کو دیکھا جو اسے ہی نم آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔"ماہ میں کیا کروں" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا تو مہرماہ نے وائس چانسلر کو دیکھا جو واقعی شرمندہ لگ رہا تھا۔"معاف کردیں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سرہلایا۔"ٹھیک ہے معاف کردوں گا لیکن ایک شرط پر" ضرار نے کہا تو اس نے فوراً ہاں میں سرہلایا۔"کیا شرط ہے بتائیں" وائس

چانسلر نے جلدی سے کہا۔ وہ اس سنہرے موقع کو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ ”میری بیوی سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگو“ ضرار نے ایک ہاتھ پوکٹ میں ارستے کہا جس پر اس نے ضرار کو دیکھا جیسے گویا وہ مذاق کررہا ہوں پر اسکے چہرے پر چٹانوں سی سختی دیکھ وائس چانسلر نے اپنے سامنے کھڑی چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا جس کے لیے ضرار راجپوت اسکا پورا بزنس تباہ و برباد کرنے کو تیار تھا اور اگلے ہی پل ہاتھ جوڑ گیا۔ ”مہرماہ مجھے معاف کردو بیٹا۔ مجھے بولنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا“ اس نے شرمندگی سے کہا تو ضرار کے دل کو سکون ملا۔ ”کوئی۔۔بات نہیں“ مہرماہ نے کہا تو وائس چانسلر نے ضرار کو دیکھا جس نے ہاں میں سر ہلاتے مہرماہ کی بات ماننے کا اشارہ کیا تھا۔ ”جن لوگوں نے میری بیوی کے بارے میں بکواس کی ہے انکا نام مجھے مل جائے ورنہ میری ایک کال کی دیر ہے اور آپ سڑک پر آجائیں گے تنویر صاحب“ ضرار نے کہا اور مہرماہ کے ساتھ

وہاں سے نکلتا چلا گیا۔جبکہ انکے جاتے ہی اس نے سکھ کی سانس لی۔وہ آج اپنی تمام تر دولت گنواتے گنواتے بچا تھا۔

"یہ آج کچن میں سے جنگ لڑنے کی آوازیں کیوں آرہی ہیں" اسد نے شاہجہاں بیگم اور مریم کو دیکھتے کہا جو لاؤنج میں بیٹھیں تھی۔اسکی بات سنتے دونوں کی ہنسی چھوٹی۔ "ارے ہنسے نہیں بتائیں۔یہ برتنوں کے ساتھ جنگ کون کررہا ہے۔یا اللہ خیر لگتا ہے برتنوں نے بھی حملہ کردیا ہے "اسد نے دوبارہ پوچھا عین اسی وقت دو چار چمچ ایک ساتھ گرنے کی آواز آئی جس پر اسد نے ڈرامائی انداز میں دل پر ہاتھ رکھتے ان دونوں کو ہنسنے پر مجبور کیا۔ "ہاہاہاہا اسد بھائی۔کچن میں جنگ نہیں ہورہی بلکہ سائیں کچھ بنا رہے ہیں" مریم نے ہنستے ہوئے کہا تو اسد کی آنکھیں شرارت سے چمکیں۔ "بھائی بنارہے ہیں کچھ" اسد نے کنفرم کیا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا۔ "واہ مزا آئے گا۔میں آتا ہوں دیکھ کر آخر میرے

بھائی کچن کا ستیاناس کرنے کی خاطر کیا کر رہے ہیں" اسد نے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑیں جبکہ اسد سیٹی بجاتے کھڑا ہوا۔ "اسد بھائی میں بھی آؤں" مریم نے جلدی سے کھڑے ہوتے پوچھا۔ "جی بھائی کی گڑیا آجاؤ۔پوچھنے کی کیا ضرورت ہے" اسد نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے کھڑی ہوئی اور اسکے پیچھے بڑھ گئی۔وہ دونوں چلتے کچن میں آئے تو نظر سامنے کھڑے شہریار پر پڑی جو بلیک ٹی شرٹ ساتھ بلیک ٹراؤزر پہنے کمر پر ایپرن باندھے وسک سے باؤل میں کچھ مکس کر رہا تھا جبکہ اس کے آس پاس سامان اچھا خاصا بکھرا پڑا تھا جبکہ کتنے ہی چمچ زمین کو سلامی دے رہے تھے۔ "میں واری جاؤں ایڈوکیٹ صاحب۔ کچن کا ستیاناس کر دیا ہے" اسد نے کچن کے دروازے میں کھڑے ہو کر ہانک لگائی تو شہریار نے مُڑتے اسے گھورا لیکن اسکے ساتھ کھڑی مریم کو نرمی سے دیکھتے مسکراہٹ پاس کر گیا جس پر مریم کے کا چہرہ گلابی ہوا لیکن اسد کی بات پر اسکی ہنسی نکلی۔ "واہ بیوی کو مسکراہٹیں اور بھائی کو گھوریاں۔اللہ میکو اٹھا لیں۔

بھائی بھائی نا رہا "اسد نے ستی ہوئی ہیروئن کی طرح ماتھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو شہریار اب کی سارا کام چھوڑتے سینے پر بازو باندھتے اسے گھورنے لگا جبکہ مریم پیٹ پکڑے ہنس رہی تھی۔ "کیا ہوا بھائی کام کیوں چھوڑ دیا" اسد نے اپنے بتیس دانتوں کی نمائش کرتے پوچھا۔ "کام ضروری تھوڑی ہے۔جناب اسد ملک کی نوٹنکیاں زیادہ ضروری ہیں۔میں نے سوچا پہلے وہ دیکھ لوں کہیں آپکی توہین نا ہوجائے "شہریار نے بھگو کر طنز مارا تو اسد ہنس پڑا جبکہ مریم تو ہنس ہنس کر اب بس گرنے کو تھی۔ "شکریہ شکریہ ایڈوکیٹ صاحب اتنی عزت کا بخشنے کے لیے میں آپکا دل سے شکر گزار ہوں" اسد نے ڈھیٹوں کا سردار بنتے کہا تو شہریار نے ایک چمچ اٹھا کر اسے مارا جو اسد کی بازو پر لگا۔ "ہائے اللہ بھائیییی۔لگتا ہے یار "اسد نے نوٹنکی کی ساری حدیں پار کرتے کہا۔ "اسد اگر تم دو سیکنڈ میں یہاں سے رفوچکر نا ہوئے تو تمھاری بائیک کو تمھاری نظروں کے سامنے آگ لگا دوں گا" شہریار نے چُن کر دھمکی لگائی تو اسد دل کے مقام پر

ہاتھ رکھتے مصنوعی صدمے و غم کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھنے لگا۔

"بھائی" اس نے بھائی کو خاصا لمبا کیا جس پر شہریار نے اسے ایک طرفہ مسکراہٹ پاس کرتے اسکا دل جلایا۔ "اسد جا رہے ہو یا لگاؤں آگ" شہریار نے کہا تو اسد نے منہ بنایا اور پاؤں پٹختے باہر بڑھا لیکن کچن سے کچھ قدم کے فاصلے پر رکا اور پلٹتے اسے دیکھا۔ "اللہ کرے آپکی اولاد بھی آپکی بائیک سوری آپ کی وکالت کی ڈگریوں کو آگ لگانے کی دھمکیاں دے آمین ثم آمین۔یہ اس غریب کا شراپ لگے گا آپکو۔ مجھ معصوم کا دل دکھایا ہے آپ نے۔ میں جا رہا ہوں سَرف کھانے" اسد نے نوٹنکی کرتے کہا تو شہریار نے ہاتھ میں لائٹر پکڑتے جلایا۔ "اچھا جا رہا ہوں سائلنٹ تڑیاں تو نا لگائیں" اسد نے پاؤں پٹختے کہا اور فوراً نو دو گیارہ ہوا جس پر شہریار کا قہقہہ بے ساختہ تھا جبکہ مریم بھی مسکراتے باہر جانے لگی لیکن اسکے باہر نکلنے سے پہلے ہی شہریار ایک جست میں اس تک پہنچتے اسے اپنے حصار میں لے گیا تھا اور ساتھ ہی اسکے چہرے سے نقاب

ہٹاتے اسکے معصوم چہرے کا دیدار کرنے لگا۔ "تم کہاں جارہی ہو" شہریار نے اسکی نازک کمر کے گرد حصار مضبوط کرتے پوچھا تو مریم نے ایک نظر اسے دیکھا لیکن اگلے ہی پل اسکی جذبات سے چور آنکھوں کو دیکھ نظریں جھکا گئی۔ "باہر جارہی ہوں" اس نے مدھم آواز میں کہا تو شہریار نے جھکتے اسکی گردن کو چوم گیا جس پر مریم کا چہرہ سرخ ہوا۔ "اپنے اتنے خوبصورت شوہر کو چھوڑ کر باہر جانا ویسے زیادتی ہے پٹھانی" شہریار نے کہا تو اس نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا جو واقعی بلا کا ہینڈسم تھا۔ "تو یہاں رک کر کیا کروں" مریم نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "کرنا کیا ہے اپنے ہینڈسم پلس محنتی شوہر کو کام کرتے دیکھو۔ اور مجھ سے باتیں کرو تاکہ میں بور نا ہوں" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اچھا اور میں بیٹھوں گی کہاں چیئرز آپ ساری باہر رکھوا چکے ہیں جیسے مہاذ تیار کررہے ہوں۔ شیلف پر آپ نے انڈوں اور برتنوں کی جنگ کرائی ہے اور فرش کے تو کیا ہی کہنے سارے چمچ سجدہ ریز ہوئے پڑے ہیں"

مریم نے مزے سے پورے کچن کی تباہ کن حالت کا بتایا جبکہ شہریار منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا جو پٹر پٹر زبان چلاتے کچن کی حالتِ ناتواں کا بتا رہی تھی۔ "پٹھانی وہ ہوجائے گا صاف۔ تم یہاں بیٹھو اور مجھے کیک بناتے دیکھو" شہریار نے کہتے اسکو کمر کے اطراف سے پکڑتے شیلف پر بٹھایا جو تھوڑا بہت صاف تھا لیکن مریم فوراً نیچے اتری۔ "کیا ہوا" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا جو اب کھڑی کچن کا جائزہ لے رہی تھی۔ "کچھ نہیں ہوا بس یہ چیزیں سمیٹنے لگی ہوں" مریم نے کہا تو اس نے فوراً اسکی بازو پکڑی۔ "نہیں تم رہنے دو ملازمہ کرلے گی" شہریار نے کہا تو مریم نے نرمی سے مسکراتے اسے دیکھا۔ "سائیں میں تھوڑا سا کرلیتی ہوں۔ باقی میڈ کرلے گی۔ پر اتنا سارا کام اگر یونہی چھوڑ کر جائیں گے تو وہ بیچاری تھک جائیں گی" مریم نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ کتنی معصوم تھی وہ۔ سب کا احساس کرنے والی۔ "ٹھیک ہے میری جان لیکن زیادہ نا کرنا بلکہ تم رہنے ہی دو مجھے بتا دو کیسے کرنا ہے میں کرلیتا ہوں" شہریار

نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے کہا تو مریم مسکرائی۔ ”سائیں آپ کیک بنائیں میں کرلیتی ہوں۔ اور اب میں کوئی بات نا سنوں“ مریم نے کہا تو اس نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے لیکن تھوڑا سا“ شہریار نے کہا تو وہ مسکراتے سر کو اثبات میں ہلاتے کام کرنے لگی جبکہ شہریار اب کیک بنانے کے ساتھ ساتھ گاہے بگاہے اس پر نظر ڈال رہا تھا جو کچن کو پہلے جیسا کر رہی تھی۔

”بابا ذان جے تون ایں (بابا جان یہ کون ہیں)“ حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا جو اسے گود میں اٹھائے خلیل صاحب کی مشینیں وغیرہ سیٹ کرواتے اب انکے پاس کھڑا انھیں دیکھ رہا تھا۔ ماہ دیر نے آج صبح ہی ہاسپٹل بات کرکے خلیل صاحب کو گھر شفٹ کرایا تھا۔ وہ اس معاملے میں جھجک رہا تھا پر یشائم نے کہا تھا کہ گھر میں انکا خیال اچھا رکھا جاسکتا ہے اور گھر کے ماحول

میں امید ہے کہ وہ جلدی ٹھیک ہو جائیں جس پر ماہ دیر نے بغیر دیر کیے انھیں گھر شفٹ کیا تھا۔ اس نے اپنے کمرے کے ساتھ والا کمرہ انکے لیے سیٹ کرایا تھا اور تین ملازم اور ساتھ میل نرس اور ڈاکٹرز کی پوری ٹیم کا انتظام کیا تھا جو دن رات انکے پاس ہی رہنی تھی۔ اب وہ خود انکے بے ہوش وجود پر مشینیں سیٹ کرا کر انکے پاس ہی کھڑا تھا جبکہ حوریہ اس کی گود میں تھی اور میشائم نماز پڑھنے گئی تھی۔ اسکے سوال پر ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "بابا ذان بائیں نا جے تون ایں (بابا جان بتائیں نا یہ کون ہیں)" حوریہ نے دوبارہ پوچھا۔ "یہ" ماہ دیر کے منہ سے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا پر نا جانے کیوں بتایا نہیں جا رہا تھا۔ "یہ آپکے دادا جان ہیں حوریہ" وہ ابھی اپنے الفاظوں کو ترتیب دے رہا تھا جب میشائم کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی جس پر اس نے مڑتے اسے دیکھا جو جامنی رنگ کی شلوار قمیض پہنے سر پر سفید حجاب اوڑھے بے حد پُرکشش لگ رہی تھی۔ "دادا ذان تا اوتا اے ماما (دادا جان کیا ہوتا ہے ماما)"

حوریہ نے اپنی بازو واء کرتے اسے اٹھانے کا اشارہ کرتے پوچھا تو میشائم نے مسکراتے اسے اپنی باہوں میں اٹھاتے اسکا ماتھا چوما۔ ”آپکے بابا کے بابا کو دادا جان کہتے ہیں “میشائم نے اسکے بال سنوارتے کہا تو اس نے پہلے خلیل صاحب کو دیکھا پھر ماہ دیر کو ایک نظر دیکھتے میشائم کو دیکھنے لگی۔ ”جے بابا ذان تے بابا ذان ایں اول میلے دادا ایں پھل اپ تے تا ایں (یہ بابا جان کے بابا ہیں اور میرے دادا ہیں پھر آپکے کیا ہیں)“ حوریہ نے پوچھا تو وہ ہنسی جبکہ اسکی معصوم باتوں پر ماہ دیر کے چہرے پر بھی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”یہ میرے بھی بابا ہیں“ میشائم نے کہا تو ماہ دیر مسکرایا جبکہ حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”دادا ذان شوتوں لے ایں (دادا جان سو کیوں رہیں ہیں)“ حوریہ نے خلیل صاحب کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔ ”میری جان وہ سو نہیں رہے۔ وہ بیمار ہیں۔ آپ دعا کریں کہ آپکے دادا جان ٹھیک ہوجائیں“ میشائم نے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا اور آنکھیں بند کرتے اپنی چھوٹی چھوٹی ہتھیلیوں کو

ملاتے دعا کی صورت ہاتھ اٹھاتے منہ میں کچھ کہنے لگی۔وہ دونوں اسے دیکھ رہے تھے جس کے ننھے ننھے لب ہل رہے تھے پر انھیں آواز نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی دیر یونہی کرنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولتے منہ پر ہاتھ پھیرا اور یشائم کی گود سے اترنا چاہا جس پر اس نے نرمی سے اسے زمین پر کھڑا کیا۔نیچے اترتے ہی حوریہ چلتے خلیل صاحب کے قریب بیڈ پر چڑھی اور انکی گال پر ہاتھ رکھتے انکے چہرے پر پھونک مارتے انکے ماتھے پر اپنے ننھے لبوں سے بوسہ دیا تو یشائم اور ماہ دیر مسکرائے۔ماہ دیر نے یشائم کو دیکھا جو خود بھی آنکھوں میں محبت سموئے حوریہ کو ہی دیکھ رہی تھی۔"حوریہ آپ نے کیا کیا ہے ابھی" یشائم نے اس سے پوچھا جو خلیل صاحب کے پاس بیٹھی تھی۔ "لا الہ پل تل دادا ذان پل پھوت مالی اے (لا الہ پڑھ کر دادا جان پر پھونک ماری ہے)" حوریہ نے کہا تو ان دونوں کو ٹوٹ کر اپنی بیٹی پر پیار آیا۔"حوریہ آپکو کس نے سکھایا" ماہ دیر نے حوریہ کی طرف قدم بڑھائے اور نرمی سے اسے

گود میں اٹھاتے اس کے ماتھے پر عین اس کے زخم کے نشان پر لب رکھتے پوچھا۔ ”ماما نے“ حوریہ نے اسکی گال سے گال ٹکاتے اسکی داڑھی کی چبھن پر ہنستے ہوئے کہا۔ ”میں نے“ میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”یش (یس)“ حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا اور ساتھ ہی ماہ دیر کے سامنے اپنی دونوں ہتھیلیاں کیں جس پر وہ مسکراتے باری باری اسکی ننھی ننھی ہتھیلیاں چوم گیا۔ ”ماما نے کیسے سکھایا ہے بتائیں“ ماہ دیر نے اس سے پوچھا۔ ”بابا لات تو دب اپ شو لئے تے تب ماما نے ماج پلی پھل دا تل تے اپ تو ایشے تشی تی تھی جیشے حولیہ نے دادا ذان توتی (بابا رات کو جب آپ سو رہے تھے تب ماما نے نماز پڑھی۔ پھر دعا کر کے آپکو ایسے کسی کی تھی جیسے حوریہ نے دادا جان کو کی)“ حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے مزے سے میشائم کی پول کھولی تو میشائم کا چہرہ پل میں قندھاری ہوا جبکہ ماہ دیر نے گہری مسکراہٹ لبوں پر سجاتے اسے دیکھا جو اب چہرہ چھپانے کو جگہ ڈھونڈ رہی تھی۔ میشائم نے کل رات تہجد

پڑھنے کے بعد ماہ دیر کی گہری نیند کا یقین کرتے اسکے ماتھے پر لب رکھے تھے جسے حوریہ نے دیکھا تھا کیونکہ وہ اس وقت فیڈر پینے کے لیے اٹھی تھی۔ "آہاں اور کیا کیا تھا آپکی ماما نے" ماہ دیر نے حوریہ کی گال پر لب رکھتے میشائم کو دیکھتے پوچھا۔ "اول ماما نے اپ تے بالوں تو ایشے (حوریہ نے اسکے بال سہلاتے میشائم کی نقل اتاری) بی تیا تا (اور ماما نے آپکے بالوں کو ایسے بھی کیا تھا)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر نے میشائم کی طرف دیکھتے آئی برو اچکائی جس پر میشائم چہرہ جھکا گئی جبکہ دل میں اس وقت کو کوس رہی تھی جب اس نے باپ کی چچی کے سامنے یہ سب کیا تھا۔ "اور" ماہ دیر نے دوبارہ پوچھا تو اس سے پہلے حوریہ بولتی میشائم بول اٹھی۔ "میں۔۔آتی ہوں" میشائم نے کہا اور جلدی سے وہاں سے بھاگی جس پر ماہ دیر کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "حور آپ دادا جان کے پاس بیٹھو اور انکا خیال رکھو لیکن ہاں کسی مشین کو ہاتھ نہیں لگانا اوکے بابا ابھی آتے ہیں" ماہ دیر نے اسے خلیل صاحب کے پاس بیڈ

پر بٹھاتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر باہر نکلا لیکن جانے سے پہلے ملازمہ کو اسکے پاس جانے کا کہہ کر گیا تھا۔

"کہاں جارہی ہیں مسز" ماہ دیر نے میشائم کی بازو پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا جو ڈریسنگ میں بند ہونے کی تیاری میں تھی۔ "کک۔۔ کہیں۔۔ بھی۔۔ نہیں" میشائم نے اس سے نظریں چُراتے کیا تو ماہ دیر مسکرایا اور اسکی کمر کے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے کان کے قریب جھکا۔ "کب سے چل رہا ہے یہ سب" ماہ دیر نے سرگوشی کی تو اسکا چہرہ سرخ ہوا۔ "کک۔۔ کیا "میشائم جانتے بوجھتے انجان بنی تھی۔ "کب سے میری نیند کا فائدہ اٹھاتے مجھ پر اپنا حق جتا رہی ہو "ماہ دیر نے اس کی گردن چومتے پوچھا تو میشائم مرنے والی ہوئی۔ "کک۔۔ کل۔۔ ہی۔۔ کیا۔۔ تھا۔۔ سچی "میشائم نے نظریں جھکاتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کل پہلی بار تھا" ماہ دیر نے اس کی ٹھوڑی پکڑتے

پوچھا۔ ”جج۔۔جی“ یشائم نے اسکی لو دیتی نظروں سے ہنوز نظریں چُراتے کہا تو وہ گہرا مسکرایا۔ ”یہی بات میری آنکھوں میں دیکھتے کہو“ ماہ دیر نے اسکی ٹھوڑی پر نرمی سے گرفت مضبوط کرتے کہا تو یشائم کی پلکیں حیا سے جھکیں۔ ”دِیر“ اس نے پیچھے ہونا چاہا پر ماہ دیر کی گرفت مضبوط تھی۔ ”جانِ دِیر میں نے کچھ کہا ہے“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے بغیر کچھ کہے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ”یشی میں کچھ پوچھ رہا ہوں متاعِ جان“ اس نے نرمی و محبت سے کہا تو یشائم نے اپنا چہرہ مزید اسکے سینے میں چھپایا۔ ”جب۔۔بھی۔۔تہجد پڑھنے۔۔آپ سے پہلے۔۔اٹھ جاؤں۔۔بس تب۔۔کرتی ہوں“ یشائم نے ہنوز اسکے سینے میں منہ دیے ہی کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔یشائم کی گھٹی گھٹی آواز اسکے کانوں میں رس گھول گئی تھی۔ ”کیا کرتی ہو“ ماہ دیر نے شرارت سے پوچھا تو اسکا چہرہ مزید سرخ ہوا۔ ”وہی۔۔جو حوریہ۔۔بتا رہی تھی“ اس نے اٹکتے کہا تو ماہ دیر ہنسا اور جھکتے اسکا سر چوم گیا۔ ”اچھا یہاں دیکھو یشی“ ماہ دیر

نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "یشی" ماہ دیر نے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالنا چاہا۔ "دِیر پلیز نہیں "یشائم نے کہا تو وہ رکا۔ "کیوں نہیں۔مجھے تمھارا قوسِ قزح کے رنگوں سے مزین چہرہ دیکھنا ہے" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے گہری سانس بھرتے اس کی خوشبو اپنے اندر اتاری جس سے وہ کچھ پُرسکون ہوئی۔ "یشی مجھے دیکھو نا پلیز "ماہ دیر نے کہا تو اس نے تھوڑا سا پیچھے ہوتے اسے دیکھا جو دیوانہ وار اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا جس پر اس نے فوراً نگاہیں جھکائیں۔ "یشی "ماہ دیر نے اس کی گال پر ہاتھ رکھتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں ۔ "جج۔۔جی "یشائم نے پلکوں کو اٹھاتے گراتے جواب دیا۔ "کچھ بولو گی نہیں آج" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور واپس اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "تہ ډ بربې شرمه یې. ته تل ما مجبوروې چې پټ شم. او زه، بیچاره، د خپل مخ پتولو لپاره دځای په لته کې یم، خو زه لا هم له تا سره مینه لرم.(انتہائی بے شرم ہیں آپ۔مجھے ہمیشہ سمٹنے پر مجبور کردیتے ہیں۔اور میں بیچاری منہ چھپانے

کی جگہ تلاشتی رہتی ہوں پر پھر بھی مجھے آپ سے محبت ہے)" میشائم نے اسکے سینے پر سر رکھے ہی شکایتی مگر محبت بھرے انداز میں کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "اس کا مطلب بتا دیں سرکار" اس نے نرمی سے اس کے بال سہلاتے کہا۔ "آپ بہت خراب ہیں" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ "اتنے بڑے جملے کا اتنا چھوٹا سا مطلب" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی۔ کیا نہیں ہو سکتا؟ کیا میں غلط کہوں گی" میشائم نے گردن اٹھاتے پوچھا۔ اسکی آنکھوں میں ایک مان تھا جسے دیکھ ماہ دیر اندر تک سرشار ہوا۔ اسے اس پر مان تھا بھلا وہ اسکا مان کیسے توڑ سکتا تھا۔ "ہو سکتا ہے متاعِ جان کیوں نہیں ہو سکتا۔ تم کہہ رہی ہو تو ہو سکتا ہے۔ اور تم غلط تھوڑی کہتی ہو" ماہ دیر نے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو وہ کھلکھلائی جس پر وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "تم جانتی ہو میشی" ماہ دیر نے اسکے چہرے پر آئی لٹ کو

پڑے کرتے کہا۔ "کیا" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر وہ دلکشی سے مسکرایا اور اسکے ماتھے پر لب رکھے۔

"Your smile is my favorite sight, the one I can look at forever without blinking."

"(تمھاری مسکراہٹ میرا پسندیدہ نظارہ ہے جسے میں بنا پلک جھپکے تا عمر دیکھ سکتا ہوں)" ماہ دیر نے کہا تو اسکی دھڑکنیں منتشر ہوئیں جبکہ گال بے ساختہ گلابی ہوئے تھے۔جسے دیکھ ماہ دیر مسکرایا اور جھکتے بے حد نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چھوتے سیدھا ہوا۔اسکی جسارت پر میشائم حیا سے سمٹی جس پر ماہ دیر نے نرمی سے اسے سینے میں بھینچ لیا۔

"ثانیہ" عامر نے روم میں داخل ہوتے اسے پکارا جو بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔اس کی آواز پر ثانیہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا جو ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑے اندر داخل ہوا تھا۔انھیں سوات آئے دو دن ہوگئے تھے۔ اور

ان دو دنوں میں عامر نے اسے ایک لمحے کے لیے بھی اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ اپنے کہے مطابق گھر میں ملازمین کا انتظام کر چکا تھا جو ثانیہ کا خیال رکھتے تھے پر عامر اس کے باوجود ثانیہ کی ہر چیز کا خود خیال رکھتا تھا جس پر ثانیہ کا دل الگ طرز پر دھڑکنے لگا تھا جسے وہ ابھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ "جی" اس نے اسے جواب دیا جو اب اس کے سامنے آتے بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ "کھانا کھالیں پھر آپ نے میڈیسن بھی کھانی ہے" عامر نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مدھم سا مسکرایا اور روٹی کا نوالہ توڑتے اسکے منہ کے قریب کر گیا جس پر ثانیہ نے ایک نظر اسے اور ایک نظر اسکے ہاتھ میں موجود نوالے کو دیکھا پھر منہ کھولتے اسکے ہاتھ سے کھانے لگی۔ شادی کے پہلے دن سے ہی وہ اسے خود کھانا کھلا رہا تھا۔ وہ اسے کسی ننھے بچے کی طرح ٹریٹ کر رہا تھا جس پر ثانیہ کو اپنا آپ واقعی ایک بچے جیسا لگ رہا تھا۔ اسکا یوں فکر کرنا، یوں اسکا خیال رکھنا ثانیہ کے دل کو چھو رہا تھا ورنہ کب کسی نے یوں خیال رکھا تھا۔ ایسا نہیں

تھا خلیل صاحب اسکا خیال نہیں رکھتے تھے یا شہریار اسکا خیال نہیں رکھتا تھا پر انکی محبت پر اس نے کبھی توجہ ہی نہیں دی تھی۔تب وہ دولت کے پیچھے بھاگتی تھی پر اب جب دولت کا نشہ اترا تھا تو یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی دلی خوشی کا باعث بننے لگی تھیں۔"آپ۔۔کیوں نہیں کھا۔۔رہے" اسے خود کھانا نا کھاتے دیکھ ثانیہ نے اپنی سوچوں کو جھٹکتے پوچھا تو وہ ایک لمحے کو ساکت ہوا۔آج ثانیہ نے پہلی بار پوچھا تھا ورنہ وہ عموماً اسے کھلانے کے بعد کھاتا تھا لیکن ثانیہ نے کبھی دھیان نہیں دیا تھا اس نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا جو اسکے جواب کی منتظر تھی۔"میں بعد میں کھالوں گا۔آپ کھائیں" عامر نے نرمی سے کہا۔"نہیں۔۔آپ بھی۔۔کھائیں "ثانیہ نے کہا تو اب کی بار اسکا انداز ضدی تھا جسے محسوس کرتے عامر کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے جسے دیکھ ثانیہ کے دل کی دھڑکن منتشر ہوئی تھی۔اس نے بامشکل اپنی نظریں اسکے چہرے سے ہٹائیں۔اس کی مسکراہٹ قاتلانہ تھی۔وہ اپنی مسکراہٹ سے دل لوٹنے

کی صلاحیت رکھتا تھا۔ ”ٹھیک ہے محترمہ۔آپ کہتی ہیں کھا لیتا ہوں۔اور کوئی حکم “عامر نے ایک نوالہ اپنے منہ میں ڈالتے مدھم سا مسکراتے کہا تو اس نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا جس پر عامر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔اس نے مدھم سا سر ہلایا اور اب کی بار اسے کھلانے کے ساتھ ساتھ خود بھی کھانے لگا۔ ”ویسے ثانیہ اگر آپ بُرا نا مانیں تو ایک بات پوچھوں “کچھ دیر بعد کھانے کے خالی برتن سائیڈ ٹیبل پر رکھتے عامر نے پوچھا اور اسے دوائی دی۔

”جی۔۔پوچھیں “ اس نے مدھم آواز میں جواب دیتے دوائی کھاتے گلاس اسے واپس پکڑایا۔ ”آپ کے گھر والے کہاں ہیں۔آپکو اتنے دن ہوگئے ہیں پر ایک بار بھی نا آپ نے انکا ذکر کیا نا کسی نے آپکو کال کی“ عامر نے اسکا چہرہ دیکھتے پوچھا جس پر ثانیہ نے نظریں جھکائیں۔وہ اس سوال سے بچنا چاہتی تھی۔یکدم ہی اسکی آنکھوں میں نمی سی آئی جسے اس نے تیزی سے پلکیں جھپکتے اندر اتارنا چاہا پر آنسو ڈھیٹ بنتے پلکوں کی باڑ توڑتے رخسار پر بہنے لگے جسے دیکھ

عامر کے ہاتھ پاؤں پھولے۔ "ثانیہ رو کیوں رہی ہیں کیا ہوا۔درد ہو رہی ہے"
عامر نے جلدی سے اس کے قریب کھسکتے پوچھا جس پر اس نے بجائے جواب
دینے کے اپنا رونا جاری رکھا۔ "ثانیہ بتائیں کیا ہوا۔ درد ہو رہی ہے بچہ۔یہاں
دیکھیں۔پلیز بتائیں" عامر نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے پوچھا جس پر ثانیہ نے
اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔ "پھر کیا میری بات بُری لگی ہے۔ آئی آیم
سوری۔پلیز رونا بند کریں بچہ۔پلیز پلیز آئی آیم سوری "اس نے نرمی سے کہا
اور اسے سینے سے لگا گیا جس پر وہ اس کی شرٹ مٹھیوں میں بھینچتے رونے لگی۔
"ثانیہ پلیز چُپ کریں۔آئی آیم سوری نا بچہ پلیز۔رونا بند کریں ثانیہ۔آپکے آنسو
مجھے تکلیف دے رہے ہیں" عامر نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے کہا تو ثانیہ
بجائے چپ کرنے کے ہچکیاں بھرتے رونے لگی جس پر عامر کو خود پر غصہ
آیا۔آخر کیا ضرورت تھی اس سے ابھی کوئی سوال کرنے کی۔عامر نے نرمی
سے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے اپنے سینے سے نکالتے سامنے کیا

تو اسکے دل میں ٹیس اٹھی۔اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا جبکہ ناک رونے کے سبب سرخ ہوگئی تھی۔آنکھوں کے پپوٹے سوجھ گئے تھے جبکہ بال چہرے سے چپک گئے تھے جنھیں اس نے نرمی سے اس کے چہرے سے ہٹایا۔"ثانیہ یہاں دیکھیں مجھے" اس نے نرمی سے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے پکارا تو اس نے اپنی نم آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔اسکی ہچکیاں ہنوز جاری تھیں۔"ثانیہ شش چپ چپ کچھ نہیں ہوا۔بس بیٹُو روتے نہیں ہیں۔چپ کریں اچھے بچے ایسے نہیں روتے شاباش بس رونا بند کریں" اس نے نرمی سے اسے بچوں کی طرح پچکارتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی جسکی آنکھوں میں فقط اسکے لیے فکر تھی۔اسکی آنکھوں میں جھلکتی فکر دیکھ اس نے بغیر کچھ کہے اس کے سینے پر سر ٹکا دیا جس پر عامر ایک پل کو ساکت ہوا لیکن اگلے ہی پل اسکے گرد حصار باندھتے اسکے بال سہلانے لگا۔ثانیہ کے آنسو اب رک گئے تھے پر اسکی مدھم ہچکیاں ابھی بھی جاری تھیں۔"میرے گھر والوں کے بارے میں جاننا ہے نا

آپکو" کچھ دیر بعد ثانیہ کی مدھم سی آواز اس کے کانوں میں پڑی جس پر اس نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا جو چہرہ جھکائے ہوئے تھی۔ "اگر آپکو نہیں بتانا تو کوئی بات نہیں۔بس رویا مت کریں "عامر نے نرمی سے کہا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو فکر مندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "کیا حال کرلیا ہے آپ نے اپنی آنکھوں کا ثانیہ۔اگر کوئی بات نہیں کرنی تو منع کردیا کریں پر خدارا یوں رویا نا کریں "اس نے نرمی سے اسکی پوروں کو انگلیوں سے سہلاتے کہا۔اسکے لہجے میں خفگی تھی جسے وہ محسوس نا کرسکا پر ثانیہ نے اسے محسوس کیا تھا۔ "چلیں اب لیٹیں۔آرام کریں کچھ دیر" عامر نے نرمی سے اسے لٹانا چاہا پر وہ اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کر گئی جسکا صاف مطلب تھا وہ پیچھے نہیں ہونا چاہتی۔ "کیا ۔۔میں ایسے نہیں۔۔رہ سکتی۔۔کچھ دیر "ثانیہ نے کسی بچے کی طرح اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے نرمی سے ہاں میں سر ہلایا اور اس کا سر سہلانے لگا جس پر وہ پُرسکون ہوتے اسکے سینے سے لگے یوں بیٹھی تھی جیسے

کسی گمشدہ بچے کو ماں کی آغوش مل گئی ہو۔ ”میرے گھر والوں میں ۔۔ میرے بابا میری ماما ایک چھوٹی بہن اور ایک بڑے بھائی ہیں۔ بابا مجھے بچپن میں بہت پیار کرتے تھے اور میں بھی بابا سے۔ بابا ابھی بھی کرتے ہیں پر میں نا جانے کب ان سے دور ہو گئی۔ ماما میری سگی ہیں پر میرے بہن بھائیوں کی نہیں۔ وہ مجھ سے پیار نہیں کرتی یا شاید کرتی ہیں میں نہیں جانتی پر مجھے انکی آغوش میں کبھی بھی سکون نہیں ملا اور میرے بھائی انھیں میں نے بس ایک بار دیکھا تھا اسکے بعد وہ سب کو چھوڑ کر چلے گئے اور“ ثانیہ نے اسکے سینے سے لگے ہی آہستہ آہستہ بولنا شروع کیا جس پر عامر نرمی سے اسکے بال سہلاتے اسے سن رہا تھا۔ ”اور؟“ عامر نے اسکے یوں رکنے پر پوچھا۔ ”آپ وعدہ کریں۔۔ مجھے بُرا نہیں۔۔ سمجھیں گے اور مجھ۔۔ سے نفرت بھی نہیں۔۔ کریں گے“ ثانیہ نے اپنا ہاتھ اسکے سامنے پھیلاتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔ وہ ایسا کیا بتانے لگی تھی پر اسکی آنکھوں میں موجود ڈر اور بے قراری کو دیکھ عامر نے ہاں میں سر ہلاتے

اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے وعدہ کیا جس پر ثانیہ کچھ پُرسکون ہوئی اور واپس اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔ اسکا حصار تمام دردوں کی دوا لگتا تھا۔ اسکا حصار محفوظ پناہ گاہ لگتا تھا۔ ایسا جہاں اسے کوئی دکھ درد چھو بھی نا پائے۔ جہاں سارے زمانے کی اذیتوں سے وہ بچ سکتی تھی۔ "میں آپ سے کبھی نفرت نہیں کر سکتا ثانیہ۔ آپ میری بیوی ہیں۔ آپ سے نفرت کرنا میرے لیے شرمندگی سے ڈوب مرنے کا مقام ہے" اس نے نرمی سے کہا تو وہ مزید پُرسکون ہوئی۔ "میری ایک چھوٹی بہن بھی ہے۔ جو مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اور آپکو پتا ہے شروع میں، میں بھی اس سے پیار کرتی تھی پر ماما نے کہا وہ سوتیلی ہے اور سوتیلوں سے پیار نہیں کرتے۔ پھر ماما اسکو مارتی تھیں اور مجھے بھی کہتی تھی تو میں بھی اسے مارنے لگی اور ایک وقت ایسا آیا کہ اسے نیچا دکھا کر اسے مار کر اسکو اذیت دے کر مجھے سکون ملنے لگا پر آج اپنا رویہ سوچ کر شرمندگی ہوتی ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ اسکے جھکے سر کو دیکھنے لگا۔ "آپکو پتا ہے۔ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی

پر ماما کہتی تھیں اگر میں ایسا نہیں کروں گی تو وہ بابا کو مجھ سے چھین لے گی تو میں اسی ڈر میں اس پر ظلم کرتی چلی گئی۔آپ کو پتا ہے وہ بہت معصوم ہے ایک دم بچوں جیسی۔پر پتا نہیں کیوں میں اس پر ترس نا کھایا حتیٰ کہ مجھے تکلیف ہوتی تھی جب میں اسکے ساتھ بُرا کرتی تھی" ثانیہ کے آنسو مسلسل اسکا سینہ بھگو رہے تھے۔"اگر آپکو تکلیف ہوتی تھی تو آپ کیوں مارتی تھی اسے "اس نے نرمی سے پوچھا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔"ماما مجھے کچھ ایسا کہہ دیتی تھیں جس سے مجھے غصہ آتا تھا اور اس پر اتار دیتی تھی" ثانیہ نے کہا تو اسے سارا معاملہ سمجھ آیا۔اس کی ماں اس سے سب کچھ کرواتی تھی۔"کیا آپ نے کبھی پوچھا نہیں وہ ایسا کیوں کرواتی ہیں آپ سے" اس نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"وہ کہتی تھیں کہ اس کی ماما نے انکا گھر خراب کیا ہے اور میرے بابا کو بھی چھینا ہے تو ان سے نفرت کرنی ہے اور میں کرنے بھی لگی لیکن جب سب سے دور ہوئی تو مجھے سب سے زیادہ اسکی یاد

آئی کیونکہ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اور آپکو پتا ہے جس ماں کے لئے سب سے دور ہوئی انھوں نے کال کرکے پوچھا تک نہیں کہ میں زندہ ہوں یا مر گئی ہوں" ثانیہ نے کہا تو اسے بے ساختہ اس پر ترس آیا جب اسکے مرنے والی بات سنتے دل تڑپ اٹھا تھا۔ "شش ایسے نہیں کہتے بیٹُو۔غلط بات اللہ کو یہ بات بلکل پسند نہیں ہے۔اور آپکی بہن سے میں آپ کو اس سے ملوا دوں گا چپ کریں "اس نے پیار سے کہا۔ثانیہ کا یوں مرنے کا کہنا اسکی جان نکال گیا تھا۔ "پکا آپ ملوائیں گے "اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "جی میں ملوا دوں گا۔اب بس اور نہیں رونا ایسے طبیعت خراب ہو جائے گی۔اب بس سوجائیں تھوڑی دیر۔اتنا چھوٹو سا بچہ ہیں آپ اور اتنی ساری باتیں دل میں چھپا کر بیٹھی ہیں غلط بات ہوتی ہے" عامر نے نرمی سے اسکے ناک پر چٹکی کاٹتے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی جبکہ اس کے گال گلابی ہوئے۔ "شاباش ایسے ہی ہنسا کریں۔اب لیٹیں یہاں آرام کریں" اس نے نرمی سے اسے اپنے

پاس لٹایا اور خود بیٹھے ہی اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا جس پر ثانیہ آنکھیں موند گئی۔ ”سنیے“ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی جب ثانیہ نے اسے پکارا۔ ”جی سنائیے“ اس نے اسے دیکھتے جواب دیا۔ ”آپ جائیں گے تو نہیں نا“ ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ آپکے ہی پاس ہی رہوں گا سو جائیں“ اس نے کہا اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے اپنا پہلا عقیدت سے بھرپور لمس چھوڑا جس پر ثانیہ کا دل شدت سے دھڑکا جبکہ چہرہ پل میں گلابی ہوا تھا۔ دھڑکنیں تو عامر کی بھی منتشر ہوئیں تھی جبکہ اسکو اپنے کان کی لویں گرم ہوتی محسوس ہوئیں۔ اس نے بے ساختہ یہ حرکت کی تھی۔ وہ نہیں جانتا کیوں پر وہ اسے اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلانا چاہتا تھا۔ اس نے چہرہ جھکاتے ثانیہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی لیکن اس کے دیکھنے پر سختی سے آنکھیں میچ گئی جس پر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

"عائشہ" تنزیل بیگم نے اسے پکارا جو اسد کی گاڑی میں بیٹھنے والی تھی جبکہ اسد گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ "جی ماما" اس نے مڑتے انھیں دیکھا جبکہ اسد بھی انکی طرف متوجہ ہوا۔ "آج جلدی آجانا واپس" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے انھیں نا سمجھی سے دیکھا جبکہ اسد کو انکا یوں کہنا سمجھا گیا تھا کہ وہ پھر کوئی ایسی بات کرنے والی ہیں جس سے اسد کا دماغ گھومتا۔ "کیوں ماما خیریت" اس نے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔ "ہاں بچے سب خیریت ہے۔ بس آج مسز طارق نے تمھیں اور مجھے گھر دعوت پر بلایا ہے۔ کل شعیب کی واپسی ہے نا تو وہ چاہتی ہیں کہ سب تھوڑا سا ٹائم ایک ساتھ سپینڈ کرلیں۔ تو تم ایک کام کرنا کہ چار بجے تک آجانا۔ میں ڈرائیور کو بھیج دوں گی" تنزیل بیگم نے کہا تو اسد نے مٹھیاں بھینچی جبکہ عائشہ نے نامحسوس انداز میں اسد کی آستین کو پکڑتے کچھ کہنے کو لب واء کیے لیکن اس کے بولنے سے پہلے ہی اسد بول اٹھا۔ "آنٹی

عائشہ نہیں آسکے گی۔آج ایک اہم میٹنگ ہے جہاں سے ہم لوگ آٹھ بجے فارغ ہوں گے۔ میں نے ضرار بھائی کو کل ہی بتا دیا تھا۔شاید وہ آپکو بتانا بھول گئے ہوں گے" اسد نے کہا تو تنزیل بیگم نے اسے دیکھا جبکہ عائشہ اسکے بولنے پر پُرسکون ہوئی۔اسد کے ہوتے بھلا کوئی کام کیسے خراب ہو سکتا تھا۔وہ جانتی تھی وہ سنبھال لے گا۔"تو پھر عائشہ آج تم نا جاؤ"تنزیل بیگم نے اسد سے نظریں ہٹاتے عائشہ کو دیکھتے کہا تو اسد نے عائشہ کو دیکھا جو اب مٹھی بناتے اپنی ہتھیلی میں ناخن گاڑھ رہی تھی جس پر اسد نے گہری سانس بھری۔وہ جانتا تھا وہ جب بھی پریشان ہوتی تھی وہ اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتے اپنی ہتھیلی میں ناخن گاڑھنے لگتی تھی۔اسکو یوں اپنی ہتھیلی زخمی کرتے دیکھ وہ نامحسوس انداز میں نرمی سے اسکے ہاتھ کو تھامتے سہلانے لگا جس پر وہ پل میں پُرسکون ہوئی۔"میں عائشہ کا بوس ہوں آنٹی۔اور معذرت آج میں اسے آف نہیں دے سکتا۔میری آج ایک بہت ضروری میٹنگ ہے اور عائشہ کا

وہاں ہونا ضروری ہے" اسد نے احترام سے کہا۔ "میٹنگ انتظار کر سکتی ہے" تنزیل بیگم نے اسے دیکھتے کہا۔ "جی آنٹی کر سکتی ہے۔پر یہ میٹنگ نہیں۔اسی میٹنگ کی وجہ سے میں نے انکل کو کہہ کر عائشہ کو اپنے آفس بلایا تھا اور اب اسکی موجودگی ضروری ہے کیونکہ سارا کام اسے ہی پتا ہے۔عین ٹائم پر میں چینج نہیں کر سکتا۔سوری پر میں عائشہ کو آف نہیں دے سکتا اگر آپ کل بتاتی تو شاید میں کچھ کر لیتا" اسد نے کہا تو تنزیل بیگم نے کچھ کہنا چاہا پر عائشہ بول اٹھی۔

"ماما۔آج آپ اکیلی چلی جائیں۔میں پھر کسی دن چلی جاؤں گی۔آج کا کام واقعی ضروری ہے ورنہ میں آف لے لیتی" عائشہ نے انھیں دیکھتے کہا تو تنزیل بیگم نے اسے دیکھا۔ "لیکن عائشہ میں انھیں کہہ چکی ہوں کہ تم بھی آؤ گی" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور اسد کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالتے انکی طرف بڑھی۔ "ماما پلیز" اس نے جاتے انکا ہاتھ تھاما تو وہ نرم پڑیں۔ "پر بچے اچھا نہیں لگتا" انھوں نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے کہا۔ "ماما

بس آج انھیں کہہ دیں کام واقعی ضروری ہے ورنہ میں آجاتی پلیز نا" عائشہ نے لاڈ سے کہا تو وہ مسکرائیں اور اسکا ماتھا چومتے ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "ٹھیک ہے لیکن اپنا خیال رکھنا "تنزیل بیگم نے کہا تو وہ انکی گال پر لب رکھتے ہاں جی کہہ گئی۔ "چلو اب جاؤ "تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے گاڑی میں بیٹھی جس پر اسد نے دروازہ بند کیا اور دوسری طرف سے آتے گاڑی میں بیٹھتے گاڑی زن سے بھگا گیا جبکہ تنزیل بیگم نے آیت الکرسی پڑھتے ان دونوں پر پھونکی اور اندر بڑھ گئیں۔

"شہزادی یہ تمھاری ماما کیوں میرے پیار کی دشمن بنی ہیں" اسد نے اس کے ہاتھ کو تھامتے نرمی سے اس کی ہتھیلی سہلاتے پوچھا جہاں وہ کچھ دیر پہلے اپنے ناخن گاڑھ رہی تھی۔وہ ساتھ ایک ہاتھ سے گاڑی بھی چلا رہا تھا۔ "وہ کب دشمن بنی ہیں" عائشہ نے حیرت سے پوچھا۔ "یار ہر وقت تمھاری شادی کرانے

کے خواب دیکھتی رہتی ہیں" اسد نے منہ بناتے کہا تو عائشہ ہنسی۔ "اب ماں ہیں تو ایسے ہی خواب دیکھیں گی نا" عائشہ نے مسکراہٹ دباتے کہا تو اسد نے اسے مصنوعی گھورا۔ "میری بیوی کے بارے میں ایسے خواب دیکھ رہی ہیں وہ" اسد نے خاصا بُرا مناتے کہا تو عائشہ قہقہہ لگا گئی۔ "ہاہاہاہا اسد کبھی کبھی آپ کتنی کیوٹ حرکتیں کرتے ہیں" عائشہ نے کہا تو اسد مسکرایا۔ "کبھی کبھی کرتا ہوں بس؟" اسد نے شوخ ہوتے پوچھا۔ "نہیں زیادہ تر کرتے ہیں پر کبھی کبھی زیادہ کرتے ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تشکر شہزادی" اس نے نرمی سے کہا اور اسکی طرف جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے سیدھا ہوا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا اسد بات سنیں" عائشہ نے اس کے سیدھے ہوتے اسے پکارا۔ "جی میری شہزادی کہو" اس نے ہنوز اسکا ہاتھ سہلاتے کہا۔ "اسد آج ہم کب تک فارغ ہوں گے" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "پانچ بجے تک خیریت" اسد نے پوچھا تو اس نے اداس سا منہ بناتے نفی میں سر ہلایا۔ "کیا

ہوا میری جان" عائشہ کو یوں ایک دم سے اداس ہوتے دیکھ اسد نے تڑپ کر پوچھا۔ "وہ اسد" عائشہ نے بات ادھوری چھوڑی۔ "وہ کیا میرا بچہ بتاؤ" اس نے نرمی سے پوچھا۔ "وہ اسد کل جو میں نے ڈریس پہننا ہے نا" عائشہ نے پھر بات کو روکا۔ "ہمم آگے" اسد نے نرمی سے پوچھا جبکہ اسکی یوں بچوں والی حرکت پر چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "تو اس ڈریس کے ساتھ کے جھمکے نہیں ہیں میرے پاس۔ واپسی پر مال جانا ہے۔ تو آپ مجھے لے کر جائیں گے نا" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "جی میرا بچہ ضرور لے کر جاؤں گا اور کچھ" اس نے نرمی سے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے جس پر وہ کھلکھلائی۔ "ٹھیک ہے اور آئس کریم بھی کھلائیں گے" عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں ضرور کھلاؤں گا اور لنچ بھی باہر ہی کریں گے" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی جس پر اسد بھی مسکراتے گاڑی آفس کی پارکنگ میں روکتے باہر نکلا اور اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ بھی باہر نکلتے اسکے ساتھ

اندر کی جانب بڑھی۔وہ دونوں چلتے سیدھا لفٹ میں داخل ہوئے اور لفٹ سے سیدھا اسد کے کیبن میں آئے۔"شہزادی مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے"آفس میں داخل ہوتے ہی اسد نے اس سے کہا۔"کیا" عائشہ نے کہا تو اس نے اسے قریب کرتے حصار میں لیا۔"شہزادی۔ضرار بھائی آنٹی سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔میری کل رات ان سے بات ہوئی ہے اور بھائی کہہ رہے ہیں وہ کل اپنے ولیمے کے بعد ہمارے نکاح کے بارے میں سب کو بتائیں گے۔تو پینک نا ہونا کیونکہ ساری بات ہماری موجودگی میں ہی ہوگی" اسد نے کہا تو اسکے چہرے کا رنگ اڑا۔"عائشہ۔میرا بچہ میں وہیں ہونگا تمھارے پاس۔پریشان نا ہو"اسد نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"پر اسد ماما" عائشہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما اور نرمی سے اسکے ہونٹ چھو گیا جس پر عائشہ کا چہرہ سرخ ہوا۔"وہ کچھ نہیں کہیں گی شہزادی" اسد نے اسکی گال سہلاتے کہا۔"پر اسد ماما ناراض تو ہونگی نا۔ہم نے اتنی بڑی بات

چھپائی ہے ان سے" عائشہ نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "وہ نہیں ہونگی اور اگر ہونگی بھی تو ہم انھیں منا لیں گے نا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "آپ وہیں ہونگے نا میرے پاس" عائشہ نے پوچھا تو اس نے اسے سینے سے لگاتے اسکا سر چوما۔ "جی میرا بچہ میں وہیں ہوں گا تمھارے پاس۔ بس پریشان نا ہو" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا جس پر اسد بھی اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔

"سائیں کتنے کیوٹ تھے نا اماں سائیں" مریم نے ہاتھ میں پکڑے پُرانے فوٹو ایلبم میں لگی تین سالہ شہریار کی تصویر کو دیکھتے شاہجہاں بیگم سے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سرہلا گئیں۔ وہ اس وقت شاہجہاں بیگم کے پاس بیٹھی شہریار اور اسد کی بچپن کی تصویریں دیکھ رہی تھی اور ساتھ اپنے سائیں کی خوب تعریفیں کررہی تھی جس پر شاہجہاں بیگم مسکرا کر رہ جاتیں۔ "ہاں وہ

بہت پیارا تھا اور اب بھی ہے ماشاءاللہ "انھوں نے پیار سے کہا تو مریم مسکرائی اور ہاں میں سر ہلایا۔ "اماں سائیں اس میں بس سائیں اور اسد بھائی کی تصویریں ہیں۔باقی سب کی کہاں ہیں۔ میرا مطلب آپکی سائیں کے بابا کی اور انکی ماما کی" مریم نے ایلبم بند کرتے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔ "میرے بیڈ کے نیچے ایک چھوٹا سا صندوق ہے۔اس میں دو ایلبم ہونگیں۔وہ نکالو میں دکھاتی ہوں۔ لیکن وعدہ کرو اس صندوق کا شہریار کو نہیں بتاؤ گی" انھوں نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پر سائیں کو کیوں نہیں بتانا اماں سائیں" مریم نے اچنبھے سے پوچھا۔ "کیونکہ وہ چیزیں جو صندوق میں ہیں وہ اس کے ماضی سے جُڑی ہیں۔جس کا ذکر اسے نہیں پسند۔اس لیے بس اسے نا بتانا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور فوراً بیڈ سے اترتے اس صندوق کو نکالتے اسے کھول گئی۔صندوق کو کھولتے ہی اسکی نظر بچوں والے کپڑوں پر پڑی۔جہاں قریباً دو سالہ بچے کے پانچ سات آوٹ فٹس تھے ساتھ ہی چھوٹی

چھوٹی جرابیں، ٹوپیاں، فیڈر اور چھوٹی سی پشاوری چپل بھی تھی۔ ”اماں سائیں یہ کس کے کپڑے ہیں سائیں کے یا اسد بھائی کے“ مریم نے ایک ڈریس ہاتھ میں نکالتے پوچھا جسے دیکھ شاہجہاں بیگم کی آنکھوں میں اذیت در آئی۔ یہ جسکے تھے اس سے انکے اور باقی بڑوں کے علاوہ سب بچے ہی انجان تھے اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اب گزرے وقت کا کوئی ذکر ہو۔ ”یہ شہریار کے ہیں“ شاہجہاں بیگم نے نرمی سے ان کپڑوں پر ہاتھ پھیرتے کہا تو مریم مسکرائی۔ ”اللہ اللہ یہ کتنے پیارے ہیں“ مریم نے مسکراتے کہا تو وہ با مشکل مسکرائیں۔ ”ہاں۔ مریم اسے رکھ دو ایلبم نکالو۔ یہ نا ہو شہریار آجائے“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور جلدی سے دو بھورے کوور والے ایلبم نکال گئی۔ ”اب دکھائیں اماں سائیں“ اس نے جلدی سے صندوق میں کپڑے رکھے اور بیڈ پر انکے پاس بیٹھتے بولی۔ ”یہ دیکھو یہ عزیز ہے میرا اکلوتا بیٹا اور شہریار اور اسد کا باپ“ شاہجہاں بیگم نے تصویر میں نظر آتے

لگ بھگ پینتیس سالہ شخص کی تصویر دکھاتے کہا۔ ”اللہ اللہ بابا کتنے پیارے تھے اماں سائیں“ مریم نے عزیز ملک کی طرف دیکھتے کہا جو بے حد وجیہہ تھے بس انکا رنگ کافی گہرا تھا انکا رنگ شہریار کی نسبت بھی کافی گہرا تھا اور انکی آنکھیں چاکلیٹ براؤن تھیں۔ ”ہاں بہت پیارا تھا بس اسکا رنگ اپنے باپ جیسا گہرا تھا جو اسکی بدقسمتی کا باعث بنا“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ ”اماں سائیں کیسی بدقسمتی“ مریم نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ ”بچے اسکا رنگ ہی وجہ بنا تھا جس وجہ سے شہریار کی ماں نے اسے چھوڑا تھا“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے غور سے انکی تصویر کو دیکھا۔ ”لیکن بابا بہت خوبصورت ہیں اماں سائیں۔یہ بلکل سائیں کی طرح لگتے ہیں انتہائی پُرکشش“ مریم نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں جبکہ چہرے پر مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔وہ جانے انجانے شہریار کی تعریف کرگئی تھی۔ ”اور یہ شہریار کی ماں ہے۔میری بہو طوبیٰ عزیز ملک“ انھوں نے ایک ستائیس سالہ عورت کی تصویر کی طرف

اشارہ کرتے کہا جو بے حد خوبصورت تھیں بلکل آسمان سے اتری حور کی طرح۔بس انکا رنگ شہریار کے جیسا سنہرا تھا جسے سب کالا سمجھتے تھے پر وہ گندمی رنگت کا مالک تھا اپنی ماں کی طرح۔انکا چہرہ اسد بھائی سے مشابہت رکھتا تھا۔اماں سائیں یہ تو کتنی پیاری ہیں بلکل کسی پری کی طرح" مریم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"پیاری تو طوبیٰ واقعی بہت تھی پر اسکا یہ غیر معمولی حسن اسے بے وفا بنا گیا۔اور اسکی بے وفائی میرے بیٹے کو کھا گئی" شاہجہاں بیگم نے آبدیدہ کہا تو اس نے انکے گرد بازو باندھے۔وہ شہریار کے پورے ماضی سے تو واقف نہیں تھی پر طوبیٰ ملک کی بے وفائی کے قصے کا شہریار سے سن چکی تھی۔"اماں سائیں پلیز روئیں نا۔بابا کو اللہ نے یقیناً جنت میں رکھا ہوگا پلیز آپ ایسے اداس نا ہوں ورنہ میں بھی رو دوں گی اور اگر سائیں پوچھیں گے نا کہ کیوں روئی تو میں کہوں گی آپ نے رلایا ہے انکی پٹھانی کو۔پھر اپنے ویمپائر پوتے کو جواب آپ خود دیں گی" مریم نے انھیں چپ کراتے

شرارت سے دھمکی لگائی تو وہ ہنس پڑیں۔ ”میں نہیں ڈرتی تمھارے سائیں سے“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ انکی گال پر لب رکھ گئی۔ ”میں کونسا ڈرتی ہوں اماں سائیں“ اس نے کہا تو وہ پھر ہنس پڑیں۔یہ لڑکی انکے پوتے کیلئے ہی نہیں انکے بھی غموں کا مرہم بن کر آئی تھی۔ ”میں پھر شہریار کو بتا دوں کہ تم نہیں ڈرتی“ اس سے شاہجہاں بیگم نے کہا تو اسکی آنکھیں پھیلیں۔ ”اماں سائیں تھوڑا سا تو ڈرتی ہوں آپ کے ویمپائر پوتے سے۔اب آپ میرے ساتھ ایسا کریں گی“ مریم نے کہا تو وہ پھر ہنسیں جس پر مریم مسکرائی اور انکے گلے لگی۔ ”آپ اداس مت ہوا کریں اماں سائیں۔مجھے بلکل اچھا نہیں لگتا“ مریم نے کہا تو انھوں نے اسکے سر پر بوسہ دیا۔ ”اچھا میری جان اب نہیں ہوتی اداس چلو بس سیدھی ہو۔ سینٹی نا ہو باقی تصویریں نہیں دیکھنی میرے ویمپائر پوتے کے آنے سے پہلے“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ سیدھے ہوتے ہاں میں سر ہلا گئیں۔جس پر اسے سب کی تصویریں دکھانے لگی۔ ”اسد بھائی کا رنگ آپکے

جیسا ہے اماں سائیں "مریم نے شاہجہاں بیگم کی جوانی کی تصویر کو دیکھتے کہا۔ انکا رنگ دودھ جیسا سفید تھا۔ "ہاں اسد کا رنگ میرے جیسا ہے (اور اسکا بھی)" شاہجہاں بیگم نے آخری بات دل میں کہی تھی۔ "اماں سائیں یہ آپکی گود میں بچہ کون ہے۔یہ سائیں یا اسد بھائی تو نہیں ہیں" مریم نے انکی گود میں ایک سرخ و سپید ڈیڑھ سالہ بچے کو دیکھتے پوچھا تو وہ ان کے چہرے سے ایک سایہ سا گزرا۔ "یہ میری ایک رشتے دار کا بیٹا ہے" شاہجہاں بیگم نے اس بچے کی تصویر کو دیکھتے کہا جن میں انکی جان بستی تھی۔ "ماشاءاللہ کتنا پیارا بچہ ہے" مریم نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگیں۔ "تھا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "تھا مطلب؟" مریم نے پوچھا۔ "یہ اس تصویر سے چھ ماہ بعد اللہ کو پیارا ہوگیا تھا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو مریم کو دکھ ہوا۔ "اللہ اسے جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین" مریم نے کہا تو وہ آمین کہہ گئیں۔ "ہاہاہا یہ سائیں ہیں" مریم نے اگلی تصویر دیکھتے کہا جہاں دو سالہ شہریار کو بلی والا رومپر پہناتے

اسکے چہرے پر کاجل سے بلی جیسی مونچھیں اور ناک بنایا تھا۔ "ہاں"
شاہجہاں بیگم نے مسکراتے کہا تو وہ ہنسی۔ "اماں سائیں یہ تصویر میں لے لوں
پلیز" مریم نے اس تصویر کی طرف اشارہ کرتے بچوں کی طرح کہا تو وہ ہنستے ہاں
میں سرہلاتے تصویر نکالتے اسے پکڑا گئیں جسے پکڑتے اسکا چہرہ کھل
اٹھا۔ "پٹھانی" ابھی وہ کچھ مزید بولتی کہ باہر سے شہریار کی آواز آئی جس پر
شاہجہاں بیگم نے ایلبم تکیے کے نیچے کیے۔ "میں جاتی ہوں۔یہ نا ہو سائیں یہاں
آجائیں۔ اور کسی ملازمہ کو بھی بھیج دیتی ہوں وہ یہ سب سمیٹ دے گی" مریم
نے جلدی سے چپل پہنتے کہا اور سر پر ڈوپٹہ اوڑھتے باہر نکل گئی۔جبکہ اس کے
جاتے ہی شاہجہاں بیگم نے ایلبم نکالتے اس بچے کی تصویر کو دیکھا جو انکی گود
میں بیٹھا تھا۔ "تمھاری دادی کو تمھاری بڑی یاد آتی ہے لڈو" شاہجہاں بیگم نے
اس بچے کی تصویر پر ہاتھ پھیرتے کہا جبکہ انکی آنکھ سے ایک آنسو نکلتا اس بچے
کی تصویر پر گرا تھا۔ کچھ راز تھے ماضی کے جن سے صرف وہ واقف تھیں۔

"پٹھانی۔پٹھانی کہاں ہو" شہریار اوپر سیڑھیوں کے دہانے پر کھڑا اونچی اونچی آواز میں اسے پکار رہا تھا۔"سائیں میں یہاں ہوں" مریم نے شاہجہاں بیگم کے کمرے سے نکلتے اوپر کی جانب بڑھتے کہا۔"کب سے بُلا رہا ہوں پٹھانی۔کہاں تھی "اسکے اپنے قریب پہنچتے ہی شہریار نے اسکا ہاتھ تھامتے شکایتی انداز میں کہا جس پر مریم مسکرائی جبکہ تصویر والا ہاتھ وہ کمر کے پیچھے چھپا چکی جسے شہریار نے دیکھ کر بھی ان دیکھا کیا تھا۔وہ جانتا تھا وہ اسے روم میں جا کر ضرور کوئی سرپرائز دے گی۔"میں اماں سائیں کے پاس تھی" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے لیے روم میں داخل ہوا۔ا"ماں سائیں کے پاس جایا کرو لیکن جب میرا واپسی کا ٹائم ہو تب روم میں رہا کرو۔تم جانتی ہو نا واپس آتے ہی میں جب تک تمھیں سینے سے نا لگاؤں میری تھکاوٹ نہیں اترتی" روم میں داخل ہوتے ہی شہریار نے اسے حصار میں لیتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے

پر دونوں ہاتھ رکھ گئی جس پر شہریار اسکا سر چومتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔ "جانتی ہوں بس آج اماں سائیں کے پاس بیٹھی تو وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔ کل سے دھیان رکھوں گی" مریم نے کہا تو اس نے تھوڑا سا پیچھے ہوتے اس کی طرف دیکھا عین اسی وقت اسکی نظر مریم کے ہاتھ میں موجود تصویر پر پڑی جو وہ اسکے سینے پر رکھے ہوئے تھی۔ "یہ کیا ہے" شہریار نے اس تصویر کو دیکھتے پوچھا۔ "یہ گئس کریں کیا ہے" مریم نے وہ تصویر اپنے پیچھے کرتے کہا۔ "ایک تصویر ہے" شہریار نے کہا تو مریم نے اسے گھورا جس پر شہریار نے ڈرنے والی ایکٹنگ کرتے اسکے چہرے پر آئی لٹ ہٹائی۔ "تصویر ہے یہ تو بچے کو بھی دکھ جائے گا۔ یہ بتائیں یہ کس کی تصویر ہے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تمھاری؟" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "مہر گڑیا کی؟" شہریار نے دوبارہ تُکہ لگایا تو اس نے ماتھے پر ہاتھ مارتے نفی میں سر ہلایا۔ "مہر کی نہیں ہے کسی اور کی ہے" مریم نے کہا تو اس کے

ماتھے پر بل نمایاں ہوئے لیکن اگلے ہی پل اسکے چہرے پر شناسائی کا تاثر نمایاں ہوا۔ "میری؟" شہریار نے پوچھا تو اس نے پورے جوش و خروش سے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی آپکی ہے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسے دیکھا۔ "کیا میری چھپ چھپ کر تصویریں اکٹھی کرنے لگی ہو" شہریار نے شرارت سے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جبکہ اسکے گال گلابی ہوئے تھے جسے دیکھ وہ ہنس پڑا۔ "اماں سائیں سے لے کر آئی ہوں۔ دکھاؤں آپکو" مریم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر مریم نے تصویر اسکی آنکھوں کے سامنے کی جسے دیکھ شہریار کی آنکھیں پھیلیں۔ "یہ میں ہوں" شہریار نے جیسے کنفرم کیا۔ "جی یہ آپ ہیں کتنے کیوٹ ہیں نا" مریم نے کہا تو اس کی گردن سرخ ہوئی جسے اس نے ہاتھ سے رب کیا۔ "کیوٹ تو نہیں ہوں۔ عجوبہ لگ رہا ہوں" شہریار نے خفت سے کہا۔ "اللہ اللہ سائیں ایسے تو کہیں۔ اتنے کیوٹ ہیں آپ" مریم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان کیوں نا کہوں۔ کہاں سے کیوٹ لگ

رہا ہوں میں" شہریار نے کہا تو اس نے اسے گھورا۔ "اس تصویر میں دیکھیں کتنے پیارے ہیں آپ" مریم نے دفاع کرتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا میری رگِ جاں اگر تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں" شہریار نے اس کے سامنے ہاتھ کھڑے کرتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "شاباش۔ خبردار اب آپ نے کبھی بھی میرے سائیں کے بارے میں ایسا بولا تو" مریم نے انگلی اٹھاتے وارن کیا تو وہ ہنسا اور اس کی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ "میڈم اب ایسا نہیں ہوگا۔ اپنے غلام کو اس گستاخی کیلئے معاف کردیں" شہریار نے کہا تو وہ کھلکھلائی۔ "اچھا جائیں معاف کیا" مریم نے کہا تو نرمی سے اسکی گردن چوم گیا۔ "شکریہ پٹھانی۔ اچھا یہ بتاؤ کیا کیا آج سارا دن" شہریار نے اسکے بالوں کو نرمی سے سہلاتے پوچھا۔ "کچھ خاص نہیں بس یونی کا کام تھا تھوڑا سا وہ کمپلیٹ کیا۔ کل ولیمے کے لیے سب کے ڈریس آئرن کرائے اور پھر اماں سائیں کے ساتھ بیٹھ کر آپکے بچپن کی تصویریں دیکھیں" مریم نے کہا تو اس نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "اچھا

جی اور مجھے مس نہیں کیا" شہریار نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "نہیں" مریم نے کہا تو اس نے مصنوعی آنکھیں نکالتے اسے دیکھا۔ "کتنی بُری ہو تم پٹھانی" شہریار نے کہتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا تو وہ ہنس پڑی۔ "ما تہ ډیر یادیږي. دومرہ ډیر چې ټوله ورځ به ستا عکسونو ته ګورم او کله ناکله دروازې ته. زه تا ځوروم، خو ته بنه پوهیږې چې ستا پټانۍ تا څومره یادوي. زما بدبختي. خو بیا هم دا بیچاره پټانۍ ستا له مینې څخه ویجاړه شوې ده.(میں نے آپکو بہت یاد کیا۔ اتنا کہ سارا دن کبھی آپکی تصویروں کو دیکھ رہی تھی تو کبھی دروازے کو۔ آپکو تنگ کرتی ہوں پر آپ اچھے سے جانتے ہیں کہ آپکی پٹھانی آپکو کتنا یاد کرتی ہے۔ میرے خراب سائیں۔ پر پھر بھی یہ غریب پٹھانی آپ کے عشق میں تباہ ہوئی پڑی ہے۔)" مریم نے اسکے بال سہلاتے مدھم آواز میں کہا۔ "مطلب" شہریار نے چہرہ اٹھائے بغیر اس کے بالوں سے کھیلتے پوچھا۔ "اسکا مطلب ہے میں نے آپکو مس کیا تھا" مریم نے کہا تو اس کا چہرہ خوشی سے کھلا۔ "سچی" شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں

میں سر ہلایا جس پر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ”میں نے بھی تمھیں بہت مس کیا سکونِ حیات“ اس نے کہا تو مریم مسکرائی۔ ”اچھا چلیں فریش ہو جائیں اور یہ تصویر مجھے دیں یہ میں اپنے پاس سنبھال کر رکھوں گی“ مریم نے کہا تو شہریار نے ہاتھ میں پکڑی تصویر اسے واپس دی جسے وہ مسکراتے فوراً تھامتے واڈروب میں رکھنے چلی گئی۔ ”تمھیں میری بچپن کی تصویریں اتنی پسند ہیں“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا جو اسکی تصویر کو کسی قیمتی چیز کی طرح اپنے کپڑوں میں سنبھال کر رکھ رہی تھی۔ ”جی یہ اتنی پیاری ہے“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تمھیں ایک اور تصویر دکھاؤں اپنی۔ وہ اماں سائیں کے پاس بھی نہیں ہے“ شہریار نے پوچھا تو مریم نے پلٹتے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے واڈروب میں موجود ڈرار کو کھولا اور وہاں رکھی بلیک فائل سے ایک تصویر نکالی۔ ”وعدہ کرو ہنسو گی نہیں۔ یہ میری تب کی فوٹو ہے جب میں دس دن کا تھا“ شہریار نے کہا تو اس نے جلدی سے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ہاتھ سے تصویر پکڑ

گئی جس پر نظر پڑتے ہی مریم کی آنکھوں میں پیار اترا۔ کیونکہ اس تصویر میں دس دن کا شہریار بلیک کلر کی چھوٹی سے شلوار قمیض پہنے عزیز ملک کی گود میں لیٹا تھا۔ "اللہ اللہ سائیں آپ کتنے چھوٹے تھے "مریم نے اس تصویر کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسے دیکھا لیکن اس پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھوں میں شرارت اتری۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان تم ابھی تک کتنی چھوٹی ہو "شہریار نے اسی کے انداز میں کہا تو مریم نے منہ کھولتے اسے گھورا۔ "ویمپائر کتنی بار کہا ہے میری ہائٹ کو کچھ نا کہا کریں" مریم نے ناک کے نتھنے پھلاتے کہا تو وہ مسکراہٹ دبا گیا۔ "چوزی میں نے بھی کتنی بار کہا ہے تھوڑی لمبی ہوجاؤ "شہریار نے کہا تو مریم نے اسے گھورا۔ "لمبے ہونا اتنا آسان نہیں ہوتا" مریم نے کمر پر ہاتھ ٹکاتے لڑاکا انداز میں کہا۔ "ارے کیوں نہیں ہوتا۔ مجھ سے پوچھو لمبا قد کرنا کتنا آسان ہوتا ہے "شہریار نے بھی اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھتے اسی کے انداز میں کہا۔ "اچھا اور وہ کیسے " مریم نے آنکھیں

چھوٹی کرتے پوچھا۔ "ایسے" شہریار نے کہتے ساتھ اسے اسکی کمر کے اطراف سے پکڑتے ڈریسنگ کے سامنے پڑی چئیر پر کھڑا کیا تو مریم کی پلکیں لرزیں جبکہ دل اچانک ہوئی افتاد پر پسلیوں سے ٹکرایا تھا۔ "دیکھا پٹھانی ہو گئی نا تم لمبی" شہریار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "وہ۔۔تو بس عارضی۔۔ہے نا مستقل۔۔ تھوڑی "مریم نے منمناتے کہا تو وہ ہولے سے ہنسا اور اسکی بازو پر لب رکھ گیا۔ "تو میری جان کس نے کہا ہے مستقل لمبی ہونے کو۔ اتنا پیارا ہائٹ ڈیفرنس ہے ہمارا۔ لوگ سڑتے ہیں اس سے۔میں تمھارا لمبا ویمپائر اور تم میری چھوٹی چوزی" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ہاہاہاہا سائیں آپ بھی نا" مریم نے اسے دیکھتے کہا۔ "بہت ہینڈسم ہوں نا" شہریار نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا۔ "جی نہیں بہت خراب ہیں" مریم نے کہا تو اس نے اسے مصنوعی گھورا جس پر وہ پھر ہنسی تو اب کی بار شہریار بھی ہنس دیا۔

"جی موم بس آرہے ہیں" ضرار نے فون پر فردوس بیگم سے بات کرتے کہا جو اسے گھر آنے کا کہہ رہی تھیں جبکہ مہرماہ اسکا ہاتھ تھامے کوریڈور سے گزر رہی تھی۔آج ان دونوں کا ولیمہ تھا لیکن مہرماہ کا ایک ضروری ٹیسٹ ہونے کی وجہ سے وہ دونوں آج بھی یونی آئے تھے۔اب مہرماہ کا ٹیسٹ ہوتے ہی وہ اسے گھر لے جارہا تھا۔"بچے جلدی آؤ۔سب مہمان آنے لگے ہیں" فردوس بیگم نے کہا۔"جی اچھا ماما بس بیس منٹ تک آرہے ہیں" ضرار نے کہا تو وہ جلدی آنے کا کہتی کال کاٹ گئیں۔"کیا کہہ رہی تھیں ماما" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔"وہ ریوٹیشن اور کچھ مہمان آگئے ہیں تو اب ماما کہہ رہی ہیں کہ جلدی گھر پہنچیں۔چار تو بجنے والے ہیں اور سات بجے فنکشن شروع کرنا ہے اور ابھی سو تیاریاں کرنی ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"اسلام علیکم سر۔اسلام علیکم بھابھی" ابھی وہ گراؤنڈ میں پہنچے تھے جب ضرار کے ایک سٹوڈنٹ نے اسے دیکھتے سلام کیا جس پر ضرار مسکرایا پر مہرماہ

کے رخسار اس طرزِ تخاطب پر سرخ ہوئے تھے۔وہ اسکا سینئر تھا پر ضرار کی وجہ سے اسے بھابھی کہہ رہا تھا۔سب سٹوڈنٹس کو انکی شادی کا پتا چل گیا تھا جس وجہ سے آج صبح سے اب تک بہت سے فیلوز اور اس کے سینئرز یہاں تک کہ کچھ ٹیچرز نے بھی اسے بھابھی یا مسز راجپوت کہا تھا جس پر مہرماہ سرخ پڑنے کے سوا کچھ نا کہہ سکی۔"وعلیکم اسلام بچے"ضرار نے نرمی سے جواب دیا۔"کیسے ہیں سر آپ" اس نے پوچھا تو ضرار نے مدھم آواز میں جواب دیا جب کہ مہرماہ اسکا ہاتھ تھامے سر جھکا کر کھڑی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔"چلو اب ہم چلتے ہیں" ضرار نے کچھ دیر بعد کہا تو وہ ضرار کو خدا حافظ بولتے آگے بڑھ گیا جبکہ مہرماہ نے سر اٹھاتے ماتھے پر بل ڈالتے اسے گھورا جس پر ضرار نے محظوظ ہوتے اسے دیکھا جو بلاوجہ اسے گھور رہی تھی۔"کیا ہوا جناب۔میں نے کیا کردیا جو یوں گھور رہی ہو" ضرار نے اسکے ماتھے کے بلوں کو انگلی سے سیدھا کرتے پوچھا۔"آپکی وجہ سے سب صبح سے مجھے بھابھی

بھابھی کہہ رہے ہیں "مہرماہ نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ کھل کر ہنس دیا۔باتیں کرتے کرتے وہ پارکنگ میں آ چکے تھے۔ "میری جند جان یہ تو اچھی بات ہے نا" ضرار نے کہا اور اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ "کوئی اچھی بات نہیں ہے" مہرماہ نے گاڑی میں بیٹھتے چٹخ کر کہا تو وہ پھر ہنسا اور اسکی طرف کا دروازہ بند کرتے دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا۔ "کیوں اچھی بات نہیں ہے جناب" اس نے گاڑی سٹارٹ کرتے پوچھا۔ "ضار پہلے سب مہرماہ کہتے تھے اور اب ایک دم سے بھابھی بھابھی کہنے لگ گئے ہیں۔اب میں پوری یونی کی بھابھی بن گئی ہوں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسے بازو سے پکڑتے نرمی سے اپنے ساتھ لگایا۔ "تو میری جند جان کو یہ اچھا نہیں لگ رہا" ضرار نے نرمی سے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے پوچھا۔ "ایسی بات نہیں ہے۔بس تھوڑا عجیب لگ رہا ہے۔کیونکہ کچھ ٹیچرز نے بھی آج مجھے بھابھی اور مسز راجپوت کہا ہے" مہرماہ نے منہ پھلاتے کہا تو وہ ہنستے اس کا سر چوم

گیا۔ ”روحِ من وہ سب آپکو تنگ کر رہے ہونگے میرا بچہ اور تم میری بیوی ہو تو اس لحاظ سے وہ تمھیں بھابھی کہہ بھی دیں تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر تمھیں نہیں پسند تو میں سب کو منع کردوں گا۔ بس تم اپنا موڈ نا خراب کرو “ضرار نے محبت سے کہا تو مہرماہ نے مسکراتے اسے دیکھا۔ ”کسی کو منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ضار۔ آپ کے نام سے پہچانے جانا میرے لیے شرف کی بات ہے ضار اس نے کہا تو ضرار کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”شکریہ جناب “ اس نے مدھم آواز میں کہا اور جھکتے اسکے لبوں کو چھوا اور اپنی توجہ واپس ڈرائیونگ کی طرف کی جبکہ مہرماہ تو شرم سے دوہری ہوئی اسے دیکھ رہی تھی جو اب یوں ڈرائیونگ کر رہا تھا گویا اس نے کچھ کیا ہی نا ہو۔

"سنیے" ثانیہ نے اسے پکارا جو صوفے پر بیٹھا اپنے فون میں میلز چیک کر رہا تھا۔ "جی بیٹُو سنائیے" اس نے موبائل سائیڈ پر رکھتے اسے دیکھا جو اسکے انداز پر سرخ پڑتے نگاہیں جھکا گئی تھی جس پر وہ مسکرایا اور اٹھتے اسکے پاس آیا۔ "بیٹُو کیا کہنا ہے کہیں" اس نے بیڈ پر اسکے سامنے بیٹھتے نرمی سے پوچھا۔ "وہ باہر موسم بہت اچھا ہے نا" ثانیہ نے بالکونی سے آتی ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرتے کہا۔ "جی بہت اچھا ہے" عامر نے اسکی ہاں میں ہاں ملائی۔ وہ کیا ۔۔ وہ کیا تھوڑی دیر لان میں چل سکتے ہیں" ثانیہ نے اسے دیکھتے کچھ جھجک سے کہا تو وہ مسکرایا۔ ثانیہ نے پہلی بار کوئی فرمائش کی تھی۔ وہ بھلا کیسے اسے منع کر سکتا تھا۔ "جی ضرور۔ آئیں" اس نے کھڑے ہوتے کہا اور اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے بیڈ پر بٹھایا اور زمین پر ایڑھیوں کے بل بیٹھتے بیڈ کے نیچے سے اس کی چپل نکالتے اسکے پیروں میں پہنانے لگا پر اس سے پہلے ہی ثانیہ نے اپنے پاؤں پیچھے کیے۔ "آپ رہنے دیں۔ میں پہن لیتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو

وہ مسکراتے نفی میں سر ہلا گیا۔ ”میں پہنا دیتا ہوں ثانیہ ریلیکس “ عامر نے نرمی سے کہا اور اس کے پاؤں میں چپل پہنانے لگا۔ ”رہنے دیں نا پلیز۔مجھے اچھا نہیں لگ رہا“ ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا جو اب اسکے بائیں پاؤں میں چپل پہنا رہا تھا۔ ”کیوں اچھا نہیں لگ رہا“ اس نے اسکے دونوں پیروں میں چپل پہناتے کھڑے ہوتے پوچھا۔ ”وہ۔۔آپ میرے شوہر۔۔ہیں اور شوہر اگر۔۔بیوی کے پیروں۔۔کو ہاتھ لگائے تو۔۔بیوی کو گناہ ملتا ہے“ ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ کبھی کبھی وہ اتنی معصومیت سے بولتی تھی کہ اسے شک پڑتا تھا کہ وہ پچیس سال کی ہے بھی کہ نہیں۔ ”بیٹُو آپ اتنی معصوم کیوں ہیں“ عامر نے اس کی ناک پر چٹکی کاٹتے پوچھا تو وہ چہرہ جھکاتے مسکرائی جس پر عامر بھی مسکرایا۔ ”سچی کہہ رہی ہوں“ ثانیہ نے کہا تو اس نے ہنستے ہاں میں سر ہلایا اور نرمی سے اس کے سر پر لب رکھتے ایک لمحے کو آنکھیں موندیں اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا جو اب اس کے علاوہ کمرے میں موجود ہر چیز کو دیکھ رہی تھی

جسے دیکھ وہ آسودہ سا مسکرایا۔ ”آپ بہت معصوم ہیں ثانیہ۔ اتنی کہ بعض اوقات آپکو چھونے سے بھی مجھے ڈر لگتا ہے۔ ہمارا رشتہ تین ماہ کا ایک سمجھوتہ ہے۔ پھر کیوں دل آپکو تا عمر پاس رکھنے کی ضد پکڑے بیٹھا۔ آپکی معصوم حرکتیں مجھے دیوانہ کر رہی ہیں۔ ایسا نا کریں بیٹُو مجھے اپنا اسیر نا کریں۔ میں بہت ٹوٹا ہوا شخص ہوں۔ میرا ساتھ آپ کو زخمی کر دے گا بیٹُو۔ خدارا میرے دل میں یوں نا آئیں کہ جب بچھڑنے کا وقت آئے تو میری جان ہی چلی جائے“ عامر نے اسے دیکھتے خود سے دل میں کہا اور گہری سانس بھرتے اسکے سامنے ہاتھ پھیلا گیا۔ ”ثانیہ چلیں“ عامر نے خود کے خیالات جھٹکتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکا ہاتھ تھاما اور کھڑے ہوئی لیکن اچانک اسکا پاؤں اپنی ہی چادر میں الجھا جس سے اسکا بیلنس بگڑا اور وہ گرنے لگی لیکن اس سے پہلے ہی عامر اس کے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کرتے دوسرا ہاتھ اسکی کمر میں ڈالتے اسے جھٹکے میں اپنے قریب کرتے گرنے سے روک گیا۔ اسکے یوں اچانک کھینچنے پر ثانیہ

اسکے سینے سے لگی تھی جس پر ان دونوں کی دھڑکنیں منتشر ہوئی تھیں۔اس کی اتنی نزدیکی پر ثانیہ سانس تک روک چکی تھی جب کہ عامر بھی ڈر ڈر کر سانس لے رہا تھا۔اس نے خود کو بامشکل سنبھالتے چہرہ جھکاتے اپنے بیٹُو کو دیکھا جسکا ماتھا اسکے سینے کو چھو رہا تھا۔ثانیہ اور اسکے قد میں واضح تھا۔وہ اسکے سینے تک آتی تھی۔یہ چیز آج پہلی بار عامر نے نوٹس کی تھی۔عامر کا قد چھ فٹ دو انچ تھا اور ثانیہ کو دیکھ لگ رہا تھا۔اسکا قد پانچ فٹ اور تین چار انچ ہے۔وہ اسکے مقابلے میں ننھی بچی لگتی تھی۔"ثانیہ آپ ٹھیک ہیں" عامر نے بامشکل اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتے اسکے بال سہلاتے پوچھا لیکن ثانیہ خاموش رہی۔"بیٹُو مجھے دیکھیں" عامر نے پیار سے کہا تو اس نے اپنا سرخ چہرہ اسکے سینے سے نکالا لیکن اس نے عامر کی طرف ابھی بھی نہیں دیکھا تھا۔"آپ ٹھیک ہیں بیٹُو" اس نے نرمی سے اسکے بال ہٹاتے پوچھا۔"جج۔۔جی" ثانیہ نے اسکی طرف دیکھے بغیر کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے نرمی سے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے

باہر بڑھا۔اس اچانک افتاد پر ثانیہ نے گھبراتے اسے دیکھا جو اسے لیے نیچے بڑھ رہا تھا۔ ”گھبرایا نا کریں بیٹُو“ اس نے ایک نظر ثانیہ کو دیکھتے مسکراتے کہا تو وہ فوراً اسکی قاتلانہ مسکراہٹ سے نظریں چُڑا گئی جس پر عامر ہولے سے ہنسا اور اسے یونہی پکڑے باہر لان میں آتے اسے صوفہ نما کرسی پر بٹھا گیا جبکہ خود اسکے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے اسے دیکھنے لگا جو آنکھیں موندے تازہ ہوا کو محسوس کررہی تھی۔اس کے ہوا کی دوش پر اڑتے بال جو بار بار اسکے رخساروں پر تو کبھی ماتھے پر بوسہ دے رہی تھیں، اسے نہایت پُرکشش بنا رہے تھے جبکہ اسکے چہرے پر موجود سکون بھری مسکان عامر کی نگاہوں کو بے لگام کرنے کا باعث بن رہی تھی۔عامر کی نگاہیں اسکے چہرے کے نقش نقش کو حفظ کررہی تھیں۔اسکے چہرے کے زخم اب مندمل ہونے لگے تھے پر ان زخموں کے نشانوں نے بھی اس کے حُسن میں رتی برابر کمی نہیں کی تھی۔وہ بے حد خوبصورت تھی۔عامر کو وہ آسمان سے اتری حور کا گماں دے رہی تھی۔یہ شاید

اسکی نگاہوں کی تپش کا اثر تھا جو ثانیہ کی پلکیں لرزیں اور اگلے ہی پل اس نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ اسکے یوں اچانک دیکھنے پر عامر نے ہوش میں آتے نگاہوں کا زاویہ بدلا جبکہ ثانیہ بھی نظریں جھکا گئی۔ عامر نے دل میں خود کو ملامت کی۔ دماغ کہہ رہا تھا کہ اسے یوں اسے ندیدوں کی طرح نہیں دیکھنا چاہیے تھا پر وہ اسکی بیوی ہے وہ اسے دیکھنے کا حق رکھتا ہے دل یہ کہہ کر دماغ کی سوچ کی مخالفت کر رہا تھا پر یہ شادی تو تین ماہ کا ایک کنٹریکٹ تھا۔ جو اس کی مرضی سے ہی بنایا گیا تھا پھر وہ کیوں خود پر سے اختیار کھوتے خود کو ثانیہ کے حوالے کرنے کو تیار کھڑا تھا۔ وہ گہری سوچ میں گم عجیب کشمکش کا شکار تھا۔ "سنیے" ثانیہ نے اسے پکارا پر وہ اپنی سوچوں میں اتنا گم تھا کہ اسے شاید آواز نہیں آئی تھی۔ "سنیے" ثانیہ نے اسے دوبارہ پکارا پر وہ اب کی بار بھی نا سن سکا۔ "عامر سنیے" ثانیہ نے اب کی بار اس کی بازو پر رکھتے اسے پکارا تو وہ ہوش میں آتے اسے دیکھنے لگا۔ "جی بیٹو" اس نے نرمی سے جواب دیا۔ "میں

کب سے آپکو بلا رہی ہوں پر آپ سن ہی نہیں رہے کیا ہوا" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مدھم سا مسکرایا اور نفی میں سرہلا گیا۔ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی دل و دماغ سے سب باتیں غائب ہوتے صرف ثانیہ عامر ملک کی معصوم باتیں اور اسکا بچوں سا انداز رہ گیا تھا۔ "سوری وہ کل ہاسپٹل جانا ہے نا تو اسکا ہی سوچ رہا تھا۔ آپ بتائیں کیا کہہ رہی تھیں" اس نے نرمی سے پوچھا۔ "وہ عامر مجھے مِلک کیک کھانا ہے" ثانیہ نے بچوں کی طرح کہا لیکن عامر کچھ نا بولا۔ وہ تو بس اسکے لبوں سے ادا ہوئے اپنے نام کو سنتے منجمد ہوا تھا۔ کیا اس کا نام اتنا پیارا تھا جتنا ثانیہ کے بولنے پر لگا تھا۔ "عامر" ثانیہ نے دوبارہ پکارا تو وہ ہوش میں آیا۔ "جی۔۔بیٹُو میں منگواتا ہوں" عامر نے کہا تو ثانیہ نے جلدی سے مسکراتے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ بھی سر جھٹکتے مسکرایا اور ملازمہ کو آواز دیتے فریج سے ثانیہ کیلئے مِلک کیک لانے کا کہتے پھر اسے دیکھنے لگا جو اب بیٹھی اپنے کیک کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ بچوں کی طرح معصوم تھی۔ وہ عامر ملک کو

خود کا اسیر کر رہی تھی۔جبکہ دوسری طرف ثانیہ اس شخص کا رویہ سوچ رہی تھی۔وہ کتنا نرم مزاج تھا۔وہ اس کو بچوں کی طرح رکھتا تھا جس سے وہ بلکل بچی بن گئی تھی۔ثانیہ تو اپنے اس روپ سے واقف ہی نہیں۔جسکو عامر نے تراشا تھا۔وہ اس سے فرمائشیں کرتی تھی پر اب اسکی فرمائشوں میں پیسے کا ذکر نہیں ہوتا تھا بلکہ اسکی چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہوتی تھیں۔وہ نہیں جانتی تھی یہ زبردستی کا رشتہ اسکی خوشیوں کی وجہ بن جائے گا۔ثانیہ کی ساری خوشیاں اپنے محرم سے وابستہ ہوگئیں تھی۔

"کیا ہے منہ سیدھا کرلے "شہریار نے اسے دیکھتے مسکراہٹ دباتے کہا تو ضرار نے اسے گھورا۔ضرار اس وقت بلیک پینٹ کوٹ پہنے سٹیج پر بیٹھا تھا۔وہ یہاں بیٹھا کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔ولیمے کا فنکشن بھی لان میں رکھا تھا۔پورے لان کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ساری دیواروں پر سفید

اور پیلی فیری لائٹس لگی تھیں جبکہ آج روف بناتے جھومر بھی لگائے گئے تھے جو انتہائی خوبصورت لگ رہے تھے۔لاؤنج کے مین ڈور سے سٹیج تک ایک راہ داری بنائی گئی تھی جو دلہا دلہن کی اینٹری کیلئے تھی جس پر آٹھ چھوٹے چھوٹے فلاور پوٹ کریکرز لگے تھے۔سب مہمان آ چکے تھے جن میں بس خاندان کے لوگ اور کچھ قریبی دوست احباب شامل تھے۔مردوں اور عورتوں کی سائیڈ آج بھی الگ تھی۔ضرار پچھلے ایک گھنٹے سے تیار ہوا دراب صاحب کے کہنے پر یہاں آکر بیٹھا تھا تاکہ وہ سب لوگوں سے مل لے جب کہ مہرماہ کو ابھی نہیں لایا گیا تھا جس پر اس کا اچھا خاصا موڈ خراں تھا کیونکہ یونی سے واپس آنے کے بعد سے اس نے اب تک مہرماہ کو نہیں دیکھا تھا۔"کیا منہ سیدھا کروں۔تین گھنٹے سے میں نے اپنی بیوی کو نہیں دیکھا اور تو کہہ رہا ہے منہ سیدھا کروں" ضرار کاٹ دار لہجے میں کہا تو شہریار ہنسا جبکہ اسد نے مسکراہٹ دبائی۔شہریار اور اسد اس وقت وائٹ کلر کی شلوار قمیض پہنے بے حد ہینڈسم لگ رہے

تھے۔ ”بھائی میں ابھی آنی سے کہتا ہوں کہ گڑیا کو بلائیں۔ کہیں آپکو وٹامن بیوی کی کمی نا ہو جائے اور آپ بے ہوش ہی نا ہوجائیں پھر کل کی بریکینگ نیوز ہوگی ایک دلہا وٹامن بیوی کی کمی سے اپنے ولیمے والے دن ہوا بیہوش اور مہمان ہوئے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ“ اسد نے کہا تو ضرار نے اسے گھورا جبکہ شہریار ہنستا جارہا تھا۔ ”چھوٹے لگتا ہے عائشہ کو کچھ دن آفس سے چھٹی کرا کر اسکے ماموں کی طرف بھیجنا چاہیئے“ ضرار نے دل جلا دینے والی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے اسد کو دیکھتے کہا تو اسد کی آنکھیں پھیلیں۔ ”ارے بھائی میں تو مذاق کر رہا تھا۔ آپ تو سیریس ہی ہوگئے“ اسد نے کھسیانی ہنسی ہنستے کہا تو ضرار مسکرایا اور شہریار کی طرف دیکھا جو ابھی تک ہنس رہا تھا۔ ”شیری! ماہ کہہ رہی تھی کہ وہ مریم گڑیا کے ساتھ تھوڑا وقت بِتانا چاہتی ہے تو میں سوچ رہا ہوں۔ کل ماہ اور مہر گڑیا کو دو دن کیلئے مری لے جاؤں۔ کیا خیال ہے“ ضرار نے کہا تو شہریار کی ہنسی کو بریک لگی جب کہ آنکھیں خطرناک ترین حد تک پھیلیں۔ ”تو

مذاق کررہا ہے نا "شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "نہیں سیریس ہوں۔ بلکہ مریم عائشہ اور ماہ تینوں کو لے جاتا ہوں ایک ہفتے کیلئے۔ہاں یہ ٹھیک ہے" ضرار نے کہا تو ان دونوں نے تھوک نگلتے اسے دیکھا جو ان کے تاثرات کو انجوائے کررہا تھا۔ "دیکھ ضرار مذاق کو مذاق رہنے دے" شہریار نے کہا تو ضرار نے آئی برو اچکائی۔ "پھر اپنے دانت اندر رکھ اور اسد اپنی چونچ بھی بند رکھنا" ضرار نے کہا تو ان دونوں بھائیوں نے دانت پیسے۔وہ منٹوں میں سامنے والے کی زبان بند کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ "ضرار" ابھی ان تینوں میں سے کوئی مزید بولتا کی فردوس بیگم نے سٹیج پر آتے اسے پکارا۔ انکے پیچھے ہی مریم،تنزیل بیگم اور عائشہ بھی تھیں۔مریم اس وقت آف وائٹ کلر کی لانگ فراک پہنے سر پر حجاب جبکہ چہرے پر نقاب کیے اپنے سائیں کو نئے سرے سے اپنا دیوانہ کرگئی تھی۔اس نے آنکھوں میں صرف ہلکا سا کاجل ڈالا تھا جبکہ جیولری میں بس شہریار کا دیا آیت الکرسی والا بریسلٹ پہنا تھا۔جبکہ عائشہ اس وقت

سکائے بلیو کلر کی لانگ فراک پہنے بے حد پیاری لگتے اسد کے دل کی تاریں چھیڑ گئی تھی۔اس نے ہلکا سا میک اپ کیا تھا جبکہ جیولری میں اس نے بس اسد کے دلائے ہوئے جھمکے اور گلے میں چین پہنی تھی۔ "جی ماما" اس نے فوراً انکی پکار کا جواب دیا۔ "بچے جاؤ مہرو کو لے آؤ" فردوس بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور فوراً سٹیج سے اترتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔اسکی سپیڈ پر اسد اور شہریار زور سے ہنسے جبکہ ان تینوں نے حیرت سے انھیں دیکھا جو پاگلوں کی طرح ایک دم ہی ہنسنے لگے تھے۔ "کیا ہوا بچوں ہنس کیوں رہے ہو" فردوس بیگم نے پوچھا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا جس پر وہ مسکراتے سٹیج سے اتر گئیں۔انکے جاتے ہی وہ دونوں اپنی اپنی بیویوں کی طرف بڑھے۔ "بیک سائیڈ پر آؤ۔میں ویٹ کر رہا ہوں" اسد نے عائشہ کے پاس سے گزرتے سرگوشی کی اور بیک سائیڈ کی طرف چلا گیا۔ "عائشہ کہاں جا رہی ہو" اسکے جانے کے دو منٹ بعد عائشہ سٹیج سے اتری جب تنزیل بیگم نے

پوچھا۔ ”وہ ماما میرا فون اندر ہے وہ لینے جارہی ہوں“ عائشہ نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں جس پر وہ فوراً اندر کی طرف بڑھی۔ اسکا فون اسد کے پاس ہی تھا پر وہ اپنی ماما کو نہیں بتا سکتی جبکہ شہریار اس ساری کاروائی سے انجان اپنی پٹھانی کو دیکھ رہا تھا جو ایک طرف کھڑی سب کو دیکھ رہی تھی۔ ”مریم“ شہریار نے اسکے قریب آتے اسے پکارا۔ ”جی سائیں“ مریم نے پلٹتے اسے جواب دیا۔ ”اپنے خوبصورت شوہر کو چھوڑ کر مہمانوں کو دیکھنے سے گناہ ملتا ہے“ شہریار نے مدھم آواز میں کہا تو اسکے چہرے پر مسکراہٹ بکھری جس پر اس نے چہرہ دوسری طرف موڑا۔ ”یوں شوہر سے مسکراہٹ چھپاتے بھی نہیں ہے بُری بات ہوتی ہے“ شہریار نے کہا تو مریم ہولے سے ہنسی۔ ”اللہ اللہ سائیں آپ کتنے ڈرامے باز ہوگئے ہیں“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اللہ اللہ سائیں کی جان تم کتنی پیاری ہوگئی ہو“ شہریار نے اسی کے انداز میں کہا تو وہ پھر ہنس پڑی جس پر شہریار نے آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکی۔ ”پٹھانی ہنسو

نہیں نظر لگ جائے گی میرا بچہ "شہریار نے سب کی نظروں سے بچتے اسکے سر پر لب رکھتے کہا تو مریم کا چہرہ سرخ ہوا۔ "آہہ اسد" دوسری طرف عائشہ ابھی بیک سائیڈ پر آئی ہی تھی کہ اسد نے اسکی بازو پکڑتے اسے دیوار کے ساتھ لگایا اور اس کے سر کے دائیں بائیں دیوار پر بازو ٹکا گیا۔ "جی میری شہزادی" اسد نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتے نرمی سے جواب دیا۔ "کیا کررہے۔۔ہیں" عائشہ نے نگاہیں جھکاتے پوچھا۔ "اپنی شہزادی کو نہار رہا ہو جانم عاشقی" اسد نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو عائشہ کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جبکہ اسکے یوں جانم عاشقی کہنے پر اسکے رخسار سرخ ہوئے تھے۔ "تم جب شرماتی ہو تب میرا دل کرتا ہے کہ میں تمھیں کہیں چھپا لوں۔یہ نا ہو تمھیں نظر لگ جائے "اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اسد" عائشہ نے یکدم پریشان کن آواز میں اسے پکارا۔ "جی میرا بچہ" اسد نے نرمی سے اپنے سینے میں بھینچتے جواب دیا۔وہ جانتا تھا عائشہ کیا پوچھنے والی ہے۔ "اسد آج

بھائی سب سے بات کریں گے۔مجھے ڈر لگ رہا ہے" عائشہ نے کہا تو اسد نے نرمی سے اسکے بال سہلائے۔"ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں ہوں نا پاس۔کچھ نہیں ہوگا۔ہم نے کچھ غلط نہی کیا عاشُو۔ہم نے نکاح کیا ہے اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر ایک دوسرے کو قبول کیا ہے۔فکر مت کرو کچھ نہیں ہوگا انشاء اللہ" اسد نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر اسد نے جھکتے نرمی سے اسکا سر چوما اور اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔اس بات سے انجان کہ کوئی انکی تصویریں کھینچنے میں مصروف ہے۔"واہ عائشہ میرے بھائی نے تین سال پہلے صرف تمھارا ہاتھ پکڑا تھا اور تم نے نامحرم کا رونا روتے اسے اسد ملک کے ہاتھوں مار پڑواتے زخمی کرایا تھا اور آج یہاں سب سے چھپ کر ایک نامحرم کے گلے لگی ہوئی ہو۔اب بھی میرے بھائی کا پولیس انکاؤنٹر کر چکی ہے۔میرا بھائی بے شک زندہ نہیں ہے لیکن اس دن اسکی جو بے عزتی ہوئی اسکا بدلہ آج تم چکاؤ گی"

عائشہ کی دوست ابیہا جو کہ نبیل کی بہن تھی۔وہ یہاں اپنی ماں کا فون سننے آئی تھی لیکن ان دونوں کو اتنے قریب دیکھ کافی دیر سے انکی تصویریں اتار رہی تھی۔نبیل کے قتل کے اگلے دن ہی ضرار نے ہر نیوز چینل پر نبیل کے بارے میں یہ نیوز چلوائی تھی کہ وہ غیر قانونی چیزوں میں ملوث تھا جس پر پولیس نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑتے اسکا انکاؤنٹر کردیا تھا جس پر نبیل کے والدین نے پولیس کمپلین بھی کرنی چاہی پر ایڈوکیٹ شہریار ملک پہلے سے ہی نبیل کے خلاف پختہ ثبوت پولیس کو دے چکا تھا تبھی انکی کمپلین سبمٹ ہی نا کی گئی جس پر وہ خاموش ہوگئے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے انکا بیٹا غلط ہے۔جبکہ ابیہا تین سال پہلے والے واقعے کی وجہ سے اپنی بچپن کی دوست سے نفرت کرنے لگی تھی اور آج اسے اپنے بھائی کی بے عزتی کا بدلہ لینے کا موقع ملا تھا بھلا وہ ہاتھ سے کیسے جانے دیتی۔اب وہ جانتی تھی اسے یہ تصویریں کسے دکھانی ہیں۔

"ماشاءاللہ "ضرار نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے مہرماہ کو دیکھتے بے ساختہ کہا۔مہرماہ اس وقت بے بی پنک کلر کی میکسی پہنے دلہن بنی اس کے دل پر بجلیاں گرا چکی تھی۔اس کو بیوٹیشن نے بلکل نیچرل میک اپ کیا تھا صرف آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگایا تھا۔جب کہ جیولری میں اس نے بڑے بڑے جھمکے اور چوڑیاں پہنی تھیں۔آج اس کے ہاتھوں میں ضرار کے نام کی مہندی بھی لگی تھی جسکا رنگ خاصا گہرا آیا تھا۔دوسری طرف مہرماہ جو بیڈ پر بیٹھی تھی اسے دیکھ مدھم سا مسکرائی جس پر ضرار مسکراتے اسکے قریب آیا اور جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔"بہت پیاری لگ رہی ہو ماہ "ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو اسکی پلکیں حیا سے لبریز ہوتے رخساروں پر سجدہ ریز ہوئیں جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکی کاجل سے سجی آنکھوں پر نرمی سے اپنا لمس چھوڑ گیا۔"میری جند جان نے آج میری جان سینے میں اٹکا دی ہے" ضرار نے کہا تو وہ شرمگیں سا مسکرائی جس پر ضرار جھکتے اسکی مسکراہٹ چُنی

اور اسکا ہاتھ تھامتے کھڑا کیا۔جبکہ مہرماہ تو اسکی حرکت پر شرم سے مرنے والی ہوئی تھی۔ضرار نے نرمی سے اسکا ہاتھ چھوڑا اور اس سے ایک قدم پیچھے ہٹتے اپنی جیب سے نوٹوں کی موٹی گڈی نکالتے اسکے سر سے وار گیا۔"میری روحِ من کو اللہ ہر بُری نظر سے محفوظ رکھے "ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو مہرماہ نے محبت سے اسے دیکھا جس پر ضرار نے نرمی سے اسکا ماتھا چوما۔"روحِ من باہر چلیں "ضرار نے سیدھے ہوتے پوچھا اور اسکے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا۔"جی چلیں" مہرماہ نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر اسکا ہاتھ تھاما اور اسکے ساتھ باہر کی طرف بڑھ گئی۔ضرار اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے اسے باہر لان میں لایا۔انکے آتے ہی ساری لائٹس کو بند کردیا گیا تھا سوائے فیری لائٹس اور جھومر کی مدھم روشنی کے اور ساتھ ہی کریکرز کو جلایا گیا جو خوبصورت منظر پیش کررہے تھے۔لان کا منظر اس وقت انتہائی پیارا لگ رہا تھا۔سب کی توجہ ان دونوں پر تھیں۔جو ایک ساتھ کھڑے ایک دوسرے کو مکمل کر رہے

تھے۔انھیں دیکھ سب نے آیت الکرسی پڑھتے انکی نظر اتاری جبکہ کچھ حاسدوں نے جلتے منہ بنایا تھا جو ضرار کی زیرک نگاہوں سے بچ نا سکا۔ضرار کے ہاتھ میں مہرماہ کا ہاتھ ضرار کو کل کائنات کا مٹھی میں بند ہونے کے مترادف لگا۔وہ اس کی کل کائنات ہی تو تھی جسکا ہاتھ تھامے وہ آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس نے مہرماہ کی میکسی کو پکڑا تھا تاکہ وہ آرام سے چل سکے۔لان کے عین وسط میں پہنچتے ضرار رکا اور مہرماہ کا ہاتھ چھوڑ گیا جس پر مہرماہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا جبکہ باقی سب بھی اسے دیکھ رہے تھے جو اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے کچھ نکال رہا تھا۔"میری روحِ من کو کسی نظر نا لگے" ضرار نے اپنی جیب سے نوٹوں کی موٹی گڈی نکالتے اس کے سر سے لگائی اور ہوا اچھال گیا جسے دیکھ پورے لان میں ہوٹنگ کا شور اٹھا۔جبکہ بڑے سب مسکرائے تھے۔شہریار اور اسد ایک طرف کھڑے مسکرائے تھے کیونکہ وہ اپنی اپنی بیویوں کا صدقہ پہلے ہی نکال چکے تھے۔ضرار نے ایک بار پھر

یہ حرکت دہرائی اور آگے بڑھتے بغیر کسی کا لحاظ کیے نرمی سے مہرماہ کے ماتھے پر لب رکھے جس پر ایک بار لان میں سب نے ہوٹنگ کی۔یہ ضرار نے حاسدوں کے منہ پر جوتا مارا تھا۔مہرماہ کا چہرہ اس کی حرکت پر سرخ ہوا تھا جبکہ ضرار مسکرایا اور دوبارہ اسکا ہاتھ اور میکسی تھامتے اسے لیے سٹیج کی طرف بڑھ گیا۔اس نے نرمی سے مہرماہ کو لاتے سٹیج پر موجود صوفے پر بٹھایا اور خود اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔انکے بیٹھتے ہی سب مہمانوں نے باری باری سٹیج کا رخ کیا اور ان کو مبارکباد دینے لگے۔سب نے دل کھول کر انکی جوڑی کی تعریف کی تھی جس پر ضرار مسلسل آیت الکرسی پڑھ رہا تھا۔تاکہ انکو کسی کی نظر نا لگے۔"ویسے دراب بھائی۔اس لڑکی کا چہرہ کسی سے ملتا ہے۔نہیں؟"دراب صاحب کی خالہ زاد بہن نے مہرماہ کو دیکھتے کہا جس پر سب نے مہرماہ کا چہرہ دیکھا۔"اچھا شازیہ کس سے ملتا ہے" سوال فردوس بیگم نے کیا تھا۔"اسکا چہرہ پلوشہ سے بہت ملتا ہے۔بلکہ ایسا لگ رہا ہے جیسے پلوشہ ہی بیٹھی ہو۔اسکا

کوئی رشتہ تو نہیں پلوشہ سے" شازیہ بیگم نے کہا تو مہرماہ نے تھوک نگلا جب کہ ضرار نے دراب صاحب کو دیکھا جو مہرماہ کو دیکھ رہے تھے۔ان کے چہرے پر پلوشہ نام سنتے نفرت صاف جھلک رہی تھی۔"ارے پھپھو ایسا نہیں ہے۔ اسکی شکل اپھو سے مل ضرور سکتی ہے۔پر ماہ کا اپھو سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔آپ بھی نا بجائے میری بیوی کو دعا دینے کے کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی ہیں" ضرار نے جلدی سے کہتے سب کا دھیان اس بات سے ہٹایا جس پر سب نے ہاں میں سر ہلایا تو ضرار پُرسکون ہوا۔وہ جانتا تھا بہت سے مہمان یہ بات کہیں گے پر ابھی اسے اس بات کو راز رکھنا تھا۔وہ ابھی کسی قسم کا کوئی تماشہ نہیں چاہتا تھا۔ ابھی ولیمے کے بعد عائشہ اور اسد کے نکاح کا راز کھلنے کے بعد ایک تماشہ لگنا تھا جسے اس نے ہی سنبھالنا تھا تبھی اس وقت وہ نہیں چاہتا تھا کوئی اور بات ہو۔

"اسلام علیکم سر" سامنے کھڑے آدمی نے ماہ دیر کو سلام کیا جو اس وقت اپنی سٹڈی میں بیٹھا تھا۔ "وعلیکم اسلام۔میں نے جو کام کہا تھا وہ ہوگیا" ماہ دیر نے سنجیدگی سے پوچھا۔"جی سر ہوگیا اور سر ایک اچھی خبر ہے "اس آدمی نے کہا تو اس نے آئی برو اچکائی۔"کیسی اچھی خبر" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے اپنے ہاتھ میں موجود فائل اسکے سامنے رکھی جس پر بڑے بڑے لفظوں میں میشائم خان لکھا تھا۔"سر آپکا شک بلکل درست نکلا۔ مسٹر اور مسز خان میم کے والدین ہیں" اس آدمی نے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔"پکی خبر ہے "اس نے پوچھا تو اس نے سر خم کیا۔"سر کیا آج تک کوئی غلط خبر دی ہے آپکو" اس آدمی نے کہا تو ماہ دیر نے ہنستے نفی میں سر ہلایا۔سامنے کھڑا آدمی اسکا سب سے وفادار تھا جسے وہ زیادہ تر اہم کام ہی سونپتا تھا۔اس نے عالمگیر خان اور فہمیدہ خان سے ملنے کے بعد اسے میشائم کا بیک گراؤنڈ پتا کرنے پر لگایا تھا کیونکہ وہ جاننا چاہتا تھا کہ جو وہ سوچ رہا ہے وہ صحیح ہے بھی یا نہیں۔مہر ماہ کو

ڈھونڈنے کا کام بھی اس نے اسی کو دیا تھا۔ ”اور میری بہن کا کچھ پتا چلا“ اس نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی سر پتا لگ گیا ہے۔ سر آپکی بہن اب یونی جانے لگی ہیں۔ اور جس پروفیسر کے ساتھ انھیں دیکھا گیا تھا وہ انکے شوہر ہیں۔ انکا نام ہے مسٹر ضرار دراب راجپوت اور سر آپکی بہن بہت خوش ہیں۔ مسٹر ضرار راجپوت انھیں کسی شہزادی کی طرح رکھ رہے ہیں“ اس آدمی نے کہا لیکن ماہ دیر نے کچھ سنا ہی نا تھا۔ اسکا سارا دھیان تو دراب راجپوت کے نام پر تھا۔ مہر ماہ کی شادی اسکے ماموں کے گھر ہوئی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کیا اسکے یہاں آنے کے بعد سب ٹھیک ہو گیا تھا۔ ”مہر کی شادی ضاری میرا مطلب ضرار دراب راجپوت سے ہوئی ہے“ ماہ دیر نے کنفرم کیا۔ ”جی سر ان سے ہی ہوئی ہے“ اس آدمی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اور سر آج آپکی بہن کا ولیمہ ہے۔ بہت مشکل سے پر میں انکی ایک تصویر حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔ وہ تصویر اسی لفافے میں ہے۔ اس تصویر پر کسی نے نگاہ

نہیں ڈالی" اس آدمی نے ایک خاکی رنگ کا لفافہ اسکی طرف بڑھاتے کہا جسے ماہ دیر فوراً تھام گیا۔ "تم نے یہ تصویر کیسے حاصل کی تم تو صبح سے سوات میں ہی ہو "ماہ دیر نے پوچھا تو مسکرایا۔ "سر میرے آدمی وہیں ہیں اور کچھ فی میل سٹاف بھی انھی کے ذریعے یہ تصویر مجھے بھیجی تھی جسے میں ابھی نکلواتے لایا ہوں" اس آدمی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ۔بہت شکریہ "ماہ دیر نے کہا تو وہ پلٹا لیکن دروازے کے قریب جاتے رک گیا۔ "سر ایک بات اور یاد آئی "اس آدمی نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "سر میم کی ایک جڑواں بہن بھی ہیں اور انکی تفصیل بھی میم کے والدین کی تفصیلات کے ساتھ ہی ہے۔وہ پہلے ایک یتیم خانے میں رہتی تھیں پر اب وہ کہاں ہیں کوئی نہیں جانتا" اس نے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ آدمی باہر نکل گیا۔اس کے جاتے ہی ماہ دیر نے ہاتھ میں پکڑے لفافے کو دیکھا اور کانپتے ہاتھوں سے اسے کھولتے تصویر نکال گیا۔تصویر پر نظر

پڑتے ہی ماہ دیر کی آنکھ سے ایک آنسو پھسلا۔وہ اسکی بہن تھی۔اس کی گڑیا جسے آج وہ دس سال بعد دیکھ رہا تھا۔ماہ دیر کو اپنی گڑیا اس بے بی پنک میکسی میں ملبوس واقعی ایک گڑیا لگ رہی تھی جبکہ اسکے ساتھ موجود ضرار کو دیکھتے اس نے گہری سانس بھری۔کیا ہوا تھا اسکے یہاں آنے کے بعد کیا سب ٹھیک ہوگیا تھا۔"میری گڑیا بھائی کا بچہ۔کتنا بڑا ہوگیا ہے میرا بیٹا۔میری مہرو "ماہ دیر نے ابھی کیلئے سب سوچوں کو جھٹکتے اپنی گڑیا کو دیکھتے کہا۔اسکی آنکھوں سے آنسو اب روانی میں بہنے لگے۔وہ دس سال بعد اپنی بہن کو دیکھ رہا پر وہ اسے سینے سے نہیں لگا سکتا تھا۔"مہرو بھائی کا بچہ اتنا بڑا ہوگیا ہے۔بھائی آپکو بہت یاد کرتے ہیں بیٹا" اس نے نرمی سے اسکی تصویر پر لب رکھتے کہا۔"میری گڑیا بس تھوڑا سا انتظار اور پھر بھائی اپنی گڑیا کے پاس آجائیں گے۔میں جانتا ہوں میرا بیٹا مجھ سے ناراض ہوگا پر میں اپنے بچے کو منالوں گا۔آپ بھائی کا بیٹا ہونا مہرو پلیز اپنے بھائی سے زیادہ خفا نا ہونا۔میں جانتا ہوں میں

اچھا بھائی نہیں ہوں۔میں نے اپنی گڑیا کو چھوڑ دیا تھا پر میری جان آپکا بھائی آپ سے بہت پیار کرتا ہے بچے۔پلیز اپنے بھائی کو معاف کردینا" ماہ دیر اسکی تصویر کو دیکھتے بول رہا تھا جب دروازہ کھولتے یشائم اندر آئی لیکن ماہ دیر کا آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھ یشائم تڑپ اٹھی تھی۔"دِیر "یشائم نے اسکے پاس آتے اسے پکارا تو وہ اس کے ہاتھ تھامتے ان پر اپنا چہرہ ٹکاتے رونے لگا۔"دِیر کیا ہوا "یشائم نے اسے پوچھا جو بچوں کی طرح رو رہا تھا۔"یشی میری گڑیا مل گئی یشی۔آج اسکا ولیمہ ہے دیکھو یہ میری گڑیا ہے میری مہرو" ماہ دیر نے اپنا چہرہ صاف کرتے اپنے ہاتھ میں موجود تصویر اسے دکھاتے کہا تو یشائم نے اسے تصویر کو دیکھا۔"ماشاء اللہ۔آپکی مہرو گڑیا تو بہت پیاری ہے دِیر "یشائم نے مسکراتے کہا تو وہ بھی مسکرایا۔"ہے نا یشی میری مہرو پیاری ہے نا۔دیکھو کتنی معصوم ہے میری گڑیا" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے ہاں میں سر ہلایا۔"بہت پیاری ہے پر آپ رو کیوں رہے ہیں۔آپکی گڑیا مل گئی ہے آپکو

خوش ہونا چاہیئے" یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے مہر ماہ کی تصویر کو دیکھا۔ "میری گڑیا مل گئی ہے میں بہت خوش ہوں یشی پر میں میری گڑیا کو سینے سے نہیں لگا سکتا اس بات پر آنکھیں خود دریا بہا رہی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو یشائم اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "انشاء اللہ وہ وقت بھی دور نہیں جب آپ اپنی گڑیا کو سینے سے لگائیں گے پلیز روئیں مت" یشائم نے کہا تو اس نے مسکراتے انشاء اللہ کہا۔ "اچھا اب نہیں روتا۔یہ بتاؤ حور کہاں ہے" ماہ دیر نے اپنا چہرہ صاف کرتے پوچھا۔ "وہ بابا کے پاس بیٹھی نا جانے انھیں کون کون سی کہانیاں سنانے کے بعد اب انکے پاس ہی سو گئی ہے۔میں نے کہا تھا کہ روم میں سوجائے پر کہتی کہ دادا جان کے پاس سونا ہے تو میں نے پھر وہیں چھوڑ دیا" یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ حور یہ چند دن میں ہی خلیل صاحب سے حد درجہ زیادہ اٹیچ ہو گئی تھی۔وہ سارا سارا دن انھیں کوئی نا کوئی کہانی سناتی تھی یا کھانے کا پوچھتی تھی اور تو اور انھیں جلدی اٹھنے کا کہتی تھی

کیونکہ اسے اپنے دادا جان سے باتیں کرنی ہیں۔ وہ دن میں بیس بار لا الہ پڑھ کر ان پر پھونک مارتے انکے ماتھے پر بوسہ دیتی تھی اور ساتھ ہی انکی بازو پر سر رکھتے سو بھی جاتی تھی جس پر وہ دونوں بس مسکرا کر رہ جاتے۔ "ہاہاہا بھئی مجھے خلیل صاحب سے جلن ہونے لگی ہے ابھی سے میری بیٹی کو اپنے پیچھے لگا لیا ہے" ماہ دیر نے ہنستے کہا تو وہ بھی ہنس پڑی۔ "کیوں جلن ہونے لگی ہے آپکو۔ وہ آپکے بابا ہیں اور حور کے دادا جان اور اب اسے اپنے دادا جان سے بھی پیار ہے تو آپکو جلنے کی بجائے خوش ہونا چاہیئے "یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر یشائم بھی مسکرائی۔ "لیکن پھر بھی ابھی خلیل صاحب سو رہے ہیں۔ واللہ جب اٹھیں گے تو کہیں میری بیٹی مجھے بھول ہی نا جائے" ماہ دیر نے کہا تو وہ پھر ہنسی عین اسی وقت اسکی ماہ دیر کے سامنے پڑی فائل پر پڑی جس پر اسکا نام لکھا تھا۔ "دِیر یہ فائل کیا ہے" یشائم نے پوچھا تو ماہ دیر نے ایک نظر اس فائل کو دیکھتے اسے دیکھا۔ "یشی اس فائل میں تمھاری زندگی

کا بہت بڑا سچ ہے جسے میں کافی دن سے معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور بلآخر مجھے پتا لگ گیا" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے اسے دیکھا۔ "سچ؟ کونسا سچ دِیر " یشائم نے پوچھا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری اور اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ "یشی میں تمھیں وہ سچ بتاؤں گا لیکن اس سے پہلے مجھے تم سے کچھ جاننا ہے" ماہ دیر نے اسکے روبرو کھڑے ہوتے کہا۔ "کیا جاننا ہے آپکو دِیر" یشائم نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا تو اس نے اسے دیکھا۔ وہ جانتا تھا جو بات وہ کرنے والا ہے وہ یشائم نہیں سننا چاہے گی پر اب وہ سب جاننا چاہتا تھا۔ "تمھارا ماضی" ماہ دیر نے کہا تو یشائم ساکت ہوئی جس پر ماہ دیر نے اسے جلدی سے اپنے سینے میں بھینچا۔ "یشی میری جان میں جانتا ہوں یہ تمھارے لیے بہت مشکل ہے پر جو سچ میں تمھیں بتانے والا ہوں۔ اس کو جاننے سے پہلے میرے لیے تمھارا ماضی جاننا بہت ضروری ہے" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی جسے دیکھ ماہ دیر

نے جھکتے اسکی آنکھوں پر باری باری لب رکھے۔ "میرا بچہ یہاں دیکھو۔ میں تمھارے پاس ہوں۔ بس مجھ سے اپنا ماضی شئیر کرلو میشی تاکہ میں تمھارے باقی غم بھی سمیٹ کر تمھارا دامن خوشیوں سے بھردوں" ماہ دیر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو میشائم نے کچھ لمحے اسے دیکھا پھر ہاں میں سرہلاتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "میں ۔۔آپکو۔۔ سب۔۔بتاؤں گی۔۔پر۔۔دِیر۔ ۔آپ۔۔۔مجھے۔۔غلط۔۔نہیں۔۔ سمجھیں۔۔۔گے۔۔نا۔۔ہی حقارت۔۔۔سے۔۔دیکھیں۔۔۔گے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے اس کے گرد حصار مضبوط کرتے اسکا سر چوما۔ "تمھیں غلط سمجھنے سے پہلے میں موت کو گلے لگا لوں گا میشی پر تمھیں غلط سمجھ کر گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوں گا۔ لیکن اگر تمھیں ابھی بھی لگتا ہے کہ تمھارا ماضی جاننے کے بعد میں تمھیں غلط سمجھنے کی غلطی کروں گا تو میں تمھارے سامنے ہوں یہیں کھڑے کھڑے میری جان لے لینا میں افف بھی نہیں کہوں گا۔ اگر تمھارا ماضی سننے کے بعد میری آنکھوں

میں ایک پل کو بھی خود کے لیے حقارت دیکھو تو اسی وقت مجھے گولی مار دینا۔ماہ دیر سکندر تمھیں اپنا قاتل معاف کرتا ہے یشائم خان یوسفزئی" ماہ دیر نے ڈرار سے گن نکالتے اسکی ہتھیلی پر رکھی تو یشائم نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔"متاعِ جان خوفزدہ مت ہو یہ تمھارے ہاتھ میں میں تمھیں غلط سمجھنے کی غلطی کروں تو اس پستول کی ساری گولیاں میرے سینے میں اتار دینا تمھیں پوری اجازت ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے گن ٹیبل پر رکھی اور اسکے سینے سے لگی۔"مجھے آپ پر یقین ہے دِیر میں جانتی ہوں۔آپ مجھے غلط نہیں سمجھیں گے" یشائم نے کہا تو وہ مدھم سا مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔"میں آپکو اپنا ماضی ایک شرط پر بتاؤں گی دیر" یشائم نے اسے دیکھتے کہا۔"تمھاری ہر شرط سر آنکھوں پر میرا بچہ "ماہ دیر نے محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا۔"میرے بولنے کے دوران آپ مجھے اپنے حصار میں رکھیں گے۔میں اپنا ماضی بتانے کے ساتھ آج آنسوؤں کے ذریعے بہانہ بھی

چاہتی ہوں اور وہ سارے آنسو مجھے آپکے سینے پر سر رکھ کر بہانے ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے جھکتے نرمی سے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھایا اور صوفے پر بیٹھتے اسے اپنی گود میں بٹھاتے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔"اور کچھ "ماہ دیر نے کہا تو اس نے اپنا سر اسکے سینے پر رکھتے نفی میں سر ہلایا اور بولنا شروع ہوئی۔

---ماضی---

"بابا یہ دیکھیں میں نے دسویں کے امتحان میں ٹاپ کیا ہے پورے مانسہرہ میں" سولہ سالہ میشائم نے اپنی ہیزل آنکھوں میں خوشی سموئے جنید خان کے پاس آتے کہا جو صحن میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔"تو میں کیا کروں" جنید خان نے لاپروائی سے کہتے اسکا دل توڑا۔وہ جانتی تھی کوئی اسے پیار نہیں کرتا پر وہ پھر بھی اپنی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سب سے شئیر کرتی تھی اور ان کے سرد رویے پر اپنے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کرواتی تھی۔لیکن اسے حیرت ہرگز نہیں ہوتی

تھی۔ ایسا تو بچپن سے ہورہا تھا۔ اسکے ماما بابا بھائی کوئی بھی اس سے پیار نہیں کرتا تھا۔ وہ تو بس ایک بوجھ تھی۔ منحوس تھی۔ جسکو سب خود سے دور جھٹکتے تھے۔ اسے مارتے تھے۔ اسے سزا دیتے تھے۔ اسکا کھانا بند کردیا جاتا تھا پر وہ پھر بھی ان سے نفرت نہیں کرپاتی تھی۔ وہ اسکی فیملی تھی وہ کیسے ان سے نفرت کرتی۔ "تم یہاں کیا کررہی ہو" ابھی وہ کھڑی اپنے ہاتھ میں پکڑا اپنا رزلٹ کارڈ دیکھ رہی تھی جب ہاجرہ خان نے آتے اسکی بازو سختی سے پکڑتے اسے جھٹکا دیا جس پر میشائم کا رپورٹ کارڈ زمین پر گرا۔ "وہ مورے۔۔میں۔۔ بابا۔۔کو اپنا۔۔رزلٹ۔۔دکھانے آئی تھی" اس نے ڈرتے بتایا تو اگلے ہی پل زناٹے دار تھپڑ اسکی نازک گال کی زینت بنا تھا۔ "تمھیں میں نے روٹیاں بنانے کا کہا تھا اور تم یہاں یہ کام کررہی ہو" ہاجرہ خان نے اس کے سنہرے بال مٹھی میں جکڑتے کہا تو اسکی آنکھوں سے آنسو جبکہ ہونٹوں سے کراہ
نکلی۔ "مورے۔۔میں۔۔بس جارہی۔۔تھی" میشائم نے روتے ہوئے کہا تو

ہاجرہ خان نے اسے ایک جھٹکا دیا جس سے وہ زمین پر گری جس پر یشائم کے آنسو مزید تیزی سے گرنے لگے جسے دیکھ ان دونوں نے نفرت سے سر جھٹکا۔ "ہاجرہ بیگم میرے لیے روٹی خود بنائیے گا۔ اس منحوس کے ہاتھ کی روٹی نہیں کھانی مجھے" جنید خان نے کھڑے ہوتے کہا اور سامنے موجود کمرے میں چلے گئے جبکہ ہاجرہ خان سر جھٹکتے کچن میں چلی گئیں۔ انکا گھر زیادہ بڑا تھا۔ گھر دو کمروں ایک کچن اور ایک صحن کے ساتھ چھوٹی سی چھت پر مشتمل تھا۔ چھت پر ہی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جہاں فالتو سامان پڑا تھا۔ ایک کمرہ ہاجرہ خان اور جنید خان کا تھا جبکہ دوسرا اسکے بھائی فہیم خان کا۔ اور یشائم ان سب سے الگ تھلگ چھت پر موجود کمرے میں رہتی تھی۔ "ارے آج میرا استقبال کرنے کی خاطر میری ملازمہ پہلے سے ہی زمین پر بیٹھی ہے" وہ یونہی سر جھکائے رو رہی تھی جب اسکے کانوں میں فہیم خان کی مکروہ آواز پڑی جس پر اس نے چہرہ اٹھاتے سامنے داخلی دروازے کو دیکھا جہاں سے وہ ابھی اندر آیا

تھا۔اسے دیکھ یشائم خوفزدہ ہوئی جو اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔وہ اپنا رزلٹ کارڈ اٹھاتے کھڑی ہوئی لیکن اسکے آگے بڑھنے سے پہلے ہی اس نے یشائم کی کلائی پکڑی اور اسے اپنی طرف کھینچا۔"کہاں جارہی تھی تم" فہیم خان نے سرتاپیر اسے دیکھتے استفسار کیا۔"وہ۔۔لالا مورے۔۔کی۔۔مدد۔۔کرنے "یشائم نے اسکی نظروں کی شدت سے کپکپاتے کہا۔"یہ کیا ہے" فہیم خان نے اسکی بات کو اگنور کرتے اسکے ہاتھ میں موجود رزلٹ کو پکڑتے کہا۔"لالا۔۔یہ میرا۔۔رزلٹ۔ ۔ہے۔۔پلیز۔۔چھوڑیں" یشائم نے منت کی جسے نظر انداز کرتے فہیم خان نے اس کے ہاتھ سے جھٹکے سے رزلٹ کھینچتے سامنے کیا۔"واہ ٹاپ کیا ہے تم نے تو" فہیم خان نے کہا تو یشائم نے ہاں میں سرہلایا۔"لیکن اسکا کوئی ثبوت ہے تمھارے پاس "اس نے یشائم کو دیکھتے پوچھا۔"یی۔۔یہ۔۔رزلٹ" یشائم نے اسکے ہاتھ میں موجود کارڈ کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ شیطانی انداز

میں مسکرایا اور اس کی بازو چھوڑتے کوئلوں سے دہکتی انگیٹھی کے پاس گیا اور میشائم کا رزلٹ کارڈ اس میں پھینک دیا۔وہ کاغذ تھا ایک ہی لمحے میں آگ پکڑ گیا جسے دیکھ میشائم کی آنکھیں پھیلیں۔"لالا یہ آپ نے کیا کیا" میشائم نے چلاتے کہا۔آنسو اس کی آنکھوں سے نکلتے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔"کیا کیا ثبوت مٹایا ہے اور کیا کیا" فہیم خان نے کہا اور سیٹی بجائی۔"لالا میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا جو آپ نے میری محنت کا نتیجہ جلا دیا" میشائم نے کہا تو اب کی بار اسکے لہجے میں غصے کا عنصر تھا جسے محسوس کرتے فہیم خان کا میٹر گھوما۔"مورے۔۔مورے" اس نے میشائم کو کچھ کہنے کی بجائے ہاجرہ خان کو پکارنا شروع کیا جس پر ہاجرہ خان کے ساتھ ساتھ جنید خان بھی باہر صحن میں آیا۔"کیا ہوگیا کیوں چلا رہا ہے تم" جنید خان نے اسے دیکھتے کہا۔"اس لڑکی کو دو دن کوئی کھانا نا دے۔اگر اسے کسی نے کھانا دیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا" فہیم خان نے کہا تو میشائم نے سہمتے اسے دیکھا۔ابھی آج ہی تو دو دن بعد

اسے کھانا ملا تھا۔اب پھر اسے دو دن بھوکا رہنا پڑے گا۔"لالا۔۔نہیں پلیز۔۔مجھے معاف۔۔کردیں۔۔پر کھانا نا۔۔بند کریں" میشائم نے روتے ہوئے کہا۔"بکواس بند کرو اپنی۔دو دن تمھیں کھانا نہیں ملے گا بات ختم" ہاجرہ خان نے کہا تو میشائم نے ہچکی بھری۔وہ جانتی تھی بحث کا کوئی فائدہ نہیں تبھی ہاں میں سر ہلاتے اوپر بڑھ گئی۔اسے جاتے دیکھ ان دونوں نے سر جھٹکا جبکہ فہیم خان مسکرایا۔"فہیم آج ہم تمھارا مورے کے ساتھ ایک شادی پر جارہا ہے۔تم چلے گا۔ہم نے ایک رات رکنا ہے وہاں" جنید خان نے میشائم کے جاتے ہی پوچھا۔"نہیں بابا آپ چلیں جانا۔مجھے کام ہے۔آج ارباز صاحب سے ملنے جانا ہے میں نے" فہیم خان نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا اور اندر بڑھ گئے۔وہ جانتے تھے فہیم خان ارباز خان کے خاص بندوں میں سے ایک ہے تبھی انھوں نے کچھ نا کہا۔جبکہ انکے جاتے ہی وہ شیطانی

انداز میں مسکرایا۔ اسکے دماغ میں کچھ چل رہا تھا جو صرف وہی جانتا تھا۔پر جو آج وہ کرنے والا تھا اس نے یشائم خان کی معصومیت چھین لینی تھی۔

"خان سائیں کہاں جارہا ہے آپ" زرتاج نے اپنے شوہر ارباز خان کو دیکھتے پوچھا جو آئینے کے سامنے کھڑا خود پر پرفیوم چھڑک رہا تھا۔زرتاج خالص پٹھانی بولتی تھی جبکہ ارباز خان اردو میں ہی بات کرتا تھا۔"میری جان میں ایک کام سے جارہا ہوں" ارباز خان نے مڑتے اسے دیکھا جو بیڈ پر بیٹھی اپنی تین سالہ بیٹی مینہ کو سلا رہی تھی جبکہ اسکی سات سالہ بیٹی لیلیٰ اور پانچ سالہ بیٹی رامین اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔مینہ سب سے چھوٹی تھی تبھی وہ ان دونوں کے ساتھ سوتی تھی۔اسکی اور زرتاج کی شادی آج سے آٹھ سال پہلے ہوئی تھی اور اللہ نے انھیں تین رحمتوں سے نوازا تھا جس پر زرتاج تو خوش تھی لیکن ارباز کچھ مایوس ہوا تھا کیونکہ اسے بیٹا چاہیئے تھا لیکن ڈاکٹر نے انکی تیسری بیٹی کی

پیدائش کے بعد بتایا تھا کہ وہ اب دوبارہ ماں نہیں بن سکتی جس پر سب ہی زرتاج سے مایوس ہوئے تھے سوائے ارباز خان کے جو اس سے محبت کرتا تھا لیکن بیٹے کی خواہش اسے بھی تھی۔اسکی ماں اب اس کی دوسری شادی کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی تھی تاکہ وہ انھیں وارث دے سکے جس پر زرتاج خوش تو نا تھی لیکن اپنی محرومی کی وجہ سے کڑوا گھونٹ بھرتے مان گئی تھی۔"اس وقت کونسا کام ہے خان سائیں" رات کا نو بج رہا ہے زرتاج نے پوچھا تو وہ ہنسا جس پر وہ اسے دیکھنے لگی۔وہ جانتی تھی اسکا شوہر اس سے محبت کرنے کے باوجود خاصا رنگین مزاج ہے۔اپنے اڈے پر عورتوں کا رقص دیکھنا یا کسی عورت کے ساتھ رات گزارنا اسکے لیے عام تھا۔زرتاج نے شادی کے شروع میں اسے منع کرنا چاہا تھا پر وہ یہ کہہ کر اسے جھڑک گیا تھا کہ یہ مشغلے ہر زمیندار میں ہوتے ہیں لہٰذا اس میں بھی ہیں تو آئیندہ وہ اسے منع نا کرے۔"میں اس علاقے کا زمیندار ہوں تاج۔مجھے سو کام ہوتے ہیں۔تم اور رینہ سو جانا۔میں

آج گھر نہیں آؤں گا" ارباز خان نے کہا اور جھکتے ان دونوں کے ماتھے پر ہونٹ رکھے اور باہر نکل گیا جب کہ زرتاج اسکی پشت دیکھ کر رہ گئی۔ اسکی تیاری بتا رہی تھی وہ کسی عورت کے پہلو میں رات گزارنے جارہا ہے پر وہ کیا کہہ سکتی تھی۔ "اللہ میری بیٹیوں کو کبھی آپ جیسا شوہر نا دے خان اور نا ہی آپکے گناہوں کی سزا میری بیٹیوں کو ملے" زرتاج نے کہا اور مینہ کے ساتھ بیڈ پر لیٹتے اسے سلانے لگی۔ اسکا دھیان بھٹک بھٹک کر ارباز خان کی طرف جارہا تھا جو اسکے ہوتے ہوئے بھی آج پھر کسی کے پہلو میں رات گزارنے والا تھا پر وہ کہاں جانتی تھی آج وہ رات گزارنے نہیں ایک معصوم کو روندنے جارہا ہے۔

"لڑکی بات سنو" فہیم خان نے میشائم کے کمرے میں داخل ہوتے اسے پکارا جو چارپائی پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اسکو یوں اچانک کمرے میں آتے دیکھ میشائم فوراً کھڑی ہوئی۔ "جی لالا" اس نے اپنے آنسو صاف کرتے کہا۔ "میں

باہر جارہا ہوں اور ہاں مورے بابا بھی آج رات گھر نہیں آئیں گے تو گھر کا دھیان رکھنا" فہیم خان نے سر تا پیر اسے دیکھتے کہا تو اس نے اپنی شال درست کرتے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ ایک آخری نظر اس پر ڈالتے باہر نکل گیا۔"ہاں ارباز میں باہر جارہا ہوں" فہیم خان نے کہا تو آگے سے اسے کوئی جواب دیا گیا جس پر وہ مسکرایا اور باہر نکلتا چلا گیا۔جبکہ دروازہ بند ہونے کی آواز پر یشائم کی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے۔ماں باپ اور بھائی کے ہونے کے باوجود وہ اس بھری دنیا میں اکیلی تھی۔اس نے تلخی سے سوچا اور اپنے پاؤں میں چپل پہنتے نیچے کی طرف بڑھی تاکہ کچھ کھا سکے۔وہ چلتے سیدھا کچن میں آئی جہاں کھانے کو کچھ بھی نا تھا جس پر اسے رونا آیا اور اگلے ہی پل وہ پھوٹ پھوٹ کر روتے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔"اللہ جی۔۔میرے ساتھ۔۔۔ایسا کیوں۔۔ہوتا ہے۔۔اللہ جی۔۔یہ تو۔۔میرے۔۔اپنے ہیں۔۔پھر بھی۔۔یہ اتنا بُرا رویہ۔۔رکھتے ہیں۔۔اللہ جی۔۔کیا۔۔میں ظلم سہنے۔۔کے لیے

آئی۔۔ہوں" میشائم نے چلاتے کہا اور اپنا سر گھٹنوں پر رکھتے رونے لگی۔اسے یہاں بیٹھ کر روتے ایک گھنٹہ ہوگیا تھا لیکن اسکا دل ابھی بھی نہیں بھرا تھا تبھی وہ روئے جارہی تھی۔ابھی وہ یونہی بیٹھے رو رہی تھی جب اسے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا جس پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اوپر دیکھا جہاں اسکے لالا کا مالک ارباز خان کھڑا اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔اسے یوں خود کو تکتے دیکھ میشائم فوراً کھڑی ہوئی اور کچن کی سلیب سے لگی۔"لالا۔۔گگ۔۔گھر۔۔پر نہیں۔۔ہیں" میشائم نے اسے دیکھتے کہا۔وہ ارباز خان کو جانتی تھی۔وہ ان کے علاقے کا زمیندار تھا جسکے پاس اسکے لالا کام کرتے تھے۔ وہ اکثر انکے گھر آتا تھا اور جب بھی آتا تھا میشائم کو دیکھتا رہتا تھا جس سے میشائم کو خوف آتا تھا۔"میں اس سے ملنے نہیں آیا" ارباز خان نے کہا اور اپنے قدم اس کی طرف بڑھا گیا جسے دیکھ میشائم نے پیچھے کھسکنا چاہا پر کچن اسکے پیچھے اب ختم ہوچکا تھا۔"تمھیں اتنے قریب سے دیکھ کر مجھے یقین

آگیا ہے میں نے اپنا پانچ لاکھ فہیم کو دے کر غلطی نہیں کی" ارباز خان نے ہاتھ بڑھاتے اسکی گال کو چھونا چاہا پر یشائم نے فوراً اپنا چہرہ موڑا جس پر وہ شیطانی انداز میں مسکرایا۔"اپنا چہرہ مت موڑو لڑکی۔آج کی رات میں تمھیں ہر لحاظ سے چھونے والا ہوں" ارباز خان نے اسکی کلائی پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا جس پر یشائم چلائی تھی۔"چپ رہو سمجھی۔مجھے زبردستی کرنے پر مجبور مت کرنا۔یہ چیخنے چلانے والا ڈرامہ نا کرنا۔ تمھاری آج رات کی قیمت ادا کی ہے میں نے تمھارے لالا کو" ارباز خان نے سختی سے اسکی کلائی جکڑتے کہا تو یشائم ساکت ہوئی جبکہ ارباز خان اسکی حالت کی پرواہ کیے بغیر اسے کھینچتے اوپر اسکے کمرے کی طرف لے جانے لگا جس پر وہ بھی چپ چاپ کھینچتی چلی جارہی تھی۔ یشائم ابھی حواس میں نہیں تھی تبھی اس نے مزاحمت نا۔اسکے سگے بھائی نے ایک مرد سے پیسے لیتے اسے ایک غیر مرد کو پیش کیا تھا۔بھائی تو محافظ ہوتے پھر اسکا بھائی ایسا کیسے کرسکتا تھا۔"آپ۔۔جھوٹ بول۔۔

رہے۔۔ ہیں۔۔نا" یشائم نے لرزتے اس سے پوچھا جو اسے اس کے روم میں لاتے چارپائی پر پھینک چکا تھا۔ اسکے یوں پھینکنے پر یشائم ہوش میں آتے بولی اور فوراً چارپائی سے کھڑی ہوئی۔ "میں جھوٹ نہیں بول رہا" ارباز خان نے کہا تو یشائم کانپنے لگی۔ "مم۔۔میں۔۔ جانتی۔۔ ہوں۔۔ آپ۔۔ جھوٹ۔۔ بول۔۔ رہے۔۔ہیں۔۔ پلیز۔۔ چھوڑ۔۔دیں۔۔مجھے" یشائم نے اسے دیکھتے کہا تو وہ قہقہہ لگا گیا۔ "پانچ لاکھ دیے ہیں تمھارے بھائی کو۔ اور تم کہہ رہی ہو چھوڑ دوں تمھیں" ارباز خان نے کہا اور ایک جست میں اس تک پہنچتے اسے واپس چارپائی پر دھکا دیتے اسکے قریب ہوا جس پر یشائم کا دل خوف سے بند ہونے کو تھا۔ "نن۔۔ نہیں۔۔ مم۔۔میں۔۔جانتی ہوں۔۔لالا۔۔ ایسا نہیں۔۔کرسکتے۔۔تم۔۔ جھوٹ ۔۔بول رہے۔۔ہو" یشائم نے ہاتھ پاؤں چلاتے کہا پر وہ اس دیوہیکل وجود کو خود سے دور کرنے میں ناکام ہوئی۔ "کسی پر اتنا یقین بھی نہیں کرنا چاہیئے لڑکی" یشائم کی بات

سنتے ارباز نے قہقہہ لگایا اور اپنا فون نکالتے فہیم خان کو کال ملائی جو ایک ہی بیل میں اٹھا لی گئی۔ "جی ارباز صاحب کیا پہنچ گئے میرے گھر۔ اگر تو مورے بابا کا پوچھنے کے لیے فون کیا ہے تو پریشان نا ہوں۔ وہ آج رات نہیں آنے والے اور میں تو پانچ لاکھ روپے لے کر ویسے ہی آج ڈیرے پر جارہا ہوں "سپیکر سے فہیم کی آواز آئی جس پر میشائم کا دل رکا تھا۔ "ارے یہ پوچھنے کو فون نہیں کیا۔ وہ کیا ہے نا تمھاری بہن کو یقین نہیں آرہا کہ تم ایسا کرسکتے ہو زرا اسے یقین دلانا" ارباز خان نے کہا تو فہیم خان نے قہقہہ لگایا۔ "ارباز صاحب اس منحوس کو یقین دلانے کی کیا ضرورت ہے۔ آج کی رات وہ آپکی ہے۔ چاہے اسکا قتل کردیں مجھے کیا۔ میں اسکو جواب دینے کا پابند نہیں ہوں" فہیم نے کہتے فون بند کیا تو میشائم کا وجود جیسے مردہ ہوا۔ وہ مردہ نگاہوں سے اس فون کو دیکھ رہی تھی جہاں سے کچھ دیر پہلے اسکے بھائی کی آواز آتے اسکی جان نکال چکی تھی۔ "اب آگیا تمھیں یقین" ارباز خان نے کہا اور میشائم کے گلے سے شال

نکالنی چاہی جس پر میشائم نے اپنی شال کو پکڑا۔ ”نن۔۔ نہیں۔۔
پپ۔۔پلیز“ میشائم نے مزاحمت کرتے کہا پر ارباز خان اسکی مزاحمت کو نظر
انداز کرتے اس کے وجود سے شال علیحدہ کرتے حدیں پار کرنے لگا جس پر
سولہ سالہ میشائم چلاتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کررہی تھی پر وہ
نازک جان اس دیوہیکل وجود کو خود سے دور نا کرسکی۔وہ اسکی منتیں کررہی تھی
جس پر اس درندے نے بجائے پیچھے ہونے کے میشائم کا منہ اسکی شال سے
باندھا اور ہر حد تجاوز کرتے اس ننھی کلی کو روندھتا چلا گیا۔میشائم کب سے
بیہوش ہوچکی تھی پر ارباز خان اپنی درندگی میں سب بھول گیا تھا۔وہ اکتیس
سالہ مرد اس سولہ سالہ بچی کیلئے درندہ بنتے اسکی ہنستی کو نیست و نابود کرگیا
تھا۔آج ایک اور مرد درندہ بنا تھا جس میں صنفِ نازک جیتے جی بے موت مری
تھی۔آج اس شخص کی حوس نے میشائم خان سے اسکی معصومیت اسکا بچپنا

سب چھین لیا تھا اور اسکے نام نہاد اپنے اس بات سے بے خبر اپنی زندگیاں جی رہے تھے۔

"یہ گھر کا دروازہ کیوں کھلا ہے" ہاجرہ خان نے جنید خان کو دیکھتے کہا۔ وہ دونوں ابھی گھر واپس آئے تھے اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے۔ "پتا نہیں۔ ہم دیکھتا ہے اندر چلو "جنید خان نے کہا اور انکے ساتھ اندر آئے جہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ "فہیم" ہاجرہ خان نے اسے پکارا پر وہ گھر میں ہوفا تو جواب دیتا۔ "فہیم۔ یشائم اے منحوس کہاں مر گئی" انھوں نے اب کی بار یشائم کو پکارا پر وہ بھی کچھ نا بولی جس پر ہاجرہ خان نے جنید خان کو دیکھا۔ "لڑکی کہاں مری ہو تم یہاں دفع ہو" ہاجرہ خان نے دوبارہ پکارا پر اب کی بار بھی کوئی جواب نا آیا جس پر وہ غصے سے اوپر کی جانب بڑھیں۔ "یہ لڑکی اتنی کھل گئی ہے میری پکار نظر انداز کرے گی" وہ بولتی سیڑھیاں چڑھتے یشائم کے کمرے

تک پہنچی جس کا دروازہ ادھ کھلا تھا جسے دیکھ ہاجرہ خان آگے بڑھی اور جھٹکے سے دروازہ کھولا لیکن دروازہ کھولتے ہی انکی بلند و بالا چیخ نکلی کیونکہ سامنے ہی میشائم خون سے لت پت بیہوش ہوئی بیڈ پر برھنہ پڑی تھی۔اسے دیکھ ہاجرہ خان پل میں معاملہ سمجھیں۔وہ جلدی سے آگے بڑھی اور میشائم کو چادر اوڑھائی۔خان صاحب اسے چادر اوڑھاتے ہی وہ اونچی آواز میں چلائی جس پر جنید خان اوپر آئے اور سامنے کمرے کا منظر دیکھ انکے پیروں تلے سے زمین نکلی۔"یہ کیا" جنید خان سے بولا نہیں جارہا تھا۔ان کے گھر میں یہ سب ہوا تھا یقین کرنا مشکل تھا۔"مورے بابا آپ" فہیم خان جو ابھی آیا تھا وہ سیدھا اوپر آیا تھا تاکہ میشائم کو دیکھ سکے لیکن سامنے انھیں دیکھ بولا۔"فہیم کہاں تھا تم۔یہ کیا ہوا ہے۔یہ تم نے کیا ہے اس لڑکی کے ساتھ" جنید خان نے پوچھا۔"بابا آپکو لگتا ہے میں اس غلیظ لڑکی کو ہاتھ لگاؤں گا۔فکر نا کریں میں نے کچھ نہیں کیا۔بلکہ ارباز صاحب نے کیا ہے" فہیم نے مزے سے بتایا تو وہ

کچھ پُرسکون ہوئے۔ "ارباز صاحب نے کیا ہے" ہاجرہ خان نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں مورے انھیں یہ اچھی لگتی تھی تو مجھے کافی دن سے کہہ رہے تھے اسکا تو میں نے پانچ لاکھ کے عوض ایک رات کیلئے اسے بیچ دیا تھا" فہیم نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا۔ "لیکن اسے اسکے اڈے پر بھیجتے یہاں الزام تمھارے سر آسکتا ہے" ہاجرہ خان نے کہا تو وہ ہنسا۔ "مورے اتنا کچا کھلاڑی نہیں ہوں۔ڈاکٹر اپنی ہے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا" فہیم نے کہا اور اپنے پیچھے آتی لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو اسکی منکوحہ تھی۔ "کون ہے مریض" اس نے پوچھا تو فہیم نے لاپروائی سے اندر کمرے کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ اندر داخل ہوئی۔ لیکن اندر جاتے ہی وہ لڑکھڑائی کیونکہ سامنے میشائم کی حالت اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔ "فہیم۔۔یہ تو" اس لڑکی نے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی وہ اسکی بات کاٹ گیا۔ "چپ چاپ اسکا علاج کرو اور اگر کوئی بکواس کی تو کھڑے کھڑے طلاق دے دوں گا

سمجھی" فہیم نے کہا تو وہ لڑکی بے بسی سے اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلاتے اندر داخل ہوئی اور دروازہ بند کرتے یشائم کا علاج کرنے لگی۔ اسے اب سمجھ آرہی تھی کہ فہیم نے اسے راستے سے اتنی ساری دوائیاں ڈرپس کریم اور باقی سامان کیوں دلایا تھا کیونکہ پھر ایک صنفِ نازک کسی مرد کی حوس کی بھینٹ چڑھی تھی۔ وہ خود پچیس سال کی تھی اور یشائم اس سے نو سال چھوٹی تھی۔ اسے اس حال میں دیکھ ایک پل کو اسکے آنسو نہیں رکے تھے۔ اس نے اچھے سے یشائم کا سارا علاج کیا جس میں اسے تین گھنٹے لگے تھے۔ اس دوران یشائم کو ہوش بھی آگیا تھا پر نا وہ چیخی نا چلائی یہاں تک کہ کوئی بات تک نہیں کی تھی۔ وہ خاموش تھی ساکن سمندر کی طرح۔ کسی مردے کی طرح۔ اسے صدمہ لگا تھا اور وہ صدمہ شاید اسکے دماغ کو مفلوج کرگیا تھا۔ "یشائم میں باہر جارہی ہوں۔ تمھارے لیے کھانا لاتی ہوں" تین گھنٹے بعد بلآخر اس نے دروازہ کھولا اور یشائم سے کہا تو وہ خاموش ہی رہی جس پر وہ مزید کوئی بات کیے بغیر

باہر نکل گئی۔ "ہوگیا علاج" اسے نیچے آتے دیکھ جنید خان نے پوچھا۔ "جی لیکن اسکی حالت ٹھیک نہیں ہے۔اس نے صدمہ لیا ہے اسے ہاسپٹل "اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہاجرہ خان بول اٹھی۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے۔گھر میں ہی سہی ہوجائے گی وہ" ہاجرہ خان نے نحوست سے کہا تو وہ خاموش رہی۔وہ جانتی تھی ان جانوروں کے سامنے کچھ کہنے کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہے۔ "اور ہاں جب تک وہ ٹھیک نہیں ہوتی تم یہیں رہو گی" فہیم خان نے اعلان کیا اور باہر نکل گیا جس پر وہ بس ہاں میں سر ہلا گئی۔وہ خود بھی ابھی میشائم کے لیے یہیں رہنا چاہتی تھی۔وہ جانتی تھی وہ لوگ اس معصوم بچی پر کتنا ظلم کرتے ہیں۔

"میشائم تم ٹھیک ہو" اسکی بھابھی بانو نے اسے دیکھتے پوچھا جو یکدم ہی اپنا سر پکڑتے سڑک کنارے بیٹھ گئی تھی۔ "جی بھابھی بس چکر سے آرہے ہیں"

میشائم نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔اس واقعے کو ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ اور میشائم بانو کی بدولت تھوڑی نارمل گئی تھی۔وہ اب مختصر ہی سہی پر بولنے لگی تھی ورنہ پہلے وہ مردوں کی طرح خاموش بیٹھی رہتی تھی۔ "چکر کیوں آرہے ہیں" بانو نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "پتا نہیں "میشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جسکا چہرہ پیلا پڑا تھا۔وہ آج اسے باہر قریبی باغ میں لائی تھی تاکہ وہ کچھ فریش ہوسکے پر اب اسکی طبیعت بگڑتے دیکھ وہ پریشان ہوئی۔ "اچھا چلو گھر چلیں۔میں تمھیں میڈیسن دوں گی وہ کھا لینا چکر ہٹ جائیں گے "اس نے کہا تو وہ اسکے ساتھ گھر کی جانب بڑھ گئی۔وہ دونوں تنگ گلیوں سے گزرتے گھر واپس آئیں جب اندر داخل ہوتے ہی انکے کانوں میں ایک بھاری آواز پڑی جسے سنتے میشائم خوف سے کانپنے لگی۔ "میشائم کیا ہوا "اسکو یوں ڈرتے دیکھ بانو نے اس سے پوچھا جو خوف سے ارباز خان کو دیکھ رہی تھی جبکہ وہ شیطانی مسکراہٹ سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسکے یوں دیکھنے پر میشائم کی کپکپاہٹ

میں اضافہ ہوا اور اگلے ہی پل وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے لہرا کر زمین پر گری تھی جسے دیکھ بانو کی چیخ نکلی۔ "کیا ہوا اس کو اب" فہیم نے بے زاری سے کہا۔ "فہیم میری مدد کردیں اسے روم میں لے جانا ہے" اس نے کہا تو وہ اسکی بات سرے سے ہی نظر انداز کرگیا جبکہ ارباز خان اٹھا اور اسکی طرف بڑھتے اسے اٹھانے لگا پر بانو کی آواز اسے روک گئی تھی۔یہاں رہتے وہ جان گئی تھی کہ میشائم کی معصومیت روندنے والا کوئی اور نہی ارباز خان تھا اور وہ سب اس بات سے واقف تھے۔ "آپ اسے نا اٹھائیں آپ نامحرم ہیں" بانو نے کہا لیکن وہ اسکی بات کو نظر انداز کرتے میشائم کو اٹھاتے چارپائی پر لٹا گیا۔ "اسکا علاج کرو لڑکی۔یہ ابھی نامحرم ہے پر بہت جلد میری بیوی بنے گی" ارباز خان نے کہا تو بانو نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔وہ اکتیس سالہ مرد اس سولہ سالہ لڑکی کا ہونے والا شوہر تھا۔ارباز خان آج یہاں یہی بات کرنے آیا تھا۔میشائم کا غیر معمولی حسن اسے میشائم کو قید کرنے پر مجبور کرگیا تھا اور اب

وہ ہر رات اسکے پہلو میں گزارنا چاہتا تھا تبھی اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔اسکی ماں تو ویسے ہی اسکے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی تھی تو وہ لڑکی میشائم بھی ہو سکتی تھی۔"منہ کیا دیکھ رہی ہو علاج کرو" ہاجرہ خان نے کہا تو وہ جلدی سے اوپر گئی اور اپنا بیگ لے آئی۔اس نے میشائم کے قریب بیٹھتے اسکو چیک کرنا شروع کیا لیکن وہ جیسے جیسے اسے دیکھ رہی تھی اسکی آنکھیں پھیل رہی تھیں۔"کیا ہوا ہے اسے "کچھ دیر بعد وہ میشائم سے دور ہوئی تو ارباز خان نے پوچھا۔"وہ۔۔وہ" بانو کو سمجھ نا آئی وہ کیسے بتائے کیونکہ جو اسے شک پڑ رہا تھا اگر وہ ہوا تو میشائم کا جینا حرام کردیں گے یہ لوگ۔"کیا وہ وہ بتاؤ بھی" جنید خان نے کہا تو اس نے گلا تر کیا۔وہ شاید۔۔ میشائم امید سے۔۔۔ہے" بانو نے کہا تو ان سب نے میشائم کو دیکھا جو بیہوش تھی۔"اب کیا کرنا ہے" فہیم نے ارباز خان کو دیکھتے پوچھا۔"اگلے ہفتے میں اس سے نکاح کروں گا "ارباز خان نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ بانو تو اس ننھی جان کی زندگی کے

فیصلوں کو سن رہی تھی جس میں ایک فیصد بھی اسکی رضامندی شامل نا تھی۔وہ سب اسکی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کرتے جا چکے تھے جبکہ وہ میشائم کو دیکھ رہی تھی۔میشائم کو تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تھا اور ہوش میں آتے ہی ارباز خان سے نکاح اور اپنے ماں بننے کی خبر سنتے وہ ایک ماہ بعد چلاتے روئی تھی۔اسکی سسکیوں سے جنید خان کا دو منزلہ گھر لرز اٹھا تھا لیکن یہاں کے مکین نہیں نا انکے دلوں کو کچھ ہوا تھا۔لیکن وہ اس بات انجان تھے کہ مخلوق پر رحم نا کھانے والوں پر خالق بھی رحم نہیں کرتا۔میشائم خان کے ساتھ ہوئے ظلم کا بدلہ قدرت نے لینا تھا اور اتنا بھیانک لینا تھا کہ انکی روح لرز اٹھنی تھی۔میشائم خان کے ساتھ جو ظلم ان سب نے کیے تھے۔اسکا انصاف ہونا تھا اور جب ہونا تھا تب ان سب نے خون کے آنسو رونا تھا۔

”ارباز خان ولد حمید خان آپکا نکاح میشائم خان ولد عالمگیر خان یوسفزئی سے بشمول حق مہر بیس ہزار روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے“ قاضی صاحب نے ارباز خان کو دیکھتے پوچھا۔آج میشائم کا اپنے مجرم ارباز خان سے نکاح تھا۔نکاح میں بس ارباز خان کی ماں اور میشائم کے گھر والے شامل تھے۔وہ ماں بننے والی تھی۔بانو کا شک سچا ثابت ہوا تھا۔وہ اسے اپنے شک کی تصدیق کرنے کے لیے اگلے دن ہی قریبی کلینک لے گئی تھی جہاں ڈاکٹر نے چیک اپ کرکے اسکے شک پر مہر لگائی تھی۔وہ بن بیاہی ماں بننے والی تھی یہ سنتے میشائم اندر سے مر گئی تھی پر اسکا جنازہ نہیں پڑھایا گیا۔اسکا جنازہ آج ارباز خان سے نکاح کی صورت پڑھایا جارہا تھا۔اس شخص سے نکاح کیا جارہا تھا جس نے رات کے اندھیرے میں اسے بے آبرو کیا۔جبکہ اسکی تدفین ارباز خان کے گھر اسکی سیج پر ہونی تھی۔میشائم نے اس ایک ہفتے میں جیتے جی موت کے سارے مراحل کو طے کیا تھا۔”جنید خان نام ہے لڑکی کے باپ کا

"ارباز خان نے قاضی صاحب کو دیکھتے کہا۔ "نہیں ارباز صاحب اسکے باپ کا نام عالمگیر خان ہی ہے۔ اسکے ماں باپ اسکی پیدائش والے دن ایک ایکسیڈنٹ میں مر گئے تھے تب سے یہ ہمارے گھر میں رہ رہی ہے" جنید خان نے کہا تو ارباز خان نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ میشائم کا وجود زلزلوں کی زد میں آیا۔ یہ لوگ اس کے اپنے نہیں تھے۔ اتنا بڑا راز سولہ سال تک اس سے چھپایا گیا۔ اسے اب سمجھ آئی تھی آخر کیوں کوئی اس سے پیار نہی کرتا تھا۔ کیوں اسے مارتے انکے ہاتھ نہیں کانپتے تھے۔ کیوں اسے بھوکا دیکھتے انکے کلیجے کو ہاتھ نہیں پڑتا تھا۔ کیوں میشائم خان کو منحوس کہتے انکی زبان نہیں دکھتی تھی۔ کیوں میشائم پر ظلم کرتے انکے دل نہیں لرزتے تھے۔ اسے آج اپنے ہر سوال کا جواب مل گیا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا جملہ اسے سب سمجھا گیا تھا۔ "قاضی صاحب نکاح دوبارہ پڑھوائیں" ارباز خان کی آواز پر وہ ہوش میں آئی اور مردہ نگاہوں سے ان سب کو دیکھا۔ "ارباز خان ولد حمید خان آپکا نکاح میشائم خان

ولد عالمگیر خان یوسفزئی سے بشمول حق مہر بیس ہزار روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے دوبارہ پوچھا۔تو اس نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر تین بار کہتے اسے اپنے نکاح میں قبول کیا۔"میشائم خان ولد عالمگیر خان یوسفزئی آپکا نکاح ارباز خان ولد حمید خان سے بشمول حق مہر بیس ہزار روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے اب کی میشائم سے پوچھا جو اس وقت سرخ شلوار قمیض پہنے سر پر سرخ ہی گھونگھٹ اوڑھے بنا کسی تیاری کے بھی بے حد حسین لگ تھی۔قاضی صاحب کے پوچھنے پر میشائم تلخی سے مسکرائی۔"قبول۔۔ہے" اس نے بغیر کسی تاثر کے تین بار کہا اور اپنا آپ اس درندہ کو سونپ دیا۔وہ ایک جہنم سے نکلتے دوسری میں جارہی تھی تو تماشہ کیسا۔اسکے یوں رضامندی دینے پر جہاں سب مسکرائے تھے وہیں بانو اس لڑکی کے ضبط پر حیران تھی جو شاید پتھر کی بن گئی تھی۔"چلو بیٹا گھر چلیں" ارباز خان کی ماں خالدہ بیگم نے میشائم کے پاس آتے اسے کھڑا کرتے کہا تو وہ

کسی روبوٹ کی طرح انکے ساتھ چل پڑی۔وہ اسے لے جاتے گاڑی میں بٹھاتے اسکے ساتھ بیٹھ گئیں۔میشائم اس دوران کچھ نہیں بولی۔وہ جانتی تھی یہ پیار بھی عارضی ہے۔اسے نہیں معلوم تھا کہ ارباز کے گھر والے اسکے امید سے ہونے کے بارے میں جانتے بھی ہیں کہ نہیں پر وہ پوچھ نا سکی۔"چلو فہیم اب ہم جارہے ہیں" ارباز خان نے کہا اور گاڑی کی اگلی سیٹ پر آتے بیٹھا۔اسکے بیٹھتے ہی ڈرائیور گاڑی سٹارٹ کرتے ارباز خان کے گھر کی طرف بڑھا گیا۔ارباز کی نگاہیں فرنٹ مرر سے بھٹک بھٹک کر اس دوشیزہ پر جارہی تھیں جسکے غیر معمولی حسن نے اسے اپنا دیوانہ کرلیا تھا۔جبکہ میشائم اسکی نگاہوں کو نظر انداز کررہی تھی جبکہ ارباز کی ماں اسے بار بار ساتھ لگاتی۔وہ انکے گھر وارث پیدا کرنے کے لیے آئی تھی۔وہ انکے لیے بہت خاص تھی۔لیکن یہ چیز زیادہ عرصہ نہیں رہنی تھی۔لگ بھگ آدھے گھنٹے بعد گاڑی ایک بڑے سے گھر کے پورچ میں رکی جس پر ارباز کی ماں گاڑی سے اترتے اسے بھی گاڑی سے باہر

نکال گئی جبکہ ارباز ان سے پہلے ہی گاڑی سے اتر چکا تھا۔ "بابا بابا" ابھی وہ لوگ اترے ہی تھے کہ تین بچیاں بھاگتے بابا بابا کرتے ارباز سے لپٹیں جس پر وہ نیچے بیٹھتے باری باری ان تینوں کا ماتھا چوم گیا۔ "میری پیاری بیٹیاں۔بابا کی شہزادیاں۔بابا صدقے جائیں آپ تینوں کے" ارباز نے لاڈ سے پوچھا جس پر وہ ہنسیں۔ "مورے کہاں ہیں آپکی" اس نے ان تینوں کا ماتھا چومتے پوچھا تو یشائم نے ان چاروں کو سپاٹ نظروں سے دیکھا۔اسکی خود کی تین بیٹیاں تھیں پھر بھی اس نے اسکی آبرو روند دی تھی۔کیا وہ مکافات عمل سے ناواقف تھا۔اسکا کیا اسکی بیٹیوں کے سامنے نا آجائے یہ سوچتے کیا اسے ڈر نہیں لگتا تھا۔ "مورے اندر ہیں بابا۔کھانا بنا رہی ہیں" اسکی بیٹی رامین نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے آئیں آپکی مورے کے پاس چلتے ہیں" اس نے کہا اور مینہ کو گود میں اٹھایا۔ "مورے اسے دوسرے کمرے میں لے جائیں۔میں زرتاج سے مل کر اسکے پاس جاتا ہوں پھر مجھے ایک کام کے سلسلے

میں شہر سے باہر جانا ہے" ارباز نے کہا اور اندر بڑھ گیا۔ "بیٹا زرتاج کی طبیعت نہیں ٹھیک تبھی وہ اسکے پاس گیا ہے" خالدہ بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسکی بلا سے وہ مر بھی جائے تو بھی اسے فرق نا پڑتا۔ "چلو آؤ میں تمھیں تمھارے کمرے تک چھوڑ دوں" خالدہ بیگم نے کہا اور اسے لیے اندر بڑھیں۔ اسکا کمرہ نیچے والے پورشن پر تھا جبکہ ارباز اور زرتاج کا کمرہ اوپر تھا۔ "چلو تم یہاں بیٹھو میں ارباز کو بھیجتی ہوں" خالدہ بیگم نے اسے بیڈ پر بٹھاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ باہر نکل گئیں۔ کمرہ بلکل سادہ سا تھا یہاں کوئی سجاوٹ نہی کی گئی تھی۔ انکے جاتے ہی ایک آنسو اسکی آنکھ سے نکلتے گود میں گرا تھا جس کا گواہ اللہ کے سوا کوئی نا تھا۔ اس نے فوراً اپنے آنسو اندر اتارے اور اپنی ہتھیلیوں کو دیکھنے لگی۔ اسکی ہتھیلیاں لکیروں سے بھری پڑی تھیں پر اس میں خوشیوں کی لکیریں نہیں تھیں۔ "کیا حال ہے نئی بیوی" ابھی وہ یونہی بیٹھی تھی جب دروازہ کھولتے ارباز خان اندر داخل

ہوا۔جسے دیکھ میشائم ایک پل کے لیے بھی اپنی جگہ سے نا ہلی۔ ارباز خان دروازہ بند کرتے اس کے پاس آیا اور اسکا گھونگھٹ اتارتے ایک طرف پھینکتے اسے دیکھا جسکا چہرہ سپاٹ تھا۔ "تم جانتی ہو تم یہاں کیوں ہو" ارباز خان نے بیڈ پر اسکے پاس بیٹھتے اسے اپنے قریب کرتے پوچھا جس پر میشائم خاموش رہی۔ "کیونکہ تمھارا یہ قیامت خیز سراپا ارباز خان کی آنکھوں کو بھا گیا اور اس رات کے بعد سے تو کچھ زیادہ ہی اچھا لگنے لگا ہے" ارباز خان نے اسکی گال پر ہاتھ پھیرتے کہا۔ میشائم کو اسکا لمس یوں لگا گویا کوئی اسے گرم کوئلے سے چھو رہا ہو۔ "ہاتھ مت لگاؤ مجھے" میشائم نے اسکا ہاتھ جھٹکا جس پر اس نے اسے غصے سے دیکھا اور اسکا ہاتھ مڑورتے کمر سے لگایا۔ "آج یہ حرکت کی ہے آئیندہ کی تو تمھاری جان نکال دوں گا سمجھی" ارباز خان نے اسکی بازو پر گرفت آخری حد تک مضبوط کرتے کہا تو میشائم کے منہ سے کراہ نکلی۔ "چھوڑو" میشائم نے نم مگر غصے سے لدی آنکھوں سے اسے دیکھتے کہا۔ "تمھیں لگتا ہے

میں تمھاری بات مانوں گا۔اس رات بھی تم نے چھوڑنے کا کہا تھا۔لیکن کیا میں نے چھوڑا تھا۔اگر چھوڑ دیتا تو یہ کہاں سے آتا" ارباز خان نے کہا تو اسکی آنکھوں میں اذیت در آئی۔وہ جانتی تھی اس نے کس طرف اشارہ کیا ہے۔"دور رہو۔تم میری زندگی برباد کر چکے ہو اب کیا چاہتے ہو" میشائم نے اسے دیکھتے کہا۔"ہر رات تمھارے اس بدن "ارباز خان کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بولی تھی۔"بکواس بند کرو گھٹیا انسان۔شرم نہیں آتی میری زندگی تباہ کر کے بھی اتنی ڈھیٹائی سے بکواس کر رہے ہو" میشائم نے اسکے کالر کو پکڑتے کہا تو ارباز خان کا دماغ گھوما جس پر اگلے ہی پل اس نے کھینچ کر ایک تھپڑ میشائم کے نازک گال پر مارا۔"اپنی بکواس بند رکھو سمجھی۔بدتمیزی مت کرنا ورنہ ابھی ادھیڑ کر رکھ دوں گا "ارباز خان نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے کہا تو میشائم کی آنکھوں سے آنسو نکلے جبکہ ہونٹ کے کنارے خون نکلتا ٹھوڑی پر بہہ رہا تھا۔"اللہ کرے تم مر جاؤ ارباز خان۔اللہ کرے تمھاری

بیٹیاں مرجائیں" میشائم نے روتے ہوئے کہا تو ارباز خان نے ایک ساتھ تین چار تھپڑ اسکے منہ پر مارے۔ "میری بیٹیوں کے بارے میں بکواس کرنے کی تمھاری ہمت کیسے ہوئی۔ میری بیٹیاں پاکیزہ ہیں اور تم ایک رکھیل ہو۔ اور رکھیل کی بددعا نہیں لگتی" اس نے دھاڑتے کہا۔ "تم لوگوں کی۔۔بیٹیوں کی۔۔زندگیاں۔۔تباہ۔۔کرتے۔۔ ہو۔۔تو اپنی بیٹیوں کے بارے میں کیوں نہیں سنتے۔ اور میں رکھیل نہیں ہوں سمجھے" میشائم نے بھرائی لرزتی آواز میں دھاڑی تھی جس پر ارباز خان نے اسکا جبڑا دبوچا۔ "اپنی بکواس بند کرلو یہ نا میں تمھیں ابھی زندہ گاڑھ دوں" ارباز خان نے کہا تو وہ کھوکھلا قہقہہ لگا گئی۔ "گاڑھو ابھی کے ابھی گاڑھو تمھیں لگتا ہے میں ڈرتی ہو۔ تم" میشائم کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ اسکے بال پھر دبوچ گیا۔ "آپ کہو مجھے" ارباز خان نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "آپ کہو مجھے" ارباز خان نے کہتے اسکے بالوں پر پکڑ مضبوط کی۔ "نہیں کہ" اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ایک

اور تھپڑ پڑا تھا۔ "مجھے آپ کہو "اب کی بار بالوں پر پکڑ اتنی مضبوط تھی کہ اسے لگا بال جڑ سے اکھڑ جائیں گے۔ "آپ۔۔آپ پلیز۔۔چھوڑ دو" یشائم نے درد سے تڑپتے کہا تو وہ فتح مندی سے مسکرایا۔ تھی وہ نازک جان ہی زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ "اسی طرح میری باتیں مانو اور اپنی بکواس بند رکھو ورنہ تمھاری زبان کاٹنے میں ایک پل نہیں لگاؤں گا" ارباز خان نے اسکے لبوں کو حوس سے چھوتے کہا اور بیڈ سے کھڑا ہوا۔ "حولیہ درست کرو اپنا۔ اگر کسی نے مجھ سے تمھارے اس چہرے کے زخموں کا پوچھا نا تو تمھارا وہ حشر کروں گا کہ یاد رکھو گی "ارباز خان نے اسے بیڈ سے کھڑا کرتے واش روم میں دھکا دیا اور باہر نکل گیا۔ جبکہ اسکے یوں دھکا دینے پر یشائم نے بامشکل خود کو گرنے سے بچایا تھا۔ اسکے جاتے ہی وہ منہ پر دونوں ہاتھ جماتے سسکیاں بھرتے رونے لگی۔ وہ اتنی بدنصیب کیوں تھی۔ پر وہ کہاں جانتی تھی ایک دن

اسکی قسمت بدلنی تھی اور اسکی قسمت نے کندن بننا تھا۔اور اس وقت اسے خود سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہی لگنا تھا۔

یشائم اس وقت گھر کی چھت پر بیٹھی تھی جبکہ ارباز کی تینوں بیٹیاں ایک طرف زمین پر میٹریس بچھا کر بیٹھیں اس پر گھر گھر کھیل رہی تھیں۔اسکی شادی کو پانچ دن ہو گئے تھے۔ارباز خان اس دن اسے پیٹنے کے بعد کہیں کام سے چلا گیا تھا اور آج پانچ دن ہو گئے تھے لیکن وہ واپس نہیں آیا تھا جس پر وہ خاصی پُرسکون تھی۔پر وہ جانتی تھی یہ سکون بس کچھ دن کا ہی ہے۔اسکے چہرے پر زخم ابھی بھی تھے جس پر سب نے پوچھا تھا لیکن اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ وہ گری ہے۔"کیسا ہے تم" یشائم ابھی وہ بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھی جب اسے کسی نے پکارا جس پر اس نے مڑتے پیچھے دیکھا جہاں زرتاج ہاتھ میں دو کل چائے پکڑے اسکی طرف آرہی تھی۔"ٹھیک" یشائم نے یک لفظی

جواب دیا تو وہ اسکے ساتھ بیٹھ گئی۔ ”یہ تمھارے لیے لایا ہے ہم“ زرتاج نے چائے کا کپ اسے پکڑاتے کہا تو وہ تھام گئی۔ ”تو کیسا لگ رہا ہے اتنی چھوٹی عمر میں شادی کرکے“ زرتاج نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا جسکے چہرے پر کوئی حقارت نہیں تھی۔ ”سہی ہے“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تم سے ایک بات پوچھ سکتا ہے“ زرتاج نے کہا تو اس نے سر خم کیا۔ ”تمھیں خان سائیں نے مارا ہے نا“ زرتاج نے پوچھا تو وہ ساکت ہوئی۔ ”نن۔۔ نہیں“ اس نے کہا تو زرتاج نے چائے کا کپ ایک طرف رکھتے اسکا ہاتھ تھاما۔ ”ہم جانتا ہے یہ خان سائیں نے مارا ہے۔ تمھیں جھوٹ بولنے کا ضرورت نہیں“ زرتاج نے کہا۔ ”مارا ہے پر کیا کہہ سکتے ہیں“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہمیں کافی بُرا لگا“ زرتاج نے دکھ سے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”ویسے میں ایک بات پوچھوں“ میشائم نے اسے دیکھا۔ ”پوچھو“ زرتاج نے جواب دیا۔ ”میں آپکی سوتن ہوں تو آپکو میرے لیے بُرا کیوں لگ

رہا ہے۔آپکو تو خوشی ملنی چاہیئے" میشائم نے کہا تو زرتاج ہنسی۔"تم ہمارا سوتن ضرور ہے پر ایک بچی بھی ہے۔ہم جانتا ہے کوئی مجبوری رہا ہوگا تمھارے گھر والوں کا جو انھوں نے تم جیسا پھول کو خان سائیں سے بیاہ دیا ورنہ تمھارے لیے کوئی شہزادہ ہونا تھا" زرتاج نے کہا تو وہ تلخ سا ہنسی۔"ہم جیسی لڑکیوں کیلئے شہزادے نہیں آتے جنھیں انکے گھر والے ہی بوجھ سمجھتے ہوں" میشائم نے کہا زرتاج نے دکھ سے اسے دیکھا۔"تم اتنا بڑی باتیں کررہا ہے اس عمر میں" زرتاج نے اسے دیکھتے پوچھا۔"حالات انسان کو وقت سے پہلے بوڑھا کردیتے ہیں جس سے وہ سمجھدار ہو ہی جاتا ہے" میشائم نے کہا تو زرتاج نے ہاں میں سرہلایا۔"تم اگر چاہے تو ہمارے ساتھ اپنا درد بانٹ سکتا ہے۔ہم تمھارا سوتن ضرور ہے پر ایک بڑی بہن بھی بن سکتا ہے" زرتاج نے کہا تو میشائم کھوکھلا سا قہقہہ لگا گئی۔"میں اپنوں سے دکھ نہیں بانٹتی غیروں سے کیا بانٹوں۔اور مجھے غم بانٹنا یا شکایت کرنا پسند نہیں۔اگر کبھی کر بھی دوں تو

بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جنکی شکایت نہیں کی جاتی۔ صرف اس ڈر سے کہ کہیں شکایت کرنے سے ہمارے رشتے نا بکھر جائیں یا پھر کہیں ہم پر ظلم کے پہاڑ نا ڈھا دیے جائیں۔ اسی لیے ہم بہت سی گہری ضربوں کی شکایتوں کو دل میں ہی دفنا دیتے ہیں جو گزرتے وقت کے ساتھ ہمارے دل کو مردہ کرتے ہمیں اندر سے کھا جاتی ہیں۔ بس میں بھی اندر سے مردہ ہو گئی ہوں۔ میری بہت سی شکایتیں اندر ہی دم توڑ گئیں ہیں تو انھوں نے مجھے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے کیونکہ جن چیزوں کی شکایت نا کی جائے وہ سلو پوائزن کی طرح ہوتی ہیں جو قطرہ قطرہ کر کے جان نکالتی ہے اور میرے جسم میں یہ زہر پھیل چکا ہے امید ہے جلد ہی دم توڑ جاؤں" یشائم نے کہا تو اس کے لفظوں میں موجود اذیت کو محسوس کرتے زرتاج کی روح کانپی۔ "زرتاج یشائم نیچے آجاؤ" ابھی وہ کچھ بولتی کہ خالدہ بیگم کی آواز آئی جو انھیں نیچے بلا رہی تھیں جس پر وہ دونوں اٹھتے نیچے بڑھیں لیکن جانے سے پہلے بچیوں کو ساتھ لے جانا نہیں بھولیں۔ یشائم کو

صبح سے شدید چکر آرہے تھے جسکا اس نے کسی کو نہیں بتایا تھا۔اس کی دوائیاں بھی نہیں تھی اور پچھلے پانچ دن سے وہ صحیح سے کھانا بھی نہیں کھا رہی تھی۔"جی مورے "زرتاج نے اسکے ساتھ نیچے آتے پوچھا۔"یہ ساتھ والے گھر سے آئی ہیں میشائم سے ملنے آؤ" میشائم خالدہ بیگم نے زرتاج کو نظر انداز کرتے میشائم کو کہا تو وہ آگے بڑھی لیکن شدید چکر آنے کا باعث اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا جس سے وہ یکدم ہی زمیں بوس ہوئی۔"یا اللہ خیر یہ کیا ہوگیا" خالدہ بیگم نے میشائم کے پاس آتے کہا۔"زرتاج ڈاکٹرنی کو بلا" خالدہ بیگم نے میشائم کی حالت دیکھ کہا تو اس نے فوراً ہاں میں سرہلایا۔"میری بہو ڈاکٹر ہے۔اسے بلاؤں وہ آئی ہوئی ہے" اس عورت نے کہا تو خالدہ بیگم نے ہاں میں سرہلایا جس پر اس نے اپنی بہو کو بلایا جو دو منٹ میں یہاں موجود تھی۔"کیا ہوا ہے اسے" خالدہ بیگم نے اس لڑکی کو دیکھتے کہا جو میشائم کی نبض پکڑے ہوئے تھی۔"خالہ گھبرانے والی بات نہیں ہے۔آپکی بہو ماں بننے والی

ہے تو کمزوری سے بہیوش ہوئی ہے" اس لڑکی نے کہا تو زرتاج اور خالدہ بیگم کا ہاتھ منہ پر گیا۔ انکی شادی کو پانچ دن ہوئے تھے اور ارباز نے اسے چھوا تک نہیں تھا پھر ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔ جبکہ وہ لڑکی اپنی بات کہنے کے بعد اب میشائم کے چہرے پر پانی چھڑک رہی تھی جس سے وہ چند لمحوں بعد ہوش کو لوٹی۔ "زرتاج اسے کمرے میں لے کر جاؤ" اس کے اٹھتے ہی خالدہ بیگم نے سرد و سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ میشائم کو اٹھاتے روم میں لے گئی۔ "میشائم تم امید سے ہو" کمرے میں آتے ہی زرتاج نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ مطلب سب کو پتا لگ گیا تھا۔ "کس کا بچہ ہے یہ بدکردار لڑکی" ابھی میشائم اسے کوئی جواب دیتی کہ خالدہ بیگم نے کمرے میں آتے اسکے چہرے پر پے در پے تھپڑ مارتے پوچھا۔ وہ مہمانوں کو بھیج کر اندر آئیں تھی۔ "مورے کیا کر رہا ہیں چھوڑیں اسے وہ مر جائے گی۔ اسکی حالت نہیں ٹھیک" زرتاج نے اس اچانک افتاد پر بوکھلاتے کہا۔ "زرتاج دفع ہو جاؤ اس کمرے سے باہر" خالدہ

بیگم نے چلاتے غصے سے کہا تو زرتاج رکی اور انھیں دیکھا جو شدید غصے میں تھیں۔ ”مورے اسکا بات تو سن لیں“ زرتاج نے کہا تو انھوں نے یشائم کو بیڈ پر دھکا دیا اور اسکی بازو پکڑتے اسے باہر نکالتے دروازہ بند کیا۔ ”بولو لڑکی یہ کس کا بچہ ہے“ خالدہ بیگم نے اسکو دیکھتے پوچھا جو تھر تھر کانپ رہی تھی۔

”ار۔۔باز۔۔کا“ یشائم نے کہا تو ایک اور تھپڑ اسے پڑا تھا۔ ”سچ بتاؤ“ انھوں نے سختی سے پوچھا۔ ”مم۔۔میں سچ“ اسکی بات پوری ہونے سے پہلے اسے ایک بار پھر تھپڑ پڑا تھا جس پر وہ روئی لیکن وہ اس کا رونا نظر انداز کرتے اسکو بالوں سے دبوچتے باہر لائیں تھی اور لاتے لاؤنج کے وسط میں پھینکا تھا۔ ”کوئی آگے نہیں آئے گا“ زرتاج کو بڑھتے دیکھ خالدہ بیگم غصے سے چلائی تھیں جس پر وہ اپنی جگہ پر جمی۔ ”بولو کس کا بچہ ہے یہ بدچلن لڑکی۔میں تمھیں معصوم سمجھ کر لائی تھی اور تم کسی کا گند اپنے پیٹ میں پالے میرے گھر میں آگئی ہو“ خالدہ بیگم نے اسکو بُری طرح سے مارتے کہا۔وہ اسکے بال نوچ رہی

تھی اسے تھپڑوں سے زخمی کر رہی تھیں۔ اسکو اندھا دھند ٹانگیں مار رہی تھیں جس پر یشائم ادھ مری ہو چکی تھی۔ جبکہ پورے گھر کے ملازم اور زرتاج کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ جانتے تھے یہ ماں بیٹا کتنے سفاک ہیں۔ "کیا ہو رہا ہے یہاں" ابھی وہ یشائم کے بیہوش وجود کو اور مارتی کہ ارباز خان اندر داخل ہوتے دھاڑا تھا۔ "ارباز اچھا ہوا تم آ گئے۔ اس لڑکی کو طلاق دو۔ یہ حاملہ ہو کر یہاں آئی ہے" خالدہ بیگم نے یشائم کے عین پیٹ کے مقام پر ٹانگ مارتے کہا تو اسکے بیہوش خون سے لت پت وجود کو ایک جھٹکا لگا تھا۔ "مورے" یہ منظر دیکھ ارباز خان کا دل ایک لمحے کو رکا تھا۔ وہ بھاگ کر اندر آیا اور یشائم کو اٹھاتے باہر بھاگا۔ جسکے جسم کا کوئی ایسا حصہ نا تھا جہاں سے خون نا نکل رہا ہو۔ "ارباز اس لڑکی کو مرنے دو یہ بدچلن ہے" خالدہ بیگم نے کہا۔ "مورے وہ میری بیوی ہے چلیں فلحال" اس نے کہا اور یشائم کو گاڑی میں ڈالتے ہاسپٹل کی طرف بڑھا۔

"معاف کیجئے گا زمیندار صاحب پر آپکی بیوی کا مسکیرج ہوگیا ہے۔ایک تو اسکی عمر اتنی کم ہے پھر جتنی بُری طرح مارا گیا ہے اسکی جان بھی بامشکل بچائی ہے" ڈاکٹر نے کہا تو ارباز خان کے دل کو کچھ ہوا۔اسکی اولاد مر گئی تھی یہ بہت اذیت ناک تھا۔میشائم کو یہاں لاتے ہی ایڈمٹ کرلیا گیا تھا۔اسکی حالت کافی خراب تھی۔پیٹ میں بارہا ٹانگ لگنے کی وجہ سے اسکی حالت زیادہ بگڑی تھی۔ڈاکٹرز کا کہنا تھا یہ پولیس کیس ہے لہٰذا پولیس کے آنے تک یہاں کوئی علاج نہیں ہوگا لیکن وہ زمیندار کی بیوی تھی تو اسکا علاج کردیا گیا تھا اور پولیس کو بھی نہیں بلایا گیا۔"ٹھیک ہے ہم اسے کب تک لے جاسکتے ہیں" ارباز خان نے کہا تو ڈاکٹر نے اسے دیکھا۔"لگ بھگ ایک ہفتے کے بعد" ڈاکٹر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"اس لڑکی کو ابھی کے ابھی طلاق دو ارباز" خالدہ بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔"مورے میں اسے طلاق دے

دوں گا لیکن پہلے اس سے وارث پیدا کرلوں پھر" ارباز خان نے کہا۔ "کیوں اس گند سے کیوں۔ وہ کسی اور کا بچہ کوکھ میں رکھے یہاں آئی تھی طلاق دو اسے ہمارا میں تمھاری تیسری شادی کراؤں گی" خالدہ بیگم نے غصے سے آگ بگولا ہوتے کہا۔ "مورے اس لڑکی سے ہی وارث پیدا کروں گا۔ اور کسی اور سے تعلق بنانے کی سزا بھی دوں گا اسے۔ ناجانے کس کا بچہ تھا وہ" ارباز خان نے کہا تو خالدہ بیگم نے اسے دیکھا۔ جبکہ ارباز خان کا ضمیر شاید مر چکا تھا کیونکہ اگر زندہ ہوتا تو اسے اپنے ہی بچے کو کسی اور کا کہنے پر لعنت ملامت ضرور کرتا۔ "پر وارث پیدا ہوتے ہی اسے طلاق دے دینا" خالدہ بیگم وارث کے نام پر ڈھیلی پڑیں تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکل گیا جبکہ خالدہ بیگم بھی سر جھٹک کر وہیں بیٹھ گئیں۔ انھیں اندر سے میشائم کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں جو میرا بچہ میری اولاد کہتے چلا رہی تھی پر وہ سر جھٹک گئیں۔ پر وہ کہاں جانتی تھی یہ سر جھٹکنا انھیں کتنا مہنگا پڑنا تھا۔ آج انھوں نے کسی کی اولاد چھینی

تھی۔ مکافاتِ عمل بھی تو ابھی ہونا تھا۔ ابھی تو اللہ کی بے آواز لاٹھی پڑنی تھی۔ ابھی تو بہترین انصاف کرنے والے نے انصاف کرنا تھا۔

"تیز ہاتھ چلاؤ لڑکی کیا جان نہی ہے ہاتھوں میں" خالدہ بیگم نے میشائم کو کہا جو لاؤنج میں جھاڑو لگا رہی تھی۔ اسکے مس کیرج کو ایک سال ہوگیا تھا اور اس ایک سال میں خالدہ بیگم اور ارباز خان نے ہر طرح سے اس پر ظلم ڈھایا تھا۔ وہ اب دوبارہ امید سے تھی پر اس گھر کے مکین اس پر ترس نہیں کھا رہے تھے۔ اسکا دوسرا مہینہ شروع ہونے والا تھا پر پھر بھی وہ سب کام کرتی تھی۔ ایک سال سے پورے گھر کا سارا کام اسکے سر پر آگیا تھا۔ وہ چاہے کھانا پکانا ہو، برتن دھونا، کپڑے دھونا یا صفائی ستھرائی سب کام میشائم کرتی تھی۔ جتنا ظلم جنید خان کی طرف اس پر ہوتا اس سے دس گنا زیادہ ظلم یہاں کے مکین کرتے تھے۔ وہاں تو صرف مارا جاتا تھا یا کھانا بند کیا جاتا تھا پر یہاں تو

سزائیں ایسی تھیں کہ میشائم کی روح لرز گئی تھی۔اگر کوئی اسکے ساتھ اچھا تھا تو وہ زرتاج تھی جو اسکا سب سے چھپ کر خیال رکھتی تھی۔ابھی کچھ دن پہلے ہی روٹی پکانے میں وہ لیٹ ہوگئی تھی وجہ وہ ارباز خان کی شلوار قمیض استری کررہی تھی۔جس پر خالدہ بیگم نے کچن میں آتے گرم چمٹے سے اسکی کمر جلائی تھی۔ تاکہ کپڑا لگنے سے اسے درد ہو اور اسے یاد رہے کہ آئیندہ وقت پر کھانا بنانا ہے۔جبکہ تین ماہ پہلے ارباز خان نے اسے بیلٹ سے مارا تھا کیونکہ اسے اس کے ساتھ رات گزارنا تھی پر اس کے خاص ایام شروع ہوگئے تھے اور میشائم اسے بتانا بھول گئی تھی پر اسے حیرت نہیں ہوئی تھی اسکے خاص ایام میں ہمیشہ اسکے ساتھ یہی ہوتا تھا یا تو اسے ذلیل کیا جاتا تھا یا مارا جاتا تھا جس ہر وہ خاموشی سے انکے ظلم برداشت کرتی تھی۔"بس۔۔ہوگیا" میشائم ڈرتے ہوئے کہا۔ان لوگوں نے جس قدر اس پر ظلم ڈھایا تھا وہ ہر چیز سے ڈرنے لگی تھی۔وہ اب سہمی سہمی رہتی تھی۔وہ کسی کو نظر اٹھا کر دیکھتی بھی نہیں

تھی۔ ”چلو یہ کر کے ارباز کے لیے چائے بناؤ اور اسکے کمرے میں دے کر آؤ۔ زرتاج ابھی گھر پر نہیں ہے“ خالدہ بیگم نے کہا تو وہ فوراً کچن میں گئی اور چائے بنانے لگی۔ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھی تاکہ کسی کو اس پر غصہ نا آئے۔ اس نے جلدی سے چائے بنائی اور اوپر ارباز خان کے کمرے کی طرف بڑھی۔ کمرے کے پاس جاتے اس نے دروازہ نوک کیا جس پر اسے اگلے ہی پل اجازت ملی تو وہ اندر داخل ہوئی۔ ”اوہو میری نازک چڑیا آئی ہے“ اسے دیکھ ارباز خان جو صوفے پر بیٹھا کام کر رہا تھا خباثت سے مسکرایا جس پر یشائم کپکپائی۔ ”آ۔۔آپکی ۔۔۔چائے“ یشائم نے کہا تو اس نے اسے ٹیبل پر رکھنے کا اشارہ کیا جہاں کچھ کاغذات اور پانی کا آدھا گلاس پڑا تھا۔ وہ آگے بڑھی اور چائے کو ٹیبل پر رکھتے سیدھی ہونے لگی لیکن اسکی کہنی غلطی سے وہاں رکھے پانی کے گلاس کو لگی جس سے گلاس ٹیبل پر گرا اور ساتھ کاغذات پر پانی گر گیا جس پر ارباز خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔ ”یہ کیا کیا بدذات عورت“ ارباز

خان نے غصے سے اسکے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے اسکی نازک گال پر تھپڑ مارا جس پر میشائم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ "غلطی۔۔ سے۔۔ ہوگیا۔۔ ارباز۔۔ سچی" میشائم نے روتے ہوئے کہا۔ "غلطی سے تم نے میرے اتنے اہم کاغذ خراب کردیے" ارباز خان نے اسکا جبڑا دبوچتے کہا۔ "ہاتھ۔۔ لگ گیا۔۔۔ غلطی۔۔۔ سے" میشائم نے کہا تو اس نے غصے سے اسکی بازو مڑورتے سیدھی کی اور ٹیبل سے گرم چائے کا کپ اٹھاتے اسکے سرخ و سپید ہاتھ پر انڈیل گیا۔ اچانک گرم چائے ہاتھ کی جلد پر گرنے پر میشائم کی دلخراش چیخ کمرے میں گونجی تھی جسے سنتے ارباز خان اسکا جلا ہوا ہاتھ مزید زور سے پکڑتے دباؤ ڈالا تو اسکی چیخوں میں اضافہ ہونے لگا۔ پر اس ظالم سفاک شخص کو فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ اسے یہ تک احساس نا تھا کہ وہ اسکے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ میشائم چلا رہی تھی جبکہ ارباز خان اسے روتے تڑپتے دیکھ رہا تھا۔ میشائم کو یوں دیکھ اسے عجیب سکون ملتا تھا۔ جبکہ میشائم ان

ظلموں سے اب تنگ آتے مرنے کی دعائیں مانگتی تھی جو نا جانے کب پوری ہونی تھیں۔

۔۔حال۔۔

"اور۔۔دِیر۔۔حور۔۔جب۔۔پیدا۔۔ہونے۔۔والی تھی۔۔تب بھی۔۔وہ۔۔سب۔۔ایسے ہی۔۔آپکی۔۔ یشی کو۔۔مارتے تھے۔۔دِیر۔۔اور پھر۔۔حور۔۔ پیدا۔۔ہوئی۔۔تو۔۔اس۔۔سفاک۔۔ شخص۔۔۔نے مجھے۔۔طلاق۔۔دے دی۔۔بہت۔۔ ظلم ۔۔کیا۔۔ ان۔۔سب۔۔۔نے مجھ۔۔پر" یشا ئم اسکی گود میں بیٹھی اس کے سینے پر سر رکھے ہچکیاں بھرتے آج اسے اپنے دردناک ماضی سے آگاہ کر گئی تھی جبکہ ماہ دیر اسکے سر پر گال ٹکائے بے آواز رو رہا تھا۔اسکے آنسو ایک بار بھی نہیں رکے تھے۔اس نازک جان نے اتنا ظلم سہا

تھا۔ کیوں ترس نا آیا ان لوگوں کو اس پر۔ لوگ تو جانوروں سے بھی ایسا سلوک نہیں کرتے جیسا ان لوگوں نے اسکی میشی کے ساتھ کیا تھا۔ وہ تو اتنی معصوم تھی۔ اسکی معصومیت چھین لی تھی ان درندوں نے۔ اسکا بچپنا چھین لیا تھا۔ اسے اب سمجھ آیا تھا وہ کیوں مردوں سے ڈرتی تھی ہے۔ وہ کیوں قربت کے لمحات سے گھبراتی ہے۔ "مجھ۔۔مجھے بہت۔۔درد۔۔ہوتی۔۔ تھی۔۔دِیر۔۔بہت۔۔زیادہ" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے اسکا چہرہ اپنا سینے سے نکالتے ہاتھوں میں دیوانہ وار اسکے چہرے پر لب رکھنے لگا۔ "میرا بچہ۔۔میری میشی۔۔میں قربان۔۔ جاؤں۔۔اپنی جان پر" ماہ دیر دیوانہ وار اسکی آنکھوں کو، ماتھے کو، اسکے رخساروں کو یہاں تک کہ اسکے ہاتھوں کو بھی چومتے بول رہا تھا۔ اسکا دل پھٹ رہا تھا۔ میشائم کا درد سنتے اسے اپنا درد چھوٹا محسوس ہوا۔ اسکے لمس پر میشائم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی جس پر ماہ دیر نے شدت سے اسے سینے میں بھینچا اور خود بھی بچوں کی طرح

ہچکیاں بھرتے رونے لگا۔وہ ایک دوسرے کی باہوں میں بلک بلک کر رو رہے تھے میشائم اپنے ماضی کی تکلیفوں کو یاد کرتے جبکہ ماہ دیر اپنے عشق کی تکلیفوں کو سنتے رو رہا تھا۔اسکا عشق جسے اس نے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہیں چھوا تھا جسکے سامنے وہ اونچی آواز میں بولتا تک نا تھا ان لوگوں نے اس پر اتنے ظلم کیے تھے اسکا دل پھٹنے کے در پر تھا۔"شش بس میرا بچہ۔دِیر کی کل کائنات۔ میری ٹائیگریس۔میں قربان تم پر میشائم سکندر۔اتنا درد برداشت کیا میری میشی نے۔میری لٹل واریئر۔بس چپ سب ٹھیک ہے میں ہوں پاس۔تمھارے پاس تمھیں اپنے حصار میں محفوظ رکھوں گا۔بس روتے نہیں ہیں" کچھ دیر بعد ماہ دیر نے اپنے آنسوؤں پر ضبط کرتے اسکا سر چومتے کہا۔اس وقت اسے رونا نہیں تھا۔اس وقت اسے اپنی متاعِ جان کا ایک ایک آنسو اپنے سینے میں جذب کرنا تھا۔"د۔۔یر۔۔ وہ۔۔بہت۔۔بُرے۔۔تھے" میشائم نے سسکتے کہا۔"تم پر ہوئے ایک ایک ظلم کا بدلہ لے گا تمھارا دیر میرا بچہ" ماہ دیر نے

اسکا ماتھا چومتے کہا۔ ”مجھے۔۔بہت۔۔مارتے۔۔تھے“ میشائم نے اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کرتے کہا۔ ”میں انکو وہاں ماروں گا جہاں انھیں پانی بھی نصیب نہیں ہوگا“ ماہ دیر نے اسکے بال سہلاتے کہا۔ ”مجھے بھوکا۔۔بھی۔۔رکھتے تھے“ میشائم نے کہا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ ”میں انکی آنتوں سے گندم کا ایک ایک دانا نوچ کر نکال دوں گا“ ماہ دیر کا انداز جنونی ہوا۔ ”مم۔۔مجھے۔۔ منحوس۔۔کہتے۔۔تھے“ میشائم نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ ”انکی زبان کاٹ دوں گا“ ماہ دیر نے اسکے بالوں کو سہلاتے کہا۔ ”مجھے۔۔جلایا بھی۔۔تھا“ میشائم نے اپنی کمر کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ ”میں انکی سلطنت جلادوں گا“ ماہ دیر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ ”ہماری۔۔بب۔۔ بیٹی۔۔کو۔۔ختم۔۔کرنا۔۔چاہتے تھے“ میشائم نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے اسکے دونوں رخساروں پر لب رکھے جہاں وہ لوگ تھپڑ مارتے

تھے۔ ”میں انکی سات نسلوں کو ختم کردوں گا“ ماہ دیر نے اسکی آنکھوں پر لب رکھے۔ ”میرے۔۔۔بچے۔۔کو۔۔مار۔۔دیا“ یشائم نے ہچکی بھرتے کہا۔وہ درد جو آج تک اسکے اندر تھا آج وہ بھی بہا رہی تھی۔وہ ماں تھی جس نے اپنی اولاد کو کھویا تھا۔اسے بہت تکلیف تھی وہ اسکا بچہ تھا پھر چاہے وہ جیسے بھی اسکے وجود کا حصہ بنا ہو۔ ”میں انکو عبرت ناک موت دوں گا“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکے ناک پر ہونٹ رکھتے کہا۔اولاد کو کھو دینے کا خیال ہی جان لے لیتا ہے اور نازک جان نے تو اپنی اولاد کو کھویا تھا۔ ”مجھے۔۔۔بے۔۔آبرو۔۔۔ کردیا“ یشائم نے کہا تو اس نے نرمی سے جھکتے اسکے لبوں کو چھوا۔ ”میں انکے ناپاک وجود کی بوٹی بوٹی کرکے سوات کے کتوں کو کھلاؤں گا تمھارے سر کی قسم“ ماہ دیر کہا تو یشائم نے اسے دیکھا۔ ”آپکو۔۔۔مجھ۔۔۔سے۔۔۔نف“ یشائم کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ ایک بار پھر اسکے چہرے پر جھکا تھا۔ ”تم میری کل کائنات ہو مائی لٹل واریئر۔تمھارے لیے میرے دل میں

محبت کے علاوہ کوئی جذبہ نہیں آسکتا۔ماہ دیر سکندر کی زندگی ہو تم اور اپنی زندگی سے نفرت کوئی بد بخت ہی کر سکتا ہے" ماہ دیر نے اسے سینے میں بھینچتے کہا۔

"آپ ۔۔مجھے۔۔بُرا" میشائم کی بات ایک بار پھر وہ کاٹ گیا تھا۔"تمھاری غلطی تھی ہی نہیں جو میں تمھیں بُرا سمجھوں اور یقین کرو اگر تمھاری غلطی ہوتی تب بھی ماہ دیر سکندر تمھیں صحیح کہتا" ماہ دیر نے اسکے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیرتے کہا۔"آپ۔۔مجھے۔۔حقیر" اب کی بار بھی میشائم کا جملہ پورا نہیں ہوا تھا۔"میری نظروں میں تم ایک واریئر ہو حقیر نہیں۔تم میری بہادر ٹائیگریس جس نے اتنی اذیت سہی پر حالات سے گھبراتے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا بلکہ حالات کا مقابلہ کیا۔آئی ایم پراؤڈ آف یو میرا بچہ" ماہ دیر نے محبت سے کہا تو میشائم نے گردن اٹھاتے اسے دیکھا۔"آپکو مجھ پر فخر ہے" میشائم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"ہاں مجھے تم پر فخر ہے۔مائی لٹل واریئر تمھارا ماضی سننے کے بعد میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے پر

تمھاری بہادری سنتے میرا سینہ فخر سے چوڑا ہوگیا ہے "ماہ دیر نے اسکی ٹھوڑی پر لب رکھتے کہا۔ "پر میں اب بہادر نہی ہوں دیر" میشائم نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ "تو میری متاعِ جان کو کس نے کہا ہے بہادر بننے کیلئے۔ میرے ہوتے ہوئے تمھیں بہادر بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھاری ہر اذیت میں خود پر لے لوں گا پر غموں کو تمھیں چھونے بھی نہیں دوں گا" ماہ دیر نے کہا تو میشائم مسکرائی۔ "میں جانتی ہوں دیر" میشائم نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے کندھے پر لب رکھے۔ "کیا وہ زخم ابھی بھی تمھاری کمر پر ہے" ماہ دیر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا میں دیکھ سکتا ہوں" ماہ دیر نے پوچھا تو اس کا چہرہ سرخ ہوا لیکن اس نے ہاں میں سر ہلاتے اپنے کندھے سے قمیض ہلکی سی نیچے کی جہاں سیاہ رنگ کا ایک ڈبے جیسا نشان تھا۔ وہ نشان اسکے کندھے کو چھو رہا تھا۔ اسکا زخم دیکھ ماہ دیر کی آنکھوں سے پھر آنسو بہے۔ اس نے اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو صاف کیا

اور نرمی سے جھکتے اس نشان پر لب رکھ گیا جس پر یشائم کا چہرہ مزید سرخ ہوا۔ ”مجھے معاف کردو“ یشی ماہ دیر نے سیدھے ہوتے کہا۔ ”کیوں“ یشائم نے اسے دیکھا۔ ”پتہ نہیں پر مجھے معاف کردو۔ تم نے اتنا درد سہا اور میں اتنی دیر سے تمھاری زندگی میں آیا مجھے پہلے آنا چاہئے تھا“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے اپنی پیشانی اسکی ٹھوڑی پر ٹکائی۔ ”واقعی اگر آپ جلدی آتے تو مجھے اتنے دکھ نا جھیلنے پڑتے“ یشائم نے کہا تو وہ اسکا سر چوم گیا۔ ”ہاں کاش۔ لیکن اب گزرا وقت تو نہیں لایا جاسکتا۔ پر ہاں میں گزرے وقت کو تمھاری یادداشت سے ختم کردوں گا“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”یشی“ ماہ دیر نے محبت سے اسے پکارا۔ ”جی“ یشائم نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ ”میں تمھاری تکلیفوں کو تو نہیں مٹا سکتا پر باخدا تمھاری اذیت کی وجہ بننے والوں کا نام و نشان اس صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گا“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”جانتی ہوں۔ اچھا وہ اس فائل میں کیا ہے“ یشائم نے پوچھا تو وہ نرمی سے مسکرایا۔ ”میرا بچہ۔ وہ میں

صبح بتاؤں گا۔ ابھی سوجاؤ کچھ دیر آرام کرو پلیز۔ اتنا روئی ہو آگے ہی" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو یشائم نے اسے دیکھا اور بغیر کوئی دوسری بات کیے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ وہ بھی ابھی سونا چاہتی تھی تبھی مان گئی تھی۔ جبکہ ماہ دیر اسکے یوں بات ماننے پر مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکا سر چوم گیا۔ لیکن اسکی آنکھ سے ایک آنسو نکلتا یشائم کے بالوں میں جذب ہوا تھا۔ وہ یقیناً ان لوگوں کو اب نہیں چھوڑنے والا تھا۔ وہ مانسہرہ میں قیامت برپا کرنے کو تیار تھا۔ یشائم خان کا محافظ یشائم خان کو انصاف دلانے والا تھا۔

"چلیں آنٹی میں چلتی ہوں" ابیہا نے تنزیل بیگم کے گلے لگتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ سب مہمان ہی اب جا چکے تھے سوائے ابیہا اور ضرار کے دوستوں کے جو اب مردوں والی سائیڈ پر تھے۔ "ویسے آنٹی ایک بات پوچھوں اگر آپ بُرا نا مانیں تو" ابیہا نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلاتے اسے

اجازت دی۔ ”ہاں بولو بیٹا“ تنزیل بیگم نے کہا۔ ”آنٹی کیا عائشہ کا کہیں رشتہ طے کردیا ہے یا نکاح وغیرہ ہوگیا ہے“ ابیہا نے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔ ”نہیں بیٹا ابھی تو اسکا رشتہ دیکھ رہے ہیں۔ ویسے تم کیوں پوچھ رہی ہو“ تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ ”وہ آنٹی دراصل میں نے عائشہ کو ایک لڑکے کے گلے لگے دیکھا تو اس لیے مجھے لگا شاید اسکا نکاح ہوگیا ہو“ ابیہا نے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا۔ ”بچے وہ ضرار ہوگا“ تنزیل بیگم نے سنجیدگی سے کہا۔ ”نہی آنٹی ضرار بھائی نہیں تھے وہ کوئی اور تھا۔ میں نے آپکو تصویریں بھیجی ہیں“ ابیہا نے کہا تو تنزیل بیگم نے ہاتھ میں پکڑا موبائل اون کرتے اسکی بھیجی تصویریں دیکھی۔ جو کے گھر کی بیک سائیڈ پر لی گئی عائشہ اور اسد کی تھیں جسے دیکھ انکا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہوا۔ اسد کا عائشہ کو گلے لگانا۔ اس کا ماتھا چومنا۔ عائشہ کی شرمگیں مسکراہٹ۔ ہر لمحے کی تصویر تھی۔ جبکہ انکا سرخ چہرہ دیکھ ابیہا مسکرائی تھی۔ ”چلیں آنٹی میں چلتی ہوں بابا آگئے ہیں“ اس نے

کہا اور باہر نکل گئی جبکہ تنزیل بیگم کی آنکھیں اب تک ان تصویروں پر ٹکی تھیں۔وہ ایک جھٹکے میں مُڑیں اور لاؤنج کی طرف بڑھیں۔"عائشہ عائشہ"تنزیل بیگم نے لاؤنج میں جاتے عائشہ کو پکارا جو اگلے ہی لمحے کچن سے نکلتے باہر آئی جبکہ اسکے پیچھے ہی اسد بھی تھا جسے دیکھ تنزیل بیگم کے غصے کا گراف بڑھا۔"کیا ہوا ماما سب ٹھیک ہے" عائشہ نے انکے پاس آتے پوچھا۔جبکہ باقی سب بھی کھڑے ہوتے انھیں دیکھنے لگے۔"یہ کیا ہے عائشہ"تنزیل بیگم نے موبائل کا رخ اسکی طرف کرتے پوچھا تو عائشہ نے موبائل سکرین کو دیکھا جہاں اسکی اور اسد کی تصویریں دیکھ اس کی آنکھیں خوف سے پھیلی تھیں۔"ماما"عائشہ کو سمجھ نا آئی وہ کیا کہے جبکہ باقی سب تو ابھی تک معاملہ سمجھنے کی کوشش کررہے تھے۔"یہ کیا ہے عائشہ راجپوت"تنزیل بیگم اب کی بار غصے سے چلائی تھیں۔"تنزیل کیا ہوا ہے ایسے کیوں چلا رہی ہو" شاہ جہاں بیگم نے پوچھا تو تنزیل بیگم نے انھیں دیکھا۔"آئیں اماں سائیں یہ دیکھیں اپنے پوتے کے

کرتوت "تنزیل بیگم نے کہا اور موبائل جاتے شاہجہاں بیگم کو دکھایا تو اس میں موجود تصویروں کو دیکھتے شاہجہاں بیگم کے منہ پر ہاتھ گیا جبکہ اسد نے فوراً آگے بڑھتے موبائل کو دیکھا تو اسکی آنکھوں میں لہو اترا۔ کسی نے چھپ کر اسکی اور عائشہ کی تصویریں اتاری تھیں۔ اسد نے فوراً عائشہ کو دیکھا جو آنکھوں میں آنسو لیے خوف سے کانپ رہی تھی۔ وہ ایک جست میں اسکے پاس گیا اور اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام گیا جس پر عائشہ نے اسے دیکھا تو اس نے آنکھوں سے اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا جو وہ ڈرتا۔ وہ اسکی بیوی تھی اسکے نکاح میں تھی کسی حرام رشتے میں نہیں رکھا تھا اس نے عائشہ کو۔ دوسری طرف دراب صاحب فردوس بیگم مہرماہ اور مریم نے بھی ان تصویروں کو دیکھتے بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھا۔ "اسد یہ کیا ہے" شاہجہاں بیگم نے اسکو دیکھتے پوچھا جو عائشہ کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔ اس نے انکی بات سنتے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ضرار کی آواز گونجی

جس پر سب نے بیک وقت مُڑتے دروازہ کی طرف دیکھا جہاں سے شہریار اور ضرار چلتے انکی طرف ہی آرہے تھے۔ "کیا ہوا۔ سب پریشان لگ رہے ہیں" ضرار نے اندر آتے ہی پوچھا اور اسد کو دیکھا جس پر اس نے مخصوص اشارہ کیا جسے سمجھتے ضرار نے سر خم کرتے اسے پُرسکون کیا۔ "ضرار یہ تصویریں دیکھو" دراب صاحب نے کہا اور موبائل اسکی طرف بڑھایا جس پر شہریار اور ضرار دونوں کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔ عائشہ اور اسد کی ایسی تصویریں کس نے اتاری تھیں آخر یہ کسکی حرکت تھی۔ اس نے گہری سانس بھری اور موبائل واپس کیا۔ ابھی یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔ ابھی اسے یہ سب سنبھالنا تھا۔ "بابا آپ لوگ بیٹھیں میں کرتا ہوں بات" ضرار نے موبائل تنزیل بیگم کی طرف بڑھاتے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ "کیا بات کرنی ہے ضرار۔ میری بیٹی جسے میں نے زمانے کی بُرائیوں سے بچا کر رکھا۔ وہ یوں ایک غیر محرم کے گلے لگی کھڑی تھی۔ کیا یہ دن دیکھنے کے لیے میں نے اسے بڑا

کیا۔اسکی ہر بات مانی اور یہ یوں "تنزیل بیگم نے دکھ سے کہا تو عائشہ نے تڑپتے نفی میں سر ہلایا۔ "چچی جان اسد عائشہ کے لیے نامحرم نہیں ہے" ضرار نے انکے ہاتھ تھامتے کہا جس پر سب نے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب ہے اس بات کا ضرار" فردوس بیگم نے اب کی بار پوچھا۔ "ماما آپ سب بیٹھیں میں بتاتا ہوں۔اسد عائشہ کو بٹھاؤ اور اسے پانی پلاؤ "ضرار نے کہا تو اسد نے فوراً ہاں میں سر ہلایا اور عائشہ کو صوفے پر بٹھاتے جلدی سے پانی کا گلاس لاتے اسکے منہ سے لگایا جسے چند گھونٹ پیتے وہ پڑے کر گئی جبکہ باقی سب کھڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ "آپ سب لوگ بیٹھ جائیں" شہریار نے ان سب کو ہنوز کھڑے دیکھ کہا تو اب کی بار سب بیٹھ گئے۔ "عائشہ" اسد نے نرمی سے گلاس سائیڈ پر رکھتے اسے پکارا تو اس نے نم آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "میں یہیں ہوں تمھارے پاس۔کچھ نہیں ہوا۔پلیز رونا بند کرو" اسد نے نرمی سے کہا تو اس نے بامشکل ہاں میں سر ہلایا جس پر اسد اٹھا اور اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ "کیا

ہورہا ہے یہاں کوئی بتائے گا۔ عائشہ اسد کے گلے کیوں لگی تھی" اسد کو یوں عائشہ کے قریب دیکھ اب کی دراب صاحب بولے تھے۔ "انکل عائشہ میری بیوی ہے "ضرار یا شہریار کے جواب دینے سے پہلے اسد نے سب کو دیکھتے مضبوط لہجے میں کہا تو سب کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ "بیوی" شاہجہاں بیگم نے اسکو دیکھتے پوچھا۔ "جی اماں سائیں عائشہ اسد کی بیوی ہے" اب کی بار شہریار بولا تھا۔ "پر یہ کیسے ہوسکتا ہے۔عائشہ اسد کی بیوی کیسے ہوسکتی ہے" دراب صاحب نے پوچھا تو ضرار نے انھیں دیکھا۔ "نکاح سے بابا" ضرار نے کہا تو دراب صاحب نے اسے گھورا جس پر اس نے کھانستے اپنی ہنسی روکی جبکہ اسد اور شہریار نے بامشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا۔ "بہت شکریہ مجھے بتانے کا کہ نکاح سے یہ میاں بیوی بنے ہیں۔پر میں پوچھ رہا تھا کہ انکا نکاح کب ہوا اور ہمیں کیوں نہیں بتایا" دراب صاحب نے دانت پیستے پوچھا تو سب ہی انکی بات سے متفق نظر آئے۔ "انکل آپ سب کو نہیں بتایا تھا کیونکہ

نکاح ایک دم سے ہی کرنا پڑا" شہریار نے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب میری بیٹی کا نکاح ایک دم سے کرنا پڑا وہ بھی میری رضامندی کے بغیر" تنزیل بیگم نے غصے سے پوچھا۔ "چچی اسد گڑیا سے محبت کرتا ہے۔ اور اس دن جب وہ کڈنیپ ہوئی تھی تب اسد نے مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے انکا نکاح کروا دیا" ضرار نے پُرسکون انداز میں کہا تو سب کو جھٹکا لگا۔ "تو تم لوگوں نے ہمیں کیوں نہیں بتایا۔ اگر اسد عائشہ کو پسند کرتا تھا تو ہم لوگ زندہ تھے۔ ہم کرواتے انکا نکاح۔ لیکن تم لوگوں نے نا صرف انکا نکاح کرایا بلکہ پچھلے ڈھیر ماہ سے چھپا کر بھی بیٹھے ہو" شاہجہاں بیگم نے سخت لہجے میں کہا۔ "اماں سائیں بھائی کی غلطی نہی ہے۔ اس دن میں نے ضد کی تھی کہ نکاح ہوگا تو میں گھر جاؤں گا تبھی انھوں نے میرا اور عائشہ کا نکاح کرایا اور چھپانے کا بھی میں نے ہی کہا تھا کیونکہ عائشہ تنزیل آنٹی کے ری ایکشن سے ڈر رہی تھی" اسد نے ان دونوں کے بولنے سے پہلے ہی عائشہ کے ہاتھ پر پکڑ

مضبوط کرتے کہا۔ "یہ کوئی وجہ نہیں ہے اتنی بڑی بات چھپانے کی" دراب صاحب نے سختی سے کہا جس پر عائشہ لرزی تھی۔ "بابا پلیز گڑیا کو دیکھیں "ضرار نے عائشہ کی حالت دیکھتے کہا تو سب ہی دھیمے پڑے سوائے تنزیل بیگم کے۔ "عائشہ گڑیا یہاں آؤ" دراب صاحب نے نرمی سے کہا تو عائشہ نے نظریں اٹھاتے ایک نظر انھیں دیکھا پھر اسد کو دیکھا جو اس کی آنکھوں کی تحریر پڑھتے کھڑا ہوا اور اسے اپنے ساتھ کھڑا کرتے دراب صاحب کے پاس چھوڑتے وہیں کچھ فاصلے پر کھڑا گیا. "گڑیا کیا جوان لوگوں نے کہا وہ سچ ہے" دراب صاحب نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اب کیا فیصلہ ہے" دراب صاحب نے سب کو دیکھتے پوچھا۔ "میری بیٹی کا فیصلہ کرنے کا حق مجھے ہے صرف "تنزیل بیگم نے ان کے سوال کے جواب میں کہا۔ "تنزیل بیٹا بولو۔ کیا چاہتی ہو تم "شاہجہاں بیگم نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "میں اس نکاح کو نہیں مانتی اماں سائیں۔ لہٰذا جتنی خاموشی سے یہ نکاح ہوا ہے اتنی ہی خاموشی

سے اسد ابھی کے ابھی میری بیٹی کو طلاق دے دے "تنزیل بیگم کی بات گویا پگھلا سیسہ تھا جو اسد اور عائشہ کے کانوں میں انڈیلا گیا جبکہ باقی سب حیرت سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ "میں عائشہ کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا آنٹی "اسد نے کہا تو تنزیل بیگم نے اسے دیکھا۔ "ٹھیک ہے پھر میں عائشہ کو خلع دلاؤں گی تم سے "تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ کی سانس رکی تھی۔ "ماما "عائشہ نے بے ساختہ تڑپ کر انھیں پکارا۔ "عائشہ خاموش رہو اور اپنے کمرے میں جاؤ "تنزیل بیگم نے اسے غصے سے دیکھتے کہا۔ "ماما۔۔ پلیز" عائشہ نے انکے پاس آنا چاہا۔ "پلیز کیا عائشہ بولو پلیز کیا۔ اتنا بڑا کام کرنے کے بعد مجھ سے نرمی کی امید مت رکھو " تنزیل بیگم نے کہا تو سب نے انھیں دیکھا۔ "تنزیل آرام سے بات کرتے ہیں" فردوس بیگم نے کہا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا اور عائشہ کو دیکھا۔ "عائشہ روم میں جاؤ ابھی کے ابھی" تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ نے لب کاٹے۔ "ماما۔۔پلیز۔۔ میری۔۔بات سن لیں" عائشہ نے کہا تو اب کی

بار تنزیل بیگم نے گہری سانس بھری۔ "عائشہ میں یا اسد "تنزیل بیگم نے اسکی بات کے جواب میں اسے دیکھتے کہا تو عائشہ کی سانس رکی۔ "ماما" اس نے کچھ کہنا چاہا۔ "عائشہ میں یا اسد فیصلہ کرو۔ اگر مجھے چنو گی تو اسد کو چھوڑنا پڑے گا لیکن اگر اسد کو چنو گی تو میرا تم سے رشتہ ختم ہوجائے گا "تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ کی سانس سینے میں اٹکی۔ "چچی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں" ضرار نے فوراً کہا۔ "ضرار یہ میرا اور میری بیٹی کا معاملہ ہے اور میں ہرگز بھی کسی کو بولنے کی اجازت نہیں دیتی "تنزیل بیگم نے کہا تو وہ خاموش ہوا۔ "بولو عائشہ تمھاری ماں یا تمھارا شوہر" تنزیل بیگم نے دوبارہ پوچھا۔ "آپ۔۔دونوں" عائشہ نے ہمت کرتے جواب دیا۔ "ایک کو چنو "تنزیل بیگم کا لہجہ مزید سخت ہوا۔ "آپ۔۔ دونوں میں۔۔سے ایک کو۔۔چننا میرے۔۔لیے موت کے۔۔مترادف ہے۔۔ماما" عائشہ نے انکا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ اسکے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال گئی۔ "ٹھیک ہے۔ اب سے میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں عائشہ

راجپوت۔آج سے تمھاری ماں مر گئی تمھارے لیے۔جا سکتی ہو تم اپنے شوہر کے ساتھ "تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ نے بے یقینی سے انھیں دیکھا۔"میں نے۔۔ایسا نہیں کہا" عائشہ نے جلدی سے کہا۔"ہاں نہیں کہا لیکن تم اسے نہیں چھوڑ سکتی تو میں نے تمھیں چھوڑ دیا کیونکہ تم بھی اپنے باپ جیسی ہو جس نے اپنا آپ ان لوگوں پر قربان کر دیا اور آج تم نے بھی وہی کیا"تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ نے روتے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں۔۔ماما ایسا۔۔نہیں ہے۔۔پر۔۔وہ میرے۔۔شوہر ہیں۔۔کوئی غیر نہیں" عائشہ نے کہا تو تنزیل بیگم مسکرائیں۔"اب تم کچھ بھی کہو مجھے فرق نہیں پڑتا جا سکتی ہو تم "تنزیل بیگم نے سرد و سپاٹ لہجے میں کہا تو عائشہ لڑکھڑائی لیکن اسد آگے ہوتے اسے بروقت تھام چکا تھا۔"اسد۔۔ماما۔۔کیا۔۔کہہ۔۔رہی۔۔ہیں "عائشہ نے اسے دیکھتے کہا۔"آنٹی آپ پلیز عائشہ کو کچھ نا کہیں۔اگر آپ نہیں چاہتی تو میں اس سے نہیں ملوں گا لیکن میں اسے طلاق بھی نہیں دوں گا "اسد نے کہا تو

تنزیل بیگم نے اسے دیکھا۔ ”قسم کھاؤ تم میری بیٹی سے نہیں ملو گے“ تنزیل بیگم نے کہا تو اسد کا دل جیسے رک گیا تھا۔ اسد کو اپنی سانس تک تھمتی محسوس ہوئی۔ اسکا وجود بے جان ہورہا تھا۔ اس نے چہرہ موڑتے عائشہ کو دیکھا جس کی آنکھوں سے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ وہ اسکا عشق تھی۔ اسکی بیوی تھی۔ اس سے ملے بغیر تو وہ بے جان ہوجاتا تھا پر اسے بے جان ہونا منظور تھا عائشہ کے آنسو نہیں تبھی اس نے بامشکل ہاں میں سرہلایا اور عائشہ کا ہاتھ چھوڑتے اس سے فاصلہ بنایا۔ ”میں ۔۔ قسم کھاتا۔۔ ہوں۔۔ میں آپکی اجازت کے۔۔ بغیر۔۔ عائشہ سے نہیں ملوں۔۔ گا“ یہ جملہ کہتے اسد کو اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا تھا جب کہ آنکھوں میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں سمٹ آئیں۔ اسکے حلق میں گولا اٹکا تھا جسے اس نے بامشکل نگلا اور ایک آخری نظر عائشہ پر ڈالتے باہر نکل گیا جبکہ عائشہ نے چہرہ موڑتے مردہ نگاہوں سے اسکی پشت کو دیکھا جسکے کندھے آج جھکے ہوئے تھے۔ اسکی چال میں واضح تھکاوٹ

تھی۔عائشہ کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا اور جیسے وہ وہاں سے چلا گیا وہ بغیر کچھ کہے۔بغیر کوئی بحث کیے اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی چال میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی جسے تنزیل بیگم سمیت سب نے محسوس کیا تھا۔وہ جانتی تھیں انھوں نے عائشہ کو آج زیادہ ڈانٹا ہے پر وہ اسکے بھلے کے لیے ہی بولی تھیں۔ان لوگوں کی وجہ سے انھوں نے اپنا شوہر کھویا تھا۔وہ اب اپنی بیٹی ان لوگوں کو نہیں سونپ سکتی تھیں۔عائشہ انکا کل اثاثہ تھی۔ان دونوں کے جاتے ہی سب نے ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ تنزیل بیگم اپنے روم میں چلی گئیں۔"یہ کیا کردیا آنٹی نے "سب سے پہلے شہریار کی صدمے سے چور آواز گونجی تھی۔"چچی کو چھوڑو چھوٹے نے کیا کردیا۔کیوں کھائی ایسی قسم "ضرار نے بے یقینی سے کہا۔جبکہ باقی سب تو سر پکڑ کر پکڑے بیٹھے تھے۔تنزیل بیگم جذبات میں کیا کر گئیں تھی جبکہ اسد ان سے بڑا جذباتی ہوتے اپنی بیوی سے نا ملنے کی قسم کھا چکا تھا۔

"میں۔۔قسم کھاتا۔۔ہوں۔۔میں آپکی اجازت کے۔۔بغیر۔۔عائشہ سے نہیں ملوں۔۔گا" یہ ایک جملہ اسد کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔وہ اتنی بڑی قسم کھا تو آیا تھا پر اسکا دل پھٹ رہا تھا۔وہ کیسے رہتا اپنی شہزادی کے بغیر۔وہ کافی دیر سے بال مقصد گاڑی سڑکوں پر دوڑا رہا تھا۔اسکی آنکھیں ایک پل کو خشک نہیں ہوئی تھیں۔وہ یہ قسم کھا تو آیا تھا پر کیا وہ عائشہ سے دور رہ سکتا تھا۔یہ خیال آتے ہی یکدم اس نے بریک پر پاؤں رکھتے گاڑی ایک جھٹکے میں روکی اور باہر نکلتے گہرے گہرے سانس لینے لگا۔"یا اللہ ہمارے رشتے کی حفاظت فرما" اسد نے آنکھیں موندتے دعا کی۔"یا اللہ میں اپنی عائشہ کے بغیر نہیں رہ سکتا آپ تو جانتے ہیں نا۔آپکو اپنےپیارے محبوب کا واسطہ میرا محبوب مجھ سے دور ہونے سے بچالیں" اسد نے کہا اور وہیں گاڑی سے ٹیک لگاتے ہارے ہوئے جواری کی طرح زمین بیٹھ گیا۔"شہزادی تمھارے آنسوؤں نے آج مجھے کمزور کردیا اور

میں یہ فیصلہ کر بیٹھا لیکن یار کیسے رہوں گا میں تمھارے بغیر" اسد نے خیالوں میں عائشہ کو مخاطب کرتے کہا۔ اس کا دل اس وقت خون کے آنسو رو رہا تھا۔ آخر محبوب سے دور رہنا عاشق کے لیے موت کے مترادف ہوتا ہے۔ "یا اللہ میں نے آج ایک ماں کا دل نہیں توڑا۔ یا اللہ اسکی جزا مجھے تنزیل آنٹی کے دل میں رحم ڈال کر دینا۔ یا اللہ اگر زندگی میں میری ایک بھی نیکی آپکو پسند آئی ہے تو اسکے بدلے میرے اور میری بیوی کیلئے آسانیاں پیدا کردیں" اسد نے اللہ سے دعا کرتے کہا۔ وہ جانتا تھا وہ بے بس تھا پر رب العالمین کی ذات نہیں۔ وہ تو مردے میں جان ڈال دیتا تھا۔ سوکھے پتے کو پھر سرسبز و شاداب کر دیتا تھا۔ تو وہ تنزیل بیگم کے دلکو موم بھی کر سکتا تھا۔ وہی تو کر سکتا تھا۔ وہ تو کل کائنات کا خالق ہے۔ اسکے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کیا تھا اور اللہ کے سپرد کیے گئے معاملوں کا نتیجہ کبھی آپکے حق میں بُرا نہیں ہو سکتا تھا۔ "اللہ جی۔ اسد ایسے کیسے اتنی بڑی قسم کھا گئے۔ انھیں ایسا نہی

کرنا چاہیئے تھا" دوسری طرف قصرِ راجپوت میں موجود عائشہ اپنے کمرے میں جائے نماز پر بیٹھی اللہ سے محوِ گفتگو تھی۔وہ ایسی ہی تھی وہ جب بھی پریشان ہوتی یونہی دو نفل پڑھتے اللہ سے دعا کرتی تھی۔"اللہ جی پلیز ماما کا دل نرم کردیں۔آپ تو جانتے ہیں نا اسد بُرے نہیں ہیں" عائشہ آنکھیں موندے دعا مانگ رہی تھی۔"آپ تو خالقِ کائنات ہیں آپ کے لیے تو کچھ مشکل نہیں ہے نا۔ماما کے دل میں اسد کے لیے نرمی ڈال دیں۔آج اسد جس طرح جھکے کندھوں سے گئے ہیں مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔آپ تو سب جانتے ہیں نا۔اس وقت میرے دل کی کیا حالت ہے۔آپ تو ستر ماؤں جتنا پیار کرتے ہیں۔آپکو اسی پیار کا واسطہ مجھے اور میرے شوہر کو جُدا ہونے سے بچالیں" عائشہ آنکھیں موندیں مسلسل دعا مانگ رہی تھی۔اسکی آنکھوں سے آنسو گرتے ہتھیلی کو بھگو رہے تھے پر اسکے چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔جب معاملے اللہ کے سپرد کرو رگ و پے میں سکون سرائیت کر جاتا ہے بھلا چہرے پر وہ نظر کیسے نا

آئے۔ ”گڑیا“ وہ یونہی آنکھیں موندے بیٹھی تھی جب اسکے روم کا دروازہ نوک ہوا اور اسے شہریار اور ضرار کی آواز آئی جس پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں وہ دونوں کھڑے اسکی اجازت کے منتظر تھے۔ ”بھائی آجائیں“ اس نے چہرہ صاف کرتے ان دونوں کو اجازت دی اور ساتھ ہی جائے نماز اٹھاتے کھڑی ہوئی۔ شہریار اور ضرار اسکی اجازت پر کمرے میں آتے اسکے پاس آئے۔ ”گڑیا آپ ٹھیک ہو“ ضرار نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے سینے سے لگی۔ ”ٹھیک ہوں بھائی۔ بس انکی فکر ہو رہی ہے۔ انھیں کال کر لیں۔ میں کب سے کر رہی ہوں پر وہ میری کال نہیں اٹھا رہے“ عائشہ نے پریشانی سے کہا تو ضرار نے اسکا سر سہلایا۔ ”اچھا بھائی کا بیٹا میں کرتا ہوں کال اسد کو۔ آپ سچی بتاؤ ٹھیک ہو نا۔ جھوٹ نہیں بولتے بھائی سے“ ضرار نے اس:کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ ”بھائی میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ میں سچی ٹھیک ہوں۔ مجھے یقین ہے اللہ جی کچھ غلط نہیں

ہونے دیں گے" عائشہ نے مدھم مسکراہٹ چہرے پر سجاتے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔ "شاباش ہمارا بیٹا بہت بہادر ہے" شہریار نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ایسا نہی تھا دل میں اس دشمنِ جاں سے دوری کا سوچتے درد نہیں اٹھ رہا تھا پر جب اللہ پر یقین تھا تو رونا کیسا۔ "ہاں بلکل سہی کہا شیری نے ہمارے دونوں بیٹے بہت بہادر ہیں اور اس آزمائش میں انشاء اللہ ثابت قدم رہیں گے اور اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہونگے" ضرار نے کہا تو ان دونوں نے آمین کہا۔ "بھائی ایک بات پوچھوں" عائشہ نے ان دونوں کو دیکھتے کہا۔ "جی بیٹا پوچھو" شہریار نے نرمی و شفقت سے جواب دیا۔ "بھائی ماما مان جائیں گی نا" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ اب کی آنکھوں میں خوف کی ہلکی سی جھلک ان دونوں نے دیکھی تھی۔ "بھائی کی جان۔ چچی ابھی غصے میں ہیں لیکن جیسے ہی انکا غصہ ٹھنڈا ہوگا وہ مان جائیں گی" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں جی پریشان نا ہو۔ اچھا گڑیا یہ بتاؤ جب تم اور اسد ساتھ تھے

تب کوئی تیسرا بھی وہاں موجود تھا" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جبکہ وہ سارا منظر یاد کرتے اسکے رخسار گلابی ہوئے۔ "پھر وہ تصویریں کس نے اتارتے چچی کو سینڈ کی تھیں" ضرار نے اسے دیکھا۔ "وہی تو آخر کسی کی ان دونوں سے کیا دشمنی جو ایسا گھٹیا حرکت کی ہے" شہریار نے دانت پیستے کہا۔ "بھائی شاید میں جانتی ہوں یہ کس کی حرکت ہے" عائشہ نے اچانک کہا ان دونوں نے اسکی طرف دیکھا۔ "کس کی "ان دونوں نے بیک وقت پوچھا۔ "ابیہا کی "عائشہ نے کہا۔ "ابیہا کون ہے گڑیا اور آپکو کیسے پتا" ضرار نے پوچھا تو عائشہ نے گہری سانس بھری۔ "بھائی ابیہا میری دوست اور نبیل کی بہن ہے اور مجھے اس پر شک ہے کیونکہ اسکو میں اب اچھی نہیں لگتی۔تین سال پہلے جب اسکے بھائی نے مجھ سے بدتمیزی کی تھی تب اسد نے اسے بہت مارا تھا اور اس دن کے بعد سے اسکا میرے ساتھ رویہ بدل گیا اور آج جب میں وہاں تھی تب میں نے ابیہا کو وہاں دیکھا تھا تو شاید" عائشہ نے کہا تو ان

دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپکو یقین ہے یہ ابیہا کی ہی حرکت ہے" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”یقین نہیں ہے بس ایسا لگ رہا ہے“ عائشہ نے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ ”گڑیا چچی کے موبائل میں چیک کرنا کہ انھیں کس نے تصویریں بھیجی ہیں پھر ہم اس انسان سے خود ہی نمٹ لیں گے“ ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”شاباش اب آپ آرام کرو ہم بھی چلتے ہیں اور ہاں رونا نہیں ہے نا ہی پریشان ہونا سب ٹھیک ہو جائے گا انشاء اللہ“ شہریار نے کہا تو وہ آمین کہہ گئے جس پر وہ دونوں اسکے سر پر ہاتھ رکھتے باہر نکل گئے۔

”سائیں آ گئے آپ۔ عائشہ آپی ٹھیک ہیں“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا جو ابھی روم میں داخل ہوا تھا۔ وہ ابھی روم میں آتے چینج کرنے کے بعد اب فریش ہو کر بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی اور اب اسے آتے دیکھ فوراً بولی تھی۔ ”ہاں

وہ ٹھیک ہے" شہریار نے دروازہ بند کیا اور چلتے اسکے پاس بیڈ پر آتے بیٹھا اور اگلے ہی پل اسکی گود میں سر رکھتے لیٹ گیا۔ اس کی حرکت پر مریم کا دل دھڑکا جبکہ رخسار بے ساختہ گلابی ہوئے تھے۔ اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جو اب اسکے ڈوپٹہ کا کونہ پکڑتے اسکے ڈوپٹے کو اپنے چہرے پر پھیلاتے اسکا ہاتھ تھامتے اپنے سینے پر عین دل کے مقام پر رکھتے پُرسکون سا لیٹا ہوا تھا۔ "مجھے سکون چاہیئے" شہریار نے تین جملے میں بات مکمل کرتے اسے اپنی حالت بتائی تو مریم نے چند لمحے اسے دیکھا پھر ہاتھ بڑھاتے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ اسکی انگلیوں کا لمس اپنے بالوں میں محسوس کرتے شہریار کے تھکاوٹ زدہ چہرے پر ڈھیروں سکون اترا تھا۔ "اسد بھائی کو لے کر پریشان ہیں" مریم نے نرمی سے پوچھا۔ "ہاں پتہ نہیں کہاں ہے یہ لڑکا۔ میں نے اور ضرار نے اتنی کالز کی ہیں پر اس نے ایک بھی نہیں اٹھائی۔ گھر بھی نہیں گیا میں نے گارڈ کو کال کی تھی۔ اوپر سے جو اسکے گارڈز

ہیں انھیں بھی چکھما دے کر نکل گیا ہے" شہریار نے کہا تو مریم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا پر وہ دونوں ہی اس بات سے انجان تھے کہ اسکے ساتھ ہر وقت کسی اور کے بھیجے گئے گارڈز سائے کی طرح رہتے ہیں۔ "پریشان نا ہوں۔ اسد بھائی ٹھیک ہونگے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "سائیں آپ سے ایک بات پوچھوں" مریم نے اسکے بالوں کو ہنوز سہلاتے کہا۔ "جی سکونِ حیات پوچھو" شہریار نے اسکا ہاتھ لبوں سے لگاتے واپس اپنے سینے پر رکھتے کہا۔ "سائیں آپ نے۔۔آپ نے کبھی مجھے اپنے۔۔گھر والوں۔۔میرا مطلب اپنے ماما بابا کے بارے میں نہیں بتایا۔۔ایسا کیوں "مریم نے جھجکتے پوچھا تو شہریار کی دھڑکن سست پڑی جسے مریم نے اپنی ہتھیلی سے محسوس کیا تھا۔وہ کافی دنوں سے اس بارے میں سوچ رہی تھی۔اسے بس تھوڑا سا ہی پتہ تھا پر وہ شہریار کا پورا ماضی سننا چاہتی تھی۔ "سائیں میں نے بس ایسے ہی پوچھا ہے" مریم نے اسکے سر پر ہاتھ

پھیرتے کہا۔ ”کیا تم اس بارے میں جاننا چاہتی ہو“ شہریار نے چہرے سے اسکا ڈوپٹہ اپنے چہرے سے سرکاتے اسے دیکھا۔ ا”گر آپ بتانا چاہے تبھی ورنہ مجھے کچھ نہیں جاننا“ مریم نے اسے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔ ”اگر میں کہوں میں بتانا چاہتا ہوں تو کیا تم سنو گی“ شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی میں ضرور سنوں گی“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”کیا کچھ دن بعد بتا سکتا ہوں۔ ابھی سکون چاہیے ماضی بتایا تو بے سکون ہو جاؤں گا“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے فوراً سیدھی ہوئی۔ اس کا چہرہ اپنی حرکت پر گلابی ہوا تھا۔ جبکہ شہریار تو اس کی حرکت پر ساکت و جامد ہوا اسے دیکھا رہا تھا جو چہرہ دوسری طرف موڑے بیٹھی تھی۔ ”تشکر پٹھانی“ شہریار نے ہاتھ بڑھاتے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ خود پر جھکاتے کہا تو مریم کا چہرہ مزید سرخ ہوا جسے دیکھ وہ ہنسا اور تھوڑا سا اوپر ہوتے اسکے لبوں کو چھو گیا جس پر مریم نے شرم سے آنکھیں بند کیں۔ ”تم نے

مجھے دیوانہ کردیا ہے پٹھانی ۔میں عدالت میں لوگوں کی زبان بند کروا دیتا ہوں پر تم اپنی اداؤں سے میرے منہ پر قفل لگا دیتی ہو" شہریار نے اٹھ کر اسے سینے سے لگاتے کہا تو وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر شہریار نے نرمی سے اسکا سر چوما۔"سائیں ایک بات کہوں" مریم نے کچھ دیر بعد چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"جی سائیں کی جان کہو" شہریار نے محبت سے جواب دیا۔"سائیں وہ کیا آپ مجھے لاہور لے جائیں گے" مریم نے شہریار کو دیکھتے کہا۔"لاہور؟ لاہور کیوں جانا ہے پٹھانی "شہریار نے پوچھا۔"وہ سائیں مجھے فوزیہ آنٹی سے ملنا ہے۔اتنا عرصہ ہوگیا ہے میں ان سے نہیں ملی تو سوچ رہی ہوں ان سے ملوں جا کر۔وہ میرے لیے ماں کی حیثیت رکھتی ہیں اور مجھے انکی یاد آرہی ہے اور یتیم خانے کے باقی بچوں کی بھی اور مجھے انھیں آپ سے بھی ملوانا ہے" مریم نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر مریم مسکرائی تھی۔سفیان چوہدری ابھی راولپنڈی میں تھا تبھی وہ لاہور اپنے

گھر اس یتیم خانے میں جانا چاہتی تھی جہاں اسکا بچپن گزرا تھا۔جہاں کے لوگ اسکے اپنے تھے۔ ”ٹھیک ہے پٹھانی ہم کچھ عرصے تک چلیں گے۔ابھی میرا ایک کیس چل رہا ہے عدالت میں۔اسکو نپٹا کر پھر چلیں گے“ شہریار نے کہا تو مریم کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”اللہ اللہ سائیں آپ کتنے اچھے ہیں“ مریم نے اپنا ہمیشہ والا جملہ کہا تو شہریار ہنسا۔ ”اللہ اللہ سائیں کی جان مجھے تم سے محبت ہے“ شہریار نے بھی اپنا ہمیشہ والا جملہ کہا تو مریم مسکرائی۔مریم نے اسے دیکھا جس پر ان دونوں کی نظریں ملیں تو دونوں اب کی بار ہنس پڑے۔دونوں کے قہقہے اس کمرے میں گونج رہے تھے۔دونوں ہنسنا بند کرتے لیکن پھر ایک دوسرے پر نظر پڑتے انکی ہنسی چھوٹ جاتی۔

"ماما بابا ات دائیں (ماما بابا اٹھ جائیں)" حوریہ نے ماہ دیر اور میشائم کو پکارتے کہا جو کل رات سٹڈی میں ہی کاؤچ پر سوئے تھے۔کاؤچ خاصا بڑا تھا جس پر وہ دونوں آرام سے پورے آگئے تھے۔ماہ دیر اسکی طرف رخ لیے سورہا تھا اور میشائم اسکے سینے میں چہرہ چھپائے سورہی تھی۔ جبکہ حوریہ کل رات سے اپنے دادا جان کے پاس سوئی ابھی جاگی تھی۔وہ اٹھتے ہی پہلے اپنے ماما بابا کے بیڈ روم میں گئی لیکن انھیں وہاں نا پاتے اس نے خلیل صاحب کی ڈرپ چینج کرتی نرس سے ان دونوں کا پوچھا جس پر نرس نے اسے بتایا تھا کہ وہ کل رات سے سٹڈی میں اور حوریہ بھلا کہاں اپنے ماما بابا سے دور رہ سکتی تھی تبھی نیند میں جھولتی سٹڈی میں آئی۔دروازہ اس نے ڈاکٹر انکل سے کھلوایا تھا اور انکے دروازہ کھولتے ہی وہ اندر داخل ہوتے انھیں اٹھانے لگی۔" گڈ مارننگ بابا کا بچہ۔اٹھ گئی میری لٹل ہائنس" حوریہ کی ایک پکار پر ماہ دیر نے پٹ سے آنکھیں کھولتے پہلے اسے دیکھا پھر ٹائم دیکھا جہاں صبح کے سات بج رہے تھے۔اس

نے نرمی سے میشائم کی کمر کے گرد سے بازو ہٹاتے اسے ایک ہاتھ سے ہی پکڑتے تھوڑا سا سیدھا ہوتے اپنے اوپر لٹایا تو حوریہ اپنی ننھی ننھی بازوؤں کا حصار اسکے گرد باندھتے ہمیشہ کی طرح اسکی گال سے اپنا گال ٹکا گئی۔ ”دد ماند بابا ذان (گڈ مارننگ بابا جان) “حوریہ نے نیند سے چور آواز میں کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ ”میرا بچہ۔کب اٹھی تھی آپ“ ماہ دیر نے اسکے چاکلیٹ براؤن بالوں کو سہلاتے پوچھا۔ ”ابھی“ حوریہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میرے بیٹے کو اور سونا ہے“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نو بابا شات بات تلنی اے (نو بابا ساتھ بات کرنی ہے)“ حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی گال پر لب رکھے۔ ”کیا باتیں کرنی ہیں بابا کی حور نے“ ماہ دیر نے اسے اپنے سینے پر بٹھاتے پوچھا۔ ”اپ حولیہ پاش توں نئی شوئے ماما پاش توں شوئے (آپ حوریہ کے پاس کیوں نہیں سوئے۔ماما پاس کیوں سوئے)“ حوریہ نے ماتھے پر ننھے ننھے بل ڈالتے خاصا بُرا

مناتے پوچھا۔ بھلا وہ اپنے بابا کو کیسے شئیر کر سکتی تھی پھر چاہے بات ماں سے شئیر کرنے کی ہی کیوں نا ہو۔ وہ بس اپنی موجودگی میں میشائم کا اسکے پاس آنا برداشت کرتی تھی پر اسکی غیر موجودگی میں اسکی ماما اسکے بابا سے فری ہوں اسے برداشت نا تھا۔ اسکی معصوم جیلسی پر ماہ دیر مسکرایا اور اسکی ناک پر چٹکی کاٹی۔ "میرا بچہ آپ کل دادا جان کے پاس سو گئے تھے نا تو بابا ماما کے پاس سو گئے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے منہ پھلاتے اسے قدرے خفگی سے دیکھا۔ "تو اپ حولیہ تو دودی تا ترپاش لے اتے۔ حولیہ تو اپ تی آد آئی تی (تو آپ حوریہ کو گودی اٹھا کر پاس لے آتے۔ حوریہ کو آپکی یاد آئی تھی) "حوریہ نے معصومیت سے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا ننھا سا ہاتھ تھامتے شفقت سے اسکی ہتھیلی پر بوسہ دیا۔ "سوری بابا کی جان۔ بابا اب سے کبھی ایسا نہیں کریں۔ اب اگر آپ سو بھی گئیں تو بابا آپکو اٹھا کر اپنے پاس سلا لیں گے۔ پھر میری جان کو بابا کی یاد نہیں آئے" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگایا

جس پر وہ مسکرایا اور اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ حوریہ اسکی زندگی کا اہم ترین حصہ تھی۔وہ اسکا خون نہیں تھی لیکن جتنی خاص اسکے لیے حوریہ تھی اتنا خاص اسکے لیے اسکا اپنا خون بھی نہیں ہو سکتا تھا۔وہ اسکی بیٹی تھی جسے دیکھ کر وہ جیتا تھا۔وہ جب جب حوریہ کو دیکھتا تھا اسے اپنے رگ و پے میں سکون سرائیت کرتا محسوس ہوتا تھا۔حوریہ اسکی دھڑکن تھی جس کے بغیر وہ بے جان تھا۔وہ اسکی لٹل ہائنس تھی جس نے اسکے مردہ دل کو اپنی معصوم حرکتوں سے زندہ کیا تھا۔وہ اسکی حور تھی۔اپنے بابا کی حور۔ماہ دیر سکندر کی بیٹی۔جسکی خوشیوں کے لیے ماہ دیر ہر حد پار کر سکتا تھا۔

"یشی۔میں ہاسپٹل جارہا ہوں" ماہ دیر نے اسے کہا جو حوریہ کو ابھی اسکے پلے روم میں کارٹون لگا کر دے کر آئی تھی۔ان تینوں نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی ناشتہ کیا تھا اور اب ناشتہ کرتے ساتھ ہی حوریہ کو ٹام اینڈ جیری دیکھنے تھے جس

پر یشا ئم اسے روم میں ملازمہ کے پاس چھوڑ کر آئی تھی۔ ”پر دِیر اتنی جلدی ابھی تو دو گھنٹے پڑے ہیں نا آپ کے ڈیوٹی آورز کو سٹارٹ ہونے میں“ یشا ئم نے دروازہ بند کرتے اسے دیکھتے پوچھا جو آئینے کے سامنے کھڑا اپنا وائٹ کوٹ پہن رہا تھا۔ ”ہاں یشی پر آج سٹاف میٹنگ ہے ہاسپٹل میں۔تو ابھی جانا پڑے گا۔دوسرا آج میں نے ایک مریض کا بائی پاس کرنا ہے تو اسکو بھی چیک کرنا ہے“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا ٹھیک ہے لیکن کب تک آئیں گے آپ۔جلدی آئیں گے نا“ یشا ئم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”کیوں میری بیوی مجھے مس کرتی ہے اگر میں جلدی نا آؤں“ ماہ دیر نے اسکی کمر کے گرد حصار باندھتے اسے قریب کرتے پوچھا۔ ”نہیں آپکی بیٹی آپکو مس کرتی ہے (آپکی بیٹی کی ماما آپکو حد درجہ زیادہ مس کرتی ہے پر میں اقرار نہیں کروں گی)“ یشا ئم نے اسے دیکھتے آدھی بات دل میں کہہ تھی۔ ”آہاں بس میری بیٹی مس کرے گی اور اسکی ماما کیا نہیں کریں گی“ ماہ دیر نے پوچھا تو

اس نے مزے سے نفی میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور اسکی ناک پر لب رکھ گیا۔ "پر میں تمھیں بہت مس کروں گا" ماہ دیر نے کہا تو اسکے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے وہ جھکتے نرمی سے چُن گیا۔ اسکی حرکت پر یشائم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ "دِیر" اس نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پکارا تو اس نے اسے دیکھا۔ "حکم کرو جانِ" دیر ماہ دیر نے محبت سے چور آواز میں جواب دیا۔ "دِیر وہ آپ نے مجھے وہ والی فائل نہیں دکھائی ابھی تک" یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میری جان۔ ابھی تو ایمرجنسی ہے جانا پڑ رہا ہے پر میں آکر تمھیں ضرور دکھاؤں گا "ماہ دیر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں ٹھیک ہے لیکن کوئی کلُو تو دیں تاکہ میں تھوڑے گئس وغیرہ کرتی رہوں آپکے آنے تک" یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اس فائل میں کچھ ایسا ہے جو تمھاری زندگی کی محرومیوں کو ختم کردے گا۔ تمھاری ہر احساسِ کمتری کو دور کردے گا اور تمھارا دامن خوشیوں سے بھر دے گا" ماہ

دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ایسا کیا تھا اس میں۔ "اس میں کیا ہے دِیر" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میں نہیں بتا رہا ابھی" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے منہ بنایا۔ "میری جان منہ مت بناؤ۔ گئس کرو بیٹھ کر اگر کر لیا تو ٹھیک نا کیا تو میں آکر بتا ہی دوں گا" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اسے دیکھا۔ "نہیں ابھی بتائیں" میشائم نے کہا تو وہ اسکی بچوں جیسی ضد پر مسکرایا۔ "میرا بچہ بس تھوڑا سا ویٹ کر لو آکر پکا بتا دوں گا آئی پرامس۔ میری میشی تو اچھی بچی ہے میری بات مانے گی نا" ماہ دیر نے نرمی سے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "ٹھیک ہے لیکن جلدی آئیے گا اور اپنا خیال بھی رکھیے گا" میشائم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چومتے سیدھا ہوا۔ "جو حکم متاعِ جان۔ تم بھی اپنا اور حور کا بہت خیال رکھنا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکی جس پر وہ اسکا ماتھا چومتے باہر نکل گیا۔

"عامر پلیز آپ ڈاکٹر کے پاس چلے جائیں۔ آپکا بخار تیز ہو رہا ہے" ثانیہ نے اس کے ماتھے کو چھوتے کہا جو بیڈ پر لحاف اوڑھے بخار سے تپ رہا تھا۔ اسے کل رات ہونے والی بارش کی وجہ سے موسمی بخار چڑھ گیا تھا جس پر ثانیہ خاصی پریشان تھی۔ کل رات تو اس کا بخار تیز نہیں تھا جس پر عامر بغیر کوئی میڈیسن کھائے سو گیا تھا لیکن اب صبح فجر کے وقت سے وہ بخار میں پھنک رہا تھا اور ثانیہ پریشان کن اسکے پاس بیٹھی اسے ڈاکٹر پر جانے کا کہہ رہی تھی۔ اسے بیمار دیکھ وہ اپنی ساری تکلیف بھول گئی۔ یاد تھا تو صرف سامنے بخار میں مبتلا ہوا اپنا شوہر جو اسکے لیے بے حد خاص تھا۔ وہ صبح سے کبھی اس کے سر پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کر رہی تھی تو کبھی اس پر مختلف آیتیں پڑھ کر پھونک رہی تھی جس پر وہ مسکراتے اسے بس دیکھ رہا تھا۔ "ثانیہ میں خود ڈاکٹر ہوں۔ میڈیسن منگوائی ہے وہ کھاؤں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا" عامر نے اپنے

ماتھے پر رکھا اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں ڈاکٹر ہیں تو اسکا کیا مطلب ہے۔ من مرضیاں کریں گے آپ۔ کوئی میڈیسن کھانے کی ضرورت نہیں ہے چپ چاپ ڈاکٹر کے پاس جائیں اور چیک اپ کروائیں“ ثانیہ نے ماتھے پر تیوری چڑھاتے کہا تو عامر محظوظ ہوتے اسے دیکھنے لگا۔ وہ آج پہلی بار پوری بیوی بنی ہوئی تھی۔ وہ اس پر یوں حق سے رعب جھاڑتی خاصی پیاری لگ رہی تھی۔ عامر کا دل ہی نہیں کر رہا تھا اس پر سے نظریں ہٹانے کو۔ وہ جانتا تھا یہ اسکا بخشا ہوا مان ہے جو وہ یوں بول رہی تھی۔ وہ عموماً اس سے بات کرتے اٹکتی تھی پر کل سے وہ نا صرف بغیر اٹکے بات کر رہی تھی بلکہ اسکو ڈانٹ رہی تھی۔ اسکی فکر کر رہی تھی۔ اسکا خیال رکھ رہی تھی۔ ”میں تو نہیں جا رہا“ عامر نے ڈھیٹ بنتے کہا۔ ”آپ جائیں گے سمجھے آپ“ ثانیہ نے انگلی اٹھاتے وارن کرنے والے انداز میں کہا۔ ”نہیں جاؤں گا سمجھیں آپ“ عامر نے تھوڑا سا اٹھتے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی اور دونوں بازو سینے پر فولڈ

کرتے اسی کے انداز میں کہا تو ثانیہ نے دانت پیسے۔جبکہ عامر اسکے تاثرات کو بیٹھا انجوائے کررہا تھا۔اس کے یوں فکر کرنے پر دل میں گد گدی ہورہی تھی۔آج تک ماہ دیر کے علاوہ کسی نے اسکی یوں فکر نہیں کی تھی پر آج اپنی شریکِ حیات کو یوں اپنی فکر میں گھلتے دیکھ اسکی آنکھوں میں ایک نیا تاثر ابھرا تھا جس سے وہ انجان تھا۔دل میں ایک نئے جذبات کی کونپل پھوٹ رہی تھی جسے ابھی سمجھنے سے وہ قاصر تھا۔"عامر اگر آپ نا گئے تو میں ناراض ہوجاؤں گی اور کھانا اور میڈیسن نہیں کھاؤں گی"ثانیہ نے کہا تو اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔اس نے کتنی چُن کر دھمکی لگائی تھی۔جبکہ اب کی بار محظوظ ہونے کی باری ثانیہ کی تھی۔وہ جانتی تھی عامر اسکی صحت پر کمپرومائز نہیں کرتا۔"ثانیہ یہ زیادتی ہے" عامر نے بیچارگی سے کہا۔"زیادتی آپ کررہے ہیں۔چہرہ دیکھیں اپنا سرخ ہوا ہے۔بخار سے پھنک رہے ہیں پھر کہہ رہے ہیں ڈاکٹر کے پاس نہیں جاؤں گا"ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔وہ آج یوں اسے حق سے ڈانٹتے

خاصا اٹریکٹ کررہی تھی۔اسے پہلی بار انکا رشتہ نارمل لگ رہا تھا۔آج دل میں دور دور تک تین ماہ کے کانٹریکٹ والی بات نہیں تھی۔آج بس وہ اسکی بیوی تھی اور وہ اسکا شوہر جسکی بیوی اسے یوں بیمار ہونے پر ڈانٹ رہی تھی اور وہ اپنی بیوی کی ڈانٹ سے ڈرنے یا غصہ کرنے کی بجائے اسے انجوائے کررہا تھا۔"ہیزل آئیز میں ٹھیک ہوں سچی" عامر نے اسکا ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھتے کہا جس سے اسکی دھڑکنیں بڑھی تھیں جسے ثانیہ باخوبی اپنی ہتھیلی کے نیچے محسوس کر پارہی تھی۔"عامر پلیز کیا آپ میری بات نہیں مان سکتے؟میں جانتی ہوں میں آپکی صرف کاغذی بیوی ہوں پر کیا میری یہ بات مان سکتے ہیں پلیز" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا تو عامر نے اسے دیکھا اور اسکے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دیتے اسے قریب کیا جس پر ثانیہ تقریباً اس کے اوپر گری تھی۔عامر کی حرکت پر اسکی آنکھیں خطرناک حد تک پھیلیں تھی جب کہ چہرہ بے ساختہ سرخ ہوا تھا۔اس نے بامشکل نظر اٹھاتے عامر کو دیکھا تھا جو سنجیدگی سے اسے

دیکھ رہا تھا۔ ”بیوی ! بیوی ہوتی ہے ثانیہ۔یہ کاغذی و اغذی کچھ نہیں ہوتا۔آپ میری بیوی ہیں اور آپکی ہر بات ماننا میرا فرض ہے۔آپ حکم کیا کریں بس یوں دراخوست نہیں۔آپ راج کرنے کے لیے بنی ہیں یوں التجا کرنے کے لیے نہیں۔اور سب سے اہم بات میری بیوی اگر مجھ پر حق سے کوئی حق جتائے گی تو مجھے اچھا لگے گا“ عامر نے نرمی مگر سنجیدگی سے کہا اور اسے دیکھنے لگا۔عامر کی نگاہیں بھٹک بھٹک کر اس کے گلابی رخساروں پر جارہی تھی۔بے ساختہ ہی عامر نے اسکی رخسار چھونے کو ہاتھ بڑھایا پر چھو نا سکا۔وہ اسکی گال کو چھونے سے پہلے اپنا ہاتھ ہوا میں روک چکا تھا۔اسکا دل کررہا تھا وہ اسکی گال کو چھوئے پر دل اسے چھونے سے ڈر بھی رہا تھا۔وہ اتنی نازک تھی اسے ڈر تھا کہ کہیں اسکے چھونے سے ٹوٹ نا جائے۔جبکہ ثانیہ اسے دیکھ رہی تھی جسکی آنکھیں چھونے کی اجازت مانگ رہی تھی۔اس نے ایک پل کو اسے پھر اسکے ہوا میں رکے ہاتھ کو دیکھا اور اگلے ہی پل پلکیں جھکاتے سر خم کیا جس پر عامر

نے دھڑکتے دل پر قابو پاتے نرمی سے اپنی پوروں سے اسکی سرخی مائل گال کو چھوا۔اسکی رخسار کی نرماہٹ اپنی پوروں پر محسوس کرتے بے ساختہ عامر کے کان سرخ ہوئے تھے۔جبکہ دل سینے کی دیواروں سے ٹکرایا تھا جس پر اس نے گہری سانس بھری اور نرمی سے ثانیہ کی کلائی چھوڑی تو وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر سیدھی ہوئی۔دونوں ہی ایک دوسرے کے سرخ چہرے سے نظریں چُرا رہے تھے۔"امم بیٹُو میں ڈاکٹر کے پاس جارہا ہوں" عامر نے کچھ دیر بعد اپنی حالت پر قابو پاتے گلہ کھنگالتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا جو اب بیڈ سے کھڑا ہورہا تھا لیکن اسکے کھڑے ہونے سے پہلے ہی وہ اسکا ہاتھ تھام چکی تھی جس پر عامر تھما اور چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔"کیا ہوا ہیزل آئیز" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔"وہ کیا میں بھی آپکے ساتھ آسکتی ہوں۔میں ایک بار خود ڈاکٹر کی بات سن لوں گی تو مجھے تسلی ہو جائے گی"ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔وہ اسکی فکر میں گھلتے یہ بات کررہی تھی۔واللہ کیا زندگی اتنی خوبصورت تھی۔کیا اس کا بخت اتنا حسین تھا

کہ وہ یوں اسکی فکر کرتی۔ ”جی ٹھیک ہے آپ عبایا۔۔سوری شال اوڑھ لیں پھر چلتے ہیں'؟“ عامر نے کہا اور ہاتھ بڑھاتے اسے نرمی سے کھڑا کیا۔ ”آپ یہیں رکیں میں شال لے کر آئی“ ثانیہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا جس پر ثانیہ فوراً ڈریسنگ کی طرف بڑھی اور اندر بند ہوئی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے اپنا ڈوپٹہ اتارتے ہینگ کیا اور الماری کے پٹ کھولے جہاں سامنے ہی ہر رنگ کی فی میل شالز اور عبائے پڑے تھے۔ اس نے ہاتھ بڑھاتے بلیک شال نکالنی چاہی لیکن پھر رک گئی۔ اس نے شال سے ہاتھ ہٹاتے سیاہ عبائے کو پکڑا اور الماری سے نکالتے اسکے پٹ بند کر گئی۔ ”امید ہے آپکو اچھا لگے“ ثانیہ نے دل میں عامر سے مخاطب ہوتے مسکراتے کہا اور عبایا پہننے لگی۔ اس نے عبایا زیب تن کرتے چہرے کے گرد حجاب باندھتے اسے پن سے ٹکایا اور گہری سانس بھرتے خود کو آئینے میں دیکھا۔ وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ وہ مدھم سا مسکرائی اور دروازے کی طرف بڑھتے ڈور نوب گھمایا اور باہر نکلی۔ جبکہ عامر جو

صوفے پر بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔دروازے کی آواز پر اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا تو وہ جہاں تھا وہ رہ گیا۔وہ عبایا پہنے کوئی اپسرا لگ رہی تھی جبکہ اس کا سیاہ حجاب کے حالے میں مقید معصوم چہرہ عامر کی دل کی دھڑکنوں کو بڑھانے کا سبب بن رہا تھا۔وہ صوفے سے کھڑا ہوا اور چلتے اس سے دو قدم کے فاصلے پر عین اسکے سامنے کھڑا ہوا جس پر ثانیہ اسے دیکھنے لگی جو اسے بنا پلک جھپکتے دیکھ رہا تھا۔"عبایا کافی سوٹ کر رہا ہے آپ پر۔پیاری لگ رہی ہیں" عامر نے اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ نظریں جھکا گئیں۔"یہاں دیکھیں" اسکے یوں نگاہیں جھکانے پر عامر نے اس کی ٹھوڑی کو تھامتے اسکی قاتلانہ ہیزل آنکھوں میں جھانکا۔"آپ تو عبایا پہنتی نہیں پھر آپ نے کیوں پہنا" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔"آپکی بات ٹالنے کا دل نہیں کیا" ثانیہ بس میں دل میں ہی کہہ سکی۔"وہ۔۔بس ایسے ہی" ثانیہ نے کہا تو وہ اسکے یوں اٹکنے پر مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر ثانیہ نے آنکھیں موندتے اسکا لمس

محسوس کیا۔ ”چلیں“ عامر نے سیدھے ہوتے پوچھا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکا ہاتھ تھامتے باہر نکل گیا۔

”ماہ میں بس پانچ منٹ میں آتا ہوں بِل پے کر کے آتا ہوں۔ تب تک تم یہاں گاڑی میں بیٹھو اور آئس کریم کھاؤ“ ضرار نے مہرماہ کو دیکھتے کہا جو آئس کریم کھانے میں مصروف تھی۔ آج ان دونوں کا فری لیکچر ایک ساتھ ہی ہوگیا تھا۔ مریم آج یونی نہیں آئی تھی تبھی ضرار مہرماہ کو یونی کے قریب ایک کیفے میں لایا تھا۔ پر اس کیفے میں مردوں کی تعداد زیادہ دیکھتے اس نے مہرماہ اور اپنے لیے گاڑی میں ہی پاستہ اور آئس کریم منگوائی تھی۔ کھانا وہ دونوں کھا چکے تھے اور اب ضرار بل ادا کرنے جارہا تھا کیونکہ یہاں بل کاؤنٹر پر ہی ادا کیا جاتا تھا۔ جبکہ اسکی بات سنتے مہرماہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”ٹھیک ہے لیکن جلدی آئیے گا دس منٹ بعد میرا لیکچر شروع ہوجائے گا“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے

اسکے ماتھے پر لب رکھتے گاڑی سے باہر نکلا۔ "افف ضار کی فون گاڑی میں چھوڑنے والی عادت نا جانے کب جائے گی" ابھی ضرار کو گئے دو منٹ بھی نہیں ہوئے تھے جب ڈیش بورڈ پر پڑا ضرار کا موبائل بجتے دیکھ مہرماہ بولی اور ہاتھ بڑھاتے اسکا فون پکڑ گئی جس پر کسی پرائیویٹ نمبر سے کال آرہی تھی۔یہ وہی نمبر تھا جس سے ضرار کو چند عرصہ پہلے بھی کال آئی تھی۔ مہرماہ اسے دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔پر یہ کون تھا جو ضرار کو پرائیویٹ نمبر سے کال کر رہا تھا۔مہرماہ چند لمحے تو دیکھتی رہی لیکن پھر فون اٹھاتے کان سے سے لگا گئی۔وہ ضرار کی بیوی تھی اسے پورا حق تھا پھر بھلا وہ اپنا حق کیسے نا استعمال کرتی۔"اسلام علیکم جی کون" مہرماہ نے فون اٹھاتے ہی پوچھا تو دوسری طرف موجود لائبہ کی جان نکلی۔وہ اس وقت اپنے گھر کے لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ پچھلے کچھ عرصے سے اسکی طبیعت نہیں ٹھیک تھی جس وجہ سے وہ ہاسپٹل ایڈمٹ تھی اور آج ہی وہ گھر آئی تھی۔گھر آتے ساتھ ہی اس نے ضرار کو کال ملائی جو

کسی لڑکی نے اٹھائی تھی۔ضرار کا فون ایک لڑکی کے پاس کیا کر رہا تھا۔"ہیلو تم کون ہو" لائبہ نے مہرماہ سے پوچھا لیکن شاید اسے اسکی آواز نہیں جا رہی تھی۔"ایکس کیوز می مجھے آپکی آواز نہیں۔پر اگر آپ نے ضار سے کرنی ہے تو تھوڑی دیر بعد کال کیجئے گا ابھی وہ یہاں نہیں ہیں۔میں ان کی بیوی بات کر رہی ہوں۔امید ہے آپکو میری آواز آرہی ہوگی۔فی امان اللہ "مہرماہ نے کہتے فون بند کیا تو لائبہ ساکت ہوئی۔بیوی ضرار کی بیوی۔اس نے شادی کرلی تھی۔"آہہہ" اس نے اچانک فون زمین پر مارتے چکنا چور کرتے اونچی چیخ ماری جس پر لاؤنج میں موجود سب ہی اسکی طرف متوجہ ہوئے۔"لائبہ میرا بچہ کیا ہوا" اسکے باپ نے اسکے پاس آتے کہا۔"ڈیڈ ضرار نے شادی کرلی ڈیڈ۔۔اس نے لائبہ کو ٹھکرا کر کسی اور سے شادی کرلی ۔۔ڈیڈ اب میرا اور میرے بچے کا کیا ہوگا" لائبہ نے پاگلوں کی طرح پوچھا تو اسکے ڈیڈ نے اسے سینے سے لگایا۔"میری جان کچھ نہیں ہوا۔تمھارے ڈیڈ ہیں نا۔وہ تمھیں ضرار لاکر

دیں گے" انکی بات سنتے اس نے انھیں دیکھا۔ "آپ مجھے ضرار لاکر دیں گے" لائبہ نے پوچھا۔ "ہاں میرا بچہ میں تمھیں ضرار لازمی لاکر دوں گا یہ میرا وعدہ ہے" اس کے ڈیڈ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ وہ دونوں یوں بات کر رہے تھے گویا ضرار کو کوئی چیز ہو جسے دکان سے جا کر خریدا جا سکتا ہے پر وہ بھول رہے تھے ضرار راجپوت دکانوں سے ملنے والی عام شے نہیں ایک سلطنت کی پوری بنیاد تھا جسکے بال تک کو اسکی مرضی کے بغیر ہاتھ لگانا اپنی موت کو آپ بلاوا دینا تھا۔ "ضار اچھا ہوا آپ آگئے" دوسری طرف ضرار بل ادا کرتے آیا تو مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا جو اب گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ "کیا ہوا سب خیریت" ضرار نے اسے دیکھا۔ "جی خیریت ہے وہ ضار آپکے فون پر کال آئی تھی ایک پرائیویٹ نمبر سے تو میں نے اٹھا کر کہہ دیا آپ نہیں ہیں یہاں" مہرماہ نے کہا تو ضرار ساکت ہوا۔ پرائیویٹ نمبر! پرائیویٹ نمبر سے تو اسے ایک ہی انسان کال کرتا تھا۔ اور وہ تھی لائبہ۔ کیا مہرماہ کی لائبہ سے بات ہوئی تھی۔ اگر ہاں تو وہ

اتنا نارمل بیہیو کیوں کر رہی تھی۔ "اچھا پھر "ضرار نے اسکے ہاتھ سے فون پکڑتے پوچھا۔ "پھر کچھ بھی نہیں دوسری طرف جو بھی تھا اسکی آواز نہیں آرہی تھی تو بس میں نے آپکا بتا کر کال کاٹ دی" مہرماہ نے تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنا بازو اسکے کندھے کے گرد حمائل کرتے اسکا سر اپنے کندھے پر رکھ گیا۔ "ماہ ایک بات مانو گی" ضرار نے چند لمحوں بعد ہمت کرتے کہا۔ "جی بولیں" مہرماہ نے اسکے ہاتھ کی پشت پر ابھری ہوئی سبز اور نیلی نسوں پر انگلیاں پھیرتے کہا۔ اسکے کندھے پر سر رکھے وہ مسلسل اسکی ابھری ہوئی نسوں سے کھیل رہی تھی۔ وہ کبھی اپنی انگلی سے اسکی نس کو کبھی دائیں طرف سرکاتی تو کبھی بائیں طرف یا کبھی اس کی نس پر ہلکا سا ناخن گاڑھتے اسکا چہرہ دیکھتی جو پُر سکون تھا۔ اسکو اتنی مہویت سے اپنے ہاتھوں سے کھیلتے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "ماہ میرے فون پر پرائیویٹ نمبر سے کال آئے تو پلیز مت اٹھایا کرو باقی ساری کالز اٹینڈ کرلیا کرو پر یہ والی نہی" ضرار

نے کہا تو مہرماہ کے ہاتھوں کی حرکت رکی اور اس نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ "کیوں ضار" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "کیونکہ یہ نمبر! امم کیونکہ یہ نمبر دوسری یونی سے آتے ہیں اور مجھے وہاں جاب نہیں کرنی تو اس لیے فضول ان کی بکواس سننے سے اچھا ہے انسان کال ہی نا سنے" ضرار نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "جی ٹھیک ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے اسکے ماننے پر شکر کا سانس لیا اور اسکے سر کو چومتے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ ایسا نہی تھا وہ اسے انجان رکھنا چاہتا تھا پر وہ ابھی اسے نہیں بتا سکتا تھا۔ تب تک تو بلکل نہیں جب تک مہرماہ اس پر مکمل طور پر یقین نہیں کر لیتی۔

"سنیے" ثانیہ نے اسے پکارا جو اسکا ہاتھ تھامے ڈاکٹر کے کیبن سے باہر آیا تھا۔ وہ دونوں کچھ فیر پہلے ہی عامر کا چیک اپ کرانے ہاسپٹل آئے تھے۔ ڈاکٹر نے عامر کے بخار کی وجہ نیند کی کمی اور تھکاوٹ بتائی تھی جس پر ثانیہ نے اسے یوں دیکھا

گویا کہنا چاہ رہی ہو اب بھی کہیں کہ موسمی بخار ہے جبکہ عامر اسکی حرکت پر مسکراہٹ دبا گیا۔اب ڈاکٹر سے اسکا چیک اپ کراتے اور میڈیسن لکھوانے کے بعد وہ دونوں ہاسپٹل میں موجود فاریسی سے میڈیسن لینے جارہے تھے جب ثانیہ نے اسے پکارا تھا۔"جی بیٹو سنائیے" اس نے نرمی سے جواب دیا۔"آپ نے سنا ہے نا ڈاکٹر نے کیا کہا ہے۔تو اب بیڈ ریسٹ کیجیے گا پلیز اور اپنی صحت پر بلکل کمپرومائز نہیں کریں گے آپ"ثانیہ نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔"جی اچھا بیٹو اب سے میں دھیان رکھوں گا"عامر نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی۔"اور عامر بیڈ ریسٹ"ثانیہ نے کہا تو اس نے مسکراتے نامحسوس انداز میں اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے اسے قریب کیا جس پر ثانیہ کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں تھی۔"نہیں بھولتا میرا بچہ اور کوئی حکم" عامر نے نرمی سے کہا تو اسکے یوں "میرا بچہ "کہنے پر ثانیہ کی آنکھیں پھیلیں جبکہ رخسار بے ساختہ گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ مسکرایا۔وہ اتنی چھوٹی باتوں پر بلش

کرکے اس کی دھڑکنوں کو منتشر کردیتی تھی۔ ”بیٹو آپ بہت معصوم ہیں“ عامر نے نرمی سے کہا تو وہ چہرہ جھکا گئی جس پر وہ ہولے سے ہنس دیا۔ وہ دونوں اس دوران چلتے فاریسی کے پاس آگئے تھے۔ ”چلیں آپ یہاں بیٹھیں میں میڈیسن لے کر آیا“ عامر نے اسے فاریسی سے کچھ فاصلے پر لگی چئیر پر بٹھاتے اسے پانی کی بوتل پکڑائی اور خود میڈیسن لینے چلا گیا۔ جبکہ ثانیہ یک ٹک اسکی پشت کو دیکھ رہی تھی جو کل رات والی ہی سیاہ شلوار قمیض پہنے کف کو کہنیوں تک فولڈ کیے تھکاوٹ زدہ تاثرات چہرے پر سجائے فاریسی میں موجود لڑکے کو دوائیوں کا بتا رہا تھا۔ لیکن وہ اس ملجھے حلیے میں بھی اس کا دل دھڑکا رہا تھا۔ ثانیہ کی آنکھیں اس پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں جو اب اس لڑکے کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا جسے دیکھ اسکا دل دھڑکا تھا۔ افف اسکی قاتلانہ مسکراہٹ اسکی دھڑکنیں منتشر کردیتی تھی۔ وہ بلا کا ہینڈسم تھا لیکن اسکی جس خوبی نے ثانیہ کے دل کو بدلا تھا وہ اسکی رحم دلی اور نرم مزاج تھا۔ ایک وقت تھا جب اسے

خوبصورت مرد پسند تھے اور ایک وقت یہ ہے جہاں اتنا حسین شخص اسکا شوہر ہے لیکن اسے اسکے حُسن سے زیادہ اسکے دل سے غرض تھی۔جبکہ عامر جو فاریسی والے لڑکے سے کوئی بات کررہا تھا خود پر نگاہوں کی تپش محسوس کرتے اس نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اسے یوں خود کو تکتے دیکھ وہ مسکراتے آئی برو اچکا گیا جس پر ثانیہ نے فوراً نفی میں سر ہلاتے چہرہ جھکایا تو اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔اپنی چوری پکڑی جانے پر بے ساختہ اسکے رخسار شرمندگی سے تپ اٹھے تھے جبکہ حلق بے ساختہ خشک ہوا تھا۔اس نے عامر کی طرف دیکھے بغیر ہاتھ میں پکڑی پانی کی بوتل کھولنی چاہی پر وہ اس سے کھُل نہیں رہی تھی جس پر اس نے منہ بنایا اور بوتل پر پکڑ مضبوط کرتے مزید طاقت لگائی پر وہ عامر نے بند کی تھی بھلا اس جیسی نازک جان سے کیسے کھلتی۔اسے شدید قسم کی پیاس لگ رہی تھی۔اس نے چہرہ اٹھاتے عامر کو دیکھا جو اب اس فاریسی کے پاس کھڑے ایک آدمی کی رپورٹ دیکھ رہا

تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اسکے پاس جائے یا نا۔ابھی وہ اسی کشمکش میں تھی جب اس کے پاس سے ایک ڈاکٹر گزرا جو اس وقت ڈارک براؤن شرٹ ساتھ بلیک پینٹ پہنے اوپر لیب کوٹ پہنے یہی سے گزر رہا تھا۔ اسے دیکھ ثانیہ نے ایک پل کو سوچا پھر اسے پکارا۔ "ایکس کیوز می بھائی ! کیا آپ یہ کھول دیں گے "ثانیہ نے اس ڈاکٹر کو کہا تو وہ مدھم سا مسکراتے اس کے ہاتھ سے بوتل پکڑتے اس کا ڈھکن کھول گیا جس پر ثانیہ نے مسکراتے اسکا شکریہ ادا کیا۔اس ساری کاروائی کو عامر نے جلتے دل سے دیکھا تھا۔اسکا انگ انگ اس وقت جلن سے دہک رہا تھا۔وہ کاؤنٹر سے دوائیاں پکڑتے اسکے پاس آیا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "عامریہ میرا فون پکڑیے گا ایک منٹ میں پانی پی لوں "ثانیہ نے اپنے ہاتھ میں موجود فون کو اسکی طرف بڑھاتے کہا جس پر عامر نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔اسکا دل اس وقت جلن سے بھرا پڑا تھا۔وہ جیلس ہورہا تھا کیوں وہ نہیں جانتا تھا پر وہ ہورہا تھا۔اسکو اپنا خون تک جلتا محسوس

ہو رہا تھا۔ "یہ فون بھی آپ اسی ڈاکٹر کو پکڑا دیں جس سے ابھی مدد مانگی تھی "عامر نے اپنے لہجے میں موجود جلن پر قابو پاتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا جو اس ڈاکٹر کی پشت کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا جو دوسری طرف چہرہ موڑے ریسیپشن کے قریب کھڑا کوئی فائل دیکھ رہا تھا۔ عامر کا بس نہیں چل رہا تھا اس ڈاکٹر کو آگ لگا دے۔ "وہ مجھے پیاس لگ رہی تھی۔ آپ وہاں تھے تو ان سے مدد مانگ لی" ثانیہ نے اسکے روبرو آتے کہا تو عامر نے گہری سانس بھری۔ ثانیہ کا یوں کسی دوسرے مرد سے بات کرنا اسکو آگ لگا گیا تھا۔ "عامر" ثانیہ نے دوبارہ اسے پکارا اور اسکی بازو پر ہاتھ رکھا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "پانی پی لیں پھر گھر چلتے ہیں" عامر نے اسکے ہاتھ سے فون پکڑتے سنجیدہ لہجے میں کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا جو اب تک اس ڈاکٹر کی پشت کو گھور رہا تھا۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر واپس چئیر پر بیٹھتے پانی پینے لگی۔ اسکا یوں اپنی پکار پر "جی بیٹُو" نا کہنا بُرا لگا تھا پر وہ خاموش رہی۔ "پی لیا۔ چلیں" ثانیہ نے پانی کے چند

گھونٹ بھرتے بوتل بند کی اور کھڑے ہوتے مدھم آواز میں اسے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے بغیر کچھ کہے اسکا ہاتھ تھامتے اسی سمت بڑھنے لگا جہاں وہ ڈاکٹر کھڑا تھا۔ اس نے اس ڈاکٹر کی شکل تک دیکھنی ضروری نہیں سمجھی تھی۔ وہ بس ثانیہ کا ہاتھ تھامے اسکے پاس سے گزرا جب اسے پیچھے سے کسی نے پکارا جس پر اسکے پیروں کو بریک لگی۔ اس نے مڑتے پیچھے دیکھا جہاں ماہ دیر ہاتھ میں فائل پکڑے کھڑا تھا۔ اسے دیکھ عامر حیران ہوا۔ مطلب جس ڈاکٹر سے ثانیہ نے مدد مانگی تھی وہ اسکا دوست ماہ دیر تھا۔ "ماہ دیر" عامر ثانیہ کا ہاتھ چھوڑے بغیر ماہ دیر کی طرف بڑھا جو اب فائل وہاں ریسیپشن پر ہی رکھتے اسکے پاس آرہا تھا۔ "کیا حال ہے" عامر نے ثانیہ کا ہاتھ چھوڑے بغیر ماہ دیر کے گلے لگتے پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں تو کیسا ہے اور سوات واپس کب آیا۔ مجھے بتایا کیوں نہیں اور کہاں غائب تھا" ماہ دیر نے ایک سانس میں پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں۔ سوات سے واپس آئے مجھے کافی دن ہوگئے ہیں اور تجھے بتانا

تھا لیکن تھوڑا مصروف تھا تو بس وقت نا لگا۔اور کہاں غائب ہونا ہے گھر ہی تھا" عامر نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا عین اسی وقت اسکی نظر عامر اور ثانیہ کے باہم ملے ہاتھوں پر پڑی۔"یہ کون ہیں ویسے" ماہ دیر نے اسے ایک نظر اسے پھر ثانیہ کو دیکھتے پوچھا۔"یہ میری بیوی ہیں ثانیہ عامر ملک۔میری شریکِ حیات اور میری ہمسفر" عامر نے ثانیہ کے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کرتے کہا تو ثانیہ کے رخسار سرخ ہوئے جبکہ ماہ دیر کی آنکھیں پھیلیں۔"کیا ا یہ تیری بیوی ہیں۔تو نے شادی کب کی اور مجھے بتایا کیوں نہیں" ماہ دیر نے لگ بھگ چلاتے کہا تو ثانیہ اسکے یوں اچانک چلانے پر سہمتے عامر کے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کی جبکہ دوسرے سے اسکی بازو پکڑی جس پر عامر نے ماہ دیر کو گھورتے نرمی سے اپنی بازو پر رکھے ثانیہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اسے پُرسکون کیا۔"کچھ نہیں ہوا بیٹُو۔یہ میرا دوست ہے۔وہ بس مذاق کر رہا ہے" عامر نے نرمی سے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا جب کہ عامر کے کسی لڑکی کے ساتھ اتنا نرم رویہ

دیکھ ماہ دیر بہیوش ہونے کے در پر تھا۔ ”اب اگر تم چلائے نا ماہ دیر تو مجھ سے بُرا کوئی نہی ہوگا۔ وہ اونچی آواز سے ڈرتی ہیں“ عامر نے ثانیہ سے نظریں ہٹاتے ماہ دیر کو گھورا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”سوری گڑیا“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو ثانیہ نے ہلکا سا سر خم کیا۔ جبکہ ماہ دیر کے یوں سر پر ہاتھ رکھنے سے ثانیہ کو ایک عجیب اپنائیت بھرا احساس محسوس ہوا تھا۔ ”اب بتا تیری شادی کب ہوئی اور تو نے مجھے بتایا کیوں نہیں“ ماہ دیر نے پوچھا۔ ”ایک آدھ دن تک گڑیا اور حوریہ کے ساتھ میری طرف چکر لگائی پھر بتاؤں گا ابھی گھر جانا ہے“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چل ٹھیک ہے۔ ویسے تو ہاسپٹل کیوں نہیں آرہا“ ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”یار وہ ثانیہ کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی تو بس انکے ساتھ تھا اور اب کل سے مجھے بخار ہے تو انھوں نے آنے نہیں دیا اب انشاء اللہ کل سے جوائن کروں گا“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اس کی بازو پر گرفت مضبوط کی جس پر اس نے اسے

دیکھا جس کے ماتھے پر بل تھے۔ ”پرسوں سے ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ ”سوری۔ہاں ماہ دیر پرسوں سے آؤں گا ورنہ میری بیوی ناراض ہوجائیں گی اوریہ میں افورڈ نہیں کرسکتا“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے نظریں جھکائیں جبکہ ماہ دیر نے دل میں ان دونوں کی نظر اتاری۔ ”چل ٹھیک ہے تو پھر پرسوں آئیں۔ ابھی آرام کر اورہاں میں نے تجھ سے ایک بات بھی کرنی ہے“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور آگے بڑھتے اسکے گلے لگا۔اس پورے وقت میں عامر نے ایک بار بھی ثانیہ کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا جسے ثانیہ نے شدت سے محسوس کیا تھا۔ ”ٹھیک ہے لیکن تو گڑیا اور حور کو گھر لائیں کافی دن ہوگئے ہیں میں حوریہ سے نہیں ملا“ عامر نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سرہلایا اور اسے اللہ حافظ بولتے ثانیہ کے ساتھ باہر نکل گیا۔جبکہ انکے جاتے ہی ماہ دیر نے دل میں ان دونوں کی نظر اتاری۔ اسکا یار شادی کرچکا تھا بھلا اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہوسکتی تھی۔ ”بیٹُو“ عامر نے اسے پکارا جو اسکا ہاتھ

تھامے چل رہی تھی۔ "جی" ثانیہ نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ "آئی آیم سوری بیٹُو" عامر نے شرمندگی سے کہا تو اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔وہ اس سے سوری کیوں کررہا تھا۔ "کیوں" ثانیہ پوچھے بغیر رہ نا سکی۔ "وہ میں اس ٹائم رُوڈ ہوگیا تھا۔مجھے معاف کردیں ہیزل آئیز" عامر نے کہا تو وہ اسکی بات سمجھتے چہرہ جھکا گئی۔ "کوئی بات نہیں لیکن آئیندہ پلیز ایسے مت کریے گا۔مجھے اچھا نہیں لگتا" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور گاڑی کا دروازہ کھولتے اسے بٹھایا جبکہ خود دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسے سینے سے لگایا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں میرا بچہ آئیندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔مجھے معاف کردیں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکی قمیض کو مٹھیوں میں بھر گئی۔ "کوئی بات نہیں۔ویسے آپکو اس ٹائم کیا ہوا تھا" ثانیہ نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "وہ بس کام کی فکر ہورہی تھی تو اس لئے خاموش تھا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا

جس پر اس نے جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے کو چھوا تو اس نے آنکھیں موندتے اسکے لمس کو روح میں اترتے محسوس کیا جبکہ اس کے رخسار سرخ ہوئے۔ ”ایک بات پوچھوں“ ثانیہ نے اسکے پیچھے ہوتے ہی مدھم آواز میں کہا۔ ”جی پوچھیں“ اس نے نرمی سے جواب دیا۔ ”آپ نے ماہ دیر بھائی سے بات کرتے وقت ایک پل کیلئے بھی میرا ہاتھ نہیں چھوڑا ایسا کیوں؟“ ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ وہ اس بات کو بھی نوٹس کر چکی تھی۔ ”کیونکہ میرا دل نہیں کر رہا تھا (آپ کا ہاتھ چھوڑا تو زندہ کیسے رہوں گا بیٹُو۔ آپکا لمس ہی تو مجھے زندگی بخشتا ہے)“ عامر نے آدھی بات دل میں کہتے اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سیدھے ہو کر بیٹھی جس پر اس نے بھی سیدھے ہوتے گاڑی سٹارٹ کی اور گھر کی طرف موڑ گیا۔

"یشی اور حور کہاں ہیں" ماہ دیر نے ملازمہ سے پوچھا جو لاؤنج میں پڑے حوریہ کے کھلونے سمیٹ رہی تھی۔ "وہ بڑے صاحب کے کمرے میں ہیں" ملازمہ نے بتایا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اوپر خلیل صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ "ماما دادا ذان تب اتے دیں (ماما دادا جان کب اٹھیں گے)" ابھی وہ دروازے کے پاس پہنچا تھا جب اسے اندر سے حوریہ کی نیند سے لبریز آواز آئی جسے سنتے وہ مسکرایا۔ "جلدی ٹھیک ہو جائیں گے۔آپ دعا کرتی ہیں نا" یشائم کی آواز سنتے اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "دی دا تلتی اوں تے دادا ذان تیت اودائیں اول ام میلو اپو شے ملیں (جی دعا کرتی ہوں کہ دادا جان ٹھیک ہو جائیں اور ہم مہرو اپھو سے ملیں)" حوریہ کی بات سنتے ماہ دیر کو ٹوٹ کر اپنی بیٹی پر پیار آیا۔ "ویری گڈ میرا بچہ" یشائم نے کہا تو حوریہ کھلکھلائی جسے سنتے ماہ دیر کے رگ و پے میں سکون سرائیت کر گیا۔ "اسلام علیکم" اس نے مسکراتے دروازہ کھولا اور ان دونوں کو سلام کیا۔ "وعلیکم اسلام دِیر" یشائم

نے جواب دیا جبکہ حوریہ جو دادا جان کے سینے پر سر رکھے لیٹی تھی۔ اسے دیکھ فوراً بیڈ سے اتری اور بابا بابا کرتے بھاگتے اسکی ٹانگوں سے لپٹی جس پر وہ مسکرایا اور اسے دیکھا جو اپنے بازو اوپر کیے کھڑی تھی جسکا مطلب صاف تھا کہ وہ اسے اٹھائے۔ ماہ دیر مسکرایا اور جھکتے نرمی سے اسے گود میں اٹھاتے اسکے دونوں پھولے سیب جیسے گالوں پر لب رکھ گیا۔ "بابا حولیہ نے اپ تو مش تیا (بابا حوریہ نے آپ کو مس کیا)" حوریہ نے سستی سے بھرپور انگڑائی لیتے اسکے کندھے پر سر ٹکاتے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا ساتھ ہی اس نے جھکتے یشائم کے سر پر لب رکھے تو وہ مسکرائی۔ "بابا کی جان۔ میں نے بھی آپ کو بہت مس کیا" ماہ دیر نے کہا تو وہ اسکی گردن کے گرد اپنی ننھی ننھی بازوؤں کا حصار مضبوط کرتے آنکھیں موند گئی۔ "کیا ہوا بابا کی لٹل ہائنس کو نیند آرہی ہے" ماہ دیر نے بیڈ پر بیٹھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر اسکے بال سہلاتے آگے پیچھے جھولنے لگا جس سے حوریہ

پانچ منٹ میں ہی گہری نیند سوگئی تھی۔ ”دِیر حور سوگئی ہے اسے لٹا دیں“ میشائم نے حوریہ کو دیکھتے کہا جو اب گہری نیند سورہی تھی۔ ”روم میں چل کر لٹاتا ہوں۔آگے صبح بھی میری بیٹی شکایت کررہی تھی کہ میں نے اسکی ماما کو پاس سلایا اور اسکو دادا جان کے پاس چھوڑ گیا“ ماہ دیر نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”اچھا چلیں ٹھیک ہیں روم میں چلتے ہیں۔ ویسے بھی یہ یہاں پچھلے دو گھنٹے سے بیٹھی بابا کو نا جانے کون کون سی کہانیاں سنا چکی ہے“ میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور بیڈ سے کھڑے ہوتے ایک نظر خلیل صاحب کو دیکھا اور باہر نکل گیا جبکہ میشائم بھی خلیل صاحب پر لحاف ٹھیک کرتے اسکے پیچھے بڑھی۔ ”دِیر اب بتائیں اس فائل میں کیا تھا“ میشائم نے روم میں داخل ہوتے اسے دیکھتے پوچھا جو حوریہ کو بیڈ پر لٹا رہا تھا۔ ”بتاتا ہوں جانِ دِیر“ ماہ دیر نے مدھم مسکراہٹ لبوں پر سجاتے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرائی جس پر ماہ دیر اس کے پاس آیا اور اسکی نازک کمر کے گرد حصار باندھتے اسے سینے سے لگا گیا۔ ”میشی

میں جو تمھیں بتانے والا ہوں اسے انتہائی غور سے سننا ہے اور رونا بلکل نہی ہے" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "دِیر ایسی کیا بات ہے جو آپ یوں بول رہے ہیں" میشائم نے پوچھا تو اس نے جھکتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "میری جان بات تو بہت بڑی اور خوشی والی ہے لیکن وہ خبر ایسی ہے جس کا تم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "کیا بات ہے بتائیں۔ میں نہیں روؤں گی" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کا ہاتھ پکڑتے اسے صوفے پر بٹھاتے واڈروب سے فائل نکال لایا جس پر میشائم کبھی اسے دیکھتی تو کبھی اسکے ہاتھ میں موجود فائل کو۔ "میشی تم بچپن سے ماں باپ کے پیار کے لیے ترسی ہو نا" ماہ دیر نے اسکے ساتھ بیٹھتے اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو اگر تمھیں پتا لگے کہ تمھیں وہ پیار مل سکتا ہے جسکے لیے تم بچپن سے ترستی آئی ہو، جسکی تم نے بچپن سے

خواہش کی ہے تو" ماہ دیر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا جس پر یشا ئم کا دھڑکن سست ہوئی۔وہ یہ سب کیوں بول رہا تھا کیا وہ جنید خان کے گھر والوں سے اسے ملوانے جارہا تھا۔"دِیر مجھے۔۔ان لوگوں کا۔۔پیار نہیں۔۔چاہیئے ان۔۔سب نے میرے" یشا ئم بات پوری ہونے سے پہلے وہ بے حد نرمی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے اسے خاموش کرا گیا۔"کس نے کہا میں تمھیں ان لوگوں سے ملوانے جارہا ہوں۔ان لوگوں سے تو جب بھی ملا میں خود ہی ملوں گا اور یقین کرو وہ ان کی مجھ سے تو کیا خود سے بھی آخری ملاقات ہوگی" ماہ دیر نے جنون سے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"پھر آپ کس کی بات کررہے ہیں" یشا ئم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"میں بات کررہا ہوں تمھارے ماما بابا کی۔تمھارے بائیولوجیکل پرنٹس کی۔تمھاری جڑواں بہن کی جو تم سے دس منٹ چھوٹی ہے۔انکی جو پچھلے بیس سال سے تمھیں اور تمھاری بہن کو ڈھونڈ رہے ہیں۔میں انکی بات کررہا ہوں جنکی آنکھیں بیس سالوں سے تم دونوں کی

یاد میں آنسو بہا رہی ہیں۔میں اس باپ کی بات کررہا ہوں جو پچھلے بیس سال سے لاہور کے ہر پولیس اسٹیشن میں تم دونوں کی میسنگ رپورٹ لکھوا چکا ہے۔ میں اس ماں کی بات کررہا ہوں جو تم دونوں کی جدائی میں دل کے مرض میں مبتلا ہوگئی ہیں۔میں تمھارے اپنوں کی بات کررہا ہوں میشی" ماہ دیر نے کہا تو وہ بے یقینی و حیرت سے آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھنے لگی۔"دِیر۔۔ کک۔۔۔کیا۔۔ مطلب ہے۔۔آپکا "میشائم نے اسے پوچھا تو اس نے اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا۔اسکی آنکھوں میں آنسو بھلا کہاں برداشت تھے اسے۔"میری جان تم یتیم نہیں ہو۔تمھارے ماں باپ زندہ ہیں۔جنید خان اور اسکے گھر والوں نے جھوٹ بولا ہے کہ تمھارے والدین کی دیتھ ہوگئی ہے حتیٰ کہ حقیقت یہ ہے کہ تمھیں اور تمھاری بہن کو جنید خان نے اغواہ کرلیا۔تمھاری بہن کو اس نے لاہور کے ایک یتیم خانے میں چھوڑ دیا تھا جبکہ تمھیں وہ سوات لے آیا اور پھر تمھیں اذیت پہنچا کر وہ اپنے دل میں لگی

انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے لگا" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے جھٹکے سے گردن اٹھاتے اسے دیکھا۔"مطلب۔۔میرے ماما۔۔بابا زندہ۔۔ہیں۔۔اور۔۔میری بہن بھی" یشائم نے لرزتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں وہ زندہ ہیں اور جانتی ہو تم ان سے ایک بار مل بھی چکی ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نا سمجھی سے اسے دیکھا۔وہ اپنے ماں باپ سے مل چکی تھی۔پھر اسے کیوں نہیں پتا تھا۔"کب۔۔اور کون ہیں۔۔وہ" یشائم نے پوچھا تو اس نے فائل کھولتے ایک صفحہ اسکے سامنے کیا جس پر نظر پڑتے ہی یشائم حیران ہوئی۔وہاں ایک مرد اور عورت کی تصویر کے ساتھ ایک نیلی آنکھوں والی لڑکی کی تصویر بھی تھی جو پوری عبائے سے ڈھکی ہوئی تھی بس اسکی آنکھیں نظر آرہی تھیں۔"یہ تو۔۔وہیں انکل۔۔آنٹی۔۔ہے نا۔۔جو اس۔۔دن ہاسپٹل میں آئے تھے" یشائم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں وہی ہیں اور یہ تمھارے ماما بابا ہیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اپنی

کپکپاتی انگلیوں سے انکی تصویر کو چھوا۔ "دِیر۔۔آپ جھوٹ ۔۔ نہیں بول۔۔رہے نا۔یہ سچی۔۔میرے والدین ۔۔اور بہن ہیں" میشائم نے فائل سے نظریں ہٹائے بغیر پوچھا تو اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ "جی میرا بچہ میں بلکل سچ کہہ رہا ہوں یہ تمھارے ماں باپ ہیں عالمگیر خان یوسفزئی اور فہمیدہ خان یوسفزئی۔اور ان کی بیٹیاں میشائم خان یوسفزئی اور مریم خان یوسفزئی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو اسکی آنکھوں سے آنسو نکلتے فائل پر گرنے لگے۔ اسکے ماں باپ زندہ تھے۔وہ اتنے سال کسی دشمنی کی بھینٹ چڑھتی آرہی تھی۔ان لوگوں نے کس بات کا بدلہ لیا تھا۔کیوں اسے اسکے ماں باپ سے دور کرتے اس پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے۔کیوں اس سے جھوٹ بولا گیا۔ کیوں ہوا تھا یہ سب میشائم سمجھ نا سکی۔ "میشی میری جان پلیز رونا بند کرو" ماہ دیر نے اسکا سر اپنے سینے سے لگاتے کہا۔ "آپکو کیسے۔۔پتا" اس نے پوچھا۔ "اس دن آنٹی کی شکل دیکھ مجھے یوں لگا جیسے تم ہو تو بس میں نے اپنا

شک نکالنے کے لیے اس بارے میں پتا کرایا اور میرا شک صحیح ثابت ہوا" ماہ دیر نے کہا تو اسکی آنکھوں سے آنسو بہتے اسکے ہاتھوں پر گرے۔ "دِیر۔۔ان لوگوں۔۔نے ایسا۔۔کیوں۔۔کیا۔۔کیوں مجھے۔۔اور میری۔۔بہن کو ماما۔۔بابا سے دور کیا۔۔کیوں مجھ سے۔۔ جھوٹ بولا۔ایسی۔۔کونسی دشمنی۔۔تھی جسکے لیے۔۔ہمیں ہمارے۔۔والدین سے دور کردیا" میشائم نے روتے ہوئے پوچھا تو وہ اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ "میں بتاتا ہوں پہلے رونا بند کرو" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں۔۔نہیں روتی۔۔پلیز۔۔بتائیں" میشائم نے اسے دیکھتے کہا تو وہ نرمی سے جھکتے اس کی آنکھوں پر لب رکھ گیا۔ "جنید خان تمھارے بابا کا ڈرائیور تھا۔اسکا اور تمھارے بابا کا ساتھ کافی سال پُرانا تھا۔ لیکن پھر تمھارے ماما بابا کی شادی والے دن سب بدل گیا۔اس دن اس نے اپنے ہاتھوں سے تمھاری آنی کا قتل کردیا جسے تمھاری ماما فہمیدہ خان اور انکی ماں یعنی تمھاری نانی نے اپنی

آنکھوں سے دیکھا۔جنید خان کی شادی شدہ ہونے کے باوجود اسکی تمھاری آنی پر بُری نظر تھی لیکن تمھاری آنی اسے دیکھتی تک نا تھیں۔پھر تمھارے ماما بابا کی شادی والے دن اس نے تمھاری آنی سے زبردستی کرنے کی کوشش کی جس پر انھوں نے خود کو چھڑاتے آگ بگولا ہوتے اسے تھپڑ جڑ دیا۔کہ وہ شادی شدہ اور ایک بچے کا باپ ہونے کے باوجود ایسی حرکت کررہا ہے۔جنید خان کی انا پر پڑا تھا وہ تھپڑ تبھی اس نے تمھاری آنی کو قتل کردیا لیکن تمھاری آنی کے مرتے ہی اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے۔اس نے وہاں سے بھاگنا چاہا پر چونکہ تمھاری ماما اور نانو سب دیکھ چکی تھیں تو انھوں نے پولیس کو بلوا لیا۔جس پر جنید خان نے تمھارے بابا سے کہا تھا کہ وہ اسے بچا لیں پر تمھارے بابا نے غلط کا ساتھ نا دیتے جنید خان کو اپنے ہاتھوں سے پولیس کے حوالے کیا اور پولیس جنید خان کو لے گئی لیکن وہ جانے سے پہلے یہ کہہ کر گیا تھا وہ اس سب کا بدلہ لے گا پر اسے کسی نے سنجیدہ نا لیا۔پھر تین سال تک جیل

میں رہنے کے بعد جنید خان نا جانے کیسے جیل سے فرار ہوگیا اور سیدھا
تمھارے گھر آیا لیکن وہاں عالمگیر انکل کو گاڑی میں کہیں جاتے دیکھ اس نے
انکا پیچھا کیا جس سے اسے معلوم ہوا کہ وہ فہمیدہ آنٹی کو ہاسپٹل لائے ہیں جس پر
اس نے اپنے بدلے کی آگ میں جلتے تمھیں اور تمھاری بہن کو پیدائش کے چند
گھنٹوں بعد ہی اغوا کرلیا۔ وہ جیل سے بھاگا تھا تو پولیس اسکے پیچھے پڑی تھی تبھی
دو بچوں کو لے جانا مشکل تھا۔ اس لئے اس نے تمھاری بہن کو ایک یتیم
خانے کے باہر پھینکا اور تمھیں اپنے ساتھ لیتے اپنی فیملی کے ساتھ مانسہرہ آکر
روپوش ہوگیا۔ اس نے تم پر جتنے ظلم کیے وہ اسی وجہ سے کیے تھے کیونکہ
تمھارے بابا نے اسے پولیس سے نہیں بچایا تھا۔ پولیس آج تک اسکی اور تم
دونوں بہنوں کی تلاش کررہی ہے پر اسکا کوئی سراغ نا ملا کیونکہ جنید خان بہت
شاطر انسان ہے۔ وہ گھر سے نکلتا ہی نہیں اور اگر نکلے بھی تو اس وقت جب
باہر بندہ کیا پرندہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی لیے آج تک وہ اس تک یا تم دونوں تک

نہیں پہنچ پائے" ماہ دیر نے حرف با حرف اسے ساری بات بتائی جس پر
یشائم کے آنسو ایک پل کو نہیں رکے تھے۔جنید خان نے اسکی آنی کا قتل
کرنے کے باوجود اپنی انا کی تسکین کے لیے اسے اور اسکی بہن کو اغواہ کیا
تھا۔آج اسکے دل میں جنید خان کیلئے نفرت مزید بڑھ گئی تھی۔"میرے ماما
بابا۔۔۔اور میری بہن کہاں ہیں "یشائم نے اسے دیکھتے بے قراری سے
پوچھا۔ "تمھارے ماما بابا لاہور ہیں لیکن تمھاری بہن کچھ نہیں پتا کیونکہ وہ جس
یتیم خانے میں رہی تھی وہ اب وہاں نہیں ہے "ماہ دیر نے کہا تو اسکی آنکھوں
سے آنسو مزید تیزی سے بہنے لگے۔اسکی بہن نے بھی اسکی طرح ہی اذیتیں
برداشت کی ہوگی۔"یشی میرا بچہ پلیز چپ کرو۔ایسے روتے نہیں" ماہ دیر نے
کہا تو اس نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔"دِیر۔۔میرے۔۔ماما
بابا۔۔نے۔۔کتنی اذیت ۔۔سہی ہوگی۔۔ہمیں یاد۔۔کرتے۔۔میری بہن
کتنا ۔۔روئی ہوگی" یشائم نے کہا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط

کیا۔ ”میری جان بس اب وہ مل گئے ہیں اور میں بہت جلد تمھیں ان سے ملواؤں گا روتے نہیں ہیں شاباش“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسے دیکھا۔ ”پر۔۔میری بہن“ اس نے پوچھا تو ماہ دیر نے ہاتھ بڑھاتے اپنی پوروں سے اسکے آنسو چُنے۔ ”میں اسے بھی بہت جلد ڈھونڈ لوں گا انشاء اللہ “ماہ دیر نے کہا تو وہ انشاء اللہ کہہ گئی۔ ”دِیر ہم۔۔ماما بابا سے کب۔۔ملنے جائیں۔۔گے۔۔مجھے۔۔انکی آغوش کو۔۔محسوس کرنا ہے۔۔مجھے اپنے بابا کے سینے۔۔سے لگتے۔۔انھیں بتانا ہے انکی۔۔بیٹی پر۔۔وہ لوگ کتنا۔۔ظلم۔۔کرتے تھے۔۔مجھے میری ماما کے دامن میں۔۔چھپتے۔۔ہر غم کو بھولنا ہے۔۔دِیر آپ۔۔مجھے ان سے ملوائیں گے نا“ یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسے واپس اپنے سینے سے لگایا اور نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ ”وہ لوگ لاہور میں ہیں۔ خلیل صاحب کی طبیعت میں تھوڑی سی بہتری آجائے پھر میں تمھیں لاہور لے جاؤں گا“ ماہ دیر نے کہا تو

اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کی۔ ”دِیر کیا۔۔وہ لوگ یہاں نہیں۔۔آسکتے۔۔مجھے ان سے۔۔ملنا ہے“ میشائم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”آسکتے ہیں متاعِ جان۔میں انھیں یہاں بلوا لیتا ہوں ایک آدھ دن تک۔پھر تم ان سے مل لینا ٹھیک ہے نا۔اب رونا بند کرو۔تمھارے آنسو میرے دل پر گرتے ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو وہ اپنا چہرہ صاف کرتے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گئی۔ ”میں ماما بابا سے لاڈ کروں گی دِیر۔۔۔میں انھیں پیار بھی کروں گی۔۔وہ بھی مجھ سے پیار کریں گے نا“ میشائم نے اس کے سینے سے سر اٹھائے بغیر مدھم آواز میں پوچھا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ ”جی میری جان وہ تم سے بہت پیار کریں گے اتنا زیادہ کہ تم ماضی کی ساری تلخیاں بھول جاؤ گی“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی اور نامحسوس انداز میں اسکے سینے پر لب رکھ گئی۔ ”زہ تاسرہ دیرہ مینہ لرم.(مجھے آپ سے بہت محبت ہے)“ میشائم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔وہ اس جملے کا معنی اب

جانتا تھا۔اس نے میشائم کو بارہا یہ جملہ بولتے سنا تھا تبھی اسے یاد ہوگیا تھا اور اس نے اپنے ایک پٹھان گارڈ سے اسکا مطلب پوچھا تھا جس نے اسے اس جملے کا مطلب بتایا تھا اور اس وقت ماہ دیر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ اسکی میشی اس سے اظہارِ محبت کرتی ہے یہ جانتے اسکا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔ "سمجھ نہیں آئی پر اظہارِ محبت جیسا لگا ہے" ماہ دیر نے جان بوجھ کر کہا تو اسکا چہرہ سرخ ہوا۔ "میں نے کہا ہے آپ بہت اچھے ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے بامشکل اپنا قہقہہ روکا اور اسکا سر چوم گیا۔ "تم بہت معصوم ہو" اس نے کہا تو وہ مسکرائی اور یونہی اسکے سینے سے لگے آنکھیں موند گئی۔

"پٹھانی اٹھ جاؤ" شہریار نے مریم کی سرخ گال سہلاتے کہا جو اسکے سینے میں چھپی سو رہی تھی۔ "سکونِ حیات اٹھ جاؤ میرا بچہ۔یونی نہیں جانا کیا" شہریار نے اسکی گال کو نرمی سے تھپتھپاتے کہا تو اب کی بار وہ کسمساتے آنکھیں

کھول گئی لیکن اس پر نظر پڑتے ہی اس نے واپس سے اپنی آنکھیں بند کیں جبکہ اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا۔شہریار اسکی حرکت پر مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔"پٹھانی اب صبح صبح ایسے کرو گی تو میرا کیا بنے گا" شہریار نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو مریم نے اسکے سینے میں منہ چھپایا جس پر وہ مسکراتے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔"سائیں کی جان کیا ہوا اٹھنے کا دل نہیں کر رہا" شہریار نے نرمی سے پوچھا۔"نہیں ایسا نہیں ہے" مریم نے مدھم آواز میں کہا۔"پھر کیسا ہے "شہریار نے پیار سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور اسکے سینے سے چہرہ نکالتے اسے دیکھا۔"کچھ بھی نہیں بس سستی پڑی تھی پر اب اتر گئی ہے" مریم نے نظریں جھکاتے کہا تو اس نے نرمی سے اسکی گال پر لب رکھے جس سے اسکے رخسار تپنے لگے۔وہ اس سے نگاہیں ملائے بغیر اٹھی اور اپنا ڈوپٹہ پکڑتے کندھوں پر پھیلاتے بیڈ سے کھڑی ہوئی۔شہریار کی نظریں اس پر ہی تھی جس کا شرمایا گھبرایا روپ اسے خاصا

اٹریکٹ کررہا تھا۔جبکہ اسکی نگاہوں کی پرستش کو اپنے وجود پر محسوس کرتے مریم اس سے نظریں چُراتے اپنے لیے کپڑے نکال رہی تھی۔ ”پٹھانی آج اپنا ریڈ اور وائٹ امتزاج والا فراک پہننا۔وہ تم پر بہت جچتا ہے“ شہریار نے اسے کہا تو وہ جو پرپل کلر کی شلوار قمیض نکال رہی تھی۔اسکی بات پر عمل کرتے وہ واپس رکھتے اپنی فراک نکال گئی۔جبکہ اسکے یوں بات ماننے پر وہ مسکرایا اور بیڈ سے کھڑے ہوتے اسکے پاس آیا۔ ”میں سٹڈی میں فریش ہونے جارہا ہوں۔میرے آنے سے پہلے باہر مت جانا۔مجھے پہلے جی بھر کر تمھیں اس لباس میں دیکھنا ہے پھر ہم ایک ساتھ نیچے جائیں گے“ شہریار نے عین اسکے سامنے کھڑے ہوتے اسکی ٹھوڑی کو تھامتے کہا اور جھکتے اسکے ہونٹوں کو چھوتے باہر نکل گیا جبکہ مریم اسکے جاتے ہی اپنے سرخ گالوں پر ہاتھ رکھتے واش روم میں بند ہوئی۔دوسری طرف شہریار سیدھا سٹڈی میں گیا اور واش روم میں فریش ہونے چلا گیا۔ ”چھوٹے صبح صبح یہاں کیا کررہے ہو“ شہریار

لگ بھگ بیس منٹ بعد باہر آیا تو نظر اسد پر پڑی جو یقیناً اپنی کوئی فائل وغیرہ لینے آیا تھا۔ وہ پچھلے دو دن سے کچھ زیادہ ہی سنجیدہ رہنے لگا تھا۔ اسکی شرارتی طبیعت کہیں کھو سی گئی تھی۔ ”کچھ بھی نہیں بھائی بس یہ فائل لینے آیا تھا“ اسد نے عام سے لہجے میں کہا تو وہ چلتے اس کے پاس آیا اور اسے گلے لگایا۔ ”میری جان سب ٹھیک ہوجائے گا پریشان نا ہو“ شہریار نے کہا تو مدھم سا مسکرایا لیکن اس کی مسکراہٹ آنکھوں تک نا پہنچی۔ ”بھائی سب ٹھیک تو ہوجائے گا پر تب شاید میں ٹھیک نا ہو سکوں۔ آپ جانتے ہیں اس دن میں قسم تو کھا آیا کہ اب عائشہ سے نہیں ملوں گا پر ابھی صرف دو دن گزرے ہیں اس دیکھے بنا اور ایسے لگنے لگا جیسے جسم بے جان ہورہا ہے“ اسد نے کہا تو شہریار نے اس کے بال سہلائے۔ وہ جانتا تھا اسکا بھائی عائشہ کو کتنا چاہتا ہے۔ ”لاڈلے سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ہم سب مل کر آنٹی کو منا لیں گے میرا بیٹا“ شہریار نے پیار سے کہا تو اسد نے نفی میں سر ہلایا۔ ”آنٹی ہم سب سے

نفرت کرتی ہیں بھائی۔ کیوں یہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ وہ اپنی نفرت میں کبھی میں عائشہ کو میرا نہیں ہونے دیں گی" اسد نے بے بسی سے کہا تو شہریار نے اسے پیچھے کرتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "لاڈلے اللہ ہے نا۔ سب ٹھیک ہوجائے گا میرا بیٹا۔ یوں اداس نہیں ہوتے غلط بات ہے" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بھائی لیکن اگر آنٹی نا مانی تو" اسد نے اسے دیکھتے پوچھا۔ اسکے لہجے میں خوف واضح تھا۔ "اللہ پر بھروسہ رکھو میرا بچہ۔ وہ مان جائیں گی انشا للہ۔ اگر یوں میرا بیٹا اداس رہے گا تو کیسے چلے گا۔ جانتے ہو دو دن سے تم نے کوئی شرارت نہیں کی تو مجھے پورا گھر سنسان لگ رہا ہے۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے اس گھر کے در و دیوار روٹھ گئے ہوں کیونکہ انھیں اسد کی باتیں اسکی شرارتیں پسند ہیں جیسے ہم سب کو۔ اب میرا لاڈلہ یوں خاموش ہوا ہے تو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ پلیز میرا بچہ خود کو یوں خاموش رہ کر اذیت نا دو" شہریار نے کہا تو وہ دوبارہ اس کے گلے لگا۔ "بھائی میرا دل پھٹ رہا

ہے۔ اسے دیکھا نہیں ہے دو دن سے۔یوں لگ رہا ہے جیسے میں اندھا ہوگیا ہوں۔ اس سے میں دو دن سے بات نہیں کرسکا تو یوں لگ رہا ہے جیسے مجھ سے قوتِ گویائی چھین لی گئی ہو۔ اسکی آواز نہیں سنی تو یوں لگ رہا ہے جیسے بہرا ہوگیا۔ وہ میرے پاس نہیں ہے تو میں بے جان ہورہا ہوں بھائی" اسد بے بسی کی انتہا پر بولا تھا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو نکلتے شہریار کے کندھے میں جذب ہورہے تھے۔جسے محسوس کرتے شہریار کا دل کٹا تھا۔ "میرا بیٹا ایسے روتے نہیں ہیں۔ سب صحیح ہوجائے گا میرا بیٹا بہادر ہے نا۔ ایسے نہیں کرتے سب ٹھیک ہوجائے گا بھائی کا بیٹا تو بہادر ہے نا۔ ایسے رو کر اپنے بھائی کو اذیت مت دو شاباش میرا بچہ چپ کرو" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور پیچھے ہوا۔ "بھائی سب ٹھیک ہوجائے گا نا" اسد نے ایک بچے کی طرح پوچھا۔ "جی بھائی کی جان سب ٹھیک ہوجائے گا۔ شاباش چپ ایسے روتے نہیں ہیں" شہریار نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے بچوں کی طرح پچکارتے کہا

تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ ”میں اٹھائیس سال کا ہوں بھائی“ اسد نے نے اسکے یوں پچکارنے پر کہا۔ ”میں تیس سال کا ہوں بھائی کی جان“ اس نے کہا تو وہ مدھم سا ہنس پڑا۔ وہ آج دو دن بعد ہنسا تھا۔ اسے ہنستے دیکھ شہریار نے اسکے بال بگاڑے۔ ”پھر بھی دو سال ہی بڑے ہیں آپ مجھ سے“ اسد نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میں تم سے دو دن بھی بڑا ہوتا نا تب بھی میں تمھیں یونہی ٹریٹ کرتا میرا بچہ۔ تم میری جان ہو۔ بھائی کے لاڈلے ہو۔ بابا کے جانے کے بعد تمھیں میں نے ہی پالا ہے اماں سائیں کے ساتھ مل کر تو اس حساب سے تم میرے بیٹے ہو اور ایک باپ اپنے بیٹے کی آنکھوں میں آنسو برادشت نہیں کر سکتا۔ لہذا اب میرے بچے نے رونا نہیں ہے سب ٹھیک ہوجائے گا۔ اگر نا ہوا تو تمھارا بھائی سب ٹھیک کردے گا“ شہریار نے کہا تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑتے چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ ”مجھے آپ پر بھروسہ ہے بھائی“ اسد نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”بس پھر میرا بیٹا اب رونا نہیں ہے“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں

میں سر ہلایا۔ ”جی اچھا اب آپ جائیں روم میں گڑیا آپکا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں بھی آفس کیلئے تیار ہو جاؤں“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے روم کی طرف بڑھا جبکہ اسکے جاتے ہی اسد مدھم سا مسکرایا اور باہر نکل گیا۔

”ماشاء اللہ پٹھانی بہت پیاری لگ رہی ہو“ شہریار سٹڈی سے نکلتے سیدھا اپنے کمرے میں آیا اور مریم پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھوں میں محبت و ستائش ابھری۔ وہ اس سرخ اور سفید امتزاج کے فراک میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ شہریار کو وہ اس وقت جنت سے اتری اپسرا کا گمان دے رہی تھی۔ شہریار بنا پلک جھپکے یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جو اپنے لمبے سنہرے بالوں کو سلجھا رہی تھی۔ جبکہ اس کی آواز سنتے مریم نے پلٹتے اسے دیکھا جو پلین وائٹ شرٹ کے ساتھ بلیک ڈریس پینٹ اور کوٹ پہنے بے حد ہینڈسم لگ رہا

تھا۔ ”سائیں کہاں رہ گئے تھے آپ“ مریم نے بامشکل اس پر سے نگاہیں ہٹاتے پوچھا۔ ”سوری میری جان۔بس چھوٹا تھوڑا اداس ہوا تھا تو اسے سمجھا رہا تھا“ شہریار نے کہا اور اسکے پیچھے آتے اسے پشت سے حصار میں لیتے اپنے دونوں توانا بازو اس کے پیٹ کے گرد باندھ گیا جس پر مریم کا چہرہ گلابی ہوا۔ ”سائیں ۔۔کیا کر رہے ہیں۔۔ہٹیں پیچھے۔۔مجھے بال سنوارنے دیں “مریم نے کہا تو اس نے اپنی ٹھوڑی ٹکاتے آئینے میں سے اسے دیکھا جو پلکوں کی باڑ کو اٹھاتے گراتے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”جانتی ہو پٹھانی ! تم جب جب اپنی زلفیں سنوارتی ہو میں تب تب اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتا ہوں۔ تمھاری زلفیں تو سنور جاتی ہیں پر باخدا لاکھ کوشش کے باوجود میری دھڑکن نہیں سنبھل پاتی۔ تمھارے سنہرے بال مجھے اپنا اثیر کرتے ہیں “شہریار نے عقیدت سے اس کے کندھے پر لب رکھتے کہا تو مریم اپنا سرخ چہرہ جھکا گئی۔ ”مجھے۔۔یونی۔۔جانا ہے“ مریم نے منمناتے کہا تو وہ ہولے سے ہنستے

اسکے کندھے پر پیشانی ٹکا گیا۔اس طرح کہ اب مریم کو آئینے میں صرف اسکے بال نظر آرہے تھے۔"ہنس کیوں رہے ہیں" مریم نے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"پتا نہیں پر تم پاس ہوتی ہو تو بلاوجہ ہنسنے کا دل کرتا ہے۔اگر تمھیں اپنے لبوں کی مسکان کہوں۔دل کا قرار کہوں یا سکونِ حیات کہوں تو وہ غلط نہیں ہوگا "شہریار نے کہا تو مریم مسکرائی۔"آپ میرے دل سے کھیلنا اچھی طرح جانتے ہیں سائیں" مریم نے نظریں جھکاتے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا اور سیدھے ہوتے نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کر گیا جس پر مریم نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا تو وہ مسکرایا اور جھکتے بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر وہ آنکھیں موند گئی۔

"تمھارے دل سے کھیلتا نہیں ہوں بس اسے بتاتا ہوں کہ کوئی ہے جو اسے بے لوث چاہتا ہے" شہریار نے اسکے ماتھے سے لب ہٹاتے کہا تو وہ مسکراتے اسے دیکھنے لگی جس پر شہریار نے بھی نظریں جھکاتے اسے دیکھا۔مریم یک ٹک

اس کی چاکلیٹ رنگ آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جب کہ شہریار لبوں پر مدھم مسکراہٹ سجائے اسے یوں خود کو تکتے دیکھ رہا تھا۔ ”آپ سے ایک سوال پوچھوں سائیں“ مریم نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سینے پر رکھتے کہا۔ ”اب ایسے پوچھو گی تو میں منع نہیں کر پاؤں گا“ شہریار نے بے بسی کہا تو وہ بے اختیار ہنسنے لگی۔ جس پر شہریار اسے دیکھنے لگا جو ہنستے کبھی اسے دیکھتی تو کبھی اسکے سینے سے پیشانی ٹکاتے ہنسنے لگتی۔ اسکی ادا جانلیوا تھی۔ ہنس مریم رہی تھی اور دیوانہ شہریار ہو رہا تھا۔ عشق میں انسان کے دیوانہ ہونے کا اس نے بس سنا تھا پر اب وہ خود پر عشق کے اثرات کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے خیالات کو جھٹکا اور پھر اسے دیکھنے لگا جو ہنستی جا رہی اور وہ بے اختیار پگھلتا جا رہا تھا۔ ”پٹھانی بس کرو۔ نظر لگ جائے گی“ شہریار نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے نرمی سے اپنی ہتھیلیوں میں دبایا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”آپ کو پتا ہے کبھی کبھی آپ بہت کیوٹ لگتے ہیں“ مریم نے کہا تو وہ

مسکرایا۔ ”تمھیں پتا ہے تم ہر وقت میرے دل کی دھڑکن لگتی ہو“ شہریار نے دلکشی سے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ ”کوئی شرما رہا ہے“ شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”اچھا ٹھیک ہے۔یہ بتاؤ تم کیا پوچھنے والی تھی“ شہریار نے اسکے بالوں کو سہلاتے کہا تو اس نے اسکے سینے سے چہرہ نکالتے اسے دیکھا جبکہ شہریار اسے ہی دیکھ رہا تھا جسکی آنکھوں میں ایک الہواہی چمک تھی۔ ”میں پوچھ رہی تھی کہ جب آپ نے مجھے پہلی بار دیکھا تھا تو آپ کو کیسا محسوس ہوا تھا۔ مطلب ویمپائر بننے کے بعد۔آپکو میں کیسی لگی تھی“ مریم نے پوچھا تو شہریار مسکرایا اور اسکی کمر کے گرد حصار مضبوط کرتے اسے قریب کرتے گنگنایا۔

پہلے پہل تجھے۔۔

دیکھا تو دل میرا۔۔

دھڑکا ہائے دھڑکا۔۔

دھڑکا ہائے۔۔

جل جل اٹھا ہوں میں۔۔

شعلہ جو پیار کا۔۔

بھڑکا ہائے بھڑکا۔۔

بھڑکا ہائے۔۔

نیندوں میں گھل گئے ہیں۔۔

سپنے جو تیرے۔۔

بدلے سے لگ رہے ہیں۔۔

انداز میرے۔۔

تیرے مست مست دو نین۔۔

میرے دل کا لے گئے چین۔۔

میرے دل کا لے گئے چین۔۔

تیرے مست مست دو نین۔۔

"اس سے زیادہ کیا بتاؤں کہ کیسی لگی تھی اور میرے ساتھ کیا کر گئی تھی"

شہریار نے گانا مکمل کرتے اسے دیکھا جسکی پلکیں لرز رہی تھیں۔ "چپ رہیں"

مریم نے شرم سے چور آواز میں کہا تو وہ ہنسا اور جھکتے اسکے لبوں کو چھوتے

سیدھا ہوتے اسے سینے سے لگا گیا جس پر مریم نے فوراً اس کے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ”آئی لو یو میری پٹھانی“ شہریار نے نرمی سے اسکا سر چومتے کہا۔ ”بہت خراب۔۔۔ہیں آپ۔۔کوئی۔۔ایسے بتاتا ہے“ مریم نے منمناتے کہا۔ ”میں بتاتا ہوں پٹھانی تمھارا ایک اکلوتا شوہر ایڈوکیٹ شہریار ملک بتاتا ہے اور ویسے میری تو غلطی نہیں ہے اب تم نے پوچھا تو میں نے جواب دے دیا“ شہریار نے کہا تو اس نے ہلکا سا پیچھے ہوتے اسے گھورا۔ ”کیا ہوا اب ایسے کیوں دیکھ رہی ہو پیار آرہا ہے“ شہریار نے اس کی رخسار پر لب رکھتے کہا تو مریم کی مصنوعی ناراضگی ہوا ہوئی اور اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔ ”اللہ اللہ سائیں کتنے خراب ہیں آپ“ مریم نے اسکے سینے پر ہلکا سا مکہ مارتے کہا۔ ”اللہ اللہ کی سائیں کی جان پھر بھی تمھیں اپنے خراب سائیں سے محبت ہے“ شہریار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی جس پر شہریار نے جھکتے نرمی سے اسکا ماتھا چوما۔ ”چلیں اب بس کریں۔ صبح صبح فلرٹ کر رہے ہیں۔تیار

ہونے دیں مجھے یونی جانا ہے" مریم نے اسے مصنوعی آنکھیں دکھاتے کہا تو وہ سرینڈر کرنے والے انداز میں ہاتھ اٹھاتے دو قدم پیچھے ہوا جس پر مریم مسکرائی۔ "اور کوئی حکم رگِ جاں" شہریار نے ایک ہاتھ دل کے مقام پر رکھتے ہلکا سا جھکتے پوچھا تو مریم نے نفی میں سر ہلایا۔ "ھمداسې خوشحاله اوسه. ته ډېره ښکلې ښکارې. (ایسے ہی خوش رہا کریں آپ۔ بہت پیارے لگتے ہیں آپ)" مریم نے معصومیت سے اپنے پٹھانی ایسنٹ میں کہا تو وہ مسکرایا۔ اسے سمجھ بے شک ایک لفظ نہیں آیا تھا پر جس طرح وہ بول رہی تھی بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ بلکہ وہ تو تھی ہی پیاری۔ وہ اسکا سکون تھی۔ اسکی پٹھانی۔ مریم شہریار ملک جو اسکی زندگی میں خوشی بن کر آئی تھی۔

"کیا ہوا کس کا میسج ہے" مریم نے اپنے نقاب کے نیچے سے سینڈوچ کی بائٹ لیتے کہا۔ "ضار کا ہے" مہرماہ نے کہتے میسج دیکھے بغیر موبائل ڈائیڈ پر رکھا تو مریم

نے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا بھائی کا میسج کیوں نہیں سین کیا" مریم نے پوچھا تو اس نے منہ بناتے نفی میں سر ہلاتے سینڈوچ کی بائٹ لی۔ "مجھے نہیں کرنا سین" مہرماہ نے ناک سکیڑتے کہا تو مریم اسے دیکھنے لگی۔ "وجہ بھائی سے ناراضگی چل رہی ہے" مریم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیوں کیا ہوا" مریم نے پوچھا تو اس نے منہ بسورا۔ "صبح فجر کے بعد مجھے اتنی شدید نیند آرہی تھی۔میں سونے لگی تھی لیکن پروفیسر صاحب نے مجھے سونے نہیں دیا بلکہ مجھ سے آج والا پورا ٹیسٹ سنا اور اب اسی وجہ سے میری نیند نہیں پوری اور میں ان سے ناراض ہوں" مہرماہ نے کہا تو مریم ہنس پڑی۔ "یار یہ تو بھائی نے تمھارے بھلے کیلئے ہی کیا تھا نا۔اس میں ناراض ہونے والی کونسی بات ہے۔اور یہ کام صرف ضرار بھائی نہیں سائیں بھی کرتے ہیں۔رات کو ڈنر کے بعد جب تک میں انھیں اپنا ٹیسٹ وغیرہ سنا نا دوں مجھے سونے نہیں دیتے" مریم نے کہا تو مہرماہ ہنس پڑی جس پر مریم نے اسے دیکھا۔ "ہاہاہا چلو اچھا ہوا تم

بھی یہ سب فیس کرتی ہو ورنہ میں تو دکھی ہوئی پڑی تھی۔اب تمھارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے یہ سن کر سکون ہوگیا ہے سچی" مہرماہ نے کہا تو مریم نے اسے گھورا۔"کتنی بدتمیز ہو تم مہر" مریم نے کہا تو مہرماہ اسکے کندھے کے گرد دونوں بازو باندھتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔"پھر بھی تمھاری دوست ہوں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔"ہاں وہ تو ہو" مریم نے کہا تو مہرماہ بھی اب کی بار مسکرائی۔"چلو اب کلاس میں چلیں۔اچھا دس منٹ رہ گئے ہیں اگلا لیکچر شروع ہونے میں" مہرماہ نے اچانک سیدھے ہوتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کے ساتھ کھڑے ہوتے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔"مس مہرماہ" وہ دونوں ابھی سیڑھیوں کے وسط میں پہنچی تھیں جب سامنے سے آتے ضرار نے اسے پکارا جس پر اس نے کوئی جواب نا دیا۔"مسز ماہ راجپوت میں نے بُلایا ہے شاید" ضرار نے اسے دیکھتے کہا۔وہ اسے نظر انداز کر رہی تھی یہ چیز ضرار کو جلتی ہوئی بھٹی میں جھونک گئی تھی۔"میمی ان سے کہہ دو مجھے کوئی

بات نہیں کرنی" مہرماہ نے کہا اور جانا چاہا لیکن ضرار اسکا پکڑتے اسے روک چکا تھا جبکہ مریم کے سامنے اس کے یوں ہاتھ پکڑنے پر مہرماہ کے سفید رنگ میں سرخیاں گھلی تھیں۔ "پروفیسر چھوڑیں مجھے" مہرماہ نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا پر وہ اس پر پکڑ نرمی سے مضبوط کر گیا۔ "مریم گڑیا آپ کلاس میں جاؤ۔ماہ ابھی آتی ہے" ضرار نے کہا تو مریم بغیر کوئی دوسری بات کیے وہاں سے رفوچکر ہوئی۔ اسکے جاتے ہی ضرار نے مہرماہ کا ہاتھ تھامے اسکے ساتھ نیچے کی طرف بڑھنے لگا اور سب سے بچتے سیڑھیوں کے پیچھے موجود خالی کلاس روم میں لے جاتے اس کا ہاتھ چھوڑتے دروازہ لاک کرتے اسکی طرف بڑھا۔یہاں اکا دکا سٹوڈنٹس تھے تبھی کسی کی ان پر نظر نا پڑی۔ "آہہ" اس نے مہرماہ کے پاس آتے اس کو دونوں بازوؤں سے پکڑا اور دیوار سے لگاتے اس کے دائیں طرف سر کے قریب اپنا ہاتھ ٹکاتے اسے دیکھنے لگا جو آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔ "کک۔۔کیا۔۔کر رہے۔۔ہیں" مہرماہ نے

ہمت کرتے پوچھا۔ "یہ تو تم بتاؤ نا کیا کر رہی ہو اور کیوں کر رہی ہو" ضرار نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے پوچھا۔ "میں کیا۔۔کر رہی ہوں" مہرماہ جانتے بوجھتے انجان بنی۔ "کیا کر رہی ہو۔ صبح سے مجھے اگنور کر رہی ہو۔نا میری طرف دیکھ رہی نا مجھ سے بات کر رہی ہو۔جانتی ہو مجھے کتنی اذیت ہو رہی ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ شرمندہ ہوئی۔وہ تو اسے بس تنگ کرنے کی غرض سے اس سے ناراض ہوئی تھی۔ "آئی ایم سوری ضار" مہرماہ نے دیوار پر سے اسکا ہاتھ تھامتے لبوں سے لگایا تو ضرار کے جلتے دل پر ٹھنڈی پھوار پڑی۔ "کیوں کر رہی تھی مجھے نظر انداز۔تم جانتی ہو نا آج کا ٹیسٹ مشکل تھا تبھی تم سے سنا تھا ورنہ میں نے پہلے کبھی تمھاری نیند خراب کی ہے؟" ضرار نے اسکی گال کو نرمی سے سہلاتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نظر انداز نہیں کر رہی تھی ضار۔ آپکو تنگ کر رہی تھی بس۔مجھے نہیں پتا تھا آپ یوں ہرٹ ہو جائیں گے" مہرماہ نے اسکا ہاتھ چھوڑے بغیر کہا تو وہ مسکرایا۔ "میری

جان ہرٹ نہیں ہوا۔پر تمھاری خاموشی میری جان نکالتی ہے" ضرار نے کہا تو اس نے ایک لمحے کو اسے دیکھا اور آگے ہوتے اسکے سینے پر سر رکھ رکھ گئی۔ "سوری آئیندہ ایسا نہیں کروں گی پکا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکا سر چوم گیا۔ "سوری مت کہو۔تم سے سوری بلوانا میرے لیے مرنے کا مقام ہے" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ضار بات سنیں" ابھی وہ مسکرا رہی تھی جب اچانک اسے کچھ یاد آیا جس پر اس نے فوراً گردن اٹھاتے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا ماہ سب ٹھیک ہے" اسکے ایک دم سے یوں بولنے پر اس نے فوراً پوچھا۔ "جی ٹھیک ہے لیکن وہ مجھے آپکو کچھ بتانا تھا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسے بولنے کا اشارہ کیا۔ "ضار صبح پھر اسی ان نون نمبر سے کال آرہی تھی۔ جب آپ جم کرنے گئے تھے تب اور ایک بار نہیں بارہا آئی تھی قریباً دس پندرہ مس کالز لیکن میں نے نہیں اٹھایا کیونکہ آپ نے منع کیا تھا۔پر آپکو چاہیئے اس نمبر کے خلاف کمپلین کریں۔یہ کیوں آپکو اتنا تنگ کرتا

ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار کے گلے میں گلٹی بھر کر معدوم ہوئی جبکہ آنکھوں کے گوشے سرخ ہوئے تھے۔وہ جانتا تھا لائبہ اس سے ملے بغیر اسکا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔اسے اس لڑکی پر غصہ آرہا تھا۔وہ ایک نیکی کر کے پھنس گیا تھا۔اگر اسے علم ہوتا کہ نیکی کے بدلے اسکے ساتھ وہ یہ کرے گی وہ کبھی اسکے ساتھ ہمدردی نا کرتا۔"ضار آپ خاموش کیوں ہیں۔بتائیں کریں گے کمپلین یا میں فون اٹھا کر سناؤں اسے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔اسکی معصوم سی دھمکی پر ساری سوچیں اسے خیر آباد کہتے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ چھوڑ گئیں تھی۔"اچھا میرا بچہ میں کرتا اسکی کمپلین۔تم اب جاؤ کلاس میں۔تمھارا لیکچر شروع ہونے والا ہے" ضرار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے نرمی سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ایک نظر اسے دیکھتے باہر نکل گئی۔جبکہ ضرار اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔اسکے جانے تک ضرار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رہی پر اسکے جاتے ہی اسکا چہرہ غصے سے لہو چھلکانے لگا۔اس نے اپنی جیب سے

اپنا موبائل نکالا اور اپنے خاص آدمی کو کال ملا گیا۔ "کہاں مرے ہو تم۔ وہ لڑکی مجھے دن میں دس بار کالز کر رہی ہے ایک نمبر نہی ٹریس ہو رہا تم لوگوں سے۔ یاد رکھنا اگر وہ لڑکی میرے گھر یا پاکستان آئی اور اسکی وجہ سے میری زندگی میں کوئی طوفان آیا تو میں تم سب کی جان نکال دوں گا" ضرار نے دبی دبی آواز میں غراتے کہا تو دوسری جی سر کہا گیا۔ "جلدی ڈھونڈو اس عذاب کو۔ جان کھا لی ہے اس نے میری" ضرار نے کہتے کال کاٹی اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنا غصہ کم کرنا چاہا۔ اسے کسی بھی طرح مہر ماہ کو پتا چلنے سے پہلے پہلے لائبہ کا کوئی انتظام کرنا تھا۔ پر وہ ملے تو نا۔

"اتنی رات گئے کون آگیا" فہمیدہ خان نے عالمگیر خان کو دیکھتے پوچھا جو خود اچنبھے سے گھڑی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں ابھی ڈنر کر کے فارغ ہوتے لاؤنج میں بیٹھے اپنی بیٹیوں کے متعلق بات کر رہے تھے لیکن اب دروازہ بجنے کی آواز

پر دونوں ہی کشمش کا شکار ہوئے۔ "پتا نہیں میں دیکھتا ہوں" عالمگیر خان نے کہا اور صوفے سے اٹھتے دروازے کی طرف بڑھے لیکن جانے سے پہلے اپنی پستول کمر پر لگانا نا بھولے تھے۔ انھوں نے جاتے دروازہ کھولا تو سامنے ایک لڑکے کو کھڑے دیکھا جو اس وقت سیاہ یونیفارم پہنے دونوں ہاتھ جیبوں میں ارسائے کھڑا تھا۔ "جی آپ کون" عالمگیر خان نے اسے دیکھ سنجیدگی سے پوچھا۔ "اسلام علیکم میرا نام ناصر ہے اور میں آپ سے ایک ضروری بات کرنے آیا ہوں" ناصر نے کہا تو عالمگیر خان نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وعلیکم اسلام۔ جی بولیں" عالمگیر خان نے کہا تو اس لڑکے نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپکی بیٹیاں گم شدہ ہیں نا" ناصر نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں ہیں لیکن تم میری بیٹیوں کے بارے میں کیسے جانتے ہو اور کون ہو تم" عالمگیر خان نے اپنی بیٹیوں کے ذکر پر آگ بگولا ہوتے گن اس پر تانتے کہا۔ پٹھان تھے بھلا اپنی بیٹیوں کا ذکر کسی غیر مرد کے منہ سے کیسے سن سکتے تھے۔ "میں

ایک سپیشل انویسٹیگیشن آفیسر ہوں۔ اور میں یہاں آپکو ایک اہم بات کہنے آیا اگر آپ یہ حرکتیں کریں گے تو میں واپس چلا جاؤں گا" ناصر نے شانِ بے نیازی سے کہا لیکن اگلے ہی پل سپیکر میں ابھرنے والی آواز نے اسے قہقہہ ضبط کرنے پر مجبور کیا۔ "تمیز سے بات کرو سسر ہیں وہ میرے" ماہ دیر جو اس ساری بات میں کال پر ہی موجود تھا فوراً بولا۔ "بولو کیا کہنا ہے" عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو بات یہ ہے کہ آپکی بیٹیاں زندہ ہیں۔ اور میں یہاں آپکو ان میں سے ایک کے پاس لے جانے آیا ہوں۔ دوسری کو ابھی تلاش کر رہے ہیں پر انشاء اللہ وہ بھی جلدی مل جائے گی" ناصر نے کہا تو عالمگیر خان نے اسے دیکھا جبکہ فہمیدہ خان جو انکے زیادہ وقت لگانے پر باہر آئی تھی۔ سامنے کھڑے لڑکے کی بات سنتے ساکت ہوئیں۔ "میری بیٹیاں" عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے کچھ کہنے کو لب وا کیے پر فہمیدہ خان کی آواز ان دونوں کو روک گئی۔ "میری بچیاں۔ میرے جگر کے ٹکڑے کہاں

ہیں خان" فہمیدہ خان نے انکے پاس آتے بے تابی سے پوچھا۔انکی آواز میں بے قراری و اذیت محسوس کرتے ماہ دیر کا دل کٹا تھا۔"آنٹی آپکی ایک بیٹی اس وقت سوات میں ہے جبکہ دوسری کا ابھی نہیں پتا کہ وہ کہاں ہے" ناصر نے کہا تو انھیں سمجھ نا آئی کہ وہ اپنی ایک بیٹی کے ملنے پر جشن منائیں یا دوسری کے نا ملنے پر سوگ۔"سوات میں" عالمگیر خان نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی سوات میں اور میں آپ لوگوں کو وہیں لے جانے آیا ہوں" ناصر نے کہا تو ان دونوں نے اسے دیکھا۔"کیوں تم کیوں لے جانے آئے ہو اور ہماری بیٹیوں کو کیوں ڈھونڈا تم نے" عالمگیر خان نے پوچھا تو ناصر نے گہری سانس بھری۔"میں نے نہیں ڈھونڈا میرے بوس نے مجھے کہا تھا تو انھی کے آڈر پر میں نے انھیں ڈھونڈا اور آپکو لینے آیا ہوں۔لہذا کل رات نو بجے تک تیار ہو کر اپنی پیکنگ کر لیجیے گا۔میں آپکو یہی سے پک کروں گا۔اور کوئی سوال" ناصر نے کہا تو وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔"ہم تمھارا یقین کیوں کریں اور تمھارا

بوس کون ہے اس نے میری بیٹیوں کو کیوں ڈھونڈنے کا کہا ہے" عالمگیر خان نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کیونکہ اس وقت آپ کے پاس سوائے مجھ پر بھروسہ کرنے کے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ لہذا اگر اپنی بیٹیوں سے ملنا ہے تو کل تیار رہیئے گا اور رہ گئی بات میرے بوس نے کیوں ڈھونڈا وہ کل آپ ان سے مل کر پوچھ لینا۔ میں چلتا ہوں" ناصر نے کہا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ جب کہ وہ دونوں کئی لمحے اسکی پشت کو دیکھتے رہے۔ "خان آپ نے سنا اس نے کیا کہا ہماری بیٹیاں خان ہماری بیٹیاں" فہمیدہ خان نے بے قراری سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔ "جی بیگم ہماری بیٹیاں دعا کریں یہ آدمی جھوٹ نا بول رہا ہو" عالمگیر خان نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ وہ ایک غیر پر یقین کرتے کل یہاں سے نکلنے والے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے اس آدمی نے جھوٹ بولا ہے یا سچ پر اپنی بیٹیوں کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتے تھے۔

"چلیں اماں سائیں۔اب میں جارہا ہوں۔آپ آنی سے گپے لگائیے گا "اسد نے انھیں گاڑی سے باہر نکالنے میں مدد کرتے کہا۔شاہجہاں بیگم کو آج فردوس بیگم سے کوئی کام تھا جس وجہ سے انھوں نے اسد کو اسکے آفس بریک میں یہاں چھوڑنے کا کہا۔سب ہی جانتے تھے کہ شہریار آج کل چوہدری والے کیس میں الجھا ہوا ہے تبھی اسے کورٹ سے نہیں بلایا تھا اور ڈرائیور کے ساتھ وہ انھیں اکیلا بھیجتے نہیں ہیں تبھی شاہجہاں بیگم نے اسے کال کی جو دس منٹ میں ہی گھر پہنچ چکا تھا۔"اپنی آنی سے ملے بغیر چلے جاؤ گے" ابھی شاہجہاں بیگم کوئی جواب دیتی کہ اسے فردوس بیگم کی آواز آئی جس پر اس نے دروازے کو دیکھا جہاں وہ کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔وہ مسکرایا اور انکی طرف بڑھتے انھیں سینے سے لگا گیا۔"ایسی بات نہیں ہے آنی بس اماں سائیں کو چھوڑنے آیا تھا تو اب واپس آفس جانا ہے" اسد نے کہا تو انھوں نے پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔"ابھی چلے جانا تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھو۔میں نے آج گاجر کا حلوہ

بنایا ہے اور تمھیں تو کتنا پسند ہے کھا کر نہیں جاؤ گے" فردوس بیگم نے پوچھا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ "ایسا ہو سکتا ہے بھلا کہ میری آنی گاجر کا حلوہ بنائیں اور میں کھاؤں نا" اسد نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "ہاں نہیں ہو سکتا۔ چلو آؤ اب اندر چلیں" فردوس بیگم نے کہا تو اس نے اپنے دھڑکتے دل پر قابو پاتے شاہجہاں بیگم کو سہارا دیا اور انھیں لیے اندر بڑھ گیا۔ وہ اس دشمنِ جاں سے نا ملنے کی قسم کھا کر اس گھر سے نکلا تھا اور آج وہ تین دن بعد یہاں قدم رکھ رہا تھا۔ اگر وہ سامنے آتی تو کیا وہ خود سنبھال پاتا۔ اس سوچ نے ایک پل کو اسد کے قدم روکے لیکن اپنی آنی کی خوشی کیلئے اس نے گہری سانس بھری اور اندر لاؤنج میں آتے صوفے پر بیٹھ گیا۔ "آنی حلوہ دیں جلدی۔ بھوک چمک اٹھی ہے" اسد نے اپنے لہجے کو شوخ بناتے کہا تو وہ مسکرائیں۔ سب ہی جانتے تھے وہ خوش رہنے کا ناٹک کر رہا ہے پر حقیقت تو یہ تھی کہ نا وہ ٹھیک تھا نا عائشہ۔ عائشہ نے سب سے بول چال بلکل بند کر دی

تھی۔وہ بس اپنے کمرے کی ہو کر رہ گئی تھی۔اس نے آفس جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔وہ سارا دن ڈیزی کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی رہتی تھی۔اور روم سے صرف تب ہی باہر آتی جب کھانا کھانا ہوتا تھا یا کوئی اور ضروری کام ہو۔تنزیل بیگم سے اس نے معافی مانگ لی تھی پر وہ اب انکے پاس بلا ضرورت جا کر بیٹھتی تک نا تھی جسے تنزیل بیگم سمیت سب نے محسوس کیا تھا۔عائشہ ایک دم بدل گئی تھی۔ "اچھا میرا بچہ میں لاتی ہوں۔پانچ منٹ" فردوس بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور بیٹھتے اپنا گھٹنہ ہلانے لگا۔اسکا یہاں بیٹھے دم گھٹ رہا تھا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ بس کسی طرح بھاگ کر عائشہ کے پاس جائے اور اسے اپنے سینے میں بھینچ لے یا اسے سب سے اتنی دور لے جائے جہاں وہ اسے دیکھتے تین دنوں کی دید کی پیاس بجھائے۔جہاں وہ بس اسے خود میں چھپالے۔ "یہ لو اسد بیٹا۔یہ لیں اماں سائیں" فردوس بیگم نے ٹرے میں رکھی ایک پیالی اسد کو جبکہ دوسری شاہجہاں

بیگم کو پکڑائی اور خود صوفے پر بیٹھ گئیں۔ "باقی سب کہاں ہیں فردوس" شاہجہاں بیگم نے سب کی غیر موجودگی محسوس کرتے پوچھا۔ جب کہ اسد خاموشی سے حلوہ کھانے میں مصروف تھا۔ وہ بس جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ محبوب کے در پر آتے بغیر دیدار کیے لوٹ جانا موت تھا پر وہ کیا کر سکتا تھا۔ "دراب تو آفس گئے ہیں اور تنزیل بوتیک گئی ہے جبکہ عائشہ اپنے کمرے میں ہے" فردوس بیگم نے کہا تو اسد کا ہاتھ ایک پل کو رکا تھا۔ عائشہ کا نام اسکی دھڑکنیں منتشر کر گیا تھا۔ "ڈیزی رکو کہاں جا رہی ہو" ابھی وہ اپنی دھڑکنیں سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا جب اوپر سے عائشہ کی آواز جو شاید نہیں یقیناً نیچے ہی آ رہی تھی۔ اسد نے ایک لمحے کیلیے بھی نظر نہیں اٹھائی تھی۔ وہ نظریں جھکائے پیالی پر گرفت مضبوط کیے بیٹھا تھا۔ "ڈیزی رکو" عائشہ نے دوبارہ پکارا اور اب کی بار سیڑھیوں سے اسکے قدموں کی چھاپ بھی سنائی دی جس سے اسد کا دل بے ایمان ہوا۔ دل نے پاؤں پکڑے تھے کہ بس ایک بار

اسکا دیدار کرلے پر اس نے آج دل کو ڈپٹا تھا۔ ”ڈیزی تم “عائشہ نے لاؤنج میں آتے اسے پکارا جو اب اسد کے پیروں میں لوٹ پوٹ ہو رہی تھی پر اسد پر نظر پڑتے ہی عائشہ کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔وہ سانس تک روک گئی تھی۔دھڑکن رک رک کر چلتی محسوس ہوئی۔ہاتھ پاؤں نے جیسے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔وہ سیڑھیوں کے پاس کھڑی ریلنگ کو پکڑے یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی جو اب ڈیزی کو اٹھاتے پیار کر رہا تھا۔تین دن بعد وہ اسے دیکھ رہی تھی۔اسے دیکھ عائشہ کا دل کیا وہ بھاگ کر خود کو اسکے سینے میں مدغم کرتے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔وہ اسکے حصار میں قید ہوتے اسے بتائے کہ اس نے اسے کتنا یاد کیا۔اسے بتائے کہ وہ اسکے بغیر کتنا خالی محسوس کر رہی ہے پر وہ نہیں بولی بلکہ وہ بس اسے دیکھ رہی تھی جو ڈیزی سے باتیں کر رہا تھا جبکہ فردوس بیگم اور شاہجہاں بیگم ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔دونوں کے چہروں پر اذیت کی داستان رقم تھی جس سے وہ دونوں ہی نظریں چُرا رہے

تھے۔ ”کیسی ہو ڈیزی “ اسد نے ڈیزی کے سر پر پیار کرتے پوچھا جو میاؤں میاؤں کرتے اسے شاید یہ بتانا چاہ رہی تھی کہ اس نے اسے کتنا مس کیا ہے جس پر وہ مدھم سا مسکرایا۔ ”آنی میں چلتا ہوں“ اسد نے کہتے ڈیزی کو نیچے اتارنا چاہا پر وہ اس کی شرٹ میں پنجے گاڑھ چکی تھی۔ جس پر اس نے اسے دیکھا جو شاید ابھی اسکے پاس رہنا چاہتی تھی پر وہ کیسے رکتا۔ ”ڈیزی مجھے کام ہے۔ میں پھر کسی دن آؤں گا تم تب تک شہ۔۔ عائشہ کے پاس رہو “ وہ گہری سانس بھرتے بولا اور کھڑے ہوتے عائشہ کی طرف بڑھا۔ اس نے بامشکل خود کو شہزادی کہنے سے روکا تھا۔ جب کہ اسے یوں اپنی طرف بڑھتے دیکھ عائشہ کی دھڑکنیں سست پڑی تھی۔ وہ خاموشی سے چلتے عین اسکے سامنے آیا اور نرمی سے ڈیزی کو اسکی طرف بڑھا گیا۔ اس نے ایک بار بھی آنکھیں اٹھاتے اسے نہیں دیکھا کیونکہ اگر دیکھ لیتا تو یقیناً ضبط کھو دیتا۔ عائشہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا جو آنکھوں کو جھکائے ہوئے تھا پھر ہاتھ بڑھاتے نرمی سے

ڈیزی کو اس سے پکڑ گئی۔عائشہ کے ڈیزی کو پکڑتے ہی وہ بغیر کسی کی طرف دیکھے یا کچھ بھی بولے باہر نکلتا چلا گیا۔جبکہ عائشہ اسی جگہ پر کھڑی اسکی پشت کو دیکھ رہی تھی۔اس کی نگاہوں نے اسد کے غائب ہونے تک اسکا پیچھا کیا اور اسکے جاتے ہی وہ خاموشی سے اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔انکا رشتہ کس نہج پر آگیا تھا۔"فردوس تنزیل کب تک آئے گی" ان دونوں کی حالت دیکھ شاہجہاں بیگم نے پوچھا۔"چار بجے تک آجائے گی" فردوس بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔وہ اب ان سے بات کرنا چاہتی تھیں۔آخر کب تک وہ اپنی بلا فضول کی نفرت کو نبھانے کے لیے ان دونوں کا دل توڑنے والی تھیں۔

"بیٹو کیا ہوا؟ کہیں درد ہو رہی ہے کیا؟" عامر نے ثانیہ کو دیکھتے کہا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔اسکے چہرے پر درد کے تاثرات وہ

صاف دیکھ پارہا تھا تبھی اپنا لیپ ٹاپ بند کرتے پوچھا۔ ”نہیں تو“ اسکی بات سنتے ثانیہ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھتے کہا جو صوفے پر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ٹکائے بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ”سچ بتائیں۔ آپکا چہرہ صاف بتا رہا ہے کہ آپکو کہیں درد ہو رہی ہے بتائیں شاباش کیا ہوا“ عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر اس نے اسے دیکھا جو اپنے پیروں کو ہلکا ہلکا ہلا رہی تھی۔ جسے دیکھ اسے فوراً اندازہ ہوگیا تھا کہ اسکے پیروں میں درد ہو رہی ہے۔ وہ کل ہاسپٹل سے آنے کے بعد سارا دن عامر کی دیکھ بھال کرتی رہی۔ وہ کبھی اسکے لیے کچھ کھانے کو بنواتی تو کبھی اسے دوائیاں دیتی تو کبھی اسکا سر دبانے لگتی جبکہ عامر اسے منع کرتا رہ گیا پر کل ثانیہ پوری بیوی بنی اسکی باتوں پر کان نا دھرتے اسکے سارے کام کرتی رہی۔ وہ ابھی خود بھی ٹھیک نہیں اور یقیناً بار بار اوپر نیچے کے چکر لگانے کی وجہ سے اسکے پیروں میں درد ہو رہی تھی۔ پھر آج صبح بھی وہ پوری بیوی والے فرض نبھا رہی تھی اور یہ اسی کی دیکھ بھال کا نتیجہ تھا جو وہ

ایک دن میں ہی بلکل ہٹا کٹا ہوگیا تھا۔ ”بیٹو پیر دکھ رہے ہیں آپ کے“ عامر نے نرمی سے پوچھا تو اس نے چہرہ جھکاتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تھوڑی سی درد ہورہی ہے۔ ابھی میڈیسن کھاؤں گی تو صحیح ہوجائیں گے“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اچھا آپکو کیسے پتا میڈیسن کھانے سے ٹھیک ہو جائیں گے“ عامر نے اسے دیکھتے محظوظ ہونے والے انداز میں پوچھا جس پر ثانیہ نے اسے دیکھتے ناک سکیڑی۔ ”آپ ڈاکٹر ہیں۔ آپکو نہیں پتا پین کلر کھانے سے درد ٹھیک ہو جاتی ہے“ ثانیہ نے کہا تو اس نے ہلکا سا ہنستے ہاں میں سر ہلایا جس پر ثانیہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا جس پر عامر مسکرا کر نفی میں سر ہلاتے صوفے سے اٹھتا بیڈ پر اسکے پیروں کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ عامر کو اپنے پیروں والی جگہ پر بیٹھتے دیکھ ثانیہ نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر اپنے پیر سمیٹ لیے جنھیں عامر نے پکڑتے دوبارہ سیدھا کیا اور اپنی گود میں رکھتے نرمی سے دبانے لگا۔ جبکہ اسکو یوں اپنے پیر دباتے دیکھ ثانیہ کی آنکھیں پھیلیں تھی۔ ”اگر درد ہوتی ہے تو بتاتے ہیں

یوں برداشت نہیں کرتے۔خاص کر تب جب آپکا اتنا خدمت گزار شوہر آپکے پاس ہو" عامر نے اسے دیکھتے آخر میں شرارت سے کہا تو ثانیہ کا چہرہ گلابی ہوا جسے دیکھ وہ ہولے سے ہنس دیا۔"بیٹو ایسے بات بات پر کیوں شرماتی ہیں آپ" عامر نے ہاتھ بڑھاتے اسکی گال پر چٹکی کاٹی تو وہ اسکے رخسار مزید سرخ ہوئے جس پر وہ نفی میں سرہلاتے اسکے پیروں کو ہلکے ہاتھوں سے سہلانے لگا جس سے ثانیہ کے چہرے پر سکون بھرے تاثرات نمایاں ہوئے جسے دیکھ عامر مسکرایا۔اس لڑکی کے سامنے وہ اپنی انا اپنا رتبہ سب بھول جاتا تھا۔"زیادہ درد تھی" کچھ دیر بعد عامر نے نرمی سے پوچھا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"جی تھوڑی سی ہورہی تھی پر اب ٹھیک ہے۔آپ بس کریں" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہلکا سا مسکراتے نفی میں سرہلایا۔"ابھی نہیں" عامر نے اپنا عمل ہنوز جاری رکھتے کہا۔"آپ سے ایک بات پوچھ سکتی ہوں" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا۔"اجازت کیوں مانگ رہی ہیں۔حق سے پوچھیں" عامر نے کہا

تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپ کی فیملی کہاں ہے۔وہ میرا مطلب ہم جب سے یہاں آئے ہیں تب سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو بس اس لیے آپکی فیملی کا پوچھ رہی ہوں“ ثانیہ نے پوچھا تو وہ مدھم سا مسکرا دیا۔ ”صاف صاف کہیں اپنے سسرال والوں کا پوچھنا ہے“ عامر نے کہا تو ہنس پڑی۔ ”جی وہی پوچھنا ہے۔آپ بتائیں گے“ ثانیہ نے کہا تو وہ اثبات میں سر ہلا گیا۔ ”ضرور بتاؤں گا بیٹو۔پوچھیں کیا جاننا ہے آپکو“ عامر نے کہا۔ ”سب کچھ۔آپکے والدین۔آپ کے بہن بھائی۔باقی سب جو بھی ہیں سب کے بارے میں جاننا ہے“ ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میرے بابا اور مورے کی دیتھ ہوگئی تھی۔تب میں بہت چھوٹا تھا۔اور انکے علاوہ میرے دو چھوٹے بھائی اور میری دادو ہیں جو راولپنڈی میں رہتے ہیں“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”سچی میں۔آپ کی فیملی راولپنڈی میں رہتی ہے۔میں بھی وہیں رہتی تھی۔انکا نام بتائیں شاید مجھے پتا ہو“ ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔

"راولپنڈی میں اتنے خاندان رہتے ہیں۔آپ کیسے انھیں جان سکتی ہیں" عامر نے محظوظ ہونے والے انداز میں پوچھا۔اسکی باتیں خاصی دلچسپ تھیں اور اسکا انداز والله دل پر وار کرتا تھا۔وہ لڑکی اسکے ساتھ کیا کر رہی تھی یہ تینتیس سالہ عامر سمجھنے سے قاصر تھا۔"دیکھیں میں بچپن سے وہیں رہی ہوں تو ایسے میں ہوسکتا ہے نام سنا ہو" ثانیہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"ہاں یہ تو ہوسکتا ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ خوشی سی مسکرائی۔"چلیں اب بتائیں جلدی سے" ثانیہ نے کہا تو اس نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی انکے روم کا دروازہ نوک ہوا جس پر دونوں نے یکدم چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔"میں دیکھتا ہوں" عامر نے دروازے سے نظریں ہٹاتے اسے کہا اور اسکے پیر نرمی سے اپنی گود سے ہٹاتے کھڑے ہوتے دروازہ کھول گیا جہاں سامنے ہی ملازمہ کھڑی تھی۔"جی کیا ہوا' عامر نے سنجیدگی سے پوچھا۔"سر نیچے کوئی ماہ دیر خلیل سکندر آپ سے ملنے آئے ہیں" ملازمہ نے بتایا

تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ثانیہ ماہ دیر کے نام کے ساتھ سکندر نام سنتے چونکی۔ ”اچھا انھیں بٹھائیں۔ ہم آرہے ہیں“ عامر نے کہا تو ملازمہ ہاں میں سر ہلاتے وہاں سے چلی گئی جس پر عامر دروازہ بند کرتے پلٹا لیکن ثانیہ کے چہرے کو دیکھ ٹھٹھک کر رکا۔ ثانیہ کسی گہری سوچ میں گم سامنے دیوار کو دیکھ رہی تھی۔ وہ چند لمحے تو اسے دیکھتا رہا پھر نرمی سے مسکرایا۔ اسکا ارادہ اب شرارت کرنے کا تھا۔ ”بیگم اتنے پیارے شوہر کے ہوتے ہوئے دیواروں کو دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے“ عامر نے شرارت سے کہا تو وہ ہوش میں آتے اسے دیکھنے لگی جبکہ اس کی بات سنتے وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ اسے یوں ہنستے دیکھ وہ مسکرایا اور چلتے عین اسکے سامنے آتے بیٹھ اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام گیا۔ ”کیا ہوا کیا سوچ رہی تھیں“ عامر نے نرمی سے اسکے ہاتھ سہلاتے کہا۔ ”وہ عامر ماہ دیر بھائی کا پورا نام کیا ہے“ ثانیہ نے پوچھا تو وہ چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا لیکن اگلے ہی پل گہری سانس بھر گیا۔ وہ جانتا تھا

آج نہیں تو کل یہ بات کھلنی ہی ہے۔اس نے ثانیہ کے فون میں خلیل صاحب کی تصویر دیکھی تھی۔وہی تصویر جو اس نے ماہ دیر کے پاس بھی ایک بار دیکھی تھی۔"ماہ دیر خلیل سکندر"عامر نے کہا تو ثانیہ کی آنکھوں میں بے یقینی اتری۔"ماہ دیر۔۔خلیل سکندر۔۔عامر یہ نام"ثانیہ کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بول پڑا۔"آپکے بھائی کا نام ہے اور یہ آپکا بھائی ہی ہے"عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ آنکھیں بے ساختہ نم ہوئیں۔بھائی ؟لیکن بھائی یہاں کیا کر رہے ہیں"ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کی۔"وہ دس سال سے یہی رہ رہا ہے۔آپ جانتی ہیں یہ"عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی وہ بابا سے ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے تھے پھر کبھی واپس نہیں آئے"ثانیہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"جی اور کیا آپ اس بات سے واقف ہیں کہ اس کے مطابق اسکی فقط ایک ہی بہن ہے"عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔"مہر ماہ"ثانیہ کی بات

سنتے وہ خاموشی سے ہاں میں سر ہلا گیا جس پر ثانیہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "بیٹو پلیز رونا نہیں" عامر نے آگے ہوتے اسے نرمی سے سینے سے لگایا۔ اسکا نرم گرم حصار اپنے گرد بندھتے محسوس کر ثانیہ کے ضبط کی ساری طنابیں ٹوٹی تھیں۔ "کوئی۔۔ مجھ سے ۔۔پیار نہیں۔۔ کرتا عامر۔۔ سب ایسے۔۔ہی میرے ۔۔وجود کی نفی کرتے۔۔ہیں۔۔ماما نے کبھی۔۔ویسے پیار نہیں کیا۔۔ مہرو کو خود سے۔۔ خود ہی دور کر دیا۔۔بابا بھی پیار نہیں۔۔ کرتے مجھ سے۔۔میں گھر سے بھاگی۔۔ تھی وہ نفرت۔۔ کرتے ہونگے اور بھائی۔۔تو مجھے بہن ہی نہیں۔۔مانتے کیا۔۔میں اتنی بُری ہوں عامر۔۔ سب میرے ساتھ۔۔ ایسا کیوں کرتے ہیں" ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو وہ نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔ "بیٹو ایسا نہیں ہے۔آپ بہت اچھی ہیں میرا بچہ۔بس ابھی حالات اچھے نہیں ہیں۔ انشاء اللہ جب وہ اچھے ہونگے تو سب آپ سے پیار کریں گے۔ ایسے روتے نہیں میری زوجہ تو بہادر ہیں نا۔ شاباش

رونا بند کریں" عامر نے نرمی سے کہا تو اسکی ہچکیاں خود بخود دم توڑنے لگیں۔ "آپکو پتا ۔۔ہے عامر۔۔بہت بُرا لگتا۔۔ہے جب سب کے ۔ ۔ہوتے ہوئے بھی۔۔آپکو پیار نہیں۔۔ملتا نا تب بہت ۔۔بُرا لگتا ہے۔جب اپنوں کے ہجوم میں۔۔بھی انسان اکیلا ہوتا ہے۔۔نا وہ اذیت موت کی اذیت ۔۔ سے کہیں درجے زیادہ ہوتی ہے۔۔جب ہمارے اپنے ہمارے جذبات کو روندنے۔۔لگتے ہیں نا تو۔۔ہم احساسِ محرومی کا شکار۔۔ہو جاتے ہیں۔۔اور جو محبت گھر میں نہیں۔۔ملتی اسے باہر تلاش کرتے ہیں۔۔ لیکن لوگ اس محبت کو بھی۔۔آپکا نہیں رہنے دیتے "ثانیہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تو عامر کا دل کٹا تھا۔ "میری بات سنیں۔آپ اکیلی نہیں ہیں۔آپ کے پاس میں ہوں۔آپکا شوہر ہے آپکے پاس جو ہمیشہ آپکا خیال رکھے گا۔آپکی فکر کرے گا۔آپکو کبھی تنہائی محسوس ہونے نہیں دے گا۔جس کے ہوتے ہوئے آپکو کسی دوسرے کی ضرورت نہیں پڑے گی بیٹو۔ایسے روئیں مت۔آپکے آنسو

بہت انمول ہیں انھیں یوں بہا کر بے مول نا کریں" عامر نے نرمی سے اپنی پوروں سے اسکے آنسو چُنتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "میں رونا نہیں چاہتی عامر۔۔پر اپنوں کی بے۔۔رخی مجھے رلاتی ہے "ثانیہ نے اپنی نم آنکھوں سے اسے دیکھتے کہا تو وہ نرمی سے اسکی طرف جھکا اور بے حد محبت و عقیدت سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "سب ٹھیک ہوجائے گا۔میں ہوں نا میں سب ٹھیک کردوں گا" عامر نے تھوڑا سا پیچھے ہوتے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔وہ کہہ رہا تھا وہ سب ٹھیک کردے گا تو دل سے جیسے سارا درد غائب سا ہوگیا تھا۔ "مجھے آپ پر یقین ہے "ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا جبکہ آنکھوں میں ایک چمک سی ابھری تھی۔اسے اس پر یقین تھا دل کے کوچوں تک سکون اترا تھا۔ "اللہ مجھ پر آپکا یقین قائم و دائم رکھے" عامر نے مسکراتے کہا تو وہ مسکرائی جس پر عامر نے جھکتے اسکا سر چوما۔ "رویا مت کریں بیٹو۔آپکے آنسو مجھے اذیت دیتے ہیں" عامر نے نرمی سے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں

سر ہلایا جبکہ اسکی بات پر دل میں گد گدی سی ہوئی تھی۔ ”چلیں اب جلدی سے منہ دھویں۔پھر نیچے چلتے ہیں“ عامر نے نرمی سے اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں دبا کر چھوڑتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے کھڑی ہوئی اور واش روم کی طرف بڑھی جبکہ عامر بیڈ پر بیٹھا مسکراتے اسکا انتظار کر رہا تھا۔

”بابا ذان جے عامل تاتو تا دل اے (بابا یہ عامر چاچو کا گھر ہے)“ حوریہ نے ماہ دیر کی طرف دیکھتے پوچھا جو اسے گود میں بٹھائے ہوئے تھا۔ ”جی میرا بچہ۔یہ آپکے عامر چاچو کا گھر ہے“ ماہ دیر نے اسکی گال چومتے کہا جو اس وقت بلیک کلر کی ہوڈی ساتھ بلیک ہی پیاری سی جینز اور وائٹ کلر کے شوز پہنے ساتھ دو پونیاں کیے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ماہ دیر آج ان دونوں کو عامر کی طرف لایا تھا۔ وہ جانتا تھا کل سے عامر نے بھی ہاسپٹل جوائن کرنا ہے تو پھر انھیں یوں اکٹھے ہونے کا وقت کم ہی ملنے والا تھا تبھی وہ آج ہی آگیا جبکہ یہاں آنے

سے پہلے وہ سارے ملازمین اور ڈاکٹرز کو خلیل صاحب کی دیکھ بھال کرنے کی سختی سے ہدایت دے کر آیا تھا۔ ”تو عامل تاتو تاں ایں (تو عامر چاچو کہاں ہیں) “ حوریہ نے پوچھا تو وہ دونوں ہنسے جبکہ سیڑھیاں اترتے عامر اور ثانیہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔ ”عامر چاچو کی جان۔ میں یہاں ہوں“ عامر نے نیچے آتے کہا تو حوریہ کا چہرہ کھلا۔ وہ جلدی سے ماہ دیر کی گود سے اترتے عامر کی طرف بھاگی جس پر عامر مسکراتے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے اپنے بازو واء کر گیا جبکہ ثانیہ عامر کے قریب کھڑی اس دو سالہ بچی کو دیکھ رہی تھی جو اس کے بھائی کی بیٹی تھی۔ ”عامل تاتو (عامر چاچو)“ حوریہ چلاتے اس کی کھلی باہوں میں سمائی جس پر سب ہی مسکرائے۔ ”عامر چاچو کی جان۔ کیسی ہے میری گڑیا“ عامر نے اسے سینے میں بھینچتے پوچھا۔ ”تیت اوں اپ تاں تے اول ہمالے دل بی نئی ائے (ٹھیک ہوں۔ آپ کہاں تھے اور ہمارے گھر بھی نہیں آئے)“ حوریہ نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ مسکراتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا جسے دیکھ ثانیہ کے

ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ”سوری میرا بچہ۔چاچو یہاں نہیں تھے اس لیے نہیں آئے اب میں آیا کروں گا“ عامر نے کہا تو حوریہ مسکرائی عین اسی وقت اسکی نظر ثانیہ پر پڑی جو مسکراتے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”جے تون ایں عامل تاتو (یہ کون ہیں عامر چاچو)“ حوریہ نے ثانیہ کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”یہ میری بیوی ہیں گڑیا“ عامر نے کہا تو اس نے نا سمجھی سے پہلے اسے پھر ثانیہ کو دیکھا۔ ”بوتا اوتا اے (وہ کیا ہوتا ہے)“ حوریہ نے پوچھا تو سب ہی ہنس پڑے۔ ”وہ“ عامر کو سمجھ نا آیا اسے کیسے بتائے۔ ”میں آپکی اپھو ہوں“ عامر ابھی اسے سمجھانے کا طریقہ سوچ رہا تھا جب ثانیہ نے جھکتے نرمی سے حوریہ کو گود میں اٹھایا۔اسے یوں اٹھانے سے اسکی کمر میں ٹیس اٹھی تھی جسے وہ نظر انداز کرتے آنکھوں میں محبت سموئے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ اسکے بھائی کی بیٹی تھی اس پر پیار کیسے نا آتا۔وہ ماہ دیر اور یشائم کے بارے میں عامر سے سن چکی تھی اور ماہ دیر کی ان دونوں میں جان بستی تھی پھر وہ اسے

کیوں عزیز نا ہوتی۔ "اپو (اپھو)" حوریہ نے مسکراتے پوچھا جبکہ ماہ دیر اور میشائم نے اسے دیکھا جو ان کی بیٹی کو یوں محبت سے پکڑے ہوئے تھی گویا وہ کوئی نازک گڑیا ہو جسکے ٹوٹ جانے کا خدشہ ہو۔ "جی اپھو۔ بھائی میں اسکی اپھو بن سکتی ہوں نا" ثانیہ نے نرمی سے کہتے ماہ دیر سے پوچھتے ساتھ ہی حوریہ کے ماتھے پر لب رکھے تو حوریہ کھلکھلائی جبکہ عامر نے ثانیہ کو دیکھا جو بامشکل خود کو رونے سے روکے ہوئے تھی۔ اسکی بات پر ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میلو اپو کی طلاں (مہرو اپھو کی طرح)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ دل میں ایک ہوک سی اٹھی تھی۔ وہ مہرماہ کو جانتی تھی پر اسے نہیں۔ "جی انکی طرح" ثانیہ نے اسکا ہاتھ لبوں سے لگاتے کہا تو حوریہ خوشی سے نہال ہوتے اسکے گلے لگی جس پر ثانیہ نے اسے خود میں بھینچا۔ "دِیر یہ عامر بھائی کی وائف ہیں" میشائم نے ثانیہ کو دیکھتے پوچھا۔ "ہاں یہ عامر کی بیوی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے ثانیہ کو دیکھا۔ "دِیر

انکا چہرہ مہرماہ سے ملتا ہے نا" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے چونکتے ثانیہ کو دیکھا۔وہ اب کی بار کافی غور سے اسے دیکھ رہا تھا جس پر اسے اندازہ ہوا کہ میشائم غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ثانیہ کا چہرہ واقعی مہرماہ سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔"ہاں لگ تو رہی ہے پر انکا مہرماہ سے کیا تعلق" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے ہاں میں سرہلایا۔"پر یہ کتنی پیاری ہیں نا" میشائم نے کہا تو اس نے کندھے اچکائے۔"ثانیہ بیٹھ جائیں۔زیادہ دیر کھڑے ہونے سے آپکی کمر میں درد ہوگی" عامر نے اسے کہا جو حوریہ کو سینے سے لگائے کھڑی تھی۔اس کی بات سنتے وہ ہاں میں سرہلاتے اسکے ساتھ چلتے صوفے پر بیٹھ گئی۔"اسلام علیکم ماہ دیر بھائی"ثانیہ نے مدھم آواز میں اسے دیکھتے سلام کیا۔آج لہجے میں ایک حسرت تھی بھائی کو سامنے دیکھ دل بھرا ہوا تھا پر ضبط کرنا مجبوری تھی۔"وعلیکم اسلام کیسی ہو آپ گڑیا" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تو ثانیہ نے بامشکل خود پر ضبط کیا ورنہ دل تو کررہا تھا کہ اپنے بھائی کے سینے سے لگتے خوب

روئے پر وہ بھائی تو اسے بہن ہی نہیں مانتا تھا۔ ”میں ٹھیک ہوں بھائی۔ آپ کیسے ہیں اور یہ آپکی بیوی ہیں“ ثانیہ نے میشائم کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی گڑیا یہ میری بیوی ہے میشائم ماہ سکندر اور یہ میری بیٹی حوریہ ماہ دیر سکندر“ اس نے کہا تو وہ مسکراتے ماشاءاللہ کہہ گئی جس پر عامر مدھم سا مسکرایا۔ اسکی زوجہ واقعی بہت بہادر تھی۔ ”حور آپکی اپھو آپکے لیے ٹیڈی لائی تھیں۔ جائیں اپھو کے ساتھ جا کر دیکھیں۔ بلکہ ثانیہ ایک کام کریں آپ حور اور گڑیا دونوں کو لے جائیں“ عامر نے ثانیہ کو دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ عامر کو ماہ دیر سے ثانیہ کے متعلق بات کرنی تھی پر وہ اسکی موجودگی میں نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ ثانیہ کے بارے میں سننے پر کیسا ردِ عمل دیتا لیکن اگر اسکا ری ایکشن سخت ہوا تو ثانیہ یقیناً ٹوٹ جائے گی اور عامر کو یہ مر کر بھی برداشت نا تھا۔ ”تھتی اپو (سچی اپھو)“ حوریہ نے عامر کی بات سنتے ثانیہ کو دیکھتے پوچھا تو اس نے نرمی سے مسکراتے ہاں میں سر

ہلایا۔"جی لائی ہوں۔وہاں روم میں ہے"ثانیہ نے کہا اور سامنے جم کے ساتھ والے روم کی طرف اشارہ کیا تو حوریہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔"یشائم آپ میرے ساتھ آجائیں"ثانیہ نے کہا تو یشائم نے ماہ دیر کو دیکھا جس نے آنکھوں سے اشارہ کیا جس پر وہ فوراً کھڑے ہوتے ثانیہ کے ساتھ اس روم کی طرف بڑھ گئی۔"اپو تاں ایں تیدی (اپھو کہاں ہیں ٹیڈی)"حوریہ نے روم میں آتے ہی پوچھا۔"میری جان آپ یہاں بیٹھو میں لاتی ہوں"ثانیہ نے اسے نرمی سے بیڈ پر بٹھاتے اسکی گال پر لب رکھے تو وہ مسکرائی جبکہ مسکراہٹ تو یشائم کے ہونٹوں پر بھی پھیلی تھی۔"یشائم آپ بیٹھ جائیں"ثانیہ نے اسے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے حوریہ کے ساتھ بیٹھ گئی جبکہ ثانیہ خود ڈریسنگ کی طرف بڑھ گئی جہاں عامر نے حوریہ کے لیے کچھ گفٹس منگوا کر رکھے تھے۔ان گفٹس کا ثانیہ کو آج صبح ہی پتا لگا تھا پر عامر نے سارا کریڈٹ اسے دیا تھا یہ بات اسکے دل کو بھا گئی تھی۔"حوریہ یہ آپ کے لیے"ثانیہ دو منٹ بعد ہاتھ میں ایک لائٹ بیلو

کلر کا ٹیڈی بیئر اور دوسرے ہاتھ میں ایک بڑا سا شاپنگ بیگ پکڑے باہر آئی اور اسے حوریہ کے سامنے رکھ گئی۔ "تینو اپو (تھینکیو اپھو)" حوریہ نے اسکے گلے لگتے کہا تو وہ اسکا سر چوم گئی۔ "کوئی بات نہیں اپھو کی جان۔آپکو یہ اچھا لگا" ثانیہ نے پوچھا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ثانیہ مسکرائی اور بیڈ پر بیٹھتے اسے گود میں بٹھاتے میشائم کی طرف متوجہ ہوئی۔ "کیسی ہیں آپ میشائم" ثانیہ نے نرمی سے پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں بھابھی آپ کیسی ہیں" میشائم نے پوچھا تو اس نے جواب دیا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں" ثانیہ نے مسکراتے جواب دیا تو وہ مسکرائی۔ "ماشاءاللہ۔ویسے آپ سے ایک بات پوچھوں" میشائم نے اسے دیکھتے کہا۔ "جی پوچھو" ثانیہ نے حوریہ سے نگاہیں ہٹاتے اسے دیکھا۔ "آپ کی عامر بھائی کی شادی کب ہوئی تھی۔میرا مطلب جب وہ یہاں سے گلگت گئے تھے تب تو آپ نہیں تھیں پھر" میشائم تھوڑا جھجکتے پوچھا تو ثانیہ مسکرائی۔

"ہماری شادی گلگت میں ہی ہوئی تھی۔کیسے یہ میں آپکو پھر کبھی بتاؤں

گی۔ابھی میں کھانے کا کہہ دوں ملازمہ سے اور ابھی تک چائے بھی نہیں آئی۔اسکا بھی پوچھ لوں" ثانیہ نے حوریہ کے بال بگاڑتے کہا اور اپنی چپل پہنتے کھڑے ہوتے باہر نکل گئی۔وہ نہیں جانتی تھی عامر شادی کے متعلق کیا بتانے والا تھا تبھی اس نے بات گول کر دی۔جبکہ ثانیہ کے اتنے اچھے رویے پر بیشائم مدھم سا مسکرائی۔

"ان لوگوں کو اندر کیوں بھیج دیا۔تو نے کوئی بات کرنی تھی کیا؟" ان تینوں کے جاتے ہی ماہ دیر نے عامر کو دیکھتے پوچھا جو صوفے پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں پڑا تھا۔"ہاں کرنی تو ہے لیکن یہاں نہیں آجائے باہر لان میں چلیں کچھ دیر" عامر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ کھڑا ہوا اور باہر کی طرف بڑھ گیا۔"اب بول کیا بات کرنی ہے" ماہ دیر نے باہر آتے ہی پوچھا۔"میں بتاتا ہوں پہلے تو بتا کہ تو نے کونسی ضروری بات کرنی ہے۔ہاسپٹل میں کل کہہ رہا تھا

تو" عامر نے اپنے دونوں ہاتھ پشت پر باندھتے پوچھا جس پر ماہ دیر نے گہری سانس بھری اور کرسی پر بیٹھا۔ عامر بھی اسکے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے اسکے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ "خلیل صاحب کوما میں ہیں" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "کیا خلیل انکل کوما میں ہیں" عامر کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ "ہاں وہ کوما میں ہیں کافی عرصہ ہوگیا ہے" ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا۔ "تو تُو یہاں کیا کر رہا ہے تجھے اس وقت راولپنڈی ہونا چاہیئے تھا۔ انکل اور گڑیا کے پاس ہونا چاہیئے تھا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مجھے ہونا چاہیئے تھا پر راولپنڈی جانے کا فائدہ ہی نہیں ہے کیونکہ خلیل صاحب یہاں ہیں" ماہ دیر نے کہا تو عامر کو ایک اور جھٹکا لگا۔ "کیا مطلب یہاں ہیں۔ کھل کر بتائے گا" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھرتے اسے پوری بات بتائی۔ خلیل صاحب کا ایکسڈنٹ، ہاسپٹل میں ہوا واقعہ، مہر ماہ کی شادی اور میشائم کے والدین۔ اس نے عامر کو پوری بات بتاتے اسے دیکھا

جو حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”اب انکل کی طبیعت کیسی ہے“ عامر نے چند سیکنڈ بعد اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ابھی تک کوئی بہتری نہیں آئی۔دعا کرو وہ ٹھیک ہو جائیں تاکہ پھر میں اپنی بہن سے ملنے جا سکوں۔ اس سے معافی مانگ سکوں اور اسے بتا سکوں کہ میں نے اپنی مہرو کو کتنا مس کیا“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے آمین کہا۔ ”چل اسے چھوڑ یہ بتا۔تو نے کیا بات کرنی تھی“ ماہ دیر نے اسے دیکھا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”مجھے بات نہیں کرنی پہلے مجھے ایک سوال کا جواب جاننا ہے“ عامر نے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تیری مہر گڑیا کے علاوہ بھی کوئی بہن ہے“ عامر نے اسکے چہرے کو دیکھتے پوچھا تو ماہ دیر کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی آئی۔ ”نہیں میری ایک ہی بہن ہے اور اسکا نام مہر ماہ سکندر ہے۔تو کیوں پوچھ رہا ہے“ ماہ دیر نے کہا۔ ”بس ایسے ہی چند دن پہلے گلگت میں ایک لڑکی ملی تھی۔نام تو نہیں معلوم لیکن ہاں وہ خلیل انکل کو ڈھونڈ رہی تھی۔اور اسکے نام کے ساتھ خلیل سکندر ہی لگتا ہے تو مجھے لگا شاید

تیری کوئی بہن ہو" عامر نے بات بنائی تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "خلیل صاحب کی سوتیلی بیٹی ہو سکتی ہے وہ۔ لیکن میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔نا ہی مجھے بنانے کا کوئی شوق ہے اس سے رشتہ بنانے کا۔انکی وجہ سے میری ماما ہمیں چھوڑ گئیں۔ہمارا آشیانہ بکھر گیا تو میں ایسی لڑکی کو کبھی اپنی بہن نہیں کہہ سکتا جسکی ماں کی وجہ سے میری ماما کا دل ٹوٹا ہو" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔وہ اتنی نفرت کرتا تھا ان لوگوں سے۔جبکہ پیچھے سے آتی ثانیہ جو انھیں دیکھنے آئی تھی ماہ دیر کی بات سنتے انھی قدموں پر لوٹ گئی۔ "لیکن اس میں اس لڑکی کا کیا قصور" عامر نے پوچھا تو ماہ دیر نے آنکھیں گھمائیں۔ "اسکی سب سے بڑی غلطی بلکہ نہیں اسکا سب سے بڑا گناہ یہی ہے کہ وہ اس ڈائن کی بیٹی ہے جس نے میری ماما کا گھر اجاڑا ہے" ماہ دیر نے نفرت سے کہا۔ "لیکن یہ کوئی وجہ نہیں ہوتی کسی نفرت کرنے کی۔ہو سکتا ہے وہ اپنی ماں جیسی نا ہو" عامر نے کہا تو ماہ دیر استہزائیہ ہنسا۔ "واٹ۔تو کہہ رہا ہے اس

عورت کی بیٹی اسکے جیسی نہیں ہے۔تو پھر کیا وہ میری ماں جیسی ہوگی " ماہ دیر نے کہا تو عامر نے گہری سانس بھری۔اسے سمجھانا مشکل تھا پر ثانیہ کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔"میں یہ نہیں کہہ رہا لیکن ہو سکتا ہے وہ ویسی نا ہو جیسا تو اسے سوچتا ہے۔ہو سکتا ہے وہ اچھی ہو معصوم ہو مہر ماہ گڑیا کی طرح " عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے یوں دیکھا گویا کہہ رہا ہوں کہیں پاگل واگل تو نہیں ہوگئے۔"وہ جس عورت کی بیٹی ہے نا۔ اسکا میری بہن سے کوئی مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ان دونوں کا موازنہ نا کر" ماہ دیر نے کہا تو عامر خاموش ہوا۔"لیکن جو بھی ہو وہ تیری بہن تو ہے نا " عامر نے آخری کوشش کی۔"سوتیلی اور سوتیلی بھی ایسی نہیں کہ صرف ماں الگ ہو۔ہمارے تو باپ بھی الگ ہیں۔وہ ناجانے کس کا خون ہے" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔وہ کیا کہہ رہا تھا۔ثانیہ نے تو کہا تھا کہ انکا باپ ایک ہی ہے پر ماں الگ ہے جبکہ ماہ دیر تو کچھ اور ہی کہہ رہا تھا۔"تو یہ بات کیسے کر سکتا ہے" عامر نے خود کو کمپوز کرتے

پوچھا۔ ”میں انیس سال کا تھا جس دن وہ عورت اور اسکی بیٹی ہمارے گھر آئے تھے اور ماما اور خلیل صاحب کا جھگڑا ہوا تھا جس میں ماما نے خلیل صاحب کو صاف لفظوں میں بتایا تھا کہ وہ ان کی بیٹی نہیں بلکہ کسی اور کی ہے۔ انھوں نے صرف انھیں سہارا دینے کیلیے شادی کی ہے“ ماہ دیر نے کہا تو عامر کا وجود زلزلوں کی زد میں آیا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کس کی بات کا یقین کرے۔ اپنے دوست کی جسے وہ دس سال سے جانتا ہے۔یا اپنی معصوم بیوی کی جو اپنوں کے لمس کے لیے تڑپ رہی تھی۔ ”کیا تو سچ کہہ رہا ہے“ عامر نے اس سے جیسے کنفرم کیا۔دل کہہ رہا تھا وہ کہہ دے کہ یہ جھوٹ ہے پر ماہ دیر کی اگلی بات اس کو گہری سانس بھرنے پر مجبور کر گئی۔ ”میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔وہ میری سگی بہن نہیں ہے لہٰذا اب اسکا ذکر نا کرنا کیونکہ جتنی نفرت میں اس کی ماں سے کرتا ہوں اتنی ہی اس لڑکی سے بھی کرتا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو عامر اب کی بار خاموش ہوا۔ اسکا دماغ اس وقت الجھا ہوا تھا۔ماہ دیر اور ثانیہ

کی باتیں مکس ہو رہی تھیں۔ کچھ تو تھا جو چھپا ہوا تھا لیکن کیا وہ سمجھ نا سکا۔ کوئی کڑی ابھی چھوٹ رہی تھی مگر کہاں سے۔ اسے جلد از جلد یہ معلوم کرنا تھا۔ کچھ تھا جو ابھی سب کی آنکھوں سے پوشیدہ تھا۔ یقیناً وہ عیاں ہونے کے بعد ہی ثانیہ اور ماہ دیر دونوں میں سے کسی ایک کی بات سچ نکلنی تھی۔ ابھی وہ ان دونوں کی بات کو سچ نہیں مان سکتا تھا۔ پر دل شدت سے کہہ رہا تھا کہ ثانیہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ اس کے آنسوؤں میں کوئی اداکاری نہیں تھی۔ جس طرح وہ تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی۔ وہ جھوٹ تو نہیں بول سکتی تھی اور دوسری طرف ماہ دیر کا چٹانوں سا لہجہ محسوس کرتے دماغ ماہ دیر کے حق میں گواہی دے رہا تھا۔ لیکن آج عامر نے دل کی سننی تھی سو اس نے سنی۔ اسے اپنی بیوی پر یقین تھا۔ "چل اس ٹاپک کو دفع کر اور یہ بتا جس کام کیلئے گلگت گیا تھا کچھ پتا لگا" ماہ دیر نے پوچھا تو عامر آسودہ سا مسکراتے ہاں میں سر ہلا گیا۔ "میں ناجائز نہیں ہوں" عامر نے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔ "میں نے تجھے

پہلے ہی کہا تھا۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔یہ بتا کیا پتا لگا اور کیسے "ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "گلگت جاتے ہی میں نے قریشی خاندان کی ساری تفصیلات نکلوائی تھیں۔ انکے خاندان کے زندہ افراد یہاں تک کہ جو اس جہاں سے چلے گئے ہیں انکی بھی۔ لیکن اس میں مورے کا نام کہیں نہیں تھا۔ گلگت جانے کے دو دن بعد میری ملاقات بازار میں ایک عورت سے ہوئی جو بدر قریشی کی ماں کے ساتھ بازار میں آئی تھی۔میں نے اس عورت سے رابطہ کیا۔وہ خاصی عمر رسیدہ تھیں کم از کم پچاس سال کی۔میں انکے گھر گیا پہلے تو انھوں نے بات کرنے سے منع کردیا لیکن پھر میرے تھوڑے اسرار پر وہ مان گئیں۔ اور انھوں نے مجھے اکتیس سال پہلے ہوئے پورے واقعے سے آگاہ کیا جسے سن کر میرا وجود ایک لمحے کو شل ہوگیا تھا لیکن ساتھ ہی پور پور میں سکون سرائیت کر گیا تھا جانتا ہے وہ سچ کیا ہے" عامر نے اسے دیکھتے کہا۔ "کیا" ماہ دیر ایک لمحے کی دیر کیے بغیر بولا۔ "وہ سچ یہ ہے کہ میں ناجائز نہیں

ہوں میں عامر ملک اور طوبیٰ ملک کا بڑا بیٹا ہوں۔ مورے قصوروار نہیں تھیں۔ مورے معصوم تھیں۔ انھوں نے جو کیا میرے لیے کیا۔ انھوں نے اگر باقی سب کو چھوڑا تو وہ بھی میرے لیے چھوڑا۔ وہ یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔ وہ اپنا گھر نہیں خراب کرنا چاہتی تھیں پر انھیں کرنا پڑا کیونکہ میں مصیبت میں تھا۔ ان دونوں کے پاس بابا تھے تبھی وہ میرے لیے یہاں آگئیں لیکن افسوس کبھی واپس نا جا سکیں" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "اور وہ دونوں" ماہ دیر نے کہا تو اسکے چہرے پر خوشی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "وہ دونوں میرے بھائی ہیں۔ شہریار اور اسد میرے سگے بھائی ہیں۔ دادو میری سگی ہیں" عامر نے خوشی سے بتایا تو ماہ دیر کے دل میں ڈھیروں سکون اترا۔ "مبارک ہو میرے یار" ماہ دیر نے کھڑے ہوتے اسے ساتھ کھڑا کیا اور اسکے گلے لگا۔ "خیر مبارک" عامر نے مسکراتے کہا۔ "تو اب کب جا رہا ہے اپنوں کے پاس" ماہ دیر نے جلدی سے پوچھا۔

"بہت جلد بلکہ ساتھ ہی چلیں گے" عامر نے کہا تو وہ انشاء اللہ کہہ گیا۔ "اچھا یہ بتا تیری شادی کیسے ہوئی اور کب" ماہ دیر نے پیچھے ہوتے پوچھا۔ "میں نے تجھے بدر قریشی کے دھندے کے بارے میں بتایا تھا نا کہ وہ لڑکیوں کو اغواہ کر کے بیچ دیتا ہے یا پھر انکو بے آبرو کر کے قتل کر دیتا ہے تو ثانیہ کو میں نے وہی سے بچایا" اور پھر عامر اسے حرف با حرف ساری بات بتاتا چلا گیا۔ جس پر ماہ دیر آسودہ سا مسکرایا۔ "اللہ پاک تجھے تیری اس نیکی کا صلہ دے اور تجھے گڑیا کے ساتھ یونہی خوش رکھے" ماہ دیر نے دعا دی تو اس نے آمین کہا۔ "کیا تو گڑیا کو چھوڑ دے گا تین ماہ بعد" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "پتا نہیں سچ کہوں تو یہی سوچ کر نکاح کیا تھا۔ پر اب یہ سوچتا ہوں تو جان نکلنے لگتی ہے۔ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا۔ ایک طرف خود کو انکے پاس جانے سے روکنا چاہتا ہوں لیکن دوسری طرف انکے پاس جائے بغیر خود کو روک بھی نہیں پاتا" عامر نے بے بسی سے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔ "پریشان نا ہو اللہ پاک تجھے وہ

فیصلہ کرنے کی توفیق عطا کرے جو تم دونوں کے حق میں بہتر ہو" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "آمین۔چل آجا اندر چلیں۔انھیں دیکھیں کیا کر رہی ہیں" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ چل پڑا۔ "ویسے ماہ دیر ایک بار اپنی دوسری بہن کے بارے میں سوچنا ضرور۔بعض اوقات حقیقت وہ نہیں ہوتی جو دیکھائی جاتی ہے یا بتائی جاتی ہے۔بعض اوقات حقیقت ایسی ہوتی ہے کہ جس کا ہمارے وہم و گماں میں بھی نا ہو۔جیسے میرے وہم و گماں میں نا تھا کہ میں ناجائز نہیں ہوں ویسے ہی ہو سکتا ہے تیری بہن کے بارے میں بھی کچھ ہو جو شاید تجھے جاننے کی کوشش کرنی چاہیے۔یہ نا ہو کل کو پچھتاوے کے سوا کچھ نا بچے" عامر نے اسکے ساتھ چلتے کہا تو ایک لمحے کو ماہ دیر کے قدم رکے لیکن وہ اگلے ہی پل خود کو کمپوز کرتے ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ اندر چلا گیا۔جبکہ عامر کے دل نے شدت سے دعا کی تھی کہ جو ثانیہ کہہ رہی ہے وہ سچ ہو ورنہ اگر ماہ دیر کا کہا سچ نکلا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔لیکن وہ سب ہی ابھی اس

بات سے انجان تھے کہ ثانیہ کی حقیقت سب کی سوچ سے برعکس ہونی تھی جسکے کھلنے پر بہت کچھ بدلنا تھا۔

"ضار بات سنیں" مہرماہ نے اسے پکارا جو اسکو سینے سے لگائے بیٹھا اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے میں مصروف تھا جبکہ وہ خود اسکے موبائل پر شادی کی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ "جی ضار کی کانچ کی گڑیا سناؤ" اس نے نرمی سے جواب دیتے محبت سے اس کے ماتھے پر لب رکھے تو وہ مسکرائی۔ "ضار آپ نے اس دن ایک ہیڈن فولڈر کھولا تھا نا جس دن ہم گھر گئے تھے" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "ہاں کھولا تھا کیوں" ضرار نے اسکے چہرے پر آئی آوارہ لٹ ہٹاتے پوچھا۔ "مجھے وہ فولڈر کھول کر دیں زرا" مہرماہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "خود ہی کھول لو" ضرار نے کہا تو اس نے منہ بنا کر ہیڈن فولڈر والے اوپشن پر کلک کرتے موبائل اسکے سامنے کیا جہاں پاسورڈ

ڈالنا تھا۔ ”پاسورڈ ہی نہی پتا مجھے۔ اگر پتا ہوتا تو آپ سے تھوڑی کہتی“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”تو میری جند جان اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ پاسورڈ مجھ سے پوچھ لیتی“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپ بتاتے مجھے“ مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں ضرور۔ تمھیں اپنے دل تک رسائی دے چکا ہوں۔ تو موبائل کا پاسورڈ بتانا کیا چیز ہے بھلا“ ضرار نے کہا تو وہ کھلکھلائی اور موبائل اسکے سامنے کر گئی۔ جسکا مطلب صاف تھا کہ کھول کر دیں۔ اسکی حرکت پر وہ مسکرایا اور موبائل اپنے ہاتھ میں لیے بغیر یونہی پاسورڈ ڈالنے لگا جسے مہرماہ کافی غور سے دیکھ رہی تھی۔ ”لو کھل گیا روحِ من“ ضرار نے محبت سے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”لیکن آپکا پاسورڈ مجھے سمجھ نہیں آیا“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ ”اس میں مشکل کیا تھا جو سمجھ نہیں آیا میری کانچ کی گڑیا کو“ ضرار نے نرمی سے اسکا جبڑا پکڑتے پوچھا تو وہ بُرا سا منہ بنا گئی۔ ”بس نہیں آئی سمجھ سوائے ایم اور زیڈ کے۔ آپ نے کیا لکھا مجھے نہیں پتا لگا“ مہرماہ نے

کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "میں نے لکھا ہے ماہ ضار۔ ماہ مطلب میری ماہ اور ضار مطلب ضار" اس نے کہا تو مہر ماہ نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "آپ نے ہم دونوں کا نام کمبائن کر کے پاسورڈ بنایا ہے" مہر ماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرائی اور موبائل کو لاک کرتے پھر پاسورڈ لگایا تو اب کی بار وہ کھل گیا جس پر مہر ماہ کا چہرہ کھلا گویا بہت بڑا پہاڑ سر کر لیا ہوا۔ "ماہ ایسے نہیں کیا کرو میری جند جان۔ نظر لگ جائے گی" ضرار نے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں تھامتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "ابھی یہاں آپکے سوا کون ہے جس کی نظر لگے گی" مہر ماہ نے ناک سکیڑتے پوچھا تو وہ ہنستے اسکی ناک پر لب گیا۔ اسکے یوں ہنسنے سے اسکی دائیں گال کا ڈمپل نمایاں ہوا جس سے مہر ماہ نے نظریں چُرائیں۔ "جانتی ہو ماہ۔ تمھاری یہ ناک سکیڑنے والی عادت بلکل اپھو جیسی ہے" ضرار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "جی بابا بھی یہی کہتے تھے" مہر ماہ نے کچھ اداسی سے

کہا تو ضرار نے اسے سینے سے لگایا اور اسکا سر چوم گیا۔ "انکل کیلئے دعا کیا کرو روحِ من یوں اداس نا ہوا کرو" ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "ضار آپکو ایک بات بتاؤں" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا۔ "جی میرا بچہ بتاؤ" اس نے نرمی سے اسکی آنکھوں پر باری باری لب رکھتے کہا جو ہلکی سی نم تھیں۔ "ضار پتا نہیں کیوں میرا دل کہتا ہے بابا کو کچھ نہیں ہوا۔ وہ ٹھیک ہیں۔ نا جانے کیوں دل اتنی بڑی حقیقت کو جھٹلاتا ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ وہ جانتا تھا اس بات کے صدمے سے وہ اب تک نہی نکل پائی۔ "میری جان۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا نا۔ یہ حقیقی دنیا ہے یہاں ایک بار جب کوئی وفات پا جاتا ہے تو وہ کبھی واپس نہیں آتا" ضرار نے نرمی سے اسکی گال سہلاتے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلاتے چہرہ جھکا لیا۔ وہ صحیح تو کہہ رہا تھا۔ "ماہ تم نے اپنی تصویریں نہیں دیکھنی کیا" اسکو یوں چہرہ جھکاتے دیکھ ضرار نے نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کیا اور اسکے ہاتھ سے موبائل پکڑتے

اسکے سامنے کرتے کہا جس پر مہرماہ نے پہلے اسے پھر موبائل کو دیکھتے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو پھر دیکھو اور مجھے بتاؤ کیسی ہیں" ضرار نے کہا تو وہ مدھم سا مسکراتے اسکے ہاتھ سے موبائل پکڑتے دیکھنے لگی۔ اس نے فولڈر کے بلکل ٹاپ سے تصویریں دیکھنی شروع کی تھیں۔ جہاں اس کی بچپن کی اور ان دونوں کے نکاح والی تصویریں تھیں۔ تھوڑا سا آگے آتے اسے اپنی اب کی تصویریں دکھنے لگیں جو اچانک لی گئی تھیں۔ تصویریں بے حد خوبصورتی سے اتاری گئی تھیں۔ کہیں وہ یونی کے گراؤند میں بیٹھی گہری سوچ میں مبتلا تھی تو کہیں وہ مریم سے باتیں کرتے قہقہے لگا رہی تھی۔ جبکہ کسی تصویر میں وہ کچھ کھا رہی تھی تو کسی میں وہ اپنا پین منہ میں ڈالے آنکھیں چھوٹی کرتے ناک سکیڑے سامنے دیکھ رہی تھی۔ وہ تصویر خاصی کیوٹ تھی۔ تھوڑا سا مزید آگے بڑھتے شہریار کی شادی کے فنکشن کی تصویریں شروع ہوئیں۔ جو کہ مختلف زاویوں سے اتاری گئی تھیں۔ کہیں وہ اپنا ڈوپٹہ سنبھالتے نظر آرہی تھی تو کہیں وہ رسم کررہی

تھی۔جبکہ ایک دو تصویروں میں وہ رو رہی تھی جسے دیکھ اس نے ضرار کو گھورا جو ہاتھ اٹھا گیا گویا کہنا چاہ رہا ہو میری کیا غلطی۔مہرماہ نے اسکی حرکت پر نفی میں سر ہلایا اور باقی تصویریں دیکھنی لگی۔جو مختلف جگہوں کی تھی۔ انکے نکاح اور ولیمے کی بھی تھی۔ "ضار یہ تصویر کتنی خوب صورت ہے نا" مہرماہ نے سکرین اسکے سامنے کرتے کہا تو ضرار نے اس تصویر کو دیکھا جو انکے نکاح کی تھی۔تصویر اس لمحے کی تھی جب مہرماہ اپنے بابا کو یاد کرتے رو رہی تھی اور ضرار اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامے اسے چپ کروا رہا تھا۔ "واقعی یہ بہت پیاری ہے۔جانتی ہو یہ میری فیورٹ تصویر ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ "اب سے میری بھی فیورٹ بن گئی ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے جھکتے اسکے سر پر اپنا گال ٹکایا۔ "جانتی ہو تم میری زندگی میں میرے جینے کی وجہ ہو" ضرار نے یکدم ہی کہا تو مہرماہ کے ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا جبکہ گال بے ساختہ گلابی ہوئے

تھے لیکن وہ خاموش ہی رہی۔ "ماہ ایک بات کرنی تھی تم سے" ضرار نے اسے خاموش دیکھ کہا۔ اب کی بار اسکا لہجہ سنجیدہ تھا۔ "کیا ہوا پروفیسر" اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔ وہ اب بھی اسے کبھی کبھی پروفیسر کہہ دیتی تھی۔ "پروفیسر کی جان۔ ہوا کچھ نہیں ہے لیکن تم نے مجھے ایک کام کہا تھا تو وہ ہوگیا ہے" ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کونسا کام ضار" مہرماہ نے پوچھا۔ "تمھاری آپی اور بھائی کو ڈھونڈنے کا کام "ضرار نے کہا تو ایک لمحے کو اسکی آنکھوں میں سکون و محبت ابھری جسے وہ فوراً اندر تار گئی۔ "کہاں ہیں وہ دونوں" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "سوات میں اپنی اپنی فیملی کے ساتھ۔ تمھارا بھائی اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ جبکہ تمھاری آپی اپنے شوہر کے ساتھ سوات میں ہی رہ رہی ہے۔ تمھاری آپی کا شوہر تمھارے بھائی کا دوست ہے۔ وہ دونوں ایک دو بار مل بھی چکے ہیں پر شاید وہ ایک دوسرے کو جانتے نہیں ہیں" ضرار نے کہا تو

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپ نے انھیں بابا کا بتا دیا“ مہرماہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں۔ میں چاہتا ہوں تم انھیں خود بتاؤ۔ تمھارے بھائی اور ثانیہ کے شوہر کا نمبر میرے پاس موجود ہے۔ تم جب چاہو ان سے بات کر لینا“ ضرار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی اچھا۔ میں کر لوں گی کسی دن“ مہرماہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ وہ جانتا تھا وہ ایک دم سے ہرگز ان سے بات نہیں کر سکتی تھی۔

”ٹھیک ہے جب تمھارا دل چاہے تب کر لینا۔ لیکن ہو سکے تو جلدی کر لینا تاکہ وہ دونوں اس بات سے جلد از جلد آگاہ ہو جائیں“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنا چہرہ اسکے سینے میں چھپا گئی جس پر وہ نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ ”سب ٹھیک ہے میرا بچہ“ اس نے نرمی سے اس کا سر چومتے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا اور پُرسکون ہوتے آنکھیں موند گئی۔ ضرار راجپوت کا حصار اسکی پناہگاہ تھی جہاں وہ آخری دم تک رہنا چاہتی

تھی۔جہاں وہ اپنی ساری تکلیفیں بھول جاتی تھی۔جہاں صرف اسکے لیے محبت ہوتی تھی۔وہ جانتی تھی اس حصار میں رہتے کوئی درد اسے چھو بھی نہیں سکتا۔

"عائشہ گڑیا" ضرار نے عائشہ کو پکارا جو لان میں ڈیزی کو کھیلتے دیکھ رہا تھا۔وہ ابھی جم سے واپس آیا تھا لیکن سامنے اسے یوں اکیلے بیٹھے دیکھ فوراً اسکے پاس آگیا۔"جی بھائی" عائشہ نے اسکی آواز پر چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"یہاں کیا کررہا ہے میرا بچہ" ضرار نے اسکے ساتھ بیٹھتے اسے ساتھ لگایا۔"کچھ بھی نہیں بھائی۔بس ڈیزی کے ساتھ بیٹھی تھی" عائشہ نے بامشکل مسکراتے جواب دیا تو ضرار نے جھکتے اسکے ڈوپٹے سے ڈھکے سر پر لب رکھے۔"میرا بیٹا ٹھیک ہے؟" ضرار نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر ضرار نے نرمی سے اسکا چہرہ اپنی طرف کیا۔"بھائی سے جھوٹ نہیں بولتے گڑیا" ضرار

نے کہا تو اس کی آنکھوں میں نمی آئی۔ ”بھائی میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔ایسا کیوں ہورہا ہے بھائی۔۔کیوں ہمیں ایک ناکردہ گناہ کی۔۔سزا دی جارہی ہے۔۔بھائی ماضی میں۔۔ایسا کیا ہوا تھا۔۔جو ماما سب سے نفرت کرتی ہیں۔۔بابا کی دیتھ کے بعد سے ماما۔۔کہتی تھیں آپ سب سے۔۔دور رہنا کیوں۔۔بھائی ایسا کیا ہے جو چھپا ہوا ہے“ عائشہ نے پوچھا تو ضرار نے نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے۔ ”میرا بچہ یہ تو مجھے بھی نہیں پتا پر میں چچی سے بات کروں گا۔ایسے روتے نہیں ہیں۔بھائی کا بچہ تو بہت بہادر ہے نا“ ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”نہیں ہوں میں بہادر۔۔بھائی۔۔مجھے اور اسد کو نکاح۔۔کرنے کی سزا۔۔دی جارہی ہے۔۔مانا سے میں نے بارہا۔۔پوچھا ہے۔۔پر وہ نہیں بتا رہی۔۔بھائی پلیز۔۔کچھ کریں۔۔مجھے بہت ہرٹ۔۔ہورہا ہے“ عائشہ نے اسکے سینے سے لگتے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے بال سہلائے۔ ”بھائی کی جان۔آپکو بھائی پر بھروسہ ہے نا“ ضرار نے نرمی سے

اسکا سر چومتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہے بھائی پر مجھے بہت اذیت ہورہی ہے" عائشہ نے کہا تو ضرار نے نرمی سے اسکا سر سہلایا۔ "میرا بچہ یہ آپکی آزمائش ہے۔یوں روتے نہیں ہیں۔ اللہ سے دعا کرو انشاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا" ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار نے بہت نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے۔ "بھائی سب ٹھیک تو ہوجائے گا۔پر کیا ہم نے کوئی غلطی کی ہے۔ اسد نے کیوں اتنی بڑی قسم کھائی" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ اس دن اسد کے قریب ہوتے بھی میلوں کے فاصلے پر کھڑا ہونا اسکی جان نکال گیا تھا۔ "میرا بچہ۔وہ آپکو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے اس نے یہ قسم کھائی۔ اب آپ یوں روئیں گی تو کیا اسد کو اچھا لگے گا۔آپ جانتی ہو نا وہ آپ سے کتنی محبت کرتا ہے۔وہ آپکو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا" ضرار نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بھائی پر میں تو ایسے بھی رورہی ہوں" عائشہ نے کہا تو ضرار نے نرمی سے اسکا سر

سہلایا۔ ”بھائی کی جان میں یہی تو کہہ رہا ہوں کہ رونا نہی ہے۔ میرا بیٹا بہت بہادر ہے۔ اگر یوں روؤ گی تو کیسے چلے گا۔ پتا ہے اسد مجھے روز کال کر کے کہتا ہے تمھیں رونے نا دوں۔ تمھارے کھانے کا خیال رکھوں۔ تو خود سوچو جب اسے پتا لگے گا کہ تم یوں روئی ہو تو کیا اسے اچھا لگے گا“ ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”پھر میرا بیٹا رونا چھوڑ دو اور اللہ سے دعا مانگنے کا دورانیہ بڑھا دو۔ جب اللہ سے دعا مانگنے کا دورانیہ بڑھا دیا جائے تب معجزے ہوتے ہیں اور شکرانے کے آنسو ہوتے ہیں اور بُرا وقت وہ ہمیں یاد بھی نہیں رہتا میرا بیٹا“ ضرار نے کہا تو وہ آسودہ سا مسکرائی۔ ”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں بھائی۔ مجھے رونا نہیں چاہیئے۔ میں بس اب اللہ سے دعا کروں گی“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ شاباش بھائی کا بیٹا ضرار نے مسکراتے کہا۔ ”شکریہ بھائی۔ شکریہ مجھے سمجھانے کے لیے“ عائشہ نے اسکے سینے سے لگتے کہا۔ ”شکریہ کی ضرورت نہیں ہے گڑیا۔ آپ میرا بیٹا ہو اور میرا فرض ہے

آپکی پریشانی دور کرنا" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ بہت اچھے ہیں بھائی" عائشہ نے کہا تو اس نے شفقت سے اسکا سر چوما۔ "اور میرا بیٹا بہت پیارا ہے۔چلو اب شاباش روم میں جاؤ اور تھوڑی دیر آرام کرو بلکہ آفس کی تیاری کرو۔اب میں آپکو گھر بیٹھے نا دیکھوں۔آفس جاؤ اور اپنا کام سنبھالو شاباش" ضرار نے مصنوعی رعب سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "جی اچھا بھائی" اس نے کہا اور ڈیزی کو گود میں اٹھاتے کھڑے ہوتے اپنے روم کی طرف بڑھ گئی جس پر ضرار مسکرایا اور پُرسکون ہوتے اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔وہ اب بہت جلد تنزیل بیگم سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔اسکے دونوں لاڈلے تڑپ رہے تھے بھلا ضرار کیسے برداشت کرتا۔

"ہاں ناصر پہنچ گئے ہو اور انکل آنٹی کہاں ہیں" ماہ دیر نے فون کان سے لگاتے کہا۔وہ اس وقت اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑا تھا جبکہ میشائم روم میں

ظہر کی نماز پڑھ رہی تھی اور حوریہ کو وہ ابھی سلا کر آیا تھا۔آج عالمگیر خان اور فہمیدہ خان انکے گھر آرہے تھے لیکن میشائم ابھی اس بات سے انجان تھی پر اب وہ اس سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔"جی سر بس پہنچنے والے ہیں۔ انکل آنٹی میرے ساتھ ہی ہیں" ناصر نے کہا تو وہ پُرسکون ہوا۔"ٹھیک ہے۔انھیں ڈائریکٹ گھر لے آؤ۔میں انتظار کررہا ہوں" ماہ دیر نے کہتے کال کاٹی اور پیچھے مُڑا لیکن سامنے میشائم کو کھڑا دیکھ مسکرایا۔اس نے اسے دیکھتے اپنے بازو واء کیے جسے دیکھ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکے پاس آئی اور اسکی کھلی باہوں میں سماتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔اسکی حرکت پر وہ مسکرایا اور جھکتے اسکا سر چوم گیا۔"پڑھ لی نماز" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے سر کو سہلاتے پوچھا۔"جی پڑھ لی۔دِیر کیا کوئی گھر آرہا ہے" میشائم نے اسکی شرٹ کے بٹنز پر نگاہیں گاڑھتے پوچھا۔"ہاں آرہا ہے۔بلکہ پہنچنے والے ہیں" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا۔"اچھا۔ویسے کون آرہا ہے دِیر اور آپ نے

مجھے بتایا کیوں نہیں۔میں کھانے کی تیاری کروا لیتی" میشائم نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھتے کہا تو اسکی بات سنتے وہ مسکرایا اور بے حد نرمی سے اسکی کنپٹی پر لب رکھ گیا۔"میری متاعِ جان۔کھانا ہوجائے گا تیار۔ ملازموں کی فوج اسی لیے رکھی ہے تاکہ تمھیں کوئی کام نا کرنا پڑے اور نا ہی کام کی فکر میں گھلنا پڑے۔اس سب کی فکر چھوڑو اور میری بات سنو "ماہ دیر نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے کہا تو میشائم نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا جس پر وہ ہنس دیا۔"ایسے شوہر کو گھورنا اچھی بات نہیں ہوتی" ماہ دیر نے مصنوعی آنکھیں دکھاتے کہا تو اس نے اسے پھر گھورا۔"بیوی کو تنگ کرنا بھی اچھی بات نہیں ہوتی" میشائم نے آنکھیں گھمائیں جسے دیکھ وہ ہولے سے ہنسا اور نرمی سے جھکتے اسکے ہونٹوں کو چھوتے سیدھا ہوا۔اسکی حرکت پر میشائم کے وجود کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسے واپس سینے سے لگا گیا۔"اچھا میری پیاری بیوی اب میری بات سنو" ماہ دیر نے نرمی سے اس کا

سر سہلاتے کہا۔ ”جی بولیں“ یشائم نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ ”عالمگیر انکل اور فہمیدہ آنٹی آرہے ہیں آج تم سے ملنے۔ اپنی بیٹی سے ملنے۔جسے وہ بیس سال ڈھونڈ رہے ہیں۔کیا تم تیار ہو“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو یشائم نے جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو پہلے سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ”آج۔۔آرہے۔۔ہیں“ یشائم نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں آج آرہے ہیں بلکہ بس پہنچنے والے ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو اسکی آنکھوں میں نمی آئی۔ ”میں۔۔انھیں۔۔کیا کہوں گی۔۔دِیر۔۔میں کیا بات۔۔کروں گی۔۔کیا انھیں۔۔میرا پتہ ہے“ یشائم نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ ”میری جان پریشان مت ہو انھیں تمھارا پتہ ہے اور بات وہ کرنا جو تمھارا دل کرے اور اگر نا بھی کرے تو بس اپنے ماما بابا کے سینے سے لگتے اپنے غم بہا لینا“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”دِیر کیا میری بہن کا پتا لگ گیا“

یشائم نے ایک امید سے پوچھا۔ ”نہیں پر میں کوشش کر رہا ہوں۔ بہت جلد پتا لگ جائے گا۔ ابھی جس یتیم خانے میں وہ رہتی تھی وہاں کے اونر کی بیوی سے بات ہوئی ہے۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ تمھاری بہن کو پڑھنے کے لیے راولپنڈی بھیجا تھا۔ اب میں نے اپنے آدمیوں کو وہاں بھیجا ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد وہ مل جائے گی“ ماہ دیر نے کہا تو یشائم مدھم سا مسکراتے انشاء اللہ کہہ گئی۔

عین اسی وقت انھیں گاڑی کے ہارن کی آواز آئی جس پر دونوں نے چہرہ موڑتے نیچے دیکھا جہاں پورچ میں سفید گاڑی آتے رکی تھی۔ گاڑی کے رکتے ہی یشائم کی دھڑکن تک رکی تھی۔ وہ ماہ دیر کی شرٹ پر گرفت مضبوط کیے کھڑی نیچے اس گاڑی کو دیکھ رہی تھی جسکا دروازہ کھولتے ناصر باہر نکلا تھا اور اسکے نکلتے ہی گارڈز نے پچھلی سیٹ کے دونوں دروازے کھولے جہاں سے اگلے ہی پل عالمگیر خان اور فہمیدہ خان گاڑی سے اترے۔ انھیں دیکھ یشائم کی آنکھیں نم ہوئیں تھی۔ وہ اسکے ماں باپ تھے۔ وہ لوگ جنکے لمس کیلئے وہ

بچپن سے ترستی آئی تھی۔ "چلیں" ماہ دیر نے اسکی آنکھوں پر لب رکھتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "تمھارے ماما بابا کے پاس چلیں میشی" ماہ دیر نے دوبارہ پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے لیے باہر نکلا۔

"یہ کس کا گھر ہے بیٹا" عالمگیر خان نے ناصر کو دیکھتے پوچھا جو ان کے آگے چل رہا تھا۔ "یہ میرے بوس کا گھر ہے انکل" ناصر نے بتایا اور مین ڈور کے پاس جاتے کھڑا ہوا۔ "میری بیٹی" فہمیدہ خان نے اس سے فوراً پوچھا جو ملازمہ کو کوئی ہدایت کر رہا تھا۔ "وہ یہیں ہیں آنٹی۔ آپ دونوں انکے ساتھ اندر چلے جائیں" ناصر نے کہا تو عالمگیر خان ہاں میں سر ہلاتے فہمیدہ خان کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے ملازمہ کے ساتھ اندر کی جانب بڑھے۔ "آپ دونوں یہاں بیٹھیں سر اور میم ابھی آجاتے ہیں" ملازمہ نے کہا تو وہ دونوں ہاں میں سر

ہلاتے صوفے پر بیٹھ گئے۔ ان دونوں کا دل اس وقت دو سو کی سپیڈ پر دھڑک رہا تھا۔ وہ آج بیس سال بعد اپنی کھوئی ہوئی بیٹیوں میں سے ایک سے ملنے والے تھے۔ آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ انکی نظریں سیڑھیوں پر ٹکی تھیں۔ وہ بے تابی سے اپنی بیٹی کا انتظار کر رہے تھے۔ اور انکا انتظار اب کی بار زیادہ طویل نا تھا۔ مزید پانچ منٹ گزرنے کے بعد انھیں ڈاکٹر ماہ دیر سکندر اور یشائم نیچے آتے نظر آئے۔ انھیں دیکھ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ انکی نظریں یشائم پر تھیں جو آنکھوں میں نمی سموئے انھیں دیکھ رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں تڑپ تھی جسے وہ دونوں دیکھ سکتے تھے۔ "اسلام علیکم" ماہ دیر نے نیچے آتے ان دونوں کو دیکھتے سلام کیا جس پر ان دونوں نے یشائم سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔ "وعلیکم اسلام" ان دونوں نے بیک وقت اسے جواب دیا جس پر ماہ دیر نے سر خم گیا جبکہ یشائم تو اب تک اپنے ماما بابا کو دیکھ رہی تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ بس اب انکے سینے سے

لگتے دھاڑیں مارتے رونے لگ جائے۔ ان شفیق ہستیوں کے لمس کے لیے تو بچپن سے ظلم سہے تھے۔ وہ آج سامنے تھے آنکھیں خشک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ "بچے آپ تو ڈاکٹر ماہ دیر ہیں نا۔ آپ نے بلوایا ہے ہمیں" عالمگیر خان نے ماہ دیر کو دیکھتے پوچھا جس پر اس نے مدھم سا مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی انکل میں نے ہی بلوایا۔ پلیز آپ دونوں بیٹھیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ دونوں ہاں میں سر ہلاتے صوفے پر بیٹھے۔ انکے بیٹھتے ہی وہ بھی بیشائم کے ساتھ عین انکے سامنے والے صوفے پر بیٹھا اور انھیں دیکھا جو اسے اور بیشائم کو دیکھ رہے تھے۔ "بیٹا کیا آپ نے اس لڑکے کو بھیجا تھا ہمیں لینے" عالمگیر خان نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی انکل میں نے ہی بھیجا تھا تاکہ آپ یہاں آکر اپنی بیٹی سے مل سکیں" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں کی آنکھوں میں ایک تڑپ اتری تھی۔ "ہماری بیٹی کہاں ہے بیٹا اور آپ ہماری بیٹی کو کیسے جانتے ہو" اب کی بار فہمیدہ خان بولی تھیں۔ "آپکی بیٹی یہیں ہے

آنٹی اور میں آپکی بیٹی کو کیسے جانتا ہوں اسکا جواب یہ ہے کہ آپکی بیٹی میرے گھر کی اور دل کی ملکہ ہے۔آپکی بیٹی میری شریکِ حیات میشائم ماہ دیر سکندر ہے"

اس نے تحمل سے جواب دیا تو ان دونوں نے جھٹکے سے گردن موڑتے میشائم کو دیکھا جس کے آنسو اب گالوں پر بہہ نکلے تھے۔ "میری بیٹی" عالمگیر خان نے میشائم کو دیکھتے کہا تو اس نے ہولے سے ہاں میں سرہلایا جس پر انکی آنکھوں میں نمی آئی۔وہ ایک جھٹکے میں اٹھے اور میشائم کے پاس گئے جس پر وہ اٹھتے ایک جھٹکے میں انکے سینے سے لگی۔عالمگیر خان کو اس وقت کسی ثبوت کی ضرورت محسوس نہیں ہورہی تھی۔وہ انکی بیٹی تھی انھیں تصدیق نہیں کرنی تھی۔ "میری بیٹی۔میری گڑیا" عالمگیر خان نے اسکا سر چومتے کہا۔انکی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔بیس سال کے لمبے انتظار کے بعد انھیں انکی ایک بیٹی ملی تھی۔جبکہ اپنے بابا کا حصار پاتے میشائم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ فہمیدہ خان ابھی تک صوفے پر بیٹھیں بے یقینی سے اس بات کو

سمجھنے کی کوشش کررہی تھیں جبکہ ماہ دیر مسکراتے انھیں دیکھ رہا تھا۔آنکھیں تو اسکی بھی نم ہوئی تھیں۔"بابا۔۔آپ کہاں۔۔تھے۔۔بابا" میشائم نے سسکتے پوچھا تو انھوں نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔"میری گڑیا۔۔بابا کی جان۔۔میرا بچہ" عالمگیر خان بارہا اسکا ماتھا چوم رہے تھے جبکہ میشائم تو اس لمس پر بس رو رہی تھی۔"میری جان۔۔آپ میری۔۔گڑیا ہو۔۔آپ نے مجھے۔۔بتایا کیوں نہیں" عالمگیر خان نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے پوچھا۔"مم۔۔مجھے نہیں۔۔پتا تھا۔۔ بابا۔۔مجھے۔۔دِیر۔۔نے بتایا۔۔مجھے بھی نہیں۔۔پتا۔۔تھا" میشائم نے کہا تو انھوں نے اسکے سر پر لب رکھے۔"میری جان کا ٹکڑا۔بابا کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔۔کتنا ڈھونڈا۔۔میں نے اور آپکی۔۔ماما نے آپکو" عالمگیر خان نے کہا تو میشائم نے فہمیدہ خان کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔"ماما" میشائم نے عالمگیر خان سے پیچھے ہوتے انکی طرف قدم بڑھائے تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

"ماما۔۔۔آپ۔۔نہیں۔۔مجھے پیار۔۔کریں۔۔گی" میشائم نے ان کے پاس جاتے کہا تو وہ اپنے جسم کی کپکپاہٹ پر قابو پاتے کھڑے ہوتے اپنی بازو واء کیں جس پر میشائم انکے حصار میں سما گئی۔"میری جان۔۔ میری بچی" فہمیدہ خان تو اپنی اولاد کو سینے سے لگاتے ہی سسک اٹھی تھیں۔جس اولاد کا لمس پانے کو وہ بیس سال سے تڑپ رہی تھیں۔آج وہ روبرو تھی۔ فہمیدہ خان اسے سینے میں بھینچے دیوانہ وار اسکے چہرے کو چوم رہی تھیں جبکہ میشائم بس انھیں دیکھتے روئے جارہی تھی۔ عالمگیر خان ان دونوں کو یوں روتے دیکھ آگے بڑھے اور انکے گرد حصار باندھ گئے جبکہ ماہ دیر مسکراتے ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔"بس کرو بابا کی جان۔۔ایسے روتے نہیں ہیں۔۔ہم آگئے ہیں۔۔اپنی گڑیا کے پاس۔بیگم آپ بھی بس کریں۔میری گڑیا کو رلائیں مت" عالمگیر خان نے میشائم کے بال سہلاتے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔جبکہ فہمیدہ خان نے اپنے آنسو صاف کیے۔"بابا۔۔ اب۔۔ آپ نہیں۔۔جائیں۔۔گے

نا۔۔بابا۔۔سب بہت بُرے۔۔ہیں۔۔سب نے بہت اذیت دی ہے۔۔آپکی گڑیا کو" یشائم نے کہا تو عالمگیر خان اسے سینے میں بھینچ گئے۔"میرا بچہ اب بابا کہیں نہیں جائیں گے۔اپنی گڑیا کے پاس رہیں گے۔بتاؤ کس نے دی ہے میرے بیٹے کو اذیت" عالمگیر خان نے اسکا سر سہلاتے پوچھا تو اس نے ماہ دیر کو دیکھا۔"انکل میں آپکو بتاتا ہوں۔آپ لوگ بیٹھ جائیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے صوفے پر بیٹھے۔انکے بیٹھتے ہی ماہ دیر نے پانی کا گلاس اٹھاتے عالمگیر خان کو پکڑایا جسے پکڑتے انھوں نے اپنی بیٹی کے منہ سے لگایا جس پر یشائم نے چند گھونٹ بھرتے گلاس ایک طرف کیا جسے اب کی بار وہ فہمیدہ خان کی طرف بڑھا گئے۔فہمیدہ خان نے پانی پیتے گلاس ٹیبل پر رکھا اور یشائم کو سینے سے لگا گئیں جو کسی ننھے بچے کی طرح انکی شال کو مٹھی میں بھینچے ہوئے تھی۔"کہاں تھی آپ میرا بچہ۔۔ان لوگوں نے کہاں۔۔رکھا تھا۔۔آپکو۔۔آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔اور کیسے

آئیں۔۔بتائیں ماما کو" فہمیدہ خان نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔"ماما۔۔جنید خان۔۔۔نے مجھے۔۔اپنے گھر رکھا ہوا۔۔تھا۔۔اور میں مانسہرہ میں تھی۔۔دِیر سے شادی کے بعد۔۔میں یہاں آگئی" میشائم نے مختصر سا جواب دیا تو انھوں نے جھکتے اسکا ماتھا چوما۔"یہ میری بیٹی ہے پر تمھیں کیسے پتا" عالمگیر خان نے اب کی بار ماہ دیر سے پوچھا جس پر اس نے ٹیبل پر رکھی فائل انکی طرف بڑھائی۔"انکل اس دن جب آپ اور آنٹی ہاسپٹل آئے تھے۔تب آپکا نام اور آنٹی کا چہرہ دیکھتے مجھے شک ہوا تھا۔تو میں نے اپنا شک نکالنے کے لیے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنی شروع کی۔جس سے میرے شک پر یقین کی موہر لگی۔آپ اس فائل کو دیکھیں اس میں آپکی اور آپکی دونوں بیٹیوں کی ساری تفصیلات موجود ہیں" ماہ دیر نے کہا تو عالمگیر خان نے فوراً سے فائل کھولی اور اسے پڑھنے لگے۔وہ جیسے جیسے اسے پڑھ رہے تھے ویسے ویسے انکی آنکھیں پھیل رہی تھیں۔اس فائل میں انکے بارے میں ہر تفصیل موجود

تھی۔ انکے گھر والے، انکے ملازمین، فہمیدہ خان کے گھر والے، فہمیدہ خان کی بہن کا قتل، جنید خان کی سزا اور انکی بیٹیوں کا اغوا ہونا۔ اسے پڑھتے انھوں نے صفحہ پلٹا اور اسے دیکھا جہاں اب جنید خان اور اسکے گھر والے، ارباز خان اور اسکے گھر والے اور میشائم کے بارے میں ساری تفصیلات موجود تھیں۔ اب ایک آخری صفحہ رہ گیا تھا انھوں نے کانپتے ہاتھوں سے وہ کھولا اور اس پر نظر پڑتے ہی انکی آنکھیں پھیلیں تھی کیونکہ یہاں انکی اور فہمیدہ خان کی تصویر کے ساتھ ایک اور تصویر تھی۔ مریم شہریار ملک کی تصویر۔ عالمگیر خان نے اسکی تصویر کو دیکھتے اسکے ساتھ لکھی ساری تحریر پڑھنی شروع کی جہاں مریم کا اصل نام، اسکی تاریخِ پیدائش، اسکے یتیم خانے میں آنے کی تاریخ اور اسکے وہاں سے جانے کی تفصیلات کے ساتھ ہر اس رپورٹ کی کاپی تھی جو انھوں نے لاہور کے مختلف پولیس سٹیشن میں اپنی بچیوں کی گمشدگی کی لکھوائی تھیں۔ ”یہ کون۔ ۔ ہے“ عالمگیر خان نے مریم کی تصویر پر انگلی رکھتے

پوچھا۔ وہاں صاف لفظوں میں لکھا تھا کہ وہ انکی بیٹی ہے پر وہ پھر بھی جاننا چاہتے تھے۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ کہیں انکی آنکھیں دھوکہ تو نہیں کھا رہی۔ ”انکل یہ آپ کی چھوٹی بیٹی ہے مریم خان یوسفزئی“ ماہ دیر نے کہا تو عالمگیر خان کی آنکھوں میں ایک بار پھر نمی آئی۔ مطلب انکی دوسری بیٹی بھی انکے پاس تھی پر وہ اسے پہچان نا پائے۔ مریم انکی بیٹی تھی یقین کرنا مشکل لگ رہا تھا۔ جس لڑکی کو اسکے نکاح پر انھوں نے اپنی ولدیت دی تھی وہ انکی ہی بیٹی تھی۔ مطلب آج اللہ نے انکا انتظار ختم کردیا تھا انھیں آج انکی ایک نہیں بلکہ دونوں بیٹیاں واپس عطا کی گئیں تھی۔ عالمگیر خان کو سمجھ نا آئی وہ کیسے اللہ کا شکر ادا کریں۔ ”فہمیدہ یہ دیکھیں ہماری دوسری بیٹی“ عالمگیر خان نے مریم کی تصویر انکے سامنے کرتے کہا تو فہمیدہ خان کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ ”یہ۔۔۔تو مریم ہے۔۔نا“ فہمیدہ خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر فہمیدہ خان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ انھیں انکی دوسری

بیٹی بھی مل گئی تھی۔وہ انکے پاس تھی پر وہ اسے پہچان نا پائے۔"ماما پلیز۔۔آپ روئیں نہیں۔۔دِیر نے کہا۔۔ہے وہ بہت جلد۔۔مریم کو ڈھونڈ۔۔لائیں گے" میشائم نے انکا چہرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے کہا تو وہ اسکے دونوں ہاتھ تھامتے چوم گئیں۔"میرا بچہ۔مریم کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔ہم جانتے ہیں وہ کہاں ہے" فہمیدہ خان نے کہا تو میشائم اور ماہ دیر دونوں نے انھیں دیکھا۔"آپ جانتے ہیں" ماہ دیر نے پوچھا تو عالمگیر خان نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں بیٹا ہم جانتے ہیں۔بلکہ ہم کئی بار ملے بھی ہیں مریم سے۔یہ میرے دوست کے بیٹے کی بیوی ہے۔اسکی شادی پر ہم وہاں ہی تھے۔پر میں نہیں جانتا تھا یہ میری گڑیا ہے" عالمگیر خان نے کہا تو ماہ دیر مسکرایا جبکہ میشائم کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا تھا۔"بابا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔مریم ٹھیک ہے۔آپ اس سے ملے ہیں" میشائم نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلاتے اسکا سر چوما۔"جی بابا کی جان۔میں سچ کہہ رہا ہوں۔اللہ نے

مجھے میری ایک نہیں دونوں بیٹیاں واپس کردی ہیں۔جنکے لیے پچھلے بیس سال سے در در کی خاک چھان رہا ہوں۔وہ بلآخر ہمیں لوٹا دی گئیں ہیں" عالمگیر خان نے کہا تو میشائم مسکرائی اور انکے سینے سے لگ گئی جس پر عالمگیر خان نرمی سے اسکا سر سہلانے لگے۔"ماہ دیر بیٹا مجھے سمجھ نہیں آرہی میں کن لفظوں میں تمھارا شکریہ ادا کروں۔آج تمھاری وجہ سے میری بچیاں مجھے مل گئیں ہیں" عالمگیر خان نے اسے دیکھتے کہا۔"انکل شکریہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔پلیز یوں شکریہ ادا کرکے مجھے شرمندہ مت کریں" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائے۔"پر بچے تم نے یہ سب کیوں کیا۔یہ سب تو کافی مشکل رہا ہوگا تمھارے لیے۔یوں معلومات اکٹھی کرنا اور سب" فہمید خان نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔"جی آنٹی مشکل تو تھا لیکن میری میشی کی خوشی کے لیے میں کچھ بھی کرسکتا ہوں۔اسکی خوشی میری اولین ترجیح ہے اور میں نے جو کیا اسکے لیے کیا ہے۔میشی نے جتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔اسکے آگے تو کچھ بھی

نہیں ہے۔ اسکے لیے میں جلتے کوئلوں پر بھی چل سکتا ہوں" ماہ دیر نے یشائم کو دیکھتے ایک ایک لفظ محبت میں پروتے جواب دیا تو عالمگیر خان اور فہمیدہ خان مسکرائے جبکہ یشائم کے گال بے ساختہ گلابی ہوئے۔ وہ یوں سرِ عام اسکے ماں باپ کے سامنے ایسی باتیں کر رہا تھا۔ اسے ایک بار پھر اسکی بے شرمی کا ثبوت مل گیا تھا۔ "میری بیٹی نے کیا اذیتیں برداشت کی ہیں ماہ دیر" عالمگیر خان نے اپنی بیٹی کا سرخ چہرہ دیکھتے بات بدلی تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری جبکہ یشائم کی دھڑکنیں رکی تھیں۔ ماہ دیر نے یشائم کو دیکھتے آنکھوں سے بات کا آغاز کرنے کی اجازت چاہی جس پر اس نے پلکوں کو جھپکتے اسے اجازت دے دی۔ "انکل یشائم کو جنید خان اور اسکے گھر والوں نے اپنی انا کی تسکین کے لیے بہت اذیت دی ہے۔ کبھی اسے مار کر تو کبھی اسکا کھانا بند کر کے اور پھر" ماہ دیر عالمگیر خان اور فہمیدہ خان کو یشائم کے سارے ماضی سے آگاہ کرتا چلا گیا جسے سنتے انکی روح لرز گئی تھی۔ انکی معصوم بچی پر اتنا ظلم کیا انکا دل پھٹنے

کے در پر تھا۔ جبکہ یشائم اپنے بابا کے سینے میں چہرہ چھپائے خاموش آنسو بہا رہی تھی۔ ”لیکن آپ فکر مت کریں انکل۔ میری بیوی کو اذیت دینے والوں کو بہت جلد موت کے گھاٹ اتاروں گا میں“ ماہ دیر نے انھیں ساری بات سے آگاہ کرتے کہا تو عالمگیر خان نے اپنی بیٹی کو دیکھا جو بے آواز رو رہی تھی۔ ”گڑیا“ عالمگیر خان نے اسے پکارا تو اس نے نم آنکھوں سے انھیں دیکھا۔ ”بابا۔۔وہ لوگ ۔۔بہت۔۔بُرے تھے“ یشائم نے کہا تو انھوں نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ ”میری جان کا ٹکڑا۔آپکے بابا ان سب کی نسلیں ختم کردیں گے۔انھوں نے جتنی اذیت میری گڑیا کو دی ہے اس کا حساب میں ان سے بہت اچھی طرح لوں گا۔آپ رونا بند کرو میرا بچہ“ عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”پر آپ وعدہ کریں۔۔اب آپ اور ماما۔۔کہیں نہیں۔۔جائیں گے“ یشائم نے ان دونوں کو دیکھتے کہا تو ان دونوں نے اسکے گرد حصار باندھا۔ ”کبھی نہیں جائیں گے میرا بچہ۔اب ہم

اپنی گڑیا کے پاس ہی رہے گے" فہمیدہ خان نے کہا تو وہ مسکرائی جسے دیکھ سب مسکرائے تھے۔"بابا ذان" ابھی ان میں سے کوئی مزید بولتا کہ حوریہ کی نیند سے لبریز آواز لاؤنج میں گونجی جس پر سب نے مڑتے سیڑھیوں کی طرف دیکھا جہاں ملازمہ حوریہ کو گود میں اٹھائے انکی طرف بڑھ رہی تھی۔اسے دیکھتے ماہ دیر مسکرایا اور اٹھتے ملازمہ سے حوریہ کو پکڑتے سینے سے لگایا۔"جی بابا کی جان۔اٹھ گیا میرا بچہ" ماہ دیر نے نرمی سے اسکی گال پر لب رکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکراتے اسے گود میں لیے صوفے پر بیٹھ گیا۔"ماما تا اوا (ماما کیا ہوا)" ماہ دیر کی گود میں بیٹھتے ہی حوریہ کی نظر یشائم کے چہرے پر پڑی تو اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھتے حوریہ نے فوراً پوچھا اور ماہ دیر کی گود سے اترتے اسکی طرف بڑھی جس پر یشائم نے نرمی سے جھکتے اسے گود میں اٹھایا۔"کچھ نہیں ہوا میری جان" یشائم نے کہا تو اس نے اسکے آنسو صاف کیے۔"پھل اپ لو تو لئی ایں (پھر آپ رو کیوں رہی ہیں)" حوریہ نے اسکی

گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو سب اسکی فکر پر مسکرائے۔ "میں خوش ہوں نا اس لیے رو رہی ہوں" میشائم نے کہا تو اس نے اسے اچنبھے سے دیکھا۔ "دب تش اوتے ایں مائل تلتے لوتے نئ (جب خوش ہوتے ہیں تو سمائل کرتے ہیں روتے نہیں ہیں)" حوریہ نے کہا تو سب ہنس پڑے۔ "اچھا میری ماں اب نہیں روتی" میشائم نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو حوریہ کھلکھلائی۔ "حوران سے ملی آپ" میشائم نے عالمگیر خان اور فہمیدہ خان کی طرف اشارہ کرتے کہا جس پر حوریہ نے انھیں دیکھتے ہاں میں سر ہلایا۔ "جے بابا ذان تے میج ایں (یہ بابا جان کے مریض ہیں)" حوریہ کی بات سنتے ماہ دیر کا قہقہہ گونجا جبکہ باقی سب بھی ہنس پڑے۔ "نہیں میری جان یہ میری ماما ہیں اور یہ میرے بابا ہیں" میشائم نے انکی طرف اشارہ کرتے حوریہ سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "پل اپ تے بابا تو دادا ذان ایں نا (پر آپکے بابا تو دادا جان ہیں نا)" حوریہ نے پوچھا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ عالمگیر خان اور فہمیدہ خان اپنی نواسی کی معصوم باتوں

پر مسکرا رہے تھے۔ "وہ بھی ہیں اور یہ بھی میرے ماما بابا ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اول میلے تا ایں (اور میرے کیا ہیں)" حوریہ کو فوراً اپنی فکر پڑی جس پر سب ہی ہنس پڑے۔ "یہ آپکے نانا جان اور نانو جان ہیں۔ماما کے ماما بابا نانا اور نانو ہوتے ہیں" میشائم نے کہا تو حوریہ مسکرائی۔ "تھتی (سچی)" حوریہ نے پوچھا تو اب کی بار عالمگیر خان نے اسے اٹھاتے گود میں بٹھایا۔ "مچی۔میں آپکا نانا جان ہوں" عالمگیر خان نے کہا تو حوریہ مسکرائی جس پر انھوں نے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "می حولیہ اوں نانا ذان (میں حوریہ ہوں نانا جان)" اس نے فوراً کہا تو وہ مسکرائے اور اس سے باتیں کرنے لگے۔اب لاؤنج کا منظر یوں تھا کہ حوریہ عالمگیر خان کی گود میں بیٹھی ان سے باتیں کر رہی تھی جبکہ میشائم فہمیدہ خان کے سینے پر سر رکھے ماہ دیر کو دیکھ رہی تھی جو آنکھوں میں محبت سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"پٹھانی کہاں ہو تم۔مریم بات سنو" شہریار نے سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہوتے مریم کو آواز لگاتے پکارا جو نا جانے کہاں تھی۔وہ ابھی کورٹ سے واپس آیا تھا اور آتے ہی اسے اسکی پٹھانی چاہیئے تھی جو روم میں نہیں تھی۔وہ مریم کے لیے ایک تحفہ لایا تھا جسے دکھانے کی اسے بے حد جلدی پڑی تھی۔وہ جانتا تھا مریم کو وہ تحفہ لازمی پسند آئے گا۔"سائیں کیا ہوا۔میں یہاں ہوں" ابھی شہریار دوبارہ گلا پھاڑ کر چلاتا کہ سٹڈی کا روم کھولتے مریم باہر آئی جسے دیکھ وہ فوراً اسکی طرف بڑھا اور جاتے اسے سینے میں بھینچ گیا۔"کہاں تھی تم" شہریار نے اس کے کندھے میں چہرہ چھپاتے پوچھا جس پر مریم مدھم سا مسکرائی جبکہ اسکے یوں باہر ہی سینے سے لگانے پر مریم کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔"پڑھ رہی تھی آپکی سٹڈی میں بیٹھ کر" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔وہ جانتا تھا اسے سٹڈی میں بیٹھ کر پڑھنا کتنا پسند ہے۔"پڑھ لیا یا ابھی پڑھ رہی ہو" شہریار نے پیچھے ہوتے اسے دیکھتے پوچھا۔"پڑھ چکی ہوں۔بکس ہی رکھ رہی

تھی لیکن آپکی آواز سنتے باہر آگئی۔آپ ایسے کیوں چلا رہے تھے" مریم نے کہا تو شرارت سے مسکرایا۔ "میرا دل نہیں لگ رہا تھا نا تمھارے بغیر۔تو اس لیے اونچی اونچی چلا رہا تھا تاکہ تم جلدی سے میری باہوں میں آجاؤ" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اللہ اللہ سائیں آپ بھی نا" مریم نے کہا تو وہ بھی ہنسا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان بہت پیارا ہوں ہے نا" شہریار نے کہا تو وہ مسکراہٹ دباتے نفی میں سر ہلا گئی۔ "ہاا کیا میں نہیں ہوں پیارا" شہریار کو تو جیسے صدمہ لگ گیا تھا جس پر مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے نرمی سے پیچھے دھکا دیتے روم کی طرف بھاگی جسے دیکھ شہریار بالوں میں ہاتھ پھیرتے مسکرایا اور اسکے پیچھے بڑھا۔ "رکو پٹھانی۔بتاتا ہوں میں تمھیں" شہریار نے روم میں داخل ہوتے اسے کہا جو ڈریسنگ میں بند ہونے کی تیاری میں تھی لیکن شہریار اسکی کوشش کو ناکام بناتے ایک ہی جست میں اس تک پہنچا اور اسکی کلائی پکڑتے اسے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔جس پر مریم نے منہ کھولتے اسے دیکھا

جو اسے دیوار سے لگائے اسکے کندھوں کے اطراف میں ہاتھ ٹکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکی اتنی نزدیکی پر مریم کا چہرہ لہو چھلکانے لگا جسے دیکھ وہ ہنسا اور جھکتے نرمی سے اسکے لبوں کو چھوتے سیدھا ہوا۔ "تو کیا کہہ رہی تھی میری رگِ جاں" شہریار نے اسکے چہرے پر آئی آوارہ لٹ کو ہٹاتے پوچھا تو مریم نے چہرہ جھکاتے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں بتاؤ نا کیا کہہ رہی تھی" شہریار نے پوچھا تو اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔ "کک۔۔ کچھ بھی۔۔ نہیں کہہ رہی۔۔ تھی سائیں" مریم نے منمناتے کہا تو وہ مسکرایا اور بے حد محبت سے اس کے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "اچھا ٹھیک ہے مان لیا۔ یہ بتاؤ جب میرے آنے کا ٹائم ہوتا ہے تب روم میں کیوں نہیں ہوتی" شہریار نے اسکی نیلی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔ "پڑھ رہی تھی۔ ٹائم کا پتا نہیں لگا ورنہ آپکے آنے سے پہلے روم میں آجاتی ہوں تو یہ نوٹنکی نا کریں" مریم نے کہا تو اس نے ہنستے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی ملکہِ عالیہ یہ تو ہے" شہریار نے شوخ ہوتے کہا تو مریم بھی اب کی بار ہنس پڑی۔ "اچھا جائیں

فریش ہو جائیں۔میں آپکی کافی لے کر آتی ہوں" مریم نے کہا اور جانا چاہا پر وہ اسکے ہاتھ کو تھامتے اسے روک گیا تھا۔"کیا ہوا" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔"کچھ بھی نہیں بس تمھیں کچھ دکھانا تھا" شہریار نے مدھم مسکراہٹ لبوں پر سجاتے کہا۔"جی دکھائیں" مریم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور بیڈ سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا جس پر مریم بھی اسکے پیچھے بڑھی جو ٹیبل سے ایک انویلپ اٹھاتے اسکی طرف بڑھا چکا تھا۔"یہ کیا ہے "مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔"خود دیکھو" شہریار نے مدھم مسکراہٹ لبوں پر سجاتے کہا تو اس نے اسکے ہاتھ سے انویلپ پکڑتے کھولا اور انویلپ میں موجود کاغذات کو دیکھ مریم کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو رواں ہوئے۔"سائیں یہ تو" خوشی کے مارے مریم کے منہ سے الفاظ نکلنے سے انکاری ہوئے تھے۔"یہ عمرے کا ٹکٹ ہے پٹھانی۔ہم دس دن بعد عمرہ کرنے جا رہے ہیں" شہریار نے کہا تو مریم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔"آپ۔۔سچ کہہ۔۔رہے ہیں" مریم نے پوچھا

تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی میرا بچہ بلکل سچ کہہ رہا ہوں" شہریار نے کہا تو مریم کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری جبکہ آنکھیں اب تک اشک بار تھیں۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ عمرہ کرنے جائے گی۔ اسے خانہ کعبہ کو دیکھنا نصیب ہوگا۔ اس سے بڑی خوش نصیبی کی بات کیا تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ خواب دیکھ رہی ہو۔ اسکا شوہر اسے عمرہ کرانے لے جارہا تھا۔ اللہ نے اسے اور اسکے محرم کو اپنی بارگاہ میں حاضری کا موقع دیا تھا۔ "سائیں آپ۔۔بہت اچھے۔۔ہیں" مریم نے اسکے سینے سے لگتے کہا تو وہ اسکے گرد حصار باندھ گیا۔ "پسند آیا" شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسے دیکھا۔ "یہ تحفہ کسے پسند نہیں آئے گا سائیں۔ ہم اللہ کے گھر کا دیدار کرنے جائیں گے۔ اس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے بھلا۔ آپ جانتے ہیں اس وقت مجھے ایسا لگ رہا ہے میں خواب دیکھ رہی ہوں۔ ہم عمرہ کرنے جارہے ہیں سائیں۔ میرا دل اس وقت اس قدر شکر گزار ہے میں آپکو کیا

بتاؤں۔ سائیں بہت شکریہ۔آپ سب سے اچھے ہیں۔یہ میری زندگی کا سب سے خوبصورت تحفہ ہے سائیں" مریم نے اپنے ہاتھ میں موجود ٹکٹ کو دیکھتے خوشی سے نہال ہوتے کہا تو وہ جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔"صحیح کہہ رہی ہو یہ ہماری خوش نصیبی ہے جو اللہ نے ہمیں اپنے گھر بلایا ہے۔اپنے گھر کا دیدار کرنے کا شرف بخشا ہے۔ہمیں اس قابل سمجھا ہے کہ ہم خانہ کعبہ کا طواف کریں" شہریار نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی۔"سائیں بہت شکریہ۔اللہ کے بعد میں آپکی شکر گزار ہوں۔آپکی وجہ سے میں عمرہ کرنے جاؤں گی" مریم نے اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے اور اپنے ماتھے سے لگایا تو شہریار مسکرایا۔اسکا یہ انداز شہریار کے دل کو بے حد بھلا لگا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھاتے بے حد محبت سے اسکے بال سہلائے۔"اللہ نے مجھے تمھارے نصیب کا ہی دیا ہے پٹھانی جو میں تم پر ہی لگا رہا ہوں۔اسکے لیے مجھے شکریہ ادا نا کرو۔بلکہ مجھے تمھارا شکر گزار ہونا چاہیئے جو تم نے مجھ جیسے

گناہگار انسان کو اپنا محرم بنایا" شہریار نے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔کیا تھا یہ شخص وہ ہمیشہ اسے اپنے لفظوں سے سُرخرو کرتا تھا۔جب کہ شہریار اسے یوں خود کو تکتے دیکھ جھکا اور بے حد نرمی سے اس کی آنکھوں پر لب رکھ گیا۔"کل ہم نے لاہور جانا ہے تمھاری فوزیہ آنٹی سے ملنے" شہریار نے کہا تو مریم کا چہرہ ایک بار پھر کھلا۔"سچی" مریم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"مچی" شہریار نے اسکی ناک دباتے اسی کے انداز میں کہا تو وہ مسکرائی۔"ہم کل جائیں گے تو واپس کب آئیں گے" مریم نے پوچھا۔"دو دن بعد آجائیں گے اور انشاء اللہ پھر عمرہ کرنے جائیں گے" شہریار نے کہا تو مریم مسکرائی اور اسکے سینے سے لگی۔"آپ بہت اچھے ہیں سائیں بہت زیادہ اور میں بہت خوش قسمت ہوں جو آپ میرے ہیں" مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔"میں تمھارا ہوں یہ میرے لیے شرف کی بات ہے رگِ جاں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اس کے سینے سے لگے ہی اپنے ہاتھ میں موجود عمرہ ٹکٹس کو

مسکراتے دیکھنے لگی۔وہ عمرہ کرنے جارہی تھی اسکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔اور اپنے محرم کے ساتھ جارہی تھی یہ چیز خوشی کو دوبالا کررہی تھی۔

"پتہ ہے میں نے اور تمھارے بابا نے اتنی ساری چیزیں لی ہیں تمھارے اور مریم کے لیے۔تم جب گھر آؤ گی پھر میں تمھیں ساری چیزیں دکھاؤں گی" فہمیدہ خان نے میشائم سے کہا جو بیڈ پر انکی گود میں سر رکھے لیٹی تھی جبکہ عالمگیر خان صوفے پر بیٹھے مسکراتے اپنی بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ڈنر کرکے انکے ساتھ ہی روم میں آگئی تھی۔میشائم آج صبح سے اپنے ماما بابا کے ساتھ تھی جبکہ حوریہ کا آج زیادہ وقت اپنے بابا اور دادا جان کے ساتھ گزرا تھا۔ماہ دیر اور حوریہ دونوں نے اسے بلکل ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ماہ دیر چاہتا تھا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ وقت گزار لے تبھی اس نے حوریہ کو بھی سارا دن ساتھ ساتھ ہی رکھا تھا۔"ٹھیک ہے ماما میں جب دِیر اور حور کے ساتھ

آؤں گی پھر دیکھوں گی اور پھر جو مجھے پسند آئے گا۔وہ میں اپنے پاس رکھ لوں گی" میشائم نے لاڈ سے کہا تو وہ مسکرائیں اور جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گئیں۔"ٹھیک ہے میری جان۔جو تمھارا دل کرے وہ تم رکھ لینا" فہمیدہ خان نے کہا تو اسکے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ پھیلی۔"ٹھیک ہے پھر میں سب سے پہلے آپ دونوں کو رکھوں گی" میشائم نے مسکراہٹ دباتے شرارت سے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔"ارے ہم تو پہلے ہی اپنی دونوں شہزادیوں کے ہیں "عالمگیر خان نے اسکی بات کے جواب میں کہا تو وہ مسکرائی۔"جی بابا وہ تو ہیں پر میں آپ دونوں کو اور مریم کو اپنے پاس رکھوں گی۔کہیں بھی نہیں جانے دوں گی ایک پل کے لیے بھی نہیں" میشائم نے کہا تو وہ مسکرائے اور صوفے سے اٹھتے اسکے پاس آتے بیٹھے جس پر وہ بھی اٹھتے فوراً انکے سینے سے لگی۔"جیسا میری گڑیا چاہے گی وہی ہوگا "عالمگیر خان نے کہا تو وہ مسکرائی۔"آپ سب سے اچھے ہیں بابا" میشائم نے خوشی سے چہکتے

کہا تو وہ مسکراتے اسکے سر پر لب رکھ گئے۔ "اور میری دونوں بیٹیاں سب سے پیاری ہیں" عالمگیر خان نے کہا تو وہ کھلکھلائی۔ "وہ تو ہے بابا۔ اچھا آپکی مریم سے بات ہوئی۔ اٹھایا شہریار بھائی نے فون" میشائم نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "بچے شام میں بھی کیا تھا فون پر اس نے اٹھایا نہیں اور اب رات کافی ہوگئی ہے تو اب اچھا نہیں لگتا۔ انشاءاللہ اب صبح اپنی گڑیا سے بات کروں گا اور آپ سے بھی بات کرا دوں گا" عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ عالمگیر خان ان دونوں کو مریم اور شہریار کے بارے میں سب بتانے کے ساتھ تصویریں بھی دکھا چکے تھے جس پر میشائم تو اپنی بہن کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی تھی جبکہ شہریار کی تصویر دیکھتے ماہ دیر کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ عامر کا بھائی تھا اور میشائم کی بہن کا شوہر بھی۔ اسے ہنسی آئی تھی۔ وہ اور عامر کسی نا کسی طرح رشتے دار بن گئے تھے۔ اس نے اب تک یہ بات عامر کو نہیں بتائی تھی۔ وہ یہ بات اس سے مل کر بتانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ "ٹھیک ہے بابا۔ جیسے

آپکو ٹھیک لگے" یشائم نے کہا تو وہ مسکرائے جبکہ فہمیدہ خان کا چہرہ بھی کھلا تھا۔ "یشائم بیٹا" فہمیدہ خان نے اسے پکارا جس پر اس نے مُڑتے انھیں دیکھا۔ "جی ماما" یشائم نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جواب دیا۔ "میری جان اب آپکو روم میں جانا چاہیئے۔ماہ دیر اور حوریہ آپکا انتظار کررہے ہونگے۔ دیکھو گیارہ بج رہے ہیں" فہمیدہ خان نے کہا تو اسکی آنکھیں پھیلیں۔ اس نے جھٹکے سے چہرہ موڑتے گھڑی کی طرف دیکھا جہاں ایک سوئی گیاہ تو دوسری چار پر تھی۔ "وہ ماما ٹائم کا پتہ نہیں لگا" یشائم نے گھڑی سے نظریں ہٹاتے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "کوئی بات نہیں میرا بچہ۔اب جاؤ روم میں شاباش" فہمیدہ خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور ان دونوں کے گلے لگتے ڈھیر سارا پیار بٹورتے باہر نکل گئی۔جبکہ اسکی حرکت پر وہ دونوں مسکرائے اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے انھیں انکی بیٹیاں واپس لوٹا دی تھیں۔

"حوریہ سوگئی" میشائم نے روم میں آتے ماہ دیر سے پوچھا جو بیڈ پر بیٹھا حوریہ کے بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔ "ہاں کافی دیر سے سوچکی ہے۔ انکل آنٹی سوگئے" ماہ دیر نے مدھم مسکراہٹ لبوں پر سجاتے پوچھا۔ "نہیں ابھی جاگ رہے ہیں پر تھوڑی دیر میں سوجائیں گے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سرہلایا۔ "آپ ناراض ہیں" میشائم نے بیڈ پر اسکے پاس بیٹھتے پوچھا۔ "ناراض؟" ماہ دیر کو لگا جیسے اس نے کچھ غلط سن لیا ہوا۔ "جی ناراض۔۔ وہ میں صبح۔۔سے ماما بابا۔۔کے پاس ہوں۔۔اور اس میں۔۔آپکو اور حوریہ کو۔۔ٹائم نہیں دے۔۔سکی تو" میشائم نے اپنی انگلیاں مڑورتے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام گیا۔ "تو تمھیں لگا میں تم سے ناراض ہوگیا ہوں" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "میرا بچہ۔میں تم سے ہرگز ناراض نہیں ہوں۔تم میری متاعِ جان ہو میرا کل اثاثہ ہو۔تم سے ناراض کیسے ہوسکتا ہوں وہ بھی اتنی سی

بات پر کہ آج تم پہلی بار اپنے والدین سے مل رہی ہو اور تم نے مجھے نہیں انھیں وقت دیا ہے۔مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ہاں یہ سچ ہے مجھے ہر وقت تم اپنے پاس چاہیئے ہو لیکن وہ تمھارے والدین ہیں اگر تم انکے پاس بیٹھو گی تو مجھے ہرگز بُرا نہیں لگے۔وہ تمھاری توجہ، تمھارے پیار اور تمھارے وقت کا جتنا حقدار میں ہوں اتنے ہی وہ بھی ہیں۔وہ بیس سال تمھارے لیے تڑپے ہیں تو میں کون ہوتا ہوں بھلا تم سے اس بات پر ناراض ہونے والا کہ تم نے اپنے والدین کو وقت کیوں دیا اور مجھے کیوں نہیں دیا" ماہ دیر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو اسکی آنکھوں میں نمی جبکہ چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"آپ جانتے ہیں آپ میری کسی کا نیکی کا صلہ ہیں۔بہت شکریہ میری زندگی کا حصہ بننے کے لیے" یشائم نے اسے کہا اور اسکی طرف جھکتے اسکی رخسار پر اپنے گداز لبوں کا لمس چھوڑا تو ماہ دیر ساکت ہوا جبکہ اسکے کان کی لویں سرخ ہوئی تھیں۔اسے اپنی متاعِ جان سے اس

حرکت کی امید نہیں تھی۔اس نے اپنے کان کی لو کو سہلاتے اسے دیکھا جسکا پورا چہرہ سرخ ہوا تھا جبکہ آنکھیں حیا کے بوجھ سے لبریز تھیں۔"شکریہ" ماہ دیر نے اپنی کیفیت پر قابو پاتے اسکی طرف جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو

یشائم کا چہرہ مزید گلنار ہوا۔"وہ۔۔مجھے۔۔نیند۔۔آرہی ہے" یشائم نے بغیر اس سے نگاہیں ملائے جلدی سے کہا اور اٹھتے حوریہ کے دوسری طرف آکر لیٹی تو ماہ دیر نے اسے دیکھا جو سر تک خود کو لحاف میں چھپائے ہوئے تھی۔وہ چند لمحے اسکے لحاف سے ڈھکے وجود کو دیکھتا رہا پھر نرمی سے اٹھتے حوریہ کو ٹھیک سے ایک طرف لٹاتے اسکے گرد تکیے سیٹ کیے اور خود یشائم کی طرف بڑھتے اسکے پیچھے جاتے لیٹ گیا۔یشائم جو سر تک خود کو چھپائے اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو سنبھال رہی تھی۔اپنے پیچھے اسکی موجودگی محسوس کرتے اسکا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔اس نے نامحسوس انداز میں آگے سڑکنا چاہا پر اسکی کوشش کو ماہ دیر نے اسکے پیٹ کے گرد حصار باندھتے روکا تھا۔اسکا حصار اپنے گرد

بندھتا محسوس کر یشائم کا دل کانوں میں دھڑکا تھا جبکہ ماہ دیر کے لبوں کا لمس اپنے کندھے پر محسوس کرتے یشائم کی سانس اٹکی تھی۔ "دِیر" اس نے مدھم آواز میں اسے پکارا تو ماہ دیر نے نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔ "حکم کرو جانِ دیر" ماہ دیر نے آنکھوں میں محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بسائے اسے دیکھا تو یشائم نظریں جھکا گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور جھکتے اسکی شہ رگ کو لبوں سے چھو گیا۔ اسکی حرکت پر یشائم نے آنکھیں موندتے اسکی بازو پر ہاتھ رکھا۔ جبکہ ماہ دیر نرمی سے اسکے نقوش کو چھوتے معتبر کر رہا تھا۔ "دِ۔۔یر۔۔آپ" یشائم نے اسے روکا تو ماہ دیر نے تھوڑا سا اوپر ہوتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ماہ دیر کی آنکھوں میں آج عشق کا پیغام رقم تھا جسے وہ تفصیل سے یشائم کو سنانا چاہتا تھا۔ اسکے عشق کی حدت کو اپنے گرد حصار کی مانند بندھتا محسوس کر یشائم نے بغیر کچھ بولے اپنے بازو اسکے گرد حمائل کرتے آنکھیں موندیں جس پر وہ سرشار ہوا اور جھکتے اپنے لبوں سے اسکے

نقوش کو چھونے لگا۔ یشائم اسکی گستاخیوں پر مرنے والی ہوئی تھی پر اسکا لمس زندگی بخش رہا تھا۔ اسکی قربت حالت خراب کررہی تھی وہیں اسکی محبت سانسوں کی روانی میں مدد کررہی تھی۔ ماہ دیر نے نرمی سے اسکے چہرے پر جھکتے اسکے لبوں کو چھوا اور اسکی رخسار چوم گیا۔ یشائم اسکی حرکت پر شرم سے نظریں اٹھانے کے قابل بھی نا رہی۔ ماہ دیر کا لمس لمحہ بہ لمحہ شدت اختیار کررہا تھا جبکہ اسکا حصار بھی اب تنگ ہونے لگا تھا جس پر یشائم کی سانسیں بھاری ہوئیں البتہ چہرہ لہو چھلکانے لگا۔ وہ چپ چاپ آنکھیں موندے لیٹی اسکی گستاخیاں برداشت کرتے اسکے عشق کی حدت میں جل رہی تھی۔ جبکہ یشائم کو اپنی پناہوں میں روح سے نزدیک محسوس کر ماہ دیر آج اندر تک سرشار ہوا تھا اور یشائم اسکے انداز پر گہرے سانس بھر رہی تھی۔ ماہ دیر کے عشق کا حصار آج یشائم کو ماضی کی ہر تلخ یاد سے نکال رہا تھا۔ آج اسے مردوں سے خوف نہیں آیا تھا بلکہ آج اپنے شوہر کے یوں خود کو چھونے پر یشائم کے دل

میں اسکی محبت بڑھی تھی۔ماہ دیر کا لمس انتہائی نرم تھا۔وہ اسے رتی برابر سختی سے بھی نہیں چھو رہا تھا۔اسکی اتنی نرمی پر یشائم کے رخسار سرخ ہوئے تھے۔"آئی لوو یو یشی" ماہ دیر نے ایک نظر چہرہ اٹھاتے اسے دیکھتے کہا اور اگلے ہی پل اسکے گداز لبوں کی نرماہٹ محسوس کرتے اسکے گرد حصار تنگ کرتا چلا گیا جبکہ یشائم اسکی گستاخیوں پر گہری سانس بھرتے سرخ پڑ رہی تھی۔

"اسلام علیکم" اسد نے لینڈ لائن فون کان سے لگاتے کہا۔وہ ابھی آفس کیلئے ریڈی ہو کر نیچے آیا تھا لیکن لاؤنج میں فون بجتے دیکھ وہ فوراً اس طرف بڑھا اور کال اٹھا گیا۔اس وقت لاؤنج میں کوئی بھی نہیں کیونکہ مریم اور شہریار صبح فجر کے بعد لاہور کیلئے روانہ ہوئے تھے جبکہ شاہجہاں بیگم فجر کی نماز پڑھ کر دوبارہ سوئیں ابھی تک نہیں اٹھی تھیں۔"وعلیکم اسلام اسد بیٹا کیسے ہو" دوسری

طرف سے عالمگیر خان کی آواز آئی۔ ”میں ٹھیک ہوں انکل آپ کیسے ہیں اور اتنے دن بعد کال کی ہے آپ نے“ اسد نے انکا حال پوچھتے ساتھ شکوہ کیا تو وہ ہنس پڑے۔ ”بس بچے تھوڑا مصروف تھا تو کال نہیں کرسکا۔ اچھا شہریار کہاں ہے کال کیوں نہیں اٹھا رہا“ عالمگیر خان نے پوچھا۔ ”بھائی تو گڑیا کے ساتھ لاہور گئے ہیں“ اسد نے کہا تو عالمگیر خان کو اچنبھا ہوا۔ ”لاہور کیوں گئے ہیں۔ ہم لوگ تو لاہور نہیں ہیں“ عالمگیر خان نے کہا۔ ”وہ انکل بھائی گڑیا کو اس یتیم خانے کی اونر سے ملوانے لے کر گئے ہیں جہاں وہ رہتی تھی۔ ویسے آپ لوگ کہاں گئے ہیں“ اسد نے صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔ ”ہم سوات آئے ہیں۔ میری بیٹی سے ملنے“ عالمگیر خان نے کہا تو اسد کی آنکھیں پھیلیں۔ ”آپکی بیٹی“ اسد نے جیسے کنفرم کیا۔ ”ہاں میری بیٹیوں کا پتہ لگ گیا ہے۔ ایک سے تو میں مل چکا ہوں لیکن دوسری بیٹی کو ملنے کے لئے مجھے راولپنڈی واپس آنا پڑے گا“ عالمگیر خان نے کہا تو اسد کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ ”آپکی بیٹیاں مل

گئی ہیں انکل بہت مبارک ہو آپ کو" اسد نے کہا تو وہ مسکرائے۔"خیر مبارک بچے" عالمگیر خان نے اسے فوراً جواب دیا۔"انکل آپکی بیٹیاں کیسے ملی اور آپ نے بتایا ہی نہیں" اسد نے کہا تو وہ ہنسے۔"بچے یہ تو میں آکر بتاؤں گا۔ابھی یہ بتاؤ شہریار کا نمبر کیوں بند ہے۔مجھے میری بیٹی سے بات کرنی ہے "عالمگیر خان نے کہا تو اسد کو اچنبھا ہوا۔"انکل آپکی بیٹی؟ آپکی بیٹی کا بھائی سے کیا تعلق "اسد نے نا سمجھی سے پوچھا۔"میری بیٹی شہریار کی بیوی ہے۔مریم میری چھوٹی بیٹی ہے" عالمگیر خان نے کہا تو اسد نے یقین ہوا۔"کیا گڑیا۔۔آپکی بیٹی" اسد نے جیسے کنفرم کیا۔"ہاں مریم میری بیٹی ہے۔مجھے یہ بات کل ہی پتا لگی ہے" عالمگیر خان نے کہا تو اسد مسکرایا۔"انکل آپ فکر نا کریں میں بھائی کو کال کرتا ہوں۔آپ فکر نا کریں بس تھوڑی دیر دیں" اسد نے ایکسایٹڈ ہوتے کہا تو عالمگیر خان اسکے انداز پر مسکرائے اور اسے فی امان اللہ کہتے کال کاٹ گئے جس پر اس نے فون واپس رکھتے شاہجہاں بیگم کے

کمرے کی طرف جانا چاہا پر لاؤنج کے مین ڈور سے داخل ہوتی عائشہ کو دیکھ اسکے قدم رکے۔وہ اس وقت ڈارک بلیو کلر کی پرنٹڈ قمیض اور ساتھ وائٹ پینٹ پاجامہ پہنے گلے میں وائٹ ہی ڈوپٹہ پہنے خود پر بلیک شال اوڑھے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔اسد کو وہ پہلے سے کمزور لگ رہی تھی۔اسکی آنکھوں کے نیچے ہلکے پڑے تھے جو اسکی نیند کی کمی کی شکایت کر رہے تھے۔پر وہ یوں کھڑی اسد کا دل دھڑکا رہی تھی۔جبکہ عائشہ کا حال بھی اس سے جدا نا تھا وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہی تھی جو اس وقت ڈارک بلیو جینز اور وائٹ شرٹ پہنے ہاتھ میں مہنگی گھڑی جبکہ شرٹ کی فرنٹ پوکٹ میں گلاسس ارسائے کھڑا اسکو بے حد جاذبِ نظر لگا۔اسد نے گہری سانس بھرتے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکی اور اسکی طرف بڑھا۔اسے یوں اپنی طرف بڑھتے دیکھ عائشہ نے اپنی مٹھیوں کو بھینچتے اپنی ہتھیلی میں ناخن گاڑھے تھے جسے وہ دیکھتے اسد نے گہری سانس بھری اور اپنے قدموں میں تیزی لاتے اسکے سامنے جا کھڑا ہوا۔"اسلام

علیکم" اسد کو یوں اپنے سامنے کھڑے ہوتے دیکھ عائشہ نے نظریں جھکاتے سلام کیا۔"وعلیکم اسلام۔تم اتنی صبح صبح یہاں اکیلی کیا کر رہی ہو" اسد نے اسکے چہرے کے نقوش کو آنکھوں سے چومتے پوچھا جس پر عائشہ نے آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا لیکن وہ برق رفتاری سے نظریں جھکا گیا تھا۔"وہ گاڑی۔۔اچانک راستے میں۔۔بند ہو گئی تھی۔۔تو بڑے بابا نے ڈرائیور سے۔۔کہہ کر۔۔مجھے یہاں بھیج دیا۔۔اور ڈرائیور خود گاڑی لے کر۔۔شاپ پر گئے ہیں۔۔دوسری گاڑی ابھی۔۔آئی نہیں جب۔۔آئے گی تو وہ مجھے۔۔پک کر لیں گے" عائشہ نے کہا اور اپنی ہتھیلیوں پر ناخنوں کا زور بڑھاتے انھیں زخمی کیا جس پر اسد نے اب کی بار ہاتھ بڑھاتے اسکے دونوں ہاتھ تھامتے اسکی بھینچی ہوئی مٹھیاں کھولتے اسکی ہتھیلیوں کو دیکھا جنھیں وہ اپنے ناخنوں سے اچھا خاصا سرخ کر چکی تھی۔"سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن اپنے وقت پر۔یوں خود کو اذیت دے کر کچھ ٹھیک نہیں ہوتا۔یہ حرکت آج کی ہے آئندہ مت

کرنا۔خاص کر تب تک تو بلکل نہیں جب تک میں تمھارے پاس نہیں آسکتا۔ حکم نہیں دے رہا منت کررہا ہوں" اسد نے نرمی سے اسکی ہتھیلیوں کو سہلاتے کہا۔ اسکا دل چاہ رہا تھا وہ اسکی ہتھیلیوں پر اپنے لبوں سے مرحم رکھے لیکن ابھی قسم نے باندھ رکھا تھا۔وہ جانتا تھا قسم کے تحت اسے عائشہ سے بات بھی نہیں کرنی چاہیئے پر وہ بے بس تھا۔اسکا عشق سامنے تھا اور یوں بے بس نظر آرہا تھا وہ کیسے نا تڑپتا۔جبکہ اسکی بات سنتے عائشہ کی آنکھیں بھرائی تھیں۔"سب ٹھیک کردیں نا پھر" عائشہ نے کہا تو اس نے اب کی بار نگاہیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ چاکلیٹ براؤن آنکھیں گہری سیاہ رات جیسی کالی آنکھوں سے ٹکرائیں تھی۔عائشہ کی آنکھوں میں نمی تھی جبکہ اسد کی آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی۔وہ دونوں آج کئی دنوں بعد ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔"کردوں گا۔سب ٹھیک کردوں گا۔پر رونا چھوڑ دو۔ تمھاری ان سیاہ آنکھوں سے میں نے عشق کیا ہے اور ان آنکھوں میں نمی دیکھتے مجھے

بہت اذیت ہوتی ہے شہزادی" اسد نے کہا تو عائشہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔شہزادی لفظ سننے کو اسکے کان ترس گئے تھے اور آج وہ بول رہا تھا تو آنکھیں خود بخود دریا بنی تھیں۔"جانتے ہیں۔۔یہ لفظ۔۔سننے کو بہت۔۔ترسی ہوں میں" عائشہ نے کہا تو وہ اسد نے بے بسی سے آنکھیں میچی۔"بس کچھ دن اور پھر تمھیں یہ لفظ روز سناؤں گا۔بارہا سناؤں گا جتنی بار کہو گی اتنی بار سناؤں گا۔بس کچھ دن انتظار کرلو۔پھر سب ٹھیک ہوجائے گا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"وعدہ کریں"عائشہ نے اسے نم آنکھوں سے دیکھتے کہا۔"وعدہ بٹر فلائی۔لیکن تم بھی مجھ سے وعدہ کرو۔آئیندہ روگی نہیں" اسد نے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا۔"ایسا وعدہ نا مانگیں جو میں پورا نا کرسکوں" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"ٹھیک ہے وعدہ نہیں لیتا لیکن کوشش تو کرسکتی ہو نا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"شکریہ شہزادی۔بس کچھ دن اور میں وعدہ کرتا ہوں پھر سب ٹھیک ہو جائے گا" اسد

نے مدھم سا مسکراتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں چلتا ہوں آفس جانا ہے۔ تم اماں سائیں کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ اور ہاں ناشتہ بھجوا رہا ہوں کھا لینا۔ جانتا ہوں تم نے نہیں کیا ہوگا" اسد نے نرمی سے کہا اور ایک آخری بار اسکا حسین چہرہ آنکھوں کے راستے دل میں اتارتے اسکا ہاتھ چھوڑ گیا۔ "چلتا ہوں اپنا خیال رکھنا" اسد نے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑنے کی خواہش کو دل میں دباتے کہا اور ملازمہ کو اسکے لیے ناشتہ لانے کی ہدایت دیتے اسے دیکھا۔ "آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گیا۔ اسکے چہرے پر آج کافی دنوں بعد مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ وہ مسکراہٹ جو اسکی آنکھوں تک پہنچ رہی تھی۔ آج عائشہ سے ہوئی تھوڑی سی بات نے اس میں نئی زندگی پھونک دی تھی۔ اب اسے سب صحیح کرنا تھا اور جلد از جلد کرنا تھا۔ اسے اپنی شہزادی اور اپنے درمیان آئیں ان دوریوں کو ختم کرنا تھا۔

"آپ کب آئے ضار" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو ابھی روم میں داخل ہوا تھا۔ "بس ابھی آیا ہوں ضار کی جند جان۔ کیا میری روحِ من نے مجھے مس کیا" ضرار نے دروازہ بند کرتے پوچھا اور اسکی طرف قدم بڑھا گیا جو بیڈ پر بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ چلتے اسکے پاس بیٹھا اور نرمی سے اسے حصار میں لے گیا۔ "جی کیا تھا۔ آپ بتائیں کہاں گئے تھے۔ آپ نے بولا تھا آکر بتائیں گے" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وہ جس نمبر سے کال آتی ہے نا۔ میں اسکی کمپلین سبمٹ کرانے گیا تھا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ضرار آج مہرماہ کو یونی کے بعد گھر چھوڑتے لائبہ کے متعلق کچھ معلومات کا پتہ کرنے گیا تھا لیکن اسے آج بھی کچھ پتا نا لگ سکا جس پر وہ خاصا تپا ہوا تھا پر مہرماہ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اسکا سارا غصہ جھاگ کی مانند بیٹھ گیا تھا۔ "اچھا ہو گئی کمپلین سبمٹ" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے

ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں ہو گئی ہے۔ اچھا اسے چھوڑو یہ بتاؤ سب لوگ کہاں گئے ہیں۔ باہر کوئی بھی نہیں تھا“ ضرار نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ ”ماما بابا کسی کے گھر گئے ہیں۔ عائشہ آپی سو رہی ہیں اور ممانی جان بوتیک سے ابھی آئی نہیں ہیں“ مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تم نے کھانا کھایا“ ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہی۔ آپکا ویٹ کر رہی تھی“ مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا تو اسے ٹوٹ کر اپنی روحِ من پر پیار آیا۔ ”میں قربان اپنی کانچ کی گڑیا پر اور اس انتظار پر جو میری روحِ من نے کیا“ ضرار نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپ فریش ہو جائیں۔ میں کھانا لاتی ہوں“ مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ ”فریش بعد میں ہونگا۔ ابھی بس میں منہ ہاتھ دھو لوں پھر کھانا کھاتے ہیں“ ضرار نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکراتے اسے دیکھنے لگی۔ ”ایسے کیا دیکھ رہی ہو“ اسے یوں مسکراتے خود کو تکتے دیکھ ضرار نے پوچھا۔ ”آپ سے ایک بات پوچھوں“ مہرماہ نے اسکی

بات کا جواب دینے کی بجائے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گیا۔ ”آپکو تو باہر سے آتے ہی کھانا کھانے کی عادت نہیں ہے پھر آج یوں رضامند کیسے ہو گئے“ مہرماہ نے پوچھا تو اسکے چہرے پر مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”جب کسی کو دل میں بسایا جاتا ہے تب اسکے لیے عادت تو کیا فطرت بھی بدل لی جاتی ہے۔ اور تمھیں میں نے فقط دل میں نہیں روح میں بسایا ہے اور جسے روح میں بساتے ہیں پھر اسکے سامنے صرف سر خم کرتے ہیں عادتوں کے حساب سے نہیں چلتے ۔اور تم میرے انتظار میں بھوکی رہ سکتی ہو تو کیا میں تمھارے لیے کھانا جلدی نہیں کھا سکتا“ ضرار نے اسکے چہرے کو محبت بھری نظروں کے حصار میں لیتے کہا تو مہرماہ کی پلکیں لرزیں جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکی طرف جھکتے بے حد نرمی سے اسکی پلکوں پر لب رکھ گیا۔ ”وہ۔۔آپ منہ۔۔ہاتھ دھوئیں۔میں کھانا لاتی ہوں“ مہرماہ نے جلدی سے کہا اور بیڈ سے اٹھنا چاہا پر ضرار اسکی بازو پکڑتے اسے واپس اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔ اسکے یوں کھینچنے سے مہرماہ قریباً

اسکے اوپر جھک چکی تھی۔ "کک۔۔کیا۔۔ہوا" مہرماہ نے اپنا سرخ ہوتا چہرہ جھکاتے پوچھا۔ "میں نے تمھیں منع کیا ہے نا کام کرنے سے۔کوئی ضرورت نہیں ہے باہر جانے کی۔یہاں بیٹھو میں ملازمہ سے کہہ دیتا ہوں" ضرار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "ضار اس میں کونسا کام ہے۔ کچن میں سے کھانا ہی تو لینے جارہی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے جھکتے نرمی سے اسکے لبوں کو چھوتے اسکی بولتی بند کی۔ "بے شک تم صرف کھانا لینے جارہی ہو وہ بھی کچن تک پر مجھے یہ بھی نہیں قبول۔اور اگر تمھیں کام کرنے کا زیادہ شوق ہے تو تمھارے صرف دو ہی کام ہیں اور وہ ہیں سانس لینا اور مجھ سے محبت کرنا باقی ہر کام کی فکر چھوڑ دو۔وہ میں دیکھ لوں گا" ضرار نے کہا تو اس نے چہرہ اٹھائے بغیر ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار نے ہنستے اسکا سر چوما۔اسکی ماہ کو شرم ضرورت سے زیادہ ہی آتی تھی۔ "کیا ہوا روحِ من شرما رہی ہو" ضرار نے تنگ کرنے والے انداز میں کہا تو اس کا چہرہ مزید جھکا۔ "آپ انتہائی۔۔خراب

ہیں۔۔ضار" مہرماہ نے چہرہ اٹھائے بغیر منمناتے کہا تو وہ قہقہہ لگا گیا۔"خراب ہی سہی ہوں تو تمھارا نا" ضرار نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا اور بیڈ سے کھڑا ہوا۔"چلو میں آتا ہوں تم میرا ویٹ کرو "ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ واش روم میں بند ہوا۔جبکہ اسکے جاتے ہی مہرماہ نے ملازمہ کو کال کرتے کھانا روم میں بھیجنے کا کہا اور خود بیڈ پر بیٹھے اسکا انتظار کرنے لگی۔

"سنیے" ثانیہ نے اسے پکارا جو ناراض ناراض سا بیٹھا دل کے قریب لگ رہا تھا۔ثانیہ پچھلے دس منٹ سے اسے منا رہی تھی پر عامر نے جیسے آج نا ماننے کی قسم کھا رکھی تھی۔وہ ثانیہ سے ناراض تھا کیونکہ ثانیہ اسکے ہاسپٹل جانے کا فائدہ اٹھاتے آج بارش میں نہائی تھی۔وہ اسے منع کرکے گیا تھا کہ سردی ہے پر ثانیہ کو بارش میں نہانے کا بے حد دل کررہا تھا تبھی وہ اسکے جانے کا یقین کرتے

بارش میں خوب نہائی تھی جسکا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ اب اسے شام سے ہلکا ہلکا بخار ہورہا تھا۔وہ سوات کے اتنے ٹھنڈے موسم کی ابھی عادی نہیں تھی اور ایسے میں یوں بارش میں نہانے سے اسکو بخار ہونے کے ساتھ پوری باڈی میں درد بھی ہورہی تھی۔عامر کو گھر آتے ہی ملازمہ اسکے نہانے کے بارے میں آگاہ کرچکی تھی جس پر وہ خاصا خفا ہوا تھا۔اس نے آتے ثانیہ سے بات کیے بغیر اسے کھانا کھلایا اور میڈیسن دینے کے بعد اس سے خفا ہوتے آکر بالکونی میں بیٹھ گیا تھا۔ثانیہ کچھ دیر تو اسکا انتظار کرتی رہی پر اسے نا آتے دیکھ خود پر اسکی اجرک اوڑھتے بالکونی میں آتے اسے بلا رہی تھی جو اسکی طرف دیکھ تک نہیں رہا تھا۔ ”ثانیہ اندر جائیں۔آپکی طبیعت نہیں ٹھیک“ عامر نے اسکی پکار کے جواب میں کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اسے کیسے منائے۔ ”عامر پلیز بات تو سن لیں“ ثانیہ نے دوبارہ پکارا تو اس نے اب کی بار بھی اسے نہیں دیکھا۔ ”ثانیہ آرام کریں جا کر“ عامر نے اسے کہا تو اس نے منہ

پھلاتے اسے دیکھا اور چند قدم چلتے اسکے قریب ہوئی جو سنگل سیٹر کاؤچ پر بیٹھا سامنے دیکھ رہا تھا۔ "سنیے" ثانیہ نے اسے دوبارہ پکارا اور اسکی بازو پر ہاتھ رکھا تو عامر نے اب کی بار اسے دیکھا جو سیاہ لباس پہنے ساتھ اس کی اجرک پورے حق سے اوڑھ کر کھڑی بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ لیکن وہ ابھی بھی اس سے ناراض تھا۔ "آپ سنتی ہیں میری" عامر نے خفگی سے پوچھا تو ناچاہتے ہوئے بھی ثانیہ کے چہرے پر مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ وہ خفا خفا سا کتنا پیارا لگ رہا تھا۔ ثانیہ کو بے ساختہ اسے دیکھتے رہنے کا دل کیا۔ "اب سے سنا کروں گی پکا۔ پلیز مان جائیں" ثانیہ نے کہا تو اس نے قدرے خفگی سے اسے دیکھا۔ "آپ میری سنتی کب ہیں آپ کو کہتا ہوں آرام کریں پر آپ کو میری سننی ہی نہیں ہے۔ آپ بس اپنی کرتی ہیں ثانیہ" عامر نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے نگاہیں جھکائیں۔ "اب سے سنوں گی۔ سوری پلیز۔ مجھ سے بات تو کریں" ثانیہ نے منمناتے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ وہ ابھی پگھلنا نہیں چاہتا

تھا پر اسکا انداز اسے نرم پڑنے پر مجبور کر رہا تھا۔ "ثانیہ آپ جائیں اندر۔ میں ابھی آجاؤں گا فلحال مجھے کوئی بات نہیں کرنی" عامر نے بامشکل اس پر سے نگاہیں ہٹاتے کہا تو اسکے یوں جانے کا کہنے پر ثانیہ کی آنکھوں میں نمی آئی جس پر وہ ضبط نا رکھتے چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپاتے رونے لگی۔ اس کے یوں اچانک رونے پر عامر نے جھٹکے سے گردن موڑتے بوکھلاتے اسے دیکھا جو اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ "بیٹُو" عامر نے فوراً کھڑے ہوتے اسے سینے سے لگاتے پکارا لیکن وہ ہنوز رونے میں مصروف تھی۔ "ثانیہ شش چپ میرا بچہ۔ اچھا سوری نا میں نہیں ہوں ناراض۔ بیٹُو چپ کریں" عامر نے اسے بال سہلاتے کہا تو ثانیہ نے اس کے سینے میں چہرہ چھپایا۔ "سوری۔۔ عامر۔۔ پلیز۔۔ مجھ سے۔۔ ناراض۔۔ نا ہوں۔۔ مجھے بلکل۔۔ اچھا۔۔ نہیں لگ رہا۔۔ میں۔۔ آئیندہ آپکی۔۔ ساری۔۔ باتین مانوں۔۔ گی۔۔ پر۔۔ پلیز۔۔ مجھ سے یوں۔۔ خفا نا۔۔ ہوں۔۔ اچھا نہیں

۔۔لگ رہا" ثانیہ نے اسکے سینے سے چہرہ نکالے بغیر کہا تو عامر نے اسکا سر چومتے اس کے گرد حصار مضبوط کیا۔ "میری جان۔میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔بیٹُو رونا بند کریں۔آپ جانتی ہیں نا مجھے آپکو روتے دیکھ اذیت ہوتی ہے پلیز چپ کرجائیں۔سوری میرا بچہ پلیز رونا بند کریں" عامر نے منت کرنے والے انداز میں کہا۔وہ بولتے اپنے لفظوں پر بھی دھیان نہیں دے پایا تھا۔اس نے ثانیہ کو میری جان کہا تھا جسکا اسے تو کیا ثانیہ کو بھی اندازہ نہیں ہوا تھا۔اسکی بات سنتے ثانیہ نے اسکے سینے سے چہرہ نکالتے اسے دیکھا جس پر عامر کا دل کٹا تھا۔وہ یوں رو کر پل میں اپنی آنکھوں کا حشر بگاڑتے اسکے دل کو اذیت سے دو چار کر دیتی تھی۔آج اسکے دل نے تسلیم کیا تھا۔وہ سب برداشت کر سکتا ہے پر اپنی شریکِ حیات کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا اسکے لیے سوہانِ روح تھا۔"پر آپ مجھ سے۔۔بات۔۔بھی۔۔نہیں کر رہے تھے۔۔اور ناراض۔۔ہو کر بیٹھے۔۔تھے" ثانیہ نے ہچکی بھرتے کہا تو اس نے جھکتے

نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "بیٹُو آپ نے میری بات نہیں مانی تو میں ناراض تھا بچہ پر یہ غلط بات ہے۔آپ کے غلطی کرنے پر میں آپ سے روٹھ بھی نہیں سکتا۔اگر روٹھ جاؤں تو آپ یوں روئیں گی۔یہ اچھی بات نہیں ہوتی بیٹُو۔یوں رو کر آپ مجھے کمزور کردیتی ہیں" عامر نے بے و بسی سے اسکی پیشانی پر پیشانی ٹکاتے کہا۔اسکے انداز میں شکایت کا عنصر شامل تھا۔ "آپ کو۔۔پتا ہے نا۔۔آپ کے۔۔علاوہ کوئی بھی ۔۔ مجھ سے۔۔پیار نہیں۔۔کرتا ۔۔تو آپ۔۔بھی اگر ناراض۔۔ہوجائیں گے تو۔۔آپکی بیٹُو کو۔۔رونا تو۔۔ آئے گا نا" ثانیہ نے سوں سوں کرتے اسکی طرف دیکھتے حق سے خود کو اسکا کہا تو وہ مسکرایا۔ "آئی آیم سوری میرا بچہ۔اب سے ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ رونا بند کریں پلیز" عامر نے اسکے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے چُنتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ا"گر اب آپ ۔۔نے ایسا کیا تو میں۔۔ بات نہیں کروں گی " ثانیہ نے اسے دیکھتے دھمکی لگائی تو وہ ہنس پڑا۔ "نہیں نہیں اب ایسا کبھی نہیں

ہوگا۔ اتنی پیاری بیٹُو کو خود سے خفا تھوڑی کرنا ہے مجھے "عامر نے ایک ہاتھ سے دونوں کانوں کو ہاتھ لگاتے توبہ کی تو ثانیہ ہنس پڑی جسے دیکھ وہ پُرسکون ہوا اور اپنے دوسرے ہاتھ سے اسکی کمر پر گرفت مضبوط کرتے اسے مزید نزدیک کر گیا۔ اتنا کہ اب ثانیہ کی پیشانی اسکی ٹھوڑی کو چھو رہی تھی۔ اسکی حرکت پر ثانیہ نے بے ساختہ اسکے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتے اسے دیکھا جبکہ چہرہ الگ سرخ ہوا تھا۔ "رویا مت کریں۔مجھے آپکی آنکھوں میں آنسو نہیں پسند بیٹُو۔آپکے آنسو میری کمزوری بن گئے ہیں تو یوں رو کر مجھے کمزور مت کیا کریں" عامر نے اسکی پیشانی پر محبت سے لب رکھتے کہا تو ثانیہ آنکھیں موند گئی۔ "آپ مجھ سے ناراض مت ہوا کریں۔میں نہیں روؤں گی" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا۔ اسکی آواز میں لاڈ تھا جسے محسوس کرتے عامر سرشار ہوا۔ "میں آپ سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں بیٹُو۔آپ تو میری بیوی ہیں وہ بھی اتنی معصوم اور پیاری بھلا آپ سے ناراض ہو سکتا ہوں" عامر نے اسکی ناک دباتے کہا تو ثانیہ نے ناک

سکیڑتے اسے دیکھا۔ "لیکن ابھی تو بات نہیں کر رہے تھے" ثانیہ نے منہ پھلاتے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "وہ بس اس لیے تاکہ آپکو پتا ہو کہ آپ نے غلط کیا۔مجھے بتائیں اتنی سردی میں بارش میں نہانے کی کیا تُک بنتی ہے۔ابھی کمر کا زخم مکمل ٹھیک نہیں ہوا اور یوں نہا کر آپ اسے مزید خراب کر لیتی غلط بات ہے نا۔اور بارش کی وجہ سے آپکو بخار بھی ہوا ہے پہلے سے ہی آپ اتنی کمزور ہیں اب بخار کی وجہ سے جو کمزوری ہوگی وہ الگ تو بتائیں میں کیسے ناراض ہوتا" عامر نے اس کی گال پر ہاتھ رکھتے نرمی سے سہلاتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "سوری اب ایسا نہیں کروں گی۔بس آپ ناراض نا ہوا کریں" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کے سر پر لب رکھے۔ "میں نہیں ہوتا ناراض۔فکر نا کریں۔بس آپ سوری نا کہا کریں۔آپ میری بیوی ہیں آپ مجھ سے معافی مانگتی ہیں تو اچھا نہیں لگتا۔آپ معافی مت مانگا کریں۔یہ لفظ آپکی زبان سے ادا ہوتے اچھا

نہیں لگتا" عامر نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "لیکن اگر میری غلطی ہوئی تب تو معافی مانگوں گی نا" ثانیہ نے پوچھا تو وہ دلکشی سے مسکرایا۔ "اگر آپکی غلطی ہوئی تب بھی معافی میں ہی مانگوں گا" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے جواب دیا۔ "کیوں" ثانیہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ "کیونکہ آپ میری ہیں تو آپکی غلطی بھی میری ہی ہوئی اور اس کی معافی بھی میں ہی مانگوں گا" عامر نے کہا تو ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے۔ وہ کتنے حق سے اسے اپنا کہہ گیا تھا۔ اس نے بغیر کچھ کہے آگے سر جھکاتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ وہ اسکی تھی اور وہ اسے اب خود سے دور نہیں کر سکتا تھا۔

"ماہ اٹھ جاؤ" ضرار نے مہرماہ کے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا جو اسکے حصار میں اسکے سینے پر سر رکھے کسی ننھے بچے کی طرح سو رہی تھی۔ اسکی آواز پر مہرماہ نے منہ بنایا اور اس کے سینے میں چہرہ چھپایا جس پر وہ مسکرایا۔ "میری جند

جان ! یونی نہیں جانا کیا آج" ضرار نے اسکا سر چومتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کیوں سب خیریت ہے" ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر وہ پریشان ہوا۔ "روحِ من کیا ہوا ہے" ضرار نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اپنے روبرو کیا۔ "میمی نے آج بھی نہیں آنا۔ کل میں سارا دن بور ہوتی رہی ہوں یونی میں لیکن آج نہیں جانا مجھے" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "تو میری جان کی میمی نہیں آئی اس لیے یونی سے چھٹی کرنی ہے" ضرار نے پوچھا تو اس نے بیچارہ سا منہ بناتے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن ایسے اٹینڈس خراب ہوگی پتہ ہے نا" ضرار نے اسکے بال سہلاتے کہا۔ "جی لیکن ایک چھٹی سے کیا ہوگا" مہرماہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اچھا ٹھیک ہے آج کر لو چھٹی۔ یہ بتاؤ کرو گی کیا سارا دن" ضرار نے آئی برو اچکاتے پوچھا۔ "میں آج آپکے لیے کھانا پکاؤں گی" مہرماہ نے مسکراتے بتایا تو ضرار کے ماتھے پر بل پڑے۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے کچن میں جانے کی یا

کچھ بھی بنانے کی۔ اگر یہی سب کرنے کیلئے گھر رک رہی ہو نا تو چھٹی کینسل اٹھ کر تیار ہو تم یونی جاؤ گی میرے ساتھ" ضرار نے اسے دیکھ دانت کچکاتے کہا تو مہر ماہ نے منہ بنایا۔ "شوہر خوش ہوتے ہیں جب انکی بیوی انکے لیے کھانا پکاتی ہے اور ایک آپ ہیں جو ناراض ہو رہے ہیں" مہر ماہ نے کہا تو ضرار نے اسے مصنوعی گھورا جس پر وہ اسے ڈبل گھوری سے نواز گئی۔ "ان شوہروں کی بھی ایسی کی تیسی اور ساتھ تمھاری بھی۔ خبردار جو کچن میں ایک قدم بھی رکھا۔ ملازمین کی فوج اسی لیے رکھی ہے تاکہ تم کوئی کام نا کرو لیکن نہیں میری ماہ کو تو بس کام کرنا ہے" ضرار نے کہا تو مہر ماہ کا منہ پھر بنا۔ "ضار پلیز نا۔ آپ تو میرے اچھے شوہر ہیں نا۔ مان جائیں پلیز" مہر ماہ نے اب کی بار اس کی گال پر ہاتھ رکھتے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "ماہ مجھے بلیک میل مت کرو" ضرار نے بامشکل اپنا لہجہ خفا بناتے کہا لیکن اسکے لہجے میں موجود بے بسی مہر ماہ سے مخفی نا رہی جسے محسوس کرتے وہ ہنس پڑی۔ "ہنسو مت" ضرار نے

قدرے خفگی سے کہا تو مہرماہ پھر ہنسی جسے دیکھ اب کی بار وہ بھی ہنس پڑا۔ ”میری روحِ من دن با دن شرارتی ہوتی جارہی ہے“ ضرار نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے کہا تو مہرماہ نے ناک سکیڑتے اسے دیکھا۔ ”آپکی غلطی ہے اس میں“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسے محظوظ ہونے والے انداز میں دیکھا۔ ”اچھا جی وہ کیسے۔زرا بڑے بلب سے روشنی ڈالیں روحِ من“ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سرہلایا۔ ”دیکھیں پہلے تو آپ مجھے کسی غلطی کیلئے ڈانٹتے ہی نہیں اور میری ہر بات مانتے ہیں اور مجھے شرارتوں سے روکتے بھی نہیں اور نا ہی میری کسی بات پر ناراض ہوتے ہیں تو میرا شرارتی ہونا بنتا ہے“ مہرماہ نے کہا تو وہ سرشار ہوا۔ ”اچھا اب اسکا جواب دیتا ہوں پہلی بات میں تمھیں نہیں ڈانٹتا کیونکہ تم کوئی غلطی ہی نہیں کرتی۔دوسرا تمھاری ہر بات مانتے مجھے خوشی ملتی ہے۔اور تمھاری شرارتوں سے تمھیں نہیں روکتا کیونکہ تمھاری شرارتوں سے میری زندگی میں رونق ہے اور تم سے ناراض میں نہیں ہوسکتا

کیونکہ ایک بار تم سے ناراض ہو کر تمھیں رلا چکا ہوں لیکن اب میں ایسا کبھی نہیں کرنا چاہتا" ضرار نے ایک ایک لفظ اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ نے احاطہ کیا جبکہ رخسار گلابی ہوئے تھے جسے دیکھتے ضرار اسکی طرف جھکا اور نرمی سے اسکے دونوں رخساروں کو لبوں سے چھو گیا۔ اسکی حرکت پر مہرماہ کے رخساروں کا رنگ مزید سرخ ہوا تو وہ زوردار قہقہہ لگا گیا جس پر مہرماہ نے چہرہ اسکے کندھے میں چھپایا۔ "ضار۔۔نا ہنسیں" مہرماہ کی گھٹی گھٹی آواز سنتے اس نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا۔ "ارے کیوں نا ہنسوں کیا میں اتنا ڈراؤنا لگتا ہوں ہنستے ہوئے "ماہ ضرار نے شرارت سے مسکراتے پوچھا تو مہرماہ نے اسکے کندھے سے چہرہ نکالتے اسکی گال پر پڑتے ڈمپل کو دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔ "پھر "ضرار نے جان بوجھ کر بھرپور انداز میں مسکراتے اپنے ڈمپل کی نمائش کرتے پوچھا تو مہرماہ نے آنکھیں جھکائیں۔ "بہت پیارے لگتے۔۔ہیں تو۔۔یوں ہنسے گے تو۔۔نظر لگ جائے گی" مہرماہ

نے کہا تو ضرار کا ڈمپل مزید گہرا ہوا۔ ”اب ایسی باتیں کرو گی تو میں شرما جاؤں گا مسز راجپوت“ ضرار نے اسکے کان کے قریب جھکتے کہا تو مہرماہ کی آنکھیں پھیلیں اور اگلے ہی پل وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی جسے دیکھ ضرار بھی ہنسا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے حصار میں زندگی سے بھرپور قہقہے لگاتے در و دیوار کو انکی نظر اتارنے پر مجبور کر رہے تھے۔

”سائیں آپ جانتے ہیں میں آج پہلی بار فوزیہ آنٹی سے ملنے کا سوچ کر بہت نروس ہو رہی ہوں“ مریم نے اسے دیکھتے کہا جو گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ لوگ کل لاہور آئے تھے پر یتیم خانے نہیں گئے تھے کیوں کہ کل یتیم خانے میں فوزیہ چوہدری موجود نہیں تھیں تبھی وہ لوگ کل سارا دن لاہور کی مختلف جگہ گھومتے رہے۔ شہریار کا لاہور آنا جانا لگا رہتا تھا تبھی اس نے لاہور میں ایک فلیٹ لے رکھا تھا۔ وہ دونوں وہی رکے تھے۔ انکا آج کا دن بھی لاہور میں گزرنا تھا

اور کل انکی واپسی ہونی تھی۔ "کیوں پٹھانی۔ نروس کیوں ہو" شہریار نے اسکا ہاتھ تھامتے سہلایا۔ "پتا نہیں۔پر اتنے عرصے بعد جارہی ہوں اور وہ بھی آپکے ساتھ تو تھوڑی سی نروس ہوں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ چھوڑتے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔ "میری جان میں ہوں نا نروس ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے ریلیکس" شہریار نے نرمی سے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو مریم اسکے لمس پر فوراً پُرسکون ہوئی جسے محسوس کرتے شہریار مسکرایا۔ "اچھا ایک بات پوچھوں ویسے" شہریار نے لاہور کی سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے پوچھا۔ "پوچھیں" مریم نے اس سے دور ہوئے بغیر اسے دیکھا۔ "یتیم خانے میں فوزیہ آنٹی کے علاوہ تم نے کسی کو مس نہیں کیا۔کیونکہ تم نے کبھی ان کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں کیا" شہریار نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "میں نے سب کو مس کیا مطلب وہاں جو بچے میرے ساتھ تھے انھیں۔وہاں کی جو کئیر ٹیکرز تھیں انھیں سب کو بہت مس

کیا لیکن فوزیہ آنٹی کو سب سے زیادہ مس کیا کیونکہ انھوں نے نا صرف مجھے اپنی اولاد کی طرح چاہا بلکہ مجھے پردہ کرنا سکھایا، مجھے نماز پڑھنے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے اسکی تعلیمات پر عمل کرنے کا بھی بتایا اور آپ جانتے ہیں میں پانچ سال کی تھی جب مجھے ایک کئیر ٹیکر کو دیکھتے پشتو سیکھنے کا شوق چڑھا تھا۔ وہ کئیر ٹیکر پٹھان تھیں اور وہ پشتو بولتے اتنی پیاری لگتی تھیں کیا بتاؤں پھر میں نے فوزیہ آنٹی کو بتایا تو انھوں نے خاص ٹیوٹر کا انتظام کیا تھا جنھوں نے مجھے پشتو سکھائی۔ یہ سمجھ لیں میں انھی کی وجہ سے پشتو بولتی ہوں ورنہ آپکی پٹھانی کو آج پشتو نہیں آنی تھی" مریم نے ایک ایک کرکے اسے فوزیہ چوہدری کے ساتھ بتائی اچھی یادوں کے بارے میں بتایا تو وہ مسکرایا۔ "پھر تو مجھے ان سے ملتے ہی انکا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کیونکہ انکی وجہ سے مجھے میری پٹھانی کی اتنی میٹھی آواز میں پشتو سننے کا شرف حاصل ہوا ہے" شہریار نے کہا تو مریم کھلکھلائی جس پر وہ مسکرایا اور اسکے ماتھے پر لب رکھتے گاڑی یتیم خانے کے باہر

روک گیا۔ ”چلو آؤ“ شہریار نے گاڑی روکتے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار گاڑی سے اترتے اسکی سائیڈ پر آتے اسکے لیے دروازہ کھولتے اسکے سامنے ہتھیلی پھیلا گیا جسے وہ ایک لمحے کی دیر کیے بغیر تھامتے باہر آئی۔ باہر آتے ہی مریم کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری جسے اسکے نقاب نے چھپایا تھا لیکن اسکی آنکھوں کی چمک شہریار سے مخفی نا رہی۔ ”خوش ہو“ شہریار نے اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے پوچھا۔ ”بہت جانتے ہیں۔ یہ میرا گھر تھا“ مریم نے سامنے موجود یتیم خانے کو دیکھتے کہا۔ یہاں گزری ہر اچھی بُری یاد ذہن کے دریچوں پر آتے آنکھوں کو نم کر گئی تھی جسے دیکھ شہریار نے نفی میں سر ہلایا اور اسے ایک بازو کے حلقے میں لے گیا۔ ”رو کیوں رہی ہو“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”یہ جگہ میرا پہلا گھر تھی۔ یہاں کے سب لوگ میرے اپنے تھے تو بس ان سب سے ملنے کیلئے ایکسایٹڈ ہوں تبھی آنکھیں نم ہوگئیں“ مریم نے کہا تو وہ ہنسا اور اس کی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی

طرف کر گیا۔ "پٹھانی اپنے مائیکے آکر یوں رو رہی ہو۔ سب سمجھیں گے کہ شاید میں تم پر ظلم کرتا ہوں۔ کیوں پہلے دن ہی میرے سسرال میں میری امیج خراب کرنی ہے" شہریار نے شرارت سے اسکے آنسو صاف کرتے کہا تو مریم ہنس پڑی۔ "اللہ اللہ سائیں آپ بھی نا" مریم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان تمھارا ہوں نا" شہریار نے آنکھیں پٹپٹاتے کہا تو وہ پھر ہنس پڑی۔ "جی میرے ہیں۔ آپ فقط مریم خان یوسفزئی کے ہیں" مریم نے کہا تو وہ سرشار ہوا۔ "پٹھانی ہم پبلک پلیس میں ہیں۔ ایسی باتیں کرو گی تو میرا کیا ہوگا" شہریار نے کہا تو وہ ہنستے نفی میں سر ہلا گئی۔ "اچھا چلو بس کرو نظر لگ جائے گی میرے بچے کو۔ ہنسو مت" شہریار نے جلدی سے اسے کہا اور ساتھ ہی آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکتے اسکی نظر اتاری۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ اسکی پٹھانی کو کسی کی نظر لگے۔ "جی اچھا۔ چلیں اب اندر چلیں نا" مریم نے بچوں کی طرح اسکی بازو کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ نرمی

سے اپنی مضبوط گرفت میں لیتے اندر بڑھ گیا۔وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اندر کی طرف بڑھ رہے تھے اس بات سے انجان کے کسی کی شیطانی نگاہیں ان کے یہاں قدم رکھتے ہی ان پر گڑھ چکی تھیں جو اب تک انکے تعاقب میں تھیں۔اور ان نگاہوں میں موجود شیطانیت آج شہریار اور مریم کی زندگی میں ایک طوفان برپا کرنے والی تھی جس سے ابھی وہ دونوں انجان تھے۔

"ماہ کیا ہوا کیا سوچ رہی ہو "ضرار نے مہرماہ کی نازک کمر کے گرد حصار باندھتے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے پوچھا جو اسکا موبائل ہاتھ میں پکڑے کسی گہری سوچ میں گم بالکونی میں کھڑی تھی۔ضرار ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا تھا اور آتے ہی اسے مہرماہ نے بڑے فخر سے خود بتایا تھا کہ اس نے اسکی بات نا مانتے کچن میں نا صرف قدم رکھا بلکہ اسکے لیے بریانی بھی بنائی تھی جس پر ضرار نے اسے مصنوعی گھورتے سینے سے لگایا تھا۔وہ دونوں ابھی اوپر آئے

تھے۔ مہرماہ تو کھانا کھاتے ہی روم میں آگئی تھی جبکہ ضرار عائشہ کو دیکھنے گیا تھا جو آج آفس سے جلدی آتے سوگئی تھی۔ اسکے سر میں درد تھی تبھی وہ آج جلدی آگئی تھی۔ اب ضرار اسے ایک بار دیکھنے کے بعد روم میں آیا تھا لیکن سامنے اسے یوں کسی گہری سوچ میں دیکھ حصار میں لے گیا۔ ”ضار میں بھائی اور آپی سے بات کرنا چاہتی ہوں“ مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو ضرار نے نرمی سے اس کے گرد سے بازو ہٹاتے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔ ”ٹھیک ہے لیکن تم روؤ گی نہیں“ ضرار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”کوشش کروں گی۔ لیکن اگر روئی تو خفا ہونے کی بجائے سینے سے لگائیے گا کیونکہ میں جانتی ہوں میں رو دوں گی“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے نرمی سے اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے ایک ہاتھ اسکی کمر پر رکھا اور دوسرے سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ بلکل اپنے روبرو کیا۔ ”تم سے خفا نہیں ہو سکتا میں۔ ایسا بس اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ تمھارے آنسو مجھے اذیت دیتے ہیں“

ضرار نے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔ "جانتی ہوں پر پہلے بتا دیا تاکہ آپ مجھے سنبھال لیں" مہر ماہ نے کہا تو ضرار مسکراتے نرمی سے جھکتے اسکے لبوں کو چھوتے ان کی نرماہٹ محسوس کرتے سیدھا ہوا۔ "سنبھال لوں گا اور کچھ" ضرار نے پوچھا تو اس نے اپنا گلنار چہرہ جھکاتے نفی میں سر ہلایا جس پر وہ نرمی سے مسکرایا اور اسکے ہاتھ سے اپنا موبائل پکڑ گیا۔ "ابھی کرنی ہے کال" ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کس سے ثانیہ سے یا ماہ دیر سے" ضرار نے اپنے فون کے کانٹیکٹس اوپن کرتے پوچھا۔ "بھائی سے" مہر ماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور کال ملاتے موبائل اسے پکڑاتے جھکا اور بے حد نرمی سے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے قریبی کرسی پر اسے یونہی گود میں لیے بیٹھ گیا۔ اسکی حرکت پر مہر ماہ کا چہرہ گلابی ہوا لیکن اسکا دھیان ابھی فون کی طرف زیادہ تھا۔ اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ وہ آج دس سال بعد اپنے بھائی سے بات کرنے والی تھی۔ وہ کال اٹھائے جانے کا انتظار کر رہی

تھی اور اگلے ہی پل اس کا انتظار ختم ہوتے ماہ دیر کی بھاری آواز موبائل کے سپیکر سے ابھری جسے سنتے اسکی آنکھوں میں نمی آئی جس پر ضرار نے اسکا سر سہلایا۔ "اسلام علیکم۔ڈاکٹر ماہ دیر سکندر سپیکنگ ۔کون بات کر رہا ہے؟"

دوسری طرف ماہ دیر نے اپنا فون کان سے لگاتے کہا۔وہ اس وقت اپنے کیبن میں بیٹھا کوئی فائل پڑھ رہا تھا جب اسکے فون پر ایک ان نون نمبر سے کال آئی جسے وہ اٹھا گیا۔یہ کسی مریض کی کال تو نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ یہ اسکا پرسنل نمبر تھا جو اسکے عزیزوں کے علاوہ کسی کے پاس نا تھا۔تبھی اس نے سنجیدگی سے اپنا تعارف کرایا لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نا آیا۔ "ہیلو کون بات کر رہا ہے۔بولیں پلیز مجھے آپکی آواز نہیں آ رہی۔ایکس کیوز می؟" دوسری طرف سے کوئی جواب نا آتے دیکھ ماہ دیر دوبارہ بولا۔ "اسلام علیکم !" مہر ماہ جو بامشکل اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی۔اسکی دوسری پکار پر اسے سلام کر گئی۔جبکہ اپنے فون سے ایک لڑکی کی آواز سنتے وہ کچھ حیران ہوا۔اسکے پرسنل

نمبر پر ایک لڑکی کی کال آنا اسے خاصا عجیب لگا۔بھلا اسکا نمبر کسی لڑکی کے پاس کیسے آیا۔"وعلیکم اسلام ! محترمہ آپ کون اور آپکے پاس میرا نمبر کہاں سے آیا؟" ماہ دیر نے سنجیدگی سے سوال کیا۔کسی لڑکی کے پاس اسکا نمبر ہونا کافی عجیب بات تھی۔"میں ! میں وہ۔۔میں مہرماہ ضرار۔۔راجپوت بات کررہی ہوں۔کیا آپ سے بات۔۔ہوسکتی۔۔ہے" دو منٹ مہرماہ نے بامشکل اپنی کپکپاہٹ پر قابو پاتے پوچھا جبکہ ضرار مسلسل اسکے بال سہلاتے اسے پرسکون کررہا تھا۔وہ بھائی جس کا اس نے اتنا انتظار کیا تھا۔آج اس سے بات کرتے دل میں عجیب درد اٹھ رہا تھا۔جبکہ ماہ دیر جو کافی غور سے اسکی بات سن رہا تھا۔جبکہ اسکا نام سنتے بے یقین ہوا۔مہرماہ اسکی بہن ! اسکی گڑیا نے اسے کال کی تھی۔اسکا دل خوشی و مسرت سے نہال ہوا تھا۔جبکہ اسکی آواز سنتے سکون ملا تھا۔"مہرو گڑیا" ماہ دیر نے بے قراری سے اسے پکارا جس پر مہرماہ نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہچکی دبائی۔دس سال۔آج دس سال بعد اس

نے اپنے بھائی کے منہ سے اپنا نام سنا تھا جبکہ ضرار خاموش ہی رہا۔یہ بہن بھائیوں کا معاملہ تھا وہ اس میں نہیں بول سکتا تھا۔ ”ڈاکٹر مجھے۔۔بات کرنی ہے“ مہرماہ نے بامشکل خود کو اسے بھائی کہنے سے روکا تھا۔جب وہ دس سال اس سے لاتعلق رہا تو وہ بھلا کیوں اسکے سامنے روتی۔ ”گڑیا۔۔میں آپکا۔۔بھائی ہوں۔۔ آپ کا ماہر بھائی۔۔آپ مجھے ڈاکٹر کیوں کہہ رہی ہیں۔۔ میرا بچہ “اسکے لہجے میں اجنبیت محسوس کرتے ماہ دیر نے تڑپ کر کہا۔جس پر مہرماہ نے کھوکھلا سا قہقہہ لگایا جسے سنتے ضرار کا دل کٹا تھا۔ ”بھائی؟کونسے بھائی۔وہ بھائی جو۔۔دس سال پہلے مجھے۔۔چھوڑ کر۔۔چلے گئے۔۔تھے یا وہ بھائی۔۔جنھوں نے کبھی مُڑ کر میری۔۔خبر تک نہیں لی۔۔یا وہ۔۔جنھیں کبھی میرا خیال۔۔نہیں آیا۔۔ جنھوں نے کبھی مہرو سے۔۔پوچھا تک نہیں۔۔کہ زندہ ہو یا۔۔مرگئی“ مہرماہ اذیت کی انتہا پر بولی تو ماہ دیر کا دل پھٹنے کو ہوا جبکہ آنکھوں میں شرمندگی سے نمی تیری۔وہ غلط تو نہیں کہہ رہی تھی۔اس

نے کب اپنی بہن کی خبر لی تھی۔اس نے تو کبھی اس سے ملنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔وہ اپنی نفرت میں سب سے زیادہ زیادتی اپنی گڑیا کے ساتھ کر گیا تھا۔وہ گڑیا جس میں اسکی جان بستی ہے۔"گڑیا مجھے معاف کردیں۔۔میرا بچہ۔۔میں جانتا ہوں میں غلط۔۔تھا پر ایک بار مجھے بھائی۔۔کہہ دو میری جان۔۔میں دس سال اس لفظ کو سننے کیلئے۔۔ترسا ہوں" ماہ دیر نے بھرائی آواز میں کہا تو مہرماہ نے ہچکی بھری جسے سنتے ماہ دیر کا دل کٹا تھا۔اس کی بہن رو رہی تھی اور اس کا ذمہ دار وہ تھا۔ماہ دیر کا دل کیا کہیں جا کر مرجائے۔"میں بھی ترسی تھی۔۔آپکے لیے آپکے لمس۔۔۔کے لیے۔۔آپکے منہ سے۔۔گڑیا سننے کیلئے۔۔آپ کو اپنے لاڈ۔۔دکھانے کیلئے۔۔آپکے سہارے کیلیے۔۔آپ تھے میرے پاس۔۔نہیں تھے نا پھر کیوں۔۔کہوں میں آپکو۔۔بھائی" مہرماہ اب کی بار ہچکیوں سے روتے بولی تھی جس پر ماہ دیر کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہوئے تھے۔"میرا بیٹا میں جانتا ہوں میں بہت بُرا کیا۔۔پر پلیز۔۔مجھ

سے بات کریں آئی ایم سوری میرا بچہ۔۔میں بہت بُرا ہوں میں نے اپنی گڑیا کو اکیلا کردیا۔۔اپنی گڑیا کے پاس بھی نہیں آیا۔۔پر بچہ پلیزیوں۔۔مجھے اجنبی نا کرو" ماہ دیر نے کہا تو مہرماہ کے رونے میں اضافہ ہوا۔وہ کیسے کرتی اسے معاف اس نے جتنے ظلم سہے تھے کیا وہ بھولنے آسان تھے۔"ہرگز نہیں!۔میں نے۔۔آپ سے بات کرنی ہے۔۔اگر آپ وہ۔۔بات سننا چاہتے۔۔ہیں تو ٹھیک ورنہ۔۔میں فون رکھ دیتی ہوں۔۔کیونکہ میں ایسے اپنوں۔۔سے بات نہیں کرتی جو صرف نام کے ہی اپنے ہوں" مہرماہ نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے سپاٹ انداز میں کہا تو ماہ دیر کا دل کسی نے جیسے مٹھی میں بھینچ لیا۔اسکی گڑیا نے اسے غیر کردیا تھا۔یہ اذیت ناقابلِ برداشت تھی۔"گڑیا!" ماہ دیر نے بے بسی سے پکارا۔اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی گڑیا کو خود سے اتنا دور کردیا تھا۔ماہ دیر کو لگا گویا اس نے جیتے جی موت دیکھ لی ہے۔"میں نے صرف آپکو ایک بتانے کی غرض سے کال کی تھی۔آپ کی گڑیا

بن کر نہیں اور نا ہی میں آپکی گڑیا ہوں۔مجھے ان لفظوں سے مت پکاریں جن کا مان نہیں رکھا آپ کبھی" مہرماہ نے دل پر پتھر رکھتے کہا اور بے دردی سے اپنے رخسار رگڑتے آنسو صاف کیے۔"مجھے معاف کردو میرا بچہ۔پر ایسے مت کہو تمھارے ماہر بھائی کا دل پھٹ رہا ہے" ماہ دیر نے منت کی اسکے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں سمٹ آئی تھیں جسے محسوس کرتے ایک پل کو مہرماہ کا دل تڑپ اٹھا تھا۔پر وہ خود کو روک گئی۔"میرا بھی دل پھٹتا تھا جب میں ظلم برداشت کرتی تھی اور کوئی میرے پاس نہیں ہوتا تھا۔مجھے بھی اذیت ہوتی تھی پر خیر چھوڑیں اسے ابھی جو آپکو بات بتانے کیلئے کال کی تھی وہ سن لیں" مہرماہ نے اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھتے کہا تو ماہ دیر خاموش کچھ پل ہی رہا۔آج اسکی بہن کے آنسو اسکے منہ پر فقل لگا گئے تھے۔"جی بولیں میرا بچہ "ماہ دیر نے محبت و شفقت سے کہا تو مہرماہ کی آنکھوں سے پھر آنسو رواں ہوئے۔کاش وہ یہ لاڈ،یہ محبت ،یہ شفقت تب دکھاتا جب وہ اس سب کیلئے

تڑپتی تھی۔کاش وہ تب ہوتا جب اسے اپنے بھائی کی ضرورت تھی۔کاش وہ تب ہوتا جب اسکے بابا زندہ تھے۔پر وہ نہیں تھا۔تھا تو بس کاش جو اب تک ساتھ تھا۔"بابا کی دیتھ ۔۔ ہوگئی ہے۔۔ڈیڑھ ماہ ہوچکا ہے اس۔۔ بات کو۔ آپکو پہلے بتانا تھا۔۔پر آپکا نمبر اب ملا ہے۔بابا آپ سے ۔۔۔ملنے سوات آرہے تھے پر راستے میں۔۔ اس بس ۔۔کا ایکسیڈنٹ ہوگیا جس۔۔میں بابا۔۔ تھے۔ ۔بابا ہمیں چھوڑ۔۔کر جا چکے ہیں۔۔مجھے بس آپکو یہی بتانا تھا۔۔فی امان اللہ ماہر بھائی" مہرماہ نے آنسو بہاتے اسے خلیل صاحب کی وفات کی خبر سنائی اور بغیر اسکا جواب سنے فون بند کر گئی۔پر اس سے پہلے اسے ایک بار ماہر بھائی کہہ گئی تھی۔جبکہ ماہ دیر تو اسکی بات سنتے سکتے کی حالت میں فون کو دیکھ رہا تھا۔اسے لگتا تھا کہ خلیل صاحب وفات پا گئے ہیں۔وہ اتنا پاگل کیسے ہو سکتا تھا اسے پہلے کیوں اس بارے میں خیال نہیں آیا۔اسے سب سے پہلے مہرماہ کو آگاہ کرنا چاہیئے تھا کہ خلیل صاحب زندہ ہیں پر وہ کیسے اتنا اہم پوائنٹ مس

کرگیا۔ماہ دیر نے جلدی سے اپنے خیالوں کو جھٹکا اور دوبارہ نمبر ملایا پر اب فون نہیں مل رہا تھا۔ ”آہہ یا اللہ “ماہ دیر نے موبائل کو ٹیبل پر پٹکتے بے بسی سے اللہ کو پکارا۔اس کی آنکھوں سے آنسو نکلتے رخساروں کو بھگو رہے تھے۔اس کی گڑیا اتنی اذیت میں تھی اس کا دل پھٹ رہا تھا۔یہ اس نے کیا کردیا تھا۔وہ ایک بار نہیں بار بار اپنی بہن کی اذیت کی وجہ بنا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔وہ کیسے سب ٹھیک کرے۔وہ کیسے اپنی گڑیا سے بات کرے۔ اسکی گڑیا تو اس سے نفرت کرتی تھی۔آج جو بھرم دل میں تھا کہ شاید وہ اسے یاد کرتی ہو وہ ٹوٹ گیا تھا۔آج مہرماہ کے لہجے میں موجود اذیت ماہ دیر سکندر کا دل چیڑ گئی تھی۔وہ اسکو بھائی نہیں مانتی تھی دل جیسے پھٹنے کے در پر تھا۔وہ اسے ماہر بھائی کہہ کر تو گئی تھی پر الوداع لفظ اسکی سانس روک گئی تھی۔آج ماہ دیر سکندر کو اندازہ ہوا تھا کہ وہ اپنی نفرت اور انا میں کیا گنوا بیٹھا ہے۔ ”کاش میں یہاں نا آتا۔کاش میں گڑیا کے پاس رہتا کاش اللہ پاک یہ میں نے کیا کردیا“ ماہ دیر نے

بچوں کی مانند روتے کہا اور اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے بچوں کی مانند سسکیاں بھرتے رونے لگا۔ اسکا پورا کیبن اس وقت اسکے رونے کی آواز سے گونج رہا تھا۔ اسے اس وقت یہ تک بھول گیا تھا کہ وہ ہاسپٹل میں ہے اسے کوئی سن سکتا ہے کوئی اسے روتے دیکھ سکتا ہے۔ اسے یاد تھی تو بس اپنی گڑیا جسکا دل اس نے بُری طرح توڑا تھا اتنی بُری طرح کہ وہ اب اسے ماہر بھائی بھی نہیں کہنا چاہتی تھی۔

"ماہ پلیز چپ کرو" ضرار نے اسکی کمر سہلاتے کہا جو فون ہاتھوں میں پکڑے اونچی اونچی رو رہی تھی۔ ضار کیوں ۔۔ کیا بھائی نے ۔۔ ایسا ۔۔ وہ کیوں چلے ۔۔ گئے ۔۔ ضار ۔۔ وہ کیوں چھوڑ کر ۔۔ گئے مجھے" مہر ماہ نے ہچکیاں بھرتے اسے دیکھا۔ "میری جان۔ وہ وقت کا تقاضا تھا۔ اس وقت جو حالات تھے انھوں نے ماہ دیر کو جانے پر مجبور کیا ورنہ یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ وہ

تم سے کتنی محبت کرتا ہے" ضرار نے اسکے ہاتھ سے فون پکڑتے ایک طرف رکھا اور اسے سینے سے لگاتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ نہیں۔۔کرتے مجھ سے۔۔پیار ضار۔۔بلکل نہیں کرتے۔۔اگر کرتے تو یوں۔۔چھوڑ۔۔کر نا جاتے۔۔پھر حالات چاہے۔۔جیسے بھی ہوتے۔۔میں نے بھی ماما کو کھویا تھا۔۔پر کیا میں چھوڑ۔۔کر گئی کسی کو۔۔نہیں نا پھر۔۔بھائی کیوں چھوڑ گئے مجھے" مہر ماہ نے کہا تو ضرار نے نرمی سے اسکا سر چوما اور اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔وہ غلط نہیں کہہ رہی تھی۔ حالاتوں کی سختی نے اسے پتھر دل نہیں بنایا تھا بلکہ وہ تو زندگی کی اتنی سختیاں سہنے کے بعد بھی معصوم تھی۔ "میری جان تم تو میری روحِ من ہو۔تم سا کوئی دوسرا اس جہاں میں ہے ہی نہیں۔تم تو معصوم ہو بے حد معصوم۔تم نے زندگی کی تلخیوں کو ہنس کر جھیلا نا کہ انھیں خود پر حاوی کرتے دل کو پتھر کر لیا۔پر میرا بچہ حالات سب کے لیے ایک سے نہیں ہوتے۔ہو سکتا ہے ماہ

دیر نے تم سے زیادہ اذیتیں برداشت کیں ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا اس نے جو کیا ٹھیک کیا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس نے جو کیا کیوں کیا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "بھائی کو لگتا۔۔ہے بابا کی۔۔وجہ سے ماما۔۔کی دیتھ ہوئی ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔ "ہاں تو اب اس میں اسکا کیا قصور ہوا۔ وہاں سب کو یہی لگتا مجھے بھی۔ تم چھوٹی تھی ماہ جو اس وقت حالات تھے۔ اسکے حساب سے انکل کا ہی قصور نکلتا ہے۔ انھیں دوسری شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی یا اگر کرنی تھی تو اپھو سے اجازت لے کر کرتے پر انھوں نے نہیں بتایا بلکہ سوتن لے آئے اپھو کے سر پر اور اپھو کو برداشت نہیں ہوا تو انھیں صدمہ لگ گیا" ضرار نے کہا تو مہرماہ کی آنکھیں پھیلیں۔ "تو کیا۔۔بھائی کی بابا۔۔سے نفرت جسٹیفائی۔۔ہو سکتی ہے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "ہرگز نہیں میری جان۔ ایک بیٹے کا باپ سے نفرت کرنا کبھی بھی جسٹیفائی نہیں ہو سکتا۔ اس وقت حالات کو دیکھتے یہی

بنتا ہے کہ انکل کا قصور تھا پر اگر ہم عقلمدانہ نظریہ رکھتے دیکھیں تو اپھو کی زندگی ہی اتنی تھی۔ انکل اور اپھو کا جھگڑا بس ایک بہانہ تھا ورنہ اپھو کی موت کا وقت مقرر تھا سو وہ اس فانی دنیا سے رخصت ہوگئیں" ضرار نے نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "پھر تو کسی کی بھی غلطی نہیں ہوئی ضار۔ پھر بھائی بابا کو کیسے قصوروار ٹھہرا سکتے ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں نہیں ٹھہرانا چاہئے کیونکہ اس میں انکل کی تو کیا کسی کی غلطی نہیں ہے۔ اپھو اپنا وقت پورا کرکے گئیں ہیں تو اس میں یوں ایک دوسرے سے نفرت کرنا غلط ہے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن ضار بھائی نے جو کیا وہ بہت غلط کیا۔ بھائی کو یوں مجھے اور بابا کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے تھا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں بلکل نہیں جانا چاہیے تھا۔ یہاں ماہ دیر غلط ہے پر میری کانچ کی گڑیا۔ اس وقت جو حالات تھے انھوں نے ماہ دیر کو اتنا بڑا قدم اٹھانے پر مجبور کر

دیا۔ورنہ وہ آپ سے کتنا پیار کرتا ہے آپکو پتا ہے نا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن ضار مجھے بُرا لگا۔بھائی کا یوں مجھے چھوڑ کر جانا۔پھر دس سال میری طرف مُڑ کر بھی نا دیکھنا" مہر ماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میری جان میں جانتا ہوں لیکن ہو سکے تو اپنا دل صاف کرنے کی کوشش کرو۔میں جانتا ہوں تم ماہ دیر سے کتنا پیار کرتی ہو تو پھر یوں خود کو اذیت نا دو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں کوشش کروں گی ضار پر یہ میرے لیے بہت مشکل ہے۔دس سال کی اذیت دس منٹ میں نہیں بھولائی جاتی۔اذیت کا ایک لمحہ بھولنے میں عمریں گزر جاتی ہیں۔میں نے دس برس تکلیفیں برداشت کیں ہیں میں کیسے ایک پل میں بھول جاؤ" مہر ماہ نے کہا تو ضرار نے نرمی سے جھکتے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔ "مت بھولو۔میں کب کہہ رہا ہوں بھولنے کو۔میں بس اتنا کہہ رہا ہوں جو غلطی ماہ دیر نے کی ہے وہ تم نا کرنا۔اور یاد رکھنا جو لوگ عزیز ہوتے ہیں انکی باتوں کو دل سے نہیں

لگاتے اور جن کی باتیں دل سے لگانی ہوں انھیں عزیز نہیں رکھتے ورنہ بہت اذیت ہوتی ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں کوشش کروں گی ضار پر یہ آسان نہیں ہوگا" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا۔ "جانتا ہوں پر مجھے یقین ہے تم ظالموں کی فہرست میں نہیں آؤ گی" ضرار نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی اور اسکے سینے پر سر رکھ گئی جس پر وہ مسکراتے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ وہ جانتا تھا مہرماہ اپنے بہن بھائی سے کتنا پیار کرتی ہے اور ان سے دور رہ کر وہ ان سے زیادہ اذیت میں ہے تبھی اسے سمجھایا تاکہ وہ خود کو اذیت نا دے۔

"ماہ دیر بھائی کیا ہوا؟ آپ رو کیوں رہے ہیں" ثانیہ نے ماہ دیر کے کیبن میں داخل ہوتے اسے دیکھتے پوچھا جو چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بیٹھا رو رہا تھا۔ وہ آج عامر کے ساتھ لیڈی ڈاکٹر سے اپنی کمر پر موجود زخم کا چیک اپ کروانے آئی

تھی جسے کرواتے اب وہ گھر جا رہے تھے لیکن عامر کو کسی ڈاکٹر نے ایک بات کرنے کیلئے بلا لیا تھا تبھی اس نے ثانیہ کو ماہ دیر کے کیبن میں بھیج دیا جو اس ڈاکٹر کے کیبن کے قریب ہی تھا۔وہ ثانیہ کو اپنے ساتھ اس لیے نہیں لے کر گیا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی بیوی ایک غیر مرد کے سامنے بیٹھے۔تبھی وہ عامر کے کہنے پر یہاں آگئی تھی پر سامنے اپنے بھائی کو یوں روتے دیکھ ثانیہ تڑپ اٹھی تھی۔"بھائی کیا ہوا ہے"ثانیہ اسکے پاس گئی اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا جس پر ماہ دیر نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"میری گڑیا" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ ساکت ہوئی۔اس نے اسے گڑیا کہا تھا۔کیا وہ اسکے لیے رو رہا تھا۔کیا وہ جان گیا تھا وہ اسکی بہن ہے۔"بھائی"ثانیہ نے اسے بے تابی سے پکارا۔"میری مہرو۔۔میری۔۔گڑیا" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ کا اندر کچھ چھن سے ٹوٹا تھا جبکہ اسکا سانس رکا تھا۔مطلب وہ مہر ماہ کی بات کر رہا تھا اور وہ خوامخواہ خوش فہمی پال رہی تھی۔"کیا ہوا مہرو کو بھائی" اس نے بامشکل خود پر ضبط کرتے

پوچھا۔ ”میری مہرو مجھ۔۔سے نفرت کرتی۔۔ہے وہ مجھے۔۔بھائی نہیں کہنا۔۔چاہتی اسے مجھ سے نفرت ہے“ ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ نے اسے کہا۔ ”بھائی آپکو یہ کس نے کہا ہے“ ثانیہ نے فوراً پوچھا۔وہ جانتی تھی ایسا نہی ہو سکتا۔اس نے مہر ماہ کو گھنٹوں ماہ دیر کی تصویروں سے باتیں کرتے دیکھا۔ ”مہرو نے خود۔۔کہا ہے۔۔میری ابھی اس سے کال ۔۔پر بات ہوئی۔۔گڑیا پر۔۔وہ مجھ سے۔۔بات نہیں کرنا۔۔چاہتی“ ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ اپنے بھائی کو یوں روتے دیکھ اسکا کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔اگر وہ پہلی والی ثانیہ ہوتی تو اسے فرق نا پڑتا پر اب اسے فرق پڑتا تھا اور بے حد و حساب پڑتا تھا۔ ”نہیں بھائی ایسا نہیں ہے۔ہو سکتا ہے مہرو نے بس جذباتی ہو کر کہہ دیا ہو بھائی۔وہ آپ سے بہت پیار کرتی ہے سچ کہہ رہی ہوں“ ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ ”آپ کیسے کہہ سکتی ہو گڑیا۔۔مہرو نے ابھی مجھے۔۔کہا ہے وہ مجھے۔۔اپنا بھائی نہیں مانے گی کبھی“ ماہ دیر نے بے بس لہجے میں کہا تو ثانیہ

نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں بھائی ایسا نہیں ہے۔ وہ آپ سے بہت پیار کرتی ہے۔مجھے یقین ہے وہ بس جذبات میں بول گئی ہے۔ورنہ وہ گھنٹوں آپکی تصویر سے بیٹھ کر باتیں کرتی تھی۔اور روز آپکی تصویر کو دیکھ کر آپکو واپس آنے کا کہتی تھی۔وہ آپ سے بہت پیار کرتی ہے۔میں نے خود دیکھا ہے۔بھائی پلیز روئیں مت“ ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر نے چونکتے اسے دیکھا۔وہ کیا کہہ رہی تھی۔اس نے مہر ماہ کو دیکھا تھا کیسے اور کب جبکہ ثانیہ کو ابھی تک اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے۔ ”مہر ماہ کو میری تصویروں سے بات کرتے دیکھا ہے“ ماہ دیر نے پوچھا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی بھائی میں نے خود دیکھا ہے۔وہ گھنٹوں آپکے روم میں بیٹھ کر آپکی تصویروں سے باتیں کرتی تھی اور آپکو واپس آنے کا کہتی تھی اور کبھی کبھی تو میری اور ماما کی شکایت بھی لگاتی تھی اور بابا کی بھی“ ثانیہ نے اسکا موڈ ٹھیک کرنے کی غرض سے کہا تو ماہ دیر کا دماغ گول گول گھومنے لگا۔اسکی باتیں جس طرف اشارہ کر رہی تھیں ماہ دیر کے دل نے

بے ساختہ دعا کی ایسا نا ہو۔ "مہرو کو کہاں دیکھا ہے آپ نے" ماہ دیر نے اس کے روبرو کھڑے ہوتے اپنا چہرہ صاف کرتے پوچھا تو ثانیہ کی آنکھیں خوف سے پھیلیں۔ اسے اب اندازہ ہوا تھا وہ جلد بازی میں کیا کہہ گئی ہے۔ "وہ۔۔میں۔۔وہ" ثانیہ کو سمجھ نا آئی اب بات کیسے گول کرے۔ "مہرو کو کہاں دیکھا تھا آپ نے ثانیہ" ماہ دیر کا لہجہ سخت ہوا۔ "وہ۔۔ بھائی۔۔وہ بھائی گھر۔۔پر" ثانیہ نے آنکھیں سختی سے بند کرتے کہا تو ماہ دیر نے چونکتے اسے دیکھا۔ "کس کے گھر اور تمھارا مہرماہ سے کیا رشتہ ہے" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "وہ۔۔بھائی" ثانیہ کو سمجھ نا آئی بات کیسے سنبھالے۔ اسے اب افسوس ہورہا تھا اسے بولنے سے پہلے سوچنا چاہیئے تھا پر اب پچھتانے کا فائدہ نا تھا کیونکہ وقت اب ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ "کیا وہ بھائی۔ثانیہ بتاؤ تمھارا میری گڑیا سے کیا رشتہ ہے" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ نے چہرہ جھکایا جس پر ماہ دیر نے اسکی بازو پکڑی۔ "بولو ثانیہ کیا رشتہ ہے تمھارا مہرو سے۔کیسے جانتی ہو تم اسے

"ماہ دیر نے پوچھا تو ثانیہ نے خوف سے اسے دیکھا۔ وہ جانتی تھی ماہ دیر اس سے اور اسکی ماں سے کتنی نفرت کرتا ہے۔ "مم۔۔میں مہرو۔۔اور آپکی۔۔بہن ہوں۔۔ بابا اور پروین ماما۔۔کی بیٹی۔۔ثانیہ خلیل سکندر "اس نے ڈرتے ہوئے آج اپنا اصل تعارف کرایا تو ماہ دیر بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ "کیا کہا" ماہ دیر نے دوبارہ پوچھا۔ اسے لگ رہا تھا گویا اس نے کچھ غلط سنا ہو۔ "میں پروین۔۔ماما اور بابا۔۔کی بیٹی۔۔ہوں اور آپکی ۔۔بہ" ثانیہ کی بات پوری ہونے سے ماہ دیر دھاڑا تھا۔ "بکواس بند کرو اپنی۔نہیں ہو تم میری بہن سمجھی۔نہیں ہو تم میری بہن" ماہ دیر نے دھاڑتے کہا تو ثانیہ ڈر کر چند قدم پیچھے ہوئی جب کہ آنسو رخساروں پر بہتے چلے گئے۔ اسے ماہ دیر سے اتنے ہارش ری ایکشن کی امید نہیں تھی۔ "بھائی" ثانیہ نے کچھ کہنا چاہا۔ "شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔مجھے بھائی مت کہنا نہیں ہوں میں تمھارا بھائی" ماہ دیر ایک بار پھر دھاڑا جس سے وہ ڈر کر پیچھے ہونے کے چکر میں تقریباً پیچھے کو گرنے والی

تھی لیکن اس سے پہلے ہی دو مہربان بازو اسکے دونوں کندھوں کو پیچھے سے پکڑتے اسے گرنے سے روک چکے تھے۔عامر جو ڈاکٹر سے بات کرتے ابھی ماہ دیر کے کیبن میں آیا تھا ثانیہ کو یوں لڑکھڑاتے دیکھ فوراً آگے بڑھتے اسے تھام چکا تھا۔ جبکہ اپنے کندھے پر شناسا لمس محسوس کرتے ثانیہ نے جھٹکے سے گردن موڑتے عامر کو دیکھا جو فکر مندی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "بیٹُو کیا ہوا۔آپ رو کیوں رہی ہیں" ثانیہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ عامر نے تڑپ کر پوچھتے اسکا رخ اپنی طرف کرتے اسے فوراً سینے میں بھینچا جس پر ثانیہ کچھ کہنے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی جسے دیکھ عامر پریشان ہوا جبکہ ماہ دیر اب تک کھڑا ثانیہ کو زہر خند نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ "ثانیہ بولیں کیا ہوا میرا بچہ۔ رو کیوں رہی ہیں" عامر نے حجاب میں لپٹا اس کا سر سہلاتے پوچھا۔ "اس سے کیا پوچھ رہا ہے مجھ سے پوچھ" ثانیہ کے کچھ بھی بولنے سے پہلے ماہ دیر نفرت سے بولا تھا جس پر عامر نے اسے دیکھا جبکہ ثانیہ نے عامر کی شرٹ پر گرفت مضبوط کی

جسے محسوس کرتے وہ پریشان ہوتے اسکے گرد حصار مضبوط کرگیا۔ "کیا ہوا۔یہ کس لہجے میں بات کررہا ہے تو" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا جو زہر اگلتی نگاہوں سے ثانیہ کو گھور رہا تھا۔ "اسی لہجے میں بات کررہا ہوں جس لہجے کی یہ حقدار ہے" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے مٹھیاں بھینچی۔ "ماہ دیر تمیز سے.بیوی ہے میری" عامر نے ثانیہ کے کندھے کے گرد سے ہاتھ ہٹاتے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی جس پر ماہ دیر ہنسا۔ "تمیز سے؟ابھی تجھے اس کی اصلیت بتاؤں نا تو،تو بھی اس سے اسی لہجے میں بات کرے گا جس لہجے میں،میں کررہا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "کیا کہی جارہا ہے۔میں کیوں ثانیہ سے اس لہجے میں بات کروں گا اور ایسی کونسی اصلیت تجھے معلوم ہوگئی ہے جو بکواس کررہا ہے" عامر نے اسے دیکھتے کہا جبکہ ثانیہ تو ابھی تک اسکے سینے میں چہرہ چھپائے رورہی تھی۔اسکا بھائی اس سے اتنی نفرت کرتا تھا۔اسکا دل پھٹ رہا تھا۔ "یہ۔یہ جس کو یوں سینے سے لگائے کھڑا ہے جانتا ہے یہ کون

ہے۔ اسکے ماں باپ کون ہیں" ماہ دیر نے کہا تو عامر کو پل میں سارا معاملہ سمجھ آیا۔ مطلب ماہ دیر سب جان گیا تھا۔ وہ جان گیا تھا ثانیہ کے ماں باپ کون ہیں۔ وہ جان گیا تھا ثانیہ اسکی اور مہر ماہ کی کیا لگتی ہے۔ "بول جانتا ہے" ماہ دیر کی آواز سنتے عامر خیالوں سے باہر آیا اور گہری سانس بھر گیا۔ "ہاں جانتا ہوں" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "کیا جانتا ہے" ماہ دیر نے دو قدم اسکی طرف بڑھاتے پوچھا۔ "یہی کہ ثانیہ تیری بہن اور خلیل انکل کی بیٹی ہے" عامر نے بغیر گھبرائے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو ماہ دیر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "تو جانتا تھا۔ تو نے کبھی مجھے بتایا کیوں نہیں" ماہ دیر نے غم و غصے کی ملی جلی کیفیت سے پوچھا تو عامر نے گہری سانس بھری۔ "اس دن تجھے بتانا چاہا تھا میں نے۔ جب میرے گھر آیا تھا لیکن تیرے دل میں ثانیہ کے لیے اتنی نفرت بھری تھی کہ مجھے چھپانا پڑا" عامر نے کہا تو ماہ دیر کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ "چھپانا پڑا۔ تو نے اپنے یار سے اتنی بڑی بات چھپائی" ماہ دیر نے

دھاڑتے کہا تو ثانیہ کی گھٹی سی چیخ عامر کے سینے میں دبی۔ ”ہاں چھپائی کیونکہ میں جانتا تھا تیرا ری ایکشن اتنا ہارش ہی ہوگا جتنا ابھی ہے اور تیرے اس ردِ عمل کی وجہ سے میں اپنی بیوی کا دل نہیں توڑنا چاہتا تھا لیکن میں اس میں ناکام ہوگیا“ عامر نے دکھ سے کہا تو ماہ دیر نے صدمے سے اسے دیکھا وہیں ثانیہ نے ہچکی بھری۔ ”تو اسے اپنی بیوی کہہ رہا ہے ابھی بھی۔ کیا تو نہیں جانتا اس کی ماں نے کی وجہ سے میری زندگی تباہ ہوگئی، میری ماں مر گئی، میری بہن اکیلی ہوگئی اور میرا باپ یہاں کوما میں پڑا ہے صرف اور صرف اسکی ماں کی وجہ سے“ ماہ دیر نے چلاتے کہا۔ ”جو کیا ثانیہ کی ماں نے کیا۔ ثانیہ نے نہیں اور اگر ثانیہ نے بھی کچھ کیا ہوتا تب بھی میں اپنی بیوی کو یونہی سینے سے لگاتا لہذا میری بیوی کے بارے میں اب کوئی بکواس کرنے سے پہلے سو بار سوچنا“ عامر نے اسے دیکھتے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”تو اس لڑکی کے لیے مجھ سے لڑ رہا ہے“ ماہ دیر نے غم و غصے کی ملی جلی کیفیت سے کہا۔ ”ہاں لڑ رہا ہوں کیونکہ یہ کوئی عام

لڑکی نہیں ہے۔ میری بیوی ہے میری روح کا حصہ ہے۔ اور اسکے لیے میں اپنے جگری یار سے تو کیا پوری دنیا سے بھی لڑ سکتا ہوں سمجھا" عامر نے کہا تو ماہ دیر کی آنکھوں میں اذیت آئی جبکہ ثانیہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ وہ اسکے لیے دنیا سے لڑنے کی باتیں کر رہا تھا۔ "یہ کل کی آئی لڑکی تیرے لیے اہم اور میں آج غیر اہم ہوگیا ہوں" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا تو عامر نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ کل کی آئی لڑکی میری بیوی ہے ماہ دیر اور یہ میرے لیے بے حد خاص ہے لیکن تو، تو میرا دوست ہے اور تیری اہمیت ثانیہ کے آنے کم نہیں ہوئی۔ ثانیہ کو ہر چیز کا قصوروار مت ٹھہرا" عامر نے کہا تو وہ استہزائیہ ہنسا۔ "قصوروار کو قصوروار ہی ٹھہرایا جاتا۔ یہ اور اسکی ڈائن ماں ہمارا ہنستا بستا گھر کھا گئیں اور تو کہہ رہا ہے اسے قصوروار نا کہوں۔ میرا بس چلے تو میں اس کو جان سے مار دوں۔ آج اس کی اور اس کی ماں کی وجہ سے میری بہن مجھ سے نفرت کرتی ہے" ماہ دیر نے ثانیہ کو دیکھتے نفرت سے چلاتے کہا تو عامر

کے جبڑے سختی سے بھینچے جب کہ ثانیہ نے عامر کے سینے سے چہرہ نکالتے اسے دیکھا۔ ”اس سب۔۔میں میری۔۔کیا غلطی ہے۔۔ بھائی“ ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”تمھاری غلطی کیا ہے۔ارے تم تو سرتاپیر ایک غلطی ہو۔یقیناً تمھاری ماں نے بتایا ہی ہوگا تمھیں۔اس کی ایک غلطی کی وجہ سے ہی تم اس دنیا میں ہو اور اس غلطی کا خمیازہ میں نے اور میرے گھر والوں نے بھگتا“ ماہ دیر نے نفرت سے کہا تو ثانیہ کے رونے میں اضافہ ہوا جبکہ عامر نے غصے سے اسے دیکھا۔ ”کیا۔۔ مطلب۔۔ماما کی۔۔ غلطی“ ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر ماہ دیر زہر خند انداز میں مسکرایا۔ ”اوہ مطلب تمھاری ماں نے تمھیں نہیں بتایا چلو میں ہی بتا دیتا ہوں۔آخر کو تمھیں بھی پورا حق ہے اپنی اصلیت جاننے کا“ ماہ دیر نے کہا اور چند قدم چلتے بلکل ان دونوں کے سامنے آیا۔ ”اپنی بکواس بند رکھ ماہ دیر۔کوئی فضول بات مت کرنا۔ورنہ میں تیرا منہ توڑ دوں گا“ عامر نے اب کی بار غصے سے کہا تو ماہ دیر ہنسا۔ ”ارے کیوں نا کروں۔ اسے

اس کی سچائی پتا ہونی چاہیے۔بیچاری سے اسکی ماں نے اس کی اصلیت چھپائی" ماہ دیر نے کہا تو عامر کا دل خوف سے دھڑکا۔اگر ثانیہ وہ بات جان جاتی تو یقیناً ٹوٹ جاتی۔اور نہیں چاہتا تھا ایسا ہو کیونکہ وہ اس لفظ اور اس جملے کی اذیت سے آشنا تھا۔"ماہ دیر میں تیری منت کر رہا ہوں۔وہ بات مت کرنا" عامر نے ثانیہ کی بازو پکڑتے اسے اپنی پشت پر کیا جس پر ثانیہ نے اسے دیکھا۔ایسی کونسی بات تھی جسے چھپانے کی وہ منت کر رہا تھا۔"کیوں نا کروں۔تو ہی کہتا ہے نا اپنا اصل سب کو معلوم ہونا چاہیئے تو جب بات تیری بیوی پر آرہی ہے تب کیوں منتیں کر رہا ہے۔اسے بھی تو اپنا اصل معلوم ہونا چاہیے نا۔میں بتاتا ہوں آج۔یہ اپنے نام کے ساتھ خلیل سکندر نام لگا کر مجھے اپنا بھائی کہہ رہی ہے۔اسکی ماں نے اس سے بھی جھوٹ بولا ہے بیچاری کو اندھیرے میں رکھا گیا ہے۔مجھے لگتا ہے اسے پتا ہونا چاہیے" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے نفی میں سر ہلایا۔وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ ثانیہ کے سامنے وہ بات کی

جائے جسکا ابھی معلوم ہی نہیں کہ وہ حقیقت ہے بھی یا نہیں پر ماہ دیر جیسے آج اپنے حواس کھو بیٹھا تھا۔جبکہ ثانیہ تو ماہ دیر کی بات سنتے بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔کیا کہہ رہا تھا وہ کیا چھپایا تھا اسکی ماما نے اس سے۔"کیا۔۔مطلب"ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔"کوئی مطلب نہیں بیٹو آپ باہر جائیں میں آرہا ہوں" عامر نے ماہ دیر کے بولنے سے پہلے عامر بول اٹھا تھا۔"کیوں باہر بھیج رہا ہے۔بتانا اسے کیوں چھپا رہا ہے اس سے کہ یہ ناجائز ہے۔اپنی زانیہ ماں کے گناہ کا نتیجہ ہے" عامر ثانیہ کو روم سے باہر نکالتا اس سے پہلے ہی ماہ دیر کی آواز ثانیہ کے پیروں تلے سے زمین کھینچ چکی تھی۔"آپ۔۔کیا ۔۔کہہ۔۔رہے۔۔ہیں۔۔بھائی" اس نے آنکھوں میں اذیت لیے ماہ دیر کو دیکھتے پوچھا۔"سچ کہہ رہا ہوں۔تمھاری ماں کے ایک گناہ کا نتیجہ ہو تم۔کسی کی ناجائز اولاد ہو" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ لڑکھڑائی لیکن عامر اسے بروقت تھام چکا تھا۔"ماہ دیر اپنی بکواس بند کر"عامر نے دھاڑتے کہا پر ماہ دیر پر اثر نہیں ہوا

تھا۔ ”یہ۔۔سچ۔۔نہیں ہے۔۔نا۔۔میں۔۔بابا کی۔۔بیٹی۔۔ہوں“ ثانیہ نے لرزتے کہا تو ماہ دیر استہزائیہ ہنسا۔ ”بابا کی بیٹی۔ارے تم خلیل صاحب کی بیٹی نہیں ہو ناجانے کس کا گندا خون ہو۔ایک ایسا گناہ ہو جسے چھپانے کے لیے تمھیں میرے باپ کا نام دیا گیا ہے۔ورنہ تمھاری ماں نے ناجانے کس کی بیٹی کو جنم دیا تھا۔اور میرا باپ تمھاری ماں سے میری سو کولڈ دادی کی قسم مان کر شادی کر بیٹھا تاکہ خاندان کی عزت پامال نا ہو۔ورنہ جو حرکت تمھاری ماں نے کی تھی اسکے بعد قتل ہوتے ہیں لیکن سکندر خاندان والے ازل سے بے وقوف ایک گناہ کو چھپانے کے لیے دوسرا گناہ کیا۔میری ماں پر سوتن لاکر بٹھا دی اور تم جیسا ناجائز خون ہمارے گلے میں طوق کی طرح ڈال دیا“ ماہ دیر بولتے ثانیہ کے جسم سے روح کھینچ رہا تھا۔ ”ماہ دیر اپنی بکواس بند کر“ عامر نے ایک پھر دھاڑتے کہا اور ثانیہ کو دیکھا جو مردہ نگاہوں سے ماہ دیر کو دیکھ رہی تھی۔ ”ثانیہ“ ثانیہ کی خالی آنکھوں کو دیکھ اس نے فوراً اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسے

پکارا جس پر ثانیہ نے اپنی مردہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ”ایسا کچھ نہیں ہے بیٹُو پلیز کچھ نہیں ہوا ریلیکس پلیز“ عامر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا لیکن ثانیہ کی آنکھوں میں ٹوٹے کانچ کی کرچیاں دیکھتے اسکا دل کٹا تھا۔ ”جھوٹ کیوں بول رہا ہے عامر۔یہ سچ ہے یہ بات تو جانتا ہے پچھلے دس سال سے جانتا ہے اور اس دن تیرے گھر پر بھی تجھے بتائی تھی یاد ہے نا“ ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ نے عامر کو دیکھا۔ ”آپ جانتے تھے“ ثانیہ کی آواز ایک سرگوشی سے زیادہ کچھ نا تھی۔ اسکی آواز میں کرب محسوس کرتے عامر کا دل پھٹنے کے در پر تھا۔ ”ثانیہ“ عامر نے کچھ کہنا چاہا پر وہ اس سے پیچھے ہوتے ماہ دیر کی طرف قدم بڑھا گئی۔ اسکی چال میں واضح شکست تھی۔ اسکا چہرہ سرخ تھا جبکہ آنکھیں ویران تھیں جسے دیکھ پل بھر کو بھی ماہ دیر نرم نہیں پڑا تھا۔ ”پلیز۔۔ایک بار۔۔کہہ دیں۔۔یہ جھوٹ ۔۔۔ہے۔۔آپ نے۔۔غصے۔۔میں بولا۔۔ہے۔۔۔ سب“ ثانیہ نے اسکے بلکل سامنے کھڑے ہوتے کہا۔ اسکی آنکھوں میں امید

کی ننھی سی جوت تھی جیسے اسکی زندگی اب ماہ دیر کے لفظوں پر منحصر ہو۔جسے ماہ دیر بھی صاف دیکھ پا رہا تھا پر اس وقت وہ اپنی نفرت اور غصے میں سب بھول بیٹھا تھا۔"یہ جھوٹ نہیں ہے۔ایک ایک لفظ سچ ہے۔تم ناجائز ہو تمھارا باپ کون ہے کوئی نہیں جانتا۔اور تمھارا مجھ سے یا خلیل صاحب سے یا پھر سکندر فیملی کے کسی بھی انسان سے کوئی رشتہ نہیں ہے" ماہ دیر نے کہا تو اب کی بار ثانیہ کا وجود بے جان ہوا تھا اور اگلے ہی پل وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے اپنے پورے قد سمیت زمین بوس ہوئی تھی۔"ثانیہ" عامر نے چلاتے فوراً اسے کسی قیمتی اثاثے کی طرح اپنی باہوں میں بھرتے سینے سے لگایا جبکہ ماہ دیر اب تک سپاٹ نگاہوں ثانیہ کے بے ہوش وجود کو دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے بھی نرمی نہیں آئی تھی۔"ثانیہ بیٹُو آنکھیں کھولیں پلیز" عامر نے اسکا چہرہ تھپتھپاتے اسے پکارا پر ثانیہ کے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں تھی جسے دیکھ عامر کا دل خوف سے دھڑکا تھا۔عامر نے

ایک جھٹکے سے ثانیہ کو اپنی توانا بازوؤں میں اٹھایا اور دروازہ کی طرف لیکن جاتے جاتے رکتے ماہ دیر کی طرف پلٹتے غم و غصے سے اسے دیکھا۔ "اگر میری بیوی کو کچھ ہوا نا ماہ دیر سکندر تو تمھاری جان میں اپنے ہاتھوں سے لوں گا" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں آج ایک خوف تھا۔ اپنا سب کچھ کھو دینے کا خوف۔ اپنی کل کائنات ہارنے کا خوف۔ اپنی محبت سے ہجر کا خوف۔ ماہ دیر نے آج پہلی بار اسکی آنکھوں میں خوف دیکھا تھا۔ "اور آج سے ہماری یاری ختم۔ کوئی رشتہ نہیں ہے میرا تم سے ماہ دیر سکندر۔ مر گیا آج سے عامر ملک تمھارے لیے۔ زندگی میں کبھی دوبارہ مجھے اپنی شکل مت دکھانا" عامر نے ایک آخری بار غصے چلاتے کہا۔ یہ کہتے دل کے کسی کونے میں اذیت تو ہوئی تھی جبکہ ساتھ بیتے خوبصورت پل ذہن کے پردوں پر لہرائے تھے۔ پر آج جو ماہ دیر نے اسکی بیوی کے ساتھ کیا تھا۔ وہ کسی طور قابلِ معافی نہیں تھا جبکہ ماہ دیر اسکی پشت کو دیکھ رہا تھا جو اس سے سارے تعلق ختم

رکھتے اسے فاتحہ پڑھنے کا موقع دیے بغیر باہر نکل گیا تھا۔ ”آج تم لوگوں نے مجھ سے میرا دوست بھی چھین لیا“ ماہ دیر اپنے کیبن میں کھڑا دروازے کو دیکھتے بولا اور ڈھے جانے والے انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا۔آج اسکا دوست بھی اسے چھوڑ گیا تھا۔جو اسکے سکھ دکھ کا ساتھی تھا۔ آج وہ بھی اسے ان لوگوں کی وجہ سے چھوڑ گیا جنکی وجہ سے اس نے اپنے اپنوں کو چھوڑا تھا۔ماہ دیر کے دل میں پروین بیگم اور ثانیہ کے لیے موجود نفرت میں اضافہ ہوا تھا۔پر ایک دن آنا تھا جب اسی نفرت کو یاد کرتے ماہ دیر سکندر نے ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے رونا تھا۔ ”بیٹُو پلیز۔ آنکھیں کھولیں“ دوسری طرف ثانیہ کو یونہی گود میں اٹھائے باہر بھاگا جہاں ہاسپٹل کا آدھا سٹاف کھڑا تھا۔ یقیناً وہ ان کے دھاڑنے کی آواز سنتے یہاں آئے تھے۔پر عامر کو اس وقت کسی کی فکر نہیں تھی سوائے اپنی بیوی کی۔وہ ان سب کو نظر انداز کرتے تقریباً بھاگنے کے انداز میں ایمرجنسی روم

کی طرف بڑھا تھا۔کیونکہ ثانیہ کی کنڈیشن جس طرف اشارہ کررہی تھی۔وہ اسکا دل لرزا رہی تھی۔

"پٹھانی" شہریار نے مریم کو پکارا جو فوزیہ چوہدری سے باتیں کررہی تھی۔وہ دونوں دوپہر سے یہیں تھے اور اب عشاء کی اذان ہورہی تھی تبھی شہریار چاہتا تھا کہ وہ گھر چلیں پر مریم کا اٹھنے کا ابھی ارادہ نا تھا۔دوسرا شہریار جب سے یہاں آیا تھا اسکا دل گھبرا رہا تھا جسے وہ بامشکل نظر انداز کررہا تھا۔پر اب اسکی گھبراہٹ میں اضافہ ہونے لگا تھا تبھی اس نے جانے کا سوچا تھا پر مریم کو دیکھتے اسے لگ نہیں رہا تھا کہ ابھی وہ مانے گی۔"جی سائیں مریم" نے اسکی پکار پر اسے دیکھا۔"عشاء ہوگئی ہے" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلاتے اسے آنکھوں سے تھوڑی دیر مزید رکنے کا کہا جس پر شہریار نے گہری سانس بھری اور اسکی پلکوں کو جھپکتے اسکی بات مانی۔"بچے کیا ہوا۔سب

خیریت ہے" ان دونوں کے خاموش کلام کو دیکھتے فوزیہ چوہدری نے پوچھا۔انکی کوئی اولاد نا تھی تبھی وہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد زیادہ تر یہیں رکتی تھیں۔ "جی آنٹی سب ٹھیک ہے بس سائیں نماز کا کہہ رہے ہیں کہ گھر جا کر پڑھنی ہے یا یہیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرائیں جبکہ شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ارے بچوں یہیں پڑھ کر جانا۔بلکہ مریم آج ہم دونوں ساتھ میں نماز پڑھیں گے جیسے پہلے پڑھتے تھے" فوزیہ چوہدری نے کہا تو وہ مسکرائی اور شہریار کو دیکھا جس نے کچھ ہچکچاتے سر خم کیا۔وہ منع کرنا چاہتا تھا پر اسکی پٹھانی کی مسکراہٹ کا سوال تھا تبھی اسے ماننا پڑا۔جبکہ اس کے یوں ماننے پر مریم کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ "مریم بیٹا اٹھ کر نماز پڑھ لو پھر ڈنر تیار ہو جائے گا۔کر کے جانا۔میں وضو کر لوں زرا" فوزیہ بیگم نے کھڑے ہوتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "شہریار بیٹا آپ بھی نماز پڑھ آؤ" فوزیہ چوہدری نے کھڑے ہوتے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔انکے جاتے ہی شہریار کھڑا ہوا

اور اسکے پاس آتے اسکی بازو پکڑتے اپنے سینے سے لگا گیا۔مریم اسکی اچانک حرکت پر ایک پل کو بوکھلائی لیکن اگلے ہی لمحے اسکے گرد بازو حمائل کر گئی۔"کیا ہوا سائیں" مریم نے مدھم آواز میں اس سے پوچھا جسکی گرفت میں ایک عجیب سا ڈر تھا۔"پتا نہیں پٹھانی۔پر میرا دل نا جانے کیوں گھبرا رہا ہے" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاتھ اسکے بالوں میں سرکایا اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگی۔"سائیں کیوں دل گھبرا رہا ہے۔کیا کوئی بات تنگ کر رہی ہے آپکو" مریم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں پر پتا نہیں کیوں جب سے یہاں آئے ہیں دل کو عجیب خوف سا آرہا ہے۔ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی مجھے تم سے دور کردے گا" شہریار نے کہا تو مریم مسکرائی اور پیچھے ہوتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام گئی۔"سائیں آپکی پٹھانی کو کوئی آپ سے دور نہیں کر سکتا۔آپ کی مریم فقط آپکی ہے۔کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے جو آپکی پٹھانی کو آپ سے دور کرے۔ایسے مت سوچیں میں کہیں نہیں جارہی" مریم نے کہا

تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جانتا ہوں رگِ جاں پر اس دل کیا کروں جو آج مجھے خوفزدہ کر رہا ہے۔ میں کسی چیز نہیں ڈرتا پٹھانی۔ پر تمھاری دوری کا خیال ہی مجھے اس حد تک خوفزدہ کر دیتا ہے کہ میرا دل کرتا ہے تمھیں کسی ایسی جگہ چھپا دوں جہاں صرف ہم دونوں ہوں“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”ٹھیک ہے جب ہم گھر جائیں گے۔ آپ مجھے چھپا لیجیے گا۔ ابھی پلیز اپنا موڈ ٹھیک کریں۔ سب ٹھیک ہے میں کہیں نہیں جا رہی۔ اور نا ہی کوئی مجھے آپ سے دور کر رہا ہے“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکی طرف جھکتے نرمی سے اسکے گداز لبوں کی نرماہٹ محسوس کرنے لگا جس پر مریم نے سرخ پڑتے آنکھیں موندیں۔ شہریار کچھ دیر بعد سیدھا ہوا اور نرمی سے اپنی پیشانی اسکی پیشانی سے ٹکا گیا۔ ”پلیز پٹھانی کبھی مجھے چھوڑ کر مت جانا۔ تم میری روح کا سکون ہو۔ تم اگر مجھ سے دور ہوئی تو میں بے سکون ہو جاؤں گا“ شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”سائیں میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ آپ میری کل

کائنات ہیں۔ آپکو چھوڑ کر میں کہاں جاؤں گی۔ میرا آپکے سوا ہے ہی کون"
مریم نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ وہ اس بات کا جواب اسے راولپنڈی
جا کر دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ جان گیا تھا اسکے علاوہ بھی اسکے اپنے
ہیں۔ اسد اسے ہر بات سے آگاہ کر چکا تھا پر اس نے ابھی مریم کی بات عالمگیر
خان سے نہیں کروائی تھی۔ وہ اب اسکی روبرو ملاقات کرانے کا ارادہ رکھتا
تھا۔ "جانتا ہوں سکونِ حیات پر اس ڈر کا کیا کروں جو آج میرے دل میں
سانپ کی مانند کنڈلی مار کر بیٹھ گیا ہے" شہریار نے کہا تو مریم نے نرمی سے اسکا
ہاتھ تھامتے اس کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اسے ہمیشہ کی طرح ماتھے سے
لگایا جس پر شہریار پل میں پُرسکون ہوا جبکہ اسکی حرکت پر ہمیشہ کی طرح اسکا
سر سہلا گیا۔ "اس ڈر کو نکال کر پھینک دیں۔ میں کہیں نہیں جا رہی۔ آپ جلدی
سے نماز پڑھ کر آئیں۔ میں آپکا انتظار کر رہی ہوں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور
بے حد نرمی سے اسکی گال کو اپنی پوروں سے چھو گیا۔ "پٹھانی میری سانسوں

کی ڈوری تم سے جُڑی ہے۔ اگر تم جدا ہوئی تو تمھارے سائیں پر سانسیں تنگ ہو جائیں گی پلیز یہیں رہنا میرے پاس" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسے شدت سے سینے میں بھینچ گیا۔ اس نے مریم کو یوں سینے سے لگایا تھا گویا اسکی زندگی اس پر منحصر ہو اور یہی تو سچ تھا۔ شہریار ملک کا سکون، اسکی زندگی، اسکی خوشیاں سب مریم کی موجودگی پر ہی انحصار کرتا تھا۔ "میں صرف تھوڑی دیر میں آیا۔ تم بھی نماز پڑھ لو اور ہاں اپنا خیال رکھنا پٹھانی" شہریار نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ آنکھیں موند گئی۔ "آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا اور جلدی آئیے گا۔ فی امان اللہ سائیں" مریم نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "فی امان اللہ پٹھانی" شہریار نے ایک بار پھر جھکتے اسکا ماتھا چوما اور باہر نکل گیا۔ پر اسکے ہر اٹھتے قدم کے ساتھ اسکی دھڑکنیں بڑھتی جارہی تھی۔ خوف میں اضافہ ہورہا تھا۔ دل ہمک ہمک کر

واپس جانے کی ضد کر رہا تھا۔پر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے جا رہا تھا۔تبھی واپسی کا ارادہ ترک کرتے قریبی مسجد کا رخ کیا۔

"مریم آپی ! میں اندر آجاؤں" مریم نے ابھی دو سنت پڑھتے سلام پھیرا تھا جب دروازہ نوک ہونے کے ساتھ باہر سے ایک معصوم سی آواز آئی جسے سنتے وہ مسکرائی اور اٹھتے اپنے چہرے پر نقاب کیا اور فوزیہ چوہدری کو دیکھا جنھوں نے اپنا چہرہ اسکی طرح ہی ڈھانپ لیا تھا۔وہ اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں جبکہ مریم نماز پڑھ رہی تھی۔"کیا ہوا رومی۔یہاں کیا کر رہے ہو۔آؤ اندر" مریم نے دروازہ کھولا تو سامنے ہی ایک پانچ سالہ بچہ کھڑا مسکراتے اسے دیکھ رہا تھا۔مریم نے اسے اندر آنے کی دعوت دی تو وہ مسکراتے اندر داخل ہوا۔وہ بچہ مریم کے راولپنڈی جانے سے ایک ماہ قبل ہی یتیم خانے میں آیا تھا لیکن وہ مریم سے بے حد اٹیچ تھا۔وہ ابھی یہاں مریم،

فوزیہ چوہدری اور چند ہم عمر بچوں کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا تھا۔ "کیا ہوا رومی کوئی بات کرنی ہے" مریم نے اسکے سامنے بیٹھتے پوچھا اور اپنے چہرے سے نقاب ہٹا گئی۔ "جی آپی باہر ایک بڑے بھائی آپکو بُلا رہے ہیں" رومی نے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "کونسے بڑے بھائی رومی" مریم نے اسکا ننھا سا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "مریم آپی پتا نہیں پر کہہ رہے ہیں آپکو بلا دوں" رومی نے کہا تو اب کی بار فوزیہ چوہدری نے قرآن پاک بند کرتے اسے دیکھا۔ "اچھا انکا نام پوچھا تھا" مریم نے پوچھا تو اس بچے نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی انکا نام شہریار ہے۔وہ کہہ رہے تھے کہ آپکو کہوں انکی بات سن لیں۔پھر انھیں نماز پڑھنے جانا ہے" رومی نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ شہریار ابھی تک نماز پڑھنے نہیں گیا تھا۔یہ سنتے اسے حیرت ہوئی تھی کیونکہ نماز کی ادائیگی میں وہ کبھی دیر نہیں کرتا تھا لیکن اگر وہ اسے یوں باہر بُلا رہا تھا تو یقیناً کوئی ضروری بات ہی ہوگی۔ "اچھا وہ کہاں ہیں رومی" مریم نے اسکے بال بگاڑتے پوچھا۔ "وہ آپی فلٹر

کے پاس کھڑے ہیں" رومی نے کہا تو مریم کو اچنبھا ہوا۔ وہ بھلا وہاں کیا کر رہا تھا۔ فلٹر تو بیک سائیڈ کی طرف تھا بھلا شہریار کو وہاں اس سے کیا کام ہے مریم کو نا جانے کیوں یہ عجیب لگا۔ "شہریار فلٹر کے پاس کیا کر رہا ہے" اب کی بار فوزیہ چوہدری بولیں۔ "پتا نہیں میں دیکھتی ہوں" مریم نے کہا اور اپنا چہرہ ٹھیک سے ڈھانپتے باہر کی جانب بڑھی۔ "مریم بچے میں بھی چلتی ہوں تمھارے ساتھ" فوزیہ چوہدری نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں آنٹی آپ بیٹھیں میں بس دو منٹ میں آرہی ہوں۔ میری بھی ابھی نماز رہتی ہے۔ سائیں کو یقیناً کوئی بات کرنی ہوگی تبھی بلا رہے ہیں" مریم نے کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلا گئیں۔ میاں بیوی کے درمیان جانا انھیں عجیب لگ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے گڑیا لیکن جلدی آنا" فوزیہ چوہدری نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گئی جبکہ رومی آتے مزے سے فوزیہ چوہدری کے پاس لیٹ گیا تھا۔ "مورے آپ سے ایک بات پوچھوں" رومی نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "پوچھو رومان"

انھوں نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا۔ ”مریم آپی اب یہاں کیوں نہیں رہتیں“ رومان نے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔ ”کیونکہ اب مریم کی شادی ہوگئی ہے“ فوزیہ چوہدری نے کہا تو وہ ہنسا۔ ”اب وہ کیا ہوتا ہے“ رومان نے پوچھا تو وہ بھی ہنس پڑیں۔ ”جب تم بڑے ہوگے تب بتاؤں گی ابھی یہ بتاؤ۔ یہاں کیا کر رہے ہو اور مریم کا شوہر کیا کہہ رہا تھا“ فوزیہ چوہدری نے پوچھا تو اس نے بُرا سا منہ بنایا۔ ”وہ کہہ رہے تھے کہ چڑیا کو بلا کر لاؤ“ رومان نے مزے سے بتایا تو فوزیہ چوہدری کا چلتا ہاتھ رکا۔ ”چڑیا“ انھوں نے یہ لفظ دہرایا۔ وہ جانتی تھیں یہ لفظ کون استعمال کرتا ہے پر شہریار مریم کو چڑیا کیوں کہہ رہا ہے۔ ”جی چڑیا۔ پھر میں نے پوچھا کون چڑیا تو کہتے پردے والی آپی جو آپکے پاس ہیں اور وہ مریم آپی ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون تو کہتے میں انکا شوہر ہوں اور انھیں کہوں کہ شہریار بلا رہا ہے انھیں“ رومان نے حرف با حرف اپنے اور شہریار کے مابین ہونے والی بات بتائی تو فوزیہ چوہدری حیران

ہوئی۔شہریار کا مریم کو چڑیا اور پردے والی آپی کہنا انھیں عجیب لگ رہا تھا بلکہ شہریار کا یوں مریم کو فلٹر کے پاس بلانا زیادہ عجیب لگا۔ ناجانے کیوں انکا دل دوسری طرف جارہا تھا پر جو وہ سوچ رہی تھیں ایسا کیسے ہوسکتا تھا کیونکہ سفیان چوہدری تو لاہور میں تھا بھی نہیں۔وہ تو راولپنڈی گیا تھا اپنی کسی زمین کے سلسلے میں بھلا وہ یہاں کیسے آسکتا ہے۔"اچھا چلو آؤ مریم کو دیکھ کر آئیں" فوزیہ چوہدری کو ناجانے کیوں یہ سب عجیب لگ رہا تھا تبھی کھڑے ہوتے رومان سے کہا جو فوراً ہاں میں سرہلاتے کھڑا ہوا اور انکا ہاتھ تھام گیا۔جس پر وہ اسکا ہاتھ یونہی پکڑے دروازہ کھولتے باہر آئیں اور سیڑھیوں والے رستے کی طرف مڑیں لیکن ابھی وہ چند قدم ہی چلی تھیں جب سیڑھیاں چڑھتے سفید شلوار قمیض پہنے شہریار اوپر آتا نظر آیا جسے دیکھ وہ حیران ہوئیں۔لیکن اس سے زیادہ اس بات کی تھی کہ مریم اسکے ساتھ نہیں تھی۔"آنٹی مریم کہاں ہے" شہریار نے انکے پاس آتے پوچھا تو اب کی فوزیہ چوہدری کے پیروں تلے سے

زمین جیسے کسی نے کھینچ لی تھی۔ "کیا مطلب مریم کہاں ہے۔ اسے تو ابھی آپ نے بلایا تھا نا فلٹر کے پاس" فوزیہ چوہدری نے کہا تو شہریار نے انھیں دیکھا۔ "کیا مطلب میں نے بلایا ہے۔ آنٹی میں تو ابھی نماز پڑھ کر آیا ہوں" شہریار نے کہا۔ اسکا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ "اگر تم نے مریم کو نہیں بلایا تو فلٹر کے پاس مریم کو کس نے بلایا ہے" فوزیہ چوہدری نے کہا تو شہریار کا دل رکا۔ وہ ایک لمحہ ضائع کیے انھیں پیروں پر واپس نیچے کی طرف بھاگتے فلٹر والی سائیڈ پر آیا جہاں کوئی نہیں تھا۔ "مریم" شہریار نے یہاں آتے اونچی آواز میں اسے پکارا پر وہاں مریم تو کیا اسکی پرچھائی بھی نہیں تھی۔ "پٹھانی کہاں ہو تم" شہریار نے دھڑکتے دل کو قابو کرتے چند قدم آگے بڑھاتے اسے پکارا پر پھر کوئی جواب نا آیا۔ "آپکو کس نے کہا تھا کہ مریم کو میں نے بلایا ہے" شہریار نے فوزیہ چوہدری کی طرف مُڑتے پوچھا تو انھوں نے پاس کھڑے رومان کی طرف اشارہ کیا جس پر شہریار نے اس کے قریب آتے اس بچے کا ہاتھ

پکڑا۔ ”کس نے بلایا تھا مریم کو بیٹا“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”شہریار نے“ رومان نے کہا تو شہریار کے پیروں تلے سے زمین نکلی۔ اس نے کب بلایا تھا وہ تو نماز پڑھ کر ابھی آیا تھا۔ کس نے اسکی پٹھانی کو اس کے نام پر بلایا تھا۔ وہ فوراً اس بچے کا ہاتھ چھوڑتے مریم کو آوازیں لگانے لگا پر کوئی جواب نا آیا۔ شہریار کی دھڑکنیں تھم رہی تھیں۔ اسکی پٹھانی پورے یتیم خانے میں کہیں نہیں تھی۔ ”مریم کہاں ہو تم“ شہریار کی آواز لرزی تھی۔ وہ پورے یتیم خانے کا چپا چپا چھان چکا تھا پر مریم کہیں نہیں تھی۔ اس نے اپنے گارڈز کو یتیم خانے کے ارد گرد کی ساری جگہوں پر مریم کو ڈھونڈنے بھیجا تھا جبکہ خود وہ یہاں ڈھونڈ رہا تھا۔ ”پٹھانی کہاں ہو تم یار۔ تم نے کہا تھا میں واپس آؤں گا تو تم یہیں ہوگی“ پورا یتیم خانہ تلاشنے کے بعد بھی جب مریم اسے نا ملی تو شہریار وہیں کوریڈور میں زمین پر تھکے ہوئے جواری کی طرح بیٹھتے بولا۔ ”میں نے تو نہیں بلایا تھا تمھیں پھر تمھیں کس نے بلایا۔ تم کیوں گئی پٹھانی“ شہریار نے زمین کو خالی خالی

نظروں سے دیکھتے مریم کو خیالوں میں مخاطب کیا۔ ”میں جانتی ہوں شاید مریم کو کس نے بلایا“ ہوگا فوزیہ چوہدری نے شہریار کی بات سنتے کہا تو شہریار نے نظریں اٹھاتے انھیں دیکھا۔ ”کس نے“ اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پوچھا۔ ”سفیان نے“ فوزیہ چوہدری نے کہا تو شہریار کے ماتھے پر نا سمجھی کے بل پڑے۔ ”سفیان کون ہے آنٹی“ شہریار نے فوراً پوچھا۔ ”سفیان میرے شوہر کا بھتیجا“ فوزیہ چوہدری کے کہنے پر شہریار نے اچنبھے سے انھیں دیکھا۔ بھلا مریم کا ان کے بھتیجے سے کیا تعلق۔ اس نے کیوں بلایا ہوگا مریم کو۔ ”آنٹی وہ کیوں بلائے گا مریم کو۔ اسکا مریم سے کیا تعلق ہے پلیز بتائیں“ شہریار نے پوچھا تو فوزیہ چوہدری نے گہری سانس بھری۔ ”اسکی مریم پر نظر تھی۔ اب سے نہیں کافی عرصے سے۔ مریم اسی وجہ سے یہاں سے گئی تھی۔ پر وہ یہاں نہیں تھا۔ وہ تو راولپنڈی گیا تھا تو وہ کیسے ہو سکتا ہے“ فوزیہ چوہدری نے کہا تو شہریار کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ مریم کسی سے ڈر کے راولپنڈی آئی تھی اور وہ آج تک

اس بات سے انجان تھا۔اسکو مریم پر نہیں اس شخص پر غصہ آرہا تھا جس کی وجہ سے اسکی پٹھانی ڈر کر چھپی تھی۔"اگر میری پٹھانی کی گمشدگی میں اس سفیان کا ہاتھ ہوا میں اسکی جان لے لوں گا۔پلیز بتائیں وہ کہاں رہتا ہے۔اس کی کوئی تصویر" شہریار نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنا فون نکالتے سفیان چوہدری کی تصویر نکالتے اس کے سامنے کی جسے دیکھ شہریار حیران ہوا۔"یہ تو سفیان چوہدری ہے" شہریار نے فوراً کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔"تم کیسے جانتے ہو" فوزیہ چوہدری نے پوچھا۔"یہ میرا کلائنٹ تھا" شہریار نے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا۔"کیا مریم نے تمھیں اس بارے میں نہیں بتایا کچھ بھی" فوزیہ چوہدری کے کہنے پر شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں مجھے نہیں پتا اور ابھی یہ ضروری نہیں ہے اس سفیان چوہدری کا گھر بتائیں کہاں ہیں مجھے میری پٹھانی کو ڈھونڈنا ہے۔اگر میری پٹھانی کے غائب ہونے کے پیچھے اسکا ہاتھ ہوا تو میں اس کی جان لے لوں گا" شہریار نے کہا تو فوزیہ چوہدری نے ہاں

میں سر ہلاتے اسے پتا بتایا جس پر وہ فوراً باہر بھاگا۔ اسے جلد از جلد اپنی پٹھانی کو ڈھونڈنا تھا۔ وہ بھاگتے جلدی سے اپنی گاڑی میں بیٹھا اور فل سپیڈ پر گاڑی آگے بڑھا گیا۔ شہریار کی گاڑی اس وقت ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ لاہور کی سڑکوں پر وہ گاڑی یوں دوڑا رہا تھا گویا موت کے کنویں میں دوڑا رہا ہو۔ جبکہ اسکے پیچھے چار گارڈز کی گاڑیاں قطار میں آرہی تھیں۔ اسکا کئی بار ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا تھا پر اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ اسے بس اپنی پٹھانی کو ڈھونڈنا تھا جو ناجانے کہاں تھی۔ جبکہ دوسری جانب اسکے جاتے ہی فوزیہ چوہدری مین ڈور کی طرف بڑھیں جہاں گارڈ کھڑا تھا۔ ”سفیان چوہدری یہاں آیا تھا“ فوزیہ چوہدری نے گیٹ پر کھڑے گارڈز سے پوچھا جنھوں نے فوراً نفی میں سر ہلایا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور پچھلی سائیڈ کی طرف بڑھیں جہاں ایک چھوٹا دروازہ تھا اور وہاں صرف ایک ہی گارڈ ہوتا تھا۔ ”سفیان آیا تھا آج“ فوزیہ چوہدری نے اس گارڈ سے جاتے پوچھا جو بیٹھا پیسے گننے میں مصروف

تھا۔ ”نن۔۔ نہیں“ اس گارڈ نے جلدی سے پیسوں کو اپنی جیب میں ڈالتے کہا جس پر فوزیہ چوہدری نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ زمانہ شناس خاتون تھیں اس کے انداز سے ہی سمجھ گئیں تھی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن ابھی خاموش رہیں کیونکہ ابھی جذباتی ہونے کا وقت نہیں تھا۔ ”یہ کہاں سے ملا تمھیں۔ یہ تو میری بیٹی کا ہے“ ابھی وہ جانے کے لیے پلٹتی جب انکی نظر گارڈ ٹیبل پر رکھے آیت الکرسی والے بریسلٹ پر پڑی۔ وہ مریم کا تھا وہ دیکھتے ہی پہچان گئی تھیں۔ ”یہ وہاں۔۔ گرا تھا تو میں نے۔۔ اٹھا لیا“ گارڈ نے کہتے بریسلٹ انھیں دیا تو وہ ایک آخری نظر اسے دیکھتے اندر کی جانب بڑھ گئیں۔ جسے دیکھ وہ گارڈ پُرسکون ہوا اور جلدی سے فون ملاتے کسی کو میسج کر گیا۔

”یا اللہ میری بیوی کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا۔ یا اللہ ثانیہ میرے لیے بہت خاص ہیں اللہ انھیں لمبی زندگی عطا فرما میرے مالک“ عامر نے آئی سی یو کے

بند دروازے کو آنکھوں میں نمی سموئے دیکھتے اللہ سے دعا کی۔ماہ دیر کے کیبن سے نکلتے ثانیہ کو سیدھا ایمرجنسی روم میں لایا تھا۔ جہاں سے اسے آئی سی یو میں شفٹ کردیا گیا تھا کیونکہ ثانیہ کو شدید صدمہ لگنے کی وجہ سے نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ اور چونکہ ابھی وہ پہلے بھی ہیوی ٹراما سے گزری تھی تبھی اسکی کنڈیشن عام مریضوں کی نسبت کریٹیکل تھی جسے سنتے عامر کی جان نکلی تھی۔ثانیہ کو آئی سی یو میں آٹھ گھنٹے ہونے والے تھے۔ پچھلے آٹھ گھنٹوں سے ڈاکٹرز اسکی کنڈیشن سٹیبل کرنے کی کوشش کررہے تھے پر ثانیہ جیسے خود ہی جینے کی آس چھوڑے بیٹھی تھی۔اسے اب تک ہوش نہیں آیا تھا جس پر ڈاکٹرز بار بار اسکا چیک کررہے تھے پر ثانیہ کی طرف سے کوئی رسپانس نہیں مل رہا تھا۔ ڈاکٹرز کا کہنا بھی یہی تھا کہ وہ رسپانس نہیں کررہی جس پر عامر کا دل منہ کو آرہا تھا۔ثانیہ جینے کی امید چھوڑ رہی تھی یہ بات عامر کی سانسوں کو روک رہی تھی۔اسے ابھی آئی سی یو میں جانے کی اجازت نہیں ملی تھی۔وہ بھی ڈاکٹر تھا

لیکن علاج کے دوران مریض کے پاس اسکا ٹریٹمنٹ کرنے والے ڈاکٹرز کے علاوہ کسی کو بھی جانے کی اجازت نا تھی۔اس نے ہاسپٹل کی بیسٹ لیڈی ڈاکٹر کو ثانیہ کے لیے ہائر کیا تھا جو اب تک آئی سی یو میں موجود ثانیہ کی کنڈیشن کو سٹیبل کر رہی تھی۔"ڈاکٹر ہُما میری بیوی کیسی ہیں" مزید پندرہ منٹ گزرنے کے بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آئی جسے دیکھ عامر فوراً دیوار کا سہارا چھوڑتے سیدھا ہوتے بولا۔وہ پچھلے آٹھ گھنٹوں سے بے حال ہوا یہیں کھڑا تھا۔"وہ اب سٹیبل ہیں پر ابھی انھیں ہوش نہیں آیا یا یوں کہوں وہ ہوش میں آنا نہیں چاہتیں تو زیادہ بہتر ہے۔وہ ہمیں سن پا رہی ہیں پر انھیں جو بھی صدمہ لگا ہے وہ اتنا شدید لگا ہے کہ حقیقت سے بچنے کو وہ اٹھنا نہیں چاہتیں" ڈاکٹر نے کہا تو بے ساختہ عامر کی دھڑکنیں مدھم پڑیں۔وہ جانتا تھا جو حقیقت آج اسے معلوم ہوئی ہے وہ حقیقت سانسیں چھین لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔فقط ایک لفظ ناجائز انسان کو عرش سے فرش پر پٹک دیتا ہے اور عامر سے

بہتر اس بات سے کون آشنا تھا۔ اپنے ماں باپ کی جائز اولاد ہونے کے باوجود اس نے پوری زندگی ناجائز لفظ سنا تھا۔ "کیا میں ان سے مل سکتا ہوں" عامر نے مدھم آواز میں پوچھا تو ڈاکٹر ہُما نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپ مل لیں۔ لیکن ایک بات کا دھیان رکھیے گا اگر ان سے بات کریں تو اس بات کا تذکرہ مت کریں جس نے انھیں اس نہج پر پہنچایا ہے" ڈاکٹر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور آئی سی یو کی طرف بڑھا۔ اسکا پورا جسم لرز رہا تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے جاتے آئی سی یو کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوتے دروازہ بند کرتے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے جہاں ثانیہ ہوش و حواس سے بیگانہ مختلف مشینوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ عامر کا دل پھٹنے کے در پر تھا۔ وہ آہستہ سے چلتے اسکے پاس آیا اور اسکے چہرے کو دیکھنے لگا۔ ثانیہ کی ہیزل آنکھیں جنھیں دیکھ وہ مبہوت ہوتا تھا وہ بند تھیں۔ اسکی سرخ و سپید رنگت میں زردیاں گھلیں تھی۔ اسکی آنکھوں کے نیچے ہلکے پڑے تھے۔ وہ عامر کو یکدم ہی

صدیوں کی بیمار لگی۔عامر بیڈ کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھا اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکا ڈرپ لگا ہاتھ تھامتے اسکی ہاتھ کی پشت پر نرمی سے لب رکھتے اسکا ہاتھ تھامتے اسے دیکھنے لگا۔"یہ کیا حرکت ہے بیٹُو۔ڈاکٹر نے ابھی مجھے آپکی شکایت لگائی ہے۔وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ اٹھنا نہیں چاہتیں۔کتنی بُری بات ہے نا یہ۔کوئی ایسے کرتا ہے" عامر نے اس کے چہرے کو دیکھتے پیار سے ڈپٹنے والے انداز میں کہا۔"آپکو پتا ہے میں کتنا پریشان ہوں۔پلیز اٹھ جائیں۔دیکھیں اپنے شوہر کو تنگ کرنا گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔اگر آپ گناہگار نہیں ہونا چاہتی تو چلیں پھر اٹھ جائیں شاباش" عامر نے اسے یوں کہا گویا وہ ابھی اٹھ بیٹھی گی۔"میں نے دوپہر کے بعد سے اب تک کچھ نہیں کھایا۔آپکو میری یہ عادت نہیں پسند نا تو پلیز مجھے اٹھ کر ڈانٹیں پریوں خاموش نا رہیں" عامر نے منت کی۔اب کی بار آواز لرزی تھی۔"ثانیہ میں نے پچھلے آٹھ گھنٹوں سے آپکی آواز نہیں سنی پلیز مجھے پکاریں" عامر نے کہا اور اسکے اسکے ہاتھ

کو ماتھے سے لگا گیا۔ "ثانیہ مجھے بہت عرصے بعد کوئی ایسا رشتہ ملا ہے جسے میری فکر ہے۔ آپ یہاں ہاسپٹل میں ہیں تو کوئی میری فکر کرنے کو نہیں ہے۔ میں نے کھانا کھایا یا نہیں کوئی نہیں ہے یہ پوچھنے کو پلیز اٹھ جائیں نا" عامر نے کہا تو اب کی بار اسکی آنکھوں سے آنسو نکلتے ثانیہ کے ہاتھ کی پشت پر گرے۔ جس پر اس نے ضبط نہیں کیا تھا بلکہ اپنے آنسوؤں کو بہنے دیا تھا۔ وہ تینتیس مضبوط مرد آج رو رہا تھا۔ وہ جو اپنی ماں کی وفات کے بعد آج تک نا رویا تھا۔ آج ایک پچیس سالہ لڑکی کے لیے رو رہا تھا۔ وہ اپنی بیوی کے لیے رو رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ اس سے محبت کرتا ہے یا نہیں پر اپنی بیوی کو اس حال میں دیکھ اسکی آنکھیں بھیگی تھیں۔ "اٹھ جائیں بیٹُو آپ یوں خاموش ہیں تو مجھے دنیا ویران لگ رہی ہے پلیز دیکھیں اگر ناراض ہونا ہے تو ہو جائیں پر خدارا اٹھ جائیں یوں مجھے تنگ نا کریں" عامر نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو متواتر بہتے اس کی بھری بھری داڑھی میں جذب ہو رہے تھے۔ "میری جان پلیز اٹھ

جائیں" عامر نے ہاتھ بڑھاتے اسکی گال کو چھوا۔ آج وہ جانتا تھا اس نے ثانیہ کو کیا کہا ہے۔ "آپ کو یوں دیکھ مجھے بہت اذیت ہو رہی ہے اٹھ جائیں۔ میں جانتا ہوں آپ مجھے سن سکتی ہیں۔ اور بس مجھ سے خفا ہو کر یوں لیٹی ہیں اچھا سوری۔ کان پکڑ کر معافی مانگ لوں گا پلیز اٹھ جائیں" عامر نے اسکا چہرہ دیکھتے کہا پر ثانیہ کی طرف سے ہلکی سی جنبش بھی نا ہوئی جسے دیکھ وہ کرب سے مسکرایا۔ وہ جانتا تھا ثانیہ جب تک خود نہیں چاہے گی اسے ہوش نہی آنے والا۔ اسے ڈاکٹر نے اسکے پہلے ٹراما کے ٹائم ہی اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ اگلی بار کا کوئی بھی بڑا صدمہ اسکے لیے جانلیوا بھی ہو سکتا ہے۔ "میں سب ٹھیک کر دوں گا ثانیہ پر ایسے خاموش نا رہیں۔ پلیز اٹھ جائیں۔ بھروسہ رکھیں مجھ پر" عامر نے نرمی سے اٹھتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اس اثنا میں اسکی آنکھوں سے آنسو نکلتے ثانیہ کی بند آنکھوں پر گرے تھے۔ "آپ میرے لیے اتنی خاص ہیں یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں پر آج آپکے لیے رویا ہوں تو آپکی

اہمیت کا اندازہ ہوا ہے" عامر نے سیدھے ہوتے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرتے زیرِ لب کہا اور نرمی سے ایک بار پھر جھکتے اسکی دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھ گیا۔"میں جانتا ہوں بیٹُو آپ میری بات مانتی ہیں تو میری اس بات کا بھی مان رکھ لیں اور اچھے بچوں کی طرح اٹھ کر مجھے لاڈ دکھائیں تاکہ میرے دل کو سکون نصیب ہو" عامر نے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی اور اب کی بار بیڈ پر اسکے سر کے قریب بیٹھتے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔وہ بیٹھا اس پر مختلف قرآنی آیات پڑھتے پھونکنے کے ساتھ بارہا اسکے ماتھے کو تو کبھی سر کو چوم رہا تھا۔آج عامر ملک پر ایک راز آشکار ہوا تھا۔وہ ثانیہ سکندر کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔وہ اسکو مکمل کرتی تھی۔وہ اسکا اثاثہ تھی وہ نہیں جانتا تھا کب پر ثانیہ سکندر اسکا سکون بن گئی تھی۔

--ماضی--

"آہم آہم آج کوئی ضرورت سے زیادہ ہی حسین لگ رہا ہے" انیس سالہ ماہ دیر نے اپنی ماں سینتیس سالہ پلوشہ سکندر کو دیکھتے پوچھا جو اس وقت سکن کلر کی شلوار پہنے آنکھوں میں کاجل لگانے میں مصروف تھیں۔آج انکی اور خلیل صاحب کی اینورسری تھی۔ خلیل صاحب کو آج صبح انکی امی نے فون کرتے کوئی اہم بات کرنے بلایا تھا۔وہ جانا تو نہیں چاہتے تھے پر اپنی ماں کا حکم ٹال بھی نہیں سکتے تھے تبھی ان تینوں کو نو بجے تک واپسی کا کہتے چلے گئے تھے۔ "سدھر جاؤ ماہر" پلوشہ سکندر نے مُڑتے اسے دیکھا اور مصنوعی گھورا تو وہ ہنسا اور چلتے انکے پاس آتے انھیں سینے سے لگا گیا۔ "بہت پیاری لگ رہی ہیں ماما۔بابا تو گئے آج کام سے" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو پلوشہ سکندر کا چہرہ گلابی ہوا۔ "ماہر باز آجاؤ" پلوشہ سکندر نے اسکا کان پکڑتے نرمی سے مڑورا جس پر ماہ دیر ہنس پڑا۔ "میری پیاری ماما میں تو سچ بول رہا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اب کی بار وہ بھی ہنس پڑیں اور اسکا کان چھوڑتے اسے دیکھنے لگیں۔جو انیس

سال کا ہونے کے باوجود خاصا بڑا بڑا لگتا تھا۔اس کے چہرے پر سنجیدگی ہر وقت رہتی تھی پر وہ گھر میں بچوں کی طرح شرارتیں کرتا تھا۔ "اچھا ماما مہرو کہاں ہے" ماہ دیر نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "بھائیی" ابھی وہ کوئی جواب دیتی کہ مہرماہ کی معصوم سی آواز پر ماہ دیر مسکرایا اور پیچھے مُڑا جہاں سے نو سالہ مہرماہ بلیک کلر کا فراک پہنے دروازے سے اندر آتے اسکی طرف بھاگنے کے انداز میں بڑھ رہی تھی۔اسے دیکھ ماہ دیر فوراً گھٹنوں کے بل بیٹھتے اپنے بازو واء کرگیا جس میں وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسکے سینے سے لگی۔ "بھائی کا بچہ۔کہاں تھا میرا بیٹا اتنی دیر سے" ماہ دیر نے اسکے سر پر لب رکھتے پوچھا۔ "میں آئس کریم کھا رہی تھی کچن میں" مہرماہ نے بتایا تو وہ مسکرایا اور اسے گود میں اٹھاتے کھڑا ہوگیا۔ "ارے میرا بیٹا آئس کریم کھا رہا تھا اکیلے اکیلے بھائی کو نہیں دی" ماہ دیر نے پوچھا تو مہرماہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھتے ہنسی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکا ماتھا چوم گیا جبکہ پلوشہ سکندر کھڑی اپنے دونوں بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ انھیں

دیکھتے ذہن کے پردوں پر ایک عکس لہرایا تھا اور دل نے بے ساختہ کاش کہا تھا۔ ”بھائی آپ نے بتایا نہیں آپکی مہرو کیسی لگ رہی ہے ڈول جیسی لگ رہی ہوں نا“ مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”جی میری جان۔ میری گڑیا ایک دم ڈول جیسی لگ رہی ہے“ ماہ دیر نے کہا تو مہرماہ نے یاہو کا نعرہ لگایا اور اسکی گردن کے گرد بازو باندھتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔ ”ماما بابا نہیں آئے ابھی تک“ ماہ دیر نے پلوشہ سکندر کو دیکھتے پوچھا۔ ”بچے انکی کال آئی تھی کہہ رہے تھے ابھی امی نہیں اٹھنے دے رہیں۔تو تھوڑی دیر تک کوئی بہانہ بنا کر آتے ہیں“ اپنی ماں کی بات سنتے ماہ دیر نے بُرا سا منہ بنایا۔ ”ماما یہ ہٹلر دادی کو کوئی اور کام نہی ہے۔ہر وقت آپکو اور بابا کو دور کرنے میں لگی رہتی ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ ”ماما دادو اور باقی سب ہم سے پیار کیوں نہیں کرتے“ مہرماہ نے پوچھا تو پلوشہ سکندر نے نرمی سے اسے ماہ دیر سے پکڑتے اپنے سینے سے لگایا۔ ”بچے آپکے بابا ہم سے

پیار کرتے ہیں تو پھر ہمیں کسی اور کے پیار کی کیا ضرورت" پلوشہ سکندر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ وہ جانتا تھا انکے ددھیال میں کوئی انھیں اچھا نہیں سمجھتا کیونکہ اسکے ماما بابا نے بھاگ کر شادی کی تھی۔ "اچھا ماما میں زرا فریش ہوجاؤں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں جس پر اس نے باری باری ان دونوں کا ماتھا چوما اور باہر نکلتا چلا گیا۔ "چلو مہرو تم بھی تھوڑی دیر سو جاؤ۔ صبح سے شرارتیں کرکے تھکی نہیں" پلوشہ سکندر نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے کہا تو مہرماہ ہنسی۔ "نہیں مجھے نہیں سونا ماما" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائیں عین اسی پل انکے کمرے میں رکھا لینڈ لائن بجا جس پر وہ فوراً اس طرف بڑھیں اور فون اٹھاتے کان سے لگا گئیں۔ "جی خلیل" فون اٹھاتے ہی انھیں خلیل صاحب کی آواز آئی جس پر وہ فوراً بولیں لیکن دوسری طرف سے جو بات انھیں سننے کو ملی وہ ان کی آنکھوں میں آنسو لانے کا سبب بنی تھی۔ "خلیل آج ہماری شادی کی سالگرہ ہے۔ آج تو کم از کم

امی کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گئے۔ "ٹھیک ہے لیکن کل آجائیے گا۔آج میں بچوں کو سمجھا دوں گی" پلوشہ سکندر نے کہا اور فون بند کر گئیں۔وہ جانتی تھیں خلیل صاحب کا نا آنا مجبوری ہے اور وہ سمجھتی بھی تھیں۔آخر کو اس بات کی اجازت انھوں نے خود ہی دی تھی۔ انھوں نے خود ہی اپنی زندگی میں اس مجبوری کو جنم دیا تھا۔

"ماما آج دو دن ہوگئے ہیں بابا نہیں آئے۔آپ نے کہا تھا وہ آجائیں گے" ماہ دیر نے اپنی ماما کو دیکھتے کہا جو فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں جبکہ مہر ماہ ابھی تک سو رہی تھی۔ "بیٹا آجائیں گے وہ فارغ نہیں ہیں۔میری بات ہوئی تھی ان سے" پلوشہ سکندر نے کہا تو ماہ دیر نے مٹھیاں بھینچی۔ "ماما آپ کیوں برداشت کرتی ہیں یہ۔ کیوں نہیں کہتیں بابا کو اپنی ماں کی بات نا مانیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ اٹھتے اسکے پاس آئیں۔ "بچے ماں باپ کی بات ہر حال میں ماننی

چاہیئے۔انکی ہر بات کو رد نہیں کرتے۔اور اگر آج میں خلیل کو کہوں گی کہ وہ اپنی ماں کی بات نا مانیں تو کل کو مکافات عمل جب ہوگا تو تمھاری بیوی بھی یہی کہے گی "پلوشہ سکندر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔"لیکن ماما آپ کم از کم ایک شوہر کو اسکی بیوی بچوں سے دور رہنے کا تو نہیں کہیں گی نا۔مجھے سمجھ نہیں آتی آخر دادو کو کیا پروبلم ہے۔جب ہم خوش ہیں تو کیوں وہ کوئی نا کوئی ایسا کام کردیتی ہیں جس سے ہم بے سکون ہوجاتے ہیں" ماہ دیر نے کہا تو پلوشہ سکندر نے گہری سانس بھری۔"بچے کوئی بات نہیں۔پریشان نا ہو آپکے بابا آجائیں گے ابھی میرا بیٹا ایسے پریشان نہیں ہوتے" پلوشہ سکندر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"صرف میں آپکی وجہ سے خاموش ہوں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔"جانتی ہوں میرا بچہ۔اس لیے کہہ رہی ہوں آگے بھی خاموش ہی رہنا ہے بڑوں سے بدتمیزی نہیں کرنی۔چاہے کچھ بھی ہو کبھی بھی نا خود بڑوں سے بدتمیزی کرنی ہے نا اپنی بہن کو کرنے دیتی ہے پھر چاہے

میں زندہ ہوں یا نا" پلوشہ سکندر نے کہا تو ماہ دیر تڑپا تھا۔ "ماما یار ایسی باتیں نا کیا کریں۔ کیوں میرا دل دہلاتی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ اسے سینے سے لگا گئیں۔ "اچھا میری جان سوری۔ چلو اٹھو واک کر کے آؤ جلدی پھر تم کہو گے میں نے لیٹ کرا دیا" پلوشہ سکندر نے بات بدلنے والے انداز میں کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ "ٹھیک ہے پر مجھے ٹائم لگے گا پریشان مت ہونا میری پیاری ماما اور ہاں لیٹ آپ نے ہی کرایا ہے" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو وہ نرمی سے اسکا ماتھا چوم گئیں۔ "چلو جاؤ اب اور کوشش کرنا جلدی آجاؤ" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گیا۔ جبکہ اسکے جاتے ہی پلوشہ سکندر مہر ماہ کی طرف بڑھیں۔ "مہرو اٹھ جاؤ۔ بابا آنے والے ہیں" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ فوراً آنکھیں کھول گئی۔ "کہاں ہیں بابا" مہر ماہ نے نیند سے لبریز آواز میں پوچھا۔ "ابھی آجائیں گے چلو اٹھو شاباش" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے بازو پھیلا گئی جس پر وہ اسے گود میں اٹھاتے اسکا ماتھا چوم

گئیں۔ ”ماما آج بابا آئیں گے تو پھر ہم گول گپے کھانے جائیں گے“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئیں۔ ”ٹھیک ہے جو میری گڑیا کہے گی وہی کریں گے“ پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ یاہو کا نعرہ لگا گئی جس پر وہ مسکراتے اسے لیے واش روم کی طرف بڑھ گئیں۔

”ماما بھائی کیوں نہیں آئے ابھی تک“ مہرماہ نے انکے ہاتھ سے نوالے کھاتے پوچھا۔ ”میرا بچہ ابھی آجائیں گے آپ ناشتہ کرو“ پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے سکون سے ناشتہ کرنے لگی۔ ”اسلام علیکم“ ابھی وہ مہرماہ کو ناشتہ کرانے میں مصروف تھیں جب خلیل صاحب کی آواز آئی جس پر ان دونوں نے دروازے کی طرف دیکھا لیکن سامنے نظر پڑتے ہی مہرماہ کے چہرے پر نا سمجھی آئی جبکہ پلوشہ سکندر کے چہرے کا رنگ جیسے اڑ گیا کیونکہ سامنے ہی خلیل سکندر کھڑے تھے لیکن وہ اکیلے نہیں تھے انکے ساتھ ایک عورت تھی

جبکہ انکی گود میں چودہ سالہ بچی تھی جو سہمی سی لگ رہی تھی۔اس عورت کو دیکھ پلوشہ نے خلیل صاحب کو دیکھا جو شرمندہ لگ رہے تھے۔ ”خلیل یہ “پلوشہ نے انکے ساتھ کھڑی پروین بیگم کو دیکھتے پوچھا جس پر خلیل صاحب فوراً ثانیہ سمیت ہی انکی طرف بڑھے۔ ”مہرو“ خلیل صاحب نے انکے سامنے رکتے انکا ہاتھ تھامتے مہرماہ کو پکارا تو وہ فوراً صوفے پر کھڑی ہوئی جسے دیکھ انھوں نے ثانیہ کو بھی اسکے ساتھ کھڑا کرتے مہرماہ کو سینے سے لگایا۔ ”بابا آپ کہاں تھے اور یہ کون ہیں“ مہرماہ نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ ”میں ایک کام سے گیا تھا اور یہ آپکی آپی ہیں۔جائیں آپی کو اوپر اپنے روم میں لے کر جائیں“ خلیل صاحب نے کہا تو اسکا منہ بنا۔ ”بابا پر ابھی مجھے آپ کے ساتھ کھیلنا ہے اور باتیں بھی کرنی ہیں“ مہرماہ نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چوم گئے۔ ”بابا کی جان۔بابا آپکی ماما سے بات کرلیں پھر آتے ہیں پھر ہم کھیلیں گے ٹھیک ہے ابھی آپ روم میں جاؤ اور آپی کو بھی ساتھ لے جاؤ“ خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ نے

ہاں میں سر ہلایا اور ثانیہ کا ہاتھ پکڑا جس پر وہ فوراً ڈرتے اس سے ہاتھ چھڑاتے خلیل صاحب کے سینے سے لگی۔ وہ چودہ سال کی تھی پر وہ ڈرنے کی وجہ سے کسی چھوٹے سے بچے کی طرح بیہیو کرتی تھی۔ "ثانیہ مہرو آپکی بہن ہے بچے "،خلیل صاحب نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا جس پر انھوں نے اسکا سر چوما۔وہ جانتے تھے ثانیہ سب سے ڈرتی ہے پر وجہ وہ نہیں جانتے تھے۔انھوں نے بارہا پروین بیگم سے پوچھا تھا پر وہ بھی لاعلمی کا اظہار کرتی تھیں۔"بابا مجھے۔۔نہیں جانا" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے نرمی سے اسکا سر سہلایا۔"میرا بچہ جائیں مہرو اچھی ہے۔ وہ آپ کو ٹیڈی دے گی" خلیل صاحب کی بات سنتے ثانیہ کا چہرہ کھلا تھا۔"سچی بابا" ثانیہ نے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔"بابا یہ آپکو بابا کیوں کہہ رہی ہیں آپ تو میرے بابا ہیں نا" مہرماہ جو کب سے انکا پیار دیکھ رہی تھی اب بلآخر بول اٹھی۔"میری جان یہ آپکی آپی ہیں نا تو اس لیے مجھے بابا کہہ رہی ہے۔اب باقی باتیں بعد میں آپی کو روم میں لے کر جائیں اور

ٹیڈی بیئر بھی دیں اوکے "خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا اور ثانیہ کو دیکھا۔ "آپی چلیں مہرماہ نے مسکراتے پوچھا اور اپنا ننھا سا ہاتھ اسکے سامنے پھیلایا تو ثانیہ جھجکتے اسکا ہاتھ تھام گئی جس پر مہرماہ اسے اپنے ساتھ لیے اوپر بڑھ گئی۔ "وشہ" ان دونوں کے جاتے ہی وہ پلوشہ کی طرف بڑھے جو نم آنکھوں سے انھیں دیکھ رہی تھی۔ "خلیل یہ یہاں کیا کر رہی ہیں" پلوشہ نے پوچھا تو انہوں نے گہری سانس بھری۔ "وشہ امی ابو چھوٹے کی طرف جا رہے ہیں تبھی انھوں نے دو دن کیلئے پروین اور ثانیہ کو یہاں بھیجا ہے۔ باخدا میں نہیں لانا چاہتا تھا پر ثانیہ کو دو دن سے بخار ہوا ہے اور پروین گھر پر اکیلی کیسے سنبھالتی اسے تبھی امی نے کہا اور میں انھیں لے آیا" خلیل صاحب نے کہا تو پلوشہ نے پروین بیگم کو دیکھا جو نفرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "خلیل آپ مجھے بتا تو دیتے" پلوشہ نے اب کی بار تھوڑے غصے سے کہا تو وہ شرمندہ ہوئے۔ "مجھے معاف کردو میری جان" خلیل صاحب نے نرمی سے انھیں

ساتھ لگاتے کہا رو پلوشہ کا غصہ پل میں جھاگ کی مانند بیٹھا۔ ”ماہ دیر کو کیا بتائیں گے“ پلوشہ نے پریشانی سے پوچھا۔ ”میں سمجھا لوں گا ماہ دیر کو پریشان نا ہو “خلیل صاحب نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تم روم میں جاؤ میں آرہا ہوں میں بچوں کو دیکھ کر “خلیل صاحب نے پلوشہ کو نرمی سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ ”پروین آپ بھی اس کمرے میں چلی جائیں۔آرام کریں کچھ دیر ثانیہ ابھی مہرو کے ساتھ ہے“ خلیل صاحب نے انکی طرف مُڑتے سنجیدگی سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ خلیل صاحب کا پلوشہ کے ساتھ رویہ دیکھتے انکے دل میں حسد کے بھانپر جل رہے تھے پر وہ ابھی خاموش ہی رہیں۔جبکہ خلیل صاحب بغیر ان پر دوسری نگاہ ڈالے اوپر بچوں کے پاس چلے گئے۔

"آپکو کچھ چاہیئے" پلوشہ نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے پروین کو کھڑے دیکھ پوچھا۔ خلیل صاحب کچھ دیر پہلے ہی مہرماہ کی ضد پر مہرماہ اور ثانیہ کو باہر لے کر گئے تھے جبکہ ماہ دیر اب تک گھر نہیں آیا تھا۔ وہ پارک سے اپنے کسی دوست کے ساتھ چلا گیا تھا۔ اس نے پلوشہ سکندر کو کال کر کے بتا دیا تھا جس پر وہ پرسکون تھیں۔ "تم خلیل کو چھوڑ کیوں نہیں دیتی" پروین نے اسے نفرت سے دیکھتے کہا۔ "اور میں اپنے شوہر کو کیوں چھوڑوں گی" پلوشہ نے انھیں دیکھتے کہا۔ "کیونکہ مجھے میرا شوہر چاہیئے" پروین نے کہا تو پلوشہ کے ماتھے پر بل پڑے۔ "دیکھیں پروین خلیل آپ سے پہلے میرے شوہر ہیں۔ میرے بچوں کے والد ہیں لہذا ایسی کوئی بات نا کریں جس سے بے سکونی پیدا ہو" پلوشہ نے کہتے جانا چاہا۔ "خلیل بھی یہی چاہتا ہے۔ وہ تمھیں چھوڑنا چاہتا ہے کیونکہ تمھاری وجہ سے وہ مجھ سے رشتہ نہیں بنا پا رہا" پروین نے کہا تو پلوشہ کی آنکھیں پھیلیں۔ "یہ سچ نہیں ہے خلیل ایسا نہیں کہہ سکتے" پلوشہ نے کہا تو

پروین مسکرائی مطلب اسکا نشانہ بلکل صحیح لگا تھا۔آج تو وہ ویسے بھی اسی مقصد سے آئی تھی۔"میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔ خلیل طلاق کے کاغذات بھی تیار کرا چکے ہیں۔دو دن ہماری طرف رہ کر یہی کام کیا ہے انھوں نے بلکہ محبت بھری باتیں بھی کی ہیں مجھ سے" پروین نے کہا تو پلوشہ کی سانس رکی۔طلاق ! یہ لفظ سنتے جان نکل رہی تھی۔"ایسا نہیں ہوسکتا۔میں خلیل کو جانتی ہوں" پلوشہ نے کہا تو پروین مسکرائی۔"اتنا اعتبار اچھا نہیں ہوتا۔ خلیل آئیں گے تو پوچھ لینا کہ وہ طلاق کے کاغذات بنوا رہے ہیں یا نہیں "پروین کہتے وہاں سے چلی گئی جبکہ پلوشہ وہیں کھڑی تھی۔وہ چلتی لاؤنج میں آکر بیٹھتے خلیل صاحب کا انتظار کرنے لگیں۔"وشہ یہاں کیوں بیٹھی ہو" خلیل صاحب نے گھر میں داخل ہوتے اسے دیکھتے پوچھا۔ثانیہ انکے کندھے پر سر رکھے سو رہی تھی جبکہ مہرماہ بھی فل نیند میں جھولتے انھیں دیکھ رہی تھی۔"خلیل آپ طلاق کے کاغذات تیار کرا رہے ہیں" پلوشہ نے کوئی بھی جواب دیے بغیر اپنا سوال

پوچھا۔ ”ہاں لیکن تمھیں کس نے بتایا“ خلیل صاحب نے انھیں دیکھتے پوچھا تو پلوشہ بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگی جو ثانیہ اور مہرماہ کو صوفے پر لٹا رہے تھے۔ ”وشہ کیا ہوا“ انھیں یوں خود تکتے دیکھ خلیل صاحب نے چند قدم انکی طرف بڑھاتے پوچھا۔ ”آپ۔۔مجھے طلاق دے۔۔رہے ہیں خلیل“پلوشہ نے پوچھا تو وہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگے۔ ”وشہ کیا دماغ ٹھیک ہے تمھارا۔کیا کہہ رہی ہو۔میں تمھیں طلاق کیوں دوں گا“ خلیل صاحب نے انکی دونوں بازو پکڑتے انھیں قریب کیا تو پلوشہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ”نہی ہوا میرا دماغ۔۔خراب اگر آپکو۔۔پروین سے تعلق بنانا۔۔ہے آپ بنالیں پر مجھے۔۔طلاق تو نا دیں“ پلوشہ نے کہا تو خلیل صاحب کی حیرت میں اضافہ ہوا۔وہ کیا کہہ رہی تھی اور کیوں۔ ”وشہ میری جان کیا ہوگیا ہے۔ایسا کچھ نہیں ہے نا ہی میں پروین سے کوئی تعلق قائم کررہا ہوں اور تمھیں طلاق دینے کے بارے میں، میں سوچ بھی نہیں سکتا۔تم میرا عشق ہو وشہ تم ایسا سوچ

بھی کیسے سکتی ہو کہ میں تمھیں چھوڑ دوں گا" خلیل صاحب نے انکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو وہ نم آنکھوں سے انھیں دیکھنے لگی۔ "پھر آپ۔۔طلاق کے۔۔کاغذات کیوں تیار۔۔کرا رہے ہیں۔۔اور دو دن۔۔وہاں۔۔کیوں رہے" پلوشہ نے پوچھا تو وہ ہنس پڑے۔ "وشہ تم اس لیے یہ سب سوچے بیٹھی ہو "خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔وہ گھر میں کوئی بد سکونی نہیں چاہتی تھیں تبھی خاموش رہی ورنہ دل تو کر رہا تھا خلیل صاحب کو پروین بیگم کی ساری بات بتائے۔ "میری جھلی وشہ۔ طلاق کے کاغذات ابو نے مجھے تیار کرانے کیلئے کہا ہے۔ انکا کوئی دوست ہے اسکے بیٹے کیلئے اور رہی بات وہاں رہنے کی تو امی نے روکا تھا اور تم جانتی ہو اگر منع کرو تو وہ کیسی کیسی قسمیں ڈال کر ایموشنل کرتی ہیں" خلیل صاحب نے اسکے آنسو صاف کرتے کہا پلوشہ کو اندازہ ہوا کہ پروین نے جان بوجھ کر ان کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنی چاہی تھی۔ "جانتی ہوں۔ایک بار پہلے بھی

انھی کی قسموں اور انکے آنسوؤں نے مجھے آپکو اجازت دینے پر مجبور کیا تھا"
پلوشہ نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چوم گئے۔"تم جانتی ہو وشہ پروین میرے لیے کچھ
بھی نہیں ہے۔وہ بس میری کاغذوں کی حد تک بیوی ہے" خلیل صاحب نے
کہا تو پلوشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔"پر خلیل کتنا اچھا ہوتا نا آپ پروین سے شادی
نا کرتے۔آپ جانتے ہیں عورت ہر چیز برداشت کر لیتی ہے پر اپنے پسندیدہ مرد
پر کسی دوسری عورت کا سایہ بھی برداشت نہیں کرتی اور آپ نے تو کسی
دوسری عورت سے شادی کی ہے۔میرا حق اسے دیا ہے میں کیسے برداشت
کرتی ہوں اندازہ بھی نہیں ہے آپکو" پلوشہ نے کہا تو خلیل صاحب نے ہاں میں
سر ہلایا جبکہ باہر سے اندر داخل ہوتے ماہ دیر کے پیروں تلے سے زمین
نکلی۔اسکے بابا نے دوسری شادی کر لی تھی۔وہ اسکی ماں پر سوتن لے آئے
تھے۔بے ساختہ اسکا دم گھٹا۔"جانتا ہوں وشہ پر تم جانتی ہو نا اس شادی کے
پیچھے کا مقصد۔پروین بن بیاہی ماں بننے والی تھی۔ثانیہ کے باپ کے بارے میں

وہ ہمیں بتا نہیں رہی۔بات جنگل میں آگ کی طرح پھیل رہی تھی تو یہ شادی ہوئی ہے اور میں نے صرف ثانیہ کو اپنا نام دیا ہے یہ بات تم اچھے سے جانتی ہو میرا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ہاں ثانیہ بچی ہے اور مجھے مہرو کی طرح عزیز ہے پر پروین اس سے میرا تعلق نہیں ہے" خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "جانتی ہوں پر آپ پر ایک دوسری عورت کو حق جماتے دیکھ میرا دل کس کس انداز میں مرتا ہے کوئی اس بات کو سمجھ نہیں سکتا" پلوشہ نے کہا تو اب کی بار انکی آنکھوں سے آنسو بہے تھے۔"پلوشہ پلیز رونا بند کرو۔تم جانتی ہو نا تمھاری طبیعت خراب ہوجائے گی" خلیل صاحب نے انھیں اپنے سینے سے لگایا تو وہ اور رونے لگی۔"کیسے چپ کروں خلیل میرا دل پھٹتا ہے جب مجھے یاد آتا ہے کہ کوئی اور بھی آپکی بیوی ہے۔کوئی آپ پر اتنا ہی حق رکھتی ہے جتنا میں" پلوشہ نے کہا تو خلیل صاحب نے انکا سر چوما جب کہ ماہ دیر دروازے کے پار کھڑا نم آنکھوں سے یہ سب سن رہا تھا۔اس کے دل میں

اچانک ہی ثانیہ اور پروین بیگم کے لیے نفرت ابھری۔ "وشہ چپ کر جاؤ میری جان۔ طبیعت خراب ہوجائے گی تمھاری" خلیل صاحب نے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا۔ عین اسی پل انکے دل کے مقام پر شدید درد کی ٹیس اٹھی جس پر انھوں نے فوراً سینے پر ہاتھ رکھا۔ "وشہ کیا ہوا" خلیل صاحب نے پریشان ہوتے پوچھا۔ "کچھ نہیں بس یہ ٹیس اٹھی تھی۔ کونسی نئی بات ہے" پلوشہ نے کہا تو وہ اسے واپس سینے میں بھینچ گئے۔ پلوشہ کو پیدائشی دل کا مسئلہ تھا جسکے بارے میں خلیل صاحب اچھی طرح واقف تھے تبھی وہ ہر پریشانی کو ان سے کوسوں دور رکھتے تھے تاکہ انکی وشہ کو کچھ نا ہو۔ اسی ڈر سے وہ آج تک پلوشہ سے ایک بات چھپائے ہوئے تھے جو کھلنے پر نا جانے وہ کیسا ری ایکشن دیتی۔ پر وہ اس بات کو انھیں ابھی ہرگز نہیں بتانا چاہتے تھے ورنہ انکی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔ "میں ٹھیک ہوں خلیل" پلوشہ نے انکو یکدم پریشان ہوتے دیکھ کہا تو اسے دیکھنے لگی۔ "تم ٹھیک ہی رہنا وشہ۔ تم میرا کل اثاثہ ہو" خلیل صاحب

نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”اچھا بس کریں۔ میں ٹھیک ہوں۔ دیکھیں مہرو سو گئی ہے۔ اسے میرے پاس کمرے میں لٹا دیں اور ثانیہ کو بھی روم میں لٹا دیں بچی یہاں کمفرٹیبل نہیں ہوگی“ پلوشہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے دونوں کو گود میں اٹھا گئے۔ ”تم بھی کچھ دیر آرام کر لو۔ مجھے ایک کام ہے میں آتا ہوں تھوڑی دیر تک اور ہاں اب اس بارے میں مت سوچنا“ خلیل صاحب نے انکے ساتھ روم کی طرف بڑھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ جبکہ ماہ دیر جو دروازے میں ہی کھڑا تھا وہیں سے واپس پلٹ گیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا اسکا باپ دوسری شادی کر چکا تھا۔

---حال---

پھر اسکے جانے کے بعد کیا ہوا تھا۔ ماہ دیر نہیں جانتا تھا۔ اسے بس اتنا یاد تھا جب وہ شام کو واپس آیا تب اسکی ماما اسے ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جا چکی تھیں اسکی

ماما کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔وہ انکے لیے ہی ہارٹ سپیشلسٹ بن رہا تھا اور وہیں اوے چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔اس دن مہرو ماما ماما کرتے رو رہی تھی جبکہ خلیل صاحب مردہ نگاہوں سے پلوشہ کے مردہ وجود کو دیکھ رہے تھے۔ان ماں کا بیٹی کے انکے گھر آنے سے اسکی ماں ہمیشہ کیلئے اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی جس کے ذمہ دار اسکے بابا بھی تھے کیونکہ ماہ دیر کے مطابق نا وہ دوسری شادی کرتے نا اسکی ماما کو صدمہ لگتا اور نا وہ اسے چھوڑ کر جاتیں پر ابھی وہ حقیقت سے انجان تھا۔کتنا خوش تھے وہ لوگ پر ان ماں بیٹی کے آنے سے انکا آشیانہ ٹوٹ گیا تھا۔اسکی ماں دنیا چھوڑ گئیں تھی۔اسکے بابا ٹوٹ گئے تھے۔اپنا گھر وہ خود چھوڑ آیا اور اسکی بہن اس سے نفرت کرنے لگی تھی اور اب اگر اسکے پاس ایک مخلص دوست تھا وہ بھی اس عورت کی بیٹی نے چھین لیا تھا۔ماہ دیر نے آسمان کی طرف دیکھتے سوچا اور کرب سے مسکرایا۔وہ اس وقت اپنی اور عامر کی پسندیدہ جگہ پر آیا تھا۔جو کہ آبشار تھی۔وہ اب تک گھر نہیں گیا

تھا۔اس نے یشائم کو کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ سو جائے آج ہاسپٹل میں ایمرجنسی ہے پر در حقیقت ابھی وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ابھی وہ اپنی ٹوٹی دوستی کا سوگ منانا چاہتا تھا۔"تو نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا" ماہ دیر نے عامر کو خیالوں میں عامر کو مخاطب کرتے کہا۔"دوست جب چھوڑ کر جاتا ہے تب دل مردہ ہو جاتا ہے یہ جانتے بوجھتے تو نے مجھے چھوڑ دیا" ماہ دیر نے اذیت سے کہا اور شکست خور انداز میں زمین پر ڈھے گیا۔

"شیری تو ٹھیک ہے" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا جو سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے خالی نگاہوں سے ہاتھ میں پکڑے مریم کے آیت الکرسی والے بریسلٹ کو دیکھ رہا تھا۔شہریار نے کل پورا لاہور الٹ پلٹ کر دیا تھا پر مریم اسے کہیں بھی نہیں ملی تھی۔اس نے سفیان چوہدری کے گھر جا کر بھی دیکھ لیا تھا پر وہاں کوئی نہیں تھا سوائے نوکروں کے جن سے پوچھنے پر انھوں نے یہی کہا تھا

کہ سفیان چوہدری راولپنڈی ہے۔ اسکے راولپنڈی ہونے کا کنفرم کرنے کے باوجود شہریار کو اسی پر شک تھا اور اب وہ ایک آخری جگہ جارہا تھا جہاں سفیان چوہدری ہوسکتا تھا۔ اسکا آفس۔ وہ ایک آخری امید تھی اگر وہاں سے بھی اسکی پٹھانی کا ناپتا لگتا تو شہریار کی سانسیں بھی بند ہوجانی تھیں۔ ضرار اور اسد کل رات تین بجے سے یہاں تھے۔ انھیں شہریار نے ہی کال کی تھی جس پر وہ دونوں ہی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر لاہور کے لیے نکل آئے تھے جبکہ گھر میں مہرماہ اور اماں سائیں کا رو رو کر بُرا حال تھا اور باقی سب بھی مریم کیلئے پریشان تھے۔ ”نہیں میں ٹھیک نہیں ہوں۔ میری پٹھانی میرے پاس نہیں ہے ضرار میں بھلا کیسے ٹھیک ہوسکتا ہوں“ شہریار نے بھاری آواز میں کہا تو ضرار کو اس پر ترس آیا۔ محبت سے جدائی کی سوچ ہی جان نکال دیتی تھی اور اس سے تو اسکی محبت چھین لی گئی تھی بھلا وہ کیسے ٹھیک ہوسکتا تھا۔ ”بھائی پلیز ایسے اپنا آپ تو نا چھوڑیں۔ گڑیا مل جائے گی انشاللہ“ اسد نے ہاتھ بڑھاتے اسکے

کندھے پر ہاتھ رکھا تو شہریار نے اداسی سے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چھوٹے میں اپنا آپ نا بھی چھوڑوں تو مجھ سے اپنا آپ کھونے لگا ہے۔ ابھی اس سے جدا ہوئے چند گھنٹے ہوئے ہیں اور مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ نا جانے کتنی صدیوں سے میں نے اپنی پٹھانی کو نہیں دیکھا“ شہریار نے کہا تو ضرار اور اسد دونوں کا دل کٹا تھا۔ انھوں نے کبھی شہریار کو اتنا بے بس نہیں دیکھا تھا۔ ”شیری ہم پہنچ گئے“ مزید دس منٹ کے سفر کے بعد ضرار نے گاڑی روکتے کہا تو شہریار ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گاڑی سے باہر نکلا اور سامنے بنی بڑی سی عمارت کی طرف بڑھا۔ ”ویلکم سر۔ہاؤ مے آئے ہیلپ یو“ وہ اندر آیا تو سامنے ریسیپشن پر کھڑی لڑکی نے فوراً پوچھا۔ ”سفیان چوہدری کہاں ہے“ شہریار نے سرد و سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ ”سر وہ تو ابھی آفس نہیں آرہے۔ وہ شہر سے باہر گئے ہیں“ اس لڑکی نے جواب دیا تو شہریار نے مٹھیاں بھینچی۔ ”مجھے سفیان چوہدری کا نمبر چاہیئے“ شہریار نے کہا تو اس لڑکی نے ایک کارڈ اس کی طرف بڑھایا جسے

پکڑتے وہ فوراً باہر بڑھ گیا جہاں ضرار اور اسد اسکا انتظار کر رہے تھے۔ "کیا ہوا" ضرار نے اسکے باہر آتے ہی پوچھا جس پر شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔ "شیری ہم گڑیا کو ڈھونڈ لیں گے چل آ۔ اب واپس یتیم خانے چلتے ہیں وہاں سی سی ٹی وی ہوگا اسے چیک کرتے ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور وہیں فٹ پاتھ پر سر ہاتھوں میں گراتے بیٹھ گیا۔ "میں چیک کر چکا ہوں ضرار۔ اس میں کچھ نہیں ملا" شہریار نے خالی لہجے میں کہا۔ اسکے لہجے سے وہ دونوں بتا سکتے تھے کہ وہ ابھی رو دے گا"۔ پریشان نا ہو شیری۔ ایسے کرے گا تو گڑیا کو کیسے ڈھونڈے گا" ضرار نے کہا تو اب کی بار شہریار کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "ضرار وہ نہیں مل رہی۔ پتہ نہیں میری پٹھانی کہاں ہے کس حال میں۔ وہ مجھے پکار رہی ہوگی ضرار۔ وہ بہت معصوم ہے وہ رو رہی ہوگی۔ میری پٹھانی نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔ جو وہ اسے مجھ سے دور لے گئے ہیں۔ پتا نہیں اس نے کچھ کھایا ہوگا یا نہیں۔ ضرار وہ کھوئی ہے تو یوں لگ رہا ہے جیسے

میں نے اپنا دل کھو دیا ہو" شہریار نے روتے ہوئے کہا تو ضرار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "گڑیا مل جائے گی شیری سنبھال خود کو "ضرار نے کہا تو شہریار نے اپنا آنسوؤں سے لبریز چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "جانتا ہوں لیکن اگر وہ نا ملی تو تم سب کو شہریار ملک کی لاش ملے گی "یہ کہتے ہی شہریار بچوں کی مانند ہچکیاں بھرتے رونے لگا۔ وہ تیس سالہ وجاہت سے بھرپور راولپنڈی کا مشہور ایڈوکیٹ لاہور کے ایک فٹ پاتھ پر بیٹھا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بچوں کی مانند رو رہا تھا۔ آج اس سے اسکا سکون چھین لیا گیا تھا۔ آج شہریار ملک نے اپنا عشق گنوا دیا تھا۔ آج شہریار ملک کا وجود کرچی کرچی ہو گیا تھا۔ آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ جبکہ ضرار اسے دیکھ رہا تھا جو اپنا مقام و مرتبہ بھلائے فٹ پاتھ پر بیٹھا رو رہا تھا۔ وہ شخص جو کبھی اپنوں کے سامنے نا رویا تھا آج اپنی بیوی کے لیے لاہور کی ایک مصروف شاہراہ کے فٹ پاتھ پر بیٹھا اپنی بیوی کے لیے دنیا کے سامنے رو رہا تھا۔ لیکن وہ کیسے بتاتا آج شہریار

ملک کی کل کائنات اس سے چھینی گئی تھی درد کم نہیں ہو رہا تھا وہ کیسے آنسو ضبط کرتا۔جبکہ وہاں سے گزرتا ہر شخص دکھ سے اس خوبرو مرد کو دیکھ رہا تھا جو یوں بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔"پٹھانی ! ! " اچانک شہریار زمین پر ہاتھ مارتے پوری قوت سے چلایا تھا۔جس پر وہاں کھڑے ضرار اور اسد سمیت ہر کوئی لرز اٹھا تھا۔ جبکہ اسکی آواز میں اذیت محسوس کرتے وہاں کھڑے ہر شخص کا دل دہلا گئی تھی۔آج لاہور میں ایک اور دل ٹوٹا تھا۔آج شہریار نے جانا تھا لاہور واقعی دو محبت کرنے والوں کو جدا کرتا ہے۔آج شہریار ملک کے دل کا جنازہ نکلا تھا جسکا اعلان تک نہیں کیا گیا تھا۔آج شہریار ملک سے اسکا کل اثاثہ چھینا گیا تھا جس نے شہریار ملک کو مردہ کر دیا تھا۔"بھائی سنبھالیں خود کو پلیز" اسے یوں روتے دیکھ اسد اسکے پاس بیٹھتے اسکے گرد حصار باندھ گیا۔"مجھے میری پٹھانی۔۔لادو کہیں سے۔۔میں مر جاؤں۔۔گا یار۔۔اگر وہ نا ملی۔۔تو میری جان نکل جائے گی" شہریار نے اسد کے گرد حصار باندھتے کہا تو

ضرار اور اسد دونوں کی آنکھیں نم ہوئیں۔ان دونوں نے اسے کبھی اس نہج تک ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا تھا۔"شیری حوصلہ کر یار۔ہم ڈھونڈ لیں گے گڑیا کو" ضرار نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔"ضاری مجھے۔۔میری پٹھانی۔۔ڈھونڈ دے یار۔۔ورنہ تیرا یار مرجائے گا۔۔بہت اذیت ہو رہی ہے۔۔اسے لادے کہیں سے۔۔میری جان لے۔۔لو پر مجھے میری پٹھانی لادو۔۔اگر وہ نا ملی۔۔تو میں مرجاؤں گا۔۔یار مجھے میری مریم ڈھونڈ دو" شہریار نے بلک بلک کر روتے کہا تو اب کی بار ضرار نیچے بیٹھتے اسے ساتھ لگا گیا۔"شیری میں ڈھونڈ دوں گا گڑیا کو۔چپ کر ایسے کرے گا تو کچھ نہیں ہوگا۔اسے ڈھونڈ تو کہتا ہے نا وہ تیرا دل ہے تو اسے محسوس کر۔محسوس کر تیرا دل کہاں دھڑک رہا ہے۔تیری مریم کہاں ہے۔وہ تیرے دل میں رہتی ہے وہ تجھے مل جائے گی پر خدارا یوں نا کر" ضرار نے کہا تو شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں ہو رہا ضاری۔۔کوشش بھی۔۔کروں۔۔تو آنسو نہیں تھم۔۔رہے میری۔۔پٹھانی میرے۔۔پاس

نہیں۔۔ہے ایسے لگ رہا ہے۔۔ابھی مرجاؤں گا پر۔۔صرف اسکے دیدار کیلئے زندہ ہوں۔۔اسے کہیں سے لادے۔۔ضاری مجھ پر ترس۔۔کھالے۔۔

میری پٹھانی کو ڈھونڈ دے" شہریار نے کہا تو ضرار نے اسکا چوما۔"میں ڈھونڈ دوں گا پر ایسے تو نا کر۔مریم کی خاطر ہی خود کو سنبھال لے" ضرار نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سرہلایا اور پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔"وعدہ کر میری۔۔پٹھانی مل جائے گی" شہریار نے اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتے بچوں کی طرح پوچھا تو ضرار اسے واپس سینے سے لگا گیا۔"وعدہ کرتا ہوں پر ایسے نا کر۔تجھے یوں روتے میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔جس پر اسد نے نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے۔"بھائی آپ ہماری جان ہیں۔ایسے رو کر آپ ہمیں بھی پریشان کررہے ہیں۔پلیز روئیں مت ہم سب مل کر گڑیا کو ڈھونڈ لیں گے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ نرمی سے اس کا سر چوم گیا۔"آپ جانتے ہیں نا مجھے میرے بھائی ایسے اچھے

نہیں لگتے" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھر پلیز رونا بند کریں۔ اگر آپ اب روئے نا تو میں زمین پر لیٹتے رونے لگوں گا پھر نا کہیے گا "اسد نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا میرا بچہ اب نہیں روتا شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ویری گڈ۔ بس فکر نا کریں ہم گڑیا کو ڈھونڈ لیں گے اور جس نے گڑیا کو آپ سے جدا کیا ہے اور جسکی وجہ سے آپ روئے نا اسکی لاش کے اتنے ٹکرے کروں گا کہ اسکی روح کانپ جائے گی" اسد کے لہجے میں ایک جنون تھا جسے محسوس کرتے وہ دونوں مسکرائے۔ "دیکھ لے شیری ہمارا چھوٹا بھڑک گیا ہے اب لاشیں گرے گیں لاشیں" ضرار نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا جبکہ شہریار مسکرایا۔ "چل اب اٹھ گھر چلیں ہو سکشد تِتا ہے گڑیا کی کوئی خبر ملی ہو" ضرار نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور فٹ پاتھ سے کھڑے ہوتے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"ضار میمی کا کچھ پتا چلا" مہرماہ نے فون پر ضرار سے بات کرتے کہا۔ "نہیں ماہ کچھ پتا نہیں لگا۔دعا کرو گڑیا مل جائے" ضرار نے کہا تو اسکی آنکھوں میں پھر نمی آئی۔ اسکی بہنوں جیسی دوست ناجانے کہاں تھی کس حال میں تھی۔ "ضار میمی کو ڈھونڈ دیں پلیز۔وہ بہت معصوم ہے ضار اسے ڈھونڈ کر لادیں۔میری دوست ناجانے کہاں ہے" مہرماہ نے بھرائی آواز میں کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "ماہ میری جان۔میں ڈھونڈ لوں گا گڑیا کو پر پلیز رونا مت۔تم تو میری بہادر جند جان ہو نا۔ تمھیں رونا نہیں ہے اور میری غیر موجودگی میں تو بلکل نہیں پلیز "ضرار نے کہا تو مہرماہ اپنے آنسو صاف کیے۔ "ضار میمی میری دوست نہیں ہے۔میری بہن میری سول میٹ سب کچھ ہے۔ضار وہ بہت معصوم ہے۔ وہ بہت زیادہ سیدھی ہے مجھے بس ڈر لگ رہا ہے۔ ناجانے وہ کہاں ہوگی" مہرماہ نے کہا تو ضرار گہری سانس بھرتے لیٹ گیا۔ "جانتا ہوں بچے پر ہم اپنی پوری کوشش کررہے ہیں۔انشاءاللہ بہت جلد

مریم کو ڈھونڈ لیں گے" ضرار نے کہا تو اس نے انشاء اللہ کہا۔ "ضار شہریار بھائی کیسے ہیں" مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے اپنے پاس بیڈ پر سوئے شہریار کو دیکھا جسے ابھی جوس میں نیند کی گولی مکس کر کے سلایا تھا ورنہ وہ سونے کو تیار ہی نہیں تھا۔ شہریار یتیم خانے جانا چاہتا تھا پر ضرار اسے یہاں لے آیا تاکہ وہ آرام کر لے۔ "وہ ٹھیک نہیں ہے روحِ من۔ رو رہا ہے گڑیا کو ڈھونڈ رہا ہے۔ اب بھی کافی مشکل سے سلایا ہے کل رات سے نہیں سویا" ضرار نے شہریار کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے کہا۔ جب کہ مہرماہ نے اسکے لہجے میں اذیت صاف محسوس کی تھی۔ "آپ اداس ہیں" مہرماہ نے پوچھا۔ "ہاں" ضرار نے یک لفظی جواب دیا۔ "فکر نا کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اللہ پاک سب ٹھیک کر دیں گے میمی مل جائے گی اور پھر بھائی بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ اداس نا ہوں" مہرماہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔ وہ جانتی تھی جتنی تسلی کی اسے ضرورت ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ضرار کو ہے کیونکہ وہ تو

گھر بیٹھی اسے کال کر کے بس پوچھ رہی تھی پر وہ ایک ایک جگہ جا کر مریم کی تلاش کر رہا تھا۔ اسکی بیوی ہونے کے ناطے اسکا فرض تھا وہ اپنے شوہر کو تسلی دے۔ "شکریہ مجھے اسکی ضرورت تھی" ضرار نے مدھم آواز میں کہا۔ "جانتی ہوں" مہرماہ نے مسکراتے کہا تو ضرار بھی مسکرایا۔ "تمھیں پتا ہے آج شہریار کو روتے دیکھا تو میرا دل پھٹنے کے در پر تھا۔ میں نے آج اسے عرصے بعد اتنا ٹوٹا بکھرا دیکھا ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ کو دکھ ہوا۔ "آپ فکر نا کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ایک بار میمی مل جائے بھائی ٹھیک ہو جائیں گے" مہرماہ نے نرمی سے کہا۔ "انشاءاللہ۔ ماہ کیا تمھیں اندازہ ہے مریم کے ساتھ ایسا کون کر سکتا ہے۔ وہ بے حد معصوم ہے لیکن کیا اس کی کسی کے ساتھ کوئی دشمنی ہے" ضرار نے پوچھا تو مہرماہ اٹھ بیٹھی۔ "ضار میمی کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے پر ایک انسان پر مجھے شک ہے بلکہ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ میمی کے غائب ہونے کے پیچھے اسی شخص کا ہاتھ ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار چونکا۔ وہ

اتنے یقین سے کہہ رہی تھی مطلب وہ کچھ جانتی تھی۔ "کون ماہ" ضرار نے جلدی سے پوچھا۔ "سفیان چوہدری" مہرماہ نے کہا تو ضرار حیران ہوا۔ "تم کیسے جانتی ہو" ضرار نے جلدی سے پوچھا۔ "ضار ظاہری سی بات ہے میمی نے بتایا ہوگا نا" مہرماہ نے کہا تو وہ اسکے انداز پر اتنی پریشانی میں بھی مسکرایا۔ "میری جند جان میں جانتا ہوں لیکن تمھیں کیوں لگتا ہے کہ سفیان چوہدری ہی ہوسکتا ہے" ضرار نے پوچھا تو اسے اب اس کی بات سمجھ آئی۔ "ضار سفیان چوہدری شروع سے میمی کو تنگ کررہا ہے اور اس نے ایک بار پہلے بھی میمی کو کڈنیپ کرنے کی کوشش کی تھی" مہرماہ نے کہا تو ضرار حیران ہوا۔ "اور؟ اور کیا جانتی ہو تم ماہ۔ سب بتاؤ" ضرار نے جلدی سے کہا۔ "ضار میمی جس یتیم خانے میں رہتی تھی وہاں وہ بہت خوش تھی پر دس ماہ پہلے سب بدل گیا۔ وہ یتیم خانہ جو ایک وقت میں اسکی جنت تھا وہ اسکے لیے جہنم بن گیا اور اسکی وجہ سفیان چوہدری تھا" مہرماہ نے کہا تو ضرار کو اچنبھا

ہوا۔ ایسا کیا ہوا تھا آخر۔ "پوری بات بتاؤ ماہ" ضرار نے فوراً کہا۔ "ضار میمی یتیم خانے کے باغ میں بیٹھ کر پڑھتی تھی۔ ایک دن وہ یونہی بیٹھے پڑھ رہی تھی جب سفیان چوہدری کی نظر میمی پر پڑی۔ ضار وہ اچھا انسان نہیں تھا وہ میمی کو یوز کرنا چاہتا تھا۔ میمی نے اسے منع کردیا تو وہ بدتمیزی کرنے لگا مطلب بلاوجہ اسکے روم میں آجاتا تھا۔ بلاوجہ اسکا رستہ روکتا تھا اور اسے نقاب اتارنے کا کہتا۔ میمی کچھ عرصہ یہ برداشت کرتی رہی لیکن پھر اس نے فوزیہ آنٹی کو بتایا تو انھوں نے سفیان چوہدری کو غصے سے منع کیا جس پر اس نے بجائے باز آنے کے میمی کو کڈنیپ کرانے کی کوشش کی پر بروقت گارڈز اسکے پلین کو ناکام بنا چکے تھے۔ اس واقعے کے بعد میمی کو فوزیہ آنٹی نے راولپنڈی بھیج دیا اور آپ جانتے ہیں سفیان چوہدری یہاں بھی آیا تھا پر کسی کیس کے سلسلے میں اور اس نے میمی کو شہریار بھائی کے ساتھ دیکھا بھی تھا انکے گھر پر میمی نے مجھے بتایا تھا ضار اس نے میمی کو دھمکایا بھی تھا" مہرماہ نے اسے حرف با حرف مریم

کے ماضی کا بتایا تو ضرار نے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔اب اسے یقین تھا یہ حرکت سفیان چوہدری کی ہی ہے۔"میرا بچہ بہت شکریہ۔یہ بہت اہم معلومات ہے۔ اب ہمیں در در پھرنے کی ضرورت نہیں ہے اب ہم سفیان چوہدری کو ڈھونڈیں گے۔انشاءاللہ مریم بھی مل جائے گی" ضرار نے کہا تو اس نے انشاء اللہ کہا۔"چلو اب میرا بچہ سوجاؤ۔کافی ٹائم ہوگیا ہے"ضرار نے کہا تو اس نے ٹائم دیکھا جہاں ایک بج رہا تھا۔"ٹھیک ہے۔آپ بھی سوجائیں اور اپنا خیال رکھیے گا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"جی اچھا میری جان۔تم بھی اپنا خیال رکھنا فی امان اللہ" ضرار نے محبت سے کہا تو وہ بھی فی امان اللہ کہتے کال کاٹ گئی۔

"یا اللہ میری بیوی کو اپنی حفظ و امان میں رکھنا۔یا اللہ ثانیہ میرے لیے بہت خاص ہیں اللہ انھیں لمبی زندگی عطا فرما میرے مالک" عامر نے آئی سی یو کے بند دروازے کو آنکھوں میں نمی سموئے دیکھتے اللہ سے دعا کی۔ماہ دیر کے کیبن سے نکلتے ثانیہ کو سیدھا ایمرجنسی روم میں لایا تھا۔ جہاں سے اسے آئی سی یو میں شفٹ کردیا گیا تھا کیونکہ ثانیہ کو شدید صدمہ لگنے کی وجہ سے نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ اور چونکہ ابھی وہ پہلے بھی ہیوی ٹراما سے گزری تھی تبھی اسکی کنڈیشن عام مریضوں کی نسبت کریٹیکل تھی جسے سنتے عامر کی جان نکلی تھی۔ثانیہ کو آئی سی یو میں آٹھ گھنٹے ہونے والے تھے۔ پچھلے آٹھ گھنٹوں سے ڈاکٹرز اسکی کنڈیشن سٹیبل کرنے کی کوشش کررہے تھے پر ثانیہ جیسے خود ہی جینے کی آس چھوڑے بیٹھی تھی۔اسے اب تک ہوش نہیں آیا تھا جس پر ڈاکٹرز بار بار اسکا چیک کررہے تھے پر ثانیہ کی طرف سے کوئی رسپانس نہیں مل رہا تھا۔ ڈاکٹرز کا کہنا بھی یہی تھا کہ وہ رسپانس نہیں کررہی جس پر عامر کا دل منہ کو آرہا

تھا۔ثانیہ جینے کی امید چھوڑ رہی تھی یہ بات عامر کی سانسوں کو روک رہی تھی۔ اسے ابھی آئی سی یو میں جانے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ وہ بھی ڈاکٹر تھا لیکن علاج کے دوران مریض کے پاس اسکا ٹریٹمنٹ کرنے والے ڈاکٹرز کے علاوہ کسی کو بھی جانے کی اجازت نا تھی۔ اس نے ہاسپٹل کی بیسٹ لیڈی ڈاکٹر کو ثانیہ کے لیے ہائر کیا تھا جو اب تک آئی سی یو میں موجود ثانیہ کی کنڈیشن کو سٹیبل کر رہی تھی۔ "ڈاکٹر ہُما میری بیوی کیسی ہیں" مزید پندرہ منٹ گزرنے کے بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آئی جسے دیکھ عامر فوراً دیوار کا سہارا چھوڑتے سیدھا ہوتے بولا۔ وہ پچھلے آٹھ گھنٹوں سے بے حال ہوا یہیں کھڑا تھا۔ "وہ اب سٹیبل ہیں پر ابھی انھیں ہوش نہیں آیا یا یوں کہوں وہ ہوش میں آنا نہیں چاہتیں تو زیادہ بہتر ہے۔ وہ ہمیں سن پا رہی ہیں پر انھیں جو بھی صدمہ لگا ہے وہ اتنا شدید لگا ہے کہ حقیقت سے بچنے کو وہ اٹھنا نہیں چاہتیں" ڈاکٹر نے کہا تو بے ساختہ عامر کی دھڑکنیں مدھم پڑیں۔ وہ جانتا تھا جو حقیقت آج

اسے معلوم ہوئی ہے وہ حقیقت سانسیں چھین لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔فقط ایک لفظ ناجائز انسان کو عرش سے فرش پر پٹک دیتا ہے اور عامر سے بہتر اس بات سے کون آشنا تھا۔اپنے ماں باپ کی جائز اولاد ہونے کے باوجود اس نے پوری زندگی ناجائز لفظ سنا تھا۔"کیا میں ان سے مل سکتا ہوں" عامر نے مدھم آواز میں پوچھا تو ڈاکٹر ہُما نے ہاں میں سرہلایا۔"آپ مل لیں۔ لیکن ایک بات کا دھیان رکھیے گا اگر ان سے بات کریں تو اس بات کا تذکرہ مت کریں جس نے انھیں اس نہج پر پہنچایا ہے" ڈاکٹر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور آئی سی یو کی طرف بڑھا۔اسکا پورا جسم لرز رہا تھا۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے جاتے آئی سی یو کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوتے دروازہ بند کرتے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے جہاں ثانیہ ہوش و حواس سے بیگانہ مختلف مشینوں میں جکڑی ہوئی تھی۔اسے دیکھ عامر کا دل پھٹنے کے در پر تھا۔وہ آہستہ سے چلتے اسکے پاس آیا اور اسکے چہرے کو دیکھنے لگا۔ثانیہ کی ہیزل

آنکھیں جنھیں دیکھ وہ مبہوت ہوتا تھا وہ بند تھیں۔ اسکی سرخ و سپید رنگت میں زردیاں گھلیں تھی۔ اسکی آنکھوں کے نیچے ہلکے پڑے تھے۔ وہ عامر کو یکدم ہی صدیوں کی بیمار لگی۔ عامر بیڈ کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھا اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکا ڈرپ لگا ہاتھ تھامتے اسکی ہاتھ کی پشت پر نرمی سے لب رکھتے اسکا ہاتھ تھامتے اسے دیکھنے لگا۔ "یہ کیا حرکت ہے بیٹُو۔ ڈاکٹر نے ابھی مجھے آپکی شکایت لگائی ہے۔ وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ اٹھنا نہیں چاہتیں۔ کتنی بُری بات ہے نا یہ۔ کوئی ایسے کرتا ہے" عامر نے اس کے چہرے کو دیکھتے پیار سے ڈپٹنے والے انداز میں کہا۔ "آپکو پتا ہے میں کتنا پریشان ہوں۔ پلیز اٹھ جائیں۔ دیکھیں اپنے شوہر کو تنگ کرنا گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر آپ گناہگار نہیں ہونا چاہتی تو چلیں پھر اٹھ جائیں شاباش" عامر نے اسے یوں کہا گویا وہ ابھی اٹھ بیٹھی گی۔ "میں نے دوپہر کے بعد سے اب تک کچھ نہیں کھایا۔ آپکو میری یہ عادت نہیں پسند نا تو پلیز مجھے اٹھ کر ڈانٹیں پریوں خاموش نا

رہیں" عامر نے منت کی۔اب کی بار آواز لرزی تھی۔"ثانیہ میں نے پچھلے آٹھ گھنٹوں سے آپکی آواز نہیں سنی پلیز مجھے پکاریں" عامر نے کہا اور اسکے اسکے ہاتھ کو ماتھے سے لگا گیا۔"ثانیہ مجھے بہت عرصے بعد کوئی ایسا رشتہ ملا ہے جسے میری فکر ہے۔آپ یہاں ہاسپٹل میں ہیں تو کوئی میری فکر کرنے کو نہیں ہے۔میں نے کھانا کھایا یا نہیں کوئی نہیں ہے یہ پوچھنے کو پلیز اٹھ جائیں نا" عامر نے کہا تو اب کی بار اسکی آنکھوں سے آنسو نکلتے ثانیہ کے ہاتھ کی پشت پر گرے۔جس پر اس نے ضبط نہیں کیا تھا بلکہ اپنے آنسوؤں کو بہنے دیا تھا۔وہ تینتیس مضبوط مرد آج رو رہا تھا۔وہ جو اپنی ماں کی وفات کے بعد آج تک نا رویا تھا۔آج ایک پچیس سالہ لڑکی کے لیے رو رہا تھا۔وہ اپنی بیوی کے لیے رو رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ اس سے محبت کرتا ہے یا نہیں پر اپنی بیوی کو اس حال میں دیکھ اسکی آنکھیں بھیگی تھیں۔"اٹھ جائیں بیٹو آپ یوں خاموش ہیں تو مجھے دنیا ویران لگ رہی ہے پلیز دیکھیں اگر ناراض ہونا ہے تو ہو جائیں پر خدارا اٹھ جائیں یوں مجھے

تنگ نا کریں "عامر نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔اسکی آنکھوں سے آنسو متواتر بہتے اس کی بھری بھری داڑھی میں جذب ہورہے تھے۔"میری جان پلیز اٹھ جائیں" عامر نے ہاتھ بڑھاتے اسکی گال کو چھوا۔آج وہ جانتا تھا اس نے ثانیہ کو کیا کہا ہے۔"آپ کو یوں دیکھ مجھے بہت اذیت ہورہی ہے اٹھ جائیں۔میں جانتا ہوں آپ مجھے سن سکتی ہیں۔اور بس مجھ سے خفا ہوکریوں لیٹی ہیں اچھا سوری۔کان پکڑ کر معافی مانگ لوں گا پلیز اٹھ جائیں" عامر نے اسکا چہرہ دیکھتے کہا پر ثانیہ کی طرف سے ہلکی سی جنبش بھی نا ہوئی جسے دیکھ وہ کرب سے مسکرایا۔ وہ جانتا تھا ثانیہ جب تک خود نہیں چاہے گی اسے ہوش نہی آنے والا۔اسے ڈاکٹر نے اسکے پہلے ٹراما کے ٹائم ہی اس بات سے آگاہ کردیا تھا کہ اگلی بار کا کوئی بھی بڑا صدمہ اسکے لیے جانلیوا بھی ہوسکتا ہے۔"میں سب ٹھیک کردوں گا ثانیہ پر ایسے خاموش نا رہیں۔پلیز اٹھ جائیں۔ بھروسہ رکھیں مجھ پر" عامر نے نرمی سے اٹھتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔اس اثنا میں اسکی آنکھوں

سے آنسو نکلتے ثانیہ کی بند آنکھوں پر گرے تھے۔ ”آپ میرے لیے اتنی خاص ہیں یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں پر آج آپکے لیے رویا ہوں تو آپکی اہمیت کا اندازہ ہوا ہے“ عامر نے سیدھے ہوتے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرتے زیرِ لب کہا اور نرمی سے ایک بار پھر جھکتے اسکی دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھ گیا۔ ”میں جانتا ہوں بیٹُو آپ میری بات مانتی ہیں تو میری اس بات کا بھی مان رکھ لیں اور اچھے بچوں کی طرح اٹھ کر مجھے لاڈ دکھائیں تاکہ میرے دل کو سکون نصیب ہو“ عامر نے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی اور اب کی بار بیڈ پر اسکے سر کے قریب بیٹھتے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ وہ بیٹھا اس پر مختلف قرآنی آیات پڑھتے پھونکنے کے ساتھ بارہا اسکے ماتھے کو تو کبھی سر کو چوم رہا تھا۔ آج عامر ملک پر ایک راز آشکار ہوا تھا۔ وہ ثانیہ سکندر کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ اسکو مکمل کرتی تھی۔ وہ اسکا اثاثہ تھی وہ نہیں جانتا تھا کب پر ثانیہ سکندر اسکا سکون بن گئی تھی۔

--ماضی--

"آہم آہم آج کوئی ضرورت سے زیادہ ہی حسین لگ رہا ہے "انیس سالہ ماہ دیر نے اپنی ماں سینتیس سالہ پلوشہ سکندر کو دیکھتے پوچھا جو اس وقت سکن کلر کی شلوار پہنے آنکھوں میں کاجل لگانے میں مصروف تھیں۔آج انکی اور خلیل صاحب کی اینورسری تھی۔ خلیل صاحب کو آج صبح انکی امی نے فون کرتے کوئی اہم بات کرنے بلایا تھا۔وہ جانا تو نہیں چاہتے تھے پر اپنی ماں کا حکم ٹال بھی نہیں سکتے تھے تبھی ان تینوں کو نو بجے تک واپسی کا کہتے چلے گئے تھے۔ "سدھر جاؤ ماہر" پلوشہ سکندر نے مُڑتے اسے دیکھا اور مصنوعی گھورا تو وہ ہنسا اور چلتے انکے پاس آتے انھیں سینے سے لگا گیا۔ "بہت پیاری لگ رہی ہیں ماما۔بابا تو گئے آج کام سے" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو پلوشہ سکندر کا چہرہ گلابی ہوا۔ "ماہر باز آجاؤ "پلوشہ سکندر نے اسکا کان پکڑتے نرمی سے مڑورا

جس پر ماہ دیر ہنس پڑا۔ ”میری پیاری ماما میں تو سچ بول رہا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو اب کی بار وہ بھی ہنس پڑیں اور اسکا کان چھوڑتے اسے دیکھنے لگیں۔ جو انیس سال کا ہونے کے باوجود خاصا بڑا بڑا لگتا تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی ہر وقت رہتی تھی پر وہ گھر میں بچوں کی طرح شرارتیں کرتا تھا۔ ”اچھا ماما مہرو کہاں ہے“ ماہ دیر نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ ”بھائیی“ ابھی وہ کوئی جواب دیتی کہ مہرماہ کی معصوم سی آواز پر ماہ دیر مسکرایا اور پیچھے مُڑا جہاں سے نو سالہ مہرماہ بلیک کلر کا فراک پہنے دروازے سے اندر آتے اسکی طرف بھاگنے کے انداز میں بڑھ رہی تھی۔ اسے دیکھ ماہ دیر فوراً گھٹنوں کے بل بیٹھتے اپنے بازو واء کرگیا جس میں وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسکے سینے سے لگی۔ ”بھائی کا بچہ۔ کہاں تھا میرا بیٹا اتنی دیر سے“ ماہ دیر نے اسکے سر پر لب رکھتے پوچھا۔ ”میں آئس کریم کھا رہی تھی کچن میں“ مہرماہ نے بتایا تو وہ مسکرایا اور اسے گود میں اٹھاتے کھڑا ہوگیا۔ ”ارے میرا بیٹا آئس کریم کھا رہا تھا اکیلے اکیلے بھائی کو نہیں دی“ ماہ

دیر نے پوچھا تو مہر ماہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھتے ہنسی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکا ماتھا چوم گیا جبکہ پلوشہ سکندر کھڑی اپنے دونوں بچوں کو دیکھ رہی تھی۔ انھیں دیکھتے ذہن کے پردوں پر ایک عکس لہرایا تھا اور دل نے بے ساختہ کاش کہا تھا۔ "بھائی آپ نے بتایا نہیں آپکی مہرو کیسی لگ رہی ہے ڈول جیسی لگ رہی ہوں نا" مہر ماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "جی میری جان۔ میری گڑیا ایک دم ڈول جیسی لگ رہی ہے" ماہ دیر نے کہا تو مہر ماہ نے یاہو کا نعرہ لگایا اور اسکی گردن کے گرد بازو باندھتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔ "ماما بابا نہیں آئے ابھی تک" ماہ دیر نے پلوشہ سکندر کو دیکھتے پوچھا۔ "بچے انکی کال آئی تھی کہہ رہے تھے ابھی امی نہیں اٹھنے دے رہیں۔ تو تھوڑی دیر تک کوئی بہانہ بنا کر آتے ہیں" اپنی ماں کی بات سنتے ماہ دیر نے بُرا سا منہ بنایا۔ "ماما یہ ہٹلر دادی کو کوئی اور کام نہی ہے۔ ہر وقت آپکو اور بابا کو دور کرنے میں لگی رہتی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ "ماما دادو

اور باقی سب ہم سے پیار کیوں نہیں کرتے" مہرماہ نے پوچھا تو پلوشہ سکندر نے نرمی سے اسے ماہ دیر سے پکڑتے اپنے سینے سے لگایا۔ "بچے آپکے بابا ہم سے پیار کرتے ہیں تو پھر ہمیں کسی اور کے پیار کی کیا ضرورت" پلوشہ سکندر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ وہ جانتا تھا انکے ددھیال میں کوئی انھیں اچھا نہیں سمجھتا کیونکہ اسکے ماما بابا نے بھاگ کر شادی کی تھی۔ "اچھا ماما میں زرا فریش ہوجاؤں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں جس پر اس نے باری باری ان دونوں کا ماتھا چوما اور باہر نکلتا چلا گیا۔ "چلو مہرو تم بھی تھوڑی دیر سو جاؤ۔ صبح سے شرارتیں کرکے تھکی نہیں" پلوشہ سکندر نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے کہا تو مہرماہ ہنسی۔ "نہیں مجھے نہیں سونا ماما" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائیں عین اسی پل انکے کمرے میں رکھا لینڈ لائن بجا جس پر وہ فوراً اس طرف بڑھیں اور فون اٹھاتے کان سے لگا گئیں۔ "جی خلیل" فون اٹھاتے ہی انھیں خلیل صاحب کی آواز آئی جس پر وہ فوراً بولیں

لیکن دوسری طرف سے جو بات انھیں سننے کو ملی وہ ان کی آنکھوں میں آنسو لانے کا سبب بنی تھی۔ "خلیل آج ہماری شادی کی سالگرہ ہے۔آج تو کم از کم امی کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گئے۔ "ٹھیک ہے لیکن کل آجائیے گا۔آج میں بچوں کو سمجھا دوں گی" پلوشہ سکندر نے کہا اور فون بند کر گئیں۔وہ جانتی تھیں خلیل صاحب کا نا آنا مجبوری ہے اور وہ سمجھتی بھی تھیں۔آخر کو اس بات کی اجازت انھوں نے خود ہی دی تھی۔ انھوں نے خود ہی اپنی زندگی میں اس مجبوری کو جنم دیا تھا۔

"ماما آج دو دن ہوگئے ہیں بابا نہیں آئے۔آپ نے کہا تھا وہ آجائیں گے" ماہ دیر نے اپنی ماما کو دیکھتے کہا جو فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں جبکہ مہر ماہ ابھی تک سو رہی تھی۔ "بیٹا آجائیں گے وہ فارغ نہیں ہیں۔میری بات ہوئی تھی ان سے" پلوشہ سکندر نے کہا تو ماہ دیر نے مٹھیاں بھینچی۔ "ماما آپ کیوں

برداشت کرتی ہیں یہ۔ کیوں نہیں کہتیں بابا کو اپنی ماں کی بات نا مانیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ اٹھتے اسکے پاس آئیں۔ "بچے ماں باپ کی بات ہر حال میں ماننی چاہیئے۔ انکی ہر بات کو رد نہیں کرتے۔ اور اگر آج میں خلیل کو کہوں گی کہ وہ اپنی ماں کی بات نا مانیں تو کل کو مکافات عمل جب ہوگا تو تمھاری بیوی بھی یہی کہے گی "پلوشہ سکندر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "لیکن ماما آپ کم از کم ایک شوہر کو اسکی بیوی بچوں سے دور رہنے کا تو نہیں کہیں گی نا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی آخر دادو کو کیا پروبلم ہے۔ جب ہم خوش ہیں تو کیوں وہ کوئی نا کوئی ایسا کام کردیتی ہیں جس سے ہم بے سکون ہوجاتے ہیں" ماہ دیر نے کہا تو پلوشہ سکندر نے گہری سانس بھری۔ "بچے کوئی بات نہیں۔ پریشان نا ہو آپکے بابا آجائیں گے ابھی میرا بیٹا ایسے پریشان نہیں ہوتے" پلوشہ سکندر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "صرف میں آپکی وجہ سے خاموش ہوں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "جانتی ہوں میرا بچہ۔ اس لیے کہہ رہی ہوں آگے

بھی خاموش ہی رہنا ہے بڑوں سے بدتمیزی نہیں کرنی۔چاہے کچھ بھی ہو کبھی بھی نا خود بڑوں سے بدتمیزی کرنی ہے نا اپنی بہن کو کرنے دیتی ہے پھر چاہے میں زندہ ہوں یا نا" پلوشہ سکندر نے کہا تو ماہ دیر تڑپا تھا۔"ماما یار ایسی باتیں نا کیا کریں۔کیوں میرا دل دہلاتی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ اسے سینے سے لگا گئیں۔

"اچھا میری جان سوری۔چلو اٹھو واک کرکے آؤ جلدی پھر تم کہو گے میں نے لیٹ کرا دیا" پلوشہ سکندر نے بات بدلنے والے انداز میں کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ "ٹھیک ہے پر مجھے ٹائم لگے گا پریشان مت ہونا میری پیاری ماما اور ہاں لیٹ آپ نے ہی کرایا ہے" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو وہ نرمی سے اسکا ماتھا چوم گئیں۔"چلو جاؤ اب اور کوشش کرنا جلدی آجاؤ" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گیا۔جبکہ اسکے جاتے ہی پلوشہ سکندر مہر ماہ کی طرف بڑھیں۔"مہرو اٹھ جاؤ۔بابا آنے والے ہیں" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ فوراً آنکھیں کھول گئی۔"کہاں ہیں بابا" مہر ماہ نے نیند سے لبریز آواز

میں پوچھا۔ "ابھی آجائیں گے چلو اٹھو شاباش" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے بازو پھیلا گئی جس پر وہ اسے گود میں اٹھاتے اسکا ماتھا چوم گئیں۔ "ماما آج بابا آئیں گے تو پھر ہم گول گپے کھانے جائیں گے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "ٹھیک ہے جو میری گڑیا کہے گی وہی کریں گے" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ یاہو کا نعرہ لگا گئی جس پر وہ مسکراتے اسے لیے واش روم کی طرف بڑھ گئیں۔

"ماما بھائی کیوں نہیں آئے ابھی تک" مہرماہ نے انکے ہاتھ سے نوالے کھاتے پوچھا۔ "میرا بچہ ابھی آجائیں گے آپ ناشتہ کرو" پلوشہ سکندر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے سکون سے ناشتہ کرنے لگی۔ "اسلام علیکم" ابھی وہ مہرماہ کو ناشتہ کرانے میں مصروف تھیں جب خلیل صاحب کی آواز آئی جس پر ان دونوں نے دروازے کی طرف دیکھا لیکن سامنے نظر پڑتے ہی مہرماہ کے چہرے پر

نا سمجھی آئی جبکہ پلوشہ سکندر کے چہرے کا رنگ جیسے اڑ گیا کیونکہ سامنے ہی خلیل سکندر کھڑے تھے لیکن وہ اکیلے نہیں تھے انکے ساتھ ایک عورت تھی جبکہ انکی گود میں چودہ سالہ بچی تھی جو سہمی سی لگ رہی تھی۔اس عورت کو دیکھ پلوشہ نے خلیل صاحب کو دیکھا جو شرمندہ لگ رہے تھے۔ "خلیل یہ "پلوشہ نے انکے ساتھ کھڑی پروین بیگم کو دیکھتے پوچھا جس پر خلیل صاحب فوراً ثانیہ سمیت ہی انکی طرف بڑھے۔ "مہرو" خلیل صاحب نے انکے سامنے رکتے انکا ہاتھ تھامتے مہرماہ کو پکارا تو وہ فوراً صوفے پر کھڑی ہوئی جسے دیکھ انھوں نے ثانیہ کو بھی اسکے ساتھ کھڑا کرتے مہرماہ کو سینے سے لگایا۔ "بابا آپ کہاں تھے اور یہ کون ہیں" مہرماہ نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "میں ایک کام سے گیا تھا اور یہ آپکی آپی ہیں۔جائیں آپی کو اوپر اپنے روم میں لے کر جائیں" خلیل صاحب نے کہا تو اسکا منہ بنا۔ "بابا پر ابھی مجھے آپ کے ساتھ کھیلنا ہے اور باتیں بھی کرنی ہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چوم گئے۔ "بابا کی جان۔بابا

آپکی ماما سے بات کرلیں پھر آتے ہیں پھر ہم کھیلیں گے ٹھیک ہے ابھی آپ روم میں جاؤ اور آپی کو بھی ساتھ لے جاؤ "خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سرہلایا اور ثانیہ کا ہاتھ پکڑا جس پر وہ فوراً ڈرتے اس سے ہاتھ چھڑاتے خلیل صاحب کے سینے سے لگی۔ وہ چودہ سال کی تھی پر وہ ڈرنے کی وجہ سے کسی چھوٹے سے بچے کی طرح بیہیو کرتی تھی۔ "ثانیہ مہرو آپکی بہن ہے بچے "خلیل صاحب نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا جس پر انھوں نے اسکا سر چوما۔وہ جانتے تھے ثانیہ سب سے ڈرتی ہے پر وجہ وہ نہیں جانتے تھے۔انھوں نے بارہا پروین بیگم سے پوچھا تھا پر وہ بھی لاعلمی کا اظہار کرتی تھیں۔ "بابا مجھے۔۔نہیں جانا" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے نرمی سے اسکا سر سہلایا۔ "میرا بچہ جائیں مہرو اچھی ہے۔ وہ آپ کو ٹیڈی دے گی" خلیل صاحب کی بات سنتے ثانیہ کا چہرہ کھلا تھا۔ "سچی بابا" ثانیہ نے پوچھا تو وہ ہاں میں سرہلا گئے۔ "بابا یہ آپکو بابا کیوں کہہ رہی ہیں آپ تو میرے بابا ہیں نا" مہرماہ جو کب سے انکا پیار

دیکھ رہی تھی اب بلآخر بول اٹھی۔ ”میری جان یہ آپکی آپی ہیں نا تو اس لیے مجھے بابا کہہ رہی ہے۔ اب باقی باتیں بعد میں آپی کو روم میں لے کر جائیں اور ٹیڈی بیئر بھی دیں اوکے“ خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا اور ثانیہ کو دیکھا۔ ”آپی چلیں مہرماہ نے مسکراتے پوچھا اور اپنا ننھا سا ہاتھ اسکے سامنے پھیلایا تو ثانیہ جھجکتے اسکا ہاتھ تھام گئی جس پر مہرماہ اسے اپنے ساتھ لیے اوپر بڑھ گئی۔ ”وشہ“ ان دونوں کے جاتے ہی وہ پلوشہ کی طرف بڑھے جو نم آنکھوں سے انھیں دیکھ رہی تھی۔ ”خلیل یہ یہاں کیا کر رہی ہیں“ پلوشہ نے پوچھا تو انہوں نے گہری سانس بھری۔ ”وشہ امی ابو چھوٹے کی طرف جا رہے ہیں تبھی انھوں نے دو دن کیلئے پروین اور ثانیہ کو یہاں بھیجا ہے۔ باخدا میں نہیں لانا چاہتا تھا پر ثانیہ کو دو دن سے بخار ہوا ہے اور پروین گھر پر اکیلی کیسے سنبھالتی اسے تبھی امی نے کہا اور میں انھیں لے آیا“ خلیل صاحب نے کہا تو پلوشہ نے پروین بیگم کو دیکھا جو نفرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”خلیل آپ

مجھے بتا تو دیتے" پلوشہ نے اب کی بار تھوڑے غصے سے کہا تو وہ شرمندہ ہوئے۔ "مجھے معاف کردو میری جان" خلیل صاحب نے نرمی سے انھیں ساتھ لگاتے کہا رو پلوشہ کا غصہ پل میں جھاگ کی مانند بیٹھا۔ "ماہ دیر کو کیا بتائیں گے" پلوشہ نے پریشانی سے پوچھا۔ "میں سمجھا لوں گا ماہ دیر کو پریشان نا ہو "خلیل صاحب نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تم روم میں جاؤ میں آرہا ہوں میں بچوں کو دیکھ کر "خلیل صاحب نے پلوشہ کو نرمی سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ "پروین آپ بھی اس کمرے میں چلی جائیں۔ آرام کریں کچھ دیر ثانیہ ابھی مہرو کے ساتھ ہے" خلیل صاحب نے انکی طرف مُڑتے سنجیدگی سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ خلیل صاحب کا پلوشہ کے ساتھ رویہ دیکھتے انکے دل میں حسد کے بھانبڑ جل رہے تھے پر وہ ابھی خاموش ہی رہیں۔ جبکہ خلیل صاحب بغیر ان پر دوسری نگاہ ڈالے اوپر بچوں کے پاس چلے گئے۔

"آپکو کچھ چاہیئے" پلوشہ نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے پروین کو کھڑے دیکھ پوچھا۔ خلیل صاحب کچھ دیر پہلے ہی مہرماہ کی ضد پر مہرماہ اور ثانیہ کو باہر لے کر گئے تھے جبکہ ماہ دیر اب تک گھر نہیں آیا تھا۔ وہ پارک سے اپنے کسی دوست کے ساتھ چلا گیا تھا۔ اس نے پلوشہ سکندر کو کال کر کے بتا دیا تھا جس پر وہ پرسکون تھیں۔ "تم خلیل کو چھوڑ کیوں نہیں دیتی" پروین نے اسے نفرت سے دیکھتے کہا۔ "اور میں اپنے شوہر کو کیوں چھوڑوں گی" پلوشہ نے انھیں دیکھتے کہا۔ "کیونکہ مجھے میرا شوہر چاہیئے" پروین نے کہا تو پلوشہ کے ماتھے پر بل پڑے۔ "دیکھیں پروین خلیل آپ سے پہلے میرے شوہر ہیں۔ میرے بچوں کے والد ہیں لہذا ایسی کوئی بات نا کریں جس سے بے سکونی پیدا ہو" پلوشہ نے کہتے جانا چاہا۔ "خلیل بھی یہی چاہتا ہے۔ وہ تمھیں چھوڑنا چاہتا ہے کیونکہ تمھاری وجہ سے وہ مجھ سے رشتہ نہیں بنا پا رہا" پروین نے کہا تو پلوشہ کی

آنکھیں پھیلیں۔ ”یہ سچ نہیں ہے خلیل ایسا نہیں کہہ سکتے “پلوشہ نے کہا تو پروین مسکرائی مطلب اسکا نشانہ بلکل صحیح لگا تھا۔آج تو وہ ویسے بھی اسی مقصد سے آئی تھی۔ ”میں غلط تو نہیں کہہ رہی۔ خلیل طلاق کے کاغذات بھی تیار کرا چکے ہیں۔دو دن ہماری طرف رہ کر یہی کام کیا ہے انھوں نے بلکہ محبت بھری باتیں بھی کی ہیں مجھ سے“ پروین نے کہا تو پلوشہ کی سانس رکی۔طلاق ! یہ لفظ سنتے جان نکل رہی تھی۔ ”ایسا نہیں ہوسکتا۔میں خلیل کو جانتی ہوں“ پلوشہ نے کہا تو پروین مسکرائی۔ ”اتنا اعتبار اچھا نہیں ہوتا۔ خلیل آئیں گے تو پوچھ لینا کہ وہ طلاق کے کاغذات بنوا رہے ہیں یا نہیں “پروین کہتے وہاں سے چلی گئی جبکہ پلوشہ وہیں کھڑی تھی۔وہ چلتی لاؤنج میں آکر بیٹھتے خلیل صاحب کا انتظار کرنے لگیں۔ ”وشہ یہاں کیوں بیٹھی ہو“ خلیل صاحب نے گھر میں داخل ہوتے اسے دیکھتے پوچھا۔ثانیہ انکے کندھے پر سر رکھے سو رہی تھی جبکہ مہرماہ بھی فل نیند میں جھولتے انھیں دیکھ رہی تھی۔ ”خلیل آپ طلاق

کے کاغذات تیار کرا رہے ہیں" پلوشہ نے کوئی بھی جواب دیے بغیر اپنا سوال پوچھا۔ "ہاں لیکن تمھیں کس نے بتایا" خلیل صاحب نے انھیں دیکھتے پوچھا تو پلوشہ بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگی جو ثانیہ اور مہر ماہ کو صوفے پر لٹا رہے تھے۔ "وشہ کیا ہوا" انھیں یوں خود تکتے دیکھ خلیل صاحب نے چند قدم انکی طرف بڑھاتے پوچھا۔ "آپ۔۔مجھے طلاق دے۔۔رہے ہیں خلیل "پلوشہ نے پوچھا تو وہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگے۔ "وشہ کیا دماغ ٹھیک ہے تمھارا۔کیا کہہ رہی ہو۔میں تمھیں طلاق کیوں دوں گا" خلیل صاحب نے انکی دونوں بازو پکڑتے انھیں قریب کیا تو پلوشہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ "نہی ہوا میرا دماغ۔۔خراب اگر آپکو۔۔پروین سے تعلق بنانا۔۔ہے آپ بنالیں پر مجھے۔۔طلاق تو نا دیں" پلوشہ نے کہا تو خلیل صاحب کی حیرت میں اضافہ ہوا۔وہ کیا کہہ رہی تھی اور کیوں۔ "وشہ میری جان کیا ہوگیا ہے۔ایسا کچھ نہیں ہے نا ہی میں پروین سے کوئی تعلق قائم کررہا ہوں اور تمھیں طلاق دینے

کے بارے میں، میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ تم میرا عشق ہو وشہ تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو کہ میں تمھیں چھوڑ دوں گا" خلیل صاحب نے انکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو وہ نم آنکھوں سے انھیں دیکھنے لگی۔ "پھر آپ۔۔ طلاق کے۔۔ کاغذات کیوں تیار۔۔ کرا رہے ہیں۔۔ اور دو دن۔۔ وہاں۔۔ کیوں رہے" پلوشہ نے پوچھا تو وہ ہنس پڑے۔ "وشہ تم اس لیے یہ سب سوچے بیٹھی ہو "خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ گھر میں کوئی بد سکونی نہیں چاہتی تھیں تبھی خاموش رہی ورنہ دل تو کر رہا تھا خلیل صاحب کو پروین بیگم کی ساری بات بتائے۔ "میری جھلی وشہ۔ طلاق کے کاغذات ابو نے مجھے تیار کرانے کیلئے کہا ہے۔ انکا کوئی دوست ہے اسکے بیٹے کیلئے اور رہی بات وہاں رہنے کی تو امی نے روکا تھا اور تم جانتی ہو اگر منع کرو تو وہ کیسی کیسی قسمیں ڈال کر ایموشنل کرتی ہیں" خلیل صاحب نے اسکے آنسو صاف کرتے کہا پلوشہ کو اندازہ ہوا کہ پروین نے جان بوجھ کر

ان کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنی چاہی تھی۔ ”جانتی ہوں۔ ایک بار پہلے بھی انھی کی قسموں اور انکے آنسوؤں نے مجھے آپکو اجازت دینے پر مجبور کیا تھا“ پلوشہ نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چوم گئے۔ ”تم جانتی ہو وشہ پروین میرے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ بس میری کاغذوں کی حد تک بیوی ہے“ خلیل صاحب نے کہا تو پلوشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”پر خلیل کتنا اچھا ہوتا نا آپ پروین سے شادی نا کرتے۔ آپ جانتے ہیں عورت ہر چیز برداشت کر لیتی ہے پر اپنے پسندیدہ مرد پر کسی دوسری عورت کا سایہ بھی برداشت نہیں کرتی اور آپ نے تو کسی دوسری عورت سے شادی کی ہے۔ میرا حق اسے دیا ہے میں کیسے برداشت کرتی ہوں اندازہ بھی نہیں ہے آپکو“ پلوشہ نے کہا تو خلیل صاحب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ باہر سے اندر داخل ہوتے ماہ دیر کے پیروں تلے سے زمین نکلی۔ اسکے بابا نے دوسری شادی کر لی تھی۔ وہ اسکی ماں پر سوتن لے آئے تھے۔ بے ساختہ اسکا دم گھٹا۔ ”جانتا ہوں وشہ پر تم جانتی ہو نا اس شادی کے

پیچھے کا مقصد۔پروین بن بیاہی ماں بننے والی تھی۔ثانیہ کے باپ کے بارے میں وہ ہمیں بتا نہیں رہی۔بات جنگل میں آگ کی طرح پھیل رہی تھی تو یہ شادی ہوئی ہے اور میں نے صرف ثانیہ کو اپنا نام دیا ہے یہ بات تم اچھے سے جانتی ہو میرا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ہاں ثانیہ بچی ہے اور مجھے مہرو کی طرح عزیز ہے پر پروین اس سے میرا تعلق نہیں ہے" خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "جانتی ہوں پر آپ پر ایک دوسری عورت کو حق جماتے دیکھ میرا دل کس کس انداز میں مرتا ہے کوئی اس بات کو سمجھ نہیں سکتا" پلوشہ نے کہا تو اب کی بار انکی آنکھوں سے آنسو بہے تھے۔"پلوشہ پلیز رونا بند کرو۔تم جانتی ہو نا تمھاری طبیعت خراب ہوجائے گی" خلیل صاحب نے انھیں اپنے سینے سے لگایا تو وہ اور رونے لگی۔"کیسے چپ کروں خلیل میرا دل پھٹتا ہے جب مجھے یاد آتا ہے کہ کوئی اور بھی آپکی بیوی ہے۔کوئی آپ پر اتنا ہی حق رکھتی ہے جتنا میں" پلوشہ نے کہا تو خلیل صاحب نے انکا سر چوما جب کہ ماہ دیر

دروازے کے پار کھڑا نم آنکھوں سے یہ سب سن رہا تھا۔اس کے دل میں اچانک ہی ثانیہ اور پروین بیگم کے لیے نفرت ابھری۔"وشہ چپ کر جاؤ میری جان۔طبیعت خراب ہوجائے گی تمھاری" خلیل صاحب نے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا۔عین اسی پل انکے دل کے مقام پر شدید درد کی ٹیس اٹھی جس پر انھوں نے فوراً سینے پر ہاتھ رکھا۔"وشہ کیا ہوا" خلیل صاحب نے پریشان ہوتے پوچھا۔"کچھ نہیں بس یہ ٹیس اٹھی تھی۔کونسی نئی بات ہے" پلوشہ نے کہا تو وہ اسے واپس سینے میں بھینچ گئے۔پلوشہ کو پیدائشی دل کا مسئلہ تھا جسکے بارے میں خلیل صاحب اچھی طرح واقف تھے تبھی وہ ہر پریشانی کو ان سے کوسوں دور رکھتے تھے تاکہ انکی وشہ کو کچھ نا ہو۔اسی ڈر سے وہ آج تک پلوشہ سے ایک بات چھپائے ہوئے تھے جو کھلنے پر نا جانے وہ کیسا ری ایکشن دیتی۔پر وہ اس بات کو انھیں ابھی ہرگز نہیں بتانا چاہتے تھے ورنہ انکی جان کو خطرہ ہوسکتا تھا۔"میں ٹھیک ہوں خلیل" پلوشہ نے انکو یکدم پریشان ہوتے دیکھ کہا تو

اسے دیکھنے لگی۔ ”تم ٹھیک ہی رہنا وشہ۔ تم میرا کل اثاثہ ہو“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”اچھا بس کریں۔ میں ٹھیک ہوں۔ دیکھیں مہرو سو گئی ہے۔ اسے میرے پاس کمرے میں لٹا دیں اور ثانیہ کو بھی روم میں لٹا دیں بچی یہاں کمفرٹیبل نہیں ہوگی“ پلوشہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے دونوں کو گود میں اٹھا گئے۔ ”تم بھی کچھ دیر آرام کر لو۔ مجھے ایک کام ہے میں آتا ہوں تھوڑی دیر تک اور ہاں اب اس بارے میں مت سوچنا“ خلیل صاحب نے انکے ساتھ روم کی طرف بڑھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ جبکہ ماہ دیر جو دروازے میں ہی کھڑا تھا وہیں سے واپس پلٹ گیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا اسکا باپ دوسری شادی کر چکا تھا۔

---حال---

پھر اسکے جانے کے بعد کیا ہوا تھا۔ماہ دیر نہیں جانتا تھا۔اسے بس اتنا یاد تھا جب وہ شام کو واپس آیا تب اسکی ماما اسے ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جاچکی تھیں اسکی ماما کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔وہ انکے لیے ہی ہارٹ سپیشلسٹ بن رہا تھا اور وہیں اوے چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔اس دن مہرو ماما ماما کرتے رو رہی تھی جبکہ خلیل صاحب مردہ نگاہوں سے پلوشہ کے مردہ وجود کو دیکھ رہے تھے۔ان ماں کا بیٹی کے انکے گھر آنے سے اسکی ماں ہمیشہ کیلئے اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی جس کے ذمہ دار اسکے بابا بھی تھے کیونکہ ماہ دیر کے مطابق نا وہ دوسری شادی کرتے نا اسکی ماما کو صدمہ لگتا اور نا وہ اسے چھوڑ کر جاتیں پر ابھی وہ حقیقت سے انجان تھا۔کتنا خوش تھے وہ لوگ پر ان ماں بیٹی کے آنے سے انکا آشیانہ ٹوٹ گیا تھا۔اسکی ماں دنیا چھوڑ گئیں تھی۔اسکے بابا ٹوٹ گئے تھے۔اپنا گھر وہ خود چھوڑ آیا اور اسکی بہن اس سے نفرت کرنے لگی تھی اور اب اگر اسکے پاس ایک مخلص دوست تھا وہ بھی اس عورت کی بیٹی نے چھین لیا تھا۔ماہ

دیر نے آسمان کی طرف دیکھتے سوچا اور کرب سے مسکرایا۔وہ اس وقت اپنی اور عامر کی پسندیدہ جگہ پر آیا تھا۔جو کہ آبشار تھی۔وہ اب تک گھر نہیں گیا تھا۔اس نے یشائم کو کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ سو جائے آج ہاسپٹل میں ایمرجنسی ہے پر در حقیقت ابھی وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ابھی وہ اپنی ٹوٹی دوستی کا سوگ منانا چاہتا تھا۔"تو نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا" ماہ دیر نے عامر کو خیالوں میں عامر کو مخاطب کرتے کہا۔"دوست جب چھوڑ کر جاتا ہے تب دل مردہ ہو جاتا ہے یہ جانتے بوجھتے تو نے مجھے چھوڑ دیا" ماہ دیر نے اذیت سے کہا اور شکست خور انداز میں زمین پر ڈھے گیا۔

"شیری تو ٹھیک ہے" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا جو سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے خالی نگاہوں سے ہاتھ میں پکڑے مریم کے آیت الکرسی والے بریسلٹ کو دیکھ رہا تھا۔شہریار نے کل پورا لاہور الٹ پلٹ کر دیا تھا پر مریم اسے کہیں

بھی نہیں ملی تھی۔ اس نے سفیان چوہدری کے گھر جا کر بھی دیکھ لیا تھا پر وہاں کوئی نہیں تھا سوائے نوکروں کے جن سے پوچھنے پر انھوں نے یہی کہا تھا کہ سفیان چوہدری راولپنڈی ہے۔ اسکے راولپنڈی ہونے کا کنفرم کرنے کے باوجود شہریار کو اسی پر شک تھا اور اب وہ ایک آخری جگہ جارہا تھا جہاں سفیان چوہدری ہوسکتا تھا۔ اسکا آفس۔ وہ ایک آخری امید تھی اگر وہاں سے بھی اسکی پٹھانی کا ناپتا لگتا تو شہریار کی سانسیں بھی بند ہوجانی تھیں۔ ضرار اور اسد کل رات تین بجے سے یہاں تھے۔ انھیں شہریار نے ہی کال کی تھی جس پر وہ دونوں ہی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر لاہور کے لیے نکل آئے تھے جبکہ گھر میں مہرماہ اور اماں سائیں کا رو رو کر بُرا حال تھا اور باقی سب بھی مریم کیلئے پریشان تھے۔ ”نہیں میں ٹھیک نہیں ہوں۔ میری پٹھانی میرے پاس نہیں ہے ضرار میں بھلا کیسے ٹھیک ہوسکتا ہوں“ شہریار نے بھاری آواز میں کہا تو ضرار کو اس پر ترس آیا۔ محبت سے جدائی کی سوچ ہی جان نکال دیتی تھی اور اس سے

تو اسکی محبت چھین لی گئی تھی بھلا وہ کیسے ٹھیک ہو سکتا تھا۔ ”بھائی پلیز ایسے اپنا آپ تو نا چھوڑیں۔ گڑیا مل جائے گی انشا للہ“ اسد نے ہاتھ بڑھاتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تو شہریار نے اداسی سے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چھوٹے میں اپنا آپ نا بھی چھوڑوں تو مجھ سے اپنا آپ کھونے لگا ہے۔ ابھی اس سے جدا ہوئے چند گھنٹے ہوئے ہیں اور مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ نا جانے کتنی صدیوں سے میں نے اپنی پٹھانی کو نہیں دیکھا“ شہریار نے کہا تو ضرار اور اسد دونوں کا دل کٹا تھا۔ انھوں نے کبھی شہریار کو اتنا بے بس نہیں دیکھا تھا۔ ”شیری ہم پہنچ گئے“ مزید دس منٹ کے سفر کے بعد ضرار نے گاڑی روکتے کہا تو شہریار ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گاڑی سے باہر نکلا اور سامنے بنی بڑی سی عمارت کی طرف بڑھا۔ ”ویلکم سر۔ہاؤ مے آئے ہیلپ یو“ وہ اندر آیا تو سامنے ریسیپشن پر کھڑی لڑکی نے فوراً پوچھا۔ ”سفیان چوہدری کہاں ہے“ شہریار نے سرد و سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ ”سر وہ تو ابھی آفس نہیں آرہے۔ وہ شہر سے باہر گئے ہیں“ اس

لڑکی نے جواب دیا تو شہریار نے مٹھیاں بھینچی۔ "مجھے سفیان چوہدری کا نمبر چاہیئے" شہریار نے کہا تو اس لڑکی نے ایک کارڈ اس کی طرف بڑھایا جسے پکڑتے وہ فوراً باہر بڑھ گیا جہاں ضرار اور اسد اسکا انتظار کر رہے تھے۔ "کیا ہوا" ضرار نے اسکے باہر آتے ہی پوچھا جس پر شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔ "شیری ہم گڑیا کو ڈھونڈ لیں گے چل آ۔ اب واپس یتیم خانے چلتے ہیں وہاں سی سی ٹی وی ہوگا اسے چیک کرتے ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور وہیں فٹ پاتھ پر سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھ گیا۔ "میں چیک کر چکا ہوں ضرار۔ اس میں کچھ نہیں ملا" شہریار نے خالی لہجے میں کہا۔ اسکے لہجے سے وہ دونوں بتا سکتے تھے کہ وہ ابھی رو دے گا"۔ پریشان نا ہو شیری۔ ایسے کرے گا تو گڑیا کو کیسے ڈھونڈے گا" ضرار نے کہا تو اب کی بار شہریار کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "ضرار وہ نہیں مل رہی۔ پتہ نہیں میری پٹھانی کہاں ہے کس حال میں۔ وہ مجھے پکار رہی ہوگی ضرار۔ وہ بہت معصوم ہے وہ رو رہی ہوگی۔

میری پٹھانی نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔جو وہ اسے مجھ سے دور لے گئے ہیں۔پتا نہیں اس نے کچھ کھایا ہوگا یا نہیں۔ ضرار وہ کھوئی ہے تو یوں لگ رہا ہے جیسے میں نے اپنا دل کھو دیا ہو" شہریار نے روتے ہوئے کہا تو ضرار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔"گڑیا مل جائے گی شیری سنبھال خود کو "ضرار نے کہا تو شہریار نے اپنا آنسوؤں سے لبریز چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"جانتا ہوں لیکن اگر وہ نا ملی تو تم سب کو شہریار ملک کی لاش ملے گی "یہ کہتے ہی شہریار بچوں کی مانند ہچکیاں بھرتے رونے لگا۔وہ تیس سالہ وجاہت سے بھرپور راولپنڈی کا مشہور ایڈوکیٹ لاہور کے ایک فٹ پاتھ پر بیٹھا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بچوں کی مانند رو رہا تھا۔آج اس سے اسکا سکون چھین لیا گیا تھا۔آج شہریار ملک نے اپنا عشق گنوا دیا تھا۔آج شہریار ملک کا وجود کرچی کرچی ہوگیا تھا۔آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔جبکہ ضرار اسے دیکھ رہا تھا جو اپنا مقام و مرتبہ بھلائے فٹ پاتھ پر بیٹھا رو رہا تھا۔وہ شخص جو کبھی اپنوں کے سامنے نا

رویا تھا آج اپنی بیوی کے لیے لاہور کی ایک مصروف شاہرا کے فٹ پاتھ پر بیٹھا اپنی بیوی کے لیے دنیا کے سامنے رورہا تھا۔ لیکن وہ کیسے بتاتا آج شہریار ملک کی کل کائنات اس سے چھینی گئی تھی درد کم نہیں ہورہا تھا وہ کیسے آنسو ضبط کرتا۔جبکہ وہاں سے گزرتا ہر شخص دکھ سے اس خوبرو مرد کو دیکھ رہا تھا جو یوں بچوں کی طرح بلک بلک کر رورہا تھا۔"پٹھانی ! ! " اچانک شہریار زمین پر ہاتھ مارتے پوری قوت سے چلایا تھا۔جس پر وہاں کھڑے ضرار اور اسد سمیت ہر کوئی لرز اٹھا تھا۔ جبکہ اسکی آواز میں اذیت محسوس کرتے وہاں کھڑے ہر شخص کا دل دہلا گئی تھی۔آج لاہور میں ایک اور دل ٹوٹا تھا۔آج شہریار نے جانا تھا لاہور واقعی دو محبت کرنے والوں کو جدا کرتا ہے۔آج شہریار ملک کے دل کا جنازہ نکلا تھا جسکا اعلان تک نہیں کیا گیا تھا۔آج شہریار ملک سے اسکا کل اثاثہ چھینا گیا تھا جس نے شہریار ملک کو مردہ کردیا تھا۔"بھائی سنبھالیں خود کو پلیز" اسے یوں روتے دیکھ اسد اسکے پاس بیٹھتے اسکے گرد حصار باندھ

گیا۔ ”مجھے میری پٹھانی۔۔لادو کہیں سے۔۔میں مرجاؤں۔۔گا یار۔۔اگر وہ نا ملی۔۔تو میری جان نکل جائے گی“ شہریار نے اسد کے گرد حصار باندھتے کہا تو ضرار اور اسد دونوں کی آنکھیں نم ہوئیں۔ان دونوں نے اسے کبھی اس نہج تک ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ ”شیری حوصلہ کر یار۔ہم ڈھونڈ لیں گے گڑیا کو“ ضرار نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ ”ضاری مجھے۔۔میری پٹھانی۔۔ڈھونڈ دے یار۔۔ورنہ تیرا یار مرجائے گا۔۔بہت اذیت ہو رہی ہے۔۔اسے لادے کہیں سے۔۔میری جان لے۔۔لو پر مجھے میری پٹھانی لادو۔۔اگر وہ نا ملی۔۔تو میں مرجاؤں گا۔۔یار مجھے میری مریم ڈھونڈ دو“ شہریار نے بلک بلک کر روتے کہا تو اب کی بار ضرار نیچے بیٹھتے اسے ساتھ لگا گیا۔ ”شیری میں ڈھونڈ دوں گا گڑیا کو۔چپ کر ایسے کرے گا تو کچھ نہیں ہوگا۔اسے ڈھونڈ تو کہتا ہے نا وہ تیرا دل ہے تو اسے محسوس کر۔محسوس کر تیرا دل کہاں دھڑک رہا ہے۔تیری مریم کہاں ہے۔وہ تیرے دل میں رہتی ہے وہ تجھے مل جائے گی پر خدارا یوں نا کر“

ضرار نے کہا تو شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں ہو رہا ضاری۔۔کوشش بھی ۔۔کروں۔۔تو آنسو نہیں تھم۔۔رہے میری۔۔پٹھانی میرے۔۔پاس نہیں۔۔ہے ایسے لگ رہا ہے۔۔ابھی مر جاؤں گا پر۔۔صرف اسکے دیدار کیلئے زندہ ہوں۔۔اسے کہیں سے لادے۔۔ضاری مجھ پر ترس۔۔کھا لے۔۔ میری پٹھانی کو ڈھونڈ دے“ شہریار نے کہا تو ضرار نے اسکا چوما۔ ”میں ڈھونڈ دوں گا پر ایسے تو نا کر۔مریم کی خاطر ہی خود کو سنبھال لے“ ضرار نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔ ”وعدہ کر میری۔۔پٹھانی مل جائے گی“ شہریار نے اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتے بچوں کی طرح پوچھا تو ضرار اسے واپس سینے سے لگا گیا۔ ”وعدہ کرتا ہوں پر ایسے نا کر۔تجھے یوں روتے میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ جس پر اسد نے نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے۔ ”بھائی آپ ہماری جان ہیں۔ایسے رو کر آپ ہمیں بھی پریشان کر رہے ہیں۔پلیز روئیں مت ہم سب

مل کر گڑیا کو ڈھونڈ لیں گے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ نرمی سے اس کا سر چوم گیا۔ "آپ جانتے ہیں نا مجھے میرے بھائی ایسے اچھے نہیں لگتے" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھر پلیز رونا بند کریں۔ اگر آپ اب روئے نا تو میں زمین پر لیٹتے رونے لگوں گا پھر نا کہیے گا "اسد نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا میرا بچہ اب نہیں روتا شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ویری گڈ۔ بس فکر نا کریں ہم گڑیا کو ڈھونڈ لیں گے اور جس نے گڑیا کو آپ سے جدا کیا ہے اور جسکی وجہ سے آپ روئے نا اسکی لاش کے اتنے ٹکڑے کروں گا کہ اسکی روح کانپ جائے گی" اسد کے لہجے میں ایک جنون تھا جسے محسوس کرتے وہ دونوں مسکرائے۔ "دیکھ لے شیری ہمارا چھوٹا بھڑک گیا ہے اب لاشیں گرے گیں لاشیں" ضرار نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا جبکہ شہریار مسکرایا۔ "چل اب اٹھ گھر چلیں ہو سکشد تِتا ہے گڑیا کی

کوئی خبر ملی ہو" ضرار نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور فٹ پاتھ سے کھڑے ہوتے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"ضار میمی کا کچھ پتا چلا" مہر ماہ نے فون پر ضرار سے بات کرتے کہا۔ "نہیں ماہ کچھ پتا نہیں لگا۔ دعا کرو گڑیا مل جائے" ضرار نے کہا تو اسکی آنکھوں میں پھر نمی آئی۔ اسکی بہنوں جیسی دوست ناجانے کہاں تھی کس حال میں تھی۔ "ضار میمی کو ڈھونڈ دیں پلیز۔ وہ بہت معصوم ہے ضار اسے ڈھونڈ کر لادیں۔ میری دوست ناجانے کہاں ہے" مہر ماہ نے بھرائی آواز میں کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "ماہ میری جان۔ میں ڈھونڈ لوں گا گڑیا کو پر پلیز رونا مت۔ تم تو میری بہادر جند جان ہو نا۔ تمھیں رونا نہیں ہے اور میری غیر موجودگی میں تو بلکل نہیں پلیز" ضرار نے کہا تو مہر ماہ اپنے آنسو صاف کیے۔ "ضار میمی میری دوست نہیں ہے۔ میری بہن میری سول میٹ سب کچھ

ہے۔ضار وہ بہت معصوم ہے۔ وہ بہت زیادہ سیدھی ہے مجھے بس ڈر لگ رہا ہے۔ ناجانے وہ کہاں ہوگی" مہرماہ نے کہا تو ضرار گہری سانس بھرتے لیٹ گیا۔"جانتا ہوں بچے پر ہم اپنی پوری کوشش کررہے ہیں۔ انشاءاللہ بہت جلد مریم کو ڈھونڈ لیں گے" ضرار نے کہا تو اس نے انشاء اللہ کہا۔"ضار شہریار بھائی کیسے ہیں" مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے اپنے پاس بیڈ پر سوئے شہریار کو دیکھا جسے ابھی جوس میں نیند کی گولی مکس کرکے سلایا تھا ورنہ وہ سونے کو تیار ہی نہیں تھا۔ شہریار یتیم خانے جانا چاہتا تھا پر ضرار اسے یہاں لے آیا تاکہ وہ آرام کرلے۔"وہ ٹھیک نہیں ہے روحِ من۔رو رہا ہے گڑیا کو ڈھونڈ رہا ہے۔اب بھی کافی مشکل سے سلایا ہے کل رات سے نہیں سویا"ضرار نے شہریار کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے کہا۔جب کہ مہرماہ نے اسکے لہجے میں اذیت صاف محسوس کی تھی۔"آپ اداس ہیں" مہرماہ نے پوچھا۔"ہاں" ضرار نے یک لفظی جواب دیا۔"فکر نا کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔اللہ

پاک سب ٹھیک کردیں گے میمی مل جائے گی اور پھر بھائی بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔آپ اداس نا ہوں" مہرماہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔وہ جانتی تھی جتنی تسلی کی اسے ضرورت ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ضرار کو ہے کیونکہ وہ تو گھر بیٹھی اسے کال کرکے بس پوچھ رہی تھی پر وہ ایک ایک جگہ جاکر مریم کی تلاش کررہا تھا۔اسکی بیوی ہونے کے ناطے اسکا فرض تھا وہ اپنے شوہر کو تسلی دے۔"شکریہ مجھے اسکی ضرورت تھی" ضرار نے مدھم آواز میں کہا۔"جانتی ہوں" مہرماہ نے مسکراتے کہا تو ضرار بھی مسکرایا۔"تمھیں پتا ہے آج شہریار کو روتے دیکھا تو میرا دل پھٹنے کے در پر تھا۔ میں نے آج اسے عرصے بعد اتنا ٹوٹا بکھرا دیکھا ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ کو دکھ ہوا۔"آپ فکر نا کریں سب ٹھیک ہوجائے گا۔ایک بار میمی مل جائے بھائی ٹھیک ہو جائیں گے" مہرماہ نے نرمی سے کہا۔"انشاءاللہ۔ماہ کیا تمھیں اندازہ ہے مریم کے ساتھ ایسا کون کرسکتا ہے۔وہ بے حد معصوم ہے لیکن کیا اس کی کسی کے ساتھ کوئی دشمنی

ہے" ضرار نے پوچھا تو مہرماہ اٹھ بیٹھی۔ "ضار میمی کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے پر ایک انسان پر مجھے شک ہے بلکہ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ میمی کے غائب ہونے کے پیچھے اسی شخص کا ہاتھ ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار چونکا۔وہ اتنے یقین سے کہہ رہی تھی مطلب وہ کچھ جانتی تھی۔ "کون ماہ "ضرار نے جلدی سے پوچھا۔ "سفیان چوہدری" مہرماہ نے کہا تو ضرار حیران ہوا۔ "تم کیسے جانتی ہو" ضرار نے جلدی سے پوچھا۔ "ضار ظاہری سی بات ہے میمی نے بتایا ہوگا نا" مہرماہ نے کہا تو وہ اسکے انداز پر اتنی پریشانی میں بھی مسکرایا۔ "میری جند جان میں جانتا ہوں لیکن تمھیں کیوں لگتا ہے کہ سفیان چوہدری ہی ہوسکتا ہے" ضرار نے پوچھا تو اسے اب اس کی بات سمجھ آئی۔ "ضار سفیان چوہدری شروع سے میمی کو تنگ کررہا ہے اور اس نے ایک بار پہلے بھی میمی کو کڈنیپ کرنے کی کوشش کی تھی" مہرماہ نے کہا تو ضرار حیران ہوا۔ "اور؟ اور کیا جانتی ہو تم ماہ۔سب بتاؤ" ضرار نے جلدی سے

کہا۔ ”ضار میمی جس یتیم خانے میں رہتی تھی وہاں وہ بہت خوش تھی پر دس ماہ پہلے سب بدل گیا۔ وہ یتیم خانہ جو ایک وقت میں اسکی جنت تھا وہ اسکے لیے جہنم بن گیا اور اسکی وجہ سفیان چوہدری تھا“ مہر ماہ نے کہا تو ضرار کو اچنبھا ہوا۔ ایسا کیا ہوا تھا آخر۔ ”پوری بات بتاؤ ماہ“ ضرار نے فوراً کہا۔ ”ضار میمی یتیم خانے کے باغ میں بیٹھ کر پڑھتی تھی۔ ایک دن وہ یونہی بیٹھے پڑھ رہی تھی جب سفیان چوہدری کی نظر میمی پر پڑی۔ ضار وہ اچھا انسان نہیں تھا وہ میمی کو یوز کرنا چاہتا تھا۔ میمی نے اسے منع کر دیا تو وہ بدتمیزی کرنے لگا مطلب بلاوجہ اسکے روم میں آجاتا تھا۔ بلاوجہ اسکا رستہ روکتا تھا اور اسے نقاب اتارنے کا کہتا۔ میمی کچھ عرصہ یہ برداشت کرتی رہی لیکن پھر اس نے فوزیہ آنٹی کو بتایا تو انھوں نے سفیان چوہدری کو غصے سے منع کیا جس پر اس نے بجائے باز آنے کے میمی کو کڈنیپ کرانے کی کوشش کی پر بروقت گارڈز اسکے پلین کو ناکام بنا چکے تھے۔ اس واقعے کے بعد میمی کو فوزیہ آنٹی نے راولپنڈی بھیج دیا اور آپ

جانتے ہیں سفیان چوہدری یہاں بھی آیا تھا پر کسی کیس کے سلسلے میں اور اس نے میمی کو شہریار بھائی کے ساتھ دیکھا بھی تھا انکے گھر پر میمی نے مجھے بتایا تھا ضرار اس نے میمی کو دھمکایا بھی تھا" مہرماہ نے اسے حرف با حرف مریم کے ماضی کا بتایا تو ضرار نے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔اب اسے یقین تھا یہ حرکت سفیان چوہدری کی ہی ہے۔"میرا بچہ بہت شکریہ۔یہ بہت اہم معلومات ہے۔ اب ہمیں در در پھرنے کی ضرورت نہیں ہے اب ہم سفیان چوہدری کو ڈھونڈیں گے۔انشاءاللہ مریم بھی مل جائے گی" ضرار نے کہا تو اس نے انشاء اللہ کہا۔"چلو اب میرا بچہ سوجاؤ۔کافی ٹائم ہوگیا ہے"ضرار نے کہا تو اس نے ٹائم دیکھا جہاں ایک بج رہا تھا۔"ٹھیک ہے۔آپ بھی سوجائیں اور اپنا خیال رکھیے گا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"جی اچھا میری جان۔تم بھی اپنا خیال رکھنا فی امان اللہ" ضرار نے محبت سے کہا تو وہ بھی فی امان اللہ کہتے کال کاٹ گئی۔

"دیر کہاں تھے آپ" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا جو ابھی روم میں داخل ہوا تھا۔اسکی سرخ آنکھیں رت جگے کی شکایت کررہی تھیں۔"ہاسپٹل تھا متاعِ جان" ماہ دیر نے اسکے پاس آتے کہا جو بیڈ پر بیٹھی حوریہ کو جگا رہی تھی۔ماہ دیر چلتے اسکے پاس آیا اور نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسے سینے سے لگاتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا جس پر میشائم نے نرمی سے اسکے گرد بازو حمائل کیے۔ماہ دیر کا انداز بتا رہا تھا وہ کسی بات سے ڈسٹرب ہے۔"آپ ہاسپٹل میں نہیں تھے۔سچ بتائیں کہاں تھے آپ دیر۔کل رات میں نے آپکو کال کی تھی پر آپ نے نہیں اٹھائی جس پر میں نے ہاسپٹل کال کی پر وہاں سے پتا لگا آپ شام سے ہاسپٹل سے جا چکے ہیں۔جانتے ہیں میں کتنی پریشان تھی" میشائم نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا۔اسکی انگلیوں کا لمس اپنے بالوں میں محسوس کرتے ماہ دیر کے تھکاوٹ زدہ تاثرات میں سکون اترا۔"میں اپنی اور عامر کی

من پسند جگہ گیا تھا" ماہ دیر نے مدھم تھکاوٹ سے چور آواز میں کہا۔ "عامر بھائی کے ساتھ" میشائم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اکیلا" ماہ دیر نے یک لفظی جواب دیا۔ "اکیلے کیوں اور مجھ سے رات کو جھوٹ کیوں بولا تھا" میشائم نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری ورنہ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ جاتے۔ "کل میری گڑیا سے بات ہوئی" ماہ دیر نے کہا تو میشائم حیران ہوئی۔ "مہرو سے" میشائم نے کنفرم کیا۔ "ہاں مہرو سے۔ جانتی ہو وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ مجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی بلکہ میری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ اور پتا ہے اس نے کال کیوں کی تھی" ماہ دیر نے ہلکا سا پیچھے ہوتے اسکی آنکھوں میں دیکھا جبکہ اسکے چہرے پر نظر پڑتے میشائم تڑپ اٹھی تھی۔ ماہ دیر کی آنکھیں لہو چھلکا رہی تھیں یوں لگ رہا تھا گویا وہ خود کو رونے سے روک رہا ہو۔ "کیوں کی تھی کال" میشائم نے نرمی سے اسکی آنکھوں کو اپنی پوروں سے چھوتے پوچھا۔ "اسے لگتا ہے خلیل صاحب اب اس دنیا

میں نہیں رہے" ماہ دیر نے کہا تو میشائم اسے دیکھا۔"کیا پر ایسا کیوں" میشائم نے پریشان ہوتے پوچھا۔"کیونکہ وہ نہیں جانتی وہ زندہ ہیں۔ کل اس نے مجھے یہی بتانے کیلئے کال کی تھی پر میری کوئی بھی بات نہیں سنی بس مجھے بتایا اور کال بند کردی۔میں نے دوبارہ اسے کال کرنی چاہی پر پھر اس نے کال نہیں اٹھائی" ماہ دیر نے کہا تو اب کی بار آنسو رخسار پر بہنے لگے جسے دیکھ میشائم نے تڑپ کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔"دِیر پلیز روئیں مت"میشائم نے کہا تو ماہ دیر اب کی صحیح معنوں میں ٹوٹا تھا۔"کیسے نا روؤں میشی۔۔کیسے نا روؤں ۔۔میری گڑیا مجھ سے نفرت کرتی۔۔ہے میرا دوست مجھ سے۔۔دوستی توڑ گیا ہے۔۔میشی تمھارے علاوہ۔۔ سب نے اکیلا کردیا مجھے" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔"عامر بھائی نے آپ سے دوستی توڑ دی؟" میشائم نے حیرت سے پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سرہلایا اور تھکے انداز میں بیڈ پر بیٹھ گیا۔"اس نے مجھ سے اپنی بیوی کی وجہ سے دوستی توڑ دی میشی" ماہ

دیر نے کہا تو یشائم اسکے ساتھ بیٹھی اور نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "ثانیہ بھابھی کی وجہ سے کیوں" یشائم نے پوچھا تو وہ ہنسا۔ "بھابھی؟ ہاہاہاہا جانتی ہو وہ کون ہے" ماہ دیر کے یوں کھوکھلا قہقہہ لگانے پر وہ پریشان ہوئی پر وہ خاموش رہی اور نرمی سے اسکے کندھے کو سہلاتے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔ "ثانیہ خلیل صاحب کی دوسری بیوی کی بیٹی ہے۔ وہ بھی ناجائز" ماہ دیر نے کہا تو بے ساختہ یشائم کا ہاتھ منہ پر گیا۔ "کیا۔۔آپکو کیسے پتا لگا" دِیر یشائم نے صدمے سے پوچھا۔ "مہرو کی کال آنے کے بعد میں اپنے آفس میں بیٹھا رو رہا تھا پھر ثانیہ آئی اور" ماہ دیر نے اسے ہاسپٹل میں ہوئے پورے واقعے کا بتایا جسے سنتے یشائم بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ "آپ۔۔۔نے ثانیہ۔۔آپی کو۔۔اتنا غلط بولا" یشائم نے بے یقینی سے کہا۔ "غلط تو نہیں بولا یشی۔ وہی بولا ہے جو سچ تھا" ماہ دیر نے تلخی سے کہا۔ "سچ۔دِیر اگر سچ بھی تھا تو آپکو کوئی حق نہی تھا انکی ذات کی دھجیاں اڑانے کا۔ جس بات سے وہ انجان

تھیں۔آپ نے وہ بات انھیں بتائی وہ بھی اس طرح کہ انکی ذات کے پرخچے اڑا دیے۔انکا بچپن انکی جوانی بلکہ انکی زندگی کو انکے لیے گالی بنا دیا آپ نے دِیر۔مجھے آپ سے ایسی امید نہی تھی" میشائم نے دکھ سے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔"میشی تم اسکے لئے مجھ سے لڑ رہی ہو" ماہ دیر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔"میں لڑ نہیں رہی دِیر پر آپ نے غلط کیا۔اگر مہرو آپ سے نفرت کرتی ہے تو اس میں کسی کی کوئی غلطی نہیں۔اس میں صرف آپکی غلطی ہے۔آپ اسے چھوڑ کر آگئے آپکو ثانیہ آپی نے نہیں کہا تھا چلے جائیں۔آپ خود آئے تو مہرو کی آپ سے ناراضگی بجا ہے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر کی آنکھیں پھر نم ہوئیں۔"میشی دس سال میں اپنی بہن سے دور رہا ہوں اور وہ اب مجھ سے نفرت کرتی ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔"دِیر مہرو آپ سے صرف ناراض ہے۔آپکو مہرو کے آنسو نظر آئے اسکی ناراضگی نظر آئی۔ثانیہ آپی کا پیار انکے آنسو کیوں نہیں نظر

آئے۔ انھوں نے آپ کو خوش کرنے کے لیے اپنا راز کھول دیا آپ نے کیا کیا آپ نے اپنے زہر خند الفاظوں سے انکی سانسیں ان پر تنگ کر دیں۔ جانتے ہیں دِیر ایک لڑکی سب کچھ برداشت کر لیتی ہے پر اپنے وجود کو گالی بنتے دیکھ اسکی روح چھلنی ہوجاتی ہے۔ میں اپنی مثال دیتی ہوں میرے ساتھ زیادتی ہوئی پھر بھی کسی نے اس مرد کو کچھ نہیں کہا جس نے میرے ساتھ غلط کیا بلکہ مجھے کہا کہ میں بدکردار ہونگی جو اس نے ایسے کیا۔ اسی طرح اگر ثانیہ آپی ایک حرام طریقے سے اس دنیا میں آئی ہیں تو اس میں انکی غلطی نہیں ہے۔ ان لوگوں کی غلطی ہے جنھوں نے حرام کام کیا۔ وہ اپنی مرضی سے نہیں اس طرح سے پیدا ہوئیں۔ آپ جانتے ہیں آپ نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ سن کر مجھے اتنا بُرا لگ رہا ہے۔ کیا آپ نے سوچا ہے جسے آپ کہہ کر آئیں ہیں انھیں کتنا بُرا لگا ہوگا۔ وہ بیہوش تو آپ کے سامنے ہوئی تھیں نا۔ اس بات سے اندازہ لگا لیں انھوں نے کتنا صدمہ لیا ہوگا" یشائم نے کہا تو ماہ دیر کا سر جھکا۔

یکدم ہی ثانیہ کا آنسوؤں سے تر چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا جب کہ کانوں میں اسکی منت زدہ آواز گونجی۔ اسے بے ساختہ شرمندگی نے آن گھیرا۔ یشائم ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی اسے یوں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اگر اسے نفرت تھی بھی تو اپنی نفرت میں اسے یوں اسکی ذات کو روندنا نہیں چاہیئے تھا۔ "میں نے سب غصے میں کہا تھا یشی" ماہ دیر نے بودی سی دلیل دی۔ "آپکے غصے نے انکے وجود کو انکے لیے ایک گالی بنا دیا" دِیر یشائم نے نرمی سے کہا تو ماہ دیر کا سر مزید جھکا۔ "لیکن یشی جو اس کی ماں نے ہمارے ساتھ کیا وہ کیسے بھول جاؤں" ماہ دیر نے مدھم آواز میں کہا۔ "دِیر انکی ماں نے کیا انھوں نے نہیں۔ آپکو یوں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ میں آپکو کتنا میچور سمجھتی تھی پر آپ غصے میں ایسا بول گئے۔ دِیر غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔ غصے میں بولے گئے الفاظ کسی کی ذات پر کیا اثر چھوڑتے ہیں ہم اس بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ ہم غصہ کر کے خاموش ہو جاتے ہیں پر غصے میں جو الفاظ سامنے والے کو سناتے ہیں اس سے

سامنے والے کی ذات مجروح ہوجاتی ہے" میشائم نے کہا تو اب کی بار اس کی ساری دلیلیں دم توڑ گئیں۔ "پر عامر کو مجھ سے دوستی نہیں توڑنی چاہیئے اور اس لڑکی کیلئے تو بلکل نہیں" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے گہری سانس بھری۔ وہ اسے اس وقت انتیس سال کا ہارٹ سپیشلسٹ نہیں بلکہ نو سال کا کوئی ضدی بچہ لگ رہا تھا جو اپنی بات کو صحیح ثابت کرنا چاہتا تھا۔ "کوئی اگر میرے ساتھ وہ کرے جو آپ نے ثانیہ آپی کے ساتھ کیا۔ کیا آپکو برداشت ہوگا" میشائم نے پوچھا تو ماہ دیر نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "میں اس شخص کی جان لے لوں گا" ماہ دیر نے کہا تو میشائم مسکرائی۔ "کوئی آپکی بیوی کے ساتھ کرے تو آپ جان لے لیں گے اور اگر آپ عامر بھائی کی بیوی کے ساتھ کریں تو وہ ناراض بھی نا ہوں" میشائم نے کہا تو ماہ دیر چہرہ موڑ گیا جس پر اس نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔ نا مہرو آپ سے نفرت کرتی ہے اور نا ہی عامر بھائی نے آپ سے دوستی توڑی ہے۔ وہ دونوں آپ سے بس

ناراض ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "انکی ناراضگی سے بھی مجھے یہاں" ماہ دیر نے رک کر اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھا۔ "یہاں درد ہوتا ہے میشی" ماہ دیر نے کہا تو وہ آگے جھکتے اسکے سینے سے لگی اور اسکے دل کے مقام پر لب رکھ گئی۔ "سب ٹھیک ہوجائے گا۔میں جانتی ہوں اپنوں کی بے رخی بہت تکلیف دیتی ہے پر اپنوں کو سمجھنا بھی چاہیئے" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے آنسو بہانے لگا جس پر میشائم نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ "ایسا کیوں ہورہا ہے میشی۔کیوں سب خراب ہوتا جارہا ہے" ماہ دیر نے اسکے گرد حصار تنگ کرتے پوچھا۔ "دِیر سب ٹھیک ہوجائے گا پلیز روئیں تو مت۔آپ روتے ہیں تو مجھے اذیت ہوتی ہے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں ہورہا میشی بہت اذیت ہورہی ہے۔سب خراب ہورہا ہے اور اگر کچھ صحیح تھا تو اسے اپنے ہاتھوں سے خراب کر آیا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے گہری سانس

بھرتے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی کمرے میں حوریہ کی نیند سے لبریز پریشان کن آواز گونجی۔ "بابا ذان تا اوا (بابا جان کیا ہوا)" حوریہ نے کہا اور جلدی سے اٹھتے اسکے پاس آئی جس پر ماہ دیر سیدھا ہوا اور اسے دیکھا جو آنکھیں مسلتے اسے پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔ "کچھ نہیں ہوا میری جان" اس نے نرمی سے اسے اٹھاتے سینے سے لگایا۔ "آپ لو لئے ایں بابا ذان تا اوا ماما نے ڈاتا اپ تو (آپ رو رہے ہیں بابا جان کیا ہوا ماما نے ڈانٹا آپکو)" حوریہ نے پریشانی سے پوچھا ساتھ ہی میشائم کو دیکھا جو ہونک بنی اپنی بیٹی کی بات سن رہی تھی جس نے اسے ولن ہی سمجھ لیا تھا جبکہ ماہ دیر مسکرایا۔ "حوریہ میں کیوں ڈانٹوں گی آپکے بابا کو" میشائم نے جلدی سے کہا تو حوریہ نے بھنویں سکیڑتے اسے دیکھا۔ "مذے بی ڈاتا تا دب می تھانا تنی تھاتی (مجھے بھی ڈانٹا تھا جب میں کھانا نہیں جاتی)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر ہنسا جبکہ میشائم نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ "حور مجھے آپکی ماما نے نہیں ڈانٹا" ماہ دیر نے

اس کی گال پر لب رکھتے کہا۔ "بابا ذان بائیں نا تا اوا اے پھل (بابا جان بتائیں نا کیا ہوا ہے پھر)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "آپکی مہرو اپھو مجھ سے ناراض ہوگئی ہیں" ماہ دیر نے کہا۔ "بابا ذان اپ پلتان نا اوں می میلو اپو توتوں دی اپ تے نادنا ہو (بابا جان آپ پریشان نا ہوں میں مہرو اپھو کو کہوں گی آپ سے ناراض نا ہوں)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر چومتے اسے سینے میں بھینچ گیا۔ "ٹھیک ہے بچہ" ماہ دیر نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو حوریہ چپ چاپ اس کے سینے سے لگتے آنکھیں موند گئی جبکہ میشائم مسکرائی۔ "بابا ذان" تھوڑی دیر بعد حوریہ نے اسکے سینے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "جی بابا کی جان" ماہ دیر نے نرمی سے اسے جواب دیا۔ "اپ لویا نا تلیں (آپ رویا نا کریں)" حوریہ نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو صاف کرتے کہا۔ "کیوں" ماہ دیر نے نرمی سے اس کے ہاتھوں پر لب رکھتے پوچھا۔ "اپ لوتیں ایں تو حولیہ تو اتا نئی لتا (آپ روتے ہیں تو حوریہ کو

اچھا نہیں لگتا)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر کو ٹوٹ کر اپنی بیٹی پر پیار آیا جبکہ میشائم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "بابا کی لٹل ہائنس کو بابا کا رونا اچھا نہیں لگتا" ماہ دیر نے پوچھا تو حوریہ نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "ٹھیک ہے اب سے حور کے بابا بلکل نہیں روئیں گے کیونکہ میری گڑیا کو نہیں پسند" ماہ دیر نے کہا تو وہ کھلکھلاتے یا ہو کا نعرہ لگا گئی جس پر وہ اور میشائم ہنس پڑے۔

"ثانیہ پلیز کچھ بولیں" عامر نے ثانیہ کو دیکھتے کہا جسے ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہوش آیا تھا پر وہ تب سے خاموش تھی۔ اسے قریباً بائیس گھنٹے بعد ہوش آیا تھا لیکن نا وہ کچھ بول رہی تھی اور نا ہی کچھ کہہ رہی تھی جس پر عامر پریشانی سے اسے پکار رہا تھا۔ "ثانیہ پلیز میرا بچہ کچھ تو بولیں۔کوئی بات کوئی شکایت کچھ تو کہیں" عامر نے ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھاما تو ثانیہ نے اب کی بار اسے دیکھا۔ "میں ناجائز

ہوں۔آپ جانتے تھے نا۔آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں" ثانیہ نے خالی خالی لہجے میں کہا تو عامر کا دل کٹا تھا۔"میری جان اپنی حالت دیکھیں۔یہی وجہ تھی میں آپکو نہیں بتانا چاہتا تھا پر" عامر نے کہتے بات ادھوری چھوڑی۔"پر بھائی۔۔سوری میرا تو کوئی بھائی ہی نہیں۔آپکے دوست ہاں یہ ٹھیک رہے گا نا" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا ہونٹ لرزے تھے آنکھیں نم ہوئیں تھیں جسے وہ بار بار جھپک رہی تھی تاکہ آنسو باہر نا نکلیں۔اسکی حالت دیکھتے عامر کے دل کو کچھ ہوا۔ب"تائیں نا یہ ٹھیک رہے گا نا" ثانیہ نے دوبارہ پوچھا تو اس نے بامشکل ہاں میں سرہلایا۔"آپکے دوست نے بتا دی مجھے میری اوقات۔مجھے بڑا غرور تھا خود پر عامر۔دیکھیں آج میرا غرور پاش پاش ہوگیا۔آج ثانیہ کا وجود خاک ہوگیا" ثانیہ نے کہا تو عامر نے اٹھتے فوراً اسے سینے میں بھینچا۔"شش بس میرا بچہ ایسے نہیں کہتے۔کچھ نہیں ہوا" عامر اسکا سر چوما۔"کیوں نا کہوں۔۔آپ جانتے ہیں میں۔۔مہرماہ کو طعنہ دیتی۔۔تھی کہ اسکی ماما

نے۔۔میری ماما کا گھر خراب۔۔کیا مگر۔۔آج دیکھیں حقیقت نے۔۔میری روح پر اس بات کی۔۔وجہ سے ایسا تمانچہ مارا ہے۔۔کہ میرا غرور ہی توڑ دیا" ثانیہ نے لرزتی آواز میں کہا تو عامر نے مزید شدت سے اسے سینے میں بھینچا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیسے اسے تسلی دے۔کیسے اسے کہے ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ تو ابھی خود بھی حقیقت کو نہیں جانتا تھا پر وہ اب بہت جلد اس بارے میں پتہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔"ثانیہ مجھے دیکھیں" عامر نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما جس پر اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔"آپ کا غرور سلامت ہے۔آپکا نام میرے نام سے منسوب ہے تو آپکا غرور، آپکا مان، آپکی حیثیت، آپکی اوقات سب مجھ سے جُڑا ہوا ہے۔جب میرا غرور سلامت ہے تو آپکا غرور کیسے خاک ہوسکتا ہے" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے مضبوط لہجے میں کہا۔"ہوگیا ہے عامر۔۔جن لڑکیوں کے باپ۔۔کا ہی پتا نا۔۔ہو۔۔جو کسی کے گناہ۔۔کے نتیجے پیدا۔۔ہوئی

ہوں۔۔ان کے غرور خاک ہی ہوتے ہیں" ثانیہ نے شکست خود لہجے میں کہا تو عامر نے اسکے چہرے پر پکڑ نرمی سے گرفت کی۔"بھاڑ میں گیا وہ شخص۔اور بھاڑ میں گیا وہ گناہ۔بیوی ہیں آپ میری۔کسی اور کے نام سے نہیں میرے نام سے جانی جاتی ہیں آپ۔آپکا غرور سلامت ہے اور اسکو ہمیشہ سلامت رکھنے کیلئے میں زمین آسمان ایک کرنے کو تیار ہوں" عامر نے کہا تو اس نے ہچکی بھرتے اسے دھکا دیا جس سے وہ چند قدم اس سے دور ہوا۔"کس غرور کی بات کر رہے ہیں آپ۔وہ غرور جو ڈیڑھ ماہ بعد آپ بھی طلاق کی صورت میرے منہ پر مار دیں گے" ثانیہ نے ہچکی بھرتے کہا تو وہ مٹھیاں بھینچ گیا۔"ثانیہ ابھی اس بات کا وقت نہیں ہے" عامر نے کہا تو وہ کربناک انداز میں ہنسی۔"اس بات کا۔۔وقت نہیں ہے۔۔۔کیوں عامر۔۔کیوں اس بات کا وقت نہیں ہے۔۔کیا میں کوئی غلط بات کی ہے۔۔آپ مجھے طلاق دینے والے ہیں۔۔ڈیڑھ ماہ بعد یہ شادی کا۔۔ سمجھوتہ ختم ہو جائے گا۔۔اور میں پھر

ایک۔۔دھبہ بن کر رہ جاؤں گی۔۔اصل باپ کا۔۔پتہ نہیں۔۔ماں ویسے ہی مجھے۔۔بوجھ سمجھتی ہے۔۔جس نے باپ بن کر پالا اسے میں خود چھوڑ۔۔آئی جسے بھائی سمجھا اس نے۔۔مجھے چھوڑ دیا۔۔اب جو میرا شوہر ہے۔۔وہ بھی مجھے چھوڑ دے گا۔۔کیوں عامر کیوں۔۔سب چھوڑ دیتے ہیں۔۔مجھے کیوں سب کیلئے۔۔ثانیہ کو چھوڑنا آسان ہوتا ہے۔۔کیوں کسی کو میری۔۔پرواہ نہیں ہے۔۔کیوں ہر بار۔۔میرے احساسات کو پیروں۔۔تلے روندھ دیا جاتا ہے" ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو عامر کا دل جیسے پھٹنے کو ہوا۔"ثانیہ میری جان میں نہیں چھوڑ رہا آپکو۔پلیز رونا بند کریں" عامر نے اسکے پاس آتے اسکا چہرہ دوبارہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"ابھی نہیں چھوڑ۔۔رہے ڈیڑھ ماہ۔۔بعد تو چھوڑ دیں۔۔گے نا۔۔مجھے۔۔ڈیڑھ ماہ بعد۔۔ہماری تین ماہ کی۔۔کانٹریکٹ میرج ختم ہوجائے گی "ثانیہ نے آنسو بہاتے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔"نہیں چھوڑوں گا میری جان۔نا آج نا کل نا

ڈیڑھ ماہ بعد نا ڈیڑھ سال بعد کبھی نہیں چھوڑوں گا ثانیہ پلیز رونا بند کریں پلیز میرا بچہ مجھے آپکے آنسو بہت اذیت دے رہے ہیں چپ کر جائیں منت کرتا ہوں پلیز" عامر نے جھکتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی جو آنکھیں بند کیے اسے محسوس کر رہا تھا۔ "نہیں چھوڑیں گے؟" ثانیہ نے کہا تو اس نے آنکھیں کھولتے نفی میں سر ہلایا۔ "کبھی نہیں" عامر نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کہا۔ "کیوں" ثانیہ کی آواز سرگوشی سے زیادہ نا تھی۔ "کیونکہ اچھی لگتی ہیں آپ۔ میرے دل کو اور گھر دونوں کو آباد کرتی ہیں آپ۔ میری ویران زندگی میں خوشیوں کی نوید بن کر آئی ہیں آپ۔ میری تکلیفوں کا مرہم لگنے لگی ہیں آپ۔ آپکو بھلا کیسے چھوڑ سکتا ہوں میں" عامر نے کہا تو ثانیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ گویا اسکی بات کا یقین کرنا چاہ رہی ہو۔ "آپ جھوٹ بول رہے ہیں نا۔ صرف میرا دل رکھنے کو کہہ رہے ہیں نا کہ مجھے نہیں چھوڑیں گے" ثانیہ نے کہا تو وہ اتنی پریشانی میں بھی ہنس پڑا۔ "نہیں بیٹُو میں جھوٹ نہیں بول

رہا۔میں آپکو نہیں چھوڑنا چاہتا۔میں اس کانٹریکٹ میرج کو آخری سانس تک نبھانا چاہتا ہوں۔ میں اپنے نکاح نامے پر موجود آپکے آٹو گراف کو ہمیشہ اپنے پاس سنبھال کر رکھنا چاہتا ہوں۔میں آپکو اپنے دل میں جگہ دینا چاہتا ہوں" عامر نے کہا تو ثانیہ کی آنکھیں پھیلیں جبکہ دل شدت سے دھڑکا تھا۔"عامر۔۔اگر۔۔یہ مذاق ہے۔۔تو پلیز۔۔میرے احساسات۔۔سے نا کھیلیں" ثانیہ نے منت کی تو وہ نرمی سے اسکی دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھ گیا۔"آپکے احساسات میرے لیے بے حد اہم ہیں ثانیہ میں انھیں سنبھالنا چاہتا ہوں ان سے کھیلنا نہیں اور میں مذاق بلکل نہیں کر رہا۔مجھے آپکو اپنی زندگی میں جگہ دینی ہے۔آخری سانس تک آپکو اپنے گھر اور حصار میں رکھنا ہے۔خود کو مرتے دم تک آپکا پابند کرنا ہے۔مجھے آپکے ساتھ بوڑھے ہونا ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اپنے لرزتے ہاتھ بڑھاتے اپنے چہرے پر موجود اسکے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے۔"آپ مکریں گے تو نہی نا" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی

میں سر ہلایا۔ ”نہیں میری جان۔ زبان دے رہا ہوں کبھی نہیں مکروں گا“ عامر نے کہا تو وہ چند لمحے اسکے چہرے اور آنکھوں میں جھوٹ تلاشتی رہی لیکن وہاں صرف سچائی دیکھتے وہ اپنے ہاتھ ہٹاتے اسکے سینے سے لگ گئی جس پر وہ بھی فوراً بیڈ پر بیٹھتے اسے سینے میں بھینچتے اسکا سر چوم گیا۔ ”عامر۔۔ایک آخری۔۔بار آج۔۔رشتوں۔۔پر اعتبار کر رہی۔۔ ہوں۔۔ میرا یقین مت توڑیے گا۔۔ایک بار اپنا۔۔مان تروا چکی ہوں۔۔ اگر آپ نے میرا مان توڑا تو۔۔میں بھی ٹوٹ جاؤں گی“ ثانیہ نے کہا تو عامر نے نرمی سے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے سامنے کیا۔ ”آپکا مان توڑنے سے پہلے میں مرنا پسند کروں گا بیوی۔پر آپکو چھوڑنے کا گناہ نہیں کروں گا“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور خاموشی سے اسکا چہرہ دیکھنے لگی جسے دیکھ اس نے نرمی سے اسکا ماتھا چوما۔ ”کچھ پوچھ سکتا ہوں اپنی محترمہ سے“ عامر نے نرمی سے اسکی گال سہلاتے کہا۔ ”جی پوچھیں“ ثانیہ نے اسے فوراً جواب دیا تو وہ مسکرایا۔ ”کیا

آپ کو ڈاکٹر عامر ملک کا ساتھ اپنی آخری سانس تک قبول ہے" عامر نے شوخ ہوتے پوچھا تو اسکے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ "قبول ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تین بار کہتے ہیں" عامر نے اسکی پیشانی سے ہلکی سی اپنی پیشانی ٹکرائی تو ثانیہ نے ناک سکیڑی۔ "اب دوبار بتائیں۔ کیا آپکو ڈاکٹر عامر ملک کا ساتھ اپنی آخری سانس تک قبول ہے" عامر نے دوبارہ پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "قبول ہے۔ قبول ہے۔ قبول ہے" ثانیہ نے اپنا سرخ چہرہ جھکاتے کہا۔ "آپ نہیں پوچھیں گی مجھے قبول ہے کہ نہیں" عامر نے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اوپر کیا۔ "کیا آپکو ثانیہ عامر ملک اپنے ماضی سمیت قبول ہے" ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "قبول ہے۔ قبول ہے۔ ہزار بار قبول ہے" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور واپس اس کے سینے پر سر رکھ گئی۔ "ویسے دوبارہ نکاح ہوگیا ہے ہمارا" عامر نے شرارت سے کہا تو وہ ہنسی۔ "جی۔ عامر آپ واقعی مجھے نہیں چھوڑیں گے نا" ثانیہ نے اسکا چہرہ دیکھتے

کہا۔ ”نہیں میرا بچہ کبھی نہیں۔ اب آپ بس میری ہیں اور آپکو مجھ سے کوئی دور نہیں کرسکتا میں بھی نہیں اور آپ بھی نہیں“ عامر نے کہا تو ثانیہ اسکے سینے پر سر رکھ گئی جس پر وہ اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔ آج اس نے بلآخر اپنے دل کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے تھے۔ آج اس نے پورے دل سے ثانیہ کو اپنا لیا تھا۔ آج سے وہ اسکی تھی۔ ”آپ میری ایک بات مانیں گے عامر“ ثانیہ نے کچھ دیر بعد اس کے سینے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”اب ساری زندگی آپکی ہی بات ماننی ہے بیوی۔ حکم کریں“ عامر نے کہا تو اسکے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ ہنسا اور نرمی سے اسکا سر چوم گیا۔ ”بیٹُو بتائیں“ عامر نے اس کا جبڑا نرم گرفت میں لیتے کہا۔ ”آپ میری خاطر کسی سے ناراض نہیں ہونگے“ ثانیہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”ثانیہ ابھی اس بات کو دفع کریں۔ ابھی ہم دونوں اپنی بات کرتے ہیں کسی تیسرے کا ذکر رہنے دیتے ہیں اوکے“ عامر نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بس ایک آخری

بات کہہ سکتی ہوں پھر یہ بات نہیں کروں گی "ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں جانتی ہوں آج نہیں تو کل آپکی صلح ہو جائے گی۔پر صلح ہونے کے بعد آپ کبھی مجھے ان سے ملنے کا نہیں کہیں گے "ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "نہیں کہوں گا لیکن کیا وجہ جان سکتا ہوں" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وہ مجھ سے اتنی نفرت کرتے ہیں اور اپنی نفرت میں انھوں نے جس طرح میرا دل توڑا ہے نا عامر۔وہ ساری زندگی اب جُڑ نہیں پائے گا۔اور ویسے بھی وہ کونسا میرے اپنے ہیں جو میں ان سے ملوں۔اب سے میرے اپنے بس آپ ہیں۔آپکے علاوہ اب مجھے کسی سے رشتہ نہیں رکھنا عامر۔ ان سے تو بلکل نہیں جو میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مجھے مرنے کیلئے چھوڑ دیں۔میرے لیے وہ ہمیشہ میرے بھائی رہیں گے پر اب مجھے انکا پیار انکی شفقت نہیں چاہیئے۔اب مجھے کسی سہارا نہیں چاہیئے میرے لیے آپکا سہارا کافی ہے۔ایک آپکے حصار کیلئے میں دنیا جہان کی دولت کو ٹھوکر

مار سکتی ہوں۔ اب میرے لیے آپ سے اہم کوئی نہیں ہے۔ اب مجھے کسی کا ساتھ نہیں چاہیئے بس آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہیے گا" ثانیہ نے کہا تو عامر کے دل کو کچھ ہوا۔ ماہ دیر کے لفظوں نے اسے دل کی گہرائیوں تک توڑ کر رکھ دیا تھا۔ "میں ہمیشہ آپکے ساتھ رہوں گا میری جان۔ میں کبھی آپکو بے سہارا نہیں کروں گا" عامر نے کہا تو وہ اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ "آپکی ماما اور مہرماہ۔ کیا ان سے بھی نہیں ملنا آپکو" عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "مہرو کونسا میری بہن ہے جو اس سے ملوں۔ اور اگر اس نے بھی مجھے یہ کہہ دیا جو اسکے بھائی نے کہا ہے تو وہ میں برداشت نہیں کر پاؤں گی تو اب مہرو سے بھی نہیں ملنا اور رہ گئی بات ماما کی تو ان سے بس ایک بار کال پر بات کروں گی تاکہ ان سے پوچھ سکوں کہ انھوں نے مجھے اندھیرے میں کیوں رکھا پھر ان سے بھی رابطہ نہیں رکھوں

گی" ثانیہ نے بھرائی آواز میں کہا تو وہ اسکا سر چومتے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔وہ جانتا تھا ابھی اسے سنبھلنے کیلئے وقت چاہیئے۔

"اسلام علیکم ضرار بھائی۔کیسے ہیں آپ اور آپ کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے" عائشہ نے فون کان سے لگاتے کہا۔وہ ضرار کو کافی دیر سے کال کر رہی تھی پر وہ اٹھا نہیں رہا اور اب قریباً پانچ کالز کے بعد اس نے فون اٹھایا تھا جس پر عائشہ نے ایک سانس میں پوچھا۔ "وعلیکم اسلام ضرار بھائی گھر نہیں ہیں۔وہ شیری بھائی کے ساتھ کہیں گئے ہیں۔انکا فون گھر رہ گیا ہے۔سب خیریت ہے" دوسری طرف اسد جو کافی دیر سے ضرار کے موبائل پر عائشہ کی کال کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہا تھا پر اب اسکی بارہا آتی کال پر پریشان ہوتے کال اٹھا گیا۔جبکہ عائشہ جو ضرار کی آواز کی منتظر تھی اپنے مجازی خدا کی آواز سنتے فون اسکے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا تھا۔ "وہ۔۔جی سب۔۔ٹھیک

ہے بس مریم۔۔کا پوچھنا تھا" عائشہ نے جلدی سے کہا۔"گڑیا کا ابھی کچھ نہیں پتا لگا۔ضرار بھائی اسی سلسلے میں کسی سے ملنے گئے ہیں۔دعا کرو انشاء اللہ جلدی پتا لگ جائے گا۔تم ٹھیک ہو" اسد نے اسے ساری بات بتانے کے بعد اسکا حال پوچھا۔"جی ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں" عائشہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔"اپنی شہزادی سے دور رہ کر کیسا ہو سکتا ہوں" اسد نے کہا تو اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔"شہزادی اپنے ہونٹوں پر ظلم ڈھانا بند کرو" اسد نے صوفے پر بیٹھتے آنکھیں موندتے کہا تو اس نے فوراً اپنا لب آزاد کیا جب کہ آنکھیں حیرت سے پھیلاتے اِدھر اُدھر دیکھا گویا تلاش رہی ہو کہ اسد نے اسے کہاں سے دیکھا ہے۔"شہزادی میں وہاں نہیں ہوں اِدھر اُدھر دیکھنا بند کرو" اسد کی آواز پر وہ واپس فون کی طرف متوجہ ہوئی۔"آپکو کیسے پتا لگا" عائشہ نے حیرت سے پوچھا تو اسد لاکھ ضبط کے باوجود ہنس پڑا۔"میری ٹیڈی بیئر تمھاری رگ رگ سے واقف ہوں میں" اسد نے کہا تو عائشہ کے لبوں پر

مسکراہٹ بکھری۔ ”آپکو اپنا وعدہ یاد ہے نا“ عائشہ نے کہا تو اسد نے گہری سانس بھری۔ ”یاد ہے شہزادی۔فکر نا کرو بس گڑیا مل جائے پھر میں سب ٹھیک کردوں گا انشاء اللہ“ اسد نے کہا تو عائشہ کا دل ہلکا پھلکا ہوا۔وہ جب کہتا تھا وہ سب ٹھیک کردے گا تب ساری پریشانی جیسے کہیں کھو سی جاتی تھی۔ ”مجھے آپ پر یقین ہے“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میں تمھارا یقین ہمیشہ سلامت رکھوں گا“ اسد کی بات پر وہ مسکراتے بیڈ سے کھڑی ہوئی اور بالکونی کی طرف بڑھ گئی۔ ”کھانا کھایا تم نے“ اسد نے اسکی خاموشی محسوس کرتے پوچھا۔ ”جی کھا چکی ہوں۔آپ نے کچھ کھایا“ عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”ہاں کھالیا۔ایک بات پوچھوں“ اسد نے تھوڑا سوچتے پوچھا۔ ”پوچھیں“ عائشہ نے فٹ سے جواب دیا۔ ”مجھے مس کرتی ہو“ اسد کی آواز مدھم تھی جبکہ لہجہ بے قرار تھا۔ ”آپ کو حفظ کرچکی ہوں“ عائشہ نے کہا تو اسد کا دل شدت سے دھڑکا۔ ”یوں نا کرو شہزادی میرا دل باہر آجائے گا“ اسد

کی بات سنتے عائشہ ہنس پڑی جسے سنتے اسد مسکرایا۔اسکی میٹھی جلترنگ ہنسی کسی گیت سے کم نا تھی۔"ہنستی رہا کرو۔اداس اچھی نہیں لگتی۔میں سب بہت جلد ٹھیک کردوں گا۔بہت جلدان دوریوں کو سمیٹ کر تمھیں اپنے حصار میں قید کرلوں گا۔بس اپنے چہرے کی مسکراہٹ کو مانند مت پڑنے دینا" اسد نے اسکی ہنسی کی آواز پر سر صوفے کی پشت سے ٹکاتے کہا تو عائشہ کی ہنسی کو بریک لگی۔"میں جانتی ہوں اسد۔پر یہ سب دیکھا نہیں جاتا" عائشہ کی بات پر اس کا دل بھی تکلیف سے دو چار ہوا۔"جانتا ہوں میری جان۔پر بڑوں کی بات کا پاس بھی تو رکھنا پڑتا ہے نا۔آگے ہی اپنی قسم کو مکروہ کرچکا ہوں" اسد نے کہا۔"اسد پلیز جلدی سب ٹھیک کردیں" عائشہ کی بات پر اس نے گہری سانس بھری۔"سب ٹھیک ہوجائے گا میرا ٹیڈی بیئر بس تم اداس نا ہو۔تم اداس ہوتی ہو تو میری ہمت ٹوٹنے لگتی ہے" اسد نے کہا۔"اب میں اداس نہیں ہوں گی بس آپ جلدی سے سب ٹھیک کردیں پھر مجھے آپکے سینے سے لگتے رونا

ہے اور ڈھیر ساری شکایتیں بھی کرنی ہے" عائشہ نے معصومیت سے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہے میرا بچہ بس ایک بار سب ٹھیک ہوجائے پھر میں اپنی شہزادی کو اپنے حصار میں لیتے سب کی شکایات سنوں گا اور سب کو ڈانٹوں گا بھی" اسد نے اسے بچوں کی طرح پچکارتے کہا تو عائشہ کا چہرہ کھلا۔ "ٹھیک ہے بس جلدی سے سب ٹھیک کردیں" عائشہ نے پھر کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا ٹھیک ہے کردوں گا۔ اب میں چلتا ہوں زرا گارڈز آئے ہیں انکی سن لوں" اسد نے دروازے کے باہر سے گارڈ کی آواز سنتے کہا تو وہ کچھ اداس ہوئی۔ "ٹھیک ہے۔ اپنا خیال رکھیے گا" عائشہ نے کہا تو اس کے لہجے میں اداسی محسوس کرتے اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ "میرا بچہ اداس نا ہو۔ کام ضروری نا ہوتا تو میں نا جاتا شاباش موڈ ٹھیک کرو" اسد نے کہا۔ "ٹھیک ہوں آپ جائیں میں نہی ہوں اداس" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میرا پیارا ٹیڈی بیئر اپنا خیال رکھنا اور اداس نہیں ہونا فی امان اللہ" اسد نے نرمی سے کہا تو وہ فی امان اللہ کہتے

کال کاٹتے وہیں بالکونی میں کھڑی موسم انجوائے کرنے لگی۔اسد سے ہوئی چند پل کی گفتگو اس میں نئی جان ڈال دیتی تھی۔

"ضرار میں نے منع کیا تھا نا پولیس کے پاس یہ معاملہ نہیں لے کر جانا پھر بھی تو پولیس والے کو ملوث کررہا ہے اور تو اور مجھے اس پولیس والے سے ملوانے لایا ہے" شہریار نے اپنے سامنے بیٹھے ضرار کو خونخوار نظروں سے گھورتے کہا۔جو اسے ناجانے کس سے ملوانے لایا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے کسی کا انتظار کررہے تھے۔آج صبح ناشتہ کرتے ہی ضرار اسے بغیر کچھ بتائے سیدھا یہاں لایا تھا اور یہاں آکر اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ یہاں اسے کسی پولیس والے سے ملوانے لایا ہے جس پر شہریار خاصا برہم ہوا تھا۔"یار معاملہ پولیس کے پاس نہیں جارہا۔وہ بس ہماری مدد کرے گا۔وہ پولیس والا ضرور ہے پر خفیہ انداز میں ہماری مدد کرے گا اور لاہور کے چپے چپے

سے واقف ہے یہ بندہ اسکی مدد سے ہم گڑیا کو جلدی ڈھونڈ لیں گے" ضرار نے اپنی گھڑی دیکھتے کہا۔ناجانے وہ شخص کہاں رہ گیا تھا۔ جبکہ اسکی بات پر شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ ابھی اسے اپنی پٹھانی کو ڈھونڈنا تھا پھر چاہے کسی غیر کی مدد سے ہی کیوں نہیں۔ "تجھے یقین ہے وہ ڈھونڈ لے گا۔ اسکی مدد سے میری پٹھانی جلدی مل جائے گی" شہریار نے ایک امید سے پوچھا جس پر ضرار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں اس بندے کے سورسز بڑے تیز ہیں۔ وہ دیکھ آگیا وہ" ضرار نے کہا۔ عین اسی پل اس کی نظر پیچھے ریسٹورنٹ کے دروازے سے اندر داخل ہوتے شخص پر پڑی جس پر اس نے شہریار سے کہا تو وہ پیچھے مُڑا۔ ضرار اور شہریار کی نظریں اس شخص پر تھیں جو ریسٹورنٹ کا دروازہ کھولتے اب ہجوم کو چیرتے انکی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسکے ہر اٹھتے قدم میں رعب تھا۔ چھ فٹ سے نکلتا قد۔ سنجیدہ پٹھانی نقوش۔ وہ شخص اپنی نیلی زیرک نگاہوں میں سنجیدگی سموئے انکی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیاہ شلوار قمیض

پہنے، کندھوں کے گرد اسکن کلر کی اجرک اوڑھے، پیروں میں سیاہ پشاوری چپل پہنے وہ شخص وجاہت کا چلتا پھرتا ثبوت لگ رہا تھا۔ وہ حسین تھا بے حد حسین۔ وہ شخص قدرت کا شاہکار تھا۔ اس کی شخصیت میں ایک رعب تھا وہ شخص بے مثال تھا۔ وہ ایس پی داؤد خان تھا۔ "اسلام علیکم! مسٹر راجپوت" داؤد خان نے ان دونوں کے پاس آتے کہا جس پر ضرار کھڑا ہوا اور اس سے ہاتھ ملایا۔ "وعلیکم السلام مسٹر خان۔ پلیز بیٹھیے" ضرار نے کہا تو داؤد خان ہاں میں سر ہلاتے کرسی پر بیٹھا۔ "اس سے ملیے مسٹر خان یہ میرا بھائی ہے شہریار" ضرار نے اس کے بیٹھتے ہی اپنی کرسی سنبھالتے کہا جس پر داؤد خان نے شہریار کو دیکھا۔ "مائی سیلف ایس پی داؤد خان" اس نے شہریار کے سامنے ہاتھ ملانے کی غرض سے ہاتھ پھیلاتے کہا تو شہریار نے اسکا ہاتھ تھاما۔ "ایڈوکیٹ شہریار ملک" اس نے کہا تو داؤد کے سنجیدہ چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ بکھری۔ "ارے آپ تو اپنے نکلے۔ ہم قانون توڑنے والوں کو

بجاتے ہیں اور آپ قانون توڑنے والوں کو بچاتے ہیں" داؤد خان نے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ "ایس پی صاحب آج تک کسی مجرم کو نہیں بچایا میں نے" شہریار نے کہا تو داؤد خان نے ستائشی انداز میں سر ہلایا۔ "یہ تو سچ ہے۔قانون توڑنے والا اسکا سگا بھائی بھی ہو تو یہ اسے بھی سولی پر چڑھا دے" ضرار نے مذاقیہ انداز میں کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ "چلیں ہنسی مذاق چلتا رہے گا۔آپ نے مجھے کیوں بلایا" داؤد خان نے کہا تو وہ دونوں سنجیدہ ہوئے۔ "میری بیوی کو کسی نے اغواہ کرلیا ہے" شہریار نے کہا تو داؤد خان نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں اذیت تھی۔ "آپکو کسی پر شک" داؤد خان نے سنجیدہ ہوتے پوچھا۔ "شک نہیں ہمیں یقین ہے" اب کی بار ضرار بولا تھا۔ "کس پر" داؤد خان نے پوچھا تو شہریار نے اپنے سامنے پڑی فائل اس کی طرف بڑھائی جسے داؤد خان نے پکڑتے کھولا۔ "سفیان چوہدری۔بزنس مین۔واہ اس میں تو اس آدمی کے سارے کالے چٹھوں کا ثبوت بھی ہے" داؤد خان نے فائل دیکھتے

کہا۔ ”اس شخص نے ایک بار پہلے بھی میری بیوی کو اغواہ کرنے کی کوشش کی تھی اور اب بھی مجھے یقین ہے یہ اسی کا کام ہے“ شہریار نے کہا تو داؤد خان نے فائل بند کرتے واپس ٹیبل پر رکھی اور اپنے دونوں بازو ٹیبل پر ٹکاتے انھیں دیکھا۔ ”اگر آپ جانتے ہیں تو میری مدد کیا چاہیئے“ داؤد خان نے کہا تو ضرار نے شہریار کو دیکھا جس نے اسے بولنے کا اشارہ کیا۔ ”ہمیں اسکی بیوی کو ڈھونڈنے میں آپکی مدد چاہیئے۔ ہم چاہتے ہیں آپ سفیان چوہدری کا پتا کردیں ہمیں باقی ہم دیکھ لیں گے۔ لاہور کے بارے میں ہم دونوں کو کچھ نہیں پتا تو اسی لیے ہمیں آپ کی مدد چاہیے“ ضرار نے کہا تو داؤد خان نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے آپ مجھے ایک ہفتہ دیں پھر انشاء اللہ اس شخص کا پتہ آپکے ہاتھ میں ہوگا“ داؤد خان نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سرہلایا جبکہ شہریار بے چین ہوا۔ ”ایک ہفتہ؟ کیا جلدی نہیں پتا کرسکتے آپ۔ جو لاپتہ ہوئی ہے وہ میری بیوی ہے۔ اسے کچھ ہوگیا تو میں کیا کروں گا“ شہریار نے کہا تو ان دونوں نے

اسے دیکھا۔ جسکی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔ ”مسٹر شہریار میں آپکے احساسات سمجھ سکتا ہوں۔پر ڈھونڈنے میں اتنا وقت تو لگتا ہے نا اور لاہور چھوٹا شہر نہیں ہے۔یوں سمجھ لیں کسی کی یہاں تلاش کرنا ریگستان میں سوئی ڈھونڈنے کے مترادف ہے پر ہوسکتا ہے جلدی پتا لگ جائے۔میں ایک ہفتہ اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ وقت لگ سکتا ہے پر یہ بھی ممکن ہے کل ہی پتا لگ جائے“ داؤد خان نے کہا تو اس نے شکستہ انداز میں سرہلایا۔ ”بہت شکریہ آپ کا“ شہریار نے کہا تو وہ مسکراتے نفی میں سرہلا گیا۔ ”کوئی مسئلہ نہیں ہے یہ میرا کام ہے“ داؤد خان نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا عین اسی پل داؤد خان کا فون رنگ ہوا جس پر اس نے اپنی جیب سے فون نکالتے سامنے کیا جس پر خانم کالنگ لکھا آرہا تھا۔ موبائل پر نمبر دیکھ اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلے وہ جانتا تھا یہ کون ہے۔اس نے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر فون اٹھایا اور کان سے لگا گیا۔ ”بابا اپ دل نئی ائے (بابا آپ گھر نہیں آئے)“ فون اٹھاتے ہی

اسکی بیٹی سیرت داؤد خان کی آواز اسکے کانوں میں پڑی جس پر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "بابا کی جان میں بس آرہا ہوں۔ میرے بچے کو کچھ کہنا ہے" داؤد خان نے محبت سے چور لہجے میں پوچھا۔ اسکے اپنی بیٹی کے ساتھ اتنے نرم لہجے پر وہ دونوں مسکرائے۔ "بابا ائی تیم تھانے دانا اے دلدی ائیں (بابا آئس کریم کھانے جانا ہے جلدی آئیں)" سیرت نے کہا تو ہنسا۔ "اوکے میری جان۔ مورے سے کہیں جلدی سے ریڈی ہوں اور آپ تینوں کو بھی ریڈی کریں۔ میں بس آرہا ہوں۔ پھر چلتے ہیں" داؤد خان نے کہا تو دوسری طرف سے یاہو کی آواز آئی جس پر وہ پھر ہنس دیا۔ "بابا ائی لا او (بابا آئی لو یو)" سیرت نے کہا تو داؤد خان کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ "آئی لو یو ٹو بابا کی جان۔ چلیں اب جلدی سے تیار ہوں بابا بس آرہے ہیں" داؤد خان نے کہا تو سیرت اوکے بابا کہتے کال کاٹ گئی۔ "چلیں میں چلتا ہوں اب۔ انشاءاللہ آپکو جلد اپڈیٹ دوں گا" داؤد خان نے فون واپس پوکٹ میں

رکھتے کہا تو وہ دونوں ہاں میں سر ہلا گئے جس پر وہ کھڑا ہوا اور فائل اٹھاتے ان سے ہاتھ ملاتے باہر نکل گیا جبکہ وہ دونوں بھی اپنی گاڑی کی چابی پکڑتے باہر نکل گئے۔ انکا ارادہ اب گھر جانے کا تھا۔

"چھوڑ دیں مجھے۔ کیوں رکھا ہے یہاں۔ میں نے کیا بگاڑا ہے آپکا" اس لڑکی نے اپنی نیلی آنکھوں سے آنسو بہاتے سامنے کھڑی قریباً چالیس سالہ عورت کو دیکھا جو ابھی اس کوٹھری نما کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ "لڑکی تجھے عزت راس نہیں ہے کیا۔ کیوں چاہتی ہے میں تیری چمڑی ادھیڑ دوں" اس عورت جسکا نام ستارہ تھا اس نے سامنے روتی تڑپتی صنفِ نازک کو غصے سے دیکھتے کہا جو سر تا پیر عبائے میں ملبوس تھی۔ "مجھے۔۔ کیوں رکھا۔۔ ہے۔۔ یہاں۔۔ مجھے چھوڑ۔۔ دو۔۔ مجھے میرے۔۔ سائیں کے۔۔ پاس جانے دو" اس نے کہا تو اس عورت نے آگے بڑھتے اسکے بالوں کو جکڑتے

اسکی گردن کو جھٹکا دیا جس پر اس نے درد سے چیخ ماری۔ اسکی نیلی آنکھوں سے آنسو بہتے نقاب میں جذب ہونے لگے۔دل نے شدت سے شہریار ملک کو یاد کیا تھا۔وہ معصوم لڑکی اپنے سائیں کی پٹھانی تھی۔مریم شہریار ملک تھی جسے آج تک شہریار نے قربت کے لمحات میں بھی سختی سے نا چھوا تھا۔یہ عورت اسے سختی سے جھٹکا دے رہی تھی۔ جن بالوں سے شہریار کو عشق تھا ان بالوں کو جڑ سے اکھاڑ دینے کو تھی یہ عورت۔ ”میری بات سنو مریم۔اب سے تمھاری جگہ یہی ہے۔یہ کوٹھا اب سے تمھاری پہچان ہے۔ شرافت سے یہاں رہو۔یہ جو تمھیں تمھاری حالت پر ترس کھاتے وقت دیا ہے۔مجھے مجبور مت کرو کہ میں تمھاری طبیعت کا لحاظ بھول کر تمھیں مردوں کے سامنے پیش کردوں۔اب اگر تم نے سائیں کا راگ الاپنا بند نا کیا تو میں قسم کھاتی ہوں۔ تمھاری اس حالت کی پرواہ بھی نہیں کروں گی“ ستارہ بائی نے کہا تو مریم کی آنکھیں خوف سے پھیلیں۔ ”نہیں۔۔میں۔۔اب نہیں۔۔کہوں گی

۔۔کچھ۔۔پلیز۔۔ایسا مت۔۔کرنا۔۔پلیز میری۔۔

حالت۔۔ایسی۔۔نہیں۔۔ہے" مریم نے جلدی سے کہا تو ستارہ بائی نے اس کے بالوں کو جھٹکا دیتے چھوڑا۔ "کھانا کھاؤ چپ چاپ" ستارہ بائی نے ایک لڑکی کو اشارہ کرتے کھانا اس کے سامنے رکھوایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں کھا۔۔لیتی۔۔ہوں۔۔انکو۔۔یہاں سے بھیجیں" مریم نے دروازے میں کھڑے دو ہٹے کٹے مردوں کو بھیجنے کا کہا۔ "کیوں اب کون سے پردے جب تم نے رہنا ہی یہاں ہے تو یہ پردے بھی چھوڑو سمجھی" ستارہ بائی نے کہتے اسکا نقاب اتارنا چاہا پر وہ پیچھے ہٹ گئی۔ "نہیں۔۔پلیز۔۔یہ۔۔نہیں۔۔مجھے۔۔پلیز۔۔کچھ۔۔وقت دیں" مریم نے جلدی سے کہا تو اس نے نخوست سے سر جھٹکا۔ "کچھ عرصے کا وقت۔اسکے بعد شرافت سے یہ نقاب اور برقع اتار دینا ورنہ تم جانتی ہو میں کیا کروں گی" ستارہ بائی نے انگلی اٹھاتے وارن کیا تو مریم نے فوراً ہاں میں سر

ہلایا۔جس پر وہ ایک آخری بار اسے دیکھتے سب کو لیے وہاں سے باہر نکل گئی۔انکے جاتے ہی مریم نے اٹھتے دروازہ لاک کیا اور وہیں زمین پر دروازے سے ٹیک لگاتے بیٹھتی چلی گئی۔"سائیں۔۔۔کہاں ہیں ۔۔آپ۔۔پلیز۔۔آجائیں۔۔اپنی پٹھانی۔۔کو۔۔ اس غلیظ۔۔جگہ سے نکال لیں۔۔سائیں" مریم نے آنکھیں موندتے خیالوں میں شہریار کو مخاطب کرتے کہا۔"یا اللہ میرے۔۔سائیں کو بھیج دیں۔۔یا اللہ مجھے۔۔اس غلیظ جگہ کے۔۔شر۔۔سے بچالے۔۔میرے مالک۔۔میری اولاد۔۔کو۔۔اپنے حفظ و امان میں رکھ۔۔میری عزت کی حفاظت فرمانا میرے۔۔مالک۔۔میرا محافظ۔۔ابھی مجھ سے دور۔۔ہے۔۔اسے میرے پاس بھیج دے" مریم نے اپنے پیٹ کے گرد ہاتھ باندھتے کہا اور دروازے سے سر ٹکا گئی۔دو دن پہلے وہ رومی کی بات سنتے کمرے سے نکلتے سیدھا فلٹر کے پاس آئی تھی جہاں رومی کے مطابق شہریار کھڑا تھا۔پر وہاں پہنچنے پر اسے کوئی نظر نا آیا جس پر ابھی وہ واپس

جانے کے لیے مُڑی ہی تھی کہ اسے اپنی گردن میں سوئی دھنستی محسوس ہوئی اور اگلے ہی پل وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوگئی۔ اسے جب ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک بدنامِ زمانہ کوٹھے پر پایا۔ جہاں اسے سفیان چوہدری بیچ کر گیا تھا۔ اسکے مطابق مریم اب ان چھوئی نہیں تھی لہٰذا اسے اسکی ضرورت نہیں پر وہ اپنی بے عزتی نہیں بھول سکتا تھا تبھی بدلے کی غرض سے اسے یہاں بیچ گیا۔ اس بات کے ساتھ اسے ایک اور بات پتہ چلی تھی۔ وہ پریگننٹ تھی۔ اسکی اولاد اس کے وجود میں نشوونما پا رہی تھی۔ اور وہ اس سے انجان تھی۔ پر پرسوں اسکو ہوش آنے کے بعد ڈاکٹر اسکا چیک اپ کرنے آئی تھی جس پر اسے یہ معلوم ہوا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اس بات پر خوشی منائے یا ماتم۔ وہ اپنے سائیں سے دور تھی اس بات پر رونا آرہا تھا جبکہ اپنی اولاد کا سنتے دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔ اس نے اب تک عبایا نہی اتارا تھا۔ نقاب بھی وہ بس تبھی اتارتی تھی جب یہاں کوئی نہیں ہوتا تھا۔ ستارہ بائی

نے اسکی منتوں کی وجہ سے اسکی اولاد کو نقصان نا پہنچانے کی حامی بھری تھی جس پر مریم نے شکر ادا کیا تھا۔ کیونکہ اسے اسکی اولاد کے پیدا ہونے تک ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا جہاں کسی کا آنا جانا نا تھا۔ ”سائیں آجائیں۔۔ ہمیں آپ کی ضرورت ۔۔ہے“ مریم نے وہ سب یاد کرتے اپنے وجود کو نرمی سے سہلاتے اپنی اولاد کو محسوس کیا جسے اسکے وجود میں آئے ایک ہفتہ ہوا تھا۔ ”آپ فکر مت کریں۔۔ آپ کے بابا۔۔ جلدی آئیں گے۔۔ میں جانتی۔۔ ہوں۔۔ وہ ہمیں ڈھونڈ رہے ہونگے“ مریم نے مدھم آواز میں کہا اور زمین سے کھڑے ہوتے سامنے رکھی چارپائی کی طرف بڑھی جہاں کھانا پڑا تھا۔ اس نے چارپائی پر بیٹھتے کھانے کی پلیٹ سامنے کی جو کہ سادے چاول اور پانی جیسی دال تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھاتے بغیر کوئی شکوہ کیے کھانا کھانا شروع کیا۔ لیکن آنکھوں سے بے بسی کے باعث آنسو رواں تھے۔ اس نے آج تک ایسا کھانا نہیں کھایا تھا۔ اسے تو اسکے سائیں نے شہزادی بنا کر رکھا تھا جبکہ یتیم

کھانے میں بھی انھیں اچھا کھانا دیا جاتا تھا۔پر اس نے کوئی شکوہ نا کیا۔وہ جانتی تھی اسکا رب رحمان و رحیم ہے وہ شہریار کو اس تک پہنچا دے گا۔"ضرار گاڑی روک" دوسری طرف شہریار جو ابھی ایک جگہ پر سفیان چوہدری کو ڈھونڈنے کے بعد اب ضرار کے ساتھ یتیم خانے جارہا تھا پر اچانک اسکا دل گھبرایا تو فوراً بولا۔"کیا ہوا شیری" ضرار نے گاڑی روکے بغیر پوچھا۔"ضرار گاڑی کو میرے دل کو کچھ ہورہا ہے پلیز جلدی" شہریار نے کہا تو ضرار نے گاڑی روکی جس پر شہریار دروازہ کھولتے باہر نکلا اور گہری گہری سانس لینے لگا۔"شہریار کیا ہوا تو ٹھیک ہے" ضرار نے اسکے پاس آتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔"میری پٹھانی مجھے پکار رہی ہے ضاری۔میرے دل کو کھینچ پڑ رہی ہے۔وہ مجھے پکار رہی ہے۔ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ آس پاس ہے" شہریار نے کہا تو ضرار نے اسکی کمر سہلائی۔"ہم گڑیا کو ڈھونڈ لیں گے شیری پریشان نا ہو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سیدھا ہوتے سامنے دیکھا

جہاں لوگ باریک سی گلی میں جارہے تھے۔ ”یہ یہاں اتنا رش کیوں لگا ہے“ شہریار نے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتے پوچھا۔ ”غلیظ جگہ ہے یہ۔ لاہور کا ریڈ لائٹ ایریا ہے۔ اور یہ بگڑے نواب زادے ہیں جو یہاں عزتوں سے کھیلنے جارہے ہیں“ ضرار نے کہا تو شہریار کے چہرے پر ناپسندیدگی ظاہر ہوئی۔ ”چل چلیں یہاں سے“ شہریار نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ واپس گاڑی میں بیٹھا لیکن گاڑی میں بیٹھتے ہی شہریار کی دھڑکنیں منتشر ہوئیں جس پر اس نے اپنے دل کے مقام کو سہلایا۔ ”کیا ہوا شیری تو صحیح ہے نا“ ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور بغیر کچھ کہے اپنا سر سیٹ کی پشت سے ٹکا گیا۔ اسکا دل نا جانے کیوں ہمک ہمک کر یہاں رکنے کی منت کررہا تھا جسے وہ اگنور کرتے آنکھیں موند گیا جس پر ضرار گاڑی آگے بڑھا گیا جبکہ کوٹھے کے کمرے میں کھانا کھاتی مریم کی دھڑکنوں نے بھی رفتار پکڑی تھی۔ جس

پر اس نے بامشکل اپنی حالت کو اگنور کرتے مغرب کی نماز کیلئے وضو کرنے کی غرض سے واش روم کی طرف بڑھی تھی۔

"اسد آخر کیا مسئلہ ہے تم لوگ میری بات کیوں نہیں کروا رہے میری بیٹی سے۔شہریار فون نہی اٹھاتا گھر میں کسی کو کال کروں تو سب کہتے ہیں وہ لوگ ابھی تک لاہور سے واپس نہیں آئے۔کیا چل رہا ہے آخر" عالمگیر خان نے غصے سے پوچھا تو دوسری طرف موجود اسد کو سمجھ نا آئی وہ کیا جواب دے۔عالمگیر خان روز شہریار کو فون کر رہے تھے پر وہ اٹھا نہیں رہا تھا اور باقیوں کو کال کرتے تھے تو وہ بہانے بناتے تھے۔"انکل وہ بھائی مصروف" اسد کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بول پڑے۔"اسد تم جھوٹ بول رہے ہو اور یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی" عالمگیر خان نے کہا اسد نے اپنا نچلا لب دانتوں میں دبایا۔"انکل گڑیا کڈنیپ ہو گئی ہے" اسد نے انکو مزید کوئی بات

کرنے کا موقع دیے بغیر کہا۔جبکہ اسکی بات سنتے عالمگیر خان کو یوں لگا گویا کسی نے پگھلا سیسہ انکے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔"کیا بکواس کر رہے ہو تم اسد" عالمگیر خان نے غراتے کہا۔"انکل میں جھوٹ نہیں بول رہا۔گڑیا لاہور سے کڈنیپ ہو گئی ہے اور ہم تینوں لاہور میں ہی ہیں اور" اسد نے کہتے انھیں پوری بات بتائی تو عالمگیر خان کا کلیجہ منہ کو آیا۔انکی گڑیا لاپتہ تھی اور وہ اس بات سے انجان تھے۔"میری بیٹی لاپتہ ہے۔مجھے کسی نے کیوں نہیں بتایا" عالمگیر خان نے کہا تو وہ شرمندہ ہوا۔"انکل آنٹی کی طبیعت کی وجہ سے اماں سائیں نے کہا تھا" اسد نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گئے۔"فہمیدہ بیمار ہیں مجھے تو بتانا چاہیئے تھا۔میری بچی کے بارے میں جاننے کا مجھے پورا حق تھا" عالمگیر خان نے کہا تو اسد کی شرمندگی میں اضافہ ہوا۔"سوری انکل" اسد نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گئے۔"کوئی بات نہیں۔شہریار آتا ہے تو میری بات کراؤ۔میں لاہور آرہا ہوں اکیلا" عالمگیر خان نے کہا تو اس نے جی کہا جس پر وہ کال کاٹ

گئے۔ "یا اللہ میری بیٹی کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا" عالمگیر خان نے کہا اور لاؤنج میں سر ہاتھوں میں گراتے بیٹھ گئے۔ "انکل کیا ہوا آپ ٹھیک ہیں" ماہ دیر جو حوریہ کے ساتھ ابھی باہر سے واک کر کے آیا تھا۔ انھیں یوں بیٹھے دیکھ انکے پاس آگیا۔ اسکی آواز پر عالمگیر خان نے چونک کر سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "ہاں بچے سب ٹھیک ہے" عالمگیر خان نے کہا اور حوریہ کو دیکھا جو سو رہی تھی۔ "انکل کیا ہوا کوئی پریشانی ہے۔ آپ ٹھیک نہیں لگ رہے۔ پلیز بتائیں میں آپ کا بیٹا ہوں۔ یوں بیٹوں سے بات نہیں چھپاتے" ماہ دیر نے انکے پاس بیٹھتے کہا تو عالمگیر خان کے کندھے جھکے جسے محسوس کرتے وہ پریشان ہوا۔ ا "نکل بتائیں نا کیا ہوا" ماہ دیر نے پوچھا تو انھوں نے اسے دیکھا۔ "مریم کو کسی نے اغواہ کر لیا ہے" عالمگیر خان نے کہا تو ماہ دیر نے بے یقینی سے انھیں دیکھا۔ "کیا گڑیا اغواہ ہو گئی ہے۔ کب کیسے آپکو کس نے بتایا" ماہ دیر نے جلدی سے پوچھا۔ "مجھے ابھی اسد کی کال آئی تھی اور اس نے بتایا

ہے میری بیٹی پچھلے دو دن سے لاپتہ ہے" عالمگیر خان نے کہا تو ماہ دیر پریشان ہوا۔ "انکل آپ فکر نا کریں گڑیا مل جائے گی۔ میں اسکا پتہ کرواتا ہوں" ماہ دیر نے کہا اور اپنا فون نکالتے ناصر کو میسج کیا۔ "انکل کیا آنٹی اور میشی جانتے ہیں" ماہ دیر نے فون واپس جیب میں رکھتے پوچھا۔ "نہیں اور انھیں بتانا بھی نہیں۔ میں لاہور جارہا ہوں صبح فہمیدہ کو یہیں چھوڑ جاؤں گا" عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے انکل لیکن میں بھی آپکے ساتھ آؤں گا" ماہ دیر نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گئے۔ "نہیں بچے اگر تم جاؤ گے تو ان دونوں کو شک ہوجائے گا۔ تم یہیں رہنا" عالمگیر خان نے کہا تو وہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا گیا۔ انکی بات درست بلکل تھی۔ "ٹھیک ہے انکل لیکن میرے گارڈز آپکے ساتھ جائیں گے" ماہ دیر نے فوراً کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔ "دِیر" ابھی وہ دونوں کوئی بھی مزید بات کرتے کہ میشائم کی بے قرار سی آواز انھیں سنائی دی جس پر ان دونوں نے مُڑتے سیڑھیوں کی طرف دیکھا

جہاں سے وہ بھاگتے ہانپتے ہوئے انکی طرف آرہی تھی۔اسے یوں بھاگتے دیکھ وہ حوریہ سمیت ہی کھڑا ہوا اور اسکی طرف بڑھا۔"میشی میری جان کیا ہوا" ماہ دیر نے اسکے پاس پہنچتے پوچھا جو سانسیں ہموار کرنے کی کوشش کررہی تھی۔"وہ دِیر وہ" میشائم نے پھولتی سانسوں کے درمیان کچھ کہنا چاہا۔ "شش ریلیکس۔سانس لو گہری گہری۔پھر بولنا" ماہ دیر نے نرمی سے اس کی کمر سہلاتے کہا تو اس نے دو تین گہرے سانس بھرے اور مسکراتے اسے دیکھا۔جبکہ عالمگیر خان ماہ دیر کی اتنی فکر پر مسکرائے۔"اب بتاؤ کیا ہوا" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے مسکراتے اسے دیکھا۔"بابا کو ہوش آگیادِیر" میشائم نے کہا تو ماہ دیر بے یقین ہوا۔"کک۔۔کیا" ماہ دیر نے اسکی بازو پکڑتے اس کے چہرے کو دیکھتے پوچھا۔"دِیر میں بلکل سچ کہہ رہی ہوں بابا کو ہوش آگیا ہے۔میں ابھی انکو دیکھنے گئی تھی تو وہ ہوش میں تھے اور ڈاکٹر انکا چیک اپ کررہے تھے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر بغیر ایک لمحہ ضائع کیے اوپر بھاگا۔جبکہ

یشائم اپنے بابا کے سینے سے لگی جنھوں نے فوراً اسے حصار میں لیتے اسکا ماتھا چوما۔ "ماما ابھی تک سو رہی ہیں" یشائم نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا چلیں پھر اوپر چلیں" یشائم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ اوپر بڑھ گئے۔

ماہ دیر بھاگتے ہوئے خلیل صاحب کے کمرے میں داخل ہوا لیکن خلیل صاحب پر نظر پڑتے دروازے میں ہی حوریہ کو سینے سے لگائے کھڑا انھیں دیکھنے لگا جو انجان نظروں سے ڈاکٹرز کو دیکھ رہے تھے۔ماہ دیر یونہی کھڑا آنکھوں میں نمی سموئے انھیں دیکھ رہا تھا۔ایک مہینہ بیس دن بعد انھیں ہوش آیا تھا۔ماہ دیر نے کتنا انتظار کیا تھا اس پل کا۔اسکی نظریں انھی پر تھیں اور شاید یہ اسکی نگاہوں کی تپش کا اثر تھا جو خلیل صاحب نے ڈاکٹروں سے نظر ہٹاتے دروازے کی طرف دیکھا اور اس پر نظر پڑتے خلیل صاحب کی

آنکھوں میں شناسائی کی رمک نظر آئی تھی۔ان کے یوں دیکھنے پر ماہ دیر ان پر سے نظریں ہٹائے بغیر انکی طرف بڑھا اور جاتے بیڈ پر انکے پاس بیٹھا۔اسکے بیٹھتے ہی ڈاکٹر روم سے باہر نکل گئے۔جبکہ میشائم جو ابھی کمرے میں عالمگیر خان کے ساتھ داخل ہوئی تھی اس نے آگے بڑھتے حوریہ کو اسکی گود سے پکڑتے سینے سے لگایا جس پر ماہ دیر نے اسے دیکھا تو وہ اسے بولنے کا اشارہ کر گئی۔اس نے ہلکا سا سر خم کیا اور واپس خلیل صاحب کو دیکھا جو کافی غور سے اسکا چہرہ دیکھ رہے تھے۔"کیسے۔۔ہیں آپ" ماہ دیر نے انکے یوں دیکھنے پر نرمی سے پوچھا جس پر خلیل صاحب نے بامشکل اپنا ہاتھ زرا سا اٹھایا ایسے جیسے وہ اسکے چہرے کو چھونا چاہتے ہوں۔انکو یوں ہاتھ اٹھاتے دیکھ ماہ دیر نے نرمی سے انکا ہاتھ تھامتے اپنی گال پر رکھا۔انکا لمس محسوس کرتے اسکی آنکھیں بھیگی تھیں۔اس وقت اسے اپنی ناراضگی بھول گئی تھی بس اتنا یاد تھا وہ دس سال بعد اپنے بابا کا لمس محسوس کر رہا ہے۔"ماہ۔۔دیر؟" خلیل صاحب نے

سرگوشی نما آواز میں پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلاتے انکے ہاتھ کو چومتے آنکھوں سے لگایا۔ ”جی بابا۔۔میں ماہ دیر۔۔آپ کا بیٹا“ ماہ دیر کی بات سنتے خلیل صاحب کی آنکھیں نم ہوئیں جس پر اس نے تڑپتے نفی میں سر ہلایا۔آج منہ نے خلیل صاحب نہیں کہا تھا آج دل سے بابا کہا گیا تھا۔”بابا پلیز۔۔روئیے گا مت ۔۔ابھی آپکی طبیعت نہیں ٹھیک۔۔پلیز۔۔میں یہاں ہوں آپکے پاس“ ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا جو اتنا بڑا ہوگیا تھا۔پلوشہ کی وفات کے دن انھوں نے آخری بار اسے دیکھا تھا اور آج دس سال بعد وہ اسے دوبارہ دیکھ رہے تھے۔”کہا۔۔کہاں۔۔تھے۔۔تم“خلیل صاحب نے بامشکل پوچھا۔”بابا میں آپکو۔۔ سب بتاؤں گا۔۔پلیز ابھی بولیں مت۔۔آپ کو آج ڈیڑھ ماہ بعد۔۔ہوش آیا ہے یوں ایک۔۔دم سے بولیں گے تو۔۔ طبیعت بگڑ جائے گی۔۔ابھی خاموش رہیں۔۔ میں سب بتا دوں گا“ ماہ دیر نے ان کا ہاتھ نرمی سے سہلاتے کہا تو خلیل صاحب نے پلکوں کو جنبش

دیتے مثبت جواب دیا جس پر وہ مدھم سا مسکرایا۔جبکہ خلیل صاحب یک ٹک اسے دیکھ رہے وہ ہوبہو انکے جیسے تھا۔ بس اس کی آنکھیں اپنی ماں سے ملتی تھیں۔مہرماہ کی آنکھوں کا رنگ ہوبہو پلوشہ جیسا سبز تھا جبکہ اسکی سبز آنکھوں میں ہلکا سا بھوراپن تھا۔"مہر۔۔و۔۔کہاں۔۔ہے" خلیل صاحب نے ہلکی آواز میں پوچھا۔"مہرو ضرار کے پاس ہے بابا۔۔اپنے شوہر کے پاس۔۔وہ ٹھیک ہے" ماہ دیر نے کہا تو وہ سر ہلاتے اسے پھر سے دیکھنے لگے۔"یہ تو خلیل صاحب ہیں نا۔یہ ماہ دیر کے باپ ہیں" عالمگیر خان نے حیرت سے خلیل صاحب کو دیکھتے میشائم سے پوچھا۔وہ کافی دن سے یہاں تھے لیکن انکا کبھی اس طرف آنا نہیں ہوا تھا اور آج وہ پہلی بار ہی خلیل صاحب کو دیکھ رہے تھے۔"جی بابا یہ دِیر کے بابا ہیں۔آپ جانتے ہیں انھیں" میشائم نے انکی طرف دیکھتے پوچھا۔"ہاں بچے میں جانتا ہوں۔یہ مہرماہ کے بابا ہیں جو مریم کی دوست ہے" عالمگیر خان نے کہا تو میشائم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔انھوں

نے انکا تعارف ثانیہ کے حوالے سے نہیں کرایا تھا اور نا ہی وہ ایسا ارادہ رکھتے تھے۔ "بابا آپ مہرو کو جانتے ہیں" میشائم نے خوشی سے پوچھا۔ "ہاں میری جان میں جانتا ہوں۔ مہرماہ میرے دوست کے بیٹے کی بیوی ہے ضرار راجپوت کی اور تمھاری بہن کی دوست بھی" عالمگیر خان نے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا بچے میں زرا تمھاری ماما کو دیکھ لوں پھر آتا ہوں" عالمگیر خان نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "آپ بابا سے نہیں ملیں گے" میشائم نے پوچھا تو وہ مسکرائے۔ "میری جان میں بس ابھی آتا ہوں پھر ملتا ہوں" عالمگیر خان نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی اور واپس ماہ دیر اور خلیل صاحب کو دیکھا جبکہ عالمگیر خان روم سے باہر نکل گئے۔ "آپ سے ناراض۔۔ہوں میں۔۔ٹھیک ہوجائیں پھر سارے۔۔گلے شکوے۔۔کروں گا" ماہ دیر نے نرمی سے انکا ماتھا چومتے کہا تو خلیل صاحب کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ آئی۔ "آپ کو آپکی پوتی اور بہو سے ملواؤں" ماہ دیر نے سیدھے

ہوتے کہا تو وہ آنکھوں سے ہاں کہہ گئے۔ ”یشی یہاں آؤ“ ماہ دیر نے اسے پکارا تو وہ مدھم سا مسکراتے انکی طرف بڑھی۔ ”بابا یہ میری بیوی ہے یشائم ماہ دیر سکندر“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اسے بیڈ پر بٹھایا جس پر خلیل صاحب نے اسے دیکھا۔ ”اسلام علیکم بابا“ انکے دیکھنے پر یشائم نے مدھم آواز میں کہا تو خلیل صاحب مسکرائے اور اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھنا چاہا جسے دیکھ ماہ دیر نے انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہی یشائم کے سر پر رکھوایا۔ ”اور بابا یہ آپکی پوتی ہے۔ میری بیٹی حوریہ ماہ دیر سکندر“ ماہ دیر نے خلیل صاحب کا ہاتھ نرمی سے انکے سینے پر رکھتے یشائم کی گود سے حوریہ کو پکڑتے اپنی گود میں لٹایا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی انکی آنکھوں میں نرمی و شفقت آئی۔ انھیں حوریہ کی معصوم باتیں یاد آئیں۔ وہ انھیں سن سکتے تھے اور انھیں اچھے سے یاد تھا کہ حوریہ روز سارا سارا دن انکے پاس بیٹھی نا جانے کون کون سی کہانیاں سناتی تھی جس میں سب سے زیادہ اسکے بابا کی تعریفیں اور

خلیل صاحب کے اٹھنے پر وہ ان کے ساتھ کتنا کھیلی گی یہ بات شامل ہوتی تھی۔ خلیل صاحب نے ہاتھ بڑھایا تو میشائم نے انکا ہاتھ تھامتے حوریہ کے چہرے قریب کیا تو وہ نرمی سے اس کی گال کو چھو گئے۔ "ماشاء۔۔اللہ" خلیل صاحب نے مدھم آواز میں کہا تو سب مسکرائے۔ "آپ جانتے ہیں سب سے زیادہ حوریہ نے دعائیں مانگی ہیں آپکے ہوش میں آنے کی" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "جا۔۔نتا ہوں" خلیل صاحب نے نرمی سے حوریہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ "مم۔۔مجھ سے۔۔ہلا۔۔کیوں۔۔نہیں جارہا" خلیل صاحب نے حوریہ سے نظریں ہٹاتے ماہ دیر کو دیکھا۔ "بابا آپ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے اس بستر پر لیٹے ہیں تبھی آپکا جسم ابھی کمزوری کا شکار ہے۔وہ آہستہ آہستہ کھانا اور دوائیاں کھا کر صحیح ہوجائے گا" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔ "حور۔۔۔کو۔۔یہاں۔۔لٹا۔۔دو" خلیل صاحب نے سرگوشی نما آواز میں کہا تو ماہ دیر مسکرایا اور نرمی سے حوریہ کو ان کے پاس لٹا دیا جس پر حوریہ

بھی نیند میں کسمساتے خلیل صاحب کے بلکل ساتھ چپک کر انکی قمیض کو مٹھی میں جکڑتے پھر سو گئی۔ اسکی حرکت پر سب ہی مسکرائے۔ "اب جب حوریہ اٹھے گی تب زیادہ مزا آئے گا۔ آپکو پتا ہے بابا حوریہ روز پوچھتی تھی آپ کب اٹھیں گے" میشائم نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "جی بابا اور آپکو پتا ہے حوریہ نے آپ سے ڈھیر سے باتیں کرنی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائے اور حوریہ کو دیکھا جسکا معصوم چہرہ روح کو سکون بخش رہا تھا۔ "کب۔۔ اٹھے گی۔۔ حوریہ" خلیل صاحب نے اس پر سے نگاہیں ہٹاتے میشائم کو دیکھا۔ "بابا اب یہ صبح ہی اٹھے گی۔ نیند کے معاملے میں یہ بلکل کمپرومائز نہیں کرتی۔ اگر آپ کہیں تو میں اٹھا دوں" میشائم نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گئے۔ "

نہیں۔۔ صبح۔۔ مل۔۔ لوں۔۔

گا۔۔ میں۔۔ اپنی۔۔ پوتی۔۔ سے۔۔ نیند۔۔ نا۔۔ خراب کرو" خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "ماہر" خلیل صاحب نے ماہ دیر کو پکارا تو وہ

ساکت ہوا۔ یہ نام انکے منہ سے آج دس سال بعد سنا تھا۔ کیا کچھ یاد نا آیا تھا۔ وہ محبت، وہ چھوٹا سا آشیانہ، اس آشیانے کے چار مکین۔ پھر غموں کا سیلاب آیا اور سب بکھیر گیا۔ "ماہر" خلیل صاحب نے اسے ساکت دیکھ دوبارہ پکارا جس پر وہ ہوش میں آیا اور انھیں دیکھا۔ "جی بابا" اس نے فوراً انکا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "مہرو۔۔کو۔۔بلالو۔

۔میری۔۔بچی۔۔۔سے۔۔ملنا۔۔۔ہے۔۔مجھے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "بابا میں کل کال کرونگا ضرار کو اور اسے کہوں گا مہرو کو یہاں لے آئے۔ آپ پریشان مت ہوں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے پھر حوریہ کو دیکھنے لگے۔ "دِیر آپ بابا کے پاس بیٹھیں۔ میں بابا کیلئے دلیہ بنا کر لاتی ہوں" میشائم نے تھوڑی دیر بعد کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گیا جس پر وہ اٹھتے باہر نکل گئی جبکہ ماہ دیر انکا ہاتھ نرمی سے تھامے سہلا رہا تھا اور خلیل صاحب

بس انھیں دیکھ رہے تھے۔دس سال بعد وہ اپنی اولاد کو دیکھ رہے تھے آنکھیں تھیں کہ اسے دیکھتے تھک ہی نہیں رہی تھیں۔

"عامر ہم گھر کب جائیں گے" ثانیہ نے جوس پیتے اسے دیکھتے پوچھا جو اسکے لیے سیب کاٹ رہا تھا۔وہ دو دن سے یہاں تھی اور دو دن سے عامر صرف تین چار گھنٹے ہی سویا تھا وہ بھی کرسی پر غیر آرام دہ حالت میں۔ثانیہ کی کنڈیشن کی وجہ سے ڈاکٹرز نے اسے ابھی ڈسچارج نہیں کیا تھا جس پر وہ اکتا گئی تھی۔اسے ہاسپٹل میں الجھن ہورہی تھی لیکن عامر کا کہنا تھا جب تک ڈاکٹر نہیں کہتا تب تک اسے ڈسچارج نہیں ملے گا اور نا ہی وہ اسکی اس معاملے میں سننے والا ہے جس پر ثانیہ منہ بنا کر رہ جاتی۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے جاگی تھی جس پر عامر نے اسے فریش ہونے میں مدد کی پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی۔ثانیہ جب سے عامر کے نکاح میں آئی وہ نمازوں کی پابند ہوگئی تھی۔شادی سے پہلے وہ صرف کبھی کبھی

نماز پڑھتی تھی لیکن جب سے عامر اور اسکا نکاح ہوا تھا۔عامر نے اسے ایک بھی نماز قضا تک نہیں کرنے دی تھی کجا کے چھوڑنا۔وہ اسے مجبور نہیں کرتا تھا لیکن وہ اسے نرمی و محبت سے نماز پڑھنے کی تاکید کرتا تھا جس پر اسکا اب خود بخود نماز پڑھنے کو دل کرنے لگا تھا۔شادی سے پہلے وہ پانچ نمازیں بھی صحیح سے نہیں پڑھتی تھی لیکن شادی کے بعد اب وہ تہجد کی بھی پابند ہو گئی تھی۔شروع شروع اسے تہجد کیلئے عامر اٹھاتا تھا پر اب وہ ہمیشہ خود ہی اٹھ جاتی تھی اور عامر کی امامت میں تہجد اور فجر ادا کرنے کے بعد تلاوت کرتی تھی جسے دیکھ عامر کے دل میں اسکا مقام بڑھنے لگا تھا جبکہ ثانیہ اسکی شکر گزار تھی جسکے ساتھ نے اسے دین کے قریب کر دیا تھا۔اب بھی فجر کی نماز پڑھنے کے بعد عامر نے اسکے لیے جوس منگوایا تھا جسے اب وہ بیٹھی پینے کے ساتھ اس سے واپس جانے کا پوچھ رہی تھی جبکہ وہ بیٹھا اسکے لیے سیب کاٹنے کے ساتھ ساتھ مسکرا رہا تھا۔"ابھی تھوڑی دیر تک چلیں گے۔ڈاکٹر سے میری کل

رات ہی بات ہوگئی تھی۔ بس آپکو جو بار بار چکر آرہے تھے نا تبھی ڈاکٹر نے آپکو مزید رکنے کا کہا تھا پر اب الحمدللہ آپ ٹھیک ہیں تو پھر ڈاکٹر نے آپکو ڈسچارج دے دیا ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے خوشی سے اسے دیکھا۔ "شکر ہے ہم فائنلی گھر جائیں گے۔ ہاسپٹل میں رہ رہ کر مجھے اپنا آپ مریض لگنے لگ گیا تھا۔ افف ڈاکٹروں کی ہمت ہے جو سارا سارا دن ہاسپٹل میں گزار دیتے ہیں۔ سلیوٹ ہے انکو" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنسا اور چُھڑی ایک طرف رکھتے اسے دیکھا۔ "میرا سکھ چین آپکا شوہر بھی ڈاکٹر ہے تو کیا یہ ان ڈائریکٹلی مجھے سراہا جارہا ہے" عامر نے سیب کا ایک سلائس اسکے منہ کے قریب کرتے پوچھا تو وہ مسکرائی جبکہ اسکے یوں اتنے خوبصورت نام سے پکارنے پر اس کے رخساروں پر لالی چھائی تھی۔ "آپ ہر بات میں اپنی تعریف کیوں کرنے لگتے ہیں۔ میں تو آپ کی تعریف نہیں کررہی" ثانیہ نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔ "لا حولہ ولا قوۃ بیوی۔ اپنے اتنے حسین و جمیل اور ہنرمند شوہر کی تعریف نہیں کررہی آپ

ثانیہ۔ کتنی بُری بات ہے ویسے "عامر نے ایک ہاتھ سے دونوں کانوں کو چھوا تو ثانیہ بے اختیار کھلکھلاتی چلی گئی جبکہ وہ اسکی کھلکھلاہٹ پر پگھلتا چلا گیا۔ "اللہ عامر کیا ہیں آپ" ثانیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "وہی جسکے حصار کیلئے آپ دنیا جہان کی دولت کو ٹھوکر مار سکتی ہیں۔ وہی جو اب آپکا سب کچھ ہے" عامر نے شرارت سے کہا تو اسکی ہنسی کو بریک لگی جبکہ رخسار تپ کر انگارہ ہوئے۔ کل کیسے دھڑلے سے وہ بول رہی تھی اور اب اپنی باتیں یاد کرتے بے ساختہ سمٹی تھی جس پر اب کی بار عامر ہنسا۔ "یوں بات بات پر شرما کر آپ اس ڈاکٹر کو مریض بنا دیں گی مسز" عامر نے اسکی طرف جھکتے اسکی کنپٹی پر لب رکھے تو وہ چہرہ جھکا گئی جس پر اس نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اونچا کیا۔ "یوں بات بات پر شرما کر آپ مجھے مزید موقع دیتی ہیں کہ میں آپکو تنگ کروں" عامر نے کہا تو اس نے اسے گھورا جس پر وہ ہنس پڑا۔ "ہنسیں مت" ثانیہ نے ناراض سی آواز میں کہا تو عامر کی ہنسی کو بریک لگی۔ "اچھا نہیں ہنسا

میرا سکھ چین موڈ ٹھیک کریں" عامر نے اسکی گال کھینچتے کہا تو وہ ناک سکیڑتے اسے دیکھنے لگی جس پر وہ مسکراتے نفی میں سر ہلاتے سیب کا ایک اور ٹکڑا اسکے منہ کے قریب کرگیا جسے وہ مسکراتے کھانے لگی۔ "عامر سنیئے" ثانیہ نے سیب نگلتے اسے پکارا۔ "جی میرا بچہ سنایئے" اس نے نرمی سے جواب دیا۔ "عامر میں مہرو سے بات کرنا چاہتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا ساتھ ہی پھر سے سیب اسکے منہ کے قریب کیا۔ "اچھا ٹھیک ہے کر لیجیے گا پر آپ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ اس سے بات نہیں کریں گی کیونکہ آپ اسکے منہ سے خود کے لیے نفرت کا اظہار نہیں سننا چاہتیں پھر اب اچانک" عامر نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میں اسکے منہ سے خود کیلئے نفرت کا اظہار واقعی نہیں سن سکتی پر پھر بھی میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں تاکہ میں نے جو اسکے ساتھ کیا اسکی معافی مانگ لوں۔ میں نہیں جانتی وہ مجھے معاف کرتی ہے یا نہیں پر میں اس سے معافی تو مانگ سکتی ہوں نا۔ اس سے میرا ضمیر

شاید مجھے لعنت ملامت کرنا بند کردے" ثانیہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "آپ ایک بار مہر ماہ سے مل لیں۔ ہو سکتا ہے سب ٹھیک ہو جائے" عامر نے اس کے ہاتھ تھامتے کہا۔ "عامر میں نے سب اپنے ہاتھوں سے برباد کیا ہے۔ اسے طنز کرنا۔ اس پر غصہ کرنا یہاں تک کہ اس پر ہاتھ اٹھانا۔ میں نے بہت سے گناہ کیے ہیں عامر۔ میں نے اپنی بہن کو اپنے ہاتھوں سے خود سے دور کر دیا عامر۔ آپ جانتے ہیں جب وہ روتی تھی میرے دل کو کچھ ہوتا تھا پر میں پھر بھی اپنے دل کو اگنور کرتے ماما کی بات مانتے اس پر ظلم کرتی تھی کیونکہ ماما کہتی تھیں کہ اگر میں مہرو کو ڈرا کر رکھوں گی تو وہ بابا کو مجھ سے نہیں چھینے گی۔ اپنے ڈر میں، میں نے اپنی بہن پر بہت ظلم کیا اور تو اور بہت سے لوگوں کا دل بھی توڑا ہے" ثانیہ نے شہریار کا نام لیے بغیر بھرائی آواز میں کہا تو عامر نے نرمی سے اسے حصار میں لیا جس پر وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ وہ اس کے سامنے شہریار کا نام نہیں لینا چاہتی۔ وہ اسے اپنے ماضی کے

اس پہلو سے آگاہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے رشتے میں کوئی دراڑ نہیں چاہتی تھی۔ اس نے دولت کیلئے شہریار کا دل توڑا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی عامر اسے حقارت سے دیکھے۔ وہ سب برداشت کر سکتی تھی پر عامر اس سے نفرت کرتے یہ بات وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ ”میری جان آپ نے جو کیا وہ آپ نے تب کیا جب آپ گمراہ تھیں۔ اب الحمدللہ اللہ نے آپکو ہدایت دی ہے۔ آپکو اپنی کوتاہیوں کا احساس ہے تو بچہ ایسے رونے کی بجائے یا اداس ہونے کی بجائے اپنی غلطیوں کا ازالہ کریں۔ آپ نے مہرماہ کو اذیت دی تو اس سے معافی مانگیں۔ اسے بتائیں آپ اس سے پیار کرتی ہیں۔ اسے احساس دلائیں آپ شرمندہ ہیں اور باقی جن لوگوں کا آپ نے دل توڑا ہے انھیں بھی بتائیں آپ گمراہ تھیں پر اب آپکو ہدایت مل گئی ہے سو وہ اپنا دل صاف کرلیں“ عامر نے نرمی سے اس کے بال سہلاتے اسکا سر چوما تو اس نے گردن اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”عامر میں نے اتنی غلطیاں کی ہیں پھر بھی آپ مجھے اتنی نرمی سے

ٹریٹ کرتے ہیں اور تو اور میرے لیے سب سے لڑ جاتے ہیں کیوں؟" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "آپ میری بیوی ہیں ثانیہ۔ آپ غلط بھی ہونگی تب بھی میں دنیا کے سامنے آپ کا ہی ساتھ دوں گا پر ہاں جب ہم تنہائی میں ہونگے تب آپکو بتاؤں گا آپ کہاں غلط تھی لیکن کسی غیر کے سامنے میں ہرگز آپکو نہیں ٹوکوں گا کیونکہ اگر میں کسی کے سامنے آپکو کچھ کہوں گا تو لوگوں کو شے ملے گی اس سے کوئی بھی آپکو کچھ بھی کہہ دے گا اور میری بیوی کو کوئی کچھ کہے یہ بات میری غیرت گوارا نہیں کرتی" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو ثانیہ کی آنکھیں نم ہوئیں جب کہ چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

"میں نے آج تک کوئی نیکی نہیں کی پھر آپکو اللہ نے کس چیز کے عوض میرا ہمسفر بنایا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی میں آپکو نعمت کہوں یا معجزہ پر آپ جو بھی ہیں میرے لیے اللہ کا بہترین تحفہ ہیں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "ہو سکتا ہے میں آپکی کسی اذیت پر صبر کا بدلہ

ہوں" عامر نے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ اذیت پر کیا کچھ نہیں یاد آیا تھا۔ہر وہ رات ہر وہ لمحہ یاد آیا تھا جس سے سب انجان تھے۔"بیٹُو کیا ہوا" اس کو یوں اچانک خاموش ہوتے دیکھ عامر نے اس کے بالوں کو سہلاتے پوچھا۔"کچھ نہیں۔بس وہ مہرو سے بات کیسے کروں گی یہ سوچ رہی ہوں" ثانیہ نے مدھم آواز میں جھوٹ بولا جسے وہ محسوس نا کرتے مسکرایا۔"میرا سکھ چین پریشان نا ہوں۔جب بات ہوگی تب دیکھیے گا۔ابھی سیدھی ہوں شاباش اور یہ ایپل فنش کریں" عامر نے نرمی سے اسکا سر چومتے کہا تو وہ سیدھی ہوئی جس پر عامر نے پلیٹ سے سیب کا ٹکڑا اٹھایا اور اسے کھلانے لگا۔ عامر اسے کھلانے کے ساتھ کافی غور سے اسکا چہرہ دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں عجیب سی ویرانی تھی اور اس ویرانی میں بھی اذیت پنجے گاڑھے نظر آرہی تھی جبکہ اس اذیت میں خوف کی رمک بھی موجود تھی جسے عامر سمجھ نا سکا جبکہ ثانیہ اس کی نظروں سے بے خبر اپنے خیالوں میں

گم تھی۔بہت سی چیزیں تھیں جو اس نے سہی تھیں اور جس سے سب بے خبر تھے۔وہ جو بھی تھیں بہت کرب ناک تھیں اور یاد آنے پر اذیت بھی دیتی تھیں۔

"اسلام علیکم ! ماہ دیر کیسے ہو" ضرار نے فون کان سے لگاتے کہا۔اسے تقریباً روز ہی ماہ دیر کی دو سے تین کالز آتی تھیں پر وہ مہرماہ کی بات مانتے نہیں اتھا رہا تھا۔لیکن آج اس کی ایک ساتھ پانچ سات کالز پر اس نے فون اٹھا لیا۔ وہ جانتا تھا مہرماہ کو پتا لگا تو وہ ناراض ہوگی پر ماہ دیر کی اتنی ساری کالز پر وہ در حقیقت پریشان ہوا تھا۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی داؤد خان کی کال پر جاگا تھا اور اب اس سے بات کرتے اس نے فون رکھا کی تھا کہ ماہ دیر کی کال آگئی تھی۔"وعلیکم السلام ! تم غالباً ضرار ہو؟" مہرماہ کی بجائے ایک مرد کی آواز سنتے اس نے کہا۔"ہاں میں ضرار راجپوت ہوں۔مہرماہ کا شوہر اور تمھارا

ماموں زاد بھائی" ضرار نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں جواب دیا۔وہ بھی اسکا بھائی تھا۔دل اپنے آپ نرم پڑ رہا تھا۔"جانتا ہوں۔تم لاہور میں ہو نا اور مہر ماہ گھر" ماہ دیر نے مدھم آواز میں کہتے ساتھ سوال پوچھا۔جس پر ضرار کو حیرت ہوئی وہ کیسے جانتا تھا کہ وہ لاہور میں ہے۔"ہاں میں لاہور میں ہوں اور ماہ گھر ہے۔سب خیریت ہے۔تمھیں کچھ کہنا ہے" ضرار نے اپنی حیرت پر قابو پاتے پوچھا۔"ہاں سب خیریت ہے۔وہ دراصل ایک بات کرنی تھی۔مہرو نے اس دن اپنی بات کر کے کال بند کردی۔میں نے کافی بار اسے کال کی پر کسی نے کال نہیں اٹھائی کیا تم مجھے اس کا نمبر دے سکتے ہو میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔بہت ضروری بات ہے بابا کے متعلق" ماہ دیر نے کہا تو ضرار کے ماتھے پر بل پڑے۔بھلا اس نے خلیل صاحب کے بارے میں کیا بات کرنی تھی۔"انکل کے متعلق؟ تمھیں جو بات کرنی ہے مجھ سے کرلو۔ماہ تم سے بات نہیں کرے گی کیونکہ وہ ابھی تم سے ناراض ہے۔ویسے انکل کے

بارے میں کیا بات کرنی ہے وہ تو اب اس دنیا" ضرار نے کہا لیکن اسکی آخری بات پوری ہونے سے پہلے ماہ دیر تڑپ کر اسکی بات کاٹ گیا تھا۔"بابا زندہ ہیں ضرار۔بابا کو کچھ نہیں ہوا۔وہ بس کوما میں تھے اور یہاں میرے پاس ہیں۔وہ کوما میں تھے انھیں کل رات ہوش آیا ہے۔پلیز مہرو کو بتا دو۔اس دن میری گڑیا رو رہی تھی۔ناجانے وہ کتنی بار روئی ہوگی۔اسے بتاؤ ہمارے بابا زندہ ہیں یا اسے یہاں لے آؤ" ماہ دیر نے کہا تو ضرار بے یقین ہوا۔وہ کیا کہہ رہا تھا خلیل صاحب زندہ ہیں پر ایسا کیسے ہوسکتا تھا کیونکہ اسے تو پولیس والوں نے کہا تھا وہ مر چکے ہیں۔اس نے اپنے طور پر بھی پتا کرایا تھا پر خلیل صاحب کی وفات کی خبر سچی تھی۔"کیا ! ! انکل زندہ ہیں اور تم اب بتا رہے ہو پہلے کیوں نہیں بتایا۔تم جانتے ہو ماہ نے کتنی اذیت سہی ہے۔وہ کیسے ہیں اب ماہ دیر" ضرار نے پوچھا۔اسکے لہجے میں ایک تڑپ تھی اپنی ماہ کی اذیت کو یاد کرتے اسکا دل ایک بار پھر اذیت سے دو چار ہوا تھا۔اسکا رونا ، اسکا سسکنا ،

اسکی ہچکیاں اسے بھولا ہی کب تھا۔ ”وہ ٹھیک ہیں اب الحمدللہ۔ تم پلیز میری گڑیا کو یہاں لے آؤ۔ مجھے میری بہن سے ملوا دو ضرار میں تا عمر تمھارا احسان مند رہوں گا“ مہرماہ کا اذیت کا سنتے اسکا دل کٹا تھا تبھی اس نے فوراً کہا۔ ”ابھی میں ایک مسئلے میں پھنسا ہوں۔ جیسے ہی وہ حل ہوگا میں ماہ کو وہاں لے آؤں گا تم مجھے اڈریس بھیجو۔ اور ہاں پریشان مت ہو۔ وہ تم سے نفرت نہیں کرتی اس دن وہ بس اپنی ناراضگی جتا رہی تھی“ ضرار نے کہا تو ماہ دیر خاموش ہی رہا۔ وہ جانتا تھا وہ لوگ ابھی مریم کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ ”ٹھیک ہے میں سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن پلیز ہو سکے تو اسے جلدی لے آنا یا مجھے اجازت دے دو میں اسے لینے آجاتا ہوں“ ماہ دیر نے سمجھنے والے انداز میں کہا اور ساتھ ہی خود آنے کی اجازت مانگی تو ضرار نے گہری سانس بھری جبکہ ماہ دیر اسکے جواب کا منتظر تھا۔ وہ بے شک مہرماہ کا بھائی تھا پر اسکے شوہر سے زیادہ اس پر حق نہیں رکھتا تھا۔ ”نہیں اسکی ضرورت نہیں ہے تم انکل کا خیال رکھو۔ میں

ماہ کو لے آؤں گا پریشان مت ہو میں زیادہ دیر نہیں کروں گا" ضرار نے اسے منع کیا کیونکہ وہ جانتا تھا مہرماہ، ماہ دیر کو دیکھ کر رونے لگے گی اور وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ اسکی بیوی روئے وہ بھی تب جب وہ اسے سنبھالنے کیلئے اس کے پاس نا ہو۔ "میں تمھارا اور مہرو کا انتظار کروں گا ضاری۔ میرا انتظار طویل نا کرنا" ماہ دیر نے مدھم آواز میں کہا اور کال کاٹ گیا۔ وہ جانتا تھا ضرار کسی وجہ سے ہی کہہ رہا ہوگا اور اس وجہ سے وہ بخوبی واقف تھا۔ وہ خود بھی ابھی مہرماہ کے سامنے اچانک سے نہیں جانا چاہتا تھا پر اپنی بہن کو سینے سے لگانے کو وہ ترس رہا تھا تبھی پوچھ بیٹھا۔ اسکے یوں فون کاٹنے پر ضرار نے گہری سانس بھری۔ اگر مہرماہ تڑپ رہی تھی تو بے قرار ماہ دیر بھی تھا۔ اسکی آواز میں جو کرب تھا وہ ضرار کا دل دہلا گیا تھا۔ "کس کی کال تھی" شہریار جو اسکو بالکونی میں دیکھ یہاں آیا تھا۔ اسے فون پر مہرماہ کے متعلق بات کرتے دیکھ پیچھے ہی رک گیا تھا اور اب اسے فون بند کرتے دیکھ فوراً بولا جس پر ضرار نے مُڑتے

اسے دیکھا جو کافی اداس لگ رہا تھا۔تین دن میں ہی شہریار کی آنکھوں کے نیچے ہلکے پڑ گئے تھے جبکہ چہرے پر عجیب وحشت سی طاری ہوگئی تھی۔"ماہ دیر کی کال تھی۔تو کب اٹھا" ضرار نے پوچھا تو وہ چلتے اسکے پاس آیا اور آتے چئیر پر بیٹھ گیا۔"سویا کب تھا" شہریار نے کہا تو اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔"داؤد کی کال آئی تھی۔ایک جگہ امید ہے کہ سفیان چوہدری مل جائے۔وہ اپنے ساتھیوں کو وہاں بھیج رہا ہے۔ہوسکتا ہے وہ مل جائے" ضرار نے کہا تو اس نے سرہلایا اور باہر دیکھنے لگا۔"کیا کہہ رہا تھا ماہ دیر" شہریار نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے اسے پوری بات بتائی۔"خلیل انکل زندہ ہیں تو تُو ایک کام کر گڑیا کو لے جا۔یہاں میں اور اسد دیکھ لیں گے اور اب تو وہ خان بھی ہے یہاں اور عالمگیر انکل بھی آرہے ہیں شام تک پہنچ جائیں گے " شہریار نے کہا تو وہ نفی میں سرہلا گیا۔"تو پاگل ہے۔تو کہہ رہا ہے میں تجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر چلا جاؤں" ضرار نے غصے سے کہا۔"نہیں یار میں کہہ رہا

ہوں مہرماہ گڑیا اتنا عرصہ اپنے بابا کو مردہ تصور کرتے تڑپی ہے تو اب اگر اسکے بابا زندہ ہیں تو اسے ملوا دے جاکر۔ اوریہاں میرے پاس اسد ہے داؤد ہے اور انکل بھی ہونگے اوریہ جو تیری گارڈز کی فوج ہے وہ بھی ہوگی پر گڑیا کو اسکے بابا سے ملوانے کون ہے تیرے سوا۔ بچی اتنا روئی ہے اسے بتا جاکر تاکہ اسکا درد کچھ کم ہو" شہریار نے کہا تو ضرار سوچ میں پڑا۔ وہ کہہ تو ٹھیک رہا تھا پر وہ اسے کیسے چھوڑ کر جاسکتا تھا۔ "لیکن شیری میں تجھے کبھی اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا" ضرار نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "جانی تو جا۔ میں ٹھیک ہوں۔ میں اپنی پٹھانی کو ڈھونڈ لوں گا۔ ابھی تیرا وہاں ہونا بھی ضروری ہے۔ اور تو یہاں نا ہو کر بھی میرے پاس ہی ہوگا کیا میں نہیں جانتا۔ وہاں بیٹھ کر بھی تو پوری نظر رکھے گا" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ہاں پر پھر بھی" ضرار نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ "کوئی پھر ور نہیں چپ چاپ راولپنڈی جا اور وہاں سے گڑیا کے ساتھ سوات۔ میں یہاں دیکھ لوں گا" شہریار نے کہا تو

اس نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ جانتا تھا اس وقت وہاں جانا زیادہ ضروری ہے اور یہاں شہریار کے پاس وہ اپنے گارڈز کو چھوڑ کر جائے گا پر وہ مہرماہ کو کسی کے بھروسے اتنی دور نہیں بھیج سکتا تھا۔

"دادا ذان پتا اے حولیہ نے اتی شالی دا ماندی تی تے اپ ات دائیں (دادا جان پتا ہے حوریہ نے اتنی ساری دعا مانگی تھی کہ آپ اٹھ جائیں)" حوریہ نے خلیل صاحب کو دیکھتے کہا جو بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھے اسکی معصوم باتوں کو سن رہے تھے۔ حوریہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی اٹھی اور اٹھتے ہی اپنے دادا جان کے جاگنے کا سنتے وہ جلدی سے فریش ہوتے انکے پاس آئی تھی۔ اس نے ناشتہ بھی انکے ساتھ ہی کیا تھا اور اب وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اپنے نانا جان کو اللہ حافظ بولنے کے بعد سے ان کے پاس بیٹھی ان سے باتیں کر رہی تھی جس پر خلیل کبھی مسکراتے اسے جواب دیتے تو کبھی اسکا ماتھا چوم جاتے۔ خلیل

صاحب کی طبیعت آج، کل کی نسبت بہتر تھی۔آج ماہ دیر نے صبح ضرار سے بات کرنے کے بعد انکے ہاتھوں پیروں کی مالش کی تھی جس سے وہ آج اپنے پیروں کو حرکت دے پا رہے تھے۔"اچھا جی۔میرے بچے نے اتنی دعائیں کی تھیں" خلیل صاحب نے پوچھا تو حوریہ نے تیزی سے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرائے۔"کیا ہو رہا ہے بھئی" عین اسی وقت ماہ دیر نے کمرے میں داخل ہوتے پوچھا جس پر حوریہ کا چہرہ کھلا اور وہ جلدی سے بیڈ پر کھڑے ہوتے اپنی ننھی ننھی بازو واء کر گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اس کی طرف بڑھتے اسے سینے سے لگاتے اسکا ماتھا چوم گیا۔"بابا ذان تا تے اپ (بابا جان کہاں تھے آپ)" حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔"میری جان میں تو یہیں تھا۔کیا ہوا" ماہ دیر نے اسکی گال چومتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"تچ نئی او اپل حولیہ تو اپ تی آد آلی تی۔مذے لدا اپ ہو پل تلے دے ایں (کچھ نہیں حوریہ کو آپکی یاد آ رہی تھی۔مجھے لگا آپ ہاسپٹل چلے گئے ہیں)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا

جب کہ خلیل صاحب مسکراتے ان دونوں کی نظر اتار رہے تھے۔ ”ارے میں اپنی لٹل ہائنس سے ملے بغیر جا سکتا ہوں اور کل میری گڑیا نے ہی تو کہا تھا کہ کل میں ہاسپٹل نا جاؤں تو میں کیسا جاتا“ ماہ دیر نے اسے نرمی سے گد گدی کرتے کہا تو حوریہ کھلکھلاتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی جس پر وہ مسکراتے خلیل صاحب کے پاس بیٹھ گیا۔ ”طبیعت ٹھیک ہے آپ کی بابا۔ کہیں درد تو نہیں ہو رہی“ ماہ دیر نے پوچھا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اس کے بالوں کو چھوا۔ ”میرا بیٹا اتنا بڑا ہو گیا ہے ابھی تک یقین نہیں آرہا۔ ایک وقت تھا تم حوریہ جیسے چھوٹے تھے اور اب تمھاری ایک بیٹی ہے“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تو اب ساری زندگی حوریہ جتنا تو نہیں رہنا تھا نا۔ پھر آپکی ناک میں دم کرتا رہتا“ ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑے۔ ”میری جان ماں باپ اپنے بچوں سے نہیں تھکتے۔ یہ تو تم مجھے چھوڑ کر آ گئے ورنہ میں اس عمر میں بھی تمھارے لاڈ ویسے ہی اٹھاتا جیسے بچپن

میں اٹھاتا تھا" خلیل صاحب نے کہا تو اسکی مسکراہٹ سمٹی۔ "اگر ماما ہمیں چھوڑ کر نا جاتیں تو میں کبھی نا چھوڑ کر جاتا" ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا۔ "تمھاری ماں چھوڑ کر گئی تھی میں تو زندہ تھا نا ماہر۔مجھے چھوڑتے وقت ایک بار بھی نہیں سوچا میں کیسے رہوں گا تمھارے بغیر۔تم میری طاقت تھے ماہر۔ تمھارا جانا مجھے کمزور کرگیا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "میں خوشی سے نہیں گیا تھا بابا۔پر ماما کی دیتھ آپکی وجہ سے ہوئی۔یہ بات کیسے برداشت کرتا" ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا۔وہ جانتے تھے ماہ دیر پوری سچائی نہیں جانتا۔ "میری وجہ سے تمھاری ماما کی دیتھ کیسے ہوئی" خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے حوریہ کو دیکھا جو ہمیشہ کی طرح اسکے ہاتھوں کو بار بار چومتی تو کبھی اپنی گال اسکے ہاتھ پر ٹکا دیتی۔ "اگر آپ دوسری شادی نا کرتے۔ماما پر سوتن نا لاتے تو ایسا کبھی نا ہوتا بابا۔ماما یہ صدمہ لے کر گئیں ہیں۔ آپ جانتے تھے نا وہ دل کی مریض ہیں

بابا پھر بھی آپ ان پر سوتن لے آئے جس سے وہ چلی گئی۔تو بتائیں آپکی غلطی ہوئی نا" ماہ دیر نے بھاری ہوتی آواز میں کہا تو خلیل صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔"وہ اس بات کا صدمہ نہیں لے کر گئی ماہر۔پلوشہ میرے دوسرے نکاح سے واقفے تھی بلکہ میرے دوسرے نکاح کے وقت وہ وہاں موجود تھی۔اور میں نے اس کی اجازت سے ہی دوسرا نکاح کیا تھا" خلیل صاحب نے کہا تو ماہ دیر کا دماغ جیسے سن ہو گیا۔اسکی ماما جانتی تھیں۔"بابا ماما جانتی تھیں پھر انھوں نے کس بات کا صدمہ لیا تھا۔کیونکہ ڈاکٹرز نے کہا انھوں نے کسی بات کا گہرا صدمہ لیا ہے جس سے انھیں ہارٹ اٹیک آیا ہے۔اور میں نے بھی سنا تھا ماما آپ سے کہہ رہی تھیں آپ کو دوسری شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی" ماہ دیر نے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر گئے۔"بچے وہ مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھی کہ اگر میری دوسری شادی نا ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔اور اسے میری شادی کا صدمہ نہیں لگا تھا۔تمھارے قاسم ماموں کی وفات کا صدمہ لگا

تھا۔اسکی طبیعت کی وجہ سے میں نے اس سے قاسم کی وفات کا چھپایا ہوا تھا پر نا جانے کیسے اسے معلوم ہوگیا۔جس وقت تم نے مجھے اور اپنی ماں کو بات کرتے سنا۔اس کے بعد میں ایک کام سے باہر چلا گیا تھا پھر میں کوئی ایک گھنٹے بعد واپس آیا تو پلوشہ کی طبیعت اس وقت بگڑی ہوئی تھی۔میں اسے ہاسپٹل لے گیا۔پھر وہاں ڈاکٹرز نے کہا اسے صدمہ لگا ہے۔میں نے پلوشہ سے پوچھا تو اس نے مجھ سے شکوہ کیا میں نے اسکے بھائی کی وفات کا کیوں چھپایا اس سے۔پھر اسکے بعد وہ ہمیں چھوڑ گئی" خلیل صاحب نے کہا تو ماہ دیر بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگا۔"آپ نے۔۔مجھے بتایا کیوں نہیں" ماہ دیر نے پوچھا تو وہ دکھ سے مسکرائے۔"تم نے موقع ہی نہیں دیا تھا۔ میری بات سنے بغیر ہی چلے گئے" خلیل صاحب نے کہا تو اسکی آنکھوں میں آنسو آئے۔اس نے کیا کر دیا تھا۔دس سال !دس سال وہ اپنی غلطی میں ضائع کر گیا۔دس سال اس نے اپنے بابا کو غلط سمجھا۔دس سال اس نے اپنوں سے دور رہتے نکالے۔دس

سال وہ اپنے دماغ کی سوچ کے تحت اپنے بابا سے نفرت کرتا رہا۔ "یہ۔۔میں نے کیا۔۔کردیا۔۔بابا" ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ "ماہر میری جان۔کچھ نہیں ہوا۔بھول جاؤ وہ سب ماضی تھا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کیسے بھول جاؤں بابا۔میں نے کتنا غلط سمجھا آپکو۔دس سال آپ سے اور مہرو سے دور رہا۔دس سال اذیت میں رہا اور آپکو اذیت دیتا رہا" ماہ دیر نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گئے۔ "ماہر بچے وہ سب قسمت میں لکھا تھا۔میری جان بھول جاؤ سب" خلیل صاحب نے کہا تو وہ انکے سینے سے لگ گیا جس پر وہ مسکراتے اسکے گرد حصار باندھ گئے۔جب کہ حوریہ بیٹھی انھیں دیکھنے لگی۔ "مجھے معاف کردیں بابا۔میں بہت بُرا ہوں۔آپ کو اتنا بُرا کہا۔اتنی بدتمیزی کی۔آپ کو خود سے دور کردیا۔مجھے معاف کردیں بابا" ماہ دیر نے کہا تو وہ اسکا سر چوم گئے۔ "ماہر میں تم سے ناراض نہیں ہوں بچے۔میری بھی غلطی

تھی مجھے تمھیں اور مہرو کو بھی اپنے نکاح کا بتانا چاہیے تھا۔ اس لیے بھول جاؤ اب۔ تم میرے پاس ہو۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ پر تمھیں یوں دیکھ کر مجھے اذیت ہو رہی ہے" خلیل صاحب نے کہا تو ہاں میں سر ہلا گیا۔ "اچھا لیکن ایک بار کہہ دیں آپ نے مجھے معاف کردیا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا ماتھا چوم گئے۔ "میرا بچہ میں نے تمھیں معاف کیا۔ بس کرو اب۔ اتنے بڑے ہو کر رو رہے ہو" خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہنس پڑا جس پر خلیل صاحب نے نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے۔ "بابا تا اوا (بابا کیا ہوا)" حوریہ جو تب سے معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی ماہ دیر کی آنکھوں میں آنسو دیکھ فوراً کھڑے ہوتے پوچھا۔ "کچھ نہیں بابا کی جان۔ آپکے دادا جان ناراض تھے نا تو انھیں منا رہا تھا" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ نے ماتھے پر بل ڈالتے خلیل صاحب کو دیکھا۔ "دادا ذان میلے بابا ذان سے ناج نا اوں۔ میلے بابا اذن لوتے ایں تو حولیہ تو اتا نئی لدا (دادا جان میرے بابا جان سے ناراض نا ہوں۔ میرے بابا

جان روتے ہیں تو حوریہ کو اچھا نہیں لگتا)" حوریہ نے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ "اچھا میری گڑیا اب نہیں ناراض ہوتا" خلیل صاحب نے کہا تو حوریہ مسکرائی اور ماہ دیر کو دیکھا۔ "بابا ذان، دادا ذان اپ شے ناج نئی ایں اب نئی لونا (بابا جان، دادا جان آپ سے ناراض نہیں ہیں۔ اب نہیں رونا)" حوریہ نے نرمی سے اپنی ننھی ننھی ہتھیلیوں سے اس کے آنسو صاف کرتے اسکی آنکھوں پر باری باری لب رکھے تو ماہ دیر مسکرایا۔ "میری جان۔ بابا قربان آپ پر" ماہ دیر نے اسکی ننھی ننھی ہتھیلیوں کو چومتے اسے سینے میں بھینچا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی جس پر ماہ دیر نے اس کا سر چوما جبکہ خلیل صاحب مسکراتے انھیں دیکھنے لگے۔ آج بلآخر انکا بیٹا انھیں واپس مل گیا تھا۔ اب بس انھیں اپنی گڑیا سے ملنا تھا۔

"کیا حال ہے شہریار" داؤد خان نے شہریار سے ہاتھ ملاتے کہا جو ابھی تھانے آیا تھا۔ اسے داؤد خان نے کوئی ضروری بات کرنے بلایا تھا جبکہ ضرار صبح ناشتے کے بعد لاہور کیلئے نکل گیا تھا اور اسد گارڈز کے ساتھ یتیم خانے کے آس پاس کے علاقوں کے سی سی ٹی وی چیک کرنے گیا تھا۔ "میں ٹھیک ہوں داؤد۔ کچھ پتا لگا میری بیوی کا یا اس باسٹرڈ کا" شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تمھاری بیوی کا تو نہیں البتہ سفیان چوہدری کا پتا لگا ہے۔ کنفرم نہیں ہے کہ وہ اس جگہ ہو یا نہیں پر میں وہاں اپنے بندوں کو بھیج چکا ہوں۔ اگر سفیان چوہدری وہاں ہوا تو وہ اسے لے آئیں گے لیکن اگر نا ہوا تو تمھیں ابھی مزید صبر کرنا پڑے گا" داؤد خان نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ نا جانے اسکی پٹھانی کہاں تھی۔ کس حال میں تھی۔ جبکہ شہریار کو یوں خاموش دیکھ داؤد خان نے اس سے وہ بات کرنے کا سوچا جو شاید اسے ناگوار گزرتی۔ "شہریار" داؤد خان نے اسے پکارا تو اس نے سر اٹھاتے اسے

دیکھا۔ "ہاں داؤد کیا ہوا" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ایک بات کہوں تم بُرا تو نہیں مانو گے۔ دیکھو میں یہ نہی کہہ رہا کہ ایسا ہی ہے پر مجھے ایک جگہ پر شک ہے جہاں تمھاری بیوی شاید ہو" داؤد خان نے اسے سنجیدگی سے پوچھا تو اس نے اسے حیرت دیکھا۔ "کونسی جگہ داؤد بتاؤ۔ میری پٹھانی کہاں ہو سکتی ہے" شہریار نے بے قراری سے پوچھا تو داؤد خان نے گہری سانس بھری۔ "کسی کوٹھے پر" داؤد خان نے کہا تو شہریار کی آنکھیں پل میں غصے سے لہو چھلکانے لگیں۔ وہ ایک جھٹکے میں اٹھا اور داؤد خان کی طرف بڑھتے اسکا کالر پکڑتے اسے کھڑا کیا۔ "زبان کو لگام دو داؤد خان۔ میری پٹھانی کا نام کوٹھے جیسی غلیظ جگہ سے جوڑا نا تو یہاں کھڑے کھڑے تمھاری جان نکال دوں گا سمجھے" شہریار نے دھاڑتے کہا تو پورے تھانے کے در و دیوار کانپ اٹھے تھے۔ اسکے یوں دھاڑنے پر داؤد خان نے سنجیدہ چہرے سے ایک نظر اسے دیکھا پھر اپنے کالر پر موجود اسکے ہاتھ کو دیکھا اور اگلے ہی پل اسکا ہاتھ پکڑتے جھٹکا۔ "شہریار میں

جانتا ہوں۔ اس وقت تم کس اذیت سے گزر رہے ہو۔ لیکن یہ ہوش کھونے کا وقت نہیں ہے۔ میں پولیس والا ہوں اور اپنے تجزیے سے کہہ رہا ہوں کہ ہوسکتا ہے تمھاری بیوی اس غلیظ جگہ پر بیچ دی گئی ہو۔ میرے لیے ایسا کیس کوئی نیا نہیں ہے۔ میری سگی بہن کو بھی کسی نے کوٹھے پر بیچ دیا تھا لہٰذا ایسا ممکن ہے کہ اس انسان نے تمھاری بیوی کو وہاں رکھا ہو تاکہ تم ڈھونڈ نا سکو" داؤد خان نے سنجیدگی سے کہا تو شہریار کا دل خوف سے دھڑکا۔ اگر اس کی پٹھانی اس غلیظ جگہ پر ہوئی تو اگر اسے کسی نے بے پردہ دیکھ لیا تو۔ شہریار یہ سوچتے لڑکھڑایا لیکن داؤد خان بروقت اسکی بازو تھامتے اسے گرنے سے روک چکا تھا۔ "کس۔۔کوٹھے۔۔پر" شہریار نے پوچھا تو اس نے بغیر کچھ کہے پانی کا گلاس اسکی طرف بڑھایا۔ "پانی پیو پہلے" داؤد خان نے کہا تو اس نے چند گھونٹ بھرے اور گلاس واپس ٹیبل پر رکھا۔ "اب بتاؤ" شہریار نے کہا تو داؤد خان نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پر وہ کرسی پر بیٹھا تو داؤد خان بھی اپنی جگہ

پر بیٹھا۔ ”دیکھو شہریار اکثر ایسے اغواہ کے کیسز میں لڑکیوں کو یا تو بیچ دیا جاتا ہے یا پھر زیاد“ داؤد خان کا لفظ پورا ہونے سے پہلے شہریار بول اٹھا تھا۔ ”خدا کے واسطے داؤد اس لفظ کو مکمل مت کرنا۔ میری جان نکل جائے گی“ شہریار نے منت کی تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”یہ دو معاملے ہوتے ہیں۔ دوسرے والا معاملے کا کیس یہاں تو کیا ابھی تک کسی تھانے میں نہیں آیا تو ایک بات پکی ہے کہ تمھاری بیوی ٹھیک ہے اور یہ جو کوٹھے کا میں کہہ رہا ہوں یہ میرا شک ہے۔ اس لیے اگر تم کہو تو میں اپنے اہلکاروں کا پتا کرنے بھیجوں یا پھر تم اپنے طور پر پتا کرانا چاہتے ہو“ داؤد خان نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”تم بھی پتہ کراؤ میں اپنے طور پر بھی پتہ کرتا ہوں“ شہریار نے کہا تو داؤد خان نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اور شہریار ایک ضروری بات جوش میں ہوش مت گنوایا کرو۔ تم نے آن ڈیوٹی پولیس والے کے گریبان پر ہاتھ ڈالا ہے۔ یہ میں تھا جو برداشت کر گیا پر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو تمھارے ایڈوکیٹ ہونے کا

بھی لحاظ نا کرتے ہوئے تمھیں لوک اپ میں بند کردیتا" داؤد خان نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں معافی چاہتا ہوں داؤد پر میری بیوی کے نام کے ساتھ اس قدر گھٹیا جگہ کا نام سنتے میں آپے سے باہر ہوگیا تھا" شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کوئی مسئلہ نہیں ہے بس ایک دوست بن کر مشورہ دیا ہے۔بُرا منا کر نہیں" داؤد خان نے تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ "ٹھیک ہے میں آئیندہ دھیان رکھوں گا۔اب میں چلتا ہوں" شہریار نے کھڑے ہوتے اس سے ہاتھ ملایا تو وہ سر خم کر گیا جس پر شہریار اسے فی امان اللہ بولتے باہر نکل گیا۔آج تو اس نے عالمگیر خان کے ساتھ سفیان چوہدری کے دوستوں کے گھر پوچھ گچھ کیلئے جانا تھا جو بس لاہور پہنچنے والے تھے۔کوٹھوں کی تلاشی وہ کل سے شروع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"عائشہ ایک بات پوچھوں" تنزیل بیگم نے عائشہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے کہا جو انکی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ وہ کافی دیر سے انکے روم میں تھی۔ آج صبح اسے اسد کا میسج آیا تھا جس میں اس نے اسے ٹینشن نا لینے کی ہدایت کرتے یہ بتایا تھا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتا ہے اور ساتھ اسے اپنی ماما سے ناراضگی ختم کرنے کا کہا تھا جس پر عائشہ صبح سے چہک رہی تھی۔ آج تنزیل بیگم کے پاس بھی وہ خود آئی تھی جس پر تنزیل بیگم کافی خوشی سے اسکو بچوں کی طرح لاڈ کر رہی تھیں۔ آج انھوں نے خود اسکے لیے لنچ بنایا اور اسے کھلایا بھی اپنے ہاتھوں سے تھا جس پر عائشہ بھی بچوں کی طرح نکھرے کر رہی تھی۔ "جی ماما پوچھیں" اس نے انھیں دیکھتے کہا۔ "تم اسد سے محبت کرتی ہو" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ لمحے بھر کو ٹھہری پھر انھیں دیکھا جو اس کے جواب کی منتظر تھی اور اگلے ہی لمحے ہاں میں سر ہلایا جس پر انھوں نے گہری سانس بھری۔ "کب سے شادی سے پہلے یا بعد" تنزیل بیگم نے پوچھا۔ "نکاح

کے بعد مجھے۔۔ان سے محبت۔۔ہوئی تھی" عائشہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔"عائشہ کیا تم اسے بھول نہیں سکتی"تنزیل بیگم نے کہا تو اس کی آنکھوں میں اذیت در آئی۔"کیا آپ بابا کو بھول گئیں ہیں ماما۔حتیٰ کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے پر اسد وہ میرے سامنے ہیں ماما۔اور اگر میں انھیں بھولنے کی کوشش بھی کروں تب بھی نہیں بھول سکتی۔محبت ہوتی تو بھول جاتی پر وہ میری سانسوں میں بستے ہیں اور جو سانسوں میں بستے ہیں وہ سانسوں کے رکنے کے بعد بھی نہیں بھلائے جاتے۔انکا رتبہ محبت سے کئی درجے اوپر ہے انھیں بھلایا تو میں خود بھی بھول جاؤں گی ماما" عائشہ نے پوچھا تو وہ خاموش ہوئیں۔عائشہ کی باتیں سنتے انھیں اندازہ ہوگیا تھا کہ انکی بیٹی عشق کے مرض میں مبتلا ہوگئی تھی اب واپسی ممکن نہیں تھی۔وہ جانتی تھی یہاں محبت بھولنا آسان نہیں ہوتا تو عشق تو سب سے سچا جذبہ ہے عائشہ کیسے بھول جاتی۔"کیا میرے لیے بھی اسد کو نہیں چھوڑ سکتی"تنزیل بیگم نے ایک آخری مرتبہ

کوشش کی۔ ”میں آپکے لیے دنیا چھوڑ سکتی ہوں ماما پر اسد کو نہیں۔ میں آپکی نافرمانی نہیں کرنا چاہتی پر یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ انھیں چھوڑنے کا سوچتی بھی ہوں تو جان نکل جاتی ہے“ عائشہ نے کہا تو تنزیل بیگم نے گہری سانس بھری اور جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ ”اسد واپس آتا ہے تو اسے بلانا۔ مجھے بات کرنی ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگی۔ ”ماما۔۔ آپ اسد سے۔۔ ملے گیں“ عائشہ نے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں جس پر عائشہ اٹھ بیٹھی۔ ”کیوں" عائشہ نے انکے سامنے بیٹھتے پوچھا۔ ”کیونکہ میں ڈائن نہیں ہوں جو اپنی بیٹی کی خوشیاں کھا جاؤں۔ میں جانتی ہوں تمھاری خوشیاں اسد سے وابستہ ہیں تو تمھارے لیے میں تم دونوں کے رشتے کو قبول کرلوں گی۔ پہلے بھی وہ سب جو کیا وہ غصے میں کیا تھا۔ تم نے مجھ سے پوچھے بغیر نکاح کیا تھا عائشہ میری اتنی ناراضگی تو بنتی تھی نا“ تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ وہ فوراً آگے ہوئی اور انکے سینے سے

لگی۔ ”آئی ایم سوری ماما پر اس دن میں بہت ڈر گئی تھی پھر اسد نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو بھائی نے مجھ سے پوچھا اور میں نے ہاں کہہ دیا کیونکہ شاید میں تب بھی انھیں پسند کرتی تھی یا اپنا آئیڈیل سمجھتی تھی۔مجھے نہیں پتا پر میں انھیں انکار نہیں کر سکی۔مجھے معاف کردیں پلیز“ عائشہ نے کہا تو تنزیل بیگم مسکرائیں اور نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ ”میری جان اگر تم مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار کرتی یا اسد گھر آکر رشتہ مانگتا تو میں اپنی ساری ناراضگی بلائے طاق رکھ کر تمھاری خوشی کیلئے مان جاتی۔مجھے بلیاں نہی پسند پر تمھاری خوشی کیلئے میں نے تمھیں ڈیزی کو رکھنے کی اجازت دے دی حتیٰ کہ ضرار نے مجھ سے پوچھا نہیں تھا تمھیں دینے سے پہلے“ تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے صوفے پر سوئی ڈیزی کو دیکھا جو ابھی اسکے ساتھ اچھا خاصا کھیل کر سوئی تھی۔ ”آپ مان جاتیں“ اس نے ڈیزی سے نظریں ہٹاتے انھیں دیکھتے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ ”ہاں میری جان۔تم میرا کل اثاثہ ہو عائشہ۔جسے

تمھارے بابا کے مرنے کے بعد میں نے بہت سنبھال کر رکھا ہے۔ تمھاری خوشیوں کیلئے میں کچھ بھی کر سکتی ہوں پھر چاہے وہ دراب راجپوت سے اپنی نفرت ختم کرنا ہو یا اسد سے تمھاری شادی کرنا ہو" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ماما آپ بڑے بابا سے نفرت کیوں کرتی ہیں۔ ایسا کیا ہوا ہے جو آپ ان کو اپنا نہیں سمجھتیں" عائشہ نے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر گئیں۔ "ان باتوں سے پردہ نا ہی اٹھے تو اچھا ہے۔ وہ تمھارے اپنے ہیں میں تمھیں کچھ بھی بتا کر ان سے دور نہیں کروں گی۔ اس لیے اس بات کو رہنے دو" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپ کو ایک بات بتاؤں۔ غصہ تو نہیں کریں گی" عائشہ نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "ڈیزی مجھے ضرار بھائی نے نہیں دی تھی بلکہ اسد نے گفٹ کی تھی اور بھائی کو کہا تھا کہ آپ کے سامنے مجھے دیں تاکہ آپ غصہ نا کریں" عائشہ نے نظریں جھکاتے انھیں دیکھے بغیر منمناتے کہا تو وہ پہلے حیران ہوئیں لیکن پھر ہنس پڑیں۔ "اللہ

معاف کرے بہت تیز ہے اسد۔دنیا کا شرارتی ترین لڑکا میرا داماد ہے اللہ مجھے ہمت دے" تنزیل بیگم نے ہنستے ہوئے کہا تو عائشہ نے خوشگواری سے انھیں دیکھا جو اسد کو داماد تسلیم کر گئیں تھی۔"آپ کو اسد سے سچ میں اب کوئی مسئلہ نہیں" عائشہ نے پوچھا تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔"مجھے اس سے ابھی کوئی مسئلہ نہیں ہے پر ہاں آگے جا کر ہو سکتا ہے"تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔"آگے جا کر کیوں" عائشہ نے نا سمجھی سے پوچھا تو وہ مسکراہٹ دبا گئیں۔"آگے جا کر اس لیے کہ اگر تمھارے بچے اسد پر چلے گئے پھر تو وہ صحیح سب کو ناچ نچائیں گے" تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ کی آنکھیں پھیلیں جبکہ رخسار پل میں تپ کر انگارہ ہوئے۔اسے اپنی ماما سے ایسی بات کی امید نہیں تھی۔جبکہ اسکا چہرہ دیکھ تنزیل بیگم ہنس پڑیں۔"میری گڑیا" انھوں نے نرمی سے ہنستے ہوئے اسے سینے سے لگایا تو وہ انکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"کیا ہوا مہر۔یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو" عائشہ نے مہرماہ کو دیکھتے کہا جو عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سے لان میں اکیلی بیٹھی تھی۔آج مہرماہ خاموش خاموش تھی تبھی عائشہ نے اب اس سے بات کرنے کا سوچا تھا۔"کچھ نہیں آپی بس ایسے ہی۔آپ بیٹھیں" مہرماہ جو اپنے خیالوں میں گم تھی۔ اسکی آواز پر اس نے چونکتے اسے دیکھا اور ساتھ ہی اپنے ساتھ والی چئیر پر بیٹھنے کی دعوت دی جس پر عائشہ ہاں میں سرہلاتے اسکے ساتھ بیٹھ گئی جبکہ مہرماہ نظریں جھکا گئی۔"کیا ہوا مہر۔یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو" عائشہ نے مہرماہ کو دیکھتے کہا جو عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سے لان میں اکیلی بیٹھی تھی۔آج مہرماہ خاموش خاموش تھی تبھی عائشہ نے اب اس سے بات کرنے کا سوچا تھا۔"کچھ نہیں آپی بس ایسے ہی۔آپ بیٹھیں" مہرماہ جو اپنے خیالوں میں گم تھی۔ اسکی آواز پر اس نے چونکتے اسے دیکھا اور ساتھ ہی اپنے ساتھ والی چئیر پر بیٹھنے کی دعوت دی جس پر عائشہ ہاں میں سرہلاتے اسکے ساتھ بیٹھ گئی جبکہ مہرماہ نظریں جھکا گئی۔"مہر کچھ ہوا ہے

کیا؟ بھائی سے جھگڑا ہوا ہے یا کسی نے کچھ کہا ہے۔ اتنی چپ کیوں ہو" عائشہ نے اس کا ہاتھ تھامتے کہا جسکے چہرے سے لگ رہا تھا جیسے ابھی رو دے گی۔ "کسی نے کچھ نہیں کہا آپی اور نا ہی ضار سے جھگڑا ہوا ہے بس ایسے ہی میرا بولنے کا دل نہیں کر رہا" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا اور اپنے ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھا۔ جہاں صبح سے اب تک ضرار کی کال تو کیا ایک میسج بھی نہیں آیا تھا۔ اسکو یوں موبائل کو تکتے دیکھ عائشہ نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "مہر بتاؤ میری جان کیا ہوا ہے۔ دیکھو میں تمھاری آپی ہوں نا۔ تو آپی سے جھوٹ نہیں بولتے" عائشہ نے نرمی سے کہا تو اسکی آنکھوں میں نمی آئی جسے دیکھ عائشہ اب کی بار صحیح معنوں میں پریشان ہوئی۔ "آپی ضار نے صبح سے مجھے ایک بار بھی کال نہیں کی۔ میں صبح سے اتنی بار انھیں کالز کی ہیں میسج کیے ہیں پر وہ کوئی جواب نہیں دے رہے۔ اسد بھائی اور شہریار بھائی کو کال کی تو انھوں نے کہا کہ ضار ابھی کسی سے بات نہیں کرنا چاہتے" مہرماہ نے بھرائی

آواز میں کہا تو عائشہ نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ سب ہی جانتے تھے مہرماہ اس معاملے میں کتنی حساس ہے۔ اسے یہ بات حیرت زدہ کر گئی تھی کہ ضرار نے اس سے بات نہیں کی۔ "میری جان ہو سکتا ہے بھائی زیادہ بزی ہوں۔ تم جانتی ہو نا مریم کو ڈھونڈ رہے ہیں سب" عائشہ نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "پر آپی وہ ایک بار مجھے میسج تو کر سکتے ہیں نا۔ مجھے اتنی فکر ہو رہی ہے" مہرماہ نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسکی بات ہرگز غلط نہیں تھی۔ ضرار کو ایک بار اسے فون کرنا چاہیئے تھا تاکہ وہ پریشان نا ہو۔ "میری جان ہو سکتا ہے بھائی۔۔ مہر یہ تو بھائی کی گاڑی ہے نا" عائشہ جو اسے سمجھانے والی تھی۔ مین گیٹ کے کھلتے اندر داخل ہوتی گاڑی کو دیکھتے اپنی بات ادھوری چھوڑتے بولی تو مہرماہ نے گردن موڑتے پیچھے دیکھا۔ پیچھے گاڑی پر نظر پڑتے ہی مہرماہ کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں وہ گاڑی ضرار کی تھی۔ ضرار کی پسندیدہ سیاہ مرسیڈیز۔ گاڑی گیٹ سے

اندر داخل ہوتے پورچ میں رکی اور اگلے ہی پل گاڑی کا فرنٹ ڈور کھلا اور گاڑی سے باہر آنے والی شخصیت کو دیکھ مہرماہ جہاں جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی وہیں عائشہ مسکراتے اندر کی جانب بڑھ گئی۔گاڑی سے اترنے والا شخص کوئی اور نہیں ضرار راجپوت تھا۔اسکا ضار جو سیاہ شرٹ کے ساتھ سیاہ ہی جینز پہنے، آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے مسکراتے اپنی تمام تر وجاہت سمیت اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔مہرماہ کو یوں لگ رہا تھا گویا وہ خواب دیکھ رہی ہو۔تین دن بعد وہ اسے دیکھ رہی تھی۔اسکو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔وہ سامنے تھا مسکراتے اسکے پاس آرہا تھا۔مہرماہ تو جیسے اپنی جگہ پر ساکت ہو گئی تھی۔ضرار اسکو ایک ہی جگہ جمے دیکھ اپنے قدموں میں تیزی لایا اور مسکراتے عین اسکے سامنے آتے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑا ہوا جسے دیکھ مہرماہ نے اپنی آنکھوں کو مسلا گویا کہیں خواب ہی نا دیکھ رہی ہو۔اسکی حرکت پر وہ ہنسا اور دونوں کے درمیان موجود اس چند قدموں کے فاصلے کو سمیٹتے اسے ساتھ

لگاتے اسکے گرد حصار باندھ گیا جس پر وہ ساکت ہوتے ہر حرکت کرنا بھول گئی۔ ”میں سچ میں آگیا ہو روحِ من“ ضرار نے جھکتے نرمی سے اسکے سر پر لب رکھتے کہا تو مہرماہ کا سکتا ٹوٹا اور اگلے ہی لمحے نے اسے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو پہلے سے ہی اسے نہار رہا تھا۔ ”آپ۔۔ سچی۔۔ آگئے ہیں“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنسا اور ہاں میں سر ہلا گیا۔ مہرماہ کی حرکتیں اسے خاصا محظوظ کر رہی تھیں۔ ”پر آپ تو۔۔ لاہور میں تھے نا اور۔۔ کام کر رہے تھے نا۔۔ پھر آپ کیسے۔۔ ضار۔۔ میں خواب دیکھ رہی ہوں“ مہرماہ نے اسکے چہرے کو دیکھتے کہا تو ضرار کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا جبکہ مہرماہ ابھی تک پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”میری جند جان میں سچ میں یہاں ہوں۔ تم کوئی خواب نہیں دیکھ رہی“ ضرار نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکائی تو مہرماہ نے بے ساختہ گہری سانس بھری اور ہاتھ اس کے سینے پر رکھ گئی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا۔ ”آپ میری کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے ضار“

مہرماہ نے اسکے یہاں ہونے کا یقین کرتے پہلا سوال پوچھا جس پر وہ گہری سانس بھر گیا۔ "کیونکہ میں تمھیں سرپرائز دینا چاہتا تھا" ضرار نے کہا تو اس کی آنکھوں میں نمی جسے دیکھ اس نے تڑپتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "پر آپ میری کال تو اٹھا سکتے تھے۔ جانتے ہیں میں کتنا پریشان تھی۔ اسد بھائی شہریار بھائی سب کو کال کرکے کہہ رہی تھی کہ آپ سے بات کروا دیں" مہرماہ نے بھرائی آواز میں کہا تو وہ شرمندہ ہوا۔ "ماہ آئی ایم سوری میری جان۔ میں بس تمھیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ تبھی سب کو منع کیا تھا اور کال بھی اسی لیے نہی اٹھائی کیونکہ میں جانتا تھا تم سے بات ہوتے ہی میں سب بھول بھال کر خود ہی تمھیں اپنے سرپرائز کا بتا دوں گا" ضرار نے اسکی گال کو نرمی سے سہلاتے کہا۔ "پر ایک بار میسج تو کر سکتے تھے نا۔ کوئی بہانہ بنا دیتے۔ صرف اتنا کہہ دیتے کہ تھوڑی دیر تک کال کریں گے۔ آپ جانتے بھی ہیں میری کیا حالت تھی۔ صبح سے موبائل ہاتھ میں پکڑے گھوم رہی ہوں کہ کہیں آپکی کال آئی اور میں نا اٹھا

سکی تو۔ صبح سے جانتے ہیں کس قدر شدت سے آپکے ایک چھوٹے سے میسج کا انتظار کررہی ہوں میں ضار" مہرماہ نے کہا ضرار کی شرمندگی میں اضافہ ہوا۔وہ صحیح کہہ رہی تھی اسے ایک چھوٹا سا میسج کردینا چاہیے تھا تاکہ وہ پریشان نا ہو۔"آئی آیم سوری روحِ من" ضرار نے کہا۔"نہیں چاہیے آپکا سوری" مہرماہ نے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتے کہا اور پیچھے ہوتے بغیر کچھ کہے اندر چلی گئی جس پر ضرار نے گہری سانس بھری۔وہ اپنی ماہ کو سرپرائز دینے کے چکر میں خود سے ناراض کرچکا تھا اور یقیناً اسے منانا آسان نہیں ہونا تھا۔اس نے سوچا اور اندر کی جانب بڑھا جہاں سب بیٹھے جبکہ مہرماہ نہیں تھی وہ یقیناً اب کمرے میں بیٹھی رونے میں مصروف ہوگی۔"اسلام علیکم" اس نے لاؤنج میں داخل ہوتے سلام کیا جس پر سب نے اسے مسکراتے اسے دیکھا۔عائشہ انھیں اندر آتے ہی بتا چکی تھی کہ ضرار آگیا ہے۔"وعلیکم اسلام ضرار۔تم واپس آگئے۔کیا مریم مل گئی ہے" دراب صاحب نے کھڑے ہوتے پوچھا تو

وہ نفی میں سر ہلاتے انکے گلے لگا۔ ”نہیں بابا پر امید ہے گڑیا بہت جلد مل جائے گی“ ضرار نے کہا اور نیچے جھکتے اپنی ماما اور شاہ جہاں بیگم کے ماتھے پر لب رکھتے عائشہ کو سینے سے لگایا جو کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ ”کیسا ہے میرا بیٹا“ اس نے عائشہ کے سر پر لب رکھتے پوچھا۔ ”ٹھیک ہوں بھائی آپ کیسے ہیں“ عائشہ نے چہک کر جواب دیا تو وہ مسکرایا۔آج عائشہ اسے پہلے جیسی لگی۔ ”ٹھیک ہوں میں بھی۔پر تھوڑی دیر تک ٹھیک نہیں رہوں گا“ ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”جانتی ہوں۔مہر ناراض ہے آپ سے“ عائشہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلایا۔ ”ویسے آج میرا بیٹا خاصا خوش کہہ رہا ہے ماشاءاللہ“ ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”جی آج میں بہت خوش ہوں۔ماما نے کہا ہے انھیں کوئی مسئلہ نہیں ہے اور وہ اب ناراض بھی نہیں ہیں اور جب اسد آئیں گے تب وہ ان سے ملے گیں“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”دیکھا میں نے کہا تھا نا چچی مان جائیں گی“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ماتھا

چوما جس پر سب مسکرائے۔عائشہ سب کو ہی اس بات سے آگاہ کرچکی تھی جس پر سب ہی خوش تھے۔"اب میرے بیٹے نے اداس نہیں ہونا" ضرار نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ پیچھے ہوا اور سب کو دیکھا جو یقیناً اس کے بولنے کا انتظار کررہے تھے۔ا"ماں سائیں۔گڑیا انشاء اللہ مل جائے گی۔ایک دو جگہ اس کے ہونے کا امکان ہے۔دعا کریں وہ مل جائے۔شیری آج گیا ہے انشاللہ کچھ نا کچھ پتا لگ ہی جائے گا"ضرار نے کہا تو سب نے ہاں میں سرہلایا۔"تم واپس کیوں آگئے بچے سب خیریت ہے" فردوس بیگم نے اسے دیکھتے پوچھا۔"جی ماما خیریت ہے بلکہ ایک گڈنیوز ہے۔آپ جانتی ہیں خلیل انکل زندہ ہیں اور سوات میں اپنے بیٹے کے پاس ہیں۔وہ کوما میں تھے انھیں کل رات ہی ہوش آیا ہے" ضرار نے انھیں بتایا تو سب کے چہرے پر خوشگواری و حیرانی کے تاثرات نمایاں ہوئے۔"یا اللہ یہ تو واقعی بہت اچھی خبر ہے مہرو بیٹی کو بتایا" دراب صاحب نے پوچھا تو اس

نے نفی میں سر ہلایا۔ ”آپکی بیٹی نے موقع ہی نہیں دیا ڈیڈ۔ناراض ہو گئی ہیں جناب مجھ سے۔اب پہلے مناؤں گا پھر بتاؤں گا“ ضرار نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ دراب صاحب کو شرارت سوجھی۔ ”ویسے بیگم یہ ہمارا وہی بیٹا ہے نا جسے کسی کو منا زہر لگتا تھا“ دراب صاحب نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ضرار ہنسا۔ ”بابا مجھے ابھی بھی کسی کو بھی منانا زہر لگتا ہے پر وہ کوئی کسی نہیں ہے میری روح کی مکین ہے۔اسے میں ایک بار تو کیا بار بار منا سکتا ہوں۔اسکے سامنے آپکا بیٹا اپنی انا بھول جاتا ہے۔اپنے رتبے کو آگ لگا دیتا ہے۔اپنی فطرتوں کو بھاڑ میں جھونک دیتا ہے۔ اپنی ہستی کو خاک کر دیتا ہے۔وہ ایک لڑکی میری کل کائنات ہے۔اسکا کسی سے کیا مقابلہ“ ضرار نے کہا تو سب مسکرائے اور اسکی ابدی خوشیوں کی دعا مانگتے ان دونوں کی نظر اتاری۔ ”اللہ پاک میرے بیٹے کو یونہی خوش رکھے۔جاؤ اب میری بیٹی کو

مناؤ۔روتی ہوئی گئی ہے اوپر" فردوس بیگم نے کھڑے ہوتے اسکا ماتھا چوما جس پر وہ مسکرایا اور جلدی سے اوپر کی طرف بڑھا۔

"روحِ من۔آئی آیم سوری میرا بچہ۔پلیز رونا بند کرو" ضرار روم میں آیا تو نظر اس پر پڑی جو بیڈ پر بیٹھی ہچکیاں بھرتے رو رہی تھی۔اس نے جلدی سے دروازہ بند کیا اور فوراً اسکے پاس آتے اسے سینے سے لگا گیا۔"بات۔۔نہیں۔۔کریں۔۔مجھ سے" مہرماہ نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پیچھے کرنا چاہا پر وہ اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکی کوشش ناکام بنا گیا۔"میری کانچ کی گڑیا مجھے معاف کردو۔میں سچ میں بس تمھیں سرپرائز دینا چاہتا تھا تبھی نہیں بتایا۔میرا ارادہ تمھیں ہرٹ کرنے کا نہیں تھا۔میں تمھیں ہرٹ کرنے کے بارے میں سوچ بھی سکتا روحِ من" ضرار نے کہا تو اس نے ہچکی بھرتے اسے دیکھا۔"آپکو۔۔پتا۔۔ہے میں کتنی۔۔پریشان تھی۔۔ایک تو

میمی۔۔نہیں مل رہی۔۔پھر آپ بھی کال نہیں اٹھا۔۔ رہے تھے۔۔مجھے اتنی۔۔فکر ہورہی تھی" مہرماہ نے کہا تو اس نے جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔"آئی آیم سوری۔میں جانتا ہوں اس سے اذیت کم نہیں ہوتی پر ابھی میرے پاس کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے میں بیان کرسکوں کہ تمھیں یوں میری ایک کوتاہی کی وجہ سے روتے دیکھ میں کس قدر شرمندہ ہوں" ضرار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو مہرماہ اپنی گال اسکے سینے پر ٹکائی۔"آپکو پتا۔۔ہے نا ضرار۔۔بابا کی دیتھ کی بعد سے۔۔مجھے ہر چیز سے خوف۔۔آنے لگا۔۔آپ چند لمحے مجھے نظر۔۔ نہیں آتے۔۔یا کچھ گھنٹے مجھ سے بات۔۔نہیں کرتے تو میرے۔۔دل میں وسوسے آنے۔۔لگتے ہیں۔۔پہلے ہی میمی۔۔کا پتہ نہیں چل رہا۔۔میں اسکے لیے۔۔اتنی پریشان ہوں۔۔پھر آپکا کال نا اٹھانا۔۔اور اسد بھائی اور شہریار بھائی۔۔کا یہ کہنا۔۔کہ آپ کسی سے بات نہیں کرسکتے۔۔اس سے مجھے بہت اذیت ملی ہے۔۔ جانتے ہیں

میں۔۔ صبح سے اللہ۔۔سے آپ کی اور میمی کی ۔۔سلامتی کی دعائیں مانگ رہی ہوں۔۔مجھے اتنے بُرے بُرے خیال آرہے تھے۔۔کیونکہ آپ کتنے بھی۔۔ مصروف ہوں اپنی ماہ۔۔سے بات کرلیتے ہیں۔۔اتنا ڈر گئی تھی۔۔میں ضار" مہرماہ نے مدھم ہچکیاں بھرتے اسے اپنے دل کی کیفیت سے آگاہ کیا تو ضرار کو مزید شرمندگی ہوئی۔وہ اتنی اہم بات کیسے بھول سکتا تھا۔اس نے گردن جھکاتے اسکے بالوں پر ٹھوڑی ٹکائی اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔"سوری میری جان۔مجھے احساس ہونا چاہیے تھا۔پلیز آخری غلطی سمجھ کر معاف کردو" ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"بات نہیں ۔۔کروں گی میں۔۔اب آپ سے" مہرماہ نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔"سوری نا بچے۔تم اگر مجھ سے یوں ناراض ہوگی تو میرا دل ویران ہوجائے گا" ضرار نے کہا تو اس نے چہرہ اسکے سینے سے اٹھاتے اسے دیکھا۔"آپ جانتے ہیں آپ کتنے بڑے بلیک میلر ہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنسا

اور نرمی سے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکا گیا۔ "میں نے کب بلیک میل کیا" ضرار نے آنکھیں موندتے پوچھا تو وہ بھی آنکھیں موند گئی۔ "ہر بار بلیک میل ہی کرتے ہیں۔پہلے غلطی کرتے ہیں پھر یوں معصوم بن کر مجھے بلیک میل کرتے ہیں۔جس سے میری ساری ناراضگی کہیں دور چلی جاتی ہے" مہرماہ نے کہا تو اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "تو کیا میں سمجھوں تم بلیک میل ہوگئی ہو اور مجھے معافی دینے والی ہو" ضرار نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "ہوگئی ہوں بلیک میل۔اور آپ سے ناراض نہیں ہوں۔بس ضار آئندہ ایسا مت کریے گا۔آپ جانتے ہیں نا میں آپکو لے کر کتنی حساس ہوجاتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سیدھے ہوتے اسے سینے سے لگا گیا جس پر وہ بھی اسکے سینے پر عین دل کے مقام پر اپنی گال ٹکاتے اسکی دھڑکنوں کو سننے لگی۔ "جانتا ہوں۔پر تم بھی آئندہ روگی نہیں اگر مجھ سے ناراض ہو یا مجھ پر غصہ آئے تو مجھ پر چلا لیا کرو۔لڑ لیا کرو۔دل کرے تو دو تھپڑ مار لیا کرو پر یوں

رو رو کر اپنی آنکھوں پر ظلم نا ڈھایا کرو۔ تمھاری آنکھوں میں مجھے میرا عکس پسند ہے آنسو نہیں۔جب تم روتی ہو تب مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "آپ واپس کیوں آگئے میمی تو ابھی نہیں ملی" مہرماہ نے اس کے دل کے مقام پر انگلی سے اپنا نام لکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "مریم انشاء اللہ مل جائے گی۔اور واپس آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے تمھیں کہیں لے کر جانا ہے" ضرار نے کہا تو اس نے اسکے سینے سے چہرہ اٹھائے بغیر ہلکا سا چہرہ اوپر کرتے اسے دیکھا جبکہ اپنی انگلی سے وہ اب تک اسکے سینے پر مہرماہ لکھ رہی تھی۔ "کہاں" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "وہ جب ہم وہاں پہنچے گے تب بتاؤں گا۔ابھی کچھ دیر آرام کرلو پھر رات کو نکلیں گے انشاء اللہ۔ابھی میری حصار میں سوجاؤ کچھ دیر کیونکہ تم رو کر اچھی خاصی انرجی ویسٹ کرچکی ہو اور مجھے ابھی تمھیں اپنے حصار سے آزاد نہیں کرنا" ضرار نے اسکی آنکھوں کو اپنے لبوں سے چھوتے

کہا تو وہ مسکرائی اور واپس چہرہ جھکاتے اسکے سینے پر اپنا نام لکھنے لگی جس پر وہ مسکرایا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے اسکی حرکت کو محسوس کرنے لگا۔وہ یوں حق سے اپنا نام اسکے دل پر لکھتی اچھی لگ رہی تھی۔

"دیکھو ستارہ بائی۔میں تمھارے کوٹھے کی ہر لڑکی کے ساتھ رات بِتا چکا ہوں۔اب مجھے کوئی نیا مال چاہیئے۔ان پرانیوں کو مجھے دیکھنا بھی نہیں ہے۔کل رات تک مجھے کوئی اچھی سی لڑکی کا انتظام کرکے دے جو میرا دل خوش کردے" ستارہ بائی کے سامنے بیٹھے چالیس سالہ مرد نے کہا تو ستارہ بائی کے پاس کھڑی لڑکیوں نے منہ بنایا جسے دیکھ وہ مرد ہنس پڑا۔"منہ نا بناؤ۔تم سب کو اچھا خاصا مال دیا ہے" اس آدمی نے کہا تو وہ لڑکیاں ایک ادا سے سر ہلا گئیں جس پر اس نے آدمی نے ان پر سے نظر ہٹاتے ستارہ بائی کو دیکھا جو پان کھانے میں مصروف تھی۔"دیکھو صاحب میرے پاس یہی لڑکیاں ہیں

ابھی۔ ان میں سے جو چاہیئے بول۔ کوئی نئی لڑکی نہیں آئی" ستارہ بائی نے کہا تو اسکے پیچھے کھڑی لڑکی نے اسے دیکھا۔ "لیکن بائی وہ ایک پردے والی لڑکی آئی تو ہے جسے اوپر کمرے میں رکھا ہے" اس لڑکی نے کہا تو اس آدمی نے اسے دیکھا جبکہ ستارہ بائی نے اس لڑکی کو گھورا جو فوراً خاموش ہوئی۔ اسے انداز ہوگیا تھا وہ کوئی غلطی کر گئی ہے۔ "ستارہ بائی تو، تو کہہ رہی ہے کوئی لڑکی نہیں آئی پھر یہ لڑکی کسکا ذکر کر رہی ہے" اس آدمی نے پوچھا تو ستارہ بائی نے گہری سانس بھری۔ "دیکھ صاحب لڑکی تو آئی ہے پر وہ ابھی امید سے ہے۔ جب اسکا بچہ ہوجائے گا تب اسے کام میں شامل کروں گی پھر اسے جیسے چاہے استعمال کرنا پر ابھی میں اس لڑکی کو کسی کو نہیں دے سکتی" ستارہ بائی نے کہا تو اس آدمی نے اسے دیکھا۔ "وہ لڑکی امید سے ہے یا نہیں میرا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ بتا وہ کتنے سال کی ہے۔ حسین ہے یا نہیں" اس آدمی نے حوس پرست ہونے کا ثبوت دیتے کہا۔ "بیس سال کی ہے اور خوبصورت تو بلا کی ہے پر میں ابھی وہ

لڑکی کسی کو نہیں دے سکتی تو اسکے بارے میں معلومات یہیں روک دے"
ستارہ بائی نے کہا تو اس آدمی کے منہ میں بیس سالہ عمر سنتے پانی آیا۔ "مجھے یہی
لڑکی چاہیئے" اس آدمی نے یوں کہا گویا مریم کوئی کھلونا ہو۔ "صاحب میں کہہ چکی
ہوں وہ لڑکی امید سے ہے لہٰذا نہیں ملے گی" ستارہ بائی نے کہا تو اس آدمی
نے آنکھیں دکھائیں۔ "وہ امید سے ہے تو تجھے کیا مسئلہ ہے۔ اسکا بچہ ہے دفع
کر۔ مجھے ایک رات کیلئے وہ لڑکی دے بدلے میں منہ مانگی قیمت دوں گا" اس
آدمی نے کہا تو ستارہ بائی نے اس پُرسوچ نظروں سے دیکھا۔ "کتنا دے گا ایک
رات کا" ستارہ بائی نے پوچھا تو آدمی مسکرایا۔ "ایک رات کا ایک لاکھ دو لاکھ
پر شرط یہ ہے کہ وہی کمسن لڑکی چاہیئے" اس آدمی نے کہا تو ستارہ بائی کی تو لاکھ
کا سنتے باچھیں کھل گئیں۔ "ٹھیک ہے صاحب تو مجھے دو لاکھ دے میں وہی لڑکی
تجھے دوں گی" ستارہ بائی نے مریم کا سودا کرتے کہا تو وہ آدمی مسکرایا۔ "چل
ٹھیک ہے کل جب میں آؤں گا تو دو لاکھ تیری ہتھیلی پر رکھوں گا۔ اور اسکے بعد

وہ لڑکی میری باہوں میں" اس آدمی نے کہا تو ستارہ بائی ہاں میں سر ہلا گئی جبکہ اوپری منزل کے کمرے میں بیٹھی مریم ان کی باتوں سے انجان اپنے سائیں کو یاد کر رہی تھی جس سے وہ پچھلے تین دن سے دور تھی۔ "کہاں رہ گئے ہیں آپ سائیں۔ اب تک کیوں نہیں آئے اپنی پٹھانی کے پاس" مریم نے خیالوں میں اسے مخاطب کرتے کہا جو نا جانے کہاں تھا۔ "آجائیں سائیں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ ہم دونوں اکیلے ہیں سائیں۔ آپکی پٹھانی اور آپکی اولاد کو آپکی ضرورت ہے۔ ہم آپکا انتظار کر رہے ہیں سائیں" مریم نے کہا اور اٹھتے چھوٹی جالی دار کھڑکی کے پاس آتے کھڑی ہوئی جہاں سے باہر دیکھا جا سکتا تھا پر اندر نہیں۔ مریم وہاں کھڑی اس گھٹیا جگہ کو دیکھ رہی تھی جہاں مرد اپنی حوس پوری کرنے ہر رات کتنی ہی معصوم جانوں کو بے جان کرتے تھے۔ "سائیں پلیز آجائیں۔ ورنہ آپکی پٹھانی مر جائے گی" مریم نے اس کھڑکی کے پردے گراتے کہا اور جاتے چارپائی پر بیٹھ گئی۔ اس نے چارپائی پر بیٹھتے ایک نظر دروازے کو

دیکھا جہاں اس نے اچھے سے کنڈی لگاتے آگے ایک کرسی لگائی تھی تاکہ کوئی دھکا مار کر بھی دروازہ نا کھول سکے۔

"ضاریہ کس کا گھر ہے" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا جس نے گاڑی ایک بڑے سے گھر کے سامنے روکی تھی۔وہ لوگ کل رات قریباً ایک بجے کے قریب گھر سے سوات کیلئے نکلے تھے۔ضرار نے اسے سفر کے دوران صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ لوگ سوات جارہے ہیں کیوں یہ اس نے بعد میں بتانے کا کہا تھا جس پر مہرماہ نے فقط سرہلانے پر اکتفا کیا تھا۔تقریباً ساڑھے تین گھنٹے کا سفر طے کرتے وہ لوگ صبح چار بجے کے قریب سوات پہنچے تھے۔ضرار نے ایک رات کیلئے یہاں ایک ہوٹل روم بُک کیا تھا۔جہاں آرام کرنے کے بعد وہ اب ناشتہ وغیرہ کرتے کسی کے گھر آئے تھے جسے دیکھ مہرماہ نے اس سے فوراً پوچھا۔"میری جان بتاتا ہوں۔پہلے آؤ" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ

گاڑی سے اترتے اسکی سائیڈ پر آتے دروازہ کھولتے اسکے سامنے ہتھیلی پھیلا گیا جسے تھامتے مہرماہ باہر آئی۔ "ضار اب بتائیں کس کا گھر ہے یہ" مہرماہ نے باہر آتے ہی پوچھا جس پر ضرار نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ایک معصوم سی آواز نے ان دونوں کی توجہ کھینچی جس پر انھوں نے بیک وقت اس آواز کی سمت دیکھا جہاں سے ننھی سی دو سالہ بچی بھاگتی انکی طرف آرہی تھی۔ اسے دیکھ جہاں ضرار مسکرایا تھا وہیں مہرماہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جو مسکرا کر بھاگتے اسکے پاس آتے اسکی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔ ضرار نے یہاں آنے سے پہلے ماہ دیر کو بتا دیا تھا کہ وہ بس آرہے جس پر سب ہی ان دونوں کا انتظار کرنے کے ساتھ ضرار پر حیران تھے جو مہرماہ کو ایک دن میں ہی سوات لے آیا تھا۔ "میلو اپو (مہرو اپھو)" حوریہ جو پچھلے ایک گھنٹے سے لان میں بیٹھی مہرماہ کا انتظار کررہی تھی۔ اب اسے آتے دیکھ فوراً اس سے لپٹی تھی۔ "اپھو؟ بیٹا آپ کون ہو" مہرماہ نے ہلکا سا نیچے جھکتے اسکے

سر کو سہلاتے پوچھا۔ ”می حولیہ اوں اپو (میں حوریہ ہوں اپھو)“ حوریہ نے کہا تو مہرماہ نے حیرت اسے دیکھا جو اسے اپھو کہہ رہی تھی جبکہ ضرار مسکرایا اور نرمی سے جھکتے حوریہ کو گود میں اٹھا گیا جس پر حوریہ کھلکھلائی۔ ”جاری تاتو (ضاری چاچو)“ حوریہ نے اسے دیکھتے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرائی اور اسکی گردن کے گرد حصار باندھ گئی۔ ”آپکو کیسے پتا لگا“ ضرار نے اسکی ناک پر نرمی سے چٹکی کاٹتے پوچھا۔ ”می نے پھوتو دیتی تی اپ تی اول اپو تی۔بابا ذان نے دائی تی (میں نے فوٹو دیکھی تھی آپکی اور اپھو کی۔بابا جان نے دکھائی تھی)“ حوریہ نے کہا تو ضرار مسکرایا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر حوریہ کھلکھلائی جبکہ مہرماہ حیرت سے ضرار کو دیکھ رہی تھی جو اس بچی کو یوں پیار کر رہا تھا۔ ”ضاریہ کون ہے“ مہرماہ نے پہلے اسے پھر حوریہ کو دیکھتے پوچھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ”یہ میری بیٹی حوریہ ہے مہرو گڑیا“ ضرار کے بولنے سے پہلے مہرماہ کو ایک مرد کی بھاری آواز سنائی دی جس پر اس نے سامنے

دیکھا لیکن سامنے اسکی طرف آتے ماہ دیر نظر پڑتے مہر ماہ کا دل دھڑکا۔یہ چہرہ۔یہ چہرہ وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔وہ ماہ دیر تھا۔اسکا ماہر بھائی۔وہ ویسا ہی تھا بس اسکے چہرے پر اب گھنی داڑھی تھی۔وہ پہلے سے زیادہ وجیہہ ہوگیا تھا۔مہر ماہ بنا پلک جھپکے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔آج دس سال بعد اس نے اپنے بھائی کو دیکھا۔ اسے دیکھ بچپن کی ہر یاد ذہن کے پردوں پر لہرائی۔ماہ دیر کا اس سے پیار کرنا۔اس کے لاڈ اٹھانا۔اسکے روٹھ جانے پر اسے منانا۔ماما کے منع کرنے کے باوجود اسے چھپ چھپ کر آئس کریم کھلانا۔اسکے ساتھ کھیلنا۔اسکے بیمار ہونے پر ساری رات اسکے پاس بیٹھنا۔اسکے رونے پر ماہ دیر کا اسے چپ کرانا۔اسکے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہوجانا۔یہ اسکا ماہر بھائی تھا جو اسے دس سال پہلے چھوڑ کر چلا گیا۔وہ آج اسکے سامنے تھا۔آنکھوں میں شفقت اور شرمندگی سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔"ضار یہ یہاں کیا کر رہے ہیں" مہر ماہ نے بامشکل اسکے سینے سے لگنے کی خواہش دل

میں دباتے ضرار کو دیکھتے پوچھا تو ماہ دیر کے قدم رکے۔ "ماہ یہ ماہ دیر کا گھر ہے" ضرار نے اسے دیکھتے کہا جو اس کی بات پر بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "ماہ" اسکے یوں بے یقین ہونے پر ضرار نے حوریہ کو نرمی سے نیچے اتارتے اسکی بازو پکڑی۔ "آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں ضار" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "کسی سے ملوانے لایا ہوں" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ماہ دیر کو دیکھا جو اب حوریہ کو گود میں اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔ "مجھے ان سے نہیں ملنا ضار" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری جبکہ ماہ دیر کے دل میں ٹیس اٹھی۔ "اس سے ملنا نا ملنا تمھاری مرضی ہے پر جس سے ملوانے لایا ہوں ان سے تو مل لو" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کس سے ملوانا ہے" مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے کچھ کہنے کو لب راء کیے پر اس سے پہلے ہی ماہ دیر بول اٹھا۔ "گڑیا آؤ میں بتاتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا جو امید حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے گہری

سانس بھری اور ہاں میں سر ہلا گئی جس پر ماہ دیر کی آنکھیں روشن ہوئیں۔ اس نے اسکی بات مانی تھی۔ وہ کھڑا بس اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اسے سینے سے لگائے اسکا ماتھا چومے۔ اسے بتائے اسکے بھائی نے اسے کتنا یاد کیا۔ "ماہ دیر اندر چلیں" ضرار نے اسے دیکھا جو مہر ماہ کو دیکھ رہا تھا جبکہ مہر ماہ اسکی نظریں خود پر محسوس کرنے کے باوجود کوئی ری ایکٹ نہیں کر رہی تھی۔ "گڑیا" ماہ دیر نے اسے یوں بیگانوں کی طرح کھڑے دیکھ اس کی طرف قدم بڑھائے اور عین اسکے سامنے آتے کھڑا ہوا جس پر مہر ماہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ ان دونوں کی آنکھوں کے گوشے سرخ تھے جیسے دونوں ہی آنسو ضبط کر رہے ہوں۔ "کیا میں تمھیں سینے سے لگا سکتا ہوں بچہ؟" ماہ دیر نے پوچھا تو مہر ماہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر نفی میں سر ہلا دیا جس پر ماہ دیر کرب سے مسکرایا۔ "کوئی بات نہیں۔ میں جانتا ہوں میری گڑیا ناراض ہے مجھ سے۔ پر بھائی منا لیں گے اپنے بیٹے کو" ماہ دیر نے کہا تو مہر ماہ نے بغیر کچھ بولے

ضرار کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ”ان سے پوچھ لیں ضار کس سے ملوانا ہے“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے ماہ دیر کو دیکھا جس نے گہری سانس بھرتے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور حوریہ کو یونہی گود میں اٹھائے اندر کی جانب چل پڑا۔ حوریہ اس پورے وقت میں خاموش رہی کیونکہ وہ جانتی تھی جب بڑے بات کرتے ہیں تب بولنا بُری بات ہوتی ہے۔ ”ماہ چلیں“ ماہ دیر کے تھوڑا دور جاتے ضرار نے اسکا ہاتھ نرمی سے دباتے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ اسکی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ ”روحِ من رونا نہیں ہے۔ وہ تمھارا بھائی ہے۔ میں معاف کرنے کا نہیں کہوں گا پر میری جند جان ایک بار اسکی بات بھی سننا“ ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ نرمی سے مسکرایا اور ماہ دیر کے پیچھے اندر کی جانب بڑھا۔ ”دِیر مہرو آگئی“ ابھی وہ لوگ اندر داخل ہوئے ہی تھے جب انھیں ایک لڑکی کی آواز سنائی دی جو یقیناً ماہ دیر کی بیوی تھی لیکن اسے دیکھ مہرماہ حیران ہوئی کیونکہ وہ کافی حد تک

مریم سے مشابہت رکھتی تھی۔ "ہاں آگئی ہے وہ دیکھو "ماہ دیر نے یشائم کو کہا تو اس نے مہرماہ اور ضرار کو دیکھا اور مسکراتے انکی طرف بڑھی۔ "اسلام علیکم " یشائم نے ان کے پاس جاتے سلام کیا تو مہرماہ نے مدھم آواز میں جواب دیا جبکہ ضرار نے نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے جواب دیا۔ "تم تو حقیقت میں تصویر سے زیادہ پیاری ہو مہرو " یشائم نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی جبکہ ضرار نے زیرِ لب بیشک کہا وہیں ماہ دیر مسکرایا۔ "شکریہ۔آپ " مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میں تمھارے بھائی کی بیوی ہوں یشائم ماہ دیر سکندر " یشائم نے اپنا تعارف کرایا تو مہرماہ نے ماہ دیر کو ایک نظر دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "بابا ذان حولیہ توبی اپوشے بات تلنی اے (بابا جان حوریہ کو بھی اپھو سے بات کرنی ہے) " حوریہ نے اسکے کندھے سے سر اٹھاتے اسے دیکھتے کہا تو ماہ دیر مسکرایا اور اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "یشی مہرو اور ضرار کو بیٹھنے دو " ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مہرو۔ بھائی بیٹھیں

سوری میں باتوں میں لگ گئی تھی" میشائم نے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔ "کوئی بات نہیں بھابھی" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو میشائم مسکرائی جب کہ ماہ دیر نے حیرت سے اسے دیکھا جو اب ضرار کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ "بابا ذان اب داؤں (بابا جان اب جاؤں)" مہرماہ کو بیٹھتے دیکھ حوریہ نے فوراً کہا تو ماہ دیر نے نرمی سے اسے نیچے اتارا اور خود صوفے پر میشائم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ "میلو اپو (مہرو اپھو)" ماہ دیر کی گود سے اترنے کی دیر تھی حوریہ فوراً مہرماہ کے پاس گئی اور جاتے اس کے سامنے جاتے کھڑی ہوگئی۔ "جی" مہرماہ نے فوراً اسے جواب دیا جو معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "اپ توپتا اے می تون اوں (آپکو پتا ہے میں کون ہوں)" حوریہ نے پوچھا تو مہرماہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "نہیں آپ بتائیں" مہرماہ نے کہا اور نرمی سے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھا گئی۔ "می حولیہ اوں۔بابا ذان تی لتل ہانچ (میں حوریہ ہوں۔بابا جان کی لٹل ہائنس)" حوریہ نے کہا تو مہرماہ نے نا سمجھی سے میشائم کو

دیکھا۔ ”دِیر اسے لٹل ہائنس کہتے ہیں تو وہی بتا رہی ہے“ میشائم نے اسکی سوالیہ نظروں پر کہا تو وہ مسکرائی۔ ”ماشاءاللہ آپ بہت پیاری ہیں حوریہ“ مہرماہ نے کہا تو حوریہ کا چہرہ کھلا۔ ”اپ تو حولیہ پالی لدی (آپکو حوریہ پیاری لگی)“ حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور نرمی سے اسکی گال پر لب رکھے تو حوریہ یاہو کا نعرہ لگاتے اسکے سینے سے لگی جس پر مہرماہ مسکرائی اور نرمی سے اسکے گرد حصار باندھتے اسکا سر چوم گئی جس پر حوریہ مزید اسکے گرد حصار مضبوط کر گئی جب کہ باقی سب ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائے۔ ”ضار انھوں نے مجھے کس سے ملانا تھا“ مہرماہ نے حوریہ سے نظریں ہٹاتے ضرار کو دیکھتے پوچھا تو اس نے ماہ دیر کو دیکھا۔ ”گڑیا آپکو کسی خاص سے ملوانا ہے پر ابھی تھوڑی دیر تک۔آپ تب تک حوریہ کے ساتھ باتیں کرلیں“ ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو مہرماہ نے سر اٹھاتے اسے دیکھا جو آج بھی اسے اسی شفقت سے دیکھ رہا تھا جس سے دس سال پہلے دیکھا کرتا تھا۔کاش وہ دس سال انکے

درمیان نا آئے ہوتے۔کاش اسکا بھائی اسے چھوڑ کر نا جاتا تو آج وہ بے جھجک اسکے سینے سے لگتے رو لیتی پر ایک کاش ہی تو رہ گیا۔بے ساختہ اسکے دل میں ہوک اٹھی جس پر اس نے ماہ دیر سے نظریں ہٹاتے حوریہ کو دیکھا جو اسکے سینے سے لگی بیٹھی تھی۔اسکے یوں نگاہیں پھیرنے پر ماہ دیر کی آنکھیں ضبط سے مزید سرخ ہوئیں جس پر ضرار کو دکھ ہوا جب کہ میشائم نے نامحسوس انداز میں اسکا ہاتھ تھامتے تسلی دی جس پر ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔"میشی گڑیا کو روم میں لے جاؤ۔وہ کچھ دیر آرام کرلے اور میرے بیٹے کیلئے ہاٹ چاکلیٹ بنواؤ اسے بہت پسند ہے" ماہ دیر نے میشائم سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ مہرماہ نے پہلے اسے پھر ضرار کو دیکھا جس نے اسے آنکھوں سے جانے کا اشارہ کیا۔"مہرو چلیں" میشائم نے کھڑے ہوتے پوچھا تو مہرماہ حوریہ کو یونہی گود میں اٹھائے کھڑی ہوئی اور اسکے ساتھ چل پڑی لیکن جانے سے پہلے اس نے ایک بار ماہ دیر کو دیکھا تھا۔دل شدت سے چاہ رہا تھا اپنے بھائی کے سینے

سے لگے پر وہ اذیت کیا کیا کرتی جو دس سال سہی تھی تبھی خاموشی سے بیشائم کے ساتھ چلی گئی۔ اسکے جاتے ہی ماہ دیر کے کندھے شکست خود انداز میں ڈھلے جسے دیکھ ضرار نے گہری سانس بھری اور اٹھتے اس کے سامنے جاتے کھڑا ہوا۔ "بہن ناراض ہے بھائی نہیں۔ کیا مجھ سے نہیں ملو گے" ضرار نے پوچھا تو ماہ دیر نے جھٹکے سے گردن اٹھاتے اسے دیکھا جو آئی برو اچکاتے اسے دیکھ رہا تھا۔ ماہ دیر چند سیکنڈ اسے دیکھتا رہا پھر جھجکتے کھڑا ہوا جس پر ضرار مسکرایا اور اس کے گرد حصار باندھ گیا۔ ماہ دیر ایک لمحے کو تھما لیکن پھر آہستہ سے اسکے گرد اپنے بازو باندھتے اسکے کندھے پر سر ٹکا گیا۔ "کیسا ہے میرے بھائی" ضرار نے پوچھا تو نا جانے کیوں اسکے لہجے کی اپنائیت پر ماہ دیر کی آنکھیں بھیگیں۔ "ٹھیک ہوں بھائی۔ تم کیسے ہو" ماہ دیر نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں۔ جانتے ہو تم سے اپھو جیسی خوشبو آتی ہے" ضرار نے کہا تو اس کے چہرے پر آسودہ سی مسکراہٹ آئی۔ "ماما بھی یہی کہتیں تھی" ماہ دیر

نے بھاری آواز میں کہا تو ضرار نے نرمی سے اسکے بالوں کو سہلایا۔ "اپھو اب ایک بہترین جگہ پر ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں پر یاد تو آتی ہے نا" ماہ دیر کا لہجہ کسی بچے جیسا تھا۔ "ہاں آتی ہے میں سمجھتا ہوں۔یہ بتاؤ انکل کہاں ہیں" ضرار نے مدھم آواز میں پوچھا۔اس نے اسے خود سے دور نہیں کیا تھا کیونکہ ماہ دیر کسی ننھے بچے کی طرح اس سے لپٹا ہوا تھا۔ "سو رہے ہیں تبھی ابھی مہرو کو بھی نہیں ملوایا۔شام تک اٹھ جائیں گے پھر ملوا دوں گا۔ایک بات پوچھوں" ماہ دیر نے اسے خلیل صاحب کا بتاتے سوال کیا جس پر ضرار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا مہرو واقعی مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہے کہ ایک بار بھی مجھے بھائی نہیں کہا نا ہی میرے سینے سے لگی" ماہ دیر نے کہا تو ضرار نے نرمی سے اسکا کندھا چوما جسے محسوس کرتے ماہ دیر کی آنکھوں سے آنسو بہے۔ کتنی اپنائیت تھی اس بوسے میں۔ کتنی محبت تھی اسکے لمس میں۔ "وہ تم سے نفرت نہیں کرتی۔بس ناراض ہے تم نے دس

سال اسے مُڑ کر نہیں دیکھا۔ اس کی اتنی ناراضگی تو بنتی ہے نا۔ تھوڑا وقت دو اسے خود ہی بات کرلے گی۔ وہ بہت نرم دل ہے اپھو کی طرح۔ زیادہ دیر اپنوں سے خفا نہیں رہتی۔ جیسے اپھو نے بابا کو معاف کردیا تھا۔ وہ بھی تمھیں معاف کردے گی۔ پریشان مت ہو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "جانتے ہو میرا ایک دوست ہے۔ اسکے دو چھوٹے بھائی ہیں جنکے لیے وہ جان بھی دینے کو تیار ہے۔ اسکا پیار دیکھ کبھی کبھی میرا دل چاہتا تھا کاش میرا بھی کوئی بھائی ہوتا۔ آج تمھیں دیکھ کر وہ خواہش بھی پوری ہوگئی ہے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اس کی پیشانی پر بوسہ دے گیا۔ "میری جان تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔ جانتا ہوں ہم آج پہلی بار مل رہے ہیں پر خون کی کشش تو ہوتی ہے نا۔ تم میرے بھائی ہو اور میرے لیے میری جان سے اہم ہو سمجھے" ضرار نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن میں تمھیں بھائی نہیں کہوں گا۔ صرف ایک سال ہی

بڑے ہو تم مجھ سے" ماہ دیر نے کہا تو ضرار گردن پیچھے کی جانب گراتے ہنسا۔ "ہنسو مت میں سیریس ہوں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ "ہاں اچھا ہے تم نے خود ہی کہہ دیا ورنہ ایویں تمھارے منہ سے بھائی سنتے مجھے بوڑھا بوڑھا فیل ہونے لگتا" ضرار نے کہا تو وہ ہنسا اور دوبارہ اسکے گلے لگا۔ "شکریہ ضرار۔ مہرو کو یہاں لانے کیلئے اور مجھے میرا بھائی دینے کیلئے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے گرد حصار باندھ گیا۔ "بھائیوں کو شکریہ نہیں کہتے" ضرار نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا اور پیچھے ہوتے اسکے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔ "جانتا ہوں بھائی پر پھر بھی دل کیا تو کہہ دیا" ماہ دیر نے کہا تو ضرار مسکراتے اسکے بال بگاڑ گیا جس پر وہ بھی مسکرایا۔ "بیٹھ جاؤ" ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا تو وہ اسکے ساتھ صوفے پر بیٹھتے باتیں کرنے لگا۔ ان دونوں کو لگ ہی نہیں رہا تھا وہ پہلی بار ملے ہیں۔ پہلی بار میں ہی اتنی محبت۔ اتنی کشش محسوس ہو رہی تھی۔

"ثانیہ کہاں ہیں" عامر نے ملازمہ سے پوچھا جو لاؤنج میں کام کر رہی تھی۔ وہ ابھی ہاسپٹل سے آیا تھا اور ثانیہ کو یہاں نا دیکھ اس نے ملازمہ سے پوچھا ورنہ عموماً اسکے ہاسپٹل سے واپس آنے کے ٹائم پر وہ لاؤنج میں اسکا انتظار کرتی تھی۔ ثانیہ کو کل ڈسچارج ملنے کے بعد وہ دونوں گھر آ گئے تھے اور کل کا دن ایک دوسرے کے ساتھ ہنستے مسکراتے گزار کر عامر آج واپس سے ہاسپٹل جوائن کر چکا تھا۔ آج ماہ دیر نہیں آیا تھا جس پر وہ پریشان تو ہوا تھا لیکن اس نے دل کے لاکھ چاہنے کے باوجود اسے کال نہیں کی تھی۔ وہ اسے احساس دلانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس نے جتنے سخت الفاظ ثانیہ کو بولے تھے وہ ثانیہ کی سانسیں تقریباً روک چکے تھے۔ وہ جانتا تھا ثانیہ نے بھی سب کے ساتھ بہت غلط کیا ہے پر اتنی اسکی غلطی نہیں تھی جتنے اذیت ناک الفاظ ماہ دیر نے استعمال کیے تھے۔ "سر میڈم روم میں ہیں" ملازمہ کی آواز پر وہ ہوش میں آیا اور ہاں میں سر

ہلاتے اوپر بڑھ گیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتے اپنے کمرے کے پاس اور اگلے ہی لمحے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی عامر کی نظر ثانیہ پر پڑی جو ڈوپٹے سے بے نیاز آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال خشک کر رہی تھی۔ وہ یقیناً ابھی نہا کر نکلی تھی۔ اسے یوں ڈوپٹے سے بے نیاز دیکھ عامر کے کان سرخ ہوئے جس پر اس نے برق رفتاری سے اپنا سرخ چہرہ دوسری طرف موڑ لیا جبکہ عامر کو یوں اچانک دیکھ ثانیہ کا چہرہ بھی سرخ ہوا۔ اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے شانوں پر ڈوپٹہ پھیلایا۔ شادی کے ڈیڑھ ماہ میں ایسا پہلی بار ہوا تھا جو وہ یوں ڈوپٹے کے بغیر اسکے سامنے آئی تھی۔ ”وہ۔۔ عامر۔۔ آپ کب۔۔ آئے“ ثانیہ نے اسکی پشت کو دیکھتے پوچھا تو عامر نے گہری سانس بھری اور اسکی طرف مُڑا۔ اسکے وجود پر ڈوپٹہ دیکھ عامر نے سکون کا سانس بھرا اور اپنی گردن کی پشت کو سہلاتے اپنی کیفیت پر قابو پاتے اسکی طرف بڑھتے اسکا ہاتھ تھام گیا۔ ”ابھی آیا بیٹُو۔ آج آپ لاؤنج میں میرا انتظار نہیں

کررہی تھیں۔ طبیعت ٹھیک ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ اسکے گال ابھی بھی تپ رہے تھے جسے دیکھ عامر نفی میں سرہلاتے جھکا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ اسکی حرکت پر ثانیہ حیا سے سمٹی جسے محسوس کرتے اسے نے نرمی سے اسے سینے سے لگایا تو ثانیہ نے اپنی گال اسکے سینے پر ٹکائی۔ "بتائیں آج میرا انتظار کیوں نہیں کیا" عامر نے اسکے ہلکے نم بالوں کو سہلاتے کہا۔ "وہ دوائی کھاکر میری آنکھ لگ گئی تھی تو ابھی اٹھی ہوں اور نہا کرنیچے ہی آنے والی تھی پر آپ آگئے" ثانیہ نے بتایا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ "عامر" ثانیہ نے تھوڑی دیر بعد اسکی دھڑکنوں کو سنتے اسے پکارا۔ "جی میرا سکھ چین" عامر نے محبت سے کہا اور اسکا سر چوما۔ "عامر مجھے مہرو سے بات کرنی ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسے ہلکا سا پیچھے کرتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "ابھی کرنی ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "جی۔میں مزید دیر نہیں کرنا چاہتی۔میں اپنی بہن کو

پہلے ہی خود سے بہت دور کر چکی ہوں۔ اب معافی میں دیر کرتے اسے مزید خود سے دور نہیں کرنا چاہتی۔ بھائی تو چھوڑ چکے ہیں پر بہن کو نہیں کھونا مجھے" ثانیہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "آپکو مہر ماہ کا نمبر آتا ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں لیکن میرے فون میں ہے۔ پر میں اسے اپنے نمبر سے نہیں آپکے نمبر سے کال کروں گی کیونکہ شاید وہ میرا نمبر نا اٹھائے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسے اپنے حصار سے آزاد کیا جس پر ثانیہ پیچھے ہوئی اور ڈریسنگ سے اپنا فون اٹھاتے اس کی طرف بڑھایا جسے عامر نے تھامتے اوپن کیا لیکن اوپر ڈجٹ لاک لگا تھا۔ "پاسورڈ" عامر نے پوچھا جو اپنے بالوں کو ڈھیلے جوڑے میں باندھ رہی

تھی۔ "ٹو۔فائیو۔زیرو۔ون" ثانیہ نے کہا تو عامر نے پاسورڈ کھولا اور اسکا ڈائل پیڈ کھولتے مہر ماہ کا نمبر سرچ کرنے لگا لیکن اچانک اسکے دماغ میں کچھ کلک ہوا جس پر اسکی انگلیاں تھمی جبکہ آنکھیں پھیلیں۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے

ثانیہ کو دیکھا۔ "کیا ہوا" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو اسے یوں بے یقینی سے دیکھ رہا تھا۔ "آپ نے اپنے موبائل کا پاسورڈ ہمارے نکاح کی تاریخ رکھی ہے" عامر نے پوچھا تو اسکے رخسار سرخ ہوئے۔ اسے یاد تھا اور وہ اس بات کو نوٹس بھی کرچکا تھا۔ اس کے ذہن سے کیسے نکل گیا۔ "جی" ثانیہ نے بامشکل اپنی کیفیت پر قابو پاتے کہا تو عامر اسکے قریب ہوا۔ "کیوں" عامر نے ہاتھ بڑھاتے اسکی ٹھوڑی کو تھامتے پوچھا۔ "وہ مجھے۔۔۔ موبائل کا پاسورڈ۔۔ چینج کرنا تھا۔۔ تو مجھے کچھ اور سمجھ نہیں۔ آئی اس لیے یہی رکھ دیا" ثانیہ نے نگاہوں کا زاویہ بدلتے اس کے پیچھے دیوار کو دیکھتے کہا تو عامر گہرا مسکرایا۔ اسکا لڑکھڑانا اس بات کا گواہ تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے اور اس نے خود یہ پاسورڈ رکھا ہے۔ "میرا سکھ چین جب شوہر سامنے ہو تو بے جان دیواروں کو نہیں دیکھتے" عامر نے اسکا چہرہ اپنی طرف موڑتے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا اور چہرہ جھکا گئی۔ "زیرو۔ سیون۔ ون۔ ٹو" عامر نے اسکے

جھکے سر کو دیکھتے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی۔"یہ۔۔کیا ہے" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔"میری برتھ ڈیٹ ہے۔آپ کیلئے نیا پاسورڈ بتا رہا ہوں تاکہ آپکو اگلی بار اپنے ننھے سے دماغ پر زور نا ڈالنا پڑے" عامر نے کہا تو اسکی سانس سینے میں اٹکی جبکہ چہرہ آخری حد تک سرخ ہوا جسے دیکھ عامر نے قہقہہ لگایا۔"کیا ہوا میری جان۔ٹماٹر کی طرح لال کیوں ہوگئیں" عامر نے ایک ہاتھ اسکی کمر کے گرد لپیٹتے اسے قریب کیا جب کہ دوسرے سے اسکے سرخ گال کو سہلایا جس پر ثانیہ تو کچھ بولنے کے قابل نا رہی جب کہ وہ اسکی شرم و حیا پر خاصا محظوظ ہو رہا تھا پر ابھی وہ اسے تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔وہ جانتا تھا اگر اس نے اپنا تنگ کرنا جاری رکھا تو اسکی بیوی نے شرم سے کی بیہوش ہو جانا ہے۔"چلیں آئیں یہ راز بعد میں پتا کریں گے۔ابھی مہر ماہ کو کال کرتے ہیں" عامر نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے خود ہی ٹاپک چینج کرتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر نے اسکے فون سے نمبر اپنے فون میں کرتے کال ملائی لیکن

مہرماہ کا نمبر بند جارہا تھا۔ ”نمبر بند جارہا ہے“ عامر نے تین چار بار کوشش کرتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کل کرلیں گے۔ بس اللہ کرے وہ کال اٹھا لے“ ثانیہ نے کچھ اداسی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے آمین کہا اور دونوں کا فون ڈریسنگ پر رکھتے اسے بازو سے پکڑتے واپس سینے سے لگا گیا۔ ”سب ٹھیک ہے اور جو نہیں ہے وہ ٹھیک ہوجائے گا۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور پریشان نا ہوں۔ سب آپکو چھوڑ بھی دیں تب بھی میں آپ کے ساتھ ہوں“ عامر نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”عامر آپ کبھی مجھے چھوڑیں گے تو نہیں نا“ ثانیہ نے مدھم آواز میں سوال کیا۔ ”کبھی نہیں“ عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا۔ ”مجھے خود سے دور نہیں کریں گے“ اگلا سوال بھی مدھم آواز میں کیا پر اب کی بار آواز میں ڈر تھا جسے محسوس کرتے اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ ”ہرگز نہیں“ عامر نے محبت سے جواب دیا۔ ”مجھے کبھی غلط نہی سمجھیں گے“ اس نے چہرہ اٹھاتے پوچھا۔ ”مر کر بھی

نہیں" عامر نے چہرہ جھکاتے جواب دیا۔ "مجھ پر یقین کریں گے" ثانیہ نے اس کی شرٹ پر پکڑ مضبوط کرتے پوچھا۔ "ہمیشہ" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے جواب دیا۔ "میرے پاس رہیں گے" ثانیہ نے اسکی آنکھوں میں جھوٹ تلاشتے پوچھا۔ "آخری سانس تک" عامر نے سچائی سے جواب دیا۔ "میرے علاوہ کسی لڑکی کو نہیں دیکھیں گے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "آپ کے علاوہ کسی کو سوچنا بھی مجھ پر گناہ ہے۔دیکھنا تو پھر بڑی دور کی بات ہے" عامر نے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر ثانیہ مسکرائی اور واپس اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "ویسے باقی سب تو ٹھیک ہے آخری بات میں تھوڑی رعایت نہیں مل سکتی" عامر نے شرارت سے کہا تو ثانیہ نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے گھورا جس پر اس نے زبان دانتوں تلے دباتے ایک کان کو پکڑا تو وہ ہنس پڑی۔ "باز آجائیں عامر" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکرائی۔ "مذاق کررہا تھا میری جان" عامر نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز

میں سر ہلایا۔ "مذاق میں بھی ایسا نا کہا کریں۔آپ میرے ہیں اور جو میرا ہو۔وہ میرے علاوہ کسی اور وجود کو دیکھے تو میں اس وجود کو جلا کر خاکستر کرنے سے پہلے ایک بار بھی نہیں سوچتی۔اب یہ آپ پر ہے کہ مجھے کسی کو جلانے سے روکنا ہے یا کسی کو دیکھ کر میرے ہاتھوں اس کو زندہ آگ لگوانی ہے" ثانیہ نے کہا تو عامر ایک لمحے کو حیران ہوا لیکن اگلے ہی نرمی سے مسکرایا۔ "میرا سکھ چین میں نہیں جانتا تھا آپ اتنی پوزیسوو ہیں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں اس سے زیادہ پوزیسوو ہوں عامر۔آئندہ کسی دوسرے کو دیکھنے کی بات مت کریے گا ورنہ میں آپ سے بات نہیں کروں گی" ثانیہ نے کہا تو اس نے جھکتے اس کے بالوں پر لب رکھے۔ "اچھا سوری اب ایسا کبھی نہیں کہوں گا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس اسکے سینے سے لگی جس پر وہ مسکرایا اور اسکے بال سہلانے لگا۔ثانیہ کا یوں استحقاق بھرا انداز دل کو بھایا تھا۔

”اپو اپ توپتا اے حولیہ لوج بابا ذان شے تیتی تی تے اپ شے منا اے (اپھو آپکو پتا ہے حوریہ روز بابا جان سے کہتی تھی کہ آپ سے ملنا ہے)“ حوریہ نے بیشائم کی گود میں لیٹتے کہا کہا جس پر مہرماہ مسکرائی۔ کیونکہ حوریہ کی آنکھیں صاف بتا رہی تھی اسے نیند آرہی ہے۔ ماہ دیر نے حوریہ، بیشائم اور اسکے لیے ہاٹ چاکلیٹ بھجوایا تھا۔ جسے پہلے تو وہ نہیں پینا چاہتی پر پھر نا جانے کیوں اس نے پینے کا سوچا اور پہلا گھونٹ بھرتے ہی اسکی آنکھیں پھیلیں کیونکہ وہ ماہ دیر نے اسکے لیے بنایا تھا۔ وہ اسکے ہاتھ کا ذائقہ پہچانتی تھی۔ لیکن اس نے کوئی بات نہیں کی بلکہ چپ چاپ پینے لگی۔ بیشائم نے اس سے پوچھا تھا اسے کیسا لگا جس پر اس نے فقط اچھا کہتے مسکرانے پر اکتفا کیا۔ اب وہ لوگ کافی دیر سے بیٹھی باتیں کررہی تھیں جبکہ حوریہ نیند میں جھولتے ہوئے بھی اس سے باتیں کررہی تھی۔ ”اچھا جی تو آپ اپھو پاس آئی کیوں نہیں پھر“ مہرماہ نے اسکی

گال پر ہلکی سی چٹکی کاٹتے پوچھا۔ ”توں تے اپ بابا ذان شے ناج تی (کیونکہ آپ بابا جان سے ناراض تھیں)“ حوریہ نے کہا تو اس نے ایک لمحے کو تھمتے گلا ترکیا۔ ”بچہ میں آپ کے بابا سے ناراض تھی۔ آپ سے تو نہیں۔ آپ تو اپھو کی جان ہیں۔ اپھو آپ سے ناراض نا تھیں اور نا کبھی ہو سکتی ہیں“ مہرماہ نے کہا تو حوریہ مسکرائی۔ ”اتا۔ لیتن اپو بابا ذان شے بی فلینڈ شپ تل لیں۔ بابا ذان لوتے ایں تو مذے بی لونا اتا اے (اچھا لیکن اپھو بابا جان سے بھی فرینڈ شپ کرلیں۔ بابا جان روتے ہیں تو مجھے بھی رونا آتا ہے)“ حوریہ نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا جو اب یشائم کی گود سے اٹھتے اسکے پاس آرہی تھی۔ اسے آتے دیکھ اسے نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسے پکڑا اور اپنی گود میں بٹھا گئی جس پر وہ اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔ ”آپکے بابا جان کیوں روتے ہیں بچہ“ مہرماہ نے نرمی سے اس کے بال سہلاتے پوچھا جو بلکل ماہ دیر جیسے تھے۔ ”اپ تی آد آتی اے تو بابا ذان لوتے ایں۔ اپ پیج بابا ذان شے دوتی تل لو (آپکی یاد آتی ہے تو بابا جان

روتے ہیں آپ پلیز بابا جان سے دوستی کرلو)" حوریہ نے اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتے کہا تو مہرماہ کی سانس رکی۔ اسکا بھائی اسکے لیے روتا تھا اسکے دل کو کچھ ہوا تھا جبکہ یشائم کو بھی ماہ دیر کا روتا چہرہ یاد آیا تھا جب کہ حوریہ اپنی نیند سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جسے اسکا جواب جاننا چاہتی ہو۔ "اپھو اپ تلیں دی نا بابا ذان شے دوتی (اپھو آپ کریں گی نا بابا جان سے دوستی)" حوریہ نے اسے خاموش دیکھ اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو مہرماہ نے کچھ کہنے کو لب واء کیے لیکن اس سے پہلے ہی کسی نے دروازہ نوک کیا تھا جس پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا جبکہ یشائم نے اٹھتے دروازہ کھولا تو سامنے ماہ دیر کھڑا تھا جسے دیکھ حوریہ سستی سے مسکرائی جب کہ مہرماہ خاموشی سے نظریں حوریہ پر گاڑھ گئی جس پر ماہ دیر مدھم سا مسکرایا۔ اسکی گڑیا آج بھی ویسے ہی ناراضگی جتاتی تھی۔ "گڑیا" وہ چلتا اندر آیا اور بیڈ کے قریب آتے کھڑے ہو کر اسے پکارا جس پر مہرماہ نے کچھ بولے بغیر اسے دیکھا۔ "بچہ چلیں۔ میں نے آپکو کسی

سے ملوانا ہے" ماہ دیر نے اپنا ہاتھ اسکے سامنے پھیلاتے پوچھا تو وہ بغیر کچھ کہے اسکے ہاتھ کو نظر انداز کرتے بیڈ سے کھڑی ہوئی جس پر ماہ دیر نے اداسی سے مسکراتے اپنا ہاتھ مٹھی کی صورت بند کیا اور نرمی سے حوریہ کو گود میں اٹھا گیا۔جب کہ مہرماہ اپنے دل میں اٹھتی تکلیف کو نظر انداز کرتے باہر کی جانب بڑھی جہاں ضرار کھڑا تھا۔"تم ٹھیک ہو" اسکے باہر آتے ہی ضرار نے نرمی سے پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ٹھیک ہوں۔بس حوریہ سے باتیں کررہی تھی۔آپکو پتا ہے وہ بہت پیارا بولتی ہے۔ماشاءاللہ بہت پیاری ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور ماشاء اللہ کہتے حوریہ کو دیکھنے لگا جو اب ماہ دیر کے کندھے پر سر رکھے سونے کی تیاری میں تھی۔"دِیر حور کو مجھے دیں۔میں اسے ماما کے پاس سلا دیتی ہوں۔آپ مہرو کو لے کر جائیں" میشائم نے حوریہ کو سوتے دیکھ کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا اور حوریہ کا سر چومتے اسے میشائم کو پکڑایا۔"بابا ذان تاں دالے ایں (بابا جان کہاں جارہے ہیں)" حوریہ نے

پوچھا جس پر سب ہی مسکرائے۔ "میرا بچہ میں یہیں ہوں۔ آپ ماما کے ساتھ جائیں اور سوئیں اور نانو بھی بلا رہی ہیں۔ ان کے پاس سوئیں۔ بابا ابھی آتے ہیں اپنے بچے کے پاس" ماہ دیر نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر میشائم ایک نظر انھیں دیکھتے مسکرائی اور فہمیدہ خان کے روم کی طرف بڑھ گئی۔ ضرار فہمیدہ خان کی یہاں موجودگی سے آگاہ تھا جبکہ مہرماہ ابھی فہمیدہ خان کے یہاں ہونے کے ساتھ ساتھ مریم کے والدین سے بھی انجان تھی۔ "مہرو بچہ چلیں" ماہ دیر نے انکے جاتے ہی نرمی سے مہرماہ کو کہا تو اس نے سر جھکایا جس پر وہ مدھم سا مسکرایا اور اس کمرے کے سامنے والے کمرے کی طرف بڑھا۔ "ماہر کہاں ہے میری مہرو" اس نے جاتے دروازہ کھولا تو مہرماہ کے کانوں میں ایک آواز پڑی جسے سنتے وہ بے یقین ہوئی۔ یہ آواز اسکے بابا کی تھی پر ایسا کیسے ہوسکتا تھا۔ آپکی مہرو آگئی ہے بابا ماہ دیر نے مسکراتے دروازے کے سامنے سے ہٹا اور مڑتے مہرماہ کو دیکھا جو اس سے چند قدم کے

فاصلے پر پیچھے کھڑی بے یقینی سے خلیل صاحب کو دیکھ رہی تھی جب کہ خلیل صاحب شفقت سے اپنی جانِ عزیز بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔ اپنی گڑیا کو دیکھ انکی آنکھیں نم ہوئیں تھی جب کہ آنکھیں تو مہرماہ کی بھی بھیگی

تھیں۔ "بابا۔۔ضار۔۔بابا" مہرماہ نے ضرار کی بازو پکڑتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ "ہاں ماہ تمھارے بابا۔جاؤ ملنا نہیں ان سے۔وہ پرسوں سے تمھارا انتظار کررہے ہیں۔جاؤ" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ایک نظر اسے دیکھا پھر آگے بڑھی۔ایک قدم۔دو قدم پھر اسکے قدموں میں تیزی آئی تھی اور چند قدم طے کرتے ہی وہ کمرے میں بیڈ کے قریب کھڑی تھی جہاں خلیل صاحب بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے مدھم مسکراہٹ سے چہرے پر سجائے اسے دیکھ رہے تھے۔جب کہ ضرار اور ماہ دیر ایک طرف کھڑے مسکراتے انھیں دیکھ رہے تھے۔ "بابا کے پاس نہیں آئے گی بابا کی گڑیا" خلیل صاحب نے بازو واء کرتے کہا تو مہرماہ کا سکتہ ٹوٹا۔ "بابا" مہرماہ ایک جھٹکے میں بیڈ پر چڑھی اور

خلیل صاحب کے سینے سے لگتے رونے لگی۔ ”بابا آپ کہاں۔۔تھے۔۔ بابا ۔۔آپ اپنی۔۔گڑیا کو۔۔کیوں چھوڑ۔۔کر چلے گئے ۔۔تھے۔۔بابا۔۔آپ۔۔۔نے ایسا۔۔کیوں کیا“ مہرماہ نے بُری طرح سے روتے پوچھا تو خلیل صاحب نے اسکے بال سہلائے۔ ”بابا کی جان میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔میں کوما میں تھا“ خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ کے رونے میں اضافہ ہوا۔کیا کچھ نہیں یاد آیا تھا۔ گھر سے نکالے جانا۔ہر وہ رات جب وہ انھیں یاد کرتے روئی تھی۔ ”بابا۔۔آپ۔۔۔نے مجھے۔۔کیوں نہیں بتایا تھا۔۔میں کتنا۔۔روئی تھی۔۔بابا۔۔ماما نے۔۔مجھے گھر۔۔۔سے نکال دیا۔۔سب نے کہا۔۔میری وجہ سے ۔۔آپکی۔۔دیتھ ہوئی ہے“ مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب نے اسکا سر چوما جبکہ ماہ دیر کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ ”اس عورت نے تمھیں گھر سے نکال دیا تھا گڑیا“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بابا دیکھ رہے ہیں آپ“ ماہ دیر نے غصے سے کہا تو خلیل صاحب

نے ہاں میں سر ہلایا اور مہر ماہ کا چہرہ نرمی سے ہاتھوں میں تھاما۔ "میری جان مجھے بتاؤ کیا ہوا تھا۔پروین نے کیوں نکالا آپکو گھر سے" خلیل صاحب نے نرمی سے اس کے ماتھے پر شفقت بھرا بوسہ دیتے کہا۔"بابا۔۔وہ۔۔ایک لڑکے۔ ۔نے مجھ سے۔۔بدتمیزی کی۔۔پھر مجھے اور۔۔ ضار۔۔ کو۔۔کلاس میں لاک کردیا اور" مہر ماہ نے یونہی بولتے ہچکیاں بھرتے اس دن کا سارا واقعہ بتایا جس پر خلیل صاحب اور ماہ دیر سمیت ضرار کی آنکھیں بھی سرخ ہوئیں۔وہ اس دن کو ہرگز نہیں بھول سکتا تھا اور نا ہی ان لوگوں کو جنھیں وہ کافی عرصے سے اپنی قید میں رکھے ٹارچر کر رہا تھا جس سے مہر ماہ سمیت ابھی سب ہی انجان تھے جبکہ مہر ماہ بات مکمل کرتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔"میری جان۔۔میری گڑیا بابا کو۔۔معاف کردو "خلیل صاحب نے اس کی پوری بات سنتے اسے واپس سینے سے لگایا جس پر مہر ماہ نے انکے سینے میں چہرہ چھپایا اور ہچکیاں بھرتے رونے لگی۔کتنا ترسی تھی وہ اس لمس کیلئے۔اس نے کبھی

نہیں سوچا تھا یہ لمس اسے دوبارہ ملے گا پر اسکے بابا زندہ تھے۔وہ اس لمس سے محروم نہیں ہوئی تھی۔ "مہرو گڑیا چپ کرو" خلیل صاحب نے نرمی سے کہا۔ "بابا میں نے۔۔آپکو بہت مس کیا" مہرماہ نے چہرہ اٹھاتے کہا تو وہ اس کے ماتھا چوم گئے۔ "بابا کی جان اب میں یہیں ہوں نا اپنی گڑیا کے پاس۔بس چپ کرو روتے نہیں ہیں" خلیل صاحب نے اسکا چہرہ صاف کرتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور انکے سینے پر سر رکھتے آنکھیں موند گئی جس پر خلیل صاحب نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگے جس پر مہرماہ کا رونا بند ہوا۔ "اب میری گڑیا نے رونا نہیں ہے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بابا اب آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے نا" مہرماہ نے کسی بچے کی طرح انکا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "نہیں بابا کی جان میں اب کہیں نہیں جاؤں گا اپنی گڑیا کو چھوڑ کر۔اچھا یہ بتاؤ اپنے ماہر بھائی سے ملی" خلیل صاحب نے پوچھا تو مہرماہ نے کوئی جواب نا دیا جس پر خلیل صاحب نے ماہ دیر کو دیکھا

جو اداسی سے مہرماہ کو دیکھ رہا تھا جسے دیکھ وہ ساری بات سمجھ گئے تھے۔ ”ناراض ہو ماہر سے“ خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”پھر بھائی سے کیوں نہیں ملی“ خلیل صاحب کے پوچھنے پر اس نے چہرہ اٹھاتے انھیں دیکھا۔ ”جس بھائی نے دس سال ایک بار مُڑ کر پوچھا تک نہیں ان سے مجھے نہیں ملنا بابا“ مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب نے ماہ دیر کو دیکھا جسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ بغیر کچھ کہے ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا اور باہر نکل گیا جس پر ضرار بھی اس کے پیچھے بڑھا جبکہ مہرماہ نے چہرہ موڑتے بس ایک نظر ان دونوں کی پشت کو دیکھا اور واپس خلیل صاحب کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ ”گڑیا ماہر کی کوئی غلطی نہیں تھی بچے۔ اسے غلط فہمی ہوئی تھی جس وجہ سے وہ اتنے سال ہم سے دور رہا“ خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ نے انھیں دیکھا۔ ”بابا ایسی کونسی غلط فہمی تھی کہ دس سال ایک غلط فہمی کی نظر کر دیے بھائی نے“ مہرماہ نے مدھم بھرائی آواز میں پوچھا تو خلیل صاحب نے گہری

سانس بھری اور اسے ساری بات بتانی شروع کی جس پر مہرماہ نے گہری سانس بھری۔ ”ٹھیک ہے بابا میں مانتی ہوں کہ بھائی کو غلط فہمی ہوئی پر کیا بھائی ایک بار ہم سے رابطہ بھی نہیں کرسکتے تھے“ مہرماہ نے پوچھا تو خلیل صاحب نے ہاں میں سرہلایا۔ ”کرسکتا تھا گڑیا پر کیا پتا اس نے یہاں اکیلے کیا کیا ہو۔ تمھارے پاس تو میں تھا۔ اسکے پاس کون تھا۔ اور وہ بھی چھوڑو میرا بچہ وہ تمھارا بھائی ہے۔ تم نے ایک ڈیڑھ ماہ مجھے نہیں دیکھا تو تمھاری یہ حالت ہے۔ بچے اس نے دس سال ہمیں نہیں دیکھا نا ہمارا لمس محسوس کیا سوچا ہے اسکی کیا حالت ہوگی اور اب جب ہم اسکے پاس ہیں تو اسے خود سے دور جھٹک دیں تو اسکا دل ٹوٹ جائے گا۔ کیا آپ چاہتی ہو آپ کے ماہر بھائی کا دل ٹوٹے“ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”پھر بابا کی جان۔ اپنے بھائی کو معاف کردو۔ میں نے بھی معاف کردیا ہے۔ گڑیا عزیز رشتوں کو معاف کردینا چاہیئے۔ یہ نا ہو کہ دیر ہو جائے اور یقین کرو ایک بار دیر

ہو جائے تو پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں بچتا۔ خدانخواستہ ماہر کو کوئی چوٹ لگے گی تب بھی ناراض رہو گی" خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے تڑپ کر نفی میں سر ہلایا۔ "اللہ نا کرے بابا بھائی کو کچھ ہو" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "پھر میرا بچہ اپنے بھائی کو معاف کردو وہ بہت تڑپا ہے تمھارے لیے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مجھے تھوڑا سا وقت دیں بابا۔ اتنی جلدی میں نہیں کر پاؤں گی" مہرماہ نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چومتے ہاں میں سر ہلا گئے۔ چلو ٹھیک ہے۔ "اب یہ بتاؤ ضرار کے گھر والوں کا رویہ کیسا ہے۔ سب تمھاری اصل پہچان سے واقف ہیں" خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "نہیں بابا ضار نے ابھی کسی کو نہیں بتایا کیونکہ میں پہلے ہی بہت پریشان تھی آپ کے بارے میں سن کر۔ اب ضار نے بتانے کا سوچا پر مریم کڈنیپ ہو گئی چار دن ہو گئے ہیں وہ نہیں ملی" مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب پریشان ہوئے۔ "مریم گڑیا کیسے کب" خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے

انھیں ساری بات بتائی۔ ”اللہ پاک میری بیٹی کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔پریشان نا ہو انشاء اللہ وہ جلدی مل جائے گی“ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے آمین کہا اور انکے سینے سے لگی۔ ”میں نے آپکو بہت زیادہ والا مس کیا بابا“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائے۔ ”میرا بچہ میں نے بھی اپنی گڑیا کو بہت مس کیا“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ مسکرائی اور دل میں اللہ کا شکریہ ادا کیا تھا جس نے اس پر اتنی بڑی کرم نوازی کی تھی۔اسے اسکے بابا واپس کردیے تھے۔وہ یتیم نہیں ہوئی تھی۔اسکے باپ کا سایہ اس پر قائم و دائم تھا۔

”اسلام علیکم عائشہ سب خیریت تم نے کال کی۔ضرار بھائی گھر آئیں ہیں پھر مجھے کال کی خیریت“ اسد نے فون کان سے لگاتے کہا۔اس وقت رات کے نو بج رہے تھے اور وہ شہریار کے پاس جانے کیلئے تیار ہورہا تھا جو کہ ابھی اندرون لاہور والی سائیڈ پر موجود کوٹھوں میں مریم کو تلاش رہا تھا۔وہ لوگ آج

صبح سے مختلف کوٹھوں میں ڈھونڈ چکے تھے۔اب بس دو کوٹھے ہی رہ گئے تھے جہاں شہریار جا چکا تھا جبکہ وہ نکلنے لگا تھا لیکن ابھی وہ نکلنے ہی لگا تھا جب اسے عائشہ کی ایک ساتھ تین کالز اور ڈھیڑ سارے میسج آئے جس میں ایک ہی بات لکھی تھی کہ "کال اٹھائیں" جس پر اسد نے فوراً اسکی کال اٹھائی۔"وعلیکم السلام۔کب سے کال کر رہی ہوں کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے آپ۔اور میں جانتی ہوں بھائی وہاں نہیں ہیں۔آپکو کال کر رہی ہوں تو اسکا مطلب یہی ہے نا آپ سے بات کرنی ہے پر نہیں آپکو میری کال ہی نہیں اٹھانی بس اپنی قسم نبھانی ہے۔بیوی جائے بھاڑ میں" عائشہ نے مصنوعی غصے سے کہا تو اسد حیران ہوا۔"میری جان کیا ہوا اتنا غصہ" اسد نے فون کان اور کندھے کے درمیان پھنساتے اپنے پیروں میں شوز پہنے۔"غصہ نا کروں تو کیا کروں۔کب سے آپکو کال کر رہی ہوں پر آپ ہیں کہ میری کال ہی نہیں اٹھا رہے" عائشہ نے کہا تو اسد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔وہ آج عرصے بعد اسے اپنی

شہزادی لگ رہی تھی۔ ”معذرت شہزادی معذرت پر یہ تو بتاؤ اس غلام کو اتنی کالز کیوں کر رہی تھی“ اسد نے فون پکڑتے باہر کی طرف قدم بڑھاتے شرارتی انداز میں پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔ ”کیا کر رہے ہیں آپ“ عائشہ نے پوچھا تو وہ ہنسا۔ ”یہ پوچھنے کیلئے کال کی تھی“ اسد نے پوچھا تو دوسری طرف سے اسے دانت کچکانے کی آواز آئی جس پر وہ ہنسا۔ ”نہیں بتائیں کیا کر رہے ہیں اور کہاں ہیں“ عائشہ نے دوبارہ پوچھا۔ ”میں بھائی کے پاس جا رہا ہوں۔ ایک جگہ گڑیا کے ہونے کے امید ہے تو بھائی داؤد کے ساتھ جا چکے ہیں اور میں نکلنے لگا ہوں“ اسد نے کہا۔ ”اچھا چلیں ٹھیک ہیں۔ آپ جائیں میں بعد میں کال کرتی ہوں“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور گاڑی میں بیٹھا۔ ”میری جان تم بولو میں سن رہا ہوں۔ فون کاٹنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے“ اسد نے محبت سے کہا۔ ”نہیں مجھے آپکو ایسے یہ بات نہیں بتانی بعد میں بتاؤں گی جب آپ بلکل فری ہونگے تب“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”ایسی کونسی بات ہے جو میرے بلکل فری

ہونے پر بتانی ہے" اسد نے پوچھا تو دوسری طرف وہ مسکرائی۔ "آپ فری ہوجائیں پھر بتاؤں گی۔ ابھی آپکی ساسو ماں بلا رہی ہیں۔ انکی بات سن کر آئی یقیناً ڈیزی نے کچھ کیا ہوگا" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "اچھا جی میری پیاری بیوی۔ جاؤ میری ساسوں ماں کی بات سن لو میں واپس آکر کال کروں گا۔ آئی لو یو۔ فی امان اللہ" اسد نے کہا تو اس نے جی کہتے کال کاٹی جس پر اسد مسکرایا اور فون ایک طرف رکھتے گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا۔

"اس جگہ میں پہلے آچکا ہوں" شہریار نے گاڑی سے اترتے ہی داؤد خان سے کہا جو اس لاہور کے سب سے مشہور بدنامِ زمانہ کوٹھے میں لایا تھا۔ وہ دونوں اس وقت سیاہ پینٹ شرٹ پہنے ہوئے تھے۔ گاڑی سے اترتے ہی شہریار کی دھڑکن بے قابو ہوئی جس پر اس نے اپنے سینے کو سہلایا۔ "تم کب آئے" داؤد خان نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "میں اور ضرار یہاں سے گزرے تھے

دو دن پہلے تب یہاں سے گزرتے میری طبیعت خراب ہوئی تو میں گاڑی سے باہر نکل آیا تھا تو بس یہیں تک پھر ہم چلے گئے تھے" شہریار نے کہا تو داؤد خان نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے یہ آخری کوٹھا ہے جہاں تمھاری بیوی کے ہونے کا امکان ہے۔ تم خود جاؤ گے یا میں اندر جاؤں" داؤد خان نے پوچھا تو شہریار نے چہرہ اٹھاتے آسمان کی طرف دیکھا۔ "یا اللہ میں جانتا ہوں یہ ایک ناپاک جگہ ہے پر میری پٹھانی مجھے ملا دے میرے مالک۔ تیری رحمت پر یقین رکھتے ان ناپاک جگہوں میں اپنی بیوی کو ڈھونڈ رہا ہوں میری محرم کو مجھے ملا دے" شہریار نے اوپر کی جانب دیکھتے دعا کی لیکن اس نے نیچے نہیں دیکھا تھا اسکی نظر دوسری منزل پر موجود ایک جالی دار کھڑکی پر اٹک گئی تھی۔ نا جانے کیوں وہاں دیکھ اس کا دل شدت سے دھڑکنے لگا۔ "کیا ہوا شہریار کیا دیکھ رہا ہے" اسے یوں یک ٹک ایک ہی طرف تکتے دیکھ داؤد خان نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "کچھ نہیں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اب

بتاؤ تم اندر جاؤ گے یا میں" داؤد خان نے پھر پوچھا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اس کھڑی کو دیکھا۔ "ہم دونوں جائیں گے۔ لیکن میں سامنے نہیں جانا چاہتا۔ ایک بات بتاؤ اوپری منزل پر جانے کا کوئی خفیہ راستہ ہے" شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "یہ جو دکان ہے نا سامنے یہاں سے ایک خفیہ رستہ ہے جو سیدھا پہلی منزل پر جاتا ہے۔ وہاں لڑکیوں کی عزتوں سے کھیلا جاتا ہے جبکہ اس سے اوپری اور آخری منزل پر نئی لڑکیوں کو رکھا جاتا ہے اور نیچے والی منزل پر رقص ہوتا ہے۔ اگر تجھے اوپر ہی جانا ہے تو اس بندے کو جا کر کہہ ایس پی داؤد خان نے بھیجا ہے۔ اسے پیسے کھلائیں ہیں تمھیں راستہ بتا دے گا اور میں اندر جاتا ہوں تماش بین بن کر" داؤد خان نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور اس دکان کی طرف بڑھا۔ "ایس پی داؤد خان نے بھیجا ہے مجھے۔ رستہ کہاں ہے" شہریار نے اسکے پاس جاتے سنجیدگی سے کہا تو اس آدمی نے اسے دکان کے اندر آنے کا اشارہ کیا جس پر شہریار اندر داخل

ہوا۔ ”یہ دروازے کھول کر دائیں طرف موجود سیڑھیاں چڑھ جاؤ“ اس آدمی نے ایک ریک ہٹایا جسکے پیچھے دروازہ تھا جسے دیکھ اس آدمی نے کہا تو شہریار ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس دروازے کی طرف بڑھا اور اندر داخل ہوتے اپنی گن نکالتے فوراً سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ بلکل سیدھی سیڑھیاں تھیں۔ شہریار دو دو سیڑھیاں پھلانگتے اوپر چڑھ رہا تھا۔ وہ دو بار گرتے گرتے بچا تھا لیکن اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھتے اوپر آیا اور دروازہ کھولتے سامنے دیکھا جہاں کافی زیادہ کمرے تھے اور ہر کمرے سے کسی نا کسی لڑکی کی آواز آرہی جو یقیناً کسی حیوان کے ہاتھوں بے آبرو ہو رہی تھی۔ شہریار نے ضبط سے آنکھیں بند کیں اور آگے بڑھا۔ نیچے سے موسیقی کی آواز آرہی تھی۔ شہریار اسے اگنور کرتے آگے آیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا لیکن اس سے پہلے وہ اوپر کی جانب بڑھتا اسے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی جس پر وہ فوراً واپس ان سیڑھیوں کے دروازے کے پیچھے

ہوا۔ ”ستارہ بائی کہاں ہے وہ لڑکی“ شہریار کو کسی مرد کی آواز آئی جبکہ لڑکی کے ذکر پر شہریار کا دل دھڑکا۔ ”وہ اوپر ہے دوسری منزل پر“ دوسری آواز ستارہ بائی کی تھی۔ ”وہ لڑکی اوپر کیوں ہے یہاں کیوں نہیں۔ دھندا تو یہاں چلتا ہے“ اس آدمی کا اگلا جملہ سنتے اسے ستارہ بائی کے ہنسنے کی آواز آئی۔ ”دیکھ صاحب میں اس لڑکی کو کسی کو نہیں دینے والی تھی اور اسکی ساری وجہ میں نے تجھے بتائی ہیں۔ ایک تو اسے آئے چار دن ہوئے ہیں، دوسرا وہ بڑی پردے دار ہے آہستہ آہستہ ماحول میں ڈھلے گی اور تیسری وہ امید سے ہے پر تجھے وہی چاہیئے تھی تبھی دے رہی ہوں“ ستارہ بائی نے کہا تو وہ مرد قہقہہ لگا گیا جبکہ شہریار کو لگا جیسے وہ ابھی بے جان ہوجائے گا۔ چار دن، پردے دار لڑکی یہ اشارہ تو اسکی پٹھانی کی طرف تھا پر پریگننٹ اس بات پر اسے شک ہوا کہ ناجانے وہ اسکی پٹھانی ہے بھی یا نہیں۔ پر وہ اس لڑکی کو بچانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ چند منٹ بعد شہریار کو ان کی آوازیں دور جاتی محسوس ہوئیں جس پر اس نے ہلکا سا دروازہ

کھولا اور باہر دیکھا جہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ باہر نکلا اور اور سیڑھیوں کے ایک طرف چھپ کر کھڑے ہوتے انکی پشت کو دیکھا جہاں تین مرد اور دو عورتیں تھی۔ شہریار چند پل کھڑا رہا پھر انکی پشت غائب ہوتے دیکھ آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا۔ وہ اوپر آیا تو وہاں اسے کوئی نظر نا آیا جس پر وہ اِدھر اُدھر انھیں ڈھونڈنے لگا۔ وہ جگہ کافی بڑی تھی کسی بھول بھلیاں کی طرح پر شہریار کو یقین تھا وہ کچھ نا کچھ کر کے ان تک پہنچ جائے گا۔ اپنی پٹھانی کو وہ کہیں سے بھی ڈھونڈ لائے گا۔ وہ آگے بڑھا اور ایک ایک کمرہ چیک کرنے لگا۔ ابھی اس نے تین چار کمرے ہی چیک کیے تھے جب اسے ایک نسوانی چیخ کی آواز آئی جس پر شہریار کا دل رکا۔ یہ آواز! یہ آواز اسکی پٹھانی کی تھی۔ "مریم" شہریار نے لرزتے ہوئے اسکا نام پکارا اور اس سمت بھاگا جہاں سے آواز آئی تھی۔ وہ یقیناً آج تباہی مچانے والا تھا۔

"مریم دروازہ کھولو" ستارہ بائی نے دروازہ بجاتے کہا تو مریم جو ابھی کھانا کھا کر چارپائی پر بیٹھی تھی ایک دم سے ڈری۔نیچے سے پچھلے دو گھنٹوں سے موسیقی کی آواز آرہی تھی جسے سنتے وہ کانوں کو ڈھانپے آیت الکرسی پڑھتے اللہ سے شہریار کو یہاں بھیجنے کا کہہ رہی تھی۔اسکی آواز سنتے ڈری۔وہ اٹھی اور دروازے کے پاس جاتے کھڑی ہوئی لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔"جی" مریم نے مدھم آواز میں جواب دیا۔"دروازہ کھولو بات کرنی ہے" ستارہ بائی نے کہا وہ مزید ڈری۔"آپ ایسے۔۔ہی کرلیں" مریم نے کہا تو ستارہ بائی نے مٹھیاں بھینچی۔"دروازہ کھولو لڑکی یا میں کوئی سخت قدم اٹھاؤں" ستارہ بائی کی بات سنتے مریم نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا نقاب ٹھیک کیا اور دروازے کے آگے سے کرسی ہٹاتے کنڈی کھولی۔اسکے کنڈی کھولتے ہی ستارہ بائی اندر داخل ہوئی اور اسکے پیچھے ہی تین مرد اندر آئے جنھیں دیکھ مریم کی آنکھوں میں خوف اترا۔"یہ لو صاحب یہ لڑکی آج رات تمھاری" ستارہ بائی کی بات سنتے مریم کا

خون منجمد ہوا۔ ”لڑکی تو کمال ہے“ اس آدمی نے کہا اور مریم کو سر تا پیر دیکھا جو گندے مٹی آلود عبائے میں ملبوس خوف سے تھڑ تھڑ کانپ رہی تھی۔ ”ارے یہ تو کچھ نہیں رکو“ ستارہ بائی نے کہا اور مریم کو سمجھنے کا موقع دیے بغیر اسکا نقاب کھینچا جس پر مریم کی سانس رکی۔ وہ تین غیر محرموں کے سامنے بے نقاب ہوگئی تھی۔ یا اللہ ! اسکی سانس کیوں نہیں رک رہی تھی۔ مریم نے بے ساختہ اپنے مرنے کی دعا کرتے اپنے چہرے پر نقاب کیا۔ ”یہ کیا کیا آپ نے“ مریم چلائی تھی جس پر ستارہ بائی ہنسی۔ ”کیا کیا تو آج رات اس صاحب کی ہے تو اسے تیرا حسن دکھا رہی تھی“ ستارہ بائی نے کہا تو مریم کی آنکھوں میں غصہ اترا۔ ”بے غیرت عورت تمھیں شرم نہیں آئی۔ تم نے وعدہ کیا تھا ایسا نہیں کروگی۔ تم نے ایک غیر مرد سے میرا سودا کردیا۔ اللہ غارت کرے تمھیں“ مریم نے بھرائی آواز میں کہا تو ستارہ بائی نے نحوست سے سر جھٹکا اور اس مرد کی طرف مڑی۔ ”صاحب اسکی زبان اب تم خود ہی بند کرلینا

چلو لڑکوں" ستارہ بائی نے کہا اور اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلی جس پر اس مرد نے آگے ہوتے دروازہ بند کیا اور مریم کی طرف مُڑا جو غصے و خوف سے کانپ رہی تھی۔ "اب اس نقاب کو خود ہٹاؤ گی یا میں ہٹاؤں" اس مرد نے معنی خیزی سے کہا اور اپنی قمیض کے بٹن کھولتے مریم کی طرف بڑھا۔دور رہو اسکے اپنی طرف بڑھتے دیکھ مریم پیچھے کو بڑھنے لگی جسے دیکھ وہ مرد مسکرایا اور ایک جھٹکے میں آگے ہوتے اسکی کلائی پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا۔

"چھوڑو۔۔نہیں چھوڑو۔۔مجھے سائیں ! ! ! ! " مریم نے اس سے اپنی بازو چھڑانے کی کوشش کرتے چلاتے شہریار کو پکارا جسے نظر انداز کرتے اس شخص نے مریم کو چارپائی پر پھینکا اور اس کے قریب ہوا۔ "بکواس مت کرنا اب سمجھی" اس مرد نے کہا اور ہاتھ بڑھاتے جھٹکے سے اسکا نقاب اور ڈوپٹہ اتارتے دور اچھالا تو مریم چلائی تھی لیکن وہ اسکی پکار کو نظر انداز کرتے اسکے عبائے کے بٹنز کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا جسے دیکھ مریم نے اسے پیچھے کرنا چاہا

پر وہ نازک لڑکی اسے پیچھے کیسے کر سکتی تھی لیکن اسے خود کو بچانا تھا۔ اسے شہریار کی امانت میں خیانت نہیں ہونے دینی تھی۔ اسے اپنے بچے کی حفاظت کرنی تھی۔یہ سب سوچتے اس نے دائیں بائیں دیکھا اور دائیں طرف اسے خالی لوہے کی بھاری پلیٹ نظر آئی جس میں اس نے ابھی کھانا کھایا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھایا اور جیسے تیسے مزاحمت کرتے اس پلیٹ کو پکڑتے ایک نظر اس آدمی کو دیکھا جو اس کے عبائے کے سارے بٹن کھول چکا تھا اور اگلے ہی پل وہ بھاری پلیٹ اٹھاتے اسکے سر میں دے ماری جس پر وہ کراہتے چارپائی پر ایک طرف گرا اور مریم اسی موقع کا فائدہ اٹھاتے ایک جھٹکے میں اٹھتے وہ پلیٹ زور زور سے اس آدمی کے سر اور منہ پر مارنے لگی جس سے اسکا چہرہ لہو لہان ہوا جبکہ ماتھے پر بھی خون کی لکیر ابھری۔مریم میں ناجانے اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی کہ وہ آدمی بھی اسکے وار سے اپنا بچاؤ نا کر سکا۔"بے غیرت۔ذلیل۔خُر کے بچے" وہ اندھا دھند مارتی جارہی تھی۔مریم نے ایک

آخری ضرب اسکے ناک پر لگائی اور اپنا ڈوپٹہ اٹھائے بغیر ایسے ہی دروازے کی طرف بڑھتے اس نے کنڈی کھولتے دروازہ کھولا لیکن دروازہ کھلتے ہی سامنے کھڑی ہستی کو دیکھ وہ ساکت ہوئی۔ سامنے ہی شہریار ستارہ بائی کے دونوں ساتھیوں کو اندھا دھند مار رہا تھا جنھوں نے یقیناً اسے روکنے کی کوشش کی تھی جبکہ ستارہ بائی ایک طرف کھڑی خوف سے کانپ رہی تھی۔ "سائیں ! !" اسے دیکھ مریم روتے ہوئے چلائی جس پر شہریار کی ہر حرکت رکی۔ اسنے جھٹکے سے گردن اٹھاتے اسے دیکھا جسکا چہرہ رونے سے سرخ تھا۔ عبائے کے سارے بٹن کھلے تھے۔ بال بکھرے تھے جبکہ ڈوپٹہ اسکے وجود پر ہی نہیں تھا۔ "پٹھانی" اس نے ان لڑکوں کو لہو لہان کرتے چھوڑا اور بھاگتے اسکے قریب آتے اسے سینے میں بھینچا۔ "مریم میری جان۔ میں آگیا ہوں میرا بچہ۔ میری پٹھانی تم ٹھیک ہو" شہریار نے اسکا سر چومتے کہا جبکہ مریم تو اسکا حصار پاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ چار دن آج چار دن بعد اس نے یہ

حصار محسوس کیا تھا۔چار دن بعد اسے اپنا آپ زندہ لگا تھا۔اسکا محافظ آگیا تھا۔اللہ نے اسکی سن لی تھی۔وہ اس غلیظ جگہ سے نکلنے والی تھی۔"سس۔۔سائیں۔۔کہاں تھے۔۔آپ۔۔اتنی۔۔دیر۔۔۔کک۔۔کیوں۔۔کر۔۔کردی۔۔سس۔۔سائیں۔۔میر۔۔میرا۔نقاب۔۔اتر۔۔۔گیا۔۔مم۔۔مجھے۔۔غیر۔۔مردوں۔۔۔نے۔۔دد۔۔دیکھا۔۔مجھے۔۔چھو۔۔چھوا۔۔سائیں" مریم نے ہچکیاں بھرتے پوچھا تو شہریار کو لگا اسکی ابھی جان نکل جائے گی۔"آئی آیم سوری۔آئی آیم رئیلی ویری سوری رگِ جاں۔میں وقت پر نا پہنچ سکا۔اور ان لوگوں نے تمھیں چھوا تمھیں بے نقاب دیکھا پر تمھارے سر کی قسم تمھیں بے نقاب دیکھنے والوں کو کچھ دیکھنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا میرا بچہ" شہریار نے کہا اور اسے خود سے پیچھے کرتے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر مریم کے آنسوؤں میں تیزی آئی۔اس نے مریم کو خود سے جدا کیے بغیر اپنی جیب سے موبائل نکالا اور داؤد خان کو کال

ملائی۔ ”داؤد میری بیوی مل گئی ہے دوسری منزل پر دائیں جانب بنے آخری کمرے کو کھول کر اندر آجا وہاں دس کمرے اور ہیں اور ہاں یہاں تین خبیس کھڑے ہیں یہ بھاگ نا سکیں جلدی آ“ شہریار نے کہا تو داؤد خان نے اوکے کہتے فون کاٹا۔ شہریار نے موبائل واپس جیب میں رکھا اور مریم کی کمر کے گرد دونوں بازو مضبوط کرتے اسکے پیر اپنے پیروں پر رکھے اور اسے یونہی سینے سے لگائے اندر کی جانب بڑھا۔ مریم نے پیروں میں چپل نہی تھی اور وہ یوں ننگے پاؤں چلے شہریار کو گوارا نا تھا۔ وہ یونہی اندر داخل ہوا اور آتے ہی اسکی نظر اس آدمی پر پڑی جو چارپائی پر لیٹا کراہ رہا تھا۔ اسکے سر اور منہ سے خون نکل رہا تھا۔ ”یہ تم نے کیا ہے پٹھانی“ شہریار نے پوچھا تو مریم نے اسکے سینے سے چہرہ نکالے بغیر ہاں میں سر ہلایا۔ ”آئی آیم پراؤڈ آف یو مائی لوو“ شہریار نے نرمی سے کہا اور آگے بڑھتے چارپائی کے کنارے پر پڑا مریم کا ڈوپٹہ اٹھاتے اسے اوڑھاتے اسکے چہرے پر نقاب کیا۔ ”شہریار“ ابھی وہ نقاب کرتے کچھ بولتا کہ

داؤد خان کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ ”داؤد میں اس کمرے میں ہوں ان تینوں کو اندر لاؤ“ شہریار نے سپاٹ انداز میں کہا لیکن اسکی آنکھیں مریم پر تھیں جن میں نرمی تھی۔ انس تھا۔ تڑپ تھی۔ ہجر کا درد تھا۔ جبکہ داؤد خان اس کی بات سنتے ان دو لڑکوں کو گھسیٹتے کمرے میں لایا جنھیں شہریار ادھ مرا کر چکا تھا۔ داؤد خان سمجھ گیا تھا یقیناً ان دونوں نے اسے روکنے کی کوشش کی ہونی ہے اور شہریار نے انکی تبھی یہ حالت کی تھی۔ ”یہ لے شہریار“ داؤد خان نے مریم کی طرف دیکھے بغیر اسے کہا تو اس نے نرمی سے مریم کو خود سے ہلکا پیچھے کیا اور ایک گارڈ کو چارپائی پر لیٹے آدمی کو زمین پر پھینکنے کا اشارہ کیا جس پر وہ فوراً عمل کر گیا۔ ”پٹھانی“ شہریار نے نرمی سے اسے پکارا تو اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ”میرا بچہ تم صرف تھوڑی دیر اس کرسی پر بیٹھو گی“ شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر شہریار واپس اسے سینے میں بھینچ گیا۔ ”داؤد دو منٹ میں مجھے نیچے دونوں منزلوں پر موجود مردوں کو مُردہ

دیکھنا ہے" شہریار نے کہا تو داؤد خان نے ہاں میں سر ہلایا اور کمرے کے باہر کھڑے اہلکاروں کو اشارہ کیا جو فوراً ایکٹو ہوئے اور نیچے بڑھے جبکہ وہ چاروں زمین پر بیٹھے خوف سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ شہریار نے اپنا گن والا ہاتھ مریم کے گرد سے ہٹایا اور ان پر گن تانی۔ شہریار نے داؤد خان کو اشارہ کیا جس پر اس نے ایک بٹن دبایا اور اگلے ہی پل شہریار نے ٹریگر دبایا۔ کوٹھے میں موسیقی کی آواز گونج رہی تھی جس پر بہت سی طوائفیں رقص کرتے آنے والوں کو لبھا رہی تھیں۔ شہریار نے ٹریگر دبایا اور اچانک اس موسیقی کی آواز کے ساتھ گولیوں کی آوازیں بلند ہوئی جسے سنتے وہاں بھگ در مچی۔ شہریار ملک اس کمرے میں کھڑا اندھا دھند فائر کر رہا تھا جب کہ گارڈز اور پولیس اہلکار نیچے لوگوں کو گولیوں سے بھون رہے تھے اور طوائفیں اونچی اونچی چلا رہی تھیں۔ رات کی تاریکی میں پورا کوٹھا گولیوں کی آواز سے تھر تھرایا تھا۔ شہریار ملک نے اپنی با پردہ بیوی کو بے نقاب دیکھنے والی ہر آنکھ کو مردہ کر دیا تھا۔ ہر وہ شخص بے

جان پڑا تھا جس نے اسکی بیوی کو حوس سے دیکھا تھا۔ہر وہ شخص مُردوں میں شامل ہوا تھا جس نے اسکی بیوی کو چھونے کی کوشش کی تھی اور ابھی ہر اس فرد کو ایڈوکیٹ شہریار ملک نے موت کے گھاٹ اتارنا تھا جسکی وجہ سے اسکی پٹھانی کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔شہریار نے ستارہ بائی سمیت اس آدمی اور اسکے دونوں ساتھیوں کو گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔وہ دھڑادھڑ انکے مردہ وجود کو گولیوں سے چھلنی کررہا تھا۔اسکا ہاتھ ایک نہیں رکا تھا۔اور آج مریم بھی گولیوں کی آواز سے ڈری نہیں تھی۔بلکہ اپنے محافظ کے سینے سے لگے خود میں سکون اترتا محسوس کررہی تھی۔

"داؤد اپنے اہلکاروں سے کہو یہاں جتنی لڑکیاں ہیں انھیں یہاں سے نکالیں اور سب لوگ باہر جائیں" شہریار نے اپنی گن کی ساری گولیاں ان چار لوگوں کے وجود میں خالی کرنے کے بعد خالی پسٹل داؤد خان کی طرف اچھالتے کہا تو اس

نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ جانتا تھا اس وقت شہریار طوفان بنا ہے جو ایسے نہیں ٹلنے والا تھا۔ اس نے گن اپنی ویسٹ میں لگائی اور اپنے اہلکاروں کو کال کرتے حکم دیا جنھوں نے جی سر کہتے تمام لڑکیوں کو نکالنا شروع کیا اور اگلے پانچ منٹ میں پورے کوٹھے میں دوسری منزل پر ان تینوں کے علاوہ کوئی زندہ شخص موجود نہیں تھا۔ "شہریار ہوگیا پورا کوٹھا خالی" داؤد خان نے اپنے فون پر مخصوص ٹون بجتے ہی کہا جس پر شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور چہرہ جھکاتے مریم کو دیکھا جو ایک لمحے کو بھی پیچھے نہیں ہوئی تھی۔ "داؤد تم بھی جاؤ۔ میں آتا ہوں اور ہاں میری گاڑی اس دکان کے بلکل سامنے کھڑی کرا دینا" شہریار نے مریم سے نظریں ہٹائے بغیر کہا تو داؤد خان ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گیا۔ "مریم" اسکے جاتے ہی شہریار نے نرمی سے اسے پکارا جس پر مریم نے سر اٹھاتے اسے نم آنکھوں سے دیکھا جسکی آنکھوں میں آنسو تھے۔ "سب ٹھیک ہے اب میری جان۔ میں آگیا ہوں تمھارے پاس۔ اب کوئی تمھیں کچھ نہیں

کہے گا۔ تمھارا سائیں اب تمھیں کبھی خود سے دور نہیں ہونے دے گا" شہریار نے نرمی سے اسکی رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا تو مریم کی آنکھوں میں پھر موٹے موٹے آنسو تیرے جنھیں دیکھ اس نے جھکتے بے حد محبت سے اسکی آنکھوں پر لب رکھتے اسکے آنسو چُنے جبکہ اسکی خود کی آنکھوں سے آنسو نکلتے مریم کے چہرے پر گرے جسے اس نے ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔ "رگِ جاں روتے نہیں ہے میرا بچہ" شہریار نے کہا تو مریم نے بغیر کچھ بولے ہاتھ بڑھاتے اسکے چہرے کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے چھوا جس پر شہریار نے اپنی نم آنکھیں موندتے گہری سانس بھری اور نرمی سے اس کی کلائی پکڑتے اسکی کلائی پر لب رکھ گیا۔ "جانتی ہو پچھلے چار دن سے میں ایک زندہ لاش بنے گھوم رہا تھا۔آج تم نے چھوا ہے تو دل پھر دھڑکتے محسوس ہو رہا ہے۔سانس جو سینے میں اٹکی تھی آج رواں ہوئی ہے۔آج اپنا آپ زندہ لگ رہا ہے" شہریار نے اپنی نم آنکھیں کھولتے اسے دیکھا اور نرمی سے اس کی انگلی کی پوروں کو لبوں سے

لگانے لگا جس پر مریم کی سانس ایک لمحے کو تھمی لیکن اسکا لمس روح کو سرور بخش رہا تھا تبھی خاموشی سے بس اسکا چہرہ دیکھنے لگی جو اب اس کے دوسرے ہاتھ کی پوروں کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔ ”آپ جانتے۔۔ہیں ان چار۔۔دنوں میں۔۔میں نے موت کو بہت قریب سے۔۔دیکھا ہے۔۔اور۔۔۔آج تو سمجھ۔۔مر“ مریم کی بات مکمل ہونے سے پہلے شہریار نے تڑپ کر اسکے ہونٹوں پر اپنا بھاری بھرکم ہاتھ رکھا۔ ”ایسا مت کہو پٹھانی۔بڑی تڑپ کے بعد تم مجھے ملی ہو تمھیں کچھ ہو گیا تو میری روح جسم چھوڑ دے گی“ شہریار نے نرمی سے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے کہا تو مریم نے آنکھیں موندیں۔ ”غیر۔۔محرم نے مجھے۔۔دیکھا۔۔سائیں۔۔مجھے چھوا۔۔کیسے نا کہوں۔۔مجھے سکون۔۔نہیں۔۔آرہا یہ۔۔سوچ میری۔۔جان لے۔۔رہی ہے۔۔کہ۔۔میں ناپاک۔۔ہو گئی ہوں“ مریم نے سرگوشی کی تو شہریار نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا اور نرمی سے اسکا چہرہ

ہاتھوں میں تھام گیا۔ ”تمھیں دیکھنے والے غیر محرموں کو ابدی نیند سلا چکا ہوں میں پٹھانی۔ تمھیں چھونے والے حیوان کو اسکی حیوانیت سمیت ابھی جلا کر راکھ کروں گا۔ اگر اس سے بھی تمھیں سکون نہیں مل رہا تو بتاؤ کیا کروں۔ بیچ چوراہے میں انھیں لٹکا کر پتھر ماروں۔ یا کسی گہری کھائی میں پھینکوا دوں یا ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں کو کھلاوں جو کہو گی وہی ہوگا بس یہ مت سوچو کہ تم ناپاک ہوگئی ہو۔ شہریار ملک سے پوچھو تم کس قدر پاک ہو۔ کس قدر معصوم ہو۔ تم تو اس قدر مقدس ہو پٹھانی ہو کہ تمھاری سوچ بھی گناہگار انسان کے گناہوں کو دھو دے تم بھلا ناپاک کیسے ہو سکتی ہو“ شہریار نے کہا تو مریم آنکھیں کھولتے اسے دیکھنے لگی۔ ”اس نے۔۔مجھے چھوا سائیں“ مریم نے کہا تو شہریار نے ہلکا سا پیچھے ہوتے اسکی ٹھوڑی تھامتے ان چار لاشوں کی سمت کیا۔ ”وہ دیکھ رہی ہو۔ تمھیں چھونے والا کیسے لہو لہان بے جان پڑا ہے اس نے تمھیں چھوا۔ میں نے اسے کسی اور کو چھونے کے قابل بھی نہی چھوڑا“

شہریار نے اس مردہ شخص کی طرف اشارہ کرتے کہا تو مریم نے اس شخص کے مردہ وجود کو ایک نظر دیکھتے اسے دیکھا۔ "مجھے گھر لے جائیں" مریم نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جو حکم میری پٹھانی" شہریار نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر مریم نے آنکھیں موندتے اسکے لمس کو روح میں سکون کی مانند اتارا۔ شہریار نے کافی دیر بعد اسکے ماتھے سے لب ہٹائے اور جھکتے بے حد نرمی سے اسے اپنے توانا بازوؤں میں اٹھاتے کسی ننھے بچے کی طرح اپنے سینے میں بھینچ گیا جبکہ مریم بھی دونوں ہاتھوں سے اسکی سیاہ شرٹ مٹھیوں میں بھینچی اور اسکے سینے پر سر رکھتے اسکا چہرہ دیکھنے لگی۔ شہریار اسے یونہی اپنی باہوں میں اٹھائے پہلی منزل پر آیا جہاں مختلف لوگوں کی لاشیں گری ہوئی تھیں اور انھی سیڑھیوں کی طرف بڑھا جہاں سے وہ آیا تھا۔ شہریار انتہائی احتیاط سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ وہ اتنی احتیاط سے اتر رہا تھا کہ اسے دیکھنے سے ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ وہی شہریار ملک ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے

دو دو سیڑھیاں پھلانگتے اوپر آرہا تھا پر اب اسکی باہوں میں اسکا سکون تھا وہ بھلا کیوں کوئی جلدی مچاتا۔ شہریار ایک نظر جھکاتے اسے دیکھا جو یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔وہ مدھم سا مسکرایا اور دوبارہ پھر نیچے اترنے لگا۔ چند سیکنڈ میں ہی وہ نیچے آتے دروازے کو پاؤں سے کھولتے باہر نکلا اور چلتے اپنی گاڑی کے پاس آیا جو داؤد خان نے دکان کے سامنے کھڑی کروا دی تھی۔اس نے گاڑی کے قریب جاتے ایک ہاتھ سے دروازہ کھولا اور مریم کو نرمی سے اندر بٹھاتے اسے دیکھا جو سہمی آنکھوں سے اسے دیکھتے اس کی شرٹ پر پکڑ مضبوط کر گئی تھی۔ ”رگِ جاں میں کہیں نہیں جارہا۔بس ایک منٹ میں آیا۔داؤد سے ایک بات کرلوں پھر میں اپنی پٹھانی سے ایک پل کیلئے بھی دور نہیں جاؤں گا۔ میرا بچہ یہاں بیٹھے میں بس آرہا ہوں۔ڈرنا نہیں ہے اب میری پٹھانی نے۔ میں یہیں ہوں اب تمھارے پاس اور میرے ہوتے میری پٹھانی کے سائے کو بھی کوئی نہیں چھو سکتا“ شہریار نے نرمی سے اسکی رخسار سہلاتے کہا تو مریم

نے ہولے سے ہاں میں سر ہلایا اور اس کی شرٹ کو چھوڑا جس پر شہریار نے نرمی سے اسکا سر چوما اور اسے آنکھوں سے تسلی دیتے دروازبند کرتے داؤد خان کی طرف بڑھا جو اسد کے ساتھ کھڑا تھا۔ اسد ابھی کچھ دیر پہلے ہی پہنچا تھا اور داؤد خان سے ساری بات سن چکا تھا۔ "بھائی مبارک ہو گڑیا مل گئی" اسد نے آگے بڑھتے شہریار کے گلے لگتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "خیر مبارک۔ جزاک اللہ" شہریار نے کہا تو وہ اس کی کمر تھپتھپا گیا اور پیچھے ہوا۔ "مبارک ہو ایڈوکیٹ صاحب" اسد کے پیچھے ہوتے داؤد خان نے اسے گلے لگایا۔ "خیر مبارک اور بہت شکریہ داؤد تمھاری مدد کے بغیر میں اپنی پٹھانی کو نا ڈھونڈ پاتا" شہریار نے کہا تو وہ مسکراتے پیچھے ہوا۔ "کوئی بات نہیں۔ میرا فرض تھا۔ اچھا یہ بتاؤ کوٹھا کیوں خالی کرایا ہے" داؤد خان نے پوچھا تو اسکے چہرے پر سفاک مسکراہٹ آئی۔ "جس جگہ میری پٹھانی پر ظلم کیا گیا ہے۔ اس جگہ کا نام و نشان شہریار ملک نا مٹائے ایسا ناممکن ہے" شہریار نے کہتے ایک گارڈ کو اپنے

پاس بلایا جو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسکے سامنے سر جھکاتے کھڑا۔ "پیٹرول لاؤ اور اس کوٹھے کو آگ لگا دو" شہریار نے کہا تو گارڈ نے ہاں میں سر ہلایا اور شہریار کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر کھڑی گاڑی کی طرف بڑھتے اسکی ڈکی سے پٹرول کی بڑا والا گیلن لایا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کوٹھے پر چھڑکنے لگا جبکہ شہریار چلتے اپنی گاڑی کے پاس آتے کھڑا ہوا تاکہ مریم کو وہ نظر آتا رہے۔ "سر ہوگیا" دو منٹ بعد گارڈ نے اسے آتے بتایا تو اس نے اسد کو اشارہ کیا جس نے اسکا اشارہ سمجھتے اپنی جیب سے لائٹر نکال کر جلاتے اس کوٹھے کے دروازے پر پھینکا اور ایک لمحہ لگا تھا اس جگہ کو آگ پکڑنے میں۔ کوٹھا چونکہ آبادی سے کچھ دور ایک الگ جگہ پر تھا تبھی یہاں زیادہ لوگ نا تھے۔ شہریار نے ایک نظر اس جلتی ہوئی غلیظ جگہ کو دیکھا پھر فوراً اپنی گاڑی میں بیٹھتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا۔ "کیا ہوا پٹھانی" اسکے اندر آتے ہی مریم نے دونوں ہاتھوں سے اسکی بازو پکڑی جس پر شہریار نے فوراً اسکے ہاتھ پر ہاتھ

رکھتے پوچھا۔ "گھر۔۔جانا۔۔ہے سائیں" مریم نے کہا تو اسکے لہجے میں ڈر محسوس کرتے شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور نرمی سے اس کی نازک کمر کو اطراف سے پکڑتے اسے احتیاط سے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھا گیا۔ "میرا بچہ ہم گھر ہی جا رہے ہیں۔ میری پٹھانی ڈر کیوں رہی ہے" شہریار نے نرمی سے پوچھا تو مریم نے اسکے سینے پر سر رکھا۔ "مجھے۔۔اس جگہ۔۔۔سے دور۔۔جانا ہے۔ ۔سائیں" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکا سر چوما اور ایک ہاتھ اس کے گرد مضبوطی سے باندھتے دوسرے سے گاڑی سٹارٹ کرتے گھر کی جانب موڑ گیا۔ جبکہ ان کے جاتے ہی اسد اور داؤد خان بھی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے گھر کو روانہ ہوئے۔

۔۔۔

کیے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔جب کہ وہ ابھی ابھی اٹھا تھا اور اٹھتے ہی اس سے چپک گیا تھا۔دوسری طرف میشائم جو پُرسکون سی تیار ہو رہی تھی اسکے یوں اچانک حصار میں لینے تضاد گردن پر اسکا لمس محسوس کرتے اسکا چہرہ گلابی ہوا جس پر ماہ دیر نے محظوظ ہوتے اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے اسے دیکھنے لگا۔" گڈ۔۔مارننگ۔چھوڑیں۔۔مجھے" میشائم نے اسکے یوں دیکھنے پر منمناتے کہا تو وہ مسکرایا۔"کیوں چھوڑوں میری جان۔کیا آج تک تمھیں تمھارے کہنے پر چھوڑا ہے۔ابھی تو کل رات کی ہی بات ہے تم نے کہا تھا دِیر چھوڑ دیں پر میں نے چھوڑا نہیں تھا البتہ ہمم" ماہ دیر نے کہتے بات ادھوری چھوڑی تو میشائم کے جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا۔اسے ماہ دیر کی گستاخیاں، اسکی سرگوشیاں یاد آئیں جس نے اسے سمٹنے پر مجبور کیا جبکہ اسکا سرخ چہرہ دیکھ وہ قہقہہ لگا گیا۔"کیا ہوا میشی تم لال کیوں ہو رہی ہو" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو میشائم نے آئینے میں سے اسے گھورا جو اپنی باتوں

سے اسے سمٹنے پر مجبور کررہا تھا اور پوچھ رہا تھا کہ کیا ہوا۔ ”دِیر چھوڑیں مجھے۔آپ دن بدن بڑے بے شرم ہوتے جارہے ہیں“ یشائم نے اسکے پیٹ میں ہلکی سی کُہنی مارتے کہا تو وہ ہنسا۔ ”ویسے مجھے تو لگا تھا کہ میں دن بدن پیار ہوتا جارہا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے آنکھیں گھمائی۔ ”بڑا ہی کوئی غلط لگا آپکو“ یشائم نے کہا تو اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ”اچھا پھر جب میں سوتا ہوں تو مجھے دیکھتی کیوں رہتی ہو بلکہ نا صرف دیکھتی ہو باقائدہ میرے بالوں سے بھی کھیلتی ہو“ ماہ دیر نے اسکے کان میں سرگوشی کی تو اسکی آنکھیں پھیلیں۔ ”ایسا کچھ۔۔نہیں ہے“ یشائم نے خود کو پُراعتماد دکھانے کی ناکام کوشش کی جس پر ماہ دیر نے آئی برو اچکائی اور اسے یوں دیکھا گویا کہنا چاہ رہا ہو دوبارہ سوچ لو۔ ”دیکھیں میں جھوٹ نہیں بولتی۔آپ نے یقیناً خواب دیکھا ہوگا“ یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اس بات پر پکی رہنا اب متاعِ جان“ ماہ دیر نے اس کا کندھا چومتے کہا اور سیدھے ہوتے اسے اپنے حصار سے آزاد

کرتے بیڈ سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھتے وہاں سے اپنا فون اٹھا کر واپس اس کے پاس آتے عین اسکے سامنے کھڑا ہوا۔ "کیا ہوا فون کیا کرنا ہے صبح صبح" میشائم نے اسکو دیکھتے پوچھا جسکی انگلیاں سکرین پر ناچ رہی تھیں۔ "بتاتا ہوں بلکہ نہیں دکھاتا ہوں میرا بچہ ایک منٹ" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے دیکھا جو اب مسکراتے آنکھیں نچاتا بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ "یہ دیکھو میشی بیگم" ماہ دیر نے موبائل سکرین اسکی طرف کرتے کہا تو میشائم نے موبائل کو دیکھا اور اگلے ہی پل اسکی آنکھیں پھیلیں جبکہ چہرہ تپ کر انگارہ ہوا کیونکہ سکرین پر چلتا منظر اسکو جھوٹا ثابت کر چکا تھا۔ سکرین میں سامنے وہ دونوں تھے جہاں ماہ دیر پُرسکون سا بیڈ پر سویا ہوا تھا جبکہ میشائم اسکے قریب بیٹھی مسکراتے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ ویڈیو آج صبح کی تھی جب وہ فجر کی نماز پڑھتے دوبارہ سو گیا تھا جبکہ وہ بیٹھی اسے نہار رہی تھی پر اس نے یہ کب اور کیسے بنائی تھی۔ "تو بیوی اب بھی جھوٹ

بولنا ہے کیونکہ صبح میں نے خود موبائل سیٹ کیا تھا معلوم تو مجھے دو دن سے ہے پر آج سوچا ایک ثبوت رکھ لوں " ویڈیو ختم ہوتے ہی ماہ دیر نے اس کی نازک کمر کے گرد دونوں بازو حمائل کرتے پوچھا تو اس نے چہرہ

جھکایا۔ "ارے چہرہ نا جھکاؤ میری جان۔یہ بتاؤ شرم نہیں آتی سوئے ہوئے مرد کو تاڑتے بلکہ نا صرف تاڑنا تم تو چھوتی بھی ہو۔ اللہ معاف کرے کیا زمانہ آگیا ہے توبہ توبہ" ماہ دیر نے مصنوعی تاصف سے کہتے دونوں کانوں کو ہاتھ لگایا تو یشائم جو تب سے شرم سے سر جھکائے کھڑی تھی اسکی بات سنتے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے گھورنے لگی۔ "کیا ہے گھور کیوں رہی ہو جواب دو سوئے ہوئے مرد کو یوں تاڑتے شرم نہیں آئی" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا تو یشائم کے لاتعداد بل پڑے جسے دیکھ اس نے زبان دانتوں تلے دبائی۔وہ جانتا تھا وہ اسکا ٹائیگریس موڈ آن کرچکا ہے اور اب اسکی خیر نہیں ہے۔ "میری بات سنیں آپ۔بیوی ہوں میں آپکی۔میں آپکو تاڑنے کا اور آپکو چھونے کا بلکہ آپ پر ہر

طرح کا حق رکھتی ہوں اور میں چاہے آپ کی نیند کا فائدہ اٹھا کر آپکو دیکھوں یا چاہے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ مجھے ٹوک نہیں سکتے۔ کیونکہ میں آپکی بیوی ہوں میشائم ماہ دیر سکندر۔ جس سے نکاح کرنے کیلئے آپ سوات سے مانسہرہ آئے تھے اور مجھے ہاسپٹل کے کمرے میں شادی کیلئے پرپوز کیا تھا۔ آئے بڑے سوئے ہوئے مرد" میشائم نے غصے سے کہا تو ماہ دیر نے گلا تر کیا۔ "کول ٹائیگر یس کول۔ میں مذاق کر رہا تھا میرا بچہ" ماہ دیر نے فوراً لائن پر آتے کہا جس پر میشائم نے آنکھوں کو چھوٹا کرتے منہ پھلایا۔ اب اگر وہ لاڈ اٹھا رہا تھا تو وہ کیوں جلدی مانتی۔ "آپ نا اپنے مذاق کو لے کر بھاڑ میں جائیں۔ بات مت کریے گا اب مجھ سے" میشائم نے انگلی اٹھاتے وارن کیا جس پر ماہ دیر نے اسکی کمر کے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے معصوم شکل بنائی۔ "اچھا نا سوری مذاق کر رہا تھا۔ میں تو تمھارا پیارا شوہر ہوں نا۔ تمھارا دِیر اب اپنے دِیر سے ناراض ہوگی" ماہ دیر نے اس کے کندھے پر سر رکھتے معصوم بچے کی طرح کہا تو

میشائم ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا اٹھی۔ "کتنے تیز ہیں آپ۔ اچھے سے جانتے ہیں میں آپ سے زیادہ ناراض نہیں رہ سکتی تبھی ایسی حرکتیں کرتے میرا غصہ زائل کردیتے ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکی گال پر لب رکھ گیا۔ "اب کیا کروں اتنی پیاری بیوی کو خود سے خفا نہیں رہنے دے سکتا" ماہ دیر نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "مسکے لگانا کوئی آپ سے سیکھے" میشائم نے اسکی دونوں رخساروں پر نرمی سے چٹکی کاٹتے کہا۔ "اور شوہر کو تاڑنا کوئی تم سے سیکھے" ماہ دیر نے بھی اسی کے انداز میں اسکی رخساروں پر چٹکی کاٹتے کہا تو میشائم قہقہہ لگا گئی جس پر ماہ دیر بھی ہنس پڑا۔ "اچھا چلیں اب بس کریں۔ فریش ہوں جلدی سے پھر باہر چلیں۔ حوریہ یقیناً جاگ گئی ہوگی اور اس نے مہرو اور ضرار بھائی کو بھی جگا دیا ہوگا" میشائم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے مسکرایا کیونکہ کل اسکی لٹل ہائنس ضد کرکے اپنی اپھو اور چاچو کے پاس سوئی تھی جس پر مہر ماہ نے بھی چہکتے میشائم سے کہا تھا کہ حوریہ کو اس کے پاس

سونے دے جس پر یشائم اور ماہ دیر نے مسکراتے اسے لے جانے دیا تھا۔ "ہاں یہ تو ہے۔چلو میں پانچ منٹ میں آیا پھر باہر چلتے ہیں" ماہ دیر نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی جس پر وہ مسکراتے واش روم میں بند ہوا جبکہ وہ بیڈ پر بیٹھتے اسکا انتظار کرنے لگی۔

"پٹھانی" شہریار نے جھکتے مریم کے ماتھے پر لب رکھتے اسے پکارا جو سو رہی تھی۔وہ پچھلے دو گھنٹوں سے جاگتے اسے دیکھ رہا تھا۔جبکہ مریم کل رات سے سو رہی تھی۔وہ بس ایک بار فجر کی نماز پڑھنے اٹھی تھی اسکے بعد شہریار نے اسے دودھ کا گلاس دیا تھا جسے پیتے وہ پھر سو گئی تھی جس پر شہریار نے بھی کوئی بات کیے بغیر اسے سونے دیا تھا۔وہ جانتا تھا یہ چار دن جتنے اسکے لیے مشکل تھے اس سے کہیں زیادہ اس کی پٹھانی کیلئے تھے۔مریم کل رات راستے میں ہی اسکی گود میں بیٹھی بیٹھی سو گئی تھی۔جس پر شہریار نے اسے نا جگایا بلکہ اسے

سونے دیا۔کل رات ان کے گھر آتے ہی عالمگیر خان نے مریم سے ملنے کی خواہش کی تھی لیکن پھر مریم کی کنڈیشن کا شہریار سے سنتے انھوں نے مریم کا ماتھا چومتے یہ خواہش دل میں دباتے صبح ملنے کا فیصلہ کیا۔اب دس بج رہے تھے جب عالمگیر خان نے اسکے روم کا دروازہ نوک کرتے مریم کا پوچھا تھا جس پر شہریار نے تھوڑی دیر تک آنے کا کہا اور اب مریم کو اٹھا رہا تھا تاکہ وہ مریم کو اسکے بابا سے ملا دے اور ساتھ ہی اس سے وہ بات پوچھے جو اسے رات سے تنگ کر رہی تھی۔وہ جاننا چاہتا تھا کیا مریم واقعی اپنے وجود میں ان دونوں کی اولاد کو پال رہی ہے یا پھر اس عورت نے اپنی طرف سے کہا تھا۔"مریم میرا بچہ اٹھ جاؤ" شہریار نے نرمی سے اسکے بالوں کو سہلاتے کہا تو مریم نے اب کی بار کسمساتے آنکھیں کھولتے سامنے دیکھا۔خود کو ایک انجان جگہ دیکھ اسکی آنکھوں میں ایک پل کیلئے خوف نمودار ہوا لیکن شہریار پر نظر پڑتے ہی وہ پُرسکون ہوئی۔"میری جان یہاں تمھارے سائیں کے علاوہ کوئی نہیں ہے

ڈرتے نہیں میرا بچہ "شہریار نے نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو مریم اس کی طرف کھسکی اور کسی ننھے بچے کی طرح اس کی شرٹ کو مٹھی میں جکڑتے اسے دیکھنے لگی۔ "کیا ہوا میری پٹھانی کو" شہریار نے محبت سے اس کے بال سہلاتے پوچھا۔ "مجھے خود سے دور مت کریں سائیں۔ میرے پاس رہیں" مریم نے کہا تو شہریار نرمی سے مسکرایا۔ "میری زندگی میں تمھیں خود سے دور کیسے کر سکتا ہوں۔ تم تو میرے جینے کی وجہ ہو تمہیں تو تاعمر اپنے حصار میں قید رکھوں گا تمھیں دور کرنے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کے سینے سے گال ٹکاتے اسے دیکھنے لگی جس پر وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ "سائیں" مریم نے اسے مدھم آواز میں پکارا۔ "جی سائیں کی جان" اس نے محبت سے چور لہجے میں جواب دیا۔ "سائیں آپ نے اتنی دیر کیوں کردی۔ کیا چار دن آپکو میری یاد نہیں آئی" مریم نے پوچھا تو شہریار کے چہرے پر اذیت نمایاں ہوئی۔ "میں نے تمھیں ہر سانس کے

ساتھ یاد کیا پٹھانی۔ میری ایک ایک دھڑکن تمھارے نام کی مالا جپ رہی تھی۔ میرے لہو کا ایک ایک قطرہ تمھیں پکار رہا تھا۔ میں نے تمھیں اتنا یاد کیا پٹھانی کہ اگر تم نا ملتی تو تمھارا سائیں آج زندہ نا ہوتا اور دیر میں نے نہیں کی رگِ جاں میں نے بہت ڈھونڈا تمھیں۔ ہر جگہ ہر گلی ہر کونہ تمھاری تلاش کی۔ میں نے لاہور الٹ دیا پر تم مجھے نہیں ملی۔ جانتی ہو میں نے تمھیں اس پورے شہر میں ایسے ڈھونڈا جیسے لوگ سکون ڈھونڈتے ہیں" شہریار نے کہا مریم نے گہری سانس بھری۔ "میں نے آپکو ہر لمحہ پکارا سائیں۔ اس جگہ میرا دم گھٹتا تھا تب میں خیالوں میں آپ سے باتیں کرتی تھی۔ آپ جانتے ہیں میں نے اللہ سے بہت دعا کی کہ وہ آپکو ہمارے پاس بھیج دیں اور دیکھیں اللہ نے میری سن لی اللہ نے آپکو ہمارے پاس بھیج دیا" مریم نے اس کی گال کو اپنی پور سے چھوتے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "ہمارے پاس؟" شہریار نے پوچھا تو مریم کے گال بے ساختہ گلابی ہوئے جب کہ پلکیں شرم سے جھکیں جس پر شہریار کا دل

دھڑکا۔ "بتاؤ پٹھانی ہم کا کیا مطلب ہے" شہریار نے اسے سیدھا کیا اور خود کہنی کے بل ہوتے ہلکا سا اس پر سایہ فگن ہوا۔ "وہ۔۔سائیں" مریم نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی دروازہ نوک ہوا جس پر ان دونوں نے بیک وقت دروازے کو دیکھا جہاں سے عالمگیر خان کی آواز آرہی تھی جو شہریار کو پکار رہے تھے جس پر شہریار مسکرایا جبکہ مریم حیران ہوئی۔بھلا عالمگیر خان یہاں کیا کررہے تھے۔ "ہم اس بارے میں بعد میں بات کرتے ہیں۔پہلے انکل سے مل لیں" شہریار نے جھکتے اسکے ہونٹوں کو نرمی سے چھوا اور بیڈ سے کھڑے ہوتے دروازے کی طرف بڑھا جسے دیکھ مریم جلدی سے اٹھ بیٹھی اور اپنا ڈوپٹہ پکڑتے سر پر اوڑھتے اپنے سرخ چہرے پر نقاب کیا۔ "میری گڑیا اٹھ گئی" عالمگیر خان نے بے قراری سے پوچھا تو شہریار نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا اور دروازے سے پیچھے ہٹتے انھیں اندر آنے کا رستہ دیا جس پر وہ فوراً اندر آئے اور مریم کو دیکھا جو بیڈ پر نقاب کیے بیٹھی تھی۔اسے دیکھتے عالمگیر خان کی

آنکھیں نم ہوئیں۔ ”اسلام علیکم انکل“ انھیں اندر آتے دیکھ مریم نے انھیں سلام کیا جس پر وہ بغیر کچھ بولے اسکے پاس گئے اور اسے سینے سے لگا گئے جس پر مریم ساکت ہوئی جبکہ شہریار مسکرایا۔ ”میری گڑیا۔بابا کی جان“ عالمگیر خان نے اسکا سر چومتے کہا تو مریم کا سکتہ ٹوٹا جبکہ بابا لفظ سنتے اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے شہریار کو دیکھا جس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”انکل۔۔۔

آپ۔۔بابا۔۔کیا۔۔۔ مطلب“ مریم نے شہریار کے مثبت جواب کے بعد بھی پوچھا تو عالمگیر خان اسکے سامنے بیڈ پر بیٹھے اور نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ ”میرا بچہ میں آپکا بابا ہوں۔ آپ میری گڑیا ہو۔ میری بیٹی۔ اپنے بابا کی جان ہو آپ میرا بیٹا“ عالمگیر خان نے کہا تو مریم بے یقینی سے انھیں دیکھنے لگی۔ ”آپ۔۔میرے۔۔ بابا۔۔ہیں“ مریم نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی میرا بچہ میں آپکا بابا ہوں اور آپ میری گڑیا ہو جسے کچھ ظالموں نے اغوا کر لیا تھا بیس سال پہلے۔ آپکو اور آپکی بہن کو ان لوگوں نے ہم سے

جدا کردیا تھا" عالمگیر خان نے کہا تو مریم کی آنکھیں نم ہوئیں۔وہ فہمیدہ خان سے ساری بات سن چکی تھی پر وہ کہاں جانتی تھی وہ اسکے والدین ہی ہیں جو اپنی بیٹیوں کیلئے تڑپ رہے تھے۔اس نے کتنی بار دعا کی تھی کہ اسکے ماں باپ بھی انکی طرح ہو پر یہی اسکے ماں باپ ہیں اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔"آپ۔۔ سچی میرے۔۔بابا ہیں" مریم نے انکا ہاتھ تھامتے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔"جی میری جان۔۔میں آپکا بابا۔۔ہوں۔۔میری گڑیا۔۔ اپنے بابا کے سینے سے نہیں۔۔لگے گی آپ" عالمگیر خان نے اسکے ہاتھ پر شفقت سے بھرپور بوسہ دیتے کہا جس پر وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر انکے سینے سے لگی۔"بابا۔۔۔آپ۔۔جھوٹ۔۔نہیں۔۔بول رہے۔۔نا۔۔آپ۔۔ سچی میرے۔۔بابا۔۔ہیں نا" مریم نے ان کے سینے سے لگتے ہچکیاں بھرتے پوچھا جس پر عالمگیر خان نے اسکا سر چوما۔"میرا بچہ میں بلکل جھوٹ نہیں بول رہا۔آپ میری گڑیا ہو جسے میں اور آپکی مورے بیس سال سے ڈھونڈ رہے

ہیں" عالمگیر خان نے کہا تو مریم کے رونے میں اضافہ ہوا جبکہ انکے لمس پر دل سکون میں ہوا۔وہ لمس وہ پیار جسکے لیے وہ بچپن سے تڑپی تھی آج وہ اسے مل رہا تھا۔اسے اسکے بابا مل گئے تھے آنکھیں کیسے نا بھیگتیں جبکہ عالمگیر خان بھی اپنی بیٹی کو سینے سے لگاتے اپنا غم بھول گئے تھے۔"بابا۔۔آپ۔۔

میرے۔۔پاس کیوں۔۔نہیں آئے۔۔بابا میں لاہور۔۔میں

تھی۔۔آپ۔۔میرے۔۔پاس کیوں نہیں۔۔تھے" مریم نے روتے ہوئے پوچھا تو وہ اسکا سر سہلانے لگے جبکہ شہریار نم آنکھوں سے ان دونوں کو چہرے پر مسکراہٹ سجائے دیکھ رہا تھا۔"بابا کی جان کا ٹکڑا۔میں نے آپکو بہت ڈھونڈا میرا بچہ پر آپ اور آپکی بہن نہیں ملیں۔اب بھی مہرماہ کے بھائی کی وجہ سے مجھے آپ دونوں ملیں ہیں ورنہ شاید اب میں آپ دونوں سے نا مل پاتا"

عالمگیر خان نے کہا تو شہریار اور مریم دونوں نے نا سمجھی سے انھیں دیکھا۔"ماہ۔۔دیر۔۔بھائی کی۔۔وجہ سے؟" مریم نے پوچھا تو انھوں نے ہاں

میں سر ہلایا۔ ”جی میری جان ماہ دیر کی وجہ سے۔ وہ آپکی بڑی جڑواں بہن میشائم کا شوہر ہے“ عالمگیر خان نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا اور اسکے ماتھے پر لب رکھے تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس انکے سینے سے لگی جس پر عالمگیر خان اسے سینے میں بھینچ گیا۔ انکی دوسری بیٹی بھی انکے پاس آگئی تھی۔ اللہ کا شکر وہ کیسے ادا کرتے انھیں سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اس رحمان و رحیم ذات نے انکے سارے دکھ دور کردیے تھے۔ ”بابا“ مریم نے انکے سینے سے سر اٹھاتے بغیر انھیں پکارا۔ ”جی بابا کی جان“ عالمگیر خان نے شفقت سے جواب دیا۔ ”بابا مورے اور میشائم کہاں ہیں“ مریم نے پوچھا تو وہ مسکراتے اس کا سر چوم گئے۔ ”میری جان وہ سوات میں ہیں۔ میں بھی سوات میں تھا لیکن مجھے جب آپکا پتا لگا تو میں یہاں آگیا اپنی گڑیا کے پاس“ عالمگیر خان نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ وہ اسکے لیے سوات سے یہاں آئے تھے۔

”بابا۔۔مجھے آپکی اور مورے کی۔۔یاد۔۔آتی تھی۔۔جب مجھے۔۔ڈر لگتا

تھا۔۔تب۔۔اور جب کوئی۔۔مجھ پر غصہ۔۔کرتا تھا۔۔تب بھی اور جب۔۔مجھے کوئی یتیم کہتا تھا۔۔آپکو پتا ہے۔۔مجھے آپ اور مورے۔۔اچھے نہیں لگتے تھے۔۔کیونکہ مجھے لگتا تھا۔۔آپ دونوں نے مجھے چھوڑ۔۔دیا۔۔آپ لوگوں نے۔۔مجھے بوج" مریم کی بات پوری ہونے سے پہلے عالمگیر خان نرمی سے اسکی بات کاٹ گئے۔"میرا بچہ۔آپ اور میشائم اپنے مورے بابا کی کل کائنات ہیں بچہ۔بیٹیاں بوجھ نہیں ہوتیں۔بیٹیاں تو رحمت ہوتی ہیں اور آپ دونوں تو اللہ کا خاص تحفہ تھی ہمارے لیے آپکو بھلا کیسے خود سے دور کرسکتے ہیں میرے جگر کا ٹکڑا" عالمگیر خان نے کہا تو مریم کے ہونٹ کپکپائے۔"سوری۔۔بابا۔۔میں۔۔آپ کو اور مورے۔۔کو غلط سمجھتی۔۔تھی۔۔پر بابا یتیم۔۔کی زندگی۔۔آسان نہیں۔۔ہوتی" مریم نے کہا تو عالمگیر خان نے نرمی سے اسکا سر سہلایا۔"میری گڑیا آپ یتیم نہیں ہو۔آپکے مورے بابا زندہ ہیں اور اب اپنی گڑیا کے پاس ہیں۔اب ایسا نہیں کہنا" عالمگیر خان نے کہا تو

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میں نہیں کہوں گی۔ پر آپ وعدہ کریں اب مجھے کبھی چھوڑ کر نہی جائیں گے۔ آپکو پتا ہے بابا میں آپکے اور مورے کے لمس کے لیے بڑا ترسی ہوں“ مریم نے کہا تو وہ اس کا ماتھا چوم گئے۔ ”بابا صدقے جائیں اپنی گڑیا کے۔ میں کبھی اپنی گڑیا کو نہیں چھوڑ کر جاؤں گا۔ ہمیشہ اپنے بیٹے کے پاس رہوں گا۔ اور اپنے بچے کو ڈھیر سارا پیار کروں گا“ عالمگیر خان نے کہا تو وہ مسکرائی اور واپس ان کے سینے سے لگی جس پر وہ بھی نرمی سے اس کا سر سہلانے لگے۔ جبکہ شہریار تو اپنی پٹھانی کی خوشی دیکھتے آیت الکرسی پڑھتے اسکی نظر اتارتے نہیں تھک رہا تھا۔ ”بابا مجھے مورے اور یشائم سے ملنا ہے“ مریم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا مل لینا۔ پہلے میرا بیٹا ٹھیک ہو جائے پھر چلیں گے یا انھیں یہاں بلا لیں گے ٹھیک ہے“ عالمگیر خان نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بابا مورے کو میرا پتا ہے اور یشائم کو“ مریم نے چہرہ اٹھاتے ایکسایٹڈ ہوتے پوچھا۔ ”سب کو پتا ہے اور

آپ کی مورے میشائم اور حوریہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں اور میں تو کرتا ہی ہوں" عالمگیر خان نے کہا تو ان دونوں نے انھیں دیکھا۔ "بابا حوریہ کون ہے" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرائے۔ "حوریہ آپکی بھانجی ہے۔ میشائم کی دو سالہ بیٹی" عالمگیر خان نے کہا تو اسکے چہرے پر بڑی سی مسکان آئی۔ "سچی بابا میشائم کی بیٹی بھی ہے۔ بابا مجھے اس سے بھی ملنا ہے" مریم نے کسی بچے کی طرح کہا تو وہ ہنسے اور اسکا سر چوم گئے جبکہ شہریار بھی اسکے انداز پر مسکرایا۔ "اچھا بابا کی گڑیا مل لینا" عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پٹھانی اب جلدی سے فریش ہوجاؤ پھر انکل کے ساتھ ہی ناشتہ کرلینا۔ تم نے رات سے کچھ نہیں کھایا" شہریار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بابا میں فریش ہوجاؤں آپ یہیں بیٹھنا باہر نہیں جائیے گا۔ میں بس آتی ہوں" مریم نے کہا اور بیڈ سے کھڑے ہوتے جلدی سے واش روم میں بند ہوئی جس پر وہ دونوں مسکرائے۔ "مبارک ہو انکل" شہریار نے

ان کے پاس آتے کہا۔ ”خیر مبارک۔ بہت شکریہ شہریار میری بیٹی کو یوں خوش رکھنے کیلئے“ عالمگیر خان نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”انکل مریم صرف آپکی بیٹی نہیں میری کل کائنات بھی ہے اور اپنی کل کائنات کو خوش رکھوں گا تبھی میں خوش رہوں گا۔ اسکے ہونے سے میری زندگی میں رنگ ہیں۔ وہ میرا عشق ہے انکل اسکی مسکراہٹ سلامت رکھنا میرا فرض ہے“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائے۔ ”اللہ پاک کا شکر ہے میری دونوں بیٹیوں کو بہترین ہمسفر ملے ہیں جو انکی قدر کرتے ہیں“ عالمگیر خان نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”ویسے انکل مہرماہ کا بھائی یشائم گڑیا کا شوہر ہے آپکو کیسے پتا لگا اور آپ کو اپنی دونوں بیٹیوں کا کیسے پتا لگا“ شہریار نے دل میں مچلتا سوال پوچھا جس پر عالمگیر خان نے مسکراتے انھیں ناصر کا انکے گھر آنا پھر انکا سوات جانا وہاں یشائم سے ملاقات ہوتے سارے رازوں کا کھلنا پھر خلیل صاحب کی موجودگی اور مریم کے اغواہ کی خبر پر یہاں آنا سب بتایا جس پر اس نے ہاں میں

سر ہلایا۔ "چلیں اللہ کا شکر ہے بیس سال کے لمبے انتظار کے بعد اللہ نے آپ کو آپکی بیٹیاں لوٹا دیں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "چلیں آپ یہاں بیٹھیں میں زرا اسد کے کمرے میں فریش ہوجاؤں اور اسے دیکھ بھی لوں" شہریار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے جس پر شہریار اٹھا اور اپنے کپڑے پکڑتے اسد کے کمرے کی طرف چلا گیا جبکہ عالمگیر خان نے فون نکالتے ماہ دیر کو مریم کے ملنے کا بتایا اور اپنا فون واپس رکھتے اپنی لختِ جگر کا انتظار کرنے لگے۔

"کیا ہوا کیا سوچ رہی ہو" ضرار نے مہرماہ کو پشت سے حصار میں لیتے پوچھا جو بالکونی میں کھڑی نیچے حوریہ کو کھیلتے دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی ناشتہ کرکے خلیل صاحب کے سونے کے بعد روم میں آئے تھے جبکہ ماہ دیر ہاسپٹل چلا گیا تھا اور میشائم اپنی ماما کے پاس بیٹھی تھی۔ مہرماہ کو آج ہی ضرار نے فہمیدہ خان اور مریم کے رشتے کا بتایا تھا جس پر وہ خاصی خوش تھی۔ اسے

یقین نہیں آرہا کہ اسکی بھابھی اور اسکی جانِ عزیز دوست بہنیں ہیں۔وہ کتنی ہی دیر باہر چہکتے سب سے باتیں کرتی رہی سوائے ماہ دیر کے جس پر وہ خاصا اداس تھا۔اب مہرماہ جب سے روم میں آئی تھی وہ چپ چپ تھی۔ماہ دیر کو نظر انداز کرتے اسے بے حد تکلیف ہورہی تھی۔وہ کافی دیر سے یونہی کھڑی حوریہ کو دیکھنے کے ساتھ ماہ دیر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔اس نے ضرار سے بھی کوئی بات نہیں کی تھی جس پر ضرار نے اب اس سے پوچھنے کا سوچا۔"کچھ نہیں۔بس حور کو دیکھ رہی ہوں۔کتنی پیاری ہے نا وہ۔اتنی پیاری باتیں کرتی ہے ماشاء اللہ" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے مسکراتے ہاں میں سرہلایا اور اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔مہرماہ کا قد اس کی نسبت اچھا خاصا چھوٹا تھا تبھی اسے خاصا جھک کر اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکانی پڑتی تھی۔"وہ تو ہے۔ماشاءاللہ اسے دیکھ خود بخود پیار آجاتا ہے" ضرار نے کہا تو اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔اس دوران اس نے ایک پل کو بھی حوریہ سے

نظر نہیں ہٹائی تھی جو بال کو کِک کر کے کھلکھلا رہی تھی۔ ”آپ سے ایک بات پوچھوں“ مہرماہ نے ہلکا سا چہرہ اسکی طرف موڑتے پوچھا۔ ”پوچھو میری کانچ کی گڑیا“ ضرار نے نرمی سے اسکی گردن چومتے کہا تو مہرماہ کی سانس تھمی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور اسکے کندھے پر لب رکھ گیا۔ ”ضا۔۔ر“ مہرماہ نے اپنے گرد بندھے اسکے ہاتھ تھامتے اسے روکا تو ضرار نے نرمی سے اسکا چہرہ اپنی طرف کیا اور اسکی کمر کے گرد حصار مضبوط کرتے اسے اپنے قریب تر کر گیا۔ ”ضار کی جند جان۔میں گھر جاتے ہی ہمارے رشتے کو مکمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ لہٰذا خود کو تھوڑا مضبوط کرو“ ضرار نے کہا اور جھکتے نرمی سے اسکی شہہ رگ کو لبوں سے چھوا جس پر اس نے ضرار کے سینے پر ہاتھ رکھے جبکہ ضرار کی بات سنتے چہرے کا رنگ سرخ ہوا تھا۔ ”ضا۔۔ر۔۔مجھے بات۔۔کرنی ہے“ مہرماہ نے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے کہا تو ضرار ہنسا اور اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگا گیا جس پر مہرماہ بھی مدھم سا مسکراتے

اسکے سینے پر گال ٹکا گئی۔ ”اچھا بتاؤ کیا کہنا میری روحِ من کو“ ضرار نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ ”ضار کیا مجھے بھائی کو معاف کردینا چاہیئے“ مہرماہ نے مدھم ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا تو ضرار نے ہلکا سا سر جھکاتے اسے دیکھا جو ہمیشہ کی طرح انگلی کے ساتھ اسکے دل کے مقام پر مہرماہ لکھ رہی تھی۔ وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکا سر چومتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ ”تمھیں کیا لگتا ہے“ ضرار نے پوچھا تو مہرماہ نے گہری سانس بھری۔ ”مجھے لگتا ہے مجھے بھائی کو معاف کردینا چاہیئے۔ بھائی جب مجھے یوں ترسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو میرے دل کو کچھ ہوتا ہے۔ درد سی ہوتی ہے“ مہرماہ نے کہا تو اس نے اس کے گرد حصار مضبوط کیا۔ ”تو میری جند جان جب ماہ دیر کو یوں دیکھ تمھیں اذیت ہوتی ہے تو بہتر ہے نا اختلاف ختم کردیے جائیں اور بچے اب اگر وہ شرمندہ ہے اور اپنی حرکت پر پچھتا رہا ہے تو بہتر ہے نا اسے معاف کردیں۔ اور ویسے بھی میں نے سمجھایا تھا نا اس دن کسی کو بھی غلط فہمی

ہو سکتی تھی۔تو ماہ دیر کو بھی غلط فہمی ہوئی۔ لیکن میری جان اس نے اپنی اس غلط فہمی میں سب زیادہ خود کو سزا دی ہے۔ وہ دس سال تمھاری اور انکل کے محبت سے محروم رہا۔ اسے جب تمھاری اور انکل کی سب سے زیادہ ضرورت تھی تب اس نے اپنی غلط فہمی کو سچ مانتے تم دونوں سے دوری سہی تو اس دس سال کے عرصے میں اگر کسی کا سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے تو وہ ماہ دیر ہے روحِ من۔اس لیے اسے معاف کردو میری جان" ضرار نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے اسے سمجھایا تو مہرماہ نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔"ضار میں بھائی سے بات کرنے کا سوچتی ہوں تو رونا آنے لگتا ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے نرمی سے اسکا ماتھا چوما۔"میرا بچہ یہ رونا اسی وجہ سے آتا ہے نا کیونکہ آپ کا دل کرتا ہے اپنے بھائی کا لمس محسوس کرنے کیلئے پر پھر دماغ کہتا ہے ماہ دیر نے غلط کیا تو تم خود کو روک لیتی ہو لیکن میری جند جان جب بات رشتوں کی آتی ہے تب دماغ کی نہیں بلکہ دل کی سنتے ہیں" ضرار نے کہا تو مہرماہ

نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو میں معاف کردوں" مہرماہ نے پوچھا تو وہ ہولے سے ہنسا اور جھکتے اسکے ہونٹوں کی نرماہٹ کو نرمی سے محسوس کرتے سیدھا ہوا۔ اسکی اچانک حرکت پر مہرماہ کا چہرہ گلابی ہوا جس پر اس نے سر جھکایا۔ "میری معصوم کانچ کی گڑیا۔ وہ تمھارا بھائی ہے اسے معاف کردو۔ وہ تم سے بہت پیار کرتا ہے بچہ۔ بہت زیادہ" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھر آج۔۔ بھائی آئیں گے۔۔ تو میں۔۔ ان سے سوری۔۔ بولوں گی اور بات بھی۔۔ کروں گی" مہرماہ نے کہا تو اس نے مسکراتے اسکا سر چوما۔ "ویری گُڈ میرا سمجھدار بچہ" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر ضرار مسکرایا اور جھکتے اسکا کندھا چومتے اسکی گردن کے خم میں چہرہ چھپا گیا۔

"اسلام علیکم جانم عاشقی۔ شوہر کو دھمکاتی ہو شرم نہیں آتی" اسد نے موبائل کان سے لگاتے عائشہ سے کہا جسکا اسے ابھی کچھ دیر پہلے دھمکی آمیز میسج موصول ہوا تھا کہ "کال اٹھا رہے ہیں یا ناراض ہوجاؤں" جس پر اسد نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے کال کی تھی۔ "وعلیکم السلام۔ تو بیوی کو اگنور مارتے ہوئے شوہر کو شرم نہیں آتی" عائشہ نے تڑخ کر کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "شہزادی یہ تو الزام ہے۔ تمھیں اگنور کرسکتا ہوں میں بھلا۔ تم میری بیوی ہو اور تمھیں نظر انداز کرنا گناہِ کبیرہ کے مترادف ہے" اسد نے محبت سے کہا تو عائشہ کھلکھلا اٹھی۔ "ماشاءاللہ ہنستی رہا کرو" اسد نے اسکی جلترنگ ہنسی کی آواز سے خود میں سکون اتارتے کہا تو عائشہ مسکرائی۔ "اچھا سنیں ابھی فارغ ہیں" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "جی میری جان فارغ ہوں" اسد نے کہا تو اس نے شکر ہے کہا جس پر وہ ہنسا۔ "اچھا اب نا جلدی سے فون کٹ کریں اور مجھے ویوڈیو کال کریں۔ مجھے آپکو ایک بات بتانی ہے اور پھر اس بات پر آپکا ری

ایکشن بھی دیکھنا ہے" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ایسی کونسی بات ہے شہزادی" اسد نے مسکراتے پوچھا۔ "اسد پہلے ویڈیو کال کریں پھر میں بتاتی ہوں جلدی کریں نا" عائشہ نے بچوں کی طرح ضدی انداز میں کہا تو اسد نے مسکراتے کال بند کی اور ویڈیو کال ملا گیا جو فوراً اٹھا لی گئی۔کال آن ہوتے ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے روبرو تھے۔اسد یک ٹک عائشہ کو دیکھ رہا تھا جو اس وقت بیلو کلر کی سمپل شلوار قمیض پہنے کندھوں پر اچھے سے ڈوپٹہ پھیلائے ڈیزی کو گود میں سلائے بیٹھی تھی۔وہ اس وقت اسد کو بے حد پیاری لگی جبکہ جو چیز اسے مزید پُرکشش بنا رہی تھی وہ اس کے چہرے کی مسکان اور آنکھوں میں چمک تھی۔جبکہ عائشہ بھی مسکراتے اسے بنا پلک جھپکے دیکھ رہی تھی۔ "بہت پیاری لگ رہی ہو بیوی" اسد نے یکدم سرگوشی کی تو اسکا ٹرانس ٹوٹا جبکہ اسکی بات سنتے اس کے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ اس نے گردن ایک طرف پھینکی اور اسے دیکھنے لگا جس پر وہ خوامخواہ ہی کنفیوز ہوئی تھی۔ "ایسے مت

دیکھیں" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو اسد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "کیوں نا دیکھوں میرا ٹیڈی بیئر۔ اتنے دن بعد تو دیکھ رہا ہوں۔ اب دید کی پیاس تو بجھانے دو" اسد نے کہا تو عائشہ کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ اسد نے نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی عائشہ کے روم کا دروازہ کھلا اور تنزیل بیگم اندر داخل ہوئیں جس پر عائشہ نے سامنے دیکھا جبکہ اسد کے کان کھڑے ہوئے۔ وہ جاننا چاہتا تھا آخر کون آیا ہے۔ "عائشہ کیا کر رہی ہو" تنزیل بیگم نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر عائشہ نے اسد کو دیکھا جو خاموش تھا۔ عائشہ جانتی تھی وہ یقیناً اس دن کا سارا واقعہ سوچ رہا ہے۔ اس نے گہری سانس بھری اور تنزیل بیگم کو دیکھا۔ "ماما اسد سے بات کر رہی ہوں" عائشہ نے مدھم سا مسکراتے کہا تو اسد نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا جبکہ تنزیل بیگم مسکرائیں۔ "اچھا ٹھیک ہے اسد سے بات کر لو۔ پھر کھانا کھا لینا" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے جی ماما کہا جس پر وہ روم کا دروازہ بند

کرتے باہر نکل گئیں جبکہ اسد تنزیل بیگم کی بات سنتے بے یقین ہوا۔وہ عائشہ سے بات کررہا تھا پر تنزیل بیگم نے بجائے کچھ کہنے کے اسے اجازت دی تھی۔"یہ۔۔میں۔۔نے کیا۔۔سنا ابھی" اسد نے صدمے سے چور آواز میں پوچھا تو عائشہ نے اسے دیکھا لیکن اسکی بے یقینی دیکھتے وہ ہنس پڑی۔"شہزادی ہنسو مت بتاؤ۔ابھی جو میں نے سنا وہ سہی سنا ہے۔تمھاری ماما نے تمھیں مجھ سے بات کرنے کی اجازت دی ہے" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی انھوں نے دی ہے اور میں نے یہی بتانے کیلئے آپ کو کال کی تھی" عائشہ نے کہا تو اسد کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ بکھری جبکہ آنکھیں نم ہوئیں۔"یا اللہ تیرا شکر ہے" اسد کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو عائشہ مسکرائی۔"یہ کب ہوا۔تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔آنٹی کیسے مانی سب بتاؤ پلیز مجھے سننا ہے۔مجھے یقین نہیں آرہا۔اللہ مجھ پر اتنا مہربان ہوگیا واللہ میرا دل کررہا ہے خوشی سے جھوم اٹھوں۔میرا دل شہزادی میرا دل یوں لگ رہا

ہے ابھی باہر آجائے گا۔ کچھ کرو یار میری دھڑکنیں بڑھتی جارہی ہیں" اسد نے خوشی سے نہال ہوتے کہا تو عائشہ نے اسکی نظر اتاری۔ "اسد ریلیکس۔ میں آپکو سب بتاتی ہوں۔ پہلے پانی پئیں" عائشہ نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتے ایک ہی سانس میں پی گیا۔ اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر واپس رکھا اور عائشہ پر سے نظریں ہٹائے بغیر گہرے سانس بھرنے لگا۔ "اب بتاؤ مجھے سب جاننا ہے" اسد نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور بولنا شروع ہوئی جسے سنتے اسد کے چہرے پر مسکراہٹ بڑھتی جارہی تھی۔ "اب آپ واپس آتے ہی ماما سے مل لیجئے گا" عائشہ نے بچوں والی بات کے علاوہ اسے پوری بات بتاتے آخر میں کہا تو اسد نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہم لوگ آج رات کو نکلیں گے انشاء اللہ پھر کل میں آنٹی سے ملنے آؤں گا میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کروں گا" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "مریم ٹھیک ہے" عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ شہریار

نے کل رات ہی سب کو مریم کے ملنے کا بتا دیا تھا جس پر سب ہی بے حد خوش تھے خاص کر مہر ماہ اور شاہجہاں بیگم جنکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ ”ٹھیک ہے بس ابھی تھوڑا ڈری ہوئی ہے۔ لیکن ہم سب اس سے باتیں کرتے اسکا دھیان ان سب چیزوں سے ہٹا رہے ہیں خاص کر انکل۔ وہ تو گڑیا کو یوں ٹریٹ کر رہے ہیں جیسے وہ کوئی دو سالہ بچی ہو۔ صبح انکل نے خود اپنے ہاتھوں سے گڑیا کو ناشتہ کرایا اور ابھی لنچ بھی۔ اور گڑیا بھی انکل سے بھرپور لاڈ کر رہی ہے ماشاء اللہ“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”ماشاءاللہ۔ ویسے اب اسکا لاڈ دکھانا بنتا ہے بیس سال بعد ماں باپ کا لمس ملا ہے تو اب اتنا تو حق ہے نا“ عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا سنو رات کو کب تک سونے کا ارادہ ہے“ اسد نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”جب نیند آجائے کیوں“ عائشہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”بس ایسے ہی پوچھ رہا ہوں“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا عین اسی وقت پھر دروازہ نوک ہوا اور

ساتھ ہی ملازمہ کی آواز آئی جو اسے یہ کہہ رہی تھی کہ تنزیل بیگم بُلا رہی ہیں جس پر اس نے دو منٹ کا کہتے اسے واپس بھیجا۔ "کیا ہوا کیوں بلا رہی ہیں آنٹی۔ ابھی تو اجازت دے کر گئی تھیں" اسد نے کہا تو وہ ہنسی۔ "وہ ماما نے میرے لیے پلاؤ بنایا ہے تو وہ کہہ رہی ہیں کہ کھالوں" عائشہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اچھا چلو جاؤ کھانا کھالو۔ میں تب تک پیکنگ کرلیتا ہوں پھر بات کرلیں گے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے اپنا خیال رکھیے گا اور خود بھی کچھ کھالیں۔ فی امان اللہ" عائشہ نے کہا تو وہ فی امان اللہ کہتے کال کاٹ گیا۔

"اسلام علیکم" ماہ دیر نے لاؤنج میں آتے کہا جہاں سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ آج خلیل صاحب کو بھی ان لوگوں نے نیچے بلایا تھا۔ وہ ابھی ہاسپٹل سے آیا تھا جبکہ باقی سب جو لاؤنج میں بیٹھے تھے اسکی آواز پر سب نے اسے

دیکھتے جواب دیا جبکہ حوریہ اٹھتے اسکی طرف بھاگی۔ "بابا ! ! " حوریہ نے چلاتے اسے پکارا تو وہ مسکراتے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے اپنے بازو واء کرگیا جس پر وہ فوراً اسکے سینے سے لگی۔ "میرا بچہ۔بابا کی لٹل ہائنس" ماہ دیر نے اسے سینے میں بھینچتے نرمی سے اسکے دونوں پھولے گال چومے اور اسے گود میں اٹھاتے کھڑا ہوگیا۔ "بابا ذان اتی لیت توں تیا (بابا جان اتنی لیٹ کیوں کیا)" حوریہ نے اسکی گردن کے گرد اپنی ننھی ننھی بازو باندھتے پوچھا جس پر ماہ دیر سمیت سب ہی مسکرائے۔ "میرا بچہ بابا کا آج کام زیادہ تھا نا تو بابا اس لیے لیٹ ہوگئے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "اتا لیتن تل لیت نئ آنا ونہ می بی اپوتی تلا ناج اوداؤں دی (اچھا لیکن کل لیٹ نہیں آنا ورنہ میں بھی اپھو کی طرح ناراض ہوجاؤں گی)" حوریہ نے معصومیت سے دھمکی لگائی تو ماہ دیر نے مہرماہ کو دیکھا جو اسکے دیکھنے پر فوراً نظریں جھکا گئی جسے دیکھ وہ دکھ سے مسکرایا اور جاتے سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھ گیا۔ "نہیں بچہ ایسے ناراض

نہیں ہونا بابا سے اوکے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اتا ایت آت پوتوں (اچھا ایک بات پوچھوں)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "بابا کی جان پوچھیں کیا پوچھنا ہے میرے بچے کو" ماہ دیر نے مسکراتے پوچھا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بابا ذان عامل تاتو توں نئی اتے اب (بابا جان عامر چاچو کیوں نہیں آتے اب)" حوریہ نے پوچھا تو اسکی مسکراہٹ سمٹی جبکہ بے ساختہ آنکھوں کے سامنے ہاسپٹل کا واقعہ گھوما جب عامر اسکے پاس سے اجنبیوں کی طرح گزر گیا تھا۔ بے ساختہ اس لمحے اسکے دل میں ثانیہ کے لیے موجود نفرت میں اضافہ ہوا تھا لیکن کیا یہ نفرت قائم رہنی تھی یہ ماہ دیر کو وقت نے بتانا تھا۔ "بابا ذان بائیں نا (بابا جان بتائیں نا)" حوریہ کی آواز پر وہ ہوش میں آیا اور اسے دیکھا جو اسکے جواب کی منتظر تھی۔ "میری جان آپکے عامر چاچو آج کل کام کر رہے ہیں نا اس لیے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ جلدی آئیں گے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا آپ یہاں کھیلیں بابا

ابھی آتے ہیں" ماہ دیر نے پیار سے کہا اور اسے نرمی سے نیچے اتارا جس پر وہ چلتے ضرار کے پاس جاتے بازو واء کر گئی تاکہ وہ اسے گود میں اٹھائے اور ضرار نے بھی مسکراتے اسے اٹھاتے اسکا سر چوما جبکہ مہر ماہ جو خلیل صاحب کے ساتھ بیٹھی تھی مسکرانے لگی۔ "ماہر کہاں جا رہے ہو بیٹا" ماہ دیر کو کھڑے ہوتے دیکھ خلیل صاحب نے پوچھا۔ "بابا میں فریش ہو کر آیا۔ آپ لوگ باتیں کریں میں بس آیا" ماہ دیر نے کہا اور اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ "جاری تاتو (ضاری چاچو)" حوریہ نے ضرار کو پکارا سب اس کی طرف متوجہ ہوئے جبکہ ضرار نے اسے دیکھا۔ "جی میرا بچہ" اس نے نرمی سے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے جواب دیا۔ "جاری تاتو اپ اول میلو اپو اب جئی لو دے نا (ضاری چاچو آپ اور مہرو اپھو اب یہیں رہو گے نا)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی چاچو کی جان ابھی ہم یہیں ہیں" ضرار نے کہا تو حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگایا جس پر سب مسکرائے جب کہ حوریہ زور سے ضرار کے سینے سے لگی جس پر وہ

مسکراتے اسے سینے میں بھینچ گیا۔ حوریہ کو دیکھتے اسکے دل میں بھی اولاد کی خواہش جاگ رہی تھی جسے وہ تھپک تھپک کر سلا رہا تھا کیونکہ مہرماہ ابھی چھوٹی تھی اور اس پر ایک دم سے ذمہ داری نہیں ڈال سکتا تھا پر وہ ایک بار اس سے بات کرنے کا ارادہ ضرور رکھتا تھا۔

"گڈ نائٹ بابا۔ کل آپکو گڈ نیوز دوں گی" مہرماہ نے خلیل صاحب کے ہاتھ پر بوسہ دیتے انکا ہاتھ آنکھوں سے لگایا اور ان پر لحاف ٹھیک کرتے بیڈ سے کھڑی ہوئی۔ خلیل صاحب ابھی کچھ دیر پہلے ہی سوئے تھے اور اب انکے سونے کا یقین کرتے وہ جا رہی تھی۔ وہ احتیاط سے بیڈ سے کھڑی ہوئی اور مدھم روشنی کے علاوہ باقی لائٹس آف کرتے دروازے کو بند کرتے باہر نکل گئی۔ "مہرو بابا سو گئے" ابھی وہ روم سے باہر آئی ہی تھی جب اپنے روم سے باہر آتی میشائم نے پوچھا۔ "جی بھابھی سو گئے ہیں حوریہ کہاں ہے" مہرماہ نے پوچھا تو وہ

مسکرائی۔ ”وہ ضرار بھائی کے پاس سو رہی ہے۔ آج بھی اس نے کہا ہے کہ تمھارے پاس سونا ہے“ یشائم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”اچھی بات ہے اپھو کی جان اپھو پاس سوئے گی“ مہرماہ نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چلو اب تم بھی سو جاؤ۔ میں بھی زرا ماما کو دیکھ لوں“ یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر یشائم نیچے کی طرف بڑھنے لگی لیکن اس سے پہلے ہی مہرماہ اسے پکار گئی۔ ”بھابھی“ مہرماہ نے اسے پکارا تو یشائم نے مُڑتے اسے دیکھا جو انگلیاں چٹخا رہی تھی۔ ”کیا ہوا مہرو“ یشائم نے نرمی سے پوچھا۔ ”وہ بھابھی۔۔ بھائی کہاں ہیں“ مہرماہ نے پوچھا تو یشائم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ ”وہ سٹڈی میں کام کر رہے ہیں۔ کیوں“ یشائم نے مصنوعی نا سمجھی سے پوچھا۔ ”وہ کیا میں چلی جاؤں“ مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرائی اور آگے ہوتے اسے گلے لگایا۔ ”ہاں جاؤ۔ تمھارے بھائی ہیں۔ جاؤ اوپر ہے سٹڈی رائٹ سائیڈ پر دوسرا کمرا“ یشائم نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور

بغیر اس سے نظریں ملائے اوپر کی جانب بڑھ۔ اسکے ہر اٹھتے قدم کے ساتھ اسکی دھڑکن بڑھ رہی تھی۔ وہ چلتے اوپر آئی اور سٹڈی کے سامنے آتے کھڑی ہوئی جسکا دروازہ کھُلا تھا اور ماہ دیر کی اسکی طرف پشت تھی۔ اس نے گہری سانس بھری اور نوک کرنے کی غرض سے ہاتھ بڑھایا۔ "کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" مہر ماہ نے نے سٹڈی کا ڈور نوک کرتے ماہ دیر سے پوچھا جو کافی مہویت سے اپنا کام کر رہا تھا۔ مہر ماہ کی آواز سنتے ماہ دیر نے سر اٹھاتے اسے خوشگوار حیرت سے دیکھا جو انگلیاں چٹخانے اسے دیکھ رہی تھی۔ "جی میرا بچہ آجاؤ اندر۔ کوئی کام ہے میرے بیٹے کو" اسے دیکھتے ماہ دیر فوراً اپنی چیئر سے کھڑے ہوتے اسکی طرف بڑھا جو آتے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ ماہ دیر چلتے اسکے پاس آیا لیکن بیٹھا نہیں تھا بلکہ کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ مہر ماہ کو یہاں دیکھ اسکی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ "یہاں بیٹھ جائیں" مہر ماہ نے اسے دیکھتے صوفے کی طرف اشارہ کرتے کہا تو وہ حیران ہوا لیکن فوراً اپنی حیرت پر قابو پاتے ہاں

میں سر ہلایا اور اسکے پاس بیٹھ گیا۔ اسے بیٹھتے دیکھ مہر ماہ نے اسے دیکھا اور اگلے ہی لمحے چہرہ جھکا گئی۔ "مہرو میرا بیٹا کچھ کہنا ہے۔ اداس ہے میری گڑیا" ماہ دیر نے ہچکچاتے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ اسے ڈر تھا کہ مہر ماہ اس کا ہاتھ نا جھٹک دے پر مہر ماہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کے ہاتھ کو سر پر محسوس کرتے اسکی آنکھوں سے آنسو گرتے اسکی گود میں کرنے لگے جسے دیکھ ماہ دیر پریشان ہوا۔ "مہرو میری جان۔ کیا ہوا میرا بچہ۔ کسی نے کچھ کہا ہے میرے بیٹے کو۔ رو کیوں رہی ہو میرا بیٹا" اس کے یوں رونے پر ماہ دیر نے پریشان ہوتے پوچھا جس پر مہر ماہ کے رونے میں اضافہ ہوا۔ "بھا۔۔ئی" مہر ماہ نے ہچکیاں بھرتے اسے پکارا جس پر ماہ دیر ساکت ہوا تھا۔ اس نے اسے بھائی کہا تھا۔ اس نے مہر ماہ کو دیکھا جو روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ "جی بھائی۔۔کا بچہ" ماہ دیر نے بامشکل خود پر قابو پاتے اسے محبت سے جواب دیا۔ جبکہ آج دس سال بعد اسکے منہ سے بھائی سنتے ماہ دیر کی آنکھیں نم ہوئیں

تھیں جسے دیکھ مہرماہ نے ہچکی بھری۔ ”اپنے بچے۔۔کو۔۔سینے۔۔
سے۔۔لگا۔۔لیں۔۔بہت ترسی۔۔ہوں۔۔ میں آپکے لمس۔۔کیلئے۔۔پلیز
ماہر بھائی“ مہرماہ نے ہاتھ بڑھاتے اسکا دوسرا ہاتھ پکڑتے بچوں کی طرح کہا تو ماہ
دیر کی آنکھوں سے آنسو بہے۔اس نے چند سیکنڈ نم آنکھوں سے مہرماہ کو دیکھا
اور پھر اسے اپنے سینے سے لگا گیا جس پر مہرماہ اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے
بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی جبکہ ماہ دیر کا حال بھی جدا نا تھا۔اسکی
گڑیا آج خود اسکے پاس آئی تھی کیا اس سے بڑھ کر کوئی لمحہ حسین ہو سکتا
تھا۔اسکی بہن اسکی چھوٹی سی گڑیا جسے اس نے اپنی اولاد کی طرح پالا
تھا۔آج دس سال بعد وہ اسکے سینے سے لگی تھی جیسے بچپن میں لگتی تھی۔وہ
اسکی گڑیا تھی جو آج دس سال بعد یونہی اسکا بچہ بن کر اسکے پاس آئی تھی ماہ
دیر کی آنکھوں سے آنسو رکنے سے انکاری تھے۔دوسری طرف مہرماہ ہچکیاں
بھرتے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے رو رہی تھی۔ماہ دیر نے نرمی سے اسکا سر پر

بوسہ دیا اور اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے اسے دیکھا جو بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ ”مہرو بس۔۔ میرا بچہ۔۔ شش روتے۔۔ نہیں ہیں بھائی۔۔ کی گڑیا“ ماہ دیر نے بامشکل اپنے آنسوؤں پر ضبط کرتے کہا۔ ”بھائی۔۔ آپ کیوں۔۔ اپنی گڑیا۔۔ کو چھوڑ کر آ گئے۔۔۔ آپکو اپنی گڑیا کی۔۔ یاد نہیں۔۔ آتی تھی۔۔ آپکو پتا ہے۔۔ آپکے جانے کے۔۔ بعد مجھ پر کتنا۔۔ ظلم ہوا۔۔ بھائی۔۔ ماما مجھے۔۔ روز مارتی تھیں اور۔۔ کبھی کبھی آپی۔۔ بھی پر مجھے۔۔ بچانے والا کوئی نہیں تھا۔۔ بھائی آپ۔۔۔ نے کیوں اپنی ۔۔ مہرو گڑیا۔۔ کو اکیلا کر دیا“ مہر ماہ نے اسے دیکھتے ہچکیاں بھرتے پوچھا تو اس نے نرمی سے اسکا ماتھا چوما جبکہ ان لوگوں کے ظلم کا سنتے اسکی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ ”میرا بچہ مجھے معاف کر دو۔ میں نے اپنے بیٹے کو ایسے چھوڑ دیا۔ میں کوئی صفائی نہیں دوں گا کیونکہ میں غلط تھا بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو اپنے ماہر بھائی کو معاف کر دو“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میں نے آپکو۔۔ معاف کیا

پر۔۔آپ بھی۔۔مجھے معاف کردیں۔۔اور وعدہ کریں اب۔۔سے ایسا نہیں کریں گے۔۔آپکو پتا ہے ماہر۔۔ بھائی میں دس۔۔سال آپکے لمس ۔۔کیلئے ۔۔آپکی شفقت اورپیار۔۔کیلئے ترسی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اسکے آنسو صاف کیے۔"بھائی کاپیارا بیٹا پکا وعدہ اب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔اوریہ بتائیں میرا بچہ کس بات کی سوری کررہا ہے" ماہ دیر نے نرمی سے اسکی ناک دباتے پوچھا تو وہ ہلکا سا ہنسی جس پر ماہ دیر بھی مسکرایا۔"میں نے۔۔آپ کو۔۔اگنور کیا۔۔اوریہ۔۔بھی بولا کہ مجھے۔۔ آپ سے نفرت۔۔ہے پر ایسا نہیں۔۔ہے بھائی۔۔میں آپ سے بہت۔۔پیار کرتی ہوں" مہرماہ نے یقین دلانے والے انداز میں کہا تو ماہ دیر کو ٹوٹ کر اپنی بہن پرپیار آیا۔"میں جانتا ہوں گڑیا۔میرا بیٹا تو اچھا بچہ ہے بھلا وہ اپنے بھائی سے کیسے نفرت کرسکتی ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگاتے اسکا سر چوم گیا۔آج دس

سال بعد بلآخر اسے اپنے سارے بچھڑے رشتے مل گئے تھے۔ اسکے بابا اسکی بہن اسکا بھائی سب بس اسکی ماں نہیں تھی پر وہ جانتا تھا وہ جہاں بھی ہیں اب خوش ہیں اور آج ان دونوں کو ساتھ دیکھ زیادہ خوش ہونگی۔ اس نے چہرہ جھکاتے اپنی بہن کو دیکھا جو آج بھی اسے وہی نو سالہ مہرو لگ رہی تھی جو اسکے سینے سے لگتے سب بھول جاتی تھی۔ "آئس کریم کھانی ہے میرے بیٹے نے" ماہ دیر نے پیار سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "جی کھانی ہے" مہرماہ نے جلدی سے سر اٹھاتے ہاں میں سر ہلایا تو وہ مسکرایا اور اسکے حصار میں لیے ہی کھڑا ہوا۔ "چلو پھر کچن میں چلتے ہیں اور ہمیشہ کی طرح سب سے چھپ کر آئس کریم کھاتے ہیں کیسا" ماہ دیر نے پوچھا تو اسکا چہرہ کھلا۔ "بہت اچھا۔ پر آپ ضار کو نہیں بتائیں گے ورنہ وہ ناراض ہونگے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ڈن۔ تم بھی میشی کو نا بتانا ورنہ مجھے ڈانٹ پڑے گی" ماہ دیر نے مصنوعی ڈر سے کہا تو وہ ہنسی جس پر ماہ دیر نے دل میں اس کی نظر

اتاری۔ ”ٹھیک ہے اب چلیں“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ باہر نکلا اور نیچے کی جانب بڑھ گیا۔

”بہت شکریہ داؤد۔ میں تا عمر تمھارا شکر گزار رہوں گا“ شہریار نے داؤد خان سے ہاتھ ملاتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”کوئی بات نہیں شہریار۔ شکریہ کی ضرورت نہیں ہے“ داؤد خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چلو اب ہم چلتے ہیں پھر۔ اپنا خیال رکھنا اور اپنی گڑیا کو میری طرف سے ڈھیڑ سارا پیار دینا۔ اور ہاں اس کتے کو اپنی کاروائی کے بعد میرے پاس پہنچا دینا“ شہریار نے کہا اور اسکے گلے لگا تو داؤد خان نے ہاں میں سر ہلاتے اسکی کمر تھپتھپائی۔ وہ لوگ کل ہی سفیان چوہدری کو پکڑ چکے تھے جو کہ اپنے ایک دوست کے گھر چھپا بیٹھا تھا پر داؤد خان کے اہلکار اسے دبوچ چکے تھے۔ سفیان چوہدری کا سنتے شہریار نے اسے وہیں جان سے مارنا چاہا تھا پر داؤد خان نے اسے روک دیا تھا کیونکہ اسے

ابھی سفیان چوہدری کے سارے غیر قانونی اڈوں پر چھاپا مارنا تھا اور ساتھ ہی اسکے ساتھیوں کو پکڑنا تھا۔ جسکے لیے اسے ابھی سفیان چوہدری کا زندہ رہنا ضروری تھا۔ شہریار اسے چھوڑنا تو نہیں چاہتا تھا پر داؤد خان نے اسکی کافی مدد کی تھی تو اس نے اسی وجہ سے ناچاہتے ہوئے بھی سفیان چوہدری کو ابھی کیلئے چھوڑ دیا تھا۔ "اسکا تو اچھا علاج کر کے بھیجوں گا۔ تم جاؤ بے فکر ہو کر فی امان اللہ۔ کچھ دن تک وہ تمھیں مل جائے گا" داؤد خان نے کہا تو وہ اسے فی امان اللہ کہتے گاڑی میں بیٹھ گیا جہاں مریم بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ وہ لوگ آج راولپنڈی واپس جا رہے تھے۔ اسد اور عالمگیر خان ایک گاڑی میں تھے جبکہ شہریار اور مریم ایک گاڑی میں اور انکے آگے پیچھے گارڈز کی گاڑیاں تھیں۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے اور وہ لوگ بغیر کسی کو بتائے راولپنڈی جا رہے تھے۔ انکا ارادہ سب کو سرپرائز دینے کا تھا۔ "مل لیے داؤد بھائی سے" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "جی رگِ جاں مل لیا ہوں۔ یہ بتاؤ گھر جانے کیلئے

ایکسایٹڈ ہو" شہریار نے ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "بہت زیادہ۔مجھے اماں سائیں سے ملنا ہے۔مہرو سے ملنا ہے سب سے ملنا ہے اور پھر ہم سوات جائیں گے ماما لوگوں سے ملنے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ لبوں سے لگا گیا۔ "جو میری پٹھانی کہے گی میں ویسا ہی کروں گا" شہریار نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی جس پر وہ اس کی طرف جھکتے اس کی گال کو لبوں سے چھوتے سیدھا ہوا اور گاڑی سٹارٹ کرگیا جبکہ مریم اسکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔ "سائیں میں آپ سے کچھ پوچھوں" مریم نے اسکی ہتھیلی پر انگلی سے کچھ لکھتے کہا جسے شہریار سمجھنے کی کوشش کررہا تھا لیکن اسکی آواز پر اسکی طرف متوجہ ہوا۔ "جی میرا بچہ پوچھو" شہریار نے محبت سے جواب دیا۔ "سائیں آپکو کیسے پتا لگا میں اس جگہ پر ہوں" مریم نے مدھم آواز میں پوچھا جبکہ وہ انگلی سے اسکی ہتھیلی پر "بابا ٹوبی" لکھ رہی تھی۔اس نے ابھی تک اسے نہیں بتایا تھا۔کچھ شرم آرے آرہی تھی تو کچھ وہ

اسے سپیشل انداز میں بتانا چاہتی تھی۔شہریار اس سے صبح سے اب تک کافی بار پوچھ چکا تھا جسے وہ یہ کہہ کر ٹال چکی تھی کہ اسکے منہ سے غلطی سے ہمارے نکلا تھا جبکہ اسکی بات سنتے شہریار سر ہلانے کے علاوہ کچھ نا کر سکا۔اسے شک تو تھا پر وہ مریم کے منہ سے سننا چاہتا تھا تبھی اب تک اس نے خود بات نہیں کی تھی۔"میں تمھیں ایسی جگہ پر تصور بھی نہیں کر سکتا تھا پر پھر داؤد نے کہا کہ ہو سکتا ہے تم وہاں ہو۔پہلے تو میں اسکی بات سنتے برہم ہوا لیکن پھر اس نے بتایا کہ اسکی بہن کے ساتھ بھی ایسا ہوا تھا لہٰذا ایک بار اس جگہ چیک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پھر میں نے ناچاہتے ہوئے بھی ہر غلیظ جگہ قدم رکھتے تمھیں ڈھونڈا۔میں نے پورا دن تمھیں ڈھونڈا۔کہیں میں خود جاتا تو کہیں میں کسی گارڈ کو بھیجتا اور یہ آخری جگہ تھی اور دیکھو یہاں تم مجھے مل گئی" شہریار نے کہا تو مریم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"آپ مایوس نہیں ہوئے کبھی یا تھکے نہیں مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے" مریم نے پوچھا تو اس نے

بس ہلکا سا چہرہ جھکاتے اسے دیکھتے اسکے ماتھے پر لب رکھے اور پھر سامنے دھیان کرتے ہلکی سی گردن ٹیڑھی کرتے اسکے سر پر گال ٹکا گیا۔ "اگر مایوس ہوا ہوتا تو کیا تم میرے پاس ہوتی۔ تم ہی تو کہتی ہو مایوسی کفر ہے پھر میں کیسے مایوس ہوتا۔ مجھے اللہ پر یقین تھا اور دیکھو میرے مالک نے میرا یقین قائم رکھا۔ اس پاک ذات نے میرا ایمان ایک لمحے کو بھی ڈولنے نہیں دیا۔ اور کچھ مایوسی نا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنے سجدے طویل کر دیے تھے۔ دعاؤں کی مدت بڑھا دی تھی اور اللہ پاک کو شاید میری یہی ادا پسند آئی جو اس رحمان و رحیم رب نے تمھیں مجھے واپس لوٹا دیا۔ اب ہم بہت جلد جائیں گے اسکے در پر اسکا شکر ادا کرنے۔ اور جہاں تک بات رہی تھکنے کی تو اگر بات تمھاری میرے پاس رہنے کی ہے تو میں کبھی نہیں تھک سکتا" شہریار نے نرمی سے کہا تو مریم کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ آپ جانتے ہیں۔ "مجھے ابھی بھی یقین نہیں آرہا میں اس جگہ سے نکل کر واپس آپ کے حصار میں

آگئی ہوں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ "یقین کر لو پٹھانی۔ تم میرے پاس ہو۔ میرے حصار میں ہو۔ اور اب میں تمھیں کہیں نہیں جانے دوں گا" شہریار نے کہا تو مریم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "اور مجھے کہیں جانا بھی نہیں ہے بس آپکے پاس رہنا ہے ہمیشہ" مریم نے کہا اور اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی جسے محسوس کرتے اس نے نرمی سے اس کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے۔ "یہ ہوئی نا میری پٹھانی والی بات۔ اچھا ایک بات بتاؤں" شہریار نے اس کی ناک دباتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مجھے ایک بات کا بہت دکھ ہے" شہریار نے کہا تو مریم نے اسکے لہجے میں واضح اذیت محسوس کی۔ "کس بات کا سائیں" مریم نے نرمی سے پوچھا۔ "میں تمھارے گمشدہ ہونے کے دو دن بعد اس جگہ کے باہر سے گزرا تھا بلکہ نا صرف گزرا تھا وہاں رکا بھی تھا اور جانتی ہو وہاں رکتے ہی میرے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی کہ مجھے لگ رہا تھا جیسے میرا دل پھٹ جائے گا۔ مجھے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ تم

میرے آس پاس ہو اور مجھے پکار رہی ہو پر میں سمجھ نا پایا کہ تم وہاں ہو اور وہاں سے چلا گیا" شہریار نے دکھ سے کہا تو مریم نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "آپ وہاں سے گزرے تھے؟" مریم نے اسے دیکھ حیرت سے پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپ جانتے ہیں صرف آپکی ہی نہیں میری دھڑکنیں بھی منتشر ہوئیں تھی مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے آپ میرے آس پاس ہی ہیں پر میں اسے نظر انداز کر گئی تھی" مریم نے کہا تو شہریار نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "تم نے بھی مجھے محسوس کیا تھا" شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتی ہو مجھے پہلے لگتا تھا کہ ہمارے دل عالمِ ارواح میں ملے تھے پر آج مجھے یقین ہو گیا۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ نا بھی پائیں لیکن ہماری روحیں ایک دوسرے کو محسوس کر لیتی ہیں۔ ہمارے دل کو پتا لگ جاتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے آس پاس ہیں اور یہ شدت سے دھڑکتے ہمیں اشارہ دیتا ہے کہ ہمارا عشق ہمارے پاس ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ

صحیح کہہ رہے ہیں۔ہماری روحیں عالمِ ارواح میں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہوئی تھیں تبھی اس دنیا میں ہمارا ایک دوسرے کے بغیر دل نہیں لگتا" مریم نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ "بے شک تم میری روح کی محبت ہو جسے جتنی بھی شدت سے چاہوں تشنگی بڑھتی جاتی ہے" شہریار نے نرمی سے اسکا ہاتھ لبوں سے لگایا۔ "اور آپ میرے دل کا سکون ہے جسے جتنا بھی مانگوں آرزو بڑھتی جاتی ہے" مریم نے ہمیشہ کی طرح جھکتے اس کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اس کا ہاتھ آنکھوں سے لگاتے جس پر شہریار مسکرایا۔ "جانتی ہو تمھاری یہ ادا میرے دل کو بے حد پسند ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اس کا ہاتھ یونہی تھامے دوبارہ وہی عمل دہرایا۔ "میرے دل کو آپ پورے کے پورے پسند ہیں" مریم نے کہا تو شہریار کا دل دھڑکا جس پر اس نے نرمی سے اسکے ہاتھ سے ہاتھ نکالتے اسکے گرد بازو حمائل کیا اور اسے سینے سے لگا گیا۔ "ایسی باتیں کرو گی تو میں گاڑی چلانے کے

قابل نہیں رہوں گا۔یوں اظہار مت کرو" شہریار نے کہا۔اسکے لہجے میں حکم نہیں تھا منت تھی۔بے بسی تھی۔عاجزی تھی جسے محسوس کرتے وہ مسکرائی۔"ٹھیک ہے پھر میں سونے لگی ہوں" مریم نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"ٹھیک ہے پٹھانی سوجاؤ لیکن اگر میں بور ہوا تو تمھیں اٹھا دوں گا" شہریار نے بھی بھرپور شرارت کا مظاہرہ کرتے کہا تو اس نے ہولے سے ہنستے ہاں میں سر ہلاتے آنکھیں موند گئی جبکہ شہریار مسکراتے اسکے سر پر گال ٹکا گیا۔اب یقیناً تھوڑا سا سفر خاموشی میں کٹنے والا تھا جو اسے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔پر اپنی پٹھانی کیلئے وہ یہ بھی کرنے کو تیار تھا۔

اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔عائشہ پُرسکون سی اپنے روم میں سو رہی تھی جب اسکے روم کی بالکونی آہستہ سے کھلی اور ایک شخص سیاہ ہوڈی پہنے اندر داخل ہوا۔ اس شخص نے نرمی سے بالکونی کا دروازہ بند کرتے روم کا

لاک چیک کرتے اپنے قدم بیڈ پر عائشہ کی طرف بڑھائے جو گردن تک لحاف میں دبکی سو رہی تھی۔ اسے دیکھ اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔ وہ جھکا اور نرمی سے عائشہ کے ماتھے پر لمس چھوڑا جس پر وہ ہلکا سا کسمسائی لیکن پھر سو گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور بیڈ پر اسکے ساتھ دراز ہوتے اسکی کمر کے گرد حصار باندھتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ "مائی سلیپنگ بیوٹی۔ میرے لمس پر بھی نہیں جاگی۔ کتنی بُری بات ہے نا ویسے۔ شوہر اتنے دن بعد گھر آیا ہے پر میڈم کو نیند زیادہ عزیز ہے" وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ عائشہ کا شوہر اسد ملک تھا جو عالمگیر خان کو گھر چھوڑنے کے بعد سیدھا اپنی بیوی کے پاس آیا تھا۔ وہ جانتا تھا شاہجہاں بیگم پچھلے چار پانچ دنوں سے قصرِ راجپوت میں رہ رہی ہیں اور گھر رکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آخر کو اسکا سکون یہاں تھا تبھی وہ اپنی بیوی کے پاس آگیا جو یہاں گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ "گندی بچی" اسد نے اسکے چہرے کو دیکھتے کہا اور ساتھ ہی اپنی انگلی سے اسکے چہرے پر آئی آوارہ لٹ

ہٹائی۔ ”اٹھ جاؤ“ اسد نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے سرگوشی کی۔ وہ اسے جگانا چاہتا تھا پر وہ اتنی معصومیت سے سو رہی تھی کہ اسکا اسے جگانے کا دل ہی نہیں کر رہا تھا۔ ”خود ہی اٹھ جاؤ ورنہ میں سونے لگا ہوں۔ پھر نا کہنا میں کب آیا تمھیں بتایا کیوں نہیں“ اسد نے اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے مدھم آواز میں کہا اتنی کہ اسے خود کو بھی اپنی آواز با مشکل آئی تھی۔ اس نے چہرہ اٹھاتے عائشہ کو دیکھا جو ابھی سو رہی تھی پھر منہ بناتے واپس اسکی گردن میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گیا۔ عائشہ کو اتنے دن بعد اپنے حصار میں لیتے اسے ایک الگ ہی سکون مل رہا تھا جس سے وہ چند منٹ میں ہی سو گیا تھا۔ آج کافی دن بعد اسد کو سکون کی نیند نصیب ہوئی تھی۔ ان دونوں کو یونہی سوئے قریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا تھا جب عائشہ نے کسمساتے رخ موڑنا چاہا پر کوئی بھاری وجود اسکے گرد حصار تنگ کرتے اسکی کوشش ناکام بنا گیا۔ جبکہ اپنے گرد کسی کا مضبوط حصار محسوس کرتے اس نے پٹ سے کھولیں اور اپنے دائیں

جانب دیکھا جہاں ایک مرد پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ اسکا ایک ہاتھ اسکے پیٹ کے گرد بندھا تھا جبکہ دوسرا تکیے پر پڑا تھا اور چہرہ اسکی گردن میں تھا جسے دیکھ عائشہ ایک لمحے کو گھبرائی لیکن اگلے ہی پل اپنے گرد مخصوص کلون کی خوشبو محسوس کرتے وہ پُرسکون ہوئی۔ اس نے ہلکی سی گردن موڑی تو اسد کے چہرے کی ہلکی سی جھلک اسے دِکھی جس پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ وہ سوتے ہوئے کوئی چھوٹا معصوم بچہ لگ رہا تھا۔ اسکے ماتھے پر اسکے سیاہ بال اسکے ماتھے پر بکھرے تھے جبکہ اسکے لب ہلکے سے واء تھے۔ عائشہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ "سوئے ہوئے شخص کو یوں دیکھنا اچھی بات نہیں ہوتی شہزادی" وہ ابھی اسے یونہی نہارنے میں مصروف تھی جب اچانک اسد بغیر آنکھیں کھولے نیند سے لبریز بھاری آواز میں بولا جس پر عائشہ کی آنکھیں پھیلیں۔ "آپ۔۔جاگ رہے۔۔ہیں" عائشہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور اپنا سر تکیے سے اٹھاتے اسکے کندھے پر

رکھتے اپنا چہرہ اسکی گردن میں چھپا گیا۔ ”سو رہا تھا پر پھر تم مجھ سے دور ہوئی تو میری آنکھ کھل گئی“ اسد نے بھاری آواز میں کہا تو عائشہ نے اسکے بالوں کو دیکھا۔ ”پر میں کب دور ہوئی۔ میں تو یہاں سے ہلی تک نہیں ہوں“ عائشہ نے کہا تو اس نے اسکا ہاتھ تھامتے اپنے سر پر رکھتے اسے بال سہلانے کا اشارہ کیا جسے سمجھتے وہ نرمی سے اس کے بال سہلانے لگی۔ ”جب تم نے میرا چہرہ دیکھنے کیلئے اپنا سر اس طرف کھسکایا تھا تب میری آنکھ کھل گئی“ اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا جو اسکی ہلکی سی حرکت پر جاگ گیا تھا۔ ”وہ تو زرا سا ہی ہلی تھی نا“ عائشہ نے کہا تو اس نے ہلکا سا سر اٹھاتے اسے دیکھا اور اسکی گال پر نرمی سے لب رکھ گیا۔ ”ہاں لیکن تم مجھ سے ہلکی سی بلکل اتو سی بھی دور ہوتی ہو تو مجھے اچھا نہیں لگتا“ اسد نے مدھم آواز میں کہا اور ساتھ ہی اپنی انگلی اور انگوٹھے کو ملاتے اپنی انگلی کی پُور کا چھوٹا سا حصہ اسے دکھاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”یہ آج آپ معصوم بچے کیوں بنے ہیں“ عائشہ نے پوچھا جبکہ اسکا

ہاتھ ہنوز اس کے بالوں میں سفر کر رہا تھا۔ ”اتنے دن بعد تمھارے پاس آیا ہوں تمھارا اسد بن کر۔ ورنہ اتنے دن سے سنجیدہ رہ رہ کر میں تھک گیا تھا۔ اب تم میرے پاس ہو تمھاری ماما راضی ہیں تو اب مزید سیریس نہیں رہنا مجھے“ اسد نے کہا تو وہ ہولے سے ہنسی۔ ”مت رہیں سچی آپ سیریس ہوتے ہیں تو ہر چیز عجیب لگتی ہے۔ آپ ہنستے اور شرارتیں کرتے پیارے لگتے ہیں“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکا گیا۔ ”مجھے مس کیا“ اسد نے مدھم آواز میں پوچھا۔ ”بہت زیادہ اتنا کہ آپکو میں حفظ کر چکی ہوں۔ آپ نے کیا مجھے مس“ عائشہ نے اسد کی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کرتے پوچھا۔ ”بے حد۔ اس قدر کہ مجھے اپنا آپ بے جان لگنے لگا تھا“ اسد نے کہا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ ”کل ماما سے ملیں گے“ عائشہ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ ”ہاں لازمی ملوں گا۔ ورنہ کب میری ساسو ماں کا موڈ بدل جائے یہ تو ان کے فرشتوں کو بھی نہیں پتا ہوتا“ اسد نے کہا تو اس

نے آنکھیں چھوٹی کرتی اسے گھورا۔ "ماما ہیں میری" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا اور اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "جانتا ہوں میری جان۔مذاق کررہا تھا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر اسد پھر سستی سے اسکے کندھے پر سر ٹکا گیا۔ "اسد سوجائیں کچھ دیر اور۔میں جانتی ہوں آپ کافی دن سے ٹھیک طرح سے سوئے نہیں ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی گردن سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔اسکی آنکھیں نیند کے باعث سرخ ہورہی تھی۔ "میری اتنی فکر کروگی تو میں تم سے لاڈ اٹھوانے لگوں گا" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تو آپکو کس نے روکا ہے مجھے لاڈ دکھانے سے۔آپ حق سے لاڈ دکھایا کریں میں خوشی خوشی اٹھاؤں گی" عائشہ نے کہا تو اسد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔وہ بغیر کچھ کہے جھکا اور اسکے لبوں کو چھوتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔جبکہ عائشہ کا چہرہ گلابی ہوا۔ "سونے دو مجھے ایسی باتیں کروگی تو ممکن ہے میں کوئی گستاخی کر جاؤں" اسد نے اس کے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو

عائشہ کے جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا۔اس نے فوراً آنکھیں موندیں اور اسد کی بازو کو تھام گئی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور اسکا کندھا چومتے آنکھیں موند گیا۔

"عامر اٹھائی مہرو نے کال" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو لاؤنج میں بیٹھا تھا۔آج اسکا ہاسپٹل سے آف تھا تبھی وہ گھر پر تھا۔وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی جاگے تھے اور فریش ہوتے آدھا گھنٹہ پہلے ہی نیچے آئے تھے۔عامر پچھلے آدھے گھنٹے سے لاؤنج میں بیٹھا ثانیہ کے کہنے پر مہر ماہ کر رہا تھا جسکا نمبر آج بھی بند جا رہا تھا جبکہ ثانیہ کچن میں آج خود اس کے لیے ناشتہ بنا رہی تھی۔اب وہ ناشتہ بنا کر فارغ ہوتے باہر آئی تھی اور آتے ہی عامر سے پوچھا جس پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں اس نے نہیں اٹھایا بیٹو اسکا نمبر ہی بند جا رہا تھا" عامر نے ایک نظر اسے دیکھتے ناشتے کی ٹرے کو دیکھا جس میں ان دونوں کیلئے پراٹھے ساتھ آملیٹ

اور چائے کے دو کپ تھے۔ ”بند کیوں جا رہا ہے۔ مہرو تو اپنا فون کبھی بند نہیں رکھتی اور اب دو دن سے اسکا نمبر بند ہے“ ثانیہ نے اسکے ساتھ بیٹھتے پریشانی سے کہا تو عامر نے نرمی سے اپنا بازو اسکے گرد حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا۔ ”پریشان نا ہوں۔ انشاءاللہ وہ ٹھیک ہوگی۔ کوئی اور نمبر نہیں ہے جس پر رابطہ ہوسکے“ عامر نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ایک لمحے کو سوچتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ماما اور بابا کا نمبر ہے جس پر رابطہ ہوسکتا ہے۔ بابا تو میری کال اٹھائیں گے نہیں تو ماما کو کر لیتی ہوں۔ اچھا ہے ان سے بات بھی ہوجائے گی“ ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ خلیل صاحب کے ذکر پر خاموش ہی رہا کیونکہ ثانیہ ابھی اس بات سے انجان تھی۔ جبکہ اسکے سر ہلانے پر اس نے اسکے ہاتھ اس کا موبائل پکڑا اور نمبر ملانے لگی پر اس سے پہلے وہ کال ملاتی عامر اسے روک گیا۔ ”بعد میں کال کیجئے گا پہلے ناشتہ کریں“ عامر نے کہا تو اس نے ہلکا سا منہ بسورتے اسے دیکھا جس پر وہ ہنسا اور اسکے ماتھے پر لب رکھ

گیا۔ ”میری جان۔ ایسے منہ نہیں بنائیں ناشتہ کریں اسکے بعد کال کریں گے شاباش“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر نے مسکراتے موبائل ایک طرف رکھا اور ناشتہ کی ٹرے اپنی طرف کھسکاتے پراٹھے کا چھوٹا سا نوالہ توڑتے اس میں آملیٹ بھرتے اسکے منہ کے قریب کرگیا جس پر وہ فوراً منہ کھولتے کھانے لگی۔ ”کیسا لگا“ اسے کھلانے کے بعد اس نے اپنے منہ میں نوالہ ڈالا جس پر ثانیہ نے فوراً پوچھا تو وہ اسے دیکھا جو اسکے منہ سے یقیناً کوئی تعریفی جملہ سننا چاہتی تھی اور عامر اسکی تعریف میں کنجوسی ہرگز نہیں کرنے والا تھا۔ آخر کو اتنا اچھا ناشتہ جو بنایا تھا اسکی بیوی نے۔ ”بہت زبردست“ عامر نے کہا اسکا چہرہ بچوں کی طرح کھلا جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ ”سچی آپکو اچھا لگا“ ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تو پھر اب سے میں آپکے لیے روز خود ناشتہ بنایا کروں گی۔ آپکو پتا ہے مجھے بہت کچھ بنانا آتا ہے جس میں پاکستانی کھانے، چائینز اریبین اور ترکش کھانے بھی“ ثانیہ نے ایکسایٹڈ ہوتے

اسے بتایا تو اس نے امپریس ہونے والے انداز میں آئی برو اچکائی۔ "سچی آپکو اتنا سب کچھ بنانا آتا ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے جلدی سے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی مجھے بہت کچھ بنانا آتا ہے۔بابا نے سکھایا تھا مجھے اور مہرو کو۔ وہ بتاتے تھے انھوں نے مہرو کی ماما کی وجہ سے یہ سب سیکھا تھا۔پھر جیسے جیسے ہم بڑے ہوئے بابا نے ہمیں بھی سب سیکھا دیا" ثانیہ نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا جی واہ یہ تو انکل بڑی نیکی کا کام کیا جو میری بیگم کو اتنا کچھ سیکھا دیا۔اب تو روز مزے مزے کے کھانے ملیں گے" عامر نے کہا تو اس نے فخر سے گردن اکڑاتے اسے دیکھا۔ "ہاں جی۔میں آپکو روز کچھ نا کچھ کھلاؤں گی" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی طرف جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ "میرا بچہ میں مذاق کر رہا تھا۔ آپکو کام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔نوکروں کی فوج آپکی وجہ سے ہی رکھی ہے تاکہ آپکو کوئی کام نا کرنا پڑے" عامر نے کہا تو اس نے منہ بنایا جس پر وہ ہنسا اور ایک اور نوالہ اسکے منہ میں

ڈال گیا۔ ”منہ نہیں بنائیں میری جان اور یہ بتائیں۔آپ کتنے سال کی تھیں جب آپ نے یہ سب سیکھا“ عامر نے پوچھا تو اسکی آنکھیں چمکیں۔ ”میں سولہ سال کی تھی اور مہرو گیارہ سال کی ۔بابا ہمیں سیکھاتے تھے مصالحہ جات کے نام، دالوں کے نام، آٹے اور میدے میں فرق اور بھی بہت کچھ۔اور میں اور مہرو بجائے بابا کی بات سننے کے ایک دوسرے کے منہ پر آٹا لگاتے کہتے تھے ہیپی ہولی اور بابا ہماری بات سنتے ہنس پڑتے تھے“ ثانیہ نے اپنے بچپن کی یاد بتائی جس پر وہ مسکرایا۔ ”اچھا اور کیا کرتے تھے“ عامر نے پوچھا تو اس کی مسکراہٹ بھری۔ ”ہم دونوں جب بھی کچن میں کچھ بنانے جاتے تھے نا تو کچن صاف کرنا بھول جاتے تھے جس پر بابا پھر ہمیں نے سمجھاتے تھے اور اپنی نگرانی میں کچن صاف کراتے تھے۔آپکو پتا ہے جب پہلی بار ہم نے روٹی بنائی تو میری روٹی بلکل ٹھیک نہیں بنی تھی پر مہرو کی روٹی تھوڑی جل گئی تھی جس پر وہ رونے والی ہوئی پھر میں نے اپنی روٹی اسے دے دی اور اسکی خود

رکھ لی۔پھر بابا کے سامنے رکھی تو ہم دونوں کو چاکلیٹ ملی "ثانیہ نے بتایا تو وہ ہنس اور اسے دیکھا جو بچپن یاد کرتے خوش ہورہی تھی۔ "اچھا اور کوئی بات" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسے بتانے لگی۔وہ مسکراتے بول رہی تھی جس پر وہ کبھی مسکراتا تو کبھی سر جھکائے ہنستا۔اسکے ہنسنے پر وہ مزید پُرجوش ہوتے آپکو پتا ہے پھر کیا ہوا کہتے بولنے لگتی جس پر عامر بے اختیار پھر ہنس دیتا اور اسے دیکھ ثانیہ کی ایکسائٹمنٹ بڑھتی جارہی تھی۔جبکہ عامر اس کی باتیں سننے کے ساتھ ساتھ اسے چھوٹے چھوٹے نوالے کھلاتے ساتھ خود بھی کھارہا تھا۔ "اور آپکو پتہ ہے مہرو اور میں پہلے ایک ہی روم میں سوتے تھے لیکن پھر ماما نے کہا اس سے دور رہنا ہے اور ہم بہت دور ہوگئے ایک دوسرے سے" ثانیہ نے ساری باتیں کرتے آخر میں دکھ سے کہا تو اس نے اسکا ہاتھ سہلایا۔ "سب ٹھیک ہوجائے گا" عامر نے کہا تو اس نے انشاء اللہ کہا۔ "چلیں اب ناشتہ کرلیا ہے۔میری ماما سے بات کرادیں مجھے ان سے

بہت کچھ پوچھنا ہے" ثانیہ نے چائے کا خالی کپ ٹیبل پر رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنا کپ بھی ٹیبل پر رکھتے اپنا موبائل اٹھایا اور پروین بیگم کا نمبر ملا گیا جو کہ پہلی بار میں کاٹ دیا گیا جس پر اس نے ثانیہ کو دیکھا۔ "کیا ہوا" ثانیہ نے اس کے دیکھنے پر پوچھا۔ "کال کاٹ دی دوبارہ کرتا ہوں" عامر نے کہتے دوبارہ کال ملائی اور اس بار کال اٹھا لی گئی جس پر عامر نے فوراً فون اسے پکڑایا تو وہ فون کان سے لگا گئی۔ "ہیلو کون بول رہا ہے" فون کان سے لگاتے ہی اسے پروین بیگم کی آواز آئی جسے سنتے آج دل کے کسی کونے میں بھی پیار نہیں جاگا تھا۔ "ہیلو بھئی بولو بھی چکو" پروین بیگم نے دوبارہ کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "ہیلو ماما میں ثانیہ بات کر رہی ہوں" ثانیہ نے مختصر سا کہا جبکہ عامر نے اسے دیکھا جو یقیناً رو دینے کو تھی۔ "ہیلو کون ہے بھئی آواز نہیں آرہی بعد میں فون کرنا" پروین بیگم نے بیزاری سے کہا جس پر اس نے موبائل کو دیکھا جہاں سگنل ایشو آرہا تھا اور شاید اسی وجہ سے انھیں آواز نہیں آرہی

تھی۔ اور اسکی ماں ہمیشہ کی طرح فون بند کرنا بھول گئی تھی۔ اس نے گہری سانس بھرتے فون کاٹنے کا سوچا لیکن دوسری طرف سے اسے اسکی دادو کی آواز آئی جو اسکا نام لے رہی تھی۔ اپنا نام سنتے اسے تھوڑا تجسس ہوا تبھی اس نے فون بند کرنے کی بجائے سپیکر کھولا اور عامر کو دیکھا۔ "ماما فون بند کرنا بھول گئی ہیں اور اب دادو اور وہ میری باتیں کریں گی مجھے وہ سننی ہے۔ آپ منع مت کرنا" ثانیہ نے کہا تو وہ اسکی بات سنتے ہنسا اور ہاں میں سر ہلا گیا جس پر وہ مسکرائی اور اپنا دھیان واپس موبائل کی طرف کیا جبکہ عامر مسکرایا اور اسے دیکھنے لگا۔

"ثانیہ کا فون تھا" طاہرہ بیگم نے پروین بیگم کو دیکھتے پوچھا تو انھوں نے انھیں دیکھا۔ مہرماہ اور خلیل صاحب کے جانے کے بعد سے طاہرہ بیگم کا مستقل ٹھکانہ یہی ہوگیا تھا۔ وہ اب یہیں اپنی جانِ عزیز بھتیجی کے ساتھ رہتی تھیں

اور پروین بیگم کو بھی انکے یہاں پر رہنے سے کوئی مسئلہ نہیں تھا آخر کو آج انکے پاس جو بھی تھا وہ انکی وجہ سے ہی تھا۔ ”نہیں وہ منحوس تو پتہ نہیں کہاں ہے جس دن سے خلیل ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں اس دن سے اس نے بھی کوئی کال نہیں کی پتہ نہیں کہاں مری ہوئی ہے“ پروین بیگم نے نحوست کہا تو طاہرہ بیگم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”ویسے پتا تو کرنا تھا آخر کہاں ہے۔ کہیں پیسہ کما کر بھاگ تو نہیں گئی کسی کے ساتھ ویسے بھی جس عورت کی بیٹی ہے وہ بھی میرے بیٹے کے ساتھ بھاگ کر آئی تھی“ طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ کال کے دوسری طرف موجود ثانیہ کا وجود انکی بات سنتے زلزلوں کی زد میں آیا۔ کیا مطلب اسکی ماں بھاگ کر آئی تھی اور پروین بیگم ایسے کیوں کہہ رہی تھیں جیسے وہ انکی بیٹی ہی نا ہو۔ ”بات تو سہی ہے آپکی امی آخر کو پلوشہ کی بیٹی ہے اسکی طرح ہی بدچلن اور اگر بدچلن نا بھی ہو تو میں نے اسے اچھے سے ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ وقت گزاری کرنا سیکھا دیا ہے

ہاہاہاہاہا" پروین بیگم نے شیطانی انداز میں کہتے آخر میں قہقہہ لگایا تو طاہرہ بیگم بھی ہنس پڑیں جبکہ ثانیہ کی جان اب کی بار سہی معنوں میں نکلی۔ اسکا ذہن صرف "پلوشہ کی بیٹی" لفظ پر اٹک گیا تھا۔ اسے اپنی دھڑکن یکدم ہی سست پڑتی محسوس ہوئی جبکہ اسکے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔ وہ پلوشہ سکندر کی بیٹی تھی پر ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔ ماہ دیر نے تو کہا تھا کہ وہ ناجائز ہے پھر یہ لوگ کیا کہہ رہے تھے اسے کچھ سمجھ نا آیا جبکہ اسکے برعکس عامر وہ جیسے سارا معاملہ سمجھ گیا تھا پر وہ ابھی کچھ نا بولا۔ وہ ابھی کچھ نہیں بولا تھا وہ ابھی انھیں سننا چاہتا تھا۔ "بات تو سہی ہے ویسے جس عورت کی وہ بیٹی ہے بھاگ گئی ہوگی کسی کے ساتھ" طاہرہ بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "ویسے امی آپکی وجہ سے میں نے پلوشہ سے بدلا لے ہی لیا۔ اسکی بیٹی کو اسکے اپنوں کے خلاف ہی کر دیا بلکہ اب تو اسکے اپنے بھی اس سے نفرت کرتے ہیں" پروین بیگم نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ "بس دیکھ لو میرا دماغ چل گیا اور میں نے تمھاری مری ہوئی بیٹی کو

پلوشہ کی بیٹی سے بدل دیا ورنہ خلیل تمھیں کب کا طلاق دے چکا ہوتا" طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ بکھری جبکہ عامر اور ثانیہ کے پیروں کے نیچے سے زمین نکلی۔وہ پلوشہ اور خلیل صاحب کی بیٹی تھی۔ مطلب ساری زندگی وہ ایک نفرت کی بھینٹ چڑھتی آرہی تھی۔" صحیح کہہ رہی ہیں آپ امی۔ورنہ جس دن میری بیٹی مردہ پیدا ہوئی تھی مجھے لگا تھا خلیل مجھے طلاق دے دے گا پر آپ نے پلوشہ کی بیٹی کو میری بیٹی سے بدل دیا مجھے آج بھی وہ دن اچھے سے یاد ہے" پروین بیگم نے کہا تو طاہرہ بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں تو اور کیا کرتی میں تو شروع سے ہی چاہتی تھی کہ خلیل کی شادی تم سے یعنی میری اکلوتی بھتیجی سے ہو۔آخر کو بھائی بھابھی کی وفات کے بعد میں نے پالا تھا تمھیں۔پر وہ اس پلوشہ کو بھگا لایا اور دو ماہ بعد ہی وہ امید سے ہوگئی پھر اسکا بیٹا ہوا۔تب میں نے تمھیں جیسے روتے دیکھا میں ہی جانتی ہوں" طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم نے اپنے چہرے پر مصنوعی دکھی تاثرات

سجائے۔ ”ہاں نا امی میں اتنی دکھی تھی۔ آخر کو خلیل سے محبت کرتی تھی پھر اسی دکھ میں، میں نے وہ غلطی کردی اور اس آدمی نے میرا فائدہ اٹھا لیا پھر میرے وجود میں اپنا گناہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ وہ تو شکر ہے آپ کی قسموں کے دباؤ میں آتے پلوشہ نے خلیل اور میرا نکاح کرا دیا ورنہ ناجانے آج میں کہاں ہوتی“ پروین بیگم نے اپنے نکاح کا دن یاد کرتے کہا۔ ”ہاں اور اس سے اچھا یہ ہوا کہ تمھاری اور پلوشہ کی بیٹیاں ایک ساتھ ہی پیدا ہوئیں تھیں تبھی میں نے آسانی سے اسکی بیٹی کو تمھاری مردہ بیٹی سے سے بدل دیا“ طاہرہ بیگم نے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ فون کے پار سے انکی باتیں سنتی ثانیہ جیسے مردہ ہوگئی تھی۔ ”ہاں امی۔یہی تو سب اچھی بات ہے اور خلیل بھی اپنی سگی اولاد کو نا پہچان سکے۔ وہ اسے کسی اور کی اولاد سمجھتے ہی پال رہے تھے پچیس سال سے۔ شکر ہے میں نے کبھی اس لڑکی کو یہ بتایا کہ وہ میری نہیں بلکہ پلوشہ اور خلیل کی بیٹی ہے“ پروین بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اور اس بات کا شکر

کرو خلیل کو بھی اپنی زندگی میں کبھی یہ راز پتہ نہیں لگا کہ جس بیٹی کیلئے وہ اتنا عرصہ روتا رہا وہ ہمیشہ اسکے پاس ہی تھی" طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن وہ پلوشہ جان گئی تھی اور پھر جو ہوا وہ ہم جانتے ہی ہیں" پروین بیگم نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ "ہاہاہاہا ہاں۔ اچھا چلو دفع کرو ان دونوں منحوس ماں بیٹی کا ذکر۔ انکا نام ہی میری زبان کڑوی کردیتا ہے پتہ نہیں کیسے چودہ سال میں نے اس پلوشہ کی بیٹی کو اپنے گھر میں برداشت کیا۔ چلو خیر اب وہ پلوشہ بھی مرگئی اور اسکے تینوں سپولوں سے بھی میری جان چھوٹی تم زرا سلمان (مہرماہ کے چچا) کو فون ملانا اس نے کہا تھا کہ وہ ایک آدھ دن تک چکر لگائے گا" طاہرہ بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلاتے اپنا فون پکڑا جبکہ انکی بات سنتے ہی عامر کال کاٹ گیا۔ کال کاٹتے ہی اس نے اپنے ساتھ بیٹھی ثانیہ کو دیکھا جو بے جان نگاہوں سے اب زمین کو گھور رہی تھی۔ "ثانیہ" اس نے نرمی سے اسکے گرد حصار قائم کرتے اسکا سر اپنا سینے پر رکھا پر ثانیہ نے

کوئی رد عمل ظاہر نا کیا جس پر وہ پریشان ہوا۔ "ثانیہ" عامر نے اسکی بازو پکڑتے اسے واپس سیدھا کیا اور اسے دیکھا جو اس کے یوں سیدھے کرنے پر اسے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ "بیٹُو" عامر نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے اسے پکارا تو اسکا لمس اپنے چہرے پر محسوس کرتے ثانیہ کی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے۔ "میں۔۔بابا۔۔کی بیٹی۔۔ہوں" ثانیہ کی آواز سرگوشی سے زیادہ نا تھی جبکہ اسکی بات سنتے عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں۔۔مہرو۔۔اور۔۔بھائی کی سگی بہن۔۔ہوں۔۔پلوشہ۔۔ماما۔۔کی بیٹی۔۔ہوں" ثانیہ نے دوبارہ پوچھا تو اس نے پھر ہاں میں سر ہلایا تو اب کی بار اسکے سارے بندھ ٹوٹے جس پر وہ ایک جھٹکے میں عامر کے سینے سے لگتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اسکو یوں ایکدم اپنے سینے سے لگتے دیکھ عامر نے فوراً اسکے گرد بازو حمائل کیے اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا جو بلک بلک کر رو رہی تھی۔ یہ راش کھلنے پر کیا کچھ نا یاد آیا تھا۔ اسے اب سمجھ آ رہی تھی کہ

کیوں اسکے ساتھ وہ سب کیا جاتا تھا۔کیوں سب اسے خود سے دور جھٹک دیتے تھے۔کیوں اسے ماں کی آغوش میں سکون نہیں ملتا تھا۔کیوں اسکی نام نہاد ماں اسکی عزت جانے سے بھی نہیں ڈرتی تھی۔"ثانیہ شش روتے نہیں ہیں میرا بچہ۔یہ تو گڈ نیوز ہے نا کہ آپ ناجائز نہیں ہیں بلکہ خلیل انکل اور پلوشہ آنٹی کی سگی اولاد ہیں" عامر نے اسکے بالوں پر ہونٹ رکھتے کہا تو ثانیہ کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔"میں۔۔نن۔۔ناجائز۔۔ہوتی۔۔ا۔۔اتنا

دکھ۔۔نا۔۔ہوتا۔۔عامر۔۔۔جتن۔۔جتنی

ابھی۔۔اذیت۔۔ہورہی۔۔ہے۔۔میں۔۔

کسی۔۔۔کے۔۔بدل۔۔بدلے کی بھ۔۔بھینٹ۔۔

چڑھی۔۔ہوں۔۔عامر۔۔میرے ساتھ۔۔اتنا بُرا۔۔کیا

گیا۔۔مجھے۔۔مم۔۔میرے۔۔ماما۔۔بابا۔۔سے۔۔

دور۔۔کردیا۔۔مم۔۔مجھے۔۔بُرا۔۔بننے۔۔پر مجبور۔۔

کر دیا۔۔اتنا۔۔ظا۔۔ظالم۔۔بنا دیا۔۔کک۔۔کہ۔۔ میرے

۔۔ب۔۔بھائی۔۔بہن مجھ۔۔سے نفرت۔۔ کرتے۔۔ہیں۔۔ سب

نفرت۔۔کرتے ہیں۔۔عامر۔۔یہ کیا۔۔ہو گیا" ثانیہ روتے ہوئے چلاتے بول

رہی تھی جسے سنتے عامر کا دل کٹا تھا۔اس نے بے حد نرمی سے اسکے گرد حصار

مضبوط کیا۔"ثانیہ میری جان۔ایسا نہیں ہے آپ بُری نہیں ہیں۔آپ گمراہ

تھیں بس بیٹُو۔اب آپکو ہدایت مل گئی ہے کوئی آپ سے نفرت نہیں

کرتا۔آپ سے کوئی نفرت کر ہی نہیں سکتا ثانیہ۔آپ تو سراپائے محبت ہیں۔

آپ کو تو روئے زمین پر اتارا ہی اس لیے گیا ہے کہ آپ کو بے لوث چاہا

جائے۔آپ سے ٹوٹ کر محبت کی جائے۔آپکے عشق میں فنا ہوا جائے۔کوئی

آپ سے نفرت نہیں کرتا ایسے مت سوچیں۔پلیز رونا بند کریں" عامر نے

محبت سے گندھے لہجے میں کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں

۔۔ہو رہا۔۔عامر۔۔نہیں ہو رہا۔۔یہ۔۔آنسو نہیں۔۔رک۔۔رہے۔۔مجھے

ناجائز۔۔لفظ۔۔پر اتنی۔۔اذیت نہیں۔۔ہوئی۔۔جتنی آج۔۔ہو رہی ہے۔۔عامر۔۔کاش۔۔میں ناجائز۔۔ہی ہوتی۔۔یہ کیا۔۔کر دیا۔۔ان لوگوں۔۔۔نے۔۔میری۔۔ماما سے۔۔بدلہ۔۔لینا۔۔تھا۔۔مجھے۔۔کیوں سب سے۔۔دور کر دیا۔۔کیوں عامر۔۔کیوں" ثانیہ نے چلاتے کہا جس پر عامر نے اسکا سر چوما۔وہ اس وقت بلکل آپے سے باہر ہوئی تھی۔عامر کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اسے کیسے سنبھالے۔"ثانیہ پلیز چپ کریں۔روتے نہیں ہیں پلیز رونا بند کریں" عامر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور مزید بُرے طریقے سے رونے لگی جس پر عامر کو سمجھ نا آئی کیا کرے۔وہ چند سیکنڈ اسے روتے دیکھتا رہا پھر نرمی سے اسکی ٹھوڑی پکڑتے اسے ہلکا سا سیدھا کرتے اسکا چہرہ اپنے روبرو کیا اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسکے چہرے پر جھک گیا۔اس اچانک افتاد پر ثانیہ اپنا رونا واقعی بھول گئی تھی۔وہ اپنی نم ہیزل آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھنے لگی جو انتہائی نرمی سے اسکے لبوں کی نرماہٹ محسوس کرتے سیدھا

ہوا تھا۔ ”سوری میں آپکی مرضی کے بغیر ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا پر آپ جیسے رو رہی تھیں مجھے کرنا پڑا“ عامر نے نرمی سے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے کہا تو ثانیہ کا چہرہ مزید سرخ ہوا۔ اس نے اپنی آنکھیں موندیں اور اسکی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کرنے لگی۔ ”ثانیہ آپکو بُرا لگا؟“ اسکے یوں کچھ بھی نا بولے بغیر آنکھیں موندنے پر عامر نے پوچھا تو اس نے بغیر کچھ کہے آگے جھکتے اسکے سینے پر گال ٹکاتے نفی میں سر ہلایا تو وہ مسکرایا اور جھکتے نرمی سے اسکا سر چومتے اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ وہ اب پر سکون تھی جس پر عامر مسکرایا۔ ”عامر“ کچھ دیر بعد ثانیہ کی مدھم آواز اس کے کانوں میں پڑی جس پر اس نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا جو آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ ”جانِ عامر حکم کریں“ اس نے محبت سے کہا تو ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے۔ ”میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ان لوگوں نے“ ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ ”یہ ان لوگوں کا ظرف تھا کہ انھوں نے

کسی سے بدلہ لینے کیلئے ایک معصوم بچی کو استعمال کیا۔آپ فکر نا کریں اسکا حساب ان لوگوں کو چکانا پڑے گا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"آپ سے کچھ پوچھوں" عامر نے اسکے پھر خاموش ہونے پر کہا تو اس نے بس چہرہ اوپر کرتے اسے دیکھا۔"کیا ان لوگوں نے آپکے ساتھ کچھ کیا ہے۔آپ نے ابھی کہا تھا کہ انھوں نے آپکے ساتھ بہت بُرا کیا تھا" عامر نے پوچھا تو یکدم ہی اسکے چہرے کا رنگ پیلا پڑا جبکہ آنکھوں میں درد، اذیت اور ڈر سمویا جسے دیکھ وہ پریشان ہوا۔"انھوں نے کچھ کیا تھا آپکو ثانیہ" عامر نے دوبارہ پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"کیا تھا۔بہت کچھ۔بہت بُرا۔بہت اذیت ناک۔بہت ظالمانہ طریقے۔بڑی سفاکیت سے۔بغیر ترس کھائے" ثانیہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں اذیت سے بولی تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔"کیا کیا تھا بتائیں" عامر نے نرمی سے پوچھا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔"ابھی نہیں بتایا جائے گا پلیز" ثانیہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز

میں سر ہلایا۔ ”اچھا چلیں اٹھیں۔ عبایا پہنیں“ عامر نے اسے نرمی سے خود سے تھوڑا سا پیچھے کرتے کہا تو ثانیہ نے اپنی سرخ سوجھی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ”عبایا کیوں“ ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ ”ہم ماہ دیر کی طرف جا رہے ہیں“ عامر نے کہا تو اسکی آنکھیں خوف سے پھیلیں۔ ”نہیں مجھے وہاں نہیں جانا۔۔پلیز عامر۔۔ بھائی پھر غصہ کریں گے۔۔نفرت کریں گے مجھے نہیں ۔۔جانا وہ پھر وہیں کریں گے“ ثانیہ کے کانوں میں ماہ دیر کے اس دن کے الفاظ گھومے تو وہ فوراً نفی میں سر ہلاتے بولی جس پر اس نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ ”وعدہ کرتا ہوں وہ کچھ نہی کہے گا“ عامر نے کہا تو اس کی آنکھیں پھر نم ہوئیں۔ ”مجھے نہیں جانا عامر پلیز۔ میری بات مان لیں“ ثانیہ نے اپنے چہرے پر موجود اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”ٹھیک ہے لیکن ہم بہت جلد وہاں جائیں گے اور پھر میں آپکی نہیں سنوں گا“ عامر نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس

پر وہ بغیر کچھ کہے کھڑا ہوا اور جھکتے نرمی سے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھا گیا۔ ”عامر کیا کر رہے ہیں“ اس اچانک افتاد پر ثانیہ نے بوکھلاتے اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔ ”آپکو روم میں لے جا رہا ہوں۔ اتنا روئی ہیں اب آرام کر لیں کچھ دیر۔ ابھی دو تین دن پہلے ہی آپکو ہاسپٹل سے ڈسچارج ملا ہے اور آج آپ اس طرح روئی ہیں تو طبیعت خراب ہو جائے گی۔ اس لیے اب سو جائیں تھوڑی دیر“ عامر نے روم کا دروازہ کھولتے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو اسکی اتنی فکر کرتا۔ جو شخص فکر میں اتنا کچھ کرتا تھا وہ محبت میں کیا کرتا۔ ثانیہ نے بے ساختہ اسے دیکھتے سوچا جو اب اسے بیڈ پر لٹاتے اسکے پیروں سے چپل اتارتے نیچے رکھتے اسکے ساتھ دراز ہوا تھا۔ بے ساختہ اسکے دل میں اس شخص کی محبت بننے کی خواہش جاگی۔ ”سو جائیں۔ مانتا ہوں آپکا شوہر پیارا ہے پر اب ایسے دیکھیں گی تو بھول ہو جائے گی“ عامر نے اسکا سر اپنا بازو پر رکھتے کہا تو اس نے ہوش

میں آتے سر ہلایا اور آنکھیں موند گئی۔جبکہ عامر نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

"سائیں اٹھ جائیں۔سب نیچے ہمارا انتظار کر رہے ہیں" مریم نے اپنے سر پر ڈوپٹہ سیٹ کرتے اسے پکارا جو بیڈ پر بلیک شرٹ اور ٹراؤزر پہنے پیٹ کے بل سو رہا تھا۔مریم ابھی کچھ دیر پہلے ہی جاگی تھی جبکہ شہریار ابھی تک سو رہا تھا۔وہ لوگ کل رات قریباً تین بجے کے قریب گھر پہنچے تھے اور آتے ہی سو گئے تھے۔اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے اور مریم فریش ہو کر اب ریڈی ہو رہی تھی جبکہ شہریار کا تو ابھی اٹھنے کا کوئی موڈ نا تھا لیکن مریم اسے جگا رہی کیونکہ اسے ابھی ملازمہ نے آکر بتایا تھا کہ قصرِ راجپوت سے سب لوگ آگئے ہیں اور انھیں بلا رہے ہیں۔"سائیں اٹھ جائیں نا" مریم نے اسکے پاس جاتے اسے پکارا پر شہریار نے اب کی بار بھی کوئی حرکت نا کی جس پر اس نے گہری

سانس بھری اور بیڈ پر اسکے پاس بیٹھی۔ ”سائیں اٹھ جا“ ابھی مریم کا جملہ مکمل ہوتا کہ شہریار نے نرمی سے اسکی کلائی پکڑی اور ایک جھٹکے میں اسے اپنے حصار میں لے گیا۔ اس اچانک افتاد پر مریم نے بوکھلاتے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جو آنکھوں میں شرارت سموئے اسے دیکھ رہا تھا جس پر مریم نے تیوری چڑھائی۔ ”آپ جاگ رہے تھے“ مریم نے اسے گھورتے پوچھا تو وہ ہنسا اور جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ ”جی میری جان میں جاگ رہا تھا۔ جس وقت تم میری باہوں سے اٹھتے باتھ روم میں گئی تھی میں تب ہی اٹھ گیا تھا“ شہریار نے کہا تو مریم کے ماتھے پر بلوں میں اضافہ ہوا۔ ”سائیں باز آجائیں“ مریم نے اس کے سینے پر نرمی سے تھپڑ مارتے کہا تو وہ ہنسا اور اسکا وہی ہاتھ تھامتے لبوں سے لگا گیا جس پر مریم کے ہونٹوں پر شرمگی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”سائیں کی جان مجھے باز نہیں آنا۔ مجھے ایسے ہی رہنا ہے“ شہریار نے کہا تو اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ”ایسے ہی رہیں پھر“ مریم نے نرمی سے

کہا تو اسکی آنکھوں میں پھر شرارت چمکی۔ ”چلو پھر تم بھی سو جاؤ“ شہریار نے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ ”کیوں۔ اٹھیں نیچے سب ویٹ کر رہے ہیں“ مریم نے کہا تو اس نے بیچارہ سا منہ بنایا۔ ”ابھی تو تم نے کہا تھا کہ ایسے ہی رہوں“ شہریار نے کہا تو اس نے صدمے سے اسے دیکھا۔ مطلب وہ کیا کہہ رہی تھی اور وہ کیا سمجھ رہا تھا۔ جبکہ اسکا صدمے سے کھلا منہ دیکھ شہریار ہنس پڑا جسے دیکھ مریم نے پہلے نفی میں سر ہلایا پھر ہنس پڑی۔ ”اللہ اللہ سائیں آپ بھی نا“ مریم نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ اسکی گال پر لب رکھ گیا۔ ”اللہ اللہ سائیں کی جان تمھارا عشق ہوں نا“ شہریار نے کہا تو اس نے ہنسی روکتے اسے دیکھا۔ ”جی میرا عشق ہیں۔ مریم شہریار ملک کی روح کا سکون ہیں“ مریم نے اس کا ہاتھ تھامتے انتہائی محبت و عقیدت سے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اسکا ہاتھ آنکھوں سے لگایا تو وہ مسکرایا۔ ”تمھارا اظہارِ عشق مجھے یوں لگتا ہے گویا کسی گنہگار کیلئے جنت کا اعلان کیا گیا ہو“ شہریار نے کہا اور نرمی سے جھکتے اس کی

شہہ رگ کو ہونٹوں سے چھوا جس پر مریم حیا سے سمٹی جبکہ شہریار ایک نظر اسکی حیا سے جھکی پلکوں کو دیکھتے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا جس پر مریم بھی فوراً اٹھ بیٹھی اور اپنے ہاتھوں کو گود میں رکھتے دیکھنے لگی جسے دیکھ وہ ہنسا۔"میں فریش ہو کر آیا۔باہر مت جانا مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے" شہریار نے جھکتے نرمی سے اسکا سر چومتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ باتھ روم کی طرف بڑھا لیکن دروازے کے پاس جاتے رکا اور اسکی طرف مُڑا۔"پٹھانی" شہریار نے سنجیدگی سے اسے پکارا تو مریم نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"جی سائیں" مریم نے فوراً اسے دیکھتے جواب دیا جو چلتے اب اسکے سامنے آتے دو قدم کے فاصلے پر آ کھڑا ہوا تھا۔مریم کے دیکھنے پر شہریار نے بغیر کچھ کہے ایک جست میں اپنی بلیک شرٹ اتاری صوفے پر اچھالتے بیڈ پر مریم کے اطراف میں دونوں ہاتھ رکھتے ہلکا سا جھکا۔یوں جھکنے سے اسکے پھولے مسلز اور کٹاؤ دار سینے کے ساتھ ساتھ چوڑی پشت اور سِکس پیکس بھی کافی دلکش منظر پیش

کررہے تھے۔وہ یوں شرٹ لیس کافی اچھا لگتا تھا اور قیامت یہ تھی کہ وہ اس بات سے بخوبی واقف تھا۔جبکہ اسکی حرکت پر مریم نے سانس روکتے اسے دیکھا جو غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔"سا۔۔سائیں۔۔

کک۔۔کیا۔۔کررہے۔۔ہیں" مریم نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے بامشکل پوچھا۔"اسد اور ضرار کہتے ہیں میری باڈی کافی اچھی ہے۔اور اگر میں کسی لڑکی کے سامنے شرٹ لیس جاؤں تو وہ میری دیوانی ہوجائے گی۔بس وہی چیک کررہا ہوں۔بتاؤ کیسی لگی میری باڈی مسز شہریار ملک۔کیا تم کنفیوز ہورہی ہو مجھے یوں شرٹ لیس دیکھ کر۔تم آخر آج پہلی بار مجھے دیکھ رہی ہو ورنہ عموماً تم آنکھیں موند لیتی ہو بتاؤ پھر" شہریار نے پوچھا تو مریم کے پسینے چھوٹے جبکہ جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا۔"وہ۔۔سائیں۔۔سب" مریم کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شہریار زور سے ہنستے سیدھا ہوا جس پر مریم نے اسے دیکھا جو ابھی کافی سنجیدہ تھا اور اب ایکدم سے ہنسنے لگا۔"میری پٹھانی واللہ

تمھیں کسی کی نظر نا لگے۔میں آج ہی تمھارا صدقہ دیتا ہوں" شہریار نے زمین پر ایڑھیوں کے بل بیٹھتے اسکے ہاتھ تھامتے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "کی۔۔کیا ہوا" مریم نے اپنی شرم پر بامشکل قابو پاتے کہا تو شہریار نے اسکا ہاتھ لبوں سے لگایا۔ "میری جان میں بس تمھیں تنگ کررہا تھا۔چہرہ دیکھو اپنا" شہریار نے اسکے سرخ چہرے کو دیکھتے قہقہہ لگایا تو مریم نے منہ پھلایا اور اسکے ہاتھوں سے ہاتھ کھینچے جس پر شہریار کی ہنسی کو فوراً بریک لگی۔ "اچھا سوری پلیز ناراض نا ہوناپٹھانی" شہریار نے جلدی سے اسکے ہاتھ دوبارہ تھامتے کہا۔ "اوس بہ مزہ راشي. ایا تا ما ځورولی؟ اوس بہ درتہ ووایم چې زہ هم ستاپتان یم. زہ بہ تا دغچ اخیستلو پرتہ نہ پریږدم.(اب آئے گا نا مزا۔مجھے تنگ کیا اب آپکو بتاتی ہوں میں بھی آپکی پٹھانی ہوں بدلہ لیے بغیر آپکو جانے نہیں دوں گی)" مریم نے چہرہ دوسری طرف موڑتے اپنے پٹھانی ایسنٹ میں کہا تو شہریار نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب۔یار جب ناراض ہوتی ہو ہو تب اردو بولا کرو مجھے یہ

فارسی سمجھ نہیں آتی" شہریار نے کہا تو مریم نے اسے گھورا جس پر اس نے اچھے بچوں کی طرح منہ پر انگلی رکھی۔ "بہت بُرے ہیں آپ" مریم نے کہتے دوسری طرف چہرہ موڑا تو وہ اٹھا اور فوراً اس کے ساتھ بیٹھتے اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگا گیا۔ "اچھا سوری مذاق کررہا تھا پٹھانی" شہریار نے نرمی سے کہا تو مریم ہنس پڑی۔ "سائیں میں بھی مذاق کررہی تھی" مریم نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا اور خود بھی ہنس پڑا۔ "میری بدمعاش پٹھانی" شہریار نے اسکی ناک دباتے کہا تو وہ ہنسی۔ "ہاں جی ہوں پر جیسی بھی ہوں آپکی ہوں" مریم کے لہجے میں ایک غرور تھا۔مان تھا۔جسے محسوس کرتے شہریار مسکرایا۔ "کوئی شک نہیں" شہریار نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "چلیں اب اٹھیں اور جاکر فریش ہوں سب نیچے ہیں" مریم نے تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھتے باتھ روم میں بند ہوا جبکہ مریم نے بیڈ پر بیٹھے بیٹھے ہی صوفے پر پڑی اسکی سیاہ شرٹ کو دیکھا اور چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔ اس نے پل میں اسے

سمٹنے پر مجبور کردیا تھا۔ ”ہوگئے آپ فریش“ قریباً دس منٹ بعد شہریار باتھ روم سے باہر آیا تو مریم نے اس سے پوچھا۔ ”جی میری جان ہوگیا ہوں“ شہریار نے آئینے کے سامنے جاتے کہا تو وہ مسکراتے اسے دیکھنے لگی جو اب اپنے بال ڈرائے کررہا تھا۔بال ڈرائے کرتے ہی اس نے اپنے بال اچھے سے پیچھے کی جانب سیٹ کرتے ہاتھ میں گھڑی پہنتے اسے دیکھا۔ ”یہاں آؤ“ شہریار نے اپنا ہاتھ پھیلاتے کہا تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکے پاس آئی اور اسکا ہاتھ تھام گئی جس پر شہریار نے نرمی سے اسے دیوار کے ساتھ لگایا تو مریم نے اسے دیکھا۔ ”کیا ہوا“ مریم نے مدھم آواز میں پوچھا۔ ”کیا چھپا رہی ہو پٹھانی“ شہریار نے پوچھا تو مریم نے چہرہ جھکایا۔ ”چہرہ مت جھکاؤ سکونِ حیات۔کیا کچھ ہے جو تم نے اب تک مجھے نہیں بتایا۔میں کل بھی تم سے پوچھتا رہا ہوں پلیز بتاؤ“ شہریار نے نرمی سے اسکی گلابی رخسار سہلاتے کہا تو مریم نے ایک نظر اسے دیکھا پھر نظریں جھکاتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میرے۔۔ساتھ آئیں“ مریم نے

کہا اور اس کا ہاتھ تھامتے اسے بلکل دروازے کے پاس لے آئی تو شہریار نے اچنبھے سے اسے دیکھا جس نے روم کا دروازہ کھول دیا تھا۔ "پٹھانی مجھے بتاؤ پہلے پھر باہر جائیں گے" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بتاتی ہوں پر آپ آنکھیں بند کریں اور چیٹنگ مت کریے گا" مریم نے کہا تو شہریار نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر آنکھیں بند کیں۔ اسکی بند آنکھیں دیکھ مریم نے کوئی بھی مزید بات کرتے ہاتھ بڑھایا اور ڈریسنگ پر پڑا شہریار کا پسندیدہ سیاہ قلم اٹھایا اور ایک نظر اسے دیکھتے اسکی ہتھیلی پر کچھ لکھنے لگی جسے آنکھیں بند ہونے کے باعث وہ دیکھ نا سکا۔ مریم نے چند سیکنڈ اسکے ہاتھ پر کچھ لکھا پھر نرمی سے جھکتے اسکی ہتھیلی پر عقیدت سے لب رکھتے اسکے ہاتھ پر سے اپنے ہاتھ ہٹاتے کمرے سے باہر نکلی اور مُڑتے اسے دیکھا جو آنکھیں موندے کھڑا تھا۔ "سائیں آنکھیں کھول لیں میں نیچے جارہی ہوں اور آپکے ہاتھ پر جو لکھا ہے وہ پڑھ لیں" مریم نے کہا اور ایک سیکنڈ میں نیچے کی جانب بڑھی جبکہ اس کی آواز پر شہریار

نے پٹ سے آنکھیں کھولتے اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں کے سامنے کی اور اس پر لکھی تحریر پڑھتے شہریار کی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ چہرے پر جاندار مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ اسکی ہتھیلی پر نیلی سیاہی سے "آئی کانٹ ویٹ ٹو میٹ یو بابا ! ۔آئی نو یو اینڈ ماما ول لو می آلوٹ (میں آپ سے ملنے کا انتظار نہیں کر سکتا بابا ! ۔میں جانتا ہوں کہ آپ اور ماما مجھ سے بہت پیار کریں گے۔)" لکھا تھا اور ساتھ چھوٹا سا سمائل والا ایموجی اور دل بنا تھا۔اس تحریر کو پڑھتے شہریار کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیا کرے۔اسکا دل کررہا تھا وہ چیخ چیخ کر دنیا کو بتائے کہ وہ بابا بننے والا ہے۔اسکی اولاد اس دنیا میں آنے والی ہے۔اللہ اس پر مہربان ہوا تھا۔اللہ نے اسے اولاد جیسی نعمت سے نوازا تھا۔اللہ نے اسے اس قابل سمجھا تھا کہ اس اولاد عطا کی جائے۔ شہریار کو آج اپنے سے زیادہ خوش نصیب کوئی نا لگا۔ اسکی پٹھانی اسکا عشق اسکے پاس تھا اور اسکی اولاد کے آنے کی خبر اسے ملی تھی۔اللہ نے اس پر اتنا کرم کیا تھا۔اسکا دل کررہا

تھا وہ اللہ کے سامنے جاکر اسے شکریہ ادا کرے۔ اللہ کے قدموں میں گر کر روتے اسکی اتنی رحمت پر اسے بتائے کہ وہ کتنا خوش ہے۔ وہ اللہ کا کس قدر شکر گزار ہے۔ شہریار نے اپنے ترچھرے کو صاف کیا اور نرمی سے اس تحریر پر لب رکھتے باہر کی طرف بڑھا۔ اسے اب اپنی پٹھانی کے پاس جانا تھا۔ اسکا شکریہ ادا کرنا تھا جو اسے اولاد دینے والی تھی۔

"شکر ہے میری جان تم مل گئی۔ جانتی ہو کتنا پریشان تھی میں" شاہجہاں بیگم نے اسکا ہاتھ چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ وہ نیچے آئی تو سب ہی سامنے بیٹھے تھے۔ وہ جاتے باری باری سب سے ملی جس پر سب نے اسے ڈھیر سارا پیار کیا اور اسکا صدقہ بھی نکالا جبکہ سب کے اتنے پیار پر مریم کی آنکھیں نم ہوئیں تھی۔ وہ اب پچھلے دس منٹ سے شاہجہاں بیگم اور عالمگیر خان کے درمیان میں بیٹھی ان سے پیار بٹور رہی تھی جب کہ باقی سب مسکراتے انھیں دیکھ

رہے تھے جبکہ شہریار ابھی تک نیچے نہیں آیا تھا۔ ”جانتی ہوں اماں سائیں پر اب میں آپکو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی“ مریم نے کہا تو وہ مسکرائیں اور اسکے ماتھے پر لب رکھ گئیں۔ ”گڑیا بھائی کہاں ہیں“ اسد نے مریم کو دیکھتے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا اور کچھ کہنے لگی لیکن اس سے پہلے ہی بھاری قدموں کی آواز نے سب کی توجہ اپنی طرف کھینچی۔ سب نے چہرہ موڑتے سیڑھیوں کی طرف دیکھا جہاں سے شہریار سفید شلوار قمیض پہنے اپنی تمام تر وجاہت سمیت انکی طرف ہی آرہا تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت خوبصورت مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھیں مریم بھی گڑھی تھیں۔ اس کی دیوانہ وار نظروں کو خود پر محسوس کرتے مریم نے چہرہ جھکایا۔ اسکے گال گلابی ہوئے تھے جسے نقاب کے باعث کوئی نا دیکھ سکا۔ ”اسلام علیکم“ شہریار نے نیچے آتے سب کو سلام کیا جس پر سب نے ہم آواز ہوتے اسے جواب دیا۔ ”آج مریم گڑیا مل گئی ہے تو ماشاء اللہ ہمارے شیری کے چہرے سے مسکان ہی جُدا نہیں ہو رہی“

دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرایا اور مریم کو دیکھا جو اب تک کنفیوز سی نظریں جھکا کر بیٹھی تھی۔ ”جی انکل میری پٹھانی مجھے واپس مل گئی اب میرے چہرے سے مسکراہٹ جدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور میری اس مسکراہٹ کی ایک اور وجہ ہے جو میں آپ سب سے شیئر کرنا چاہتا ہوں“ شہریار نے سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھتے کہا تو سب نے اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلایا جبکہ مریم ایک جھٹکے میں کھڑی ہوئی۔ ”مریم گڑیا کیا ہوا“ اسے کھڑے ہوتے دیکھ عالمگیر خان نے پوچھا تو اس نے انھیں وہ دیکھا۔ ”وہ۔۔بابا میں۔۔آتی ہوں۔۔اماں سائیں کی دوائی۔۔لے کر“ مریم نے جلدی سے کہا اور سامنے شاہجہاں بیگم کے کمرے میں چلی گئی۔ ”پر یہ تو میری دوائی کا وقت ہی نہیں ہے پھر مریم کو کیا ہوا“ شاہ جہاں بیگم نے اسکے جاتے ہی کہا تو شہریار ہولے سے ہنسا اور اٹھتے ان کے سامنے زمین پر ایڑھیوں کے بل آتے بیٹھا۔ ”اماں سائیں میں جا کر دیکھتا ہوں پہلے میری بات سنیں۔آپکو ایک

ضروری بات بتانی ہے" شہریار نے انکے ہاتھ تھامتے عقیدت سے ان پر لب رکھے تو وہ مسکرائیں۔ "بولو میرا بچہ" انھوں نے شفقت سے کہا تو وہ مسکرایا۔یہ وہ شفیق ہستی تھیں جنھوں نے اسے اور اسد کو کبھی نہیں چھوڑا۔جنھوں نے اپنی زندگی ان دونوں پر لٹا دی تھی اور آج وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی سب سے پہلے ان سے بانٹنا چاہتا تھا۔ "مبارک ہو آپ پر دادی بننے والی ہیں ہمارے گھر ایک ننھا مہمان آنے والا ہے" شہریار نے مدھم آواز کہا تو شاہجہاں بیگم سمیت سب کے چہرے کھل اٹھے۔

"ماشاءاللہ تم سچ کہہ رہے ہو شہریار" شاہجہاں بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شاہجہاں بیگم کی آنکھیں نم ہوئیں۔انھوں نے اسکے سر پر لب رکھے تو وہ مسکرایا۔ "بہت مبارک ہو شہریار" عالمگیر خان نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور اٹھتے انکے گلے لگا۔ "خیر مبارک انکل" اس نے کہا تو وہ مسکرائے۔ انھیں بھی اپنی دونوں بیٹیوں کی طرف سے دُگنی

خوشیاں ملی تھیں۔ یشائم کا ملنا اور حوریہ جیسی نواسی اور دوسری طرف مریم سے ملنا اور نانا بننے کی خبر عالمگیر خان کی خوشی بھی انکے چہرے سے عیاں ہورہی تھی۔ "بہت مبارک ہو بچے" دراب صاحب اور فردوس بیگم نے اٹھتے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "بھائی ! ! ! " ان سب کے شہریار کو مبارک دیتے ہی اسد اور عائشہ بھاگتے اسکے پاس آئے۔ "میں پھپھو بننے والی ہوں" عائشہ نے جلدی سے پوچھا۔ "اور میں چاچو بننے والا ہوں" اسد نے بھی خوشی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ان دونوں کو اپنے ساتھ لگاتے انکا سر چوما۔ "جی بھائی کے پیارے بچوں" شہریار نے کہا تو ان دونوں کے چہرے چمکے۔ "اللہ بھائی کتنا مزہ آئے گا میں اپنے بھتیجے یا بھتیجی کو اتنا پیار کروں گا۔ اس نے تو رہنا بھی یہیں ہے" اسد نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور میں بھی آپکے بے بی کو بہت پیار کروں گی بھائی" عائشہ نے بھی چہک کر کہا تو وہ ہنسا اور دوبارہ انکے سر چوم گیا جبکہ باقی سب انکے پیار پر مسکرا

رہے تھے۔ ”ٹھیک ہے۔ اب تم دونوں بیٹھو میں مریم کو دیکھ لوں زرا“ شہریار نے انکے بال بگاڑتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے جس پر وہ مسکراتے شاہجہاں بیگم کے کمرے میں چلا گیا جبکہ وہ دونوں جاتے اپنی اپنی جگہ پر واپس بیٹھ گئے۔ ”پانچ منٹ بعد میرے روم میں آؤ۔ بات کرنی ہے“ عائشہ ابھی بیٹھی ہی تھی جب اسکے فون پر اسد کا میسج آیا جس پر اس نے کیوں کا میسج کیا۔ ”میں کہہ رہا ہوں نا شہزادی بات کرنی ہے آؤ جلدی“ اسد کا میسج ملتے اس نے اسے دیکھا جو اب باہر کی جانب جا رہا تھا۔ ”مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا“ دوسری طرف شہریار شاہجہاں بیگم کے کمرے میں آیا تو اسکی نظر مریم پر پڑی جو بیڈ کے کنارے پر سرخ چہرہ جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ اسکے پاس آیا اور اسکے ساتھ بیٹھتے نرمی سے اسے حصار میں لے گیا۔ ”کی۔۔کیسے بتاتی۔۔اتنی۔۔شرم۔۔آ رہی تھی“ مریم نے منمناتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”شرم کیوں آ رہی تھی یہ تو خوشی کی بات ہے“ نا شہریار نے محبت سے کہتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے اپنے ہاتھ پر

لکھی تحریر اسکے سامنے کی تو اسکے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھری۔ ”جی لیکن ایک فطری شرم و حیا بھی ہوتی ہے۔ ایکدم سے تھوڑی بتایا جاتا ہے“ اس نے مدھم آواز میں کہا تو شہریار نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”تم خوش ہو“ شہریار نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اپنے روبرو کیا۔ ”میں کیوں خوش نہیں ہونگی سائیں۔ میری اور آپکی اولاد آنے والی ہے۔ مجھے سمجھ نہی آرہا میں کیسے اپنی خوشی کا اظہار کروں۔ میں اتنی خوش ہوں کہ مجھے لگ رہا ہے اللہ نے سارے جہان کی خوشیاں میری مٹھی میں بند کردی ہوں۔ آپ نے کیوں پوچھا“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑ گیا۔ ”تم ابھی صرف بیس سال کی ہو اور ابھی پڑھ رہی ہو بس اسی لیے پوچھا۔ اولاد کی ذمہ داری چھوٹی نہیں ہوتی تو بس جاننا چاہتا تھا“ شہریار نے کہا تو وہ اسکی فکر پر مسکرائی۔ ”میں جانتی ہوں سائیں اولاد بہت بڑی ذمہ داری ساتھ لے کر آتی ہے پر میں ہر چیز کیلئے تیار ہوں اور جہاں تک بات ہے میری پڑھائی اور چھوٹی

عمر کی تو وہ میرے لیے ہماری اولاد سے زیادہ اہم نہیں ہے۔پڑھائی میں ساتھ ساتھ کرلوں گی بس آپ میرا ساتھ دینا" مریم نے کہا تو اس نے اسکا سر چوما۔"میں ہر قدم پر تمھارے ساتھ ہوں پٹھانی" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"سائیں ہم ماما، مہرو اور میشائم سے کب ملنے جائیں گے اور حوریہ سے بھی ملنا ہے مجھے" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔"پٹھانی تین دن بعد ہم نے عمرہ کیلئے نکلنا ہے تو میں سوچ رہا تھا کہ ہم واپس آکر مل لیتے کیونکہ ایسے تمھیں تھکاوٹ ہوجائے گی اور تھکن تمھارے لیے اچھی نہیں ہے۔باقی اگر تمھیں ابھی جانا ہے تو ہم آج رات نکل چلتے ہیں پھر پرسوں واپس آجائیں گے" شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ہم آکر ہی مل لیں گے پر میں ماما سے بات کروں گی ٹھیک ہے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ٹھیک ہے لیکن ابھی اٹھو اور جاکر عبایا وغیرہ پہنو۔ہم ڈاکٹر کے پاس جارہے ہیں۔تمھارا پروپر چیک اپ کروانے۔تب تک میں اماں

سائیں کو بتا دوں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گیا۔

"کیا ہوا اسد آپ نے اتنی جلدی میں کیوں بلایا" عائشہ نے اسد کے کمرے میں داخل ہوتے اس سے پوچھا جو بالکونی سے کود کر اندر داخل ہوا تھا۔ "کچھ نہیں ہوا شہزادی۔ بس تم سے بات کرنی تھی" اسد نے نرمی سے کہا اور اسکے پاس آتے اسے سینے سے لگا گیا۔ "کیا بات کرنی ہے جلدی کریں میں واش روم جانے کا بہانہ کرتے اوپر آئی ہوں" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ویسے اب تو سب ہی جانتے ہیں ہم میاں بیوی ہیں بہانے بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ تم دھڑلے سے کہہ کر آتی کہ میں اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہوں کوئی ڈسٹرب نا کرے" اسد نے کہا تو اس نے اسے گھورا۔ "اچھا جی اتنا ہی تھا تو آپ پورے حق سے میرا ہاتھ تھام کر مجھے اپنے روم میں لاتے بجائے یوں چوروں

کی طرح بالکونی سے آنے کے" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "تو میں یہ سمجھوں میری بیوی چاہتی ہے کہ میں سب کے سامنے حق سے تمھیں اپنے کمرے میں لاؤں۔پر شہزادی تم جانتی ہو نا حق سے لانے کا مطلب رخصتی ہوتا ہے تو کیا یہ اشارہ ہے" اسد نے اس کے چہرے پر آئی لٹ کو پیچھے کرتے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا۔ "بتاؤ حق سے کروا لوں رخصتی" اسد نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پہلے ماما سے بات کریں" عائشہ کی بات سنتے وہ ہنس پڑا۔ "گیا تھا میں بات کرنے پر آنٹی کہیں جا رہی تھیں۔اب انھوں نے کل بُلایا ہے مجھے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی وہ انکی بوتیک میں کچھ مسئلہ ہوا تھا وہی دیکھنے گئی ہیں" عائشہ نے بتایا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "خیر وہ چھوڑو یہ بتاؤ۔اگر میں رخصتی کی بات کروں تو کیا تمھیں کوئی اعتراض ہوگا" اسد نے پوچھا تو وہ مدھم سا مسکرائی۔ "مجھے کوئی اعتراض کیوں ہوگا اسد۔آپ میرے شوہر ہیں اور بیویاں شوہر کے ساتھ ہی اچھی لگتی

ہیں۔ہماری رخصتی ہوگی تو میں خوش ہونگی" عائشہ نے کہا تو اسد نے جھکتے اس کی رخسار کو چھوا جس پر اس کے رخسار گلابی ہوئے۔"ایسی باتیں کرو گی تو میرا کیا ہوگا بیوی" اسد نے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی تو اس نے اسد کے سینے پر ہاتھ رکھے۔"اسد باہر۔۔چلیں سب نیچے ہیں" عائشہ نے چہرہ ایک طرف موڑتے کہا تو وہ اسکے راہِ فرار کے بہانے پر مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکا کندھا چوم گیا۔"بہانہ اچھا ہے پر تمھارا شوہر کافی ڈھیٹ ہے" اسد نے اسکی کمر کے گرد بازو مضبوط کرتے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔"اسد۔۔چھوڑ دیں نا۔۔سب کیا سوچیں گے" عائشہ نے مدھم آواز میں نظریں جھکاتے کہا تو اس نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اس کا چہرہ اوپر کیا۔"کوئی کچھ نہیں سوچتا۔یہ بتاؤ آفس کیسا جارہا ہے۔کوئی تنگ تو نہیں کررہا" اسد نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"نہیں کوئی تنگ نہیں کررہا اور آفس بھی اچھا جارہا ہے۔آپ کو پتہ ہے بڑے بابا کی جو اب ڈیل فائنل ہوئی

ہے وہ میری وجہ سے ہوئی ہے کیونکہ انھیں ہمارے نئے پروجیکٹ کی گرافکس اتنے اچھے لگے کہ انھوں نے ڈیل سائن کردی پھر مجھے بڑے بابا سے شاباشی بھی ملی اور میرے کولیگز نے کینٹین میں ہی میرے لیے ایک چھوٹی سی پارٹی بھی کی" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ماشاءاللہ یہ کب ہوا اور مجھے کیوں نہیں بتایا" اسد نے کہا۔ "وہ تب ماما نے آپ سے بات کرنے سے منع کیا تھا پھر آپ بھی قسم کھا کر چلے گئے۔ مجھے بُرا لگا تھا اور میں ہرٹ بھی تھی پر بعد میں ضرار بھائی نے سمجھایا تو مجھے سمجھ آئی کہ آپ نے وہ قسم کیوں کھائی تھی" عائشہ نے کہا تو اس دن کی ساری باتیں اسکے ذہن میں لہرائی جبکہ آنکھوں کے سامنے عائشہ کا آنسوؤں سے تر چہرہ آیا۔ "سوری میری جان۔ پر اس دن جس طرح تم رو رہی تھی میرے پاس کوئی اور آپشن نہیں تھا۔ اگر میں اس دن جذباتی ہوتے تمھیں ساتھ لے آتا تو کیا تمھاری ماما مانتی؟ نہیں نا۔ تو اس لیے اس دن مجھے خود کو تم سے دور کرنا زیادہ بہتر لگا کیونکہ میرا عشق تمھاری ماما کی

محبت کے سامنے بہت چھوٹا ہے بٹر فلائی اور اس دن اگر میں ایک بیٹی کو اس کی ماں سے دور کرتا تو گناہ کا مرتکب ٹھہرایا جاتا" اسد نے کہا تو عائشہ نے آنکھوں میں محبت و عقیدت سموئے اپنے شوہر کو دیکھا جو اسکی خاطر خود کو اس سے دور کرنے کو تیار تھا۔"آپ اتنے اچھے کیوں ہیں اسد" عائشہ نے اسکی ساری باتوں کے جواب میں کہا تو وہ مسکرایا اور اس کا سر چوم گیا۔"کیونکہ تم میری ہو اور عائشہ راجپوت جس کی ہو وہ بھلا اچھا کیسے نہیں ہو سکتا" اسد نے کہا تو ہو مسکرائی اور اسے دیکھنے لگی۔چند لمحے اسے دیکھنے کے بعد عائشہ نے اپنی ایڑھیوں کو ہلکا سا اونچا کیا اور اسکی گال پر لب رکھتے اس کے حصار کو توڑتے اسد کے کوئی بھی رد عمل سے پہلے پہلے کمرے سے باہر بھاگ گئی۔جبکہ اسد تو جہاں تھا وہی رہ گیا۔اسے اپنی شہزادی سے اس عنایت کی امید نا تھی۔بے ساختہ اسکے کان کی لویں سرخ ہوئیں۔"میں خواب میں ہوں۔میں خواب میں ہوں" اسد نے کہتے خود کو زوردار چٹکی اور چلایا۔"آہہ اللہ سائیں میں خواب

میں نہیں ہوں۔ میری شہزادی نے میری گال پر لمس چھوڑا" اسد نے اپنے ہوش میں ہونے کا یقین کرتے چلاتے کہا اور ہاتھوں میں چہرہ چھپا گیا۔ "ہائے اللہ میری عائشہ کتنی شرارتی ہے۔ شوہر میں ہوں اور مجھے ہی شرمانے پر مجبور کر گئی ہے" اسد نے خود سے کہا اور اپنا چہرہ آئینے میں دیکھا جو کہ گلابی ہوا تھا۔ اس نے اعوذ باللہ پڑھی اور نیچے کی جانب بڑھ گیا۔

"بھائی ! ! ۔ بابا ! ! " مہر ماہ اور حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھا جو ابھی ہاسپٹل سے آیا تھا اور فوراً اٹھتے دونوں اسکی طرف بڑھیں جس پر ماہ دیر نے مہر ماہ کو سینے سے لگاتے حوریہ کو گود میں اٹھایا اور ان دونوں کا سر چوم گیا۔ "میرے بچے" ماہ دیر نے پیار سے کہا اور انھیں لیے جاتے صوفے پر بیٹھ گیا۔ جب کہ باقی سب انھیں دیکھتے مسکرائے۔ مہر ماہ اور ماہ دیر کو پھر سے ایک ساتھ دیکھ سب ہی خوش تھے۔ "بھائی آپ کا دن کیسا تھا۔ بابا ذان اپ اتی لیت توں آئے (بابا

جان آپ اتنی لیٹ کیوں آئے)" مہرماہ اور حوریہ دونوں نے ایک ساتھ سوال پوچھا۔ "گڑیا میرا دن بہت اچھا تھا اور بابا کی جان میں لیٹ اس لیے آیا کیونکہ دادا جان کے ڈاکٹر سے بات کرنی تھی مجھے" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بابا ذان اپ نے عامل تاتو تے پوتا بو تب آئیں دے (بابا آپ نے عامر چاچو سے پوچھا وہ کب آئیں گے)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر حوریہ کا منہ پھولا۔ "لٹل ہائنس آج عامر چاچو کا آف تھا نا تو وہ نہیں آئے تھے کل آئیں گے تو پوچھوں گا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ اب اسے کیا بتاتا اسکے عامر چاچو اس سے دوستی ہی توڑ چکے ہیں۔ "بھائی بابا کو راولپنڈی کب تک لے جاسکتے ہیں آپ نے کہا تھا آپ پوچھیں گے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بچے میں نے پوچھا تھا وہ کہہ رہا ہے ایک ہفتہ مزید ریسٹ کرنے کے بعد بابا سفر کے قابل ہوجائیں گے پھر لے جاسکتے ہیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے

ہاں میں سر ہلایا اور کچھ کہنے کو لب واء کیے لیکن اس سے پہلے ہی ضرار بول اٹھا۔ "ماہ پہلے اسے فریش ہونے دو باقی باتیں بعد میں اب" ضرار نے کہا تو اسنے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بھائی ضار ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ پہلے فریش ہو جائیں پھر باقی باتیں کریں گے" مہر ماہ نے کہا تو وہ اس کے بال بگاڑتے حوریہ کو نیچے اتارتے کھڑا ہوا اور سب کی نظروں سے بچتے میشائم کو اشارہ کرتے روم میں بُلاتے اوپر چلا گیا لیکن اس کا یہ اشارہ ضرار کی زیرک نگاہوں سے مخفی نا رہا جس پر وہ مسکرایا۔ جبکہ میشائم کو سمجھ نہیں آرہی تھی وہ یوں اٹھتے کیسے جائے۔ یہاں خلیل صاحب کے علاوہ سب بیٹھے تھے۔ اسکی ماما، مہر ماہ اور ضرار ایسے اٹھ کر جانا اچھا نہیں لگتا تھا۔ "ماہ! گڑیا کو روم میں جانے کا کہہ دو ماہ دیر کو ہیلپ چاہیئے ہوگی" ضرار نے میشائم کو کشمکش کا شکار دیکھتے مدھم آواز میں کہا تو مہر ماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بھابھی! شاید بھائی بلا رہے ہیں انھیں آپ کی ہیلپ چاہیئے" مہر ماہ نے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا اور بغیر کسی

سے نظر ملائے اٹھتے اپنے روم کی جانب بڑھ گئی۔وہ سیڑھیاں چڑھتے روم میں آئی تو نظر ماہ دیر پر گئی جو آئینے کے سامنے کھڑا اپنی گھڑی وغیرہ اتار رہا تھا۔"کہاں رہ گئی تھی" اسے آتے دیکھ ماہ دیر نے اسکے قریب آتے اسکے دونوں بازو پکڑتے اسے دیوار سے لگاتے دونوں ہاتھ اسکے سر کے ارد گرد ٹکا گیا جس پر میشائم کی آنکھیں پھیلیں جبکہ رخسار سرخ ہوئے۔"سب بیٹھے۔۔تھے ایک۔۔دم سے کیسے۔۔آتی" میشائم نے چہرہ جھکاتے کہا تو وہ ایک ہاتھ دیوار سے ہٹاتے اسکی ٹھوڑی کو تھاما اور اسکا چہرہ اپنے روبرو کیا جس پر میشائم کی نظریں سیدھی اس کی آنکھوں سے ٹکرائیں۔نظروں کے تصادم پر ان دونوں کا دل دھڑکا تھا۔"ہماری شادی کو اتنا عرصہ ہوگیا ہے اب تک میرے سامنے اٹک اٹک کر کیوں بولتی ہو" ماہ دیر نے جھکتے اسکی گال سے لب مس کرتے پوچھا تو اسکی سانس اٹکی۔"بریتھ میشی (سانس کو میشائم)" ماہ دیر نے سرگوشی کی تو میشائم نے گہری سانس ہوا کے سپرد کی جس پر وہ مسکرایا۔"میرے سامنے

سانس مت روکا کرو۔میں ڈاکٹر ہوں سی پی آر دینے سے پہلے ایک سیکنڈ بھی نہیں سوچوں گا" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے اسے دیکھا جبکہ چہرے کا رنگ لمحہ بہ لمحہ سرخ ہورہا تھا۔"اتنے بے شرم کیوں ہیں آپ" یشائم نے چہرہ ایک طرف موڑتے پوچھا۔"اتنی معصوم کیوں ہو تم" ماہ دیر نے بھی اسی کے انداز میں پوچھا تو یشائم کے لبوں پر شرگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"فریش ہوں فلرٹ نا کریں" یشائم نے اسے دیکھتے کہا۔"پر مجھے ابھی میری بیوی سے فلرٹ کرنا ہے اور تھوڑا رومینس بھی" ماہ دیر نے اپنے دونوں بازو اس کے کندھوں پر ٹکاتے چہرہ تھوڑا اسکے چہرے کے قریب کیا تو یشائم کی پلکیں لرزیں۔"یار یشی یہ ٹائیگریس سے بھیگی بلی بنتے ویسے بڑی پیاری لگتی ہو واللہ" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ آگے ہوتے اس کے سینے سے لگ گئی۔

"فریش ہوجائیں جاکر۔مجھے سمٹنے پر مجبور بعد میں کرلیجیے گا" یشائم نے اسکے سینے پر گال ٹکاتے کہا تو وہ مسکرایا۔"پھر بعد میں شکایت مت کرنا" ماہ دیر نے کہا تو

اس نے نرمی سے اسکے سینے پر تھپڑ مارا۔ "فریش ہوں جا کر دِیر۔ اب اگر ایک بھی لفظ بولے نا تو میں ناراض ہو جاؤں گی" میشائم نے دھمکی لگائی تو وہ ہنس پڑا۔ "یہ صحیح ہے بھئی جب بات نا آئے تو دھمکی لگا دو۔ صحیح ہے میں نے کیا کہنا میں تو غلام ہوں تمھارا متاعِ جان۔ تمھارا حکم سر آنکھوں پر۔ میں ابھی فریش ہو کر آیا" ماہ دیر نے عاجزی سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی جس پر وہ مسکرایا اور اسکے لبوں کو چھوتے اسکی ہنسی کو بریک لگواتے باتھ روم میں بند ہوا۔

"ضار! راولپنڈی میں بھی سورج غروب ہوتے پیارا لگتا ہے پر یہاں سورج کو پہاڑوں میں ڈوبتے دیکھنا کتنا سکون دیتا ہے" مہر ماہ نے ضرار کے سینے پر گال ٹکاتے کہا جو اسے اپنی گود میں بٹھائے دونوں پر لحاف لپیٹے جھولے پر بیٹھا تھا۔ وہ دونوں ابھی روم میں آئے تھے جبکہ باقی سب بھی اب آرام کرنے کی

غرض سے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ "ہمم" ضرار نے اسکے چہرے کو دیکھتے بس ہنکار بھرا۔ اس نے اب تک سامنے نہیں دیکھا تھا وہ بس اسے دیکھ رہا تھا۔ بھلا ضرار راجپوت کیلئے مہرماہ سکندر سے زیادہ خوبصورت نظارہ کوئی ہو سکتا تھا۔ "یہ پہاڑ۔ یہ نظارے۔ یہ سب کچھ۔ ضاریہ کتنا پیارا ہے نا" مہرماہ نے سامنے نظر آتے سوات کے خوبصورت مناظر کی طرف اشارہ کرتے مدھم آواز میں کہا۔ "ہاں بے حد خوبصورت" ضرار نے مہرماہ کی طرف دیکھتے کہا جو سوات کے نظاروں میں کھوئی تھی جبکہ ضرار اس میں۔ وہ ان نظاروں کو دیکھ رہی جبکہ ضرار اسے۔ مہرماہ کی آنکھوں میں سامنے موجود پہاڑوں کی تصویر تھی جبکہ ضرار کی آنکھوں میں اسکے عکس کے سوا کچھ نا تھا۔ "اور یہاں کی ہوا کتنی تازہ ہے نا" مہرماہ نے گہری سانس بھرتے کہا۔ "ہاں بہت زیادہ" ضرار نے اسکے بالوں سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو کو سانسوں میں بساتے کہا۔ "ضار ویسے ہم کیا ہر سال سوات نہیں آسکتے گھومنے" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو

اس نے جھکتے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ "آسکتے ہیں روحِ من۔ہر سال تو کیا ہر مہینے آسکتے ہیں بس تم حکم کرو "ضرار نے کہا تو اسکا چہرہ کھلا۔ "سچی ٹھیک ہے پھر ہم آیا کریں گے بھائی سے ملنے بھی اور گھومنے بھی" مہرماہ نے چہکتے کہا تو وہ مسکرایا اور انشاء اللہ کہہ گیا۔ "چلو ٹھیک ہے لیکن ہم صرف گھومنے آیا کریں گے ماہ دیر سے ملنے نہیں" ضرار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "کیوں ضار" مہرماہ نے پریشان ہوتے پوچھا۔ "کیونکہ ماہ دیر بہت جلد راولپنڈی شفٹ ہونے والا ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ چلائی۔ "سچی ! ! بھائی راولپنڈی شفٹ ہونے والے ہیں۔بھائی نے مجھے بتایا کیوں نہیں" مہرماہ نے جلدی سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میرا بچہ اس نے تمھیں اور باقی سب کو سرپرائز دینا تھا پر میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتا تو بس اس لیے تمھیں بتا دیا۔ اب تم یہ بات اس سے نا کرنا ورنہ وہ پھر لڑے گا میرے سے" ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ٹھیک ہے لیکن میں بہت خوش ہوں" مہرماہ نے کہا تو وہ

مسکرایا اور ماشاء اللہ کہہ گیا۔ ”بس پھر اب ہم بس گھومنے آیا کریں گے۔ آپکو پتا ہے میں بڑے ہوکر پہلی بار یہاں آئی ہوں ورنہ بچپن میں ماما بابا کے ساتھ کئی بار آئی ہوں اور بھائی تو مجھ سے بھی زیادہ بار آئے ہیں بلکہ وہ تو آگے کشمیر بھی گئے تھے دو بار۔ آپکو پتا ہے بھائی نے بتایا تھا کہ ایک بار وہ ماما بابا تینوں تین ماہ سوات رہ کر گئے تھے اور انھوں نے خوب انجوائے بھی کیا“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ ”اچھا جی یہ تو اچھا ہے تم بڑی ہوکر پہلی بار ہی آئی ہو۔ اب میں تمھیں گھومانے لایا کروں گا“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ویسے ایک بات تو بتاؤ اپھو لوگ تین ماہ کیلئے یہاں کیوں رہے“ ضرار نے اسکی پچھلی بات یاد کرتے پوچھا۔ ”وہ تب ماما کی طبیعت کافی خراب تھی تو بس انکا مائنڈ چینج کرنے کے لیے“ مہرماہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”اپھو کو کیا ہوا تھا ماہ اور یہ کب کی بات ہے“ ضرار نے ناسمجھی سے پوچھا۔ ”بھائی تب چار سال کے تھے جب میری آپی پیدا ہوئی تھیں پر وہ

زندہ نہیں تھیں اور اس بات کا ماما نے بہت صدمہ لیا تھا۔وہ ہر وقت روتی رہتی تھیں۔اور آپ جانتے ہی ہیں ماما ہارٹ پیشنٹ تھیں تو بابا، ماما اور بھائی کو یہاں لے آئیں پھر تین ماہ بعد جا کر ماما آپی کے غم سے تھوڑا سنبھلی تو بابا ماما کو واپس لے کر گئے۔اور آپ جانتے ہیں ماما اس غم سے مکمل باہر اس دن آئیں تھی جس دن میں پیدا ہوئی تھی" مہرماہ نے کہا تو ضرار کی آنکھیں پھیلیں۔"تمھاری کوئی بہن بھی تھی۔ اپھو نے کبھی اسکا ذکر نہیں کیا نا ہی تم نے یا کسی اور نے۔حتیٰ کہ ہمارے نکاح والے دن اور اس سے پہلے بھی میں ایک دو بار آیا تھا"ضرار نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔"جی لیکن آپی کا ذکر سنتے ماما رونے لگ جاتی تھیں تو بابا نے سب کو منع کر رکھا تھا کہ آپی کا ذکر کوئی نہی کرے گا اور میں نے اس لیے نہیں کیا کیونکہ کبھی اس حوالے سے ہماری بات ہی نہیں ہوئی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں یہ بھی ہے۔مجھے کافی افسوس ہوا سن کر"ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے

دیکھا۔ ”آپ جانتے ہیں جب مجھے بھائی نے بتایا تھا نا کہ ہماری ایک بہن بھی تھی تب میں بڑا روئی تھی کیونکہ مجھے بھی ایک بہن چاہیئے تھی۔پر میری کوئی بہن نہیں تھی پھر بابا نے مجھے سمجھایا تھا کہ وہ اللہ کی رضا تھی لیکن دکھ تو مجھے ہوتا تھا کیونکہ سب کے پاس بہن تھیں پر میرے پاس نہیں تھی لیکن پتا ہے پھر کیا ہوا“ مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا۔ ”کیا ہوا“ ضرار کا ہاتھ اس کی کمر سے سرکتے گال پر آیا۔ ”پھر ثانیہ آپی آئیں۔آپکو پتا ہے وہ بہت اچھی تھیں۔بہت زیادہ جتنا کہوں اتنا کم ہیں۔ماما کے جانے کے بعد میں روتی تھی تو وہ مجھے چپ کراتی تھیں۔پیار کرتی تھیں۔ جیسے بھائی مجھے پیار کرتے تھے ویسے ہی مجھے پیار کرتی تھی۔مجھے ماما سے چھپ کر کھانا کھلاتی تھیں۔جب ماما مجھے مارتی تھیں تب مجھے بچاتی تھیں اور جانتے ہیں اس بچانے میں عموماً انھیں بھی لگ جاتی تھی پر انھیں میری فکر ہوتی تھی۔وہ ماما کی طرح میرا خیال رکھتی تھیں۔ کبھی کبھی ایسا لگتا تھا جیسے وہ میری سگی بہن ہوں نا کہ سوتیلی۔ ہم کچن میں کھانا بناتے

ٹائم مستیاں کرتے تھے۔ایک ہی پلیٹ سے کھاتے تھے۔وہ کبھی کبھی میرا سر اپنی گود میں رکھ کر مجھے سلاتی تھیں۔ہم دونوں ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔ماما انھیں اکثر منع کرتی تھیں یہاں تک کہ ڈانٹتی بھی تھیں کہ مجھ سے دور رہا کریں پر وہ نہیں سنتی تھیں پھر میری اٹھارہویں سالگرہ پر پتا نہیں کیا ہوا۔آپی مجھ سے دور ہوگئیں۔مجھے خود سے دور جھٹکنا۔مجھے مارنا۔ماما کی طرح مجھے مارنا انکے لیے عام ہوگیا۔پر آپکو پتہ ہے مجھے آج تک آپی سے نفرت نہیں ہوئی۔وہ بہت اچھی تھی ضارنا جانے کیا ہوا جو وہ مجھ سے نفرت کرنے لگیں۔میں ان سے ناراض ضرور ہوں پر مجھے ان سے نفرت نہیں ہے بلکہ ان سے محبت ہے جانتے ہیں کیوں" مہرماہ نے اسے ثانیہ کے ساتھ گزرے خوبصورت لمحوں کا بتاتے کہا۔"کیوں" ضرار نے نرمی سے اس کی گال سہلاتے پوچھا۔"کیونکہ میں نے آپی کے لفظوں میں اور حرکتوں میں نفرت دیکھی ہے پر انکی آنکھوں میں نہیں۔آپی نے جب جب مجھے اذیت دی ہے

تب تب میں نے انکی آنکھوں میں بھی ایک لمحے کیلئے ہی سہی پر اذیت دیکھی ہے۔مجھے کبھی کبھی ایسا لگتا تھا جیسے آپی مجبوری مجھ پر ظلم کرتی ہیں پر میں کبھی پوچھنے کی ہمت نا کر سکی کیونکہ میں ان سے ڈرنے لگی تھی بلکل ویسے ہی جیسے ماما سے ڈرتی ہوں۔پر اگر زندگی میں کبھی موقع ملا تو آپی سے پوچھوں گی ضرور کہ آخر انھوں نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا" مہرماہ نے دکھ سے کہا تو ضرار نے اسکا چوما۔ "میری جان وہ سوات میں ہی ہے۔کیا تم ملنا چاہتی ہو اس سے" ضرار نے پوچھا تو اسکے ذہن میں جھماکا ہوا۔ہاں ثانیہ بھی تو سوات میں تھی۔پھر وہ کیسے بھول گئی یہ بات۔ "جی ضار مجھے آپی سے ملنا ہے" مہرماہ نے جلدی سے کہا تو ضرار نے ہاں میں سرہلایا۔ "ٹھیک ہے جناب ہم ایک دو دن تک جائیں گے اسکی طرف۔اب موڈ ٹھیک کرو میری روحِ من مجھے اداس اچھی نہیں لگتی" ضرار نے کہا اور نرمی سے اسے گد گدی کی تو وہ زور زور سے ہنس پڑی۔ "ہاہاہا ضار۔۔رکیں ہاہاہاہا" مہرماہ نے کھلکھلاتے اسے

روکا۔ "کیوں جناب کیوں رکوں" ضرار نے کہا اور مزید زور سے اسے گد گدی کرنے لگا عین اسی وقت انکے روم کا دروازہ نوک ہوا جس پر ضرار کے ہاتھوں کو جبکہ مہرماہ کی ہنسی کو بریک لگی۔ "کون آیا ہوگا" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا جو اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ رہی تھی۔ "میں دیکھتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلاتے اسکے گرد سے بازو ہٹائے جس پر وہ نیچے اتری اور اندر دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ "اپو (اپھو)" اس نے دروازہ کھولا تو سامنے حوریہ اپنا فیڈر پکڑے کھڑی تھی۔ اسے دیکھتے ہی حوریہ نے اپنے بازو واء کرتے اسے پکارا تو اس نے نرمی سے جھکتے اسے گود میں اٹھاتے سینے سے لگایا۔ "اپھو کی جان۔ میرا بچہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ آپ تو سو گئی تھیں نا۔ اور ماما بابا کو بتا کر آئی ہیں" مہرماہ نے پوچھا اور دروازہ بند کرتے بالکونی کی طرف بڑھ گئی جہاں ضرار بیٹھا مسکراتے انھیں ہی دیکھ رہا تھا۔ "دی پھل می اتی اول مذے اپ تے پاش انا تا۔ اب اپ حولیہ تو سانا۔ ماما بات توم می تیں اول بابا

سولے تے تو می بابا تے تان می باتل ادی (جی پھر میں اٹھی اور مجھے آپکے پاس آنا تھا۔اب آپ حوریہ کو سلانا۔ماما باتھ روم میں تھیں اور بابا سو رہے تھے تو میں انکے کان میں بتا کر آگئی)" حوریہ نے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔"ہاہاہاہا۔ چلو ماہ میری گڑیا کو یہاں لاؤ۔اپنی گڑیا کو سلاتا ہوں" ضرار نے کہا تو وہ اس کے پاس جاتے جھولے پر بیٹھی جس پر ضرار نے نرمی سے حوریہ کو اس سے پکڑتے سینے سے لگایا جو اب نیند میں جھول رہی تھی۔"دو نائٹ اپو اول تاتو (گڈ نائٹ اپھو اور چاچو)" حوریہ نے نیند سے چور آواز میں کہا تو وہ دونوں مسکرائے جبکہ حوریہ اب مزے سے ضرار کے سینے سے لگتے سو رہی تھی۔

"ضار بات سنیں" مہر ماہ نے اسکے پاس آتے کہا جو حوریہ کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھا۔وہ دونوں جس دن سے یہاں آئے تھے حوریہ تب سے انکے

ساتھ ہی سو رہی تھی جس پر وہ دونوں ہی مسکرا کر رہ جاتے۔ حوریہ ان چند دنوں میں ہی مہرماہ تو مہرماہ ضرار کی بھی جان بن گئی تھی۔ "سناؤ میری جند جان" ضرار نے حوریہ پر سے نگاہیں ہٹاتے اسے دیکھا جو دو ڈریسز پکڑے اسکے سامنے کھڑی تھی۔ "کونسا ڈریس زیادہ اچھا ہے" مہرماہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑے دونوں سفید ڈریسز کیطرف اشارہ کیا جنھیں ضرار غور سے دیکھنے لگا۔ ایک سفید گولڈن گھیرے والی لانگ فراک تھی جبکہ دوسری سرخ بٹن والی سفید شلوار قمیض تھی۔ وہ تینوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی اٹھے تھے۔ مہرماہ نے فریش ہوتے بیلو کلر کی شلوار قمیض پہنتے ضرار کی امامت میں نماز ادا کرتے حوریہ کو تیار کیا۔ ابھی وہ حوریہ کو تیار کرکے بیٹھی ہی تھی کہ ضرار نے اسے چینج کرنے کا کہا تھا۔ وہ آج اسے سفید رنگ میں دیکھنا چاہتا تھا جس پر مہرماہ نے مسکراتے اسکی بات مانی اور اب اسکے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی۔ "فراک پہن لو روحِ من" ضرار نے چند لمحے ان دونوں ڈریسز کو دیکھتے کہا تو اس نے

ہاں میں سر ہلایا اور مُڑتے باتھ روم کی طرف بڑھی۔ جبکہ حوریہ جو ضرار کی گود میں بیٹھی تھی اسے جاتے دیکھ فوراً اسے پکار گئی جس پر مہرماہ اور ضرار دونوں نے اسے دیکھا۔ "اپو لوئے من می باؤں تونسا بالا دیس پینے (اپھو روحِ من میں بتاؤں کونسا ڈریس پہنے)" حوریہ نے بیڈ کے کنارے پر کھڑے ہوتے کہا تو مہرماہ چلتے اس کے سامنے آتے کھڑی ہوئی جب کہ ضرار اسکے یوں روحِ من کہنے پر مسکرایا۔ وہ کل رات سے ضرار کے دیکھا دیکھی اسے روحِ من کہہ رہی تھی۔ "بتائیں اپھو کی جان میں کونسا پہنوں" مہرماہ نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ایک انگلی ٹھوڑی پر رکھی اور کپڑوں کو دیکھتے سوچنے لگی۔ "جے بالا (یہ والا)" حوریہ نے فراک پر انگلی رکھتے کہا تو مہرماہ ہنسی اور اسکی گال چوم گئی۔ "ٹھیک اب اپھو یہی پہنیں گی کیونکہ میری گڑیا نے کہا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے یاہو کا نعرہ لگایا اور اس کے گلے لگی۔ "تینیو اپو (تھینکیو اپھو)" حوریہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ "یور ویلکم میرا بچہ" مہرماہ نے کہا تو

حوریہ نے اسکی گال پر لب رکھے اور واپس ضرار کی گود میں بیٹھتے اسکی گھڑی سے کھیلنے لگی جس پر ضرار نے مسکراتے اس کا سر چوما جبکہ مہرماہ انھیں ایک نظر دیکھتے باتھ روم میں بند ہوئی۔ ابھی مہرماہ کو گئے چند سیکنڈ ہی ہوئے تھے جب روم کا ڈور نوک ہوا جس پر ان دونوں نے دروازے کی طرف دیکھا۔

"جاری تاتو بائل توئی آیا اے (ضاری چاچو باہر کوئی آیا ہے)" حوریہ نے آواز سنتے اسے کہا جس پر وہ مسکرایا۔ "جی چاچو کی جان۔ آؤ دیکھتے ہیں" ضرار اسے یونہی گود میں اٹھائے کھڑا ہوا اور جاتے دروازہ کھولا جہاں سامنے ماہ دیر کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی حوریہ کا چہرہ کھلا۔ "بابا ذان ! (بابا جان)" اس نے فوراً اپنے بازو واء کیے جس پر وہ اسے پکڑتے سینے سے لگا گیا۔ "بابا کی جان۔ گڈ مارننگ میرا بچہ" ماہ دیر نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا۔ "دد مائنن شپل مین (گڈ مارننگ سپر مین)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ جبکہ ضرار انکو دیکھ انکی نظر اتار گیا۔ "میرا بچہ کب اٹھا تھا" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا۔ "ابی مازتے تائم

(ابھی نماز پڑھتے ٹائم)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا جی تو بابا پاس کیوں نہیں آئی میری لٹل ہائنس" ماہ دیر نے پوچھا تو وہ اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ "می جاری تاتو اول اپو شات تھیل لی تی (میں ضاری چاچو اور اپھو ساتھ کھیل رہی تھی)" حوریہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا جی یہ تو اچھی بات ہے۔ اب ضاری چاچو کو بائے بائے کریں پھر ماما کے پاس چلیں روم میں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاتھ اٹھاتے ہلایا جس پر ضرار نے بھی مسکراتے اسے بائے کیا۔ "تو جم میں پہنچ میں حوریہ کو روم میں چھوڑ کر آتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر حوریہ کو لیے روم کی طرف بڑھ گیا جبکہ ضرار دروازہ بند کرتے اندر آیا عین اسی وقت مہر ماہ باتھ روم کا دروازہ کھولتے ڈھیلا سا جوڑا کیے سفید فراک میں اپسرا بنی باہر نکلی۔ اسے دیکھ ضرار ایک لمحے کو تھما۔ کوئی بیک وقت میں اتنا معصوم اور قاتلانہ کیسے لگ سکتا تھا۔ ضرار نے گہری سانس بھرتے سوچا اور اسکے پاس جاتے اپنے دونوں بازو اس کی کمر کے

گرد حمائل کرتے اسے اپنے قریب کر گیا۔ ”مسز راجپوت اب اگر اتنی حسین لگیں گی تو ہم مر جائیں گے آپ پر“ ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو مہر ماہ کی پلکیں لرزیں جب کہ گال بے ساختہ گلابی ہوئے جسے دیکھ ضرار مسکرایا جس سے اس کی دائیں گال پر ڈمپل پڑا۔ ”مسز راجپوت ایک تو اتنی پیاری لگ رہی ہو پھر یوں شرما رہی ہو بات ہاتھ سے نکل جائے گی“ ضرار نے نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکے بالوں سے کیچر سے نکالا جس سے اسکے ایش براؤن بال کمر پر آبشار کی مانند پھیلے جسے دیکھ ضرار مبہوت ہو۔ اسے دیکھ وہ بے خود ہوتے جھکا اور نرمی سے اسکی گردن کو چھوتے اسکے کندھے کو عقیدت سے چوم گیا جس پر مہر ماہ نے سانس روکی۔ ”ضا۔۔رر۔۔ باہر۔۔ چلیں۔۔ بابا۔۔ جاگ۔۔گئے ۔۔ہونگے“ مہر ماہ نے بامشکل اپنے دل کو سنبھالتے کہا تو ضرار مسکرایا۔ ”ہمم ابھی باہر چلنا ہی بہتر ہے“ ضرار نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اسکے گرد سے بازو ہٹائے تو وہ فوراً پیچھے ہوئی اور بغیر اسکی طرف دیکھے باہر نکل گئی جبکہ اسکے

جاتے ہی ضرار نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور سر نیچے جھکاتے مسکرایا۔ "کیا یار دو منٹ لمحے کو جینے بھی نہیں دیتے لوگ" ابھی وہ یونہی کھڑا مسکرا رہا تھا جب اسکا فون رنگ ہوا جس پر وہ بدمزہ ہوتے بولا اور بیڈ سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا جہاں اس کے موبائل پر کسی نئے ان نون نمبر سے کال آرہی تھی۔ ضرار نے فون اٹھاتے نمبر کال اٹھائی۔ "ہیلو ضرار راجپوت اسپیکنگ ۔کون بات کررہا ہے؟" ضرار نے فون کان کو لگاتے کہا۔ " گئس ہو(اندازہ لگاؤ کون)" دوسری طرف سے ضرار کو زہر سے بھی زہریلی شوخ آواز سنائی دی۔ وہ لائبہ کی آواز تھی جسے وہ کبھی سننا نہیں چاہتا تھا۔ "تم؟ تمھاری جرات کیسے ہوئی مجھے کال کرنے کی" ضرار نے غصے سے پوچھا تو دوسری طرف موجود لائبہ نے قہقہہ لگایا۔ "اپنے بچے کے باپ کو کال کرنے کیلئے مجھے کسی جرات کی ضرورت نہیں ہے" لائبہ نے مسکراتے تپانے والے انداز میں کہا تو ضرار نے مٹھیاں بھینچی۔ "نا ہی تو میں تمھارے بچے کا باپ ہوں اور نا ہی میرا تم سے یا

تمھارے بچے سے کوئی تعلق نہیں ہے لائبہ" ضرار نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔ اسکے لہجے سے اسکے غصے کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ "میرے بچے کے باپ تم ہی ہو۔ اور تمھارا مجھ سے اور میرے بچے سے کیا تعلق ہے یہ ہم دونوں بہت اچھی طرح جانتے ہیں" لائبہ نے جس طرف اشارہ کیا تھا ضرار اچھے سے سمجھ گیا تھا۔ اسکی بات پر اس نے لب بھینچے۔ "کیا چاہتی ہو تم؟" ضرار نے گہری سانس بھرتے پوچھا۔ وہ جانتا تھا یہ عذاب ایسے اس کی ایسے جان نہیں چھوٹنے والی تھی۔ وہ اس لڑکی کی وجہ سے اپنا گھر نہیں خراب کرنا چاہتا تھا۔ "تمھیں چاہتی ہوں۔ اپنا آپ مجھے سونپ دو باخدا کچھ نہیں کروں گی پر اگر تم میرے نا ہوئے تو سب سے پہلے تمھاری بیوی مرے گی پھر ہر وہ انسان جو تمھیں مجھ سے چھینے گا۔ اور تم جانتے ہو آئی آیم دا بیڈ بچ تمھیں اپنا بنا کر ہی رہوں گی۔ کیونکہ تم میرا جنون ہو۔ بہت جلد تم سے ملاقات ہوگی ضرار جسٹ ویٹ فار می۔ پھر تم میرے ہوگے" لائبہ نے کہتے فون بند کیا اور اسلام

آباد ائیرپورٹ سے نکلتے اپنے بھاری ہوتے وجود سمیت گاڑی میں بیٹھی۔جبکہ دوسری طرف موجود ضرار اسکی بات سنتے مٹھیاں بھینچ گیا۔اس نے اسکی ماہ کے بارے میں غلط سوچا اب یقیناً اسکا انجام اچھا نہیں ہونے والا تھا۔ضرار جو ابھی کچھ دیر پہلے مہرماہ کی وجہ سے مسکرا رہا تھا وہی اب لائبہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں خون اترا تھا۔"اس لڑکی نے آج مجھے کال کی کہاں مرے ہو تم لوگ۔ایک لڑکی نہیں ڈھونڈی گئی اب تک تم لوگوں سے آٹھ ماہ ہوگئے ہیں" اس نے جلدی سے ایک نمبر ملایا اور دھاڑتے بولا۔"سر اس لڑکی کو آخری بار ایران میں اپنے باپ کاشف کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ہم نے ایران کا چپا چپا ڈھونڈ لیا پر وہ وہاں نہیں ہے" اس آدمی نے ڈرتے ہوئے بولا۔"وہ وہاں کیسے ہوگی وہ یہاں ہے پاکستان میں۔اس نے ابھی مجھے کال کی ہے ڈھونڈو اسکو اور میرے سامنے لاؤ" ضرار نے غصے سے کہا اور فون بند کیا۔"ڈیم اٹ۔اگر ماہ کو لائبہ کا پتا لگ گیا تو کیا وہ میرا یقین کرے گی۔کیا مجھے اسے لائبہ اور بچے کے

متعلق بتانا چاہیئے۔یا اللہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں میں" ضرار نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بناتے دیوار میں مکا مارا اور باہر نکل گیا۔اسے جلد از جلد لائبہ کو ڈھونڈنا تھا ورنہ جو طوفان برپا ہونا تھا وہ اس سے بھی سنبھالا نہیں جانا تھا۔اگر لائبہ اسکے گھر تک پہنچ ایک راز نہیں ہر وہ راز کھلنا تھا جسے وہ آج تک چھپاتا آرہا تھا۔

"ثانیہ اٹھیں تیار ہوں" عامر نے روم میں داخل ہوتے اسے کہا جو بیڈ پر بیٹھی اپنے موبائل میں اپنی اور مہرماہ کی تصویریں دیکھ رہی تھی جبکہ وہ ابھی ہاسپٹل سے آیا تھا۔کل سارا دن وہ ثانیہ کے ساتھ رہا کیونکہ وہ کل پورا دن وقفے وقفے سے روتی رہی۔"آپ آج جلدی آگئے اور تیار کیوں ہوں۔ہم کہیں جارہے ہیں" ثانیہ نے موبائل ایک طرف رکھا اور اٹھتے کھڑی ہوئی تو وہ اسکے قریب آتے اسے ساتھ لگا گیا۔"میں جلدی آگیا کیونکہ مجھے میری بیوی کی یاد آرہی تھی

اور تیار اس لیے ہونا ہے کیونکہ ہم مہرماہ سے ملنے جارہے ہیں" عامر نے کہا تو ثانیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "مہرو سے۔ ہم راولپنڈی جارہے ہیں" عامر ثانیہ نے جلدی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں میرا سکھ چین ہم راولپنڈی نہیں جارہے۔ مہرماہ یہیں سوات میں ہے" عامر نے اسکا سر چومتے کہا تو اس کی آنکھوں میں خوشگواری و حیرت در آئی۔ "سچی وہ یہاں ہیں۔ وہ یہاں کب آئی اور آپکو کیسے پتا لگا عامر" ثانیہ نے ایک ہی سانس میں پوچھا تو وہ ہنسا اور جھکتے اسکے لبوں کو چھوتے فقل لگایا جس پر ثانیہ کی پلکیں لرزیں جبکہ جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا۔ جب کہ اسکا سرخی مائل چہرہ دیکھ وہ ہنسا اور اسکا سر چومتے اسے سینے سے لگا گیا۔ "جب ایسے شرماتی ہیں تو میرے دل کے تار چھیڑ دیتی ہیں آپ سکونِ قلب" عامر نے کہا تو ثانیہ کچھ نا بولی۔ جبکہ اس کے یوں سکونِ قلب کہنے پر اسکا دل دھڑکا تھا جبکہ اسے یوں خاموش دیکھ وہ مسکرایا اور اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ "اچھا سنیں میں بتاتا ہوں مہرماہ یہیں

ہے اور وہ چند دن پہلے ہی یہاں آئی تھی اور مجھے ایسے پتا لگا کہ آج آپ کے اس زومبی بھائی کو کال پر بات کرتے سنا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔"تو ہم مہرو کو کہاں ملیں گے" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔"ماہ دیر کے گھر" عامر نے کہا تو اسکی آنکھوں میں اذیت در آئی۔"عامر مجھے وہاں نہیں جانا۔وہ بے شک میرے سگے بھائی ہیں پر مجھے ان سے نہیں ملنا" ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔"ناراض ہیں اس سے" عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"ناراض نہیں ہوں عامر بس دل سے بھائی کی محبت ختم ہوگئی ہے۔میں نے ہمیشہ اسی طرح انھیں اپنا بھائی سمجھا جیسے مہرو انھیں سمجھتی تھی۔ لیکن انھوں نے مجھے نا تو بہن مانا اور بہن ماننا تو چھوڑیں انھوں نے مجھے انسان بھی نہیں سمجھا۔انھوں نے اس دن مجھے ایسے لفظ کہے کہ جن کے گھاؤ اب تک میری روح پر لگے ہیں۔جنکی اذیت مجھے اب بھی ہوتی ہے۔جن میں سے

اب بھی خون رستا ہے۔جانتے ہیں میں انکی سگی بہن ہوں پر انھیں بتانے کا دل نہیں کررہا میرا۔کیونکہ اب بتاؤں گی تو وہ معافی مانگنے لگے گیں پر مجھے ان سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا اور جہاں تک بات مہرو اور بابا کی ہے تو ان کے پاس مجھے رہنا ہے پر انکا مجھے نہیں پتا کہ وہ مجھے اپنائیں یا نا۔یا پھر میری باتوں پر یقین کریں یا نا کریں۔ میرے پاس تو کوئی ثبوت بھی نہیں ہے جس سے میں انھیں یہ یقین دلا سکوں کہ میں بابا اور پلوشہ ماما کی بیٹی ہوں" ثانیہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے کہا تو اس نے انتہائی محبت و عقیدت سے اسکی دونوں آنکھوں پر اپنا لمس چھوڑتے اسکے آنسو چنے۔"وہ آپکو اپنائیں گے اور آپکو کس نے کہہ دیا کہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں" عامر نے اسکا چہرہ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں دباتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"کیا ہمارے پاس کوئی ثبوت ہے" عامر ثانیہ کے پوچھنے پر وہ مسکرایا اور اپنا موبائل نکالتے کال ریکارڈنگ آن کرگیا جسے سنتے وہ اسے دیکھنے لگی۔"کل میں نے کال ملانے سے پہلے ریکاڈنگ آن کردی تھی

اور دیکھیں وہ ہمارے کتنے کام آئے گی آج" عامر نے کہا تو اس کے چہرے پر سکون اترا۔ "اچھا مجھے آپکو ایک اور بات بتانی ہے جو میں کافی ٹائم سے آپ سے چھپا رہا ہوں۔ وعدہ کریں ناراض نہیں ہونگی" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی عامر کا فون رنگ ہوا۔ ان دونوں نے بیک وقت فون سکرین کو دیکھا جہاں پرائیویٹ نمبر آرہا تھا جسے دیکھ ثانیہ نے آنکھیں چھوٹی کیں وہیں عامر کال اٹھانے لگا لیکن ثانیہ کی آواز اسے روک گئی۔ "یہ کسکا نمبر ہے عامر" نام کی بجائے پرائیویٹ نمبر دیکھ ثانیہ نے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔ "شک کر رہی ہیں" عامر نے پوچھا تو اسکی آنکھیں پھیلیں۔ "نہیں بس ایسے۔۔ہی پوچھا" اس نے فوراً کہا تو وہ پھر ہنسا کیونکہ ثانیہ کے گلابی ہوتے گال اسکی بات کی نفی کرنے کو کافی تھے۔ "اچھا ٹھیک ہے آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں" عامر نے کہا تو اس نے دوبارہ چور نظر سکرین پر ڈالی۔ "ویسے کون ہے" ثانیہ نے اب کی بار مدھم آواز

میں پوچھا تو اس نے بامشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا۔اسکی بیوی اس کی جاسوسی کررہی تھی وہ محظوظ ہوا تھا۔"میری پہلی بیوی ہے" عامر نے سنجیدہ ہوتے کہا تو ثانیہ کی آنکھوں میں بے یقینی اتری۔"پہلی۔۔بیوی" اس نے سرگوشی کی۔"جی میری پہلی بیوی۔آج اس سے ملنے نہیں گیا نا تو وہ شاید وہی پوچھنے کیلئے کال کررہی ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے چند لمحے اسکے چہرے پر شرارت تلاشی پر وہ بلکل سنجیدہ تھا۔اسکی سنجیدگی پر اسکے اندر کچھ چھن سے ٹوٹا تھا۔اس نے گہری سانس بھری اور اپنے گرد سے اسکے بازو ہٹاتے پیچھے ہوئی۔وہ پہلے سے شادی شدہ تھا۔دل یکدم ہی بھرا آیا اسکا دل کررہا تھا دھاڑیں مار مار کر روئے۔"آپ کرلیں بات میں ریڈی ہوجاتی ہوں تب تک" ثانیہ نے اپنا ڈوپٹہ اپنی مٹھیوں میں بھینچتے مدھم آواز میں کہا اور ڈریسنگ کی طرف بڑھتی اس سے پہلے ہی وہ اسکی کلائی تھامتے اسے اپنی طرف کھینچ چکا تھا جس پر اس نے نظریں جھکائیں رکھی۔"ثانیہ مجھے دیکھیں" اسکے یوں نگاہیں نا

اٹھانے پر عامر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”سکونِ قلب مجھے دیکھیں“ عامر نے اسکی گال پر نرمی سے ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے اب کی دفع چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ جبکہ اسکے چہرے پر نظر پڑتے عامر کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑا۔ اسکی آنکھوں کے کنارے نم تھے جبکہ چہرہ آنسو ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو رہا تھا اور ہونٹ ہلکے ہلکے کانپ رہے تھے جسے وہ دانتوں سے زخمی کر رہی تھی۔ ”ثانیہ میں مذاق کر رہا تھا“ عامر نے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو اب کی بار وہ رونے لگی جس پر عامر کے ہاتھ پاؤں پھولے۔ اس نے فوراً اسے سینے میں بھینچا اور اسکے سر پر لب رکھ گیا۔ ”یار ثانیہ میں مذاق کر رہا تھا میری جان۔ میری آپکے علاوہ کوئی اور بیوی نہیں ہے۔ میری پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی آخری بیوی آپ ہی ہیں جان اور آپ ہی رہیں گی۔ آپ کے علاوہ میں کسی کو دیکھنا تو کیا سوچنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ شادی کرنا تو دور کی بات بھی نہیں ہے۔ سچی بس آپکو تنگ کر رہا تھا بچہ۔ آئی ایم سوری میرا ارادہ آپکو رلانے

کا نہیں تھا۔میں تو بس آپکا ری ایکشن دیکھنا چاہتا تھا سوری نا چپ کر جائیں۔اب ایسا نہیں کہوں گا پلیز روئیں تو نا۔میری زندگی میں آپکے علاوہ نا کوئی ہے نا کوئی ہوگا" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"آپ۔۔نے ایسا۔۔کیوں کہا" ثانیہ نے روتے ہوئے پوچھا تو اسے شرمندگی ہوئی۔"آئی ایم سوری جان" عامر نے اسکے آنسو اپنی پوروں سے چنتے کہا تو اس نے واپس اس کے سینے میں چہرہ چھپایا۔"ایسے نہیں ۔۔کہا۔۔کریں عامر۔۔آپ میرے۔۔شوہر ہیں ۔۔ایک عورت سب برداشت۔۔کر سکتی ہے۔۔پر اپنے شوہر کے منہ۔۔سے دوسری عورت یا شادی کا ۔۔ذکر نہیں پلیز۔۔اب ایسا مت کہیے گا" ثانیہ نے کہا تو وہ اسکا سر چوم گیا۔"آئی ایم سوری اب کبھی بھی ایسی بات نہیں کہوں گا۔سوری میرا بچہ مجھے معاف کردیں۔میری زندگی میں آئی پہلی اور آخری عورت آپ ہی ہیں۔کسی دوسری عورت کے بارے میں سوچنا بھی میرے لیے گناہ ہے۔آپ میری پہلی اور آخری بیوی ہیں جنکا

ساتھ مجھے جنت میں بھی چاہیے۔میں جنت میں ستر کی ستر حوروں کو آپ کے لیے ٹھکرا سکتا ہوں۔مجھے جنت میں بھی آپ کا ساتھ چاہیئے باقی کسی چیز کی خواہش نہیں ہے مجھے" عامر نے کہا تو اس کے چہرے پر ڈھیروں سکون اترا۔"اب اپنی بات سے مکریے گا مت اور اگر کسی دوسری عورت کا یا شادی کا ذکر کیا نا تو میں آپکو چھوڑوں گی نہیں" ثانیہ نے اپنے آنسو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے معصومیت سے دھمکی لگاتے کہا تو وہ قہقہہ لگا گیا۔"ٹھیک ہے میری جان اب نہیں کہتا" عامر نے اس کی ناک پر لب رکھتے کہا تو اسکا دل اچھل کر حلق میں آیا لیکن ابھی وہ غصہ تھی۔"یہ کسکا فون آرہا تھا آپکو" ثانیہ نے جلدی سے خود کو کمپوز کرتے پوچھا۔"میرا خاص آدمی ہے۔میں نے آپکو اپنی فیملی کا بتایا تھا نا انکی حفاظت کیلئے میں نے اسے وہاں چھوڑا ہے اب میں سن لوں کال عالی جاہ" عامر نے پوچھا تو اس نے منہ بناتے ہاں میں سر ہلایا۔"پہلے بھی بتا سکتے تھے آپ لیکن نہیں پہلے مجھے رلانا ہوتا ہے" ثانیہ نے کہا

تو وہ کان پکڑ گیا۔ "سوری بچہ۔ آئیندہ ایسا نہیں ہوگا" عامر نے کہا تو اسنے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں عبایا پہن کر آتی ہوں۔ آپ کر لیں بات" ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسے اپنے حصار سے آزاد کیا جس پر وہ ڈریسنگ میں بند ہوئی جب کہ اس نے اپنے فون سے اس آدمی کو کال ملائی۔ "ہاں بولو" کال اٹھتے ہی عامر بولا۔ "سر میں نیچے آپ کے بیسمنٹ میں ہوں۔ کچھ بات کرنی تھی شہریار سر کے بارے میں۔ کیا آپ فری ہیں" اس آدمی نے کہا تو اس نے اپنے آنے کا کہتے کال کاٹی اور باہر بڑھ گیا۔ وہ تیز تیز چلتے بیسمنٹ میں آیا جہاں وہ آدمی سر جھکائے کھڑا تھا۔ "ہاں بتاؤ کیا ہوا شہریار کو۔ وہ ٹھیک ہے نا" عامر نے کرسی پر بیٹھتے پوچھا۔ "جی سر وہ اب ٹھیک ہیں" اس گارڈ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "اب مطلب" عامر نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "سر وہ شہریار سر لاہور گئے تھے آپ کو میں نے بتایا تھا تو وہاں ان؛کی وائف کڈنیپ ہو گئی تھیں اور پھر" اس آدمی نے عامر کو لاہور میں ہوئے سارے واقعے کا بتایا جسے سنتے عامر

کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔وہ ایک جھٹکے میں اٹھا اور اسکا کالر پکڑ گیا۔"مجھے یہ بات اب کیوں پتہ لگ رہی ہے پہلے کیوں نہیں بتایا" عامر نے دھاڑتے پوچھا تو اس نے سر جھکایا۔"وہ سر۔۔ میں نے آپکو۔۔بتانا تھا پر آپ نے پہلے تو کال نہیں اٹھائی میں دو دن آپکو کال کرتا رہا پھر۔۔گھر کال کی تو پتا لگا میم کی طبیعت نہیں ٹھیک اس لیے آپکو نہیں بتایا۔۔لیکن سر میں وہیں تھا۔۔میں نے وہاں انکے گارڈز کے ساتھ مل کر میم کو ڈھونڈا تھا"اس گارڈ نے کہا تو اسنے گہری سانس بھرتے اسکا کالر چھوڑا۔"تمھیں مجھے بتانا چاہیے تھا۔میرا بھائی اتنی اذیت میں تھا اور میں بے خبر تھا" عامر نے کہا تو اس نے سر جھکایا۔"سر مجھے معاف کردیں پر میں آپ کی اذیتیوں سے بھی واقف ہوں اور پھر میم کی طبیعت خراب تھی۔بس اس لیے آپکو نہیں بتایا"اس گارڈ نے کہا تو عامر نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔"ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔لیکن اب سے کچھ نا چھپانا اور یہ بتاؤ اسد ٹھیک ہے اور شہریار عمرہ کرنے کب جارہا ہے" عامر نے پوچھا۔"سر

اسد سر کا معاملہ بھی اب ٹھیک ہوگیا ہے۔ انکی ساس مان گئی ہیں اور شہریار سر پرسوں جارہے ہیں۔ میری ایک پوری ٹیم اس وقت سعودی عرب میں ہے جب کہ کچھ لوگوں کو میں سر کے ساتھ پلین میں ہی بھیج رہا ہوں" اس گارڈ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور سر دو باتیں اور ہیں۔ ایک تو شہریار سر کی وائف ماہ دیر سر کی وائف کی بہن ہیں اور دوسرا آپ چاچو بننے والے ہیں" گارڈ نے کہا تو اسکی آنکھوں میں چمک آئی۔ "میں چاچو بننے والا ہوں سچی۔ تمھیں یہ کیسے پتا ہے" عامر نے بے قراری سے پوچھا۔ "سر میرے سٹاف کی ایک فی میل وہاں میڈ کے طور پر کام کرتی ہے اس نے ہی بتایا ہے" گارڈ نے بتایا تو عامر کا دل خوشی سے نہال ہوا۔ وہ چاچو بننے والا تھا۔ اسکے بھائی کی اولاد آنے والی تھی۔ "بہت شکریہ یہ واقعی بہت خوشی کی خبر ہے شکریہ" عامر نے گارڈ کے گلے سے لگتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "چلو اب میں چلتا ہوں تمھاری میم انتظار کررہی ہونگی" عامر نے کہا تو وہ جی سر کہہ گیا جس پر وہ باہر نکل گیا۔

"عامر وہ کونسی بات تھی جو آپ نے مجھے بتانی تھی" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ "وہ اب میں آپکو وہیں جا کر بتاؤں گا ابھی مجھے آپکو ایک گڈ نیوز دینی ہے" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ وہ دونوں اب ماہ دیر کی طرف جا رہے تھے۔ وہ جب گارڈ سے ملتے اندر لاؤنج میں آیا تو ثانیہ سامنے ہی عبایا پہنے تیار کھڑی تھی جس پر وہ بغیر کوئی بات کیے مسکراتے اسے پورچ میں لایا اور اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ماہ دیر کی طرف روانہ ہوا تبھی ثانیہ نے اب اس سے پوچھا تھا۔ "کیسی گڈ نیوز" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "آپ چچی بننے والی ہیں میرے بھائی کی اولاد آنے والی ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ کے چہرے پر خوشی چھلکی۔ "بہت مبارک ہو عامر" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "خیر مبارک۔ اب انشاء اللہ جلدی ہی راولپنڈی چلیں گے تاکہ میں اپنے بھائی سے ملتے اسے روبرو مبارکباد دے سکوں" عامر نے کہا تو اس

نے انشاء اللہ کہا جس پر اس نے اسکا ہاتھ تھامتے اسے اپنے ساتھ لگایا تو وہ بھی اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ ”ہم پہنچ گئے“ مزید پانچ منٹ کے سفر کے بعد عامر نے اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے سامنے دیکھا جہاں انکے گھر جیسا ہی بڑا گھر تھا۔ ”یہ آپکے دوست کا گھر ہے“ ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے گہری سانس بھری۔ ”چلیں“ عامر نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ سیدھی ہوئی جس پر عامر باہر نکلا اور دوسری طرف سے آتے اسکا ہاتھ تھامتے اسے بھی باہر نکالتے اندر کی جانب بڑھا۔ ”جی نہیں بھائی۔ میں ماما بابا کو تنگ نہیں کرتی تھی۔ میں اچھی بچی تھی“ وہ دونوں اندر آئے تو انھیں مہر ماہ کی آواز کے ساتھ ماہ دیر، یشائم اور ضرار کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ ان سب کی آواز سنتے ثانیہ نے عامر کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے اسے دیکھا جس پر عامر نے نرمی سے اس کا ہاتھ سہلایا اور سامنے دیکھا۔

”اسلام علیکم“ اس نے ثانیہ کو نرمی سے اپنی پشت پر کرتے باآواز بلند سلام کیا

جس پر سب نے بیک وقت دروازے کی طرف دیکھا۔ماہ دیر کے چہرے پر عامر کو دیکھتے خوشگواری و حیرت آئی جبکہ باقی سب اسے دیکھنے لگے۔ "عامر تو یہاں" ماہ دیر صوفے سے کھڑے ہوتے اسکے پاس آیا اور اس کے قریب آتے ہی اسکی نظر اسکے پیچھے کھڑی ثانیہ پر پڑی جسے دیکھ اس کے چہرے کی خوش گواری غصے میں تبدیل ہوئی۔ "یہ یہاں کیا کر رہی ہے" ماہ دیر نے غصے سے عامر کو دیکھتے کہا۔ "میری بیوی یہاں اپنی بہن سے ملنے آئی ہیں" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے مٹھیاں بھینچی۔ "مہرو صرف میری بہن ہے اسکی نہیں بھول مت یہ ناجا" ماہ دیر کی بات پوری ہونے سے پہلے عامر نے دھاڑتے اسکی بات کاٹی تھی جبکہ ایک بار پھر اسکے ایسے لفظوں پر ثانیہ کی روح پر ضرب لگی تھی جس پر اسکے آنسو بہے۔ "ناجائز نہیں ہیں وہ ماہ دیر سکندر۔ خبردار میری بیوی کے بارے میں ایسی بکواس کی۔ تمھاری زبان حلق سے کھینچ کر گردن کے گرد لپیٹ دوں گا" عامر نے دھاڑتے کہا تو ثانیہ، بیشائم اور مہر ماہ چلائی جبکہ ضرار اٹھتے فوراً

آگے آیا۔ ”آپ کون ہیں اور یوں میرے بھائی پر چلا رہے ہیں“ ضرار نے آگے بڑھتے پوچھا۔ ”اگر آپکا یہ بھائی آپکی بیوی کو ناجائز یا گناہ کی نشانی کہے گا تو آپ اسے پھولوں کے ہار تو نہیں پہنائے گیں نا یقیناً اسکا منہ توڑ دیں گے شکر کریں میں صرف اس پر چلا رہا ہوں“ عامر نے ضرار کو دیکھتے کہا تو ضرار سمیت سب نے ماہ دیر کو دیکھا جو اب خاموشی سے کھڑا تھا۔ ”تم اپنی بیوی کو یہاں کیوں لائے ہو“ ماہ دیر نے عامر کو دیکھتے کہا اور ساتھ ہی اسکی پشت کے پیچھے کھڑی ثانیہ کو دیکھا جو رو رہی تھی۔ ”میں اپنی بیوی کو یہاں انکے سگے رشتوں سے ملوانے لایا ہوں“ عامر نے کہتے ثانیہ کے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دیتے آگے کیا تو ثانیہ پر نظر پڑتے ہی مہر ماہ اور ضرار کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں جبکہ جو چیز انھیں زیادہ حیران کر رہی تھی۔ وہ ثانیہ کا عبایا اور اس کا میک اپ سے پاک چہرہ تھا۔ ”آپی“ ثانیہ کو دیکھ مہر ماہ بھاگتے اسکے پاس آئی جس پر ثانیہ نے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”مہ۔۔مہرو“ ثانیہ نے عامر سے ہاتھ چھڑاتے

اسکے قریب ہوئی اور ایک جھٹکے میں اسکے گلے لگتے اونچی اونچی رونے لگی جس پر مہرماہ سمیت سب نے اسے دیکھا۔"مہرو۔۔میں۔۔تمھاری۔۔آپی۔۔ ہوں۔۔مہرو"ثانیہ نے اسکے کندھے پر سر رکھتے روتے ہوئے کہا تو مہرماہ نے اسکے گرد بازو باندھے۔اسے یوں روتے دیکھ مہرماہ کی آنکھیں بھی نم ہوئیں۔اس نے کبھی ثانیہ کو اتنا ٹوٹا بکھرا نہیں دیکھا تھا۔"آپی میں جانتی ہوں پلیز رونا بند کریں۔آپ ایسے کیوں رو رہی ہیں" مہرماہ نے اسکی کمر سہلاتے کہا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا اور اسے

دیکھا۔ن"ن۔۔نہیں۔۔مہرو۔۔میں۔۔تمھاری۔۔۔سگی۔۔بب۔۔بہن ہوں"ثانیہ نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو مہرماہ نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔"کیا بکواس کررہی ہو تم۔مجھے اپنی باتوں میں نہیں الجھا سکی تو اب میری بہن کو الجھانے آگئی ہو" ماہ دیر نے اس کی بازو پکڑتے اسے مہرماہ سے دور کیا جس پر ثانیہ لڑکھڑائی لیکن عامر اسے فوراً تھام گیا۔"ماہ دیر بکواس ثانیہ

نہیں۔بکواس تو کررہا ہے۔ آدھا سچ جان کر جو اتنی بڑی بڑی باتیں کررہا ہے نا۔اگر میں نے ثانیہ کی اصلیت تجھے بتا دی تو،تو کونوں میں چہرہ چھپاتے روئے گا" عامر نے ایک بازو ثانیہ کے گرد حمائل کرتے دوسرے ہاتھ سے ماہ دیر کا کالر پکڑا تو اس نے اسے دیکھا۔ "ایسی کونسی سچائی پتا لگ گئی ہے تجھے جو پتہ لگتے میں اسکے لیے روؤں گا" ماہ دیر نے اسکا ہاتھ اپنے کالر سے جھٹکتے کہا تو عامر استہزائیہ ہنسا۔ "جنکو تو یوں ذلیل کررہا ہے۔جن سے نفرت کررہا ہے جانتا ہے وہ کون ہیں۔جانتا ہے انکا تجھ سے۔ مہرماہ سے۔تیرے ماما بابا سے کیا رشتہ ہے۔کون ہیں یہ" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے ثانیہ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں اس قدر اذیت تھی کہ کسی کا دل چیڑ دیتی۔ "کیا رشتہ ہے ثانیہ کا ماہ دیر اور ماہ سے" ضرار نے آگے ہوتے پوچھا۔ "سگی بہن ہیں یہ ان دونوں کی اور سگی بیٹی ہیں یہ خلیل انکل اور پلوشہ آنٹی کی" عامر نے کہا تو ان سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "تمھارا دماغ خراب ہوگیا ہے یہ میری بہن کیسے ہو سکتی ہے۔میری

ایک ہی بہن ہے اور وہ مہرو ہے" ماہ دیر نے کہا تو عامر استہزائیہ ہنسا۔ "پھر سوچ لے تیری صرف ایک ہی بہن ہے" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "نہیں میری ایک اور بہن تھی پر وہ مردہ پیدا ہوئی تھی" ماہ دیر نے اب کی بار مدھم آواز میں کہا۔ "تیری وہ بہن جسے تو اور باقی سب آج تک مردہ سمجھتے آرہے ہیں نا۔ وہ کوئی اور نہیں ثانیہ ہے۔ تیری بہن کبھی مردہ پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ تیری سگی بہن کو تیری سگی دادی نے اس مردہ بچی سے بدل دیا تھا جو تیری سوتیلی ماں کی تھی۔ ثانیہ اس عورت کی بیٹی نہیں بلکہ پلوشہ آنٹی اور خلیل انکل کی بیٹی ہے" عامر نے اسے دیکھتے کہا تو ماہ دیر کے علاوہ باقی سب کے چہرے پر بے یقینی آئی۔ "یہ بھی اسکی اور اس کی ماں کی کوئی چال ہوگی مجھے یقین نہیں ہے" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ نے ٹوٹے کانچ کی کرچیوں کو آنکھوں میں بسائے اسے دیکھا اور عامر کے حصار سے نکلتے اسکے روبرو آئی جس پر ماہ دیر نے سرد و سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔ "اگر۔۔یہ بات۔۔سچ ثابت۔۔ہوگئی۔۔

تب۔۔بھی۔۔میں آپ ۔۔سے کبھی بات۔۔ نہیں کروں۔۔گی۔
۔آپکے۔۔ مطابق آپکی۔۔ایک بہن۔۔۔ہے تو۔۔ میری۔۔ سچائی کھلنے۔۔۔کے
بعد بھی۔۔آپکی ہمیشہ ایک۔۔ہی بہن۔۔ ۔ رہے گی۔۔ مہرو۔۔ میرا۔۔آپ
سے کوئی۔۔ تعلق نہیں ۔۔ہوگا۔۔میں نے۔۔ کبھی نہیں۔۔ سوچا
تھا۔۔جس بھائی سے۔۔۔ملنے کی۔۔ خواہش میں۔۔۔نے گیارہ سال ۔۔کی تھی
۔۔وہ ملنے پر۔۔ اتنی بُری طرح۔۔۔مجھے بے۔۔جان کریں گے۔۔ میں
بس۔۔آج آخری بار۔۔آپکے گھر آئی۔۔ہوں ابھی چلی۔۔ جاؤں
گی۔۔کیا۔۔صرف دو۔۔ منٹ۔۔کی مہلت۔۔دے سکتے ۔۔ہیں تاکہ۔۔
میں آپکو۔۔ اپنی سچائی کا ثبوت دے۔۔ سکوں۔۔ صرف دو۔۔ منٹ۔۔پکا
اس۔۔ سے زیادہ ایک پل۔۔ نہیں مانگوں گی۔۔پر صرف۔۔دو منٹ دے
دیں۔۔اتنی مہلت تو۔۔گناہِ کبیرہ کرنے۔۔والے شخص کو۔۔ بھی دی جاتی
ہے۔۔پکا وعدہ۔۔ اسکے بعد۔۔ آپکو اپنی شکل نہیں دکھاؤں گی" ثانیہ نے مردہ

نگاہوں سے اسے دیکھتے اذیت سے ہچکیاں بھرتے پوچھا جس پر سب کو بے ساختہ اس پر ترس آیا جبکہ اسکے لہجے میں اذیت کو محسوس کرتے ماہ دیر کو یوں لگا جیسے کسی نے اسکے وجود پر ابلتا لاوا الٹ دیا ہو۔ اسکے لہجے میں اذیت و کرب محسوس کرتے ماہ دیر کا دل نا جانے کیوں خوف سے دھڑکا۔ اس نے شدت سے دعا کی ثانیہ کی باتیں سچ نا ہوں اگر ہوئیں تو وہ خود سے ساری عمر نظریں نہیں ملا پائے گا۔ وہ بس ثانیہ کو دیکھ رہا تھا جو اشک بار آنکھوں سے اسے امید سے دیکھ رہی تھی۔ اسی امید سے جس سے اس نے ہاسپٹل میں اسے دیکھا تھا پر اس نے بے دردی سے اسکی امید توڑی تھی جبکہ عامر جو اسکے بولنے کا منتظر تھا اسے خاموش دیکھ اس نے ثانیہ کا بازو پکڑتے اسے اپنے ساتھ لگایا اور اسے دیکھا۔ "کیا دو منٹ بھی تو نہیں دے سکتا اتنا بے حس ہوگیا ہے" عامر نے کہا تو اس نے ثانیہ سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔ "آپ آئیں بیٹھیں ہم سنیں گے آپکی بات۔ ماہ جاؤ ثانیہ گڑیا کے لیے پانی لے کر آؤ" ضرار

نے عامر کو کہتے مہر ماہ سے کہا تو وہ فوراً کچن کی طرف بڑھی جبکہ عامر ثانیہ کو یونہی ساتھ لگائے آتے ضرار کے ہمراہ چلتے صوفے پر بیٹھا۔ "دِیر نا جانے کیوں مجھے لگ رہا ہے جیسے اس بار آپکی نفرت آپکا نقصان کرنے والی ہے" میشائم نے اسکے پاس آتے کہا جو ابھی تک اسی جگہ پر جما کھڑا تھا۔ اسکی بات پر ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "آپکی آنکھیں بھی یہی کہہ رہی ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے سر جھکایا۔ "آئیں وہاں چلیں اور بھائی کی بات سنیں" میشائم نے کہا تو اس نے بامشکل ہاں میں سر ہلایا اور اپنے من من بھاری ہوتے قدم اٹھاتے چل کر ضرار کے ساتھ بیٹھتے ثانیہ کو دیکھا جو اب عامر کے ہاتھ سے پانی پی رہی تھی جب کہ مہر ماہ میشائم کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔ "بیٹُو ریلیکس" عامر نے اسے پانی پلاتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر اس نے نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگایا اور ان سب کا لحاظ کیے بغیر اسکا سر چوما۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا" عامر نے نرمی سے کہا اور بغیر کوئی مزید بات کیے اپنا فون نکالتے ریکارڈنگ آن کر

گیا۔ جسکے آن ہوتے انھیں پروین بیگم اور طاھرہ بیگم کی آواز سنائی دی جسے سنتے سب بے یقین ہوئے۔

سب ہی اس ریکارڈنگ کو سن رہے تھے۔ ان دو عورتوں کی آواز کے ساتھ ثانیہ کی مدھم سسکیوں کی آواز لاؤنج میں گونج رہی تھی۔ سب سانس روکے ان دونوں ڈائن عورتوں کی باتیں سن رہے تھے۔ انکی باتیں سنتے ماہ دیر کے چہرے پر بے یقینی و شرمندگی آتی جارہی تھی۔ مزید کچھ منٹ بعد بلآخر عامر کے موبائل سے آواز آنی بند ہوئی۔ اسکے ساتھ ہی ان سب کی نظریں ثانیہ پر گئیں جو اب تک رو رہی تھی۔ ”اب آگیا یقین تجھے ماہ دیر یا ابھی بھی کہے گا یہ ان کی یا اس عورت کی کوئی چال ہے“ عامر نے ریکارڈنگ کے بند ہوتے ہی ماہ دیر کو دیکھتے کہا تو اس کی شرمندگی بڑھی۔ اس نے اپنی نفرت میں اپنی سگی بہن کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس نے اس روز انسانیت کے درجے سے گر کر الفاظ بولے تھے اور

آج جب سچائی کھلنے کے بعد اپنے ہی الفاظ کانوں میں گونجے تو دل کر رہا تھا خود کو ختم کر لے۔ اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ وہ اپنی نفرت میں کیا کر گیا تھا۔ ماہ دیر کھڑا ہوا اور جاتے ثانیہ اور عامر سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا جو اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے جبکہ باقی سب بھی اب کھڑے انھیں دیکھ رہے تھے۔ ”تم ۔۔میری۔۔بہن۔۔ہو۔۔ میری۔۔گڑیا۔۔ہو؟“ ماہ دیر نے ثانیہ کو دیکھتے پوچھا جو رو رہی تھی۔ اسے یقین کرنا مشکل تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی جسے وہ ناجائز سمجھتا تھا جس سے وہ نفرت کرتا آرہا تھا وہ اسکی سگی چھوٹی بہن تھی۔ وہ بہن جسے سب مردہ سمجھتے تھے۔ ”نہیں ۔۔میں صرف۔۔مہرو کی۔۔بہن ہوں“ ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا تو ماہ دیر کی آنکھیں نم ہوئیں۔ اس نے کتنا بُرا کیا تھا اپنی بہن کے ساتھ۔ ہاں وہ نہیں جانتا تھا پر وہ اس بات سے تو واقف تھا نا کہ وہ ایک صنفِ نازک ہے۔ اس نے کتنے غلط الفاظ بولے تھے اپنی بہن کو۔ اپنی گڑیا کو جسکے لیے وہ رویا کرتا تھا اور اب بھی جسکی یاد اسکی آنکھیں نم

کردیتی تھی۔ ”ایسے نہیں۔۔کہو گڑیا۔۔آئی۔۔آیم سوری۔۔پر ایسا۔۔نا کہو۔۔میں جانتا ہوں۔۔میں نے بہت۔۔ غلط کیا۔۔پر ایسے مت کہو“ ماہ دیر نے نفی میں سر ہلاتے کہا اور اس کے پاس آنا چاہا پر وہ روتے ہوئے عامر کی پشت کے پیچھے ہوئی۔جسے دیکھ ماہ دیر کا دل کٹا۔کیا کردیا تھا اس نے۔”کاش۔۔آپکو۔۔پہلے احساس۔۔ہوجاتا۔۔کہ آپ نے غلط کیا۔۔کاش۔۔اس دن آپ وہ۔۔سب نا بولتے۔۔کاش ایک بار۔۔مجھے انسان سمجھ لیتے“ ثانیہ نے اذیت کی انتہا پر کہا تو ماہ دیر کا سر شرمندگی سے جھکا۔ ”آئی ایم ۔۔سوری بچے۔۔پلیز۔۔اپنے بھائی۔۔کو معاف۔۔کردو“ ماہ دیر نے شرمندگی سے کہا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا اور مہر ماہ کو دیکھا۔”میں کون۔۔ہوتی ہوں ۔۔کسی کو معاف ۔۔کرنے والی۔۔میں تو خود بڑی گنہگار ہوں۔۔میں نے۔۔تو خود بڑی۔۔زیادتی۔۔کی ہے مہرو کے ساتھ۔۔باقی سب کے ساتھ“ ثانیہ نے کہا اور مہر ماہ کے سامنے جاتے کھڑی ہوئی۔جس

پر مہرماہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ”میں جانتی۔۔ہوں جتنی۔۔زیادتی
میں۔۔نے تمھارے ساتھ۔۔ پچھلے۔۔دو تین۔۔سال میں
کی۔۔ہے۔۔اسکی اذیت۔۔ایک چھوٹی۔۔سی معافی ختم
نہیں۔۔کر سکتی۔۔پر اگر ہو سکے۔۔تو مجھے معاف کردو۔۔مہرو۔۔ میں نے
سب سے زیادہ۔۔بُرا تمھارے ساتھ۔۔اور اس ایک شخص۔۔کے ساتھ کیا
ہے اس سے۔۔تو میں اب معافی۔۔نہیں مانگ۔۔ سکتی۔۔پر اپنی۔۔بہن
سے تو۔۔مانگ سکتی ہوں نا“ ثانیہ نے مہرماہ کو دیکھتے کہا اور ساتھ ہی اسکے
سامنے ہاتھ جوڑے جس پر مہرماہ نے تڑپ کر اس کے ہاتھ تھامتے
چومے۔ ”آپی پلیزیوں ہاتھ نہیں جوڑیں۔آپ میری بہن ہیں۔معافی مت
مانگیں۔بس میرے ایک سوال کا جواب دے دیں“ مہرماہ نے اس کے دونوں
ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے پوچھا تو ثانیہ نے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں
نفرت نہیں تھی بلکہ نرمی تھی۔ ”میں تمھاری۔۔ہر بات کا۔۔جواب دوں

گی۔۔بس ایک۔۔بار اپنی آپی کے گلے لگ۔۔جاؤ پلیز مہرو" ثانیہ نے اسکی بات کا جواب دیتے منت بھرے لہجے میں کہا تو ضرار نے حیرت سے اسے دیکھا۔یہ ثانیہ کا کونسا روپ تھا جو وہ دیکھ رہا تھا۔جب کہ مہرماہ سمیت باقی سب نے دکھ سے اسے دیکھا اور ماہ دیر وہ تو سر اٹھانے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ "یوں منت کرنے کی بجائے حق سے مجھے گلے لگائیں۔آپی ہیں آپ میری۔میں منع کیوں کروں گی آپکو" مہرماہ نے اپنے بازو واء کرتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔اور اگلے ہی پل اس کے گلے لگتے رونے لگی۔مہرماہ نے بھی اسکے گرد حصار باندھا اور اسکا سر سہلانے لگی۔عرصے بعد اسے ثانیہ میں اپنی وہی آپی نظر آئی تھی جو کچھ سال پہلے تھی۔جو اسے پیار کرتی تھی جو مہرماہ کی اپیہ تھی ناکہ ثانیہ آپی۔ "مجھے۔۔ معاف۔۔ کردو۔۔ میری جان۔۔ آئی۔۔ آیم سوری۔۔ مہرو۔۔ میری بہن ۔۔مجھے معاف۔۔ کردو ۔۔تم سے کی۔۔ گئی زیادتیاں۔۔ یاد۔۔ کرتے میں ۔۔ روز۔۔ شرمندگی سے مرتی۔۔ ہوں

مہرو۔۔پلیز مجھے۔۔ معاف کردو۔۔یا کوئی سزا دے۔۔دو یا ویسے۔۔ہی مارو جیسے۔۔میں تمھیں مارتی تھی۔۔یا جان سے۔۔مار دو پر۔۔مجھے معاف۔۔کردو مہرو۔۔اپنی گنہگار بہن کو۔۔ معاف کردو" ثانیہ نے شدت سے روتے کہا تو اب کی بار مہرماہ بھی رونے لگی۔"اپیہ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں۔پلیز رونا بند کریں۔۔پلیز مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔۔ پلیز میری بات نہیں مانیں گی آپ" مہرماہ نے نرمی اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔"تم کیوں۔۔ رو رہی ہو" ثانیہ نے ہاتھ بڑھاتے اسکے آنسو صاف کرتے پوچھا۔"مہرو کی اپیہ رو رہی ہے نا اس لیے" مہرماہ نے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے کہا تو اس کی آنکھیں پھر بھریں۔"مہرو کی اپیہ۔۔تو اچھی ہی۔۔ نہیں اچھی تو۔۔مہرو ہے جو۔۔ میری اتنی زیادتی کے۔۔بعد بھی یہاں کھڑی میرے۔۔آنسو پونچھ رہی ہے" ثانیہ نے تو وہ مسکرائی۔"مہرو کی اپیہ کی ساری زیادتی مہرو بھول گئی ہے۔آپ

میری بہن ہیں میری سگی بہن آپ سے ناراض نہیں ہوں۔ اور یقین کریں آپ میری سگی بہن نا بھی ہوتیں تب بھی مہرو آپ سے نفرت نہیں کر سکتی" مہرماہ نے کہا تو وہ پھر اسکے گلے لگی جبکہ باقی سب ان دونوں بہنوں کا پیار دیکھتے نم آنکھوں سمیت مسکرائے۔ "کیوں ہو تم۔۔ اتنی اچھی۔۔ کیوں نہیں دے رہی۔۔ مجھے سزا" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرائی اور اس سے پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔ "سزا چاہیئے آپکو" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے پھر آپکو ایک بہت سنگین سزا سنانے والی ہوں" مہرماہ نے کہا تو ثانیہ سمیت سب نے اسے دیکھا۔ "تم جو سزا دو گی میں۔۔ خوشی خوشی قبول۔۔ کرلوں گی" ثانیہ نے اسکے ہاتھ تھامتے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "تو آپ کی سزا یہ ہے کہ اب کبھی ہمیں چھوڑ کر نہیں جائیں گی۔ بلکہ میرے، بھائی اور بابا کے ساتھ رہی گیں۔ اور سب سے اہم مجھے اپنے ہاتھ کی بنی بریانی کھلائیں گی جب بھی میں فرمائش کروں گی اور بچپن کی طرح میرا سر

اپنی گود میں رکھواتے مجھے سلائیں گی" مہرماہ نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ ثانیہ اسے دیکھ رہی تھی۔جس نے سزا میں بھی اسے وہ چیز دی تھی جسکے لیے وہ بھی ترس رہی تھی۔"جو میری۔۔گڑیا کہے گی" ثانیہ نے اسکا چہرہ اپنے کانپتے ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پر لب رکھے تو وہ مسکرائی اور اسکے دونوں ہاتھ چوم گئی۔"اب میں چلتی۔۔ہوں اپنا خیال رکھنا" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔"اپیہ کہاں جارہی ہیں آپ۔آپ نے وعدہ کیا تھا نا آپ نہیں جائیں گی" مہرماہ نے اسکی بازو پکڑتے کہا تو وہ مسکرائی۔"میں اپنے گھر جارہی ہوں مہرو۔میرے دو منٹ کب کے ختم ہو چکے ہیں۔اب مجھے چلنا چاہیئے۔اب تم آنا میرے گھر پھر ہم دونوں بہنیں سارا دن باتیں کریں گے اور میں تمھارے سارے سوالوں کے جواب بھی دوں گی اور میں تمھیں بریانی بھی بنا کر کھلاؤں گی" ثانیہ نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا اور ایک بار دوبارہ اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے مہرماہ کے کچھ بھی بولنے سے پہلے عامر کی طرف

بڑھی۔ ”عامر گھر چلیں۔دو منٹ پورے ہوگئے ہیں“ ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے ایک بازو کے حلقے میں لیتے دروازے کی طرف بڑھا۔ ”اپیہ نہیں پلیز نہیں جائیں“ اسے جاتے دیکھ مہرماہ نے بھرائی آواز میں اسے کہا۔جس بہن کی اس نے ہمیشہ خواہش کی تھی وہ اسکی ثانیہ آپی ہی تھی۔جس بہن کے ساتھ اسکا بچپن گزرا تھا وہ اسکی سگی بہن تھی۔وہ اسے خود سے دور جاتا کیسے دیکھ سکتی تھی۔ ”نہیں میں یہاں نہیں رک سکتی مہرو تم میرے گھر آنا ضرار بھائی کے ساتھ“ ثانیہ نے عامر کے ساتھ کھڑے ہوتے بامشکل مسکراتے کہا تو عامر نے ماہ دیر کو دیکھا جسکی آنکھوں میں رنج و الم ہچکولے کھارہا تھا جبکہ باقی سب انھیں دیکھ رہے تھے۔اس کی بات سنتے مہرماہ نے دو قدم آگے بڑھتے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ماہ دیر بول اٹھا۔ ”گڑیا“ ماہ دیر نے ثانیہ کو دیکھتے پکارا جس پر ثانیہ سمیت سب نے اسے دیکھا۔ ”میں“ ثانیہ نے یوں پوچھا گویا ماہ دیر نے مذاق کیا ہو۔ ”جی میرا بچہ

آپ" ماہ دیر نے اسکی طرف قدم بڑھاتے کہا تو اس نے کھوکھلا سا قہقہہ لگایا جبکہ اس کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے جس نے ماہ دیر کے قدم جکڑے۔

"میں۔۔بچہ۔۔پہلے۔۔کیوں نہیں احساس ہوا۔۔پہلے کیوں نفرت۔۔کرتے رہے۔۔آپ نہیں جانتے تھے۔۔پر میں ایک لڑکی تو۔۔تھی نا۔۔وہ الفاظ بولتے۔۔آپکا۔۔دل نہیں۔۔کانپا۔۔اب۔۔ایسے جھوٹ۔۔کہہ رہے۔۔ہیں" ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو ماہ دیر کا دل کٹا تھا۔"نہیں میری جان۔تم میری گڑیا ہو بھائی کا بچہ ہو۔آئی آیم سوری میرا بیٹا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جبکہ باقی سب خاموشی سے انھیں دیکھ رہے تھے۔"نہیں۔۔ہوں میں۔۔آپکی۔۔گڑیا" ثانیہ نے مدھم آواز میں اذیت سے کہا۔"گڑیا ایسے نہیں کہو۔جتنا میں مہرو کے لیے۔۔تڑپا ہوں اتنا۔۔ہی تمھارے۔۔لیے بھی ترسا ہوں۔۔اس دن جو بولا غصے میں بولا تھا" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ اذیت سے مسکرائی۔"میرے لیے؟۔۔میرے لیے۔۔کوئی نہیں

تڑپتا تھا۔۔نا کوئی۔۔ کبھی تڑپا ہے۔۔میں تو شروع سے ایک۔۔بوجھ
تھی۔۔جس کو ماں سمجھا۔۔اس نے ساری عمر۔۔ میرے ساتھ ایسا۔
۔سلوک کیا کہ۔۔میں ہر چیز سے۔۔ڈرنے لگی۔۔اس ماں نے لوگوں
کو۔۔مجھے اذیت دینے کی۔۔چھوٹ دی۔۔اور بابا انھوں نے۔۔ حقیقت
سے انجان۔۔ہوتے ہوئے۔۔ بھی ساری۔۔ عمر اپنی بیٹی۔۔ سمجھا پر اس
عورت نے۔۔مجھے ان سے بھی۔۔دور کردیا۔۔مہرو سے پیار کرتی۔۔ تھی
مجھے۔۔اپنی باتوں سے۔۔اتنا ڈرا۔۔دیا کہ میں اپنے۔۔ڈر میں ہی اس پر ظلم
۔۔کرنے لگی۔۔آپ کو ساری عمر بھائی۔۔ سمجھا پر۔۔آپ نے اپنے لفظوں
سے مجھے ایسی مار ماری۔۔ کہ ثانیہ کا وجود مردہ ہوگیا۔۔جانتے ہیں اس
دن۔۔آپکے سامنے جب بیہوش ہوئی۔۔ تھی تب کیا۔۔ہوا
تھا۔۔نروس۔۔بریک ڈاؤن۔۔ ہوا تھا میرا۔۔میری اذیت جانتے
ہیں۔۔آپ سب کو سب کی۔۔ اذیت نظر آئی۔۔میری اذیت کا کیا۔۔ میرا

کیا۔۔اس عورت نے۔۔ناجانے ماما سے کیا۔۔ بدلہ لینا تھا جو۔۔اس نے میرا بچپن میری۔۔جوانی سب برباد۔۔کردیا مجھے۔۔پیسوں کی پجارن۔۔بنا دیا۔۔ میرے لیے رشتوں سے زیادہ پیسے اہم ہوگئے۔۔جو لوگ مجھ سے محبت۔۔کرتے تھے انکا دل توڑ دیا۔۔اور جب اس سے بھی۔۔اس عورت کو سکون نا ملا۔۔تو مجھے۔۔پیسوں کے ایسے ۔۔سبز باغ دکھائے۔۔کہ میں گھر سے بھاگ۔۔گئی۔۔آپ سب کے پاس۔۔تو سب تھا۔۔ ماما بابا بھائی بہن۔۔میرے پاس کیا تھا ۔۔میرے پاس کون تھا۔۔آپ دونوں۔۔کو ماما بابا کا پیار۔۔ملا اور مجھے ۔۔مجھے کیا ملا۔۔نفرت، جھڑکیں۔۔ تھپڑ۔۔ دھتکاریں" ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو سب کی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ عامر نے فوراً اسے سینے سے لگایا۔جبکہ باقی سب کے وجود تو اسکے نروس بریک ڈاؤن کا سنتے زلزلوں کی زد میں آئے تھے اور ماہ دیر کا تو حال ایسا تھا کہ کاٹو بدن تو لہو نہیں۔اسکے الفاظوں سے اسکی بہن کو نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔"شش

ثانیہ بس روتے نہیں پلیز۔ رونا بند کریں" عامر نے اسکا سر سہلاتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کیوں نا روؤں۔۔عامر کیوں نا۔۔روؤں آج۔۔انھیں سچائی پتا۔۔لگی تو میں گڑیا۔۔ہوگئی بچہ۔۔ہوگئی۔۔پر اس دن اس دن ۔۔میں گناہ تھی۔۔ناجائز تھی۔۔ کیوں عامر۔۔کیوں سب کو۔۔اپنا درد دکھتا ہے۔۔میرا کیوں نہیں دکھتا عامر۔۔سب کو سب کا پیار۔۔ملا مجھے تو۔۔وہ بھی نہیں ملا۔۔اب جب اپنے گناہوں پر۔۔شرمندہ ہوتے اپنے رشتوں کو۔۔بچانا چاہتی تھی۔۔تو انھوں نے مجھے۔۔توڑ دیا۔۔اور اب چاہتے ہیں۔۔کہ میں بھول جاؤں۔۔نہیں بھولا جاتا۔۔عامر۔۔جو میں نے سہا ہے۔۔اگر کسی نے وہ ایک۔۔فیصد بھی سہا ہوتا نا۔۔تو مرجاتا۔۔سب کہتے ہیں۔۔میں بُری ہوں۔۔ٹاکسک ہوں۔۔ سب کا دل توڑ دیتی ہوں۔۔کیا کسی نے سوچا میں ایسی۔۔کیوں ہوں۔۔کیا یہ سوچا کتنی بار۔۔ میرا دل ٹوٹا ہوگا جو۔۔میں ٹاکسک بن گئی" ثانیہ نے کہا تو سب کا دل کٹا تھا۔ "ثانیہ بس نا بچہ۔ایسے نہیں

روتے میں نے سمجھایا تھا نا" عامر نے نرمی سے کہا۔ "مجھے گھر۔۔ لے جائیں پلیز۔۔مجھے نہیں رکنا ۔۔یہاں" ثانیہ نے کہا تو اس نے بغیر کوئی بات کیے اسے ہلکا سا پیچھے کیا اور اسکا چہرہ صاف کرتے بغیر کسی کو بولنے کا موقع دیے اسکا ہاتھ تھامتے باہر نکل گیا۔جبکہ ماہ دیر سمیت باقی سب اس کی اذیت سنتے اپنی جگہ پتھر ہوئے تھے۔ "بھائی اپیہ کو منا۔۔ لیں وہ بہت ۔۔اذیت میں ہیں" مہرماہ نے ماہ دیر کے پاس آتے کہا تو اس نے اسے نرمی سے ساتھ لگایا۔ "منا لوں گا بچے۔آپ روم میں جاؤ اور ہاں ابھی بابا کو مت بتانا۔کل گڑیا کو بلا کر بابا سے ملوا دیں گے تبھی بتائیں گے۔رونا بند کرو شاباش اب" ماہ دیر نے نرمی سے اسکا سر چومتے اپنے آنسو ضبط کرتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے ضرار کو اشارہ کیا تو وہ مہرماہ کو نرمی سے تھامتے روم میں لے گیا۔جبکہ ماہ دیر بغیر کوئی بات کیے باہر بیسمنٹ کی طرف بڑھ گیا۔جس پر میشائم نے اپنے آنسو صاف کیے اور اسکے پیچھے بڑھ گئی۔

"کیوں میرے ساتھ ہی کیوں۔ میری بہنوں کے ساتھ کیوں۔ میرے ماما بابا ہی کیوں۔یا اللہ میں نے کبھی تجھ سے شکوہ نہیں کیا میرے مالک پر میرے گھر والوں کے ساتھ ایسا کیوں ہوا۔ میری بہنیں مجھ سے دور ہوگئیں۔ میری ماں مر گئی۔باپ کو چھوڑ آیا میں۔ اپنی غلط فہمیوں میں اپنی بہنوں کے دل توڑ دیے۔ اللہ مجھے عقل کیوں نا آئی۔ کیوں آخر کیوں" ماہ دیر نے بنا رکے بغیر دستانے پہنے پنچنگ بیگ کو مکے مارتے کہا جس سے اس کے ہاتھ زخمی ہوگئے تھے۔ اسکی آنکھوں سے آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے۔ اس نے اپنی ایک بہن کا دل انجانے میں اور ایک کا اپنی نفرت میں توڑا تھا۔ "دِیر" یشائم جو اسکے پیچھے آئی تھی اسے یوں اپنے ہاتھوں کو زخمی کرتے دیکھ اس نے جلدی سے اندر آتے اس کی بازو پکڑی تو اس نے اسے دیکھا اور بغیر کچھ کہے اسے ساتھ لگاتے اسکی کندھے پر گال ٹکاتے رونے لگا جب کہ یشائم نے اسکے گرد بازو

باندھے اور نرمی سے اسکی کمر سہلانے لگی۔ "یہ میں نے۔ ۔کیا کر دیا
یشی۔ ۔پہلے بابا۔ ۔پھر مہرو۔ ۔اور اب ثانیہ ۔ ۔یار میں سب۔ ۔کا دل توڑ دیتا
ہوں۔ ۔میں کیوں ہوں اتنا بُرا یشی۔ ۔کیوں میں خود پر قابو۔ ۔نہیں رکھ پاتا۔ ۔
میری وجہ سے بابا۔ ۔اذیت میں رہے۔ ۔میری وجہ سے مہرو۔ ۔روتی
رہی۔ ۔میری وجہ سے ثانیہ۔ ۔کو نروس بریک ڈاؤن ہوا۔ ۔یشی میں کیوں اپنے
گھر والوں۔ ۔کی اذیت کی وجہ بن گیا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے بغیر کچھ
کہے اسے نرمی سے سیدھا کرتے اسے ایک طرف پڑے صوفے پر بٹھایا اور
وہاں رکھے مینی فریج سے پانی نکالتے اسے پلایا۔ "ٹھیک ہیں آپ" یشائم نے
اسکے پانی پیتے ہی اسکے ساتھ بیٹھتے اسکے کندھے پر رکھا اور نرمی سے پوچھا تو اس
نے ہاں میں سر ہلاتے سر جھکایا جس پر یشائم نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں
میں تھاما۔ "اور کچھ کہنا ہے" یشائم نے اسکے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے
چُنتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کہیں" یشائم نے محبت سے کہا تو اس کی

آنکھوں سے پھر آنسو بہے۔ ”میں کیا کروں۔۔ یشی کیسے سب ٹھیک کروں۔۔ ایک کام ٹھیک ہوتا ہے۔۔ تو دوسرا بگڑ جاتا ہے کیا۔۔ کروں میں“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے بغیر کچھ زرا سا آگے جھکتے اس کی پیشانی کو لبوں سے چھوا جس پر ماہ دیر کو اپنے رگ و پے میں سکون سرایت کرتا محسوس ہوا۔ ”اب میری بات سنیں۔ پہلی بات تو یہ کہ آپ نے کوئی کام نہیں بگاڑا۔ جو ہوا وہ سب قسمت میں لکھا تھا۔ آپ کی اس میں کوئی بھی غلطی نہیں ہے۔ آپ بھی اتنے ہی بے قصور ہیں جتنے باقی سب۔ اگر کوئی مجرم ہے تو وہ، وہ عورت ہے جسکی وجہ سے یہ سب ہوا“ یشائم نے نرمی سے اسکے زخمی ہوئے ہاتھوں کو سہلاتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ یشائم کے لہجے سے سچائی جھلک رہی تھی۔ جبکہ اسکی آنکھوں میں ماہ دیر کا عکس تھا۔ ”پر میری وجہ“ ماہ دیر نے کچھ کہنا چاہا پر وہ رسانی سے اسکی بات کاٹ گئی۔ ”آہاں۔ پھر وہی بات۔ کہا نا آپکی وجہ سے کچھ نہیں ہوا۔ نا ہی بابا کو۔ نا ہی مہرو کو لیکن ہاں ثانیہ

آپی کی اذیت کی وجہ آپ بنے ہیں۔تو ان سے معافی مانگیں گے آپ۔ باقی اور کوئی بھی چیز آپکی وجہ سے نہیں ہوئی۔اور اگر صرف ثانیہ آپی والے معاملے کو ڈسکس کروں تو آپکی پوری غلطی اس میں بھی نہیں ہے کیونکہ آپ حقیقت سے انجان تھے اور انجان رکھا آپکو اس عورت نے تو اگر کوئی آپ کی۔ بابا کی یا مہرو اور آپی کی اذیت کی وجہ ہے تو وہ کوئی اور نہیں بلکہ وہ عورت ہے اس لیے خود کو قصوروار ٹھہرانا بند کردیں" یشائم نے نرمی سے اسے سمجھایا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔وہ چند لمحوں میں اسکی ساری پریشانی ہوا کردیتی تھی۔"گڑیا مان جائے گی کیا۔جتنا بُرا میں نے اسکے ساتھ کیا۔کیا وہ مجھے معاف کرے گی" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"ضرور کرے گی۔آپ ہی کہتے ہیں نا آپکے ماما بابا سب کو درگزر کرنے والوں میں سے تھے تو بھلا انکی اولاد کیسے اس میں شامل نہیں ہوگی۔ مہرو کو دیکھیں آپ کو معاف کیا۔آپی کو معاف کیا ایک لفظ نہیں بولا بلکہ مسکراتے درگزر کرگئی۔اور آپ۔آپ نے بھی تو مجھے معاف

کیا نا۔میں نے کتنے غلط لفظ بولے تھے آپکو جب آپ نے مجھے شادی کا پوچھا تھا اور میں نے آپکو کتنا بُرا بھلا بولا پر آپ نے پھر بھی مجھے معاف کیا اور مجھ سے شادی کرتے میرے محافظ بن گئے اور مجھے اتنی محبت دی کہ میں خود پر رشک کرنے کے سوا کچھ نا کر سکی اور ثانیہ آپی بھی آپکی ہی بہن ہیں وہ بھلا کیسے خفا رہ سکتی ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ہاتھ تھامتے اسکی ہتھیلیوں کو لبوں سے لگا گیا۔اس کی حرکت پر میشائم شرم سے سمٹی۔"شکریہ متاعِ جان" ماہ دیر نے محبت سے اسے دیکھتے کہا۔"کیوں" میشائم نے نا سمجھی سے پوچھا اور اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ نکالنے چاہے پر وہ اسکے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کر گیا۔"میری شریکِ حیات بننے کیلئے" ماہ دیر نے نرمی سے کہتے انتہائی محبت سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو وہ مسکرائی۔"جانتی ہو تم جب سے میری زندگی میں آئی ہو نا۔تب سے سب خوبصورت ہو گیا ہے۔کوئی پریشانی نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو تم مجھے اتنی نرمی سے سنبھالتی

ہو کہ میں وہ پریشانی بھول جاتا ہوں۔ شکریہ یشی شکریہ میری زندگی میں آنے کیلئے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اسکے لیے مجھے شکریہ نا کہیں۔ اللہ نے عالمِ ارواح میں ہی مجھے آپکا اور آپکو میرا لکھا تھا تو شکریہ ہمیں ایک دوسرے کا نہیں اللہ کا کرنا چاہیئے جس نے ہمیں ایک دوسرے کا سکون بنایا ہے" یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور ہاں آپ کو میرے علاوہ کوئی سنبھال نہیں سکتی تھی تو مجھے آنا پڑا اس لیے میرا شکریہ بھی ادا کریں" یشائم نے اب کی بار شرارت سے کہا تو وہ قہقہہ لگا گیا۔ "شکریہ متاعِ جان۔ شکریہ مجھ جیسے اندھیروں میں گھیرے شخص کی زندگی میں روشنی بن کر آنے کیلئے" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسے دیکھنے لگی۔ "کچھ کہوں" یشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "کہو۔ اجازت مت مانگا کرو" ماہ دیر نے نرمی سے اسے صوفے سے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا تو وہ ٹھٹھکی پھر اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "اگر میں آپکی زندگی میں روشنی بن کر آئی ہوں تو آپ بھی میری اور حوریہ

کی زندگی میں رحمت بن کر آئے ہیں۔آپ نے مجھے جینا سکھایا ہے دِیر۔آپ نے مجھے نئی زندگی دی ہے آپ نے مجھے وہ محبت دی ہے جسکے لیے میں تا عمر ترسی تھی آپ نے مجھ جیسی لڑکی کو جسے محبت لفظ سے نفرت تھی اسے خود سے عشق کرنے پر مجبور کردیا ہے۔اتنا زیادہ کہ میں پور پور آپکی محبت میں ڈوب گئی ہوں" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔"کیا کہا عشق" ماہ دیر نے بے یقینی سے پوچھا۔"جی عشق۔مجھے آپ سے عشق ہے دِیر۔آپ میری کل کائنات ہیں۔میرا سکون ہیں۔آپ میری دعاؤں کی قبولیت ہیں۔میرے صبر کا اجر ہیں۔آپ میشائم خان یوسفزئی کا سب کچھ ہیں" میشائم نے اس کی سبز کائی جیسی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو ماہ دیر کی آنکھوں میں محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بسا۔"تم سچ کہہ رہی ہو" ماہ دیر نے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کیا۔"کوئی شک ہے" میشائم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے نڈر انداز میں پوچھا تو ماہ دیر کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"ٹائیگریس

تمھارے اس نڈر انداز کا اسیر ہوں میں۔ ایسے کرو گی تو خطا ہوجائے گی" ماہ دیر نے سرگوشی کی تو میشائم مسکرائی۔ "آپکو لائن پر لانا آپکی ٹائیگریس کو آتا ہے" میشائم نے کہا اور جھکتے اسکی رخسار کو چھوا تو ماہ دیر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ "فلرٹ کررہی ہو" ماہ دیر نے سرگوشی کی۔ "کیا نہیں کرسکتی خود ہی حق دیا تھا مجھے۔تین بار قبول ہے بول کر" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وہ تو ہے۔چلو پھر تم فلرٹ کرو میں رومینس کرتا ہوں لیکن پھر شرمانا مت" ماہ دیر نے کہا اور جھکتے انتہائی محبت سے اس کے لبوں کو چھوا تو پل میں میشائم ٹائیگریس سے بھیگی بلی بنی۔ماہ دیر کی حرکت پر اس کی پلکیں حیا سے لرزیں جبکہ اسکے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ قہقہہ لگاتے اسے سینے سے لگایا۔ "میشی کیوں میرے دل کے تار چھیڑتی ہو۔آگے ہی کم دیوانہ ہوں تمھارا اب کیا ناکارہ کرنے کا ارادہ ہے" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو اسکے چہرے

پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔اس نے فوراً اپنے چہرہ اسکے سینے میں چھپایا جبکہ ماہ دیر اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔

"اسلام علیکم آنٹی" اسد نے تنزیل بیگم کو دیکھتے کہا جو اپنے بوتیک کے کیبن میں بیٹھیں یقیناً اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔دو دن وہ کسی مسئلے میں مصروف رہیں تبھی اسد سے بات نہیں کی پر آج انھوں نے اسد کو بُلایا تھا جس پر اسد جل تو جلال تو کا ورد کرتے یہاں آیا تھا۔ "وعلیکم السلام اسد بیٹھو" تنزیل بیگم نے اسے کرسی کی طرف اشارہ کرتے کہا تو وہ فوراً بیٹھ گیا جس پر تنزیل بیگم نے اپنا چشمہ اتارتے ایک طرف رکھا اور دونوں کہنیاں ٹیبل پر ٹکائیں جبکہ اسد آج زندگی میں پہلی بار نروس ہوا دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ٹکائے بیٹھا مسلسل اپنے پاؤں کو ہلا رہا تھا۔ "کیسی ہیں آنٹی آپ" اسد نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں۔تم جانتے ہو میں نے تمھیں یہاں کیوں بلایا ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو

اس نے انھیں دیکھا۔ ”مجھے نہیں پتا آپ بتائیں گی تو پتا لگ جائے گا۔ کیا کوئی کام ہے“ اسد نے مصنوعی معصومیت سے کہا تو تنزیل بیگم نے اسے گھورا جس پر اس نے منہ پر انگلی رکھی۔ ”معصوم نا بنو۔ میں جانتی ہو عائشہ تمھیں بتا چکی ہوگی کہ میں نے کیوں بلایا ہے“ تنزیل بیگم نے وہ کھسیانی ہنسی ہنس پڑا۔ ”جی وہ شہزادی۔ نہیں میرا مطلب عائشہ نے بتایا تھا کہ آپ کو ہمارے بارے میں کوئی بات کرنی ہے“ اسد جو فلو فلو میں عائشہ کو شہزادی کہنے والا تھا تنزیل بیگم کی گھوری پر فوراً سیدھے ہوتے عائشہ بول گیا۔ ”ہاں تو پھر وہی بات کرلیتے ہیں۔ بتاؤ تم عائشہ کے حوالے سے سیریس ہو“ تنزیل بیگم نے پوچھا تو اسد اب کی بار سیریس ہوا۔ ”آنٹی میں عائشہ کے حوالے سے سیریس ہوں۔ اگر سیریس نا ہوتا تو کبھی اپنے نکاح میں نا لیتا بلکہ دل لگی کرکے چھوڑ دیتا“ اسد نے کہا تو تنزیل بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کیا میری بیٹی کو تا عمر خوش رکھ سکتے ہو اور کیا اسکی خوشیوں کیلئے کچھ بھی کرسکتے ہو“ تنزیل بیگم کے اگلے

سوال پر وہ دلکشی سے مسکرایا۔ ”وہ میری کل کائنات ہے آنٹی۔ اسکی خوشیوں کیلئے میں کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں۔ اسکو خوش رکھنے کیلئے میں اپنا آپ نیلام بھی کر سکتا ہوں“ اسد نے کہا تو تنزیل بیگم کی آنکھوں میں نرمی آئی۔ ”اور اگر کوئی تمھیں کہے میری بیٹی کو چھوڑ دو تو“ اب کی بار تنزیل بیگم نے کہا تو اسد قہقہہ لگا گیا۔ ”تو میں اس شخص کو چھوڑ دوں گا پر اپنی شریکِ حیات کو خود سے دور نہی کروں گا“ اسد نے کہا تو تنزیل بیگم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”لیکن اس دن میرے کہنے پر تو قسم کھا کر چھوڑ گئے تھے“ تنزیل بیگم نے کہا اسکے چہرے پر نرمی آئی۔ ”آنٹی آپ عائشہ کی ماں ہیں۔ ہم ایک بار آپکو بغیر بتائے نکاح کر کے آپکو ناراض کر چکے تھے۔ اگر اس دن عائشہ کو ساتھ لے جاتا تو یقیناً آپ خفا ہوتی اور آپکا دل دکھتا۔ اور ایک ماں کا دل دکھا کر ہم خوش کیسے رہ سکتے تبھی اس دن اپنے دل کے ٹکڑوں کو اٹھا کر وہاں سے چلا گیا“ اسد نے کہا تو اب کی بار تنزیل بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ ”اور

اگر میں نا مانتی تو کیا ساری زندگی عائشہ سے دور رہتے"تنزیل بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی آنٹی میں تا عمر شہزادی سے دور رہتا اور آپکے ماننے کا انتظار کرتا رہتا اور اللہ سے دعا کرتا" اسد نے تحمل سے کہا تو وہ مسکرائیں۔"بچے میری بیٹی میرا کل اثاثہ ہے جو میں تمھیں سونپ رہی ہوں پر ایک بات یاد رکھنا میری گڑیا کی آنکھوں میں آنسو نا آئیں کبھی تمھاری یا کسی کی بھی وجہ سے"تنزیل بیگم نے کہا اور اٹھتے اسکے پاس آتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو اسد نے خوشگواری و حیرت سے انھیں دیکھا۔"مطلب آپ سچی مان گئیں ہے" اسد نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اسکا چہرہ کھلا۔"شکریہ آنٹی۔میں آپکو مایوس نہی کروں گا۔ میں عائشہ کا خیال اپنی جان سے بڑھ کر رکھوں گا"اسد نے کہا تو وہ مسکرائیں۔"اماں سائیں کو رشتے کیلئے بھیجو اور اب کی بار عزت سے سب کے سامنے میری بیٹی کو اپنانا"تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی آنٹی میں بہت جلد اماں سائیں اور

بھائی کو بھیجوں گا۔آج رات بھائی نے عمرہ کیلئے نکلنا ہے تو جب وہ واپس آئیں گے پھر اماں سائیں کو بھیجوں گا" اسد نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"ٹھیک ہے اور ہاں رات میں چوروں کی طرح آنا چھوڑ دو"تنزیل بیگم نے کہا تو اسکی آنکھیں پھیلیں جبکہ کان کی لویں سرخ ہوئیں۔"وہ۔۔آنٹی۔۔آپکو کیسے۔۔پتا"اسد نے گردن کی پشت سہلاتے کہا۔"میں فجر پڑھ کر بالکونی میں آئی تھی تب تمھیں کھڑی سے نیچے اترتے دیکھا"تنزیل بیگم نے کہا تو وہ شرمندہ سا ہنسا۔"وہ آنٹی۔۔شہزادی سے ملنے آیا۔۔تھا" اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔"سدھر جاؤ اسد"تنزیل بیگم نے کہا اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"وہ آنٹی ایک بات پوچھوں" اسد نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"آنٹی آپ اتنی اچھی ہیں پھر بھی یوں کیوں ظاہر کرواتی ہیں جیسے آپ سب سے نفرت کرتی ہیں" اسد نے پوچھا تو انکے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوئی جس پر اسد کھڑا ہوا۔"آنٹی میں نے عموماً دیکھا ہے آپ دور سے کھڑی ہو کر سب کو

ہنستا مسکراتا دیکھتی ہیں پر سب سے دور رہتی ہیں اور نفرت کرتی ہیں حتیٰ کہ وہ آپکے اپنے ہیں ایسا کیوں" اسد نے پوچھا تو انھوں نے نفی میں سرہلایا۔ "وہ میرے اپنے نہیں ہیں اور جنکے تھے وہ اب یہاں ہیں ہی نہیں اور رہ گئی نفرت کرنے کی بات تو بعض اوقات ہمارے اپنے ہی اپنی باتوں سے ہمارے دل پر ایسی گہری ضرب لگاتے ہیں کہ یا تو وہ انسان کی جان لے لیتی ہے یا انسان کا دل مردہ کردیتی ہے اور موت سے زیادہ دل کا مردہ ہونا کربناک ہے"تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "آنٹی کیا کچھ ایسا ہے جو آپ اپنے دل میں رکھتے اپنے دل کو مردہ کررہی ہیں" اسد نے پوچھا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ "بچے ان باتوں کو چھوڑو۔ تم جاؤ لیٹ ہورہے ہوگے"تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "آنٹی جب مائیں پریشان ہوتی ہیں نا تب اولاد اگر کام کرنے چلی جائے تو ایسی اولاد نامراد کہلاتی ہے۔ میں آپکا بیٹا ہوں آپ مجھ سے شئیر کرسکتی ہیں" اسد نے انکے ہاتھ عقیدت سے چومتے ماتھے

سے لگایا تو تنزیل بیگم کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ”میں اگر بتادوں تو اسے عائشہ کو مت بتانا اسد “تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر تنزیل بیگم نے گہری سانس بھرتے ماضی کے اس راز سے پردہ اٹھایا جسے سنتے اسد حیرت سے انھیں دیکھنے لگا جبکہ تنزیل بیگم یہ بات بتاتے رونے لگیں۔ ”آنٹی کیا پتہ ایسا نا ہو“ اسد نے کہا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میں نے خود دراب راجپوت کو بات کرتے سنا تھا “تنزیل بیگم نے نفرت سے کہا تو اسد خاموش ہوا۔ ”ٹھیک ہے آنٹی لیکن پھر بھی میں اس بارے میں اپنے طور پر پتہ کرواتا ہوں کیونکہ مجھے لگتا ہے یہ جھوٹ ہے“ اسد نے کہا تو تنزیل بیگم نے اسے دیکھا جس پر اسد نے انھیں ساتھ لگایا۔ ”میں جانتا ہوں آپ جھوٹ نہیں بول رہی ماما پر میں ایک بار پتا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھ پر بھروسہ کرکے مجھے اجازت دیں وعدہ کرتا ہوں اگر یہ بات سچ ہوئی تو دراب انکل کو سزا میں خود دلاؤں گا۔ آپکا بیٹا آپ کے ساتھ کھڑا رہے گا پر ایک بار ماضی جاننے کی کوشش کرنی

چاہیئے ہمیں" اسد نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں تم پر بھروسہ کررہی ہوں اسد پر جو میں نے بتایا وہ سچ ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ان کا سر چوم گیا۔ "آپ بھروسہ کریں بس آپکا بیٹا سارا سچ آپکے سامنے لے آئے گا" اسد نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں اب رونا بند کریں اگر میری بیوی کو پتا لگ گیا نا کہ آپ روئیں ہیں تو مجھ سے ناراض ہو جائے گی" اسد نے اب کی بار مصنوعی ڈر سے کہا تو وہ ہنس پڑیں اور نرمی سے اسکا سر سہلایا۔ "چلیں ماما اب میں چلتا ہوں۔آپ اپنا خیال رکھنا اور اب روئیے گا مت" اسد نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ انھیں اللہ حافظ بولتے باہر نکل گیا جبکہ تنزیل بیگم مسکرائیں وہ کتنے پیار سے انھیں ماما بلا رہا تھا۔ انکی بیٹی کی قسمت میں اللہ نے بہترین ہمسفر لکھا تھا۔اسد عائشہ کیلئے بہترین تھا آج انھیں یقین ہوگیا تھا۔

"اسد کیا بات ہوئی آپکی صبح ماما سے" عائشہ نے اسکے ہاتھ سے کھانا کھاتے پوچھا جو اسے بے حد محبت سے پلاؤ کھلانے میں مصروف تھا۔وہ دونوں اس وقت اسد کے اپارٹمنٹ میں موجود تھے۔آج اسد عائشہ کو تنزیل بیگم کی مرضی سے اپنے ساتھ لایا تھا تبھی انتہائی مزے سے اسکے ساتھ ٹائم سپینڈ کر رہا تھا۔اسد نے یہاں آتے ہی اسکے لیے اسکا پسندیدہ پلاؤ اور کیک آڈر کیا تھا جسے اب وہ اسے اپنے ہاتھوں سے کھلا رہا تھا اور وہ اس سے سوال پوچھ رہی تھی۔شہزادی بتاتا ہوں پہلے کھانا کھا لو اسد نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔"اسد پچھلے ایک گھنٹے سے آپ یہی کہہ رہے ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا اور جھکتے اسکی کنپٹی چوم گیا۔"میری جان بتاتا ہوں نا۔پہلے کھانا فنش کرو پھر سب بتاؤں گا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ سے کھانے لگی جبکہ اسد اسکے ماننے پر مسکرایا اور اپنا عمل جاری رکھا۔"اب بتائیں تھوڑی" دیر بعد کھانا ختم کرتے ہی عائشہ نے بولا تو وہ ہنسا اور پلیٹ اٹھاتے

ایک طرف رکھتے اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔ ”اچھا سنو میں نے آنٹی سے بات کی تھی اور معافی بھی مانگی۔ انھوں نے مجھ سے کچھ سوال کیے جنکا میں نے سچا جواب دیا اور پھر آنٹی بلآخر مان گئیں“ اسد نے کہا تو اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ ”کونسے سوال پوچھے وہ تو بتائیں۔ ایسے تھوڑی سمجھ آئے گا مجھے پوری بات دوبارہ بتائیں پر اب کی بار تفصیل سے“ عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکا سر چوم گیا۔ ”اچھا سنو میں وہاں گیا پھر“ اب کی بار اسد نے ایک ایک لفظ اسے بتایا جسے سنتے وہ مسکرائی جبکہ اپنی ماں کے سامنے اسکی اتنی صاف گوئی سنتے اسکے رخسار سرخ ہوئے تھے۔ ”آپکو ماما کے سامنے ایسا کہتے شرم نہیں آئی“ عائشہ نے منمناتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”جس نے کی شرم اسکے پھوٹے کرم۔ اور اپنی بیوی کیلئے ماما کے سامنے تو کیا پوری دنیا کے سامنے بھی سٹینڈ لے سکتا ہوں“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”وہ تو میں جانتی ہوں۔ اچھا مجھے ایک بات بتائیں“ عائشہ نے اسکے

سینے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "پوچھو سرکار" اس نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "جی تو میں پوچھ رہی تھی کہ آپ نے ماما سے پوچھا وہ کیوں سب سے نفرت کرتی ہیں" عائشہ نے پوچھا تو اسد ایک لمحے کو تھما پھر اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں پوچھا تھا پر آنٹی نے کچھ نہیں بتایا" اسد نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "نا جانے ایسا کیا ہوا ہے جو ماما بڑے بابا سے نفرت کرتی ہیں اور اسی نفرت میں وہ سب سے دور ہو گئی ہیں" عائشہ نے دکھ سے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ اگر عائشہ کو وہ بات پتا چل جاتی تو کیا وہ برداشت کر پاتی۔ "شہزادی کوئی تو وجہ ہوگی یا ہو سکتا ہے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پر اسد ماما کو وہ بات شئیر تو کرنی چاہیئے نا کسی اور سے نا سہی مجھ سے ہی۔ میں تو انکی بیٹی ہوں نا۔ تو مجھ سے شئیر کریں تاکہ میں انکا دکھ بانٹ سکوں" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے نرمی سے اسکے بال سہلائے۔ "میرا بچہ بعض اوقات رشتوں کو بچانے کے لئے بہت

سے شکوے دل میں دفنا کر خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے ورنہ اگر شکایت کی جائے تو رشتے بہت بُری طرح بکھر جاتے ہیں" اسد نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"یہ تو ہے۔پر جب بابا تھے تب ایسا کچھ نہیں تھا۔ لیکن بابا کے جانے کے بعد سب بدل گیا۔جانتے ہیں کبھی کبھی میرا دل شدت سے خواہش کرتا ہے کہ کاش بابا زندہ ہوتے تو ماما سب کے ہوتے ہوئے بھی یوں اکیلی نا رہتیں" عائشہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔"میری جان سب ٹھیک ہو جائے گا۔آنٹی پھر سے سب کے ساتھ پہلے جیسی ہو جائیں گی۔پریشان نا ہوا کرو۔میں ہوں نا" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔اسکا "میں ہوں نا" کہنا اسے پُرسکون کر دیتا تھا۔جب وہ کہتا تھا کہ وہ ہے تو پھر لگتا تھا کوئی مسئلہ ہو ہی نہیں سکتا۔"میں جانتی ہوں پر میں چاہتی ہوں کہ ہماری شادی پر سب ساتھ ہوں نا کہ یوں ایک دوسرے سے جدا" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"میری جان ہماری شادی سے پہلے پہلے ہی سب ساتھ ہونگے انشاء

اللہ (بس جو تنزیل آنٹی نے کہا وہ سچ نا ہو)" اسد نے اسکی گال پر نرمی سے ہاتھ رکھتے آدھی بات دل میں کہی۔ "وعدہ کریں" عائشہ نے اسکے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائی تو اس نے نرمی سے جھکتے اسکی ہتھیلی پر لب رکھے جس پر اسکے رخسار گلابی ہوئے۔ "پکا وعدہ میری بٹر فلائی" اسد نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی اور نظریں جھکا گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی گال پر لب رکھ گیا۔ "میری جان یوں نگاہیں مت جھکایا کرو۔ تمھاری اس ادا کو دیکھتے میرا دل گستاخی کرنے کی ضد کرتا ہے" اسد نے اسکی طرف جھکتے کہا تو اس نے اسکے قریب سے اٹھنا چاہا پر وہ اس کے گرد حصار مضبوط کرتے اسے روک گیا۔ "بھاگنا حل نہی ہوتا بٹر فلائی" اسد نے کہا تو اس نے راہِ فرار کو اسکے سینے میں چہرہ چھپایا جس پر وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "جانتی ہو جب مجھ سے بچنے کیلئے میرے سینے میں چھپتی ہو واللہ مجھے نئے سرے سے اپنا اسیر کر لیتی ہو" اسد نے محبت کی تو اسکے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔

"سائیں خانہ کعبہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا کتنا سکون بخش ہے نا" مریم نے شہریار کے کندھے پر سر ٹکاتے سامنے کعبہ شریف اور اسکے گرد طواف کرتے لوگوں کو نم آنکھوں سے دیکھتے کہا۔وہ جب سے یہاں آئے تھے ان دونوں کی آنکھیں خوشی سے نم ہورہی تھی۔وہ دونوں ابھی عمرے کے تمام مراحل سے فارغ ہوکر خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے اس مقدس جگہ پر ملنے والے سکون کو روح میں بسا رہے تھے۔وہ دونوں کل رات ہی سعودی عرب پہنچے تھے اور کل آرام کرنے کے بعد آج وہ لوگ عمرہ کرنے حرم شریف آئے تھے۔شہریار اس وقت احرام باندھے ہوئے تھا جبکہ مریم سفید عبایا پہنے ہوئے تھی۔ "بے حد۔اس مقدس جگہ کا دیدار صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جنھیں اللہ پاک چنتے ہیں اور ہم بھی انھی خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنھیں اللہ پاک نے اس مقدس جگہ کا دیدار کرنے کے قابل سمجھا ہے وہ بھی ہماری ننھی سی

خوشی کے ہمراہ۔ اب انشاء اللہ اگلی بار اپنے بچے کو ساتھ لائیں گے یہاں اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے "شہریار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "انشاء اللہ۔ آپکو پتا ہے سائیں میرا دل کر رہا ہے میں یہیں بس جاؤں۔ دل کر رہا ہے کبھی یہاں سے واپس نا جاؤں۔ یہاں اتنا سکون ہے کہ اگر یہاں موت بھی آجائے تو میں اسے بھی خوشی خوشی قبول کرلوں گی" مریم نے کہا تو اس نے بے حد نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "میں جانتا ہوں رگِ جاں۔ پریوں مرنے کی باتیں مت کیا کرو" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا اب نہیں کرتی۔ اچھا سائیں سنیں" مریم نے اس کی بات مانتے اسے پکارا۔ "سناؤ سائیں کی جان" شہریار نے نرمی سے جواب دیا۔ "سائیں ہم مدینہ منورہ کل جائیں گے یا پرسوں" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کل جائیں گے اور دو دن وہیں رکیں گے پھر واپس آکر دو دن مزید یہاں رکیں گے پھر واپسی" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے سائیں کتنا اچھا ہوتا نا ہم اماں سائیں اور باقی

سب کو بھی ساتھ لاتے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور ہاں میں سر ہلا گیا۔ "ہاں یہ تو ہے پر کوئی بات نہیں ہم اگلی بار سب کو ساتھ لے آئیں گے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ٹھیک ہے" مریم نے کہا اور واپس اس کے کندھے پر سر رکھتے سامنے دیکھنے لگی۔ جس پر شہریار نے بھی اسکے سر پر اپنی گال ٹکائی اور سامنے دیکھنے لگا۔ "سائیں آپکو ایک بات بتاؤں" مریم نے پوچھا تو اس نے ہنکار بھرا۔ "خانہ کعبہ کو دیکھنا میرا بچپن کا خواب تھا۔ جب میں چھوٹی تھی تب فوزیہ آنٹی بتاتی تھیں یہاں آکر کتنا سکون ملتا ہے۔ تو وہ انکی باتیں سن سن کر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں بڑی ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کروں گی پر پھر بڑی ہوئی تو آہستہ آہستہ سمجھ آیا جو یتیم ہوں انھیں اتنے مہنگے اور بڑے خواب نہیں دیکھنے چاہیئے پر میں نے یہ آس کبھی نہیں چھوڑی کہ ایک دن میں بھی عمرہ کرنے جاؤں گی۔ میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ اتنی خود مختار ہو جاؤں گی کہ اپنے پیسوں سے یہاں آؤں گی پر اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ اللہ چاہتا تھا کہ میں

اپنے شوہر، اپنی اولاد کے ساتھ یہاں آؤں اور دیکھیں آج میں یہاں ہوں آپکے ساتھ" مریم نے کہا تو اسکی آواز بھرائی جسے محسوس کرتے اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"میری جان۔وہ اللہ ہے وہ ہر چیز کو ہم سے بہتر جانتا ہے۔اللہ نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ یہاں بلاتے ہمیں شکر کا موقع عطا کیا۔وہ بڑا رحمان ہے" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہم شکرانے کے نوافل ابھی دوبارہ ادا کریں گے۔میرا دل کر رہا ہے میں بار بار اللہ کا شکریہ ادا کروں جس نے ہمیں یہاں بلایا اور ہمیں اس قابل سمجھا کہ ہم اسکے گھر کا دیدار کریں" مریم نے سیدھے ہوتے اسکا ہاتھ تھامتے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا اور اپنی گود میں رکھے پلاسٹک بیگ سے کھجور نکالتے اسکے منہ میں ڈالی۔"ٹھیک ہے ہم دوبارہ نوافل پڑھیں گے اور سورۃ الرحمٰن کی تلاوت بھی دوبارہ کریں گے" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس اسکے کندھے پر سر رکھتے سامنے خانہ کعبہ کو دیکھنے لگی۔وہ جتنا دیکھ رہی تھی دل اتنا ہی

مزید دیکھنے کی ضد کر رہا تھا۔ اس نے مسکراتے کعبہ شریف سے نظر ہٹاتے اسے دیکھا جو سامنے ہی دیکھ رہا تھا جس پر وہ پھر سامنے رخ کر گئی اور صبح سے اب تک کی ساری چیزیں ذہن میں دہرانے لگی۔ اسکا سفید عبایا پہننا جبکہ شہریار کا احرام باندھنا۔ پھر ان دونوں کا ہوٹل سے پیدل چلتے حرم شریف کے صحن تک آنا۔ پھر خانہ کعبہ پر نظر پڑتے ہی دونوں کا رونا۔ شہریار اور اسکا خانہ کعبہ کا طواف کرنا۔ انکا کعبہ شریف کو ہاتھ لگانا اور ہجرِ اسود کو چومنا۔ ان دونوں کا مقامِ ابرہیم کے پاس نوافل ادا کرنا۔ ان دونوں کا صفا اور مروہ کے سات چکر لگانا۔ پھر دونوں کے بال کٹوانا۔ کتنا خوبصورت تھا یہ سب۔ جسے وہ آج تک خواب میں سوچتی آئی تھی۔ وہ حقیقت بن گیا تھا۔ آج اس نے اپنے شریکِ حیات کے ساتھ عمرہ کیا تھا اس سے زیادہ خوبصورت اس دنیا میں کچھ نا تھا۔ آج مریم کو اپنی قسمت پر ایک بار پھر رشک ہو رہا تھا۔

"بابا آپ سے ایک بات پوچھوں" مہرماہ نے خلیل صاحب کو دیکھتے پوچھا جو اسکا ہاتھ تھامے واک کررہے تھے۔"پوچھو بابا کی جان" خلیل صاحب نے نرمی سے جواب دیا۔ خلیل صاحب کی طبیعت اب بہتر ہونے لگی تھی۔ وہ چلنے پھرنے لگے تھے۔ہاں ابھی انھیں سہارے کی ضرورت پڑتی تھی پر وہ اب چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے تھے۔وہ اس وقت مہرماہ کے ساتھ واک کررہے تھے جبکہ حوریہ اِدھر اُدھر کھیل رہی تھی اور میشائم اپنی ماما کے ساتھ بیٹھی باتیں کررہی تھی جبکہ ضرار اور ماہ دیر سٹڈی میں بیٹھے تھے۔"بابا آپی اگر واپس آجائیں تو" مہرماہ نے پوچھا تو خلیل صاحب کے چہرے پر سختی آئی۔"مہرو مجھے ثانیہ کا ذکر ہرگز نہیں پسند"خلیل صاحب نے مدھم مگر دوٹوک انداز میں کہا جس پر مہرماہ نے گہری سانس بھری۔وہ جانتی تھی اسکے بابا اسکی اپیہ سے اس بھاگنے والے واقعے کے بعد سے کتنے خفا تھے۔"بابا میں اپیہ کی بات نہیں کررہی۔میں میری آپی کی بات کررہی ہوں۔ جنکی دیتھ ہوگئی تھی"

مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب کی آنکھیں اذیت سے سرخ ہوئیں۔ "میری جان وہ اب کبھی واپس نہیں آسکتی۔ وہ تو ہمیں چھوڑ کر اتنی دور چلی گئی ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بابا نہیں آتا لیکن فرض کریں۔ آپی زندہ ہوں اور ان کے ساتھ بھی وہی ہوا ہو جو مریم اور بھابھی کے ساتھ ہوا تو" مہرماہ نے پوچھا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا۔ "تو میں اپنی بچی کو ڈھونڈ لوں گا۔ پھر اسے کبھی خود سے دور نہیں جانے دوں گا" خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ "اور اگر بابا آپی اگر کسی کی باتوں میں آکر کوئی غلطی کردیں تو کیا آپ انھیں معاف کردیں گے" مہرماہ نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بچے میں اپنی گڑیا کو معاف کردوں گا بس وہ کہیں سے میرے پاس واپس آجائے پر ایسا ممکن نہیں ہے" خلیل صاحب نے کہا تو مہرماہ نے انھیں دیکھا جنکے چہرے پر دکھ تھا۔ "بابا اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے۔ وہ معجزے بھی کرتا ہے"

مہرماہ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جانتا ہوں گڑیا پر ایک انسان جو اس دنیا میں ہی نہیں وہ دوبارہ زندہ تو نہیں ہو سکتا نا“ خلیل صاحب نے اسے دیکھتے کہا جو انھیں چئیر پر بٹھا رہی تھی۔ ”جی بابا لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے وہ انسان زندہ ہو“ مہرماہ نے کہا تو وہ اس کی باتوں پر مسکرا کر رہ گئے۔ وہ جانتے تھے انکی مہرو عموماً ایسی باتیں کرتی رہتی تھی۔ ”نانو ذان (نانو جان)“ انکی کوئی مزید بات ہونے سے پہلے انھیں حوریہ کی آواز آئی جس پر ان دونوں نے بیک وقت اسکی طرف دیکھا جو فہمیدہ خان کے سامنے جاتے کھڑی تھی۔ ”بولو میرا بچہ“ فہمیدہ خان نے نرمی سے اسے گود میں بٹھایا۔ ”نانا ذان تب ائیں دے (نانا جان کب آئیں گے)“ حوریہ نے پوچھا تو سب مسکرائے۔ وہ دن میں دس بار یہ سوال پوچھتی تھی۔ ”وہ آجائیں گے میری جان۔ ابھی نانا جان کام میں بزی ہیں نا“ فہمیدہ خان نے کہا تو اسکا منہ بنا۔ آخر کو منہ بنانا بنتا تھا اسکو اپنے نانا جان کی یاد آرہی تھی اور وہ تھے کہ بزی تھے۔ ”نانو ذان می ناج اوں اب نانا

ذان چھے (نانو جان میں ناراض ہوں اب نانا جان سے)" حوریہ نے اپنی ننھی ننھی بازو باندھتے کہا تو سب ہنس پڑے۔ "ارے کس سے ناراض ہوگیا میرا بچہ" ماہ دیر جو عامر کو کال کرنے کے بعد ضرار کے ساتھ اسی طرف آرہا تھا اسکی بات سنتے کہا جبکہ اسکی آواز سنتے حوریہ فہمیدہ خان کی گود سے اترتے اسکی طرف بڑھی تو ماہ دیر نے جلدی سے جھکتے اسے گود میں اٹھا لیا۔ "بابا ذان می نانا ذان چھے ناج اوں (بابا جان میں نانا جان سے ناراض ہوں)" حوریہ نے منہ پھلاتے کہا تو وہ ہنسا اور اسکو یونہی گود میں اٹھائے ہی بیشائم کے ساتھ والی خالی کرسی پر جبکہ ضرار مہرماہ کے ساتھ آتے بیٹھا۔ "میرا بچہ نانا جان کام کررہے ہیں نا۔ ایسے ناراض نہیں ہوتے" ماہ دیر نے اسکے سر پر لب رکھتے کہا۔ "پل بابا ذان حولیہ تو آد آتی اے نانا ذان تی (پر بابا جان حوریہ کو یاد آتی ہے نانا جان کی)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تو میرا بچہ نانا جان آجائیں گے نا کچھ دن تک۔ وہ روز آپ سے بات کرتے ہیں نا۔ اسلیے ناراض نہیں

ہوتے۔ میری لٹل ہائنس تو اچھی بچی ہے اور اچھے بچے یوں ناراض نہیں ہوتے" ماہ دیر نے نرمی سے سمجھایا تو حوریہ نے اچھے بچوں کی طرح ہاں میں سر ہلایا جس پر سب ہی مسکرائے۔ "ویسے میشی حوریہ بات جلدی ماننے والی عادت میں تم پر نہیں گئی" ماہ دیر نے اسکی طرف جھکتے قدرے دھیمی آواز میں کہا۔ "کیا مطلب آپکا میں آپکی بات نہیں مانتی" میشائم نے بھی سرگوشی کرتے اسے گھورا جس پر اس نے مسکراہٹ دباتے نفی میں سر ہلایا۔ "آپ روم میں چلیں پھر بتاؤں گی آپکو" میشائم نے کہا تو وہ فوراً لائن پر آیا۔ "ٹائیگریس مذاق کر رہا تھا یار" ماہ دیر نے بیچارگی سے کہا تو اس نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ ماہ دیر نے پھر کچھ کہنے کو لب وا کیے پر اس سے پہلے ہی ضرار کا فون بجا جس پر وہ وہ دونوں اس طرف متوجہ ہوئے جبکہ ضرار نے اپنے فون کو دیکھا جہاں اسکے پی اے کی کال آ رہی تھی۔ "ماہ" کال آتے دیکھ ضرار نے مہر ماہ کو پکارا جس پر اس نے اسے دیکھ آئی برو اچکائی۔ "بابا کی کال آ رہی ہے صبح

سے۔وہ دو تین بار کال کر چکے ہیں تم سے بات کرنی ہے انھوں نے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"اچھا دیں اپنا فون میں کرتی ہوں بات" مہر ماہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"ماہ تم اپنے فون سے کر لو زرا میرے پی اے کی بھی کال آرہی ہے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور کھڑی ہوئی۔"بابا میں آتی ہوں بابا کو کال کر کے" مہر ماہ نے خلیل صاحب کو کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی جہاں اس کا موبائل پڑا تھا۔جب کہ اسے جاتے دیکھ ضرار نے مسکراہٹ دبائی اور اپنا فون اٹھا کر کان سے لگاتے ماہ دیر کو آنکھ مارتے اندر چلا گیا جس پر ماہ دیر نے اسے گھورا۔وہ اچھے سے سمجھ گیا تھا کہ ضرار نے جان بوجھ کر مہر ماہ کو اندر بھیجا ہے۔اسکا بہنوئی واقعی بے شرم تھا۔

"میرا موبائل کہاں گیا" مہرماہ نے کمرے میں اپنا موبائل ڈھونڈتے خود سے کہا۔ "تمھارا موبائل یہ رہا روحِ من" کمرے میں داخل ہوتے ضرار نے اسکی بات سنتے کہا اور ساتھ ہی اپنی جیب سے اسکا موبائل نکالتے اسکے ہاتھ میں رکھا جسے دیکھ مہرماہ نے پہلے فون کو پھر اسے دیکھا۔ "یہ آپکے پاس کہاں سے آیا اور اگر یہ آپکے پاس تھا تو باہر ہی کیوں نہیں مجھے دیا" مہرماہ نے نا سمجھی سے پوچھا تو وہ ہنسا اور اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسے اپنے قریب کرتے بے حد نرمی سے جھکتے اسکے لبوں کو چھو گیا جس پر پل میں مہرماہ کا چہرہ سرخ ہوا جسے دیکھ وہ ہنسا اور نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اپنے روبرو کر گیا۔ "میں نے فون تمھیں اس لیے نہیں دیا تھا کیونکہ مجھے میری بیوی چاہیئے تھی۔ تبھی جھوٹ بولا کہ بابا کی کال آرہی ہے تاکہ اپنی بیوی کو تسلی سے دیکھ سکوں" ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو مہرماہ کی پلکیں لرزیں جسے دیکھ وہ مسکرایا اور ہولے سے جھکتے اسکی آنکھیں چوم گیا۔ "آپ کو۔۔ شرم نہیں آتی" مہرماہ نے بغیر اس

کی طرف دیکھے ناک سکیڑتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”جب اپنی بیوی کی بات آتی ہے تو انسان بے شرم ہوجاتا ہے“ ضرار نے کہا تو وہ چہرہ مزید جھکا گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ ”ایسے چہرہ جھکا کر میرا نظارہ مت بلاک کرو“ ضرار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ ”ایسے سب کے سامنے سے مجھے اٹھا لائیں ہیں اور اب کہہ رہے ہیں میں شرماؤ بھی نا“ مہرماہ نے اسکے سینے پر انگلی کی پور سے اپنا نام لکھتے کہا جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور جھکتے اس کا سر چوم گیا۔ ”جناب اب کیا کروں تمھیں دیکھنے کا دل کر رہا تھا تبھی بہانہ بنا کر لایا اور شکر کرو حقیقت میں اٹھا کر نہیں لایا“ ضرار نے شوخ ہوتے کہا تو اس نے اسے گھورا۔ ”ضرار آپ کتنے وہ ہیں“ مہرماہ نے ناک سکیڑتے کہا تو وہ ہنسا اور اسکی ناک پر لب رکھ گیا۔ ”وہ کیا پیارا“ ضرار نے مسکراتے پوچھا۔ ”جی نہیں۔بے شرم“ مہرماہ نے اسکی تصحیح کی تو اسکا بلند و بانگ قہقہہ کمرے میں میں گونجا جسے سنتے مہرماہ نے دل میں اسکی نظر

اتاری۔ ”اللہ معاف کرے لڑکی۔ شوہر کو بے شرم کہتے شرم نہیں آتی“ ضرار نے اسکی ناک دباتے کہا۔ ”اللہ معاف کرے لڑکے۔بیوی کو جھوٹ بول کر بلانے سے آپکو شرم نہیں آتی“ مہرماہ نے بھی اسی کے انداز میں کہتے اسکی ناک دبائی جس پر وہ ہنس پڑا۔ ”ماہ۔ مت کرو یار۔ مت کرو میں پہلے ہی تمھارا کم اسیر ہوں۔ اب اگر ایسی حرکتیں کروگی تو میرا کیا ہوگا۔ محبت بڑھ جانے کا خدشہ ہے“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور آگے جھکتے اسکے سینے پر اپنا گال ٹکا گئی۔ ”اچھا ہے نا محبت بڑھ جائے پھر کوئی آپکی توجہ اپنی جانب نہیں کھینچ سکے گی“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میری جان میری توجہ تمھارے علاوہ کوئی نہیں کھینچ سکتا۔ ضرار راجپوت کی نظریں مہرماہ ضرار راجپوت کے چہرے کی پابند ہیں۔ تمھارے حسین چہرے کے علاوہ کہیں اور دیکھنا بھی میرے لیے گناہ ہے میری نگاہوں نے تاعمر تمھیں دیکھنا ہے۔ تمھارے علاوہ باقی سب نظارے میرے لیے بے معنی ہیں۔ میری نگاہوں کا مرکز ہر لمحہ تم ہو۔ جب

تمھیں دیکھتا ہوں تب پلکیں جھپکنا بھی مجھے نہیں پسند کیونکہ میں تمھیں بغیر کسی رکاوٹ کے دیکھنا چاہتا ہوں" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تو میں آپکی ہی ہوں جب جی دل چاہے جی بھر کر دیکھا کریں" مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکی گال کو چھوا۔ "تمھیں دیکھنے سے صرف تشنگی بڑھ سکتی ہے پر جی نہیں بڑھ سکتا" ضرار نے کہا تو اسکی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ "ایسی باتیں کریں تو میں تھکے بغیر یہیں کھڑی سنتی رہوں گی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ "تو کھڑی رہو نا پلیز" ضرار نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "کھڑی تو ہوں میں کہاں جارہی ہوں" مہرماہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھتے آئی برو اچکاتے پوچھا تو وہ جھکا اور اسکی اٹھی ہوئی ٹھوڑی پر لب رکھ گیا۔ "نا تم کہیں جارہی ہو اور نا میں تمھیں کہیں جانے دوں گا" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور واپس اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "اچھا ماہ ایک بات کرنی تھی مجھے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ کہیں میں سن رہی

ہوں مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے اپنے دل کو سنبھالا۔ وہ جانتا تھا آج جو بات وہ کرنے والا ہے وہ مہرماہ کو توڑ سکتی ہے پر اب وہ مزید اس سے اپنے ماضی کے بارے میں نہیں چھپا سکتا تھا۔ اسے خود مہرماہ کو لائبہ کے متعلق بتانا تھا کیونکہ اگر اسے کہیں اور سے پتا لگتا تو یقیناً وہ بُری طرح بکھر جاتی۔ "ماہ تم جانتی ہو نا میں سات سال تک جرمنی میں رہا ہوں" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی رہے ہیں کیوں" مہرماہ نے جواب دیا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "تو میری زندگی وہاں ایسی نہیں تھی جیسی یہاں ہے" ضرار کی بات سنتے اس نے اسے دیکھا۔ "جانتی ہوں ضار" مہرماہ نے ہاتھ بڑھاتے نرمی سے اسکی گال پر ہاتھ رکھا تو ضرار نے اپنی گال اسکے ہاتھ پر دبائی جسے محسوس کرتے وہ اسے دیکھنے لگی۔ "وہاں میں نے بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ ہوا بھی میرے ساتھ" ضرار نے کہا۔ "جیسے کہ" مہرماہ نے پوچھا تو وہ ایک لمحے کو خاموش ہوا۔ "جیسے کہ" ضرار کی بات پوری ہونے سے پہلے

انکے روم کا دروازہ نوک ہوا جس پر دونوں نے بیک وقت دروازے کی طرف دیکھا۔ "کون" مہرماہ نے جلدی سے اونچی آواز میں پوچھا۔ "میم آپکو اور سر کو ماہ دیر سر بلا رہے ہیں کچھ بات کرنی ہے" باہر سے ملازمہ کی بات سنتے اس نے دو منٹ میں آنے کا کہا۔ جبکہ ضرار نے دانت پیسے وہ جانتا تھا ماہ دیر نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔ "بھائی بلا رہے ہیں" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو آؤ اسکی بات سنیں پھر باقی باتیں بعد میں کریں گے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کا ہاتھ تھامتے باہر نکلا۔ "اچھا سنیں اپیہ آرہی ہیں آج" مہرماہ نے اسکے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "ہاں میری عامر سے بات ہوئی تھی وہ کہہ رہا تھا کہ شام تک آجائیں گے" ضرار نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھامتے ہی نیچے کی طرف بڑھ گئی جہاں ماہ دیر ان دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔

"عامر ہم آج کیوں جارہے ہیں اُدھر۔مجھے نہیں جانا پلیز آپ مہرو کو بس بلا دیں اور حوریہ کو بھی" ثانیہ نے اسکے ہاتھ سے عبایا پکڑتے کہا جو سیاہ شلوار قمیض پہنے تیار کھڑا تھا۔عامر کو ابھی کچھ دیر پہلے ہی ماہ دیر کے نمبر سے ضرار کا فون آیا تھا۔ماہ دیر نے اس سے بات نہیں کی تھی جس پر اسے بُرا لگا تھا لیکن وہ جانتا تھا ماہ دیر اپنی شرمندگی میں اس سے بات نہیں کررہا۔ "بیٹُو ضروری ہے اُدھر جانا۔ شاباش تیار ہوں" عامر نے کہا تو اس نے منہ بناتے عبایا پکڑا اور رخ بدلتے عبایا پہننے لگی جس پر وہ مسکرایا۔وہ جانتا تھا یہ صاف ناراضگی کا اعلان تھا۔جب سے اس نے کانٹریکٹ کو بھولتے سچے دل سے اس رشتے کو اپنایا تھا تب سے ثانیہ اسے نکھرے دکھانے لگی۔اس کے سامنے ضد کرنے لگی تھی۔جو اسے اچھا لگتا تھا۔اسکی باتیں۔اسکا ناراض ہو کر نکھرے دکھانا۔اسکا لاڈ دکھانا سب اچھا لگتا تھا۔وہ دل کو اچھی لگنے لگی تھی۔ ضرورت سے زیادہ یا شاید کچھ اور جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔عامر یک ٹک مسکراتے

اسکی پشت کو دیکھ رہا تھا جبکہ ثانیہ اسکی نگاہیں خود پر محسوس کرتے بھی اگنور کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی پر اسکے لرزتے ہاتھ، اسکے چہرے پر پھیلتی سرخی کو عامر اگنور نا کر سکا۔ "کیا ہے آپ کو" اس کو یوں خود کو تکنے پر ثانیہ نے چِڑ کر مڑتے کہا تو اس نے مسکراہٹ دبائی۔ "کیا ہے" عامر نے اسے دیکھتے مصنوعی معصومیت سے اسکی بات دہرائی جس پر ثانیہ نے اسے گھورا۔ "کیوں دیکھی جا رہے ہیں مجھے" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور دو قدم چلتے مزید اسکے قریب ہوتے ڈریسنگ پر دونوں ہاتھ ٹکاتے اسے قید کیا۔ اسکی اچانک کی گئی حرکت پر ثانیہ کی پلکیں لرزیں جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے چہرے پر پھونک مار گیا جس پر ثانیہ کی سانس تھمی تھی۔ "دیکھ رہا ہوں میں نے ایسی کونسی نیکی کی ہے جو اللہ نے آپکو میرا مقدر بنا دیا" عامر نے ہاتھ بڑھاتے اسکے چہرے پر آئی لٹ پیچھے کرتے سرگوشی کی تو بے ساختہ اس کے رخسار گلابی ہوئے جس پر وہ فوراً چہرہ جھکا گئی۔ جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے

اسکی گال کو چھوتے اسے سمٹنے پر مجبور کیا۔ ”عامر۔۔ ہم۔۔ لیٹ ہو رہے۔۔ ہیں“ ثانیہ نے منمناتے کہا تو اس نے نرمی سے اسکی گال سے ہاتھ ہٹاتے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اونچا کیا۔ ”ابھی تو کوئی کہہ رہا تھا کہ مجھے نہیں جانا اور اب ہم لیٹ ہو رہے ہیں“ عامر جیسے اسکی بات سنتے محظوظ ہوا تھا تبھی شوخ ہوتے کہا جس پر وہ جھینپی تھی۔ ”مجھے۔۔ مہرو۔۔ سے ملنا ہے“ ثانیہ نے جلدی سے کہا تو وہ ہنسا اور جھکتے اب کی بار اسکی دونوں گالوں کو نرمی سے چھو گیا جس پر ثانیہ حیا سے سمٹی۔ ”سکونِ قلب۔ ایسے کریں گی تو یہ ڈاکٹر آپکا اسیر ہوجائے گا“ عامر نے کہا تو اسکے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ بکھری۔ عامر کی سنگت میں وہ نکھرتی جارہی تھی۔ اسکے ساتھ نے ثانیہ کو زندگی بخشی تھی۔ ”اچھا اور اگر میں کہوں میں آپکو اپنا اسیر کرنے کیلئے ہی ایسا کررہی ہوں تو“ ثانیہ نے ہلکی سی شرارت سے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تو پھر مبارک ہو جانِ جہاں آپ مجھے اپنا اسیر کرچکی ہیں۔ آپ مجھے اپنا بنا چکی ہیں۔ آپ عامر ملک کو

اچھی لگنے لگی ہیں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "کتنی اچھی لگتی ہوں میں آپکو" ثانیہ نے آنکھوں میں چمک لیے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے نرمی سے اسکا دایاں ہاتھ تھامتے اپنے عین دل کے مقام پر رکھتے اسکے ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ سے قید کر گیا۔ "یہ دل کی دھڑکن محسوس ہو رہی ہے آپکو" عامر نے پوچھا تو اس نے اپنی ہتھیلی تلے اس کی سرپٹ دوڑتی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو ان دھڑکنوں کی رفتار سے اندازہ لگا لیں آپ مجھے کتنی اچھی لگتی ہیں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "یہ دھڑکنیں تو مجھے ہر بار بتا دیتی ہیں پر مجھے آپکے منہ سے سننا ہے۔مجھے بتائیں میں آپکو کتنی اچھی لگتی ہوں" ثانیہ نے لاڈ سے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکا سر چوم گیا۔ "آپ مجھے اتنی اچھی لگتی ہیں کہ جب آپ پاس ہوتی ہیں تو ساری دنیا غائب ہو جاتی ہے۔ میرا دل آپکی موجودگی میں دیوانہ ہو جاتا ہے۔ میں نہیں جانتا مجھے آپ سے محبت ہے کہ نہیں پر آپ میرے لیے بے حد ضروری ہوتی جا رہی ہیں" عامر نے کہا تو ثانیہ کے چہرے کی

مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک دونوں میں اضافہ ہوا جسے دیکھتے وہ سرشار ہوا۔ ”میں ہمیشہ آپکے لیے اتنی ہی ضروری رہوں گی نا۔ کبھی بدلیں گے تو نہیں۔ کبھی مجھے چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے نا“ ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلاتے اسکے ماتھے کو چوما جس پر وہ آنکھیں موند گئی۔ ”آپ آخری سانس تک میرے لیے اتنی ہی ضروری رہیں گی۔ میں آپکے لیے ہمیشہ ایسا ہی رہوں گا کبھی نہیں بدلوں گا اور چھوڑ کر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ میرا سکھ چین ہیں آپکو کبھی نہیں چھوڑ سکتا“ عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور آنکھیں کھولتے اسے دیکھنے لگی جسکے لہجے سے سچائی جھلک رہی تھی۔ ”ایسے کہیں گے تو مجھے آپ سے محبت ہونے کا خدشہ ہے“ ثانیہ نے شرارتی انداز میں کہتے اسکا دل دھڑکایا۔ ”کرلیں نا مجھ سے محبت۔ آپکو روکا کس کمبخت نے ہے“ عامر نے بھی اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتے بھرپور شرارت کا مظاہرہ کیا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر وہ مسکراتے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔ ”چلیں اب بس

کریں۔ لیٹ ہو رہے ہیں ہم مہرو نے مجھے اتنے میسج کر دیے ہیں" ثانیہ نے اسکے پیچھے ہوتے ہی کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا شاباش پھر جلدی سے حجاب اوڑھیں پھر چلتے ہیں" عامر نے کہا اور اسکا سیاہ حجاب اسے پکڑایا جسے پکڑتے وہ چند سیکنڈ میں اوڑھ گئی۔ "چلیں محترمہ" عامر نے اسکے حجاب کرتے ہی اسکے سامنے ہتھیلی پھیلاتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھامتے باہر بڑھ نکل گئی۔

"اسلام علیکم آنٹی کیسی ہیں آپ" لائبہ نے اپنے بھاری وجود پر شال درست کرتے اپنے سامنے بیٹھی انچاس سالہ عورت سے پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں بیٹا تم کیسی ہو۔ اور ایسی حالت میں یہاں اکیلی کیا کر رہی ہو۔ تمھارے ڈیڈ اور تمھارا شوہر نہیں آیا" سامنے کھڑی عورت نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "آنٹی ڈیڈ تو ایک ہفتے بعد آئیں گے اور میرا شوہر آپ جانتی ہی ہیں کہ وہ

مجھے چھوڑ کر پاکستان بھاگ آیا ہے اب میں اسے ہی ڈھونڈنے آئی

ہوں۔ کیونکہ اب میں اکیلی نہیں ہوں۔ میرے ساتھ میری اولاد بھی ہے" لائبہ نے بیچارگی سے کہا تو اس عورت نے دکھ سے اسے دیکھا۔ "بچے تم بھی ایک ہفتے بعد ہی آجاتی۔ ایسی حالت میں یوں اکیلے پھرنا اچھا نہیں ہے وہ بھی اس پرائے دیس میں جہاں تم پہلی بار آئی ہو" اس عورت نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور بیچارہ سا منہ بنایا۔ "آنٹی بس میں کیا کروں۔ میرا نصیب دیکھیں جس شخص سے اتنی محبت کی وہ مجھے ایسی کنڈیشن میں چھوڑ کر یہاں آگیا ہے۔ اب آپ بتائیں میں کیا کروں۔ صرف دو مہینے رہ گئے ہے میری اولاد کے آنے میں اور میں اکیلی کیسے پالوں گی اسے" لائبہ نے کہا اور آنکھوں میں آنسو لائی جسے دیکھ وہ عورت پریشان ہوتے اٹھتی اسکے پاس آئی اور پانی کا گلاس اٹھاتے اسے پلایا۔ "بیٹا روتے نہیں ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں مدد کروں گی تمھاری۔ تمھارے شوہر کو ڈھونڈنے میں۔ اب یہ بتاؤ تم رہو گی کہاں"

اس عورت نے پوچھا تو اس نے چہرہ جھکایا۔ ”ہوٹل میں“ لائبہ نے کہا تو انھوں نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ ”بیٹا میرے ہوتے ہوئے ہوٹل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم میرے ساتھ رہنا میرے گھر۔ میری دوست کی بیٹی ہو تم۔ ایسے کیسے میرے ہوتے ہوئے ہوٹل میں رکو گی“ اس عورت نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ ”نہیں تنزیل آنٹی اچھا نہیں لگتا۔ میں ہوٹل میں رہ لوں گی“ لائبہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ سامنے کھڑی عورت تنزیل راجپوت تھیں۔ ضرار کی چچی جس سے لائبہ اچھی طرح واقف تھی لیکن تنزیل بیگم اور لائبہ ایک دوسرے کو جانتی ہیں اس سے ضرار لاعلم تھا اور یہ لاعلمی ضرار کو اس بار خاصی نقصان دہ ثابت ہونے والی تھی۔ تنزیل بیگم سے لائبہ کی ملاقات بس دو بار ہوئی تھی ایک بار ایک سال پہلے دبئی میں جہاں وہ اسکی ماں کے ساتھ اپنے کام کے سلسلے میں گئی تھیں اور دوسری بار پانچ مہینے پہلے اسکی ماں کی وفات پر۔ لائبہ کی والدہ تنزیل بیگم کی بزنس پارٹنر اور ایک اچھی دوست بھی

تھیں تبھی وہ انکے پاس آئی تھی۔وہ جانتی تھی انھیں باتوں میں لجھانا سب سے آسان ہے۔ ”بچے ایسے نہیں کہتے میں تمھاری ماں جیسی ہوں۔ میں جانتی ہوں کافی عرصے بعد ہم مل رہے ہیں پر بچے میں تمھاری آنٹی ہوں نا شاباش اب ہوٹل کا نام نہیں لینا تم میرے گھر چلو گی اور تمھارا سامان کہاں ہے“تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے اب کی بار مسکراتے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ بھی مسکرائیں لیکن لائبہ کی مسکراہٹ شیطانی تھی۔ایسی مسکراہٹ جیسے وہ اپنے کسی مقصد میں کامیاب ہوگئی ہو اور وہ کامیاب ہی تو ہوگئی تھی آخر اسے ضرار کے روبرو جانا تھا۔ ”ٹھیک ہے آنٹی میں چلوں گی اور میرا سامان میری گاڑی میں ہی ہے“ لائبہ نے کہا تو وہ مسکرائیں اور اپنا بیگ اور باقی چیزیں ٹیبل سے اٹھائی۔ ”چلو پھر آؤ گھر چلیں۔ایسے زیادہ دیر بیٹھنا بہتر نہیں ہے تمھارا۔ تمھاری گاڑی ڈرائیور لے آئے گا“تنزیل بیگم نے کہا اور اسکا ہاتھ تھامتے اسے کھڑا کرتے اسکے ساتھ باہر بڑھ گئیں۔ ”ویسے آنٹی آپکے گھر والوں

کو میرے وہاں رہنے سے کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا" لائبہ نے گاڑی میں بیٹھتے پوچھا۔ "نہیں بچے کسی کو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا" لائبہ نے پوچھا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں بچے کسی کو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "ویسے آنٹی آپکے گھر میں کون کون ہے" لائبہ نے پوچھا۔ وہ سب جانتی تھی پر پھر بھی ابھی خود کو معصوم دکھانا تھا۔ "میرے شوہر کے بھائی، بھابھی، انکا بیٹا ضرار، اسکی بیوی مہرماہ اور میری بیٹی عائشہ" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ضرار کا نام سنتے اسکا ری ایکشن سوچتے وہ دل ہی دل میں قہقہے لگا رہی تھی اور مہرماہ کا نام سنتے جلن سے آگ بگولا ہو رہی تھی۔ "آنٹی ضرار راجپوت وہی ہیں نا جو جرمنی میں میرے پروفیسر تھے" لائبہ نے پوچھا تو تنزیل بیگم نے ہاں میں سر ہلایا عین اسی وقت ڈرائیور نے گاڑی قصرِ راجپوت کے پورچ میں روکی۔ "چلو آؤ ہم پہنچ گئے" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے انکے ساتھ باہر نکلی اور ایک پل کو اسکی آنکھیں

چندھیا گئی تھیں۔ سامنے سفید حویلی نما گھر اپنی مثال آپ تھا۔ "چلو لائبہ"
تنزیل بیگم کی آواز پر وہ ہوش میں آئی اور انکے پیچھے اندر بڑھی۔ "اسلام علیکم
اماں سائیں" تنزیل بیگم نے اندر داخل ہوتے شاہجہاں بیگم کو دیکھتے کہا جنھیں
ابھی اسد چھوڑ کر گیا تھا۔ شہریار اور مریم کی غیر موجودگی میں وہ ہرگز انھیں گھر
اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ "وعلیکم السلام تنزیل بیٹا کیسی ہو اور یہ لڑکی کون
ہے" شاہجہاں بیگم نے ان سے پوچھتے انکے پیچھے کھڑی لائبہ کو دیکھتے کہا۔ "اماں
سائیں میں ٹھیک ہوں اور یہ میری ایک دوست اور بزنس پارٹنر تھی جرمنی
میں، جسکی پانچ ماہ پہلے ڈیتھ ہوئی تھی، اسکی بیٹی ہے یہ لائبہ" تنزیل بیگم نے کہا تو
انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جب کہ فردوس بیگم نے گہری سانس
بھری۔ "تنزیل یہ بچی یہاں سب خیریت" اب کی بار فردوس بیگم نے پوچھا
تھا۔ لائبہ کی جسامت دیکھ وہ سارا معاملہ سمجھ گئی تھیں۔ "جی یہ کچھ دن یہیں
رہے گی" تنزیل بیگم نے کہا اور لائبہ کو صوفے پر بٹھایا۔ "اچھا لیکن اس بچی

کے گھر والے کہاں ہیں۔ بچی ایسی حالت میں اکیلی۔ کیا یہ پاکستان رہتی ہے" فردوس بیگم نے کہا تو لائبہ آنکھوں میں مصنوعی آنسو لائی جس پر تنزیل بیگم نے اس کا سر تھپکا۔ "نہیں بھابھی یہ آج پہلی بار پاکستان آئی ہے۔ اسکا شوہر اسے چھوڑ کر یہاں آگیا ہے اور اسکا فون بھی نہیں اٹھاتا تو یہ اسے ڈھونڈنے آئی ہے۔ اور یہاں یہ پہلی بار آنے کی وجہ سے میرے علاوہ کسی کو جانتی نہیں تبھی اسے یہاں رکنے کا کہا ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو سب نے دکھ سے لائبہ کو دیکھا۔ "اللہ پوچھے ایسے شخص کو پھول سی بچی کے ساتھ ایسا کیا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو لائبہ نے انھیں دیکھا۔ "اماں سائیں ہو سکتا ہے اس کی کوئی مجبوری ہو" فردوس بیگم نے کہا۔ "آنٹی مجبوری نہیں ہے کوئی۔ یہاں آکر اس نے دوسری شادی کرلی ہے اور مجھے کہتا ہے کہ اسکا مجھ سے اور میرے بچے سے کوئی تعلق نہیں ہے" لائبہ یہ کہتے رونے لگی تو سب کو دکھ ہوا جب کہ تنزیل بیگم نے اسے ساتھ لگایا۔ "چلو لائبہ چپ کرو۔ ایسے تمھاری طبیعت خراب

ہوجائے گی "تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے آنسو صاف کیے۔ "تنزیل بچی کو کمرے میں بھیج دو آرام کرلے زیادہ بیٹھنا ٹھیک نہیں اسکا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو تنزیل بیگم نے اسے سہارا دیتے اٹھایا اور گیسٹ روم میں لے گئیں۔ "اللہ سے خوف نہیں آتا آجکل کے مردوں کو کوئی ایسی حالت میں بیوی کو چھوڑ دوسری شادی کرتا ہے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو فردوس بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وہی تو اماں سائیں مجھے بڑا ترس آرہا ہے اس بچی پر" فردوس بیگم نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے سر ہلاتے افسوس ظاہر کیا۔ لیکن وہ دونوں ابھی اس بات سے انجان تھیں کہ جس لڑکی کیلئے انھیں افسوس ہورہا ہے وہ لڑکی انکے گھر میں ایسا طوفان کھڑا کرنے آئی تھی جس نے سب سے زیادہ انکے لاڈلے سپوت "ضرار راجپوت" کی زندگی کو متاثر کرنا تھا۔

"اپیہ اتنی دیر کردی آپ نے" مہرماہ نے ثانیہ کے گلے لگتے کہا۔ "ہاں بس وہ عامر تھوڑی دیر پہلے آئے تھے تو اس لیے لیٹ ہوگئے" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔ عامر اور ثانیہ ابھی آئے تھے اور مہرماہ انھیں پورچ میں ہی ملنے لگی تھی جس پر پیچھے کھڑے ضرار اور عامر مسکرائے تھے جب کہ ماہ دیر سمیت سب اندر تھے۔ "اچھا ٹھیک ہے۔ وہ چھوڑیں یہ بتائیں آپ نے گئس کیا میں نے آپکو کس سے ملوانا ہے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے نفی سرہلایا۔ "اپیہ یار سوچیں تو" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "بابا سے؟" ثانیہ نے سوچتے کہا۔ "جی بابا سے" مہرماہ نے کہا تو وہ آسودہ سا مسکرائی۔ "کیا بابا مجھ سے ملیں گے۔ جو میں نے کیا اسکے بعد" ثانیہ نے پوچھا تو مہرماہ نے اسکے ہاتھ تھامے۔ "اپیہ بابا آپ سے ضرور ملیں گے۔ وہ آپ سے ناراض ضرور ہیں پر جب انھیں پتا لگے گا کہ آپ انکی گڑیا ہیں تو بابا کی ساری ناراضگی اُڑن چھو ہوجائے گی" مہرماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئی۔ "اللہ کرے ایسا ہی ہو"

ثانیہ نے کہا تو ان تینوں نے آمین کہا۔ ”ماہ چلو اب ان دونوں کو اندر آنے دو پھر باقی باتیں کرنا“ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا اور ثانیہ کا ہاتھ تھامتے اندر کی جانب بڑھ گئی جس پر وہ دونوں مسکرائے۔ ”گڑیا بہت معصوم ہے“ عامر نے ضرار کو دیکھتے مہرماہ کی طرف اشارہ کیا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ثانیہ کے بارے میں، میں یہ پہلے تو نہیں پر اب کہہ سکتا ہوں۔ آپکی محبت نے اس لڑکی کو سر تا پیر بدل کر رکھ دیا ہے ورنہ میں نے ثانیہ کا جو روپ دیکھا ہے وہ مفاد پرست تھا پر یہ بلکل مختلف ہے اور اس بات کا کریڈٹ آپکو جاتا ہے“ ضرار نے کہا تو عامر مسکرایا۔ ”شکریہ لیکن مجھے اسکا کریڈٹ نہیں چاہیئے۔ وہ میری شریکِ حیات ہیں انکو نیکی کی طرف لانا میرا فرض ہے“ عامر نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اللہ پاک آپ دونوں کو یونہی خوش رکھے“ ضرار نے کہا تو اس نے آمین کہا جس پر وہ مسکرایا اور اسکے ساتھ اندر کی جانب بڑھا۔ ضرار کے ساتھ بڑھتے اس نے اسکی پشت کو دیکھا۔ وہ اسکا بھائی تھا۔ وہ

جانتا تھا اپنا اور ضرار کا رشتہ پر وہ اسے بھی راولپنڈی جا کر ہی بتانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ "اپو اپ اتے دن بادتوں آئیں (اپھو آپ اتنے دن بعد کیوں آئیں)" وہ دونوں اندر آئے تو انھیں حوریہ کی آواز سنائی دی جو ثانیہ کی ٹانگوں سے لپٹی پوچھ رہی تھی جبکہ ثانیہ اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ اسے اٹھائے یا نا۔ "اپیہ حور کچھ پوچھ رہی ہے" مہرماہ نے اسے کہا تو اس نے ایک نظر ماہ دیر کو دیکھا جو حسرت سے اسے دیکھ رہا تھا اور پھر جھکتے حوریہ کو گود میں اٹھا گئی۔ "میری جان عامر چاچو کا کام زیادہ تھا نا تبھی ہم لوگ نہیں آسکے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کی گال پر اپنے ننھے ننھے ہونٹ رکھے جسے محسوس کرتے وہ مسکرائی اور اسکا ماتھا چوم گئی۔ "ہاں ہاں سارا پیار اپھو کیلئے عامر چاچو کو کوئی لفٹ ہی نہیں" اسے یوں ثانیہ سے لاڈ کرتے دیکھ عامر نے کہا اور چلتے ثانیہ کے ساتھ آتے کھڑا ہوا۔ "عامل تاتو ! ! (عامر چاچو)" اسے دیکھتے حوریہ چلائی اور اپنے بازو واء کیے جسے دیکھ سب ہنسے جبکہ عامر نے

مسکراتے اسے گود میں اٹھاتے سینے سے لگایا۔ "میرا بچہ۔ کیسی ہے میری گڑیا" عامر نے اسکا ماتھا چومتے پوچھا۔ "تیت اوں عامل تاتو۔ اپ تا تے آتوں نئی لے تے (ٹھیک ہوں عامر چاچو۔ آپ کہاں تھے آکیوں نہیں رہے تھے)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ماہ دیر کو دیکھا جس نے حوریہ کی بات پر اسے دیکھا تھا جسے دیکھ وہ نظریں پھیر گیا۔ "آپکی اپھو نے بتایا نا کام زیادہ تھا بس اس لیے" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اب اپ ایا تلیں دیں نا (اب آپ آیا کریں گے نا)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ "حوریہ" ابھی حوریہ یا عامر مزید کوئی بات کرتے اس سے پہلے ہی ماہ دیر نے اسے پکارا اور چلتے عین ان دونوں کے سامنے آتے کھڑا ہوا۔ "دی بابا ذان (جی بابا جان)" حوریہ نے اسے دیکھتے فوراً جواب دیا۔ "میری جان ٹام اینڈ جیری نہیں دیکھنے آج۔ نیو والی مووی لگی ہے آج ٹام اینڈ جیری کی" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کا چہرہ کِھلا۔ "تھتی بابا ذان (سچی بابا

جان)" حوریہ نے جلدی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مچی بابا کی جان۔ چلیں آئیں میں آپکو روم میں لگا کر دوں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے پہلے اسے دیکھا پھر عامر کو دیکھتے اس کے گرد حصار مضبوط کرتے نفی میں سر ہلایا۔ "کیا ہوا حوریہ" اس کی حرکت پر عامر نے پوچھا۔ "تاتو اپ بی ائیں پھل اپ تلے داتے ایں (چاچو آپ بھی آئیں پھر آپ چلے جاتے ہیں)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا جب کہ باقی سب کے چہروں پر بھی مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "میں نہیں جاتا۔ آپ اپنے بابا ساتھ روم میں جائیں میں آتا ہوں" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پتا (پکا)" حوریہ نے اپنی ہتھیلی اسکے سامنے پھیلاتے پوچھا۔ "جی میری گڑیا پکا" عامر نے اسکی ہتھیلی پر لب رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ماہ دیر کو دیکھتے بازو واء کر گئی جس پر وہ اسے اٹھا گیا۔ "ضرار تم سب کو لے کر بابا کے روم میں پہنچو میں بس آرہا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں سب" ضرار نے ان سب کو دیکھتے

کہا تو مہرماہ، عامر اور یشائم نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ثانیہ نے کوئی ری ایکشن نا دیا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ خلیل صاحب کے سامنے کیسے جائے۔"اپیہ کیا ہوا" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو زمین کو گھور رہی تھی۔اسکی آواز پر فوراً ہوش میں آتے اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔"کچھ نہیں" ثانیہ نے بامشکل مسکراتے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ عامر نے نرمی سے سب سے نظر بچاتے اسکا ہاتھ تھامتے اپنے ساتھ کا یقین دلایا جس پر ایک لمحے میں ثانیہ پُرسکون ہوئی۔"کچھ نہیں ہوگا۔وہ آپ کے بابا ہیں چلیں" عامر نے اسے دیکھ مدھم آواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ زور سے پکڑا۔"عامر چلیں" ضرار نے اب کی بار پوچھا تو عامر نے اسے دیکھا جس نے آنکھوں سے ہاں کہنے کا کہا جسے دیکھ وہ ہاں میں سر ہلا گیا جس پر ضرار آگے بڑھا جبکہ باقی سب اس کے پیچھے چل پڑے۔وہ سب چلتے اوپر خلیل صاحب کے کمرے کے باہر آئے تو مہرماہ نے آگے بڑھتے دروازہ کھولنا چاہا لیکن

مہرماہ کے دروازہ کھولنے سے پہلے ہی ثانیہ اسکا ہاتھ پکڑ گئی۔ ”مہرو بابا غصہ تو نہیں کریں گے“ ثانیہ نے پوچھا تو مہرماہ کو اپنی بہن پرپیار آیا۔ ”اپیہ بابا غصہ تھوڑا سا کریں گے پر جب انھیں پتا لگے گا نا آپ انکی بیٹی ہیں پھر نہیں کریں گے“ مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”کیا ہوا یہاں کیوں کھڑے ہو اب تک“ ماہ دیر نے حوریہ کے کمرے سے نکلتے پوچھا۔ ”وہ بھائی اپیہ کو ڈر لگ رہا ہے بابا سے“ مہرماہ نے کہا تو وہ نرمی سے مسکرایا۔ ”گڑیا کچھ نہیں ہوگا“ ماہ دیر نے کہا اور آگے بڑھتے اسکے سر پر ہاتھ رکھنا چاہا پر ثانیہ دو قدم پیچھے ہٹتے اسکی کوشش ناکام بنا گئی جس پر ماہ دیر کا ہاتھ ہوا میں ہی ملحق رہ گیا۔ اس نے گہری سانس بھری اور اپنا ہاتھ نیچے کرتے دروازہ کھولا جس پر سب ہی اسکے پیچھے اندر بڑھے۔ ”ارے اللہ خیر کرے یہ سب میرے کمرے میں“ ان سب کو ایک ساتھ اندر آتے دیکھ خلیل صاحب نے پوچھا تو سب مسکرائے۔ ”بس بابا آپکو کسی سے ملوانا ہے“ ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے عامر کو دیکھا۔ ”یہ کون

ہے ماہر" خلیل صاحب کو لگا شاید وہ انھیں عامر سے ملوانا چاہتا ہے تبھی پوچھا۔ انکی نظر ابھی ثانیہ پر نہیں پڑی تھی کیونکہ وہ عامر کی پشت کے پیچھے کھڑی تھی۔ "انکل یہ عامر ہے ماہ دیر کے دوست اور آپ کے داماد" ضرار نے اب کی بار جواب دیا تو خلیل صاحب نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "داماد؟" خلیل صاحب نے عامر کو دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ثانیہ کی بازو پکڑتے اسے سامنے کیا جس پر ثانیہ نے چہرہ نا اٹھایا جبکہ خلیل صاحب کی اسے دیکھ آنکھوں میں غصہ در آیا۔ "یہ یہاں کیا کر رہی ہے" خلیل صاحب نے ثانیہ کو دیکھتے ماہ دیر سے پوچھا۔ "بابا گڑیا آپ سے ملنے آئی ہے" ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا۔ "میرا کوئی تعلق نہیں ہے اس سے۔ اور نا ہی تم لوگوں کا بھولو مت یہ پروین کی بیٹی ہے۔ اس عورت کی جس نے میری مہرو پر اتنا ظلم کیا" خلیل صاحب نے کہا تو ماہ دیر نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں بابا یہ اس عورت کی بیٹی نہیں ہے۔ یہ آپکی اور ماما کی بیٹی ہے۔ خلیل سکندر اور پلوشہ

سکندر کی بیٹی ہے وہ بیٹی جسے سب آج تک مرا ہوا سمجھتے آرہے ہیں" ماہ دیر نے کہا تو انھیں مزید غصہ آیا۔ "تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو" خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بابا جانتا ہوں میں کیا کہہ رہا ہوں۔ثانیہ آپکی اور ماما کی بیٹی ہے۔ میری اور مہرو کی بہن ہے۔جسے سب مردہ سمجھتے آرہے تھے پر وہ زندہ تھی ہمارے پاس تھی بس ہم کبھی اسے نہیں پہچان پائے کیونکہ اس عورت نے ہم سب کے ساتھ ایسا گھناؤنا کھیل کھیلا کہ جس نے ہم سب کو ایک دوسرے سے جدا کردیا اور اس سب میں آپکی ماں بھی شامل تھی" ماہ دیر نے کہا تو وہ بے یقین ہوئے۔ "کیا کہہ رہے ہو ماہر۔ امی کا کیا کام اس میں" خلیل صاحب نے پوچھا تو ماہ دیر نے عامر کو اشارہ کیا جس نے اپنا فون نکالتے اسے دیا۔ "بابا آپکی ماں اور اس عورت نے مل کر ہماری گڑیا کو اس عورت کی مردہ ناجائز بیٹی سے بدل لیا تھا تاکہ وہ دونوں ماما سے بدلہ لے سکیں۔آپ نے ماما سے شادی کی اس بات کا بدلہ لینے کیلئے ان دونوں نے

یہ سب کیا۔ اور اگر آپکو یقین نہیں ہے تو آپ یہ کال ریکارڈنگ سنیں " ماہ دیر نے کہا اور ساتھ ہی کال ریکارڈنگ آن کرتے انھیں فون پکڑایا۔ خلیل صاحب نے موبائل پکڑا اور اپنی ماں اور بیوی کی باتیں سننے لگے جو خود اپنے منہ سے اپنے گناہوں کا اعتراف کررہی تھیں۔ثانیہ کو ہسپتال میں بدلنا، ثانیہ کو بُرا بنانا، ثانیہ کو پیسوں کیلئے لالچی بنانا، سب سے دور کرنا، گھر سے بھگانا اور پلوشہ کے ساتھ کچھ کرنا۔ یہ ساری باتیں سنتے خلیل صاحب کی آنکھوں میں غصے کے ساتھ نمی آئی۔ انکی ماں نے انکی اولاد کے ساتھ ایسا کیا۔ صرف اس لیے کہ وہ اپنی پسند سے شادی کرچکے تھے۔ "بابا اب آپکو میری بات کا یقین آیا" ریکارڈنگ بند ہوتے ہی ماہ دیر نے پوچھا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھتے ثانیہ کو دیکھا جو چہرہ جھکائے خاموش آنسو بہا رہی تھی۔ خلیل صاحب بغیر کوئی بات کیے بیڈ سے کھڑے ہوئے جسے دیکھ ماہ دیر نے انھیں سہارا دینا چاہا پر وہ ہاتھ اٹھاتے اسے منع کر گئے جس پر ماہ دیر وہیں رکا اور باقی سب کی طرح انھیں

دیکھنے لگا جو ثانیہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ خلیل صاحب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ثانیہ کے عین سامنے جاتے کھڑے ہوئے اور اسے دیکھا جو ان کے سامنے کھڑے ہونے پر اب انھیں دیکھ رہی تھی۔ "گڑیا۔آپ یہ جانتی تھیں" خلیل صاحب نےپیار سے اسے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور ایک قدم آگے ہوتے انکے گلے لگنے لگی پر خود کو روک گئی جسے دیکھتے خلیل صاحب نے اپنے بازو واء کیے۔ "میرا بچہ یہاں آؤ بابا کے پاس" خلیل صاحب نے کہا تو ثانیہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر انکے سینے سے لگی۔ "بابا" انکے سینے سے لگتے ہی ثانیہ بچوں کی طرح رونے لگی جس پر خلیل صاحب بھی اسکا سر چومتے آنسو بہانے لگے۔ پچیس سال پہلے انھوں نے جس اولاد کو مردہ تصور کرتے ایک غیر بچی کو لحد میں اتارا تھا وہ تو انکی تھی ہی نہیں۔ انکی بیٹی تو زندہ تھی اور انکے پاس تھی پر وہ اسے پہچان نا سکے۔ انھیں آج اندازہ ہوا تھا کیوں انھیں ثانیہ کا چہرہ پلوشہ اور مہرو جیسا لگتا تھا۔ کیوں ثانیہ کو سینے سے لگاتے انکے دل کو سکون ملتا

تھا۔ ”میری بیٹی۔ میری گڑیا بابا کی جان“ خلیل صاحب نے بارہا اسکا سر چوما اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اس کا ماتھا چومتے اسکے آنسو صاف کیے۔ ”میرا بیٹا بس روتے نہیں ہیں“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ پھر روئی۔ ”آئی۔۔ ایم۔۔ سوری۔۔بابا۔۔میں گھر۔۔سے بھاگ۔۔گئی۔۔مجھے معاف کردیں“ ثانیہ نے ہاتھ جوڑتے کہاتو خلیل صاحب نے اسکے ہاتھ تھامتے اسے واپس سینے سے لگایا۔ ”نہیں میرا بیٹا ایسے نہیں کرتے۔میں ناراض تھوڑی ہوں اپنی بیٹی سے۔شاباش رونا بند کرو“ خلیل صاحب نے نرمی سے کہا تو اس نے انھیں دیکھا جب کہ باقی سب بھی مسکراتے نم آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ ”آپ نہیں۔۔ہیں ناراض۔۔بابا“ اس نے پوچھا تو وہ نفی میں سرہلا گئے۔ ”ناراض تھا وہ بھی اس لیے کہ آپ نے اتنا بڑا قدم اٹھایا پر اب جب حقیقت میرے سامنے ہے تو میں اپنی بیٹی سے کیوں ناراض ہوں گا“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ مدھم سا

مسکرائی۔ ”شاباش ایسے ہی ہنسا کرو میرا بچہ اس عورت کو میں گھر واپس جا کر پوچھوں گا۔ اس نے میری دونوں بیٹیوں کو اذیت دی ہے“ خلیل صاحب نے کہا تو ثانیہ نے انھیں دیکھا۔ ”بابا وہ۔۔ سچی بہت۔۔ بُری ہیں انھوں۔۔ نے بہت۔۔ بُرا کیا میرے ساتھ اور۔۔ دادو نے بھی۔۔ ان سب۔۔ نے میری معصومیت۔۔ چھین لی“ ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب نے اسکا سر تھپکا۔ ”بس میرا بچہ۔ اب آپ کے بابا ہیں نا اب کوئی میرے بچوں کو کچھ نہیں کہے گا“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”بابا مجھے آپکو بہت کچھ۔۔ بتانا ہے۔۔ مجھے اپنے۔۔ بچپن کی۔۔ ساری باتیں آپ سے شیئر کرنی ہیں۔۔ مجھے آپکو وہ بھی بتانا ہے۔۔ جو آپکے جانے کے۔۔ بعد میرے ساتھ ہوتا تھا۔۔ مجھے آپکو بتانا ہے میں۔۔ لوگوں سے کیوں ڈرتی تھی۔۔ مجھے آپکو بتانا ہے میں بُری کیوں بنی آپ۔۔ سنیں گے نا“ ثانیہ نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جب کہ عامر اس کی معصومیت پر مسکرایا۔ ”جی بابا کی جان میں سب

سنوں گا۔ ابھی میرا بیٹا رونا بند کرو" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس ان کے سینے سے لگی جس پر خلیل صاحب نرمی سے اس کا سر سہلانے لگے۔ "میں بھی آجاؤں" ماحول کو سینٹی دیکھ مہرماہ نے خلیل صاحب کے کندھے پر انگلی رکھتے شرارت سے پوچھا تو وہ ہنسے اور اپنی دوسری بازو واء کی جس پر وہ بھی فوراً ثانیہ کی طرح انکے سینے سے لگی۔ "بابا یار میں بھی ہوں" انھیں دیکھ ماہ دیر بھی بچوں کی طرح بولا اور آتے ان تینوں کے گرد حصار باندھ گیا جسے دیکھ سب مسکرائے جبکہ اپنے شوہر کی بچکانہ حرکت پر میشائم نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ "بابا کے بچے میری جان کے ٹکڑے" خلیل صاحب نے باری باری ان تینوں کا سر چوما جس پر وہ مسکرائے۔ "بابا ان دونوں کی تو سمجھ آتی ہے میں بچہ نہیں ہوں" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو مہرماہ نے سر اٹھاتے اسے گھورا۔ "بھائی میں بچی نہیں ہوں بڑی ہوگئی ہوں" مہرماہ نے ناک سکیڑتے کہا تو سب ہنسے جبکہ ضرار نے اسکی نظر اتاری۔ "اچھا

چلو تم نہیں ہو ثانیہ تو ہے نا" ماہ دیر نے چِڑانے والے انداز کہا۔ وہ چاہتا چِڑ کر ہی سہی پر ثانیہ اس سے بات کرے پر ثانیہ نے اب کی بار بھی اسکی بات کا کوئی جواب نا دیا۔ جس پر وہ اداسی سے مسکرایا۔ اپنی بہن کو اس نے خود اپنے آپ سے دور کیا تھا۔ وہ آگے جھکا اور نرمی سے مہر ماہ اور ثانیہ کا سر چوما۔ "ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا بیٹا۔ میں جانتا ہوں میں نے اپنی گڑیا کے ساتھ بہت بُرا کیا" ماہ دیر نے ثانیہ کا سر تھپتھپاتے کہا لیکن ثانیہ نے اسکی طرف دیکھا تک نہیں جس پر ماہ دیر نے گہری سانس بھری اور پیچھے ہوا۔ جبکہ باقی سب خاموش رہے سب ہی جانتے تھے اس نے کتنا غلط کیا ہے سوائے خلیل صاحب کے جو اس سے بعد میں پوچھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ "بابا آپ بیٹھ جائیں اب۔ کافی دیر سے کھڑے ہیں" ماہ دیر نے خلیل صاحب سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے اور اپنی دونوں بیٹیوں کو لیے بیڈ پر جاتے بیٹھ گئے۔ "بابا یہ آپکو کیا ہوا ہے" ثانیہ نے انکے ماتھے پر لگا چھوٹا سا بینڈج اب دیکھا تھا تبھی اس نے فوراً پوچھا۔ "کچھ

نہیں میری جان۔بس چھوٹا سا ایکسڈنٹ ہوا تھا" خلیل صاحب نے کہا لیکن اسکی پریشانی ابھی بھی کم نہیں ہوئی تھی۔"ایسا چھوٹا سا نہیں۔بہت بڑا ایکسڈنٹ ہوا تھا بابا کا اور بابا ڈیڑھ مہینہ کوما میں بھی رہے ہیں" مہرماہ نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔"کیا کب۔بابا آپ ٹھیک ہیں نا اور آپکا ایکسیڈنٹ کیسے ہوگیا" ثانیہ نے ایک ہی سانس میں پوچھا۔"میری جان میں ٹھیک ہوں اب فکر نہیں کرو "خلیل صاحب نے کہا تو اس نے مہرماہ کو دیکھا جس نے ہاں میں سر ہلایا۔"اچھا اب مجھے بتاؤ۔ میرے بیٹے نے مجھے کیا بتانا تھا اور یہاں کیسے آئی اور میرا بچہ اتنا عرصہ کہاں رہا۔شادی کب ہوئی۔سب بتاؤ مجھے اور اس عورت نے میری گڑیا کو کیا کہا تھا وہ بھی تاکہ اسکا حشر میں بگاڑ کر رکھ دوں جس نے میری پھول سی بچیوں کو اذیت دی" خلیل صاحب نے کہا اور نرمی سے ان دونوں کو اپنے سینے سے لگایا۔جس پر ثانیہ نے عامر کو دیکھا جو اسے اپنا ماضی بتانے کا اشارہ کررہا تھا وہ بھی اسکے ماضی کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔وہ

جاننا چاہتا تھا کہ اس ظالم عورت نے اسکی معصوم سکونِ قلب کے ساتھ کیا کیا جو وہ اس نہج تک پتھر دل بن گئی تھی۔جبکہ اسکے اشارے پر ثانیہ نے گہری سانس بھری۔آج اسے بھی اپنا ماضی اپنے باپ کو بتانا تھا۔وہ بھی آج سارا غم بہا دینا چاہتی تھی۔وہ آج اپنی زندگی کے اس پہلو سے پردہ اٹھانا چاہتی تھی جس سے سب انجان تھے۔جسکی اذیت اس نے آج تک اکیلے سہی تھی۔"بولو گڑیا" اسے ہنوز خاموش دیکھ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے ماضی سے پردہ اٹھانا لگی۔

---ماضی---

"لڑکی تمھیں کتنی بار کہا ہے بلاوجہ کمرے سے باہر مت نکلا کرو۔تمھیں سمجھ نہیں آتی کیا" طاہرہ بیگم نے دس سالہ ثانیہ کی بازو سختی سے پکڑتے کہا جبکہ ثانیہ جو ابھی اپنے چچا کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کی غرض سے باہر صحن میں آئی تھی

انکے یوں اچانک بازو جکڑنے پر کراہ اٹھی۔ ”آہہ ! دادو درد ہو رہی ہے مجھے“ ثانیہ نے کہا اور ساتھ ہی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لائی جسے دیکھ کر بھی وہ نرم نا پڑیں۔ آخر کیوں پڑتی وہ پلوشہ سکندر کی بیٹی تھی۔ اس عورت کی بیٹی جو انکے مطابق انکے بیٹے کو ان سے چھین چکی تھی۔ جب کہ ثانیہ اب انھیں دیکھ ڈر آنکھوں میں سموئے ہوئے انھیں دیکھ رہی تھی۔ آخر کو بچپن سے سب کی مار اور جھڑکیں برداشت کی تھی۔ وہ جانتی تھی اسکی دادو اور ماما چھوٹی سی بات پر اسے سزا دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ”بکواس بند کرو اور یہ بتاؤ باہر کیوں آئی ہو۔ تمھیں کتنی بار کہا ہے جب گھر میں مہمان آئیں تب باہر مت آیا کرو“ طاہرہ بیگم نے کہا تو اس نے سر جھکایا۔ ”دادو میں کنزہ آپی کے ساتھ کھیلنے آئی ہوں“ ثانیہ نے ڈرتے ڈرتے کہا تو طاہرہ بیگم نے غصے سے اسے جھٹکا۔ ”خبردار تم میرے پوتوں کے آس پاس بھی نظر آئی۔ اندر دفع ہو ابھی کے ابھی“ طاہرہ بیگم نے غصے سے چلاتے کہا تو وہ ڈر کر روتے ہوئے اندر بھاگی۔" منحوس

لڑکی" طاہرہ بیگم نے اسکے جاتے ہی سر جھٹکا اور اندر کمرے کی طرف بڑھیں جہاں انکی بہن اور اسکے بچے آئے تھے۔"ماما" دوسری طرف ثانیہ روتے ہوئے کچن میں کھڑی پروین بیگم کی ٹانگوں سے لپٹ گئی جس پر پروین بیگم نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا۔کیا ہوا ہے اب پروین بیگم نے بیزاری سے پوچھا۔"ماما مجھے بابا۔۔۔کے پاس جانا ہے۔ ۔مجھے یہاں نہیں۔۔رکنا دادو اور سب مجھے مارتے۔۔ ہیں" ثانیہ نے کہا تو پروین بیگم کی بیزاری بڑھی اور انھوں نے ہاتھ پکڑتے اسے خود سے پیچھے کیا۔"تو اپنے باپ کو کہو مجھے جو کہہ رہی ہو۔میں نے تھوڑی کہا ہے اسے کہ ہمیں یہاں رکھے۔اب وہی یہ ساری دولت چھوڑ کر اس عورت کے پاس رہ رہا ہے" پروین بیگم نے نحوست سے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔"کیا مطلب ماما" اس نے معصومیت سے آنکھیں صاف کرتے پوچھا۔"مطلب یہ کہ تمھارے باپ کے پاس پیسے نہیں ہیں اس لیے اس نے ہمیں یہاں چھوڑ دیا اور خود اپنی دوسری بیوی اور بچوں کے پاس

رہ رہا ہے۔ اگر اسکے پاس پیسے ہوتے تو ہمیں بھی ساتھ رکھ لیتا" پروین بیگم نے کہا تو اس نے نا سمجھی سے انھیں دیکھا۔ "تو اگر بابا کے پاس پیسے ہونگے تو وہ ہمیں پاس رکھ لیں گے" ثانیہ نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ماما بابا کے پاس پیسے کب آئیں گے" ثانیہ نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "پتہ نہیں کب آئیں گے۔ جاؤ اب" پروین بیگم نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا جسے وہ سمجھ نا سکی اور جانے کی بجائے وہاں کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ "ماما اگر میرے پاس پیسے آجائیں تو کیا ہم بابا کے پاس جاسکتے ہیں" ثانیہ اب اپنا رونا مکمل بھولتے ان سے سوال پوچھ رہی تھی جبکہ اسکا سوال سنتے پروین بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "ہاں جاسکتے ہیں۔ تم جاننا چاہو گی پیسے کیسے آئیں گے تمھارے پاس" پروین بیگم نے اپنا کام چھوڑتے اسے دیکھا جو زور زور سے ہاں میں سر ہلا رہی تھی۔ "کیسے آئیں گے میرے پاس پیسے ماما" اس نے پوچھا تو وہ شیطانی سا مسکرائی۔ "پیسے خود کمانے سے آتے ہیں یا کسی امیر انسان سے شادی

کرکے" پروین بیگم نے کہا تو اس نے ناک سکیڑتے انھیں دیکھا۔"پر میں تو چھوٹی ہوں نا" ثانیہ نے ہونٹ نکالتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں ہو۔لیکن ایک طریقہ ہے پیسے حاصل کرنے کا" پروین بیگم نے کہا تو اسکی آنکھوں میں چمک آئی۔"کیا طریقہ ماما" اس نے ایکسایٹڈ ہوتے پوچھا۔"وہ میں تمھیں بعد میں بتاؤں گی۔ابھی مجھے کام کرنے دو" پروین بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکل گئی جبکہ اسکے جاتے ہی پروین بیگم
مسکرائیں۔انھیں اب سمجھ آگئی تھی انھیں کیسے پلوشہ سے بدلہ لینا ہے۔

"امی میں نے ثانیہ کا حل نکال لیا ہے۔پلوشہ سے بدلہ لینے کا بہترین طریقہ مل گیا مجھے" پروین بیگم نے سامنے بیٹھی اپنی ساس جو کہ اسکی پھپھو بھی تھیں ان کو دیکھتے کہا۔کل سارا دن ہی ثانیہ کمرے میں رہی اور آج بھی وہ سکول سے آتے ہی سو گئی تھی اور ان دونوں کے علاوہ کوئی گھر پر بھی نہیں تھا تبھی

انھوں نے بات کرنے کا سوچا۔ "کیا حل" طاہرہ بیگم نے اسے دیکھا۔ "امی پلوشہ کو اس بات کا گھمنڈ ہے نا کہ وہ خلیل کی پسند ہے اور وہ وفادار ہے۔تو میں اسکی بیٹی کو ایسا بناؤں گی کہ وہ ہر مرد کی پسند بنے گی پر وہ کسی کی وفادار نہیں ہوگی پیسوں کے علاوہ" پروین بیگم نے کہا تو طاہرہ بیگم کو انکا آئیڈیا پسند آیا۔ "تو تمھارے کہنے کا مطلب ہے تم اسے مردوں کی پسند کے مطابق بے حیا بناؤ گی" طاہرہ بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بناؤں گی اور پھر جب وہ ساری حدیں پار کرے گی تب خلیل اور پلوشہ کو انکی بیٹی واپس لوٹا دوں گی" پروین بیگم نے کہا تو طاہرہ بیگم ہنسی جس پر وہ بھی قہقہہ لگا گئیں۔ "کیا ہو رہا ہے بھئی کس بات پر ہنسا جا رہا ہے" ابھی وہ دونوں قہقہے لگانے میں مصروف تھیں جب خلیل صاحب نے اندر داخل ہوتے پوچھا جس پر ان دونوں نے انھیں دیکھا جو تین چار شاپنگ بیگز پکڑے اندر آئے تھے۔ "خلیل تم کب آئے" طاہرہ بیگم نے جلدی سے پوچھا۔ وہ جاننا چاہتی تھیں کہ کہیں انھوں نے کوئی بات

سن نا لی ہو۔ ”ابھی آیا ہوں امی۔ثانیہ کہاں ہے“ خلیل صاحب نے پوچھا۔ثانیہ انھیں اپنی بیٹی کی طرح ہی عزیز تھی تبھی وہ ہر دوسرے دن اس سے ملنے لازمی آتے تھے۔ ”وہ کمرے میں ہے۔ کبھی آکر ماں اور بیوی کا بھی پوچھ لیا کرو۔ اسکا ہی پوچھتے رہتے ہو حتیٰ کہ وہ تمھاری اولاد بھی نہیں“ طاہرہ بیگم نے طنز کیا۔ ”امی وہ میری بیٹی ہے جس دن پروین سے نکاح کیا تھا۔ اس دن اسکی اولاد کو اپنی سمجھا تھا اور ثانیہ میری بیٹی ہے۔ آپ سے میں نے حال چال پوچھا ہے اور بیوی۔یہ میری بیوی نہیں محض ایک ذمہ داری ہے اور کچھ نہیں۔ میری بیوی پلوشہ خلیل سکندر ہے“ خلیل صاحب نے دو ٹوک لہجے میں کہا اور اوپر ثانیہ کے کمرے کی طرف بڑھے۔ ”دیکھ رہی ہیں آپ امی کیسے میرے سامنے اس ڈائن کو اپنا کہتے ہیں“ پروین بیگم نے چہرے پر بے بسی لاتے کہا تو وہ اسے ساتھ لگا گئیں۔ ”فکر مت کرو اس پلوشہ نے مجھ سے میرا بیٹا چھینا ہے تو ہم نے بھی اسکی بیٹی چھین لی ہے۔ اب جو باقی نفرت ہے وہ

اسکی بیٹی سے پوری کرلو پر ابھی خاموش رہو۔ خلیل کی نظروں میں بُری مت بننا۔ وہ دل کی مریضہ ہے آج نہیں تو کل مرجائے گی پھر خلیل کے گھر اور دل دونوں پر تمھارا راج ہوگا۔ اب یہ باتیں چھوڑو اور خلیل کے پاس جاؤ۔ اس پر حق جتاؤ" طاہرہ بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اٹھی اور اوپر کی طرف چلی گئیں۔ "میری گڑیا اس وقت سورہی تھی۔ طبیعت ٹھیک ہے میرے بچے کی" پروین بیگم روم میں آئی تو انکی نظر خلیل صاحب پر پڑی جو ثانیہ کو گود میں بٹھاتے نرمی سے اسکا سر چومتے پوچھ رہے تھے جب کہ نیند سے لبریز آنکھوں سے انھیں دیکھ رہی تھی اور اسکی آنکھیں ہلکی سی سوجھی تھیں یوں جیسے وہ روئی ہو لیکن پروین بیگم کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ "ٹھیک ہوں بابا" اس نے کہا اور ان کے سینے میں چہرہ چھپایا۔ "ثانیہ میرا بچہ کچھ ہوا ہے" خلیل صاحب نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "کیا ہوا" خلیل صاحب نے پیار سے پوچھا۔ "بابا آج ٹیچر نے مجھے مارا تھا" ثانیہ نے کہا اور ساتھ

ہی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لاتے انھیں دیکھتے اپنے دونوں ہاتھ انکے سامنے کیے جو سرخ ہورہے تھے۔ ”یہ کیا ہوا میرا بچہ اور ٹیچر نے کیوں مارا آپ کو“ خلیل صاحب نے اسکی ہتھیلیاں چومتے پوچھا۔ ”بابا کنزہ آپی نے ٹیچر کو میری جھوٹی شکایت لگائی تو ٹیچر نے مجھے سٹک سے مارا“ ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے سینے میں بھینچا۔ ”میری جان کیا شکایت لگائی تھی آپی نے“ انھوں نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ ”بابا آپی نے ٹیچر کو بولا میں نے ٹیچر کو گالی دی ہے لیکن میں نے نہیں دی تھی لیکن ٹیچر نے آپی پر ٹرسٹ کیا اور مجھے مارا۔ اور بابا آپی گھر پر بھی مجھے مارتی ہیں“ ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب نے اسکا چوما اور پروین بیگم کو دیکھا جو بیڈ کے دوسری طرف بیٹھی تھیں۔ ”ٹیچر نے اسے مارا اور کنزہ کس خوشی میں ہاتھ اٹھاتی ہے میری بیٹی پر“ خلیل صاحب نے غصے سے پوچھا۔ ”خلیل بچوں میں لڑائی ہوجاتی ہے میں کیا کہوں اسے بھی اور اگر ٹیچر نے مارا ہے تو اسکی ہی غلطی ہوگی“ پروین بیگم نے لاپروائی سے کہا

تو خلیل صاحب کے غصے کا گراف بڑھا۔ ”میری بات سنیں کان کھول کر۔ آئندہ ثانیہ کو کسی نے ہاتھ لگایا تو میں آپکا حشر بگاڑ کر رکھ دوں گا سمجھی آپ اور کل میں جاتا ہوں اس کی ٹیچر کے پاس بھی۔ آخر اسکی جرات کیسے ہوئی میری گڑیا کو مارنے کی“ خلیل صاحب نے کہا اور واپس ثانیہ کو دیکھا جو انھیں ہی دیکھ رہی تھی۔ ”کیا ہوا گڑیا“ اسے دیکھ انکی آنکھیں اور لہجہ دونوں نرم ہوا جسے دیکھ پروین بیگم کو غصہ آیا مگر ضبط کر گئیں کیونکہ وہ اچھے سے جانتی تھی یہ غصہ کیسے اور کہاں نکالنا ہے۔ ”بابا آپ ہمیں اپنے ساتھ لے جائیں نا“ ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب نے آنکھیں سختی سے میچیں۔ اگر بات صرف ثانیہ کی ہوتی تو وہ لے جاتے پر اگر وہ جانتے تھے پھر پروین بیگم کو بھی ساتھ کے جانا پڑتا۔ کیونکہ انھوں نے بہت بار اپنی ماں سے کہا تھا کہ وہ ثانیہ کو لے جاتے ہیں پر ہر پار یہی شرط رکھی گئی کہ پھر پروین بیگم بھی ساتھ جائیں گی جس پر وہ خاموش ہو جاتے۔ ”میرا بچہ میں آپکو بہت جلد لے جاؤں گا پر ابھی

نہیں۔ ابھی بابا کو کام ہوتا ہے اور میں گھر پر ہی نہیں ہوتا۔ جب میرا کام ختم ہوگا پھر میں آپکو ساتھ لے جاؤں گا" خلیل صاحب نے اسے نرمی سے پچکارا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس انکے سینے سے لگی۔ "اچھا بابا اپنی گڑیا کے لیے کچھ لائے تھے دیکھنا ہے" خلیل صاحب نے پیار سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر انھوں نے تینوں بیگ پکڑتے بیڈ پر الٹے۔ اس میں ثانیہ کے لیے تین چار ڈریسز تھے۔ ایک ٹیڈی بیئر اور گڑیا ساتھ اسکے لئے ڈھیر ساری کھانے کی چیزیں تھیں۔ وہ ہر بار اسکے لیے کچھ نا کچھ لے کر یہاں آتے تھے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ مہر ماہ اور اسکے لیے ایک سی چیز خریدتے تھے تو غلط نا تھا۔ "تھینکیو بابا" ثانیہ نے مسکراتے انکی گال پر لب رکھے تو وہ مسکرائے۔ "یور ویلکم۔ چلیں اب آپ اس سے کھیلیں۔ میں چلتا ہوں آفس جانا ہے مجھے۔ پھر کام ختم کر کے آؤں گا۔ آپ نے کسی کو تنگ نہیں کرنا اور نا ہی کسی سے بدتمیزی کرنی ہے۔ اچھا بچہ بن کر رہنا ہے" خلیل صاحب نے کہا

تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکا ماتھا چومتے اسے نرمی سے بیڈ پر بٹھاتے کمرے سے باہر نکلے۔ انکے پیچھے ہی پروین بیگم بھی بڑھیں۔ "خلیل" وہ جو نیچے جا رہے تھے پروین بیگم کی آواز پر رکے۔ "جی" خلیل صاحب نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔ "آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے۔ میں بیوی ہوں آپکی" پروین بیگم نے کہا تو خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ "پروین آپ اچھی طرح جانتی ہیں میری اور آپ کی شادی کیوں ہوئی۔ اور میں نے آپ کو نکاح سے پہلے ہی بتا دیا تھا میرا آپ سے ایسا کبھی کوئی رشتہ نہیں ہوگا۔ میں نے آپ سے صرف خاندان کی عزت بچانے کو نکاح کیا ہے۔ اور میری صرف ایک ہی بیوی ہے پلوشہ خلیل سکندر انکی جگہ نا ہی کوئی آسکتا ہے نا کوئی انکی جگہ برابر جگہ پا سکتا ہے" خلیل صاحب نے کہا اور نیچے چلے گئے جبکہ انکی بات سنتے پروین بیگم کا غصہ بڑھا اور وہ انکے پیچھے ہی نیچے بڑھیں جہاں وہ طاہرہ بیگم اور مستقیم صاحب (خلیل کے ابو) کو ثانیہ کا خیال

رکھنے کی ہدایت کرنے کے ساتھ کنزہ جو یقیناً اپنے ماں باپ کے ساتھ ابھی آئی تھی اسے ڈانٹ رہے تھے۔پروین بیگم اب کی بار کچھ نا بولیں بلکہ خاموشی سے کھڑی انھیں دیکھتی رہیں جو چند مزید باتیں کرتے جا چکے تھے۔"امی خلیل نے پھر مجھے ٹھکرا دیا" پروین بیگم نے انکے جاتے ہی کہا تو طاہرہ بیگم نے انھیں دیکھا جسکا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔"یہ سب اس پلوشہ کی وجہ سے ہو رہا ہے" طاہرہ بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور بغیر کچھ کہے غصے کی حالت میں اوپر ثانیہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں جبکہ انھیں اوپر جاتے دیکھ سب سمجھ گئے تھے اب ثانیہ کی خیر نہیں لیکن پھر بھی ان سب نے سر جھٹکا اور اپنا اپنا کام کرنے لگے۔انکی سوچ کے مطابق چند سیکنڈ بعد ہی انھیں ثانیہ کے چلانے اور رونے کی آوازیں آنے لگیں یقیناً اب پروین بیگم اپنا غصہ اس نازک جان پر نکال رہی تھیں۔

وقت کا کام تھا گزرنا سو گزرتا جارہا تھا۔دیکھتے دیکھتے چار سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ثانیہ اب چودہ سال کی ہوچکی تھی۔وہ آج بھی ویسی ہی معصوم تھی پر اب وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہوگئی تھی۔وہ چودہ سال کی تھی پر اسکا حُسن کسی کو بھی مبہوت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ لیکن اس حسن کے باوجود اسکی شخصیت نا تھی۔وہ خلیل صاحب کے علاوہ باقی سب سے ڈرتی تھی۔ان گزرے چار سالوں میں پروین بیگم سمیت سب کے ہی ظلم اس پر بڑھ گئے تھے۔ لیکن اس نے آج تک خلیل صاحب کو نا بتایا تھا کیونکہ وہ جب بھی خلیل صاحب کے پاس ہوتی کوئی نا کوئی ان دونوں کے ساتھ ہوتا جس پر وہ انکے ڈر سے خاموش ہی رہتی تھی پر ان گزرے سالوں میں ایک تبدیلی آئی تھی۔وہ اب پیسوں کے پیچھے بھاگنے لگی تھی۔کیونکہ اب اسے سیکھا دیا گیا تھا کہ پیسہ ہی سب کچھ ہے لیکن ابھی پیسہ کمانے کے طریقوں سے وہ انجان تھی پر وہ بھی اس نے جلد سیکھنے تھے۔اس وقت ثانیہ کچن میں کھڑی اپنے لیے

چاول ڈال رہی تھی جبکہ باقی سب لاؤنج میں ثانیہ کے بڑے چچا جو کہ آج ہی گاؤں سے یہاں آئے تھے ان سے باتیں کر رہے تھے۔وہ لوگ آج صبح ہی اپنے بیس سالہ بیٹے کے ساتھ انھیں اپنی بیٹی کی شادی کی تاریخ رکھے جانے کا بتانے آئے تھے جسے سنتے سب نے ہی خوشی سے دو تین دن بعد وہاں جانے کا پروگرام بنایا تھا۔چونکہ پروین بیگم کو رشتے دار اپنے گھر کم ہی بلاتے تھے تبھی صرف اسکے چھوٹے چچا چچی، انکے بچے اور اسکے دادا دادی جا رہے تھے۔ خلیل صاحب ویسے ہی اپنی بیوی بچوں کو ان سب کے طعنوں سے تنگ آتے کسی کی طرف بھی لے جانا پسند نہیں کرتے تھے۔"کیا کر رہی ہو تم یہاں"ابھی ثانیہ چاول ڈال کر کھانے لگی تھی جب اسکا چچا زاد بھائی شایان کچن میں داخل ہوا اور اسکے پاس آتے بولا۔"وہ کچھ بھی نہیں شایان بھائی۔کھانا کھانے لگی ہوں"ثانیہ نے کہا اور اپنی پلیٹ اٹھاتے وہاں سے جانے لگی پر اس سے پہلے ہی شایان نے اسکے سامنے آتے اسکا رستہ

روکا۔ ”میں نے تمھیں کہا ہے جانے کو“ شایان نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر وہ سر تا پیر اسے دیکھتے مسکرایا اور اسکے ہاتھ سے پلیٹ پکڑتے شیلف پر رکھی۔ثانیہ کے علاوہ سب ہی پروین بیگم اور انکی اولاد کے ناجائز ہونے کے بارے میں جانتے تھے تبھی شایان اس میں انٹرسٹ رکھتا تھا۔

”شایان بھائی میں جاؤں“ ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر اس نے نفی میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھامتے اسے قریب کیا۔اسکے یوں ہاتھ تھامنے پر ثانیہ کی آنکھیں خوف سے پھیلیں۔ ”شایان بھائی۔۔کیا کر رہے ہیں چھوڑیں“ ثانیہ نے خوف سے کپکپاتے پوچھا۔ ”تم ابھی صرف چودہ سال کی ہو لیکن ایک مکمل دوشیزہ جیسا حُسن ہے تم میں“ شایان نے اسکی گال کو ہاتھ کی پشت سے سہلایا تو ثانیہ نے چلانے کو منہ کھولا پر وہ اسکے چہرے پر ہاتھ رکھ گیا۔ ”چپ آواز نا آئے مجھے تمھاری“ شایان نے کہا تو اسکی آنکھوں میں آنسو آئے۔وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی شایان اسے غلط طریقے سے چھو رہا ہے۔اس نے کئی بار اسے پہلے بھی

چھونے کی کوشش کی تھی پر وہ سمجھ نا سکی پر آج اسکا انداز عجیب تھا جس سے اسے خوف آیا۔ "میں تمھارے روم میں آؤں گا رات میں اگر تم نے دروازہ بند کیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا" شایان نے چند لمحوں بعد کہا اور اسکی گردن کو غلط انداز میں چھوتے سیدھا ہوتے اسے چھوڑا جس پر وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنے روم کی طرف بھاگی اور اندر جاتے دروازہ لاک کر گئی۔دن سے شام اور رات ہوئی پر اس نے روم کا دروازہ نا کھولا بلکہ خود کو لحاف میں چھپائے بیٹھی رہی۔اسکا جسم خوف کی وجہ سے چڑھنے والے بخار سے تپ رہا تھا۔اس نے اب تک کچھ نہیں کھایا تھا بس وہ یہاں بیٹھی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی شایان آئے گا یا نہیں پر اس نے دروازہ اچھے سے بند کرلیا تھا۔وہ جانتی تھی کسی کے پاس جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔سب اسے ہی ڈانٹیں گے یا مارنے لگیں گے تبھی وہ یہاں بند ہوئے بیٹھی تھی۔ابھی اسے یونہی دروازے کو گھورتے مزید پانچ منٹ ہوئے تھے جب دروازہ نوک ہوا جس پر اس نے

لحاف کو مضبوطی سے پکڑا۔ "ثانیہ دروازہ کھولو" دروازہ اب کی بار نا صرف زور سے نوک ہوا بلکہ شایان کی آواز بھی آئی جس پر وہ مزید ڈری لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا بس آنکھیں بند کرتے سر تک لحاف اوڑھ گئی۔دروازہ ناجانے کتنی دیر بجتا رہا اور پھر بلآخر آواز رک گئی جس پر اسکی دھڑکن کچھ پُرسکون ہوئی۔وہ نہیں جانتی تھی وہ گیا ہے یا نہیں پر اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔وہ بس یونہی سر تک لحاف اوڑھے لیٹی رہی پھر اسکی کب آنکھ لگی اسے نہیں معلوم تھا۔رات بھر وہ بخار میں تپتی رہی پر سب اس سے انجان تھے۔

"ثانیہ کہاں ہے" خلیل صاحب نے پروین بیگم کو دیکھتے پوچھا۔اس وقت دوپہر کے بارہ بج رہے تھے۔طاہرہ بیگم نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی خلیل صاحب کو بلایا تھا۔آج انکی اور پلوشہ کی اینورسری تھی اور وہ آج شام میں اپنی فیملی کے ساتھ باہر جانے کا ارادہ رکھتے تھے پر طاہرہ بیگم کی وجہ سے یہاں آگئے۔وہ یہاں

آنا تو نہیں چاہتے تھے پر اپنی ماں کا حکم کیسے ٹال سکتے تھے تبھی آ گئے لیکن وہ جلدی واپس جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اب انھیں آئے ایک گھنٹہ ہو گیا تھا لیکن ثانیہ ابھی تک نہیں آئی تھی تبھی انھوں نے فوراً پوچھا۔ "کمرے میں ہوگی" پروین بیگم نے کہا تو انھوں نے انھیں دیکھا جو اتنی لاپرواہی سے کہہ رہی تھیں۔ "کیا مطلب ہوگی" خلیل صاحب نے پوچھا۔ "مطلب یہ کہ وہ نواب زادی کل سے کمرے سے باہر نہیں آئی" جواب طاہرہ بیگم نے دیا جس پر خلیل صاحب نے حیرت سے انھیں دیکھا جبکہ شایان مدھم سا مسکرایا۔ "کیا مطلب۔ وہ کل سے روم میں ہے اور کسی نے دیکھا تک نہیں" خلیل صاحب نے کہا اور سب کو دیکھا جو نظریں چُرا رہے تھے جس پر وہ بے یقین ہوئے اور اوپر کی طرف بھاگتے ثانیہ کے روم کا جاتے دروازہ نوک کیا جبکہ باقی سب بھی انکے پیچھے ہی آئے تھے۔ "ثانیہ بیٹا دروازہ کھولو" خلیل صاحب نے زور سے دروازہ نوک کرتے کہا پر کوئی جواب نا آیا جس پر انھوں نے پریشان

ہوتے دروازہ کو دھکا مارا پر وہ اندر سے لاک تھا جسے دیکھ انھوں نے فوراً پروین بیگم کو چابیاں لانے کا کہا جو وہ طاہرہ بیگم کے کمرے سے لاتے انھیں پکڑا گئیں۔چابیاں پکڑتے ہی خلیل صاحب نے دروازہ کھولا تو نظر ثانیہ پر پڑی جو لحاف میں دبکی ہوئی تھی۔"ثانیہ میرا بیٹا" وہ فوراً آگے بڑھے اور اسکے چہرے پر ہاتھ رکھا لیکن اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتے ہی انھیں لگا گویا کسی گرم توے پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ثانیہ کا پورا جسم انگاروں کی مانند گرم تھا۔"ثانیہ آنکھیں کھولو بچہ" خلیل صاحب نے اسے اٹھاتے گود میں لٹایا اور سائیڈ سے پانی پکڑتے اس پر چھڑکا پر بخار کی شدت سے وہ آنکھیں کھولنے سے قاصر تھی۔اسکی حالت دیکھ خلیل صاحب نے فوراً اسے گود میں اٹھایا اور باہر بھاگے جس پر پروین بیگم بھی انکے پیچھے گئیں۔"خبردار! میرے پیچھے کوئی نا آئے جان نکال دوں گا میں" خلیل صاحب دھاڑتے بولے تو پروین بیگم سمیت سب ہی رک گئے جس پر وہ ثانیہ کو لیے گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی ہسپتال کی طرف بڑھا گئے۔جبکہ باقی سب

اندر خلیل صاحب کے آنے کے بعد کا وقت سوچتے اب پریشان تھے۔ سب ہی جانتے تھے کہ وہ ثانیہ کو اپنی سگی اولاد کی طرح ہی چاہتے ہیں۔ ”پروین اسے بخار تھا تم نے اسے دوائی کیوں نہیں دی“ طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم نے انھیں دیکھا۔ ”امی کل سے یہ کمرے میں بند ہے مجھے کیا پتہ تھا“ انھوں نے کہا تو سب نے گہری سانس بھری۔ ”اب تو بھائی آکر سب کو پتا بتائیں گے“ خلیل صاحب کے بھائی نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ سب ہی جانتے تھے۔ انھیں غصہ نہیں آتا پر جب آتا ہے تو وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ ”تم سب کو اس لڑکی پر نظر رکھنی چاہیئے تھی۔ جو بھی ہو خلیل اسے بیٹی مانتا ہے“ مستقیم صاحب نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ وہ سر جھٹک گئے۔ انھیں ثانیہ کی کوئی فکر نہیں تھی پر وہ اپنے بیٹے کے غصے سے واقف تھے۔

"ثانیہ کو بخار تھا کل رات سے وہ بخار میں تپ رہی ہے اور آپ لوگوں کو پتا ہی نہیں" خلیل صاحب اس وقت لاؤنج میں کھڑے چلا رہے تھے۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی دو گھنٹے بعد گھر آئے تھے۔ثانیہ کو بخار ہونے کے ساتھ کچھ نا کھانے کی وجہ سے جھٹکے لگ رہے تھے جس پر ڈاکٹرز نے اسکا بخار کنٹرول کرنے کے بعد اسے ڈرپ لگائی تھی جو اترنے کے ساتھ ہی خلیل صاحب اسے گھر لے آئے تھے اور اب ثانیہ کو روم میں لٹانے کے بعد وہ نیچے آتے سب سے پوچھ رہے تھے۔"وہ کل سے روم سے نہیں نکلی تھی ہمیں کیسے معلوم ہوتا" مستقیم صاحب نے کہا تو خلیل صاحب نے انھیں دیکھا۔"ابو اگر وہ باہر نہیں آئی تو کسی نے زحمت بھی نہیں کی اسے دیکھنے جانے کی۔اگر میری بیٹی کو کچھ ہوجاتا تو کون جوابدہ ہوتا" خلیل صاحب نے غصے سے پوچھا۔"وہ تمھاری بیٹی نہیں ہے" طاہرہ بیگم نے کہا۔"وہ میری بیٹی ہے امی۔جس دن اپنی سگی بیٹی کے مرنے کے بعد اسے گود میں لیا تھا تبھی اسے سگی بیٹی مان لیا تھا" خلیل صاحب

نے کہا تو طاہرہ بیگم کا حلق تک کڑوا ہوا۔ "اور تم کیسی ماں ہو تم۔ فکر ہے یا نہیں اپنی بیٹی کی جسے بچانے کیلئے مجھ سے نکاح کیا یہ سلوک کر رہی ہو اسکے ساتھ" خلیل صاحب نے پروین بیگم کی بازو جکڑتے دھاڑتے کہا تو وہ خوفزدہ ہوئیں۔ "وہ خلیل ثانیہ" پروین بیگم کی بات پوری ہونے سے پہلے خلیل صاحب پھر دھاڑے تھے۔ "بکواس بند کرو اپنی۔ میں لے کر جا رہا ہوں اپنی بیٹی کو۔ جب وہ ٹھیک ہوگی چھوڑ جاؤں گا" خلیل صاحب نے کہا اور اوپر بڑھنے لگے پر طاہرہ بیگم انھیں پکار گئیں جس پر انھوں نے مُڑتے انھیں دیکھا۔ "وہ کہیں نہیں جائے گی البتہ تم رک جاؤ" طاہرہ بیگم نے کہا تو خلیل صاحب نے انھیں دیکھا۔ "امی میں نہیں رک سکتا اور ثانیہ کیوں نہیں جائے گی" خلیل صاحب نے کہا تو طاہرہ بیگم آگے آئیں۔ "بس میں نے کہہ دیا اگر اسے لے جانا ہے تو پروین کو بھی ساتھ لے کر جاؤ اور تم کیوں نہیں رک سکتے کوئی خاص وجہ" طاہرہ بیگم نے پوچھا تو انکے غصے کا گراف بڑھا پر وہ اپنی ماں سے بدتمیزی

نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ”میں پروین کو پلوشہ کے گھر نہیں لے جا سکتا اور میں نہیں رک سکتا کیونکہ آج میری اور میری بیوی کی شادی کی سالگرہ ہے“ خلیل صاحب نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔ ”ٹھیک ہے پھر تم جاؤ لیکن ثانیہ کہیں نہیں جائے گی“ طاہرہ بیگم نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ ”امی ثانیہ میرے ساتھ جائے گی وہ میری بیٹی ہے میرے لیے بے حد اہم ہے اور میں اسے اس طرح اکیلا نہیں چھوڑ سکتا“ خلیل صاحب نے کہا تو طاہرہ بیگم داد دینے والے انداز میں مسکرائیں۔ آخر کو انھیں موقع مل گیا تھا پلوشہ کی خوشی خراب کرنے کا۔ ”تو پھر یہیں رکو اور ثابت کرو۔ وہ تمھاری بیٹی ہے اور تمھیں اس سالگرہ سے زیادہ اہم ہے۔ ورنہ اگر تم جاؤ گے تو سمجھ آجائے گی تم بھی اسے ناجائز سمجھتے ہو“ طاہرہ بیگم نے کہا تو خلیل صاحب کشمکش کا شکار ہوئے۔ ایک طرف پلوشہ ایک طرف بیٹی انھیں سمجھ نہیں آرہی تھی کیا کریں۔ ”ٹھیک ہے میں یہیں ہوں آج“ کچھ منٹ بعد خلیل صاحب نے کہا

اور اوپر چلے گئے جب کہ طاہرہ بیگم اور پروین بیگم مسکرائیں جبکہ باقی سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے سوائے طاہرہ بیگم اور پروین بیگم کے۔ "پلوشہ کی خوشی خراب ہوئی ہے تو دل کو سکون مل گیا ہے" پروین بیگم نے مسکراتے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "میرے بھی۔ اس نے مجھ سے میرا بیٹا چھینا ہے میں آہستہ آہستہ اسکی ساری خوشیاں چھین لوں گی" طاہرہ بیگم نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ "چلو اب جاؤ اور وہ اگر کہے بھی تو اپنے کمرے میں نا جانا" طاہرہ بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ثانیہ کے کمرے کی طرف بڑھیں تو نظر سامنے خلیل صاحب پر پڑی جو اپنا موبائل کان سے لگائے یقیناً پلوشہ کو فون ملا رہے تھے جسے دیکھ انکا خون کھولا لیکن وہ ضبط کرتے آکر بیڈ پر بیٹھ گئیں جہاں ثانیہ بیٹھی کھچڑی کھا رہی تھی۔ "ہیلو وشہ" خلیل صاحب نے دوسری طرف سے کال اٹھاتے ہی خلیل صاحب نے کہا تو دوسری طرف سے جواب آیا۔ "آج میں نہیں آسکوں گا۔ اور وجہ یہ کہ ثانیہ کی طبیعت کافی زیادہ خراب ہوگئی

تھی۔ اسے ہاسپٹل سے ڈرپ وغیرہ لگوا کر لایا ہوں۔ میں اسے گھر لا رہا تھا پر امی نے اجازت نہیں دی اور یہ شرط رکھی کہ ہماری سالگرہ اور ثانیہ میں سے ایک کو چنوں اوپر سے پھر انھوں نے ثانیہ کو ناجائز کہا" خلیل صاحب نے کہا تو دوسری طرف پلوشہ کی آنکھیں نم ہوئیں اور اس نے بھرائی آواز میں جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں میری جان۔ پر کیا کروں۔ جانتی ہو نا میں پروین کو وہاں نہیں لا سکتا اور ثانیہ کو امی لانے نہیں دیں گی۔ پر پریشان مت ہو ہم لوگ کل چلیں گے باہر۔ آج ماہر اور مہرو کو سمجھا دینا۔ اور پلیز میری جان ناراض مت ہونا اور رونا تو بلکل بھی نہیں میں کل انشاء اللہ آجاؤں گا" خلیل صاحب نے کہا تو انھوں نے ہمیشہ کی طرح ایک اچھی بیوی ہونے کا ثبوت دیا جس پر خلیل صاحب مسکرائے۔ "ٹھیک ہے اپنا اور بچوں کا خیال رکھنا اور کھانا میڈیسن سب ٹائم پر کھا لینا میں دوبارہ کال کروں گا" خلیل صاحب نے کہا تو دوسری طرف سے جی اچھا کہتے کال کاٹی گئی جس پر وہ فون ایک طرف رکھتے

ثانیہ کے پاس بیٹھے۔ "کھا لیا میری بیٹی نے کھانا" خلیل صاحب نے اسے ساتھ لگاتے پوچھا جس نے ہاں میں سر ہلایا اور انکے سینے سے لگ گئی۔ "گڑیا آپ کسی بات سے ڈری تھیں" خلیل صاحب نے اسکے بال سہلاتے پوچھا کیونکہ ڈاکٹر کے مطابق اسے خوف سے بخار چڑھا تھا۔جبکہ انکی بات سنتے اسکا چہرہ سفید ہوا لیکن اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا کیونکہ شایان ابھی اسے کسی کو بھی بتانے سے منع کر کے گیا تھا۔ "گڑیا جھوٹ نہیں بولتے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "بابا نہیں۔۔جھوٹ نہیں۔بول رہی" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھرتے ہاں میں سر ہلایا۔کیونکہ ثانیہ کا یوں سب سے خوف کھانا پچھلے دو سال سے ہو رہا تھا کیوں وہ نہیں جانتے تھے۔ "اچھا چلیں اب میرا بچہ سو جاؤ" خلیل صاحب نے کہا اور اسے اپنے سینے سے لگاتے تھپکنے لگے جس پر وہ بھی دس پندرہ منٹ میں ہی پُرسکون ہوتے سو گئی تھی۔ "آپ جا سکتی ہیں اپنے روم میں۔میں ہوں یہاں اپنی بیٹی کے پاس" خلیل

صاحب نے پروین بیگم کو دیکھتے کہا۔ ”خلیل میں نہیں جارہی۔میں یہیں آپکے اورثانیہ کے پاس رکوں گی“ پروین بیگم نے کہا تو خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ ”پروین پلیز جائیں“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ نفی میں سرہلاتے بیڈ پر لیٹ گئیں۔ ”میں نہیں جارہی خلیل۔میں بیوی ہوں آپکی۔جب آپ پلوشہ سے محبت سے بات کرسکتے ہیں تو مجھ سے کیوں نہیں“ پروین بیگم نے پوچھا۔ ”پلوشہ میری من پسند عورت ہے۔پلوشہ میری روح میں بستی ہے۔وہ میری نسل کی امین اور میرا عشق ہے۔ لیکن آپ فقط بیوی ہیں۔میں جانتا ہوں میں یہ کہتے آپکا دل دکھاتا ہوں پر میں پلوشہ کے برابر کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا۔میں آپ دونوں میں انصاف نہیں کرسکتا۔میں آپکو عزت اور ضرورت کی ہر چیز دے سکتا ہوں پر میری محبت فقط پلوشہ راجپوت کیلئے ہے اسکے علاوہ میرے دل اور زندگی میں کسی دوسری عورت کی کوئی جگہ نہیں۔میں اپنی تمام تر محبت پلوشہ پر لٹا چکا ہوں“ خلیل صاحب نے کہا تو پروین بیگم کے دل میں

پلوشہ کے لئے موجود نفرت بڑھی تھی۔ "ٹھیک ہے لیکن آپ اللہ کو جواب دہ ہونگے" پروین بیگم نے کہا اور دوسری طرف رخ کرتے لیٹ گئیں جبکہ خلیل صاحب نے گہری سانس بھری اور ثانیہ کو اپنے سینے سے لگاتے آنکھیں موند گئے۔ وہ پلوشہ پر سوتن لے آئے تھے پر اسکا حق کسی کو نہیں دے سکتے تھے جبکہ دوسری طرف پروین بیگم دل میں پلوشہ کو بد دعائیں دے رہی تھی۔ وہ خلیل صاحب سے محبت نہیں کرتی تھیں پر خود پر دوسری عورت کو فوقیت ملتی دیکھ انھیں برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"خلیل پروین کا خیال رکھنا ہم پرسوں تک آجائیں گے" طاہرہ بیگم نے خلیل صاحب کو دیکھتے کہا جو ثانیہ کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے۔ انھیں یہاں آج دو دن ہو گئے تھے۔ پچھلے دو دن سے طاہرہ بیگم نے ثانیہ کے بخار کو بہانے بناتے انھیں واپس نہیں جانے دیا تھا جس پر پلوشہ نے بھی انھیں بات ماننے کا کہا

تھا۔ وہ نہیں چاہتیں تھی کہ کل کو کبھی بھی انکا اس بات پر جھگڑا ہو کہ پلوشہ نے انھیں روکا ہے۔ وہ جانتی تھی جتنا خلیل صاحب پر انکا اور انکے بچوں کا حق ہے اتنا ہی پروین اور ثانیہ کا بھی ہے اور وہ کم از کم اتنی پتھر دل نا تھیں کہ اس معصوم بچی کی بیماری میں انھیں واپس بلائیں جبکہ پلوشہ کے یوں ماننے پر خلیل صاحب کے دل میں انکا عشق مزید بڑھا تھا جبکہ باقی سب دو دن کی ہی سہی پر انکی دوری پر خوش ہوئے تھے۔ "جی اچھا" خلیل صاحب نے اکھڑے لہجے میں کہا۔ وہ دو دن سے پلوشہ اور اپنے بچوں سے دور تھے۔ انکا بس نہیں چل رہا تھا وہ اڑ کر وہاں پہنچ جائیں۔ چلو اب جاؤ۔ "ہم بھی نکلتے ہیں" مستقیم صاحب نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ثانیہ کو یونہی گود میں اٹھائے گاڑی میں بیٹھے جبکہ پروین بیگم دوسری طرف آتے بیٹھیں اور انھیں دیکھا جنھوں نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا کہا تک نہیں تھا۔ "بابا ہم اب آپکے ساتھ ہی رہیں گے نا" ثانیہ نے خلیل صاحب سے پوچھا جو اب گاڑی چلا رہے تھے۔ "جی ابھی

آپ میرے ساتھ ہی رہیں گی اور آپکو پتہ ہے وہاں اور کون کون ہے جو آپ سے پیار کرتے ہیں" خلیل صاحب نے نرمی سے کہا۔ "کون بابا" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرائے۔ "آپکی آنٹی، آپکا بھائی اور آپکی چھوٹی بہن" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وہ لوگ اسکے کچھ نہیں لگتے" پروین بیگم نے خلیل صاحب کی بات سنتے کہا تو اس خلیل صاحب نے جبڑے بھینچے۔ "وہ اسکے لگتے ہیں یا نہیں اس بات کا فیصلہ میں کر سکتا ہوں۔آپ مت بولیں" خلیل صاحب نے دو ٹوک کہا تو پروین بیگم کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا۔ "خلیل آپ کیا مجھ سے محبت سے بات نہیں کر سکتے۔دو دن سے اس پلوشہ سے بات کرتے آپ کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں اور میری باری آپ برف کی مانند سرد ہو جاتے ہیں" پروین بیگم نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ "میں آپکو بتا چکا ہوں پروین۔پلوشہ میرا عشق ہے اس سے بات کرتے میرا لہجہ خود بخود نرم ہو جاتا ہے اور کسی دوسری عورت سے بات

کرتے میرے لہجے میں خود ہی سختی آجاتی ہے" خلیل صاحب نے کہا تو پروین بیگم نے مٹھیاں بھینچی۔"میں کوئی دوسری عورت نہیں بلکہ آپکی بیوی ہوں بلکل پلوشہ کی طرح" پروین بیگم نے کہا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔"آپ میری بیوی ضرور ہیں پر میری پلوشہ نہیں" خلیل صاحب نے کہتے جیسے بات ختم کردی تھی۔جبکہ پروین بیگم انکی بات سنتے پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔

"نہیں امی خلیل نے اس چڑیل کے سامنے مجھے دیکھا تک نہیں۔اسے اتنی پیار سے سمجھایا پھر اسکے ساتھ ہی کمرے میں چلے گئے۔پھر اپنی دونوں بیٹیوں ثانیہ اور اس مہرماہ کو باہر لے کر گئے اور پھر واپس آکر ثانیہ کو میرے کمرے میں لٹا کر پھر اس پلوشہ کے پاس چلے گئے۔اور مجھ سے بات تک نہیں کی" پروین بیگم اس وقت لاؤنج میں لینڈ لائن کان سے لگائے طاہرہ بیگم سے باتیں کر رہی تھی۔وہ لوگ ایک گھنٹہ پہلے ہی آئے تھے اور خلیل صاحب آتے ہی پلوشہ کے

پاس چلے گئے تھے۔پلوشہ انھیں اور ثانیہ کو دیکھتے تھوڑا غصہ ہوئی تھیں پر خلیل صاحب کے سمجھانے پر وہ مان گئیں تھی۔جبکہ اس نے خلیل صاحب کی غیر موجودگی میں پلوشہ کے سامنے یہ سوچ کر طلاق کا شوشہ بھی چھوڑا تھا کہ شاید وہ صدمہ لیتے بیمار ہی ہوجائے لیکن پلوشہ اسی وقت خلیل صاحب سے پوچھ چکی تھی جنھوں نے اسے پیار سے سمجھایا تھا جس پر وہ مان گئی تھی اور مسکراتے خلیل صاحب کے ساتھ روم میں چلی گئی تھی جبکہ تب سے وہ غصے سے کھول رہی تھیں۔اس نے خلیل صاحب سے بات کرنے کا سوچا تھا پر خلیل صاحب باہر گئے تھے جس پر وہ پھر آگ بگولا ہوئیں۔اب انھیں طاہرہ بیگم کی کال آئی تھی جس پر اب وہ انھیں شکایتیں لگا رہی تھی۔"تو تم جاؤ اور خلیل پر حق جتاؤ۔وہ کہتا ہے پیچھے ہوجاؤ اور تم ہوجاتی ہو" طاہرہ بیگم نے ڈپٹا تو پروین بیگم نے منہ بنایا۔"امی اب آئیں گے تو حق جتاؤں گی نا۔ابھی اس پلوشہ کے پلو سے نکل کر باہر کہیں گئے ہیں" پروین بیگم نے کہا۔"ویسے یہ بتاؤ پلوشہ کا ثانیہ

کے ساتھ رویہ کیسا ہے" طاہرہ بیگم نے پوچھا۔ "بس ٹھیک ہے۔ اس نے کوئی خاص بات نہیں کی۔ وہ اسے میری بیٹی سمجھتی ہے تو بات کیا ہی کرے گی۔ لیکن وہ بیچاری اس بات سے انجان ہے کہ ثانیہ اسکی سگی بیٹی ہے" پروین بیگم نے کہا تو طاہرہ بیگم ہنسی جبکہ پلوشہ جو ابھی روم سے نکلی تھی انکی بات سنتے رکی۔ "اچھا ہے اسے نا ہی پتا لگے۔ ابھی تو جب تک اسے تڑپتے نہیں دیکھوں گی" طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم ہنس پڑیں۔ "جی امی وہ تو ابھی تڑپے گی اپنی بیٹی کو یاد کر کے۔ جسے مردہ سمجھتی ہے پر وہ تھوڑی جانتی ہے کہ اسکی بیٹی زندہ ہے اور میری بیٹی مری تھی جسے آپ نے ثانیہ سے بدل دیا تھا" پروین بیگم نے کہا تو پلوشہ کا وجود زلزلوں کی زد میں آیا۔ پلوشہ یک ٹک اسکی پشت کو دیکھ رہی تھی جس نے اسکی ساس کے ساتھ مل کر اتنا گھناؤنا کھیل کھیلا تھا۔ وہ بغیر کچھ کہے مُڑی اور اوپر کی طرف بھاگی۔ اس کے یوں بھاگنے پر پروین بیگم نے مُڑتے اسے دیکھا جو اوپر جا رہی تھی لیکن سر جھٹکتے پھر باتیں کرنے لگیں جبکہ پلوشہ

بھاگتے اوپر گیسٹ روم میں آئی جہاں ثانیہ بیٹھی ٹیڈی بیئر سے کھیل رہی تھی۔ ”آنٹی آپ یہاں کیا کر رہی ہیں“ پلوشہ کو یوں اچانک اندر آتے دیکھ ثانیہ نے ڈر اور نا سمجھی کی ملی جلی کیفیت سے پوچھا جس پر پلوشہ نے کوئی جواب نا دیا بلکہ وہ بس یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ انکی بیٹی تھی۔ وہ انکی گڑیا تھی۔ وہ انکی اولاد تھی۔ وہ کیسے نا جان پائیں۔ ”آنٹی“ اسے یوں خاموش دیکھ ثانیہ نے دوبارہ پکارا جس پر وہ ہوش میں آئی اور اسکے پاس جاتے اسے سینے میں بھینچ گئی۔ اسکے یوں اچانک اپنے حصار میں لینے پر ثانیہ ڈری لیکن پلوشہ کی گرفت میں خلیل صاحب جیسی محبت محسوس کرتے وہ کچھ نا بولی جبکہ پلوشہ اسے یوں خود میں چھپائے تھی جیسے کوئی قیمتی اثاثہ ہو۔ اس نے نرمی سے اسے پیچھے کرتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما اور اسکا ماتھا چوم گئی۔ ”میری بچی۔ میری جان کا ٹکڑا۔ ماما قربان اپنی گڑیا پر۔ میرا بچہ میں صدقے جاؤں آپ پر“ پلوشہ دیوانہ وار ثانیہ کے چہرے کے نقوش کو چومتے روتے ہوئے بول رہی

تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا جس بیٹی کو وہ آج تک مردہ تصور کرتے سوگ منا رہی تھی۔ وہ زندہ تھی۔ اسکے سامنے تھی پر وہ کبھی جان نا پائی۔ "آپ کیا کر رہی ہیں۔ میں آپکی بیٹی نہیں ہوں۔ آپ میری ماما نہیں ہیں" ثانیہ نے پلوشہ کو دیکھتے معصومیت سے کہا۔ وہ اسے پیچھے کرنا چاہتی تھی پر نہیں کیا۔ کیونکہ اسے یہ پیار اچھا بھی لگ رہا تھا لیکن وہ اسکی ماما نہیں تھیں تبھی کہا۔ "نہیں میری جان کا ٹکڑا۔ آپ میری بیٹی ہو۔ میں آپ کی ماما ہوں۔ آپ اپنی ماما کی زندگی ہو میرا بچہ" پلوشہ نے اسے سینے میں بھینچتے کہا اور مزید شدت سے رو دی۔ "نہیں آنٹی آپ میری ماما نہیں ہیں۔ آپ مہرماہ کی ماما ہیں۔ میری ماما تو وہ ہیں" ثانیہ نے اس سے پیچھے ہوتے اندر داخل ہوتی پروین بیگم کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ تو پلوشہ نے مڑتے اسے دیکھا۔ "تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" پروین بیگم نے اسے دیکھتے کہا جو غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اسکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ "بکواس بند کرو۔ میری بیٹی کو مجھ سے چھیننے کی ہمت کیسے ہوئی

تمھاری۔گھٹیا عورت ! ! میری بچی کو مجھ سے دور کیوں کیا" پلوشہ نے چلاتے کہا جس پر پروین بیگم کے کان پر جوں تک نہ رینگی جبکہ ثانیہ نے ڈرتے پلوشہ کے ڈوپٹے کو پکڑا جس پر اس نے فوراً اسے دیکھا جو ڈرتے اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے یوں ڈرتے دیکھ پلوشہ نے نرمی سے نفی میں سرہلاتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پر لب رکھے اور کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی پروین غصے سے بول اٹھی۔"میری اولاد سے دور رہو اور ثانیہ تم باہر جاؤ ابھی کے ابھی ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا" پروین بیگم نے غصے سے کہا اور انکے پاس آتے ثانیہ کو جھٹکے میں پلوشہ سے دور کرتے کھڑا کیا جس پلوشہ کا کلیجہ منہ کو آیا۔وہ اسکی پھول سی بچی کو کیسے پکڑے ہوئے تھی۔جبکہ پروین بیگم کی غصے سے لبریز آواز سنتے ثانیہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر باہر بھاگی۔جس پر پلوشہ کا کلیجہ پھٹنے کے در پر تھا۔اسکی بیٹی کے چہرے پر موجود خوف اسے بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔"اب بکواس کرو۔کیا کہہ رہی تھی تم۔اور تمھاری جرات کیسے ہوئی

اس کمرے میں آنے کی" ثانیہ کے جاتے ہی پروین بیگم نے پلوشہ کو دیکھتے کہا جو آنکھوں میں نمی سموئے دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے ابھی ثانیہ گئی تھی۔ "ثانیہ میری بیٹی ہے۔ تم لوگوں نے میری بچی کو مجھ سے کیوں چھینا۔ کیا بگاڑا تھا میں نے یا میری بیٹی نے تمھارا" پلوشہ نے غصے و بے بسی کی کیفیت میں چلاتے کہا تو پروین بیگم نے قہقہہ لگایا۔ "تمھیں کس نے کہ دیا وہ تمھاری بیٹی ہے۔ بھول گئی ہو تمھاری بیٹی مر گئی تھی" پروین بیگم نے کہا تو پلوشہ کا دماغ گھوما۔ اس نے ہاتھ اٹھایا اور گھما کر ایک زناٹے دار تھپڑ پروین بیگم کی گال پر رسید کیا جس پر اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آیا جبکہ چودہ طبق جو روشن ہوئے وہ الگ۔ "بکواس بند کرو اپنی گھٹیا عورت۔ میری بچی کے بارے میں بکواس کی تو تمھاری جان نکال دوں گی مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی، غلطی سے بھی مت کرنا۔ کیونکہ جب بات میرے بچوں کی آتی ہے تو پلوشہ راجپوت کسی کا قتل تک کرنے سے پہلے نہیں سوچتی اور آج تمھارا قتل میرے

ہاتھوں ہی لکھا ہے" پلوشہ سکندر نے کہا اور پروین بیگم کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا جس پر اسے لگا شاید واقعی اسکے بال جڑ سے اکھڑ جائیں گے۔ وہ تو پلوشہ کو کمزور سمجھتی تھی پر پلوشہ کا یہ روپ تو واقعی نیا تھا۔ "اپنی زبان اور ہاتھوں کو لگام دو۔ وہ تمھاری بیٹی نہیں ہے۔ کتنی بار کہوں؟" پروین بیگم نے پلوشہ کا ہاتھ جھٹکتے کہا تو پلوشہ نے اسے زہر خند نگاہوں سے دیکھا۔ "جھوٹ مت بولو جہنمی عورت۔ تمھاری ساری باتیں سن چکی ہوں جو تم اپنی ساس کے ساتھ کر رہی تھی۔ تم دونوں نے میری بچی کو مجھ سے جدا کر دیا۔ میں آج تک اپنی بچی کو مرا ہوا سمجھ کر رو رہی ہوں پر تم گھٹیا لوگوں نے میری بچی کو اپنی ناجائز مردہ بچی سے بدل دیا۔ شرم نا آئی ایک بچی کو اسکی ماں سے دور کرتے" پلوشہ نے غصے سے آگ بگولہ ہوتے کہا جبکہ گرم سیال اسکی آنکھوں سے بہتا چلا جا رہا تھا۔ "اوہ تو تم سب سن چکی ہو۔ یہ تو اچھا ہے۔ ہاں ہے وہ منحوس تمھاری بیٹی۔ بدلہ تھا ہم نے اسے اور جانتی ہو کیوں کیا ایسا۔ کیونکہ نفرت ہے مجھے تم

سے تمھاری اولاد سے میں نے شروع سے خلیل کو چاہا پر اس نے تم سے شادی کرلی۔ اس نے مجھ پر تمھیں فوقیت دی۔ تم نے مجھ سے خلیل کو چھینا تو میں نے بھی تم سے تمھاری قیمتی چیز کو چھین لیا اور اب میں دن رات تمھاری بیٹی سے بدلہ لوں گی" پروین بیگم نے سفاکیت سے کہا۔ اب جب سارا راز کھل گیا تھا تو وہ کیوں چپ رہتیں۔جبکہ اسکی بات سنتے پلوشہ سانس نا لے سکی۔

سامنے کھڑی سفاک عورت نے صرف اس بات کا بدلہ لیا تھا کہ خلیل صاحب نے پلوشہ سے محبت کی۔ اور اس بدلے میں سب سے زیادہ نقصان انکی معصوم بچی کا ہوا تھا جو پچھلے چودہ سال سے ان لوگوں کے ظلم برداشت کر رہی تھی۔یہ سب سوچتے اسے لگ رہا تھا جیسے اسکا دل پھٹ جائے گا۔

سامنے کھڑی عورت نے ایک بدلے کیلئے اسکی بچی کا استعمال کیا۔اسکی بچی کو اپنے مظالم کا نشانہ بنایا اور وہ جان نا سکی۔ وہ بے خبر تھی۔"ظالم عورت تمھیں شرم نا آئی میری بچی کو مجھ سے جدا کرتے" پلوشہ نے چلاتے کہا تو پروین

نے کچھ کہنے کو لب واء کیے لیکن عین اسی پل اسکی نظر آئینے سے دروازے کے پار کھڑی ثانیہ پر پڑی جس پر وہ پلوشہ کو جواب دیے بغیر آگے بڑھی اور جاتے زناٹے دار تھپڑ ثانیہ کی نازک گال پر مارا جس پر وہ اوندھے منہ زمین پر گری جبکہ اسکے ظلم پر پلوشہ چلائی اور ثانیہ کے پاس آنا چاہا پر پروین ثانیہ کو بازو سے جکڑتے اپنے سامنے کر چکی تھی۔ "تمھیں کہا تھا نا اوپر جاؤ یہاں کیا کر رہی ہو" پروین بیگم نے کہا اور اسے جھٹکا دیا۔ "سو۔۔سوری۔۔ماما" ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو پروین بیگم نے اسے جھٹکا جس پر وہ روتے ہوئے اوپر بھاگی جبکہ پلوشہ جو اسکے پاس جانا چاہتی تھی پروین نے اسے کمرے میں دھکا دیا اور دروازہ لاک کر گئی۔ اسکے بعد کیا ہوا وہ کسی کو معلوم نا تھا۔

----حال----

"میں پھر۔۔اوپر جا کر بہت روئی۔۔تھی بابا۔۔میں نے سنا تھا کہ۔۔ماما میری ماما ہیں۔۔پر بعد میں اس عورت نے۔۔آکر کہا تھا۔۔کہ وہ۔۔آپکو ہم سے۔۔ چھیننے کیلئے۔۔جھوٹ بول۔۔رہی تھیں اور۔۔میں نے اسکی بات پر یقین کیا۔۔اور اپنی ماما کو جھوٹا کہا" ثانیہ نے خلیل صاحب کے سینے سے لگتے ہچکیاں بھرتے کہا تو سب کی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ عامر کا بس نہیں چل رہا تھا وہ پوری دنیا کو آگ لگا دے۔وہ سب یہی سمجھتے تھے کہ مہر ماہ اور ماہ دیر نے سب سے زیادہ اذیت سہی پر ثانیہ کے دکھ کے آگے آج وہ چھوٹا لگا۔ماہ دیر اور مہر ماہ نے دس سال اذیت سہی تھی پر اس نے پچیس سال ظلم برداشت کیے تھے۔"بس میرا بچہ۔اس عورت کی جان نا نکالی تو کہنا۔آپ دیکھنا آپکے بابا اسکا کیا حشر کرتے ہیں۔ میری گڑیا رونا بند کرو" خلیل صاحب نے اسکا سر چومتے کہا۔"اور بابا۔۔آپ جانتے ہیں۔۔میں آپکی۔۔بات کیوں۔۔ نہیں۔۔مانتی۔۔تھی" ثانیہ نے چہرہ اٹھاتے انھیں دیکھا۔"کیوں" خلیل

صاحب نے نرمی سے پوچھا۔ "کیونکہ اس عورت نے کہا تھا۔۔کہ آپ کو میں۔۔ نہیں اچھی لگتی۔۔اور آپ مجھے ۔۔واپس دادو کے پاس۔۔ بھیج دیں گے" ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ "میری جان اگر میں نے آپکو بھیجنا ہوتا تو میں آپکو رکھتا ہی کیوں" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "سوری بابا پر وہ عورت مجھے مینوپولیٹ کرتی تھی۔ بابا وہ میرا مائینڈ سمجھ گئی تھی۔اور ہمیشہ میرے دماغ سے اپنی باتوں سے کھیل جاتی تھی۔آپکو پتا ہے نا میں آپ سے اور مہرو سے کتنا پیار کرتی تھی پر پھر اس نے مجھے آپ سے اور مہرو سے بدگمان کر دیا۔ جب میں آپکو مہرو کو پیار کرتے دیکھتی تھی تو لگتا تھا وہ سچ کہتی ہے تبھی خود کو آپ سے دور کر لیا تاکہ اذیت نا ہو۔مہرو پر ظلم کرنے لگی تاکہ وہ بھی آپ سے دور ہو جائے پر دور صرف میں ہی ہوئی۔مجھے معاف کر دیں بابا پلیز" ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "بابا کی جان۔جب مجھے نہیں پتا تھا آپ میری بیٹی ہو تب

بھی میں نے کبھی آپکو خود سے معافی نہیں مانگنے دی اور اب تو میں جانتا ہوں آپ میرا خون ہو۔ میری گڑیا ہو اب میں کیسے آپ سے معافی منگوا سکتا ہوں۔ میں اپنی بیٹی سے بلکل ناراض نہیں ہوں۔ بس میری پیاری بیٹی رونا بند کرو" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور مہرماہ کو دیکھا جو اسکا ہاتھ تھامے بیٹھی۔ "مہرو" ثانیہ نے اسے پکارتے اسکی گال پر ہاتھ رکھا۔ "مجھ سے معافی مت مانگیے گا اپیہ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں لیکن اگر آپ نے مجھے سوری بولا تو ناراض ہوجاؤں گی" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ اسکی بہن اچھے سے جانتی تھی وہ کیا کہنے والی ہے۔ "ثانیہ بچے" ماہ دیر نے ان دونوں کو مسکراتے دیکھ آگے ہوتے اسے پکارا جس پر ثانیہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "مجھے معاف کردو گڑیا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے چہرہ موڑ لیا جسے دیکھ اسکا دل کٹا جبکہ باقی سب نے گہری سانس بھری۔ "گڑیا آپ اپنے بھائی سے ناراض ہو" خلیل صاحب نے ثانیہ کی حرکت پر نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں

میں سر ہلایا۔ ”کیوں“ خلیل صاحب نے نرمی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میں بتاتا ہوں بابا میری بہن مجھ سے کیوں ناراض ہے“ ماہ دیر نے کہا اور خلیل صاحب کو ہاسپٹل میں ہوا سارا واقعہ بتانے کے ساتھ ثانیہ کے نروس بریک ڈاؤن کا بھی بتایا جسے سنتے خلیل صاحب کو اپنے بیٹے پر افسوس ہوا۔ ”ماہر مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی“ خلیل صاحب نے کہا تو اس کا سر جھکا۔ ”بابا میں نہیں جانتا تھا گڑیا میری بہن ہے“ ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ ”یہ نہیں جانتے تھے پر اس بات سے تو وہ واقف تھے نا کہ وہ ایک لڑکی ہے۔ تمھاری ماں نے ہمیشہ تمھیں لڑکیوں کی عزت کرنا سیکھایا ہے نا یہ کیا حرکت کی“ خلیل صاحب نے کہا تو شرمندہ ہوا۔ ”آئی آیم سوری بابا“ ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے ثانیہ کو دیکھا۔ ”گڑیا آپ کا جب دل چاہے تب اسے معاف کرنا میں آپکو فورس نہیں کروں گا اور ماہر میں تم سے ناراض نہیں ہوں“ خلیل صاحب نے دونوں کو نرمی سے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ

ثانیہ تو اب خلیل صاحب کے حصار میں خاموش بیٹھی انکی شفقت محسوس کررہی تھی۔ ”عامر بیٹا اب میری بیٹی رو رو کر کافی تھک گئی ہے تو تم بتاؤ۔ تم دونوں کی شادی کب اور کیسے ہوئی اور کیا تم میری بیٹی کو بھگا کر لے گئے“ خلیل صاحب نے ثانیہ کی سوجھی آنکھیں دیکھ کر عامر سے کہا۔ انکے لہجے میں مذاق کا عنصر تھا۔ ”نہیں انکل میں نے انھیں نہیں بھگایا تھا بلکہ یہ اپنی مرضی سے بھاگی بھی نہیں تھیں۔ اس عورت نے کہا تھا کہ پیسہ کمانا ہے تو جانا پڑے گا اور انکا دماغ سب ہی جانتے ہیں کس قدر اس وقت پیسے کی طرف مائل تھا تو اسی وجہ سے یہ وہاں سے بھاگ گئیں۔ باقی ہماری شادی دو ماہ پہلے ہوئی ہے۔ میں گلگت گیا تھا وہاں میں نے انھیں دیکھا اور مجھے یہ اچھی لگیں تو میں نے انھیں شادی کیلئے پرپوز کر دیا۔ انکے ماں باپ کا پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ گھر سے بھاگ کر آئی ہیں تو میں نے انھیں اپنے نکاح میں لیا اور وعدہ کیا کہ جلد آپ لوگوں سے ملواؤں گا“ عامر نے جھوٹ سچ کی آمیزش کرتے کہا تو ثانیہ نے جھٹکے سے چہرہ

اٹھاتے اسے تشکر سے دیکھا جس پر عامر نے نامحسوس انداز میں اسے آنکھوں سے تسلی دی جس پر وہ چہرہ جھکا گئی۔ اسکے شوہر نے اسکی عزت کی لاج رکھی تھی دل میں سامنے بیٹھے شاندار شخص کی عزت اور بڑھی تھی جب کہ عامر اسکے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ پُرسکون ہوا۔ وہ جانتا تھا ثانیہ نے اس بات کا ذکر شرمندگی کے باعث نہیں کیا تھا اور وہ خود بھی اپنی بیوی کو اسکے گھر والوں کے سامنے شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی اس نے اپنی شادی والی بات کو جھوٹ بتایا۔ وہ ثانیہ کا شوہر تھا، اسکا لباس وہ ہرگزیوں اس واقعے کا بتا کر اپنی بیوی کو گرا نہیں سکتا تھا۔ "ماشاء اللہ مطلب میری دونوں بیٹیوں کو ہیرے ملے ہیں" خلیل صاحب نے عامر کی بات سنتے کہا تو ضرار اور عامر دونوں نے اپنی اپنی بیوی کو دیکھا جو اپنے بابا کے حصار میں بیٹھی تھیں۔ "انکل انکا پتا نہیں پر مجھے واقعی کوہِ نور ملا ہے" عامر نے ثانیہ کو محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے کہا تو ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے جبکہ باقی سب مسکرائے۔ "اور مجھے تو ملا ہی

چاند کا ٹکڑا ہے" ضرار نے بھی حصہ ڈالتے مہرماہ کا چہرہ سرخ کیا۔ جبکہ باقی سب نے انکی نظر اتاری۔ "ویسے بابا ہیرے تو پتا نہیں پر بے باک شوہر ضرور ملے ہیں میری بہنوں کو۔ دیکھیں زرا کیسے میرے سامنے میری بہنوں سے فلرٹ کررہے ہیں" ماہ دیر نے کہا تو ضرار اور عامر نے اسے گھورا جبکہ مہرماہ اور ثانیہ کے چہرے مزید جھکے۔ "گھورو مت مجھے جیجا جی۔ میری غیرت جاگ گئی تو تم دونوں کو الٹا لٹکا دوں گا" ماہ دیر نے شرارت سے کہا۔ "ہاں بچوں چپ ہی رہو ابھی اس نے اپنی غیرت کو سلایا ہے" جواب خلیل صاحب کی طرف سے آیا تھا جس پر سب کے قہقہے بلند ہوئے اور ان قہقہوں میں سب سے اونچا قہقہہ ضرار اور عامر کا تھا جبکہ ماہ دیر کی نظر بیشائم پر گئی بیڈ پر مہرماہ کے ساتھ بیٹھی پیٹ پکڑے ہنس رہی تھی اسے یوں ہنستے دیکھ اس نے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اس کے ساتھ ساتھ اپنی دونوں بہنوں کی بھی نظر اتاری۔ "ہاں ہاں ہنس لو سب۔ سہی ہے بابا میری بے عزتی کردی" ماہ دیر نے بچوں کی طرح منہ

بناتے کہا اور ثانیہ کے کے دوسری طرف موجود جگہ پر بیٹھا جس پر سب ہنسے اور اس بار سب سے اونچا ثانیہ ہنسی تھی جسے دیکھ ماہ دیر مسکرایا۔ "ہاں ہاں ہنسو بھئی سب ہنسو۔ میں نے کیا کہنا ہے۔ مجھ سے تو کوئی پیار ہی نہیں کرتا مجھے تو بابا نے اڈاپٹ کیا تھا" ماہ دیر نے کہا تو ایک بار پھر سب کے قہقہے بلند ہوئے۔ "ویسے اگر انکل نے اڈاپٹ ہی کرنا ہوتا تو کوئی اچھا پیس کرتے تجھے تھوڑی" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے گھورا۔ "تبھی میں ون اینڈ اور اونلی ہوں" ماہ دیر نے کالر جھاڑتے کہا۔ "ہاں ون اینڈ اونلی ڈیفیکٹڈ پیس ہے" ضرار نے ہانک لگائی تو سب ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے جبکہ اپنے شوہر کی اتنی میٹھی بے عزتی پر میشائم کا تو ہنس ہنس کر بُرا حال تھا جسے دیکھ وہ بعد میں اس سے بدلہ لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ "ہاہاہاہاہا ضار بس کریں۔ میرے بھائی کو تنگ نا کریں" مہر ماہ اٹھتے ماہ دیر کے ساتھ بیٹھی اور ضرار کو ٹوکتے اس کے سینے سے لگی جس پر ضرار نے منہ پر انگلی رکھی۔ "ہاہاہاہا واہ بھئی کسی سے نا ڈرنے والا

ضرار راجپوت بیوی سے ڈرتا ہے" ماہ دیر نے اسکی حرکت دیکھ قہقہہ لگاتے کہا۔ "ہاں ڈرتا ہوں اور بیوی سے ڈر کر ہی رہنا چاہیئے" ضرار نے کہا تو سب ہنسے۔ "واہ بابا دیکھ رہے ہیں آپکا ایک داماد تو فخریہ زن مرید نکلا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "ہاں جی بڑے داماد صاحب آپ بتائیں میری بہن سے ڈرتے ہیں کہ نہیں" ماہ دیر نے اس سے پوچھا۔ "ڈرتا ہوں بھئی بے حد ڈرتا ہوں۔ انکی ایک گھوری مجھ سے میرا فیصلہ تبدیل کروا سکتی ہے" عامر نے کہا تو سب ہنسے۔ "لیں بابا ایک اور فخریہ زن مرید داماد آگیا آپکا" ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب قہقہہ لگا گئے۔ "ہم تو فخریہ زن مرید ہیں تیرا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔ گڑیا آپ بتاؤ یہ ڈرتا ہے آپ سے کہ نہیں" ضرار نے پہلے ماہ دیر پھر میشائم کو دیکھتے پوچھا جس پر میشائم نے چہرہ جھکایا جبکہ ماہ دیر مسکرایا۔ "ارے اس سے کیا پوچھ رہا ہے مجھ سے پوچھ" ماہ دیر نے ضرار کو دیکھتے کہا جس پر اس نے آئی برو اچکائی۔ "اچھا چل بتا تو کونسا زن مرید ہے" ضرار نے پوچھا تو وہ

مسکرایا۔ ”میں پیدائشی زن مرید ہوں بلکل بابا جیسا“ ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو سب نے ہنستے خلیل صاحب کو دیکھا جو اسے گھور رہے تھے۔ ”میں زن مرید نہیں تھا“ خلیل صاحب نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔ ”ابھی آپ زن مرید نہیں تھے پھر بھی ماما کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھے رہتے تھے۔ اگر ہوتے تو کیا کرتے“ ماہ دیر نے پوچھا تو خلیل صاحب نے اسکی کمر میں تھپڑ مارا جس پر وہ ہنس پڑا۔ ”بے شرم باپ ہوں میں تمھارا۔ اب اگر بولے تو تمھاری بیوی اور بہنوں کا لحاظ بھول کر تمھیں جوتیاں لگاؤں گا“ خلیل صاحب نے کہا تو ماہ دیر نے بتیسی دکھائی۔ ”بابا یار مذاق کر رہا تھا۔ میری عزت کا فولودہ تو نا بنائیں“ ماہ دیر نے کہا تو سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔ ”ویسے بابا تھوڑا فالودہ چلتا ہے بنائیں بنائیں مجھے مزہ آرہا ہے“ مہر ماہ نے شرارت سے کہتے ساتھ ہی ثانیہ اور یشائم کے ہاتھوں پر ہاتھ مارتے ہنس پڑی۔ ”ہاہاہاہاہاں مہرو بلکل ٹھیک کہہ رہی ہو بابا تھوڑا اور فالودہ پلیز“ ثانیہ نے بھی کہا تو سب نے اسے دیکھا جبکہ ماہ

دیر مسکرایا۔ ”چلیں بابا اب میری دونوں بہنیں کہہ رہی ہیں تو نکال دیں میری عزت کا جنازہ“ ماہ دیر نے لاچار سا چہرہ بناتے کہا تو سب ہنس پڑے عین اسی پل دروازہ نوک ہوا جس پر عامر نے اٹھتے دروازہ کھولا جہاں سامنے ہی فہمیدہ خان حوریہ کو گود میں اٹھائے کھڑی تھیں۔ ”تاتو می تب شے.بیت تل لی اوں (چاچو میں کب سے آپکا ویٹ کر رہی ہوں)“ حوریہ نے شکوہ کیا تو وہ اسے گود میں اٹھا گیا۔ ”آجائیں آنٹی اندر“ عامر انھیں دیکھتے ہی پہچان گیا تھا جبکہ ان پر نظر پڑتے ہی ثانیہ کی ہوائیاں اڑی جسے عامر، ماہ دیر اور یشائم کے علاوہ باقی سب نے دیکھا جبکہ ثانیہ پر نظر پڑتے ہی فہمیدہ خان نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ضرار بول اٹھا۔ ”آنٹی آجائیں“ ضرار نے کہا اور اٹھتے انکے پاس آیا۔ اسکو آتے دیکھ عامر ایک طرف ہوا اور جاتے واپس سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ حوریہ اسکی گود سے اترتے بیڈ پر اپنے دادا جان کی گود میں بیٹھ گئی۔ ”آنٹی ثانیہ گڑیا کے ماضی کا ذکر یہاں مت کریے گا پلیز۔ وہ بدل چکی

ہے اس سے کوئی سوال یا کوئی بھی شہریار سے متعلق بات نا کیجیے گا" ضرار نے انکے پاس جاتے مدھم آواز میں کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ضرار کے ساتھ اندر آئیں اور سب کی باتیں سننے لگیں۔جبکہ انھیں کسی قسم کی کوئی بات نا کرتے دیکھ ثانیہ پُرسکون ہوئی اور حوریہ کی باتیں سننے لگی۔جو نا جانے بیٹھی کون کون سی کہانیاں سنا رہی تھی۔اور خلیل صاحب وہ تو بس بیٹھے اپنے تینوں بچوں کو دیکھ رہے تھے۔جو آج عرصے بعد اکٹھے انکے پاس تھے لیکن انھیں آج اپنی محبوب بیوی، اپنے عشق کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

"ویسے آج آپکی خوب ہوئی ہے بابا سے" میشائم نے اسے دیکھتے کہا جو اسکے ساتھ روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔وہ لوگ ابھی خلیل صاحب کے روم میں ہی لنچ کرنے کے بعد اب کچھ دیر اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے کی غرض سے گئے تھے۔خلیل صاحب کھانا کھاتے ہی دوا کھاتے سو گئے تھے اور حوریہ بھی

انکے پاس ہی سوگئی تھی جبکہ باقی سب بھی انکی نیند کا خیال کرتے اب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ "ہاں اور تمھیں بڑی ہنسی آرہی تھی" ماہ دیر نے کہا تو وہ پھر ہنسی اور کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ماہ دیر بھی اسکے پیچھے ہی اندر آیا اور اگلے ہی پل اسکی دونوں بازوؤں کو پکڑتے اسے نرمی سے دیوار کے ساتھ لگایا جس پر یشائم کی آنکھیں پھیلیں جبکہ رخسار تپ کر انگارہ ہوئے۔ "کیا۔۔کررہے۔۔ہیں" یشائم نے تھوک نگلتے پوچھا۔ "رومینس" ماہ دیر نے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی تو یشائم نے سانس روکی۔ "بریتھ یشی" ماہ دیر نے اسکی شہہ رگ کو لبوں سے چھوتے کہا تو یشائم نے گہری سانس بھری جس پر وہ مسکرایا۔ "دِیر۔۔پیچھے ہوں" یشائم نے اسکی حرکت پر منمناتے کہا۔ "ارے میری ٹائیگریس کی آواز کہاں گئی۔ ابھی تو جناتی قہقہے لگا رہی تھی اب ماشاءاللہ سے آواز بھی نہیں نکل رہی" ماہ دیر نے یشائم کو منمناتے دیکھ اپنے کان کو ہلکا سا کھینچ کر اسکے سامنے کیا جس پر

یشائم نے دانت پیسے۔ "دِیر ! ! ! " یشائم نے اسکے کان میں اونچی آواز میں چیخ ماری جس پر ماہ دیر پیچھے ہوا۔ "پاگل لڑکی۔ ایسے کون چلاتا ہے۔ہائے ربا میرا کان بند ہوگیا۔ مجھے آواز نہیں آرہی۔ "میں بہرہ ہوگیا" ماہ دیر نے بھرپور نوٹنکی کرتے کہا تو یشائم نے اسے گھورا۔ "استغفر للہ دِیر ڈرامے کرنا کوئی آپ سے سیکھے" یشائم نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگاتے کہا۔ "ہاں میں تو ہوں ہی ڈرامے باز۔ کہہ لو کہہ لو تم بھی کہہ لو۔ میری تو قدر ہی نہیں ہے کسی کو" ماہ دیر نے منہ بناتے کہا تو اس نے آنکھیں گھومائیں۔ "اللہ معاف کرے یشی میں یہاں اداس ہورہا ہوں لیکن مجال ہے تم نے پوچھا کہ دِیر میرے پیارے شوہر کیا ہوا ہے۔ بلکہ پوچھنا تو دور کی بات ہے ماتھے پر پریشانی کی ایک شکن تک نہیں ہے۔ ایک بات بتاؤ میں تمھارا سوتیلا شوہر ہوں کیا جو تمھیں میری فکر نہیں" ماہ دیر نے اسے گھورتے کہا تو یشائم نے لب آپس میں پیوست کرتے مسکراہٹ روکتے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر کی آنکھیں پھیلیں۔ "یشی تمھیں

میری فکر نہیں اللہ اللہ اب یہ دن بھی دیکھنے پڑیں گے" ماہ دیر کو تو گویا صدمہ ہی لگ گیا تھا جبکہ اسکی صدمے سے چُور آواز سنتے یشائم کھلکھلا کر ہنسی اور آگے بڑھتے اسکے سینے سے لگتے اسکے سینے پر گال ٹکا گئی۔ "دِیر آپ کیوں ایسے کرتے ہیں۔مجھے آپ پرپیار آنے لگا ہے" یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے گرد حصار باندھ گیا۔ "اس لیے کرتا ہوں نا تاکہ تمھیں مجھ پرپیار آئے" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جسے دیکھ وہ جھکا اور نرمی سے اسکی ناک کو لبوں سے چھو گیا۔اسکی حرکت پر یشائم کی پلکیں لرزیں جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ "جانتی ہو تمھارا ہر روپ مجھے سرشار کرتا ہے" ماہ دیر نے اس کے چہرے پر آئے بال ہٹاتے کہا۔ "سارے روپ؟" یشائم نے نا سمجھی سے پوچھا۔ "ہاں سارے روپ۔ تمھارا دبنگ ٹائیگریس والا روپ،پیارا معصوم بچوں والا روپ، ادائیں دکھانے والی محبوبہ والا روپ، شرمیلی بیوی والا روپ۔ تمھارا ہر روپ دیکھ کر مجھے نئے سرے سے تم سے عشق ہوجاتا

ہے" ماہ دیر نے نرمی و محبت سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں تو آپ کو جب جب دیکھتی ہوں مجھے تب تب آپ سے عشق ہوتا اور بے حد و حساب ہوتا ہے" یشائم نے اپنی پوروں سے اس کے چہرے کو چھوتے کہا تو وہ آنکھیں موندتے مسکرایا۔ "یوں اظہار کرکے اس ڈاکٹر کو مریض بنا دو گی تم" ماہ دیر نے آنکھیں کھولے بغیر کہا تو وہ ہنسی۔ "میں اس ڈاکٹر کو مریض نہیں اپنا اسیر بنانا چاہتی ہوں" یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور آنکھیں کھولتے اسے دیکھنے لگا۔ "اسیر تو میں تمھارا اسی دن ہوگیا تھا جب ہاسپٹل کے خالی کوریڈور میں تم میرے سینے پر سر رکھے اپنے آنسوؤں سے میرا سینہ بھگو رہی تھی" ماہ دیر نے کہا تو وہ اس پل کو یاد کرتے مسکرائی۔ "آپ جانتے ہیں دِیر اس دن زندگی میں پہلی بار کوئی اپنا لگا تھا۔میں نہیں جانتی کیوں پر مجھے اس وقت آپکا حصار سب سے محفوظ لگا۔تبھی ہر چیز بھلاتے آپکے سینے سے لگ گئی اور یقین کریں اس وقت مجھے یوں لگا جیسے اب کوئی گرم ہوا مجھے چھو بھی نہیں سکتی" یشائم نے عقیدت و محبت سے

کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تمھیں بلکل ٹھیک لگا تھا میرے حصار میں کوئی غم تمھارے آس پاس بھٹک بھی نہیں سکتا۔ اور تم جانتی ہو جب تم پہلی بار میرے سینے سے لگی تھی تو میں نے کیسا محسوس کیا تھا“ ماہ دیر نے اسکی گال کو نرمی سے انگلیوں سے سہلاتے کہا۔ ”کیسا“ یشائم نے اسکی سبز اور بھوری امتزاج آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔ ”جنت جیسا“ ماہ دیر نے اسکی ہیزل بلیو آنکھوں پر نرمی سے لب رکھتے کہا تو یشائم کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ وہ سرشار ہوا۔ ”ایسے باتیں کریں گے تو میں دیوانی ہو جاؤں گی“ یشائم نے اسکے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتے کہا۔ ”دیوانی ہوگی تو میں اپنی دیوانی کا دیوانہ ہوجاؤں گا“ ماہ دیر نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر وہ اس کی نظر اتار گیا۔ ”زہ تا سرہ مینہ لرم (مجھے آپ سے محبت ہے)“ یشائم نے اس کے سینے پر گال ٹکاتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”مجھے بھی تم سے بے حد محبت ہے“ ماہ دیر نے جواب دیا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”آپکو سمجھ آگئی“ یشائم نے حیرت

سے پوچھا۔ "ہاں آگئی اب میری بیوی بار بار یہ جملہ بولتی ہے تو معنی معلوم ہونا چاہیئے نا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "کتنے تیز ہیں آپ" میشائم نے نرمی سے اسکے سینے پر ہاتھ مارتے کہا۔ "کتنی پیاری ہو تم" ماہ دیر نے اسکا وہی ہاتھ تھامتے لبوں سے لگایا تو وہ پھر ہنس دی اور اس بار ماہ دیر نے بھی اسکا ساتھ دیا تھا۔

"لائبہ بیٹا یہ پھل ختم کرو" تنزیل بیگم نے لائبہ کو کہا جو اس وقت عائشہ کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی۔ لائبہ کا صبح سے سب ہی خیال رکھ رہے تھے۔ کسی کو بھی اسکے یہاں رہنے سے کوئی مسئلہ نہیں تھا سب ہی اسکی کہانی سنتے دکھی ہوئے تھے۔ اس وقت سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے تھے یہاں تک کہ تنزیل بیگم بھی وہ لائبہ کے کہنے پر اسے لاؤنج میں لے آئی تھیں کیونکہ اسکا کمرے میں دل گھبرا رہا تھا تبھی وہ اسے باہر لے آئیں۔ اب اسکے باہر آتے ہی فردوس بیگم

اسکے لیے پھل منگوائے تھے جسے اب وہ بیٹھی مزے کھا رہی تھی۔ "جی اچھا آنٹی "تنزیل بیگم کی بات سنتے اس نے کہا اور اپنا دھیان واپس پلیٹ کی طرف کر گئی۔ "کب آؤ گے تم واپس" لائبہ نے پھل کھاتے خیالوں میں ضرار کو مخاطب کرتے کہا۔ اسے ابھی کچھ دیر پہلے ہی پتا لگا تھا کہ ضرار اپنی بیوی کے ساتھ سوات گیا اور وہ ابھی کچھ دن بعد واپس آئے گا جس پر لائبہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ ابھی وہ اپنے خیالوں میں ہی کھوئی تھی جب اسے کسی مرد کی بلند آواز آئی جس پر اس نے مُڑتے دروازے کی طرف دیکھا جہاں ضرار سے مشابہت رکھتا اٹھائیس سالہ مرد کھڑا تھا جو مسکراتے اب اندر آرہا تھا۔ "اسلام علیکم "جبکہ اسد نے لاؤنج میں داخل ہوتے باآواز بلند سلام کیا۔ وہ ابھی آفس سے آیا تھا۔ وہ سیدھا یہیں آیا تھا تاکہ شاہجہاں بیگم کو گھر کے جا سکے اور لگے ہاتھ عائشہ سے بھی مل سکے۔ اسکی آواز پر سب نے مُڑتے اسے دیکھا اور اسکے سلام کا جواب دیا۔ اسد عائشہ پر نگاہیں گاڑھے چلتے سب کے پاس آیا اور

شاہجہاں بیگم کے ساتھ بیٹھتے انکے کندھے پر سر ٹکا گیا عین اسی وقت اسکی نظر لائبہ پر پڑی جو اسے دیکھ تھی جس پر وہ سیدھا ہوا۔ ”آنی جان یہ کون ہیں“ اسد نے لائبہ کی طرف اشارہ کرتے فردوس بیگم سے پوچھا۔ ”بچے یہ تنزیل کی دوست کی بیٹی ہے۔ کچھ دن رہنے آئی ہے“ فردوس بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ لائبہ کی نظریں وہ خود پر محسوس کر پا رہا تھا جس پر اسے کوفت ہوئی۔ ”عائشہ“ اس نے بغیر کسی دوسرے کی طرف دیکھے عائشہ کو پکارا جو فوراً اسے دیکھنے لگی جبکہ سب کے سامنے اسکے یوں پکارنے پر اسکے گال گلابی ہوئے۔ "جی“ اس نے مدھم آواز میں پوچھا۔ ”میں اوپر روم میں فریش ہونے جا رہا ہوں میرے لیے کافی بھجوا دو بلکہ ایک کام کرو خود ہی آجانا مجھے کچھ گرافکس دکھانے ہیں تمھیں“ اسد نے کہا اور اٹھتے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ ”برخودار عائشہ کیوں آئے کافی لے کر“ دراب صاحب نے چھیڑنے والے انداز میں پوچھا تو وہ مُڑا اور چلتے انکے پاس آیا۔ ”انکل میری بیوی میرے

لیے کافی لائے گی تو میری تھکان جلدی اترے گی" اسد نے مدھم آواز میں کہتے انکا چہرہ سرخ کیا اور انھیں آنکھ مارتے اوپر بڑھا جبکہ عائشہ ابھی تک صوفے پر بیٹھی تھی۔ "عائشہ جاؤ بیٹا۔ اسد کیلئے کافی بناؤ" اسے ہنوز بیٹھے دیکھ تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھتے کچن کی طرف چلی گئی۔ جبکہ تنزیل بیگم کی آواز پر اوپر جاتا اسد مسکرایا اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ "ضرار کے سارے کزنز ہی پیارے ہیں" لائبہ نے زیرِ لب کہا اور واپس فروٹس کھانے لگی۔ "چُڑیل کہیں کی" دوسری طرف اسد کمرے میں آیا تو لائبہ کی نظروں کو یاد کرتے اس نے بے ساختہ کہا۔ اسے شدید غصہ آرہا تھا۔ کتنی بے شرمی سے وہ لڑکی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسد نے سوچتے گہری سانس بھری اور اپنی شرٹ اتار کر بیڈ پر اچھالتے نہانے کی غرض سے باتھ روم کی طرف بڑھا۔ "ہیں اسد کہاں گئے" اس کے جانے کے چند منٹ بعد ہی عائشہ روم کا دروازہ کھولتے ہاتھ میں گرما گرم کافی کا مگ پکڑے اندر آئی لیکن اسے سامنے نا

دیکھتے بڑبڑائی اور دروازہ لاک کرتے کافی کا مگ ڈریسنگ پر رکھ گئی۔کافی کا مگ رکھتے اسے واش روم سے پانی گرنے کی آواز آئی جس سے اسے اندازہ ہوا کہ وہ نہا رہا ہے۔اس نے پہلے واپس جانے کا سوچا لیکن پھر اسد کی گرافکس والی بات یاد آتے بیڈ پر بیٹھتے اسکا انتظار کرنے لگی۔بیڈ پر بیٹھتے ہی اسکی نظر اسد کی شرٹ پر پڑی جسے اس نے نرمی سے ہاتھ بڑھاتے پکڑا اور نرمی سے اس پر ہاتھ پھیرا۔"اسد کو غصہ کیوں آیا" عائشہ نے نرمی سے اسکی شرٹ پر ہاتھ پھیرتے نیچے اسکی آنکھوں میں جو غصے کی جھلک کو یاد کرتے کہا۔"ان سے ہی پوچھ لوں گی" عائشہ نے اگلے ہی پل فیصلہ کیا اور اسکی شرٹ اٹھاتے اپنے چہرے کے قریب کرتے گہری سانس بھری اسکے وجود کی مہک سانسوں میں بسائی اور پھر شرٹ کو سلیقے سے بیڈ پر رکھ گئی۔عین اسی پل باتھ روم کا دروازہ کھولتے اسد باہر آیا اور اسے سامنے بیٹھے دیکھ مسکرایا۔"شکر ہے تم یہاں ہو" اسد نے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے اسکے پاس آیا اور اسکی بازو پکڑتے اسے کھڑا کرتے

اپنے ساتھ لگا گیا جس پر عائشہ ایک لمحے کو بوکھلائی لیکن اگلے ہی پل اس کے گرد بازو باندھ گئی۔ "کیا ہوا" عائشہ نے اس کی گرفت میں مضبوطی محسوس کرتے پوچھا۔ "یار وہ لڑکی کافی عجیب ہے" اسد نے کہا تو عائشہ کو پل لگا تھا سمجھنے میں وہ کس کی بات کر رہا ہے۔ "لائبہ" اس نے پوچھا تو اسد نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اس نے کیا کیا اسد" عائشہ نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "کیا کیا؟ ایسے دیدے پھاڑ کر دیکھ رہی تھی گویا آنکھوں سے عزت لوٹنی ہو" اسد نے کہا تو اسکے ماتھے پر بل پڑے۔ "وہ آپکو دیکھ رہی تھی" عائشہ نے پیچھے ہوتے کہا۔ "دیکھ نہیں رہی تھی گھور رہی تھی اسی لیے مجھے غصہ آیا اور میں اوپر آگیا" اسد نے کہا تو عائشہ نے گہری سانس بھری جبکہ اسکے چہرے پر غصہ اسد صاف دیکھ سکتا تھا۔ "آئندہ وہ جہاں ہو وہاں آپ ہرگز نہیں جائیں گے" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے تم جیلس ہو رہی ہو" اسد نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا۔ "ہو رہی ہوں۔ شدید قسم کی جیلس ہو رہی

ہوں۔دل کر رہا ہے اس لائبہ کا منہ توڑ دوں پر وہ مہمان ہے اس لیے خاموش ہوں۔ورنہ دل کر رہا ہے میں اسکے بالوں سے پکڑ کر گھر سے نکال دوں چڑیل کہیں کی" عائشہ نے دانت پیستے کہا تو وہ مسکرایا۔"میں صدقے میری بٹر فلائی کے غصے پر۔جاؤ جو کرنا ہے کر لو میں تمھارے ساتھ ہوں کچھ ہوا تو میں سنبھال لوں گا" اسد نے اسکی کنپٹی پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔"جانتی ہوں پر وہ ماما کی مہمان ہے اچھا نہیں ہے" عائشہ نے منہ بناتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"چلو پھر اس مصیبت کو اگنور کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر فوکس کرتے ہیں" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"صحیح کہہ رہے ہیں دفع کریں۔اچھا وہ آپ نے مجھے گرافکس دکھانے تھے دکھائیں" عائشہ نے کہا تو وہ پھر ہنسا۔"میری جان میں ہی ہوں وہ گرافکس جو تمھیں دکھانا تھا۔اب بس مجھے دیکھو" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔"آپکو تو میں تا عمر بنا پلک جھپکے دیکھ سکتی ہوں۔آپ میرا من پسند نظارہ ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا جبکہ اسکے کان سرخ ہوئے۔"کیوں؟ کیا

میری بیوی کو مجھ سے محبت ہوگئی ہے" اسد نے اس کی سحر انگیز سیاہ آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "نہیں۔ عشق ہوگیا ہے آپ کی بیوی کو آپ سے' عائشہ نے کہا تو وہ اسکے چہرے پر دلکش مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "دوبارہ کہو" اسد نے نرمی سے اسے مزید قریب کیا۔ "عائشہ اسد ملک کو اسد ملک سے عشق ہوگیا ہے۔ آپ میرے جینے کی وجہ بن گئے ہیں اسد۔ آپکی بیوی آپکے عشق میں پُور پُور ڈوب گئی ہے۔ آپ میری روح کے مکین بن گئے ہیں۔ میری کل کائنات بن گئے ہیں" عائشہ نے اسکے رخساروں پر دونوں ہاتھ رکھتے کہا تو اسکا چہرہ خوشی سے کھلا جس پر وہ بغیر کچھ بولے جھکا اور اسکے لبوں سے اس اظہار کو چُننے لگا جسے محسوس کر عائشہ نے سرخ پڑتے اسکے سینے پر ہاتھ رکھا۔ "تمھیں مجھ سے عشق ہوگیا شہزادی واللہ ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے لیے جنت کا اعلان کیا گیا ہو۔ واللہ شہزادی تم سچ میں مجھ سے عشق ہوگیا ہے" اسد کچھ دیر بعد پیچھے ہوتے بولا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر

اسد بھی اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔عائشہ کا اظہار اسے ساتویں آسمان پر پہنچا گیا تھا۔اسے اپنے پاؤں زمین پر محسوس نہیں ہورہے تھے۔اسے اپنا آپ ہواؤں میں اڑتا محسوس ہورہا تھا۔اسکے عشق کو اس سے عشق تھا واللہ یہ احساس سکون بخش تھا۔

"بھابھی ! بھائی کہاں ہیں" مہرماہ نے میشائم کو دیکھتے کہا جو ابھی حوریہ کو لے کر لاؤنج میں آئی تھی۔وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی ڈنر کرنے کے بعد لاؤنج میں آئے تھے جبکہ فہمیدہ خان اور خلیل صاحب اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے لیکن ان لوگوں کا آج دیر رات تک بیٹھنے کا ارادہ تھا۔وہ لوگ کافی دیر سے یہاں بیٹھے ماہ دیر کا انتظار کررہے تھے جو ڈنر کے بعد سے باہر گیا تھا اور ابھی تک نہیں آیا تھا تبھی مہرماہ نے اب اس سے پوچھا۔"پتا نہیں مہرو کہہ رہے تھے ضروری کام ہے ابھی آجائیں گے" میشائم نے حوریہ کو ثانیہ کی گود میں بٹھاتے

کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چھانیہ اپو مذے پتا اے بابا تاں ایں (ثانیہ اپھو مجھے پتا ہے بابا کہاں ہیں)“ حوریہ نے ثانیہ کا ہاتھ پکڑتے کہا تو سب نے اسکی طرف دیکھا۔ ”آپکے بابا کہاں ہیں میری جان“ ثانیہ نے نرمی سے پوچھا تو حوریہ مسکرائی۔ ”شیتت اے میلا اول بابا تا (سیکرٹ ہے میرا اور بابا کا)“ حوریہ نے کہا تو ثانیہ نے ہنس پڑی۔ ”اچھا جی تو یہ حور اور اسکے بابا کا سیکرٹ ہے۔تو حور اپھو کو نہیں بتائے گی“ ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”اور مہرو اپھو کو بتائے گی حور“ اب کی بار مہرماہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور شرارتی انداز میں ہنسی جسے دیکھ سب نے اسکی نظر اتاری۔ ”میں آگیا۔سوری لیٹ ہوگیا“ ابھی کوئی کچھ اور بولتا کہ ماہ دیر کی آواز پر سب نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ماہ دیر ہاتھ میں ڈھیر سارے شاپنگ بیگ اٹھائے اندر آرہا تھا۔اسے دیکھ حوریہ اور مہرماہ اسکی طرف بڑھیں جس پر اس نے دونوں کو سینے سے لگاتے انکے ماتھے پر بوسہ دیا جبکہ ثانیہ چہرہ جھکا گئی۔اسکا بھی دل کر رہا

تھا وہ اسکے پاس جائے پر اسکے وہ الفاظ بھول نہیں رہے تھے۔اسکی حرکت اور چہرے پر موجود حسرت دیکھ ماہ دیر مدھم سا مسکرایا۔"بھائی آپ کہاں گئے تھے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ثانیہ سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔"میری جان میں ایک کام سے گیا تھا۔میشائم یہ چیزیں زرا کچن میں رکھنا میں آتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو میشائم اسکے ہاتھ سے بیگ پکڑتے کچن کی طرف بڑھ گئی۔"بابا ذان اپ شب لائیں ایں (بابا جان آپ سب لائیں ہیں)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسے مہرماہ کو پکڑاتے ثانیہ کی طرف بڑھا۔"میرا پیارا بچہ" اس نے ثانیہ کے قریب بیٹھتے اسے ساتھ لگایا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر شفقت سے بھرپور بوسہ دیا جس پر وہ ساکت ہوئی۔"میرے بیٹے نے اگر مجھ سے ناراض رہنا ہے تو رہو پر اگر اپنے بھائی پر حق جتانے کا دل کرے تو جتایا کرو میرا بچہ۔یوں خاموش نہیں بیٹھتے" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو اسکی آنکھوں میں نمی آئی جسے وہ پلکیں جھپکتے اندر اتار گئی۔"مہرو بچے زرا میرے

ساتھ کچن میں آنا" ماہ دیر نے نرمی سے ثانیہ کا سر تھپکا اور کھڑے ہوتے مہرماہ کو مخاطب کیا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ضرار کی طرف بڑھی جو عامر کے ساتھ بیٹھا تھا۔ "ضار زرا اسے پکڑیں میں آتی ہوں" مہرماہ نے حوریہ کو اسکی طرف بڑھاتے کہا تو اس نے نرمی سے حوریہ کو پکڑتے گود میں بٹھایا جبکہ مہرماہ ماہ دیر کے ساتھ کچن میں چلی گئی۔ "جی بھائی کیا ہوا" مہرماہ نے کچن میں آتے ہی پوچھا جہاں یشائم کھڑی تھی۔ "بچے اس بیگ میں دیکھو سب ثانیہ کی پسند کے مطابق ہی ہے نا۔ ملک کیک، پاستہ اور آئس کریم دیکھو یہی چیزیں اسے پسند ہیں نا۔ اور وہ بیگ تمھارا ہے اس میں تمھاری فیورٹ چیزیں۔ بس ایک بار ثانیہ کی چیزیں چیک کرلو" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ اسے اب سمجھ آئی تھی ماہ دیر نے صبح کیوں ثانیہ کی من پسند چیزوں کا پوچھا تھا۔ "تو اس لیے صبح مجھ سے پوچھا تھا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور آگے بڑھتے ثانیہ کا بیگ کھولا اور اس میں چیزیں دیکھنے لگی جس میں ملک کیک، پاستہ، اسٹرابیری

فیلور آئس کریم، چاکلیٹ اور اسکا فیورٹ انار والا جوس موجود تھا۔ "جی بھائی یہ سب آپی کو پسند ہے۔ اب جائیں اور انھیں دیں۔ میں چلی اپنی اور حوریہ کی چیزیں لے کر۔ باقی بھابھی اور آپی کو آپ خود ہی دیں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میشی تم نے بیگ لے لیا ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور ثانیہ والا بیگ اٹھاتے باہر بڑھا جبکہ میشائم اور مہرماہ بھی اس کے پیچھے آئیں۔ "حور دیکھو آپکی چیجی" مہرماہ نے حوریہ کے پاس جاتے کہا جبکہ ماہ دیر جاتے ثانیہ کے ساتھ بیٹھا۔ "گڑیا یہ آپکے لیے" ماہ دیر نے بیگ ثانیہ کی طرف بڑھاتے کہا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "شکریہ۔ پر مجھے نہیں چاہیئے" ثانیہ نے مدھم مگر اجنبی لہجے میں کہا تو ماہ دیر کا دل کٹا تھا۔ "میری جان۔ اگر آپکو مجھ سے ناراض رہنا ہے تو رہ لو۔ پر بھائی کا پیارا بیٹا پلیز میں بہت پیار سے اپنے بچے کیلئے لایا ہوں پلیز۔ اس میں سب آپکی پسندیدہ چیزیں ہیں کھا کر تو دیکھو" ماہ دیر نے نرمی سے کہتے آخر میں اسے بچوں والی لالچ

دی تو سب مسکرائے جبکہ ثانیہ نے گہری سانس بھرتے عامر کو دیکھا جو اسے نرمی اختیار کرنے کا اشارہ کر رہا تھا جس پر اس نے بے بسی سے آنکھوں کو جنبش دی اور واپس ماہ دیر کو دیکھا۔ "پلیز بچے" ماہ دیر نے اسکے دیکھنے پر کہا اور نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تو ثانیہ نے جھجکتے اسکے ہاتھ سے بیگ پکڑا جس پر وہ مسکرایا۔ "شکریہ" اس نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے نرمی سے اسے ساتھ لگایا۔ "کوئی بات نہیں بھائی کی جان" اس نے پیار سے کہتے اسکا سر چوما تو ثانیہ کا دل کیا اسکے سینے سے لگتے زور زور سے روئے لیکن وہ ضبط کر گئی۔ "چلو اب شاباش جلدی سے کھاؤ اسے اور بتاؤ اچھا لگا کہ نہیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہولے سے ہاں میں سر ہلایا اور بیگ کھولتے دیکھا جس میں ایک ایک چیز اسکی من پسند تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھاتے ملک کیک نکالا اور اسے دیکھنے لگی جبکہ اسکے برعکس حوریہ اور مہر ماہ اب ایک صوفے پر بیٹھیں بھرپور اپنی چیزوں سے انصاف کرنے میں مصروف تھیں اور میشائم سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھی آئس

کریم کھا رہی تھی۔ "چلو کھاؤ بس دیکھنا نہیں ہے" ماہ دیر نے ملک کیک کا باکس اسکے ہاتھ سے پکڑتے کہا اور نرمی سے چمچ میں بھرتے اسکے منہ کے قریب کیا جس پر وہ جھجکتے منہ کھول گئی۔جبکہ ماہ دیر کا شفقت بھرا انداز اسے بیک وقت ہنسنے اور رونے پر مجبور کر رہا تھا پر وہ ضبط کر گئی۔ "شکریہ۔میں کھا لیتی ہوں" ثانیہ نے اسکے ہاتھ سے چمچ پکڑنا چاہا پر وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ "ارے کیوں بھئی۔جب بھائی ہیں یہاں تو میرے بیٹے کو خود کھانے کی کیا ضرورت میں ہوں نا۔میں کھلاتا ہوں اپنے بچے کو" ماہ دیر نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ ثانیہ بس خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ "اپیہ لاڈ اٹھوائیں یار۔بھائی بڑے پیارے طریقے سے لاڈ اٹھاتے ہیں۔میں حور اور بھابھی روز اٹھواتی ہیں آج آپ اٹھوائیں" مہر ماہ آئس کریم کھاتے مزے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ماہ دیر کے ہاتھ سے آئس کریم کھانے لگی۔اس نے ماہ دیر سے کوئی بات نہیں کی تھی پر اب کی بار اسے جھٹکا بھی نہیں تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اسکے دل و دماغ

سے ماہ دیر کی باتیں نکل جائیں پھر چاہے وہ اس کے لاڈ اور پیار سے ہی کیوں نا نکلیں۔ "اچھا لگا میرے بیٹے کو" ماہ دیر نے اسکے بال بگاڑتے پوچھا تو اس نے ہولے سے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا جبکہ ثانیہ کو یوں اپنے گھر والوں کا پیار ملتے دیکھ عامر انکی نظر اتارتے نہیں تھک رہا تھا۔ "ارے یہ تو اچھی بات ہے۔ ویسے گڑیا ایک بات پوچھوں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں صاف شرارت ناچ رہی تھی لیکن اس نے پھر بھی ہاں میں سر ہلایا۔ "میرا بچہ بولتا نہیں ہے کیا یا یہ اس بدتمیز ڈاکٹر کی وجہ سے چپ ہو" ماہ دیر نے کہا تو اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں میں بولتی ہوں۔ عامر مجھے کچھ نہیں کہتے" اس نے جلدی سے کہا تو سب ہنس پڑے جبکہ ماہ دیر نے اسے ساتھ لگاتے اسکا سر چوما۔ "میرا بچہ میں جانتا ہوں پر تب سے آپ بس ہاں یا نا میں سر ہلا رہی تھی تو سوچا تھوڑی شرارت کردوں" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔ جبکہ اس کی مدھم سی مسکراہٹ دیکھ ماہ دیر کے دل میں ڈھیروں

سکون اترا۔ اسے اب یقین تھا وہ جلد ہی اپنی بہن کو منالے گا۔ وہ اب وقفے وقفے سے بیٹھا اسے کبھی کیک تو کبھی آئس کریم کھلاتے اس سے باتیں کررہا تھا جو بس خاموشی سے سرہلاتے جواب دیتی جبکہ باقی سب ان دونوں کو دیکھ خوش ہورہے تھے۔

"سائیں آپکی آواز میں جادو ہے" مریم نے اسے دیکھتے کہا جو اسکے لیے پانی کی بوتل کھول رہا تھا۔ وہ لوگ اس وقت خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ دو دن مدینہ منورہ میں گزارنے کے بعد وہ لوگ آج صبح ہی مکہ مکرمہ واپس آئے تھے اور ہوٹل جانے کی بجائے ڈائریکٹ یہاں آگئے تھے۔ مریم کی فرمائش پر شہریار نے اسے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت سنائی تھی جس پر مریم تب سے اسکی تعریف کررہی تھی جس پر وہ بس مسکرا کر رہ گیا۔ "جزاک اللہ سائیں کی جان۔ یہ لو پانی پیو" شہریار نے بوتل اسکی طرف بڑھاتے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلاتے اس

سے بوتل پکڑی اور پانی پیتے اسے بوتل واپس پکڑا گئی۔ ”سائیں اب ہم کہاں جائیں گے“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا جو اب کھڑا ہو رہا تھا۔ ”اب ہم پہلے ناشتہ کر لیتے ہیں کیونکہ تمھاری میڈیسن کا ٹائم ہو رہا ہے پھر ناشتہ کر کے مکہ مال چلتے ہیں پھر وہاں سے سب کیلئے جو سامان خریدنا ہے وہ خرید کر ہوٹل چلیں گے تاکہ تھوڑی دیر آرام کر کے پھر تھوڑی پیکنگ کر لیں کیونکہ پرسوں نکلنا ہے تو کل ایک دم سے سارا کام تو نہیں ہوگا نا پھر کل تم نے باقی مساجد بھی دیکھنے جانا ہے تو آج پیکنگ کر لیتے ہیں وہ کر کے پھر دوبارہ یہاں آجائیں گے“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور شہریار کا ہاتھ تھامتے کھڑی ہو گئی۔ ان دونوں نے ایک نظر کعبہ شریف کو دیکھا پھر ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے باہر نکلے۔ ”سائیں یہ ہوٹل کا راستہ تو نہیں ہے“ مریم نے اسے دیکھتے کہا جو ہوٹل کے مخالف سمت چل رہا تھا۔ ”جانتا ہوں رگِ جاں۔ ہم پہلے ناشتہ کریں گے۔یہاں پاس میں ایک ریسٹورنٹ ہے"الشورفا ریسٹورنٹ" ہے وہاں میں

نے ٹیبل بک کروائی ہے ہمارے لیے۔جانتی ہو اس ریسٹورنٹ کی خاص بات یہ ہے کہ وہاں کھانا کھانے کے دوران بھی ہماری نظر حرم شریف پر پڑتی رہتی ہے" شہریار نے اسے بتایا تو مریم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"پرسوں ہم واپس چلے جائیں گے۔میرا دل اداس ہورہا ہے" مریم نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔"میرا بھی۔یہ جگہ ہی ایسی ہے پٹھانی یہاں ایک بار جو آجائے اسکا واپس جانے کو دل ہی نہیں کرتا۔یہاں کی فضا میں ہمارے پیارے نبی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانس لی ہے بھلا ان گلی کوچوں سے واپس جانے کا دل کس کمبخت کا کرے گا پر واپس تو جانا پڑے گا نا پٹھانی" شہریار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور اسکے ساتھ ریسٹورنٹ میں داخل ہوا۔اندر داخل ہوتے ہی وہ سیدھا لفٹ کی طرف بڑھا اور گیارہویں فلور کا بٹن دبایا۔"سائیں یہ ریسٹورنٹ اتنا اوپر ہے" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔"ہاں پٹھانی۔باقی نیچے ہوٹل ہے" شہریار نے کہا تو

اس نے ہاں میں سر ہلایا اور لفٹ کے پہنچنے کا انتظار کرنے لگی۔ ”چلیں پٹھانی“ مزید چند لمحوں بعد لفٹ کا دروازہ کھلا تو شہریار نے اسے کہا اور اسکے باہر نکلتے اپنے ٹیبل کی طرف بڑھا جو بلکل ٹیرس کے کنارے پر تھا جہاں سے انکی نظر سیدھی خانہ کعبہ پر پڑ رہی تھی۔ ”ماشاء اللہ یہاں سے کتنا خوبصورت منظر لگ رہا ہے نا“ مریم نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ ”ہاں لگ رہا ہے۔ اب بتاؤ کیا کھاؤ گی۔ کیا آڈر کروں“ شہریار نے اسے دیکھتے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ ”اپنی مرضی سے کچھ بھی آڈر کرلیں لیکن ساتھ میں کوئی کیک ضرور آڈر کیجیے گا مجھے کچھ میٹھا کھانا ہے“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ویٹر کو کھانے کا آڈر دینے کے ساتھ اٹھتے اپنے ٹیبل کے گرد پردہ کرتے مریم کے چہرے سے نقاب ہٹا گیا۔ ”پٹھانی۔یہاں سے واپسی پر سوات جانا ہے یا پہلے گھر“ شہریار نے اسے واپس اپنی چئیر پر بیٹھتے پوچھا۔ ”سائیں پہلے گھر جائیں گے پھر سوات ماما کے پاس“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا سائیں بابا سوات

چلے گئے ہیں" مریم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔ ابھی لاہور گئے ہیں۔ وہ لوگ اب راولپنڈی شفٹ ہو رہے ہیں تو انکل چاہتے ہیں ہمارے واپس آنے سے پہلے پہلے سارا کام ہو جائے تاکہ پھر ہم ایک ساتھ سوات جا سکیں" شہریار نے کہا تو اسکی آنکھیں خوشی سے پھیلیں۔ "سچی بابا راولپنڈی شفٹ ہو رہے ہیں" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "جی میرا بچہ مچی۔ وہ اب ہمیشہ اپنی بیٹیوں کے پاس رہنا چاہتے ہیں تو انھوں نے مستقل راولپنڈی شفٹ ہونے کا فیصلہ کیا ہے" شہریار نے بتایا تو اسکی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ "اللہ کرے یشائم بھی ماہ دیر بھائی کے ساتھ راولپنڈی آجائے پھر کتنا اچھا ہوگا نا" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی میری جان بہت اچھا ہوگا" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا پٹھانی آنٹی سے بات کرنی ہے۔ کل ضرار کی کال آئی تھی۔ پوچھ رہا تھا کہ ابھی بات کیوں نہیں کر رہی آنٹی سے" شہریار نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "سائیں میں ماما سے بات کرنا چاہتی

ہوں لیکن روبرو انکے سینے سے لگ کر۔ ابھی بات کروں گی تو یقیناً وہ روئیں گی لیکن میں وہاں نہیں ہونگی انھیں چپ کروانے کو انکا لمس محسوس کرنے کو تو بس اس لیے خود پر ضبط کیا ہے" مریم نے کہا تو اس نے ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھاما جس پر وہ مسکرائی۔ "بس کچھ دن اور پھر تم جی بھر کر اپنی ماما کا لمس محسوس کرنا" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس چہرہ موڑتے خانہ کعبہ کو دیکھنے لگی جبکہ شہریار بھی ایک نظر اسکے پُرنور چہرے کو دیکھتے مسکرایا پھر کعبہ شریف کو دیکھنے لگا۔

"یہاں اکیلا کیا کر رہا ہے" عامر نے ماہ دیر کے پاس آتے اسکے کندھے کے گرد بازو پھیلاتے پوچھا جس پر ماہ دیر جو لاؤنج میں موجود گلاس ڈور سے باہر سب کو دیکھ رہا تھا یکدم چونکتے اسے دیکھنے لگا جو آج پہلے کی طرح پیش آرہا تھا ورنہ کل وہ اس سے بات تو کر رہا تھا پر صرف ضرار کی شرارت میں ساتھ دینے کیلئے ویسے

وہ اس سے دور ہی تھا۔ "کچھ نہیں بس سب کو دیکھ رہا ہوں۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اللہ مجھے میری دونوں بہنیں لوٹا دے گا، میرے باپ سے ملوا دے گا اور تو اور اتنی پیاری بیوی اور بیٹی دے گا۔ ضرار جیسا اتنا پُر شفقت بھائی دے گا۔ قسمت میرے معاملے میں اتنی مہربان ہوجائے گی میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا" ماہ دیر نے کہا تو عامر مدھم سا مسکرایا لیکن اگلے ہی پل ماتھے پر بل ڈالتے اسکی کمر میں مکا مارا جس پر ماہ دیر بے ساختہ کراہ اٹھا۔ "کیا ہے مار کیوں رہے ہو" ماہ دیر نے اسکی طرف مُڑتے اسے دیکھا۔ "سب کا ذکر کرلیا۔ لیکن جو یار دس سالوں سے ساتھ ہے اسکا ذکر تک نہیں" عامر نے کہا تو وہ آسودہ سا مسکرایا۔ "یار نے تو یاری توڑ دی تھی" ماہ دیر نے کہا تو عامر بغیر کچھ کہے آگے ہوتے اسکے گلے لگا اور اس کے کندھے پر گال ٹکا گیا۔ "اب کیوں گلے لگ رہا ہے۔ اس دن دوستی توڑتے کتنی بے رحمی سے میرا قتل کرکے چلا گیا تھا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسکا کندھا چوما۔ "معاف کردے یار۔ اس

دن ثانیہ کی حالت دیکھ کر میں بہت گھبرا گیا تھا۔ بس اسی وجہ سے وہ ساری بکواس کر گیا ورنہ باخدا وہ الفاظ کہتے مجھے اس قدر اذیت ہوئی کہ میں وہ لفظوں سے بیان نہیں کر سکتا اور جاہل انسان میں تجھ سے یاری توڑ سکتا ہوں غصے میں تھا اس دن میں تبھی وہ بکواس کی۔ ورنہ اتنی جلدی تیرے جیسی خلائی مخلوق کو میں چھوڑ دوں ایسا نہیں ہو سکتا اور بے مروت انسان ابھی مجھے حوریہ کو بڑے ہوتے دیکھنا ہے۔ اسکو تیری شکایتیں لگانی ہیں پھر جب تیرا بیٹا ہوگا تو اسکو اتنا شرارتی بناؤں گا کہ وہ تیرے ناک میں دم کر کے رکھ دے گا سمجھا تو۔ تو ایسا سوچنا بھی مت میں تجھ سے دوستی ختم کروں گا۔ آخری سانس تک اس یاری کو نبھانے کی قسم کھائی ہے ایسے کیسے میری فضول گوئی پر ٹوٹ جائے گی" عامر نے کہا تو ماہ دیر کی مسکرایا۔ "یہ معافی مانگی ہے تو نے کمینے انسان کہ مجھے القابات سے نوازا ہے۔ جاہل، خلائی مخلوق اور بے مروت بھی دُر فٹے منہ تجھ پر اور تیرے معافی مانگنے کے انداز پر" ماہ دیر نے جل کر کہا تو عامر نے قہقہہ

لگایا۔ ”تو کیا عزت کروں تیری سالے شکل دیکھی ہے اپنی اور ویسے بھی مین بہنوئی ہوں تیرا لہٰذا بیٹا اسی معافی پر گزارا کر ورنہ مزید ستھری کردوں گا“ عامر نے کہا تو اس نے پیچھے ہوتے اسکے کندھے پر مکا مارا جس پر عامر نے اپنا کندھا تھاما۔ ”کیا مسئلہ ہے اب کونسی آفت آئی ہے“ عامر نے اسے گھورتے ہوئے اپنا کندھا سہلاتے پوچھا۔ ”اس دن ہسپتال میں مجھے اگنور کیوں کیا تھا“ ماہ دیر نے دانت پیستے پوچھا تو وہ گہرا مسکرایا۔ ”میری بیوی کو رلانے والوں کو میں منہ نہیں لگاتا“ عامر نے کندھے اچکاتے کہا تو ماہ دیر دانت کچکاتے ہنس پڑا۔ ”شکر ہے میری بہن کا مقدر تو بنا ہے۔ وہ بہت خوش نصیب ہے اسے تجھ جیسا قدر کرنے والا ملا۔ جس نے میری گڑیا کے زخموں کو کریدنے کی بجائے ان پر محبت سے مرحم رکھا“ ماہ دیر نے لان میں مہر ماہ اور میشائم کے ساتھ بھاگتی ہوئی ثانیہ کو دیکھتے کہا جو حوریہ سے بچ رہیں تھی جبکہ خلیل صاحب اور فہمیدہ خان ایک طرف کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ”سچ کہوں تو خوش نصیب میں ہوں جو

مجھے اتنی معصوم شریکِ حیات ملیں۔ تو جانتا ہے جب انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ بُری تھیں مجھے یقین نہیں آتا تھا پر میں جانتا تھا وہ سچی ہیں۔ جانتا ہے ثانیہ نماز نہیں پڑھتی تھیں پر پھر ایک دن میں نے انھیں سمجھایا کہ اللہ نزدیک ہوں تاکہ دل کو سکون آئے اور اس دن جیسے یہ بلک کر روتے اللہ سے معافی مانگ رہی تھیں اس دن میرے دل میں ثانیہ کے لیے ایک جذبہ بیدار ہوا جسے میں آج تک کوئی نام نہیں دے پارہا پر وہ احساس جو بھی ہے بہت خوبصورت ہے۔ اس احساس نے مجھے میرا دردناک ماضی بھلا دیا۔ میری زندگی میں خوشیوں کی نوید بن کر آئیں ہے تمھاری بہن۔ وہ میری بیوی ہیں اور میرے لیے بے حد اہم ہیں اور انکی قدر کرنا میں نے خود پر نماز کی طرح فرض کیا ہے" عامر نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اللہ پاک تم دونوں کو یونہی خوش رکھے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے آمین کہا۔ "اچھا تجھے ایک راز کی بات بتاؤں" عامر نے اسکی طرف دیکھتے کہا۔ "ہاں بتا" ماہ دیر نے جواب دیا۔ "ضرار میری آنی کا بیٹا ہے میرا بھائی

ہے" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب ضاری تیرا خالہ زاد بھائی ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں تیرا ماموں زاد میرا خالہ زاد ہے تو اس حوالے سے ہم رشتے دار ہوئے" عامر نے کہا تو ماہ دیر ہنس پڑا۔ "یار ہم لوگ اب تین حوالوں سے رشتے دار بن گئے ہیں" ماہ دیر نے ہنستے کہا تو وہ بھی ہنس پڑا۔ "ہاں ضرار کے حوالے سے، ثانیہ کے حوالے سے اور مریم گڑیا کے حوالے سے" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہنسا۔ "کیا ہو رہا ہے بڑے قہقہے لگ رہے ہیں" ضرار جو ابھی آیا تھا ان دونوں کو ہنستے دیکھ بولا۔ "ہاں بس تیری شکل دیکھ لی تو ہنسی چھوٹ گئی" ماہ دیر نے ہنستے کہا تو ضرار نے دانت پیستے اسے دیکھا۔ "دُر فٹے منہ سالے۔ شکل اچھی نا ہو تو بات بندہ اچھی کر لیتا ہے" ضرار نے باقاعدہ اسے ہاتھ سے لعنت ڈالتے کہا جسے ماہ دیر نے سر جھکاتے قبول کیا گویا آسکر ایوارڈ مل رہا ہو۔ اسکی حرکت پر عامر نے قہقہہ لگایا جبکہ ضرار سر پیٹ گیا۔ "اتنا

ڈھیٹ کس پر گیا ہے تو" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "دراب ماموں پر" ماہ دیر نے کہتے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا جبکہ ضرار نے اسے گھورا۔ "شرم کر لے تھوڑی" ضرار نے اسے شرم دلانے والے انداز میں کہا۔ "میں کونسا تیرے سامنے کپڑے اتارنے لگا ہوں جو یوں شرم کرنے کا کہہ رہا ہے" ماہ دیر نے کہا تو ضرار نے اسے گھورا لیکن وہ ابھی بھی عامر کے ساتھ قہقہے لگا رہا تھا جس پر اب کی بار ضرار بھی نفی میں سر ہلاتے ہنس پڑا۔ "اللہ پاک تیری ہنسی یونہی سلامت رکھے میری جان" ضرار نے آگے بڑھتے اسکا سر چومتے کہا تو ماہ دیر نرمی سے مسکرایا۔ "اللہ میرے بھائیوں کو ہمیشہ میرے پاس رکھے" ماہ دیر نے ان دونوں کو گلے لگاتے کہا تو وہ دونوں مسکرائے اور اسکے گرد حصار باندھ گئے۔ جبکہ عامر نے انتہائی نامحسوس انداز میں ضرار کا سر چوما تھا۔ وہ اسکا بھائی تھا اسکا دل کر رہا تھا اسے پیار کرے اس سے لاڈ کرے۔ وہ بے شک تیس سال کا تھا پر اس سے تو چھوٹا تھا۔

"ضار بات سنیں میری" مہرماہ نے اسے پکارا جو ایک ہاتھ سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے موبائل میں آئے ای میلز چیک کر رہا تھا۔ وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی روم میں آئے تھے اور مہرماہ تب سے اسکے سینے پر سر رکھے بیٹھی تھی جبکہ ضرار بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ "سناؤ میری کانچ کی گڑیا" ضرار نے نرمی سے اسے دیکھتے کہا پھر موبائل کو دیکھتے کچھ ٹائپ کرنے لگا۔ "ضار آپکو پتا ہے جب آپ باہر لان میں نہیں تھے تب کیا ہوا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ وہ جانتا تھا وہ اب اسے پوری روداد سنائے گی۔ یہ مہرماہ کی عادت تھی وہ اسے جب تک اپنے پورے دن کی باتیں نا بتا دے تب تک اسے آرام نہیں ملتا تھا اور ضرار کو اسکی عادت بے حد پسند تھی۔ "کیا ہوا میری جند جان بتاؤ" ضرار نے فون ایک طرف رکھتے اب پوری توجہ اس پر مبذول کی۔ "ضار آپکو پتا ہے میں نے بھابھی، اپیہ اور حور نے

پکڑن پکڑائی کھیلا بہت مزا آیا اور پھر ہم نے جھولا بھی لیا" مہرماہ نے کہا تو اس نے آئی برو اچکائی۔ "اچھا جی مطلب آج خوب مزا کیا میری روحِ من نے" ضرار نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے پوچھا تو وہ شرارت سے ہنستے ناک سکیڑتے ہاں میں سر ہلا گئی۔ "اور ضرار بابا چاکلیٹ نہیں کھاتے لیکن میں نے اور اپیہ نے بابا کو کھلا دی پوچھیں کیسے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ٹھوڑی پر انگلی رکھتے مصنوعی سوچنے کا ناٹک کیا۔ "مجھے نہیں پتا لگا روحِ من تم بتاؤ" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ہم نے بابا کو ایموشنل بلیک میل کیا تھوڑا سا اور بابا نے پورا ایک پیس کھایا" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میرا شرارتی بچہ۔ اپنی ان معصوم طاقتوں کا غلط استعمال کرنا کوئی تم سے سیکھے" ضرار نے اس کی گال کو لبوں سے چھوتے کہا تو اسکے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ ہنسا اور نرمی سے اسکی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے اسے اپنے قریب کرتے اسکے ساتھ بیڈ پر دراز ہوا۔ اسکی حرکت پر مہرماہ کی آنکھیں خطرناک حد تک پھیلیں

جبکہ جسم کا سارا خون سمٹتے چہرے پر آیا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اس کی شہہ رگ کو ہونٹوں سے چھوتے سیدھا ہوا۔ "جانتی ہو روحِ من اس وقت تمھارا سرخ چہرہ مجھے رومینس کی دعوت دے رہا ہے" ضرار نے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی تو مہرماہ نے اسکے سینے پر ہاتھ دھڑے جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور اسکی کنپٹی چوم گیا۔ "ضار" مہرماہ نے اسکی حرکت پر شرم سے چور آواز میں اسے پکارا تو ضرار نے چہرہ اسکے روبرو کرتے اسے دیکھا۔ "حکم کرو ضار کی جند جان" اس نے محبت سے جواب دیا تو مہرماہ کی پلکیں لرزیں۔ "باہر۔۔ چلیں ۔۔ وہ۔۔ بھائی۔۔۔نے۔۔ بلایا تھا" اس نے منمناتے کہا تو وہ ہنسا اور جھکتے اسکے کندھے پر سر رکھ گیا۔ "ماہ دیر تو حوریہ کو باہر لے کر گیا ہے روحِ من۔ میری پناہوں سے بھاگنے کا کوئی اچھا بہانہ سوچو" ضرار نے کہا تو اپنی چوری پکڑی جانے پر مہرماہ نے چہرہ دوسری طرف کیا جسے دیکھ اس نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اپنی طرف کیا جس پر

اس نے ہولے سے پلکوں کی باڑ اٹھاتے اسے دیکھا جو محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”جانتی ہو ماہ۔ تم میرا قیمتی سرمایہ ہو جسے میں کبھی کھونا نہیں چاہتا“ ضرار نے اسکے ماتھے کو چھوتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”اور آپ میرا۔۔ سکون ہیں۔۔ میں بھی۔۔ آپ سے کبھی۔۔ دور نہیں جانا چاہتی“ مہرماہ نے مدھم شرم سے چور لہجے میں کہا تو وہ سرشاری سے مسکرایا اور اس پر جھکتے بے حد نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چھوتے سیدھا ہوا جبکہ مہرماہ تو اب نگاہیں اٹھانے کے قابل نہیں رہی تھی۔ ”روحِ من یوں بات بات پر شرماؤ گی تو میں جلدی جان سے جاؤں گا“ ضرار نے محبت و بے بسی سے کہا تو اس کے چہرے پر شرگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ وہ نرمی سے مسکرایا اور کچھ کہنے کو لب واء کیے پر عین اسی پل اسکا فون رنگ ہوا جس پر ضرار اور مہرماہ دونوں نے بیک وقت سائیڈ ٹیبل پر رکھے اسکے موبائل کو دیکھا۔ ”یار ایک تو یہ ظالم سماج ہر بار ہمارے مومنٹ کو خراب کردیتے ہیں“

ضرار نے بُرا سا منہ بناتے کہا اور ہاتھ بڑھاتے فون پکڑا جس پر لائبہ کی کال آرہی تھی جسے دیکھ ضرار کے چہرے پر سختی آئی جسے محرم نے شدت سے محسوس کیا۔ "میں آتا ہوں" ضرار نے کہتے اٹھنا چاہا پر وہ اسکے بازو پر ہاتھ رکھتے اسے روک گئی۔ "کس کی کال ہے جو آپ غصہ ہوگئے ہیں" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "وہی یونی والے جن کی شکایت بھی کی تھی پر اب پھر فون کررہے ہیں" ضرار نے بہانہ بنایا تو اسکے ماتھے پر بل پڑے۔ "آپ فون مجھے دیں میں کرتی ہوں بات کہ آخر یہ لوگ کیوں میرے شوہر کو تنگ کرتے ہیں۔ منع بھی کیا ہے پھر بھی عجیب تماشہ لگایا ہے ان لوگوں نے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "نہیں میری جند جان تم رہنے دو میں کرتا ہوں بات" ضرار نے دوسری کال آتے دیکھ کہا۔ "نہیں آج مجھے دیں۔آپ نے کہا تھا اگلی بار کال آئے گی تو آپ مجھے بات کرنے دیں گے" مہرماہ نے کہا اور ہاتھ بڑھایا جس پر ضرار نے گلا تر کرتے فون اسے پکڑایا۔ وہ

نہیں جانتا تھا اب کیا ہوگا پر اسے ڈر لگ رہا تھا لیکن پھر بھی وہ اسے فون پکڑا گیا۔ ”ہیلو کون بات کررہا ہے“ مہرماہ نے فون اٹھاتے ہی پوچھا۔ ”میں جو بھی بات کررہی ہوں تمھیں مسئلہ نہیں ہونا چاہیئے مجھے“ ضرار سے بات کرنی ہے اسے فون دو دوسری طرف سے لائبہ نے بھرپور ادا سے کہا تو مہرماہ کے ماتھے پر لاتعداد بل پڑے جسے دیکھ ضرار نے اسکے ہاتھ سے فون پکڑتے موبائل کا سپیکر آن کیا۔ اسکا یوں اتنے حق سے ضرار کا نام لینا مہرماہ کو آگ لگا گیا تھا۔ جو تھوڑی بہت عزت اس نے مقابل کو دینے کا سوچا تھا اب وہ ارادہ ترک کرچکی تھی۔ ”میری بات سنو ضار سے بات تو میں تمھاری ہرگز نہیں کروانے والی جو بات کرنی ہے مجھ سے کرو۔ اور وہ بھی چھوڑو بات کیا ہی کرنی میرے شوہر کی منتیں ہی کرنی ہوگی تو بی بی میری بات سنو میرے شوہر کو فضول میں فون کرنا چھوڑ دو۔ اتنے عرصے سے میرے شوہر کو تنگ کرنے لگی ہو۔ شرم نہیں آتی ایک بار انسان کو کہا جائے کہ تنگ نا کرو تو بندہ باز آجاتا ہے پر تم اور

تمھارا وہ فضول ادارہ میرے ضار کی زندگی حرام کیے ہوئے ہو۔ اب میری بات کان کھول کر سنو آئیندہ تم نے مہرماہ ضرار راجپوت کے شوہر کو کال کی تو میں تمھارا وہ حشر کروں گی کہ تم اپنے پیدا ہونے پر پچھتاؤ گی اور اسے جھوٹ سمجھنے کی غلطی ہرگز مت کرنا اور خبردار آئیندہ یہاں بھول کر بھی فون کیا" مہرماہ نے کُڑے تیوروں سے کہا اور کھٹاک سے فون بند کرتے ضرار کو دیکھا جو منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "کیا ہوا ضار" اسے یوں خود کو تکتے دیکھ مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے بامشکل خود پر قابو پایا۔ "ماہ یہ تم نے اسے دھمکی دی ہے" ضرار نے پوچھا تو مہرماہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "دھمکی نہیں دی بس اسے سمجھایا ہے کہ آئیندہ آپکو کال نا کرے" مہرماہ نے کندھے اچکاتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ماہ میری معصوم ماہ۔ تمھارا دبنگ روپ مجھے حیران کرگیا ہے۔ میں نے ہمیشہ تمھارا معصومیت سے لبریز روپ دیکھا پر یہ واللہ کمال کردیا روحِ من" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تو کیا کروں اب وہ آپکو اتنا تنگ

کررہی تھی تو میرا فرض تھا اسے باز کروں بلاوجہ آپکو تنگ کیا ہوا ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ "شکریہ۔ویسے یہ جو تم نے سب بولا۔تم میرے لیے یہ سب واقعی کر سکتی ہو" ضرار نے پوچھا تو اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہاں میں سر ہلایا۔ "میں آپکے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں" مہرماہ نے کہا اور تھوڑا اوپر ہوتے اسکی گال کو چھوا تو وہ مسکرایا اور سینے سے لگا گیا جس پر وہ بھی اسکے گرد حصار باندھتے آنکھیں موند گئی۔اسکا دل یکدم ہی ہلکا پھلکا ہوا۔اس نے نرمی سے جھکتے اسکا سر چوما اور اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ "آہہ ! ! ضرار ! ! میں چھوڑوں گی نہیں اس لڑکی کو" دوسری طرف لائبہ مہرماہ کے یوں ضرار پر حق جتانے پر چلاتے بولی۔ "میں تمھیں چھوڑوں گی نہیں مہرماہ" لائبہ نے غصے سے کہا اور بیڈ پر بیٹھتے گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ مہرماہ اسکے سامنے ہو اور وہ اسکا قتل کردے۔

"کتنے دن تک واپس آئیں گے" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو آئینے کے سامنے کھڑا گھڑی پہن ہو رہا تھا۔ عامر نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اسے بتایا تھا کہ وہ ایک ضروری کام کی وجہ سے ایک گھنٹے تک گلگت کیلئے نکلنے والا ہے۔ جس پر وہ کافی اداس تھی۔ "ایک ہفتے تک" عامر نے اسکی طرف مُڑتے کہا جو اس سے کچھ قدم کے فاصلے پر اداس سی کھڑی تھی۔ اسکے چہرے پر اداسی دیکھ اس نے ہاتھ بڑھاتے نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسے روبرو کیا تو اس نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "ایسے اداس ہو کر رخصت کریں گی مجھے" عامر نے اسکی ٹھوڑی تھامتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "پھر ایسے کیوں۔ بس ایک ہفتے کی بات ہے میں آجاؤں گا" عامر نے اسے ساتھ لگاتے کہا تو اسنے عامر کے گرد بازو باندھتے اسکے دل کے مقام پر گال ٹکائی۔ "جانا ضروری ہے" ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے اسکے سر ٹھوڑی ٹکائی اور اسکی خوشبو کو

سانسوں میں بسایا۔ ”ضروری نا ہوتا تو آپ سے دور جانے کا تصور بھی اپنے ذہن میں نا لاتا“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑا۔ ”جلدی نہیں آسکتے۔ ایک ہفتہ ضروری ہے“ ثانیہ کی اداس آواز سنتے اس نے نرمی سے اسکے بال سہلائے۔ ”کوشش کروں گا جلدی آجاؤں“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میں انتظار کروں گی“ اس نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میں آپکا انتظار طویل نہیں کراؤں گا“ عامر نے جیسے عہد کیا جس پر وہ مسکرائی۔ ”ایک بات پوچھوں“ عامر نے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ روبرو کیا۔ ”پوچھیں“ ثانیہ نے اسے دیکھتے جواب دیا۔ ”رہ لیں گی ایک ہفتہ میرے بغیر“ عامر نے پوچھا تو اس نے ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھاما جس پر عامر نرمی سے اسکے ہاتھ کی پشت پر لمس چھوڑا۔ ”نہیں کہوں گی تو آپ کونسا رک جائیں گے۔ آپکا کام ضروری ہے“ ثانیہ کا انداز شکایتی تھا جس پر وہ مسکراتے اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ ”کہہ کر تو دیکھیں ابھی ہر کام پسِ پشت ڈالتے آپکے قدموں میں نا

بیٹھا تو کہیے گا" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جسکے چہرے پر مذاق یا جھوٹ کا عنصر تک نا تھا۔ "پر آپکا اہم ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے جھکتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے اسکی ہیزل آنکھوں میں دیکھا۔ "کام اتنا اہم بھی نہیں ہے کہ آپکو اداس چھوڑ کر چلا جاؤں اور کوئی بھی کام آپ سے زیادہ اہم نہیں ہو سکتا" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "جلدی آئیے گا میں آپ کا انتظار کروں گی" ثانیہ نے کہا تو اس نے آئی برو اچکائی۔ "خود اجازت دے رہی ہیں" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی دے رہی ہوں۔ جائیں اپنا کام کر لیں پھر جلدی سے واپس آجائیے گا۔ میں آپکی منتظر رہوں گی" ثانیہ نے ہاتھ بڑھاتے اسکی گال کو انگلی کی پور سے چھوا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی انگلی کو ہونٹوں سے لگا گیا جس پر ثانیہ سمٹی تھی۔ "میں جلدی کام ختم کر کے آجاؤں گا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وعدہ کریں" ثانیہ نے اسکے سامنے ہتھیلی پھیلاتے کہا تو وہ نرمی سے جھکتے اسکی ہتھیلی کو اپنے لمس سے مہکا گیا۔ "پکا وعدہ" اس

نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "روزانہ فون کریں گے مجھے" ثانیہ نے لاڈ سے پوچھا۔ "نہیں کروں گا تو دن کیسے گزرے گا میرا" عامر نے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو وہ ہنس دی۔ "لڑکیوں سے دور رہیں گے" ثانیہ نے انگلی اٹھاتے وارن کرنے والے انداز میں کہا۔ "یار یہ رہنے دیں" عامر نے لب دباتے مسکراہٹ روکی تو ثانیہ نے تیوری چڑھاتے اسے دیکھا۔ "عامر!!" ثانیہ نے اسے گھورا تو وہ مسکرایا۔ "ہاہاہاہاہا میری جان مذاق کررہا تھا۔ لڑکیوں سے سو میل کے فاصلے پر رہوں گا اور کچھ" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "گڈ فار یو لیکن اگر مجھے پتا لگا نا آپ نے کسی لڑکی کو ایک نظر دیکھا بھی ہے تو اسکو تو گنجا کروں گی سو کروں گی آپ کو بھی نہیں بخشوں گی" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ارے ارے سکونِ قلب کیوں اپنے شوہر کو ڈرا رہی ہیں" عامر نے کہا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ "ڈرا نہیں رہی بس آپکو یاد دہانی کروا رہی ہوں کہ آپ پر صرف میرا حق ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ہونٹوں

کی نرماہٹ محسوس کرنے لگا جس پر ثانیہ نے سرخ پڑتے آنکھیں موندیں۔

"میرا سکھ چین۔آپ کیوں مجھے دیوانہ کرنا چاہتی ہیں" کچھ دیر بعد عامر نے پیچھے ہوتے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا جس پر وہ ہنسا اور اسکا سر چومتے اسے سینے سے لگا گیا۔ عین اسی پل اسکا موبائل رنگ ہوا جسے اس نے موبائل سے نکالتے سامنے کیا جس پر اس نے ثانیہ کو دیکھا۔ "آگئی گاڑی" ثانیہ نے گہری سانس بھرتے پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسے واپس سینے سے لگا گیا۔ "اپنا خیال رکھیے گا بیٹُو" اس نے نرمی سے اسکا سر چومتے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سرہلایا۔ "آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔ اور دھیان سے جائیے گا۔اور مجھے پہنچتے ہی میسج ضرور کیجئے گا میں انتظار کروں گی" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "فی امان اللہ میری جان" اس نے جھکتے ثانیہ کے ماتھے پر لب رکھے تو اسکی آنکھوں میں نمی آئی۔ "فی امان اللہ عامر۔اپنا خیال رکھیے گا" ثانیہ نے کہا اور آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونک گئی۔ "روئیں تو نا"

عامر نے اسکی آنکھوں کو نرمی سے چھوتے کہا۔ ”رو نہیں رہی پریشان نا ہوں۔ بس جلدی آجائیے گا“ ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ایک بار اسے نرمی سے ساتھ لگا کر اسکا سر چومتے پیچھے ہٹتے دروازے کی طرف بڑھا لیکن اسکے دروازہ کھولنے سے پہلے ثانیہ آگے بڑھتے اسکا ہاتھ تھام گئی جس پر وہ مُڑتا اس سے پہلے ہی وہ اپنی ایڑھیوں کو ہلکا سا اونچا کرتے اسکی گال پر لمس چھوڑ گئی۔ ”جلدی آئیے گا۔ آپکی بیوی آپکا انتظار کرے گی“ ثانیہ کہتے فوراً ڈریسنگ میں چلی گئی جب کہ عامر ساکت کھڑا ڈریسنگ کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ ”ثانیہ ! ! پاگل کردیں گی آپ مجھے“ عامر نے مسکراتے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنی گال کو چھوتے باہر نکل گیا جب کہ ثانیہ ڈریسنگ میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ چند سیکنڈ بعد اسے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو وہ باہر آئی اور فوراً بالکونی میں جاتے عامر کو دیکھا جو پورچ میں اپنی گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ماہ دیر کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا۔ ثانیہ یک ٹک اسکے عکس کو آنکھوں میں بسا

رہی تھی جب عامر نے اوپر دیکھا اور مسکراتے ماہ دیر اور ضرار کی نظروں سے بچتے اسے آنکھ ماری جس پر وہ سُرخ پڑتے مسکرائی۔عامر نے ایک آخری نظر اسکی مسکراہٹ کو دیکھا پھر گاڑی میں بیٹھتے روانہ ہوا جسے دیکھ وہ اسکی سلامتی کی دعائیں کرنے لگی۔

"بھائی ! ! " مہرماہ نے ماہ دیر کو پکارا جو اپنے سٹڈی کی طرف جارہا تھا۔سب لوگ ابھی ڈنر کرنے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں گئے تھے جبکہ ماہ دیر سٹڈی میں کوئی کام کرنے جارہا تھا اور مہرماہ اسے بلانے آگئی تھی۔"جی بھائی کی جان کیا ہوا" ماہ دیر نے اسکی پکار پر مُڑتے اسے دیکھا جو تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے پاس آرہی تھی۔ "بھائی چلیں چھت پر چلتے ہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگایا۔"میرے بیٹے کو اس وقت چھت پر جانا ہے؟ خیریت" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"اپیہ چھت پر ہیں

تو میں سوچ رہی ہوں آج ہم تینوں بہن بھائی ڈھیر سارا ٹائم سپینڈ کریں۔ میں نے سوچا تھا سب کریں گے پر بھابھی فہمیدہ آنٹی کے پاس ہیں، حور بابا کے روم میں سو رہی ہے اور ضار کوئی کام کر رہے ہیں تو پھر ہم تینوں بہن بھائی مستی کرتے ہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا چلو ٹھیک ہے۔ آؤ چھت پر چلتے ہیں" ماہ دیر نے کہا تو مہرماہ نے اسکی بازو پکڑتے روکا۔ "بھائی خالی ہاتھ جائیں گے" مہرماہ نے منہ بناتے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔ "ارے سوری میرا بچہ میں بھول گیا تھا۔ آؤ پہلے کچن میں ڈاکہ ڈالتے ہیں پھر چھت پر چلیں گے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "یس چلیں اب۔ مجھے آئس کریم کھانی ہے اور وہ بھی چاکلیٹ سیرپ ڈال کر" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے ساتھ نیچے کی جانب بڑھا۔ "بھائی آپ سے ایک بات پوچھوں" مہرماہ نے اسکے ساتھ سیڑھیاں اترتے پوچھا۔ "پوچھو میرا بیٹا" اس نے نرمی سے جواب دیا۔ "بھائی آپ راولپنڈی نہیں شفٹ ہو سکتے" مہرماہ نے یوں پوچھا گویا اسے پتا ہی نا ہو کہ

وہ راولپنڈی شفٹ ہونے والا ہے۔آخر کو اس نے ضرار کو مار تھوڑی پڑوانی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی ماہ دیر کو پتا لگے کہ ضرار اسکا سرپرائز خراب کرچکا ہے۔ ”میری گڑیا چاہتی ہے میں راولپنڈی شفٹ ہوجاؤں؟“ ماہ دیر نے سوال پوچھا تو اس نے فوراً ہاں میں سرہلایا۔ ”ٹھیک ہے عامر واپس آجائے پھر میں راولپنڈی آجاؤں گا وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی جس پر ماہ دیر نے اسکا سر چوما۔ ”ٹھیک ہے بھائی لیکن پھر آپ کبھی نہیں جائیں گے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور فریج سے آئس کریم نکالتے آئس ٹب میں رکھی ساتھ ہی کیبنٹ سے چاکلیٹ سیرپ نکالتے اسکے ساتھ اوپر کی جانب بڑھ گیا۔وہ دونوں چلتے چھت پر آئے تو نظر ثانیہ پر پڑی جو خود پر عامر کی سیاہ شال اوڑھے اکیلی کھڑی چاند کو دیکھ رہی تھی۔ ”لگتا ہے اپیہ بھائی کو مس کررہی ہیں“ مہرماہ نے مدھم آواز میں سے کہا تو ماہ دیر مسکرایا اور اسے آئس کریم وغیرہ پکڑاتے ثانیہ کے پاس جاتے اسے اپنے ساتھ لگا گیا

جس پر وہ ایک دم چونکی اور اسے دیکھا۔ "کیا کر رہا ہے میرا بیٹا یہاں پر" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا جس پر اس نے نفی میں سر ہلایا اور واپس سامنے دیکھنے لگی۔ "ارے بھائی اپیہ سے کیا پوچھ رہے ہیں مجھ سے پوچھیں نا" مہرماہ نے آئس کریم اور چاکلیٹ سیرپ وہاں رکھی ٹیبل پر رکھتے کہا اور ماہ دیر کے دوسری سائیڈ پر آتے کھڑی ہوئی جس پر وہ اسے بھی اپنے حصار میں لے گیا۔جبکہ مہرماہ کی بات سنتے ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "میں کیوں کھڑی ہوں" ثانیہ نے پوچھا تو مہرماہ نے شرارت سے اپنی ناک سکیڑتے اسے دیکھا۔ "کیونکہ آپ عامر بھائی کو مس کر رہی ہیں" مہرماہ نے کہا تو ثانیہ کا چہرہ گلابی ہوا جسے دیکھ ماہ دیر کو ٹوٹ کر اپنی بہن پر پیار آیا جبکہ ثانیہ کو ماہ دیر کی موجودگی میں مہرماہ سے اس قدر بے باک بات کی امید نا تھی۔ "ایسی۔۔کوئی بات۔۔نہیں" ثانیہ نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کی۔ "جی نہیں یہی سچ ہے۔ بھائی میں سچی کہہ رہی ہوں" مہرماہ نے ہنوز اسکو تنگ کرتے کہا۔ "نہیں مہرو ایسا نہیں ہے۔بھائی سچی ایسا

نہیں ہے مہرو بس ایسے ہی کہہ رہی ہے" ثانیہ نے ماہ دیر کو دیکھتے صفائی پیش کی تو وہ مسکرایا۔ثانیہ نے اسے بھائی کہا۔ "اچھا بھائی کا بیٹا آپ سچ کہہ رہی ہیں اور مہرو بھی بس آپکو تنگ کر رہی ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور مہر ماہ کو دیکھا جو دونوں ہاتھ منہ پر رکھے ہنسی دبانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ "کتنی بُری ہو تم مہرو" اسکی حرکت پر ثانیہ نے ناک سکیڑتے کہا تو مہر ماہ ہنس پڑی جبکہ ماہ دیر بھی مسکرایا۔ "یار اپیہ کتنی پیاری ہیں آپ" مہر ماہ نے اسکے رخساروں پر چٹکی کاٹتے کہا تو وہ بھی ہنس پڑی۔ "اچھا بس چلو ہنسی مذاق چھوڑو۔آؤ آئس کریم کھاتے ہیں" ماہ دیر نے ان دونوں کے بال بگاڑتے کہا تو دونوں نے ہاں میں سر ہلایا اور چیئرز پر بیٹھ گئیں۔ "مہرو کونسا والا فلیور" ماہ دیر نے آئس کریم کے تینوں باکسز کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔ "بھائی مجھے مینگو آئس کریم کھانی ہے اور اس پر ڈھیر ساری چاکلیٹ" مہر ماہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے لیے ایک باؤل میں اسکی پسند کے مطابق آئس کریم ڈال

گیا۔ ”اور ثانیہ گڑیا آپ نے کونسی کھانی ہے“ ماہ دیر نے اب کی اس سے پوچھا۔ ”مجھے اسٹرابیری آئس کریم اور چاکلیٹ سیرپ زیادہ“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکو بھی باؤل میں آئس کریم ڈالتے پکڑائی پھر اپنے لیے نکالتے کھانے لگا۔ ”بھائی اپیہ میری بات سنیں“ ابھی کچھ دیر گزری تھی جب مہرماہ نے ان دونوں کو پکارا۔ ”جی گڑیا بولو“ ان دونوں نے یک زبان میں جواب دیا جس پر وہ ہنسی۔ ”ایک گیم کھیلیں“ مہرماہ نے مسکراتے پوچھا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا۔ ”اچھا تو اب جب آپ دونوں مان گئے ہیں تو بھائی اپیہ میں آپ دونوں سے تین تین سوال پوچھوں گی آپ نے اسکا سچ سچ جواب دینا ہے اوکے“ مہرماہ نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا۔ ”اچھا تو بھائی پہلے آپ بتائیں آپ بھابھی سے کیسے ملے تھے“ مہرماہ نے پوچھا تو ماہ دیر نے اسے مصنوعی گھورا جبکہ ثانیہ کی ہنسی نکلی۔ ”میں میشائم کو پہلی بار ایک پارک میں ملا تھا اور پہلی ہی ملاقات میں میشائم نے اچھی خاصی بے عزتی کی تھی میری“ ماہ

دیر نے کہا تو وہ دونوں ہنس پڑیں۔ "ہاہاہاہاہا واہ چلیں اپیہ اب آپکی باری۔ آپ عامر بھائی کو پہلی بار کہاں ملی تھیں" مہرماہ نے پوچھا تو اسے بے ساختہ کیفے کا واقعہ یاد آیا۔ "میں پہلی بار عامر کو ایک کیفے پر ملی تھی۔ میں وہاں ملک کیک کھانے گئی تھی اور ویٹر نے غلطی سے میرا اور عامر کا آڈر ایکسچینج کردیا تھا" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "نائس۔ اچھا بھائی دوسرا سوال اگر آپکو ہم سب پر ایک ایک لفظ لکھنے کا موقع ملے تو آپ کیا لکھے گے" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "تو میں اپنی بہنوں اور بابا کو اپنی کل کائنات اور اپنی بیوی اور بیٹی کو اپنی دھڑکن لکھوں گا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا اپیہ اب آپ بتائیں اگر میں آپکی بڑی بہن ہوتی تو آپ کیا کرتیں" مہرماہ نے شرارت سے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔ "تو میں تمھاری ناک میں دم کرتی" ثانیہ نے ہنس کر کہا تو ماہ دیر اور مہرماہ بھی ہنس پڑے۔ "شکر ہے اللہ کا میں چھوٹی ہوں" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنسی اور نرمی سے اسکی ناک پر چٹکی کاٹی۔ "اچھا بھائی تیسرا سوال آپ کل ہم

دونوں کو دوبارہ آئس کریم کھلائیں گے" مہرماہ نے پوچھا تو وہ ہنسا۔"جی ضرور کھلاؤں گا اور پھر آپکا شوہر مجھے جوتیوں سے پیٹے گا" ماہ دیر نے کہا تو مہرماہ اور ثانیہ ہنسی۔"نہیں مارتے میں انھیں کہہ دوں گی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر چومتے ثانیہ کا بھی سر چوم گیا۔"اچھا آپی تیسرا سوال۔کیا آپ بھائی کو معاف کرنا چاہتی ہیں" مہرماہ نے پوچھا تو ثانیہ ایک لمحے کو ساکت ہوئی لیکن پھر ہاں میں سر ہلا گئی جبکہ ماہ دیر نے ثانیہ کو دیکھا۔"کرنا چاہتی ہوں" ثانیہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔"پھر کر کیوں نہیں رہیں" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ماہ دیر کو دیکھا۔"بھائی کے الفاظ نہیں بھولے جا رہے مہرو" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے ماہ دیر کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو منائیں جس پر ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلاتے ثانیہ کو اپنے سینے سے لگایا۔"آئی ایم سوری بیٹا۔مجھے وہ سب نہیں بولنا چاہیئے پر میں تب غلط فہمی کا شکار تھا۔پر پلیز بچہ بھول جاؤ وہ الفاظ جانتا ہوں مشکل ہیں پر کیا اپنے بھائی سے تاعمر ناراض رہو گی۔معاف کردو نا بچہ" ماہ دیر نے پیار

سے کہا تو ثانیہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ”بھائی میں۔۔بات نہیں کروں گی۔۔آپ سے“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ ”میرا بچہ میں منا تو رہا ہوں نا اب ایسے کرو گی بھائی کے ساتھ“ ماہ دیر نے بیچارگی سے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ مہر ماہ مسکراتے انھیں دیکھ رہی تھی۔ ”کتنا۔۔بُرا کیا۔۔بھائی آپ۔۔نے میرے ساتھ۔۔بھائی“ ثانیہ نے کہا تو اس نے اس کے بال سہلائے۔ ”آئی آیم سوری میرا بیٹا۔ایک آخری بار معاف کردو“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”معاف کیا پر اب ایسا نہیں کریے گا بھائی۔میں مانتی ہوں میں نے مہر ماہ کے ساتھ بُرا کیا پر پھر بھی اس نے مجھے معاف کردیا لیکن آپ کو تو میں نے کچھ نہیں کیا تھا پھر بھی آپ نے مجھے اتنا کچھ کہا“ ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر نے نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے۔ ”میرا بچہ مجھے معاف کردو۔جانتا ہوں جو لفظ میں نے بولے اسکی اذیت سوری سے کم نہیں ہو سکتی پر میں یہی کہہ سکتا ہوں پلیز بچے“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسکا

ہاتھ تھامتے چوما اور ماتھے سے لگایا۔ ”بھائی پلیز معافی نہیں مانگیں۔ میں نے جو کیا آپ کے الفاظ اسکا مکافاتِ عمل تھا۔ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر تھپک گیا۔ ”میرا پیارا بیٹا بہت شکریہ۔ اب ان لفظوں کا مداوا میں اپنی گڑیا کے لاڈ اٹھا کر کروں گا“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں ہاں میں نے صلاح کروائی اور مجھے کوئی لفٹ ہی نہیں“ مہرماہ نے منہ بناتے کہا تو ان دونوں نے اپنی بازو واء کی جن میں فوراً سمائی۔ ”شکریہ میرا بچہ آپکی وجہ سے ثانیہ مان گئی“ ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا۔ ”کوئی بات نہیں۔ میں تو ہوں ہی اچھی" مہرماہ نے کہا تو دونوں ہنستے ہاں میں سر ہلا گئے۔ ”یس میری جان تم سب سے اچھی ہو“ ثانیہ نے اسکی گال چومتے کہا تو مہرماہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر ان دونوں نے اپنی اسکی نظر اتاری۔ وہ تینوں اب ساتھ یقیناً اب دنیا کا کوئی بھی شخص انکا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

"کہاں ہے وہ بابر قریشی اور اسکا وہ ساتھی" عامر نے اس کھنڈر نما گھر میں داخل ہوتے سامنے کھڑے اپنے گارڈز سے پوچھا۔ "سر وہ اندر ہے" گارڈ نے کہا عامر نے ہاں میں سر ہلایا اور اندر داخل ہوا جہاں سامنے ہی بابر قریشی اور اسکا چچا زاد بھائی واجد قریشی کرسی سے بندھے ہوئے تھے کرسی سے بندھے تھے۔ اسے شام میں اپنے گارڈز کی کال اسی سلسلے میں آئی تھی کہ بابر قریشی کو پکڑ لیا ہے جس پر وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر یہاں آیا۔ وہ سوات سے سیدھا یہیں آیا تھا۔ اسے غصہ ہی اتنا تھا کہ اس نے اپنے آرام کو بھی فراموش کر دیا تھا۔ ایک تو ان لوگوں نے اسکی ماں اور اسکے گھر والوں کے ساتھ اتنا غلط کیا پھر اسکی بیوی کو بے آبرو کرنا چاہا جس پر اس کا پارہ نیچے آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ "آہاں قریشی خاندان کے دو کپوت آئے ہیں میری دہلیز پر" عامر نے کمرے کا دروازہ لاک کرتے کہا۔ "تم" اسے دیکھ ان دونوں کے منہ سے

بے ساختہ نکلا۔ وہ دونوں اسے پہچان گئے تھے۔یہ وہی تھا جس نے ثانیہ کو ان سے بچایا تھا۔ ”ارے واہ تو تم دونوں مجھے پہچان گئے تو یقیناً وجہ بھی جانتے ہی ہوگے“ عامر نے ان کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھتے کہا۔ ”تم ہمیں اس لڑکی کی وجہ سے لائے ہو۔کیوں تمھارا اس سے کیا تعلق“ بابر نے غصے سے چلاتے کہا جس پر عامر کا دماغ گھوما اس نے پاس رکھا لکڑی کا ٹکڑا اٹھاتے اس کے سر پر مارا جس پر وہ کراہتے چلایا۔ ”آہہ ! ! ۔ بابر ! ! “ اس کی چیخ کے ساتھ واجد نے بھی اسے پکارا تھا۔ ”چپ تم دونوں کی آواز نا آئے حرام۔۔ زادوں“ عامر نے دھاڑتے کہا تو وہ دونوں خاموش ہوئے۔ ” شاباش اب دیتا ہوں میں تیرے سوال کا جواب کتے۔جاننا چاہتا ہے نا ان سے میرا کیا تعلق ہے جنکو تم لوگوں نے پامال کرنا چاہا“ عامر نے سرد لہجے میں بابر کو دیکھتے کہا اس کا سرد لہجہ مقابل کا خون تک جما گیا تھا۔ ”بیوی ہیں وہ میری۔میری شریکِ حیات جس کے بارے میں غلط نیت رکھی تم لوگوں نے“ عامر نے کہا تو اب کی بار ان کی

آنکھوں میں خوف کی رمک آئی جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ ”مخالفوں کی آنکھوں میں خوف دیکھنا میرے دل کو سکون پہنچانے کا باعث بنتا ہے“ عامر نے سپاٹ انداز میں کہا تو ان دونوں کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔ ”دیکھو تم اس۔۔ لڑکی کو لے گئے تھے۔۔ تو اب ہمیں چھوڑ دو۔۔ ورنہ تمھارے لیے اچھا نہی ہوگا۔۔ میرے باپ کو تم جانتے نہی ہو“ واجد نے اپنے لہجے کی لرزاہٹ پر بامشکل قابو پاتے کہا تو عامر قہقہہ لگا گیا۔ ”میں تیرے باپ تو کیا تیرے اس حرام زادے چچا اور تیرے دادا کو بھی جانتا ہوں۔ جمشید قریشی کا بیٹا ہے نا تو اور تو (بابر) اس ذلیل ثمر قریشی کا بیٹا“ عامر نے ٹانگ پر ٹانگ رکھتے کہا تو ان دونوں نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں سفاکی تھی۔ اسے یہاں آتے ہی یہ بات پتا لگ گئی تھی جو یقیناً اسکے لیے ہضم کرنا مشکل تھی۔ ان دونوں کا تعلق اسی سردار سے تھا جس نے اسکا اور ثانیہ کا نکاح کروایا۔ واجد اسکا بیٹا جبکہ بابر اسکا بھتیجا تھا۔ وہ بابر قریشی کے سارے خاندان سے واقف تھا

سوائے اسکے چچا کے جس کی تفصیل نکالنا اس کے سردار ہونے کی وجہ سے مشکل تھا پر اب اسکے گارڈز اس کی تفصیل بھی نکال چکے تھے۔ "میرے باپ کو گالی مت دو" بابر قریشی چلایا تھا۔ "بکواس بند کرو۔ تمھارا باپ ہے ہی گالیاں کھانے کے لائق۔ شکر کرو وہ زندہ نہیں ہے ورنہ اس کتے کو کتے کی موت مارتا۔ اسکے جسم کی بوٹی بوٹی کرتے چیل کوؤں کو کھلاتا۔ اسکو اتنی سفاکی سے مارتا کہ موت بھی اسکی موت دیکھ کر کانپ جاتی" عامر نے دھاڑتے کہا تو وہ دونوں اسکے لہجے پر حیران ہوئے جسکے لہجے میں صاف نفرت تھی۔ "میرے باپ نے تمھارا کیا بگاڑا ہے" بابر نے پوچھا تو عامر ہنسا۔ "تمھارے باپ نے میرا کیا بگاڑا ہے یہ تو میں تمھیں بعد میں بتاؤں گا ابھی جو تم نے میری بیوی کے ساتھ کیا ہے اس کا حساب تو لے لوں" عامر نے سفاکیت سے کہا اور اٹھتے اسکے بال جکڑتے پے در پے مکے اسکے چہرے پر مارتے اسکے چہرے کا نقشہ بگاڑا جبکہ اس نے یہی سب واجد کے ساتھ بھی کیا۔ "میری بیوی کو چھوا تھا تم نے

لوگوں نے۔ میری بیوی کو حوس سے دیکھا تھا اور تو نے سالے تو نے میری بیوی کی گردن کو زخمی کیا تھا نا" عامر نے کہا اور یوں سر ہلایا گویا اسے سمجھ آگئی ہو اور اگلے ہی لمحے واجد کے چہرے پر پوری قوت سے مکہ مارتے اسکے سامنے کے دانت توڑے جس سے خون کا ایک فوارہ اسکے منہ سے نکلا تھا۔ جبکہ عامر کا ہاتھ بھی زخمی ہوا تھا پر اسے پرگز فرق نہیں پڑا تھا۔ "اور تو نے میری بیوی کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا نا" عامر نے کہا اور اب کی بابر کے ہاتھ کو پکڑتے پوری قوت سے مڑورا اور چٹخ کی آواز سے اسکا ہاتھ ٹوٹا تھا مگر وہ یہاں رکا نہیں تھا اس نے باری باری اسکے دونوں ہاتھوں کو توڑتے اسکی انگلیاں بھی توڑی تھیں جبکہ اس نے یہی عمل واجد کے ساتھ دہرایا تھا۔ وہ دونوں بس اسکے عمل چلا رہے تھے جبکہ عامر کو انکی چیخے سکون دے رہی تھیں۔ "اور اونچا چلاؤ اتنا اونچا کہ تم دونوں کی آواز سوات میں موجود میری بیوی کے کانوں تک پہنچنی چاہیئے اگر نا پہنچی تو تمھارے ہاتھ کاٹ دوں گا چلاؤ حرامیوں" عامر نے ان

دونوں کے ہاتھوں پر زور سے مکہ مارتے کہا جس پر وہ درد سے مزید اونچی چلانے لگے۔ "اندر آؤ سب کے سب" عامر نے اپنے گارڈز کو پکارا تو وہ ایک سیکنڈ کی دیر کیے بغیر اندر آئے۔ "ان دونوں کی چیخے رکنی نہیں چاہیئے۔جب رکیں انکے ہاتھوں کو مزید زخمی کرو اور ہاں ایک بوند پانی بھی انھیں مت دینا" عامر نے کہا اور انھیں ایک نظر نفرت سے دیکھتے باہر نکل گیا۔اب کل اس نے سردار جمشید سے ملنے جانا تھا۔اب رات ہوگئی تھی تبھی اس نے کل جانے کا فیصلہ کیا۔ورنہ دل تو کررہا تھا اس سردار کو بھی جاکر بتائے جو انصاف کا پرچم ہاتھوں میں لیے پھرتا ہے اسکے اپنے گھر میں درندے موجود ہیں۔پر اس نے بامشکل خود کو روک لیا پر کل وہ ہرگز نہیں رکنے والا تھا۔

"بابا اول تیج (بابا اور تیز)" حوریہ نے ماہ دیر کو کہا جو اسے جھولا دے رہا تھا۔ماہ دیر آج حوریہ کی فرمائش پر میشائم اور حوریہ کو پارک لایا تھا۔اس نے مہرماہ اور

ثانیہ کو بھی کہا تھا پر وہ خلیل صاحب کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھیں تبھی آنے سے منع کردیا جبکہ ضرار کسی کام میں مصروف تھا۔ "نہیں دِیر آہستہ ہی کریں" حوریہ کی بات کا جواب میشائم نے دیا تھا۔ "ماما پیج نا (ماما پلیز نا)" حوریہ نے فوراً ہونٹ مڑورتے کہا جس پر میشائم نے ماہ دیر کو دیکھا جو مسکراتے اسے پُرسکون کیا۔ "حور تیز نہیں جھولا خراب ہے۔آرام سے جھولیں گے گھر میں اپھو کے ساتھ تیز جھولا لینا" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر میشائم پُرسکون ہوئی۔ "ماہ دیر" ابھی وہ حوریہ کو جھولا دے رہا تھا جب اسے پیچھے سے ایک مردانہ آواز آئی جس پر اس نے مُڑتے پیچھے دیکھا جہاں اسکا ایک پُرانا دوست جو کہ اب لندن شفٹ ہوگیا تھا، اپنی بیٹی کو گود میں اٹھائے کھڑا تھا۔ "ارے ولید کیسے ہو۔ تم کب آئے" ماہ دیر نے جھولا روکا اور نرمی سے حوریہ کو اٹھاتے میشائم کو پکڑاتے آگے ہوتے اسکے گلے لگا۔ "میں ٹھیک ہوں تم کیسے ہو۔میں بس پرسوں آیا تھا بھائی کی شادی کی وجہ سے۔یہ

تمھاری فیملی ہے" ولید نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں یہ میری بیوی اور بیٹی ہے۔یہ تمھاری بیٹی ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی بیٹی کو پیار کیا جو مسکراتے اپنی بازو واء کررہی تھی جس پر ماہ دیر نے نرمی سے اس بچی کو اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا جبکہ حوریہ جو اپنے بابا کو دیکھ رہی تھی۔اسے یوں کسی کی بیٹی کو اٹھاتے دیکھ حوریہ کے چہرے کے تاثرات بدلے۔ جہاں ابھی کچھ پل پہلے ہنسی تھی اب اس کے چہرے پر جیلسی تھی جسے میشائم نے کافی غور سے دیکھا۔ "ماشاء اللہ۔ تمھیں شادی کی بہت بہت مبارک ہو" ولید نے کہا تو وہ مسکرایا۔ شکریہ۔ "ماشاءاللہ تمھاری گڑیا بھی بہت پیاری ہے" ماہ دیر نے اس بچی کی گال پر چٹکی کاٹتے کہا جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی جب کہ حوریہ کے چہرے پر موجود جیلسی میں اضافہ ہوا۔اس نے بغیر کچھ کہے میشائم کی گردن میں چہرہ چھپایا۔ "ولید بھائی !" ابھی ولید یا ماہ دیر مزید کچھ بولتے کہ ولید کے بھائی

نے اسے پکارا جس پر اس نے آنے کا کہا اور ماہ دیر کی طرف مُڑا۔ "چل ماہ دیر میں چلتا ہوں پھر کبھی ملیں گے" ولید نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے گلے لگتے اسے اسکی بیٹی واپس پکڑائی۔ "حور چلو میرے پاس آجاؤ۔ آپکی ماما تھک جائیں گی!" ماہ دیر نے اپنے دوست کی بیٹی کو واپس اس کے باپ کو پکڑاتے حوریہ کی طرف مُڑتے کہا جو میشائم کے کندھے پر سر رکھے اس کی گردن میں چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔ "نہیں آنا" حوریہ نے اسکی پکار پر میشائم کی گردن کے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو ماہ دیر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ وہ اسکے پاس آنے سے منع کیوں کر رہی تھی۔ "حور کیا ہوا میرا بچہ۔ بابا کے پاس کیوں نہیں آنا؟" ماہ دیر نے نرمی سے اسے پکڑنا چاہا پر وہ اپنے ہاتھ کھینچ گئی جس پر اب کی بار وہ پریشان ہوا۔ اس نے فوراً میشائم کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس نے آنکھوں سے اس سے وجہ جاننی چاہی۔ "میری بیٹی ناراض ہے آپ سے دِیر" میشائم نے حوریہ کے بال سہلاتے کہا تو وہ مزید پریشان

ہوا۔ اسکی بیٹی اس سے ناراض تھی۔ بھلا ماہ دیر کو کہاں برداشت تھا۔ "کیوں میں نے کیا کیا ہے؟ کیا ہوا میشی بتاؤ" ماہ دیر نے جلدی سے وجہ جاننی چاہی۔ حوریہ کی ناراضگی اسکی جان پر بنی تھی۔ "آپ نے ابھی اپنے دوست کی بیٹی کو پکڑتے پیار کیا تھا نا بس اسی وجہ سے" میشائم نے کہا تو اسے اب ساری بات سمجھ آئی جس پر اس نے حوریہ کو دیکھا۔ جب کہ اپنے بابا کا کسی دوسرے بچے کو پیار کرنا یاد آتے حوریہ نے لب مڑورتے رونے کی تیاری پکڑی جسے دیکھ ماہ دیر تڑپ اٹھا تھا۔ "حوریہ! میری جان آئی ایم سوری بچہ۔ رونا نہیں۔ بابا آپ سے پیار کرتے ہیں۔ اسے میں نے بس ایسے ہی پکڑا تھا میرا بچہ آئی ایم سوری" اسے یوں رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ ماہ دیر نے جلدی سے اسے میشائم کی گود سے پکڑتے اپنے سینے میں بھینچا اور نرمی سے اس کے بال سہلاتے بولا۔ جس پر حوریہ کچھ نا بولی۔ "حور بابا سے بات تو کریں میری جان۔ اب آپ اپنے بابا جان سے یوں ناراض ہونگی۔ سوری نا گڑیا۔ بابا اب

سے ایسا نہیں کریں گے۔پرومس" اسے خاموش دیکھ ماہ دیر نے نرمی سے اسکا چہرہ سامنے کیا اور اسکے ماتھے پر بارہا بوسہ دیا جس پر حوریہ نے اب کی بار اسے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لاتے اسے دیکھا۔"پتا نا اب اپ تشی تو نئی پتیں دے نا بابا ذان۔حولیہ تو اتا نئی لتا تب اپ تشی اول تو پال تتے ایں (پکا نا۔اب آپ کسی کو نہیں پکڑیں گے نا بابا جان۔حوریہ کو اچھا نہیں لگتا جب آپ کسی اور کوپیار کرتے ہیں)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے بھرائی آواز میں کہا تو ماہ دیر نے نرمی سے اسکی ننھی سی ہتھیلی چومتے ہاں میں سر ہلایا۔"جی لٹل ہائنس پکا۔اب حور کے بابا کسی کوپیار نہیں کریں گے۔بس حوریہ کوپیار کریں گے۔اور کسی کو پکڑیں گے بھی نہیں۔بس اب میری بیٹی نے رونا نہیں ہے۔آپ تو بابا کی گڑیا ہیں نا اور گڑیا روتی تھوڑی ہیں۔اب شاباش بس میرا بچہ" ماہ دیر نے اسکے چہرے کے نقوش کو نرمی سے چومتے کہا جس پر حوریہ کھلکھلائی۔جبکہ میشائم نے مسکراتے دل میں ان دونوں کی نظر

اتاری جبکہ حوریہ اب اپنے بابا سے لاڈ اٹھوانے میں مصروف تھی۔ "بابا ذان حولیہ تے بابا ذان (بابا جان ! حوریہ کے بابا جان)" حوریہ نے ماہ دیر کی گال پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میری پیاری گڑیا" اس نے بدلے میں حوریہ کے ماتھے پر لب رکھے۔ "اور میں کیا ہوں" یشائم نے مصنوعی منہ بناتے پوچھا۔ 'میری زندگی۔ میلی ماما (میری ماما)" ان دونوں نے بیک وقت کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی جس پر ماہ دیر اور حوریہ بھی ہنسے جبکہ وہاں سے گزرتے لوگوں نے ان تینوں کی نظر اتاری۔ آج یشائم کو بُرا اور حوریہ کو ناجائز کہنے والے بھی انکی مسکراہٹ کی نظر اتار رہے تھے جب کہ یشائم سامنے ماہ دیر سکندر کی صورت میں کھڑے اپنے مقدر کو دیکھ رہی تھی۔ جس نے اسکی زندگی کو جنت بنا دیا تھا۔

”سائیں بابا نے کہا تھا وہ ہمیں لینے آئیں گے پر یہاں تو بس اسد بھائی ہیں“ مریم نے ائیرپورٹ سے باہر نکلتے سامنے بس اسد کو ہاتھوں میں پھولوں کی مالے پکڑے کھڑے دیکھ اداسی سے کہا تو شہریار مدھم سا مسکرایا۔وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی پاکستان لینڈ ہوئے تھے اور اب اسد انھیں لینے آیا جبکہ عالمگیر خان نے اسے کہا تھا کہ وہ آئیں گے پر انھیں یہاں نا دیکھتے مریم اداس ہوئی تھی۔ ”میری جان ہوسکتا ہے انھیں کوئی کام ہو“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سر جھکاتے اسکے ساتھ آگے بڑھی لیکن اگلے ہی پل کسی نے اسے آواز دی جس پر اسکے قدموں کو بریک لگی۔اس نے ایک جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں گاڑی کا دروازہ کھولتے عالمگیر خان ہاتھوں میں پھولوں کے ہار تھامے باہر آئے تھے اور انکے ساتھ ہی شاہجہاں بیگم اور عائشہ نکلے اور اسکے پیچھے کھڑی گاڑی سے فردوس بیگم اور دراب صاحب آئے جنھیں دیکھ اسکا نقاب کے حالے میں مقید چہرہ خوشی سے کھلا۔بابا وہ تیزی سے چلتے

عالمگیر خان کے پاس گئی اور انکے سینے سے لگی جس پر انھوں نے فوراً اپنے لختِ جگر کو سینے سے لگاتے اسکا سر چوما۔ "میری جان کا ٹکڑا۔ کیسی ہو آپ بابا کی جان" عالمگیر خان نے نرمی سے پوچھا اور اسکے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتے شہریار کے کو بھی ہار پہنایا۔ "ٹھیک ہوں بابا آپ کیسے ہیں" مریم نے مسکراتے پوچھا۔ "میں نے اپنی بیٹی کو دیکھ لیا اب میں بھی ٹھیک ہوں" عالمگیر خان نےپیار سے کہا تو وہ مسکرائی اور شاہجہاں بیگم کی طرف بڑھی۔ "کیسی ہو میری بچی" شاہجہاں بیگم نے نرمی سے پوچھا اور اسے ساتھ لگایا جبکہ شہریار باقی سب سے مل رہا تھا۔ "میں ٹھیک ہوں اماں سائیں آپ کیسی ہیں" مریم نے کہا تو وہ پیار سے اسے جواب دیں گئیں جس پر وہ آگے بڑھتے باقی سب سے ملی جنھوں نے نرمی سے اسےپیار کرتے اسکے گلے میں بھی شہریار کی طرح ہی پھولوں کے ہار ڈالے۔ "چلو اب گھر چلیں تم دونوں کے بغیر گھر بہت ویران ہوگیا تھا" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو ان دونوں نے ہاں

میں سر ہلایا اور گاڑی میں بیٹھے۔مریم عالمگیر خان کے ساتھ پیچھے بیٹھی تھی جبکہ شہریار آگے اسد کے ساتھ بیٹھا تھا۔شاہجہاں بیگم اور عائشہ دراب صاحب کی گاڑی میں بیٹھ گئیں تھیں۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے ملک ولا کی طرف بڑھ رہی تھیں جبکہ انکے پیچھے گارڈز کی دو گاڑیوں کے ساتھ عامر کے گارڈز کی تین گاڑیاں تھیں جو سائے کی طرح بغیر نظر میں آئے انکے ساتھ تھیں۔ ”تھک گیا میرا بیٹا“ عالمگیر خان نے مریم کا سر سہلاتے پوچھا جو انکے کندھے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔ ”نہیں بابا بس نیند آرہی ہے“ مریم نے کہا تو وہ نرمی سے مسکرائے۔اچھا۔ ”بس ابھی ہم گھر پہنچے گے تو پھر آپ سوجانا“ عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بابا آپکو پتا ہے میں آپکے لیے ایک گفٹ لائی ہوں“ مریم نے کہا تو عالمگیر نے اسے دیکھا۔ ”کیا لائی ہے میری گڑیا“ عالمگیر خان نے کہا تو اس نے شہریار کو دیکھا جس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ایک ڈبی نکالتے اسکی طرف بڑھائی جاے پکڑتے مریم نے کھولا اور انکے

سامنے کی۔ اس ڈبی میں ایک سلور کلر کی نفیس مردانہ انگھوٹی تھی۔ "بابا یہ رِنگ لائی ہوں اور آپکو پتہ ہے یہ خانہ کعبہ کے گلاف سے مس کی تھی میں نے" مریم نے کہا تو وہ مسکرائے اور اسکا سر چوما جس پر مریم نے انھیں انگھوٹی پکڑائی جسے وہ پہن گئے۔ "بہت شکریہ میری جان۔یہ میری زندگی کا بہترین تحفہ ہے" عالمگیر خان نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں جو لائی ہوں" مریم نے شرارت سے کہا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔یوں ہنستے مسکراتے قریباً دس منٹ کے مزید سفر کے بعد انکی گاڑی ملک ولا کے پورچ میں رکی۔ انکے پیچھے ہی دراب صاحب کی گاڑی رکی۔وہ سب ایک ساتھ ہی گاڑی سے اترے۔ انکے گاڑی اترتے ہی ان پر پھولوں کی بارش ہونے لگی جسے دیکھ وہ دونوں مسکرائے جبکہ اسد نے پارٹی پوپر چلایا جس پر مریم ہنسی۔ "خوش آمدید بچوں" وہ لوگ ابھی کھڑے تھے جب سامنے سے آتیں تنزیل بیگم نے لائبہ کے ساتھ آتے کہا جو کہ شہریار کو دیکھ رہی تھی۔وہ بلا کا خوبصورت تھا پر اسکا رنگ دیکھ لائبہ کو کراہیت محسوس

ہوئی۔ ”شکریہ آنٹی مریم اور شہریار آگے بڑھتے ان سے ملے۔یہ کون ہیں آنٹی“ شہریار نے ان کے پیچھے کھڑی لائبہ کو دیکھتے کہا۔ ”بیٹا یہ میری دوست کی بیٹی ہے کچھ دن میرے پاس رہنے آئی ہے“تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جب کہ اسے دیکھ مریم کو ناجانے کیوں اس سے اچھی وائبز نا آئیں جس پر اس نے کافی غور سے لائبہ کو دیکھا۔ناجانے کیوں یہ لڑکی سے عجیب لگ رہی تھی۔ ”پٹھانی کیا ہوا“ شہریار نے اسے یوں لائبہ کو تکتے دیکھ پوچھا جس پر اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”اندر چلیں“ شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے ساتھ اندر کی جانب بڑھی جبکہ باقی سب بھی اسکے پیچھے آئے۔ ”شہریار تم مریم کو روم میں لے جاؤ۔ کچھ دیر دونوں آرام کرلو پھر ہمارے پاس بیٹھنا۔اسکا چہرہ دیکھو صاف بتا رہا ہے وہ کافی تھکی ہوئی ہے“ اندر آتے ہی شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے مریم کو دیکھا جو واقعی تھک چکی تھی۔ ”جی اماں سائیں بہتر۔آپ مریم کے لیے جوس بجھوا دیں“ شہریار نے

کہا اور مریم کا ہاتھ تھامتے اسے لیے اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ "ضرار کے سارے کزن پیارے ہیں۔پر پھر بھی مجھے ضرار چاہیئے۔ میرا کرسٹل آنکھوں والا شہزادہ "لائبہ نے شہریار کی پشت کو دیکھتے دل میں کہا۔عین اسی وقت مریم کی نظر اس پر پڑی۔ اسے یوں شہریار کو تکتے دیکھ مریم کو غصہ آیا۔ اسکا دل چاہ رہا تھا وہ اس لڑکی کا منہ توڑ دے جس نے اسکے سائیں کو دیکھنے کی جرات کی تھی۔ اس نے بامشکل اپنا غصہ ضبط کیا اور شہریار کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ "ویلکم ہوم رگِ جاں "کمرے میں داخل ہوتے ہی شہریار نے اسکا نقاب اتارتے اسے سینے سے لگاتے کہا۔ "سائیں جب تک وہ لڑکی یہاں ہے آپ نیچے نہیں جائیں گے "مریم نے اسے دیکھتے یکدم کہا تو شہریار حیران ہوا۔ "کیا ہوا سکونِ حیات " شہریار نے نرمی سے اسکی رخسار پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "سائیں وہ ڈائن آپکو گھور گھور کر دیکھ رہی تھی۔بس آپ نیچے نہیں جائیں گے اب " مریم نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ "میری جان۔ اچھا میں

نہیں جاتا۔ موڈ ٹھیک کرو۔ دفع کرو کسی تیسرے کا ذکر کرکے اپنا موڈ نہیں بگاڑتے" شہریار نے کہتے نرمی سے اسکا سر چوما۔ "پر سائیں وہ بدتمیز آپکو کیوں دیکھ رہی تھی۔ آپکو پتا ہے میرا دل کر رہا تھا میں اسکا منہ توڑ دوں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے ماتھے کو چھوتے سیدھا ہوا۔ "میرا بچہ وہ تو ہے ہی خراب۔ اسے چھوڑو۔ غصہ نہیں کرو۔ وہ مجھے دیکھ بھی رہی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے میری نگاہوں کا مرکز تو تم ہی ہو نا۔ میری نظروں میں تو فقط تمھارا عکس ہے" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتی ہوں سائیں پر وہ آپکو دیکھ رہی تھی تو مجھے اچھا نہیں لگا" مریم نے منہ بناتے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ہونٹ چھو گیا۔ "میری جان اب اگر وہ مجھے دیکھے گی تو اسکو ٹوک دینا پر ابھی اپنا موڈ ٹھیک کرو۔ ہم اتنے دن بعد اپنے گھر آئے ہیں تو بھلا کسی غیر کی وجہ سے اپنا موڈ اور خوشی کیوں خراب کرنی" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو جاؤ اب کپڑے چینج کرو اور ابھی نہانا مت۔ سفر سے آئے

ہیں فوراً نہیں نہانا بس کپڑے چینج کرلو" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے پھر میں نے سونا ہے مجھے نیند آرہی ہے اور جب میں اٹھوں گی تو آپ میرے لیے کیک منگوانا" مریم نے کہا تو وہ ہنسا اور اس کا سر چومتے ہاں میں سر ہلا گیا۔ "اچھا میرا بچہ۔اب جاؤ کپڑے چینج کرو جلدی سے" شہریار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ڈریسنگ روم میں بند ہوئی جبکہ شہریار بیڈ پر بیٹھتے اسکا انتظار کرنے لگا۔

----ماضی----

"واٹ دا ہیک۔یہ کیا طریقہ ہے کلاس میں آنے کا" ضرار جو اس وقت جرمنی کی مشہور اور مہنگی ترین یونیورسٹی "یونیورسٹی آف بوؤن" میں اپنی کلاس میں موجود لیکچر لے رہا تھا۔جب ایک پچیس سالہ لڑکی اپنی دو سہیلیوں کے ساتھ بغیر کسی کی اجازت لیے اندر داخل ہوئی جس پر ضرار جو پڑھا رہا تھا یکدم مُڑتے

بولا۔ "یہ میرا طریقہ ہے سر۔ اس یونی کی "بیڈ بچ" کا طریقہ "لائبہ نے بغیر اسکی طرف مُڑے کہا جس پر ضرار نے مٹھیاں بھینچی۔ وہ لڑکی خود کو کیا خطاب دے رہی تھی یقیناً اسے اندازہ نہیں تھا اگر ہوتا تو یقیناً خود کی عزت یوں نا اچھالتی۔ "ٹرن ٹوارڈز می (میری طرف مُڑیں)" ضرار نے سینے پر بازو باندھتے سرد و سپاٹ لہجے میں کہا تو لائبہ آنکھیں گھماتے بیزاری سے اسکی طرف مُڑی لیکن اس پر نظر پڑتے ہی لائبہ کے چہرے کی بیزاری ستائش میں بدلی۔ "ہاٹ" لائبہ نے لبوں کو اوہ کی صورت کرتے ضرار کو دیکھتے بے ساختہ کہا تو ضرار کی آنکھوں میں غصہ آیا جبکہ کلاس میں دبی دبی ہنسی گونجی اور لائبہ تو یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے حسین سے حسین ترین مرد دیکھے تھے پر ضرار میں جو کشش تھی وہ کسی بادشاہ میں نا تھی۔ کرسٹل گرے آنکھیں، دودھیا رنگ، اسکا باڈی بلڈر وجود اور اسکی ناک پر بیٹھا غصہ افف ظالم نے سیدھا اس مغرور لڑکی کے دل پر وار کیا تھا پر اسکا حسن لائبہ کی انا سے زیادہ نا تھا۔ "انف" ضرار نے

چلاتے ڈائس پر ہاتھ مارا تو سب خاموش ہوئے۔ ”واٹ ازیور نیم (نام کیا ہے آپکا)“ ضرار نے پوچھا۔ ”لائبہ نام ہے میرا پروفیسر۔ آپ مجھے لیلہ بلا سکتے ہیں“ لائبہ نے ایک ادا سے کہا تو ضرار نے غصے سے اسے دیکھا۔ ”آؤٹ ناؤ (باہر نکل جائیں) ضرار نے سپاٹ انداز میں کہا۔ ”ایکس کیوز می۔ آپ مجھے باہر نکال رہے ہیں۔ میرے فادر اس یونیورسٹی کے ٹرسٹی ہیں۔ سب سے زیادہ فنڈز دیتے ہیں وہ“ لائبہ نے کہا اور چند قدم چلتے اسکے سامنے آئی۔ ”آئی سیڈ آؤٹ مس لائبہ۔ آئی ڈونٹ کئیر ہو دا ہیل ازیور فادر۔ آئی سیڈ آؤٹ مینز آؤٹ (میں نے کہا باہر جائیں مس لائبہ۔ مجھے پرواہ نہیں ہے کہ آپکا باپ کون ہے۔ میں نے کہا ہے باہر جائیں مطلب جائیں)“ ضرار نے غصے کی زیادتی سے کہا پر اسکا لہجہ اب بھی دھیما تھا۔ ”آپ اچھا نہیں کر رہے سر“ لائبہ نے کہا اور اپنی دوستوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے باہر نکلی پر اسکی سہیلیاں ضرار کے غصے کی وجہ سے باہر نہیں آئیں جسے دیکھ لائبہ کا غصہ بڑھا۔ ”میں تمھیں چھوڑوں گی نہیں

پروفیسر "لائبہ نے ضرار کو دیکھتے کہا اور یونیورسٹی سے ہی چلی گئی۔اب اسکا ارادہ گھومنے پھرنے کا تھا اور پھر سیدھا نائٹ کلب تاکہ وہ کچھ دیر اپنا ذہن اس سارے واقعے سے کٹا سکے جبکہ دوسری طرف ضرار آنے والے وقت سے انجان اپنی کلاس کو اب لیکچر سمجھانے میں مصروف تھا۔

---حال----

"ضار ! ! "مہرماہ نے جھکتے اسکے کان کے قریب ہوتے اسے چلاتے پکارا تو ضرار نے ماضی سے نکلتے اسے دیکھا جو کمر پر دونوں ہاتھ ٹکائے اسے گھور رہی تھی۔وہ کافی دیر سے یہاں کھڑی اسے پکار رہی تھی پر ضرار تو ماضی میں کھویا تھا تبھی اسے سن نا سکا۔"جی ضار کی جند جان۔مجھے بہرا کرنے کا ارادہ ہے کیا"ضرار نے اپنا کان سہلاتے کہا اور صوفے سے کھڑے ہوتے اس کے روبرو ہوا۔"کہاں کھوئے ہیں آپ کب سے آپکو پکار رہی ہوں پر مجال ہے

ایک بار بھی سنا ہو۔کس کے خیالوں میں گم ہیں" مہرماہ نے کُڑے تیوروں سے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔ "میری جان میں صدقے تم پر۔معاف کردو۔اور کسی کے خیالوں میں نہیں کھویا تھا بس آج وائس چانسلر کی طرف سے ٹیچرز گروپ میں ٹیسٹ کا شیڈول آیا تھا۔تمھارے ٹیسٹ سٹارٹ ہونے والے ہیں بس وہی سوچ رہا تھا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور آگے ہوتے اسکے سینے سے لگی جس پر ضرار نے فوراً اسکے گرد بازو باندھتے اسے قریب کیا۔"کیا ہوا میرا بچہ۔سب ٹھیک ہے۔درد ہورہی ہے" ضرار نے نرمی سے اس کے بال سہلاتے پوچھا۔مہرماہ کے خاص ایام کا آغاز ہوگیا تھا اور وہ صبح سے اس سے چپک رہی تھی جس پر وہ مسکراتے اسے دل کھول کر اپنے سینے سے لگا رہا تھا۔"نہیں بس مجھے آپکے پاس آنا تھا اور پھر تب سے آپکو بلا رہی تھی تو تھوڑا غصہ بھی آگیا ہے" مہرماہ نے اسکے دل کے مقام پر ہمیشہ کی طرح مہرماہ لکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی و محبت سے اسکا سر چوم گیا۔"میری جند جان آئی

آیم سوری۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔چاکلیٹ کھانی ہے" ضرار نے پوچھا تو اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور جھکتے اسے نرمی سے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے بالکونی کی طرف بڑھا جبکہ مہرماہ اسکے سینے پر سر ٹکاتے اسے دیکھ رہی تھی۔ضرار اسے یونہی اٹھائے بالکونی میں آیا اور وہاں رکھے جھولے پر بیٹھتے اسے اپنی گود میں ہی بٹھاتے سائیڈ ٹیبل پر پڑی کھانے کی چیزوں سے بھری ٹرے اٹھاتے اسکے سامنے رکھی۔"یہ لو میری جند جان کھالو اب لیکن زیادہ نہیں کھانا" ضرار نے کہا تو اس نے ٹرے کو دیکھا جس میں مختلف چاکلیٹس اور ڈرائے فروٹس پڑے تھے۔"تھینکیو ضار" مہرماہ نے خوش ہوتے کہا اور جلدی سے سب سے بڑی والی چاکلیٹ اٹھاتے کھانے لگی جسے دیکھ وہ ہنسا۔"مجھے نہیں دینی" ضرار نے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے پوچھا تو اس نے ایک پیس توڑتے اسکے منہ کے قریب کیا جس پر وہ منہ کھولتے پیس اسکے ہاتھوں سے کھا گیا۔اس دوران اس نے جان بوجھ کر اپنے

ہونٹ مہرماہ کی انگلیوں سے مس کیے تھے جس پر مہرماہ حیا سے سمٹی جبکہ ضرار اسکی حیا پر محظوظ ہوتے اسکا کندھا چوم گیا۔ "ضرار۔۔مجھے چاکلیٹ کھانے۔۔ دیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے شرافت سے ہاں میں سر ہلایا اور اسکو چاکلیٹ کھاتے دیکھنے لگا۔ اس دوران وہ وقفے وقفے سے اسکے منہ میں کوئی نا کوئی ڈرائے فروٹ بھی ڈال رہا تھا۔ اسکا ذہن اب ماضی کی یادوں سے بلکل صاف تھا۔ اب اگر دل و دماغ میں کسی کا خیال تھا تو اسکی شریکِ حیات مہرماہ ضرار راجپوت تھی جو اسکا سکون تھی۔ اسکی تشنگی تھی جو دن بدن شدت اختیار کر رہی تھی۔ جسکے بغیر ضرار اب جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

سب لوگ ڈنر کرنے کے بعد اب لاؤنج میں بیٹھے تھے جبکہ اسد سٹڈی میں کوئی کام کرنے چلا گیا تھا۔ قصرِ راجپوت کے سارے مکین بھی ابھی یہیں تھے۔ شہریار اور مریم نے سب کو انکے تحائف دیے تھے جو سب کو ہی پسند

آئے تھے اور اب سب بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ "عائشہ آپی" مریم نے عائشہ کو پکارا جو اسکے ساتھ بیٹھی لائبہ کو گھور رہی تھی جسکی نظریں وقفے وقفے سے شہریار پر جارہی تھیں جبکہ ڈائنگ ٹیبل پر بھی وہ کبھی اسد کو دیکھ رہی تھی تو کبھی شہریار کو جسکو ان دونوں نے نوٹس کیا تھا۔ "ہاں مریم" عائشہ نے اسے دیکھا جو اسکی طرح ہی لائبہ کو دیکھ رہی تھی۔ "آپی یہ لائبہ بہت چھچھوری ہے۔ جب سے آئی ہے بس سائیں اور اسد بھائی کو تاڑ رہی ہے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں میں بھی وہی دیکھ رہی ہوں۔ میرا دل کررہا ہے میں اسکا منہ توڑ دوں" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "میرا بھی۔ناجانے کیوں یہ چڑیل یہاں آگئی ہے منحوس عورت" مریم نے دانت پیستے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سرہلایا۔ "آؤ اسکو سبق سکھائیں اور اسے بتائیں کہ ہم اپنے اپنے شوہر کیلئے حد درجہ زیادہ پوزیسو ہیں" عائشہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلایا اور اٹھتے لائبہ کے اطراف میں صوفے پر بیٹھ گئیں۔ "کیا ہوا" لائبہ

نے ان دونوں کو دیکھتے پوچھا جو اسکے دائیں بائیں آتے بیٹھ گئیں تھی۔ "کچھ نہیں بس آپ اکیلی بیٹھی تھیں تو سوچا کمپنی دے دیں" عائشہ نے چہرے پر کچھ زیادہ ہی میٹھی مسکراہٹ سجاتے کہا۔ "اوہ شکریہ لیکن اسکی ضرورت نہی تھی" لائبہ نے کہا تو مریم کا نقاب کے حالے میں موجود چہرے پر بیزاری پھیلی۔ "کہہ تو ایسے رہی ہے جیسے ہم اسکے پاس آنے کو مرے جارہے ہوں" مریم نے دل میں کہا اور آنکھیں گھماتے اسے دیکھا۔ "ارے نہیں آپ مہمان ہیں یوں اکیلی بیٹھی ہیں اچھا نہیں لگتا" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں مریم ایک دم ٹھیک کہہ رہی ہے۔ لائبہ ویسے آپ شادی شدہ ہیں اور ماشاء اللہ اب تو ماں کے درجے پر فائز ہونے والی ہیں پھر بھی غیر مردوں کو کیوں دیکھتی ہیں" عائشہ نے مصنوعی تشویش سے پوچھا۔ "ایکس کیوز می" لائبہ نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ "ایکس کیوز پلیز۔ آپی ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں لائبہ ویسے دوسروں کے شوہر کو دیکھنا اچھی بات نہیں ہوتی لائبہ" مریم

نے ہمدردی ظاہر کرتے کہا جس پر عائشہ نے مسکراہٹ دبائی۔ ”ہاں وہ بھی خاص کر کے انکی بیویوں کی موجودگی میں“ عائشہ نے تاصف سے سر ہلاتے کہا تو اس نے ان دونوں کو دیکھا۔ ”میں تم دونوں کے شوہروں کو نہیں دیکھ رہی“ لائبہ نے اپنی صفائی پیش کی جس پر دونوں نے آنکھیں گھمائیں۔ اپنا بھانڈا اپنے منہ سے ہی وہ پھوڑ چکی تھی۔ ”اچھی بات ہے ویسے بھی میرے سائیں کی طرف دیکھنے والوں کے ساتھ میں جو کرتی ہوں وہ آپ خود کے ساتھ تو نہیں کروانا چاہیں گی نا“ مریم نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت کی انتہا کرتے کہا۔ ”ہاں اور جو میں اسد کو دیکھنے والی لڑکیوں کے ساتھ کرتی ہوں وہ آپ کے ساتھ کروں اب اچھا تو نہیں لگے گا نا“ عائشہ نے بھی بھرپور معصومیت کا مظاہرہ کرتے آنکھیں پٹپٹائی جسے دیکھ مریم نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ ”تم دونوں مجھے ڈرا رہی ہو؟“ لائبہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا تو ان دونوں نے معصومیت کی ساری حدیں توڑتے نفی میں سر ہلایا جس پر لائبہ نے ہاں میں سر

ہلایا۔وہ واقعی ایک پل کو انکے انداز سے ڈری تھی۔"ویسے تم لوگ کرتی کیا ہو اپنے شوہر کو دیکھنے والیوں کے" ساتھ لائبہ نے کچھ سیکنڈز بعد پوچھا تو ان دونوں نے لب دباتے مسکراہٹ ضبط کی۔"جو لڑکی میرے شوہر کو دیکھنے کی گستاخی کرتی ہے میں اسکو اپنے ہاتھوں سے مارتی ہوں" مریم نے اسے دیکھتے کہا تو لائبہ ایک پل کو لرزی۔مریم کے لہجے میں جھوٹ کا عنصر تک اسے محسوس نا ہوا جبکہ لہجے کا جنون اسکے خون تک کو خشک کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔"اور میں تو سیدھا گولی مارتی ہوں" ابھی وہ اسکی بات کے اثر سے نا نکلی تھی کہ اسے عائشہ کی جنونیت بھری آواز سنائی دی جس سے اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔ان دونوں کی باتیں واقعی اسے شہریار اور اسد کی طرف دیکھنے کی غلطی سے منع کر گئیں۔"گولی مارنا۔۔اور جان سے مارنا" لائبہ نے ان دونوں کو دیکھتے پوچھا۔"جی گولی اور جان سے مارنا۔کیونکہ وہ ہمارے ہیں اور ان پر صرف ہمارا حق ہے۔اور اپنے اپنے شوہر پر کسی ڈائن کی نظر ہم

برادشت نہیں کرتے" مریم کا لہجہ دو ٹوک اور دھمکی آمیز تھا۔ "فکر مت کرو تمھارے شوہروں پر میری نظر ہے بھی نہیں۔ میری نظر فقط میرے شوہر زی پر ہے اسکے علاوہ مجھے کوئی نہیں چاہیے" لائبہ نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھی بات ہے" عائشہ نے کہا اور مریم کو دیکھتے مسکرائی جبکہ انکے پیچھے کھڑا اسد کھڑا تھا گہرا مسکرایا۔ وہ کافی دیر سے یہاں کھڑا انکی پوری بات سن چکا تھا۔ وہ تو کام ختم کرکے باہر آیا تھا پر انکی باتیں سنتے وہ نا صرف مسکرایا تھا بلکہ اسے ریکارڈ کرتے شہریار کو بھیج بھی چکا تھا۔ "عائشہ" ابھی وہ مزید کچھ بولتی کہ اسے اسد کی آواز جس پر اس نے مُڑتے پیچھے دیکھا جہاں اسد کھڑا شرارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "جی اسد" عائشہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "زرا میرے ساتھ آنا ایک کام ہے۔ کچھ دکھانا ہے تمھیں" اسد نے کہا اور اپنا موبائل اپنی پاکٹ میں رکھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سامنے صوفے پر بیٹھی تنزیل بیگم کو دیکھا جنھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ انکی اجازت پر

وہ اٹھی اور اسد کے پیچھے باہر لان کی جانب بڑھ گئی۔جبکہ مریم اٹھتے عالمگیر خان کے پاس جاتے بیٹھ گئی۔

"اسد کیا دکھانا تھا آپ نے" عائشہ نے باہر لان میں آتے ہی اس سے پوچھا جو ہمیشہ کی طرح اسکے پیچھے چل رہا تھا۔اسکی بات سنتے اسد نے بغیر کوئی جواب دیے نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسے اپنی جانب کھینچا جس سے وہ عین اسکے روبرو آئی۔عائشہ نے فوراً نظریں اٹھاتے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جسے دیکھ وہ آنکھیں جھکا گئی۔"اسد کیا ہوا ہے" عائشہ نے منمناتے پوچھا۔"تم سے محبت ہوئی ہے" اسد نے جواب دیتے نرمی سے اسکا سر چوما تو عائشہ کے رخسار گلابی ہوئے۔"اسد ہم۔۔لان میں۔۔ہیں کیا کررہے ہیں" عائشہ نے اسکے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتے پوچھا۔"یہ تو تم بتاؤ اندر کیا کررہی تھی" اسد نے اسکے گرد حصار مضبوطی سے باندھتے پوچھا۔"کیا

کررہی۔۔تھی" عائشہ کو اسکی بات سمجھ نا آئی تبھی پوچھا جس پر اسد مسکرایا اور اسکی ٹھوڑی کو تھامتے اسکا چہرہ تھوڑا اونچا کیا۔"لائبہ کو جو دھمکیاں لگا رہی تھی۔اسکی بات کررہا ہوں" اسد نے کہا تو اس کی آنکھیں پھیلیں۔"آپ نے۔۔سن لیا" عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے کان کے قریب جھکا۔"اور میں نے یہ بھی سنا کہ میری بیوی میرے لیے کسی کو گولی بھی مار سکتی ہے" اسد نے سرگوشی کی تو عائشہ نے اسکے سینے پر ہاتھوں کا دباؤ بڑھایا جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور اسکے گردن کو چوم گیا۔"اسد۔۔نہیں کریں" عائشہ نے گہری سانس بھرتے کہا تو وہ مسکرایا۔"اچھا سرکار۔پہلے یہ بتاؤ۔یہ دھمکیاں کیوں لگا رہے تھے تم اور گڑیا اس معصوم کو"اسد نے جان بوجھ کر لائبہ کو معصوم کہا تو اسکے توقع کے عین مطابق عائشہ کے ماتھے پر بل پڑے جبکہ چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔م"یری بات سنیں اس چُڑیل کو میرے سامنے معصوم مت کہیے گا اسد ورنہ میں آپ کا سر پھاڑ دوں گی سمجھے

آپ۔ایک تو وہ آپ کو اور شہریار بھائی کو تاڑ رہی تھی اور آپ کہہ رہے ہیں وہ معصوم ہے۔ چھچھوڑی کہیں کی۔اور شکر کریں ہم نے صرف اسے دھمکیاں دی ہے واقعی اسکا منہ نہیں توڑا ورنہ جو اسکی حرکتیں ہے نا دو تین مارے بغیر مجھے تو آرام نا آتا" عائشہ نے ماتھے پر تیوری چڑھاتے کُڑے تیوروں سے کہا تو اسد کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا جس پر عائشہ کے غصے کا گراف بڑھا۔"اسد ہنسے مت" عائشہ نے انگلی اٹھاتے وارن کیا تو اسد نے فوراً اچھے بچوں کی طرح اپنے منہ پر انگلی رکھی جسے دیکھ عائشہ نے اسکے حصار سے نکلنا چاہا پر اسد کا مضبوط حصار ہٹانا اسکے بس کی بات نا تھی۔"چھوڑیں مجھے" عائشہ جب اسکے حصار سے نکلنے میں ناکام ہوئی تو اس نے اسد کی طرف دیکھے بغیر کہا جس پر وہ مسکرایا یہ صاف ناراضگی کا اظہار تھا۔"شہزادی میری بات سنو" اسد نے اسے آزاد کرنے کی بجائے نرمی سے کہا تو عائشہ نے کوئی جواب نا دیا۔"عائشہ میرا بچہ مجھے دیکھو۔اچھا سوری بات تو سن لو" اسد نے کہا تو اس نے نفی میں

سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا۔ ”میری پیاری بیوی ہو نا شاباش۔ ایسے ناراض نہیں ہوتے میری جان“ اسد نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”نہیں ہوں میں کوئی پیاری بیوی نا آپکی جان ہوں۔ جائیں اپنی اس معصوم لائبہ کے پاس“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسے سینے سے لگا گیا۔ ”میری جان وہ میری کوئی نہیں ہے۔ میری فقط تم ہو اور تمھارے علاوہ مجھے کوئی نہیں چاہیئے“ اسد نے نرمی سے اسکی کنپٹی پر لب رکھتے کہا پل میں عائشہ نرم پڑی۔ ”پھر اسے معصوم کیوں کہا“ عائشہ نے ماتھے پر بل ڈالے پوچھا۔ ”میں نے صرف تمھیں تنگ کرنے کی غرض سے اسے معصوم کہا تھا شہزادی ورنہ میں بھی جانتا ہوں وہ کس قدر بدتمیز ہے“ اسد نے نرمی سے اسکے ماتھے کے بلوں کو انگلی سے سیدھا کرتے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اسے آئندہ مذاق میں بھی معصوم مت کہیئے گا“ عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا اب نہی کہتا چلو موڈ ٹھیک کرو“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے پر گال ٹکا

گئی۔ ”اسد وہ کب جائے گی“ عائشہ نے مدھم آواز میں پوچھا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ ”چلی جائے گی اسے خود پر سوار مت کرو اور میری بات سنو“ اسد نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کیا سنائیں“ عائشہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ ”اماں سائیں صبح کہہ رہی تھیں کہ اب بھائی آگئے ہیں تو وہ جلدی شادی کی تاریخ رکھنے آئیں گی بس ضرار بھائی اور مہرماہ واپس آجائیں“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”تو آپ نے مجھے یہ گڈ نیوز دینے کو بلایا تھا“ عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں اور کچھ اور کچھ پوچھنا بھی ہے“ اسد نے کہا تو اس نے آئی برو اچکائی۔ ”تم خوش ہو نا۔ میں جلدی تو نہیں مچا رہا“ اسد نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں اسد میں بہت خوش ہوں پریشان مت ہوں“ عائشہ نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ ”میں جانتا ہوں تم خوش ہو لیکن پھر بھی تم سے پوچھنا میرے دل کو

تسلی دیتا ہے۔میں نہیں چاہتا میں صرف اپنے دل کی کرتے تم پر اپنے فیصلے تھوپ دوں۔میں ہر فیصلہ تمھاری رضا مندی سے لینا چاہتا ہوں" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ بہت اچھے ہیں اسد" عائشہ نے اسکی بات کے جواب میں کہا تو وہ اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔"اور تم بہت پیاری ہو" اسد نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ مسکرایا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔

"دِیر اٹھ جائیں" یشائم نے اسکا کندھا ہلایا جو پُرسکون سا اسکے کندھے میں چہرہ چھپائے سو رہا تھا جبکہ حوریہ ثانیہ کے کمرے میں تھی۔اس وقت صبح کے پانچ بج رہے تھے اور یشائم فجر کے بعد سے سوئی ہی نہیں تھی جبکہ ماہ دیر فجر کی نماز پڑھتے ہی سو گیا تھا۔یشائم یہاں کافی دیر سے لیٹی تھی اور اب اس کا نہانے کا ارادہ تھا لیکن ماہ دیر کے مضبوط حصار کو ہٹانا اس جیسی نازک لڑکی کی بس کی

بات نا تھی۔وہ کافی دیر سے اسکی بازو اپنے گرد سے ہٹانے کی کوشش کرتی رہی لیکن ناکام رہی تبھی اس نے ماہ دیر کو جگانے کا سوچا تاکہ اسکے حصار سے نکلتے نہا لے۔ "ہمم" ماہ دیر نے اسکی پکار پر ہنکار بھرا اور اپنی نیند سے لبریز آنکھوں کو واء کرتے اسے دیکھا۔ "مجھے چھوڑیں۔مجھے نیند نہیں آرہی تو میں نہا کر آتی ہوں" میشائم نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "بعد میں ابھی سوجاؤ میرے پاس" ماہ دیر نے کہا اور اسے ساتھ لگاتے ننھے بچے کی طرح تھپکنے لگا جس پر میشائم نے اسے گھورا۔ "دِیر چھوڑیں مجھے" میشائم نے کہا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "میشی بیگم سوجاؤ یہ نا ہو تمھیں پچھتانا پڑے" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اسے دیکھا۔ "کیوں کیوں مجھے کیوں پچھتانا پڑے گا" میشائم نے لڑاکا عورتوں کی طرح کہا جس پر ماہ دیر مسکرایا اور نرمی سے اس کے کندھے پر ہونٹ رکھ گیا جس پر میشائم کی سانس تھمی۔ "دِیر۔۔کیا کررہے۔۔ہیں چھوڑیں مجھے" میشائم نے اسکے کندھوں پر ہاتھ سے دباؤ ڈالتے اسے پیچھے کرنا

چاہا پر اگر یہ ممکن ہوتا تو وہ اس دیو کو جگاتی تھوری۔ "کیا کر رہا ہوں؟" ماہ دیر نے مصنوعی معصومیت سے پوچھا۔ "چھوڑیں مجھے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے نفی میں سر ہلاتے اسکے گرد حصار مضبوط کیا اور اس پر سایہ کیا جسے دیکھ میشائم کی آنکھیں پھیلیں۔ "دِیر۔۔چھوڑ دیں" میشائم نے کہا تو وہ اسکی بات کو اگنور کرتے جھکا اور اسکی شہہ رگ کو چھوتے سیدھے ہوتے نرمی سے اسکے ہونٹ چھوئے جس پر میشائم کا چہرہ سرخ ہوا۔ "کیوں چھوڑ دوں متاعِ جان۔ تم تو اپنی ہو اور جو اپنے ہوں انھیں چھوڑتے نہیں ہیں" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو میشائم کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "آپ صبح صبح شروع ہو گئے ہیں" میشائم نے منمناتے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کی گال پر لب رکھ گیا۔ "میں تو کچھ نہیں کہا" ماہ دیر نے اس کی رخسار کو سہلاتے کہا۔ "کہنا بھی نہیں چھوڑیں مجھے چلیں شاباش" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور نفی میں سر ہلا گیا۔ "آج میرا میری بیوی کو چھوڑنے کا دل نہیں کر رہا" ماہ دیر نے کہا تو

وہ اسے دیکھنے لگی۔ "دِیر چپ چاپ مجھے چھوڑیں اور سو جائیں" میشائم نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اب کیوں سوؤں تم نے خود ہی مجھے جگایا تھا نا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے سینے پر تھپڑ مارا۔ "میں نے آپکو اس لیے اٹھایا تھا تاکہ آپ مجھے چھوڑیں پر نہیں آپکو تو بس اپنی کرنی ہے" میشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "اب کیا کروں بیوی اتنی پیاری ہے کہ چھوڑنے کا دل ہی نہیں کرتا" ماہ دیر نے اسکے چہرے پر آئے بال ہٹاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "صبح صبح فلرٹ کرنا کوئی آپ سے سیکھے" میشائم نے کہا وہ پھر ہنس پڑا۔ "اب کیا کروں جب میری زندگی کی صبح ہی اتنی پیاری ہو تو فلرٹ کرنے میں کیا حرج" ماہ دیر نے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو میشائم نے نظریں جھکائیں۔ "اب بس کریں۔ حور اٹھنے والی ہوگی۔ مجھے ریڈی ہونے دیں" میشائم نے نرمی سے کہا تو اس نے منہ بنایا اور واپس اسکے کندھے پر سر رکھے لیٹ گیا۔ "حور کے بابا پر دھیان دو ابھی۔ اسے اسکی اپھو سنبھال لیں

گی" ماہ دیر نے کہا اور نرمی سے اسکی گردن چومی جس پر یشائم نے اسکے کندھے تھامے جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور بے حد نرمی سے اسکا کندھا چوم گیا۔ "دِیر" یشائم نے گہری سانس بھرتے اسے پکارا لیکن وہ اگنور کرتے اسکی شہہ رگ کو چومنے لگا جس پر یشائم نے آنکھیں موندیں۔ "جانِ دیر آنکھیں کھولو" ماہ دیر نے تھوڑا سا اٹھتے اسکی گال کو پوروں سے چھوتے کہا تو یشائم نے اپنی حیا سے لرزتی پلکیں اٹھاتے اسے دیکھا جو اسکے دیکھنے پر اب مسکرا رہا تھا۔ "دِیر۔۔ باہر" یشائم کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بے حد نرمی سے اسکے الفاظ چن گیا تھا جس پر اسکی بولتی بند ہوئی جبکہ ماہ دیر نرمی سے اسکے نقوش کو اپنے لمس سے مہکاتے اسکے گرد حصار مضبوط کرتا جارہا تھا۔ اسکی گستاخیاں لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھیں جس پر یشائم آنکھیں موندے اسکی گستاخیوں پر سمٹ رہی تھی جبکہ ماہ دیر اسکے لمس میں مدہوش ہوا آہستہ آہستہ ہر حد پار کرتے اسے اپنے قریب تر کر گیا۔ یشائم کو اپنی روح سے زیادہ قریب

محسوس کرتے وہ ہمیشہ کی طرح سرشار ہوا تھا جبکہ ہیشائم اسکی محبت محسوس کرتے اسکے حصار میں مقید خود پر رشک کر رہی تھی۔

"آج یونی جانا ضروری ہے۔آج رہنے دو" شہریار نے مریم کو پشت سے حصار میں لیتے پوچھا جو آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہو رہی تھی۔وہ دونوں کچھ دیر پہلے ہی جاگے تھے اور مریم اب یونی کیلئے تیار ہو رہی تھی۔"جی نہیں۔آج ضروری ہے۔ویسے ہی اتنا حرج ہو گیا ہے اب مزید نہیں اور آپ بھی چپ چاپ کام پر جائیں۔اتنے دن سے آف لیا ہے چلیں شاباش" مریم نے کہا تو شہریار نے منہ بنایا اور اسکے بالوں میں چہرہ چھپا گیا۔"کتنی بُری ہو تم پٹھانی" شہریار نے بچوں کی طرح کہا تو مریم کو اس پر پیار آیا۔جی نہیں میں بُری نہیں ہوں۔"میں بس آپکی فکر کرتی ہوں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"فکر بھی کرتی ہو اور میرے لیے دوسروں کو تڑیاں بھی لگاتی ہو" شہریار

نے لب دباتے مسکراہٹ روکی تو مریم نے اسے دیکھا۔"کیا مطلب کونسی تڑیاں" مریم نے آئی برو اچکاتے پوچھا تو اس نے اپنی پاکٹ سے موبائل نکالتے اسد کی طرف سے آئی ریکارڈنگ پلے کرتے اسے سنائی جسے سنتے مریم کی آنکھیں پھیلیں۔یہ تو ان کی کل والی باتیں تھیں جس میں وہ اور عائشہ لائبہ کو ڈرانے میں مصروف تھیں۔"یہ آپ کے پاس کیسے" مریم نے ریکارڈنگ بند ہوتے ہی پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔"میرے اپنے کافی سوسز ہیں پٹھانی" شہریار نے کہا تو اس نے بھنویں سکیڑتے اسے دیکھا۔"ہاں جی اور ان سورسز کا نام ہے اسد بھائی" مریم نے مزے سے کہا تو اس نے اسے مصنوعی انداز میں گھورا جسے مریم نے ہوا میں اڑایا۔اسے کل ہی عائشہ بتا چکی تھی کہ اسد انکی ساری بات سن چکا ہے۔"تمھیں مجھ سے ڈر نہی لگتا چوزی" شہریار نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے پوچھا۔"نا! عرصہ ہوگیا ویمپائر سے ڈرنا چھوڑ دیا میں نے" مریم نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"کیا ہو تم پٹھانی" شہریار نے اسکا رخ اپنی

طرف کرتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ "وہی جسکے لیے آپ نے پورا لاہور الٹ کر رکھ دیا تھا" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تمھارے لیے دنیا الٹ دوں لاہور کیا چیز ہے "شہریار نے اسکی ٹھوڑی پر ہونٹ رکھتے کہا تو مریم کے رخسار تپے۔ "جانتی ہوں" مریم نے مدھم آواز میں جواب دیا تو وہ مسکراتے اسے سینے سے لگا گیا۔ "سائیں ہم سوات کب جائیں گے" مریم نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "سوات جانے کی ضرورت نہیں ہے ضرار اور مہرماہ کل یا پرسوں واپس آرہے ہیں اور انکے ساتھ باقی سب بھی" شہریار نے کہا تو اس کا چہرہ کھلا۔ "سچی مہرو واپس آرہی اور سب لوگ مطلب ماما، بیشائم اور حوریہ بھی" مریم نے ایکسایٹڈ ہوتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں میری جان سب آرہے ہیں اب یہ کنفرم نہیں کب تک پر سب آرہے ہیں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "شکر اللہ کا۔ اب میں ماما بیشائم اور حور سے مل سکوں گی۔ میں نے بابا کے فون میں حوریہ کی تصویر دیکھی تھی ماشاءاللہ وہ بہت

پیاری ہے دیکھا تھا نا آپ نے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی میرا بچہ دیکھا تھا وہ بلکل تمھارے جیسی ہے" شہریار نے محبت سے کہتے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑا تو وہ مسکرائی۔ "ہاں جی۔چلیں اب نیچے چلیں۔سب لوگ ویٹ کر رہے ہونگے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھامتے باہر نکل گیا۔اسے آج سفیان چوہدری کا حشر بھی کرنا تھا جو کہ پچھلے دو دن سے اسکے بیسمنٹ میں بند تھا۔

"اسلام علیکم کیا حال ہے سردار صاحب" عامر نے جمشید قریشی کو سلام کیا جو اس وقت اپنے ڈیرے پر بیٹھا تھا۔ "وعلیکم السلام۔کیا حال ہے عامر "جمشید قریشی نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں سردار صاحب۔آپ سنائیں" عامر نے چارپائی پر بیٹھتے کہا تو سردار بھی سیدھا ہوا۔م "یں ٹھیک ہوں۔تم یہاں لگتا ہے تمھاری بیوی کے مجرم مل گئے ہیں" جمشید قریشی نے کہا تو اس نے

ہاں سرہلایا۔ ”مل تو گئے ہیں سردار صاحب پر جو ہیں مجھے نہیں لگتا آپ انھیں سزا دیں“ عامر نے کہا تو جمشید قریشی کے ماتھے پر نا سمجھی کے بل نمودار ہوئے۔ ”کیا مطلب“ اس نے پوچھا تو عامر مسکرایا۔ ”مطلب یہ کہ میری بیوی کے مجرم آپکے اپنے ہی گھر کے دو افراد ہیں۔ جنکا بزنس تو میں بند کروا چکا ہوں اور اب انھیں موت کے گھاٹ اتارنا ہے“ عامر نے کہا تو جمشید قریشی ٹھٹھکا۔ ”میرے گھر کے افراد“ اس نے پوچھا تو عامر نے ہاں نیں میں سر ہلایا۔ ”جی آپکا بیٹا واجد قریشی اور آپکا بھتیجا بابر قریشی“ عامر نے کہا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ ”تمھارا دماغ خراب ہے۔ وہ دونوں ایسا نہیں کرسکتے“ اس نے لگ بھگ غراتے کہا۔ ”وہ اس سے بُرا کرتے ہی معصوم لڑکیوں کے ساتھ۔ اب یہ مت کہیے گا آپ انکے کالے کرتوتوں سے واقف نہیں ہیں“ عامر نے کہا تو اس نے مٹھیاں بھینچی۔ ”تم کیا کہنا چاہ رہے ہو صاف صاف کہو اور کن کالے کرتوتوں کی بات کر رہے ہو“ جمشید قریشی نے

پوچھا تو اس نے اپنا موبائل اور ہاتھ میں پکڑی فائل اسکے سامنے کیے۔عامر یہاں آنے سے پہلے انکا کنفیشن لے کر آیا تھا۔جمشید قریشی نے پہلے موبائل پر موجود ویڈیو پلے کی جس سے اگلے ہی پل بابر کی آواز گونجی۔ ”میں بابر قریشی ہوں۔کہنے کو ایک ماڈلنگ کمپنی کا اونر پر حقیقتاً اسی کمپنی کے اندر کالے دھندے کرنے والا۔میں وہاں غریب گھر کی لڑکیوں کو بلا کر انکے فحاش تصاویر باہر لوگوں کو بھیجتا ہوں جو لاکھوں کے داموں میں ان لڑکیوں کو مجھ سے خریدتے ہیں۔اور کبھی کبھی جو لڑکیاں مجھے یا میرے بھائی واجد کو پسند آتی ہیں ہم ان سے اپنا دل لبھاتے ہیں“ جمشید قریشی بے یقینی سے اس ویڈیو کو دیکھ رہے تھے جس میں زخمی حالت میں موجود بابر اور واجد اپنے گناہوں کو قبول کررہے تھے۔انکا دل بے انتہا درد سے دو چار ہوا۔جن بچوں کو انھوں نے اتنی محبت سے پالا وہ انکے بھائی کے نقشِ قدم پر چل پڑے تھے۔ان کو یقین نہیں آرہا تھا۔ ”میں واجد قریشی سردار جمشید قریشی کا بیٹا۔میں بابر کے ساتھ

برابر کا شریک ہوں۔میں نے آج تک بہت سی لڑکیوں کو بے آبرو کیا اور بیچا ہے" واجد قریشی کی بات پر وہ صحیح معنوں میں اذیت کا شکار ہوئے۔انکا بیٹا بھی اس راستے پر نکل تھا جس راستے پر چلنے کی وجہ سے انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے ہاتھوں سے سنگسار کیا تھا۔"آپ یہ فائل بھی ریڈ کرلیں کیونکہ آپکا چہرہ بتا رہا ہے آپ کچھ نہیں جانتے تھے اس بارے میں" عامر نے کہا تو انکے کندھے ڈھلے۔وہ سردار جو تن کر پورے گلگت میں چلتا تھا آج اسکے کندھے جھکے تھے وہ بھی اپنے ہی خون کی وجہ سے جبکہ عامر کو دکھ ہوا تھا۔اکثر اولاد کی وجہ سے ماں باپ کو کتنا کچھ سہنا پڑتا ہے۔اور آج اسکے سامنے بیٹھا باپ شرمندگی سے جھک گیا تھا گویا اسکی کمر ٹوٹ گئی ہو۔اور کمر ہی تو ٹوٹ گئی تھی جب اپنوں کی وجہ سے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے تو انسان ایک لحاظ سے مر ہی جاتا ہے۔

"آپ ٹھیک ہیں سردار صاحب" جب کافی دیر جمشید قریشی خاموش رہا تو عامر نے پوچھا جس پر اس نے مدھم سا ہاں میں سر ہلاتے اسے دیکھا۔ اسکے چہرے پر چٹانوں سی سختی تھی۔ "میں ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ ان دونوں کو خود سزا دو گے یا فیصلہ مجھ پر چھوڑنا ہے" جمشید قریشی نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "میں خودسزا دینا چاہتا ہوں پر نوعیت آپ بتا دیں۔ کیونکہ میری عدالت میں میری بیوی کو اذیت دینے والے کی سزا سزائے موت ہے" عامر نے دو ٹوک انداز میں کہا تو جمشید قریشی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے پھر جا کر ان دونوں کو اپنی عدالت کے حساب سے سزا دو۔ میں تمھیں نہیں روکوں گا خواہ تم انھیں سزائے موت دو یا ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردو" جمشید قریشی نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے ایک بات پوچھ سکتا ہوں" عامر نے کچھ سیکنڈز بعد پوچھا۔ "ہاں پوچھو" جمشید قریشی نے اسے اجازت دی۔ "میرے پاس آپکا سگا بیٹا اور سگا بھتیجا ہے پر آپ کہہ رہے ہیں میں انھیں جان سے مار

دوں کیا آپکو دکھ نہیں ہوگا" عامر نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔

"ہوگا بہت دکھ ہوگا۔ کیونکہ ایک میرے وجود کا حصہ ہے اور ایک میرے بھائی کی اولاد پر وہ جس رستے پر چل پڑے ہیں بہتر ہے وہ دونوں مر جائیں۔ کیونکہ اس رستے سے واپسی ممکن نہیں۔ میرا چھوٹا بھائی بھی اسی رستے کا مسافر تھا۔ اس نے بہت سی لڑکیوں کو بیچا، بے آبرو کیا، کتنوں کی گود خالی کی اور کئی بیچاریوں کے گھر اجاڑ دیے۔ اور اپنے اس درندے بھائی کو میں نے اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتارا تھا لیکن مجھے رتی برابر تکلیف نہیں ہوئی۔ ہاں ان دونوں کیلئے بہت تکلیف ہوگی کیونکہ ان دونوں میں میری جان بستی تھی اور ان سے مجھے ایسی امید نا تھی پر وہ بھی غلط رستے پر چل رہے ہیں" جمشید قریشی نے کہا تو اسے حیرت ہوئی۔ قریشی خاندان کے لگ بھگ سارے مرد ہی عیاشی پسند تھے پر جمشید قریشی وہ سب سے الگ تھا۔ "میں واقعی حیران ہوں۔ ایک ہی گھر کے دو لوگ اتنے مختلف کیسے ہوسکتے ہیں۔ ایک طرف آپ اس علاقے

کے سردار، اصولوں کے اتنے پکے، لڑکیوں کی عزت کے رکھوالے اور دوسری طرف ثمر قریشی ہے عزتوں سے کھیلنے والا، زانی اور گھٹیا انسان" عامر نے کہا تو جمشید قریشی نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔ث "مر؟ تم ثمر کو کیسے جانتے ہو میں نے تو اسکا نام تک نہیں لیا" جمشید قریشی نے کہا تو وہ دکھ سے مسکرایا۔ "میں جانتا ہوں آپ نے اسکا نام نہیں لیا پر میں اس شخص کو بہت اچھے سے جانتا ہوں" عامر نے کہا تو اس نے آئی برو اچکائی۔ "تم کیسے جانتے ہو اسے کیا بابر کے حوالے سے؟" جمشید قریشی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں بابر کے حوالے سے نہیں اپنی مورے کی وجہ سے جانتا ہوں" عامر نے کہا تو جمشید قریشی کو جیسے ساری بات سمجھ آگئی۔ "تمھاری مورے بھی ثمر کے ظلم کا نشانہ بنی تھی" جمشید نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "صرف ظلم کا نشانہ نہیں بنی۔ میری مورے کا گھر توڑ دیا۔مجھے اغواہ کر کے انھیں بلیک میل کیا۔ انھیں یہاں رکھ کر ٹارچر کیا گیا" عامر نے کہا تو جمشید قریشی ساکت

ہوا۔ اسکے دل نے شدت سے دعا کی تھی جو وہ سوچ رہا ہے عامر وہی ہو۔ ”تم طوبیٰ کے بیٹے ہو“ جمشید قریشی نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپ میری مورے کو جانتے ہیں“ اس نے پوچھا تو جمشید نے ہاں میں سر ہلایا اور آگے ہوتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ ”کہاں چلے گئے تھے تم طوبیٰ کے مرنے کے بعد۔ جانتے ہو کتنا تلاش کیا میں نے تمھیں“ جمشید قریشی نے پوچھا۔ ”مجھے ثمر قریشی لے گیا تھا پھر میں وہاں سے بھاگ گیا“ عامر نے کہا تو جمشید قریشی نے ہاں میں سر ہلایا اور پیچھے ہوتے اسکا ماتھا چوما۔ ”آپ مجھے ایسے پیار کیوں کر رہے ہیں۔ اور آپ مجھے اور مورے کو جانتے ہیں“ عامر نے حیران ہوتے پوچھا۔ ”ہاں جانتا ہوں۔ وہ میری منہ بولی بہن تھی۔ ثمر جب اسے یہاں لایا تھا تب میں نہیں جانتا تھا وہ طوبیٰ کو کیسے لایا ہے پر اس نے ہمیں یہی کہا تھا کہ اس نے طوبیٰ سے نکاح کیا ہے اور تمھیں اپنا بیٹا بتایا تھا پر کچھ عرصے بعد میں ساری سچائی سے واقف ہو گیا پھر میں نے خود اپنے بھائی کو مار دیا“ جمشید قریشی نے

کہا تو اپنی مورے کا ماضی یاد کرتے عامر کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ”اس نے بہت غلط کیا میری مورے کے ساتھ، میرے ساتھ اور میری فیملی کے ساتھ“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جانتا ہوں بیٹا اور اسکی سزا بھی اسے دے چکا ہوں۔ میں نے تمھارے باپ کو بھی ڈھونڈا تھا پر وہ اس وقت تک وفات پا چکا تھا پھر اسکے بعد مجھے تمھارے گھر کا پتا بھی نہیں معلوم تھا“ جمشید قریشی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے انکا ہاتھ پکڑا۔ ”کوئی بات نہیں سردار“ عامر کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بول اٹھا۔ ”سردار میں دنیا کیلئے ہوں۔ تمھارے لیے ماموں ہوں“ جمشید قریشی نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”ٹھیک ہے ماموں“ عامر نے کہا تو وہ مسکرائے اور اسکا سر تھپکا۔ ”طوبیٰ نے تمھارے لیے اپنی زندگی قربان کردی اور تمھیں دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا ہے کہ اسکی قربانی رائیگاں نہیں گئی“ جمشید قریشی نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”مورے ہمیشہ کہتی تھیں کچھ بھی ہو حق کو نہیں چھوڑنا اور لڑکیوں کو نہیں توڑنا اور الحمد اللہ

مورے کی سیکھ آج تک ذہن میں ہے" عامر نے کہا تو وہ ماشاءاللہ کہہ گئے۔ "اللہ تمھاری مورے کے درجات بلند فرمائے۔بہت معصوم تھی وہ۔بہت محبت کرتی تھی تمھارے باپ سے اور تم تینوں بھائیوں سے۔اس نے آخری سانس تک سب کو یاد کیا خاص کر عزیز کو" جمشید قریشی نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "جانتا ہوں۔ مورے کا پورا ماضی میں آپکے گھر کی ایک پرانی ملازمہ سے سن چکا ہوں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "اچھی بات ہے" جمشید قریشی نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "اچھا ماموں اب میں چلتا ہوں۔ایک کام ہے پھر مجھے ان دونوں کو بھی دیکھنا ہے" عامر نے کہا تو واجد قریشی نے ہاں میں سرہلایا اور اٹھتے اسکے گلے ملے۔ "خیال رکھنا اپنا اور اپنی بیوی کا جس کی محبت تمھارے چہرے پر چمک رہی ہے" جمشید قریشی نے کہا تو اسکا چہرہ سرخ ہوا۔ "کتنے بے باک ہیں آپ ماموں" اس نے کہا اور دونوں کانوں کو لگایا جس پر وہ قہقہہ لگا گئے۔ "اللہ پاک تمھیں خوش رکھے"

جمشید قریشی نے اسے دعا دی جس پر اس نے آمین کہا۔ "اچھا عامر تم سے ایک درخواست تھی" جمشید قریشی نے اچانک سے سنجیدہ ہوتے کہا۔

"ماموں آپ حکم کریں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "ان دونوں کی لاش کو ہمارے گھر مت بھیجنا اور پہلے واجد کو اس کے گناہوں کی سزا دینا" جمشید قریشی کا لہجہ چٹانوں کی مانند سخت تھا۔ "جی اچھا ماموں۔آپ اپنا خیال رکھیے گا" عامر نے کہا اور دل میں انکے حوصلے کو داد دیتے باہر نکل گیا جس پر جمشید قریشی نے اسکی حفاظت کی دعا کی اور اپنی جگہ پر ڈھے گئے۔ اپنے بیٹوں کو مارنے کا حکم انھوں نے خود جاری کیا تھا پر انصاف یہی تھا۔جبکہ دوسری طرف دل خوش بھی تھا۔عامر انکی منہ بولی بہن کا بیٹا تھا۔

کوئی اتنا پیار کیسے ہو سکتا ہے

پھر سارے کا سارا کیسے ہو سکتا ہے

ضرار نے کمرے میں داخل ہوتے مہرماہ کو دیکھتے شعر پڑھا جو اس وقت وائٹ کلر کی شارٹ فراک کے ساتھ پلازو پہنے ڈوپٹہ اچھے سے کندھوں پر پھیلائے، اپنے گیلے بالوں کو کمر پر کھلا چھوڑے، آنکھوں میں کاجل لگا رہی تھی۔ اسکی آواز پر مہرماہ کے رخسار بے ساختہ گلابی ہوئے۔ اس نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو دروازہ بند کرتے اس کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا اسے نہار رہا تھا۔ اسکی نظروں کے حصار میں خود کو محسوس کرتے وہ حیا سے سمٹی۔ "ضار! مجھے نا دیکھیں" مہرماہ نے چہرہ واپس آئینے کی طرف کرتے مدھم شرم سے لبریز آواز میں کہا۔ "تو پھر کیا کروں" ضرار نے دروازے سے ٹیک ہٹاتے اسکی طرف قدم بڑھائے تو مہرماہ کا دل دھڑکا۔ "مجھے نہیں پتا۔ بس مجھے نا دیکھیں" مہرماہ نے کاجل بند کرتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی پیچھے آتے کھڑے ہوتے اسکے گرد اپنی بازو حمائل کرتے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے اسے ساتھ لگایا جس پر مہرماہ کی سانس تھمی۔ "تمھیں نا دیکھوں مطلب نابینا ہوجاؤں؟" ضرار نے مدھم آواز

میں محبت سے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر سرخی پھیلی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکا کندھا چوم گیا جس پر مہرماہ نے اسکی بازو کو تھاما۔ "میں۔۔نے ایسا۔۔نہیں کہا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "بے شک نہیں کہا پر میری محبت کا تکازہ یہی ہے کہ جب تمھیں نا دیکھا تب اندھا ہو جاؤں" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور چہرہ اٹھاتے ہلکا سا چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ "اس محبت پر آپکی ماہ قربان" مہرماہ نے محبت سے کہا اور نرمی سے اس کے رخسار پر لمس چھوڑا تو ضرار نے آنکھیں موندیں جبکہ اسکی حرکت پر اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا جسے دیکھ وہ ہنس پڑی۔ "آپ شرماتے ہوئے خاصے کیوٹ لگتے ہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "مسز راجپوت یہ تم ہی جو مجھے بلش کروا سکتی ہو ورنہ دنیا کے سامنے تو میں مسکراتا تک نہیں ہوں" ضرار نے اس کی گردن کو لبوں سے چھوتے کہا تو وہ حیا سے سمٹتے گہری سانس بھر گئی جس پر اس نے نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔ "ایک بات

پوچھوں روحِ من" اس نے نرمی سے اس کی رخسار کو سہلاتے
کہا۔ "پوچھیں" مہرماہ نے اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں اپنی فورسٹ گرین
آنکھیں گاڑھتے اجازت دی۔ "تم مجھ سے محبت کرتی ہو" ضرار نے پوچھا تو وہ
مسکرائی۔ "نہیں میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔میں آپ سے عشق کرتی ہوں
ضار۔ ایسا عشق جسکا رتبہ محبت سے کئی درجے اوپر ہے۔ ایسا عشق جس میں
میرے لیے آپکی ذات ہی سب کچھ۔ ایسا عشق کہ جس میں بتلا ہوئی مہرماہ اپنے
ضار کے بغیر جینے کا تصور بھی نہی کرسکتی" مہرماہ نے اسکے چہرے کو ہاتھوں
کے پیالے میں بھرتے محبت سے کہا اور ایڑھیاں اٹھاتے انتہائی نرمی سے
اسکے ہونٹوں کو چھوتے سیدھی ہوئی اور اسکے سینے سے لگ گئی جبکہ ضرار تو
اسکے اظہار تضاد اسکے لمس پر سانس تک روک گیا تھا۔ اس نے اتنی نرمی سے
نا صرف اظہار کیا بلکہ آج پہلی بار خود اسے اپنا لمس بھی بخشا تھا۔ ضرار نے
چہرہ ہلکا سا جھکاتے اسے دیکھا جو اسکے سینے پر گال ٹکائے آنکھیں موندے اسکے

دل کے مقام پر مہرماہ لکھ رہی تھی۔اس نے دو تین گہرے سانس ہوا کے سپرد کیے اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے بالوں میں چہرہ چھپا گیا۔"مجھے اپنا لمس بخشنے سے پہلے ایک ٹریگر وارننگ تو دے دیتی۔ ابھی میرا دل بند ہوجاتا تو کون ذمہ دار ہوتا"ضرار نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ مسکرائی۔"آگے سے دے دیا کروں گی" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو اسکے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"عشق کرتی ہو مجھ سے" ضرار نے اسکا سر چومتے پوچھا۔"جی عشق کرتی اور بہت زیادہ کرتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو وہ آنکھیں موند گیا۔"تمھارا اظہار روح کو قرار بخش گیا ہے۔ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے سارے گناہوں کی معافی کا اعلان کیا گیا ہو"ضرار نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی۔"اب ایسی باتیں کریں گے تو مجھے آپ سے پھر محبت ہوجائے گی" مہرماہ نے کہا تو ضرار کا چہرہ کھلا۔"تو کروں نا جان۔روکا کس نے ہے۔ایک بار کیا بار بار کرو"ضرار نے جیسے منت کی جسے محسوس کرتے وہ

مسکرائی اور اسے دیکھا۔ ”بس کردیں اب مجھے شرم آرہی ہے“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”ابھی کسی نے میرے لبوں پر لمس چھوڑا اور اب شرم آرہی ہے“ ضرار نے شوخ ہوتے کہا تو وہ شرمگیں سا مسکراتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ ہنستے اسکا سر چومتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔

”کیسے ہیں آپ“ ثانیہ نے فون کان سے لگاتے عامر سے پوچھا۔ ”آپکی آواز سن لی اب سکون میں ہوں“ عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”کیسا جارہا ہے آپکا کام“ ثانیہ نے پوچھا تو عامر نے شیشے کے پار الٹے لٹکے بابر اور واجد کو دیکھا جن کی وہ ابھی دھلائی کرکے آیا تھا۔ ”ٹھیک جارہا ہے۔آپ بتائیں کیا کررہی تھیں“ عامر نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے پوچھا۔ ”آپ کو مس کررہی تھی اور اب آپکی کال آگئی ہے تو آپ سے بات کررہی ہوں“ ثانیہ نے کہا تو وہ دلکشی سے مسکرایا۔ ”اچھا جی مجھے یاد کیا جارہا تھا تبھی میں کہوں تب سے ہچکیاں

کیوں لگی ہیں" عامر نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "تو پانی پی لیتے ہچکیاں رک جاتیں" ثانیہ نے کہا۔ "پیا تھا پانی بھی پر شاید واٹر پروف ہچکیاں تھیں تبھی پانی کا اثر نہیں ہوا" عامر نے ہنوز شرارتی انداز میں کہا تو وہ پھر ہنسی جس پر اب کی بار وہ بھی ہنسا۔ "آپ بھی نا" عامر ثانیہ نے ہنسنے کے درمیان کہا۔ "بہت پیار ہوں ہے نا" عامر نے کہا تو وہ اب کی بار نرمی سے مسکرائی لیکن اسے تنگ تو کرنا تھا۔ "اپنے منہ میاں مٹھو" ثانیہ نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو عامر کو گویا صدمہ لگا۔ "کیا مطلب میں پیارا نہیں ہوں سکونِ قلب" عامر نے پوچھا تو اس نے بامشکل اپنی ہنسی دبائی۔ "نا بلکل بھی نہیں پتا نہیں کس نے آپکو خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے دانت کچکائے۔ "میرا سکھ چین شوہر سے پنگے نہیں لیتے" عامر نے ڈرانا چاہا۔ "میرے میاں جی۔ شوہر سے ہی تو پنگے لیتے ہیں" ثانیہ نے بھی اسی کے انداز میں کہا تو وہ ہنسا۔ "جی میری جان یہ تو ہے۔ اچھا بتائیں کچھ کھایا ہے اور دوبارہ روئی تو نہیں

تھیں۔ اکیلے ڈر تو نہیں لگ رہا" عامر نے نرمی سے پوچھا تو وہ نرمی سے مسکرائی۔ "جی کھانا میں کھا چکی ہوں اور روئی تو بلکل نہیں۔ اور میں اکیلی نہیں ہوتی حوریہ میرے پاس ہوتی ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے سکھ کا سانس بھرا۔ "چلیں اچھی بات ہے" عامر نے پُرسکون ہوتے کہا۔ 'جی۔ چلیں اب آپ بتائیں کسی لڑکی کو دیکھا تو نہیں" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں تو کسی کو نہیں دیکھا پر یہاں ہر لڑکی مجھے دیکھ رہی ہے بلکہ نا صرف دیکھ رہی ہے بلکہ ایک دو تو شادی کیلئے پوچھ بھی چکی ہیں" عامر نے لب دباتے مسکراہٹ روکی اور بھرپور سنجیدگی سے کہتے ثانیہ کو تپایا۔ "انکی تو میں ! ! انکی جرات کیسے ہوئی یہ آپ پر ڈورے ڈالیں۔ ان کی جان تو میں نکالتی ہوں اور آپ اگر کسی ایک آدھی سے امپریس ہوکر میرے سر پر سوتن لائے نا تو میں آپ دونوں کو چوہے مار کھلا دوں گی" ثانیہ نے جلن سے بھرے لہجے میں دھمکی دی تو عامر کا قہقہہ بلند ہوا جبکہ اسکی اتنی پوزیسوونیس پر عامر کو اس پر شدید قسم کا پیار آیا۔ "ریلیکس

بچے۔میں صرف آپکا ہوں۔ مذاق کررہا تھا شاباش میرا بچہ پُرسکون ہو جائیں"
عامر نے کہا تو ثانیہ گہرے گہرے سانس لینے لگی۔عامر کی زندگی میں اپنے علاوہ
کسی دوسری عورت کا تصور تک اسکی جان نکالنے کو کافی ہوتا تھا۔"عامر ایسا
مذاق نا کیا کریں۔ میری جان نکل جاتی ہے"ثانیہ نے مدھم آواز میں کہتے
مقابل کا دل دھڑکایا۔"کیوں؟ جان کیوں نکل جاتی ہے" عامر نے اپنے
دھڑکتے دل پر قابو پانے کی کوشش کرتے پوچھا۔ "وجہ تو مجھے بھی معلوم نہیں پر
آپ کی زندگی میں اپنے علاوہ کسی لڑکی کو تصور بھی کرنا میری سانسیں تک روک
دیتا ہے"ثانیہ کے لہجے میں سچائی تھی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا۔ مطلب
دل کی کیفیت اُسکی بھی بدل گئی تھی پر سمجھ نہیں آرہی تھی۔دل کی سرزمین پر
محبت کی کونپلیں پھوٹنے لگی تھی پر وہ دونوں انجان تھے۔ محبت نے دل کی سر
زمین پر قدم رکھتے پنجے گاڑھ دیئے تھے پر وہ دونوں ابھی اس بات کو سمجھنے سے
قاصر تھے۔ "اچھا بیٹُو۔آئی ایم سوری۔اب ایسا نہیں ہوگا ریلیکس ہو جائیں"

عامر نے نرمی و محبت سے کہا جس پر ثانیہ پُرسکون ہوئی۔ ”اچھا سنیئے“ ثانیہ نے چند سیکنڈ بعد اسے پکارا۔ ”جی سنائیے" اس نے ہمیشہ کی طرح محبت سے جواب دیا۔ ”میں نے بھائی سے صلح کرلی ہے“ ثانیہ نے بتایا تو وہ مسکرایا۔ ”ماشاءاللہ یہ تو بہت اچھی بات ہے“ عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”جی۔میں نے سوچا کہ اتنے سال آگے ہی ہم دور رہے ہیں اب بھی اختلاف پالتے ایک دوسرے کو چھوڑ دیں گے تو پھر ہم بہن بھائی ساتھ کب ہنسیں گے“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”بہت اچھا کیا" عامر نے مسکراتے کہا اور گلاس ڈور کے پار واجد اور بابر کو دیکھا جن کو اب اسکے گارڈز پیٹ رہے تھے۔ ”اچھا ایک اور بات“ ثانیہ نے اسے پھر پکارا تو وہ اسکی طرف متوجہ ہوا۔ ”جی فرمائیں جان“ اس نے محبت سے جواب دیا تو ثانیہ کے رخسار سرخ ہوئے۔ ”بھائی مستقل طور پر راولپنڈی شفٹ ہورہے ہیں۔کل رات ہی بھائی نے بتایا" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”جانتا ہوں اس نے مجھے بھی بتایا

تھا" عامر نے کہا تو ثانیہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے موبائل کو گھورا گویا وہ عامر ہو۔ "آپکو بھائی نے بتایا تھا پر آپ نے مجھے نہیں بتایا" ثانیہ نے منہ بناتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میری جان اس نے آپکو سرپرائز دینا تھا تبھی میں نے نہیں بتایا" عامر نے کہا۔ "تو بھائی نے مہرو کو بھی سرپرائز دینا تھا پر ضرار بھائی نے اسے بتا دیا پر آپ نے نہیں بتایا" ثانیہ کی بات سنتے عامر نے دانت پیسے۔ "ضرار تجھے تو میں آکر بتاؤں گا" عامر نے دل میں ضرار کو کوسا۔ "اچھا بچہ آئی ایم سوری نا۔ناراض نہیں ہونا۔میں ابھی آپ کے پاس نہیں ہوں تو آپکو سینے سے لگاتے منا بھی نہیں پاؤں گا۔ابھی ناراض ہونا پینڈنگ کردیں" عامر نے جلدی سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اچھا نہیں ہورہی ناراض ابھی" ثانیہ نے کہا تو وہ بھی ہنس پڑا۔ "شکر ہے ورنہ میں ڈر گیا تھا" عامر نے کہا تو وہ مسکراتے نفی میں سر ہلا گئی۔ "نہیں ڈرا کریں۔میں آپ سے ناراض نہی ہو سکتی" ثانیہ نے محبت سے کہا تو وہ مسکرایا۔ "جانتا ہوں سکونِ قلب پر پھر بھی رسک نہیں لے سکتا" عامر نے

کہا تو وہ مسکرائی۔ "جانتی ہوں۔ اچھا چلیں میں زرا مہرو کی بات سن لوں کب سے بلا رہی ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "اچھا ٹھیک ہے۔ سن لیں لیکن پھر دوبارہ کال کیجیے گا مجھے نیند نہیں آئے گی" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ٹھیک ہے۔فی امان اللہ۔ اپنا خیال رکھیے گا" اس نے نرمی سے کہا۔"آپ بھی اپنا خیال رکھنا۔فی امان اللہ" عامر نے کہا اور کال کاٹنے لگا پر ثانیہ کی اگلی بات اسکو روک گئی۔ "آئی مس یو۔جلدی آجائیں" ثانیہ نے کہا اور فوراً کال کاٹ گئی جبکہ عامر اسکی بات سنتے اپنی جگہ ساکت ہوا بیٹھا مسکرا رہا تھا۔جبکہ ثانیہ فون کاٹتے ہی اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا گئی۔ اسے یاد کرنا آسان تھا پر اسکا اقرار جان نکالتا تھا۔

"ڈیڈ آپ کب آئیں گے" لائبہ نے اپنا فون کان سے لگاتے اپنے ڈیڈ کاشف سے پوچھا۔وہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھی اپنے ڈیڈ سے بات کر رہی

تھی۔ ”میں بس تین چار دن تک آجاؤں گا میری جان۔ تم بتاؤ اپنا خیال رکھتی ہو نا“ کاشف صاحب نے اس سے پوچھا۔ ”جی ڈیڈ رکھتی ہوں۔ آپکو پتا ہے ضرار اپنی بیوی کے ساتھ سوات گیا ہوا ہے اور ابھی تک نہیں آیا" لائبہ نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ ”فکر مت کرو۔ کہاں جائے گا آئے گا تو اپنے گھر ہی۔ پھر وہ جیسے ہی آئے گا تم اسکے گھر والوں کو اسکی اصلیت بتا دینا“ کاشف صاحب نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”جی ڈیڈ بتا دوں گی۔ ڈیڈ آپ میرے ساتھ ہیں نا“ لائبہ نے پوچھا۔ ”پرنسز میں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوں ہمیشہ“ کاشف صاحب نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”جی ڈیڈ بس آپ جلدی سے آجائیں“ لائبہ نے مسکراتے کہا تو وہ بھی مسکرائے۔ ”ہاں چلو ٹھیک ہے میں آجاؤں۔ اب زرا ایک میٹنگ ہے وہ اٹینڈ کرلوں پھر کال کرتا ہوں“ کاشف صاحب نے کہا تو اس نے اوکے کہتے کال کاٹی۔ ”بس ایک بار تم آجاؤ ضرار پھر تم میرے ہوجاؤ گے“ لائبہ نے فون سائیڈ پر رکھتے خیالوں میں ضرار کو مخاطب

کرتے کہا اور سائیڈ ٹیبل کی ڈرا کھولتے وہاں سے اپنے اور ضرار کے نکاح نامہ کے ساتھ دونوں کی ساتھ لی گئیں تصویریں اور اپنی پریگننسی رپورٹ نکالی۔ "بہت جلد سب کے سامنے ہمارا رشتہ آجائے گا پھر تمھیں میرا ہونے سے تم خود بھی نہیں روک پاؤ گے زی" لائبہ نے ہنستے ہوئے کہا اور ان رپورٹس اور تصویروں کو بیڈ پر پھیلاتے اور زور سے ہنسنے لگی۔ "یقیناً اگر کوئی اسے یوں ہنستے دیکھتا تو پاگل تصور کرتا۔ تم فقط میرے ہو ضرار راجپوت تمھیں میں اس مہرماہ کیلئے نہیں چھوڑوں گی" لائبہ نے اچانک سنجیدہ ہوتے جنون سے کہا اور ان تصویروں میں موجود ایک تصویر اٹھاتے سامنے کی جو ضرار اور مہرماہ کی تھی۔ اس نے یہ تصویر تنزیل بیگم کے فون سے حاصل کی تھی۔ اس تصویر میں مہرماہ اور ضرار ایک دوسرے کے ساتھ مسکراتے کوئی بات کر رہے تھے۔ وہ منظر انتہائی پیارا اور مکمل تھا لیکن لائبہ کی آنکھوں میں کانچ کی مانند

چُبھا۔ ”تمھیں میں ضرار کی زندگی سے نکال کر رہوں گی“ اس نے وہ تصویر ایک ہی لمحے میں ٹکڑوں میں تقسیم کرتے کہا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔

”پٹھانی ہوگئی ریڈی“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا جو ابھی لاؤنج میں آئی تھی۔ ”جی سائیں ہوگئی“ مریم نے مدھم آواز میں کہا اور عالمگیر خان کی طرف بڑھی جو اسے دیکھتے ہی کھڑے ہوگئے تھے۔ وہ جاتے انکے سینے سے لگی جس پر انھوں نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ ”میری گڑیا۔ آپ نے اپنی ماما سے بات کیوں نہیں کی“ عالمگیر خان نے پوچھا۔ ”کیونکہ مجھے ماما سے روبرو مل کر بات کرنی ہے“ مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑے۔ ”میری جان روبرو مل کر بھی کر لینا پر ابھی آپ کی ماما آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔ ان سے بات تو کرو“ عالمگیر خان نے کہا تو اس نے سر جھکایا۔ ”ماما روئیں گی“ مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اسے پھر ساتھ لگا گئے۔ ”میری جان تو آپ چپ کروا لینا نا“ عالمگیر خان نے

کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے میں پھر آکر ماما سے بات کروں گی اور میشائم سے بھی اور سب سے" مریم نے معصومیت سے کہا تو وہ مسکراتے شفقت سے اسکا ماتھا چوم گیا۔ ”شاباش میرا بچہ۔اب جاؤ اور پھر جلدی سے آکر اپنی ماما سے بات کرنا“ عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

”ٹھیک ہے بابا۔فی امان اللہ“ مریم نے کہا اور شہریار کی طرف بڑھی جو اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔اس کو آتے دیکھ اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے یونہی تھامے باہر نکل گیا۔وہ اسے لیے سیدھا پورچ میں آیا اور اسے گاڑی میں بٹھاتے خود دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی ہاسپٹل کی طرف روانہ کی۔وہ آج اسے چیک اپ کیلئے لے جارہا تھا۔ ”سائیں" گاڑی کچھ دور ہی گئی تھی جب مریم نے اسے پکارا۔ ”جی سائیں کی جان حکم ‘‘شہریار نے نرمی سے جواب دیا۔ ”سائیں ہم واپسی پر آئس کریم کھائیں گے نا‘‘ مریم نے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔اسے لگا تھا شاید وہ بھول جائے گی پر وہ کیسے

بھول گیا۔ اسکی پٹھانی آئس کریم پر کمپرومائز نہیں کرتی تو۔ بھلا کیسے
بھولتی۔ "جی میرا بچہ یہ کوئی کہنے والی بات ہے۔ میری پٹھانی نے کچھ کہا ہو اور
میں نا مانوں" شہریار نے نرمی سے اسے ساتھ لگاتے کہا۔ "پھر آپ ہنسے کیوں"
مریم نے پوچھا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "ہنسا اس لیے کیونکہ میں نے
سوچا تھا کہ تم بھول گئی ہوگی" شہریار نے کہا تو مریم نے چہرہ اٹھاتے اسے
گھورا۔ "جی نہیں میں نہیں بھولتی۔ آئس کریم مجھے کھانی ہے تو بس کھانی ہے"
مریم نے ضدی انداز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "جی میرا ضدی بچہ مجھے پتا ہے۔ ہم
واپسی پر لازمی آئس کریم کھائیں گے" شہریار نے کہا تو اسکا چہرہ کھلا۔ "سائیں
آپ مجھے آج بریانی بنا کر کھلائیں گے" مریم نے سر اٹھاتے اسے دیکھتے
پوچھا۔ "کیوں نہیں جو میری پٹھانی کہے گی وہی میں کروں گا" شہریار نے کہا تو
اس نے اوپر ہوتے شہریار کی گال پر لب رکھے جبکہ شہریار مسکرا کر رہ
گیا۔ "تھینکیو سائیں آپ بہت اچھے ہیں" مریم نے کہا تو اس نے جھکتے نرمی

سے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑا۔ "اچھا شکریہ میری جان۔یہ بتاؤ دوبارہ پین تو نہیں ہوئی تھی" شہریار نے نرمی سے پوچھا۔ "نہیں سائیں میڈیسن کھانے کے بعد نہیں ہوئی تھی" مریم نے کہا تو وہ پُرسکون ہوا۔آج یونی سے واپس آنے کے بعد مریم کی کمر میں شدید درد ہو رہی تھی جس پر وہ کافی پریشان ہوا تھا تبھی اسے ڈاکٹر کے پاس لے جا رہا تھا۔وہ جانتا تھا مریم کی عمر ابھی کم ہے اور ایسے درد ہونا عام بات تھی۔ڈاکٹر نے بھی یہی کہا تھا پر وہ کسی قسم کا کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ "شکر الحمدللہ۔یہ تو بہت اچھی بات ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "سائیں آپ میری جب اتنی فکر کرتے ہیں تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے" مریم نے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا۔ "اور تم تو مجھے ہر پل بہت اچھی لگتی ہو" شہریار نے کہا تو ہنسی۔ "اللہ اللہ سائیں آپ ہر بات کو اپنی مرضی سے ڈھالنا اچھی طرح جانتے ہیں" مریم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان میری پسند تو تم ہی ہو" شہریار نے کہا تو وہ پھر ہنسی جس پر اب

کی بار وہ بھی ہنس دیا۔ مریم نے ہنستے اسکے کندھے پر سر ٹکایا تو وہ بھی نرمی سے اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسکا سر چومتے اسکے سر پر گال ٹکاتے اپنا دھیان واپس ڈرائیونگ کی طرف مبذول کر گیا۔

"سنا نا ڈاکٹر نے کیا کہا ہے۔ اب سے کوئی اچھل کود نہیں۔ نا ہی فضول چلنا پھرنا ہے کچھ دن۔ سیڑھیوں پر بھی احتیاط سے چلنا ہے اور جھکنا بلکل بھی نہیں ہے" شہریار نے مریم کو دیکھتے کہا جو اسکے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ہاسپٹل آتے ہی وہ دونوں سیدھا لیڈی ڈاکٹر کے کمرے میں گئے تھے جس نے مریم کا چیک اپ کرتے چند ہدایات دینے کے ساتھ اسکی دوائی چینج کی تھی۔ جبکہ ڈاکٹر کی ہدایات کو مریم سے زیادہ شہریار نے غور سے سنا تھا اور اب وہ ڈاکٹر کے کیبن سے نکلتے اسے دوبارہ ہدایات دے رہا تھا جس پر مریم مسکرا رہی تھی۔ "جی سائیں سمجھ گئی ہوں اور اگر نہیں بھی سمجھی تو آپ ہیں نا مجھے

سمجھانے کو بلکہ سنبھالنے کو" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر گیا۔ "جی میری جان میں ہوں اور ہمیشہ رہوں گا تمھارے پاس" شہریار نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی۔ شہریار اس کا ہاتھ یونہی تھامے باہر آیا اور اسے گاڑی میں بیٹھاتے خود دوسری طرف سے آتے بیٹھا اور گاڑی آگے بڑھا گیا۔ "اب آئس کریم" گاڑی آگے بڑھتے دیکھ مریم فوراً بولی تو وہ ہنس پڑا۔ "میرا بچہ مجھے یاد ہے۔ اور ہم وہیں جا رہے ہیں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "سائیں ضرار بھائی کو کال ملائیں" مریم نے اچانک کہا تو اس نے چہرہ ہلکا سا موڑتے ایک نظر اسے دیکھا پھر اپنی نظریں واپس روڈ پر کر گیا۔ "آنٹی سے بات کرنی ہے" اس نے پوچھا اور ساتھ ہی اپنا موبائل پوکٹ سے نکالتے اسکی طرف بڑھایا اور گاڑی سڑک کے ایک طرف روک گیا تاکہ وہ سکون سے بات کر لے۔ "جی ماما سے بات کرنی ہے۔ بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں اگر ملنے کے انتظار میں رہوں گی تو ماما کا انتظار طویل کروں گی بہتر ہے ایک بار

بات کرلوں" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر مریم نے اسکا موبائل پکڑا اور لاک کھولتے ضرار کو کال ملا گئی۔ وہ جب بھی شہریار کے ساتھ باہر آتی تھی اپنا موبائل گھر ہی چھوڑ کر آتی تھی۔ "ہاں شیری بول" دوسری طرف ضرار سب کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا باتیں کرنے میں مصروف کر رہا تھا شہریار کی کال آتے دیکھ ضرار نے باتیں چھوڑتے اسکی کال پک کی۔ "اسلام ضرار بھائی" مریم نے اسکی آواز سنتے نرمی سے سلام کیا۔ "وعلیکم اسلام گڑیا۔ کیسی ہو آپ طبیعت ٹھیک ہے آپکی" ضرار نے نرمی سے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "جی بھائی میں ٹھیک ہوں۔ وہ دراصل مجھے ماما سے اور باقی سب سے بات کرنی تھی آپ کروا دیں گے" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "جی بیٹا کیوں نہیں۔ میں ابھی کروا دیتا ہوں" ضرار نے نرمی سے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ "آنٹی مریم گڑیا کی کال ہے" ضرار نے فہمیدہ خان کے پاس جاتے کہا تو وہ جو بیشائم سے باتیں کر رہی تھیں فوراً چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا اور اگلے

ہی پل اسکے ہاتھ سے موبائل پکڑ گئیں۔ ”مریم میری جان“ فہمیدہ خان نے بے قراری سے اسے پکارا تو مریم کی کے چہرے پر مسکراہٹ جبکہ آنکھوں میں نمی آئی۔ ”ماما۔۔کیسی ہیں آپ“ مریم نے پوچھا تو وہ مسکرائیں جسے دیکھ باقی سب بھی مسکرائے۔ ”میں ٹھیک ہوں ماما کی جان۔آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کررہی تھیں۔پتا ہے میں نے اپنی بیٹی کو کتنا یاد کیا“ فہمیدہ خان کی آواز بھرائی جسے محسوس کرتے مریم تڑپی جبکہ میشائم نے فوراً انکے آنسو صاف کرتے انکے گرد بازو حمائل کیے۔ ”ماما پلیز دیکھیں رونا نہیں۔ابھی میں آپکے سینے سے نہیں لگ سکتی پلیز روئیے گا مت۔میں اسی لیے آپ سے بات نہیں کررہی تھی کیونکہ مجھے پتا تھا آپ رونے لگے گیں“ مریم نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”میری جان۔تو کیا کروں۔بیس سال تمھارا اور میشائم کا انتظار کیا۔بیس سال بعد تم میرے سامنے آئی پر میں تمھیں پہچان نا سکی۔اور جب پہچان لیا ہے تو تمھارے پاس نہیں ہوں“ فہمیدہ خان نے کہا تو مریم کی آنکھوں سے آنسو

رواں ہوئے جنکے نیچے گرنے سے پہلے ہی شہریار نے اپنی ہتھیلی اسکی ٹھوڑی تلے ٹکاتے اسکے آنسو اپنی مٹھی میں بند کیے اور پھر نرمی سے اپنی پوروں سے اسکے آنسو چن گیا۔ "ماما اب تو مجھے پہچان چکی ہیں اور بہت جلد میرے پاس بھی آجائیں گی آپ پھر میں آپ سے ڈھیر سارے لاڈ کروں گی۔ بس آپ روئیں مت" مریم نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "میری گڑیا۔ بس ایک دو دن تک میں واپس آجاؤں گی پھر میں کبھی اپنی بیٹیوں سے دور نہیں جاؤں گی" فہمیدہ خان نے کہا۔ "جی اور میں آپ کو جانے بھی نہیں دوں گی مریم نے لاڈ سے کہا تو وہ مسکرائیں" جب کہ یشائم اپنی ہتھیلی ان کے سامنے پھیلائے ہوئے تھی تاکہ اسے جلدی سے موبائل مل جائے۔ "ٹھیک ہے۔ چلو اپنی بہن سے بات کرلو۔ وہ تم سے بات کرنے کو بے تاب ہے" فہمیدہ خان نے کہتے موبائل یشائم کو پکڑایا جبکہ مریم انکی بات سنتے مسکرائی۔ بے قرار تو وہ بھی تھی اپنی بہن سے بات کرنے کو۔ "کیسی ہو مریم" یشائم نے فون کان سے لگاتے کہا۔

"میں ٹھیک ہوں۔تم میرا مطلب آپ کیسی ہیں" مریم نے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔"میری جان تم مجھے تم کہہ سکتی ہو۔میں تمھاری بہن ہوں کوئی غیر تھوڑی جو تم مجھ سے آپ جناب کا تکلف کر رہی ہو" میشائم نے محبت سے کہا تو مریم کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔"وہ مجھے لگا۔تم ڈانٹو گی" مریم نے کہا تو وہ اسکی معصومیت پر مسکرائی۔مہرماہ نے ٹھیک کہا تھا مریم بہت معصوم ہے۔"میری جان میں کیوں اپنی بہن کو ڈانٹوں گی۔تم تو میری گڑیا ہو تمھیں کیوں ڈانٹوں گی میں۔ایسا کیوں سوچا تم نے" میشائم نے پیار سے پوچھا۔"وہ ہم پہلی بار بات کر رہے ہیں نا تو اس لیے" مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔"میرا بچہ ہم بے شک پہلی بار بات کر رہے ہیں پر تم میری بہن ہو مریم۔میرا آدھا حصہ ہو۔آئندہ ایسے نہیں سوچنا میری جان" میشائم نے پیار سے ڈپٹنے والے انداز میں کہا تو مریم مسکرائی۔"تم جب مجھ سے ملو گی مجھے بہت دیر تمھارے گلے لگ کر رونا ہے" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو میشائم کی

آنکھوں میں نمی آئی۔ ”مجھے بھی۔مجھے بیس سال کی دوری کو آنسوؤں میں بہانا ہے۔مجھے میری بہن سے دوبارہ کبھی دور نہیں جانا“ میشائم کی بات سنتے مریم نم آنکھوں سے مسکرائی۔ ”جلدی آجاؤ نا پھر“ مریم نے کہا تو میشائم کا بس نا چلا وہ ابھی اپنی بہن کے پاس چلی جائے۔ ”آجاؤں گی بس دو دن انتظار کرلو۔پھر کبھی اپنی بہن سے دور نہیں جاؤں گی“ میشائم نے پیار سے کہا۔ ”میں تمھارا انتظار کروں گی۔اچھا تمھیں ایک گڈنیوز دوں“ مریم نے کہا تو میشائم کے ماتھے پر نا سمجھی کے بل پڑے۔ضرار کے علاوہ ابھی سب ہی مریم کی پریگننسی سے انجان تھے۔مریم اپنی بہن، ماما اور مہرماہ کو خود بتانا چاہتی تھی تبھی اس نے شہریار کو منع کیا تھا کہ وہ نا بتائے۔ ”ہاں دو" میشائم نے پیار سے کہا۔ ”تم آنی بننے والی ہو“ مریم نے شرمگیں آواز میں کہا تو میشائم کا چہرہ کھلا۔ ”سچی میں آنی بننے والی ہوں۔مبارک ہو میری جان۔بہت بہت مبارک ہو“ میشائم نے ایکسایٹڈ ہوتے اونچی آواز میں کہا جس پر سب خواتین کے چہرے خوشی سے

کھلے جب کہ ضرار، خلیل صاحب اور ماہ دیریوں ہوئے گویا سنا ہی نا ہو۔ "آنی۔ میری مریم کی اولاد۔ میں نانی بننے والی ہوں" فہمیدہ خان نے کہا تو یشائم نے ہاں میں سر ہلاتے اسپیکر اون کیا۔ "مریم تم سچ کہہ رہی ہو" فہمیدہ خان کی آواز پر اسکی شرم میں اضافہ ہوا۔ "جی۔۔ماما" اس نے منمناتے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "بہت مبارک ہو گڑیا۔ اللہ پاک تمھیں نیک اور فرمانبردار اولاد عطا فرمائے" فہمیدہ خان نے کہا تو سب نے آمین کہا۔ "یشائم مہر کہاں ہے اور حوریہ" مریم نے پوچھا تو مہرماہ مسکرائی جبکہ حوریہ جو اپنے دادا جان کی گود میں بیٹھی تھی اس کے کان فوراً کھڑے ہوئے۔ "میں یہیں ہوں میمی" یشائم کے بولنے سے پہلے مہرماہ بولی تو یشائم نے فون اسے پکڑایا۔ "مہر کیسی ہو تم" اپنی جانِ عزیز دوست کی آواز سنتے مریم کی آواز بھرائی۔ "ٹھیک ہوں میری جان تم کیسی ہو اور ٹھیک ہو نا" مہرماہ نے پوچھا۔ "ہاں ٹھیک ہوں بدتمیز مجھے کال کیوں نہی کی۔ کتنا مس کیا میں نے تمھیں۔ بے وفا بے مروت یاد نہیں آئی

میری" مریم نے مصنوعی غصہ کرتے پوچھا۔ "یاد؟ تڑپ تڑپ کر روئی ہوں میں تمھارے لیے۔جانتی ہو کتنی دعا کی تھی میں نے اللہ پاک سے۔کتنا گڑاگڑائی تھی تمھاری سلامتی کیلئے۔اور تم یہ کہہ رہی ہو" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑی جبکہ باقی سب مسکرائے۔سب ہی مریم کے ساتھ ہوئے واقعے کے بارے میں جان گئے تھے۔ "جانتی ہو میری جان۔مذاق کررہی ہوں" مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "جانتی ہوں۔مجھے تمھارے پاس آنا ہے میمی۔میں نے تمھیں بہت مس کیا۔جانتی ہو جب تم مل نہیں رہی تھی تب مجھے اندازہ ہوا دوست سے جدائی موت کے مترادف ہوتی" مہرماہ نے کہا تو مریم کی آنکھیں ایک بار پھر نم ہوئیں۔ "جانتی ہو تم جب میں اس قید کھانے میں تھی مجھے بھی وہاں اپنی دوست کی بہت یاد آئی۔وہاں مجھے احساس ہوا۔دوست کا زندگی میں ہونا زندہ رہنے کیلئے بے حد ضروری ہے۔جانتی ہو وہاں اللہ اور سائیں کے بعد میں نے تمھیں یاد کیا تھا" مریم نے کہا تو مہرماہ کی آنکھیں نم ہوئیں جس پر ثانیہ نے نرمی

سے اسے ساتھ لگاتے اس کا سر چوما۔ ”تمھیں میں آکر بتاؤں گی بد تمیز۔ تم نے اپنا خیال نہیں رکھا“ مہرماہ نے مصنوعی دھمکی لگائی تو وہ ہنس پڑی۔ ”میں انتظار کروں گی آکر مجھے اچھے سے بتانا“ مریم نے کہا تو مہرماہ بھی ہنسی۔ ”اپھو اب میئ بالی (اپھو اب میری باری)“ حوریہ جو تب سے خاموش تھی اب بلآخر اسکے پاس آتے بول پڑی جسے سنتے سب ہنس پڑے۔ ”جی اپھو کی جان آؤ میں اپنے بچے کی بات اسکی آنی سے کراتی ہوں“ مہرماہ نے کہا اور اسے نرمی سے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا۔ ”آنی ذان (آنی جان)“ حوریہ نے نرمی سے اسے پکارا تو مریم مسکرائی اور سپیکر آن کر گئی تاکہ شہریار بھی سن سکے۔ ”آنی کی جان کیسی ہو آپ“ مریم نے پیار سے پوچھا۔ ”می تیت اوں اپ آئی توں نئ چھیلی تاتو تے شات (میں ٹھیک ہوں آپ آئی کیوں نہیں شیری چاچو کے ساتھ)“ حوریہ نے پوچھا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ ”میری جان اب آپ آنا اپنے ماما بابا کے ساتھ آنی پاس اوکے“ مریم نے پیار سے کہا۔ ”تیت اے پھل اپ مذے

تیشی تلو دے نا (ٹھیک ہے پھر آپ مجھے کسی کرو گے نا)" حوریہ نے پوچھا سب کو اس پر پیار آیا۔ "جی میری جان میں آپکو ہگ بھی کروں گی اور کسی بھی" مریم نے کہا تو حوریہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر سب نے اسکی نظر اتاری۔ "اول تاتوبی (اور چاچو بھی)" حوریہ نے شہریار کے متعلق پوچھا۔ "جی میرا بچہ میں بھی کروں گا" شہریار نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ اسکی آواز سنتے ثانیہ سانس تک روک گئی۔یہ وہ شخص تھا جو اسکے ساتھ گھر بسانا چاہتا تھا پر اس نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔وہ راولپنڈی جا کر اس سے معافی مانگنے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن وہ کہاں جانتی تھی راولپنڈی جاتے اسکی زندگی کتنے بڑے طوفان کے زد میں آنے والی ہے جس نے اسکی ہستی کو ہلا کر رکھ دینا تھا۔ "یاہو۔چھیلی تاتو،آنی حولیہ لا او (یاہو ! ! شیری چاچو، آنی حوریہ لوویو)" حوریہ نے کہا تو وہ دونوں ہنسے۔ "وی لوویو ٹو گڑیا" ان دونوں نے ہم آواز کہا تو حوریہ مسکرائی اور ثانیہ کی گود میں جاتے اسکی گردن میں چہرہ چھپا گئی۔ "چلو میمی

حوریہ شرما گئی ہے اب" مہرماہ نے ہنستے کہا تو سب ہنس پڑے جبکہ ثانیہ نے نرمی سے حوریہ کا سر چوما۔ "چلو تم حوریہ کو دیکھو اب میں بعد میں کال کرتی ہوں گھر جا کر" مریم نے کال کا دورانیہ دیکھا جو آدھے گھنٹے سے زیادہ ہو گیا تھا تبھی فوراً بولی تو مہرماہ نے اوکے کہتے کال کاٹی۔ "اب خوش ہے میری پٹھانی" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ بغیر کچھ کہے بغیر اسکے سینے سے لگی۔ "بہت خوش ہوں۔بہت زیادہ" مریم نے کہا تو وہ اسکا چوم گیا۔ "ماشاءاللہ" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں ایسے ہی بیٹھی رہوں آپ ڈرائیو کرلیں گے" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکو کمر کے اطراف سے پکڑتے اپنی گود میں بٹھا گیا۔ "تم ایسے بھی بیٹھو گی میں تب بھی ڈرائیونگ کرلوں گا" شہریار نے اسکا ماتھے پر بوسہ دیتے محبت سے کہا اور گاڑی سٹارٹ کی تو وہ مسکرائی اور اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی جبکہ شہریار مسکراتے اب آئس کریم پارلر کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ اپنی رگِ جاں کو آئس کریم کھلا سکے۔

"اسد اٹھ جائیں" عائشہ نے اسے ہلاتے کہا جو اسکے کندھے میں چہرہ چھپائے سو رہا تھا۔وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اسے جگا رہی تھی پر مجال تھی جو اسد ٹس سے مس بھی ہوا ہو۔"اسد اٹھ جائیں نا" عائشہ نے پھر اسکا کندھا پکڑتے ہلایا تو اسد نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"کیا ہوا شہزادی۔آج تو چھٹی ہے سونے دو نا" اسد نے کہا اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے پھر آنکھیں موند گیا۔"اسد آج چھٹی ہے تبھی کہہ رہی ہوں اٹھ جائیں۔ٹائم دیکھیں آٹھ بج گئے ہیں اور سب جاگنے والے ہیں اٹھ جائیں نا" عائشہ نے کہا تو اس نے منہ بسورتے اسے دیکھا۔"یار بیوی سونے دو۔ساسو ماں کو پتا ہے میں یہاں ہوں" اسد نے کہا تو عائشہ کی آنکھیں پھیلیں۔"کیا ! ! ماما کو پتا ہے۔آپ جھوٹ بول رہے ہیں" عائشہ نے بے یقینی سے کہا جس پر اسد نے بغیر کچھ کہے سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ مارا اور اپنا موبائل اٹھاتے بامشکل آنکھوں کو واء کرتے تنزیل بیگم کا نمبر

ملا گیا۔ ”ہاں اسد بیٹا بولو“ تنزیل بیگم نے کال اٹھاتے ہی کہا۔ ”ماما میں ابھی یہیں شہزادی کے پاس ہوں۔ نیند بہت آرہی ہے۔ گاڑی بھی ڈرائیو نہیں ہوگی کوئی مسئلہ ہوا تو آپ سنبھال لینا“ اسد نے کہا تو عائشہ کی آنکھیں مزید پھیلیں۔ ”ٹھیک ہے بیٹا سو جاؤ“ تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ غش کھانے والی ہوئی۔ ”ماما میں تو سو رہا ہوں عائشہ کہہ رہی ہے جاؤ“ اسد نے لگے ہاتھ عائشہ کی شکایت لگائی تو اسکا منہ کھلا۔ ”ارے سو جاؤ کچھ نہی کہتی اب۔ کہے گی تو میں کرلوں گی بات“ تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ اب کی بار بیہوش ہوتے ہوتے بچی۔ جب کہ اسد اب کال کاٹتے مزے سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”اب میں سو جاؤں جانم عاشقی“ اسد نے اسکی رخسار کو چھوتے پوچھا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ ”آپ نے ماما پر کونسا جادو کیا ہے اسد“ عائشہ نے پوچھا تو وہ ہنسا اور سیدھے ہوتے اسے اپنے قریب کر گیا۔ ”وہی جادو کیا ہے جو تم پر کیا ہے۔ پیار کا جادو۔ پہلے میں انکے لیے اسد ملک تھا پر اب انکا بیٹا ہوں“ اسد نے کہا تو وہ

مسکرائی۔ "ماما واقعی آپکو اپنا بیٹا مانتی ہیں" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میرے لئے بھی وہ میری ماں ہیں" اسد کی بات سنتے وہ مسکرائی۔جانتی ہوں۔ "ویسے یہ بتائیں۔ماما آپکے یہاں رکنے پر کیسے مان گئیں" عائشہ نے اس کی ٹی شرٹ کے کالر پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے پوچھا۔ "کچھ بھی نہیں میں نے بس انھیں کہا کافی دن سے سویا نہیں ہوں۔ اب مجھے میری بیوی کے پاس جانا ہے پہلے تو ڈانٹ پڑی پھر میری دو ایموشنل باتوں پر مان گئیں" اسد نے مزے سے اپنی حرکت بتائی تو اس نے پہلے تو اسے حیرت سے دیکھا لیکن اگلے ہی پل قہقہہ لگا گئی۔ "افف اللہ اسد کیا کروں میں آپکا۔کتنے بے شرم ہیں آپ" عائشہ نے ہنستے اسکے سینے پر تھپڑ مارتے کہا تو وہ بھی ہنسا۔ "کیا کروں شہزادی اب اتنی پیاری بیوی کیلئے عاشق شوہر کو بے شرم ہونا پڑتا ہے" اسد نے کہا تو وہ وہ پھر ہنسی۔ "اسد سدھر جائیں" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا۔ "پھر سے سنجیدہ ہو جاؤں کیا" اسد نے شرارت سے پوچھا۔ "ہرگز نہیں ایسے ہی رہیں" عائشہ نے کہا تو وہ

مسکرایا اور اسکی طرف جھکتے اسکے ہونٹ چھوتے پیچھے ہوا۔ "میری نیند اڑ گئی ہے" اسد نے اسے دیکھتے کہا جو اب اپنا سرخ چہرہ جھکائے اس سے نظریں چُرا رہی تھی۔ "سونے۔۔کی کوشش ۔۔کریں۔۔آجائے گی۔۔نیند" عائشہ نے منمناتے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے بالوں میں رکھ گیا جس پر عائشہ نے اسے دیکھا جو اب پھر سے اوندھے منہ ہوتے اسکے کندھے پر سر رکھتے بچوں کی طرح ہونٹ گول کرتے اسے دیکھا۔اسکی حرکت پر عائشہ کو اس پر پیار آیا جس پر اس نے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانا شروع کی جسے محسوس کرتے اسد نے ایک پُرسکون سانس خارج کیا اور آنکھیں موند گیا جس پر وہ مسکرائی اور اسکی طرف جھکتے بے حد نامحسوس انداز میں اسکے بالوں پر لب رکھ گئی جسے اسد نے محسوس کیا لیکن بولا کچھ بھی نا۔وہ بس ابھی اسکے لمس کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔جبکہ عائشہ اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے کے ساتھ ساتھ اسکے چہرے کے نقوش کو نہار رہی تھی۔

"میں بہت تھک گئی ہوں" میشائم نے ماہ دیر کے کندھے پر سر رکھتے کہا جو صوفے پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر اپنا ٹرانسفر لیٹر تیار کر رہا تھا جبکہ میشائم ابھی حوریہ کے کھلونے وغیرہ پیک کر کے آئی تھی۔پرسوں ان لوگوں نے راولپنڈی کیلئے نکلنا تھا تبھی میشائم اب باقی سامان پیک کر رہی تھی۔ان کی پیکنگ کافی حد تک مکمل تھی اب بس ان کا استعمال کا سامان رہ گیا تھا جو میشائم ان دو دنوں میں کرنا چاہتی تھی۔ "میری جان اس لیے میں منع کر رہا تھا کہ تم رہنے دو میں رات کو خود کر لوں گا" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے گرد بازو حمائل کرتے لیٹر سیو کرتے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھتے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتی ہوں پر آپ آل ریڈی اتنا کام کر رہے ہیں۔اب میں تھوڑا سا کر لوں گی تو کیا ہو جائے گا" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں میرا بچہ۔پر پھر بھی تمھیں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔اتنے سارے ملازمین ہیں گھر پر ان سے کرواتی خود کو

کیوں کیا" ماہ دیر نے اسکے سر پر لب رکھتے پوچھا۔ "دِیر آپکا اور حوریہ کا سامان میں خود پیک کروں گی۔ جیسے میں نے کرنا وہ کوئی ملازمہ تو نہیں کر سکتی نا" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں پر اس میں اپنی صحت کو نظر انداز مت کرو۔ بیمار ہو جاؤ گی" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا نہیں کرتی نظر انداز۔ اب مجھے بس ڈانٹتے ہی رہیں گے یا تھوڑا پیار سے بھی بولیں گے" میشائم نے منہ بناتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "متاعِ جان میں ڈانٹ نہیں رہا۔ بس تمھاری فکر کر رہا ہوں" ماہ دیر نے محبت سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے پر سر رکھا۔ "تو فکر ایسے کون کرتا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے ڈانٹ رہے ہیں" میشائم نے کہا تو وہ نرمی سے اسکا سر چوم گیا۔ "آئی آیم سوری" ماہ دیر نے اپنی ناکردہ غلطی کی معافی مانگی۔ وہ اسکی پسندیدہ عورت تھی اور اس کے سامنے وہ ہزار بار ناکردہ گناہوں کی معافی مانگ سکتا تھا۔ اسکے سامنے اسکی انا تک مسترد ہو جاتی تھی۔ غرور کہیں دور جا سوتا

تھا۔رتبہ خاک ہوجاتا تھا۔ حیثیت مٹی جیسی ہوجاتی تھی۔اسکے سامنے تو سر بھی یوں جھکتا تھا گویا ثواب ہو۔"سوری کیوں کررہے ہیں" اسکو سوری کرتے دیکھ یشائم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"کیونکہ میری پسندیدہ عورت کو میرا عمل نہیں پسند آیا تو اس کے لیے معذرت"ماہ دیر نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ مسکرائی۔"میرے پسندیدہ مرد مجھ سے معافی مانگیں یہ میرے لیے مرنے کے مترادف ہے"یشائم نے اسکی رخسار پر نرمی سے ہاتھ رکھتے کہا تو اسکا سر چوم گیا۔"میری جان ایسی باتیں مت کرو۔مجھے پیار آنے لگا ہے تم پر۔ تھوڑی دیر سوجاؤ۔شاباش" ماہ دیر نے کہا اور صوفے پر دراز ہوتے نرمی سے اسے ساتھ لٹا گیا۔"سونا نہیں ہے مجھے" یشائم نے اسکے سینے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔"پھر کیا کرنا ہے اگر سونا نہیں ہے تو" ماہ دیر نے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے کہا۔"مجھے ابھی آپ سے باتیں کرنی ہیں صبح سے ابھی تو فارغ ہوئے ہیں اور اب مجھے اب آپ سے ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں"

یشائم نے کہا تو ماہ دیر تو اس پر شدید قسم کا پیار آیا جس پر اس نے جھکتے نرمی سے اس کی گال پر لب رکھے۔ "کیا باتیں کرنی ہیں میرے بچے کو" ماہ دیر نے محبت سے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "دِیر ہم جب راولپنڈی جائیں گے پھر میں دو دن کیلئے ماما بابا کی طرف رکنے جاؤں گی۔ آپ جانے دیں گے نا" یشائم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا اس حوالے سے میں تمھیں روک سکتا ہوں۔ وہ تمھارے والدین ہیں۔ اور والدین ہر رشتے سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ انکے ساتھ وقت گزارنا چاہیئے۔ انکے ساتھ گزرا وقت دل کے سکون کا باعث بنتا ہے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "جانتے ہیں۔ کبھی کبھی میں سوچتی ہوں میں نے ایسی کونسی نیکی کی ہے جو اللہ نے آپکو میرا شریکِ حیات بنا دیا" یشائم نے اسکی رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکراتے نرمی سے اسکی ہتھیلی چوم گیا۔ "یہ تو مجھے سوچنا چاہیے کہ آخر میری کس نیکی کا صلہ ہو تم" ماہ دیر کی بات سنتے اسکے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "آپ

جانتے ہیں آپ باتوں کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا اچھے سے جانتے ہیں"
میشائم نے ہلکی سی شرارت کی۔ "اور تم جانتی ہو تم مجھے پل میں زِیر کرنا جانتی
ہو" ماہ دیر نے دلکشی سے مسکراتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "دیکھا پھر بات کو اپنی
مرضی کا رنگ دے دیا" میشائم کی بات سنتے وہ مسکرایا۔ "میں تو صرف باتوں کو
اپنے رنگ میں رنگتا ہوں۔ تم نے تو مجھ پر ہی اپنے عشق کا رنگ چڑھا دیا ہے
میں نے تو کچھ نہیں کہا" ماہ دیر نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "اب میں آپکا
عشق ہوں تو آپ پر میرا رنگ ہی چڑھے گا کسی اور کا رنگ چڑھانے کے
بارے میں سوچیں گے تو میں کیا کروں گی اسکا علم مجھے بھی نہیں ہے" میشائم
نے کہا تو وہ ہنسا۔ "اسکو دھمکی سمجھوں؟" سوال بے حد عاجزی سے کیا تھا
اس نے۔ "جو سمجھنا ہے سمجھیں۔ میں کہہ چکی ہوں" میشائم نے شانِ بے
نیازی سے جواب دیا تو ماہ دیر بے ساختہ قہقہہ لگا اٹھا۔ "یا اللہ میری پوزیسوو
بیوی۔ تمھارے علاوہ میں کسی کا نہیں ہوں اور نا ہی مجھے ایسی کوئی چاہ

ہے۔ میرے لیے جو ہو تم ہی ہو۔ جیسے جج سزائے موت سنانے کے بعد قلم توڑ دیتا ہے ویسے ہی ماہ دیر سکندر کے دل نے یشائم خان یوسفزئی کو اپنے دل میں جگہ دینے کے بعد اس دل کے دروازوں کو ہمیشہ کیلئے بند کر دیا ہے اب یہاں کوئی نہیں آسکتا۔ ماہ دیر سکندر کا دل یشائم خان کی ریاست ہے یہاں کی حاکم تم ہو جی بھر کر راج کرو" ماہ دیر نے محبت و عقیدت سے اسے اسکی حیثیت بتائی تو وہ یشائم نے محبت سے اسے دیکھا۔ "ایسے باتیں کر کے مجھے بگاڑ دیں گے" یشائم نے اوپر ہوتے نرمی سے اسکی گال کو چھوا۔ "بگڑ جاؤ۔ میری تمام تر محبت کی اکلوتی وارث ہو تھوڑا بگڑنا جچے گا تم پر" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو یشائم نے مسکراتے اسکے سینے پر سر رکھا۔ "آئی لو یو یشی" ماہ دیر نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے سرگوشی کی۔ "زہ ھم تاسرہ مینہ لرم.(مجھے بھی آپ سے محبت ہے)" یشائم نے ہمیشہ کی طرح پشتو میں جواب دیا تو وہ نرمی سے مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ "سو جاؤ اب میری جان۔ بہت باتیں ہو گئیں" ماہ

دیر نے اسکی آواز میں سستی محسوس کرتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے آنکھیں موند گئی جس پر وہ بھی نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

"کیا حال ہے حرام۔۔زادوں" عامر نے اس کوٹھری نما کمرے میں داخل ہوتے بابر اور واجد قریشی کو دیکھتے پوچھا جو اسے دیکھتے ہی خوف سے کانپنے لگے تھے۔"ارے ارے کیا ہوا۔ڈر کیوں رہے ہو۔اور یہ چوٹ کیسے لگ گئی۔ٹچ کتنی بُری طرح مارا ہے نا" عامر نے ان دونوں کے زخمی چہروں کو دیکھتے مصنوعی معصومیت سے پوچھا جس پر ان دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔"شاباش تو واجد قریشی بتا تیار ہے اپنی موت دیکھنے کو" یکدم ہی عامر نے سنجیدہ ہوتے ہڈیاں تک جما دینے والے سرد و سپاٹ لہجے میں پوچھا تو ان دونوں کی سانس رکی۔"دیک۔۔دیکھو۔۔ہمیں۔۔چچ۔۔چھوڑ دو۔۔ہم۔۔معافی۔۔مانگ۔۔لیں۔۔گے" ان دونوں نے منت کی پر عامر اب انھیں چھوڑنے کے موڈ

میں تھا۔ اسے اپنی بیوی کی اذیت کے ساتھ اپنی ماں اور باقی سب معصوم لڑکیوں کا بدلہ بھی لینا تھا جنھیں ان درندوں نے بے آبرو کیا تھا یا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ”معافی کا وقت گیا اب گلگت اور اسکے گرد و نواح میں تم دونوں کی سزا کا وقت ہوا چاہتا ہے اور سزا کی شروعات ہوگی تجھ سے واجد قریشی“ عامر نے کہا اور اپنے پیچھے کھڑے گارڈز کو اشارہ کیا جو آگے بڑھے اور واجد قریشی کو کرسی سے کھولتے گھسیٹتے باہر لے گئے جبکہ وہ "مجھے چھوڑ دو" کا ورد کرتا چلا جارہا تھا۔ ”اور تو تیرا حساب سوات میں ہوگا میری بیوی کے سامنے اور تو جاننا چاہتا تھا نا تیرے باپ سے میری کیا دشمنی ہے تو سن۔ اس کتے نے میری ماں کے ساتھ وہی کیا جو تم لوگ معصوم لڑکیوں کے ساتھ کرتے ہو اب بدلہ لیا جائے گا۔ عامر ملک تم سب سے اپنی ماں اور بیوی سمیت ہر اس بہن بیٹی کی اذیت کا بدلہ لے گا جنکی زندگی تم لوگوں نے جہنم بنائی ہے“ عامر نے کہا اور اس کے چہرے پر ایک مکہ رسید کرتے باہر نکل گیا

جبکہ بابر قریشی کا لہو تک اسکے لہجے میں موجود نفرت کو محسوس کرتے خشک ہوگیا تھا۔اس نے شدت سے اپنے مرنے کی دعا کی تھی پر بعض اوقات دعائیں فوراً قبول نہیں ہوتی تھیں۔دعاؤں کی قبولیت بعض اوقات وقت مانگتی تھی۔اسکی دعا کی قبولیت کو ابھی وقت تھا اور وہ وقت دور نہیں تھا۔"کہاں ہے وہ" دوسری طرف عامر باہر آیا تو اپنے گارڈز سے واجد قریشی کا پوچھا۔"سر آپکی گاڑی کی ڈگی میں" گارڈ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور جاتے اپنی سیاہ ایس یو وی میں بیٹھتے گاڑی اسی جنگل کی طرف بڑھا گیا جہاں ان دونوں نے اسکی بیوی کو بے آبرو کرنے کا سوچا تھا۔وہ دن یاد کرتے عامر کی گرفت لمحہ بہ لمحہ اسٹیرنگ پر بڑھ رہی تھی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ واجد قریشی کو ابھی مار دے پر نہیں وہ اس گند کو وہی ختم کرنا چاہتا تھا جہاں اس نے گند پھیلانے کا تصور کیا تھا۔لگ بھگ پندرہ منٹ بعد اسکی گاڑی اس جنگل کے دوسری طرف رکی جہاں سے وہ جگہ قریب پڑتی تھی۔وہ گاڑی سے اترا اور اپنے گارڈز کو

اشارہ کیا جو اسکا اشارہ سمجھتے فوراً واجد قریشی کو ڈگی سے نکالتے اسکے پیچھے بڑھے۔وہ سب عامر کے پیچھے چلتے تقریباً دو منٹ میں ہی اس جگہ پر پہنچ گئے تھے۔اس مقام پر آتے عامر کو اس رات کی ہر چیز یاد آئی۔ثانیہ کے آنسو، اسکا زخمی وجود، اسکی منتیں، اسکے چہرے کے نشان، اسکا تڑپنا، اسکا ڈرنا کیا کچھ نہیں اسکی بیوی نے برادشت کیا تھا۔وہ سب یاد کرتے وہ جھٹکے سے مڑا اور اپنی خون آشام نظریں واجد قریشی پر گاڑھ گیا۔ ”پھینکو اس باسٹرڈ کو یہاں“ عامر نے اپنے گارڈز کو حکم دیا تو وہ فوراً اسے زمین پر پھینک گئے جس پر عامر نے دو تین گہری سانس بھری اور اسکی طرف مُڑا۔ثانیہ کی اذیت یاد کرتے اسکی آنکھیں نم ہوئیں تھی پر یہ وقت کمزور پڑنے کا نہیں بدلہ لینے کا تھا۔عامر نے اپنی کیفیت پر قابو پایا اور زہر خند نگاہوں سے اسے دیکھا جو زمین پر لیٹا خوف سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”کیسا لگ رہا ہے اپنی موت کو سامنے دیکھ کر واجد قریشی“ عامر نے سفاک انداز میں پوچھا تو سامنے زمین پر گرے واجد قریشی کے رونگٹے

کھڑے ہوئے۔ اسے واقعی عامر موت کا فرشتہ لگ رہا تھا۔ ”مجھ۔۔مجھے معاف۔۔کردو۔۔ چھوڑ دو۔۔ میری جان۔۔ بخش۔۔ دو مجھ۔۔مجھے۔۔ مم۔۔مت۔۔مارو“ واجد قریشی نے اس کی منت کی جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جبکہ اس کی منت سنتے عامر کے چہرے پر خطرناک مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”میری بیوی کو اذیت دی تھی تو نے اور تو چاہتا ہے میں تجھے چھوڑ دوں لیکن آج میں تجھے چھوڑوں گا نہیں بلکہ آزادی دوں گا۔تجھے اس دنیا سے اور تیری روح کو تیرے اس غلیظ بدن سے“ عامر نے اسکے عین سامنے کھڑے ہوتے تمسخرانہ کہا اور اگلے ہی پل اپنی ویسٹ میں لگی گن نکالتے واجد قریشی کے جسم کو چھلنی کرتا چلا گیا۔واجد قریشی کا کھیل تو پہلی گولی پر ہی ختم ہو گیا تھا پر عامر کا غصہ کم نہیں ہوا تبھی اس نے اپنی گن کی ساری گولیاں اس غلیظ شخص کے وجود میں اتارتے نا صرف ثانیہ کی اذیت کا بدلہ لیا تھا بلکہ ان سب معصوم لڑکیوں کو انصاف دلایا تھا جنھیں اس نے بیچا

اور بے آبرو کیا تھا۔ ”اسکے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کتوں کو کھلا دو۔ اسکا وجودیوں مٹنا چاہیئے کہ اسکے فرشتوں کو بھی علم نا کہ یہ بدذات کہاں گیا“ عامر نے گن واپس اپنی ویسٹ میں لگاتے اپنے گارڈز کو حکم دیا اور ایک آخری ٹھوکر اسکے مردہ وجود کو مارتے اپنی گاڑی میں جاتے بیٹھ گیا۔گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے اپنی گاڑی آگے بڑھائی۔اب اسکا ارادہ اس جگہ واپس جانے کا تھا جہاں اس نے بابر قریشی کو قید کرکے رکھا تھا۔اس نے ابھی بابر قریشی کو بھی اسکے گناہوں کی سزا دینی تھی پر وہ سزا اسے سوات جاکر ملنی تھی۔وہ اسے ثانیہ کے سامنے سزا دینا چاہتا تھا۔اسے اب کل صبح کا انتظار تھا جب وہ واپس اپنی بیٹو کے پاس جائے گا۔اسکا دل تو چاہ رہا تھا کہ ابھی چلا جائے پر کل وہ ایک بار جمشید قریشی سے ملنا چاہتا تھا پھر یہاں سے نکلنا تھا۔

اس وقت صبح کے پانچ بج رہے تھے جب سیاہ رنگ کی ایس یو وی آتے ماہ دیر کے گھر کے پورچ میں رکی اور گاڑی کے رکتے ہی دروازہ کھولتے عامر ملک اپنی تمام تر وجاہت سمیت گاڑی سے اترا۔وہ اس وقت سیاہ ہی پینٹ شرٹ پہنے بے حد جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔وہ کل رات قریباً ڈھائی بجے کے قریب سوات کیلئے نکلا تھا۔ اس نے واپسی سے پہلے جمشید قریشی سے ملنا تھا پر کل رات انھیں فون کرکے اس نے اپنی آمد کا بتانا چاہا جس پر انھوں نے اسے اپنے کسی کام کی وجہ سے کشمیر جانے کا بتایا تھا جس پر عامر مسکراتے انھیں فون پر ہی الوداع کہا اور پھر سوات کیلئے نکل پڑا کیونکہ وہ اب مزید اپنی بیوی سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔عامر نے گاڑی سے اترتے گہری سانس بھری اور اپنے روم کی بالکونی کو دیکھتے مسکرایا۔ اس نے مسکراتے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور اندر کی جانب بڑھا۔وہ جانتا تھا اس وقت سب گھر والے سو رہے ہونگے اور اگر کوئی جاگ رہا ہوگا تو وہ ماہ دیر اور ضرار ہیں اور وہ بھی اس وقت جم میں مصروف

ہونگے تبھی اس نے ان سے ملنے کا ارادہ ملتوی کیا اور مضبوط قدم اٹھاتے لاؤنج میں داخل ہوا جہاں اس وقت کوئی نا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور سیڑھیاں چڑھتے اپنے روم کے باہر آیا۔ اسکا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔وہ تین دن بعد اس سے مل رہا تھا۔وہ اب بس اسے اپنے حصار میں لینا چاہتا تھا۔اس نے اپنے روم کے دروازے پر ہاتھ رکھتے دو تین گہرے سانس بھرے پھر آہستہ سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا جہاں اس وقت بلکل مدھم روشنی تھی جو ثانیہ کے نیند میں ہونے کا اشارہ کررہی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکے ناک کے نتھنوں سے اپنے من پسند پرفیوم کی خوشبو ٹکرائی۔یہ وہی پرفیوم تھا جو وہ زیادہ تر استعمال کرتا تھا۔اس نے ایک گہری سانس بھرتے بے حد آہستگی سے بغیر آواز پیدا کیے دروازہ بند کیا اور بیڈ کی طرف قدم بڑھا گیا۔بیڈ کے قریب پہنچتے ہی اس کی نظر ثانیہ پر پڑی جو گردن سے کچھ نیچے تک کمبل اوڑھے سو رہی تھی۔وہ اس وقت عامر کی ڈارک بلیو ٹی شرٹ پہنے ہوئے

تھی جبکہ اسکے وجود سے اس وقت عامر کو اپنے پرفیوم کی خوشبو آرہی تھی۔ مطلب وہ اسے اس قدر مس کررہی تھی کہ اس کے کپڑوں اور پرفیوم کو یوں حق سے استعمال کررہی تھی تاکہ اس کی موجودگی محسوس کرتی رہے۔ اس کے انداز پر وہ بے ساختہ مسکرایا۔ثانیہ کی موجودگی میں اسکا خوامخواہ مسکرانے کو جی چاہتا تھا۔آج اسکے دل نے اس بات کو تسلیم کیا تھا۔وہ بے حد احتیاط سے بیڈ پر بیٹھا اور اسکے قریب ہی کہنی بیڈ پر رکھتے ہاتھ پر چہرہ ٹکاتے اسکے معصوم چہرے کو دیکھنے لگا جو اس وقت دونوں ہاتھ گال کے نیچے ٹکائے سورہی تھی۔اس کے مہرونش براؤن ہلکے گھنگریالے بال سفید تکیے پر تو کچھ اسکے چہرے پر بکھرے تھے۔اسکے رخسار گلابی ہورہے تھے جبکہ اسکی تیکھی ناک بھی سرخ ہوئی پڑی تھی جو شاید سردی کی وجہ سے تھا۔عامر یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔وہ سوتے وقت زیادہ پیاری لگتی تھی یا جاگتے وقت عامر کیلئے فیصلہ کرنا مشکل تھا۔اس نے نرمی سے اپنا دوسرا ہاتھ بڑھایا اور اسکے چہرے پر آئی

آوارہ لٹوں کو پڑے کیا۔ اسی اثنا میں اسکا انگلیاں ثانیہ کی رخسار سے مس ہوئیں جبکہ ثانیہ جو کچی پکی نیند میں تھی اپنی رخسار پر کسی کا لمس محسوس کرتے اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔آنکھیں کھولتے ہی اسکی نظر عامر پر پڑی جو آنکھوں میں محبت سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔ہیزل آنکھوں کا بھوری آنکھوں سے زبردست تصادم ہوا تھا۔ثانیہ کی آنکھوں میں بے یقینی جبکہ عامر کی آنکھوں میں محبت تھی۔وہ دونوں یک ٹک ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ثانیہ سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ سچ میں یہاں ہے یا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔"ایسے دیکھتی رہیں گی تو گستاخی ہوجائے گی سکونِ قلب" عامر نے مدھم سی سرگوشی کرتے اپنے ہاتھ کی پشت سے اسکی رخسار کو سہلایا تو ثانیہ نے بے ساختہ گہری سانس بھرتے آنکھیں موندیں۔"آپ سچ میں یہاں ہیں" ثانیہ نے آنکھیں کھولے بغیر پوچھا۔"چھو کر دیکھ لیں" عامر نے کہا اور اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے اٹھ بیٹھا جبکہ اسکے

یوں اچانک پیچھے ہٹنے پر ثانیہ نے فوراً آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو اب بیٹھا مسکراتے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ آہستہ سے کمبل ہٹا کر اٹھتے اسکے پاس ہوتے بیٹھی اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکی گال کو چھوا۔اسے اب بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ تین دن میں ہی آگیا ہے۔جبکہ اس کے لمس تضاد اس کے وجود پر اپنی شرٹ دیکھتے وہ مسکرایا۔ثانیہ اسکی شرٹ میں چھوٹی بچی لگ رہی تھی۔

"آپ سچی آگئے ہیں" ثانیہ نے مدھم آواز میں اس کے چہرے کے نقوش کو اپنی انگلیوں سے چھوتے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے ہولے سے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مزید کوئی بھی بات کیے بغیر آگے ہوئی اور اسکے سینے پر گال ٹکاتے اسکے گرد بازو باندھ گئی جس پر عامر مسکرایا اور نرمی سے اسکا سر چومتے اسکے گرد حصار باندھ گیا۔"میں نے آپکو مس کیا" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا تو اسکے چہرے پر نرمی آئی۔"جانتا ہوں۔آپ کے وجود پر میری شرٹ اور یہ بھینی بھینی خوشبو مجھے بتا چکی ہے کہ میری بیوی نے مجھے کتنا مس کیا" عامر نے

کہا تو اس کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جبکہ اس کے رخسار بے ساختہ گلابی ہوئے۔ ”آپ نے مجھے مس کیا“ ثانیہ نے بڑی رسانی سے بات بدلی جس پر وہ ہولے سے ہنس دیا۔ ”بہت زیادہ“ عامر نے اپنے باہوں کے گھیرے کو تنگ کرتے کہا تو ثانیہ نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”آپ تو ایک ہفتے بعد آنے والے تھے“ ثانیہ نے ہاتھ بڑھاتے اسکی داڑھی کو سہلایا تو وہ مسکرایا۔ ”آپ کے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا تبھی تین دن میں ہی اپنا کام نپٹا کر آگیا“ عامر نے کہا اور جھکتے بے حد نرمی سے اسکے ہونٹوں کو چھوتے انکی نرماہٹ محسوس کرنے لگا جس پر ثانیہ نے سرخ پڑتے آنکھیں موندیں۔ ”میں نے آپکو مس کیا جانِ جہاں“ عامر نے کچھ لمحوں بعد پیچھے ہوتے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں تھامتے اس کی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے اسکے سرخی مائل چہرے کو دیکھتے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی۔ ”جانتی ہوں۔ میرا حال بھی آپ سے جدا نہیں تھا“ ثانیہ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا وہ نرمی سے اسکی پیشانی کو اپنے

لمس سے مہکا گیا۔ ”جانتا ہوں بیٹھو۔ اچھا یہ بتائیں حوریہ کہاں ہے۔ آپ نے تو کہا تھا کہ وہ آپکے پاس سوتی ہے“ عامر نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ ”جی وہ یہیں سوتی ہے۔ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے جاگی تھی جب میں فجر پڑھنے اٹھی تھی۔ اسے بھائی کے پاس جانا تھا تو میں اسے چھوڑ آئی“ ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ثانیہ بس اسے دیکھ رہی تھی۔ جو آج تین دن بعد یوں سامنے بیٹھا دل کا سکون لگ رہا تھا۔ ”کب تک ایسے دیکھنے کا ارادہ ہے“ اسے خود کو یوں دیوانہ وار تکتے دیکھ عامر نے نرمی سے اسکی رخسار کو چھوتے پوچھا تو اس کی پلکیں لرزیں۔ ”پتا۔۔ نہیں پر دل۔۔ نہیں بھر رہا۔۔ آپکو دیکھنے سے“ ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا تو عامر مسکرایا۔ اس نے نرمی سے ثانیہ کی دونوں بازو پکڑتے اسے اپنے قریب کیا جس سے ثانیہ کے دونوں ہاتھ اسکے کندھوں پر گئے۔ عامر نے نرمی سے اپنی ایک بازو اس کے گرد حمائل کرتے دوسرے ہاتھ کو نرمی سے اسکی رخسار پر رکھا اور جھکتے اسکی گردن چوم گیا۔ وہ چند لمحے اسکی گردن چومتا

رہا جس پر ثانیہ سانس تک روک گئی۔ الفاظ کھو گئے تھے۔ کیونکہ وہ بڑی محبت سے اس پر حق جتا چکا تھا۔ "ایسے نا کہیں۔ آج کوئی بڑی گستاخی کر جاؤں گا" عامر نے بامشکل خود کو اسکے سحر سے سنبھالتے بے بسی سے کہا اور سیدھے ہوتے اسے سینے سے لگا گیا جس پر ثانیہ نے اپنا سرخ چہرہ اسکے سینے میں چھپایا۔ جبکہ عامر نے اسکا سر چومتے گہری سانس ہوا کے سپرد کی اور اسکے بالوں میں چہرہ چھپا گیا۔

"ضار!" مہرماہ نے ضرار کو پکارا جو ابھی نہا کر آیا تھا۔ "جی میری جند جان" ضرار نے نرمی سے جواب دیا اور اپنے گیلے بالوں میں تولیہ پھیرتے اسکی طرف بڑھا۔ "ضار کل ہم کب تک راولپنڈی کیلئے نکلیں گے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے تولیہ ایک طرف رکھا اور نرمی سے اپنے دونوں بازو اسکی کمر کے گرد باندھتے اسے اپنے سامنے کر گیا۔ "کل ہم صبح دس بجے کے قریب نکلیں گے اور

میرے خیال سے دو تین بجے تک گھر پہنچ جائیں گے انشاء اللہ" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں نے سارا سامان پیک کر دیا ہے۔ ایک بار چیک کر لیجیے گا کہ آپ کی کوئی چیز رہ تو نہیں گئی" مہرماہ نے کہا تو اس نے سر خم کیا۔ "کر لوں گا ابھی وہ چھوڑو اور یہ بتاؤ آج صبح میری نیند کا فائدہ اٹھاتے میری عزت لوٹنے کی کوشش کیوں کر رہی تھی" ضرار نے کہا تو مہرماہ کے ماتھے پر نا سمجھی سے بل پڑے۔ "کیا مطلب" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔

"مطلب یہ کہ صبح فجر کی نماز پڑھنے جب تم اٹھی تو میرے چہرے کے نقوش کو بڑے حق سے چوما تھا تم نے" ضرار نے کہا تو اسکے رخسار گلابی ہوئے۔ "نہیں۔۔تو۔۔آپ خواب۔۔دیکھ رہے ہونگے" مہرماہ نے جلدی سے کہا تو ضرار ہنس پڑا۔ "میری کانچ کی گڑیا جھوٹ نہیں بولتے گناہ ہے" ضرار نے کہا تو اس نے سر جھکایا۔ "میں نے۔۔کیا تھا۔۔آپکو پیار۔۔پر وہ میری۔۔غلطی نہیں۔۔آپکی غلطی تھی" مہرماہ نے بڑی فراخ دلی سے سارا

الزام اسکے سر ڈالا۔ ”صدقے جاؤں میں آپکے جناب۔ میری عزت ہی کو لوٹ رہی تھی اور غلطی بھی میری ہے زرا بتائیں گی کیسے“ ضرار نے دانت کچکاتے پوچھا۔ ”دیکھیں آپ سوئے۔۔ ہوئے اتنے کیوٹ لگ۔۔ رہے تھے تو بس مجھے۔۔ آپ پر پیار آیا اس لیے۔۔ میرا جو دل کیا میں نے۔۔ کر دیا“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”اچھا جی مطلب میری مسز راجپوت کو میں سویا ہوا کیوٹ لگا تھا تبھی مجھے اپنا لمس بخشنے دیا“ ضرار نے جیسے محظوظ ہوتے پوچھا۔

”جی۔ اب بار بار بات نا۔۔ کریں مجھے۔۔ شرم آرہی ہے“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”مسز راجپوت ایک بار ہی بتا دیں کیا چاہتی ہیں۔ بندہ پہلے ہی آپکے عشق میں تباہ ہوا پڑا ہے اور کیا کرنا ہے“ ضرار نے دلکشی سے کہتے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ ”ضار کہاں سے لاتے ہیں یہ شاعرانہ باتیں“ مہرماہ نے نے پوچھا تو اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ پکڑتے اپنے دل کے مقام پر رکھا۔ ”تمھیں دیکھ کر میرا دل خود بخود شاعر بن جاتا ہے تبھی میری

زبان سے شاعرانہ باتیں ادا ہوتی ہیں" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی جس پر وہ جھکتے اسکی ٹھوڑی چوم گیا۔ "ماہ میں ایک بات پوچھوں تم سے" ضرار نے سیدھے ہوتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "پوچھیں ضار کیا پوچھنا ہے" مہرماہ نے اسے فوراً نرمی سے جواب دیا۔ "ماہ کیا تمھیں مجھ پر یقین ہے" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر ہاں میں سر ہلایا۔ "جی ضار مجھے آپ پر یقین ہے۔آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں" مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "ماہ اگر تمھیں کبھی میرے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم ہو جس کی وجہ سے تمھیں لگے کہ میں نے تمھیں دھوکہ دیا ہے تو تم کیا کرو گی" ضرار نے اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتے پوچھا۔ "اگر مجھے کوئی ایسی بات معلوم ہوئی تو میں پہلے اسکی تصدیق کروں گی کہ وہ سچ ہے یا جھوٹ" مہرماہ نے کہا تو ضرار کا حصار تنگ ہوا۔ "اگر وہ بات سچ ہو۔ مطلب اگر میں نے سچ میں تمھیں دھوکہ دیا ہو تو" ضرار نے اس کی ٹھوڑی کو نرمی سے تھامتے بے قراری سے

پوچھا۔ ”تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ میں ساری دنیا سے دھوکے کی امید رکھ سکتی ہوں پر آپ سے نہیں۔ جس دن آپ مجھے دھوکہ دیں گے اس دن مہرماہ کا وجود کبھی نا جُڑنے کیلیے ٹوٹے گا“ مہرماہ نے کہا تو ضرار کی سانس رکی جبکہ دھڑکنیں تک ایک پل کو سست پڑیں۔ ”کیا۔۔ تم مجھے۔۔ چھوڑ۔۔ دو گی“ ضرار نے پوچھا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ ”آپکو چھوڑنا میرے لیے دنیا چھوڑنے کے مترادف ہے۔ اس لیے میں آپکو چھوڑوں گی نہیں بلکہ آپ کے پاس رہتے ہی خود کو آپ سے اتنا دور کردوں گی کہ آپ میری آواز سننے کو یہاں تک میری آنکھوں میں اپنا عکس تک دیکھنے کو ترس جائیں گے“ مہرماہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا جبکہ اسکی بات سنتے ضرار کو لگا جیسے اسکی سانس رک جائے گی۔ وہ دھوکے کے بدلے اسے ہجر کی سزا نہیں سنائے گی وہ اسے پل پل مرنے کی سزا سنانے کی بات کررہی تھی۔ ”ایسے نہیں کہو خدارا۔ میرا عکس تمھاری آنکھوں سے مٹ گیا تو ضرار راجپوت کا وجود خاک ہوجائے گا“ ماہ

ضرار نے اسے سینے سے لگاتے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ "ضار میں کونسا ایسا سچی کررہی ہوں۔آپ میرے ضار ہیں میں جانتی ہوں آپ مجھے کبھی دھوکہ نہیں دے سکتے۔پریشان مت ہوں۔میری نگاہوں میں آپکا عکس مرنے کے بعد بھی رہے گی۔آپ میرا عشق ہیں۔میرے شوہر ہیں اور آپکا نقش میرے دل پر ثبت ہے جسے کوئی بدگمانی نہیں مٹا سکتی" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسکا سر چوما۔ "میری جان۔میں تمھاری آنکھوں سے اپنا عکس کبھی مٹنے نہیں دوں گا پھر چاہے میری ہستی ہی کیوں نا مٹ جائے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے سیدھے ہوتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔"کیا ہوا پریشان کیوں ہوگئے ہیں۔ میں سچی میں تھوڑی نا کرنے جارہی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں پر تمھاری آنکھوں میں اپنے لیے محبت نا دیکھنے کی سوچ ہی میری جان نکال گئی ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ایڑھیاں اٹھاتے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑنا چاہا پر ضرار کے لمبے قد کے باعث یہ ناممکن لگا جس پر اس

نے منہ بنایا اور اس کی ٹھوڑی کو چوم گئی جس پر وہ مسکراتے آنکھیں موند گیا۔

"میں یہیں ہوں آپکے پاس اور ہمیشہ رہوں گی بھی فکر نا کریں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں پر ایک التجا ہے۔ حالات چاہے جیسے بھی ہوں کبھی میرا اعتبار کرنا مت چھوڑنا" ضرار نے اسکی کلائیوں کو تھامتے منت کی تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔ اسے لگ بھگ روز ہی لائبہ کے میسج اور کالز آرہے تھے پر اسکی لوکیشن اب تک ٹریس نہیں ہوئی تھی جس پر ضرار کی فکر دن بدن بڑھتی جارہی تھی۔ اور لائبہ جب سے پاکستان آئی تھی تب سے اسکے دل میں مہرماہ کی جدائی کا ایک مستقل خوف بیٹھ گیا تھا جسے وہ چاہ کر بھی نکال نہیں پارہا تھا۔

"بیگم کل ضرار آرہا ہے نا واپس" دراب صاحب نے ٹی وی بند کرتے اپنا چشمہ اتارتے فردوس بیگم سے پوچھا جو لائبہ کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ وہ تینوں اس

وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے جبکہ عائشہ لان میں ڈیزی کے ساتھ کھیل رہی تھی اور تنزیل بیگم اپنے کمرے میں تھیں۔ ”جی کل آرہا ہے۔ میری مہر سے بات ہوئی تھی کہہ رہی تھی کہ کل دوپہر تک پہنچ جائیں گے“ فردوس بیگم نے کہا تو دراب صاحب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ لائبہ دل ہی دل میں مسکرائی۔ ”تو بلآخر اتنے مہینوں بعد ہم روبرو ہونگے“ لائبہ نے دل میں ضرار کو مخاطب کرتے کہا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا جوس پینے لگی۔ اسے اب بس کل تک کا انتظار کرنا پھر بلآخر ضرار نے اسکے روبرو آنا تھا۔ ”بڑے بابا“ اسے عائشہ کی آواز نے خیالوں سے باہر نکالا تھا جس پر اس نے اسے دیکھا جو ڈیزی کو گود میں اٹھائے آتے دراب صاحب کے ساتھ آتے بیٹھ گئی تھی۔ ”جی میرا بچہ“ دراب صاحب نے اسے اپنے ساتھ لگاتے پوچھا۔ ”بڑے بابا۔ کل ضرار بھائی آرہے ہیں نا" عائشہ نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تو بڑے بابا کل ہم سارا کھانا بھائی اور مہر کی پسند کا بنائیں گے“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرائے۔ ”ٹھیک ہے گڑیا۔ ہم وہی

بنا لیں گے اور ساتھ آپکی پسند کا کھانا بھی" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اور بڑے بابا ہم ایک دو دن تک سب کو بلائیں گے اماں سائیں وغیرہ کو اور ضرار بھائی سے کہیں گے کہ خلیل انکل اور ماہ دیر بھائی کو بھی بلائیں۔مجھے ان کی بیٹی حوریہ سے ملنا ہے" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "ٹھیک ہے بھئی میری گڑیا کہہ رہی ہے تو ہم سب کو بلائیں گے۔کل ضرار آتا ہے تو پھر اس سے بات کرتا ہوں" دراب صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ڈیزی کو نرمی سے زمین پر اتارا جو یقیناً اب سونا چاہتی تھی۔ "بڑے بابا کل مہر اور بھائی سیدھا گھر آئیں گے یا خلیل انکل کی طرف جائیں گے" عائشہ نے ایک اور سوال پوچھا۔ "پہلے سکندر صاحب کے ساتھ جائیں گے پھر شام میں گھر آئیں گے" دراب صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے پھر ڈنر بھائی اور مہر کی پسند کا بنے گا" عائشہ نے اعلان کیا تو وہ ہنسے جبکہ فردوس بیگم بھی مسکرائیں۔ "ٹھیک ہے گڑیا جیسا آپ

کہو" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکراتے انکے سینے پر سر رکھتے بیٹھ گئی جبکہ لائبہ ان لوگوں کا پیار دیکھتے آنکھیں گھوما گئی۔

"اپھو پتو مذے (اپھو پکڑا مجھے)" حوریہ نے آگے بھاگتے کہا جبکہ ثانیہ اور مہرماہ اسکے بھاگ رہی تھیں۔وہ تینوں اس وقت لان میں کھیل رہے تھے جبکہ باقی سب اندر لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔"ارے تھوڑا آہستہ بھاگو نا پھر ہی ہم پکڑیں گے ایسے کیسے پکڑیں" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنسی جبکہ مہرماہ نے باقاعدہ قہقہہ لگایا تھا۔حوریہ ان کے مقابلے میں بے حد آہستہ بھاگ رہی تھی پھر بھی وہ دونوں اس کو نہیں پکڑ رہی تھیں اور بار بار اسے آہستہ بھاگنے کا کہہ رہی تھیں جس پر حوریہ ہنسنے لگتی۔"نو آئتا نئی تیج (نو آہستہ نہیں تیز)" حوریہ نے کہا اور پھر بھاگی لیکن سامنے سے باہر کی جانب آتے ماہ دیر کے پیروں سے ٹکرائی جس پر ماہ دیر نے فوراً اسے اٹھاتے سینے سے لگایا۔"لٹل ہائنس لگی تو نہیں" ماہ

دیر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور پیچھے مُڑتے ان دونوں کو دیکھا جو اس کی طرف ہی بڑھ رہی تھیں۔ "بابا ذان بادو اپو مذے پتل لیں دی (بابا جان بھاگو اپھو مجھے پکڑ لیں گی)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر نے ان دونوں کو دیکھا جو ان سے دو قدم کے فاصلے پر تھیں اور اگلے ہی پل حوریہ کو یونہی اٹھائے آگے بھاگا جسے دیکھ وہ دونوں ہنس پڑیں اور اسکے پیچھے بھاگنے لگیں۔ "بھائی رکیں یہ چیٹنگ ہے" مہر ماہ نے بچوں کی طرح کہا تو ماہ دیر نے ہنستے نفی میں سر ہلایا۔ "نا کوئی چیٹنگ نہیں۔ بھئی چیٹنگ تو تم دونوں کر رہی تھیں میری بیٹی کے ساتھ۔ اس اکیلی کے پیچھے دو دو اپھو بھاگ رہی تھیں غلط بات ہوتی ہے" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ نے یوں ہاں میں سر ہلایا گویا سارا قصور ہی اسکی دونوں اپھو کا ہو۔ "ہاااا بھائی یہ آپکی بیٹی نے ہی کہا تھا کہ ہم دونوں اسے پکڑیں اور یہ بھاگے گی" ثانیہ نے بھی لگے ہاتھ حوریہ کی شکایت لگائی تو حوریہ ہنسی جسے دیکھ ان تینوں نے اس کی نظر اتاری۔ "اوہو مطلب چیٹنگ نہیں کر رہا تھا تو ہم بھاگ کیوں رہے

ہیں" ماہ دیر نے رکتے کہا تو وہ دونوں بھی رکیں اور کمر پر دونوں ہاتھ رکھتے اپنی سانس ہموار کرنے لگی جس پر ماہ دیر مسکرایا۔ "بابا ام دیت دئے تے اپو (بابا ہم جیت گئے کہ اپھو)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو وہ تینوں ہنس پڑے۔ "تم جیت گئی حوریہ" مہرماہ نے اسکی ناک کھینچتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر وہ تینوں بھی مسکرائے۔ "میرا پیارا بچہ" ماہ دیر نے حوریہ کے ماتھے پر بوسہ دیتے ان دونوں کا سر چوما تو وہ مسکراتے اسکے ساتھ لگیں۔ "بھائی کل ہم راولپنڈی واپس جائیں گے تو ہم کہاں رہیں گے" مہرماہ نے یکدم پوچھا تو ماہ دیر اور ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "بچے کیا مطلب کہاں رہیں گے۔ ہم اپنے گھر رہے گیں۔ آپ ضرار کے ساتھ رہو گی اپنے گھر، ثانیہ عامر کے ساتھ رہے گی اپنے گھر اور میں بابا یشائم اور حوریہ کے ساتھ رہوں گا اپنے گھر" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو ثانیہ ہنسی جبکہ مہرماہ اب بھی سنجیدہ ہی رہی۔ "بھائی میں مذاق نہیں کر رہی۔ سچی پوچھ رہوں کہ ہم کہاں رہیں گے۔ کیونکہ جس گھر کی

آپ بات کررہے ہیں۔اس پر تو پروین آنٹی اور دادو قبضہ کرکے بیٹھے ہیں اور وہ ہمیں ہمارا گھر واپس نہیں کریں گی" مہرماہ نے کہا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری جبکہ ثانیہ نے بھی ہاں میں سرہلاتے ماہ دیر کو دیکھا۔"بھائی مہر سچ کہہ رہی ہے۔وہ لوگ کبھی ہمیں ہمارا گھر واپس نہیں کریں گی تو آپ لوگ کہاں جائیں گے" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے اپنے بازو مہرماہ اور اسکے گرد پھیلایا جبکہ دوسری بازو سے اب بھی حوریہ کو پکڑ رکھا تھا۔"میری جان۔میں ہوں نا۔سب ٹھیک کردوں گا۔وہ ہمارا گھر ہے جسے ہمارے ماما بابا نے بے حد پیار سے سجایا۔اس گھر کا ایک ایک کونہ ماما بابا کی محبت کا گواہ ہے بھلا ہم وہ گھر ان لوگوں کو کیسے دے سکتے ہیں جنکی وجہ سے ہمارا آشیانہ بکھرا اور ہماری جنت ہمیں چھوڑ گئیں" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا جبکہ پلوشہ کے ذکر پر انکی آنکھیں نم ہوئیں تھی۔"پر بھائی آپ کیسے سب ٹھیک کریں گے۔وہ لوگ بلکل اچھے نہیں ہیں" ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے

اسکا اور مہر ماہ کا سر چوما۔ ”میری جان وہ لوگ اچھے نہیں ہیں تو میں ان سے زیادہ بُرا بن جاؤں گا۔ ان لوگوں کی وجہ سے ہم نے جو برداشت کیا ہے اسکا حساب تو میں لوں گا ہی ساتھ جو انھوں نے تمھیں اور مہر کو اذیت دی ہے اسکا حساب بھی اس طرح سے وہ لوگ دیں گے کہ انکی روح کانپ جائے گی اور کسی کے باپ میں اتنی جرات نہیں ہے جو ہمیں ہمارے گھر سے نکالیں آپ دونوں پریشان نا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے بھائی لیکن اب وہ لوگ ہمارے ساتھ کچھ کریں گے تو نہیں نا“ ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”بھائی کی جان میرے ہوتے ہوئے کوئی میری بہنوں کو کچھ نہیں کہے گا۔ میں ہوں نا اب اور عامر اور ضرار بھی ہیں۔ بابا بھی ہیں۔ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی آپ دونوں کو سخت نظر سے بھی دیکھے گا تو اسکی آنکھیں نوچ دے گیں آپ پریشان نا ہو۔ بھائی کے اچھے بچے ہو نا آپ دونوں تو“ ماہ دیر نے نرمی سے کہتے باری باری ان

دونوں کی ناک پر چٹکی کاٹی تو وہ دونوں ہنس پڑی۔ "جی بھائی" ان دونوں نے یک زبان کہا تو وہ مسکرایا۔ "بابا اپو اتی بلی ایں بتہ تو می اوں نا (بابا اپھو اتنی بڑی ہیں بچہ تو میں ہوں نا)" حوریہ جو تب سے انکی باتیں سن رہی تھی بلآخر بولی تو وہ ہنس پڑی۔ "جی میری جان آپ بھی میرا بچہ ہو اور آپکی اپھو بھی کیونکہ وہ مجھ سے چھوٹی ہیں" ماہ دیر نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس اسکے کندھے پر سر رکھ گئی جس پر وہ تینوں مسکرائے۔ "چلو گڑیا اب اندر چلیں۔کھانا تیار ہوگیا ہوگا" ماہ دیر نے کہا تو وہ دونوں ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ اندر بڑھ گئیں۔

"آہہ۔۔چھوڑ۔۔۔دو" اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے اور ملک ولا میں اس وقت سب لوگ سو رہے تھے جبکہ بیسمنٹ کا منظر بلکل مختلف تھا۔وہاں اس وقت سفیان چوہدری کمرے کے بیچ وبیچ الٹا لٹکا تھا اور آس

پاس کھڑے دو گارڈز اسے بنا رکے چابک کے ساتھ مار رہے تھے۔ اسکا بدن اس وقت لہو لہان تھا جبکہ شہریار بلکل اسکے سامنے کرسی پر بیٹھا سفاکیت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سفیان چوہدری کو داؤد خان نے اسی دن راولپنڈی بھیج دیا تھا جس دن شہریار عمرہ کرنے گیا تھا۔ وہاں بیٹھے اس نے اسے کچھ نہیں کہا تھا پر یہاں آتے ہی اس نے سفیان چوہدری کی زندگی کو جہنم بنایا تھا۔ وہ پچھلے تین دن سے اسے بلا ناغہ اپنے گارڈز سے پٹوا رہا تھا پر ابھی تک اس نے اسے خود ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ وہ جانتا تھا اسکا ہاتھ لگانا سفیان چوہدری کی روح کو نکال دے گا۔ "رک جاؤ" شہریار نے یکدم کھڑے ہوتے کہا تو ایک لمحے میں گارڈز کے ہاتھ رکے تھے۔ "ہٹو وہاں سے" شہریار نے سرد لہجے میں کہا اور اپنے قدم سفیان چوہدری کی طرف بڑھائے جو اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ خوف سے سفید پڑا تھا۔ "مم۔۔مجھے۔۔چھوڑ" اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شہریار نے پوری قوت سے اسکے چہرے پر مکہ مارا تھا۔ "بکواس مت

کرنا۔ میری بیوی کے ساتھ بُرا کرنے والوں کی آواز تک مجھے نہیں پسند لہٰذا خاموش" شہریار نے اسے دیکھتے کہا تو سفیان چوہدری نے اپنے لبوں کو آپس میں پیوست کیا جسے دیکھ شہریار کے لبوں پر سفاک مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ وہ چند قدم پیچھے ہوا اور گارڈ کے ہاتھ سے چابک پکڑتے ہاتھ گھما کر اسے چابک سے ضرب لگائی جس پر وہ چلایا۔ "تو نے میری پٹھانی کو کوٹھے جیسی غلیظ جگہ بیچا" کہتے ہی شہریار نے ایک اور ضرب لگائی۔ "میری پٹھانی کو غیر مرد نے چھوا تیری وجہ سے" ایک اور چابک سفیان چوہدری کا بدن لہو لہان کر گیا۔ "میری پٹھانی بے نقاب ہوئی" شہریار نے اس بار ضرب لگاتے قوت بڑھائی تھی۔ "میری پٹھانی اور بچہ موت کے منہ میں تھے" شہریار نے اب کی بار دھاڑتے کہا اور بنا رکے اسے چابک مارنے لگا جس پر سفیان چوہدری کراہتے اسے رکنے کا کہہ رہا تھا پر آج شہریار نے رکنا نہیں بلکہ اسکی سانسیں روکنی تھیں۔ "چچ۔۔ چھوڑ۔۔ دو۔۔ خدا۔۔ کے واسطے۔۔ مجھے۔۔ چھوڑ دو"

سفیان چوہدری نے کہا تو وہ ہنسا۔ ”خدا کے واسطے؟ میری بیوی نے بھی تجھے واسطے ڈالے تھے کہ اسکا پیچھا چھوڑ دے تو نے نہیں چھوڑا تو اب تجھے دنیا چھوڑنی پڑے گی“ شہریار نے کہا اور گارڈ کو اشارہ کیا جس نے فوراً اسے گن پکڑائی۔ ”میری بیوی اور بچے کو نقصان پہنچانا چاہا تھا تو نے۔ پر تو بھول گیا کہ ان کا محافظ ایڈووکیٹ شہریار ملک ہے۔ آج میں تیرا قتل کروں گا اور مزے کی بات بتاؤں۔ تیرا قتل کر کے تیری لاش کا وہ حال کروں گا کہ اس دنیا کا بڑے سے بڑا انویسٹیگیٹر بھی تیری موت کا راز نہیں جان پائے گا“ شہریار نے کہتے اپنی گن لوڈ کی اور ایک ہی جست میں ساری کی ساری گولیاں اسکے وجود میں اتار گیا جس سے اسکے چہرے اور کپڑوں پر بھی خون کے کچھ چھینٹے گرے تھے پر اسے پرواہ نہیں تھی۔ ”سالہ حرام۔۔زادہ“ شہریار نے ایک آخری گولی اسکے پیروں پر بندھی رسی میں ماری تو وہ زمین پر آگرا جس پر اس نے غصے سے ایک ٹھوکر اسکے مردہ وجود کو ماری اور گن گارڈ کی طرف اچھالی۔ ”اسکی لاش کا

کیا کرنا مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے" شہریار نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار نے ایک زہر خند نظر سفیان چوہدری کے مردہ وجود پر ڈالی اور باہر نکل گیا۔ "یا اللہ سر کتنے ظالم ہیں" ایک کم عمر گارڈ جو کہ نیا آیا تھا اس نے دوسرے گارڈ سے کہا۔ "ہاں جب بات سر کی فیملی کی آتی ہے تو سر سے زیادہ سفاک کوئی نہیں" اس گارڈ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے سر ایڈوکیٹ ہیں تو اگر یہ بات کسی کو پتا لگ گئی تو کیا ان کا نقصان نہیں ہوگا" اس گارڈ نے کہا تو دوسرے نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ فقط ایڈوکیٹ نہیں۔ وہ ایڈوکیٹ شہریار ملک ہے ان سے کوئی انسان پنگا نہیں لیتا کیونکہ سب جانتے ہیں ان سے پنگا لینے والا مرتے دم نقصان میں رہتا ہے" گارڈ نے تعریف کرتے کہا تو وہ گارڈ مسکرایا۔ "واہ پھر تو مجھے بھی سر کی طرح بننا ہے" اس گارڈ نے کہا تو باقی ہنس پڑے۔ "ابھی کام کرو یہ نا سر کے جیسا بننے سے پہلے سر کے عتاب کا نشانہ بن جاؤ" گارڈ کی بات سنتے وہ انکے ساتھ ملتے سفیان چوہدری کی

باڈی کو ایک مشین میں ڈال گیا جس میں ایک سفید مادہ تھا۔اس میں جاتے ہی سفیان چوہدری کا جسم یوں غائب ہوا گویا کبھی موجود ہی نا ہو۔دوسری طرف شہریار لاؤنج سے گزرتے اپنے روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔وہ جانتا تھا مریم ابھی سو رہی ہوگی کیونکہ جب سے اسکی کنڈیشن نمایاں ہوئی تھی اسے نیند زیادہ آنے لگی تھی۔پہلے وہ خود فجر کی اذان پر اٹھتی تھی پر وہ اتنی پکی نیند سونے لگی تھی کہ شہریار کو ہی اسے جگانا پڑتا تھا۔شہریار سوچتے مسکرایا اور اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی اسکی مسکراہٹ سمٹی کیونکہ سامنے ہی مریم باتھ روم سے نکل رہی تھی۔"سائیں!!" جبکہ مریم جو ابھی دس منٹ پہلے اسکی غیر موجودگی محسوس کرتے جاگی تھی۔اب وضو کرنے کیلئے اٹھی تھی۔اس نے جلدی سے وضو کیا اور ابھی وہ باہر آئی تھی جب شہریار اندر داخل ہوا جسکے چہرے اور کپڑے خون آلود تھے جسے دیکھ وہ چلائی اور قریباً بھاگتے اسکے پاس آئی جس پر شہریار نے نرمی سے اسے بازو

پکڑتے سہارا دیا۔ ”سائیں یہ کیا ہوا۔۔آپ کو چوٹ لگی۔۔ہے سائیں۔۔یہ خون۔۔سائیں کیا ہوا۔۔ہے“ مریم نے اسکے چہرے اور کپڑوں کو چھوتے پوچھا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔شہریار کے وجود پر خون دیکھتے اسکی جان نکل رہی تھی۔ ”پٹھانی شش کچھ نہیں ہوا میرا بچہ“ شہریار نے اسے روتے دیکھ نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا۔ ”نہیں یہ۔۔ خون۔۔ آپ۔۔کو چوٹ۔۔لگی ہے“ مریم نے نفی میں سر ہلاتے ہنوز روتے ہوئے کہا تو شہریار کو خود پر غصہ آیا۔اسے یوں کمرے میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ ”میری جان مجھے چوٹ نہیں لگی بچہ۔شش روتے نہیں ہیں میں ٹھیک ہوں۔یہ میرا خون نہیں ہے۔رونا بند کرو پٹھانی مجھے اذیت ہو رہی ہے“ شہریار نے کہا تو مریم نے ہچکی بھرتے اسے دیکھا۔ ”یہ۔۔آپکا خون نہیں۔۔ہے پھر یہ۔۔خون کیوں۔۔لگا ہے“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ نرمی سے اس کی طرف جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔ ”رگِ جاں۔یہ خون میرا نہیں سفیان چوہدری کا

ہے۔میں ابھی اسے اسکے انجام تک پہنچا کر آیا ہوں" شہریار نے کہا تو مریم نے جھٹکے سے اسے دیکھا جبکہ اسکی آنکھوں میں خوف وہ واضح دیکھ سکتا تھا۔"آپ۔۔کک۔۔کہاں۔۔تھے۔۔اس۔۔نے آپکو کچھ کہا ہے۔۔بتائیں" مریم نے اسکا چہرہ چھوتے کہا تو شہریار نے نفی میں سرہلایا۔"میری جان اس نے مجھے کچھ نہیں کہا۔میں ٹھیک ہوں۔اور تمھیں میرے ہوتے ہوئے کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے" شہریار نے نرمی سے اسکی گال کو سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"پرومس کریں آپکو نہیں لگی" مریم نے اپنی ہتھیلی پھیلاتے بچوں کی طرح کہا تو شہریار کو اس پر شدید قسم کا پیار آیا۔"میں صدقے میری پٹھانی کے۔وعدہ مجھے نہیں لگی" شہریار نے جھکتے اسکی ہتھیلی کو نرمی سے اپنے لمس سے مہکایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے سے لگی۔"میرا بچہ میں ٹھیک ہوں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"جانتی ہوں۔۔میں بس ڈر۔۔گئی تھی" مریم نے کہا تو

اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ ”مت ڈرا کرو۔ میں ہوں نا تمھارے پاس۔ میرے ہوتے ہوئے میری پٹھانی کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے“ شہریار نے نرمی سے اسکی کمر پر انگلی سے گول گول دائرے بناتے کہا جس سے وہ پُرسکون ہوتے اپنا سارا وزن اس پر ڈال گئی۔ ”نہیں ڈرتی پر جب بات آپکی آتی ہے تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ آپ میرا سب کچھ ہیں سائیں آپکو نہی کھو سکتی میں“ مریم نے کہا تو وہ نرمی سے مسکرایا اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ ”میں یہیں ہوں تمھارے پاس۔ مت ڈرا کرو میرا بچہ۔ میں کہیں جا تھوڑی رہا ہوں اپنی پٹھانی کو چھوڑ کر۔ میری پٹھانی تو میری زندگی ہے بھلا زندگی کو کوئی چھوڑتا ہے“ شہریار نے اسے پچکارتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”زہ ھم تاسرہ مینہ لرم.(مجھے بھی آپ سے محبت ہے)“ مریم نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے ہمیشہ کی طرح بے حد محبت و عقیدت سے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اسکا ہاتھ آنکھوں سے لگایا تو شہریار نے نرمی

سے اسکے بال سہلائے۔ ”آئی لو یو ٹو پٹھانی“ شہریار نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی اور آگے ہوتے اسکے سینے سے لگی۔ عین اسی وقت دور کہیں سے فجر کی اذان کی آواز سنائی دی جسے وہ دونوں خاموشی سے سننے لگے۔ ”رگِ جاں“ شہریار نے کچھ دیر بعد اذان مکمل ہوتے ہی اسے نرمی سے پکارا تو مریم نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”جی سائیں“ مریم نے جواب دیا تو مسکرایا۔ ”میری جان جاؤ جا کر نہا لو۔ میرے وجود پر اس بدذات کا خون تھا اور تمھارے کپڑے بھی ناپاک ہو گئے ہونگے۔ جاؤ جا کر نہا لو تب تک میں بھی سٹڈی میں نہا کر آیا“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میرے آنے سے پہلے آپ روم میں آجائیے گا“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے جاؤ اب میرا بچہ جا کر نہا لو میں جلدی سے آجاؤں گا“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور پیچھے ہوتے باتھ روم میں بند ہوئی جبکہ شہریار نے گہری سانس بھری اور سٹڈی کی طرف بڑھا۔ مریم کو ایکدم پینک ہوتے دیکھ وہ واقعی ڈر گیا

تھا۔اس نے دل سے توبہ کی تھی وہ آئیندہ ایسی کوئی حماقت نہیں کرے گا جس سے مریم ڈرے کیونکہ ڈاکٹر نے اسے زرا سی بھی ٹینشن دینے سے منع کیا تھا۔

"میرا بچہ اپنا خیال رکھنا اور جلدی آجانا" خلیل صاحب نے ثانیہ کو سینے سے لگاتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔وہ لوگ اس وقت پورچ میں کھڑے تھے اور سب لوگ اس وقت راولپنڈی جانے کیلئے نکل رہے تھے سوائے عامر اور ثانیہ کے۔عامر کو ابھی یہاں کچھ کام تھا تبھی اس نے دو دن بعد آنے کا کہا تھا۔اس نے ثانیہ کو بھی روک لیا تھا۔وہ ہرگز اپنی بیوی کے بغیر نہی رہنا چاہتا تھا۔سب نے ہی ثانیہ کو ساتھ لے جانے کا کہا تھا پر عامر نے یہ کہتے منع کردیا تھا کہ وہ ثانیہ کو اپنے ساتھ ہی لے آئے گا جس پر سب ہی ناچاہتے ہوئے مان گئے تھے کیونکہ ثانیہ پر سب سے زیادہ حق عامر کا تھا جبکہ ثانیہ بھی عامر کے ساتھ ہی رکنا چاہتی تھی۔وہ سب کے جانے پر اداس تو تھی پر وہ اپنے شوہر کو اکیلا

چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی۔ "جی بابا۔آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا۔میں انشاء اللہ پرسوں عامر کے ساتھ آجاؤں گی" ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرائی اور مہرماہ کے گلے لگی۔ "اپنا خیال رکھیے گا آپی اور بھائی کا بھی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تم بھی اپنا، بھائی کا اور باقی سب کا خیال رکھنا" ثانیہ نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اپنا خیال رکھنا گڑیا" ضرار جو مہرماہ کے ساتھ کھڑا تھا اس نے نرمی سے ثانیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور یشائم کے گلے لگی۔ "آپی جلدی آئیے گا ہم آپکو مس کریں گے" یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ماہ دیر کی طرف بڑھی۔ "میرا بچہ ! اپنا بہت خیال رکھنا ہے اور پریشان نہیں ہونا ٹھیک ہے۔ہم سب آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔بس جلدی سے عامر کا کام ختم ہوجائے پھر ہمارے پاس آجانا اوکے" ماہ دیر نے اسے سینے سے لگاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے حوریہ کا ماتھا چوما جو اداس سی اسے دیکھ رہی

تھی۔ ”اپو ددی انا (اپھو جلدی آنا)“ حوریہ نے کہا تو اس نے سر خم کرتے اسکے چہرے کے نقوش کو چوما۔ ”اوکے اپھو کی جان لیکن پہلے آپ سمائل کرکے دکھائیں“ ثانیہ نے اسے گد گدی کرتے کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر سب ہی مسکرائے۔ ”عامر چل ہم نکلتے ہیں اپنا اور گڑیا کا خیال رکھیں اور جلدی آجانا“ ماہ دیر نے اسکے گلے ملتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے۔ تم دونوں بھی دھیان سے ڈرائیو کرنا اور پہنچتے ہی کال کردینا“ عامر نے ضرار اور ماہ دیر سے کہا تو ان دونوں ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکراتے باقی سب سے ملا۔ ”فی امان اللہ خیر سے جائیں“ ثانیہ نے ان سب کو دیکھتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی آگے بڑھا گئے جب کہ وہ دونوں انھیں جاتا دیکھ رہے تھے۔ ”اداس نا ہوں۔ ہم نے بھی پرسوں وہیں چلے جانا ہے“ ان کی گاڑیوں کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی عامر نے نرمی سے اسے بازو کے حلقے میں لیتے اسکا سر چومتے کہا۔ ”جانتی ہوں پر وہ بس سب جا رہے

ہیں تو تھوڑی اداس ہوں" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں جان۔پر ایسے اداس ہو کر مجھے بے چین نا کریں" عامر نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہم لوگ کیوں نہیں گئے عامر۔آپکو کیا کام ہے یہاں۔آپ نے تو کہا تھا کہ سارا کام ہو گیا ہے پھر" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نرمی سے اسکی کمر کے گرد اپنے دونوں بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا۔ "میری جان ایک بہت ضروری کام ہے جو میں نے کرنا ہے پر وہ کام آپکی نظروں کے سامنے ہو گا" عامر نے کہا تو اس نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔ "کیا مطلب" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میں گلگت گیا تھا جانتی ہیں کیوں" عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "آپ کے مجرموں کو سزا دینے۔میں بابر قریشی اور واجد قریشی کو موت کے گھاٹ اتارنے گیا۔ واجد قریشی کی کہانی ختم کر چکا ہوں پر بابر قریشی کو آپ کی نظروں کے سامنے انجام تک پہنچاؤں گا۔اس کا کاروبار میں بند کروا چکا ہوں اور سب

معصوم لڑکیوں کو بھی انکے گھروں میں بھجوا چکا ہوں اب بس وہ حیوان رہ گیا ہے جسے اس دنیا کو چھوڑ کر اپنے اصل ٹھکانے تک جانا ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "کیا میں بابر قریشی کو اپنے ہاتھوں سے مار سکتی ہوں" ثانیہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تو عامر کے چہرے پر مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ وہ اسکے نڈر انداز پر خاصا محظوظ ہوا تھا۔ "مار سکتی ہیں؟" عامر نے آئی برو اچکاتے پوچھا۔ "مار سکتی ہوں۔ معصوم لڑکیوں کی عزت سے کھیلنے والے اس بد بخت کو ایسی موت دوں گی کہ آئیندہ کوئی حیوان کسی لڑکی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے بھی ڈرے گا" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اس کے لبوں کو چھوتے سیدھا ہوا۔ "اسے ایسی موت دیجیے گا کہ میرا سر فخر سے مزید بلند ہو جائے" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اپنا سرخ چہرہ اسکے سینے میں چھپایا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "اپنے گھر چلیں" عامر نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی

چلیں" ثانیہ نے جواب دیا تو اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما اور اسے گاڑی میں بیٹھاتے دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی گھر کی جانب بڑھا گیا۔

"عائشہ بیٹا" تنزیل بیگم نے عائشہ کے کمرے میں داخل ہوتے اسے پکارا جو کوئی فائل ریڈ کر رہی تھی۔ "جی ماما" عائشہ نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ آج اس نے آفس سے آف کیا تھا۔ "بچے اسد آیا ہے کہہ رہا ہے کہ کہیں لے کر جانا ہے تمھیں تو تیار ہو جاؤ" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ٹائم دیکھا جہاں بارہ بج رہے تھے۔ "اس ٹائم۔ اسد آج آفس نہیں گئے کیا" عائشہ نے حیران ہوتے پوچھا تو انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ "پتا نہی بیٹا پر ابھی وہ تمھیں بلا رہا ہے۔ جاؤ تیار ہو بچہ انتظار کر رہا ہے۔ جلدی تیار ہو اسے انتظار نا کروانا" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے کھڑے ہوتے انھیں دیکھا۔ "ماما میں آپکی بیٹی ہوں یا اسد آپکے بیٹے

ہیں" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔ "تم دونوں میرے بچے ہو" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ناک کے نتھنے پھلاتے انھیں دیکھا۔ "جی نہیں جب سے اسد آئیں ہے آپ بھول گئی ہیں کہ میں آپکی بچی ہوں" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ "میری جان تم میرا کل اثاثہ ہو اور اگر اسد مجھے عزیز ہے تو وہ تمھاری وجہ سے ہی ہے کیونکہ وہ تمھیں خوش رکھتا ہے اور وہ ویسے بھی بہت اچھا ہے جیسے وہ مجھے ماں مانتا ہے سب کے دکھ سکھ میں کام آتا ہے تو اسے بیٹا کیوں نا بناؤں میں" تنزیل بیگم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں چینج کرکے آتی ہوں" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا اور جاتے ڈریسنگ روم میں بند ہوئی جس پر تنزیل بیگم ہنس پڑیں اور اسکے کمرے سے باہر نکل گئی۔ انکے جانے کے پانچ منٹ بعد ہی عائشہ گہرے گلابی رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے باہر آئی۔ وہ جاتے ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہوئی اور اپنے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بناتے آنکھوں میں کاجل لگاتے ڈوپٹہ اچھے سے خود پر اوڑھتے کمرے سے باہر نکلی اور نیچے کی

جانب بڑھ گئی پر نیچے کا منظر دیکھ عائشہ کا چہرہ پل میں سرخ ہوا جب کہ آنکھوں میں غصہ اترا تھا کیونکہ سامنے ہی اسد کھڑا تھا جبکہ لائبہ اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے مسکرا کر کچھ کہہ رہی تھی۔ لاؤنج میں اس وقت ان دونوں کے علاوہ کوئی موجود نا تھا اور یہ بات عائشہ کو مزید غصہ دلا گئی۔ "اسد" عائشہ تیزی سے سیڑھیاں اترتے نیچے آئی اور آتے اسد کو پکارا جس نے فوراً اسے دیکھا جبکہ لائبہ اسد کے کندھے سے ہاتھ ہٹاتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ "شہزادی" اسد نے اسکی طرف بڑھنا چاہا پر عائشہ اس کی بات سنے بغیر مُڑی اور سیدھا لائبہ کے کمرے میں گئی۔ "تم" لائبہ جو بیڈ پر بیٹھی اپنے ڈیڈ کو کال ملانے والی تھی اچانک عائشہ کو آتے دیکھ فوراً بولی جس پر عائشہ نے اسے دیکھا۔ "میری بات سنو لائبہ آج تو میرے شوہر کو چھونے کی غلطی تم کر چکی اور میں تمھیں چھوڑ رہی ہوں۔ آئیندہ اگر میرے شوہر کے سائے کے پاس بھی منڈلاتی نظر آئی تو میں تمھاری جان نکال دوں گی اور اسے دھمکی مت سمجھنا۔ اسد میرے ہیں اور

میرے شوہر کو چھونے والی کے ہاتھ جڑ سے اکھاڑنا جانتی ہوں میں۔آج اگر تمھیں چھوڑ رہی ہوں تو اسے میری کمزوری مت سمجھنا تمھاری حالت کے پیشِ نظر تمھیں بخشا ہے پر اگلی بار میرے اسد کو نظر اٹھا کر دیکھا بھی تو عائشہ اسد ملک تمھاری اس حالت کی پرواہ بھی نہی کرے گی اور تمھارا وہ حال کروں گی میں کہ تم اپنے شوہر کی طرف دیکھتے وقت بھی ڈرو گی" عائشہ نے انگلی اٹھاتے اسے وارن کیا اور بغیر اسکی سنے باہر نکل گئی۔"شہزادی" اسے باہر آتے دیکھ اسد جو باہر ہی کھڑا تھا فوراً اس کے پاس آنے لگا پر وہ اسکی طرف دیکھے بغیر واپس اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی جس پر اسد بھی ایک پل کی دیر کیے بغیر اسکے پیچھے آیا۔"شہزادی" اسد نے اس کے پیچھے آتے اسے پھر پکارا جو کمرے میں داخل ہوتے روم لاک کرنے والی تھی پر اسد نے بروقت اپنا پاؤں دروازے میں پھنساتے اسکی کوشش کو ناکام بنایا اور نرمی سے دروازہ دھکیلتے اندر داخل ہوا۔"عائشہ میں نے اسے نہیں چھوا یار" اسد نے اندر داخل

ہوتے دروازہ بند کرتے اسے کہا جو اب اپنا کاجل صاف کر رہی تھی۔ ”عائشہ میری جان۔ ایک منٹ بات تو سنو“ اسد نے اس کے پاس آتے نرمی سے اسکی کلائیاں کو پکڑتے اسے روبرو کیا۔ ”اسد جائیں یہاں سے“ عائشہ نے اسے دیکھے بغیر کہا۔ ”بٹر فلائی آئی پرومس یار میں نے اسے نہیں چھوا تنزیل آنٹی کو کوئی کال آئی تو وہ اٹھ کر چلی گئیں تبھی میں اوپر تمھارے پاس آرہا تھا لیکن نا جانے وہ کہاں سے آئی اور مجھ سے ٹکرا گئی۔ پرومس میرا بچہ میں نے اسے نہیں چھوا پلیز ناراض مت ہو“ اسد نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا۔ ”میں نے پوچھا کہ آپ نے اسے چھوا ہے کہ نہیں“ عائشہ نے اسے دیکھتے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”پھر کیوں صفائی پیش کر رہے ہیں“ عائشہ نے پوچھا۔ ”وہ تم غصے میں ہو نا اس لیے“ اسد نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”میں آپ پر نہیں اس ڈائن پر غصہ ہوں جو آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی“ عائشہ نے کہا تو اسد نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ”اگر مجھ پر

غصہ نہیں ہوں پھر مجھے جانے کا کیوں کہہ رہی ہو" اسد نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جس کے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔اس کے چہرے پریوں پریشان کن تاثرات دیکھتے عائشہ کو بے ساختہ شرمندگی ہوئی۔"سوری۔پر مجھے غصہ آرہا تھا اور میں نہیں چاہتی تھی کہ غلطی سے بھی اس ڈائن کا غصہ آپ پر اترے اس لیے آپکو جانے کا کہا بس۔پکا آپ سے ناراض نہیں ہوں پریشان نا ہوں" عائشہ نے کہا تو اسد نے گہری سانس بھری اور جھکتے اس کے کندھے سے پیشانی ٹکا گیا۔"ڈرا دیا تھا تم نے۔مجھے لگا شاید تم مجھ سے ناراض ہو گئی ہو" اسد نے کہا تو اس نے نرمی سے اس کے بال سہلائے۔"آپ میرے شوہر ہیں اسد۔اول تو مجھے آپ پر یقین ہے۔اور خدا نخواستہ اگر کبھی میرا یقین ڈگمگایا بھی تو میں آپ سے تصدیق کرنے کے بعد ہی آپ سے لڑوں گی یا ناراض ہونگی" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کا کندھا چومتے سیدھا ہوا۔"تو ابھی کیوں نہیں پوچھا کہ لائبہ میرے اتنے نزدیک کیا کر رہی تھی" اسد

نے کہا تو وہ اس نے منہ بنایا۔ "کیونکہ جس دن سے وہ چڑیل یہاں آئی ہے اسکی آپ پر اور شیری بھائی پر گندی نظر ہے" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا اور جھکتے اسکا سر چوم گیا۔ "تو اسکا مطلب تم مجھ سے ناراض نہیں ہو نا" اسد نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "آپ میرے شوہر ہیں اسد آپ سے کیوں ناراض ہونگی میں بھلا" عائشہ نے کہا تو اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ "پھر یہ کاجل کیوں اتار دیا" اسد نے اسکی آنکھوں کے گرد پھیلے ہلکے کاجل کو انگلی کی پور سے صاف کرتے پوچھا۔ "کیونکہ میرا دماغ اس پر بہت زیادہ خراب ہوا تھا اگر یہ کاجل نا مٹاتی تو اس لائبہ ڈائن کا نام اس صفحِ ہستی سے مٹادیتی" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا جس پر وہ بھی مسکرائی۔ "اچھا چلیں اس چڑیل کو چھوڑیں یہ بتائیں آپ مجھے کہاں لے کر جارہے تھے" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں تمھیں لنچ پر لے کر جارہا تھا۔ اب جلدی سے کاجل لگاؤ پھر ہم چلتے ہیں" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ پیار سے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑ

گیا۔ ”شاباش میرا بچہ اب جلدی سے کاجل لگاؤ۔ پھر ہم باہر چلتے ہیں تاکہ تمھارا موڈ فریش ہو“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور کاجل اٹھاتے آنکھوں میں لگا گئی۔ ”کیسی لگ رہی ہوں“ اس نے کاجل ڈریسنگ پر رکھتے پوچھا۔ ”میرے دل کی ملکہ لگ رہی ہو“ اسد نے پیار سے کہا اور اسکے ہاتھ کی پشت کو ہونٹوں سے لگایا تو اسکے رخسار بے ساختہ گلابی ہوئے جس پر وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ تھامتے باہر نکل گیا۔

”تمھارے ماں باپ کیوں نہیں آئے“ طاہرہ بیگم نے سامنے بیٹھے اپنے اکتیس سالہ پوتے شایان سکندر کو دیکھتے پوچھا۔ ”بس دادو وہ میرا رشتہ دیکھنے گئے ہیں۔ جانا تو میں نے بھی تھا پر پھر مجھے شہر آنا پڑا تو میں یہاں آگیا“ شایان نے کہا تو طاہرہ بیگم نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ شایان کی نظریں اِدھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔ ”جسے تم ڈھونڈ رہے ہو وہ گھر سے بھاگ چکی ہے“ پروین بیگم نے کچن

سے باہر آتے کہا۔ "کیا کب" شایان کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ "تین مہینے ہوگئے ہیں امی نے بتایا نہیں تھا تمھیں" پروین بیگم نے چائے رکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ارے بھئی کیوں بتاتی مجھے تو وہ پلوشہ کی بیٹی انتہائی زہر لگتی ہے میں اسکا ذکر اپنے چاند سے پوتے سے کیوں کرتی" طاہرہ بیگم نے کہا تو شایان ہنس پڑا۔ "ویسے دادو یہ بھی ہے" شایان نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلایا گئیں جبکہ شایان جو آج ان سے ثانیہ کے متعلق ہی پوچھنے آیا تھا اسکے بھاگنے کا سنتے سخت بدمزہ ہوا تبھی چائے اٹھاتے گھونٹ بھرنے لگا پر چائے اسے زہر لگ رہی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ ثانیہ سے شادی کرے گا کیونکہ اس نے تین سال پہلے بس ایک بار اسے دیکھا اور اسکا بولڈ انداز شایان کے دل کو بھا گیا تھا پر اب وہ بھاگ گئی تھی۔ "اچھا دادو اب میں چلتا ہوں ایک کام ہے" شایان نے آدھی چائے پینے کے بعد کھڑے ہوتے کہا۔ "اتنی جلدی ابھی تو آئے تھے" طاہرہ بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "دادو ایک

کام ہے پھر چکر لگاؤں گا کل پرسوں" شایان نے کہا تو طاہرہ بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو ٹھیک ہے خیر سے جاؤ" طاہرہ بیگم نے اسے اجازت دی تو وہ انھیں اللہ حافظ بولتے باہر نکل گیا۔ "ویسے امی یہ شایان ثانیہ میں شروع سے ہی دلچسپی رکھتا تھا ہے نا" اس کے جاتے ہی پروین بیگم نے کہا تو طاہرہ بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں وہ شروع سے ہی اس پلوشہ کی بیٹی کی طرف رجحان رکھتا تھا" طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے امی آج شایان کے آنے کا مقصد کچھ اور ہی لگا مجھے" پروین بیگم نے کہا تو طاہرہ بیگم نے انھیں دیکھا۔ "کیا مطلب" طاہرہ بیگم کو جیسے بات سمجھ نا آئی۔ "دیکھیں امی اسکی شادی کی بات چھڑی ہے تو وہ یہاں ثانیہ کو دیکھنے آگیا کہیں وہ ثانیہ سے شادی" پروین بیگم کی بات پوری ہونے سے پہلے طاہرہ بیگم نے تڑخ کر انکی بات کاٹی۔ "خبردار میرا پوتا اس بدچلن پلوشہ کی بدچلن بیٹی کو کبھی نہیں چاہے گا" طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ خلیل صاحب

سمیت باقی سب جو اندر داخل ہوئے تھے ان کی بات پر سب کی آنکھوں میں غصہ اترا۔ ”میری بیوی اور بیٹی کے بارے میں ایسا بولنے کا حق آپکو کس نے دیا“ ابھی وہ لوگ مزید بولتے کہ خلیل صاحب لاؤنج میں آتے دھاڑے تھے جس پر وہ دونوں بے یقینی سے انھیں دیکھ رہی تھیں۔ جو آنکھوں میں لہو لیے انھیں گھور رہے تھے جبکہ انکے پیچھے ہی مہرماہ ضرار اور تین لوگ اور بھی تھے کون وہ انھیں پہچان نا سکیں لیکن وہ سب انھیں غصے سے دیکھ رہے تھے پر ابھی ان کا دھیان خلیل صاحب پر تھا۔ خلیل صاحب زندہ تھے؟ ایسا کیسے ہوسکتا تھا؟ وہ تو مر گئے تھے۔ پھر یہاں کیسے؟ وہ اگر زندہ تھے تو کہاں تھے؟ اس وقت ان دونوں کے ذہن میں سو سوالات تھے جنکا جواب صرف خلیل صاحب دے سکتے تھے۔

"خلیل تم۔۔زندہ ہو" خلیل صاحب کو سامنے صحیح سلامت دیکھتے طاہرہ بیگم نے ہوش میں آتے کہا اور انکی طرف بڑھنے لگیں پر خلیل صاحب ہاتھ اٹھاتے انھیں روک گئے۔"جی زندہ ہوں پر آپ دونوں نے مرا ہوا سمجھ کر میری مہرو پر خوب ظلم کیے اور میری بچی ثانیہ اس پر تو میرے جیتے جی ستم ڈھائے گئے"خلیل صاحب نے کہا تو ان دونوں نے حیرت سے انھیں دیکھا۔ثانیہ؟ بچی؟ اسکا ذکر یہاں کیا کر رہا تھا۔"کیا مطلب ہے تمھارا خلیل" طاہرہ بیگم نے پوچھا تو خلیل صاحب نے انھیں دیکھا۔"مطلب یہ ہے کہ آپ دونوں کی ساری سچائی جان گیا ہوں میں۔جان گیا ہوں کہ کیسے آپ نے میری اور وشہ کی بیٹی ثانیہ کو اس بے حیا عورت کی مردہ بیٹی سے بدلا تھا۔جان گیا ہوں میری معصوم بچی پر کتنے ظلم کیے آپ لوگوں نے۔جان گیا ہوں میری وشہ کو اذیت دینے میں سب سے بڑا ہاتھ میری سگی ماں کا تھا۔جان گیا ہوں میری شادی سے ناخوش ہوتے آپ نے میرے بچوں پر ظلم کیا۔اور جانتی ہیں کیا

جانا ہے میں نے" خلیل صاحب نے دھاڑتے کہا تو طاہرہ بیگم اور پروین بیگم کے چہرے کا رنگ سفید پڑا۔ "میں یہ بھی جان گیا ہوں کہ میری ماں نے میری بیوی سے اتنی نفرت کی کہ میری اولاد، میرے خون سے ایک بے مقصد نفرت کا انتقام لیا۔ میری مہرو کو اس گھر سے نکال دیا کیا بگاڑا تھا میں نے، میری وشہ نے یا میری اولاد نے آپکا۔ آپ نے کہا کہ وشہ سب کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ ساری دولت چھوڑ کر یہاں یہ چھوٹا سا آشیانہ بنا لیا۔ وشہ کو آپ لوگوں کی تقریبات میں نہیں لاتا تھا۔ اپنے بچوں کو انکے ددھیال میں نہیں لاتا تھا۔ پھر بھی اتنی نفرت امی کیوں کیا ایسا۔ جانتی ہیں اس عورت سے تو مجھے اچھے کی امید ہی نہیں تھی پر آپ تو میری ماں تھیں نا آپ نے کیسے میری خوشیاں نگل لیں" خلیل صاحب نے کہا تو ان دونوں نے بے یقینی سے انھیں دیکھا۔ "یہ۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ ہے بی" طاہرہ بیگم کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ماہ دیر نے سرد لہجے میں انکی بات کاٹ دی۔ "جھوٹ نہیں ہے یہ طاہرہ بی

بی۔ ساری سچائی تم دونوں کے منہ سے ہی سنی۔ اس دن جب میری بہن نے اس نام نہاد ڈائن ماں کو کال کی تھی تب تم دونوں باتوں میں اتنی مصروف تھیں کہ کال بند ہے یا آن دیکھا ہی نہیں اور اپنے منہ سے اپنی کالی کرتوتوں کا بتاتی چلی گئیں" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے بیک وقت اسے دیکھا۔ "تم کون ہو لڑکے اور ہمارے گھر کے معاملات میں کیوں بول رہے ہو" پروین بیگم نے پوچھا تو ماہ دیر ہنس پڑا۔ دس سال بعد دیکھا تھا اتنا تو چلتا تھا۔ "میں کون ہوں؟ رئیلی میں کون ہوں؟ میں ماہ دیر خلیل سکندر ہوں۔ مہر ماہ اور ثانیہ کا بڑا بھائی اور تم لوگوں کے گناہوں کی سزا" ماہ دیر نے کہا اور قدم آگے بڑھاتے انکے روبرو جا کھڑا ہوا جب کہ اس کے تعارف پر پروین بیگم اور طاہرہ بیگم کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ "خلیل دیکھو تمھارا بیٹا کیسے مجھ سے بات کر رہا ہے" طاہرہ بیگم نے آنکھوں میں جھوٹے آنسو لاتے کہا۔ "شکر کریں بات کر رہا ہے ورنہ وہ قتل بھی کر سکتا ہے" خلیل صاحب نے کہا تو ان دونوں نے انھیں دیکھا جنکے

چہرے پر رتی برابر نرمی نہیں تھی۔ ”خلیل میں تمھاری ماں ہوں تم میرے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو“ طاہرہ بیگم نے ایموشنل کرنے کی کوشش کی جس پر وہ ہنس پڑے۔ ”ماں؟ آپ ماں نہیں ڈائن ہیں میری بچیوں پر اتنا ظلم کیا اور میرے بیٹے کو دور کردیا اور کیا پتہ میری بیوی کو بھی آپ دونوں نے ہی مارا ہو “خلیل صاحب نے کہا تو ان دونوں نے گلا تر کیا۔ ”انکل مجھے یقین ہے کہ اپھو کی موت کے پیچھے ان دونوں کا ہی ہاتھ ہے۔ کیونکہ جتنا میں نے ماہ سے سنا ہے اور ثانیہ گڑیا کی باتیں اس سے اتنا تو اندازہ ہوگیا ہے کہ اپھو کی موت قدرتی ضرور تھی پر وجہ قدرتی نہیں تھی“ ضرار نے کہا اور مہر ماہ کا ہاتھ چھوڑتے ماہ دیر کے برابر آتے کھڑا ہوا اور چہرے پر خطرناک تاثرات سجاتے ان دونوں کو گھورنے لگا۔ ”ہہ۔۔ ہم۔۔۔نے۔۔ کچھ۔۔ نہی۔۔ نہیں۔۔ کیا“ اسکی آنکھوں میں موجود وحشت دیکھتے پروین بیگم نے کہا تو ضرار مسکرایا۔ ”اچھا اور میں کیسے مان لوں“ ضرار نے دو قدم مزید پروین بیگم کی طرف بڑھائے اور اپنی

ویسٹ سے گن نکالی جسے دیکھ ان دونوں کی جان نکلی۔ ”سچ بتاؤ ورنہ ایک گولی دماغ کے بیچ وبیچ لگتے ہی تم دونوں کی کہانی ختم“ ماہ دیر نے بھی اپنی ویسٹ سے گن نکالتے طاہرہ بیگم پر تانی تو انکے پیروں سے جان نکلی۔ ”خلیل۔۔دیکھو۔۔یہ کیا۔۔کر رہے ہی۔۔ ہیں۔۔۔روکو۔۔۔انھیں۔۔میں تمھاری۔۔ماں ہوں“ طاہرہ بیگم نے کہا تو ضرار اور ماہ دیر نے مسکراتے خلیل صاحب کو دیکھا۔ ”بچوں تم لوگوں کو جو کرنا ہے کرو۔مجھے سچائی جاننی ہے“ خلیل صاحب نے کہا تو پروین بیگم اور طاہرہ بیگم کی آنکھیں خوف سے پھیلیں جبکہ باقی سب مسکرائے۔ ”تو اب تم دونوں خود بولوگی یا گولی کے چلنے کے بعد“ ضرار نے دل جلانے والی مسکراہٹ لبوں پر سجاتے پوچھا۔ ”ضرار مار دیتے ہیں یار یہ ایسے نہیں بتائیں گی“ ماہ دیر نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی گن کو لوڈ کیا۔ ”ہم۔۔بتا۔۔بتاتے۔۔ہیں“ ان دونوں نے یک زبان ہوتے کہا تو وہ

دونوں مسکرائے۔ ”بولو جلدی اور ایک لفظ بھی جھوٹ کہا یا اگر لڑکھڑائے تو تم دونوں اس دنیا سے غائب ہوجاؤ گے“ ضرار نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ دونوں صوفے پر بیٹھے۔ ”بابا آئیں ہم بیٹھ کر ان کا تماشہ دیکھتے ہیں“ مہرماہ نے آگے ہوتے خلیل صاحب کو کہا جو کھڑے گہرے گہرے سانس لے رہے تھے جبکہ اسکی بات سنتے خلیل صاحب اسکے ساتھ آگے بڑھتے صوفے پر بیٹھ گئے جس پر یشائم بھی سوئی ہوئی حوریہ کو یونہی ساتھ لگائے آتے صوفے پر ماہ دیر کے ساتھ بیٹھی۔ ”تم دونوں بتانا شروع کرو“ ضرار نے مہرماہ کو اپنے پاس بیٹھاتے ان دونوں کو کہا تو وہ صوفے پر بیٹھنے لگیں پر ماہ دیر کی آواز انھیں روک گئی۔ ”میں نے کہا بیٹھنے کو۔ کھڑے ہوکر بتاؤ“ ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جس پر اس نے اپنی گن سامنے کی جسے دیکھ ان دونوں نے تھوک نگلتے ہاں میں سرہلایا اور ماضی کے اس راز سے پردہ اٹھانے لگیں جس سے سب انجان تھے۔

---ماضی---

"تم نے میری بیٹی سے جھوٹ کیوں بولا۔ اور اسے مارا کیوں" ثانیہ کے جاتے ہی پروین بیگم نے دروازہ بند کیا جس پر پلوشہ نے چلاتے پوچھا۔ "کیونکہ وہ تمھاری بیٹی ہے۔ وہ ساری عمر اس بات پر ظلم سہے گی کیونکہ وہ پلوشہ راجپوت اور خلیل سکندر کی بیٹی ہے" پروین بیگم نے مُڑتے کہا تو پلوشہ نے غصے سے اسے دیکھا۔ "میری بیٹی کو اب ہاتھ بھی لگایا تو میں تمھارے ہاتھ جڑ سے اکھاڑ دوں گی پروین۔ اور میری بچی پر ظلم کرنے کا اب سوچنا بھی مت۔ خلیل کو آنے دو۔ انھیں جب پتا لگے گا ہماری بچی زندہ ہے اور تم نے اس پر ظلم کیے وہ پہلی فرصت میں تمھیں یا تو طلاق دیں گے یا جان سے ماردیں گے" پلوشہ نے کہا اور باہر نکلنا چاہا پر پروین بیگم اسکے آگے آتے اسکا رستہ روک گئیں۔ "خلیل مجھے کیوں چھوڑیں گے وہ بھی تمھارے کہنے پر کوئی ثبوت ہے تمھارے پاس" پروین بیگم نے کہا تو پلوشہ مسکرائی۔ مجھے ثبوت کی ضرورت

نہیں۔ ”ثبوت کی ضرورت اسے ہوتی ہے جسکا شوہر اس پر یقین نا کرتا ہو لیکن میرے خلیل مجھ پر اعتبار کرتے ہیں۔ وہ نا ہی میری کوئی بات ٹالتے ہیں نا مجھ سے کوئی بات چھپاتے ہیں۔ اب خود کو دیکھ لو تم سے نکاح کرنے کیلئے بھی میں نے کہا تو وہ ماننے میں منع کرتی تو تم آج کسی قبر میں مری پڑی ہوتی اور خلیل کا رویہ تمھارے ساتھ کیسا میں اس سے بھی اچھی طرح واقف ہوں“ پلوشہ نے کہا تو پروین کو لگا گویا اس نے اسکے منہ پر تھپڑ مارا ہو۔ پلوشہ کے لہجے میں ایک غرور تھا خلیل سکندر کا عشق تھی وہ غرور جچ رہا تھا اس پر۔ پر یہ غرور پروین بیگم کو بُرا لگا۔ ”بکواس بند کرو اپنی“ پروین بیگم نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”کیوں بُرا لگا۔ ”خلیل میری ہر بات پر آمین کہتے ہیں۔ اور اپنی ہر بات مجھے بتاتے ہیں تمھیں کیا لگتا ہے میں خلیل کو کیوں وہاں رکنے کی اجازت دیتی ہوں۔ تمھارے لیے نا۔ میں خلیل کو اس لئے اجازت دیتی ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں تمھاری اوقات انکی زندگی میں ایک بوجھ سے زیادہ کچھ نہیں“ پلوشہ نے کہا اور دروازہ

کھولتے باہر نکلنے لگی پر پروین بیگم کی پکار پر رکی۔ا"گر خلیل تم سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں تو یقیناً انھوں نے تمھیں تمھارے بھائی کے متعلق بھی بتایا ہوگا" پروین بیگم نے کہا تو پلوشہ نے مُڑتے نا سمجھی اسے دیکھا۔اسکے یوں دیکھنے پر وہ مسکرائیں مطلب طاہرہ بیگم کی بات سچ تھی وہ واقعی اس بات سے انجان تھی۔"کیا مطلب اور میرے بھائی کا ذکر یہاں کیسے آگیا" پلوشہ نے پوچھا تو وہ ہنسی۔"اوہ مطلب تم نہیں جانتی۔لیکن تم تو کہہ رہی تھی کہ خلیل تم سے کچھ نہیں چھپاتے پلوشہ پر اتنی بڑی بات تم سے چھپائی ہے" پروین بیگم نے کہا تو پلوشہ نے گہری سانس بھری۔"کیا مطلب ہے بتاؤ گی۔کیا چھپایا ہے خلیل نے مجھ سے" پلوشہ نے پوچھا تو وہ شیطانیت سے مسکرائی۔"تمھارا بھائی قاسم راجپوت مر چکا ہے لیکن خلیل نے تمھیں نہیں بتایا" پروین بیگم نے کہا تو پلوشہ لڑکھڑائی۔"تم۔۔تم۔۔جھوٹ بول رہی ہو" پلوشہ نے بامشکل خود کو سنبھالتے کہا تو وہ نفی میں سرہلا گئی۔"یہ سچ ہے پلوشہ قاسم راجپوت آج سے دو

سال پہلے مر گیا تھا لیکن خلیل نے تمھیں نہیں بتایا اگر مجھ پر نہیں یقین تو خلیل سے پوچھ لینا بلکہ ایک کام کرو اس فائل کو دیکھ لو" پروین بیگم نے کہا اور الماری کی طرف بڑھتے ایک سرخ فائل نکالتے اسے پکڑائی جسے پلوشہ نے کانپتے ہاتھوں سے کھولا اور اندر موجود رپورٹ پڑھنے لگی۔وہ جوں جوں رپورٹ پڑھ رہی تھی توں توں اسکے پیروں سے جان نکل رہی تھی۔وہ قاسم راجپوت کی ہاسپٹل سے ڈسچارج ہونے کی رپورٹ تھی وہ بھی دو سال پرانی جہاں انکے مرنے کے بعد ہاسپٹل سے انکی ڈیڈ باڈی کو گھر والوں کے حوالے کرنے کی تفصیلات کے ساتھ تنزیل راجپوت اور دراب راجپوت کے سائن بھی تھے۔یہ فائل پروین بیگم نے طاہرہ بیگم سے لی تھی جسے خلیل صاحب اس گھر میں موجود اپنے کمرے میں چھپائے ہوئے تھے۔"اب آگیا یقین۔تمھاری شکل بتا رہی ہے تم نہیں جانتی تھی اس بارے میں۔اب بھی تمھیں لگتا ہے خلیل تم سے کچھ نہیں چھپاتے۔چلو سب بتاتے بھی ہوں پر یہ نہیں بتایا تھا کہ تمھارا

بھائی مر گیا ہے" پروین بیگم نے کہا تو فائل پلوشہ کے ہاتھ سے چھوٹتے زمین پر گری جبکہ اسکا سر چکرانے لگا اور آنکھوں سے آنسو بہتے گرتے جا رہے تھے۔"بب۔۔بھائی۔۔ میرے۔۔۔بھائی۔۔ خلیل۔۔یہ۔۔کیسے چھپا سکتے ہیں۔۔کیسے" پلوشہ نے خود سے کہا جس پر پروین مسکرائی۔"یہ اب تم اپنے کمرے میں جا کر سوچنا۔میرے کمرے سے نکلو" پروین نے کہا اور اسکی بازو پکڑتے اسے باہر نکال گئی جس پر پلوشہ کچھ نا بولی۔وہ مردہ قدموں سے آگے بڑھی اور نیچے کی جانب بڑھنے لگی جبکہ ثانیہ جو چھت کی سیڑھیوں میں بیٹھی چہرے پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔پلوشہ کو دیکھ اسکا دل کیا کہ وہ اسکے پاس جائے پر پلوشہ کو بغیر اِدھر اُدھر دیکھے نیچے جاتے دیکھ وہ وہیں بیٹھی رونے لگی۔ابھی پلوشہ کو گئے فقط چند سیکنڈ ہوئے تھے جب پروین بیگم کمرے سے باہر نکلیں اور چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔"یہاں آؤ ثانیہ"پروین بیگم نے سختی سے کہا تو وہ فوراً اسکے پاس آئی۔"جی۔۔ماما" اس نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔"اس عورت نے

تمھیں یہ کہا ہے نا کہ وہ تمھاری ماں ہے" پروین بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "وہ تمھاری ماں نہیں ہے سمجھی۔وہ جھوٹ بول رہی تھی۔وہ اس لیے کہہ رہی تھی کیونکہ وہ خلیل کو ہم سے چھیننا چاہتی ہے تمھاری ماں میں ہوں صرف" پروین بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔"ماما پھر تو وہ گندی ہیں نا" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔"ہاں میں گندی ہے اب کمرے میں جاؤ اور باہر نہیں آنا" پروین بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ پروین بیگم بھی مسکراتے اسکے پیچھے گئیں۔

"خلیل۔۔۔نے مجھ۔۔۔سے اتنی بڑی۔۔بات چھپائی۔۔ قاسم بھائی۔۔۔ہمیں چھوڑ کر۔۔۔چلے گئے۔۔ہیں پر انھوں۔۔۔نے نہیں۔۔بتایا" پلوشہ جب سے کمرے میں آئی تھی۔یہی بات دہرائے جارہی تھی جبکہ مہرماہ اس سب سے انجان اسکے قریب سورہی تھی۔پلوشہ جب سے

کمرے میں آئی تھی اسکے بائیں کندھے میں شدید درد ہو رہی تھی جبکہ سانس بھی بار بار اٹک رہا تھا جبکہ آنکھیں بند ہو رہی تھیں عین اسی پل دروازہ کھلا جس پر اس نے بند ہوتی آنکھوں سے سامنے دیکھا جہاں خلیل صاحب کھڑے تھے۔ "وشہ میں آ" جبکہ خلیل صاحب جو ابھی تقریباً ایک گھنٹے بعد واپس آئے تھے اسکی حالت دیکھ انکے الفاظ منہ میں ہی دبے۔ "وشہ ! ! میری جان کیا ہوا ہے وشہ" خلیل صاحب نے اسکے پاس آتے کہا جسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں جب کہ وہ ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے چھوڑے ہوئے تھے۔ "خ۔۔ خلیل" پلوشہ نے انھیں پکارنا چاہا پر وہ بول نا سکی اور ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے انکی باہوں میں جھول گئی۔ اس کی حالت دیکھ خلیل صاحب نے اسے فوراً گود میں اٹھایا اور باہر بھاگے جہاں پروین بیگم بیٹھیں تھی۔ "پروین وشہ کی طبیعت نہیں ٹھیک۔ میں ہاسپٹل جا رہا ہوں مہرو کا خیال رکھیے گا" خلیل صاحب نے کہا اور باہر جانے لگے جب سامنے سے آتے ماہ دیر کو دیکھتے

رکے۔ ”ماما۔۔ماما کو کیا۔۔ہوا ہے“ ماہ دیر جو خلیل صاحب کی دوسری شادی کا جاننے کے بعد اب بامشکل اپنا غصہ ضبط کرتے گھر آیا تھا سامنے اپنی ماما کی حالت دیکھ تڑپ کر بولا۔ ”میں نہیں جانتا۔میں اسے ہاسپٹل لے کر جارہا ہوں تم مہرو کے پاس رکو“ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میں ساتھ آؤں گا بابا“ ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے پلوشہ کو گاڑی کی بیک سائیڈ پر لٹاتے اسے دیکھا۔ ”ماہر مہرو اکیلی ہے جاؤ اسکے پاس۔وشہ اور میں ابھی آجائیں گے“ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلایا۔ناجانے کیوں اسے لگ رہا تھا جیسے آج کچھ بُرا ہو جائے گا۔جبکہ اسکے ماننے پر خلیل صاحب گاڑی میں بیٹھے اور ہاسپٹل روانہ ہوئے۔جبکہ ماہ دیر آنکھوں میں آنسو سموئے دل میں اپنی ماما کیلئے دعا گو تھا۔مہرماہ اندر تھی۔یہ سوچ آتے ہی وہ مُڑا اور اندر کی جانب بڑھا جہاں سامنے لاؤنج میں ہی پروین بیگم بیٹھی تھیں۔انھیں دیکھ ماہ دیر کی آنکھوں میں خون اترا۔ ”میری ماں کو اگر

کچھ ہوا تو تمھیں میں جان سے مار دوں گا" ماہ دیر نے کہا اور بغیر اسکی سنے مہر ماہ کے پاس چلا گیا جو پُر سکون سی سو رہی تھی۔ "مہرو۔۔ماما۔۔کو پتا نہیں۔۔کیا ہو گیا ہے" ماہ دیر نے بیڈ پر بیٹھتے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا۔اسکی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔"یا اللہ میری ماما۔۔کو شفا عطا فرمائیں" ماہ دیر نے اللہ سے دعا کی اور زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اپنی ماما پر پھونک رہا تھا۔"ڈاکٹر میری بیوی کو دیکھیں پلیز" دوسری طرف خلیل صاحب پلوشہ کو یونہی باہوں میں اٹھائے ہاسپٹل میں داخل ہوئے تو ڈاکٹرز نے پلوشہ کا پیلا پڑتا چہرہ اور نیلے پڑتے ہونٹ دیکھ فوراً اسے ایمرجنسی میں شفٹ کیا جبکہ خلیل صاحب وہیں دیوار سے ٹیک لگاتے کھڑے ہوتے نم آنکھوں سے ایمرجنسی روم کے دروازے کو دیکھ رہے تھے۔ان کا دل کر رہا تھا دھاڑیں مار مار کر روئیں۔انکا عشق انکی وشہ تکلیف میں تھی۔وہ آخر باہر کیوں گئے۔ناجانے کب سے اسکی طبیعت بگڑی تھی۔ناجانے وہ کب سے انھیں پکار رہی تھی۔"وشہ

میری جان۔ تم مضبوط ہو۔ تم بہادر ہو۔ ٹھیک ہوجاؤ میرے لیے۔ ہمارے بچوں کیلئے۔ یا اللہ میری وشہ کو زندگی عطا فرما" خلیل صاحب نے چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے دعا مانگی اور ڈاکٹر کا انتظار کرنے لگے۔ "ایکس کیوزمی" لگ بھگ ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر نے باہر آتے انھیں پکارا۔ "ڈاکٹر میری بیوی" خلیل صاحب نے آگے ہوتے ان سے پوچھا۔ وہ تب سے کھڑے تھے جس سے انکے پاؤں شل ہوگئے تھے پر اس وقت پلوشہ سے ضروری کچھ نا تھا۔ "مسٹر سکندر آپکی وائف نے کسی بات کا بہت گہرا صدمہ لیا ہے جس وجہ سے انھیں ہارٹ اٹیک آیا اور چونکہ وہ پیدائشی دل کے مرض میں مبتلا تھیں تو آئی ایم سوری ٹو سے پر انکے پاس وقت بہت کم ہے۔ اور وہ آپ کو بلا رہی ہیں" ڈاکٹر نے کہا خلیل صاحب لڑکھڑائے جبکہ ماہ دیر جو مہر ماہ کو کندھے سے لگائے ابھی آیا تھا ڈاکٹر کی بات سنتے رک گیا۔ اسکی سانس تک رک گئی تھی۔ مطلب وہی ہوا جسکا ڈر تھا۔ اسکی ماما نے بابا کی دوسری شادی کا صدمہ لیا تھا اور وہ اب جینا نہیں

چاہتی تھیں۔یا اللہ یہ کیا ہوگیا تھا۔ماہ دیر نے مردہ نگاہوں سے خلیل صاحب کی پشت کو دیکھا جو ایمرجنسی روم میں داخل ہوچکے تھے۔"بھائی آپ رو کیوں رہے ہیں" مہرماہ کی معصومیت سے لبریز آواز تضاد اپنی رخسار پر اسکے ننھے ننھے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے وہ ہوش میں آیا اور اسے سینے میں بھینچتے رونے لگا۔"وشہ۔۔ میری۔۔جان۔۔دیکھو ڈاکٹرز۔۔کیا کہہ۔رہے ہیں" دوسری طرف خلیل صاحب نے پلوشہ کے پاس جاتے کہا جو مختلف مشینوں میں جکڑی ہوئی تھی۔"خخ۔۔ خلیل" پلوشہ نے انھیں دیکھ بند ہوتی آنکھوں سے پکارا۔"خلیل کی جان۔۔ ٹھیک ہوجاؤ۔۔کیوں میری۔۔جان نکال رہی ہو" خلیل صاحب نے کہا تو پلوشہ نے بامشکل آنکھیں واء

کیں۔"آپ۔۔۔نے۔۔کیوں۔۔چچ۔۔چھپایا۔۔۔قا۔۔ سم۔۔بھائی۔۔مر۔ ۔گئے۔۔آپ۔۔۔نے۔۔نن۔۔ نہیں۔۔بتایا" پلوشہ نے گہرے گہرے سانس بھرتے کہا تو خلیل صاحب نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔وہ جان گئی

تھی اور اس نے اسی بات کا صدمہ لیا تھا۔ "وشہ۔۔

۔میں۔۔۔نے۔۔ تمھاری۔۔ طبیعت کی۔۔وجہ سے نہیں ۔۔بتایا تھا

پلیز۔۔مجھے معاف کردو۔۔اور ٹھیک ہوجاؤ" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے

پلکیں جھپکیں۔ "مم۔۔ معاف۔۔کک۔۔کیا" پلوشہ نے کہا تو وہ رونے لگے۔

"وشہ۔۔ ٹھیک ہوجاؤ۔۔پلیز ایسے نا کرو" خلیل صاحب نے منت کی جبکہ

پلوشہ اب بلکل رک رک کر سانس لے رہی تھی جسے دیکھ وہ تڑپے۔ "ہم

۔۔ہماری۔۔ بب ۔۔بیٹی۔۔ثا۔۔ثا" پلوشہ نے کچھ کہنا چاہا پر آواز جیسے بند

ہوگئی تھی۔ "وشہ کچھ بولو" خلیل صاحب نے اسے دیکھتے کہا جس کی آنکھیں

مکمل کھلیں تھی اور ان میں وحشت تھی۔ خلیل صاحب نے اسے دیکھا۔ ایک

آخری بار ان دونوں کی نگاہیں ملیں تھیں سبز آنکھیں بھوری آنکھوں سے

ٹکرائیں تھی۔دونوں کی آنکھوں میں ہجر کا درد تھا۔ قیامت تک کی جدائی دونوں

کا مقدر بنی تھی۔ انکی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے بس ایک آخری جھٹکا اسکے جسم

کو لگا تھا اور پلوشہ کی سانس رک چکی تھی جبکہ مشین پر او تھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کی لائن اب مکمل سیدھی ہوچکی تھی۔پلوشہ سکندر سب کچھ چھوڑ کر جا چکی تھی۔پلوشہ سکندر قیامت تک کی جدائی خلیل صاحب کو دیتے ہمیشہ کیلئے آنکھ موند چکی تھی۔"وشہ آنکھیں کھولو جان ورنہ میری جان نکل جائے گی۔خدا کے واسطے آنکھیں کھولو وشہ ! ! " خلیل صاحب نے چلاتے اس کی بازوؤں کو پکڑتے اسے ہلایا پر وہ اپنی زندگی پوری کرچکی تھی اب اس نے نہیں جاگنا تھا۔جبکہ ماہ دیر جو مہرماہ کو باہر پکڑے کھڑا تھا انکی چیخ سنتے ڈاکٹر کے ساتھ اندر آیا۔ڈاکٹر نے آگے بڑھتے پلوشہ کو چیک کیا اور اگلے ہی پل نفی میں سر ہلاتے اس کے چہرے پر سفید چادر ڈال دی جسے دیکھ ماہ دیر لڑکھڑایا۔"ماما ! ! " اس نے چلاتے پلوشہ کو پکارا اور مہرماہ کو یونہی گود میں اٹھائے آگے آیا۔"ماما اٹھیں۔۔ماما۔۔ایسے۔۔نہیں کریں۔۔ اٹھیں۔۔ ماما۔۔پلیز۔۔ اٹھیں" ماہ دیر نے بچوں کی طرح روتے ہوئے پکارا پر آج پلوشہ نے اپنے شہزادے کی

بات بھی نہیں مانی تھی۔ ”بھائی ماما کو کیا ہوا ہے ماما اٹھ کیوں نہیں رہیں۔آپ اور بابا رو کیوں رہے ہیں“ مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ ”ماما اٹھیں بھائی اور بابا رو رہے ہیں اور مجھے آپ کے پاس آنا ہے“ مہرماہ نے بیڈ پر پڑے پلوشہ کے بے جان وجود کو دیکھتے کہا پر وہ آج اسکی پکار بھی نا سن پائی۔جبکہ خلیل صاحب اور ماہ دیر بچوں کی طرح رو رہے تھے۔آج خلیل صاحب نے اپنے عشق کو جبکہ مہرماہ اور ماہ دیر نے اپنی جنت کو کھویا۔جنت تو کسی اور کی بھی گئی تھی پر وہ ابھی انجان تھی۔

”ماہ دیر کہاں جارہے ہو تم دونوں“ خلیل صاحب نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا جو ہاتھ میں دو سوٹ کیس اٹھائے مہرماہ کے ساتھ نیچے آرہا تھا۔پلوشہ کو گئے ایک ہفتہ ہوگیا تھا۔ اس ایک ہفتے کے دوران ماہ دیر نے خلیل صاحب سے بات کرنا چھوڑ دی جسے وہ سمجھ نہیں پارہے تھے جبکہ ماہ دیر دل ہی دل میں ان سے

نفرت پالے بیٹھا تھا کیونکہ اسکے مطابق اسکی ماما انکی وجہ سے مری تھی۔ ”ہم یہ گھر چھوڑ کر جا رہے ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ ”کیا مطلب یہ گھر چھوڑ کر جا رہے ہو“ خلیل صاحب نے پوچھا تو ماہ دیر نے انھیں دیکھا جنکا چہرہ زرد پڑا تھا جبکہ آنکھوں کے نیچے ہلکے ان کے رونے اور نا سونے کی چغلی کر رہے تھے۔پلوشہ کے جانے کے بعد وہ خاصے کمزور ہو گئے تھے۔ ”مطلب یہ ہے خلیل صاحب کہ میں اور میری بہن آپکا یہ گھر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔اب آپ یہاں اپنی دوسری بیوی اور بیٹی کو رکھیے گا" ماہ دیر نے کہا اور آگے بڑھنا چاہا۔ ”کیا بکواس کر رہے ہو اور یہ مجھے بابا کیوں نہیں کہہ رہے تم "خلیل صاحب نے پوچھا تو وہ استہزائیہ ہنسا۔ ”بابا؟ آپ بابا کہلوانے کا حق کھو چکے ہیں۔آپکی وجہ سے میری ماما مری ہیں۔اب آپ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے“ ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا جس کے چہرے پر فقط بدگمانی تھی۔ ”وشہ میری وجہ سے نہیں گئی“ خلیل صاحب

نے کہا تو ماہ دیر نے انھیں دیکھا۔ ”مان لیا لیکن مجھے پھر بھی یہاں نہیں رہنا۔میں اور میری بہن جارہے ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے خلیل صاحب نے مہرماہ کا ہاتھ پکڑا جو فوراً انکے پاس آگئی۔ ”نا ہی تو تم کہیں جارہے ہو نا مہرماہ۔چپ چاپ سامان اندر رکھو اور کمرے میں جاؤ ماہ دیر سکندر“ خلیل صاحب نے سختی سے کہا۔ ”ٹھیک ہے مہرو کو روک لیں پر میں ہرگز نہیں رکنے والا۔آپ میری ماں کے قاتل ہیں اور قاتلوں کے سائے میں مجھے نہیں رہنا“ ماہ دیر نے کہا اور مہرماہ کا سوٹ کیس وہیں پھینکتے باہر نکلتا چلا گیا۔ ”ماہر ! ! “ خلیل صاحب نے اسے پکارا اور اسکے پیچھے آئے پر وہ رکشے میں سوار ہوتے جاچکا تھا۔ ”یہ کیا کہہ رہا ہے ماہر اور یہ کہاں جارہا ہے۔یا اللہ میرے بیٹے کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا“ خلیل صاحب نے دروازے میں کھڑے ہوتے دعا مانگی اور اندر بڑھنے لگے لیکن عین اسی ٹائم انکے گھر کے باہر ایک گاڑی آتے رکی۔یہ گاڑی ان کے ابو کی تھی تبھی وہ رک گئے۔گاڑی رکتے

ہی مستقیم صاحب، طاہرہ بیگم اور پروین بیگم کے ساتھ ثانیہ اترے۔ ”بابا“ ثانیہ تو انھیں دیکھتے خوش ہوتے انکے پاس آتے انکے ساتھ لگی پھر وہ مہرماہ کے گلے لگی جو اسے دیکھتے خوش ہوئی تھی۔ ”مہرو میری جان۔جاؤ اپنی آپی کو اوپر روم میں لے جاؤ“ خلیل صاحب نے طاہرہ بیگم کی تیز نظریں اس پر محسوس کرتے نرمی سے کہا تو وہ جی بابا کہتے ثانیہ کا ہاتھ پکڑتے اندر بھاگی۔ ”آپ لوگ آئیں اندر“ خلیل صاحب نے کہا۔ ”آتے ہیں پہلے تمھاری بیوی اور بیٹی کا سامان ہے ڈگی میں وہ نکال لو“ مستقیم صاحب نے کہا تو خلیل صاحب نے انھیں دیکھا۔ ”انکا سامان کیوں“ خلیل صاحب نے کہا تو طاہرہ بیگم نے گہری سانس بھری۔ ”یہ ہم بتاتے ہیں پہلے اندر چلو“ طاہرہ بیگم نے کہا تو خلیل صاحب نے خود پر ضبط کرتے ہاں میں سرہلایا اور انکا سامان ڈگی سے نکالتے اندر بڑھے۔ ”اب بتائیں انکا سامان یہاں لانے کا مقصد اور آپ سب یہاں“ خلیل صاحب نے اندر آتے ہی پوچھا کیونکہ انکا سامان دیکھتے صاف پتا لگ رہا

تھا کہ وہ یہاں رکنے آئی ہیں۔ ”ہم یہاں ان دونوں کو چھوڑنے آئے ہیں۔ اب جب تمھاری بیوی نہیں ہے تو پروین اس گھر میں رہ سکتی ہے تمھاری بیوی کی حیثیت سے“ طاہرہ بیگم نے بغیر جوئی تمہید باندھے کہا۔ ”امی پلوشہ یہاں ہو یا نا یہ یہاں نہیں رہ سکتیں“ خلیل صاحب نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ ”ہم تم سے پوچھنے نہیں آئے فیصلہ سنا رہے ہیں کہ اب سے یہ دونوں یہیں رہے گیں اور اب کوئی بات نا سنوں میں“ طاہرہ بیگم نے کہا تو خلیل صاحب نے مٹھیاں بھینچی۔ ”میں انھیں یہاں نہیں رکھوں گا“ خلیل صاحب نے کہا تو طاہرہ بیگم دو قدم آگے بڑھیں۔ ”ٹھیک ہے پھر پروین کو میں اپنے گھر رکھ لوں گی لیکن ثانیہ کو یتیم خانے جانا پڑے گا کیونکہ اسکا بوجھ میں نہیں پال سکتی“ طاہرہ بیگم نے کہا تو اس نے بے یقینی سے انھیں دیکھا۔ ”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ وہ بیٹی ہے میری۔ وہ یہاں رک سکتی ہے پر یہ نہیں“ خلیل صاحب نے کہا تو طاہرہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔ ”پروین جاؤ ثانیہ کو لے آؤ۔ اسے یتیم خانے چھوڑنے کے

بعد ہم گھر چلیں گے" طاہرہ بیگم نے کہا تو پروین بیگم نے ہاں میں سر ہلاتے اوپر کی جانب بڑھنے لگیں پر خلیل صاحب نے انکا ہاتھ تھامتے روکا۔ "امی کیوں مجھے ایموشنل بلیک میل کر رہی ہیں" خلیل صاحب نے پوچھا۔ "میں کوئی جذباتی نہیں کر رہی پر یہ تمھاری بیوی ہے تم اسے اپنی بیوی کی وجہ سے نہی رکھ رہے تھے پر اب اسے رکھو ورنہ ہمیں وہ کرنے دو جو ہم چاہتے ہیں" طاہرہ بیگم نے کہا تو خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ "امی یہ پلوشہ کا گھر ہے اور وہ میری محبت تھی، ہے اور ہمیشہ رہے گی۔یہ یہاں رہ بھی لیں تو میں انھیں بیوی کا درجہ دینا تو دور کی بات ہے میں انھیں پلوشہ کا کمرہ بھی نہیں دوں گا" خلیل صاحب نے دو ٹوک کہا۔ "مجھے اسکا کمرہ چاہیے بھی نہیں۔مجھے آپکی زندگی میں اپنا مقام چاہیئے" پروین بیگم نے کہا تو خلیل صاحب نے انھیں دیکھا۔ "میں آپکو کچھ نہیں دے سکتا۔میں اپنی تمام تر محبت پلوشہ پر لٹا چکا ہوں۔میری زندگی میں مقام بھی فقط اسکا ہے۔میرے جسم و جاں کی ملکہ وہ

ہے۔وہ اس دنیا میں نہیں ہے پھر بھی میں اسکے ساتھ بیوفائی نہیں کر سکتا۔میں آخری سانس تک پلوشہ کا ہوں اور اسکے علاوہ کسی کو دیکھنا بھی مجھ پر حرام ہے خواہ وہ میری محرم ہی کیوں نا ہو" خلیل صاحب نے کہا تو پروین بیگم اور طاہرہ بیگم نے مٹھیاں بھینچی جبکہ مستقیم صاحب مسکرائے۔ "ٹھیک ہے یہ تمھارا آپس کا معاملہ ہے لیکن اسے یہاں رکھو۔کب تک وہاں رہے گی اور بچی بھی اب جوان ہورہی ہے گھر سب کا آنا جانا لگا رہتا ہے کل کو کچھ ہوگیا تو کیا کرو گے" مستقیم صاحب نے کہا تو خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ "بابا۔۔بابا" ابھی وہ کچھ بولتے کہ مہرماہ اور ثانیہ کی آواز انھیں آئی جس پر انھوں نے مُڑتے انھیں دیکھا۔ "جی میرا بچہ "خلیل صاحب نے جھکتے ان دونوں کو سینے سے لگایا۔ "بابا اب آپی یہیں رہے گی" مہرماہ نے پوچھا تو خلیل صاحب نے ثانیہ کے معصوم چہرے کو دیکھا جہاں مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ ایک چمک بھی تھی۔ "جی اب ثانیہ اور پروین یہیں رہے گی" خلیل صاحب

نے ثانیہ کی خوشی کو مدِ نظر رکھتے فیصلہ کیا جس پر وہ دونوں یاہو کا نعرہ لگاتے انکے گلے لگیں جبکہ پروین بیگم مسکرائیں۔ "بابا یہ آپی کی ماما ہیں تو میری کیا ہوئیں" مہرماہ نے معصومیت سے پوچھا۔ "یہ آپکی بھی ماما ہیں" جواب مستقیم صاحب نے دیا تھا تو مہرماہ نے خلیل صاحب کو دیکھا۔ "آپ انھیں جو مرضی کہنا ویسے یہ آپکی ماما نہیں ہیں۔آپکی ماما بس پلوشہ تھی" خلیل صاحب نے ہاں میں سرہلایا اور اسے سینے سے لگاتے ان دونوں کا ماتھا چوما۔ "پروین سامنے والے گیسٹ روم میں اپنا سامان شفٹ کرلیں۔ثانیہ اوپر مہرماہ کے ساتھ رہے گی اور میں اپنے کمرے میں ہی رہوں گا" خلیل صاحب نے کہا اور بغیر انھیں دیکھے ثانیہ اور مہرماہ کو گود میں اٹھاتے اپنے اور پلوشہ کے کمرے میں چلے گئے جبکہ پروین بیگم نے مٹھیاں بھینچتے طاہرہ بیگم کو دیکھا جنھوں نے آنکھوں سے حوصلہ رکھنے کا کہا اور مستقیم صاحب کے ساتھ باہر نکل گئیں جبکہ پروین ایک زہر خند نظر اس کمرے کو دیکھتے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

پلوشہ کو یہ دنیا چھوڑے تین سال ہو چکے تھے۔ ان تین سالوں میں مہرماہ نے ثانیہ کے دیکھا دیکھی پروین بیگم کو ماما کہنا شروع کر دیا تھا جبکہ ثانیہ اسکی اپیہ تھی اور ثانیہ کیلئے مہرماہ اسکی گڑیا۔ جسے وہ خود سے زیادہ پیار کرتی تھی۔ ثانیہ کی شخصیات میں موجود منفی پہلوؤں میں اب اضافہ ہو گیا تھا جن میں پیسے کی لالچ اور امیر لڑکوں سے دوستی کرنا اول بُرائی تھی پر ان منفی پہلوؤں کو باوجود وہ مہرماہ کو بچوں کی طرح پیار کرتی تھی۔ جہاں وہ دنیا کیلئے چالاک اور لالچی ثانیہ تھی وہیں مہرماہ کیلئے وہ صرف اسکی اپیہ تھی اور مہرماہ سے ثانیہ بے حد پیار کرتی تھی۔ پروین بیگم نے اسے بارہا کہا تھا کہ مہرماہ اور خلیل صاحب سے دور رہے پر وہ بھی ثانیہ سکندر تھی۔ وہ سنتی سب کی تھی پر کرتی صرف اپنے دل کی تھی۔ کسی کے احکام پر کان دھرنا وہ اپنی توہین سمجھتی تھی۔ لوگوں کے احکام وہ اپنی جوتی کی نوک پر رکھتی تھی۔ جبکہ ان سب کے برعکس خلیل صاحب گم

سم سے رہتے تھے۔پلوشہ کی وفات نے جیسے انکی روح کو گھائل کردیا تھا۔پلوشہ انکی روح تھی جو ان سے چھن گئی تھی اب بس ایک بدن بچا تھا جسے جان نکلنے تک زندہ رہنا تھا۔ورنہ روح تو تین سال پہلے ہی مر گئی تھی۔انکا ثانیہ اور مہرماہ کے ساتھ رویہ جتنا اچھا تھا، پروین بیگم کے ساتھ اتنا ہی لیا دیا۔انکی بات پروین بیگم سے صرف بچوں کے حوالے سے ہوتی تھی۔وہ آج بھی پلوشہ کے کمرے میں سوتے تھے۔پروین بیگم نے بارہا انھیں اپنی اولاد کا کہا پر خلیل صاحب نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ وہ انکے ساتھ کسی قسم کا بھی تعلق بنا کر پلوشہ سے بے وفائی نہیں کرسکتے جس پر پروین بیگم پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔جبکہ ماہ دیر ان سب سے دور جاچکا تھا۔خلیل صاحب پچھلے تین سالوں سے اسے ڈھونڈ رہے تھے پر وہ کہاں تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔ان تین سالوں میں مستقیم صاحب کی وفات کے بعد طاہرہ بیگم کا یہاں آنا جانا بلکل نا ہونے کے برابر ہوگیا تھا جس پر ثانیہ خاصی خوش تھی۔"ماما مجھے اور اپیہ کو بھوک لگ

رہی ہے۔کھانا دے دیں" بارہ سالہ مہرماہ نے پروین بیگم کو دیکھتے کہا جو لاؤنج میں بیٹھیں ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔"تو میں کیا کروں۔جاؤ خود جا کر بنا لو یا اپنے باپ سے کہو" پروین بیگم نے ٹی وی سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔"ماما بابا گھر نہیں ہیں اور آپی نماز پڑھ رہی ہیں۔مجھے نہیں آتا بنانا آپ بنادیں نا" مہرماہ نے کہا اور ان سے لاڈ کرنے کے چکر میں آگے جاتے انکے سینے سے لگی جس پر پروین بیگم نے اسے دیکھا جو اپنی فورسٹ گرین آنکھوں سے انھیں دیکھ رہی تھی اور اگلے ہی پل اسے خود سے دور کرتے زناٹے دار تھپڑ اس کی نازک گال کی زینت بنایا جس پر مہرماہ ہچکیاں بھرتے رونے لگی۔"میں تمھاری ماں نہیں ہوں۔مر گئی ہے تمھاری ماں خبردار جو اب مجھے ماں کہا دفع ہو یہاں سے" پروین بیگم نے اسکی بازو زور سے پکڑتے اسے جھٹکا دیا تو وہ روتے ہوئے اوپر بھاگی اور کمرے میں گئی جہاں ثانیہ نماز پڑھ رہی تھی۔"مہرو میری جان۔کیا ہوا" ثانیہ جو دعا کر رہی تھی اسے یوں ہچکیاں بھر کر روتے دیکھ فوراً جائے نماز

فولڈ کرتے اسکے پاس آئی اور اسے ساتھ لگایا۔ ”ماما۔۔نے۔۔مارا۔۔ہے“

مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے اپنی گال اسکے سامنے کی تو ثانیہ کا کلیجہ منہ کو آیا۔اسکے سرخ و سپید نازک گال پر پروین بیگم کے بھاری ہاتھ کا نشان تھا۔وہ خود تک ہر چیز برداشت کر لیتی پر مہرماہ پر نہیں۔ ”شش چپ میں پوچھتی ہوں ابھی۔روتے نہیں ہیں گڑیا“ ثانیہ نے اسکی گال کو نرمی سے سہلاتے اسے پچکارا تو مہرماہ نے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔ ”ماما نے کیوں مارا تمھیں۔کیا کچھ کہا تھا تم نے“ ثانیہ نے نرمی سے اسکے سر کو چومتے پوچھا۔ ”میں نے بس۔۔کہا تھا مجھے۔۔ بھوک لگ رہی ہے پھر ماما۔۔کو ہگ کیا۔۔تو ماما نے مارا“ مہرماہ نے کہا تو ثانیہ نے گہری سانس بھرتے اسے مزید خود میں بھینچا۔وہ جانتی تھی اسکی ماما پلوشہ سے کتنی نفرت کرتی ہیں اور یقیناً اسی وجہ سے مہرماہ کو مارا ہوگا۔ ”بھوک لگ رہی تھی تو مجھے کہتی ماما کو کیوں کہا۔میں بنا کر دیتی ہوں ابھی“ ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھامتے باہر

نکل گئی اور نیچے کی طرف بڑھ گئی۔ "بابا" ابھی وہ دونوں سیڑھیاں اترتے نیچے آئی تھیں جب سامنے دروازے سے خلیل صاحب کو اندر داخل ہوتے دیکھ مہرماہ اور ثانیہ بھاگتے ان سے جا لپٹی جبکہ انھیں دیکھ مہرماہ کے آنسو پھر بہے۔ "مہرو کیا ہوا میرا بچہ" خلیل صاحب نے اسے فوراً گود میں اٹھاتے پوچھا۔ "ماما۔۔۔نے مارا۔۔مجھے۔۔بابا" مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب نے پروین بیگم کو غصے دیکھا جو ان کے دیکھنے پر سٹپٹائیں۔ "آپ نے میری بیٹی پر ہاتھ اٹھایا" خلیل صاحب نے اسکی گال کو دیکھتے پوچھا۔ "وہ خلیل۔۔میں اسے۔۔بس شرارت سے۔۔روک رہی۔۔ تھی" پروین بیگم نے کہا تو خلیل صاحب نے مہرماہ کو دیکھا جس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔۔بابا میں۔۔نے کھانا ۔۔ مانگا تھا" مہرماہ نے کہا خلیل صاحب نے ہاں میں سر ہلاتے اسکا ماتھا چوما۔ "خلیل کھانا وہ پڑا ہے ان دونوں کا۔میں بھلا کیوں اسے کھانے کیلئے ماروں گی" پروین بیگم نے ٹیبل پر رکھے کھانے کی طرف اشارہ

کرتے کہا تو خلیل صاحب نے مہرماہ کو دیکھا جو انکے سینے پر سر رکھے ہوئے تھی۔ ”آئیندہ وجہ کچھ بھی ہو میری بیٹی پر ہاتھ مت اٹھائیے گا“ خلیل صاحب نے سرد لہجے میں انگلی اٹھاتے وارن کیا تو پروین بیگم نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ مہرماہ جو خلیل صاحب سے پروین بیگم کو ڈانٹ پڑنے کی منتظر انکو بس بولتے دیکھ اسکا ننھا دل ٹوٹا تھا جس کا انھیں اندازہ نا تھا۔ وہ بیشک بارہ سال کی تھی پر وہ حد درجہ زیادہ حساس تھی۔ ”بابا مجھے نیچے اتار دیں“ مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا جو انھیں دیکھ رہی تھی۔ ”بابا اتار دیں بھوک لگی ہے“ مہرماہ نے دوبارہ کہا تو خلیل صاحب نے اسے نرمی سے نیچے اتارا جس پر وہ بغیر کچھ کہے جاتے صوفے پر بیٹھتے کھانا کھانے لگی۔ جس پر خلیل صاحب نے اسے دیکھا یقیناً انکی بیٹی ان سے ناراض ہوگئی تھی پر وہ بعد میں اسے منانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جبکہ پروین بیگم خلیل صاحب کو اپنی بات پر یقین کرتے دیکھ مسکرائی تھیں۔

"کاش آپ ہمیں چھوڑ کر نا جاتیں ماما۔تو آج سب کتنا اچھا ہوتا نا" وہ بائیس سالہ نوجوان اس وقت اپنے دو کمروں، ایک لاؤنج اور ایک کچن پر مشتمل اپارٹمنٹ کی بالکونی میں کھڑا خیالوں میں اپنی ماں سے مخاطب ہوتے بولا اور بے حد محبت و عقیدت سے اپنے والٹ میں لگی اپنی ماما پلوشہ سکندر کی تصویر کو چوما۔وہ نوجوان ماہ دیر سکندر تھا جو تین سال پہلے اپنا گھر چھوڑ کر سوات آگیا تھا۔تین سال پہلے وہ گھر سے نکلتے سیدھا بس سٹیشن آیا تھا اور وہاں سے پہلی بس پکڑتے شہر سے نکل چکا تھا۔ بس میں بیٹھے کب اسکی آنکھ لگی اسے معلوم نا ہوا۔چند گھنٹوں بعد اسکی آنکھ کھلی تو آس پاس فقط پہاڑ تھے جس سے اسے اندازہ ہوا وہ سوات جانے والی بس میں ہے۔ سوات آتے ہی اس نے اپنی سیونگز سے ایک کمرہ کرائے پر لیا اور پھر ایک ہوٹل میں کام کرنا شروع کیا۔وہاں سے اسے صرف پندرہ ہزار مہینہ ملتا تھا جس سے وہ اپنی رہائش کا کر رہا

تھا۔چونکہ وہ سکیولر شپ پر پڑھ رہا تھا تبھی یہاں بھی اسے آسانی سے ایڈمیشن مل گیا۔وہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پڑھائی بھی کررہا تھا۔ پچھلے تین سالوں میں اس نے ایک ویب سائٹ پر فری لانسگ بھی کی تھی جس سے اس نے کافی پیسہ کما لیا تھا۔وہ اس فری لانسگ کی وجہ سے اب پہلے سے زیادہ سٹیبل ہوگیا تھا۔اس نے ہوٹل میں جوب چھوڑتے چند دن پہلے اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر اپارٹمنٹ خریدا تھا جہاں وہ دونوں رہتے تھے۔"کاش وہ عورت نا آتی کاش بابا دوسری شادی نا کرتے" ماہ دیر نے انکی تصوریر کو لبوں سے لگاتے کہا اور گہری سانس بھری۔عین اسی پل اسے اپنے کندھے پر ایک ہاتھ محسوس ہوا جس پر اس نے مُڑتے پیچھے دیکھا جہاں اسکا دوست چار سال بڑا دوست عامر ملک ہاتھوں میں دو کافی کے مگ پکڑے کھڑا تھا۔"آنٹی کو مس کررہا ہے یا گڑیا کو" عامر نے اسے کافی پکڑاتے پوچھا۔"دونوں کو" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسکا کندھا سہلاتے اسے حوصلہ دیا۔عامر اور اسکی ملاقات

یونیورسٹی میں ہوئی تھی۔عامر اسکا سینئر تھا جو کہ ایم بی بی ایس کے آخری سال میں تھا جبکہ اسکا ابھی دوسرا سال تھا۔ان دونوں کی پہلی ملاقات خوشگوار نا تھی کیونکہ پہلے ہی دن دونوں ایک دوسرے سے ٹکراتے ایک دوسرے کی کافی گرا چکے تھے جبکہ اسکے بعد کی ملاقاتیں خاصی خوشگوار تھیں۔دونوں کا مزاج اور حالت ایک جیسی تھی تبھی انکی دوستی ہوئی اور ایسی ہوئی کہ دونوں میں ایک دوسرے کی جان بسنے لگی۔دونوں ہی ایک دوسرے کے ماضی سے آگاہ تھے اور اس جگہ پر ایک دوسرے کا سہارا تھے۔عامر اور اسکی دوستی سے سب ہی واقف تھے۔وہ ایک دوسرے پر جان وارتے تھے۔انکی مثالی دوستی دیکھ سب ایسی دوستی کی خواہش کرتے تھے۔ان دونوں کا ایک دوسرے کے علاوہ کوئی دوست کوئی ساتھی نا تھا۔وہ دو تھے اور ایک دوسرے کیلئے کافی تھے۔پریشان نا ہو۔"ایک دن سب ٹھیک ہوجائے گا" عامر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔"سب ٹھیک ہو بھی گیا تو ماما کبھی واپس نہیں آئیں

گی۔جانتا ہے انھیں دل کا مرض تھا تبھی ہارٹ سپیشلسٹ بننا چاہتا تھا پر اب وہ ہیں ہی نہیں تو دل میں ٹیسیس اٹھتی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔"جانتا ہوں ماں کو کھونے کا درد بہت زیادہ ہے۔ مورے کو میں نے بھی کھویا ہے۔اپنی ماما کی مغفرت کی دعا مانگا کر" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی کافی پینے لگا۔

وقت یونہی گزرتا جارہا تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے مزید چھ سال کا عرصہ گزر گیا۔اس دوران پروین بیگم کے ظلم مہرماہ اور ثانیہ دونوں پر بڑھ گئے تھے جسے وہ دونوں خاموشی سے سہہ جاتیں۔مہرماہ نے اس واقعے کے بعد خلیل سکندر کو کبھی نا بتایا بلکہ چپ چاپ انکے ظلم سہنے لگتی۔اسکی ماں نہیں تھی۔مائیں مرجائیں تو اولاد کو زمانے کے تھپڑ کھانے پڑتے ہیں۔مہرماہ کو اب اندازہ ہوا تھا جبکہ ثانیہ تو عادی تھی۔پر اب وہ لڑ جاتی تھی۔اپنے اور مہرماہ دونوں کیلئے وہ پروین بیگم

کے پڑھائے ہوئے اسباق کی وجہ سے زیادہ خودسر ہوگئی تھی۔ لڑکوں کو لبھانا، امیروں سے دلگی کرنا اسے اچھے سے آتا تھا۔ وہ اب کپڑوں کے نام پر فیشن کرتی تھی۔ سلیولیس، پینٹ شرٹ، ٹاپ، ٹائٹ ڈریسز وہ سب پہنتی تھی اور ڈوپٹہ وہ کم ہی لیتی تھی۔ وہ بلکل ویسی بن گئی تھی جیسی پروین بیگم اور طاہرہ بیگم اسے بنانا چاہتی تھیں۔ وہ پیسے کی پجارن بن گئی تھی۔ اسکے لیے پیسہ ہی سب کچھ تھا۔ اور اسی پیسے کی لالچ میں اس نے راولپنڈی کے مشہور ایڈوکیٹ شہریار ملک کو محبت کے جال میں پھنسایا تھا جس سے پروین بیگم کے علاوہ سب انجان تھے۔ وہ اسے اچھا بھی لگتا تھا پر پروین بیگم نے اسکے ذہن میں شہریار کے رنگ کو لے کر اس قدر زہر بھر دیا تھا کہ اب اسے شہریار کی محبت سے نہیں بلکہ پیسے سے غرض تھی جس سے وہ انجان تھا۔ "بابا اچھی سی تیاری کریں آج میری گڑیا کی سالگرہ ہے" تئیس سالہ ثانیہ نے خلیل صاحب کو کہا جو لاؤنج میں غبارے لگا رہے تھے۔ آج مہرماہ کی اٹھارہویں سالگرہ تھی۔ اور ثانیہ

نے پورا گھر سجوایا تھا۔وہ ہر سال مہرماہ کی برتھڈے کو دھوم دھام سے مناتی تھی۔"لگا رہا ہوں گڑیا آپ جاؤ مہرو کو دیکھو"تیار ہوگئی کہ نہیں خلیل صاحب نے کہا تو وہ اپنا سیاہ فراک سنبھالتے اوپر کی جانب بڑھی جہاں مہرماہ وائٹ فیری فراک پہنے تیار کھڑی تھی۔"ماشاء اللہ میرا بچہ۔کتنی پیاری لگ رہی ہو" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا جو کوئی اپسرا لگ رہی تھی۔"شکریہ اپیہ۔آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔"میری جان تم زیادہ پیاری ہو"ثانیہ نے اسکا سر چومتے کہا تو مہرماہ کھلکھلا کر ہنس پڑی عین اسی وقت ثانیہ کا فون رنگ ہوا جہاں شیری کا لنگ آرہا تھا۔"مہرو تم تیار ہو میں زرا آتی ہوں" ثانیہ نے کہا اور روم سے باہر نکلتے فون کان سے لگاتے شہریار سے بات کرنے لگی جو ہمیشہ کی طرح اس سے محبت کا اظہار کرنے کے ساتھ اپنی روٹین کا بتارہا تھا۔"ثانیہ میرے کمرے میں آؤ"ابھی وہ سیڑھیوں پر بیٹھی اس سے باتیں کررہی تھی جب پروین بیگم نے اسے پکارا جس پر اس نے شہریار کو بعد میں

کال کرنے کا کہا اور فون بند کرتے نیچے انکے کمرے میں چلی گئی۔ ”کیا ہوا ماما“ ثانیہ نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ ”کیا ہوا ہے۔جس لڑکی کیلئے تم ہمیشہ مجھ سے بدتمیزی کرتی ہو وہ لڑکی تمھیں اور مجھے یہاں سے نکلوانا چاہتی ہے“ پروین بیگم نے کہا تو ثانیہ نے آنکھیں گھمائیں۔ ”ماما میں اپنی بہن کو اچھے سے جانتی ہوں وہ ایسا نہیں کر سکتی“ ثانیہ نے کہا تو پروین بیگم ہنسی۔ ”وہ ایسا کر سکتی ہے بلکہ کر چکی ہے۔یہ دیکھو طلاق کے کاغذات۔ خلیل نے مجھے دیے ہیں۔وہ بہت جلد مجھے طلاق دیتے ہم دونوں کو یہاں سے بھیج دے گا صرف اس مہرماہ کی بات مان کر“ پروین بیگم نے کہا اور بیڈ پر پڑا طلاق نامہ اسے پکڑایا جسے پڑھتے اسکے پیروں تلے سے زمین نکلی۔جس پر طلاق کی وجہ ہی یہ لکھی تھی کہ انکی بیٹی مہرماہ کو اپنی سوتیلی ماں نہیں پسند تبھی وہ انھیں طلاق دے رہے ہیں۔ ”ماما یہ جھوٹ ہے“ ثانیہ نے بغیر انھیں دیکھے کہا جس پر وہ مسکرائیں۔یہ جعلی کاغذات انھوں نے طاہرہ بیگم سے کہہ کر بنوائے تھے کیونکہ ثانیہ کچھ زیادہ ہی مہرماہ اور

خلیل صاحب کے نزدیک ہوتی جارہی تھی جو انھیں برداشت نہیں ہورہا تھا تبھی طاہرہ بیگم نے انھیں یہ مشورہ دیا تھا جو انھیں کار آمد ہوتا محسوس ہوا۔ ”سچ ہے دیکھ لو۔ لیکن اگر تم چاہتی ہو ایسا نا ہو تو اسکا ایک حل ہے“ پروین بیگم نے کہا تو اس نے نم آنکھوں سے انھیں دیکھا۔ ”کیا حل“ ثانیہ نے فوراً پوچھا۔ ”مہرماہ کو ڈرا کر رکھو۔ وہ جتنا ڈرے گی۔ اتنی ہماری کم شکایتیں لگائے گی اور پھر ہمیں واپس وہاں نہیں جانا پڑے گا اور خلیل کی باتیں ماننا چھوڑ دو“ پروین بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ ”ماما پر وہ میری بہن اور بابا ہیں“ ثانیہ نے کہا۔ ”سوتیلی بہن اور باپ سگا ہونے کے باوجود تم سے سوتیلوں والا سلوک ہی کرتا ہے۔ سوچو اگر وہ مہرماہ واقعی ہمیں یہاں سے نکالنے میں کامیاب ہوگئی تو تمھیں پھر اسی گھر میں رہنا پڑے گا“ پروین بیگم نے کہا تو ثانیہ نے طلاق نامے پر گرفت مضبوط کی۔ اسے بے ساختہ شایان یاد آیا تھا۔ ”میں۔۔تیار ہوں۔۔مجھے وہاں نہیں۔۔ جانا۔۔میں سب کروں

گی۔۔جو آپ کہیں۔۔گی" ثانیہ نے ڈر میں فیصلہ کیا جس پر وہ مسکرائیں۔ "ٹھیک ہے پھر اس کے ساتھ وہی کر جو میں کرتی ہوں۔اور اگر بات نا مانے تو کھانا بند کردو" پروین بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکل گئی۔پروین بیگم کو لگا تھا شاید وہ نا کر پائے پر نہیں ثانیہ نے انکے کہے مطابق کیا تھا۔اس نے اس رات پہلی بار مہرماہ کو خود سے دور جھٹکا۔پھر یہ معمول بن گیا ثانیہ بھی انکی طرح ہی مہرماہ پر ہاتھ اٹھانے لگی پر اسکی اذیت ہمیشہ ثانیہ نے زیادہ محسوس کی تھی۔ثانیہ آزاد پنچھی بن گئی تھی۔مہرماہ اور خلیل صاحب سے وہ خود کو بہت دور کر چکی تھی۔وہ بس پیسے کے پیچھے بھاگنے لگی جس سے رشتے کہیں دور پیچھے رہ گئے تھے۔مہرماہ اسکی دوری سے اکیلی ہو گئی تھی۔اسکی شخصیت بلکل رندھ گئی تھی اور خلیل صاحب دن رات پلوشہ کی جدائی اور ماہ دیر کی یاد میں گزارتے تھے۔جبکہ پروین بیگم اور طاہرہ بیگم انکا ہنستا

بستا آشیانہ اجاڑ کر خوش تھیں پر وہ بھول گئیں تھی اللہ نے انکی رسی ڈھیلی چھوڑی تھی جسے وہ کبھی بھی کَس سکتا تھا۔

---حال---

ماضی سنتے سب کی آنکھیں نم ہونے کے ساتھ ساتھ انکی آنکھوں میں لہو اترا تھا۔پلوشہ کی موت کی وجہ بھی یہ دونوں تھیں اب یقیناً انکا انجام اچھا نہیں ہونے والا تھا۔جبکہ سبکو اب سمجھ آئی تھی کہ ثانیہ اچانک ایسے خودسر کیوں ہوگئی تھی۔"بابا کیا کروں میں انکا" ماہ دیر نے ان دونوں کے خاموش ہوتے ہی پوچھا۔"تمھاری ماں کے قاتلوں کے ساتھ تم کیا کرو گے" خلیل صاحب نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔"جان سے ماردوں گا بابا" ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے ان دونوں کو دیکھا۔"تو مار دو اور انکو ایسی موت دینا کہ موت بھی ان دونوں کی موت دیکھ کر کانپ جائے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"گارڈز" ماہ دیر نے خلیل صاحب کی بات سنتے ہی باہر کھڑے گارڈز

کو پکارا جنھیں لوگ یوں دیکھ رہے تھے گویا وہ سات عجوبے ہوں۔ ”یس سر“ اسکی آواز سنتے تین گارڈز اور ناصر اندر آیا۔ ”ناصر ان دونوں کو یہاں سے لے جاؤ اور کسی ایسی جگہ پر رکھنا جہاں آس پاس انسان کیا پرندہ بھی نا ہو۔ اور ہاں یہ خاص لوگ ہیں خاص ٹریٹمنٹ دینا“ ماہ دیر نے کہا تو وہ لوگ انھیں پکڑتے باہر لے گئے جبکہ وہ دونوں بچاؤ کی پکار کر رہی تھیں جس پر گارڈز نے انھیں کلوروفارم سنگھاتے بیہوش کیا اور گاڑی میں پھینکتے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ ”بابا آپ ٹھیک ہیں“ ماہ دیر اٹھتے انکے پاس آیا اور عین ان کے سامنے ایڑھیوں کے بل زمین پر بیٹھتے بولا۔ ”کاش میں اس دن باہر نا جاتا تو آج میری وشہ زندہ ہوتی“ خلیل صاحب نے کہا تو ماہ دیر نے انکے ہاتھ تھامتے چومے۔ ”بابا اگر نا بھی جاتے تب بھی ماما چلی جاتیں کیونکہ انکی زندگی اتنی ہی تھی پلیز اداس نا ہوں۔ آپ ماما کی کل کائنات تھے۔ جانتے ہیں نا انھیں بلکل نہیں پسند تھا آپ کا اداس ہونا پلیز اداس نا ہوں۔ بلکہ ماما کیلئے دعا کریں“ ماہ دیر

نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے۔ "جی بابا بھائی صحیح کہہ رہے ہیں۔ ماما اب ایک بہتر جگہ پر ہیں اور آپ پلیز اداس نا ہوں ہمارے لیے پلیز" مہر ماہ نے ان کے ساتھ بیٹھتے کہا تو وہ اسے ساتھ لگا گئے۔ "ٹھیک ہے میرا بچہ میں نہیں ہو رہا اداس" خلیل صاحب نے کہا تو وہ دونوں انکے گرد بازو باندھ گئے جسے دیکھ بیشائم اور ضرار مسکرائے تو خلیل صاحب نے انھیں بھی پاس آنے کا کہا جس پر بیشائم مہر ماہ کے ساتھ جبکہ ضرار انکے دوسری طرف آتے بیٹھ گیا اور ماہ دیر ویسے ہی زمین پر بیٹھا تھا۔ "بابا اب آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔ پھر کھانا کھا کر آپ نے میڈیسن بھی کھانی ہے" ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور کھڑے ہوتے بیشائم سے حوریہ کو پکڑا۔ "حور میرے پاس ہے تم لوگ بھی آرام کر لو" خلیل صاحب نے کہا تو ان لوگوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔ جبکہ وہ چاروں بھی اوپر کی جانب بڑھ گئے۔

"میں واپس آگیا وشہ ہمارے آشیانے میں۔ تمھاری یادوں کے آنچل میں"

خلیل صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے حوریہ کو نرمی سے بیڈ پر لٹایا اور اپنے کمرے کی دیوار پر لگی اپنی اور پلوشہ کی بڑی سی تصویر کو دیکھتے کہا اور بیڈ پر حوریہ کے قریب بیٹھتے سائیڈ ٹیبل پر رکھی پلوشہ کی تصویر اٹھاتے کہا جہاں وہ پھولوں سے بھرے باغ میں بیٹھی بالوں کو پھولوں سے سجائے بیٹھی زبان نکالے انھیں چڑھا رہی تھی اور خلیل صاحب نے اس منظر کو کیمرے میں قید کرتے آج تک محفوظ رکھا تھا۔پلوشہ کی یہ تصویر خلیل صاحب کی من پسند تصویر تھی۔ اس تصویر کو وہ گھنٹوں بنا پلک جھپکے دیکھ سکتے تھے۔ "تمھارے قاتلوں کو ہمارا بیٹا سزا دے گا" خلیل صاحب نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے اسکی تصویر کو دیکھتے کہا۔ "آج مجھے تمھاری یاد بے حد و حساب آرہی ہے۔آج دل کررہا ہے بس تم کہیں سے آجاؤ۔ کچھ پلوں کیلئے۔چند لمحے سکون بخش دو" خلیل صاحب نے آنکھیں موندتے کہا اور اسکی تصویر کو اپنے سینے پر رکھ گئے۔ انھیں

یہاں بیٹھے قریباً دس پندرہ منٹ گزرے تھے جب انھیں اپنی پیشانی پر شناسا لمس محسوس ہوا جس پر انھوں نے آنکھیں کھولتے اس لمس بخشنے والے کو دیکھا اور اس پر نظر پڑتے ہی خلیل صاحب کی آنکھوں میں نمی آئی کیونکہ سامنے ہی پلوشہ سکندر سفید لباس پہنے نرمی سے انکی پیشانی پر آئے بال ہٹا رہی تھی۔ "وش۔۔وشہ" اسے دیکھ خلیل صاحب کے منہ سے ٹوٹ پھوٹ کر نام ادا ہوا جس پر وہ مسکرائی۔ "تم۔۔واقعی ہو" خلیل صاحب نے ہاتھ بڑھاتے اپنی پیشانی پر موجود اسکے ہاتھ کو نرمی سے تھامتے پوچھا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "میری پکار پر آئی ہو" خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپکی پکار پر آپکی وشہ ہمیشہ سر کے بل چل کر آتی تھی تو آج کیسے نا آتی" پلوشہ نے نرمی سے کہا اور جھکتے انکے سینے پر سر ٹکایا جس پر وہ نرمی سے اس کے گرد حصار باندھتے محبت سے اسکا سر چوم گئے۔ "بہت اکیلا ہوگیا ہوں میں وشہ واپس آجاؤ۔ میرے پاس رک جاؤ یہیں" خلیل صاحب نے کہا تو اس

نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے انھیں دیکھا۔ ”نہیں رک سکتی میرے بس میں نہیں“ پلوشہ نے کہا تو انکی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ ”رک نہیں سکتی پھر کیا ستانے آئی ہو“ خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”آپ کو کبھی ستایا ہے میں نے پلوشہ نے کہا تو وہ نا کہہ گئے۔ پھر کیا تڑپانے آئی ہو“ خلیل صاحب نے اس کی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے پوچھا۔ ”تڑپا سکتی ہوں آپ تو میرے ہیں“ پلوشہ نے کہا تو آنکھیں موند گئے۔ ”پھر کیا کرنے آئی ہو“ خلیل صاحب نے بے بسی سے پوچھا۔ ”بتانے آئی ہوں کہ آپکی وشہ آج بھی آپ سے اتنا ہی عشق کرتی ہے جتنا پہلے کرتی تھی۔ اور آپکی وشہ آج بھی آپکو اداس دیکھ تڑپ جاتی ہے“ پلوشہ نے کہا تو وہ آنکھیں کھول گئے۔ پھر رک جاؤ نا خلیل صاحب نے اس کی رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا۔ ”نہیں رک سکتی۔ بس آپ اداس تھے تبھی آئی ہوں“ پلوشہ نے کہا تو وہ چہرہ جھکاتے اسکے ہاتھوں پر چہرہ ٹکا گئے۔ ”رک جاؤ میرے لیے تو تم ہمیشہ رک جاتی تھی“ خلیل صاحب نے

کہا تو پلوشہ کی آنکھیں نم ہوئیں جسے دیکھ خلیل صاحب نے نرمی سے اسکی آنکھوں پر لب رکھے۔یہ سچ تھا انکے کہنے پر وہ جایا کرتی تھی پر اب نہیں تک سکتی تھی۔"تب بس میں تھا اب نہیں ہے۔ہماری جدائی اللہ کی رضا ہے" پلوشہ نے کہا تو وہ رو پڑے جسے دیکھ پلوشہ کا دل بھی اذیت سے دو چار ہوا تھا۔"ایسے کریں گے تو میں کیسے سکون میں رہوں گی" پلوشہ نے انکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا۔"تم جاؤ گی تو میں کیسے سکون میں رہوں گا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے انکے آنسو صاف کیے۔"نہیں کریں ایسے۔کمزور نا کریں۔اللہ کا حکم ہے خلیل ماننا پڑے گا۔اب میرا ٹھکانہ یہ نہیں ہے۔اب میں اس دنیا کی ہوں۔اس دنیا سے اگر کوئی مجھے باندھتا ہے تو وہ آپکی روح ہے جسے اب میں عالمِ ارواح میں ملوں گی۔میں وہاں آپکا انتظار کروں گی۔آج نہیں تو کل ہم ملیں گے پھر سے۔ایسے رو کر کچھ نہیں ہوگا۔ہمارے بچوں کیلئے خود کو سنبھال کر رکھیں" پلوشہ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس

نے جھکتے انتہائی محبت و عقیدت سے انکے ماتھے پر لب رکھے۔ ”ایسے کرو گی تو جانے نہیں دوں گا“ خلیل صاحب نے بھرائی آواز میں کہا جس پر وہ ہنس پڑی۔ ”چلتی ہوں اب میں اپنا اور بچوں کا خیال رکھیے گا“ پلوشہ نے کہا اور پیچھے کی جانب ہونے لگی پر وہ اسکا ہاتھ تھام گئے۔ ”پھر آؤ گی“ خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کب“ خلیل صاحب کا یہ سوال بے قراری میں ادا ہوا۔ ”جب جب آپ پکاریں گے تب تب اپنی وشہ کو اپنے پاس پائیں گے“ پلوشہ نے کہا اور انکے ہاتھ پر بوسہ دیتے بیڈ سے کھڑے ہوتے پیچھے ہوئی اور دروازے سے باہر نکل گئی عین اسی وقت خلیل صاحب کی آنکھ کھلی۔ وہ جھٹکے سے سیدھے ہوئے اور اِدھر اُدھر دیکھتے پلوشہ کو تلاشا پر وہ کہیں نا تھی کمرے میں صرف وہ اور حوریہ تھے اور دروازہ بھی بند تھا۔ مطلب وہ خواب دیکھ رہے تھے۔ پلوشہ خواب میں ان سے ملنے آئی تھی۔ ”تم آج بھی

مجھے اداس نہیں دیکھ سکتی" خلیل صاحب نے پلوشہ کی تصویر کو دیکھتے کہا اور مسکرائے۔ خواب میں ہی سہی پر انکی وشہ آج انھیں اپنا لمس بخش گئی تھی۔

"دِیر آپکا گھر بہت پیارا ہے" میشائم نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ماہ دیر سے کہا جو اپنے کمرے کو دیکھ رہا تھا۔یہ کمرہ اسکی ماما نے خود اپنے ہاتھوں سے اسکے لیے سجایا تھا۔اس کمرے کی ویسی ہی تھی جیسی وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ایک چیز بھی غائب نہیں تھی۔سب ویسا ہی تھا۔اسکی بات سنتے ماہ دیر نے اسے دیکھا اور اسکی طرف بڑھا جو بیڈ کے پاس کھڑی تھی۔"ہمارا" ماہ دیر نے اسکے پاس آتے کہا تو اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔"کیا مطلب" میشائم نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اپنے دونوں بازو اسکے گرد باندھتے اسے قریب کرگیا۔"میرا نہیں ہمارا گھر" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔"جی ہمارا گھر۔ہمارا گھر کتنا پیارا ہے نا۔ہمارا محبتوں سے بھرا آشیانہ" میشائم نے کہا تو اس کے

چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ "ہاں بہت پیارا ہے۔ جانتی ہو اس گھر کا کونہ کونہ میری ماما نے اپنے ہاتھوں سے سجایا ہے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تبھی اس گھر کے ایک ایک کونے سے محبت کی مہک آتی ہے" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا دِیر بات سنیں" میشائم نے اسے دیکھتے پکارا۔ "جی دِیر کی جان حکم کریں" ماہ دیر نے نرمی سے کہا اور جھکتے اسکا سر چوما۔ "دِیر ہم مریم سے کب ملنے جائیں گے" میشائم نے پوچھا۔ "جب تم کہو۔ ویسے انکل کہہ رہے تھے کہ رات کو یا کل صبح آئیں گے لیکن اگر تمھیں ابھی ملنے جانا ہے تو ہم تھوڑی دیر بعد چلتے ہیں میں بس فریش ہوجاؤں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جسکے چہرے پر تھکاوٹ نمایاں تھی۔ وہ تین گھنٹے مسلسل ڈرائیو کرنے کے بعد بھی اسکے لیے مریم کی طرف جانے کو تیار تھا اور اسکے ماتھے پر ایک شکن تک نا تھی جسے دیکھ میشائم کو اس پر پیار آیا۔ "ہم کل چلیں گے یا بابا کو رات میں بلا لیں گے" میشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھتے

آئی برو اچکائی۔ ”کیوں ملنا نہیں مریم گڑیا سے“ ماہ دیر نے پوچھا۔ ”ملنا ہے پر ابھی آپ تھکے ہیں پھر بھی میرے لیے حامی بھر رہے ہیں اور میں اتنی ظالم نہیں ہوں کہ آپکی تھکاوٹ کا احساس نا کروں اور چل پڑوں۔ ابھی نہا لیں پھر تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ رات کو دیکھیں گے کہ بابا کو بلانا ہے یا ہم نے جانا ہے“ میشائم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ ”میری جان میں بلکل ٹھیک ہوں۔ میں بس نہا لوں پھر انکل کو کال کر کے پوچھتا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ویسے دِیر۔ آپکا روم دیکھ کر پتا لگ رہا ہے آپ شروع سے ہی کتنے نفاست پسند ہیں“ میشائم نے ہر چیز کو ترتیب سے پڑے دیکھ کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”میں اور نفاست پسند۔ نا میں تو بلکل ایسا نہیں تھا یہ تو ماما تھیں جو مجھے کہتی تھیں یہ کام ایسے کرو۔ وہ کام ویسے کرو۔ ورنہ میرا کمر چوبیس گھنٹے بکھرا پڑا رہتا تھا۔ ماما جانتی تھیں میں کتنا گند ڈالتا ہوں تبھی وہ ہر دو گھنٹے بعد میرے روم کا چکر لگاتی تھیں اور جہاں میرا کمرہ گندہ ہوتا وہاں پھر مجھے

ڈانٹ پڑتی۔ سچ بتاؤں تو ماما کان کھینچتی تھیں میرے جبکہ میرے برعکس مہرو چھوٹی سی عمر سے ہی صفائی پسند ہے" ماہ دیر نے ہنستے ہوئے بتایا تو وہ بھی ہنس پڑی۔ "اچھا لیکن اب تو آپ ایسے نہیں ہیں" میشائم نے کہا تو اسکی مسکراہٹ مدھم پڑی۔ "حالات کے تھپڑ کھا کر ایسا ہوگیا ہوں ورنہ میری شرارتیں پورے محلے میں مشہور تھیں۔ تم سے اور حور سے ملنے سے پہلے تک میں مسکراتا تک نہیں تھا پر جب سے تم دونوں میری زندگی میں آئے ہو میں نے پھر سے جینا سیکھ لیا۔ میں پھر سے ویسا ہی ہوگیا جیسا پہلے تھا۔ جانتی ہوں تم میرا گڈ لک چارم ہو جب سے تم میری زندگی میں آئی ہو سب کچھ اچھا ہو رہا ہے۔ الجھے کام سلجھنے لگے ہیں۔ بچھڑے رشتے مجھے واپس مل گئے ہیں۔ اور یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا ہے" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ آنکھیں موند گئی۔ "پھر تو آپ بھی میرا لکی چارم ہوئے۔ کیونکہ جب سے آپ میری زندگی میں آئے ہیں تب سے غم میرا رستہ بھول گئے۔ جب سے آپ

آئے ہیں میں رونے سے زیادہ مسکرانے لگی ہوں۔آپ کو پا کر میں نے خود سے محبت کرنا سیکھی۔آپ نے میری زندگی کو گلزار بنادیا ہے" میشائم نے کہا تو وہ مسکراتے جھکا اور لبوں کی نرماہٹ محسوس کرنے لگا جس پر میشائم نے سرخ پڑتے آنکھیں موندیں۔"جانتی ہو جب تم اظہارِ محبت کرتی ہو تب سیدھا دل پر لگتی ہوں" ماہ دیر نے سیدھے ہوتے کہا تو میشائم کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسے بازو سے پکڑتے سینے میں بھینچ گیا جس پر میشائم بھی اسکے سینے پر گال ٹکاتے آنکھیں موند گئی۔

"اماں سائیں، سائیں کو دیکھیں یہ مجھے آئس کریم نے نہیں کھانے دے رہے" مریم نے لاؤنج میں آتے شاہجہاں بیگم کو شکایت لگائی تو وہ مسکرائیں اور اسکے لیے اپنی بازو واء کی جس پر وہ فوراً انکے پاس آتے انکے ساتھ لگی جبکہ شہریار جو اسکے پیچھے ہی کچن سے نکلا تھا اسکے یوں بچوں کی طرح شکایت لگانے پر

مسکرایا۔ صبح مریم اسکی وجہ سے ڈری تھی تبھی شہریار آج کورٹ نہیں گیا تھا۔دوسرا آج اسکا ارادہ مریم کو خلیل صاحب کی طرف لے جانے کا تھا تاکہ وہ اسے فہمیدہ خان اور یشائم سے ملا دے۔عالمگیر خان دو گھنٹے سے کہیں گئے تھے اور ابھی تک نہیں آئے تھے۔وہ انھی کا انتظار کر رہا تھا تاکہ جیسے ہی وہ آئیں وہ ان دونوں کو وہاں لے جائے۔"شیری کیوں میری بچی کو تنگ کر رہے ہو" شاہجہاں بیگم نے شہریار کو گھوری سے نوازتے پوچھا جس پر وہ چلتے انکے سامنے والے صوفے پر بیٹھا۔"اماں سائیں آپکی بچی کو صبح سے فلو ہوا ہے تبھی آئس کریم کھانے سے روکا ہے لیکن ان میڈم نے تو مجھ پر تنگ کرنے کا الزام ہی لگا دیا ہے" شہریار نے نگاہیں مریم پر جماتے کہا تو اسکا منہ بنا۔"اماں سائیں۔بس تھوڑی سی کھاؤں گی نا۔پلیز اپنے ویمپائر پوتے سے کہیں نا کہ مجھے آئس کریم کھانے دیں" مریم نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے مسکراہٹ دباتے شہریار کو دیکھا جبکہ اسکے یوں ویمپائر کہنے پر شہریار نے دانت کچکائے۔"چوزی

کہیں کی سدھر جاؤ" شہریار نے کہا تو مریم نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ "میری بات سنیں یہ مجھے آپ کس خوشی میں چوزی کہتے ہیں" مریم نے ناک کے نتھنے پھلاتے اسے دیکھا جس پر شہریار کو اس پر شدید پیار آیا۔ "اسی خوشی میں جس خوشی میں تم مجھے ویمپائر کہتی ہو" شہریار نے بھی دوبدو جواب دیا۔ "تو اب ویمپائر کو ویمپائر نہیں کہوں گی تو کیا بادشاہ سلامت کہوں گی" مریم نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت کی ہر حد پار کرتے کہا جس پر اس نے آیت الکرسی پڑھتے اسکی نظر اتاری پر لڑائی ہنوز جاری رکھی۔ "تو میں بھی چوزی کو چوزی نہیں تو کیا زرافہ کہوں گا چھوٹو چوزی" شہریار نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا جس پر مریم نے اسے گھورا جبکہ شاہجہاں بیگم تو انکی بچوں جیسی لڑائی پر مسکراتے انکی نظر اتار رہی تھی۔ "یہ چھوٹو کس کو بولا" اسے یوں اپنے قد کا مذاق اڑاتے دیکھ مریم نے لڑاکا عورتوں کی طرح پوچھا۔ "تمھیں بولا میری چھوٹو پٹھانی" شہریار نے کہا تو مریم نے دانت پیسے۔ "اگر میں چھوٹو ہوں نا تو

آپ۔۔ہاں آپ لمبو ہیں، زرافہ ہیں، ایلین ہیں، ڈائناسور ہیں، بگ فٹ ہیں اور ہاں زومبی بھی ہیں" مریم نے کہا تو شہریار نے منہ کھولتے اسے دیکھا جو ایک سانس میں اسے اتنے عجیب و غریب ناموں سے نواز گئی تھی جبکہ شاہجہاں بیگم قہقہہ لگا گئیں۔ "چوزی کہیں کی" شہریار نے اسے مصنوعی گھورا۔ "بولیں ویمپائر" مریم نے جواباً آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا تو وہ بے بسی سے ہنس پڑا۔ وہ اسے مذاق میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ اسکی بیوی تھی۔ اسکا عشق تھی۔ اسکی بچوں جیسی حرکتیں تو شہریار کی زندگی میں رونق لاتی تھیں بھلا وہ اسے کیا کہتا۔ "کچھ نہیں۔ بھوک لگ رہی ہے" شہریار نے بات کو ایک طرف کرتے پیار سے پوچھا۔ "نہیں ابھی میں نے جوس پیا تھا" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے دیکھا جو اب شاہجہاں بیگم کے کندھے پر سر رکھے انھیں ہلکی آواز میں کچھ بتا رہی تھی۔ "اسلام علیکم" ابھی وہ یوں یونہی بیٹھا اسے نہارنے میں مصروف تھا جب لاؤنج میں عالمگیر خان کی آواز گونجی

جسے سنتے اس نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے عالمگیر خان اور ان کے ساتھ فہمیدہ خان آرہی تھیں۔ انھیں دیکھتے اس نے مریم کو دیکھا جو حیرت و مسرت کی ملی جلی کیفیت سے انھیں دیکھ رہی تھی۔ "ماما" مریم نے انھیں دیکھ سرگوشی نما آواز میں کہا اور اگلے ہی بھاگنے کی تیاری پکڑی جسے دیکھ شہریار نے اسکی بازو پکڑتے اسے روکا جس پر سب نے حیرت سے اسے دیکھا جو اسے روک گیا تھا۔ "سائیں مجھے ماما کے پاس جانا ہے چھوڑیں" مریم نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "پٹھانی میں نے کب روکا ہے آنٹی کے پاس جانے سے لیکن بھاگنا نہیں ہے آرام سے جاؤ" شہریار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ باقی سب اسکی فکر پر مسکرائے۔ "جاؤ اب" شہریار نے نرمی سے اسکی بازو چھوڑتے کہا تو مریم نے جلدی سے چلتے جاتے فہمیدہ خان کے سینے سے لگی جس پر انھوں نے اسے کسی قیمتی اثاثے کی طرح خود میں بھینچا۔ عالمگیر خان انھیں راستے سے ہی پِک کر چکے تھے جبکہ وہیں میشائم سے

ملتے اس کی طرف بعد میں آنے کا وعدہ کرتے انھیں یہاں لائے تھے تاکہ وہ مریم سے مل سکیں۔ ”میری گڑیا“ فہمیدہ خان نے اسکا سر چومتے نم آواز میں کہا جبکہ انکے سینے سے لگتے ہی مریم بچوں کی مانند انکے کندھے میں چہرہ چھپاتے رونے لگی تھی۔ ”مریم میری جان روتے نہیں ہیں“ فہمیدہ خان نے اسکے سر کو سہلاتے کہا۔ ”ماما۔۔مجھے۔۔آپکی۔۔ اتنی ۔۔یاد آئی ۔۔میں اتنا۔۔ترسی۔۔آپکے لمس۔۔کیلئے“ مریم نے کہا تو وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گئیں۔ ”میرا بچہ۔ماما کی جان۔میں بھی بہت تڑپی ہوں تمھارے لیے۔پر اب میں اپنی بیٹی کے پاس ہوں روتے نہیں ہیں“ فہمیدہ خان نے اسکے آنسو صاف کرتے کہا تو وہ واپس انکے ساتھ لگی۔ ”آئی لو یو ماما“ مریم نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”آئی لو یو ٹو میرا بچہ۔اب بس رونا بند کرو۔ طبیعت خراب ہوجائے گی“ فہمیدہ خان نے نرمی سے کہا تو وہ سیدھی ہوئی۔ ”آپ اب نا جانا پھر سے مجھے چھوڑ کر تاکہ میں روؤں نا“ مریم نے لاڈ

سے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”میں کبھی اپنی گڑیا کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تمھارے اور یشائم کی وجہ سے ہم راولپنڈی شفٹ ہو رہے ہیں تاکہ ہمیں کبھی تم دونوں سے دور نا جانا پڑے“ فہمیدہ خان نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”ماما یشائم بھی آئی ہے نا وہ کہاں ہے“ مریم نے بچوں کی طرح پوچھا تو وہ مسکرائیں جبکہ عالمگیر خان نے نرمی سے اسے ساتھ لگایا۔ ”آئی ہے پر ابھی وہ اپنے گھر ہے۔ ہم انشاء اللہ رات کو یا کل جائیں گے ملنے“ عالمگیر خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور انکے ہمراہ چلتے جاتے صوفے پر بیٹھی۔ جبکہ شہریار اب کی بار شاہجہاں بیگم کے ساتھ بیٹھتے اسے دیکھنے لگا جو اب فہمیدہ خان کے کندھے پر سر رکھے بیٹھی ان سے لاڈ کر رہی تھی۔

”میری بات سنو مہر کی فیورٹ آئس کریم منگوانے کو کہا تھا منگوالی ہے اور بریانی کو کتنی دیر ہے۔ بھائی راستے میں ہیں بس“ عائشہ نے کچن میں داخل

ہوتے ملازمہ سے پوچھا جو ہاں میں سر ہلا گئی۔ "جی میم منگوا لی ہے اور بریانی بس دم پر چڑھانی ہے" ملازمہ نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ عائشہ صبح سے ان دونوں کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ جبکہ باقی سب اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے سب ہی جانتے تھے وہ ضرار سے کتنی اٹیچ ہے اور اب مہر ماہ کو بھی وہ چھوٹی بہن سمجھتی تھی جبکہ ان سب کے برعکس لائبہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہی تھا وہ آج بلآخر نو ماہ بعد ضرار سے ملنے والی تھی۔ "ٹھیک ہے۔ اب آپ لوگ یہاں کا کام دیکھیں میں آتی ہوں" عائشہ نے کہا اور کچن سے باہر نکلتے اپنی ماما کے روم کی طرف چلی گئی۔ "ماما۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو" عائشہ نے دروازہ کھولتے تنزیل بیگم کو پکارا لیکن سامنے لائبہ کو دیکھ فوراً پوچھا جب کہ تنزیل بیگم نے اپنی بیٹی کو دیکھا جسکی آنکھوں میں لائبہ کو دیکھتے ہی سرد مہری اتر آئی تھی۔ "میں آنٹی کے پاس بیٹھنے آئی تھی کچھ دیر" لائبہ کی آواز پر تنزیل بیگم نے لائبہ کو دیکھا جو معصومیت سے جواب دے رہی

تھی۔اس کی مصنوعی معصومیت پر عائشہ کا میٹر گھوما۔ "بیٹھ لیا اب جاؤ۔مجھے "میری ماما" سے بات کرنی ہے اور وہ میں کسی "غیر" کے سامنے نہی کر سکتی" عائشہ نے اپنے لفظوں پر خاصا زور دیتے کہا تو لائبہ نے مٹھیاں بھینچی جبکہ اسکا چہرہ خفت سے سرخ ہوا۔ "جارہی ہوں" لائبہ نے کہا اور اٹھتے باہر نکل گئی جس پر عائشہ نے زور سے دروازہ بند کیا گویا کہہ رہی ہو اب یہاں مت آنا جبکہ تنزیل بیگم اسے دیکھ رہی تھیں۔ "عائشہ یہ کیا طریقہ تھا" تنزیل بیگم نے دروازہ بند ہوتے ہی پوچھا۔ "وہی جسکی یہ مستحق ہے" عائشہ نے کہا اور بیڈ پر چڑھتے انکی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔ "ایسے نہیں کہتے عائشہ۔وہ مہمان ہے۔ مہمان سے کوئی ایسا رویہ رکھتا ہے" تنزیل بیگم نے اسکے بال سہلاتے کہا۔ "ماما وہ اچھی نہیں ہے۔مجھے اچھی نہیں لگتی" عائشہ نے بچوں کی طرح منہ بناتے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ "میری جان کیوں اچھی نہیں لگتی۔وہ تو کچھ کہتی ہی نہیں اپنے کام سے کام رکھتی ہے۔زیادہ بات بھی نہیں کرتی" تنزیل بیگم نے کہا تو اس

نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتی ہوں پر وہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ وہ خوامخواہ آپ سے چپکی رہتی ہے جب دیکھو آپکے کمرے میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ بوتیک سے واپس آتی ہیں تب بھی وہ آپکو ہگ کرتی ہے مجھے نہیں پسند کوئی میری ماما سے بلاوجہ چپکے" عائشہ نے کہا تو انھیں ٹوٹ کر اپنی بیٹی پر پیار آیا۔ اس نے انھیں اسد اور شہریار والی بات نہیں بتائی تھی۔ وہ بتانا اس کے خیال میں نا مناسب تھا۔ "میری گڑیا وہ یہاں میرے علاوہ کسی کو نہیں جانتی تبھی وہ میرے پاس رہتی ہے۔ اب دیکھو اسکی ماما نہیں ہیں تو وہ اس لیے یہاں آئی ہے اور جو اسکی کنڈیشن ہے اسے ابھی ایموشنل سپورٹ چاہیئے جو اسے مجھ سے مل جاتی ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "پر ماما وہ مجھے نہیں پسند" عائشہ نے منہ بناتے کہا۔ "وہ تو ٹھیک ہے پر بچے ایسا نہیں کرنا اب سے۔ وہ ہرٹ بھی تو ہو سکتی ہے نا" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسے شرمندگی ہرگز نہیں ہوئی تھی پر اپنی ماما کے سامنے وہ

اسے کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔ "اچھا چلیں اسے چھوڑیں۔باہر آئیں نا۔ضرار بھائی اور مہر آنے والے ہونگے" عائشہ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں۔تم جاؤ "تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھتے انکی گال چومتے باہر نکل گئی جس پر وہ مسکراتے نفی میں سر ہلا گئیں۔ "بھائی" دوسری طرف عائشہ ابھی باہر آئی ہی تھی کہ نظر سامنے اندر داخل ہوتے ضرار اور مہرماہ پر پڑی جس پر وہ بھاگتے جاتے ضرار کے ساتھ لگی۔ "بھائی کی گڑیا۔کیسا ہے میرا بچہ" ضرار نے اسے حصار میں لیتے اسکے سر پر لب رکھتے پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں۔آپ نے مجھے مس کیا" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں ایک دم ٹھیک ہوں گڑیا اور میں نے اپنے بچے کو بہت مس کیا" ضرار نے کہا تو مسکرائی۔ "میں نے بھی آپکو اور مہر کو بہت مس کیا" عائشہ نے کہا اور مہرماہ کے گلے لگی جبکہ ضرار اندر کی جانب بڑھتے دراب صاحب اور فردوس بیگم سے ملنے لگا۔ "کیسی ہیں آپی آپ" مہرماہ

نے پوچھا۔ ”میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو“ عائشہ نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ ”ٹھیک ہوں آپی اور بے حد خوش۔ بلآخر ہم واپس آگئے“ مہرماہ نے کہا تو ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ باقی سب کی طرف بڑھتے دراب صاحب کے سینے سے لگی۔ ”کیسے ہیں آپ بابا“ مہرماہ نے پوچھا تو وہ اسکا سر چوم گئے۔ ”ٹھیک ہوں بابا کی جان“ دراب صاحب نے جواب دیا تو وہ مسکرائی اور جاتے فردوس بیگم کے گلے لگی۔ ”کیسی ہے میری بیٹی“ فردوس بیگم نے پوچھا۔ ”ٹھیک ہوں ماما“ اس نے جواب دیا تو وہ مسکراتے اسکا ماتھا چوم گئیں۔ ”ماشاءاللہ۔ چلو میرا بچہ بیٹھو۔ تھک گئے ہوگے دونوں“ فردوس بیگم نے کہا تو وہ دونوں انکے ساتھ بیٹھے۔ ”بھائی کیسا گزرا سوات میں ٹائم“ عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”بہت اچھا گزرا۔ اور سب سے زیادہ مزا حوریہ کے ساتھ آیا۔ اسکی پیاری پیاری باتیں اب بھی ہم آرہے تھے تو آنے نہیں دے رہی تھی لیکن پھر اس شرط پر آنے دیا کہ ہم لوگ دوبارہ اس سے ملنے

آئیں گے" ضرار نے کہا تو سب ہنس پڑے۔ عین اسی پل تنزیل بیگم کے روم کے ساتھ موجود گیسٹ روم کا دروازہ کھولتے ایک لڑکی باہر جسے دیکھ مہرماہ نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ آخر یہ کون تھی جو اتنے حق سے اسی طرف آرہی تھی جبکہ دوسری طرف لائبہ کی نظریں ضرار پر تھیں جسکی اس کی طرف پشت تھی۔ "عائشہ آپی وہ کون ہیں" مہرماہ نے لائبہ سے نظریں ہٹاتے عائشہ سے پوچھا تو اسکی بات پر سب نے مُڑتے پیچھے دیکھا جہاں سے لائبہ اپنے سراپے کو شال سے کوور کیے اسی طرف آرہی تھی۔ "یہ ماما کی فرینڈ کی بیٹی ہے لائبہ" عائشہ نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ضرار بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا جو مسکراتے انکی طرف بڑھ رہی تھی۔ ضرار کا دماغ کھول اٹھا تھا وہ یہاں کیا کررہی تھی۔ کیا سب انکے بارے میں جان گئے تھے۔ اگر ہاں تو سب اتنی نارمل کیوں تھے۔ یہ کیا ہورہا تھا ضرار کو کچھ سمجھ نا آیا۔ "اسلام علیکم سر کیسے ہیں آپ" لائبہ نے ان کے پاس آتے بغیر کسی کی طرف دیکھے براہِ راست اس

کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا جس پر وہ ہوش میں آیا لیکن اس سے پہلے وہ جواب دیتا مہرماہ بول اٹھی۔ "سر؟ آپ انھیں سر کیوں کہہ رہی ہیں لائبہ" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرائی اور ضرار کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی جس پر وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کھڑا ہوا اور جاتے مہرماہ کے برابر بیٹھا۔ "یہ میرے ٹیچر تھے جرمنی میں۔ ہے نا سر" لائبہ نے مہرماہ کو جواب دیتے ضرار سے پوچھا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "سچی ضار! یہ آپ کی سٹوڈنٹ تھیں" مہرماہ نے پوچھا تو وہ بامشکل مسکراتے ہاں میں سر ہلا گیا۔ "واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ ضار میرے بھی پروفیسر تھے اور اب شوہر ہیں میرے" مہرماہ نے کہا تو لائبہ نے گہری سانس بھرتے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائی۔ "اوہ اچھا مطلب تم نے اپنے پروفیسر سے ہی شادی کرلی" لائبہ نے کہا تو مہرماہ نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ضرار بولا۔ "نہیں اس نے مجھ سے نہیں میں نے اس سے شادی کی کیونکہ میں اپنی ماہ سے محبت کرتا ہوں۔ ہے نا ماہ" ضرار

نے کہا تو مہر ماہ نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ اسکے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ لائبہ نے مٹھیاں بھینچی۔ "ہاں اور یہ صاحب تو اتنے اتاولے تھے کہ مہرو سے کھڑے پیر نکاح کرنے کی ضد پکڑ کر بیٹھ گیا تھا" دراب صاحب نے ضرار کو چھیڑا تو سب ہنسے جبکہ لائبہ نے ضرار کو دیکھا جو اسے غصے سے گھور رہا تھا۔ "بڑے بابا باتیں تو ہوتی رہیں گی بھائی آپ اور مہر جائیں فریش ہوں میں نے آج سارا کھانا آپ دونوں کی پسند کا بنوایا ہے" عائشہ نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بابا گڑیا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ ہم دونوں فریش ہو جائیں بھوک بہت لگ رہی ہے" ضرار نے کہا اور کھڑے ہوتے اپنی ہتھیلی مہر ماہ کے سامنے پھیلائی جسے تھامتے وہ کھڑی ہوئی۔ یہ منظر لائبہ کی آنکھوں میں مرچوں کی طرح چبھا تھا۔ "ماہ چلیں" ضرار نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو ٹھیک ہے تم لوگ فریش ہو جاؤ جلدی تب تک میں کھانے کی تیاری کرواتی ہوں۔ آجاؤ عائشہ" فردوس بیگم نے کھڑے ہوتے کہا تو عائشہ انکے

ساتھ کچن کی طرف بڑھ گئی جبکہ انھیں جاتا دیکھ دراب صاحب بھی اٹھتے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ "ہاہاہاہاہا لگتا ہے سب ہماری وجہ سے ہی بیٹھے تھے" مہرماہ نے یکدم ہنستے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا جبکہ اسکی مسکراہٹ لائبہ کو زہر لگی تھی۔ "جی میرا بچہ۔ سب ہمارے انتظار میں بیٹھے تھے۔ اب روم میں چلیں" ضرار نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی جس پر وہ مسکرایا۔ "جی چلیں۔ پھر جلدی سے چینج کر کے ہم کھانا کھائیں گے۔ بریانی کی مہک کی وجہ سے میرے پیٹ میں چوہے پارٹی کر رہے ہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا جسے دیکھ لائبہ کو غصہ آیا۔ وہ مہرماہ کے ساتھ ہنستا اسے زہر لگا۔ "میری جند جان ایسے نا کیا کرو نظر لگ جائے گی۔ اچھا چلو تم روم میں جاؤ جلدی سے میں آتا ہوں زرا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے اسکا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ اوپر کی جانب بڑھ گئی۔ مہرماہ کے غائب ہونے تک ضرار کی نظروں نے اسکا پیچھا کیا۔ اسکے جاتے ہی ضرار نے بغیر کوئی

بات کیے لائبہ کی بازو پکڑی اور اس کی کنڈیشن کا احساس کرتے احتیاط سے اسے کھینچتے سیڑھیوں کے پچھلی طرف لے گیا۔ ”تم یہاں کیا کر رہی ہو" ضرار نے وہاں لے جاتے اسے چھوڑا۔ اس نے اسے دھکا ہرگز نہیں دیا تھا۔ جو بھی ہو وہ اتنا ظالم نہیں تھا کہ اس معصوم جان کو تکلیف پہنچاتا جو ابھی اس دنیا میں بھی نہیں آئی تھی۔ ”میں یہاں کیا کر رہی ہوں یہ تم اچھے سے جانتے ہو زی“ لائبہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ ”تمھیں مجھ سے ڈر نہیں لگتا۔ یہاں میرے گھر میں میرے سامنے کھڑی ہو۔ میں ابھی تمھیں جان سے مار کر تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کردوں کسی کو کانوں کان خبر نہی ہوگی“ ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”تم مجھے نہیں مارو گے۔ کم از کم جب تک تمھارا بچہ اس دنیا میں نہیں آجاتا تب تک تو نہیں“ لائبہ نے کہا تو اس کے غصے کا گراف بڑھا۔ ”یہ میرا بچہ نہیں ہے“ ضرار نے کہا تو وہ ہنسی۔ ”یہ تمھارا ہی بچہ ہے۔ کب تک جھوٹ بولو گے۔ مان کیوں نہیں لیتے۔ اس دن کیا ہوا تھا تم اور میں بہت

اچھے سے جانتے ہیں" لائبہ نے کہا تو اس نے شدت سے آنکھیں میچتے کھولیں۔ "لائبہ تم آخر میری جان کیوں نہیں چھوڑ رہی۔ میں اپنی بیوی کے ساتھ بہت خوش ہوں کیوں میرا ہنسا بستا گھر اجاڑنا چاہتی ہو۔ تمھیں پیسہ، دولت جو چاہیے میں تمھیں دینے کیلئے تیار ہوں۔ میں اس بچے کی ساری ذمہ داری بھی اٹھالوں گا خدارا میری زندگی سے چلی جاؤ۔ ورنہ اگر تمھاری وجہ سے میری ماہ مجھ سے دور گئی تو میں تمھارا کیا حشر کروں گا یہ میں بھی نہیں جانتا" ضرار نے انگلی اٹھاتے سپاٹ انداز میں کہا تو وہ آئی برو اچکا گئی۔ "مجھے پیسہ دولت کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے تم چاہیے ہو زی فقط تم "لائبہ نے کہا تو ضرار کی آنکھوں کی سرخی بڑھی۔ "میں صرف ماہ کا ہوں" ضرار نے اپنے لفظوں پر زور دیتے کہا۔ "ماہ؟ ماہ مطلب چاند۔ تو وہ لڑکی تمھارا چاند ہے اگر میں اس چاند پر گرہن لگا دوں تو کیا پھر بھی تم میرے نہیں ہوگے" لائبہ نے ہونٹوں پر شاطرانہ مسکراہٹ سجاتے کہا تو اس نے ایک جھٹکے میں اسکی بازو دبوچی۔ "میری ماہ

سے دور رہنا۔ اسے کچھ کرنا تو دور اگر تم نے اسکا بُرا بھی سوچا تو میں تمھارا وہ حشر کروں گا کہ تمھاری لاش تک کتوں کو کھانے کو نہیں ملے گی" ضرار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "میں اسے کچھ نہیں کہوں گی بس ہمارے درمیان ہوئی ہر بات اسے بتا دوں گی۔ پھر وہ خود ہی ٹوٹ جائے گی۔ اور سب سے بڑی بات وہ تمھیں چھوڑ جائے گی میرے لیے" لائبہ نے کہا تو ضرار کا دل ایک لمحے کو رکا۔ "میں تمھاری جان لے لوں گا لائبہ۔ اگر تم ان سب باتوں کا میری بیوی کے سامنے تذکرہ بھی کیا تو "ضرار نے کہا تو وہ ہنسی اور اس سے بازو چھڑائی۔ "پھر چپ چاپ اپنے گھر والوں کو میرا اور اس بچے کا خود سے رشتہ بتاؤ ورنہ میں تمھاری بیوی کو سب بتا دوں گی اور سب سے پہلے وہ رات جس رات کا ثبوت میرا اپنا وجود ہے" لائبہ نے کہا اور وہاں سے نکلتے سیدھا اپنے روم میں چلی گئی جبکہ اسکی بات سنتے ضرار کا دل دھڑکا۔ اگر مہرماہ کو وہ سب پتہ لگ جاتا تو کیا وہ اسکا یقین کرے گی۔ جس رات اس نے وہ حرکت کی کیا مہرماہ سمجھے گی

آخر کیوں کی۔ضرار نے بے بسی سے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں بھرا۔لائبہ کا یہاں آنے یقیناً اسکی زندگی میں قیامت لانے کا سبب بننا تھا اور ضرار اس قیامت سے اچھے سے واقف تھا۔ناجانے لائبہ کیا کرتی اور مہرماہ اسکا یقین کرتی یا نہیں۔اس نے گہری سانس بھرتے خود پر قابو کیا اور اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔

"کہاں رہ گئے تھے آپ" مہرماہ نے ضرار سے پوچھا جو ابھی روم میں آیا تھا۔جبکہ اسکی آواز پر ضرار نے اسے دیکھا جو منہ ہاتھ دھوتے کپڑے چینج کرتے اب سمپل ریڈ شلوار قمیض پہنے آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔"کہیں نہیں وہ بس ایک کال کررہا تھا" ضرار نے کہا اور دروازہ بند کرتے اسکے پاس آتے اسکو پشت سے حصار میں لیتے اسکے گرد بازو باندھتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گیا۔"کیا ہوا ضار" اسکی حرکت پر مہرماہ نے نرمی سے پوچھا تو وہ نفی میں

سر ہلاتے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا جس پر وہ پریشان ہوئی۔ "ضار! مجھے دیکھیں" مہر ماہ نے نرمی سے دوبارہ پکارا اور ہاتھ بڑھاتے اسکے بالوں کو چھوا جس پر ضرار نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "حکم کرو میری جند جان" ضرار نے اسے دیکھتے کہا پر اسکے چہرے پر عجیب سی تھکن تھی جسے دیکھتے وہ اسکے حصار سے نکلے بغیر مُڑی اور اسکا چہرہ نرمی سے ہاتھوں میں تھام گئی۔ "کیا ہوا۔ آپ پریشان لگ رہے ہیں" مہر ماہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کچھ نہیں ہوا۔ بس ڈرائیونگ کرنے کی وجہ سے تھک گیا ہوں" ضرار نے کہا تو اس نے اسکی رخسار سہلائی۔ "اب اپنی ماہ سے جھوٹ بولیں گے" مہر ماہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "تم تو میرا دل ہو۔ دل سے بھی کوئی جھوٹ بولتا ہے بھلا" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "مسکے نا لگائیں۔ سچ بتائیں کیا ہوا ہے" مہر ماہ نے دوبارہ سے کہا تو وہ ہنس دیا۔ "میری روحِ من سچی بتا رہا ہوں۔ اچھا وہ چھوڑو۔ مجھے ایک بات سچ سچ بتاؤ" ضرار نے اسکی کمر کے گرد حصار مضبوط

کرتے کہا۔ ”پوچھیں آپکی روحِ من آپ سے جھوٹ نہیں بولے گی“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکراتے اسکی گال پر لب رکھ گیا۔ ”تمھیں مجھ پر یقین ہے ماہ“ ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”مجھے آپ پر یقین ہے اور خود سے زیادہ ہے۔آپ نے اس دن بھی پوچھا تھا۔میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ مجھے آپ پر یقین ہے اور اگر آپ یہ بات مجھ سے بار بار بھی پوچھیں گے میں تب بھی یہی کہوں گی“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے چہرہ جھکاتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے آنکھیں موندیں۔ ”ماہ تم کبھی مجھے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی“ ضرار نے پوچھا تو نا جانے کیوں مہرماہ کو اسکے لہجے میں ڈر محسوس ہوا۔ ”ضار میں بھلا آپکو کیوں چھوڑ کر جاؤں گی“ مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے آنکھیں کھولیں۔ ”مجھے نہیں پتا پر ڈر لگتا ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے تم مجھے چھوڑ کر چلی جاؤ گی“ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے بغیر کچھ کہے اپنے پاؤں اسکے پیروں پر رکھتے ایڑھیاں اٹھاتے اسکے ماتھے پر لب رکھنے چاہے جسے دیکھ ضرار نے اسکے گرد حصار مضبوط

کرتے اسے اونچا کیا جس پر مہرماہ مسکراتے نرمی سے اسکا ماتھا چوم گئی جسے محسوس کرتے ضرار کی روح تک سکون سرائیت کرگیا۔ ”اب بھی لگتا ہے“ مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر مہرماہ نے اسکی آنکھوں پر بوسہ دیا جس پر ضرار نے گہری سانس بھری۔ ”اب بھی لگتا ہے میں آپکو چھوڑ کر چلی جاؤں گی“ مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہونٹ دباتے مسکراہٹ روکتے ہاں میں سرہلایا جسے پر وہ مسکرائی اور نرمی سے پہلے اسکے دائیں پھر بائیں رخسار کو چوم گئی۔ ”اب “مہرماہ نے پھر پوچھا۔ اب کی بار بھی جواباً اثبات میں سر ہلایا جس پر وہ جھکتے نرمی سے اسکی ناک کو لبوں سے چھو گئی۔ ”ابھی بھی لگ رہا ہے“ مہرماہ نے اسکی مونچھوں کو انگلی کی پور سے چھوتے کہا تو اس نے بچوں کی طرح ہونٹ گول کرتے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ کھلکھلا کر ہنستے اس کی ٹھوڑی چوم گئی۔ ”اب تو نہیں لگتا نا“ مہرماہ نے آئی برو اچکاتے شرارت سے پوچھا جس پر ضرار نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے ہاں میں سرہلایا تو وہ

ایک بار پھر ہنسی اور اب کی بار اسکے ہونٹ چھو گئی جس پر وہ آنکھیں موندتے اسکے لمس کو روح میں اتار گیا۔ "اب تو نہیں لگ رہا نا" مہرماہ نے اسکی گردن کے گرد بازو حمائل کرتے ننھے بچے کی طرح اس کے کندھے پر سر رکھتے پوچھا تو اس نے مسکراتے نفی میں سر ہلاتے اسکا سر چومتے اسے خود میں بھینچ گیا۔ ضرار نے اسے اب تک نیچے نہیں اتارا تھا۔ اسکے پاؤں اب بھی ہوا میں معلق تھے جسے وہ بچوں کی طرح ہلکا ہلکا ہلا رہی تھی جسے محسوس کرتے ضرار مسکرایا۔ 'آئی لو یو ماہ" ضرار نے ہولے سے اسکے کان میں سرگوشی کی جس پر وہ شرمگیں سا مسکراتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گئی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور اسکا سر چومتے آنکھیں موند گیا۔ مہرماہ کو اس پر یقین تھا۔ اس سے زیادہ کوئی بات اسے پُرسکون نہیں کر سکتی تھی۔

"حور رکو بچہ۔ کہاں بھاگ رہی ہو" میشائم نے حوریہ کے پیچھے بھاگتے کہا جو پورے لاؤنج میں اسے بھگا رہی تھی۔ میشائم کھانا بنا رہی تھی جب حوریہ نے اسکے پاس آتے کہا کہ اسے پکڑو جس پر وہ چولہا ہلکا کرتے اسے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ خلیل صاحب کچھ دیر پہلے ہی باہر گئے تھے جبکہ ماہ دیر ابھی روم میں تھا۔ "ماما پتو مذے (ماما پکڑو مجھے)" حوریہ نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ اسے مصنوعی آنکھیں دکھاتے تھپڑ کا اشارہ کر گئی جسے دیکھ حوریہ نے منہ پر دونوں ہاتھ رکھتے مسکراہٹ دبانے کی ایکٹنگ کی لیکن بھاگ وہ ابھی بھی رہی تھی۔ "حور رکو ورنہ میں آپکے بابا کو شکایت لگا دوں گی" میشائم نے اب کی بار دھمکی دی جسے سنتے سیڑھیوں سے نیچے آتا ماہ دیر مسکرایا۔ "کس بات کی شکایت لگانی ہے" بیگم ماہ دیر نے نیچے آتے پوچھا تو حوریہ اسکی طرف بھاگتے اسکی ٹانگوں سے لپٹ گئی جس پر وہ مسکراتے جھکا اور اسے گود میں اٹھاتے سینے سے لگا گیا۔ "دِیر آپکی بیٹی کی شکایت لگانی ہے۔ کب سے مجھے بھگا رہی ہے۔ سمجھا لیں

اسے ورنہ میں ماروں گی اسے" یشائم نے مصنوعی غصہ کرتے کہا تو حوریہ نے منہ بسورتے اسے دیکھا وہی ماہ دیر نے ہنستے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ایک نسوانی آواز لاؤنج میں گونجی جس پر ان دونوں نے بیک وقت دروازے کی طرف دیکھا جہاں خلیل صاحب، عالمگیر اور فہمیدہ خان کے ساتھ شہریار اور مریم کھڑے تھے۔ "خبردار جو میری بھانجی کو کچھ کہا تو بہت لڑوں گی میں تم سے" مریم نے دھمکی لگاتے کہا تو یشائم کے چہرے پر مسکراہٹ جبکہ آنکھوں میں نمی آئی۔ چند قدموں کے فاصلے پر کھڑی لڑکی اسکی بہن تھی۔ اسکی سگی چھوٹی بہن۔ جس سے وہ آج پہلی بار بیس سال بعد مل رہی تھی۔ یشائم بغیر کچھ کہے تیز تیز قدم اٹھاتے اسکی طرف بڑھی اور جاتے اسکے گلے لگی جس پر مریم نے بھی اسکے گرد حصار باندھتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا جبکہ باقی سب انھیں دیکھتے مسکرائے۔ "کیسی ہو مریم" یشائم نے اسکا کندھا چومتے پوچھا جس پر مریم نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ کتنی محبت تھی اس

لمس میں۔ ”میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو“ مریم نے بھرائی آواز میں پوچھا تو میشائم نے پیچھے ہوتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”میں ٹھیک ہوں میری جان۔ رو کیوں رہی ہو“ میشائم نے اسکے آنسو صاف کرتے پوچھا۔ ”تمھارا لمس بہت پیارا ہے میشائم۔ میری ایک بہن ہے یہ حقیقت بہت خوبصورت ہے“ مریم نے کہا تو میشائم مسکرائی۔ ”واقعی یہ حقیقت بہت پیاری ہے ور تم جان سے پیاری ہو میرا بچہ“ میشائم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”میں تم سے چند منٹ چھوٹی ہوں پھر بھی بچہ بول رہی ہو“ مریم نے اسکی نم آنکھوں کو صاف کرتے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ ”تم اگر مجھ سے ایک سیکنڈ بھی چھوٹی ہوتی میں تب بھی تمھیں اپنا بچہ کہتی۔ کیونکہ تم میری بہن ہو۔ جسکے لاڈ میں نے کبھی نہیں کیے۔ جس کو کبھی میں نے محسوس نہیں کیا پر اب تم میرے پاس ہو۔ میں تم سے ڈھیڑ سارے لاڈ کروں گی۔ تم بہت زیادہ پیار کروں گی۔ اور تمھیں جی بھر کر دیکھوں گی“ میشائم نے کہا تو وہ واپس اسکے

سینے سے لگی۔ "میں بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں میشائم" مریم نے نم آواز میں کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گئی۔ "ہاں دیکھ لیا کتنا پیار کرتی ہو۔ آتے ہی اپنی بھانجی کیلئے مجھے دھمکی لگائی ہے" میشائم نے اس کو ہنسانے کیلئے کہا تو مریم واقعی ہنس پڑی۔ "اتنی پیاری بھانجی ہے میری ماشاءاللہ۔ ایسے کیسے تمھیں ہاتھ لگانے دوں" مریم نے کہا اور حوریہ کو دیکھا جو ماہ دیر کی گود میں موجود اسے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ آہستہ سے قدم اٹھاتے آگے بڑھی اور ماہ دیر سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے ہوتے اپنے ہاتھ آگے کیے۔ "آنی کی گڑیا آنی پاس نہیں آئے گی" مریم نے کہا تو حوریہ کی باچھیں کھلیں۔ اسے اب سمجھ آئی تھی سامنے کھڑی لڑکی کون ہے۔ "آنی ذان (آنی جان)" حوریہ نے چلاتے کہا اور اسکی طرف جھکی جس پر ماہ دیر نے نرمی سے اسے مریم کو پکڑایا۔ "میرا بچہ۔ آنی کی گڑیا۔ ماشاءاللہ آپ کتنی پیاری ہو" مریم نے اسے سینے میں بھینچتے کہا جس پر حوریہ کھلکھلا کر ہنسی۔ "آنی ذان حولیہ نے اپ تو آدتیا (آنی جان

حوریہ نے آپکو یاد کیا)" حوریہ نے اسکی نقاب سے ڈھلی گال پر ہاتھ رکھتے کہا تو مریم نے اسکی ہتھیلی چومی۔ "آنی قربان اپنی گڑیا پر۔ اب آنی آگئیں ہے اپنے بچے کے پاس۔ اب یاد نہیں آئے گی میری جان کو" مریم نے کہا تو وہ مسکرائی اور یاہو کا نعرہ لگا گئی جس پر سب مسکرائے۔ "ارے سارا پیار آنی کو کرنا ہے۔ شیری چاچو کو نہیں" شہریار جو ماہ دیر کے گلے ملتے سیدھا ہوا تھا حوریہ اور مریم کے پاس آتے بولا جس پر حوریہ نے بازو واء کرتے اسے پکڑنے کا اشارہ کیا جسے دیکھ شہریار نے نرمی سے اسے اٹھاتے گود میں بٹھایا۔ "کتنی پیاری ہو آپ تو گڑیا ماشاء اللہ۔ اللہ نظرِ بد سے بچائے حور کو" شہریار نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو حوریہ مسکرائی۔ "چھیلی تا تو حولیہ پالی اے (شیری چاچو حوریہ پیاری ہے)" حوریہ نے اسکی بیرڈ پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "جی چاچو کی جان حوریہ بہت پیاری ہے۔ سب سے پیاری ہے" شہریار نے کہا تو وہ ہنسی جس پر سب مسکرائے جبکہ ماہ دیر نے شہریار کو دیکھا جو ہوبہو عامر کے جیسا تھا بس اسکا

رنگ عامر کی نسبت گہرا تھا پر وہ بلا کا خوبصورت تھا۔ اسکے حسن کے آگے شہزادوں کا حسن بھی کمتر تھا۔ وہ لڑکا ہو کر اتنا پیارا تھا یقیناً اگر لڑکی ہوتا تو ہر مرد اسکے پیچھے مرتا۔ ماہ دیر نے سوچا اور اپنی ہی سوچ پر دل میں قہقہ لگا گیا۔ "اللہ معاف کرے۔ لعنت ہے ڈاکٹر ماہ دیر تجھ پر۔ بیٹھے بیٹھے بیچارے کا جینڈر ہی بدل ڈالا" ماہ دیر نے دل میں خود کو کوسا اور واپس باقی سب کی طرف متوجہ ہوا جو باتیں کر رہے تھے جبکہ یشائم مریم کے پاس سے اٹھتے اب یقیناً کچن میں جا رہی تھی۔ "یشائم کہاں جا رہی ہو" مریم نے اسے کھڑا ہوتے دیکھ فوراً پوچھا۔ "کچن میں جا رہی ہوں۔ آجاؤ تم بھی دونوں بہنیں باتیں کریں گے اور ساتھ میں کھانا دیکھ لوں گی" یشائم نے کہا تو مریم فوراً کھڑی ہوئی اور اسکا ہاتھ تھامتے کچن کی طرف چلی گئی جس پر سب ہی مسکرائے۔ "مریم تم یہاں بیٹھو۔ زیادہ دیر کھڑے رہنا تمھارے لیے اچھا نہیں ہے" یشائم نے کچن میں آتے ہی اسکے لیے کرسی نکالتے کہا تو مریم مسکراتے کرسی پر بیٹھ گئی جبکہ یشائم

خود پلاؤ دیکھنے لگی جسے وہ دم پر رکھ کر گئی تھی۔ ”تم کیا پکا رہی ہو" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”چنے والا پلاؤ“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ اسکے چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ آئی۔ ”تم جانتی ہو مجھے چنے والا پلاؤ بہت پسند ہے“ مریم نے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرائی۔ ”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔مجھے بھی بہت پسند ہے۔ اچھا اور کیا کیا پسند ہے تمھیں“ میشائم نے فریج سے اسٹرابیری نکالتے پلیٹ میں ڈالتے اسے پکڑائی جس پر مریم نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے پلیٹ پکڑی۔میشائم اس سٹیج سے گزر چکی تھی۔وہ جانتی تھی کس کس طرح سے بھوک لگتی ہے۔اسکا خیال رکھنے کو تب کوئی نا تھا پر اپنی بہن کیلئے وہ تھی اور سب سے بڑھ کر اسکی بہن کا شوہر تھا جو اسکی بہن کو کسی نازک گڑیا کی طرح رکھتا تھا۔ ”مجھے تم پسند ہو۔جانتی ہو تم سب سے اچھی بہن ہو“ مریم نے اسٹرابیری کھاتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”اور تم

میری جان ہو" میشائم نے کہا تو وہ اسکے گرد بازو باندھ گئی جس پر میشائم نے بھی اسے حصار میں لیا۔

"عامر میں نے آپکو جو کہا تھا۔آپ نے منگوا لیا" ثانیہ نے اپنے بالوں کو جوڑے کی صورت گول کرتے ان میں کلپ لگاتے اس سے پوچھا جو بیڈ پر بیٹھا اسے نہار رہا تھا۔وہ دونوں ابھی ناشتہ کرتے روم میں آئے تھے۔آج ان دونوں نے بابر قریشی کو اس کے انجام تک پہنچانا تھا جسکے لیے ثانیہ نے عامر سے کچھ سامان منگوایا تھا۔"جی جانِ عامر منگوا چکا ہوں۔آپ ریڈی ہیں۔جگہ دور ہے جلدی کریں" عامر نے اسے دیکھتے کہا جو اس وقت مہرون کلر کا عبایا پہنے سر پر اب حجاب کر رہی تھی۔عامر نے بابر قریشی کو یہاں نہیں رکھا تھا۔اس نے اسے گھر اور آبادی سے کافی دور ایک الگ جگہ پر رکھا تھا جہاں وہ انسانی آواز سننے کو بھی ترس رہا تھا۔"جی بس یہ حجاب کرلوں پھر چلتے ہیں" ثانیہ نے کہا اور جلدی سے

حجاب باندھ گئی۔ ”عامر چلیں۔میں ہوگئی ریڈی“ ثانیہ نے پن لگاتے اسکی طرف مڑتے کہا تو عامر ہاں میں سر ہلاتے کھڑے ہوتے اسکے پاس آیا اور نرمی سے اس کے گرد بازو باندھتے اسے ساتھ لگاتے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑ گیا۔ ”ویسے تو میں جانتا ہوں میری بیوی بہادر ہیں پر ڈر تو نہیں لگ رہا نا“ عامر نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ ”آپکے ہوتے ہوئے مجھے کسی سے ڈر نہیں لگتا۔آپ میرے ساتھ ہیں تو میں کسی کا بھی مقابلہ کر سکتی ہوں“ ثانیہ نے کہا تو عامر سرشار ہوا۔ثانیہ کے لہجے میں ایک غرور تھا۔مان تھا جو اسی کا بخشا تھا۔ ”میں ہمیشہ آپکے ساتھ ہوں“ عامر نے کہا اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی۔ ”چلیں اب۔مجھے اس بد بخت کی چیخیں سننی ہیں“ ثانیہ نے کہا تو وہ ہنسا اور ہاں میں سر ہلاتے اسکا ہاتھ تھامتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔عامر یونہی اسکا ہاتھ باہر آیا اور اسے گاڑی میں بیٹھاتے خود دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی اس جگہ کی جانب بڑھا گیا۔ ”عامر ہم کل گھر کیلئے نکلیں

گے یا رات کو" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "کل صبح نکلیں گے سات آٹھ بجے۔رات کا سفر مناسب نہیں" عامر نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور اپنے فون کی طرف متوجہ ہوئی جہاں مہر ماہ کے میسج آرہے تھے جبکہ عامر کا دھیان مکمل اب ڈرائیونگ پر تھا۔ "ہم پہنچ گئے" قریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد عامر نے گاڑی روکی تو ثانیہ نے موبائل سے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔ "جی ہم پہنچ گئے" عامر نے سیٹ بیلٹ کھولتے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا اور مہر ماہ کو فی امان اللہ کا میسج کرتے موبائل ڈیش بورڈ پر پڑے اپنے بیگ میں رکھتے گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلی اور عامر کو دیکھا جو وہاں کھڑے گارڈ سے کچھ بات کر رہا تھا۔عامر سے نظریں ہٹاتے اس نے سامنے دیکھا جہاں ایک ہیڈ کوارٹر کی طرح بنا گھر تھا۔وہ دیکھنے میں زیادہ بڑا نا تھا پر اسکا انٹیریئر خاصا جدید تھا۔ "یہ میرا سیکرٹ کوارٹر ہے۔اسے ٹارچر سیل بھی کہا جاسکتا ہے یہاں پر میں ان لوگوں کو سزا دیتا ہوں جو میرے بھائیوں کا نقصان

کرتے یا جنھوں نے میرے اپنوں کو اذیت دی ہو" وہ جو غور سے سامنے دیکھ رہی تھی یکدم عامر کی آواز سنتے اس نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو اسے اس جگہ کی تفصیل بتا رہا تھا۔"اوہ تو مطلب آپ یہاں آکر ہٹلر کے جانشین بن جاتے ہیں"ثانیہ نے اسکی بات کے جواب میں شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"جی نہیں میں پورا ہٹلر بنتا ہوں" عامر نے ڈرانا چاہا تو وہ ہنسی۔"ہاہاہاہا چلیں ہٹلر صاحب پھر اندر چلتے ہیں"ثانیہ نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا ہاتھ تھام گیا۔"مسز آپ تیار ہیں۔اس بدذات کو اسکے کیے کی سزا دینے کو" عامر نے اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ یونہی اسکا ہاتھ تھامے اندر کی جانب بڑھنے لگا۔"مم۔۔

مجھے۔۔مم۔۔معا۔۔معاف کردو" وہ دونوں اندر آئے تو انکی سماعتوں سے بابر قریشی کی آواز ٹکرائی جسے اس کے گارڈز نے سامنے موجود شیشے کے پار رکھا تھا۔وہ اس وقت زخموں سے چور حالت میں زمین پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا

کراہ رہا تھا۔ اسکی حالت دیکھ ثانیہ کو اپنے پور پور میں سکون اترا تا محسوس ہوا جبکہ اسکی آنکھوں میں اسے دیکھتے سختی آئی۔ وہ عامر کے ہمراہ چلتے سیدھا جاتے اس کے عین سامنے کھڑی ہوئی۔ "کیا حال ہے مسٹر بابر" ثانیہ نے سرد و سپاٹ انداز میں پوچھا تو بابر نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "تت۔۔تم۔۔ثا" بابر کی بات پوری ہونے سے پہلے ثانیہ نے ہاتھ گھماتے زناٹے دار تھپڑ اسکے گال پر رسید کیا تھا جس پر اسکے الفاظ منہ میں ہی دبے۔ "خبردار! خبردار جو اپنی ناپاک زبان سے میرا نام لیا تو جان نکال دوں گی" ثانیہ نے انگلی اٹھاتے وارن کیا جس پر بابر قریشی نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ عامر نے فخر سے اسے دیکھا۔ "مم۔۔مجھے۔۔معا۔۔معاف۔۔کردو" بابر قریشی نے ہاتھ جوڑتے کہا۔ "معاف کردوں۔ تم جیسے نیچ انسان کو معاف کردوں جس نے معصوم لڑکیوں کو بے آبرو کیا۔ جس نے ہزاروں لڑکیوں کو اپنے جیسے درندوں کو بیچا۔ تمھیں معاف کردوں تم ہو معافی کے قابل۔ ہرگز نہیں تم سزا کے قابل

ہو۔ سزائے موت ملے گی بس تمھیں" ثانیہ نے اسکے جوڑے ہوئے ہاتھوں کو جھٹکا دیتے کہا تو عامر محظوظ ہوا۔ اسکی بیوی نڈر تھی یہ تو اسے پتا تھا پر وہ اس قدر بہادر تھی یہ آج اسے پہلی بار پتہ لگا تھا۔ "عامر" ثانیہ نے دو قدم پیچھے لیتے عامر کو پکارا۔ "جی بیٹُو حکم" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میں اسے ہاتھوں سے نہیں چھونا چاہتی مجھے کچھ ایسا چاہیئے جس سے میں اسے مار سکوں" ثانیہ نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا اور گارڈ کو اشارہ کیا جس پر وہ فوراً ایک چابک پکڑے اس کے پاس آیا اور اسے چابک پکڑاتے باہر نکل گیا۔ "یہ لیں مسز" عامر نے وہ چابک گارڈ سے پکڑتے ثانیہ کو پکڑایا جس پر وہ مسکرائی پر آج اسکی مسکراہٹ میں سفاکیت تھی جسے عامر نے بھی پہلی بار دیکھا تھا جبکہ بابر قریشی کی روح تو اسکے ہاتھ میں چابک دیکھ پرواز کرنے کو تھی جسے دیکھ ثانیہ کے چہرے کی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ "تم ڈرتے ہوئے انتہائی اچھے لگ رہے ہو بابر قریشی" ثانیہ نے کہا اور چابک کی ایک ضرب اسے لگائی جس پر وہ چلایا

جبکہ عامر ایک طرف رکھی کرسی پر بیٹھا اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا جو بنا رکے بابر قریشی کے وجود پر چابک سے ضربیں لگا رہی تھی۔ ”عامر جو میں نے آپکو کہا تھا وہ کہاں ہے“ ثانیہ نے کچھ دیر بعد چابک نیچے پھینکا اور پھولے سانس کو ہموار کرتے پوچھا جس پر وہ اٹھا اور نرمی سے اسے ساتھ لگاتے اسکی کمر سہلانے لگا۔ ”باہر چلیں وہ یہی ہے“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ باہر نکلی۔ ”بند کرو اسکا دروازہ“ عامر نے باہر آتے ثانیہ کو نرمی سے پانی کی بوتل پکڑاتے گارڈ کو کہا تو وہ جاتے اس کانچ سے بنے کمرے کی ساری کھڑکیاں دروازے بند کر گئے جسے دیکھ وہ مسکرایا اور بابر قریشی کو دیکھا جو ڈر سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ ”یہ لیں مسز یہ نیکی کا کام اپنے ہاتھوں سے کریں“ عامر نے ثانیہ کو ایک چھوٹا سا ریموٹ پکڑاتے کہا اور کرسی پر بیٹھتے اسے اپنی گود میں بٹھا گیا جس پر وہ مسکرائی اور اس بٹن کو کلک کیا جس سے اگلے ہی لمحے اس کمرے کی چھت ہلکی سی کھلی اور ڈھیروں ڈھیر شہد کی مکھیاں اس کمرے میں بھر گئیں

جنھوں نے آتے ہی بابر قریشی کو ڈنگ مارنا شروع کیا۔ ان مکھیوں کو دیکھ وہ دونوں مسکرائے کیونکہ یہ کوئی عام شہد کی مکھیاں نہیں تھیں یہ افریقین بیز تھیں جنھیں کلربیز بھی کہا جاتا تھا اور انکے ڈنگ سے انسان کی موت یقینی تھی۔ "ویسے جان یہ آئیڈیا کہاں سے آیا آپکو" عامر نے سامنے بابر قریشی کو چلاتے دیکھ کہا جس پر وہ مدھم سا مسکرائی۔ "بس مجھے ایسی خطرناک چیزیں سیکھنے کا شوق تھا تو بکس وغیرہ پڑھ کر" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا جب کہ اس نے گہری سانس بھری۔ وہ اسے بتا نا سکی کہ یہ سب اسے شہریار نے سیکھایا تھا۔ "اور کیا کیا آتا ہے آپکو" عامر نے پوچھا تو اس نے ہلکا سا چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ "مجھے لوگوں کو زندہ جلانا اور گن چلانا بھی آتا ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "واہ تو میں بچ کر رہوں آپ سے" عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "آپ نہیں ایسے لوگوں کو بچ کر رہنا چاہیئے مجھ سے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور بابر قریشی کو دیکھا جو شہد کی مکھیوں کے کاٹنے پر کبھی بھاگ رہا تھا

تو کبھی اپنے جسم کو جھاڑنے کی کوشش کررہا تھا۔ "ویسے جان اسکویوں ناچتے دیکھ کرمجھے ایک شعریاد آگیا ہے عرض کروں" عامر نے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے پوچھا۔ "ارشاد ارشاد" ثانیہ نے فوراً کہا تو وہ ہنسا۔

چھوڑ کر شہد کی مکھیاں محبوب پر
ہم نے رقصِ یار دیکھا اور بار بار دیکھا

عامر نے کہا تو ثانیہ نے قہقہہ لگاتے بابر ملک کو دیکھا جو واقعی کوئی رقاصہ لگ رہا تھا۔ "اللہ عامر آپ بھی نا" ثانیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "سب سے اچھا ہوں" عامر نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "نہیں میرے ہیں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکراتے اسکے کندھے کو چوم گیا۔ "کوئی شک نہیں" عامر نے کہا تو وہ مسکراتے اسے دیکھنے لگی۔ "گھر چلیں۔ اسکی چیخیں کانوں میں چبھ رہی ہیں" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "ضرور مائی لائنس" عامر نے کہا اور اسے کھڑا کرتے اسکے ساتھ باہر نکلا۔ "اسکی لاش کا کیا کرنا ہے وہ تم جانتے ہو مجھے اسکا نام و نشان

بھی کہیں نا ملے" باہر آتے ہی عامر نے گارڈ کو کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا جس پر وہ ثانیہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا اور گھر کی جانب روانہ ہوا۔

وہ دونوں بابر قریشی کا کام تمام کرتے اب گھر جا رہے تھے۔ ابھی وہ چند منٹ دور آئے ہی تھے کہ اچانک تیز بارش ہونے لگی جسے دیکھ عامر نے گاڑی کی سپیڈ مدھم کی جبکہ ثانیہ تو بچوں کی طرح باہر دیکھتے مسکرا رہی تھی۔ اسے بارش کا موسم بے حد پسند تھا۔ اس نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور اپنا ہاتھ ہلکا سا باہر نکالتے اپنے ہاتھ کو بارش کے پانی سے بھگونے لگی جبکہ اسکے برعکس عامر کی پوری توجہ سامنے تھی۔ وہ بچپن سے یہاں رہ رہا تھا وہ جانتا تھا ایسے موسم میں ڈرائیونگ کرنا انتہائی رسکی ہے کیونکہ یہ پہاڑی علاقہ تھا۔ یہاں گاڑی سلپ ہونا عام بات تھی۔ اسکا ارادہ اب کچھ دیر کیلئے کسی ہوٹل میں سٹے کرنے کا تھا اور یہاں صرف ایک ہی ہوٹل تھا جو قریباً مزید آدھے گھنٹے کے فاصلے پر تھا لیکن وہ

جس رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا یقیناً اسے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت لگنا تھا۔ اگر وہ اکیلا ہوتا تو بغیر رکے بھی گھر جا سکتا تھا پر اب اسکی بیوی اسکے ساتھ تھی اور وہ اسکے ساتھ یوں رسک نہیں لے سکتا تھا۔ "عامر جلدی گھر چلیں نا مجھے بارش میں نہانا ہے" وہ جو اپنے دھیان ڈرائیونگ کر رہا تھا ثانیہ کی آواز پر اس نے ہلکا سا چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو اپنا دایاں ہاتھ تھوڑا سا باہر نکالے جب کہ بایاں ونڈو پر رکھے اس پر ٹھوڑی ٹکائے بچوں کی طرح بارش کی بوندوں کو خود پر گرتے دیکھ مسکرا رہی تھی۔ یہ منظر عامر کو دنیا کے تمام حسین نظاروں سے بھلا لگا۔ "تو میری بیگم کو بارش میں نہانا ہے" عامر نے نرمی سے پوچھا تو اس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا۔ "جی مجھے نہانا ہے جلدی گاڑی چلائیں نا" ثانیہ نے بچوں کی مانند کہا تو وہ ہنسا اور کچھ سوچتے گاڑی ایک طرف کرتے روک گیا جسے دیکھ ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "گاڑی کیوں روک دی" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو اپنی سیٹ بیلٹ کھول رہا تھا۔ "آجائیں

بارش میں نہاتے ہیں" عامر نے کہا اور اگلے ہی پل گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلا جس پر ثانیہ نے اسے حیرت سے دیکھا جو سنسان سڑک پر گاڑی روکتے اسے بارش میں نہانے کی آفر کر رہا تھا۔ "یہاں کیسے سڑک ہے لوگوں کا آنا جانا ہوگا یوں بارش میں نہاتے اچھا نہیں لگے گا۔ عامر ہم گھر جا کر نہا لیں گے" ثانیہ نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتے اسکی طرف آیا اور دروازہ کھولتے اسکے سامنے ہاتھ پھیلا گیا۔ "اگر گھر جاتے جاتے بارش رک گئی تو آپ اداس ہو جائیں گی اور میں اپنی بیوی کو اداس نہیں دیکھ سکتا۔ آجائیں اب" عامر نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی اور اب کی بار اسکا ہاتھ تھامتے باہر آئی جس پر عامر مسکرایا اور اسکے دونوں ہاتھوں کو پکڑتے اسے سڑک کے بیچوں بیچ لایا جس پر ثانیہ کھلکھلا کر ہنس دی جسے دیکھ عامر بھی مسکرایا۔ ثانیہ نے اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ نکالے بغیر ہلکا سا سر پیچھے کی جانب کرتے بارش کی بوندوں کو اپنے چہرے پر گرنے دیا جسے دیکھ عامر کی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ وہ ہلکا سا جھکا اور نرمی سے اسکی گردن

کو چوم گیا جسے محسوس کرتے ثانیہ نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا جس پر وہ اسے مزید نزدیک کرتے ایک ہاتھ اسکے گرد باندھتے دوسرے سے اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور اسکو اپنے ساتھ گھمانے لگا جسے دیکھ ثانیہ کی کھلکھلاہٹ میں اضافہ ہوا جبکہ عامر اسکی ہنسی پر نثار ہوا۔ اس نے آہستہ سے ثانیہ کی کمر کے گرد سے ہاتھ ہٹاتے اسکی دو انگلیاں پکڑیں اور نرمی سے اسے گول گول گھمانے لگا جس پر ثانیہ بھی بچوں کی طرح ہنستے گول گول گھومنے لگی۔ عامر نے چند سیکنڈ اسے گول گول گھمایا پھر نرمی سے اسکی کمر کے گرد بازو باندھتے اسے ہلکا سا جھکایا جس پر وہ اپنا ہاتھ اسکے کندھے پر رکھتے سر پیچھے پھینک گئی۔ عامر نے اسے نرمی سے واپس سیدھا کیا اور اسے مزید نزدیک کرتے اس کے گرد بازو مضبوطی سے باندھتے اسے زمین سے ہلکا سا اٹھاتے خود گول گول گھومنے لگا جس پر ثانیہ نے دونوں بازو واء کیے اور بچوں کی طرح کھلکھلائی جس پر عامر نے مسکراتے نرمی سے اسے زمین پر کھڑا کرنے کی بجائے اپنے پیروں پر کھڑا کیا اور اسے دیکھا جو

اب تک کھلکھلا رہی تھی جسے دیکھ اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا۔اس سنسان سڑک پر ثانیہ کی کھلکھلاہٹیں اسے زندگی کے مترداف لگ رہی تھیں۔اسے لگ رہا تھا گویا آس پاس موجود پہاڑ مسکرا رہے تھے۔درخت جیسے انکے ساتھ جھوم رہے تھے جبکہ پرندے اپنے گھونسلوں میں بیٹھے انکے لیے گانا گا رہے تھے اور یہ بارش یہ انکی دھڑکنوں کے شور کی عکاسی کر رہی تھی۔یہ سب کسی فیری ٹیل جیسا لگ رہا تھا۔"عامر یہ کتنا اچھا تھا۔کتنا مزا آیا" ثانیہ نے مسکراتے کہا تو وہ جھکتے اسکا سر چوم گیا۔"ہاں جی اور میں یہی چاہتا تھا کہ آپکو یہ اچھا لگے" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔"شکریہ عامر۔آپ سب سے اچھے شوہر ہیں۔بیسٹ ہیں عامر" ثانیہ نے کہا تو اس نے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"آپکے منہ سے یہ جملے سننا میرے لیے شرف کی بات ہے میم" عامر نے ایک ہاتھ سینے پر رکھتے ہلکا سا سر جھکاتے کہا تو وہ ایک بار پھر ہنس دی جس پر وہ بھی ہنسا۔"آپ بھی نا" ثانیہ نے اسکے سینے پر ہلکا سا ہاتھ مارتے کہا۔پیارا

ہوں عامر نے مسکراتے پوچھا۔ ”نہیں میرے ہیں“ ثانیہ نے کہا تو عامر بغیر کچھ کہے جھکتے ان لفظوں کو چن گیا جس پر وہ بھی آنکھیں موند گئی۔ ”یوں کہیں گی تو آپکا شوہر نکارہ ہو جائے گا سکونِ قلب“ عامر نے سیدھے ہوتے اس کی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے کہا۔ ”ہوجائیں میرے لیے نکارہ نہیں ہوسکتے“ ثانیہ نے لاڈ سے پوچھا۔ ”آپکے لیے نکارہ کیا اگر میں دیوانہ بھی ہوجاؤں تو وہ بھی کم ہے“ عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا جس پر اس نے چہرہ جھکایا اور آگے ہوتے اسکے سینے سے لگی۔ ”سردی لگ رہی۔۔ہے گھر چلیں“ ثانیہ نے اسکے سینے پر گال ٹکاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور نرمی سے اسکا سر چومتے اسے خود سے علیحدہ کرتے گاڑی کی طرف بڑھا۔ اس نے جاتے اسکی سائیڈ کا دروازہ کھولا جس پر وہ فوراً اندر بیٹھی جسے دیکھ اس نے دروازہ بند کیا اور اپنی سائیڈ سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہیٹر آن کرگیا۔ ”یہ پکڑیں شال اوڑھیں۔ہیٹر میں نے آن کردیا ہے ابھی سردی کی

شدت کم ہوجائے گی" عامر نے کہا اور بیک سیٹ پر پڑی اپنی شال اس پر اوڑھائی تو وہ ہاں میں سر ہلاتے خود پر شال ٹھیک کرتے اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی جس پر وہ مسکرایا اور گاڑی سٹارٹ کرتے گھر کی جانب بڑھا گیا۔ اب بارش چونکہ مدھم پڑنے لگی تھی تبھی اب وہ سیدھا گھر جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابھی ان لوگوں نے پیکنگ بھی کرنی تھی۔

"دِیر آپی اور بھائی کل آرہے ہیں نا" میشائم نے بیڈ کی چادر ٹھیک کرتے اس سے پوچھا جو صوفے پر حوریہ کو گود میں پکڑے بیٹھا تھا جو کہ کارٹون دیکھ رہی تھی۔ "ہاں کل آرہے ہیں۔ میری گڑیا سے بات ہوئی تھی رات کو کہہ رہی تھی کہ کل انشاء اللہ کل صبح یا آج رات نکلیں گے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وہ لوگ سیدھا گھر آئیں گے نا" میشائم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں وہ کل اپنے گھر جائیں گے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں

میں سر ہلایا اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ "اچھا بھائی کل اپنی دادو اور بھائیوں کے پاس جائیں گے" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بابا ذان میلی ات شنیں (بابا جان میری بات سنیں)" ابھی وہ دونوں کچھ بولتے کہ حوریہ نے اسکی شرٹ کی آستین پکڑتے اسکا دھیان اپنی جانب مبذول کرایا۔ "جی بابا کی جان" ماہ دیر نے اسکی پکار پر فوراً اسے دیکھا جو اسے دیکھ رہی تھی۔ "بابا ذان اپ حولیہ شے تتا پال تتے ایں (بابا جان آپ حوریہ سے کتنا پیار کرتے ہیں)" حوریہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسے اپنی گود میں کھڑا کرتے اسکے ماتھے کو چوم گیا۔ نا جانے اسکی بیٹی کے ذہن میں اچانک یہ سوال کہاں سے آیا تھا پر اگر اس نے پوچھا تھا تو اس پر فرض تھا کہ وہ اسے جواب دے۔ "میں اپنی بیٹی سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ آپکی جان کے صدقے مجھے اپنی جان بھی دینی پڑی تو میں ایک لمحہ بھی نہیں سوچوں گا اور خود کو خوشی خوشی آپ پر قربان کردوں گا" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ مسکرائی۔ بیشک اسے سمجھ نہیں آئی تھی پر ماہ

دیر کے لہجے میں موجود محبت اور اسکے چہرے کی شفیق مسکراہٹ ہی حوریہ کو خوش کرنے کو کافی تھی۔ ”حولیہ بی اپ شے بت پال تتی اے بابا ذان (حوریہ بھی آپ سے بہت پیار کرتی ہے بابا جان)“ حوریہ نے کہا اور اسکی طرف ہوتے اسکی گال پر اپنے چھوٹے چھوٹے ہونٹ رکھ گئی جس پر وہ مسکرایا۔ ”آپ جانتی ہیں حوریہ آپ بابا کی جان ہیں۔ میری زندگی کا وہ پھول ہیں جسے میں کبھی مرجھانے نہیں دے سکتا۔ آپ اپنے بابا کی آنکھوں کا نور ہیں۔ اور جب آپ مجھے کہتی ہیں نا کہ آپ مجھ سے پیار کرتی ہیں تب میرا دل کرتا ہے میں ساری کائنات اپنی بیٹی کے پیروں میں لاکر ڈھیر کردوں“ ماہ دیر نے اسے سینے میں بھینچتے کہا۔ شدتِ جذبات سے اسکی آواز بھرائی تھی جسے محسوس کرتے میشائم مسکرائی۔ وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی اتنا کم تھا۔ اللہ نے اسے بہترین ہمسفر اور حوریہ کو بہترین باپ سے نوازا تھا جو ان دونوں پر جان وارتا تھا۔ ”بابا ذان اپ تا بول لیں ایں (بابا جان آپ کیا بول رہے ہیں)“ حوریہ

نے نا سمجھی سے پوچھا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ "میں کہہ رہا ہوں آئی لوو یو لٹل ہائنس" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا جس پر حوریہ کھلکھلا کر ہنسی جسے دیکھ ماہ دیر نے آیت الکرسی پڑھتے اس کی نظر اتاری۔ "آئی لا او تو بابا ذان (آئی لوو یو ٹو بابا جان)" حوریہ نے بھی اسی کے انداز میں اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو وہ مسکرایا اور اسے خود میں بھینچتے آنکھیں موند گیا جس پر وہ بھی اپنے ننھے ننھے بازو اسکی گرد کے گرد باندھتے اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی جب کہ میشائم بیڈ پر بیٹھی مسکراتے انھیں دیکھ رہی تھی۔ "دِیر" میشائم نے کچھ قریباً پانچ منٹ بعد اسے مدھم آواز میں پکارا تو اس نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو تھکی تھکی لگ رہی تھی۔ "حوریہ سو رہی ہے یہاں آجائیں" میشائم نے کہا تو اس نے حوریہ کو دیکھا جو اسکے کندھے پر سر ٹکائے سو رہی تھی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکا سر چومتے اٹھ کر بیڈ پر دوسری طرف آتے بیٹھ کر حوریہ کو ہلکے ہلکے تھپکنے لگا جس پر حوریہ چند ہی منٹوں بعد گہری نیند میں جا چکی تھی۔ اسے سوتے دیکھ ماہ دیر

نے نرمی سے اسے بیڈ پر لٹایا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے حوریہ کے گرد تکیے سیٹ کرتے میشائم کی طرف بڑھتے بغیر کوئی بات کیے جھکتے نرمی سے اسے اپنی باہوں میں اٹھاتے خود پر بیٹھا اور اسے اپنی گود میں بٹھا گیا۔ اس اچانک افتاد پر میشائم نے منہ کھولتے اسے دیکھا جو اب اسے یوں دیکھ رہا تھا گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ "یہ کیا حرکت ہے دِیر" میشائم نے اسے گھورتے پوچھا۔ "میں نے کیا کیا متاعِ جان" ماہ دیر نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے پوچھا۔ "ایسے کوئی کرتا ہے" میشائم نے اس کی حرکت کی طرف اشارہ کرتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میں کرتا ہوں نا متاعِ جان" ماہ دیر نے اسکے چہرے پر آئی آوارہ لٹ کو ہٹاتے کہا تو اسکی پلکیں لرزیں جسے دیکھ ماہ دیر کی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ "ابھی مجھے گھور رہی اب شرما رہی ہو ارادے نیک نہیں لگ رہی بیگم۔ مجھ معصوم پر تھوڑا رحم کھاؤ کیوں دل پر وار کر رہی ہو" ماہ دیر نے کہا تو وہ چہرہ مزید جھکا گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکی ٹھوڑی کو نرمی سے تھامتے

اسکا چہرہ اس طرح روبرو کرگیا کہ اب وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ پارہا تھا۔ ”آپ۔۔کیوں۔۔مجھے تنگ۔۔کررہے ہیں“ میشائم نے منمناتے پوچھا۔ "تنگ نہیں کررہا بس اپنی چاہت کے رنگ تمھارے چہرے پر دیکھ رہا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اسکے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”اب دیکھ لیا ہو تو مجھے تنگ کرنا بند کریں“ میشائم نے اسکی شرٹ کے کالر پر انگلی پھیرتے کہا تو وہ ہنسا۔ ”جو حکم میرا بچہ“ ماہ دیر نے محبت سے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے کہا اور اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگایا تو وہ بھی مسکراتے اسکے گرد بازو حمائل کرگئی۔ ”آج تم تھکی تھکی لگ رہی ہو۔سب ٹھیک ہے“ ماہ دیر نے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”جی بس کام زیادہ تھا۔آپ جانتے ہی ہیں شفٹنگ آسان تھوڑی ہوتی ہے“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ ”ہاں لیکن اسکا مطلب یہ تو نہیں نا کہ اپنی صحت کو نظر انداز کردو۔جب میں نے کہا ہے ملازمہ کو کرنے دو پھر خود کیوں تھک رہی

ہو" ماہ دیر نے لاڈ سے ڈپٹا تو اس نے منہ پھلاتے اسے دیکھا۔ "آپ جانتے ہیں نا آپکے اور حوریہ کے سارے کام میں اپنے ہاتھوں سے کرتی ہوں۔مجھے آپکی یا حوریہ کی چیزوں پر اپنے علاوہ کسی کا لمس نہیں اچھا لگتا" میشائم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "جانتا ہوں میری جان لیکن یہ بھی تو دیکھو نا کہ ایسے بیمار ہو جاؤ گی۔کام کرو لیکن اتنا نا کرو کہ بیمار ہو جاؤ۔آج ویسے ہی مجھے کمزور کمزور لگ رہی ہو" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "دِیر میں کمزور نہیں لگ رہی میں بس تھک گئی ہوں شاید اس لیے آپکو ایسا لگ رہا ہے۔اوپر سے آجکل طبیعت بھی تھوڑی بوجھل ہو رہی تو شاید اس لیے" میشائم نے کہا تو وہ پریشان ہوا۔ "کیا ہوا طبیعت کو اور بتایا کیوں نہیں" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو فکر مندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "دِیر کچھ نہیں ہوئی بس تھکاوٹ ہو گئی ہے اس لیے کہہ رہی ہوں" میشائم نے کہا تو اس نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "پکا جھوٹ تو نہیں بول رہی" ماہ دیر نے پوچھا تو

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ہرگز نہیں دِیر جھوٹ نہیں ہے پکا بس تھکاوٹ ہے“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے لیکن ہم ایک دو تک ڈاکٹر کے پاس جائیں گے۔ ویسے تو میں خود بھی ڈاکٹر ہوں پر میں تمھیں ہاسپٹل میں چیک کراؤں گا تاکہ وہ تمھیں اچھی سے اچھی وٹامنز لکھ دیں اور ساتھ خوراک بھی اچھی کرتا ہوں تمھاری۔ کل سے تم کھانے کے ساتھ تین ٹائم ہی فروٹس کھاؤ گی اور کھانا بھی زیادہ کھانا ہے“ ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اسے دیکھا۔ ”دِیر“ میشائم نے کچھ کہنا چاہا۔ ”شش کوئی دِیر ویر نہیں بس میں نے کہہ دیا نا تو کہہ دیا اور اس معاملے میں، میں تمھاری نہیں سنوں گا“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے منہ پھلاتے اس کے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ”آپ بہت بُرے ہیں“ میشائم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ ”ٹھیک ہے میں بُرا ہوں مان لیا۔ لیکن میں یہ تمھارے بھلے کیلئے کہہ رہا ہوں نا میشی۔ ایسے ناراض نہیں ہوتے بچہ“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”میں ناراض نہیں ہوں اور آپ

جو کہیں گے میں کروں گی" میشائم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا ماتھا چوم گیا۔"شاباش میرا بچہ اب آرام کرلو کچھ دیر" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے پر سر رکھے آنکھیں موند گئی جس پر وہ بھی اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے اسکے بال سہلانے لگا۔

"اسد بتائیں نا کیا گڈ نیوز ہے آپکے پاس" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا جو برتن سمیٹ رہا تھا۔وہ دونوں اس وقت اسد کے اپارٹمنٹ میں موجود تھے۔اسد آج تنزیل بیگم سے اجازت لیتے اسے یہاں لایا تھا۔اسے عائشہ کو کوئی گڈ نیوز دینی تھی جس سے سب واقف تھے سوائے عائشہ کے۔"گڈ نیوز گئس کرو کیا ہو سکتی ہے" اسد نے کہا تو اس نے آنکھوں کو چھوٹا کرتے سوچا پر ابھی اسکے ذہن میں کچھ نہیں آرہا تھا۔"اسد نہیں سمجھ آرہی آپ بتا دیں نا" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"بعد میں بتاتا ہوں ابھی ہنٹ دیتا ہوں" اسد نے کہا تو اس نے

ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا ٹھیک ہے ہنٹ دیں“ عائشہ نے کہا۔ ”اچھا تو وہ نیوز وہ ہے جسکا میں کب سے انتظار کر رہا ہوں“ اسد نے کہا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا لیکن اگلے ہی پل اسکے دماغ میں جھماکا ہوا جس پر اس کی آنکھیں پھیلیں جسے دیکھ اسد مسکرایا۔ ”اب سمجھ آگئی“ اسد نے اسکے چہرے کے تاثرات سے محظوظ ہوتے پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ پھر بولو نا کیا سمجھ آئی اسد نے ہاتھ بڑھاتے اسکی رخسار کو چھوا تو اسکے رخسار سرخ ہوئے۔ ”ہماری۔۔شادی۔۔کی۔۔تاریخ۔۔۔ڈیسائیڈ۔۔ ہونے والی۔۔۔ہے“ عائشہ نے چہرہ جھکاتے کہا تو اسکے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ”ہاں ہماری شادی کی ڈیٹ نا صرف ڈیسائیڈ ہونے والی ہے بلکہ فائنل ہونے والی ہے۔ کل اماں سائیں، بھائی اور گڑیا آئیں گے بات کرنے“ اسد نے کہا تو عائشہ کے چہرے کی سرخی میں اضافہ ہوا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے اسے قریب کر گیا جس پر عائشہ کا سر

مزید جھکا جسے دیکھ اسکی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔اس نے اپنا چہرہ مزید اس کے قریب کیا جس پر وہ سمٹی اور آنکھیں موندتے چہرہ جھکا گئی۔"جس سپیڈ سے تم گردن جھکا رہی ہو نا شہزادی تمھارا منہ پیروں تک چلے جانا ہے" اسد نے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی تو وہ جو اسکے منہ سے کسی خوبصورت جملے کی منتظر تھی اسکی بات سنتے پٹ سے آنکھیں کھولتے اسے دیکھنے لگی جو ہنسی روکنے کے چکر میں لال پیلا ہو رہا تھا۔"ہٹیں پیچھے۔آپ انتہائی بُرے ہیں اسد۔بات مت کیجیے گا مجھ سے" عائشہ نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پیچھے کرنا چاہا جس پر وہ قہقہہ لگاتے اسے بیڈ سے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھا گیا۔"اچھا سوری مذاق کر رہا تھا۔ناراض تو نا ہو" اسد نے اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے کہا تو عائشہ نے اسے گھورا۔"بات مت کریں مجھ سے" عائشہ نے انگلی اٹھاتے کہا اور دونوں بازو باندھتے منہ پھلاتے بیٹھ گئی جسے دیکھ اسے شدت سے اس پر پیار آیا۔"میرا بچہ سوری نا" اسد نے نرمی سے اسکی گال پر

لب رکھتے کہا تو اس نے فوراً ہاتھ سے اپنی رخسار کو صاف کیا جس پر وہ پھر مسکرایا اور اسکی گال پر دوبارہ لب رکھ گیا لیکن عائشہ نے اب کی بار بھی وہی عمل دہرایا۔ ”میری شہزادی اتنا زیادہ ناراض ہوگئی مجھ سے کہ اب میرا لمس بھی نہیں اچھا لگ رہا“ اسد نے اسکی دوسری گال پر لب رکھتے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ ”آپ میرا مذاق اڑا رہے تھے“ عائشہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میری جان مذاق نہیں اڑایا صرف مستی کر رہا تھا پرومس“ اسد نے اپنی انگلی اور انگوٹھے سے گردن کی ہڈی کو ہلکا سا پکڑتے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ماتھے پر پڑی شکنوں میں اب کمی آئی تھی جس پر اسد تھوڑا سا پُرسکون ہوا۔ ”ایسے کون مستی کرتا ہے میں کچھ اور سننے کی منتظر تھی“ عائشہ نے اسکی بیرڈ کو انگلی کی پور سے چھیڑتے پوچھا۔ ”کیا سننا تھا میری جان۔ ابھی بتا دو ابھی سنا دیتا ہوں“ اسد نے کہا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا۔ ”اب نہیں سننا کچھ“ عائشہ نے شانِ بے نیازی سے کہا تو وہ اسکے انداز پر نثار

ہوا۔ ”اچھا کچھ نا سنو میرا حالِ دل ہی سن لو“ اسد نے اسکا ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھتے کہا۔ ”مجھے وہ بھی نہیں سننا“ عائشہ نے اسکی دھڑکنوں کے رقص کو ہتھیلی تلے محسوس کرتے کہا۔ ”سن لو نا میرا دل بے چین ہے تمھیں حالِ دل سنانے کو“ اسد نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو محبت پاش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”اپنے دل سے کہیں میرا دل منتظر ہے آپکے دلِ کو سننے کو“ عائشہ نے محبت سے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تو میرے دل کی ملکہ سنو۔ میرے دل کی ایک ایک دھڑکن تمھیں پاکر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوتے شکر ادا کرتے نہیں تھکتی۔ میرا دل تمھارے عشق کی تھاپ پر رقص کرتا ہے۔ میرا عشق تمھارے عشق پر ایمان لے آیا ہے اور ایمان ہر چیز پر نہیں لایا جاتا“ اسد نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو عائشہ کی پلکیں اسکے اتنے خوبصورت اظہار پر لرزیں جبکہ رخسار سرخ ہوئے جس پر وہ نرمی سے جھکتے اسکی رخسار پر لب رکھ گیا جس پر عائشہ نے اس کے کندھوں کو تھامتے آنکھیں

موندیں۔ "ایسے۔۔اظہار کرکے۔۔مجھے کمزور۔۔کرتے ہیں۔۔آپ" عائشہ نے آنکھیں کھولے بغیر کہا تو وہ مسکراتے اسکی آنکھوں پر لب رکھتے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر گیا۔ "کمزور نہیں کرتا شہزادی۔بس تمھیں بتاتا ہوں کہ تم میرے لیے کیا ہو" اسد نے کہا تو وہ آگے جھکتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "مجھے لفظوں میں بتانا نہیں آتا پر میرے لیے آپ ہیں وہ کوئی نہیں ہوسکتا" عائشہ نے کہا تو وہ اسکا چوم گیا۔ "مجھے لفظوں کی ضرورت نہیں ہے تمھارا میری زندگی میں ہونا ہی میری اہمیت واضح کرتا ہے۔عائشہ راجپوت نے ساری دنیا کو ٹھکراتے مجھے چُنا اس سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے" اسد نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو وہ بھی اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسے دیکھنے لگی جو اسکی زندگی بن گیا تھا۔

"میشائم تم کل آنا ماہ دیر بھائی اور حوریہ کے ساتھ" مریم نے میشائم کو کہا جسکی کال ابھی کچھ پہلے ہی آئی تھی۔ "اچھا ٹھیک ہے میں آجاؤں گی۔ تم بتاؤ طبیعت ٹھیک ہے" میشائم نے حامی بھرتے اس سے اسکی طبیعت کا پوچھا۔ "ہاں ٹھیک ہوں۔ حوریہ کہاں ہے" مریم نے فوراً پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔ "وہ دِیر کے ساتھ باہر گئی۔ میڈم کو آئس کریم کھانی تھی اور اسکے بابا لے گئے اسے آئس کریم دلوانے" میشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ماہ دیر بھائی حوریہ سے بہت پیار کرتے ہیں نا" مریم نے کہا تو میشائم مسکرائی۔ میشائم مریم کو اپنے ماضی سے آگاہ کرچکی تھی جسے سنتے مریم کافی روئی تھی۔ اسکی بہن نے اتنا کچھ سہا تھا دل اذیت کا شکار ہوا تھا۔ "ہاں وہ حور سے بہت پیار کرتے ہیں۔ وہ اسے دیکھ کر جیتے ہیں۔ تم جانتی ہو شادی سے پہلے جب حوریہ کا ایکسڈنٹ ہوا تھا تب دِیر ساری ساری رات جاگ کر گزارتے تھے۔ وہ بچوں کی مانند روتے تھے اور میں حیران ہوتی تھی کہ کوئی انسان کسی غیر بچی سے اتنا

پیار کیسے کر سکتا ہے۔دِیر حور کو یوں پیار کرتے ہیں جیسے وہ انکی سوتیلی نہیں بلکہ سگی اولاد ہو۔جانتی ہو آج بھی حوریہ کے ماتھے پر موجود زخم کا نشان دیکھتے وہ بارہا اسے چومتے ہیں۔انکی جان بستی ہے حور میں۔حوریہ کی ایک مسکراہٹ کیلئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں۔ اتنی جنونی محبت کرتے ہیں وہ حوریہ سے" یشائم نے کہا تو مریم مسکرائی۔"صرف حوریہ سے نہیں تم سے بھی۔ماہ دیر بھائی کی جان صرف حور میں نہیں بلکہ تم میں بھی بستی ہے" مریم نے کہا تو اسکے رخسار سرخ ہوئے۔"اب اتنی پیاری بیوی ملی ہے انھیں تو مجھے دیکھ کر جینا فرض ہے ان پر" یشائم نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔"ہاں بھئی یہ تو ایکدم سچ کہا تم نے" مریم نے ہنستے کہا تو وہ بھی ہنس پڑی۔"پٹھانی" ابھی وہ دونوں یونہی ہنس رہی تھیں جب کمرے کا دروازہ کھلا اور شہریار اندر آیا۔"چلو تم بھائی کی بات سن لو میں چلی" یشائم نے شہریار کی آواز سنتے فوراً کہا تو اس نے اوکے کہتے کال کاٹ دی۔"جی سائیں" مریم نے فون سائیڈ پر رکھتے اسے

دیکھا جو ہاتھ میں دودھ کا گلاس پکڑے اسے گھور رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تضاد اس کو یوں خود کو گھورتے دیکھ مریم نے زبان دانتوں تلے دباتے معصوم سی شکل بنائی۔ "معصوم مت بنو چوزی۔ یہ بتاؤ دودھ کیوں نہیں پیا" شہریار نے دانت کچکاتے اس کے پاس آتے پوچھا۔ "سائیں میرا دل نہیں کر رہا تھا سچی میں" مریم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے دودھ کا گلاس سائیڈ ٹیبل رکھا اور اسکے گرد نرمی سے بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا۔ "میری جان یہ تو غلط بات ہے نا۔ تمھیں پتا ہے نا ڈیلی دودھ پینا ہے پھر ایسے کیوں" شہریار نے پیار سے پوچھا۔ "اماں سائیں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے اپنے پاس بٹھا کر ڈھیر سارے پھل کھلائے تھے پھر آپ نے دودھ بھیج دیا تو میرا دل نہیں کیا۔ میں کل پی لوں گی" مریم نے کہا تو اس نے اسکا سر چوما۔ "نہیں کل نہیں۔ آج پینا ہے۔ تھوڑی دیر بعد پی لینا پرپی کر سونا ہے اوکے" شہریار نے اس کے بال سہلاتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر

ہلایا۔ ”سائیں کل میشائم آرہی ہے تو کل آپ جلدی آجانا“ مریم نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو اپنی نیلی آنکھوں میں اسکا عکس بسائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ”میں کل جاؤں گا ہی نہیں اور کچھ“ شہریار نے پیار سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”سائیں آپ نے مجھے اپنا ماضی نہیں بتایا میں نے آپ سے کتنی بار پوچھا ہے“ مریم کو اچانک یاد آیا تو اس نے فوراً شکوہ کیا جس پر وہ گہری سانس بھر گیا۔ ”میرے ماضی کے بارے میں جان کر کیا کرو گی“ شہریار نے اسکی رخسار سہلاتے پوچھا۔ ”کرنا تو کچھ نہیں ہے پر ایسے ہی پوچھا لیکن اگر آپکو نہیں بتانا تو کوئی بات نہیں“ مریم نے مدھم سا مسکراتے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ ”ایسا نہیں ہے پٹھانی میں بتانا چاہتا ہوں پر میرا ماضی کوئی خوشگوار نہیں ہے بس اس لیے کہہ رہا ہوں“ شہریار نے کہا تو اس نے اس کا ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے ہمیشہ کی طرح آنکھوں سے لگایا تو وہ اسکے سر کو چوم گیا۔ ”میں پھر بھی جاننا چاہتی ہوں“ مریم نے کہا تو

اس نے گہری سانس بھری۔ "ابھی سننا ہے" شہریار نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "نہیں کل آج آپکو رعایت دی کیونکہ مجھے نیند آرہی ہے لیکن کل آپکو کوئی رعایت نہیں ملنے والی۔ کل آپ مجھے بتائیں گے اور اگر آپ نے نا بتایا تو میں اماں سائیں سے پوچھ لوں گی" مریم نے کہتے ساتھ آخر میں دھمکی لگائی تو وہ ہنس پڑا۔ "اسکی ضرورت نہیں پڑے گی کل میں تمھیں خود اپنا ماضی بتا دوں گا۔ اب یہ دودھ پیو پھر سو جانا" شہریار نے کہا اور دودھ کا گلاس اٹھاتے اسکے منہ سے لگایا تو وہ منہ بناتے پینے لگی جس پر وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ "چلو اب لیٹو شاباش" شہریار نے خالی گلاس واپس ٹیبل پر رکھتے کہا اور اسکے پیچھے تکیے کیے جس پر وہ لیٹ گئی۔ اسے اپنی جگہ پر ہوتے دیکھ وہ بھی اسکے قریب دراز ہوتے اسکا سر اپنے کندھے پر رکھتے نرمی سے اسے اپنے حصار میں لیتے اسکے بال سہلانے لگا جس پر مریم پُرسکون ہوتے آنکھیں موند گئی۔

"ماہ! بچے کیا سوچ رہی ہو "ضرار نے اسے پشت سے حصار میں لیتے پوچھا جو بالکونی میں کھڑی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ اسکے یوں یکدم حصار باندھنے پر وہ ہوش میں آئی اور چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو آئی برو اچکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کافی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا وہ بغیر کوئی بات کیے ایک ہی جگہ نظر ٹکائے کھڑی تھی۔ آج شام میں شاہجہاں بیگم نے عائشہ اور اسد کی رخصتی کی بات کرنے آنا تھا تبھی وہ دونوں یونی نہیں گئے تھے۔ "کچھ بھی نہیں ضار۔ بس ایسے ہی کھڑی ہوں" مہر ماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کرتے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام گیا۔ "جھوٹ نہیں بولتے ماہ۔ سچ بتاؤ کیا ہوا ہے" ضرار نے اسکی رخسار کو انگوٹھے سے سہلاتے پوچھا۔ "پتا نہیں۔ پر نا جانے کیوں دل گھبرا رہا ہے۔ جب سے اٹھی ہوں ایک عجیب سا ڈر لگ رہا ہے۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے آج اپنی سب سے قیمتی چیز کھو دوں گی اور آپ میرا سب سے قیمتی اثاثہ ہیں ضار اس لیے زیادہ ڈر لگ رہا

ہے۔ ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے کوئی آپکو مجھ سے چھین لے گا" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں صاف خوف ہچکولے کھا رہا تھا۔ "میری جان میں فقط تمھارا ہوں۔یہ ڈر دل سے نکال دو کہ کوئی مجھے تم سے چھین سکتا ہے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتی ہوں پر پھر بھی ڈر لگ رہا ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ بغیر کچھ کہے اسکے چہرے پر جھکا اور نرمی سے اسکے اندر کا ڈر نکالنے لگا جس پر مہرماہ بھی آنکھیں موندتے اسکے لمس کو محسوس کرنے لگی۔ "اس ڈر کو دل سے نکال کر پھینک دو۔میں صرف تمھارا ہوں۔جو مجھے تم سے دور کرنے کا سوچے گا میں اسکو زندہ زمین میں گاڑھ دوں گا پر خود کو تم سے دور نہیں ہونے دوں گا۔میں تمھارا ہوں اور مجھے مرتے دم تک تمھارا ہی رہنا ہے" ضرار نے سیدھے ہوتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے اسکے سرخ چہرے کو دیکھتے کہا تو مہرماہ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ "میں آپ سے بیت محبت کرتی ہوں ضار۔ اور محبت کھو جائے تو انسان لاوارث

ہوجاتا ہے مجھے کبھی لاوارث مت کریے گا ضار" مہرماہ نے نرمی سے کہا تو وہ اسے خود میں بھینچتے اسکا سر چوم گیا۔"میں بھی تم سے بہت محبت کرتا ہوں ماہ۔میری زندگی ہو تم اور اپنی زندگی سے دور جانے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا" ضار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"میں جانتی ہوں بس آج دل کو عجیب وسوسہ لگا ہے تبھی آپ کو بتا دیا" مہرماہ نے اسکے سینے پر ہولے سے لب رکھتے کہا تو وہ اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ روبرو کرگیا۔"فکر مت کرو میں کبھی تمھیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا

Cause I can't imagine my life without you. You're the only person I love with all my heart."

ضرار نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔"میں بھی آپکے بغیر جینے کا تصور نہیں کر سکتی" مہرماہ نے ہلکی سی ایڑھیاں اٹھاتے اسکی ٹھوڑی کو چوما تو وہ مسکرایا اور اسے واپس سینے سے لگا گیا۔"تو پھر پریشان ہونا چھوڑ دو۔وعدہ کرتا ہوں کبھی ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گا جس سے تمھیں اذیت ہو" ضرار

نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے دل کے مقام پر انگلی سے مہر ماہ لکھنے لگی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور اسکے سر پر گال ٹکا گیا۔ وہ جانتا تھا اب اسے کیا کرنا ہے۔

"کیسی ہو یشائم۔ شکر ہے تم آگئی ورنہ مجھے لگا کہ شاید تم نہیں آؤ گی" مریم نے یشائم کے گلے لگتے کہا۔ وہ لوگ ابھی آئے تھے اور آتے ہی سامنا مریم سے ہوا جو لان میں کھڑی انکا ویٹ کر رہی تھی اسے یوں اپنا ویٹ کرتے دیکھ یشائم کو اپنی بہن پر شدت سے پیار آیا تھا۔ "میں کیسے نا آتی میری جان۔ تم نے بلایا تھا اور میں بھلا اپنی بہن کی بات ٹال سکتی ہوں" یشائم نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو مریم نے نفی میں سر ہلایا۔ "کیسے ہیں ماہر بھائی آپ" مریم نے یشائم سے پیچھے ہوتے ماہ دیر سے پوچھا جس نے نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ "میں ٹھیک ہوں بچے آپ کیسی ہیں" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے جواب دیتے حوریہ

کو دیکھا جو شہریار کی گود میں چڑھی اسکی گال چوم رہی تھی۔ ”شہریار بھائی اسے آپ پسند آگئے ہیں“ میشائم نے شہریار سے کہا جو اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اسکا حال چال پوچھ رہا تھا۔ ”ہاں جی بھئی اچھی بات ہے نا میں اسکا چاچو جو ہوں“ شہریار نے کہا اور حوریہ کے سر پر لب رکھے جس پر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ ”آنی کا بچہ میرے پاس آجاؤ اب۔ چاچو کے ساتھ ہوگئی لاڈی بس اب آنی کی باری“ مریم نے اسکے پاس آتے کہا تو حوریہ فوراً بازو واء کرتے اسکی گود میں چڑھی جس پر مریم چٹا چٹ اسکے پھولے گال چوم گئی۔ جس پر سب ہی ہنس پڑے۔ ”چلو مریم اندر چلیں۔ اماں سائیں بھی انتظار کر رہی تھیں گڑیا کا آجاؤ“ شہریار نے اسے دیکھتے کہا جو حوریہ کو پیار کرنے میں مصروف تھی۔ ”جی چلیں۔ میشائم آؤ اندر چلیں۔ میں تمھیں اماں سائیں سے ملواتی ہوں وہ بہت اچھی ہیں“ مریم نے کہا اور اسکو لیے اندر بڑھ گئی۔ ”چل آجا تو بھی اندر“ شہریار نے ماہ دیر سے کہا تو ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ اندر کی جانب بڑھا

جہاں میشائم شاہجہاں بیگم سے مل رہی تھی جبکہ حوریہ اسد کی گود میں تھی۔ "واللہ ! کتنا پارا بچہ ہے یہ تو "اسد نے حوریہ کی سیب جیسی گال چومتے کہا تو سب اس کے بچوں کے سے انداز پر ہنس پڑے۔ "حولیہ پالی اے پل اپ تون ایں (حوریہ پیاری ہے پر آپ کون ہیں)" حوریہ نے اسد کو دیکھتے ماتھے پر ننھے ننھے بل ڈالتے پوچھا۔ "میں آپکا چاچو ہوں۔ہیں نا ماہ دیر "اسد نے جلدی سے پوچھا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی حوریہ آپ کے اسد چاچو ہیں" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا جس پر سب نے اسے دیکھا۔ "اللہ اللہ مینے اتے شالے تاتو (اللہ اللہ میرے اتنے سارے چاچو)" حوریہ نے یکدم ماتھے پر ہاتھ مارتے کہا تو سب نے پہلے حیرت سے اسے دیکھا پھر اگلے ہی پل لاؤنج میں قہقہے گونجے تھے۔ "اللہ اللہ حور "مریم نے ہنستے ہوئے کہا اور اسکی گال پر چٹکی کاٹی۔ "یہ تم نے سیکھایا ہے حوریہ کو "میشائم نے مریم کو دیکھتے کہا کیونکہ جس دن سے حوریہ مریم سے ملی تھی وہ اپنے ایک آدھ جملے میں اللہ اللہ

لازمی کہتی تھی۔ "ہاں تو میری بھانجی ہے۔ ساری اچھی اچھی باتیں مجھ سے سیکھے گی" مریم نے فخر سے کہا تو سب نے مسکراتے اسکی نظر اتاری۔ "ویسے حوریہ آپکے کتنے چاچو ہیں" اسد نے اس کی ناک پر چٹکی کاٹتے پوچھا۔ "اتے شارے ایں (اتنے سارے ہیں)" حوریہ نے دونوں بازو واء کرتے بتایا تو سب نے مسکراتے اسے دیکھا۔ "اچھا جی کون کون" اسد نے نرمی سے پوچھا۔ "جاری تاتو، چھیلی تاتو، اپ اول عامل تاتو (ضاری چاچو، شیری چاچو، آپ اور عامر چاچو)" حوریہ نے باری باری اپنے چاچو کے نام گنوائے تو سب ہنسے جبکہ عامر نام سنتے شاہجہاں بیگم کا دل اذیت سے دو چار ہوا تھا۔ انکے لڈو کا نام بھی تو عامر تھا۔ "آنی ذان جے تون ایں (آنی جان یہ کون ہیں)" حوریہ نے شاہجہاں بیگم کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔ وہ ان سے اب تک نہیں ملی تھی کیونکہ اسکے اندر آتے ہی اسد اسے پکڑتے لاڈ کرنے لگا تھا۔ "یہ آپکی بی جان ہیں حور" مریم کے جواب دینے سے پہلے شہریار نے کہا تو حوریہ نے شاہجہاں بیگم کو

دیکھا۔ ”بی ذان (بی جان؟)“ اس نے سوالیہ نظروں سے ماہ دیر کو دیکھا۔ ”جی میرا بچہ بی جان۔ بی جان وہ ہوتی ہیں جو سب کی دادو ہوں۔ مطلب میری، آپکی ماما کی، آپکی آنی کی، آپکے چاچو کی اور سب کی۔ تو یہ آپ کی بھی بی جان ہیں ٹھیک ہے“ ماہ دیر نے اس کی عقل کے مطابق سمجھایا تو اس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا اور اسد کی گود سے نیچے اترتے شاہجہاں بیگم کی طرف بڑھیں جنھوں نے نرمی سے اسے پکڑتے اپنے پاس بٹھایا۔ ”بی ذان حولیہ تو اپ اتی لدی (بی جان حوریہ کو آپ اچھی لگیں)“ حوریہ نے صوفے پر کھڑے ہوتے انکی گال پر لب رکھے تو سب مسکرائے جبکہ شاہجہاں بیگم نے اسکا ماتھا چوما۔ ”میرا بچہ آپ بھی اپنی بی جان کو بہت اچھی لگیں۔ اللہ پاک میری گڑیا کی مسکراہٹ ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور تمھارے نصیب بہت اچھے کرے“ شاہجہاں بیگم نے اسکو دعا دی تو سب نے آمین کہا جبکہ حوریہ نے مسکراتے ان کی گردن کے گرد حصار باندھتے انکے کندھے پر سر رکھا۔ سب کو حوریہ پر شدت سے پیار آرہا

تھا۔وہ سب ہی ضرار سے اسکے بارے میں سن چکے تھے پر وہ اتنی ہنس مکھ ہے یہ دیکھ ان سب کو حوریہ بڑی پیاری لگ رہی تھی۔

"عامر آپکے گھر والے ہماری شادی کے بارے میں نہیں جانتے تو کیا وہ غصہ ہونگے" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔وہ لوگ دوپہر بارہ بجے سوات سے نکلے تھے اب قریباً تین بجے راولپنڈی پہنچے تھے لیکن گھر پہنچتے پہنچتے انھیں ابھی پندرہ بیس منٹ لگنے تھے۔عامر تو کافی خوش تھا جبکہ ثانیہ تھوڑی نروس تھی جس پر وہ بار بار عامر سے کوئی نا کوئی سوال پوچھ رہی تھی۔"میری جان وہ کیوں غصہ کریں گے" عامر نے ہنستے پوچھا۔"کیونکہ آپ نے اپنی مرضی سے مجھ سے شادی کی ہے تو آپکے گھر والوں کو غصہ آئے گا نا" ثانیہ نے کہا تو اس نے مسکراتے نفی میں سر ہلایا۔"میں مرد ہوں ثانیہ اور میں اپنے فیصلے خود کر سکتا ہوں۔آپ سے شادی میں نے اپنی مرضی سے کی ہے اور اس فیصلے پر

کوئی اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ میں کسی کو اجازت کا محتاج نہیں ہوں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسے دیکھا۔"اللہ آپ کو اپنے علاوہ کسی کا محتاج نا کرے"ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکراتے اسکی طرف ہلکا سا جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا جس پر وہ آنکھیں موند گئی۔"بس کچھ دن اور پھر میں آپ کو اپنے دل کا حال بتاؤں گی۔بتاؤں گی کہ مجھے آپ سے کس قدر محبت ہے" ثانیہ نے اسکے سیدھے ہونے پر گہری سانس بھرتے دل میں کہا اور اسے دیکھنے لگی جو اسکی محبت تھا۔وہ محبت کرنے لگی تھی اپنے شوہر سے اور اس بات پر وہ جتنا خوش تھی اسے بیان نہیں کرسکتی تھی۔اس نے ابھی تک عامر کو نہیں بتایا تھا پر وہ بہت جلد اسے بتانے کا ارادہ رکھتی تھی۔"ہم پہنچ گئے بلآخر۔ میں بہت ایکسایٹڈ ہوں ان سے ملنے کو" عامر کی آواز پر اس نے ہوش میں آتے سامنے دیکھا لیکن سامنے نظر پڑتے ہی ثانیہ کی آنکھیں پھیلیں جب کہ چہرے پر واضح خوف نمایاں ہوا کیونکہ انکی گاڑی ملک ولا کے باہر رکی تھی۔ شہریار کے

گھر کے باہر۔وہ عامر کو دیکھنے میں اتنی مصروف تھی کہ اس نے راستے کی طرف دیکھا ہی نا تھا اور اب یہاں آکر اس گھر پر نظر پڑتے اسکا دل خوف سے دھڑکا تھا۔"یی۔۔یہ آپکا۔۔گھر۔۔۔ہے" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا جو کھڑکی سے باہر کھڑے گارڈ کو دروازہ کھولنے کا کہہ رہا تھا جس نے عامر کی بات سنتے دروازہ کھول دیا تھا۔وہ گارڈ یہاں عامر نے ہی بھیجا تھا تبھی اس نے فوراً اسے آنے دیا۔"جی یہ میرا گھر ہے۔میرے مورے بابا کا گھر جہاں میری دادو اور میرے بھائی رہتے ہیں" عامر نے مسکراتے بتایا اور گاڑی پورچ میں لاتے روکی جبکہ اس کی بات سنتے ثانیہ کی جان صحیح معنوں میں نکلی۔وہ شہریار کا بھائی تھا۔پر ایسا کیسے ہوسکتا تھا۔شہریار نے تو کبھی ذکر ہی نہیں کیا تھا۔ثانیہ نے شدت سے آنکھیں میچیں یکدم اسکے ذہن میں جھماکا ہوا۔عامر کا نام "عامر عزیز ملک" تھا۔وہ کیسے اس بات پر پہلے غور نا کرسکی۔اسے اب اپنی بے وقوفی کا اندازہ ہورہا تھا۔آج اسکا ماضی اسکے سامنے آنے والا تھا۔اسکا ڈر تھا کہ بڑھتا جارہا

تھا۔ ”چلیں آئیں مسز“ عامر نے گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر آتے اسکی سائیڈ کا دروازہ کھولتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلایا جو اسکے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ اس نے اپنے بدن میں ہونے والی لرزاہٹ کو بامشکل قابو کیا اور اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں تھماتے اسکے ساتھ گاڑی سے باہر آتے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ اسکا دل اس وقت حد درجہ زیادہ تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ”ہاہاہا اشڈ تاتو پتو مذے (ہاہاہاہاہا اسد چاچو پکڑو مجھے)“ وہ دونوں اندر آئے تو انکے کانوں سے حوریہ کی آواز ٹکرائی جس پر ان دونوں نے سامنے دیکھا جہاں اسد حوریہ کے پیچھے بھاگ رہا تھا جبکہ باقی سب صوفے پر بیٹھے ہنس رہے تھے۔ ”اپھو۔۔تاتو ! ! “ حوریہ ابھی یونہی بھاگ رہی تھی جب اسکی نظر ثانیہ اور عامر پر پڑی جس پر وہ چلائی اور بھاگتے آتے عامر کی ٹانگوں سے لپٹ گئی جس پر اس نے جھکتے اسے اٹھایا اور باقی سب کو دیکھا جو حوریہ کی آواز پر انکی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ انھیں دیکھ ماہ دیر اور یشائم مسکرائے تھے وہی

شہریار کے علاوہ باقی سب حیرت سے ثانیہ کو دیکھ رہے تھے جو مکمل عبائے میں ملبوس چہرے کے گرد حجاب باندھے معصوم لگ رہی تھی جب کہ شہریار کی آنکھوں میں ثانیہ کو دیکھتے جو نفرت اتری تھی۔ان سب کے برعکس شاہ جہاں بیگم کی نظریں عامر کے چہرے پر تھیں جو ہوبہو عزیز ملک جیسا لگ رہا تھا۔"گڑ "اسے دیکھ ماہ دیر نے آگے بڑھتے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی لاؤنج میں شہریار کی دھاڑ اسے روک گئی۔"تم یہاں کیا کر رہی ہو" شہریار نے دھاڑتے ہوئے ثانیہ سے پوچھا تو وہ لرزی تھی۔جبکہ ماہ دیر، یشائم اور عامر نے حیرت سے اسے دیکھا تھا جو غصے سے اب چلتے ثانیہ کے عین سامنے کھڑا تھا۔"شہریار یہ کس لہجے میں میری بہن سے بات کر رہے ہو" ماہ دیر نے آگے بڑھتے پوچھا۔"بہن؟ یہ تمھاری سگی بہن تو نہیں ہے ماہ دیر اور جانتے ہی کیا ہو تم اپنی اس بدکردار" شہریار کی بات پوری ہونے سے پہلے عامر اس کی بات کاٹ گیا۔ "شہریار اپنی حد میں رہو میری بیوی کے بارے میں بکواس کی تو تمھاری

زبان کاٹ دوں گا" عامر نے آگے ہوتے ثانیہ کو اپنی پشت کے پیچھے کرتے براہ راست شہریار کی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "بیوی؟ نائس تو مس ثانیہ سکندر نے بلآخر شادی کرلی۔یہی ہے نا وہ امیر زادہ جس کے لیے تم عین ہمارے نکاح والے دن بھاگ گئی تھی" شہریار نے عامر کو جواب دینے کی بجائے ثانیہ سے پوچھا تو عامر اور ماہ دیر نے ثانیہ کو دیکھا جو انکے دیکھنے پر شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔اپنے بھائی اور شوہر کے سامنے گزری باتوں کا تذکرہ اسے بے حد شرمندہ کررہا تھا جبکہ شہریار نفرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایسا نہی تھا کہ وہ اسکے لیے کوئی جذبات رکھتا تھا پر وہ اپنی اس بے عزتی کے متعلق اس سے جاننا چاہتا تھا۔"ثانیہ یہ کیا کررہا ہے شہریار۔نکاح والے دن آپ بھاگ گئی۔کیا مطلب ہے اس بات کا بیٹا" ماہ دیر نے آگے بڑھتے ثانیہ کو دیکھتے پوچھا جو چہرہ جھکائے کھڑی تھی جبکہ عامر اپنی جگہ پتھر ہوا کھڑا تھا۔ثانیہ شہریار کی سابقہ منگیتر تھی۔وہ لڑکی جس نے اسکے بھائی کو اذیت دی تھی۔اس

نے کبھی پہلے ثانیہ کو نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ ایک لڑکی تھی اور ایک لڑکی کی تفصیل نکلوانا وہ معیوب سمجھتا تھا تبھی اس نے اس معاملے کو رفع دفع کرتے اپنے گارڈز کو ثانیہ کے متعلق کسی بھی قسم کی تفصیلات اکٹھی کرنے سے منع کیا تھا۔پر اب اسے لگ رہا تھا اسے کرنی چاہیئے تھی اسے شہریار کی سابقہ منگیتر کی معلومات اکٹھی کرنی چاہیئے تھی تاکہ آج اسے اس کربناک حقیقت کا سامنا تو نا کرنا پڑتا کہ اسکی بیوی اسکے چھوٹے بھائی کی منگیتر تھی۔اسکی بیوی وہ لڑکی تھی جو اسکے بھائی کے ساتھ رشتہ ہونے کے باوجود اسے ذلیل کرنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔جو اسکے بھائی کو عین نکاح والے دن چھوڑ کر جاچکی تھی۔"بھائی ۔۔۔وہ"ثانیہ نے کچھ کہنا چاہا پر شہریار بول پڑا۔"کیا وہ۔میں بتاتا ہوں ماہ دیر۔یہ لڑکی میری منگیتر تھی۔نکاح ہونے والا تھا ہمارا پر یہ بدکردار لڑکی ہمارے نکاح سے چند گھنٹے پہلے اپنے کسی عاشق کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ اس نے نا اپنی عزت کی پرواہ کی، نا میری اور نا اپنے باپ کی" شہریار نے کہا تو

ثانیہ کی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے جبکہ ماہ دیر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ”ثانیہ گڑیا یہ سچ ہے“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے عامر کو دیکھا جو بے تاثر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”گڑیا بتاؤ یہ سچ ہے“ ماہ دیر کے دوبارہ پوچھنے پر اس نے ہولے سے ہاں میں سر ہلایا اور عامر کی طرف قدم بڑھائے۔ ”عا۔۔مر“ ثانیہ نے اسکے قریب ہوتے اسے پکارا پر اس نے کوئی جواب نا دیا۔ ”عا۔۔مر۔۔ پلیز۔۔کچ۔۔ کچھ۔۔بولیں ۔۔آپ۔۔کی۔۔خاموشی۔۔ مم۔۔مجھے۔۔ڈرا۔۔رہی۔۔ہے“ ثانیہ نے کہتے اسکے ہاتھ تھامنے چاہے پر وہ رخ موڑ گیا جس پر ثانیہ کی سانس رکی۔ ”عامر۔۔ مجھ سے۔۔ رخ۔۔کیوں موڑ۔۔رہے۔۔ہیں۔۔پلیز۔۔ میری بات۔۔ سنیں۔۔پلیز“ ثانیہ نے اسکے رخ موڑنے پر اسکی بازو پکڑتے کہا جس پر عامر نے اسے دیکھا۔ ”آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا“ ثانیہ عامر نے حوریہ کو نیچے اتارتے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”مم۔۔میں۔۔ڈر۔۔گئی۔۔ تھی

۔۔عامر۔۔میں۔۔نہیں۔۔جانتی۔۔تھی۔۔شہریار۔۔آپکے۔۔بھائی۔۔ہیں "ثانیہ نے کہا تو عامر نے دکھ سے اسے دیکھا۔"ڈر گئیں تھی آپ۔ثانیہ اپنے ڈر میں آپ جانتی بھی نہیں ہیں آپ کیا کر چکی ہیں۔ آپ میرے بھائی کی منگیتر تھیں یار۔کیسے ہضم کروں میں یہ بات" عامر نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے بے بسی سے کہا تو اسکے آنسو مزید تیزی سے بہنے لگے جبکہ باقی سب اسکے یوں شہریار کو اپنا بھائی کہنے پر حیران ہوئے۔"عامر۔۔مجھے۔۔ معاف ۔۔کردیں۔۔پلیز" ثانیہ نے کہا تو اس نے بے بسی سے آنکھیں بند کرتے کھولیں۔"معاف؟ کیسے کروں ثانیہ۔کیسے کروں آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں چلیں آپ نہیں جانتی تھیں شہریار میرا بھائی ہے پر یہ تو بتا دیتی نا کہ پہلے بھی کسی کے ساتھ منسلک تھیں آپ" عامر نے اسکے بازو پکڑتے اسے جھٹکا دیتے کہا تو ثانیہ نے ہچکی بھری۔"میری بات سنیں آپ جو بھی ہیں اپنی بیوی کو پکڑیں اور اپنے گھر چلے جائیں" شہریار نے عامر کو کہا تو اس نے شہریار کو دیکھا۔"میں

اپنے گھر ہی آیا ہوں شہریار" عامر نے ثانیہ کی بازو چھوڑتے کہا تو شہریار نے اچھنبے سے اسے دیکھا جبکہ ماہ دیر نے فوراً آگے ہوتے ثانیہ کو اپنے سینے سے لگایا جو ہچکیاں بھرتے رو رہی تھی۔ "کیا مطلب آپکا گھر" شہریار نے کہا تو وہ بغیر کچھ کہے شاہجہاں بیگم کی طرف بڑھا۔ "یہ تو تب اس دنیا میں بھی نہیں تھا پر آپ تو اپنے لڈو کو پہچانتی ہیں نا دادو" عامر نے کہا تو شاہ جہاں بیگم نے بے یقینی سے اسے دیکھا جس پر عامر نے اپنے موبائل کا لاک کھولتے ایک تصویر نکالتے ان کے سامنے کی جسے دیکھ شاہجہاں بیگم کی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے۔ وہ تصویر عامر کی پہلی سالگرہ کی تھی جہاں وہ عزیز ملک کی گود میں تھا جب کہ طوبیٰ انکے ساتھ کھڑی تھی اور شاہجہاں بیگم کرسی پر بیٹھیں تھیں۔ انھوں نے اس تصویر کو دیکھتے اسے دیکھا جو انھیں دیکھ رہا تھا۔ "لڈو" شاہجہاں بیگم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "جی دادو لڈو آپکا لڈو" عامر نے انکے ہاتھ تھامتے پوچھا تو وہ اسکے ساتھ لگتے رونے لگیں۔ "لڈو میرا بچہ۔ تم زندہ ہو۔ تم

کہاں تھے" شاہجہاں بیگم نے اسکا ماتھا چومتے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "لمبی کہانی ہے دادو۔آپ کو سب بتاؤں گا۔ابھی ان دونوں کو بتائیں میں انکا کیا لگتا ہوں اور مجھے اپنے حصار میں لے لیں میں بہت ترسا آپکے لیے" عامر نے اپنے آنسو ضبط کرتے کہا تو شاہجہاں بیگم واپس اسکے سینے سے لگتے رونے لگیں۔انکا پوتا زندہ تھا۔یہ انھیں معجزہ لگا۔جس پوتے کی لاش تک ایکسیڈینٹ میں جل گئی تھی وہ زندہ تھا۔ "میرا لڈو۔دادو کی جان" شاہجہاں بیگم اسکے ہاتھوں کو چومتے بول رہیں تھیں جب کہ وہ نم آنکھوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ "آپکے لڈو نے آپکو بہت یاد کیا دادو" عامر نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چوم گئیں۔ "اماں سائیں یہ کون ہیں اور یہ آپکو دادو کیوں کہہ رہے ہیں" اسد نے حوریہ کو میشائم کو پکڑاتے کہا اور شاہجہاں بیگم کے پاس آیا۔ "یہ تمھارا بھائی ہے اسد۔تمھارا اور شہریار کا بڑا بھائی۔یہ اس گھر کا بڑا بیٹا ہے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو مریم شہریار اور اسد نے حیرت سے عامر کو دیکھا۔ "بھائی؟ پر ہم تو صرف دو بھائی ہیں۔ہمارے

کوئی بڑے بھائی بھی ہیں۔دادو ہمیں کسی نے بتایا کیوں نہیں" اسد نے حیرت سے پوچھا۔"تم دونوں کی پیدائش سے پہلے ایک حادثہ ہوا تھا جس میں ہم سب نے یہی سوچا تھا کہ عامر ہمیں چھوڑ کر جا چکا تھا تبھی عزیز نے سب کو منع کر دیا تھا کہ اب کوئی اس واقعے کا ذکر نہیں کرے گا اس لیے تم دونوں بھی انجان ہو" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اسد نے عامر کو دیکھا جو اسے اور شہریار کو دیکھ رہا تھا۔"آپ میرے بھائی ہیں" اسد نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسد کی بازو پکڑتے اسے اپنے گلے لگایا۔اسکے یوں اچانک گلے لگانے پر اسد ایک پل کو تھما پر اسکے وجود سے ہو بہو عزیز ملک جیسی آتی خوشبو پر اس نے عامر کے گرد حصار باندھا اور اس کے کندھے میں چہرہ چھپایا۔"میرا بیٹا۔میں جانتا ہوں تم دونوں انجان ہو پر میں تم دونوں سے بہت پیار کرتا ہوں" عامر نے اسد کا سر چومتے کہا تو اسکے لہجے اور لمس میں موجود شفقت محسوس کرتے اسد نے آنکھیں موندی۔"مجھے آپکا پتا تو نہیں پر آپ میرے

بھائی ہیں۔ مجھے آپکے سینے سے لگتے سکون مل رہا ہے" اسد نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا ماتھا چومتے شہریار کو دیکھا جو اس سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے اس نے اپنا دوسرا بازو واء کرتے اسے بلایا تو شہریار نے شاہجہاں بیگم کو دیکھا جنھوں نے اسے اشارہ کیا تو وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اسکے گلے لگا جس پر عامر اسے بھی خود میں بھینچتے اسکا سر چوم گیا۔ "میری جان میرے بھائی" عامر نے ان دونوں کے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو وہ دونوں بھی اس کے گرد حصار مضبوط کر گئے۔ "آپ کہاں تھے اتنا عرصہ "شہریار نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "میں سوات میں تھا۔ کیوں تھا یہ میں ابھی تمھیں بتاؤں گا" عامر نے کہا اور باری باری انکا ماتھا چومتے کہا اور ان سے پیچھے ہٹتے اپنی آنکھیں صاف کرتے مڑ کر ثانیہ کو دیکھا جو روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے گہری سانس بھری اور اسکی طرف قدم بڑھانے لگا پر اسکے آگے بڑھنے سے پہلے شہریار نے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے روکا۔ "کیا ہوا شیری"

عامر نے اسے دیکھتے پوچھا جو ثانیہ کو نفرت سے دیکھ رہا تھا۔ ”آپ اس لڑکی سے کوئی رشتہ نہیں رکھیں گے“ شہریار نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا جبکہ شہریار کی بات سنتے ثانیہ نے نفی میں سر ہلاتے عامر کو دیکھا۔ ”وہ میری بیوی ہے شیری“ عامر نے کہا تو شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔ ”آپکی اس بیوی نے میرے ساتھ بہت بُرا کیا ہے اور یہ آپکے ساتھ بھی صرف دولت کیلئے ہے“ شہریار نے کہا تو عامر نے گہری سانس بھری۔ ”ایسا۔ ۔نہی۔ ۔ہے ۔۔عامر“ ثانیہ نے شہریار کی بات سنتے تڑپ کر کہا۔ ”آپ چپ رہیں۔ ہم بھائیوں کے درمیان بولنے کا آپکو کوئی حق نہیں۔ بھائی ! شہریار بھائی سچ کہہ رہے ہیں۔ جب انکا نکاح بھائی سے ہونے والا تھا اس سے دو دن پہلے میں نے اور میری بیوی نے انھیں ایک غیر مرد کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بیٹھے دیکھا تھا پر ہم نے بھائی کو نہیں بتایا تھا۔ یہ اچھی نہیں ہیں بھائی“ اسد نے فوراً ثانیہ کو سپاٹ انداز میں جواب دیتے عامر سے کہا تو اس نے ثانیہ کو دیکھا جو زار و زار رو رہی تھی۔ ”اسد میری بہن

کے بارے میں بات کر رہے ہو تم" ماہ دیر نے اسد کی بات پر انگلی اٹھاتے کہا۔"میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ماہ دیر" اسد نے بھی جواباً سخت لہجے میں کہا۔"اس لڑکی کے آنسوؤں پر مت جائیں بھائی۔اس کی اس جھوٹی معصومیت میں، میں بھی پھنسا تھا۔اسے یہاں سے بھیج دیں۔یہ پہلے ہی ہماری زندگیوں سے کھیل چکی ہے پر اب میں اسکا سایہ بھی ہمارے گھر پر نہیں پڑنے دوں گا" شہریار نے سرد و سپاٹ لہجے میں کہا تو عامر نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ثانیہ بول اٹھی۔"میں۔۔آپ سب۔۔سے معافی۔۔مانگ لوں۔۔گی۔۔پلیز۔۔میں جانتی ہوں۔۔ میں نے بہت۔۔غلط کیا۔۔پر۔۔میں شرمندہ ہوں" ثانیہ نے کہا تو شہریار استہزائیہ ہنسا۔"شرمندہ ! اوہ پلیز مس ثانیہ سکندر شرمندہ نہیں ہو سکتی۔چپ چاپ اپنا یہ ڈرامہ بند کرو اور میرے بھائی کی زندگی سے نکل جاؤ کیونکہ تمھیں اس گھر میں تو نہیں رکھ سکتے ہم۔جتنی تم مکار ہو تمھیں لگتا ہے میں تمھاری بات کا یقین کروں گا" شہریار

نے کہا تو ثانیہ نے عامر کو دیکھا۔ "عا۔۔مر۔۔پلیز۔۔آپ کہیں ۔۔نا سب سے۔۔میں معافی۔۔مانگ۔۔لیتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو عامر نے شہریار کو کچھ کہنے کو لب واء کیے۔ "مجھے کچھ بھی کہنے سے پہلے ایک بار یہ دو نوٹ پڑھ لیں اور ایک ریکارڈنگ سن لیں" شہریار نے اپنا موبائل نکالتے عامر کے سامنے کی جس میں ایک اس نوٹ کی تصویر کی جو ثانیہ اپنے نکاح والے دن چھوڑ کر گئی تھی اور دوسری کسی اور کی تھا جو کب کا تھا وہ صرف شہریار جانتا تھا جبکہ ساتھ ہی اسے ثانیہ کی اس کال کی ریکارڈنگ سنائی جو اس نے شہریار کی برات والے دن کی تھی۔ اسے سنتے سب نے عامر کو دیکھا جسکا چہرے پر اب غصہ نمودار ہوا تھا جبکہ اس ریکارڈنگ کو سنتے ثانیہ کی جان نکلی تھی۔یہ وہی کال تھی جو اس نے پروین بیگم کے کہنے پر شہریار کو کی تھی پر وہ کن خطوط کی بات کر رہا تھا وہ ثانیہ سمجھ نا سکی۔ "عامر" اس نے اپنی صفائی دینے کی غرض سے اسے پکارا پر وہ ہاتھ اٹھاتے اسے روک گیا۔ "ماہ دیر اپنی بہن کو لے جاؤ" عامر نے ثانیہ کو

دیکھے بغیر کہا تو ماہ دیر اور میشائم نے بے یقینی سے اسے دیکھا جبکہ ثانیہ نے ٹوٹے کانچ کی کرچیاں آنکھوں میں سموئے اسے دیکھا۔جو اسے آج اپنا نا لگا بلکہ وہ تو بس آج ملک فیملی کا بیٹا بنا تھا اسکا شوہر نہیں۔"عامر یہ تو کیا کہہ رہا ہے گڑیا کو کم ازکم صفائی کا موقع تو دے" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے گہری سانس بھری۔

"موقع کیا موقع دوں۔کیا ان ثبوتوں کے بعد بھی کسی صفائی کی ضرورت ہے۔یہ اس قدر سفاک ہیں مجھے اندازہ نا تھا" عامر نے اذیت سے کہا۔"عامر وہ بدل چکی ہے یہ بات تو بھی جانتا ہے" ماہ دیر نے اب کی بار سختی سے کہا۔"فطرت کبھی نہیں بدلتی۔دھوکہ دینے انکی فطرت میں ہے۔پہلے میرے بھائی کو دھوکا دیا۔کل مجھے بھی دے دیں گی" عامر نے کہا تو ثانیہ نے سانس روکتے اسے دیکھا۔جو آج روح چھلنی کرنے والے الفاظ بول رہا تھا۔وہ مانتی تھی اس نے بُرا کیا ہے پر کیا وہ نہیں جانتا تھا وہ اب ویسی نہیں رہی۔"عامر" ثانیہ نے اسکی بات سنتے اسے پکارا۔"مرگیا عامر اور اسے مارا ہے آپ نے۔چلی جائیں یہاں

سے" عامر نے سپاٹ انداز میں کہا تو ثانیہ لڑکھڑائی پر ماہ دیر نے اسے تھام لیا تھا۔ "عامر تو پاگل ہے۔ ماضی کی غلطیوں کو بنیاد بنا کر اپنوں کو نہیں چھوڑتے ثانیہ بیوی ہے تیری تو یوں اسکی غلطیوں کیلئے اسے نہیں چھوڑ سکتا" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے ثانیہ کو دیکھا جو اذیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "بیوی ہیں اس لیے نہیں چھوڑ سکتا۔ تو اگر وہ رشتہ ہی نا رہے تو" عامر نے ثانیہ کے چہرے سے نظریں ہٹاتے ماہ دیر کو کہا اس کی بات کا مطلب سمجھتے ماہ دیر بے یقین ہوا جبکہ ثانیہ کا سانس رکا۔ "کیا مطلب ہے تیرا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے مٹھیاں بھینچتے اپنے اندر اٹھنے والی اذیت کو نظر انداز کرتے استہزائیہ ہنستے ثانیہ کو دیکھا۔ "ہمارا رشتہ محض تین ماہ کا سمجھوتہ تھا۔ تین ماہ پورے ہو گئے۔ انکے مجرم کو سزا مل گئی اب ہمارا رشتہ ختم۔ تم انھیں لے جاؤ میں بہت جلد طلاق نامہ بھجوا دوں گا" بات تھی یا پگھلا سیسہ جو ثانیہ کے کانوں میں انڈیلا گیا تھا۔ اور اتنی سفاکیت سے کہ اسکی آنکھوں کی جنبش تک رک گئی۔ "عامر تمھیں اندازہ

ہے کیا بکواس کر رہے ہو۔ تم میری بہن کی ماضی کی غلطیوں پر اسے طلاق دے رہے ہو۔ گناہ ہے یہ ! ! ! " ماہ دیر نے چلاتے کہا تو عامر نے مٹھیاں بھینچی۔ "میں ماضی کو بنیاد بناتے نہیں دے رہا۔ انکی اور میری شادی ایک کانٹریکٹ میرج تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں اب مدت پوری ہوئی تو ہمارے راستے بھی آج سے جدا ہو گئے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ اب اسکی آنکھوں سے آنسو نہیں بہہ رہے تھے بلکہ اسکی آنکھیں مردہ تھیں۔ ایک پل کو اسکی آنکھیں دیکھتے عامر سمیت سب کانپے تھے۔ وہ ماہ دیر سے بازو چھڑاتے آگے بڑھی اور عین عامر کے سامنے آتے کھڑی ہوئی۔ "آپ۔۔۔نے۔۔وعدہ۔۔کیا۔۔تھا کہ۔۔مجھے کبھی۔۔نہیں چھوڑیں گے" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا۔ "تب کیا تھا جب آپکو بھرپور طریقے سے نہیں جانتا تھا پر اب جب جان گیا ہوں تو خود پر افسوس ہو رہا ہے کہ آخر کیوں ایسے وعدے کر بیٹھا" عامر نے سپاٹ انداز میں کہا۔ "عامر۔۔میں نے۔۔شہریار

کے۔۔ساتھ غلط کیا ہے۔۔میں۔۔ان سے۔۔معافی مانگ۔۔لوں گی۔۔۔ پاؤں۔۔پکڑ لوں گی۔۔پر پلیز۔۔مجھے مت چھوڑیں۔۔ میں آپ سے محبت کرتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو عامر کا چہرہ مزید سخت ہوا جبکہ شہریار سمیت سب نے حیرت سے ثانیہ کو دیکھا۔یہ کونسا روپ دیکھ رہے تھے وہ ثانیہ کا۔وہ مغرور لڑکی جو اپنی غلطی مانتی تک نہیں تھی آج صرف اپنے شوہر کی جدائی کے ڈر سے شہریار کے پیروں میں بیٹھتے اس سے مانگنے کو تیار تھی۔"ہم میں سے کسی کو آپکی معافی نہیں چاہیئے۔آپ جا سکتی ہیں اور ہاں ایک اہم بات میں آپ سے محبت نہیں کرتا" عامر نے کہا تو ثانیہ کی رہی سہی طاقت بھی ختم ہوئی۔"عامر اتنے سفاک الفاظ استعمال مت کرو کہ کل کو خود سے ہی نظریں نا ملا سکو" ماہ دیر نے اسکی بات سنتے کہا۔"میں کچھ غلط نہیں کہہ رہا" عامر نے سفاکیت کی حد کرتے کہا تو وہ اذیت سے مسکرائی۔"میں غلط نہیں کہتی سب۔۔کے لیے مجھے چھوڑنا سب۔۔سے آسان ہے۔۔آپ بھی۔۔سب میں شامل ہوگئے" ثانیہ

نے کہا اور اپنے قدم شہریار کی طرف بڑھائے۔ ”میں جانتی ہوں میں
نے۔۔آپکے ساتھ بہت بُرا کیا پر ہوسکے۔۔تو مجھے معاف کردیں۔۔کیونکہ میں
نے۔۔جو آپکے ساتھ۔۔کیا اسکی۔۔سزا مجھے مل گئی ہے۔۔اگر آپ
نہیں۔۔کرنا۔۔چاہتے تو بھی کوئی بات نہیں۔۔میں واقعی۔۔معافی کے لائق
نہیں“ ثانیہ نے شہریار کے سامنے ہاتھ جوڑتے معافی مانگی تو نا جانے کیوں
شہریار کو اس پر ترس آیا۔ ”گڑیا چلو یہاں سے“ ماہ دیر جو تب سے یہ سب دیکھ
رہا تھا۔ان سب کو یونہی بے حس کھڑے دیکھ آگے بڑھا اور جاتے ثانیہ کی
بازو پکڑتے کہا تو اس نے اسے دیکھا جسکی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔اس نے
ہاں میں سر ہلایا اور ماہ دیر کے ساتھ چل پڑی جبکہ میشائم بھی حوریہ کو یونہی گود
میں پکڑے اسکے پیچھے بڑھی۔ ”ثانیہ“ ابھی وہ لوگ دروازے کے قریب پہنچے
تھے جب عامر نے اسے پکارا جس پر اس نے جھٹکے سے مُڑتے اسے
دیکھا۔ ”آپکا موبائل۔طلاق نامہ بہت جلد آپکو مل جائے گا۔میری دعا ہے کہ

اللہ آپ کو کل کائنات کی ساری خوشیاں عطا کرے" ثانیہ عامر نے اسے اس کا موبائل پکڑاتے کہا تو ثانیہ کی آنکھوں سے پھر آنسو نکلتے رخسار پر بہنے لگے۔"میری کل کائنات۔۔تو آپ ہیں۔۔۔آپ ہی نہیں ہونگے۔۔تو خوشیوں کا کیا۔۔کروں گی" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا تو عامر کا دل کٹا تھا۔وہ ہیزل آنکھیں جن میں اسے آنسو برداشت نہیں تھے آج ان میں وہ خود دریا بہا رہا تھا۔پر جو ثانیہ نے کیا تھا وہ قابلِ معافی ہرگز نہیں تھا۔"خدا حافظ" عامر نے کہا اور واپس اندر شاہجہاں بیگم کے پاس جاتے کھڑا ہوگیا جبکہ وہ ماہ دیر کے ساتھ باہر نکل گئی۔ثانیہ نہیں جانتی تھی کہ راولپنڈی آنا اسے اتنا مہنگا پڑے گا کہ اس پر جان نچھاور کرنے والا اسکا شوہر یوں اسکو چھوڑ دے گا۔"میشی تم اور گڑیا گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں" پورچ میں آتے ماہ دیر نے ان دونوں کو گاڑی میں بٹھاتے میشائم سے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو شدید غصے میں لگ رہا تھا۔"آپ کہاں جارہے ہیں" میشائم نے پوچھا تو وہ ایک منٹ میں آنے کا

کہتے اندر کی جانب بڑھ گیا۔جہاں وہ سب لوگ صوفے پر بیٹھے تھے جبکہ عامر اپنا سر ہاتھوں میں گرائے ہوئے تھا۔ماہ دیر چلتے سیدھے اس کے پاس گیا اور اسکا کالر پکڑتے اسے کھڑا کرتے پوری قوت سے اسکے منہ پر مکہ مار گیا۔"میری بہن سے دور رہنا عامر۔ورنہ میں تمھیں زندہ گاڑھ دوں گا اور خبردار جو اس سے یا مجھ سے کسی قسم کا کوئی رابطہ کرنے کی کوشش کی۔اس دن گڑیا کیلئے تو مجھ سے اپنا ناطہ توڑ کر گیا تھا آج اسی گڑیا کیلئے میں تجھ سے ہر رشتہ ختم کرتا ہوں۔میری بہن کوئی لاوارث نہیں ہے جسے تو اپنے اس بھائی کیلئے چھوڑ رہا ہے۔اس بھائی کیلئے جو اپنی شادی میں خوش ہے اور بہت جلد باپ کے عہدے پر فائز ہونے والا ہے" ماہ دیر نے کہا تو عامر کچھ نا بولا۔"تمھاری بہن نے میرے ساتھ اور میرے گھر والوں کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔وہ ہماری عزت کی پرواہ کیے بغیر اپنے کسی عاشق" شہریار کی بات پوری ہونے سے پہلے ماہ دیر دھاڑا تھا۔"وہ کسی کے ساتھ نہیں بھاگی تھی۔پوچھ لینا اپنے بھائی سے۔اور خبردار

اگر تم نے یا تمھارے بھائی نے میری بہن کے متعلق ایک لفظ بھی کہا چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔ اور تم عامر ملک تم میری بہن کو طلاق دینا چاہتے ہو شوق سے دو میری بہن مجھ پر بوجھ نہیں ہے وہ میرے لیے میری اولاد جتنی اہم ہے۔ میں اپنی گڑیا کا خیال رکھ لوں گا۔ میری بہن لاوارث نہیں ہے جسے تم لوگ کچھ بھی کہو اور تم سے کوئی پوچھے گا نہیں۔ اب میری بہن کے بارے میں بکواس کرنے سے پہلے یاد رکھنا اسکا بھائی زندہ ہے اور اپنی گڑیا کیلئے کسی کی بھی جان نکالنے کی ہمت رکھتا ہے" ماہ دیر نے کہا اور عامر کا کالر چھوڑا۔

"عامر ملک میری بہن کے سائے سے بھی دور رہنا۔ میں تم جیسے کانوں کے کچے انسان کے سائے کو بھی اپنی بہن کے پاس نہیں دیکھ سکتا۔ تم ہر چیز سے واقف ہونے کے باوجود اسے صرف ان گناہوں کی سزا میں طلاق دینے کا فیصلہ کر چکے ہو جو اس نے کیوں کیے یہ تم اچھے سے جانتے ہو۔ یہ لوگ تو انجان تھے پر تم تو نہی ہو نا۔ تم نے آج میری بہن کو توڑ کر رکھ دیا عامر۔ اسکے لہجے میں

کرچیاں میری روح کو زخمی کر گئیں۔ تمھاری تو وہ شریکِ حیات ہے نا تمھارا دل کیوں گھائل نہیں ہوا" ماہ دیر نے عامر کو دیکھتے کہا پر وہ خاموش ہی رہا۔ "تمھاری خاموشی ہر بار تمھارا نقصان کرتی ہے عامر پر اس بار جو نقصان تم کر بیٹھے ہو اللہ کرے اسکا اندازہ تمھیں طلاق کے بعد ہو" ماہ دیر نے کہا اور باہر نکل گیا جبکہ اسکے جاتے ہی عامر ڈھے جانے والے انداز میں صوفے پر بیٹھا۔ "عامر" شاہجہاں بیگم نے اسے یوں بیٹھتے دیکھ پکارا۔ "اماں سائیں مجھے فریش ہونا ہے میرا روم کہاں ہے" عامر نے تھکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "اسد تمھارے کمرے کے سامنے والا کمرہ عامر کا ہے جاؤ بھائی کو کمرے میں لے جاؤ" شاہجہاں بیگم جانتی تھیں ابھی عامر سے کوئی بھی بات کرنا اسے اذیت دینے کے مترادف ہے تبھی اسد سے کہا۔ثانیہ کا انداز انھیں اتنا تو سمجھا گیا تھا کہ وہ اب ویسی نہیں رہی پر عامر اور شہریار کا ردعمل انھیں خاموش رہنے پر مجبور کر گیا۔ "بھائی چلیں" اسد نے اسے کہا تو وہ اٹھتے اسکے ساتھ اوپر کی جانب بڑھ

گیا جبکہ شاہجہاں بیگم بھی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ ”پٹھانی آؤ ہم بھی کمرے میں چلتے ہیں“ شہریار نے اسکے پاس آتے کہا جو صوفے پر چہرہ جھکائے بیٹھی تھی اسکی بات پر اس نے سر اٹھاتے اسے دیکھا جبکہ اسکا چہرہ دیکھ پر شہریار پریشان ہوا کیونکہ مریم کا پورا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ ”پٹھانی کیا ہوا تم رو کیوں رہی ہو“ شہریار نے اسکا ہاتھ پکڑتے کہا پر وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑوا گئی۔ ”پٹھانی کیا ہوا“ شہریار نے اسکی حرکت پر حیران ہوتے پوچھا جو اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ”آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا سائیں۔جب ہم اپنی لائف میں موو آن کر چکے ہیں تو آپ کو ایسے کسی کا گھر برباد نہیں کرنا چاہیے تھا۔وہ جتنی بھی بُری ہوں پر آپکو یوں انھیں انکے شوہر کی نظروں میں نہی گرانا چاہیے تھا“ مریم نے کہا تو شہریار کو نا جانے کیوں شرمندگی ہوئی۔ ”پر اس نے ہمارے ساتھ“ شہریار نے کچھ کہنا چاہا پر وہ اسکی بات کاٹ گئی۔ہمارے ساتھ جو ہوا وہ اللہ کی مرضی سے ہوا۔ ”اگر وہ اس دن گھر

چھوڑ کرنا جاتیں تو آج وہ آپکی بیوی ہوتیں اور میں نجانے کہاں ہوتی۔ اللہ نے ہمیں ایک دوسرے کا مقدر بنانا تھا تبھی یہ سب ہوا۔پر آپ نے جو کیا وہ انتہائی غلط کیا سائیں" مریم نے دکھ سے کہا اور اوپر روم کی طرف بڑھ گئی۔جبکہ شہریار اپنی جگہ پر پتھر ہوا۔وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔اسے یوں نہیں کرنا چاہیئے تھا۔وہ میاں بیوی کی جدائی کا سبب کیسے بن سکتا تھا۔وہ بھی اپنے بھائی اور اسکی بیوی کا وہ شیطان تو نہیں تھا وہ تو اسکا بھائی تھا۔

"بھابھی آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ عامر بھائی ایسا کیسے کرسکتے ہیں وہ آپی کو گھر سے کیسے نکال سکتے ہیں" مہرماہ نے میشائم کو کہا جس نے ابھی اسے کال کرتے ثانیہ والی پوری بات کا بتایا تھا جس پر اسکا صدمہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔مہرماہ اس وقت کمرے میں موجود تھی جبکہ ضرار اپنے سٹڈی میں تھا اور باقی سب کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے۔"عامر

بھائی کے چھوٹے بھائی شہریار آپی کے سابقہ منگیتر تھے اور انھی کے کہنے پر بھائی نے انھیں نا صرف گھر سے نکالا ہے بلکہ طلاق بھی دینے والے ہیں" ثانیہ نے کہا تو وہ بے یقین ہوئی۔ "بھابھی ! شہریار بھائی عامر بھائی کے بڑے بھائی ہیں یا اللہ۔آپی کیسی ہیں۔وہ کہاں ہیں اور بابا وہ کہاں ہیں انھوں نے بات کی آپی سے بھائی سے" مہرماہ نے پوچھا۔ "نہیں بابا سو رہے تھے جب ہم گھر آئے وہ ابھی جاگے نہیں ہیں اور آپی بھی تب سے روم میں بند ہیں۔دِیر کافی بار گئے ہیں پر وہ دروازہ نہیں کھول رہیں بس کہہ رہی ہیں انھیں اکیلا چھوڑ دیں۔تم آجاؤ جلدی" میشائم نے کہا تو مہرماہ کا دل کٹا۔ "بھابھی آپ فکر نا کریں میں آتی ہوں بس آپ آپی کو روم سے باہر نکالیں مجھے ڈر لگ رہا ہے خدا نخواستہ کچھ کر نا بیٹھیں" مہرماہ نے کہا تو میشائم نے اچھا کہتے کال کاٹی جبکہ مہرماہ فوراً باہر بھاگی اور اسکے سٹڈی کی طرف بڑھی لیکن اندر سے آتی آواز پر وہیں رکی۔اندر سے لائبہ اور ضرار کی آوازیں آرہی تھیں۔ "تم یہاں کیا کر رہی ہو" ضرار نے لائبہ کو

دیکھتے سرد آواز میں کہا۔ وہ اپنا کوئی کام کر رہا تھا جب اچانک لائبہ دروازہ کھولتے اندر آئی جس پر ضرار نے اپنے سامنے کھلی فائل فوراً بند کی۔ "اپنے شوہر کے پاس آنے کیلئے مجھے کسی وجہ کی ضرورت نہیں" لائبہ نے کہا تو ضرار نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔ "میری بیوی مہرماہ میرے کمرے میں ہے" ضرار نے کہا تو لائبہ نے مٹھیاں بھینچی۔ "میں بھی تمھاری بیوی ہوں اور تمھاری محبت پر میرا بھی حق ہے" لائبہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "میری محبت میری ماہ ہے۔ میری جند جان جسکے لیے میں جان دے بھی سکتا ہوں اور کسی کی جان لے بھی سکتا ہوں جو میری روح میں بستی ہے" ضرار نے کہا تو لائبہ کا دل کیا مہرماہ کا قتل کردے۔ "میرے ہوتے ہوئے جب تم اس مہرماہ سے پیار محبت کی باتیں کرتے ہو تو میرا دل جلتا ہے ضرار۔ میں بھی بیوی ہوں تمھاری پھر بھی تم میری طرف دیکھتے ہی نہیں۔ کب بتاؤ گے تم اپنے گھر والوں کو میرا۔ کیوں مجھے چھپا کر رکھا ہے" لائبہ نے اسکی بات کے جواب میں کہا جبکہ آنکھوں کے

پردوں پر فوراً ڈائننگ کا منظر آیا تھا جب مہرماہ کو کھانا کھاتے مرچی لگی تھی جس پر اس نے فوراً تڑپتے پانی کا گلاس اٹھاتے اسکے لبوں سے لگاتے سب کو ڈانٹا تھا کہ آئیندہ مہرماہ کے کھانے میں مرچی تیز نا ہو جبکہ مرچی لائبہ کو بھی لگی تھی پر ضرار نے اسکی طرف دیکھا تک نا تھا۔ "مہرماہ عشق ہے میرا۔ اس سے اپنا مقابلہ مت کرو۔ تم بھی جانتی ہو ہمارا نکاح کب اور کیسے ہوا تھا۔ اور رہی بات اپنے گھر والوں کو بتانے کی تو میں کسی کو بھی پتا لگنے سے پہلے اس قصے کو ختم کردوں گا" ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو لائبہ ہنسی اور چلتے اسکے قریب آئی۔ "تم اس قصے کو مرتے دم تک ختم نہیں کرسکتے ضرار کیوں کہ میں صرف تمھاری بیوی نہیں تمھارے بچے کی ماں بھی ہوں۔ کس کس کو جواب دو گے۔ مجھے تو چھوڑ دو گے اپنے خون کو چھوڑ دو گے؟ چلو تم چھوڑ بھی دو کیا تمھارے گھر والے چھوڑیں گے راجپوتوں کے خون کو؟ کبھی نہیں وہ اس بچے کو یہاں رکھیں گے پھر تمھاری وہ ماہ تڑپے گی دن رات تڑپے گی اور تم کچھ

نہیں کر سکو گے" لائبہ نے استہزائیہ ہنستے کہا تو ضرار نے آئی برو اچکائی۔ "یہ بے شک میرا خون ہے پر اگر میری ماہ کی تکلیف کی وجہ بنے گا تو میں اس بچے کو بھی تمھارے ساتھ چلتا کردوں گا۔ تم میری بیوی ضرور ہو پر مہرماہ ضرار راجپوت عشق ہے میرا اور میرے عشق کو اذیت دینے والوں کی چمڑی ادھیڑنا ضرار راجپوت اپنا فرض سمجھتا ہے" ضرار نے صاف صاف اسے اسکی اور بچے کی اہمیت بتائی جس پر وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی لیکن اگلے ہی پل مسکرائی۔ "چلو غصے میں ہی سہی تم نے مجھے اپنی بیوی اور اسے اپنی اولاد تسلیم تو کیا ورنہ مجھے لگا جرمنی میں گزرے وہ سب پل تم بھول چکے ہو" لائبہ نے مسکراتے کہا تو ضرار خاموش ہوا۔ وہ واقعی غصے میں اس بات کا اقرار کر چکا تھا جسے وہ کبھی ماننا نہیں چاہتا تھا۔ جب کہ انکی باتیں سنتے باہر کھڑی مہرماہ کا دل بڑی خاموشی سے پھٹا تھا۔ بے شک اسکا شور نہیں اٹھا تھا پر اسکے پھٹنے سے جو اذیت ہوئی تھی وہ مہرماہ کا سانس روک رہی تھی۔ اسکے دل کی دھڑکنیں مانند پڑنے لگی

تھیں۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔ جسم جیسے بے جان ہوگیا تھا۔ وہ یہاں سے جانا چاہتی تھی ! بھاگ جانا چاہتی تھی پر اسے لگ رہا تھا کہ اگر وہ ایک قدم بھی آگے بڑھائے گی تو زمین بوس ہوجائے گی۔ اس کا عشق کسی اور کا بھی تھا۔ وہ ایک بٹے ہوئے شخص سے عشق کررہی تھی۔ یہ حقیقت تھی جو بڑی کربناک تھی۔ اتنی کہ مہرماہ کی جان نکال چکی تھی۔ ضرار کسی کا شوہر تھا اور کسی کا باپ بھی اور وہ اس بات سے انجان تھی۔ "ہاں کرلیا میں نے اس بات کا اعتراف پر بہت جلد میں تمھیں فارغ کردوں گا بس دعا کرو جیسا میں سوچ رہا ہوں ویسا نا ہو کیونکہ اگر میری سوچ پر سچ کی مہر لگی تو تمھیں میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا پائے گا" ضرار نے پراسراریت سے کہا اور باہر نکلا لیکن باہر کی نکلتے ہی اسکی نظر مہرماہ پر پڑی جس پر وہ سانس نا لے سکا۔ مہرماہ یہاں کھڑی تھی۔ کیا وہ سب سن چکی تھی۔ ضرار کا دل ڈر کے باعث دھڑکا۔ جبکہ اسکے پیچھے ہی لائبہ بھی باہر اور مہرماہ پر نظر پڑتے ہی مسکراتے وہاں

سے واک آؤٹ کر گئی۔ لیکن ضرار کی نظریں اب تک مہرماہ پر تھیں جو کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ماہ تم یہاں۔۔کیا ہوا سب خیریت ہے" مہرماہ کو یوں خود کو تکتے دیکھ ضرار نے پوچھا۔اس کا دل اس وقت خوف سے کانپ رہا تھا۔اگر مہرماہ نے اسکی اور لائبہ کی بات سن لی ہوئیں تو اس سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔"لائبہ یہاں۔۔کیا کر رہی۔۔۔تھی" ضار مہرماہ نے خود کو بامشکل اس سے وہ سوال پوچھنے سے روکا تھا جسے پوچھنے کیلئے اسکا پور پور چلا رہا تھا۔وہ جاننا چاہتی تھی کہ اب وہ سچ بولتا ہے یا نہیں۔جبکہ مہرماہ کی بات سنتے ضرار نے گہری سانس بھری۔مطلب اس نے کچھ نہیں سنا تھا۔بے ساختہ ضرار نے اللہ کا شکر ادا کیا۔"وہ گڑیا کا روم ڈھونڈ رہی تھی تو غلطی سے سٹڈی میں آگئی" ضرار نے کہا تو وہ مہرماہ کے اندر کچھ چھن سے ٹوٹا۔وہ پھر چھپا گیا تھا۔اس

نے اسے سچ نہیں بتایا تھا۔ اس کے یوں جھوٹ بولنے پر مہرماہ نے اپنے اندر اٹھتی تکلیف کو نظر انداز کرتے ہاں میں سر ہلایا۔ مطلب بے وفائی کر کے بھی اسے پچھتاوا نا تھا۔ یعنی مہرماہ کی وفا کو وہ کسی اور پر وار دیا گیا تھا۔ ”تم یہاں سب خیریت۔ تمھارا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے“ ضرار نے اسکے پاس ہوتے پوچھا اور اسکا چہرہ چھونے لگا لیکن اس سے پہلے ہی مہرماہ نامحسوس انداز میں دو قدم پیچھے ہٹتے اسکی کوشش ناکام بنا گئی جسے ضرار نے شدت سے محسوس کیا۔ ”ماہ کیا ہوا تم پیچھے کیوں ہو رہی ہو“ ضرار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”وہ بابا کی طرف جانا ہے۔ آپ فری ہیں“ مہرماہ نے پوچھا تو نا جانے کیوں ضرار کو اسکا لہجہ تلخ لگا۔ ”ہاں میرا بچہ تمھارے لیے تو میں ہمیشہ فری ہوں کیا ہوا خیریت انکل کی یاد آرہی ہے“ ضرار نے لاڈ کرنے والے انداز میں پوچھا تو مہرماہ کا دل کا خون کے آنسو رویا۔ بے ساختہ دل میں سوال اٹھا تھا کیا وہ لائبہ کو بھی ایسے ہی کہتا ہوگا۔ اور اسکا جواب دینے کی ہمت دماغ نے بھی

کی تھی۔وہ بھی چپ سادھ گیا تھا۔"آپی کو عامر بھائی نے گھر سے نکال دیا ہے" مہرماہ نے بامشکل اپنے اندر اٹھتے درد کو طوفان کو روکتے اسے دیکھتے کہا۔"کیا؟ عامر نے گڑیا کو کیوں۔کیا ہوا کوئی جھگڑا ہوا ہے" ضرار نے حیران ہوتے پوچھا جس پر اس نے نفی میں سرہلایا۔"عامر بھائی، شہریار بھائی کے بڑے بھائی ہیں۔کیسے یہ میں نہیں جانتی ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھیے گا۔اور بس اتنا بتا دیں آپ میرے ساتھ آرہے ہیں یا میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے حیرت سے اسے دیکھا جسکے چہرے پر کوئی تاثر نا تھا۔"ماہ کیا ہوا ہے ناراض ہو مجھ سے" ضرار نے اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو مہرماہ نے اس کے ہاتھ سے ہاتھ کھینچا۔"ناراض نہیں ہوں بس پوچھ رہی ہوں آپ چلیں گے ساتھ یا نہیں" مہرماہ نے دوبارہ پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"ٹھیک ہے میں شال لے کر آتی ہوں آپ نیچے میرا ویٹ کریں" مہرماہ نے کہا اور بغیر اسکی کوئی بات سنے کمرے میں چلی گئی۔"ماہ کو کیا ہوا۔کیا یہ صرف ثانیہ کی وجہ

سے ایسے بیہو کر رہی ہے یا مجھ سے ناراض ہے" ضرار اس کی پشت کو دیکھتے بڑبڑایا جب اسکے فون ایک مخصوص نمبر سے کال آئی۔ "ہاں بتاؤ" ضرار نے سنجیدگی سے کال کرنے والے سے پوچھا۔ "ہمم ٹھیک ہے ہوٹل "بایشر ہوف ہوٹل" اور "گولڈن پوڈل کلب"۔ مجھے تفصیلات چاہئیں" ضرار نے جرمنی کے ایک مشہور ترین ہوٹل اور کلب کا نام بتاتے دوسری طرف موجود شخص کو ہدایت دی تو وہ جی سر کہہ گیا جس پر ضرار کال کاٹتے لاؤنج میں گیا جہاں اس وقت کوئی نا تھا۔ "میں آپکو معاف نہی کروں گی ضار۔ آپ بے وفا ہونے کے ساتھ ساتھ جھوٹے بھی ہیں۔ میں آپکو آخری سانس تک معاف نہیں کروں گی۔ میری وفا کا یہ صلہ دیا آپ نے ضار۔ میری محبت کا قتل کر دیا آپ نے" دوسری طرف مہر ماہ کمرے میں کھڑی خود پر شال اوڑھتے خیالوں میں ضرار سے مخاطب ہوتے بول رہی تھی۔ اس کی آنکھ سے اب تک ایک بھی آنسو نہیں نکلا تھا۔ اس کی آنکھیں جیسے خشک ہو گئی تھیں۔ محبوب کی بے وفائی

انسان سے ہر احساس چھین لیتی ہے۔اور محبوب کا محبوب دیکھنا موت جیسی اذیت دیتا ہے۔مہرماہ کو اذیت تو ہورہی تھی پر اسکی آنکھوں سے آنسو نہیں نکل رہے۔پر اسکا دل؟اسکا دل خون کے آنسو رورہا تھا۔ضرار کی بے وفائی اسے اندر سے کھوکھلا کررہی تھی۔اس نے گہری سانس بھرتے خود کو ایک نظر آئینے میں دیکھا۔ایک پل لگا تھا اسکی دنیا اجڑنے میں جسکے اثرات اسکے چہرے پر بھی دکھائی دے رہے تھے۔چہرے کی شادابی کھو سی گئی تھی۔آنکھیں ویران تھیں۔جسم سے جان ختم ہورہی تھی۔سانس لینا دشوار ہورہا تھا۔دھڑکن چل رہی تھی پر محسوس نہیں ہورہی تھی۔اپنا آپ اسے کسی مردے جیسا لگا۔"مہرماہ تم کمزور نہیں ہو۔تم پلوشہ سکندر کی بیٹی ہو۔اس عظیم عورت کی بیٹی ہو جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے محبوب کو کسی دوسری عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی تھی اور پھر صبر کیا تھا۔میں بھی صبر کروں گی ضار اور آپکو اپنے دل سے اتار دوں گی۔میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتی ہوں"

مہرماہ نے ایک نظر اسکی تصویر کو دیکھا پھر روم سے باہر نکلتے سیدھا لاؤنج میں آئی جہاں ضرار بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔ "چلیں" اسے آتے دیکھ ضرار فوراً کھڑے ہوتے بولا اور اسکے آگے اپنا ہاتھ بڑھایا جبکہ مہرماہ نے اسکا ہاتھ تھامنے کی بجائے ہاں میں سر ہلایا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اسکے یوں نظر انداز کرنے پر ضرار کو دکھ ہوا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کیوں کر رہی تھی۔ اس نے گہری سانس بھری اور اسکے پیچھے بڑھا جو جاتے گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ ضرار بغیر کچھ بولے دوسری طرف سے آتے بیٹھا اور گاڑی باہر کی جانب بڑھا گیا۔ "میں آپ سے کچھ پوچھوں" ابھی گاڑی کچھ دور گئی تھی جب مہرماہ یکدم بولی۔ اسکی آواز پر ضرار نے اسے دیکھا۔ "پوچھو میری جند جان" ضرار نے محبت سے جواب دیا یہ جانے بغیر کہ آج اسکی محبت مقابل کو اذیت دے رہی تھی۔ "کیا آپ نے کبھی مجھ سے کچھ چھپایا ہے؟ مطلب کچھ ایسا جو نہیں چھپانا چاہیے تھا" مہرماہ نے پوچھا تو ایک لمحے کو ضرار کے چہرے سے ایک سایہ سا گزرا جسے مہرماہ

نے صاف دیکھا تھا۔ ”نہیں ۔۔روحِ من۔۔امم تم ایسا کیوں پوچھ رہی ہو“ اس نے اپنی گھبراہٹ پر بامشکل قابو پاتے پوچھا تو مہرماہ کے دل نے چلاتے کہا تھا وہ اس سے پوچھے آخر وہ جھوٹ کیوں بول رہا ہے۔وہ کیوں تسلیم نہیں کررہا تھا وہ پوچھنا چاہتی تھی پر وہ ضبط کر گئی۔ ”بس ایسے ہی۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے نا کہ انسان جس پر سب سے زیادہ یقین کرتا ہے وہی شخص ہمارے یقین کو کانچ کی مانند چکنا چور کردیتا ہے اور اتنی سفاکیت سے کرتا ہے کہ مقابل نا جی پاتا ہے نا مرتا ہے“ مہرماہ کا لہجہ کھویا کھویا سا تھا جسے محسوس کرتے ضرار ایک پل کو ٹھٹھکا۔ وہ ایسی باتیں کیوں کررہی تھی ضرار سمجھ نا سکا۔ ”ماہ تم ایسے کیوں کہہ رہی ہو سب ٹھیک ہے نا۔کیا کچھ ہوا ہے یا میری کوئی بات بُری لگی ہے کیا“ ضرار ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا پر وہ اسکے تھامنے سے پہلے ہی فون پکڑتے اس پر کچھ ٹائپ کرنے لگی جس پر وہ اپنا ہاتھ واپس اسٹیرنگ پر رکھ گیا۔ ”ایسا نہیں ہے بس ایک جنرل بات کی ہے۔عامر

بھائی نے جیسے آپی کا یقین چکنا چور کیا ہے اس لحاظ سے بات کی ہے" مہرماہ نے اسکی طرف دیکھے بغیر کہا اور رخ باہر کی جانب کر گئی۔ضرار کا دھوکہ اسے لمحہ بہ لمحہ مار رہا تھا پر وہ کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔وہ چیخنا چاہتی تھی۔اسکا گریبان پکڑ کر اس سے سوال کرنا چاہتی تھی کہ آخر اس نے کسی دوسری لڑکی سے نکاح کیوں کیا اور اگر نکاح کر لیا تھا تو اُس سے تعلق کیوں قائم کیا پر وہ خاموش تھی۔ساکن سمندر کی طرح خاموش ۔ اس میں جیسے ہمت ختم ہو گئی تھی۔ضرار نے اسکا مان، اسکا بھرم توڑا تھا اور ٹوٹے مان اکثر آواز چھین لیتے ہیں۔ مہرماہ کی آواز بھی ضرار کے دھوکے نے چھین لی تھی۔ جبکہ اسکی بات سنتے ضرار ہاں میں سر ہلا گیا۔مہرماہ کو کیا ہوا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔پر وہ ابھی خاموش رہا وہ اب گھر واپس آکر اس سے پوچھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"پٹھانی معاف کردو نا پلیز" شہریار نے اسے دیکھتے کہا جو اسکی طرف پشت کیے بیٹھی تھی۔وہ پچھلے ایک گھنٹے سے مریم سے معافیاں مانگ رہا تھا جو آج نو لفٹ کا بورڈ پکڑے بیٹھی تھی۔وہ ثانیہ کے جانے کے بعد سے اب تک اس سے ناراض ہوئی بیٹھی تھی جبکہ اسکی ناراضگی شہریار کی جان پر بن رہی تھی۔پٹھانی جواب تو دو شہریار اسکے پیچھے سے اٹھتے اسکے سامنے آیا تو وہ پھر رخ پھیر گئی۔"یار یہ کیا کر دکھا رہی ہو مجھے تمھارا چہرہ دیکھنا ہے مریم" شہریار پھر اٹھتے اسکے سامنے آتے بولا تو مریم نے رخ پھیرا جس پر اس نے گہری سانس بھری۔"تم نے نہیں دیکھنا میری طرف" شہریار نے دانت پیستے پوچھا۔"نہیں دیکھنا جائیں یہاں سے" مریم نے بھرپور ایٹیٹیوڈ سے کہا تو شہریار کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔"دیکھو پٹھانی میں صرف تین تک گنوں گا اگر تم نے میری طرف نا دیکھا پھر آگے جو ہوگا اسکی ذمہ دار تم خود ہوگی" شہریار نے دھمکی دی تو اس نے آنکھیں گھومائیں۔"جو مرضی کریں میں کوئی ڈر کر نہیں

بیٹھی" مریم نے شانِ بے نیازی سے کہا تو شہریار مسکرایا اور اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کرتے اسے سیدھا کیا اور احتیاط سے بیڈ سے اٹھاتے اپنے حصار میں لے گیا۔یہ سب اس نے اتنی تیزی سے کیا تھا کہ مریم کو مزاحمت کرنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا جب کہ شہریار مزے سے اسے دیکھ رہا تھا جو منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "ہاں جی تو اب بھی نہیں دیکھو گی میری پٹھانی" شہریار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے شرارت سے کہا تو مریم نے منہ پھلایا۔ "چھوڑیں مجھے" مریم نے اس کے سینے پر دونوں بازو ٹکاتے اسے پیچھے کرنا چاہا پر وہ اسے مزید قریب کرتے اس کے کندھے پر پیشانی ٹکا گیا۔

"سوری ناپٹھانی۔پلیز مجھ سے ناراض نا ہو۔تم جانتی ہو نا میں تمھاری ناراضگی نہیں برداشت کر سکتا" شہریار نے کہا تو وہ موم سے بھی جلدی پگھلتے اس کے گرد بازو باندھ گئی۔ "آپ کیوں کرتے ہیں ایسا۔کیوں مجھے غصے میں نہیں رہنے دیتے۔ایسے بچوں کی طرح مجھے منائیں گے تو میں کیسے ناراض رہوں گی آپ

سے سائیں" مریم نے اس کی حرکت پر بے بسی سے کہا تو وہ ہنسا۔ "میری جان میں نہیں چاہتا کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ میں جانتا ہوں میں نے غلط کیا پریوں مجھ سے خفا ہو کر مجھے تو سزا نا دو" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے سے لگی۔ "آپکو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا سائیں۔ وہ جتنی بھی بُری ہوں۔ تھی تو لڑکی نا۔ آپ نے انکے شوہر کی نظروں میں انکی عزت کو دو کوڑی کا کر دیا۔ جب عامر بھائی اندر آئے تھے تب انکے چہرے پر جو ثانیہ آپی کیلئے محبت تھی وہ بلکل ویسی تھی جیسی آپکے چہرے پر مجھے دیکھ کر ہوتی ہے۔ لیکن اب آپکی وجہ سے وہ اپنی بیوی کو گھر سے نکال چکے ہیں۔ انھیں طلاق دینے والے ہیں۔ آج انھیں دیکھ کر مجھے وہ پہلی والی ثانیہ آپی کہیں نظر نہیں آئیں جو سب کو نفرت سے دیکھتی تھیں بلکہ آج وہ مجھے مظلوم لگیں۔ سائیں جس طرح وہ عامر بھائی کی منتیں کر رہی تھیں جس طرح وہ آپکے سامنے ہاتھ جوڑتے معافی مانگ رہی تھیں یقین کریں میرا دل کٹ کر رہ گیا۔ میں نے جیسا مہرو سے سنا

اور جیسے انھیں خود دیکھا ہے وہ اب ویسی رہی ہی نہیں مجھے بہت بُرا لگ رہا ہے سائیں" مریم نے کہا تو شہریار کی شرمندگی میں اضافہ ہوا۔ "میں جانتا ہوں میں نے غلط کیا۔ثانیہ میں تبدیلی میں نے بھی دیکھی تھی پر کیا کروں تم جانتی ہو نا غصہ مجھ پر کس طرح سے حاوی ہو جاتا ہے۔شادی کی رات تو تم نے دیکھا بھی تھا" شہریار نے سیدھے ہوتے اسے دیکھتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "سائیں اس لیے اللہ نے غصے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ انسان سے وہ کرا جاتا ہے جسکے لیے ہمیں ساری عمر شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔آپ جانتے ہیں سب سے عقل مند وہ انسان ہے جو غصے کے ایک لمحے میں خود پر ضبط کرلے۔شکوہ شکایتیں وہ بعد میں ہو سکتی ہیں پر غصے میں انسان کو چپ سادھ لینی چاہیئے تاکہ ہم غصے میں سامنے والے کو کچھ ایسا نا بول دیں جس سے اسکی دل آزاری ہو یا کچھ ایسا نا کردیں کہ ہمارے اپنے ہم سے بچھڑ جائیں" مریم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں شرمندہ

ہوں سچ میں۔ اب واقعی مجھے اپنا آپ بُرا لگ رہا ہے۔ کم ازکم مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں بعد میں بات کرلیتا پریوں بھائی کو اس سے رشتہ ختم کرنے کا نہیں کہنا چاہیئے تھا" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپکے پاس وہ ثبوت کہاں سے آئے ہیں اور آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں" مریم نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "وہ خط یاد ہے تمھیں جو ثانیہ نکاح والے دن چھوڑ کر گئی تھی ایک اسکی تصویر ہے۔ ایک وہ کال ریکارڈنگ ہے جب اس نے برات والے دن مجھے کال کی تھی اور ایک خط ہماری شادی کے ایک ماہ بعد مجھے کورٹ میں ثانیہ نے کسی کے ہاتھ بھجوایا تھا" شہریار نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "میں کال ریکارڈنگ اور پہلے خط سے واقف ہوں پر دوسرا والا اسکا آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا" مریم نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "وہ اتنا اہم نہیں تھا تبھی نہیں بتایا اور اس خط میں بس بکواس لکھی تھی" شہریار نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر

ہلایا۔ ”اچھا چلیں اسے چھوڑیں اور کچھ دیر تک جا کر عامر بھائی سے بات کریں۔ وہ بے شک ان سے ناراض ہوں پر وہ انھیں طلاق نا دیں۔ سائیں ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں یتیم اور طلاق یافتہ عورت کی زندگی کو اس پر تنگ کر دیا جاتا ہے۔ ایک طلاق یافتہ عورت ہر ایک کے طعنے سنتی ہے خواہ اس کی غلطی ہو یا نا پر قصوروار اسے ہی ٹھہرایا جاتا ہے لوگ اسکی زندگی حرام کر کے رکھ دیتے ہیں چاہے وہ باتوں سے کریں یا نگاہوں سے۔ اس معاشرے میں تو ویسے ہی عورت کو ایسی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ بیچاری اپنے آپ میں شرمندہ ہو جاتی ہے تو سوچیں طلاق یافتہ عورت کا کیا حال کرتے ہونگے یہ لوگ وہ بیچاری تو انکے لیے کسی نمونے کی طرح ہوتی ہے جسے دیکھنا جسے چھونا جسے باتیں سنانا لوگ اپنا فرض سمجھتے ہیں“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میں بھائی سے بات کرتا ہوں فکر مت کرو تمھاری طبیعت خراب ہو جائے گی ایسے“ شہریار نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر

ہلایا۔ ”مجھے آپ پر یقین ہے بس یہ گناہ مت ہونے دیجیے گا“ مریم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے حامی بھری۔ ”فکر مت کرو میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ اب آرام کرو یہاں میں تمھارے لیے کچھ کھانے کو لاتا ہوں“ شہریار نے کہا اور اسے نرمی بیڈ پر بٹھاتے اسکا سر چوما تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔

”بھائی ! آپی کہاں ہیں“ مہر ماہ نے لاؤنج میں داخل ہوتے ماہ دیر سے پوچھا جو کچن سے نکلا تھا۔ ماہ دیر نے آگے ہوتے اسے ساتھ لگاتے اسکا ماتھا چوما۔ ”بابا کے روم میں ہے تم جاؤ“ ماہ دیر نے کہا تو وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اندر کی جانب بھاگی جب کہ ضرار اسکی طرف بڑھا۔ ”کیا ہوا۔ عامر ! شہریار کا بھائی کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اس نے گڑیا کو کیوں نکالا کیا ہوا تھا“ ضرار نے پوچھا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری اور ملک ولا میں ہونے والا سارا واقعہ اسے بتانے لگا جسے سنتے ضرار کو گویا صدمہ لگا تھا۔ ”یا اللہ یہ کیا کر دیا۔ شہریار اس

گدھے کا سر تو میں بعد میں پھاڑوں گا لیکن عامر سے مجھے ایسی بے وقوفی کی امید نہیں تھی" ضرار نے کہا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "اپنے ان دونوں بھائیوں کا نام میرے سامنے مت لینا۔ ان دونوں نے آج میری معصوم بہن کا دل جتنی سفاکیت سے توڑا ہے نا اللہ کرے کسی دشمن کا دل بھی کوئی کبھی ایسے نا توڑے۔ وہ جس طرح وہاں ہاتھ جوڑتے معافی مانگ رہی تھی۔ ہچکیاں بھرتے رو رہی تھی۔ منت کر رہی تھی میری روح چھلنی ہو گئی ہے پر ان بے حس لوگوں کے دل ایک لمحے کو بھی موم نا ہوئے" ماہ دیر نے کہا تو ضرار کو بھی دکھ ہوا۔ وہ آگے بڑھا اور اسکے گلے لگتے اسکا سر چوم گیا۔ "فکر نا کر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ عامر کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ اور شہریار کی تو ٹانگیں میں توڑوں گا" ضرار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "دفع کر مجھے انکا احساس نہیں چاہیئے۔ میری بہن مجھ پر بوجھ نہیں ہے جو میں اسے واپس اس انسان کے پاس بھیج دوں جسے اسکی قدر نہیں ہے" ماہ دیر نے کہا تو ضرار نے

ہاں میں سر ہلایا۔ ”چل ٹھیک ہے جو تیرا دل کرے وہ کر۔ ابھی انھیں چھوڑ آجا اندر چلیں“ ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ اندر بڑھا۔ وہ دونوں اندر آئے تو انکے کانوں سے ثانیہ کی آواز ٹکرائی جو مہرماہ کے گلے لگے بیٹھی تھی جبکہ خلیل صاحب ان دونوں کو دیکھ تھے اور بیشائم صوفے پر حوریہ کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی جو سو چکی تھی۔ ”مہرو میں ٹھیک ہوں۔ فکر مت کرو“ ثانیہ نے مہرماہ کا سر سہلاتے کہا جو اسکے گلے لگی تھی۔ وہ دونوں رو نہیں رہی تھیں۔ بس ایک دوسرے کے گلے لگے ہوئے تھیں۔ شاید خاموشی سے ایک دوسرے کے درد کو محسوس کر رہی تھیں۔ ”جانتی ہوں آپ ٹھیک ہیں۔ آپ بہادر ہیں بہت زیادہ بہادر۔ میری اپیہ کسی کی بے اعتنائی پر نہیں ٹوٹ سکتیں“ مہرماہ نے کہا اور پیچھے ہوتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو ثانیہ نے مدھم سا مسکراتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں میں کسی کی بے اعتنائی پر نہیں ٹوٹ سکتی۔ بلکہ یہ تو میرا امتحان ہے اور میں اس امتحان میں ناکام نہیں ہوں

گی۔ تم فکر مت کرو اور اداس مت ہوں" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور خلیل صاحب کو دیکھا جو اداس سے بیٹھے تھے۔ انھیں عامر سے اس بات کی امید نا تھی۔ "بابا" ثانیہ اور مہرماہ نے یک زبان ہوتے انھیں پکارا اور انکے اطراف میں بیٹھتے انکے سینے پر سر رکھ گئیں۔ "بابا میں ٹھیک ہوں۔ پلیز یوں اداس مت ہوں" ثانیہ نے کہا تو وہ جھکتے پہلے اسکا پھر مہرماہ کا سر چوم گئے۔ "میرا بچہ۔بابا سے جھوٹ نہیں بولتے" خلیل صاحب نے کہا تو ثانیہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا جسے وہ اندر اتار گئی۔ "بابا میں جھوٹ نہیں بول رہی۔آپ نے اپنی بیٹی کو اتنا کمزور سمجھ لیا ہے کہ وہ ایسے کسی کے چھوڑ کر جانے پر روئے گی۔پہلی بار تھوڑی کسی نے مجھے چھوڑا ہے جو میں روؤں۔ سب ہی چھوڑ جاتے ہیں مجھے۔اب تو مجھے عادت ہوگئی ہے فکر نا کریں" ثانیہ نے یوں کہا گویا یہ کوئی عام بات ہو جب کہ دل اندر ریزہ ریزہ ہوتے بکھر رہا تھا۔دوسری طرف اس کی بات سنتے سب کا دل کٹا تھا۔ "میں جانتا

ہوں میری بیٹی بہت بہادر ہے اور مجھے فخر ہے اپنی گڑیا پر" خلیل صاحب نے کہا تو ثانیہ مصنوعی مسکرائی اور انکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جبکہ اسکے برعکس مہرماہ خاموشی سے خلیل صاحب کی باتیں سن رہی تھیں۔وہ باتیں چاہے اسکے لیے نہیں تھیں پر وہ تسلی بخش لگ رہی تھیں۔"مہرو آج میرا بچہ اتنا خاموش کیوں ہوا ہے" خلیل صاحب نے مہرماہ کے بالوں کو سہلاتے کہا تو اس نے ہوش میں آتے انھیں دیکھا اور نفی میں سرہلا گئی۔"اداس نہیں ہوں بابا بس سوچ رہی ہوں ایک دو دن یہیں رک جاؤں اپیہ کے پاس" مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب نے مسکراتے اسکا سر چوما جبکہ ثانیہ نے ہاں میں سرہلاتے اسکا ہاتھ پکڑا اور ضرار فقط اسے دیکھ رہا تھا جو اسکی طرف دیکھ تک نہیں رہی تھی۔اسے کیا ہوا تھا وہ سمجھ نا سکا۔وہ اسے یہاں رکنے سے روک بھی سکتا تھا یوں سب کی موجودگی میں تو ہرگز نہیں۔"رک جاؤ میری جان تمھارا گھر ہے۔ضرار سے پوچھ لو اور رک جاؤ" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ضرار

کو دیکھا۔ ”میں یہاں رکنا چاہتی ہوں۔دو دن اب چھٹی ہے تو میں دو دن رکنا چاہتی ہوں۔تو کیا میں رک جاؤں“ مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاں میں سرہلایا جس پر مہرماہ نے بغیر کوئی رد عمل دیے واپس خلیل صاحب کے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ”گڑیا میری بات سنو“ ماہ دیر نے صوفے سے کھڑے ہوتے بیڈ کی طرف قدم بڑھائے اور جاتے عین ثانیہ کے سامنے جاتے بیٹھا۔ ”جی بھائی“ اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا تو ماہ دیر نے اپنے بازو واء کیے جس پر وہ اسکے سینے سے لگی۔ ”بھائی کی جان کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں“ ماہ دیر نے اس کے بال سہلاتے پوچھا۔ ”جی“ اس نے یک لفظی جواب دیا تو اس نے گہری سانس بھرتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ ”میرے بچے نے شہریار کو کال کیوں کی جب آپ سب کچھ چھوڑ چکی تھی پھر اسے کال کرنے کی کیا ضرورت تھی“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے شرمندگی سے چہرہ جھکایا۔ ”گڑیا میں آپکا بھائی ہوں بچہ۔میرے سامنے شرمندہ ہونے کی ضرورت

نہیں ہے میری جان۔ بس اتنا بتاؤ کہ آپ نے کال کیوں کی" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "بھائی میں نے کی تھی کال پر میں نے خود نہیں کی تھی مجھے پروین سکندر نے کہا تھا کہ مجھے پوچھنا چاہیئے۔ میں نہیں کرنا چاہتی تھی کال پر نا جانے کیوں کردی۔ میں بعد میں بہت شرمندہ ہوئی تھی سچی" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا چلو کال چھوڑو۔ اسے خط کیوں بھیجے" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "بھائی کونسے خط۔ میں نے تو انھیں کوئی خط نہیں بھیجا۔ آپ کن خطوط کی بات کر رہے ہیں" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر سمیت سب حیران ہوئے۔ "کیا مطلب اپیہ آپ نے وہ خط نہیں چھوڑا تھا نکاح والے دن" مہر ماہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں گڑیا میں نے تو کوئی خط نہیں رکھا تھا۔ میں تو بس خاموشی سے نکل گئی تھی یہاں تک کہ میں کوئی کپڑے بھی نہیں لے کر گئی تھی" ثانیہ نے کہا تو ضرار صوفے سے اٹھتے بیڈ کے قریب آتے کھڑا ہوا۔ "گڑیا یہ خط پڑھو یہ آپ نے نہیں لکھا" ضرار نے

اپنے فون سے اس خط کی تصویر نکالتے ثانیہ کے سامنے کی تو اس نے فوراً موبائل پکڑتے اس خط کو پڑھا جس میں نا صرف اس کے نام کو استعمال کرتے ناصرف شہریار کو بدصورت اور کالا کہا گیا تھا بلکہ خلیل صاحب سے بھی بدلہ لینے کا کہا گیا تھا۔ "بابا بخدا یہ میں نے نہیں لکھا۔ بھائی میرا یقین کریں میں نے نہیں لکھا" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میری جان مجھے یقین ہے تم پر ریلیکس" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ نے ضرار کو فون واپس کیا۔ "ضرار بھائی یہ سچ میں، میں نے نہیں لکھا۔ میں اس بارے میں جانتی تک نہیں ہوں" ثانیہ نے کہا تو ضرار نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "بچے مجھے آپ پر یقین ہے۔ صفائی مت دیں اور مجھے یہ بتائیں کیا یہ خط بھی آپ نے نہیں لکھا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں سر ہلاتے دوسرے خط کو دیکھا جسے پڑھتے ثانیہ کی آنکھیں پھیلیں۔ "یہ میں نے نہیں۔ بھائی میں نے یہ دونوں نہیں لکھے سچی" ثانیہ نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ماہ دیر نے ضرار کے ہاتھ سے فون پکڑتے خط

پڑھا جس پر اسکی آنکھیں بھی پھیلیں۔ ”ماہر کیا لکھا ہے اس میں “خلیل صاحب نے اسکا چہرہ دیکھتے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”بابا اس میں لکھا ہے کہ شہریار کیسے ہو تم میں ثانیہ۔ جانتے ہو میں اس نئی جگہ پر بے حد خوش ہوں۔ یہاں مجھے پیسے بھی مل رہے ہیں اور“ ماہ دیر کو سمجھ نا آئی آگے بولے یا نا۔ ”آگے کیا ہے ماہر “خلیل صاحب نے کہا تو ماہ دیر نے فون مہر ماہ کو پکڑایا۔ ”اور نت نئے تم سے خوب صورت مرد بھی۔ جو مجھے پیسہ بھی دیتے ہیں اور آسائشیں بھی۔ جنکے ساتھ کھڑی میں جچتی ہوں۔ یہاں ہر مرد پکے پھل کی طرح میری جھولی میں گرتا ہے۔ مجھے ویسے رکھتا ہے جیسے میں چاہتی ہوں۔ اور سب سے اچھی بات بتاؤں یہاں ایک مرد کے ساتھ وقت گزرنے کے بدلے مجھے پیسہ بھی دیا جاتا ہے۔ خاصی خوش ہوں میں یہاں۔ تم جیسے ٹاکسک مرد سے میری جان چھوٹی خیر اپنی لائف انجوائے کرو میں اپنی کرتی ہوں“ مہر ماہ خط پڑھتے چپ ہوئی تو خلیل صاحب کا چہرہ سرخ ہوا جبکہ آنکھوں میں غصہ صاف

ظاہر نمایاں ہوا۔ "بابا یہ میں نے نہیں لکھا" انکے چہرے پر غصہ دیکھتے ثانیہ نے فوراً کہا تو وہ اسے دیکھنے لگے۔ "میرا بچہ مجھے پتا ہے" خلیل صاحب نے اسکا ماتھا چومتے کہا۔ "پھر آپ غصہ کیوں ہو گئے" ثانیہ نے پوچھا تو انھوں نے اسکا سر سہلایا۔ "، میرا بچہ میں اس عورت پر غصہ ہوں جس نے میری بیٹی کے کردار کو اتنا مشکوک بنا دیا۔مجھے سو فیصد یقین ہے یہ اسکا ہی کام ہے۔اور اس بات کی سزا آپکے بابا خود دیں گے" اسے خلیل صاحب نے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مہرو گڑیا جاؤ ثانیہ اور یشائم کے ساتھ روم میں تھوڑی دیر تینوں ریسٹ کرو میں اپنے دونوں بیٹوں اور اپنی بیوی کیلئے آج بریانی آڈر کرتا ہوں ساتھ پیزا بھی ٹھیک ہے" ماہ دیر نے کہا تو مہر ماہ نے ہاں میں سر ہلایا اور کھڑے ہوتے حوریہ کو گود میں اٹھاتے ان دونوں کے ساتھ باہر نکل گئی۔اس دوران اس نے ایک بار بھی ضرار کو نہیں دیکھا تھا جس پر ضرار اذیت کا شکار ہوا۔ "بابا میں ان دونوں عورتوں کو چھوڑوں گا نہیں" انکے جاتے ہی ماہ دیر

نے غصے کو ضبط کرتے کہا تو خلیل صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”انکی جان میں خود نکالوں گا میری بیوی اور میرے بچوں کے ساتھ جو ان دونوں نے کیا ہے وہ قابلِ معافی ہرگز نہیں ہے“ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ماہ دیر مجھے لگتا ہے ہمیں عامر اور شہریار کو ان خطوط کے بارے میں بتانا چاہیئے تاکہ انھیں احساس ہو“ ضرار نے کہا تو ماہ دیر نے نفی میں سر ہلایا۔ ”کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کہہ کر جو کروایا جائے وہ احساس کیسا۔ جب اسے پہلے احساس نہیں ہوا تو اب ہمیں چاہیئے بھی نہیں اب اسے طلاق نامہ ہی بھجوانے دو“ ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے اسے دیکھا۔ ”ماہر! طلاق نہیں ہوگی" خلیل صاحب نے کہا تو ماہ دیر نے انھیں دیکھا۔ ”بابا عامر کہہ چکا ہے وہ طلاق نامہ بھجوا دے گا تو اب تو ہوگی ہی“ ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ ”وہ اس وقت غلط فہمی کا شکار ہے۔ ابھی اسے وقت دو پھر فیصلہ کرتے ہیں“ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں

بابا اب کی بار ہم میں سے کوئی بھی فیصلہ نہیں کرے گا جو فیصلہ کرنا ہوگا وہ ثانیہ کرے گی اگر وہ طلاق کا کہے گی تو میں اسکے ساتھ ہوں اور اگر وہ اسکو معاف کرنا چاہے گی تب بھی پر میں عامر کو ثانیہ کے متعلق کسی قسم کی صفائی نا ہی دوں گا نا آپ میں سے کسی کو دینے دوں گا کیونکہ اس نے جتنا بولنا تھا بول لیا" ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب اور ضرار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے لیکن اگر اسے خود احساس ہوا تو تم اسے روکو گے بھی نہیں" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے لیکن میں اپنی بہن کی مرضی کے بغیر اسے اجازت بھی نہیں دوں گا" ماہ دیر نے کہا اور باہر نکل گیا جس پر خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ "یہ ایکدم بابا جیسا ہے" اسکے جاتے ہی ضرار نے کہا تو خلیل صاحب ہنس پڑے۔ "تمھاری اپھو بھی ایسی ہی تھی جب غصہ ہوتی تھیں" خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہنسا۔ "یہ بہن بھائی ایک جیسے ہی تھے قاسم چاچو بتاتے تھے" ضرار نے کہا تو وہ ہنسے عین اسی

وقت ضرار کا فون رنگ ہوا۔ "انکل میں ایک منٹ آتا ہوں زرا ضروری کال ہے" ضرار نے کہا تو خلیل صاحب نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ فوراً باہر نکل گیا جب کہ خلیل صاحب بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے سائیڈ ٹیبل سے پلوشہ کی تصویر اٹھاتے سینے سے لگاتے آنکھیں موند گئے۔

"کیوں کیا آپ نے ایسا ثانیہ۔جب شہریار کو چھوڑ کر جا چکی تھیں پھر کیوں اسے خطوط بھیجے۔کیوں مجھے نہیں بتایا۔آپکے ماضی کی ہر بات نظر انداز کر سکتا ہوں پر مردوں سے تعلقات۔یا اللہ میرا دل پھٹ جائے گا" عامر نے اپنا سر ہاتھوں میں گراتے بے بسی سے کہا۔وہ صبح ثانیہ کے جانے کے بعد سے کمرے میں بند تھا۔شاہجہاں بیگم نے بھی اسے ابھی تک نہیں بلایا تھا۔وہ جانتی تھیں ابھی وہ خاصا تکلیف میں ہوگا تبھی اسے وقت دیا تھا جبکہ اسد اور شہریار بھی اسکے پاس ابھی تک نہیں آئے تھے۔"یا اللہ میں کیا کروں۔دل ہے

کہ انکے دور جانے سے پھٹ رہا ہے۔آنکھیں انھیں دیکھنے کو ترس رہی ہیں۔روح انکا لمس محسوس کرنے کو بے چین ہیں۔آہہ ثانیہ آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا یار۔سارے گناہ کرتی پر یاریہ نا کرتیں" عامر نے اپنے بالوں کو لگ بھگ نوچتے کہا۔ثانیہ کے الفاظ یاد کرتے اسکا دل کٹ رہا تھا۔ایک بھولا بھٹکا آنسو بڑی خاموشی سے آنکھ سے نکلتے زمین پر گرتے بے مول ہوا تھا جسکا اسے اندازہ تک نا تھا۔"یا اللہ میں جانتا ہوں وہ تب گمراہ تھیں پھر کیوں میرا دل پھٹ رہا ہے کہ کیوں میں نے وہ بکواس کی تھی یار" عامر نے اذیت سے کہا اور گہری سانسیں بھرنے لگا۔"بیٹو کاش آپ مجھے بتا دیتیں تو میں کم از کم خود کو ان لفظوں کے لیے تیار تو رکھتا۔میری بیوی پرائے مردوں کے ساتھ پیسوں کیلئے تعلق استوار کرتی تھی۔اللہ میرا دل پھٹ جائے گا" عامر نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے کہا۔اسکا دل پھٹ رہا تھا۔"ایک مرد کے ساتھ وقت گزرنے کے بدلے مجھے پیسہ بھی دیا جاتا ہے" یہ ایک سطر عامر کے دماغ میں

ہتھوڑے کی مانند بج رہی تھی۔ مردوں کے ساتھ وقت گزارنے کے بدلے پیسے ملنے کا مطلب وہ اچھے سے سمجھتا تھا۔وہ بھی ایک مرد تھا اور مرد، عورت ذات کی مدد کبھی بغیر مطلب کے نہیں کرتے۔ دنیا میں سو میں سے تیس فیصد مرد اصل معنوں میں مرد کہلانے کے لائق ہوتے ہیں جو عورتوں کو دیکھتے ہی نگاہ جھکا لیتے ہیں جبکہ باقی ستر فیصد ابنِ آدم عورت کو یوں دیکھتے ہیں گویا وہ انکی جاگیر ہوں۔ اور اگر ایک مرد عورت کو پیسہ دے رہا ہے تو یقیناً وہ اپنی ذات کیلئے اسکی ذات سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔عامر کا دل یہ سب باتیں سوچتے پھٹنے کے در پر تھا۔عین اسی پل اس کے روم کا دروازہ نوک ہوا جس پر اس گہری سانس بھرتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اٹھ کر جاتے دروازہ کھولا تو نظر سیدھی شہریار اور اسد پر پڑی جو یقینا اس سے ملنے آئے تھے۔ ”بھائی ہم اندر آجائیں“ اسکے کچھ بھی بولنے سے پہلے اسد نے آگے آتے اسکا ہاتھ پکڑتے بچوں کی طرح پوچھا تو عامر مسکرایا اور ہاں میں سر ہلا گیا۔ ”ضرور میری جان آؤ اندر“ عامر نے

کہا تو وہ دونوں سیدھا اندر جانے کی بجائے اسکے سینے سے لگے جس پر عامر بھی انکے گرد بازو باندھتے انکا سر چوم گیا۔ "میرے پیارے بیٹے۔جانتے ہو میں تم دونوں سے بہت پیار کرتا ہوں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "ہم بھی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔بیشک ہمیں آپکا نہیں پتا تھا پر آپ ہمارے بھائی ہیں اور ہمیں بے حد عزیز ہیں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "جانتا ہوں چلو آؤ وہاں بیٹھتے ہیں" عامر نے ان دونوں کے بال بگاڑتے کہا اور دروازہ بند کرتے ان کے ساتھ بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔ "بھائی آپ کہاں تھے اور آپ کبھی ہمارے پاس آئے کیوں نہیں اماں سائیں نے کہا کہ آپ ایک سال کے تھے جب ایکسیڈنٹ ہوا تھا پھر آپ کہاں تھے۔آپ شیری بھائی سے تین سال بڑے ہیں تو اس حساب سے بتیس سال کہاں تھے آپ بھائی" اسد نے پوچھا تو عامر نے گہری سانس بھری۔ "بتاؤں گا میری جان۔ابھی ماضی سے پردے اٹھانے بیٹھا تو بڑی دیر لگ جائے گی۔جب دادو کے پاس بیٹھوں گا تب بتاؤں

گا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور بیڈ پر دراز ہوتے عامر کی گود میں سر رکھتے لیٹ گیا۔ "بھائی اگر آپکو بُرا نا لگے تو میں یوں ہی رہ لوں۔آپ سے بابا کی خوشبو آرہی ہے۔بہت سکون مل رہا ہے" اسد نے کہا تو عامر نے جھکتے اسکا سر چوما اور نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ "میرا بیٹا سارا دن بھی ایسے رہے گا تو مجھے بُرا نہیں لگے گا" عامر نے کہا تو وہ مسکراتے آنکھیں موند گیا۔ جس پر وہ دونوں بھائی مسکرائے۔ "یہ بلکل بچوں جیسی حرکتیں کرتا ہے بھائی" شہریار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ "جانتا ہوں یہ بچوں جیسا ہے اور تم ایک دم سنجیدہ ہو۔اسد کو بائکس کا شوق ہے اور تمھیں گاڑیوں کا۔اسد کو شرارتیں کرنا پسند ہے اور تمھیں اسے ٹوکنا" عامر نے ککا تو ان دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "آپ کو کیسے پتا" شہریار نے فوراً پوچھا۔ "مجھے ایسے پتا کہ میرے گارڈز ہر وقت سائے کی طرح تم لوگوں کے ساتھ رہتے تھے اور مجھے تم دونوں کے پل پل کی رپورٹ دیتے تھے" عامر نے کہا تو ان دونوں نے منہ

کھولتے اسے دیکھا۔ "مطلب آپ ہمیں سٹالک کرتے تھے" اسد نے پوچھا تو عامر ہنس دیا پر اسکی مسکان آنکھوں تک نا پہنچ سکی جسے ان دونوں نے محسوس کیا تھا۔ "سٹالک نہیں کرتا تھا بس تم دونوں کا خیال رکھتا تھا" عامر نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "اچھا بھائی مجھے آپ سے ایک بات کہنی تھی" اچانک شہریار نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "کہو میری جان" اس نے پیار سے جواب دیا تو شہریار نے اسکا ہاتھ تھاما۔ "مجھے سوری کہنا تھا آپ کو" شہریار نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "سوری کیوں شیری" عامر نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "بھائی آپ کی بیوی کے ساتھ اتنا بُرا رویہ اختیار کرنے کیلئے۔ آپ پلیز میری وجہ سے یوں انھیں طلاق نا دیں" شہریار نے کہا تو عامر نے جبڑے سختی سے بھینچے۔ "میں نے انھیں تمھاری وجہ سے نہیں چھوڑا" عامر نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "ایسا نا کریں۔ جھوٹ نا بولیں۔ میری وجہ سے کر رہے ہیں نا کریں۔ واپس لے آئیں اسے۔ میں اسے معاف کردوں گا۔ وہ سب ماضی

تھا۔میں نے اسے معاف کیا۔پلیز بھائی آپ میرے لیے اپنا گھر نا خراب کریں" شہریار نے جیسے منت کی تھی۔ "تم تو معاف کردو گے۔میں کیسے معاف کروں۔وہ خطوط پڑھ کر میرا دل ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔میں انکے ماضی سے آگاہ ہوں پر انکا یوں غیر مردوں کے ساتھ پیسوں کیلئے روابط قائم کرنا مجھے جیتے جی مار گیا" عامر کے لہجے میں اذیت ہی اذیت تھی۔ "بھول جائیں بھائی وہ سب ماضی تھا۔اس نے جو کیا وہ اس پر شرمندہ ہے تو کیوں خود کو اذیت دے رہے ہیں۔میں جانتا ہوں آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔آپکا چہرہ، آپکی آنکھوں میں موجود تڑپ سے صاف پتا لگ رہا ہے کہ آپ اس کے بغیر نہیں رہ سکتے" شہریار نے کہا تو وہ کھوکھلا سا قہقہہ لگا گیا جبکہ اسکے قہقہے میں اذیت محسوس کرتے اسد نے اسکا دوسرا ہاتھ تھاما۔ "محبت چھوٹا لفظ ہے شیری۔عشق کرتا ہوں میں ان سے پر اس اذیت کا کیا کروں جو اس خطوط میں لکھے الفاظ یاد کرتے ہورہی ہے۔میں نے طلاق کا کہہ تو دیا ہے پر جانتے ہو

انھیں چھوڑنے کی سوچ ہی میری جان لے رہی ہے۔میں زندگی کے اس موڑ پر ہوں جہاں نا میں انھیں اب اپنا سکتا ہوں نا ہی چھوڑ سکتا ہوں نا دور جا سکتا ہوں اور نا ہی ان سے دور جانا چاہتا ہوں" عامر نے کہا۔جس احساس کو وہ آج تک نا سمجھ سکا تھا وہ ثانیہ کی چند گھنٹوں کی جدائی نے اسے سمجھا دیا تھا۔وہ ثانیہ سے عشق کرتا ہے یہ احساس خوبصورت تھا پر ابھی اذیت دینے کا سبب بن رہا تھا۔"تو اسکا مطلب کیا سمجھوں آپ اسے کچھ دنوں تک واپس لے آئیں گے" شہریار نے امید سے پوچھا۔وہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مطلب امید تھی کہ وہ اسے لے آئے۔"نہیں اب ہمارے راستے جدا ہیں۔میری روح ان سے جدا نہیں ہو سکتی پر میں اب ان سے رابطہ نہیں رکھوں گا" عامر نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہارے ہوئے لہجے میں کہا جس پر شہریار نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔مطلب وہ ابھی بھی اسی ضد پر قائم تھا۔اس کی شرمندگی میں اب مزید اضافہ ہوا۔وہ ایک صنفِ نازک کو اسکے شوہر کی نظروں میں گرا گیا

تھا۔ "اگر کوئی رابطہ قائم نہیں رکھنا چاہتے تو اسے طلاق دیں اور معاملہ ختم کریں۔ میں ابھی طلاق نامہ تیار کرتا ہوں اس پر سائن کریں اور اسے بھجوا کر ثانیہ سے موو آن کر جائیں" شہریار نے اسکے چہرے کو دیکھتے کہا تو عامر کا چہرہ پل میں غصے سے سرخ ہوا جبکہ اسد نے شہریار کو دیکھا جو چِل بیٹھا تھا۔ "دماغ خراب ہے تمھارا شیری۔ تم مجھے کہہ رہے ہو میں ثانیہ سے موو آن کر جاؤں۔ اپنی محرم سے موو آن کر جاؤں۔ ایسا کبھی نہی ہوسکتا شہریار میں مر سکتا ہوں پر ثانیہ عامر ملک سے موو آن نہیں کر سکتا۔ میں انکے لیے سب سے موو آن کر سکتا ہوں پر ان سے نہیں۔ ان سے موو آن کیا تو جان سے جاؤں گا" عامر نے جنونی انداز میں کہا تو شہریار مسکرایا جبکہ اسد نے اپنے شیری بھائی کو دیکھا جو اس وقت اپنے ایڈوکیٹ روپ میں آئے عامر کو اپنی باتوں کے جال میں پھنسانے والا تھا۔ "تو پھر اسے واپس لے آئیں بھائی کیوں خود کو اور اسے اذیت دے رہے ہیں" شہریار نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "مجھے وقت

دو۔ ابھی میرا اپنا دماغ کام نہیں کر رہا اور عدالت کی مکاریاں وہی آزمایا کرو۔ بڑا ہوں میں تم سے بیٹا یہ ایڈوکیٹ والی چلاکیاں اپنی جیب میں رکھا کرو" عامر نے اسکی بات کا جواب دیتے اسے لتاڑا تو وہ منہ بنا گیا جبکہ اسد اسکی بے عزتی پر قہقہہ لگا گیا۔ "ہائے اللہ بھائی مزہ آگیا" اسد نے ہنستے ہوئے کہا تو شہریار نے اسے مصنوعی گھوری سے نوازا جبکہ عامر ہلکا سا ہنستے شہریار کیلئے بازو واء کر گیا جس پر وہ بھی اس کے سینے سے لگتے ہنسنے لگا۔ ان دونوں کو ہنستے دیکھ عامر نے ان دونوں کی نظر اتاری اور انکا سر چومتے آنکھیں موند گیا۔ اسکا دل ہمک ہمک کر ثانیہ کی آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کو یاد کرتے تڑپ رہا تھا۔ ناجانے وہ مزید کتنا روئی ہوگی۔ وہ تو اسکی چند دنوں کی دوری نہیں برداشت کر پاتی اور اس نے تا عمر کے ہجر کا فیصلہ سنا دیا تھا۔

"آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ضار۔ کیوں اپنی ماہ کو اتنی بڑی اذیت سے دو چار کردیا" مہرماہ نے خیالوں میں ضرار سے مخاطب ہوتے پوچھا۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے اور مہرماہ ابھی تھوڑی دیر پہلے نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی جبکہ ثانیہ نماز پڑھنے کے بعد اب بیٹھی سورۃ یٰسین کی تلاوت کررہی تھی۔ ضرار کافی دیر پہلے سے جاچکا تھا جبکہ وہ ایک بار بھی اس سے ملنے نہیں گئی تھی جس پر ضرار کو بُرا تو لگا تھا پر وہ خاموشی سے چلا گیا۔ "مہرو میری جان کہاں کھوئی ہو" ابھی وہ یونہی بیٹھی تھی جب ثانیہ نے اسے پکارا جس پر ہوش میں آئی اور اسے دیکھا جو اسکے پاس کھڑی تھی۔ وہ سوچوں میں اتنی کھوئی تھی کہ اس نے ثانیہ کا آنا محسوس نا کیا۔ "جی اپیہ" اس نے اسے جواب دیا اور اسکی بازو پکڑتے اسے اپنے ساتھ بیٹھاتے اسکے گرد بازو باندھتے اس کے کندھے پر سر رکھ گئی۔ وہ دونوں آج ایک ہی کمرے میں سونے والی تھی۔

"میری جان آج تم کھوئی کھوئی سی لگ رہی ہو۔ میں دیکھ رہی ہوں جب سے

آئی ہو اداس ہو۔کیا ہوا ہے گڑیا" ثانیہ نے اسکے بال سہلاتے کہا۔"کچھ نہیں اپیہ بس آپکے لیے اداس ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسے روبرو کیا۔"مہرو اپیہ سے جھوٹ نہیں بولتے میرا بچہ بتاؤ کیا ہوا ہے۔سب نے تمھاری خاموشی نوٹ کی ہے۔کیا ضرار بھائی سے کوئی ناراضگی چل رہی ہے تم ان سے ملنے بھی نہیں گئی" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلاتے چہرہ جھکایا۔"مہرو پلیز گڑیا۔اگر کوئی بات ہے تو مجھے بتاؤ۔بچہ میں اپیہ ہوں نا ایسے خود تک بات رکھتے خود کو اذیت نہیں دیتے" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔"اپیہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جس پر ہم سب زیادہ یقین کرتے ہیں وہی ہمارا یقین توڑ دیتا ہے" مہرماہ نے پوچھا تو ثانیہ نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔بھلا اس بات کا کیا مقصد تھا۔"گڑیا اس بات کا کیا مطلب ہے۔کس نے توڑا میری بہن کا یقین" ثانیہ نے اسکی گال سہلاتے پوچھا۔"اپیہ پلیز بتائیں نا کیوں ہمارا یقین وہی شخص توڑتا ہے جس پر ہم اندھا

اعتبار کرتے ہیں" مہرماہ نے پھر پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میری جان ہمارا یقین اسی لیے توڑا جاتا ہے کیونکہ جس پر اندھا اعتماد کرتے ہیں وہ واقعی ہمیں اندھا سمجھ لیتا ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "اپیہ کیا مجھ میں کوئی کمی ہے" مہرماہ کے اگلے سوال پر ثانیہ کے دل کو کچھ ہوا۔یہ سوال پوچھتے اسکے لہجے میں اتنی اذیت سمٹی تھی کہ ثانیہ کا دل لرزا تھا۔ "میری جان تم میں کوئی کمی نہیں ہے۔تم ماشاءاللہ اتنی پیاری ہو۔دل کی اتنی اچھی ہو۔گڑیا کی طرح معصوم ہو۔نیک ہو۔اللہ کے نیک بندوں میں سے ایک ہو۔ہر ایک کا احساس کرنے والی ہو۔سب سے اتنا پیار کرتی ہو۔نفرت کا تمھیں پتا ہی نہیں۔پھر تم میں بھلا کمی کیسے ہو سکتی ہے" ثانیہ نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو مہرماہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔اپنی بہن کی محبت پر اسکا ضبط ٹوٹا تھا۔اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ ضرار کی بے وفائی پر روئے گی نہیں پر اب دل کا درد بڑھتا جارہا تھا۔بے وفائی کی اذیت کوئی چھوٹی نا تھی۔اب ضبط کرتی

تو یقیناً مر جاتی۔ ”مہرو کیا ہوا رو کیوں رہی ہو“ اسے یکدم روتے دیکھ ثانیہ نے جلدی سے پوچھا۔ ”اپیہ آپ کہتی۔۔ہیں کہ۔۔مجھے میں کوئی۔۔ کمی نہیں۔۔پھر ضار نے کسی دوسری۔۔ لڑکی سے شادی۔۔کیوں کی۔۔کیوں وہ۔۔کسی دوسری۔۔ عورت کے۔۔بچے۔۔کے باپ۔۔بننے والے ہیں“ مہرماہ نے بھرائی آواز میں ہچکیاں بھرتے پوچھا تو ثانیہ ساکت ہوئی۔ اس نے بے یقینی سے مہرماہ کو دیکھا جو روتے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”مہرو کیا کہہ رہی ہو۔ضرار بھائی نے دوسری شادی کرلی۔انکا بچہ۔ایسا کیسے ہوسکتا ہے وہ تو تم سے محبت کرتے ہیں پھر ایسا کیسے ہوسکتا ہے“ ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”میں نہیں جانتی آپی۔۔میں نہیں جانتی۔۔می۔۔میں نے یہاں۔۔آنے سے۔۔پہلے۔۔ضار اور۔۔ان کی۔۔دوسری بیوی۔۔کی باتیں۔۔ سنیں۔۔آپی“ مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے کہا اور اسے ضرار اور لائبہ کی گفتگو کے بارے میں بتانے لگی جسے سنتے ثانیہ کی آنکھوں میں نمی اتری۔اسکی

بہن جو آج اسکے دکھ کو بانٹنے میں سب سے پیش پیش تھی وہ آج خود اتنے بڑے غم مبتلا تھی جو اسکی نکالنے کے در پر تھا۔ اسے تو صرف اس کے شوہر نے گھر سے نکالا تھا پر ضرار تو اسکی بہن کی زندگی تباہ کر چکا تھا۔ "مہرو میری جان تم نے بھائی اور بابا کو کیوں نہیں بتایا" ثانیہ نے اسے خود میں بھینچتے پوچھا۔

"کیا۔۔بتاتی۔۔آپی۔۔کیسے۔۔بتاتی۔۔میں تو۔۔ ان ۔۔ سے بھی۔۔ سوال نا کر سکی۔۔کہ آخر۔۔کیوں ۔۔ مجھ سے۔۔۔بے وفائی۔۔آخر کیا۔۔کمی رہ۔۔گئی تھی ۔۔میری محبت۔۔میں آخر۔۔کیوں انھوں نے۔۔میرا حق۔۔کسی اور کو۔۔دیا۔۔آپی۔۔سات سال کی۔۔عمر سے۔۔انکے۔۔نکاح میں۔۔ہوں۔۔خود۔۔کو ان۔۔کیلیے سنبھال کر۔۔رکھا اور وہ۔۔نا۔۔صرف کسی اور ۔۔سے نکاح کر چکے۔۔ہیں بلکہ۔۔اس عورت۔۔۔سے تعلق۔۔بھی قائم کر چکے ہیں۔۔آپی۔۔میرا دل۔۔پھٹ ۔۔رہا ہے۔۔آپی۔۔وہ جان۔۔۔سے مار دیتے۔۔۔بے

وفائی۔۔نا کرتے۔۔اسکی اذیت۔۔موت سے۔۔بدتر ہے۔۔مجھے
ایسا۔۔لگ رہا ہے۔۔جیسے کوئی۔۔ہر۔۔لمحہ میرے جسم۔۔کی ایک
بوٹی۔۔نوچ کر۔۔نکالتا ہے۔۔ اتنی اذیت ہورہی۔۔ہے جو۔۔میں بیان
نہیں کر پارہی ۔۔آپی میری۔۔وفا۔۔میری محبت۔۔کو ایک غیر۔۔ عورت
پر۔۔وار کر۔۔ضار نے۔۔میری محبت کا قتل ۔۔کردیا۔۔ضار کی۔۔بے
وفائی۔۔جیت گئی۔۔پر میری۔۔وفا ہار۔۔گئی۔۔لاوارث کردیا۔۔ضار نے
مجھے۔۔ محبت کا بھرم۔۔توڑ دیا۔۔جیتے جی۔۔میرا جنازہ اٹھا۔۔دیا۔۔آپی
کیوں۔۔ترس نا آیا" انھیں مہرماہ نے پھوٹ پھوٹ کر روتے کہا تو ثانیہ کی
آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہوئے۔"میری جان مجھے سمجھ نہیں آرہی میں کن
لفظوں میں تمھیں تسلی دوں کہ تمھارے دل کو سکون آجائے۔مجھے تو اب تک
یقین ہی نہیں آرہا کہ ضرار بھائی نے دوسری شادی کرلی اور انکی اولاد بھی آنے
والی ہے۔تم نے بھائی سے کیوں نہیں پوچھا۔کیوں ضرار بھائی سے سوال

نہیں کیا۔ انکا گریبان پکڑ کر پوچھتی آخر کیوں انھوں نے ایسا کیا" ثانیہ نے کہا تو اس نے روتے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔۔پوچھوں۔۔گی آپی۔۔مرتے دم۔۔تک نہیں۔۔پوچھوں گی۔۔انھوں نے۔۔مجھے نہیں۔۔بتایا میں۔۔پوچھا کہ۔۔کیا آپ کچھ۔۔چھپا رہے۔۔ہیں انھوں نے۔۔صاف انکار۔۔کردیا۔۔ اب۔۔ میں کبھی نہیں۔۔پوچھوں گی۔۔میں نے صبر۔۔کرلیا ہے۔۔میں نے اپنا۔۔معاملہ اللہ کے سپرد۔۔کیا" مہرماہ نے کہا تو اس نے مہرماہ کا سر چوما۔ "میرا بچہ لیکن پوچھو تو اور اگر نہیں پوچھنا تو بابا اور بھائی سے بات تو کرو۔کم ازکم وہ ضرار بھائی سے پوچھیں کہ انھوں نے یہ حرکت کیوں کی ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔۔بابا اور۔۔بھائی۔۔پہلے ہی بہت۔۔پریشان۔۔ہیں۔۔میں انھیں۔۔نہیں بتاؤں۔۔گی اور آپکو بھی میری۔۔قسم۔۔آپ نہیں۔۔بتائیں گی" مہرماہ نے کہا تو ثانیہ نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے لیکن اب تم

وہاں واپس نہیں جاؤ گی" ثانیہ نے کہا تو اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور اسے دیکھا۔ "نہیں آپی میں وہاں جاؤں گی اور ضار کے پاس رہتے ان سے اتنی دور چلی جاؤں گی کہ وہ ہمارے درمیان موجود فاصلے کو ختم نہیں کر پائیں گے اور دوسرا اس لڑکی کو اس کی اوقات بتاؤں گی جس نے میرے گھر کو توڑا ہے۔ ضرار سے تو دل کے ناطے اسی وقت توڑ کر نکلی تھی جب ان پر کسی اور کا بھی حق ہونے کا پتا چلا تھا پر وہ لڑکی وہ بھی ضرار کے برابر ہی گناہگار ہے۔ ان دونوں کو سزا دوں گی اور ایسی دوں گی کہ ضرار راجپوت تڑپے گے اور وہ لڑکی خود ہی وہاں سے چلی جائے گی" مہرماہ نے کہا تو ثانیہ نے اسکی آنکھوں کو نرمی سے چوما۔ "میرا بچہ آئی ایم پراؤڈ آف یو۔ پر یہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں تمھیں تم سے بہتر جانتی ہوں۔ تم جب بھی اس لڑکی کو دیکھو گی تمھیں اذیت ہوگی اور تم روؤ گی اور یہ میں نہیں چاہتی" ثانیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "باخدا آپی جب یہ بات پتہ چلی تب سے لے اب تک نہیں روئی پر

آپکے سامنے ضبط ٹوٹ گیا کیونکہ آپ میری بہن ہیں۔ میری ہمدرد ہیں۔ آپکو تو یہ آنسو دکھا سکتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں میری جان اور تم میری گڑیا ہو۔ میں اللہ سے دعا کروں گی کہ اللہ تمھاری اذیت جلدی دور کرے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکی گرد حصار باندھتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ اس نے نرمی سے اسکا سر چوما اور اسکی گال پر گال ٹکا گئی۔ اسکا ذہن اس وقت مہرماہ کی طرف تھا پر دل اس دشمنِ جاں سے شکوہ کر رہا تھا جو اسے طلاق دینے کو تیار بیٹھا تھا۔ سب جانتے بوجھتے اس نے اس سے پوچھے بغیر اس سے رشتہ ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا وہ اتنی ارزاں تھی کہ وہ اسے یوں اپنی زندگی سے نکال رہا تھا۔ اسے اذیت تو بہت ہو رہی تھی پر وہ فیصلہ کر چکی تھی کہ وہ روئے گی نہیں وہ بھی صبر کرے گی اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے گی۔ وہ عامر کی منت نہیں کرے گی بلکہ وہ اسے روکے گی بھی نہیں۔ وہ اب

اپنے لیے جینا سیکھے گی۔وہ ویسی بنے گی جیسی اللہ کو پسند ہو۔اب اسے کسی کی پسند سے غرض نہیں رکھنی تھی۔ اب اسے بس اللہ کا قرب حاصل کرنا تھا باقی دنیا کی اسے چاہ نا تھی۔

"کیسے ہیں آپ ڈیڈ" لائبہ نے بالکونی میں کھڑے ہوتے کاشف صاحب سے پوچھا جنکی کال ابھی آئی تھی۔وہ ابھی انکی کال پر ہی جاگی تھی۔ورنہ اسکا ارادہ مزید سونے کا تھا لیکن اتنی صبح صبح انکی کال آنے پر وہ حیران بھی ہوئی تھی۔"میں ٹھیک ہوں میری پرنسز کیسی ہے۔ طبیعت ٹھیک ہے نا"کاشف صاحب نے شفقت سے پوچھا۔"جی ڈیڈ سب ٹھیک ہے۔آپ نے اس ٹائم کال کی سوئے نہیں کیا آپ" لائبہ نے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر گئے۔"بچے سویا ہوا تھا پر ابھی تمھارے اپارٹمنٹ میں جو میڈ ہے اسکی کال آئی تھی کہ گھر پر کچھ لوگ آئے تھے اور اسے بیہوش کرکے گھر کی تلاشی لے کر گئے ہیں لیکن

سامان کوئی نہیں لے کر گئے۔ کہیں وہ ضرار کے آدمی تو نہیں" کاشف صاحب نے پوچھا۔ "نہیں ڈیڈ وہ اسکے آدمی نہیں ہوسکتے بھلا وہ کیوں اب کسی کو تلاشی کیلئے بھیجے گا۔ اسکے گھر میں رہ رہی ہو مجھے ہی ڈھونڈ رہا تھا نا وہ پھر اب اسکو کیا ضرورت ہے۔ ہوسکتا ہے ڈاکو ہوں۔ کوئی نا کوئی چیز لے کر گئے ہونگے۔ ریلیکس رہیں وہ میڈ اندھی ہے اس کا جو دل کیا بول دیا پرسکون ہوکر سو جائیں" لائبہ نے کہا تو کاشف کی فکرمندی میں کمی آئی۔ "چلو ٹھیک ہے" کاشف صاحب نے کہا۔ "اچھا ڈیڈ آپ نے تو کہا تھا آپ ایک ہفتے میں آجائیں گے پر اتنے دن ہوگئے ابھی تک نہیں آئے خیریت" لائبہ نے جلدی سے پوچھا۔ "مجھے ابھی ٹائم لگے گا میری کمپنی کے شیئرز کسی نے مارکٹ سے خرید لیے ہیں وہ کون ہے میں نہیں جانتا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ تمھارے نام پر جو این جی او تھی وہ بھی خرید لی گئی ہے۔ تمھارے نام پر جو کچھ تھا وہ آہستہ آہستہ ختم ہوتا جارہا ہے بس وہی ڈھونڈنے کی کوشش میں لگا ہوں۔ ضرار پر مجھے شک

تھا پر وہ ایسا نہیں کرے گا تو کون ہو سکتا ہے" کاشف صاحب نے کہا تو وہ فکرمند ہوئی۔ "آپ فکر نا کریں ڈیڈ۔ آپ آرام سے کام کر لیں پھر آجائیے گا" لائبہ نے کہا۔ "ٹھیک ہے بچے خیال رکھنا" کاشف صاحب نے کہا تو اس نے اوکے کہتے کال کاٹی۔ "میرے نام پر موجود بزنس کون خرید رہا ہے۔ آخر کس کی دشمنی ہو سکتی ہے مجھ سے" لائبہ نے فون سائیڈ پر رکھتے کہا عین اسی وقت اسکی نظر ضرار پر پڑی جو بلیک ٹریک سوٹ پہنے یقیناً جوگنگ پر جا رہا تھا۔ اس نے وہاں کھڑے ہوتے ضرار کے جانے تک اسے نہارا جو انتہائی پیارا لگ رہا تھا۔ "افف میرا معصوم زی" لائبہ نے ضرار کو دور جاتے تک دیکھا پھر قہقہہ لگا گئی۔

"میرا بچہ۔ کیسے ہو تم۔ تم کہاں تھے۔ تم جانتے ہو جب تم گئے تھے ہم سب کی کیا حالت تھی۔ مجھے تو جب کل اماں سائیں نے بتایا کہ تم واپس آگئے

ہو۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھی۔ میں تو کل ہی آنے والی تھی پر پھر تمھاری تھکاوٹ کا احساس کرتے نہیں آئی" فردوس بیگم نے عامر کا ماتھا چومتے کہا جو انکی بات سنتے مسکرایا۔ آج تنزیل بیگم اور لائبہ کے علاوہ قصرِ راجپوت کے سارے مکین یہاں عامر سے ملنے آئے تھے۔ "آنی آپ کل آجاتیں تو میری تھکاوٹ ویسے ہی اتر جاتی آپ کو دیکھ کر" عامر نے کہا تو وہ مسکرائیں جس پر وہ بھی آگے ہوتے دراب صاحب کے گلے لگا۔ "کیسے ہیں انکل آپ" عامر نے پوچھا تو وہ اسکی پیٹھ تھپتھپا گئے۔ "اپنے بڑے بیٹے کو دیکھ کر ایک باپ کیسا ہوسکتا ہے" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرایا اور ضرار کی طرف بڑھنے لگا جو اسے اپنی طرف آتے دیکھ باہر چلا گیا تھا جس پر وہ تینوں بھائی حیران ہوئے۔ ضرار جب سے آیا تھا ان تینوں بھائیوں کو اگنور کررہا تھا جسکی وجہ انھیں معلوم تھی۔ "اسلام علیکم عامر بھائی ! میں عائشہ ہوں" عائشہ نے عامر کے پاس آتے جھجکتے کہا تو وہ ہوش میں آتے مسکرایا اور نرمی سے اسے ساتھ

لگاتے اسکا ڈوپٹہ سے ڈھکا سر چوم گیا۔ ”جی میرا بیٹا مجھے پتا ہے۔ آپ ہماری عائشہ گڑیا ہیں۔ جس میں سب کی جان بستی ہے“ عامر نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے کہا تو وہ ہنسی جس پر سب ہی مسکرائے جب کہ اسد نے اس کی نظر اتاری۔ ”جی بلکل صحیح پہچانا آپ نے“ عائشہ نے مسکراتے کہا تو وہ ہنسا۔ ”تو اپنے اتنے پیارے بیٹے کو کیسا نا پہچانتا۔ چلیں اب آپ یہاں بیٹھیں۔ میں زرا آتا ہوں“ عامر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے شاہجہاں بیگم کے پاس بیٹھی جبکہ عامر پیچھے ہوتے باہر کی طرف بڑھا اور اس کے پیچھے ہی اسد اور شہریار نے بھی باہر کی راہ لی۔ ”بچوں کہاں جارہے ہو“ فردوس بیگم نے انھیں باہر جاتے دیکھ پوچھا۔ ”وہ آنی ضرار سے کچھ بات کرنی ہے تو بس لان تک جارہے ہیں“ عامر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا تو وہ باہر نکل گئے۔ ”یہاں کیا کررہے ہو اور ہمیں اگنور کیوں کیا“ شہریار نے باہر آتے ہی پوچھا تو ضرار نے بغیر کچھ کہے پلٹتے پوری قوت سے اسکے منہ پر مکہ مارا جس پر

شہریار کی کراہ بے ساختہ تھی جبکہ اسد اور عامر نے ضرار کو دیکھا جسکا چہرہ غصے سے سرخ ہورہا تھا۔ ”سالے کیا پاگل ہوگیا ہے“ شہریار نے اس کے اچانک مکہ مارنے پر غُراتے پوچھا۔ ”بکواس بند کر اور اپنی شکل گم کرلے شہریار یہ نا تو میں تیرے بچے کو اس دنیا میں آنے سے پہلے یتیم کردوں“ ضرار نے انگلی اٹھاتے اسے کہا اور رخ پھیر گیا۔ ایک تو وہ مہرماہ کی وجہ سے اذیت میں تھا پھر یہاں آتے اپنی چھوٹی بہن کے آنسو یاد آرہے تھے تو اسکا دماغ اب بلکل گھوما ہوا تھا۔ ”کیا بکواس کری جارہا ہے۔دماغ تو نہیں خراب ہوگیا“ شہریار نے دانت پیستے کہا۔ ”دماغ میرا نہیں تم تینوں بھائیوں کا خراب ہوگیا۔جنھوں نے ایک معصوم لڑکی کو صرف اسکے ماضی کے بنا پر گھر سے نکال دیا“ ضرار نے کہا تو ان تینوں نے نظریں چرائیں۔ ”نگاہیں مت چراؤ۔ شرم نا آئی تم لوگوں کو۔ ایک بار تو سوچتے کہ وہ ایک صنفِ نازک ہے تم لوگوں کے لفظ اسے کس نہج تک توڑ چکے ہیں اندازہ بھی ہے۔شہریار اور اسد ایسا کرتے مجھے اتنا دکھ نا ہوتا پر عامر

بھائی آپ نے ایسا کیا۔ اسکا ماضی جانتے بوجھتے۔ ہر چیز سے واقف ہونے کے باوجود۔ اس کی ہر اذیت۔ ہر آنسو کے گواہ ہونے کے باوجود۔ ایک بار تو سوچ لیتے کہ جو لڑکی خود آپ کیلئے سر تا پیر بدل چکی ہے اسکے لیے آپ کیا معنی رکھتے ہونگے۔ جس لڑکی نے کل صرف آپکے چھوڑ جانے کے ڈر سے سب کے بیچ آپ سے اظہارِ محبت کیا وہ آپ سے کس قدر محبت کرتی ہوگی۔ جس لڑکی نے آپکے لیے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اسکو آپ سے کتنی عقیدت ہوگی۔ ایک بار تو سوچ لیتے جو پہلے ہی دکھوں کو جھیلتے بڑی ہوئی ہے اسے اب کی بار دکھ دیتے آپ توڑ رہے ہیں۔ اور وہ خطوط جنکی بنا پر اسے گھر سے نکالا گیا۔ ایک بار انکی سچائی جاننے کی کوشش کرلیتے "ضرار تو جیسے غصے سے پھٹ پڑا تھا۔ وہ اپنے لفظوں سے ان تینوں بھائیوں کو شرمندہ کر گیا تھا۔ "ہمارا رشتہ۔۔تین ماہ" عامر کی بات پوری ہونے سے پہلے ضرار اسکی بات کاٹ گیا تھا۔ "آپکا رشتہ تین ماہ کا سمجھوتہ تھا۔ پر جس دن ثانیہ گڑیا کو نروس بریک ڈاؤن

ہوا اس دن آپ نے اسے دل سے اپنایا تھا نا پھر ایک چھوٹے سے خط کی بنیاد پر ایسے اسے گھر سے نکال دیا کیا آپ کو زرا احساس نہی ہوا۔آپ جانتے ہیں جن دنوں میں آپ گلگت تھے۔وہ ہر وقت گم سم سی رہتی تھی۔سارا دن موبائل اسکے ہاتھ میں ہوتا تھا کیونکہ اسے آپکی کال کا انتظار ہوتا تھا۔آپکے جانے سے اداسی اسکے چہرے پر عیاں تھی۔اسکی آنکھیں آپکی منتظر ہوتی تھیں۔پر کل۔جانتے ہیں کل میں نے اسکے چہرے پر، اسکی آنکھوں میں کیا دیکھا" ضرار غصے سے بول رہا تھا۔جبکہ اسکی بات سنتے نا جانے کیوں عامر کے چہرے پر خوف نمایاں ہوا۔"کیا دیکھا تھا" اس نے جلدی سے پوچھا۔"میں نے اس کے چہرے پر ہار دیکھی۔وہ ہار گئی ہے۔میں نے اس کی آنکھوں میں صرف ٹوٹے کانچ کی کرچیاں دیکھیں جو اسکی روح کو زخمی کرچکی ہیں۔جانتے ہیں کل میں چھ سات گھنٹے وہاں رہا پر اس کی آنکھ سے ایک آنسو تک نہیں نکلا تھا۔آنسو تو چھوڑیں ایک شکوہ تک اس کی زبان سے نہیں پھسلا۔جانتے ہیں کیا کہہ

رہی تھی وہ۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اسے اذیت نہیں ہوئی کیونکہ سب ہی اسے چھوڑ جاتے ہیں۔ تو اب آپ اسے چھوڑ جائیں گے تو کونسا نئی بات ہے۔ اسے عادت ہے۔ اس سے اندازہ لگا کہ آپ اسے کس نہج تک توڑ چکے ہیں" ضرار نے کہا تو عامر کا سانس رکا۔ اس نے یہ الفاظ ثانیہ کے منہ سے نہیں سنے تھے پر یہ الفاظ اسکی جان نکال گئے تھے۔ "اور ہاں جن چیزوں کی سچائی کا نا پتا ہو کبھی انکی بنیاد پر کسی سے رشتہ نہیں توڑتے اور طلاق کی دھمکی تو تب تک نہیں لگانی چاہیے جب تک انسان پر لگا الزام سچ نا ہو" ضرار نے کہا اور بغیر ان تینوں کی بات سنے اندر چلا گیا جبکہ وہ تینوں بھائی اپنی جگہ شرمندہ ہوئے ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔ عامر کا حال ان سب سے خراب تھا۔ ثانیہ کے الفاظوں نے اسے جنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ کیا وہ زیادتی کر گیا تھا۔ ضرار کس سچائی کی بات کر رہا تھا۔ کونسی تصدیق کرنی چاہیئے تھی اسے۔ کیا کچھ چھوٹ گیا تھا۔ پر کیا وہ سمجھ نا سکا۔

"اسد بات سنیں" عائشہ نے اسے پکارا جو پول میں دونوں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ضرار کے جانے کے بعد عامر اور شہریار اندر چلے گئے تھے پر اسد باہر ہی رہا۔وہ پچھلے ایک گھنٹے سے باہر تھا۔ضرار آج پہلی بار اس سے ناراض ہوا تھا جس پر وہ خاصا اداس ہوا تھا۔عامر اور شہریار نے اسے بارہا کہا تھا کہ وہ مان جائے گا پر اسد نے انھیں بعد میں آنے کا کہا تھا۔سب ہی جانتے تھے کہ وہ شہریار سے زیادہ ضرار سے اٹیچ ہے تبھی اسکی زرا سی سرد مہری یا ناراضگی اسکی جان پر بن جاتی تھی۔اور آج ضرار نے اسے ایک بار بھی نا گلے لگایا اور نا ہی کوئی بات کی تھی جس پر اسد خاصا اداس تھا تبھی شہریار نے عائشہ کو باہر بھیجا تھا۔وہ جانتا تھا اس وقت وہ صرف عائشہ کی سنے گا۔"ہمم" اسکی آواز سنتے اسد نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جو اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔"کیا ہوا یہاں کیوں بیٹھے ہیں" عائشہ نے اسکے ساتھ والی چئیر پر بیٹھتے پوچھا۔"بس ایسے ہی بیٹھا

ہوں شہزادی۔کیا ہوا تم اٹھ کر باہر کیوں آگئی" اسد نے اسے دیکھتے
پوچھا۔"بس ایسے ہی آپکے پاس نہیں آسکتی میں" عائشہ نے جان بوجھ کر منہ
بناتے کہا تو وہ ہولے سے ہنس دیا۔"میری جان تم میری بیوی ہو۔تمھارا جب
دل چاہے تب میرے آسکتی ہو" اسد نے اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ
مسکرائی۔"وہ تو میں جانتی ہوں۔اچھا یہ بتائیں اداس کیوں ہیں" عائشہ نے
پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔"ضرار بھائی مجھ سے بھی ناراض ہوگئے
ہیں۔حتیٰ کہ میری تو کوئی غلطی بھی نہیں ہے" اسد نے کہا تو اس نے گہری
سانس بھری۔"اسد آپکی غلطی بے شک نہیں ہے پر ابھی ضرار بھائی غصے میں
ہیں۔ایسے اداس نا ہوں" عائشہ نے اسکے ہاتھ کو سہلاتے کہا۔"اگر غصہ ہیں تو
کیا مجھے ہرٹ کریں گے۔پتا ہے نا مجھے نہیں برداشت ہوتا جب کوئی مجھ سے
ناراض ہو۔پھر بھی بھائی مجھ سے ناراض ہیں۔مجھے اتنی اذیت ہورہی ہے"
اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں کنارے سرخ تھے۔اس نے

سختی سے جبڑے بھینچ رکھے تھے گویا جیسے خود کو رونے سے روک رہا ہو۔ ”اسد! بھائی آپ سے ناراض نہیں ہیں۔ وہ عامر بھائی اور شہریار بھائی پر غصہ ہیں۔ آپ پر نہیں پلیز اداس نا ہوں“ عائشہ نے کہا تو اسد چئیر سے اٹھتے زمین پر بیٹھا اور اسکی گود میں سر ٹکا گیا۔ ”ٹھیک ہے مان لیا۔ وہ مجھ پر غصہ نہیں ہیں پر مجھے یوں اگنور تو نا کریں مجھے اتنا بُرا لگ رہا ہے شہزادی۔ اپنا آپ ان وانٹڈ محسوس ہونے لگتا ہے۔ جانتی ہو جب میرا کوئی اپنا مجھے یوں نظر انداز کرتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی کو میری ضرورت نہیں ہے۔ جیسے کوئی مجھ سے پیار نہی کرتا“ اسد نے کہا تو عائشہ نے نرمی سے جھکتے اسکا سر چوما اور اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ ”اسد ایسا نہیں ہے۔ سب کو آپکی ضرورت ہے۔ سب آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ اور آپ ان وانٹڈ نہیں ہے سمجھیں آپ ایک نعمت ہیں خبردار جو اب ایسا کہا“ عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا نہیں کہتا پر میں اب بھائی سے بات نہیں کروں گا۔ دیکھو آنسو

کنٹرول کرنے کی وجہ سے میری آنکھیں کیسے سرخ ہوگئی ہیں اور اتنی زیادہ جلن بھی ہورہی ہے" اسد نے چہرہ اوپر اٹھاتے اپنی آنکھوں کو معصومیت سے پٹپٹاتے کہا تو عائشہ مسکرائی۔وہ اسے کوئی ننھا بچہ لگ رہا جو اسے اپنی تکلیف اس لیے بتا رہا تھا تاکہ وہ اس پر مرحم رکھے اور عائشہ نے مرحم رکھا تھا۔اس نے جھکتے بے حد محبت و عقیدت سے اسکی دونوں آنکھوں کو باری باری چوما اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔"اب بھی جلن ہورہی ہے" عائشہ نے پوچھا تو اسد نے نفی میں سرہلایا۔"اب تو تپتے دل کو بھی سکون مل گیا ہے" اسد نے سرگوشی کی تو عائشہ کی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔"ایسے اداس نا ہوا کریں مجھے نہیں اچھا لگتا" عائشہ نے کہا تو اسد نے مسکراتے بے حد محبت سے اسکے ہاتھ کی پشت پر اپنا لمس چھوڑا۔"سوری آئیندہ نہیں ہوگا ایسا" اسد نے اپنے ناکردہ گناہ کی معافی مانگی۔"شاباش۔اب سنیں۔ضرار بھائی ابھی غصے میں ہیں تو انھیں تھوڑا ٹائم دیں وہ ٹھیک ہو جائیں۔ثانیہ کے ساتھ جو ہوا وہ واقعی اچھا

نہیں ہوا۔ اگر وہ اب سدھر گئی ہے تو ہم میں سے کسی کا کام نہیں کہ اسے حقارت بھری نگاہ سے دیکھیں۔ جب اللہ نے اسے ہدایت دے دی ہے تو ہم کون ہوتے ہیں اسے غلط کہنے والے۔ ضرار بھائی کو بس اسی بات کا غصہ۔ پلیز انکی باتوں کو دل پر نا لیں اسد" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس اسکی گود میں سر رکھا۔ "جانتا ہوں پر مجھے دکھ ہوتا ہے جب بھائی اگنور کرتے ہیں۔ وہ تو میرے ضرار بھائی ہیں نا۔ وہ اپنے لاڈلے کو یوں اگنور کریں گے تو پھر انکا لاڈلہ کیسے اداس نہیں ہوگا" اسد نے بچوں کی طرح کہا تو عائشہ کو شدت سے اس پر پیار آیا جبکہ ضرار جو اسد کو دیکھنے ہی باہر آیا تھا اسکی بات سنتے ضرار نرمی سے مسکرایا اور اپنا موبائل جیب سے نکالتے اس پر چہرہ جھکاتے یوں ظاہر کیا گویا فون چلا رہا ہو۔ "عائشہ گڑیا" اس نے موبائل سے نظریں اٹھائے بغیر اسے پکارا جس پر ان دونوں نے اسے دیکھا۔ عائشہ تو اسے دیکھ جھٹکے میں کھڑی ہوئی جبکہ اسد وہی بیٹھا رہا۔ "جی بھائی" عائشہ نے اسد سے

تھوڑا فاصلہ قائم کرتے اسے جواب دیا۔ "بیٹا زرا اندر جائیں۔ مجھے اسد سے بات کرنی ہے" ضرار نے کہا تو عائشہ نے اپنا سرخ چہرہ جھکاتے ہاں میں سر ہلایا اور فوراً اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ اسکی بات سنتے اسد اپنی جگہ سے اٹھا اور اندر بڑھنے لگا لیکن ضرار آگے بڑھتے اسکی بازو تھامتے اسے ساتھ لگایا۔ "چھوڑیں مجھے" اسد نے اسکے گرد حصار باندھے بغیر کہا تو وہ مسکرایا۔ وہ اسے چھوٹا سا بچہ لگ رہا تھا۔ جو اب اپنی ناراضگی جتاتے بھرپور نکھرے دکھانے کے موڈ میں تھا۔ "میرا بیٹا ناراض ہے بھائی سے" ضرار نے لاڈ سے پوچھا۔ آپکو کیا۔ "آپ کونسا مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ آپ جائیں ناراض ہو جائیں" اسد نے روٹھے انداز سے کہا تو ضرار نے پیار سے اسد کی گال کو چوما۔ "اچھا سوری نا میرا بیٹا۔ ایسے ناراض نہیں ہوتے بھائی سے۔ میں غصے میں تھا۔ اس لیے غلطی سے اپنے بچے کو اگنور کر دیا" ضرار نے اسکے بال سہلاتے کہا تو اسد نے اسکے گرد بازو باندھے اور اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔

"آپکو پتا ہے نا مجھے نہیں اچھا لگتا جب کوئی مجھے نظر انداز کرتا ہے۔ پھر بھی آپ نے مجھے اگنور کیا" اسد نے کہا تو وہ شرمندہ ہوا۔ اسے کم از کم اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ "میرا لاڈلہ میں نے تمھیں اگنور نہیں کیا بس بھائی اور شہریار پر غصہ تھا۔ انھوں نے جو کیا وہ اچھا نہیں کیا اور تم نے بھی پر تم پر اتنا غصہ نہیں تھا کیونکہ تم میری جان ہو" ضرار نے کہا تو اسد مسکرایا۔ "اب آپ نے مجھے اگنور کیا نا تو مہر ماہ گڑیا کو ایک ہفتے کیلئے غائب کردوں گا پھر ڈھونڈتے رہیئے گا اپنی روحِ من کو" اسد نے شرارت سے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ "مار نا کھا لینا مجھ سے خبردار جو میری روحِ من کو کہیں غائب کرنے کا سوچا بھی تو" ضرار نے نرمی سے اسکا کان مڑورتے کہا تو اسد ہنس پڑا جس پر ضرار نے ہولے سے ہنستے اسکا ماتھا چوما۔ "ہاں ہم سے جھگڑا کر کے یہاں یہ جناب اسد کے ساتھ قہقہے لگا رہے ہیں" وہ ابھی وہ یونہی کھڑے تھے جب انھیں اپنے پیچھے سے عامر کی آواز آئی جس پر وہ دونوں مُڑے۔ "ہاں اور مجھے تو

باقاعدہ مکہ بھی مارا ہے۔ میری بیوی سے ذلالت ہوئی وہ الگ۔ اسے جا کر بتایا تو کہتی اچھا ہوا۔ ایسے ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ میں نے غلط کیا" شہریار نے اپنا رونا رویا جس پر اسد اور ضرار دونوں ہنس پڑے۔ "ضرار ناراض ہو اپنے بھائی سے" عامر نے اسکے ہنسنے پر پوچھا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "بھائی آپکو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ماضی ہر انسان کا ہوتا ہے لہٰذا ماضی کی بنیاد پر کسی انسان کو چھوڑنا یا اسے طعنے کسنا بے بنیاد ہے۔ ثانیہ نے جتنی غلطیاں کی وہ ماضی میں کیں لیکن وہ جب سے آپکے نکاح میں آئی ہے اس نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا اور آپکو اس بات پر فخر تھا۔ پھر یہ فخر کل کہاں گیا تھا جب اسے آپکے ساتھ کی ضرورت تھی۔ بھائی عورت بہت نازک ہوتی ہے وہ اپنے پسندیدہ مرد کی زرا سی بے اعتنائی پر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔ اگر ایک عورت کسی مرد کیلئے اپنے آپکو سر تا پیر بدل لے تو اس مرد سے بڑا خوش نصیب کوئی نہیں کیونکہ عورت صرف اس مرد کیلئے خود کو بدلتی ہے جس سے وہ عشق

کرتی ہے ورنہ دنیا کی ساری طاقتیں بھی مل کر زور لگا لیں تب بھی ایک عورت کو نہیں بدل سکتیں کیونکہ وہ ضدی ہوتی ہے۔ اپنی مرضی کرنا عورت کو پسند ہوتا ہے پر جب وہ کسی مرد کی مرضی سے چلنے لگے تو اس مرد کو سمجھ جانا چاہیئے کہ عورت نے اسے محبوب کا درجہ دے دیا۔ ثانیہ کی آنکھوں میں آپکا عکس ہم سب نے دیکھا ہے۔ آپ نے تو صرف سنا ہے نا میں نے اپنی آنکھوں سے ثانیہ کو اس روپ میں دیکھا ہے جب وہ ہر ایک کو جوتی کی نوک پر رکھتی تھی پر آپکو۔ آپکو اس نے سر آنکھوں پر بٹھایا ہے پر آپ نے اسے عرش سے اٹھا کر فرش پر پٹک دیا اور اسکی اذیت ثانیہ کی ویران آنکھوں میں رقم ہے۔ بھائی وہ کم از کم آپکے اس رویے کی مستحق نہیں تھی۔ اگر آپکو ناراض ہونا بھی تھا تو اسے پاس رکھ کر چار دیواری میں ہوتے یوں اسے گھر سے نہیں نکالنا چاہیئے تھا۔ اور اگر گھر سے نکال دیا تو طلاق کی دھمکی نہیں لگانی چاہیئے تھی۔ خدا نخواستہ جو اس وقت کی اسکی حالت ماہ دیر نے مجھے بتائی ہے اگر اسے کچھ ہوجاتا تو یہ

ساری باتیں، ساری ناراضگی اسکے ساتھ منوں مٹی تلے دب جاتی پھر کیا کرتے" ضرار نے کہا تو عامر نے تڑپ کر نفی میں سر ہلایا۔ "اللہ نا کرے ضرار انھیں کچھ ہو۔ خدارا ایسی باتیں نا کرو۔ وہ حیات ہیں میری۔ انھیں کچھ ہو گیا تو میری سانسیں بھی تھم جائیں گی" عامر نے تڑپ کر کہا تو ضرار مسکرایا۔ "جب اتنی ہی محبت کرتے تھے تو تصدیق کیوں نا کی" ضرار نے سینے پر بازو باندھتے کہا۔ "کس بات کی تصدیق" شہریار نے پوچھا تو ضرار نے کندھے اچکائے۔ "الزام لگایا ہے تو تصدیق بھی خود سوچو کس چیز کی کرنی ہے۔ میں قسم دے کر آیا ہوں کہ میں تم لوگوں کو کچھ نہیں بتاؤں گا جو پتا کرنا ہے خود کرو اور ہاں ماہ دیر کے سامنے مت جانا دونوں ورنہ وہ دونوں کو ٹپکا دے گا ضرار نے کہا تو ان دونوں نے بے ساختہ جھرجھری لی جبکہ اسد ہنس پڑا۔ "ضرار میں خود پتا کر لیتا ہوں بس اتنا بتا دو کیا کوئی ایسی بات ہے جسے جاننے کے بعد میں خود سے بھی نگاہیں چرانے پر مجبور ہو جاؤں گا" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں

سر ہلایا۔ ”جی ایسی ہی بات ہے جسے سننے کے بعد آپ نا ثانیہ کا سامنا کر پائیں گے اور نا ہی خود سے نگاہیں ملا پائیں گے کیونکہ اس بار آپ چند لفظوں کی وجہ سے ایک مظلوم کے ساتھ زیادتی کر چکے ہیں“ ضرار نے کہا تو عامر کا دل خوف سے دھڑکا۔ وہ مظلوم تھی۔ اس نے کیا غلطی کی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ عامر نے دماغ پر زور دیتے پوچھا لیکن ابھی اسے کچھ سمجھ نا آئی۔ جبکہ اسد اور شہریار کھڑے عامر کو دیکھ رہے تھے جسکے چہرے پر اذیت کی داستان رقم تھی۔

”یشی حور کہاں ہے“ ماہ دیر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے دیکھتے پوچھا جو بیڈ پر بیٹھی تھی۔ وہ ابھی خلیل صاحب کے کمرے سے آیا تھا جبکہ یشائم اور حوریہ ڈنر کے بعد ہی روم میں آگئیں تھی۔ ”وہ اپنی دونوں اپھو کے پاس ہے۔ آج وہیں سوئے گی میڈم“ یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور چلتے اسکے پاس

آتے اسے ساتھ لگا گیا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ "تم بتاؤ سر درد ٹھیک ہوا میڈیسن سے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تھوڑا سا ہوا باقی اب سوؤں گی تو ہو جائے گا" میشائم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "مجھے بتایا کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا تھا نا" ماہ دیر نے شکوہ کیا۔ "سوری۔ وہ آپکو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی" میشائم نے کہا تو وہ نرمی سے جھکتے اس کے سر پر ہونٹ رکھ گیا۔ "میری جان تم بیوی ہو میری۔ تمھاری تکلیف سنتے نہیں بلکہ میں تمھیں تکلیف میں دیکھتے پریشان ہوتا ہوں۔ لہٰذا اپنا درد مجھ سے مت چھپایا کرو" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "شاباش میرا بچہ۔ اب یہاں لیٹو میرے پاس" ماہ دیر نے کہا اور ساتھ ہی تکیہ ٹھیک سے رکھتے اسے لٹاتے خود بیڈ سے کھڑا ہوا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں" اسے کھڑے ہوتے دیکھ میشائم نے اسکا ہاتھ پکڑتے پوچھا۔ "بس ایک منٹ آرہا ہوں" ماہ دیر نے اس کا وہی ہاتھ چومتے کہا اور بیڈ سے اٹھتے باتھ روم کی طرف بڑھتے

وہاں سے آئل اٹھاتے لے آیا۔ ”دِیر آئل کیا کرنا ہے“ یشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”تمھارے سر میں لگا کر مساج کر دیتا ہوں۔ اس سے تمھیں آرام ملے گا“ ماہ دیر نے کہا اور اسکے پاس بیٹھتے آئل کی بوتل سائیڈ ٹیبل پر رکھتے اسکے بالوں کی چٹیا نرمی سے کھولنے لگا۔ ”دِیر رہنے دیں۔ٹائم دیکھیں بارہ بجنے والے ہیں“ یشائم نے اسے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”شش چپ کرو اور مجھے میرا کام کرنے دو“ ماہ دیر نے اس کے بال کھول کر بگاڑے تو وہ ہنس پڑی۔ ”دِیر آپ میری سنتے کیوں نہیں“ یشائم نے اسے مصنوعی گھورا جس پر وہ شانے اچکا گیا گویا کہنا چاہ رہا ہو مجھے بھی نہیں پتا جس پر وہ پھر ہنس دی۔ ”اچھا چلو بس اب آنکھیں بند کرو اور میری گود میں سر رکھو۔میں مساج کرتا ہوں انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤ گی“ ماہ دیر نے کہا تو اس کو شدت سے اپنے شوہر پر پیار آیا۔ ”آپ بہت اچھے ہیں“ یشائم نے ہولے سے کہتے سر اسکی گود میں رکھا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکا سر چوم گیا۔ ”اب آنکھیں بند کرو میں تمھارے سر کی مساج کرتا

ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے آنکھیں موندی جس پر ماہ دیر نے سائیڈ ٹیبل سے تیل کی بوتل اٹھاتے تھوڑا سا تیل اٹھاتے ہتھیلی پر انڈیلتے نرمی سے اسکے بالوں میں تیل لگاتے اسکے سر کی مساج کرنے لگا جسے محسوس کرتے یشائم نے پرسکون سانس خارج کی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا۔ "دِیر آپ سے کچھ بتاؤں" کچھ دیر بعد یشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "جی میری متاعِ جان بتاؤ" ماہ دیر نے محبت سے جواب دیا۔ "دِیر مجھے نیند نہیں آرہی" یشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "اچھا جی اور نیند کیوں نہیں آرہی میری یشی کو" اس نے نرمی سے اسے اسکے کندھوں سے تھامتے تھوڑا اوپر کرتے اسکی پشت کو اپنے سینے سے لگایا اور دوبارہ اسکے سر کی مساج کرنے لگا۔ "مجھے نہیں پتہ پر مجھے نیند نہیں آرہی۔ میرا دل کر رہا ہے میں آپ سے ڈھیر ساری باتیں کروں" یشائم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا کندھا چوم گیا۔ "تو کرلو نا میرا بچہ۔ میں نے روکا تھوڑی ہے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا تو سنیں

پھر" میشائم نے اسکا اپنے گرد بندھا ہاتھ تھامتے کہا۔ "اچھا تو سنائیں پھر" ماہ دیر نے بھی اسی کے انداز میں کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "ایسے ہنسو گی تو میرا دل گھائل ہوجائے گا" ماہ دیر نے لاڈ اٹھانے والے انداز میں کہا تو میشائم مسکرائی۔ "دِیر ہم لوگ ایک دو دن تک ماما بابا کی طرف جائیں گے" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے اور کوئی حکم" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کل ناشتے میں آپ میرے لیے کافی بنائیں گے مجھے آپکے ہاتھ کی کافی بے حد پسند ہے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر کو اس پر پیار آیا۔ "جانِ دِیر میں ابھی بنا دیتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو وہ اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر گئی۔ "نہیں ابھی نہیں صبح پیوں گی" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا ٹھیک ہے میں صبح اپنی پیاری بیگم کیلئے کافی بھی بناؤں گا اور ناشتہ بھی بلکہ سب کیلئے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "دِیر لانگ ڈرائیو پر چلیں میرا دل کر رہا ہے" میشائم نے اسکی طرف مُڑتے کہا تو اس نے ہاں میں سر

ہلایا۔ ”اچھا چلو اٹھو چلیں“ ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اسے دیکھا۔ ”آپ منع نہیں کریں گے ایک بار بھی“ میشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”تم تو میری کل کائنات ہوں۔ تمھیں کسی چیز کیلئے کیسے منع کر سکتا ہوں“ ماہ دیر نے کھڑے ہوتے اسے اپنے ساتھ کھڑا کیا جس پر وہ مسکراتے اسکے سینے سے لگی۔ ”یہ تو ہے۔ چلیں میں نہالوں پھر چلتے ہیں“ میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ ”نہانا کیوں ہے“ ماہ دیر نے اسکے تیل لگے بالوں میں ہاتھ پھیرتے پوچھا۔ ”تیل لگا ہے بالوں میں۔ تیل لگا کر اتنی بُری لگتی ہوں ایسے تو نہیں باہر جا سکتی نا“ میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”رہنے دو پیاری لگ رہی ہو" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ وہ کیسے بھول گئی تھی کہ ماہ دیر کو وہ ہر حال میں اچھی لگتی ہے خواہ وہ سادہ سی رہے یا تیل لگا کر پھرتی رہے۔ ماہ دیر کو تو وہ پیاری ہی لگتی ہے۔

"میرا گھر تو برباد ہو گیا پر میں اپنی بہن کا گھر برباد نہیں ہونے دوں گی" ثانیہ نے مہرماہ کو دیکھتے دل میں کہا جو سو رہی تھی۔ وہ کل ساری رات وقفے وقفے سے روتی رہی جس پر ثانیہ کافی پریشان ہوئی تھی تبھی اس نے ضرار سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ تاکہ وہ اس سے پوچھ سکے کیونکہ وہ مہرماہ کو یوں نہیں دیکھ سکتی۔ وہ خود بھی شوہر کی بے رخی کی اذیت سہہ رہی تھی پر وہ اپنی بہن کو بے وفائی کا دکھ برداشت نہیں کرنے دے سکتی تھی۔ اس نے گہری سانس بھری اور کمرے کا دروازہ کھولتے باہر نکلتے آہستہ سے دروازہ بند کرتے چھت کی سیڑھیوں کی طرف بڑھتے سیڑھیوں پر جاتے بیٹھ گئی۔ اس نے بیٹھتے ضرار کا نمبر ملایا۔ بیل جا رہی تھی پر ابھی اس نے کال نہیں اٹھائی۔ "شاید بھائی سو رہے ہیں بعد میں کال کروں۔ نہیں بعد میں سب لوگ جاگ جائیں گے" ثانیہ نے جلدی سے سوچتے دوبارہ نمبر ملایا تو اس بار کال اٹھا لی گئی۔ "اسلام علیکم" ثانیہ نے دوسری طرف سے آواز آنے سے پہلے سلام کیا۔ "تم کون ہو اور زی

کے نمبر پر کال کیوں کر رہی ہو" دوسری طرف سے سلام کے بجائے کسی لڑکی کی آواز سنتے ثانیہ کے چہرے پر سختی آئی۔کیا یہ لڑکی ضرار کی دوسری بیوی تھی۔کیا وہ مہر ماہ کے یہاں آنے کے بعد اسکے ساتھ ٹائم سپینڈ کر رہا تھا۔"تم میری ماں نہیں ہو جو تمھیں بتاؤں میں کون ہوں۔لیکن ہاں میں کیا ہوں یہ تم مجھے جب ملو گی تب بتاؤں گی فلحال ضرار بھائی سے بات کرواؤ میری" ثانیہ نے تمام لحاظ بلائے طاق رکھتے کہا تو دوسری طرف موجود لائبہ نے دانت پیسے۔"میں زی کی بیوی ہوں تو میں نہیں کرواؤں گی بات۔یہ بتاؤ تم کون ہو" لائبہ نے کہا تو ثانیہ کی آئی برو خود بخود بلند ہوئی۔"میں وہ ہوں جس سے ملنے کے بعد تم کسی اور سے ملنے کے قابل نہیں رہو گی سمجھی ضرار بھائی سے بات کرواؤ ورنہ اگلے آدھے گھنٹے میں وہاں آکر تمھارا گلہ دباؤں گی" ثانیہ نے کہا تو لائبہ نے جھرجھری لی۔"تم یہاں کیا کر رہی ہو اور میرا موبائل کس خوشی میں پکڑا ہے" ابھی وہ دونوں کچھ بولتیں کہ ضرار کی گرجدار آواز آئی جس پر ثانیہ کو تو کوئی

فرق نا پڑا البتہ لائبہ کانپ گئی تھی۔ "وہ۔۔میں" لائبہ کی بات پوری ہونے سے پہلے ضرار غصے سے دھاڑا تھا۔ "دفع ہو میرے کمرے سے۔ورنہ تمھارا حشر نشر بگاڑ کر رکھ دوں گا" ضرار نے کہا تو لائبہ اسکا موبائل بیڈ پر رکھتے فوراً باہر نکل گئی۔وہ ابھی نہا کر نکلا تھا اور سامنے لائبہ کو بیڈ پر بیٹھے دیکھ اس کا دماغ گھوم گیا تھا۔اس نے اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتے موبائل پکڑا۔ "اسلام علیکم گڑیا کیسی ہو" ضرار نے فون پر ثانیہ کا نمبر دیکھ پیار سے پوچھا۔ "ضرار بھائی اگر آپ " اپنی بیوی" سے فارغ ہو گئے ہیں تو میری بات سن لیں" ثانیہ نے سلام کا جواب دیے بغیر کہا۔اس نے اپنی بیوی لفظ پر خاصا زور دیا تھا جسے محسوس کرتے ضرار کو اچنبھا ہوا پر وہ غلط فہمی سمجھ گیا۔ "ہاہاہاہا گڑیا ! ماہ تو آپکے گھر ہے میں تو فارغ ہوں" ضرار نے مذاق کرتے کہا لیکن ثانیہ تو مسکرائی تک نا۔ "میں مہرو کی نہیں آپکی دوسری بیوی کی بات کر رہی ہوں جسکی اولاد کے باپ بننے والے ہیں آپ" ثانیہ کا لہجہ اب کی بار سخت ہوا تھا جب کہ اسکی

بات سنتے ضرار کی حیرت کی انتہا نا تھی۔ "لگ۔۔ کیا۔۔ مطلب۔۔ گڑیا۔۔ آپ کس کی۔۔ بات کر رہی۔۔ ہو" ضرار نے گلا تر کرتے پوچھا۔ "میں اس لڑکی کی بات کر رہی ہوں جو اس وقت آپکے ساتھ موجود ہے۔ جو آپکی بیوی ہے، آپکی اولاد کی ماں ہے اور جسکے لیے آپ نے میری مہرو کے ساتھ بے وفائی کی ہے" ثانیہ نے دو ٹوک کہا تو ضرار کا چہرہ سفید پڑا۔ ثانیہ یہ بات کیسے جان گئی۔ یہ بات تو لائبہ اور اسکے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا پھر ثانیہ کو کیسے معلوم ہوا۔ "گڑیا۔۔ آپکو۔۔ کیسے پتا۔۔ یہ سب" ضرار نے اپنی حیرت پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتے پوچھا۔ "مجھے کیسے پتا چلا یہ ضروری نہیں ہے۔ آپ نے ایسا کیوں کیا یہ اہم ہے۔ آپ نے میری بہن کے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ وہ معصوم ہے بھائی پر لاوارث نہیں جس کے ساتھ آپ ایسا کریں گے اور آپ سے کوئی سوال جواب نہیں کرے گا۔ میری معصوم بہن کو آپ نے کیوں دھوکہ دیا۔ کیا کمی تھی اس میں۔ وہ معصوم آپکی محبت کا دم بھرتے نہیں

تھکتی اور آپ نے اس سے بے وفائی کر ڈالی" ثانیہ نے سنجیدگی سے کہا۔ "گڑیا ایسا ۔۔ نہیں ہے پلیز۔۔ یہ بتاؤ آپکو ۔۔ کس نے بتایا ہے۔۔ یہ سب۔۔ میری شادی اور ۔۔ بچے کے بارے میں۔۔ پلیز مجھے بتاؤ۔۔ آپ نے ماہ سے۔۔ بات تو نہی کی نا۔۔ پلیز بچے اسے مت بتانا۔۔ وہ بہت۔۔ روئے گی۔۔ پلیز مجھے بتاؤ۔۔ آپکو کس نے بتایا ہے۔۔ یہ کیا۔ ۔ ماہ جانتی ہے۔۔ اس بارے ۔۔۔ میں" ضرار کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا۔ اگر مہر ماہ کو یہ بات معلوم ہو گئی تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اسے ٹوٹنا دیکھ ضرار کی موت تھی۔ "مجھے یہ سب مہرو نے ہی بتایا ہے۔ وہ جانتی ہے اس بارے میں۔ کل اس نے آپکی اور آپکی دوسری بیوی کی ساری باتیں سن لی تھیں۔ آپکو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا بھائی میری معصوم بہن نے آپکا کیا بگاڑا تھا۔ جانتے ہیں وہ کتنا روئی ہے۔ کس قدر اذیت سے گزر رہی ہے۔ آپ تو دوسری شادی کر چکے ہیں۔ اسکا کیا۔ اسکی اذیت کا کیا۔ کیا مہرو کی وفا اتنی ارزاں تھی کہ

آپ نے اسکا دل توڑ دیا" ثانیہ نے کہا تو ضرار ساکت ہوا۔ بے یقینی ہی بے یقنی تھی۔ مہر ماہ اسکے راز سے واقف ہو گئی تھی۔ وہ جان گئی تھی وہ اسکے علاوہ بھی کسی کا شوہر ہے۔ وہ جان گئی تھی ضرار کسی کا باپ بننے والا ہے۔ وہ سب جان گئی تھی جو اسے نہیں جاننا چاہیئے تھا۔ وہ رو رہی تھی۔ وہ تڑپ رہی تھی۔ اذیت میں تھی۔ اور اس سب کی وجہ ضرار خود تھا۔ بے ساختہ یہ سب سوچتے اسکا سانس بند ہوا۔ مہر ماہ اس سے کیوں خفا تھی اسے اب سمجھ آیا تھا۔ وہ مہر ماہ کو کھو چکا تھا۔ ضرار کا دل یوں تھا گویا ابھی پھٹ جائے گا۔

"بھائی جواب دیں میں نے کچھ پوچھا ہے۔آخر کیوں کیا آپ نے مہرو کے ساتھ ایسا کیوں کیا" ضرار کو مسلسل خاموش دیکھ ثانیہ نے دوبارہ پوچھا تو اسکی آواز پر ضرار ہوش میں آیا اور زور زور سے اپنی پلکیں جھپکنے لگا جن سے آنسو نکلنے کو بے تاب تھے۔ مہر ماہ وہ سب جان گئی تھی جس اذیت سے وہ اسے

بچانا چاہتا تھا آج وہ اسکی وجہ سے اسی اذیت میں مبتلا تھی۔ ”بھائی جواب دیں“ ثانیہ نے ہنوز خاموش دیکھ ایک بار پھر بولی تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”ثانیہ گڑیا کیا آپکو اپنے بھائی پر یقین ہے“ ضرار نے اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے سوال کیا تو ثانیہ تھوڑی حیران ہوئی۔ ”جی بھائی مجھے آپ پر یقین ہے پر میں مہرو کے آنسوؤں کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ بھائی وہ بہت اذیت میں ہے“ ثانیہ نے کہا تو ضرار نے سر جھکایا۔ ”جانتا ہوں گڑیا اور میں بھی بہت تکلیف میں ہوں۔ مجھے اس دنیا کا آخری شخص بھی نہیں ہونا چاہیئے تھا جو ماہ کو تکلیف پہنچاتا پر دیکھو میں ہی اپنی بیوی کی اذیت کی وجہ بن گیا ہوں۔ پر یقین کرو گڑیا بعض اوقات سچ بہت پیچیدہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا سچ پورا سچ نہیں ہوتا“ ضرار نے کہا تو ثانیہ ایک لمحے کو خاموش ہوئی۔ ضرار غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ ”جانتی ہوں بھائی لیکن یہ بات تو بلکل سچ نہیں ہونی چاہیئے تھی چاہے یہ آدھا سچ تھا پر یہ سچ نہیں ہونا چاہیئے

تھا۔ مہر ماہ کے علاوہ آپکی زندگی میں کوئی اور لڑکی نہیں ہونی چاہیئے تھی بھائی۔ گڑیا بچپن سے آپ کے نام کے ساتھ منسوب ہے پھر بھی آپ نے کسی دوسری عورت سے شادی کرلی" ثانیہ کے لہجے میں اب کی بار شکوہ تھا۔ "بچے آئی پرومس۔ میں کبھی نہیں چاہتا تھا کہ ماہ کو یہ بات اس طرح پتا چلے۔ میں جانتا ہوں میں غلط ہوں پر گڑیا کچھ چیزیں ابھی پوشیدہ ہیں۔ بس مجھے تھوڑا سا وقت دو میں ان پوشیدہ باتوں سے بھی پردہ اٹھا دوں گا" ضرار نے کہا تو نا جانے کیوں ثانیہ کو اسکے لہجے میں بے بسی محسوس ہوئی۔ "اچھا ٹھیک ہے دیا آپکو وقت پر اس وقت مہرو کا کیا بھائی۔ آپ نے نا صرف اتنی بڑی بات اس سے چھپائی ہے بلکہ اس سے جھوٹ بھی بولا ہے اس نے آپ سے پوچھا بھی تھا" ثانیہ نے کہا تو وہ شرمندہ ہوا۔ اسے اب اپنی حماقت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ "گڑیا میں بس اسے دکھ سے بچانا چاہتا تھا پر میں اس کوشش میں اسے اتنی اذیت دے جاؤں گا مجھے اندازہ نا تھا" ضرار نے کہا تو اسکے لہجے میں کچھ تو تھا

جس سے ثانیہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ "بھائی کیا میں کچھ اور پوچھوں" ثانیہ نے اب کی بار نرمی سے پوچھا۔ "پوچھو بچے" ضرار نے بیڈ پر لیٹتے اسے جواب دیا۔ اسکے اعصاب اس وقت سخت تھکاوٹ کا شکار ہو رہے تھے۔ "بھائی کیا لائبہ واقعی آپکی بیوی ہے اور کیا وہ بچہ آپکا ہے" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھرتے آنکھیں موندی۔ "ہاں اور" ضرار نے کہا اور ساتھ ہی اسے ایک ایسی بات بتائی جسے سنتے ثانیہ بے یقین ہوئی۔ ضرار کی بات سنتے اسے بے ساختہ ضرار پر بھی ترس آیا۔ "اب خود بتاؤ میرا کیا قصور ہے۔ میں تو خود ابھی بہت سی باتوں کا متلاشی ہوں" ضرار نے پوچھا۔ "آپ صحیح کہہ رہے ہیں پر ضرار بھائی۔ آپکو نہیں لگتا آپکو مہرو سے بات کرنی چاہیئے" ثانیہ نے کہا تو اس نے گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ "جس پہلو سے وہ میری باتیں سن چکی ہے تمھیں لگتا ہے وہ میرا یقین کرے گی" ضرار نے کہا تو ثانیہ کو اسکی بات صحیح لگی۔ "لیکن بھائی آپ کوشش تو کریں۔ مہرو ایسے آپ سے دور ہو جائے

گی۔اس نے صاف کہا ہے وہ آپکے پاس رہتے خود کو آپ سے بہت دور کرلے گی "ثانیہ نے کہا۔"جانتا ہوں گڑیا اور اسی لیے میں ماہ کو اس سب کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا۔میں اس قصے کو ختم کرنا چاہتا تھا تاکہ بعد میں ماہ کو سکون سے بتا دوں پر سب الٹا ہوگیا" ضرار نے کہا۔"بھائی تو آپ اب بات کرلیں۔آج آپ نے مہرو کو لینے آنا ہے نا تو اس سے بات کیجیے گا۔مجھے یقین ہے وہ سمجھے گی"ثانیہ نے کہا۔"ٹھیک ہے بچے" ضرار نے حامی بھری تو وہ مدھم سا مسکرائی۔"اور یاد آیا آئی ایم سوری بھائی۔میں کافی رُوڈ ہوگئی تھی پر مہرو میں میری جان بستی ہے اسکے آنسو مجھ سے برداشت نہیں ہورہے تھے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"کوئی بات نہیں بھائی کا بیٹا" ضرار نے نرمی سے کہا۔"اللہ پاک آپکی پریشانی دور فرمائے۔آمین۔آپ بس مہرو کو سنبھال لیں" ثانیہ نے کہا۔"سنبھال لوں گا۔آج آتا ہوں پھر کرتا ہوں بات" ضرار نے کہا۔"گڑیا" ابھی وہ دونوں کچھ بولتے جب ماہ دیر کے کمرے کا دروازہ کھلا اور

اگلے ہی پل ماہ دیر باہر آیا تو اسکی نظر ثانیہ پر پڑی جس پر وہ اسے پکار گیا۔ "جی بھائی۔ضرار بھائی میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں بھائی کی سن لوں" اس نے اسے جواب دیتے کال بند کرتے اسکی طرف بڑھ گئی۔ "بچے وہاں کیا کررہی ہو۔کس کی کال آئی ہے اتنی صبح صبح" ماہ دیر نے فکر مندی سے پوچھا اور اسے اپنے حصار میں لیا۔ "بھائی ضرار بھائی کی کال تھی اور مہرو اندر سورہی تھی تو یہاں بیٹھ کر بات کرلی" ثانیہ نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میرا بیٹا اداس ہے" ماہ دیر نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ثانیہ کے رویے میں کل سے ایک واضح تبدیلی آئی تھی جو کہ اسکی خاموشی تھی۔وہ اب زیادہ بول نہیں رہی تھی اور نا ہی بات بات پر مسکرا رہی تھی بلکہ وہ خاموش تھی۔وہ بس ضرورت محسوس ہونے پر انکے سوالوں کا جواب دے رہی تھی ورنہ کل سے وہ اسے زیادہ کمرے میں ہی بند دیکھ رہا تھا۔ "نہیں بھائی۔میں بلکل اداس نہیں ہوں۔آپ بے فکر رہیں۔آپ میرے خیال سے حوریہ کو

دیکھنے جارہے تھے۔ہے نا" ثانیہ نے بڑی رسانی سے بات کا رخ بدلا جس پر ماہ دیر نے ہاں میں سرہلایا۔"وہ اندر مہرو کے پاس سورہی ہے۔آپ بھی ابھی آرام کرلیں۔جب وہ اٹھے گی میں دیکھ لوں گی اسے "ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور جھکتے اسکا سر چوما۔"امم بھائی آپ سے ایک بات پوچھنی تھی مجھے۔دراصل ایک اجازت لینی تھی" ثانیہ کو جیسے اچانک کچھ یاد آیا تو فوراً بولی۔"بولو میرا بچہ کیا بات ہے" اس نےپیار سے پوچھا اور اسکے ساتھ چلتے سیڑھیوں کے کنارے پر بیٹھ گیا۔"بھائی میں اسلامک سینٹر جوائن کرنا چاہتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔"ماشاءاللہ یہ تو بہت اچھی بات ہے بچے۔ میں کل ہی ایک دو جگہ پر بات کرلیتا ہوں پھر جہاں آپ کہو گی وہ آپ جوائن کرلینا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"اور ہاں دور نزدیک کی فکر نہیں کرنی۔میں خود آپکو چھوڑ کر آیا کروں گا اور لینے بھی خود آؤں گا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔"نہیں بھائی میں خود ہی آیا جایا

کروں گی۔مجھے ان ڈیپینڈنٹ بننا ہے۔اب مجھے کسی پر بھی انحصار نہیں کرنا۔میں جانتی ہوں آپ میرے بھائی ہیں اور مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں پر بھائی پلیز مجھے گاڑی میں خود آنے جانے کی اجازت دے دیں۔مجھے گاڑی چلانی آتی ہے آپ مہرو سے پوچھ لینا" ثانیہ نے کہا تو اس نے چند لمحے کچھ سوچا پھر ہاں میں سر ہلا گیا۔"ٹھیک ہے میرا بچہ جیسا آپ کہو۔لیکن گارڈز آپکے ساتھ لازمی جائیں گے اور اس بات پر میں کوئی پلیز نہیں سننے والا" ماہ دیر نے مصنوعی رعب سے کہا تو اس نے ہلکا سا مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔"شاباش میرا بیٹا اب تھوڑی دیر روم میں جا کر آرام کر لو۔آج میں سب کیلئے ناشتہ بناؤں گا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"پھر تو بڑا مزا آئے گا ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ہاں جی اب چلو روم میں جاؤ میں بھی فریش ہو کر پھر ناشتہ بناتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو وہ اٹھتے روم میں چلی گئی جبکہ ماہ دیر وہیں بیٹھا

اسکی پشت کو دیکھ رہا تھا۔وہ جانتا تھا ثانیہ اپنا غم چھپانے کی کوشش کررہی ہے پر اسکی آنکھیں اسکا ہر راز عیاں کررہی تھیں۔

"ایسا کونسا پوائنٹ ہے جو مجھ سے چھوٹا ہے۔ایسی کونسی بات جو میں نے ثانیہ پر الزام لگائی ہے" عامر نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے خود سے پوچھا جبکہ شہریار اسکے سامنے چئیر پر بیٹھا اس دن ہوئی ساری باتیں یاد کررہا جبکہ انکے برعکس اسد بیٹا کیک کھارہا تھا۔"بھائی یہ سالہ ضرار سب جانتا ہے جان کر نہیں بتا رہا" شہریار نے دانت پیستے کہا۔"بھائی بجائے دانت پیسنے اور ضرار بھائی کو کوسنے کے یہ سوچیں کہ اس دن ایسی کون کون سی باتیں آپ لوگوں نے کی تھی۔ان باتوں میں ہی کوئی چیز جھوٹی ہے نا اب سوچیں" اسد نے کیک کی بائٹ لیتے کہا تو ان دونوں نے اسے دیکھا جس نے خاصی عقلمندی کی بات کی تھی۔"ویسے بھائی یہ بندر بیٹھا بیٹھا کافی اچھی بات کر گیا ہے" شہریار نے کہا تو

عامر نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ اسد نے منہ بنایا۔ "بندر نا کہیں مجھے " اسد نے کیک کی بائٹ عامر کو اور شہریار کو کھلاتے مصنوعی نروٹھے انداز سے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔ "اب یاد کریں دونوں اس دن آپ دونوں نے کیا کیا بات کی تھی" اسد نے واپس سے کیک کھاتے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اس دن ثانیہ کا اور میرا رشتہ آپکے سامنے آیا۔ اسکا جانا۔ اسکا دھوکا۔ وہ کال اور وہ خطوط" شہریار نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پہلی تین چیزوں میں کوئی جھول نہیں کیونکہ وہ تو بیٹُو۔۔ میرا مطلب ثانیہ نے خود تسلیم کی ہیں۔ کال اور خطوط ان میں کوئی مسئلہ ہے۔ اے آئی کا زمانہ کسی کی آواز بنانا آسان ہے اور خط ان میں کوئی مسئلہ ہو یہ بھی ممکن ہے" عامر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ اسکے منہ سے بیٹُو سنتے ان دونوں نے مسکراہٹ دبائی جبکہ عامر کے کان کی لویں سرخ ہوئیں جسے اس نے سہلایا اور پھر سوچنے لگا عین اسی پل اسکے ذہن میں جیسے جھماکا ہوا۔ آنکھیں خطرناک حد تک پھیلیں جبکہ چہرے

پر بے یقینی در آئی۔ بے ساختہ اسے ضرار کے کل والے الفاظ یاد آئے۔ "آپ چند لفظوں کی وجہ سے ایک مظلوم کے ساتھ زیادتی کر چکے ہیں" یہ کوئی جملہ نہیں تھا یہ ایک ہنٹ تھا جو ضرار نے انھیں دیا تھا۔ اس نے لفظوں کی بنیاد پر کہا تھا اور اس نے خطوط پڑھنے کے بعد ہی ثانیہ کو وہ سب کہا تھا جو اسے نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ "بھائی کیا ہوا" اسکے چہرے پر پھیلی بے یقینی دیکھتے شہریار نے پوچھا جبکہ اسد بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "خطوط۔ شہریار وہ خطوط۔ ان میں کوئی جھول ہے" عامر نے کہا۔ "آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں" اسد نے پوچھا تو عامر نے گہری سانس بھری۔ "ضرار کے کل کے الفاظ یاد کرو۔ اس نے کہا تھا چند لفظوں کی بنا پر نا کہ چند باتوں کی۔ اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو شہریار نے جو کچھ بولا وہ باتیں تھیں۔ کال میں ثانیہ نے جو کہا وہ بھی باتیں تھیں پر خط اس میں باتیں نہیں لفظ تھے۔ لکھائی تھی اسکا مطلب صاف ہے کہ ان خطوط میں مسئلہ ہے" عامر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر

ہلایا۔ ”بھائی مجھے تو لگتا ہے کہ ان میں مسئلہ نہیں۔یہ خطوط ہی مسئلہ ہیں۔بھائی مجھے نا جانے کیوں ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ خط ثانیہ نا لکھیں ہوں“ اسد نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ ”بھا بھی کہا کرو اسد رشتے میں بڑی ہیں وہ تم سے“ عامر نے کہا تو اس نے ایک کان پکڑتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ان خطوط میں کیا مسئلہ ہے انکا جواب یا تو ماہ دیر دے سکتا ہے یا ضرار“ شہریار نے کہا تو عامر نے گہری سانس بھری۔ ”پر وہ دونوں نہیں دیں گے۔اگر میں ماہ دیر کے سامنے گیا تو وہ سر پھرا ڈاکٹر میرا سر پھاڑ دے گا اور ضرار کے ہاتھ قسم نے باندھ رکھے ہیں تو اس سے بھی امید چھوڑ دو“ عامر نے مایوسی سے کہا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔شہریار کے چہرے پر پریشانی تھی جبکہ اسد پُرسکون تھا۔ ”بھائی ایک اور انسان بھی ہے جو ہمیں اس بارے میں بتا سکتا ہے“ اسد نے کہا تو ان دونوں نے اسے دیکھا۔ ”کون بتاؤ اسد“ عامر نے جلدی سے پوچھا۔ ”مہر ماہ گڑیا“ اسد نے کہا تو ان دونوں کی آنکھیں

پھیلیں۔ہاں مہرماہ انکے ذہن میں تو اسکا خیال تک نہیں آیا تھا۔"پر وہ ہمیں کیوں بتائے گی وہ بھی ہم سے ناراض ہوگی۔آخر کو اسکی بہن ہے ثانیہ۔وہ بھی سگی" شہریار نے کہا تو اسد کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔"میں نے کب کہا وہ ہمیں بتائے گی۔وہ ہمیں نہیں۔وہ کسی اور کو بتائے گی اور وہ کوئی اور ہمیں۔اب وہ کوئی اور ہے؟" اسد نے دونوں ہاتھ باہم جوڑتے سر کے اوپر لے جاتے زبردست انگڑائی لی تو ان دونوں کے نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اسد کو جو آج ساری عقلمندی کی باتیں کررہا تھا۔"اور وہ کوئی اور مریم ہے" شہریار نے کہا تو اسد نے ہاں میں سرہلایا جبکہ عامر نے خوش ہوتے اسد کی گال چومی۔"میرا شیر آج کتنی پیاری باتیں کررہا ہے"عامر نے کہا تو اسد نے کالر جھاڑے۔"چلیں مسکے نا لگائیں۔گڑیا کو بلائیں" اسد نے شانِ بے نیازی سے کہا تو شہریار نے اپنا فون نکالتے مریم کو کال کرتے سٹڈی میں بلایا جو دو منٹ بعد ہی نقاب کیے سٹڈی کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔"جی سائیں آپ

نے بلایا" مریم نے اندر آتے پوچھا تو شہریار نے اپنے برابر رکھی کرسی کی طرف اشارہ کرتے اسے بیٹھنے کا کہا جس پر وہ آہستہ سے چلتے اسکے ساتھ آتے بیٹھی۔ "مریم بیٹا مجھے آپکی ایک مدد چاہیئے" شہریار کے بولنے سے پہلے عامر بولا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "جی بھائی بتائیں کیا مدد چاہیئے آپکو" مریم نے پوچھا تو اس نے اپنا موبائل اسکی طرف کرتے اسے خطوط کی تصویر دیکھائی۔ "بچے مجھے لگتا ہے جیسے یہ خطوط جھوٹے ہیں۔کیا آپ مہرماہ گڑیا سے اس بات کی تصدیق کرکے دے سکتی ہیں۔ضرار اور ماہ دیر ہماری مدد نہیں کررہے" عامر نے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "بھائی میں مہرماہ سے تصدیق کردوں گی پر اب کیا فائدہ۔آپ تو آپی کو طلاق دینے والے ہیں" مریم نے کہا تو اس نے سر جھکایا۔ "بچے میں انھیں نہیں چھوڑنا چاہتا اس دن غصے میں بولا تھا۔اب اسی لیے ہر چیز کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ضرار نے کہا تھا کہ میں نے غلط چیزوں پر یقین کرتے زیادتی کردی ہے پلیز میرا بیٹا مہرماہ سے پوچھ دو" عامر نے

کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور شہریار کا فون پکڑتے مہرماہ کا نمبر ملا گئی جو کہ دوسری بیل پر اٹھا لیا گیا۔ "اسلام علیکم مہرو کیسی ہو" مریم نے سپیکر آن کرتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں میمی۔تم کیسی ہو" مہرماہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں تم کیا ناراض ہو مجھ سے" مریم نے پوچھا۔ "نہیں میمی میں بھلا تم سے کیوں ناراض ہونگی" مہرماہ کی آواز میں حیرت واضح تھی۔ "وہ ثانیہ آپی کے ساتھ جو کچھ ہوا اس وجہ سے" مریم نے کہا۔ "پاگل ہو بھلا میں تم سے کیوں ناراض ہونگی۔ہاں شہریار بھائی اور عامر بھائی سے شکوہ ہے کہ انھوں نے اپیہ کو جھوٹی باتوں کی بنا پر گھر سے نکال دیا۔ایک بار کم از کم تصدیق کر لیتے تاکہ میری اپیہ اتنی اذیت نا سہتیں۔ جانتی ہو میمی اپیہ جب سے یہاں آئی ہیں روئی نہیں ہیں اور مجھے ڈر لگ رہا ہے خدا نخواستہ یہ غم انھیں اندر سے نا کھانے لگے۔دل میں باتیں رکھنے والوں کے دل مردہ ہو جاتے ہیں اور اگر اپیہ کا دل مردہ ہو گیا تو۔ میمی اپیہ بہت گم سم سی ہیں ہیں دو دن سے۔کھانا تک

ٹھیک سے نہیں کھا رہی۔ اور ہنسنا تو جیسے بھول چکی ہیں۔یار شہریار بھائی کا غصہ تو بجا تھا پر عامر بھائی کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے جھوٹے الزاموں کی بنا پر تو ہرگز نہیں" مہرماہ نے کہا تو عامر کا دل کٹا تھا۔ثانیہ کی اذیت سنتے اسکا دل چاہ رہا تھا وہ بس کسی طرح اسکے پاس چلا جائے اور اسے سینے سے لگاتے اسے سمیٹ لے پر پہلے اسے یہ جاننا تھا تاکہ وہ اس کے پیر پکڑ کر ان جھوٹے الزامات کی معافی مانگے۔ "کون سے جھوٹے الزامات" مہر مریم نے پوچھا تو ان تینوں بھائیوں کا انگ انگ سماعت بنا۔ "تمھیں وہ خط یاد ہے جو مجھے اپیہ کے روم میں سے ملا تھا جب وہ نکاح والے دن گئیں تھی وہ خط اپیہ نے نہیں لکھا تھا۔وہ خط پروین نے لکھا تھا صرف اپیہ کو سب کی نظروں سے گرانے کیلئے۔وہ خط بھی دادو اور پروین کی سازشوں کا حصہ تھا اور جو خط شہریار بھائی کو بعد میں ملا وہ بھی کیونکہ پروین کو لگتا تھا کہ شہریار بھائی ابھی بھی اپیہ سے محبت کرتے ہیں تبھی اس نے اس خط میں اس قدر گرے ہوئے الفاظ

استعمال کیے کہ پڑھنے والا اپیہ سے نفرت کرنے لگے اور وہی ہوا شہریار بھائی تو اپیہ سے نفرت کرتے ہی تھے ان خطوط کو پڑھ کر عامر بھائی نے بھی اپیہ کو طلاق کا کہتے گھر سے نکال دیا۔یار ایک بار تو تصدیق کرتے ان خطوط کی۔ تم جانتی ہو جب ہم نے اپیہ سے پوچھا تو وہ بچوں کی طرح اپنی صفائی پیش کررہی تھیں کہ وہ انھوں نے نہیں لکھا یقین کرو میمی اس وقت میرا کلیجہ پھٹنے کے در پر تھا۔یار عامر بھائی نے اپیہ کے ساتھ بہت بُرا کیا ہے" مہرماہ نے کہا تو مریم سمیت شہریار اور اسد نے عامر کو دیکھا جسکا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔اس کی پتلیاں ساکت تھیں۔اسکی سانس بھاری ہوئی تھی۔"مہر آپی ٹھیک ہیں" مریم نے عامر سے نظریں ہٹاتے پوچھا جبکہ اسکی بات سنتے مہرماہ نے کچھ کہنے کو لب واء کیے عین اسی پل دروازہ کھولتے ثانیہ اندر آتے بول پڑی۔"مہرو۔کس سے بات کررہی ہو۔بھائی آئس کریم لائے ہیں۔نیچے بلا رہے ہیں آجاؤ چلیں" ثانیہ نے اندر داخل ہوتے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا وہیں ان تینوں نے عامر کو

دیکھا جو ثانیہ کی آواز سنتے سانس تک لینا بھول گیا تھا۔ وہ یک ٹک فون کو دیکھ رہا تھا جہاں سے اس کی بیوی کی آواز ابھری تھی۔ وہ بیوی جو اس سے محبت کرتی تھی۔ وہ بیوی جو اسکا عشق تھی۔ وہ بیوی جسے اس نے خود گھر سے نکالا تھا۔ وہ بیوی جسے اس نے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ "اپیہ میمی سے بات کر رہی ہوں" مہرماہ نے جواب دیا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا چلو جلدی بات کر کے نیچے آجاؤ" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ عامر کی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ آنسو ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ اتنی بڑی زیادتی کر گیا تھا۔ "اپیہ آپ میمی سے بات نہیں کریں گی" مہرماہ نے پوچھا تو ثانیہ جو باہر جا رہی تھی رک گئی۔ "کروں گی پر کیا وہ مجھ سے بات کرے گی۔ وہ بھی تو مجھ سے نفرت کرتی ہوگی جیسے اس گھر کے باقی مکین کرتے ہیں" ثانیہ نے کہا لیکن اسکے لہجے میں اذیت نہیں تھی ایک خالی پن تھا جو عامر کا دل چیر گیا تھا۔ "مہر سپیکر آن کرو" مریم نے کہا تو مہرماہ نے اوکے کہتے سپیکر آن کیا۔ "آپی میں آپکو

کس دوسرے حوالے سے نہیں بلکہ مہر کی بڑی بہن کے حوالے سے جانتی ہوں۔ مہر صرف میری دوست نہیں میری بہن بھی ہے تو اس لحاظ سے میں بھی آپکی چھوٹی بہن ہوئی تو آپ خود بتائیں میں اپنی آپی سے بات کیوں نہیں کروں گی" مریم نے کہا تو ثانیہ آتے بیڈ پر بیٹھی۔ "مجھے لگا جو میں نے تمھارے شوہر کے ساتھ کیا اسکے بعد تم بھی مجھ سے نفرت کرنے لگو۔ کیونکہ یہاں تو دلی وابستگی کے بعد بھی کچھ لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں پر میرا تم سے تو کوئی ایسا رشتہ بھی نہیں پھر بھلا تم سے نفرت کی امید کیسے نا رکھتی" ثانیہ نے کہا تو عامر شرمندہ ہوا۔ اس کے لہجے میں کوئی طنز تھا پر یہ عام سی بات بھی کسی نشتر کی طرح لگی تھی۔ "آپی میں نفرتوں پر یقین نہیں رکھتی اور آپ نے کبھی میرے ساتھ تو کچھ بُرا نہیں کیا جو میں آپ سے نفرت کرتی۔ آپ میرے لیے میری بڑی بہن کی طرح تھی میں آپ سے نفرت نہیں کرتی بے فکر رہیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "چلو یہ تو اچھی بات ہے اب میری تین تین بہنیں

ہوگئیں۔ایک مہرو۔ایک میشائم اور ایک تم "ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس دی جبکہ عامر تو اسکی آواز سے اپنی سماعت کو سکون پہنچا رہا تھا۔"اپیہ آجائیں یار لگتا ہے بھائی نے اب اوپر آجانا ہے" باہر سے ماہ دیر کی آواز سنتے مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"چلو گڑیا اب پھر کسی دن بات ہوگی۔میں چلتی ہوں فی امان اللہ "ثانیہ نے کہا تو اس نے جواب دیتے کال کاٹ دی۔کال کٹتے ہی سب نے عامر کو دیکھا جو خاموش تھا۔"بھائی آپ ٹھیک ہیں" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"مجھے کیا ہونا ہے یار۔کیا ہی ہوسکتا ہے مجھ جیسے ظالم کو" عامر نے کہا تو اسکے لہجے میں ایک اذیت تھی۔"پٹھانی تم روم میں جاؤ میں آتا ہوں تھوڑی دیر"تک شہریار نے اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھتے باہر چلی گئی۔وہ نہیں چاہتا تھا مریم پریشان ہو۔"بھائی آپ ٹھیک ہیں نا" شہریار نے اسکے پاس آتے پوچھا۔"میں ٹھیک ہوں شیری۔کیا ہونا ہے مجھے" عامر نے مسکراتے کہا۔"بھائی یوں مسکرا کر درد نا چھپائیں۔رونا چاہتے

ہیں تو رو لیں" شہریار نے کہا تو عامر ہنس پڑا جبکہ آنکھیں بھر آئیں۔اس نے گہری سانس بھری اور آنسو ضبط کرنے چاہے جو نا ممکن لگا۔وہ پھر ہنسا۔وہ کسی طرح ان آنسوؤں کو روکنا چاہتا تھا پر درد برداشت سے باہر تھا وہ رو پڑا۔لاکھ کوشش کے باوجود وہ رو پڑا۔وہ ہنستے ہنستے کب بلک بلک کر رویا اسے اندازہ نا ہوا۔لب بھینچے وہ بچوں کی طرح ہچکیاں بھرتے رونے لگا۔وہ شخص جو آج تک اپنی ماں کی قبر پر جا کر نا رویا تھا۔وہ آج رو رہا تھا بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔جبکہ اسکی حالت دیکھ اسد اور شہریار اٹھتے اسے دونوں طرف سے آتے اسکے گرد حصار باندھ گئے۔"بھائی پلیز ایسے نا روئیں۔سب ٹھیک ہو جائے گا" اسکی حالت دیکھ اسد کی اپنی آواز بھرائی تھی جبکہ اپنے بھائی کے آنسو دیکھ شہریار کا دل کر رہا تھا وہ خود کو ختم کر لے۔اگر وہ اس دن صبر کر لیتا تو آج اسکا بھائی اس حال میں نا ہوتا۔"یہ میں۔۔نے کیا۔۔کر دیا۔۔شیری۔۔جھوٹے۔۔خطوط کی۔۔بنا پر۔۔انھیں گھر۔۔سے طلاق۔۔کی

دھمکی۔۔دیتے نکال دیا" عامر نے ہچکیاں بھرتے کہا تو شہریار نے اسکے بال سہلائے۔ "بھائی ہم سب اسے منا لائیں گے۔آپ کیلئے اگر اسکے پیروں میں گر کر بھی معافی مانگنی پڑی تو ہم مانگ لیں گے پلیزیوں نا کریں" شہریار نے کہا تو اسد نے اسے دیکھا۔یہ وہی جملہ تھا جو ثانیہ نے کہا تھا اور آج وہی جملہ شہریار دہرا رہا تھا اور دونوں بار صرف ایک ہی شخص کیلئےدو انا خور لوگوں نے کہا تھا۔ "میں۔۔نے انھیں۔۔ کھو دیا۔۔شیری۔۔میں نے۔۔ کھودیا۔۔انھیں" عامر نے کہا تو ان دونوں نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔"نہیں بھائی آپ نے نہیں کھویا۔ وہ واپس آجائیں گی۔ وہ آپ سے محبت کرتی ہیں۔وہ واپس آئیں گی روئیں مت" اسد نے کہا اور اسکے آنسو صاف کیے جس پر عامر نے نفی میں سر ہلایا۔" انکی۔۔ آواز۔۔ کتنی خالی تھی۔۔کتنا۔۔درد۔۔ تھا انکے۔۔ لفظوں میں۔۔یا اللہ۔۔میں نے کیا۔۔کردیا۔۔میرے۔۔مالک۔۔ اتنا بڑا۔۔گناہ کردیا۔۔اپنی بیوی کا دل

توڑ دیا" عامر نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے کہا تو ان دونوں کی آنکھیں نم ہوئیں۔ "بھائی ایسا نا کریں۔ ہم ثانیہ کو لے آئیں گے پلیزیوں رو کر اپنی طبیعت نا خراب کرلیجیے گا" شہریار نے کہا پر وہ ہنوز رو رہا تھا۔ "بھائی۔۔ اگر آپ چپ۔۔ نا ہوئے تو میں۔۔ میں نے بھی رو دینا ہے" عامر جو ہنوز رو رہا تھا اسد کی بھرائی آواز سنتے اس نے اسے دیکھا جو نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے چہرہ موڑتے شہریار کو بھی دیکھا جسکا حال بھی اسد سے جدا نا تھا۔ ان دونوں کی نم آنکھیں دیکھ عامر نے ان دونوں کو ساتھ لگایا۔ "اچھا نہیں رو رہا تم دونوں چپ کرو" عامر نے دونوں کا سر چومتے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ انکی آنکھوں سے خاموشی سے آنسو نکلتے جارہے تھے۔ محبت سے دوری کا غم وہ دونوں بخوبی جانتے تھے۔ "بھائی ہم ثانیہ کو لے آئیں گے پلیز اب مت روئیے گا" شہریار نے کہتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے۔ "جی بھائی اور اگر اسکے لیے ہمیں ناک بھی رگڑنی پڑی تو ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے"

اسد نے کہتے اسکا دوسرا ہاتھ چوما تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ان دونوں کا سر چوم گیا۔ "اچھا ٹھیک ہے اب رونا بند کرو تم دونوں بھی" عامر نے کہا اور نرمی سے انکے بال سہلانے لگا جس پر وہ دونوں یونہی ننھے بچوں کی طرح اس۔ کے ساتھ لگے رہے جبکہ عامر نے سر صوفے کی پشت سے ٹکاتے اپنے خاموش آنسوؤں کو بہنے دیا جو اب کنپٹی میں جذب ہوتے جا رہے تھے۔ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی کردی تھی۔ وہ آج اپنی ہی نظروں میں گرا تھا۔

"ہوگئی تیار" ثانیہ نے روم میں آتے مہرماہ کو دیکھتے کہا جو خود پر شال اوڑھ رہی تھی۔ ضرار ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسے لینے آیا تھا۔ وہ جب سے آیا تھا مہرماہ سے نگاہیں چرا رہا تھا جسے مہرماہ محسوس کرتے ہوئے بھی اگنور کر رہی تھی۔ ضرار جب سے آیا تھا تب سے خلیل صاحب کے کمرے میں بیٹھا تھا جبکہ مہرماہ بس ایک بار اس سے زبانی سلام دعا کرنے کے بعد کمرے میں آگئی تھی۔ وہ پچھلے

آدھے گھنٹے سے وہ کمرے میں تھی۔ اسکا ضرار کے ساتھ جانے کا دل تو نا تھا پر وہ اسے سزا دینے کیلئے اسکے ساتھ جانا چاہتی تھی تبھی بد دلی سے تیار ہو رہی تھی۔ اسے آدھے گھنٹے سے روم میں بند دیکھ ثانیہ اب اسے بلانے آئی تھی۔ "جی اپیہ ہو گئی ہوں تیار" مہر ماہ نے کہا تو ثانیہ نے اسکے پاس آتے اسے ساتھ لگایا۔ "پریشان مت ہو مہرو۔ اللہ کبھی تمھارے ساتھ نا انصافی نہیں ہونے دے گیں ثانیہ نے اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتی ہوں اپیہ اللہ نہیں ہونے دیتے پر ضرار تو نا انصافی کر چکے ہیں نا بلکہ نا صرف نا انصافی بلکہ بے وفائی بھی کر چکے ہیں اور ضرار کیلئے پریشان ہونا چھوڑ دیا ہے میں نے۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں بس وہاں اس لیے جا رہی ہوں کیونکہ میرا بے وفا دل اب تک انکے لیے دھڑکتا ہے اور آج بھی انکے بغیر رہنے کا سنتے دھڑکنا بھول جاتا ہے۔ اپیہ ایک بے وفا کیلئے دل کو دھڑکنا نہیں چاہیئے لیکن میرا دل ضرار راجپوت کیلئے دھڑکتا ہے اس شخص کیلئے جس نے

مجھ پر دوسری عورت کو فوقیت دی تو اب مہرماہ بھی ضرار کی ذات کو یوں بھلائے گی گویا وہ کبھی تھے ہی نہیں" مہرماہ نے کہا تو اسکا لہجہ نم یا رنجیدہ نہیں تھا بلکہ سرد و سپاٹ تھا جسے سنتے ثانیہ نے اسکی کمر نرمی سے سہلائی جبکہ باہر کھڑا ضرار جو اس سے ملنے آیا تھا وہ سانس تک روک گیا۔ مہرماہ کے لہجے میں اسکے لیے رتی برابر نرمی تھا۔ آج اسکا نام لیتے مہرماہ کی زبان میں محبت نہیں تھی۔ آج مہرماہ نے ضرار کو ضار نہیں کہا۔ اپنا نہیں کہا تھا۔ ضرار کا سانس رکا تھا۔ وہ مہرماہ کو کھونے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا پر اسکی ایک غلطی نے اسکی ماہ کو اس سے دور کردیا اور اتنا دور کیا تھا کہ اب ناجانے یہ فاصلہ سمٹنا تھا یا نہیں۔ اس نے گہری سانس بھرتے اپنے جذبات کو ضبط کیا اور ہلکا سا دروازہ نوک کرتے ثانیہ کو پکارا۔ "ضرار بھائی ! آپ؟ مہرو بس آرہی ہے" ثانیہ نے دروازہ کھولتے اسے دیکھا تو فوراً بولی جس پر اس نے ہاں میں سرہلایا جبکہ اسکی نظریں مہرماہ پر تھیں جو اسے دیکھ تک نہیں رہی تھی۔ "مہرو چلو بھائی اب خود

آ گئے ہیں" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا جس پر ثانیہ نے نرمی سے اسکا ہاتھ دباتے اسے حوصلہ دیا تو وہ گہری سانس بھرتے کمرے سے باہر نکلی اور نیچے کی جانب بڑھ گئی جبکہ ثانیہ اور ضرار بس اسے دیکھ رہے تھے۔ثانیہ فکر مندی سے تو ضرار اذیت سے، کرب سے اور محبت سے۔ "بھائی ! وہ ٹھیک ہوجائے گی ایک بار جب اسے ساری بات کا پتا چلے گا تو وہ مان جائے گی آپ پریشان نا ہوں" ثانیہ نے ضرار کے چہرے پر اذیت دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے ساتھ لگاتے اس کا سر چوما۔ "شکریہ گڑیا مجھے سمجھنے کیلئے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کوئی بات نہیں بھائی۔آپ بھائی ہیں میرے اور مہرو تو میری جان ہے۔آپ دونوں کو اداس کیسے دیکھ سکتی ہوں میں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تم بہت معصوم ہو گڑیا اور باخدا جن جن کی وجہ سے تم روئی ہو۔تمھارا بھائی انھیں سزا دے گا" ضرار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور مدھم سا مسکرائی۔ "اور ہاں کچھ بھی سوچ کر خود کو اذیت مت

دو۔ اللہ پاک سب ٹھیک کرے گا" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے انشاء اللہ کہا جس پر وہ مسکرایا اور اسکے ماتھے پر بوسہ دے گا۔ "میرا پیارا بیٹا۔ اللہ پاک آپکے نصیب بہت پیارے کریں اور جو بھی پریشانی ہے وہ دور کرے اور آپکے بد دماغ شوہر کو عقل کی دوا کھانے کی توفیق عطا کرے" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ عامر کے ذکر پر اسکے دل کے کسی کونے میں تکلیف کا طوفان اٹھا تھا جسے اس نے بامشکل دبایا تھا۔ "بھائی نیچے چلیں۔ مہرو انتظار کر رہی ہوگی" ثانیہ نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ نیچے کی جانب بڑھ گیا جہاں مہر ماہ حوریہ سے مل رہی تھی جبکہ باقی تینوں انھیں دیکھتے مسکرا رہے تھے۔ "اپو اپ جاری تاتو تے شات اب تب ائیں دی۔ مذے اپ تے پاش شونا اے (اپھو آپ ضاری چاچو کے ساتھ اب کب آئیں گی۔ مجھے آپکے پاس سونا ہے)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "میری جان میں جلدی آؤں گی اور ابھی ثانیہ اپھو یہی ہیں نا انکے

پاس سونا" مہرماہ نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سرہلایا اور اپنی بازو واء کرتے ثانیہ کی طرف جھکی جس نے آگے جھکتے فوراً اسے گود میں پکڑتے کندھے سے لگاتے اسکا سر چوما جبکہ مہرماہ انھیں دیکھ مسکرائی۔ "چلیں انکل اب ہمیں اجازت دیں ہم چلتے ہیں" ضرار نے مہرماہ سے نظریں ہٹاتے خلیل صاحب کو کہا تو وہ ہاں میں سرہلاتے اٹھے اور ان دونوں کو ساتھ لگایا۔ "خیال رکھنا بچوں" خلیل صاحب نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا اور باقی سب سے ملتے باہر نکل گئے۔

"شکر ہے میری جان تم آگئی۔ تمھارے بغیر گھر خالی خالی لگ رہا تھا" فردوس بیگم نے مہرماہ کو ساتھ لگاتے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی۔ وہ لوگ ابھی گھر پہنچے تھے۔ آدھے گھنٹے کے پورے سفر میں ان دونوں کے مابین کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ گاڑی میں گہری خاموشی رہی جو ضرار کے دل کو چیڑ گئی تھی جبکہ مہرماہ

اس کی حالت سے انجان چپ چاپ بیٹھی رہی۔گھر پہنچتے ہی سب سے پہلے فردوس بیگم اس سے ملیں جو انھی کا انتظار کر رہی تھیں جبکہ باقی سب ڈنر کرتے اپنے اپنے روم میں جا چکے تھے۔مہرماہ تو آتے ہی انکے گلے لگی جبکہ ضرار ان سے چند قدم فاصلے پر کھڑا مہرماہ کو دیکھ رہا تھا۔"اب میں آگئی ہوں نا واپس۔اب گھر خالی خالی نہیں لگے گا" مہرماہ نے کہا تو فردوس بیگم نے اسکا ماتھا چوما۔"یہ تو ہے چلو اب روم میں جاؤ انشاء اللہ صبح ملاقات ہوگی"

فردوس بیگم کی بات سنتے وہ ہاں میں سر ہلاتے اوپر روم کی طرف بڑھ گئی۔ضرار پیچھے آرہا ہے یا نہیں اس نے ایک بار بھی مُڑ کر نہیں دیکھا تھا اور نا ہی اسے دیکھنے کی ضرورت تھی کیونکہ وہ جانتی تھی ضرار اسکے پیچھے ضرور آئے گا تبھی وہ بغیر کچھ بھی کہے اوپر چلی گئی۔جبکہ ضرار اسے جاتے دیکھ فوراً اسکے پیچھے ہوا۔

"ماہ" ابھی مہرماہ کمرے میں داخل ہوتے اپنی شال اتار رہی تھی جب ضرار نے کمرے میں آتے اسے پکارا جس پر مہرماہ نے نظریں اٹھاتے اسے

دیکھا۔ "جی" مہرماہ نے ایک نظر اسے دیکھتے آنکھیں پھیریں اور شال طے کرنے لگی۔ "کیا ہوا ہے ناراض ہو مجھ سے" ضرار نے پوچھا۔ وہ ہر بات سے واقف تھا پر وہ اسکے منہ سے سننا چاہتا تھا جبکہ اسکی بات سنتے مہرماہ کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے لیکن اگلے ہی پل اس نے الماری کھولتے اپنی شال اندر رکھی اور بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔ "میں کیوں ہونگی ناراض" مہرماہ نے کہا اور بیڈ پر بیٹھنے لگی لیکن اس سے پہلے وہ بیڈ پر بیٹھتی ضرار آگے بڑھا اور اسکی بازو پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچتے اسے اپنے روبرو کرگیا جس پر مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "کب تک چھپاؤ گی۔ جانتا ہوں تم سب سن چکی ہو۔ پھر کیوں نہیں بول رہی؟ کیوں سوال نہیں کر رہی؟" ضرار نے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے بے بسی سے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "سوال اس سے کیا جاتا ہے جس سے کوئی دلی رشتہ وابستہ ہو ضرار راجپوت اور میرا آپ سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے لہٰذا مجھے نا کوئی بات کرنی ہے نا ہی کوئی سوال پوچھنا ہے" مہرماہ نے سرد

انداز میں کہتے اس سے فاصلہ قائم کیا تو ضرار نے تڑپ کر اسے دیکھا۔ "ماہ ایسا نا کہو۔ایک بار میری بات سن لو" ضرار نے ایک قدم آگے بڑھاتے کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتے دو قدم پیچھے ہوئی۔ "اب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔میں نے آپکو اپنے عشق سے آزاد کیا ضرار" مہر ماہ نے ہر جذبے سے عاری لہجے میں کہا تو بے ساختہ ضرار لڑکھڑایا پر وہ بروقت وہ خود کو سنبھال گیا تھا ورنہ یقیناً زمین بوس ہوجاتا۔ "ماہ پلیز ایسا نا کہو۔مجھے تمھارے عشق سے آزادی نہیں چاہیئے۔مجھے تا عمر تمھاری چاہت کے حصار میں قید رہنا ہے پلیز مجھے اتنی بڑی سزا نا دو" ضرار نے کہا تو وہ تلخی سے مسکرائی۔ "سزا؟ سزا نہیں دے رہی یقین کریں اگر آپکی بے وفائی کی سزا سناتی تو سزائے موت سناتی پر یہ میرا کمبخت دل آج بھی آپکی خیر مانگتا ہے۔بے بس کر کے رکھ دیا ہے اس خون کے لوتھڑے نے مجھے جو رہتا میرے سینے میں ہے پر فکر آپ جیسے بے وفا کی کرتا ہے۔یقین کریں اگر میرے بس میں ہوتا نا تو اس دل کو سینے سے نوچ کر اسی وقت اسکے ٹکڑے

ٹکڑے کردیتی جب آپکی بے وفائی کا اقرار آپکے منہ سے سنا تھا" مہرماہ نے تلخ لہجے میں کہا تو ضرار ساکت ہوا جبکہ اسکی سانس تک سینے میں کہیں اٹک گئی تھی۔ مہرماہ اس سے اس قدر نفرت کرنے لگی ہے جو وہ اس کی محبت سے لبریز اپنے دل تک کو نوچنا چاہتی تھی۔ "ماہ" ضرار نے کچھ کہنا چاہا پر مہرماہ ہاتھ اٹھا کر اسے روک گئی۔ "مر گئی ماہ۔ آئیندہ مجھے ماہ مت کہیے گا ضرار۔ مجھے ماہ کہنے کا حق آپ اسی وقت کھو چکے تھے جب آپ نے اس لڑکی سے نا صرف شادی کی بلکہ ماشاءاللہ سے اسکی اولاد کے باپ بھی بننے والے ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے سر جھکایا۔ اس وقت وہ کیا بولے اسے سمجھ نا آئی۔ مہرماہ اس وقت اس سے شدید قسم کی بدگمان ہوئی تھی اگر وہ اسے کوئی بات کرتا بھی تو کیا وہ اسکا یقین کرتی ہرگز نہیں! تبھی اس نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔ "ماہ کیا تم مجھے میری صفائی پیش کرنے کا موقع بھی نہیں دو گی" ضرار کے لہجے میں اذیت تھی۔ "موقع؟ موقع تب دیتی جب میں نے کسی اور کے منہ سے یہ سب سنا

ہوتا پر یہ تلخ حقیقت آپکی بے وفائی کے قصے میں نے آپکے اور آپکی محبوب بیوی
کے منہ سے سنے تھے۔ اب اسکے بعد تو کسی صفائی کی ضرورت ہی نہیں
رہتی" مہرماہ نے سپاٹ انداز میں کہا تو ضرار کی آنکھوں میں ٹوٹے کانچ کی
کرچیاں سمٹ آئیں۔ "ہمم" ضرار نے گہری سانس بھرتے ہنکار بھرا تو مہرماہ
نے سر جھٹکا اور پھر اسکی طرف پشت کرتے بیڈ پر لیٹ گئی جبکہ ضرار چند لمحے
اسے دیکھتا رہا پھر بیڈ کے دوسری طرف آتے بیٹھا۔ "کیا معافی نہیں مل سکتی"
ضرار نے اسے دیکھتے کہا جو دوسری طرف منہ کیے لیٹی تھی۔ "معافی غلطیوں کی
ہوتی ہے گناہوں کے بس خسارے ہوتے ہیں۔ اور اب مہربانی ہوگی مجھے
سونے دیں" مہرماہ نے سپاٹ انداز میں کہا اور آنکھیں موند گئی جبکہ اسکی اتنی
بے رخی پر ایک بے مول آنسو ضرار کی آنکھ سے نکلتے اسکی بھوڑی داڑھی میں
جذب ہوا۔ اس نے گہری سانس بھری اور اسکی طرف رخ کرتے لیٹ
گیا۔ مہرماہ کا رویہ اذیت دے رہا تھا پر وہ ابھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سوچتے

چند مزید آنسو بے مول ہوئے جبکہ دوسری طرف مہرماہ کی آنکھیں صحرا کی مانند خشک تھیں۔وہ ضرار کی بے وفائی کو جاننے کے بعد اپنے عشق پر فاتحہ پڑھ چکی تھی اب اسے رونا نہیں آرہا تھا۔لگ بھگ پندرہ منٹ بعد کمرے میں مہرماہ کی بھاری سانسوں کی آواز گونج رہی تھی جبکہ ضرار ابھی تک جاگ رہا تھا اس کا عشق اس سے روٹھا تھا تو گویا نیند بھی اس روٹھ گئی تھی وہ یک ٹک مہرماہ کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔ مہرماہ کی پشت کو دیکھتے دیکھتے وہ کب ماضی کے واقعات میں پہنچا اسے علم نا ہوا۔

----ماضی----

دن یونہی گزرتے جارہے تھے۔ضرار کو یونیورسٹی آتے تین مہینے ہو چکے تھے۔ان تین مہینوں میں لائبہ لگ بھگ روز ہی اسکے لیکچر میں کوئی نا کوئی کام ایسا ضرور کرتی تھی جس سے ضرار کو غصہ چڑھتا پر وہ خاموش رہتا۔لائبہ کی

حرکتوں سے وہ اتنا تو سمجھ گیا تھا وہ یہ سب جان بوجھ کر صرف اسے غصہ چڑھانے کیلئے کرتی ہے تبھی اس نے ری ایکٹ کرنا ہی بند کردیا تھا جس سے یہ ہوا تھا کہ لائبہ اب اپنی حرکتوں سے بعض آنے لگی تھی۔آج ویلنٹائن ڈے تھا اور پوری یونی اس وقت سرخ رنگ سے سجی تھی۔ہر لڑکی تقریباً آج سرخ کپڑوں میں نظر آرہی تھی جبکہ ہر لڑکا ہاتھوں میں کچھ نا کچھ پکڑے ہوئے تھے کسی کے ہاتھ میں پھول تھے تو کسی کے ہاتھ میں چاکلیٹ۔وہ سب ایک دوسرے کو ویلنٹائن ڈے کی مبارکباد دینے کے ساتھ ایک دوسرے کو تحائف دے رہے تھے اور معاملات تو یہاں تک تھے کہ کوئی پرپوز بھی کررہا تھا۔جبکہ ضرار جو اپنے آفس کی کھڑکی سے گراؤنڈ کا منظر دیکھتے کافی پی رہا تھا کوفت سے ان کی حرکتوں پر آنکھیں گھوما گیا۔"افف یہ نئی جنریشن کے بچے عرف جین زی ماں باپ کی سالگرہ تک انھیں یاد نہیں رہتی اور ویلنٹائن ڈے ایسے مناتے ہیں گویا پھوپھا کا ولیمہ ہو ہنہ" ضرار نے کوفت سے کہا اور اپنی کافی پینے

لگا۔ ”مسٹر ضرار پلیز ٹیک آراؤنڈ آف کوریڈور اٹس یور ٹرن ناؤ (ضرار صاحب براہ کرم راہداری کا چکر لگائیں اب آپ کی باری ہے۔) “ وہ ابھی کافی پی رہا تھا جب اسکا ایک کولیگ دروازہ نوک کرتے اندر آیا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا اور گہری سانس بھرتے باہر نکلا۔ وہ ایک کوریڈور سے دوسرے کوریڈور میں راؤنڈ لگاتے ان جین زی کو دیکھ رہا تھا جو آج باہوں میں باہیں ڈالے گھومنے میں مصروف تھے جب کہ کچھ سٹوڈنٹس خاص کر لڑکیاں تو اسے بھی ویلنٹائن ڈے یوں وش کرکے گئی تھیں گویا ساری یونی کی لڑکیوں کا وہ اکیلا اکیلا شوہر ہو۔ ضرار نے تاصف سے سوچا اور آگے بڑھا۔ ”یار سر کو پرپوز کرو گی پاگل ہو۔ اگر سر نے منع کردیا تو“ ابھی وہ اگلے کوریڈور میں جاتا جب اسکے کانوں میں ایک نسوانی آواز آئی جسے سنتے وہ اسکے رکتے قدم ایک لمحے کو ٹھہرے لیکن اگلے ہی پل لائبہ کی آواز سنتے وہ رک گیا۔ ”ہاں کروں گی۔ یار سر میرا جنون بن گئے ہیں۔ وہ مجھے پسند آگئے ہیں اور جو چیز لیلہ کو پسند آجائے وہ لیلہ کی ہو کر رہتی

ہے" لائبہ نے کہا تو ضرار کو اسکی بات سنتے غصہ آیا۔وہ کسی جیتے جاگتے شخص کا موازنہ ایک بے جان چیز سے کررہی تھی۔"پر اگر انھوں نے انکار کردیا تو"اسکی دوست نے پوچھا تو وہ قہقہہ لگا گئی۔"انکار کرنا ہے تو شوق سے کریں پر وہ میرے ہی ہونگے کیونکہ اول تو لیلہ اپنی من چاہی چیز کو چھوڑتی نہیں ہے اور اگر وہ چیز میری نا ہو تو لیلہ اسے کسی کا نہیں چھوڑتی" لائبہ نے ایک غرور سے کہا تو ضرار کو بے ساختہ اس لڑکی سے الجھن ہوئی۔ وہ گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے وہاں سے نکلتے اگلے کوریڈور کی طرف بڑھا وہاں سے اسکا ارادہ گراؤنڈ کی طرف جانے کا تھا۔وہ چلتے کوریڈور سے گزرتے گراؤنڈ میں آیا جہاں جین زی اب کچھ زیادہ ہی کھلے عام ایک دوسرے میں کھوئی تھی جسے دیکھ اس کا دل کررہا تھا وہ جاکر ان سب کو ایک ایک لگائے پر ضبط کر گیا۔"ہیپی ویلنٹائن ڈے سر۔یور لوکنگ گڈ (ہیپی ویلنٹائن ڈے سر۔ آپ اچھے لگ رہے ہیں)" ایک لڑکی نے اسکے پاس سے گزرتے کمنٹ پاس کیا تو اس نے مٹھیاں

بھینچی اور آگے بڑھنے لگا۔ "سر ضرار رکیں" ابھی وہ گراؤنڈ کے عین وسط میں پہنچا تھا جب اسے ایک جانی پہچانی نسوانی آواز آئی جس پر اس نے مُڑتے پیچھے دیکھا جہاں لائبہ ہاتھوں میں ایک چاکلیٹ بوکس اور گلابوں کا بوکے پکڑے کھڑی تھی۔ وہ اس وقت سرخ گھٹنوں تک آتی ویسٹرن فراک میں ملبوس تھی جو بلکل بغیر بازو کے تھی جبکہ وہ ان سب چیزوں کو نظر انداز کرتے اپنی ٹانگوں کو شوپیس کی طرح دکھاتے اسکی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسکو اپنی طرف یوں گفٹ پکڑے بڑھتے دیکھ جیسے ضرار سب سمجھ گیا تھا تبھی اسکا چہرہ سپاٹ ہوا۔ "یس مس لائبہ" اس نے سینے پر دونوں بازو باندھتے پوچھا تو وہ بغیر کچھ کہے گلاب اسکی طرف بڑھا گئی۔ "آئی لو یو۔ کیا آپ میرے بوائے فرینڈ بنے گیں" لائبہ نے ایک ادا سے کہا تو ضرار کے ماتھے اور گردن کی رگیں تنی جبکہ آنکھیں پل میں سرخ ہوئیں۔ 'مس لائبہ کیا آپ حواسوں میں ہیں" ضرار نے بامشکل اپنا غصہ دباتے پوچھا تو لائبہ مزید ایک قدم اسکے نزدیک ہوئی۔ جی سر

مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے" لائبہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "مس لائبہ۔چپ چاپ یہاں سے چلی جائیں اور یہ جو فطور دماغ میں بھرا ہے اسے نکال کر باہر پھینک دیں" ضرار نے کہا اور وہاں سے جانے لگا پر لائبہ اسکا ہاتھ پکڑ چکی تھی جس پر ضرار نے مُڑتے اسے دیکھا اور اگلے ہی لمحے اسکا ہاتھ بُری طرح جھٹکا جس پر لائبہ کا بیلنس بگڑا اور وہ زمین پر گری۔اسے یوں گرتے دیکھ سب کی بے ساختہ ہنسی چھوٹی جسے دیکھ لائبہ کا چہرہ خفت سے سرخ ہوا۔ "آئندہ یہ بکواس مت کیجئے گا مس لائبہ" ضرار نے انگلی اٹھاتے وارن کیا اور وہاں سے چلا گیا جبکہ پیچھے لائبہ نے اسکی پشت کو دیکھتے کچھ کرنے کی ٹھانی تھی کیا وہ کوئی نہیں جانتا تھا پر ہاں اس سے ضرار کی زندگی میں طوفان ضرور اٹھنے تھے۔

---حال---

یہ سب یاد کرتے ضرار نے گہری سانس بھری اور مہرماہ کے بالوں کو پکڑتے نرمی سے اسکے بالوں پر لب رکھتے اسکے بالوں کی نرماہٹ اپنی انگلیوں پر محسوس کرنے لگا جبکہ نیند اب بھی اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

"سائیں اٹھ جائیں۔مجھے آج ماما بابا کی طرف جانا ہے اٹھیں" مریم نے شہریار کا کندھا ہلاتے کہا جو بیڈ پر اوندھے منہ سو رہا تھا بلکہ سونے کا ناٹک کر رہا تھا جبکہ مریم پچھلے دس منٹ سے اسے جگانے کی کوشش کر رہی تھی جو جاگتے ہوئے بھی یوں ظاہر کر رہا تھا گویا گہری نیند میں ہو۔"سائیں اٹھ جائیں نا" مریم نے ایک بار اسکا کندھا ہلایا لیکن وہ ہنوز سویا بنا رہا جس پر مریم کو غصہ آیا اور ایک پل لگا تھا اسکی آنکھیں نم ہونے میں۔"ٹھیک ہے مت اٹھیں میں جا رہی ہوں۔اب مجھ سے بات مت کریے گا" مریم نے بھرائی آواز میں کہا اور پیچھے ہونے لگی لیکن شہریار فوراً سیدھے ہوتے اسکی کلائی تھام چکا تھا جس پر مریم

نے نم آنکھوں سے دیکھا تو شہریار تڑپ کر اسکی کلائی چھوڑے بغیر بیڈ سے کھڑا ہوا اور اسے فوراً ساتھ لگایا۔ "پیچھے ہوں۔چھوڑیں۔جائیں سوجائیں جاکر" اسکا حصار اپنے گرد محسوس کرتے مریم نے پیچھے ہونا چاہا پر وہ اسکے گرد بازو مضبوطی سے باندھ گیا۔ "پٹھانی آئی ایم سوری۔ میں مذاق کررہا تھا۔مجھے نہیں پتا تھا تم یوں رونے لگوگی۔ سوری میرا بچہ غصہ نا ہو پلیز" شہریار نے اسکا سر چومتے پیار سے کہا تو وہ ایک پل میں موم ہوتے اسکے گرد بازو حمائل کر گئی۔ "بات نہیں کریں اب مجھ سے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ روبرو کرگیا۔ "سوری نا رگِ جاں۔میں بس تمھیں تنگ کررہا تھا۔مجھے لگا تھا تم ڈانٹوگی لیکن تم تو رونے لگی۔اگر مجھے زرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ تم یوں رونے لگوگی تو میں ایسا کبھی نا کرتا۔روتے نہیں سوری نا" شہریار نے پیار سے پچکارتے کہا تو مریم نے آگے ہوتے اسکی شرٹ سے ناک صاف کی جس پر شہریار نے چہرہ جھکاتے اس کے بالوں پر لب

رکھے۔ ”مجھے پتا ہے آپ مذاق کر رہے تھے پر مجھے پتا نہیں کیوں رونا آرہا تھا“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”کوئی بات نہیں ہوجاتا ہے ایسا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ انکل آنٹی کی طرف کب تک جانا ہے“ شہریار نے پیار سے پوچھا۔ ”ایک گھنٹے تک۔ پہلے آپ فریش ہوجائیں پھر ناشتہ کر کے نکلتے ہیں“ مریم نے کہا تو اس نے ٹائم دیکھا جہاں ابھی آٹھ بج رہے تھے۔ ”پٹھانی مجھے دس بجے کورٹ جانا ہے ایک کیس کے سلسلے میں“ شہریار نے بتایا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے پھر مجھے راستے میں ماما بابا کی طرف ڈراپ کر دیجیے گا اور واپسی پر مجھے پک کیسا“ مریم نے دو سیکنڈ میں حل پیش کیا تو وہ ہنس پڑا۔ ”یہ صحیح ہے پھر تم وہاں اپنے ماما بابا کے ساتھ ٹائم سپینڈ کر لینا اور میں کورٹ کا کام نپٹا کر واپس ادھر ہی آجاؤں گا“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار اس کا ماتھا چومتے پیچھے ہونے لگا لیکن مریم اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کر چکی تھی۔ ”کیا ہوا“ اس کی حرکت پر شہریار نے اسے دیکھا۔ ”ابھی

تو آپ نے نہیں جانا پھر کہاں جا رہے ہیں" مریم نے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔یقیناً اس وقت اس کی پٹھانی اس سے لاڈ اٹھوانے کے موڈ میں تھی۔"میں فریش ہونے جا رہا تھا" شہریار نے بیڈ پر بیٹھتے اسے اپنی گود میں بٹھایا تو مریم بچوں کی طرح اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ "ابھی تھوڑی دیر رک جائیں" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو شہریار مسکراتے اسکے گرد بازو مزید مضبوطی سے باندھ گیا۔"اور کوئی حکم" شہریار نے اس کی رخسار کو چھوتے کہا تو مریم کا چہرہ بے ساختہ گلابی ہوا۔"ہاہاہاہا یار اب ایسی چھوٹی سی بات پر بلش کرو گی تو میرا کیا ہوگا" شہریار نے اسکی کنپٹی پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکراتے اس کے کندھے میں چہرہ چھپا گئی۔"سائیں ایک بات پوچھوں آپ سے" مریم نے تھوڑی دیر بعد چہرہ اٹھاتے اسے دیکھتے پوچھا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔"سائیں کی جان حکم کرو" شہریار نے اسکی ناک نرمی سے دباتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔"آپکو میں سب سے اچھی کب لگتی ہوں" مریم نے اسکی گال پر انگلی

رکھتے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں اشتیاق تھا۔ ”مجھے تم سب سے اچھی تب لگتی ہو جب میرے پاس ہوتی ہو، جب مسکراتی ہو یہاں تک کہ جب جب سانس لیتی ہوں مختصریہ کہ تمام مجھے ہر وقت اچھی لگتی ہو“ شہریار نے اسکی ناک کو لبوں سے چھوتے کہا تو مریم نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں محبت ہی محبت تھی۔ ”اچھا اب تم بتاؤ میں تمھیں کب اچھا لگتا ہوں“ شہریار نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ ”ویسے تو آپ مجھے ہر وقت اچھے لگتے ہیں پر جب آپ نماز پڑھتے ہیں تب دل کے بے حد قریب لگتے ہیں“ مریم نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ ”اب ایسے کہو گی تو مجھے تم سے مزید محبت ہو جائے گی"شہریار نے سرگوشی کی۔ ”اچھی بات ہے نا پھر آپ جہاں بھی دیکھیں گے آپکو صرف میں نظر آؤں گی“ مریم نے کہا تو وہ ہنسا۔ ”میں تمھارے علاوہ کہیں نہیں دیکھتا“ شہریار نے ایک جملے سے جیسے بات سمیٹتے اسے اسکی اہمیت بتائی تو مریم کو اس پر شدت سے پیار آیا جس پر اس نے نرمی سے شہریار کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما

اور اس کے ایک ایک نقش کو چومنے لگی جس پر شہریار سانس تک روک گیا۔جبکہ اسکی آنکھیں خطرناک حد تک پھیلیں اور چہرے کا رنگ پل بھر میں سرخ ہوا تھا۔اسے اپنی پٹھانی سے اس کرم نوازی کی امید نا تھی۔"ایڈوکیٹ کی عزت لوٹ رہی ہو میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا" شہریار نے اسکی کلائیوں کو نرم گرفت میں لیتے سرگوشی کی تو مریم ہنس پڑی پر وہ اب بھی مسلسل اسکے چہرے کے نقوش کو اپنے لمس سے مہکا رہی تھی جس پر شہریار کو اپنے رگ و پے میں سکون سرائیت کرتا محسوس ہورہا تھا۔"بس کردو پٹھانی میں شرم سے پانی پانی ہوگیا ہوں" شہریار نے اسکے لمس کو آنکھوں پر محسوس کرتے بے بسی سے کہا تو وہ ہنسی اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔"اللہ اللہ سائیں آپ کتنے کیوٹ ہیں" مریم نے اسکی ناک پر بچوں کی طرح چٹکی کاٹتے کہا تو وہ ہنسا۔"اللہ اللہ سائیں کی جان تم صرف میری ہو" شہریار نے بدلے میں اسی کے انداز

میں کہتے اسکے ہونٹوں کو چھوا تو مریم ہنستے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ بھی نرمی سے اسکا سر چومتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔

"میرا بچہ اپنا خیال رکھنا اور دھیان سے ڈرائیونگ کرنا" خلیل صاحب نے ثانیہ کا ماتھا چومتے کہا جو سر تا پیر عبائے میں ملبوس سر پر حجاب کیے اسلامک سینٹر جانے کو تیار کھڑی تھی۔"جی بابا میں اپنا خیال رکھوں گی۔آپ بے فکر رہیں۔اب میں چلتی ہوں۔انشاءاللہ پانچ بجے تک واپس آجاؤں گی" ثانیہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے جس پر وہ پیچھے ہوتے باہر نکل گئی۔وہ باہر آتے اپنی گاڑی میں بیٹھی جو ماہ دیر نے اسے گفٹ کی تھی اور اپنی منزل کی جانب بڑھ گئی جبکہ اسکی گاڑی کے پیچھے ہی گارڈز کی دو گاڑیاں تھیں۔اس نے اب اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے مطابق جینے کا فیصلہ کیا تھا۔وہ عامر کو بھول جانا چاہتی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی طلاق کے کاغذات کب آئیں گے پر اس نے فیصلہ کیا

تھا کہ جب بھی آئیں گے وہ خاموشی سے ان پر سائن کردے گی۔وہ اسکی منت نہیں کرے گی۔وہ ثانیہ سکندر تھی اسے عزتِ نفس محبت سے زیادہ عزیز تھی۔اگر عامر نے اسے گھر نکالا تھا تو اس کا فرض تھا وہ اب اسکی زندگی سے ہی نکل جائے۔وہ اب عامر کیلئے مزید آنسو نہیں بہانا چاہتی تھی۔وہ اب بس اب اپنے گھر والوں کیلئے جینا چاہتی تھی۔اسے یہاں آئے پانچواں دن تھا اور ان گذشتہ دنوں میں وہ جائے نماز پر بیٹھی کافی بار روئی تھی پر وہ اب فیصلہ کرچکی تھی وہ عامر جیسے بے حس شخص کیلئے نہیں روئے گی۔ہاں وہ اس سے محبت کرنا آخری سانس تک نہیں چھوڑ سکتی تھی پر اب وہ اس کے پاس جانے کی خواہش کو ختم کرنا چاہتی تھی۔ثانیہ جو گاڑی چلانے کے ساتھ خیالوں میں کھوئی تھی اسکا ارتکاز موبائل کی آواز پر ٹوٹا جس پر اس نے اپنا موبائل ڈیش بورڈ سے اٹھاتے سامنے کیا جہاں مہرماہ کا "بیسٹ آف لک" کا میسج آیا تھا جس پر وہ مسکرائی اور موبائل واپس رکھا۔وہ اب اسے بعد میں جواب دینے کا

ارادہ رکھتی تھی۔مزید دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ راولپنڈی کے سب سے بڑے اور مشہور اسلامک سینٹر پہنچی۔اس نے گاڑی پارکنگ میں لاتے روکی اور گاڑی سے اترتے اندر کی جانب بڑھی۔اس جگہ کی طرف جہاں سے وہ اب اپنے آپ کو صحیح معنوں میں جاننے والی تھی۔جہاں سے وہ اسلام کو جاننے آئی تھی۔وہ چلتی سیدھا اندر آئی جہاں بہت سی عورتیں زمین پر بچھے قالین پر بیٹھی تھیں جبکہ ان سب کے برعکس ایک پچاس سالہ عورت تھوڑی اونچی تختی پر بیٹھی انھیں ماضی میں کیے گئے گناہ اور انکی معافی کے متعلق بتا رہی تھیں۔ثانیہ چلتے آگے آئی اور آتے انکے دائیں جانب قالین پر موجود جگہ پر بیٹھ گئی۔سامنے بیٹھی شفیق ہستی کو دیکھ ایک پل کو وہ حیران ہوئی تھی۔انکے چہرے پر نور کی چمک تھی جبکہ سفید حجاب کے حالے میں انکا چہرہ چمک رہا تھا۔"سعیدہ بی آپ سے ایک سوال پوچھوں" ایک لڑکی نے ہاتھ اٹھاتے کہا۔"پوچھو میں یہاں تم سب کے سوالوں کے جواب دینے کو ہوں" سعیدہ بی

نے کہا تو اس لڑکی نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”سعیدہ بی اگر ہم سے ماضی میں کوئی غلطی ہوجائے یا ہم جان بوجھ کر کریں لیکن بعد میں سچے دل سے توبہ کرلے تو کیا اللہ اسکی غلطی کو معاف کرتا ہے؟“ اس لڑکی نے سوال کیا تو ثانیہ نے سعیدہ بی کو دیکھا جو اسکے سوال پر خاصی متاثر ہوئی تھیں جبکہ اسکا انگ انگ سماعت بنا وہ انکا جواب سننا چاہتی تھی۔ اس نے بھی تو ماضی میں غلطیاں کی تھیں جن کی اب اسے سزا مل رہی تھی۔ ”تمھارا سوال بہت عمدہ ہے چلو میں اسکا جواب دیتی ہوں دیکھو سوال یہ تھا کہ ماضی کی غلطیوں پر اگر توبہ کرلی جائے تو کیا ان پر معافی ملتی ہے یا نہیں تو میری بات سنو ماضی ہر ایک کا ہوتا ہے۔ ماضی ایسی چیز جو ہر لمحے انسان کے ساتھ رہتا ہے جس میں اسکی نیکیاں اور گناہ بھی شامل ہیں۔ نیکیوں پر تو ثواب ہی ملے گا پر جو گناہ کیے ہیں اگر تو ان پر توبہ نا کی جائے یا توبہ کرکے بھی گناہ نا چھوڑا جائے تو ظاہری بات ہے سزا ملے گی لیکن اگر آپ سچے دل سے توبہ کرچکے ہیں تو اس گناہ کو اللہ معاف کردیتا

ہے" سعیدہ بی نے جواب دیا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "سعیدہ بی اللہ تو معاف کر دیتا ہے پر انسان نہیں کرتے بلکہ ذلیل کرتے ہیں اسکا کیا اور اس سے بدتر چھوڑ کر اکیلا کر دیتے ہیں" ایک اور عورت نے سوال کیا۔ "پھر وہ اس شخص کو گناہ ملے گا کیونکہ اسلام میں اگر کسی شخص نے ماضی میں کوئی گناہ کیا ہو اور پھر سچے دل سے توبہ کر لی ہو، تو اس کے گناہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معاف ہو جاتے ہیں، اور کسی کو حق نہیں کہ اس کے ماضی کو بنیاد بنا کر اسے ذلیل کر کے یا چھوڑ دے۔" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مگر جو توبہ کر لے، ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے، تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا"

– سورۃ الفرقان (آیت نمبر 70)۔

"سعیدہ بی اگر ایک شوہر بیوی کا ماضی جانتے بوجھتے اسے چھوڑ دے تو؟ یہاں تک کہ بیوی اب ہر چیز سے توبہ کر چکی ہو اور صرف اسکے لیے جیتی ہو تو؟" اب کی بار ثانیہ نے اپنے دل میں مچلتا سوال پوچھا تو سعیدہ بی نے اسے دیکھا۔ "تو

پھر اس شوہر سے بڑا بد قسمت کوئی نہیں۔ کیونکہ اگر بیوی نے توبہ کر لی ہے اور اب وہ سادہ، نیک اور پاک باز زندگی گزار رہی ہے تو اس کا ماضی صرف اللہ کے درمیان ہے اور شوہر کو اس بنیاد پر اسے چھوڑنے یا برا سمجھنے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ یہ چیز ظلم میں شمار ہوتی ہے کہ اگر شوہر صرف بیوی کے ماضی کی وجہ سے (جبکہ وہ اب نیک بن چکی ہو) اسے چھوڑ دے، طلاق دے دے یا دور ہو جائے، تو یہ عمل ظلم اور ناپسندیدہ ہے" سعیدہ بی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور سعیدہ بی اگر شوہر اس ماضی کو بنیاد بنا کر بیوی کو طلاق دے دے تو" ثانیہ نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو یہ بات رحمت کے خلاف ہے۔ طلاق حلال چیز ہے پر اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے لہذا اپنی بیوی کے ماضی کو بنیاد پر اسے چھوڑنا اسلامی اخلاق اور رحمت کے خلاف ہے لہٰذا اگر بیوی اب سچی، نیک، اور سادہ ہے، مگر شوہر اسے اس کے ماضی کی بنیاد پر چھوڑ دے یہ ظلم اور نا انصافی ہے۔ بیوی کی توبہ اس کا ماضی مٹا دیتی ہے شوہر

کو اسے جج کرنے یا چھوڑنے کا کوئی حق نہیں" سعیدہ بی نے کہا تو ثانیہ نے سر جھکایا۔ "چلو بچیوں آپ سب جاکر اب قرآن پاک پڑھ لو یا کوئی سورۃ حفظ کرنے کی کوشش کرو" سعیدہ بی نے ثانیہ پر سے نگاہیں ہٹائے بغیر کہا تو ساری لڑکیاں اٹھتے باہر نکل گئی جبکہ ثانیہ بھی انکی بات سنتے اٹھنے لگی۔ "آپ رک جاؤ بیٹا" سعیدہ بی نے کہا تو ثانیہ نے انھیں دیکھا پھر واپس بیٹھ گئی۔ "آپکا نام کیا ہے بچے" سعیدہ بی نے پوچھا۔ "ثانیہ نام ہے میرا" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا۔ "شوہر سے علیحدگی ہوگئی ہے؟" سعیدہ بی نے اسکے سوالوں کو یاد کرتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "گھر سے نکال دیا ہے انھوں نے اور جلد ہی طلاق دے دیں گے" ثانیہ نے کہا۔ "کوئی غلطی کی ہے آپ نے" سعیدہ بی نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ماضی میں کی تھیں۔میں ان کے چھوٹے بھائی کی منگیتر تھی لیکن دولت کیلئے گھر سے بھاگ گئی پھر ان سے ملاقات ہوئی اور کچھ حالات ایسے بنے کہ ہماری شادی ہوگئی۔ان سے شادی

کرنے کے بعد میں بدل گئی تھی پھر پانچ دن پہلے انھیں ساری بات پتا لگی تو مجھے گھر سے نکال دیا" ثانیہ نے مختصر کرتے بتایا تو سعیدہ بی کو اس پر ترس آیا۔ "محبت کرتی ہو آپ اس سے" سعیدہ بی کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اللہ آپکی پریشانی دور فرمائے اور جو آپکے حق میں بہتر ہو وہ کرے" اسکے ہاں میں سر ہلانے پر سعیدہ بی نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے دعا دی تو اس نے آمین کہا۔ "یہاں آنے کا مقصد اسے بھلانا ہے یا کوئی اور وجہ" سعیدہ بی کی بات پر اس نے انھیں دیکھا۔ "دل کو سکون نہیں مل رہا تو بس یہاں آئی ہوں تاکہ اللہ کا قرب حاصل کروں اور اسلام کے بارے میں سوال کرکے اسلام کے قریب تر ہوجاؤں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "قرآن پاک پڑھتی ہو" اس کی بات پر انھوں نے پوچھا۔ "جی روزانہ باقاعدگی سے پڑھتی ہوں" ثانیہ کی بات پر انھوں نے ماشاءاللہ کہا۔ "ترجمہ پڑھتی ہو ساتھ" سعیدہ بی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "قرآن پاک کا ترجمہ پڑھا کرو تمھیں تمھاری بہت سی

پریشانیوں کا حل ملے گا اور دل کو سکون بھی حاصل ہوگا" سعیدہ بی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"اب جاؤ وہاں قرآن پاک رکھا ہے اسے پڑھو جا کر اور دل کو ہر چیز سے خالی کر کے پڑھنا۔دل میں اللہ کی محبت کی چاہ کے علاوہ کچھ نہیں ہونا چاہیئے" سعیدہ بی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھتے قرآن پاک پکڑتے ایک طرف بیٹھی پڑھنے لگی جبکہ سعیدہ بی نے اسکی تمام پریشانیاں دور ہونے کی دعا مانگی۔

"اسد بات سنیں" عائشہ نے اسے پکارا جو صوفے پر بیٹھا تھا۔وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اسکے روم میں بیڈ پر اسے حصار میں لیے بیٹھا تھا اور ہمیشہ کی طرح بالکونی سے ہی آیا تھا۔ "بولو اسد کی شہزادی" اسد نے اسکا ماتھا چومتے پوچھا۔ "اسد آج آپ نے مجھے آفس سے چھٹی کیوں کروائی" عائشہ نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔"تاکہ میں تمھارے ساتھ ٹائم سپینڈ کر سکوں" اسد نے کہا تو وہ

مسکرائی۔ ”مطلب صرف میرے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنے کیلئے آپ نے مجھے چھٹی کروا دی“ عائشہ جیسے کنفرم کیا۔ ”ہاں جی جانم عاشقی صرف تمھارے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنے کیلئے۔ اور ایک بات کرنی تھی تم سے“ اسد نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”کیا بات اسد“ عائشہ نے فوراً پوچھا۔ ”اماں سائیں کہہ رہی ہیں کہ ابھی رخصتی کی بات نہیں کریں گی کیونکہ ابھی عامر بھائی والا مسئلہ چل رہا ہے۔ اوپر سے بھابھی انوسینٹ نکل آئی ہیں اور عامر بھائی اس وقت انتہائی شرمندہ اور دکھی ہیں تو اماں سائیں کہہ رہی ہیں زرا وہ مسئلہ حل ہوجائے پھر ہماری شادی کی بات کریں گی" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے کوئی بات نہیں۔ آپ اداس ہیں اس پر“ عائشہ نے اس کی رخسار پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ ”ہاں ہوں۔ ایک طرف بھائی کے آنسو اور دوسری طرف ہماری شادی میں تاخیر۔ شادی تو چلو خیر ہے پر بھائی کو یوں دیکھ میرا دل کٹتا ہے“ اسد نے کہا تو عائشہ نے اسکی رخسار سہلائی۔ ”پریشان نا

ہوں۔ انشاءاللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ضرار بھائی کہہ رہے تھے کہ وہ ماہ دیر بھائی سے بات کریں گے پھر دیکھتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بھائی شرمندہ ہیں۔ میں نے انھیں کہا تھا کہ بھابھی کو کال کرلیں پر وہ اپنی شرمندگی میں نہیں کررہے۔ کل سے عجیب خاموشی طاری کیے بیٹھے ہیں خود پر" اسد نے کہا تو عائشہ کو بھی دکھ ہوا۔ "اسد ویسے بھائی نے کی تو زیادتی ہی ہے۔ بھائی کو کم از کم اسکے ساتھ یوں نہیں کرنا چاہیئے تھا" عائشہ نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلاتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔ "کیا ہوا" عائشہ نے اسکے یوں چہرہ چھپانے پر عائشہ نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "کچھ نہیں بس کل ساری رات سویا نہیں تھا۔ تو اب نیند آرہی ہے" اسد نے مدھم آواز میں کہا تو اس کو بے ساختہ اس پر پیار آیا۔ "تو سوجائیں نا" عائشہ نے کہا تو اسد نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "میں پھر یہیں تمھارے پاس رہوں گا" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ٹھیک ہے سوجائیں میں نے کب منع کیا

ہے" عائشہ نے کہا تو وہ آسودہ سا مسکرایا اور بیڈ پر دراز ہوتے اسکی گود میں سر رکھ گیا جس پر عائشہ ایک لمحے کو ساکت ہوئی لیکن اسکی اگلی حرکت پر مسکرائی کیونکہ اسد بچوں کی طرح اسکے ڈوپٹے کا کونہ تھامتے اپنے چہرے کو ڈھانپ گیا تھا جبکہ اسکا ہاتھ پکڑتے اپنے بالوں پر رکھ گیا جس پر عائشہ نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔"پتا ہے تم میرا سکون ہو۔اللہ نے تمھاری ذات میں میرے لیے قرار رکھا ہے۔ صرف تمھاری موجودگی ہی میرے تھکاوٹ زدہ عصاب کو پل میں پرسکون کرنے کی طاقت رکھتی ہے" اسد نے مدھم آواز میں کہا تو عائشہ مسکرائی اور جھکتے بے حد محبت سے اسکے سر کو چوم گئی۔"سوجائیں اب میں یہیں ہوں آپ کے پاس" عائشہ نے کہا تو وہ مسکراتے آنکھیں موند گیا۔وہ جانتا تھا اب انکی زندگی پرسکون تھی۔

"میشائم بھائی نہیں آئے ابھی تک" ثانیہ نے خلیل صاحب کے کمرے سے نکلتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور اسے دیکھا جو سوئی ہوئی حوریہ کو گود میں اٹھائے یقیناً اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔ "نہیں آپی۔ میں نے کال کی تھی پر دِیر کہہ رہے ہیں کہ تھوڑی دیر تک آرہے ہیں۔ کوئی ایمرجنسی کیس ہے۔ آپ پریشان نا ہوں ابھی آجائیں گے" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے تم بھی کمرے میں چلی جاؤ۔ بھائی ابھی آجائیں گے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "یہ بس سر نا ہلاؤ۔ شاباش اٹھو اور اپنے روم میں جاؤ۔ بھائی آجائیں گے جاؤ میرا بچہ" ثانیہ نے اسے پیار سے کہا تو وہ اپنا فون اٹھاتے روم کی طرف بڑھ گئی۔ اسے صبح سے ہلکا ہلکا بخار ہو رہا تھا تبھی ثانیہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ یہاں بیٹھے۔ جبکہ میشائم کو بھی اب کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ چلتے کمرے میں آئی اور آتے بیڈ پر بیٹھی اور دوبارہ ماہ دیر کا نمبر ملانے لگی لیکن ابھی وہ نمبر ملاتے کہ اسکے موبائل پر ایک ان نون نمبر سے کال آئی

جس پر اس نے اچنبھے سے نمبر کو دیکھا۔ اسکا نمبر گھر والوں کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھا پھر اسے کون کال کر رہا تھا۔ اس نے سوچا اور کال کاٹ گئی لیکن کرنے والا بھی ڈھیٹ ابنِ ڈھیٹ تھا تبھی ایک ہی سانس میں کال پر کال کرنے لگا جس پر یشائم نے تنگ آتے چھ سات کالز کے بعد کال پک کرتے موبائل کان سے لگایا۔ "اسلام علیکم کون" اس نے بامشکل اپنا غصہ ضبط کرتے کہا ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ کال کرنے والا کا منہ توڑ دے جو رات کے دس بجے اسے کال کر رہا تھا۔ "وعلیکم السلام سابقہ بیوی۔ کیا حال ہے پہچانا مجھے" دوسری طرف سے جو آواز آئی اسے سنتے یشائم کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا کیونکہ دوسری طرف سے ارباز خان کی آواز سپیکر سے ابھری تھی۔ "تم؟ مجھے کال کرنے کی تمھاری جرات کیسے ہوئی مجھے ارباز خان اور تمھیں میرا نمبر کہاں سے ملا" یشائم نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔ "مجھے نمبر کہاں سے ملا کیا یہ پوچھنے والی بات ہے۔ اپنے علاقے کا زمیندار ہوں میرے لیے کسی کا نمبر نکلوانا کونسا

مشکل کام ہے اور تمھیں کال کیوں کی تو بس تمھاری یاد آرہی تھی" ارباز خان نے کہا تو میشائم نے قہقہہ لگایا۔ "میرے شوہر سے گولی اور کتے جیسی مار کھانے کے بعد بھی تمھیں میری یاد آئی۔زمیندار صاحب کا پھر سے گولی کھانے کا دل کررہا ہے یا کتے کی طرح پیٹنا پسند کرو گے" میشائم نے استہزائیہ انداز میں کہا تو ارباز کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا جبکہ پیچھے سے اسے ایک ساتھ کئی قہقہوں کی آوازیں آئی جنھیں وہ بخوبی پہچانتی تھی۔ "میری گودلی بیٹی کافی خوش ہے اور کافی غرور بھی ہے اسے اپنے شوہر پر" ان قہقہوں کے درمیان اسے جنید خان کی آواز آئی جس پر اسکے غصے کا گراف بڑھا۔ "ہاں جی بہت غرور ہے مجھے میرے شوہر پر۔وہ کیا ہے نا میرے شوہر تھوڑے سر پھرے ہیں جو مجھے دکھ پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو میرے شوہر اسکی جان نکالنا اپنا فرض سمجھتے ہیں" میشائم نے کہا تو اس کے لہجے میں غرور دوسری طرف سب نے محسوس کیا۔ "زیادہ مت بولو لڑکی تمھاری بیٹی کو اور تمھیں ایک لمحے میں جان سے

مار سکتا ہوں اور رہی تمھارے شوہر کی بات تو اسکا تو وہ حال کروں گا کہ وہ یاد رکھے گا" ارباز خان نے دانت پیستے کہا۔ "ہائے میں تو ڈر گئی نا جیسے۔ میرے دِیر کے ایک بال تک کو تم نہیں چھو سکتے۔ رہی بات مجھے اور میری بیٹی کو چھونے کی تو لگتا ہے تم بھول گئے ہو۔ پچھلی بار تم نے صرف ایک بار مجھے اور حور کو ہاتھ لگایا تھا اور میرے دِیر نے تمھارا وہ ہاتھ توڑ کر ہی سانس لیا تھا لگتا تم وہ بھول گئے ہو" میشائم نے مصنوعی تاسف سے کہا تو اس نے دانت پیسے۔ "لڑکی تم زیادہ بول رہی ہو۔ تمھارے شوہر نے جو میرے بیٹے کے ساتھ کیا ہے اسکا بدلہ اب ہم لے کر رہیں گے تم سے" ہاجرہ خان نے بھرائی آواز میں کہا تو میشائم کو اسکے یوں بیٹا کہنے پر اچنبھا ہوا۔ "کیا کر دیا میرے شوہر نے تمھارے بیٹے کے ساتھ" میشائم نے کوفت سے پوچھا۔ "مروا دیا میرے بیٹے کو۔ اسکی شادی والے دن میرے بیٹا جہاں سہرے میں آنے والا تھا۔ وہ کفن میں لپٹے آیا تھا" ہاجرہ بیگم نے کہا تو میشائم کو حیرت ہوئی۔ فہیم خان مر چکا تھا

اور وہ اس سے انجان تھی۔پر اسے دکھ ہر گز نہیں ہوا تھا بلکہ ایک کمینی سی خوشی ہوئی تھی۔ "بہت مبارک ہو دنیا سے ایک گنہگار کم ہوا۔اگلی باری تم لوگوں کی ہے" یشائم نے قہقہہ لگاتے کہا تو وہ تینوں غصے سے آگ بگولا ہوئے جبکہ جنید خان باقاعدہ چلایا۔ "لڑکی میرے بیٹے" اسکی چیخ کر بات کرنے سے پہلے یشائم غصے سے دھاڑی تھی۔ "بکواس بند کرو تمھاری جاگیر نہیں ہوں جو مجھ سے اس لہجے میں بات کر رہے ہو۔اپنی زبان قابو میں رکھو ورنہ زبان کاٹنے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گی۔اور خبردار جو اب مجھے کال کی سمجھے" یشائم نے غصے سے کہا اور کھٹاک سے فون بند کرتے بیڈ پر اچھالا عین اسی وقت اس کی نظر اپنی کلائی میں بندھے بریسلٹ پر پڑی جسے دیکھ اسکا غصہ پل میں ٹھنڈا ہوا اور چہرے پر شرگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔اس بریسلٹ میں یشائم کی جان تھی۔یہ وہ بریسلٹ تھا جو ماہ دیر نے تب بنوایا تھا جب اسے یشائم سے محبت ہوئی تھی اور کتنے پیار سے اس نے یشائم اور حوریہ کو پہنایا۔اس نے

آج تک وہ بریسلٹ نا خود اتارا تھا اور نا ہی حوریہ کی کلائی سے اتارا تھا کیونکہ ماہ دیر نے منع کیا تھا۔ "کیا سوچ کر شرما رہی ہے میری بیگم" وہ ابھی یونہی شرمانے میں مصروف تھی جب ماہ دیر دروازہ کھولتے اندر داخل ہوتے بولا۔ "آپکو سوچ کر شرما رہی تھی" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور دروازہ بند کرتے بیڈ پر اسکے ساتھ آتے بیٹھا اور اسے حصار میں لے گیا۔ "اچھا جی مجھے سوچ کر شرما رہی تھی میں قربان میری بیگم پر" ماہ دیر نے اس کا سر چومتے کہا تو وہ ہنسی۔ "طبیعت ٹھیک ہے اب" ماہ دیر نے اس کی ٹھوڑی کو نرمی سے تھامتے پوچھا۔ "ہاں جی اب ٹھیک ہوں۔ بس تھکاوٹ ہو رہی ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میری جان سارا دن تو کام کرتی رہتی ہو تو تھکاوٹ ہی ہوگی نا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اس کے سینے میں چہرہ چھپایا۔ "ڈانٹ رہے ہیں" میشائم نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "اپنی متاعِ جان کو ڈانٹ سکتا ہوں" ماہ دیر نے بھی بدلے میں سوال پوچھا جس پر اس نے نفی

میں سر ہلایا۔ ”پر آجکل اگر کوئی تھوڑا سا بھی سخت لہجے میں بات کرتا ہے تو ایسا لگتا ہے ڈانٹ رہا ہے“ میشائم نے کہا تو اس نے اسکا ماتھا چوما۔ ”جو میری میشی سے غصے میں بات کرے گا اسکی ایسی کی تیسی۔ میری معصوم سی بیوی کو کوئی ڈانٹے تو صحیح اسکی جان نا نکال دوں“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”جانتی ہوں پر پھر بھی ایسا لگتا ہے“ میشائم نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ ”کیوں لگتا ہے میرا بچہ“ ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا۔ ”پتا نہیں پر لگتا ہے لیکن جب آپ یوں مجھے اپنے سینے سے لگاتے ہیں تو پھر نہیں لگتا“ میشائم نے ہلکی آواز میں کہا۔ ”تو پھر میں اپنی میشی کو یونہی سینے سے لگا کر رکھوں گا اور جو میری جان کو کچھ کہے گا اسکی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گا“ ماہ دیر نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی جس پر وہ مسکراتے اسکی نظر اتار گیا۔ ”میری جان کا ٹکڑا۔ میرا پیارا بچہ۔ اب یہاں بیٹھو میں فریش ہو کر آیا پھر میں اپنی میشی کو سینے میں چھپا لوں گا۔ ابھی میڈیسنز کی بو آرہی ہے مجھ سے“ ماہ

دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے آپ جائیں لیکن جلدی آئیے گا" میشائم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اٹھا اور اسکی گال چومتے باتھ روم میں چلا گیا جبکہ وہ بیڈ پر بیٹھی اب اسکا انتظار کرنے لگی۔

"عامر میرا بچہ کب تک ایسے رہو گے۔ اسکے پاس جاؤ اسے مناؤ۔ وہ تم سے محبت کرتی ہے مان جائے گی" شاہجہاں بیگم نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا جو انکی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔ وہ کل سے نڈھال سا ہوا تھا۔ اسکا دل ثانیہ کو دیکھنے کو تڑپ رہا تھا۔ یہ تڑپ پہلے بھی تھی پر سچائی جاننے کے بعد دل پھٹنے کو تھا۔ "کس منہ سے جاؤں میں انکے سامنے اماں سائیں۔ اتنی زیادتی کے بعد اب ان سے جا کر کس منہ سے معافی مانگوں۔ کتنا رو رہی تھیں وہ پر مجھے ترس نہیں آیا تھا ان پر" عامر نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے اسکا سر چوما۔ "میرا بچہ سب ٹھیک کیسے ہوگا پھر۔ اگر یونہی یہ سب سوچ کر خود کو اس سے دور کرلو

گے تو وہ مزید ٹوٹ جائے گی" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "اماں سائیں میں تو انھیں توڑ چکا ہوں۔ سمجھ نہیں آرہا کیا کروں۔کیسے مناؤ انھیں۔کیسے جوڑوں گا انھیں" عامر نے بے بسی سے کہا تو شاہجہاں بیگم نے اسکا سر چوما۔ "میرا بچہ اسے مناؤ گے تو وہ مانے گی۔ اسے جوڑنے کی کوشش کرو گے تو وہ جڑے گی۔ ایسے اگر گم سم ہوجاؤ گے تو کچھ نہیں ہوگا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں اماں سائیں پر مجھے خود پر حیرت ہورہی ہے کہ میں نے یہ کیسے کردیا میں تو عزیز ملک اور طوبیٰ ملک کا بیٹا جو اپنے عشق کی چاہ میں تباہ ہوگئے۔میں تو ماما کو بابا کیلئے تڑپتے دیکھا ہے انھیں روتے دیکھا ہے۔ اپنے عشق کی دوری پر سسکتے دیکھا ہے۔بے وفا نہیں تھیں وہ پھر بھی خود کو بے وفا کہتی تھیں" عامر نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے حیرت سے اسے دیکھا جبکہ اندر داخل ہوتے اسد اور شہریار کے قدم رکے تھے۔ "بے وفا ہی تھیں وہ بھائی۔ صحیح روتی تھیں وہ بابا کا دل توڑ کر یہاں سے

اپنے کسی عاشق" شہریار کی بات پوری ہونے سے پہلے عامر چلایا تھا۔ "بکواس بند رکھو شہریار اپنی ماں ہیں وہ ہماری جن کے بارے میں یہ بکواس کر رہے ہو" عامر نے اٹھ کر کہا تو شہریار اور اسد نے اسے دیکھا۔ "ہماری ماں نہیں ہیں وہ بھائی۔ انھوں نے بابا کے ساتھ اتنی زیادتی کی تھی اور انھیں چھوڑ کر چلی گئی۔ بچپن سے انکی وجہ سے طعنے سنتے بڑے ہوئے ہیں ہم" اسد نے کہا تو عامر نے ماتھا مسلا۔ "ماما نا ہی تو دھوکے باز تھیں۔ نا بے وفا تھیں۔ نا ہی بابا کو اپنی مرضی سے چھوڑ کر گئیں تھی۔ وہ عشق کرتی تھیں بابا سے۔ ان سے دور ہو کر وہ جیتے جی مر چکی تھیں" عامر نے کہا تو ان تینوں نے اور اندر داخل ہوتی مریم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب ہے آپکی بات کا کہ وہ اپنی مرضی سے چھوڑ کر نہیں گئیں تھی" شہریار نے پوچھا تو عامر نے گہری سانس بھری مطلب اب ماضی سے پردہ اٹھانے کا وقت آگیا تھا۔ "تم ماما سے نفرت کرتے ہو نا شیری" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا تو اسنے نگاہیں چرائیں جس پر وہ دکھ سے مسکرایا۔ "ماما

سب سے زیادہ تم سے پیار کرتی تھیں" عامر کی بات سنتے اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "تم ماما کے نام سے بھی نفرت کرتے ہو نا اسد" عامر نے اب کی بار اسد کی طرف دیکھا تو وہ چہرہ جھکا گیا۔ "ماما تمھارے نام کا ورد کرتی تھیں" عامر نے کہا تو اسد کا دل بھی ایک پل کو رکا۔ "اور بابا وہ انکی کل کائنات تھے۔بابا کو ہر لمحہ یاد کرتی تھیں وہ۔ہر وقت اللہ سے بابا کو وہاں بھیجنے کا کہتی تھیں۔ہر پل بابا کا نام پکارتی تھیں جب وہ ظالم شخص ماما کو مارتا تھا۔بابا کا محبت بھرا حصار ڈھونڈتی تھیں جب وہ ظالم شخص ماما کو بے آبرو کرتا تھا" عامر نے کہا تو سب کا سانس رکا۔ "کک۔۔کیا۔۔ مطلب ہے۔۔بیٹا" شاہ جہاں بیگم نے پوچھا تو عامر انکی طرف مڑا۔ "اماں سائیں ماما نے کچھ بھی جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔وہ بے گناہ تھیں معصوم تھیں۔جیسے بابا کے ساتھ زیادتی ہوئی ویسے ہی بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ ماما نے دکھ برداشت کیے ہیں۔مجھے بچاتے بچاتے وہ خود بے آبرو ہو گئیں۔مجھے زندہ رکھنے کیلئے وہ خود منوں مٹی تلے جا

سوئیں" عامر نے کہا تو شہریار اور اسد لڑکھڑائے جبکہ شاہجہاں بیگم اور مریم کا ہاتھ منہ کو گیا۔جبکہ عامر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔"بھائی۔۔

پلیز۔۔بتائیں۔۔کیا۔۔مطلب۔۔۔۔ہے آپکی بات کا" اسد نے اسکے پاس بیٹھتے پوچھا تو عامر نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا اور گہری سانس بھرتے ماضی کے راز کھولنے لگا۔

۔۔۔ماضی۔۔۔

"عامر بیٹا کہاں چھپا ہے میرا بچہ" بائیس سالہ طوبیٰ ملک نے لاؤنج میں آتے ساتھ ہی عامر کو پکارا جو کہیں چھپا ہوا تھا۔"اماں سائیں عامر کو دیکھا ہے آپ نے"طوبیٰ ملک نے کچن سے باہر آتیں شاہجہاں بیگم سے پوچھا جنھوں نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔"عزیز کے پاس گیا تھا ابھی سٹڈی میں" شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ مسکرائی اور سٹڈی کی طرف بڑھ گئی۔وہ چلتے سیدھا سٹڈی میں آئی۔"عزیز! عامر کہاں ہے" طوبیٰ ملک نے اندر آتے ہی پوچھا کیونکہ

سامنے صرف عزیز ملک تھے جو کہ چیئر پر بیٹھے کوئی کام کر رہے تھے جبکہ عامر وہاں نہیں تھا۔ "پتا نہیں بیگم۔مجھے کیا پتا ہے میں تو یہاں کام کر رہا تھا۔ تمھارے پاس ہی تھا نا وہ" عزیز ملک نے فائلز سے چہرہ اٹھاتے اپنی شریکِ حیات کو دیکھا جو انکا عشق بھی تھی۔ "پر اماں سائیں کہہ رہی ہیں وہ یہیں آیا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں یہاں نہیں ہے پھر کہاں گیا" طوبیٰ ملک نے پریشان ہوتے کہا جس پر عزیز ملک مسکرائے اور آنکھوں سے ٹیبل کے نیچے اشارہ کیا جس پر وہ چل کر آگے آتے ہلکا سا جھکی اور ٹیبل کے نیچے دیکھا جہاں عامر بیٹھا چاکلیٹ کھا رہا تھا جو کہ اسکے پورے منہ پر لگی تھی۔وہ یوں چاکلیٹ میں بھرا انتہائی کیوٹ لگ رہا تھا۔بے ساختہ طوبیٰ ملک کو اپنے بیٹے پر پیار آیا جس پر وہ زمین پر ایڑھیوں کے بل بیٹھی اور پکار گئی۔ "ماما کا بیٹا کہاں ہے" طوبیٰ ملک نے پیار سے کہا تو عامر نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا اور اگلے ہی پل خوشی سے چیخ مارتے گھٹنوں کے بل چلتے ٹیبل کے نیچے سے نکلا اور اسکی آغوش میں سمایا

جس پر طوبیٰ اسکا ماتھا چومتے کھڑی ہوئی تو عامر نے مسکراتے اسکی گال پر اپنے ننھے ننھے لب رکھتے اسکی گال پر چاکلیٹ لگائی جس پر وہ دونوں ہنس پڑے۔ ”میری جان چہرے کا کیا حال کیا ہے یہ چاکلیٹ کھا رہے تھے یا نہا رہے تھے“ طوبیٰ ملک نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے پوچھا تو وہ ہنسا اور اس کے کندھے پر سر رکھ گیا۔ ”یہ بلکل تمھارے جیسا ہے“ عزیز ملک نے کھڑے ہوتے پشت سے انھیں حصار میں لیا۔ ”میرے جیسا؟“ طوبیٰ ملک نے سوالیہ نگاہوں سے انھیں دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں تمھارے جیسا۔ جیسے تم میری نہیں سنتی ویسے ہی یہ تمھاری نہیں سنتا“ عزیز ملک نے مسکراہٹ دباتے کہا تو وہ انھیں مصنوعی گھورنے لگی جس پر وہ ہنستے اسکا سر چوم گئے۔ ”مذاق کر رہا تھا بیگم غصہ تو نا ہو“ عزیز ملک نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ آخر کو وہ انکا عشق تھے بھلا ان سے ناراض رہ سکتی تھیں۔ ”چلو آؤ روم میں چلیں عامر سونا چاہ رہا ہے۔ اسے صاف کر کے اسے سلا دو“ عزیز ملک نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے ان کے

ساتھ باہر نکل گئی۔عامر ملک شاہجہاں بیگم اور حمید ملک کے اکلوتے بیٹے تھے جنکی شادی شاہجہاں بیگم کی پسند سے انکی ایک جاننے والی کی بیٹی طوبیٰ ملک سے ہوئی تھی۔انکی شادی مکمل طور پر گھر والوں کی مرضی سے ہوئی تھی لیکن ایک دوسرے کی قدر کرتے کرتے کب وہ ایک دوسرے کے عشق میں گرفتار ہوئے انھیں خود اندازہ نا ہوا۔عزیز ملک کا رنگ خاصا گہرا تھا پر طوبیٰ ملک کو اس سے کوئی مسئلہ نا تھا۔شادی کے ایک سال بعد ہی اللہ نے انھیں عامر کی صورت اولاد جیسی نعمت سے نوازا تھا جس میں ان دونوں کی جان بستی تھی۔

"عزیز کب تک آئیں گے آپ واپس" طوبیٰ ملک نے انھیں دیکھتے پوچھا جو عامر کو تیار کر رہے تھے۔وہ آج اپنے ایک کلائنٹ سے ملنے جا رہے تھے جس کی پراپرٹی کا کوئی کیس تھا۔وہ آج ان سے کیس کے متعلق بات کرنا چاہتے تھے۔وہ اکیلے ہی جانا چاہتے تھے پر عامر نے انھیں تیار ہوتے دیکھ ضد کرتے

انھیں منا لیا تبھی اب وہ اسے لے بھی لے کر جا رہے تھے۔ ”میں بس ایک ڈھیڑ گھنٹے تک آجاؤں گا واپس“ عزیز ملک نے عامر کو گود میں اٹھاتے کہا اور طوبیٰ ملک کا ماتھا چوما تو وہ ہاں میں سر ہلاتے عامر کو دیکھنے لگیں جو اپنی بھوری آنکھوں میں معصومیت سموئے انھیں دیکھ رہا تھا۔ ”ماما“ اس نے انھیں پکارا اور ہاتھوں کو کھول کر بند کرتے انھیں پاس آنے کا اشارہ کیا جس پر وہ اس کے پاس آئی اور اسکی ننھی سی ہتھیلی پر ہونٹ رکھے۔ ”جی میری جان“ اس نے پیار سے اسے جواب دیا۔ ”لا او (لوویو)“ عامر نے اسکے چہرے پر اپنے ننھے ننھے ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آئی لوویو ٹو میرا بچہ“ طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ ہنس دیا جس پر اس نے شدت سے عامر کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اسکا دل ناجانے کیوں گھبرا رہا تھا۔ ”عزیز جلدی آئیے گا۔ اور عامر کا خیال رکھیے گا“ طوبیٰ نے کہا اور جھکتے باری باری عامر کے دونوں رخسار چومے پھر بھی اسکے دل کو سکون نا ملا تو اسکے چہرے کے ایک ایک نقوش کو چومنے لگی۔ ناجانے

کیوں اسکی آنکھیں نم ہوئیں جسے دیکھ عزیز ملک نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"طوبیٰ ہم بس تھوڑی دیر تک آرہے ہیں۔کیا ہوا رو کیوں رہی ہو" عزیز ملک نے پوچھا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "میرے بچے کو اپنے ساتھ لے جارہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں رو کیوں رہی ہوں" طوبیٰ ملک نے آنکھیں سکیڑتے کہا تو وہ ہنستے انکا سر چوم گئے۔ "میں کونسا ہمیشہ کے لئے لے کر جارہا ہوں بس تھوڑی دیر میں آتا ہوں واپس" عزیز ملک نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور جھکتے دوبارہ عامر کے نقوش کو چومتے آیت الکرسی پڑھتے ان دونوں پر پھونک ماری جس پر وہ دونوں مسکراتے باہر نکل گئے جبکہ طوبیٰ ملک نے اپنے شوہر اور اولاد کی سلامتی کی دعا مانگی اور انھیں اللہ کے امان میں دیتے خود اپنے کاموں میں لگ گئی۔

"شکریہ عزیز صاحب آپ نے میرے لیے وقت نکالا" سامنے کھڑے شخص نے انھیں کہا تو وہ مسکرائے جبکہ عامر انکی گود میں تھا۔ "کوئی مسئلہ نہیں یہ میرا کام ہے اب میں چلتا ہوں انشاء اللہ پیر کو ملاقات ہوگی" عزیز ملک نے کہا تو وہ شخص ہاں میں سر ہلا گیا جس پر وہ عامر کو گود میں اٹھائے باہر نکل گئے۔ ان کے جاتے ہی اس شخص کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اس نے اپنی جیب سے اپنا موبائل نکالا اور کسی کو کال ملا گیا۔ "ہاں وہ عزیز ملک جا چکا ہے۔ جانتے ہو نا کیا کرنا ہے۔ طوبیٰ نے مجھے ٹھکرایا تھا اسکی سزا اسے مل کر رہے گی" اس شخص نے کہا تو دوسری طرف سے جی سر کہتے کال کاٹ دی گئی۔ جس پر وہ مسکرایا۔ وہ شخص ثمر قریشی تھا۔ گلگت کے سردار کا بیٹا جو طوبیٰ ملک کو اپنا بنانا چاہتا تھا۔ اس نے طوبیٰ ملک کو ایک شادی میں دیکھا تھا۔ وہ پہلی ہی نظر میں اسکا دیوانہ ہو چکا تھا تبھی اس نے اسے پرپوز کیا لیکن طوبیٰ یہ کہہ کر انکار کر چکی تھی کہ اسکی شادی ہونے والی ہے اور وہ آئندہ ایسی بات اپنے ذہن میں نا

لائے اور اسکا یہ انکار ثمر قریشی کی انا پر وار کرگیا تھا تبھی اس نے طوبیٰ ملک سے بدلہ لینے کا سوچا تھا۔اس نے پہلے عزیز ملک سے رابطہ بنایا اور آج اسے یہاں بلانے کا مقصد یہی تھا کہ وہ اپنا بدلہ لے سکے اور سونے پر سہاگا عامر بھی ساتھ تھا اور وہ جانتا تھا اب اسے کیا کرنا ہے۔وہ اب عامر کو استعمال کرنا چاہتا تھا عزیز ملک کو نہیں۔"بابا۔۔ماما" دوسری طرف گاڑی میں بیٹھے عزیز ملک جو ڈرائیونگ کررہے تھے عامر کی آواز پر چہرہ جھکاتے اسے دیکھا جو اب اپنی ماں کو یاد کررہا تھا۔"بس جارہے ہیں ماما کے پاس" عزیز ملک نے اسکا ماتھا چومتے کہا اور واپس ڈرائیونگ کرنے لگے جبکہ عامر اسکی گود میں بیٹھا اپنے ہاتھوں سے کھیل رہا تھا۔"کیا پاگل لوگ ہیں ابھی ایکسیڈنٹ ہوجاتا" ابھی وہ کچھ دیر دور ہی آئے تھے جب اچانک ایک سیاہ گاڑی آتے انکا رستہ روک گئی جس پر عزیز ملک نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی اور سامنے دیکھا جہاں پانچ آدمی سیاہ کپڑے پہنے چہرے پر سیاہ ماسک لگائے ہاتھوں میں گن پکڑے گاڑی

سے اترے جسے دیکھ عزیز ملک نے گاڑی پیچھے لے جانی چاہی پر پیچھے سے آتے ایک اور گاڑی انکا رستہ روک چکی تھی۔ اس گاڑی سے بھی پانچ آدمی اترے جو ان کی گاڑی کو گھیر چکے تھے۔ "باہر نکلو" ان میں سے ایک نے گاڑی کا شیشہ زور سے بجاتے کہ جس پر عامر سہما جبکہ عزیز ملک نے عامر کو سینے میں بھینچا۔ "باہر نکلو" اس آدمی نے گن کا رخ شیشے سے عامر کی طرف کرتے کہا تو عزیز ملک گھبرائے اور شیشہ نیچے کر گئے۔ "تمھیں جو چاہئے میں دے دیتا ہوں ہمیں باہر کیوں بلا رہے ہو" عزیز ملک نے پوچھا تو ہو لوگ ہنسے۔ "ہمیں جو چاہئے وہ ہم خود لے لیں گے ابھی باہر آؤ" اس شخص نے عزیز ملک کے ماتھے پر پستول رکھتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ اگر اکیلے ہوتے تو ان سب کی چمڑی ادھیڑ دیتے پر ابھی عامر انکے ساتھ تھا وہ رسک نہیں لے سکتے تھے۔ اوپر سے وہ آج اپنی گن بھی گھر چھوڑ کر آئے تھے۔ "عامر میرا بچہ۔ آپ یہاں پیچھے بیٹھو اور جب تک بابا نا آئیں میرے بیٹے نے ہلنا نہیں ہے" عزیز

ملک نے عامر کو پیچھے بے بی سیٹ پر بٹھاتے اس کے گرد سیٹ بیلٹ باندھی اور خود باہر نکلے۔ "کیا کر رہے ہو چھوڑو مجھے" انکے باہر نکلتے ہی دو آدمیوں نے انھیں پکڑا اور اپنی گاڑی کی طرف لے جانے لگے جس پر وہ مزاحمت کرنے لگے پر وہ لوگ انھیں کھینچتے اپنی گاڑی تک لے گئے اور اگلے ہی پل ان میں سے ایک نے عزیز ملک کی گردن میں انجیکشن لگایا جس سے وہ اگلے ہی پل اوندھے منہ زمین پر گرے۔ ایک لمحے میں انکا بدن ساکت ہوا تھا انکی آنکھوں کی پتلیوں کے علاوہ پورا بدن بے جان ہوگیا تھا۔ انھیں ایک پل میں سمجھ آئی تھی کہ یہ کونسا انجکشن ہے "suxamethonium" ایک ایسا انجکشن جو انسان کو پانچ سے دس منٹ یا زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے کیلئے معذور بنا دیتا ہے۔ پر یہ سب اسکی مقدار پر منحصر کرتا تھا۔ انکے جسم سے جان جیسے ختم ہو رہی تھی انھیں یقین تھا انھیں کافی ہیوی ڈوز دی گئی ہے۔ عزیز ملک نے خود کو ہلانے کی کوشش کی پر جسم محسوس تک نا ہو رہا تھا جبکہ ان کے سامنے

کھڑے تمام لوگ انکے پیچھے موجود انکی گاڑی کی طرف بڑھے جس پر عزیز ملک تڑپے پر وہ ہل نہیں پا رہے تھے۔ انکا بیٹا تھا گاڑی میں اور ان لوگوں کا یوں گاڑی کی طرف جانا انکا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔ ابھی ان لوگوں کو گئے چند سیکنڈ گزرے تھے جب انھیں عامر کے رونے کی آواز سنائی دی وہ انھیں اور طوبیٰ ملک کو پکار رہا تھا جس پر انھوں نے پورا زور لگایا پر ہل نا سکے۔ بے بسی سے انکی آنکھوں میں آنسو آئے۔ وہ چلا رہا تھا لیکن چند سیکنڈ بعد ہی عامر کی آواز رک گئی جب کہ جلنے کی بو آنا شروع ہوئی۔ اسکے ساتھ ہی عزیز ملک کو لگا گویا انکا دل بھی رک گیا ہے۔ انکے لب پھڑ پھڑائے تھے پر کوئی آواز نا نکلی جس پر ان کی آنکھوں سے آنسو نکلتے زمین پر گرنے لگے۔ ناجانے انھیں یہاں گرے کتنی دیر گزری تھی جب انھیں دو تین دھماکوں کے ساتھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیں جو ناجانے کیا کہہ رہے تھے سب کی آوازیں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ ان کی آوازوں میں انھیں بس ایک لفظ سمجھ آرہا تھا آگ !۔ ”بھائی اٹھو کیا ہوا

ہے تمھیں" ایک آدمی نے عزیز ملک کے پاس آتے کہا لیکن وہ بے حس و حرکت پڑے اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ "بھائی کیا کر رہے ہو اٹھو" اس آدمی نے دوبارہ پکارا اور ساتھ ہی اپنے ہاتھ میں پکڑی بوتل سے انکے اوپر پانی ڈالا جس سے کچھ دیر بعد آہستہ آہستہ انھیں لگا جیسے ان کے جسم میں جان آنے لگی۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی اور زمین پر ہاتھ جماتے اٹھنا چاہا پر پھر واپس گرے لیکن انھوں نے ہمت نا ہاری اور دوبارہ اٹھنا چاہا لیکن اس بار بھی وہ گر گئے۔ انھوں نے اب کی بار اپنی پوری جان لگاتے اس آدمی کی مدد سے کھڑے ہوئے اور بلآخر کھڑے ہوتے پیچھے مُڑے لیکن پیچھے نظر پڑتے ہی انکا حال یوں ہوا جیسے انکے پیروں تلے سے کسی نے زمین کھینچ لی ہو۔ انکی گاڑی مکمل طور پر آگ میں جھلس رہی تھی۔ "عامر!!" عزیز ملک حلق کے بل چلائے اور گاڑی کی طرف بھاگے پر گاڑی پوری طرح سے آگ کی لپیٹ میں آتے جل چکی تھی۔ "عامر!! عامر!! میرا بچہ" عزیز ملک چلا رہے تھے پر یہاں

کوئی نا تھا۔ عامر اس گاڑی کے ساتھ جھلس گیا تھا انکا دل پھٹنے کے در پر تھا۔ عزیز ملک نے بغیر کچھ بھی سوچے گاڑی کے قریب جانا چاہا پر دو آدمی انھیں روک چکے تھے۔ وہ یقیناً اس علاقے کے رہائشی تھے۔ "چھوڑو۔۔مجھے۔۔ میرا بیٹا۔۔ہے گاڑی۔۔میں" عزیز ملک نے چلاتے کہا تو سب کو دکھ ہوا۔ "بھائی گاڑی کا جو حشر ہوا ہے معافی چاہتا ہوں پر آپکا بیٹا نہیں بچا ہوگا" اس آدمی نے کہا عزیزملک نے آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے سامنے گاڑی کو دیکھا جسکے ٹائر، انجن اور پٹرول ٹینک پھٹ چکا تھا جب کہ کالا دھواں آسمان کو کالا کر رہا تھا۔ "میرا۔۔بیٹا۔۔عامر" گاڑی کی حالت دیکھ عزیز ملک روتے روتے زمین پر بیٹھ گئے۔ "بھائی حوصلہ کرو۔ اللہ کو یہی منظور تھا" اس آدمی نے کہا لیکن عزیز ملک تو غم سے نڈھال ہو چکے تھے۔ وہ زمین پر بیٹھے سامنے جلتی گاڑی کو دیکھ رہے تھے جس کے ساتھ انکا بیٹا بھی جل گیا تھا جبکہ لوگ اس آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پولیس بھی یہاں آچکی

تھی۔آگ بجھنے لگی تھی۔گاڑی کی تلاشی لی جارہی تھی جس کا ایک زرہ تک نا بچا تھا۔"سر اٹھیں ہمیں آپ کا بیان چاہیئے اور ہمیں گاڑی سے بس یہ سامان ملا ہے" ایک پولیس والے نے انکے پاس آتے انکی طرف ایک پلاسٹک بیگ بڑھاتے کہا تو عزیز ملک نے مردہ نظروں سے اس بیگ کو دیکھا جس میں عامر کا ننھا سا بریسلٹ تھا۔عزیز ملک نے وہ بیگ پکڑا اور اسے ہونٹوں سے لگاتے رونے لگے۔

"طوبیٰ بیٹھ جاؤ ابھی آجائیں گے وہ دونوں" شاہ جہاں بیگم نے طوبیٰ ملک کو دیکھتے کہا جو لاؤنج میں چکر لگاتے دروازے کو دیکھ رہی تھیں۔انکا دل نا جانے کیوں گھبرا رہا تھا۔وہ عامر کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ان کا کلیجہ خالی سا محسوس ہورہا تھا۔یوں لگ رہا تھا جیسے انکا بیٹا کسی اذیت میں ہو۔"اماں سائیں کب آئیں گے دیکھیں نا چار گھنٹے ہوگئے ہیں۔عامر اور عزیز ابھی تک نہیں آئے میرا دل

گھبرا رہا ہے اوپر سے فون بھی نہیں اٹھا رہے" طوبیٰ ملک نے کہا تو شاہجہاں بیگم بھی پریشان ہوئیں لیکن ابھی وہ کچھ بولتیں کہ انکی نظر دروازے سے اندر داخل ہوتے عزیز ملک پر پڑی جنکا چہرہ زرد تھا۔آنکھیں سرخ تھیں۔ جسم کپکپا رہا تھا۔کندھے ڈھلکے ہوئے تھے۔وہ مردہ نگاہوں سے انھیں دیکھ اندر آرہے تھے۔جبکہ عامر کہیں نا تھا بلکہ انکے ہاتھ میں بس ایک چھوٹا سا پلاسٹک بیگ تھا جبکہ تین پولیس والے انکے پیچھے آرہے تھے۔"عزیز! شکر ہے آپ آگئے۔اتنی دیر کہاں لگادی تھی اور عامر کہاں ہے اور یہ لوگ یہاں کیا کررہے ہیں" طوبیٰ ملک نے انھیں دیکھتے ہی ایک سانس میں کہا تو عزیز ملک نے انھیں دیکھا اور اگلے ہی پل انھیں ساتھ لگاتے رونے لگے۔"کیا ہوا ہے آپ رو کیوں رہے ہیں عزیز کیا ہوا۔پلیز بتائیں عامر کہاں ہے میرا دل گھبرا رہا ہے" طوبیٰ ملک نے پوچھا اور پیچھے ہونا چاہا پر وہ انکے گرد بازو مضبوط کرگئے۔"عامر ہمیں چھوڑ کر چلا گیا طوبیٰ" عزیز ملک نے کہا تو طوبیٰ نے انھیں دیکھا۔"کیا مطلب چلا

گیا۔ میرا بچہ کہاں ہے عزیز کیا کہہ رہے ہیں" طوبیٰ نے بے تابی سے پوچھا تو عزیز ملک رو پڑے۔ "محترمہ آپکا بیٹا مر گیا ہے آپکے شوہر پر کچھ ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور انھیں سڑک پر پھینک کر انکی گاڑی کو آگ لگا دی جس میں آپکا بیٹا بھی جسکے نتیجے وہ بھی جھلس کر مر گیا اور اتنی بُری طرح کہ اسکی ہڈیاں تک سڑ گئیں ہیں" پولیس والے نے کہا اور ساتھ ہی عزیز ملک کے ساتھ ہوئے پورے واقعے کے بارے میں انھیں آگاہ کیا جسے سنتے شاہجہاں بیگم دھاڑیں مار کر رونے لگیں جبکہ طوبیٰ ملک نے عزیز ملک کو دیکھا۔ "یہ۔۔۔جھوٹ۔۔۔ہے۔ ۔نا۔۔۔عامر۔۔۔ٹھیک۔۔۔ہے۔۔نا" طوبیٰ ملک نے ان کا کالر پکڑتے پوچھا جس پر وہ چہرہ جھکاتے ہاں میں سر ہلا گئے۔ "یہ۔۔۔سچ۔۔۔ہے" عزیز ملک کے الفاظ تھے یا پگھلا ہوا سیسہ جو انکے کانوں میں انڈیلا گیا تھا جسکی تاب نا لاتے ہوئے طوبیٰ ملک ایک لمحے میں زمیں بوس ہوئیں۔ طوبیٰ انھیں یوں بہوش ہوتے دیکھ عزیز ملک نے انھیں کسی متاع کی طرح سینے سے لگایا پر وہ بے حس و

حرکت تھیں۔ انھوں نے طوبیٰ ملک کو اپنی توانا بازوؤں میں اٹھایا اور روم میں چلے گئے جبکہ پولیس والے جو انھیں چھوڑنے آئے تھے وہ باہر کی جانب بڑھ گئے۔ شاہ جہاں بیگم بھی عزیز ملک کے پیچھے بڑھیں۔ "طوبیٰ ہوش کرو عزیز ملک نے طوبیٰ ملک کو بیڈ پر لٹاتے ان کے چہرے پر پانی کا چھڑکاؤ کیا تو ان کی آنکھوں میں جنبش ہوئی اور اگلے ہی پل وہ آنکھیں کھولتے انھیں دیکھنے لگیں۔ "عامر کہاں ہے" طوبیٰ ملک نے اٹھتے ہی پوچھا۔ "طوبیٰ میری بات سنو" عزیز ملک نے کچھ کہنا چاہا پر وہ انکی بات کاٹ گئی۔ "عامر کہاں ہے عزیز میرا بیٹا کہاں ہے" طوبیٰ ملک نے آگے ہوتے انکا گریبان پکڑتے پوچھا تو وہ اب کی بار خاموش ہی رہے جبکہ آنسو انکی آنکھوں سے گرتے جا رہے تھے اور شاہجہاں بیگم ایک طرف کھڑی رو رہی تھیں۔ "عزیز بتائیں عامر کہاں ہے۔ آپ چپ کیوں ہیں؟ میرا بیٹا کہاں ہے۔ آپ میرے بچے کو کہاں چھوڑ کر آئے ہیں۔ اور آپ رو کیوں رہے ہیں بتائیں مجھے" طوبیٰ ملک نے انھیں

جنجھوڑتے پوچھا۔وہ اس بات پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی۔عامر انھیں کیسے چھوڑ کر جا سکتا تھا۔"طوبیٰ ہمارا بیٹا۔۔مرگیا ہے۔۔کیوں نہیں سمجھ رہی تم ! ! " عزیز ملک نے روتے ہوئے کہا تو طوبیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔"آپ پاگل ہوگئے ہیں۔۔کیا کہہ رہے۔۔ ہیں وہ ہمارا۔۔بیٹا ہے۔۔ایسا تو۔۔نا کہیں۔۔ایسا کیسے۔۔ ہو سکتا ہے عزیز۔۔آپ حواس۔۔میں ہیں ! " طوبیٰ ملک نے ہنوز نفی میں سر ہلاتے چلاتے کہا جس پر عزیز ملک نے انھیں سینے میں بھینچا۔انکی سانس سینے میں اٹکنے لگی تھی جس پر وہ انکی کمر کو نرمی سے سہلانے لگے جب کہ شاہجہاں بیگم انکی حالت دیکھتے مزید شدت سے رونے لگیں۔"طوبیٰ۔۔میرای جان میں حواس میں ہوں ۔۔میں جانتا ہوں یہ۔۔بات تسلیم کرنا بہت مشکل ہے ۔۔پر اب ہمارا بیٹا ہمیں چھوڑ۔۔کر اللہ کے پاس۔۔ جا چکا ہے۔۔خدارا ایسا نا کرو" عزیز ملک نے انھیں مزید اپنے ساتھ لگاتے کہا تو وہ بے جان ہوئیں۔دل تک پھٹنے کی آواز کانوں میں

گونجی تھی پر اسکا شور تک نا اٹھ سکا۔ اس شور کے ساتھ ایک اور شور اٹھا تھا طوبیٰ ملک کی چینخوں کا شور۔ انکا اکلوتا بیٹا انھیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر جا چکا۔ طوبیٰ ملک کو یہ وقت قیامت سے کم نا لگا ان کا معصوم بیٹا جس میں انکی جان بستی تھی وہ بے جان منوں مٹی تلے جا سویا تھا طوبیٰ ملک کا کلیجہ تک پھٹنے کے در پر تھا جبکہ عزیز ملک کا حال بھی ان سے جدا نا تھا اولاد کا غم کتنا بڑا ہے یہ آج اپنا اکلوتا بیٹا کھونے کے بعد ان دونوں کو پتا لگا تھا۔ دونوں کے ذہن کے پردوں پر ننھے سے عامر کی تصویر آئی جس نے دونوں کو مزید رونے پر مجبور کیا تھا۔ شاہجہاں بیگم اپنے پوتوں کے غم اور ان دونوں کو یوں دیکھ نڈھال ہونے کو تھیں۔ انکے گھر پر اتنی بڑی قیامت ٹوٹی تھی۔ انکا پوتا مر گیا تھا۔ یہ کیا ظلم ہوا تھا۔ وہ سمجھ نا سکیں۔

---چھ سال بعد---

”شہریار اسد آجاؤ کھانا کھالو۔ورنہ آپ کے بابا کو شکایت لگاؤں گی“طوبیٰ ملک نے اپنے بڑے چار سالہ بیٹے شہریار اور چھوٹے دو سالہ بیٹے اسد کو پکارا جو کارٹون دیکھ رہے تھے۔”ماما آگئے۔ماما آلے ایں (ماما آرہے ہیں)“ شہریار اور اسد نے ہم آواز کہا اور اٹھتے کچن کی طرف بھاگے جہاں انکی ماما کھڑی تھیں۔انھیں آتے دیکھ طوبیٰ ملک زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھیں اور انھیں اپنے گلے لگایا۔”میرے پیارے بچے چلو کھانا کھالو اب“ طوبیٰ ملک نے شہریار کو چئیر پر بٹھاتے اسد کو اپنی گود میں بٹھاتے انھیں کھانا کھلانے لگیں۔جبکہ دل نے شدت سے عامر کو یاد کیا تھا جن سے وہ دونوں انجان تھے۔عامر کو گئے چھ سال ہوگئے تھے۔عامر کی وفات کے چند دن بعد ہی انھیں شہریار کی آمد کی خبر ملی تھی جس نے طوبیٰ ملک کو غم پر صبر کرنے میں مدد دی تھی۔ایسا نہی تھا وہ عامر کو یاد نہیں کرتی تھیں پر شہریار کے آنے سے انھیں حوصلہ ہوگیا۔وہ شہریار کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے لگیں وہ اسے باہر تک نہیں جانے دیتی تھیں۔اگر کہا

جائے کہ وہ عامر کے بعد سب سے زیادہ پیار شہریار سے کرتیں ہے تو غلط نا تھا جبکہ شہریار جب دو سال کا ہوا تو انکے ہاں اسد کی آمد ہوئی جنھوں نے اسے مکمل غم سے نکالا۔ کچھ عزیز ملک کی محبت نے انھیں سنبھال لیا تھا پر وہ عامر کو بھول نا سکیں۔پہلی اولاد سے جوپیار ہوتا ہے وہ انسان کسی سے نہیں کر پاتا حتیٰ کہ پہلی اولاد اگر مر بھی جائے تو ماں باپ کو ہمیشہ عزیز رہتی ہے۔ "ماما دانی بش تلیں میلاپیت بل دیا(ماما جانی بس کریں میرا پیٹ بھر گیا)" اسد نے تھوڑی دیر اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھتے کہا تو طوبیٰ نے اسے دیکھا اور مسکرائیں۔ "اچھا میرے بچے کا پیٹ بھر گیا" طوبیٰ ملک نے اسکا سر چومتے پوچھا۔ "دی جے دیتو اشد موتا او دیا اے (جی یہ دیکھو اسد موٹا ہوگیا ہے)" اسد نے اپنے گول مٹول پیٹ سے شرٹ اٹھاتے کہا تو وہ ہنس پڑیں جب کہ شہریار نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھے کیونکہ اسد اس وقت بس ایک شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ "ماما اس گندے بچے کو کپڑے پہنا کر رکھا کریں" شہریار

نے کہا تو طوبیٰ ملک ہنسی اور شہریار کی گال پر لب رکھتے اسد کی شرٹ ٹھیک کی۔ ”میری جان وہ چھوٹا ہے“ طوبیٰ ملک نے نرمی سے اسکی آنکھوں سے اسکے ہاتھ ہٹاتے کہا تو شہریار نے گندہ سا منہ بنایا۔ ”ماما چھوٹا ہے تو کیا ایسے کرے گا افف گندہ بچہ“ شہریار نے اسد کی گال پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”اچھا چلو بس کرو۔ اب جاؤ دونوں اور جا کر ٹی وی دیکھ میں یہاں کی صفائی کر کے آتی ہوں“ طوبیٰ ملک نے کہا تو شہریار نیچے اترا اور اسد کا ہاتھ تھامتے لاؤنج میں چلا گیا جبکہ وہ اپنا کام کرنے لگیں۔ انھوں نے سارے برتن اٹھاتے سینک میں رکھے اور دھونے لگیں۔ کچھ دیر بعد وہ برتن دھوتے ساری صفائی کرتے فارغ ہوئیں اور لاؤنج کی طرف بڑھنے لگیں جب کچن میں پڑا انکا چھوٹا سا موبائل بجا جس پر انھوں نے فون کو دیکھا جہاں ایک پرائیویٹ نمبر سے کال آرہا تھا۔ وہ پہلے تو حیران ہوئیں لیکن اگلے ہی پل کال اٹھاتے موبائل کان سے لگایا۔ ”ہیلو کون“ طوبیٰ ملک نے پوچھا۔ ”میں بتاتا ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ

تمھارا بڑا بیٹا مر گیا ہے" دوسری طرف موجود شخص نے پوچھا۔ کیا بکواس ہو۔ "کون ہو تم اور میرے بیٹے کا ذکر کیوں کر رہے ہو۔ میرا بیٹا شہریار بلکل ٹھیک ہے" طوبیٰ ملک نے غصے سے کہا تو دوسری طرف موجود شخص قہقہہ لگا گیا۔ "میں تمھارے دوسرے نہیں پہلے اور بڑے بیٹے عامر کی بات کر رہا ہوں جو مرا ہے یا شاید زندہ ہے" اس شخص کی بات سنتے طوبیٰ ملک کا دل عجیب انداز میں دھڑکا۔ "کیا مطلب" طوبیٰ ملک نے پوچھا تو وہ شخص ہنسا۔ "مطلب تمھارا بیٹا زندہ ہے اور میرے پاس ہے۔ اور اگر تمھیں تمھارا بیٹا چاہیئے تو جو میں کہوں گا وہ کرتی جاؤ" اس شخص نے کہا۔ "میں تمھاری بات کیوں مانوں مجھے تم پر یقین نہیں ہے" طوبیٰ ملک نے اپنے لہجے کو مضبوط کرتے کہا۔ "ہاں یہ بھی ہے۔ ایک کام کرو تمھارے گھر کے گیٹ سے باہر نکلو وہاں ایک لڑکی کھڑی ہوگی۔ اسکے پاس کچھ تصویریں ہیں۔ اگر انھیں دیکھ کر تمھیں مجھ پر یقین آجائے تو اسے اپنے ہاں ملازمت پر رکھ لینا ورنہ چند ایک دن تک تمھارا بیٹا واقعی

مرجائے گا" اس شخص نے کہتے کھٹاک سے فون بند کیا جبکہ اسکی بات سنتے طوبیٰ ملک ساکت ہوئیں لیکن اگلے ہی پل بھاگنے کے انداز میں ننگے پاؤں ہی باہر گئیں جہاں گارڈ ایک لڑکی سے بحث کر رہا تھا۔"کیا ہوا" طوبیٰ ملک نے جاتے گارڈ سے پوچھا لیکن انکی نظریں اس لڑکی پر تھیں۔"میم یہ اندر آنے کی ضد کر رہی ہے" گارڈ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"آنے دو میں دیکھتی ہوں" طوبیٰ ملک نے کہا تو گارڈ اپنی جگہ پر چلا گیا جبکہ وہ لڑکی اسکے پاس آئی اور بغیر کچھ کہے اپنے بیگ سے تصویروں کا لفافہ نکالتے انھیں پکڑایا جسے پکڑتے انھوں نے جلدی سے لفافہ پھاڑا جس میں بس دو تصویریں تھیں۔ان تصویروں پر نظر پڑتے ہی طوبیٰ ملک کی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ لب ہلکا سا عامر کے نام کی جنبش میں پھڑپھڑائے۔تصویروں میں ایک سات سالہ بھوری آنکھوں والا بچہ بلی کے بچے کو پکڑے بیٹھا تھا جبکہ دوسری تصویر میں وہ بچہ طوبیٰ ملک کی تصویر کو پکڑے اسے چوم رہا تھا۔طوبیٰ ملک کو ایک پل بھی نا لگا

تھا اس بچے کو پہچاننے میں۔وہ انکا بیٹا تھا۔انکا عامر تھا۔جسے وہ مرا ہوا سمجھ رہی تھیں۔وہ انکا بیٹا تھا۔انکی جان تھا۔وہ ماں تھیں آخر کیسے نا اپنی اولاد کو پہچانتیں۔"میرا بچہ۔کہاں ہے میرا بچہ "طوبیٰ ملک نے اس لڑکی سے پوچھا۔"وہ تمھیں بوس بتائیں گے۔ابھی مجھے یہاں نوکری پر رکھو اور ہاں اگر کسی کو اس بارے میں بتایا تو تمھارا بیٹا جان سے جائے گا"اس لڑکی نے کہا تو طوبیٰ ملک نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں میرے بچے کو کچھ نا کرنا میں کسی کو نہیں بتاؤں گی بس میرے بچے کو کچھ نا کرنا" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ لڑکی مسکرائی۔"شاباش اب میرا کمرہ دکھاؤ" اس لڑکی نے کہا۔"پر میرا بیٹا" طوبیٰ ملک نے کہا تو بیزاریت سے اسے دیکھنے لگی۔"جب ضروری ہوگا ملوا دیں گے ابھی میرا کمرا دکھاؤ یا تمھارے بیٹے کو مار دیں" اس لڑکی نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتے اسے لیے اندر بڑھ گئی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ کسی بھی طرح اپنے

بیٹے کے پاس پہنچ جائے جس بیٹے کو چھ سال سے مرا ہوا سمجھ رہی تھیں وہ زندہ تھا پر کہاں وہ نہیں جانتی تھی۔

"میرا بیٹا کہاں ہے بتا کیوں نہیں رہی تم" طوبیٰ ملک نے اس لڑکی سے پوچھا جو کچن میں کھڑی سیب کھا رہی تھی۔ اسے یہاں آئے ایک مہینہ ہوگیا تھا اور اس ایک مہینے میں ایک دن بھی ایسا نا تھا جب طوبیٰ ملک نے اس سے عامر کا نا پوچھا ہو۔عامر کے بارے میں انکے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا نا ہی انھوں نے کسی کو بتایا تھا کیونکہ اگر وہ بتاتیں تو عامر کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔"تمھارا بیٹا جہاں بھی ہے زندہ ہے کیوں روز میرا سر کھانے آجاتی ہو اس لڑکی نے کوفت سے کہا۔وہ کہاں ہے آخر بتاتی کیوں نہیں ہو تم۔میرے معصوم بچے نے کیا بگاڑا ہے تم لوگوں کا کیوں اسے مجھ سے دور کر رکھا ہے" طوبیٰ ملک نے بے بسی سے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔"یہ تمھیں جلد پتا لگ جائے گا اور ہاں آج رات

بوس کی کال آئے گی سن لینا" اس لڑکی نے کہا اور کچن سے باہر نکل گئی جبکہ طوبیٰ ملک وہاں کھڑے ہی ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ "طوبیٰ کیا ہوا۔ رو کیوں رہی ہو" عزیز ملک جو ابھی انھیں دیکھنے ہی آئے تھے۔ انھیں یوں روتے دیکھ فوراً تڑپ کر بولتے انھیں اپنے سینے سے لگا گئے جس پر وہ اور شدت سے رونے لگیں۔ "مجھے۔۔ میرا۔۔ عامر چاہیئے" طوبیٰ ملک نے کہا تو عزیز ملک نے انکا سر چوما۔ یہ وہ بات تھی جو انکے بس سے باہر تھی۔ وہ انھیں ہر چیز دے سکتے تھے پر عامر کو کہاں سے لاتے۔ "طوبیٰ وہ جا چکا ہے۔ بہت دور اور اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گا" عزیز ملک نے کہا تو وہ انکی قمیض مٹھیوں میں جکڑ گئی۔ وہ انھیں بتانا چاہتی تھیں کہ انکا بیٹا زندہ ہے پر وہ نہیں بتا سکیں۔ وہ کسی صورت بھی عامر کی جان کا رسک نہیں لے سکتی تھیں۔ "کاش اس دن میں آپ لوگوں کو روک لیتی" طوبیٰ ملک نے کہا تو انھوں نے شدت سے آنکھیں میچیں۔ یہ کاش تو انکی زبان پر بھی تھا کہ کاش

اس دن عامر کو ساتھ نا لے جاتے۔کاش وہ اس دن گاڑی نا روکتے۔کاش وہ اسے بچا لیتے۔پر اس کاش کے سوا اب کچھ بچا ہی کہاں تھا۔انکا بیٹا ان سے چھن گیا جو ان کاش سے بھی واپس نہیں آنا تھا۔"ہاں کاش تم روک لیتی لیکن اللہ کو یہی منظور تھا" عزیز ملک نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں جس پر انھوں نے نرمی سے انکے آنسو صاف کرتے بے حد محبت سے انکے ماتھے پر بوسہ تھا۔"میں عامر کو واپس لے آؤں گی بس ایک بار مجھے پتا لگ جائے وہ کہاں ہے "طوبیٰ ملک نے انکا لمس محسوس کرتے دل میں عہد کیا اور مسکراتے انھیں دیکھا۔"ایسے ہی مسکرایا کرو۔تمھیں روتے دیکھ میں اور بچے دونوں اداس ہو جاتے ہیں"عزیز ملک نے کہا تو وہ ہنس پڑیں جبکہ شہریار اور اسد جو تب سے کچن کے دروازے میں چھپ کر کھڑے انھیں دیکھ رہے تھے۔اب کی بار منہ پر ہاتھ رکھتے ہنسے جس پر ان دونوں نے انھیں دیکھا اور خود بھی ہنس پڑے۔

"کیا حال ہے طوبیٰ" وہ اس بالکونی میں کھڑی اس شخص سے بات کررہی تھی جسکے پاس عامر تھا۔ اسکی کال ابھی آئی تھی جس پر وہ عزیز ملک کو سوتا چھوڑ کر یہاں آگئی۔ "میرا حال چھوڑو۔ میرا بیٹا کہاں ہے۔ کیوں نہیں بتا رہے" طوبیٰ ملک نے دبی دبی آواز میں غراتے پوچھا تو وہ ہنسا۔ "ایسے کرو گی تو تمھارے بیٹے کی جان ہی مشکل میں آئے گی" اس شخص نے کہا تو وہ بے بس ہوئی۔ "کیوں کررہے ہو ایسا میرے بیٹے نے کیا بگاڑا ہے تمھارا۔ میرا بچہ واپس کردو خدا کے واسطے" طوبیٰ ملک نے بھرائی آواز میں کہا۔ "ٹھیک ہے کردیتا ہوں لیکن ایک شرط پر" اس شخص نے کہا۔ "کیا شرط۔ بولو میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہے پھر اپنے شوہر کو یہ یقین دلاؤ کہ تم اس سے نفرت کرتی ہو۔ اسکی شکل و صورت کا مذاق بناؤ۔ اسے اس نہج تک لاؤ کہ وہ تمھیں خود گھر سے نکال دے۔ اگر تو تم یہ کرنے میں کامیاب ہوگئی

تو میں تمھارا بیٹا واپس کردوں گا اگر نا کر پائی تو تمھارے بیٹے کی لاش تمھیں مل جائے گی" اس شخص کی بات سنتے طوبیٰ ملک بے یقین ہوئیں۔ ایک طرف جان سے پیارا بیٹا تھا تو دوسری طرف محبوب شوہر۔ ایک کی جان کے بدلے دوسرے کا دل ٹوٹنا تھا۔ طوبیٰ ملک بے بس ہوئیں۔ "کیا کوئی اور حل نہیں" طوبیٰ ملک نے پوچھا تو وہ ہنسا۔ "تمھیں لگتا ہے تم سوال کر سکتی ہو۔ہاں یا نا میں جواب دو کروگی یا نہیں۔ اگر ہاں تو تمھارا بیٹا مل جائے گا لیکن اگر نہیں تو اسکی لاش تک نہیں ملے گی" اس شخص کی بات سنتے طوبیٰ ملک کی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے۔ "اب بتاؤ بیٹا یا شوہر" اس شخص نے اسے خاموش دیکھتے پوچھا۔ "بیٹا" طوبیٰ ملک نے سوچنے کے بعد اپنے بیٹے کو چنا تھا۔ "شاباش اب عزیز کو یقین دلاؤ کہ تم اس سے محبت نہیں کرتی بلکہ کسی اور سے کرتی ہو اور جب اسے یقین آجائے اور وہ تمھیں گھر سے باہر نکال دے تب میں آؤں گا تب تک اپنا کام کرو اور خبردار جو کسی قسم کی کوئی چالاکی کی۔ ہماری نظر تم پر

ہے۔ تمھارا ایک غلط قدم تمھارے بیٹے کو ابدی نیند سلا سکتا ہے" اس شخص نے کہا تو طوبیٰ کا دل لرزا۔ "نہیں میں کچھ نہیں کروں گی بس میرے بچے کو کچھ نا کرنا" طوبیٰ نے کہا تو وہ ہنستے کال کاٹ گیا جس پر وہ ریلنگ پر ہاتھ رکھتے گہرے سانس بھرنے لگی۔یہ کس موڑ پر آگئی تھی وہ۔بیٹے کی جان بچانے کیلئے شوہر کا دل توڑنا تھا۔دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ "طوبیٰ یہاں کیا کر رہی ہو" اس وقت ابھی وہ یونہی کھڑی تھی جب اسے اپنے گرد حصار بندھتے محسوس ہوا اور اسکے ساتھ ہی انھیں عزیز ملک کی آواز آئی جو انکے کندھے پر سر رکھے پوچھ رہے تھے۔ "کچھ نہیں" طوبیٰ ملک نے کہا تو عزیز ملک نے انھیں دیکھا۔ "عامر کو یاد کر رہی ہو" عزیز ملک نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "طوبیٰ میں جانتا ہوں عامر کو بھولنا آسان نہیں ہے پر میری جان کوشش کرو۔تم نے ہی کہا ہے نا کہ عامر اور شہریار جب تک بڑے نہیں ہوتے انھیں عامر کا نہیں بتانا تو اگر تم ہر وقت یونہی اداس رہو گی تو کیسے چلے گا" انھوں نے

کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ ”جانتی ہوں اب احتیاط کروں گی۔ آپ جا کر سو جائیں میں آجاؤں گی ابھی“ طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ انکے گرد حصار مضبوط کر گئے۔ ”میں تو اپنے عشق کو چھوڑ کر سونے نہیں جا سکتا۔ میں یہیں کھڑا ہوں تمھارے پاس۔ جب تم اندر آؤ گی میں بھی تبھی جاؤں گا“ عزیز ملک نے شرارت سے کہا تو وہ بغیر کچھ کہے دل پر پتھر رکھتے ان کے ہاتھ اپنے گرد سے ہٹاتے جھٹک گئیں جس پر عزیز ملک کی مسکراہٹ سمٹی۔ ”طوبیٰ“ عزیز ملک نے کچھ کہنا چاہا۔ ”عزیز کبھی تو مجھے اکیلا چھوڑ دیا کریں کیوں ہر وقت میرے سر پر سوار رہتے ہیں۔ جان چھوڑ دیں تھوڑی دیر اکیلا رہنا چاہتی ہوں میں“ طوبیٰ ملک نے کہا تو عزیز ملک نے بے یقینی سے انھیں دیکھا۔ ”طوبیٰ“ ایک بار پھر وہ عزیز ملک کی بات کاٹ گئی۔ ”جائیں گے یا میں چلی جاؤں“ طوبیٰ ملک نے کہا تو عزیز ملک گہری سانس بھر گئے۔ ”میں چلا جاتا ہوں“ عزیز ملک کہتے اندر چلے گئے جبکہ انکے جاتے ہی وہ رخ موڑ گئیں۔ انکے رخ موڑتے آنسو

خاموشی سے پلکوں کی باڑ توڑتے بہنے لگے۔عزیز ملک کو یوں جھٹک کر انکا دل کررہا تھا وہ اپنے ہاتھ کاٹ لیں پر وہ ابھی بے بس تھیں۔ "یا اللہ تو، تو سب جانتا ہے نا میرے مالک۔اپنے بچے کو بچانے کیلئے میں اپنے شوہر کا دل دکھا رہی ہوں۔بس مجھے میرا بیٹا ملا دیں پھر میں عزیز کو سب بتا دوں گی۔یا میرے پروردگار تو خود عزیز کو کوئی اشارہ دے کہ انھیں پتا لگ جائے۔میں تو بے بس ہوں میرے مالک تو، تو بے بس نہیں تو بے بسوں کا ہے۔عزیز کو کسی طرح اس بات کا علم ہو جائے اللہ پلیز کوئی معجزہ کردیں" طوبیٰ ملک نے دل میں دعا مانگی جبکہ آنسو ہنوز جاری تھے۔دوسری طرف کمرے میں عزیز ملک طوبیٰ ملک کا رویہ سوچ رہے تھے جنھوں نے آج پہلی بار انھیں خود سے دور جھٹکا تھا۔وہ دونوں ہی اذیت میں ایک دوسرے کو سوچ رہے تھے اور دونوں ہی ایک دوسرے کی کیفیت سے انجان تھے۔

اس رات کو کافی دن گزر گئے تھے۔ طوبیٰ ملک نے خود کو عزیز ملک سے دور کر لیا تھا جبکہ عزیز ملک جو ان سے معافی یا کسی بھی بات کی توقع کیے بیٹھے تھے انکے یوں انھیں خود سے کرنے پر خاموش سے ہو گئے تھے۔ انھوں نے ایک دو بار طوبیٰ ملک سے پوچھا تھا کہ کیا ہوا ہے پر وہ بدلے میں انھیں جھٹک دیتیں جس پر اب وہ چپ سادھ بیٹھے تھے۔ جبکہ شاہجہاں بیگم انکے رویوں پر حیران تھیں۔ جو لوگ ایک دوسرے کے بغیر سانس تک نا لیتے تھے وہ پچھلے دو تین ہفتوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کر رہے تھے۔ شہریار اور اسد اس سب سے انجان اپنی مستی میں گم تھے۔ "طوبیٰ بیٹا کیا ہوا ہے یہاں اکیلی کیا کر رہی ہو" شاہجہاں بیگم نے طوبیٰ ملک کو دیکھتے پوچھا جو کسی سوچ میں گم لان میں کھڑی تھی۔ "کچھ نہیں بس ایسے ہی" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں۔ "تمھارا اور عزیز کا کیا کوئی جھگڑا چل رہا ہے" شاہجہاں بیگم نے پوچھا تو اس نے بامشکل اپنے آنسو ضبط کرتے نفی میں سر ہلایا۔ جو

مطالبہ اب دوسری طرف سے آیا تھا وہ اس پر کیسے عمل کریں انھیں سمجھ نا آیا پر عامر کو بخار تھا۔جس پر وہ تڑپتے ایک اور بات مان گئیں اور آج وہ اس پر عمل کرنے والی تھیں۔انھیں جلد از جلد عامر کے پاس جانا تھا۔"نہیں اماں سائیں بس ہلکی پھلکی ناراضگی" اس نے کہا تو مسکرائیں۔" بچے ہلکی پھلکی لڑائی اتنے ہفتے نہیں چلتی۔شاباش لڑائی ختم کرو۔میاں بیوی جب لڑتے ہیں تو گھر سے محبت اور رزق ختم ہونے لگتا ہے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے لاؤنج کی طرف بڑھیں جہاں عزیز ملک بچوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔انھیں دیکھ طوبیٰ ملک کا دل ایک پل کو لرزا وہ جانتی تھیں وہ جو بات کرنے والی ہیں وہ بات چھوٹی نہیں ہے پر عامر کیلئے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھیں۔"عزیز مجھے آپ سے بات کرنی ہے" طوبیٰ ملک نے اندر آتے ہی سپاٹ انداز میں کہا تو عزیز ملک نے اسد اور شہریار سے نظریں اٹھاتے انھیں دیکھا۔"ہاں کیا ہوا" عزیز ملک کی آواز میں کوئی غصہ نا تھا بس محبت تھی۔عزیز

ملک بے شک ان سے ناراض تھے پر طوبیٰ ملک انکا عشق تھیں بھلا وہ کیسے انکے ساتھ سختی برت سکتے تھے۔ "عزیز میں مزید یہاں نہیں رہنا چاہتی" طوبیٰ ملک نے مضبوط لہجے میں کہا لیکن انکا دل پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ "کیا مطلب طوبیٰ" انکی بات سنتے عزیز ملک نے کھڑے ہوتے پوچھا جبکہ شاہجہاں بیگم کا ہاتھ منہ کو گیا تھا۔ "مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ حیران ہوئے۔ "دماغ ٹھیک ہے کیا کہہ رہی ہو اندازہ ہے" عزیز ملک نے اپنے اندر امڈنے والے غصے کو دباتے کہا۔ "جی ہے مجھے آپکے ساتھ نہیں رہنا۔مجھے اس گھر میں نہیں رکنا" طوبیٰ ملک نے کہا تو عزیز ملک نے اٹھتے انکی بازو پکڑی۔ "طوبیٰ بکواس بند کرو اپنی" عزیز ملک نے کہا تو طوبیٰ ملک نے بامشکل خود پر ضبط کیا۔ "نہیں کروں گی میں نے کہہ دیا مجھے نہیں رہنا آپکے ساتھ" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ اب کی بار انکی بازو پر گرفت مضبوط کر گئے۔ "طوبیٰ بکواس بند کرلو اپنی۔ورنہ میں کچھ غلط کر جاؤں گا" عزیز ملک نے کہا تو وہ انکے ہاتھ سے

بازو چھڑاتے پیچھے ہوئیں۔ "مجھے یہاں نہیں رہنا عزیز آپ کیوں نہیں سمجھ رہے" طوبیٰ ملک نے چلاتے کہا جس پر اسد اور شہریار ڈرے۔ "کیوں نہیں رہنا" عزیز ملک نے خود کو بامشکل چلانے سے روکا تھا۔ "میں آپ سے محبت نہیں کرتی" طوبیٰ ملک کا دل یہ بات سنتے خون کے آنسو رویا تھا۔جبکہ اسکی بات سنتے عزیز ملک کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔ "مجھ سے محبت نہیں کرتی تو کس سے کرتی ہو "عزیز ملک غصے سے بولے تھے۔ "میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں۔وہ ابھی آجائیں گے" طوبیٰ ملک نے کہا تو عزیز ملک نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ "طوبیٰ یہ کیا بکواس ہے" عزیز ملک نے کہا۔ "بکواس نہیں سچ ہے یہ۔میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں" طوبیٰ ملک نے کہا تو عزیز ملک کا دل گویا جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑا۔ "طوبیٰ یہ۔۔جھوٹ ہے نا" عزیز ملک نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئیں۔ "یہ ایک دم سچ ہے" طوبیٰ ملک نے سفاکیت سے کہا تو عزیز ملک کے دل میں کچھ چھن سے ٹوٹا تھا جس کی اذیت انکی آنکھوں تک میں

اتری تھی جسے دیکھ طوبیٰ ملک کا دل کیا کہ وہ جاتے انکے سینے سے لگتے انھیں ساری سچائی بتا دے۔ "کیا کمی رہ گئی تھی میری محبت میں۔کیا کمی تھی مجھ میں جو تمھیں کسی اور سے محبت ہوگئی طوبیٰ ملک بولو" عزیز ملک نے ہارے ہوئے لہجے میں پوچھا تو وہ ایک پل کو ٹھہریں۔کمی تو ان میں کوئی نا تھی وہ تو ایک دم پرفیکٹ تھے۔ "آپ کا رنگ کالا ہے" طوبیٰ ملک نے کچھ دیر سوچا پھر بول گئی جس پر عزیز ملک اور شاہجہاں بیگم کے ساتھ اندر داخل ہوتی عزیز ملک کی چچا زاد بہن تک حیرت سے انھیں دیکھنے لگی۔ "میں کالا ہوں اس لیے مجھے چھوڑ کر جارہی ہو" عزیز ملک نے جیسے کنفرم کیا۔ "جی آپکا رنگ کالا ہے اور ایک ایسے انسان کے ساتھ مجھے نہیں رہنا جو میرے ساتھ کھڑا ہچے نا" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ لڑکھڑائے جس پر اس نے خود کو بامشکل انکے پاس جانے سے روکا تھا۔ "طوبیٰ تم تو اللہ کے احکام مانتی ہو۔شرعی پردہ کرتی ہو پھر بھی تم ایک غیر مرد کیلئے اپنے شوہر کو چھوڑنا چاہتی ہو" عزیز ملک نے پوچھا تو انھوں نے ہاں

میں سر ہلایا۔ ”جی چھوڑنا چاہتی ہوں۔ اللہ کے احکام ابھی بھی مانتی ہوں پر آپ جیسے شخص کے ساتھ مجھے نہیں رہنا“ طوبیٰ ملک نے سپاٹ انداز میں کہا۔ انکی بات سنتے عزیز ملک نے کچھ کہنا چاہا پر کسی مرد کی آواز پر انھیں روک گئی۔ ”طوبیٰ میں آگیا ہوں“ اس آواز طوبیٰ ملک سمیت سب نے آنے والے کو دیکھا تو حیران ہوئے۔ وہ شخص ثمر قریشی تھا۔ اسے دیکھ طوبیٰ ملک کو جیسے سارا معاملہ سمجھ آگیا تھا جبکہ عزیز ملک حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ”تم اس سے محبت کرتی ہو“ عزیز ملک نے پوچھا تو طوبیٰ ملک نے با مشکل ہاں میں سر ہلایا۔ ”صرف یہ مجھ سے نہیں میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں“ ثمر قریشی نے کہا اور نامحسوس انداز میں طوبیٰ ملک کو دیکھتے آنکھ دبائی جس پر اسکا دل کیا دھاڑیں مار کر روئے۔ ”طوبیٰ چلیں“ ثمر قریشی نے سب کو خاموش دیکھ طوبیٰ سے پوچھا تو اس نے عزیز ملک اور اپنے بچوں کو ایک نظر دیکھا۔ ”ہاں“ طوبیٰ ملک کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی جبکہ اسکے اقرار پر ثمر قریشی

مسکرایا۔ "طوبیٰ ہمارے بچوں کا سوچ لو" عزیز ملک نے کہتے انکا ہاتھ تھامتے روکا پر ثمر قریشی کے ایک اشارے پر وہ انکا ہاتھ جھٹک گئیں۔ "نہیں رکنا مجھے۔ بچے بھی اپنے پاس رکھیں" طوبیٰ ملک نے کہا اور آگے بڑھی جب دو ننھے ننھے وجود آتے انکی ٹانگوں سے لپٹے جس پر اس نے سر جھکاتے نیچے دیکھا جہاں ایک طرف شہریار اور دوسری طرف اسد آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے اسے دیکھ رہے تھا۔ "ماما نہیں جائیں" شہریار نے کہا تو اس نے بامشکل اپنی ہچکی دبائی۔ "ماما اشد تو آد آتی اے نا دائیں (ماما اسد کو یاد آتی ہے نا جائیں)" اسد نے بھی ہونٹ نکالتے کہا تو وہ زمین پر بیٹھتے ان دونوں کو خود میں بھینچ گئی۔ "آپ دونوں ماما کے بہادر بچے ہو۔ اپنا خیال رکھنا۔ میں جلدی واپس آؤں گی تب تک اپنے بابا کو تنگ نہیں کرنا اور نا ہی رونا" طوبیٰ ملک نے انکا سر چومتے کہا تو وہ دونوں ہاں میں سر ہلا گئے جبکہ ثمر قریشی نے آگے بڑھتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "چلیں" ثمر قریشی نے نامحسوس انداز میں اسے اشارہ دیا تو

وہ بچوں کو پیچھے کرتے کھڑی ہوئی اور ایک آخری نظر اپنے عشق اپنے شوہر کو دیکھ کر بچوں کو روتا چھوڑتے باہر نکل گئی جبکہ انھیں جاتا دیکھ عزیز ملک نم اور ویران آنکھوں سے دروزے کو دیکھتے رہے۔ ”عزیز طوبیٰ کو روکو“ شاہجہاں بیگم نے انھیں خاموش دیکھ کہا۔ ”نہیں اماں سائیں وہ جانا چاہتی ہے۔ جانے دیں“ عزیز ملک نے کہا تو وہ خاموش ہوئیں جبکہ انکی چچا زاد بہن مسکرائی۔ انھیں طوبیٰ شروع سے پسند نہیں تھی اور اب وہ جانتی تھی انھیں کیا کرنا ہے۔

”ابھی تم یہی رہو گی پھر میں تمھیں اپنے گھر لے کر جاؤں گا“ ثمر قریشی نے طوبیٰ ملک کو دیکھتے کہا جو اس وقت خود کو ہمیشہ کی طرح بڑی چادر سے ڈھکے چہرے کو ڈوپٹے سے کوور کیے کھڑی تھی۔ وہ لوگ ابھی تین گھنٹے کا سفر طے کرکے سوات پہنچے تھے۔ طوبیٰ ملک سارے راستے روتی رہی۔ اپنے بچوں اور

شوہر کو چھوڑ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنا دل نکال کر پھینک آئی ہو۔ ”میرا بیٹا کہاں ہے“ طوبیٰ ملک نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔ ”او ہاں یاد آیا۔ ابھی ملواتا ہوں پہلے مجھ سے تو مل لو اور اپنا چہرہ دکھا دو“ ثمر قریشی نے کہا اور اس کا نقاب کھینچنا چاہا پر وہ پیچھے ہوئی۔ ”میرے نقاب کو ہاتھ بھی مت لگانا۔ میرے شوہر کے علاوہ کسی کو حق نہیں مجھے بے نقاب دیکھنے کا“ طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”ہاں پر میں نے تمھیں دیکھا ہے۔ تمھیں یاد ہے تم اپنے بابا کے ساتھ ایک شادی پر آئی تھی۔ وہاں برائیڈل روم میں کھڑی تم کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔ اس وقت تم نے نقاب بھی نہیں کیا تھا بس وہیں تمھیں دیکھا اور تم دل کو بھا گئی“ ثمر قریشی نے کہا تو وہ بے یقین سے اسے دیکھنے لگی۔ ”تم نے مجھے دیکھا ہے“ طوبیٰ ملک کی آواز لرزی تھی۔ ”ہاں اور اب تو ہر لحاظ سے دیکھوں گا پر ابھی تم یہاں کمفرٹیبل ہو جاؤ پھر“ ثمر قریشی نے کہا تو اسکا دل بیٹھا۔ تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو طوبیٰ ملک نے پوچھا تو ہنسا۔ کیونکہ تم نے مجھے

ٹھکرا کر اس عزیز ملک کو اپنایا تھا اور یہ چیز میری انا پر وار کر گیا تو بس لے آیا تمھیں یہاں ثمر قریشی نے یوں کہا گویا یہ کوئی بڑی بات ہی نا ہو جبکہ اسکی بات سنتے وہ حیرت سے کنگ ہوئی۔ ”اوہ لو تمھارا بیٹا آگیا“ طوبیٰ ابھی ویسے ہی صدمے میں کھڑی تھی جب دروازے کھلا اور ایک عورت اندر داخل ہوئی جسکی گود میں سات سالہ عامر تھا جسے دیکھ طوبیٰ ملک کو دل کو جیسے سکون آیا۔ وہ آگے بڑھی اور جاتے اس عورت سے اسے پکڑتے خود میں بھینچ گئی۔ ”میرا بچہ۔ میرا عامر“ طوبیٰ ملک جا بجا اسکا چہرہ چوم رہی تھی۔ چھ سال بعد اپنے بیٹے کو محسوس کرتے وہ رو بھی رہی تھی اور شاید ہنس بھی رہی تھی۔ ”ماما آپ میری ماما ہیں نا آپ کب آئیں“ عامر نے معصومیت سے پوچھا تو وہ اسکا ماتھا چوم گئی۔ ”جی میں آپ کی ماما ہو اور میں ابھی آئیں ہوں میری جان۔ اپنے بیٹے کے پاس“ طوبیٰ ملک نے کہا تو عامر ہنسا۔ ”ماما میں نے آپکو مس کیا۔ پاپا نے کہا تھا کہ آپ کہیں گئیں ہیں“ عامر نے ثمر قریشی کی طرف اشارہ کرتے کہا

جو باہر جارہا تھا۔ ”وہ آپکے پاپا نہیں ہیں عامر۔ آپکے بابا عزیز ہیں“ طوبیٰ ملک نے تڑپ کر کہا تھا۔ ”پر پاپا نے کہا وہ میرے پاپا ہیں“ عامر نے کہا تو اس نے ثمر قریشی کو دیکھا۔ ”تم نے میرے بیٹے کو کہا ہے کہ تم اسکے باپ ہو“ طوبیٰ ملک دبی دبی آواز میں غراتے بولی تھیں۔ ”ہاں کیونکہ میں ہوں۔ہیں نا عامر“ عزیز ملک نے پوچھا تو عامر نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا جس پر طوبیٰ نے عامر کا رخ اپنی طرف کیا۔ ”یہ آپکے بابا نہیں ہیں عامر“ طوبیٰ ملک نے کہا تو عامر نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں یہی میرے پاپا ہیں“ عامر نے ضدی لہجے میں کہا جس پر وہ بے بسی سے اسے دیکھنے لگیں جبکہ ثمر قریشی نے سیٹی بجائی۔ ”چلو تم اپنے بیٹے سے مل لو پھر آج شام کو ہمیں گلگت کیلئے نکلنا ہے اور وہاں تم میری بیوی کے طور پر جاؤ گی سمجھی“ ثمر قریشی کہتے دروازہ لاک کرتے باہر نکل گیا جبکہ طوبیٰ ملک کو سمجھ نا آئی وہ کیا کرے۔ ”ماما آپ رو کیوں رہی ہیں“ عامر نے اسکے آنسو صاف کرتے پوچھا۔ ”کیونکہ یہ اچھا انسان نہیں ہے عامر۔ اس نے

آپکو اغواہ کیا ہے اس نے آپکو مجھ سے، آپکے بھائیوں سے اور آپکے بابا سے دور کیا ہے۔یہ آپکا پاپا نہی ہے" طوبیٰ ملک نےپیار سے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔"یہ نہیں ہیں تو کون ہیں" عامر نے پوچھا۔"جلدی بتاؤں گی۔ہم بہت جلد آپکے بابا، دادو اور بھائیوں کے پاس جائیں گے" طوبیٰ ملک نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ لگتے آنکھیں موند گیا جبکہ وہ بھی اسے خود میں بھینچتے دیوار سے ٹیک لگاتے بیٹھ گئی۔

"پانچ سال آج پانچ سال ہوگئے مجھے آپ سے بچھڑے" طوبیٰ ملک نے سوئے ہوئے بارہ سالہ عامر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خیالوں میں عزیز ملک کو مخاطب کرتے کہا۔ اسے گلگت آئے پانچ سال ہو چکے تھے۔ان پانچ سالوں میں وہ یہاں ثمر قریشی کی بیوی کی حیثیت سے یہاں رہ رہی تھی۔اس نے بارہا یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے بارہا عزیز ملک سے رابطہ کرنا چاہا

پر ثمر قریشی نے اسکی ہر کوشش ناکام بنائی تھی۔ ان پانچ سالوں میں ثمر قریشی نے اس کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا تھا۔ وہ اب تک اس کے قریب نہیں آیا تھا۔ پر اس پر ہاتھ اٹھانا۔ اسے مختلف چیزوں سے مارنا پیٹنا یہاں تک کہ گرم سلاخ سے جلانا اسکے لیے عام بات تھی۔ اس گھر میں ثمر قریشی کے علاوہ، اسکا بڑا بھائی، اسکے بھائی کی بیوی رہتی تھی۔ انکے والدین کا انتقال کافی سال پہلے ہوگیا تھا۔ یہاں رہتے رہتے طوبیٰ ملک ثمر قریشی کے کالے کاروبار کے بارے میں بھی جان گئی تھی۔ وہ لڑکیوں کی اسمگلنگ میں ملوث تھا۔ طوبیٰ ملک کے دل میں ثمر قریشی کیلئے نفرت مزید بڑھی تھی۔ اس نے آج تک شرعی پردہ کرنا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ ہر وقت عامر کے ساتھ اپنے کمرے میں ہی رہتی تھی جس وجہ سے کوئی بھی آج تک انکے رشتے کی سچائی نا جان پایا۔ طوبیٰ ملک نے دو تین بار اسکے بھائی کو بتانے کا سوچا پر پھر یہ سوچتے چپ کر گئی کہ بھلا وہ اچھا کیسے ہو سکتا ہے تبھی آج تک خاموش رہی۔ انھیں ان سالوں میں بس

ایک دکھ لگا تھا وہ یہ کہ عزیز ملک نے آج تک انھیں نا ڈھونڈا اور نا ہی ان سے رابطہ کیا۔ "کاش میں آپکو بتا پاتی عزیز کہ یہ شخص مجھ پر کتنا ظلم کرتا ہے" طوبیٰ ملک نے کہا اور یکدم ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی جس پر باہر سے اپنے روم کی طرف جاتے جمشید قریشی کے قدم رکے۔ وہ طوبیٰ ملک کی بات سن چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کچھ تو غلط تھا ان دونوں کے درمیان پر کیا وہ سمجھ نا سکے اب طوبیٰ ملک کی بات سنتے انکے شک پر یقین کی مہر لگ گئی تھی۔ انھیں جو سمجھ آرہا تھا انھوں نے دعا کی تھی ویسا نا ہو پر وہ ایک بار سچ جاننا چاہتے تھے۔ "گڑیا" جمشید قریشی نے اپنی سوچوں کو جھٹکتے نیم واء دروازہ کھٹکھٹایا تو طوبیٰ جو رو رہی تھی اس نے جلدی سے نقاب چہرے پر کرتے اٹھی اور جاتے دروازہ پورا کھولا جہاں جمشید قریشی کھڑے تھے۔

"بھائی آپ اس وقت خیریت" جمشید قریشی کو اس وقت اپنے کمرے کے باہر دیکھتے طوبیٰ نے احتراماً پوچھا۔ "جی بچے مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔میں اندر آسکتا ہوں" جمشید قریشی نے کہا تو طوبیٰ نے کچھ دیر سوچا پھر ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اندر آئے اور دروازہ بند کیا جس پر طوبیٰ نے خوف سے انھیں دیکھا۔ "گڑیا پریشان نہیں ہوں میں آپکا اپنی بہن کہتا ہی نہیں مانتا بھی ہوں۔بس مجھے بات کرنی ہے بیٹھیں" جمشید قریشی دروازہ بند کرتے مُڑے تو طوبیٰ کو خوفزدہ دیکھ فوراً بولے جس پر طوبیٰ نے ہاں میں سر ہلایا اور بیڈ پر عامر کے پاس بیٹھی جبکہ جمشید قریشی صوفے پر جاتے بیٹھے۔ "بھائی آپکو کیا پوچھنا ہے" انکے بیٹھتے ہی طوبیٰ بولی۔ "عزیز کون ہے" جمشید قریشی نے بغیر کوئی تمہید باندھے پوچھا۔وہ عامر کے منہ سے بھی یہ نام کئی بار سن چکے تھے۔وہ عموماً عزیز کو بابا کہتا تھا اور آج طوبیٰ کے منہ سے یہ نام اتنے استحقاق سے سنتے انھیں بہت کچھ سمجھ آرہا تھا۔وہ علاقے کے سردار تھے بھلا کیسے نا معاملے کی طے تک

پہنچتے۔جبکہ انکے منہ سے عزیز ملک کا نام سنتے طوبیٰ نے پھٹی آنکھوں سے انھیں دیکھا۔ ”وہ۔۔۔عزیز۔۔وہ“ طوبیٰ کو سمجھ نا آئی کیا کہے۔ ”طوبیٰ مجھے کچھ نہیں سننا بس اتنا بتاؤ عزیز کون ہے اور ثمر سے تمھارا اصل رشتہ کیا ہے؟“ جمشید قریشی نے سنجیدگی سے پوچھا لیکن وہ خاموش رہی۔ ”طوبیٰ اگر تو تم یہ سوچ رہی ہو کہ میں ثمر کا بھائی ہوں اور اس کا ساتھ دوں گا تو بہت غلط ہے۔اگر اسکی غلطی ہوئی تو میں بھائی بن کر نہیں سردار بن کر فیصلہ کروں گا“ جمشید قریشی نے کہا تو طوبیٰ نے گہری سانس بھری۔ ”عزیز میرے شوہر اور عامر کے باپ ہیں۔عامر ایک سال کا تھا جب ثمر نے اسے اغواہ کیا پر ہمیں یہی کہا گیا کہ عامر اب نہیں رہا پھر“ طوبیٰ ملک نے انھیں حرف با حرف ساری بات بتائی یہاں تک کہ ثمر قریشی کے کالے کرتوتوں کا بھی جسے سنتے جمشید قریشی کی آنکھیں سرخ ہوئیں جبکہ سامنے بیٹھی لڑکی پر بے ساختہ ترس آیا۔وہ انکے گھر میں کتنا کچھ برداشت کر رہی تھی۔ ”گڑیا یہ پہلے کیوں نہیں بتایا“ جمشید قریشی

نے پوچھا تو طوبیٰ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ ”مجھے لگا آپ بھی ثمر کی طرح ہے“ طوبیٰ نے کہا تو انھیں افسوس ہوا۔ انکے بھائی کی وجہ سے سامنے بیٹھی صنفِ نازک کا سب سے اعتبار اٹھ گیا تھا۔ جمشید قریشی نے گہری سانس بھرتے سوچا اور صوفے سے کھڑے ہوتے اس کے پاس جاتے اسکے سر پر ہاتھ رکھ گئے۔ ”ثمر ایک ہفتے بعد واپس آجائے گا۔ وہ جیسے ہی آئے گا اسے تمھارے سامنے اپنے ہاتھوں سے سنگسار کروں گا۔ یہ ثمر کا بھائی یا اس علاقے کا سردار نہیں بلکہ تمھارا بھائی کہہ رہا ہے“ جمشید قریشی نے کہا تو طوبیٰ نے تشکر سے انھیں دیکھا۔ ”بھائی اگر اتنا ہی کر رہے ہیں تو مجھے میرے شوہر اور بچوں کے پاس واپس چھوڑ آئیں یا عزیز کو یہاں بلا دیں“ طوبیٰ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے لیکن ایک دو دن مشکل ہے کیونکہ یہاں علاقائی میلا لگنا ہے تو میرا یہاں ہونا ضروری ہے۔ تمھارے شوہر کو یہاں بلانا بھی صحیح نہیں تو میں تمھیں خود چھوڑ آؤں گا“ جمشید قریشی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر

ہلایا۔ ”بھائی بس جلدی سے ہمیں واپس ہمارے گھر چھوڑ آئیں۔ میں مزید اس قید میں نہیں رہ سکتی“ طوبیٰ ملک نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”فکر مت کرو بس دو دن یہاں رہ لو پھر میں تمھیں اور عامر کو چھوڑ آؤں گا اور ایسا کرنا کل میلاد دیکھ آنا جا کر۔ عامر کو بھی ساتھ لے جانا“ جمشید قریشی نے کہا تو وہ سر خم کر گئی جس پر وہ مسکرائے اور اسکا سر تھپک گئے۔ ”چلو اب سو جاؤ اور پریشان مت ہو۔ تمھارا بھائی اب تمھارے ساتھ ہے“ جمشید قریشی کی بات سنتے وہ مسکرائی تھی جس پر وہ بھی مسکراتے باہر نکل گئے۔ آج عرصے بعد طوبیٰ صحیح معنوں میں مسکرائی تھی۔ بلآخر وہ عزیز ملک کے پاس جانے والی تھی۔ اپنے بچوں کے پاس۔ بلآخر سب ٹھیک ہونے والا تھا۔

”طوبیٰ تم نے مجھے چھوڑ دیا اور اب تک میری سانسیں چل رہی ہیں۔ حتیٰ کہ دل دھڑکنا بھول چکا ہے“ عزیز ملک نے دل میں طوبیٰ ملک کو مخاطب کرتے

سامنے گلگت بلتستان کے خوبصورت مناظر کو دیکھتے کہا۔وہ پچھلے پانچ سال سے مسکرانا جیسے بھول گئے تھے۔وہ اگر زندہ تھے تو بس شہریار اور اسد کیلئے جو انکی کل کائنات تھے۔ان پانچ سالوں میں ان دونوں میں بھی بہت تبدیلیاں آگئی تھیں۔شہریار نو جبکہ اسد سات سال کا ہوچکا تھا۔اور اس عمر میں ہی وہ دونوں نفرت ،طنز اور بے وفائی کا مطلب جان گئے تھے۔وہ اپنی ماں سے نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ انکے باپ سے بے وفائی کرکے گئی تھی اور کچھ وجہ رشتے داروں کے طعنے تھے جو انھیں انکی ماں کے طعنے دیتے تھے۔بچوں نے طوبیٰ کا نام تک لینا خود پر حرام کرلیا تھا۔وہ بس اپنے باپ کے تھے ماں تو جیسے انکے مر گئی تھی۔عزیز ملک نے بارہا انھیں سمجھایا تھا کہ وہ اپنی ماں سے نفرت نا کریں پر انکے دل میں یہ چیز بیٹھ گئی تھی اب اسے کوئی نہیں نکال سکتا تھا۔بچوں کی سکول سے کچھ دن کی چھٹیاں لے کر وہ اب بچوں کو گلگت کا علاقائی میلہ دیکھانے لائے تھے۔یہاں آنے کا مشورہ انکے دوست نے انھیں

دیا تھا۔ وہ بھی ہر چیز سے کافی تھک گئے تھے تبھی شاہجہاں بیگم اور دونوں بچوں کو یہاں لے آئے۔ اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔ بچے اب تک سو رہے تھے جبکہ شاہجہاں بیگم باہر لان میں بیٹھی تھیں اور وہ کمرے کی بالکونی میں کھڑے تھے۔ "کاش تم ایسے مجھے چھوڑ کر نا جاتی" عزیز ملک نے دل میں کہا اور اپنی آنکھ میں آنے والے آنسو کو صاف کرتے ایک نظر دونوں بچوں کو دیکھتے باہر نکلے۔ "اماں سائیں میں زرا واک کیلئے جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں آتا ہوں" عزیز ملک نے باہر نکلتے ہی شاہجہاں بیگم کو بیٹھے دیکھ کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں جس پر وہ چپ چاپ باہر نکل گئے۔ وہ چلتے اِدھر اُدھر نظاروں کو دیکھ رہے تھے جبکہ ذہن انکا طوبیٰ ملک پر ہی کہیں اٹک سا گیا تھا۔ وہ چلتے چلتے کب میلے میں پہنچے انھیں خود اندازہ نا ہوا۔ میلے میں کافی رونق تھی۔ ایک طرف نشانہ بازی کا مقابلہ چل رہا تھا۔ ایک طرف چھوٹا سا دائرہ بنا ہوا تھا جس میں لوگ کُشتی کرنے میں مصروف تھے۔ جگہ جگہ مختلف کھانوں اور چیزوں کے سٹال

لگے تھے جہاں لوگ کھانے پینے کے ساتھ خریداری کر رہے تھے۔ جبکہ ایک طرف بچوں کیلئے جھولے لگائے گئے تھے اور کہیں مختلف جانور جن میں مرغیاں، خرگوش اور مختلف پرندے شامل تھے انھیں بھی پنجروں میں بند کر کے لوگوں کو دکھانے کو رکھے گئے تھے۔ عزیز ملک ان سب چیزوں کو سراہے بغیر نا رہ سکے۔ میلہ واقعی خاصا دلچسپ تھا۔ عزیز ملک ان سب کو چیزوں کو دیکھتے آگے بڑھنے لگے۔ ہر جگہ لوگ ہی لوگ تھے۔ ابھی وہ چند قدم مزید آگے بڑھے تھے جب انکی نگاہیں ایک طرف اٹھیں اور وہیں جم سی گئیں۔ سامنے ہی سیاہ عبایا پہنے چہرے کو سیاہ ہی نقاب سے ڈھکے گہری بھوری آنکھوں والی حوروں سے مشابہت رکھنے والی لڑکی کھڑی بے یقینی سے انھیں دیکھ رہی تھی جبکہ عزیز ملک کا حال تو ایسا تھا کہ جیسے وہ خواب میں ہوں۔ انھیں یکدم ہی اپنی دھڑکنوں کی آواز سنائی دی۔ پانچ سال بعد انکی دھڑکنوں نے رقص کیا تھا۔ عاشق دل نے سامنے کھڑے محبوب کو دیکھتے قدموں میں بیٹھنے کا کہا

تھا۔دل نے پاؤں پکڑے تھے کہ آگے بڑھو اور اسے تھام لو پر دماغ نے بیوفائی یاد کراتے ہاتھ تھام تھام لیا تھا جس نے قدم تک جکڑ لیے۔دوسری طرف سامنے کھڑی طوبیٰ ملک جو آج عامر کو میلا دکھانے لائی تھی۔اسے جھولا دلاتے اب کھانا کھلانے لے جارہی تھی پر عامر انھیں پکڑنے کا کہتے گاڑی کی طرف بھاگ گیا تھا جس پر وہ اسکے پیچھے جانے والی تھیں پر سامنے عزیز ملک کو دیکھ انکے قدم جم گئے۔ساری دنیا جیسے غائب ہوگئی تھی۔یاد تھا تو بس سامنے کھڑا اپنا عشق جسے پانچ سال پہلے وہ چھوڑ آئی تھی۔عزیز طوبیٰ ملک کے ہونٹوں میں جنبش ہوئی اور اگلے ہی لمحے وہ بغیر لوگوں کی پرواہ کیے آگے بڑھیں۔دو قدم چلتے اسکے قدموں میں تیزی آئی پھر اس نے خود کو بھاگتے محسوس کیا۔وہ بھاگتے سیدھا عزیز ملک کے سینے میں چہرہ چھپاتے رونے لگی جس پر عزیز ملک پتھر ہوئے۔انھوں نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا جو روتے ہوئے باقاعدہ لرز رہی تھی۔عزیز ملک چند لمحے اسے دیکھتے رہے پھر اسکے گرد حصار باندھا اور اسے

خود میں بھینچتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپاتے رونے لگے۔ دماغ نے کہا تھا کہ سوال کرو پر دل نے دماغ کی ساری باتوں کو فضول کرا دیتے اس لمس کو محسوس کرنے کی منت کی تھی جس سے وہ محروم تھے۔وہ دونوں ایک دوسرے کے حصار میں جکڑے رو رہے تھے۔ہجر کی ان گھڑیوں کو یاد کرتے رو رہے تھے جنھوں نے انکے عشق پر گرد ڈال دی تھی۔ہر اس آنسو کو یاد کرتے رو رہے تھے جو ایک دوسرے کی یاد میں بہائے تھے۔ہر اس لمحے کو یاد کرتے رو رہے تھے جب اپنا آپ ختم کرنے کا جی چاہا تھا۔جبکہ آس پاس کے لوگ انھیں دیکھ رہے تھے کچھ حیرانگی سے تو کچھ دکھ سے وہیں کچھ ایسے تھے جو نفرت سے دیکھ رہے تھے۔ ”آپ۔۔۔نے۔۔اتنی دیر۔۔ کردی ۔۔۔عزیز“ طوبیٰ ملک نے ہچکیاں بھرتے کہا تو وہ سیدھے ہوئے اور اسے نا سمجھی سے دیکھا۔ ”دیر کردی تم مجھے چھوڑ' عزیز ملک کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ تڑپ کر بولی تھی۔ ”میں مرضی۔۔۔سے نہیں۔۔گئی۔۔

تھی۔۔ مجبور۔۔ تھی۔۔ عزیز۔۔ عامر۔۔ کی جان کا۔۔ سوال تھا" طوبیٰ ملک نے کہا اور ساری بات انھیں بتاتی چلی گئی جس پر عزیز ملک کو لگا جیسے ابھی انکی سانس رک جائے گی۔ انکی بیوی اور بیٹا اتنی اذیت میں تھے اور وہ اتنے سال سے انھیں بے وفا سمجھتے آرہے تھے۔ "تم نے اتنا کچھ سہا۔ کبھی مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا۔ تم نے مجھے تب ہی کیوں نہیں بتایا جب وہ کال تمھیں آئی تھی' عزیز ملک نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "میں ڈر گئی تھی عزیز عامر کو مار دیتے وہ لوگ۔ آگے ہی میرا بیٹا مجھے چھ سال بعد ملا تھا۔ اور میں نے آپ سے رابطہ کرنا چاہا تھا۔ پر میں کرنا سکی۔ وہ مجھے دھمکاتا تھا اور مارتا بھی تھا" طوبیٰ ملک نے کہا تو عزیز ملک پھر انھیں سینے میں بھینچ گئے۔ "شش بس میری جان اب کچھ نہیں ہوگا۔ میں آگیا ہوں نا میں ابھی تمھیں یہاں سے لے کر جاتا ہوں۔ عامر کہاں ہے یہ بتاؤ۔ اسے لے کر چلتے ہیں۔ اب کوئی تم دونوں کو ہاتھ نہیں لگائے گا" عزیز ملک نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ انکی قمیض پر پکڑ مضبوط کر گئی۔ "طوبیٰ

بس نا رونا بند کرو۔میں آگیا ہوں۔مجھے معاف کردو۔مجھے تمھیں ڈھونڈنا چاہیئے تھا۔عامر کہاں ہے بتاؤ پھر گھر چلتے ہیں" عزیز ملک نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔"میں عامر کو لے کر آتی ہوں" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ انکا ہاتھ تھام گئے۔"میں ساتھ آتا ہوں" عزیز ملک نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ نہیں۔۔آئیں وہاں۔۔ثمر کے۔۔لوگ ہیں۔۔وہ آپکو دیکھیں گے۔۔تو عامر کو نقصان نا۔۔پہنچا دیں۔۔میں لے کر آتی۔۔ہوں آپ بس۔۔پانچ منٹ۔۔رکیں۔۔ کہیں جائیے گا مت عزیز" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ جھکتے انکے ماتھے پر بوسہ دے گئے۔"کہیں نہیں جاؤں گا جلدی سے عامر کو لے کر آؤ پھر گھر چلتے ہیں اور اس ثمر قریشی نے جو کیا اسکی سزا اسے مل کر رہے گی۔تم بس عامر کو لاؤ اور پریشان نا ہو میں کہیں نہیں جارہا" عزیز ملک نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں۔۔آپکو میری۔۔ قسم۔۔آپ کسی۔۔کے۔۔سامنے۔۔نہیں جائیں۔۔گے۔۔جب تک

میں۔۔عامر۔۔ محفوظ۔۔ نہیں ہوجاتا۔۔ تب تک۔۔ نہیں۔۔ ورنہ آپ سے بات۔۔ نہیں کروں گی" طوبیٰ ملک نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئے جس پر وہ انکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے پیچھے کی جانب بڑھی اور داخلی راستے کی مخالف سمت میں غائب ہوئی جبکہ عزیز ملک وہیں کھڑے ان دونوں کا انتظار کرنے لگے۔پانچ منٹ، دس منٹ، ایک گھنٹہ، آدھا دن اور پھر رات طوبیٰ ملک نہیں آئی تھی۔وہ انتظار کرتے رہے پر نا وہ آئی نا عامر۔انھوں نے اس سمت جاتے اسے ڈھونڈا پر وہ تو کیا وہاں کوئی پرندہ تک نا تھا۔کوئی نا تھا وہاں۔وہ پھر جا چکی تھی۔کہاں وہ نہیں جانتے تھے پر کس کے گھر یہ ضرور جانتے تھے۔وہ غم و غصے کی کیفیت میں وہاں سے نکلے اور لوگوں سے پوچھتے پوچھتے ثمر قریشی کے گھر پہنچے جہاں سوگ کا سماں تھا۔"کیا ہوا ہے یہاں" عزیز ملک نے ایک بزرگ ملازمہ سے پوچھا۔"اس گھر کی چھوٹی بہو طوبیٰ کا انتقال ہوگیا ہے۔وہ اپنے بیٹے کے ساتھ گئی تھی راستے میں کچھ ڈاکوؤں نے اسکے بیٹے کو اغواہ کرلیا اور بیچاری کو

گولی مار گئے۔ موقع پر ہی دم توڑ گئی۔ اب اسے دفنانے گئے ہیں" وہ ملازمہ کہتے جاچکی تھی جبکہ عزیز ملک وہ انکا جیسے دل پھٹ گیا تھا۔ طوبیٰ مر گئی تھی۔ پر وہ صبح انکے پاس تھی۔ اور اب وہ جاچکی تھی۔ وہ آج تو انھیں ملی تھی اور وہ جاچکی تھی۔ اسکا آخری دیدار تک انھیں نصیب نا ہوا۔ بے ساختہ وہ لڑکھڑائے لیکن خود کو سنبھال گئے۔ انھوں نے اندر کی جانب بڑھنے لگے لیکن کانوں میں یکدم ہی گونجی جس پر ان کے قدموں کو بریک لگی۔ وہ قسم یاد آئی جو وہ صبح ہی دے کر گئی تھی۔ وہ قسم کیسے توڑتے۔ ان کا بیٹا وہ اغواہ ہوگیا تھا۔ یا اللہ ان کا بیٹا اغواہ ہوگیا تھا۔ عزیز ملک انھی قدموں پر واپس بھاگے۔ وہ اب عامر کو ڈھونڈنا چاہتے تھے۔

---حال---

عامر ماضی سناتے خاموش ہوا جبکہ باقی سب صدمے کی حالت میں آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھ رہے تھے جو رونے کے در پر تھا۔ ”ماما“ سب سے پہلے شہریار بولا تھا اور اتنے سال بعد ہونٹوں سے یہ لفظ ادا کرتے ہی وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے رونے لگا جس پر عامر ہوش میں آتے کھڑا ہوا اور اسے ساتھ لگا گیا۔ اسکا حصار پاتے شہریار اسکے گرد بازو باندھتے بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ انھیں روتا دیکھ اسد بھی اٹھا اور عامر کے ساتھ لگتے رونے لگا جس پر وہ اسے بھی حصار میں لے گیا جبکہ مریم خود بھی روتے ہوئے شاہجہاں بیگم کو چپ کروا رہی تھی۔ ”بھائی۔۔ماما۔۔میری۔۔ماما۔۔میں۔۔۔نے۔۔ان۔۔۔سے۔۔نفرت۔۔کی“ شہریار نے کہا تو عامر نے اسکے بال سہلائے۔ ”میں۔۔ماما کا۔۔ذکر۔۔تک نہیں۔۔کرنا۔۔پسند۔۔کرتا تھا“ اسد نے بھی بچوں کی طرح ہچکیاں بھرتے کہا تو عامر نے ان دونوں کا سر چوما۔ ”میرا بچہ بس۔ماما کو ایسے اذیت ہوگی۔وہ تم دونوں سے بہت پیار کرتی

تھیں۔رونا بند کرو شاباش" عامر نے کہا تو ان دونوں نے اسے
دیکھا۔"ہم۔۔انکے۔۔پیار۔۔۔کے۔۔لائق۔۔نہیں ہیں۔۔بھائی" شہریار
نے کہا تو اس نے نرمی سے دونوں کا چہرہ صاف کیا۔"ہو تم دونوں ہی تو
ہو۔بس اب میرا بیٹا" عامر نے کہا تو وہ پھر اسکے کندھے سے لگتے رونے لگے
جس پر وہ نمی اندر اتارتے نرمی سے انکے بال سہلاتا رہا۔"بس کردو بچہ اور کتنا
رونا ہے۔ایسے رونے پر ماما نہیں آئیں گی" عامر نے کچھ دیر بعد کہا تو ان دونوں
نے اسے دیکھا۔"پر وہ۔۔تو ہم سے۔۔پیار۔۔کرتی
ہیں۔۔پھر۔۔کیوں۔۔نہیں آئیں۔۔گی۔۔بلا۔۔دیں نا ماما کو" شہریار نے
کہا تو عامر کو وہ چھوٹا سا بچہ لگا۔"بھائی۔۔ہم۔۔جب۔۔بچپن۔۔میں
بھی۔۔اداس۔۔ہوتے۔۔تھے تو۔۔ماما۔۔ہمارے۔۔پاس۔۔ہوتیں
تھی۔۔انھیں کہیں۔۔نا اب بھی۔۔آجائیں" اسد نے کہا تو اس نے ان
دونوں کا سر چوما۔"وہ اب نہیں آسکتیں بچے۔اب بس چپ کرو۔ماما بابا کی

روح کو اذیت نا دو۔دیکھو اماں سائیں بھی رورہی ہیں" عامر نے کہا تو ان دونوں نے شاہجہاں بیگم کو دیکھا جو رورہی تھیں۔انھیں روتے دیکھ وہ دونوں عامر کے ساتھ انکی طرف بڑھے اور انکے ساتھ لگے۔"ماما۔۔اچھی۔۔ تھیں" شہریار نے کہا تو وہ ہاں میں سرہلا گئیں۔"وہ۔۔ اچھی تھی۔۔پر ہم اسے۔۔نا سمجھ سکے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا۔"اماں سائیں چپ کریں آپکی طبیعت خراب ہوجائے گی اور ان دونوں کی بھی پلیز دیکھیں گڑیا بھی رورہی ہے" عامر نے کہا تو ان سب نے مریم کو دیکھا جو زیادہ رورہی تھی۔اسکی نیلی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں۔اسے یوں روتا دیکھ شہریار اسکے قریب ہوا اور اسے ایک طرف سے ساتھ لگا گیا۔وہ اس وقت سب کو یہاں تک کہ اپنے آپ کو بھی بھول گیا تھا۔"شش پٹھانی۔۔بس روتے۔۔نہیں۔۔طبیعت خراب۔۔ہوجائے گی" شہریار نے کہا تو اس نے ہچکی بھرتے اسے دیکھا۔"کتنے۔۔بُرے۔۔تھے۔۔وہ لوگ" مریم نے کہا تو

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں بہت بُرے تھے۔۔فکر نا کرو۔۔انھوں نے جو میری۔۔ماما کے ساتھ۔۔کیا اسکی سزا انھیں ملے گی“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میں چھوڑوں گا نہیں ان لوگوں کو بھائی“ اسد نے اپنے آنسو صاف کرتے غصے کی شدت سے کہا۔ ”اسکی ضرورت نہیں ہے۔ثمر قریشی کو ماما کی دیتھ کے دو دن بعد ہی جمشید ماموں نے پورے علاقے کے سامنے بیچ چوراہے پر لٹکاتے پتھر مار کر سنگسار کرتے اسے مار دیا تھا جبکہ واجد قریشی اور بابر قریشی کی کہانی میں ختم کرچکا ہوں“ عامر نے کہا تو ان سب نے اسے دیکھا۔ ”بھائی آپ اور ماما، بابا کے پاس کیوں نہیں آئے تھے اور ماما کو کیا ہوا تھا“ اسد نے پوچھا۔ ”میں گاڑی میں بیٹھا تھا اور آس پاس ثمر قریشی کے گارڈز کی گاڑیاں تھی۔انھوں نے ماما بابا کو دیکھ لیا تھا اور فون کرتے ثمر قریشی کو بھی بتا دیا جس پر وہ ہم دونوں کو لے گیا پھر مجھے اور ماما کو قید کردیا لیکن ماما نے ہمت نا ہاری۔وہ آخری سانس تک اس سے لڑتی رہیں اور بالآخر اس نے

طیش میں آتے ماما کو شوٹ کر دیا جبکہ میں وہاں خوفزدہ بیٹھا رہا۔ پھر میں دو دن وہاں رہا۔ وہاں ایک نوکرانی تھی وہ بہت اچھی تھیں اس نے مجھے وہاں سے بھگا دیا۔ میں پھر ایک یتیم خانے میں رہا اور وہیں بڑا ہوا اور اپنی پڑھائی پوری کی اور پھر ہمارا ماضی جان کر یہاں آگیا" عامر نے کہا تو ان سب کی آنکھیں پھر نم ہوئیں۔ وہ محلوں میں رہنے والی شہزادی یوں لاوارثوں کی طرح مری تھی۔

"بھائی آپ پہلے کیوں نہیں آئے۔ کیوں آپ وہاں رہے" شہریار نے پوچھا تو اس نے اس کی گال تھپکی۔ "بچے کچھ باتوں کو جاننا ضروری تھا۔ اب یہ بتاؤ بابا کو کیا ہوا تھا" عامر نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "جب ہم گلگت سے واپس آئے تو بابا بیمار ہو گئے تھے۔ پھر اچانک دو دن بعد بابا کی ڈیتھ ہو گئی۔ ڈاکٹرز نے کہا تھا کہ وہ کسی بات کے صدمے تھے اور انکی دماغ کی نس پھٹ گئی تھی" شہریار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے آنسو ضبط کیے۔ "اچانک نہیں ہوئی تھی بھائی ماما کی موت کا صدمہ لیا تھا بابا نے" اسد

نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بھائی ہمارے ماما بابا ہمیں چھوڑ گئے۔ کسی کی انا نے ہمارا آشیانہ تباہ کر دیا“ اسد نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بچے ان لوگوں کا انجام بہت عبرت ناک ہوا ہے“ عامر نے کہا تو واپس اسکے ساتھ لگا۔ ”آئی لو یو بھائی پلیز کبھی ہمیں چھوڑ کر مت جائیے گا اور بھابھی کو بھی جلدی واپس لے آئیں“ اسد نے کہا تو اس نے اسکا سر چوما۔ ”آئی لو یو ٹو۔ میں کہیں نہیں جاؤں گا اور تمھاری بھابھی کو بھی منا لاؤں گا فکر مت کرو“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بھائی ماما کی قبر کہاں ہے“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ماما کی قبر سوات میں ہے۔ جمشید ماموں نے وہاں پر موجود کچھ لوگوں کی وجہ سے ماما کو سوات میں دفنایا تھا اور مجھے اس قبر کا اس نوکرانی نے بتایا تھا جس نے مجھے وہاں سے بھگایا تھا“ عامر نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”میں ماما کی قبر پر جاؤں گا اور ان سے معافی بھی مانگوں گا“ شہریار نے کہا تو اسد نے اسے دیکھا۔ ”میں بھی جاؤں گا

بھائی" اسد نے بھی کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہم سب چلیں گے انشاء اللہ۔پر ابھی کچھ عرصہ رک جاؤ" شاہجہاں بیگم نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔وہ سب سمجھ گئے تھے کہ وہ مریم کی وجہ سے کہہ رہی ہیں۔ "چلو اب بچوں دونوں روم میں بھاگو اور اگر کوئی رویا نا تو میں ماما کو شکایت لگاؤں گا سمجھے" عامر نے کہا اور آخر میں شرارت کی تو وہ دونوں ہنستے اسکے ساتھ لگے۔ "آپ بہت اچھے ہیں بھائی۔اور ہم بُرے۔ہم نے ماما کو غلط سمجھا حتیٰ کہ انھوں نے جو کیا ہم سب کیلئے کیا تھا۔ ہماری فیملی کیلئے" شہریار نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "شیری معافی مانگ لینا وہ تمھاری ماں ہے۔معاف کردے گی بلکہ مجھے یقین ہے وہ تم سے یا اسد سے ناراض بھی نہیں ہوگی۔وہ بہت اچھی بچی تھی۔کاش اس نے ہم سے وہ سب بانٹ لیا ہوتا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو ان سب نے دکھ سے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں بھئی بس کریں یہ دکھی منہ سیدھے کریں میری ماما کو یہ سب نہیں پسند تھا۔چلیں اب بس

کریں۔اب الحمدللہ ہم سب ساتھ ہیں اور ماما بابا بھی ایسی جگہ پر ہیں جہاں انکے لیے ہر بہترین چیز ہے" عامر نے کہا تو وہ سب ہاں میں سر ہلاتے انکے لیے مغفرت کی دعا مانگ گئے۔"چلو بچوں اب روم میں جاؤ۔واقعی وقت زیادہ ہوگیا ہے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اسد اور شہریار اٹھتے باہر نکل گئے جبکہ عامر واپس انکی گود میں سر رکھتے لیٹ گیا۔"سب ٹھیک ہوجائے گا بیٹا۔ثانیہ آجائے گی واپس" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے انشاء اللہ کہا۔"اماں سائیں میری بیٹُو بہت معصوم ہیں اور میں نے ایک معصوم کا دل توڑ دیا۔کیا مجھے معافی ملے گی" عامر نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے اسے دیکھا۔"ضرور ملے گی میرا بچہ۔تم بھی غلط فہمی کا شکار ہوئے تھے لیکن تم صحیح ہرگز نہیں تھے۔تمھیں اسے یوں گھر سے نہیں نکالنا چاہیئے تھا اور طلاق کا تو ہرگز نہیں کہنا چاہیے تھا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ شرمندہ ہوا۔"اماں سائیں ناجانے اس دن میری عقل پر کونسے پردے پڑ گئے تھے جو میں نے اتنا بڑا ظلم کردیا یقین کریں اپنے الفاظ یاد

آتے ہیں تو روح لرز جاتی ہے یہ سوچ ہی جان لینے کو آتی ہے کہ مجھ سے میرے الفاظ برداشت نہیں ہو رہے تو انھوں نے کیسے کیے ہونگے" عامر نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چوم گئیں۔" بچے اسی لیے غصے کو حرام کیا گیا ہے۔ غصہ وقتی ہوتا ہے پر اسکے زیرِ اثر ہم جو الفاظ ادا کرتے ہیں ان سے جو اذیت سامنے والے کو ملتی وہ ساری عمر نہیں مٹتی" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"میں انھیں منا لوں گا اماں سائیں۔ میں نہیں جی سکتا انکے بغیر" عامر نے کہا تو وہ انشاء اللہ کہتے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں جس پر وہ بھی پرسکون ہوتے آنکھیں موند گیا۔

"ماہ"ضرار نے اسے پکارا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے فون چلا رہی تھی۔ وہ دونوں اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھے تھے ضرار مہر ماہ کو دیکھ رہا تھا جبکہ مہر ماہ موبائل چلانے میں مصروف تھی۔ ان دونوں کے درمیان آج کل بات چیت

نا ہونے کے برابر تھی جو ضرار کو تیر کی مانند چب رہی تھی۔ اس کی پکار پر مہرماہ نے جواب دینے کی بجائے اسے دیکھا تھا جس پر وہ گہری سانس بھر گیا۔ مہرماہ کی آنکھوں میں موجود یگانہ پن اسے پل پل مار رہا تھا۔ "ایک بات پوچھ سکتا ہوں" ضرار نے اسکی آنکھوں میں موجود یگانگی کو بامشکل نظر انداز کرتے محبت و امید سے پوچھا۔ "پوچھیں" اسکے لہجے میں موجود امید کی ننھی سی جوت محسوس کرتے مہرماہ نے ہاں میں سر ہلاتے کہا۔ "کیا تمھیں واقعی لگتا ہے کہ میں تمھیں دھوکہ دے سکتا ہوں" ضرار نے اسکے اجازت دینے پر پوچھا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "کیا اب بھی لگنے لگانے کی بات ہے۔ جب آپکے منہ سے آپکے گناہ کا اقرار سن چکی ہوں۔ مجھے ہر پل آپکا دھوکہ لائبہ کی صورت میں اس گھر میں میری آنکھوں کے سامنے نظر آتا ہے" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ چہرہ جھکا گیا۔ وہ اب اسے کیا بتاتا جب وہ خود ہی نہیں جانتا تھا۔ "بعض اوقات آنکھوں دیکھا سچ نہیں ہوتا ماہ اور کانوں سنے کے بھی دو پہلو ہوتے ہیں ایک بار

دوسرا پہلو بھی سن لو" ضرار نے ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھامنا چاہا پر وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر گئی۔ "مجھے کچھ نہیں سننا اور اس ٹاپک پر میرے ساتھ بات مت کیا کریں" مہرماہ نے کہا۔اس بار اسکا لہجہ سرد تھا جسے محسوس کرتے ضرار نے گہری سانس بھری اور بیڈ شیٹ پر انگلی سے کچھ لکھنے لگا۔ "ٹھیک ہے مت سنو بس میرے ایک سوال کا جواب دے دو پلیز" ضرار نے اسے دیکھتے منت کی۔ "کیسا سوال" مہرماہ نے گہری سانس بھرتے پوچھا۔ "کیا تمھیں مجھ پر بلکل اعتبار نہیں رہا۔کیا تمھارے دل میں موجود میری محبت واقعی وفات پا چکی ہے۔کیا اب ضرار مہرماہ کی زندگی میں کہیں نہیں۔کیا اب میرا عکس تمھاری آنکھوں سے واقعی مٹ چکا ہے" ضرار نے کہا تو اسکی بات سنتے مہرماہ نے اسکے چہرے کو دیکھا۔اسکے چہرے پر اذیت تھی۔آنکھوں میں کرچیاں تھیں۔جبکہ وہ ہارا ہوا لگ رہا تھا۔اسکے عصاب میں مہرماہ نے واضح تھکاوٹ محسوس کی تھی۔اس نے بامشکل اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹائی اور اپنا

چہرہ موڑتے گہری سانس بھری پھر واپس اپنا رخ ضرار کی جانب کر گئی۔ "سچ کہوں تو دل اب تک یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہے کہ آپ نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔دل میں موجود آپکی محبت میری وفات کے بعد بھی وفات نہیں پا سکتی۔آنکھوں سے آپکا عکس مٹانے کی کوشش کر رہی ہوں پر ابھی تک ناکامی ہی مقدر بنی ہے۔ضرار مہرماہ کی زندگی میں ہے پر مہرماہ اب مرنے لگی ہے۔ضرار کا دھوکہ مہرماہ کو مار رہا ہے۔کچھ کر دیں نا۔میں نے آپکے ساتھ جینا تھا پر آپکی بیوفائی مجھے جینے نہیں دے رہی ضار" مہرماہ نے کہا اور آج ضبط ہارتے اچانک اسکے سینے سے لگتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی جس پر ضرار نے اسکے گرد حصار باندھا اور اسے خود میں بھینچ آج کئی دنوں بعد وہ اسکے سینے سے لگی تھی۔آج ضرار کے تپتے دل پر پھوار پڑی تھی۔"ضار۔۔آپکو میرے۔۔ہوتے۔۔ہوئے۔۔کیوں۔۔کسی اور کی۔۔ضرورت پڑی۔۔کیوں۔۔آپ نے۔۔میری جگہ کسی۔۔اور کو

دے۔۔دی۔۔کیوں۔۔کسی۔۔اور۔۔کو میرے۔۔برابر حقوق دے دیے" مہرماہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے بلک بلک کر روتے کہا۔ "ضار کی جند جان مجھے تمھارے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں ہے۔اور تمھاری جگہ کسی کو دینے سے پہلے میں خود کو اپنے ہاتھوں سے ختم کرلوں گا میرا بچہ۔ تمھارے برابر کیا تمھارے پاؤں کی جوتی کے برابر بھی میں کسی کو نا لاؤں۔ تمھارے حقوق فقط تمھارے ہیں۔میں بس تمھارا ہوں۔ ضرار راجپوت پر مہرماہ کے علاوہ کسی کا حق نہیں ہے" ضرار نے اسکے سر پر لب رکھتے کہا تو مہرماہ نے ہچکی بھرتے اسے دیکھا۔ "ہے نا۔۔آپ پر۔۔کسی۔۔اور کا۔۔حق بھی۔۔ہے اور مجھ سے۔۔زیادہ ہے۔۔وہ۔۔آپکو۔۔اولاد۔۔دینے والی۔۔ہے۔۔میں تو۔۔اب کہیں۔۔نہیں رہی" مہرماہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو ضرار نے نفی میں سر ہلاتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "پلیز ایسا مت سوچو۔ایسا نہیں ہے ماہ۔وہ میری کچھ نہیں لگتی۔اس کے بچے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھ پر

صرف تمھارا حق ہے" ضرار نے کہا تو اس نے اپنی فورسٹ گرین آنکھوں میں نمی سموئے اسے دیکھا۔"اگر

--کوئی--تعلق--نہیں--تو--وہ--آپکے--نکاح--نکاح میں--کیوں ہے--کیوں--وہ--آپکی--اولاد--کی ماں ہے" مہرماہ نے اسکا کالر دبوچتے پوچھا تو وہ لاجواب ہوا۔"بتائیں نا چپ کیوں ہیں۔اگر وہ آپکی کچھ نہیں پھر بھی وہ سب کچھ کیوں ہے۔کیوں وہ آپکی بیوی ہے۔کیوں وہ آپکی اولاد کی ماں ہے۔یہ سب تو صرف مجھے ہونا چاہیئے تھا۔آپکی بیوی۔آپکی اولاد کی ماں۔آپکی دوست۔آپکی شریکِ حیات۔آپکی محبت۔آپکی عقیدت۔آپکا عشق یہ سب کہلانے کا حق صرف مہرماہ کو ہونا چاہیئے تھا پھر کسی اور کو کیوں یہ حق دیا۔کیوں مجھ سے میرا مقام چھین لیا۔کیوں مجھے لاوارث کردیا۔دیکھیں میرے ہاتھوں کو (مہرماہ نے اسکے کالر سے ہٹاتے ہتھیلیوں کو اسکے سامنے کیا) یہ خالی رہ گئے ہیں۔کل تک ان میں کیا کچھ نا تھا۔میری خوشیاں۔میری

محبت۔ میرے خواب پر آج۔ آج یہ خالی ہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ اسکی کلائیوں کو تھامتے بغیر کچھ کہے جھکا اور نرمی سے اس کی دونوں ہتھیلیوں کو چومتے اسکی انگلیوں کی پوروں کو لبوں سے لگانے لگا۔ "کچھ نہیں ہوا باخدا کچھ نہیں ہوا۔نا ہی تمھارے ہاتھ خالی ہوئے ہیں۔نا ہی تمھارا مقام چھنا ہے سب یہیں ہے۔بس ابھی نگاہوں سے اوجھل ہے پر مجھے کچھ وقت دو میں سب ٹھیک کردوں گا" ضرار نے چہرہ اٹھاتے کہا تو مہرماہ نے سر جھکایا۔ "ٹھیک کردیں گے؟ لائبہ کو طلاق دے دیں گے ہے نا۔ لیکن میرے دل سے کیسے یہ بات نکالیں گے۔آپکی بیوفائی سے میرا دل تو اب ٹوٹ گیا ہے نا۔کیا بچا ہے؟ کچھ نہیں میرا اندر کھوکھلا ہوگیا ہے۔سب ویران ویران لگتا ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسکی کلائیوں کو ہلکا سا جھٹکا دیتے اسے قریب تر کیا اور اسکا سر اپنے سینے سے لگایا۔ "میں اس ویرانی کو دور کردوں گا بس خود کو مجھ سے دور نا کرو۔ تمھاری دوری مجھے جان سے مار دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔آگے ہی

بہت فاصلہ آگیا ہے اگر اس فاصلے میں مزید اضافہ ہوگیا تو میں مرجاؤں گا باخدا ماہ میری سانسیں بند ہوجائیں گی۔آج چھ دن ہوگئے ہیں تمھیں مجھ سے منہ موڑے اور ان چھ دنوں میں، میں نے خود کو ہر پل مرتے دیکھا ہے۔خدارا اتنا ظلم نا کرو کہ میں اپنا آپ ہار جاؤں" ضرار نے منت کی تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔"مطلب آپ چاہتے ہیں میں آپکی بیوفائی بھول کر پہلے جیسی ہوجاؤں" مہرماہ نے اسکے سینے سے سر اٹھاتے فاصلہ قائم کیا تھا جبکہ حواس ایکدم ہی بیدار ہوئے تھے۔وہ تو اس سے شکوہ نا کرنے کا فیصلہ کرکے یہاں آئی تھی پھر وہ یہ کیا کررہی تھی۔وہ کیسے اسکے سامنے کمزور پڑ گئی۔وہ کیسے رو سکتی تھی۔"میں یہ نہیں کہہ رہا پر کم از کم مجھے ایک موقع تو دو۔اپنا آپ ثابت کرنے کا" ضرار نے اس کے فاصلہ بنانے پر اسکا ہاتھ تھامنا چاہا پر وہ بیڈ سے کھڑے ہوتے اس کی پہنچ سے دور ہوئی۔"ضرورت نہیں ہے۔مجھے نا ہی کچھ سننا ہے نا ہی کوئی صفائی چاہیئے جتنا ہوچکا ہے کافی ہے۔اور ہاں اس رونے کو میری کمزوری مت

سمجھیے گا۔ایک بیوفا سے عشق کیا ہے بھلا میری آنکھیں کیسے خشک ہو سکتی ہیں خیر سو جائیں یا ایک کام کریں آج رات اپنی دوسری بیوی کے پاس چلے جائیں۔اسکی جو کنڈیشن ہے اسے آپ کی ضرورت ہوگی" مہرماہ نے سرد انداز میں کہا تو ضرار نے اذیت سے اسے دیکھا۔"ماہ پلیز اتنے سفاک الفاظ مت کہو کہ میں ٹوٹ جاؤں۔باخدا میں ٹوٹ گیا تو دوبارہ جُڑ نہیں پاؤں گا" ضرار نے اذیت کی انتہا پر پہنچتے کہا تو مہرماہ استہزائیہ مسکرائی۔"میں ٹوٹ چکی ہوں۔اور مجھے میرے عشق نے توڑا ہے۔اسکی اذیت جانتے ہیں آپ" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔"اس اذیت کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا موقع تو دو۔ایک بار معاف کردو پلیز"ضرار نے اسکے روبرو آتے کہا۔"بے وفائی کا تھپڑ مار کر معافی کی امید نہیں رکھتے ضار" مہرماہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو ضرار نے اسکے ہاتھ تھامے۔"میں نے بے وفائی نہیں کی خدارا میرا یقین کرو۔میں صرف تمھارا ہوں" ضرار نے بے بسی کی انتہا پر پہنچتے کہا۔"جو

میرا ہو کر بھی کسی اور کا ہو گیا وہ مجھے چاہیئے ہی نہیں۔ اب میں آپکو اپنا مانتی ہی نہیں اب تو ان باتوں کا فائدہ ہی نہیں" مہرماہ نے کہا اور اس سے اپنے ہاتھ چھڑاتے پیچھے ہوئی۔ "ماہ ایسے الفاظ نا کہو یار کہ کل کو مجھے کھو دو" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے رخ موڑا۔ "وہ تو بعد کی باتیں ہیں نا۔ آپ تو مجھے کھو چکے ہیں۔ اسکا کیا" مہرماہ نے کہا تو ضرار کے اندر کچھ مکمل طور پر ٹوٹا تھا جسکا مہرماہ کو اندازہ تک نا تھا۔ "مجھے معاف کردو۔ میں نے جو کیا غلط کیا پر میرے گناہ کو مکمل جانے بغیر مجھے سزا دے کر تم بھی غلط کر رہی ہو۔ پر کوئی بات نہیں۔ محبوب ہوتا ہی ظالم ہے" ضرار نے ہارے ہوئے لہجے میں کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا جب کہ مہرماہ اسکے لفظوں کو سنتے اپنی جگہ پر پتھر بنی کھڑی تھی۔ وہ کیا کہہ کر گیا تھا اسے کچھ سمجھ نا آئی تھی پر ضرار کے لفظوں سے اسکی روح کو جھنجھوڑا تھا۔

"ٹھیک ہے سعیدہ بی میں چلتی ہوں" ثانیہ نے انکا ہاتھ چومتے کہا تو وہ مسکرائیں اور اسکے سر پر ہاتھ رکھ گئیں۔ "ٹھیک ہے بیٹا دھیان سے جانا اور اپنا خیال رکھنا۔ اللہ پاک تمھاری ساری پریشانیاں دور فرمائے آمین" سعیدہ بی نے اسے دعا دی تو وہ آمین کہہ گئی۔ "آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا اب میں چلتی ہوں۔ اور کل ایک جگہ انٹرویو دینے جانا ہے دعا کریں مجھے جوب مل جائے" ثانیہ نے کہا تو وہ آمین کہہ گئیں جس پر وہ انھیں فی امان اللہ کہتے باہر نکل گئی۔ وہ پُر اعتماد انداز میں چلتی باہر آئی اور اپنی گاڑی میں بیٹھتے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی۔ ثانیہ کو یہاں آتے دو دن ہوگئے تھے اور ان دو دنوں میں سعیدہ بی کے کافی نزدیک ہوگئی تھی۔ ان دو دنوں میں وہ بلکل نہیں روئی تھی۔ وہ بلکل بدل سی گئی تھی۔ اب اس میں ٹھہراؤ آگیا تھا۔ وہ اب نا زیادہ بات کرتی تھی نا ہی زیادہ ہنستی تھی۔ وہ ہر وقت خود میں رہتی تھی۔ یہاں تک کہ گھر میں بھی وہ اب کم ہی بولتی تھی بلکہ ہر وقت نماز یا قرآن یا کوئی نا کوئی نا کلام پڑھتی یا سنتی رہتی

تھی۔ وہ خود کو سب سے دور کر چکی تھی پر اس بار اپنی انا یا نفرت میں نہیں بلکہ اللہ کا قرب پانے کیلئے۔ وہ ثانیہ جو بولتے تھکتی نا تھی وہ اب خاموش رہتی تھی پر اسکی خاموشی خاصی پُرسکون تھی جس پر گھر والے خوش بھی تھے اور پریشان بھی کیونکہ اس سب کے باوجود اسکی آنکھوں میں ایک ویرانی سی تھی جسے وہ ہر وقت چھپانے کی سعی میں لگی رہتی تھی پر عشق کے ظالمانہ وار کا نشان ایسے ہی تھوڑی چھپتا ہے۔ اسے چھپانے میں تو صدیاں بھی کم پڑ جائیں اسے تو ابھی ایک ہفتہ ہوا تھا۔ ابھی وہ اپنی ہی سوچوں میں الجھی تھی جب اسکی نظر ایک عمر رسیدہ خاتون پر پڑی جو دوسری طرف والی سڑک کے بیچ و بیچ کھڑی تھیں اور بہت سے گاڑیاں انکے آس پاس سے گزرتی جا رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا جبکہ ان سے کچھ دور ایک چھڑی گری تھی جسے دیکھ ثانیہ کو پل میں اندازہ ہوا کہ وہ دیکھ نہیں سکتیں۔ اس نے ایک جھٹکے میں گاڑی سڑک کے ایک طرف کھڑی کرتے جلدی سے باہر نکلتے اس طرف بڑھی اور

جاتے اس خاتون کی بازو پکڑتے انھیں سڑک کے سائیڈ پر لائی۔ ”آنٹی آپ ٹھیک ہیں۔آپ سڑک کے بیچ وبیچ کیوں کھڑی تھیں۔اور آپکے ساتھ کیا کوئی ہے نہیں“ ثانیہ نے پوچھا تو وہ عورت گھبرائی۔ ”میں سڑک کے بیچ میں کھڑی تھی“ انھوں نے پوچھا۔ ”جی آنٹی وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ یہاں زیادہ رش نہیں ہے ورنہ خدا نخواستہ آپ کو چوٹ لگ جاتی۔ویسے آپ کون ہیں اور یہاں اکیلی کیا کررہی ہیں“ ثانیہ نے فکر مندی سے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”بچے میں شاہدہ توقیر شاہ ہوں اور میں اکیلی نہیں ہوں میرا بیٹا زین شاہ اور میری ملازمہ میرے ساتھ۔میرا بیٹا میری دوائیاں لے رہا ہے اور میری ملازمہ یہیں ہے۔مجھے پتا نہیں لگا۔میں یہاں ہسپتال آئی تھی پر نا جانے باہر کیسے آگئی“ انھوں نے کہا۔ ”آنٹی یہاں کوئی ملازمہ نہیں ہے“ ثانیہ نے کہا تو وہ حیران ہوئیں۔ ”پر وہ ابھی تو یہی تھی اور وہ ہی مجھے یہاں چھوڑ کر گئی تھی“ انھوں نے کہا تو ثانیہ حیران ہوئی۔ مطلب انکی ملازمہ انھیں مرنے کیلئے چھوڑ گئی

تھی۔کیسے کیسے لوگ تھے اس دنیا میں جو تنخواہ بھی لیتے ہیں اور یوں کسی کی جان مشکل میں بھی ڈالتے ہیں۔ ”کوئی بات نہیں۔اب آپ یہاں کھڑی ہوں اور یہاں سے ہلیے گا مت۔میں آپکی سٹک لے کر آتی ہوں“ ثانیہ انھیں بتانا چاہتی تھی پر ان کی شفیق مسکراہٹ دیکھ اتنا ہی کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئیں جس پر وہ سڑک کی طرف بڑھی اور سٹک اٹھاتے واپس بڑھی۔ وہ سٹک اٹھاتے مسکرائی اور آگے بڑھنے لگی لیکن ابھی وہ ایک قدم ہی چلی تھی جب ایک موٹر سائیکل نے آتے اسے ٹکر ماری جس پر وہ زمین بوس ہوئی اور اس کی بازو بُری طرح سے زمین پر رگڑ کھا گئی جس پر ثانیہ کی سسکی بلند ہوئی۔ ”اوئے کیا پاگل ہو گئے ہو۔مس آپ ٹھیک ہیں“ ابھی وہ اٹھتی کہ اسے کسی مرد کی بھاری گھمبیر آواز سنائی دی جس پر اس نے چہرہ اٹھاتے اوپر دیکھا جہاں دراز قد وجاہت سے بھرپور شخصیت کا حامل مرد کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ ”جی میں ٹھیک ہوں“ ثانیہ نے کھڑے ہوتے کہا اور اس موٹر سائیکل والے کی طرف

دیکھا جو ایک جوان لڑکا تھا یقیناً اس نے نئی نئی بائیک چلانی شروع کی تھی تبھی اتنی تیزی سے چلا رہا تھا۔ثانیہ نے دل میں اس کی سلامتی کی دعا مانگی۔ ”آپ سڑک کے بیچ وبیچ کیا کر رہی تھیں“ سامنے کھڑے خوبرو مرد نے اسے اسکا ہاتھ دیکھتے پوچھا جہاں سے خون بہتا زمین پر گر رہا تھا۔اس کی بازو اچھی خاصی چھِل گئی تھی جس وجہ سے اسکی بازو سے خون کافی تیزی سے بہتے اسکا ہاتھ تک بھگو گیا۔ ”وہ وہاں جو آنٹی کھڑی ہیں۔میں انکی سٹک لینے آئی تھی۔انکی ملازمہ انھیں سڑک کے بیچ وبیچ چھوڑ کر نا جانے کہاں چلی گئی۔ وہ تو شکر ہے میں آگئی ورنہ نا جانے کیا ہوتا“ ثانیہ نے سٹک اٹھاتے کہا تو اس نے اس عورت کو دیکھا اور ان پر نظر پڑتے ہی اس مرد کے پیروں تلے سے زمین کھسکی۔وہ اسکی ماں تھیں مطلب وہ ملازمہ اسکی ماں کو سڑک پر مرنے کیلئے چھوڑ کر گئیں تھی۔اسکا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔وہ مزید کوئی بھی بات کیے انکی طرف بھاگا اور جاتے انھیں اپنے سینے سے لگایا جبکہ انھیں دیکھ ثانیہ سمجھ گئی تھی یقیناً وہ زین

شاہ تھا۔ ”مورے آپ ٹھیک ہیں“ زین شاہ نے پوچھا تو اسکا حصار پاتے مسکرائیں۔ ”ہاں زین میں ٹھیک ہوں۔ میں ناجانے سڑک کے بیچ کیسے پہنچ گئی وہ تو بھلا ہو اس بچی کا جو مجھے یہاں لے آئی“ شاہدہ بیگم نے کہا تو زین شاہ نے انکا سر چوما اور ثانیہ کو دیکھا جو اپنی بازو کو زور سے دبائے ایک طرف سٹک پکڑے کھڑی تھی۔ ”بہت شکریہ۔ آپ نے میری مورے کی مدد کی۔ میں تا عمر آپ کا احسان مند رہوں گا“ زین شاہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”کوئی بات نہیں۔ یہ لیں انکی سٹک میں چلتی ہوں“ ثانیہ نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ ”آپ پہلے بینڈج کروا لیں۔ آپکو کافی چوٹ لگی ہے“ زین شاہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی شاہدہ بیگم بول پڑیں۔ ”چوٹ؟ چوٹ کیسے لگ گئی بیٹا“ انھوں نے پوچھا تو زین شاہ نے انھیں دیکھا۔ ”مورے آپکی سٹک اٹھا رہی تھی بائیک والا ٹکر مار گیا تو انکی بازو پر چوٹ لگی ہے۔ کافی خون بھی بہہ رہا ہے“ زین شاہ نے کہا تو وہ فکر مند

ہوئیں۔ ”زین بچی کو پٹی کراؤ۔ چلو بیٹا“ شاہدہ بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی مورے۔ مس چلیں پلیز بینڈج کروا لیں“ زین شاہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں میں گھر جا کر کر لوں گی“ ثانیہ نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ ”نہیں پلیز آئیں۔ بینڈج دو منٹ میں ہو جائے گی“ زین شاہ نے کہا۔ ”بچے چلو۔ اگر آپ نہیں کراؤ گی تو میں شرمندہ ہوتی رہوں گی کیونکہ میری وجہ سے آپکو چوٹ لگی ہے“ شاہدہ بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آنٹی آپ شرمندہ نا ہوں۔ میں چلتی ہوں آپکے ساتھ“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”ہاں چلو۔ زین چلو واپس ہسپتال“ شاہدہ بیگم نے کہا تو زین شاہ نے ہاں میں سر ہلایا اور انھیں تھامتے آگے کی جانب بڑھا جبکہ ثانیہ ان کے پیچھے آنے لگی۔ ماہ دیر بھی اسی ہسپتال میں کام کر رہا تھا پر آج وہ آف لے کر گھر بیٹھا تھا۔ وہ ان دونوں کے پیچھے چلتے اندر آئی۔ ”مس آپ مورے کے ساتھ آئیں میں ڈاکٹر کا پتا کرتا ہوں“ زین شاہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور

شاہدہ بیگم کا ہاتھ تھام گئی جبکہ وہ ریسیپشن کی طرف بڑھتے بڑھتے دوسری جانب مُڑ گیا جہاں کوئی ڈاکٹر کھڑا تھا۔ثانیہ جو بس اس ڈاکٹر کا کوٹ ہلکا سا نظر رہا تھا۔ وہ دیوار کے ایک طرف تھا تبھی اسکا چہرہ نا دیکھ سکی۔ "ویسے بچے آپ دل کی بہت اچھی ہو آج اگر آپ نا ہوتی تو نا جانے میرا کیا ہوتا" شاہدہ بیگم نے کہا۔ "شکریہ آنٹی۔یہ میرا فرض تھا" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔جبکہ دوسری طرف زین شاہ چلتا اس ڈاکٹر کے پاس آیا جو بلیک شرٹ ساتھ بلیک ہی پینٹ اوپر اپنا وائٹ کوٹ پہنے ہوئے تھا جس پر ڈاکٹر عامر ملک کے نام کا بیج لگا تھا۔ "ایکس کیوزمی !ڈاکٹر" زین شاہ نے اسے پکارا تو عامر نے اسے دیکھا۔وہ ابھی راؤنڈ کیلئے نکلا تھا۔ "جی ! ! کیا" عامر نے اس سے پوچھنا چاہا پر عامر کے باقی الفاظ سامنے کھڑے زین شاہ کے پیچھے سے آتی ثانیہ کو دیکھتے منہ ہی کہیں رہ گئے۔وہ اس وقت سیاہ عبایا پہنے ایک بوڑھی عورت سے کوئی بات کرتے اسی طرف آرہی تھی۔آج ایک ہفتے بعد وہ اسے دیکھ رہا تھا۔اسکی بیٹُو۔اسکی

بیوی۔ اسکا عشق۔ ایک ہفتے بعد وہ اسکے سامنے تھی۔چند قدموں کے فاصلے پر تھی۔عامر کی نگاہیں دیوانہ وار اپنی جانِ جہاں کو دیکھ رہی تھیں۔جبکہ ثانیہ جو شاہدہ بیگم سے باتیں کرتی آرہی تھی اس نے کسی کی نگاہوں کی تپش خود پر محسوس کرتے نظر اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں عامر کھڑا دیوانہ وار اسے دیکھ رہا تھا۔اسے دیکھ ثانیہ کے قدم ایک لمحے کو رکے تھے پر وہ خود کو کمپوز کر گئی۔وہ اس کے سامنے کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔وہ اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہوتے اپنی عزتِ نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی بھرپور اعتماد سے چلتے زین شاہ کے برابر آتے اچھے خاصے فاصلے پر کھڑی ہوئی۔"لے آہی گئیں مس۔تو ڈاکٹر میں کہہ رہا تھا کہ کوئی لیڈی ڈاکٹر ہیں یہاں۔دراصل انھیں چوٹ لگی ہے تو انکی بینڈج کروانی ہے" زین شاہ نے کہا تو اسکی چوٹ کا سنتے عامر پریشان ہوا۔اس نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ثانیہ بول اٹھی۔"آنٹی ویسے ہاسپٹل کی ضرورت نہیں ہے۔چھوٹا سا زخم ہے میں گھر

جا کر بینڈج کر لوں گی" ثانیہ نے کہا تو شاہدہ بیگم نے اسکا ہاتھ دبایا۔ "نہیں بیٹا کیوں ضرورت نہیں ہے مجھے بچاتے بچاتے آپکو اتنی بُری چوٹ لگ گئی تو میرا اتنا فرض بنتا ہے کہ آپکو ہاسپٹل لاؤں" شاہدہ بیگم نے کہا تو عامر نے اسکے ہاتھ کو دیکھا جہاں سے خاصا خون بہہ رہا تھا۔ "آنٹی کوئی بات نہیں ہے چھوٹا سا زخم ہے چند دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا" ثانیہ نے اپنے عبائے سے ہی اپنے ہاتھ کو دباتے کہا تو زین شاہ نے مُڑتے اسے دیکھا۔ "مس ویسے زخم چھوٹا نہیں ہے۔ دیکھیں کیسے آپکی بازو لہو لہان ہو رہی ہے۔ اور آپ کہہ رہی ہیں کہ کوئی بات ہی نہیں۔ ویسے آپکی باتوں سے لگتا ہے یا تو آپ نے چھوٹی عمر میں بہت زخم کھائے ہیں یا پھر آپ بے حس ہیں" زین شاہ نے کہا تو ثانیہ نے عامر کو دیکھا۔ "بے حس ہی سمجھ لیں۔ مجھے ان چھوٹے موٹے زخموں سے بلکل فرق نہیں پڑتا اس سے بڑے بڑے زخم کھائے ہیں اور اپنوں کے ہی ہاتھوں کھائے ہیں" ثانیہ نے عامر کی طرف دیکھتے کہا تھا جس پر عامر کا سانس رکا۔ دل

اس کے لہجے میں موجود خالی پن کو محسوس کرتے لرزا تھا۔ جسم نے ایک پل کو ساتھ چھوڑا تھا۔ وہ اسے اذیت دے بیٹھا تھا اسکا اندازہ اسے تھا پر اس قدر دے بیٹھا ہے اس چیز کا اندازہ اسے ثانیہ کی آنکھوں کی ویرانی نے بتا دیا تھا۔ "لگتا ہے زندگی نے کافی زیادتی کی ہے آپکے سات" زین شاہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی زندگی نے تو زیادتی کی کچھ اپنوں کے بڑے کرم ہیں۔ خیر ان باتوں کو چھوڑ دیں مجھے دیر ہو رہی ہے" ثانیہ نے کہا تو زین شاہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ڈاکٹر کوئی لیڈی ڈاکٹر ہیں یہاں اس ٹائم انکی بینڈج کروانی ہے" زین شاہ نے عامر سے پوچھا تو اس نے ثانیہ سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔ "میں کر دیتا ہوں آپ میرے کیبن میں آجائیں" عامر نے براہِ راست ثانیہ کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "ڈاکٹر شاید آپ دیکھ سکتے ہیں وہ عبایا پہنتی ہیں یقیناً کسی نامحرم مرد سے بینڈج کروانے پر وہ انکنفرٹیبل ہونگی" زین شاہ نے کہا تو عامر نے ثانیہ سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔ اسکے لبوں پر دلکش

مسکراہٹ پھیلی تھی جسے زین شاہ سمجھ نا سکا۔"میں انکا نامحرم نہیں ہوں۔شریکِ حیات اور محبت ہیں یہ میری" عامر نے کہا تو زین شاہ ایک پل کو حیران ہوا جبکہ ثانیہ کے چہرے پر ایک تاثر تک نا آیا۔"یہ واقعی آپکے شوہر ہیں" زین شاہ نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔"جی ابھی ہیں لیکن بہت جلد یہ مجھے طلاق دے دیں گے" ثانیہ نے کہا تو زین شاہ نے آئی برو اچکاتے عامر کو دیکھا جس نے نفی میں سر ہلایا اور ہاتھ بڑھاتے ثانیہ کا ہاتھ تھامنے لگا پر وہ پیچھے ہٹ گئی۔"ایکس کیوز می سسٹر" ثانیہ نے پاس سے گزرتی نرس کو پکارا جو ابھی آئی تھی۔"جی میم" اس نرس نے اسے دیکھا۔"میرے ہاتھ پر چوٹ لگی ہے مجھے بینڈج کروانی ہے" ثانیہ نے کہا تو نرس نے اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا جس پر وہ شاہدہ بیگم اور زین شاہ کو خدا حافظ بولتے نرس کے ساتھ ایک روم کی طرف بڑھ گئی جبکہ عامر اسکی پشت کو تکتا رہ گیا۔"طلاق دے رہو اپنی بیوی کو" زین شاہ نے پوچھا تو عامر نے ہوش میں آتے اسے دیکھا جو شاہدہ بیگم کو

کرسی پر بٹھا رہا تھا۔ ”نہیں لیکن لڑ کر انھیں گھر سے نکال دیا اور طلاق کی دھمکی دے دی“ عامر نے کہا تو زین شاہ کی آنکھوں کے سامنے ایک منظر سا آیا اور اس منظر کے ساتھ روتی ہوئیں سنہری آنکھوں کا عکس لہرایا جنکا مان اس نے توڑا تھا۔ ”ایسی بات نہیں کرنی چاہئے۔ جس کے لیے بعد میں پچھتانا پڑے۔ ہم لوگ ایسی بات کر تو دیتے ہیں پر ان باتوں سے بہت سے عزیز رشتوں کو کھو دیتے ہیں“ زین شاہ نے کہا عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”لیکن میں انھیں کھو نہیں سکتا۔ میری بیوی میرا کل سرمایہ ہیں۔ انھیں کھو دیا تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گا“ عامر نے کہا تو زین شاہ مسکرایا۔ ”اللہ پاک تمھارے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔ اب میں چلتا ہوں۔ ہو سکے تو اپنی بیوی کو جلدی منا لینا ورنہ جب وقت ہاتھ سے نکلتا ہے تو خساروں کے سوا کچھ نہیں بچتا“ زین شاہ نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ ”مجھے ایسا لگ رہا جیسے تم بھی میرے والا گناہ کر چکے ہو“ عامر نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔ ”ہاں کر چکا ہوں۔ ایک معصوم کا دل بُری

طرح توڑ بھی چکا ہوں۔ جو مجھ سے روٹھ چکی ہے اور اب یوں مجھے خود سے دور کردیا ہے جیسے میں اس دنیا میں ہوں ہی نہیں" زین شاہ نے کہا اور شاہدہ بیگم کو کھڑا کیا جنھوں نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑتے اسے دلاسہ دیا۔"اللہ پاک تمھارے لیے بھی آسانیاں پیدا فرمائے" عامر نے کہا تو وہ مسکرایا اور شاہدہ بیگم کے ساتھ باہر کی جانب بڑھنے لگا لیکن عامر کی آواز نے اسے روکا۔"ویسے تم ہو کون۔ تمھارا نام کیا ہے" عامر نے پوچھا تو وہ مُڑا اور مسکرایا۔"میں سید زین شاہ ہوں۔ڈیرہ غاذی خان کے "بستی عظیم" گاؤں سمیت سو گاؤں کا سردار۔لال حویلی کا اکلوتا چشم و چراغ۔اور دشمنوں کی بیٹی پر دل ہارنے والا بد نصیب" زین شاہ کہتے رکا نہیں بلکہ شاہدہ بیگم کے ساتھ باہر نکل گیا جبکہ عامر اسکی آخری بات پر اسکے لیے دعا مانگتے اس روم کی طرف بڑھا جہاں اسکی بیوی تھی۔

"سسٹر انکی بینڈج ہو گئی ہے" عامر نے روم میں آتے پروفیشنل انداز میں نرس سے پوچھا جو ثانیہ کی بینڈج کو باندھ رہی تھی۔ "جی ڈاکٹر ہو گئی ہے" اس نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے آپ باہر جائیں مجھے میری بیوی سے کچھ بات کرنی ہے" عامر نے کہا تو پہلے تو وہ نرس بیوی لفظ پر حیران ہوئی لیکن پھر ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گئی جبکہ ثانیہ نے بھی کھڑے ہوتے اسے اگنور کرتے باہر نکلنے لگی لیکن عامر اسکا ہاتھ تھام گیا۔ "ہاتھ چھوڑیں میرا مسٹر" ثانیہ نے سپاٹ انداز میں کہا تو عامر نے بغیر کچھ کہے اسے اپنے قریب کیا۔ "نہیں چھوڑ سکتا مسز" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "میرا ہاتھ چھوڑیں۔ کوئی حق نہیں آپکو مجھے چھونے کا" ثانیہ نے کہا تو وہ گہری سانس بھر گیا۔ "ایسا نا کہیں ثانیہ میرا عشق ہیں آپ" عامر نے کہا تو وہ استہزائیہ ہنسی۔ "عشق؟ عشق پر اعتبار نا کرنے والے عشق کا نام لے کر عشق کی توہین کرتے ہیں۔ خدار عشق کو یوں بدنام نا کریں" ثانیہ نے کہا تو عامر نے شدت سے آنکھ میچتے

کھولیں۔ ”ایسے نا کہیں۔ میں سچ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں میں نے جو کیا وہ قابلِ معافی نہیں پر ایک بار مجھے موقع دیں۔ صرف ایک بار مجھ پر اعتبار کرلیں“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ ”اعتبار کرلوں؟ وہ بھی آپکا؟ ہرگز نہیں عشق کو بیچ راہ میں چھوڑنے والوں کا اعتبار کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔ میں ایک بار آپ پر اعتبار کرنے کی غلطی کرچکی ہوں پر بار بار نہیں“ ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسکے ہاتھ تھامے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ ”بیٹُو پلیز ایک بار صرف ایک بار مجھے موقع دے دیں۔ باخدا اس بار صرف مجھے معاف کردیں۔ ایک بار مجھے موقع دے دیں سکونِ قلب میں آپ سے ایسا عشق کروں گا کہ عشق بھی میرے عشق پر رشک کرے گا۔ ایسی وفا نبھاؤں گا کہ وفاؤں کو اپنی وفا پر شک ہونے لگے گا“ عامر نے اسکے ہاتھوں پر چہرہ ٹکاتے کہا تو ثانیہ نے اپنے ہاتھ کھینچے۔ ”آپکے منہ سے وفا کی باتیں اچھی نہیں لگتیں عامر۔ جو شخص چند کاغذ کے ٹکڑوں پر یقین کرتے بغیر تصدیق کیے مجھے گھر سے نکال دے

اور مجھے طلاق کی دھمکی دے ایسے شخص کا یقین کیسے کروں اور عشق ! عشق کی بات نا کریں باخدا آپ نے جو کیا ہے میرا عشق پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے" ثانیہ نے کہا تو عامر کا دل بند ہونے کو ہوا۔ "ثانیہ میں جانتا ہوں جو میں نے کیا وہ بہت غلط تھا میرا بچہ پر کیا ایک بار اپنے عامر کو موقع نہیں دیں گی۔ آپ بیشک مجھے معاف نا کریں پر صرف مجھے موقع دے دیں۔ میں عشق کرتا ہوں آپ سے۔ نہیں جی سکتا آپکے بغیر" عامر نے کہا تو ثانیہ دکھ سے مسکرائی۔ "باخدا عامر اگر یہ اظہارِ عشق آپ نے مجھے اپنی زندگی سے نکالنے سے پہلے کیا ہوتا تو میں اپنا وجود آپ پر وار دیتی پر اب مجھے اس اظہار سے بلکل خوشی نہیں مل رہی" ثانیہ نے کہا تو عامر کا دل اذیت سے دو چار ہوا۔ جبکہ دماغ کی شریانیں تک پھٹنے کو تھیں۔ "آپ جانتے ہیں میں نے بہت ٹوٹ کر چاہا تھا آپکو پر آپ نے جس طرح میری تذلیل کرتے مجھے اپنے گھر سے جانے کا کہا وہ میرے دل کو اتنے ٹکڑوں میں تقسیم کرگیا ہے کہ میں تا عمر بھی ان ٹکڑوں کو سمیٹتی رہوں تب بھی

میرا دل نہیں جُڑ پائے گا۔آپ مجھے طلاق کے کاغذات بھجوا دیجیے گا میں سائن کردوں گی" ثانیہ نے نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔"نہیں دوں گا طلاق آپکو سمجھیں آپ ہرگز نہیں دوں گا۔خبردار اب ایسی بات کی بیٹُو" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔"ٹھیک ہے کوئی بات نہیں میں بھائی سے بات کرلیتی ہوں۔وہ خود کچھ نا کچھ کرلیں گے۔پر میرا مشورہ یہی ہے کورٹ کچہری میں جانے کی بجائے گھر میں ہی اس معاملے کو ختم کرلیں۔ویسے بھی تین ماہ کا سمجھوتہ ختم ہوگیا ہے تو اس نام نہاد رشتے کو بھی ختم کردینا چاہیئے" ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسے تھامنا چاہا پر وہ پیچھے ہٹ گئی جس پر عامر کا دل کٹا تھا۔وہ اسکی اس بات کو دل سے لگا چکی تھی۔"نہی ختم کرنا مجھے یہ رشتہ سنتی کیوں نہیں آپ" عامر نے بے بسی سے کہا۔"مجھے بھی اب یہ رشتہ نہیں رکھنا عامر۔آپ نے ایک بار چند کاغذ کے ٹکڑوں پر یقین کرتے مجھے گھر سے نکال دیا۔آپ دوبارہ بھی کرسکتے ہیں۔اور میں بار بار اپنی تذلیل نہیں کروا سکتی۔بار

بار جیتے جی موت کا مزا نہیں چکھنا مجھے۔ بس مجھے طلاق دے دیں اور اس معاملے کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کردیں"ثانیہ نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا تو وہ کھڑا ہوا اور اسکے قریب ہوتے نرمی سے اسکے کندھے تھامتے اسے پاس کیا۔"نہیں دوں گا طلاق سمجھیں آپ۔ ناراض رہنا ہے رہیں میں منا لوں گا لیکن طلاق نہیں دوں گا۔ اور ہاں سادہ سا بندہ ہوں کوئی بڑی بڑی باتیں کر کے آپکو امپریس نہیں کروں گا بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر اقرار کررہا ہوں کہ عشق ہے مجھے آپ سے اور آپکو اپنا بنا کر ہی دم لوں گا۔ ایڑھی چوٹی کا زور بھی لگائیں گی تب بھی آپکو طلاق نہیں دوں گا۔ آپکے پیروں میں بیٹھ کر آپکو مناؤں گا اگر تب بھی نا مانیں تو آپکو منانے کیلئے گھنگروں باندھ کر رقص کروں گا۔ دیوانے کی طرح آخری سانس تک آپکے در پر معافی کا طلبگار بن کر بیٹھا رہوں گا۔ آپ سے یوں معافی مانگوں گا جیسے لوگ بخشش مانگتے ہیں لیکن آپکو اب کی بار میں خود سے دور نہیں جانے دوں گا۔ یہ عامر ملک کا ثانیہ عامر ملک سے وعدہ ہے۔ اور طلاق کا

خیال اپنے ذہن سے نکال دیں کیونکہ عامر ملک مر سکتا ہے پر آپکو طلاق نہیں دے سکتا" عامر نے محبت و عقیدت سے بھرے لہجے میں کہا تو ثانیہ نے سانس روکتے اسے دیکھا۔ وہ اظہار کر رہا تھا اور واقعی ڈنکے کی چوٹ پر کر رہا تھا۔ثانیہ ایک پل کو واقعی سب بھولتے اس کے خوبصورت اظہار میں کھوئی تھی پر اگلے ہی لمحے خود پر سرد پن کا کھول چڑھاتے پیچھے ہوئی۔ "آپکا عشق آپکو مبارک۔ خدا حافظ" ثانیہ نے کہا اور بغیر اسے دیکھے باہر نکل گئی۔ "درد مبارک کہنا چاہیئے تھا عشق تو آپکے سائے میں مبارک ہوتا ہے۔ آپکے بغیر تو بس درد ہی درد ہوتا ہے" عامر نے بند دروازے کو دیکھتے کہا جہاں سے وہ ابھی گئی تھی اور پاس رکھی کرسی پر ڈھے جانے والے انداز میں بیٹھ گیا۔ اسکی ثانیہ اس سے اتنا ناراض ہوگئی تھی۔ اسکا دل خون کے آنسو رویا تھا۔ثانیہ کو اس نے اپنے ہاتھوں سے کھویا تھا اور اب وہ کھونا اسکا دل زخمی کر رہا تھا۔

"یشی اٹھو ہم ڈاکٹر کے پاس چلیں" ماہ دیر نے اسے کہا جو صبح سے نڈھال سے ہوئی بیڈ پر لیٹی تھی۔اسے صبح سے چکر آرہے تھے تبھی ماہ دیر نے اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کا سوچا۔وہ صبح سے اب تک دو بار اسکا چیک اپ کرچکا تھا اور جو اسے محسوس ہورہا تھا۔وہ اس بات کو کنفرم کرنا چاہتا تھا۔اسے محسوس ہورہا تھا جیسے وہ پھر والدین کے رتبے پر فائز ہونے والے ہیں پر ابھی وہ کنفرم نہیں تھا۔جبکہ اپنے میں ہوئی تبدیلیاں یشائم بھی محسوس کرچکی تھی۔اور وہ اس حوالے سے کنفرم تھی۔ پچھلے دو ہفتوں سے وہ خود میں جو کچھ محسوس کررہی تھی۔وہ حوریہ کی بار اس نے محسوس کیا تھا۔وہ ماں تھی بھلا وہ کیسے نا سمجھتی۔"ابھی جانا ہے" یشائم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے پاس بیٹھتے اسے نرمی سے اٹھا کر بٹھاتے اپنے ساتھ لگا گیا۔"جی میری جان ابھی جانا ہے۔طبیعت نہیں ٹھیک نا میری ٹائیگریس کی تو ابھی چیک اپ کراتے ہیں" ماہ دیر نے اسکی گال سہلاتے نرمی سے کہا تو یشائم نے

ہاں میں سر ہلایا۔ ”میں عبایا پہن لوں بس پھر چلتے ہیں“ میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے محبت و نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”جلدی سے پہن لو پھر چلتے ہیں“ ماہ دیر نے کہا وہ مسکراتے بیڈ سے کھڑے ہوتے ڈریسنگ میں بند ہوئی جبکہ ماہ دیر بیٹھا اسکا انتظار کرنے لگا۔ وہ نہیں جانتا تھا جو وہ سوچ رہا ہے وہ سچ ہے یا نہیں پر دل آج ایک الگ طرز پر دھڑک رہا تھا۔ وہ دوبارہ باپ کے رتبے پر فائز ہوگا یہ سوچ ہی اسے سرشار کر رہی تھی۔ اسکی لٹل ہائنس کا چھوٹا بہن یا بھائی آئے گا۔ وہ کتنا خوش ہوگی۔ وہ سوچ چکا تھا کہ اگر یہ سچ ہوا تو وہ میشائم کا یہ خوبصورت پیریڈ اسکے لیے کسی فیری ٹیل کی طرح بنائے گا۔ وہ اسکے ماضی کی اس خوفناک یاد کو بھی جڑ سے ختم کردے گا۔ ”دِیر چلیں“ وہ جو اپنی سوچوں میں مصروف تھا میشائم کی آواز پر اسے دیکھا جو مہرون عبایا پہنے تیار کھڑی تھی۔ ”جی دِیر کی جان چلو“ ماہ دیر نے محبت سے جواب دیا اور اسکا ہاتھ تھامتے روم سے باہر نکلتے نیچے کی جانب بڑھا جہاں سے خلیل صاحب اور حوریہ

کی فکر مندی سے بھری آوازیں آرہی تھیں۔وہ دونوں انکی آواز سنتے پریشان ہوتے نیچے آئے تو نظر ثانیہ پر پڑی جسکے ہاتھ اور بازو پر پٹی بندھی دی۔"گڑیا یہ کیا ہوا ہے" ماہ دیر نے اسکے پاس آتے پوچھا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔"بھائی کچھ نہیں بس چوٹ لگ گئی۔پریشان نا ہوں" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر مزید پریشان ہوا۔"کیسے لگی چوٹ اور مجھے کال کیوں نہیں کی۔اتنی زیادہ لگی ہے۔گاڑی کیسے ڈرائیو کی" ماہ دیر نے ایک ہی سانس میں اتنے سارے سوال پوچھے تو ثانیہ مسکرائی۔"میں بھی یہی پوچھ رہا ہوں اس سے۔گڑیا کال کیوں نہیں کی" خلیل صاحب نے کہا۔"بابا اتنی چوٹ نہیں لگی سچی۔بس گر گئی تھی تو خراش آگئی ہے باقی ٹھیک ہے۔اب خراش کیسے آئی وہ بھی بتا دیتی ہوں۔ایک نابینا آنٹی کی مدد کررہی تھی تو بائیک والا ٹکر مار گیا پر زیادہ نہیں لگی پرومس" ثانیہ نے کہا۔"گڑیا آپ نے مجھے کال کیوں نہیں کی۔چلیں کسی کی مدد کرنا اچھی بات ہے پر آپکو کو چوٹ لگی تھی مجھے کال کرتی تاکہ میں آپکو لینے آجاتا" ماہ دیر نے اسے

اپنے ساتھ لگاتے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "بھائی بس اسی لیے آپکو کال نہیں کی کیونکہ آپ پریشان ہو جاتے اور ویسے بھی میں اتنی بہادر تو ہوں نا کہ یہ چھوٹی موٹی خراشیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔آپ پریشان نا ہوں" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بچے آپکو یہ چیزیں اذیت نہیں دیتی پر آپکو کانٹا بھی چبھتا ہے تو ہم سب تڑپ جاتے ہیں" ماہ دیر کی بات پر ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "جانتی ہوں بھائی لیکن پلیز پریشان نا ہوں میں ٹھیک ہوں" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو ٹھیک ہے لیکن جا کر ریسٹ کرو اور اب میں کوئی کام کرتا نا دیکھوں آپکو ورنہ مار پڑے گی" ماہ دیر نے مصنوعی رعب سے کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر سب ہی ہنسے۔ "چلو اب آپ آرام کرو میں آتا ہوں تھوڑی دیر تک اور سب سے ضروری ایسے ہی ہنسا کرو چپ چپ نا رہا کرو" ماہ دیر نے کہا تو وہ سر خم کر گئی۔ "حوریہ جاؤ اپھو کو روم میں لے کر جاؤ اور ان پر نظر رکھو۔اگر اپھو ریسٹ نا کریں تو بابا کو کال کرنا اوکے" ماہ دیر نے حوریہ کو

کہا جو ثانیہ کا ہاتھ پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔ ”اوتے بابا ذان (اوکے بابا جان)“ حوریہ نے فوراً اچھے بچوں کی طرح کہا تو ماہ دیر نے اسکا سر چوما۔ ”بھائی اسے کہہ دیں کہ نماز پڑھنے دے ورنہ یہ تو اٹھنے بھی نہیں دے گی“ ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”حوریہ اپھو کو نماز پڑھنے دینا اوکے“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چلو اب اپھو کو روم میں لے جاؤ۔ بابا آپ بھی آرام کر لیں۔ ہم تھوڑی دیر تک آتے ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ میشائم کا ہاتھ تھامتے باہر نکل گیا جبکہ خلیل صاحب اپنے روم کی طرف بڑھے۔ ”تلیں اپو (چلیں اپھو)“ ان سب کے جاتے ہی حوریہ بولی۔ ”چلتے ہیں میں پانی پی لوں“ ثانیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نذے پتا اے اپ مم نئی پیے دی اول تام تلیں دی۔ لوم می تلیں واں بی مم اے (مجھے پتا ہے آپ پانی نہیں پیئے گی اور کام کریں گی۔ روم میں چلیں وہاں بھی پانی ہے)“ حوریہ نے کہا تو ثانیہ نے اسے گھورا۔ ”ڈھیر فٹ کی آفت

ہو تم حوریہ" ثانیہ نے دانت کچکاتے کہا تو حوریہ نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے اسے دیکھا۔ "لوم میں تلیں اپو ولنہ جے ڈیل پت تی آپت بابا ذان تو تال تل دے دی (روم میں چلیں اپھو ورنہ یہ ڈھیڑ فٹ کی آفت بابا جان کو کال کردے گی)" حوریہ نے دھمکی لگائی تو ثانیہ نے منہ کھولتے اسے دیکھا۔ "یہ دھمکیاں لگانا کہاں سے سیکھیں ہے" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "تھد ای آدیا (خود ہی آگیا)" حوریہ نے مسکراتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "میری جان ایسا نا بولا کرو نظر لگ جائے گی میری گڑیا کو" ثانیہ نے اسکا ہاتھ پکڑتے اوپر کی جانب بڑھتے کہا۔ "نئی لدتی بابا ذان ایت التر شی پل تے پھوت مالتے ایں۔ اش شے نجل نئی لتی (نہیں لگتی بابا جان آیت الکرسی پڑھ کر پھونک مارتے ہیں۔ اس سے نظر نہیں لگتی)" حوریہ نے کہا تو ثانیہ کو اس پر پیار آیا۔ "اللہ نا ہی کرے کبھی میرے بچے کو نظر لگے۔ اللہ پاک میری گڑیا کو ہر حاسد کی نظر سے محفوظ رکھے" ثانیہ نے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔ "اللہ اللہ اپو اتی شالی دائیں حولیہ

تے لیے (اللہ اللہ اپھو اتنی ساری دعائیں حوریہ کیلئے)" حوریہ نے آنکھوں میں چمک لیے پوچھا تو اس نے ہنستے ہاں میں سر ہلایا جس پر حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگایا اور مسکراتے اسکے ساتھ روم میں چلی گئی۔

"ڈیزی تم جانتی ہو میں اب اسد سے ہرگز بات نہیں کرنے والی" عائشہ نے ڈیزی کو پیار کرتے کہا جو اسکی گود میں بیٹھی اپنا ہاتھ چاٹ رہی تھی جبکہ عائشہ اسے اسد کی شکایتیں لگا رہی تھی۔ اسد آج نا ہی اسے آفس چھوڑنے گیا تھا اور نا ہی اسے واپسی پر لینے آیا تھا بلکہ اس نے آج ضرار کو کہا تھا جس پر عائشہ خاصی خفا تھی اس سے۔ وہ کل رات بھی اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔ عائشہ کو کل رات سے ہی اسکی بے حد یاد آرہی تھی پر اسد نا خود آرہا تھا نا ہی کال اٹھا رہا تھا۔ "وہ بے حد بُرے ہیں ڈیزی۔ انھیں میری پرواہ ہی نہیں ہے۔ میں رات سے انکا ویٹ کررہی ہوں۔ پر مجال ہے جو ایک میسج بھی کیا ہو" عائشہ

نے کہا تو ڈیزی نے اسے دیکھا گویا کہنا چاہ رہی ہو حوصلہ رکھو پر عائشہ آج ہرگز حوصلہ رکھنے کے موڈ میں نا تھی بلکہ وہ اسد سے بھرپور ناراضگی کے موڈ میں تھی۔ ”میسج نہیں کیا کیونکہ میں خود ہی آگیا ہوں“ وہ جو منہ پھلائے بیٹھی تھی اسد کی آواز پر مُڑتے فوراً بالکونی کی طرف دیکھا جہاں گلاس ڈور سے ٹیک لگائے وہ کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسد پچھلے پندرہ منٹ سے یہاں کھڑا اس کی شکایات سن رہا تھا۔ اسے دیکھ عائشہ نے چہرہ موڑا تو اسد نفی میں سر ہلاتے اسکے پاس آیا اور اسکے عین سامنے زمین پر ایڑھیوں کے بل بیٹھ گیا۔ ”ڈیزی جاؤ جاکر کھیلو“ اسد نے ڈیزی کو کہا تو اسکے ہاتھ سے چہرہ رگڑتے عائشہ کی گود سے اتری اور بالکونی میں چلی گئی۔ ”ناراض ہو“ اسد نے اسکے ہاتھ تھامتے پوچھا پر وہ خاموش رہی۔ ”شہزادی مجھے دیکھو“ اسد نے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا رخ اپنی طرف کیا تو عائشہ نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا جبکہ اسکی آنکھوں میں شکوہ پڑھتے اسد نے نرمی سے اوپر ہوتے اسکی آنکھوں پر لب

رکھے۔ ”ناراض ہو مجھ سے“ اسد نے سیدھے ہوتے پوچھا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ ”کیا نہیں ہونا چاہیئے“ عائشہ نے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ایسا نہیں کہہ رہا۔ناراض ہونا ہے ہو تمھارا حق ہے میں مناؤں گا یہ میرا فرض ہے“ اسد نے اسکے ہاتھوں کی پشت کو باری باری چومتے کہا تو عائشہ کی پلکیں لرزیں تھی۔ ”اب ایسے چھوٹی سی بات پر شرماؤ گی تو میں منانے کی بجائے رومینس کرنے لگوں گا“ اسد نے منمناتے کہا تو عائشہ نے اسے گھورا۔ ”ارے میری بٹر فلائی مذاق کر رہا ہوں۔میں پہلے مناتا ہوں نا اپنی پیاری بیوی کو“ اسد اسکی گھوری پر فوراً سیدھے ہوتے بولا۔ ”نہیں ماننا مجھے۔جائیں یہاں سے“ عائشہ نے خفا انداز میں کہا تو اسد نے اسے دیکھا۔ ”سوری نا بزی تھا۔کام آگیا تھا ایک“ اسد نے کہا تو عائشہ کے غصے کے گراف میں اضافہ ہوا۔ ”کام ضروری تھا نا تو جائیں کام ہی کریں یہاں کیوں آئے ہیں۔میں اہم تھوڑی ہوں۔کام کرلیں آپ بیوی گئی بھاڑ میں“ عائشہ نے اسکے ہاتھوں سے

اپنے ہاتھ کھینچے۔ "بیوی بھاڑ میں نہیں میری باہوں میں زیادہ اچھی لگے گی" اسد بے شرارت سے کہا تو عائشہ نے اسے گھورا اور رخ موڑ گئی جس پر وہ گہری سانس بھر کر کھڑے ہوتے اسکے پاس بیٹھتے بغیر اسے سمجھنے کا موقع دیے اسے اپنی گود میں منتقل کرگیا۔جبکہ اسکی حرکت پر اس نے پہلے منہ کھولتے حیرت سے اسے دیکھا جسے دیکھ اسد مسکرایا اور نرمی سے اسکی گال پر لب رکھ گیا جس پر عائشہ ہوش میں آئی۔ "یہ کیا حرکت ہے؟ چھوڑیں مجھے" عائشہ نے اسے گھورتے کہا تو اسد نے بجائے اسے چھوڑنے کے اسکے گرد حصار مضبوط کیا جس پر عائشہ کو مزید غصہ آیا اور وہ اب کی بار بغیر کچھ کہے اسکے سینے پر مکے برسانے لگی جس پر اسد نے بھی اسے نا روکا۔وہ چاہتا تھا وہ اپنا غصہ نکال لے تاکہ وہ پرسکون ہوکر اس سے بات کرلے۔ "آپ انتہائی بُرے ہیں" اسد عائشہ نے اسکے سینے پر مکے برساتے کہا تو اسد نے فرمانبردار بچے کی طرح ہاں میں سر ہلایا۔ "جیسا تم کہو" اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے پھر گھورا۔ "آپ بہت

خراب ہیں" عائشہ نے ایک اور الزام لگایا جس پر اب کی بار بھی سر خم کیا گیا۔ "تم کہتی ہو تو مان لیا" اسد نے کہا تو عائشہ کو مزید غصہ آیا۔ "آپکو میری پرواہ ہی نہیں ہے" عائشہ نے ایک اور الزام لگایا تو اسد اس الزام پر تڑپ اٹھا تھا۔ "استغفرُللہ ! اب جھوٹ تو نا بولو" اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے گھورا جس پر اسد نے لب دباتے مسکراہٹ روکی اور ساتھ ہی کندھے اچکا گیا۔ "اسد نا کریں مجھے تنگ" عائشہ نے اسکی حرکت پڑتپ کر کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میرا بچہ اچھا سوری اب نہیں کرتا۔ اب مجھ سے پوچھ لو میں کہاں تھا۔ اتنا مارا ہے تم نے اب مزید مار نہیں کھائی جائے گی" اسد نے اسکا سر چومتے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ "زور سے لگی ہے" عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہونٹوں کو بچوں کی طرح گول کرتے ہاں میں سر ہلایا جس پر عائشہ کی آنکھوں میں نمی اتری جسے دیکھ اسد نے اسے فوراً سینے میں بھینچا۔ "شہزادی مذاق کر رہا ہوں۔ بلکل زور سے نہیں لگی۔ پلیز رونا نہیں۔ تمھارے رونے سے مجھے تکلیف

ہوتی ہے۔ چاہو تو پھر مار لو پر رونا مت" اسد نے کہا تو عائشہ نے سوں سوں کرتے اسے دیکھا۔ "صبح سے کہاں تھے آپ بلکہ رات سے" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اس کے لبوں کو چھوتے سیدھا ہوا۔ "میں تمھارے لیے کچھ لینے گیا تھا۔میں تو صبح ہی آنے والا تھا پر صبح اماں سائیں کی دوائیاں لینے چلا گیا تو اب آفس میں ایک میٹنگ دیکھ کر سیدھا یہاں آیا ہوں تمھارے پاس" اسد نے کہا تو عائشہ نے چند لمحے اسے دیکھا پھر اس کے کندھے پر سر رکھتے آنکھیں موند گئی جس پر وہ مسکراتے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ "میں آپکو مس کر رہی تھی اسد۔مجھے بہت بُرے طریقے سے آپکی عادت ہو گئی ہے۔اور عادت محبت سے زیادہ بُری چیز ہے۔آپ ایک دن اگر مجھے ملنے نہیں آتے تو مجھے ہر چیز بُری لگنے لگتی ہے" عائشہ نے کہا تو وہ نرمی سے مسکراتے اس کا ماتھا چوم گیا۔ "سوری میں آئیندہ سے خیال رکھوں گا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپ کیا لائے ہیں میرے لیے" عائشہ کو

جیسے یاد آیا تو فوراً پوچھا۔ ”ہاں رُکو“ اسد نے کہا اور اپنے سیاہ کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالتے ایک سیاہ بوکس نکالتے اسکی طرف بڑھایا جسے وہ تھامتے کھول گئی۔ اور اس بوکس میں موجود چیز کو دیکھتے عائشہ کی آنکھوں میں چمک جبکہ چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ رقصاں ہوئی جسے دیکھ اسد مسکرایا۔ اس باکس میں بڑے بڑے خوبصورت سیاہ ریزن والے جھمکے تھے جن میں اصلی پھولوں کو رکھتے محفوظ کیا گیا تھا جبکہ اس پر ایک چھوٹا سا لفظ "عشق" لکھا تھا اور اسد ملک کیلئے عشق کا مطلب عائشہ راجپوت تھی۔ چونکہ عائشہ قدرت کی دیوانی تھی تبھی یہ جھمکے اس نے خاص عائشہ کیلئے تیار کروائے تھے۔ ”اسد یہ کتنے پیارے ہیں اور یہ پھول واللہ یہ کتنے خوبصورت لگ رہے ہیں“ عائشہ نے ان جھمکوں کو اسکے سامنے کرتے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تمھیں اچھے لگے؟“ اسد نے سوال کیا۔ اسکا چہرہ تو سب بتا چکا تھا پر وہ اسکے منہ سے بھی سننا چاہتا تھا۔ ”بہت اچھے لگے پہن کر دکھاؤں“ عائشہ نے ایکسایٹڈ ہوتے

پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”میں پہناتا ہوں“ اسد نے کہا اور اسکا ہاتھ تھامتے کھڑے ہوتے آئینے کے سامنے لے گیا۔ عائشہ عین آئینے کے سامنے کھڑی تھی جبکہ اسد اسکے پیچھے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ پہنائیں اب اسکے دیکھنے پر عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا اور اسکے ہاتھ سے بوکس پکڑتے ایک جھمکا پکڑا اور بے حد احتیاط سے اسے درد دیے بغیر اسکے ایک کان میں پہناتے دوسرے کو بھی جھمکے سے سجا گیا۔ وہ جھمکے پہنتے ہی عائشہ ایک لمحے کو مبہوت ہوئی۔ وہ اسکے چہرے کے شیپ کے مطابق تھے اور اس پر خاصے جچ رہے تھے جبکہ اسد اسے دیکھ مسکرایا اور اپنی جیب سے سارے نوٹ نکالتے اس کے سر پر سے وار گیا جس پر عائشہ نے پہلے تو حیرت سے اسے دیکھا لیکن اگلے ہی پل کھلکھلا کر ہنس دی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکی بازو پکڑتے اسے سینے میں بھینچ گیا۔

”یشی مجھے سمجھ نہیں آرہی میں کیسے تمھارا شکریہ ادا کروں۔کیسے تمھیں بتاؤں کہ میں کتنا خوش ہوں۔تم مجھے ایک بار پھر خوش قسمت بنانے والی ہو۔تم مجھے پھر سے باپ کے رتبے پر فائز کرنے والی ہو“ ماہ دیر نے اسے سینے سے لگاتے اسکا سر چومتے کہا تو یشائم کا چہرہ سرخ ہوا۔وہ دونوں پچھلے ایک گھنٹے سے ہاسپٹل میں تھے۔ماہ دیر نے یہاں آتے سب سے بیسٹ لیڈی ڈاکٹر سے یشائم کا چیک اپ کرایا تھا۔اور چیک اپ کے بعد ماہ دیر کو ڈاکٹر نے وہی بات بتائی تھی جو وہ سننا چاہتا تھا۔وہ بابا بننے والا تھا۔یشائم اور اسکی اولاد پچھلے دو ہفتوں سے یشائم کے وجود میں نشوونما پارہی تھی جسکا انھیں اندازہ نا تھا۔اور آج ڈاکٹر کے بتانے پر ان دونوں کی آنکھیں تشکر سے نم ہوئیں تھی۔ڈاکٹر کے کیبن سے نکلتے ہی اس نے یشائم کی دوائیاں لی اور آتے گاڑی میں بیٹھا۔گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے اپنے سینے سے لگا گیا جس پر یشائم نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ”میرا نہیں۔۔اللہ کا شکریہ ادا کریں“

یشائم نے مدھم شرم سے چور آواز میں کہا تو وہ مسکراتے اسکا ماتھا چوم گیا۔ ”ابھی گھر جا کر شکرانے کے نوافل ادا کریں گے۔ تم خوش ہو“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میں بہت خوش ہوں دِیر“ یشائم نے کہا تو وہ پرسکون ہوا۔ ”میں بھی بہت خوش ہوں۔ اللہ پاک ہمیں پھر سے اتنی بڑی خوشی دے رہا ہے۔ میرا دل کر رہا ہے میں تم پر اپنا آپ قربان کردوں۔ میرا دل کر رہا ہے میں ساری دنیا کو چلا چلا کر بتاؤں کہ میں پھر سے بابا بننے والا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو یشائم مسکراتے اسے دیکھنے لگی جسکے چہرے کی خوشی دیدنی تھی۔ ”اللہ پاک آپکے چہرے کی مسکراہٹ سلامت رکھے“ یشائم نے کہا۔ ”میرے چہرے کی مسکراہٹ تمھارے ہونے سے ہے“ ماہ دیر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو یشائم کے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ جھکتے نرمی سے اس کے دونوں رخساروں کو باری باری چوم گیا۔ ”اچھا دِیر آپ سے ایک بات پوچھوں“ یشائم نے اسکے سیدھے ہوتے پوچھا۔ ”پوچھو

جانِ دِیر" ماہ دیر نے اسکی ٹھوڑی کو چومتے کہا۔ "آپ۔۔کا تو۔۔

فرسٹ۔۔۔بے بی۔۔۔ہے پھر بھی۔۔آپ کہہ۔۔۔رہے ہیں۔۔۔پھر

سے" یشائم نے جھجکتے کہا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔وہ جانتا تھا یشائم

اب بھی کئی چیزوں کو لے کر انسیکیور تھی۔ "کیا حور میری بیٹی نہیں ہے" ماہ

دیر نے پوچھا تو یشائم نے تڑپ کر نفی میں سر ہلایا۔ "میں نے ایسا نہیں کہا۔وہ

ہماری بیٹی ہے پر۔وہ پھر بھی آپ کی زندگی میں اپنی پیدائش کے بعد میں آئی

تھی پر یہ بے بی تو آپکے پاس ہی آئے گا" یشائم نے کہا تو ماہ دیر نے بے حد

نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے ہونٹوں کو محبت سے چھوا تو یشائم

کی آنکھیں پھیلیں جبکہ چہرہ تپ کر انگارہ ہوا۔ "حوریہ بیشک پہلے دن سے ہی

میرے پاس نہیں تھی پر وہ میری جان ہے۔اور مجھے آنے والے ننھے مہمان

سے زیادہ عزیز ہے۔حوریہ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔وہ ہے جس نے مجھے جینا

سکھایا۔ہمارے جتنے بھی بچے ہوں مجھے حوریہ ہمیشہ ان سب سے زیادہ عزیز

ہوگی" ماہ دیر نے کہا تو یشائم مسکرائی لیکن اگلے ہی پل مسکراہٹ دباتے اسے گھورنے لگی جس پر ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا یشی میں نے کوئی غلطی کی ہے کیا" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے اچھا خاصا منہ پھلاتے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا بتاؤ آئی ایم سوری" ماہ دیر نے فوراً اپنا گناہ جانے بغیر معافی مانگی تو یشائم کو اس پر شدید قسم کا پیار آیا۔ "اگر حوریہ آپکے دل کا ٹکرا ہے تو میں کیا ہوں" یشائم نے منہ بناتے پوچھا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکا سر چوما۔ "تم میرا پورا کا پورا دل ہو" ماہ دیر نے کہا تو وہ اسکا چہرہ کِھل اٹھا تھا۔ "سچی" یشائم نے اسے دیکھتے آنکھوں میں چمک لیے پوچھا۔ "مچی۔ تم میرا دل ہو۔ میرا عشق ہو۔ میری شریکِ حیات ہو۔ میرے بچوں کی جنت ہو۔ میری خوشیوں کا سبب ہو۔ میرا سب کچھ ہو" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر وہ آنکھیں موند گیا۔ "بہت شکریہ دِیر۔ مجھے اپنانے کیلئے۔ مجھے خوشیوں سے متعارف کرانے کیلئے۔ مجھ سے محبت کرنے

کیلئے۔مجھے زندگی کا اصل مطلب سمجھانے کیلئے۔ میرے زخموں پر مرہم رکھنے کیلئے۔بلکہ ہر چیز کیلئے بہت شکریہ "میشائم نے کہا تو اس اسے سینے سے لگایا۔ "شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھارے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو میشائم کے چہرے کی مسکان میں اضافہ ہوا۔یہ سچ تھا وہ اسکے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔میشائم نے مسکراتے سوچا اور اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر ماہ دیر نے بھی اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکائی۔ "گھر چلیں" میشائم نے تھوڑی دیر بعد چہرہ ہلکا سا اٹھاتے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں چلتے ہیں۔ اب دیر ہو رہی ہے۔گھر جا کر سب کو یہ خبر بھی سنانی ہے ابھی" ماہ دیر نے کہا تو اثبات میں سر ہلایا جس پر وہ اسے یونہی اپنی گود میں بٹھائے ہی گاڑی گھر کی جانب بڑھا گیا۔

"سائیں بات سنیں" مریم نے اسے پکارا جو اسکے بالوں میں آئل لگانے میں مصروف تھا۔ وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی روم میں آئے تھے۔ مریم کے سر میں درد ہو رہی تھی جس پر وہ پریشان ہوا اور فوراً تیل نیم گرم کر کے لاتے اب اسکے سر کی مساج کر رہا تھا۔ مریم کا وجود اب پہلے کی نسبت خاصا بھر گیا تھا۔ وہ شہریار کو بھالو کی طرح لگنے لگی تھی۔ وہ آتے جاتے اسکے رخساروں کو یا تو چومتا تھا یا چٹکی کاٹتا تھا جس پر مریم کبھی ہنستی تو کبھی چِڑ جاتی تھی۔ "سنائیں سائیں کی جان" اس نے نرمی سے جواب دیتے اسکی گول مٹول رخسار کو چوما تو وہ مسکرائی۔ "سائیں میرا ماما بابا اور یشی سے ملنے کا دل کر رہا ہے تو کیا ہم کل یا پرسوں جا سکتے ہیں" مریم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ضرور جا سکتے ہیں۔ اگر تم کہو گی تو ابھی چلتے ہیں" شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں کل ہی چلے گیں۔ ابھی اچھا نہیں لگتا" مریم نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "یہ تو ہے۔ اچھا خیر وہ پھر کل چلیں گے۔ ابھی

کچھ اور دل کر رہا ہے۔ میرا مطلب کچھ کھانے پینے کو۔ یا کچھ بھی کرنے کو۔ تم بس حکم کرو" شہریار نے کہا تو مریم کے چہرے پر بچوں جیسی خوشی آئی۔ "سائیں مجھے نا چاکلیٹ کھانی ہے اور مجھے باہر لانگ سائیڈ پر بھی جانا ہے وہ بھی ابھی" مریم نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ "ٹھیک ہے آجاؤ چلیں" شہریار نے کہا تو مریم نے فوراً مسکراتے اسے دیکھا۔ "آپ میری ہر بات کیوں مانتے ہیں" مریم نے پوچھا تو اسکے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "کیونکہ تم میرے دل کی ملکہ ہو اور ملکہ کی ہر بات ماننا مجھ جیسے عاشق شوہر کا فرض ہے" شہریار نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے کہا تو مریم کھلکھلا کر ہنس دی۔ "اللہ اللہ سائیں ایک آپ اور ایک آپکی باتیں مجھے مسکرانے پر مجبور کر دیتی ہیں" مریم نے ہنستے ہوئے کہا اور اپنے سر کی پشت پیچھے اسکے سینے پر ٹکائی جس سے شہریار کی سفید شرٹ پر آئل کا نشان پڑا پر شہریار کو رتی برابر فرق نہیں پڑتا تھا۔ اسکی پٹھانی ہنس رہی تھی اور اسے کیا چاہیئے تھا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان ایک تم اور تمھاری مسکراہٹ

مجھے دیوانہ کردیتی ہے" شہریار نے ہمیشہ کی طرح اسی کے انداز میں جواب دیا تو مریم ایک بار ہنس پڑی جس پر شہریار بھی ہنسا اور اسکی گال پر لب رکھ گیا جس پر مریم مکمل اسی طرف رخ کر گئی۔ "پٹھانی اب ایسے ہنستی رہو گی تو میں نگاہیں نہیں ہٹا پاؤں گا" شہریار نے اس کے چہرے کو ہاتھوں میں بڑھتے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "بنا غلیہ، زہ ستا سرہ مینہ لرم.(مجھے آپ سے محبت ہے سائیں)" مریم نے اس کی بھوری آنکھوں میں اپنی سمندر جیسی نیلی آنکھیں گاڑھتے کہا تو شہریار کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "آئی لو یو ٹو سائیں کی پٹھانی" شہریار نے جواب دیا اور اسکی طرف جھکتے بے حد محبت سے اسکی سانسوں کو قریب سے محسوس کرنے لگا جس پر مریم نے سرخ پڑتے آنکھیں موندیں اور اسکے سینے پر ہاتھ رکھ گئی۔ "تم جانتی ہو تم میری زندگی کا سب سے خوبصورت حصہ ہو مریم شہریار ملک ہو۔ میرے عشق کی اکلوتی وارث ہو" اس نے محبت سے مریم کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ

اپنی حیا سے لبریز آنکھیں کھولتے اسے دیکھنے لگی۔ "اور آپ میری پوری زندگی ہیں سائیں" مریم نے کہا تو شہریار نرمی سے مسکرایا۔ "یہ میرے شرف کی بات ہے" شہریار نے ہلکی سی گردن خم کرتے کہا تو مریم مسکرائی۔ "تم جانتی ہو پٹھانی ! میں ہمیشہ سوچتا تھا کہ میرے ساتھ کبھی معجزہ نہیں ہو سکتا پر تمھارا میری زندگی میں آنا میری سوچوں کو غلط ثابت کر گیا۔ تم میرے لیے اللہ کا معجزہ ہو" شہریار نے کہا تو مریم مسکرائی اور اسکے ہاتھوں کو تھامتے ہمیشہ کی طرح بے حد عقیدت و محبت سے اسکے ہاتھوں کی پشت پر باری باری لب رکھے اور انھیں اپنی آنکھوں سے لگایا تو شہریار مسکرایا۔ اسے مریم کا یہ انداز بے حد پسند تھا۔ وہ جب جب ایسا کرتی تھی شہریار کو نئے سرے سے اپنا دیوانہ بناتی تھی۔ "اور آپ میرے لیے اللہ کی وہ نعمت ہیں جس نے میری ویران زندگی کو گلزار بنا دیا" مریم کی بات پر شہریار نے اسے سینے سے لگایا جس پر مریم نے بھی اسکے سینے سے گال ٹکاتے آنکھیں موندیں۔ دونوں خاموشی سے ایک

دوسرے کی سانسوں اور دھڑکنوں کو سن رہے تھے جو انکے عشق کی مالا جپ رہی تھیں۔ "پٹھانی" کچھ دیر یونہی رہنے کے بعد شہریار نے اسے پکارا۔ "جی" مریم نے بغیر اسکے سینے سے سر اٹھائے جواب دیا۔ "چلیں لانگ ڈرائیو پر" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "آپکا حصار کسی بھی سفر سے زیادہ خوبصورت ہے۔مجھے کہیں نہیں جانا" مریم نے کہا تو شہریار کو اس پر شدت سے پیار آیا جس پر اس نے جھکتے اسکا سر چوما اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسے خود میں بھینچ گیا جس پر مریم بھی چپ چاپ اسکے ساتھ لگے بیٹھی رہی۔یہ حصار زندگی بخش تھا جہاں سے وہ کبھی آزادی نہیں چاہتی تھی۔

"تم جارہی ہو ماما کے ساتھ؟" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا جو بیڈ پر کتابیں پھیلا کر بیٹھی پڑھ رہی تھی۔فردوس بیگم، تنزیل بیگم اور دراب صاحب کسی فیملی فرینڈ کی طرف فنکشن پر جارہے تھے جبکہ عائشہ آفس تھی اور ضرار کو بھی باہر جانا تھا

تبھی اس نے مہرماہ سے پوچھا تھا۔ ”نہیں میں کیا کروں گی جا کر۔ میں وہاں کسی کو جانتی تک نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ اس لیے پوچھ رہے ہیں کہ میرے جانے کے بعد لائبہ کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنا ہے تو وہ آپ میری طرف سے ابھی جا کر کرلیں مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھرتے دل کے درد کو کم کیا۔ ”میں اسکے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنے کیلئے نہیں کہہ رہا۔ مجھے ایک ضروری کام سے باہر جانا ہے تھوڑا لیٹ ہوجاؤں گا اس لیے پوچھ رہا ہوں“ ضرار نے کہا تو اس نے کتابوں سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”تو جائیں۔ میں نے کب روکا ہے“ مہرماہ نے لاپروائی سے کہا تو ضرار صوفے سے اٹھتے بیڈ پر آتے اس کے عین سامنے بیٹھا۔ اس دوران ان دونوں نے ایک لمحے کو بھی نظروں کے مابین ہونے والی گفتگو میں خلل نا ڈالا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ ”اب ایسے کرو گی میرے ساتھ“ ضرار نے بیڈ پر بیٹھتے مدھم آواز میں پوچھا۔ ”آپ نے تو اس سے بھی زیادہ بُرا

کیا۔ کیا میں نے پوچھا" مہرماہ نے اس پر سے نگاہیں ہٹائے بغیر کہا۔ "ایک بار پوچھو تو سہی۔ تمھاری خاموشی میری روح کو زخمی کررہی ہے" ضرار نے ہاتھ بڑھاتے اسکا ہاتھ تھامتے اپنے دونوں ہاتھوں میں دبایا تو مہرماہ نے ایک نظر اپنے باہم جُڑے ہاتھوں کو دیکھا پھر چہرہ اٹھاتے اسے دیکھنے لگی۔ اس نے آج ضرار کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں کھینچا تھا۔ "میرے لفظوں کا قتل کرچکی ہے آپکی بے وفائی۔ اب میرے پاس خاموشی کے سوا کچھ نہیں بچا" مہرماہ نے کہا تو ضرار اسکے قریب ہوا اور ایک ہاتھ اسکی رخسار پر رکھا۔ "اپنے دل سے پوچھ کر بتاؤ۔ کیا میں تم سے بیوفائی کرسکتا ہوں۔ ماہ میرا عشق ہو تم۔ اور عشق مومن کے عقیدے کی طرح ہوتا ہے جیسے مومن اپنا قبلہ نہیں بدلتا ویسے ہی عشق میں عاشق اپنا محبوب نہیں بدلتا۔ ضرار راجپوت کا عشق ہو تم۔ میرا ظالم محبوب ہو۔ جس کے ہاتھوں میں ہزار بار اپنا دل زخمی کروا کر اسی کے در پر آؤں گا۔ اور کیسے ثبوت دوں کہ میں بے وفا نہیں ہوں۔ ان چند دنوں میں

تمھارے بولے گئے الفاظ، تمھارا رویہ، تمھاری بے رخی اور تمھارا مجھ سے غافل ہونا میرے دل کو اس حد تک زخمی کر چکا ہے کہ مجھے اپنا آپ غیر ضروری لگنے لگا ہے پر پھر بھی میں اپنے زخمی دل کو ہتھیلی پر رکھ کر تمھارے پاس دوبارہ زخمی کروانے لاتا ہوں۔پھر بھی مجھے بے وفا کہو تو تف ہے مجھ پر جو تمھیں اپنے عشق و وفا پر یقین نا دلا پایا" ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے محبت و غم کی ملی جلی کیفیت سے کہا تو مہرماہ کی آنکھوں میں نرمی آئی جسے دیکھ ضرار سانس نا لے سکا۔آج اتنے دن بعد اس نے مہرماہ کی آنکھوں میں اپنے لیے نرمی دیکھی تھی۔"آپ جانتے ہیں۔آپ کے الفاظ مجھے میرا ہر عہد توڑنے پر مجبور کر رہے ہیں پر ضار آپ خود بتائیں میں کیا کروں۔کیسے پھر سے پہلے جیسی ہو جاؤں جب میرے عشق نے مجھے دھوکہ دے دیا۔جب میرے شوہر کسی اور کے بھی اتنے ہی ہیں جتنے بس میرے ہونا چاہیئے تھا۔ایک غیر عورت کو آپکی اولاد کی ماں بنتے دیکھ میں کیسے خود کو سنبھالوں۔مجھ سے نہیں ہو رہا یہ سب

برداشت۔میں پل پل مر رہی ہوں" مہرماہ نے مدھم آواز میں نرمی سے کہا تو ضرار نے آگے جھکتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے آنکھیں موندیں جس پر مہرماہ بھی آنکھیں بند کر گئی۔"میں جانتا ہوں یہ سب برادشت نہیں ہو رہا تمھیں پر کیا تم مجھ پر یقین نہیں کر سکتی۔مہرماہ تو ضرار کی ہے پھر کیا مہرماہ اپنے ضرار پر یقین کر کے اسے معتبر نہیں کر سکتی" ضرار نے پوچھا۔"کیسے یقین کروں۔میرا ہر چیز ہر انسان یہاں تک کہ خود پر سے بھی یقین اٹھ گیا ہے۔مجھے میرے عشق نے ایسی مار ماری ہے کہ نا جی پا رہی ہوں نا مر پا رہی ہوں۔عشق کی مار بہت بُری ہوتی ہے انسان پر سانسیں تک تنگ کر دیتی ہے۔میرے عشق نے مجھے دھوکہ دیا۔میرا عشق کسی اور کا ہو گیا بہت درد ہوتی ہے ضار" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسکے چہرے پر پکڑ نرمی سے مضبوط کی۔"میں صدقے اپنے عشق پر۔میں قربان اپنی ماہ پر۔یقین کرو روحِ من میں نے تمھیں دھوکہ نہیں دیا۔تمھارا عشق آج بھی تمھارا ہے۔تمھارا ضار آخری سانس تک فقط تمھارا

ہی رہے گا۔میں اپنے سر کے بال تک پر کسی کو حق نا دوں۔ مجھ پر کل بھی میری کا حق تھا اور ہمیشہ میری ماہ کا حق ہی رہے گا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔"ضار سب پہلے جیسا کردیں۔مجھے بہت اذیت ہوتی ہے۔جب جب آپکی بے وفائی یاد آتی ہے تب تب میری سانس رک جاتی ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے بھی آنکھیں کھولیں۔ا"گر سب ٹھیک کردوں تو پھر سے میری ماہ بن جاؤ گی جو اپنے ضار سے عشق کرتی تھی" ضرار نے کہا تو اسنے پیچھے ہوتے نظریں جھکائیں۔ "میرے لیے اب پہلے جیسی بننا بہت مشکل ہے کیونکہ اگر لائبہ یہاں سے چلی بھی جائے تب بھی میرے دل سے آپکی بے وفائی نہیں نکلے گی پر میں کوشش کروں گی" مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور اسکی کلائی پکڑتے اسے واپس اپنی جانب کھینچا جس سے وہ اسکے قریب تر ہوئی۔ا"گر میں اس سب میں ریزہ ریزہ ہوگیا تو" ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا جس پر مہرماہ لاجواب ہوئی۔"میں نہیں

جانتی" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "اس دن تم نے کہا تھا تمھیں مجھ پر یقین ہے۔کیا اس بات پر آج بھی قائم ہو" ضرار نے پوچھا تو اس نے ہولے سے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے پھر اس یقین کو ڈگمگانے مت دینا۔مجھے صرف دو دن کا وقت دو پھر تمھاری اذیت ختم ہو جائے گی" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب" مہرماہ نے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر گیا۔ "جلد بتاؤں گا۔ابھی میں چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے" ضرار نے کہتے بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "میرے اتنے بُرے رویے کے باوجود مجھے اتنی محبت سے چھوتے ہیں۔کیوں؟" مہرماہ نے پوچھا تو ضرار مسکرایا۔ "محبوب تو ہوتا ہی ظالم ہے اس نے بھلا کب عاشق پر رحم کھایا ہے۔تو اگر عاشق محبوب کے بُرے رویے پر عشق کرنا چھوڑ دے تو کیا خاک عاشق ہوا" ضرار نے کہا تو مہرماہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔کیا تھا یہ شخص۔اسکی اتنی بے رخی کے باوجود وہ

اسے محبت بھری نگاہوں سے ہی دیکھ رہا تھا۔ مہرماہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر آگے ہوتے اسکے سینے سے لگی جس پر ضرار پہلے تو حیران ہوا لیکن اگلے ہی پل اسکے گرد اپنے دونوں بازو حمائل کرتے اسے خود میں بھینچ گیا۔ "ضار سب ٹھیک کردیں نا پلیز۔ میرا دل پھٹ رہا ہے۔ مجھے بہت سی شکایتیں کرنی ہیں پر آپ کے پاس آتی ہوں تو آپکی بے وفائی یاد آجاتی ہے خدارا سب پہلے جیسا کردیں ورنہ میں مر" مہرماہ کی بات پوری ہونے سے پہلے ضرار نے جھکتے بے حد محبت سے اسکے الفاظ چُنے جس پر مہرماہ بھی آنکھیں موند گئی۔ "بہت بُری ہو تم۔ جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتے میری سانس روکتی ہو" ضرار نے کچھ دیر بعد سیدھے ہوتے کہا تو مہرماہ نے اپنا سرخ چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "آپ سے کم ہی بُری ہوں" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہاں تم بُری نہیں ہو تم تو ظالم ہو۔ میرا ظالم محبوب" ضرار نے کہا تو وہ دکھ سے مسکرائی۔ "ظالم نہیں تھی آپ تو جانتے ہیں نا آپکی ماہ کتنی نرم دل تھی۔ یہ تو آپکے دھوکے

نے ظالم بنا دیا ضرار ورنہ میں تو ایسی نہیں تھی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے پہلے اسکی آنکھوں پر اور پھر اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"میں سب ٹھیک کردوں گا۔میں اپنی روحِ من کو پھر سے نرم دل بنا دوں گا۔پھر میرا ظالم بچہ دوبارہ سے اچھا بچہ بن جائے گا" ضرار نے اسکی ناک دباتے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔"میرے تھکنے سے پہلے سب ٹھیک کردیں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکی ناک سے ناک مس کی جس پر مہرماہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔"جو میری روحِ من کا حکم" ضرار نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی۔"ٹھیک ہے۔اب آپ جائیں لیٹ ہو رہے ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ٹھیک ہے لیکن کیا جانے سے پہلے میرا ماتھا چوم سکتی ہو" ضرار نے آنکھوں میں امید لیے اسے دیکھتے پوچھا تو مہرماہ انکار نا کر سکی۔وہ بغیر کچھ کہے اسکی طرف جھکی اور بے حد نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گئی جس پر وہ مسکرایا۔ایک سکون تھا جو ضرار کے رگ

وپے میں سرایت کرگیا تھا۔"فی امان اللہ" مہرماہ نے سیدھے ہوتے کہا تو وہ جواب دیتے باہر نکل گیا۔جبکہ مہرماہ نے منہ میں آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکی۔وہ لاکھ اس سے خفا سہی پر وہ اس سے غافل نہیں تھی۔اور آج ناجانے کیوں ضرار کی باتوں میں اسے ایسا کچھ محسوس ہوا تھا جس نے اسے ایک بار پھر ضرار پر یقین کرنے پر مجبور کیا تھا۔

"مس ثانیہ آپکی ڈگری اور گریڈز دیکھ کر آئی ایم امپریسڈ" سامنے بیٹھے قریباً اٹھائیس سالہ حسام نے کہا۔ثانیہ آج راولپنڈی کی سب سے بڑی فیشن ڈیزائنرنگ کمپنی میں انٹرویو دینے آئی تھی۔اس نے فیشن ڈیزائنرنگ میں ڈگری لی تھی تو اب وہ اپنی ڈگری کو ضائع کرنے کی بجائے جوب کرتے اپنی ڈگری اور ٹیلنٹ کو اچھے طریقے سے انویسٹ کرنا چاہتی تھی جس پر سب گھر والے خاصے خوش تھے۔"تھینکیو سر"ثانیہ نے پروفیشنل انداز میں جواب دیا۔"کوئی

بات نہیں ویسے میں نے آپکی سی وی دیکھی اور مجھے کافی عجیب لگا کہ آپ جیسی ٹیلنٹڈ لڑکی نے آج تک کہیں کام کیوں نہیں کیا۔اور آپکے بنائے گئے ڈیزائنز وہ بھی بہت زبردست ہیں" حسام نے کہا تو ثانیہ کو ماضی کا کیا کچھ نا یاد آیا جس پر اس نے گہری سانس بھری۔"سر آج تک کبھی ضرورت نہیں پڑی" ثانیہ نے پُر اعتماد انداز میں کہا تو وہ اس نے آئی برو اچکائی۔"تو اب آپکو کیوں ضرورت پڑی۔کوئی پیسوں کا مسئلہ یا کچھ اور" حسام نے پوچھا۔"سر ضرورت تو کوئی نہیں بس اپنی ڈگری کو ضائع نہیں کرنا چاہتی۔میں نے اتنا دل لگا کر پڑھا تھا تو وہ بس ڈگری لے کر گھر بیٹھنے کیلئے تھوڑی تھا۔مجھے میرا کریئر بنانا ہے تبھی آج میں یہاں ہوں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"نائس۔سو مس ثانیہ مبارک ہو۔آپ سیلکٹ ہوچکی ہیں۔آپ منڈے سے جوائن کرلیجیے گا" حسام نے کہا تو ثانیہ مدھم سا مسکرائی۔"شکریہ سر۔انشاءاللہ اب میں پیر کو آؤں گی۔فی امان اللہ" ثانیہ نے کھڑے ہوتے کہا تو وہ بھی کھڑا ہوا۔فی امان اللہ مس ثانیہ حسام

نے کہا تو وہ باہر نکل گئی۔وہ آفس کے کوریڈور سے گزرتے باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔وہ جیسے جیسے چل رہی تھی سب کی گردنیں اس کی جانب مُڑتی جارہی تھیں۔وہ صرف خوبصورت نہیں وہ بے حد خوبصورت تھی۔اس کا اقرار وہاں موجود ہر شخص یہاں تک کہ لڑکیوں نے بھی کیا تھا۔اسکا سفید حجاب کے حالے میں مقید چہرہ اور اس پر چھائی معصومیت جبکہ آنکھوں میں خود اعتمادی اور حیا کی جھلک سب کو ایک پل کو مبہوت کرگئی تھی۔جبکہ ثانیہ ان سب کی نظروں کو اگنور کرتے باہر کی جانب بڑھی اور پُراعتماد انداز میں چلتے پارکنگ میں آتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھی جو کہ خاصی کونے میں تھی۔وہ چلتے اپنی گاڑی کے پاس آئی اب اسکا ارادہ مہرماہ کی طرف جانے کا تھا۔ایک تو مہرماہ گھر اکیلی تھی دوسرا اسے اس لائبہ چڑیل کو بھی بتانا تھا کہ اسکی بہن اکیلی ہرگز نہیں ہے لہٰذا اس سے دور رہے۔ثانیہ نے گاڑی کا دروازہ کھولنے کو ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے پہلے ہی کسی نے گاڑی کے پیچھے سے نکلتے اسکا ہاتھ تھاما اور اسے بغیر سمجھنے

کا موقع دیے بغیر گاڑی کے پیچھے کی جانب لے جاتے گاڑی کے ساتھ لگاتے اسکے دونوں اعتراف ہاتھ رکھتے اسکا رستہ روکا تو ثانیہ نے جھٹکے سے چہرہ اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں عامر کھڑا بے انتہا محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے پارکنگ میں کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔"یہ کیا حرکت ہے مسٹر عامر" ثانیہ نے اسے دیکھتے تیز لہجے میں کہا۔"حرکت تو کوئی بھی نہیں ہے مسز۔بس میرا آپکو دیکھنے کا دل کر رہا تھا تو چلا آیا۔ویسے آپ ڈر گئیں تھی نا کہ آپکو کس نے چھوا تو گھبرایا مت کریں عامر ملک کے علاوہ ثانیہ عامر ملک کو کوئی نہیں چھو سکتا" عامر نے کہا تو ثانیہ نے گہری سانس بھری۔"ہو گئی آپکی باتیں تو اب چھوڑ دیں مجھے جانا ہے" ثانیہ نے کہا سپاٹ انداز میں کہا تو عامر کے دل کو کچھ ہوا۔وہ سامنے کھڑی صنفِ نازک کو اتنی بُری طریقے سے توڑ چکا تھا کہ وہ جو اسے دیکھتے ہی مسکرا دیتی تھی آج اسکے چہرے پر نرمی کا عنصر تک نا تھا۔"اتنے دن کی باتیں ہیں دو پل میں کیسے ختم ہو سکتی ہیں بھلا" عامر نے اسکی

ناک کو چھونا چاہا پر ثانیہ ہاتھ اٹھاتے اسے روک گئی۔ ”آپ مجھے چھونے کا حق کھو چکے ہیں مسٹر عامر۔ خدارا یہ ڈرامے چھوڑ کر طلاق نامہ بھجوادیں“ ثانیہ نے کہا تو عامر نے گہری سانس بھری۔ ”ثانیہ طلاق کا نام مت لیا کریں مجھے اذیت ہوتی ہے۔ میں آپکو آج کل یا کبھی بھی طلاق نہیں دینے والا“ عامر نے کہا تو ثانیہ استہزائیہ ہنسی۔ ”واہ میں طلاق کا نام بھی نا لوں کیونکہ آپکو اذیت ہوتی ہے پر آپ طلاق کی دھمکی دے کر گھر سے نکال دیں کیونکہ میں نے آپکے بھائی کو چھوڑا تھا۔ بڑے انصاف پسند ہیں آپ تو“ ثانیہ نے طنز کیا تو عامر شرمندہ ہوا۔ ”بیٹُو“ عامر نے کچھ کہنا چاہا پر ثانیہ اسے ٹوک گئی۔ ”مسٹر عامر مجھے اس نام سے مت پکاریے گا۔ کھو چکے ہیں آپ ہر حق مجھ پر۔ کھو چکے ہیں ہر اقتدار۔ کھو چکے ہیں مجھے“ ثانیہ نے کہا تو عامر نے بغیر کچھ کہے جھکتے اپنی پیشانی اسکے کندھے پر ٹکائی جس پر ثانیہ نے کوئی ری ایکٹ نا کیا۔ ”مسٹر عامر پیچھے ہٹیں یہ پبلک پلیس ہے“ ثانیہ نے کہا تو عامر کے چہرے پر کافی دن بعد ہلکی سی ہی سہی پر

مسکراہٹ بکھری تھی۔ "آجائیں پھر اپنے گھر چلتے ہیں" عامر نے کہا تو ثانیہ دکھ سے مسکرائی۔ "گھر؟ کونسا گھر؟ وہی گھر جہاں سے آپ نے مجھے منہ اٹھا کر کہہ دیا تھا کہ نکل جاؤ۔ طلاق نامہ مل جائے گا۔ ہمارا تین ماہ کا سمجھوتہ ختم ہوا" ثانیہ نے کہا تو عامر نے چہرہ اٹھاتے شرمندگی سے اسے دیکھا۔ "معاف کردیں جان" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسکے ہاتھ اپنے اطراف سے ہٹائے اور ایک طرف ہوئی جس پر عامر نے اسے دیکھا۔ "مسٹر عامر دیکھیں! یہ معافی مانگنا۔ یہ روز روز ملنے آنا۔ یہ شرمندگی ظاہر کرنا خدارا ان کاموں سے باز آجائیں۔ اور اگر آپکو طلاق نہیں دینی تو بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ اللہ پاک نے عورت کو بھی علیحدگی کا اختیار خلع کی صورت دیا ہے۔ میں بھائی سے بات کرتی ہوں انشاء اللہ چند ایک دن تک آپکو خلع کا نوٹس مل جائے گا امید کرتی ہوں اب آپ ملنے نہیں آئیں گے اور چپ چاپ بغیر کوئی تماشہ کیے خلع نامے پر سائن کرکے مجھے آزاد کردیں گے" ثانیہ نے کہا اور گاڑی کا دروازہ کھولا پر وہ اسکی بازو تھامتے

اسے روک گیا۔ ”ثانیہ پلیز ایسا نا کہیں۔ میں معافی مانگ لونگا بچہ۔ خدارا خود کو مجھ سے دور نا کریں۔ میں مانتا ہوں میں نے آپکے ساتھ بہت غلط کیا پر میری جان مجھے اتنی بڑی سزا نا سنائیں“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسکے ہاتھ سے اپنی بازو چھڑائی۔ ”میں نے بھی بہت منتیں کی تھیں۔ یہاں تک کہ اپنی عزتِ نفس کو مجروح کرتے آپکے بھائی سے معافی بھی مانگی تھی وہ بھی ہاتھ جوڑ کر۔ پر پھر بھی بدلے میں مجھے فقط سزا سنائی گئی تھی۔ اب میرے پاس بھی سزاؤں کے علاوہ کچھ نہیں ہے لہذا مجھ سے نرمی کی امید مت رکھیں“ ثانیہ نے کہا اور بغیر اسکی مزید کوئی بات سنے گاڑی میں بیٹھتے قصرِ راجپوت کی طرف روانہ ہوگئی۔ جب کہ عامر وہیں کھڑا آنکھوں میں شرمندگی و نمی لیے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ یہ اس نے کیا کردیا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو خود سے اس قدر دور کرلیا تھا کہ اب ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے یہ فاصلہ ساری عمر نا سمٹے۔ پر عامر کو یہ

فاصلہ ختم کرنا تھا۔ اسے اپنی بیوی کو واپس حاصل کرنا تھا۔ وہ اسے کھو نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اسے کھونا جان جانے کے مترادف تھا۔

"اسلام علیکم ثانیہ کیسی ہو تم" عائشہ نے ثانیہ کو دیکھتے کہا جو ابھی گاڑی سے اتری تھی۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آئی تھی اور اب اسد کے ساتھ کہیں جارہی تھی۔ اسد اسے آفس سے پک کرتے گھر چھوڑنے کے بعد ایک میٹنگ کیلئے چلا گیا تھا اور اب وہ دوبارہ اسے لینے آیا تھا۔ اسد کا ارادہ آج اسکے ساتھ باہر ڈنر کرنے کا تھا۔ "وعلیکم اسلام عائشہ میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو" ثانیہ نے مدھم سا مسکراتے پوچھا۔ "میں بھی ٹھیک ہوں۔ تم" عائشہ نے اپنا حال بتاتے کچھ مزید کہنا چاہا پر اسے اسد کی آواز روک گئی۔ "اسلام علیکم بھابھی کیسی ہیں آپ" اسد جو ابھی باہر آیا تھا سامنے ثانیہ کو دیکھتے فوراً بولا۔ "وعلیکم اسلام۔ میں ٹھیک ہوں اور میں آپکی بھابھی نہیں ہوں۔ پلیز مجھے بھابھی مت

کہیں" ثانیہ نے کہا تو اسد نے کچھ کہنے کو لب واء کیے لیکن اس سے پہلے ہی اسکا فون رنگ ہوا جس پر وہ ایک طرف ہوتے کال سننے لگا۔ "عائشہ میں چلتی ہوں مہرو اندر ہے نا" ثانیہ نے پوچھا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔ "تم کون ہو اور یہاں منہ اٹھاتے کہاں آرہی ہو" ابھی ثانیہ اندر آئی ہی تھی جب لاؤنج میں بیٹھی لائبہ فوراً بولی جس پر ثانیہ نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ اسکو دیکھ کر ثانیہ کو اندازہ ہوگیا تھا یہ وہی چڑیل ہے جسکی وجہ سے اسکی بہن اذیت میں ہے۔ "میں تمھاری ماں ہوں۔ اور تمھیں تھوڑی تمیز و تہذیب سکھانے آئی ہوں اور ساتھ یہ بتانے آئی ہوں کہ دوسروں کے گھر خراب نہیں کرتے" ثانیہ نے کہا تو لائبہ نے ہاتھ میں پکڑی کھانے کی پلیٹ ایک طرف رکھی۔ "کیا بکواس ہے۔ کون ہو تم" لائبہ نے پوچھا تو ثانیہ چلتے سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھی اور قریب سے گزرتی ملازمہ کو پکارا۔ "بات سنیں۔ مہرو کو بلا کر لائیں اور اسے کہیں اسکی اپیہ آئی ہے" ثانیہ نے کہا تو ملازمہ ہاں میں سر

ہلاتے اوپر کی جانب بڑھی جبکہ ثانیہ نے لائبہ کو دیکھا۔ "تو کیا کہہ رہی تھی تم" ثانیہ نے پوچھا۔ "تم مہرماہ کی بہن ہو" لائبہ نے پوچھا۔ "ہاں میں مہرو کی بہن ہوں اور تم ضرار بھائی کی دور کی سوتیلی بیوی جسے ضرار بھائی جوتی کی نوک پر بھی لکھنا پسند نہیں کرتے" ثانیہ نے کہا تو لائبہ کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا۔ "شٹ اپ۔یہ میرا اور میرے شوہر کا مسئلہ ہے" لائبہ نے کہا تو ثانیہ مسکرائی۔ "ہاں وہی شوہر جو تم پر تھوکتا تک نہیں" ثانیہ نے کہا تو لائبہ کا چہرہ مزید سرخ ہوا۔ "اپنی بک" ابھی لائبہ ثانیہ سے کوئی بدتمیزی کرتی کہ مہرماہ کی آواز اسکی بات کاٹ گئی۔ "میری بہن سے تمیز سے بات کرو لائبہ ورنہ ایک پل نہیں لگے گا مجھے تمھیں اس گھر سے نکالنے میں" لائبہ جو ثانیہ کو کچھ کہنے والی تھی مہرماہ کی تیز جنگارتی آواز پر اس نے چہرہ موڑتے سیڑھیوں کی طرف دیکھا جہاں سے وہ نیچے آرہی تھی۔ مہرماہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور ایسی تھی کہ جسے دیکھ لائبہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی جبکہ مہرماہ بھرپور اعتماد سے

چلتے اسکی طرف آرہی تھی۔ "کیسی ہیں آپ اپیہ" مہرماہ نے اس پر سے نگاہیں ہٹاتے ثانیہ کی طرف بڑھتے بولی جسے دیکھ ثانیہ کھڑی ہوئی اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔ "میں ٹھیک ہوں میری جان۔ تم کیسی ہو اور گھر کیوں نہیں آئی آج۔ پتا ہے میرے پاس اتنی بڑی گڈ نیوز ہے" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ "کیسی گڈ نیوز اپیہ" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "ہم دونوں ایک بار پھر سے اپھو بننے والی ہیں" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "سچی اپیہ۔ ہم پھر سے اپھو بننے والی ہیں۔ ماشاءاللہ اپیہ یہ تو واقعی بہت اچھی خبر ہے" مہرماہ نے خوشی سے نہال ہوتے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں میرا بچہ اسی لیے تمھیں کہا تھا کہ آجاؤ پر تم آئی ہی نہیں" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بس ضار کو کسی کام سے جانا تھا۔ صبح سے گئے ہیں اب تک نہیں آئے بس اسی لیے نہیں آئی۔ اگر آپ مجھے پہلے بتاتی تو میں آجاتی" مہرماہ نے کہا تو ثانیہ سمجھنے والے انداز میں سر

ہلایا۔ ”چلو کوئی بات نہیں کل آجانا۔یہ بتاؤ ضرار بھائی اور تمھارے درمیان سب ٹھیک ہے“ ثانیہ نے پوچھا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ ”بس ٹھیک ہی ہے۔باقی بھی اسکے جانے کے بعد ٹھیک ہوجائے گا“ مہرماہ نے لائبہ کی طرف اشارہ کرتے کہا تو ثانیہ مسکرائی جبکہ لائبہ نے اسے دیکھا۔ ”کیا مطلب میرے جانے کے بعد۔میرا کیا ذکر ہے اس سب میں“ لائبہ نے مصنوعی نا سمجھی سے پوچھا۔ ”او پلیز یہ ڈرامے اب بند کردو۔میں جانتی ہوں تم ضار کی بیوی ہو“ مہرماہ نے بازو باہم باندھتے کہا تو لائبہ نے پہلے چونک کر اسے دیکھا پھر ہنس پڑی۔ ”او چلو شکر ہے اب مجھے ڈرامہ نہیں کرنا پڑے گا“ لائبہ نے کہا تو مہرماہ نے آنکھیں گھماتے اسے دیکھا۔ ”ہاں نہیں کرنا پڑے گا آخر کو تم جیسی گھر اجاڑنے والی ڈائن کب تک معصومیت کا ڈھونگ رچا سکتی ہیں“ ثانیہ نے دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے کہا تو لائبہ نے اسے گھورا۔ ”اپنی نظروں کو لگام دو لائبہ۔میری اپیہ کو گھورو مت ورنہ تمھاری آنکھیں نوچ لوں گی“ مہرماہ نے کہا

تو لائبہ کھڑی ہوئی۔ ”تمیز سے بات کرو میں بھی اس گھر کی بہو ہوں“ لائبہ نے کہا تو مہرماہ ہنس پڑی۔ ”ہاں پر صرف عارضی پر میں ! میں اس گھر کی ایک اکلوتی اور مستقل بہو اور سب سے اہم ضرار راجپوت کا عشق ہوں“ مہرماہ ضرار راجپوت ہوں مہرماہ نے انگلی سے اپنی طرف اشارہ کرتے ایک ادا سے کہا تو ثانیہ نے فخریہ نظروں سے اسے دیکھا جبکہ لائبہ کے تن بدن میں آگ لگی۔ ”لیکن میں بھی اسکی بیوی ہوں“ لائبہ نے کہا تو مہرماہ نے آنکھیں گھمائیں۔ ”میری بات سنو ضار میرے شوہر ہیں اور میرے شوہر سے جتنی جلدی ہو سکے اپنی گندی نظریں ہٹا لو ورنہ تمھارا وہ حشر کروں گی کہ اپنے پیدا ہونے پر پچھتاؤ گی“ مہرماہ نے کہا تو لائبہ اسکے عین سامنے آتے کھڑی ہوئی۔ ”اچھا اور تم میرا کیا ہی بگاڑ لو گی“ مہرماہ لائبہ نے پوچھا تو وہ دونوں مسکرائیں۔ ”ہم تمھارا کیا بگاڑ سکتیں ہے اسکا ابھی تمھیں اندازہ نہیں ہے ورنہ باخدا یہ سوال نا پوچھتی“ ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میں نہیں

ڈرتی تم لوگوں سے۔کوئی کچھ بھی کہے مجھے فرق نہیں پڑتا۔ضرار میرا شوہر ہے بس" لائبہ نے کہا تو مہرماہ نے آئی برو اچکاتے اسے داد دینے والے انداز میں دیکھا جس پر نا جانے کیوں لائبہ سٹپٹائی جبکہ ثانیہ اپنی بہن کے انداز پر مسکرائی۔"آہاں تو ضار تمھارے شوہر ہیں" مہرماہ نے ہنوز داد دینے والے انداز میں کہا تو لائبہ نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں میرا شوہر ہے اور میں تم سے ضرار کو چھین کر رہوں گی" لائبہ نے کہا تو مہرماہ کا چہرہ غصے کی زیادتی سے سرخ ہوا۔"کیا بکواس کی ہے تم نے" مہرماہ نے دو قدم اسکی طرف بڑھاتے سپاٹ انداز میں پوچھا تو لائبہ چار قدم پیچھے ہوئی جسے دیکھ مہرماہ کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ رقصاں ہوئی۔"بتاؤ کیا کہہ رہی تھی" مہرماہ نے اسے خاموش دیکھ پھر پوچھا۔"میں کہہ رہی ہوں کہ میں ضرار کو تم سے چھین" ابھی لائبہ کی بات پوری ہوتی کہ مہرماہ نے ہاتھ گھماتے ایک زناٹے دار تھپڑ اسکی گال پر جڑا تھا جس پر لائبہ کے باقی جملے منہ میں ہی کہیں رہ گئے۔ مہرماہ نے اسکی گال پر اپنی

انگلیوں کا نشان چھوڑتے اسکے بالوں کو مٹھی میں جکڑا اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھیں۔ ”جو میرا ہے وہ مرتے دم تک صرف میرا ہے اور اگر تم نے مجھ سے انھیں چھیننے کی کوشش کی تو باخدا میں تمھارے حلق میں ہاتھ ڈال کر تمھاری جان نکالوں گی“ مہرماہ نے اسکے بالوں جو جھٹکا دیتے چھوڑا تو لائبہ نے اسے دیکھا۔وہ تو اسے کمزور سمجھتی تھی پر یہ مہرماہ کا کونسا روپ تھا جو واقعی لائبہ کو ڈرا چکا تھا۔ ”دیکھو میں۔۔نہیں ڈرتی تم لوگوں سے۔۔اور کیا ہی بگاڑ لو۔۔گی تم دونوں میرا“ لائبہ نے پوچھا تو ثانیہ نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا اور مہرماہ کا ہاتھ تھامتے اسے بولنے سے روکتے خود بولی۔ ”مہرماہ کا پتہ نہیں پر میں تمھیں گولی مار دوں گی۔کیونکہ جو انسان میری بہن مہرماہ سکندر کے آنسوؤں کی وجہ بنتا ہے تو ثانیہ سکندر اسکی موت کی وجہ بن جاتی ہے“ ثانیہ نے کہا اور اپنے پرس سے اپنی سیاہ گلوک 19 نکالتے اسکے سر پر تانی تو لائبہ کے پیروں سے جیسے جان نکلی جبکہ اسکا رنگ فق ہوا۔یہ گن اسے ماہ دیر نے کچھ دن پہلے ہی لے کر

دی تھی جس پر ثانیہ خاصی خوش تھی۔اسے گن کا شوق تھا اور اسکے بھائی نے اسکا شوق پورا کیا تھا۔"ارے میری سوتن ایک پستول سے ڈر گئی" مہرماہ نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے پوچھا تو ثانیہ ہنسی۔"اب میری بات سنو لائبہ جتنی جلدی ہوسکے ضار کی زندگی سے آؤٹ ہوجاؤ ورنہ اپیہ تو بعد میں تمھیں گولی ماریں گی میں پہلے تمھیں زندہ آگ لگا دوں گی" مہرماہ نے کہا تو لائبہ نے تھوک نگلتے اپنے ڈر پر قابو پایا۔"ضرار میرا شوہر ہے۔۔تم لوگ یوں۔۔مجھے نہیں ڈرا سکتی" لائبہ نے کہا تو ان دونوں نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔"ہاں چلو ایک کام کرو کچھ دن مزید اپنے کبھی نا ہونے والے سسرال میں گزار لو۔اور اس عنایت پر زیادہ خوش نا ہونا بس اتنا سمجھنا کہ مہرماہ نے تمھیں اپنا سر صدقہ دیا" مہرماہ نے کہا اور ثانیہ کا ہاتھ تھاما۔"اپیہ چلیں اوپر چلتے ہیں" مہرماہ نے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سرہلایا۔"اور تم لاؤنج میں مت آیا کرو تمھیں دیکھ کر میرا دل کرتا ہے میں تمھارا قتل کردوں" مہرماہ نے لائبہ کو انگلی اٹھاتے کہا اور ثانیہ

کے ساتھ اوپر کی جانب بڑھ گئی جبکہ پیچھے لائبہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ مہرماہ نے اسکی جتنی تزلیل کی تھی وہ اب اس سے بدلہ لینے کا ارادہ رکھتی تھی پر ہر بار وہ نہیں ہوتا جو ہم سوچتے ہیں اور اس بار بھی کچھ ایسا ہونا تھا جو لائبہ نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔

("روزی میں اسے اپنا بنا کر ہی رہوں گی۔ وہ ہر وقت ماہ، ماہ کرتا ہے۔ میں ایسا کھیل چلاؤں گی کہ لیلہ کے علاوہ اسے کوئی یاد نہیں رہے گا۔ اس مہرماہ کو میں زی کی زندگی سے نکال کر رہوں گی۔ زی میرا جنون ہے اور اسے میرا ہونا پڑے گا اور اگر وہ نا ہوا تو میں وہ سارے ثبوت مہرماہ کو دکھا دوں گی۔ جس پر وہ اسے چھوڑ کر چلی جائے گی۔ اور سب سے مزے کی بات زی ان سب کو جھٹلا بھی نہیں سکتا کیونکہ بیچارہ خود انجان ہے" لائبہ اپنے فون پر کسی سے بات کر رہی تھی جبکہ مہرماہ جو تنزیل بیگم کے کمرے میں جا رہی تھی۔ اسکی باتیں سنتے شک

میں مبتلہ ہوئی تھی۔) ”وہ اس دن کس سے بات کررہی تھی۔اور ضار کس بات سے انجان ہیں۔وہ کونسا کھیل رہی ہے آخر۔کیا ضار اور اسکی شادی کسی سازش کا حصہ ہے۔کیا میں غلط کررہی ہوں۔یا اللہ پاک پلیز اگر جو میں سوچ رہی ہوں وہ سچ ہے تو میرے سامنے لائبہ کی حقیقت لے آئیں۔ایک طرف ضار کی باتیں اور ایک طرف لائبہ کی باتیں۔ضار کے لہجے سے مجبوری جھلکتی ہے جب کہ لائبہ کی باتیں شاطرانہ ہیں۔اللہ پاک میرے ہاتھوں زیادتی ہونے سے بچالیں“ مہرماہ اس وقت اپنے کمرے کی بالکونی میں بیٹھی دو دن پہلے کی باتیں سوچ رہی تھی۔دو دن پہلے سب کے جانے سے پہلے وہ تنزیل بیگم کے کمرے میں گئی تھی جنھوں نے اسے اسکے اور ضرار کے بارے میں بات کرنے بلایا۔ابھی وہ سیڑھیاں اترتے انکے کمرے میں جارہی تھی جب اسے لائبہ کی باتوں کی آواز آئی جس پر وہ وہیں کھڑے ہوتے سننے لگی۔لائبہ کی باتیں اسے پریشانی و تشویش میں مبتلا کرگئیں تھی وہ کوئی کھیل، کھیل رہی تھی پر کیا

مہرماہ اس بات سے انجان تھی۔پر وہ اس بارے میں جاننا چاہتی تھی۔اس دن لائبہ کی باتیں سننے کے بعد ہی وہ ضرار سے تھوڑی بہت نرمی برت رہی تھی۔اس صبح اسکے اور ضرار کے مابین ہوئی گفتگو اسی لیے ہر قسم کے جھگڑے سے پاک تھی کیونکہ لائبہ کی باتیں مہرماہ کے ذہن میں گھوم رہی تھی۔ضرار بھی کسی بات سے انجان تھا پر وہ کیا تھی مہرماہ نہیں جانتی تھی۔ضرار نے اس سے دو دن مانگے تھے اور آج ضرار کے دو دن کی مدت پوری ہوگئی تھی تبھی وہ یہاں کھڑی ضرار کا انتظار کررہی تھی۔جس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک چھوٹا سا میسج کیا تھا۔

"I am on my way to the home Rooh e Mann. Wait for me, I'll be home in 10 minutes and yeah one important thing I love you so much. You're the only reason for my existence."

ضرار کے میسج کی آخری دو سطریں پڑھتے اس کے چہرے پر مسکراہٹ جبکہ آنکھوں میں نمی آئی تھی۔وہ بھی اس سے عشق کرتی تھی پر ضرار کی بیوفائی

اسکے عشق پر گرد ڈال رہی تھی۔ ابھی وہ کھڑی یہی ساری باتیں سوچ رہی تھی کہ اسے ضرار کی گاڑی کے ہارن کی آواز آئی جس پر اس نے چہرہ جھکاتے نیچے پورچ میں دیکھا جہاں ضرار کی گاڑی آتے رکی تھی۔ اسکی گاڑی رکتے دیکھ مہرماہ تھوڑا سا آگے ہوئی اور ریلنگ پر ہاتھ رکھتے نیچے دیکھا۔ جہاں ضرار گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ اسکے ساتھ ہی گاڑی کی دوسری طرف کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی گاڑی سے اترا جسے مہرماہ نہیں پہچانتی تھی۔ اس آدمی کے چہرے پر چٹانوں سی سختی تھی جبکہ اسکے ہاتھ میں ایک نیلی فائل تھی۔ اسکی نظریں اس آدمی پر سے ہٹتے ضرار پر جا ٹھہریں جو کال پر کسی سے کوئی بات کر رہا تھا۔ وہ اس وقت سفید شلوار قمیض پہنے کندھوں پر سیاہ اجرک اوڑھے بے حد حسین لگ رہا تھا۔ دھوپ کے باعث اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی پسینے کی بوندیں تھیں جنھیں وہ ہاتھ کی پشت سے صاف کر رہا تھا۔ اسکے گھنی سیاہ مونچھوں تلے موجود ہونٹ مسلسل فون پر بات کرتے ہل رہے تھے۔ سفید رنگ اس پر خاصا

جچ رہا تھا جبکہ اس رنگ میں اسکا دراز قد خاصا نمایاں ہورہا تھا۔اس نے آج صبح جانے سے پہلے مہرماہ کو بھی سفید ڈریس پہننے کا کہا تھا جس پر پہلے تو وہ انکار کرگئی پر پھر پہن لیا۔وہ خود اس وقت سفید شارٹ فراک اور پلازو پہنے کوئی حور لگ رہی تھی۔لیکن اسے اس وقت ضرار کی وجاہت مبہوت کرگئی تھی۔وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔جبکہ ضرار جو خود پر کافی دیر سے کسی کی نظروں کی تپش محسوس کررہا تھا۔اب کی بار فون بند کرتے پلٹا اور سیدھا اوپر کی جانب اسے دیکھا جس پر دونوں کی نگاہوں کا زبردست تصادم ہوا تھا۔جبکہ اسکے یوں اچانک دیکھنے پر مہرماہ نے سٹپٹاتے نامحسوس انداز میں نظروں کا زاویہ بدلا پر وہ چور نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی جبکہ ضرار اسکی حرکت پر مسکرا کر رہ گیا۔ اس نے اپنا فون آن کرتے مہرماہ کو ایک میسج ٹائپ کرتے اسے فون دیکھنے کا اشارہ کیا جس پر مہرماہ نے فوراً اپنا فون پکڑتے میسج پڑھا۔"یوں چھپ چھپ کر دیکھنے کی بجائے پورے حق سے آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر دیکھیے گا مسز راجپوت پر ابھی زرا لاؤنج میں آئیں" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے ایک نظر دیکھا اور نیچے کی جانب بڑھ گئی۔ "کہاں ہے لائبہ" دوسری طرف اس آدمی نے ضرار سے پوچھا تو وہ ہوش میں آتے اسے دیکھنے لگا۔ "اندر ہے کاشف انکل" ضرار نے کہا تو کاشف صاحب نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار انکے ساتھ اندر جانب بڑھا۔ وہ لائبہ کے والد کاشف صاحب تھے پر وہ ضرار کے ساتھ کیا کر رہے تھے یہ تو ابھی پتا لگنا تھا۔ "اسلام علیکم" ضرار انکے ساتھ اندر لاؤنج میں داخل ہوا جہاں لائبہ کے علاوہ سب تھے جبکہ مہرماہ سیڑھیاں اترتے نیچے آرہی تھی۔ ضرار کی نظر اس پر پڑی تو وہ مسکرایا۔ مہرماہ نے اسکے کہنے پر سفید لباس پہنا تھا ضرار کو بے ساختہ اس پر پیار آیا۔ "وعلیکم اسلام ضرار یہ کون ہیں" دراب صاحب نے پوچھا تو ضرار نے مہرماہ سے نظریں ہٹاتے انھیں دیکھا۔ "ڈیڈ یہ لائبہ کے فادر ہیں اور کاشف انکل یہ میرے بابا ہیں" ضرار نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیسے آپ

دراب صاحب" کاشف صاحب نے پوچھا تو انھوں نے مسکراتے اپنا حال بتایا۔ "ماہ زرا لائبہ کو بلا کر لاؤ اور انکل آپ پلیز بیٹھیں" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے جا کر صوفے پر بیٹھ گئے۔ لائبہ کے نام پر آج پہلی بار انکے چہرے پر پتھریلے تاثرات نمایاں ہوئے تھے جبکہ ضرار کی بات سنتے مہر ماہ نے ضرار کو دیکھا جس نے اسے آنکھوں سے بات ماننے کا کہا تو وہ گہری سانس بھرتے لائبہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے ضرار کی حرکت پر غصہ تو آیا تھا پر وہ خاموش رہی جبکہ اسکی آنکھوں میں غصے کے ساتھ ساتھ شکوہ تک ضرار پرھ چکا تھا پر وہ جانتا تھا وہ کیا کر رہا تھا۔ "ڈیڈ" ابھی دو منٹ بھی نا گزرے تھے جب ان سب کو لائبہ کی خوشی سے بھرپور آواز سنائی دی جس پر سب نے مُڑتے اس طرف دیکھا جہاں وہ اپنے اوپر شال اوڑھے مسکراتے انھی کی طرف آرہی تھی۔ اسے دیکھ کاشف صاحب کھڑے ہوئے جس پر لائبہ آتے انکے سینے سے لگی پر انکی حرکت پر لائبہ کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔ کاشف

صاحب نے اسکی بازو پکڑتے اسے خود سے پیچھے کیا اور اگلے ہی پل ایک زناٹے دار تھپڑ اسکی گال پر رسید کیا جس پر لائبہ نے بے یقینی سے انھیں دیکھا۔ ”ڈ۔۔ڈیڈ“ لائبہ نے صدمے سے کہا۔آج زندگی میں پہلی بار اسکے ڈیڈ نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔وہ جنھوں نے آج تک اس سے سخت لہجے میں بات تک نہیں کی تھی انھوں نے آج یوں سب کے سامنے تھپڑ مار دیا تھا۔لائبہ کی حیرت بجا تھی۔ ”کیا ڈیڈ ہاں کیا ڈیڈ۔مرگیا تمھارا ڈیڈ اور اسے تم نے مارا لائبہ۔کتنا مان تھا مجھے تم پر۔کتنا بھروسہ تھا مجھے کہ میری بیٹی کبھی میرا سر نہیں جھکنے دے گی پر میری بیٹی اتنی گھٹیا حرکت کرے گی مجھے یقین نہیں آرہا“ کاشف صاحب نے چلاتے کہا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی نیلی فائل اس کے سامنے کھولی تو لائبہ کے پیروں تلے سے جان نکلی۔اس فائل میں کچھ تصویریں لگی تھیں۔لائبہ اور ضرار کی تصویریں۔اس سیاہ رات کی تصویریں جس نے ضرار کا سکون تک چھین لیا تھا۔ان تصویروں میں ضرار بیڈ پر بیہوش پڑا تھا جبکہ

لائبہ صوفے پر بیٹھی اپنی دو سہیلیوں اور ایک لڑکے کے ساتھ حرام مشروب پینے میں مصروف تھی یہ وہی لوگ تھے جنھیں وہ جرمنی میں پولیس کے حوالے کرکے یہاں آئے تھے۔ اس سے آگے کچھ تصویروں میں وہ اپنا لباس چاک کررہی تھی۔جبکہ کچھ میں وہ اپنے کپڑے بے ترتیب کرتے ضرار کے برابر لیٹی مسکرا رہی تھی جبکہ ان سب تصویروں میں جو چیز کامن تھی وہ ضرار کی بیہوشی تھی۔ ان تصویروں کے بلکل سامنے ایک نکاح نامہ تھا پر لائبہ اور ضرار کا نہیں بلکہ لائبہ اور شہباز نامی شخص کا تھا جسے دیکھ لائبہ کی حقیقتاً جان نکلی تھی۔

"ڈ--یڈ--یہ--سچ۔

۔نہیں---ہے--میر--میرا--یقین--کریں--یہ--ضرار--کی--کوئی --چال---ہے" لائبہ نے کہا تو کاشف صاحب نے بغیر کوئی لحاظ کیے ایک اور تھپڑ اسکے چہرے پر مارا تھا جس پر وہ لڑکھڑائی لیکن اسکے گرنے سے پہلے ہی تنزیل بیگم اسے تھام چکی تھیں۔"بھائی اس کی طبیعت دیکھیں آپ ایسے کیوں

مار رہے ہیں۔ ہوا کیا ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو کاشف صاحب نے ضرار کو دیکھا۔ "میں بتاتا ہوں چچی جان" ضرار نے کہا اور سامنے لگی ایل سی ڈی کی طرف بڑھا جس پر سب نے اسے دیکھا جبکہ مہرماہ کی آنکھیں ضرار کی ایک ایک حرجت پر تھیں۔ لائبہ کے باپ کا یوں لائبہ کو مارنا مہرماہ کو نا جانے کیوں ڈر لگا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے آج وہ صحیح معنوں میں ظالم کا خطاب حاصل کرنے والی ہے۔ اس کی نظریں ضرار پر ہی تھیں جو اب اپنی جیب سے ایک یو ایس بی نکالتے ایل سی ڈی میں لگاتے ریموٹ سے اس یو ایس بی میں موجود پہلی وڈیو پلے کر گیا جس کے چلتے ہی لائبہ کی آواز گونجی۔ "ویسے سریوں کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔ کتنے پر سکون سے سو رہے ہیں۔ لیکن کل سر کا سارا سکون بے سکونی میں بدلنے والا ہے جب انھیں پتا لگے گا انھوں نے اپنی ہی سٹوڈنٹ کے ساتھ کیا کیا" لائبہ نے حرام مشروب گلے میں انڈیلتے سامنے بیہوش پڑے شرٹ لیس ضرار کو دیکھتے کہا تو باقی سب نے قہقہہ لگایا۔ "ویسے یار تمھیں لگتا

ہے کہ سر تم سے نکاح کریں گے" لائبہ کی دوست روزی نے پوچھا۔"ہاں ضرور کریں گے۔اور اگر انکار کیا تو میں سب کو بتا دوں گی کہ میں پریگننٹ ہوں اور یہ بچہ سر کا ہے۔کسی نے کونسا ڈی این اے کروا کر پتا کرنا ہے کہ یہ شہباز کا خون ہے اور اگر کروا بھی لیں تو کیا پیسہ سب بدل نہیں سکتا" لائبہ نے مسکراتے کہا تو سب ہنس پڑے۔"ویسے میں نے تمھارا ساتھ دیا بدلے میں مجھے کیا ملے گا" شہباز نے اسکی بازو پر انگلی پھیرتے کہا تو لائبہ نے اسے دیکھا۔"تم سے شادی کرلی اور کیا چاہیئے تمھیں پیسے چاہیئے تو وہ میں تمھیں بھجوا دیا کروں گی۔اب اٹھو اور جاؤ یہاں سے سب سر کچھ دیر میں جاگ جائیں گے پھر مجھے اپنا کھیل شروع کرنا ہے۔سر نے مجھے اس دن پوری یونیورسٹی کے سامنے تھپڑ مار کر اپنی زندگی کا سب سے بڑا گناہ کیا تھا جسکی سزا اب سر کو ملے گی" لائبہ نے اور صوفے سے اٹھتے بیڈ کے قریب گئی اور اپنا لباس مختلف جگہوں سے چاک کرتے اپنے بال اور میک اپ خراب کیا جبکہ باقی سب

اسے دیکھ باہر نکل گئی۔ انکے جاتے ہی لائبہ بیڈ پر چڑھی اور ضرار کے برابر جاتے دراز ہوئی۔ "جانتے ہو زی پہلے تم صرف میری پسند تھے پر پھر تم نے مجھے دھتکارا اب تم میرا جنون بن گئے ہو اور جو میرا جنون بن جائے اسے میرا ہونا پڑتا ہے" لائبہ نے کہا اور اسے دیکھتے اسکے جاگنے کا انتظار کرنے لگی۔ لگ بھگ ایک گھنٹے بعد اسے ضرار کے وجود جنبش محسوس ہوئی تو لائبہ نے یکدم ہی ہچکیاں بھرتے رونا شروع کیا جس پر ضرار جو ابھی مکمل ہوش میں نہیں آیا تھا اس نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا اور اسکی حالت دیکھ ضرار کی ساری نیند بھک سے اڑی تھی۔ "تم یہاں کیا کر رہی ہو" ضرار نے اسے دیکھتے کہا اور ایک جھٹکے میں کھڑا ہوا۔ "کیوں۔۔پوچھ۔۔رہے۔۔ہیں۔۔میرے۔۔ساتھ اتنا۔۔بُرا۔۔کیا۔۔اب۔۔کیوں۔۔پوچھ۔۔رہے۔۔ہیں۔۔سب برباد۔۔کردیا" لائبہ نے روتے ہوئے کہا تو ضرار لڑکھڑایا۔ لائبہ کی حالت اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔ کیا اس نے کل رات نشے میں کچھ غلط کردیا

تھا۔اسے اچھے سے یاد تھا کل رات وہ اپنے ایک سٹوڈنٹ کی سالگرہ پر ایک کلب میں آیا تھا۔جہاں کیک کٹنے کے بعد باقی سب حرام مشروب پینے لگے تھے جبکہ ضرار ایک طرف بیٹھا سوڈا پینے میں مصروف تھا۔ابھی اس نے سوڈا آدھا پیا تھا جب اسے شدید قسم کے چکر آنے شروع ہوئے جس پر اسے ایک لمحے میں اندازہ ہوا تھا کہ اسکے گلاس میں کچھ تھا۔ضرار نے ایک جھٹکے میں اٹھتے اپنے گھومتے سر کو تھاما اور چہرہ دھونے کی غرض سے لڑکھڑاتے واش روم کی طرف بڑھ گیا لیکن ابھی وہ واش روم کے قریب پہنچا تھا جب اسے کسی لڑکی نے اسے اپنی جانب کھینچا تھا جس پر ضرار نے سنبھلنے کو اس لڑکی کا سہارا لیا تھا اور اسکے بعد کیا ہوا ضرار کو کچھ بھی یاد نہیں تھا۔"میں نے کچھ نہیں کیا"ضرار کو اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔"مجھے بے۔۔آبرو کردیا۔۔اب بھی۔۔کہہ۔۔رہے۔۔ہیں۔۔آپ نے کچھ نہیں کیا۔یہ دیکھیں۔۔میری حالت۔۔مجھے کسی۔۔قابل نہیں چھوڑا۔۔آپ نے" لائبہ

نے چلاتے کہا تو ضرار نے اسکی حالت دیکھ اپنا سر تھاما۔لائبہ کا میک اپ پھیلا ہوا تھا۔بال بکھرے تھے جبکہ کپڑے جگہ جگہ سے چاک تھے۔کمرے کی حالت بھی ضرار کی سفاک حرکت کی گواہ تھی۔ہر طرف سامان بکھرا ہوا تھا اسکی شرٹ زمین پر گری تھی جبکہ لائبہ کی جیولری اور اسکی گھڑی زمین پر ٹوٹے پڑے تھے۔"یہ میں نے کیا کردیا" یہ سب کچھ دیکھتے ضرار نے سرگوشی کی۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ نشے میں ایک لڑکی کی عزت کو روندھ گیا ہے۔

"آپ نے مجھے برباد کردیا" لائبہ نے چلاتے کہا تو ضرار زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔یہ اس نے کیا کردیا تھا۔وہ چند لمحے زمین پر بیٹھا سوچتا رہا پھر بغیر کچھ کہے ایک جھٹکے میں کھڑا ہوا اور اپنی شرٹ پہنتے وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ لائبہ نے بھی اسے نا روکا بلکہ آتے اسے جاتے دیکھ مسکرائی۔اسکا تیر بلکل نشانے پر لگا تھا۔ضرار اسکی باتوں کا یقین کرچکا تھا۔اسے اور کیا چاہیئے تھا۔لائبہ نے سیٹی بجاتے سوچا اور قہقہہ لگایا۔اسکے ساتھ ہی وڈیو بند ہوئی جس پر سب نے ضرار

کو دیکھا جو بغیر کوئی تاثر چہرے پر سجائے کھڑا تھا جبکہ مہر ماہ کے چہرے پر شرمندگی ہی شرمندگی تھی۔یہ اس نے کیا کر دیا تھا۔ مطلب ضرار بے قصور تھا۔ مطلب وہ سچ میں ظالم ثابت ہو گئی تھی۔ مطلب زیادتی ضرار نے نہیں بلکہ اس نے کی تھی اور باقی سب پر تو جیسے سکتا طاری ہو گیا تھا جبکہ کاشف صاحب لائبہ کو خون آشام نظروں سے دیکھ رہے تھے۔"یہ۔۔سب کیا۔۔ہے" ان سب کا سکتا فردوس بیگم کی صدمے سے بھرپور آواز پر ٹوٹا جس پر سب نے ضرار کو دیکھتے اس سے تفصیل جاننی چاہی۔"ماما یہ میری سٹوڈنٹ تھی۔اس نے مجھے آج سے قریباً ڈیڑھ سال پہلے پرپوز کیا تھا پر میں اسے انکار کر گیا جس پر اس نے نو ماہ پہلے یہ گھناؤنا کھیل کھیلا۔اور اس کھیل کے بعد یہ باز نہیں آئی تھی بلکہ اس بات کے ایک ہفتے بعد اس نے مجھے لاتے اپنی پریگننسی رپورٹ دی جس میں صاف صاف لکھا تھا کہ یہ میری اولاد کی ماں ہے۔مجھے اس پر یقین نہیں تھا تبھی میں نے دو سے تین بار اسکا ٹیسٹ کروایا پر رپورٹ ہر

بار وہی تھی جس سے مجھے بھی یقین آگیا کہ میں نے لائبہ کے ساتھ زیادتی کردی ہے جسکی معافی میں نے اس سے مانگی پر اس نے آگے سے نکاح کا مطالبہ کیا۔اب جو میں کرچکا تھا۔میں نے حامی بھری اور اس سے نکاح کرلیا۔اور پھر سب کچھ چھوڑتے یہاں آگیا۔ڈیڈ آپ نے وجہ پوچھی تھی نا میری واپسی کی یہی تھی وہ وجہ۔پر وہاں سے آنے سے پہلے میں اس سے سارے تعلق ختم کرکے آیا تھا۔پر میں ایک مستقل پچھتاوے میں تھا کہ میں نے بہت غلط کیا ۔پھر ایک لائبہ روز مجھے کال کرکے بلیک نیل کرنے لگی جس پر میں نے اسے ڈھونڈا پر لائبہ ناجانے کہاں تھی اور کچھ دن پہلے مجھے پتا لگا کہ نا یہ بچہ میرا ہے اور نا ہی ہمارا نکاح ہوا ہے" ضرار نے انھیں ساری بات بتاتے آخر میں بم پھوڑا تو سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔"پر تم دونوں کا نکاح تو ہوا تھا نا" دراب صاحب نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"جی ڈیڈ ہوا تھا اور اللہ کو حاضر ناظر جان کر ہوا تھا پر ہمارا نکاح حلال نہیں تھا۔کیونکہ یہ پہلے سے ہی

شہباز کی بیوی تھی۔ اور ایک عورت کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے تو وہ نکاح ہوتا ہی نہیں ہے لہٰذا ہمارا نکاح بھی نہیں ہوا" ضرار نے کہا تو ایک سکون تھا جو مہرماہ کو اپنے رگ و پے میں سرائیت کرتا محسوس ہوا۔ وہ صرف اسکا تھا یہ سوچ ہی اسے سرشار کرنے کو کافی تھی۔ جب کہ لائبہ کو اپنے سارے خواب اپنی آنکھوں کے سامنے ہوا ہوتے محسوس ہوئے جس پر لائبہ غصے سے مہرماہ کو تو کبھی ضرار کو دیکھ رہی تھی۔ "تمھیں یہ بات چند دن پہلے پتا لگی کہ تم دونوں کا نکاح نہیں ہوا پر اس سے پہلے تم انجان تھے پھر تم نے چھ ماہ پہلے مہرماہ سے نکاح کیوں کیا۔ اگر اس وقت تم اسے اپنی بیوی سمجھتے تھے تو اس بچی کے ساتھ نکاح کیوں کیا۔ اگر یہ واقعی تمھاری بیوی ہوتی تو مہرماہ کا کیا ہوتا" دراب صاحب نے پوچھا تو ضرار نے مہرماہ کو دیکھا جو آنکھوں میں شرمندگی سموئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ضرار نے مہرماہ سے نظریں ہٹائے بغیر کچھ کہنے کو لب واء کیے پر تنزیل

بیگم کی آواز اسے روک گئی۔ "کیونکہ مہرماہ پچھلے بارہ سال سے ضرار کی بیوی ہے۔وہ صرف سات سال کی تھی جب اٹھارہ سالہ ضرار نے اسے اپنے نکاح میں لیا تھا" تنزیل بیگم نے کہا تو ضرار سمیت سب نے جھٹکے سے گردن موڑتے انھیں دیکھا۔جس پر انھوں نے کوئی ری ایکشن نا دیا۔آخر کب تک وہ یہ بات چھپاتیں آج نہیں تو کل یہ بات کھلنی تھی تبھی انھوں نے آج ہی اس راز سے پردہ اٹھایا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہے تنزیل بارہ سال۔بارہ سال سے مہرماہ تمھارے نکاح میں کیسے ہو سکتی ہے" دراب صاحب نے پوچھا تو ضرار نے انھیں دیکھا۔ "بابا میں آپکو ابھی بتاتا ہوں پر پہلے زرا اس مصیبت کو یہاں سے نکال دوں" ضرار نے ابھی کیلئے بات ٹالتے اپنے قدم لائبہ کی طرف بڑھائے۔ "تمھارا کھیل ختم ہوا لائبہ۔بہت کھیل لیا تم نے میری اور میری بیوی کی زندگی سے۔اب تمھاری سزا کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ابھی تمھاری معصوم اولاد کی وجہ سے تمھیں چھوڑ رہا ہوں پر چند دن بعد تم ایک ایسی جگہ جاؤ

گی جہاں سے تمھاری واپسی تمھارے مرنے کے بعد ہی ممکن ہوگی" ضرار نے کہا تو لائبہ بغیر کچھ کہے قہقہہ لگا گئی جس پر سب نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔وہ اس وقت کوئی پاگل لگ رہی تھی۔"لائبہ کیا کررہی ہو۔کیا پاگل ہوگئی ہو" اسکے یوں ہنسنے پر کاشف صاحب نے اسکی بازو پکڑتے اسے جھٹکا دیا جس پر اس نے انھیں دھکا دیا۔"ہاں ہوگئی ہوں پاگل۔یہ میرا تھا۔یہ کیسے میرا نہیں ہورہا۔اور آپ بھی اسکے ساتھ مل گئے" لائبہ نے چلاتے کہا۔"بکواس بند کرو اپنی لائبہ کاشف صاحب نے چلاتے کہا۔نہیں کروں گی۔یہ سب۔یہ سب اس مہرماہ کی وجہ سے ہورہا ہے۔ضرار نے مجھے پہلے بھی اسکی وجہ سے دھتکارا اور آج بھی۔میں اسے چھوڑوں گی نہیں" لائبہ نے کہا اور مہرماہ کی طرف بڑھی جو سیڑھیوں کے پاس کھڑی تھی۔لائبہ طیش کے عالم میں اس تک بڑھ رہی تھی پر ابھی وہ چند قدم کے فاصلے پر تھی جب ضرار ڈھال بنتے مہرماہ کے آگے آتے کھڑا ہوا۔"میری ماہ کو ہاتھ بھی لگایا تو زندہ گاڑھ دوں گا میں تمھیں"

ضرار نے سرد لہجے میں کہا تو لائبہ نے اسے گھورتے اسکا گریبان پکڑا۔ ”کیوں کیا میرے ساتھ۔ میں تمھیں پسند کرتی تھی۔ کیوں اس کیلئے مجھے چھوڑا“ لائبہ نے پوچھا تو ضرار نے اس کے ہاتھ جھٹکے۔ ”کیونکہ تم جیسی لڑکیاں کسی کی عزت بننے کے قابل نہیں ہیں“ ضرار نے کہا تو لائبہ نے مہرماہ کو گھورا۔ ”اچھا تو کیا اس جیسی لڑکیاں اچھی ہوتی ہیں جنکی ماں اپنے بھائیوں کی ناک کٹواتے گھر سے اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ جائیں۔ اور بعد میں مر“ لائبہ کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی مہرماہ ضرار کے پیچھے سے نکلتے ایک زناٹے دار تھپڑ اسکی گال پر مار گئی تھی۔ لائبہ نے دو دن پہلے ہی ثانیہ اور مہرماہ کے مابین ہوئی پلوشہ سکندر کے بارے میں کچھ باتیں سنی تھیں جسے وہ آج استعمال کر رہی تھی پر مہرماہ اپنی ماں کے خلاف بات کیسے سن سکتی تھی۔ ”خبردار لائبہ ! خبردار میری ماما کے بارے میں کوئی بکواس مت کرنا۔ وہ اگر گھر سے بھاگیں تھی تو اپنی عزت بچانے کو بھاگیں تھیں۔ کسی کی عزت روندنے کو نہیں خبردار جو میری ماں کو

کچھ کہا۔ انکے کردار کے گواہ یہاں موجود ہیں لہٰذا میری ماما کے متعلق کوئی بکواس مت کرنا ورنہ ضارنے تو تمھاری طبیعت کا لحاظ کرتے تمھیں چند دن کی مہلت دے دی ہے پر میں تمھاری جان نکال دوں گی سمجھی" مہرماہ نے چلاتے کہا تو سب ہی اسے دیکھ حیران ہوئے جبکہ ضرار نے متاثر ہوتے ہونٹوں کو گول کیا۔ اس نے مہرماہ کا یہ روپ آج پہلی بار دیکھا تھا اور یہ روپ ضرار کو دیوانہ کر رہا تھا۔ "کیوں نا کہوں تمھاری بھگوڑی" لائبہ کی بات اس بار بھی دوسری گال پر پڑنے والے تھپڑ نے بند کروائی تھی۔ "میری ماں کو کچھ مت کہنا ! ! " مہرماہ نے دانت پر دانت جماتے غصے کی زیادتی سے انگلی اٹھاتے اسے وارن کیا۔ جب کہ لائبہ اپنی گال پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ اسے اپنے دونوں گال جلتے محسوس ہو رہے تھے۔ پر وہ باز پھر بھی نہیں آ رہی تھی۔ "کیوں نا کہوں۔ تمھاری ماں اسی گھر سے بھاگی تھی نا اپنے بھائیوں کی ناک کٹوا کر۔ کیا نام تھا اسکا ہاں پلوشہ۔ ایسی عورت کی بیٹی ہو تم جس نے

اپنے بھائیوں کی عزت کا لحاظ تک نا کیا" لائبہ نے کہا تو اب کی بار مہرماہ کا صبر جواب دے گیا جس پر اس نے آگے ہوتے ہاتھ آگے بڑھاتے اسکے بال جکڑے اور ہاتھ گھماتے زناٹے دار تھپڑ اسکے چہرے پر مارا۔جب کہ پلوشہ نام سنتے دراب صاحب اور فردوس بیگم پر سکتا طاری ہوا مہرماہ پلوشہ کی بیٹی تھی۔انھیں یقین نہیں آرہا تھا۔"یہ تھپڑ میری ماما کے بارے میں بولنے کیلئے" یہ کہتے ساتھ ہی مہرماہ نے الٹے ہاتھ کا تھپڑ اسکی دوسری گال پر رسید کیا۔"یہ تھپڑ میرے شوہر پر الزام لگانے کیلئے" کہتے ساتھ ہی ایک اور تھپڑ مارا تھا لائبہ کو۔"یہ تھپڑ میرے شوہر کو تڑپانے کیلئے، انھیں اذیت دینے کیلئے اور میرا گھر توڑنے کی کوشش کرنے کیلئے" مہرماہ نے کہا اور اسے پیچھے جھٹکا جس سے وہ صوفے پر گرتے گرتے بچی۔مہرماہ کے تھپڑ اور زیارہ بولنے کی وجہ سے اسکا سر گھوم رہا تھا۔اسے اپنے وجود میں ٹیسیس اٹھتی محسوس ہورہی تھیں پر وہ ابھی نہیں ہار سکتی تھی۔اسے ضرار کو اپنا بنانے کی ضد دماغ پر سوار کر رکھی

تھی۔ ”تمھاری جرات کیسے ہوئی تم نے مجھے مارا“ لائبہ نے کہا پاس رکھا شیشے کا واس اٹھاتے مہرماہ کو مارنے کیلئے ایک جھٹکے میں اس طرف پھینکنا چاہا لیکن ضرار فوراً مہرماہ کو سینے سے لگاتے اس طرف پشت کرگیا لیکن واس اسے نہیں لگا تھا۔ واس ٹوٹنے کی آواز ضرور آئی تھی وہ اسے لگا نہیں تھا جس پر اس نے مُڑتے پیچھے دیکھا جہاں سارا کانچ فرش پر بکھرا تھا جب کہ لائبہ صوفے کو تھامے ہوئے کھڑی گہرے گہرے سانس لیتے تڑپ رہی تھی۔ اسکی حالت دیکھتے سب ہی سمجھ گئے تھے کہ اسے ہاسپٹل لے جانا چاہیئے پر کوئی بھی آگے نا بڑھا۔ یہاں تک کاشف صاحب بھی منہ موڑ گئے۔ ”ضرار اسے ہاسپٹل لے جانا پڑے گا“ مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو ضرار نے اسے دیکھا جو اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ ”مرنے دو اسے“ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے نفی میں سر ہلایا۔ ”اسکی غلطی کی سزا ہم اس معصوم کو نہیں دے سکتے پلیز اسے ہاسپٹل لے کر چلتے ہیں اٹھائیں اسے“ مہرماہ نے اب بھی اسے دیکھے بغیر کہا تو ضرار نے

گہری سانس بھری۔ ”میں ہاتھ لگاؤں اسے“ ضرار نے جیسے صدمے سے پوچھا۔ ”جی لگا لیں۔ ابھی مجھے اسکی نہیں اس معصوم کی فکر ہے“ مہرماہ نے کہا تو ضرار نے آگے بڑھتے لائبہ کی بازو پکڑتے دو ملازمین کو آواز دیں۔ ”اسے لے جاتے گاڑی میں بٹھاؤ“ ضرار نے کہا تو دونوں ملازمہ لائبہ کو سہارا دیتے گاڑی تک لے گئیں جس پر مہرماہ بھی انکے پیچھے بڑھی۔ اسے یوں اسکے پیچھے بڑھتے دیکھ کاشف صاحب اور ضرار بھی باہر نکلے جبکہ تنزیل بیگم اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ انکے برعکس دراب صاحب اور فردوس بیگم وہیں لاؤنج میں کھڑے سکتے سے ابھی تک پلوشہ نام پر اٹکے کھڑے تھے۔

”ماہ“ ضرار نے اسے پکارا جو ہاسپٹل کے خالی کوریڈور میں لگی چیئر پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ لوگ جب سے یہاں آئے تھے مہرماہ اس سے نظریں چُڑا رہی تھی اور اسکی وجہ ضرار اچھے سے جانتا تھا تبھی اسے پکارا۔ لائبہ پچھلے

دو گھنٹوں سے آپریشن تھیٹر میں تھی کیونکہ اس کی کنڈیشن کافی سیریس تھی جبکہ وہ دونوں یہاں بیٹھے تھے اور کاشف صاحب ان سے الگ ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ "جی" مہرماہ نے صرف ایک پل کو نگاہیں اٹھاتے اسے دیکھا اور اگلے ہی پل پھر نگاہیں جھکا گئی جس پر ضرار نے گہری سانس بھری اور چلتے اسکے پاس آتے اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ "کیا ہوا میری روحِ من مجھے اگنور کیوں کر رہی ہے" ضرار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگنور نہیں کر رہی" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسکی ٹھوڑی کو نرمی سے تھامتے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔ "اب تو ساری بات کھل گئی ہے اب بھی مجھ سے دور رہو گی تو میرا دل مزید زخمی ہو جائے گا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے چہرہ اٹھاتے شرمندگی سے اسے دیکھا جبکہ اسکی آنکھوں میں شرمندگی دیکھتے ضرار نے نرمی سے اس کی آنکھوں کے پپوٹوں کو انگلی کی پور سے سہلایا۔ "دور نہیں جانا چاہتی۔۔ پر آپ کے۔پاس۔۔کیسے آؤں۔۔آپکے ساتھ اتنی زیادتی کر دی میں نے" مہرماہ نے

کہا تو ضرار اذیت سے مسکرایا۔ "زیادتی تو واقعی تم نے کی ہے میرے ساتھ" ضرار نے کہا تو اسکا سر شرمندگی سے جھکا۔ "جانتی ہوں اور اسکے لیے میں ساری عمر بھی معافی مانگوں تو کم ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ وہ جانتا تھا حقیقت کھلنے کے بعد مہرماہ شرمندہ ہوگی پر وہ ایسے ہی نرم نہیں پڑ سکتا تھا ورنہ وہ ہر بار ایسے ہی کرے گی۔ وہ جانتا تھا مہرماہ اس پر یقین کرتی ہے پر اسکی سنگ دلی نے ضرار کو کافی اذیت دی تھی تبھی وہ اسے احساس دلا رہا تھا ورنہ وہ کہاں اپنی ماہ کو یوں اداس دیکھ سکتا تھا۔ "معافی نہیں چاہیئے اب مجھے۔ بہت دکھ دیا ہے تم نے مجھے ماہ۔ تم نے میرا ساتھ اس مقام پر چھوڑا جب مجھے تمھارا اعتماد اور ساتھ چاہیئے تھا۔ جانتی ہو تم تو اپنا غصہ نکال لیتی تھی پر میں اپنی اذیت پر بھی لب بھینچ جاتا تھا" ضرار نے کہا تو مہرماہ کی آنکھوں میں آنسو آئے۔ "میں واقعی بہت ظالم ہوں نا" مہرماہ نے اسے دیکھے بغیر کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بہت زیادہ۔ تم میرا ظالم محبوب ہو اور

مجھے میرے ظالم محبوب سے عشق ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "شرمندہ کررہے ہیں؟" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مدھم سا مسکرایا اور اسکے قریب ہوتے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگا گیا۔ "شرمندہ کرسکتا ہوں تمھیں" ضرار نے کہا تو اس نے ہولے سے نفی میں سرہلایا جس پر ضرار نے نرمی سے اسکا سر چوما جسے محسوس کرتے مہرماہ کے کب سے رکے ہوئے آنسو بہنے لگے جسے دیکھ ضرار نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "ضار۔۔ آئی ۔۔ ایم۔۔ سوری" مہرماہ نے بھرائی آواز میں کہا تو ضرار نے اسکا سر چوما۔ "میں ناراض نہیں ہوں تم سے" ضرار نے کہا تو اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "کیوں۔۔ میں نے تو۔۔ اتنا کچھ۔۔ کہا آپکو" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہاں کہا پر اگر تمھاری جگہ میں بھی ہوتا تو یہی کرتا کیونکہ یہ بات چھوٹی نہیں تھی۔ ایک انسان جس سے ہم محبت کرتے ہوں اور وہ کسی اور کا ہوجائے تو یہ تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے تبھی میں تم سے خفا نہیں کیونکہ

تمھارا ری ایکشن بجا تھا" ضرار کی بات سنتے اس نے نرمی سے سر اسکے کندھے پر ٹکایا۔ "پر پھر بھی۔۔مجھے آپکی۔۔بات تو سننی چاہیئے۔۔ تھی" مہرماہ نے کہا تو وہ ہولے سے ہنس دیا۔ا"گر میری بات سن بھی لیتی تو کیا فائدہ تھا۔مجھے دو دن پہلے ہی اس بات کا پتہ لگا ہے۔اس سے پہلے تو میں خود انجان تھا۔پھر مجھے جیسے ہی پتا لگا میں نے ساری بات کاشف انکل سے شئیر کی اور وہ یہاں آگئے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "دو دن پہلے؟" مہرماہ نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ "ہاں دو دن پہلے جس دن تم نے لائبہ کو تھپڑ مارتے دھمکی دی تھی کہ یہاں سے چلی جائے" ضرار نے کہا تو مہرماہ کی آنکھیں پھیلیں۔ "آپکو کیسے۔۔پتا آپ تو۔۔وہاں نہیں تھے" مہرماہ نے کہا تو ہو ہنسا۔ "میں بے شک وہاں نہیں تھا پر میری نظریں ہمیشہ تم پر ہوتی ہیں" ضرار نے کہا تو مہرماہ کے رخسار سرخ ہوئے جسے دیکھ وہ پھر ہنسا۔ "ویسے تمھارا یہ روپ دیکھ کر مجھے تم سے نئے سرے سے عشق ہوگیا ہے۔تم میرے لیے اس حد تک جنونی ہو اسکا مجھے

اندازہ نا تھا اور پھر آج جیسے تم نے لائبہ کے چہرے پر اپنے نازک ہاتھوں سے تھپڑوں کی برسات کی وہ دیکھ کر میں ہی جانتا ہوں میں نے اپنی ہنسی کیسے ضبط کی۔ ویسے ایک نہیں تم نے تو پے در پے تھپڑ مارے اسے" ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اس نے دماغ ہی اتنا خراب کردیا تھا کیا کرتی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہنستے ہاں میں سر ہلایا۔ "ضار" مہرماہ نے اسے ہنستے دیکھ پکارا۔ "بولو میری کانچ کی گڑیا" اس نے نرمی سے جواب دیا تو وہ مسکرائی۔ "بابا کو پتہ لگ گیا ہے کہ میں کس کی بیٹی ہوں۔ اب کیا ہوگا" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری۔ "کچھ نہیں ہوگا میں ہوں نا۔ اگر بابا نے کوئی بات کی تو پھر ہم ماضی کے ہر راز سے پردہ اٹھا دیں گے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکا سر چوم گیا۔ "ایکس کیوز می" ابھی انھیں یوں بیٹھے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے جب انھیں ڈاکٹر کی آواز آئی جس پر وہ دونوں نے اسے دیکھ کھڑے ہوئے۔ "جی ڈاکٹر" مہرماہ نے جواب دیا۔ "مبارک ہو بیٹا

ہوا ہے اور الحمدللہ وہ ایک دم تندرست ہے پر ماں کی طبیعت ابھی کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ انکی کنڈیشن دیکھتے میں نے انکے کچھ ٹیسٹ کیے جن سے مجھے اندازہ ہوا کہ انھیں کوئی دماغی مسئلہ ہے اور ایسی مریضہ سے بچے کو دور رکھیے گا کیونکہ وہ اسے نقصان پہنچا سکتی ہیں" ڈاکٹر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ڈاکٹر بے بی ٹھیک ہے تو اسے باہر کیوں نہیں لائے" مہرماہ نے پوچھا تو ڈاکٹر نے گہری سانس بھری۔ "وہ ٹھیک ہے پر ابھی اسے کپڑے وغیرہ پہنا رہے ہیں۔ اگر آپ کو ملنا ہے تو آپ آجائیں پر ماں سے نہیں مل سکتیں" ڈاکٹر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ وہ کب لائبہ سے ملنے کو مر رہی تھی۔ وہ یہاں تھی بھی تو صرف اس معصوم جان کیلئے جسے پیدا ہی اس لیے کیا جانا تھا تاکہ اسکا استعمال کیا جا سکے۔ "ضار مجھے بے بی سے ملنا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ ڈاکٹر کے ساتھ اندر روم کی طرف بڑھ گئی۔ مہرماہ ڈاکٹر کے ساتھ چلتے اندر روم میں آئی جہاں اسے ننھی سی جان کی رونے

کی آواز آئی جس پر نا جانے کیوں اسکا دل دھڑکا تھا جس سے اس کے قدموں میں تیزی آئی تھی۔ وہ تیزی سے چلتے سامنے بنے چھوٹے سے بیڈ کے قریب آئی جس پر بے بی کو لٹائے نرس اسے کپڑے پہنا رہی تھی جبکہ وہ رو رہا تھا پر نرس کو فرق نہیں پڑ رہا تھا جس پر مہر ماہ کو غصہ آیا۔ "آپ ایک منٹ چھوڑیں۔ وہ کتنا رو رہا ہے اور آپ بجائے چپ کروانے کے اپنے کام میں لگی ہیں" مہر ماہ نے غصہ سے کہا تو نرس نے ہاتھ روکتے اسے دیکھا لیکن مہر ماہ کو خود کو گھورتے دیکھ وہ پیچھے ہوئی جس پر مہر ماہ آگے آئی اور اس بچے کو دیکھا جو اس وقت اسکے لائے گئے سفید بے بی آؤٹ فٹ میں ملبوس تھا۔ اس بچے کو دیکھ مہر ماہ کا دل دھڑکا تھا۔ وہ بچہ انتہائی پیارا تھا۔ اسکی سرخ و سپید رنگت۔ اسکے روئی جیسے گال۔ چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں جنھیں ہلاتے وہ رونے میں مصروف تھا۔ مہر ماہ کو اسے دیکھ ٹوٹ کر اس پر پیار آیا۔ وہ ہلکا سا آگے جھکی اور نرمی سے اسے کمبل میں لپیٹتے اٹھا کر اپنے ساتھ لگایا تو یکدم ہی چپ ہوا جس پر

مہرماہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ "ماشاءاللہ کتنے پیارے ہو آپ۔ ایکدم چھوٹے سے بھالو کی طرح۔ اور کتنے اچھے بھی میری گود میں آتے ہی آپ چپ کر گئے" مہرماہ نے نرمی سے اس بچے کے ماتھے پر لب رکھتے کہا اور اسے دیکھنے لگی۔ اس بچے کو دیکھ مہرماہ کو ترس تو آرہا تھا پر جو پیار آرہا تھا وہ ہر چیز پر غالب تھا۔ اس بچے کو دیکھتے اسے یہ تک بھول گیا تھا کہ وہ لائبہ کی اولاد ہے۔ وہ بس اسے پیار کر رہی تھی۔ "کیا میں اسے باہر لے جا سکتی ہوں؟" مہرماہ نے ڈاکٹر سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر مہرماہ کو اسکو ساتھ لگائے باہر لے آئی جہاں ضرار کاشف صاحب سے کوئی بات کر رہا تھا جو شدید غصے میں لگ رہے تھے۔ "کیا ہوا ضار سب ٹھیک ہے" مہرماہ نے ان دونوں کے پاس آتے ضرار سے پوچھا جس پر ضرار نے کچھ کہنے کو لب وا کیے پر کاشف صاحب کی تیز آواز اسے روک گئی۔ "اس بچے کو یہاں کیوں لائی ہو آپ بیٹا" کاشف صاحب نے پوچھا تو مہرماہ نے انھیں دیکھا۔ "انکل میں اسے آپکو اور

ضار کو دکھانے لائی ہوں" مہرماہ نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ "مجھے نا ہی اس بچے کو دیکھنا ہے اور نا ہی اس سے کوئی تعلق رکھنا ہے۔اس بچے کو میری نظروں سے دور کردو" کاشف صاحب نے کہا تو مہرماہ نے ضرار کو دیکھا جس نے آنکھیں سے خاموش رہنے کا کہا اور خود کاشف صاحب کی طرف مُڑا۔ "انکل پھر اس کو کہاں بھیجیں کیونکہ لائبہ نے جو گناہ کیے ہیں یقیناً ان کی سزا اسے ملے گی تو اس بچے کو کون سنبھالے گا۔آپکے علاوہ اسکا کوئی بھی نہیں۔شہباز کی فیملی میں ہے ہی کوئی نہیں سوائے اسکے بڑے بھائی کے اور وہ بھی اپاہج ہے۔پھر پیچھے اسکا کون رہ گیا ہے۔ڈاکٹر نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ لائبہ کو کوئی دماغی مسئلہ ہے لہٰذا بچے کو اس سے دور رکھا جائے پھر اسکا کیا کریں اگر آپ بھی اسے نہیں رکھ رہے" ضرار نے پوچھا تو کاشف صاحب کے چہرے پر سختی بھری۔ "میری طرف سے کسی یتیم خانے میں دے دو یا کہیں پھینک دو مجھے نا لائبہ سے کوئی تعلق رکھنا ہے نا ہی اس بچے

سے۔ میں یہاں صرف اس لیے آیا ہوں کیونکہ مجھے تم نے کہا تھا پر میں یہاں یہ فیصلہ کر کے آیا تھا کہ میں لائبہ سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا اور اس گندے خون کو دیکھوں گا بھی نہیں۔ اب جب اس بات کا فیصلہ میں کر چکا ہوں تو میں چلتا ہوں" کاشف صاحب نے کہا اور بغیر انکی کوئی مزید بات سنے وہاں سے نکلتے چلے گئے جس پر ان دونوں نے پہلے انکی پشت کو دیکھا پھر ایک دوسرے کو دیکھتے اس ننھی سی جان کو دیکھا جو اب مہرماہ کے ساتھ لگے سو رہا تھا۔ "ضاریہ کیا ہو گیا" مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ "میں بھی نہیں جانتا پر ابھی اہم یہ ہے کہ اس بچے کا کیا کریں۔ لائبہ کو تو میں چھوڑوں گا نہیں تو اسکے پاس تو یہ نہیں جائے گا۔ اسکا باپ اس نے دو لوگوں کا قتل کیا ہے تو اسے اگلے ماہ پھانسی ہو جائے گی اور کاشف انکل ویسے ہی اس سے نفرت کرتے ہیں۔ اب پیچھے تو اسکا کوئی نہیں بچا" ضرار نے کہا تو مہرماہ کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ اس دنیا میں تنہا تھا۔ اسکے پاس سب ہوتے ہوئے بھی کوئی نا تھا جبکہ ضرار کو بھی اس

بچے پر ترس آیا۔ "ماہ میں کچھ سوچ رہا تھا" ضرار نے اسے دیکھتے کہا۔ کیا مہر ماہ نے بچے سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔ "ہم اسے کسی یتیم خانے" ضرار کی بات پوری ہونے سے پہلے مہر ماہ بول اٹھی۔ "ضار آپ ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں۔ اتنا چھوٹا ہے وہ اسے ایک ماں کا پیار اور باپ کی شفقت چاہیئے ابھی۔ اور یتیم خانے میں، میں اسے کبھی نا دوں۔ میمی سے میں نے بہت سنا ہے۔ وہاں اتنے چھوٹے بچے کا خیال صحیح سے نہیں رکھا جاتا" مہر ماہ نے بچے کو اپنے مزید قریب کرتے تڑپ کر کہا تو ضرار نے اسے دیکھا اور اسکی آنکھوں میں لکھی تحریر پڑھتے ضرار نے گہری سانس بھری۔ وہ اس بچے پر صرف ترس نہیں کھا رہی تھی۔ وہ اس بچے کو اپنا رہی تھی۔ "پھر تم بتاؤ ہم اسکا کیا کریں" ضرار نے گہری سانس بھرتے پوچھا تو مہر ماہ نے چہرہ جھکاتے ایک نظر بچے کو دیکھا پھر اسے دیکھنے لگی۔ "میں اگر کچھ کہوں تو مانیں گے" مہر ماہ نے دو قدم اسکے قریب ہوتے کہا۔ "میں تمھاری کوئی بات نہیں ٹالتا بتاؤ اب" ضرار نے

کہا وہ شاید جانتا تھا مہرماہ کیا مانگنے والی ہے اور شاید وہ اس چیز کیلئے تیار بھی تھا۔ "ضار کیا ہم اسے اڈاپٹ کرسکتے ہیں۔ اسکا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے تو کیوں نا ہم اسکا سب کچھ بن جائیں۔ اسکے ماما بابا۔ اس کے دوست اور اس کے محافظ۔ ضار یہ بہت چھوٹا اور معصوم ہے۔ اور لائبہ کے گناہوں میں یہ بھی اتنا ہی استعمال ہوا ہے جتنا ہم لوگ۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو لائبہ نے سب سے زیادہ اس سے زیادتی کی ہے۔ تو کیوں نا ہم اسے پیار دے کر اسکے ساتھ ہوئی زیادتی کا ازالہ کریں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اس ننھے سے بچے کو دیکھا جو پرسکون سا سو رہا تھا۔ "پر یہ لائبہ کا بیٹا ہے" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اس بات سے مجھے بلکل فرق نہیں پڑتا کہ یہ لائبہ کا بیٹا ہے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں یہ ایک ننھی سی جان ہے جسکے لیے پیار اور نرمی اللہ پاک نے میرے دل میں ڈالی ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار مسکرایا۔ نرمی تو اسکے دل میں بھی اللہ نے ڈال دی تھی تبھی لائبہ کی اولاد سے اسے نفرت نہیں

محسوس ہورہی تھی۔ ”ٹھیک ہے ہم اسے اڈاپٹ کرلیتے ہیں۔پر کیا تم ماما والی ذمہ داریاں سنبھال لوگی“ ضرار نے پوچھا تو مہرماہ نے ہاں میں سرہلایا۔ ”جی بلکل اگر آپ بابا والی ذمہ داریاں سنبھالتے میرا ساتھ دیں تو میں ماما والی ذمہ داریاں سنبھال لوں گی“ مہرماہ نے کہا تو اس نے اسے ساتھ لگایا۔ ”تو پھر ٹھیک ہے ہیں آج ہی شیری سے کہتا ہوں کہ پیپرز تیار کرے پھر ہم اسے اڈاپٹ کرلیں گے“ ضرار نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ ”شکریہ ضار۔آپ بہت اچھے ہیں“ مہرماہ نے کہا تو اس نے اسکا سر چوما۔ ”اور تم بہت رحم دل ہو“ ضرار کی بات سنتے اسکی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا پر وہ بولی کچھ بھی نا کیونکہ اسکا دھیان ابھی اپنے بیٹے پر تھا جسے وہ دل سے اپنا بنا چکی تھی۔ ”اچھا یہ بتاؤ نام کیا رکھنا ہے اس بچے کا“ ضرار نے پوچھا تو مہرماہ نے اسے گھورا۔ ”کیا ہوا گھور کیوں رہی ہو“ ضرار نے پوچھا۔ ”بچہ بچہ کیوں لگا رکھا ہے۔یہ ہمارا بیٹا ہے“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ ”جی میری جند جان سوری غلطی ہوگئی۔پر ایک

دم سے بابا بنا ہوں نا تو ابھی پریکٹس نہیں ہے پر انشاء اللہ میں سیکھ لوں گا۔اب یہ بتاؤ ہمارے بیٹے کا نام کیا رکھنا ہے۔ کچھ سوچا ہے کہ نہیں" ضرار نے پوچھا تو مہرماہ نے اس پر سے نظریں ہٹاتے اپنے بیٹے کو دیکھا۔"اسکا نام ہوگا وہاج ضرار راجپوت" مہرماہ نے جھکتے بچے کا ماتھا چومتے کہا تو ضرار مسکرایا۔مہرماہ اس ننھے سے بچے کو دل سے اپنا بیٹا مان چکی تھی۔یقیناً یہ بات اللہ نے اس کے دل میں ڈالی تھی۔"بہت پیارا نام ہے۔اس کا مطلب کیا ہے" ضرار نے وہاج کی روئی جیسی گال کو انگلی کی پور سے چھوتے پوچھا۔"اسکا مطلب ہے چمکدار یا روشن اور یہ میرے لیے ایک روشن ستارے کی مانند ہے جسے اللہ نے میری جھولی میں ڈالا ہے اور میں اسے بہت کروں گی" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔"بہت پیارے ہو تم وہاج۔میں وعدہ کرتا ہوں میں اپنے بیٹے پر کسی بھی انسان کے سیاہ ماضی کی جھلک تک نہیں پڑنے دوں گا" ضرار نے جھکتے بے حد شفقت سے وہاج کا

ماتھا چوما تو وہ نیند میں مسکرایا جسے دیکھ وہ دونوں مسکرائے۔ "ماشاءاللہ یہ بہت پیارا ہے اور اسکی مسکراہٹ اس سے بھی زیادہ پیاری ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا اور کوریڈور کے دوسری جانب دیکھا جہاں ویل چیئر پر اسے ایک انسان بیٹھا نظر آیا جسے دیکھ وہ طنزیہ مسکرایا جبکہ اسکی مسکراہٹ دیکھ مہرماہ نے سامنے دیکھا تو ایک لمحے کو حیران ہوئی کیونکہ سامنے ہی بلال بغیر ٹانگوں کے ویل چیئر پر بیٹھا آگے جا رہا تھا۔ اسے دیکھ مہرماہ کو کلاس روم کی وہ رات یاد آئی تھی جب بلال نے اسکے ساتھ بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تھی۔ "ضاریہ تو بلال ہے نا۔ اسے کیا ہوا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں یہ بلال ہے اور ہونا کیا ہے۔ اسے ہر انسان کے معاملے میں ٹانگ اڑانے کا بہت شوق تھا نا تو میں نے اسکی ٹانگیں ہی کاٹ دی" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "کیا آپ نے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں یہ اس رات کی سزا دی ہے میں نے اسے جب اسنے تمھیں

چھونے کی غلطی کی تھی" ضرار نے کہا تو مہر ماہ نے ایک نظر بلال کو پھر اسے دیکھا۔ "اور سائرہ اور اسکے دوست کا کیا ہوا" مہر ماہ نے پوچھا۔ اگر اسکا یہ حال تھا تو ان کے ساتھ بھی اس نے کچھ نا کچھ کیا ہی ہوگا مہر ماہ اتنا تو جانتی تھی۔ "سائرہ اسے باخدا میں نے ہاتھ نہیں لگایا پر وہ میرے خوف سے خود ہی خودکشی کر گئی اور جو اسکا دوست تھا وہ۔ اسکی ایک ٹانگ کاٹی تھی کیونکہ اس نے اس کا ساتھ دیا تھا" ضرار نے مزے سے بتایا تو مہر ماہ نے آنکھیں سکیڑتے اسے دیکھا پھر ہنس پڑی۔ "اللہ معاف کرے ضار۔ کسی کو لنگڑا کر دیا اور یوں بول رہے ہیں جیسے کوئی بڑی بات ہی نا ہو" مہر ماہ نے کہا تو وہ بھی ہنس پڑا پر انکی ہنسی سے وہاج کی نیند خراب ہوئی تھی جس پر اس نے اگلے ہی پل رونا شروع کیا جسے دیکھ مہر ماہ اسے تھپکنے لگی جبکہ ضرار اسکے رونے پر گھبرایا تھا۔ "اسے کیا ہوا ہے ماہ" ضرار نے جلدی سے پوچھا تو مہر ماہ نے مسکرائی۔ "اسے اب یقیناً اپنی غذا چاہیئے۔ آپ ایک کام کریں میڈیکل سٹور سے جا کر ایک فیڈر اور یہ

والا دودھ کا باکس لے آئیں۔ وہاج کو فیڈر پلانا ہے" مہرماہ نے اسکی طرف ایک پرچی بڑھاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے پہلے اسکی اور پھر وہاج کی پیشانی چومتے مہرماہ کے ہاتھ سے چھوٹی سی پرچی پکڑتے باہر کی جانب بڑھ گیا جبکہ مہرماہ نرمی سے وہاج کو ساتھ لگائے تھپک رہی تھی جو اب ہلکی ہلکی ہچکیاں بھر رہا تھا۔

"پٹھانی کہاں جارہی ہو" شہریار نے اسے سے پوچھا جو ابھی روم سے باہر نکلی تھی۔ شہریار ابھی کورٹ سے واپس آیا تھا اور اپنے کمرے کی طرف جارہا تھا لیکن سامنے مریم کو روم سے نکلتے دیکھ اس نے فوراً پوچھا۔ "سائیں میرا دل خراب ہورہا ہے تو باہر واک کرنے جارہی ہوں" مریم نے کہا تو وہ پریشان ہوا اور آگے بڑھتے اسے اپنے ساتھ لگاتے اسے اپنے پیروں پر کھڑا کیا۔ "کیوں دل خراب ہورہا ہے۔ کیا ہوا کچھ الٹا سیدھا کھایا تھا" شہریار نے پوچھا تو اس نے

نفی میں سر ہلاتے اسکے سینے پر گال ٹکا گئی۔ ”پھر کیوں دل خراب ہو رہا ہے۔کھانا کھایا تھا“ شہریار نے پوچھا تو اس نے پھر نفی میں سر ہلایا جس پر وہ گہری سانس بھر گیا۔ ”بس یہی وجہ ہے دل خراب ہونے کی۔کھانا کیوں نہیں کھایا“ شہریار نے پوچھا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”آپ مجھے ڈانٹ رہے ہیں“ مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔ ”میری جان میں تمھیں ڈانٹ نہیں رہا بس کھانے کا پوچھ رہا ہوں۔ تمھیں پتا ہے تمھاری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے تو ایسے میں کھانے سے غفلت اچھی بات تو نہیں ہوتی نا اور میری پٹھانی تو میری باتیں مانتی ہے پھر آج کھانا کیوں نہیں کھایا“ شہریار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ ”میرا دل نہیں کر رہا تھا“ مریم نے جیسے بات ہی ختم کر دی تھی جس پر شہریار بے بسی سے ہنس پڑا۔ ”اور کیوں دل نہیں کر رہا تھا میری پٹھانی کا“ شہریار نے اسکی رخسار کو سہلاتے پوچھا۔ ”پتا نہیں۔پر اب میرا دل خراب

ہورہا ہے" مریم نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔ "اچھا ٹھیک ہے۔ ایک منٹ رکو میں ابھی علاج کرتا ہوں اس دل خرابی کا" شہریار نے کہا اور اس سے پیچھے ہوتے روم میں جاتے جلدی سے اپنا سامان ڈریسنگ پر رکھا اور اس کی دوائیوں میں سے ایک گولی نکالتے ہاتھ میں پانی کا گلاس پکڑتے اسکے پاس واپس آیا۔ "یہ لو یہ کھاؤ۔ اس سے اب تمھارا دل ٹھیک ہوجائے گا اور کھانے کا دل بھی کرنے لگے گا" شہریار نے کہا تو اس نے گولی پکڑتے کھائی اور پانی کا گلاس اسے واپس پکڑایا جسے پکڑتے شہریار نے اسے وہاں ٹیبل پر رکھا اور اس پر شال ٹھیک کرتے اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے نیچے کی جانب بڑھا۔ "مریم طبیعت ہوئی ٹھیک" انکے نیچے آتے ہی شاہجہاں بیگم جو لاؤنج میں بیٹھی تھیں انھوں نے فوراً مریم سے پوچھا۔ "جی اماں سائیں اب ٹھیک ہوں" مریم نے کہا تو وہ الحمدللہ کہہ گئیں۔ "چلو پھر اب کچھ کھالو۔ شہریار مریم کو کچھ کھلاؤ جاکر بچی نے کافی دیر سے کچھ نہیں کھایا" شاہ

جہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی اماں سائیں۔ اچھا ویسے بھائی کہاں ہیں۔ کل انکی نائٹ شفٹ تھی تو انھیں تو ایک بجے تک آجانا چاہیے تھا اب پانچ بجنے والے ہیں ابھی تک نہیں آئے“ شہریار نے پوچھا تو شاہ جہاں بیگم نے گہری سانس بھری۔ ”آیا تھا اسکا فون کہہ رہا تھا سات بجے آئے گا۔ ابھی کوئی کام ہے اسے “شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور مریم کا ہاتھ تھامتے کچن میں چلا گیا۔ ”اب بتاؤ پٹھانی کیا کھانا ہے میری جان نے“ شہریار نے اسے چیئر پر بٹھاتے پوچھا۔ ”سائیں مجھے پراٹھا اور ساتھ میں اچار کھانا ہے“ مریم نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے لیے کھانا نکالنے لگا۔ ”سائیں تھوڑی آئس کریم بھی“ مریم نے پیچھے سے کہا تو شہریار نے مڑتے اسے دیکھا۔ ”نہیں پٹھانی آئس کریم نہیں۔ پہلے ہی اچار کھا رہی ہو۔ آئس کریم نہیں ملے گی“ شہریار نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ ”اچار بھی تو دے رہے ہیں“ مریم نے کہا تو شہریار گہری سانس بھرتے اسکے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا

اور اسے چھوٹے چھوٹے نوالے کھلانے لگا۔ ”اچار کیلئے اس لیے مانا ہوں کیونکہ تم نے قریباً دس دن بعد مانگا ہے اور آئس کریم ابھی کل رات کھائی ہے۔زمین آسمان کا فرق ہے۔سو اس لیے آئس کریم نہیں ملے گی۔یہ کھالو پھر تمھیں ملک شیک بنا کر دوں گا تھوڑی دیر تک“ شہریار نے کہتے ساتھ لالچ دی تو مریم کی آنکھیں چمکیں۔ ”چاکلیٹ اور ونیلا آئس کریم ملک شیک اور اس میں ڈھیر سارے آم کے سلائس“ مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”ویسے میری پٹھانی خاصی بھکر ہوگئی ہے“شہریار نے اسکے منہ میں نوالہ ڈالتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلاتے کھلکھلا کر ہنس پڑی جس پر شہریار بھی ہنستے اسے ساتھ لگاتے اسکا سر چوم گیا۔ایک مریم کے ہونے سے شہریار کو زندگی خوشگوار لگتی تھی۔

”مس ثانیہ۔ابھی آپ کو چند دن ہوئے ہیں پر جس طرح آپ نے سب کچھ سنبھالا اٹس امیزنگ“ حسام نے ثانیہ کی بنائی گئی فائلز کو دیکھتے بولا جب کہ ثانیہ

سامنے بیٹھی پروفیشنل انداز میں مسکرا رہی تھی۔ "شکریہ سر" ثانیہ نے کہا تو اس نے سر خم کیا۔ "شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ واقعی تعریف کی مستحق ہیں۔ اللہ پاک آپکو کامیاب کرے" حسام نے کہا تو اس نے آمین کہا اور کھڑی ہوئی۔ "چلیں سر اب میں چلتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو حسام نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اپنا بیگ کندھے پر ڈالتے اسکے آفس سے نکلتے باہر کی جانب بڑھی۔ اسے آفس آتے آج دوسرا دن تھا۔ وہ صبح دس سے سات آفس آتی تھی پھر یہاں سے سعیدہ بی کی طرف چلی جاتی تھی۔ وہاں دو تین گھنٹے گزار کر وہ گھر جاتی تھی اور تھوڑی دیر سب کے ساتھ بیٹھ کر پھر اپنے کمرے میں بند ہوجاتی تھی۔ اس نے خود کو بے حد مصروف کرلیا تھا۔ وہ خود تک محدود ہوگئی تھی۔ عامر روز ہی اس سے ملنے آتا تھا۔ وہ صبح اس کے آفس آنے سے پہلے پارکنگ میں موجود ہوتا تھا اور پھر اس کی واپسی پر بھی وہ وہیں موجود ہوتا تھا۔ وہ روزانہ اس سے معافی مانگتا تھا پر ثانیہ ہمیشہ اسے نظر انداز کرتے چلی

جاتی تھی جس پر عامر بس شرمندگی و نمی سے بھری آنکھوں سے اسکی گاڑی کو غائب ہوتے دیکھ کر رہ جاتا۔ ثانیہ پچھلے دو دن میں ہوئے تمام واقعات کو سوچتے پارکنگ میں آئی۔ وہ جانتی تھی عامر آج بھی یہیں ہوگا اور اسکی توقع کے عین مطابق وہ سینے پر دونوں ہاتھ باندھے اسکی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ "جان آج آپ پورے چار منٹ لیٹ باہر آئی ہیں" ثانیہ چلتے اپنی گاڑی کے پاس آئی تو عامر فوراً بولا جبکہ اسکی بات سنتے ثانیہ نے کوئی جواب نا دیا اور اپنی گاڑی کے دروازے کی طرف بڑھتے کھولنے لگی پر وہ آگے ہوتے گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگا گیا۔ "کیا پروبلم ہے مسٹر عامر" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "دل کی پروبلم ہے مسز عامر۔یہ دل آپ پر اٹک گیا ہے اور آپکو واپس پانا چاہتا ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے گہری سانس بھری۔ "آپ کیوں روزانہ مجھے تنگ کرتے ہیں" ثانیہ نے پوچھا تو عامر نے گردن کو ہلکا سا ترچھا کرتے دکھ سے اسے دیکھا۔ "پہلے تو میری باتوں سے آپ کبھی تنگ نہیں آتی تھیں پھر

اب کیوں" عامر نے کہا تو ثانیہ نے استہزائیہ مسکرائی۔ "پہلے تو آپ بھی میری غلطیوں کو درگزر کردیتے تھے پر اب کی بار میری ناکردہ غلطی کی اتنی سنگین سزا دے کر مجھے گھر سے نکال دیا۔پھر آپ خود بتائیں پہلے جیسا کچھ ہے ہی نہیں تو میں پہلے جیسی کیسی رہ سکتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو عامر شرمندہ ہوا۔ "مجھے معاف کردیں پلیز" عامر نے منت کرنے والے انداز میں کہا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے معاف کیا پر مجھے آپکے ساتھ نہیں رہنا بلکہ کوئی تعلق ہی نہیں رکھنا" ثانیہ نے کہا تو عامر نے تڑپ کر اسکے چہرے کو ہاتھوں میں تھاما۔ "پلیز ایسا نا کہیں۔میں مرجاؤں گا آپکے بنا۔میں جانتا ہوں مجھے آپکا یقین کرنا چاہیئے تھا پر نا جانے کیوں نا کرسکا پلیز ثانیہ مجھے معاف کردیں پر مجھ سے علیحدگی نا اختیار کریں۔ میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں" عامر نے کہا۔ "محبت کرتے ہیں مجھ سے" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بہت زیادہ" عامر نے کہا تو ثانیہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "مجھ سے محبت کرتے

ہیں تو آپکو اسی محبت کا واسطہ مجھے چھوڑ دیں۔ طلاق دے دیں نہیں رہنا مجھے آپکے ساتھ" ثانیہ نے کہا تو عامر کے چہرے پر اذیت در آئی۔ "جان مانگ لیں پر طلاق نا مانگیں" عامر نے منت کی۔ "محبت مانگی تھی آپ سے۔ کیا آپ نے دی؟ نہیں نا تو اب مجھے آپ سے طلاق کے سوا کچھ نہیں چاہیئے" ثانیہ نے کہا تو عامر نے گہری سانس بھرتے اپنے اندر اٹھتے درد کو کم کرنا چاہا۔ "کیا آپکو واقعی اب بس طلاق چاہیئے" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر کے ہاتھ جو کہ تب اسکے چہرے پر تھے یکدم ہی پہلو میں برے آگرے۔ "جی اب مجھے واقعی صرف طلاق چاہیئے" ثانیہ نے کہا تو عامر نے سر جھکایا۔ "کیا میرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ مجھے ایک آخری موقع بھی نہیں مل سکتا۔ آپ نے اس دن کہا تھا آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ اس محبت کے صدقے طلاق نا لیں مجھ سے" عامر نے مدھم اذیت سے چور لہجے میں کہا تو ثانیہ کا دل ایک پل کو جیسے جکڑا گیا تھا پر اس نے اپنے چہرے پر ایک جذبات تک عیاں نا ہونے

دیا۔ ”میری محبت کا صدقہ؟ نہیں ویسے میری محبت صدقہ ہی تو ہے جسے آپ نے اپنے بھائی کے سر سے وار کر پھینک دیا۔ میری محبت کی تو کوئی اوقات ہی نہیں پھر کیوں مجھے اس محبت کا صدقہ ڈال رہے ہیں جسے میں نے دل کے کسی کونے میں دفنا دیا ہے“ ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسے بازو پکڑا اور اپنی جانب کھینچتے اسے اپنے سینے سے لگاتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گیا۔ ثانیہ اسکی حرکت پر ساکت ہوئی تھی لیکن اگلے ہی پل اسے اپنا کندھا بھیگتا محسوس ہوا تو فوراً ہوش میں آئی اور عامر کو دیکھا جو اپنا چہرہ اس کے کندھے میں چھپائے بے آواز رو رہا تھا۔ ثانیہ کے دل کو اب صحیح معنوں میں کچھ ہوا تھا۔ وہ اسے یوں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ پر جو اس نے کیا تھا وہ بھی تو نہیں بھلایا جا سکتا تھا۔ ”عامر کیا کر رہے ہیں چپ کریں۔ ہم پبلک پلیس میں ہیں“ ثانیہ نے اِدھر اُدھر ایک نظر دیکھتے اسے کہا۔ اسکی گاڑی خاصی کونے میں تھی تبھی انھیں کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ”بیٹُو پلیز مجھ۔۔سے بار بار۔۔طلاق نا۔۔مانگیں میں جانتا

ہوں۔۔میں نے ہی۔۔یہ لفظ شروع۔۔کیا پر میں۔۔نہیں چھوڑ۔۔سکتا آپکو۔۔میرا عشق ہیں۔۔آپ۔۔۔اور عشق۔۔ہم سے کھو جائے۔۔تو انسان کا حال۔۔لاوارثوں سے۔۔بدتر ہوجاتا ہے۔۔خدارا مجھے لاوارث نا کریں۔۔مورے بابا۔۔سب چھوڑ گئے۔۔میں زندہ رہا۔۔آپ گئیں تو باخدا۔۔مرجاؤں گا۔۔پلیز ناراض رہ لیں۔۔پر خود پر سے۔۔میرا حق نا ختم کریں" عامر نے اسکے کندھے سے چہرہ اٹھائے بغیر بھرائی آواز میں کہا۔ اسکے آنسو اب تک ثانیہ کا کندھا بھگو رہے تھے جس پر ثانیہ نے چند لمحے سوچنے کے بعد اسکے گرد بازو حمائل کیے جسے محسوس کرتے عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔"چپ کریں۔اتنے بڑے ہوکر رو رہے ہیں" ثانیہ نے نرمی سے اسکی کمر سہلاتے کہا تو وہ اپنا چہرہ مزید اسکے کندھے میں چھپا گیا۔"آپ رلا رہی ہیں" عامر نے مدھم آواز میں کہا تو نا جانے کیوں اسکے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔"آپ نے بھی تو رلایا تھ" ثانیہ نے کہا۔شاید یہ پہلا شکوہ تھا جو ان

پندرہ دنوں میں ثانیہ نے کیا تھا۔ ”غلطی ہوگئی معاف کردیں“ عامر کی بات سنتے اس نے گہری سانس بھری۔ ”مجھے معافی دینے کے قابل بھی نہیں چھوڑا آپ نے۔ میرے تمام جذبات کو آپ نے روندھ دیا“ ثانیہ نے کہا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جس پر ثانیہ نے بھی اس کے چہرے کو دیکھا۔ اسکا چہرہ پورا آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ آنکھیں سرخ ہورہی تھیں جبکہ آنکھوں کے گرد ہلکے اس کے رت جگے کی چغلی کررہے تھے۔ وہ آج عرصے بعد اسے غور سے دیکھ رہی تھی وہ اسے پہلے کی نسبت کمزور لگا۔ ”کیا ایک آخری موقع نہیں مل سکتا۔ صرف ایک باخدا اگر اسکے بعد کوئی غلطی کی تو مجھے جو سزا دیں گی میں چپ چاپ قبول کرلوں گا“ عامر نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”مجھ سے موقع مت مانگیں کیونکہ میں اب واقعی آپ پر بھروسہ نہیں کرسکتی عامر۔ اللہ کے بعد مجھے سب سے زیادہ یقین آپ پر تھا اور میرا یقین۔ میرا مان۔ میرا بھروسہ یہاں تک کہ میرا دل بھی چکنا چور کردیا آپ نے۔ اب مجھ سے معافی مت

مانگیں نا ہی موقع کیونکہ میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گی۔میں آپ کی ایک بات مان لیتی ہوں میں آپ سے طلاق کا مطالبہ نہی کروں گی اور نا ہی خلع لوں گی پر میں آپکے پاس واپس نہیں آسکتی لہٰذا مجھ سے یہ امید مت رکھیں۔آج اگر میں نرمی سے بات کررہی ہوں تو شاید یہ اس محبت کی وجہ سے جو میں نے کبھی آپ سے کی تھی پر اب تو وہ بھی نہیں رہی میرے دل میں اور اگر ہے بھی تو کسی ایسی جگہ کہ مجھے محسوس تک نہیں ہوتی آپ کہتے ہیں نا محبت چھوڑے تو انسان کا حال لاوارثوں سے بدتر ہوجاتا ہے تو مجھے چھوڑتے وقت آپکو خیال کیوں نا آیا۔اس دن ہاسپٹل میں کتنے وعدے کیے تھے آپ نے پر نبھایا ایک بھی نہیں۔آپ نے کہا تھا میں آپکو چھوڑوں گا نہیں پر آپ نے چھوڑ دیا۔آپ نے کہا تھا اب کبھی ہماری شادی کو کانٹریکٹ میرج نہیں کہے گیں پر آپ نے کہا اور سب کے سامنے ہمارے رشتے کا تماشا بنا دیا۔آپ نے کہا تھا آپ ہمیشہ مجھے اپنے پاس کسی قیمتی اثاثے کی طرح رکھیں پر آپ نے تو مجھے

صدقے کا درجہ دے دیا جسے کسی کے سر سے وار کر آپ نے پھینک دیا جاتا ہے۔ اب بتائیں کیسے دوں موقع۔ میرا بھروسہ بہت بُری طرح سے توڑا ہے آپ نے۔ میں اب مرتے دم تک آپ پر تو کیا شاید کسی پر بھی یقین نا کر سکوں" ثانیہ نے بول رہی تھی جبکہ عامر سانس روکے اسے سن رہا تھا۔ وہ روئی نہیں تھی وہ بس عام سے لہجے میں بول رہی تھی اور یہ عام سا لہجہ اسکے آنسوؤں سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ "ثانیہ" عامر نے کچھ کہنا چاہا پر وہ اس۔ کی بات کاٹ گئی۔ "میں لیٹ ہو رہی ہوں اب چلتی ہوں۔ آگے سے ہٹیں" ثانیہ نے پیچھے ہوتے کہا تو وہ چپ چاپ گاڑی کے سامنے سے ہٹ گیا جس پر ثانیہ گاڑی میں بیٹھی اور اپنی گاڑی آگے بڑھا گئی جبکہ عامر وہیں کھڑا اسکی گاڑی کو دور جاتے دیکھ رہا تھا۔ مطلب اسکے حصے میں معافی آج بھی نہیں آئی تھی اور وہ یہ تک نہیں جانتا تھا کہ مستقبل میں بھی اسے معافی ملنی بھی تھی یا نہیں۔ "یہ میں نے کیا کر دیا۔ میں کمزور کیسے پڑ گئی۔ مجھے انھیں جھٹکنا چاہیئے تھا پھر کیوں میں کمزور

پڑی" دوسری طرف ثانیہ نے اپنی گاڑی ایک طرف روکتے اسٹیرنگ پر سر ٹکاتے کہا۔اسے اب خود پر غصہ آرہا تھا آخر وہ کیسے اسے دلاسہ دے سکتا ہے۔وہ کیسے اسے اپنے کندھے پر سر رکھتے رونے دے سکتی ہے جب اس نے اس اسکے سر سے چھت اور پیروں تلے سے زمین چھینی تو وہ کیوں اسکے سر کو اپنے کندھے سے نا ہٹا سکی۔"نہیں میں کمزور نہیں پڑ سکتی۔اللہ پاک میں کمزور نہیں پڑنا چاہتی۔میں عامر کو معاف نہیں کرنا چاہتی۔یا اللہ پاک میرے شوہر نے کسی دوسرے کے لیے مجھے گھر سے نکالا تھا میں کیسے انھیں معاف کر دوں۔میں کیوں انکے لیے نرم پڑوں۔میں تو انکے پیروں میں گرنے کو تیار تھی پر وہ تو نرم نہیں پڑے پھر میرے دل میں نرمی کیوں"ثانیہ نے بے بسی سے اللہ کو پکارا۔اسے اب رونا آرہا تھا۔پر رونا اس بات کا نہیں تھا کہ وہ عامر سے دور ہے بلکہ اس بات کا تھا کہ وہ اس کے قریب کیوں گئی۔کیوں اسے اپنا حصار۔اپنا لمس محسوس کرایا۔کیوں اسے ویسے ہی نہیں جھٹکا جیسے اس نے

جھٹکا تھا۔ ابھی وہ یہی سب سوچ رہی تھی جب اسکی گاڑی کا شیشہ نوک ہوا جس پر اس نے چہرہ اٹھاتے اس جانب دیکھا جہاں فی میل باڈی گارڈ کھڑی تھی۔ اس نے اسے دیکھتے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔ ”میم سب ٹھیک ہے۔ آپ نے یہاں گاڑی روک دی“ اس نے پوچھا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی سب ٹھیک ہے بس کال سن رہی تھی“ ثانیہ نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے پیچھے موجود دو میں سے ایک گاڑی میں بیٹھ گئی۔ جبکہ اسکے جاتے ہی ثانیہ گاڑی سٹارٹ کرتے سعیدہ بی کے مدرسے کی جانب موڑ گئی۔ اب اس نے فیصلہ کرلیا تھا وہ عامر سے کبھی نرمی سے بات نہیں کرے گی۔

”بابا ذان اپ حولیہ شے پال تتے ایں (بابا جان آپ حوریہ سے پیار کرتے ہیں)“ حوریہ نے اس سے پوچھا جو لاؤنج میں موجود صوفے پر لیٹا تھا جبکہ حوریہ اسکے سینے پر بیٹھی اس سے باتیں کررہی تھی۔ ان کے برعکس خلیل صاحب

اور یشائم بیٹھے اسکی باتیں سن رہے تھے۔ "جی میرا بچہ میں آپ سے بہت پیار کرتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ مسکرائی۔ "اول حولیہ اپ تی لتل ہانچ بی اے (اور حوریہ آپ کی لٹل ہائنس بھی ہے)" حوریہ نے ایک اور سوال پوچھا۔ "ہاں جی حوریہ میری لٹل ہائنس۔ میری گڑیا۔ میری بیٹی۔ میری دل کی دھڑکن۔ میری مسکراہٹ کی وجہ اور میری کل کائنات ہے" ماہ دیر نے ایک ہی سانس میں اسے اسکی اہمیت بتائی تو حوریہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "اپ بی حولیہ تے شپل مین ایں (آپ بھی حوریہ کے سپر مین ہیں)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "جانتا ہوں میرا بچہ۔ اچھا اب یہ بتائیں ماما کو تنگ تو نہیں کیا تھا صبح میرے جانے کے بعد" ماہ دیر نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔ "ماما شے پوچیں حولیہ نے تن نئی تیا اول ماما تا تھال بی لکھا (ماما سے پوچھیں حوریہ نے تنگ نہیں کیا اور ماما کا خیال بھی رکھا)" حوریہ نے فخر سے بتاتے یشائم کو دیکھا تاکہ وہ اسکی گواہی دے۔ "جی دیر آج اس نے بلکل تنگ نہیں کیا بلکہ آج تو نا صرف

مجھے ڈھیر سارا پیار کر رہی تھی بلکہ میرا سر بھی دبایا" یشائم نے بتایا تو ماہ دیر مسکرایا جبکہ حوریہ کا سر مزید فخر سے بلند ہوا جس پر ماہ دیر نے ہنستے اسکے ننھے ننھے ہاتھوں کو چوما اور اٹھ کر بیٹھتے اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو چومنے لگا۔ "شاباش میرا بچہ بہت اچھا ہے۔آئی ایم پروڈ آف یو" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کے چہرے پر مسکراہٹ میں اضافہ ہوا جسے دیکھ اس نے فوراً آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونک مارتے اسکی نظر اتاری۔ "سر یہ کوئی دے کر گیا ہے باہر" ابھی ان میں سے کوئی بھی کچھ بولتا کہ اس سے پہلے ہی ایک ملازمہ اندر آتے بولی جس پر سب نے اسے دیکھا جسکے ہاتھ میں ایک خاکی لفافہ تھا۔ماہ دیر حوریہ کو صوفے پر بٹھاتے کھڑا ہوا اور اس سے وہ لفافہ پکڑتے کھولا پر اس لفافے میں موجود کاغذ پر لکھی تحریر پڑھتے غصے سے ماہ دیر کے کان کی لویں تک سرخ ہوئیں جسے دیکھ یشائم اور خلیل صاحب پریشان ہوئے۔ "ماہر بیٹا کیا ہے اس لفافے میں" خلیل صاحب نے پوچھا تو ماہ دیر نے حوریہ کو دیکھ جو

معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "بابا ارباز خان نے کسڈی کیس کردیا ہے" ماہ دیر نے ہاتھوں کی مٹھیوں کو کھولتے بند کرتے اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے کہا۔ "کیا بکواس ہے اسکی جرات کیسی ہوئی ایسا کیس کرنے کی" خلیل صاحب تو غصے سے آگ بگولا ہوئے تھے۔ حوریہ میں انکی جان بستی تھی اور وہ لوگ اسے چھیننا چاہتے تھے۔ جبکہ میشائم چپ چاپ بیٹھی حوریہ کو دیکھ رہی تھی جو اپنے ہاتھوں کے عجیب وغریب ڈیزائن بناتے ہنس رہی تھی۔ اسے یوں گم سم سا بیٹھے حوریہ کو تکتے دیکھ ماہ دیر اسکے پاس گیا اور جاتے اسکے عین سامنے زمین پر بیٹھتے اسکے دونوں ہاتھوں کو تھام گیا جس پر میشائم نے اسے دیکھا۔ "میں ہماری بیٹی کو کہیں نہیں جانے دوں گا" ماہ دیر نے اسکی ہیزل بلیو آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "وہ ہماری بیٹی کو چھین لے گا۔ حوریہ کو چھین لے گا۔ میں نے اسکی دھمکیاں مذاق سمجھیں تھی پر وہ مذاق نہیں کررہا تھا۔ وہ میری بچی کو چھیننے آیا ہے۔ میں اپنی حوریہ کو نہیں دوں گی دِیر۔ ہماری بیٹی ہے

وہ "یشائم نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ "یشی میری جان کوئی حوریہ کو نہیں چھینے گا۔ حوریہ کا باپ ابھی زندہ ہے کسی نے میری بیٹی کو مجھ سے چھیننے کا سوچا بھی تو میں اسے چیڑ کر رکھ دوں گا۔ اور کونسی دھمیکوں کی بات کررہی ہو تم"ماہ دیر نے پوچھا تو یشائم نے حوریہ کو دیکھا جو پریشان ہوتے اسے دیکھ رہی تھی۔ "مجھے پچھلے کچھ دنوں سے ارباز خان اور جنید خان کی کالز آرہی ہیں۔ وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ جیسے آپ نے ان سے انکا بیٹا چھینا ہے وہ ہم سے ہماری حوریہ کو چھین لیں گے۔ مجھے لگا تھا وہ مجھے بلیک میل کررہے ہیں پر وہ تو سچ کہہ رہے تھے" یشائم نے کہا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "مجھے کیوں نہیں بتایا" ماہ دیر نے پوچھا تو یشائم نے ہچکی بھری۔ "مجھے لگا۔۔کہ وہ جھوٹ بول۔۔رہے ہیں" یشائم نے کہا تو اس کو روتے دیکھ وہ پل میں نرم پڑا۔ "اچھا رونا بند کرو۔ طبیعت خراب ہوجائے گی۔ میں کرتا ہوں کچھ فکر مت کرو۔ میں ہوں نا۔ میرے ہوتے

ہوئے کوئی میری بیٹی کے سائے تک کو نہیں چھو سکتا۔اور جو مجھ سے میری بیٹی کو چھیننے کی کوشش کرے گا میں اس سے اسکی سانسیں چھین لوں گا"ماہ دیر نے کہا تو اس نے بغیر کچھ ہاں میں سر ہلایا اور حوریہ کو دیکھتے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا جس پر وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسکے پاس آئی جسے دیکھ ماہ دیر نے اسے نرمی سے پکڑتے اسکا ماتھا چوما اور اسے میشائم کی گود میں بٹھا گیا۔"میں آپکو کہیں نہیں جانے دوں گی"میشائم نے حوریہ کو خود میں بھینچتے کہا تو حوریہ نے بھی اسکے گرد بازو باندھے اور اسے دیکھنے لگی۔"ماما تا اوا۔اپ لو توں لئی ایں (ماما کیا ہوا آپ رو کیوں رہی ہیں)"حوریہ نے پوچھا تو میشائم نے نفی میں سر ہلایا اور اسکے نقوش کو چومتے سیدھی ہوئی۔"کچھ نہیں ہوا بس مجھے آپ پر پیار آرہا ہے"میشائم نے کہا تو حوریہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر میشائم مسکرا بھی نا سکی۔اس نے چہرہ موڑتے ماہ دیر کو دیکھا جو اب تک زمین پر بیٹھا تھا۔"میری بچی مجھ سے دور ہوئی تو میں ان لوگوں کی نسلیں ختم کر دوں گی

دِیر" یشائم نے کہا تو ماہ دیر مسکرایا جبکہ خلیل صاحب نے بھی فخر سے اسے دیکھا۔"شاباش لیکن اس کی نوبت نہیں آئے گی کیونکہ حوریہ کو وہ لوگ کبھی نہیں چھین سکتے۔حوریہ ہماری بیٹی ہے اور ہمیشہ ہماری ہی رہے گی۔کوئی اسے ہم سے نہیں چھین سکتا۔فکر مت کرو" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے ہاں میں سر ہلایا اور حوریہ کا سر چوما۔"ماہر تم نے کہا تھا نا کہ اس نے حوریہ کو مارنے کی کوشش کی اور یشائم پر بھی کافی ظلم ڈھائے تھے تو تم اسے اسکے خلاف استعمال کرلو۔کیونکہ اسکے ثبوت تو تمھارے پاس ہونگے اور نا بھی ہوئے تو تم ثبوت ڈھونڈو لیکن میری پوتی یہاں سے کہیں نہیں جانی چاہیئے ورنہ امی اور پروین کو تو تمھارے ہاتھوں سزا دلوانی ہے میں نے پر اس خان خاندان کا نام و نشان میں اپنے ہاتھوں سے مٹاؤں گا" خلیل صاحب نے غصے سے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا۔"کیا ہوا سب پریشان کیوں لگ رہے ہیں اور بابا کس کا نام و نشان مٹانا ہے" ثانیہ نے اندر داخل ہوتے ان سب کو پریشان دیکھتے

پوچھا۔وہ خلیل صاحب کی آخری بات سن چکی تھی۔"میشائم کے پہلے شوہر اور ان جعلی ماں باپ کا نام و نشان مٹانا ہے" خلیل صاحب نے کہا تو ثانیہ نے انھیں دیکھا۔"کیوں بابا کیا ہوا اور میشائم روئی کیوں ہے" ثانیہ نے پوچھا تو ماہ دیر نے بغیر کچھ کہے کسڈی پیپرز اسکی طرف بڑھائے جسے پکڑتے وہ پڑھنے لگی۔وہ جوں جوں پڑھ رہی تھی توں توں اسکے چہرے کے تاثرات سخت ہوتے جارہے تھے۔"بھائی ان لوگوں کی اتنی جرات کیسی ہوئی کہ میری بھتیجی کو لیجانے کا سوچیں۔میں ان کی جان نا نکال دوں" ثانیہ نے غصے سے آگ بگولا ہوتے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔"گڑیا دیکھو تو صحیح میں انکا حشر کیا کرتا ہوں۔فلحال کسی اچھے وکیل سے رابطہ کرلوں تاکہ وہ کیس لڑکر بغیر ارباز خان کے پیسوں پر بکے ہمارے ثبوت کورٹ میں پیش کرسکے" ماہ دیر نے کہا تو ثانیہ نے کچھ دیر سوچا پھر اسے دیکھا۔"بھائی میں ایک وکیل جانتی ہوں۔وہ ہماری مدد بھی کریں گے اور مجھے یقین ہے اس کیس کو جیتے گے بھی اور بکنے کا سوال

ہی پیدا نہیں ہوتا" ثانیہ نے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ کون بچے بتاؤ خلیل صاحب نے پوچھا۔ ابھی انکا دماغ بھی کام نہیں کر رہا تھا ورنہ یقیناً وہ سمجھ جاتے وہ کس وکیل کی بات کر رہی ہے۔ "ایڈوکیٹ شہریار ملک۔ راولپنڈی کے مشہور ایڈوکیٹ ہیں اور اگر میں پرسنلی بات کروں تو شہریار آج تک کوئی کیس نہیں ہارے اور کسی کے پیسوں پر بکنے والے وہ ہیں نہیں۔ اور مجھے یقین ہے اس معاملے میں شہریار سے بہتر کوئی ہماری مدد نہیں کر سکتا" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر خاموش ہوا۔ "گڑیا مجھے ان" ماہ دیر کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بول پڑی۔ "بھائی ابھی سارا غصہ سب شکوے شکایات ایک طرف کر دیں ابھی حوریہ کا سوال ہے۔ ہم کسی پر یقین نہیں کر سکتے۔ خدانخواستہ اگر ہم نے کوئی دوسرا وکیل ہائر کیا اور وہ کیس ہار گیا تو ہماری حوریہ وہاں چلی جائے گی جہاں اسے کئی بار مارنے کی کوشش کی گئی ہے" ثانیہ نے کہا تو سب نے تڑپ کر حوریہ کو دیکھا جو اب میشائم کے ساتھ لگے سو چکی تھی۔ "دِیر آپی ٹھیک کہہ رہی

ہیں۔ہم کسی پر بھروسہ نہیں کرسکتے۔شہریار بھائی اپنے ہیں وہ جی توڑ کوشش کریں گے پر ہماری حور کو ان لوگوں کے پاس نہیں جانے دیں گے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا۔"میں صبح کرتا ہوں شہریار سے بات ابھی ٹائم کافی ہوگیا ہے اچھا نہیں لگتا" ماہ دیر نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔سب ہی پریشان تھے پر سب کو یقین تھا کہ شہریار اس کیس کو جیت لے گا۔

"اسد ہم کہاں جارہے ہیں وہ بھی سب سے چھپ کر اگر کوئی رات کے پہر میرے کمرے میں آگیا تو ہم دونوں کو ڈانٹ پڑے گی" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا جو گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا اور وہ دونوں سب کے سونے کے بعد پہاڑی علاقے کی طرف جارہے تھے۔اسد آج گیارہ بجے اسکی طرف آیا تھا اور جیسے ہی سب سوئے اسے اپنے ساتھ لے آیا جس پر

عائشہ کو ڈر تو لگ رہا تھا پر اسد نے کہا تھا اس نے اس کے لیے کوئی سرپرائز پلین کیا ہے تبھی وہ اسکے ساتھ آگئی۔پر اسے گھبراہٹ ہورہی تھی کہ کوئی رات کو اسکے کمرے میں آہی نا جائے۔"شہزادی کچھ نہیں ہوتا میں ہوں نا میں دیکھ لوں گا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"ویسے ہم کہاں جارہے ہیں" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"وہ ایک سرپرائز ہے۔ابھی پتا لگ جائے گا" اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔"اسد بتائیں نا ہم کہاں جارہے ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ اب کی بار ہنس پڑا۔"میری جان سرپرائز ہے اور سرپرائز بتاتے نہیں ہیں سیدھا دیتے ہیں۔ اب زرا تھوڑا سا ویٹ کرلو پلیز ہم بس آدھے گھنٹے تک پہنچ جائیں گے" اسد نے کہا تو عائشہ نے سامنے دیکھا جہاں اب پورا پہاڑی علاقہ شروع ہوگیا تھا۔وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ وہ مری والی سائیڈ پر نہیں جارہے بلکہ مونال والی سائیڈ پر جارہے ہیں پر رات کے اس پہر کیوں عائشہ سمجھ نا سکی۔"اسد کہیں آپ مونال تو نہیں لے جارہے" عائشہ نے اسے

دیکھتے پوچھا۔ ”نہیں شہزادی مونال کیا کرنا ہے اس ٹائم ایک اس سے بھی بہتر اور پیاری جگہ پر جا رہے ہیں ہم“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا اور ہم کتنی دیر میں پہنچے گے ہمیں گھر سے نکلے ایک گھنٹہ ہونے والا ہے“ عائشہ نے کہا تو اسد نے اسے دیکھا۔ ”بس پندرہ منٹ“ اسد کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپ جانتے ہیں مہر پلوشہ اپھو کی بیٹی ہے“ عائشہ نے کہا تو اسد کو بلکل حیرت نا ہوئی بس اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ ”آپکو حیرت نہیں ہوئی میں نے آپکو اتنا بڑا راز بتایا ہے“ عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”نہیں مجھے بلکل حیرت نہیں ہوئی کیونکہ میں یہ بات جانتا ہوں“ اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ ”پر آپ کیسے جانتے ہیں“ عائشہ نے پوچھا تو اسد نے گہری سانس بھری۔ ”ضرار بھائی نے شہریار بھائی کو بتایا اور بھائی نے مجھے“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اور بھائی اور مہرو بارہ سال سے ایک دوسرے کے نکاح میں ہیں یہ بھی پتا تھا“ عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں

میں سر ہلایا۔ "پر کیوں۔ کیا کوئی وجہ تھی اور ہم لوگوں کو کیوں انجان رکھا ان کے نکاح سے" عائشہ نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "کل پتا لگے گا ابھی ہم ایک خوبصورت جگہ جا رہے ہیں اس پر فوکس کرتے ہیں" اسد نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ جس پر اسد بھی پرسکون ہوتے ڈرائیونگ کرنے لگا۔ وہ جانتا تھا کل ہر راز سے پردہ اٹھنے والا ہے۔ ماضی میں جو کچھ ہوا ہو کھل کر سب کے سامنے آجائے گا تو اس لیے وہ ابھی یہ بات ٹال گیا۔ اسے بس کل تک مہرماہ اور ضرار کے آنے کا انتظار تھا جو آج رات ضرار کے اپارٹمنٹ میں رہے تھے۔ ان تینوں بھائیوں کے علاوہ ابھی کوئی وہاج والی بات سے بھی واقف نا تھا۔ تبھی وہ بھی خاموش رہا۔ "لو ہم پہنچ گئے" اسد نے مزید دس کے سفر کے بعد گاڑی ایک طرف روکتے کہا تو عائشہ نے آس پاس دیکھا جہاں پہاڑ تھے اور سائیڈز پر کچھ ہوٹل بنے تھے۔ "کہاں پہنچ گئے اسد" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور گاڑی سے باہر نکلتے اسکی سائیڈ کا دروازہ آتے کھول کر اسکے

سامنے ہاتھ پھیلا گیا جس پر عائشہ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں رکھا اور گاڑی سے اتری۔ "یہاں پہنچ گئے۔یہاں سے تھوڑا سا پیدل چلنا پڑے گا پھر ہم اصلی سرپرائز تک پہنچ جائیں گے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ آگے کی جانب بڑھی جبکہ گارڈز انکے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔وہ جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے توں توں عائشہ کو فضا میں پھولوں کی خوشبو محسوس ہورہی تھی۔ "تم لوگ یہیں رک جاؤ" اسد نے تھوڑا دور جاتے مڑ کر گارڈز کو کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے وہیں رک گئے جبکہ اسد عائشہ کی طرف مڑا۔ "ہم پہنچ گئے ہیں۔اب زرا اپنی آنکھیں بند کرو" اسد نے کہا تو عائشہ نے فوراً آنکھیں بند کیں جس پر اسد اسکے قریب آیا اور گارڈز کو وہیں رکنے کا اشارہ کرتے جھک کر عائشہ کو اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے آگے چلنے لگا۔اسد اپنے ہی سرپرائز کیلئے بے حد ایکسایٹڈ تھا اور یہ چیز اسکے چہرے پر صاف عیاں تھی جبکہ اسکے برعکس عائشہ ہوا میں گھلتی مختلفہ پھولوں کی مہک کو

اپنے اندر اتار رہی تھی۔ ”اسد ہم پہنچ گئے ہیں؟“ ابھی چند منٹ گزرے تھے جب عائشہ نے اسد کو رکتے محسوس کیا جس پر وہ فوراً بولی۔ ”ہاں پہنچ گئے ہیں پر ابھی آنکھیں مت کھولنا“ اسد نے کہا اور اسے احتیاط سے زمین پر اتارتے خود پیچھے ہوا اور جاتے اپنے دائیں طرف موجود زمین پر گرے بٹن کو دبایا جس سے اس جگہ پر سنہری روشنی بکھری جسے دیکھ اسد مسکرایا اور عائشہ کے پاس آتے اسکی پشت کو سینے سے لگایا۔ ”آنکھیں کھولو شہزادی“ اسد نے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے کہا تو عائشہ نے پٹ سے آنکھیں سامنے دیکھا اور سامنے نظر پڑتے ہی عائشہ کو لگا جیسے وہ سانس نہیں لے پائے گی۔ ایک لمحہ لگا تھا اسکی آنکھیں بھیگنے میں۔ سامنے ہی ایک خوبصورت آبشار تھی جسکا صاف شفاف پانی نیچے گرتے خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا جبکہ جو چیز اسکی آنکھوں میں نمی لانے کا سبب بنی تھی وہ سامنے موجود منظر تھا۔ سامنے ہی ایک بڑا سا

دل بنا تھا جس پر سنہری فیری لائٹس اور سفید پھول لگے تھے اور اس دل کے عین وسط میں موجود سفید بورڈ پر انکے نکاح کی تصویر لگی تھی جس پر

"**Happy Six months anniversary**"

لکھا تھا جسے دیکھ عائشہ مسکرائی۔ اس دل سے نظر ہٹاتے عائشہ نے اطراف میں نظر دوڑائی تو آس پاس کا منظر بھی کوئی کم دلکش نا تھا اسکے آس پاس اور سامنے سرخ گلاب کی پتیاں زمین پر پھیلائی تھیں۔جبکہ ان پھولوں کے عین وسط میں ایک ٹیبل اور دو کرسیاں پڑی تھیں جس پر ایک سبز پھولوں کا بکے اور ساتھ کچھ گفٹس اور کیک رکھ تھا۔ جھیل کے ایک طرف ایک جھوٹا سا ٹینٹ لگا تھا جو یقیناً انکے لیے تھا۔وہ جگہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔وہ جگہ اسد کی محبت کی چیخ چیخ کر گواہی دے رہی تھی۔ "نکاح کی چھٹی سالگرہ مبارک ہو بٹر فلائی" اسد نے اسکے کندھے کو نرمی سے چوما اور سرگوشی کی تو عائشہ نے ہوش میں آتے اسے دیکھا اور بغیر ایک بھی لمحہ ضائع کیے مڑتے اس

کے سینے سے جا لگی جس پر اسد نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ ”ایسے کون۔۔ کرتا ہے۔۔ اتنی۔۔ محنت کون۔۔ کرتا ہے ایسے محبت کون کرتا ہے“ عائشہ نے بھرائی آواز میں کہا تو اسد نے اسکا سر چوما۔ ”میں کرتا ہوں اتنی محنت کیونکہ تمھارے لیے پہاڑ سر کیے جا سکتے ہیں یہ تو بہت چھوٹی سی چیز ہے اور میں کرتا ہوں اتنی ہی محبت کہ جس میں تمھاری مسکراہٹ ہی میرا سب کچھ ہو اور ابھی تو لیٹ ہو گئے ہم اگر آج دراب انکل نا لیٹ تک جاگتے تو بارہ بجنے سے پہلے پہلے لے آتا“ اسد نے کہا تو عائشہ نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”ایسے کیوں کرتے ہیں مجھے آپکی اتنی محبت پر رونا آتا ہے۔ناجانے اللہ کو میری ایسی کونسی نیکی پسند آئی جو میں آپکا عشق بن گئی“ عائشہ نے کہا تو اسد جھکا اور بے حد محبت و عقیدت سے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ ”اللہ کو تمھاری پتا نہیں پر میری ضرور کوئی نا کوئی نیکی پسند آئی ہے جو اللہ نے میرے عشق کو میری محرم بنا دیا“ اسد نے کہا تو اس نے اپنی

ایڑھیاں اونچی کرتے اسد کی گال پر نرمی سے لب رکھے اور اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ "آئی لو یو اسد" عائشہ نے کہا تو اسد کا چہرہ گلابی ہوا۔ وہ بعض اوقات یوں ایکدم سے اظہار کرتے اسے واقعی سرخ کردیتی تھی۔ "آئی لو یو ٹو شہزادی" اسد نے کچھ لمحوں بعد اپنے دل پر قابو کرتے کہا تو عائشہ نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "آپ جانتے ہیں میں اللہ سے روزانہ ایک دعا لازمی کرتی ہوں کہ اللہ کبھی ہمیں ایک دوسرے سے جدا نا کرے کیونکہ ہماری روحیں ایک دوسرے سے جڑ چکی ہیں اور روح کی محبت بڑی پاک چیز ہے۔ اس میں روح سے روح جدا ہو تو موت لازم و ملزوم ہوجاتی ہے۔ مجھے آپ سے بہت محبت ہے اسد۔ میری زندگی کا سب سے خوبصورت حصہ ہیں آپ" عائشہ نے کہا تو اسد نے اسے پیچھے کرتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما اور اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ "اب اگر ایسے باتیں کرو گی تو میں کوئی خطا کر بیٹھوں گا" اسد نے کہا تو

اس کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ اسد جھکا اور بے حد محبت سے اس کی مسکراہٹ چن گیا جس پر عائشہ کے رخسار گلابی ہوئے تھے۔ ”چلو آؤ کیک کاٹیں“ اسد نے سیدھے ہوتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھامتے ٹیبل کی طرف بڑھی۔ اسد نے اسے ٹیبل کے سامنے کھڑا کیا خود اسکے پیچھے کھڑے ہوتے اسے نائف پکڑائی اور خود اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے کیک کٹ کیا۔ ”نکاح کی چھٹی سالگرہ بہت مبارک ہو تمھیں مسز اسد“ اس نے کیک کا ٹکڑا عائشہ کو کھلاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپکو بھی اسد“ عائشہ نے اسے کیک کھلایا تو وہ مسکرایا۔ ”یہ لو یہ تمھارے لیے“ اسد نے سبز گلاب اٹھاتے اسکی طرف بڑھائے اور ساتھ ہی وہاں رکھے دو گفٹ بیگ بھی اسکی طرف بڑھا گیا جسے عائشہ نے پکڑا اور اسے دیکھا۔ ”شکریہ اسد پر میں آپکے لیے کچھ نہیں لائی۔ باخدا مجھے یاد نہیں تھا۔ گھر میں جو کچھ ہوا مجھے سب بھول گیا اس وجہ سے“ عائشہ نے کہا تو اسد نے نرمی سے اسکے ماتھے پر ہونٹ

رکھے۔ "مجھے تم سے کوئی گفٹ نہیں چاہیئے تم بذاتِ خود میرے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تحفہ ہو" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے سے لگی۔ "شکریہ اسد مجھے اتنی محبت دینے کیلئے" عائشہ نے کہا تو اس نے عائشہ کا سر چوما۔ "شکریہ شہزادی میری محبت کو قبول کرنے کیلئے" اسد کی بات پر وہ مسکرائی اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جبکہ وہ اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔

"وہاج کیا ہوا میرا بچہ" مہرماہ نے وہاج کو بیڈ سے اٹھاتے اپنے ساتھ لگاتے کہا جو اٹھ کر رونے لگا تھا۔ اس نے وہاج کو اٹھاتے ٹائم دیکھا جہاں صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ اور ضرار رات کو قریباً دو بجے وہاج کو سلا کر سوئے تھے اور اب وہاج دوبارہ اٹھا تھا اور اٹھتے ہی رونے لگا تھا۔ وہ لوگ آج رات ضرار کے اپارٹمنٹ میں رکے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے اگر گھر جاتے تو دراب صاحب کے سوالوں کے جواب دینے پڑتے پر وہ آج کافی تھک گئے تھے تبھی

یہاں آگئے جبکہ لائبہ ابھی ہاسپٹل میں ہی تھی۔"ماہ یہ کس کا بچہ رورہا ہے یار" ضرار جو سورہا تھا اچانک کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے چہرے پر تکیہ رکھتے مہرماہ کو کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔"ضار کسی کا نہیں ہمارا ہی بچہ رورہا ہے اٹھیں۔نیند میں اپنے ہی بیٹے کو بھول گئے ہیں کیسے باپ ہیں آپ" مہرماہ نے تاصف سے کہا تو ضرار نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو روتے ہوئے وہاج کو ساتھ لگائے چپ کروا رہی تھی۔وہاج پر نظر پڑتے ہی ضرار کے حواس بیدار ہوئے جس پر وہ فوراً اٹھ کر بیٹھا۔"کیا ہوا وہاج کو یہ رو کیوں رہا ہے" ضرار نے پریشان ہوتے پوچھا۔"اسے بھوک لگی ہے ضار۔آپ اسے پکڑیں میں اسکا فیڈر بنا کر لاتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سرہلاتے بے حد نرمی سے وہاج کو پکڑتے سینے سے لگاتے اس کا ماتھا چوما تو وہاج پل میں خاموش ہوتے اپنی بھوری آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا جس پر مہرماہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔"ضار دیکھیں وہاج آپکے پاس آتے ہی چپ کرگیا ہے" مہرماہ نے

کہا تو ضرار نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میرا پیارا بیٹا۔ بابا کے پاس آنا تھا میرے بچے نے“ ضرار نے وہاج کی ننھی سی ناک کو انگلی کی پور سے چھوتے کہا تو وہاج کے ننھے ننھے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی جسے دیکھ وہ دونوں ماشاءاللہ کہہ گئے۔ ”چلیں آپ اسکے ساتھ باتیں کریں۔ میں اسکا فیڈر بنا کر لائی“ مہرماہ نے وہاج کی گال چومتے کہا اور بیڈ سے کھڑے ہوتے باہر نکل گئی۔ ”میرا بچہ کتنا پارا ہے بابا کا بیٹا۔ آپ جانتے ہیں آپ میرے بیٹے نہیں ہیں پر مجھے آپ سے نفرت نہیں ہو رہی بلکہ مجھے آپ پر پیار آرہا ہے۔ اللہ پاک میرے دل میں ہمیشہ آپ کے لیے پیار سلامت رکھے“ ضرار نے اسے کہا جبکہ وہاج بس اسکے ساتھ لگا تھا۔ ”باپ بننے کا احساس بہت پیارا ہے بیٹا یہ مجھے آپ سے مل کر پتا لگا ہے۔ آپ اتنے معصوم ہو اور پیارے ہو کہ آپکے بابا کا دل کرتا ہے کہ آپکو ہمیشہ پیار کریں“ ضرار نے اسکا ماتھا چومتے کہا۔ عین اسی وقت مہرماہ ہاتھ میں فیڈر پکڑے کمرے میں داخل ہوئی۔ ”لائیں ضار! وہاج کو مجھے دیں۔ میں اسکو

فیڈر پلا دوں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے ایک نظر وہاج کو دیکھا جو اپنی مٹھی میں اسکی انگلی پکڑے سو رہا تھا پھر نظر اٹھاتے مہرماہ کو دیکھا۔"ماہ کیا میں اسے فیڈر پلا دوں؟" ضرار نے پوچھا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلاتے اسے فیڈر پلا گئی جسے پکڑتے ضرار نرمی سے وہاج کو فیڈر پلانے لگا جبکہ مہرماہ اسکے قریب بیڈ پر بیٹھتے اسکے کندھے پر سر رکھتے وہاج کے ننھے سے ہاتھ سے کھیلنے لگی۔"یہ کتنا پیارا ہے نا ضار" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"بہت زیادہ پیارا ہے آخر کو ہمارا بیٹا جو ہے" ضرار نے ہولے سے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکراتے کہا تو وہ مسکرائی۔"جی ہمارا بیٹا۔ہمارا وہاج بہت پیارا ہے۔اللہ پاک ہمارے وہاج کو ہر بُری نظر سے بچائے" مہرماہ نے وہاج کی گال پر لب رکھتے کہا تو ضرار نے آمین کہا اور جھکتے مہرماہ کی گال پر لب رکھے جس پر مہرماہ کے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ ہولے سے ہنسا اور جھکتے اسکے لبوں کو چھوتے یوں پیچھے ہوا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا جبکہ مہرماہ تو اسکی حرکت پر چہرہ چھپانے کی جگہ تلاش

رہی تھی جسے دیکھ ضرار نے اپنا ایک بازو وہاج کے گرد سے ہٹاتے مہرماہ کے گرد حمائل کیا اور اسے اپنے قریب کرگیا جس پر مہرماہ نے فوراً اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔ "یوں شرماؤ گی تو کیا بنے گا ہمارا" ضرار نے اسکا سر چومتے مدھم آواز میں کہا تو مہرماہ نے ہولے سے اسکے سینے پر مکہ مارا جسے محسوس کرتے وہ قہقہہ لگا گیا جبکہ ان دونوں کی باتوں سے انجان وہاج پرسکون سا اپنے بابا کے سینے سے لگے سو رہا تھا۔ "اچھا اب چپ کریں اور میری بات سنیں" کچھ دیر بعد مہرماہ کو کچھ یاد آیا تو فوراً چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا میری جند جان" ضرار نے پوچھا تو اس نے وہاج کو دیکھتے اسے دیکھا۔ "ضار کسٹڈی پیپرز کل آجائیں گے نا۔ انکل نے کہا آج شام میں نکلنا ہے تو اگر انھوں نے سائن نا کیا تو وہاج قانونی طور پر ہمارا بیٹا نہیں بنے گا" مہرماہ نے پریشان ہوتے کہا تو ضرار نے اسکا ماتھا چوما۔ "ریلیکس میری کانچ کی گڑیا! میری شیری سے کل بات ہوئی تھی کہہ رہا تھا کہ صبح وہ انکل سے پیپرز سائن کروا کر لے آئے گا بلکہ

ہوسکتا ہے اماں سائیں کے علاوہ وہ تینوں اور مریم گڑیا آجائیں۔مریم کو وہاج سے ملنا ہے تو میں نے سب کو بلا لیا پھر سب سے مل کر ہم رات کو گھر چلیں گے ٹھیک ہے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ضار سب وہاج کو قبول کرلیں گے نا" مہرماہ نے ایک اور ڈر کا اظہار کیا۔"ہاں کیوں نہیں کریں گے۔ضرار راجپوت کا بیٹا ہے وہ اسے کوئی کیسے قبول نہیں کرے گا اور جو میرے بچے کو قبول نہیں کرے گا میں اس سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھوں گا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا جو وہاج کو دیکھ رہا تھا۔اسکی آنکھوں میں محبت تھی نرمی تھی اور بے انتہا فکر تھی۔اس نے وہاج کو کسی قیمتی اثاثے کی طرح تھام رکھا تھا۔مہرماہ کو بے ساختہ اپنے شوہر پر پیار آیا جس پر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھتے تھوڑا اوپر ہوئی اور بغیر کچھ کہے ضرار کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے چہرے پر جھک گئی۔اسکی اچانک کی گئی حرکت پر ضرار ساکت ہوا اور اسے دیکھا جو اسکی سانسوں پر پہرا بٹھائے ہوئے تھی۔"آپ ایک اچھے شوہر اور

بیٹے ہونے کے ساتھ ساتھ۔ایک بہترین باپ بھی ہیں اور مجھے فخر ہے آپ پر" مہرماہ نے پیچھے ہوتے کہا تو ضرار مسکرایا۔"باخدا مسز راجپوت اگر ہمارا بیٹا یہاں نا ہوتا تو میں آپکو اس حرکت کا انجام بتاتا"ضرار نے سرگوشی کی تو مہرماہ کا چہرہ مزید سرخ ہوا جس پر وہ اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گئی۔جبکہ ضرار بیٹھا اپنی کل کائنات کو دیکھنے لگا۔اسکی محبت بھری دنیا میں ایک ننھی جان کا اضافہ ہوا تھا اور وہ اضافہ اسے بے حد عزیز تھا۔وہاج بے شک اسکا خون نہیں تھا پر وہ دل سے اسے اپنا بیٹا مان چکا تھا اور اب وہ اسے کبھی خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ایک رات میں وہ بچہ ان دونوں کو جان سے زیادہ عزیز ہوگیا تھا۔اتنا کہ اب اسکے بغیر انکا گزارا ممکن نا تھا۔وہ انکا میریکل بے بی تھا جسے واقعی اللہ نے انکی زندگی میں معجزہ بنا کر بھیجا تھا۔جسکا نصیب ان سے جوڑ دیا گیا تھا۔وہ انکا بیٹا تھا۔انکا وہاج جو ایک ہی دن میں انکی کل کائنات بن گیا۔

"پٹھانی تیار ہو جاؤ پھر ضرار کی طرف چلتے ہیں۔ اسد اور بھائی بھی راستے میں ہیں بس" شہریار نے کمرے میں آتے مریم کو کہا جو پڑھنے میں مصروف تھی جبکہ مریم کی ملازمہ جو صوفے پر بیٹھی تھی اسے دیکھ باہر نکل گئی۔ وہ لوگ آج ضرار کی طرف جا رہے تھے۔ شہریار کسٹڈی پیپرز تیار کر چکا تھا اور اس پر کاشف صاحب کے سائن بھی کروا چکا تھا جبکہ لائبہ سے سائن کاشف صاحب نے زبردستی کروائے تھے۔ پہلے تو وہ کر نہیں رہی تھی پر کاشف صاحب کی ایک دھار پر کر گئی۔ شہریار صبح سے اسی کام میں مصروف تھا۔ وہ ہاسپٹل بھی انکے ساتھ ہی گیا تھا اور وہاں سے اسکی واپسی ابھی ہوئی تھی تبھی اب وہ مریم کو تیار ہونے کا کہہ رہا تھا تاکہ مہرماہ اور ضرار سے سائن لیتے وہ اسے کورٹ میں بھجوا سکے اور پوری قانونی کارروائی پوری ہو سکے۔ "آ گئے آپ" مریم نے کتابوں سے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا تو شہریار مسکرایا۔ "جی میرا بچہ میں آ گیا ہوں" شہریار نے اسکے پاس جاتے اسکے گول مٹول رخساروں پر چٹکی کاٹی تو مریم

چلائی۔ ”سائیں ! ! ! کیا ہے ایسے نا کیا کریں“ مریم نے چِڑ کر کہا تو شہریار ہنس پڑا۔ مطلب آج اسکی بیوی کا موڈ آف تھا۔ ”کیوں میری جان؟ تمھارے رخسار اتنے پیارے ہیں میرا دل کرتا ہے کھا جاؤں شکر کرو صرف چٹکی بھرتا ہوں“ شہریار نے دوبارہ اس کے رخساروں پر چٹکی کاٹی تو مریم نے اسے گھورا جس پر وہ پھر ہنسا اور بیڈ پر اسکے پاس بیٹھتے اسے اپنے ساتھ لگا گیا جس پر وہ پل میں پرسکون ہوئی۔ ”میرا پیار بھالو“ شہریار نے اسکا سر چومتے کہا تو مریم کے ماتھے پر پھر بل پڑے۔ ”سائیں میں بھالو نہیں ہوں“ مریم نے ناک سکیڑتے کہا تو وہ مسکراتے اسکی ناک کو لبوں سے چھو گیا۔ ”کیوں نہیں ہو۔ تم ہو میرا پیارا سا بھالو جس پر مجھے ہر وقت پیار آتا ہے“ شہریار نے کہا تو مریم کی آنکھوں میں ایک چمک آئی۔ ”آپ کو واقعی مجھ پر ہر وقت پیار آتا ہے‘ مریم نے پوچھا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں ہر وقت۔ ہر لمحہ مجھے تم پر پیار آتا ہے اور بے حد و حساب آتا ہے“ شہریار نے نرمی سے اسکے ماتھے کو چومتے کہا تو مریم کے

رخسار سرخ ہوئے جس پر وہ سرشار ہوا۔ ”سائیں“ مریم نے شرم سے بھری آواز میں اسے پکارا جس پر شہریار نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ ”ایسے نا کہیں مجھے شرم آرہی ہے“ مریم نے منمناتے کہا تو وہ ہنس پڑا جس پر مریم نے اسکے سینے پر تھپڑ مارا جسے محسوس کرتے اس نے فوراً ہونٹ دباتے مسکراہٹ روکی۔ ”اچھا سوری اب نہیں کہتا“ شہریار نے اسے واپس اپنے سینے سے لگاتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”لیٹ کیوں ہوئے آپ۔ ایک گھنٹے کا کہہ کر گئے تھے دو گھنٹے بعد آئے ہیں“ مریم نے کہا۔ ”پہلے کورٹ گیا وہاں سے پیپرز تیار کیے پھر کاشف انکل کی طرف گیا۔ ان سے ساری بات تو ضرار کر چکا تھا بس سائن ہی لینے تھے وہ سائن لیے پھر انکے ساتھ ہاسپٹل گیا وہاں لائبہ نے الگ ڈرامے شروع کر لیے۔ ضرار میرا ہے اور فلاں فلاں پھر انکل نے دھاڑتے کہا تو وہ بی بی مانی اور اس نے سائن کیے۔ پھر ہاسپٹل سے لائبہ کا مینٹل ہیلتھ سرٹیفکیٹ لیا اور ساتھ ضرار کے گارڈز سے شہباز کے خلاف ہوئی

ساری شکایات کی کاپی لی اور ان دونوں کے کالے چٹوں کا ثبوت لے کر گھر آیا ہوں" شہریار نے بتایا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور اسکی گال پر ہاتھ رکھا۔ "تھک گئے ہیں" مریم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں لیکن تمھیں دیکھ کر میری تھکاوٹ اتر جاتی ہے" شہریار نے کہا تو مریم مسکرائی اور اسکے ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھوں کی پشت پر عقیدت سے لب رکھتے اسکے ہاتھ آنکھوں سے لگا گئی جس پر شہریار ہمیشہ کی طرح مسکرایا تھا۔ "تم جانتی ہو تمھارا یہ عمل مجھے بے حد پسند ہے۔ تمھارا یہ عمل میرے لیے کسی اظہارِ محبت سے کم نہیں" شہریار نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکراتے اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی جس پر وہ بھی اس کے گرد حصار مضبوط کرتے اس کے سر پر گال ٹکا گیا۔ ابھی انھیں یوں بیٹھے چند لمحے گزرے تھے جب شہریار کا فون رنگ ہوا جس پر اس نے موبائل سے فون نکالتے سامنے کیا تو سکرین پر ماہ دیر کا نمبر دیکھ پہلے تو حیران ہوا پھر کال اٹھا گیا۔ "اسلام علیکم ماہ دیر" شہریار نے کال

اٹھاتے ہی کہا۔ "وعلیکم اسلام کچھ بات کرنی تھی تم سے" دوسری طرف ماہ دیر نے بغیر کوئی مزید بات کیے کہا۔ "ہاں بولو سب خیریت ہے نا" شہریار نے پوچھا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "نہیں خیریت نہیں ہے۔ مجھے تمھاری مدد چاہیئے۔ ایک کیس لڑنا ہے تمھیں کیا لڑو گے" ماہ دیر نے پوچھا تو اسکا دل ایک لمحے کو رکا۔ کیس؟ کہیں ثانیہ اور عامر کے خلع کا کیس تو نہیں کہہ رہا تھا۔ شہریار کو لگا جیسے اسکی سانس رک جائے گی جبکہ اسکا چہرہ دیکھتے مریم نے اسکے ہاتھ سے فون پکڑتے سپیکر آن کیا۔ "ہیلو شہریار! تم سن رہے ہو" ماہ دیر نے اسے خاموش دیکھ دوبارہ پوچھا۔ "ہاں سن رہا ہوں کونسا کیس کہہ رہے ہو تم" شہریار نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ یہ ثانیہ اور عامر کی علیحدگی نا ہو۔ "حوریہ کا کسٹڈی کیس۔ ارباز خان نے حوریہ کی کسٹڈی حاصل کرنے کیلئے ہم پر کیس کر دیا ہے۔ تو میں چاہتا ہوں یہ کیس تم لڑو کیونکہ مجھے بھروسہ ہے کہ تم حوریہ کو کہیں نہیں جانے دو گے" ماہ دیر نے کہا تو شہریار اور مریم دونوں

پریشان ہوئے۔ "کیا بکواس ہے اس بدذات کی ہمت کیسے ہوئی۔ وہ ہماری گڑیا کو ہم سے چھیننے کا سوچے" شہریار نے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "جانتا ہوں پر ابھی اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ نا ہی کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں کیونکہ اگر ارباز کو کچھ ہوا تو یقیناً سارا الزام ہم پر ہی آئے گا اور ایسی صورتحال میں حوریہ ہم سے چھن جائے گی اور میں میری بیٹی کو خود سے دور نہیں کر سکتا۔ وہ میری جان ہے۔ میری زندگی ہے اگر وہ مجھ سے دور ہوئی تو میں زندہ نہیں رہ پاؤں گا" ماہ دیر نے اپنے سینے پر سوئی حوریہ کے بال سہلاتے کہا۔ اسکی آواز کب بھاری ہوئی اسے اندازہ نا ہوا پر مریم اور شہریار محسوس کر چکے تھے۔ "تو فکر نا کر ماہ دیر۔ حوریہ کہیں نہیں جائے گی اور ہاں ابھی اس خبیث کو نقصان مت پہنچانا کیونکہ ابھی اسکا کیس سٹرونگ ہوگا۔ تم بتا سکتے ہو ان پیپرز میں کیا لکھا تھا" شہریار نے پوچھا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "اس میں لکھا تھا کہ حوریہ اسکی بیٹی ہے پر طلاق کے بعد میشائم اسے لے گئی۔ حوریہ تب چھوٹی

تھی تبھی اس نے کبھی کسٹڈی کا مطالبہ نہیں کیا پر اب میشائم شادی کر چکی ہے اور وہ نہیں چاہتا اسکی بیٹی غیروں میں بڑی ہو۔ اس نے مجھے میری بیٹی کے لیے غیر بنا دیا" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے اسکی آخری بات میں اذیت محسوس کی تھی۔ "حوریہ غیر نہیں ہے۔ حوریہ تیری بیٹی ہے فکر نا کر تیری بیٹی کہیں نہیں جائے گی۔ اگر مجھ پر بھروسہ کر کے مجھے کال کی ہے تو مجھ پر بھروسہ کر کے فکر بھی چھوڑ دے۔ میں سب دیکھ لوں گا تو بس اس انسان کے خلاف ایسے ثبوت اکھٹے کر جن سے اسکی بُرائی ثابت ہو جائے اور ہاں جو اس نے حوریہ کا ایکسڈنٹ کروایا تھا اگر اسکی کلپ اور اسکے منہ سے ہوا اعتراف مل جائے تو وہ سب سے بہترین چیز ہے" شہریار نے کہا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "کورٹ کی پہلی تاریخ تین دن بعد ہے۔ میں تین دن کے اندر اندر تجھے سارے ثبوت لا دوں گا بس میری بچی کو مجھ سے جدا نے ہونے دینا شہریار" ماہ دیر نے کہا تو شہریار کو اس پر ترس آیا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں حوریہ کو کہیں

نہیں جانے دوں گا۔ اور ہاں تو ایک کام کر ضرار کے اپارٹمنٹ آجا اور ساتھ یہ پیپرز لے کر آنا۔ وہ جھوٹا ہے اس نے کوئی نا کوئی غلطی کی ہوگی میں ان پیپرز میں وہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں کیونکہ اگر پیپرز میں غلطی مل گئی تو وہ ہمارے لیے ایک پلس پوائنٹ ہوگا جو بڑا کار آمد ثابت ہوگا۔ میں بس ضرار کی طرف جارہا ہوں تو بھی آجا اور ہاں ایک کام کرنا سب کو لے آنا ضرار نے بھی ایک بات شئیر کرنی ہے تم سب سے" شہریار نے کہا۔ "اچھا ٹھیک ہے میں آتا ہوں باقی سب کے ساتھ لیکن بابا نہیں آسکیں گے کیونکہ وہ گھر پر نہیں ہیں۔ وہ اپنے کسی دوست کے ہاں دعوت پر گئے ہیں رات سے پہلے نہیں آئیں گے تو پھر میں، میشی، حوریہ اور ثانیہ آجائیں گے" ماہ دیر نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ وہ ثانیہ کو ہی تو بلانا چاہتا تھا تاکہ اسکا بھائی اسے دیکھ لے۔ "ٹھیک ہے لیکن سب کو لازمی لانا کیونکہ بات کافی اہم اور بڑی ہے جو ضرار اور مہر ماہ نے شئیر کرنی ہے" شہریار نے کہا تو ماہ دیر اچھا کہتے کال کاٹ گیا۔ "سائیں حوریہ کہیں نہیں

جائے گی نا" مریم نے کال بند ہوتے ہی پوچھا جس پر شہریار نے اسے دیکھا۔ "نہیں میری جان وہ کہیں نہیں جائے گی۔ وہ ماہ دیر اور میشائم کی بیٹی ہے اور تا عمر انکے ساتھ ہی رہے گی۔ پریشان نا ہو میں ہوں نا میں ہماری گڑیا کو کہیں نہیں جانے دوں گا" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پکا نا" مریم نے دوبارہ پوچھا۔ "ہاں میرا بچہ پکا۔ اب اٹھو جلدی سے عبایا پہنو پھر چلتے ہیں" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ کھڑے ہوتے اسے کھڑے ہونے میں مدد کرتے ڈریسنگ تک چھوڑ آیا۔ "اب جلدی سے آجاؤ میں یہیں ہوں۔ اگر میری مدد چاہیئے تو بھی بتا دو" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں آپ یہیں رکیں میں آتی ہوں" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے لیکن دھیان سے کام کرنا اور جلدی آجانا اور ہاں سب سے اہم دروازہ مت لاک کرنا میں تمھاری اجازت کے بغیر اندر نہیں آؤں گا" شہریار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو

مریم ہاں میں سر ہلاتے ڈریسنگ میں بند ہوئی جبکہ شہریار وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے اسکا انتظار کرنے لگا۔

"بھائی ! مہرو نے کونسی بڑی خبر دینی ہے" ثانیہ نے ماہ دیر سے پوچھا جو گاڑی چلا رہا تھا جبکہ میشائم آگے اسکے ساتھ بیٹھی اور حوریہ پیچھے ثانیہ کی گود میں بیٹھی تھی۔ "پتا نہیں گڑیا میں نے پوچھا تھا پر وہ کہہ رہی تھی۔پہلے آئیں پھر بتائے گی" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔اور باہر دیکھنے لگی عین اسی وقت انکے گاڑی کے قریب سے ایک سیاہ ایس یو وی گزری جسے دیکھ ایک لمحے کو ثانیہ تھمی تھی۔وہ سیاہ ایس یو وی ہوبہو عامر کی پسندیدہ ایس یو وی جیسی تھی پر اس نے اگلے ہی لمحے اپنا سر جھٹکا اور حوریہ کو دیکھا جو مسکراتے باہر دیکھ رہی تھی۔ "کیا سوچ رہی ہے میری گڑیا" ثانیہ نے حوریہ کا سر چومتے پوچھا۔ "اپو ذان ام میلو اپوتی تلف تب پونتے دے (اپھو جان ہم مہرو اپھو کی طرف کب

پہنچے گیں)" حوریہ نے پوچھا تو ثانیہ نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ماہ دیر بول اٹھا۔ "ہم پہنچ گئے ہیں لٹل ہائنس" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگایا جس پر وہ تینوں ہنس پڑے۔ "میری گڑیا لگتا ہے اپھو سے ملنے کو کافی ایکسایٹڈ ہے" ماہ دیر نے گاڑی پارکنگ میں روکتے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سرہلایا۔ "تلیں اپو (چلیں اپھو)" گاڑی رکتے ہی حوریہ نے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سرہلاتے حوریہ کو گود میں اٹھاتے باہر نکلی اور باہر نکلتے ہی اس کی نظر مریم اور ان تینوں بھائیوں پر پڑی جو دروازے میں کھڑے ضرار سے مل رہے تھے۔ "تاتو۔آنی ! ! (چاچو۔آنی)" حوریہ نے ان سب کو دیکھتے چلاتے پکارا اور ثانیہ کی گود سے نیچے اترنا چاہا جس پر ثانیہ نے اسے نرمی سے نیچے اتارا تو وہ بھاگ کر جاتے مریم سے لپٹی جس نے جھک کر اسے پیار کرنا چاہا پر اس سے پہلے ہی شہریار نے حوریہ کو گود میں اٹھاتے مریم کے برابر کیا تو مریم نے اسکی گال چومی۔ "آنی کا بچہ کیسا ہے" مریم نے اس سے پوچھا جو شہریار سے پیار بٹور رہی

تھی۔ ”تیت اوں۔عامل تاتو مذے تھاؤ (ٹھیک ہوں۔ عامر چاچو مجھے اٹھاؤ)“ حوریہ نے مریم کو بتاتے ہی عامر سے کہا جو بنا پلک جھپکے ثانیہ کو دیکھ رہا تھا اسکی آواز پر ہوش میں آیا اور حوریہ کو دیکھا جو بازو واء کیے اسے دیکھ رہی تھی جسے دیکھتے عامر نے آگے ہوتے حوریہ کو نرمی سے شہریار کی گود سے پکڑتے اٹھایا اور اسکا سر چوم گیا۔ ”میری گڑیا کیسی ہے“ عامر نے اسکا سر چوما جس پر حوریہ نے مسکراتے جواب دیا تو عامر مسکرایا جبکہ اسد اور ضرار نے بھی آگے ہوتے اسے پیار کیا۔ ”آجاؤ اب تم لوگ بھی“ ضرار نے حوریہ کی گال چومتے ان تینوں کو آواز لگائی تو ماہ دیر نے نرمی سے آگے ہوتے ایک بازو ثانیہ کے کندھے کے گرد حمائل کیا جس پر وہ بھرپور اعتماد سے آگے بڑھی اور ضرار کے پاس گئی جس نے اسے دیکھ اپنے حصار میں لیتے اسے اپنے سینے سے لگایا جسے دیکھ عامر کے تن بدن میں آگ بھر گئی تھی۔ثانیہ کے قریب کسی اور کو دیکھنا اسے جلتی بھٹی میں جھونک گیا تھا پر وہ خاموش رہا۔پر وہ اسکا بھائی تھا عامر

اعتراض نہیں کرسکتا تھا۔ "کیسے ہیں بھائی آپ" ثانیہ اسکے سینے سے لگتے پوچھا۔ "میں ٹھیک ہوں میرا بچہ۔آپ کیسی ہو" ضرار نے نرمی سے اس کا حجاب سے ڈھکا سر چومتے پوچھا۔ "ٹھیک ہوں بھائی" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکراتے اس کا سر نرمی سے سہلاتے پیچھے ہوا جس پر وہ مریم سے ملی اور اسد کو سلام کرتے اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ شہریار اور عامر کو اس نے دیکھا تک نا تھا جسے سب نے محسوس کیا تھا۔جبکہ ماہ دیر کو اپنی بہن پر فخر ہوا۔اس نے اپنی عزتِ نفس پر کمپرومائز نہیں کیا تھا۔ثانیہ کے جاتے ہی عامر نے ماہ دیر کو دیکھا جو اس سے منہ موڑ چکا تھا جسے دیکھ ضرار فوراً بولا۔ "چلو آجاؤ تم سب بھی اب اندر ماہ انتظار کررہی ہے تم سب کا" ضرار نے ان سب کو دیکھتے کہا تو سب ہی ہاں میں سر ہلاتے اسکے پیچھے اندر آئے جہاں ثانیہ کے سوا کوئی بھی نہیں تھا۔ "کہاں ہے مہرو ضاری" ماہ دیر نے لاؤنج میں کسی کو نا دیکھتے پوچھا۔ "وہ بس آرہی ہے تم لوگ بیٹھو" ضرار نے کہا تو سب ہاں میں سر

ہلاتے صوفوں پر بیٹھے۔ ”جاری تاتو اپو تا ایں (ضاری چاچو اپھو کہاں ہیں)“
حوریہ نے عامر کی گود سے اترتے ضرار کے پاس جاتے کہا تو اس نے نرمی سے
اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا اور کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی
انھیں مہرماہ کی آواز سنائی دی۔ ”اپھو کی جان میں یہاں ہوں“ مہرماہ نے کہا تو
سب نے مڑتے پیچھے دیکھا جہاں مہرماہ کمرے کے دروازے کے پاس ہاتھ میں
چھوٹا سا بچہ پکڑے کھڑی تھی جس پر ماہ دیر، یشائم اور ثانیہ یہاں تک کہ حوریہ
نے بھی حیرت سے اس بچے کو دیکھا جو سفید کمبل میں لپٹا مہرماہ کے ساتھ لگا
سو رہا تھا جبکہ باقی سب نے مسکراتے انھیں دیکھا۔م ”ہرو بیٹا یہ کون ہے“
سب سے پہلے ماہ دیر بولا تھا جس پر مہرماہ چلتے اسکے پاس آتے اسکے ساتھ بیٹھ
گئی۔ اسکے یوں بیٹھنے پر اب سب کو وہاج کا چہرہ صاف نظر آرہا تھا۔ ”بھائی یہ
میرا بیٹا ہے وہاج“ مہرماہ نے مسکراتے پیار بھری نظروں سے وہاج کو دیکھتے
کہا تو ان تینوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”مہرو کیا کہہ رہی ہو۔یہ تمھارا بیٹا

کیسے ہو سکتا ہے۔ سچ سچ بتاؤ کون ہے یہ "ثانیہ نے کچھ سوچتے پوچھا تو مہر ماہ نے اسے دیکھا۔ "اپیہ یہ لائبہ کا بیٹا ہے پر میں نے اور ضار نے اسے اڈاپٹ کر لیا ہے۔ لائبہ کی دماغی حالت ٹھیک نہیں اور وہ وہاج کو پیار بھی نہیں کرتی اور "مہر ماہ نے آہستہ آہستہ انھیں ساری بات بتائی تو سب کی آنکھوں میں وہاج کیلئے دکھ اترا جبکہ انھیں مہر ماہ پر فخر ہوا۔ "گڑیا یہ تو بہت نیکی کا کام کیا ہے آپ نے "ماہ دیر نے اسے ساتھ لگاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "بھائی نیکی تو ہے پر وہاج کیلئے پیار اللہ نے میرے دل میں ڈالا ہے اور میں اپنے بیٹے سے بہت پیار کرتی ہوں "مہر ماہ نے کہا تو سب مسکرائے۔ "تو وہاج نام ہے اس ننھے سے فرشتے کا "یشائم نے نرمی سے انگلی کی پور سے وہاج کی گال کو چھوتے کہا تو مہر ماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی اسکا نام ہے وہاج ضرار راجپوت " مہر ماہ نے کہا تو سب مسکرائے۔ ما "شاء اللہ بہت پیارا نام ہے۔ گڑیا میں پکڑ لوں اسے" ماہ دیر نے پوچھا تو مہر ماہ نے ہاں میں سر ہلایا اور نرمی سے وہاج کو ماہ دیر کو پکڑا گئی جب کہ

خود اٹھتے اس نے حوریہ کو پکڑتے اپنے ساتھ لگایا۔ "آگئی میری گڑیا۔یاد نہیں آئی تھی اپھو کی" مہرماہ نے پوچھا لیکن حوریہ خاموش رہی۔اسکا سارا دھیان اس وقت وہاج پر تھا جس سے ماہ دیر لاڈ کر رہا تھا۔ "اپو جے تون اے (اپھو یہ کون ہے)" حوریہ نے وہاج کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔ "یہ آپکا چھوٹا بھائی ہے حوریہ۔یہ میرا بیٹا ہے" مہرماہ نے کہا تو حوریہ نے ناک سکیڑتے اسے پہلے اسے پھر وہاج کو دیکھا جسے ابھی تک ماہ دیر نے پکڑ رکھا تھا۔ "اللہ اللہ اتا توتا بیتا (اللہ اللہ اتنا چھوٹا بیٹا)" حوریہ نے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا۔ "میری جان سب بچے چھوٹے ہی ہوتے ہیں۔کیوں اپیہ صحیح کہا نا میں نے" مہرماہ نے کہتے ثانیہ سے تصدیق چاہی جو صوفے پر چپ چاپ بیٹھی تھی جبکہ عامر بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔ "ہاں سب بچے چھوٹے ہوتے ہیں۔حوریہ آپ بھی اتنی چھوٹی ہوا کرتی تھیں پہلے" ثانیہ نے نرمی سے کہا تو حوریہ نے ہونٹوں کو گول کرتے اوہ کیا جس پر وہ دونوں بہنیں مسکرائیں۔ "می دیت تے آتی اوں اشے

(میں دیکھ کر آتی ہوں اسے)" حوریہ نے کہا تو مہرماہ نے اسے نیچے اتارا جس پر وہ فوراً ماہ دیر کے پاس گئی۔ "ماموں کا پیارا بچہ" ماہ دیر نے وہاج کا ماتھا چومتے کہا تو حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھا جس پر وہ مسکرایا اور اسے بھی اٹھاتے اپنی گود میں بٹھا گیا۔ اسکی گود میں بیٹھتے ہی حوریہ نے وہاج کو دیکھا جو سو رہا تھا۔ "بابا ذان جے بندل دیسا اے توتا شا (بابا جان یہ بندر جیسا ہے چھوٹا سا)" حوریہ نے وہاج کو دیکھتے اپنے ہاتھوں سے چھوٹا ہونے کا اشارہ کرتے کہا تو سب کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ "ہاہاہاہا یار بھائی اس نے تو آپکے بچے کو بندر بنا دیا" اسد نے لوٹ پوٹ ہوتے کہا تو ضرار کی ضبط کی ہنسی پھر نکلی۔ "دِیر لائیں اسے مجھے دیں" یشائم نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا تو اس نے نرمی سے وہاج کو اسے پکڑایا جسے دیکھ حوریہ پھر یشائم کے ساتھ چپک کر بیٹھی۔ "ماشاءاللہ مہرو تمھارا بیٹا کتنا پیارا ہے" یشائم نے وہاج کی رخسار کو نرمی سے چومتے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ماما می نے بی اشے پتلنا اے (ماما میں نے بھی اسے پکڑنا ہے)" حوریہ

نے کہا تو یشائم نے ہاں میں سر ہلاتے وہاج کو حوریہ کی گود میں لٹایا۔اس نے خود بھی وہاج کو پکڑ رکھا تھا تاکہ وہ گر نا جائے جبکہ حوریہ فوراً وہاج کو ہولے ہولے بلکل اسی انداز میں تھپکنے لگی جیسے ماہ دیر اسے تھپکتا تھا جسے دیکھ سب نے اسکی نظر اتاری۔"تم کہاں جارہی ہو مہر" مہر ماہ کو کھڑے ہوتے دیکھ مریم نے پوچھا۔"وہ میں نے حوریہ کیلئے پین کیک بنائے تھے وہی لینے جارہی ہوں اور کچن میں ریحانہ باجی کام کررہی ہیں ان سے پوچھ لوں کتنا ٹائم لگے گا" مہر ماہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ کچن میں چلی گئی۔"حور اب مجھے دو" مریم نے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار نے اٹھتے وہاج کو پکڑا اور مریم کے پاس لایا جس نے چٹا چٹ وہاج کے دونوں رخسار چومے جبکہ اسد فوراً آتے اسکے پاس کھڑا ہوا جسے دیکھ سب ہنسے۔"ماشاءاللہ کتنا پیارا ہے آنی کا بچہ" مریم نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلاتے وہاج کا ماتھا چومتے اسے اسد کو پکڑایا جو اسکے سر پر کھڑا تھا۔"ویسے بھائی ایک رات میں باپ بننے پر کیسا لگ

رہا ہے" اسد نے پوچھا تو سب ہنسے۔ "بہت اچھا۔ بہت خوبصورت احساس ہے یہ" ضرار نے حوریہ کو گود میں بٹھاتے محبت سے وہاج کو دیکھتے کہا تو سب مسکرائے وہ دونوں واقعی ایک رات میں وہاج کو اپنی کل کائنات مان چکے تھے۔ انکی آنکھوں میں موجود محبت دیکھتے انھوں نے وہاج کیلئے انکا پیار سلامت رہنے کی دعا کی۔ "ویسے میں نے سوچا نہیں تھا کہ تو لائبہ کے بچے" شہریار کی بات پوری ہونے سے پہلے ضرار بڑی رسانی سے کاٹ گیا۔ "لائبہ کا نہیں میرا اور ماہ کا بچہ۔ ہمارا وہاج۔ اس گھٹیا لڑکی کا میرے بیٹے سے کوئی تعلق نہیں۔ میں اسکا سایہ تک اس پر نہیں پڑنے دوں گا" ضرار نے کہا تو سب مسکرائے۔ "تا تو جے واج تاں شے آیا اے (چاچو یہ وہاج کہاں سے آیا ہے)" حوریہ نے ضرار کی گود میں کھڑے ہوتے پوچھا۔ "یہ ہاسپٹل سے آیا ہے۔ وہاں ایک شاپ ہوتی ہے۔ وہاں سے پیارے پیارے بے بی ملتے ہیں پھر جونسا بے بی ہمیں پسند ہوتا ہے ہم اسے لے آتے ہیں" ضرار نے اسکی

عقل کے مطابق کہا تو حوریہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ماہ دیر اور میشائم کو دیکھا۔ "بابا ذان مذے بی بے بی تائیے۔ ہو سپتل شے لاؤ آپ بی (بابا جان مجھے بھی بے بی چاہیے۔ ہاسپٹل سے لاؤ آپ بھی)" حوریہ نے کہا تو اسکا مطالبہ سنتے جہاں باقی سب ہنسے تھے وہیں میشائم اور ماہ دیر کے چہرے سرخ ہوئے تھے۔ ان سب میں کچن سے نکلتی مہر ماہ نے بامشکل اپنی ہنسی دبائی تھی۔ "بچے ابھی نہیں۔ ہم بھی بے بی لائیں گے پر ابھی نہیں" ماہ دیر نے اسے جیسے تیسے کرتے جواب دیا۔ "نی بابا ذان مذے بی تائیے ایشا پالا شا واج دیشا (نہیں بابا جان مجھے بھی چاہیئے پیارا سا وہاج جیسا)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر نے ضرار کو گھورا جو قہقہے لگا رہے تھے اسکی گھوری پر بامشکل لب آپس میں پیوست کرتے ہنسی روک گیا۔ "سالے اب بکواس کی ہے تو اسے سنبھال بھی ورنہ مہرو اور وہاج کو آج اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور ایک ہفتہ تجھے شکل نہیں دیکھنے دوں گا ان دونوں کی" ماہ دیر نے ضرار کی طرف جھکتے ہلکی سی آواز میں

دھمکی لگاتے کہا تو ضرار نے دانت پیسے اور حوریہ کی طرف متوجہ ہوا۔ "حوریہ میرا بچہ بات سنیں" ضرار نے اسے پکارا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔ "میں آپکے ماما بابا کیلئے بھی بے بی لینے گیا تھا شاپ سے پر وہ شاپ پر بے بی ختم ہو گئے ہیں جب اور آئیں گے پھر ہم لے آئیں گے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جاری تا تو اش تھاپ می بے بی تاں شے اتے ایں (ضاری چاچو اس شاپ میں بے بی کہاں سے آتے ہیں)" حوریہ نے پوچھا تو ضرار کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔ آخر کیا ضرورت تھی یہ بات کرنے کی جبکہ اسکے تاثرات دیکھ باقی سب نے اپنا قہقہہ روکا۔ "اس شاپ میں بے بی اللہ تعالیٰ بھیجتے ہیں۔ انکے پاس فرشتے ہیں نا تو وہ بے بی اس شاپ میں دیتے ہیں پھر ہم وہاں سے بے بی لاتے ہیں" ضرار نے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلاتے پھر کچھ کہنے کو لب واء کیے جسے دیکھ مہر ماہ بول پڑی۔ اسے یقین تھا اگر وہ ابھی نا بولتی تو یقیناً حوریہ کو وہاج کو مانگ لیتی یا کوئی ایسا سوال پوچھتی جس سے اس کے شوہر نے رونے

لگ جانا تھا۔ ”حوریہ آپ کے پین کیک“ مہرماہ نے کہا تو حوریہ کی آنکھیں چمکیں جس پر وہ فوراً ضرار کی گود سے اترتے اسکے پاس آئی تو مہرماہ نے اسے گود میں بٹھایا اور اسے چھوٹے چھوٹے نوالے توڑتے کھلانے لگی۔ ”جاری تاتو دب واں شاپ پل بے بی اے دا تو پھل امیں بی لا تل دینا (ضاری چاچو جب شاپ پر بے آئے گا تو پھر ہمیں بھی لاکر دینا)“ حوریہ نے پین کیک کھاتے کہا تو ضرار نے ہاں میں سرہلایا۔ ”بھائی ویسے آپ وہاج کو نہیں پکڑیں گے“ اسد جو تب سے وہاج سے لاڈ کرنے میں مصروف تھا اب عامر کو دیکھتے کہا جسکی نگاہ تب سے ثانیہ سے نہیں ہٹی تھی جب سے وہ یہاں آئے تھے۔ اسکی آواز پر عامر نے ثانیہ سے بامشکل نظریں ہٹاتے اسے دیکھا اور ہاں میں سرہلایا جس پر اسد نے وہاج کو اسے پکڑایا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ ”ماشاءاللہ بہت پیارا ہے میرا بھتیجا“ عامر نے وہاج کو ساتھ لگاتے اسکا ماتھا چوما تو سب نے ماشاءاللہ کہا جبکہ ثانیہ کی نظریں تب سے وہاج پر تھیں۔ وہ اسے پکڑنا چاہتی تھی۔ اسے پیار

کرنا چاہتی تھی پر باقی سب اس سے لاڈ کر رہے تھے۔اور اب وہ عامر کے پاس تھا اور وہ اس سے بلکل بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔"میرا بچہ۔کتنے پیارے ہو آپ" عامر نے اس کی گال چومی تو عین اسی وقت اسکی نظر ثانیہ پر پڑی جو وہاج کو دیکھ رہی تھی۔وہ جانتا تھا ثانیہ نے اب تک وہاج کو نہیں پکڑا اور وہ اسے پکڑنا بھی چاہتی تھی۔آخر کو اسے بچے بے حد پسند جو تھے۔عامر نے مسکراتے گہری سانس بھری اور بغیر کچھ کہے وہاج کو سینے سے لگائے ہی کھڑا ہوتے ثانیہ کی طرف بڑھا جو سنگل سیٹر صوفے پر بیٹھی تھی۔اسے اچانک یوں اپنی طرف بڑھتے دیکھ ثانیہ حیران ہوئی جبکہ باقی سب بھی اسے دیکھ رہے تھے۔"اگر آپکو وہاج کو پکڑنا تھا تو مجھے کہہ دیتیں یوں خاموش رہ کر اپنی خواہشات کو دل میں نہیں دباتے" عامر نے جھکتے بے حد نرمی سے وہاج کو اسکی گود میں لٹاتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ایک لمحے کو گہری بھوری آنکھیں ہیزل آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔بھوری آنکھیں محبت کی داستان سنا رہی تھی جبکہ ہیزل آنکھوں میں

ایک شکوہ تھا جسے وہ پڑھتا پر اس سے پہلے ہی ثانیہ نگاہوں کا زاویہ بدل گئی جسے دیکھ وہ گہری سانس بھرتے پیچھے ہوا اور جاتے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا جبکہ ثانیہ نے وہاج کو دیکھا۔ "میرا بچہ کتنے پیارے ہو آپ" ثانیہ نے کہتے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو سب مسکرائے۔ ا"للہ پاک آپکو ہر بُری نظر سے محفوظ رکھے اور آپکو ویسا انسان بنائے جیسا آپکے ماما بابا آپکو بنانا چاہتے ہیں" ثانیہ نے کہا تو سب نے آمین کہا جبکہ عامر اس کے معصوم چہرے کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ "بھائی نگاہوں کو تھوڑا سا سنبھالیں۔ آپکا دوست کم سالہ کب سے آپکو گھور رہا ہے" شہریار نے ہلکا سا عامر کی طرف جھکتے کہا تو عامر لب آپس میں پیوست کرتے اپنی مسکراہٹ روکی۔ "جانتا ہوں تب سے اسکی نظریں خود پر محسوس کر رہا ہوں۔ ابھی اسکو بتاتا ہوں رکو زرا" عامر نے کہا تو شہریار ہنسا۔ "ویسے ماہ دیر کیا میں زیادہ پیارا لگ رہا ہوں" عامر نے ماہ دیر کو دیکھتے پوچھا۔ "زہر لگ رہے ہو" ماہ دیر نے کہا تو عامر مسکرایا۔ "پھر مجھے تھوڑا سا

چکھ کیوں نہیں لیتے" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے دانت پیسے جبکہ لڑکوں کے قہقہے بلند ہوئے اور لڑکیوں کی ہنسی چھوٹی سوائے ثانیہ کے جو وہاج کو ساتھ لگائے بیٹھی تھی۔ "مہرو ایک منٹ وہاج کو پکڑنا میں کال سن کر آتی ہوں" ثانیہ جو وہاج کو پیار کر رہی تھی۔ اچانک اپنے فون پر آتی کال دیکھتے مہرماہ سے کہا تو اس نے ضرار کو اشارہ کیا جس نے اٹھتے نرمی سے وہاج کو پکڑتے سینے سے لگایا۔

"اپیہ آپ اوپر روم میں چلی جائیں اگر کال ضروری ہے تو" مہرماہ نے ثانیہ کو دیکھا جو کال سننے کچن کی طرف بڑھنے والی تھی مہرماہ کی بات پر وہ فوراً اوپر کی جانب بڑھی۔ "شیری پورے ایک منٹ بعد سب کی نظر سے بچتے میرے نمبر پر کال کرنا۔مجھے تمھاری بھابھی کو منانا ہے" عامر نے کہا تو شہریار نے بامشکل اپنی ہنسی کنٹرول کی اور پورے ایک منٹ بعد سبکی نظروں سے بچتے اپنے موبائل سے عامر کو کال کی جس نے اپنی جیب سے موبائل نکالتے سامنے کیا اور یوں دیکھا جیسے بہت اہم کال ہو۔ "ایک منٹ ضروری کال ہے میں آتا

ہوں" عامر نے کہا اور بغیر کسی کو دیکھے سنے اوپر ثانیہ کے پیچھے بڑھ گیا جسے دیکھ ماہ دیر نے اٹھنا چاہا پر میشائم اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے نفی میں سر ہلا گئی۔ "گڑیا اوپر اکیلی ہے" ماہ دیر نے کہا۔ "تو کیا ہوا وہ انکے شوہر ہے۔ اچھا ہے انھیں بات کرنے دیں ساری عمر تو یوں نہیں نا رہ سکتے" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور گہری سانس لیتے وہیں بیٹھتے باقی سب سے باتیں کرنا لگا۔

"جی حسام سر ٹھیک ہے۔ آپ مجھے فائلز سینڈ کردیں میں ریڈ کرکے اسکی تصحیح کردوں گی" ثانیہ نے حسام سے کہا تو اس نے اوکے کہتے کال کاٹی جس پر ثانیہ نے گہری سانس بھری اور خود کو آئینے میں ایک نظر دیکھتے باہر جانا چاہا پر اس سے پہلے ہی کوئی دروازہ کھولتے اندر آیا اور اسے دونوں بازوؤں سے پکڑتے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ ثانیہ کچھ بول تک نا سکی وہ بس بوکھلاتے سامنے دیکھ رہی تھی جہاں عامر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ

ثانیہ کے تاثرات فوراً سرد ہوئے۔ ”یہ کیا حرکت ہے“ ثانیہ نے پوچھا اور پیچھے ہونا چاہا پر وہ بہت نرمی سے اسکی بازو سے ہاتھ ہٹاتے اس کی کمر کے گرد حمائل کرگیا جسے محسوس کرتے ثانیہ ایک لمحے کو اپنی جگہ منجمد ہوئی تھی پر اس نے اگلے ہی لمحے خود پر قابو پایا اور اسے پیچھے دھکا دینا چاہا پر عامر اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑتے اپنے سینے پر رکھتے اپنے ایک ہاتھ تلے قید کرگیا۔ ”کیا کررہے ہیں یہ“ ثانیہ نے غصے سے کہا۔ ”آپکو منانے کی ایک اور ناکام کوشش کررہا ہوں“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ ”جب جانتے ہیں ناکام ہونگے پھر کوشش ہی کیوں کررہے ہیں“ ثانیہ نے پوچھا تو وہ دلکشی سے مسکرایا۔ ”اب محبوب کے مظالم پر اسے چھوڑ دیا جائے تو عاشق کیسے کہلائے“ عامر نے اس کی رخسار کو انگلی کی پور سے چھوتے کہا۔ ”محبوب کو دکھ دینے والا بھی عاشق نہیں کہلاتا عامر صاحب“ ثانیہ نے آنکھیں اٹھاتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو عامر نے چہرہ مزید جھکاتے اسکی آنکھوں میں جھانکا۔ ”یہ بات یہاں لگی ہے

(اس نے ہولے سے اسکا ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھتے کہا) عالی جاہ۔ جانتا ہوں اپنے محبوب کو دکھ دے بیٹھا ہوں اور دکھ بھی بے مثال دے بیٹھا ہوں۔ پر موقع تو قاتل کو بھی مل جاتا ہے تو اس عاشق پر کرم کیوں نہیں" عامر نے کہا تو ثانیہ نے گہری سانس بھری۔ "عشق کی کتابوں میں میں محبوب کو دکھ دینے والے عاشقوں کو معافی نہیں ملتی۔ عاشق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہی نہیں جانتے" ثانیہ نے کہا تو وہ ہولے سے ہنس دیا۔ "جانتا ہوں جانِ جہاں سب جانتا ہوں پر عاشق پر اتنا ظلم بھی نا ڈھائیں کہ بیچارہ جان سے ہی چلا جائے" عامر کی بات پر وہ گہری سانس بھر گئی۔ "عاشق تو پیدا ہی ظلم سہنے کو ہوا ہے کیا ابھی سے ہار مان لی آپ نے" ثانیہ نے استہزائیہ پوچھا۔ "نہیں جہاں پناہ میں نے ہار نہیں مانی پر میرا دل مردہ ہو رہا ہے" عامر نے کہا تو اس نے چہرہ موڑا۔ "پھر آپ کیوں بار بار آجاتے ہیں" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا رخ اپنی طرف کیا۔ "کیونکہ عشق کرتا ہوں آپ

سے۔ نہیں رہ سکتا آپکے بغیر۔بیس دن ہوگئے ہیں آپ سے جدا ہوئے اور ان بیس دنوں میں بیس ہزار بار میں مرا ہوں۔ اب نہیں رہا جارہا۔ ایسا لگ رہا ہے اب آپ نا ملی تو جان نکل جائے گی۔ بس کردیں نا یہ ناراضگی ختم کریں خدارا۔ معاف کردیں مجھے" عامر نے کہا تو اس نے اپنی قمیض سائیڈ سے مٹھیوں میں بھینچی۔ "عامر کیا چاہتے ہیں آپ کہ" ثانیہ کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے بول پڑا۔ "آپکو چاہتا ہوں اور بے حد و حساب چاہتا ہوں" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "آپ میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے جب سب تعلق اس دن ختم ہوگئے تھے تو پھر اب کیوں یہ سب کرتے ہیں۔ کیوں میرے دل کو نت نئے اندازوں سے گھائل کرتے ہیں۔ مجھے تو نہیں چاہتے آپ یہ جھوٹ نا بولیں۔ مجھے صاف صاف بتائیں آخر چاہتے کیا ہیں آپ" ثانیہ نے اسکے گریبان کو پکڑتے پوچھا تو عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسے قریب کیا۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ میں کیا چاہتا ہوں

عامر نے جیسے چند لفظوں میں پوری بات سمیٹ دی تھی۔جبکہ اسکی بات پر ثانیہ کا دل دھڑکا تھا۔ہاں آج اتنے دن بعد پھر ثانیہ کا دل دھڑکا تھا۔اور اس قدر شدت سے دھڑکا تھا کہ اسکی آواز اسے اپنے کانوں میں سنائی دی تھی جبکہ عامر نے بھی اس آواز کو سنا تھا۔"اب تو آپکا دل بھی رضامندی ظاہر کر رہا ہے۔اب تو مان جائیں" عامر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"دل کی سننا چھوڑ دی میں نے۔اب میں صرف دماغ کی سننا پسند کرتی ہوں کیونکہ وہ مجھے گھائل نہیں ہونے دیتا۔دل کی باتوں پر عمل کر کر کے ہی آج اس مقام پر ہوں" ثانیہ نے کہا تو عامر نے اپنا ایک ہاتھ اسکی رخسار پر رکھا۔"ایک بار مجھے موقع دیں۔اس مقام سے آپکو اُس مقام تک لے جاؤں گا کہ قسمت بھی آپ پر رشک کرے گی" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔"یقین کیسے کروں؟" ثانیہ کا

ایک سوال عامر کا الفاظ چھین گیا تھا تبھی وہ خاموش رہا۔ "بتائیں نا خاموش کیوں ہیں۔یقین کیسے کروں۔یقین تو کانچ کی طرح ہوتا ہے ایک بار ٹوٹ جائے تو دوبارہ جڑتا نہیں ہے اور اگر جڑ بھی جائے تب بھی اس میں دڑاریں رہتی ہیں۔ آپ پر یقین کرنا بھی چاہوں تو حقیقت دو تھپڑ مار کر کہتی ہے بھولو مت یہ وہی شخص ہے جس سے تم نے عشق کیا اور اس نے تمھیں عرش سے اٹھا کر فرش پر پٹک دیا تھا۔کیوں؟ صرف دو کاغذ کے ٹکڑوں پر یقین کرتے۔ اپنے بھائی کا دکھ نظر آگیا۔میرا دکھ کیوں نظر نا آیا۔میرا تو ماضی حال سب آپکے سامنے تھا۔میرا تو ماضی یہاں تک کہ حال بھی دکھوں سے بھرا پڑا تھا۔اب جب خوشیاں ملیں۔جب خود کو زندہ محسوس کرنا شروع کیا تو آپ نے پھر سے مجھے مُردوں کی صف میں کھڑا کردیا۔جانتے ہیں کتنا مشکل ہے روزانہ اپنے ٹوٹے بکھرے وجود کو سمیٹنا۔ چلیں مجھے چھوڑیں میرے غم نہیں آئیں ہونگے نظر آخر کو میں کونسا من پسند تھی ایک بوجھ ہی تھی آپ نے اتار کر پھینک

دیا۔آپ بتائیں میرے غم نا سہی اپنے بھائی کی خوشیاں تو دیکھی تھی نا آپ نے پھر بھی اسکو خوش کرنے کیلئے میرے دل کے اتنے ٹکرے کردیے کہ جنھیں سمیٹنا چاہوں تو ہاتھ زخمی ہوجاتے ہیں۔روح میں پیوست ہوگئے ہیں وہ ٹکڑے۔ہر وقت خون رستا ہے۔اذیت ہوتی ہے۔پر میرے دکھ سے زیادہ آپکا بھائی اہم تھا۔ میری محبت سے زیادہ آپکے بھائی کی انا اہم تھی آپکے لیے۔جب تک ہم سوات میں رہے زندگی پھولوں کا بستر لگتی تھی مجھے پر یہاں آئی تو آپ نے حقیقت کا ایسا آئینہ دکھایا کہ اب کانٹوں کے سوا میرے حصے میں کچھ بچا ہی نہیں۔وہ پھول جن سے میں اپنی محبت کا باغ سجانا چاہتی تھی۔وہ آباد ہونے سے پہلے ہی اجڑ گیا اب خود بتائیں کیسے کروں یقین" ثانیہ نے بغیر ایک بھی آنسو بہائے کہا تو عامر کی سانس تک رکی تھی۔وہ اس قدر اذیت میں تھی پر وہ رو نہیں رہی تھی۔عامر کو بے ساختہ خوف محسوس ہوا جس پر اس نے فوراً اسے سینے سے لگایا۔"شش میرا بچہ ایسے نہیں کہتے۔کچھ نہیں

اجڑا۔ہماری محبت کا باغ آباد ہوگا انشاء اللہ بس مجھے آپکا ساتھ چاہیئے" عامر نے نرمی سے اسکا سر چومتے کہا تو اس نے آنکھیں موندی۔ عامر ملک کا لمس آج بھی اسکے لیے باعثِ سکون تھا۔ "اجڑ گیا ہے۔میں نے بہت بچانے کی کوشش کی۔ اتنی زیادہ کہ اس کوشش میں میری روح تک زخمی ہوگئی ہے پر میری محبت کا باغ اجڑ گیا اور اسے آپ نے اجاڑا ہے۔ میں نے سوچا تھا آپکے ساتھ مل کر اس باغ کو محبت سے سجاؤں گی۔وہاں ہم ہونگے۔ہماری محبت ہوگی اور ہمارے بچے پر میری سوچ کا بھی آپ نے بڑی بے دردی سے قتل کردیا" ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا اور نرمی سے اسکا سر سہلانے لگا۔ "میں صدقے میری نازک دلبر پر۔میں قربان آپکی اس خوب صورت سوچ پر۔باخدا میں ہماری محبت کے اس باغ کو کبھی نہیں اجڑنے دوں گا بس ایک بار میرا ساتھ دیں دے" عامر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں دیا جائے گا آپکا ساتھ۔بڑی بُری طرح میرا مان ٹوٹا ہے۔بڑا مان

تھا آپ پر مجھے۔یقین تھا کہ دنیا میرا ساتھ چھوڑ دے پر آپ نہیں چھوڑیں گے پر دنیا نے تو چھوڑا سو چھوڑا پر آپ نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا" ثانیہ نے کہا تو اسکی آواز مدھم تھی پر آنسو اب تک نہیں نکلے تھے جس پر عامر پیچھے ہوا اور نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام گیا۔ "ایک بات مانیں گی میری عامر نے کہا تو اس نے بغیر کچھ کہے اسے دیکھا۔رولیں تھوڑا سا۔ایسے دکھ کو دل میں رکھنے سے دل مردہ ہوجاتا ہے" عامر نے کہا تو اس نے نظریں جھکائیں۔"رونے والے کمزور ہوتے ہیں اور میں کمزور نہیں ہوں" ثانیہ نے کہا تو عامر نے آگے ہوتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"میرا بچہ کمزور نہیں ہے۔میرا بچہ بہت بہادر ہے۔بہت زیادہ تبھی تو اتنا سارا دکھ اپنے دل میں رکھ کر بھی مسکراتا ہے۔پر میرے سامنے میری جانِ جہاں کو کچھ بھی چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔میرا بچہ تو اچھا ہے نا ایسے نہیں کرتے۔تھوڑا سا رولیں میرا بیٹُو" عامر نےپیار سے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔آنکھوں کے کنارے سرخ ضرور ہوئے

تھے پر آنسو اب بھی نہیں تھے۔ ”نہیں مجھے رونا نہیں ہے۔ سب کہتے ہیں رو لو پر سنبھالتا کوئی نہیں ہے“ ثانیہ نے کہا تو عامر نے بے حد محبت سے اسکے ماتھے کو چومتے اسکی دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھے۔ ”میں سنبھال لوں گا اپنی دلبر کو۔ پر خدارا یوں اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر اتار کر اپنا دل مردہ نا کریں“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ ”آپ سنبھالتے ضرور ہیں پر جب کوئی آپ پر انحصار کرنے لگے تب آپ اس انسان کو فرش پر پٹک دیتے ہیں۔ میں آپ پر یقین نہیں کر سکتی“ ثانیہ نے کہا اور اس سے دور ہوتے باہر نکل گئی جبکہ عامر جہاں تھا وہی کھڑا رہ گیا۔ وہ غلط تو نہیں بول کر گئی تھی۔ وہ سہارا دے کر بے سہارا ہی تو کر گیا تھا اسے۔ اسکا یقین نا کرنا تو بجا تھا۔

”شہریار کچھ ملا“ ماہ دیر نے پوچھا تو شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ لوگ پچھلے پندرہ منٹ سے ضرار کے سٹڈی روم میں بیٹھے تھے۔ سب لڑکے شہریار کے

ارد گرد منڈلا رہے تھے جب کہ وہ حوریہ کا کیس سٹڈی کرتے کوئی غلطی ڈھونڈ رہا تھا۔ ”نہیں ابھی تک تو نہیں پر امید ہے جلدی مل جائے“ شہریار نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اور بھائی اگر اس میں غلطی نا ہوئی کوئی تو“ اسد نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”پھر اسکا کیس کافی پچتہ ہوجائے گا کیونکہ اس نے بڑے پوائنٹس اس میں ایسے لکھوائے ہیں جو ایک لمحے میں حوریہ کو ہم سے چھین سکتے ہیں“ شہریار نے کہا ماہ دیر کا سانس رکا۔ ”شہریار ایسے نا کہہ میری بیٹی کو میں کہیں نہیں جانے دے سکتا۔ حوریہ کے بغیر ایک لمحہ نہیں گزار سکتا اسے خود سے دور جاتے دیکھ کیسے جیوں گا“ ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ”پریشان مت ہو۔ حوریہ کہیں نہیں جائے گی“ عامر نے کہا تو اس نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا اور بغیر کچھ کہے ہاں میں سر ہلا گیا۔ اس نے عامر کو جھٹکا نہیں تھا۔ ”مل گئی۔ اس خبیس نے کردی غلطی“ شہریار یکدم بولا تو سب اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ ”کیسی غلطی جلدی بتا“ ضرار نے آگے ہوتے

پوچھا۔ ”اس نے یہاں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ اسکی اور میشائم کی طلاق حوریہ کے چھ ماہ کے ہونے کے بعد ہوئی جب کہ میشائم کے پاس جو طلاق نامہ ہے اس پر صاف صاف حوریہ کی پیدائش کے دن کی تاریخ ہے۔ ایک غلطی یہ ہے کہ ایک جگہ اس نے لکھا میشائم سے اسکی شادی محبت کی ہوئی تھی حتیٰ کہ دوسری جگہ اس نے لکھا ہے کہ وہ یہ شادی اسکے گھر والوں کی پسند سے ہوئی ہے۔ اور سب سے اہم غلطی اس نے خود ہی یہاں اپنے ایک گناہ کا اعتراف کرلیا ہے کہ اس نے میشائم کو صرف بیٹی پیدا کرنے کی وجہ سے طلاق دی ہے جبکہ ابھی اوپر اس نے لکھا تھا کہ وہ بیٹی کی پیدائش پر خاصا خوش تھا“ شہریار نے کہا تو ان سب کے چہرے پر ڈھیروں اطمینان اترا۔ ”تو یہ باتیں ہمارے لیے پلس پوائنٹ ہو سکتی ہیں“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں ہو سکتی ہیں بشرطیکہ ان باتوں کا کوئی گواہ ہمارے پاس موجود ہو۔ کوئی ہے گواہ جس نے میشائم کے ساتھ ہوئی ہر زیادتی اپنی آنکھوں سے دیکھی

ہو" شہریار نے پوچھا تو ماہ دیر نے کچھ دیر سوچا پھر نفی میں سر ہلایا۔ "وہاں ارباز خان کے ماں باپ، جنید خان کے گھر والے اور ارباز خان تھا اور یہ لوگ کبھی میشی کے حق میں گواہی نہیں دیں گے" ماہ دیر نے کہا تو شہریار نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی عامر بول پڑا۔ "ارباز کی پہلی بیوی زرتاج بھی تو تھی۔ اور تو نے ہی کہا تھا کہ وہ میشائم کے ساتھ اچھا سلوک کرتی تھی پھر فہیم کی منکوحہ بانو دو گواہ ہیں ہمارے پاس" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "ہاں تو صحیح کہہ رہا ہے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میں تو ہمیشہ ہی صحیح کہتا ہوں" عامر نے کندھے اچکاتے کہا۔ "بھائی وہ بانو تو گواہی دے بھی دے پر کیا ارباز کی بیوی اپنے شوہر کے خلاف گواہی دے گی" ضرار نے عامر کو دیکھتے پوچھا۔ "ضرور دے گی کیونکہ آجکل ارباز اور اسکی طلاق کا مسئلہ چل رہا ہے۔ ارباز نے ایک فضول بات پر آگ بگولا ہوتے زرتاج کے باپ اور بڑے بھائی کا قتل کر دیا جس وجہ سے اس بیچاری کی ماں بھی صدمے سے چل

بسی۔ اب اسکی فیملی میں بس اسکا چھوٹا بھائی اور وہ بچے ہیں" عامر نے کہا تو ان سب نے اسے دیکھا۔ "بھائی آپکو اتنا سب کچھ کیسے پتا" اسد نے پوچھا تو عامر مسکرایا۔ "میرے کافی سورسز ہیں سوات میں تو انکے ذریعے مانسہرہ تک کی خبر نکلوا لی اور یہ انفارمیشن ایک گھنٹے کے اندر اندر نکلوائی ہے" عامر نے کہا تو سب خوش ہوئے جبکہ ماہ دیر نے تشکر سے اسے دیکھا۔ "ایسے نا دیکھ۔ میری بیوی کے علاوہ مجھے دیکھنے کا حق میں کسی کو نہیں دیتا۔ اور میری نظر تو ماشاءاللہ سے ہوتی ہی تیری بہن پر ہے" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے بل ڈالتے اسے دیکھا۔ "بکواس نا کر۔ میری بہن کو مت دیکھا کر۔ کیا ایسے ہی باقی لڑکیوں کو بھی دیکھتا ہے" ماہ دیر نے جان بوجھ کر طنزیہ کہا تو عامر دلکشی سے مسکرایا۔ "ویسے تو میں لڑکیوں کو دیکھنے سے گریز کرتا ہوں پر تیری بہن پر گندی والی نظر ہے میری لہٰذا تیری بہن کو میں دیکھوں گا اور پورے حق سے دیکھوں گا" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے دانت پیسے وہیں باقی سب نے مسکراہٹ

دبائی۔ "بکواس بند کرلے" ماہ دیر نے کشن اٹھا کر اسکے منہ پر مارتے کہا تو عامر سمیت سب نے قہقہہ لگایا۔ "بکواس نہیں کررہا حقیقت بیان کررہا ہوں۔ میں حق رکھتا ہوں ان پر اور انشاء اللہ بہت جلد انھیں منا بھی لوں گا پھر گھنٹوں بغیر کسی رکاوٹ انھیں دیکھتے دید کی پیاس بجھاؤں گا" عامر نے شانے اچکاتے یوں کہا جیسے کوئی بات ہی نا ہو جبکہ اسکی بے باکی پر ماہ دیر کا چہرہ سرخ ہوا۔ "اللہ کرے تجھے کتے کاٹ لیں خبیث ڈاکٹر" ماہ دیر نے ایک دفعہ پھر کشن اس کے منہ پر مارا تو سب ہنس پڑے۔ "تو بھی ڈاکٹر ہے کتے تجھے بھی کاٹ سکتے ہیں" عامر نے کہا تو بے ساختہ اپنے پیچھے کتوں کو بھاگتے تصور کرکے ہی اس نے جھرجھری لی جسے دیکھ سب لوٹ پوٹ ہوئے۔ ا"چھا یار مذاق بند کرو اور میری بات سن لو" شہریار نے کہا۔ "کیوں تو درس دینے لگا ہے" ضرار نے کہا تو شہریار نے اپنا قلم کھینچ کر اسے مارا جو اسکے کندھے پر لگا تھا جبکہ باقی سب نے قہقہہ لگایا۔ "بدتمیز انسان بات سن لو ضروری ہے پھر لگے

رہنا بکواس کرنے" شہریار نے دانت پیستے کہا تو سب فوراً سنجیدہ ہوئے۔ "بولیں بھائی" اسد نے کہا تو اس نے پیپر پر لکھی ایک لائن پر انگلی رکھی جسے سب نے پڑھا۔ "اس لائن کو پڑھو اور زرا سمجھو" شہریار نے کہا تو اس سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "یہ لکھا ہے کہ اگر ہم کوئی وکیل کھڑا کرتے ہیں تو اس برخاست کردیا جائے" ضرار نے اسے دیکھتے وہ لائن دہرائی تو شہریار مسکرایا۔ "مسکرا کیوں رہے ہو۔ اسکا مطلب بتاؤ" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اسکا مطلب ہے کہ اگر تم لوگ کسٹڈی کیس لڑنے کیلئے کوئی وکیل ہائر کرو تو اسکی بات ہی نا سنی جائے تاکہ وہ بغیر کسی بحث کے یہ کیس جیت جائے پر سالہ زیندار ہے نا تو عقل نام کی چیز ہی نہیں ہے تبھی لوکل وکیل سے بنوا کر ہائی کورٹ کا اسٹیمپ لگوایا ہے اور وہ لوگ بھی اتنے اندھے ہیں کہ بنا پڑھے ہی مُہر لگا دی ہے" شہریار نے کہا تو ان سب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "مطلب ابھی بھی سمجھ نہیں آیا بھائی" اسد نے کہا تو وہ سیدھا

ہوتے بیٹھا۔ ”صرف اس ایک لائن کی بنیاد پر اسکا پورا کیس ختم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عدالت نے مجرم کو بھی حق دیا ہے کہ وہ اپنا وکیل پیش کرے پر اس نے یہاں شرط رکھی ہے کہ ہم اپنا وکیل پیش نہیں کر سکتے مطلب وہ یک طرفہ کیس ہوگا اور یہ کیس وہی جیتے گا۔ جس طرح جرگوں میں ہوتا ہے کہ اگر ایک پارٹی کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے تو وہ اس سے گواہ پیش کرنے کا حق چھین لیا جاتا ہے جب کہ جو مقتول کے گھر والے ہوتے ہیں وہ گواہ پیش کر سکتے ہیں۔ اس نے وہی گیم یہاں چلانی چاہی کہ ہمیں قاتل اور خود کو مقتول ثابت کیا۔ جاہل زیندار ہونے کا پکا پکا ثبوت دیا ہے اس پینڈو نے“ شہریار نے مزے سے کہا تو ان سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھری۔ ”مطلب وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار چکا ہے"ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”نہیں وہ کلہاڑی پر جا کر پاؤں مار کر آیا ہے۔ پاگل آدمی ہائی کورٹ کو جرگہ بنا دیا جاہل نے“ شہریار نے کہا تو ان سب نے قہقہہ لگایا۔ ”مطلب کیس ہمارے حق

میں ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں ہمارے حق پر ہے پر دو دن کے اندر اندر مجھے سارے ثبوت چاہیئے جو جو میں نے تجھ سے مانگا ہے اور وہ دونوں گواہ بھی۔ اگر تو یہ سب دو دن میں آگئیں تو پہلی تاریخ پر ہی حوریہ کی کسٹڈی پکی پکی تجھے مل جائے گی پھر کوئی مائی کا لال بھی اسے تجھ سے نہیں چھین پائے گا اور ہاں اگر ہو سکے تو عامر بھائی کے علاوہ کچھ ڈاکٹرز اور نرسوں کو یہاں بلا جنھوں نے ہاسپٹل میں تجھے حوریہ کی فکر کرتے دیکھا تھا۔ انکی گواہی بھی بڑی کار آمد ثابت ہوگی۔ باقی جو بولنا ہے وہ میں دیکھ لوں گا" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے بھائی آپ اتنا کچھ کیسے جانتے ہیں۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے عدالت آپکی ہو" اسد نے کہا تو شہریار نے قہقہہ لگایا۔ "میں ایڈوکیٹ شہریار ملک ہوں میں عدالت میں ہونے والی ساری مکاریوں سے واقف ہوں۔ ایک بار جو عدالت میں قدم رکھ دے پھر عدالت کی ساری چالاکیوں سے آشنا ہو جاتا ہے اور میرے اندر تو عدالتوں کی مکاریاں

بھری پڑی ہیں۔ اور جس میں یہ مکاریاں آجائیں پھر وکیل، جج یہاں تک کہ جیوری بھی وہ انسان خود ہی بن جاتا ہے بس مجھے بھی یہی سمجھو" شہریار نے کہا تو سب نے اسے داد دینے والے انداز میں دیکھا۔ "شکریہ شہریار" ماہ دیر نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "اسکی ضرورت نہیں ہے۔ حوریہ میری بھی کچھ لگتی ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اچھا چلو آؤ لڑکیوں کے پاس چلیں۔ پھر شام میں گھر بھی جانا ہے" ضرار نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکلتے لڑکیوں کے کمرے کی طرف چل پڑے پر اس سے پہلے وہ نوک کرتے اندر سے آتی آوازیں انھیں روک گئیں۔

"اپیہ آپ ٹھیک ہیں" مہرماہ نے ثانیہ کو دیکھتے پوچھا جو جب سے روم سے آئی تھی گم سم سی تھی۔ اب بھی وہ وہاج کو گود میں لٹائے غائب دماغی سے اسکے ننھے ننھے ہاتھوں سے کھیل رہی تھی جبکہ مریم اور میشائم بیٹھی باتیں کر رہی تھیں

اور حوریہ بیڈ پر سو رہی تھی۔ سب لڑکے ابھی کچھ دیر پہلے ہی لنچ کرنے کے بعد سٹڈی میں گئے تھے جبکہ مہر ماہ ان سب کو اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔ اب بچوں کو سلا کر وہ سب باتیں کرنے بیٹھی تھیں۔ ”ہاں مہرو میں ٹھیک ہوں“ ثانیہ نے بامشکل مسکرانے کی کوشش کرتے کہا تو اب کی بار مریم اور یشائم بھی اسکی طرف متوجہ ہوئیں۔ ”آپی آپ ٹھیک لگ نہیں رہیں۔ بتائیں نا کیا ہوا ہے“ یشائم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”آپی کیا عامر بھائی سے کوئی بات ہوئی ہے“ مریم نے پوچھا تو اس نے مریم کو دیکھا پھر چہرہ جھکاتے وہاج کو دیکھنے لگی جو بڑا پرسکون سا سویا تھا۔ ”اپیہ بتائیں نا کیا عامر بھائی سے کوئی جھڑپ ہوئی ہے۔ وہ آپکے پیچھے اوپر آئے تھے۔ کیا پھر کچھ کہا ہے انھوں نے“ مہر ماہ نے اسکے پاس بیٹھتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کیا کہا ہے بتائیں“ مہر ماہ نے دوبارہ پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”وہ کہہ رہے ہیں کہ انھیں معاف کردوں“ ثانیہ نے کہا تو ان تینوں نے

سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”تو آپ نے کیا کہا“ مریم نے پوچھا۔ ”یہی کہ اب مجھ سے نہیں کیا جارہا معاف۔کیسے کروں؟ اب مجھے بھروسہ نہیں رہا ان پر“ ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے نرمی سے اسکے گرد بازو حمائل کیے۔ ”آپی پر بھائی شرمندہ ہیں تو کردیں نا معاف۔کب تک ان سے دور رہیں گی۔ہم سب جانتے ہیں آپ ان سے کتنی محبت کرتی ہیں۔پھر یوں خود کو ان سے دور کرکے آپ انھیں نہیں خود کو اذیت دے رہی ہیں“ میشائم نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ ”تم خود بتاؤ میشائم ! میرے شوہر جن سے میں محبت کرتی ہوں۔وہ میرا یقین کرنے کی بجائے۔میرا سہارا بننے کی بجائے۔چند کاغذ کے ٹکڑوں پر یقین کرتے مجھے بے سہارا کردیں تو میں کیسے یقین کروں ان پر“ ثانیہ نے کہا تو میشائم مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ مریم نے آگے ہوتے اسکی گود سے وہاج کو پکڑتے نرمی سے مہرماہ کو پکڑایا جسے پکڑتے مہرماہ فوراً ساتھ لگا گئی جبکہ مریم نے ثانیہ کے دونوں ہاتھ تھامے۔ ”آپی میں جانتی ہوں میں جو بات کرنے والی ہوں۔آپکو

لگے شاید میں عامر بھائی اور سائیں کی طرف داری کررہی ہوں پر ایسا نہیں ہے۔میں ایک بہن بن کر یہ بات کرنے والی ہوں۔آپکی بہن بن کر پلیز میری بات کو پورا سنیے گا پھر کوئی بات کہیے گا" مریم نے کہا تو ثانیہ نے اسکے ہاتھوں پر پکڑ مضبوط کرتے اسے آگے بولنے کا اشارہ کیا۔"آپی میں یہ نہیں کہہ رہی کہ عامر بھائی یا سائیں ٹھیک ہیں پر آپی انکی غلطی کو درگزر کیا جاسکتا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں کوئی گناہگار بھی اپنے گناہوں کی سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ اسے معاف کردیتا ہے۔ہم تو پھر ادنی سے انسان ہیں تو اگر کوئی ہم سے معافی مانگے تو ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہم اسے معاف کردیں۔اور آپی چھوٹی سی زندگی ہے یہاں کونسا بار بار جنم ہونے ہیں۔یہاں ایک ہی زندگی ہوتی ہے اسے بھی اگر ہم نفرت اور ناراضگی کی نظر کردیں گے تو کیسے چلے گا۔اور سچ کہوں تو بھائی بہت شرمندہ ہیں۔میں نے اپنے آس پاس موجود مردوں میں بس بابا اور سائیں کو روتے دیکھا پر اس دن میں نے پہلی عامر بھائی کو تہجد کے وقت روتے

دیکھا۔پورا سٹڈی انکی سسکیوں سے گونج رہا تھا۔وہ رو رو کر اللہ سے آپکا ساتھ اور معافی مانگ رہے تھے۔اس دن مجھے بھائی پر بہت ترس آیا۔آپی وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں بلکل ویسے ہی جیسے آپ ان سے کرتی ہیں تو اس جھگڑے کو ختم کردیں نا۔کیا ملے گا؟ صرف اذیت۔اذیت کے سوا آپ دونوں کے حصے میں کچھ نہیں آئے گا۔اور سائیں؟ میں جانتی ہوں سائیں نے غلط کیا پر آپی وہ انکا ری ایکشن تھا۔جتنی تذلیل لوگوں نے انکی کی وہ اسکا ری ایکشن تھا۔ایک تو انکی ماما کی وجہ سے وہ پہلے ہی طعنے سنتے تھے اور پھر آپ کا چلے جانا لوگوں کو تو چھوڑیں رشتے داروں نے بھی انکا جینا حرام کردیا تھا اور اس دن آپکو دیکھ وہ ہائپر ہوگئے پر بعد میں، میں نے انھیں سمجھایا تو انکو سمجھ آئی کہ انھوں نے آپکے ساتھ غلط کیا ہے۔وہ بہت شرمندہ ہیں آپی۔بہت زیادہ۔پلیز بھائی کو اور سائیں کو معاف کردیں۔خود پر اور عامر بھائی پر ظلم نا کریں" مریم نے کہا تو ثانیہ اسے دیکھنے لگی۔"پر مریم میں کیسے معاف کروں ان

کو۔شہریار سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی میں نے پر انھوں نے ایک بار عامر کو نہیں روکا۔شہریار کو تو چھوڑو تم، اماں سائیں اور اسد تم سب میں سے بھی کسی نے عامر کو نہیں روکا کہ مجھے گھر سے نا نکالیں۔اور عامر ایک بار بھی انکا دل نا لرزا مجھے گھر سے نکالتے۔جانتی ہو مریم جب میں دروازے میں پہنچی تھی اور عامر نے مجھے آواز لگائی تھی تب میرا دل ایک پل کو رکا تھا۔مجھے ایک پل کو سکون ملا کہ شاید عامر مجھے روک لیں گے پر انھوں نے میرا فون واپس کیا اور مجھے کہا طلاق نامہ جلدی مل جائے گا۔اب تم بتاؤ کیسے معاف کروں۔میری دنیا اجڑ گئی مریم۔اور اس شخص نے اجاڑی جسے میں نے ٹوٹ کر چاہا تھا" ثانیہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ان تینوں کو اس پر ترس آیا تھا۔"پر آپی بھائی شرمندہ ہیں اور جو شرمندہ ہو اسے معاف کردینا چاہیئے" میشائم نے کہا تو ثانیہ نے چہرہ جھکایا۔"اپیہ آپکو ہم میں سے کسی کی بھی ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔جو آپ چاہیں گی وہی ہوگا۔اب آپ مجھے

بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں عامر بھائی کے ساتھ رہنا ہے یا علیحدگی چاہتی ہیں"
مہرماہ نے پوچھا تو ثانیہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"میں انھیں معاف کرنا
چاہتی ہوں۔میں ان سے بہت محبت کرتی ہوں مہرو پر میں اپنی عزتِ نفس
اپنی محبت پر قربان نہیں کر سکتی۔میرے لیے میری عزتِ نفس سے اہم کچھ
نہیں میری محبت بھی نہیں۔مجھے میری محبت چاہیئے پر میں اپنی عزتِ نفس کا
سودا کر کے نہیں۔میں کسی بھی قیمت پر اپنی عزتِ نفس کو مجروح نہیں
کر سکتی" ثانیہ نے کہا تو ان تینوں نے گہری سانس بھرتے ایک دوسرے کو
دیکھا۔"پر اپیہ جہاں عشق ہو وہاں تو انا مسترد ہو جاتی ہے نا"مہرماہ نے کہا تو
اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"پر مہرو میں اپنے دل کا کیا کروں جو کسی ننھے بچے کی
مانند سہم سا گیا ہے۔عامر پر چاہ کر بھی یقین نہیں کر پا رہی۔باخدا بہت محبت
کرتی ہوں بلکہ محبت چھوٹا لفظ ہے میں عامر سے عشق کرتی ہوں پر میرا دل ڈرتا
ہے مہرو۔آگے ہی بڑی مشکل سے اپنے دل کو سمیٹا ہے اگر عامر نے پھر وہی

سب کیا تو میں کیا کروں گی" ثانیہ نے کہا تو وہ تینوں اسکے گرد حصار باندھ گئیں۔ "ہم اللہ سے دعا کریں گے کہ وہ آپکے حق میں وہی کرے جو آپکے لیے بہترین ہو" میشائم نے کہا تو اس نے آمین کہا۔ "دعا کرنا میرے دل و دماغ سے وہ وقت نکل جائے جب میرے عشق نے مجھے بُری طرح توڑا تھا" ثانیہ نے کہا تو ان سب نے آمین کہتے اسکے گرد حصار مضبوط کیا جبکہ لڑکے جو کافی دیر سے یہاں کھڑے انکی باتیں سن رہے تھے۔ اب کی بار عامر کو دیکھنے لگے جو مردہ و شکست خور نظروں سے دروازے کو دیکھا اور نیچے کی جانب چل پڑا۔ ثانیہ کی باتیں سب کا دل چیر گئی تھیں جبکہ عامر کا دل تو پھٹ گیا تھا تبھی وہ نیچے کی جانب بڑھا۔ اسے یوں نیچے جاتے دیکھ اس سے پہلے کوئی اسے پکارتا ماہ دیر نے ان سب کو منع کیا اور خود اسکے پیچھے چل پڑا۔ "عامر" ماہ دیر نے نیچے آتے اسے پکارا تو عامر نے اسے دیکھا۔ عامر کی آنکھیں نم تھیں جسے دیکھ ماہ دیر آگے بڑھا اور بغیر کچھ کہے اسکے گلے لگا جس پر عامر ایک پل کو ساکت ہوا لیکن اگلے ہی

پل اسکے گرد مضبوطی سے حصار باندھ گیا۔ ”ماہ دیر انھیں کہہ نا مان جائیں۔ میری جان نکل جائے گی اب“ عامر نے تھکاوٹ سے چور لہجے میں کہا تو ماہ دیر نے اسکا کندھا چوما۔ ”تو تھک نہیں سکتا ابھی سمجھا۔ میری بہن کو منا چپ چاپ۔ اسے جتنا دکھ دیا ہے اس سے کہیں گنا زیادہ اسے خوشیاں دے ورنہ میں تیرا منہ توڑ دوں گا پلاسٹک کے بہنوئی“ ماہ دیر نے اسکی کمر میں مکہ جڑتے آخر میں جان بوجھ کر اسکا موڈ ٹھیک کرنے کو کہا پر عامر نا مسکرایا۔ ”کیسے مناؤں۔ وہ نہیں مان رہیں۔ انھیں تو چھوڑ تو بھی نہیں مان رہا“ عامر نے شکوہ کرتے کہا تو ماہ دیر نے پیچھے ہٹتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ ”سالے اگر تجھ سے ناراض ہوتا تو ابھی یوں تجھے دلاسے نا دے رہا ہوتا“ ماہ دیر نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ 'انھیں کہہ دے نا مان جائیں ورنہ عامر ملک کی سانسیں دغا دے جائیں گی“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا میں کہتا ہوں لیکن تو بھی کوشش کر سب ٹھیک کرنے کی۔ بہت ہوگیا یہ سب۔ گڑیا تیرے

ساتھ رہنا چاہتی ہے اسے منا لے۔میں جانتا ہوں اسکے دل کو تو ہی موم کر سکتا ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر مسکرایا۔یہ ثانیہ کی باتیں ہی تھیں جس نے اسے نرم کیا تھا ورنہ وہ خود بھی عامر سے ہمدردی نہیں کرنا چاہتا تھا۔پر وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بغیر تڑپ رہے تھے وہ کیسے انھیں دور رہنے دے سکتا تھا۔تبھی اب عامر کو کھلے دل سے اجازت دی تھی۔"چلو یار لڑکیوں کو بلا لاؤ اب" شہریار نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا۔"تم لوگ بیٹھو میں بلا کر لاتا ہوں" ضرار نے کہا تو وہ سب ہاں میں سر ہلاتے صوفے پر بیٹھے جبکہ ضرار اوپر کی جانب بڑھ گیا۔

"کون ہے" لڑکیاں جو ابھی بھی ثانیہ کو سمجھا رہی تھیں دروازہ نوک ہونے کی آواز پر فوراً مہر ماہ بولی۔"ماہ میں ہوں" باہر سے ضرار کی آواز سنتے ان سب نے اپنے ڈوپٹے ٹھیک کیے جبکہ مریم نے فوراً اپنا چہرہ ڈھانپا تو مہر ماہ وہاج کو یونہی

ساتھ لگائے ہی اٹھ کر دروازہ کھولتے اسے دیکھا جو اسے دیکھ مسکرایا تھا جبکہ اسکی گود میں موجود وہاج کو دیکھتے ضرار کی آنکھوں میں نرمی اتری تھی۔ "کیا ہوا ضار" مہرماہ نے باہر آتے دروازے بند کرتے اسے دیکھتے پوچھا۔ "کچھ نہیں میں بس تم لوگوں کو بلانے آیا تھا۔ آجاؤ کچھ دیر نیچے بیٹھتے ہیں پھر گھر کیلئے نکلیں گے" ضرار نے اس سے کہا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھاتے اسکی گود سے وہاج کو پکڑتے پہلے اسکا پھر جھکتے وہاج کا سر چوما تو وہ مسکرائی۔ "گھر کیلئے پر بابا" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "گھر تو جانا ہے نا اور بابا کو میں سنبھال لوں گا۔ اب اگر پردہ اٹھا ہے تو بھرپور طریقے سے میں اٹھاؤں گا پریشان نا ہو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے۔ پھر آپ نیچے چلیں اور ریحانہ باجی کو اوپر بھیج دیں۔ حوریہ سو رہی ہے وہ اسکے پاس بیٹھ جائیں گی بلکہ وہاج کو بھی دیں میں اندر لٹا دوں نیچے ہماری باتوں سے ڈسٹرب ہوگا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے وہاج کا ماتھا چومتے اسے واپس مہرماہ کو

پکڑایا اور جھکتے اسکی گال کو لبوں سے چھوتے نیچے بڑھ گیا جبکہ اس کی حرکت پر مہرماہ کے رخسار گلابی ہوئے اور ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ ”آپکے بابا بہت خراب ہیں“ مہرماہ نے وہاج کی رخسار کو وہیں سے چوما جہاں سے ضرار نے چوما تھا۔ وہ اپنی ہی حرکت پر مسکرائی اور دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ ”کیا ہوا مہر! بھائی کیا کہہ رہے تھے" اسکے اندر آتے ہی مریم نے پوچھا تو مہرماہ نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی یشائم بول پڑی۔ ”مریم اس سے کیوں پوچھ رہی ہو۔ بھائی نے جو کہا مہرماہ کے رخساروں سے صاف پڑھا جاسکتا ہے“ یشائم نے کہا تو ان دونوں نے بھی مہرماہ کے رخساروں کو دیکھا جو لال ہورہے تھے جسے دیکھ ان سب نے دل میں ماشاءاللہ کہا جبکہ ساتھ ہی اسے تھوڑا تنگ کرنے کا سوچا۔ ”ہاں یشائم دیکھو کیسے مہر کے رخسار بھائی کے پیار کی گواہی دے رہے ہیں“ مریم نے کہا تو مہرماہ نے ان سب سے نظریں چرائیں اور آگے بڑھتے وہاج کو اسکی بے بی کرب

میں لٹایا۔ ”ویسے مہرو گھر مہمان آئے ہوں تو چہرے سے یوں محبت کے راز عیاں نہیں کرنے چاہیئے“ ثانیہ نے بھی چھیڑا تو مہرماہ نے سر جھکایا۔ ”اپیہ آپ تینوں آجائیں میں جارہی ہوں“ مہرماہ نے کہا اور بغیر انکی کوئی مزید بات سنے نیچے بھاگی جس پر وہ تینوں ہنس پڑیں۔ ابھی مہرماہ کو گئے ایک منٹ بھی نہیں ہوا تھا جب ریحانہ روم کا دروازہ نوک کرتے اندر داخل ہوئی۔ ”ریحانہ باجی آپ بچوں کے پاس بیٹھیں۔ اگر کوئی اٹھے تو ہمیں بتا دیجیے گا“ اسے اندر آتے دیکھ ثانیہ فوراً بولی تو وہ ہاں میں سر ہلاتے صوفے پر بیٹھ گئی جبکہ وہ تینوں باہر نکلتے نیچے آئیں جہاں ایک اسد سنگل سیٹر صوفے پر اسد بیٹھا تھا جبکہ بڑے صوفے پر ماہ دیر اور شہریار یقیناً اپنی اپنی بیویوں کی جگہ بچائے بیٹھے تھے اور دوسرے صوفے پر عامر اور ضرار مہرماہ بیٹھے تھے۔ مریم اور میشائم جاتے اپنے اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھیں جبکہ ثانیہ چند لمحے کوئی اور جگہ تلاش کرتی رہی پر صرف عامر کے برابر موجود خالی جگہ کو دیکھ اس نے گہری سانس بھری اور وہاں جانے کی بجائے

اسد کی طرف بڑھی۔ ”اسد بھائی کیا آپ وہاں جا سکتے ہیں؟“ ثانیہ نے عامر کے برابر والی جگہ پر اشارہ کیا تو اسد نے عامر کو دیکھا جس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اسد چپ چاپ اٹھتے عامر کے ساتھ بیٹھا جبکہ ثانیہ عامر کے عین سامنے بیٹھ گئی جس پر عامر خوش تھا۔ قریب نا سہی پر نظروں کے سامنے تو وہ تھی بھلا اسکے لیے کسی نعمت سے کم تھا۔ وہ کم از کم اسے آنکھ بھر کر دیکھ تو سکتا تھا۔ ”اچھا سب سنیں مجھے ایک آئیڈیا آیا ہے۔ ہم لوگوں نے گھر تو کچھ دیر بعد ہی جانا ہے تو کیوں نا تب تک کوئی گیم کھیلیں“ مہرماہ نے یکدم کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ ”ہاں اچھا آئیڈیا ہے مہر میں تمھارے ساتھ ہوں۔ اور میں بھی“ مریم اور یشائم نے جلدی سے کہا تو مہرماہ نے ثانیہ اور باقی سب کو دیکھا۔ ”اچھا آئیڈیا ہے مہرو۔ ہمیں گیم کھیلنی چاہیئے“ ثانیہ نے اسکے دیکھنے پر فوراً کہا۔ ”پھر میں بھی کھیلوں گا“ ثانیہ کے کہتے ساتھ ہی عامر نے کہا تو سب نے مسکراہٹ دبائی جب کہ ثانیہ نے مٹھیاں بھینچی جسے دیکھ عامر مسکرایا۔ ”چلیں پھر سب

ہی کھیلتے ہیں" ضرار نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مہرو ہم کونسی گیم کھیلیں گے" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "بھائی ہم ایک گیم کھیلیں گے جو ترتھ اینڈ ڈیئر کی طرح ہی ہوگی پر اس میں ہم سب سے ایک سوال پوچھیں گے جسکا بلکل سچ جواب دینا ہے اور ایک ڈئیر کرنا پڑے گا۔ کلئیر" مہر ماہ نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا جس پر مہر ماہ اٹھی اور کچن سے ایک بوتل اٹھا لائی۔ اس نے وہ بوتل ٹیبل پر رکھی اور گھمائی جو عامر پر آتے رکی جسے دیکھ سب نے مسکراہٹ دبائی جبکہ ثانیہ نے عامر کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکے دیکھنے پر وہ نگاہوں کا مرکز پھر فرش کو بنا گئی۔ "میرا بس چلے تو اس فرش کو اکھاڑ پھینکوں جسکی وجہ سے میری بیوی مجھے نہیں دیکھ رہی" عامر نے جلتے بھنتے دل میں کہا۔ "چلو مریم تم پوچھو عامر بھائی سے سوال کیونکہ اسکی بیک تمھاری طرف آئی ہے" مہر ماہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور عامر کو دیکھا۔ "تو بتائیں عامر بھائی آپ اس دنیا میں سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں" مریم

کے سوال پر اس نے بے ساختہ چہرہ اٹھاتے سامنے صوفے پر بیٹھی ثانیہ کو سرتا پیر دیکھا۔ اسکی نظروں میں اس سوال کا جواب موجود تھا۔ اسکی نظروں میں صاف لکھا تھا کہ وہ سب سے زیادہ پیار کس سے کرتا ہے جسے سب نے پڑھا لیکن ثانیہ اسے نظر انداز کر چکی تھی جس پر وہ ہولے سے مسکرایا۔ "میں اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنی بیوی سے کرتا ہوں اور اس بات کا اقرار میں ساری دنیا کے سامنے کر سکتا ہوں کہ مجھے ثانیہ عامر ملک سے عشق ہے اور انکے بغیر میرا گزارا ناممکن ہے" عامر نے ثانیہ پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا تو وہ سب دل میں انکے لیے دعا کر گئے جبکہ اسکے یوں سرِ عام اظہار کرنے پر ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے جنھیں وہ چہرہ جھکاتے چھپا گئی لیکن عامر اسے دیکھ چکا تھا۔ وہ اس کے رخسار دیکھتے سرشار ہوا تھا جب کہ ثانیہ اپنی حالت پر خود کو کوس رہی تھی۔ آخر اسے کیوں شرم آرہی تھی۔ شاید یہ باقی سب کے سمجھانے کا اثر تھا۔ "ٹھیک ہے عامر بھائی۔ اب ڈیئر کی باری" مریم نے کہا تو

اس نے ثانیہ سے نظریں ہٹاتے مریم کو دیکھتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تو آپکا ڈیئر یہ ہے کہ وہ سامنے بالکونی سے پھول توڑ کر لائیں اور جسے دل کرے اسے دیں پر ساتھ میں وجہ لازمی بتائیے گا کہ آپ وہ پھول اسی انسان کو کیوں دے رہے ہیں“ مریم نے کہا تو عامر سر ہلاتے اٹھا اور بالکونی میں جاتے وہاں لگے گلاب کے پودے سے ایک گلاب کا پھول توڑ کر سیدھا ثانیہ کے پاس آیا اور گھٹنوں کے اسکے سامنے بیٹھا جسے دیکھ ماہ دیر نے اسے گھورا۔ ”یہ سالہ اب زیادہ اوور ہو رہا ہے۔ میرے سامنے ہی میری بہن کو پرپوز کر رہا ہے۔ اظہارِ محبت کر رہا ہے جوتیاں کھالے گا یہ مجھ سے“ ماہ دیر نے کہا تو شہریار نے بامشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا۔ ”یار اگر انکی اس طرح سے صلح ہو رہی ہے تو ہونے دے چپ کر کے بیٹھ جا تو“ شہریار نے کہا تو اس نے اسے گھورا جس پر شہریار نے اسے عامر اور ثانیہ کو دیکھنے کا اشارہ کیا تو وہ چہرہ موڑتے انھیں دیکھنے لگا۔ ”یہ پھول میں صرف اپنی بیوی کو دوں گا۔ اس لیے نہیں کہ یہ میری بیوی ہیں بلکہ اس لیے

کہ یہ میرا پھول ہیں جنھوں نے میری زندگی کو مہکایا ہے۔ میری کانٹوں سے لیس زندگی کو پھولوں کا چمن بنایا ہے۔ تو میرے خیال سے اس پھول کا میری بیوی سے زیادہ کوئی مستحق نہیں اور مسزیہ ایک باغ کی بنیاد بھی ہے جسے انشاء اللہ ہم دونوں مل کر آباد کریں گے" عامر نے پھول ثانیہ کی طرف بڑھاتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھتے پھول کو دیکھا پھر نا جانے کس احساس کے تحت ہاتھ بڑھاتے اس پھول کو پکڑ لیا جسے دیکھ عامر مسکرایا جبکہ مسکراہٹ تو باقی سب کے چہروں پر بھی پھیلی تھی۔ "شکریہ سکونِ قلب" عامر نے سرگوشی کی اور زمین سے اٹھتے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا جبکہ ثانیہ ہاتھ میں موجود پھول کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کتنے حق سے اس پر حق جتا رہا تھا۔ یہ سوچتے اسکے ہونٹوں پر کب مدھم سی مسکراہٹ آئی اسے خود اندازہ نا تھا جبکہ باقی سب اسکی مسکراہٹ دیکھ اسکی نظر اتار گئے اور عامر تو اسکی مسکراہٹ پر قربان ہوتے دل میں آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکتے اسکی نظر اتار گیا۔ "واہ عامر بھائی ! آپ تو پکے سچے

عاشق نکلے" اسد نے عامر کے بیٹھتے ہی ہانک لگائی تو سب ہنسے جبکہ ثانیہ کے خاموش بیٹھی رہی اور عامر اسے خاصی محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ثانیہ نے اب کی بار کوئی ری ایکشن نا دیا۔وہ ایک بار اس کے سامنے کمزور پڑ گئی تھی پر اب نہیں۔اس نے گہری سانس بھری اور اپنے ہاتھ میں پکڑا گلاب ٹیبل پر رکھا جسے دیکھ عامر دکھ سے مسکرایا۔ "چلیں اب میں پھر بوتل گھمانے لگی لہٰذا سب اپنا دھیان ادھر کرلیں" مہرماہ نے عامر کو دیکھتے جان بوجھ کر کہا تو وہ کھسیانہ ہوتے مسکرایا جس پر مہرماہ نے ہنستے بوتل گھمائی جو اب کی بار میشائم پر رکی تھی جبکہ اسکی پشت ثانیہ پر۔ "اچھا میشائم تم بتاؤ کہ اگر تمھیں ایک انسان کا نصیب لکھنے کا موقع ملے تو وہ کون ہوگا"ثانیہ نے پوچھا تو میشائم نے گردن موڑتے ماہ دیر کو دیکھا۔ "مجھے اگر موقع ملا تو میں دِیر کا نصیب لکھوں گی۔اور ایسا لکھوں گی کہ کوئی دکھ تکلیف ان تک نہیں آئے گی۔نا ہی پلوشہ ماما ان سے جدا ہونگی اور نا ہی آپ سب کو دس سال کی اذیت برداشت کرنی

پڑے گی" میشائم نے کہا تو ثانیہ اور مہر ماہ کی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ ماہ دیر نے اپنی شریکِ حیات کو دیکھا جو کتنی خوبصورتی سے بول رہی تھی۔ "تم بہت اچھی ہو" میشائم ثانیہ نے اسکی بات سنتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "شکریہ آپی۔ چلیں اب ڈئیر بتائیں" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا تو تمھارا ڈئیر یہ ہے کہ تم نے یہاں بیٹھے تمام افراد میں سے کسی ایک کو بھی وہ کیک کھلانا ہے اور کیک کھلانے کی نیت یہ ہوگی کہ تم اس انسان سے بہت محبت کرتی ہو" ثانیہ نے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھتے ٹیبل سے کیک پکڑا۔ اسے کیک پکڑتے دیکھ ماہ دیر کو یقین تھا وہ اسے کھلائے گی پر میشائم بجائے اس کی طرف بڑھنے کے مریم کی طرف بڑھی اور جاتے اسے کیک کھلاتے اپنے ساتھ لگاتے اسکا سر چوم گئی۔ "میں اپنی چھوٹی بہن سے بہت محبت کرتی ہوں" میشائم نے کہا تو مریم مسکرائی۔ "میں بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں" مریم نے کہا تو وہ مسکرائی اور جاتے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ "ویسے شکوہ نہیں کر رہا پر کیا

اصولاً یہ کیک تمھیں مجھے نہیں کھلانا چاہیئے تھا" اس کے بیٹھتے ہی ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کیوں" ماہ دیر نے پوچھا۔ "کیونکہ آپی نے کہا تھا کہ میں اس انسان کو کیک کھلاؤں جس سے میں محبت کرتی ہوں" میشائم نے مسکراتے کہا۔ "تو کیا تم مجھ سے محبت نہیں کرتی میشی" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں میں آپ سے محبت نہیں کرتی بلکہ میں آپ سے عشق کرتی ہوں۔ اور محبت سب سے ہوجاتی ہے پر عشق وہ کسی ایک سے ہوتا ہے میرے لیے وہ ایک آپ ہیں جن سے میں عشق کرتی ہوں۔ اور یقین کریں اگر آپی محبت کی جگہ عشق کا نام لیتی تو وہ کیک میں آپکو کھلاتی" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اب تم فلرٹ کررہی ہو" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلا گئی جس پر ماہ دیر ہولے سے ہنسا اور سامنے دیکھنے لگا جہاں مہر ماہ اب اسد سے سوال کررہی تھی۔ "چلیں اسد بھائی بتائیں اگر آپکو ابھی کسی ایک شخص کو یہاں بلانے کا موقع ملے تو وہ کون ہوگا" مہر ماہ نے پوچھا تو وہ

مسکرایا۔ ”اپنی بیوی عائشہ کو بلاؤں گا“ اسد نے مصنوعی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے کہا تو سب ہنس پڑے۔ ”ہاہاہاہاہا اچھا چلیں پھر آپکا ڈئیر ہے ابھی کہ ابھی عائشہ آپی کو کال کریں اور انھیں کہیں کہ یہاں آجائیں“ مہرماہ نے کہا تو اسد نے فوراً اپنا موبائل نکالتے عائشہ کا نمبر ملایا جو کہ پہلی ہی بیل پر اٹھا لیا گیا۔ ”اسلام علیکم جی اسد“ کال آن ہوتے ہی سپیکر سے عائشہ کی آواز ابھری۔ ”وعلیکم السلام عائشہ۔کہاں ہو“ اسد نے پوچھا جبکہ باقی سب اسے دیکھ رہے تھے۔ ”میں روم میں ہوں ڈیزی کے ساتھ۔آپ کہاں ہیں“ عائشہ نے پوچھا۔ ”میں ضرار بھائی کے اپارٹمنٹ ہوں۔تم بھی آجاؤ یہاں“ اسد نے کہا تو سب مسکرائے۔ ”ٹھیک ہے میں آجاتی ہوں۔آپ بتائیں آپ آئیں گے لینے یا میں ڈرائیور کے ساتھ آجاؤں"عائشہ نے پوچھا تو اسد کو اس پر بے تحاشا پیار آیا۔ ”میں خود ہی آتا ہوں ابھی بلکہ ہم سب ہی آجائیں گے ابھی ٹھیک ہے“ اسد نے نرمی سے کہا۔ ”جی ٹھیک ہے اسد۔ویسے آپ مجھے اُدھر کیوں

بلا رہے تھے" عائشہ نے پوچھا تو اسد نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی مہرماہ بول اٹھی۔ "عائشہ آپی یہ ایک ڈئیر تھا۔ہم گیم کھیل رہے تھے میں نے اسد بھائی کو کہا تھا کہ آپکو کال کریں" مہرماہ نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ عائشہ ہنس پڑی۔ "تبھی میں سوچوں اسد مجھے بھائی کے اپارٹمنٹ کیوں بلا رہے ہیں۔چلیں آپ لوگ اپنی گیم کھیلیں میں زرا ماما کی بات سن لوں" عائشہ نے کہا تو اس نے اوکے کہتے کال کاٹی اور ساتھ ہی بوتل گھمائی جو اب کی بار ضرار پر رکی جبکہ اسکی پشت شہریار پر۔ "چل بھئی پروفیسر بتا اگر تجھے کبھی کوئی حقیقت بدلنے کا موقع ملے تو، تو کس حقیقت کو بدلے گا" شہریار نے پوچھا تو ضرار ہولے سے مسکرایا۔ا "گر مجھے کبھی کوئی حقیقت بدلنے کا موقع ملا تو میں وہاج کو اپنا اور مہرماہ کا سگا بیٹا بناؤں گا" ضرار نے کہا تو سب کی آنکھوں میں نرم تاثر آیا جب کہ مہرماہ نے مسکراتے اسے دیکھا۔ "بہت پیاری سوچ ہے۔چل اب تیرے ڈئیر کی باری۔تو تیار ہے" شہریار نے پوچھا تو ضرار نے

ہاں میں سرہلایا۔ ”تو تیرا ڈئیریہ ہے کہ تو مہرماہ گڑیا کے ماتھے پر بوسہ دے“ شہریار نے جان بوجھ کر ماہ دیر کو دیکھتے کہا جسکا چہرہ اسکی بات پر سرخ ہوا تھا جبکہ ضرار نے مسکراہٹ دباتے پہلے اپنے سالے پھر اپنی بیوی کو دیکھا جو سرخ پڑتے نگاہیں جھکا گئی تھی۔ ضرار اسکی حرکت پر مسکرایا۔ ”مسز راجپوت بات صرف ایک بوسے کی ہوئی ہے اب اس پریوں سرخ پڑیں گی تو مجھ غریب سے خطا ہوجائے گی خدارا میرے دل پر رحم کھائیں“ ضرار نے اسکی طرف جھکتے سرگوشی کی اور بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے سیدھا ہوا۔ اسکی حرکت پر مہرماہ سانس تک روک گئی جبکہ باقی سب نے انکی نظر اتاری اور ماہ دیر کا تو پورا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ اسے اپنے دونوں بہنوئی اس وقت زہر لگ رہے تھے ایک اسکے سامنے اظہار محبت کررہا تھا اور ایک ماتھے پر بوسہ دے رہا تھا۔ ”سانس لو مسز راجپوت“ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے گہری سانس ہوا کے سپرد کی اور اپنا دھیان بوتل کی طرف کرتے بوتل کو گھمایا تو اب کی بار وہ ماہ دیر

پر رکی اور پشت اسد پر تھی۔ "اچھا تو ماہ دیر بتاؤ اگر تمھیں ابھی کسی کا قتل کرنے کا موقع ملے تو وہ کون ہوگا" اسد نے پوچھا تو ماہ دیر نے ضرار اور عامر کو دیکھا۔ "میرے دونوں بہنوئی میرے ہاتھوں قتل ہونگے جو میرے سامنے بھی اپنی بے باکی سے باز نہیں آرہے" ماہ دیر نے کوئلے چباتے کہا تو سب لوگ ہنس پڑے۔ "ہاہاہاہاہا۔ تمھیں یہ موقع جلد ہی ملے گا" اسد نے ہنستے ہوئے کہا تو ضرار نے کشن اٹھاتے اسے مارا جسے وہ بڑی مہارت سے کیچ کرگیا۔ "شکریہ بھائی پر اب زرا مجھے ڈئیر دینے دیں آپکے سالے صاحب کو" اسد نے کہا تو ضرار نے دانت پیسے۔ "اچھا ماہ دیر تو تمھارا ڈئیر یہ ہے کہ میں نے سنا ہے تم چائے بہت اچھی بناتے ہو تو ہم سب کو ایک ایک کپ چائے کا ہی پلا دو" اسد نے کہا تو سب کے قہقہے بلند ہوئے جبکہ ماہ دیر نے اسے گھورتے کہا۔ "میں نہیں پلا رہا۔ میں چائے صرف اپنی بیوی اور اپنی بہنوں کو پلاتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو اسد نے مسکراہٹ دبائی۔ "تو اب کیا تمھارے ہاتھ کی ایک کپ چائے پینے

کیلئے مجھے تم سے نکاح کرنا پڑے گا" اسد نے پوچھا تو ماہ دیر نے اس پر دونوں ہاتھوں سے باقاعدہ لعنت ڈالی جسے اسد نے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے سر کو ہلکا سا خم کرتے یوں قبول کیا گویا اسے تمغہ امتیاز مل رہا ہو جبکہ اسکی حرکت پر باقی بس نے قہقہہ لگایا۔ "چلو جاؤ تم بھی کیا یاد کرو گے معاف کیا۔ چائے نا پلاؤ مجھے پانی پلا دو" اسد نے کہا تو ماہ دیر اسے گھورتے کھڑا ہوا اور اسکے لیے پانی لے آیا جسے اسد نے بڑی شان سے پکڑا اور پینے لگا جسے دیکھ ماہ دیر اپنی جگہ پر بیٹھا جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔ اس دوران مہرماہ بوتل گھما چکی تھی جو مہرماہ پر رکی اور اب سوال پوچھنے والا عامر تھا۔ "اچھا تو گڑیا مجھے کسی ایسے انسان کا نام بتاؤ جو تمھیں تھوڑے وقت پہلے ملا ہو پر اب جان سے عزیز ہو" عامر نے پوچھا تو مہرماہ کے ذہن کے پردوں پر معصوم سی جان کی تصویر ابھری۔ "میرا بیٹا وہاج۔ وہ مجھے کل ملا ہے پر وہ میری جان بن گیا ہے۔ وہ مجھے اتنا عزیز ہو گیا ہے کہ وہاج کے بغیر میں اب جینے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ جانتی ہوں شاید

آپ سب کو عجیب لگے پر وہاج مجھے میری اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔وہ میرا بیٹا ہے اور میں اس سے بہت پیار کرتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ ضرار نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما عین اسی وقت ریحانہ حوریہ کا ہاتھ پکڑے روتے ہوئے وہاج کو گود میں اٹھائے انکے پاس آئی۔وہاج کو یوں روتے دیکھ مہرماہ تڑپ کر کھڑی ہوئی اور جلدی سے اسے پکڑتے ساتھ لگایا جس پر وہ فوراً خاموش ہوا۔مہرماہ نے ریحانہ سے وہاج کا فیڈر پکڑا اور اسے اپنی گود میں لٹاتے پلانے لگی جبکہ حوریہ چلتے اپنے بابا کے پاس گئی جس نے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھاتے اپنے سینے سے لگایا تو حوریہ پھر آنکھیں موند گئی۔ ماہ دیر جانتا تھا وہ ابھی مزید سوئے گی۔"عامر بھائی اب ڈئیر بتائیں" مہرماہ نے وہاج کو فیڈر پلاتے ہوئے پوچھا۔"ہاں ڈئیر! تو گڑیا آپکا ڈئیر یہ ہے کہ آپ اپنی ثانیہ آپی کو آئی لو یو بول دیں" عامر نے کہا تو مہرماہ مسکرائی جبکہ ثانیہ نے عامر کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔"آئی لو یو اپیہ" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔"آئی لو یو ٹو

میری جان" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ "اور میرا آئی لو یو کہاں ہے" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے ہنستے اسے دیکھا۔ "وی لو یو بھائی" ان دونوں نے ہم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "آئی لو ٹو بچے" ماہ دیر نے کہا تو سب نے ان تینوں بہن بھائیوں کی نظر اتاری۔ "اچھا چلیں اب بس گیم لاسٹ کی طرف ہے" مہرماہ نے کہتے بوتل گھمائی جو اب کی بار مریم پر رکی جبکہ اسکی پشت ماہ دیر پر تھی۔ "اچھا تو گڑیا مجھے بتائیں آپ میشائم سے کتنا پیار کرتی ہیں" ماہ دیر نے پوچھا تو مریم نے میشائم کو دیکھا۔ "میں میشائم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ وہ میری بہن ہے اور مجھے جان سے زیادہ پیاری ہے" مریم نے کہا تو میشائم مسکرائی جبکہ باقی سب بھی مسکرائے تھے۔ "اچھا اب آپکا ڈئیر ہے کہ آپ فریج سے برف لاؤ اور اس جعلی ایڈوکیٹ کی شرٹ میں ڈال دو" ماہ دیر نے کہا تو مریم نے شہریار کو دیکھا جس نے ماہ دیر کو گھورا۔ "ماہ دیر مجھ سے منہ نا تڑوا لینا" شہریار نے دانت پیستے کہا۔ وہ جانتا تھا ماہ دیر ضرار کو دیے گئے ڈئیر کا بدلہ

لے رہا ہے۔ ”ڈئیر ہے یہ۔چلو گڑیا شاباش ڈئیر پورا کرو۔ ریحانہ باجی زرا دو آئس کیوبز مریم کو دینا“ ماہ دیر نے کہا تو ریحانہ آئس کیوب لاتے مریم کو لاکر دیے تو اس نے شہریار کو دیکھا۔ ”کرلوں ڈئیر پورا“ مریم نے اسے دیکھتے معصومیت سے پوچھا تو شہریار نے ہاں میں سرہلایا جس پر مریم نے اسکی شرٹ تھوڑی سی کھینچتے اسکی شرٹ میں آئس کیوب ڈال دیے جس پر شہریار نے جھرجھری لی۔ ”سوری سائیں“ مریم نے اسے کہا تو شہریار نے نفی میں سرہلاتے کھڑا ہوا اور اپنی شرٹ سے آئس کیوب نکالتے نیچے پھینکے جبکہ اسے یوں کرتے دیکھ سب ہنس پڑے۔ ”ماہ دیر اسکا بدلہ میں تجھ سے بعد میں لوں گا“ شہریار نے کہا تو وہ ہنسا اور مہرماہ کو بوتل گھمانے کا کہا جو اب کی بار ثانیہ پر رکتے ضرار کو سوال پوچھنے کا موقع دے گئی۔ ”ثانیہ گڑیا آپ سے میرا سوال ہے کہ آپ اب خاموش کیوں رہتی ہیں" ضرار نے پوچھا تو اس نے عامر کو دیکھا۔ ”بھائی جب باتیں دل پر لگتی ہیں تو زبانیں خود بخود ہی بند ہوجاتی ہیں۔ الفاظ بے موت

مارے جاتے ہیں پھر خاموش رہنے کے علاوہ انسان کے پاس کچھ نہیں بچتا"ثانیہ نے بظاہر تو مسکراتے کہا پر اسکے لہجے کا خالی پن سب نے محسوس کیا تھا۔"میرا بچہ اتنی بڑی باتیں کیوں کررہا ہے" ضرار صوفے سے اٹھتے اسکے پاس گیا اور اسکا سر سہلاتے پوچھا۔"کیونکہ آپ سب بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں"ثانیہ نے جان بوجھ کر ان سب کا موڈ ٹھیک کرنے کو شرارت کی تو سب مسکرائے۔ا"رے تو اچھا ہے نا۔بچہ بن کر رہا کرو۔آپ تو ہو بھی ہمارا پیارا بچہ ہنسا مسکرایا کرو خاموش نہیں رہتے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"اب ڈئیر دوں" ضرار نے اسکی ناک دباتے پوچھا تو وہ ہنستے ہاں میں سر ہلا گئی جبکہ باقی سب نے مسکراتے انھیں دیکھا۔ضرار ایک لمحے میں ثانیہ کا موڈ ٹھیک کرچکا تھا۔"تو میری گڑیا کا ڈئیر یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کے سینے سے لگے" ضرار نے کہا تو وہ اٹھتے اسکے ساتھ لگی جس پر ضرار نے نرمی سے اسکا سر چوما۔"بچے ہنسا بولا کرو۔سب ٹھیک ہوجائے گا۔عامر بھائی شرمندہ ہیں بھولنے

کی کوشش کرو۔ اگر ایسے خاموش رہ کر سوچو گی تو کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔ میرا بیٹا اچھا بچہ ہے نا تو اب خود کو اذیت دینا بند کردو" ضرار نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے مدھم آواز میں کہا جس پر ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ اسکی آواز اتنی مدھم تھی کہ ثانیہ کے علاوہ کوئی نا سن سکا۔ "میں کوشش کروں گی بھائی۔ شکریہ آپ بہت اچھے ہیں" ثانیہ نے کہا تو ضرار نے پھر سے اسکا سر چوما۔ "میرا بیٹا ہو آپ۔ شکریہ نا کہو" ضرار نے کہا اور اس سے پیچھے ہوا جس پر وہ اپنی جگہ پر بیٹھی تو ضرار بھی اپنی جگہ پر بیٹھا اور ہاتھ بڑھاتے بوتل گھما گیا جو اب کی بار شہریار پر رکی جبکہ اسکی پشت میشائم کی طرف تھی۔ "چلیں شہریار بھائی اب مجھے بتائیں آپ کی زندگی کا ایسا کونسا لمحہ ہے جو آپکو شرمندہ کرتا ہے" میشائم نے پوچھا تو اس نے ثانیہ کو دیکھا۔ "میں نے جو اس دن ثانیہ کے ساتھ کیا اس چیز کی مجھے بہت شرمندگی ہے اور میں جب اس بات کو سوچتا ہوں تب تب شرمندہ ہوتا ہوں" شہریار نے کہا تو سب نے ثانیہ کو دیکھا جو بے تاثر چہرے

سے زمین کو گھور رہی تھی۔ اسے شہریار کی بات کسی فضول دلیل کے علاوہ کچھ نا لگی۔ ”چلیں اللہ پاک آپکی شرمندگی ختم کرے۔ اب آپکے ڈئیر کی باری“ میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر میشائم نے چند لمحے کچھ سوچا پھر مسکرائی۔ ”تو آپکا ڈئیر یہ ہے کہ آپ مریم کیلئے گانا گائیں گے" میشائم نے کہا تو شہریار نے مریم کو دیکھا جو مسکراتے سر جھکا گئی۔ ”کیوں نہیں میرے سارے گیت میری پٹھانی کیلئے ہی تو ہیں“ شہریار نے کہا اور اگلے ہی پل اسکی سُریلی آواز گونجی۔

مرہمی سا چاند ہے تو

دل جلا سا میں اندھیرا

اک دوجے کیلئے ہے

نیند میری خواب تیرا

تو گھٹا ہے پھوار کی

میں گھڑی انتظار کی

اپنا ملنا لکھا اسی برس ہے نا

جو میری منزلوں کو جاتی ہے

تیرے نام کی کوئی سڑک ہے نا

جو میرے دل کو دل بناتی ہے

تیرے نام کی کوئی دھڑک ہے نا

شہریار نے گنگناتے خاموش ہوا تو ان سب نے اسے داد دینے والے انداز میں دیکھا۔ ”بہت اچھا گایا آپ نے بھائی“ یشائم نے کہا تو اس نے سر خم کیا جبکہ باقی سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ عین اسی وقت ضرار کا فون رنگ ہوا جس پر اس نے اپنی پوکٹ سے فون نکالتے سامنے کیا اور اس پر دراب صاحب کا نمبر دیکھ اس نے مہرماہ کو دیکھا جو وہاج کو ساتھ لگائے اسکے برابر ہی بیٹھی تھی۔ اس نے مہرماہ کو آنکھوں سے تسلی دی اور کال اٹھاتے فون کان سے

لگایا۔ "جی بابا" ضرار نے فون اٹھاتے ہی پوچھا۔ "کہاں ہو تم" دراب صاحب کی آواز میں نرمی ہرگز نہیں تھی۔ "بابا اپارٹمنٹ آیا ہوں۔ ضروری کام تھا" ضرار نے کہا۔ "گھر آؤ اور ہاں اس لڑکی کو ساتھ مت لے کر آنا" دراب صاحب نے غصے سے کہتے کال کاٹی تو ضرار نے گہری سانس بھری جبکہ مہرماہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے قریب بیٹھی تھی تبھی اس نے دراب صاحب کی ساری بات سنی تھی جسے سنتے اسکی آنکھوں میں نمی آئی تھی۔ وہ بیٹی سے لڑکی ہوگئی تھی۔ "بابا نے مجھے لانے سے منع کیا ہے" مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا جبکہ باقی سب نے پریشانی سے انھیں دیکھا۔ "وہ تمھارا گھر ہے ماہ۔ بابا ابھی غصے میں ہیں۔ فکر مت کرو۔ ہم اپنے گھر ہی جائیں گے۔ بلکہ ابھی چلتے ہیں۔ جاؤ شال لے کر آؤ اور وہاج کے کپڑے وغیرہ پیک کرلو" ضرار نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے وہاج کو یونہی ساتھ لگائے اوپر کی جانب

بڑھی۔ ”ضرار بھائی میں بھی آجاؤں" مہرماہ کے جاتے ہی ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ضرور بھائی کا بیٹا کیوں نہیں بلکہ سب ہی آجاؤ“ ضرار نے کہا تو ثانیہ مسکرائی جبکہ باقی سب نے ہاں میں سر ہلایا اور مہرماہ کا انتظار کرنے لگے۔

”ضار مجھے ڈر لگ رہا ہے بابا مجھ سے اور وہاج سے نفرت کریں گے" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا جو گاڑی قصرِ راجپوت کے پورچ میں کھڑی کر رہا تھا۔ وہ لوگ ابھی گھر پہنچے تھے اور مہرماہ پورے رستے ضرار کو یہی بتاتی آئی تھی کہ اسے کتنا ڈر لگ رہا ہے۔ ”میری جند جان تمھیں ہرگز ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں ہوں نا۔ میرے ہوتے ہوئے کوئی میری بیوی اور بیٹے کو کبھی کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا“ ضرار نے اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے کہا اور گاڑی سے اترتے اسکی سائیڈ پر آتے دروازہ کھولتے اس سے وہاج کو پکڑا اور اسکے سامنے ہاتھ پھیلایا جسے وہ فوراً تھامتے باہر آئی جبکہ باقی سب بھی پورچ میں کھڑے

انھیں دیکھ رہے تھے۔ "چلیں" ضرار نے اس کا ہاتھ تھامتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے اندر کی جانب بڑھا جبکہ باقی سب اسکے پیچھے اندر آئے لیکن ابھی اندر آئے ہی تھے جب دراب صاحب کی گرجتی آواز ان سب کو سنائی دی۔ "ضرار راجپوت میں نے تمھیں منع کیا تھا اس لڑکی کو لانے سے اور تم اسے تو لائے ساتھ ہی اس کے بہن بھائی کو بھی لے آئے اور یہ بچہ کس کا پکڑ رکھا ہے تم نے" دراب صاحب نے غصے سے چلاتے کہا تو مہر ماہ سہمتے اسکے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کر گئی اور یہی حال مریم اور یشائم کا تھا جبکہ ثانیہ بھی انکی دھاڑ سے ڈرتے دو قدم پیچھے ہوئی تھی جس سے اسکی پشت عامر کے سینے ٹکرائی تھی۔ اسکے یوں اچانک قریب آنے سے عامر کا دل پوری شدت سے دھڑکا تھا۔ ایک پل کو وہ اپنے ارد گرد ہوتی ہر چیز بھول گیا تھا یاد تھی وہ صنفِ نازک جو اسکے قریب کھڑی اسے سانس تک روکنے پر مجبور کر گئی تھی۔ جبکہ ثانیہ اسکی حالت سے بے خبر سامنے دراب

صاحب کو دیکھ رہی تھی جو غصے سے ضرار کو گھور رہے تھے۔ "بابا گستاخی معاف پر یہ لڑکی میری بیوی ہے اور یہ دونوں اسکے بہن بھائی میرے بھی بہن بھائی ہیں کیونکہ یہ میری اپھو کے بچے ہیں اور رہ گئی بات اس بچے کی تو یہ میرا بیٹا وہاج ضرار راجپوت ہے" ضرار نے مدھم اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا بکواس ہے تمھارا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے یہ" دراب صاحب نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "بابا میں لائبہ کے بیٹے کو اڈاپٹ کر چکا ہوں اور اب یہ میرا اور ماہ کا بیٹا ہے" ضرار نے بڑے آرام سے دراب صاحب، فردوس بیگم اور عائشہ پر بم گرایا جبکہ تنزیل بیگم مسکرائی تھیں۔ انھیں نا جانے کیوں اس بات کا یقین تھا کہ وہ دونوں اس نازک جان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا تھا۔ "اس لڑکی کی اولاد کو تم اپنا بیٹا کیسے بنا سکتے۔ اس لڑکی نے تم پر الزام لگایا اور تم اسی کے گندے" دراب صاحب کی بات پوری ہونے سے پہلے مہر ماہ انکی بات کاٹ گئی۔ "معاف کیجیے گا بابا پر

میرے بیٹے کے بارے میں ایسے الفاظ بولنے کا حق میں کسی کو نہیں دیتی۔ لائبہ نے جو کیا اسے جو مرضی کہیں پر میرے وہاج کی اس سب میں کوئی غلطی نہیں پلیز اسے کچھ نا کہیں" مہرماہ نے کہا اور نرمی سے وہاج کو ضرار سے پکڑتے اپنے ساتھ لگایا۔ "لڑکی میں نے تم سے بات نہی کی" دراب صاحب نے کہا تو مہرماہ دکھ سے مسکرائی۔ "بابا کل تک تو آپکی بیٹی تھی اور آج اب صرف ایک لڑکی ہوگئی ہوں" مہرماہ نے پوچھا تو اسکے لہجے میں تکلیف محسوس کرتے دراب صاحب ایک لمحے کو ٹھہر سے گئے تھے پر اگلے ہی لمحے انھیں پلوشہ کی حرکت یاد آئی۔ "اس عورت کی بیٹی میری کچھ نہیں لگتی جس نے میری عزت کا لحاظ نا رکھتے ہوئے گھر سے بھاگ جانا بہتر سمجھا ہو۔ ایسی عورت کو بہن نہیں سمجھتا میں جو عزتوں کو روند کر چلی جائے" دراب صاحب نے کہا تو تنزیل بیگم نے گہری سانس بھری جبکہ ماہ دیر جو تب سے کھڑا سن رہا تھا۔ اب اپنی ماں کے کردار پر بات آتے دیکھ فوراً آگے آیا۔ "ماموں جان ماما نے آپکی عزت کا لحاظ

رکھا تھا تبھی اپنی محبت اپنے عشق کو چھوڑتے آپکی پسند سے شادی کر رہی تھیں پر پھر انھوں نے اپنی عزت بچانے کیلئے آپ کے اس محل سے بھاگنا بہتر سمجھا کیونکہ اس وقت آپ کو میری ماما سے زیادہ اپنی دوستی عزیز ہو گئی تھی۔ماما نے آپکو مہندی کی رات کہا تھا کہ وہ آپکے دوست خالد سے شادی نہیں کرنا چاہتی پر آپ نے کہا ایسا اچھا نہیں لگتا۔شادی کی تاریخ سب کچھ فکس ہے تو اب انکار کی گنجائش نہیں۔کہنے کو آپ ماما سے بے حد پیار کرتے تھے پر کیا آپ نے اس رات یہ جاننا چاہا کہ ماما نے ایک دم سے انکار کیوں کر دیا۔وہ تو راضی تھیں آخر ایسی کیا وجہ ہوئی جو انھوں نے انکار کر دیا۔پھر اگلے دن بھی ماما راضی تھی۔دلہن بن کر تیار کھڑی تھیں پر وہ ایک دم سے بھاگ کیوں گئیں۔آپ نے سوچا؟ نہیں سوچا نا کیونکہ آپ جتنا مرضی ان سے پیار کا دعویٰ کریں پر آپکے لیے اپنی بہن سے زیادہ عزیز آپکی انا تھی جو آج تک سلامت ہے تبھی آپکی سترہ سالہ بہن گھر سے کیوں بھاگ گئی آپ نے جاننا

ضروری نہیں سمجھا۔ہاں میں مانتا ہوں کہ وہ اپنی محبت کے ساتھ بھا گیں پر کیوں یہ آپ نے نا کبھی جانا اور نا ہی جاننا ضروری سمجھا۔ماما آخری سانس تک آپ کو پکارتی رہیں پر آپ نہیں آئے اور وہ آپ سے ایک بار ملنے کی حسرت لیے ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔آج دس سال ہوگئے ہیں ماما کی وفات کو اور وہ ہر روز آپکا انتظار کرتی تھیں کہ شاید آپ اب آئیں۔پر نا کبھی وہ شاید آیا اور نا ہی آپ' ماہ دیر نے ایک ایک لفظ انکی آنکھوں میں دیکھتے بولا تو دراب صاحب نے ایک پل کو ٹھہرتے اسے دیکھا۔پلوشہ مر گئی تھی یہ سنتے اذیت ہوئی تھی پر وہ اسے چھپا گئے۔"کیا مطلب ہے اس بات کا" دراب صاحب نے ماہ دیر کو دیکھتے پوچھا۔"اسکا جو مطلب ہے وہ آپ سے بہت کچھ چھین سکتا ہے جس میں اولین آپکی انا، نفرت اور غصہ ہوگا"جواب تنزیل بیگم نے دیا تھا۔"کیا مطلب ہے اس بات کا" دراب صاحب نے انھیں دیکھتے پوچھا تو اب کی بار ثانیہ نے گہری سانس بھری اور چلتے انکے سامنے آئی۔"اسکا مطلب

یہ ہے ماموں جان کہ ماما کبھی بھی آپ کی عزت کو روندنے یا اپنی محبت کیلئے گھر سے نہیں بھا گیں تھی بلکہ اپنی عزت و وقار بچانے کیلئے بھا گیں تھی اور وہ کسی کو بتائے بغیر نہیں گئیں تھی بلکہ قاسم ماموں کے کہنے پر ہی انھوں نے بابا کو کال کی تھی اور ان کے کہنے پر ہی وہ اس گھر سے بھا گیں تھی۔ اور جس وقت وہ یہاں سے جارہی تھیں تب قاسم ماموں اور تنزیل ممانی نے ہی انھیں رخصت کیا تھا اور نا صرف رخصت کیا بلکہ انکے نکاح میں بھی موجود تھے چونکہ تب ماما کو محافظ کی ضرورت تھی کیونکہ آپ نے اپنی دوستی کیلئے ماما کی شادی جس انسان سے طے کی تھی وہ کبھی آپکا دوست تھا ہی نہیں۔ وہ تو آپ سے نفرت کرتا تھا۔ وہ منافق تھا جو صرف ماما سے شادی اس لیے کررہا تھا تاکہ آپکو اذیت دے سکے۔ آپکو تڑپا سکے کیونکہ سب ہی جانتے تھے کہ راجپوتوں کی جان بلکل اسی طرح پلوشہ راجپوت میں ہے جس طرح جادوگر کی طوطے میں ہوتی ہے۔ سب جانتے تھے کہ اگر آپ کو اور قاسم ماموں کو تکلیف پہنچانی ہے تو ماما

کو اذیت دیں تبھی ماما سے وہ انسان شادی کررہا تھا اور جاننا چاہیں گے وہ کس بات کا بدلہ لے رہا تھا آپ سے" ثانیہ کہتے خاموش ہوئی جبکہ دراب صاحب تو ساکت ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔ اسکے یوں اچانک خاموش ہونے پر دراب صاحب نے نفی میں سر ہلایا جس پر اب کی بار مہرماہ کی آواز گونجی تھی۔ "وہ آپ سے اس بات کا بدلہ لینا چاہتا تھا کہ آپ نے اسکی بہن کو ٹھکرایا تھا۔ اسکی بہن آپ سے محبت کرتی تھی پر آپ نے اس پر ماما (فردوس بیگم) کو فوقیت دی جس وجہ سے اسکی بہن ٹوٹ گئی۔ اس کی محبت چھن گئی تھی اس سے جسکا صدمہ برداشت نا کرتے ہوئے اسکی بہن نے خودکشی کرلی اور اپنی بہن کو لحد میں اتارتے اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ آپ کو وہی اذیت دے گا جو آپ کی وجہ سے اسے ہوئی۔ آپکی وجہ سے اسکی بہن نے خودکشی کی تھی تو وہ بھی ماما کے ساتھ کچھ ایسا کرنے والا تھا جس سے یقیناً میری ماما مرجاتیں۔ وہ مہندی کی رات ماما کو بے آبرو کرنے والا تھا۔ لیکن جب ماما آپکو بتانے آئیں تو

اس نے ماما کو دھمکی دی کہ وہ آپ کو اور قاسم ماموں کو مار دے گا جس پر ماما نے کوئی اور بات کرنے کی بجائے آپکو شادی سے انکار کرنے کا کہا پر آپ نے نہیں کیا۔ اگلے دن ماما اسے اپنی قسمت کا لکھا سمجھتے تیار ہوئیں اور اپنے کمرے میں بیٹھیں آپکے بلاوے کا انتظار کرنے لگیں لیکن برات کے آنے سے دو گھنٹے پہلا قاسم ماموں آئے اور انھوں نے ماما کو سینے سے لگاتے جانتے ہیں کیا کہا" مہرماہ ایک پل کو ٹھہری اور وہاج کو ضرار پکڑایا۔ "انھوں نے کہا تھا کہ میری گڑیا کو کسی کی خوشی کیلئے خود کو قربان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری سبز گڑیا کی عزت و جان سے زیادہ میرے لیے کچھ عزیز نہیں بھائی بھی نہیں۔ یہ لفظ تھے قاسم ماموں کے جس پر ماما نے حیرت سے بس انھیں دیکھا تھا اور قاسم ماموں نے انھیں بتایا کہ وہ کل رات انکے انکار کرنے پر پریشان ہوئے تھے تبھی انھوں نے سارے گھر کی سی سی ٹی دی چیک کی اور لان کے بیک سائیڈ کا منظر ان کی روح کھینچ گیا تھا کیونکہ خالد وہاں ماما کے ساتھ بدتمیزی کر رہا

تھا اور ماما روتے اس سے اپنا آپ آزاد کروا رہی تھیں۔پھر ماموں نے کچن کی کلپ دیکھی جہاں اس نے ماما کو دھمکی لگائی تھی۔تبھی ماموں نے ماما کو بابا کو کال کرنے کو کہا۔ماما نے آپکے لیے انکار کردیا پر ممانی اور ماموں نے انھیں سمجھایا جس پر وہ مانی پھر بابا آئے اور ماما کو لے گئے ماما بابا چار گھنٹے تک قاسم ماموں کے ایک دوست کی طرف بیٹھے رہے پھر جب یہاں معاملہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو وہ قاضی صاحب کو لے کر گئے اور ماما بابا کا نکاح کروا دیا۔بابا ماما کو اپنے گھر لے گئے پر انھیں انکے گھر والوں نے قبول نہیں کیا جس پر بابا نے ایک گھر لیا ہماری چھوٹی سی جنت جہاں آپ بھی آئے تھے۔ہم وہاں ہنسی خوشی رہتے تھے۔میں ماما بابا بھائی ہم سب۔اپیہ کو ہم سے چھین لیا گیا تھا تب۔قاسم ماموں عموماً وہاں آتے تھے ممانی کے ساتھ پر ماما کو آپکا انتظار رہتا تھا کہ کسی دن تو انکے دراب بھائی آئیں گے پر آپ نہیں آئے ماموں۔ ماما اس دنیا سے چلی گئیں پر آپ نہیں آئے" مہرماہ نے کہا تو دراب صاحب لڑکھڑائے۔اتنی بڑی

حقیقت سے وہ انجان تھے۔انکی بہن انکے ہی گھر میں بے آبرو ہونے والی تھی اور وہ جان نا سکے۔انکی بہن گھر سے کیوں بھاگی تھی یہ جاننے کی بجائے دراب صاحب ساری عمر اس سے نفرت کرتے رہے۔دراب صاحب کو لگ رہا تھا وہ زمیں بوس ہوجائیں گے۔اتنا بڑا گناہ کردیا تھا انھوں نے۔جبکہ فردوس بیگم بھی بے یقینی سے کھڑی تھیں۔"مہر تمھارا اور بھائی کا نکاح کیوں ہوا تھا۔اور ہم سب سے کیوں چھپایا"عائشہ کے سوال نے ماحول میں پہلے سکتے کو توڑا۔

جبکہ اسکے سوال پر مہرماہ نے ضرار کو دیکھا تو وہ گہری سانس بھرتے آگے آیا۔اب یقیناً یہ راز اس نے ہی کھولنا تھا۔

"میرا اور ماہ کا نکاح چاچو کی مرضی سے ہوا تھا۔میں اٹھارہ سال کا تھا جب مجھے پتا لگا کہ چاچو اپھو سے ملتے ہیں جس پر میں چاچو سے ناراض ہوگیا کیونکہ بابا نے ہمیشہ یہی کہا تھا کہ اپھو نے انھیں دکھ دیا ہے جس وجہ سے مجھے اپھو اچھی

نہیں لگتی تھیں لیکن پھر چاچو نے بتایا کہ اپھو بے قصور تھیں اور مجھے ساری بات بتائی کہ اپھو گھر سے کیوں بھا گیں۔ کیوں انھوں نے وہ سب کیا۔ سب کچھ انھوں نے مجھے بتایا جو اس رات اپھو کے ساتھ ہونے جارہا تھا۔ پھر میں چاچو کے ساتھ اپھو سے ملنے گیا۔ اپھو پہلے تو مجھے دیکھ کر رونے لگیں پھر انہوں نے مجھے ڈھیر سارا پیار کیا۔ مجھے اپھو سے مل کر بہت اچھا لگا۔ میں نے انھیں کہا کہ ہم آپکو سارا سچ بتا دیتے ہیں پر اپھو نے منع کردیا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ آپ اپنی ہی نظروں میں شرمندہ ہوں۔ چاچو نے بھی بارہا کہا تھا کہ آپکو بتا دیتے ہیں پر ہمیشہ اپھو منع کردیتی۔ خیر ہم نے اپھو کی بات مان لی اور آپکو نہیں بتایا۔ پھر وقت گزرا مجھے اپھو سے ملے تین ماہ گزر گئے۔ تین ماہ بعد اچانک چاچو نے کہا کہ تیار ہو۔ میں ہوگیا پھر ہم اپھو کی طرف گئے تو آگے قاضی صاحب بیٹھے تھے۔ میں نے چاچو سے پوچھا تو چاچو نے کہا کہ میرا اور ماہ کا نکاح ہے۔ انکی بات سنتے پہلے تو بھڑک اٹھا کہ میں اتنی چھوٹی بچی سے نکاح

نہیں کروں گا پر پھر جب چاچو نے وجہ بتائی تو میں راضی ہوگیا" ضرار نے کہا اور ایک لمحے کو خاموش ہوا۔ "وجہ کیا تھی بیٹا" فردوس بیگم نے پوچھا۔ "ماما وجہ یہ تھی کہ مہر ماہ کے چاچو اپنے بڑے بیٹے کیلئے ماہ کا رشتہ مانگ رہے تھے جو کہ ماہ سے کافی بڑا تھا اور خلیل انکل نے بارہا انکار کیا پر وہ لوگ پیچھے پڑ گئے اور ایک دن انھوں نے چاچو کے سامنے یہ بات کی اور ساتھ دھمکی بھی لگائی کہ اگر ماہ کی شادی انکے بیٹے سے نا ہوئی تو وہ ماہ کو نقصان پہنچا دیں گے جس پر چاچو نے یہ کہہ کر انکار کیا تھا کہ ماہ میری منگ ہے اور بہت جلد ہمارا نکاح ہے تبھی چاچو نے ہمارا نکاح کروایا جسکے بعد وہ لوگ ہماری جان چھوڑ گئے۔ اور آپ سے اسی لیے چھپایا کیونکہ آپ اپھو کی اولاد کو کبھی قبول نا کرتے" ضرار نے کہا تو دراب صاحب نے اسے دیکھا۔ "مجھے ایک۔۔بار تو بتاتے۔۔کہ میری۔۔بہن بے۔۔قصور تھی" دراب صاحب کی آواز لرز رہی تھی۔ "تاکہ آپ اسکے ساتھ بھی وہی کرتے جو آپ نے قاسم کے ساتھ کیا" اچانک تنزیل

بیگم بولیں تو سب نے انھیں دیکھا۔ ”میں نے قاسم کے ساتھ کیا کیا ہے“ دراب صاحب نے پوچھا۔ ”کیا کیا ہے؟ آپ نے میرے شوہر کا قتل کیا ہے۔قاتل ہیں آپ میرے شوہر کے“تنزیل بیگم نے چلاتے کہا تو سب پر جیسے سکتا طاری ہوا۔ ”ماما۔۔یہ آپ۔۔کیا کہہ رہی ہیں“ عائشہ نے بے یقینی سے پوچھا۔ ”وہی جو سچ ہے۔یہی وجہ ہے عائشہ جس وجہ سے میں ان سے نفرت کرتی ہوں“تنزیل بیگم نے کہا تو عائشہ نے دراب صاحب کو دیکھا۔ب ”ڑے بابا۔۔آپ نے بابا۔۔کو قتل“ عائشہ نے انکے پاس جاتے کہا تو وہ نفی میں سرہلا گئے۔ ”نہیں گڑیا۔قاسم کا قتل میں کیسے کروا سکتا ہوں۔ضرور تنزیل کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔قاسم میرا بھائی تھا“دراب صاحب نے کہا تو تنزیل بیگم استہزائیہ ہنسی۔ ”واہ ابھی بھی جھوٹ بول رہے ہیں“تنزیل بیگم نے کہا تو دراب صاحب نے نفی میں سرہلایا۔ ”تنزیل میں نے اپنے بھائی کے ساتھ کچھ نہیں کیا“ دراب صاحب نے کہا تو تنزیل بیگم نے کچھ

کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی اسد بول پڑا۔ "ماما انکل ٹھیک کہہ رہے ہیں انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ بلکہ قاسم انکل کو مارنے والا شخص خالد تھا۔ انکل بے قصور ہیں" اسد نے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ "خالد پر وہ۔۔ کیوں۔۔ اور میں۔۔۔ نے خود۔۔ انھیں کہتے۔۔ سنا تھا۔۔ کہ اسکے۔۔ پیچھے جاؤ۔۔ اور اگر بات نا مانے۔۔ تو جان سے مار دینا" تنزیل بیگم نے کہا تو اسد نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی کہا تھا پر وہ قاسم انکل کیلئے نہیں بلکہ خالد کیلیے کہا تھا جو انکل کا پیچھا کر رہا تھا جسکے پیچھے دراب انکل نے گارڈز کو بھیجا تھا کیونکہ پلوشہ آنٹی کے جانے کے بعد اسکی گندی نظر آپ پر تھی اور قاسم انکل اس بات کو جان گئے تھے جبکہ دراب انکل بھی اس بات سے واقف ہو گئے تھے تبھی اسکے پیچھے گارڈز کو بھیجا تھا پر انکل کے گارڈز لیٹ ہو گئے تھے۔ انکے پہنچنے سے پہلے ہی خالد انکل کو مروا چکا تھا اور اسی اثنا میں وہ خود بھی مر گیا تھا۔ دراب انکل اس معاملے میں بے قصور تھے" اسد نے انھیں ساری بات بتائی تو اب کی بار

تنزیل بیگم کے سر پر قصرِ راجپوت کی پوری چھت آن گری تھی۔ مطلب وہ بھی دراب صاحب کی طرح ہی بے فضول نفرت کرتی آرہی تھیں۔ مطلب دراب صاحب بے قصور تھے۔ "اسد کیا یہ سچ ہے" تنزیل بیگم نے کہا تو اسد نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بلکل سچ کہہ رہا ہوں ماما۔ اس بات میں ایک پرسنٹ بھی جھوٹ نہیں ہے" اسد نے کہا تو تنزیل بیگم صوفے پر بیٹھتی چلی گئیں۔ "میں بھی۔۔ بلاوجہ نفرت۔۔ کررہی تھی۔۔ میں بھی ظالموں کی صف۔۔ میں شامل ہوں" تنزیل بیگم نے کہا تو اسد آگے بڑھا اور صوفے پر انکے برابر بیٹھا۔ "نہیں ماما آپ ظالموں میں نہیں ہیں۔ آپ نے وہی کیا جو اس وقت آپکی جگہ کوئی بھی ہوتا تو کرتا۔ پلیز سنبھالیں خود کو" اسد نے کہا اور عائشہ کو اشارہ کیا جو خود بت بنی کھڑی تھی۔ اسکے اشارے پر وہ چلتے انکے دوسری طرف آتے بیٹھی اور انکے گرد بازو باندھتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ "آپ کی غلطی نہیں ہے پریشان نا ہوں پلیز" عائشہ نے کہا تو تنزیل بیگم نے اسکا سر چوما اور اپنی جگہ سے کھڑے

ہوتے دراب صاحب کے سامنے جاتے کھڑی ہوئیں جبکہ اسد عائشہ کے قریب ہوتے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگا گیا جس پر وہ بھی اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔اسد کو اس وقت کسی کی پرواہ نہیں تھی سوائے عائشہ کے۔وہ جانتا تھا قاسم راجپوت کے ذکر پر وہ ہمیشہ غمگین ہوجاتی تھی۔"

دراب۔۔ بھائی ۔۔مجھے معاف۔۔کردیں۔میں نے آپکو اتنا غلط۔۔ سمجھا اور آپ سے نفرت۔۔کی بے گناہ ہوتے ہوئے بھی۔۔ آپکو سزا۔۔دیتی رہی" تنزیل بیگم نے ہاتھ جوڑتے کہا تو دراب صاحب نے انکے ہاتھ تھامتے دوسرا ہاتھ انکے سر پر رکھا۔"مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں۔میں نے جو کیا۔وہی میرے ساتھ ہوا۔میں غصہ نہیں ہوں بیٹا" دراب صاحب نے کہا تو تنزیل بیگم سمیت سب نے انھیں دیکھا۔"مہرماہ، ثانیہ ،ماہ دیر بچوں ہوسکے تو مجھے۔۔معاف کردو" دراب صاحب نے اتنا کہتے ہی بچوں کی مانند رونے لگے تو وہ تینوں تڑپ کر آگے آئے اور انکے گرد حصار باندھ گئے۔"ماموں جان پلیز آپ معافی نا

مانگیں۔ماما نے کبھی ایسا نہی چاہا تھا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مزید شدت سے رو دیے۔"ماموں جان پلیز مت روئیں" ثانیہ نے جلدی سے تقریباً بھرائی آواز میں کہا۔"بابا پلیز دیکھیں رونے سے کچھ نہیں ہوتا۔پلیز آپ مت روئیں ماما کی روح کو اذیت ہوگی" مہرماہ نے کہا تو دراب صاحب نے ان تینوں کو دیکھا جو ننھے بچوں کی طرح انکے ساتھ لگے انھیں چپ کروا رہے تھے۔ان تینوں کی آنکھیں نم تھیں جبکہ چہرے پر فکر ہی فکر تھی۔"میں نے۔۔تم لوگوں کو۔۔اتنا کچھ بولا۔۔پلوشہ کے۔۔ساتھ اتنا بُرا کیا۔۔پھر بھی۔۔ میری فکر کر رہے ہو" دراب صاحب نے پوچھا تو ان تینوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی کر رہے ہیں فکر کیونکہ ماما نے کہا تھا کہ اگر وہ اس دنیا میں نا ہوں اور آپکو یہ بتانے پر اگر آپ روئیں تو آپکو رونے نا دیں کیونکہ اس سے ان کی روح کو اذیت ہوگی" ماہ دیر نے کہا تو دراب صاحب کے آنسو رکے۔انھوں نے ماہ دیر کو دیکھا جو خود رو دینے کو تھا۔"تم تینوں کیوں رو رہے ہو" دراب صاحب نے پوچھا۔"کیونکہ آپ رو

رہے ہیں اور آپ ہمارے ماموں ہیں ہمیں آپکے رونے سے اذیت ہو رہی ہے" ثانیہ نے کہا تو دراب صاحب نے اسے دیکھا۔ "یہ بھی پلوشہ نے سیکھایا تھا" دراب صاحب نے پوچھا تو ان تینوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی ماما آپ کے بارے میں بہت کچھ بتاتی تھیں بابا اور ہمیں کہتی تھیں کہ ہمیشہ آپ سے پیار کرنا ہے اور آپکی عزت کرنی ہے" مہرماہ نے کہا تو خلیل صاحب مسکرائے اور جھکتے باری باری ان تینوں کے سر کو چوما۔ "بہت اچھی پرورش دی ہے پلوشہ نے تم تینوں کو" خلیل صاحب نے کہا تو وہ تینوں مسکرائے۔ "ہم بھی اچھے ہیں ماموں جان" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس دیے۔ "اور پیارے تو ہم ہیں ہی" ثانیہ نے بھی شرارت کی جس پر سب ہنسے جبکہ عامر کے منہ سے بے ساختہ بے شک نکلا تھا۔ "اور سمجھدار ہم سے زیادہ کوئی ہے ہی نہیں" مہرماہ نے ان کی شرارت میں بھرپور ساتھ دیا تو سب ہنس دیے۔ "صحیح کہا تم تینوں بہت اچھے، پیارے اور سمجھدار ہو" خلیل نے ان تینوں کے

ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائے۔عین اسی پل انھیں دروازے سے خلیل صاحب اندر داخل ہوتے نظر آئے جو خاصے فکر مند نظر آرہے تھے۔"بچوں" خلیل صاحب نے اندر آتے ان تینوں کو پکارا تو انھوں نے مسکراتے انھیں دیکھا۔انھیں ماہ دیر رستے میں ہی کال کرکے ساری بات سے آگاہ کرچکا تھا جس پر وہ فکر مند ہوتے فوراً یہاں آئے پر سامنے کا منظر دیکھ پرسکون ہوگئے تھے کیونکہ اس منظر سے انھیں اتنا اندازہ تو ہوگیا تھا کہ سب ٹھیک ہوچکا ہے۔دراب صاحب سب جان گئے ہیں۔جب کہ انھیں دیکھتے دراب صاحب ان تینوں سے پیچھے ہوتے ان کی طرف بڑھے۔"خلیل مجھے معاف کردو"دراب صاحب نے انکے پاس جاتے کہا تو خلیل صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔"دراب بھائی معافی مت مانگیں۔آپ مجھے گنہگار کررہے ہیں۔وشہ نے مجھے قسم دی تھی کہ میں کبھی آپکو معافی نا مانگنے دوں خدارا معافی نا مانگیں" خلیل صاحب نے کہا تو دراب صاحب کا دل خون کے آنسو رویا۔انکی بہن مرنے

سے پہلے انکی عزت کو اس قدر بڑھا کر گئی تھی کہ اسکا شوہر اور بچے اسے معافی تک نہیں مانگنے دے رہے تھے۔ ”پر جو میں نے کیا اسکی معافی تو مجھے مانگنی ہے“ خلیل صاحب نے کہا تو خلیل صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔ ”معافی نا مانگیں۔ بس ایک کام کردیں اگر وہ کردیں گے تو ہم سب سمجھیں گے آپ نے معافی مانگ لی اور پلوشہ تو ویسے ہی آپکو معاف کرچکی ہے پر صرف ایک کام کردیں تاکہ اسکی روح کو سکون مل جائے“ خلیل صاحب نے کہا تو دراب صاحب نے انھیں دیکھا جس پر خلیل صاحب نے گہری سانس بھری۔ ”پلوشہ کی قبر پر چلے جائیے گا۔ وہ اکثر کہتی تھی کہ اگر آپکے آنے سے پہلے وہ چلی جائے تو آپکو اسکی قبر پر ضرور لاؤں۔ اس نے کہا تھا وہ انتظار کرے گی اپنے بھائی کا“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ پتھر ہوئے۔ وہ ان سے اس قدر پیار کرتی تھی دراب صاحب کو لگا انکی دھڑکن بند ہو جائے گی۔ ”ماموں آپ جائیں گے نا“ ثانیہ نے آگے آتے پوچھا تو انھوں نے اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلایا جس پر سب

مسکرائے۔ ”چلیں اب بس کریں بہت رو لیا سب نے۔ اب ساری غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔ سارے رشتے واپس مل گئے ہیں اور تو اور میرا بیٹا بھی آیا ہے تو آج ہمیں جشن منانا چاہیئے“ ضرار نے ماحول میں موجود رنج کو کم کرنے کی غرض سے کہا تو سب نے اسے دیکھا جو وہاج کو پکڑے کھڑا تھا جبکہ خلیل صاحب نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ”بیٹا؟“ خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی بابا بیٹا میرا بیٹا وہاج راجپوت“ مہر ماہ نے آگے ہوتے انھیں بتایا اور ساتھ ہی ساری بات بھی بتا گئی جس پر خلیل صاحب مسکرائے اور ضرار کو اشارہ کرتے وہاج کو پاس بلایا جس پر وہ چلتے ان کے پاس آیا تو خلیل صاحب نے نرمی سے وہاج کو پکڑتے سینے سے لگایا جسے دیکھ سب مسکرائے تھے۔ ”ماشاء اللہ بہت پیارا ہے میرا نواسا اور اسکا نام بھی بہت خوبصورت ہے“ خلیل صاحب نے وہاج کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو سب مسکرائے جبکہ دراب صاحب کی نظریں وہاج پر ہی تھیں۔ وہ بچہ انھیں

بے حد پیارا لگا۔وہ معصومیت سے اپنی بھوری آنکھوں کو کھولتے بند کر رہا تھا۔یقیناً وہ یہ لائٹ کی وجہ سے کر رہا تھا۔دراب صاحب نے اپنا ہاتھ تھوڑا سا بلند کیا اور وہاج کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ کا سایہ کر گئے جسے محسوس کرتے وہاج نے اپنی آنکھیں کھولیں جبکہ باقی سب مسکرائے۔"بابا وہاج پیارا ہے نا" ضرار نے انھیں وہاج کو تکتے دیکھ پوچھا تو انھوں نے اسے دیکھا اور ہاں میں سر ہلایا۔"بہت پیارا ہے۔ننھا سا فرشتہ ہے" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرایا۔"آخر میرا بیٹا جو ہے" ضرار نے فخر سے کہا۔"جی نہیں میرا بیٹا ہے چلیں بھا گیں" مہرماہ نے کمر پر دونوں ہاتھ ٹکاتے کہا تو ضرار نے اسے مصنوعی انداز میں گھورا۔"آپ دونوں کا بیٹا نہیں ہے۔میرا بیٹا ہے چلیں اب لڑنا بند کریں" ثانیہ نے انکی حرکت دیکھتے کہا اور خلیل صاحب کی گود سے وہاج کو پکڑتے اپنے ساتھ لگاتے پیچھے ہوئی تو سب ہنس پڑے جبکہ عامر نے مسکراتے اسکی نظر اتاری۔"ہاہاہاہاہا واہ ثانیہ کمال کر دیا" عائشہ جو اسد کے ساتھ بیٹھی

تھی اسکی حرکت پر ہنستے بولی تو سب مسکرائے۔ ”ہاں نا واقعی آپی بہت اچھا کیا دیکھیں نا کیسے بچوں کی طرح لڑتے ہیں یہ لوگ" میشائم نے بھی حصہ ڈالا تو سب پھر ہنس پڑے جبکہ مہرماہ اور ضرار نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ضرار نے اسکے دیکھنے پر بے حد نامحسوس انداز میں ایک آنکھ دباتے اسے چھیڑا جسے دیکھ مہرماہ نے چہرہ جھکایا پر دونوں اس بات سے انجان تھے کہ مریم یہ سارا سین دیکھ چکی ہے۔ ”آپی ویسے لڑائی صرف ہمارے سامنے ہی ہے“ مریم نے کہا تو ثانیہ نے آئی برو اچکاتے اس سے مطلب جاننا چاہا جس پر مریم نے ایک مخصوص اشارہ کیا جسے ساری لڑکیاں سمجھتے قہقہہ لگا گئیں جبکہ مہرماہ کے رخسار سرخ ہوئے۔ ”ہمیں بھی بتاؤ تم سب کس بات پر ہنس رہی ہو“ شہریار نے ان سب کو ہنستے دیکھ پوچھا۔ ”رہنے دیں سائیں لڑکیوں کی بات ہے۔ہے نا مہر“ مریم نے کہا تو شہریار نے اچنبھے سے ان سب کو دیکھا اور کندھے اچکاتے مریم کے برابر بیٹھ گیا۔ ”چلیں پھر آپ سب لوگ ہنسیں وہاج کو مجھے دے دیں“

عامر نے کہا اور آگے ہوتے ثانیہ کی باہوں سے وہاج کو نرمی سے پکڑتے اپنے سینے سے لگا گیا جب کہ نامحسوس انداز میں اس نے ثانیہ کے بالوں پر لب رکھے تھے جسے کسی اور نے تو نہیں پر ماہ دیر نے دیکھ لیا تھا تبھی دانت پیس گیا۔ "تو مان نا مان یہ خبیث مجھ سے مار کھالے گا" ماہ دیر نے تپ کر ضرار کو کہا تو وہ لب دباتے اپنا قہقہہ ضبط کرگیا۔ "دراب بھائی کیا واقعی آپ نے مجھے معاف کردیا ہے" تنزیل بیگم نے اچانک پوچھا تو سب نے انھیں دیکھا۔ "ہاں تنزیل میں تمھیں معاف کرچکا ہوں۔ غلطی ہوجاتی ہے انسان سے پریشان مت ہو اورہاں اب بس کوئی نہیں روئے گا۔ اتنے عرصے بعد ہمارے گھر سب ٹھیک ہوا ہے واقعی جشن بنتا ہے اور میرا پوتا بھی آیا ہے اسکے استقبال کی تیاری بھی کرنی ہے" دراب صاحب نے کہا تو سب مسکرائے۔ "ہاں نا دیکھا بابا بھی میرے ساتھ ہیں" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائے اور اسکے لیے بازو واء کیے جسے دیکھ ضرار ان کے سینے سے لگا۔ "شکریہ میرا بچہ۔ آج تمھاری وجہ سے

سب ٹھیک ہوگیا" دراب صاحب نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہ مسکرایا۔
"اب اتنی تعریف کریں گے تو میں شرمانے لگوں گا بابا" ضرار نے شرارت سے کہا تو وہ ہنسے۔ "دراب بات سنیں" فردوس بیگم نے انھیں پکارا تو انھوں نے انھیں دیکھا جو وہاج کو پکڑے ہوئے تھیں۔ "جی بولیں" دراب صاحب نے جواب دیا۔ "دراب وہاج کا صدقہ دینا ہے آج ہی۔ ماشاء اللہ بہت پیارا ہے یہ اور میں نہیں چاہتی میرے پوتے کو کسی کی نظر لگے" فردوس بیگم نے کہا تو وہ مسکرائے اور آگے ہوتے وہاج کو پکڑ گئے۔ "سچ کہہ رہی ہیں آپ واقعی بہت پیارا ہے ہمارا پوتا" دراب صاحب نے وہاج کا ماتھا چومتے کہا تو سب مسکرائے۔ "چل ضرار اب ہم چلتے ہیں" شہریار نے اچانک کھڑے ہوتے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ "اتنی جلدی کیوں بچے" فردوس بیگم نے پوچھا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "آنی جان اماں سائیں گھر پر اکیلی ہیں اور ہم صبح سے یہاں ہیں۔ اب رات ہوگئی ہے تو پھر اب ہمیں اجازت دیں" عامر نے کہا تو

انھوں نے ناچاہتے ہوئے بھی ہاں میں سرہلایا۔ ”اور آنی فکر نہیں کریں ہم کل یا پرسوں پھر چکر لگا لیں گے وہ بھی اماں سائیں کے ساتھ“ اسد نے عائشہ کو دیکھتے کہا تو وہ اسکی بات کا مطلب سمجھتے نظریں جھکا گئی جبکہ باقی سب مسکرائے۔ ”چلو ٹھیک ہے بچوں اپنا خیال رکھنا اور گھر پہنچ کر بتا دینا“ فردوس بیگم نے ان تینوں کا ماتھا چومتے مریم کے ماتھے پر لب رکھے تو وہ چاروں مسکراتے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ثانیہ کی نظریں عامر کی چوڑی پشت پر تھیں جنھیں محسوس کرتے وہ پلٹا اور مسکراتے واپس اسکے پاس آتے بغیر کسی کا لحاظ کیے بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا جبکہ باقی سب کی موجودگی میں اسکی حرکت پر ثانیہ کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہوا جبکہ باقی سب یوں ہوئے گویا کچھ دیکھا ہی نا ہو اور اب کی بار ماہ دیر بھی بے بسی سے سانس ہوا کے سپرد کرگیا کیونکہ اسکے بہنوئی نہیں سدھر سکتے اس بات کا اندازہ اسے ہوگیا تھا۔ ”میں بہت جلد آپکو منا لوں گا۔ ہوسکے تو اپنا دل میرے لیے تھوڑا سا موم

کرلیں" عامر نے کہا اور بغیر کسی کی طرف دیکھے باہر نکل گیا۔ "چلیں بابا ہم بھی چلتے ہیں پھر" انکے جاتے ہی ماہ دیر نے کہا تو دراب صاحب نے اسے دیکھا۔ "اتنی جلدی کیوں" دراب صاحب نے پوچھا۔ "ماموں جان رات ہوگئی ہے جلدی تو نہیں ہے پھر گھر جاتے ٹائم لگ جائے گا اور حوریہ بھی اب اٹھنے والی ہے تو بس اب گھر جائیں گے کیونکہ اب اسے اپنے کھلونوں سے کھیلنا ہوگا" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہنسے اور حوریہ کو دیکھا جو صوفے پر عائشہ کے پاس سو رہی تھی۔ "بچوں آج رات یہی رک جاؤ" فردوس بیگم نے کہا تو ماہ دیر نے خلیل صاحب کو دیکھا جنھوں نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ "ٹھیک ہے ممانی جان" ماہ دیر نے کہا تو سب مسکرائے۔ "دِیر" یشائم نے ماہ دیر کو مدھم آواز میں پکارا تو وہ چلتے اسکے پاس گیا جسکے چہرے پر بے سکونی سی تھی۔ "کیا ہوا یشی سب ٹھیک ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "میں تھک گئی ہوں۔ مجھے سونا ہے" یشائم نے بے حد آہستہ سے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر

ہلایا۔ ”ممانی جان ہمارا روم بتا دیں کونسا ہے“ ماہ دیر نے کہا تو فردوس بیگم نے ہاں میں سر ہلاتے اوپر سیڑھیوں کے دائیں جانب موجود کمرے کی طرف اشارہ کیا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور حوریہ کو گود میں اٹھاتے ایک ہاتھ سے میشائم کا ہاتھ پکڑا۔ ”چلیں ماموں جان۔بابا شب بخیر“ ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکراتے اوپر چلا گیا۔ ”بچوں ایک کام کرو تم لوگ بھی اب آرام کر لو۔ تھک گئے ہو گے پھر وہاج بھی کافی ڈسٹرب لگ رہا ہے“ فردوس بیگم نے ان دونوں کو دیکھتے وہاج کی طرف اشارہ کیا جو آنکھیں مَل رہا تھا۔ اسکی حرکت پر مہرماہ مسکرائی اور دراب صاحب کے پاس جاتے نرمی سے وہاج کو پکڑتے ساتھ لگاتے اسکا ماتھا چوم گئی۔ ”میرا پیارا بچہ وہاج“ مہرماہ نے اسکا ننھا سا ہاتھ چومتے کہا تو سب مسکرائے جبکہ ضرار آگے بڑھتے صوفے سے وہاج کے کپڑوں والا بیگ اٹھا گیا جسے دیکھ مہرماہ، وہاج کو یونہی ساتھ لگائے اسکے پیچھے اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

اس وقت تین بج رہے تھے۔یہ منظر ایک ہاسپٹل کا تھا جسکی بیک سائیڈ پر ایک شخص فل سیاہ کپڑے پہنے سر پر سیاہ ٹوپی جبکہ چہرے پر سیاہ رومال باندھے ہوئے تھا۔چہرے ڈھانپنے کی وجہ سے مقابل کی بس کرسٹل گرے آنکھیں نظر آرہی تھیں۔وہ اس وقت وہاں کھڑا ایک دروازہ کھولنے کی کوشش کررہا تھا۔اس نے اپنی سیاہ جیکٹ کی پوکٹ سے ایک چابی نکالی اور بے حد آہستگی سے اسے لاک میں ڈالتے گھمائی جس پر اگلے ہی پل وہ دروازہ کھل گیا جسے دیکھ وہ فتح مندی سے مسکرایا۔ اس نے چابی واپس رکھی اور بے حد احتیاط سے بغیر آواز پیدا کیے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوتے اِدھر اُدھر دیکھا جہاں کوئی نا تھا۔اس نے جلدی سے اپنا فون نکالا اور فون پر کچھ کرنے لگا۔چند منٹ موبائل کی سکرین پر انگلیاں چلانے کے بعد اسکی کرسٹل گرے آنکھوں میں چمک اتری۔آخر کو اس نے ہاسپٹل کے سارے سی سی ٹی وی ہیک کرتے بند

جو کر دیے تھے۔ اس نے موبائل واپس پوکٹ میں رکھا اور مزے سے بائیں جانب والی راہداری میں مڑتے ایک مخصوص کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ چلتے اس کمرے کے باہر آیا جس کے دروازے پر "دماغی معذور" لکھا تھا۔ وہ اس تحریر کو پڑھتے مسکرایا اور آہستہ سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا جہاں ایک نرس صوفے پر بیٹھے بیٹھے سو رہی تھی جبکہ بیڈ پر لائبہ سوئی تھی جسے دیکھ مقابل کی آنکھوں میں نفرت، غصہ اور نا جانے کیا کیا نمایاں ہوا۔ وہ چلتے آگے آیا اور اپنی پوکٹ سے ایک سپرے نکالتے اس نرس کے چہرے پر کیا جس سے وہ نرس یکدم ہی صوفے پر گری۔ وہ جانتا تھا اب وہ نرس آٹھ گھنٹے ہرگز نہیں اٹھنے والی۔ نرس کی بیہوشی کا یقین کرتے وہ لائبہ کی طرف بڑھا اور جاتے اسکی بازو پکڑتے اسے اٹھا کر بٹھایا جس پر لائبہ نے پٹ سے آنکھیں کھولتے اسکی غصے سے سرخ ہوتی کرسٹل گرے آنکھوں میں دیکھا۔ "ضرار" اسکی آنکھوں کو دیکھتے لائبہ فوراً بولی تو ضرار نے اپنے چہرے سے ماسک اتارا۔ "بڑی جلدی

پہچان گئی "ضرار نے داد دینے والے انداز میں پوچھا۔ "تم مجھے لینے آ گئے ہو۔میں جانتی تھی تم بھی مجھ سے محبت کرتے ہو۔دیکھو میں یہیں ہوں۔تم جانتے ہو میں نے اس بچے کو مار دیا اور اب میں مہرماہ کو بھی مار دوں گی پھر ہم ساتھ رہیں گے" لائبہ نے اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو ضرار نے اسکا ہاتھ جھٹکا۔ "بکواس بند کرو اپنی میری بیوی اور بچے کے بارے میں کوئی بکواس مت کرنا" ضرار نے کہا تو لائبہ کا چہرہ سرخ ہوا۔ "میں بنوں گی تمھاری بیوی سمجھے" لائبہ نے چلاتے کہا۔ "ہرگز نہیں" ضرار نے پرسکون ہوتے کہا تو وہ چلائی جس پر ضرار نے آنکھیں گھومائیں۔ "دیکھو میں یہاں تمھاری بکواس سننے نہیں آیا بلکہ تمھیں تمھارے انجام تک پہنچانے آیا ہوں" ضرار نے پراسراریت سے کہا تو لائبہ کے رونگٹے کھڑے ہوئے جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا۔

"کک۔۔کی ا۔۔ مم۔۔ مطلب" لائبہ نے کہا تو ضرار نے اپنی پوکٹ میں ہاتھ ڈالتے ایک انجیکشن نکالا اور اسکے سامنے کیا۔ "جانتی ہو یہ کیا ہے" ضرار نے

انجیکشن انگلیوں میں گھماتے کہا۔ "کک۔۔کیا" لائبہ نے خوف سے اسے دیکھا۔ "فلورو اینٹی مونک ایسڈ" دنیا کا سب سے خطرناک ایسڈ جسکا ایک قطرہ انسان کی جلد پر پڑ جائے تو وہاں اندر موجود نسوں تک کو جلا دیتی ہے تو سوچو جب یہ تمھارے اندر جائے گا تب تمھارا کیا ہوگا" ضرار نے سفاکیت سے کہا۔ "مم۔۔مجھے۔۔چچ" لائبہ کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ بول پڑا۔ "بکواس مت کرنا کوئی کہ مجھے معاف کردو۔مجھے چھوڑ دو۔ تمھیں مرنا ہے تو مطلب مرنا ہے بات ختم۔ تمھارے فضول ڈرامے نہیں برداشت کرسکتا میں میری بیوی اور بیٹا گھر پر میرا انتظار کررہے ہیں" ضرار نے کہا اور لائبہ کو مزاحمت کا موقع دیے بغیر انجیکشن اسکی گردن کی حساس نس میں لگا گیا جس سے اگلے ہی پل لائبہ تڑپنے لگی جسے دیکھ وہ سفاکیت سے مسکرایا اور انجکشن ایسے ہی ہاتھ میں پکڑے جہاں سے آیا تھا وہیں سے نکلتے باہر آیا اور اپنی سیاہ ہیوی بائیک پر بیٹھتے اپنا ہیلمٹ پہنتے گھر کی جانب بڑھ گیا۔ اسکی بائیک اس

وقت ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔آج عرصے بعد اس نے بائیک چلائی تھی۔جسے وہ خاصا انجوائے کر رہا تھا۔اب اسکا ارادہ مہرماہ کے اٹھنے سے پہلے پہلے گھر جانے کا تھا۔وہ آج لائبہ کے قصے کو ختم کر چکا تھا جس پر وہ کافی پر سکون تھا۔

"کہاں گئے تھے آپ" مہرماہ نے ضرار دیکھتے پوچھا جو ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔وہ کافی دیر پہلے وہاج کے رونے پر جاگی تھی۔آنکھ کھولتے ہی اس نے ضرار کو پکارا جو روم میں نہیں تھا جس پر وہ وہاج کو یونہی گود میں اٹھائے کچن میں جاتے اسکے لئے فیڈر بنایا پھر اسے فیڈر پلاتے ضرار کو ڈھونڈا جو کہیں نا ملا پھر اسے روم میں آتے کال کی پر اس نے کال بھی نہیں اٹھائی تھی جس پر وہ پچھلے ایک گھنٹے سے وہاج کو ساتھ لگائے بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی۔اب اسے آتے دیکھ فوراً بولی۔"لائبہ کے پاس گیا تھا۔صبح تک کا انتظار نہیں ہوا مجھ سے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔"کیا مطلب

آپ لائبہ سے ملنے گئے تھے۔آپ نے اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا نا۔میں نے آپکو منع کیا تھا" مہرماہ نے جلدی سے کہا تو ضرار مسکرایا۔"نہیں میری جان۔میں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔بس تھوڑا سا ڈرا کر آیا ہوں" ضرار نے مسکراتے کہا تو مہرماہ نے اسے گھورا۔"کیا کر کے آئے ہیں سچ سچ بتائیں" مہرماہ نے وہاج کو نرمی سے بیڈ پر لٹایا اور اٹھتے اسکے روبرو آتے اسکی شرٹ کا کالر پکڑتے اسے ہلکا سا اپنی طرف کھینچتے پوچھا تو ضرار نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے۔"اسے آٹھ گھنٹے کی لمبی نیند سلانے والا انجیکشن لگا کر آیا ہوں پر اسے یہ کہہ کر لگایا ہے کہ یہ "فلوروانیٹی مونک ایسڈ" ہے اور باخدا یہ نام سن کر اسکا منہ دیکھنے والا تھا" ضرار نے کہا اور ہنسا تو مہرماہ نے اسکے سینے پر تھپڑ مارا۔"میں نے آپکو منع کیا تھا کہ آپ اسے کچھ نہیں کہیں گے پھر کیوں ڈرایا" مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے منہ بنایا۔"ڈرانے سے منع نہی کیا تھا بس اتنا کہا تھا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچانا اور میں نے تمھاری بات مانی

بھی۔ اب تھوڑا سا ڈرانے کا حق تو تھا نا آخر کو اس نے بھی مجھے نو ماہ بلیک میل کیا تھا" ضرار نے کہا تو مہر ماہ اب کی بار بے ساختہ ہنس دی۔ "پر پھر بھی ضار۔ وہ گنہگار ضرور ہے پر اسکا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں اسے سزا یا اذیت دینے کا حق مل جائے۔ آپ نے بلال کے ساتھ جو کیا وہ میں معاف کر چکی ہوں پر وہ بھی گناہ ہے اور اب لائبہ کے ساتھ آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے۔ کل پولیس آئے گی اور اسے لے جائے گی۔ لہذا آپ کو کچھ بھی غلط کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ جانتے ہیں بعض اوقات مجھے لگتا ہے لائبہ بُری نہیں ہے پر بُری بن گئی ہے۔ کیونکہ اکثر جو چیزیں ہمارے نصیب میں نہیں ہوتیں انکی چاہ ہمیں بُرائی کی طرف لے جاتی۔ لائبہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ تو اس میں اسکی غلطی بھی نہیں ہے۔ تو اسے جانے دیں۔ وہ جیل میں رہے گی۔ آپ بس دعا کریں کہ اب ہماری زندگی میں کوئی ایسا نا آئے جو ہمیں ایک دوسرے سے الگ کرے۔ اور اگر آپکو یہ خوف ہے کہ وہ وہاج کو ہم سے چھین لے گی تو

ایسا نہیں ہوگا کیونکہ لائبہ اور اسکے شوہر کے بیان کی وڈیو اور انکے سارے کالے کارناموں کا ثبوت ہے ہمارے پاس تو وہ وہاج کو بھی کبھی ہم سے دور نہیں کر سکتی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں پر اسے تھوڑا سا ڈرانا بنتا تھا یار اس نے بہت غلط کیا تھا ہمارے ساتھ" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے گہری سانس بھری اور آگے ہوتے اسکے سینے سے لگی۔ "جانتی ہوں پر اگر آپ بھی اسکی طرح ہی کریں گے تو اس میں اور آپ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اس لیے دفع کریں اللہ پر چھوڑ دیں۔ اللہ بہترین انتقام لینے والا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتا ہوں۔ اس لیے اللہ پر چھوڑ چکا ہوں۔ اگر اللہ پر نا چھوڑا ہوتا تو کبھی تمھاری بات نا مانتا" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اللہ پاک آپکو اس بات کا اجر دیں گے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکائی۔ "تم بہت اچھی ہو" ضرار نے مدھم آواز میں کہا۔ "کوئی شک نہیں" مہرماہ نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس

دیا۔ ”معصوم بھی ہو“ ضرار نے پھر کہا۔ ”صرف آپکو لگتی ہوں“ مہرماہ نے کہا اور سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”بہت پاکیزہ دل ہو“ ضرار نے اسکی گال سہلاتے کہا۔ ”یہ دل آپکا گھر ہے تبھی پاکیزہ ہے“ مہرماہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ ”تم میری محبت ہو“ ضرار نے جھکتے اسکی ناک سے ناک مس کی تو مہرماہ نے مسکراتے اسے دیکھا۔ ”آپکی ہی تو ہوں“ مہرماہ نے اسکے پیروں پر پیر رکھتے ایڑھیاں اٹھاتے اسکی ٹھوڑی کو چوما۔ ”میری کمزوری ہو“ ضرار نے اسکی حرکت پر گہری سانس بھرتے کہا۔ ”طاقت بھی تو میں ہی ہوں“ مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میری اذیتوں کا مرہم ہو“ ضرار نے اسکی رخسار پر چٹکی کاٹتے بولا۔ ”خوشیوں کا سبب بھی میں ہی ہوں“ مہرماہ نے اسکے ہاتھ کو تھامتے کہا۔ ”سبب کیا خوشی ہی تم ہو“ ضرار نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا۔ ”اب ایسے کریں گے تو محبت بڑھ جائے گی“ مہرماہ نے سرگوشی کی۔ ”بڑھا لو۔ میں تو انتظار میں ہوں“ ضرار نے اسکی آنکھوں پر لب رکھتے کہا تو

مہرماہ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔"یہ انتظار کیسے ختم ہوگا" مہرماہ نے اسکی رخسار پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔"کچھ ادھورا جو رہ گیا ہے اسے پورا کرلیں تو میرا انتظار ختم ہوسکتا ہے" ضرار نے جھکتے اسکی گردن پر لب رکھتے کہا تو مہرماہ اسکی بات پر سمٹی تھی۔"ضار" مہرماہ نے کچھ کہنا چاہا پر وہ جھکا اور بے حد محبت سے اسکے لفظ چن گیا جس پر مہرماہ نے سرخ پڑتے آنکھیں موندیں۔"سوجاؤ ماہ" ضرار نے پیچھے ہٹتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو اس نے اسے دیکھا اور ہاں میں سر ہلاتے بیڈ پر وہاج کے قریب لیٹ گئی جبکہ ضرار نے گہری سانس بھری اور اپنی جیکٹ اتارتے بیڈ پر آتے اسکے پیچھے دراز ہوتے اسکے گرد حصار باندھتے اسکے بالوں میں چہرہ چھپا گیا جس پر مہرماہ نے سانس روکی۔"آئی لو یو ماہ" ضرار نے کہا تو مہرماہ کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا پر وہ بولی کچھ نا۔"سوجاؤ اب ورنہ ایک اور ننھے راجپوت کی آمد کا

خدشہ ہو سکتا ہے" ضرار نے کہا تو مہر ماہ سرخ پڑتے آنکھیں موند گئی جس پر وہ مسکرایا اور خود بھی آنکھیں موند گیا۔

"دِیر کیا ہوا کیا سوچ رہے ہیں" میشائم نے اپنے بال ڈرائے کرتے ہوئے اسے آئینے میں سے دیکھتے پوچھا جو بیڈ پر بیٹھا حوریہ کو دیکھ رہا تھا جو کہ بیڈ پر پُرسکون سی سو رہی تھی۔ وہ دونوں ابھی کچھ دیر پہلے ہی جاگے تھے۔ ماہ دیر پہلے فریش ہو گیا تھا جبکہ میشائم اب نہائی تھی اور وہ جب سے باتھ روم سے نکلی تھی ماہ دیر کو دیکھ رہی تھی جو بیٹھا حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔ "سوچ تو کچھ نہیں رہا بس حوریہ کو دیکھ رہا ہوں۔ میری بیٹی کتنی پیاری ہے نا" ماہ دیر نے حوریہ کے کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا۔ "آپکی بیٹی ہے نا اس لیے پیاری ہے" میشائم نے مدھم سا مسکراتے کہا۔ "پر وہ میری بیٹی کو چھین لیں گے" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اسے دیکھا جو خود کو رونے سے روک رہا تھا۔ میشائم نے اسے دیکھتے گہری

سانس بھری اور چلتے اسکے پاس آتے اسکے ساتھ بیڈ پر بیٹھتے اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی جس پر ماہ دیر نے چونکتے اسے دیکھا جو اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام چکی تھی۔ "حوریہ آپکی بیٹی ہے اور کوئی آپکی بیٹی کو آپ سے نہیں چھین سکتا" میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے اسکی طرف رخ کرتے اسکے گرد حصار باندھتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔ "جانتا ہوں پر ڈر لگتا ہے میشی۔ اگر خدا نخواستہ انھوں نے میری بیٹی کو مجھ سے چھین لیا تو میں زندہ نہیں رہ پاؤں گا میشی۔ حوریہ مجھے بہت عزیز ہے۔ اپنے خون سے زیادہ۔ اپنی آنے والی اولاد سے بھی زیادہ۔ اگر حوریہ مجھ سے دور ہوئی تو میری سانسیں بند ہوجائیں گی" ماہ دیر نے کہا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو کب بہتے میشائم کے کندھے میں جذب ہونا شروع ہوئے اسے خود اندازہ نا ہوا جبکہ اسکے آنسوؤں سے اپنا کندھا بھیگتا محسوس کرتے میشائم کا دل کٹا تھا۔ "دِیر ایسے تو نا کریں۔ حور کہیں نہیں جائے گی۔ شہریار بھائی نے کہا ہے نا کیس ہمارے حق میں ہے پھر کیوں یوں مایوس

ہو رہے ہیں" یشائم نے اسکے بال سہلاتے کہا تو ماہ دیر نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "مایوس نہیں ہوں پر ایک ڈر سا میرے دل میں بیٹھ گیا ہے۔ اگر میری حور مجھ سے دور ہو گئی تو میں کیا کروں گا یشی۔ میری تو بیٹی ہے نا وہ۔ اگر ایک بیٹی باپ سے چھن جائے تو باپ جیتے جی مر جاتا ہے۔ میں حیران ہوں ان لوگوں پر جو اپنے جگر کا ٹکڑا کسی کے ساتھ بیاہ کر اسے رخصت کر دیتے ہیں اور ایک میں ہوں جو اپنی بیٹی کے دور جانے کا تصور تک نہیں کر پا رہا" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے نرمی سے اس کی کمر سہلائی۔ "ہماری بیٹی کہیں نہیں جائے گی۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اللہ بھی جانتا ہے کہ حوریہ کا باپ کون ہے اور حوریہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز کون رکھتا ہے" یشائم نے کہا تو اس نے سیدھے ہوتے یشائم کو اپنی نم آنکھوں سے دیکھا جبکہ اسکی نم آنکھوں کو دیکھتے یشائم بے ساختہ آگے جھکی اور اسکی آنکھوں پر لب رکھتے سیدھی ہوئی۔ عین اسی وقت انھیں حوریہ کی آواز سنائی دی جس پر ان دونوں نے اسے دیکھا جو

آنکھوں کو ملتے اٹھ بیٹھی تھی۔ "بابا ذان تا اوا (بابا جان کیا ہوا)" حوریہ کی نظر اس پر پڑی تو فوراً بولی جس پر ماہ دیر نے اسے اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا اور رونے لگا۔ جو آنسو وہ دو دن سے ضبط کر رہا تھا۔ وہ آج بہہ نکلے تھے۔ "بابا ذان تا اوا۔ لوتوں لئے ایں (بابا جان کیا ہوا رو کیوں رہے ہیں) حوریہ نے اسکے گرد حصار باندھتے پوچھا۔ حور۔۔ بس ایک بار۔۔ اپنے بابا سے۔۔ کہہ۔۔ دیں کہ۔۔ آپ مجھے کبھی ۔۔ چھوڑ کر نہیں۔۔ جائیں گی "ماہ دیر نے روتے ہوئے اسکے ننھے سے کندھے سے ماتھا ٹکاتے کہا تو حوریہ نے اسکے بالوں میں اپنے ننھے ننھے ہاتھ پھیرے۔ "بابا ذان حولیہ اپ تو چھول تل تئی نی دائے دی (بابا جان حوریہ آپکو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی)" حوریہ نے جلدی سے کہا تو ماہ دیر سیدھا ہوا اور اسکے چہرے کے ایک ایک نقوش کو دیوانہ وار چومنے لگا۔ اس دوران اسکی آنکھوں سے آنسو ایک پل کیلئے بھی نہیں رکے تھے۔ "بابا آپکے بغیر نہیں رہ۔۔ سکتے حور۔۔ اگر وہ۔۔ آپکو لے۔۔ گیا تو میں۔۔ کیسے زندہ رہوں

گا" ماہ دیر نے شدت سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے اسے سینے میں بھینچتے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔ "بابا ذان حولیہ نیی دائے دی پیچ نا لوئیں۔ حولیہ تو اتا نئی لدرا۔ حولیہ تو لونا آلا اے بابا ذان تو لوتے دیت تل۔ تپ تل دائیں بابا ذان (بابا جان حوریہ نہیں جائے گی پلیز روئیں نا۔ حوریہ کو اچھا نہیں لگ رہا۔ حوریہ کو رونا آرہا ہے بابا جان کو روتے دیکھ کر۔ چپ کرجائیں بابا جان)" حوریہ نے ماہ دیر کے ماتھے پر اپنے ننھے ننھے ہونٹ رکھتے بوسہ دیتے اسکے آنسو صاف کیے تو ماہ دیر مسکرایا۔ "میری جان کا ٹکرا۔ بابا آپکو کہیں نہیں جانے دیں گے" ماہ دیر نے حوریہ کو سینے سے لگاتے کہا اور اسکے سر پر لب رکھے تو حوریہ بھی اپنی ننھی ننھی باہوں سے اسکی گردن کے گرد حصار باندھتے اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی جبکہ میشائم مسکراتے انھیں دیکھ رہی تھی جسے دیکھ ماہ دیر نے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے بھی ساتھ لگایا۔ "میں حور کو کہیں نہیں جانے دوں گا میشی" ماہ دیر نے ان دونوں کا سر چومتے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مجھے

آپ پر یقین ہے" میشائم نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا اور واپس اسکی بازو پر سر رکھتے بیٹھ گئی۔جبکہ ماہ دیر ان دونوں کو یوں ساتھ لگائے بیٹھا تھا جیسے وہ انھیں چھوڑے گا تو وہ غائب ہوجائیں گی اور میشائم نے بخوبی اسکے اس ڈر کو محسوس کیا تھا۔

"مسز اسد ملک میری بات سن لیں۔اپنے مظلوم شوہر پر ترس کھائیں۔کام چھوڑ دیں اور مجھے پکڑ لیں" اسد نے عائشہ کے آفس میں موجود چئیر پر بیٹھے گول گول گھومتے کہا جبکہ عائشہ اپنے ٹیبل پر رکھی فائل پر جھکی کام کر رہی تھی۔"اسد بس تھوڑا سا رہ گیا ہے صرف دو منٹ اور" عائشہ نے بغیر فائل سے سر اٹھائے کہا تو اسد کا منہ بنا۔وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اپنا سارا کام پورا کرتے اب اسکے کیبن میں آئے بیٹھا تھا۔عائشہ اب مستقل طور پر اسد کے آفس میں اسکی پی اے اور گرافکس ڈیزائننگ ڈیپارٹمنٹ کی ہیڈ بن گئی تھی

تبھی اسکا کام بڑھ گیا تھا پر اسد اسے کام کرنے نہی دیتا تھا۔ ”بس کردو نا اب۔ اتنی دیر سے میں یہاں بیٹھا ہوں پر تمھارا سارا دھیان اس منحوس فائل پر ہے اور یہ مجھے اچھا نہیں لگ رہا“ اسد نے کہا تو عائشہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو بلکل معصوم بچے کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے خود کو یوں تکتے دیکھ عائشہ مسکرائی اور فائل بند کرتے ہاتھ بڑھاتے اسکے دونوں ہاتھوں کو تھام گئی۔ اسکے یوں ہاتھ تھامنے پر اسکی کلائی میں سمپل گولڈ کا بریسلٹ جس پر چھوٹے چھوٹے ہیرے چمک رہے تھے پوری آب و تاب سے چمکا۔ جبکہ اس نے آج ڈریس بھی وہی پہنا تھا جو اسد نے اسے اینورسری پر دیا تھا۔ ”کردی بند اب میرا سارا دھیان آپکی طرف ہے بتائیں کیا ہوا“ عائشہ نے نرمی سے پوچھا۔ ”مجھے تمھاری اٹینشن چاہیئے“ اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”اسد آپ نا کبھی کبھی بلکل بچے بن جاتے ہیں“ عائشہ نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اسکے سامنے آتے نرمی سے اسکی گال کھینچتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تمھارے سامنے مجھے

ایسا بننا پسند ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں تم مذاق نہیں اڑاؤ گی بلکہ مجھے نہارو گی۔ جانتی ہو انسان صرف اس شخص کے سامنے بچوں جیسا رویہ اختیار کرتا ہے جو اسکے بچوں جیسے انداز کو زندہ رکھنے کا ہنر رکھتا ہو اور میرے لیے وہ انسان تم ہو" اسد نے اسکے ہاتھوں کو چومتے کہا۔ "میرے لیے یہ شرف کی بات ہے" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "گھر چلیں" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی چلتے ہیں" عائشہ نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالتے اسے دیکھا جسے دیکھ اسد مسکرایا اور اپنا ہاتھ اسکے سامنے پھیلا گیا جسے وہ ایک لمحے کا انتظار کیے بغیر تھام گئی۔ اسد نے اسکا ہاتھ نرمی سے تھاما اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اسد اسکا ہاتھ تھامے سیدھا باہر پارکنگ کی طرف بڑھا جبکہ انھیں یوں باہر کی طرف بڑھتے دیکھ سب نے انھیں خوشی سے دیکھا۔ اسد کے آفس میں سارا سٹاف ہی انکی شادی کے راز سے واقف ہوگیا تھا۔ وہ دونوں چلتے باہر آئے تو اسد نے اسکے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا جس پر وہ فوراً گاڑی میں سوار ہوئی جب

کہ وہ خود دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی گھر کی جانب روانہ کرگیا۔ "اچھا اسد بات سنیں" گاڑی ابھی پارکنگ سے نکالتے اسد نے مین روڈ پر ڈالی تھی جب عائشہ نے اسے پکارا۔ "ہاں شہزادی سناؤ" اسد نے فوراً جواب دیا۔ "اسد آپ ایک کام کریں۔آپ اپنے اپارٹمنٹ چلیں" عائشہ نے کہا تو اسد نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ "چشمِ بدور کیا میری بیوی کا میرے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنے کا دل کررہا ہے" اسد نے اسکی طرف جھکتے اسکی کنپٹی پر لب رکھتے پوچھا۔ "یہ تو آپکو وہاں جاکر پتا لگے گا" عائشہ نے کہا تو اسد مسکرایا۔ "پھر تو جلدی جانا چاہیئے" اسد نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اسد گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا اور اگلے پندرہ منٹ میں انکی گاڑی اسد کے اپارٹمنٹ کے باہر رکی تھی جس پر عائشہ اسکے اترنے سے پہلے ہی گاڑی سے اتری اور دروازے کے پاس جاتے کھڑی ہوئی۔ اسکی حرکت پر اسد نے اچنبھے سے اسے دیکھا اور گاڑی سے اترتے اس کی طرف بڑھا جو دروازے

کے پاس کھڑی۔ "شہزادی کیا ہوا یہاں آگئی میرے بغیر" اسد نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی ! اچھا زرا ایک منٹ تھوڑا سا نیچے جھکیں" عائشہ نے اسے کہا تو اسد ہاں میں سر ہلاتے ہلکا سا نیچے جھکا جس پر عائشہ نے اپنے بیگ سے ایک سیاہ کپڑا نکالا اور اسکی آنکھوں پر باندھ گیا جس پر اسد ایک پل کو حیران ہوا پھر مسکرایا۔ "کیا میرے لیے کوئی سرپرائز ہے" اسد نے اپنی آنکھوں پر بندھی پٹی پر ہاتھ پھیرتے پوچھا۔ "جی سرپرائز ہے" عائشہ نے کہا اور دروازہ کھولتے اسکا ہاتھ تھامتے اندر داخل ہوئی۔ "چلیں اب آئیں اندر" عائشہ نے اسد کا ہاتھ تھامتے کہا اور اندر کی جانب بڑھی۔ اندر داخل ہوتے ہی اسد کے ناک کے نتھنوں سے گلاب کی بھینی بھینی مہک ٹکرائی جس پر اس کے چہرے کی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ "شہزادی ہٹا دو نا یہ کپڑا" اسد نے بے تابی سے کہا تو وہ ہنسی اور اسکا ہاتھ چھوڑتے اسکی آنکھوں سے پٹی کھول گئی۔ آنکھیں کھولتے ہی اسد کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا

کیونکہ سامنے ہی لاؤنج کے عین وسط ایک میٹریس بچھا تھا جس پر بریانی کا باؤل اور ساتھ کولڈ ڈرنک پڑی تھی جبکہ ایک چاکلیٹ کیک بھی تھا جسکے ساتھ ایک گفٹ بیگ پڑا تھا۔دیوار پر انکی ڈھیرو ڈھیر تصویریں لگیں تھیں جبکہ لاؤنج کی پوری چھت پر غبارے لگے بے حد پیارے لگ رہے تھے۔زمین پر ہر طرف پھول ہی پھول تھے جبکہ پورے لاؤنج میں بس موم بتیوں کی روشنی تھی جو کہ چاند کی روشنی سے ملتے سب کچھ بے حد دلکش بنا رہی تھی۔"عائشہ یہ سب کیا ہے اور کیوں" اسد نے خوشگواری و حیرانی کی ملی جلی کیفیت سے پوچھا۔"یہ آپکے لیے ایک چھوٹا سا سرپرائز ہے میں جانتی ہوں آپکے سرپرائز جتنا تو اچھا نہیں پر میں نے کوشش کی ہے۔ اس دن میں نے آپکو ہماری اینورسری پر کچھ نہیں دیا تھا بلکہ جب سے شادی ہوئی ہے تب سے اب تک آپکو کچھ نہیں دیا اور نا ہی آپ کے لیے کچھ خاص کیا تھا تو یہ چھوٹا سا تحفہ۔امید کرتی ہوں آپکو پسند آئے گا" عائشہ نے نروس ہوتے اپنی ہتھیلیوں میں اپنے ناخن گاڑھتے کہا

تو اسد نے اسے دیکھا۔ اس نے یہ اسکے لیے کیا تھا۔ اسد کے دل میں جیسے عجیب سی ہلچل ہوئی تھی۔ اس بغیر کچھ کہے عائشہ کے ہاتھوں کو پکڑتے اسکی مٹھیاں کھولتے اس کے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے اپنی ہتھیلیوں تلے قید کرتے جھکا اور بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا جس پر عائشہ نے آنکھیں موندیں۔ "ایسے میرے لاڈ اٹھا کر مجھے بگاڑ رہی ہو تم" اسد نے سیدھے ہوتے کہا۔ "آپ میرے پسندیدہ مرد ہیں۔ آپ تھوڑا سا بگڑ بھی جائیں تو مجھے بُرا نہیں لگے گا" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور دوبارہ اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "ویسے یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تم اللہ کی طرف سے مجھے ملا بہترین تحفہ ہو مجھے اور کچھ نہیں چاہیے" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "پر میں پھر بھی آپکو تحفہ دینا چاہتی ہوں۔ کیا آپ قبول کریں گے" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ضرور تم مجھے زہر بھی دو میں تو وہ بھی خوشی خوشی قبول کرلوں گا" اسد نے کہا تو عائشہ مدھم سا مسکرائی اور اسکا ہاتھ تھامتے اسے

میٹریس تک لاتے اسے بٹھاتے خود اسکے ساتھ بیٹھتے اسے گفٹ بیگ پکڑا گئی۔ اسد نے اسکے ہاتھ سے بیگ پکڑا اور اسے کھولا۔ اسے کھولتے ہی اسد مسکرایا کیونکہ اس میں اسد کا پسندیدہ پرفیوم سویج تھا۔ یہ وہی پرفیوم تھا جو اسد زیادہ تر استعمال کرتا تھا۔ "بہت شکریہ شہزادی یہ بہت اچھا گفٹ ہے" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اب دوسرا گفٹ بھی کھولیں" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے پرفیوم ایک طرف رکھتے دوسرا گفٹ نکالا جو کہ خوبصورت سا سیاہ باکس تھا جس پر کارٹیر کا لوگو خاصا دمک رہا تھا۔ اسے دیکھ اسد ایک پل کو حیران ہوتے اسے دیکھا جس پر عائشہ نے اسے اشارہ کرتے باکس کھولنے کا کہا تو اسد نے ہاں میں سر ہلاتے باکس کھولا لیکن اندر موجود گھڑی کو دیکھ اسکی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ کیونکہ باکس میں کارٹیر کی سلور اور گولڈن امتزاج کی گھڑی موجود تھی جسکی قیمت سے اسد بخوبی واقف تھا۔ "یہ تو کارٹیر کا نیا ماڈل ہے نا؟" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "یہ اتنا

مہنگا ہے عائشہ۔ تم نے مجھ پر اتنے پیسے ویسٹ کیوں کیے" اسد نے بے یقینی سے پوچھا۔ وہ اس پر اس قدر پیسہ لگا چکی تھی اسے یقین نا آیا۔ "زیادہ تو نہیں تھے" عائشہ نے کہا تو اس نے اسے گھورا۔ "1.9 ملین کی گھڑی ہے یہ عائشہ" اسد نے کہا تو عائشہ نے زبان دانتوں تلے دبائی۔ "تو کیا ہوا" عائشہ نے اسے دیکھتے کہا تو اسد نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "عائشہ کیا ضرورت تھی آخر اتنی مہنگی گھڑی خریدنے کی۔ 1.9 ملین تم نے میرے لیے گھڑی لینے کیلئے لٹا دیے ہیں اور تمھیں پچھتاوا نہیں ہے" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپکے لیے میں اپنی سلطنت لٹا سکتی ہوں یہ چند پیسے تو کوئی بڑی بات ہی نہیں ہے" عائشہ نے کہا تو اسد لاجواب ہوا۔ وہ اس سے اس قدر عشق کرتی تھی اسد کا دل دھڑکتے پاگل ہوا تھا۔ "تم پاگل ہو" اسد نے اسکی بات کے جواب میں کہا۔ "جی آپکے پیار میں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی طرف جھکتے اسکے الفاظ محسوس کرتے سیدھا ہوا جبکہ عائشہ اس اچانک افتاد پر سرخ پڑی تھی۔ "بہت شکریہ یہ

بہت پیارا ہے" اسد نے اسے اپنے سینے سے لگاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "کوئی بات نہیں آپکو پسند آیا میرے لیے کافی ہے" عائشہ نے کہا تو اس نے عائشہ کا سر چوما۔ "ویسے اتنی مہنگی گھڑی ہے۔ میڈم یہ اتنے پیسے کہاں سے آئے۔ کہیں کسی بینک میں ڈاکہ تو نہیں ڈال دیا۔یہ نا ہو کل مجھے خبر ملے ایک بیوی شوہر کے عشق میں پاگل ہوتے بینک کے سارے پیسے لے کر فرار ہو گئی" اسد نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "جی نہیں کوئی ڈاکہ نہیں مارا یہ میری سیونگز اور جو کچھ میں نے کمایا ہے اس سے لی ہے" عائشہ نے کہا تو اسد مسکرایا۔ مطلب وہ سچ میں اس پر دولت لٹا چکی تھی۔ "شہزادی تمھیں اتنے پیسے نہیں خرچ کرنے چاہیئے تھے" اسد نے اسکے سر پر گال ٹکاتے کہا۔ "کیوں نہیں کرنے چاہیئے تھے" عائشہ نے پوچھا۔ "کیونکہ وہ تمھارے پیسے تھے جو تم نے کمائے تھے" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ بھی تو میرے ہیں نا تو آپ پر تھوڑے پیسے نہیں خرچ کر سکتی" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تم بھی ضرار

بھائی کی طرح باتوں کے جال میں الجھانے لگی ہو" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "بس دیکھ لیں" عائشہ نے کندھے اچکاتے کہا تو وہ ہنسا اور اسکا سر چوم گیا۔ "آئی لو یو شہزادی" اسد نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا۔ "آئی لو یو ٹو اسد" عائشہ نے اظہار کیا تو ہمیشہ کی طرح اسد کے کان کی لویں سرخ ہوئیں تھی جس پر اسد نے گہرا سانس بھرا اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے آنکھیں موند گیا۔

"ثانیہ بیٹا" سعیدہ بی نے اسے پکارا جو صحن میں اکیلی گم سم سی بیٹھی تھی جبکہ باقی لڑکیاں تلاوت کرتے اب اپنے اپنے گھروں کو نکلیں تھی۔تلاوت تو وہ بھی کرچکی تھی پر وہ وہاں سے ایک انچ تک نہیں ہلی تھی جسے دیکھ سعیدہ بی اسکے پاس آئیں۔ "جی سعیدہ بی" انکی آواز پر ثانیہ نے فوراً ہوش میں آتے انھیں دیکھا۔ "بیٹا یہاں کیوں بیٹھی ہو۔ کیا کوئی پریشانی ہے۔عامر نے پھر کچھ

کہا" سعیدہ بی نے اسکے پاس بیٹھتے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "سعیدہ بی وہ کب نہیں کہتے" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا۔ "کیا کہا ہے اب اس نے" سعیدہ بی نے پوچھا۔ "معافی مانگتے ہیں مجھ سے۔ اور انکی معافی پر کبھی کبھی میرا دل موم ہوجاتا ہے لیکن پھر وہ سب یاد کرتے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوجاتا ہے۔ سعیدہ بی میں چاہ کر بھی انھیں معاف نہیں کر پارہی" ثانیہ نے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتے مدھم آواز میں کہا۔ "کب سے معافی مانگ رہا ہے" سعیدہ بی نے اسکی بات پر کوئی بھی تبصرہ کیے بغیر سوال پوچھا۔ "بیس دنوں سے" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری اور سامنے ٹیبل پر رکھے قرآن پاک کو کھول کر صفحات کو پلٹنے لگیں۔ "اس آیت کا ترجمہ پڑھو" سعیدہ بی نے سورۃ نور کی ایک آیت کی طرف اشارہ کرتے کہا تو ثانیہ نے ان پر سے نظر ہٹاتے اس آیت ترجمہ پڑھا۔

"اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے؟"

(سورہ النور 24:22)

"اس کا مطلب سمجھ آیا" اسکے خاموش ہوتے ہی سعیدہ بی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اس کا مطلب کیا ہوا سعیدہ بی مجھے سمجھ نہیں آیا" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف کرے، ہمیں بھی دوسروں کو معاف کرنا چاہیے" سعیدہ بی نے کہا تو ثانیہ ایک پل کو ٹھہری۔ "سعیدہ بی کیا آپ کہہ رہی ہے میں عامر کو معاف کردوں" ثانیہ نے پوچھا تو انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں کہہ رہی ہوں اگر تم چاہتی ہو کہ اللہ تمھیں معاف کردے تو تم بھی دوسروں کو معاف کردو" سعیدہ بی نے کہا تو ثانیہ کی آنکھیں پھر جھکیں۔ "پر انھوں نے مجھ پر یقین نہیں کیا تھا" ثانیہ نے آہستہ سے کہا۔ "پر

اب وہ شرمندہ ہے اور تم سے معافی بھی مانگ رہا ہے اور اگر کوئی شخص پہلے آپ پر یقین نہ کرے، پھر اپنی غلطی کا احساس ہونے پر معافی مانگے، تو اسلام کے مطابق بہترین عمل یہی ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں اتنی لمبی ناراضگیاں نہیں چلاتے اور ہاں اسلام میں معافی اور درگزر کو بہت اعلیٰ درجہ حاصل ہے" سعدہ بی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پر اگر میں انکے ساتھ رہنا ہی نا چاہوں تو" ثانیہ نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "اگر کوئی اور شخص ہوتا تو میں یہ کہتی کہ اگر آپ کو اب بھی دوری رکھنا بہتر لگے (تکلیف سے بچنے کے لیے)، تو ادب اور عزت سے فاصلہ رکھ سکتے ہیں یہ گناہ نہیں پر یہاں بات کسی دوسرے انسان کی نہیں بلکہ تمھارے شوہر تمھارے محرم کی ہو رہی ہو۔ کتنا عرصہ رہ لوگی باپ بھائی کی طرف آج تو نہیں کل واپس تو اسکے پاس ہی جانا ہے تو بہتر یہی ہے کہ تم اسے معاف کردو۔ کیونکہ ابھی وہ تم سے محبت کرتا ہے شرمندہ ہے پر اگر تم بار بار اسکی معافی کو ٹھکراتے جاؤ گی تو وہ کہے گا

بھاڑ میں جائے اور پھر اسے تمھاری فکر نہیں رہے گی۔ اسکی طرف سے تم جیو مرو اسے بلکل فرق نہیں پڑے گا اگر ایک بار اسے تم پر صبر آگیا جیسے تم صبر کا خول چڑھا چکی ہو بلکل ویسے ہی اگر اس نے چڑھا لیا تو کیا رہ لو گی زندہ۔ بھول سکتی ہو عامر کو۔ اسکی محبت کے حصار کو خیر آباد کہنے کی ہمت رکھتی ہو" سعیدہ بی نے کہا تو اس نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔ انکی باتیں ایک لمحے کو اسکا دل روک گئیں تھی۔ وہ صحیح کہہ رہی تھیں اگر عامر نے اس پر صبر کر لیا تو اسے بھی فرق پڑنا بند ہو جائے گا پر کیا وہ یہ سب برداشت کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! وہ ہر چیز برداشت کر سکتی تھی پر عامر اسکی فکر کرنا چھوڑے یا اس سے محبت کرنا چھوڑ دے وہ اس بات کا تصور بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ "بتاؤ ثانیہ کیا زندہ رہ سکتی ہو عامر کے بغیر" سعیدہ بی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "انکے بغیر سب ہو سکتا ہے پر میرا جینا ناممکن ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "کیا بھول سکتی ہو اسے" ایک اور سوال پر جواب پھر ویسے ہی

گردن ہلا کر دیا گیا۔ ”میں اپنا مکمل حافظہ بھی کھودوں تب بھی وہ میرے دماغ سے نہیں نکلیں گے۔ انھیں یاد رکھنا میرے دل کی مرضی اور دل کی مرضیاں بڑی بے اختیار ہوتی ہیں۔ انھیں بھولنا میرے بس میں نہیں“ ثانیہ نے مدھم آواز میں بے بسی سے جواب دیا۔ ”کیا اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی“ سعیدہ بی نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ایسا نہیں ہے میں رہنا چاہتی ہوں پر کیسے رہوں دل ڈرتا ہے میرا“ ثانیہ نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ ”اس کا مطلب یقین نہیں ہے تو پھر اس سے محبت کرنا چھوڑ دو“ سعیدہ بی کی بات نے اسے سر اٹھانے پر مجبور کیا۔ ”ان سے محبت کرنا چھوڑ دوں یعنی جینا چھوڑ دوں۔ انکی محبت میرے لیے آبِ حیات کی طرح ہے جسے جتنا پیتی ہوں ان کی تمنا بڑھتی رہتی ہے“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”پھر اسے معاف کردو اپنی محبت کی خاطر ہی سہی پر کردو“ سعیدہ بی نے مسکراتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”پکا تو نہیں پر میں کوشش

کروں گی" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "شاباش بچے۔اب ایک اور بات کہوں" سعیدہ بی کہا۔ "جی کہیں" سعیدہ بی ثانیہ نے کہا۔ "رو لیا کرو بیٹا۔رونے سے دل ہلکا ہوتا ہے۔باتیں دل میں نہیں رکھنی چاہیئے ورنہ دل مردہ ہوجاتا ہے" سعیدہ بی نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "پر روتے تو کمزور لوگ ہیں نا" ثانیہ نے کہا تو وہ نفی میں سرہلا گئیں۔ "پر مجھے رونا نہیں آتا۔درد ہوتا ہے پر آنسو نہیں نکلتے" ثانیہ نے کہا تو وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ گئیں۔ "پھر بھی رو لیا کرو۔اپنی آنکھیں دیکھو عجیب وحشت آتی جارہی ہے تمھاری آنکھوں میں۔چہرہ ستا ہوا لگتا ہے۔ایسے لگتا ہے جیسے تم کسی تناؤ کا شکار ہو جو کہ تم ہو پر یوں خود کے ساتھ مت کرو۔ایسے تم بیمار پڑ جاؤ گی" سعیدہ بی نے کہا تو اس نے آنکھیں جھکاتے ہاں میں سرہلایا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ "اب میں گھر چلتی ہوں" ثانیہ نے کھڑے ہوتے کہا۔ "ہاں ٹھیک ہے لیکن میری باتوں پر غور ضرور کرنا" سعیدہ بی نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور آگے ہوتے انکے

ساتھ لگی۔ ”میں کوشش کروں گی“ ثانیہ نے کہا تو انھوں نے اسکا سر چوما۔ ”چلو ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا اور دھیان سے گھر جانا“ سعیدہ بی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنا بیگ پکڑتے پُر اعتماد انداز میں باہر کی جانب بڑھی۔ باہر آتے ہی وہ پارکنگ میں موجود اپنی سیاہ آڈی میں بیٹھتے گاڑی گھر کی طرف روانہ کر گئی۔ ”مجھے رونا کیوں نہیں آتا اب“ ثانیہ نے سعیدہ بی کی باتیں یاد کرتے خود سے سوال کیا۔ اس نے خود میں یہ چیز خود بھی محسوس کی تھی۔ وہ پچھلے بیس دنوں میں صرف دو دن روئی تھی اسکے بعد اسکی آنکھوں سے آنسو نکلنا بند ہو گئے تھے جس سے آنکھیں اب تک خشک تھیں۔ ”کیا واقعی میرا دل پتھر کا ہو رہا ہے۔ کیا واقعی میں تناؤ کا شکار ہوتی جا رہی ہوں۔ کیا واقعی میں بیمار لگنے لگی ہوں“ ثانیہ نے خود سے ایک ساتھ کئی اور سوال کیے لیکن اس سے پہلے اسکا جواب جان پاتی اچانک ایک سفید گاڑی آتے اسکے سامنے رکی جس پر ثانیہ نے ایک جھٹکے میں بریک پر پیر مارتے گاڑی روکی ورنہ یقیناً ٹکر ہو جاتی۔ گاڑی روکتے

ہی ثانیہ غصے کے عالم میں گاڑی سے اترتے سفید گاڑی کی طرف بڑھنے لگی پر اس سے پہلے ہی اسکی فی میل گارڈز اور چار میل گارڈز اسے روک چکے تھے۔ ”میم آپ بیٹھیں ہم دیکھتے ہیں۔ رات کا ٹائم ہے ماہ دیر سر نے منع کیا تھا آپکو گاڑی سے نکلنے سے“ گارڈز نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور گاڑی میں واپس بیٹھنے لگی پر اس سے پہلے ہی اسکے کانوں میں کسی کی آواز پڑی جو اسکی سانس کو ایک پل کے لیے روک چکی تھی پر اگلے ہی پل ثانیہ نے اپنی حالت پر قابو پایا اور اپنے چہرے پر سپاٹ تاثرات سجاتے اس طرف مڑی جہاں شایان اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ کیا حال ثانیہ۔ ”اپنے کزن سے ملو گی نہیں“ شایان نے اسے دیکھتے کہا تو ثانیہ نے کوئی جواب نا دیا اور گاڑی میں بیٹھنے لگی پر شایان اسے پھر روک گیا۔ ”ارے میری پیاری کزن سنو تو“ شایان نے کہا تو ثانیہ نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔ ”کیا مسئلہ ہے تمھارے ساتھ کیوں میرا راستہ روکے کھڑے ہو“ ثانیہ نے پھاڑ کھانے والے

انداز میں پوچھا تو شایان نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ ”ارے واہ چڑیا کے بھی پر نکل آئے ہیں کاٹنے پڑیں گے۔ ویسے مجھے تمھارے پر نکلنے پر بلکل حیرانی نہیں ہوئی آخر کو گھر سے بھاگ جو گئی تھی۔ ویسے تمھارے بھاگنے پر ایک بات تو کنفرم ہو گئی کہ ماں اور بیٹی واقعی ایک جیسی ہوتی ہیں۔ جیسی تمھاری ماں ویسی ہی تم بے“ شایان کی بات پوری ہوتی اس سے پہلے ہی کسی نے پوری قوت سے اسکی ٹانگ پر ٹانگ ماری تھی جس پر وہ کراہتے زمین پر گرا۔ اسکے یوں گرنے پر ثانیہ نے آنے والے کو دیکھا اور اسے لگا جیسے کسی نے اس میں نئی جان پھونک دی ہو۔ جو تھوڑا بہت ڈر اسے لگ رہا تھا وہ بھی کہیں دور جا سویا تھا۔ اسکا محافظ آیا تھا اب ڈر لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ”میری بیوی اور میری ماں کے بارے میں بکواس مت کرنا“ عامر نے اسکے بال دبوچتے اسکا سر اسکی گاڑی سے مارا تو شایان کے ساتھ ساتھ ثانیہ کی بھی چیخ بلند ہوئی۔ اس نے عامر کو اس طرح جنونی صرف ایک بار دیکھا تھا۔ اس جنگل میں جہاں سے

انکی قسمت جڑی تھی اور اسکے بعد آج دیکھ رہی تھی جبکہ ثانیہ کی چیخ سنتے عامر نے اسکی طرف دیکھا اور اسے دیکھتے ہی پل میں اس کی آنکھوں میں نرمی اتری۔وہ شایان کے بال چھوڑتے اسکی طرف بڑھا اور عین اسکے سامنے جاتے کھڑا ہوا۔"آپ ٹھیک ہیں بیٹُو" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا تو ثانیہ نے اسے دیکھا جو فکرمندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔"جی ٹھیک ہوں" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا۔"سوری میں لیٹ ہوگیا۔آپکی گاڑی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی" عامر نے اپنی ناکردہ غلطی کی معافی مانگی۔"کوئی بات نہیں" ثانیہ نے اس پر سے نظریں ہٹاتے شایان کو دیکھا جو سر پکڑے کراہ رہا تھا۔"اسے مت دیکھیں مجھے دیکھیں۔میرے علاوہ جب آپ کسی کو دیکھتی ہیں تو دل کرتا ہے اس شخص پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دوں جو میری موجودگی میں آپکی توجہ کھینچ رہا ہو" عامر نے اسکے آگے آتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا جسکے چہرے پر جیلسی کے تاثرات صاف نمایاں تھے جسے دیکھ نا جانے کیوں ثانیہ نے نظروں کا زاویہ

بدلنا چاہا پر اس سے پہلے ہی عامر اسکی ٹھوڑی تھامتے اسے روک چکا تھا۔ "کیا ہوا اس نے کچھ کہا ہے آپکو" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "بس راستہ روک کر کھڑا تھا" ثانیہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "یہ ہے کون آپ جانتی ہیں اسے" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "یہ شایان ہے" ثانیہ نے کہا تو عامر کی آنکھوں میں لہو اترا۔ شایان، یہ نام سنتے اسکی ماتھے اور گردن کی رگیں تک پھول گئی تھیں۔ اسے ثانیہ کے آنسو یاد آئے تھے جو اس نے اس شخص کی وجہ سے بہائے تھے۔ "یہ وہی شایان ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ نرمی سے اسکی ٹھوڑی آزاد کرتے غصے کی زیادتی سے شایان کی طرف بڑھا جو کراہ رہا تھا۔ عامر نے اسکے پاس جاتے اسے اسکے کالر سے پکڑا اور بغیر اسے کوئی موقع دیے اسکے چہرے پر مکے مارنے لگا جس پر شایان بے ساختہ کراہ اٹھا جبکہ ثانیہ نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے۔ "کمینے تو میری بیوی کو ڈراتا تھا۔ تیری

جرات کیسے ہوئی میری بیوی کو ڈرانے کی۔ انھیں رلانے کی۔تیری وجہ سے وہ راتوں کو سوتی نہیں تھیں۔جان لے لوں گا میں تیری" عامر اسکے چہرے پر پے در پے مکے مارتے بول رہا تھا جبکہ ثانیہ جو اسکی حرکت پر ساکت ہوئی تھی اسکی بات پر ہوش میں آتے آگے بڑھی۔ "عامر رک جائیں" ثانیہ نے اسے کہا تو عامر کا ہاتھ رکا جبکہ اس نے چہرہ موڑتے فوراً اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ "عامر رک جائیں پلیز۔چھوڑ دیں اسے۔آپ اسے کچھ نہیں کہیں گے۔جسٹ سٹاپ" ثانیہ نے کہا تو عامر نے شایان کے کالر کو چھوڑا جس پر وہ نیم بیہوشی میں پیچھے جا گرا۔ "اور کوئی حکم عالی جاہ" عامر نے اسکی طرف مڑتے چہرہ جھکاتے دونوں ہاتھ اپنی پشت پر باندھتے نرمی سے کہا۔ حکم مان لیا گیا تھا۔سر جھک گیا تھا۔غصہ کہیں دور جا سویا تھا۔محبوب کی بات پر آمین کہا گیا تھا۔وہ عاشق تھا۔ثانیہ کا سچا عاشق تھا آج ایک بار پھر ثابت ہوگیا تھا۔ جبکہ اسکی حرکت پر ثانیہ منجمد کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا تھا یہ شخص لمحہ بہ

لمحہ اسے موم کررہا تھا۔وہ نرم نہیں پڑنا چاہتی تھی پر وہ پڑنے لگی تھی۔سامنے کھڑے اس کے محرم کے عشق کی حدت اسے پگھلنے پر مجبور کررہی تھی۔"میں گھر چلتی ہوں آپ بھی جائیں" ثانیہ نے خود کی کیفیت پر قابو پاتے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھنے لگی پر اسکے ایک بھی قدم پیچھے جانے سے پہلے ہی عامر اسکی بازو پکڑتے اسے اپنے قریب کرتے اپنے ساتھ لگا گیا جس پر ثانیہ لمحے بھر کو ٹھہر سی گئی جبکہ گارڈز نے فوراً اپنا رخ موڑ لیا۔"آپ کی گاڑی ایک لمحے کو میری نگاہوں سے اوجھل ہوئی تو میں ڈر گیا تھا۔یوں سنسان راستوں سے نا آیا جایا کریں۔میں ساتھ ہی ہوتا ہوں پھر بھی مین روڈ سے جایا کریں۔یوں گلیوں سے نہیں نا جایا کریں ورنہ اس جیسے بد بخت میری بیوی کا راستہ روکتے ہیں جو مجھے برداشت نہیں ہے" عامر نے نرمی سے اس کا سر چومتے کہا تو وہ خاموش ہی رہی۔"ویسے تو میں جانتا ہوں کہ اپ اپنا خیال رکھتی ہیں اور میں بھی سائے کی طرح آپکے پاس ہوتا ہوں پر پھر بھی اپنا خیال رکھا کریں آپ جان ہیں میری

آپکو کچھ ہوگیا تو میری جان چلی جائے گی" عامر نے کہا اور بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر ثانیہ نے آنکھیں موندیں۔ "اب جائیں گھر میں ساتھ ہی ہوں" عامر اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے بولا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور پیچھے ہوتے گاڑی کا دروازہ کھول گئی پر اندر بیٹھنے سے پہلے رکی اور اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "ویسے آپکو میرے پیچھے آنے کی ضرورت نہیں ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ "اپنے آپ کو تو مجھ سے چھین چکی ہیں کم از کم آپ کی حفاظت کرنے کا حق تو نا چھینیں" عامر نے کہا تو وہ بغیر کچھ کہے گاڑی میں بیٹھتے گاڑی مین روڈ کی طرف موڑ گئی جب کہ عامر اور گارڈز کی گاڑیاں اسکے پیچھے پیچھے تھیں۔

"سائیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اگر وہ لوگ حوریہ کو لے گئے تو" مریم نے نم آنکھوں سے شہریار کو دیکھتے کہا جو اس سیاہ پینٹ کوٹ پہنے گلے میں سرخ ٹائی

باندھے کھڑا اب اپنے ہاتھوں میں گھڑی باندھ رہا تھا۔وہ اس وقت کوٹ جارہا تھا۔آج حوریہ کی کسٹڈی کیس کی پہلی تاریخ تھی اور شہریار اب کوٹ جانے کیلئے ہی تیار ہورہا تھا۔"سائیں کی جان ڈرو مت۔حوریہ کہیں نہیں جائے گی۔میں ہوں نا۔ انشاءاللہ اس کیس کو جیت کر ہی واپس آؤں گا"شہریار نے اسکے پاس جاتے اسے سینے سے لگاتے کہا تو مریم نے اسے دیکھا جس پر شہریار نے جھکتے بے حد محبت سے اسکی دونوں آنکھوں کو چوما۔"میں جانتی ہوں آپ ہیں۔ اور باخدا اللہ کے بعد مجھے سب سے زیادہ یقین آپ پر ہے۔لیکن سائیں اگر خدانخواستہ وہ لوگ جیت گئے تو کیا ہم اپنی حوریہ کو کھودیں گے۔کیا میری بہن سے اسکی بیٹی چھن جائے گی" مریم نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔"نہیں میرا بچہ نا ہی حوریہ کو کوئی لے کر جائے گا اور نا ہیشائم سے حوریہ جدا ہوگی۔حوریہ یہیں رہے گی ہمیشہ اپنے ماما بابا کے پاس" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلاتے سستی سے اسکے سینے پرپیشانی ٹکائی۔"مجھے رونا آرہا

ہے سائیں۔ میشائم صبح سے رو رہی ہے۔ آپ جانتے ہیں مہر وہاں گئی ہے اور ابھی میری اس سے بات ہوئی وہ بتا رہی تھی کہ میشائم حوریہ کو خود میں بھینچتے روئے جا رہی ہے۔ ماہ دیر بھائی کی آنکھوں میں نمی ہے۔ سائیں حوریہ سب کی جان ہے اسے ان لوگوں کے ساتھ مت جانے دیجئے گا" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "حوریہ نہیں جائے گی۔ وہ آجائے گی پریشان نا ہو۔ تمھاری طبیعت پہلے ہی صحیح نہیں ہے۔ اب ایسے کرو گی تو طبیعت مزید بگڑ جائے گی" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار نے اسکا سر چوما۔ "سائیں آپ مجھے خلیل انکل کی طرف چھوڑ دیں گے" مریم نے اسے دیکھتے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں چھوڑ دوں گا لیکن تم جانتی ہو نا میشائم بھی ہمارے ساتھ کورٹ جا رہی ہے" شہریار نے اس سے پوچھا۔ "جی جانتی ہوں لیکن میں وہاں جانا چاہتی ہوں تاکہ جب آپ حوریہ کو واپس گھر لائیں تو میں اس سے پیار کر سکوں۔ حوریہ مجھے بہت عزیز ہے سائیں۔ وہ میری

بہن کی بیٹی ہے اور مجھے میری جان سے زیادہ اہم ہے میرے لیے۔ میں حوریہ کی ماں نہیں ہوں پر اسکے دور جانے کا سوچتے میرا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے میری سگی اولاد کو کسی نے مجھ سے چھیننے کی دھمکی دی ہو۔پلیز سائیں ان لوگوں کو حوریہ کے سائے سے بھی دور رکھیے گا" مریم نے کہا تو اس نے ہاں سر ہلاتے اسکی ٹھوڑی تھامی۔ "مجھ پر یقین ہے مریم" شہریار نے پوچھا۔ "خود سے زیادہ ہے" مریم نے فوراً جواب دیا۔ "پھر پریشان مت ہو۔ حوریہ کہیں نہیں جائے گی۔یہ میرا وعدہ ہے" شہریار نے کہا تو مریم مسکرائی۔ "ایسے ہی مسکراؤ۔میں ابھی تھوڑی دیر میں حوریہ کو واپس لے آؤں گا۔چلو شاباش اب اٹھ کر تیار ہو پھر چلتے ہیں" شہریار نے کہا تو مریم نے سر خم کیا جس پر شہریار نے اٹھتے اسے سہارا دیتے کھڑا کیا اور اسے ڈریسنگ روم میں لے گیا۔ "چلو اب تم ریڈی ہو۔میں باہر ہوں دروازہ لاک مت کرنا۔ اور دھیان سے کام کرنا۔اور اب کچھ فضول مت سوچنا میں حوریہ کے سائے پر

بھی انکا سایہ نہیں پڑنے دوں گا" شہریار نے ایک ہی سانس میں کہا تو وہ مسکرائی اور تھوڑا سا اسکے قریب ہوتے اسکی گال پر لب رکھ گئی جس پر شہریار مسکرایا۔"میں نے پہلے کبھی تمھاری کوئی بات ٹالی ہے جو یوں رشوت دے رہی ہو" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔"رشوت نہیں دی بس اپنے شوہر پر پیار آرہا تھا"مریم نے کہا اور اسکے قریب ہوتے اب کی بار اسکی دوسری رخسار پر لب رکھے تو شہریار نے گہری سانس بھری۔"چل بھئی شہریار اب تو کیس جیتنا ہی پڑے گا بیگم نے دگنی رشوت دے دی ہے" شہریار نے گہری سانس بھرتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔"اللہ اللہ سائیں آپ بھی نا"مریم نے اسکے سینے سے سر ٹکاتے ہنستے ہوئے کہا۔"اللہ اللہ سائیں کی جان تمھارے سر کا سائیں ہوں نا"شہریار نے کہا تو وہ پھر ہنس پڑی جس پر اب کی بار شہریار بھی ہنستے اسکا سر چوم گیا۔

"میرا بچہ کچھ نہیں ہوگا حوریہ کہیں نہیں جائے گی" عالمگیر خان نے میشائم کو سینے سے لگاتے کہا جو نم آنکھوں سے حوریہ کو دیکھ رہی تھی جو ماہ دیر کی گود میں تھی۔وہ صبح سے وقفے وقفے سے رو رہی تھی۔اسے اللہ پر یقین تھا پر وہ ماں تھی اپنی اولاد کی دوری کا سوچتے ہی اسکا حال خراب ہو رہا تھا جبکہ یہی حال ماہ دیر کا تھا۔وہ صبح سے اب تک حوریہ کو خود سے لگائے ہوئے تھا جبکہ باقی سب ان دونوں کا حال دیکھ پریشان تھے۔میشائم اور ماہ دیر دونوں جانتے تھے کہ کیس انکے حق میں ہے پر پھر بھی اپنے جگر کے ٹکڑے سے دور ہونے کا خیال ہی انھیں رلا رہا تھا۔میشائم کے علاوہ باقی سب لڑکیاں گھر تھیں جبکہ تمام مرد حضرات کورٹ آئے تھے۔"بابا مجھے ڈر لگ رہا ہے۔اگر وہ میری بیٹی کو لے گیا تو میں کیا کروں گی" میشائم نے بھرائی آواز میں کہا تو عالمگیر خان نے اسکا سر چوما۔"بابا کی جان کچھ نہیں ہوگا۔پریشان نہیں ہوتے" عالمگیر خان نے کہا تو اس نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی کسی کی آواز اسے روک

گئی۔ "میشائم" سب نے اس آواز کے تعاقب میں دیکھا جہاں ارباز خان، جنید خان اور ہاجرہ خان کے ساتھ کھڑا تھا۔ "کیا حال ہے میشائم" ارباز خان نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میرا حال تو ٹھیک ہے پر میری بیٹی کو چھیننے کا سوچنے پر تمھارا حال میں بگاڑنے والی ہوں" میشائم نے نفرت سے اسے دیکھتے کہا تو وہ ہنس پڑا عین اسی وقت اسکی نظر حوریہ پر پڑی جو ماہ دیر کے کندھے پر سر رکھے ہوئے تھی۔ "آہاں تو میری بیٹی بھی آئی ہے" ارباز خان نے میشائم سے نظر ہٹاتے حوریہ کی طرف قدم بڑھائے پر ابھی وہ ایک قدم ہی چلا تھا کہ عامر، ضرار، شہریار اور اسد اسکا رستہ روک گئے۔ "حوریہ سے دور رہنا" عامر نے سپاٹ انداز میں کہا۔ "تو بیچ میں مت آڈاکٹر" ارباز خان نے بدتمیزی کرتے کہا تو اسد نے آگے بڑھتے طیش کے عالم میں اسکا کالر پکڑا۔ "میرے بھائی سے تمیز سے بات کرو ارباز خان۔یہ تمھارا مانسہرہ نہیں ہے جہاں تم جاہلوں کی طرح بولو گے اور کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔یہ راولپنڈی ہے اور یہاں اگر تم نے

میرے بھائیوں کے ساتھ تمیز سے بات نا کی تو میں تمھیں زندہ زمین میں گاڑھ دوں گا۔ میرے بھائیوں سے تلخ لہجے میں بات کرنے والوں کی موت لازم و ملزوم ہو یہ بات میں یقینی بناتا ہوں" اسد نے کہا تو ضرار نے آگے ہوتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا جبکہ ارباز خان نے غصے سے اسے دیکھا۔ "اپنی بکواس بند رکھو لڑکے ورنہ" ارباز خان نے غصے سے کہا تو اسد ہنسا۔ "ورنہ کیا کرے گا ہمیں مارے گا یا عورتوں کی طرح رونے لگے گا کیونکہ سالے تیرے جیسے نامرد یہی کر سکتے ہیں" اسد نے طنزیہ انداز میں پوچھتے سب کو ہنسنے پر مجبور کیا جس پر ارباز کے تن بدن میں آگ لگی تھی جس پر ارباز خان نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اپنے وکیل کی آواز سنتے خاموش ہوا۔ "خان صاحب چلیں" وکیل نے کہا تو ارباز نے ہاں میں سر ہلاتے حوریہ کو دیکھا۔ "دو منٹ رکو" ارباز خان نے کہا تو وہ وکیل واپس جنید خان اور ہاجرہ خان کے پاس چلا گیا۔ "بابا ذان جے دندے بالے انتل ایں انو نے مذے اول ماما تو مالاتا (بابا جان یہ گندے والے

انکل ہیں انھوں نے مجھے اور ماما کو مارا تھا)" حوریہ جو تب سے ارباز خان کو پہچاننے کی کوشش میں تھی اب یاد آنے پر فوراً بولی۔ "جی میری جان یہ گندے انکل ہیں پر آپ پریشان نا ہو اگر اس نے آپکو کچھ کہا تو آپکے بابا جان اس کے ہاتھ توڑ دیں گے" ماہ دیر نے حوریہ کا ماتھا چومتے کہا تو وہ یاہو کا نعرہ لگا گئی جس پر سب مسکرائے جبکہ ارباز خان نے غصے سے حوریہ کو دیکھا۔ "میں گندہ نہیں باپ ہوں تمھارا۔ اور تم ڈاکٹر میری بیٹی مجھے واپس کرنے کو تیار ہو نا" ارباز خان نے حوریہ کو کہتے ماہ دیر کی طرف دیکھتے کہا تو ماہ دیر اور یشائم سمیت سب نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ "میری بیٹی کے ناخن تک کو تم نہیں چھو پاؤ گے۔ اسے لے کر جانا تو بہت دور کی بات ہے" ماہ دیر نے غصے کی زیادتی سے کہا۔ "ہنہ تمھیں لگتا ہے تم آج مجھے روک پاؤ گے۔یہ میرے ساتھ جائے گی اور پھر تم لوگ ترسو گے اسے دیکھنے کو" ارباز خان نے کہا تو ماہ دیر کی پکڑ حوریہ پر مضبوط ہوئی۔ "میں تمھاری جان لے لوں گی اگر تم نے میری

بیٹی کو چھوا بھی تو اور تم کیا ہمیں ترساؤ گے اس سے پہلے ہی میں تمھارا وہ حشر کروں گی کہ تم سانسوں کیلئے ترس جاؤ گے" میشائم نے کہا تو وہ آئی برو اچکاتے اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا۔ "ویسے اگر تم چاہو تو میں ابھی یہ کیس ختم کرسکتا ہوں" ارباز خان نے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب" میشائم نے پوچھا تو وہ خباثت سے مسکرایا۔ "اس سے طلاق لے کر مجھ سے دوبارہ شادی کرلو۔ حلالہ تو ہو ہی چکا ہے" ارباز خان نے کہا تو ان سب کی آنکھیں سرخ ہوئیں جبکہ ماہ دیر کی رگیں تنی تھیں۔ وہ حوریہ کو خود سے دور کیے بغیر اسکی طرف بڑھا اور بغیر کوئی لحاظ کیے اسکے منہ پر پوری قوت سے مکا مارا۔ ماہ دیر نے اس قدر شدید قوت کا استعمال کیا تھا کہ ارباز خان کے دونوں ہونٹ پھٹ گئے تھے جہاں سے اب خون نکلتے اسکی ٹھوڑی بھگو رہا تھا جس پر اس نے فوراً سے رومال نکالتے رکھا جبکہ حوریہ تو اس کی حالت دیکھ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر سب مسکرائے جبکہ ماہ دیر نے اپنی بیٹی کی مسکراہٹ کی نظر

اتاری۔ ”ہنسنا بند کرو“ حوریہ کو یوں ہنستے دیکھ ارباز خان قریباً دھاڑا تھا جس پر حوریہ نے یکدم سہمتے ماہ دیر کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے اسے دیکھا۔ ایک لمحے میں حوریہ نے ہونٹ مڑورے تھے جبکہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو جمع ہوئے جسے دیکھ ماہ دیر تڑپتے اسے سینے میں بھینچ گیا۔ ”بابا۔ ۔ذان۔۔ دندے۔۔ انتل۔۔۔نے۔۔مذے۔۔داتا (بابا جان گندے انکل نے مجھے ڈانٹا)“ حوریہ نے لرزتے کہا تو ماہ دیر نے اسکا سر چوما۔ ”میرا بچہ بابا ابھی گندے انکل کی جان نکالتے ہیں۔ میری گڑیا رونا بند کرو۔ آپ تو بابا کا اچھا بچہ ہونا“ ماہ دیر نے پیار سے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا پھر ہاں میں سر ہلایا۔ ”بابا ذان حولیہ تو اپ شے بوت پال اے (بابا جان حوریہ کو آپکو بہت پیار ہے)“ حوریہ نے اسکی گال پر اپنے ننھے ہاتھ رکھتے کہا۔ ”بابا کی جان مجھے بھی اپنی گڑیا سے بہت پیار ہے“ ماہ دیر نے اس کی ننھی ننھی ہتھیلیوں کو چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر ماہ دیر بھی مسکرایا۔ ”میرا بچہ۔ بابا کی جان کا ٹکڑا۔ بابا

آپکو کہیں نہیں جانے دیں گے اور جو آپکو مجھ سے دور کرے گا تو آپکے بابا جان اسکی جان نکال دیں گے" ماہ دیر نے حوریہ کا ماتھا چومتے ارباز خان کو گھورتے کہا جب کہ حوریہ اس کی بات پر مسکرا دی۔ "ماہ دیر چلو ٹائم ہوگیا ہے" شہریار نے اپنے اسسٹنٹ کی کال آتے دیکھ اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور یشائم کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگاتے باقی سب کے ساتھ اندر کی جانب بڑھا۔ جبکہ ارباز خان بھی انھیں اندر جاتے دیکھ مسکراتے اندر بڑھ گیا۔ اسے یقین تھا یہ کیس وہی جیتے گا پر اسکا یقین بڑی بُری طرح سے ٹوٹنے والا تھا۔

"اسلام علیکم جج صاحب میں کلیم خان ہوں ارباز خان کا وکیل" کلیم نے کھڑے ہوتے اپنا تعارف کرایا جس پر جج نے سر خم کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی شہریار کھڑا ہوا۔ وہ لوگ ابھی آکر بیٹھے تھے اور اب جج کے آتے ہی

اپنا تعارف کرانے لگے۔جج زیادہ بڑا نا تھا بلکہ پینتیس چالیس سال کا تھا۔ ”اسلام علیکم ! جج صاحب میں ایڈوکیٹ شہریار ملک ہوں “ شہریار نے کھڑے ہوتے پروفیشنل انداز میں کہا تو جج نے ہاں میں سرہلایا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو شہریار بھی بیٹھ گیا۔ ”کیس کی سنوائی شروع کریں“ جج نے کہا تو کلیم کھڑا ہوا۔ ”جج صاحب کیس یقیناً آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن میں اسکی وضاحت کردیتا ہوں۔جج صاحب میری کلائنٹ ارباز خان کی بیٹی حوریہ خان، ڈاکٹر ماہ دیر سکندر کے گھر میں اسکی سوتیلی بیٹی بن کر رہ رہی ہے۔ ارباز خان کی سابقہ بیوی مسز یشائم ماہ دیر سکندر دوسری شادی کرچکی ہیں تو اصولاً انھیں چاہیئے تھا کہ حوریہ کو اسکے باپ کو دے دیتی لیکن انھوں نے ایسا نا کیا اور اسے وہیں اپنے دوسرے شوہر کے گھر میں رکھا“ کلیم نے کہا تو جج نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔ اچھا تو آپ کا مطالبہ کیا ہے جج نے سنجیدگی سے پوچھا۔ ”میرا مطالبہ یہی ہے کہ میرے کلائنٹ ارباز خان کو انکی بیٹی یعنی حوریہ

خان واپس کردی جائے۔ وہ ان لوگوں کو حوریہ سے ملنے سے نہیں روکیں گے پر وہ اپنی بیٹی کو یہاں نہیں چھوڑنا چاہتے اور ایک باپ ہونے کی حیثیت سے انکا مطالبہ بلکل ٹھیک ہے آخر کو ایک باپ کیسے اپنی اولاد خاص کر بیٹی کو غیروں میں پلنے دے سکتا ہے"کلیم نے کہا تو جج نے قلم اٹھاتے ایک خالی کاغذ پر کچھ لکھا جس ہر ارباز خان مسکرایا جبکہ ماہ دیر کا کلیجہ منہ کو آیا تھا۔ناجانے جج نے کیا لکھا ہوگا۔ "مسٹر کلیم آپ تشریف رکھیں۔ مسٹر شہریار آپ اپنے کلائنٹ کی صفائی میں کیا کہنا چاہیں گے" جج نے کہا تو کلیم بیٹھ گیا جب کہ شہریار کھڑا ہوا۔ "جج صاحب میں صرف سچ کہنا چاہوں گا" شہریار نے خاصی سنجیدگی سے کہا جس پر جج سٹپٹایا جبکہ لڑکوں کی ہنسی نکلتے نکلتے بچی۔ "جی بولیں" جج نے بامشکل خود کو سنبھالتے کہا۔ "تو کلیم صاحب کی بات تو آپ سن چکے ہیں۔ ان کے مطابق مسز سکندر نے ماہ دیر سکندر سے شادی کرلی اور حوریہ کو وہاں بھی رکھا پر وجہ انھوں نے نہیں بتائی تو وجہ میں بتا دیتا ہوں کیوں کلیم صاحب"

شہریار نے اپنی پشت ہاتھ باندھتے کلیم کو دیکھا جو گھبرایا تھا۔ ”کیسا سچ“ جج نے پوچھا تو شہریار نے اپنے ٹیبل سے ایک فائل اٹھاتے سامنے کھڑے لڑکے کو پکڑائی جو وہ جج صاحب کی طرف بڑھا گیا۔ ”تو جج صاحب اس فائل میں مسز یشائم ماہ دیر سکندر کے ساتھ جو جو ارباز خان نے کیا وہ سب لکھا ہے۔ اور اگر اسکے باوجود آپکو یا ان لوگوں کو لگتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو میں گواہ پیش کرنے کو تیار ہوں“ شہریار نے جج سے کہا جو فائل کو پڑھ رہا تھا۔ اس فائل میں موجود تحریروں اور تصویروں کو دیکھتے جج نے ارباز خان کو دیکھا جو نا جانے کیوں گھبرا سا گیا جبکہ شہریار کی گواہوں والی بات پر اسکا رنگ اڑا تھا۔ ”ارے خان صاحب ابھی تو میں نے گواہوں کا نام لیا ہے تو آپکا رنگ پیلا پڑ گیا ہے جب گواہ پیش کروں گا تو کہیں آپ جہانِ فانی سے کوچ ہی نا کر جائیں“ شہریار نے کہا تو کورٹ میں ایک دم سے سب ہنس پڑے جب کہ جج نے بھی اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔ ”سائلنس“ جج نے کہا تو سب خاموش ہوئے جبکہ ارباز

خان نے کلیم کو کوئی اشارہ کیا جس پر وہ فوراً کھڑا ہوا۔ ”جج صاحب ہم نہیں چاہتے یہ لوگ گواہ پیش کریں۔ آگے ہی ہمارے نوٹس میں لکھی شرط کو یہ نظر انداز کرتے وکیل کھڑا کر چکے ہیں پر اب مزید نہیں“ کلیم نے کہا تو شہریار نے آئی برو اچکائی۔ ”وکیل کھڑا کرنے کا حق سب کو ہے“ جج نے کہا۔ ”جی ہے لیکن یہ نہیں کر سکتے کیونکہ نوٹس میں صاف صاف لکھا ہے“ کلیم نے کہا تو شہریار بیزار ہوا۔ ”کلیم صاحب یہ کوئی جرگہ نہیں ہے جو مقابل پارٹی اپنا وکیل یا گواہ نا پیش کر سکے لہذا چپ کر جائیں کیوں اپنی چھوٹی سی بٹن نوز کٹوانا چاہتے ہیں“ شہریار نے اسکی ناک کو دیکھتے کہا جو خاصی بڑی تھی لیکن اس نے جان بوجھ کر بٹن نوز کہا تھا جس پر سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔ ”مسٹر شہریار نو مور جوکس۔ اپنے گواہان پیش کریں“ جج نے کہا تو اس نے مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلایا اور ضرار کی طرف بڑھا۔ ”ضرار جا اور ان لوگوں کو بلا کر لا۔ زرا خیال رکھیں یہ لوگ بڑے کتے ہیں کچھ نا کچھ کرنے کی کوشش کریں گے پر باہر

میرے چند افسر کھڑے ہیں انھیں ساتھ لے کر جا۔ وہ تجھے یہاں تک آنے والے خفیہ رستے سے لے آئیں گے" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر نکل گیا۔ ارباز خان کی وجہ سے اس نے گواہوں کو اندر نہیں بلایا تھا۔ "چھیلی تاتو اپ تا تل لے ایں (شیری چاچو آپ کیا کر رہے ہیں)" حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میری جان میں ان گندے انکل کو بھگانے کی تیاری کر رہا ہوں" شہریار نے اسکی ناک دباتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "دچم دچم کلیں نا (ڈشم ڈشم کریں نا)" حوریہ نے کہا تو شہریار نے اس کا ماتھا چوما۔ "نہیں میری جان ابھی ڈشم ڈشم نہیں کرنی" شہریار نے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلاتے ماہ دیر کے سینے پر سر رکھا جس پر ماہ دیر اسکا سر چوم گیا۔ "بابا ذان ام دل تب دائیں دے (بابا جان ہم گھر کب جائیں گے)" حوریہ نے پوچھا۔ "بس تھوڑی دیر تک میرا بچہ" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی۔ "شیری گواہان آگئے ہیں" ابھی ان میں سے کوئی بھی مزید کوئی بات کرتا اس سے پہلے ہی ضرار

اندر آتے بولا جس پر شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور جج صاحب کی طرف مڑا۔ ”جج صاحب ہمارے گواہان آگئے ہیں۔ کیا مجھے پیش کرنے کی اجازت ہے“ شہریار نے کہا تو جج نے سر ہلاتے اجازت دی۔ ”تو میرے پہلے گواہ ہیں سوات کے اس پارک کے سیکورٹی گارڈ جس نے ایک ایسا منظر دیکھا جسے ہم سب نا دیکھ سکے اور نا صرف دیکھا تھا بلکہ اسے اپنے کیمرے میں ریکارڈ بھی کیا تھا“ شہریار نے کہا اور ضرار کو اشارہ کیا جس پر اس نے ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو اندر آنے کا اشارہ کیا جو فوراً اندر آیا اور ضرار کو اپنا فون پکڑا گیا جسے اس نے شہریار کو پکڑایا۔ ”جج صاحب اس فون میں ایک ویڈیو ہے جسے دیکھ کر آپ کو اس انسان کا قتل کرنے کا جی چاہے گا“ شہریار نے کہا اور جج کی کرسی کے پاس کھڑے شخص کو فون پکڑایا جس نے اسے پروجیکٹر کے ساتھ لگاتے ویوڈیو پلے کی۔ ویڈیو پلے ہوتے ہی ارباز خان اور حوریہ سامنے آئے۔ ویڈیو میں ارباز خان حوریہ کا ہاتھ تھامتے اسے سڑک کے بیچ وبیچ لا کر کھڑا کر چکا تھا۔

پھر وہ جاتے گاڑی میں بیٹھا اور چند لمحوں بعد حوریہ کو گاڑی مارتے وہاں سے جا چکا تھا۔جبکہ یہ منظر دیکھتے ماہ دیر نے حوریہ کو سینے میں بھینچا جب کہ یشائم نے ماہ دیر کے کندھے میں چہرہ چھپایا۔یہ منظر دیکھ انھیں وہ دن یاد آیا تھا۔حوریہ کا ادھ مرا خون سے نہایا وجود یاد آیا تھا۔جبکہ یہ منظر دیکھ سب کی یہاں تک کہ جج کی آنکھیں بھی نم ہوئیں تھی۔"منظور خان بتاؤ اس دن کیا ہوا تھا" شہریار نے اس گارڈ کو کٹہرے میں کھڑے کرتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"میں قسم کھاتا ہے۔میں جو کہے گا سچ کہے گا۔اس دن ام واں کھڑا اپنا ڈیوٹی کر رہا تھا۔یہ آدمی اس بچی کا باپ کے جانے تک واں کھڑا رہا پھر جب اس کا باپ گئی تو یہ خر کا بچہ اس معصوم بچی کو لے گئی اور اسے زخمی کر گئی دفع ہو گئی خر کا بچہ خبیث انسان معصوم بچی کو زخمی کر گئی" منظور خان نے ارباز خان کو کوستے ہوئے ساری بات جج کو بتائی تو جج نے قلم اٹھاتے کچھ لکھا جسے دیکھ ارباز خان کو اپنا سارا کھیل خراب ہوتا محسوس ہوا۔"جج صاحب" کلیم نے

کھڑے ہوتے کچھ کہنا چاہا پر جج اسکی بات کاٹ گیا۔ "کلیم صاحب آپکو بولنے کا نہیں کہا گیا۔ اگلا گواہ پیش کریں ایڈوکیٹ شہریار" جج نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اگلے ہی پل ایک لڑکی اپنے شوہر کا ہاتھ تھامے بھرپور نقاب کیے اندر داخل ہوئی جسے شہریار نے کٹہرے میں جانے کا کہا۔ "مسز خان پلیز بتائیں سب کچھ" شہریار نے کہا تو اس لڑکی نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میرا نام بانو ہے۔ میں جنید خان اور ہاجرہ خان کے مرحوم بیٹے فہیم خان کی منکوحہ تھی پر اب شیر خان کی بیوی ہوں۔ میں یہاں کھڑی ہوتے قسم کھاتی ہوں کہ میں صرف سچ بولوں گی" بانو نے کہا تو جج نے ہاں میں سر ہلاتے اسے بات جاری رکھنے کا کہا جس پر بانو نے میشائم کو دیکھا جو نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "میشائم پر بچپن سے ان سب نے بہت ظلم کیے۔ پہلے اسے اغواہ کیا پھر اس پر بے تحاشہ ظلم ڈھائے۔ اور اس ظلم کی انتہا بھی ہوئی۔ سترہ سال کی تھی میشائم جب اس جانور نے اسے بے آبرو کیا اور اس سب میں فہیم

خان نے اسکا ساتھ دیا۔ اور اس سے زیادہ ظلم یہ تھا کہ کسی نے کوئی ایکشن نا لیا بلکہ اسے اس جانور سے بیاہ دیا۔ وہ بھی تب جب یہ ماں بننے والی تھی۔ پھر اسکے سسرال والوں کو پتہ لگا کہ وہ حاملہ ہے جس پر اس حیوان صفت انسان کی ماں نے میشائم کو اتنی بُری طرح مارا کہ اسکا بچہ مر گیا لیکن اس شخص نے اقرار نا کیا کہ وہ بچہ اسکا تھا۔ اور پھر اس گھر کے مکینوں نے بھی میشائم کا جینا حرام کر دیا۔ پھر جب حوریہ پیدا ہوئی تو اسے طلاق دے دی" بانو نے کہا تو سب نے نم آنکھوں سے میشائم کو دیکھا جو ماہ دیر کے ساتھ لگی رو رہی تھی جبکہ ماہ دیر نے اسکا ماتھا چومتے اسے ساتھ لگایا۔ "میری جان روتے نہیں ہیں۔ میں ہوں نا۔ وہ سب ماضی تھا اب سب ٹھیک ہے" ماہ دیر نے اسکے سر کو چومتے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ایڈوکیٹ شہریار آپ کا کوئی اور گواہ ہے" جج کی آواز پر سب نے اسے دیکھا۔ "جی جج صاحب ایک آخری گواہ ہے جس نے میشائم پر ہونے والے وہ ظلم بھی دیکھے ہیں جو چار دیواری میں ہوئے ہیں"

شہریار نے کہا تو ضرار ایک سر تا پیر عبائے میں ملبوس لڑکی کو اندر لایا جسے دیکھ ارباز خان کی آنکھیں پھیلیں۔ "زرتاج" ارباز خان کے لبوں میں حرکت ہوئی پر وہ اسے دیکھے بغیر جاتے میشائم کے سر پر ہاتھ رکھ گئی۔ "ہم نے تم کو بہن کہا تھا میشائم۔ اور آج تمھارا بہن تمھیں انصاف دلانے آیا ہے" زرتاج نے اپنی خالص پشتو زبان میں کہا تو میشائم نے تشکر سے اسے دیکھا۔یہی ہستی تھی جسکی وجہ سے اسکی بیٹی آج زندہ تھی۔ "شکریہ زرتاج آپی" میشائم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "کوئی بات نہیں۔ تمھارا بیٹی بہت پیارا ہے۔ اس جیسا خرکا بچے کو نا دینا۔پھولوں کو روندنا حیوانوں کی فطرت ہوتی ہے" زرتاج نے کہا اور جاتے کٹہرے میں کھڑی ہوئی۔ "ہم قسم کھاتا ہے جو کہے گا سچ کہے گا سچ کہے گا۔اس انسان نے اس لڑکی کے ساتھ بہت بُرا کیا ہے۔اسکا بچے کے ساتھ بھی اور اس معصوم جان کے ساتھ بھی۔یہ انسان بہت بُرا ہے۔بانو نے جو بتایا اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔اس انسان نے میرے باپ اور بھائی کا

قتل بھی کر دیا۔یہ اچھا انسان نہیں ہے۔ہم گزارش کرتا ہے اس معصوم بچی کو اس کے ماں باپ سے دور نا کرو۔یہ دو لوگ بہت پیار کرتی ہے اس سے اور یہ شخص صرف میشائم کو پانے کیلئے یہ جھوٹ بول رہی ہے۔آپ خود بھی بیٹی والا ہوگا انکی بیٹی کو دور نا کریں" زرتاج نے کہا تو جج نے کچھ لمحے سوچا پھر اپنے سامنے رکھے کاغذ پر کچھ لکھتے اپنے ساتھ کھڑے آدمی سے کچھ کہا جس نے جج کی بات سنتے شہریار کو دیکھا۔"جج صاحب اس بچی سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ارباز خان، ماہ دیر سکندر اور حوریہ کھڑے ہوتے یہاں آئیں" اس آدمی نے کہا تو ماہ دیر حوریہ سمیت کھڑا ہوا جبکہ ارباز خان بھی کھڑے ہوتے سامنے جاتے کھڑا ہوا۔"گڑیا میری بات سنیں" جج صاحب نے حوریہ کو پکارا جس نے پہلے اسے دیکھا پھر ماہ دیر کو دیکھنے لگی۔"لٹل ہائنس انکل کی بات کا جواب دیں" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو اس نے جج کو دیکھا۔"دی انتل (جی انکل)" حوریہ نے جواب دیا۔"آپ کو کس کس سے پیار ہے" جج کے ساتھ

کھڑے آدمی نے پوچھا تو حوریہ مسکرائی۔ "بابا ذان شے اول ماما شے، آنی شے، تاتو شے، اپھو شے، دادا ذان شے، نانا ذان شے، نانو شے اول بی ذان شے اول واج شت بی (بابا جان سے اور ماما سے، آنی سے، چاچو سے، اپھو سے، دادا جان سے، نانا جان سے، نانو سے اور بی جان سے اور وہاج سے بھی)" حوریہ نے اپنی ننھی ننھی انگلیوں پر گنتے کہا تو سب مسکرائے۔ "اچھا اور سب زیادہ پیار کس سے کرتی ہو آپ" جج نے پوچھا۔ "بابا ذان شے (بابا جان سے)" حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا تو ماہ دیر نے اسکا سر چوما۔ "اچھا اور آپکے بابا جان کون ہیں" جج نے پوچھا۔ "جے میلے شپل مین میلے بابا ذان ایں (یہ میرے شپر مین میرے بابا جان ہیں)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر نے اسے سینے میں بھینچا۔ "اچھا اور اگر ہم آپکو یہ والے انکل کے ساتھ بھیج دیں تو" جج نے ارباز خان کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تو حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھا۔ "بابا ذان مذے نئی دانا (بابا جان مجھے نہیں جانا)" حوریہ نے جلدی سے کہا تو ماہ دیر نے اسکے

ماتھے پر لب رکھے۔ ”بابا کی جان آپ کہیں نہیں جائیں گی۔ ابھی انکل کو جواب دیں“ ماہ دیر نے اسکی گال کو نرمی سے سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”مذے نئی دانا جے انتل دندے ایں انوں نے مذے اول ماما تو مالا تا (مجھے نہیں جانا یہ انکل گندے ہیں انھوں نے مجھے اور ماما کو مارا تھا)“ حوریہ نے کہا تو جج نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کہاں مارا تھا اور کیوں“ جج نے اگلا سوال پوچھا۔ ”ماما تو پھپھل مالا اول پھل بابا ذان ائے اول انے دچم دچم تیا ہاہاہاہا (ماما کو تھپڑ مارا اور پھر بابا جان آئے اور انھیں دشم دشم کیا ہاہاہاہاہا)“ حوریہ نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس دی جس پر سب مسکرائے سوائے ارباز خان کے جو غصے سے کھول رہا تھا۔ ”ٹھیک ہے تو آپ اپنے بابا جان کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں“ جج نے پوچھا۔ ”دی توں تے حولیہ بابا ذان شے پال تلتی اے (جی کیونکہ حوریہ بابا جان سے پیار کرتی ہے)“ حوریہ نے کہا تو ماہ دیر نے اسکا سر چوما۔ ”بابا جان بھی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں بابا کی جان“ ماہ دیر نے کہا تو

وہ مسکرائی اور اسکی گال پر اپنے ننھے ننھے لب رکھ گئی۔جج انھیں دیکھ مسکرایا اور اس آدمی کو کوئی اشارہ کیا۔"آپ لوگ بیٹھ جائیں اب" اس آدمی نے کہا تو سب لوگ اپنی جگہ پر بیٹھے۔"تو جج صاحب اپنا فیصلہ لکھ چکے ہیں اور اب آپ سب کی توجہ اس طرف ہونی چاہیئے" جج کے ساتھ کھڑے آدمی نے ان سب کے بیٹھتے ہی کہا تو سب انکی طرف متوجہ ہوئے جسے دیکھ اس آدمی نے جج کا کاغذ اٹھاتے اسے پکڑایا۔"تو تمام گواہوں اور ثبوتوں کو مدِنظر رکھتے عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ حوریہ خان کی کسٹڈی اب مستقل طور پر مسٹر ماہ دیر سکندر کو دی جاتی ہے۔حوریہ اپنے والدین یعنی ماہ دیر سکندر اور یشائم خان کے سائے میں پرورش پائے گی اور ارباز خان کا حوریہ سے خون کے سوا کوئی رشتہ نہیں رہے گا۔جبکہ جنید خان اور ہاجرہ خان کو یشائم خان کا اغواہ کرنے اور اس پر ظلم کرنے کے جرم میں عمر قید کی سزا سنائی جاتی ہے۔اور ارباز خان کو یشائم خان کے ساتھ کی گئی زیادتی، حوریہ کا ایکسیڈنٹ قتل کی

نیت سے کروانے اور اپنی سابقہ بیوی کے بھائی اور باپ کے قتل کے جرم میں اگلے دو دن میں سزائے موت کا حکم دیا جاتا ہے" جج نے کہتے قلم توڑ دیا۔ فیصلہ ہوگیا تھا۔ یشائم خان اور ماہ دیر سکندر کی بیٹی ان سے نہیں چھینی گئی تھی۔ ارباز خان اور جنید خان کے ساتھ ساتھ فہیم خان کو بھی انکے گناہوں کی سزا مل رہی تھی۔ یشائم خان کے ساتھ انصاف کیا گیا تھا۔ وہ ماضی کے پنوں میں مظلوم ضرور تھی پر اب یشائم خان سرخرو تھی۔ شہریار جج کا فیصلہ سنتے گہری سانس بھرتے مسکرایا اور پولیس والوں کو اشارہ کیا جو ان تینوں کو کھینچتے لگ گئے جبکہ وہ خود ماہ دیر کی طرف بڑھا۔ جو جج کا فیصلہ سنتے وہیں سجدے میں گرتے بچوں کی مانند رو رہا تھا۔ وہ مشہور کارڈیالوجسٹ اپنی سوتیلی بیٹی کا کسٹڈی کیس جیتنے پر رو رہا تھا۔ اسکی بیٹی اس سے نہیں چھینی گئی تھی۔ وہ دنیا کا پہلا باپ تھا جو اپنی بیٹی کو واپس پا کر عدالت میں سجدے میں گرے رو رہا تھا جبکہ باقی سب اسے نم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ حوریہ ان سب

کے برعکس پریشانی سے کبھی اسے تو کبھی میشائم کو دیکھ رہی تھی جو اسے خود میں بھینچے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ "ماہ دیر میشائم بچوں بس" خلیل صاحب نے ان دونوں کو دیکھتے کہا جو بچوں کی مانند رو رہے تھے۔ "بابا ذان ماما تا اوا (بابا جان ماما کیا ہوا)" حوریہ نے پریشان ہوتے پوچھا جس پر ان دونوں نے اسے دیکھا جو میشائم کی گود میں بیٹھی پریشانی سے انھیں دیکھ رہی تھی۔ میشائم نے اسے مزید خود میں بھینچا جبکہ ماہ دیر نے اوپر اٹھتے ان دونوں کے گرد حصار باندھا اور ان کا سر چوما۔ "اب میری بیٹی کو مجھ سے کوئی دور نہیں کر سکتا" ماہ دیر نے کہا تو سب مسکرائے۔ "ہاں بیٹا۔ اور یہ بات خوشی کی ہے یوں رو کیوں رہے ہو" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ماموں جان خوشی ہی اتنی ہی کہ آنسو نہیں رک رہے" ماہ دیر نے کہا تو سب مسکرائے۔ "اچھا لیکن پھر بھی اب رونا بند کرو دیکھو حوریہ کیسے پریشان ہو رہی ہے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے حوریہ کو میشائم سے پکڑتے اپنے

سینے سے لگایا۔ "کیا ہوا میرا بچہ" اس نے پیار سے پوچھا۔ "بابا ذان اپ اول ماما توں لو لے ایں (بابا جان آپ اور ماما کیوں رو رہے ہیں)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "بس ایسے ہی میں بہت خوش ہوں نا اس لیے مجھے رونا آرہا ہے کیونکہ اب کوئی گندے انکل آپکو مجھ سے یا آپکی ماما سے دور نہیں کر پائیں گے" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کا چہرہ کھلا جس پر اس نے فوراً یاہو کا نعرہ لگایا جس پر سب مسکرائے۔ "چلو بھئی اب بس بہت ہوگیا رونا دھونا۔ چلو گھر چلیں بچیاں اور باقی سب پریشان ہورہے ہیں" عالمگیر خان نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر کی جانب بڑھ گئے۔ باہر آتے ہی انھیں سامنے کلیم نظر آیا جسے دیکھ شہریار مسکراتے اسکی طرف بڑھا۔ "مبارک ہو کلیم صاحب آپ کیس جیت گئے" شہریار نے کہا تو سب نے مسکراہٹ دبائی جبکہ کلیم کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا اور وہ بغیر کچھ بولے وہاں سے نکل گیا جس پر وہ

سب قہقہہ لگاتے سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھے اور خلیل صاحب کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

"میں آج بہت خوش ہوں دِیر" میشائم نے اسکے کندھے پر سر ٹکاتے کہا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جبکہ حوریہ میشائم کی گود میں سو رہی تھی۔ "میں بھی بہت خوش ہوں۔ بلآخر ہماری بیٹی ہماری ہوئی۔ اب کوئی ہم سے ہماری بیٹی کو نہیں چھین سکتا" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو میشائم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتے ہیں آج میں بہت ڈر گئی تھی" میشائم نے کہا تو اس نے اس کے گرد حصار مضبوط کیا۔ "میں بھی۔ مجھے لگا جیسے آج میں حوریہ کو کھو دوں گا" ماہ دیر نے ایک نظر حوریہ کو دیکھتے پھر سے سڑک پر نظر جماتے کہا۔ "مجھے بھی یہی لگ رہا تھا پر شہریار بھائی نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ انھوں نے ہماری بچی کو کہیں نہیں جانے دیا" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اس نے آج

مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے جس کیلئے میں آخری سانس تک اسکا شکر گزار رہوں گا۔ اس نے میرے جگر کے ٹکڑے کو مجھ سے جدا نہیں ہونے دیا ورنہ میں جیتے جی مر جاتا" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے تھوڑا سا چہرہ اٹھاتے اسکی گال پر لب رکھے۔ "ایسا نا کہا کریں۔آپ میرا عشق ہے آپ ایسے کہتے تو میرا دل لرز جاتا ہے" یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آئی ایم سوری اب ایسا کبھی نہی کہوں گا" ماہ دیر کی بات پر وہ پرسکون ہوئی۔ "میری ایک بات مانیں گے" یشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "آج تک کبھی کوئی بات ٹالی ہے" ماہ دیر نے جواباً سوال کیا تو وہ ہنس پڑی۔ "آپ ایسے کہتے ہیں تو میرا دل کرتا ہے میں سب کچھ بھول کر آپ کو پیار کروں" یشائم نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ "اب اگر ایسی باتیں کرنے سے یہ شرف ملے گا تو کیا ہی چاہیئے" ماہ دیر نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس دی۔ "اچھا اب میری بات سنیں" یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "دِیر آپی سے بات کریں۔انھیں سمجھائیں کہ خود کے ساتھ

ایسا نا کریں۔کل رات مجھے مریم کی کال آئی تھی جانتے ہیں وہ بتا رہی تھی کہ اس نے عامر بھائی سے سنا ہے کہ آپی نے رونا چھوڑ دیا ہے۔دِیر یہ اچھا نہیں ہے۔ایسے وہ خود کو ڈپریشن میں مبتلا کرلیں گی اور تو اور عامر بھائی تہجد کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ انھیں تقریباً روز ہی بخار چڑھا ہوتا ہے۔آپ جانتے ہیں آج بھی انھیں بخار تھا" میشائم نے کہا تو وہ پریشان ہوا جبکہ اسکے ذہن فوراً ثانیہ اور عامر کی جانب گیا۔وہ صحیح کہہ رہی تھی ثانیہ اب روتی نہیں تھی۔اس نے اسے روتے نہیں دیکھا تھا جبکہ عامر بھی پہلے سے اسے کمزور کمزور لگ رہا تھا۔"میں کرتا ہوں بات ثانیہ اور عامر دونوں سے۔تم پریشان نا ہو۔میں جانتا ہوں یہ دونوں علیحدگی نہیں چاہتے پر ایسے دور رہ کر خود کو اذیت دینا کہاں کی عقلمندی ہے" ماہ دیر نے پریشانی سے کہا۔"ہاں جی یہی تو۔آپ آپی سے بات کریں وہ خود کے ساتھ ظلم کررہی ہیں۔مریم بتا رہی تھی کہ اماں سائیں آج آپی سے بات کریں گی" میشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر

ہلایا۔ ”اللہ کرے گڑیا اماں سائیں کی بات مان لے“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے آمین کہا۔ ”اچھا ایک اور بات یاد آئی مجھے بتاؤں“ میشائم نے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا۔ ”بولو میرا بچہ کونسی بات“ ماہ دیر نے پیار سے اسکی ناک دباتے پوچھا۔ ”دِیر آپ جانتے ہیں آج اماں سائیں اسد بھائی اور عائشہ آپی کی شادی کی تاریخ رکھنے کی بات کرنے والی ہیں۔ وہ آپی اور عامر بھائی کی شادی کی بھی رکھنا چاہتی تھیں پر پھر انھوں نے کینسل کردیا کیونکہ ابھی وہ دونوں ہی آپس میں صحیح نہیں ہورہے تو شادی کیسے رکھیں اس لیے ابھی عائشہ اور اسد بھائی کی ہوگی۔ اور مزے کی بات یہ بات بس اماں سائیں نے شہریار بھائی، عامر بھائی اور مریم کو بتائی ہے اور مریم نے مجھے۔ اسد بھائی بھی اس بات سے ابھی انجان ہیں“ میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”چلو ماشاءاللہ اچھی بات ہے۔ اللہ کرے سب کچھ بخیر و عافیت ہو“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے آمین دی۔ ”تمھیں بھوک لگ رہی ہے؟ کچھ کھانا ہے؟“ ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”نہیں

ابھی ضرار بھائی نے مجھے جوس اور ساتھ کیک لا دیا تھا تو ابھی نہیں" میشائم نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا جبکہ میشائم حوریہ کو ساتھ لگائے اسکے کندھے پر سر رکھے آنکھیں موند گئی۔وہ آج کافی تھک گئی تھی پر اب پرسکون تھی۔اسکی بیٹی کو اب اس سے کوئی نہیں چھین سکتا تھا اس سے زیادہ سکون کیا تھا جبکہ یہی حال ماہ دیر کا تھا۔

"اپیہ کسی نے فون اٹھایا" مہرماہ نے ثانیہ کو دیکھتے کہا جو کافی دیر سے سب کے نمبر پر کال ملا رہی تھی پر کوئی بھی کال نہیں اٹھا رہا تھا جس پر وہ سب پریشان تھیں۔جبکہ مریم مہرماہ اور عائشہ سب ہی اپنے اپنے شوہر کو کال ملا چکی تھیں پر ان لوگوں نے بھی نہیں اٹھائی تھی۔"نہیں مہرو کسی نے نہیں اٹھائی۔مجھے پریشانی ہورہی ہے اب" ثانیہ نے کہا تو سب کی پریشانی میں اضافہ ہوا۔"آپی آپ عامر بھائی کو کال کریں۔مجھے یقین ہے وہ ضرور آپ کی کال اٹھائیں گے"

مریم نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "ہاں ثانیہ عامر بھائی کو کال کرو" عائشہ نے بھی کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور عامر کا نمبر ملا گئی جو کہ پہلی ہی باری میں اٹھا لیا گیا۔ "میں قربان جاؤں میں میری دلبر نے مجھے خود کال کی ہے سب خیریت" کال اٹھاتے ہی عامر کی شوخ سی آواز اس کے کانوں میں پڑی جس پر اس نے گہری سانس بھری۔ "کہاں ہیں آپ" ثانیہ نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے پوچھا۔ "کیوں میری بیگم مجھے مس کر رہی ہیں" عامر ہنوز شوخ انداز میں بولا۔ "میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے شاید۔ اگر جواب دینا ہے تو ٹھیک ورنہ میں کال کاٹنے لگی ہوں" ثانیہ نے کہا تو عامر فوراً سیدھا۔ "جان مذاق کر رہا ہوں۔ کال نہیں کاٹنا۔ اچھا بتائیں کیا پوچھ رہی تھیں" عامر نے جلدی سے پوچھا۔ "میں پوچھ رہی تھی کہ کہاں ہیں آپ سب۔ ہم کافی دیر سے سب کو کالز کر رہے ہیں لیکن کوئی کال نہیں اٹھا رہا۔ ہمیں اتنی پریشانی ہو رہی ہے۔ پلیز بتائیں حور یہ کہاں ہے اور کیس کا کیا بنا" ثانیہ نے ایک ہی سانس میں اتنے

سارے سوال پوچھے تو وہ مسکرایا۔ "بیٹو سانس لیں میں بتاتا ہوں سب" عامر نے پیار سے کہا۔ "بتائیں" ثانیہ نے کہا۔ "اچھا تو میں اور باقی سب ہم بس گھر ہی آرہے ہیں۔ اور کال شاید اس لیے نہیں اٹھائی کیونکہ سب ہی ڈرائیونگ کررہے ہیں۔ اور حوریہ اپنے ماما بابا کے ساتھ گھر ہی آرہی ہے۔ اور آپکو بہت مبارک ہو ہم کیس جیت گئے ہیں ہماری حوریہ کہیں نہی جائے گی اور اس سے زیادہ اچھا یہ کہ ارباز خان پرسوں سولی کے تختے پر لٹک جائے گا۔ اس نے جتنے گناہ کیے ہیں اسکا فیصلہ کرتے جج قلم توڑ چکا ہے اور جنید خان اور اسکی بیوی کو تا عمر قید ہوگئی ہے" عامر نے اس کے سارے سوالوں کا جواب دیا تو ثانیہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ ہم کیس جیت گئے ہیں" ثانیہ نے بے یقینی سے پوچھا۔ "جی میرا بچہ جیت گئے ہیں" عامر نے کہا تو ثانیہ کا چہرہ کھلا۔ "آپ سچ کہہ رہے ہیں نا" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "جی میرا بچہ ایک دم سچ" عامر نے پیار سے رہا ہے۔ "ٹھیک ہے شکریہ۔ خدا

حافظ۔جلدی آئیے گا" ثانیہ نے جلدی سے کہا اور کال بند کرتے ان سب کی طرف مڑی جو اسے ہی دیکھ رہے تھے۔"کیا ہوا اپیہ؟ عامر بھائی نے کیا بتایا" اس کے مُڑتے ہی مہرماہ نے پوچھا۔"ہم کیس جیت گئے ہیں حوریہ گھر آرہی ہے" ثانیہ نے کہا تو ان تینوں کا بھی چہرہ کھل اٹھا جبکہ گیسٹ روم سے نکلتیں شاہجہاں بیگم، فردوس بیگم، تنزیل بیگم اور فہمیدہ خان کے چہروں پر بھی خوشی نمایاں ہوئی۔"بچے کس نے بتایا تم لوگوں کو" فہمیدہ خان نے پوچھا۔"آنٹی ثانیہ نے ابھی عامر بھائی کو کال کی تھی انھوں نے ہی بتایا ہے" جواب عائشہ نے دیا جس پر سب نے مسکراتے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔"مبارک ہو سب کو بہت" تنزیل بیگم نے کہا تو ان سب نے مسکراتے انھیں جواب دیا۔"ماما وہاج سو رہا ہے نا ابھی" مہرماہ نے فردوس بیگم سے پوچھا جنکی گود میں وہاج سورہا تھا۔"ہاں بچے سورہا ہے پریشان نا ہو" فردوس بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا عین اسی وقت انکی نظر شاہجہاں بیگم پر پڑی جو ثانیہ کو دیکھ

رہی تھی تھیں۔ ”اماں سائیں کیا ہوا“ مہرماہ نے پوچھا تو شاہجہاں بیگم نے اسے دیکھا پھر ثانیہ کو دیکھنے لگیں۔ ”کچھ نہیں بچے۔ثانیہ بیٹا کیا دو منٹ میری بات سن سکتی ہو“ شاہ جہاں بیگم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شاہجہاں بیگم نے اسے گیسٹ روم میں آنے کا کہا تو وہ انکے ساتھ اندر کمرے میں گئی جبکہ باقی سب نے انھیں دیکھا۔ سب ہی جانتے تھے کہ شاہجہاں بیگم کو ثانیہ سے کیا بات کرنی ہے۔ ابھی سب اسی طرف دیکھ رہے تھے جب انھیں وہاج کے رونے کی آواز آئی جس پر سب نے اسے دیکھا جو جاگتے رونے لگا تھا۔ ”مہر بچے ! یہ وہاج کو پکڑو رو رہا ہے“ وہاج کو یوں روتے دیکھ فردوس بیگم نے اسے کہا تو وہ فوراً مریم کے پاس سے اٹھتے انکے پاس آئی اور انکی گود سے وہاج کو پکڑتے اپنے ساتھ لگا گئی جو اسکے پاس جاتے ہی خاموش ہوا۔ ”کیا ہوا میرا بچہ۔ رو کیوں رہا ہے ماما کا بیٹا“ مہرماہ نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے پوچھا جو اپنی نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”کیا ہوگیا ماما کے وہاج کو“ مہرماہ نے

اسکی آنکھوں کو نرمی سے صاف کرتے پوچھا پھر اسے ساتھ لگاتے ہلکا ہلکا تھپکنے لگی جس پر وہاج بھی خاموشی سے اسکے ساتھ لگ گیا۔ "میرا پیارا بیٹا" مہرماہ نے اس کا ننھا سا ہاتھ چومتے کہا تو سب ہی مسکرائے۔ کسی نے سوچا تک نا تھا کہ بچوں جیسی مہرماہ یوں اتنی بڑی ذمہ داری کو اتنے اچھے طریقے سے نبھا سکتی ہے۔ وہ جس طرح سے وہاج کو پیار کرتی تھی۔ جس طرح اسے سنبھالتی تھی۔ ایسا لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ اسکی سگی اولاد نہیں ہے۔ "مہر تم ایک بہت اچھی ماں ہو" مریم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ہاں واقعی مہر تم جس طرح وہاج سے پیار کرتی ہو ایسا لگتا ہے جیسے یہ تمھارا اپنا بیٹا ہو" عائشہ نے بھی وہاج کو دیکھتے کہا۔ "آپی یہ میرا ہی بیٹا ہے۔ میرا شہزادہ جس سے اسکی ماما بہت پیار کرتی ہیں" مہرماہ نے کہا تو سب مسکرائے اور انھیں دعا دی۔ "جی آپکو کیا بات کرنی ہے" دوسری طرف ثانیہ نے شاہجہاں بیگم کے بیٹھتے ہی پوچھا تو انھوں نے اسے دیکھا۔ "بچے بیٹھو بتاتی ہوں" شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ ہاں

میں سرہلاتے بیڈ پر ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ ”ثانیہ بیٹا کیا سوچا ہے تم نے“ شاہجہاں بیگم نے پوچھا تو اس نے نا سمجھی سے انھیں دیکھا۔ ”کیا مطلب کیا سوچا ہے اور کس بارے میں“ ثانیہ نے پوچھا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ ”اپنے اور عامر کے بارے میں“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے نظریں جھکائیں اور بیڈ شیٹ سے ناخن کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔ ”کیا سوچوں“ ثانیہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ ”اپنے رشتے کا سوچو۔ بیٹا وہ بہت شرمندہ ہے۔ اور تم سے بہت محبت کرتا ہے۔ اور تم بھی اس سے محبت کرتی ہو اس بات سے سبھی لوگ واقف ہیں اور میں مانتی ہوں عامر نے غلط کیا پر بچے رشتوں کو یوں ختم نہیں کیا جاتا۔ اور میاں بیوی کا رشتہ تو بڑا انمول ہے۔ یہ ایسے ہی نہیں ختم ہوجاتا خاص کر تب جب دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں۔ میں مانتی ہوں تم اب توبہ کرچکی ہو پر بچے جو گناہ ہم نے ماضی میں کیے ہوتے ہیں انکا کفارہ زندگی کے کسی نا کسی موڑ پر ادا کرنا پڑتا

ہے۔ مکافاتِ عمل تو ایک کبھی نا رکنے والا سلسلہ ہے جس نے جو کیا اس نے اسکا خمیازہ بھگتنا بھی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ غلطی تمھاری تھی۔ میں عامر سے سب جان چکی ہوں پر بیٹا اب بس کرو۔ ایسے ناراض رہنے سے تم دونوں کے درمیان صرف فاصلہ آئے گا جو تم لوگوں کی محبت کو چپکے سے قتل کردے گا اور تمھیں اندازہ بھی نہیں ہوگا" شاہجہاں بیگم نے کہا تو ثانیہ نے چہرہ اٹھاتے انھیں دیکھا۔ "اور جو میرے دل کا قتل ہوا ہے اسکا کیا۔ میں نے عامر پر کتنا بھروسہ کیا پر انھوں نے ایک پل میں میرا یقین توڑ دیا مجھے توڑ دیا۔ ٹھیک ہے مانتی ہوں یہ میرے گناہوں کی سزا ہے پر سزائیں بھی اتنی سنگین نہیں ہوتی۔ قاتل کی بھی ایک آخری دلیل سنی جاتی ہے پر میری نہیں سنی گئی۔ آپ جانتی ہیں اگر یہ سزا مجھے دنیا کے کسی دوسرے انسان کی طرف سے ملی ہوتی تو مجھے دکھ نا ہوتا پر عامر وہ تو میری کل کائنات تھے نا اور انھوں نے ہی مجھے ایسی سزا دی کہ میں اکیلی ہوگئی۔ میں چاہ کر بھی انھیں معاف نہیں کر

پارہی حلانکہ وہ میرے من پسند مرد ہیں پر نہیں کر پارہی۔دل میں ایک ڈر سا بیٹھ گیا ہے۔جسے میں چاہ کر بھی نہیں نکال پا رہی" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا۔ثانیہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سی ویرانی تھی جسے دیکھ شاہجہاں بیگم کو اس پر ترس آیا۔وہ جانتی تھیں انکے دونوں پوتوں نے اسکے ساتھ زیادتی کی ہے۔ایک نے ماضی کی بنیاد پر اسے ذلیل کرکے تو دوسرے نے ماضی پر یقین کرکے اسکا اعتبار توڑتے۔جبکہ وہ نازک لڑکی عامر کیلئے خود کو سرتاپیر بدل چکی تھی۔وہ ڈوپٹے سے بھی کھار کھانے والی لڑکی اپنے شوہر کی خاطر عبایا پہننے لگی تھی۔"بچے یہاں آؤ" شاہجہاں بیگم نے اپنی بازو واء کرتے اسے پکارا تو ثانیہ نے انھیں دیکھا پر اپنی جگہ سے نا ہلی۔"ثانیہ بیٹا یہاں آؤ" شاہجہاں بیگم نے دوبارہ کہا تو وہ اب کی بار انکے قریب کھسکی اور کچھ جھجکتے انکے ساتھ لگی جس پر شاہجہاں بیگم نے اسکے گرد حصار باندھتے اسکے بال سہلائے۔"بچے میں جانتی ہوں ان لوگوں نے بہت غلط کیا تمھارے ساتھ پر کب تک یوں رہو گی۔تم

دونوں ہی طلاق نہیں چاہتے اور ساتھ بھی نہیں رہ رہے۔ ایسا کب تک چلے گا گڑیا۔ سب اپنی زندگی میں خوش ہیں یہاں تک کہ شہریار بھی تو کیوں تم دونوں اپنے آپ کو سزا دے رہے ہو" شاہجہاں بیگم نے کہا تو ثانیہ نے کسی ننھے بچے کی طرح انکا ڈوپٹہ مٹھی میں جکڑا۔ "یہی تو اماں سائیں شہریار اپنی زندگی میں خوش ہیں پھر بھی انھوں نے میری زندگی برباد کردی۔ عامر سب باتوں سے واقف تھے پھر بھی انھوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ آپ جانتی ہیں ہم جب تک سوات میں تھے سب بہت پیارا تھا بلکل کسی فیری ٹیل کی طرح پر یہاں آئی تو میری فیری ٹیل جیسی دنیا حقیقت کا سامنا کرتے ایک جھٹکے میں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئی۔ بہت درد ہوتا ہے یہ سوچ کر کہ جس انسان کو زندگی کی طرح چاہا اسی انسان نے مجھ پر زندگی تنگ کردی" ثانیہ نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے اسکے سر پر لب رکھے۔ ثانیہ نے اب کی بار انھیں اماں سائیں کہا تھا جس پر وہ مسکرائیں تھی۔ "میرا بچہ کچھ نہیں ٹوٹا تھوڑی دیر کیلئے بس آنکھوں سے

او جھل ہوگیا تھا پر اب سب ٹھیک ہورہا ہے عامر شرمندہ ہے۔وہ اپنا رشتہ بچانا چاہتا ہے تم بیشک اسے معاف نا کرو پر اگر تم یہ رشتہ رکھنا چاہتی ہو تو اسکا ساتھ دے دو۔اور جتنا غم دل میں سمیٹ کر بیٹھی ہو اسے اپنے شوہر کے حصار میں بہا دو" شاہجہاں بیگم نے کہا تو ثانیہ نے انھیں دیکھا۔"آپکو ایک بات بتاتی ہوں شاید آپکو ہنسی آئے پر مجھے اب رونا نہیں آتا۔ان بیس پچیس دنوں میں صرف دو بار روئی ہوں میں اسکے بعد آنکھوں سے آنسو یوں بند ہوگئے گویا آنکھیں خشک ہوگئی ہوں۔پہلے بات بات پر رو دیتی تھی پر اب چاہ کر بھی آنسو نہیں نکلتے شاید میرا دل مردہ ہوگیا ہے" ثانیہ نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے تڑپ کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔اس عمر میں وہ کس قدر اذیت سے بھری باتیں کررہی تھی۔بے ساختہ انھیں خوف آیا۔ثانیہ کی حالت سے انھیں اتنا اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ ذہنی تناؤ کا شکار ہوتی جارہی ہے اور اگر یہی سب چلتا رہا تو وہ خود کو بیمار کرلے گی۔وہ آنسو نہیں بہاتی تھی مطلب اسکا دماغ اس بات کو قبول

کرچکا تھا کہ وہ اب تنہا رہ گئی ہے۔ ”ثانیہ بیٹا ایسے نہیں کہتے۔ اللہ نا کریں تمھارا دل مردہ ہو۔ سب ٹھیک ہوجائے گا بچے“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ کھوکھلا سا مسکرائی۔ ”نہیں ہوتا ٹھیک اماں سائیں۔ کچھ بھی کبھی ٹھیک نہیں ہوتا بس ہم اسکے ساتھ جینا سیکھ لیتے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ میں بھی اس اذیت کے ساتھ جینا سیکھ لوں ورنہ میرے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔یقین کریں کبھی کبھی دل کرتا ہے ایک آدھ رگ پھٹ کر میری سانسیں نوچ لے پر پھر توبہ کرلیتی ہوں کیونکہ خود کیلئے اذیت مانگنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات ناراض ہوتی ہے“ ثانیہ نے بے بسی سے کہا تو اسکا ماتھا چومتے اسے واپس اپنے ساتھ لگا گئیں۔ ”بس گڑیا ایسے نہیں کہتے۔ غلط بات ہوتی ہے تم تو سمجھدار ہو تو پھر بھلا ایسے مایوس کیوں ہورہی ہو۔غلط بات بچے۔ایسے نہیں کہتے۔اگر تم کہو گی تو میں عامر کے کان کھینچوں گی بلکہ اسے مرغا بنا دوں گی بس خود کے ساتھ یوں نا کرو گڑیا۔ایسے بیمار ہوجاؤ گی“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا جو

تب سے اسے پیار کر رہی تھیں۔ ”آپ میری اتنی فکر کیوں کر رہی ہیں۔ آپ کے پوتے کے ساتھ میں نے اتنا بُرا کیا تھا پھر بھی آپ مجھ سے یوں شفقت سے پیش آ رہی ہیں“ ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرائیں اور اسکے ماتھے کو چوما۔ ”کیوں کہ مجھے میرے پوتے سے زیادہ تم عزیز ہو۔ تمھاری وجہ سے عامر ہمیں واپس ملا ہے بھلا تمھیں پیار کیوں نا کروں“ شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ ”میری وجہ سے کیسے؟“ ثانیہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔ ”تمھارے نصیب عامر کے نصیبوں سے جڑے تبھی اللہ پاک نے اسکی مشکلات آسان کیں اور تبھی وہ ہمارے پاس آیا ورنہ یقیناً وہ ہمیشہ وہی الجھا رہتا“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے کچھ نا کہا۔ ”اچھا اسے چھوڑو مجھے یہ بتاؤ کیا تم میری ایک بات مان سکتی ہو“ شاہجہاں بیگم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ ”جی آپ حکم کریں ایسے پوچھیں نا“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائیں۔ ”خود کو اذیت دینا بند کردو ثانیہ۔ اور کوشش کرو اپنا رشتہ صحیح کرنے

کی۔میں یہ نہیں کہوں گی کہ عامر کو معاف کردو پر اپنے دل میں موجود اسکی محبت پر جو گرد جمی ہے اسے زرا سا ہٹا کر سوچو کہ کیا تم اسکے بغیر رہ سکتی ہو"

شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور انکے کندھے میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گئی جس پر انھوں نے اسکا سر چوما اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگیں۔اس حرکت پر وہ انھیں کوئی معصوم بچہ لگی تھی جو کسی بھی بات پر دکھی ہوتے ہی ماں کی آغوش میں چھپ جاتا ہے۔

"اپو واج اب بندل دیسا نئی لتا۔اب پالا لتا اے (اپھو وہاج اب بندر جیسا نہیں لگتا۔اب پیارا لگتا ہے)" حوریہ نے مہرماہ کی گود میں لیٹے وہاج کی گال چومتے کہا تو سب ہنس پڑے۔ان لوگوں کو گھر آئے دو گھنٹے ہو گئے تھے اور ان دو گھنٹوں میں سب نے باری باری حوریہ کو بے حد پیار کیا تھا۔جس پر حوریہ صرف کھلکھلا کر ہنستی رہی اور سب اسکی نظر اتارتے رہے۔اب حوریہ ان

سب کا پیار بٹورتے اپنا پیار اپنے چھوٹے بھائی پر لٹا رہی تھی جو مہرماہ کی گود میں لیٹا ٹکر ٹکر اسے دیکھ رہا تھا۔ "اچھا جی اب میری گڑیا کو وہاج پیارا لگتا ہے" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے پھر سے وہاج کی گال کو چوما تو سب ہنس پڑے۔ "اپو واج تو جئی چھول دائیں نا جے اتا پالا اے (اپھو وہاج کو یہیں چھوڑ جائیں نا۔یہ اتنا پیارا ہے)" حوریہ نے کہا تو مہرماہ سمیت سب مسکرائے۔ "میری جان ابھی وہاج چھوٹا ہے تو میں اسے یہاں نہیں چھوڑ سکتی۔جب بڑا ہوگا پھر چھوڑا کروں گی" مہرماہ نے کہا تو حوریہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اتا لیتن ابی توں نئی (اچھا لیکن ابھی کیوں نہیں)" حوریہ نے وہاج کے ننھے ست ہاتھ میں اپنی چھوٹی سی انگلی پکڑاتے مہرماہ سے پوچھا۔ "کیونکہ ابھی وہ چھوٹا ہے نا اور اسے اپنی ماما چاہیے تو اگر اسکی ماما نہیں ہونگی تو پھر وہ روئے گا" جواب میشائم نے دیا تھا۔ "می اش تو بالو دوں دی پھل نئی لوئے دا (میں اس کو بھالو دوں گی پھر نہیں روئے گا)"

حوریہ نے کہا تو سب ہنسے۔ "میرا بچہ ابھی اسے بھالو نہیں صرف اپنے ماما بابا چاہیئے" خلیل صاحب نے کہا تو حوریہ نے منہ بناتے وہاج کو دیکھا۔ "اللہ اللہ بوت نتے ایں اش تے (اللہ اللہ بہت نکھرے ہیں اسکے)" حوریہ نے کہتے سب کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا۔ "اللہ اللہ حور کہاں سے سیکھتی ہو اتنی باتیں" مریم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تھد ای آتی ایں حولیہ شمند دال اے (خود ہی آتی ہیں۔ حوریہ سمجھدار ہے)" حوریہ نے کہا تو سب پھر ہنس پڑے جب کہ ماہ دیر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اٹھتے حوریہ کو گود میں اٹھاتے اپنے سینے سے لگا گیا۔ "میرا بچہ اتنی باتیں نہیں کرتے نظر لگ جائے گی میرے بیٹے کو" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔ "نئی لتی بابا ذان اپ ایت التر شی پل تل حولیہ پل فونت مالتے ایں نا (نہیں لگتی بابا جان آپ آیت الکرسی پڑھ کر حوریہ پر پھونک مارتے ہیں نا)" حوریہ نے پوچھا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھل نئی لدے دی (پھر نہیں لگے گی)" حوریہ نے مسکراتے کہا

تو وہ مسکرایا۔ ”اللہ نا کرے میری بیٹی کو کسی کی نظر لگے“ ماہ دیر نے کہا تو وہ اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ ”بابا ذان تام این جیلی دیتنے ایں (بابا جان ٹام اینڈ جیری دیکھنے ہیں)“ حوریہ نے اسے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ملازمہ کو آواز دیتے حوریہ کو اس کے ساتھ بھیجا جس پر وہ حوریہ کو گود میں اٹھاتے اوپر اسکے پلے روم کی طرف بڑھ گئی جبکہ باقی سب نے حوریہ کی دل میں نظر اتاری جو ٹام اینڈ جیری دیکھنے کو ایکسایٹڈ ہوئی تھی۔ ”بچوں مجھے کچھ بات کرنی ہے“ حوریہ کے جاتے ہی شاہ جہاں بیگم بولیں۔ ”جی اماں سائیں حکم کریں“ دراب صاحب نے انکی بات کا جواب دیا جبکہ باقی سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تنزیل بیٹا میں آج عائشہ کو ہمیشہ کیلئے اپنے گھر کی بیٹی بنانے کی بات کرنا چاہتی ہوں“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ اسد جو عامر کے کندھے پر سر رکھے بیٹھا عائشہ کو نہار رہا تھا یکدم ہی سیدھا ہوا۔ ”کیا کہا اماں سائیں دوبارہ کہیں۔ میں خواب تو نہیں دیکھ رہا کہیں۔ بھائی چٹکی کاٹیں زرا مجھے“ اسد نے

خوشی سے پاگل ہوتے کہا تو سب نے اسے دیکھا جبکہ شہریار نے مسکراہٹ دباتے اسد کی بازو پر چٹکی کاٹی جس پر وہ چلایا۔ "آہہ ماما ! ! بھائی یار میں نے آرام سے چٹکی کانٹے کا کہا تھا اتنی زور سے کون چٹکی کاٹتا ہے" اسد نے اسے دیکھتے کہا تو سب ہنس پڑے۔ "تم نے کہا کہ بھائی مجھے چٹکی کاٹیں یہ نہیں بتایا تھا کہ زور سے یا آرام سے" شہریار نے کندھے اچکاتے کہا تو اسد نے رونی صورت بناتے عامر کو دیکھا جس نے اسے ساتھ لگاتے شہریار کو گھورا۔ "شیری سدھر جاؤ۔ کیوں میرے لاڈلے کو تنگ کرتے ہو" عامر نے مصنوعی رعب سے کہا تو شہریار نے اسد کو دیکھا جو اب آنکھیں نچاتے اسے چھیڑ رہا تھا جبکہ باقی سب انھیں دیکھ رہے تھے۔ "آپ تینوں کی نوٹنکی ختم ہوگئی ہو تو کیا اماں سائیں بول لیں" ضرار نے کہا تو ان تینوں نے اسے دیکھتے پھر شاہجہاں بیگم کو دیکھا اور ہاں میں سر ہلایا جبکہ باقی سب نے مسکراہٹ دبائی۔ "تینوں بھائی ہی پاگل ہیں۔ اماں سائیں آپ بتائیں کیا کہہ رہی تھی" ماہ دیر نے مصنوعی تاصف سے

ان تینوں کو دیکھتے کہا تو تینوں دانت پیس گئے جبکہ ضرار نے بامشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا۔ اسکا سالہ صحیح ان تینوں بھائیوں کی واٹ لگاتا تھا آج ضرار نے دل سے تسلیم کیا تھا۔ "ہاں میں کہہ رہی تھی کہ تنزیل میں عائشہ اور اسد کی شادی کی تاریخ مانگنا چاہتی ہوں۔ بچوں کے نکاح کو اتنا وقت ہوگیا ہے۔ اب ان کی شادی کا فریضہ انجام دیتے اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوتے ہیں" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو تنزیل بیگم مسکرائیں۔ "اماں سائیں عائشہ آپکی ہی پوتی اور بہو ہے۔ آپ جب چاہیں اسے رخصت کرا کے لے جائیں" تنزیل بیگم نے کہا تو اسد نے عائشہ کو دیکھا جو اسکے دیکھنے پر نگاہیں جھکا گئی تھی۔ "تو پھر تاریخ رکھ لیتے ہیں آج" دراب صاحب نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو پھر اگلے مہینے کی پندرہ تاریخ کیسی رہے گی۔ آج سے پورے ایک مہینے بعد" شاہجہاں بیگم نے کہا۔ "ایک دم ٹھیک ہے اماں سائیں اس دوران تیاریاں بھی ہوجائیں گی" فردوس بیگم نے کہا تو سب نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں

پھر اگلے مہینے کی پندرہ تاریخ کو میری بیٹی اور اسد کی شادی فائنل کرتے ہیں"
دراب صاحب نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے ہاں میں سر ہلایا جس پر لاؤنج میں
مبارکباد کا شور اٹھا۔ سب بڑوں نے اٹھتے باری باری عائشہ اور اسد کے سر پر
ہاتھ رکھتے انھیں دعا دیتے اپنی جگہ پر بیٹھے۔ "بہت مبارک ہو میری گڑیا" انکے
بیٹھتے ہی ساری ینگ جنریشن آگے آئی۔ ضرار نے عائشہ کے پاس جاتے اسے
اپنے سینے سے لگاتے اسکا سر چوما۔یہی عمل عامر اور شہریار نے بھی دہرایا جبکہ
ماہ دیر نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ تینوں اس سے پیچھے ہوئے تو ساری لڑکیاں
اسد کو مبارکباد دینے کے بعد عائشہ کے پاس آئیں۔ "بہت مبارک ہو عائشہ"
ثانیہ نے اسے اپنے ساتھ لگاتے کہا۔ "شکریہ ثانیہ "اس نے مسکراتے جواب
دیا تو وہ مسکرائی جبکہ عامر جو ثانیہ کو ہی دیکھ رہا تھا گہری سانس بھر گیا۔ "کیا ہوا
کیا دیکھ رہا ہے" ماہ دیر نے عامر کو دیکھتے پوچھا۔ "یہی کہ اگر تیری بہن بھی مان
جائے تو میری شادی بھی ہوجاتی پر ابھی میری بیگم ماننے کے موڈ میں نہیں

ہیں۔ اتنا بُرے والا ناراض ہوئی ہیں کہ میرا دل بیٹھنے لگا ہے اب تو" عامر نے گہری سانس بھرتے کہا تو لڑکے ہنس پڑے جبکہ ماہ دیر نے مدھم سا مسکرایا۔ "ویسے کوئی کہتا تھا کہ مجھے کسی کی ناراضگی سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ میں بڑا سخت دل ہوں تو یہ سخت دل ڈاکٹر اتنا نرم دل کیسے ہوگیا کہ میری بہن کی ناراضگی اس کی جان پر بنی ہے" ماہ دیر نے شرارت سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "جب سے تمھاری نرم دل بہن نے اس سخت دل ڈاکٹر کو اپنا اسیر بنایا ہے بس تبھی سے انکی ناراضگی دل چیرنے لگی ہے" عامر نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میری بہن کو منا لے عامر۔ وہ خود کے ساتھ بہت زیادتی کر رہی ہے۔ اور میں جانتا ہوں صرف تو ہی اسے سنبھال سکتا ہے" ماہ دیر نے کہا تو عامر مسکرایا۔ "میں انھیں سنبھال لوں گا بس ایک بار یہ مان جائیں باخدا اسکے بعد انھیں کوئی غم نہیں دوں گا اور نا ہی کبھی انھیں اذیت پہنچنے دوں گا۔ ایک بار انھیں اذیت دے چکا ہوں پر اب مزید نہیں۔ میری بیوی نے جتنا سہنا تھا

سہہ لیا اب مزید نہیں۔میں انھیں منا لوں گا اور اگر ضرورت پڑی تو انکے پیر پکڑ کر معافی مانگوں گا پر اپنی ثانیہ کو اب کبھی دکھ نہیں دوں گا" عامر نے ثانیہ سے نظریں ہٹائے بغیر کہا تو وہ چاروں ہی مسکرائے۔"اور تو گڑیا کو منائے گا کیسے" ماہ دیر نے پوچھا۔"اسکا انتظام میں کرچکا ہوں بس کل اگر ثانیہ ٹائم پر گھر نا آئے تو سمجھ جانا میں اغواہ کرچکا ہوں" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے گھورا۔"میری بہن کو تنگ مت کرنا میں تیرا منہ توڑ دینا ہے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرایا۔"انھیں تنگ نہیں کروں گا بس انھیں اس جگہ لے کر جانا چاہتا ہوں جسے وہ سمجھتی ہیں کہ اجڑ چکی ہے" عامر نے کہا تو ان سب نے مسکراتے اسے دیکھا۔"اللہ پاک آپکو کامیاب کرے"ضرار نے دعا دی۔"اللہ پاک آپکی اور ثانیہ کے مابین میری وجہ سے ہوئی لڑائی کو سلوک و اتفاق سے دور کرے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرایا۔"اور میری شادی پر ہی آپکی اور بھابھی کی شادی ہوجائے آمین" اسد نے کہا تو اس نے زیرِ لب آمین کہا جسے دیکھ ان چاروں

نے مسکراہٹ دبائی۔ "آہم آہم بھائی اونچی آواز میں آمین کہہ لیں" ضرار نے اس کے کندھے سے کندھا ٹکراتے کہا تو وہ ہنس پڑا جب کہ اسکے کان کی لویں سرخ ہوئیں جسے دیکھ وہ چاروں ہنس پڑے عین اسی وقت شہریار کا فون رنگ ہوا جس پر وہ انھیں اپنے آنے کا کہتے باہر نکل گیا جبکہ وہ چاروں باتیں کرنے لگے۔ "ہاں بولو" شہریار نے باہر آتے فون کان سے لگاتے کہا۔ "ہاں حوریہ والی اوریجنل فائل میرے پاس ہے۔ لیکن اسکی کاپی وہاں رکھی ہے اس پر سائن کروا لینا اور وہ میرے روم میں رکھ کر چابی اپنے پاس ہی رکھ لینا" شہریار نے کہا تو دوسری طرف سے جی سر کہا گیا جس پر وہ کال کاٹتے واپس جانے کو مُڑا لیکن پیچھے سے کال پر بات کرتے باہر آتی ثانیہ کو دیکھ رک گیا۔ "جی سر میں نے آپ کو فائل سینڈ کردی ہے۔ آپ دیکھ لیں" ثانیہ نے کہا اور آتے اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگاتے کھڑی ہوئی۔ "اگر آپ کو فائل نہیں مل رہی تو وہ میرے ڈیسک کی ڈرار میں پڑی ہے" ثانیہ نے کہا اور کچھ مزید باتیں کرتے کال

کاٹ گئی جبکہ اسکی پوری بات کے دوران شہریار نظریں جھکائے وہاں کھڑا رہا۔ثانیہ کال کاٹتے مڑی تو اسے ہنوز کھڑا دیکھ اسے اچنبھا ہوا لیکن پھر اسے اگنور کرتے آگے بڑھی پر اس کے اندر جانے سے پہلے ہی شہریار کی آواز اسے روک گئی۔"ثانیہ کیا دو منٹ کیلئے میری بات سن سکتی ہو" شہریار نے کہا تو اس نے اسے اگنور کیا اور اندر بڑھنے لگی پر وہ پھر اسے پکار گیا۔"ثانیہ پلیز صرف دو منٹ کیلئے بات سن لو۔میں مانتا ہوں میں نے کافی بُرا کیا ہے تمھارے ساتھ پر پلیز ایک بار بات سن لو" شہریار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور اسکی طرف مڑتے اپنے ہاتھ آپس میں باندھتے اسے یوں دیکھا گویا اسکے بولنے کا انتظار کررہی ہو۔"ثانیہ میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں پلیز مجھے معاف کردو" شہریار نے کہا تو اس نے سپاٹ انداز میں اسے دیکھا۔"مانگ لی معافی اب میں چلتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو وہ سٹپٹایا۔وہ جو ابھی کچھ دیر پہلے کورٹ میں سب کی بولتی بند کررہا تھا اسکی بولتی ایک پچیس

سالہ لڑکی نے بند کردی تھی جو رشتے میں اسکی بھابھی تھی۔یہ سوچ آتے ہی بے ساختہ اس نے اپنے کان کی لو سہلائی۔ "نہیں رکو پلیز" شہریار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "بولیں" ثانیہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "آئی آیم سوری فار ایوری تھنگ ثانیہ میں مانتا ہوں میں نے اس دن بہت غلط کیا اور اس کے لیے بے حد شرمندہ ہوں۔پلیز مجھے معاف کردو۔اپنا اور بھائی کا رشتہ خراب مت کرو میری وجہ" شہریار کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ بول اٹھی۔ "آپکی وجہ سے؟ مسٹر شہریار ملک آپ کی وجہ سے میں نے کچھ نا ہی کیا ہے کبھی اور نا ہی کبھی کروں گی۔میری زندگی میں میرے باپ، بھائی اور میرے شوہر کے علاوہ کسی مرد کی کوئی اہمیت نہیں ہے لہٰذا آپکی وجہ سے میں عامر سے خفا یا دور نہیں ہوں۔اگر میں ان سے دور ہوں تو یہ انکی اور میری وجہ سے ہے۔لہذا میری نظر میں اپنے اہم ہونے کا وہم نکال دیں۔ثانیہ عامر ملک کی زندگی میں اسکے محرم کے علاوہ باقی سب مردوں کی

اہمیت اتنی ہی ہے جتنی ایک ارب پتی کی نظر میں ایک کھوٹے سکے کی ہوتی ہے" ثانیہ نے کہا تو شہریار اسے دیکھتا رہ گیا۔ثانیہ کا یہ روپ دیکھ وہ واقعی حیران ہوا تھا۔وہ پہلے بولتی تھی تو بدتمیزی کرتی تھی۔پر اب وہ بولتی تھی تو لوگوں کو انکی اوقات یاد دلا دیتی تھی۔ "اور ہاں اگر آپ کی اہمیت عامر کے حوالے سے بتاؤں تو آپ میرے لیے قابلِ عزت ہیں اور میں آپکی بہت عزت کرتی بھی ہوں پر اگر آپکو لگتا ہے کہ میں آپکی وجہ سے اپنے شوہر سے دور ہوں تو یہ وہم نکال دیں" ثانیہ نے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں جانتا ہوں پر پلیز جو بھی وجہ ہے اس وجہ کو نظر انداز کرتے بھائی کو معاف نہیں کر سکتی۔وہ تم سے بہت محبت" اب کی بار بھی شہریار کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ کاٹ گئی۔ "میرے شوہر مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔مجھے انکی محبت کی گواہی کسی سے نہیں چاہیئے۔بلکہ مجھے آپکی معافی بھی نہیں چاہیئے جانتے ہیں کیوں؟" ثانیہ کہتے خاموش ہوئی تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کیونکہ اس دن اگر آپ

چاہتے تو میرا جانا بھول کر مریم اور اپنی خوشیوں کو یاد رکھ سکتے تھے۔ میں جانتی ہوں میں نے تب غلط کیا تھا پر کیوں کیا تھا یہ تو آپ بھی جانتے تھے نا۔ کچھ باتیں تو میں نے آپکو بھی بتائی تھیں اور یقیناً عامر نے اب سب کچھ بتا دیا ہوگا آپکو۔ شہریار آپکی وجہ سے ہم دور نہیں ہیں پر جانتے ہیں آپکی وجہ سے کیا ہوا۔ آپکی وجہ سے میرے شوہر نے مجھے گھر سے نکال دیا بس یہ آپکی غلطی ہے اور اسکے لیے میں آپکو معاف کرچکی ہوں کیونکہ میں نے آپ کے ساتھ بہت غلط کیا تھا۔ آپکو ہمیشہ یوز کیا تو یہ اسکا مکافاتِ عمل تھا لیکن اب کچھ بھی آپ کی وجہ سے نہیں ہورہا لہٰذا مجھ سے یوں معافی نا مانگیں۔ مجھے آپ کی معافی نہیں چاہیئے "ثانیہ نے کہا تو شہریار نے سر جھکایا۔ "تمھیں معافی نہیں چاہیئے پر پھر بھی آئی ایم سوری ثانیہ "شہریار نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میں نے آپکو معاف کیا شہریار پلیز معافی نا مانگیں۔ آپ مجھ سے بڑے ہیں اور میرے لیے قابلِ احترام ہیں۔ اگر آپ یوں بار بار معافی مانگیں تو میں

خواہ مخواہ شرمندہ ہونگیں۔ لہذا معافی نا مانگیں۔ رہ گئی میری اور عامر کی بات تو وہ ہماری ذاتی بات ہے۔ اسکا حل ہم نکال لیں گے۔ اگر ہم دور ہیں تو اس میں آپکی کوئی غلطی نہیں ہے" ثانیہ نے اب کی بار نرمی سے کہا تو شہریار مدھم سا مسکرایا۔ "تم واقعی بہت اچھی ہو۔ صحیح کہتے ہیں ویلن پیدا نہیں ہوتے لوگ دوسروں کو ویلن بنا دیتے ہیں اور تمھارے ساتھ بھی یہی ہوا تھا پر اللہ نے تمھیں ہدت دی اور میری دعا ہے تم ہمیشہ یونہی رہو۔ اور اللہ پاک تمھاری زندگی خوشیوں سے بھر دے" شہریار نے ایک قدم اسکی طرف لیا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھتے دعا دی تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔ "آمین اور شکریہ اتنی پیاری دعاؤں کیلئے" ثانیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کوئی بات نہیں پر پلیز ایک بات مان لو اپنے اور بھائی کے رشتے میں آئی دوری کو دور کردو ورنہ میرے بھائی اپنا نقصان کر بیٹھے گیں۔ وہ تم سے واقعی بہت محبت کرتے ہیں۔ تم جس دن سے گئی ہو اس دن سے تقریباً روز ہی انھیں بخار چڑھا ہوتا ہے۔ کھانا پینا وہ چھوڑ

گئے ہیں۔ ساری ساری رات جاگتے رہتے ہیں۔ روتے رہتے ہیں۔ میں یہ سب تمھیں بلیک میل کرنے یا بھائی کی حمایت کرنے کو نہیں بول رہا بس ایسے ہی بتا رہا ہوں کہ جیسے تم اذیت میں ہو ویسے ہی بھائی بھی بہت تکلیف میں ہیں۔ وہ تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ جانتی ہو انکا عشق ایسا ہے کہ وہ تمھارے انتظار میں بوڑھے ہونے کو تیار ہیں پر وہ نا ہی تم سے عشق کرنا چھوڑ سکتے ہیں اور نا ہی تمھیں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے سر جھکایا جس پر وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اندر چلا گیا جبکہ ثانیہ وہیں کھڑی عامر کے بارے میں سوچنے لگی۔ عامر کی طبیعت کا سنتے وہ سچ میں بے چین ہوئی تھی۔ دل مٹھی میں جکڑا گیا تھا جبکہ قدم بے ساختہ اسکی طرف بھاگنے کی ضد کر رہے تھے پر وہ خود کو روک گئی۔

"وہاج آج میں آپکے بابا کو سوری بولوں گی۔ میں نے انکے ساتھ کافی بُرا کیا تھا۔ آپ جانتے ہیں میری وجہ سے آپکے بابا نے بہت اذیت سہی ہے۔ پر آج

میں آپکے بابا سے اپنی تمام غلطیوں کی معافی مانگوں گی" مہرماہ نے وہاج کو دیکھتے کہا جو بیڈ پر لیٹا اسے دیکھ رہا تھا۔وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آئے تھے۔سارا دن خلیل صاحب کی طرف گزارنے کے بعد وہ سب ڈنر کر کے وہاں سے نکلے تھے۔ضرار کو آتے ساتھ ہی مہرماہ نے وہاج کے دودھ کا ڈبہ اور باقی سامان لینے بھیج دیا تھا جبکہ خود وہ کمرے کے اندر کی تیاری دیکھ رہی تھی جو اس نے یہاں آنے سے پہلے ملازمہ سے کروائی تھی۔پورے کمرے کو اس نے فیری آرٹیفیشل موم بتیوں سے روشن کیا تھا جبکہ کمرے میں ایک بڑا سا گلابوں کا بوکے تھا اور پورے کمرے میں پھول ہی پھول تھے۔جبکہ بیڈ کے بلکل پیچھے والی دیوار پر انکے نکاح کی تصویر کے نیچے اس نے آئی ایم سوری ضار جبکہ تصویر کے اوپر ہیپی برتھڈے مائے مسٹر راجپوت کا بورڈ لگایا تھا اور بیڈ کے عین وسط میں ضرار کیلئے ایک گفٹ پڑا تھا۔صوفے کے آگے موجود ٹیبل پر کیک رکھا تھا۔ساری تیاریاں دیکھنے کے بعد اب وہ خود تیار ہوتے ضرار کا انتظار

کرتے وہاج سے باتیں کررہی تھی۔وہ اس وقت سرخ ڈیسنٹ سی ساڑھی پہنے ہوئے تھی جس نے اسکے نازک سراپے کو اچھی طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ساتھ ہی اس نے اپنے ایش براؤن بالوں میں لوز کرلز ڈالے تھے۔جبکہ کانوں میں بڑے بڑے جھمکے ساتھ ہاتھوں میں سرخ چوڑیاں پہنے آنکھوں میں کاجل لگائے بے حدپیاری لگ رہی تھی۔جبکہ اس نے وہاج کو بھی وائٹ اور ریڈ اونی ٹراؤزر سیٹ پہنایا تھا جبکہ اسکے ساتھ ہی کیپ پہنائی تھی جس میں وہ کوئی بھالو لگ رہا تھا۔"آپکے بابا بہت اچھے ہیں وہاج وہ ہم سے بہت پیار کرتے ہیں پھر بھی میں نے انکا بہت دل دکھایا ہے پر آج انکی برتھڈے ہے تو آپکی ماما انھیں بہت اچھی طرح منائے گیں اور انکی برتھڈے بھی بہت پیارے انداز میں منائیں گی" مہرماہ نے وہاج کے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرایا جس پر وہ بھی مسکرائی۔ابھی وہ وہاج سے مزید کوئی بات کرتی کہ اسے قدموں کی چھاپ سنائی دی اور اگلے ہی پل ضرار دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔عین

اسی وقت مہرماہ نے مڑتے اسے دیکھا۔دونوں کی نگاہیں ملیں اور خوب ملیں۔اسے دیکھ ضرار کی سانسیں تھمی تھیں۔سامنے ہی مہرماہ سرخ ساڑھی پہنے تیار کھڑی تھی۔وہ یک وقت بے حد معصوم اور خوب صورت لگ رہی تھی۔کیسے؟ ضرار سمجھ نا سکا۔وہ حسن کا پیکر تھی یا بے حد حسین تھی؟ سوال ضرار کی سوچ سے بالاتر تھا۔ضرار کو دنیا کا سارا حسن مہرماہ کے سامنے پھیکا پڑتا محسوس ہوا۔وہ اپنی جگہ پر جما کھڑا تھا۔وہ اسکی خوبصورتی کے سحر میں جکڑا سانس تک لینا بھول چکا تھا حرکت کیا چیز تھی۔وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی جو اسے ایک بار پھر اپنے معصوم حسن سے چاروں خانے چت کر چکی تھی جبکہ مہرماہ اسکے یوں دیکھنے پر کنفیوز سی ہو رہی تھی۔اس نے اسکے یوں بنا پلک جھپکے دیکھنے پر نظریں جھکائیں لیکن اس سے پہلے اس پر ایک چور نظر اس پر ڈالی تھی۔سفید کف لگی شلوار قمیض پہنے۔کندھوں پر سیاہ اجرک ڈالے۔وہ سامنے کھڑا بے حد جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔مہرماہ نے دو تین گہرے سانس

بھرتے اپنی شرم و حیا پر قابو پایا اور جھکتے وہاج کو اٹھاتے اسکے پاس جاتے اس کے عین سامنے جاتے کھڑی ہوئی جس پر ضرار نے ہوش میں آتے اسے دیکھا جو مسکرا رہی تھی۔ ضرار نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی مہرماہ بول اٹھی۔ "ہیپی برتھڈے ضار" مہرماہ نے کہا تو ضرار ساکت ہوا۔ اس نے فوراً اپنا موبائل نکالا اور اس پر تاریخ دیکھی۔ آج بائیس دسمبر تھی۔ آج اسکی سالگرہ تھی۔ پر اسے یاد تک نا تھا۔ لیکن مہرماہ نے نا صرف یاد رکھا بلکہ اسکے لیے خود کے ساتھ ساتھ کمرے کو بھی سجایا تھا۔ "صبح میری برتھڈے ہے" ضرار نے پوچھا تو وہ ہنستے ہاں میں سر ہلاتے دروازہ بند کر گئی۔ "جی ضار آپکی برتھڈے ہے۔ دیکھیں اسی خوشی میں وہاج بھی ابھی تک جاگ رہا ہے کیونکہ اسے اپنے بابا کو وش کرنا تھا" مہرماہ نے اس کے پاس آتے کہا تو وہ مسکرایا اور ہاتھ بڑھاتے اسکی گود سے وہاج کو پکڑتے اپنے سینے سے لگاتے دوسرا بازو اسکے کندھے کے گرد حمائل کرتے اسے بھی سینے سے لگاتے ان

دونوں کے ماتھے پر باری باری بوسہ دیا۔ ”بہت شکریہ ماہ۔یہ بہت خوب صورت ہے اور میری زندگی کا سب سے پیارا جنم دن ہے کیونکہ تم دونوں میرے پاس ہو“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”میری زندگی کا تو ہر دن ہی آپ دونوں کی موجودگی سے خوبصورت ہوگیا ہے“ مہرماہ نے کہا اور اسکے پیروں پر پیر رکھتے اونچی ہوئی جس پر ضرار نے اسکے کندھے سے ہاتھ ہٹاتے اسکی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے اسے تھوڑا اوپر اٹھایا جس پر وہ اسکی گال پر لب رکھ گئی۔ ”ہیپی برتھڈے مائی لوو اینڈ آئی ایم سوری“ مہرماہ نے کہا تو اس نے اسے نیچے اتارا لیکن اسکی کمر کے گرد سے بازو اب بھی نہی ہٹایا تھا۔ ”سوری کیوں میری جان“ ضرار نے پوچھا تو اس نے چہرہ جھکایا۔ ”میں نے آپکے ساتھ اتنا بُرا کیا۔آپ پر شک کیا۔آپ پر یقین نہیں کیا۔آپکے ساتھ بدتمیزی کی۔آپکو خود سے دور کردیا۔آپ کو ہرٹ کیا۔اس سب کیلئے آئی ایم سوری ضار۔پلیز مجھے معاف کردیں“ مہرماہ نے کہا تو ضرار جھکا اور بے حد نرمی سے اسکے لبوں کو

چھوتے سیدھا ہوا جس پر مہر ماہ سرخ پڑی۔ ”میں تم سے ناراض نہیں ہوں ماہ۔نا ہی میں کبھی تم سے ناراض ہو سکتا ہوں۔تب میری غلطی تھی۔مجھے تمھیں سب بتا دینا چاہیئے تھا پر میں چھپاتا رہا جس وجہ سے تمھارے دل میں یہ شک پیدا ہوا ورنہ میں اپنی ماہ کو جانتا ہوں۔میں جانتا ہوں میری ماہ کتنی معصوم ہے اور مجھ سے کتنا عشق ہے لہٰذا میری کانچ کی گڑیا کو مجھ سے معافی مانگنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ میری بیوی ہو تم اور تم سے معافی منگوانا میرے لیے موت کے مترادف ہے“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اوپر ہوتے اسکی ٹھوڑی کو چوما جس پر ضرار نے گہری سانس بھری۔ ”وہاج میری گود میں ہے ماہ ایسے کرو گی تو میرا کیا ہوگا“ ضرار نے کہا اور جھکتے اسکی گال کو چوما تو مہر ماہ کا چہرہ سرخ ہوا جس پر وہ مسکرایا اور اسے واپس کھینچتے اپنے سینے میں بھینچ گیا جس پر وہ بھی اسکے سینے سے لگتے اسکی دھڑکنوں کو سننے لگی۔ ”ضار“ ناجانے کتنے لمحے گزر گئے ان دونوں کو یونہی کھڑے مہر ماہ اسکے سینے پر گال ٹکائے جبکہ وہ

اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکائے دوسرے ہاتھ سے وہاج کو تھامے آنکھیں موندے کھڑا تھا۔دونوں ہی ایک دوسرے کی دھڑکنوں سے عشق کی داستاں خاموشی سے سن رہے تھے اور اس خاموشی کو اب مہرماہ کی آواز نے توڑا تھا۔"جی ضار کی جند جان" ضرار نے محبت سے جواب دیتے اسے دیکھا۔"کیک کٹ کریں" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ہاتھ تھامتے ٹیبل کی طرف بڑھا۔ٹیبل کے قریب پہنچتے ہی مہرماہ نے اسے چھُڑی پکڑائی جسے تھامتے اس نے واپس اسکے ہاتھ میں پکڑائی اور اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے کیک کٹ کرنے لگا جبکہ مہرماہ ساتھ ساتھ ہلکا ہلکا گنگناتے اسے وش کر رہی تھی۔ضرار نے کیک کاٹتے ایک چھوٹا سا پیس اٹھاتے اسکے منہ کے قریب کیا جسے وہ کھاتے اسے بھی کیک کھلا گئی جبکہ وہاج اپنے بابا کے سینے سے لگا اسے دیکھ رہا تھا۔"کیا دیکھ رہا ہے میرا بیٹا۔کیک کھانا ہے میرے بچے کو" ضرار نے اسکی ناک پر لب رکھتے پوچھا تو مہرماہ مسکرائی۔"ابھی آپ چھوٹے ہو جب

آپ بڑے ہوگے نا پھر بابا اپنے بیٹے کو سب کچھ کھلائیں گے" ضرار نے وہاج کو دیکھتے کہا تو اب کی بار مہرماہ ہنس پڑی۔ "کیا ہوا ہنس کیوں رہی ہو" ضرار نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "میں ہنس اس لیے رہی ہوں کیونکہ وہاج ابھی بہت چھوٹا ہے اسے ان چیزوں کا پتا نہیں ہے اور آپ کہہ رہے ہیں وہ کیک کھانا چاہتا ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ بھی ہنسا۔ "ہاں تو میں باپ ہوں۔باپ کو سب پتا ہوتا ہے" ضرار نے گردن اکڑاتے کہا۔ "تو میں بھی اسکی ماں ہوں اور ماں کو باپ سے بھی زیادہ پتا ہوتا ہے۔ہے نا وہاج" مہرماہ نے کہا اور نرمی سے ضرار کی گود سے وہاج کو پکڑتے اپنے ساتھ لگاتے تھپکنے لگی۔ "کیا ہوا" اسکے یوں ایک دم سے وہاج کو پکڑنے پر ضرار نے پوچھا۔ "اسے نیند آرہی ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اچھا چلو پھر تم اسے سلا دو" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی وہ تو میں سلا رہی ہوں۔آپ اپنا گفٹ دیکھیں" مہرماہ نے کہتے بیڈ پر پڑا گفٹ اٹھاتے اسے پکڑایا

جس پر وہ مسکرایا۔ "اتنا سب کچھ تو کیا تھا۔ اسکی ضرورت نہیں تھی" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اسکی ضرورت تھی اور بہت زیادہ تھی۔ آج آپکی برتھڈے ہے تو بھلا آپکی ماہ کچھ نا کرے ایسا ہو سکتا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور گفٹ کھولنے لگا۔ "ایسے کر کے مجھے خراب کر رہی ہو تم" ضرار نے گفٹ کھولتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپکو خراب کرنے کا پرمٹ ہے میرے پاس" مہرماہ نے مسکراتے کہا۔ "نکھرے دکھانے لگوں گا" ضرار نے جیسے دھمکی دی۔ "دکھائیں۔ روکا کس نے ہے؟" کیا کمال شانِ بے نیازی کا مظاہرہ کرتے مہرماہ بولی تھی کہ ضرار بھی ہنس پڑا۔ "سوچ لو مکرنا مت" ضرار نے اسے دیکھتے کہا۔ "مکرنا میری فطرت نہیں" مہرماہ نے ایک قدم اسکے قریب ہوتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تو وہ ہنسا اور اسکے کندھے پر پیشانی ٹکا گیا جس پر وہ نرمی سے مسکرائی۔ "آئی لو یو ضار" مہرماہ نے اسکی کنپٹی پر محبت سے لب ثبت کرتے کہا تو وہ لمحے بھر کو ٹھہر سا گیا۔ "نا کرو ماہ۔ باخدا

میرا دل باہر آجائے گا" ضرار نے گہری سانس بھرتے کہا تو وہ ہنستے پیچھے ہوئی اور سوئے ہوئے وہاج کو جاتے اسکی بے بی کرب میں لٹاتے واپس اسکے پاس آئی۔ "باتیں نا کریں گفٹ کھولیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے جلدی سے گفٹ کھولا اور گفٹ پر نظر پڑتے ہی اسکے چہرے پر نا سمجھی کے تاثرات نمایاں ہوئے۔ "ماہ یہ کیا ہے" ضرار نے پوچھا تو وہ مسکرائی اور ہاتھ بڑھاتے اس کیوب کے نیچے لگے سیاہ بٹن کو دبایا جس سے اگلے ہی پل اس کیوب پر مختلف تصاویر چلنے لگیں۔ جن میں انکے بچپن میں ہوئے نکاح کی کچھ تصاویر تھی۔ کچھ شہریار کی شادی کی۔ کچھ انکی شادی کی۔ پھر سوات کی اور سب سے آخر میں ان دونوں کی وہاج کے ساتھ لی گئیں تصاویر تھیں۔ ایک کے بعد ایک تصویر کسی سلائیڈ شو کی طرح چل رہی تھیں جسے ضرار مسکراتے دیکھ رہا تھا۔ "یہ بہت خوبصورت ہے ماہ بہت شکریہ" ضرار نے اس کیوب کو دیکھتے کہا۔ "آپ کو اچھا لگا" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور

کیوب کو سائیڈ پر رکھتے اسکی بازو پکڑتے اسے اپنی جانب کھینچتے اپنے سینے سے لگایا۔ "مجھے بہت اچھا لگا۔بہت شکریہ اتنا خوبصورت سرپرائز دینے کیلئے۔اتنے پیارے گفٹ کیلئے اور خود کو میرے لیے سجانے کے لیے" ضرار نے مدھم آواز میں کہتے جھکتے اسکی گردن کو چوما تو مہرماہ نے گہری سانس بھری۔ "جانتی ہو آج اپنا آپ مجھے خوش نصیب محسوس ہورہا ہے۔تم نے میرے لیے یہ سب کیا بہت اچھا لگ رہا ہے" ضرار نے کہتے اب کی بار اسکی شہہ رگ پر لب رکھے تو مہرماہ نے اسکے کندھوں کو تھاما۔ "ضار!" مہرماہ نے اسے پکارا تو ضرار نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔لیکن ضرار کے دیکھنے پر مہرماہ نے فوراً نظریں جھکائیں۔اسکی آنکھیں آج جیسے ہر راز عیاں کررہی تھیں۔ضرار اسکی حرکت پر مسکرایا اور اسکے کان کے قریب جھکا۔ "اب ایسے شرماؤ گی تو میں اقرار سمجھ لوں گا" ضرار نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو مہرماہ نے آنکھیں موندیں۔ "ضار" مہرماہ نے اسے دوبارہ

پکارا۔ ”ضار کی جند جان آج نہیں“ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے ہولے سے دھکا دیا جس پر وہ مسکرایا اور اسے دیکھا جو دوسری طرف مُڑے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ ضرار آگے بڑھا اور اس کے دونوں ہاتھوں کو تھامتے اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ ”انکار سمجھوں“ ضرار نے پوچھا تو اس نے سر جھکایا۔ ”بتاؤ ماہ انکار سمجھوں“ ضرار نے دوبارہ پوچھا۔ ”میں آپ۔۔۔سے۔۔ محبت کرتی۔۔ہوں“ مہرماہ نے کہا تو اسکی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ وہ ڈھکے لفظوں میں اقرار کر گئی تھی۔ اس نے نرمی سے مہرماہ کی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی جانب کیا اور اسے دیکھا جسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ”مجھ سے محبت کرتی ہو؟“ ضرار نے اسکے چہرے سے بال ہٹاتے پوچھا تو اس نے شرماتے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور اسے سینے سے لگا گیا جس پر مہرماہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ضرار اسکی حرکت پر مسکرایا اور جھکتے بے حد نرمی سے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے بیڈ پر آیا اور اسے

لٹاتے اسکے ساتھ دراز ہوا۔ اسکی حرکت پر مہرماہ نے آنکھیں سختی سے بند کرتے اسکے سینے میں واپس سے چہرہ چھپایا تو وہ بھی اسکے گرد حصار مضبوط کرگیا۔ اس دوران اسکی انگلیاں بے حد نرمی سے مہرماہ کی کمر پر اوپر سے نیچے سرک رہی تھیں جسے محسوس کرتے مہرماہ گھبرائی۔ "ضار" مہرماہ نے اسے پکارا پر وہ بجائے اسے جواب دینے کے اسے سیدھا کرتے اسے دیکھنے لگا جو اسکے یوں ایک دم سے سیدھا کرنے پر اسے دیکھ رہی تھی۔ ضرار یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جبکہ اسکی دیوانہ وار نظروں پر مہرماہ نے آنکھیں جھکائیں جس پر اس نے تھوڑا سا جھکتے اسکی شہہ رگ پر شدت سے لب رکھے تو مہرماہ نے گہری سانس بھری۔ ضرار تھوڑا اوپر اٹھا اور اسکی گال کو چومتے اسکے ایک ایک نقش پر لب رکھنے لگا۔ "ضا۔۔ر" مہرماہ نے اسکی بازو پکڑتے اسے پکارا تو اس نے تھوڑا اوپر ہوتے اسکی آنکھوں میں اپنی عشق سے کی لو دیتی آنکھیں گاڑھی جنکا پیغام پڑھتے مہرماہ کا دل دھڑکا۔ اس نے فوراً نگاہیں جھکائیں جس پر وہ مسکرایا

اور نرمی سے جھکتے اسکے لبوں کی نرماہٹ کو اپنے ہونٹوں سے محسوس کرتے اسکے گرد حصار تنگ کرنے لگا۔ضرار نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اس کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اسکی بازو پر ہونٹ ثبت کرتے اسکی گردن کو جھکتے چوما تو مہرماہ کی سانسیں بھاری ہوئیں۔اس نے اسکی گستاخیوں تضاد مضبوط حصار پر گھبراتے اسکے گرد بازو حمائل کیے جس پر وہ مسکرایا اور اپنی گستاخیاں بڑھا گیا۔ضرار کی گستاخیوں میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہورہا تھا جبکہ مہرماہ گہرے گہرے سانس بھرتے آنکھیں موندے اسکی محبت کو محسوس کررہی تھی۔ضرار کے لب اسکے ایک ایک نقش کو حفظ کررہے تھے جبکہ مہرماہ تو اسکے انداز پر شرم سے سمٹتے جارہی تھی۔ضرار نے آج صحیح معنوں میں مہرماہ کو اپنے عشق کی حدت میں جلایا تھا جس پر وہ گہری سانسیں بھرنے کے سوا کچھ نا سکی۔گزرتے وقت کے ساتھ ضرار اسکے گرد حصار مزید مضبوط کرتے اسے خود میں بھینچ چکا تھا جبکہ اسکی محبت محسوس کرتے مہرماہ آنکھیں موندیں اسکی من

مانیوں پر سرخ پڑ رہی تھی۔ ضرار اسے یوں چھو رہا تھا گویا وہ کانچ کی گڑیا ہو جو اسکی زرا سی سختی پر ٹوٹ جائے گی۔اس نے واقعی اپنی کانچ کی گڑیا کو بے حد نرمی سے قریب کیا تھا جبکہ مہرماہ اسکی نرمی و محبت پر گلاب بنی اسکے سینے میں پناہ ڈھونڈ رہی تھی۔آج مہرماہ کو اپنی روح سے زیادہ قریب محسوس کرتے ضرار اندر تک سرشار ہوا تھا۔آج بلآخر اپنے عشق کو اپنے دل کا ہر راز بتا گیا تھا۔ضرار کو یہ لمحہ جنت سے کم نا لگا جبکہ مہرماہ اسکی اتنی محبت پر اسکے حصار میں لیٹے خود پر رشک کر رہی تھی۔وہ اس شاندار شخص کا عشق تھا۔دل خوشی سے نہال ہوا تھا۔

"ویسے مس ثانیہ آج آپ جلدی جا رہی ہیں خیریت" حسام نے اسکے ساتھ چلتے کہا جو اسکے ساتھ پارکنگ کی طرف بڑھ رہی تھی۔اس وقت دوپہر کا ایک بج رہا تھا اور وہ آج اپنے آف ٹائم سے چار گھنٹے پہلے جا رہی تھی۔ "جی سر میرے

بھائی کو کچھ کام ہے وہ بتا رہے تھے کہ کہیں جانا ہے تو بس" اس لیے ثانیہ نے کہا اور پارکنگ میں آتے کھڑی ہوئی جبکہ اسے رکتے دیکھ حسام بھی رک گیا۔"آپ رک کیوں گئیں"حسام نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔"میری گاڑی شاپ پر گئی ہے تو بھائی آئیں گے مجھے پک کرنے۔وہ بس راستے میں ہیں"ثانیہ نے کہا تو حسام نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"ویسے ثانیہ کیا میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں"حسام نے ثانیہ کو دیکھتے مدھم آواز میں پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی بولیں" سر ثانیہ نے کہا تو اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔"دیکھیں میں جو بات آپ سے کرنے والا ہوں۔وہ آپ کو شاید تھوڑی عجیب لگے یا ہو سکتا ہے تھوری ناگوار گزرے پر میں نے کافی سوچا ہے اس بارے میں"ثانیہ نے کہا تو اس نے اچنبھے سے اسے دیکھا جبکہ عامر جو انکی طرف آرہا تھا اسکی بات سنتے ٹھٹھک کر رک گیا تھا۔ان دونوں کی عامر کی طرف پشت تھی تبھی وہ عامر کو نا دیکھ سکے۔"ایسی کیا بات ہے سر بولیں"ثانیہ

کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "ثانیہ کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی۔مجھے آپ کافی اچھی لگی ہیں۔آپ کی غیر مردوں کے ساتھ سخت مزاجی میرے دل کو بھا گئی ہے۔آپکا انداز، آپکی مسکراہٹ بلکہ پوری کی پوری آپ۔مجھے بے حد پیاری لگتی ہیں۔کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی" حسام کہا تو ثانیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں جبکہ عامر جو پیچھے کھڑا تھا اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس آدمی کا قتل کردے جو اس کی بیوی کو پرپوز کررہا تھا۔"بتائیں ثانیہ کریں گی مجھ سے شادی" حسام نے دوبارہ پوچھتے عامر کا خون جلایا جبکہ ثانیہ نے اسکی بات سنتے گہری سانس بھرتے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی عامر نے آگے بڑھتے پورے حق سے ثانیہ کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتے اسے قریب کیا اور حسام کو شعلہ بار نگاہوں سے دیکھا جبکہ اپنے گرد کسی کا حصار محسوس کرتے ثانیہ نے اس سمت دیکھا تو سامنے عامر کو دیکھ ثانیہ پرسکون ہوئی جبکہ حسام نے حیرت سے عامر کو دیکھا جو اتنے حق سے ثانیہ کو

اپنے حصار میں لے گیا تھا۔ عامر کے چہرے پر جیلسی کے تاثرات صاف نمایاں تھے جسے ثانیہ نے واضح دیکھا تھا۔ اسے یوں جیلس ہوتے دیکھ دل میں عجیب سی گد گدی ہوئی تھی۔ "ایک شوہر کے سامنے اسکی بیوی کو شادی کیلئے پرپوز کررہے ہو کیا مرنے کا زیادہ شوق چڑھا ہے یا زندگی راس نہیں آرہی" عامر نے بامشکل خود پر ضبط کرتے ایک ایک لفظ چباتے کہا ورنہ دل تو کررہا تھا اسکا منہ توڑ دے۔ کسی دوسرے مرد کو یوں ثانیہ کو پرپوز کرتے دیکھ اسکے وجود میں شرارے پھوٹ رہے تھے۔ وہ تو تب بھی اس کے قریب کسی غیر مرد کو برداشت نہیں کرتا تھا جب وہ اس سے محبت نہیں کرتا تھا اور اب تو وہ اسکا عشق تھی بھلا کیسے اسکو کسی کے قریب محسوس کرتا۔ وہ بھی ایک ایسے شخص کو جو اسکی بیوی کو پرپوز کررہا ہوں۔ جبکہ اس کی بات پر حسام نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب" حسام نے پوچھا تو عامر نے بامشکل خود کو اسے مکا مارنے سے روکا تھا۔ "مطلب شی از میرڈ ٹو می۔ ہماری شادی ہوچکی ہے۔

محرم ہوں میں انکا۔ انکا شوہر اور عشق۔ اور انکے لیے خاصا جنونی ہوں۔ کوئی غیر مرد میری بیوی کو صرف دیکھنے کی گستاخی کرتا ہے تو میں اسکی جان نکال دیتا ہوں۔ اور آپ تو یہاں پرپوز کر رہے ہیں سوچیں آپکا کیا حشر کر سکتا ہوں میں" عامر نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا جبکہ حسام نے ثانیہ کو۔ "پر میں نے سنا تھا یہ طلاق لے رہی ہیں اپنے شوہر سے" حسام نے کہا تو ثانیہ بے یقینی سے اسے دیکھا۔ بھلا وہ کیسا جان گیا تھا اسکی طلاق کے بارے میں۔ وہ تو اپنی ذاتی باتیں نہیں کرتی تھی پھر اسے کیسے یہ سب معلوم ہوا۔ "ہمارے درمیان کوئی طلاق نہیں ہو رہی نا آج اور نا ہی کل لہٰذا اب میری بیوی سے دور رہیے گا اور دوبارہ اس طرح کی کوئی بات کی تو آپکے ساتھ کسی قسم کی نرمی نہیں کروں گا" عامر انگشت شہادت اٹھاتے وارن کیا جس پر حسام نے ہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ اسکے جاتے ہی عامر ثانیہ کی طرف مڑا۔ "طلاق والی بات تو ہمارے درمیان سے ختم ہو چکی تھی پھر اسے

کیوں بتائی" عامر نے پیار سے اسکی گال سہلاتے ہلکی آواز میں شکوہ کیا تو ثانیہ فوراً نفی میں سر ہلا گئی۔ "میں نے نہیں بتایا۔ میں نے تو کبھی سر سے کوئی پرسنل بات نہیں کی۔ میں نہیں جانتی انھیں یہ کیسے پتا لگا" ثانیہ نے جلدی سے کہا تو وہ مدھم سا مسکراتے اسکی کنپٹی پر لب رکھ گیا۔ "تو اس میں پریشان ہونے والی کونسی بات ہے۔ آپ نے نہیں بتایا ٹھیک ہے لیکن اگر آپ نے بتایا بھی ہوتا مجھے تب بھی بلکل کوئی مسئلہ نا ہوتا۔ آپ تو محبوب ہیں آپ کی ہر بات پر سر خم کرنا ہے" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا پھر بغیر کچھ کہے دو قدم پیچھے ہوتے اپنا موبائل نکالتے ماہ دیر کو نمبر ملانے لگی پر اس سے پہلے ہی عامر آگے بڑھتے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے روک گیا جس پر ثانیہ نے اسے دیکھا۔ ا"گر ماہ دیر کو کال کر رہی ہیں تو نا کریں وہ نہیں آنے والا" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پر بھائی کہہ رہے تھے وہ راستے میں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں بھائی نہیں آرہے" ثانیہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔ "میری بھولی معصوم سی دلبر۔ آپکا بھائی

آرہا تھا پر اسے ہاسپٹل سے ایمرجنسی کال کروا کر رکوا چکا ہوں" عامر نے مسکراتے اسکی گال پر چٹکی بھرتے کہا۔ "کیوں کیا آپ نے ایسا اب میں گھر کیسے جاؤں گی" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا تو عامر منہ بنایا۔ "آپکا چھ فٹ دو انچ کا شوہر آپ کے سامنے کھڑا ہے تو ظاہری بات ہے میرے ساتھ ہی جائیں گی" عامر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ایک تو وہ ویسے ہی کل شاہجہاں بیگم اور شہریار کے سمجھانے کی وجہ سے نرم پڑ رہی تھی اوپر سے عامر کا یہ شریر انداز اسے مزید موم ہونے پر مجبور کر رہا تھا۔ "مجھے نہیں جانا آپکے ساتھ آپ جا سکتے ہیں۔ میں کیب کروا کر چلی جاؤں گی" ثانیہ نے کہا اور آگے بڑھنے لگی پر اس سے پہلے ہی وہ اس کا ہاتھ تھامتے اسے اپنی جانب کھینچتے قدرے کونے میں لاتے دیوار کے ساتھ لگاتے اس کے اطراف ہاتھ رکھتے اسے قید کر گیا۔ "آپ نہیں جا سکتیں" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "کیوں نہیں جا سکتی" ثانیہ نے ایک ایک لفظ چباتے پوچھا جس پر وہ مسکرایا اور اسکے کان کے بلکل

قریب جھکا جس پر ثانیہ سانس روک گئی۔ "کیونکہ میں آپکو کڈنیپ کرنے آیا ہوں" عامر نے اسکے کان میں سرگوشی کرتے اسکے کندھے پر ہولے سے لب رکھے تو ثانیہ نے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے دھکا دینا چاہا پر وہ اسکے ہاتھ تھامتے اپنے ایک ہاتھ سے پکڑتے دیوار سے لگا گیا۔ "کیا پروبلم ہے آپ کے ساتھ عامر" اس کی حرکت پر ثانیہ نے غصے سے پوچھا۔ "محبت ہے وہ بھی آپ سے۔پروبلم تو باخدا کوئی نہیں ہے" عامر نے شوخ ہوتے کہا۔ "کیوں تنگ کررہے ہیں" اس نے بے بسی سے پوچھا۔سامنے کھڑا شخص لمحہ بہ لمحہ اسے کمزور کررہا تھا۔ "میں نے کب تنگ کیا میں تو صرف آپ سے عشق کرتا ہوں باقی کوئی کام مجھ سے نہیں ہوتا" عامر نے شوخ ہوتے کہا۔ "عامر کیا ہے چھوڑیں مجھے" ثانیہ نے اپنے ہاتھوں کو کھینچنا چاہا پر عامر کی پکڑ مضبوط تھی۔ "چھوڑا اسے جاتا ہے جو اپنے نا ہوں مگر جن سے روح کا رشتہ ہو انھیں چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کیا جاتا اور آپ سے میری روح کا رشتہ ہے آپکو

کیسے چھوڑ دوں" عامر نے کہا تو لمحے بھر کو ٹھہر سی گئی۔ "کیوں کر رہے ہیں ایسا" ثانیہ کی بے بسی میں اضافہ ہوا۔ "میں کچھ نہیں کر رہا میرا بچہ۔ بس آپ کو تھوڑی دیر کیلئے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ پلیز آجائیں" عامر نے اسکی گال کو نرمی سے سہلاتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "کہاں جانا ہے اور میں کیوں آؤں آپکے ساتھ" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "ایک خاص جگہ لے کر جانا چاہتا ہوں میں آپکو اور جانا اس لیے ہے کیونکہ آج یہ گنہگار عاشق اپنے محبوب کو منانے کی ایک اور کوشش کرنا چاہتا ہے۔ کیا میری دلبر میرے ساتھ آئیں گی" عامر نے اسکے ہاتھوں کو چھوڑتے اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔ "میں کیوں جاؤں میرے پاس آپ کے ساتھ جانے کی کوئی وجہ نہی ہے" ثانیہ نے کہا تو عامر نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ "وہ جو چار گواہوں اور ایک قاضی کی موجودگی میں تین بار قبول ہے بولا تھا کیا بھول گئی ہیں آپ۔ میری جدائی میں یادداشت کمزور کر بیٹھی ہیں یا غصے میں نکاح بھول

گیا" عامر نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے شرارت سے کہا۔ "آپ مجھے بھلکڑ کہہ رہے ہیں" ثانیہ نے اسکے بات سے اپنے مطلب کا معنی اخذ کیا۔ "لا حولہ ولا قوۃ میں نے کب کہا" عامر نے صدمے سے کہا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا اور وہ کیا سمجھ رہی تھی۔ "تو اب آپ کہنا چاہ رہے ہیں میں جھوٹی ہوں" ثانیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا لیکن خاموش رہا۔ "اب آپ سائلنٹ ٹریٹمنٹ دیتے یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ میں پاگل ہوں" ثانیہ نے دوبارہ کہا تو عامر کا منہ حیرت سے کھلا۔ وہ بولے تو غلط نا بولے تو زیادہ غلط۔ "نہیں میرا بچہ میں ایسا کیوں کہوں گا یہ تو آپ کہہ رہی ہیں" عامر نے جلدی سے صفائی پیش کی۔ "آپ کہنا چاہ رہے ہیں میرا دماغ خراب ہے جو میں خود کو کچھ بھی بولتی جارہی ہوں" ثانیہ نے کہا تو اسے سمجھ نا آئی کیا کرے تبھی اس نے اسے سینے سے لگاتے اسکا سر سہلایا۔ "ثانیہ میری جان ریلیکس کیا ہوا۔ اتنا غصہ کیوں آرہا ہے آپکو" عامر نے پیار سے پوچھا۔ "آپ مجھ پر طنز کررہے تھے" ثانیہ نے کہا تو اس نے بے یقینی

سے اسے دیکھا۔ ”میں نے کب طنز کیا“ عامر نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”ابھی آپ نے کہا تھا کہ میں غصے میں نکاح کو بھول چکی ہوں“ ثانیہ نے کہا تو اسے اب جیسے ساری بات سمجھ آئی۔ ”میں آپ پر طنز نہیں کر رہا تھا اور نا ہی آپ پر کبھی طنز کر سکتا ہوں بس ایک شرارت کی تھی“ عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”اس دن تو آپ نے میرے ماضی کا حوالہ دے کر طنز کیے تھے“ ثانیہ نے کہا تو وہ شرمندہ ہوا۔ ”میں جانتا ہوں اور اسکے لیے ساری عمر بھی معافی مانگوں تو کم ہے ابھی میرے ساتھ آئیں پلیز۔مجھے آپ کچھ دکھانا ہے“ عامر نے کہتے دوبارہ اپنی ہتھیلی اسکے سامنے پھیلائی تو وہ چند لمحے اسکے ہاتھ کو دیکھتی رہی پھر اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں تھما دیا۔وہ کمزور پڑ چکی تھی۔اسکا عشق اب غصے پر غالب آرہا تھا۔انا خاک ہو رہی تھی۔گرد کے بادل چھٹنے لگے تھے۔عشق ہر طرف اپنے پنجے گاڑھ رہا تھا۔یہی وجہ تھی وہ چاہ کر بھی انکار نا کر پائی۔جبکہ ثانیہ کے یوں ہاتھ تھمانے پر عامر کو لگا جیسے کسی نے پوری کائنات

اسکی ہتھیلی پر رکھ دی ہو۔اس نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لیے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔اس نے جاتے ثانیہ کو گاڑی میں بٹھایا اور خود دوسری طرف سے آتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے گاڑی منزل کی جانب رواں کرگیا۔آج عرصے بعد اسے سفر پھر خوبصورت لگنے لگا تھا۔آج وہ پہلو میں تھی تو دل نے شدت سے اس سفر کے کبھی نا ختم ہونے کی دعا مانگی تھی۔

"یہ ہم کہاں آئے ہیں" ثانیہ نے عامر کو دیکھتے پوچھا جو گاڑی روکتے اپنی سیٹ بیلٹ کھول رہا تھا۔وہ لوگ قریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد اپنی منزل پر پہنچے تھے اور اس ایک گھنٹے میں عامر نے وقفے وقفے سے اسکا ہاتھ چوما تھا۔جبکہ ثانیہ خاموش بیٹھی اس خوبصورت سفر کو محسوس کررہی تھی جو آج اس نے عرصے بعد اپنے محرم کے ساتھ کیا تھا۔"وہیں جہاں ہمیں بہت پہلے آجانا چاہیئے تھا تاکہ میری بیوی اذیت نا سہتیں" عامر نے کہا اور اسکی طرف جھکتے اسکے ماتھے

پر لب رکھے تو بے ساختہ ثانیہ نے آنکھیں موندیں جس پر وہ مسکرایا اور کافی دیر اس کے ماتھے سے لب نا ہٹائے۔ کچھ دیر بعد وہ پیچھے ہوا تو ثانیہ نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "ایسی کونسی جگہ ہے" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "وہ جگہ جو آپکے خیال سے اجڑ چکی ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ اسے دیکھنے لگی جو اب گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکل کر اسکی طرف آیا تھا۔ عامر نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلایا جسے چند لمحے وہ دیکھتی رہی پھر اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں تھما گئی جس پر عامر نے مسکراتے مضبوطی سے اسکا ہاتھ تھامتے اسے گاڑی سے باہر نکالا اور بغیر کوئی بات کیے جھکتے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھا گیا جس پر ثانیہ نے گھبراتے اسکے کندھے تھامے۔ "کیا کر رہے ہیں اتاریں مجھے" ثانیہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو اسکی باہوں میں خاصی پیاری لگ رہی تھی۔ "میں نہیں اتار رہا۔یوں میری باہوں میں قید بے حد پیاری لگ رہی ہیں" عامر نے شرارت سے کہا تو ثانیہ نے

گہری سانس بھری جس پر عامر مسکرایا اور اسے لیے سامنے کی جانب بڑھنے لگا۔دو منٹ بعد ہی عامر اسے یونہی اٹھائے ایک باغ میں داخل ہوا جہاں پھول ہی پھول تھے جبکہ باغ کے عین وسط میں صرف ایک ہی درخت تھا جس پر جھولا بندھا تھا۔جھولے کی سائیڈوں پر پھول لگے تھے جو اسے بے حد خوبصورت بنا رہے تھے۔اس باغ کا حسن دیکھ ثانیہ مبہوت ہوئی تھی۔"یہ کتنا پیارا ہے"ثانیہ نے کہا تو عامر مسکرایا۔"ہوگا پر آپ زیادہ پیاری ہیں" عامر نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔"آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں"ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسے زمین پر کھڑا کر گیا۔"کیونکہ مجھے آپ سے محبت ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے کوئی جواب نا دیا بلکہ اطراف میں نظر گھماتے اس باغ کو دیکھا۔جو بے حد حسین اور سکون بخش تھا۔"جانتی ہے یہ کونسی جگہ ہے" اس کو یوں باغ کا معائنہ کرتے دیکھ عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔"کونسی"ثانیہ نے پوچھا تو عامر نے اسے بازو سے پکڑتے اسکا رخ موڑا اور اس کی پشت کو

اپنے سینے سے لگاتے اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ اسکی حرکت پر ثانیہ نے گہری سانس بھری تھی۔ "یہ باغ ہے۔ ہماری محبت کا باغ۔ جسے اجڑا ہوا سمجھ کر میری ثانیہ نے بہت اذیت سہی تھی۔ جس کے اجڑنے کے غم میں میری ثانیہ کی آنکھیں خشک ہوگئیں" عامر نے کہا تو ثانیہ نے چہرہ موڑتے بے یقینی سے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اسکی بات سنتے ثانیہ کافی دیر کچھ بول نا پائی وہ بس اسے دیکھ رہی تھی جسکی آنکھوں میں اسکے لیے فقط محبت تھی۔ "ہماری محبت کا باغ؟" کچھ مزید لمحے گزرنے کے بعد ثانیہ نے اسے دیکھتے اسکی بات دہرائی تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا واپس اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ "جی ہماری محبت کا باغ۔ وہ باغ جسے آپ ہماری محبت سے سجانا چاہتی تھیں۔ جہاں آپ ہمیں ایک ساتھ دیکھنا چاہتی تھیں۔ ہماری محبت کو بڑھتا دیکھنا چاہتی تھیں اور ہمارے بچوں کو

کھیلتے دیکھنا چاہتی تھیں۔یہ وہی باغ ہے جسکے اجڑنے کا غم آپکی آنکھیں خشک کرگیا۔ جسکے اجڑنے سے آپکی روح زخمی ہوگئی۔وہ باغ آج آپکے سامنے ہے۔ وہ باغ آج خود چلا چلا کربتا رہا ہے کہ وہ اجڑا نہی ہے" عامر نے کہا توثانیہ کی آنکھوں کے کنارے سرخ ہوئے تھے۔"یہ باغ ہمارا تو نہیں ہے۔آپ ایسے ہی مجھے کسی باغ میں لاکر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ہماری محبت کا باغ ہے۔ہماری محبت کے باغ میں تو بس ہم ہونگے پر اس باغ میں سب آئیں گے" ثانیہ نے اسکی طرف مڑتے کہا تو وہ مسکرایا۔"آپکو کس نے کہا کہ کوئی اس باغ میں آسکتا سوائے ہمارے۔یہ باغ ہمارا ہے۔یہ باغ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے سجایا ہے آپکے لیے۔اس باغ میں ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں آسکتا" عامر نے کہا توثانیہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔"کیا مطلب" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"مطلب یہ کہ یہ باغ جہاں ہم کھڑے ہیں۔یہ پورا باغ قانونی طور پر آپکا ہے۔میں نے یہ جگہ آپکے نام پر خریدی تھی

اور پھر اس پر ہماری محبت کا باغ تعمیر کیا" عامر نے کہا تو ثانیہ کی آنکھیں پھیلیں۔اس نے یہ جگہ خرید کر اس پر باغ بنایا تھا۔وہ بھی اسکے لیے۔"یہ ہمارا ہے' ثانیہ کو جیسے اب بھی یقین نا آیا۔"جی ہمارا باغ۔ہماری محبت کا باغ جسکا اجڑنا آپ کی روح کو زخمی کرگیا تھا" عامر نے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا۔آنکھوں کے کنارے سرخ تھے۔آنکھوں میں جلن سی محسوس ہورہی تھی۔پر آنسو اب بھی نا آئے۔"کیوں کررہے ہیں ایسا۔جب مجھے زندگی سے نکال دیا ہے پھر کیوں" ثانیہ نے چہرہ اٹھائے بغیر پوچھا جبکہ اسکی بات سنتے عامر نے اسکی ٹھوڑی نرمی سے تھامتے اس کا چہرہ روبرو کیا۔"میری زندگی ہیں آپ۔آپ کو بھلا زندگی سے کیسے نکال سکتا ہوں۔اس دن جو کیا وہ نا جانے کیوں کرگیا پر باخدا آپکو زندگی سے نہیں نکالا تھا" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔"پر گھر سے تو نکال دیا تھا نا" ثانیہ کی بات پر وہ شرمندہ ہوتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکا گیا۔"مجھے معاف کردیں۔مجھے وہ گھٹیا حرکت کرنے سے

پہلے مرجانا چاہیئے تھا پر نا جانے کیوں زندہ بچ گیا" عامر نے کہا تو اس نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "بلیک میل کر رہے ہیں مجھے" ثانیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "باخدا نہیں۔ میں کیوں بلیک میل کروں گا" عامر نے کہا تو ثانیہ کھوکھلا سا ہنسی۔ "تاکہ میں واپس آپکے پاس آجاؤں کیونکہ آپ جانتے ہیں آپ کے منہ سے ایسی باتیں سن کر میرا دل تڑپ جاتا ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ "اگر آپکو صرف واپس ہی لے جانا ہوتا تو زبردستی بھی کر سکتا تھا پر مجھے آپ ایسے نہیں چاہیئے بلکہ مجھے میری ثانیہ چاہیئے جو مجھ سے محبت کرتی تھیں۔ جو اپنے عامر سے عشق کرتی تھیں جو میرے بغیر نہیں رہ سکتیں تھیں" عامر نے کہا تو اسکی آنکھیں بھگیں تھی جسے دیکھ عامر ساکت ہوا۔ اس کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی پر وہ پلکوں کو جھپک کر اسے اندر اتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔ "اسے تو آپ مار چکے ہیں" ثانیہ نے اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھتے نظر جھکاتے کہا تو عامر نے اسے سینے سے لگایا۔ "میں

جانتا ہوں میں نے آپکی روح پر بہت سی ضربیں لگائی ہیں اور آپکے دل کو جو زخمی کیا وہ الگ پر باخدا میری جان اس دن آپ کو زخمی کرکے میں خود کو بھی اندر سے ختم کرچکا ہوں" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"کیوں کیا میرے ساتھ ایسا۔میں تو آپکی تھی نا کیا کوئی اپنوں کے ساتھ ایسا کرتا ہے"ثانیہ نے پوچھا تو عامر کی شرمندگی میں اضافہ ہوا۔"میں نہیں جانتا کیوں کرگیا وہ سب۔شاید آپ مجھ سے پہلے کسی اور تھیں یہ دکھ تھا۔یا شاید شہریار کے ساتھ جو آپ نے کیا وہ دکھ تھا۔یا شاید آپ میری ہونے سے پہلے کسی اور کی تھیں یہ غم تھا پر جو بھی تھا میری جان لینے والا تھا۔میں جانتا ہوں میں نے بہت غلط کیا۔بہت زیادہ اور اسکی وضاحت نا میرے پاس ہے اور نا میں کوئی کھوکھلی وضاحت دے کر اپنی غلطی کو جسٹیفائی کروں گا کیونکہ میں نے اچھا نہیں کیا آپکے ساتھ"عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"آپ نے واقعی اچھا نہیں کیا میرے ساتھ آپ نے مجھے اپنے گھر سے نکال دیا عامر"ثانیہ نے کہا تو

عامر کی شرمندگی بڑھی۔ ”میں نے آپکو وہاں سے بھیج دیا تھا پر آپکو بھیجنے کے بعد مجھے کبھی بھی اپنے گھر میں سکون نہیں ملا کیونکہ میرا سکون تو آپ تھیں جسے خود چھوڑ دیا تھا میں نے اور اس بات کا دکھ مجھے آخری سانس تک رہے گا“ عامر نے کہا تو ثانیہ اسے دیکھنے لگی۔ ”بہت اذیت ہو رہی ہے مجھے عامر“ ثانیہ نے اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے کسی سہمے بچے کی طرح کہا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا اور اسکا سر چومتے نرمی سے اسکی کمر کو سہلانے لگا۔ ”شش میں ہوں نا۔ آپکی اذیت خود پر لے لوں گا۔ آپکے تمام تر زخموں کا مرہم بن جاؤں گا“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ ”پر آپ بھی تو اذیت دینے والوں کی صف میں کھڑے ہیں۔ آپ مرہم کیسے بن سکتے ہیں“ ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے بے حد محبت سے اسکا سر چوما۔ ”اذیت دینے والوں کی صف میں کھڑا ضرور تھا پر اب صفِ محبت کے علاوہ میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے“ عامر نے کہا تو اس نے بغیر کچھ کہے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ”کیا

ہوا" عامر نے اسکی حرکت پر پیار سے پوچھا۔ "مجھے رونا نہیں ہے پلیز چپ کرجائیں" ثانیہ نے مدھم رنجیدہ آواز میں کہا تو عامر نے اسکا سر چوما۔ "رولیں بیٹو۔ اتنا درد دل میں بسائے بیٹھی ہیں۔ بہا لیں آج اسے۔ جتنا رونا ہے رولیں میرا سینہ حاضر ہے۔ پر پلیزیوں خاموش رہ کر خود کو اذیت نا دیں۔ بس بہت سہہ لیا درد آپ نے اب مزید نہیں خدارا رو لیں" عامر نے محبت سے لبریز آواز میں منت کی تو ثانیہ نے اسکے سینے سے چہرہ نکالتے اسے دیکھا۔ "رونے سے سر میں درد ہوتی ہے" ثانیہ نے بچوں جیسے انداز میں کہا تو عامر نے جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "کیوں درد ہوتی ہے۔ آپ تو روتی ہی نہیں۔ پھر آپکو کیسے پتا کہ درد ہوتی ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے بغیر کچھ کہے اسکے سینے سے پیشانی ٹکاتے آنکھیں موندیں۔ "کیا ہوا میری جان۔ بتائیں کیسے پتا کہ درد ہوتی ہے" عامر نے دوبارہ پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "مجھے مائیگرین ہے" ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "مائیگرین؟ پر آپکو تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا پھر کیسے" عامر

نے پوچھا تو ثانیہ نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”پہلے نہیں تھا پر اب ہے۔ میں نے رونا چھوڑ دیا ہے نا تو اس وجہ سے مائیگرین ہوگیا ہے۔ اس دن جب بازو پر چوٹ لگی تھی اس سے دو تین دن بعد ہی پتہ لگا۔ سر میں کافی درد تھی تو ڈاکٹر کو بتایا تو اس نے کہا مائیگرین ہے اور وجہ زیادہ سوچنا بتائی ہے“ ثانیہ نے کہا تو عامر نے تڑپ کر اسکی آنکھوں کو چوما تھا۔ ”میری جان آپ نے بتایا کیوں نہیں۔ آئی ایم سوری میری وجہ سے آپ اتنا کچھ فیس کر رہی ہیں“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ ”آپ بہت بُرے ہیں عامر“ ثانیہ نے کہا تو اس نے اسکا سر چوما۔ ”جانتا ہوں“ عامر نے کہا اور اسے واپس سینے سے لگا گیا جس پر وہ بھی خاموشی سے اسکے ساتھ لگتے آنکھیں موند گئی۔ وہ اب تھک گئی تھی۔ وہ اب مزید اس سے دور رہتے اذیت سہنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ ”آپ نے کسی کو بتایا ہے اس بارے میں“ عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”کیوں نہیں بتایا کسی کو“ عامر نے اسکا سر نرمی سے سہلاتے پوچھا اور

ساتھ ہی اسکا حجاب کھول گیا۔ حجاب کھولتے ہی اس نے بے حد محبت سے ثانیہ کے بالوں کو چھوا۔ وہ آج کافی دن بعد اسکے بالوں کو دیکھ رہا تھا۔ اسکے بال بھی کمزور ہو گئے تھے۔ جسے دیکھ اس نے گہری سانس بھری اور واپس اسے دیکھا۔ "کیونکہ پھر سب پریشان ہو جاتے۔ ویسے ہی میری وجہ سے سب اتنے پریشان رہتے تھے" ثانیہ نے کہا تو عامر کا دل اذیت سے دو چار ہوا۔ "مجھے بتا دیتیں میری جان۔ آپ نے مجھے بھی نہیں بتایا۔ جانتا ہوں میں نے غلط کیا پر اپنی اذیت تو مجھ سے نا چھپاتیں" عامر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کیوں بتاتی۔ آپ نے تو سارے حق چھین لیے تھے نا" ثانیہ نے کہا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "باخدا آپ سے کوئی حق نہیں چھینا تھا" عامر نے بے بسی سے کہا تو ثانیہ نے گہری سانس بھری۔ "عامر پلیز مجھے کمزور نا کریں۔ میں نے بہت مشکل سے خود کو مضبوط کیا تھا۔ اب کمزور نا کریں ورنہ دوبارہ ٹوٹ جاؤں گی اور باخدا اگر اب ٹوٹی تو سانسوں کی ڈوری بھی ٹوٹ

جائے گی"ثانیہ نے کہا اور پیچھے ہونا چاہا پر عامر کا حصار خاصا مضبوط تھا۔

"پڑجائیں کمزور باخدا اب کی بار آپکو ٹوٹنے نہیں دوں گا" عامر نے کہا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔"ایک بار آپ پر بھروسہ کیا تھا پر بدلے میں آپ نے اپنے بھائی کی خوشی کیلئے ہماری محبت کا سودا کردیا تھا۔دوبارہ حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔آپ پھر چھوڑ دیں گے۔میری محبت پھر ہار جائے گی۔میرا مان پھر سے چکنا چور ہوگا۔آپ مجھے پھر دور کردیں گے"ثانیہ نے کہا تو عامر نے نفی میں سر ہلایا اور اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے آنکھیں موند گیا جس پر ثانیہ نے بھی آنکھیں موندیں۔"صرف ایک بار اور بھروسہ کرلیں آج جان داؤ پر لگا دوں گا پر اپنی محبت کو داؤ پر نہیں لگنے دوں گا۔ایک بار اپنی محبت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا پر آج دنیا چھوڑ دوں گا لیکن اپنی محبت کو نہیں۔آج عامر عزیز ملک اپنی محبت کو سرخرو کرے گا۔آج میں اپنی محبت کا مان نہیں توڑوں گا۔تا عمر آپکو خود سے دور نہی کروں گا۔موت کے علاوہ اب کوئی ہجر ہمارے درمیان نہیں آئے

گا۔اور آج بھی آپکو تب تک خود سے دور نہیں کروں گا جب تک آپ اپنا سارا غم میرے سینے پر بہا نہیں دیتیں" عامر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ آنکھوں میں نمی لمحہ بہ لمحہ جمع ہوتی جارہی تھی جسے وہ پلکیں جھپکتے بہنے سے روک رہی تھی۔"پلیز ثانیہ پلیز رولیں ایسا نا کریں خود کے ساتھ مزید بیمار ہو جائیں گی" عامر نے اسکا سر چومتے اذیت کی انتہا پر پہنچتے کہا۔"نہیں رونا مجھے کیوں ۔۔نہیں سمجھتے آپ" ثانیہ نے بے بسی سے کہا۔اب کی بار آواز میں واضح لرزش تھی۔"نہیں کریں خود کے ساتھ اتنی زیادتی۔جو انسان روتا نہیں ہے اسکا دل مردہ ہوجاتا ہے ثانیہ۔ایسے خود کو کیوں اذیت دے رہی ہیں۔خدارا رحم کھائیں مجھ پر" عامر کے لہجے میں بے بسی اس سے زیادہ تھی جبکہ اب کی بار ثانیہ نے اسے دیکھا وہ کیوں کررہا تھا ایسے کیوں اسے کمزور کررہا تھا۔"آپکو کیا فرق پڑتا ہے ۔۔آپ جائیں۔۔چھوڑ جائیں۔۔مجھے۔۔کسی کے۔۔لیے بھی۔۔۔خود سے۔۔دور کردیں۔۔طلاق۔۔کی دھمکیاں دیں۔۔اپنی زندگی

سے۔۔نکال دیں۔۔میں تو۔۔ویسے ہی۔۔بوجھ ہوں۔۔اسی لیے سب۔۔چھوڑ جاتے۔۔ہیں۔۔آپ۔۔۔نے بھی تو۔۔چھوڑ۔۔دیا تھا۔۔نا اب۔۔بھی۔۔چھوڑ۔۔دیں" ثانیہ نے اسکا کالر مٹھیوں میں جکڑتے اس کے سینے سے پیشانی ٹکاتے لرزتے کہا۔آنسو اب کی بار واقعی پلکوں کی باڑ توڑ گئے تھے۔وہ جو اتنے دن سے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے ہوئے تھی۔آج اس شخص کی محبت پر بُری طرح سے ضبط کھوتے رو دی تھی۔جبکہ اسکے یوں رونے پر عامر نے اسے خود میں بھینچا اور نرمی سے اسکے بال سہلانے لگا۔یہی تو وہ چاہتا تھا کہ وہ رو کر اپنا غبار نکال دے۔اپنی ساری اذیت اپنے آنسوؤں کے ساتھ بہا دے۔آج زندگی میں پہلی بار ثانیہ کے آنسو دیکھ اسے تکلیف سے زیادہ سکون ہوا تھا۔وہ رونا چھوڑ چکی تھی۔وہ اپنی اذیت کو دل میں دبانے لگی تھی یہ بات اسکے آنسوؤں سے زیادہ تکلیف دہ

تھی۔"کیوں۔۔کیا۔۔۔آپ۔۔۔نے ایسا۔۔کیوں۔۔مجھے۔۔خود۔۔۔سے

دور۔۔کردیا۔۔کیوں میری ۔۔ محبت۔۔کو۔۔میرے لیے سزا بنا
دیا۔۔کیوں عامر۔۔جانتے تھے۔۔نا نہیں رہ سکتی۔۔میں آپکے۔۔بغیر
پھر۔۔کیوں۔۔۔مجھے۔۔اتنی اذیت دی"ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے پوچھا جس پر
عامر بھی اذیت سے دوچار ہوا۔اسکی خود کی آنکھیں بھی نم ہوئیں تھی۔"میری
جان میری دلبر مجھے معاف کردیں۔مجھے اس دنیا کا آخری شخص بھی نہیں ہونا
چاہیئے تھا جو آپکی اذیت کی وجہ بنتا" عامر نے کہا اور اسے خود میں بھینچ
گیا۔اسکی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہوئے تھے جو گرتے ثانیہ کے بالوں میں
جذب ہورہے تھے۔جبکہ ثانیہ کے آنسو اسکا سینہ بھگو رہے تھے۔" عامر۔
۔۔کیوں۔۔۔مجھے۔۔اتنی۔۔اذیت۔۔دی کیوں۔۔۔مجھے
جیتے۔۔۔جی۔۔۔مُردوں کی۔۔۔صف۔۔۔میں کھڑا۔۔کردیا" ثانیہ نے اس کی
شرٹ جکڑتے کہا تو عامر کے آنسوؤں میں اضافہ ہوا۔"آئی لو یو ثانیہ" اس نے
اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے کہا۔"کیوں میری محبت۔۔کو میری سزا

۔۔بنا دیا آپ نے" ثانیہ نے کہا۔ "آئی لو یو" اس نے دوبارہ کہا۔یہ شاید ازالہ تھا۔بے بسی تھی یا اذیت کی انتہا پر وہ کچھ اور کہہ نا سکا۔ "کیوں۔۔مجھے خود سے۔۔دور کردیا" ثانیہ روتے روتے نیچے بیٹھ گئی جس پر عامر بھی اسے یونہی سینے سے لگائے نیچے بیٹھا۔ "آئی لو یو میری جان" اس نے اب کی بار اسکا ماتھا چومتے کہا۔ "بہت ۔۔۔اذیت ہو رہی۔۔ہے۔۔بہت۔۔زیادہ ایسا ۔۔ لگ رہا ہے جیسے ابھی۔۔مر" ثانیہ کی بات پوری ہونے سے پہلے اس نے نرمی سے اسکا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے اپنے ہاتھوں میں تھاما اور اسکی بات کو چُن گیا جس پر ثانیہ نے آنکھیں موندیں۔آنسو ان دونوں کی آنکھوں سے نکلتے چلے جارہے تھے۔وہ دونوں ہی آج ایک دوسرے کا لمس محسوس کرتے رو رہے تھے۔ "ایسا نا کہیں پلیز" عامر نے کچھ دیر بعد سیدھے ہوتے کہا تو ثانیہ نے اپنی نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔وہ ہلکی ہلکی ہچکیاں ابھی بھی بڑھ رہی تھی۔ "کیوں۔۔آپ۔۔۔نے۔۔جب۔۔چھوڑا تھا۔۔ تب بھی۔۔تو

میرا۔۔جنازہ اٹھا تھا" ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسے کھینچ کر واپس اپنے سینے سے لگایا۔"ایسے نہیں کہتے۔خدارا ایسا نا کہیں۔کیوں میری جان لینا چاہتی ہیں" عامر نے اسے سینے میں بھینچتے کہا تو وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے مزید شدت سے رونے لگی جبکہ عامر بھی اسکو اپنے حصار میں قید کیے خاموش آنسو بہا رہا تھا۔دونوں ایک دوسرے کے گرد حصار باندھے۔ایک دوسرے کا سہارا بنتے آنسو بہا رہا تھے جبکہ قدرت کی ایک ایک شہ ان دونوں کو دیکھتے دعا گو تھی کہ وہ کبھی الگ نا ہوں۔

"ہیں میری مسز کہاں گئی" اسد نے ہمیشہ کی طرح بالکونی سے عائشہ کے کمرے میں اسے ناپاتے دیکھ خود سے کہا اور اپنا فون نکالتے اسے کال ملانے لگا پر اس سے پہلے ہی روم کا دروازہ کھلا جس پر اس نے مڑتے اس طرف دیکھا جہاں عائشہ ابھی روم میں داخل ہوئی تھی۔اسے اندر آتے دیکھ اسد کے چہرے پر

مسکراہٹ آئی۔وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اسکی طرف بڑھا اور دروازہ بند کرتے اسے اپنے بازو سے پکڑتے اپنے سینے سے لگا گیا جس پر عائشہ مسکرائی اور اسکے گرد حصار باندھتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔"کہاں تھی تم" اسد نے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے پوچھا۔"مہرو کے روم میں تھی وہاج سے کھیل رہی تھی" عائشہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔"گڑیا اتنی جلدی آگئی یونی سے خیریت" اسد نے پوچھا۔"وہاج کی وجہ سے وہ اب یونی نہیں جاتی" عائشہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھتے کہا۔"کیوں کیا پڑھائی چھوڑ دی" اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔"نہیں اسد پڑھائی کیوں چھوڑی۔وہ اب یونی نہیں جاتی لیکن آن لائن پڑھتی ہے جیسے مریم پڑھ رہی ہے۔کیونکہ وہاج اسکے اور بھائی کے بغیر رہتا ہی نہیں ہے اور نا مہرو وہاج کے بغیر تبھی بھائی نے اسے آن لائن پڑھنے کا کہا ہے جس پر وہ تو بڑی خوش ہے" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"ماں ہے نا ماں کا دل کہاں ہے لگتا ہے اولاد کے بغیر" اسد نے کہا تو اس نے ہاں

میں سر ہلایا۔ ”ویسے آپ کب آئے اور یہ صبح صبح بالکونی پھلانگ کر کیوں آئے۔ دروازے سے آجاتے“ عائشہ نے کہا تو اس نے گردن کی پشت سہلائی۔ ”فرنٹ سے آتا تاکہ پھر دس پندرہ منٹ کیلئے تم سے ملاقات ہوتی“ اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”افف اللہ اسد کیا کروں میں آپکا“ عائشہ نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ ”اب تو بس مجھ شادی کرلو اور کیا کرنا ہے میرا“ اسد نے شرارت سے کہا تو وہ پھر ہنس دی۔ ”وہ تو اب ایک مہینے بعد ہو جائے گی“ عائشہ نے کہا تو اسکے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ ”ہاں تیس دن۔ تیس دن بعد تم ہمیشہ کیلئے میری ہو جاؤ گی اور پھر میں کبھی تمھیں خود سے دور نہی کروں گا۔ ایک پل کیلئے بھی نہیں“ اسد نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”مت کیجیے گا میں کونسا آپ سے دور جانا چاہتی ہوں“ عائشہ نے کہا تو اسد نے جھکتے اس کے لبوں کا چھوا اور تھوڑی دیر بعد سیدھے ہوتے اسے دیکھا جس پر عائشہ کا رنگ سرخ ہوا۔ ”دور جانا نہیں چاہتی پاس آتا ہوں تو سرخ پڑ جاتی ہو! شہرزادی تم مجھے کنفیوز کر رہی ہو“ اسد

نے اسے دیکھتے کہا تو عائشہ نے چہرہ جھکایا جس پر اسے اس پر بے انتہا پیار آیا۔

"اب یوں شرماؤ گی تو میں ایک مہینہ پورا ہونے سے پہلے رخصتی کروا لوں گا" اسد نے گہری سانس بھرتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو عائشہ ہنس پڑی۔ "جلدی رخصتی ہونی ہی نہیں کیونکہ اماں سائیں چاہتی ہیں کہ اس ایک مہینے کے اندر اندر ثانیہ اور عامر بھائی اپنے معاملات درست کر لیں تاکہ ہماری اور انکی شادی ساتھ ہو جائے" عائشہ نے کہا تو ماہ دیر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "ہاں شیری بھائی سے سنا ہے میں نے بھی پر اب دیکھو کیا بنتا ہے۔ عامر بھائی گئے ہیں بھابھی کو منانے ہی۔ بس اللہ کرے وہ مان جائیں" اسد نے کہا تو اس نے آمین کہا۔ "مہر ماہ بتا رہی تھی کہ ہو سکتا ہے خلیل انکل اور عالمگیر انکل میشائم اور ماہ دیر بھائی کا ولیمہ رکھ لیں ہماری شادی سے پہلے۔ کیونکہ انکا ولیمہ نہیں ہوا اور نکاح بھی ہاسپٹل میں ہوا تھا تو وہ کہہ رہے ہیں سنت ادا ہو جائے گی" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہاں یہ تو اچھی بات

ہے۔ماہ دیر نے بھی بہت کچھ برداشت کیا ہے تو اب اسکی بھی خوشیاں ہمیں منانی چاہیے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"اچھا میں تم سے ایک سوال پوچھنے آیا تھا۔آج عامر بھائی نے مجھ سے تذکرہ کیا تو سوچا تم سے بھی پوچھ لوں" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے بولنے کا کہا۔"عامر بھائی کہہ رہے تھے کہ اگر بھابھی مان گئیں تو وہ اماں سائیں سے رخصتی کی تاریخ جلدی کرنے کا کہیں گے شاید پندرہ یا بیس دن بعد۔تو میں نے سوچا تم سے پوچھ لوں کہ تمھیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا اگر رخصتی جلدی ہو جائے" اسد نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"مجھے کوئی مسئلہ کیوں ہوگا اسد۔میں نے جب بھی رخصت ہو کر آنا ہے آپکے پاس ہی آنا ہے تو بہتر ہے نا جلدی آجاؤں" عائشہ نے کہا تو وہ اسکا سر چوم گیا۔"یہ تو ہے پر میرے لیے تمھاری رضامندی زیادہ اہم ہے۔جو تم کہو گی میں وہی کروں گا" اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔"لوگ زن مرید ہونے کا طعنہ دیں گے" عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا۔"اچھا ہے نا میں تو

ویسے بھی پیدائشی زن مرید ہوں" اسد نے فخر سے بتایا تو وہ پھر ہنس دی۔ "آپ بھی نا" اسد عائشہ نے ہنستے اسکے سینے پر سر ٹکایا تو وہ اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ "آپکے دل میں رہتا ہوں نا شہزادی" اسد نے اسکا جملہ اچکتے پورا کیا تو وہ مسکرائی۔ "وہیں رہیں گے آپکی سلطنت ہے میرا دل ۔وہیں رہ کر راج کریں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چومتے اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا جس پر وہ بھی اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

"بیٹُو بس۔اب نہیں رونا۔ایسے طبیعت خراب ہو جائے گی۔بس میری جان" عامر نے ثانیہ کے بال سہلاتے کہا جو نا جانے کب سے روتے ساتھ اسے بھی رلا رہی تھی۔ اب اسکی ہچکیاں مزید بڑھیں تو عامر نے اپنے آنسو پونچھتے اسے کہا جس پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے۔۔رونا ۔۔ ہے۔۔عامر۔۔مجھے بہت۔۔زیادہ۔۔رونا۔ ۔ہے ۔۔ ان گزرے۔۔دنوں

کی۔۔اذیت۔۔ابھی۔۔ ختم ۔۔ نہیں ہوئی "ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو عامر نے اس کا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے نرمی سے ہاتھوں میں تھامتے اپنے روبرو کیا۔ "گزرے دنوں کی اذیت جتنی آنسوؤں کے ساتھ نکلنی تھی نکل گئی۔اب میری محبت کو موقع دیں۔اب باقی کی اذیت میری محبت دور کرے گی۔میرا ساتھ دور کرے گا لیکن بس اب رونا بند کریں۔ ایسے رو کر اپنی طبیعت خراب کرلیں گی آپ" عامر نے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے کہا تو ثانیہ نے آنکھیں موندیں جس پر عامر نے اسے دیکھا۔اسکے چہرے پر تھکاوٹ وہ صاف دیکھ سکتا تھا۔اس نے اسکی تھکاوٹ کا احساس کرتے کھڑے ہوتے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھایا اور چلتے جھولے سے کچھ فاصلے پر رکھے بینچ پر بیٹھتے اسے اپنی گود میں بٹھاتے اسکے بال سہلانے لگا۔ "عامر میں۔۔۔ٹوٹ چکی۔۔ہوں میں۔۔اب ٹھیک۔۔نہیں ہو سکتی "ثانیہ نے اس کے کندھے پر سر رکھتے ہنوز آنسو بہاتے کہا۔ "میں آپکو واپس سے ٹھیک کردوں گا بس مجھ پر

ایک بار یقین کرلیں" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"یقین
کرنا۔۔چاہتی۔۔ہوں پر۔۔نہیں آرہا۔۔کیا۔۔کروں
۔۔میرا۔۔دل۔۔پھر۔۔وہ اذیت۔۔نہیں سہہ۔۔سکتا۔۔عامر۔۔مجھے
کسی۔۔طرح خود۔۔پر یقین۔۔کروا۔۔دیں۔۔مجھے۔۔۔آپکا
ساتھ۔۔چاہیئے۔۔نہیں رہا۔۔جارہا۔۔اس۔۔درد۔۔۔کے ساتھ۔۔زندہ"
ثانیہ نے شدت سے روتے کہا تو عامر نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔"نہیں آرہا
یقین کوئی بات نہیں۔مت کریں میں نے جو حرکت کی ہے اسکے بعد یقین کرنا
بنتا بھی نہیں ہے۔بس مجھے ایک موقع دے دیں۔میں آپکو اس قدر شدت سے
چاہوں گا کہ آپ خود با خود مجھ پر یقین کرلیں گی۔میں آپکو فورس نہیں کروں گا پر
مجھے یقین ہے میری چاہت اس دن کی ہر یاد آپ کے ذہن سے نکال دے
گی۔صرف ایک موقع دے دیں مجھے" عامر نے اسکی گال سہلاتے کہا تو ثانیہ نے
چہرہ جھکایا۔"کیسے دوں موقع" ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔"مجھ سے شادی

کریں گی ایک بار پھر سے۔اس بار تمام رسم و رواج کے ساتھ۔ ہمارے اپنوں کی موجودگی میں مجھے اپنا شوہر قبول کریں گی۔ایک بار پھر سے میرے نکاح نامے پر اپنا آٹو گراف دیں گی" عامر نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا جو بڑی محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ثانیہ نے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے اسکے سینے پر سر رکھا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔وہ اسکے بولنے کے انتظار میں تھا اور اسکا انتظار زیادہ طویل نا ہوا کیونکہ اگلے ہی لمحے ثانیہ کے لبوں میں جنبش ہوئی تھی۔"شادی کی شاپنگ آپکے ساتھ کرنے جاؤں گی میں اور جتنی بار دل کرے گا اتنی بار جاؤں گی" ثانیہ نے کہا تو عامر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔کیا وہ ہاں کہہ رہی تھی۔کیا اسکی سزا ختم ہوگئی تھی۔کیا وہ اسکے ساتھ رہنا چاہتی تھی؟ ایک ساتھ کتنے ہی سوال اس کے ذہن میں آئے۔"کیا یہ میری سزا ختم ہونے کی نوید ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے اپنی روئی سوجھی آنکھوں سے دیکھا۔"پتا نہیں پر ہاں بول چکی ہوں۔ایک بار پھر یقین

کرنے کی کوشش کرنے جارہی ہوں اب کی بار میرا یقین مت توڑیے گا ورنہ آپ مجھے ہمیشہ کیلئے کھو دیں گے" ثانیہ نے گہری سانس بھرتے مدھم آواز میں کہا تو عامر بغیر کچھ کہے اسکی طرف جھکا اور اسکے ہونٹوں کی نرماہٹ کو محسوس کرنے لگا جس پر ثانیہ نے سرخ پڑتے آنکھیں موندیں۔ اس نے آج یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ عامر کی محبت نے اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا تھا۔ اسکی انا خاک ہوگئی تھی۔ اسکا غصہ اپنے محرم کے عشق کے آگے غائب سا ہوگیا تھا۔ اسکو اذیت تھی پر جو سکون اس شخص کے لمس پر مل رہا تھا وہ اذیت پر غالب آرہا تھا۔ آج ثانیہ نے اپنے رشتے کو چنتے اپنی انا ماری تھی۔ وہ جانتی تھی اب کی بار اسکا شوہر اسکا مان سلامت رکھے گا۔ شک تھوڑا سا تو تھا پر یقین اس شک کو کمزور کررہا تھا۔ جبکہ دوسری طرف عامر کا خوشی سے بُرا حال تھا۔ ثانیہ نے اسے معافی کا پروانہ تھما دیا تھا اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا آج بھی اسکی کوشش ناکام ہوگی پر آج اسکی بیوی نے اسکے عشق کا سر

بلند کردیا تھا۔آج عامر نے اپنی خوشیاں واپس حاصل کرلیں تھی۔آج عامر نے اپنی بیوی کو واپس حاصل کرلیا تھا۔اس نے اپنے روٹھے ہوئے محبوب کو منا لیا تھا یقیناً عشق کی کتابوں میں اسکا نام سنہرے لفظوں سے لکھا جانا تھا۔"جانتی ہیں آج کا دن میرے لیے عید سے کم نہیں ہے" عامر نے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا جو اسکی گود میں پُرسکون سی اسکے سینے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔"کیوں" ثانیہ نے ہلکا سا چہرہ اوپر کی جانب ترچھا کرتے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"کیونکہ آج آپ نے مجھے معافی کا پروانہ تھمایا ہے تو اس دن کو عید کے برابر کا رتبہ حاصل ہونا چاہیے۔آپ نے مجھے معاف کردیا اس بات پر جتنی خوشی مناؤں کم ہے" عامر نے کہا تو وہ چہرہ جھکا گئی۔"خوش تو ایسے ہورہے ہیں جیسے جنت کا اعلان ہوگیا ہو"ثانیہ نے کہا تو وہ ہولے سے ہنستے اسکی کنپٹی چوم گیا۔"میرے لیے آپکی معافی جنت کے اعلان کے مترادف ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔"بہت بڑا دعویٰ کررہے ہیں" ثانیہ نے اسے دیکھتے

کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میرا اللہ گواہ ہے کہ یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ میرے دل میں کبھی جھانک کر اپنا مقام دیکھیں گی تو خود پر رشک کریں گی“ عامر نے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی جسے دیکھ عامر کو اپنے رگ و پے میں سکون سرائیت کرتا محسوس ہوا۔ پچھلے دو گھنٹوں میں یہ پہلی مسکراہٹ تھی جو ثانیہ کے چہرے پر آئی تھی۔ عامر نے بغیر کچھ کہے اپنی جیب سے نوٹ نکالے اور اسکے سر سے وار گیا۔ اس کی حرکت پر ثانیہ کی آنکھوں میں خوشی سی نمایاں ہوئی تھی جسے دیکھ عامر سرشار ہوا۔ ”یہ کیوں کیا آپ نے“ ثانیہ نے آنکھوں میں چمک سموئے اس سے پوچھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ”اس لئے کیونکہ آج آپ کافی دن بعد میری وجہ سے مسکرائی ہیں تو میں نہیں چاہتا آپکو میری یا کسی اور کی نظر لگے“ عامر نے کہا تو ثانیہ اسے دیکھنے لگی جو آنکھوں میں محبت سمیٹے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”آپ جانتے ہیں صرف آپ اس روئے زمین کی واحد ہستی ہیں جو مجھے پل میں موم کرنے کی صلاحیت

رکھتی ہے۔کوئی اگر ایک بار میرا دل توڑتا ہے تو میں اس انسان سے اپنی راہیں یوں جدا کرتی ہوں جیسے وہ کبھی میری زندگی میں تھا ہی نہیں۔پر آپ کے معاملے میں، میں نے اپنے اصولوں کو بھی پسِ پشت ڈال دیا۔کیا ہیں آپ عامر۔کیوں میرا دل ہمیشہ آپکے عشق کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔کیوں میں چاہ کر بھی آپ سے دور نہیں رہ پاتی" ثانیہ نے اسکے چہرے کو دیکھتے کہا تو عامر نے اسکی آنکھوں کو چوما۔"میں آپکا شوہر ہوں جو آپ کو دیوانوں کی طرح چاہتا ہے۔آپکا دل میرے عشق کے سامنے اس لیے گھٹنے ٹیک دیتا ہے کیونکہ میرا عشق آپکے پاؤں پڑ جاتا ہے۔ اور رہ گئی بات دور ہونے کی تو آپ مجھ سے کبھی دور نہیں جا سکتیں کیونکہ میں نے ہمارا معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے اور جو معاملے اللہ کے سپرد کردیے جائیں پھر ان میں ناکامی نہیں ہوتی" عامر نے کہا تو ثانیہ اسے دیکھنے لگی۔ "کوئی شک نہیں اور شاید آپکے لیے نرمی بھی اللہ نے ہی میرے دل میں ڈالی ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ہاتھ

کی پشت کو تھامتے چوم گیا۔ ”شہریار بتا رہے تھے آپکو روز بخار ہو جاتا ہے؟ کوئی وجہ ہے“ ثانیہ نے اچانک یاد آنے پر پوچھا تو عامر نے اسے دیکھا۔ ”ہاں بس رات کو عموماً جم کرتا تھا تو شاید اسی وجہ سے“ عامر نے کہا تو اس نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ”جم کا بخار سے کیا تعلق۔ جم کرنے سے آپکو آج تک بخار نہیں ہوا پھر اب کیوں“ ثانیہ نے ایک سانس میں سوال پوچھے تو وہ مسکرایا۔ ”شرٹ لیس چھت پر جم کرتا تھا تو اب سردی بڑھ رہی ہے اس لیے بخار چڑھ گیا تھا پھر میڈیسن بھی نہیں لی تو اس لیے بار بار ہو رہا ہے“ عامر نے کہا تو اس نے اسے گھورا جس پر عامر نے زبان دانتوں تلے دبائی۔ ”عامر آپ کب باز آئیں گے۔ سوات میں بھی آپکا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے آپکو آئے دن بخار ہو جاتا تھا اور اب پھر وہی کام“ یکدم ہی ثانیہ کے لہجے میں استحقاق شامل ہوا جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا۔ ”آپکے میری زندگی میں آنے سے پہلے ہوتا تھا۔ پھر آپ آئیں تو میں ٹھیک رہنے لگا اور اب آپ پھر گئیں تو میں نے

اپنا خیال رکھنا چھوڑ دیا۔پر اب آپ رخصت ہو کر میرے پاس آرہی ہیں تو میں اب سے ہی اپنا خیال رکھنا شروع کردوں گا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے بیٹُو ایک بات پوچھوں" عامر نے اسے دیکھتے کہا۔ "جی پوچھیں" ثانیہ نے جواب دیا تو اس نے نرمی سے اسکے تھوڑے سے بالوں کو پکڑتے کندھے سے آگے کرتے اسکے سامنے کیا۔ "بالوں کو کیا ہوا ہے۔اتنے مرجھائے ہوئے کیوں لگ رہے ہیں اور اتنے کمزور اور ڈرائے بھی ہو گئے ہیں۔بالوں کا خیال نہیں رکھا نا آپ نے" عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر عامر کو دکھ ہوا۔ "ثانیہ آپکے بال اتنے پیارے ہیں۔کیوں خیال نہیں رکھا۔ دیکھیں زرا کیسے خشک ہو گئے ہیں اور جھڑ بھی رہے ہیں۔ آپکے بال مجھے بے حد پسند ہیں۔یہ ایسے مرجھائے اچھے نہیں لگ رہے۔میں آج رات میں آپ کے سارے آئل اور سیرم بھیجوں گا بلکہ ابھی واپسی پر شاپنگ کرتے ہیں۔ اپنے بالوں کا خیال رکھا کریں اور اگر نہیں بھی رکھنا تو بھی کوئی بات

نہیں۔جب تک رخصتی نہیں ہوتی تب تک میں روز آکر تیل لگا دیا کروں گا اور پھر تو آپ نے ویسے ہی میرے پاس آجانا ہے پھر میں زیادہ اچھی طرح کئیر کروں گا آپکی بھی اور آپکے بالوں کی بھی۔پھر یہ ٹھیک ہوجائیں گے۔اور ہم ایک کام کریں گے آپکو ہفتے میں دو بار پروٹین ماسک بھی لگائیں گے اس سے انکی نشوونما بہتر ہوگی اورہاں آپکی خوراک بھی اچھی کریں گے میری بیٹُو اتنی کمزور ہوگئی ہیں اور آپکے بال انھیں دیکھ کر میرے دل کو کچھ ہورہا ہے۔ہم ایک کام" عامر جو ابھی مزید بولنے والا تھا اچانک ثانیہ کی ہنسی پر خاموش ہوا۔وہ جو تب سے اسے سنتے ہنسی ضبط کررہی تھی اب کی بار ہنس دی۔ "ہاہاہاہاہا عامر" ثانیہ زور زور سے ہنستے اسکے کندھے پر سر ٹکا گئی جس پر عامر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔"کیا ہوا ہنس کیوں رہی ہیں" عامر نے پوچھا تو اس نے کچھ بولنے کو لب واء کیے پر پھر ہنس پڑی۔"ثانیہ بتائیں نا کیوں ہنس رہی ہیں" عامر نے دوبارہ پوچھا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھتے اپنی ہنسی کنٹرول

کرتے اسے دیکھا۔ "بال میرے خراب ہے اور پریشانی آپکو ہورہی ہے یہ تو سمجھ میں آتا ہے۔پر میرے بالوں میں کیا کیا لگائی جارہے ہیں آئل، سیرم، ماسک ہاہاہاہا عامر یہ کہاں سے پتہ لگا آپکو" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میری جان جسکی بیوی آپ ہوں تو اسے ہر چیز کا پتا ہونا چاہیئے تاکہ میری بیگم کو کوئی بھی مسئلہ ہو تو وہ بس مسئلہ بتائیں اور چیز انھیں مل جائے۔ انھیں بتانا نا پڑے کہ یہ چیز ایسے تو وہ چیز ویسے" عامر نے اسکی ناک دباتے کہا تو بے ساختہ اسکے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ بے خودی میں جھکا اور اسکے دونوں رخساروں پر بوسہ دے گیا جس پر ثانیہ نے آنکھیں موندتے گہری سانس بھری۔ "ویسے آپ کافی دنوں سے شرمائی نہیں ہیں نا تو اب میں آپکو ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد شرمانے کی وجہ دوں گا ابھی پہلے اس بوسے کے اثر سے نکل جائیں" عامر نے اسکی رخساروں کو چومتے کہا تو وہ سر جھکاتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر عامر نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔ وہ آج کئی دنوں بعد یوں دل

کھول کر ہنسا تھا۔ ورنہ ہنسا مسکرانا تو اس نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ پر آج وہ اسکے پاس تھی تو وہ بات بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔ "عامر ہنسیں مت" ثانیہ نے کہا تو وہ فوراً خاموش ہوا۔ "اور کوئی حکم دلبر" عامر نے تابعداری سے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اچھا چلیں زرا میرے ساتھ آئیں" عامر نے تھوڑی دیر بعد کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "کہاں" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے جھولے کی طرف اشارہ کیا۔ "وہاں۔ وہ جھولا میں نے خاص آپکے لیے بنوایا ہے" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے گرد اپنی باہوں کا حصار مضبوط کر گئی جس پر وہ مسکرایا۔ اسکی حرکت پر وہ سمجھ گیا تھا کہ اسکی بیوی کا ابھی خود سے چلنے کا موڈ نہیں ہے تبھی وہ اسے یونہی باہوں میں اٹھائے کھڑا ہوا اور جاتے اسے جھولے پر بٹھا گیا اور خود اسکی پشت پر آتے کھڑا ہوا۔ "بیٹھو جھولا سائیڈ سے پکڑیں" عامر نے اس کی پشت پر کھڑے ہوتے کہا تو ثانیہ نے پہلے چہرہ موڑتے اسے دیکھا پھر اطراف سے جھولے کی رسیوں کو مضبوطی سے پکڑ گئی جسے

دیکھ عامر نے جھولے کو ہلکا سا دھکا دیا تو وہ آگے کو گیا جس پر ثانیہ بے ساختہ مسکرائی۔ عامر نے پھر سے وہی عمل دہرایا جس سے جھولا پہلے آگے گیا پھر پیچھے آتا تو وہ نرمی سے اسکی گال پر لب رکھتا جسے محسوس کرتے ثانیہ کھلکھلا کر ہنس دی جبکہ عامر اسکی ہنسی کے صدقے اتارتے نہیں تھک رہا تھا۔عامر بار بار یہ عمل دہراتے اسکی رخسار چومتا جس پر ثانیہ کی ہنسی میں اضافہ ہورہا تھا۔پورے باغ میں ثانیہ کی ہنسی کی آواز گونج رہی تھی اور عامر مسکراتے اسکی نظر اتار رہا تھا۔جبکہ آج قدرت بھی ان دونوں کی نظریں اتارتے نہیں تھک رہی تھی۔دو عشق کرنے والے ملے تھے آج پھول بھی جھوم اٹھے تھے۔ہوائیں اپنے ساتھ عشق کی مہک کو لائیں تھیں۔آسمان نے بھی محبت کا رنگ چڑھا رکھا تھا۔آج دو عشق کرنے والوں کی دوری خاک ہوئی تھی اور عشق کی خوشبو پھر سے انھیں اپنے حصار میں لے گئی تھی۔اب خوشیاں انکی منتظر تھیں۔غم انکے در کا رستہ بھول چکے تھے۔

"ماہر بیٹا ثانیہ کہاں ہے۔اس نے کہا تھا کہ آج ایک دو بجے تک پہنچ جائے گی اب پانچ بج رہے ہیں۔ابھی تک نہیں آئی کال کرو گڑیا کو"خلیل صاحب نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا جو ابھی ہاسپٹل سے آیا تھا۔ خلیل صاحب اس وقت لاؤنج میں اکیلے بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے جب کہ میشائم حوریہ کو سلانے گئی تھی۔"بابا گڑیا عامر کے ساتھ ہے" ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب کے چہرے پر حیرانی آئی۔ "عامر کے ساتھ؟" خلیل صاحب کو جیسے یقین نا آیا۔"جی بابا عامر کے ساتھ۔عامر نے گڑیا کو منانے کیلئے کچھ سوچا تھا تو وہیں لے گیا ہے اسے۔اور میری ابھی بات ہوئی ہے عامر سے کہہ رہا تھا آٹھ بجے تک گڑیا کو گھر چھوڑ جائے گا"ماہ دیر نے پورے لاؤنج میں نظریں گھماتے کہا تو خلیل صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔"میشائم کمرے میں ہے ماہر" خلیل صاحب نے اسکی آنکھوں کی تلاش کو دیکھتے کہا تو وہ جھینپ گیا۔"بابا میں نے تو نہیں پوچھا" ماہ

دیر نے کہا تو خلیل صاحب ہنس پڑے۔ "بیٹا باپ ہوں میں تمھارا۔ میں خود تمھاری ماں کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھا رہتا تھا تو بھلا میرے بیٹے ہو کر تم اپنی بیوی سے کیسے دور رہ سکتے ہو" خلیل صاحب نے ہنستے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "اچھا چلو اب تم جا کر فریش ہو جاؤ اور ریشائم کی طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں اسے بھی دیکھ لو۔ میں بھی کچھ دیر آرام کر لوں" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور انکا ہاتھ چومتے اوپر چلا گیا۔ وہ اوپر آتے سیدھا اپنے کمرے میں گیا تو نظر ریشائم پر پڑی جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی جبکہ حوریہ اسکی گود میں سر رکھے سو رہی تھی۔ "آپ کب آئے" دروازہ کھلنے کی آواز پر ریشائم نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھتے پوچھا جو دروازہ بند کرتے اسکی طرف بڑھا تھا۔ "ابھی آیا ہوں۔ بابا بتا رہے تھے کہ تمھاری طبیعت خراب ہے کیا ہوا" ماہ دیر نے اسکے سامنے بیٹھتے حوریہ کو نرمی سے اٹھاتے سینے سے لگاتے اسکا ماتھا چوما اور پھر نرمی سے اسے تکیے پر لٹاتے آگے ہوتے

یشائم کے دونوں ہاتھ تھامتے پوچھا۔ ”سر درد کر رہا ہے“ یشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جس کی آنکھیں ہلکی ہلکی سرخ ہو رہی تھیں۔ ”زیادہ درد ہو رہی ہے“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے سر جھکایا۔ اسے اب رونا آرہا تھا۔ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے درد برداشت کر رہی تھی پر ماہ دیر کو دیکھتے ہی ضبط کھو رہی تھی۔ ”میری جان یشی یہاں دیکھو مجھے میرا بچہ“ ماہ دیر نے اسکے یوں سر جھکانے پر اسکی ٹھوڑی تھامتے اس کا چہرہ روبرو کیا تو یشائم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ”یشی میرا بچہ روتے نہیں ہیں۔یہاں آؤ میری جان“ ماہ دیر نے اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھتے اسے نرمی سے سینے سے لگایا تو وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ ”کب سے ہو رہی ہے درد“ ماہ دیر نے اسکے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیرتے پوچھا۔ وہ ہلکا ہلکا اسکے سر میں دباؤ ڈال رہا تھا تاکہ اسے کچھ سکون ہو۔ ”ایک گھنٹہ ہو گیا ہے۔ اتنی درد ہو رہی ہے اور میں نے میڈیسن بھی نہیں کھائی کیونکہ آپ نے منع کیا تھا“ یشائم نے مدھم بھرائی

آواز میں کہا تو ماہ دیر نے اسکا سر چوما۔ ”میرا بچہ آپ نے مجھے میسج کیوں نہیں کیا“ ماہ دیر نے پیار سے پوچھا۔ ”آپ بزی ہوتے ہیں اس ٹائم“ میشائم نے کہا تو ماہ دیر نے اسکا سر چوما۔ ”میری جان کا ٹکڑا۔ میں جتنا بھی بزی ہوں تمھاری ایک پکار پر سر کے بل دوڑتے آؤں گا۔ تم مجھے ایک بار کال کر کے بتاتی تو کہ تمھاری طبیعت نہیں ٹھیک باخدا سارے کام بھاڑ میں جھونک کر تمھارے پاس آجاتا۔ کیا ضرورت تھی ایک گھنٹہ اذیت سہنے کی“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے کہا تو میشائم ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”جانتی ہوں پر آپکو اتنے کام ہوتے ہیں اور مجھے لگا تھا کہ درد تھوڑی دیر میں ہٹ جائے گی پر نہیں ہٹی“ میشائم نے کہا تو اس نے بے حد محبت سے جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ ”اب میں آگیا ہوں نا ابھی ٹھیک ہوجائے گا روتے نہیں ہیں“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور اسکی دونوں بازوؤں کا پکڑتے اسے بیڈ پر لٹاتے کھڑے ہوتے اسکے سر کے

قریب بیٹھا اور اسکا سر نرمی سے اپنی گود میں رکھتے دبانے لگا جس پر یشائم نے گہری سانس بھری۔ "بس اب آنکھیں بند کرو میرا بچہ۔ ابھی درد ٹھیک ہو جائے گا" ماہ دیر نے پیار سے کہا اور اسکا سر دبانے لگا جس پر یشائم آنکھیں موند گئی۔ "آپ کو پتا ہے۔ میرا سر بہت زیادہ درد کر رہا تھا۔ اور مجھے اس وجہ سے رونا بھی آرہا تھا اور میں تب سے دعا کر رہی ہوں آپ آجائیں" یشائم نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔ "سوری میری جان مجھے جلدی آنا چاہیے تھا" ماہ دیر نے ہمیشہ کی طرح اپنی ناکردہ غلطی کی معافی مانگی جس پر وہ مسکرائی اور آنکھیں کھولتے اسے دیکھنے لگی۔ "ایسے غلطی نا ہونے پر معافی نا مانگا کریں دیر" یشائم نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "تم سے معافی مانگ کر میری کونسی عزت کم ہوجاتی ہے جو میں معافی نا مانگوں" ماہ دیر نے اس کی گال کو انگلیوں سے چھوتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکا ہاتھ پکڑتے اسکے ہاتھ کی انگلیوں سے کھیلنے لگی جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ "کچھ سکون ملا درد کو

بچہ" ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا جو اسکے ہاتھ کی پشت پر موجود سبز اور نیلی نسوں کو انگلی سے آگے پیچھے کر رہی تھی۔ "جی اب بہتر ہے" میشائم نے کہا تو اس نے الحمدللہ کہا۔ "ویسے سر کیوں درد کر رہا تھا۔ نیند تو ماشاء اللہ سے پوری ہو رہی ہے تمھاری۔ کیا پریشان ہو؟" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں پریشان نہیں ہوں بس صبح آپکے جانے کے بعد دوبارہ سونے والی تھی پر حور نے اٹھا دیا اور اب بھی سونے والی تھی پر اسے نیند آ رہی تھی تو بس اسی وجہ سے سر درد کرنے لگا" میشائم نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اچھا اب ایک کام کرو۔ تم سو جاؤ حوریہ اٹھے گی تو میں دیکھ لوں گا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے آنکھیں موندی جبکہ ماہ دیر اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے اسکا سر دبا رہا تھا۔ اسکے ہونٹوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اسکی نظر کبھی میشائم پر ہوتی تو کبھی حوریہ پر۔ ایک وقت تھا جب وہ بلکل تنہا تھا اور اب زندگی میں سب تھے۔ اسکا باپ، اسکی

بہنیں، اسکی بیوی، اسکی بیٹی اور اسکی آنے والی اولاد۔ اللہ پاک نے اس پر اپنا رحم کیا تھا تبھی بچھڑے رشتے مل گئے تھے اور نئے رشتے جان بن گئے تھے۔

"میرا پیارا بیٹا۔ کیا کیا میرے بچے نے سارا دن" ضرار نے وہاج کے ننھے ننھے ہاتھ چومتے کہا جو ابھی جاگا تھا۔ ضرار جب یونی سے واپس آیا تھا تب وہاج سو رہا تھا جبکہ مہر ماہ فردوس بیگم کے ساتھ کچن میں کھانا بنا رہی تھی تبھی ضرار بھی وہاج کو سینے پر لیٹاتے سو گیا تھا۔ اب اسکی آنکھ وہاج کے رونے پر کھلی تھی۔ اس نے اٹھتے جلدی سے وہاج کو فیڈر پلایا تھا اور اب وہ اسکے ساتھ باتیں کر رہا تھا جو بیڈ پر لیٹا تھا جبکہ ضرار کہنی کے بل لیٹے اس سے باتیں کر رہا تھا۔ "آپکی ماما نے آج میرے بیٹے کو نہیں پکڑا سارا دن۔ ماما بڑی گندی بچی ہو گئی ہیں۔ میرے بیٹے کو ٹائم نہیں دیتیں" ضرار نے وہاج کی ناک پر لب

رکھتے کہا۔ ”ہم ماما کو کہیں گے کہ میرے بیٹے کو ٹائم دیا کریں“ ضرار نے اسے اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا اور اسکا ماتھا چوما عین اسی وقت روم کا دروازہ کھولتے مہرماہ اندر آئی اور ان دونوں کو دیکھتے مسکرائی۔ ”یہ کب اٹھا“ مہرماہ نے بیڈ کے دوسری طرف بیٹھتے پوچھا۔ ”آدھا گھنٹہ ہوگیا ہے“ ضرار نے ہاتھ بڑھاتے اسکے چہرے پر آئے بال پیچھے کیے تو وہ نظریں جھکا گئی جس پر وہ مسکرایا۔وہ صبح سے کچھ زیادہ ہی شرما رہی تھی۔ ”مسز راجپوت اب ایسے شرماؤ گی تو میں پھر کوئی خطا کر جاؤں گا“ ضرار نے اس کی طرف جھکتے اس کے کان میں سرگوشی کی تو مہرماہ نے آنکھیں موندتے گہری سانس بھری۔ ”شرم کریں۔۔کچھ وہاج ۔۔کا احساس تو کرلیں“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”ارے ہاں یار وہاج بھی ہے یہاں ویسے میرا بیٹا ناراض ہوگیا ہے تم سے۔کہہ رہا تھا کہ ماما نے آج سارا دن ٹائم نہیں دیا“ ضرار نے کہا تو مہرماہ مسکرائی اور ہاتھ بڑھاتے اس کی گود سے وہاج کو پکڑا جو اس کی گود میں آتے ہی

مسکرایا۔ ”میرا پیارا بیٹا ماما صدقے جائیں اپنے بچے پر“ مہرماہ نے وہاج کا سر چومتے کہا تو ضرار مسکرایا جبکہ وہاج نے اسکی قمیض مٹھیوں میں بھینچی۔ ”صبح سے کچن میں کیا کر رہی ہو۔میں نے منع کیا تھا نا کہ کچن میں زیادہ دیر کام نہیں کرنا“ ضرار نے اسے دیکھتے کہا جو اب وہاج سے لاڈ کر رہی تھی۔ ”جی لیکن آج بابا کی فرمائش پر میں نے چائنیز کھانا بنایا ہے اور آپ چائنیز کھاتے نہیں تو آپکے لیے بریانی اس لیے آج کچن میں زیادہ ٹائم لگا“ مہرماہ نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ ”تو جناب نے آج خاصا کام کیا ہے اور میرے لیے بریانی بھی بنائی ہے“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ویسے آپ آج آتے ہی سو گئے خیریت طبیعت ٹھیک ہے“ مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں ٹھیک ہے بس آج کام زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی تھک گیا تھا“ ضرار نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”کام جب زیادہ ہوتا ہے تب تھوڑی ریسٹ بھی کیا کریں“ مہرماہ نے ہاتھ بڑھاتے اسکے ماتھے پر آئے بالوں کو ہٹایا

اور اسکی طرف جھکتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”جناب اب ایسے کریں گی میں نے شرما جانا ہے“ ضرار نے گہری سانس بھرتے کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر ضرار بھی مسکرایا۔ ”اچھا ضار مجھے یاد آیا آج بابا کی کال آئی تھی اور بابا کہہ رہے تھے کہ ماہ دیر بھائی اور بھابھی کا ولیمہ رکھنے کی سوچ رہے ہیں ایک ہفتے بعد۔ کل بلایا ہے بابا نے کہہ رہے تھے کہ کل عالمگیر انکل بھی آرہے ہیں تو ہم لوگ بھی آجائیں“ مہرماہ نے کہا تو اس نے اثبات میں سرہلایا۔ ”ٹھیک ہے چلے جائیں گے۔ ابھی زرا مجھے ٹائم دو۔ آج تم نے مجھے صبح سے ٹائم نہیں دیا“ ضرار نے شکوہ کیا تو وہ مسکرائی۔ ”اب آگئی ہوں نا آپکے اب میرا سارا ٹائم آپکے اور وہاج کیلئے ہے“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور بیڈ پر دراز ہوتے اس کی گود میں سر رکھ گیا جس پر مہرماہ کی سانس ایک پل کو رکی لیکن اگلے ہی پل وہ مسکرائی۔ ”ایک بات پوچھوں۔ ایسے ہی میری ذہن میں آئی ہے“ ضرار نے اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھاتے کہا۔ ”جی

پوچھیں" مہرماہ نے نرمی سے وہاج کو اسکے سینے پر لٹاتے جواب دیا اور اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ "اگر اس دن میں وہاج کو اڈاپٹ کرنے سے منع کردیتا تو" ضرار نے وہاج کو دیکھتے پوچھا جو اب سونے کی تیاری میں تھا۔جبکہ اسکی بات سنتے مہرماہ کی انگلیاں ایک پل کو رکیں تھی لیکن اگلے ہی پل اس نے پھر اپنا عمل شروع کیا تھا۔ "سچ بتاؤں تو میں بھی نہیں جانتی پر شاید میں آپکو فورس کرتی کیونکہ جس بچے کیلئے میں اتنی سردی ہونے کے باوجود ہاسپٹل کے ٹھنڈے کوریڈور میں بیٹھ سکتی تھی، جس بچے کی رونے کی آواز سنتے میں بے چین ہوتے نرس پر غصہ کر سکتی تھی، جس بچے کو دیکھ میرے انگ انگ میں خوشی سی دوڑی تھی اسے بھلا کیسے خود کے پاس رکھنے کیلئے نا لڑتی۔جانتے ہیں وہاج کو پہلی بار گود میں لیتے مجھے ایسا لگا تھا کہ میں نے اپنی اولاد کو گود لیا ہو نا کہ لائبہ کی۔وہاج میرے لیے کسی اور کا نہیں فقط میرا بیٹا ہے۔اس دن جب اسے اڈاپٹ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔وہ فیصلہ کرتے میں کس قدر سکون میں تھی

اسکا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔ اس وقت وہاج میرے لیے لائبہ کا بیٹا نہیں۔ بس ایک معصوم ننھی سی جان تھا جسکے لیے اللہ نے میرے دل کو محبت سے بھر دیا تھا۔ ایک دم سے ہی وہ مجھے اپنا اپنا لگنے لگا۔ اور اس وقت میں اسکے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھی" مہرماہ نے کہا تو ضرار مسکرایا۔ "تم بہت اچھی ہو ماہ۔ اللہ نے تمھارے دل میں بہت نرمی ڈالی ہے سب کیلئے۔ بعض اوقات مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ آخر تم مجھے کیسے مل گئی۔ نا جانے اللہ پاک کو میری کونسی نیکی پسند آئی جو اس نے میری قسمت میں اتنی نیک شریکِ حیات لکھی ہے کہ جسکو پا کر میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے" ضرار نے ایک ہاتھ اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "شریکِ حیات تو اللہ پاک نے مجھے بھی چُن کر عطا کیے ہیں" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا تو ضرار نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب" ضرار نے پوچھا تو مہرماہ نے ہونٹ آپس میں پیوست کرتے مسکراہٹ روکی۔ "مطلب دی گریٹ

ضرار دراب راجپوت۔جو غصے میں ہاتھوں اور لاتوں سے بات کرتے ہیں۔زبان کا استعمال کم ہی کرتے ہیں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے ایک لمحے کو اسے دیکھا پھر زبردست قہقہہ لگا گیا جس پر مہرماہ بھی ہنس پڑی جبکہ وہاج کو ہمیشہ کی طرح اپنی نیند میں خلل بلکل پسند نہیں آیا تبھی ہونٹ مڑورتے اگلے ہی پل رونے لگا جس پر ضرار نے بوکھلاتے اسے دیکھا جبکہ مہرماہ کی ہنسی نرم و شفقت سے بھری مسکراہٹ میں بدلی۔"وہاج سوری بیٹا۔ماما بابا نے ڈرا دیا آپکو" ضرار نے نرمی سے اسکی کمر سہلاتے کہا لیکن وہاج کا موڈ اب خاصا خراب تھا جسے دیکھ مہرماہ نے ہاتھ بڑھاتے نرمی سے وہاج کو اسکی گود سے پکڑتے ساتھ لگایا جس پر وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر چپ ہوا۔اسکی حرکت پر ضرار نے منہ کھولتے اپنے بیٹے کو دیکھا جو اسکے پاس گلا پھاڑ کر رو رہا تھا اور ماں کے پاس جاتے ہی چپ کر گیا تھا۔"بے وفا بیٹا" ضرار نے وہاج کو دیکھتے کہا جو اب مہرماہ کی انگلی تھامے اسے دیکھ رہا تھا جبکہ اس بات پر مہرماہ ہنسی اور

اسکی طرف کھسکتے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ "میرا بیٹا بے وفا نہیں ہے بس وہ اپنی ماما سے زیادہ پیار کرتا ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میں بھی اپنے بیٹے کی ماما سے بہت پیار کرتا ہوں" ضرار نے اسکے سر پر لب رکھتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر ضرار مسکرایا اور وہاج کو دیکھنے لگا جو اب سو رہا تھا۔

"سائیں" مریم نے شہریار کو پکارا جو اسے کھانا کھلا رہا تھا وہ دونوں اس وقت ڈائننگ روم میں تھے جب کہ اسد اور شاہجہاں لاؤنج میں بیٹھے تھے اور عامر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ "جی سائیں کی جان" شہریار نے اسکے منہ نوالے ڈالتے بے حد محبت سے اسکی پکار کا جواب دیا تو مریم کے رخسار سرخ ہوئے جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکی طرف جھکتے اسکے رخسار چوم گیا۔ "سائیں نہیں کریں" مریم نے چہرہ جھکاتے شرم سے سمٹتے کہا تو وہ ہنستے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگاتے اسکا سر چوم گیا۔ "اچھا نہیں کرتا اب یہ بتاؤ کیا کہہ رہا

تھا میرا بچہ" شہریار نے محبت سے اسکا سر سہلاتے پوچھا۔ "جی تو میں کہہ رہی تھی کہ کل ہم حوریہ سے ملنے جائیں گے۔ اتنے دن ہوگئے ہیں اس سے ملے ہوئے۔ میرا دل کررہا ہے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے ہم چلیں گے۔ اور کچھ کرنے کا دل کررہا ہے میری پٹھانی کا؟" شہریار نے حامی بھرتے ساتھ سوال پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں لیکن مجھے اسد بھائی کی شادی کا شوق چڑھ گیا ہے۔ سائیں ہم سارے فنکشن کریں گے۔ ایک بھی فنکشن نہیں چھوڑیں گے اور ساری رسمیں بھی کریں گے" مریم نے کہا تو شہریار نے ہاں میں ہلایا۔ "جو حکم رگِ جاں۔ جیسا تم چاہو گی ہم سب کچھ ویسا ہی کریں گے" شہریار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "لیکن شادی تو ان لوگوں کی ہے نا اگر انھیں میرا یوں سارے فنکشن پلین کرنا اچھا نا لگا تو" مریم نے پوچھا تو وہ نرمی سے مسکرایا۔ "تو ہم دوبارہ شادی کرلیں گے تاکہ شادی کی ساری تقریبات اور رسمیں ویسے ہوں جیسے میری مریم چاہتی ہے"

شہریار نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ ”مطلب صرف میری ایک خواہش پورا کرنے کیلئے آپ ہماری شادی دوبارہ سے رکھ لیں گے“ مریم نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ ”ہاں اب تم کوئی خواہش کرو اور میں اسے پورا نا کروں تو تف ہے پھر میری موجودگی پر“ شہریار نے کہا تو مریم کی آنکھوں میں چمک در آئی۔ ”اور اگر میں روز ایسے ہی کوئی نا کوئی خواہش کردوں تو“ مریم نے پوچھا تو شہریار نے اپنا چہرہ اسکے چہرے کے قریب کیا۔ ”تو میں تمھاری ہر خواہش پوری کرتا جاؤں گا“ شہریار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ ”اور اگر وہ خواہش پوری کرنا آپکے بس میں نا ہو تو“ مریم نے ایک اور سوال کرتے اس کی مسکراہٹ میں اضافہ کیا۔ ”تب بھی میں پوری کوشش کروں گا اور اگر پھر بھی وہ خواہش پوری نا کر پایا تو معذرت کرلوں گا“ شہریار نے تحمل سے جواب دیا۔ ”یہ بھی نہیں پوچھیں گے میں نے ایسی خواہش کیوں کی“ مریم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”تمھارا حق ہے خواہش کرنا اور تمھاری ہر خواہش کو

پورا کرنا میرا فرض۔ اور تمھارے معاملے میں اپنا ہر فرض میں بغیر ماتھے پر بل ڈالے پورا کرنا چاہوں گا۔ تم میرا کل اثاثہ ہو۔ تمھارے لیے جان بھی قربان کردوں تو وہ بھی کم۔ خواہشات پورا کرنا تو بڑی چھوٹی بات ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکی طرف چہرہ موڑتے اسکی گال پر لب رکھ گئی جس پر شہریار نے گہری سانس بھری۔ "پٹھانی یہ زیادتی ہے۔ میں نے ہر خواہش پوری کرنے کی حامی بھری ہے پھر بھی یوں رشوت دے رہی ہو" شہریار نے کہا تو وہ کھلکھلا ہنس دی عین اسی پل انھیں باہر سے عامر کی گاڑی کے ہارن کی آواز آئی جس پر دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔ "لگتا ہے عامر بھائی آگئے ہیں" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور خالی پلیٹ سائیڈ پر کرتے اسے پانی پلایا۔ "ہاں پانی پی لو پھر باہر چلتے ہیں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور تھوڑا سا پانی پیتے گلاس پیچھے کیا جس پر شہریار نے کھڑے ہوتے اسکا ایک ہاتھ تھامتے اپنا دوسرا بازو اسکے کندھے کے گرد پھیلایا اور لاؤنج کی

جانب بڑھ گیا۔ ”اسلام علیکم“ ابھی وہ دونوں لاؤنج میں داخل ہی ہوئے تھے جب عامر نے اندر آتے اونچی آواز میں سلام کیا جس پر سب نے اسکی جانب دیکھا جو آج پہلی بار مسکراتے اندر آیا تھا۔ آج اسکے چہرے پر ایک چمک تھی۔ اسکے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ اسکے چہرے کی شادابی دیکھ سب نے دل میں اسکی نظر اتاری تھی۔ ”اماں سائیں ! !“ عامر نے انکے پاس آتے کسی چھوٹے بچے کی طرح انھیں ہگ کیا تو شاہجہاں بیگم سمیت سب نے اسے دیکھا۔ ”کیا ہوا لڈو“ شاہجہاں بیگم نے اس سے پوچھا۔ ”ثانیہ مان گئیں اماں سائیں۔ وہ اب مجھ سے ناراض نہیں ہیں۔ انھوں نے مجھے معاف کردیا اماں سائیں۔ میں بہت خوش ہوں۔ بہت زیادہ“ عامر نے شاہجہاں بیگم کو دیکھتے کہا تو سب مسکرائے۔ ”بہت مبارک ہو میرا بچہ “شاہجہاں بیگم نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو عامر مسکرایا۔ ”مبارک ہو بھائی ویسے یہ کب ہوا“ اسد نے اسکے پاس آتے کہا۔ ”آج میں انھیں اسی باغ میں لے گیا

تھا جو میں نے انکے لیے خریدا تھا۔پھر میں نے ان سے اپنی تمام تر غلطیوں کی معافی مانگی تو انھوں نے مجھے معاف کردیا" عامر نے مختصر کرتے انھیں ساری بات بتائی تو سب نے خوش ہوتے اسے ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دی جس پر اس نے مسکراتے سب کو دیکھا۔ "بہت شکریہ۔یہ آپ سب کی دعاؤں کا ہی صلہ ہے جو آج میری زندگی کی خوشیاں لوٹ آئی ہیں" عامر نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے اسکا ماتھا چوما۔ "ہمیشہ خوش رہو میرا بچہ" شاہجہاں بیگم نے اسے دعا دی تو وہ مسکرایا اور انکے کندھے پر سر رکھتے بیٹھ گیا۔جب کہ باقی سب اسکی نظر اتارتے نہیں تھک رہے تھے جو آج بے حد خوش نظر آرہا تھا۔

"اسد۔عامر مجھے تنگ نا کرو۔ایک بار کہہ دیا نا نہیں تو مطلب نہیں۔اب جاؤ جاکر سو جاؤ کل خلیل کی طرف بھی جانا ہے" شاہجہاں بیگم نے ان دونوں کو دیکھتے کہا جو انکے پاؤں دبا رہے تھے۔جبکہ شہریار مریم کے کہنے پر اسے روم میں

چھوڑنے کے بعد اب انکے روم میں صوفے پر بیٹھا مسکراہٹ روکنے کے چکر میں لال پیلا ہورہا تھا کیونکہ عامر اور اسد پچھلے ایک گھنٹے سے شاہجہاں بیگم کو شادی کی تاریخ پندرہ دن جلدی رکھنے کا کہہ رہے تھے پر وہ مان نہیں رہی تھیں جس پر شہریار خاصا محظوظ ہورہا تھا۔وہ دونوں آٹھ بجے سے انھیں منا رہے تھے اب نو بج رہے تھے پر شاہجہاں بیگم اپنی بات پر ثابت قدم تھیں جس پر وہ دونوں بس رو دینے کو تھے جسے شہریار خاصا انجوائے کررہا تھا۔ایسا نہیں تھا وہ شاہجہاں بیگم کے سامنے ان کی سفارش نہیں کرنے والا تھا۔پر ابھی اسے انھیں منتیں کرتے دیکھنے کا مزہ آرہا تھا۔"اماں سائیں مان جائیں نا" شاہجہاں بیگم کی بات پر عامر نے انکے پاؤں کو نرمی سے دباتے کہا جو ہاتھ میں تسبیح پکڑے زیرِ لب کچھ پڑھ رہی تھیں۔"جی اماں سائیں پلیز نا دیکھیں ہم تو آپکے بچے ہیں نا" اسد نے انکا دوسرا پیر دباتے کہا تو شہریار کا دل کیا قہقہہ لگائے پر ابھی کیلئے ضبط کرگیا ورنہ جانتا تھا اسکے دونوں بھائیوں نے پھر اس سے بدلہ

لینے بیٹھ جانا ہے۔ "ہاں اور ہم وعدہ کرتے ہیں ساری تیاری بھی دیکھ لیں گے پلیز نا۔ مان جائیں نا ۔ شادی کی تاریخ جلدی کی رکھ لیں۔ اماں سائیں رحم کھا لیں یار۔ میری بیوی تو مانی بھی ابھی ہے مان جائیں نا۔ میں مزید اپنی بیوی سے دور نہیں رہ سکتا ! " عامر نے جیسے دہائی دی جس پر شہریار ہونٹوں پر کشن اٹھا کر رکھا ورنہ یقیناً وہ قہقہہ لگا جاتا۔ "ہاں نا اماں سائیں بھائی کی معصوم اور میری ایکسٹرا معصوم شکل پر ترس کھا کر شادی کی تاریخ پندرہ دن بعد کی رکھ لیں۔ میرا دل نہیں لگ رہا میری بیوی کے بغیر مجھے وٹامن بیوی کی کمی ہو رہی ہے مجھ معصوم کی دہائی سن لیں اور بھائی کی بھی " اسد نے بچے کی طرح ہونٹوں کو گول کرتے خود کو ایکسٹرا معصوم کہا تو شہریار اور عامر نے کانوں کو ہاتھ لگایا جبکہ شاہجہاں بیگم نے سر تا پیر اپنے ایکسٹرا معصوم پوتے کو دیکھا جو ان کے دیکھنے پر سٹپٹایا تھا۔ "ایک بار کہہ دیا نا نہیں تو مطلب نہیں۔ چپ کر کے بیٹھو دونوں اور اگر اب آواز آئی تو میں نے شادی کی تاریخ تین ماہ بعد کی

رکھ دینی ہے پھر روتے پھرنا ! "شاہجہاں بیگم نے ان دونوں کو گھورتے کہا تو ان دونوں نے بے بسی سے انھیں دیکھا۔ انکے چہرے ایسے تھے جیسے ابھی رو دیں گے جب کہ شاہجہاں بیگم کی بات سنتے تضاد ان دونوں کے چہرے دیکھتے شہریار ہنستے ہوئے صوفے پر لوٹ پوٹ ہورہا تھا۔ وہ دونوں عموماً ٹیم بنا کر اسے تنگ کرتے تھے اور آج انھیں یوں شاہجہاں بیگم کی منتیں کرتے دیکھ اسے کمینی سی خوشی ہورہی تھی جسکا اظہار وہ ہنستے ہوئے بخوبی کررہا تھا جبکہ اسکے یوں ہنسنے پر عامر اور اسد نے دل میں اس سے بدلہ لینے کی ٹھانی تھی۔ یقیناً اب ایڈوکیٹ صاحب کی ڈاکٹر اور بزنس مین کے ہاتھوں خیر نہیں تھی۔ "شہریار ! ! زیادہ ہنسی آرہی ہے میرے بھائی کو" عامر نے اسکے یوں ہنسنے پر آئی برو اچکاتے پوچھا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "جی بھائی بہت زیارہ آرہی ہے ہاہاہاہاہا" شہریار نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے جواب دیتے قہقہہ لگایا تو عامر نے اسد کو دیکھتے کوئی اشارہ کیا جس نے اس کا اشارہ سمجھتے آنکھوں

کو جھپکتے اسے جواب دیا جس پر عامر کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ ”بھائی آپ اماں سائیں کو منائیں میں زرا آتا ہوں“ اسد نے یکدم بیڈ سے کھڑے ہوتے کہا تو سب نے اسے دیکھا جبکہ عامر نے ہونٹ آپس میں پیوست کرتے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ ”ہاں ٹھیک ہے جاؤ۔ جلدی آنا تب تک میں یہیں ہوں“ عامر نے اسے مخصوص اشارہ کرتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے باہر بڑھنے لگا لیکن شہریار کی آواز نے اسے روکا۔ ”اسد کہاں جارہے ہو“ شہریار نے اس کی طرف دیکھتے پوچھا تو اسد اسکی طرف پلٹا۔ ”واش روم جارہا ہوں بھائی۔ آپ ساتھ آئیں گے پھر شکایت مت کیجیے گا“ اسد نے آنکھیں پٹپٹاتے اس سے کئی گنا زیادہ معصومیت سے جواب دیا تو شہریار نے گندہ سا منہ بنایا جبکہ عامر کا دل کیا قہقہہ لگائے۔ انکے برعکس شاہجہاں بیگم ہلکا سا مسکرائیں تھی۔ ”گندے میں کیوں آؤں گا ساتھ۔ بس ایسے ہی پوچھا تھا“ شہریار نے منہ بناتے کہا تو اسد ہنستے باہر نکل گیا جبکہ عامر زور سے ہنسا۔ ”بھائی ہنسیں مت اماں سائیں کو

منائیں۔ آپکی شادی کی تاریخ پندرہ دن بعد کی رکھیں" شہریار نے اسکے ہنسنے پر دل جلانے والی مسکراہٹ اسے پاس کرتے کہا تو عامر نے دانت پیسے پر جو بدلہ وہ دونوں شہریار سے لینے والے تھے وہ سوچ کر دل میں کمینی سی خوشی بھر رہی تھی۔ اس نے شہریار والے مسئلے کو ابھی سائیڈ پر کیا کیونکہ وہ جانتا تھا اسد سب سنبھال لے گا اور اب پھر سے شاہجہاں بیگم کی طرف دیکھا تاکہ اپنا اور اسد کا معاملہ سیدھا کرسکے۔ "اماں سائیں" عامر نے پھر انھیں پکارا پر ان کی ایک گھوری عامر کو خاموش کرا گئی۔ "اماں سائیں ویسے زیادتی ہے یہ۔ شہریار مجھ سے چھوٹا ہے۔ اس کی شادی اتنی جلدی ہوگئی اور اب تو ماشاء اللہ باپ کے رتبے پر فائز ہونے جارہا ہے۔ میرے اور اسد کے ساتھ یہ ظلم کیوں" عامر نے بچوں کی طرح کہا تو شاہجہاں بیگم نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کرتے اسے گھورا۔ "کیونکہ میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ اپنی بیوی کو گھر سے نکالو۔ اب جو کرم کیا ہے اسکا پھل ہی مل رہا ہے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے منہ

بنایا۔ ”اماں سائیں ثانیہ مان گئی ہیں اب۔ آپ بھی مان جائیں نا“ عامر نے کہا اور اب کی بار انکے پاس جاتے انکے کندھے پر سر رکھا تو شہریار اور شاہجہاں بیگم دونوں مسکرائے۔ وہ ایسے کرتے کوئی چھوٹا بچہ لگ رہا تھا۔ ”لڈو وہ مان گئی ہے پر دیکھو سو تیاریاں کرنی ہوتی ہیں۔ پھر شاپنگ کرنی ہے۔ دو شادیاں ہیں پندرہ دن میں ساری تیاری کیسے ہوگی۔ پھر سارے رشتے داروں کو بھی بلانا ہے“ شاہجہاں بیگم نے اسکے بال سہلاتے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جانتا ہوں اماں سائیں پر وہ پورا ایک مہینہ مجھ سے دور رہی ہیں اور اب ایک مہینہ اور کیسے گزارا ہوگا“ عامر نے کہا تو انھوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”ہو جائے گا گزارا جہاں اتنا صبر کیا ہے وہاں یہ کچھ دن بھی کر لو پھر انشاء اللہ وہ ہمیشہ کے لیے تمھارے پاس آجائے گی۔ کل ہم خلیل کی طرف جائیں گے تو تمھاری اور ثانیہ کی شادی کی تاریخ بھی رکھ کر آئیں گے“ شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ مطلب کوئی منت آج کام نہیں

آنے والی تھی۔ ”ٹھیک ہے“ عامر نے اب کی بار ضد کیے بغیر کہا تو شہریار کو اپنے بھائی پر پیار اور ترس بیک وقت آیا۔ ”شاباش میرا لڈو اب جاؤ۔ سو جاؤ کل پھر جانا بھی ہے اور یقیناً کل ثانیہ کو بھی تمھارا انتظار ہوگا“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور ان کا ماتھا چومتے باہر نکل گیا۔ ”اماں سائیں کیا واقعی شادی کی تاریخ پندرہ دن جلدی کی نہیں رکھ سکتے“ اسکے جاتے ہی شہریار اٹھتے انکے پاس آیا تو وہ مسکرائیں۔ ”کیوں نہیں رکھ سکتے“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ ”پھر آپ نے بھائی اور اسد کی بات کیوں نہیں مانی“ شہریار نے بیڈ پر دراز ہوتے انکی گود میں سر رکھتے پوچھا۔ ”کیوں نہیں مانی؟ میں کل ہی سب سے بات کرتی ہوں۔ اور تم ایسا سوال پوچھ رہے ہو؟ تم خود آج تک میرے پوتوں کے منہ سے کوئی بات نکلی ہو اور میں نے اسے پورا نا کیا ہو ایسا ہوا ہے“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے مسکراتے نفی میں سر ہلایا۔ ”آپ بہت اچھی ہیں اماں سائیں اللہ آپ جیسی دادی سب کو

دے جیسے آپ ہمیں پیار کرتی ہیں ایسے کوئی نہیں کر سکتا" شہریار نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا ماتھا چوم گئیں۔"ہاں کیونکہ میری جان بستی ہے میرے تینوں پوتوں میں" شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ مسکرایا۔"اور ہماری جان آپ میں بستی ہے۔اللہ پاک آپکا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے"شہریار نے کہا تو وہ مسکرائیں۔"اچھا چلو بس اب کمرے میں جاؤ۔مریم تمھارا انتظار کر رہی ہوگی۔ بچی کو اکیلا نا چھوڑا کرو" شاہ جہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھتے باہر نکل گیا۔وہ چلتے سیدھا سیڑھیاں چڑھتے اوپر آیا تو نظر سیدھا عامر اور اسد پر پڑی جو اونچا اونچا ہنس رہے تھے۔"کیا ہوا ہنس کیوں رہے ہیں ابھی تو آپ دونوں رونے والے ہوئے تھے خیریت" شہریار نے جان بوجھ کر کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں بس مریم گڑیا کو عالمگیر انکل کی طرف چھوڑ کر آیا ہے نا اسد تو ہنسی نہیں رک رہی" عامر نے قہقہہ لگاتے کہا تو اسد نے جان بوجھ کر اپنے ہاتھ میں موجود چابی ہوا انگلی میں گھماتے

شہریار کو دکھایا جس پر شہریار کی مسکراہٹ سمٹی جبکہ اس نے بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھا۔ وہ شاہجہاں بیگم کے کمرے میں بے فکر بیٹھا تھا اور وہ دونوں اس سے اپنا بدلہ لے چکے تھے۔ شہریار نے ان دونوں کو دیکھتے سوچا جو ابھی تک ہنس رہے تھے اور اگلے ہی پل اپنے کمرے کی طرف بھاگا جہاں خالی کمرے نے اسے ناک منہ چڑھایا تھا۔ اس نے جاتے واڈروب کھولی جہاں مریم کا عبایا اور پرس نہیں تھا۔ مطلب وہ دونوں سچ میں اسے چھوڑ آئے تھے۔ اب اسے نیند کیسے آنی تھی اور مریم وہ کیسے چلی گئی انکے ساتھ وہ بھی اسے بتائے بغیر۔ بے ساختہ اسے دکھ ہوا۔ شہریار نے بُرا سا منہ بناتے کمرے کو دیکھا اور ناراض بچے کی طرح باہر گیا جہاں وہ دونوں ابھی تک کھڑے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ "کیا ہوا بھائی اب ہنسی نہیں آرہی" اسد نے اسے دیکھتے پوچھا تو شہریار نے کاٹ کھانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ "بکواس بند کرلو اسد" شہریار نے کہا تو اسد اور عامر ہنس پڑے۔ "واہ واہ جعلی وکیل تم کرو تو

بات اور ہم کریں تو بکواس !کوئی انصاف پسندی نہیں۔ویسے بڑے ایڈوکیٹ بنے پھرتے ہو" عامر نے کہتے اسد کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا جبکہ شہریار نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔ "بھائی یہ آپ بھی جانتے ہیں میں نے اماں سائیں سے بات کی ہوگی پھر بھی آپ نے ایسے کیا۔اسکی طبیعت نہیں ٹھیک اور آپ دونوں اسے وہاں چھوڑ آئے ہیں۔ میں جانتا ہوں وہاں اسکے ماں باپ ہیں پر میں اپنے دل کا کیا کروں جو اب ساری رات کسی جلتے کوئلے کی مانند دہکنے والا ہے۔مجھے ساری رات اسکی فکر میں گھلتے نیند نہیں آنی۔یار کسی اور طریقے سے بدلہ لے لیتے پر اسے وہاں نا بھیجتے" شہریار نے اذیت سے کہا تو اسد اور عامر دونوں نرمی سے مسکرائے اور آگے بڑھتے اسکے گلے لگے۔ "میرا بچہ میں بھلا تمھارے ساتھ ایسا کچھ کرسکتا ہوں جس سے تمھیں اذیت ہو" عامر نے اسکے بال سہلاتے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "نہیں کرتے پر آج آپ نے کیا۔ آپ جانتے ہیں نا وہ دور جاتی ہے تو سانس رکنے لگتی ہے۔اس رات

کو گزرنے میں ابھی نو گھنٹے لگیں گے اور یہ نو گھنٹے میرے لیے موت کی تکلیف سہنے کے برابر ہونگے وہ میرا سکون ہے بھائی اور اب وہ یہاں نہیں ہے تو دم گھٹ رہا ہے" شہریار نے مدھم بھرائی آواز میں کہا تو عامر نے اسکا سر چوما۔جبکہ اسد نے بھی اس کا کندھا چوما۔ "بھائی یار ہم نے گڑیا کو کہیں نہیں بھیجا۔وہ آپکے سٹڈی روم میں ہے۔ہم نے صرف مذاق کیا تھا۔آپ تو رونے والے ہوگئے" اسد نے اس کی کمر سہلاتے کہا تو شہریار نے پیچھے ہوتے ان دونوں کو دیکھا۔ "آپ نے اسے نہیں بھیجا" شہریار نے پوچھا تو ان دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں میرا بیٹا۔ہم پاگل تھوڑی ہیں جو تمھاری اذیت کی وجہ بنیں۔میرا بیوقوف بچہ ایسے روتے تھوڑی ہیں" عامر نے اسکی نم پوروں کو انگلیوں سے صاف کرتے کہا تو شہریار مسکرایا۔ "یہ ہوئی نا بات ! بھائی ایسے ہی مسکرایا کریں۔روتے ہوئے آپ بلکل اچھے نہیں لگتے" اسد نے اسکی گال کو چوما تو شہریار نے قہقہہ لگایا جس پر ان دونوں نے اس کی نظر اتاری۔ "چلو

جاؤ اب گڑیا تمھارا انتظار کر رہی ہے" عامر نے اسکے بال بگاڑتے کہا تو وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر سٹڈی کی طرف بھاگا۔"بہت محبت کرتا ہے شہریار مریم سے" اسکے جاتے ہی عامر نے بے ساختہ کہا تو اسد نے ہاں میں سر ہلایا اور دونوں ہی اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔دوسری طرف شہریار تقریباً بھاگنے کے انداز میں سٹڈی روم میں داخل ہوا تو اس کی نظر سیدھی مریم پر گئی جو ہاتھ میں پاپ کارن کا باؤل پکڑے اس کے لیپ ٹاپ پر سکون سے بیٹھی مووی دیکھ رہی تھی۔اسے دیکھتے شہریار کے تپتے دل پر جیسے ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔وہ بغیر کچھ کہے آگے بڑھا اور اسکے پاس جاتے اسے بازو سے پکڑتے احتیاط سے کھڑا کرتے اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔اس اچانک افتاد پر مریم ایک لمحے کو بوکھلائی لیکن اسکی حرکت کی وجہ یاد آنے پر اسکے گرد حصار باندھ گئی۔"کیا ہوا" مریم نے جان بوجھ کر پوچھا۔"میری سانسیں روک کر کہہ رہی ہو کیا ہوا۔جانتی ہو نا تم سے ایک پل بھی دور نہیں رہ سکتا پھر بھی تم نے

بھائی اور اسد کے پلین میں انکا ساتھ دیا۔ تم مجھے بغیر بتائے جاچکی ہو یہ سوچ میری جان نکالنے کے درپر تھی پٹھانی۔ پلیز مجھ سے دور نا جایا کرو میری جان نکل جاتی ہے۔ دل ڈرتا ہے میرا تمھیں نہیں کھوسکتا میں۔ میرا کل سرمایہ ہو تم۔ تم مجھ سے کھو گئی تو میرا کیا ہوگا" شہریار نے اسکے کندھے میں چہرہ چھپاتے اذیت سے کہا جس پر مریم نے تڑپ کر اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "سائیں میں کہیں نہیں جارہی میں یہیں ہوں آپکے پاس۔ پُرسکون ہوجائیں" مریم نے شہریار کے بالوں کو نرمی سے سہلاتے کہا جس پر وہ چند لمحوں بعد پرسکون ہوا۔ "تم جانتی ہو جب بھائی نے کہا کہ وہ تمھیں چھوڑ آئیں ہیں تو مجھے لگ رہا تھا جیسے میری جان نکل جائے گی۔ تم میرے لیے بہت ضروری ہو۔ تم میری کل کائنات ہو۔ میرا سکون ہو۔ میرے عشق کی وہ شدت ہو جسکی تشنگی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جارہی ہے۔ تمھیں ایک پل نہیں دیکھتا تو لگتا ہے اندھا ہوجاؤں گا۔ چند پل تمھاری آواز نا سنوں تو لگتا ہے بہرا ہوجاؤں

گا۔ تمھیں ایک لمحہ اپنے آس پاس محسوس نا کروں تو لگتا ہے پاگل ہوجاؤں گا۔میں ایسا نہیں تھا مریم پر میرا عشق مجھے ایسا بنا چکا ہے۔ تمھارے عشق میں فقیر ہوگیا ہوں میں۔ اور جانتی ہو میں عشق کے اس مقام پر ہوں جہاں مریم کے بغیر شہریار کا وجود خاک کے ڈھیر سے زیادہ کچھ نہیں۔ مریم ہے تو شہریار ہے۔ اگر مریم نہیں تو شہریار نہیں۔ شہریار ملک تم پر جان دیتا ہے مریم۔ تمھارے بغیر میرا گزارا نا ممکن ہے" شہریار نے اسکے کندھے سے چہرہ اٹھائے بغیر اپنے دل کا حال سنایا تو مریم جو دم سادھے اسے سن رہی تھی اسکے چہرے پر خوب صورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "اگر چند پل آپ سے دور رہنے پر اتنا خوبصورت اظہار ملے گا تو پھر روز ایسا کرنا چاہیئے ہے نا" مریم نے ہلکی سی شرارت کرتے کہا تو شہریار نے ایک جھٹکے میں سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "اظہار روز کروں گا۔ بار بار کروں گا پر پلیز ایسا مت کرنا اب میری جان نکل جاتی ہے" شہریار نے جلدی سے کہا تو مریم کو بے ساختہ اس پر پیار آیا

جس پر اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے پیروں پر پیر رکھے اور بے انتہا محبت سے اسکے ایک ایک نقش کو چومنے لگی جبکہ اس کی حرکت پر شہریار نے سانس روکی۔ "رویا مت کریں سائیں۔ آپکا رونا آپکی پٹھانی کو اذیت میں مبتلا کرتا ہے" مریم نے نرمی سے اسکی دونوں آنکھوں کو باری باری چومتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اب نہیں روتا بس تم پاس رہو" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں تو آپکے پاس ہی ہوں۔ میں آپکی جان نہیں چھوڑنے والی" مریم نے مسکراتے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میں یہی تو چاہتا ہوں تم مجھے کبھی نا چھوڑو" شہریار نے اسکی ناک دباتے کہا تو وہ بھی کھلکھلا کر ہنس دی۔ "اللہ اللہ سائیں آپکو میری عادت ہوگئی ہے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان تصحیح کرو میں تمھارا ایڈکٹ ہوگیا ہوں" شہریار نے اسی کے انداز میں کہا تو وہ پھر ہنسی جس پر وہ بھی مسکرایا اور اسے واپس اپنے سینے سے لگا گیا۔

"آنی کا پیارا بیٹا۔ اتنے دن بعد آیا ہے آنی سے ملنے۔ یاد نہیں آئی آنی کے بیٹے کو آنی کی" ثانیہ نے وہاج کو اپنے ساتھ لگاتے کہا تو مہرماہ جو اسکے پاس ہی حوریہ کو گود میں لیے بیٹھی تھی مسکرائی۔ آج قصرِ راجپوت کے سارے مکین خلیل صاحب کی طرف آئے تھے جبکہ شہریار وغیرہ بھی سب راستے میں تھے اور عالمگیر خان بھی فہمیدہ خان کے ساتھ آچکے تھے۔ وہ لوگ ابھی دس پندرہ منٹ پہلے ہی پہنچے تھے اور وہ جب سے آئے تھے تب سے ثانیہ وہاج کو جبکہ مہرماہ حوریہ کو گود میں لیے پیار کر رہی تھی۔ "اپو واج پالا اے پل بندل بی اے نتے تلتا اے (اپھو وہاج پیارا ہے پر بندر بھی ہے نکھرے کرتا ہے)" حوریہ نے کہا تو سب ہنس پڑے۔ "ہاں وہاج نکھرے کرتا ہے لیکن اپھو کی گڑیا نکھرے نہیں کرتی ہے نا" مہرماہ نے مسکراتے حوریہ کی گال پر لب رکھتے کہا تو اس نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرائی۔ "اپو اپ تو پتا اے

حولیہ نے ادتتن می ماماتی مددتی (اپھو آپکو پتا ہے حوریہ نے آج کچن میں ماما کی مدد کی)" حوریہ نے مہرماہ کی گال پر ہاتھ رکھتے بتایا تو وہ اس کا ماتھا چوم گئی۔ "اچھا جی کیا ہیلپ کی میرے بچے نے" مہرماہ نے اسکی ناک دباتے پوچھا۔ "ماما نے میلے لیے تیت بایا تو می نے تیت پل تلیم لدائی (ماما نے میرے لیے کیک بنایا تو میں نے کیک پر کریم لگائی)" حوریہ نے فخر سے بتایا تو سب مسکرائے۔ "اچھا جی یہ تو بہت اچھی بات ہے" مہرماہ نے کہا تو کھلکھلا کر ہنسی۔ "ضرار بھائی وہاج کو پکڑیں زرا میں کچن سے ہو کر آتی ہوں" ثانیہ نے کھڑے ہوتے وہاج کو ضرار کی طرف بڑھاتے کہا تو وہ اسے پکڑتا اس سے پہلے ہی خلیل صاحب وہاج کو پکڑ گئے۔ "میرا نواسا ابھی میرے پاس رہے گا" خلیل صاحب نے کہا تو سب ہنس پڑے جبکہ ثانیہ مسکراتے نفی میں سر ہلاتے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ "حوریہ آپکو میں کیسی لگتی ہوں ثانیہ کے جانے کے بعد" عائشہ مہرماہ کے ساتھ آتے بیٹھی اور حوریہ کو دیکھتے پوچھا۔ "اپ حولیہ

تو اتی لتی ایں عائتہ اپو (آپ حوریہ کو اچھی لگتی ہیں عائشہ اپھو)" حوریہ نے کہا اور اسکی طرف بازو واء کیے جس پر وہ اسے پکڑ گئی۔ "اچھا جی کتنی اچھی لگتی ہوں" عائشہ نے پوچھا تو حوریہ نے ٹھوڑی پر انگلی رکھتے تھوڑی دیر سوچا پھر اسے دیکھتے مسکرائی۔ "اتا شارا (اتنا سارا)" حوریہ نے دونوں بازو واء کرتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا جی تو اسکا مطلب ماما سے زیادہ اپھو پسند ہیں" عائشہ نے مسکراہٹ دباتے پوچھا۔ وہ اسکا جواب جانتی تھی پھر بھی جان بوجھ کر کہا۔ "نہیں ماما شب شے جادا پشنڈ ایں۔ حولیہ تو ماما شے اتا شالا پال اے۔ آئی لایو ماما (نہیں ماما سب سے زیادہ پسند ہیں۔ حوریہ کو ماما سے اتنا سارا پیار ہے۔ آئی لوو یو ماما)" حوریہ نے جلدی سے کہا اور ساتھ ہی اس کی گود سے اترتے میشائم کے پاس جاتے اسے آئی لوو یو کہا تو وہ مسکراتے اپنی گود میں بٹھا گئی۔ "آئی لوو یو ٹو ماما کی جان" میشائم نے اسکا سر چومتے کہا عین اسی وقت شہریار اور مریم ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے عامر کے علاوہ باقی سب کے ساتھ

اندر داخل ہوئے تو سب انھیں دیکھتے مسکرائے۔ ”اسلام علیکم کیا حال ہے سب کا“ شہریار نے اندر داخل ہوتے سب کو دیکھتے مسکراتے کہا تو سب نے مسکراتے جواب دیا۔ ”آنی۔تاتو۔بی ذان (آنی۔چاچو۔بی جان)“ انھیں دیکھتے ہی حوریہ فوراً انکی طرف بھاگی اور سب سے پیار بٹورنے لگی جس پر سب ہنسے جب کہ میشائم اٹھتے اپنی بہن کے گلے لگی۔ ”کیسی ہو میری جان“ میشائم نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ ”ٹھیک ہوں تم کیسی ہو“ مریم نے اسے جواب دیا جس پر وہ اپنا حال بتاتے شاہجہاں بیگم سے ملی جو سب سے ملتے صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔ ”میمی کیسی ہو“ مہرماہ نے میشائم کے ایک طرف ہوتے ہی اسکے گلے لگتے پوچھا تو مریم نے بھی سختی سے اسکے گرد حصار باندھا۔ ”ٹھیک ہوں مہر۔تم کیسی ہو اور ملنے کیوں نہیں آئی۔ جانتی ہو کتنا مس کررہی ہوں میں اپنی دوست کو“ مریم نے ایک ہی سانس میں کہا تو وہ مسکرائی۔ ”میں بھی تمھیں بہت مس کررہی ہوں پر یہ تمھارا بھانجا ہے نا یہ آجکل مجھے بلکل ٹائم نہیں دے

رہا۔اسے ہر وقت اپنی ماما چاہیئے" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی اور عالمگیر خان کے ساتھ جا بیٹھی جو خلیل صاحب کے ساتھ بیٹھے تھے جس پر وہ فوراً اسے سینے سے لگا گئے۔"عامر بھائی کہاں ہیں" ضرار نے شہریار اور اسد سے ملتے پوچھا۔"بھائی کو کسی کی کال آئی تھی وہی سن رہے ہیں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"اور یہ کال یقیناً لاؤنج میں داخل ہوتے ہوتے آئی ہوگی" ضرار نے پوچھا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ ہنس پڑا جس پر ان دونوں سمیت ماہ دیر نے بھی حیرت سے اسے دیکھا جو بلاوجہ ہی ہنسنے لگا تھا۔"کیا ہوا ہنس کیوں رہا ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو ضرار نے اسے دیکھا۔"تیرا بڑا بہنوئی اس وقت کال سننے کے بہانے کچن میں اپنی بیوی سے سیکرٹ ملاقات کرنے گیا ہے" ضرار نے کہا تو شہریار اور اسد نے قہقہہ لگایا جبکہ ماہ دیر نے دانت پیسے۔"دانت مت پیسو ماہ دیر۔شکر ادا کرو کہ ان دونوں کے درمیان سب صحیح ہوگیا ہے" اسد نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو ماہ دیر

گہری سانس بھرتے مسکرایا۔اسکی گڑیا کو اسکی خوشیاں واپس مل گئیں تھی۔ سب ہی ثانیہ اور عامر کی صلح سے واقف ہوچکے تھے اور سب ہی اس بات پر بے حد خوش تھے۔

"آپ ایک کام کریں آپ باہر دیکھیں میں نے جو سامان منگوایا تھا وہ آیا ہے کہ نہیں تب تک میں یہاں کام دیکھ لیتی ہوں" ثانیہ نے اپنے پاس کھڑی دونوں ملازمہ کو کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے باہر نکل گئیں جبکہ وہ وہاج کیلئے فیڈر بنانے لگی عین اسی وقت عامر بلکل دبے پاؤں آتے اسکے پیچھے کھڑا ہوا۔اس نے بغیر کوئی بات کیے سر تا پیر ثانیہ کو دیکھا جو اس وقت گہرے نیلے فراک میں ملبوس تھی۔ چند سیکنڈ وہ یونہی کھڑا رہا پھر ہلکا سا اسکے کان کے قریب جھکتے بولا جس پر ثانیہ کے ہاتھوں کی حرکت تھمی۔"محترمہ ایک سوال پوچھنا تھا ماریں گی تو نہیں" عامر نے ثانیہ کے عین پیچھے کھڑے ہوتے پوچھا جو اسکی موجودگی سے انجان

تھی۔ اس کی آواز پر وہ یکدم پلٹی اور اسے دیکھا جو بلکل اسکے پاس کھڑا تھا۔ اسکی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی جسے ثانیہ نے واضح دیکھا تھا۔ وہ یہاں کب آیا تھا ثانیہ کو سمجھ نا آئی۔ "جی بولیں" ثانیہ نے خود پر قابو پاتے اسکی طرف دیکھتے جواب دیا۔ "آجکل سنگل ہیں آپ؟" عامر نے شرارت سے پوچھا تو اس نے اپنی ہنسی روکی۔ "کیوں کیا آپ نے میرے لیے کسی کو پسند کیا ہے" ثانیہ نے شرارت سے کہا تو وہ گہرا مسکرایا جبکہ ساتھ ہی آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا جس پر اس نے کندھے اچکاتے اس کی مسکراہٹ سے نگاہیں چرائیں جس پر عامر کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ "نہیں میں نے آپکو اپنے لیے پسند کرلیا ہے کسی اور کے لیے نہیں چھوڑ سکتا آپکو۔ ویسے شادیوں کا سیزن چل رہا ہے شادی کریں گی مجھ سے بہت پیار کرتا ہوں میں آپ سے" عامر نے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی تو ثانیہ کا چہرہ بے ساختہ سرخ ہوا۔ وہ ایک لمحے کی دیر کیے بغیر اسے ہلکا سا دھکا دیتے اس سے نظریں

چُراتے کچن سے باہر جانا چاہا پر اس سے پہلے ہی عامر اسکی کلائی پکڑتے اسے کھینچتے دیوار کے ساتھ لگا چکا تھا۔عامر یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جو اسے لمحہ بہ لمحہ اپنا اسیر کرتی جارہی تھی۔وہ تو پہلے ہی اسکے عشق میں پاگل تھا اور اب مزید ہونے لگا تھا۔ثانیہ کے علاوہ دن بہ دن عامر کو سب بھولتا جارہا تھا۔جبکہ ثانیہ اسکی نظروں سے کنفیوز ہورہی تھی۔"بتائیں مس سکندر کیا مسز عامر ملک بنیں گی آپ" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔"وہ تو میں پہلے سے ہوں پر اب میں کچھ اور بننا چاہتی ہوں" ثانیہ نے اپنی انگلی سے اسکی شرٹ کے بٹن کو چھیڑتے کہا۔"کیا بننا ہے میری ملکہ نے" عامر نے پوچھا تو اس کی آنکھوں میں چمک در آئی۔"آپکا دل بننا چاہتی ہوں۔بتائیں بنائے گیں" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے۔آپ دل کہہ رہی ہیں ہم تو آپکو جان، جانِ جہاں، کل کائنات اور زندگی بنائے ہوئے ہیں۔آپ فقط دل کی بات کررہی ہیں" عامر نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ مسکرائی جس پر عامر جھکتے

بڑی محبت سے اسکی مسکراہٹ کو محسوس کرتے سیدھا ہوا جبکہ ثانیہ کا چہرہ سرخ ہوا۔عامر اس کے چہرے پر پھیلے دھنک کے رنگوں کو مہویت سے دیکھ رہا تھا جس پر ثانیہ مزید سرخ ہوئی۔ "ایسے کیوں۔۔دیکھ رہے ہیں" ثانیہ نے نظریں جھکاتے پوچھا تو عامر نے ہاتھ بڑھاتے بے حد محبت سے اس کی ٹھوڑی کو تھامتے اسکا چہرہ روبرو کر گیا۔ "ایسے شرمائیں گی تو میں ابھی رخصتی کروا لوں گا مسز عامر۔میرے دل کے ساتھ نا کھلیں" عامر نے چہرہ تھوڑا سا جھکاتے اسکی کان کی لو کو چھوا تو ثانیہ نے آنکھیں موندیں۔ "عامر آپ۔۔پیچھے ہوں۔۔ہم۔۔کچن۔۔میں ہیں" ثانیہ نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ نرمی سے اسکے دونوں ہاتھ پکڑتے بے حد محبت سے اسکی کلائیاں چوم گیا۔ "پیچھے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جانِ عامر۔اتنے دن آپ سے دور رہا ہوں اب ایک پل کی بھی دوری نہیں سہہ سکتا" عامر نے کہا تو اس نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جس پر عامر نے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے گردن کو ہلکا

سا ترچھا کرتے اسے دیکھا۔ "کیوں اپنی قاتل نگاہوں سے میرا دل گھائل کررہی ہیں" عامر نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ہاہاہاہا عامر آپ بھی نا" ثانیہ نے اسکے سینے پر ماتھا ٹکاتے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "بے حد رومینٹک ہوں ہے نا" عامر نے کہا تو اس نے مسکراہٹ دباتے اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔ "بہت بے شرم ہیں" ثانیہ نے کہا اور اسے دھکا دیتے وہاج کا فیڈر پکڑتے باہر نکل گئی اور اب کی بار عامر نے بھی اسے نا روکا۔ وہ جانتا تھا وہ اس کی تھی۔ وہ جتنا بھی بھاگتی آنا تو اس کے حصار میں ہی تھا۔ اس نے مسکراتے گہری سانس بھری اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسکے پیچھے باہر بڑھا۔ وہ باہر آیا تو نظر اس پر گئی جو شاہجہاں بیگم سے مل رہی تھی جب کہ باقی سب مسکرا رہے تھے۔ "کیسی ہیں آپ اماں سائیں" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔ "میں ٹھیک ہوں میرا بچہ۔ تم کیسی ہو" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے انھیں جواب دیا اور انکے قریب ہی بیٹھ گئی جبکہ عامر آتے ماہ دیر اور اسد کے ساتھ

بیٹھ گیا۔ ”چلو اب سب بچے آگئے ہیں تو مجھے تم سب سے ایک ضروری بات کرنی ہے“ ان سب کے بیٹھتے ہی شاہجہاں بیگم بولیں تو سب نے انھیں دیکھا۔ ”جی اماں سائیں حکم کریں“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ مسکرائیں اور عائشہ کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا جس پر وہ آتے انکی دوسری طرف بیٹھی۔ اب منظر یوں تھا کہ شاہجہاں بیگم صوفے پر ثانیہ اور عائشہ کے درمیان بیٹھی تھیں جب کہ باقی سب انھیں دیکھتے بولنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اچھا تو میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ ”امید کرتی ہوں کسی کو اس فیصلے سے اعتراض نہیں ہوگا“ شاہ جہاں بیگم نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اماں سائیں بتائیں کیا فیصلہ ہے“ دراب صاحب نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔ ”تو میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اسد اور عائشہ کی شادی اب ایک مہینے بعد نہیں بلکہ پندرہ دن بعد ہوگی۔ چونکہ ماشاءاللہ ثانیہ اور عامر کے درمیان آیا فاصلہ بھی اب سمٹ چکا ہے تو انکی شادی بھی پندرہ دن بعد ہی ہوگی“ شاہجہاں بیگم

نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ اسد اور عامر نے خوشگواری و حیرانی کے ملے جلے تاثرات سے پہلے انھیں پھر اپنی اپنی بیوی کو دیکھا جو انکی بات پر سر جھکا چکی تھیں۔ ”اب خوش ہیں آپ دونوں“ شہریار نے ان دونوں کو دیکھتے پوچھا تو اسد نے اسے دیکھا جبکہ عامر کی نظریں ثانیہ پر تھیں جو اسکی نظروں کا ارتکاز خود پر محسوس کرتے خوامخواہ سرخ پڑتی جارہی تھی۔ ”خوش میں تو بہت خوش ہوں بہت زیادہ“ اسد نے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا جبکہ عامر اب تک انکی باتوں سے انجان بیٹھا ثانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ ”بھائی بس کردیں یار کیا بھابھی کو آنکھوں سے نگلنے کا ارادہ ہے“ اسد نے اسکی آنکھوں کو ثانیہ پر جمے دیکھ کہا تو عامر نے کوئی رسپانس نا دیا بلکہ اپنا عمل جاری رکھا۔ ”بس کردے کیا میری بہن کو نظر لگانی ہے“ ماہ دیر نے اسکی حرکت پر دانت پیستے کہا۔ ”جو نظریں اتارتے ہوں انکی نظر نہیں لگتی“ عامر نے اب کی بار ثانیہ سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرایا۔ ”بہت کمینہ ہے تو لفظوں سے

کھیلنا اچھی طرح جانتا ہے" ماہ دیر نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ "تیرا یار ہوں آخر اتنی کمینگی ہونی ضروری ہے" عامر نے کہا تو وہ سب ہنسے۔ "چلو آجاؤ تھوڑی دیر سٹڈی میں چلتے ہیں۔بابا ہم لوگ سٹڈی روم میں جارہے ہیں" ماہ دیر نے انھیں کہتے خلیل صاحب سے اجازت چاہی۔ "ابھی چلے جانا۔ اس سے پہلے مجھے ایک بات کرنی ہے۔وہ سن لو" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بابا بولیں" ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے ان سے نظر ہٹاتے عالمگیر خان کو دیکھا جو اپنی دونوں بیٹیوں کو سینے سے لگائے بیٹھے تھے۔ "عالمگیر صاحب ہم سب جانتے ہیں میشائم اور ماہ دیر کی شادی کیسے ہوئی ہے اور ہم میں سے کوئی بھی انکی شادی میں شریک نہیں تھا تو میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ امید کرتا ہوں آپ سب کو پسند آئے" خلیل صاحب نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں نے سوچا ہے ہم ماہ دیر اور میشائم کا ولیمہ رکھ لیں۔پہلے چونکہ شادی ایک مہینے بعد تھی تو ولیمہ پندرہ دن بعد کا رکھنا تھا پر اب شادی پندرہ دن بعد ہے

تو ولیمہ آج سے پانچ دن بعد کا رکھ لیتے ہیں کیا خیال ہے" خلیل صاحب نے اپنی سوچ کا اظہار کیا تو سب مسکرائے جبکہ ماہ دیر اور میشائم نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔دونوں کی نگاہیں ملی تھیں اور بڑی خوب ملی تھیں۔ماہ دیر اسکے دیکھنے پر مسکرایا تھا جبکہ میشائم نے اسکے مسکرانے پر نگاہیں جھکائیں تھی۔ "بہت اچھا سوچا ہے یہ تو آپ نے۔میں بھی چند دنوں سے یہی سوچ رہا تھا کہ میشائم اور ماہ دیر کا ولیمہ کرلیں" عالمگیر خان نے کہا تو سب مسکرائے۔ "چلیں پھر پانچ دن بعد ماہ دیر اور میشائم کا ولیمہ کرلیتے ہیں پھر بچوں کی شادی" فہمیدہ خان نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مبارک ہو ڈاکٹر صاحب دو بچوں کے بعد بلآخر تیرے ولیمے کی دیگ پکنے والی ہے" عامر نے کہا تو وہ ہنسا۔ "اسے کہتے ہیں قسمت" ماہ دیر نے مسکراتے کہا تو وہ سب ہنس پڑے جس پر ماہ دیر بھی ہنسا اور انھیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا ماہ دیر کے ساتھ اوپر سٹڈی کی جانب بڑھ

گئے۔ ”واہ تین تین شادیاں کتنا مزہ آئے گا“ مہرماہ نے خوش ہوتے کہا تو سب مسکرائیں۔ ”ہاں نا پہلے میشائم کا ولیمہ پھر عائشہ آپی اور ثانیہ آپی کی شادی کتنا مزا آئے گا“ مریم نے بھی اسکی بات میں حصہ ڈالا۔ ”اپیہ ساری شادی کی پلاننگ میں اور میمی کریں گے۔ آپ تینوں دلہنیں ہیں تو آپ ریسٹ کرنا“ مہرماہ نے ثانیہ کا ہاتھ پکڑتے کہا جو ابھی عائشہ کے ساتھ انکے پاس آئی تھی۔ ”ٹھیک ہے میری جان کرلینا“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپی ہم آپ کی شادی کے سارے فنکشن کریں گے۔ اور آپ کی تھیم بھی سوچیں گے۔ آپکو بُرا تو نہیں لگے گا“ مریم نے اسکے کندھے پر سر رکھتے پوچھا تو اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ ”نہیں میرا بچہ مجھے کیوں بُرا لگے گا۔ تم میری بہن ہو اگر تم میری شادی کے سارے فنکشن کی تھیم سوچو گی یا میری شادی سے متعلق کوئی بھی کام کرو گی تو مجھے کیوں بُرا لگے گا“ ثانیہ نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا تو مریم سمیت باقی سب مسکرائے۔ جبکہ سب بڑوں نے ثانیہ کو دیکھا۔ کتنا بدل گئی تھی۔ کچھ

پہلے تو وہ صرف ایک خود غرض لڑکی تھی جسے پیسے کے علاوہ کسی چیز سے فرق نہی پڑتا۔جو سب کو جوتی کی نوک پر بھی نہیں لکھتی تھی اور اب وہ ایسی تھی کہ جسے دیکھ سب اسکی نظر اتارتے نہیں تھکتے۔بے شک اللہ نے اسے ہدایت دی تھی اور جسے اللہ ہدایت دے اسے بھلا کوئی کیسے بھٹکا سکتا ہے۔ایک وقت تھا اسکے پاس نفرت کے سوا کچھ نا تھا۔اور اب وہ محبتوں سے بھری پڑی تھی۔"شکریہ آپی۔آپ بہت اچھی ہیں" مریم نے اسکے گرد حصار باندھتے کہا تو وہ مسکرائی۔"اچھا چلو آؤ روم میں چلیں۔آرام کرلو تھوڑی دیر پھر کھانا تیار ہوگا تو باہر آجائیں گے" ثانیہ نے اسے اور یشائم کو دیکھتے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا۔"عائشہ مہرو بچوں کو بھی اندر لے آؤ دیکھو حور بھی سو رہی ہے" ثانیہ نے مریم کو نرمی سے سہارا دیتے کھڑا کیا۔ساتھ ہی یشائم کا ہاتھ پکڑا اور ان دونوں کو سامنے گیسٹ روم میں لے گئی انکے پیچھے ہی عائشہ وہاج کو جبکہ مہر ماہ حوریہ کو گود میں اٹھاتے روم کی طرف بڑھ گئیں۔

"بڑی مبارک ہو آپ تینوں کو ضرار نے ان تینوں کو دیکھتے کہا تو انھوں نے سر خم کرتے مبارکباد قبول کی۔ آپ تینوں تو خاصے خوش ہونگے۔ سب سے زیادہ دو نمبر ڈاکٹر صاحب جسکا ولیمہ دو بچوں کے ساتھ ہوگا" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ہاں نا دیکھو کتنا خوش قسمت ہوں میں۔ میرے بچے میرے ولیمے میں شامل ہونگے" ماہ دیر نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا جب کہ عامر نے اسے دیکھا۔ "ماہ دیر تیری شادی کو ابھی سال بھی نہیں ہوا یہ بات ہم جانتے ہیں پر دنیا اس بات سے ناواقف ہے۔ سب کے مطابق تو تیری شادی تین سال پہلے ہوئی ہے۔ تو کیا اس بات پر سوال نہیں اٹھے گا کہ شادی کے تین سال بعد ولیمہ کررہے ہیں" عامر نے کہا تو ان سبکی مسکراہٹ کو بریک لگی۔ وہ صحیح کہہ رہا تھا لوگوں کے منہ بھلا کب بند ہوتے ہیں۔ اس بات پر سوال تو اٹھنے تھے اور ہر ایک نے سوال کرنا تھا۔ "ویسے بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں ماہ دیر" اسد نے

اسے دیکھتے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "ماہ دیر لوگوں کی بکواس واقعی بند نہیں ہونی اور ان لوگوں میں اول تو تمھارے رشتے دار ہونگے کیا کرو گے" شہریار نے بھی حصہ ڈالا۔ "اور سب سے اہم بات کہ انکی بکواس پر میشائم گڑیا ناہرٹ ہوجائے" ضرار کی بات پر اس نے اسے دیکھا۔ "میں جانتا ہوں کہ لوگ بکواس نہیں بند کریں گے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میشائم ہرٹ ہوگی پر اسکا انتظام بھی کرلوں گا۔ لیکن اگر اس کے باوجود کسی کی وجہ سے میری بیوی کی آنکھیں نم ہوئیں تو باخدا میں اس شخص کی زبان کاٹ دوں گا یا اسے زندہ زمین میں گاڑھ دوں گا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کیا انتظام کرنے کا سوچا ہے تم نے" عامر نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "ولیمے پر میں میشی کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور جب میں اِدھر اُدھر ہونگا تب مہرو اور ثانیہ میشی کے ساتھ رہیں گی۔ اور تم لوگوں کے کہنے سے پہلے ہی میں نے بابا سے اس متعلق بات کی تھی اور بابا نے کہا ہے کہ میرے کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی وہ

رشتے داروں کو خود ہی سنبھال لیں گے" ماہ دیر نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور اگر بابا کے سمجھائے بھی وہ لوگ نا اوقات میں رہے تو میں انکی جان نکال دوں گا کیونکہ میری میشی سے زیادہ مجھے کچھ عزیز نہیں" ماہ دیر نے کہا تو سب مسکرائے۔ "ہم سب جانتے ہیں پر ایسے ہی میرے ذہن میں یہ بات آئی تو کہا" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا یار ان باتوں کو چھوڑو میری سنو" اسد نے یکدم ہی ٹیبل پر ہاتھ مارتے انھیں اپنی جانب متوجہ کیا جس پر سب نے اسکی طرف دیکھا۔ "ہاں بولو کیا ہوا" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "بھائی مجھے کچھ میٹھا کھانے کی کریونگ ہو رہی ہے" اسد نے بچے کی طرح ہونٹوں پر زبان پھیرتے کہا۔ "کیوں تم پریگننٹ ہو جو تمھیں کریونگ ہو رہی ہے؟" اسکی بات کے جواب میں ابھی کوئی کچھ کہتا اس سے پہلے ہی شہریار ہونٹوں کو آپس میں پیوست کرتے مسکراہٹ دباتے پوچھا تو سب نے بے ساختہ قہقہہ لگایا جبکہ اسد کا چہرہ لال ہوا۔ "بھائی ! ! !" اسد اپنا چہرہ

سہلاتے چلایا جس پر سب کے قہقہے مزید بلند ہوئے۔ "کیا ہوا بھائی کی جان" شہریار نے مصنوعی معصومیت سے جواب دیا تو اسد نے کشن اٹھاتے اپنے چہرے پر رکھا جس پر سب ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے۔ "جعلی وکیل اللہ بچائے سب کو تیری زبان سے" ماہ دیر نے کشن اٹھاتے اسے مارا جس پر شہریار نے ہنستے ہوئے کشن گود میں رکھا اور اسد کی بازو پکڑتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ "میرا بچہ شرما گیا" شہریار نے اسکے بال بگاڑتے کہا تو اسد نے بُرا سا منہ بناتے اسے دیکھا۔ "کتنے بُرے ہیں آپ بھائی" اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "یہ بُرا نہیں بے شرم ہے ایک نمبر کا" ضرار نے کہا تو ماہ دیر اور عامر نے اثبات میں سر ہلاتے اسکی ہاں میں ہاں ملائی جبکہ شہریار نے بے شرموں کی طرح قہقہہ لگایا۔ "اسے میں تعریف سمجھوں گا" شہریار نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا تو وہ سب پھر ہنسے۔ "بڑا ہی کوئی مطمئن بغیرت ہے تو" ضرار نے ہنستے ہوئے کہا تو شہریار پھر ہنسا۔ "تو اور اسد بھی میرے ساتھ بھی بڑے ہوئے ہو

تو اپنے بارے میں کیا خیال ہے" شہریار نے بڑے مزے سے کہا تو اسد نے عامر کو دیکھا جبکہ ضرار نے دانت پیسے۔ "عامر بھائی" اسد نے شہریار کی بات سنتے عامر کو پکارا۔ "ہاں میرا بچہ یہاں آؤ" عامر نے کہا اور تو وہ فوراً اسکے پاس آیا۔ "بھائی شہریار بھائی کے بچوں کو آپ پالنا انکے پاس رہے نا تو بس وہ بھی بھائی کی طرح بن جائیں گے پھر بات بہ بات ذلیل کریں گے" اسد نے کہا تو سب ہنسے جبکہ شہریار نے کشن اٹھاتے اسے مارا جس پر اسد مزید زور سے ہنسا۔ اسکے یوں ہنسنے پر شہریار نے نفی میں سر ہلایا اور مسکرانے لگا۔

"مہر گڑیا۔ بھابھی آپ دونوں کیا میرا ایک کام کر سکتی ہیں" اسد نے ان دونوں سے پوچھا جو صوفے پر بیٹھی تھی جبکہ میشائم اور مریم اپنی ماما کے پاس بیٹھی تھیں اور عائشہ تنزیل بیگم کے پاس جو ابھی آئی تھیں۔ سب لوگ ابھی ڈنر کر کے اب لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ "کیسا کام اسد بھائی" مہر ماہ

نے اسے دیکھتے پوچھا اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرا جس پر ثانیہ جیسے سارا معاملہ سمجھ گئی تھی جس پر اس نے مسکراہٹ دبائی۔وہ جانتی تھی اسد کیا کہنے والا ہے۔"مجھے عائشہ سے کچھ بات کرنی ہے کیا اسے اوپر کسی روم میں بھیج سکتی ہو"اسد نے پوچھا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔"تو یہی بات کرلیں نا اسد بھائی"ثانیہ نے مسکراہٹ دباتے کہا۔"بھابھی بھیج دیں نا۔یہاں بات نہیں ہو سکتی"اسد نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"ٹھیک ہے ہم عائشہ آپی کو بھیج دیتے ہیں لیکن بدلے میں ہمیں کیا ملے گا"مہرماہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا تو اسد نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔"کیا مطلب کیا ملے گا"اسد نے پوچھا تو اس نے ثانیہ کو دیکھا جس نے اسے آنکھ ماری جسے دیکھ مہرماہ نے مسکراہٹ دبائی۔جبکہ ان کی حرکتیں ان کے شوہر مسکراتے دیکھ رہے تھے۔"مطلب اگر ہم آپکا کام کریں تو بدلے میں ہمیں کیا دیں گے"ثانیہ نے پوچھا۔"غریب بندہ ہوں بدلے میں دعائیں دے دوں گا"اسد نے دریا دلی

سے کہا تو اب کی بار مہرماہ اور ثانیہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے دیکھا۔ "یار گھورو تو نا۔ ابھی بتاؤ کیا چاہیئے" اسد نے فوراً لائن پر آتے کہا تو مہرماہ اور ثانیہ مسکرائیں۔ "ہمیں آئس کریم کھانی ہے پر کوئی نہیں مان رہا تو سب کو منائیں۔ اگر تو آپ نے سب کو منا لیا تو اگلے پانچ منٹ میں عائشہ اوپر گیسٹ روم میں ہوگی اور اگر نا منایا تو" ثانیہ نے بڑے مزے سے کہتے بات ادھوری چھوڑی جس پر مہرماہ ہنسی جبکہ اسد نے دانت پیسے۔ "آپ دونوں ایک دم اپنے اپنے شوہر پر گئیں ہیں" اسد نے جل کر کہا۔ "یہ ہمارے لیے اعزاز کی بات ہے" مہرماہ نے کہا تو اسد نے اسے مصنوعی انداز میں گھورا۔ "اسد بھائی گھوریں مت ورنہ ہم لوگوں نے کچھ نہیں کرنا" مہرماہ نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا تو ثانیہ ہنسی جبکہ اسد نے دانت پیسے اور ضرار جو تب سے اسے دیکھ رہا تھا اسکی حرکت پر گہری سانس بھرتے اپنی دھڑکنوں میں مچی طغیانی کو سنبھالنے لگا۔ "یار یہ تو دھمکی ہے" مہرماہ کی بات پر اسد نے کہا تو ان

دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”دھمکی ہی ہے چلیں اب پہلے ہمارا کام کریں پھر آپکا کام ہوگا“ ثانیہ نے کہا تو اسد نے گہری سانس بھری۔ ”آپ دونوں کو اللہ پوچھے مجھ معصوم کے ساتھ زیادتی کر رہی ہیں“ اسد نے کہا تو ان دونوں نے مسکراہٹ دباتے کندھے اچکائے جس پر وہ انھیں گھورتے باقی لڑکوں کے پاس گیا۔ ”بھائی“ اسد نے انکے پاس جاتے عامر کو مخاطب کیا۔ ”ہاں لاڈلے بولو“ عامر نے ثانیہ سے نظریں ہٹاتے پیار سے جواب دیا۔ ”بھائی میں کچھ سوچ رہا تھا“ اسد نے کہا تو سب نے آئی برو اچکائی جبکہ شہریار کی زبان پھر کچھ کہنے کو مچلی پر وہ ضبط کر گیا۔ ”بھائی میں سوچ رہا تھا کہ سب لڑکیوں کے لیے بلکہ سب کیلئے آئس کریم منگوائیں۔ میرا بھی دل کر رہا ہے“ اسد نے کہا تو ضرار اور عامر نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ سارا معاملہ سمجھ گئے تھے۔ یقیناً اسد نے انھیں کوئی کام کہا تھا اور اب بدلے میں وہ آئس کریم مانگ رہی تھیں۔ ”کام بولو“ ضرار نے کہا تو اسد سمیت شہریار اور ماہ دیر نے بھی نا سمجھی سے اسے

دیکھا۔ "کیا مطلب بھائی کونسا کام" اسد نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "وہی کام جس کو کرنے کے بدلے میں ہماری بیویوں نے تمھیں ہم سے آئس کریم منگوانے کا بولا ہے" جواب عامر نے دیا تھا۔ "میں نے ان سے بولا تھا کہ عائشہ کو روم میں بھیج دیں مجھے بات کرنی ہے پر آپ دونوں کی بیویوں نے کہا کہ پہلے میں آپ سب کو آئس کریم کے لیے راضی کروں پھر بھیجیں گی" اسد نے منہ بناتے کہا تو ان سب کا دل کیا قہقہہ لگائے۔ وہ دونوں صرف آئس کریم کیلئے اسد جیسے شرارتی انسان کو بھی بے بس کرچکی تھیں۔ "اچھا تم ایک کام کرو تم اوپر جاؤ گڑیا کو میں بھیجتا ہوں اور ہماری بیویوں کی فکر مت کرو۔ انکے پاس سے گزرو اور ایک پل بھی رکے بغیر سیدھا اوپر چلے جانا" عامر نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ "اسد بھائی کام ہوا" اسے آتے دیکھ مہرماہ نے پوچھا تو اسد بغیر کچھ بولے اوپر چلا گیا جبکہ ان دونوں نے اسکے یوں اگنور کرنے پر ہونک بنتے اسکی پشت کو دیکھا۔ "اپیہ یہ

ہمیں اگنور کر کے گئے ہیں" مہرماہ نے اسکے جاتے ہی صدمے کی کیفیت میں تقریباً چلاتے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ انکی کیفیت دیکھ سب لڑکوں کا دل کیا قہقہہ لگائیں۔ "عائشہ کہاں جارہی ہو" ابھی وہ اسد والے صدمے سے نکلی نہیں تھیں جب عائشہ انکے پاس سے ہوتے ہوئے اوپر کی جانب بڑھی جس پر ثانیہ نے فوراً پوچھا۔ "اوپر جارہی ہوں بھائی کا موبائل لینے" عائشہ نے کہا اور اوپر چلی گئی۔ "یار مہرو ہمارے ساتھ دھوکہ ہوگیا ہے" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بیگم دھوکہ نہیں ہوا بس آپکے شوہر آپ سے زیادہ سمجھدار ثابت ہوئے ہیں" عامر اور ضرار نے انکے پاس آتے کہا تو مہرماہ اور ثانیہ نے انھیں دیکھا جو مسکرا رہے تھے۔ ان کے یوں مسکرانے پر ان دونوں کو اندازہ ہوا کہ یہ کس کی حرکت ہے۔ "آپ دونوں نے کیا ہے یہ سب" مہرماہ نے ضرار کو زبردست گھوری سے نوازتے پوچھا جس پر اس نے مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلایا جس پر مہرماہ نے ماتھے پر تیوری چڑھائی اور اٹھتے اپنے

کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ "عامر آپ بھی شامل تھے" ثانیہ نے عامر کو دیکھتے پوچھا تو اس نے بھی ہاں میں سر ہلایا جس پر ثانیہ بھی منہ بناتے اٹھتے کچن کی طرف بڑھ گئی جبکہ انکے جاتے ہی ان دونوں نے گہری سانس بھری اور انکے پیچھے بڑھے۔ وہ جانتے تھے وہ اپنی اپنی بیوی کو ناراض کر چکے ہیں۔ یقیناً اب انھیں منانا تھا اور انکا مطالبہ بھی ماننا تھا۔

"ماہ" ضرار نے کمرے میں داخل ہوتے اسے پکارا جو بیڈ پر بیٹھی موبائل سکرول کر رہی تھی جبکہ اسکی پکار کو مہر ماہ نے ان سنا کیا جس پر اس نے گہری سانس بھری اور دروازہ بند کرتے بیڈ پر اسکے پاس آتے بیٹھا۔ "ماہ" ضرار نے اسکے سامنے بیٹھتے اسے دوبارہ پکارا جسے وہ ایک بار پھر نظر انداز کر گئی۔ "ماہ ناراض ہو گئی ہو" ضرار نے اب کی بار سیدھا پوچھا جس پر اس نے اب کی بار بھی کچھ نا کہا اور ہنوز موبائل میں لگی رہی جسے دیکھ ضرار نے اب کی بار اسکے ہاتھ سے

موبائل پکڑتے بیڈ پر ایک طرف اچھالا اور اسکی بازو پکڑتے اسے اپنی جانب کھینچا جس پر وہ اسکے سینے سے لگی۔ "ضار!!" اس اچانک افتاد پر مہرماہ نے بوکھلاتے اسے پکارا جو اسے دیکھ رہا تھا۔ "بولو ضار کی جند جان" ضرار نے محبت سے جواب دیا اور ہاتھ بڑھاتے بے حد نرمی سے اس کے چہرے پر آئے بال ہٹائے۔ کیا کر رہے ہیں۔ "چھوڑیں مجھے" مہرماہ نے کہا تو اس نے بجائے اسے چھوڑنے کے اسکے گرد حصار مزید مضبوط کیا۔ "آپ کو چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا مسز راجپوت" ضرار نے نرمی سے اسکی ناک کو لبوں سے چھوتے کہا تو مہرماہ کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔ "ضار نہیں کریں میں۔۔ناراض ہوں آپ سے" مہرماہ نے بامشکل اپنے لہجے کو مضبوط بناتے کہا۔ "میرا بچہ میں وہی تو پوچھ رہا ہوں کہ کیوں ناراض ہو تم مجھ سے" ضرار نے اسکی ٹھوڑی کو تھامتے پوچھا۔ "جیسے آپکو تو کچھ پتا ہی نہیں ہے" مہرماہ نے ناک سکیڑتے کہا تو وہ ہنستے اسکی ناک کو انگلی کی پوروں سے دبا گیا۔ "مجھے پتا

ہے پر پھر بھی مجھے تمھارے منہ سے جاننا ہے" ضرار نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ "آپ نے اسد بھائی کو اوپر بھیج دیا اور آئس کریم بھی نہیں منگوا کر دی۔ آپ نے میری بات کو ترجیح نہیں دی" مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میری جان اسد کو اوپر بھیجا کیونکہ میں نے اور عامر بھائی نے تم دونوں کا ری ایکشن دیکھنا تھا اور آئس کریم نہیں منگوائی کیونکہ سردی بڑھ رہی ہے اور آئس کریم کھانے سے بیمار ہوگئی تو وہاج کو کون سنبھالے گا۔ وہ تو تمھارے بغیر رہتا ہی نہیں ہے۔ میں پاس بھی ہوں تب بھی اسے صرف اسکی ماما چاہیئے ہوتی ہے۔ اور تمھاری بات کو ہی ترجیح دیتا ہوں بس یہ آئس کریم نہیں منگوانی پلیز" ضرار نے کہا تو وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر بغیر کچھ کہے اسکے سینے سے گال ٹکاتے ہمیشہ کی طرح اسکے دل کے مقام پر مہرماہ لکھنے لگی۔ اسے عادت تھی وہ ہمیشہ اسکے سینے سے لگتے اسکے دل کے مقام پر انگلی سے مہرماہ لکھتی تھی اور ضرار اسکی اس عادت کا عادی ہوچکا تھا۔ وہ دیوانہ تھا

مہرماہ کی اس عادت کا اور وہ انجان تھی ضرار کے اس دیوانے پن سے۔ ”کیا ہوا کچھ بول کیوں نہیں رہی“ اسے یوں خاموشی سے اپنا نام لکھتے دیکھ ضرار نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ ”بولوں گی تو آپ کہیں گے "نہیں"“ مہرماہ نے آخر میں اسکی میں اسکی نقل اتاری تو وہ ہنس پڑا۔ ”اچھا میری جان نہیں کہتا "نہیں" بتاؤ کیا ہوا“ ضرار جانتا تھا وہ کیا کہنے والی ہے اور وہ اسکی بات ماننے کو تیار بھی تھا تبھی پوچھا۔ ”آئس کریم منگوا دیں نا“ مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا میں منگوا دیتا ہوں میرے بچے کو“ ضرار نے پیار سے اسکی رخسار پر لب رکھتے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ ”سچی میں جھوٹ تو نہیں بول رہے“ مہرماہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”مچی میں ماہی۔ میں بھلا کیوں جھوٹ بولوں گا۔ میں ابھی منگوا دیتا ہوں“ ضرار نے کہا اور اپنا موبائل نکالتے اپنے گارڈ کو کال کرتے سب کے لیے آئس کریم منگواتے کال بند کی جبکہ اس دوران مہرماہ مسکراتے اسے دیکھ رہی تھی جسے

دیکھ ضرار جھکا اور بے حد محبت سے اسکی مسکراہٹ چن گیا۔ "بیٹُو ناراض ہوگئی ہیں" دوسری طرف عامر نے کچن میں داخل ہوتے اس سے پوچھا جو سب بڑوں کے لیے چائے بنا رہی تھی لیکن اسکی بات پر ثانیہ نے کوئی جواب نا دیا جس پر اس نے گہری سانس بھری اور اسکے پاس آتے اسے پشت سے حصار میں لے گیا۔ "سوری بیٹُو پلیز ناراض نا ہوں" عامر نے اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے کہا تو ثانیہ مسکرائی۔ "میں آپ سے ناراض نہیں ہوں کیوں پریشان ہورہے ہیں" ثانیہ نے چولہے کی آنچ بند کرتے اپنے سر کی پشت اسکے سینے پر ٹکاتے کہا تو عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "پھر ایک دم سے یوں اٹھ کر کیوں آگئیں" عامر نے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے مُڑتے اسے دیکھا۔ "چائے بنانی تھی سب کیلئے اور آپکے لیے بھی کیونکہ کل رات میرے محترم نے مجھے کہا تھا کہ انھیں انکی محترمہ کے ہاتھ کی چائے پینی ہے" ثانیہ نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سینے پر ٹکاتے کہا تو وہ سر جھکا کر مسکرایا جبکہ اسکے اندازِ

بیان پر عامر کے کان کی لویں سرخ ہوئیں۔ ”ایسے شرمائیں گے تو محترمہ قربان ہوجائیں گی آپ پر محترم“ ثانیہ نے ایڑھیاں اٹھاتے اسکی گال پر لب رکھے تو عامر نے گہری سانس بھری اور بغیر کچھ کہے اس کے چہرے پر جھکتے اسکے ہونٹوں کی نرماہٹ محسوس کرنے لگا جبکہ اسکی حرکت پر ثانیہ نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جو آنکھیں موندے اسکو قریب تر کر چکا تھا۔ثانیہ نے سرخ پڑتے آنکھیں بند کیں۔ ”آپ جانتی ہیں ایسے مجھے پیار کرکے آپ دل کے ڈاکٹر کو دل تھامنے پر مجبور کررہی ہیں“ عامر نے پیچھے ہٹتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ ”آپ لوگوں کے دل کے ڈاکٹر ہونگے پر میرے لیے تو عشق کے مریض ہیں“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”کوئی شک نہی میں مریضِ عشق ہوں اور آپ میری طبیب“ عامر کی بات پر وہ مسکرائی۔ ”آپ جانتی ہیں آپ میری روح کا سکون ہیں“ عامر نے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا۔ ”و انت حبیب روحی (اور آپ میری روح کی محبت ہیں)“ ثانیہ نے اسے

دیکھتے کہا تو وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔ "کیا مطلب" عامر نے پوچھا تو اس نے نرمی سے بازو اسکے کندھے کے گرد حمائل کیے۔ "گوگل کرلیں" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "گوگل کیوں کرنا جب میری پرسنل بیوی میرے پاس ہے۔ اب بتائیں کیا مطلب تھا اس جملے کا" عامر نے اسکی ناک دباتے کہا تو وہ بھی ہنس دی۔ "اسکا مطلب تھا کہ آپ میری روح کی محبت ہیں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اب ایسی باتیں کریں گی تو میں ابھی آپکو اٹھا کر لے جاؤں گا" عامر نے کہا تو وہ پھر ہنسی اور اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔ "آئی لو یو ثانیہ" عامر نے اسکا سر چومتے کہا۔ "آئی لو یو ٹو عامر" ثانیہ نے اسکے دل کے مقام پر ہولے سے لب رکھتے کہا تو اس نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے سر پر گال ٹکا گیا۔ "گڑیا چائے بن" ابھی وہ دونوں یونہی ایک دوسرے کے حصار میں کھڑے تھے جب اچانک ماہ دیر اندر داخل ہوتے بولا لیکن سامنے ان دونوں کو اتنے نزدیک دیکھتے ماہ دیر کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے جبکہ اسکا چہرہ سرخ ہوا۔ اسکے برعکس اسکی

آواز سنتے ثانیہ نے فوراً پیچھے ہونا چاہا جبکہ عامر نے ثانیہ کے گرد حصار مضبوط کرتے اسے گھورا جو اسکا مومنٹ خراب کرچکا تھا۔ ”امم۔۔سوری میں جاتا ہوں“ ماہ دیر نے بغیر انھیں دیکھتے کہا اور باہر نکل گیا جبکہ ثانیہ کا چہرہ سرخ ہوا۔ ”بھائی نے دیکھ لیا عامر“ ثانیہ نے بچوں کی طرح ہونٹ مڑورتے کہا تو وہ مسکراتے نرمی سے اسکا ماتھا چوم گیا۔ ”تو کیا ہوگیا میری جان۔میں کونسا کوئی غیر ہوں یا نعوذباللہ ہم کونسا نامحرم ہیں جو پریشان ہوں۔فکر نا کریں“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ ”پر بھائی نے دیکھ لیا اچھا نہیں لگتا۔بھائی نا جانے کیا سوچیں گے“ ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے نفی میں سرہلاتے اسکی آنکھوں پر باری باری لب رکھے۔ ”کچھ نہیں ہوتا۔وہ جانتا ہے ہم میاں بیوی ہیں۔وہ کچھ نہیں سوچے گا بچہ۔خود کو پریشان نا کیا کریں“ عامر نے اسکی گال سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔اچھا نہیں کرتی۔ ”اچھا اب چھوڑیں میں چائے باہر لے جاؤں“ ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکو نرمی

سے اپنے حصار سے آزاد کرتے کاؤنٹر سے ٹیک لگاتے کھڑا ہوتے اسے دیکھنے لگا جو اب چائے کو کپ میں انڈیل رہی تھی۔

"کہاں رہ گئی تھی شہزادی" عائشہ ابھی گیسٹ روم میں ضرار کا موبائل لینے کی نیت سے داخل ہوئی تھی کہ بیڈ پر بیٹھے اسد نے شکوہ کرتے پوچھا۔ "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں" اسے سامنے دیکھ عائشہ نے پوچھا تو وہ بغیر کچھ کہے اٹھتے اسکے پاس آیا اور اسکے دونوں ہاتھ تھامتے اسے قرب کر گیا۔ "میں یہاں تمھارا انتظار کر رہا تھا۔ کہاں رہ گئی تھی تم" اسد نے اسکے بال کان کے پیچھے کرتے پوچھا۔ "میں نیچے تھی آپ کب اوپر آئے اور آپکو کیسے پتا میں یہاں آ رہی تھی" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کیونکہ بھائی کو میں نے ہی تمھیں یہاں بھیجنے کا کہا تھا مجھے کچھ بات کرنی تھی" اسد نے کہا۔ "اچھا تبھی میں سوچوں کہ آخر بھائی کا موبائل یہاں کیا کر رہا ہے پر اب آئیڈیا ہو رہا ہے کہ بھائی کا موبائل نہیں

میرے شوہر یہاں ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ "ہاں کیا کروں۔ میں مس کر رہا تھا تمھیں" اسد نے اسے سینے سے لگاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں تو یہی تھی پھر بھی مس کر رہے تھے" عائشہ نے اسکے گرد بازو حمائل کرتے پوچھا۔ "یہاں تھی پر میری باہوں میں نہیں تھی اور مجھے تم ہر وقت میرے حصار میں چاہیئے ہو" اسد نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "جانتی ہوں اسد۔ اچھا یہ بتائیں کیا بات کرنی تھی آپکو" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ہاں دراصل بات نہیں کرنی تھی صرف یہ بتانا تھا کہ میں کتنا خوش ہوں۔ بلآخر تم ہمیشہ کیلئے میرے پاس آنے والی ہو۔ اب میں دن رات بنا کسی رکاوٹ تمھیں دیکھ پاؤں گا۔ اب مجھے تم سے ملنے کیلئے بہانے نہیں بنانے پڑیں گے۔ افف میں کیسے بتاؤں میں کتنا خوش ہوں" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میں بھی بہت خوش ہوں اسد۔ جانتے ہیں اماں سائیں نے ایک دم سے کہا تو میں تو ایک لمحے کو بے یقین ہو گئی تھی" عائشہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "میں بھی مجھے لگا میں خواب

دیکھ رہا ہوں پر نہیں وہ سب حقیقت تھا۔ہماری شادی واقعی طے ہوچکی ہے" اسد کی بات پر اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "آپ جانتے ہیں آپکی اتنی خوشی دیکھ کر مجھے آپ پرپیار بھی آرہا ہے اور ہنسی بھی" عائشہ نے کہا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ "پیار بھی اور ہنسی بھی؟" اسد نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "ہاں جی پیار اس لیے کیونکہ آپ ہماری شادی پر بچوں کی طرح خوش ہورہے ہیں اور ہنسی اس لیے کیونکہ ہماری شادی کی جب بھی بات ہوتی ہے آپ کیوٹ کیوٹ حرکتیں کرنے لگ جاتے ہیں" عائشہ نے اسکی گال کھینچتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔

"تم ان ڈائریکٹلی مجھے کیوٹ کہہ رہی ہو" اسد نے مسکراتے پوچھا تو اس نے مسکراہٹ دباتے نفی میں سر ہلایا۔ "میں کیوں کہوں گی کیوٹ لفظ کی توہین تھوڑی کرنی ہے" عائشہ نے کہا تو اسد کا منہ صدمے سے کھلا۔ "کیا مطلب میں کیوٹ نہیں ہوں" اسد نے صدمے سے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔ "ہاہاہاہاہا اسد ایسا نہیں ہے۔میں مذاق کررہی تھی" عائشہ نے ہنستے ہوئے پیشانی اسکے سینے سے ٹکاتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکا سر چوم گیا۔ "عائشہ ایک بات پوچھوں" اسد نے اسکے بال نرمی سے سہلاتے کہا۔ "پوچھیں اسد" عائشہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "شادی کے بعد ہنی مون کہاں جانا چاہو گی" اسد نے پوچھا تو یکدم ہی عائشہ کا چہرہ سرخ ہوا۔اسے سمجھ نا آئی کہ کیا کہے تبھی خاموش رہی۔ "بتاؤ نا شہزادی کہاں جانا ہے تاکہ میں ابھی سے ٹکٹ بک کرلوں" اسد نے دوبارہ پوچھا تو عائشہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ "اسد چپ کرجائیں" عائشہ نے شرم سے سمٹتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "یار

مذاق نہیں کر رہا سیریسلی پوچھ رہا ہوں۔شادی کے بعد گھومنے کہاں جانا ہے"
اسد نے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ روبرو کیا تو عائشہ نے آنکھیں میچ لیں
جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکی آنکھوں کو باری باری چوم
گیا۔"شہزادی مجھے دیکھو" اسد نے محبت سے کہا تو اس نے شرم سے لبریز
آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔"بتاؤ گھومنے کہاں جانا ہے۔ویسے تو میں نے ایک
جگہ سوچ رکھی ہے پر پھر بھی میں تمھاری مرضی جاننا چاہتا ہوں۔جو دل چاہتا
ہے بتاؤ اس میں شرمانے والی کوئی بات نہیں" اسد نے کہا تو اس نے اسے
دیکھا۔"آپ جہاں۔۔لے۔۔کر جائیں گے۔۔وہ صحیح ہوگا۔۔ویسے بھی
آپ۔۔ہمیشہ بہترین سوچتے ہیں" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ ہنسا۔"وہ تو
میں جانتا ہوں کہ میں تمھارے لیے بہترین سوچتا ہوں پر تم کہاں جانا چاہتی
ہو" اسد نے دوبارہ پوچھا۔"مجھے ناردن ایریاز جانا ہے جیسے کہ کشمیر، سوات،
گلگت، ناران کاغان، مری اور سکردو وغیرہ جیسے علاقوں میں اور ہاں مجھے ہنزہ

بھی جانا ہے۔مجھے چیری بلوسم دیکھنے کا بہت شوق ہے" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"ٹھیک ہے پھر ہم ناردن ایریاز ہی جائیں گے اور میں اپنی بٹر فلائی کو چیری بلاسم بھی دکھاؤں گا انشاء اللہ" اسد نے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا۔"لیکن اسد جنوری کے مہینے میں تو چیری بلاسم ہوتے ہی نہیں ہیں۔وہ تو مارچ یا اپریل میں ہوتے ہیں پھر ہم کیسے دیکھیں گے" عائشہ نے پوچھا تو اسد نے مسکراتے اسکا ماتھا چوما۔"میرا بچہ وہ تم مجھ پر چھوڑ دو ہم چیری بلاسم ضرور دیکھیں گے۔پریشان مت ہو" اسد نے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔جب وہ کہہ رہا تھا تو پھر کوئی پریشانی ہی نہیں تھی۔کیونکہ جب جب وہ کہتا تھا وہ سب دیکھ لے گا تب ایسا لگتا تھا گویا کوئی کام بگڑ ہی نہیں سکتا۔"ٹھیک ہے لیکن ہم ڈیزی کو ساتھ لے کر جائیں گے" عائشہ نے کہا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔"ہنی مون پر ڈیزی کو ساتھ لے کر جائیں گے خدا کو مانو شہزادی کیوں چاہتی ہو میں ڈیزی کو سوتن سمجھنے لگ

جاؤں" اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اسد آپ بھی نا حد کرتے ہیں" عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم بھی تو دیکھو نا بلی کو ہنی مون پر لے جانے کی باتیں کر رہی ہوں کوئی نہیں جائے گی وہ۔ میں آج ہی ڈیزی کیلئے لڑکا ڈھونڈتا ہوں تاکہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہنی مون پر جائے اور ہمیں سکون سے جینے دے" اسد نے کہا تو عائشہ ایک بار پھر ہنسی جس پر وہ بھی اسکے ساتھ ہنسنے لگا۔

"ماہ دیر یہ ہم کہاں آئے ہیں" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا جس نے گاڑی ایک سنسان سڑک پر آبادی سے دور ایک ٹوٹی پھوٹی فیکٹری کے سامنے روکی تھی۔ پہلے اندر آؤ پھر بتاتا ہوں ماہ دیر کہتے گاڑی سے اترا تو وہ چاروں بھی اسکے ساتھ اترتے اسکے پیچھے اندر کی جانب بڑھے۔ ساری ینگ جنریشن آج خلیل صاحب کے کہنے پر ان کی طرف رکی تھی جبکہ بڑے سب گھر جا چکے تھے۔ خلیل صاحب نے انھیں بھی روکا تھا پر وہ لوگ معذرت کرتے گھر

جا چکے تھے جبکہ ینگ جنریشن تو خوشی سے جھومتے خلیل صاحب کی پیشکش کو قبول کر چکی تھی۔ اسد اور عائشہ ایک گیسٹ روم میں رکے تھے جبکہ شہریار اور مریم دوسرے گیسٹ روم میں۔ ماہ دیر اپنے کمرے میں میشائم اور حوریہ کے ساتھ ہی تھا اور عامر ماہ دیر کی بات کو ہمیشہ کی طرح رد کرتے ثانیہ کے کمرے میں ٹھہرا تھا جبکہ ضرار اور مہر ماہ وہاج کے ساتھ پروین بیگم والے کمرے میں رکے تھے۔ اب اپنی اپنی بیویوں کو گھر چھوڑتے سارے لڑکے ماہ دیر کے کہنے پر اسکے ساتھ اس جگہ آئے تھے جسکے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے۔ "او تیری خیر" اسد نے اندر داخل ہوتے سامنے کا منظر دیکھتے کہا جبکہ باقی لڑکے بھی داد دیتی نظروں سے ماہ دیر کو دیکھ رہے تھے کیونکہ سامنے ہی پروین بیگم اور طاہرہ بیگم نڈھال سی زمین پر گری تھیں جبکہ شدید سردی میں بھی ان پر وقفے وقفے سے پانی گر رہا تھا۔ اس کمرے کی دیواریں شیشے سے بنی تھیں جو کافی مضبوط لگ رہی تھیں۔ "کیسا لگا پھر" ماہ دیر نے سامنے دیکھتے ان چاروں سے

پوچھا۔ ”بہت اچھا لگا باخدا کلیجے میں ٹھنڈ پڑ گئی ہے“ عامر نے سامنے دیکھتے کہا۔ ”قسم سے عامر بھائی میرے منہ کی بات چھین لی۔ ان دونوں کی حالت دیکھتے دل کو سکون آگیا ہے پر دماغ میں ایک سوال بھی آیا ہے“ ضرار نے کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ ”کیسا سوال“ ماہ دیر نے پوچھا تو ضرار نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی شہریار بول اٹھا۔ ”یہی کہ دو مہینے سے یہ لوگ یہاں بند ہیں پر انکی سانسیں ابھی تک بند کیوں نہیں ہوئیں“ شہریار نے کہا تو ضرار نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بھائی بُرائی اتنی جلدی نہیں مرتی بلکہ اسے مارنا پڑتا ہے اور یہ نیک کام ہم اپنے ہاتھوں سے کریں گے کیوں ماہ دیر“ اسد نے ماہ دیر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں انکا کام آج ہم تمام کریں گے“ ماہ دیر نے کہا تو وہ سب مسکرائے جس پر ماہ دیر ان دونوں کی طرف بڑھتے انکے سامنے جاتے کھڑا ہوا۔ ”کیا حال ہے میری ڈائن دادی اور چڑیل سوتیلی ماں کا۔ خاطر تواضع میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی“ ماہ دیر نے انکے

پاس جاتے کہا تو ان دونوں نے خوف سے اسے دیکھا۔ماہ دیر نے ان دونوں کو جسمانی ٹارچر نہیں کیا تھا بلکہ انھیں ذہنی اذیت دی بلکل ویسی اذیت جیسی ان دونوں نے اسکی ماں کو دی تھی جس اذیت نے اسکی ماں کو مار دیا تھا۔ ”افف تم دونوں کے چہرے پر خوف دیکھ کر میرے دل کو بڑا سکون ملا ہے“ عامر نے انھیں دیکھتے کہا۔ان دونوں کا چہرہ دیکھتے اسکا خون کھول گیا تھا۔اسے ثانیہ کی اذیت یاد آئی تھی۔اس کے آنسو یاد آئے تھے۔اسکے بچپن کی محرومیاں یاد آئیں تھی کیا کچھ نہیں برداشت کیا تھا اس نے ان دونوں کی وجہ سے۔ ”سکون تو مجھے بھی بہت ملا ہے پر دل کررہا ہے ان دونوں کی سانسیں بند کردوں تاکہ یہ عذاب ہماری جان چھوڑیں“ ضرار نے کہا تو ان کے چہرے پر خوف میں اضافہ ہوا۔ ”ویسے ضاری نیک کام میں دیری کیسی مار دے انھیں اور معاملہ ختم کر پھر گھر چلتے ہیں ہماری بیویاں ہمارا انتظار کررہی ہونگی“ شہریار نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ویسے یار صحیح کہہ رہے ہیں بھائی انکو اللہ کے

پاس بھیجو جلدی تاکہ ہم گھر جا سکیں" اسد نے کہا اور پاس پڑی کرسی پر بیٹھا جبکہ ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلاتے اپنے گارڈز کو اشارہ کیا جنھوں نے اس کا اشارہ سمجھتے پروین بیگم اور طاہرہ بیگم کے ارد گرد اور ان کے اوپر پٹرول چھڑکنے لگے جسے دیکھ وہ لوگ چلانے لگی۔ "نہیں چھوڑ۔۔دو نہیں" پروین بیگم نے چلاتے کہا۔ "ہم نے۔۔ کچھ نہیں۔۔کیا۔۔ چھوڑ۔۔ دو۔۔ خدا کے واسطے چھوڑ۔۔دو ہمیں جان سے۔۔ مارو۔۔یہ گناہ ہے" طاہرہ بیگم نے کہا تو وہ ہنسا۔ "گناہ؟ کیسے گناہ ہوا۔جان کے بدلے جان لے رہا ہوں۔اس بات کی اجازت تو اسلام نے بھی دی ہے پھر تم لوگ کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہ گناہ ہے۔تم دونوں نے میری ماں کو مارا اب میں تم دونوں کو ماروں گا۔قتل کے بدلے قتل ہوگا" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہم نے نہی مارا۔۔۔وہ خود" پروین بیگم کی بات پوری ہونے سے پہلے ضرار دھاڑ اٹھا۔ "خود نہیں مری تھیں اپھو تم لوگوں کی وجہ سے مری تھیں" ضرار نے کہا

تو وہ دونوں خاموش ہوئیں۔ "اور اب تم دونوں کی باری ہے۔ اور صرف یہی گناہ نہیں کیا تم دونوں نے میری بیوی کا بچپن چھین لیا ان سے۔ انھیں اذیت دی۔ ان کے گھر والوں سے دور کردیا۔ انکی خوشیوں کا گلا گھونٹ دیا" عامر نے چلاتے کہا۔ "اور میری بیوی پر بے جا ظلم کیا کیسے معافی دے دیں تم لوگوں کو" ضرار نے کہا تو ان دونوں نے ماہ دیر کو دیکھا جو سب لڑکوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کررہا تھا جس پر ان سب نے انھیں دیکھا۔ "کیا بس انھیں یونہی مار دے گا کوئی اور سزا نہیں" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "نہیں میں ان لوگوں کی شکل اس سے زیادہ دیر تک نہیں دیکھ سکتا۔ انکو مرنے دے جان بخشی ہو ہماری اور ویسے بھی انھیں ٹارچر کرکے کونسا میری ماما واپس آجائیں گی۔ آئیں گی تو انھیں مار کر بھی نہیں پر میری ماں کا قتل ضائع نہی جانے دے سکتا میں تو انکی موت تو ہوگی اور میرے ہاتھوں ہی ہوگی" ماہ دیر نے سپاٹ انداز میں کہا تو ان سب نے ہاں میں سرہلایا جب کہ عامر نے اس کے کندھے پر

ہاتھ رکھا۔ ”تو ٹھیک ہے“ عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں تم لوگ باہر چلو میں آرہا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو وہ لوگ اس کمرے سے نکلے اور باہر کھڑے ہوتے اسے دیکھنے لگے جو ہاتھ میں لائٹر گھماتے انھیں دیکھ رہا تھا۔ ”پلیز۔۔ہمیں چھوڑ دو“ پروین بیگم نے اسکے دیکھنے پر ہاتھ جوڑتے کہا جبکہ ماہ دیر نے اسکی بات کو اگنور کرتے گارڈز کو ان پر مزید پٹرول چھڑکنے کا اشارہ جس پر فوراً عمل کیا گیا۔ ”چھوڑ دو۔۔ہمیں یوں ۔۔نا کرو“ طاہرہ بیگم نے کہا تو اس نے آنکھیں گھمائیں۔ ”ڈائن دادی بکواس بند کرلو“ ماہ دیر نے کہا تو باہر کھڑے ان چاروں نے مسکراہٹ دبائی۔ماہ دیر کی بات سے انھیں اندازہ ہوگیا تھا کہ اب وہ اپنے اصل میں لوٹ رہا ہے۔ ”ماہ۔۔دیر۔۔نا کرو“ طاہرہ بیگم نے دوبارہ کہا۔ ”شٹ اپ“ ماہ دیر نے تنگ آتے کہا پر وہ دونوں جیسے آج نا چپ ہونے کی قسم کھا کر بیٹھی تھیں۔ ”پلیز ہمیں ۔۔چھوڑ۔۔دو۔۔معاف۔۔کردو“ ان دونوں نے روتے ہوئے کہا۔ ”میری

ماں کے قاتلوں کو معاف کردوں؟ Wah shampy wah" ماہ دیر نے انکی بار بار معافی کی رٹ سے تنگ آتے کہا تو ان دونوں کے رونے میں اضافہ ہوا جبکہ ان چاروں کی ہنسی نکلی جس پر ماہ دیر بھی ہنس دیا اور باہر آتے انکے پاس کھڑا ہوا۔ "چلو ڈائن دادی اور چڑیل آنٹی زرا کلمہ پڑھ لیں مجھے آپ دونوں کو آگ لگانی ہے" ماہ دیر نے لائٹر جلاتے کہا تو ان دونوں نے چلاتے اسے روکنا چاہا جس پر ان سب نے آنکھیں گھمائیں جبکہ اسد نے آگے ہوتے اپنی جیب سے لائٹر نکالتے اندر پھینک دیا جس پر ایک لمحے میں اس کمرے کو آگ نے پکڑا جس پر ان دونوں کی چیخیں بلند ہوئیں جبکہ اسکے یوں ایک دم سے لائٹر پھینکنے پر ان چاروں نے منہ کھولتے اسے دیکھا۔ "یہ کیا حرکت ہے اسد" ماہ دیر نے اسے گھورتے پوچھا۔ "کیا کیا حرکت ہے انکی بکواس میرے کانوں میں چبھ رہی تھی" اسد نے کندھے اچکاتے کہا تو سب ہنسے جبکہ ماہ دیر بھی ناچاہتے ہوئے ہنس پر اجسے دیکھ وہ بھی مسکرایا۔ "اب گھر چلیں میری بیوی اکیلی ہو گیں۔ وہ

مجھے مس کررہی ہونگی" عامر نے جان بوجھ کر ماہ دیر کو دیکھتے کہا تو اس نے دانت پیسے۔"ہاں اور میری ماہ بھی میرے بغیر سوتی نہیں ہے" ضرار نے بھی ماہ دیر کے پاس آتے کہا تو ماہ دیر کا دل کیا ان دونوں کا منہ توڑ دے۔"بے غیرتوں میرے سامنے تو بعض آجایا کرو" ماہ دیر نے ایک ایک مکہ ان دونوں کی کمر میں جڑتے جل کر کہا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔"جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم اور ہمیں اپنے کرم پھوڑنے کا کوئی شوق نہی۔اب چل پڑو میری ثانیہ جاگ رہی ہونگی" عامر نے کہا تو ضرار سمیت اسد اور شہریار نے مسکراہٹ دبائی۔"ہاں اور ماہ بھی میرا انتظار کررہی ہے کہہ رہی ہے جلدی آجاؤں اسے میرے سینے سے لگتے سونا ہے" ضرار کی بات سنتے ماہ دیر نے بغیر کچھ کہے ایک طرف گرا لوہے کا راڈ اٹھایا اور انکی طرف بڑھا جسے دیکھ وہ دونوں ہنستے ہوئے باہر بھاگے جبکہ اسد اور شہریار انکی حرکت پر ہنستے لوٹ پوٹ ہوتے ایک دوسرے میں بجے۔جبکہ ماہ دیر تو اب بس اپنے دونوں بہنوئیوں کو

مار کر ہی دم لینے والا تھا۔ ”اوئے دو نمبر ڈاکٹر پاگل ہوگیا ہے“ ضرار نے آگے بھاگتے کہا۔ ”ہاں ہوگیا ہوں سالوں اور اب تم دونوں کا سر پھاڑ کر ہی سانس لوں گا“ ماہ دیر نے کہا اور اپنے قدموں کی رفتار بڑھائی۔ ”ارے یہ سالہ بچپن سے پاگل ہے ضرار بس بھاگ سوال نا کر“ عامر نے ماہ دیر کو تپانے کی غرض سے کہا جس پر وہ اچھا خاصا تپ بھی گیا۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ سنسان سڑک پر ایک قابل ڈاکٹر اور انگریزی کا مشہور پروفیسر آگے آگے بھاگ رہے تھے اور دو نمبر ڈاکٹر عرف ماہ دیر انکے پیچھے پیچھے تھا جبکہ جعلی وکیل اور دو نمبر بندہ ایک طرف کھڑے ہوئے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

”کہاں رہ گئے تھے آپ دِیر“ میشائم نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا جو ابھی باقی سب کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ وہ کافی دیر سے یہاں بیٹھی اسکا انتظار کر رہی تھی۔ جبکہ اسکی آواز پر ماہ دیر جو سب کے ساتھ ہنستے اندر داخل ہوا تھا فوراً

اسکی جانب متوجہ ہوا جو قریباً رو دینے کو تھی۔ "میشی میری جان کیا ہوا" اسکا چہرہ دیکھ ماہ دیر فوراً سے پریشان ہوتے اسکے پاس آیا اور ان سب کی موجودگی کو نظر انداز کرتے اسے سینے سے لگا گیا جبکہ سب لڑکوں کے سامنے اسکے یوں ساتھ لگانے پر میشائم نے سرخ پڑتے پیچھے ہونا چاہا پر ماہ دیر کا حصار مضبوط تھا۔ "ضرار تم سب کمرے میں جاؤ" ماہ دیر نے میشائم کی جھجک کو سمجھتے ان سب کو کہا تو وہ بغیر کچھ بولے ہاں میں سر ہلاتے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ "اب بتاؤ کیا ہوا میرا بچہ" ان کے جاتے ہی ماہ دیر نے دوبارہ اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے بغیر کچھ کہے اپنا سر واپس اسکے سینے پر ٹکایا۔ "متاعِ جان کیا ہوا ہے" ماہ دیر نے اسکا سر سہلاتے پوچھا اور ساتھ ہی جھکتے اسکا سر چوما۔ "کہاں تھے آپ۔ میں کب سے آپکا انتظار کر رہی ہوں" میشائم نے شکوہ کرتے کہا۔ "میں ایک کام سے گیا تھا میرا بچہ۔ طبیعت ٹھیک ہے نا" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھر کیا ہوا" ماہ دیر نے دوبارہ نرمی سے

پوچھا۔اس دوران اس نے ایک پل کو بھی اسکے بالوں کو سہلاتا اپنا ہاتھ نہیں روکا تھا۔"میں اکیلی تھی روم میں۔میرا دل گھبرا رہا تھا۔آپکو کال بھی کی پر کال نہیں مل رہی تھی۔مجھے اتنی گھبراہٹ ہورہی تھی تبھی میں یہاں آتے آپ کا انتظار کررہی تھی" میشائم نے کہا تو ماہ دیر کو شرمندگی ہوئی۔"آئی ایم سوری میری جان مجھے خیال ہونا چاہیئے تھا" ماہ دیر نے معافی مانگتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو میشائم نے ایک لمحے کو آنکھیں موندیں جس پر ماہ دیر نے نرمی سے اسکی آنکھوں پر لب رکھے اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا جو اسکے ہٹتے ہی آنکھیں کھول چکی تھی۔"کہاں گئے تھے آپ" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔"میری ماما کے قاتلوں کو سزا دینے" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اسکی گال پر ہاتھ رکھا۔"آپ ٹھیک ہیں" میشائم کا سوال سنتے وہ مسکرایا۔"ہاں میں ٹھیک ہوں بس ماما کی یاد آرہی ہے" ماہ دیر نے دکھی لہجے میں کہا تو میشائم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما اور اسکے پیروں پر اپنے پیر رکھتے نرمی سے اسکے

ہونٹوں کو چھو گئی۔ "ماما جہاں بھی ہیں آپ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ ایسے اداس نا ہوا کریں۔ انھیں یاد کریں پریوں اداس ہو کر انھیں اور مجھے اذیت نا دیا کریں" میشائم نے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔ اب نہیں ہونگا۔ "تم یہ بتاؤ حوریہ کہاں ہے۔ تم روم میں اکیلی کیوں تھی" ماہ دیر نے پوچھا۔ "حوریہ آپ کے جانے کے بعد مہرو کے پاس چلی گئی تھی۔ اسے آج مہرو، ضرار بھائی اور وہاج کے پاس سونا تھا تو وہ چلی گئی" میشائم نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "تو تم بھی مہرو کے پاس چلی جاتی یا مریم، ثانیہ، عائشہ کسی کے پاس چلی جاتی اس سے دل نا گھبراتا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ "میں گئی تھی عائشہ آپی اور مریم سو رہے تھے۔ ثانیہ آپی نماز پڑھ رہی تھیں انھوں نے مجھے کہا تھا کہ رک جاؤں پر میں بور ہو رہی تھی تو مہرو کے کمرے میں گئی جہاں وہ وہاج اور حوریہ کو سلا رہی تھی۔ پھر میں وہاں ہی رک گئی تھی لیکن مجھے آپ چاہیئے تھے تو میں وہاں سے اٹھتے یہاں آگئی" میشائم نے کہا تو ماہ دیر کو اس

پر بے حد و حساب پیار آیا جس پر اس نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں
تھامتے اسکے دونوں گال چومے تو پل میں میشائم کے رخسار گلابی ہوئے جسے
دیکھ وہ ہولے سے ہنستے اسے واپس اپنے ساتھ لگا گیا۔ "سوری میں لیٹ
ہوگیا۔ مجھے پتا ہوتا میری میشی مجھے اتنا یاد کر رہی ہے تو میں کہیں جاتا ہی نہیں"
ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "کوئی بات نہیں۔ اب روم میں چلیں مجھے نیند
آرہی ہے" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور بغیر کوئی
بات کیے جھکتے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے روم کی جانب بڑھ
گیا۔ "سالہ ہمیں کہتا ہے کہ میری بہنوں سے جو کہ ہماری بیویاں ہیں ان سے
دور رہا کرو اور خود اس خبیس ڈاکٹر کا رومینس ہی ختم نہیں ہوتا" عامر جو اسے
تنگ کرنے کی غرض سے اوپر چھت کی سیڑھیوں میں بیٹھا تھا اسکی حرکت
دیکھتے جل کر بولا جبکہ ماہ دیر اسکی موجودگی سے انجان اپنے روم میں چلا
گیا۔ "اسے تو کل بتاؤں گا میں ابھی میں چلا اپنی بیوی کے پاس آخر کو آج

عرصے بعد سکون کی نیند نصیب ہوگی وہ بھی میری ثانیہ کے پہلو میں" عامر نے مسکراتے خود سے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"ضار ایک بات پوچھوں" مہرماہ نے اس سے کہا جو اسکو پشت سے حصار میں لیے کھڑا تھا جبکہ مہرماہ اسکے سینے سے اپنے سر کی پشت ٹکائے ہوئے تھی۔وہ دونوں اس وقت روم کے گلاس ڈور کے قریب کھڑے تھے۔وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی جاگے تھے جبکہ حوریہ اور وہاج ابھی تک بیڈ پر سو رہے تھے۔"پوچھو روحِ من اجازت کیوں مانگ رہی ہو" ضرار نے اس کے کندھے پر ہولے سے لب رکھتے کہا تو اس کی سانس تھمی جب کہ ضرار اس کے یوں سانس روکنے پر مسکرایا اور نرمی سے اس کی گردن کو چوم گیا۔"سانس لو ماہ" ضرار نے کہا تو اس نے لمبی سانس بھری۔اسکی قربت میں وہ بھول گئی تھی کہ سانس لینا بھی ضروری ہے۔"ویری گڈ اب بتاؤ کیا پوچھ رہی تھی" ضرار

نے اسکے نارمل ہونے پر نرمی سے پوچھا۔ "جی تو بتائیں اگر میں آپکو کبھی نا ملی ہوتی تو کیا آپ کسی اور سے شادی کر لیتے" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "ہرگز نہیں ہمارا نصیب جُڑا تھا تمھیں مجھ تک اور مجھے تم تک آنا ہی تھا۔ کسی اور سے شادی کر بھی لیتا تب بھی میرا دل تمھارا منتظر رہتا کیونکہ میری روح تمھاری روح کی ساتھی ہے اور جب تک روح کو اسکا ساتھی نا مل جائے دل بے سکون رہتا ہے" ضرار نے کہا تو اسکے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "اور اگر آپکو مجھ سے ہی محبت ہوجاتی پر میں آپکی بیوی نا ہوتی تو کیا تب بھی مجھ سے ہی شادی کرتے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے گہری سانس بھری اور اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "نہیں پھر میں اپنے دل میں موجود تمھاری محبت کو کہیں دفنا دیتا پر مر کر بھی تم سے شادی کبھی نا کرتا کیونکہ میں ایک نامحرم کی محبت میں پڑتے اپنی محرم کو دھوکہ نہیں دے سکتا تھا۔ میں تم سے دور ضرور تھا ماہ پر تم میری بیوی تھی اور دور ہوتے ہوئے بھی میرے سب سے قریب تھی۔ کہیں نا

کہیں میری تمام سوچیں لاشعوری طور پر تمھاری طرف رہتی تھیں" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ "میرا دل رکھنے کو کہہ رہے ہیں" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "تمھاری قسم میری پوری بات میں ایک بھی لفظ جھوٹ نہیں" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "جانتی ہوں بس آپکو تنگ کر رہی تھی" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا ساتھ ہی اسکی گال پر جارحانہ انداز میں بوسہ دیا جس پر وہ سٹپٹاتے اس سے دور ہوئی جسے دیکھ ضرار نے قہقہہ لگایا جس پر مہرماہ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکاتے اسے گھورنے لگی۔ "کیا ہوا ماہ" اسکے گھورنے پر ضرار نے بامشکل اپنی مسکراہٹ دباتے پوچھا تو مہرماہ نے دانت پیستے ہاتھ سے اپنے رخسار کی طرف اشارہ کیا جسے دیکھ ضرار پھر ہنسا۔ کیونکہ مہرماہ کے گال پر ضرار کی محبت واضح چمک رہی تھی جبکہ اسکا چہرہ ضرار کی حرکت پر غصے و شرم سے سرخ پڑا تھا۔ "یہ کیا ہوا میرا بچہ" ضرار نے اسکی گال کو نرمی سے انگلی سے

چھوتے مصنوعی تشویش سے پوچھا جس طر مہرماہ نے دانت پیسے اور اسے مارنے کیلئے کوئی چیز تلاش کرنے لگی۔ ”آپ کو میں بتاتی ہوں کیا ہوا ہے“ مہرماہ نے اِدھر اُدھر دیکھتے کہا اور اگلے ہی پل صوفے پر سے کشن اٹھاتے اسے مارنے کو آگے بڑھی جس پر ضرار ہنستے ہوئے بیڈ کی طرف بھاگا جسے دیکھ مہرماہ بھی اس کے پیچھے بھاگی۔ ”ضار رکیں اب کیوں بھاگ رہے ہیں“ مہرماہ نے دانت کچکاتے پوچھا تو وہ پھر ہنسا اور جلدی سے دور کر صوفے کے پیچھے گیا جبکہ مہرماہ صوفے کے آگے کھڑی ہوئی۔ ”یار ماہ میں تمھارا شوہر ہوں یار“ ضرار نے بچوں کی طرح کہا تو مہرماہ اسکی طرف بھاگی جس پر ضرار آگے بھاگا۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ ضرار آگے بھاگ رہا تھا جبکہ مہرماہ اسکے پیچھے تھی۔ وہ دونوں ہی بلکل بچوں کی طرح صوفے کے گرد چکر کاٹتے ہنس رہے تھے۔ ”رکو ! ! “

تھوڑی دیر بعد ضرار نے یکدم کہا تو مہرماہ رکی۔ ”ہماری شادی پھر سے ہوگئی۔ اب میں تمھارا پتی ہوں اور تم میری پتنی“ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے

اسے دیکھا۔ "کیا کہہ رہے ہیں۔ سر پر چوٹ کھا کر آئیں ہیں" مہر ماہ نے پوچھا تو وہ ہنسا۔ "نہیں سچی دیکھو انڈیا میں ایسے ہی شادی ہوتی ہے۔ لڑکا لڑکی آگ کے گرد سات چکر کاٹتے ہیں تو شادی ہوجاتی ہے۔ ہم نے بھی ابھی صوفے کے گرد سات چکر لگائے ہیں تو ہماری شادی بھی ہوگئی" ضرار نے شرارت سے کہا تو وہ ہنستے صوفے پر گری جبکہ ضرار ہنستے اسے دیکھ رہا تھا۔ "ہاہاہاہاہا ضارپتی پتنی" مہر ماہ نے قہقہہ لگاتے کہا تو وہ بھی ہنستے صوفے پر اسکے ساتھ بیٹھا۔ دونوں بار بار اس بات کو دہراتے اور ہنسنے لگتے۔ "ماہ بس" ضرار نے اسے اپنے ساتھ لگاتے کہا تو وہ ہنستے اسکے کندھے پر سر رکھ گئی۔ "حد کرتے ہیں آپ بھی" مہر ماہ نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کرتے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "اچھا ہے نا اس سے تم ہنس لیتی ہو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا عین اسی وقت کمرے میں وہاج کے رونے کی آواز گونجی جسے سنتے وہ دونوں اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے بیڈ کی طرف بڑھے جہاں حوریہ تو ابھی

سورہی تھی پر انکا بیٹا اٹھ چکا تھا۔ "اٹھ گیا میرا بیٹا" مہرماہ نے بیڈ پر وہاج کے قریب بیٹھتے اسے نرمی سے اٹھاتے اپنے ساتھ لگاتے اسکا سر چوما جبکہ ضرار حوریہ کے قریب بیٹھا اسکے بال سہلا رہا تھا۔ "یہ جناب صحیح ہیں صبح صبح اٹھ کر روتے ہیں اور پیار بٹورتے ہیں" ضرار نے ہاتھ بڑھاتے وہاج کی گال کو چھوتے کہا تو مہرماہ مسکرائی اور وہاج کے ساتھ لاڈ کرنے لگی جس پر ضرار بھی حوریہ کے بال سہلاتے اپنی کل کائنات کو دیکھنے لگا جبکہ کمرے کے در و دیوار انکی نظر اتارتے نہیں تھک رہے تھے۔

"اماں سائیں عامر بھی اگر عزیز کی حیات میں آجاتا تو کتنا اچھا ہوتا نا" افتخار صاحب نے شاہجہاں بیگم کو دیکھتے کہا۔ اس وقت شہریار اور مریم کے علاوہ سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ شاہجہاں بیگم ایک صوفے پر عامر اور اسد کے ساتھ بیٹھی تھیں جبکہ افتخار صاحب اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ دوسرے

صوفے پر تھے۔ انکے برعکس شہریار اور مریم اپنے کمرے میں تھے۔ شہریار تھوڑی دیر پہلے ان سے ملنے کے بعد مریم کے پاس چلا گیا تھا جو کہ سو رہی تھی۔ وہ لوگ صبح نو بجے افتخار صاحب کی آمد کا سنتے گھر واپس آئے تھے ورنہ انکا ارادہ شام کو نکلنے کا تھا پر وہ انھیں اگنور نہیں کر سکتے تھے تبھی گھر آنا مناسب سمجھا۔ افتخار صاحب شاہجہاں بیگم کی نند کے بیٹے تھے جو کہ ان کے بیٹے عزیز کے ہم عمر ہی تھے۔ وہ لوگ آج شاہجہاں بیگم کی طرف عامر اور اسد کی شادی کا سن کر آئے تھے۔ اسد کی بیوی سے تو سب واقف تھے پر عامر کی بیوی کو ابھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ عامر جب سے یہاں آیا تھا کوئی بھی رشتے دار اس سے نہیں ملا تھا لیکن افتخار صاحب آج اس سے ملنے آئے تھے۔ باقی رشتے داروں کے برعکس وہ دلی طور پر شہریار اور اسد کو پیار کرتے تھے اور اب عامر بھی آگیا تھا تبھی وہ اپنی بیوی اور اپنے بیٹے رافع کے ساتھ اس سے ملنے آئے تھے۔ وہ لوگ کافی دیر سے یہاں تھے۔ افتخار صاحب نے تو عامر کو خاصا پیار کیا

تھا جبکہ انکی بیوی اور رافع نے رسمی سلام دعا کے سوا کچھ نا کیا۔ "ہاں لیکن اللہ کو یہی منظور تھا کہ عامر عزیز کے جانے کے بعد آئے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے عامر تم اتنا عرصہ سب سے دور رہے۔ یاد نہیں آتی سب کی رافع نے اس سے پوچھا۔ "آتی تھی رافع بہت یاد آتی تھی پر کچھ سوالوں کے جواب ڈھونڈنے بہت ضروری تھے تبھی واپس نا آ پایا" عامر نے کہا تو رافع نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "اچھا عامر بیٹا تمھاری بیوی کہاں ہے۔ ہماری بڑی بہو سے اماں سائیں نے ملوایا ہی نہیں" افتخار صاحب نے پوچھا تو ثانیہ کے ذکر پر اسکے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "چاچو وہ اپنے گھر ہیں ابھی۔ اب انشاء اللہ شادی پر ملواؤں گا" عامر نے کہا تو انھوں نے سمجھنے والے انداز میں میں سر ہلایا۔ "اچھا کوئی تصویر وغیرہ تو ہوگی وہی دکھا دو" رافع نے کہا تو عامر نے مٹھیاں بھینچی۔ "میری بیوی ہیں وہ کوئی چیز نہیں جنکی تصویر میں کسی نامحرم کو دکھاؤں۔ انھیں دیکھنے کا حق صرف

میرا ہے" عامر نے دو ٹوک انداز میں کہا تو رافع نے جبڑے بھینچے۔یہ تینوں بھائی جب مرضی اسے ذلیل کرتے تھے۔"میں نے کب کہا کہ بھابھی کوئی چیز ہیں بس ایسے ہی کہا تھا کہ دکھا دو ہو سکتا ہے ہم جانتے ہیں" رافع نے ڈھٹائی سے کہا تو عامر نے ہاتھ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کیے ورنہ دل تو کر رہا تھا اسکا منہ توڑ دے۔" بچے عامر کی بیوی کو سب ہی جانتے ہیں تصویر کی ضرورت نہیں" عامر کے چہرے پر سختی دیکھتے شاہجہاں بیگم نے کہا۔"اچھا اماں سائیں کون ہے جسے ہم بھی جانتے ہیں" نورین افتخار نے کہا۔"ثانیہ خلیل سکندر میری بڑی بہو ہے" شاہجہاں بیگم نے نرمی سے مسکراتے کہا تو ان لوگوں کے چہرے پر حیرت آئی جبکہ رافع کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ آئی۔انکے برعکس ثانیہ کا نام سنتے عامر کی آنکھوں میں محبت اتری تھی جبکہ چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ آئی تھی۔"ثانیہ خلیل سکندر؟ وہی شہریار کی سابقہ منگیتر۔جو عین نکاح کے دن بھاگ گئی تھی" نورین افتخار نے کہا تو عامر کی مسکراہٹ

سمٹی۔ ”چچی میری بیوی ہیں وہ۔پہلے وہ جو بھی تھیں پر اب میری بیوی ہیں اور اپنی بیوی کے متعلق میں کوئی غلط بات برداشت نہیں کرتا پلیز اب میری بیوی کے بارے میں بولنے سے پہلے سوچیے گا یا پھر اگر نہیں سوچ سکتیں تو انکا ذکر مت کریے گا“ عامر نے کہا تو نورین افتخار کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا جبکہ رافع کے علاوہ باقی سب نے مسکراہٹ دبائی۔ ”ماما نے ایسا تو کچھ نہیں کہا عامر۔پوچھا ہی ہے کہ کیا یہ وہی ہے“ رافع نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ ”ہاں یہ وہی ہیں پر اب میری بیوی ہیں“ عامر نے کہا تو رافع نے داد دینے والے انداز میں اسے دیکھا۔ ”اچھا کیا تم اس بات سے واقف ہو کہ وہ گھر سے بھاگی تھی کسی لڑکے“ رافع کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ اسے ٹوک گیا۔ ”میری بیوی بھاگی نہیں تھیں کڈنیپ ہوئی تھیں اور اس بات سے سب واقف ہیں لہٰذا تم بھی جان لو تو بہتر ہے“ عامر نے کہا تو رافع نے بامشکل ضبط کیا۔ ”اچھا چلو اسے چھوڑو مجھے سن کر دکھ ہوا۔یہ بتاؤ ویسے ثانیہ کیسی ہے؟ اسے آخری بار

شہریار کی منگنی پر دیکھا تھا" رافع نے بڑی دیدہ دلیری سے پوچھتے عامر کے تن بدن میں آگ لگائی تھی۔ثانیہ کا نام یوں کسی غیر محرم کے منہ سے سننا اسے غصہ دلا گیا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا گویا کسی نے اسکے جسم کی ایک ایک رگ میں آگ بھر دی ہو۔ "میں اپنی عورت کا ذکر کسی غیر مرد کے سامنے کرنا اور اسکے منہ سے اپنی بیوی کا ذکر سننا اپنی توہین سمجھتا ہوں لہٰذا اب میری بیوی کا نام مت لینا ورنہ ہر لحاظ بھول کر تمھاری زبان کاٹنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گا" عامر نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے انگلی اٹھاتے اسے وارن کیا تو رافع گڑبڑایا۔ اسے لگا تھا کہ شاید وہ بھی شہریار کی طرح اسکے باپ کا لحاظ کرتے خاموش ہوجائے گا پر وہ بھول گیا تھا وہ عامر ملک تھا جس نے کسی سے ڈرنا نہیں سیکھا تھا۔وہ لوگوں کو انکی اوقات یاد دلانا اچھی طرح جانتا تھا۔جبکہ اس کے ماں باپ خوامخواہ شرمندہ ہوئے۔ "عامر بیٹا ثانیہ کا لنچ ٹائم شروع ہونے والا ہے جاؤ" شاہجہاں بیگم کی آواز نے ماحول میں پھیلے تناؤ کو زائل کیا

جبکہ ان کے یوں عامر کو بھیجنے پر اسد رج کے بد مزہ ہوا۔ رافع کی بے عزتی دیکھ اسے بڑا مزا آرہا تھا پر وہ خاموش رہا۔ وہی جانتا تھا اس نے کیسے اپنی ہنسی ضبط کر رکھی تھی۔ ”ٹھیک ہے اماں سائیں میں چلتا ہوں اور وہاں سے فری ہوتے پھر میں ہاسپٹل چلا جاؤں گا ورنہ اگر یہاں رکا تو یقیناً کسی کو ہاسپٹل پہنچا دوں گا“ عامر نے رافع کو خون آشام نظروں سے دیکھتے کہا تو اس نے تھوک نگلتے گلا تر کیا جبکہ اسد نے کھانستے اپنا قہقہہ ضبط کیا۔ ”اچھا ٹھیک ہے بچے پر جلدی آنا“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اچھا چاچو۔ چاچی میں چلتا ہوں انشاء اللہ جلدی واپس آؤں گا“ عامر نے کہا تو وہ دونوں ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر دروازے کی طرف مُڑا پر پھر واپس پلٹتے رافع کو دیکھا۔ ”اور رافع تم آج کے بعد میری بیوی کا یا اس گھر کی کسی بھی عورت کا نام مت لینا ورنہ آج تو میں نے چاچو کا لحاظ کرتے صرف زبان سے کہا ہے پر اگلی بار ہر لحاظ بھول کر تمھیں زندہ درگور کرنے سے پہلے ایک لمحے کیلئے بھی نہیں سوچوں گا۔ چاچو

چاچی ہوسکتا ہے آپکو میری بات بُری لگی ہو پر اپنے بیٹے کو سمجھائیں کہ یوں کسی کے گھر کی عورتوں کا نام نہیں لیتے ورنہ غیرت کے نام پر قتل تو آجکل ایک عام چیز ہے۔ پہلے غیرت کے نام پر قتل ہوتا ہے، پھر کیس، پھر پیشی اور پھر رہائی۔ اور میں ایسا کچھ کر بھی دوں تو کوئی میرا کیا ہی بگاڑ لے گا میرے تعلقات سے سب ہی واقف ہیں اور اس سے بڑھ کر میرا بھائی ایڈوکیٹ شہریار ملک ہے جسے جج بھی سلام کر کے گزرتا ہے۔ آپکا ایک ہی بیٹا ہے اسے تھوڑی عقل مات سکھائیں" عامر نے کہا تو رافع غصے سے آگ بگولا ہوا اور اسکے ماں باپ شرمندہ ہوا جبکہ عامر بغیر کوئی مزید بات کیے باہر نکل گیا۔ انکے برعکس اسد تو رافع کا چہرہ دیکھ دل ہی دل میں لوٹ پوٹ ہورہا تھا۔

اب جا کے آیا میرے بے چین دل کو قرار

اسد یکدم رافع کو دیکھتے مسکراہٹ دباتے گنگنایا تو سب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا جبکہ باہر کی جانب بڑھتے عامر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی۔ اسکا بھائی

بھی باز نہیں آسکتا تھا۔ وہ تینوں بھائی جلتی پر تیل ڈالنے میں ماہر تھے۔ اگر اپنی باتوں سے کسی کو اوقات یاد دلانے کا کوئی ایوارڈ ہوتا تو وہ یقیناً یہ تینوں بھائی ہی جیتتے وہ بھی ہر سال۔ جب کہ اس کی بات کا مطلب سمجھتے رافع نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا جس پر اسد نے اسے مارتے چڑھایا۔ "کیا ہوا اسد کیا کہہ رہے ہو" شاہجہاں بیگم نے اسے دیکھتے نا سمجھی سے پوچھا تو اسد نے رافع سے نظر ہٹاتے انھیں دیکھا۔ "گانا گا رہا ہوں اماں سائیں" اسد نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے جواب دیا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کونسا گانا گا رہے ہو اسد بیٹا" افتخار صاحب نے پوچھا تو اس نے رافع کو دیکھا۔ "وہ والا ہے نا چاچو ! !

دلبر تیری بے عزتی کو کب سے تھا دل بے قرار
اب جا کے آیا میرے بے چین دل کو قرار

اسد نے رافع کو دیکھتے کہا تو سب نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا جبکہ رافع کا بس نا چلا اسکا منہ توڑ دے۔ "بیٹا یہ کونسا گانا ہے اور کسی نے گایا ہے" افتخار

صاحب نے پوچھا تو اسد نے مسکراہٹ دبائی۔ وہ جانتا تھا اسکے چاچو لوگ گانوں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر سنے بھی تو اتنے پرانے سنتے ہیں جنھیں زنگ لگ گیا ہو۔ "چاچو یہ گانا اسد میوزک انڈسٹری کا ہے بڑی مشہور انڈسٹری ہے۔ آپکو نہیں پتا ہوگا کیونکہ یہ ابھی نئی ہے" اسد نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا اسکا کوئی گانا تو سناؤ ہو سکتا ہے سنا ہو" افتخار صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپ نے شاید نا سنا ہو لیکن میں سنا دیتا ہوں" اسد نے کہا اور رافع کو دل جلانے والی مسکراہٹ پاس کی۔

دیکھا ہے پہلی بار بندر کو ہوتے بے کار
اب جا کے آیا میرے بے چین دل کو قرار
دلبر تیری بے عزتی کو کب سے تھا دل بے قرار
اب جا کے آیا میرے بے چین دل کو قرار
دیکھا ہے پہلی بار بندر کو ہوتے بے کار
اب جا کے آیا میرے بے چین دل کو قرار

"چپ کرجاؤ اسد بہت فضول گانا ہے" رافع نے اسکے مزید بولنے سے پہلے غصے سے کہا تو اسد نے مسکراہٹ دباتے ہاں میں سرہلایا اور خاموش ہوا۔"اور کوئی حکم رافع بھائیییی" اسد نے جان بوجھ کر بھائی کو لمبا کھینچتے مصنوعی معصومیت سے کہا تو رافع نے خود پر ضبط کیا جبکہ اوپر سے آتے شہریار نے قہقہہ لگایا۔وہ اسد کا پورا گانا نا صرف سن چکا تھا بلکہ ریکارڈ بھی کرچکا تھا۔وہ تب سے یہاں کھڑا مسکراہٹ دبانے کے چکر میں لال پیلا ہورہا تھا پر اب اسد کی معصومیت پر مزید ضبط نا کرتے ہوئے قہقہہ لگا گیا جس پر سب نے اسے دیکھا جو ہنستے نیچے آرہا تھا۔اسے ہنستے دیکھ اسد بھی ہنس پڑا اور رافع اسکا تو حال ایسا تھا کہ اسکا بس نہیں چل رہا تھا ان تینوں بھائیوں کی جان نکال دے۔جبکہ باقی سب نے نا سمجھی سے ان دونوں کو دیکھا جو ہنستے لوٹ پوٹ ہورہے تھے۔"کیا ہوا بچوں ہنس کیوں رہے ہو" شاہجہاں بیگم نے پوچھا تو ان دونوں نے اسے دیکھا۔"کچھ نہیں۔۔اماں سائیں بس کچھ۔۔یاد آگیا تھا۔۔ہے نا

اسد" شہریار نے بامشکل بولتے انھیں جواب دیا تو اسد نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار آتے اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ "واہ چھوٹے کیا خوب گانا گایا ہے" شہریار نے اسکے ساتھ بیٹھتے مدھم آواز میں گایا۔ "بھائی آخر کو اسد میوزک انڈسٹری کا ہے کمال کیسے نا ہوتا" اسد نے کہا تو وہ ہنسا۔ "اس سالے کی بے عزتی پر سکون مل گیا ہے مجھے" شہریار نے کہا۔ "یہ تو کچھ نہی جو بھائی نے اسکی کی ہے" اسد نے کہا تو شہریار نے رافع کو دیکھا جو ان دونوں کو گھور رہا تھا اسکے یوں گھورنے پر شہریار نے اسے آنکھ ماری جس پر اس نے مٹھیاں بھینچی۔ "بھائی نے بھی کی مطلب میں لیٹ ہوگیا" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن فکر نا کریں۔ آپکے بھائی نے ویڈیو بنائی ہے بعد میں دیکھنا" اسد نے کہا ٹو شہریار نے اسکا گال چوما جس پر وہ مسکرایا۔ "میرا بھائی یہ ہوئی نا بات" شہریار نے کہا تو وہ پھر مسکرایا جبکہ باقی سب انکی باتوں سے انجان انکا پیار دیکھتے مسکرائے تھے۔

"اسلام علیکم کیا حال ہے حسام صاحب" عامر نے حسام کو دیکھتے پوچھا جو اسے آفس کی انٹرنس میں ہی مل گیا تھا۔ "وعلیکم السلام میں ٹھیک مسٹر عامر آپ کیسے ہیں" حسام نے مسکراتے جواب دیا۔ "ٹھیک الحمدللہ۔ میری مسز کا آفس کس سائیڈ پر ہے" عامر نے پوچھا۔ "تھرڈ فلور پر دوسرا آفس ہے" حسام نے کہا تو عامر نے سر ہلایا۔ عین اسی وقت ایک لڑکی سمپل شلوار قمیض پہنے حسام کے پاس آئی۔ "حسام چلیں" اس لڑکی نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکا ہاتھ تھاما۔ "مسٹر عامر یہ میری وائف ہیں مسز لبابہ حسام نیازی۔ دو دن پہلے ہی ہمارے گھر والوں کی مرضی سے ہمارا نکاح ہوا ہے" حسام نے مسکراتے کہا تو عامر مسکرایا۔ "بہت مبارک ہو آپکو" عامر نے اس سے ہاتھ ملاتے کہا۔ "خیر مبارک۔ اب آپ اپنی مسز کو دیکھ لیں۔ میں اپنی کو دیکھ لوں" حسام نے کہا تو وہ ہنستے اسے خدا حافظ بولتے ثانیہ کے آفس کی طرف

بڑھ گیا۔ وہ چلتے سیدھا ثانیہ کے کیبن میں آیا جہاں وہ چیئر پر بیٹھی گول گول گھومتے یقیناً اس کا انتظار کر رہی تھی۔ "کہاں رہ گئے تھے آپ" اسے اندر آتے دیکھ ثانیہ فوراً کھڑے ہوتے اسکے پاس آئی جس پر عامر نے اسے اپنے سینے سے لگاتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔ "سوری بس چاچو لوگ آئے تھے نا انکے پاس تھا پھر آپکو پتہ ہے نا اس ٹائم ٹریفک بھی زیادہ ہوتا ہے" عامر نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "موڈ آف لگ رہا ہے۔ کسی سے لڑ کر آئے ہیں" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کسی کا قتل کرنا چاہتا تھا پر نہیں کر سکا وہ افسوس ہو رہا ہے" عامر نے کہا تو اس نے تھوڑا سا پیچھے ہوتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "کیا ہوا کس کا قتل کرنا تھا۔ اور کیوں کرنا تھا۔ آپکی کسی سے لڑائی ہوئی ہے نا" ثانیہ نے جلدی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کچھ بھی نہیں جان۔ لڑائی کسی سے نہیں ہوئی۔ بس میرا کزن ہے نا رافع وہ فضول بکواس کر رہا تھا۔ اسکی باتوں پر غصہ آگیا تھا تبھی یہاں آگیا

تاکہ آپکو دیکھ لوں اور دل میں جو اسکی باتوں سے آگ لگی ہے اس پر پھوار کرلوں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور ہلکا سی ایڑھیاں اٹھاتے اس کی ٹھوڑی چوم گئی جس پر عامر مسکرایا۔ "ہم آپکے آفس میں ہیں مسز ایسے کریں گی تو خطا ہوجائے گی" عامر نے کہا تو ثانیہ کے چہرے پر شرگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "اب یوں شرمائیں گی تو دل بے قابو ہو جائے گا" عامر نے کہا تو ثانیہ نے چہرہ جھکایا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکے گرد حصار مزید مضبوط کرتے اسکا سر چوم گیا۔ "پندرہ دن بعد ہماری شادی ہے مجھے یقین نہیں آرہا" عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "اب تو یقین کرلیں میں نے تو آپکو معاف بھی کردیا ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے اسکا سر چوما۔ "ہاں اور اسی بات پر بے یقینی زیادہ ہے کہ میری اتنی زیادتی کے بعد بھی آپ نے مجھے معاف کردیا" عامر نے کہا تو اس نے عامر کو دیکھا جسکے پور پور سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ "ایک بات پوچھوں" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "پوچھیں بیٹو"

عامر نے نرمی سے جواب دیا۔ ”عامر ہم میاں بیوی ہیں اور میاں بیوی میں سو لڑائیاں ہوجاتی ہیں تو کیا جب مستقبل میں ہمارا کبھی جھگڑا ہوگا تو آپ مجھے تب بھی گھر سے نکال دیں گے“ ثانیہ نے پوچھا تو عامر ایک لمحے کو تھم سا گیا۔ وہ کیا سوچ رہی تھی اسے حیرت ہوئی پر اس کا ڈر غلط نا تھا۔ اس نے جو کیا تھا ثانیہ کا انسیکیور ہونا جائز تھا۔ ”بتائیں عامر“ اسے یوں خاموش دیکھتے ثانیہ نے دوبارہ پوچھا تو اس نے جھکتے بے حد محبت سے اسکے ہونٹ چھوتے اسکا ماتھا چھوا جس پر ثانیہ نے آنکھیں موندیں۔ عامر نے کچھ دیر بعد سیدھے ہوتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے آنکھیں بند کیں۔ ”مستقبل میں اول تو میں کوشش کروں گا کہ ہمارا کبھی جھگڑا نا ہو۔ اور اگر ہو تو میں معافی مانگ لوں پر یہ سوچ اپنے ذہن سے نکال دیں کہ میں اب دوبارہ کبھی ایسی کوئی حرکت کروں گا۔ جانتا ہوں میں نے جو کیا بے حد غلط کیا پر میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئیندہ ایسا کرنے سے پہلے میں موت کو گلے لگا لوں گا پر آپکو اس اذیت سے دوبارہ نہیں

گزرنے دوں گا" عامر نے کہا تو ثانیہ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ "آپ جانتے ہیں ابھی بھی ڈر لگتا ہے۔مجھے آپ سے دور نہیں جانا عامر۔ آپ دور ہوتے ہیں تو روح تھک جاتی ہے۔دل پر ایک بوجھ سا پڑ جاتا ہے۔سانسیں تنگ ہونے لگتی ہیں۔ دھڑکن رک سی جاتی ہے۔مجھے آپ سے دور نہیں ہونا عامر۔آپ میری کل کائنات ہیں۔آپ جب ساتھ چھوڑتے ہیں تو اپنا آپ لاوارث لگتا ہے۔آپ پلیز اب کبھی میرا ساتھ مت چھوڑیے گا" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا تو عامر نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا اور اسکی نم آنکھیں دیکھ وہ بے چین ہوتے اسے سینے میں بھینچ گیا۔ "شش آئی پرومس میں کہیں نہیں جاؤں گا اور نا ہی آپکو خود سے کبھی دور کروں گا۔آپ میری جان ہیں۔میرا کل جہان ہیں۔میرا قیمتی اثاثہ ہیں۔آپ کو تو دل میں چھپا کر رکھوں گا دور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" عامر نے کہتے اسکا سر چوما جبکہ ثانیہ کے آنسو اسکی شرٹ میں جذب ہو رہے تھے۔ "ثانیہ میری جان روتے نہیں ہیں بچہ۔میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ ایسا نہیں

ہوگا۔پلیز رونا بند کریں آپکو پتہ ہے نا پھر سر درد ہوتا ہے۔شاباش بچہ چپ کریں" عامر نے نرمی سے اسکی کمر کو سہلاتے کہا تو ثانیہ نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔"آپ بہت بُرے ہیں آپ جان کر اتنے پیار سے کہتے ہیں تاکہ میں بات مان لوں"ثانیہ نے سوں سوں کرتے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے آنسو اپنی پوروں سے چنتے اسکی دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھے۔"کھانا کھانے چلیں" عامر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"ملک کیک اور ہاٹ چاکلیٹ"ثانیہ نے اسکی بات کے جواب میں کہا تو وہ ہنس پڑا۔"جی میری جان وہ بھی کھائیں گے اب چلیں" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اپنا بیگ پکڑنا چاہا پر اسکے پکڑنے سے پہلے ہی عامر وہ بیگ پکڑتے اپنے کندھے پر ڈال چکا تھا۔"رہنے دیں میں پکڑتا ہوں آپ بس میرا ہاتھ پکڑیں" عامر نے اسکی طرف مڑتے کہا جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔"کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔"آپ

میرا بیگ پکڑ کر باہر جائیں گے"ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ہاں تو کیا ہوگیا۔"آپ میری بیوی ہیں آپکا سامان نہیں اٹھا کر چل سکتا"عامر نے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔"عامر یہ لیڈیز بیگ ہے"ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"یہ لیڈیز کا نہیں یہ میری ثانیہ کا بیگ ہے اب چلیں"عامر نے کہتے اسکا ہاتھ تھامتے راہداری کی طرف بڑھ گیا جہاں پچاس سے زائد لوگ موجود تھے جو کہ حیرت سے اس چھ فٹ دو انچ کے ہٹے کٹے خوبرو مرد کو دیکھ رہے تھے جو اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے کندھے پر لیڈیز بیگ ڈالے باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔جبکہ ثانیہ کی حالت بھی ان سے جدا نا تھی۔وہ سوات کا مشہور ڈاکٹر تھا اور یہاں اسکا لیڈیز بیگ کندھے پر ڈالے ہوئے تھا اور اسے کوئی شرمندگی بھی نا تھی۔جبکہ ان کے برعکس عامر مزے سے ثانیہ سے باتیں کرتا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"سائیں آپ سے کچھ پوچھوں" مریم نے قلم سے شہریار کے ہاتھ پر الٹے سیدھے ڈیزائن بناتے پوچھا۔ "پوچھو سائیں کی جان کیا پوچھنا ہے" شہریار نے جواب دیتے ایک نظر اسے اور ایک نظر اپنے ہاتھ کو دیکھا جہاں کہیں پھول بنے تھے، کہیں ستارے تو کہیں دل اور کہیں تو صرف مریم نے اپنے نام کا پہلا لفظ لکھا تھا۔ شہریار اسے دیکھتے مسکرایا اور اسے دیکھا جو ابھی بھی پوری دلجمعی سے اسکے ہاتھ پر قلم سے ڈیزائن بنا رہی تھی۔ "پوچھو پٹھانی کیا پوچھنا ہے" اسے کچھ نا بولتے دیکھ شہریار نے کہا تو مریم نے ہاتھ روکتے اسے دیکھا۔ "سائیں آپ غصہ تو نہیں کریں گے" مریم نے اسکے بازو پر سر رکھتے پوچھا۔ "رگِ جاں میں تم پر غصہ کرسکتا ہوں؟" یہ سوال نہیں تھا یہ مان تھا جو شہریار نے مریم کو بخشا تھا۔ "نہیں پر اس بات پر آپکو غصہ نا آنے کی کوئی گارنٹی نہیں" مریم نے کہا تو وہ ہولے سے ہنستے اسکا سر چومتے اسکے بال سہلانے لگا۔ "اچھا نہیں کرتا غصہ بتاؤ کیا کہہ رہی تھی" شہریار نے پوچھا تو اس نے گہری

سانس بھرتے اپنے اندر ہمت جمع کی۔پر وہ یہ سوال نظر انداز نہیں کر سکتی جو کافی دن سے اسے تنگ کر رہا تھا۔"سائیں اگر مجھے بے بی کی پیدائش پر کچھ ہو گیا تو کیا آپ دوسری شادی کر لیں گے؟" مریم نے تھوڑا محتاط انداز میں بغیر نظر اٹھائے پوچھا تو اسکے بالوں میں چلتا شہریار کا ہاتھ رکا۔اس نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا جس نے یہ سوال پوچھتے چہرہ تک نہیں اٹھایا۔شہریار نے گہری سانس بھری اور اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ روبرو کیا جس پر مریم نے اسے دیکھا۔"تمھارے بغیر میں دوسری سانس نا لوں دوسری شادی کیا کروں گا!!" شہریار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے کہا تو مریم کی سانس رکی۔شہریار نے چند لفظوں میں اپنے عشق کی اہمیت بیان کر دی تھی۔جبکہ اسکی بات پر مریم نے اسے دیکھا جو آنکھوں میں محبت سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔اسکی محبت پر مریم کو خود پر رشک ہوا۔کیا کوئی کسی سے اتنی محبت کر سکتا ہے؟ بے ساختہ دل نے سوال کیا جسکا جواب پل بھر میں آیا تھا۔کر سکتا ہے۔شہریار

ملک کر سکتا ہے۔ اپنی پٹھانی سے ایسا عشق کر سکتا ہے کہ قسمت بھی اسکی پٹھانی کی قسمت پر رشہ کرے۔ ”آپ سچی کہہ رہے ہیں“ مریم نے چند لمحوں بعد اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ ”ہمم بلکل سچ کہہ رہا ہوں پر تم ایسے سوال کیوں پوچھ رہی ہو؟ کیا تم میرے دل میں اپنا مقام نہیں جانتی“ شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا تو مریم نے چہرہ جھکایا۔ ”جانتی ہوں پر جیسے جیسے دن گزر رہے ہیں عجیب عجیب خیال ذہن میں آنے لگے ہیں۔ڈر لگتا ہے مجھے پتا نہیں کیوں“ مریم نے کہا تو شہریار نے اسے سینے سے لگایا۔ ”میرا بچہ ایسے نہیں سوچتے۔ میں صرف اور صرف تمھارا ہوں۔ خدا نخواستہ تمھیں کچھ ہوگیا تو شہریار ملک کی سانسیں تو ویسے ہی تھم جائیں گی۔ پر میں جانتا ہوں تمھیں کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ میں اللہ سے تمھاری اور ہماری اولاد کی سلامتی کی دعائیں مانگتا ہوں اور بار بار مانگتا ہوں۔ اللہ بڑا رحیم ہے پٹھانی وہ مجھ سے میرا کل اثاثہ نہیں چھینے گا۔ تم بھی ایسا نا سوچو اور اگر پھر بھی یہ سوچیں جان نا چھوڑیں تو مجھے بتاؤ“ شہریار

نے کہا تو اس نے پر سکون ہوتے ہاں میں سر ہلاتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ ”آپ بہت اچھے ہیں سائیں“ مریم نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے مسکراتے اسکا سر چوما۔ ”تم مجھے سے بھی اچھی ہو۔ اب شاباش یہاں لیٹو میں تمھیں سورۃ الرحمٰن کی تلاوت سناتا ہوں“ شہریار نے اسے ہلکا سا پیچھے کرتے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار نے نرمی سے اسے بیڈ پر ٹیک لگاتے بٹھایا خود اٹھتے وضو کرنے چلا گیا۔ اس نے جلدی سے وضو کیا اور قرآن پاک پکڑتے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے بیڈ پر اسکے قریب بیٹھتے نرمی سے اسے لٹایا۔ ”اب تم سکون سے آنکھیں بند کر کے تلاوت سنو تاکہ ساری منفی سوچیں تمھارے ذہن سے نکل جائیں“ شہریار نے نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر لمس چھوڑا جس پر وہ پر سکون ہوتے آنکھیں موند گئی۔ اسکے آنکھیں بند کرتے دیکھ وہ مسکرایا اور سیدھے ہوتے سائیڈ ٹیبل سے قرآن پاک پکڑتے سورۃ الرحمٰن نکالتے اپنی سحر انگیز آواز میں تلاوت کرنے لگا جسے سنتے پل

میں مریم ہر بُری سوچ سے رہا ہوئی تھی۔ شہریار کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی جبکہ مریم اسکی آواز میں تلاوت سنتے آہستہ آہستہ نیند میں جا رہی تھی۔ اسے یقیناً بہترین ہمسفر سے نوازا گیا تھا جو اسکو پرسکون کرنا جانتا تھا۔

"کیسی ہو عائشہ" وہ دونوں اس وقت بڑوں سے اجازت لے کر ڈنر کرنے آئے تھے۔ ابھی وہ کھانا وغیرہ کھا کر باہر نکل رہے تھے جب عائشہ کو اپنے پیچھے سے ایک نسوانی آواز آئی جسے سنتے عائشہ نے مڑتے پیچھے دیکھا اور پیچھے کھڑی ہستی کو دیکھتے عائشہ کا چہرہ سپاٹ ہوا کیونکہ پیچھے کھڑی ہستی کوئی اور نہیں ابیہا تھی نیبل کی بہن اور عائشہ کی بچپن کی دوست۔ جس نے اسکی اور اسد کی تصاویر غلط زاویے سے کھینچتے اسکی ماما کو بھیجی تھیں۔ جسکی وجہ سے اسکے اور اسد کے درمیان ہجر آیا تھا۔ اسے دیکھ عائشہ نے چہرہ موڑ لیا جس پر ابیہا نے شرمندگی سے چہرہ جھکایا۔ اپنی دوست کے ساتھ اس نے بہت غلط کیا تھا۔ "عائشہ

میری بات سن لو" ابیہا نے اسے پکارا پر عائشہ نظر انداز کر گئی جس پر ابیہا کی آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے۔ "عائشہ پلیز میری بات سن لو ایک بار۔ میں جانتی ہوں میں نے تمھارے ساتھ بہت غلط کیا پر پلیز مجھے معاف کردو" ابیہا نے کہا تو عائشہ نے اب کی بار اسے دیکھا لیکن اس کی آنکھوں میں نرمی ہرگز نا تھی۔ "تم ہو معافی کے قابل" عائشہ کا مختصر سا جملہ اسکو گہری کھائی میں پھینک گیا تھا۔ "میں جانتی ہوں میں نے تمھارے ساتھ غلط کیا بلکہ بہت غلط کیا پر میں اس وقت اپنے بھائی کی محبت میں اندھی ہوئی تھی۔ تبھی اپنی معصوم دوست کو رسوا کرنے کی کوشش کر بیٹھی" ابیہا نے کہا تو عائشہ استہزائیہ ہنسی۔

"کوشش؟ صرف کوشش نہیں کی تھی تم نے۔ مجھے اور میرے شوہر کو پوری دنیا کے سامنے ذلیل کروایا تھا۔ ہم ایک دوسرے کے نکاح میں تھے پر جس طرح سے وہ سب سامنے آیا۔ کچھ لمحوں کیلئے ہمارے مقدس رشتے کو ہمارے لیے گالی بنا دیا گیا تھا۔ کسی کی وجہ سے؟ تمھاری وجہ سے ابیہا صرف اور صرف

تمھاری وجہ سے۔ تم تو میری دوست تھی نا۔ کیا دوست ایسے کرتے ہیں؟ نہیں وہ ایسے نہی کرتے پر ہاں جو لوگ کسی کو دل سے دوست نا مانیں وہ ایسے ہی کرتے ہیں جیسے تم نے کیا۔ تم نے میرا کردار داغ دار کروانے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی تھی۔ اور تم کہہ رہی ہو کہ تم میری دوست ہو" عائشہ جو بولی پھر بولتی ہی چلی گئی اور اسکی باتوں پر ابیہا کا سر جھکتا چلا گیا جبکہ اسد اس دوران خاموشی سے کھڑا تھا۔ "مجھے پتا ہے میں نے غلط کیا۔۔پر میں بہت۔۔شرمندہ ہوں۔۔اور یہ شرمندگی میری جان۔۔لے رہی ہے" ابیہا نے آگے ہوتے اسکے ہاتھ تھامنے چاہے پر عائشہ فوراً پیچھے ہوتے اسکی کوشش ناکام بنا گئی۔ "شرمندہ؟ اور تم؟ کوئی وجہ ہوگی یقیناً ورنہ ایسے ہی تو تم شرمندہ نہیں ہوجاتی" عائشہ نے کہا تو اسکا سر جھکا۔ "نبیل۔۔بھائی نے۔۔جو تمھارے ساتھ" ابیہا کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی عائشہ اسکی بات کاٹ گئی۔ "اس نے جو میرے ساتھ کیا وہ تمھیں پتا لگ گیا پھر تمھیں شرمندگی ہوئی اور تم آگئی

مجھ سے معافی مانگنے۔ہے نا یہی کہو گی نا تم "عائشہ نے کہا تو ابیہا نے ہاں میں سر ہلایا۔"ہاں پلیز مجھے معاف کردو۔۔پھر سے میری دوست۔۔بن جاؤ" ابیہا نے کہا تو عائشہ نے نفی میں سر ہلاتے اسکے ہاتھ تھامے۔"میں تمھیں معاف تو کر سکتی ہوں ابیہا پر تم سے دوبارہ دوستی نہیں کر سکتی کیونکہ جو دوست ایک بار پیٹھ پیچھے وار کر سکتے ہیں دوبارہ کرتے انکے ہاتھ نہیں کانپتے۔اور دوستی میں دھوکہ کھانا موت کے برابر اذیت دیتا ہے۔میں ایک بار اس اذیت سے گزر چکی ہوں بار بار نہیں گزر سکتی "عائشہ نے کہا تو ابیہا نے اسکے ہاتھوں پر پکڑ مضبوط کی۔"پلیز عائشہ دیکھو ہم تو بچپن سے ساتھ ہیں۔تم تو جانتی ہو نا مجھے" ابیہا نے کہا تو عائشہ مدھم سا مسکرائی۔"مجھے بھی یہی وہم تھا کہ میں تمھیں جانتی ہوں پر تم نے بڑی اچھی طرح حقیقت کا آئینہ دکھایا ہے۔جب من پسند دوست دھوکہ دیتا ہے تب دوستی جیسے پیارے رشتے سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اسی لیے اب مجھے بھی دوستی سے اعتبار نہیں رہا۔میں واپس سے تمھاری

دوست نہیں بن سکتی پر ہاں میں نے تمھیں معاف کیا۔ اور میرے گھر کے دروازے آج بھی ہر سکھ دکھ میں تمھارے کیے کھلے ہیں پر میرے دل کے دروازے اب تمھارے لیے کبھی نہیں کھل سکتے" عائشہ کی بات پر اس نے سر جھکایا۔ "پر دوستوں کی ضرورت زندگی کے ہر موڑ پر پڑتی ہے۔ تمھاری دوست تو صرف میں ہوں کیا مجھے چھوڑ کر تم خوش ہو" ابیہا نے دکھ سے پوچھا۔ "ہاں میری واحد دوست بس تم تھی پر اب میرے پاس ایک ایسے انسان ہیں جو میرا سب کچھ ہیں۔ میرے دوست بھی۔ اور مجھے زندگی کے ہر موڑ پر صرف انکی ضرورت ہے" عائشہ نے کہا اور اسد کا ہاتھ تھام گئی۔ "میرے شوہر اسد۔ میرے ہمدرد، دوست، شوہر، محبت اور میرا سب کچھ ہیں۔ انکے علاوہ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں" عائشہ نے کہا تو ابیہا نے اب کی بار بے بسی سے اسے دیکھا۔ "کیا زرا سی بھی دوستی کی گنجائش نہیں" ابیہا نے ایک امید سے پوچھا۔ "نہیں ابیہا اب کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اگر میں تم سے پھر دوستی

کر بھی لوں تب بھی میرے دل میں تمھارے کیے اعتبار کبھی نہیں ہوگا۔ میں تم سے دوستی کر کے بھی تم سے محتاط رہوں گی۔ اسی لیے اچھا ہے نا ہم دور ہی رہیں ایک دوسرے سے "عائشہ نے کہا تو ابیہا نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا ایک آخری بار مجھے گلے لگا سکتی ہو" ابیہا نے پوچھا تو اس نے آگے بڑھتے اسے گلے لگایا جس پر وہ رونے لگی۔ "آئی ایم سوری عائشہ "ابیہا نے کہا تو عائشہ نے اس کے بال سہلائے۔ "معافی نا مانگو۔ میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے اور ابھی تو نہیں پر ہاں شاید مستقبل میں ہم پھر پہلے جیسے ہو جائیں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکراتے پیچھے ہوئی۔ "مجھے اس وقت کا انتظار رہے گا" ابیہا نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں دعا کروں گی تمھارا انتظار طویل نا ہو" عائشہ نے کہا تو وہ آمین کہہ گئی۔ "چلو اب میں چلتی ہوں گھر جانا ہے لیٹ ہو رہے ہیں" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے جاؤ پر کیا ایک بات پوچھ لوں" ابیہا نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کیا اپنی شادی

پر مجھے بلاؤ گی" عائشہ ابیہا نے پوچھا تو اس نے اسد کو دیکھا جس نے پلکوں کو جنبش دیتے اسے مثبت جواب دینے کو کہا۔"ہاں بلاؤں گی بلکہ خود کارڈ دینے آؤں گی اسد کے ساتھ" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرائی اور دوبارہ اسکے گلے لگی۔"میں نے تمھیں بہت مس کیا" ابیہا نے کہا تو وہ مسکرائی۔میں نے بھی۔"اب میں چلتی ہوں" عائشہ نے پیچھے ہوتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اندر کی جانب بڑھی جبکہ عائشہ نے اسد کو دیکھا جس نے اسکے دیکھنے پر جھکتے اسکی کنپٹی چومی۔"آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی لوو" اسد نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی۔چلیں عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ باہر نکل گیا۔

"اسد میں نے ٹھیک کیا نا" عائشہ نے اسد کو دیکھتے کہا جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔"ہاں شہزادی تم نے بہت اچھا کیا۔میں جانتا ہوں جو اس دن ہوا اسکے

بعد ابیہا کو معاف کرنا بھی تمھارے لیے مشکل تھا پر تم نے دریا دلی کا مظاہرہ کرتے اسے معاف کیا پر دوستی نہیں کی اور یہی تمھارے حق میں بہترین ہے۔ کیونکہ ایک انسان پر جب ہمیں اعتبار ہی نہیں تو بھلا کیوں اسے اپنا ہمدرد سمجھتے دوست بنایا جائے" اسد نے کہا تو عائشہ مدھم سا مسکرائی۔ "آپ جانتے ہیں اسد۔ آپکو پا کر میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے" عائشہ نے اسکی طرف جھکتے اسکے کندھے پر سر رکھتے کہا تو اسد نے مسکراتے اسکا سر چوما۔ "یہ تو مجھے کہنا چاہیئے" اسد نے ایک بازو اس کے گرد حمائل کرتے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ "کیوں آپکو کیوں کہنا چاہیئے" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کیونکہ تم میرا عشق ہو" اسد نے اس کا ماتھا چومتے کہا۔ "تو میں بھی تو آپ سے عشق کرتی ہوں" عائشہ کا اظہار ہمیشہ کی طرح اسد کے کان سرخ کرنے کا سبب بنا تھا۔ "شہزادی یہ غلط ہے ایسے اظہار کر کے تم ہر بار مجھے شرمانے پر مجبور نہیں کر سکتی" اسد نے کہا تو عائشہ ہنس پڑی جس پر عائشہ نے اسے دیکھا۔ "ہنسو

مت شہزادی" اسد نے اپنے کان کی لو سہلاتے کہا تو عائشہ پھر ہنسی اور چہرہ تھوڑا اوپر کرتے اسکی گال پر لب رکھ گئی۔ "اسد آپ بہت کیوٹ ہیں" عائشہ نے اسکے رخسار پر چٹکی کاٹتے کہا تو اسد کا چہرہ گلابی ہوا جسے دیکھ وہ پھر ہنسی۔ اسے ہنستے دیکھ اسد نے گاڑی سڑک کے ایک طرف روکی جس پر عائشہ نے حیرت سے اسے دیکھا پر اس بغیر کچھ کہے جھکتے اسکی ہنسی چن گی۔ اسکے یکدم گاڑی روکنے کی حیرت سے عائشہ ابھی نکلی نا تھی کہ اسد کی حرکت پر اسکی آنکھیں خطرناک حد تک پھیلیں پر اسد اسکی حالت کو نظر انداز کرتے اسکی ہنسی کو چنتے سیدھا ہوا اور اسے دیکھا جو اب چہرہ چھپانے کی جگہ تلاش رہی تھی۔ "اب کوئی شرماتے ہوئے مجھ سے زیادہ کیوٹ لگ رہا ہے" اسد نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو عائشہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا جس پر وہ قہقہہ لگا گیا۔ "اسد۔۔ نہیں کریں" عائشہ نے منمناتے کہا تو اسد نے اسکا سر چوما۔ "کیا نا کروں میرا بچہ" اسد نے پیار سے جان بوجھ کر مصنوعی نا سمجھی کا

اظہار کیا تو عائشہ نے بغیر کچھ کہے اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کی جس پر اسد نے نرمی سے اسکی پشت سہلائی۔ "اچھا ریلیکس اب کچھ نہیں کرتا" اسد نے پیار سے کہا تو عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تم ٹھیک ہو" اسد نے نرمی سے پوچھا۔ "جی" عائشہ نے یک لفظی جواب دیا تو اسد نے ہلکا سا پیچھے ہوتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "میری جان اتنی نازک ہو تم۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبرا جاتی ہو" اسد نے اسکی ناک کو نرمی سے دباتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ تنگ کرتے ہیں تو میں گھبراتی ہوں" عائشہ نے کہا تو اسد نے لاڈ سے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکرائی جس پر وہ ہنسی۔ "مسکراتی رہا کرو عائشہ یوں مسکراتے ہوئے میرا دل کا ٹکڑا لگتی ہو" اسد نے اسکے ماتھے کو چھوتے کہا تو عائشہ کے گال گلابی ہوئے جسے دیکھ اسد نے اسکی دونوں رخساروں کو چومتے اسے سینے سے لگایا جس پر عائشہ نے اسکے گرد بازو حمائل کرتے اپنا چہرہ اسکے سینے میں چھپا لیا۔

”ضار پرسوں بھائی کا ولیمہ ہے اور میں نے ابھی تک ڈریس نہیں لیا۔ آپکو اتنے ڈریس دکھائے ہیں۔ پھر بھی آپکو کوئی ڈریس پسند نہیں آرہا“ مہر ماہ نے ضرار کو دیکھتے کہا جو ہاتھ میں دو تین شاپنگ بیگز پکڑتے ہوئے تھے۔ ان بیگز میں وہاج اور ضرار کے کپڑے تھے جبکہ مہر ماہ نے ابھی تک ولیمے کیلئے کوئی ڈریس نہیں لیا تھا۔ اسے ابھی تک کافی ڈریس پسند آئے تھے پر ضرار کو وہ ڈریس اپنی ماہ کے شایانِ شان نا لگے تبھی وہ اسے لیے پورے شاپنگ مال میں گھوم رہا تھا تاکہ اپنی ماہ کیلئے بہترین ڈریس خرید سکے۔ وہ دونوں آج مال آئے تھے تاکہ ولیمے کے لیے کپڑوں کے ساتھ ساتھ وہاج کیلئے شاپنگ کر سکیں۔ ”ماہ میری جان میں تمھارے سب سے خوبصورت ترین ڈریس لینا چاہتا ہوں جو تمھارے شایانِ شان ہو تم میری ماہ ہو تمھارے لیے ایسے ہی تو کوئی چیز نہیں خرید سکتا نا جو چیز سب سے خوبصورت ہو گئی ہم تمھارے لیے وہی خریدیں گے“ ضرار نے کہا تو اس نے منہ بناتے اسے دیکھا۔ ”ضار ہم پچھلے دو گھنٹے سے اِدھر اُدھر گھوم

رہے ہیں پر آپکو کوئی ڈریس پسند نہیں آیا" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلاتے اسکے سر پر لب رکھے۔اسکی حرکت پر کئی لوگوں نے انکی نظر اتاری تھی جبکہ مہرماہ کا سر شرم سے جھکا۔وہ بے باک تھا اور حد درجہ زیادہ تھا۔ "ضار ہم مال میں ہیں شرم کریں" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ ہنسا۔ "یار مال میں بھی تم میری بیوی ہی ہو کونسا یہاں آکر ہم ایک دوسرے کیلئے غیر ہو جاتے ہیں" ضرار نے مسکراہٹ دباتے کہا تو مہرماہ نے اسے گھورتے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ضرار بول اٹھا۔ "ماہ ہم چچی کے بوتیک چلتے ہیں۔مجھے یقین ہے وہاں سے ہمیں تمھارے لیے اچھا سا ڈریس مل جائے گا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "میں نے آپکو پہلے ہی کہا تھا" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "ہاں چلو کوئی نہیں اب چلتے ہیں" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "وہ تو ٹھیک ہے ضار پر وہاج گھر ہے۔ہمیں وہاں ٹائم لگے گا یہ نا ہو وہ ماما کو تنگ کرے" مہرماہ نے فکرمندی سے

کہا تو ضرار مسکرایا۔ ”میں نے ابھی ماما کو کال کی تھی وہاج ابھی سو رہا ہے اور سویا بھی تھوڑی دیر پہلے ہی ہے تو بے فکر رہو اور اگر وہ ماما کو تنگ کرے گا تو ماما کال کر دیں گی۔ اب چلیں“ ضرار نے کہا تو وہ پر سکون ہوئی۔ ”جی چلتے ہیں“ مہر ماہ نے جواب دیا تو ضرار نے اسکا ہاتھ تھاما اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ دونوں چلتے باہر پارکنگ میں آئے جب سامنے سے تیزی میں آتا شخص ضرار سے ٹکرایا۔ ”سوری“ اس شخص نے مڑتے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ چھ فٹ دو انچ سے نکلتا قد، کسرتی وجود کا مالک وہ شخص جو اس وقت سفید شلوار قمیض پہنے کندھوں پر بھوڑی اجرک اوڑھے اپنی گہری سیاہ آنکھوں سے ضرار کو دیکھتے سنجیدگی سے بولا۔ وہ شخص دیکھنے میں کوئی سردار یا جاگیر دار معلوم ہو رہا تھا۔ اسکی کھڑی مغرور ناک، بڑی بڑی مونچھیں اور چہرے پر پھیلی سختی اس شخص کے رتبے کا گواہ تھا جبکہ اسکی آنکھوں میں موجود رعب اس شخص کی حیثیت کو بیان کرنے کو کافی تھا۔ ”کوئی بات نہیں“ ضرار نے کہا تو اس نے

شخص نے ہلکا سا سر خم کیا اور اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے اندر کی جانب بڑھنے گا پر سامنے کسی کو نا دیکھ اسکا چہرہ غصے کی زیادتی سے سرخ ہوا۔ "ڈیم اٹ" اس مرد نے اپنے ہاتھ کا مکہ بناتے دیوار میں مارا جسے دیکھ اسکے پیچھے آتے گارڈز فوراً آگے بڑھے اور اسکا ہاتھ تھام گئے۔ "چھوڑو مجھے" اس شخص نے کہا تو گارڈز نے نفی میں سر ہلایا۔ "سردار! بڑے سائیں نے کہا تھا آپکو خود کو نقصان نہیں پہنچانے دینا" ایک گارڈ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑاتے باہر نکلتے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا جس پر گارڈز بھی اسکے پیچھے بڑھے۔ "یہ کون ہے ضار۔پاگل لگا مجھے" مہرماہ نے ضرار کو دیکھتے کہا تو ایک ادھیڑ عمر گارڈ کا اور انھیں دیکھا۔وہ بھلا اپنے سردار کے بارے میں ایسی بات کیسے سن سکتا تھا۔ "یہ کوئی پاگل نہیں ہیں۔یہ ڈیرہ غازی خان کے علاقے بہادر گڑھ سمیت سو گاؤں کے سردار میر بہرام لغاری ہیں۔ جن کے غصے سے پورا ڈیرہ غازی خان تھڑ تھڑ کانپتا ہے۔ جنھیں دشمن نے آج تک زیر

نہیں کیا پر اب دشمنوں کے ہاتھ ان کی کمزوری آگئی ہے ان کی محبوب بیوی جنھیں ڈھونڈنے کیلئے ہی وہ یہاں آئے ہیں پر وہ انھیں نہیں ملیں تبھی غصے میں ہر چیز تباہ کرنے کو تیار ہیں۔دعا کرو انھیں انکی سردارنی مل جائے ورنہ ڈیرہ غازی خان کی سرزمین شاہوں کے خون سے نہائے گی"اس گارڈ نے کہا اور وہاں سے نکلتے گاڑی میں بیٹھا۔اسکے بیٹھتے ہی وہاں کھڑی پچاس سے زائد گاڑیاں دھول اڑاتے وہاں سے نکلتی چلی گئیں۔"اللہ کرے انکی بیوی مل جائے" مہرماہ نے دعا دی۔"آمین مجھے یہ بات سخت زہر لگتی ہے کہ لوگ دشمنی میں عورتوں کو لے آتے ہیں۔وہ ہماری عزت ہوتی ہے دشمنی میں عورتوں کا استعمال کرنا سب سے نیچ حرکت ہے۔جنگ میں بھی عورتوں کی حفاظت کا حکم ہے اور آجکل چھوٹے سے لڑائی جھگڑوں میں عورتوں کو نقصان پہنچا کر دشمنی نکالی جاتی ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔"چلو اسے چھوڑو۔ہم بوتیک چلتے ہیں ورنہ ہمارے ننھے شہزادے نے اٹھ کر سب کو نچا

دینا ہے" ضرار نے کہا تو مہر ماہ ہنس پڑی جس پر وہ بھی مسکراتے اسکے ساتھ گاڑی میں سوار ہوتے بوتیک کی طرف بڑھ گیا۔

"ویسے یار آج تو تنزیل آنٹی کے بوتیک پر ہم لوگوں نے ہی رش ڈال دیا ہے" ماہ دیر نے حوریہ کیلئے ڈریس دیکھتے ان تینوں بھائیوں سے کہا جو اپنی اپنی بیویوں کیلئے ڈریسز دیکھ رہے تھے۔ ضرار کے علاوہ باقی سب لڑکے اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ ابھی کچھ دیر ہی تنزیل بیگم کے بوتیک پہنچے تھے۔ میشائم کا ڈریس دو دن پہلے ہی سیلیکٹ ہوگیا تھا۔ جبکہ مریم، عائشہ اور ثانیہ صوفے پر بیٹھیں اپنے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھیں جو انکے لیے ڈریس دیکھنے میں مصروف تھے۔ "ہاں اور ابھی بھائی کی شادی پر پھر سے رش ڈالیں گے" شہریار نے کہا تو وہ تینوں ہنس دیے۔ "تم لوگ ہی آؤ گے میں اور ثانیہ تو نہیں آنے والے" عامر نے ایک ڈریس ہاتھ میں پکڑتے کہا۔ "میں اور عائشہ بھی نہیں آئیں گے" اسد نے بھی

مزے سے کہا تو ماہ دیر اور شہریار نے انھیں دیکھا۔ "کیا مطلب کیوں نہیں آؤ گے" بولنے والا ماہ دیر تھا۔ "کیونکہ میں اپنے اور میری دلہن کے سارے کپڑے منگوا چکا ہوں۔ وہ شادی سے دو دن پہلے مجھے مل جائیں گے تو ہماری شاپنگ تو کمپلیٹ ہے۔ باقی جیولری وغیرہ جو ہے وہ اماں سائیں منگوا چکی ہیں تو تم لوگ کرنا شاپنگ میں تو گھر میں اپنی شادی کی خوشی میں جشن مناؤں گا" عامر نے مسکراتے کہا تو ان دونوں نے اسد کو دیکھا۔ "میرا بھی بلکل بھائی والا کیس ہے" اسد نے دانتوں کی نمائش کرتے کہا تو ان دونوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "صحیح ہے اسکا مطلب میں، شہریار اور ضرار ہی آئیں گے" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے میں تو کہتا ہوں شاپنگ جلدی کر لو تم لوگ بھی پھر ہم سب مل کر شادی کی باقی تیاریاں کر لیں گے۔ سب کچھ دراب انکل یا خلیل انکل پر تو نہیں ڈال سکتے نا" عامر نے کہا تو ان تینوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "صحیح کہہ رہے ہیں عامر بھائی۔ میں نے بھی ماہ

کی شاپنگ کمپلیٹ کر لینی ہے ولیمے کے فوراً بعد "ضرار نے انکی طرف آتے کہا تو سب نے اسے دیکھا جو مہرماہ کے ساتھ ابھی آیا تھا۔ "آجا آجا تیری کمی رہ گئی تھی" شہریار نے اسے دیکھتے کہا تو وہ سر خم کرگیا جس پر سب ہنسے جب کہ مہرماہ ان چاروں کی طرف بڑھی جو صوفے پر بیٹھی تھیں۔ "تم تو مال گئی تھی نا شاپنگ کیلئے" ثانیہ نے مہرماہ سے پوچھا جو اسکے ساتھ آتے بیٹھی۔ "جی اپیہ لیکن ضار اور وہاج کی شاپنگ کرنے کے بعد یہاں آگئے کیونکہ ضار کو وہاں کچھ بھی پسند نہیں آرہا تھا" مہرماہ نے بتایا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپ لوگوں نے ڈریس لے لیے" مہرماہ نے پوچھا تو یشائم کے علاوہ سب نے نفی میں سر ہلایا۔ "انھیں کچھ پسند ہی نہیں آرہا پچھلے ایک گھنٹے سے یہاں بیٹھیں ہیں" عائشہ نے جواب دیا تو مہرماہ نے ان سب کو دیکھا جو ایک ایک ڈریس کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ "اللہ ہی مالک ہے ان سب کا۔ ابھی ایک ڈریس لینا ہے اور یہ حالات ہیں شادی کی شاپنگ کرتے تو ہم نے پاگل ہو جانا ہے" مہرماہ نے

کہا تو وہ چاروں ہنس پڑی۔ ”ہمیں آواز آرہی ہے“ ضرار نے مُڑتے اسے گھورا۔ ”اچھی بات ہے آنی چاہیئے تاکہ آپ لوگ جلدی کام کریں“ مہرماہ نے ایک ادا سے کہا تو ضرار کے علاوہ سب ہنس پڑے جبکہ ضرار نے مسکراہٹ دباتے اسے آنکھیں دکھائیں جس پر مہرماہ نے کندھے اچکائے۔ اسکی حرکت پر وہ مسکرایا اور واپس سے ڈریس سلیکٹ کرنے لگا۔ ”فائنلی ہوگیا ڈریس فائنل“ اسد نے تقریباً دس منٹ بعد لگ بھگ چلاتے کہا جس پر ان سب سمیت بوتیک میں موجود باقی لوگوں نے بھی اسے دیکھا۔ ”تو کیا ہوگیا پاگل ہوگیا ہے“ اسکے یوں چلانے تضاد لوگوں کے دیکھنے پر شہریار نے اسکے سر پر ہلکا سا تھپڑ مارتے کہا تو اسد نے عامر کو دیکھا۔ ”بھائی دیکھ لیں شہریار بھائی مار رہے ہیں“ اسد نے فوراً عامر کو شکایت لگائی۔ ”تو لاڈلے چلا کیوں رہے ہو۔ انسانوں کی طرح بھی بات ہو سکتی ہے“ عامر کے کچھ کہنے سے پہلے ضرار بولا تو ان سب نے قہقہہ لگایا۔ ”بھائی ! !“ اسد نے اب کی بار ضرار کی طرف اشارہ کرتے

عامر کو اس کی بھی شکایت لگائی۔ ”شہریار، ضرار مار کھالو گے مجھ سے۔ خبردار اب میرے بیٹے کو کچھ کہا“ عامر نے ان دونوں کو مصنوعی آنکھیں دکھاتے کہا تو ان دونوں نے اسد کو دیکھا جو اب فتح مندی سے مسکرا رہا تھا۔ اسکی حرکت پر سب لڑکے مسکرائے جب کہ لڑکیاں اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے دبا دبا ہنسی۔ ”خیر اب آپ سب ڈریس ڈھونڈیں میں اب چلا۔ ”چلو عائشہ یہ والا ڈریس فائنل ہے اسے ٹرائے کرلو“ اسد نے عائشہ کا ہاتھ تھامتے اسے کھڑا کرتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اسکے ساتھ ٹرائل روم کی طرف بڑھ گئے۔ ”یہ افلاطون ہی ہے ویسے“ ماہ دیر نے اسد کے جاتے ہی کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلاتے اکتفا کیا اور واپس اپنا کام کرنے لگے۔ ثانیہ یہاں آئیں زرا“ کچھ دیر بعد عامر نے کہا تو ثانیہ اٹھتے اسکے پاس آئی جو ہاتھ میں ایک خوبصورت ڈریس پکڑے کھڑا تھا۔ ”جی عامر کیا ہوا“ ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ڈریس سامنے کیا۔ ”اسے ٹرائے کریں۔ یہ آپکے لیے ہی بنا ہے“ عامر نے کہا تو وہ مسکرائی جب کہ لڑکیوں

نے مسکراہٹ دباتے ثانیہ کو شوخ انداز میں دیکھا جس پر اسکے رخسار سرخ ہوئے۔ "لائیں میں ٹرائے کرتی ہوں" ثانیہ نے اسکے ہاتھ سے ڈریس پکڑنا چاہا پر عامر اسکا ہاتھ تھامتے روک گیا۔ "میں ساتھ آتا ہوں" عامر نے کہا اور اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ساتھ دوسرے ٹرائل روم کی جانب بڑھ گیا۔ "پٹھانی تمھارا ڈریس میں نے لے لیا ہے۔ تم گھر جا کر ٹرائے کر لینا" شہریار نے مریم کا ڈریس پکڑتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ شہریار جانتا تھا مریم اب آرام کرنا چاہتی ہے۔ وہ کافی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی جس سے اسکے پیر اب واضح سوجھنے لگے تھے تبھی وہ اب اسے گھر لے جانا چاہتا تھا تاکہ اسکے پیروں کی مالش کر کے اسے سلا دے۔ "یار میں گھر چلتا ہوں اب" شہریار نے ضرار اور ماہ دیر کو دیکھتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مریم کی طرف بڑھا اور اسے نرمی سے سہارا دیتے احتیاط سے کھڑا کرتے باہر کی جانب بڑھا جبکہ ماہ دیر حوریہ کیلئے پسند کیا ڈریس قریب کھڑی اٹینڈر کو دیتے مہر ماہ اور میشائم کے

درمیان بیٹھا۔ ”کیسی ہے میری گڑیا“ ماہ دیر نے مہرماہ کا سر چومتے پوچھا۔ ”میں ٹھیک ہوں بھائی آپ کیسے ہیں حوریہ کو کیوں نہیں لائے۔ میں نے آپکو کہا بھی اسے لائیے گا“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میری جان بابا حور کو لے کر تمھاری طرف ہی گئے ہیں۔ ہم بھی یہاں سے اُدھر ہی چلیں گے آج“ ماہ دیر نے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ بکھری۔ ”بیوٹیفل“ ضرار نے ایک ڈریس ہاتھ میں پکڑتے یکدم کہا تو ان تینوں نے اسے دیکھا۔ کیا ضار مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے ایک ڈریس نکالتے اسکے سامنے کیا جو واقعی بے حد خوبصورت اور مہرماہ کے شایانِ شان تھا۔ ”ماہ یہ والا فائنل ہے۔ مجھے یقین ہے یہ ڈریس تم پر بے حد خوبصورت لگے گا“ ضرار نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار نے وہ ڈریس اٹینڈر کو پکڑاتے پیک کرنے کا کہا۔ ”ماہ دیر تم لوگوں نے ابھی چلنا ہے“ ضرار نے پوچھا تو اس نے

ہاں میں سر ہلایا۔ ”بس گڑیا آجائے پھر نکلتے ہیں“ ماہ دیر کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا اور انکے پاس بیٹھتے ثانیہ اور باقی سب کا انتظار کرنے لگا۔

”اپو اپ توپتا اے حولیہ نے شبا بابا ذان تو دایا تا (اپھو آپکو پتا ہے میں نے صبح بابا جان کو ڈرایا تھا)“ حوریہ نے مہرماہ کی گال پر ہاتھ رکھتے کہا تو سب ہنس پڑے۔ وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر پہنچے تھے۔ عامر وغیرہ سب ملک ولا روانہ ہوئے تھے جبکہ وہ لوگ یہاں آگئے تھے۔ وہ لوگ جب سے آئے تھے تب سے حوریہ مہرماہ اور باقی سب کو نا جانے کون کون سی کہانیاں سنا رہی تھی جبکہ وہاج تب سے ثانیہ کی گود میں تھا۔ ”اچھا جی کیسے ڈرایا تھا میرے بچے نے“ مہرماہ نے اسکی گال چومتے پوچھا۔ ”بابا ذان نائی تلنے دے تو می داجے تے پیتے تپ دی پھل بابا ذان دل دے (بابا جان نہانے گئے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گئی پھر بابا جان ڈر گئے)“ حوریہ نے کہا تو مہرماہ نے اسکا سر

چوما جبکہ باقی سب اسکی معصوم باتوں پر ہنس رہے تھے۔ ”حوریہ یہاں آئیں چاچو کی جان“ ضرار نے حوریہ کو دیکھتے کہا تو وہ مہرماہ کی گود سے اترتے اسکے پاس گئی۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ ضرار صوفے سے اٹھتے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا اور اپنی جیب سے ڈھیروں نوٹ نکالتے اسکے سر سے وارتے اسکا ماتھا چوم گیا جس پر حوریہ کھلکھلا کر ہنسی جبکہ باقی سب مسکرائے۔ ”میرا بچہ! نظر لگ جائے گی آپکو“ ضرار نے اسے سینے میں بھینچتے کہا تو سب مسکرائے۔ سب ہی جانتے تھے ضرار کو حوریہ سے کتنا لگاؤ ہے۔ ”نئی لتی تاتو اپ ایت التر شی پل تے پھوت مال دیں (نہیں لگتی چاچو آپ آیت الکرسی پڑھ کے پھونک مار دیں)“ حوریہ نے اسکی داڑھی پر ہتھیلی رکھتے کہا تو ضرار نے اسکی ہتھیلی چومی اور ساتھ ہی آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونک مارتے اسے گود میں اٹھاتے کھڑا ہوا۔ ”اب میری گڑیا کو نظر نہیں لگے گی“ ضرار نے حوریہ کو گود میں بٹھاتے کہا تو حوریہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ ”تاتو چھاپ تے بے بی

تب لائیں دے اپ (چاچو شاپ سے بے بی کب لائیں گے آپ)" حوریہ نے یکدم پوچھا تو ضرار نے اسے نا سمجھی سے دیکھا جب کہ ماہ دیر کے کان سرخ ہوئے۔وہ حوریہ کی بات سمجھ گیا تھا۔"کونسا بے بی گڑیا"ضرار نے پوچھا تو اس نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی ماہ دیر بول اٹھا۔"حوریہ بچہ میں نے کہا تھا نا بار بار کہنے سے اللہ پاک ناراض ہو جاتے ہیں۔تو ابھی ویٹ کریں اور اللہ سے دعا کریں" ماہ دیر نے جلدی سے کہا تو حوریہ نے منہ پر دونوں ہاتھ رکھے۔"سوئی بابا ذان حولیہ بول دی تی (سوری بابا جان حوریہ بھول گئی تھی)" حوریہ نے جلدی سے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔"کوئی بات نہیں میرا بچہ "ماہ دیر نےپیار سے جواب دیا تو حوریہ نے اسے فلائنگ کس پاس کی جسے وہ پکڑتے اپنے دل پر رکھ گیا۔اسکی حرکت پر حوریہ کھلکھلائی جس پر سب ہی مسکرائے اور حوریہ کو دیکھنے لگے جو اب وقفے وقفے سے ضرار کو کوئی نا کوئی کہانیاں سناتے ہنس رہی تھی۔

"ماشاءاللہ میشائم تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا جو اس وقت سلور کلر کی میکسی پہنے بالوں کو جوڑے میں باندھے ان پر ڈوپٹہ سیٹ کیے بھرپور مشرقی دلہن بنے تیار کھڑی تھی۔ماہ دیر کے کہنے پر اسے بلکل لائٹ سا میک اپ کیا گیا تھا۔جیولری میں اس نے پلوشہ سکندر کا گولڈ کا سمپل سیٹ پہنا تھا۔سادہ سی تیاری میں بھی وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت لگ رہی تھی۔آج اس کا اور ماہ دیر کا ولیمہ تھا جو کہ دراب صاحب کے کہنے پر قصرِ راجپوت میں رکھا گیا تھا۔پورا قصرِ راجپوت آج دلہن کی طرح سجایا گیا تھا پتہ لگ رہا تھا کہ آج اس گھر کے چھوٹے بیٹے کا ولیمہ ہے۔"شکریہ آپی آپ بھی بہت خوبصورت لگ رہی ہیں" میشائم نے مدھم آواز میں کہا تو ثانیہ مسکرائی۔ثانیہ اس وقت بے بی پنک کلر کا شارٹ فراک ساتھ پلازو پہنے سر پر ہم رنگ حجاب اور کندھوں پر ہم رنگ ڈوپٹہ پھیلائے کوئی اپسرا لگ رہی

تھی۔اس نے بھی بلکل ہلکا سا میک اپ کیا تھا جبکہ جیولری میں اس نے بس چوڑیاں پہنی تھیں۔ ”شکریہ میری جان“ ثانیہ نے نرمی سے اسے ساتھ لگاتے کہا تو یشائم کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہوتی مریم، مہرماہ اور عائشہ بھی مسکرائیں۔ ”اپیہ بھابھی کی نظر اتاریں۔ ماشاءاللہ اتنی پیاری لگ رہی ہیں“ مہرماہ نے اندر آتے کہا۔وہ اس وقت سفید رنگ کا شرارہ پہنے کندھوں پر اچھے سے ڈوپٹہ سیٹ کیے ہلکا سا نیچرل میک اپ کیے ہاتھوں میں بھر بھر کر چوڑیاں جبکہ کانوں میں بڑے بڑے جھمکے پہنے نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ ”جی آپی میری بہن کی نظر اتارنا بنتی ہے۔ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہے یشائم“ مریم نے یشائم کے گلے لگتے کہا تو یشائم مسکرائی۔مریم اس وقت اسکن کلر کے لانگ فراک میں ملبوس تھی۔ساتھ ہم رنگ نقاب اور سر پر ہم رنگ ہی حجاب اوڑھے وہ آسمان سے اتری حوروں کو مات دے رہی تھی۔جیولری میں اس نے بس منہ دکھائی میں ملا بریسلٹ اور آیت

الکرسی والا بریسلٹ پہنا تھا۔ "ویسے آج ماہ دیر بھائی کو نئے سرے سے میشائم سے محبت ہونے والی ہے" عائشہ نے شرارت سے کہتے میشائم کا چہرہ سرخ کیا جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔عائشہ اس وقت ہلکے نیلے رنگ کی لانگ قمیض اور پلازو پہنے کوئی گڑیا لگ رہی تھی۔وہ اس وقت نیوڈ میک اپ کیے لائٹ سی جیولری پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ "ہاہاہاہا ویسے یہ بات تو تم نے ایک دم سچ کہی ہے عائشہ" ثانیہ نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ مارتے کہا تو عائشہ کے ساتھ ساتھ مریم اور مہر ماہ بھی ہنس پڑیں جبکہ میشائم نے اپنا سرخ چہرہ جھکایا۔ "اچھا بس اب کوئی میری بہن کو تنگ نہیں کرے گا" مریم نے میشائم کا سرخ چہرہ دیکھتے اسے ساتھ لگایا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے ثانیہ واقعی میشائم کا صدقہ دو۔بہت پیاری لگ رہی ہے یہ۔اللہ نا کرے کسی کی نظر نا لگ جائے" عائشہ نے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلاتے اپنے پرس سے پیسے نکالتے میشائم سمیت ان تینوں کے سر پر سے بھی پیسے وارے جس پر وہ چاروں

مسکرائیں اور باری باری اسکی نظر بھی اتار گئیں جس پر ثانیہ مسکرائی اور اپنی بازو واء کی جس پر وہ چاروں اسکے ساتھ آتے لگیں عین اسی وقت دروازہ بجا جس پر ان چاروں نے بند دروازے کو دیکھا پھر ایک دوسرے سے جدا ہوتے اپنی اپنی جگہ پر ہوئیں جبکہ مہرماہ نے آگے بڑھتے دروازہ کھولتے آنے والی ہستی کو دیکھا۔دروازہ کھولتے ہی اسکی نظر حوریہ اور اسکے پیچھے کھڑے ضرار پر پڑی جو وہاج کو گود میں اٹھائے ہوئے تھا۔ضرار اس وقت سفید شلوار قمیض پہنے کندھوں پر سیاہ اجرک اوڑھے جبکہ پیروں میں سیاہ پشاوری چپل پہنے شہزادوں کے حسن کو مات دے رہا تھا۔"اپو حولیہ تیشی لدلی اے (اپھو حوریہ کیسی لگ رہی ہے)"حوریہ نے اپنے فراک کو اطراف سے پکڑتے گھومتے ہوئے کہا تو مہرماہ نے مسکراتے اسے دیکھا جو اس وقت سلور کلر کی باربی فراک پہنے نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔وہ اس وقت کوئی چلتی پھرتی گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔م"اشاءاللہ میرا بچہ بہت پیاری لگ رہی ہو آپ" مہرماہ

نے جھکتے حوریہ کے رخسار چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنستے اندر بھاگی تاکہ اب باقی سب سے بھی تعریف بٹور لے۔ اسکے اندر جاتے ہی مہرماہ دروازہ بند کرتے باہر آئی اور اپنے شوہر کو دیکھا جو اس وقت مہرماہ کی دھڑکنوں میں طغیانی مچا رہا تھا۔ مہرماہ نے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونکی جس پر ضرار مسکرایا۔ اسکے مسکرانے پر مہرماہ نے نگاہیں جھکاتے اپنے بیٹے کو دیکھا جو اس وقت ہوبہو اپنے بابا جیسا لگ رہا تھا۔ وہ بھی اس وقت ضرار کے ساتھ ہی میچنگ چھوٹی سی سفید شلوار قمیض اور پیروں میں سیاہ چپل پہنے مہرماہ کو کوئی گڈا لگ رہا تھا۔ "ماشاءاللہ کتنا پیارا لگ رہا ہے میرا بیٹا" مہرماہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے ضرار کی گود سے وہاج کو پکڑتے اپنے ساتھ لگایا جس پر وہ مسکرایا۔ مہرماہ کی گود میں آتے ہی وہاج کا مسکرانا جیسے فرض تھا۔ "میرا بچہ کتنا پیارا لگ رہا ہے ماما کا وہاج" مہرماہ نے نرمی سے جھکتے اسکی ناک پر ہونٹ ثبت کیے تو وہاج پھر مسکرایا جبکہ ضرار کھڑا اپنی کل کائنات کو نہار رہا تھا۔ مہرماہ اور

وہاج کو دیکھتے اسے جو سکون ملتا تھا وہ ضرار راجپوت کیلئے لفظوں میں بیان کرنا ناممکن تھا۔ "ویسے اب بیٹے کو چھوڑ کر تھوڑا نظرِ کرم بیٹے کے باپ پر بھی کردو میں بھی تمھارے لیے ہی تیار ہوا ہوں" مہرماہ کو مسلسل وہاج کو پیار کرتے دیکھ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا جو چھوٹے بچے کی طرح منہ بنائے اسے دیکھ رہا تھا۔ "ضار آپ ہمارے بیٹے سے جیلس ہورہے ہیں" اسکے یوں دیکھنے پر مہرماہ ہنستے ہوئے پوچھا تو ضرار نے سینے پر بازو باندھے۔ "تو اب اگر تم سارا پیار ان جناب پر لٹاتی جاؤ گی تو میرا جیلس ہونا بنتا ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ پھر ہنسی اور اب کی بار بغیر کچھ کہے اِدھر اُدھر دیکھا۔ آس پاس کسی کو ناپاتے اس نے ضرار کی اجرک کو پکڑتے جھٹکا دیا جس پر ضرار نے اسکا اشارہ سمجھتے چہرہ جھکایا جسے دیکھ مہرماہ نے تھوڑا سا اوپر ہوتے اس کے رخسار کو چھوتے ضرار کو گہری سانس بھرنے پر مجبور کیا۔ "یہ زیادتی ہے۔ اپنا لمس ایسی جگہ مجھے بخش رہی ہو جہاں میں کچھ بھی کرنے سے قاصر ہوں" ضرار نے اسے

دیکھتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ”اسی لیے اس جگہ پر بخشا تاکہ آپ کچھ کرنا سکیں“ مہرماہ نے خود کو داد دینے والے انداز میں کہا تو ضرار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ پھر ارد گرد کا معائنہ کرتے اسے قریب کرتے اسکے ہونٹوں کو چھوتے فوراً سیدھے ہوتے اسے یوں دیکھا گویا کہنا چاہ رہا ہو اب بتاؤ جبکہ اسکی نظروں کا مفہوم سمجھتے مہرماہ نے چہرہ جھکایا اور بغیر کچھ کہے اندر جانا چاہا پر اس سے پہلے ہی ضرار اسکی بازو پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا اور اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔ ”آئی لو یو“ ضرار نے اسکے سر پر ہونٹ رکھتے کہا تو مہرماہ مسکرائی جبکہ انکے دونوں کے درمیان موجود وہاج اپنی آنکھوں کو گول گول گھماتے ٹکر ٹکر انھیں دیکھ رہا تھا۔ ”آپ نے میری تعریف نہیں کی“ مہرماہ نے شکوہ کیا۔ ”تم نے اپنے حسن کا جلوہ دکھا کر مجھے تعریف کرنے کے قابل کہاں چھوڑا ہے“ ضرار نے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ ”مطلب میں سمجھوں آج کوئی تعریف نہیں“ مہرماہ نے شرارت سے پوچھا۔ ”تعریف ہوگی اور بڑی تفصیل

سے ہوگی پر وہ میں تمھارے قدموں میں بیٹھ کر فرصت سے کروں گا ابھی کیلئے اتنا جان لو کہ تمھارا معصوم حسن میرے دل کیلئے خطرناک ثابت ہورہا ہے" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی اور کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی انھیں دبی دبی ہنسی کی آواز آئی جس پر مہرماہ بدک کر اس سے پیچھے ہونے لگی پر ضرار کی گرفت مضبوط تھی۔ اس نے بغیر مہرماہ کو خود سے دور کیے اس آواز کی سمت دیکھا جہاں شہریار، اسد اور عامر چہرے پر ہاتھ رکھے ہنسی ضبط کررہے تھے جبکہ ماہ دیر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔ "کیا ہوا دلہے راجہ گھور کیوں رہا ہے" ضرار نے ماہ دیر کو دیکھتے مصنوعی معصومیت سے پوچھا تو ماہ دیر کا دل کیا اپنے اس بے باک بہنوئی کا سر پھاڑ دے۔ "میری بہن کو چھوڑ اور نیچے دفع ہو۔ گیسٹ میرے باپ نے نہیں دیکھنے" ماہ دیر نے غراتے کہا تو ضرار کا دل کیا قہقہہ لگائے۔ "ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں میں نے کب کہا کہ میرے سسر جی مہمانوں کو دیکھیں گے۔ اچھا ماہ میں چلتا ہوں اپنا اور وہاج کا

خیال رکھنا" ضرار نے شرافت کی ساری حدیں توڑتے کہا اور ساتھ ہی جھکتے پہلے وہاج اور پھر مہرماہ کا ماتھا چومتے پیچھے ہوا جس پر مہرماہ کا چہرہ گلابی ہوا جبکہ ماہ دیر نے دانت پیستے اسے دیکھا جو اب ہونٹوں کو گول کرتے سیٹی بجاتے اسکے قریب سے گزرتے نیچے کی جانب جا چکا تھا۔پر جانے سے پہلے ماہ دیر کو آنکھ مارنا ہرگز نہیں بھولا تھا جبکہ اس کی حرکت پر ماہ دیر نے مٹھیاں بھینچتے زیرِ لب اسے گالیاں دیتے مہرماہ کی طرف بڑھا جو سرخ چہرہ جھکائے وہاج کو دیکھ رہی تھی۔ماہ دیر اسکی حرکت پر مسکرایا اور جاتے اسے سینے سے لگایا۔"بھائی کی گڑیا۔کتنا پیارا لگ رہا ہے میرا بچہ" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو مہرماہ مسکرائی۔"آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں بھائی" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا جو اس وقت بلیک پینٹ کوٹ پہنے کوئی شہزادہ لگ رہا تھا۔"شکریہ لیکن میرا شہزادہ اچھا لگنے میں اپنے ماموں کو بھی مات دے گیا ہے" ماہ دیر نے وہاج کا ماتھا چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔"سارا پیار مہرو کیلئے اور میرے لیے کچھ بھی

نہیں" ثانیہ جو مہرماہ کو دیکھنے باہر آئی تھی سامنے ماہ دیر کو مہرماہ کو سینے سے لگائے کھڑے دیکھ فوراً بولی تو ماہ دیر مسکرایا اور اپنا دوسرا بازو اسکے لیے واء کیا جس پر وہ فوراً اس کے سینے سے لگی جس پر ماہ دیر نے اسکا سر چوما جسے دیکھ سب مسکرائے جبکہ عامر تو جہاں تھا وہیں رہ گیا تھا۔وہ اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ عامر کا دل چاہ رہا تھا وہ اپنی پوری سلطنت سامنے کھڑی اپسرا کے سر سے وار دے۔عامر یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا اور یہ شاید اسکی نگاہوں کی تپش کا ہی اثر تھا جو ثانیہ نے ماہ دیر کے سینے سے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو آنکھوں میں محبت سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ اس وقت سیاہ شلوار قمیض پہنے کندھوں پر بھورے رنگ کی اجرک اوڑھ کر اپنی تمام تر وجاہت سمیت کھڑا اسکو نگاہیں چڑانے پر مجبور کرگیا تھا جبکہ اسکے یوں نگاہیں چڑانے پر عامر کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔"سب لوگ ہوگئے تیار" ماہ دیر نے ان دونوں کا سر سہلاتے پوچھا۔"جی بھائی ہوگئے ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے

سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا جبکہ ثانیہ نے شرارت سے اسے دیکھا جس پر ماہ دیر نے آئی برو اچکاتے شرارت جاننی چاہی۔ "کیا خرافات آئی ہے میرے بیٹے کے دماغ میں" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر ہولے سے تھپڑ مارتے کہا تو ثانیہ نے مسکراہٹ دباتے اسے دیکھا۔ "صاف صاف پوچھیں نا میری پیاری بھابھی عرف آپکی زوجہ محترمہ تیار ہوئی ہیں کہ نہیں۔ سب تیار ہونے کا کیا مطلب ہے" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر سمیت سب ہنس پڑے۔ "میرا بیٹا دن با دن شرارتی ہوتا جارہا ہے" ماہ دیر نے اسکی ناک دباتے کہا تو وہ قہقہہ لگاتے ہنس پڑی۔ "چلیں اب ہم چلیں نیچے آپ اپنی ملکہ اور پرنسز کو لے کر آجائیں" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اپنی دونوں بہنوں کا ماتھا چوما اور پیچھے ہوا۔ "میں باقی سب کو بلا کر لاتی ہوں پھر چلتے ہیں" مہر ماہ نے ثانیہ کو دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اندر جاتے مریم اور عائشہ کے ساتھ باہر آئی۔ ان کے آتے ہی ماہ دیر ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھتے اندر کی جانب بڑھا

جس پر سب مسکرائے۔ "مریم طبیعت ٹھیک ہے" شہریار نے مریم کے پاس آتے مدھم آواز میں محبت و نرمی سے پوچھا جس پر مریم نے سر ہلاتے اسے دیکھا۔ جو بھوری شلوار قمیض پہنے کندھوں پر بھوری ہی اجرک اوڑھے بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔ "بھوک وغیرہ تو نہیں لگ رہی" اسکے مثبت جواب پر شہریار نے دوبارہ پوچھا۔ "تھوڑی سی لگ رہی ہے" مریم نے مدھم آواز میں جواب دیا تو شہریار اس کا ہاتھ تھامتے نیچے کچن کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ انکے پیچھے ہی مہرماہ، ثانیہ اور عامر بڑھے تھے جب کہ اسد اور عائشہ ابھی وہیں ایک دوسرے میں کھوئے ارد گرد کا سارا ہوش بھلائے کھڑے تھے۔ اسد کی نگاہیں عائشہ پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں جبکہ عائشہ کا حال بھی جدا نا تھا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی جو اس وقت گہرے نیلے رنگ کی شلوار قمیض پہنے وجاہت کا شاہکار لگ رہا تھا۔ اسد اسکے یوں دیکھنے پر مسکرایا اور اسکی طرف قدم بڑھاتے عین اسکے روبرو آتے کھڑا ہوا جبکہ اسکے یوں اچانک اتنے قریب آنے

پر عائشہ ہوش میں آئی اور چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو گردن جھکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ "بہت پیاری لگ رہی ہو شہزادی" اسد نے اسکے چہرہ اٹھانے پر جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے پر ہونٹ ثبت کرتے کہا تو عائشہ نے آنکھیں موندتے اسکا لمس محسوس کیا۔ "آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں" عائشہ نے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے کہا تو اسد نے مسکراتے اسے ساتھ لگایا۔ "اتنے خوبصورت انداز میں تعریف کرو گی تو میں پھیل جاؤں گا" اسد نے اسکا سر چومتے شوخ انداز میں کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر اسد بھی مسکرایا اور اسے مزید خود میں بھینچ گیا۔ "نیچے چلیں" عائشہ نے کچھ دیر بعد کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ماتھا چومتے اسکا ہاتھ تھامتے نیچے کی جانب بڑھ گیا۔

"فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" ماہ دیر کمرے میں داخل ہوا تو اسکی نظر حوریہ اور میشائم پر پڑی اور ان پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ اسکے ہونٹوں میں جنبش ہوئی

جبکہ اسکی آواز پر یشائم جو حوریہ کو ساتھ لگائے پیار کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ان دونوں کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "بابا ذان ! ! (بابا جان ! !)" اسے دیکھتے ہی حوریہ نے چلاتے اسکے پاس آئی تو ماہ دیر نے جھکتے اسے گود میں اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا۔ "بابا کی جان۔ میرا بچہ۔ میں صدقے جاؤں۔ ماشاءاللہ میری بیٹی اتنی پیاری لگ رہی ہے" ماہ دیر نے حوریہ کا ماتھا چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "بابا ذان اپ بی پالے لدلے ایں (بابا جان آپ بھی پیارے لگ رہے ہیں)" حوریہ نے ماہ دیر کے ماتھے پر اپنے ننھے ننھے لب رکھتے کہا تو ماہ دیر مسکرایا اور یشائم کو دیکھا جو مسکراتے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسکے دیکھنے پر ماہ دیر مسکرایا اور اسکے قریب جاتے اسے اپنے دوسرے بازو کے حلقے میں لیتے اپنے سینے سے لگا گیا۔ "ماشاءاللہ میری دلہن تو چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر ہونٹ ثبت کرتے کہا تو یشائم مسکرائی۔ "اس دلہن کے شوہر تو پورے کے پورے چاند لگ رہے

ہیں" میشائم نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔"اول می تا لدلی اوں ماما بابا (اور میں کیا لگ رہی ہوں ماما بابا)" حوریہ نے ان دونوں کی گفتگو سنتے کہا تو وہ دونوں ہنستے دونوں اطراف سے اسکے سیب جیسے رخساروں کو چوم گئے۔

"آپ ہماری کل کائنات لگ رہی ہیں بچہ" ماہ دیر اور میشائم نے بیک وقت کہا تو حوریہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر ان دونوں نے اسکی نظر اتاری۔"حولیہ لا او ماما بابا (حوریہ لوو یو ماما بابا)" حوریہ نے باری باری ماہ دیر اور میشائم کی گال پر لب رکھتے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔"وی لوو یو ٹو ہماری جان" ان دونوں نے ہم آواز کہا تو حوریہ مسکرائی اور ماہ دیر کے کندھے پر سر رکھ گئی جس پر ماہ دیر نے اسکا سر چومتے میشائم کو دیکھا۔"باہر چلیں متاعِ جان۔سب ہمارے منتظر ہیں" ماہ دیر نے اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتے پوچھا تو میشائم نے اسکا ہاتھ تھاما جس پر ماہ دیر اسکا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں تھامتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔وہ دونوں چلتے سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور سیڑھیاں اترتے لاؤنج میں آئے

جہاں اس وقت صرف ملازمین تھے جو لاؤنج میں ڈیکوریشن کر رہے تھے۔لاؤنج میں فنکشن کے بعد ساری لڑکیوں نے تھوڑا ہلہ گلہ کرنا تھا تبھی ضرار نے لاؤنج کو ساری لڑکیوں کی پسند سے سجوایا تھا۔ماہ دیر لاؤنج کی تیاری دیکھتے مسکرایا اور میشائم اور حوریہ کے ساتھ لان کی جانب بڑھا پر ابھی وہ مین ڈور کے قریب پہنچے ہی تھے کہ میشائم نے اپنے قدم روکتے اسے دیکھا جس پر ماہ دیر نے اسے دیکھا۔"کیا ہوا میشی" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا۔"دِیر اگر کسی نے پوچھا کہ ہم شادی کے تین سال بعد ولیمہ کیوں کر رہے ہیں؟ تو آپ کیا کہیں گے؟"میشائم نے پوچھا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری اور اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگاتے اسکی کمر کو نرمی سے سہلایا۔"کوئی کچھ نہیں کہے گا اور نا ہی کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور اگر کوئی کچھ کہتا بھی ہے تو میں سب سنبھال لوں گا۔تم پریشان مت ہو"ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو میشائم نے اسے دیکھا۔اور دیر اگر کسی کو پتہ لگ گیا کہ ہماری شادی چند ماہ پہلے ہوئی ہے پھر میشائم نے ایک اور

ڈر عیاں کیا۔ ”تو پھر بھی پریشان مت ہو۔میں یہیں ہوں میشی میرے ہوتے ہوئے کوئی کام نہیں بگڑے گا میرا بچہ۔پریشان نہیں ہوتے“ ماہ دیر نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”کل رات آپکی چچی پوچھ رہی تھیں کہ ہمارا ولیمہ اتنے سال بعد مشکوک لگ رہا ہے“ میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تو کل چچی کو میں نے کیسا جواب دیا تھا یاد ہے“ ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی جبکہ اس دوران حوریہ چپ کر کے انکی باتیں سن رہی تھی۔ ”اچھا بتاؤ میں نے کیا کہا تھا“ ماہ دیر نے اسے دیکھتے پوچھا تو میشائم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ”آپ نے کہا تھا چچی میشائم میری بیوی ہے میں اس سے ایک بار شادی کروں یا بار بار میری مرضی۔اور اگر میں شادی کے تین سال بعد ولیمہ کر رہا ہوں تو بھی میری مرضی المختصر میری بیوی میری مرضی“ میشائم نے ماہ دیر کے کل رات والے الفاظ دہرائے تو ماہ دیر نے مسکراتے آئی برو اچکائی۔ ”اب بھی کوئی پریشانی ہے“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے نفی

میں سر ہلایا۔ ”شاباش میرا بچہ۔ اب چلیں“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکراتے ان دونوں کے ساتھ باہر بڑھا جہاں سب انھی کے منتظر تھے۔ انکے باہر آتے ہی سب خاموش ہوئے اور انھیں دیکھنے لگے۔ جو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے سٹیج کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں نظر لگ جانے کی حد تک پیارے لگ رہے تھے جبکہ ماہ دیر کی گود میں موجود حوریہ مسکراتے سب کو دیکھ رہی تھی۔ وہ تینوں ایک پرفیکٹ فیملی تھے۔ انکے چلنے کے ساتھ ساتھ زمین پر بنا فرش روشن ہوتا جارہا تھا۔ آس پاس خوبصورت واٹر فال لائٹس جل رہی تھیں جبکہ مصنوعی بادل انھیں ارد گرد سے گھیر رہے تھے۔ انکا ولیمہ کسی فیری ٹیل جیسا تھا۔ ہر چیز بلکل پرفیکٹ تھی۔ پر جو چیز زیادہ خوبصورت تھی وہ انکے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک تھی۔ انکے چہرے سے عیاں ہوتی خوشی تھی جسے سب نے محسوس کیا تھا۔ کچھ لوگ ان تینوں کو خوشی سے دیکھ رہے تھے تو کچھ حسد سے۔ کچھ ان کی نظر اتارتے نہیں

تھک رہے تھے تو کچھ ان کو دیکھ ناک منہ چڑھائے ہوئے تھے پر ماہ دیر کو کسی سے فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ ان سب حاسدوں کی نگاہوں کو نظر انداز کرتے اپنی کل کائنات کے ہمراہ سٹیج پر آیا اور ان دونوں کو اپنی محبت بھری نظروں کے حصار میں رکھتے سٹیج کے عین وسط میں کھڑا کیا اور اپنی جیب سے نوٹوں کی گڈیاں نکالتے انکے سر سے وار کر ہوا میں اچھال گیا۔وہ حاسدوں کو ان دونوں کا اپنی زندگی میں مقام بتا چکا تھا۔جبکہ اسکی حرکت پر انکے اپنوں نے مسکراتے دل میں انکی دائمی خوشیوں کی دعا مانگی تھی۔"میری کل کائنات کو کسی کی نظر نا لگے" ماہ دیر نے باری باری انکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو سب نے ہوٹنگ کرتے یشائم کو جھینپنے اور حوریہ کو کھلکھلانے پر مجبور کیا جبکہ ماہ دیر ان دونوں کو دیکھتے مسکرایا اور نرمی سے یشائم کو صوفے پر بٹھاتے خود اسکے ساتھ بیٹھتے حوریہ کو گود میں بٹھا گیا۔"یہ سالہ ہمیں کہتا ہے میری بہنوں سے دور رہو۔خود سرِعام ہی رومینس کرتا رہتا ہے" ضرار نے عامر کے کان کے قریب

جھکتے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلاتے اسکی بات پر اکتفا کیا جبکہ شہریار اور اسد نے ہنستے ماہ دیر کو دیکھا جو اب اپنے رشتے داروں سے مل رہا تھا جو اب باری باری آتے ان سے ملنے لگے تھے۔ کچھ انکی نظر اتارتے تو کچھ بس رسماً چند جملے ادا کرتے چلے جاتے۔ "ویسے باتوں کی ایک بات ہے آپ دونوں کا سالہ صحیح آپ کو ناکوں چنے چبواتا ہے۔ میرا تو اللہ کا شکر ہے کوئی سالہ نہیں ہے" شہریار نے مسکراہٹ دباتے باقاعدہ چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتے کہا تو ضرار اور عامر نے اسے گھورا۔ "ہاں اور میرا بھی کوئی سالہ نہیں ہے۔ ویسے سالہ بڑی کوئی کتی چیز ہوتی ہے" اسد نے بھی فلو فلو میں کہا تو ضرار نے رکھ کر اسکی کمر پر ایک تھپڑ رسید کیا جس پر اسد نے اسے دیکھا۔ "ہائے اللہ بھائی کیا ہوا۔ میں نے آپکو تو نہیں کہا" اسد نے کہا تو ضرار نے اسے پھر گھورا جبکہ عامر اور شہریار ہنس پڑے۔ "تم نے مجھے ہی کہا ہے بیٹا۔ میں ہی تمھارا سالہ ہوں۔ عائشہ کا بھائی" ضرار نے کہا تو اسد نے زبان دانتوں تلے دباتے اپنے کان

پکڑے۔ ”سوری بھائی۔ میں بھول گیا تھا سچی۔ ناراض مت ہوئیے گا“ اسد نے بچوں کی طرح کہا تو ضرار مسکراتے اسے ساتھ لگا گیا۔ ”میرا بچہ میں تم سے کیوں ناراض ہونگا۔ پرسکون ہوجاؤ“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”شکر ہے۔ آپ کی ناراضگی میں افورڈ نہیں کرسکتا“ اسد نے کہا تو وہ مسکرایا جب کہ عامر اور شہریار نے بھی مسکراتے اپنے بھائی کو دیکھا۔ ”تم چاروں نے اب وہاں کھڑے باتیں ہی کرنی ہے یا کوئی ہلہ گلہ بھی کرنا ہے“ سب رشتے داروں سے ملنے کے بعد ماہ دیر نے ان چاروں کو دیکھتے کہا تو وہ مسکراتے اس کی طرف آئے۔ ”تو بتا کیا کریں۔ ہم تو ہر کام آج تیرے کہنے پر ہی کرنے والے ہیں“ عامر نے شوخ ہوتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”دیکھ لے مکرنا مت“ ماہ دیر نے کچھ سوچتے کہا۔ نہیں مکرتا جگر۔ ”تو بس حکم کر“ عامر نے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔ ”ٹھیک ہے پھر آج ایک گانا ہوجائے۔ بلکل ویسے ہی جیسے یونیورسٹی کے دور میں گاتا تھا“ ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اسے گھورا جبکہ باقی سب نے حیرت سے عامر کو

دیکھا۔ ”بھائی کو گانا آتا ہے“ اسد نے حیرت سے پوچھا۔ ”ہاں اور اتنا کمال گاتا ہے کہ کیا بتاؤں پر اب تو کتنے سال ہوگئے اس نے اپنے گانے کے ٹیلنٹ کو بلکل ہی دبا دیا ہے“ ماہ دیر نے اسکی پول کھولی تو ثانیہ نے آئی برو اچکاتے عامر کو دیکھا جس پر عامر نے گردن پر ہاتھ پھیرا۔ اس نے آج تک یہ بات ثانیہ کو بھی نہیں بتائی تھی وہ جانتا تھا وہ تھوڑا بہت خفا ہوگی۔ ”چلیں بھائی پھر ایک گانا ہوجائے“ ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”بچوں تم لوگ گاؤ میں اچھا تھوڑی لگوں گا اور ویسے بھی مجھے کافی سال ہوگئے ہیں اب تو میں بھول گیا ہوں“ عامر نے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ ”بھائی پلیز گائیں نا“ مہرماہ نے اب کی بار کہا تو عامر نے اسے دیکھتے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی شہریار بول اٹھا۔ ”بھائی ایک گانا ثانیہ کے نام اور آپ کو ثانیہ کی قسم“ شہریار نے کہا تو عامر نے دانت پیستے اسے دیکھا۔ وہ اس کے محبوب کی قسم دے چکا تھا جس محبوب کے نام پر وہ بازاروں میں بکنے کو تیار تھا۔ ”بھابھی

آپ کہیں نا پلیز" اسد نے عامر کے چہرے پر رضامندی دیکھتے ثانیہ کے پاس جاتے اسکے ڈوپٹے کا کونہ پکڑتے منت کرتے کہا تو ثانیہ نے عامر کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "سب کہہ رہے ہیں تو بات مان لیں" ثانیہ نے نظریں واپس سے جھکاتے کہا تو عامر مسکرایا اور ہاں میں سر ہلا گیا۔ اب تو محبوب نے بذاتِ خود حکم دیا تھا اب تو حکم عدولی مر کر بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ اوپر سے محبوب نے نظریں جھکاتے دل پر اپنی ادا سے جو وار کیا تھا عاشق تو اب اسکے اثر میں ہی دیوانہ ہو رہا تھا۔ "اب جسکی سفارش ڈلوا دی ہے انکار کرنا ناممکن ہے بیٹھ جاؤ۔ گاتا ہوں میں" عامر نے ثانیہ کو دیکھتے کہا جو اپنا سرخ چہرہ جھکائے نظریں چرا رہی تھی۔ اس کی بات سنتے سب ہنستے ایسے ہی سٹیج پر بیٹھ گئے جب کہ بڑے سب جاتے کرسیوں پر بیٹھے۔ "مہر گڑیا میں گانا شروع کرنا لگا ہوں پر دھیان رکھیے گا کوئی یہاں سے فرار نا ہو" عامر نے ثانیہ کو نگاہوں کے حصار میں لیتے مہر ماہ سے کہا تو اس نے مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلایا اور ثانیہ کا ہاتھ

پکڑا جس پر ثانیہ نے اسے گھورا جسے دیکھ مہر ماہ نے کندھے اچکاتے عامر کی طرف اشارہ کیا گویا کہنا چاہ رہی ہو آپکے شوہر کی بات ہی مان رہی ہوں۔جبکہ اسکی حرکت پر سب ہی ہنس پڑے۔عامر بھی اسکی حرکت پر مسکرایا اور ثانیہ سے نگاہیں ہٹائے اپنی گھمبیر آواز میں گنگنایا۔

کیسے کہوں عشق میں تیرے
کتنا ہوں بے تاب میں
آنکھوں سے آنکھیں ملا کے
چرا لوں تیرے خواب میں (2x)

عامر نے ثانیہ کو دیکھتے گانا شروع کیا جسے سنتے سب مسکرائے جبکہ اسکے گانے کے انتخاب پر ثانیہ کا چہرہ گلابی ہو اور ماہ دیر نے گھور کر اپنے بے باک اور کمینے بہنوئی کو دیکھا۔وہ اس لمحے کو پچھتا رہا تھا جس لمحے اس نے اس سے گانے کی فرمائش کی تھی۔اگر اسے معلوم ہوتا کہ وہ یوں سرِ عام ہی رومینٹک ہوجائے گا تو یقیناً وہ اسے کبھی نا کہتا۔

میرے سائے ہیں ساتھ میں

یارا جس جگہ تم ہو۔۔۔

میں جو جی رہا ہوں

وجہ تم ہو (2x)

عامر اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے عین ثانیہ کے سامنے جاتے اسکے قدموں میں بیٹھا جسے دیکھ ثانیہ کی آنکھیں پھیلیں جبکہ باقی سب مسکرائے۔اب کی بار اسکی حرکت پر ماہ دیر بھی مسکرایا تھا۔وہ اسکی بہن کیلئے بہترین ہمسفر تھا بے باک ضرور تھا پر اس سے زیادہ کوئی اسکی بہن کو نہیں چاہ سکتا تھا۔

میں جو جی رہا ہوں

وجہ تم ہو (2x)

عامر اب کی بار ثانیہ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے گنگنایا تھا جس پر ثانیہ کے رخسار مزید گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ مسکرایا جبکہ مہر ماہ ان دونوں کے پاس سے

اُٹھتے ضرار کے ساتھ جاتے کھڑی ہوئی جو اب وہاج کو سینے سے لگائے کھڑا تھا۔

ہے یہ نشہ یا ہے زہر

اس پیار کو کیا نام دوں (2x)

کب سے ادھوری ہے ایک داستاں

آجا اسے آج انجام دیں

عامر نے ثانیہ کی ٹھوڑی کو نرمی سے پکڑتے یوں گایا گویا مشورہ دے رہا ہو کہ اب دوری ختم کردینی چاہیئے۔

تجھے بھولوں کیسے میں

میری پہلی خطا تم ہو

عامر نے کہا تو ثانیہ کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ آئی۔وہ جانتی تھی ان سطروں سے اس نے ان دنوں کی طرف اشارہ کیا تھا جب وہ اسے خود کو بھول جانے کا کہتی تھی۔

میں جو جی رہا ہوں

وجہ تم ہو (2x)

عامر اب کی بار کہتے خاموش ہوا اور نرمی سے اس کے ہاتھوں کی پشت کو ہونٹوں سے لگاتے اسے دیکھنے لگا جو اس سے نگاہیں چراتے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ سجائے ہوئے تھی۔جبکہ اسکے خاموش ہونے پر ہر طرف تالیوں اور سیٹوں کا شور اٹھا جسکی آواز تک اسکے کانوں میں نا پڑی تھی۔وہ ثانیہ کو دیکھنے میں اتنا مصروف تھا کہ اسے آس پاس کے نظارے بیکار محسوس ہو رہے تھے جب کہ ثانیہ کی دھڑکنوں کی آواز کے سامنے باقی ساری آوازیں جیسے کہیں دور جا سوئی تھیں۔"عامر سب دیکھ رہے ہیں" ثانیہ نے بے حد مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے ہاتھوں کی پشت کو سہلانے لگا۔کتنے ہی لوگوں نے عامر کے محبت بھرے انداز پر حسد سے ثانیہ دیکھا تھا جبکہ بہت سے اسکی قسمت پر رشک کر رہے تھے۔"دیکھنے دیں انھیں جان۔مجھے اس وقت آپکے علاوہ کسی کو نہیں دیکھنا" عامر نے کہا تو ثانیہ نے چہرہ مزید جھکایا جبکہ باقی سب نے ہوٹنگ کی جس پر عامر شدید بدمزہ ہوتے کھڑا ہوا۔"واہ بھائی چھا گئے۔آپ تو شہریار بھائی سے بھی اچھے سنگر نکلے۔اب میں آپ سے بھی وہی سوال پوچھوں گی۔آخر آپ ڈاکٹر کیوں بنے سنگر بنتے نا" اسکے اٹھتے ہی عائشہ نے یکدم ہی ایکسایٹڈ ہوتے کہا جس پر وہ مسکرایا اور اسے نرمی سے ساتھ لگا گیا۔"کیونکہ میں اپنے بیٹے کا پرسنل سنگر بننا چاہتا تھا۔لوگوں کے لیے میں ڈاکٹر عامر پر آپ سب کیلئے پرسنل سنگر" عامر نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر باقی سب بھی مسکرائے جبکہ سب بڑوں نے اپنے بچوں کی نظر اتاری جنھیں بے حد مشکلات کے بعد انکی محبتیں ملی تھیں۔

"ویسے بھائی آپ تو ہم سب کے باپ نکلے ہیں۔ اتنا کھلم کھلا اظہار" اسد نے عامر کو دیکھتے کہا جو ضرار کے ساتھ کھڑا کوئی بات کر رہا تھا۔ اسکی بات پر عامر نے اسے دیکھا اور مسکراتے سر خم کر گیا جس پر ضرار اور اسد یہاں تک کہ شہریار بھی ہنس پڑا جبکہ ماہ دیر نے اسے گھوری سے نوازا۔ "بھائی نے جس انداز میں سر خم کیا ہے باخدا ایک بات تو کنفرم ہے کہ انکی نظر میں انکے سالے کی کوئی اہمیت نہیں ہے" شہریار نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا تو ماہ دیر نے دانت پیسے جبکہ وہ تینوں قہقہہ لگا اٹھے۔ سب لوگ اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ مہمان سب جا چکے تھے اب بس گھر کے افراد ہی رہ گئے تھے لڑکے سارے اس وقت ایک طرف ہو کر باتیں کر رہے تھے جبکہ لڑکیاں میشائم کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی اور اور بڑے سب بیٹھے آپس میں لگے۔ حوریہ اور وہاج کافی دیر پہلے سو چکے تھے تبھی مہر ماہ انھیں اپنے روم میں چھوڑتے ملازمہ کو انکے پاس بٹھا آئی تھی۔ "تاریخ گواہ ہے بہنوئی نے آج تک سالے کی عزت نہیں کی تو بھلا ہم کیسے کر سکتے ہیں کیوں بھائی" ضرار نے عامر کو آنکھ مارتے کہا تو عامر اسکے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہنسا۔ "یار سالے کی عزت کرنی چاہیئے پر اسکی شکل نہیں عزت کروانے والی" عامر نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ ضرار کے ساتھ ساتھ شہریار اور اسد بھی قہقہہ لگاتے ہنسے جبکہ ماہ دیر نے اپنا جوتا اتارتے باری باری ان چاروں کی کمر میں مارا جس پر چاروں نے کراہتے اسے دیکھا جو دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اپنا جوتا واپس پہن رہا تھا۔ "کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہے ہو تم چاروں" ماہ دیر نے اپنا جوتا پہنتے دونوں ہاتھ اپنی ٹھوڑی تلے ٹکاتے مصنوعی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے

پوچھا جس پر ان چاروں نے دانت پیسے جبکہ وہ قہقہہ لگا کر ہنسا اور اٹھتے لڑکیوں کی طرف بڑھا۔ "یہ سالہ مرے گا میرے ہاتھوں" شہریار نے دانت پیستے کہا۔ "باخدا میرے منہ کی بات چھین لی بھائی" اسد نے بھی ماہ دیر کو گھورتے کہا جو اب اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا ان سب کی بیویوں کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ "قسم سے مجھے بھی حوریہ کے یتیم اور میشائم کے بیوہ ہونے کا خوف نا آتا میں اس سالے کو پھر بتاتا۔ ہمیں جوتے سے مار کر کیسا شریف بن کر وہاں بیٹھا ہے" ضرار نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور یہ اگر میرا دوست نا ہوتا تو میں اس کا منہ توڑ دیتا" عامر نے گہری سانس بھرتے کہا۔

"بچوں کیا سوچ رہے ہو" دراب صاحب نے ان سب کو دیکھتے پوچھا ان چاروں نے انھیں دیکھا جبکہ ماہ دیر نے مسکراہٹ دبائی۔ "ماموں جان یہ لوگ سوچ رہے ہیں کہ کوئی شغل کیسے لگایا جائے۔ ہے نا" ماہ دیر نے ان چاروں کے بولنے سے پہلے جواب دیا۔ "ہاں جی بابا یہی سوچ رہے ہیں" ضرار نے دراب صاحب کو جواب دیا تو وہ مسکرائے۔ "اچھا تو پھر سوچا کچھ کہ نہیں" دراب صاحب نے پوچھا تو ان چاروں نے ماہ دیر کو دیکھا۔ "انکل ماہ دیر نے سوچا ہے کیوں ماہ دیر" اسد نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں سوچا ہے نا" ماہ دیر نے کہا تو ان چاروں نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا جس پر وہ مسکرایا۔ "ایک مشہور ٹرینڈ آیا ہے نا آجکل زرا وہی کر کے دکھا دو" ماہ دیر نے کہا تو ان چاروں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب" چاروں یک زبان بولے جس پر باقی سب بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ "نیلی پری پیلی پری کمرے میں بند ہے" ان سب کے دیکھنے پر ماہ دیر نے لڑکوں کو آنکھ مارتے یکدم ہی کہا تو لڑکوں نے مسکراہٹ دباتے اپنی اپنی

بیوی کو دیکھا جو حیرت سے ماہ دیر کو دیکھ رہی تھیں۔یقیناً انھیں اس سے یہ امید نا تھی پر خیر اگر وہ کررہا تھا تو انکا فرض تھا وہ اسکا بھرپور ساتھ دیتے تبھی وہ مسکراتے سر خم کرگئے۔"مجھے ثانیہ پسند ہے" سب سے پہلے عامر نے ثانیہ کا ہاتھ پکڑتے اپنے دل کے مقام پر رکھ کر کہتے سب کو ہنسنے پر مجبور کیا جبکہ ثانیہ بھی ہنسی جس پر وہ اسے ساتھ لگا گیا۔"عائشہ پسند ہے" اسد بھی اپنی جگہ سے اٹھتے عائشہ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے بولا تو عائشہ سمیت سب نے قہقہہ لگایا جس پر اسد نے عائشہ کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے۔"مہرماہ پسند ہے" ضرار نے مہرماہ کا ہاتھ تھامتے اسے کھڑا کرتے اپنے سینے سے لگاتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جبکہ باقی سب نے انکی نظر اتاری۔"مریم پسند ہے" شہریار نے مریم کی طبیعت کا احساس کرتے اسکے سامنے بیٹھتے اسکے دونوں ہاتھوں کو لبوں سے لگاتے کہا تو مریم ہنس پڑی۔ ان چاروں کی حرکت پر ماہ دیر سمیت سب نے قہقہہ لگاتے انھیں دیکھا جو ٹرینڈ کو خاصے مزے دار انداز میں استعمال کرچکے تھے۔جبکہ لڑکیاں تو اپنے شوہروں کو دیکھتے ہنستے لوٹ پوٹ ہورہی تھیں اور انکے شوہر انکے ہنسنے پر نظریں اتارتے نہیں تھک رہے تھے۔"ہاہاہاہاہا بچوں کمال کردیا" خلیل صاحب نے قہقہہ لگاتے کہا تو وہ چاروں بھی ہنس پڑے۔"تم لوگ ایک نمبر کے کمینے ہو" ماہ دیر نے ہنستے ہوئے کہا جس پر سب پھر ہنسے۔"یہ کمینہ پن تو نے ہی شروع کیا تھا" عامر نے جواباً کہا تو وہ اور زور سے ہنس پڑا۔"اللہ میرا ولیمہ یادگار بنا دیا تم لوگوں نے" ماہ دیر نے آنکھ کے کنارے سے نمی صاف کرتے کہا تو وہ مسکرائے۔"یہ ہمارے لیے شرف کی بات ہے" ان چاروں نے بیک وقت کہا تو وہ مسکرایا۔"ضار" ابھی ان میں سے کوئی مزید کچھ بولتا کہ اس سے پہلے ہی مہرماہ نے اسے

پکارا۔ "ہاں کیا ہوا" ضرار نے پیار سے جواب دیا۔ "ضار میں اور ایبہ وغیرہ اوپر ہال میں جا رہے ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "ہال میں؟ وہاں کیا کرنا ہے" ضرار نے نرمی سے پوچھا۔ "وہ بس ایسے ہی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرائی اور سب لڑکیوں کو اشارہ کیا جسے سمجھتے وہ چاروں اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اسکے ساتھ اوپر کی جانب بڑھ گئیں۔

"واہ مہر صحیح تیاری تو یہاں کروائی ہے تم نے" مریم نے ہال میں داخل ہوتے ہی کہا تو وہ مسکرائی۔ "آخر کو میں نے جو کروائی ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ چاروں ہنسی۔ "پر مہرو تم نے تو کہا تھا کہ ہم لوگ لاؤنج میں ہلہ گلہ کریں گے پھر اچانک سے ہال کیوں" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ایبہ پہلے لاؤنج میں ہی سوچا تھا پر عین ٹائم پر بھائی کے دوستوں نے آنے سے معذرت کرلی تو ظاہری بات ہے سب نے وہیں بیٹھنا تھا پھر سب بڑے بھی وہاں تھے تو انکے سامنے تو ہلہ گلہ پوسیبل نہیں تھا تبھی میں نے ہال کو ڈیکوریٹ کروا لیا" مہرماہ نے کہا تو وہ چاروں اسکی عقل پر اش اش کر اٹھیں۔ "میں تمھیں معصوم سمجھتی تھی مہر' عائشہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ ہنسی۔ "آپی یہ تو آپ کی معصومیت ہے نا" مہرماہ نے آنکھیں پٹپٹاتے کہا جس پر سب ہنس پڑیں۔ "ویسے مہرو آج میں تم سے امپریسڈ ہو گئی ہوں" یشائم نے کہا تو اس نے سر خم کرتے اسے آنکھ ماری جس پر ایک بار پھر وہ چاروں ہنس پڑیں۔ "اچھا اب بتاؤ مہرو کیا کرنا ہے۔ تم نے کہا تھا تم نے کچھ مزے دار سا سوچا ہے" ثانیہ نے پوچھا تو اسکے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "آپ لوگ ایک منٹ رکیں میں آتی ہوں" مہرماہ نے کہا اور

ہال میں موجود الکلوتی الماری کھولتے اس نے ایک بیگ نکالا جسے ان سب نے نا سمجھی سے دیکھا۔ "یہ کیا ہے مہرو" یشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "اپیہ یہ کچھ سامان ہیں" مہرماہ نے کہا تو ان سب نے اسے دیکھا۔ "کیسا سامان مہر" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "ہمارے شوہروں کی کچھ چیزیں ہیں۔ جو ہم پہنیں گے اور اپنے اپنے شوہر کی نقل اتاریں گے" مہرماہ نے بیگ کھولتے کہا تو ان سب نے خوش ہوتے اسے دیکھا۔ "اپنے اپنے شوہر کی نقل اتاریں گے۔ کتنا مزہ آئے گا۔ میں تیار ہوں" ثانیہ نے جلدی سے مسکراتے کہا۔ "میں بھی ویسے بھی اسد کی نقل اتارنے کا بڑا مزہ آئے گا" عائشہ نے بھی ایکسایٹڈ ہوتے کہا۔ "میں بھی تیار ہوں پر سائیں کو کوئی نہیں بتائے گا" مریم نے بھی کہا تو وہ چاروں ہنسیں۔ "میں تو دلہن ہوں میں کیسے نقل اتاروں۔ مجھے تو پورے کپڑے چینج کرنے پڑیں گے تو ایک کام کرتے ہیں مجھے رہنے دو آپ چاروں اتارو نقل" یشائم نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "بھابھی ہم نے کونسا چینج کرنا ہے انھی کپڑوں پر بس اپنے اپنے شوہر کی کوئی ایک چیز پہنے گے۔ جیسے بھائی ڈاکٹر ہیں تو انکا وائٹ کوٹ پہن کر آپ نقل اتارنا۔ ضار پروفیسر ہیں تو میں انکا قلم اور انکی شال پہن کر نقل اتاروں گی۔ تو آپ بھی کریں گی بس" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "نہیں نا میں دلہن ہوں تھوڑا سا سپیشل ٹریٹمنٹ تو ملنا چاہیئے نا" یشائم نے کچھ سوچتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں ٹھیک ہے آپ کو معاف کیا۔ آپ سب بتائیں سب سے پہلے کون آئے گا" مہرماہ نے پوچھا تو ثانیہ جلدی سے آگے آئی۔ "میں آتی ہوں مہرو" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے ہنستے بیگ سے عامر کا لیب کوٹ اور گوگلز نکالتے اسکی طرف بڑھائے جسے پہنتے اس نے انھیں دیکھا۔ "لگ رہی ہوں نا عامر

جیسی" ثانیہ نے پوچھا تو ان چاروں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ایکدم بھائی کی جیسی لگ رہی ہو۔چلو ثانیہ بھائی کی نقل اتارو۔ سین میں بتاتی ہوں تم بیمار ہو اور بھائی تمھیں پیار سے ڈانٹ رہے ہیں" عائشہ نے کہا تو اسکے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ پھیلی جبکہ ذہن کے پردے پر وہ منظر لہرایا جب وہ بارش میں نہانے سے بیمار ہوئی تھی اور عامر اسے محبت سے ڈانٹتے اس کی فکر کر رہا تھا۔ "اوہو آپی شرمائیں نا بھائی کی نقل اتاریں" مریم نے اسے شرماتے دیکھ شرارت سے کہا تو ثانیہ نے اسے مصنوعی گھورا جس پر وہ سب ہنس پڑیں۔ "اچھا ہنسو مت مجھے دیکھو اب" ثانیہ نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ یشائم نے نامحسوس انداز میں اپنے موبائل کا کیمرہ اون کرتے اسکی ریکارڈنگ شروع کی۔ "بیٹُو کتنی بار کہا ہے بارش میں نا نہائیں پر نہیں میری سنی ہی نہیں۔میں تو پاگل ہوں نا جو آپکو کہتا ہوں لیکن نہیں میری کیوں سننی ہے۔کیا کروں میں آپکا۔اب دیکھیں چڑھ گیا نا بخار۔اسی لیے کہتا ہوں میری بات سن لیا کریں پر نہیں میری کیوں سننی ہے آپ نے۔کیا کروں میں آپکا بیٹُو۔آپ پر غصہ بھی نہیں کر سکتا" ثانیہ نے اپنی آواز کو بھاری کرتے عامر کی بھرپور نقل اتارتے ان سب کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا۔ "ہائے اللہ میں قربان جاؤں۔بھائی کتنے پیارے طریقے سے ڈانٹتے ہیں آپکو" مہرماہ نے دونوں ہاتھوں اپنے رخساروں پر رکھتے کہا تو ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ چاروں ہنستے ہوئے اسکی نظر اتار گئیں جبکہ یشائم نے ثانیہ کی ویڈیو عامر کو بھیجی۔ "چلیں عائشہ آپی اب آپکی باری" اب کی بار بولنے والی مریم تھی جس پر عائشہ نے ہاں میں سر ہلایا اور صوفے سے کھڑے ہوتے اسد کا بلیک کلر کا کوٹ پہنتے آنکھوں پر اسد کے گوگلز لگائے۔ "اچھا عائشہ آپی آپ نے اسد بھائی کی نقل

اتارنی ہے جب آپ بھائی سے ناراض ہوں اور وہ آپکو منائیں" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "شہزادی مجھے معاف کرو پلیز یار۔ دیکھو آئیندہ ایسا نہیں کروں گا۔ پلیز مان جاؤ شہزادی پلیز۔ پکا وعدہ ایسا نہیں کروں گا۔ رونا مت چاہو تو مار لو پر پلیز مجھے معاف کردو تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو بلکل اچھا نہیں لگتا۔ آئی ایم سوری شہزادی" عائشہ نے اسد کی بھرپور نقل اتارتے اسکے منانے کا انداز بیان کیا تو وہ چاروں مسکرائیں۔ "ماشاءاللہ بھائی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں آپی 'یشائم نے کہا اور ساتھ ہی عائشہ کی ویڈیو اسد کے نمبر پر سینڈ کی۔ "ہاں نا ویسے ایک شوہر کو اپنی بیوی کو بلکل ایسے ہی منانا چاہیئے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسد کا کوٹ اتارے بغیر ایسے ہی آتے اسکے ساتھ بیٹھی۔ "چلو میمی اب تمھاری باری" مہرماہ نے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلایا اور شہریار کا کوٹ پہنتے کھڑی ہوئی۔ "مریم گڑیا تم کھڑی نا ہو۔ یہاں بیٹھ جاؤ" اسے کھڑے ہوتے دیکھ ثانیہ نے اٹھتے اسکے پاس ایک کرسی کرتے اسے نرمی سے بٹھایا جس پر وہ مسکرائی اور اسکا ہاتھ تھامتے چوم گئی۔ "شکریہ آپی" مریم نے کہا تو مسکراتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "کوئی بات نہیں میرا بچہ۔ چلو اب اپنے شوہر کی نقل اتارو جلدی سے اور ہاں تم نے شہریار کے غصے والی ایکٹنگ کرنی ہے۔ جب وہ غصے میں ہوتا ہے تب کیسے بولتا ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "آپی اپنا فون دیجیے گا ایک منٹ" مریم نے کہا تو اس نے اپنا فون اسے دیا جسے وہ کان سے لگا گئی۔ "ہیلو ایڈوکیٹ شہریار ملک

اسپیکنگ۔ ہاں میں تمھیں کہا تھا نا وہ فائل میرے گھر بھیج دینا۔ میں پاگل ہوں یا تمھیں میری بات سمجھ نہیں آتی۔ ایک بات سو بار کہوں تب بھی سمجھ نہیں آتی۔ جب ایک بار کہا تھا کہ میری فائل

گھر پہنچ جانی چاہیئے پھر کیوں نہیں آئی۔اب مجھے کل اس کیس کا فیصلہ کروانا ہے۔بتاؤ کیسے کراؤں۔ایک تو سارے ناکارہ لوگ پال رکھے ہیں۔پندرہ منٹ میں فائل اب میرے گھر پہنچاؤ ورنہ تمھیں کام سے فارغ کردوں گا" مریم نے فون کان سے لگائے شہریار کی ایکٹنگ کرتے کہا تو ان سب نے قہقہہ لگایا جب کہ یشائم اسکی ویڈو بھی نا صرف بنا چکی تھی بلکہ شہریار کو بھیج بھی چکی تھی۔

"ہاہاہاہاہاہا یار!!! یہ کمال تھا افف واقعی شیری بھائی ایسے ہی کرتے ہیں" عائشہ نے ہنستے لوٹ پوٹ ہوتے کہا تو ان سب نے بھی ہنستے ہاں میں سرہلایا جبکہ مریم شرمگیں سا مسکرائی۔"افف سائیں سوری پر آپ کی نقل اتارتے بڑا مزہ آیا" مریم نے دل میں شہریار کو مخاطب کرتے کہا۔"مریم آؤ تم بیٹھو۔اب مہرو کی باری" ثانیہ نے اٹھتے اسے سہارا دیا اور صوفے پر بٹھایا جبکہ مہرماہ مسکراتے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور ضرار کی گلاسس پہنتے ہاتھ میں اسکا پین پکڑتے کندھوں پر اسکی اجرک ڈالتے فوراً کمر کے پیچھے ہاتھ باندھتے ضرار کی طرح کھڑی ہوئی۔"چلیں بتائیں کیا کرنا ہے میں نے" مہرماہ نے پوچھا۔"اچھا تو تم نے بھائی کی نقل اتارنی ہے جب بھائی اظہارِ محبت کرتے ہیں" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"ٹھیک ہے لیکن کوئی شرمائے گا نہیں" مہرماہ نے شرارت کہا تو سب ہنس پڑے۔"ہم تو نہیں پر تم نا شرما جانا" ثانیہ نے کہا تو اس نے لب دباتے اپنی شرم پر قابو پایا۔"نہیں شرماؤں گی۔اب دیکھیں" مہرماہ نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سرہلایا جبکہ یشائم نے پھر کیمرہ اون کیا۔"ماہ تمھیں پتہ ہے میں اس دنیا میں سب سے زیادہ محبت تم سے کرتا ہوں۔میں جب جب تمھیں دیکھتا ہوں تب مجھے تم سے نئے سرے سے عشق ہوتا ہے۔میں نے تم سے ایسا عشق کیا جیسا کبھی

کسی نے کسی سے نہیں کیا ہوگا۔ تم میرا کل اثاثہ ہو۔ میری جان ہو۔ میری زندگی ہو۔ میرا سب کچھ ہو" مہرماہ نے بامشکل اپنے لہجے کو مضبوط بناتے ضرار کے اظہارِ محبت کی نقل اتاری تو ان سب نے ہوٹنگ کی جبکہ مہرماہ جھینپ گئی۔ اسکے رخسار یکدم ہی تپنے لگے۔ پلکیں جھک کر سجدہ ریز ہوئیں جبکہ جسم کا حال یوں ہوا گویا ضرار سامنے کھڑا ہو۔ "میں صدقے میں قربان۔ ضرار بھائی اتنا پیارا اظہارِ محبت کرتے ہیں میری دوست سے" مریم نے مسکراتے کہا تو اسکے رخسار مزید گلابی ہوئے جس پر وہ سب ہنسیں جبکہ میشائم ضرار کو ویڈیو بھیج چکی تھی۔ "ہاہاہاہا یار یہ ہمیں کہہ رہی تھی شرمانا نہیں اور خود لال ٹماٹر بن گئی ہے" عائشہ نے قہقہہ لگاتے کہا تو وہ چاروں ہنسی جبکہ ثانیہ نے بچوں کی طرح ثانیہ کو دیکھا جس نے کھڑے ہوتے اپنے بازو واء کیے جس پر وہ فوراً اسکے ساتھ لگتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گئی۔ "شرما گیا میرا بچہ" ثانیہ نے اسکے بال سہلاتے کہا۔ "ایسا نہیں کریں نا" مہرماہ نے بچوں کی طرح کہا تو ثانیہ نے اسکا سر چوما جبکہ وہ تینوں دبا دبا ہنسیں۔ "اچھا میری جان نہیں کرتی" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "ان سب کو بھی منع کریں" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "چلو بس اب کوئی میری گڑیا کو تنگ نہیں کرے گا" ثانیہ نے انھیں مصنوعی انداز میں گھورتے کہا تو ان تینوں نے اپنے منہ پر انگلی رکھی جس پر مہرماہ نے سکھ کا سانس لیا۔ "ویسے ضرار بھائی خاصے رومینٹک ہیں" ثانیہ نے یکدم کہا تو وہ لوگ ایک دم سے ہنسی جبکہ اب کی بار مہرماہ بھی بے بسی سے ہنس پڑی۔ وہ جانتی تھی یہ لوگ باز نہیں آئیں گی۔ ان پانچوں کی کھلکھلاہٹ پورے ہال میں گونج رہی تھی جس پر در و دیوار بھی مسکرا رہے تھے۔

"چلیں ماموں جان میں نکلتی ہوں کافی ٹائم ہوگیا ہے" اس بیس سالہ لڑکی نے شہریار کے سینے سے لگتے کہا۔ لڑکیوں کو گئے تھوڑا سا ٹائم ہوا تھا جب ایک بیس سالہ لڑکی قصرِ راجپوت میں داخل ہوئی اور سیدھی شاہجہاں بیگم کے ساتھ لگی۔ وہ مومل ملک تھی شہریار کی چچا زاد بہن کی بیٹی جو کہ رشتے میں اسکی بھانجی لگتی تھی۔ وہ آج ہی پاکستان آئی تھی اور آتے ہی سیدھا ان سے ملنے آئی تھی۔ سب بڑے اور لڑکے اس سے مل چکے تھے جبکہ لڑکیاں اسکی موجودگی سے انجان اپنی مستی میں لگیں تھی۔ اس وقت لاؤنج میں عامر کے علاوہ باقی سب موجود تھے۔ عامر کو ابھی کسی کی کال آئی تھی جسے سننے وہ باہر لان میں گیا تھا جبکہ باقی سب بیٹھے مومل سے باتیں کر رہے تھے۔ "ٹھیک ہے بچے۔ گارڈز ہیں نا ساتھ" شہریار نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "جی ساتھ ہیں آپ پریشان نا ہوں۔ اب مریم اور عائشہ آپی اور عامر ماموں کی وائف سے اگلی بار ملوں گی انشاللہ۔ ابھی چلتی ہوں ماما کی کالز آرہی ہے ڈانٹ پڑ جانی ہے" مومل نے مسکراتے کہا تو وہ ہنس دیا۔ چلو ٹھیک ہے جاؤ پھر شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سب سے ملتے باہر نکلی۔ ابھی اسے گئے ایک منٹ بھی نہیں ہوا تھا جب ساری لڑکیاں نیچے آتی نظر آئیں جسے دیکھ سب مسکرائے جبکہ اسد، شہریار اور ضرار کے چہروں پر گہری مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔ "بچوں کہاں رہ گئے تھے تم سب" انھیں دیکھ عالمگیر خان نے پوچھا۔ "بابا بس باتوں میں وقت کا پتا نہیں چلا" مریم نے انکے پاس بیٹھتے کہا تو وہ اسے حصار میں لیتے میشائم کو بھی اپنے پاس بلا گئے جس پر وہ بھی انکے پاس جاتے بیٹھ گئی۔ اور عائشہ نے ہمیشہ کی طرح

اپنی ماما کے پاس جگہ سنبھالی تھی جبکہ مہرماہ خلیل صاحب کے سینے سے لگتے بیٹھ گئی۔ انکے برعکس ثانیہ کی نظریں عامر کو تلاش رہی تھیں جسے صرف اسد نے محسوس کیا تھا تبھی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اسکے برابر جاتے کچھ فاصلے پر کھڑا ہوا۔ "بھابھی بھائی باہر ہیں لان میں" اسد نے مدھم آواز میں کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "میں نے۔ ۔کب پوچھا" ثانیہ نے نظروں کا زاویہ بدلتے کہا۔ "آپ نا بھی پوچھیں پیاری بھابھی جان آپ کی نظریں بھائی کا ہی پوچھ رہی ہیں جائیں اب اور میرا شکریہ ادا مت کیجئے گا اویں میں شرما جاؤں گا" اسد نے کہا تو اس نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی اور ایک نظر سب کو دیکھا جنکا اسکی طرف دھیان نا تھا۔پھر چپ چاپ باہر نکل گئی جبکہ اسکے یوں جانے پر اسد مسکرایا اور انکی دائمی خوشیوں کی دعا مانگتے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔دوسری طرف ثانیہ مسکراتے باہر آئی لیکن سامنے کا منظر دیکھ اس کی مسکراہٹ سمٹی جبکہ آنکھوں میں بے یقینی اتری کیونکہ سامنے ہی ایک لڑکی عامر کے سینے سے لگی کھڑی تھی جس سے وہ مسکرا کر باتیں کر رہا تھا۔ان دونوں کی اس طرف پشت تھے۔

"ماموں دیکھیں میں بے شک آپ سے پہلی بار ملی ہوں پر یاد رکھیے گا آپکی شادی میں مجھے سب سے زیادہ پروٹوکول چاہیئے آخر کار میں دلہے کی بھانجی ہوں" مومل نے عامر کو دیکھتے کہا جو اسے ایک طرف سے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ "اوکے بیٹا جو آپ کہیں" عامر نے نرمی سے اس کے حجاب سے ڈھکے سر پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تھینکیو ماموں یو آر دی بیسٹ" مومل نے کہا تو وہ مسکرا

دیا۔ ”آپ مجھ سے بھی زیادہ بیسٹ ہیں بچے“ عامر نے اسکا سر سہلایا تو وہ کھلکھلائی۔ ”اب اتنی تعریف کریں گے تو میں پھیل جاؤں گی“ مومل نے کہا تو وہ ہنس دیا جبکہ کچھ دور کھڑی ثانیہ اپنی جگہ پر کھڑی اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے مومل کا چہرہ نہیں دیکھا ورنہ یقیناً وہ آگے آجاتی۔ ”کوئی بات نہیں میری گڑیا اتنی پیاری ہے تھوڑا پھیلنا جچے گا آپ پر" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”بس اب آپ نے کہہ دیا میں پیاری ہوں اب فلیکس ماروں گی سب کے سامنے“ مومل نے کہا تو وہ پھر ہنسا۔ ”ٹھیک ہے“ عامر نے نرمی سے اسے ساتھ لگاتے اس کا سر چوما۔ ”چلیں اب میں جارہی ہوں ورنہ آپکی بہن نے آکر میری ٹانگیں توڑ دینی ہیں“ مومل نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”چلو ٹھیک ہے لیکن دھیان سے جانا اور پہنچ کر کال کردینا“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور چونکہ اسکی گاڑی باہر تھی تبھی بغیر اِدھر اُدھر دیکھے گیٹ سے باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی عامر اندر جانے کی جانے کی غرض سے مُڑا لیکن سامنے ثانیہ کو دیکھتے اسکے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ ”آپ کب آئیں“ وہ چلتے اسکے پاس آیا اور اسکی کمر کے گرد حصار باندھنا چاہا پر وہ پیچھے ہٹتے اس کی کوشش ناکام بنا گئی جبکہ اسے یوں پیچھے ہوتے دیکھ عامر نے اسے دیکھا جو اب دونوں بازو باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”کیا ہوا ثانیہ“ عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”کون تھی وہ لڑکی ! “ ثانیہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا تو عامر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ وہ کس لڑکی کی بات کررہی تھی۔ اسے واقعی سمجھ نا آئی۔ ”کونسی لڑکی؟“ عامر نے نا سمجھی سے پوچھا تو ثانیہ نے آئی برو اچکاتے گہری سانس بھری۔ ”وہی جسے ابھی یوں سینے سے لگائے دلاسے دے تھے جیسے اسکا پورا خاندان مرگیا ہے ! ! “ ثانیہ نے بھگو کر طنز مارا

جس پر عامر نے سٹپٹاتے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ "لا حولہ ولا قوۃ جان" عامر نے کہا تو اس نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ "جان جان نا کریں۔یہ بتائیں کون تھی وہ اور اسکی جرات کیسی ہوئی آپکے سینے سے لگنے کی بلکہ اسے تو میں بعد میں پوچھتی ہوں پہلے آپ بتائیں آپکی جرات کیسے ہوئی کسی لڑکی کو اپنے سینے سے لگانے کی۔یہ جگہ فقط میری ہے۔کون تھی وہ" ثانیہ نے اسکے کالر کو پکڑتے غصے سے غراتے پوچھا تو عامر کو اسکے نے خاصا محظوظ کیا۔وہ ہمیشہ جیلس ہوتے اپنے دبنگ انداز میں آتے اسکے دل کے تار چھیڑ جاتی تھی۔ "میری لڈو برفی آپ جیلس ہوتے کتنی کیوٹ لگتی ہیں" عامر نے پیار سے اسکے دونوں رخساروں پر چٹکی کاٹتے بولا تو ثانیہ نے اسے گھورا۔ "مجھے ڈسٹریکٹ مت کریں جو پوچھا ہے اس کا جواب دیں" ثانیہ نے اسکے کالر پر گرفت مضبوط کرتے تپ کر کہا تو عامر نے بغیر کچھ کہے ہلکا سا جھکتے اس کے ہونٹوں کو چھوا جس پر ثانیہ کا چہرہ پل میں شرم سے تپ کر انگارہ ہوا پر غصہ اس وقت شرم پر غالب آیا تھا تبھی وہ ہنوز اسے گھور رہی تھی۔ "یار ایسے دیکھیں گی تو میں نے آج ہی رخصتی کروا لینی ہے" عامر نے کہا تو ثانیہ کے ماتھے پر پڑے بلوں میں اضافہ ہوا۔ "اچھا اچھا میرا سکھ چین میں مذاق کر رہا تھا۔آپکو جاننا ہے نا وہ لڑکی کون ہے" عامر نے اسکے غصے کے گراف میں اضافہ ہوتے دیکھ فوراً کہا تو ثانیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "وہ آنزہ آپی کی بیٹی تھی مومل۔میری بھانجی ہے وہ" عامر نے کہا تھا تو ثانیہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ "مومل تو اٹلی میں ہوتی ہے۔جھوٹ بول رہے ہیں میرے ساتھ" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "آپکی قسم جھوٹ نہیں بول رہا۔وہ اپنی فیملی کے ساتھ آج ہی پاکستان آئی ہے۔اسکی فیملی اپنے

گھر چلی گئی جبکہ وہ یہاں آگئی مجھ سے ملنے اور اب مل کر چلی گئی" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اوہ کے شیپ میں ہونٹوں کو گول کیا۔ "پر وہ ہم سے کیوں نہیں مل کر گئی" ثانیہ نے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔ "کیونکہ وہ آپ سے شادی والے دن ملے گی اب بتائیں اور کوئی ڈاؤٹ ہے کیا میرے بچے کو" عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے اسکے کالر کو چھوڑتے اسکے سینے پر سر رکھا۔ "آپ پہلے نہیں بتا سکتے تھے" ثانیہ نے پوچھا تو وہ ہنستے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ "آپ نے مجھے موقع ہی نہیں دیا بیٹُو۔ اپنے غصے سے مجھے اتنا ڈرا دیا تھا" عامر نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ہاں تو میری غلطی تھوڑی ہے مجھے غصہ آیا ہے آپکو پتا ہے نا مجھے آپکے آس پاس کوئی بھی دوسری لڑکی برداشت نہیں ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے مسکراتے اسکا سر چوما۔ "یہ تو بڑا مسئلہ ہو گیا۔ مجھے تو ابھی آپکے علاوہ دو لڑکیوں کو سینے سے لگانا ہے۔ انھیں گود میں اٹھانا ہے۔ انکا ماتھا چومتے انھیں ڈھیر سارا پیار کرنا ہے" عامر نے جواباً کہا تو اس نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "کون ہیں وہ دو لڑکیاں" ثانیہ نے اسے گھورتے پوچھا۔ "ارے میری بیٹیوں کا تذکرہ اتنے غصے سے نا کریں۔ ورنہ جب وہ آئیں گی میں انھیں آپکی شکایت لگاؤں گا" عامر نے کہا تو ثانیہ کا چہرہ گلابی ہوا جبکہ ہونٹوں پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ "آپکو دو بیٹیاں چاہئے" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "جی مجھے بلکل آپ کی جیسی دو بیٹیاں چاہئیں" عامر نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "پر مجھے آپکے جیسے دو بیٹے چاہئیں جو بلکل ویسے ہی میرے دیوانے ہوں جیسے آپ ہیں" ثانیہ نے کہا وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہے تو پھر ہمارے چار بچے ہوں گے" عامر نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "چار ہو یا چالیس ابھی کیلئے رومینس بند کریں۔ میری گناہگار آنکھیں نا اس سے زیادہ رومینس

دیکھ سکتی ہیں اور نا میرے گناہگار اس سے زیادہ رومینٹک باتیں برداشت کرسکتے ہیں" ثانیہ کے کچھ بھی بولنے سے پہلے ان دونوں کو شہریار کی آواز آئی جس پر دونوں نے ایک دوسرے سے دور ہوتے آواز کی سمت دیکھ جہاں شہریار مین ڈور میں کھڑا انھیں مسکراہٹ دباتے دیکھ رہا تھا۔وہ باہر عامر کو ہی دیکھنے آیا تھا پر سامنے انھیں رومینس کرتے دیکھ اس نے انھیں چھیڑنا فرض سمجھا۔"توبہ توبہ میرے بھائی بھابھی کھلم کھلا ہی رومینس کررہے تھے جسے میں نے دیکھا بھی اور سنا بھی" شہریار نے انکے پاس آتے کہا تو عامر اور ثانیہ نے اسے دیکھا۔"تو آپ آنکھیں اور کان بند کرکے یہاں سے گزر جاتے" ثانیہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔"یار کیا ہر بار طعنہ مارنا ضروری ہوتا ہے" شہریار نے پوچھا۔"جی جیسے آپکا ہر بار سب کے مومنٹس خراب کرنا ضروری ہوتا ہے" ثانیہ نے دوبدو جواب دیا تو عامر ہنس پڑا جس پر شہریار نے اسے مدد طلب نظروں سے دیکھا جبکہ اسکے دیکھنے پر عامر نے دونوں ہاتھ کھڑے کیے جیسے کہنا چاہ رہا ہوں تم نے ہی چھیڑا تھا اب بھگتو جس پر اس نے کلس کر واپس ثانیہ کو دیکھا۔"استغفراللہ اور کس کا مومنٹ خراب کیا ہے میں نے" شہریار نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگایا۔"کس کا مومنٹ نہیں کیا ابھی صبح تو مہرو اور بھائی کا مومنٹ سپوئل کیا تھا ابھی بھی پوچھنا ہے تو اور بتاؤں" ثانیہ نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے جواب دیا تو عامر کا قہقہہ بے ساختہ تھا جبکہ شہریار نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے اسے دیکھا جو بھگو بھگو کر طعنے بھی انتہائی معصوم بننے کا ناٹک کرتے مار رہی تھی۔"بھائی یار سنبھالیں اپنی بیوی کو۔توبہ توبہ کتنے طنز کے تیر چلاتی ہے یہ اللہ معاف کرے" شہریار نے کہا تو ثانیہ نے عامر کو دیکھا جیسے پوچھنا چاہ رہی ہو آپ کس کی سائیڈ پر ہیں۔"بھئی

میری بیوی سے پنگا تم نے لیا تھا اب بھگتو میں نہیں بولنے والا۔میں وہی کروں گا جو میری بیوی کہے گیں اور ابھی وہ چاہتی ہیں کہ میں خاموش رہوں تو میں خاموش ہوں" عامر نے کہا تو شہریار اسکی زن مریدی پر غش کھانے کو تھا۔"بھائی ! ! زن مریدی کے ریکارڈ تو نا قائم کریں یار"شہریار نے لگ بھگ چلاتے کہا۔"میں پیدائشی زن مرید ہوں اور اگر بیوی ایسی ہوں تو زن مریدی میں ریکارڈ قائم کرنے میں کیسی شرم" عامر نے کہا تو شہریار نے صدمے سے اسے دیکھا جبکہ ثانیہ عامر کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دی۔"واہ بھئی کوئی عزت ہی نہیں میری۔بیوی کے آتے ہی بھائی بھائی نا رہا" شہریار نے اپنے نادیدہ آنسو صاف کرتے باقاعدہ ہچکی بھرتے کہا تو وہ دونوں اسکی نوٹنکی پر آنکھیں گھما گئے جبکہ شہریار انکے اتنے ٹھنڈے رسپانس پر منہ بناتے اندر چلا گیا جسے دیکھ وہ دونوں قہقہ لگاتے ہنسے۔"چلیں ہم بھی اب اندر چلیں" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا پر وہ نفی میں سر ہلاتے دوبارہ اسے اپنے قریب تر کر گیا۔"کیا کر رہے ہیں اندر جانا ہے سب انتظار کر رہے ہونگے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جانتا ہوں پر ابھی ایک چیز دکھاتا ہوں اسکا جواب دیں مجھے" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔"کونسی چیز" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے اپنا موبائل نکالتے موبائل پر کچھ سیکنڈ کیلئے انگلیاں نچاتے ایک ویڈیو پلے کرتے اسکی طرف موبائل سکرین کی تو ثانیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔یہ وہی ویڈیو تھی جو میشائم نے کچھ دیر پہلے اسے سینڈ کی تھی اور جسے وہ اب تک کوئی بیس بار دیکھ چکا تھا۔اسے ثانیہ اپنی نقل اتارتے بے حد پیاری لگی تھی۔"یہ۔۔آپ کے۔۔پاس کہاں سے۔۔آئی" ثانیہ نے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔"یار اتنے کیوٹ انداز میں نا پوچھیں۔مجھے ویسے ہی آپ پر پیار آرہا ہے

اوپر سے اگر آپ ایسی حرکتیں کریں گی تو میں نے آپکو اپنے دل میں چھپا لینا ہے" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا باتیں نا کریں سچی بتائیں یہ کہاں سے آئی ہے آپکے پاس" ثانیہ نے پوچھا۔ "یشائم گڑیا نے بھیجی تھی" عامر نے کہا تو ثانیہ نے دانت پیسے۔ "یشائم کی بچی تم تو گئی اب" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "نہیں بچہ کچھ نہیں کہنا اسے" عامر نے نرمی سے کہا تو اس نے اسے دیکھا اور مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا اسے چھوڑیں یہ بتائیں یہ کیا ہو رہا تھا" عامر نے اسکی ٹھوڑی تھامتے بات بدلتے پوچھا۔ "وہ ہم لوگ گیم کھیل رہے تھے جس میں ہم اپنے اپنے شوہر کی نقل اتار رہے تھے" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "اور میرے بچے نے تو بڑی خوب میری نقل اتاری" عامر نے لاڈ سے کہتے اسکی ناک سے ناک مس کی تو وہ کھلکھلا کر ہنستے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ بھی مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔

"میں اتنے پیارے انداز میں مناتا ہوں یہ سب کو بتانے کی کیا ضرورت تھی" اسد نے عائشہ کو پشت سے حصار میں لیتے کہا جو آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال سکھا رہی تھی۔ عائشہ تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے روم میں آئی تھی اور اب وہ نہاتے کپڑے وغیرہ بدلتے آئینے کے سامنے بال کھڑی بال ڈرائے کر رہی تھی جب اسد ہمیشہ کی طرح بالکونی سے اندر آیا۔ سب لوگ آج یہیں تھے سوائے شہریار اور ماہ دیر کے جو اپنی اپنی بیوی کے ساتھ آج عالمگیر خان اور فہمیدہ خان کے بے حد اصرار پر ان کی طرف رہنے جا رہے تھے۔ وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی نکلے تھے۔ ماہ دیر کے جانے سے چونکہ ثانیہ اور خلیل

صاحب ہی رہ گئے تھے تبھی مہرماہ نے انھیں یہاں روک لیا اور انکو یہاں رکتے دیکھ عامر نے بھی شاہجہاں بیگم اور اسد کے ساتھ یہیں رکنے کا فیصلہ کیا۔ اگر اسے ایک پوری رات اپنی بیوی کے پاس رہنے کا موقع مل رہا تھا تو بھلا وہ کیسے یہ موقع ہاتھ سے جانے سے دیتا اور یہی حال اسد کا تھا جو اب سب کے اپنے اپنے روم میں جانے کے بعد عائشہ سے ملنے آیا تھا تاکہ اس سے اس ویڈیو کے متعلق پوچھ سکے جو میشائم نے اسے بھیجی تھی۔ "کیا مطلب" عائشہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔ "مطلب یہ کیا ہے" اسد نے اپنے موبائل میں ویڈیو پلے کرتے اسکے سامنے کی تو عائشہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ وہ اسکی ویڈیو تھی جس میں وہ اسد کی نقل اتار رہی تھی۔ پر یہ اسد کے پاس کہاں سے آئی تھی۔ "اسد یہ آپکے پاس کہاں سے آئی" عائشہ نے جلدی سے پوچھا۔ "کہاں سے آئی کہاں سے نہیں یہ بتاؤ میری ایکٹنگ اتنی اچھی کرتی ہو۔ مجھے کیوں نہیں بتایا کبھی" اسد نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے پوچھا تو اس نے آئینے میں سے اسے دیکھا جو انتہائی محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "وہ۔۔ ہم لوگ۔۔ بس کھیل رہے۔۔ تھے اسد" عائشہ نے صفائی پیش کی۔ "میں صدقے اس کھیل کے کہ جس کی وجہ سے تم مجھ جیسی لگو۔ دیکھو میرے کوٹ میں تم کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ ویسے اسے دیکھ کر میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اکثر تمھیں اپنے کپڑے میں پہنیں دیکھوں" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اور اکثر آپکی نقل اتارنے کے بارے میں کیا خیال ہے" عائشہ نے شرارت سے پوچھا تو اسد ہنس پڑا۔ "خیال تو بہت نیک ہے لیکن اسکے لیے پہلے تمھیں مکمل میرے پاس آنا پڑے گا" اسد نے کہا تو اس نے رخ موڑتے اسے دیکھا۔ "تو پھر انتظار کریں" عائشہ نے کہا

تو وہ اسکے کندھے سے پیشانی ٹکا گیا۔ "انتظار ہی تو کر رہا ہوں پھر ایک بار تم میرے پاس آجاؤ۔ پھر تمھیں کہیں نہیں جانے دوں گا" اسد نے پیر سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ویسے میں آپکی ایکٹنگ کافی اچھی کرتی ہوں نا" عائشہ نے پوچھا تو اسد نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو اسے یوں دیکھ رہی تھی گویا کوئی فخر کا کام کیا ہو اور اب اسکا انعام چاہیے تھا۔ "ہاں جی بہت اچھی۔ مجھے تو بلکل اندازہ ہی نہیں تھا کہ میری شہزادی میری نقل بھی اتار سکتی ہے اور باخدا اتنی اچھی طرح کہ مجھے ہنسی اور پیار یک وقت آنے لگیں" اسد نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ اسکے رخسار گلابی ہوئے۔ "مجھے پتا تھا آپکو اچھی لگے گی۔ ویسے تو ہم لوگوں نے آپ سب سے یہ چھپانا تھا پر نا جانے آپکو کیسے یہ ویڈیو مل گئی" عائشہ نے نا سمجھی سے کہا۔ "میشائم گڑیا نے بھیجی تھی" اسد نے کہا تو عائشہ کی نا سمجھی بھک سے اڑی۔ اسے اب سمجھ آئی تھی کہ میشائم نے کیوں ناٹک نہیں کیا کیونکہ وہ ان سب کو ویڈیو بنانے میں مصروف تھی اور وہ لوگ کھیل میں اتنا کھوئے تھے کہ کسی نے بھی دھیان نا دیا۔ "میشائم کی بچی کو تو میں بتاؤں گی" عائشہ نے دانت پیستے کہا تو اسد ہنس پڑا۔ "ارے کیوں بھئی میشائم گڑیا کی وجہ سے مجھے میری بیوی کا اتنا خوبصورت روپ دیکھنے کو ملا ہے۔ میں تو گڑیا کا شکریہ ادا کروں گا" اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا جو یوں خوشی سے بتا رہا تھا گویا اسکے ہاتھ کوئی خزانہ لگ گیا ہو۔ ا"سد ایک عام سی ویڈیو ہی تو ہے" عائشہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ایک عام ویڈیو نہیں ہے یہ بس۔ اس میں تم مسکراتی ہوئی نظر آرہی ہو یہ خاص ہے بے حد خاص۔ میں دن رات اسے بنا تھکے دیکھ سکتا ہوں بھلا یہ عام کیسے ہو سکتی ہے" اسد نے کہا تو عائشہ نے مسکراتے اسے دیکھا۔ "آپ

جانتے ہیں آپ سے زیادہ محبت مجھے کوئی نہیں کرسکتا" عائشہ نے مزید اسکے قریب ہوتے اسکی ٹھوڑی پر ہونٹ رکھتے کہا تو اسد کے کان کی لویں ہمیشہ کی طرح سرخ ہوئیں۔"یہ غلط ہے شہزادی اسد نے اپنے کان کی لو کو سہلاتے اپنے گلابی ہوئے رخسار چھپاتے کہا تو عائشہ مسکرائی۔"کیوں غلط ہے میں آپکی بیوی ہوں اور مجھے پورا حق ہے" عائشہ نے کہا اور اب کی بار اس کی ناک کو چھوا تو اسد نے اسے دیکھا۔"بس بس میری جان۔اب میں مزید شرمانے لگا تو کوئی ایسی بات کردوں گا جس سے تم نے دو گھنٹے شرماتے رہنا ہے" اسد نے کہا تو عائشہ کی آنکھیں پھیلیں۔وہ دھمکی بھی ایسی لگاتا تھا کہ جس سے وہ فوراً سیدھی ہوجاتی تھی۔"ہاہاہاہاہاہا کیا ہوا شہزادی ابھی تو میں کوئی بات بھی نہیں کی" اسد نے اسکو آنکھیں پھیلاتے دیکھ شرارت سے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا جو اب آنکھیں نچاتے اسے دیکھ رہا تھا اور کمبخت لگ بھی اتنا پیارا رہا تھا کہ عائشہ نے نظریں چُرائیں جسے دیکھ اسد مسکرایا اور اس کی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ روبرو کرگیا۔"میں پیارا لگ رہا ہوں عائشہ؟"اسد نے پوچھا تو عائشہ نے پلکوں کی باڑ اٹھاتے اسے دیکھا پر اگلے ہی پل پھر نگاہیں جھکا گئی۔"بتاؤ عائشہ میں زیادہ پیارا لگ ہوں کیا؟" اسد نے دوبارہ پوچھا۔"دل کو لگ رہے ہیں" عائشہ نے مدھم آواز میں جواب دیا تو اسد کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"فلرٹ کررہی ہو" اسد نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔'حق رکھتی ہوں" عائشہ کی بات سنتے اسد نے قہقہہ لگایا اور اسے سینے میں بھینچ گیا جس پر عائشہ بھی مسکراتے اسکے گرد بازو حمائل کرگئی۔"آئی لو یو جانم عاشقی" اسد نے کہتے اسکا سر چوما تو وہ مسکرائی۔

"ویسے آج کسی نے میرے غصے میں ہونے والی ایکٹنگ بڑی اچھی طرح کی ہے" شہریار نے مریم کے پیروں کی مالش کرتے شرارت سے کہا تو مریم جو نیند میں جارہی تھی اس نے فوراً آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ "سائیں باز آجائیں" مریم نے اسے دیکھتے کہا۔ شہریار کی آنکھوں میں ناچتی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ اسے بار بار تنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ "کیوں بھئی میری بیوی اتنی پیاری لگ رہی تھی میری طرح سٹائل مارتے۔ میں تو بار بار یاد کروں گا" شہریار نے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ "سائیں نہیں بس اب آپ بار بار ذکر نہیں کریں گے" مریم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ کیوں نہیں کروں۔ "تم میری پٹھانی ہو اور تمھارا ذکر کرنا میں نے خود پر فرض کر رکھا ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا بھی اسے چھوڑیں۔ آپ سے ایک بات پوچھوں سائیں" مریم نے بات بدلتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں پوچھو" شہریار نے کہا۔ اسکے ہاتھ ہنوز مریم کے پیروں پر حرکت کر رہے تھے۔ "سائیں آپکو بیٹی پسند ہے یا بیٹا" مریم نے پوچھا تو اسکے چہرے پر نرمی آئی۔ "پہلے تم بتاؤ" شہریار نے اسے دیکھتے کہا۔ "مجھے دونوں ہی پسند ہیں پر بیٹا تھورا سا زیادہ پسند ہے کیونکہ بیٹے ماما کی ٹیم میں ہوتے ہیں نا" مریم نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ "اچھا تو اسکا مطلب تمھیں پہلا بیٹا چاہیئے" شہریار نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار نے دل میں اسکی خواہش پوری ہونے کی دعا مانگی۔ "جی میں چاہتی ہوں ہماری پہلی اولاد بیٹا ہوں جسے میں خوب پیار کروں اور اسکے ساتھ مل کر آپکو خوب تنگ کروں۔ اب آپ بتائیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "بیٹا بھی ٹھیک ہے پر میں چاہتا ہوں ہماری پہلی بیٹی

ہو۔ میری پرنسز جسے میں ہمیشہ سینے سے لگا کر رکھوں گا۔ جو میرا ساتھ دے جب تم اور تمھارا بیٹا مجھے تنگ کرو۔ جو میرے گھر آتے ہی مجھ سے لپٹ جائے اور پھر مجھے اپنے پورے دن کی روٹین بتائے۔ جسکے بالوں کے میں پیارے پیارے ہیئر اسٹائلز بنایا کروں گا۔ جسکو میں ہر وہ چیز لے کر دلاؤں گا جس پر وہ انگلی رکھے گی۔ میری پرنسز جسے اس پوری دنیا میں شہریار ملک کی بیٹی کے نام سے جانا جائے گا۔ جو میرا دل ہوگی اور میری آنکھوں کا نور ہوگی۔ اپنے بابا کی پرنسز ہوگی۔ جسے ہم دونوں مل کر سب کچھ سیکھائیں گے" شہریار نے آہستہ آہستہ اپنے احساسات بیان کیے تو مریم نے دل میں بے ساختہ پہلے بیٹی ہونے کی دعا مانگی۔ "اگر پہلے بیٹا ہوگیا تو آپ اسے بھی یونہی پیار کریں گے" مریم کے اگلے سوال پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں وہ بھی میری اولاد ہوگا۔ میرا بیٹا ہوگا میرا ننھا سا شہزادہ جسے میں خوب پیار کروں گا پر میری پرنسز جب آئے گی تو اسے تھوڑا سا زیادہ کروں گا" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپکی پرنسز بھی یقیناً آپ سے بہت پیار کرے گی" مریم نے کہا تو شہریار کا چہرہ کھلا۔ "وہ مجھ سے پیار کرے گی تو میں ساری دنیا کی نعمتیں اسکے ننھے ننھے پیروں میں رکھ دوں گا" شہریار کی بات سنتے مریم مسکرائی۔ "آپ ایک بہترین شوہر ہیں اور انشاء اللہ آپ ایک اچھے باپ بھی ہونگے" مریم کی بات پر اس نے انشاء اللہ کہا۔ "یہ تو ویسے تین ماہ بعد پتہ چلے گا پر میں ہماری اولاد کیلئے بہترین باپ بننے کی پوری کوشش کروں گا" شہریار نے کہا تو اس نے انشاء اللہ کہا۔ "مجھے یقین ہے آپ اس کے لیے بہترین ہونگے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے چوم گیا۔ "یہ تمھارا یقین ہی ہے جو مجھے کبھی ڈگمگانے نہیں دیتا" شہریار نے کہا۔ "انشاء اللہ کبھی ڈگمگانے دے گا بھی نہیں"

مریم کی بات پر اس نے انشاء اللہ کہا۔ "چلو اب سوجاؤ۔ ورنہ سر دکھے گا۔ ٹائم زیادہ ہورہا ہے" شہریار نے اس کے قریب ہوتے اسے اپنے حصار میں لیتے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "مجھے ابھی اور باتیں کرنی ہے" مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "آنکھیں دیکھو اپنی نیند سے لبریز ہیں۔ صبح باتیں کرلینا میں کون سا کہیں جارہا ہوں۔ ابھی سوجاؤ زیادہ جاگنا ابھی تم دونوں کیلئے اچھا نہیں" شہریار نے نرمی سے اسکے پپوٹوں کو سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھر ہم صبح یہیں سے بات کریں گے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے اب شاباش آنکھیں بند کرو اور اچھے بچوں کی طرح نیند پوری کرو" شہریار نے پیار سے اسکی ناک دباتے کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر شہریار نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "اب بس میرا بچہ" شہریار نے پیار سے اسکے بال سہلاتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلاتے آنکھیں موندیں جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسے اپنے قریب کرگیا۔

"بابا ذان اتیں (بابا جان اٹھیں)" حوریہ نے ماہ دیر کے چہرے کو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے چھوتے کہا جو بیشائم اور اسے خود میں بھینچے سورہا تھا۔ حوریہ کی آنکھ ابھی کھلی تھی جبکہ اسکے ماما بابا ابھی تک سورہے تھے تبھی اس نے انھیں اٹھانے کا سوچا۔ "جی میرا بچہ" اسکی پکار پر ماہ دیر نے ایک آنکھ کھولتے اسے دیکھا جو اس؛کے سینے پر بیٹھی اسے اٹھا رہی تھی۔ "ات دائیں۔ حولیہ ات دی اے (اٹھ جائیں۔ حوریہ اٹھ گئی ہے)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میرا بچہ میں بھی اٹھ گیا ہوں" ماہ دیر

نے اسکی ننھی سی ہتھیلی چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "میں بھی اٹھ گئی ہوں" میشائم نے اپنی آنکھیں کھولتے کہا اور اپنی کلائی ماہ دیر کے سامنے کی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکی کلائی تھامتے چوم گیا۔ "ماما حولیہ آدپیلے اتی اے (ماما حوریہ آج پہلے اٹھی ہے)" حوریہ نے مسکراتے کہا اور اسکے پاس جانا چاہا پر ماہ دیر اسے روک گیا۔ "حور بچہ میرے پاس بیٹھیں ماما کی طبیعت نہیں ٹھیک" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو اس نے پریشان ہوتے میشائم کو دیکھا۔ "تا اوا ماما (کیا ہوا ماما)" حوریہ نے جلدی سے پوچھا۔ "کچھ نہیں ہوا میری جان بس ماما کی کمر میں درد ہے" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو حوریہ نے ہونٹ گول کرتے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "بابا ذان ماما تو دائی دیں نا پھل (بابا جان ماما کو دوائی دیں نا پھر)" حوریہ نے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔ ابھی ناشتہ کروا کر دیتے ہیں۔ "ابھی آپ یہاں لیٹیں اور مجھے ایک بات بتائیں" ماہ دیر نے اسے نرمی سے اپنے اور میشائم کے درمیان لٹاتے خود کہنی کے بل ہوتے کہا۔ "تا باؤں (کیا بتاؤں)" حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "آپ نے ضرار چاچو سے بے بی لانے کا کہا تھا یاد ہے آپکو" ماہ دیر کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو آپکو ابھی بھی بے بی برادر یا سسٹر چاہیئے" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے ماتھے پر آئے اسکے چاکلیٹ براؤن بالوں کو ہٹاتے پوچھا۔ "دی مذے واج تے دیشا تو تا بائی تائیے (جی مجھے وہاج کے جیسا چھوٹا بھائی چاہیئے)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا جب کہ میشائم کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھری۔ "اچھا اور بہن نہیں چاہیئے" ماہ دیر نے پوچھا تو حوریہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "بین تو می اوں نا بائی تائیے (بہن تو میں ہوں نا بھائی چاہیئے)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر نے خاموشی ہاں میں سر ہلایا جبکہ میشائم نے ایک نظر ان دونوں

کو دیکھا۔ حوریہ کی معصوم باتوں سے اسکے بھائی کی خواہش صاف عیاں تھی پر ماہ دیر کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اسے بار بھی بیٹی چاہیئے۔ پر اسے پریشانی نہیں تھی وہ جانتی تھی بیٹا ہو یا بیٹی ماہ دیر اپنی اولاد کو بے حد پیار کرے گا۔ "ماما اپ تو بائی تائیے یا بین (ماما آپ کو بھائی چاہیئے یا بہن)" حوریہ نے اس سے پوچھا۔ "مجھے وہی چاہیئے جو اللہ پاک دیں بس اللہ اسے صحیح سلامت ہمیں دے" یشائم نے کہا تو ماہ دیر نے مسکراتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جبکہ حوریہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "بابا ذان اپ بائیں اپ تو بائی تائیے جا بین (بابا جان آپ بتائیں آپکو بھائی چاہیئے یا بہن)" حوریہ نے یشائم کی نا سمجھ آنی والی بات کا جواب دینے کی بجائے ماہ دیر سے پوچھا۔ "مجھے ویسے تو آپکے جیسی ایک اور لٹل ہائنس چاہیئے پر اگر ایک پرنس آگیا تو میں اسے بھی بہت پیار کروں گا بس اللہ پاک میری اولاد اور یشائم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے" ماہ دیر نے کہا تو یشائم مسکرائی۔ "مذے اپ دونوں تی شمج نئی ائی پل مذے بائی تائیے وہ بی واج جیشا (مجھے آپ دونوں کی سمجھ نہیں آئی پر مجھے بھائی چاہیئے وہ بھی وہاج جیسا)" حوریہ نے ان دونوں کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرائے جبکہ یشائم نے جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ۔ "تو آپکو وہاج جیسا بھائی چاہیئے؟" یشائم نے کہا تو اسکی بات پر حوریہ نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا۔ "پھر آپ بھی اللہ پاک سے دعا کریں کہ وہ آپکو وہاج جیسا بھائی دیں اور ساتھ ہی آپ کی ماما اور بھائی کو اپنے حفظ و امان رکھیں" ماہ دیر نے مسکراتے کہا تو حوریہ نے دونوں ہاتھ دعا کی صورت اٹھائے اور آنکھیں بند کیں جسے دیکھ وہ دونوں مسکرائے۔ "اللہ پاک مذے پالا شا واج جیشا بائی دے دیں۔ پل وہ واج جیشا بندل نا او۔ اول میلی ماما اول بائی تو اپے حج و مان می لتھیں۔ اول میلے بائی تو

دلدی بید دیں مذے اشے پال تلنا اے (اللہ پاک مجھے پیارا سا وہاج جیسا بھائی دے دیں۔پر وہ وہاج جیسا بندر نا ہو۔اور میری ماما اور بھائی کو اپنے حفظ و امان میں رکھیں۔اور میرے بھائی کو جلدی بھیج دیں۔مجھے اسے پیار کرنا ہے)" حوریہ نے آنکھیں کھولے بغیر اللہ سے دعا مانگی۔جبکہ اس کی معصوم دعائیں سنتے وہ دونوں مسکراتے زیرِ لب آمین کہتے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔جو اب اللہ سے ناجانے کون کون سی دعائیں مانگ رہی تھی۔اور ان دعاؤں میں اسکے بھائی کا ذکر تھا۔جسکے آنے کے بعد وہ اسے کتنا پیار کرے گی۔اس سے اپنی چیزیں شئیر کرے گی پر اپنے بابا کو شئیر نہیں کرے گی۔جبکہ اسکی باتوں پر وہ دونوں کبھی ہنستے تو کبھی اسکی منہ چوم جاتے جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس دیتی۔بے شک حوریہ انکا سکون تھی۔انکی کل کائنات تھی اور اب انکی کل کائنات میں ایک ننھے فرشتے کا اضافہ ہونے والا تھا۔

"آپکو پتا ہے وہاج۔میں پہلے یہاں پڑھتی تھی پر پھر آپ آئے تو میں آن لائن پڑھنے لگی" مہرماہ نے اپنے ساتھ لگے وہاج کو دیکھتے کہا جو اپنی بھوری آنکھوں سے ٹکر ٹکر اسے تو کبھی اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا جسے دیکھ مہرماہ مسکرائی۔مہرماہ اس وقت اپنی یونیورسٹی میں موجود تھی۔خلیل صاحب اور ثانیہ کے ساتھ ساتھ شاہجہاں بیگم اور باقی سب آج صبح چلے گئے تھے جبکہ عائشہ آفس چلی گئی تھی اور گھر کے بڑے کسی رشتے دار کے گھر گئے تھے۔جس وجہ سے وہ یہاں آگئی۔ضرار کو آف ہونے والا تھا تبھی وہ وہاج کے ساتھ یہاں اسے سرپرائز دینے آگئی تھی۔اس نے صبح اسے کہا تھا کہ آج آف کرلے پر

ضرار کا پیشہ اسکا جنون تھا تبھی وہ شدید تھکاوٹ کے باوجود آج آگیا تھا اور مہرماہ جانتی تھی انھیں دیکھ کر اسکی تھکاوٹ خود بخود ہی اتر جائے گی۔ "اسلام علیکم مہرماہ" ابھی وہ یونی کے گراؤنڈ میں پہنچی تھی جب اسے کسی نے سلام کیا جس پر اس نے مُڑتے آواز کی سمت دیکھا جہاں اسکی ایک کلاس فیلو کھڑی تھی۔ "وعلیکم اسلام" اس نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "ماشاءاللہ یہ تمھارا اور سر ضرار کا بے بی ہے" اس نے پوچھا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی یہ ہمارا بیٹا وہاج ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ماشاء اللہ کہا۔ "ویسے سر نے بتایا نہیں اپنے بیٹے کا۔ میرا مطلب یونی میں کوئی بھی نہیں جانتا" اس لڑکی نے حیرت سے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی۔ "جی بس ضار اپنی پرسنل لائف کسی سے شئیر نہیں کرتے اور میں بھی دو ماہ سے نہیں آئی ورنہ میں بتا دیتی" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن تمھیں دیکھ کر بھی کبھی نہیں لگا شاید تم ہر وقت خود کو ڈھانپ کر رکھتی تھی اس لیے" اس لڑکی نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی میں اسی لیے خود کو ڈھانپ کر رکھتی تھی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ماشاءاللہ اچھی بات ہے۔ اللہ پاک اسکے نصیب اچھے کرے یہ بلکل تمھارے جیسا ہے لیکن اسکی آنکھوں کا کلر تم سے اور سر سے مختلف ہے" اس لڑکی نے کہا تو اس نے وہاج کی آنکھوں کو دیکھا۔ "ہاں اسکی آنکھیں میرے بابا جیسی ہیں بھوری اور بال اپنے بابا جیسے سیاہ ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس لڑکی نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ماشاءاللہ۔ ویسے تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ سر سے ملنے آئی ہو" اس لڑکی نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں انھی سے ملنے آئی ہوں۔ اسے اپنے بابا چاہیئے تھے۔ کہاں ہیں ضار" مہرماہ نے پوچھا تو وہ لڑکی مسکرائی۔ "سر لائبریری کے پاس والی

خالی کلاس میں بیٹھے کوئی کام کر رہے ہیں" اس لڑکی نے کہا تو مہرماہ ہاں میں سر ہلاتے اس کلاس روم کی طرف بڑھی۔ وہ چلتے اوپر کی طرف بڑھ رہی تھی اور وہ جہاں سے گزر رہی تھی ہر آتا جاتا سٹوڈنٹ اسے سلام کر رہا تھا جبکہ بہت سے اساتذہ بھی اسکا حال چال پوچھتے وہاج کو دیکھتے حیران ہوئے تھے جبکہ مہرماہ مسکراتے بھرپور اعتماد سے سب کو جواب دے رہی تھی۔ کچھ لوگ تو مہرماہ کو دیکھتے بھی حیران ہوئے تھے۔ وہ بلکل مختلف لگ رہی تھی کہاں وہ ڈر ڈر کر چلنے والی مہرماہ تھی اور کہاں آج وہ ہر ایک کو بھرپور اعتماد سے نا صرف مل رہی تھی بلکہ سر بلند کر کے ہر چیز کا جائزہ بھی لے رہی تھی۔ یہ یقیناً ضرار کا عشق تھا جو اسکے پور پور کو اپنے رنگ میں رنگ چکا تھا۔ وہ آج مہرماہ سکندر نہیں بلکہ مہرماہ ضرار راجپوت بنے یہاں آئی تھی۔ اسکے انداز میں غرور تھا اور یہ غرور اس پر جچ رہا تھا۔ سب کی نظریں اس پر چند ثانیے کو ٹھہر رہی تھی اور وہ ان سب کی نظروں کو خود پر محسوس بھی کر سکتی تھی۔ پر وہ بغیر رکے بھرپور اعتماد سے چلتے وہاج کو یونہی ساتھ لگائے اس کلاس روم کی طرف بڑھ گئی جہاں ضرار موجود تھا۔ مہرماہ چلتے سیدھا اس کلاس کے اندر آئی جہاں ضرار ایک کرسی پر بیٹھا کوئی کام کرنے میں مصروف تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی مہرماہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ ضرار نے اسے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ شاید وہ اپنے کام میں کافی مصروف تھا تبھی اس نے کسی کی موجودگی محسوس نہیں کی تھی۔ "وہاج لگتا ہے آپکے بابا زیادہ مصروف ہیں۔ ہم گھر واپس چلتے ہیں" مہرماہ نے وہاج کو اپنی باہوں میں ٹھیک کرتے کہا جبکہ ضرار جو کام کرنے میں مصروف تھا اس کی آواز پر ضرار نے ایک جھٹکے سے سر اٹھاتے دروازے کی طرف دیکھا جہاں مہرماہ سرخ شلوار قمیض پہنے وہاج کو گود میں

اٹھائے ہوئے کھڑی تھی۔وہاج اس وقت وائٹ بے بی آوٹ فٹ پہنے چھوٹا سا گڈا لگ رہا تھا۔"ماہ۔وجی" انھیں دیکھ ضرار اپنا کام چھوڑتے فوراً کھڑا ہوا تو مہرماہ مسکراتے اسکی طرف بڑھی۔"اسلام علیکم" مہرماہ نے کہا تو وہ آگے بڑگا اور اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ اسے سینے سے لگانا چاہتا تھا پر وہ جانتا تھا یونیورسٹی وہ ایسی حرکت ہرگز نہیں کرسکتا تھا۔"وعلیکم اسلام تم دونوں یہاں خیریت اور مجھے بتایا کیوں نہیں" ضرار نے مسکراتے پوچھا تو وہ مسکرائی۔"بس کوئی گھر پر تھا نہیں تو ہم ماں بیٹا بور ہورہے تھے اس لیے ہم نے سوچا کیوں نا آپکے پاس آجائیں" مہرماہ نے کہا تو ضرار کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔"بہت اچھا کیا۔میں تم دونوں کو مس کررہا تھا" ضرار نے کہا اور نرمی سے وہاج کو اسکی گود سے پکڑتے اپنے سینے سے لگایا جب کہ اس کے لمس پر وہاج مسکرایا۔"میرا بچہ۔بابا کی جان۔بابا نے آپکو مس کیا وہاج" ضرار نے اسکا ماتھا چومتے کہا اور اسے سینے میں بھینچا جس پر مہرماہ مسکرائی جبکہ وہاج کے ننھے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے۔"آپ فری ہیں" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو وہاج کے چہرے کے نقوش چوم رہا تھا۔"ہاں فری ہوں" ضرار نے اسے دیکھتے جواب دیا۔"تو پھر کہیں گھومنے چلیں" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"ہاں ضرور بس میں سٹاف روم سے اپنا سامان لے لوں پھر چلتے ہیں" ضرار نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کہا تو مہرماہ مسکرائی۔"چلیں ٹھیک ہے" مہرماہ نے کہا اور جاتے کرسی پر پڑی فائل کو اٹھاتے اس کے ساتھ باہر کی جانب بڑھی۔"مجھے تمھیں سینے سے لگانا ہے" ماہ ضرار نے مہرماہ کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے کہا تو وہ مسکرائی۔"ابھی نہیں گاڑی میں بیٹھیں گے پھر" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر

ہلایا۔ ”ٹھیک ہے“ ضرار نے گہری سانس بھرتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسے دیکھا جو ایک ہاتھ سے وہاج کو تھامے دوسرے سے اسکا ہاتھ پکڑے سٹاف روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”شایان تم مہندی کا فنکشن شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹا پہلے آجانا“ رافع نے سامنے بیٹھے شایان کو دیکھتے کہا۔ ”میں آجاؤں گا۔ تم فکر مت کرو“ شایان نے سیگریٹ کا کش بھرتے کہا۔ وہ دونوں اس وقت رافع کے ڈیرے پر موجود تھے۔ ”شایان اور رافع یونی ٹائم سے دوست تھے۔ شایان عامر سے پٹنے کے بعد رافع کی طرف گیا تھا۔ اور اسی دن سے ان دونوں نے عامر کے خلاف محاذ تیار کرنا شروع کردیا تھا۔ اور اس چیز کا پکا محاذ اس دن تیار ہوا جب عامر نے رافع کی اپنے گھر میں بے عزتی کی تھی۔ آج بھی وہ دونوں اپنے پلین کو ایک دفعہ ڈسکس کرنے آئے تھے۔ ہ”اں بس آجانا۔ کیونکہ اس عامر کی بیوی کے کمرے سے باہر جانے سے پہلے ہمیں وہاں پہنچنا ہے“ رافع نے حرام مشروب گلے میں انڈیلتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ 'جس قدر اس عامر نے ہماری بے عزتی کی ہے تمھیں لگتا ہے میں لیٹ ہوں گا۔ میں اسکی بیوی کے ساتھ وہ کروں گا کہ وہ خون کے آنسو روئے گا“ شایان نے کہا تو رافع شیطانی انداز میں مسکرایا۔ ”اس کو خون کے آنسو ہی تو رلانے ہیں۔ آخر کو اس نے رافع ملک اور شایان سکندر کو ذلیل کیا ہے۔ اور اسکی بیوی باخدا بہت پیاری ہے۔ بس ہاتھ آجائے“ رافع نے کہا تو شایان کے سامنے ثانیہ کا عکس آیا۔ ”وہ بچپن میں بھی اتنی ہی پیاری تھی۔ ایویں تھوڑی میں اسکے پیچھے پاگل تھا“ شایان نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”چل اب حاصل کرلیں گے“ رافع نے مسکراتے

آنکھ مارتے کہا تو وہ ہنسا۔"ہاں بدلے کا بدلے اور چڑیا کی چڑیا مل جائے گی"شایان نے کہا تو رافع پھر ہنس جس پر وہ بھی قہقہ لگایا۔دونوں پاگلوں کی طرح جناتی قہقہے لگا رہے تھے۔ان کا پلین پرفیکٹ تھا پر ان کا پلین کامیاب ہونا تھا یا ناکام یہ تو وقت نے بتانا تھا۔کیونکہ جسکے خلاف وہ پلین بنا رہے تھے وہ ثانیہ عامر ملک تھی جو منہ کھولتی تھی تو لوگوں کی اوقات یاد دلاتی تھی۔ہاتھ اٹھاتی تھی تو لوگوں کے رخسار سجاتی تھی۔جس نے صرف شوق پورا کرنے کو گلوک 19 لی تھی۔اور جسکی بیوی تھی وہ۔وہ تو اسے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو نکالتے کتوں کو ڈال دیتا تھا۔ناجانے وہ دونوں کس خوش فہمی میں محاذ تیار کیے بیٹھے تھے۔

"تم جانتی ہو۔جب تم پاس ہوتی ہو تب مجھے لگتا ہے جیسے اللہ نے کل کائنات کی خوشیاں مجھے دے دی ہوں" ضرار نے مہرماہ کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے کہا جو بالکونی میں اسکے حصار کھڑی تھی۔وہ لوگ اس وقت ضرار کے فارم ہاؤس میں موجود تھے۔یونی سے وہ لوگ سیدھا یہاں آگئے تھے اور آج انکا یہیں رکنے کا ارادہ تھا۔وہ دونوں ابھی ڈنر کرنے کے بعد روم میں آئے تھے اور تب سے بالکونی میں کھڑے تھے جبکہ وہاج اپنی کرب میں سو رہا تھا۔"جانتی ہوں۔ویسے کیا آپ جانتے ہیں۔جب آپ مجھے یوں اپنے قریب کرتے ہیں تو مجھے کتنا سکون ملتا ہے" مہرماہ نے اپنے سر کی پشت اسکے سینے سے لگاتے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چومتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔"ویسے آج جیسے سب تمھیں دیکھ رہے تھے میرا سر فخر سے بلند ہو رہا تھا۔آج تمھارے لہجے میں میری محبت کا مان جھلک رہا تھا جسے

سب نے محسوس کیا تھا" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "یہ آپکی محبت ہی ہے جس نے مجھے آج اتنا مضبوط بنادیا ہے کہ میں لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرلیتی ہوں۔ ورنہ کہاں میں پہلے کسی سے بات کرنے سے ڈرتی تھی اور اب میرا اورا ایسا ہے کہ لوگ مجھ سے بات کرنے سے پہلے اجازت مانگتے ہیں۔ اور یہ آپکی محبت کا کمال ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے جھکتے نرمی سے اس کی گردن چومی۔ "یہ میرے لیے شرف کی بات ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "آپکو پتا ہے آج سب وہاج کو دیکھ کر حیران ہورہے تھے۔ میری ساری کلاس فیلوز کہہ رہی تھیں کہ میں نے کسی کو بتایا کیوں نہیں" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "پھر تم نے کیا کہا" ضرار اسکا جواب جاننا چاہتا تھا۔ "کہنا کیا تھا۔ میں نے کہہ دیا مجھے شرم آتی ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ پھر قہقہہ لگا گیا۔ "ویسے شرم کس بات کی آتی ہے" ضرار نے اس کے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی تو مہرماہ کا چہرہ گلابی ہوا۔ "آپ جانتے ہیں سب" مہرماہ نے بامشکل اپنا لہجہ مضبوط کرتے کہا تو ضرار مسکرایا۔ "جانتا ہوں پر تمھارے منہ سے سننا چاہتا ہوں" ضرار نے جان بوجھ کر کہا تو مہرماہ کا چہرہ جھکا۔ "یہی کہ میں۔۔ماما بننے۔۔والی ہوں" مہرماہ نے کہا تو ضرار کا بلند و بانگ قہقہہ کمرے میں گونجا۔ "میری جان ابھی صرف تم نے جھوٹ بولنا تھا تو تمھارا یہ حال ہے جب سچ میں ایک ننھا راجپوت تمھارے وجود میں نشوونما پائے گا تب تمھارا کیا حال ہوگا" ضرار نے مہرماہ کے کندھے کو چھوتے پوچھا۔ "آپ۔۔چپ کر۔۔جائیں" مہرماہ نے اپنے گردبندھے اسکے ہاتھ پر تھپڑ مارتے کہا تو وہ پھر ہنسا۔ "کیوں چپ کر جاؤں۔ ابھی تو ایک ننھی ماہ نے تمھارے وجود سے ہماری زندگی میں آنا

ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے چہرہ موڑتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔

"ابھی۔۔نہیں۔۔جب۔۔تک وہاج۔۔دو۔۔سال کا۔۔نہیں۔۔ہوجاتا تب۔۔تک نہیں" مہرماہ نے کہا تو ضرار نے اسکا سر چوما۔"جانتا ہوں۔ابھی میں بھی اپنا سارا دھیان وہاج پر رکھنا چاہتا ہوں"اس نے کہا تو وہ مسکرائی۔"میں بھی ابھی ہمارے بیٹے کو سارا پیار دینا چاہتی ہوں" مہرماہ نے مسکراتے اسے دیکھتے کہا تو ضرار نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔"اب سوئیں"اسکے سیدھے ہوتے ہی مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو ضرار نے بغیر کچھ کہے جھکتے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھایا اور جاتے بیڈ پر لٹاتے اسکے قریب دراز ہوا جبکہ اس کے یوں قریب ہونے پر مہرماہ نے سانس روکی۔"سانس لو ماہ"ضرار نے اسکے سانس روکنے پر نرمی سے اسکی رخسار پر لب رکھتے کہا تو مہرماہ نے گہری سانس بھری۔جبکہ ضرار نے نرمی سے اسکے دوسرے رخسار کو چھوا۔"ضار" مہرماہ نے اسکی جسارت پر اسے پکارا پر ضرار اسے ان سنا کرتے اسکے ناک کو لبوں سے چھو گیا جس پر مہرماہ نے اسکی بازو کو زور سے جکڑا۔"ضار۔۔سونا۔۔ہے" مہرماہ نے مدھم آواز میں کہا۔"شش ماہ بہت بولتی ہو تم"ضرار نے لاڈ سے کہا اور جھکتے بے حد محبت سے اسکے ہونٹوں کو چھو گیا جبکہ اسکی حرکت پر مہرماہ کا چہرہ سرخ ہوا۔اس نے فوراً آنکھیں میچتے اسکے کندھے تھامے جس پر وہ مسکرایا اور اسکی شہہ رگ کو لبوں سے چھوتے اسکی گردن چوم گیا۔"آئی لو یو ماہ" ضرار نے اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے جس پر مہرماہ نے اسکی طرف مڑتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔"میں تو سونے کی اجازت دینے والا تھا پر اب تم یوں مجھے گستاخیوں پر اکسا رہی ہو" ضرار نے محبت سے کہتے اسکی

ٹھوڑی کو تھامتے اسکا چہرہ روبرو کیا جس پر مہرماہ نے نگاہیں جھکائیں۔اسکی ادا پر ضرار نثار ہوا اور نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے قریب کرنے لگا۔جبکہ اسکی حرکت پر مہرماہ نے آنکھیں موندتے اسکی گستاخیوں پر گھبراتے اسکے گرد بازو حمائل کیے جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اس کے گرد حصار مضبوط کرنے لگا۔اسکے یوں حصار مضبوط کرنے پر مہرماہ نے گھبراتے آنکھیں موندتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا جس پر ضرار نے نرمی سے اسکا سر چوما اور اسے اپنے قریب تر کرتے اپنا حصار مضبوط کرگیا۔وہ اسکا سکون تھی اور اپنے سکون کو اپنے حصار میں دیکھتے ضرار سرشار ہوا تھا۔

"یار بھائی ویسے شادی میں چند دن ہی رہ گئے ہیں۔دو دن بعد ویسے ہی مہندی کا فنکشن ہے تو کیوں نا آج کل میں ایک چھوٹی سی ڈھولک رکھ لیں" اسد نے شہریار اور عامر کو دیکھتے کہا جو اپنے اپنے لیپ ٹاپ پر کوئی کام کررہے تھے۔اس کی بات پر ان دونوں نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔وہ تینوں اس وقت سٹڈی میں بیٹھے میں تھے جب کہ شاہجہاں بیگم اور مریم اپنے اپنے کمروں میں سورہی تھیں۔"ویسے آئیڈیا تو اچھا ہے پر ابھی کافی رات ہوگئی ہے۔اور اماں سائیں اور مریم بھی سو چکے ہیں تو کل رکھ لیں" شہریار نے ٹائم دیکھتے کہا جہاں آٹھ بج رہے تھے۔"ہاں کل ہی رکھیں گے ابھی تو سب نے آنا بھی نہیں ہے" عامر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا۔"تو بس پھر کل کا پکا رکھ لیتے ہیں۔میں ابھی روم میں جاؤں گا پھر ماہ دیر اور ضرار بھائی کو کال کرکے بتا دوں گا۔باقی بڑوں کو اور باقی سب کو اماں سائیں خود بلا لیں گی" اسد نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سرہلایا عین اسی

وقت دروازہ نوک ہوا جس پر ان تینوں نے یک وقت دروازے کو دیکھا جبکہ شہریار اپنی چیئر سے کھڑا ہوا اور دروازہ کھول گیا جہاں مریم اپنا چہرہ ڈھانپے کھڑی اپنی نیند سے لبریز آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ اسکی آنکھوں میں نمی کی ہلکی سی لکیر تھی جسے دیکھ شہریار تڑپتے اسکے قریب ہوا۔ "پٹھانی کیا ہوا" شہریار نے نرمی سے اس کی بازو پکڑتے اسے ساتھ لگاتے پوچھا جبکہ انھیں دیکھ اسد اور عامر نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر بغیر کچھ بولے واپس سر جھکا گئے۔ "مریم کیا ہوا میری جان" شہریار نے دوبارہ بے حد نرمی سے اسکا سر سہلاتے پوچھا۔ "مجھے نہیں پتا۔۔بس مجھے رونا ہے" مریم نے مدھم بھرائی آواز میں کہا تو اس نے نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکا سر چوما۔ "کیوں کچھ ہوا ہے۔ کہیں درد ہے۔ بھوک لگی ہے یا میرے پاس آنا تھا" شہریار نے پیار سے پوچھا تو مریم نے اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کی۔ "آپکے پاس۔۔آنا تھا" مریم نے بچوں کی مانند سوں سوں کرتے کہا تو شہریار مسکرایا جبکہ عامر اور اسد نے دل میں انکی نظر اتاری۔ ان سب کے برعکس مریم بس خاموشی سے شہریار کے سینے سے لگی کھڑی تھی۔ "شیری ہم روم میں جا رہے ہیں۔ تم گڑیا کو دیکھ لو" عامر نے کھڑے ہوتے کہا تو اسکے ساتھ اسد بھی کھڑا ہوا جبکہ انکی بات سنتے شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور دروازے سے تھوڑا سائیڈ پر ہوا جس پر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ انھیں جاتے دیکھ شہریار نے اسے تھوڑا سا خود سے پیچھے کیا جس پر مریم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تو شہریار نے شہریار نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا اور جھکتے اسے نرمی سے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے اندر بڑھا اور پیر سے دروازہ بند کرتے اسے اپنی گود میں بٹھاتے خود صوفے پر بیٹھا۔ "مریم مجھے دیکھو بچہ" شہریار نے نرمی

سے اسکی کمر کو سہلاتے کہا تو مریم نے ہلکا سا پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا رگِ جاں" شہریار نے نرمی سے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "سائیں۔۔مجھے آپ۔۔سے۔۔دور نہیں جانا" مریم نے کہا تو شہریار نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "میری جان میں کب تمھیں خود سے دور کررہا ہوں۔کیا ہوا ہے" شہریار نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا اور اسکے سینے پر گال ٹکاتے اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کی۔ "اگر۔۔بے بی۔۔کے۔۔آنے پر۔۔مجھے۔۔کچھ ہوگیا۔۔تو۔۔مجھے آپ سے۔۔دور جانا پڑے گا" مریم نے کہا تو شہریار نے گہری سانس بھرتے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔یہ وہ بات تھی جو مریم دن میں دو سے تین بار اس سے پوچھتی تھی۔اور اسکی یہ بات سنتی شہریار کا دل سہم جاتا تھا۔ "مریم میرا بچہ میں کتنی بار کہا ہے ایسے مایوسی والی باتیں نہیں کرتے۔انشاءاللہ تمھیں یا ہماری اولاد کو کچھ نہیں ہوگا۔اللہ سے دعا کیا کرو بچہ ایسے نہیں کہتے" شہریار نے اسکا سر چومتے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔اس کی یہ چند باتیں مریم کے دل و دماغ کو پرسکون کردیتی تھیں۔ "سائیں۔۔میرے دماغ۔۔میں یہ۔۔باتیں خود۔۔بخود آتی ہے" مریم نے سوں سوں کرتے کہا تو شہریار نے نرمی سے جھکتے اس کے ماتھے کو چھوا۔ "تو جب ایسی باتیں ذہن میں آتی ہیں تب آیت الکرسی پڑھا کرو میں نے کتنی بار کہا ہے" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں بھول گئی تھی" مریم نے سر جھکاتے مجرم کی طرح اطراف کیا جس پر شہریار مدھم سا مسکرایا اور اسکے بال سہلاتے آیت الکرسی پڑھتے اس پر پھونک گیا۔ "کوئی بات نہیں۔میں نے پڑھ دی ہے" شہریار نے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کرتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ "اچھا پٹھانی ایک بات بتاؤں"

شہریار نے اسے خاموش دیکھتے نرمی سے پوچھا۔ "بتائیں" مریم نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "کل ہم کل گھر پر چھوٹا سا ڈھولکی کا فنکشن رکھ رہے ہیں۔تو تمھارے لیے کونسا ڈریس نکالنا ہے" شہریار نے اس کا ذہن اس بات سے ہٹانے کو پوچھا۔ "کل ہمارے گھر پر" مریم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں ہمارے گھر پر۔ہم سب کو بلا رہے ہیں میشائم، مہرماہ، حوریہ اور وہاج" شہریار نے کہا تو مریم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی جسے دیکھ وہ کچھ پُرسکون ہوا۔ "سائیں کل سب آئیں گے تو آپ انھیں جلدی مت جانے دیجئے گا مجھے حوریہ اور وہاج کو ڈھیر سارا پیار کرنا ہے اور مہرو کے ساتھ ڈھیر ساری باتیں کرنی ہیں اور میشائم اور ماما بابا سے پیار بھی بٹورنا ہے" مریم نے ایکسایٹڈ ہوتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکی ناک کو چھوا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی جس پر شہریار کا دل سکون میں آیا۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ کہو میری جان" شہریار نے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "آپ بہت اچھے ہیں سائیں" مریم نے مسکراتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "تم مجھ سے بھی اچھی ہو اور میری پیاری سی بیوی ہو جس سے میں بہت پیار کرتا ہوں" شہریار نے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو مریم کھلکھلا کر ہنس دی۔ "اللہ اللہ سائیں آپ اظہار کے معاملے میں بہت امیر ہیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان میں تمھیں پاکر امیر ہوا ہوں" شہریار نے اسکی گال پر لب رکھتے کہا تو وہ پھر ہنسی جسے دیکھ شہریار مسکرایا۔بلآخر وہ اسکا دھیان اس بات سے ہٹانے میں کامیاب ہوا تھا۔مریم اب ناجانے کل کی کون کون سی پلاننگ کررہی تھی جبکہ شہریار مسکراتے اسکی باتیں سن رہا تھا۔

"بابا بات سنیں" ثانیہ نے خلیل صاحب کو پکارا جو نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔ اسے آج آفس سے آف تھا تبھی ابھی وہ ملک ولا جانے کو تیار ہو رہی تھی۔ "جی بابا کی جان" خلیل صاحب نے جائے نماز اٹھاتے ایک طرف رکھا اور بیڈ پر اسکے پاس آتے بیٹھے جس پر وہ فوراً انکے سینے سے لگی۔ "بابا آج ہم سب ملک ولا جا رہے ہیں تو میں پہلے مہرو کی طرف چلی جاؤں پھر وہاں سے مہرو کے ساتھ ہی ملک ولا چلی جاؤں گی" ثانیہ نے انھیں دیکھتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے بچے چلی جاؤ لیکن خیریت" خلیل صاحب نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بابا خیریت ہے بس مہرو سے ایک کام تھا" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے۔ ابھی جانا ہے آپ نے "خلیل صاحب نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "جی بابا ابھی تھوڑی دیر تک نکلوں گی" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "ویسے بابا ایک بات پوچھوں آپ سے" ثانیہ نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "پوچھو بابا کا بچہ" خلیل صاحب نے شفقت سے جواب دیا۔ "بابا جب میں آپکے پاس نہیں تھی۔ مطلب جب آپ کو نہیں پتا تھا کہ میں آپ کی بیٹی ہوں۔ کیا آپ مجھے مس کرتے تھے" ثانیہ نے پوچھا تو خلیل صاحب نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ "بہت مس کرتا تھا میں آپکو میرا بچہ۔ اولاد ماں باپ کا کل اثاثہ ہوتی ہے اور اگر ہمارے اثاثے کا ایک حصہ بھی کھو جائے تو ہمارا دل پھٹ جاتا ہے۔ اسی طرح جب مجھے ڈاکٹرز نے کہا تھا میری گڑیا میرے پاس آنے سے پہلے ہی جا چکی ہے تب حقیقتاً میرا دل پھٹ گیا تھا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا جنکی آنکھیں نم

تھیں۔ ”بابا آپ دنیا کے بیسٹ بابا ہیں“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا ماتھا چوم گئے۔ ”اور آپ میری پیاری بیٹی ہیں“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپکو پتا ہے میں نے آپکے حصے کا پیار کسے دیا تھا“ خلیل صاحب نے اسکا سر تھپتھپاتے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ ”میں نے آپکے حصے کا پیار صرف آپکو ہی دیا ہے بچپن سے۔ جب آپ پیدا ہوئیں تھی تب سے یہاں تک کہ آپکا نام بھی میں نے ہی رکھا تھا اور وہی رکھا تھا جو پلوشہ نے ہماری گڑیا کا سوچ رکھا تھا“ خلیل صاحب نے کہا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ ”بابا آپکو تو پتا نہیں تھا پھر بھی آپ نے مجھے اتنا پیار کیا کیوں؟“ ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرائے۔ ”کیونکہ میرا دل کہتا تھا کہ اس معصوم گڑیا کو ڈھیر سارا پیار کروں۔ اپنی ساری شفقت اس نازک گڑیا پر لٹاؤں کیونکہ مجھے آپ ہمیشہ اپنی اپنی لگتی تھیں اور صرف مجھے نہیں پلوشہ کو بھی۔ وہ آپکے لیے ڈھیر سارے کھلونے بھیجتی تھی۔ اور جب کبھی اُدھر آتی تھی تب ہمیشہ مہرو کے ساتھ ساتھ آپکو بھی اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتی۔ آپکو پاس سلاتی اور تو اور آپکا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھی۔ ہم دونوں آپ سے بہت پیار کرتے تھے پر ہمیں یہ بات بہت دیر سے پتا لگی کہ جس گڑیا پر ہمیں اتنا پیار آتا تھا وہ ہمارے جگر کا ٹکڑا ہے“ خلیل صاحب نے کہا تو وہ نم آنکھوں سے انھیں دیکھتے مسکرائی۔ ”کاش ماما زندہ ہوتیں“ ثانیہ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا۔ ”یار بابا ویسے بہت غلط بات ہے میرا بیٹا اتنا پیارا لگ رہا ہے اور آپ اسے رلا رہے ہیں“ خلیل صاحب کے بولنے سے پہلے ماہ دیر جو حوریہ اور یشائم کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا فوراً بولا جس پر ان دونوں نے انھیں دیکھا۔ ”میں تھوڑی رلا رہا ہوں بھئی اسے اپنی ماں کی یاد آرہی ہے“ خلیل صاحب نے کہا

تو اس نے ثانیہ کو دیکھا جسکی آنکھیں نم تھیں۔ "ماما کی یاد آرہی ہے" ماہ دیر نے اسکے پاس آتے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "آپ کو اور مہرو کو ماما کا پیار ملا ہے پر مجھے نہیں ملا اور جب ملا تب میں اس بات سے انجان تھی کہ ماما میری ماما ہیں" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر نے اسے ساتھ لگاتے اسکا سر چوما۔ "بچہ ماما جہاں بھی ہیں وہ آپ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ اتنی ایموشنل کیوں ہوئی ہو آج" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "مجھے نہیں پتا پر میں ایک ہفتے بعد چلی جاؤں گی۔ مجھے آپ سب کی یاد آئے گی۔ اور ماما کی یاد بھی آرہی ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا جبکہ باقی سب کے چہروں پر بھی مسکراہٹ بکھری۔ انھیں اب سمجھ آیا تھا وہ کیوں ایموشنل ہو رہی تھی۔ اپنا گھر چھوڑنا کسی کیلئے بھی آسان نہیں ہوتا اور ایک لڑکی اپنا گھر اور اپنوں کو چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوسرے گھر میں آبستی ہے تبھی اسکا دل ہر وقت بھرا رہتا ہے اور وہ بات بات پر روتی ہے۔ م "یری جان آپ کونسا دور جارہی ہو آدھے گھنٹے کے فاصلے پر آپکا گھر ہوگا۔ آپ کا جب دل چاہے آپ آجانا ورنہ ہم آجائیں گے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "بھائی لڑکیاں ہی کیوں۔۔ رخصت ہوتی ہیں۔۔ لڑکے کیوں۔۔ نہیں ہوتے۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔ عامر۔۔ کو کہیں وہ۔۔ آجائیں یہاں" ثانیہ نے اچانک ہی رونا شروع کیا تو ان سب کو اس پر پیار آیا۔ "میری جان لڑکے تھوڑی رخصت ہو کر آتے ہیں۔ یہ تو دنیا کی ریت ہے کہ لڑکیاں اپنے سسرال جاتی ہیں" خلیل صاحب نے اسکا سر تھپکتے کہا۔ "بابا پر۔۔ عامر۔۔ تو میری ہر۔۔ بات مانتے ہیں نا۔۔ انھیں کہیں۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔ آپکو چھوڑ کر۔۔ وہ یہاں آجائیں" ثانیہ نے کہا تو سب نے بامشکل اپنی

ہنسی روکی۔ سب کو اس وقت اس پر پیار بھی آرہا تھا اور ہنسی بھی۔ "اچھا آپی میں کہہ دوں گی پلیز چپ کریں نا" یشائم نے نرمی سے کہا جبکہ حوریہ تو اپنی اپھو کو روتے دیکھ پریشان ہورہی تھی۔ "اپھو تا اوا لویں نا (اپھو کیا ہوا۔ روئیں نا)" حوریہ نے اسکے پاس آتے کہا تو ثانیہ نے اسے گود میں اٹھاتے ساتھ لگایا۔ "مجھے نہیں ۔۔ جانا حور۔۔ اپنے بابا سے۔۔ کہو" ثانیہ نے کہا تو حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھا۔ "بابا ذان اپو تو نئ دانا اپ توں بج لے او (بابا جان اپھو کو نہیں جانا آپ کیوں بھیج رہے ہیں)" حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھتے پوچھا۔ "میں نہیں بھیج رہا۔ آپکے عامر چاچو لے کر جارہے ہیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ثانیہ کو دیکھا جس نے فوراً ہاں میں سرہلایا۔ "می عامل تاتو توتئوں دی اپ لو نا اپو۔ بو نئ لے تل دائیں دے اپ تو (میں عامر چاچو کو کہوں گی آپ رو نا اپھو۔ وہ آپکو نہیں لے کر جائیں گے)" حوریہ نے اس کے آنسو صاف کرتے کہا تو ثانیہ نے اسے ساتھ لگایا اور باقی سب کو ناراضگی سے دیکھا۔ "صرف حوریہ مجھ سے پیار کرتی ہے۔ میں اب آپ سب سے بات نہیں کروں گی۔ آپ لوگوں نے میری بات نہیں مانی حوریہ نے مانی ہے بس" ثانیہ نے بھرپور ناراضگی سے کہتے رخ موڑا تو سب کو اس پر پیار آیا۔ "میرا بیٹا اچھا ناراض نہیں ہوتے میں بھی کروں گا عامر سے بات" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پرومس کریں" ثانیہ نے ہاتھ آگے کرتے کہا تو اس نے اسکا ہاتھ تھاما۔ "پرومس اب موڈ ٹھیک کرو میرا بچہ" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اپنا چہرہ صاف کیا جس پر خلیل صاحب نے مسکراتے اسکا سر چوما جس پر وہ انکے ساتھ لگی جبکہ باقی سب اسے دیکھتے مسکرائے جو اب مطمئن لگ رہی تھی۔

میرے خیالوں پہ چھائی ہے

اک صورت متوالی سی

نازک سی شرمیلی سی

معصوم سی بھولی بھالی سی

رہتی ہے وہ دور کہیں

اتا پتا معلوم نہیں

کوکو کورینا۔۔

کوکو کورینا۔۔

ملک ولا کے لاؤنج میں اس وقت ڈھولکی کا فنکشن پورے عروج پر تھا۔ثانیہ اور عائشہ کو بلکل وسط میں بٹھائے مہرماہ، مریم اور یشائم اپنی کچھ کزنز اور دوستوں کے ساتھ مل کر ڈھولکی بجانے کے ساتھ ساتھ گانے گا رہی تھیں جبکہ بڑے سب انھیں دیکھتے انکی نظریں اتار رہے تھے اور لڑکے سب اس وقت لاؤنج میں ایک طرف بیٹھے باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے گانوں کو انجوائے کر رہے تھے۔"یار صحیح رونق لگائی ہے ان سب نے" اسد نے سب لڑکیوں اور بڑوں کو دیکھتے کہا جس پر ان چاروں نے اثبات میں سر ہلایا۔"ہاں نا اوپر سے ایسے ایسے گانے گا رہی ہیں کہ کیا کہنے" شہریار نے مسکراتے کہا تو وہ سب مسکرائے۔"ساری باتیں ایک طرف دلہنیں دونوں کتنی شریف بن کر

بیٹھی ہیں" عامر نے عائشہ اور ثانیہ کو دیکھتے کہا جو بیٹھی تالیاں بجا رہی تھیں۔ "ہاہاہاہاہا یار بھائی وہ دلہنیں ہیں۔ آپ ان سے اور کیا امید رکھ رہے ہیں" ضرار نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ چاروں بھی ہنس دیے۔ "یہ امید رکھ رہا ہے کہ ثانیہ اسے وہاں بلا کر مارے" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اسے گھورا جبکہ وہ تینوں ہنس پڑے۔ "بکواس بند کرو وہ تیری بہن ضرور ہیں پر تیری طرح بدتمیز ہرگز نہیں ہیں" عامر نے اسکو کشن مارتے کہا تو وہ سب ہنس پڑے۔ "بھائی نے اس دو نمبر ڈاکٹر کو ذلیل کرنے کیلئے بھی اپنی بیوی کی تعریف کی ہے" اسد نے ہنستے ہوئے کہا تو عامر نے کندھے اچکائے۔ "یار بھائی ایک نمبر کے زن مرید ہیں۔ انھیں تو بہانا چاہیئے اپنی بیوی کی تعریف کرنے کا" شہریار نے کہا تو عامر نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ "کہہ کون رہا ہے جو ابھی کچھ دن پہلے بیوی کو منانے کیلئے لان میں اٹھک بیٹھک کر رہا تھا" عامر نے کہا تو شہریار کی آنکھیں پھیلیں جبکہ باقی سب نے آنکھوں کو نچاتے شہریار کو دیکھا جس پر اس نے اپنی گردن کی پشت سہلائی۔ "کیا یہ جعلی وکیل اٹھک بیٹھک کر رہا تھا کب" ماہ دیر نے مسکراتے پوچھا۔ "کاش میں یہاں ہوتا واللہ چس آجاتی۔ ویسے اٹھک بیٹھک کیوں کر رہے تھے آپ ایڈوکیٹ شہریار ملک" ضرار نے کہا تو شہریار نے کشن اٹھاتے اسے مارا۔ "میری بیوی ناراض تھی بکواس نا کرو تم دونوں" شہریار نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا تو سب ہنس پڑے۔ "ویسے بھائی آپ کو کیسے پتا۔ اس دن تو آپ گھر نہیں تھے" شہریار نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "میں تمھارا بھائی ہوں میرا بچہ جب میں سوات میں رہتا تھا تب تم دونوں پر چیل سی نظر رکھتا تھا۔ اب تو ایک چھت تلے رہتے ہیں اب بھلا کیسے میں تم لوگوں پر نظر نہیں رکھوں گا" عامر نے کہا تو شہریار اور اسد نے ہونک

بنتے اسے دیکھا۔ "آپ ابھی بھی ہم پر نظر رکھتے ہیں" اسد نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں رکھتا ہوں کوئی مسئلہ" عامر نے سینے پر بازو باندھتے پوچھا جس پر ان دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "بھائی مسئلہ تو کوئی نہیں پر یار اگر نظر رکھتے ہیں تو انکے سامنے بھانڈا تو نا پھوڑا کریں" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ہاں جی بھائی بھانڈا نا پھوڑا کریں بس ایک ویڈیو سینڈ کر دیا کریں" ضرار نے ہنستے کہا تو عامر نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ "ہاں لیکن پہلے تمھاری ویڈیو دکھاؤں سب کو جب مہر گڑیا نے تمھیں کمرے سے نکالنے کی دھمکی لگائی تھی اور تم اسکی منتیں کر رہے تھے" عامر نے کہا تو ضرار سٹپٹایا جبکہ باقی سب نے قہقہہ لگایا۔ ان قہقہوں میں سب سے بلند قہقہہ ماہ دیر کا تھا۔ "بھائی ! ! ! ! آپکو کیسے پتا" ضرار نے جلدی سے پوچھا۔ "میرا بچہ تم بھی میرے چھوٹے بھائی ہو تو تم پر بھی نظر رکھتا ہوں" عامر نے کہا تو ضرار نے شہریار اور اسد کو دیکھا۔ "یار بھائی بہت خطرناک ہیں" ضرار نے کہا تو اسد اور شہریار نے جھرجھری لیتے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ماہ دیر اور عامر ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہنس پڑے۔ "اچھا عامر مجھے ایک بات یاد آئی" ماہ دیر نے اچانک سنجیدہ ہوتے کہا تو ان سب نے اسے دیکھا۔ "کونسی بات" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "آج میری بہن رو رہی تھی" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے پہلے اسے پھر ثانیہ کو دیکھا۔ "کیوں کیا ہوا ثانیہ کیوں رو رہی تھیں کیا ہوا انھیں" عامر نے جلدی سے پریشان ہوتے پوچھا۔ "وہ اس لیے رو رہی تھی کیونکہ اسے رخصت نہیں ہونا وہ کہہ رہی تھی کہ مرد کیوں رخصت نہیں ہوتے لڑکیوں کو کیوں اپنا گھر چھوڑنا پڑتا ہے" ماہ دیر نے اسے ساری بات بتائی۔ "تو اس میں رونے والی کیا بات ہے میں رخصت ہو کر آجاتا ہوں۔ یار میری بیوی کتنی معصوم ہیں اتنی چھوٹی سی

بات پر رو رہی تھیں" عامر نے فوراً کہا تو ان سب نے اسے دیکھا جو منٹوں میں حل نکال چکا تھا۔ "بھائی لڑکے رخصت نہیں ہوتے یار" اسد نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "اگر میری بیوی اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہتیں تو میں انکی خاطر رخصت ہو کر انکے گھر چلا جاتا ہوں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پر ہاں وہ روئیں یہ چیز مجھے گوارا نہیں۔ انکے رونے سے یہاں (عامر نے ٹھہرتے اپنے دل کے مقام پر انگلی رکھی) درد ہوتی ہے" عامر نے کہا تو وہ چاروں مسکرائے۔ "اتنی محبت کرتے ہو میری بہن سے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے مدھم سا مسکراتے ثانیہ کو دیکھا۔ "عشق کرتا ہوں میں تمھاری بہن سے۔ اور اسکا اقرار میں پوری دنیا کے سامنے کر سکتا ہوں" عامر نے کہا تو ان چاروں نے دل میں ان دونوں کو ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دی۔ "عامل تاتو (عامر چاچو)" ابھی ان میں سے کوئی مزید کوئی بات کرتا کہ اس سے پہلے ہی حوریہ نے انکے پاس آتے عامر کو پکارا۔ "جی چاچو کی جان" اسکی پکار پر عامر نے نرمی سے جواب دیتے اپنی گود میں اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا۔ وہ یقیناً ابھی جاگی تھی۔ ورنہ کافی دیر پہلے مہر ماہ دونوں بچوں کو روم میں سلا کر آئی تھی۔ "عامل تاتو اپ تو پتا اے آد اپو لوئی ایں (عامر چاچو آپکو پتا ہے آج اپھو روئی ہیں)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی مجھے پتا ہے اور آپ فکر نا کریں اب آپکی اپھو نہیں روئیں گی۔ میں ان سے سوری کر لوں گا" عامر نے پیار سے کہا تو حوریہ مسکرائی۔ "اول اپو تو لے تل بی نئی دانا اپ اپو و لنہ لوتی ایں (اور اپھو کو لے کر بھی نہیں جانا آپ اپھو ورنہ روتی ہیں)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور کچھ کہنے کو لب وا کیے پر اس سے پہلے ہی دراب صاحب کی آواز انھیں سنائی دی جس پر سب نے انھیں

دیکھا۔ ”لڑکوں کیا کر رہے ہو تم لوگ“ دراب صاحب نے پوچھا۔ ”کچھ نہیں بابا کیا ہوا خیریت“ ضرار نے فوراً انھیں جواب دیا۔ ”تم لوگوں نے کیا وہیں بیٹھنا ہے یہاں آؤ تھوڑی رونق لگاؤ۔ بچیاں کب سے لگی ہیں“ دراب صاحب نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے لڑکیوں کے عین سامنے آتے زمین پر بیٹھے۔ اب لاؤنج کا منظر کچھ یوں تھا کہ لڑکیاں ساری ایک طرف بیٹھی تھیں جبکہ لڑکے انکے سامنے عین سامنے بیٹھے تھے اور بڑے سب صوفوں پر بیٹھے انھیں دیکھ رہے تھے۔ ”لڑکیوں بتاؤ اب کیا گانے ہی گانے ہیں یا کچھ اور“ اسد نے بیٹھتے ہی مہر ماہ کے ہاتھ سے ڈھولکی پکڑتے پوچھا۔ ”بھائی تب سے ہم لوگ ہی گانے گا رہے ہیں اب آپ لوگوں کی باری“ مہر ماہ نے اسکی بات کے جواب میں فوراً کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے باقی سب کو دیکھا۔ ”بھائی اب ہمیں رونق لگانے کا کہا جا رہا ہے کیا خیال ہے پھر“ اسد نے ان چاروں کو دیکھتے کہا تو ان چاروں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے پھر کس کو ڈھولکی بجانی آتی ہے“ ماہ دیر نے پوچھا تو شہریار اور ضرار نے اسد کی طرف اشارہ کیا۔ ”یہ ملک ولا کی ماسی سکینہ ہے نا۔ اسے آتی ہے ڈھولکی بجانی“ ضرار نے اسد کا شانہ تھپتھپاتے کہا تو اسد نے صدمے سے اسے دیکھا جبکہ باقی سب اسد کو دیے جانے والے نام پر ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے۔ ”بھائی میں آپکو کہاں سے ماسی سکینہ لگتا ہوں“ اسد نے خاصا بُرا مناتے پوچھا۔ ”لگتے تو تم خالو سلیم ہو پر حرکتیں ماسی سکینہ والی ہیں ہر بات اٹھا کر اِدھر اُدھر تم کرتے ہو اور ماشاء اللہ سے ڈھولکی بھی بجانی آتی ہے تمھیں“ ضرار نے مزے سے کہا تو اسد نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ ”بھائی اسکا بدلہ میں آپ سے بعد میں لوں گا“ اسد نے کچھ

سوچتے کہا تو ضرار نے آنکھیں گھماتے ناک سے مکھی اڑائی جس پر اسد نے دانت پیسے جبکہ باقی سب نے قہقہہ لگایا۔ "چلو بس اب رونق شروع کرو لڑ بعد میں لینا" خلیل صاحب نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "گانا کونسا" عامر نے پوچھا تو شہریار نے کچھ سوچا پھر ان سب کو پاس آنے کا اشارہ کیا جسے دیکھ ان سب نے اپنے کان اسکے قریب کیے جبکہ ضرار نے مسکراہٹ دبائی۔ "سب بیٹھے ہیں اکیلے نہیں ہیں ہم جو تو یوں پاس بلا رہا ہے" ضرار نے مدھم آواز میں کہا تو شہریار نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جب کہ ان تینوں نے قہقہہ لگایا۔ "کیا ہوا آپ لوگ ہنس کیوں رہے ہیں" عائشہ نے پوچھا تو ان سب نے بامشکل ہنسی دباتے نفی میں سر ہلایا جبکہ شہریار نے رکھ کر ایک تھپڑ ضرار کی کمر پر مارا جس پر وہ ہنسا۔ جسے دیکھ شہریار نے نفی میں سر ہلایا اور مدھم آواز میں کچھ کہا جس پر وہ چاروں نے ہاں میں سر ہلاتے سیدھے ہوئے۔ "تو بھئی سب سنیں ہم لوگ گانا نہیں گائیں گے" سیدھے ہوتے ہی شہریار نے کہا تو سب نے انھیں دیکھا۔ "کیوں بھئی ہم لوگ بھی تو تب سے گانا گا رہے ہیں" مریم نے فوراً کہا تو شہریار مسکرایا۔ "ہاں پٹھانی میں جانتا ہوں لیکن ہم نے گانوں سے کچھ اچھا سوچا ہے" شہریار نے نرمی سے کہا تو مریم کے رخسار سرخ ہوئے۔ سب کے سامنے اسکی اتنی محبت پر شرم سے پلکیں لرزیں تھی جسے دیکھ شہریار مسکرایا۔ "اچھا بتائیں آپ نے کیا سوچا ہے" اب کی بار میشائم بولی تھی۔ "ہم نے سوچا ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان ٹپوں کا ایک مقابلہ ہو جائے" جواب ماہ دیر نے دیا تھا۔ جبکہ اسکی بات پر سب نے اسے دیکھا۔ "بھائی یہ تو بہت اچھا آئیڈیا ہے" ثانیہ نے ایکسائیٹڈ ہوتے کہا۔ "ہاں جی تبھی ہم نے یہ سوچا ہے" ماہ دیر نے پیار سے

کہا تو وہ مسکرائی عین اسی وقت اسکی نظر سیڑھیوں سے اترتی ملازمہ پر پڑی جسے مہرماہ وہاج کے پاس بٹھا کر آئی تھی۔ "لگتا ہے وہاج اٹھ گیا ہے" اسے دیکھتے ثانیہ نے کہا تو اسکی بات سنتے مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا اپیہ وہاج کو" مہرماہ نے فوراً پوچھا۔ "کچھ نہیں ہوا پر شاید وہ اٹھ گیا ہے۔میں دیکھ کر آتی ہوں" ثانیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "میں جاتی ہوں آپ بیٹھیں" مہرماہ نے کہتے کھڑے ہونا چاہا پر وہ اسکا ہاتھ تھام گئی۔ "تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں وہاج کو۔اور مجھے منہ بھی دھونا ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ ہاں میں سرہلاتے اوپر کی جانب بڑھی جبکہ عامر کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا۔ "میں آتا ہوں زرا" عامر نے اسکے غائب ہوتے ہی ان چاروں کو دیکھتے مدھم آواز میں کہا تو ماہ دیر نے اسے گھورا۔ "شرم کر اور چپ چاپ یہی بیٹھ" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "یار کام ہے آتا ہوں نا" عامر نے جلدی سے کہا۔ "تجھے کونسا کام ہے ہم سب جانتے ہیں۔گڑیا ابھی اوپر گئی ہے میری بہن کو سکون سے بھی رہنے دیا کر" ماہ دیر نے جان بوجھ کر کہا تو اس نے اسے گھورا۔ "تیری بہن میری بیوی ہے" عامر نے بیوی لفظ پر خاصا زور دیا۔ "ہاں تو میں کیا کروں بیٹھا رہ چپ چاپ یہی پر" ماہ دیر نے کہا تو عامر کا دل کیا اپنے اس سالے کا منہ توڑ دے پر اس سے پہلے وہ کچھ کہتا اس کا موبائل رنگ ہوا جس پر اس نے اپنا موبائل نکالتے سامنے کیا جہاں شہریار کی کال آرہی تھی۔اس نے شہریار کے کال کرنے پر اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "بھائی آپکا فون بج رہا ہے جائیں جا کر کال سن لیں" شہریار نے اسکے کچھ بھی بولنے سے پہلے کہا اور ساتھ ہی اسے ایک مخصوص اشارہ کیا جس پر عامر مدھم سا مسکرایا اور اپنا فون کان سے لگاتے کھڑا ہوا۔ "میں آتا ہوں

کال سن کر" عامر نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا جس پر ماہ دیر نے اسکی پشت کو گھورا جبکہ ضرار، اسد اور شہریار نے مسکراہٹ دبائی۔ انکا دل تو کر رہا تھا کہ قہقہہ لگائیں پر یقیناً اگر وہ ہنستے تو ماہ دیر انکا حشر بگاڑ دیتا تبھی ضبط کر گئے۔

"ثانیہ اندر ہیں" عامر نے گیسٹ روم سے باہر نکلتی ملازمہ سے پوچھا۔ "نہیں میڈم وہاج کو لے کر چلی گئیں ہیں" ملازمہ نے کہا تو اس نے اچنبھے سے اِدھر اُدھر دیکھا جہاں ثانیہ کہیں نہیں تھی۔ وہ نیچے بھی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ وہ ابھی وہیں سے اوپر آیا تھا۔ "کہاں گئیں ہیں وہ وہاج کو لے کر" عامر نے پوچھا تو ملازمہ نے لاعلمی کا اظہار کیا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے کمرے کے سوا باقی کمروں میں چیک کرنے لگا پر ثانیہ کہیں نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا ثانیہ اسکے کمرے میں کبھی نہیں جائے گی تبھی اس نے باقی سارے کمرے چیک کیے پر وہ کہیں نا تھی۔ اسے کہیں نا پاتے عامر نے چھت کا رخ کیا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آیا پر وہ اوپر بھی نا تھی جس پر وہ پریشان ہوا۔ نا جانے وہ کہاں چلی گئی تھی۔ شاید وہ نیچے چلی گئیں ہے عامر نے اسے یہاں نا پاتے خود سے کہا اور نیچے کا رخ کیا پر اس سے پہلے وہ نیچے جاتا اسکا فون رنگ ہوا جس پر اس نے موبائل سامنے کیا جہاں اسے ہاسپٹل سے کال آ رہی تھی۔ "ہاں رضا بولو" عامر نے کال اٹھاتے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ وہ سکون سے اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ "نہیں اس مریض کی فائل تم میرے ڈرار پر رکھ دینا میں کل آ کر دیکھتا ہوں" عامر نے کہا تو دوسری طرف سے اسے نا جانے کیا کہا گیا جس پر اس نے اوکے کہا۔ "تم ایک کرو وہ فائل

تھوڑی دیر تک کسی کے ہاتھ میرے گھر بھیج دو میں دیکھ لیتا ہوں پھر کل صبح اس کو جلدی بلا لیں گے" عامر نے کہا اور کچھ مزید باتیں کرتے کال بند کی۔ اس دوران وہ اپنے کمرے کے سامنے کھڑا رہا۔کال بند کرتے ہی عامر اپنے کمرے میں داخل ہوا لیکن سامنے کا منظر دیکھ اسکی سانس تھمی جبکہ دھڑکن سرپٹ دوری تھی کیونکہ سامنے ہی ثانیہ اسکے کمرے میں کھڑی پورے حق سے ڈریسنگ پر رکھی اسکی چیزیں استعمال کررہی تھی جبکہ وہاج بیڈ کے عین وسط میں لیٹا اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے میں مصروف تھا۔"آپ یہاں کیا کررہے ہیں؟" دروازہ کھلنے کی آواز پر ثانیہ نے چہرہ موڑتے دروازے کی سمت دیکھا اور سامنے اسے کھڑا دیکھ سوال کیا۔"میں تو کال سننے آیا تھا پر سامنے دلبر سے ملاقات ہوجائے گی میں نے سوچا بھی نہیں تھا!" عامر نے دروازہ بند کرتے کہا۔"دروازہ کیوں بند کررہے ہیں؟" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا لیکن عامر اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے اسکی طرف بڑھنے لگا جسے دیکھ ثانیہ اپنے قدم پیچھے کی سمت اٹھانے لگی۔اسے یوں پیچھے جاتے دیکھ عامر کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔جبکہ ثانیہ ہنوز پیچھے کی جانب بڑھ رہی تھی جس سے جلد ہی اسکی پشت دیوار سے لگی تھی۔اسے یوں دیوار سے لگتے دیکھ عامر نے اس کے اطراف میں دیوار پر ہاتھ رکھتے اسکے فرار ہونے کے راستے بند کیے جس پر ثانیہ نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔اس کے یوں آنکھیں پھیلانے پر وہ خاصا محظوظ ہوا تھا جبکہ اسکے وجود سے اٹھتی اپنے پرفیوم کی خوشبو عامر کو اپنے حواسوں پر چھاتی محسوس ہورہی تھی۔"کیا کررہے ہیں" اپنی فرار کی راہیں بند ہوتے دیکھ ثانیہ نے خود کو بظاہر مضبوط دکھاتے پوچھا تو عامر ہوش میں آتے مسکرایا۔"اپنی زوجہ محترمہ کو دیکھ رہا ہوں جو سادے سے حلیے میں

بھی میرا دل دھڑکا رہی ہیں" عامر نے سر تا پیر اسے دیکھتے کہا جو اس وقت سرخ پیروں کو چھوتی فراک پہنے اپنے ہلکے گھنگریالے بال کھلے چھوڑے جبکہ آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگائے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی جبکہ وہ خود اس وقت سیاہ شلوار قمیض پہنے ہوئے تھا۔ "آپ۔۔ہر۔۔وقت میری۔۔تعریف کے بہانے۔۔کیوں ڈھونڈتے۔۔ رہتے ہیں؟" ثانیہ نے پوچھا تو وہ سر جھکاتے مسکرایا جسے دیکھ ثانیہ نے نگاہیں چُرائیں۔ "کیوں کہ آپ قابلِ تعریف ہیں" عامر نے کہا تو اسکے رخسار سرخ ہوئے۔ "باتیں کروا لو بس آپ سے" ثانیہ نے نظریں اسکے سینے پر ٹکاتے کہا تو وہ ہنسا۔ "باتیں نہیں کر رہا بس اپنے دل کی باتیں زبان پر لاتا ہوں" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھتے آئی برو اچکائی۔ "ہو گئی میرے مجازی خدا کے دل کی باتیں تو پیچھے ہٹیں مجھے میرا بھانجا میرا انتظار کر رہا ہے" ثانیہ نے کہا تو عامر نے چہرہ موڑتے وہاج کو دیکھا جو بیڈ کے عین وسط میں تکیوں کے درمیان لیٹا تھا۔ "ابھی آپکا بھانجا اور میرا بھتیجا خاموش ہے لہٰذا میرے پاس رہیں" عامر نے وہاج کو ہاتھ پاؤں ہلاتے دیکھ اسکی کمر کے گرد ایک بازو باندھتے کہا تو ثانیہ نے وہاج کو دیکھا۔ "آپکے پاس ہی ہوں۔ ابھی مجھے میرے بھانجے کے پاس جانے دیں۔ اگر وہ رویا تو میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی" ثانیہ نے دھمکی لگائی تو عامر نے اسے مصنوعی گھورا اور جھکتے اسے نرمی سے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے بیڈ کی جانب بڑھا۔ عامر نے اسے نرمی سے بیڈ پر بٹھایا اور وہاج کو اٹھاتے اسکی گود میں لٹاتے خود بھی اسکی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ "اب خوش آگئیں آپ اپنے بھانجے کے پاس" عامر نے اسکی گود میں لیٹتے اسکے دوپٹے کا پلو اپنے چہرے پر رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "کیا ہوا آپکو" ثانیہ نے نرمی

سے پوچھا اور وہاج کو اس کے سینے پر لٹاتے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ "کچھ نہیں۔آپ رو کیوں رہی تھیں" عامر نے نرمی سے وہاج کے گرد حصار باندھتے پوچھا۔ "آپکو کس نے بتایا" ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "ماہ دیر نے اور حور نے۔اب بتائیں کیوں رو رہی تھیں" عامر نے نرمی سے دوبارہ پوچھا۔ "ماما کی یاد آرہی تھی پھر کچھ دن بعد بابا کو چھوڑ کر یہاں آجاؤں گی تو بس رونا آگیا" ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اس کا پلو چہرے سے ہٹاتے اسے دیکھا۔ "کیا آپ رخصت ہو کر میرے پاس نہیں آنا چاہتیں" عامر نے پوچھا تو اس نے سر جھکاتے اسے دیکھا۔ "ایسا نہیں ہے پر۔۔بابا سے دور کیسے رہوں گی۔۔مجھے انکی یاد آئے گی عامر" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "تو اس میں رونے والی کونسی بات ہے اگر آپ کہیں تو میں اپنی غیرت سلا کر رخصت ہوتے گھر داماد بن کر آپکے گھر آجاتا ہوں پھر آپکو انکل کی یاد بھی نہیں آئے گی" عامر نے کہا تو وہ ایک دم سے ہنس پڑی۔ "گھر داماد بنیں گے تو لوگ طعنے دیں گے" ثانیہ نے مذاقیہ انداز میں کہتے اسکی ناک کو دبایا تو وہ ہنس دیا۔ "لوگوں کا کیا ہے لوگوں کا کام ہے بکواس کرنا۔آپ بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں۔میرے ساتھ رخصت ہونا ہے یا مجھے گھر داماد بنا کر رکھنا ہے" عامر نے یوں پوچھا گویا یہ کوئی بڑی بات ہی نا ہو جس پر ثانیہ مسکرائی اور جھکتے بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر لب رکھ گئی۔ "مجھے رخصت ہو کر آپکے پاس آنا ہے۔ صبح بس تھوڑی جذباتی ہو گئی تھی تبھی وہ سب بول دیا ورنہ یہ میں بھی جانتی ہوں کہ ایک لڑکی ہی ہمیشہ رخصت ہو کر اپنے پیا کے دیس آتی ہے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "یہ تو ہے۔ویسے آج آپکی میرے کمرے میں موجودگی مجھے خوش فہمی میں مبتلا کر گئی ہے" عامر نے اسے دیکھتے

کہا۔ "کیسی خوش فہمی؟" ثانیہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا۔ "یہی کہ میری بیوی کو رخصت ہو کر میرے پاس آنے کی جلدی مجھ سے زیادہ ہے" عامر نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "ایسا نہیں ہے بس میں وہاج کو لے کر ٹہل رہی تھی پھر سوچا کیوں نا ہمارا روم دیکھا جائے تو بس یہاں آگئی پھر آئی تو آپکا فیورٹ پرفیوم دیکھا اور خود پر چھڑک لیا تاکہ مجھے خود سے آپکی مہک آتی رہے" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ اس نے جس حق سے ہمارا کمرہ کہا تھا عامر روح تک سرشار ہوا تھا۔ "ویسے کیا آپکو بُرا لگا میرا یوں کمرے میں آنا" ثانیہ نے اسے خاموش دیکھتے پوچھا۔ "نہیں جانم مجھے کیوں بُرا لگے گا بلکہ آج آپ کا میرے کمرے میں آنا مجھے سرشار کر گیا ہے۔ اس کمرے پر اور اس کمرے کے مکین پر آپکا حق سب سے زیادہ ہے اور آپکا یہاں آنا اس کمرے کے در و دیوار کو آج جھومنے پر مجبور کر چکا ہے۔ بھلا آپکا آنا مجھے کیسے بُرا لگ سکتا ہے" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "پھر آپ خاموش کیوں ہو گئے تھے" ثانیہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کیونکہ میں سوچ رہا تھا کہ اب میرا کمرہ مجھ جیسے دیو کو کیسے برداشت کرے آخر کو ایک خوبصورت پری نے یہاں قدم رکھ دیا ہے۔ اب تو میرا کمرہ مجھ جیسے دیو کو دیکھے گا بھی نہیں" عامر نے مصنوعی دکھ سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر عامر بھی ہنس پڑا جبکہ وہاج اپنی بھوری آنکھوں کو گول گول گھماتے ٹکر ٹکر اپنی آنی اور چاچو کو دیکھ رہا تھا۔

"شکر ہے آپ لوگ آگئے ورنہ مجھے لگ رہا تھا کہ شاید آپ دونوں نے آج ہی رخصتی کر لی ہے" اسد نے عامر اور ثانیہ کو دیکھتے ہانک لگائی تو ان دونوں کا چہرہ سرخ ہوا۔ "تم اپنی بکواس بند رکھو اسد۔ وہاج

رورہا تھا" عامر نے اپنی ناک سہلاتے اسے گھورا تو اسد نے اسے آنکھ ونک کی جس پر عامر نے اسے گھورا جبکہ ثانیہ نے بھی اسے دیکھا۔ اگر سب نا بیٹھے ہوتے تو یقیناً وہ اسے ٹکا کر جواب دیتی پر ابھی سب بڑوں کی وجہ سے وہ خاموشی سے مہرماہ کے ساتھ بیٹھی جس نے اسکے بیٹھتے ہی اسکی گود سے وہاج کو پکڑتے ساتھ لگایا۔جبکہ باقی بڑوں نے ان دونوں کی نظر اتاری۔"تو تم لوگوں نے ٹپوں کا مقابلہ شروع کیا ہے کہ نہیں" عامر نے بیٹھتے پوچھا۔"آپ سرکار غائب ہوگئے تھے ہم کیا شروع کرتے۔اب کریں گے" ماہ دیر نے اسے دیکھتے طنز کیا تو عامر نے دانت پیسے۔"کمینے جب بہن اور جیجا رومینس کرکے فارغ ہوئے ہوں تب طنز نہیں کرتے" عامر نے دل جلانے والی مسکراہٹ اسے پاس کرتے کہا تو ماہ دیر کا دل کیا اسکا منہ توڑ دے جبکہ باقی لڑکوں نے مسکراہٹ دبائی۔"اب آپ سب نے باتیں ہی کرنی ہیں یا گیم شروع کریں" مہرماہ کی آواز پر ان سب نے اسے دیکھا۔"نہیں نہیں گیم شروع کرتے ہیں" ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"تو اپیہ پہلے آپکی باری کیونکہ آپ دلہن ہیں اور سب سے بڑی ہیں" مہرماہ نے اسے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سرہلاتے عامر کو دیکھا جو سیاہ شلوار قمیض میں کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔

آلو مٹر پکائے ہوئے نے

آلو مٹر پکائے ہوئے نے

ساڈے نالوں بٹن چنگے

جیہڑے سینے نال لائے ہوئے نے

ثانیہ نے عامر کی سیاہ قمیض کے بٹنوں کو دیکھتے کہا تو سب لڑکیوں نے زوردار تالیاں بجائیں جبکہ عامر نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ ”بھائی جواب دیں یار گڑیا نے شکوہ کیا ہے“ ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے ثانیہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

آلو مٹر پکاواں گے

آلو مٹر پکاواں گے

بٹناں نوں سُٹ دیواں گے

تینوں سینے نال لاواں گے

عامر نے ثانیہ کے شکوے کا جواب دیا تو سب ہنس پڑے جبکہ ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے۔ ”چلیں عائشہ آپی اب آپکی باری“ مریم نے ہنستے ہوئے کہا تو عائشہ نے اسد کو دیکھا جس نے اسکے دیکھنے پر اسے آنکھ ماری تھی۔ اسکی حرکت دیکھ عائشہ فوراً بولی۔

آسمانی ست تارے

اسی منڈا او لینا جیہڑا سہرے وچو اکھ مارے

عائشہ نے اسد کو دیکھتے کہا تو اس نے گردن کی پشت سہلائی جبکہ باقی سب مسکرائے۔ ”چل بھئی لاڈلے جواب دے“ شہریار نے اسد کا شانہ تھپتھپاتے کہا تو اس نے مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلایا۔

آسمانی ست تارے

اسی کڑی او لینی جیہڑی لہنگے وچو لت مارے

اسد کا جواب سنتے جہاں سب کے قہقہے بلند ہوئے وہیں عائشہ نے کشن اٹھاتے اسے مارا جسے وہ مہارت سے کیچ کرتے گود میں رکھ گیا۔ "چلو مہرو اب تمھاری باری" ثانیہ نے کہا تو مہرماہ نے ضرار کو دیکھا۔

راہ جاندی اے تریا کرو

راہ جاندی اے تریا کرو

اسی جدو کو لو لگنیے

تسی ویکھن نو مریا کرو

مہرماہ نے ضرار کو دیکھتے کہا تو ضرار مسکرایا اور اگلے ہی لمحے خوبصورت انداز میں گویا ہوا۔

راہ جاندی اے مل کو لو

راہ جاندی اے مل کو لو

میری ماہی کینی سوہنی اے

کدی پوچھ میرے دل کو لو

ضرار نے دونوں ہاتھوں کی مٹھی بناتے باقاعدہ اپنی کنپٹیوں سے لگاتے اسکی نظر اتاری جس پر مہرماہ شرمائی جبکہ باقی سب نے زوردار ہونٹگ کی جس پر بڑے سب مسکرائے تھے۔ "چلو مریم اب تمھاری باری" یشائم نے مریم کو کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے شہریار کو دیکھا جو اسے دیکھتے مسکرا رہا تھا۔

پانی سمندر دا نمکین ماہیا

پانی سمندر دا نمکین ماہیا

رب دی اس دنیا وچ

تو سب تو حسین ماہیا

مریم نے نگاہیں جھکاتے کہا تو شہریار کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ پھیلی جبکہ لڑکیوں نے ہوٹنگ کرتے مریم کو جبکہ لڑکوں نے شہریار کو چھیڑا جس پر دونوں کے چہرے گلابی ہوئے۔ب"ھائی بھابھی نے بھری محفل میں تعریف کی ہے اب جواب بھی ایسا ہی ہونا چاہیے" اسد نے کہا تو اس نے مریم کو دیکھا۔

شیشہ ٹُٹا ہویا نئیوں جڑدا

شیشہ ٹُٹا ہویا نئیوں جڑدا

قسمِ خدا دی مریم!

دل دتا ہویا نئیوں مردا

شہریار نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ سب نے مسکراتے ان دونوں کی نظر اتاری۔"بھابھی آپکی باری اب" مہرماہ نے یشائم کو دیکھتے کہا تو اس نے ماہ دیر کو دیکھا جو آئی برو اچکاتے اسے دیکھ رہا تھا۔

کوئی پشاوری ٹی ماہیا

کوئی پشاوری ٹی ماہیا

ویڈیو کال تے آجا وے

آئی وانٹ ٹو سی یو ماہیا

یشائم نے باقاعدہ دوپٹے کا کونہ دانتوں میں دباتے یوں کہا جیسے اس نے عرصے سے ماہ دیر کو نا دیکھا ہو اسکے انداز پر سب نے قہقہہ لگایا جبکہ ماہ دیر کی تو ہنسی کنٹرول نہیں ہورہی تھی۔"چل بھئی ماہ دیر تیری باری" ضرار نے اسے کہا تو اس نے یشائم کو دیکھا۔

کوئی پشاوری چاہ ماہیا

کوئی پشاوری چاہ ماہیا

تیریاں ہی سانواں دے نال

ساڈے چلدے نے ساہ ماہیا

ماہ دیر نے یشائم کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ باقی سب نے زوردار تالیاں بجاتے اسے داد دی جس پر اس نے سر خم کیا۔"یار ویسے تو نے اتنا اچھا ٹپا گایا ہے تو اب میرا دل کررہا ہے میں تیری شان میں کچھ عرض کروں" عامر نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر نے لب آپس میں پیوست کرتے مسکراہٹ دبائی۔

چھلا میرا جی ڈھولا کوئی بوٹا چھلیاں دا

سالا میرا اینج لگدا جیوے ککڑ مسلیاں دا

عامر نے ماہ دیر کا چہرہ باقاعدہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو ماہ دیر نے پاس رکھا کشن اٹھاتے اس کے منہ پر دے مارا جبکہ باقی سب اس کی بات پر ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے۔ "ہاہاہاہاہاہا مسلیوں کا ککڑ" اسد نے قہقہہ لگاتے اپنےپیٹ کو پکڑتے کہا تو سب ہنستے ایک دوسرے پر گرے جبکہ بڑوں کا حال بھی ان سے جدا نا تھا۔ "ویسے مجھے بھی ایک ٹپا اپنے سالے صاحب کے گوش گزار کرنا ہے۔یہ ہمیں کہتے ہیں نا ہم ٹھرکی ہیں تو ایک انکے گوش گزار کرنا بنتا ہے" ضرار نے کہا تو ماہ دیر نے اسے گھورا جبکہ باقی نے اپنی ہنسی دبائی۔

کوئی کالی قمیض ہوندی

کوئی کالی قمیض ہوندی

دل نہی رج سکدا

ٹھرک اینج دی چیز ہوندی

ضرار نے ماہ دیر کو آنکھ مارتے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا جبکہ ماہ دیر نے کشن اٹھاتے اب کی بار اسکے منہ پر مارا جس پر ضرار نے دانت پیسے۔ "منہ سے بات ہورہی ہے ہاتھ نا چلا" ضرار نے کہا تو ماہ دیر نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا لیکن اگلے ہی پل مسکرایا۔ "صحیح کہا منہ سے بات ہورہی ہے تو اب میری باری اوریہ خاص کلام میرے دونوں جیجا جی کے نام" ماہ دیر نے کہا اور ان دونوں کو دیکھا۔

ایک چن تے دو تارے

ایک چن تے دو تارے

تھوڈے جے بغیر تا نو

بندہ رکھ رکھ کے چھتر مارے

ماہ دیر نے باقاعدہ ان دونوں کو ایک ایک تھپڑ رسید کرتے کہا تو سب ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے جبکہ عامر اور ضرار نے منہ کھولتے اسے دیکھا جو اب ہنستے حوریہ کا ماتھا چوم رہا تھا۔ "بابا ذان اپ نے میلے لیے دانا نئی دایا (بابا جان آپ نے میرے لیے گانا نہیں گایا)" حوریہ نے اسے دیکھتے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔ "ابھی گاتا ہوں آپکے لیے بابا کی جان" ماہ دیر نے پیار سے کہا اور اسے اپنے سینے سے لگاتے بولا۔

نی میری چھوٹی رانی اے

نی میری چھوٹی رانی اے

تیری ہنسی نال لگدا

گھر دا ہر کونا جیوے میٹھا پانی اے

ماہ دیر نے اسے سینے میں بھینچتے کہا تو حوریہ کھلکھلا کر ہنس دی جبکہ باقی سب مسکرائے اور انکی نظر اتار گئے۔ "بیوی بات سنیں" عامر نے اچانک ثانیہ کو پکارا جس پر اس نے اسے دیکھا۔

آلو مٹر پکایا کرو

آلو مٹر پکایا کرو

جدوں میں اکھ مارا

میرے سینے لگ جایا کرو

عامر نے کہا تو سب اسکے فلرٹ کرنے پر ہنستے جبکہ ماہ دیر نے اسے گھورا اور ثانیہ نے مسکراہٹ دبائی۔

آلو مٹر پکاؤ گے

آلو مٹر پکاؤ گے

مینوں جے سینے لایا

میرے ویر کو لو چھتر فیر کھاؤ گے

ثانیہ نے کہا تو عامر نے اسے مصنوعی گھورا جبکہ ماہ دیر نے قہقہہ لگایا اور اٹھتے اپنی بہن کے پاس آتے اسے سینے سے لگا گیا۔

بہناں ویراں دی شان ہوندیاں

بہناں ویراں دی شان ہوندیاں

اوناں واسطے رب کولوں منگدا

میں ساری خوشیاں جہان دیاں

ماہ دیر نے ثانیہ اور مہرماہ کے درمیان بیٹھتے ان دونوں کو سینے سے لگاتے کہا تو وہ دونوں مسکرائی اور اسکا ہاتھ تھامتے چومتے آنکھوں سے لگا گئیں۔

ساڈے ویر نو نظر نا لگے

ساڈے ویر نو نظر نا لگے

جتھے او جاوے کلا

رب اونو اپنی امان وچ رکھے

مہرماہ اور ثانیہ نے بیک وقت اسے دیکھتے گایا تو وہ مسکرایا اور ان دونوں کے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "ویسے یار ہمیں بھی اپنے بھائی کیلئے کچھ گانا چاہیے ہے نا" ان تینوں بہن بھائیوں کا پیار دیکھتے شہریار نے کہا تو اسد اور ضرار نے ہاں میں سر ہلایا۔

ویرے جدو شام ہو جاندی اے

ویرے جدو شام ہو جاندی اے

تیرے تو بغیر ہر گلی

ہر راہ سنسان ہو جاندی اے

شہریار، اسد اور ضرار نے یکدم ہی عامر کے گرد حصار باندھتے کہا تو وہ مسکرایا اور باری باری ان تینوں کا ماتھا چوم گیا۔ "میرے پیارے بچے" عامر نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ مسکرائے جبکہ شہریار نے ایک مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ تینوں بھائی اٹھے اور شاہجہاں بیگم کے قدموں میں جاتے بیٹھے۔

میری لال رضائی اے

میری لال رضائی اے

ماں دے پیراں تھلے

رب جنت بنائی اے

عامر، اسد اور شہریار نے شاہجہاں بیگم کے پیروں کو ہاتھ لگاتے کہا تو وہ مسکرائیں جبکہ انکی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔ "اللہ پاک تم سب کو یونہی خوش و خرم اور آباد رکھے" شاہجہاں بیگم نے ان سب کو دعا دی جس پر سب مسکرائے۔ی "ارماحول سینٹی کیوں ہورہا ہے اچھا سنیں سب میری" شاہجہاں بیگم کی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتے شہریار فوراً بولا تو سب نے اسے دیکھا جس پر وہ مسکرایا۔

چٹا ککڑ بنیرے تے

چٹا ککڑ بنیرے تے

اینوں تھلے لا ماہیا

اج بریانی بناواں گے

شہریار نے کہا تو سب کے چھت پھاڑ قہقہے بلند ہوئے جبکہ باقی چاروں لڑکوں نے مسکراہٹ دباتے اسے دیکھا۔ "تیری اتنی فضول عرض پر ہم بھی کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں" ماہ دیر نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔

آسمانی ست تارے

آسمانی ست تارے

اک تو جعلی وکیل ہیگا

اوتوں کم دو نمبر نے سارے

ان چاروں نے ایک ہی سانس میں ہم آواز ہوتے کہا تو شہریار نے ان چاروں کو گھورا جب کہ باقی سب ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے۔ "ہاہاہاہاہا بچوں بس کرو اب" خلیل صاحب نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کرتے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "انکل ہم ایک شرط پر بس کریں گے" اسد نے سر ہلاتے یکدم کہا تو انھوں نے اسے دیکھا۔ "کیسی شرط بیٹا" خلیل صاحب نے پوچھا تو اسکی آنکھیں چمکیں۔ "انکل آپ سب کو ڈانس کرنا پڑے گا" اسد نے خلیل صاحب، دراب صاحب اور عالمگیر خان کی طرف اشارہ کرتے کہا تو انھوں نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جبکہ باقی سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بچوں ہم کیسے" دراب صاحب نے کہا تو ان سب نے شانے اچکائے۔ "جیسے کرتے ہیں بلکل ویسے ہی بابا" ضرار نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے جواب دیا تو دراب صاحب کا دل کیا اپنے سپوت کا منہ توڑ دے۔ "بچوں لیکن یہ غلط ہے" عالمگیر خان نے کہا تو ان سب نے مریم اور یشائم کو دیکھا۔ "بابا پلیز نا ڈانس کریں" انکے دیکھنے پر وہ دونوں بیک وقت بولیں تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لیکن یہاں کوئی گانا نہیں ہے" خلیل صاحب نے بہانا ڈالنا چاہئے۔ "کوئی نہیں انکل ہم لوگ گائیں گے آپ لوگ ڈانس کرنا" عامر نے کہا اور ان سب کو اشارہ کیا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور اگلے ہی پل انکی آواز لاؤنج میں گونجی۔

تو ہو گئی ون تو ٹو

او گڑیے وٹ ٹو ڈو

او ہوگئی منڈے دی

تتو روتتو رو

ان چاروں نے بیک وقت گانا شروع کیا تو خلیل صاحب، عالمگیر خان اور دراب صاحب نے ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ڈانس کرنا شروع کیا جس پر سب ہنستے انھیں داد دینے لگے جبکہ لڑکیاں کھلکھلا اٹھیں۔

پتنگاں ورگی تو ایویں اڈدی

او ہوگئی منڈے دی

تتو روتتو رو

ان تینوں نے ڈانس کرتے کرتے شاہجہاں بیگم، فردوس بیگم، تنزیل بیگم اور فہمیدہ خان کو بھی ساتھ اٹھایا اور سب ایک دوسرے کا ہاتھ تھامتے گول گول گھومنے لگے جسے دیکھ لڑکے آگے بڑھے اور اپنی اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑتے انھیں کھڑا کیا۔

ہیلاں تے چلدی

ٹک ٹک تو کردی

میک اپ تو کردی آ

انگریزی پڑھ دی

گھٹ پٹ تو کردی

جیوے کوین ساڈی ویکٹوریا

ان لڑکوں نے اپنی اپنی بیوی کو گھمایا جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔جبکہ بچے دونوں ملازمہ کے حوالے تھے۔وہ پانچوں اپنی اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے انھیں اپنے ساتھ نرمی سے نچا رہے تھے جبکہ لڑکیاں بھی اپنے اپنے محرم کا ہاتھ تھامے بھرپور انجوائے کررہی تھیں۔

تو کہندی بگ بین دی

پورا لندن ٹھمک دا

او جدوں نچے بہن جی

پورا لندن ٹھمک دا

انھوں نے اپنی اپنی بیوی کی دو انگلیاں پکڑتے انھیں گھمایا پھر گھما کر انکی پشت کو اپنے سینے سے لگایا جس پر وہ ہنسی جبکہ بڑے ابھی بھی گول دائرے میں گھومتے ناچ رہے تھے۔اور انکی کزنز بھی اب انھیں جوائن کرتی ڈانس کررہی تھیں۔

لٹھے دی چادر اوتے سلیٹی رنگ ماہیا

آؤ سامنے آؤ سامنے

کولوں دی رس کے نا لنگ ماہیا

لڑکوں نے اپنی اپنی بیویوں کا ہاتھ پکڑتے انکے ہاتھ بلند کیے اور ان کے ساتھ ڈانس کرنے لگے جس پر انکی کھلکھلاہٹیں پورے ملک ولا میں گونجنے لگی جبکہ انھیں یوں ناچتے دیکھ حوریہ بھی وسط میں آتے اپنے بابا کا ہاتھ پکڑتے ڈانس کرنے لگی۔سب ہی مسکراتے انجوائے کررہے تھے۔انکے گھر کی دہلیز پر

خوشیاں کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ اب انکی دہلیز پر فقط خوشیاں ہی خوشیاں تھیں جو غموں کا رستہ روکے ہوئے تھیں۔اب ان خوشیوں نے غموں کو انکے آس پاس بھی نہیں بھٹکنے دینا تھا۔

"جانم عاشقی رک جاؤ نا آج رات" اسد نے عائشہ کو سینے سے لگاتے کہا تو عائشہ مسکرائی۔"اسد اماں سائیں نے منع کیا ہے کہ اب مہندی تک ہم لوگ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تو کیسے رہوں یہاں" عائشہ نے کہا تو اسد نے منہ بنایا۔وہ دونوں اس وقت اسد کے کمرے میں تھے۔ڈھولکی کے فنکشن سے فارغ ہوتے اسد چپ چاپ عائشہ کو اپنے روم میں لے آیا تھا۔بڑے سب لاؤنج میں بیٹھے تھے جبکہ لڑکے لان میں اور لڑکیاں بچوں کے ساتھ گیسٹ روم میں آرام کررہی تھیں۔ان سب کا ڈنر کرکے جانے کا ارادہ تھا جبکہ انکی کزنز اور دوستیں جاچکی تھیں۔"جانم عاشقی پلیز نا صرف آج۔کل میں نے ویسے ہی دو دن کیلئے لاہور چلے جانا ہے۔پھر ہم ایک دوسرے سے پورے دو دن بعد ملیں گے۔مجھے تو سوچ سوچ کر ہول پڑ رہے ہیں۔پورے دو دن کیسے رہوں گا میں تمھارے بغیر" اسد نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو عائشہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔"اسد وہ تو ہے لیکن ماما نہیں مان رہیں۔میں اکیلے کیسے رہوں اور رہ تو میں بھی نہیں پاؤں گی پر ابھی کیا کرسکتے ہیں" عائشہ نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔"یار یہ غلط ہے ویسے" اسد نے بچوں کی طرح کہا تو وہ ہنس پڑی۔"جانتی ہوں پر دیکھیں شادی کی رسم ہے نا یہ۔پھر بس دو تین دن کی بات اور ہوگی اور ہم دونوں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایک ہوجائیں گے پلیز آج مان جائیں" عائشہ نے کہا تو اسد نے پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔"میرا بلکل

دل نہیں کررہا تمھیں بھیجنے کا" اسد نے جھکتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے کہا تو عائشہ نے نرمی سے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں تھاما۔ "جانتی ہوں۔ میرا بھی بلکل دل نہیں کررہا جانے کا پر ابھی سب بڑوں نے کہا تو ماننا پڑے گا" عائشہ نے نرمی سے اسکے رخسار کو سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "لازمی ہے؟" اسد نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ا"گر لازمی نا ہوتا تو کیا میں مانتی؟" عائشہ نے جواباً سوال کیا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور اسے قریب کرتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا جس پر وہ نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔ "ایک بات بتاؤں" اسد نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "بتائیں" عائشہ نے اس کے بال سہلاتے اجازت دی۔ "کل رات میں نے ایک بہت حسین خواب دیکھا" اسد نے مدھم آواز میں کہا لیکن عائشہ کو لگا گویا وہ مسکرایا ہو۔ "کیسا خواب" اس کی مسکراہٹ کو اپنے کندھے پر محسوس کرتے عائشہ نے کچھ سمٹتے پوچھا۔ "بہت حسین اور مکمل خواب" اسدیوں بولا جیسے وہ ایک بار اس خواب میں جینے لگا ہو۔ "اچھا!۔ ایسا کیا تھا اس خواب میں" عائشہ نے تجسس سے پوچھا جبکہ اسکی بات سنتے اسد نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا جبکہ اسکے یوں سیدھے ہونے پر عائشہ نے اسکے چہرے کو دیکھ جس پر الوہی چمک تھی جسے دیکھ عائشہ نے دل میں آیت الکرسی پڑھتے فوراً اسکی نظر اتاری۔ "تم، میں اور ہمارے دو بچے" اسد نے اسکے سوال پر جواب دیا تو عائشہ کے رخسار گلابی ہوئے جبکہ اسکی پلکیں رخساروں پر سجدہ ریز ہوئیں۔یہ منظر کسی کو بھی مبہوت کرسکتا تھا اور اسد ملک اس منظر کو دیکھتے صحیح معنوں میں حواس باختہ سا اسے دیکھنے لگا۔ وہ یوں حیا سے سمٹتے اسے دل کے قریب لگی۔ "مت کرو" اسد نے اسے ساتھ لگاتے کہا۔ آواز میں بے

بسی ہی بے بسی تھی۔ "کیا نا کروں" آواز مدھم تھی۔شرم و حیا ہر انداز سے نمایاں تھی۔ "یہ سب مت کرو۔یوں چھوٹی چھوٹی بات پر بلش مت کرو ورنہ میں جان سے جاؤں گا" اسد نے اس کے بالوں پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موندتے گہری سانس بھرتے اسکی خوشبو سے اپنی سانسوں کو مہکایا۔جبکہ اسکی بات پر عائشہ نے اپنا آپ اس کے سینے میں چھپایا۔ "آپ۔۔ایسی باتیں۔۔نا کریں" عائشہ نے شرم سے لبریز آواز میں کہا تو وہ مسکرایا۔ "میں نے تو بس وہ بتایا جو خواب میں دیکھا تھا۔خود سے تھوڑی کچھ بول رہا ہوں" اسد نے کہتے اسکا سر چوما تو عائشہ نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "آپکے خواب بھی مجھے سمٹنے پر مجبور کرتے ہیں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "پر یہ خواب میرے دل میں ایک خوبصورت خواہش کو جنم دے گیا ہے" اسد نے اسکی رخسار کو اپنی پوروں سے چھوتے کہا تو عائشہ نے آنکھیں جھکائیں۔ "میں۔۔اس خواہش۔۔کے ہزار۔۔بار صدقے" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو اسد مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا جس پر وہ آنکھیں موند گئی۔ "آئی لو یو" اسد نے سیدھے ہوتے اسے نرمی سے ساتھ لگایا جس پر وہ بھی اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گئی جبکہ اسد نے نرمی سے اسکے سر کو ایک بار پھر چوما اور نرمی سے اسکی بازو کو سہلاتے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔

"یشی چلو شاباش اب سوجاؤ میری جان" ماہ دیر نے اسکے بال سہلاتے کہا جو اسکے سینے پر سر رکھے اس سے باتیں کر رہی تھی۔وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آئے تھے۔اور حوریہ آج ثانیہ کے پاس

سوئی تھی جبکہ ماہ دیر اور یشائم جب سے روم میں آئے تھے تب سے باتیں کر رہے تھے۔ "مجھے نہیں سونا" یشائم نے ضدی انداز میں کہا تو اس نے اسے دیکھا جو اس وقت بلکل بچوں کی طرح اس سے چپکی ہوئی تھی۔ "اچھا اور کیوں نہیں سونا میرے بچے نے" ماہ دیر نے پیار سے پوچھا۔ "کیونکہ ایک تو مجھے نیند نہیں آرہی اور دوسرا مجھے آپ سے باتیں کرنی ہیں" یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میری جان وہ تو ٹھیک ہے لیکن تمھاری طبیعت نہیں ٹھیک اور ڈاکٹر نے کہا ہے نا کہ زیادہ نہیں جاگنا۔ٹائم پر سونا ہے" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور منہ بناتے اسے دیکھا۔ "پر مجھے نیند ہی نہیں آرہی۔ میں کیسے سوؤں۔ اور آپکو یہ تو یاد ہے کہ ڈاکٹر نے کہا تھا ٹائم پر سونا ہے پر یہ نہیں یاد کہ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ مجھے کسی چیز کیلئے فورس نہیں کرنا" یشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میری جان میں تمھیں فورس نہیں کر رہا بس اتنا کہہ رہا ہوں کہ سو جاؤ ورنہ پھر سر میں درد ہوگی" ماہ دیر نے اسکے بالوں کو لبوں سے چھوتے کہا۔ "سر درد ہوگا تو آپ سر دبا دینا پر ابھی مجھے نہیں سونا اور اگر اب آپ نے مجھے کہا تو باخدا میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی اور اٹھ کر آپی کے کمرے میں چلی جاؤں گی" یشائم نے حل پیش کرتے ساتھ اسے دھمکی لگائی تو ماہ دیر نے آنکھیں پھیلاتے صدمے سے اسے دیکھا جو اسے دھمکی لگاتے اب اسے یوں دیکھ رہی تھی گویا اس سے زیادہ معصوم ہی کوئی نا ہو۔ "یہ ابھی تم نے مجھے دھمکی لگائی ہے یشی" ماہ دیر نے اسے مصنوعی انداز میں گھورتے پوچھا تو یشائم نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ "یہ گھور کسے رہے ہیں آپ" یشائم نے اسے ڈبل گھوری سے نوازتے پوچھا تو ماہ دیر نے بامشکل اپنے امڈتے قہقہے کو ضبط کیا۔ "تمھیں گھور رہا ہوں۔ شرم نہیں آتی شوہر کو

دھمکی لگاتے" ماہ دیر نے دانت کچکاتے پیار سے اس کی ناک دباتے پوچھا۔ "نہیں آتی شرم۔ میرے شوہر نے مُجھے اپنے سر پر چڑھا رکھا ہے تو میں انھیں گھوروں یا ان سے لڑوں آپکو کیا" یشائم نے اسکی محبت پر اتراتے اسے جواب دیا تو ماہ دیر کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ کیا مان تھا یشائم کے لہجے میں۔ کتنا غرور تھا اسکی محبت پر۔ مقابل کا دل کیا اپنی باہوں میں موجود عورت پر اپنی سلطنت وار دے۔ جبکہ وہ نازک جان گردن اکڑاتے اسکی باہوں میں موجود اسکی محبت پر مان کرتے اسے دیوانہ کر چکی تھی۔ "تمھارا شوہر قربان تم پر یشی" ماہ دیر نے اسکے انداز پر محبت سے لبریز آواز میں کہتے اسکے ماتھے پر لب رکھے جس پر وہ کھلکھلا کر ہنسی پھر اوپر ہوتے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھام گئی۔ "آپکی یشی نثار آپ پر دِیر" یشائم نے بھی اسی کے انداز میں کہتے اسکی روشن پیشانی کو اپنے لمس سے مہکایا تو وہ آنکھیں موند گیا۔ "میری یشی ! یہ لفظ کتنے خوبصورت ہیں نا" ماہ دیر نے اس کے سیدھے ہونے پر آنکھیں کھولتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بہت زیادہ" یشائم نے اسکے چہرے کے نقوش کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے چھوتے کہا۔ "جانتے ہیں دِیر میں نے کبھی نہیں سوچا تھا زندگی اتنی خوبصورت ہوگی۔ مجھے اس قدر نوازا جائے گا کہ میرا دامن خوشیوں سے بھر جائے گا اور اس بات کی امید تو میں بلکل ہی چھوڑ چکی تھی کہ میرے پاس ایک ایسا انسان ہوگا جو مجھ سے محبت کرے گا۔ میرے لیے پوری دنیا سے لڑے گا۔ حور سے عشق کرے گا۔ ہمیں اپنی کل کائنات بنا لے گا پر پھر آپ آگئے اور میری ٹوٹی امیدیں جُڑ گئیں۔ میری ساری سوچیں غلط ثابت ہو گئیں کیونکہ اب میرے پاس آپ ہیں۔ آپ میرا کمفرٹ زون ہیں دِیر"

یشائم نے کھوئے کھوئے محبت سے بھرے لہجے میں ہنوز اسکے چہرے کے نقوش کو چھوتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "بعض اوقات کچھ لوگ ہماری زندگی میں تھوڑی دیر سے آتے ہیں جنھیں ہم صبر کا پھل کہتے ہیں اور ہم دونوں شاید ایک دوسرے کے صبر کا پھل ہیں۔ میری تمام اذیتوں کے بدلے مجھے تم ملی۔ تمھاری تمام تکالیف کا ازالہ میری صورت کیا گیا۔ اللہ یقیناً بہترین عطا کرنے والا ہے" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے کہا تو یشائم نے اسے دیکھا۔ "زہ تا سرہ مینہ لرم. (مجھے آپ سے محبت ہے دِیر)" یشائم نے اوپر ہوتے اس کے لبوں کو نرمی سے چھوتے پشتو میں کہا تو ماہ دیر نے آنکھیں موندتے اس کے لمس کو محسوس کیا۔ "زہ ھم تاسرہ مینہ لرم زما روح. (مجھے بھی تم سے محبت ہے میری جان)" ماہ دیر نے بھی جواباً جھکتے اسکے ہونٹوں کو چھوا اور پشتو میں جواب دیا تو یشائم نے مسکراتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ وہ پشتو بولتے اسکو شرمانے پر مجبور کرگیا تھا۔ "اب ایسے شرماؤ گی تو میں کچھ اور سمجھ بیٹھوں گا" ماہ دیر نے اسکے سر کو چومتے کہا۔ "چپ کریں اور سونے دیں مجھے" یشائم نے مدھم آواز میں ڈپٹتے کہا تو وہ ہولے سے ہنسا اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔

"ضار! آج آپ ہرگز کہیں نہیں جائیں گے۔چپ چاپ آرام کریں" مہرماہ نے ضرار کو دیکھتے ڈپٹا جسکا چہرہ بخار سے سرخ ہورہا تھا۔ کل رات کافی دیر ٹھنڈ میں لان میں بیٹھنے کی وجہ سے ضرار کو خاصا بخار ہوگیا تھا جس وجہ سے مہرماہ پریشان ہوتے قریباً ساری رات ہی جاگتی رہی۔ اب صبح کے آٹھ

بج رہے تھے اور ضرار پچھلے ایک گھنٹے سے بیڈ پر بیٹھا ضد کر رہا تھا کہ وہ یونی ضرور جائے گا جبکہ مہرماہ اسے گھورتے ڈانٹنے کے ساتھ ساتھ وہاج کے کپڑے الماری میں سیٹ کر رہی تھی۔ ضرار کو بخار ہونے کی وجہ سے وہاج صبح فجر کے بعد سے اپنے دادا دادی کے پاس تھا۔ "ماہ پلیز نا میری جان۔ تم جانتی ہو نا مجھے چھٹی کرنا نہیں پسند۔ پلیز جانے دو نا" ماہ ضرار نے اسے دیکھتے کہا جس نے اسکی بات پر اسے زبردست گھوری سے نوازا تھا۔ اسکے گھورنے پر ضرار نے منہ بناتے سر جھکایا۔ "ضار میں آپکے بھلے کیلئے بول رہی ہوں۔ آپکا بخار جب تک نہیں اترتا تب تک اگر آپ نے اس کمرے سے پاؤں بھی باہر رکھا تو باخدا آپکی خیر نہیں" مہرماہ نے اسے انگلی اٹھاتے وارن کیا تو ضرار نے بچوں کی طرح منہ بناتے دونوں بازو سینے پر باندھتے سر جھکایا۔ اسکی حرکت پر مہرماہ جو کام کر رہی تھی اس نے ہاتھ روکتے اسے دیکھا جو منہ بنائے چھوٹا سا بچہ لگ رہا تھا۔ بے ساختہ مہرماہ کو اس پر پیار آیا۔ اس نے الماری کے پٹ بند کیے اور اسکے پاس آتے بیڈ پر بیٹھی۔ "میں آپکے بھلے کیلئے ہی کہہ رہی ہوں ضار۔ حالت دیکھیں اپنی اتنا تیز بخار ہو رہا ہے آپکو۔ میں کیسے جانے دوں۔ مجھے آپکی فکر ہے ضار" مہرماہ نے اسکے قریب بیٹھتے اسکے ہاتھ کو تھامتے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ "جانتا ہوں بچے کہ تم فکرمند ہو پر میرا کام بھی تو ضروری ہے نا" ضرار نے پیار سے جواب دیا۔ "ضار میرے لیے کوئی بھی کام آپکی صحت سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔ آپ میرا کل اثاثہ ہیں اور ابھی اتنی طبیعت خراب ہے آپکی کیسے جانے دوں آپکو۔ اور فرض کریں آپ کو اگر بھیج بھی دیا تو میرا دھیان سارا دن آپ پر رہے گا۔ اور اسے بھی چھوڑیں خود بتائیں اگر میں بیمار ہوتی تو کیا آپ جانے دیتے مجھے" مہرماہ نے اسے

دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہرگز نہیں پر میرا بچہ میں ٹھیک ہوں اب" ضرار نے نرمی سے کہا تو مہرماہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "ضار آپکو لگ رہا ہے کہ آپ ٹھیک ہیں پر اپنا چہرہ دیکھیں بخار کی شدت سے کیسے سرخ ہو رہا ہے" مہرماہ نے اسکے ماتھے کو چھوتے فکر مندانہ انداز میں کہا جبکہ اسکا پریشان کن چہرہ دیکھتے ضرار کو بے ساختہ خود پر شرمندگی ہوئی۔ ایک تو وہ اسکے لیے اتنی پریشان تھی اوپر سے وہ یوں ضد کر رہا تھا۔ وہ تو محبوب تھی اور محبوب کی بات پر اسکا فرض سر خم کرنا تھا۔ عشق میں محبوب سے بحث و مباحثہ کرنا عاشق کیلئے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ "یہاں آؤ" ضرار نے اسے دیکھتے اپنی ایک بازو واء کرتے نرمی سے کہا تو مہرماہ نے چند سیکنڈ اسے دیکھا پھر آگے ہوتے اسکے کھلے بازو میں آسمائی جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے لیٹنے کے انداز میں بیٹھا تھا۔ "آئی ایم سوری" اسکے اپنے ساتھ لگتے ہی ضرار نے اس کا سر چومتے شرمندگی سے کہا۔ "سوری کیوں کہہ رہے ہیں" مہرماہ نے اس کے یوں معافی مانگنے پر تھوڑی حیرت سے پوچھا۔ "میں تب سے ضد کرتے تمھیں تنگ کر رہا ہوں۔ حتیٰ کہ میرا فرض تھا کہ تمھارا حکم فوراً مان لیتا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے چہرہ اٹھاتے مسکرا کر اسے دیکھا جسکا جسم ابھی بھی بخار کی حدت سے دہک رہا تھا۔ "آپ عشق ہیں میرا ضار آپ مجھ سے ضد کیا کریں۔ آپکی ضد سر آنکھوں پر۔ بلاوجہ معافی نا مانگیں" مہرماہ نے اسکے ہاتھ کی پشت پر نرمی سے ہونٹ رکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تمھارا عشق ہونا شرف کی بات ہے پر تمھارا عاشق بھی ہوں اور عاشق کا فرض ہے محبوب کے حکم پر سر خم کرنا" ضرار نے کہا تو مہرماہ کو اس پر پیار آیا جس پر اس نے اوپر ہوتے نرمی سے اسکی ٹھوڑی کو چوما۔ "اچھا بس میرے پیارے سے عاشق۔ اب سو جائیں

تھوڑی دیر اور وعدہ کریں کہ آج کوئی کام نہیں کریں گے بلکہ ریسٹ کریں گے" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا۔ "پکا وعدہ میں صرف آرام کروں گا اور اب کوئی فضول ضد نہی کروں گا بلکہ تمھارے تمام احکام پر جی حضوری کروں گا" ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "جی حضوری کریں گے تو لوگ جورو کا غلام کہیں گے" مہرماہ نے اسکے ناک پر نرمی سے چٹکی کاٹتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اگر جورو تمھارے جیسی ہو تو غلام بننے میں کیسی شرم" ضرار نے کہا تو وہ پھر ہنس دی۔ "اب ایسے کریں گے تو میرے اندر آئی ظالم بیوی والی روح بھاگ جائے گی" مہرماہ نے پیار سے اسکے رخسار پر چٹکی کاٹتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہائے میری ظالم بیوی۔ اگر ایسے پیار بھرا تشدد کرو گی تو میرا کیا بنے گا" ضرار نے اسکی پوروں کو باری باری لبوں سے لگاتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "ابھی آپکو بخار ہے پھر فلرٹ کرنے سے باز نہیں آرہے" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا جو اب اسکے دوسرے ہاتھ کی پوروں کو لبوں سے لگا رہا تھا۔ "فلرٹ کرنے کا پورا حق ہے مجھے" ضرار نے اسکے دونوں ہاتھ تھامتے اپنے سینے پر رکھتے اپنے سبز اور نیلی ابھری رگوں سے مزین ہاتھ کے نیچے دبایا تو مہرماہ مسکرائی۔ اسکی نظر ضرار کے چہرے سے سرکتے اسکے ہاتھوں پر گئی۔ اس کے ہاتھ خوبصورت تھے۔ لمبی خوبصورت انگلیاں۔ بالوں کی پشت پر ہلکے ہلکے بھورے بال اور نیلی اور سبز رگیں جو ہاتھ کی زرا سی حرکت پر ابھرتے آنکھ مچولی کھیلتی تھیں۔ پھر ان ہاتھوں میں قید مہرماہ کے اپنے ہاتھ جیسے وہ بنے ہی اس کے لیے ہوں۔ "آپ کے ہاتھ بہت خوبصورت ہیں ضار" مہرماہ نے دوبارہ سے اسکے چہرے کو دیکھتے اچانک کہا تو پہلے تو اس نے اسے دیکھا پھر ہنس پڑا۔ "تم تب سے یہ سوچ رہی تھی" ضرار نے ہنستے

ہوئے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔ "اچھا اور مجھے لگا نا جانے میری روحِ من کس سوچ میں گم ہے لیکن یہاں تو میری بیگم میرے ہاتھوں کی خوب صورتی میں کھوئی تھیں" ضرار نے اسکی ناک کو نرمی سے دباتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اب اللہ نے ماشاء اللہ سے میرے شوہر کو اتنا حسن دیا ہے میرا مبہوت ہونا بنتا ہے" مہرماہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو ضرار مسکرایا پھر ایک دم سے ہنس پڑا جس پر مہرماہ بھی ہنسی۔ "نیڑی فلرٹ ہو تم ماہ" ضرار نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اپنے حسین شوہر کے ساتھ فلرٹ کرنے سے ثواب ملتا ہے ضار اور مجھے ثواب کمانے کا بڑا شوق ہے" مہرماہ نے اسے دیکھتے مصنوعی سنجیدگی سے کہا تو ضرار پھر ہنسا جس پر وہ بھی کھلکھلا اٹھی۔ ان دونوں کے زندگی سے بھرپور قہقہے کمرے کے در و دیوار سے ٹکرا رہے تھی۔ دونوں ہی اب ایک دوسرے کے حصار میں بیٹھے وقفے وقفے سے کوئی نا کوئی بات کرتے قہقہہ لگاتے جس پر کمرے کے در و دیوار بھی مسکرا رہے تھے۔

"دادا ذان مذے پتیں (دادا جان مجھے پکڑیں)" حوریہ نے خلیل صاحب کو دیکھتے کہا جو اسکے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ وہ دونوں اس وقت خلیل صاحب کے کمرے میں کھیل رہے تھے۔ حوریہ خلیل صاحب کے آگے آگے بھاگ رہی تھی جبکہ خلیل صاحب اسکے پیچھے بھاگتے اسے پکڑ رہے تھے۔ "دادا کی جان رکو تو صحیح۔ اتنی تیز بھاگ رہو ہو آپ" خلیل صاحب نے حوریہ کو دیکھتے کہا جو اب بیڈ پر چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی پر اس میں ناکام ہوتے وہ صوفے کی طرف بھاگی اور صوفے پر چڑھ کر کھلکھلا کر ہنسی۔ "نو دادا ذان۔ می جول شے بادوں دی (نو دادا جان میں زور سے بھاگوں گی)" حوریہ نے صوفے

پر کھڑے ہوتے کہا تو خلیل صاحب مسکرائے۔ "اچھا اب بس کرو میرا بچہ۔یہاں آؤ دادا کی جان۔دادا تھک گئے ہیں" خلیل صاحب نے اسکو دیکھتے کہا تو وہ مسکرائی اور اپنی بازو واء کر گئی جسے دیکھ خلیل صاحب آگے بڑھے اور اسے نرمی سے گود میں اٹھاتے اپنے سینے سے لگا گئے۔ "داداذان حولیہ تو شونا اے(دادا جان حوریہ کو سونا ہے)" حوریہ نے انکے سینے سے لگتے ہی کہا تو وہ مسکرائے۔ "نیند آگئی میرے بیٹے کو" خلیل صاحب نے اسکا سر چومتے پوچھا۔ "دی اتی شائی نینی آلی اے (جی اتنی ساری نیند آرہی ہے)" حوریہ نے معصومیت سے کہا تو خلیل صاحب مسکرائے۔ "میرا بچہ آؤ میں اپنی گڑیا کو نینی کرواؤں" خلیل صاحب اسے یونہی سینے سے لگاتے بیڈ پر بیٹھے اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگے جس پر حوریہ بھی مزے سے انکے سینے پر لیٹ گئی۔ "دادا ذان دادو پالی تی نا (دادا جان دادو پیاری تھیں نا)" حوریہ جو انکے سینے پر لیٹی تھی اسکی نظر اچانک پلوشہ سکندر کی تصویر پر پڑی تو فوراً بولی جس پر خلیل صاحب نے نظر جھکاتے اسے دیکھا لیکن اسکی نظروں کا ارتکاز پلوشہ کی تصویر پر دیکھتے انھوں نے چہرہ موڑتے پلوشہ کی مسکراتی تصویر کو دیکھا اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے وہ تصویر اٹھاتے سامنے کی۔ "بہت پیاری تھی تمھاری دادو۔میری آنکھوں کا نور تھی" خلیل صاحب نے پلوشہ کی تصویر حوریہ کو دکھاتے کہا تو وہ حوریہ نے پلوشہ کی تصویر کو پکڑتے چومی۔ "حولیہ تو دادو شے پال اے (حوریہ کو دادو سے پیار ہے)" حوریہ نے کہا تو خلیل صاحب مسکرائے۔ "مجھے بھی آپکی دادو سے پیار ہے اور بے حد و حساب ہے" خلیل صاحب نے نظریں پلوشہ کی معصوم صورت پر جماتے کہا جبکہ حوریہ انکی بات کو اگنور کرتے

اب مزے سے پلوشہ کی تصویر کو دیکھتے نا جانے کیا کیا بول رہی تھی۔ خلیل صاحب اس پورے وقت میں پلوشہ کی تصویر کو دیکھ رہے تھے۔ اس کی معصوم سی صورت کو دیکھتے خلیل صاحب کی آنکھوں میں نمی سی ٹھہری۔ وہ انکا عشق تھی اور ان سے اتنی دور تھی کہ وہ اب اسے کبھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جب کہ حوریہ انکی کیفیت سے انجان کب بولتے بولتے سو گئی خلیل صاحب کو بھی اندازہ نا ہوا۔ وہ بس یک ٹک پلوشہ کی تصویر کو دیکھ رہے تھے۔ انکی آنکھیں آہستہ آہستہ بھاری ہونے لگی تھیں۔ اور ان بھاری آنکھوں کو نیند نے اپنی آغوش میں کب لیا خلیل صاحب کو پتہ نا لگا۔ "خلیل" انھیں سوئے ابھی کچھ منٹ گزرے تھے جب انھیں اپنے چہرے پر ایک شناسا سا لمس محسوس ہوا جس پر خلیل صاحب نے پٹ سے آنکھیں کھولتے اس لمس بخشنے والی ہستی کو دیکھا اور اس ہستی پر نظر پڑتے ہی خلیل صاحب کی آنکھوں میں خوشگواری اتری کیونکہ سامنے ہی پلوشہ سفید رنگ کا لباس زیب تن کیے محبت بھری نظروں سے انھیں دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں اس وقت ایک خوب صورت سے باغ میں موجود تھے جہاں آس پاس پھول ہی پھول تھے۔ خلیل صاحب ایک درخت سے پشت ٹکائے بیٹھے تھے جبکہ پلوشہ انکے عین سامنے سر پر پھولوں سے بنا تاج پہنے بیٹھی تھی۔ "وشہ" خلیل صاحب نے اسے دیکھتے پکارا تو وہ مسکرائی۔ "جی خلیل" اسنے نرمی سے جواب دیا تو خلیل صاحب نے آگے ہوتے فوراً اسے اپنے سینے سے لگایا۔ "تم واقعی یہاں ہو" خلیل صاحب نے اس کا سر چومتے پوچھا۔ "جی آپ کو میری یاد آرہی تھی نا تو میں آگئی" پلوشہ نے محبت سے بھرے لہجے میں کہا تو وہ مسکرائے۔ "ایسے ہر بار میرے یاد کرنے پر آجاؤ گی تو میں کیسے تمھارے بغیر

رہوں گا" خلیل صاحب نے کہا تو وہ ہنس دی۔اس کے ہنسنے پر خلیل صاحب کو ہوا جھومتی محسوس ہوئی۔"آپکو کس نے کہا ہے کہ میرے بغیر رہیں" پلوشہ نے نرمی سے انکے چہرے کو ہاتھوں میں تھامتے کہا۔"تم ہی مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہو تو اب رہنا پڑے گا" خلیل صاحب نے شکوہ کیا تو پلوشہ نے چہرہ جھکایا۔"مرضی سے تھوڑی نا چھوڑا ہے۔اللہ کی رضا اسی میں تھی" پلوشہ نے کہا تو خلیل صاحب نے نرمی ہاں میں سرہلاتے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ روبرو کیا۔"تمھارا جھکا سر مجھے زخمی کرتا ہے۔میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کیا کرو" خلیل صاحب نے کہا اور جھکتے بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو پلوشہ مسکرائی۔جبکہ انکی محبت پر آسمان کا رنگ بدلا تھا اور پھولوں نے شرماتے سر جھکایا تھا۔"بچے ٹھیک ہیں" پلوشہ نے انکے سیدھے ہونے پر سوال کیا جس پر خلیل صاحب نے اسے سینے سے لگایا۔"ہاں پر تمھیں یاد کرتے ہیں" خلیل صاحب نے نرمی سے جواب دیا۔"میں ان کے دل میں ہوں۔ان سے دور تو نہیں" پلوشہ کی بات پر انھوں نے آنکھیں موندیں۔"تم آنکھوں کے سامنے نہیں ہو وشہ اور یہ بات بڑی کربناک ہے" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔"جانتی ہوں" پلوشہ نے مدھم آواز میں کہا۔"تمھاری یاد آتی ہے وشہ۔کیوں اتنی جلدی چلی گئی" خلیل صاحب نے اسکے سر کو چومتے پوچھا۔"اللہ نے زندگی ہی اتنی دی تھی ورنہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو آپکو اور بچوں کو کبھی نا چھوڑ کر جاتی" پلوشہ نے کہا تو انھوں نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا اور اب کی بار خاموش ہی رہے۔وہ اس لمحے کو جینا چاہتے تھے۔اپنی وشہ کا لمس محسوس کرنا چاہتے تھے۔"خلیل" کچھ لمحے یونہی خاموشی کی نظر کرتے پلوشہ نے انھیں

پکارا۔ ”ہمم“ خلیل صاحب جانتے تھے وہ کیا کہنے والی ہے تبھی ہنکار بھرتے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ ”میں چلتی ہوں اب“ پلوشہ نے وہی درد بھرا جملہ ادا کیا جو سماعت سننا نہیں چاہتی تھی۔ ”ضروری ہے“ خلیل صاحب کا لہجہ نم ہوا۔ ”بہت زیادہ ضروری ہے“ پلوشہ نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تو انکی گرفت ڈھیلی ہوئی۔ ”کیا ہم دوبارہ ملیں گے“ خلیل نے چہرہ جھکاتے اس کی سبز آنکھوں میں دیکھا۔ ”جی“ پلوشہ نے یک لفظی جواب دیا۔ ”کہاں“ خلیل صاحب نے پوچھا۔ ”عالمِ ارواح میں جہاں بچھڑنے کا رواج نہیں ہوگا“ پلوشہ نے سیدھے ہوتے انکے ماتھے کو چھوا۔ ”تو میں جلد وہاں آنے کی دعا مانگوں“ خلیل صاحب نے مسکراتے کہا تو پلوشہ نے تڑپ کر انکے منہ پر ہاتھ رکھا۔ ”ابھی نہیں۔ بچوں کو آپکی ضرورت ہے“ پلوشہ کی بات گویا بیڑیاں تھیں جو خلیل صاحب کے قدموں کو جکڑ گئی تھیں۔ ”ملنے آؤ گی“ خلیل صاحب نے اگلا سوال کیا۔ اب کی لہجہ شکست خور تھا۔ ”جی“ پلوشہ نے مثبت جواب دیتے جیسے نئی جان پھونک دی۔ ”کب“ خلیل صاحب نے بے قراری سے پوچھا۔ ”جب آپکو میری یاد آئے گی تب آپ مجھے اپنے سامنے پائیں گے“ پلوشہ نے کہا اور جھکتے نرمی سے دوبارہ انکے ماتھے پر ہونٹ رکھتے اپنی ہتھیلی سے انکی آنکھوں کو ڈھانپا۔ چند لمحے وہ لمس خلیل صاحب کے چہرے پر رہا پھر ایک تیز جھونکا سا محسوس ہوا جس نے خلیل صاحب کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ آنکھیں کھولتے ہی منظر بدلا۔ وہ باغ نہیں تھا۔ انکا کمرہ تھا اور وہ اپنے بیڈ پر تھے حوریہ انکے سینے پر سو رہی تھی۔ پلوشہ کی تصویر انکے ہاتھ میں تھی۔ وہ خواب ایک بار ٹوٹ گیا تھا۔ وہ آئی تھی پر اب یہاں نہیں تھی بلکہ وہاں تھی جہاں اسے ہونا چاہیئے تھا۔ خلیل صاحب نے گہری

سانس بھرتے حوریہ کو نرمی سے بستر پر لٹایا اور مدھم سا مسکرائے۔ "تم نے مجھے تڑپانے کی قسم کھا رکھی ہے وشہ" خلیل صاحب نے دل میں پلوشہ کو مخاطب کرتے کہا پھر آنکھیں موند گئے پر اب آنکھیں بند کرنے پر کوئی لمس نا محسوس ہوا بس ایک سکون سا تھا۔ اسکی محبت کا سکون۔ کچھ دیر پہلے اسے دیکھنے کا قرار۔ جسے دیکھتے وہ عمریں گزار سکتے تھے۔

"سائیں مجھے نہیں دیکھنی مووی۔ میں بور ہو رہی ہوں" مریم نے شہریار کو کہا جو اسکے ساتھ لیپ ٹاپ پر مووی دیکھ رہا تھا۔ شہریار مریم کی طبیعت کی وجہ سے اب زیادہ تر گھر ہی رہتا تھا اور مریم بھی اسے گھر دیکھ سارا دن اسے نکھرے دکھاتی تھی جسے وہ بغیر ماتھے پر شکن ڈالے اٹھاتا تھا۔ اب بھی مریم بور ہو رہی تھی تبھی شہریار نے لیپ ٹاپ پر اسے مووی لگا کر دی تھی تاکہ وہ بور نا ہو پر اب مریم کا وہی مطالبہ سنتے شہریار نے اسے دیکھا۔ "پر تم نے کہا تھا کہ مووی دیکھنے سے تمھاری بوریت دور ہوگی۔ پھر کیوں ہو رہی ہے" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "مجھے نہیں پتا پر اب مجھے مووی نہیں دیکھنی" مریم نے کسی ضدی ناراض بچے کی طرح کہا۔ "اچھا میری جان ناراض نا ہو۔ بتاؤ میں ایسا کیا کروں جس سے تمھاری بوریت دور ہو جائے" شہریار نے نرمی سے اسے بیڈ سے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھاتے پوچھا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "مجھے نہیں پتا پر میں بور ہو رہی ہوں" مریم نے بلکل بچوں کی طرح کہا تو شہریار مدھم سا مسکرایا۔ "اچھا اچھا یہ بتاؤ کل کونسا ڈریس پہننا ہے تم نے" شہریار نے اسکا دھیان بھٹکانے کی غرض سے کہا۔ "کل فراک پہننا ہے آپکو پتا تو ہے" مریم نے اسے دیکھتے کہا۔ "اوہاں اور

میں کونسا پہنوں" شہریار نے نرم ہاتھوں سے اسکی کمر کو سہلاتے پوچھا۔ "وائٹ والا پہن لیں" مریم نے بتایا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "جو حکم میری پٹھانی" شہریار نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میرا دھیان ابھی بھی نہیں بھٹکا میں ہنوز بور ہو رہی ہوں" مریم نے اسے دیکھتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ہنسیں نہیں مجھے پتا ہے آپ میرا دھیان بھٹکا رہے تھے" مریم نے بھنویں سکیڑتے کہا تو وہ ہنسا اور نرمی سے اس کی دونوں آنکھوں پر لب رکھ گیا۔ "میری جان تو بڑی سمجھدار ہو گئی ہے" شہریار نے مریم کی ناک دباتے کہا تو اس نے اترا کر اسے دیکھا۔ گویا اسے تعریف خاصی پسند آئی تھی۔ جبکہ اسکی ادا پر شہریار نے قربان جاتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "اچھا بس بس اب مسکے نا لگائیں" اسکے یوں ماتھا چومنے پر مریم نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بھی ہنس دیا۔ "میری پٹھانی میں تمھیں مسکے کیوں لگاؤں گا۔ میں تو تمھیں جب بھی لگاؤں گا ایلفی لگاؤں گا تاکہ خود کو مزید تم سے جوڑ لوں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ جانتے ہیں آپ فلرٹ کرتے کتنے پیارے لگتے ہیں" مریم نے نرمی سے اسکے دونوں رخساروں پر ہاتھ رکھتے نرمی سے اسکے چہرے کو دبایا تو وہ ہنسا۔ "اور تم جانتی ہو تم یوں مجھے پیار کرتے دل کے کتنے قریب لگتی ہوں" شہریار نے بھی وہی عمل دہراتے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں تھاما تو وہ مسکرائی اور اسے دیکھنے لگی جبکہ اسکے یوں دیکھنے پر شہریار نے آئی برو اچکاتے یوں دیکھنے کی وجہ جاننی چاہی۔ "آپ جانتے ہیں آپ بہت حسین ہیں سائیں" مریم نے کہا اور اسکی طرف جھکتے نرمی سے اسکے رخسار کو چوم گئی جس پر شہریار نے گہری سانس بھری۔ "کتنا" شہریار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔ "اتنے کہ میں صدیوں آپکو بنا تھکے دیکھ

سکتی ہوں" مریم نے کہا اور اپنی انگشتِ شہادت سے اسکی ناک کو چھوا تو وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ تھامتے اسکی کلائی پر لب رکھ گیا جس پر وہ مسکرائی۔ اسکی نگاہیں اب تک شہریار کے چہرے کا طواف کررہی تھی۔ شہریار ملک کا چہرہ مریم خان یوسفزئی کیلئے دنیا کے تمام حسین نظاروں سے خوبصورت تھا۔ مریم کے دل نے محبت کی تال پر رقص کرتے اقرار کیا تھا۔ اس اقرار پر نیلی آنکھوں والی لڑکی مسکرائی تھی جبکہ چاکلیٹ براؤن آنکھوں والا خوبرو مرد اسکی مسکراہٹ سے نگاہیں چرا گیا تھا۔ اسکی مسکراہٹ سحر انگیز تھی۔ وہ اس مرد کو پل میں گھٹنوں پر لا سکتی تھی۔ اس مرد نے اعتراف کیا تھا۔ "ایک بات پوچھوں" شہریار نے مریم کی نگاہیں ہنوز اپنے چہرے پر محسوس کرتے کہا۔ "پوچھیں" مریم نے مدھم آواز میں جواب دیا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھاتے بے حد نرمی سے اس کے چہرے کے نقوش کو چھونے لگی جس پر شہریار نے ایک لمحے کو آنکھیں موندتے گہری سانس بھری پھر آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو آنکھوں میں بے انتہا محبت سموئے اسے دیکھ رہی تھی۔ "میں اس دنیا کا واحد مرد تو نہیں ہوں اور نا ہی میں حسین ہوں پھر بھی تم مجھے ایسے کیوں دیکھتی ہو جیسے اس دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی حسین نہیں ہے؟" شہریار نے اسکا ہاتھ اپنی نرم گرفت میں لیتے پوچھا تو مریم مسکرائی اور چہرہ تھوڑا اس کے قریب کیا جس پر شہریار نے سانس روکا۔ اس کی اتنی نزدیکی شہریار کی دھڑکنوں میں طوفان برپا کرچکی تھی جبکہ اس کو یوں سانس روکتے دیکھ مریم نے بے حد آہستہ سے اس کے چہرے پر پھونک ماری جس پر شہریار نے ایک لمحے کو آنکھیں موندتے گہری سانس بھری جسے دیکھ وہ ہولے سے ہنسی اور جھکتے اسکے رخسار پر لب رکھ گئی۔ "جواب دو" اسکے

لمس پر شہریار نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھتے پھر پوچھا۔ "کیونکہ آپ میرا عشق ہیں سائیں اور میری نظر میں آپ سے حسین کوئی نہیں۔ میری دنیا آپ پر تمام ہوتی ہے۔ مجھے اس دنیا کے باقی مردوں سے کوئی سروکار نہیں۔ میں اس دنیا کے تمام مردوں کو آپ کے سر سے وار کر پھینک سکتی ہوں" مریم نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا جس کے چہرے پر محبت ہی محبت تھی۔ "تم اگر مجھ سے اتنی محبت کرو گی تو میں بگڑ جاؤں گا" شہریار نے سرگوشی کی۔ "بگڑ جائیں۔ میری تمام تر محبت کے اکلوتے وارث ہیں بگڑنا جچے گا آپ پر" مریم نے کہا تو شہریار نے بے حد نرمی سے اسکے گرد حصار تنگ کیا۔ "اپنی باتوں سے تم مجھے اپنے قدموں میں سر رکھنے پر مجبور کر رہی ہو" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ میرے محبوب ہیں اور محبوب قدموں میں نہیں دل میں اچھے لگتے ہیں" مریم نے کہا تو شہریار نے جھکتے اس کے کندھے سے پیشانی ٹکاتے گہری سانس بھری جبکہ اسکی حرکت پر مریم نرمی سے اسکے بالوں کو سہلانے لگی۔ "تم جانتی ہو نا میں تمھارے عشق میں دیوانہ ہوں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جانتی ہوں۔ آپ بھی جانتے ہیں نا آپکی پٹھانی آپ کو کس قدر چاہتی ہے" مریم نے مدھم آواز میں محبت بھری سرگوشی کی جس پر اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ "مت کرو پٹھانی۔ میں رونے لگوں گا اب" شہریار نے کہا تو مریم ہنس دی جس پر شہریار نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا اور نرمی سے اسکی ہنسی چُن گیا جبکہ اسکی حرکت پر مریم نے سرخ پڑتے اسکے کندھوں کو تھاما۔ "آئی لو یو مریم۔ آئی لو یو سو ڈیم مچ" شہریار نے سیدھے ہوتے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "زہ هم له تاسره مینه لرم، بنا غلیه. ته په دې نړۍ کې یوازینی کس یې چې ما ورسره په ټول زړه او روح مینه کړې

وہ. (میں بھی آپ سے محبت کرتی ہوں سائیں۔آپ اس دنیا کے واحد انسان ہیں جسے میں نے دل و جان سے چاہا ہے)" مریم نے اسے دیکھتے کہا تو شہریار مسکرایا۔اسکے ساتھ رہتے وہ اس کی اتنی پشتو تو وہ سمجھنے لگا تھا۔"اب ایسے اظہار کرو گی تو مجھے پھر تم سے محبت ہوجائے گی" شہریار نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر وہ مسکرایا۔"اچھا بس اب نو مور فلرٹ" مریم نے کہا اور اس کے گرد بازو باندھتے اسکے سینے سے رخسار ٹکا گئی جس پر وہ نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔"ویسے فلرٹ کرنے کا پرمٹ ہے میرے پاس"شہریار نے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے کہا تو وہ پھر ہنسی۔"اللہ اللہ سائیں باتیں کرنا کوئی آپ سے سیکھے"مریم نے ہنستے ہوئے کہا۔"اللہ اللہ سائیں کی جان میری باتوں پر بلش کرنا کوئی تم سے سیکھے" شہریار نے مسکراتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو مریم پھر ہنس پڑی۔جس پر وہ اسکی نظر اتارتے اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔

"بھائی آپ اس وقت جاگ رہے ہیں خیریت"ثانیہ جو ابھی کچن میں پانی پینے آئی تھی سامنے ماہ دیر کو دیکھتے حیرت سے بولی۔اس وقت رات کے دو بج رہے تھے اور اس وقت ماہ دیر کا جاگنا اسے تشویش میں مبتلا کر گیا تھا۔جبکہ ماہ دیر جو کچن میں حوریہ کا فیڈر بنانے آیا تھا اسکی آواز سنتے اس نے مُڑتے اسے دیکھا جو اسے دیکھ رہی تھی۔"ہاں میرا بیٹا خیریت ہے۔بس حور کا فیڈر بنانے آیا تھا۔آپ جاگ رہی ہو خیریت" ماہ دیر نے اپنا بازو واء کرتے نرمی سے پوچھا۔"جی بھائی بس تہجد پڑھنے اٹھی تھی"ثانیہ نے اس کے قریب سے لگتے ہا نے دیر ماتھا

کچن میں کیا کر رہی ہو۔ بھوک لگ رہی ہے" ماہ دیر نے پیار سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں بس پانی پینے آئی ہوں" ثانیہ نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور پیچھے ہوتے اسکے لیے گلاس میں پانی ڈالتے اسے پکڑایا ساتھ ہی ایک پانی کی بوتل بھی اسے پکڑائی جس پر ثانیہ مسکرائی۔ "شکریہ بھائی" ثانیہ نے کرسی پر بیٹھتے پانی پیا اور ساتھ ہی اسکا شکریہ ادا کیا جس پر وہ مسکراتے اسکے بال بگاڑ گیا۔ "کوئی بات نہیں میرا بیٹا" اس نے پیار سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "بھائی آپ سے ایک بات پوچھوں" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا جو اب فیڈر میں دودھ انڈیل رہا تھا۔ "جی بچے پوچھو" ماہ دیر نے نرمی سے جواب دیا۔ "پرسوں میں چلی جاؤں گی تو آپ مجھے مس کریں گے" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "بہت زیادہ" ماہ دیر نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔ "میں بھی آپ سب کو بہت مس کروں گی" ثانیہ نے اٹھتے اسکے سینے سے لگتے کہا تو ماہ دیر نے اسکا سر چوما۔ "میرے دونوں بیٹوں کے پاس میں کافی دیر سے آیا ہوں۔ جب وہ دونوں ہی اتنے بڑے ہو گئے کہ اب اپنے اپنے گھر کے ہو چکے ہیں۔ اگر میں پہلے یہاں آجاتا تو میں آپ دونوں کے ساتھ زیادہ وقت گزار پاتا" ماہ دیر نے اسکا سر سہلاتے کہا۔ اس کی آواز میں پچھتاوا تھا جسے ثانیہ نے صاف محسوس کیا تھا۔ "بھائی آپ ہمیں کہتے ہیں پرانی باتیں یاد نہیں کرنی اور اب خود کر رہے ہیں" ثانیہ نے کہا تو وہ آسودہ سا مسکرایا۔ "بچے کل آپکی مہندی ہے۔ پرسوں آپکو میں نے خود رخصت کر دینا ہے۔ مہرو کی بھی شادی ہو گئی ہے۔ تو بتائیں آپ دونوں کے ساتھ کب صحیح سے وقت گزارا ہے میں نے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اپنی پیشانی اسکے ہاتھ پر ٹکائی۔ "بھائی آپ

کے ساتھ گزرا ایک ایک لمحہ میرے اور مہرو کیلئے سب سے عزیز ہے۔آپ جیسے بھائی اللہ پاک سب کو دیں۔آپ بیشک ہمارے پاس دیر سے آئے ہیں پر آپ نے جس طرح ہم دونوں کو اپنی شفقت کے پروں میں چھپایا ہے۔وہ کسی بھی وقت یا کسی بھی چیز سے اہم ہے۔آپ اس بات پر افسردہ نا ہوا کریں کہ آپ ہمارے پاس دیر سے آئے بلکہ اس بات پر شکر ادا کیا کریں کہ بلآخر ہم تینوں ایک دوسرے کے پاس ہیں۔بابا کے پاس ہیں۔وہ سب تو ماضی تھا بھائی اور ماضی کو بھول جانا چاہیئے ورنہ اذیت ہوتی ہے۔آپ بھی بھول جائیں۔اب ہم ساتھ ہیں" ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔"میرا بچہ اتنی پیاری پیاری باتیں کرتا ہے" ماہ دیر نے اسکے بال نرمی سے بگاڑتے کہا تو مسکرائی۔"آپکی بہن ہوں نا اس لیے" ثانیہ نے اترا کر کہا تو وہ ہنس پڑا۔"وہ تو ہے چلو اب میری گڑیا جا کر آرام کرو۔پھر کل صبح جلدی اٹھنا ہے۔میں بھی روم میں چلتا ہوں حور کو فیڈر دینا ہے" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اپنے روم میں چلا گیا جبکہ اسکے جاتے ہی ثانیہ نے بھی کچن سے باہر کی جانب قدم بڑھائے پر اس سے پہلے وہ باہر جاتی ایک سایہ اندر داخل ہوا اور اسکو دونوں بازوؤں سے پکڑتے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔جبکہ ایکدم سے کسی کی موجودگی محسوس کرتے ثانیہ نے چلانے کو منہ کھولا پر مقابل نے اپنا بھاری بھرکم ہاتھ اسکے منہ پر رکھتے اسکی آواز روکی جس پر ثانیہ نے آنکھیں پھیلاتے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا جو سیاہ ہوڈی ساتھ سیاہ جینز پہنے سر پر کیپ اور چہرے پر ماسک لگائے اپنی بھوری آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ان آنکھوں کو دیکھتے ثانیہ کی جان میں جان آئی۔اس نے ہاتھ بڑھاتے نرمی سے مقابل کے چہرے سے

ماسک ہٹایا اور اسکے چہرے پر نظر پڑتے ہی ثانیہ کی آنکھوں میں محبت کا جہاں آباد ہوا کیونکہ سامنے عامر کھڑا بے پناہ محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "یہ کیا حرکت ہے" ثانیہ نے اسکا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتے پوچھا۔ "کیا حرکت ہے" عامر نے مصنوعی لاعلمی کا اظہار کیا جس پر ثانیہ نے اسے مصنوعی انداز میں گھورا۔ "یہاں کیا کر رہے ہیں" ثانیہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "آپکی یاد آرہی تھی تو ملنے چلا آیا" عامر نے کہا اور جھکتے اپنی پیشانی اسکے کندھے پر ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔ اسکی حرکت پر ثانیہ جو کچھ کہنے والی تھی خاموش ہوئی اور نرمی سے اسکے گرد حصار باندھ گئی جسے محسوس کرتے عامر مسکرایا۔ "اندر کیسے آئے" ثانیہ نے اسکے بالوں کو سہلاتے پوچھا۔ "روم میں چلیں۔ پھر بتاتا ہوں یہ نا ہو آپکا بھائی پھر آجائے ویسے ہی اللہ اللہ کر کے گیا ہے" عامر نے سیدھے ہوتے اسے دیکھتے کہا تو ثانیہ نے اسے اب کی بار زبردست گھوری سے نوازا جس پر اس نے زبان دانتوں تلے دباتے اپنا ایک کان پکڑتے معافی مانگی۔ "سدھر جائیں میرے بھائی کو کچھ نا کہا کریں" ثانیہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پر آپکا بھائی میرا دوست بھی ہے" عامر نے منمناتے کہا تو ثانیہ نے اسے آنکھیں چھوٹی کرتے دیکھا جس پر اس نے شکست خور انداز میں ہاتھ اٹھائے جسے دیکھ وہ مسکرائی۔ اسکی مسکراہٹ دیکھ عامر نے بے حد محبت سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا اور جھکتے اسے نرمی سے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے باہر کی جانب بڑھا جبکہ اسکی حرکت پر ثانیہ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ "عامر کیا کر رہے ہیں۔ کوئی دیکھ لے گا" ثانیہ نے کہا تو اس نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا۔ "کوئی نہیں دیکھتا بیٹُو۔ ماہ دیر ابھی روم میں گیا ہے اور انکل بھی ابھی سو رہے ہیں" عامر نے کہا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ "پر

بھائی جاگ رہے ہیں۔ اگر انھوں نے آپکو یہاں اور مجھے آپکی باہوں میں دیکھ تو ڈانٹ پڑے گی۔ میں تو بچ جاؤں گی آپکو ڈانٹ پڑ جائے گی "ثانیہ نے اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میرا بچہ آپکا بھائی مجھے کچھ نہیں کہتا۔ اسے پتا ہے میں بہت بڑا ڈھیٹ ہوں اور اس کی ایک بھی نا سننے کی قسم کھا کر اس دنیا میں آیا ہوں" عامر نے کہا اور اسکے روم میں داخل ہوتے پاؤں سے دروازہ بند کرتے بیڈ کی طرف بڑھتے اسے لٹایا اور خود بھی اپنے جوتے اتارتے بیڈ پر اسکے ساتھ دراز ہوا۔ اسکی حرکت پر ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "یہاں کیا کر رہے ہیں" ثانیہ نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔ "آپکی یاد آرہی تھی بتایا تو" عامر نے اسکا سر اپنے کندھے پر رکھتے کہا۔ "پر اماں سائیں نے منع کیا تھا کہ مہندی سے پہلے نہیں ملنا" ثانیہ نے اسکے سینے پر نرمی سے انگلیاں پھیرتے کہا۔ "جی لیکن میرا دل نہیں لگ رہا تھا آپکے بغیر" عامر نے اسے دیکھتے کہا تو ثانیہ نے چہرہ اوپر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "پر عامریہ رسم ہوتی ہے۔ شادی سے پہلے اگر دلہا دلہن سے ملے تو شادی کے دن لڑکی کے چہرے پر حسن نہیں آتا۔ اب آپ مجھ سے مل لیے ہیں اب میرے چہرے پر روپ نہیں آئے گا "ثانیہ نے کہا تو عامر گہری سانس بھرتے اس پر جھکا۔ "اور کتنا روپ چڑھانا ہے آپکو۔ اتنا کافی ہے اس سے زیادہ حسن میرا نازک دل برادشت نہیں کر پائے گا" عامر نے اسکے رخسار کو سہلاتے کہا تو اسکا چہرہ گلابی ہوا۔ "باتیں۔۔ کروا۔۔ لو بس" ثانیہ نے نظریں جھکاتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی گردن چوم گیا۔ اسکی حرکت پر ثانیہ نے سانس روکتے آنکھیں موندیں۔ "سانس لیں ثانیہ" عامر نے سرگوشی کی تو اس نے اچانک سے ایک لمبی گہری سانس بھری۔ "میرے زرا سے لمس پر آپ سانس روک لیتی ہیں" عامر نے اسے دیکھتے کہا تو اسکے

رخساروں کا رنگ گہرا ہوا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور جھکتے اسکے دونوں رخسار چوم گیا۔ "عامر۔۔آپ۔ ۔نے بتایا نہیں" ثانیہ نے اسکی نزدیکی پر کہا۔ "کیا نہیں بتایا جان" عامر نے اس کی لٹ کو انگلی کے گرد لپیٹتے پوچھا۔ "آپ اندر کیسے آئے" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر عامر مسکرایا۔عامر جانتا تھا وہ اسکا دھیان بھٹکا رہی تھی۔ "میں دیوار پھلانگ کر آیا ہوں دلبر" عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "دیوار پھلانگ کر؟" ثانیہ نے آنکھیں پھیلاتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں جی دیوار پھلانگ کر "عامر نے فوراً اقرار کیا۔ "کیا کرتے ہیں چوٹ تو نہیں لگی کہیں" ثانیہ نے جلدی سے فکرمند ہوتے پوچھا۔ "نہیں مسز میں ٹھیک ہوں" عامر نے پیار سے جواب دیا۔ "پر آپکو چوٹ لگ سکتی تھی عامر" ثانیہ نے اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکا ہاتھ تھامتے اسکی ہتھیلی پر لب رکھ گیا۔ "میں ٹھیک ہوں بچہ مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی پریشان نا ہوا کریں" عامر نے نرمی سے کہا تو اس نے الحمدللہ کہا۔ "اب جانا کب ہے" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "صبح" عامر نے یک لفظی جواب دیا۔ "صبح؟ ہرگز نہیں۔ صبح کیسے جائیں گے کوئی دیکھ لے گا" ثانیہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "چھت سے پھلانگ کر چلا جاؤنگا پلیز ابھی سونے دیں بہت نیند آرہی ہے" عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا۔ "پر عامر ڈانٹ پڑ جائے گی" ثانیہ نے کہا۔ "ثانیہ پلیز نا" عامر نے دوبارہ کہا۔ "عامر کسی نے آپکو دیکھ لیا تو کیا سوچیں گے" ثانیہ نے پھر کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور اٹھ بیٹھا۔ "کیا ہوا" اس کے یوں اٹھنے پر ثانیہ نے اٹھتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "کچھ نہیں گھر جارہا ہوں" عامر نے کہا اور بیڈ سے کھڑا ہوا جبکہ اسکی بات سنتے تضاد اسے کھڑے ہوتے دیکھ وہ فوراً کھڑی

ہوئی اور اسکی بازو پکڑ گئی۔ "عامر آپ ناراض ہو کر جا رہے ہیں" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں پر آپ نہیں چاہتیں کہ میں رکوں تو مجھے چلے جانا چاہیے" عامر نے کہا تو اس نے اسکی بازو پر پکڑ مضبوط کرتے اپنا سر اسکی بازو پر ٹکایا جس پر وہ کچھ نا بولا۔ اسکا یوں بار بار کہنا بُرا لگا تھا پر وہ اسکی پریشانی کا سبب نہیں بننا چاہتا تھا۔ "ایسی بات نہیں ہے میں بس کہہ رہی تھی کہ آپ صبح کیسے جائیں گے۔ سب ہونگے یہاں۔ بس اسی لیے کہا ہے پلیز ناراض نا ہوں" ثانیہ نے جلدی سے روہانسی ہوتے کہا۔ اسکی آواز سے پتا لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی رو دے گی۔ اسے اب اندازہ ہوا تھا اسے یوں نہیں کہنا چاہیئے تھا تبھی فوراً اسے روکا۔ "ثانیہ میری جان میں ناراض نہیں ہوں بس آپ پریشان ہو رہی ہیں اس لیے جا رہا ہوں" عامر نے اسکے گرد فوراً حصار باندھتے کہا تو اس نے اپنا چہرہ عامر کے سینے میں چھپایا۔ "نہیں جائیں سوری" ثانیہ نے اسکی شرٹ کر جکڑتے کہا تو عامر نے اسکا سر چوما۔ اسکے یوں معافی مانگنے پر اسکی ساری ناراضگی جھاگ کی مانند بیٹھی تھی۔ "بچہ میں ناراض نہیں ہوں" عامر نے پیار سے اسکا سر چومتے کہا۔ "پھر آپ ایکدم سے جانے کو کیوں تیار ہو گئے" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے نرمی سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "میری جان آپ نے کہا تھا اس لیے" عامر نے نرمی سے جواب دیا۔ "نہیں جائیں۔ میں بس ڈر گئی تھی تبھی کہا پر آپ یوں ناراض ہو کر نا جائیں پلیز" ثانیہ نے اسکے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے کہا تو عامر نے اسکے ماتھے پر دوبارہ لب رکھے۔ "میرا بچہ میں ناراض نہیں ہوں" عامر نے اس کا سر سہلاتے کہا۔ "پھر بھی رک جائیں میرے پاس" ثانیہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا میں

یہیں ہوں ریلیکس" عامر نے پیار سے اسکا سر چومتے کہا تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر نے اسے نرمی سے خود سے علیحدہ کیا اور اسے واپس بیڈ پر لٹاتے خود اس کے ساتھ دراز ہوتے اسے اپنے حصار میں لے گیا۔ "سو جائیں اب" عامر نے نرمی سے کہا۔ "ناراض تو نہیں ہیں نا" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے اسکا سر چوما۔ "نہیں ہوں ناراض میری جان سو جائیں۔ میں یہیں ہوں" عامر نے پیار سے کہا تو اس نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موندیں جس پر عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکائی اور خود بھی آنکھیں موند گیا۔

"ماشاءاللہ اپیہ، عائشہ آپی آپ دونوں بہت خوبصورت لگ رہی ہیں" مہرماہ نے ثانیہ اور عائشہ کو دیکھتے کہا جنھیں ابھی کچھ دیر پہلے ہی بیوٹیشن تیار کر کے گئی تھی۔ جبکہ مہرماہ، میشائم اور مریم گھر سے تیار ہو کر آئی تھیں۔ ثانیہ اس وقت کام دار بھاری پیلا لہنگا پہنے سر پر ہم رنگ ڈوپٹہ سیٹ کیے نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ میک اپ اس نے بلکل لائٹ کیا تھا جبکہ جیولری میں اس نے پھولوں کا سیٹ پہنا تھا۔ مہندی سے سجے ہاتھوں میں بھر بھر کر گلابی چوریاں اور سفید گجرے پہنے وہ آج عامر ملک کو چاروں شانے چت کرنے کو تیار کھڑی تھی جبکہ اسکے برعکس عائشہ اس وقت ہلکے سبز رنگ کی کام دار پیروں کو چھوتی فراک پہنے سر پر سبز ہی ڈوپٹہ سیٹ کیے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ بھی ہلکا سا میک اپ کیے ساتھ پھولوں والی جیولری پہنے ہوئے تھی۔ اسکے مہندی سے سجے ہاتھوں میں سبز چوریاں اور گجرے اسکی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہے تھے۔ وہ آج اسد ملک کو اپنے

حسن سے گھٹنوں پر لانے والی تھی۔آج ان کی مہندی کا فنکشن تھا جو کہ ماہ دیر کے فارم ہاؤس پر رکھا گیا تھا۔اس نے یہ فارم ہاؤس راولپنڈی آنے کے چند دن بعد ہی خریدا تھا۔عامر چاہتا تھا کہ مہندی کا فنکشن ملک ولا میں ہو پر ماہ دیر کی خواہش پر انکی بارات کے فنکشن کے ساتھ ساتھ مہندی بھی ماہ دیر کے فارم ہاؤس میں رکھی گئی تھی۔وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی بہن کو اپنے گھر سے رخصت کرے تبھی اس نے پلوشہ اور خلیل صاحب کے نام پر یہ فارم ہاؤس خریدتے شادی کے سارے فنکشن یہیں رکھے تھے۔وہ مہرماہ کی بار کچھ نا کرسکا پر ثانیہ کی باری وہ ہر انتظام کرنا چاہتا تھا۔اسکی اس بہن کے حصے میں محرومیاں سب سے زیادہ آئی تھیں اور وہ انھی محرمیوں کا ازالہ اسکی شادی پر پورا کرنا چاہتا تھا۔"تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو میری جان" ثانیہ نے مہرماہ کو اپنے ساتھ لگاتے کہا جو اس وقت سفید اور پیلے امتزاج کا شرارہ پہنے کندھوں پر پیلا ڈوپٹہ سیٹ کیے آسمان سے اتری اپسرا لگ رہی تھی۔اس نے ہمیشہ کی طرح بلکل لائٹ سا میک اپ کرتے جیولری میں ضرار کا دیا ہوا گولڈ سیٹ پہنا تھا۔اس نے اپنے مہندی سے مزین ہاتھوں میں صرف سفید اور پیلے امتزاج کے گجرے پہنے تھے۔وہ اس وقت تمام کیل کانٹوں سے لیس ضرار راجپوت کا دل دھڑکانے کو تیار کھڑی تھی۔"اور ہم کیسی لگ رہی ہیں" مریم اور یشائم جو ابھی اندر داخل ہوئی تھیں انھوں نے فوراً پوچھا تو ان تینوں نے انھیں دیکھا جو ملٹی کلر کی شارٹ فراک اور ٹراؤزر پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھیں۔ان دونوں نے اپنے کندھوں پر گہرے گلابی رنگ کا ڈوپٹہ سیٹ کر رکھا تھا جب کہ مریم نے سر پر ہم رنگ حجاب اوڑھ رکھا تھا۔ان دونوں نے بھی بلکل لائٹ سا میک اپ کرتے گولڈ کا سیٹ پہنا

تھا جبکہ مہندی سے بھرے ہاتھوں میں سفید گجرے پہنے وہ دونوں اپنے اپنے شوہر کو دیوانہ کرنے کو تیار کھڑی تھیں۔آج وہ حقیقی معنوں میں جڑواں لگ رہی تھیں۔انھیں دیکھتے ان تینوں نے دل میں انکی نظر اتاری۔"ماشاءاللہ اللہ پاک تم دونوں کو ہر بُری نظر سے محفوظ رکھے"ثانیہ نے ان دونوں کو ساتھ لگاتے کہا تو وہ مسکرائیں۔"شکریہ آپی۔آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔آج تو عامر بھائی گئے کام سے"مریم نے اسکی تعریف کرتے شرارت کی تو ثانیہ کا چہرہ گلابی ہوا جس پر اس نے فوراً چہرہ جھکایا جسے دیکھ سب ہنس پڑے۔"کوئی شرما رہا ہے کیوں ثانیہ"عائشہ نے ثانیہ کے کندھے سے کندھا ٹکراتے شرارت سے کہا تو ثانیہ نے اسے گھورا۔"تم زیادہ نا بولو آج اسد بھائی بھی تمھارے حسن سے مبہوت ہوتے ہوش کھونے والے ہیں"ثانیہ نے کہا تو اب کی بار عائشہ کا چہرہ گلابی ہو جسے دیکھ وہ چاروں ہنسی تو عائشہ نے گھور کر ان چاروں کو دیکھا۔"چلو ہمیں تو چھوڑو ہم تو دلہنیں ہیں۔تم تینوں کو دیکھ کر ضرار بھائی، شہریار بھائی اور ماہ دیر بھائی بھی حواس کھونے والے ہیں"عائشہ نے کہا تو ان تینوں کی ہنسی کو بریک لگی جبکہ چہرہ ایک دم ہی تپ کر انگارہ ہوا جسے دیکھ وہ دونوں قہقہہ لگا گئی۔وہ دونوں پہلی ایسی دلہنیں تھیں جو شرمانے کی بجائے اپنی بہنوں کا چہرہ شرم سے سرخ کرتے ہاتھ پر ہاتھ مارتے قہقہے لگا رہی تھیں۔"آپی یار آج آپ لوگوں کی مہندی ہے اور آپ لوگ یوں ہنس رہی ہیں تھوڑا سا تو شرمائیں"انھیں یوں قہقہے لگاتے دیکھ میشائم نے انھیں آڑے ہاتھوں لینا چاہا جس پر ان دونوں نے اسے گھورا۔"کتنی تیز ہو تم میشائم"عائشہ نے کانوں کو ہاتھ لگاتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔"آپی آپ بھی تو ہمیں تنگ کر رہی ہیں"میشائم نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ مسکرائی اور کچھ کہنے کو لب واء کیے

پر اس سے پہلے وہ کچھ کہتی کہ دروازہ کھلا اور اسکے ساتھ ہی حوریہ اندر داخل ہوئی۔اس کے پیچھے ہی ایک ملازمہ وہاج کو گود میں پکڑے کھڑی تھی۔وہاج کو دیکھتے مہرماہ مسکرائی اور فوراً آگے ہوتے اس نے ملازمہ سے وہاج کو پکڑا جو اس وقت سفید شلوار قمیض پہنے پاؤں میں پشاوری چپل پہنے کندھوں کے گرد ننھی سی سیاہ اجرک اوڑھے حد درجہ زیادہ کیوٹ لگ رہا تھا۔سب لڑکوں نے بھی سفید شلوار قمیض ساتھ سیاہ اجرک اور پشاوری چپل پہنی تھی تبھی ضرار نے وہاج کی ڈریسنگ بھی اپنے جیسے کی تھی۔جبکہ حوریہ اس وقت پیلے رنگ کا شارٹ فراک ساتھ لہنگا پہنے پاؤں میں خُسہ، مہندی سے سجے ہاتھوں میں پیلی چوریاں پہنے جبکہ ماتھے پر بندیاں لگائے کوئی گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔دونوں بچوں کو دیکھتے ان سب نے دل میں ان کی نظر اتاری ساتھ ہی پیسے نکالتے ان دونوں کے سر سے وار گئیں۔"ماشاءاللہ اپھو کی گڑیا اور آنی کا بیٹا کتنے پیارے لگ رہے ہیں"ثانیہ نے حوریہ کو ساتھ لگاتے اسکا اور وہاج کا سر چومتے تو حوریہ مسکرائی جب کہ وہاج نے اپنی آنی کو دیکھا۔"تھتی اپو حولیہ پالی لد لی اے (سچی اپھو حوریہ پیاری لگ رہی ہے)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"بہت پیاری لگ رہی ہو آپ حور اور وہاج بھی ایکدم شہزادہ لگ رہا ہے" اب کی بار عائشہ بولی تھی۔

"واقعی اللہ پاک میری گڑیا اور میرے بیٹے کو ہر بُری نظر سے محفوظ رکھے" مہرماہ نے ان دونوں کو دیکھتے کہا تو سب نے آمین کہا۔"اللہ اللہ حور ایکدم گڑیا لگ رہی ہے جبکہ وہاج واللہ چھوٹا سا گڈا لگ رہا ہے" مریم نے حوریہ کے پھولے رخسار پر لب رکھتے ساتھ ہی وہاج کے پھولے گالوں کو چٹا چٹ چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی جبکہ جس انداز میں مریم نے وہاج کو پیار کیا تھا وہاج بھی مسکرایا

تھا۔ "اللہ اللہ آنی اپ بی پالی لدلی ایں اور باقی شب بی (اللہ اللہ آنی آپ بھی پیاری لگ رہی ہے اور باقی سب بھی)" حوریہ نے مریم کے انداز میں کہا تو سب ہنس پڑے۔ "کاپی کیٹ" مریم نے اسکے رخساروں پر چٹکی کاٹتے کہا۔ "تاپی تیت نئ اوں می۔ می بابا ذان تی لتل ہانچ اوں (کاپی کیٹ نہیں ہوں میں۔ میں بابا جان کی لٹل ہائنس ہوں)" حوریہ نے فوراً کہا تو ایک بار پھر وہ سب ہنس پڑیں جس پر حوریہ نے ان سب کو دیکھا اور خود بھی ہنسنے لگی۔ اسے بیشک نہیں سمجھ آئی تھی سب کیوں ہنسے ہیں پر اگر سب ہنس رہے تھے تو کچھ ہنسی والی بات تھی جبکہ اسکے یوں ہنسنے پر ان سب نے دوبارہ قہقہہ لگایا۔ اور وہاج ان سب سے انجان ٹکر ٹکر اپنی ماما کو دیکھ رہا تھا۔

"آج میری مہندی ہے۔ کل میری شادی ہے بلے بلے" اسد اس وقت پاگلوں کی طرح کمرے میں بھنگڑے ڈالتے کوئی پچاسویں بار یہ بات دہرا چکا تھا جبکہ وہ چاروں اسے دیکھ رہے تھے جو بچوں کی طرح پچھلے ایک گھنٹے سے ناچ رہا تھا۔ ضرار، شہریار اور ماہ دیر اس وقت سفید شلوار قمیض پہنے ہوئے کسی ریاست کے شہزادے لگ رہے تھے جبکہ اسد اور عامر اس وقت کریم کلر کی شلوار قمیض اوپر اسکن کلر کی اجرک اوڑھے اپنی اپنی دلہن کا دل دھڑکانے کو تیار تھے۔ ان دونوں کے چہرے آج خوشی سے کھلے ہوئے تھے۔ انکے انگ انگ سے خوشی سے پھوٹ رہی تھی۔ "اسد لاڈلے بس کردو" عامر نے اسکی نظر اتارتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "بھائی آپکی بھی شادی ہے نا آئیں آپ بھی ڈانس کریں" اسد نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑے اور اسے کھڑا کرتے اسکے ساتھ بھنگڑا ڈالنے لگا

جبکہ عامر اسکی خوشی کو دیکھتے اسکا ساتھ دینے لگا۔ "بھائی آپکے بھی دونوں بھائیوں کی شادی ہے نا آئیں آپ بھی" اسد دو تین منٹ عامر کے ساتھ ڈانس کرنے کے بعد شہریار کے پاس آیا اور اسے اٹھاتے اپنے اور عامر کے ساتھ ڈانس کروانے لگا۔ وہ تینوں بھائی ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے۔ اپنے ہاتھ اوپر کیے گول گول گھومتے بھنگڑا ڈال رہے تھے جب کہ ماہ دیر اور ضرار مسکراتے انکی نظر اتار رہے تھے۔ "بھائی میری شادی ہے۔ میرا عشق ہمیشہ کیلئے میرا ہوجائے گا۔ بھائی مجھ سے یہ خوشی نہیں سنبھل رہی" اسد نے انکے ساتھ بھنگڑا ڈالتے خوشی سے نہال ہوتے کہا تو شہریار اور عامر نے رکتے اسے دیکھا پھر نرمی سے اسکی بازو سے پکڑتے اسے اپنی طرف کرتے اسے اپنے سینے سے لگا گئے۔ "ہمارا بچہ ہم صدقے جائیں۔ کسی کی نظر نا لگے ہمارے لاڈلے کی مسکراہٹ کو" عامر نے اسکا سر چومتے کہا تو اسد نے مسکراتے ان دونوں کے گرد حصار مضبوط کیا۔ "ہماری جان کا ٹکڑا۔ اللہ پاک تمھاری خوشیاں یونہی قائم و دائم رکھے" شہریار نے بھی اسکا سر چوما۔ "آمین بھائی۔ آپکو پتا ہے میں بہت زیادہ خوش ہوں" اسد نے بلکل بچوں کی طرح کہا تو وہ چاروں مسکرائے جبکہ عامر اور شہریار نے دونوں طرف سے اسکے رخسار چومے۔ "میرا بچہ نظر لگ جائے گی" عامر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اسد نے مدھم سا مسکراتے اسے دیکھا۔ "نہیں لگتی آپ سب کی نظر نہیں لگ سکتی" اسد نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "بھائی کیا میں آپ سے کچھ مانگ سکتا ہوں" اسد نے یکدم اسکا ہاتھ تھامتے کہا تو عامر سمیت ان تینوں نے بھی اسے دیکھا۔ "کہو میری جان" عامر نے نرمی سے جواب دیا۔ "آپ میرا ماتھا چوم لیں۔ میں نے ماما کا لمس محسوس نہیں کیا پر بابا کا کیا تھا اور مجھے آپ

سے بابا کی خوشبو آتی ہے اور میں جانتا ہوں اگر ماما زندہ ہوتیں تو انکے لمس میں آپکے لمس کے برابر شفقت ہوتی" اسد نے ننھے بچے کی طرح کہا تو عامر نے اسکا ماتھا چومتے اسے فوراً سینے سے لگایا جس کی آنکھوں میں نمی کی لکیر تھی۔عامر کے سینے سے لگتے ہی اسد نے اسکے گرد حصار مضبوطی سے باندھا اور سہمے بچے کی طرح اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گیا۔جب کہ ان تینوں کی نظریں بھی اسد پر تھیں جو آج کوئی ننھا سا بچہ لگ رہا تھا۔"میرا بیٹا میں قربان جاؤں اپنے لاڈلے پر" عامر نے محبت و شفقت سے اسکے ماتھے پر دوبارہ بوسہ دیا تو اسد نے پھر اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔آج اسے اپنے ماما بابا کی حد سے زیادہ یاد آرہی تھی۔ آج دل چاہ رہا تھا وہ کہیں سے آئیں اور اسے سینے میں بھینچ لیں پر وہ جانتا تھا ایسا ممکن نہیں ہے۔"بھائی آپ کبھی ہمیں چھوڑ کر نا جانا۔میں اور بھائی ماما بابا کے لمس کو بہت ترسے ہیں۔آپ ہمیشہ ہمارے پاس رہنا۔ہمیں آپ سے بابا کی خوشبو آتی ہے" اسد نے کسی ننھے بچے کی طرح اس کی آغوش میں چھپتے کہا تو عامر کی آنکھیں نم ہوئیں۔وہ جانتا تھا ایک حادثے نے صرف اسکا نہیں اسکے بھائیوں کا بچپن بھی روند دیا تھا۔جبکہ شہریار، ضرار اور ماہ دیر کا حال بھی جدا نا تھا۔"میری جان کا ٹکڑا بھائی کبھی اپنے بیٹے کو نہیں چھوڑ کر جائیں گے۔میں ہمیشہ اپنے دونوں لاڈلوں کے پاس رہوں گا۔بس اب اتنا اداس کیوں ہورہا ہے میرا بچہ" عامر نے نرمی سے اس کی کمر سہلاتے کہا۔"مجھے ماما بابا کی یاد آرہی ہے بھائی" اسد نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو عامر نے نرمی سے اسکا کندھا چوما۔"میری جان ماما بابا تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔اور ابھی وہ ہمارے پاس نہیں ہیں پر وہ اپنے لاڈلے کو دیکھ رہے ہونگے اور اگر تم ایسے اداس ہوگے تو وہ بھی اداس ہوجائیں گے

نا۔اور اسد تو میرا اچھا بیٹا ہے۔ماما بابا کو اداس تھوڑی کرے گا" عامر نے اسے بچوں کی طرح پچکارتے کہا تو اسد نے ہاں میں سرہلایا اور سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔"آپ نہیں جائیں گے نا بھائی" اسد نے سیدھے ہوتے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "کبھی نہیں جاؤں گا میرا بیٹا" عامر نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور شہریار کو دیکھا۔"آپ بھی نہیں جائیں گے" اسد نے کہا تو شہریار مسکرایا اور اسکے پاس آتے اسے اپنے سینے سے لگایا۔"میں کبھی گیا ہوں چھوڑ کر" شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلایا۔ "نہیں گئے پر وعدہ کریں آگے بھی کبھی نہیں جائیں گے" اسد نے کہا تو شہریار نے اسکا سر چوما۔ "کبھی نہیں جاؤں گا میری جان میں بھلا اپنے لاڈلے کو کیوں چھوڑ کر جاؤں گا۔تم تو میری پہلی اولاد ہو۔مجھ سے دو سال چھوٹے ہو پر میرے لیے بیٹے ہو۔اور ایک باپ اپنے بیٹے کو کبھی چھوڑ کر نہیں جاتا" شہریار نے کہا تو اسد کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔"بس پھر صحیح ہے اب آپ دونوں کی خیر نہیں۔آپ لوگوں کو خوب تنگ کروں گا اور اپنی بیوی کی خدمت کروں گا انشاء اللہ" اسد نے باقاعدہ دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے کہا تو عامر اور شہریار نے منہ کھولتے اسے دیکھا جبکہ ضرار اور ماہ دیر قہقہہ لگا گئے۔"ویسے آپ دونوں بھی اتنا نا ہنسیں آپ کو بھی تنگ کروں گا میں" اسد نے انھیں ہنستے دیکھ فوراً آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا تو ان دونوں نے اسے دیکھا پھر ہنس پڑے جب کہ اب کی بار وہ تینوں بھائی بھی ہنستے ایک دوسرے کے گلے لگے۔"آجاؤ تم دونوں بھی کہ دعوت نامہ دیں" عامر نے ان دونوں کو دیکھتے کہا تو وہ

بھی اٹھتے انکے ساتھ لگے۔بھائیوں کی محبت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہوتی ہے اور وہ پانچوں اس نعمت سے مالا مال تھے۔

"اماں سائیں رسم کب تک شروع کرنی ہے" فردوس بیگم نے شاہجہاں بیگم کو دیکھتے کہا جو اسد اور عامر کی نظر اتار رہی تھیں۔ لڑکیوں کے علاوہ اس وقت سب لوگ لان میں تھے۔ اسد اور عامر ابھی کچھ دیر پہلے ہی ان تینوں کے ساتھ لان میں آئے تھے پر لڑکیاں ابھی اندر روم میں ہی تھیں اور وہ پانچوں اپنی اپنی بیویوں کو دیکھنے کو ترسے پڑے تھے جبکہ ماہ دیر اور ضرار تو اپنے اپنے بچوں کا بھی انتظار کر رہے تھے۔فارم ہاؤس کا پورا لان اس وقت بے حد خوبصورتی سے سجا تھا۔لان ایک طرف سٹیج لگایا گیا تھا جس پر دلہا دلہن کیلئے دو صوفے پڑے تھے جب کہ مہمانوں کے لیے کرسیاں سیٹ کی گئیں تھی۔پورے لان میں مہندی کی مناسبت سے انتہائی خوب صورت ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ مہندی کی ساری ڈیکوریشن ماہ دیر نے مریم کی پسند سے کروائی تھی کیونکہ وہ بھی اسکی بہن تھی اور اس نے خواہش کی تھی کہ ڈیکوریشن اسکی مرضی کے مطابق ہوگی اور ماہ دیر نے بغیر ماتھے پر بل ڈالے اسکی بات مانی تھی۔ "بس شروع کرتے ہیں جاؤ عائشہ اور ثانیہ کو لے آؤ" شاہجہاں بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور تنزیل بیگم کے ساتھ اندر کی جانب بڑھنے لگیں پر اس سے پہلے ہی ماہ دیر اور ضرار انھیں پکار گئے۔ "ممانی جان رکیں" ماہ دیر نے جلدی سے پکارا اور انکے پاس آئے۔ "جی بچے" تنزیل بیگم نے انھیں دیکھتے کہا۔ "ممانی جان آپ دونوں رکیں میں اپنی دونوں

بہنوں کو خود لاتا ہوں" ماہ دیر نے کہا تو فردوس بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو ٹھیک ہے بیٹا تم جاؤ اور بچیوں کو لے آؤ" فردوس بیگم نے اسے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اندر کی جانب بڑھا۔ وہ چلتے سیدھا اس کمرے کے پاس آیا جہاں پانچوں لڑکیاں اور بچے تھے۔ "گڑیا" ماہ دیر نے دروازے کے پاس کھڑے ہوتے آہستہ سے دروازہ نوک کیا جو کہ اگلے ہی لمحے میشائم نے کھولا۔ "دِیر کیا ہوا" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "عائشہ اور ثانیہ تیار ہیں" ماہ دیر نے مدھم آواز میں پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور دروازے سے ہٹتے اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔ "بابا ذان (بابا جان)" وہ دونوں اسکے ہٹتے ہی اندر آئے تو اسے دیکھ حوریہ فوراً بولی جس پر اس نے نرمی سے حوریہ کا ماتھا چوما پھر اپنی دونوں بہنوں کی طرف بڑھا جو اسے دیکھ کر مسکرائیں تھی۔ "ماشاءاللہ میرے بچے بہت پیارے لگ رہے ہیں" ماہ دیر نے ثانیہ اور عائشہ کو اپنے سینے سے لگاتے کہا تو انکی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا جسے دیکھ سب مسکرائے۔ "شکریہ بھائی" ان دونوں نے ہم آواز کہا تو وہ مسکرایا۔ "میری گڑیا ماشاء اللہ آپ دونوں دلہن کے روپ میں چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہو" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے اسکا ہاتھ تھامتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے آنکھوں سے لگایا جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے انکے سروں پر ہاتھ رکھ گیا۔ "ویسے تو میں جانتا ہوں کہ عامر اور اسد آپ دونوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور آپ دونوں کو ہمیشہ خوش بھی رکھیں گے پر اگر کبھی بھی کوئی مسئلہ ہو تو آپکا بھائی ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے۔ آپ نے بس ایک بار مجھے پکارنا ہے اور آپ اپنے بھائی کو اپنے پاس پائیں گی" ماہ دیر نے ان دونوں کو کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہم جانتے ہیں۔ چاہے

کچھ بھی ہوجائے آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں" عائشہ نے کہا تو ثانیہ نے بھی ہاں میں سرہلایا۔"جی بھائی اور ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ ہوگا ہم آپکو ہی پکاریں گے"ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"شاباش میرا بچہ۔اب چلیں باہر ورنہ آپکے شوہروں نے بے ہوش ہوجانا ہے" ماہ دیر نے ان دونوں کے ہاتھوں کو تھامتے شرارت سے کہا تو ان کے رخسار فوراً گلابی جس پر ان دونوں نے چہرہ جھکاتے ماہ دیر سمیت مہرماہ، مریم اور میشائم کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا۔"بھائی آپ بھی"مہرماہ نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ مسکرایا۔"بس کیا کروں۔میری دونوں شہزادیاں اتنی پیاری لگ رہی ہیں۔آج عامر اور اسد دونوں نے اپنی قسمت پر رشک کرنا ہے۔آخر کو اتنی پیاری بیویاں ملی ہیں انھیں" ماہ دیر نے کہا تو وہ تینوں پھر ہنسیں جبکہ عائشہ اور ثانیہ کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"ماہ دیر بھائی ویسے میری بہن بھی خاصی پیاری لگ رہی ہے" مریم نے اسے دیکھتے کہا تو ماہ دیر نے میشائم کو دیکھا۔"کوئی شک نہیں گڑیا۔آپکی بہن اور میری زوجہ پیاری لگ رہی ہیں اور باخدا حد سے زیادہ لگ رہی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو ان سب نے ہنستے میشائم کو دیکھا جسکا چہرہ تپ کر انگارہ ہوا تھا۔"افف بھائی بس کریں" مہرماہ نے ہنستے ہوئے کہا تو ماہ دیر نے جھکتے اسکا سر چوما۔"اچھا بس میرا بیٹا ایسے نہیں ہنستے نظر لگ جاتی ہے" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور حوریہ کا ہاتھ تھامتے وہاج کو ساتھ لگائے باہر کی جانب بڑھی جبکہ اسکے پیچھے ہی مریم اور میشائم بھی باہر نکلیں لیکن میشائم باہر جانے سے پہلے اس کی بے باکی پر اسے گھورنا نہیں بھولی تھی جسے دیکھ ماہ دیر مسکرایا اور عائشہ اور ثانیہ کا ہاتھ تھامتے باہر کی جانب بڑھا۔"ماشاءاللہ چشم بدور میری بہنیں تو چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہیں"ابھی وہ لوگ

لاؤنج کے وسط میں پہنچے تھے جب انکی نظر ضرار پر پڑی جو ہاتھ میں خوبصورت گہرے سبز رنگ کی چادر پکڑے کھڑا تھا جسکے کناروں پر گلاب کے پھول لگے تھے۔ اسکے ساتھ ہی انکی کچھ کزنز اور دوستیں کھڑی تھیں جبکہ انھیں دیکھتے ضرار فوراً بولا تھا تو وہ دونوں مسکرائیں جس پر ضرار آگے آیا اور انھیں اپنے سینے سے لگا گیا۔ "بھائی کے بچے کتنے پیارے لگ رہے ہیں" ضرار نے ان دونوں کا سر چوما تو وہ مسکرائیں۔ "شکریہ بھائی" ان دونوں نے یک زبان کہا تو اس نے ان کا سر تھپکا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ اپنی دونوں بہنوں کو میں لینے آ تو گیا ہوں" ماہ دیر نے پوچھا تو ضرار نے اسے دیکھا۔ " گدھے میں جانتا ہوں پر یہ چادر کے سائے میں دونوں کو لانا تھا یہ تم بھول گئے تبھی میں آیا ہوں۔ یہ پوری ٹولی کے ساتھ" ضرار نے اپنے پیچھے کھڑی سب کزنز کی طرف اشارہ کرتے کہا تو سب ہنس پڑے جب کہ خود کو گدھا کہنے پر ماہ دیر نے اسے گھورا۔ "بچیاں کھڑی ہیں تبھی میں خاموش ہوں ورنہ تجھے بڑا اچھا جواب دیتا" ماہ دیر نے دانت پیستے کہا تو ضرار نے اسے آنکھ ماری جس پر ماہ دیر کا دل کیا اسکا سر پھاڑ دے۔ "بھائی ! ضار ! باہر چلیں" ان دونوں کو اپنی دھن میں لگے دیکھ مہر ماہ نے کہا تو ماہ دیر نے نرم نظروں سے اسکی طرف دیکھتے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ضرار نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ "جو حکم مسز راجپوت" ضرار نے کہا تو مہر ماہ کے رخسار اسکے طرزِ تخاطب پر گلابی ہوئے جبکہ باقی سب ہنس پڑے اور ماہ دیر اپنے بہنوئی کی بے باکی پر اسے گھورنے لگا جس پر ضرار نے سیٹی بجائی اور چادر کو کھولتے اسے عائشہ اور ثانیہ کے سروں کے اوپر کرتے ایک کنارہ خود پکڑتے دوسرا ماہ دیر کو پکڑایا جبکہ باقی چادر کو لڑکیوں نے تھامتے انکے سروں پر کیا اور باہر کی جانب بڑھ گئے۔ ثانیہ اور

عائشہ جوں جوں باہر بڑھ رہی تھیں توں توں انکے دل کی دھڑکنیں بڑھتی جارہی تھیں۔دونوں کے ذہن اس وقت اپنے شوہروں پر تھے جو کل ان سے مل کر صبح گئے تھے اور اب بھی تیار ہونے سے پہلے ان سے مل کر گئے تھے۔اب وہ دونوں سجی سنوریں انکے سامنے جارہی تھیں یقیناً وہ اپنی نگاہوں سے انھیں سمٹنے پر مجبور کرنے والے تھے جبکہ باقی سب انکی سوچوں سے انجان مسکراتے انھیں اس چادر کے سائے میں لیے باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔

"بھائی !" شہریار نے عامر کو پکارا جو شاہجہاں بیگم سے کوئی بات کررہا تھا۔"ہاں" اس کی پکار پر عامر نے اسے دیکھتے آئی برو اچکائی جس پر شہریار نے کچھ بھی بولے بغیر سامنے کی طرف اشارہ کیا جس پر عامر نے فوراً سامنے دیکھا اور سامنے نظر پڑتے اسکی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی تھی جبکہ سانس بھی رک سی گئی تھی کیونکہ سامنے ہی ثانیہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کے ہمراہ چلتی اسی کی طرف آرہی تھی جبکہ دوسری طرف اسکی نظریں خود پر محسوس کرتے ثانیہ کی پلکیں اٹھنے سے انکاری تھیں۔وہ عامر کی نگاہوں کی تپش خود پر محسوس کرتے سمٹنے پر مجبور ہوگئی تھی۔جبکہ اس کے ساتھ چلتی عائشہ کا حال بھی جدا نا تھا کیونکہ اسد بھی اسکے حسن میں کھویا یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جبکہ انکی حرکت پر شہریار مسکراہٹ دباتے لال پیلا ہورہا تھا اور انکے دونوں سالے انھیں گھور گھور کر دیکھ رہے تھے جو ان کی بہنوں کو تار رہے تھے۔دل میں بیشک وہ اپنی بہنوں کیلئے انکی محبت دیکھتے خوش تھے پر انھیں گھورنا لازمی تھا تبھی اپنا کام بخوبی کررہے تھے۔"بھائی ! اسد اب کیا آپ دونوں یونہی اپنی اپنی دلہن کو

گھورتے رہیں گے یا انھیں سٹیج تک لانے میں مدد بھی کریں گے" شہریار نے ان دونوں کے قریب جھکتے مدھم آواز میں کہا تو وہ دونوں ہوش میں آئے اور فوراً سٹیج سے نیچے اترتے اپنی اپنی دلہن کی طرف بڑھے جنکی پیشانیاں انھیں اپنی طرف آتے دیکھ ابر آلود ہوئی تھیں۔عامر اور اسد قدم قدم اٹھاتے اپنی تمام تر وجاہت سمیت انکی طرف بڑھ رہے تھے جب کہ انھیں اپنی طرف بڑھتے دیکھ ان دونوں کی دھڑکنیں بڑھی تھیں۔باقی سب ان دونوں کو آتے دیکھ وہیں ٹھہر گئے تھے جبکہ عامر اور اسد چلتے عین انکے سامنے آتے کھڑے ہوئے۔انکے آتے ہی لان میں مدھم آواز میں گانا بجنے لگا پر ان چاروں کے کانوں میں گانے کی آواز سے زیادہ ایک دوسرے کی دھڑکنوں کی گونج تھی۔"کیا اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھما کر مجھے میرے بخت پر رشک کرنے کا موقع دے سکتی ہیں جانِ جہاں" عامر نے اپنی دھڑکنوں کو بامشکل سنبھالتے ثانیہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے بے حد محبت سے کہا تو ثانیہ کی پلکیں لرزیں جبکہ باقی سب مسکرائے۔"میری گڑیا کو ہمیشہ خوش رکھنا عامر۔میری بہن نے بچپن سے محرومیوں میں زندگی گزاری ہے پر اب میری گڑیا کو کبھی کسی خوشی سے محروم نا ہونے دینا اور اسکی مسکراہٹ کو سلامت رکھنا اور اسے کبھی رلانا مت" ماہ دیر نے ثانیہ کا ہاتھ نرمی سے پکڑتے اسکا ہاتھ عامر کے ہاتھ میں تھمایا جسے عامر نے کسی قیمتی اثاثے کی طرح تھامتے بے حد نرمی سے اسے ہلکا سا کھینچتے اپنے قریب کیا۔اسکے یوں قریب کرنے پر ثانیہ کا کندھا اس کے سینے سے مس ہوا تھا جسے محسوس کرتے ثانیہ نے سانس روکی تھی۔"ان کی تمام محرومیوں کو ختم کر دوں گا۔ان کی مسکراہٹ کو کبھی مانند نہیں پڑنے دوں گا میں۔آج تم نے مجھے اپنی بہن کا ہاتھ نہیں تھمایا بلکہ میری کل کائنات

میری مٹھی میں بند کردی ہے۔ اور آج یہاں ساری دنیا کے سامنے میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ثانیہ کو دنیا کی ہر خوشی دوں گا۔ دنیا کی تمام تر نعمتوں کو انکے قدموں میں لاکر ڈھیر کردوں گا۔ انکی ایک مسکراہٹ کی خاطر جان تک لٹا دوں گا پر کبھی انکی آنکھ میں آنسو نہیں آنے دوں گا۔ اور جہاں تک بات ہے انھیں رلانے کی تو یہ جان ہیں میری انکو رلانے سے پہلے میں اپنی جان دینا پسند کروں گا" عامر نے ایک ایک لفظ محبت سے پروتے کہا تو ماہ دیر نے آگے ہوتے اسے سینے سے لگایا جبکہ ثانیہ نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو ماہ دیر کے سینے سے لگا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دیکھنے پر ثانیہ نے فوراً سے نگاہیں جھکائیں جسے دیکھ وہ مسکرایا اور ماہ دیر کی طرف متوجہ ہوا۔ "مجھے یقین ہے تجھ پے پر بھائی ہوں نا تو اس لیے دل زرا سہما ہوا ہے۔ بہن نہیں اپنے جگر کا ٹکڑا دے رہا ہوں آسان تھوڑی ہے" ماہ دیر نے کہا تو عامر نے اسکی کمر کو تھپتھپایا۔ "وہ تیرے جگر کا ٹکڑا ہیں تو میری بھی جان کا ٹکڑا ہیں۔ پریشان مت ہو۔ وہ تجھ سے دور نہیں جا رہیں۔ تیرا جب دل کرے تو تب ان سے ملنے آجانا" عامر نے کہا تو ماہ دیر ہاں میں سر ہلاتے پیچھے ہوا اور ثانیہ کے سر پر ہاتھ رکھ گیا۔ "میرا بچہ۔ اللہ پاک آپکو کو عامر کے ساتھ ہمیشہ خوش رکھے" ماہ دیر نے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی جس پر وہ مسکرایا اور پیچھے ہوا جس پر عامر نے ثانیہ کے ہاتھ پر پکڑ نرمی سے مضبوط کی۔ "بھائی میری گڑیا بہت معصوم ہے اسے خوش رکھنا اب سے آپکا کام ہے" ضرار نے ماہ دیر کے پیچھے ہٹتے ہی آگے ہوتے ثانیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو عامر نے سر خم کیا جس پر وہ مسکرایا اور ثانیہ کا ماتھا چومتے واپس جاتے عائشہ کے ساتھ کھڑا ہوا جبکہ عامر نے ثانیہ کو دیکھا۔ "چلیں محترمہ" عامر نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھتے

پوچھا۔ ”چلیے محترم“ ثانیہ نے مدھم آواز میں جواب دیا تو وہ اسکے طرزِ تخاطب پر مسکرایا اور اسکا ہاتھ تھامے سٹیج کی طرف بڑھ گیا۔ ”شہزادی کیا تمھارے شوہر کو اجازت ہے کہ وہ تمھارا ہاتھ تھام لے“ ان کے جاتے ہی اسد نے عائشہ کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلاتے پوچھا تو عائشہ نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ جبکہ ضرار نے عائشہ کا ہاتھ نرمی سے پکڑتے اسد کے ہاتھ میں تھمایا جسے تھامتے ہی اسد دو قدم آگے ہوتے عائشہ کے قریب ہوا جسے محسوس کرتے عائشہ کے رخسار گلابی ہوئے۔ ”لاڈلے مجھے کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے پر میری گڑیا کو خوش رکھنا اور اسے رلانے کا سوچنا بھی مت ورنہ تمھاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دوں گا سمجھے“ ضرار نے اسد کو دیکھتے کہا تو اس نے مسکراتے پہلے اسے پھر عائشہ کو دیکھا۔ ”بھائی عائشہ کو میں نے رو رو کر اللہ سے مانگا ہے آپکو لگتا ہے میں اسے رلا سکتا ہوں“ اسد کے ایک سوال نے ان سب کو مسکرانے پر مجبور کیا تھا جبکہ اسکی اتنی محبت پر عائشہ کی آنکھوں میں نمی آئی تھی۔ ”میں جانتا ہوں لاڈلے پر میری بہن ہے۔ میں نے اسے خود پالا ہے۔ اسے انگلی پکڑ کر چلنا سیکھایا ہے تو میں اسکا بھائی کم باپ زیادہ ہوں اور اپنی بیٹی کو رخصت کرنا ایک باپ کیلئے آسان نہیں ہوتا“ ضرار نے ان دونوں کو سینے سے لگاتے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا جبکہ اسد مسکرایا۔

”بھائی۔۔ ایسی باتیں۔۔ کریں گے۔۔ تو میں رونے۔۔ لگوں۔۔ گی“ عائشہ نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے اپنی ہتھیلی میں ناخن گاڑھتے تو ضرار نے اس کا ماتھا چوما جبکہ اسد نے نرمی سے اس کا دوسرا ہاتھ تھاما جسکی ہتھیلی وہ زخمی کر رہی تھی۔ ”نہیں میرا بیٹا روتے نہیں ہیں“ ضرار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ اسکی آنکھیں اب بھی نم تھیں۔ ”بھائی یار میری بیوی کو رلائیے گا

مت ورنہ میں بھی رو دوں گا۔شہزادی دیکھو رونا مت ورنہ میں رونے لگوں گا اور باخدا میں روتے ہوئے بہت بُرا لگتا ہوں" اسد نے عائشہ کا موڈ کرنے کی غرض سے منہ بناتے کہا تو اسکی توقع کے عین مطابق وہ مسکرائی جبکہ باقی سب اسکی بات پر قہقہہ لگا گئے۔"نوٹنکی باز آجاؤ" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر ہلکا سا تھپڑ مارتے کہا تو اسد نے اسے گھورا۔"چھوٹے سالے صاحب سدھر جاؤ۔جیجا ہوں میں تمھارا" اسد نے اپنا ماتھا سہلاتے کہا تو ماہ دیر ہنسا جبکہ عائشہ نے مسکراتے اسے دیکھا۔"سدھرتی ہے میری جوتی۔میری بہن کو خوش رکھنا ورنہ اسی جوتی سے تمھیں ماروں گا" ماہ دیر نے بڑے شہانا انداز میں دھمکی لگائی جس پر اسد دانت پیس کر رہ گیا جبکہ ضرار نے قہقہہ لگایا۔"ایک نمبر کے لعنتی ہو تم" اسد نے کہا تو ماہ دیر نے کچھ کہنے کو منہ کھولا پر اس سے پہلے ہی تنزیل بیگم آگے آئیں اور عائشہ کو پکار گئیں۔"عائشہ"تنزیل بیگم نے اسے پکارا تو اس نے انھیں دیکھا اور فوراً آگے ہوتے انکے ساتھ لگی۔"میری گڑیا بہت پیاری لگ رہی ہے۔اللہ پاک تمھیں ہمیشہ خوش رکھے"تنزیل بیگم نے اسکے سر کو چومتے کہا جبکہ وہ خاموشی سے انکے ساتھ لگی رہی۔"کیا ہوا بچے اتنی خاموش کیوں ہو"تنزیل بیگم نے نرمی سے اسکی کمر سہلاتے پوچھا تو اس نے انکے گرد حصار مضبوط کیا۔"بابا کی یاد آرہی ہے۔کاش آج وہ بھی ہوتے تو سب کتنا اچھا ہوتا۔وہ بھی اپنی گڑیا کو دلہن بنا دیکھتے" عائشہ نے کہا تو سب نے اسے دیکھا جبکہ اسد نے گہری سانس بھری۔وہ جانتا تھا عائشہ قاسم راجپوت کو لازماً یاد کررہی ہوگی۔"میری جان تمھارے بابا اللہ سے صرف اتنی عمر ہی لکھوا کر آئے تھے۔یوں اداس نہیں ہوتے۔تم میں قاسم کی جان بستی تھی اگر تم یوں اداس ہوگی تو انکی روح کو اذیت

ہوگی۔شاباش میرا بچہ اداس نہیں ہوتے۔آج تو خوشی کا دن ہے اور یقیناً تمھارے بابا بھی بہت خوش ہونگے"تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور پیچھے ہوتے انھیں دیکھا۔"آئی لو یو ماما" عائشہ نے اسکی گال چومتے کہا تو وہ مسکرائیں۔"آئی لو یو مور ماما کی جان"تنزیل بیگم نے اسکا ماتھا چومتے کہا اور اس کا ہاتھ اسد کو تھمایا۔"اسد میری بیٹی کا خیال رکھنا۔میں نے اور قاسم نے اسے بڑی دعاؤں کے بعد پایا تھا"تنزیل بیگم نے کہا تو وہ مسکرایا اور عائشہ کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے قریب کرگیا۔"میں نے بھی اسے بہت دعاؤں کے بعد پایا ہے ماما۔آپ بے فکر رہیں میں عائشہ کا خیال رکھوں گا" اسد نے کہا تو وہ مسکرائیں اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتے آگے سے ہٹیں جس پر اسد مسکرایا اور عائشہ سے تھوڑا پیچھے ہوتے جھکتے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے سٹیج کی طرف بڑھ گیا۔اس کی حرکت پر پورے لان میں ہوٹنگ کا شور اٹھا تھا جبکہ عائشہ نے اسکی حرکت پر سرخ پڑتے نظریں جھکائیں تھی۔"اسد۔۔یہ۔۔کیا۔۔حرکت۔۔۔ہے سب۔۔دیکھ رہے ۔۔ہیں" عائشہ نے منمناتے کہا۔"شش میری جان یہ ان لوگوں کو میں نے شٹ اپ کال دی ہے جو میری شہزادی کے بارے میں بکواس کرتے تھے" اسد نے کہا تو عائشہ نے اس شاندار مرد کو دیکھا جو اس کی جسامت کے بارے میں بات کرنے والوں کی زبانیں بند کر چکا تھا۔"آئی لو یو اسد" عائشہ نے اپنا سر اسکے کندھے پر ٹکاتے بے حد آہستگی سے سرگوشی کی تو اسد کے رخسار گلابی ہوئے جبکہ اسکا دل شدت سے دھڑکا تھا جسے عائشہ نے اپنی ہتھیلی تلے محسوس کیا تھا۔"آپکا دل اسد" عائشہ نے اسکی دھڑکنوں کی رفتار محسوس کرتے کہا۔"تمھارے قدموں میں آنے کو بے تاب ہے" اسد نے کہا اور

سٹیج پر چڑھتے اسے نرمی سے کھڑا کیا جبکہ اس کی بات سنتے عائشہ کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ آئی۔ "ماشاءاللہ میری بچی بہت پیاری لگ رہی ہے" ابھی سٹیج پر آتے ہی انھیں خلیل صاحب کی آواز آئی جو ثانیہ کے پاس آتے اسے سینے سے لگا گئے جس پر وہ بھی ان کے حصار میں جاتے آنکھیں موند گئی۔ "بابا کی گڑیا اتنی بڑی ہوگئی ہے" خلیل صاحب نے اس کا سر چومتے کہا تو اس نے پیچھے ہوتے انھیں دیکھا۔ "جی اتنی بڑی کہ اب آپکو چھوڑ کر جارہی ہوں" ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب کی آنکھوں میں نمی اتری۔ "میرا بچہ دور تھوڑی جارہا ہے۔بس اپنے دوسرے گھر جارہا ہے" خلیل صاحب نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مدھم سا مسکرائی جبکہ آنکھوں میں نمی سی ٹھہری جس پر وہ آگے ہوتے انکے سینے سے لگی۔ "مجھے پتا ہے بس آپکی جھلی بیٹی تھوڑی ایموشنل ہوئی ہے۔مجھے ماما کی یاد آرہی ہے بابا" ثانیہ نے کہا تو وہ مدھم سا مسکراتے اسکا سر چوم گئے۔ "میری جان یوں اداس نہیں ہوتے۔ آپکی ماما کو بلکل نہیں پسند کہ انکے بچے اداس ہوں شاباش میرا بیٹا مسکرائیں" خلیل صاحب نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسے بچوں کی مانند پچکارا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر انھوں نے نرمی سے اسکا ماتھا چوما۔ "عامر بیٹا میری ثانیہ کا بہت خیال رکھنا اور میری بیٹی کو کبھی کوئی دکھ نا دینا۔اگر کبھی اس سے کوئی غلطی ہوجائے تو اسکی نادانی سمجھ کر معاف کردینا پر اگر تمھیں لگے کہ تم اسکی غلطی معاف نہیں کرسکتے تو اس کو دکھ دینے کی بجائے مجھے واپس دے دینا۔میں اپنی بچی کو پھر سے سینے سے لگا لوں گا پر اسکو کبھی اذیت مت دینا" خلیل صاحب نے عامر کو دیکھتے کہا تو اس نے آگے بڑھتے انکے ہاتھ تھامے۔ "بابا ثانیہ میری پسندیدہ عورت ہیں انھیں دکھ دینے کے بارے میں، میں

کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔آپ بے فکر رہیں میں ثانیہ کو کبھی اذیت نہیں دوں گا" عامر نے احترام سے کہا تو خلیل صاحب مسکرائے اور نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ رکھ گئے۔"اللہ پاک تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے"،خلیل صاحب نے ان دونوں کو اپنے ساتھ لگاتے دعا دی تو سب نے آمین کہا۔"چلیں بھئی بس کریں آپ سب نے تو ماحول ایموشنل کردیا بس بس اتنا کافی ہے میری بھابھیوں کا پتا نہیں پر میرے دونوں بھائیوں نے رو پڑنا ہے" شہریار نے ان سب کو ایموشنل دیکھتے کہا تو سب ایک دم ہی اسکی بات سنتے ہنس پڑے جبکہ عامر اور اسد نے اسے آنکھیں دکھائیں جس پر اس نے شانے اچکاتے انھیں دیکھا جس پر وہ دونوں بھی ہنس پڑے۔"اچھا بچوں بس کرو اب چلو رسم شروع کرتے ہیں" شاہجہاں بیگم نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ عامر اور اسد ثانیہ اور عائشہ پکڑتے صوفے پر بیٹھے۔"اماں سائیں آپ بڑی ہیں آپ رسم شروع کریں" دراب صاحب نے کہا تو شاہ جہاں بیگم نے ہاں میں سر ہلایا اور آگے بڑھتے رسم کا آغاز کیا۔انھوں نے سامنے رکھے ٹیبل سے ایک ایک پتی اٹھاتے پہلے عامر اور ثانیہ کی ہتھیلیوں کو ملاتے ان پر رکھتے مہندی انگلی پر لگاتے اس پتی پر لگائی پھر تیل ہلکا سا انگلیوں پر لگاتے ان دونوں کے بالوں میں لگاتے ٹیبل پر رکھی مٹھائی تھوڑی تھوڑی ان دونوں کو کھلاتے انکے سر سے پیسے وارتے انکی نظر اتارتے عائشہ اور اسد کی طرف بڑھیں۔انھوں نے انکے ہاتھوں کو ملاتے ایک پتی رکھی اور بلکل اسی طرح مہندی اس پتی پر لگاتے انکے بالوں میں ہلکا سا تیل لگاتے انکا منہ میٹھا کروایا پھر انکے سر سے پیسے وارتے ان چاروں کو ڈھیروں دعائیں دیتے پیچھے ہوئیں جبکہ انکے ہٹتے ہی دراب صاحب اور فردوس بیگم نے آگے آتے رسم

کی۔ انکے جاتے ہی خلیل صاحب آگے آئے اور رسم کرنے لگے۔جبکہ خلیل صاحب کے رسم کرتے ہی تنزیل بیگم نے رسم کی پھر پیچھے ہوتے عالمگیر خان اور فہمیدہ خان کو رسم کرنے کا موقع دیا۔ "چلیں بھئی اب ہماری باری ہے" سب بڑوں کے رسم کرتے ہی ضرار نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ثانیہ کی نگاہیں کسی کی منتظر تھیں۔وہ جس ہستی کی منتظر تھی انھیں نا آتے دیکھ اس نے عامر کی آستین کو پکڑتے ہلکا سا ہلایا تو اس نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا بیٹُو" عامر نے اسے دیکھتے نرمی سے پوچھا جس پر ثانیہ نے اسے دیکھا جب کہ باقی سب بھی ان کو بات کرنے کا وقت دیتے رک گئے۔ "عامر سعیدہ بی نہیں آئیں اب تک۔آپ نے انھیں کال کی تھی" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی میری جان میں نے کال کی تھی۔وہ کہہ رہی تھیں وہ بس راستے میں ہیں ابھی آجائیں گی تھوڑی سی دیر میں" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی مہرماہ بول اٹھی۔ "اپیہ سعیدہ بی آگئیں ہے دیکھیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے سامنے دیکھا جہاں اسکن کلر کی سادی شلوار قمیض پہنے سر پر اچھے سے ڈوپٹہ اوڑھے سعیدہ بی شفیق مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسی طرف آرہی تھیں۔ انھیں آتے دیکھ ثانیہ کا چہرہ کھلا۔وہ فوراً کھڑی ہوئی جبکہ ثانیہ کو کھڑے ہوتے دیکھ عامر بھی اس کے ساتھ کھڑا ہوا۔اسے ہرگز گوارا نا تھا اسکی بیوی کھڑی ہو اور وہ بیٹھا رہے چاہے چند لمحوں کیلئے ہی سہی۔ "کیسی ہو ثانیہ" سعیدہ بی نے سٹیج پر آتے اسے اپنے ساتھ لگاتے پوچھا تو وہ بھی انکے گرد حصار باندھ گئی۔ "میں ٹھیک ہوں سعیدہ بی پر آپ اتنی دیر سے آئیں" ثانیہ نے شکوہ کیا جس پر وہ مسکرائیں۔ "میں نے وقت پر آنا تھا بچے پر راستے میں

گاڑی کا ٹائر پنکچر ہوگیا تھا بس وہیں وقت لگ گیا" سعیدہ بی نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "کوئی بات نہیں پر تب سے آپکا ویٹ کر رہی تھی" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے نرمی سے اسکا ماتھا چوما۔یہ لڑکی صرف انکی شاگرد نہیں تھی۔وہ انھیں کافی عزیز تھی تبھی وہ اسکی شادی پر آئی تھیں۔ "میں آگئیں ہوں اب چلو بیٹھو بیٹا تم دلہن ہو" سعیدہ بی نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بیٹھتی ہوں پہلے آپ ان اسے ملیں یہ میرے شوہر ہیں عامر" ثانیہ نے اپنے ساتھ کھڑے عامر کی طرف اشارہ کیا تو وہ مسکرائیں اور عامر کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "اللہ تم دونوں کی جوڑی کو ہر حاسد کی نظر سے محفوظ رکھے" سعیدہ بی نے کہا تو سب نے آمین کہا۔ "مجھے آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا سعیدہ بی۔میں نے ثانیہ سے بہت سنا ہے آپ کے بارے میں" عامر نے مسکراتے کہا تو وہ مسکرائیں۔ "مجھے بھی بہت شوق تھا تم سے ملنے کا بچے میں نے بھی ثانیہ کی زبان سے صرف تمھارا ذکر سنا ہے۔بہت خوش نصیب ہو تم جو ایک ایسی لڑکی کے شریکِ حیات ہو جو دل و جان سے تمھیں چاہتی ہے۔اللہ پاک تم دونوں کی محبت کو ہمیشہ سلامت رکھے" سعیدہ بی نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "خوش نصیب تو میں واقعی ہوں" عامر نے کہا تو سب مسکرائے۔ "بھائی آپ اور ثانیہ بیٹھیں۔سعیدہ بی آپ رسم کریں ثانیہ تب سے آپکا انتظار کر رہی ہے" شہریار نے کہا تو وہ دونوں بیٹھ گئے جبکہ سعیدہ بی نے آگے بڑھتے رسم کی پھر عائشہ اور اسد کی رسم کرتے ان دونوں کو بھی ڈھیروں دعائیں دیں اور سٹیج سے نیچے جاتے شاہجہاں بیگم سے ملنے لگیں۔ثانیہ کی وجہ سے وہ سب سے ملیں تھی سوائے عامر کے جس سے وہ آج ملیں تھی تبھی وہ باقی سب سے مل رہی تھیں۔ "چلیں بھئی اب

ہماری باری ہے" ماہ دیر نے ہاتھ ملتے کہا اور میشائم کے ساتھ آگے آیا۔ "اللہ پاک میرے دوست کو اور میری گڑیا کو ہمیشہ خوش رکھے" ماہ دیر نے دھیرے دھیرے رسم کرتے کہا تو دونوں مسکرائے جس پر وہ انکی نظر اتارتے اسد اور عائشہ کے پاس آیا۔ "اسد بھائی اللہ پاک آپکو اور عائشہ آپی کو دنیا کی ہر خوشی عطا کرے" اب کی بار میشائم نے دعا دی جبکہ ماہ دیر نے ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھا جس پر وہ مسکرائے۔ "چلو بھئی اب ہماری باری" اب کی بار ضرار مہرماہ کا ہاتھ تھامتے آگے آیا اور رسم کرنے لگا۔ "اللہ پاک آپ دونوں کی محبت میں اضافہ کرے" مہرماہ نے رسم کرتے دعا دی جس پر وہ لوگ آمین کہہ گئے۔ "اور اللہ پاک مجھے جلدی سے آنی بنائے" مہرماہ نے یہ دعا ثانیہ کے کان کے قریب جھکتے دی تھی پر اسکی آواز عامر کے کانوں تک بھی بخوبی پہنچی تھی۔ اس کی دعا پر جہاں ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے تھے وہیں عامر نے مسکراتے زیرِ لب آمین بولا تھا۔ مہرماہ ثانیہ کا چہرہ دیکھتے ہنسی اور پیسے پکڑتے ان دونوں کے سر سے وارتے ضرار کے ساتھ عائشہ اور اسد کی طرف بڑھے۔ "اللہ پاک میرے لاڈلوں کو کبھی کوئی غم نا آنے دے" ضرار نے رسم کرتے انھیں دعا دی تو انھوں نے آمین بولا جس پر وہ انکی نظر اتار گیا۔ "سائیں اب ہماری باری ہے چلیں" اب کی بار مریم نے شہریار کا ہاتھ تھامتے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا ہاتھ تھامے آگے آیا اور اسکے ساتھ رسم کرنے لگا۔ "اللہ پاک آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور میرے بھائی کو تمھارے طنزیہ انداز سے محفوظ رکھے" شہریار نے انھیں دعا دیتے آخر میں ثانیہ کو دیکھتے شرارت سے کہا تو ثانیہ نے اسے گھورا۔ "آمین اور اللہ پاک آپ جیسے جعلی وکیل کی دو نمبر مکاریوں سے ہم سب کو بھی محفوظ رکھے سب بولیں

آمین" ثانیہ نے آس پاس کسی بڑے کو نا دیکھتے شہریار کی ستھری کی جس پر شہریار نے ہونک بنتے اسے دیکھا جبکہ باقی سب نے قہقہہ لگاتے آمین کہا۔ "بھابھی لوویو ہوگیا یار۔ بھائی کی اتنی ستھری آج تک کسی نے نہیں کی" اسد نے ہنستے ہوئے ہانک لگائی تو سب ایک بار پھر ہنستے۔ جبکہ ثانیہ نے سر خم کرتے داد وصول کی۔ "ایک نمبر کی فسادن ہو تم۔ جب موقع ملتا ہے مجھے طنز کرنے لگتی ہو" شہریار نے دانت پیستے کہا۔ "فسادن؟ ایکس کیوزمی میں نے کب آپکا اور مریم کا جھگڑا کروایا" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا۔ "تمھارا کیا بھروسہ۔ پٹھانی اس فسادن سے دور رہا کرو" شہریار نے مریم کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے کہا۔ "مریم اعوذباللہ پڑھ لو۔ شر سے محفوظ رہو گی یہاں لوگ تمھیں تمھاری بہن کے خلاف کررہے ہیں" ثانیہ نے کہا تو شہریار کو جیسے آگ لگی۔ "بھائی سمجھا لیں یار اپنی بیوی کو۔ مجھے شیطان کا چیلا بنا دیا ہے" شہریار نے فوراً کہا۔ "استغفراللہ شہریار میں نے آپکو شیطان کا چیلا نہیں شیطان بنایا ہے" ثانیہ نے دل مصنوعی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے اسکی تصحیح کی تو ایک بار سب نے قہقہہ لگایا جبکہ شہریار نے دانت پیستے اسے دیکھا جو اب دل جلا دینے والی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسے دیکھ رہی تھی۔ "ناجانے کونسی منحوس گھڑی تھی جو میں تم سے پنگا لے لیا جب پتا ہے ذلیل ہونا ہے پھر تم سے بات کرتا ہوں" شہریار نے باقاعدہ خود پر لعنت بھیجتے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا۔ "چلو پٹھانی میرے بھائی زن مریدی میں ڈگری لیے بیٹھے ہیں۔ یہ نہیں بولیں گے کچھ" شہریار نے ان کی نظر اتارتے مصنوعی تاصف سے کہا اور آگے بڑھتے مریم کا ہاتھ تھامتے اسد کی طرف بڑھا اور انکی رسم کرنے لگا۔ "اللہ پاک آپ دونوں کو ہمیشہ ایسے ہی بسائے رکھے" مریم نے دعا دی تو سب

نے آمین کہا جبکہ شہریار نے مسکراتے انکی نظر اتاری۔ "بابا ذان مذے بی تلنا ات ایشے (بابا جان مجھے بھی کرنا ہے ایسے)" حوریہ نے ان سب کو رسم کرتے دیکھ کہا تو ماہ دیر مسکرایا اور جھکتے اسے گود میں اٹھاتے اسکا سر چوم گیا۔ "بابا جان کو رسم کرنی ہے" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا۔ "ذی بابا ذان حولیہ تو لشم تلنی اے۔ اول لا الہ پل تے تاتو اول اپوتی نجل بی تالنی اے (جی بابا جان حوریہ کو رسم کرنی ہے۔ اور لا الہ پڑھ کے چاچو اور اپھو کی نظر بھی اتارنی ہے)" حوریہ نے کہا تو اسے اسکی بات سنتے اس پر بے انتہا پیار آیا جبکہ باقی سب اس کی بات پر مسکرائے۔ "اوکے میرا بچہ آئیں۔ میں اپنے بیٹے سے کرواتا ہوں رسم" ماہ دیر نے نرمی سے کہا اور آگے بڑھتے اسے عامر اور ثانیہ کے پاس جاتے اسے نرمی سے جھکاتے اسکی انگلیوں پر مہندی لگاتے پتی پر لگوائی پھر تیل اس کی ننھی ننھی انگلیوں پر لگواتے انکے بالوں پر لگوایا۔ "بابا ذان اب لدو (بابا جان اب لڈو)" حوریہ نے کہا تو سب ہنس پڑے۔ "جی میرا بچہ ایک منٹ" ماہ دیر نے کہا اور ایک لڈو اٹھاتے اسے پکڑایا جسے حوریہ نے باری باری عامر اور ثانیہ کو کھلایا جسے کھاتے ان دونوں نے اسکے رخسار کو چوما۔ "چلیں اب لا الہ پڑھ کر اپھو اور چاچو کی نظر اتاریں" ماہ دیر نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی دونوں آنکھیں بند کرتے منہ میں لا الہ پڑھتے ان دونوں پر پھونک مارتے انکی نظر اتاری۔ اسکی اس معصوم حرکت پر سب کو ٹوٹ کر اس پر پیار آیا۔ "اب اشد تاتو اور عائتہ اپو (اب اسد چاچو اور عائشہ اپھو)" حوریہ نے پھونک مارتے ہی کہا تو ماہ دیر اسے لیے ان دونوں کی طرف بڑھا اور اس سے رسم کروانے لگا۔ "اشد تاتو اپ تو تونسا لدو پتند اے (اسد چاچو آپکو کونسا لڈو پسند ہے)" حوریہ نے اسے دیکھتے

پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "مجھے اور آپکی اپھو کو گلاب جامن پسند ہے" اسد نے کہا تو اس نے ماہ دیر کو دیکھا جس نے اسے گلاب جامن پکڑایا جسے پکڑتے وہ اسد اور عائشہ کو کھلاتے پھر سے آنکھیں بند کرتے زیرِ لب لا الہ پڑھتے ان دونوں پر پھونک مار گئی۔ اس کی حرکت پر سب نے مسکراتے آیت الکرسی پڑھتے اسکی نظر اتاری جسے دیکھ حوریہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس کے ہنسنے پر باقی سب بھی مسکرائے۔ "ویسے یار مہندی کی رسم ہوگئی ہے تو میں سوچ رہا تھا کہ یہ تیل اور مہندی ضائع ہوجائیں گے کیوں نا انکا کچھ کیا جائے" ضرار نے یکدم کہا اور ساتھ ہی شہریار اور ماہ دیر کو اشارہ کیا جسے سمجھتے وہ مسکرائے جبکہ اسد اور عامر انکی مسکراہٹ سے جیسے سارا معاملہ سمجھ گئے تھے۔ "اگر تم تینوں نے کوئی الٹی سیدھی حرکت کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا" عامر نے دانت پیستے کہا تو وہ تینوں ہنسے اور اپنی اپنی بیوی بچوں کو ایک طرف کرتے تیل اور مہندی ہاتھ میں اٹھائی۔ "بھائی دیکھیں آج نہیں" اسد نے لگ بھگ چلاتے کہا جبکہ اسکے یوں چلانے پر سب نے انھیں دیکھا۔ "نانا نا آج تو آپ دونوں گئے" ضرار نے کہا اور تیل پکڑتے ان دونوں پر الٹنے لگا پر دراب صاحب کی تیز آواز اسے روک گئی۔ "ضرار کیا کر رہے ہو یہ" دراب صاحب نے پوچھا تو اس نے مڑتے انھیں دیکھا۔ "بابا وہ بھائی اور اسد پر تیل ڈالنے لگا ہوں" ضرار نے سچ بولا جس پر دراب صاحب پیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔

"وجہ؟" دراب صاحب نے گہری سانس بھرتے پوچھا۔ "بابا تیل ضائع ہو جائے گا اس لیے سوچا انھیں نہلا دوں" ضرار نے ان کے گہری سانس بھرنے پر مسکراہٹ دباتے کہا جبکہ باقی سب نے بامشکل اپنا قہقہہ روکا تھا۔ "خبردار کوئی الٹی حرکت کی گدھے کے بچے" دراب صاحب نے کہا تو

اس نے معصوم شکل بنائی۔ "پر بابا میں تو آپکا بچہ ہوں اور آپ تو انسان ہیں" ضرار نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا۔وہ بلا کا حاضر جواب تھا اس نے ثابت کیا تھا جبکہ اسکی بات پر دراب صاحب کا پارہ چڑھا جس پر انھوں نے اپنا جوتا اتارا اور اس کی طرف پھینکا جسے وہ بروقت کیچ کرتے وہیں پھینکتے ہنستا ہوا آگے بھاگا کیونکہ دراب صاحب اپنا دوسرا جوتا اتار چکے تھے۔اب لان کا منظر کچھ یوں تھا کہ ضرار ہنستے ہوئے آگے آگے بھاگ رہا تھا جبکہ دراب صاحب ہاتھ میں جوتا پکڑے اسکے پیچھے بھاگ رہے تھے اور باقی سب ان باپ بیٹے کو یوں بچوں کی طرح بھاگتے دیکھ پیٹ پکڑے ہنس رہے تھے۔ "انکل کھینچ کر ماریے گا اسکی زبان بہت چلتی ہے" شہریار نے ہنستے ہوئے دراب صاحب کو دیکھتے ہانک لگائی تو ضرار نے اسے گھورا جبکہ دراب صاحب شہریار کی بات سے متفق ہوتے اپنا جوتا پھینک چکے تھے جو ضرار کی کمر میں لگا تھا۔ "لعنت تجھ پر جعلی وکیل" اپنی کمر پر جوتا پڑتے ضرار نے کراہتے دونوں ہاتھوں سے اس پر لعنت بھیجتے کہا تو شہریار ہنستے نیچے بیٹھ گیا جبکہ باقی سب بھی قہقہے لگاتے لوٹ پوٹ ہوئے۔ سوائے دو لوگوں کے جو اس وقت نفرت سے عامر اور ثانیہ کو دیکھ رہے تھے۔ "اگر تم آج ٹائم پر آجاتے شایان تو یہ لوگ اس طرح خوشیاں نا منا رہے ہوتے بلکہ اپنی لاڈلی ثانیہ سکندر کے غم میں سوگ منا رہے ہوتے" رافع نے شایان کو دیکھتے کہا جو ابھی دس منٹ پہلے آیا تھا۔ رافع نے اسے جلدی بلایا تھا پر شایان لیٹ ہوگیا تھا۔ "یار فکر کیوں کر رہے ہو منانے دو خوشیاں اسکے بعد سوگ ہی منانا ہے ان لوگوں نے" شایان نے کہا تو رافع نے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب ہے اب اس بات کا۔ہمارا پلین تو فلاپ ہوگیا" رافع نے کہا تو شایان نے اسے

دیکھا۔ "ہمارا نہیں تمھارا۔ میرا پلین تو ابھی باقی ہے" شایان نے کہا تو رافع نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا۔ "کیسا پلین" رافع کی بات پر اسکے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ "ایسا پلین جو اس عامر ملک کو خون کے آنسو رونے پر مجبور کردے گا" شایان نے کہا اور اپنا پلین رافع کو بتایا جسے سنتے رافع کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ "یار ویسے تمھارا پلین تو میرے سے بھی اچھا ہے" رافع نے داد دی جس پر اس نے سر خم کیا۔ "شکریہ بس اب تھوڑا صبر کرو۔ پھر انکی خوشیاں ماتم میں بدلے گیں۔ اس عامر ملک نے نا مجھ پر ہاتھ اٹھا کر اچھا کیا اور نا ہی تمھیں ذلیل کرکے۔ اب اس سب کی قیمت اسے اپنی محبوب بیوی کی صورت چکانی پڑے گی" شایان نے سیگریٹ جلاتے لبوں میں دباتے کہا تو رافع نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور پھر ہم ہنسیں گے اور یہ سب روئیں گے" رافع نے اسکے ہاتھ سے سیگریٹ پکڑتے ایک گہرا کش لیا جس پر شایان نے قہقہہ لگایا جب کہ رافع بھی ہنس پڑا۔ ناجانے انکے ذہن میں کیا چل رہا تھا۔ پر جو بھی چل رہا تھا وہ یقیناً اچھا نا تھا۔

"چلیں بھئی لیڈیز اینڈ جینٹل مین تو جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ رسم مکمل ہوگئی ہے اور کھانا کھایا جاچکا ہے تو کیوں نا تھوڑی سی رونق لگائی جائے" ماہ دیر نے لان کے عین وسط میں ابھی کچھ دیر پہلے لگوائے گئے سٹیج پر کھڑے ہوتے مائیک پر بولتے کہا تو سب مسکرائے۔ ان لوگوں نے سٹیج لڑکیوں والی سائیڈ پر کھڑے لگوایا تھا جبکہ رسم کے بعد وہ لوگ لڑکوں والی سائیڈ پر جاتے وہاں بھی رسم کرتے سب سے مل چکے تھے۔ مہمان کھانے کھاتے آہستہ آہستہ رخصت ہونے لگے۔ اب صرف

رشتے دار اور کچھ قریبی دوست احباب ہی رہ گئے تھے تبھی ان سب نے تھوڑا شغل میلہ لگانے کا سوچا تھا۔ "کیا سوچا ہے بھئی تم نے" عامر نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میں نے نہیں دلہے صاحب سب نے" ماہ دیر نے کہا تو اس مسکراتے سر خم کیا جس پر ماہ دیر نے مسکراتے ضرار اور شہریار کو اشارہ کیا جو اٹھتے سٹیج پر آئے۔ ان تینوں کے سٹیج پر آتے ہی پورے لان کی لائٹس آف ہوئیں جبکہ اس سٹیج کے بلکل اوپر لگی لائٹ جلی ساتھ ہی ایک پشتو گانا چلا جسکے چلتے ہی ان تینوں نے آتن کرنا شروع کیا۔ وہ تینوں گول دائرے میں گھومتے ہاتھوں کو آگے پیچھے حرکت دیتے اپنی جگہ پر گھومتے ہلکا سا اچھل کر آتن کر رہے تھے۔ انھیں یوں پختون قبیلے کا مخصوص ناچ ناچتے دیکھ سب نے خوشگوار حیرت سے انھیں دیکھا جب کہ یشائم اور مریم تو اپنے اپنے شوہر کو آتن کرتے دیکھ بے حد خوشی سے تالیاں مار رہی تھیں۔ مہر ماہ کا حال بھی ان سے جدا نا تھا۔ ضراریوں ڈانس کرتے بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ جبکہ وہ تینوں مسکراتے گول دائرے میں گھومتے ہاتھوں کو ہلکا سا بلند کرتے پھر گھوم کر دوسرے طرف اٹھا کر گھومتے بے حد خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے۔ "واللہ یہ تو آتن ہے" یشائم نے خوشی سے کہا۔ اسکی نظریں ماہ دیر پر تھیں۔ "ہاں ماشاءاللہ یہ سب کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔ اللہ اللہ انھیں کسی کی نظر نا لگے" مریم نے شہریار دیکھتے کہا۔ "ہاں واقعی ماشاءاللہ ! ! اللہ پاک میرے بھائیوں اور میرے شوہر کو ہر حاسد کی نظر سے محفوظ رکھے" مہر ماہ نے ضرار کو دیکھتے دعا کی تو ان دونوں نے آمین کہا۔ "آؤ ہم انکی نظر اتاریں" یشائم نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ تینوں ہاتھوں میں نوٹوں کی گڈی پکڑتے سٹیج کی طرف بڑھیں جہاں انکے شوہر مسکراتے آتن کرنے میں مصروف

تھے۔ وہ پٹھان نا ہوتے ہوئے بے حد خوبصورتی سے ناچ رہے تھے۔ وہ تینوں ان پر سے نظریں ہٹائے بغیر سٹیج پر آئیں اور اپنے اپنے شوہر کے ماتھے سے نوٹوں کی گڈی کو چھوتے ہوا میں اچھال گئیں جو ہوا میں اڑتے ان پر گر رہی تھی۔ انکی نظر اتارتے ہی وہ تینوں وہی کھڑی انھیں نہارنے لگیں۔ انکی حرکت پر جہاں پورے لان میں تالیوں اور ہوٹنگ کا شور اٹھا تھا وہیں انکے شوہر مسکرائے اور انکا ہاتھ تھامتے انھیں بھی اپنے ساتھ آتن کرانے لگا جس پر وہ تینوں جھجکی پر آس پاس اپنے والدین اور خواتین کو دیکھتے انکے ساتھ دائرے میں ہلکا ہلکا گھومتے ہاتھوں کو انکی طرح ہی حرکت دینے لگیں جسے دیکھ سب مسکرائے۔ اب منظر کچھ یوں وہ تینوں اپنے شوہروں کو ساتھ سٹیج پر گول دائرے میں گھومتے آتن کر رہی تھیں جبکہ انکے بڑے انکی نظریں اتارتے نہیں تھک رہے تھے۔ "یار تم لوگ کرو اب مریم کو بٹھاؤں میں جا کر" شہریار نے کچھ دیر بعد ضرار کو دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مریم کی طرف بڑھا۔ "پٹھانی آؤ وہاں چلیں۔ ایسے زیادہ اچھلنا کودنا اچھا نہیں ہے" شہریار نے اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتے نرمی سے کہا تو وہ فوراً اسکا ہاتھ تھام گئی جس پر وہ اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ایک کرسی پر لاتے بٹھا گیا اور پھر جاتے اسکے لیے پانی لاتے اسے پلانے لگا جسے مریم بھی ایک ہی سانس میں پی گئی۔ شہریار مکمل مریم کے سامنے کھڑا تھا جس سے کسی کی نظر غلطی سے بھی اس پر نہیں پڑ سکتی تھی۔ "تم ٹھیک ہو" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے پرسکون ہوتے نرمی سے اس کی ناک پر چٹکی کاٹی۔ "آپ کو آتن کس نے سیکھایا" مریم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "سیکھایا؟ یہ پوچھو کہاں سے سیکھا

اور کیسے سیکھا اور کیوں سیکھا" شہریار نے کہا تو اس نے آئی برو اچکائی۔ "اچھا چلیں بتائیں کہاں سے سیکھا، کیسے سیکھا اور کیوں سیکھا" مریم نے اسکے والا سوال دہرایا۔ "یوٹیوب سے سیکھا، بڑی مشکل سے سیکھا اور فقط تمھارے لیے سیکھا بلکہ ان سب کو سیکھایا بھی" شہریار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے جواب دیا۔ "میرے لیے؟" مریم نے اچنبھے سے پوچھا۔ "ہاں تمھارے لیے۔ تم نے ہی کہا تھا نا اس دن کہ تم مجھے زندگی میں ایک بار پشتو گانے پر ناچتے دیکھنا چاہتی ہو تو یور وش مائی کمانڈ پٹھانی۔ اس لیے میں نے آتن سیکھا" شہریار نے کہا تو مریم کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ شہریار مسکرایا اور سب کی نظر سے بچتے جھک کر اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "آپ بہت اچھے ہیں سائیں" مریم نے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اسکا ہاتھ آنکھوں سے لگایا تو اس نے نرمی سے اسکا سر سہلایا۔ "تم بہت معصوم ہو پٹھانی" شہریار نے کہا تو وہ ہنستے نفی میں سر ہلا گئی۔ "اللہ اللہ آپکو بس میری تعریف کرنے کا بہانہ چاہیے' مریم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان تم قابلِ تعریف ہو تمھاری تعریف بہانے سے نہیں ڈنکے کی چوٹ پر کرتا ہوں میں" شہریار نے اس کی ناک دباتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اچھا اب بس کریں فلرٹ کرنا۔ آگے سے ہٹیں مجھے ڈانس دیکھنا ہے" مریم نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے چہرے پر نقاب کیا اور اسکے آگے سے ہٹتے اسکے ایک طرف دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے باندھے کھڑے ہوتے سامنے دیکھنے لگا جہاں وہ چاروں اب کھڑے مسکرا رہے تھے جبکہ حوریہ انکے پاس کھڑی ماہ دیر سے کچھ کہہ رہی تھی۔ "بابا ذان مذے بی دانس تلنا اے اپ تے شات (بابا جان مجھے بھی ڈانس کرنا ہے آپکے ساتھ)" حوریہ

نے ماہ دیر کا ہاتھ تھامتے کہا تو وہ مسکرایا اور ایڑھیوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا۔ "میرے ساتھ ڈانس کرنا ہے بابا کی لٹل ہائنس نے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر مسکرایا۔ "چلو بھئی تم سب بھاگو میری گڑیا نے میرے ساتھ ڈانس کرنا ہے" ماہ دیر نے ان سب کو دیکھتے کہا تو وہ سب مسکراتے سٹیج سے نیچے اترے جبکہ ماہ دیر نے ضرار کو گانا لگوانے کا کہا جس پر اگلے ہی پل گانے کی آواز گونجی جسے سنتے ماہ دیر نے نرمی سے حوریہ کا ننھا سا ہاتھ تھاما اور اسے ہلکا ہلکا موو کرانے لگا جس پر حوریہ کھلکھلا اٹھی۔

نا ہے یہ پانا

نا کھونا ہی ہے

ماہ دیر نے حوریہ کو اپنی ایک بازو پر ہلکا سا نیچے جھکاتے ساتھ گنگنایا تو وہ ہنسی جس پر ماہ دیر سمیت سب مسکرائے۔

تیرا نا ہونا جانے

کیوں ہونا ہی ہے

ماہ دیر نے اسے سیدھا کیا اور ایک پاؤں اسکے ایک طرف کیا جسے دیکھ حوریہ نے بھی اسکی نقل کی۔ ماہ دیر ساتھ ساتھ گانے گنگناتے وہی عمل دہرایا پھر بے حد نرمی سے اسکی ننھی ننھی دو انگلیاں پکڑیں اور اسے گھمایا پھر اس سے دور ہوتے ایک گھٹنہ فولڈ کرتے زمین پر بیٹھتے اپنی باہوں کو واء کیا جسے دیکھ حوریہ کھلکھلا کر بھاگتے اسکے سینے سے لگی جس پر ماہ دیر نے اسے سینے میں بھینچا۔ انکی اس

حرکت پر سب نے ہوٹنگ کی جبکہ لڑکوں اور لڑکیوں نے اٹھتے ان پر پیسے نچھاور کیے۔وہ باپ بیٹی یوں کیوٹ انداز میں ڈانس کرتے نظر لگ جانے کی حد تک پیارے لگ رہے تھے۔

تم سے ہی دن ہوتا ہے

سرمئی شام آتی ہے

تم سے ہی تم سے ہی

ماہ دیر اسے خود سے دور کیے یونہی سینے سے لگائے کھڑا ہوا اور اسکا ایک ہاتھ تھامتے کپل ڈانس کرنے لگا جس پر حوریہ کی کھلکھلاہٹوں میں اضافہ ہوا جبکہ سب نے ان دونوں کی نظر اتاری۔ماہ دیر حوریہ کو لیے اِدھر اُدھر ہلکا ہلکا گھوما رہا تھا جس پر وہ بابا کرتے خوش ہورہی تھی۔"مزا آیا میرا بچہ "ماہ دیر نے حوریہ کا ماتھا چومتے پوچھا تو اس نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلاتے اسکی گال پر لب رکھے جس پر ماہ دیر مسکرایا اور اسے سینے میں بھینچ گیا۔"تینو بابا ذان (تھینکیو بابا جان)"حوریہ نے اسکے کندھے پر سر رکھتے کہا۔"کوئی بات نہیں میرا بچہ آپ بابا کی زندگی ہیں تھینکیو نا کہا کریں میرا بچہ" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا تو حوریہ مسکرائی جبکہ باقی سب نے انکی نظر اتاری۔"چلیں بھئی اب ماہ دیر تو ہماری پیاری سی گڑیا کے ساتھ مصروف ہے تو اب میں ہوسٹنگ کرلیتا ہوں تھوڑی سی۔آج تک عدالت میں بحث کی ہے آج ہوسٹنگ کرلیتا ہوں"شہریار نے سائیڈ پر پڑا مائک اٹھاتے کہا تو سب اسکی بات سنتے ہنس پڑے جبکہ ماہ دیر حوریہ کو سینے سے لگائے سٹیج سے نیچے اترتے یشائم کے پاس جاتے کھڑا ہوگیا جو ایک طرف بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔"تم ٹھیک ہو متاعِ جان" ماہ دیر نے اس کے پاس

کھڑے ہوتے نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "جی ٹھیک ہوں" میشائم نے مسکراتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا سر سہلاتے سامنے دیکھنے لگا جہاں شہریار پٹر پٹر بول رہا تھا۔ "اچھا تو اب دلہا دلہن کے بھائی اور بہنوں کا ڈانس تو آپ لوگ دیکھ ہی چکے ہیں۔ تو اب کیا خیال ہے ہمارے دونوں خوبصورت کپلز کا کپل ڈانس دیکھا جائے" شہریار نے پوچھا تو سب نے ہوٹنگ کی جبکہ عامر نے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا گویا کہنا چاہ رہا ہو یہ کبھی نہیں سدھر سکتا۔ "چلیں بھئی اب ہماری آڈینس اتنی ایکسایٹڈ ہے تو پہلا ڈانس کریں گے میرے پیارے بھائی اور طنزیہ کوین۔ زوردار تالیاں" شہریار نے ثانیہ اور عامر کو دیکھتے ثانیہ کو دیکھ کر جان بوجھ کر آگ لگائی تو ثانیہ نے اسے گھورا جس پر شہریار نے ناک سے مکھی اڑائی جسے دیکھ ثانیہ اس سے بعد میں بدلا لینے کا ارادہ رکھتے ابھی کیلئے ضبط کر گئی۔ "تو بھائی اور ثانیہ پلیز آپ لوگ سٹیج پر آجائیں" شہریار نے ان دونوں کو دیکھتے کہا تو عامر نے ثانیہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ "چلیں مسز" عامر نے کھڑے ہوتے اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتے کہا تو ثانیہ اسے دیکھا۔ "عامر اچھا نہیں لگتا" ثانیہ نے کہا تو عامر مدھم سا مسکرایا۔ "کیوں اچھا نہیں لگتا" عامر نے پوچھا تو اس نے آس پاس سب کو دیکھا۔ "سب ہیں یہاں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تو کیا ہوگیا میری جان۔ سب اپنے ہیں۔ آپکے بابا، آپکے ماموں ممانی، عالمگیر انکل، فہمیدہ آنٹی اور اماں سائیں ہیں اور انکے علاوہ آپکی اور میری کزنز ہیں اور ہمارے بہن بھائی ہیں۔ مہمان سارے جا چکے ہیں" عامر نے کہا تو اس نے ایک نظر دوبارہ پورے لان میں گھمائی۔ وہ صحیح کہہ رہا تھا یہاں اپنوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ "اب بتائیں کریں گی ڈانس" عامر نے دوبارہ پوچھا تو اس نے ہاں میں سر

ہلاتے اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ میں تھمایا جسے پکڑتے اس نے نرمی سے اسے کھڑا کیا اور اسے لیے سٹیج کی طرف بڑھ گیا۔ انکے سٹیج پر آتے ہی مدھم لائٹ جلی جو بس ان پر پڑ رہی تھی اور اگلے ہی پل فضا میں گانے کی آواز گونجی جسے سنتے عامر نے نرمی سے اسکے دونوں ہاتھ تھامے اور اسے اپنی طرف کھینچتے ہلکا ہلکا موو کرنے لگا۔

سرخ والا سوز والا فیض والا لوو

ہوتا ہے جو لوو سے زیادہ

ویسے والا لوو

عشق والا لوو

عامر نے اسکی کمر کے گرد دونوں بازو باندھے جبکہ ثانیہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اسکے کندھوں پر رکھا تھا۔ عامر نے نرمی سے اسے یونہی ہلکا سا پیچھے جھکایا جس پر اس نے اسے دیکھا تو وہ اسے جھٹکے سے سیدھا کرتے اپنے سینے کا حصہ بنا گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے موو کر رہے تھے۔

ہوا جو درد بھی تو ہم کو

آج کچھ زیادہ ہوا

عشق والا لوو

عامر نے اسکا ہاتھ تھام کر اس سے کچھ فاصلہ اختیار کیا پھر اسکی بازو کو ہلکا سا جھٹکا دیتے اسے کھینچ کر اسکی پشت کو سینے سے لگایا جس پر ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے۔ جبکہ باقی سب نے ہوٹنگ کی۔ ماہ دیر

سمیت باقی سب نے آگے بڑھتے ان پر پیسے نچھاور کیے پر وہ ان سب سے بے نیاز ایک دوسرے میں کھوئے ڈانس کر رہے تھے۔

یہ کیا ہوا ہے کیا

یہی پتا ہے زیادہ ہوا

عشق والا لوو

اب کی بار عامر نے نرمی سے اسکی دو انگلیوں کو پکڑا اور اسے گھومانے لگا۔ اسکے یوں گھومنے پر اسکا لہنگا بے حد خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔

اگر یہ اسکو بھی ہوا ہے

پھر بھی مجھکو زیادہ ہوا

عشق والا لوو

اب کے عامر نے نرمی سے اسکی کمر کے گرد اپنی دونوں باہوں کو باندھا اور اسے زمین سے اٹھاتے گھمانے لگا جس پر ثانیہ مسکرائی جبکہ باقی سب نے ایک بار پھر ان پر پیسے لٹائے۔ لان میں ہوٹنگ کی آواز گونجی۔ گانا بند ہو چکا تھا۔ وہ اب تک اسکی باہوں میں تھی اور یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ "بھائی گانا ختم ہو گیا۔ اب چھوڑ دیں بھابھی کو" اسد نے سٹیج پر بیٹھے ہانک لگائی تو انکا ارتکاز ٹوٹا۔ عامر نے گہری سانس بھرتے نرمی سے اسے نیچے اتارا اور اپنی جیب سے نوٹوں کی گڈی نکالتے اسکے سر سے وارتے فضا میں اچھالتے اسکے ماتھے پر لب رکھ گیا جس پر ثانیہ نے آنکھیں موندیں جبکہ

باقی سب نے انکی نظر اتاری۔ "چلیں" عامر نے دوبارہ اسکا ہاتھ تھامتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکا ہاتھ تھامتے واپس اپنی جگہ کی طرف بڑھ گیا۔ "ماشاءاللہ میرے بھائی بھابھی نے تو محفل لوٹ لی اب باری ہے میرے لاڈلے اور میری گڑیا کی۔ آجاؤ بھئی تم دونوں" انکے جاتے ہی شہریار نے عائشہ اور اسد کو دیکھتے کہا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ "اسد مجھے نہیں جانا" عائشہ نے اسد کے دیکھنے پر فوراً کہا تو اسد نے اسکا ہاتھ تھاما۔ عائشہ کے لہجے میں کچھ تھا جس نے اسد کو پریشان کیا۔ "کیوں میرا بچہ کیا ہوا" اسد نے نرمی سے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا تو عائشہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "عائشہ میری جان کیا ہوا" اسد نے دوبارہ نرمی سے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "اسد مجھے ڈانس نہیں کرنا" عائشہ نے کہا تو اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "اچھا ہم نہیں جاتے پہلے بتاؤ کیا ہوا میرا بچہ ابھی تو ٹھیک تھا" اسد نے پیار سے اسے پچکارا جب کہ باقی سب کا دھیان بھی انھی پر تھا۔ سب ہی پریشانی سے عائشہ کو دیکھ رہے تھے۔ "اسد میں ڈانس کرتے اچھی نہیں لگوں گی" عائشہ نے کہا تو اسد نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "اور یہ کس نے کہا ہے" اسد نے نرمی سے پوچھا۔ "مجھے پتا ہے" اس نے سر جھکاتے کہا۔ "اور کیسے پتا ہے" اسد کا لہجہ ہنوز نرم تھا۔ "میری جسامت اسد وہ ایسی نہیں ہے کہ میں ڈانس کروں" عائشہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ وہ خود کو لے کر انسیکیور ہو رہی تھی۔ آج عرصے بعد وہ یوں انسیکیور ہوئی تھی۔ "میری جان کیا ہوا تمھاری جسامت کو۔ ایکدم پرفیکٹ ہو تم" اسد نے نرمی سے اسکی گال سہلاتے کہا جبکہ باقی سب خاموشی سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ "نہیں میں موٹی ہوں اور سب کو پتلی لڑکیاں پسند ہوتی

ہیں" عائشہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسے ساتھ لگایا۔وہ جانتا تھا وہ فقط اسکے حصار میں ہی پرسکون ہوگی۔"میرا بچہ پہلی بات تو یہ تم موٹی نہیں۔تم ایک دم پرفیکٹ ہو۔خود کو لے کر انسیکیور ہونا چھوڑ دو شہزادی۔ تم جیسی ہو باخدا مجھے بہت اچھی لگتی ہو اور بے حد و حساب لگتی ہو۔باقیوں کا مجھے نہیں پتا پر اگر میں اپنی بات کروں تو مجھے دبلی پتلی ہڈیوں کے ڈھانچے جیسی لڑکیاں بلکل نہیں پسند بلکہ مجھے میری پیاری سی ٹیڈی بیئر پسند ہے جس سے میں عشق کرتا ہوں اور اب سے نہیں بلکہ بچپن سے جب میں عشق کے "ع" سے بھی ناواقف تھا۔جس کے لیے میں ساری دنیا سے لڑ جاتا ہوں جو میری شہزادی ہے اور جو اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ میری روح تڑپ جاتی ہے۔خود کو لے کر انسیکیور مت ہوا کرو تم اسد ملک کی کل کائنات ہو تم سے پرفیکٹ میرے لیے کچھ بھی نہیں" اسد نے بے حد نرمی سے اسکا سر سہلاتے اسکی انسیکیورٹی دور کی تو عائشہ پرسکون ہوئی۔اسد ملک جس قدر نرمی سے اس کی انسیکیورٹی دور کرتا تھا اسکا دل ایک دم ہلکا پھلکا ہوجاتا تھا۔وہ روایتی مردوں کی طرح اس کی انسیکیورٹی کو ڈرامے کہنے کی بجائے بے حد محبت سے اسکی انسیکیورٹی دور کرتے اسے اسکی اہمیت بتاتا تھا۔ اس نے آنکھیں موندتے گہری سانس بھرتے اسد کے وجود کی مہک کو اپنی سانسوں میں بسایا اور سیدھے ہوتے اسے اور باقی سب کو دیکھا۔"سوری"اس نے سیدھے ہوتے مدھم آواز میں کہا تو سب مسکرائے جبکہ اسد نے اسکا ہاتھ لبوں سے لگایا۔"سوری کیوں بٹر فلائی" اسد نے نرمی سے پوچھا۔"آپ سب کو پریشان کردیا نا اس لیے" عائشہ نے معصومیت بھرے لہجے میں کہا تو سب کو اس پر پیار آیا جو اس وقت چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔"اٹس اوکے میرا بچہ۔تم بتاؤ یہ

ایکدم سے کیا ہوا۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک تم بلکل ٹھیک تھی اچانک انسیکیور کیوں ہوگئی" اسد نے نرمی سے اسکے ہاتھ کی پشت کو سہلاتے پوچھا۔ "وہ جب آپ دوسری سائیڈ پر گئے تھے تب ایک آنٹی آئی تھیں اور انھوں نے کہا تھا کہ مردوں کو میرے جیسے موٹی لڑکیاں نہیں پسند ہوتیں بلکہ انھیں پتلی بیویاں اچھی لگتی ہیں بس اسی لیے میں نے اوور تھنکنگ کی اور پھر انسیکیور ہوگئی" عائشہ نے کہا تو اسد نے اسے پھر اپنے ساتھ لگایا۔ اسے اس آنٹی کے ساتھ ساتھ خود پر بھی غصہ آرہا تھا۔ وہ کافی دیر سے خاموش تھی اسے پہلے پوچھ لینا چاہیئے۔ "آئی ایم سوری میری جان۔ مجھے نہیں جانا چاہیئے تھا" اسد نے نرمی سے اسکا سر چومتے اپنی ناکردہ غلطی کی معافی مانگی تو عائشہ نے آنکھیں موندی جبکہ باقی سب اسد کے انداز کو دیکھتے مسکرائے۔ وہ کہیں سے بھی غیر سنجیدہ ہر وقت ہنسی مذاق کرنے والا اسد نہیں لگ رہا تھا بلکہ وہ تو ایک ذمہ دار شوہر لگ رہا تھا جو اپنی بیوی کو بے حد پیار اور میچورٹی سے ہینڈل کر رہا تھا۔ "ڈانس کرنے چلیں" عائشہ نے اس کی اجرک کو ہلکا سا کھینچتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہاں کیوں نہیں چلو۔ بھئی ہماری مہندی ہے ہمارے ڈانس کے بغیر تو مہندی ہی ادھوری ہے" اسد نے شوخ ہوتے کہا تو سب ہنسے جبکہ عائشہ مسکرائی اور سیدھی ہوئی جس پر وہ فوراً کھڑا ہوا اور اسکے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا تو عائشہ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا جسے تھامتے وہ سٹیج کی طرف بڑھا۔ "ایک منٹ شہزادی رکو۔ ضرار بھائی" اسد نے سٹیج کے قریب رکتے اسے کہا پھر اسد کو پکارا۔ "ہاں لاڈلے" ضرار نے اس کے پاس آتے کہا جس پر اسد نے جھکتے اسکے کان میں کچھ کہا جس پر وہ مسکرایا اور ہاں میں سر ہلاتے اپنے موبائل سے ایک گانا پلے کیا جسے سنتے سب مسکرائے

جبکہ عائشہ نے اسے دیکھا۔ "چلیں شہزادی" اسد نے پیار سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسے سٹیج کے عین وسط میں آیا۔ اسد نے اپنا ایک ہاتھ اسکی کمر کے گرد حمائل کیا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اسکے ہاتھ کو تھاما تھا جبکہ عائشہ کا دوسرا ہاتھ اسکے کندھے پر تھا۔ اسد نے نرمی سے اسے قریب کیا اور ہلکا ہلکا موو کرنے لگا۔

تم کو پایا ہے تو جیسے کھویا ہوں
کہنا چاہوں بھی تو تم سے کیا کہوں

اسد نے عائشہ کی آنکھوں میں دیکھتے اسے اپنی ایک بازو پر ہلکا سا جھکایا جس پر کندھے سے اسکی اجرک جکڑ گئی۔ اسکی حرکت پر وہ مسکرایا اور نرمی سے اسے سیدھا کرتے دوبارہ قریب کرگیا۔

تم کو پایا ہے تو جیسے کھویا ہوں
کہنا چاہوں بھی تو تم سے کیا کہوں
کسی زباں میں بھی وہ لفظ ہی نہیں
کہ جن میں تم ہو کیا تمھیں بتا سکوں

اسد نے تھوڑا پیچھے ہوتے اسکی دو انگلیاں پکڑتے اسے گھمایا تو وہ گول گول گھومنے لگی جس پر اسد نے مبہوت ہوتے اسے دیکھا جو بے انتہا پیاری لگ رہی تھی جبکہ باقی سب نے ان پر نوٹوں کی بارش کی جس پر اسد ہوش میں آتے مسکرایا اور اسے کھینچتے دوبارہ اپنے قریب کرتے اپنے دونوں بازو اسکی کمر کے گرد باندھ گیا جبکہ عائشہ کے ہاتھ اسکے کندھوں پر تھے۔

میں اگر کہوں تم سا حسیں

کائنات میں نہیں ہے کوئی

تعریف یہ بھی تو

سچ ہے کچھ بھی نہیں

اسد نے اسے اپنی باہوں میں ہلکا سا جھکایا اور ساتھ ہی اسکے چہرے پر جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر ایک بار پھر نوٹوں کی گڈیاں اڑیں جبکہ ساتھ ہی لان میں ہوٹنگ کا شور اٹھا تھا۔

تم کو پایا ہے تو جیسے کھویا ہوں

کہنا چاہوں بھی تو تم سے کیا کہوں

اسد نے اسے گھوماتے اسکی پشت کو سینے سے لگایا اور اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتے اسکے پیٹ کے گرد دونوں بازو باندھتے ہلکا ہلکا موو کرنے لگا جبکہ عائشہ بھی آنکھیں موندتے اپنے محرم کے حصار میں قید موو کر رہی تھی۔ ''آئی لو یو شہزادی۔آئیندہ کبھی خود کو لے کر انسیکیور مت ہونا'' گانا ختم ہوتے ہی اسد نے سب کی نظروں سے چوری نامحسوس انداز میں اسکے کندھے پر ہونٹ رکھتے کہا تو عائشہ کے رخسار سرخ ہوئے جب کہ پلکیں سجدہ ریز ہوئیں تھی۔باقی سب ان دونوں کے درمیان موجود حدت سے انجان ہوٹنگ کرتے ان پر پیسے لٹانے میں مصروف تھے۔''واہ میں صدقے میں قربان۔اللہ میرے لاڈلوں کو نظرِ بد سے محفوظ رکھے" اب کی بار ضرار ایک ہاتھ میں مائک جبکہ دوسرے میں وہاج کو پکڑے سٹیج پر آتے بولا تو سب نے اونچی آواز میں آمین کہا جبکہ عائشہ اور اسد مسکراتے ایک

دوسرے کا ہاتھ تھامتے واپس اپنی جگہ پر جاتے بیٹھ گئے۔ "چلیں بھئی اب سب نے خوب ہنگامہ کرلیا اب ایک فیملی رونق میلہ بھی لگنا بنتا ہے" ضرار نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار مسکرایا۔ "چلیں ماما بابا، انکل، اماں سائیں، چچی آجائیں سب" ضرار نے کہا اور ماہ دیر کو اشارہ کیا جس نے فون سے گانا پلے کرتے باقی لڑکوں کو اشارہ کیا جو اپنی اپنی بیویوں اور سب بڑوں کو کھینچتے سٹیج پر لائے جبکہ ضرار جاتے مہرماہ کو لاتے ناچنے لگا۔

اوئے بوائے اوئے بوائے

ضرار نے مہرماہ کو کھینچتے گھمایا تو وہ ہنسی جبکہ وہاج تو اپنے ماما بابا کو دیکھ رہا تھا۔

اوئے بوائے اوئے بوائے چارلی

تو نے دل کی بازی مارلی

مہرماہ نے ضرار کو دیکھتے اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ ہنسا تو وہ ہنسا اور اسکی گال چوم گیا۔

اوئے بوائے اوئے بوائے چارلی

تو نے دل کی بازی مارلی

اب کی بار مریم نے شہریار کو دیکھتے کہا اور ساتھ ہی آنکھیں گھمائیں جس پر وہ ہنسا اور اسے قریب کرگیا۔

میرے ارد گرد نا گھوما کر

میرا ہاتھ واتھ نا چوما کر

یشائم نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا اور ساتھ ہی ڈرامائی انداز میں اسکے ہاتھ سے ہاتھ چھڑایا تو وہ ہنستے واپس اسکا ہاتھ پکڑتے اسے قریب کرگیا۔

تیرے سینٹ وینٹ کی خوشبو میں

میں کھوئی کھوئی سی رہتی ہوں

ثانیہ نے عامر کے زرا سا قریب ہوتے گہری سانس بھرتے سر پر ہاتھ رکھتے مدہوش ہونے کا ناٹک کیا تو اس نے قہقہہ لگاتے اسے ایک طرف سے ساتھ لگایا۔

مجھے سب لوگ چھیڑتے رہتے ہیں

میں سوئی سوئی سی رہتی ہوں

عائشہ نے اسد کو دیکھتے مصنوعی دکھ والا منہ بناتے کہا تو اس نے ہنستے اسکا ماتھا چوما جس پر وہ مسکرائی جبکہ انکے بڑے تو ایک طرف کھڑے اپنے بچوں کو دیکھتے نظر اتار رہے تھے اور انکی کزنز ایک طرف ناچ رہی تھیں۔ان سب سے بے نیاز حوریہ ان پانچوں کے عین وسط میں ڈانس کررہی تھی۔

او مائے بے بی!!

ان پانچوں نے ایک ساتھ اپنی اپنی بیوی کا ہاتھ تھامتے انھیں گھومایا پھر ہاتھ پھیلایا جسے تھامتے وہ انکے قریب آئیں۔

اوہ مائی بے بی بے بی

تیرا چکر بڑا جلیبی (2)

ان پانچوں نے انکے ساتھ ہلکے ہلکے سٹیپ لیتے انکے کندھے سے کندھا ٹکرایا جس پر وہ پانچوں کھلکھلا کر ہنس دی۔

ہو تیرے کروو بہت ہیں موڑ بہت

ہر موڑ پہ دوڑ کے دیکھتا ہوں (2)

اب کی بار ان پانچوں نے ایک ساتھ انکی پشت سینے سے لگاتے کہا تو وہ پھر ہنسیں جبکہ بڑے ان کی نظر اتارتے نہیں تھک رہے تھے۔ "بابا ذان می بی (بابا جان میں بھی)" حوریہ نے انکی درمیان میں اچھلتے اپنی جانب متوجہ کیا تو سب نے اسے دیکھا جس پر وہ ہاتھ اٹھاتے انھیں ڈانس کرتے دکھانے لگی۔

میں ڈور تو پتنگ اڑتی جا

کہیں اٹک وٹک نا جانا تو

حوریہ نے گھومتے ہوئے سٹیپ لیا تو ان سب نے ہوٹنگ کی ساتھ ہی اپنی اپنی جیب سے پیسے نکالتے اسکے اور وہاج کے سر سے وارے جو اپنے بابا کی گود میں موجود سب کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔

میں ڈھیل تو دیتا رہتا ہوں

کہیں بھٹک بھٹک نا جانا تو

حوریہ نے ماہ دیر کے ہاتھ پکڑے تو وہ اسکے ساتھ وسط میں آتے اسکے ساتھ ڈانس کرنے لگا جس پر سب نے ان باپ بیٹی کی نظر اتاری۔

اوئے بوائے اوئے بوائے چارلی

تو نے دل کی بازی مارلی

ماہ دیر نے حوریہ کو گود میں اٹھاتے گول گھمایا جبکہ انھیں دیکھ ضرار بھی وہاج کو ساتھ ڈانس کرانے لگا جس پر وہ بھی مسکرایا۔وہ تین ماہ کا ہونے والا تھا اور پہلے سے زیادہ ایکٹو ہوگیا تھا۔وہ اب اپنے ماما بابا کے لاڈ پر مسکرا کر انھیں دیکھتا تھا۔

اوہ مائی بے بی بے بی

تیرا چکر بڑا جلیبی

وہ دونوں اپنے اپنے جگر کے ٹکروں کو اٹھائے انکے ساتھ ڈانس کررہے تھے جبکہ باقی سب نوٹوں کی بارش ان پر کرتے انکی نظر اتار رہے تھے اور میشائم اور مہرماہ اپنے اپنے شوہر اور اولاد کو یوں ہنستے مسکراتے دیکھ نہال ہورہی تھیں۔ہر طرف خوشیوں کا سماں تھا جس پر وہ لوگ شکر ادا کرتے نہیں تھک رہے تھے۔

"آج کتنا مزا آیا نا" مہرماہ نے بیڈ پر ضرار کے برابر بیٹھتے اسکے کندھے پر سر رکھتے آنکھیں موندتے کہا جو وہاج کے ساتھ کھیل رہا تھا۔وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی کمرے میں آئے تھے۔اور آتے ہی فریش ہوتے اب آرام کی غرض سے بیٹھے تھے۔"ہاں بہت۔تھک گیا میرا بچہ" ضرار نے اسکی بات کا جواب دیتے اسکی بند آنکھوں کو دیکھتے محبت سے پوچھا۔"جی بہت زیادہ تھک گئیں ہوں" مہرماہ نے

کہا تو اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔ "سوجاؤ تھوڑی دیر" ضرار نے اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسے سینے سے لگایا تو اس نے اسے دیکھا جبکہ وہاج اپنی بھوری آنکھوں کو گھماتے اپنے ماما بابا کو دیکھ رہا تھا۔ "نہیں ابھی نہیں۔ ابھی اماں سائیں وغیرہ جائیں گے پھر سوؤں گی اور ابھی وہاج بھی جاگ رہا ہے" مہرماہ نے کہا اور وہاج کو دیکھا جو اسکے دیکھنے پر مسکرایا تھا۔ "میرا بچہ ماما کو دیکھ کر جب آپ ایسے مسکراتے ہو پھر ماما کو اپنے بچے پر بہت پیار آتا ہے" مہرماہ نے ہاتھ بڑھاتے اسکے رخسار پر چٹکی کاٹی تو وہاج نے اسکا ہاتھ پکڑنے کو اپنے ننھے ننھے ہاتھ اٹھائے جسے دیکھ وہ دونوں مسکرائے۔ "وہاج کتنی جلدی بڑا ہورہا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے پیدا ہوا اور اب ماشاءاللہ سے تین ماہ کا ہونے والا ہے" ضرار نے وہاج کو ننھا سا پاؤں چومتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "جی بچے بہت جلدی بڑے ہوجاتے ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "تم جانتی ہو جب سے تم میری دنیا میں آئی ہو سب بہت خوبصورت ہوگیا ہے" ضرار نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "یہ بات وہاج سے ہوتے مجھ پر کیسے آگئی" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "میری ہر بات تم دونوں سے شروع ہوتے تم دونوں پر ہی ختم ہوتی ہے" ضرار نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "میری تو پوری دنیا ہی آپ دونوں سے شروع ہوتی ہے اور آپ دونوں پر ہی ختم ہوجاتی ہے" مہرماہ نے کہا تو ضرار مسکرایا اور جھکتے اسکے ہونٹوں کو چھو گیا جس پر مہرماہ کے رخسار گلابی ہوئے۔ اسے بے انتہا شرم نے آن گھیرا جس پر اس سے سر اٹھانا محال ہوا۔ "میں۔۔وہاج۔۔کے۔۔کپڑے۔۔لائی میں" مہرماہ نے کہا تو ضرار ہنس پڑا جبکہ وہ اس پر دھیان دیے بغیر بیڈ سے کھڑے ہوئی۔ "ویسے مجھ سے بچنے کا اچھا بہانہ

ہے۔پر میری محبت سے تم ہرگز نہیں بچ سکتی مسز راجپوت" ضرار نے اسے دیکھتے ہانک لگائی جس پر اسکا چہرہ مزید گلابی ہوا۔"آپ چپ کرجائیں۔۔ضار" مہرماہ نے کہا تو وہ پھر ہنسا اور اب کی بار خاموش ہوتے وہاج کی طرف متوجہ ہوا جو ہاتھ پاؤں ہلانے میں مصروف تھا۔"میرا پیارا بچہ۔آئیں آپکی ماما کو تنگ کرتے ہیں" ضرار نے نرمی سے جھکتے وہاج کے کان کے قریب سرگوشی کرتے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے پھر سیدھے ہوتے مہرماہ کو دیکھا جو الماری سے وہاج کے کپڑے نکال رہی تھی۔"ویسے ماہ پتا ہے آج عائشہ کی ایک دوست میرے ساتھ فلرٹ کررہی تھی" ضرار نے کہا تو مہرماہ کے چلتے ہاتھوں تھمے۔"کب اور کونسی دوست" مہرماہ نے یوں پوچھا گویا اسے کوئی فرق ہی نا پڑا ہو اپر اس نے مٹھیاں بھینچی تھی جسے ضرار نے بخوابی نوٹ کیا تھا۔"تھی ایک۔ویسے خاصی پیاری تھی۔مجھے کہہ رہی تھی میں شادی شدہ نہیں لگتا" ضرار نے مسکراتے کہا تو مہرماہ کا ضبط اب کی بار جواب دیا جس پر اس نے مڑتے اسے دیکھا۔"ضار آپ اپنی بیوی کے سامنے ایک غیر عورت کی تعریف کررہے ہیں" مہرماہ نے غصے سے کہا۔"یار غیر تو نہیں تھی۔جانتا ہوں اسے میں حتیٰ کہ میرے اور اسکے رشتے کی بات بھی چلی تھی" ضرار نے شوخ ہوتے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا اور اگلے ہی پل اسکی آنکھوں میں نمی آئی جس پر اس رخ پھیرا جسے دیکھ وہ وہاج کے گرد تکیے سیٹ کرتے فوراً کھڑا ہوا اور اسکی طرف بڑھا۔"اگر اسکے رشتے کی بات چلی تھی تو کرلیتے نا اس سے شادی۔مجھ سے کیوں کی۔جائیں اسکے پاس۔اب بات مت کریے گا مجھ سے۔وہ پیاری" مہرماہ نے اچانک پلٹتے کہنا چاہا پر الفاظ ٹوٹ گئے تھے کیونکہ وہ بے حد قریب آتے کھڑا ہوگیا تھا۔ضرار نے بے حد نرمی سے اسکے گرد

دونوں بازو حمائل کرتے اسے ہلکا سا کھینچتے روبرو کیا اور جھک کر بے حد محبت سے اسکی پیشانی کو چھوا جس پر مہرماہ نے آنکھیں موندیں۔ اسکی پیشانی سے ہٹتے اس نے مہرماہ کی موندیں آنکھوں پر لب رکھے۔پھر اسی طرح نرمی سے اس کے دونوں رخساروں کو چھوا، پھر اسکی ٹھوڑی، ناک اور پھر لبوں کو چھوتے وہ اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔اس نے آج اظہارِ محبت کرنے کیلئے لفظوں کا استعمال نہیں کیا تھا جب کہ اسکے اندازِ اظہار پر مہرماہ کے رخسار گلابی ہوئے تھے جبکہ پلکیں سجدہ ریز ہوئیں اٹھنے سے انکاری تھیں۔وہ بس اس محبت سے بھرے حصار میں خاموشی سے کھڑی تھی۔ اسکے لمس پر سارا غصہ کہیں دور جا سویا تھا۔"مت خون جلاؤ اپنا مذاق کررہا تھا۔عائشہ کی کسی دوست سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہوا اور نا کسی اور لڑکی سے۔میری زندگی میں آئی تم پہلی لڑکی ہو اور تمھارے بعد ہماری بیٹی ہوگی انشاء اللہ۔میں نے صرف تمھیں تنگ کرنے کی غرض سے یہ سب کہا تھا" ضرار نے اسکے بال سہلاتے نرمی سے کہا جس پر مہرماہ کا دل پرسکون ہوا۔"مجھے بُرا لگا" مہرماہ نے بچوں کی طرح ہونٹوں کو گول کرتے اسے دیکھا تو اس نے جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے پر معذت خوانہ انداز میں لب رکھے۔"میں بہت شرمندہ ہوں" ضرار نے محبت سے بھرے لہجے میں کہا۔"آپکو میرے سامنے کسی غیر عورت کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے تھا" مہرماہ نے ایک اور شکایت کی۔"معذت خواہ ہوں جناب پہلی اور آخری بھول سمجھ کر معاف کردیں" ضرار کا انداز شرمندگی سے چور تھا۔"مجھے آپ کے منہ سے کسی غیر کا ذکر ہرگز نہیں پسند" مہرماہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔"آئیندہ تمھارے علاوہ کسی کا ذکر نہیں ہوگا" ضرار نے ان آنکھوں کو اپنے لمس سے حرارت دیتے کہا۔"میں ایک بار

آپکو کھوتے کھوتے رہی ہوں۔ اب آپ کسی کا ذکر کرتے ہیں تو روح کانپ جاتی ہے" مہرماہ نے بند آنکھوں کو کھولے بغیر سرگوشی کی۔ "میں تمھارا تھا ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ خود کو تم سے دور نہیں جانے دوں گا" ضرار نے عہد کیا۔ "ڈر لگتا ہے ضار" اب کی بار لہجے میں ڈر تھا جو ضرار کی شرٹ پر پکڑ مضبوط ہونے پر بھی عیاں ہوا۔ "اس ڈر سمیت خود کو مجھے سونپ دو۔ پھر میں جانوں اور یہ ڈر جانے" ضرار نے نرمی سے سرگوشی کرتے اسے پرسکون کیا۔ "میں وہ سب دوبارہ نہیں سہہ پاؤں گی۔ آج آپکی زباں سے کسی غیر عورت کا تذکرہ سنتے مجھے وہ سب یاد آگیا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "وہ سب بُرا خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ اگر خواب نہیں سمجھ سکتی تو آزمائش سمجھو اور اس آزمائش کا پھل وہ رہا" ضرار نے انگلی سے بیڈ پر لیٹے وہاج کی طرف اشارہ کیا۔ "ہمارا وہاج۔ ہمارا بیٹا۔ ہمارا ننھا شہزادہ" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "کبھی مجھ سے دور مت جائیے گا" مہرماہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے سرگوشی نما آواز میں کہا۔ "تم سے دور ہوکر آخر جاؤں گا کہاں" ضرار نے محبت سے کہا اور اسکا سر چوما جس پر وہ مسکرائی اور نرمی سے اسکے سینے پر عین دل کے مقام پر انگلی سے مہرماہ لکھنے لگی جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا جبکہ وہ انتہائی مہویت سے اپنا کام کررہی تھی۔ اسکی اس مہویت کو وہاج کے رونے کی آواز نے توڑا۔ "لو لگ گیا تمھارے لاڈلے کو پتا کہ میں تمھارے ساتھ رومینس کررہا ہوں" ضرار نے وہاج کے رونے پر کہا تو وہ ہنسی اور بیڈ کی طرف بڑھی۔ اس نے جھکتے بے حد نرمی سے وہاج کو اٹھاتے ساتھ لگایا تو وہ پل میں چپ ہوا اور اسکا ڈوپٹہ اپنی ننھی سی مٹھی میں جکڑ گیا۔ "ماما کی جان۔ میرے پاس آنا تھا میرے بیٹے

نے" مہرماہ نے نرمی سے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہاج مسکرایا جبکہ ضرار نے مسکراتے اپنی کل کائنات کو دیکھا۔ "نیچے چلیں ماہ" ضرار نے اسے وہاج کے ساتھ لاڈ کرتے دیکھ پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ نیچے کی جانب بڑھ گئی جہاں سب بیٹھے تھے۔

"یہاں کیا کر رہے ہیں؟ آپ تو گھر جا رہے تھے نا" ثانیہ نے عامر کو دیکھتے پوچھا جو اسکے کمرے کا دروازہ کھولتے ابھی اندر داخل ہوا تھا۔ثانیہ فنکشن ختم ہوتے ہی کمرے میں آگئی تھی اور آتے ہی اس نے کپڑے چینج کیے تھے۔اس وقت وہ سمپل پیلی شلوار قمیض پہنے ہوئے تھی جب عامر اسکے کمرے میں داخل ہوا۔عامر کی فیملی کے علاوہ باقی سب آج فارم ہاؤس پر ہی رک رہے تھے کیونکہ کل بارات یہیں آنی تھی۔جانا تو عامر بھی نہیں چاہتا تھا پر وہ جانتا تھا کل اسے ہمیشہ کیلئے لیجانے کیلئے آج جانا ضروری تھا۔ "اپنی بیوی کو خدا حافظ بولنے آیا ہوں" عامر نے کہا اور چند قدموں کا فاصلہ طے کرتے اسکے قریب آتے اسے دونوں بازوؤں سے پکڑا اور اسے دیوار کے ساتھ لگاتے اسکے سر کے دائیں بائیں ہاتھ ٹکا گیا۔اسکی حرکت پر ثانیہ نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔ "عامر یہ کیا کر رہے ہیں۔گھر جائیں۔اماں سائیں وغیرہ آپ کا انتظار کر رہے ہونگے" ثانیہ نے اسے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اپنی بیوی سے ملنے آیا ہوں" عامر نے کہا اور ہاتھ کی پشت کو اسکے رخسار پر رکھتے سہلایا۔ "سارا دن بیوی کے ساتھ ہی تھے۔ابھی ملنا ہے۔کل تو ویسے ہی آپکے پاس آجاؤں گی" ثانیہ نے اسکے سینے پر اپنے مہندی سے سجے دونوں ہاتھ رکھتے کہا تو عامر نے چہرہ جھکاتے اسکے ہاتھ کو دیکھا پھر نرمی سے اسکے ماتھے پر لب

رکھ گیا جس پر وہ مسکرائی۔ ”بس آج کی رات کل آپ میری ہوجائیں گی پھر ایک پل کیلئے بھی میں آپکو خود سے دور نہیں کروں گا“ عامر نے اسکے دونوں رخساروں کو چھوتے کہا تو ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ ہولے سے ہنسا اور اسکے ہونٹ چھوتے اس سے دور ہوا۔ ”جائیں اب“ ثانیہ نے اپنا رخ موڑتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکی بازو پکڑتے اسکا رخ اپنی طرف کرگیا۔ ”ابھی جارہا ہوں پر کل پوری بارات لے کر آؤں گا اور آپکو اٹھا کر لے جاؤں گا“ عامر نے کہا تو اسکے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ وہ مسکرایا عین اسی پل اسکی نظر اسکے ہاتھوں پر گئی۔ ”مہندی بہت خوبصورت لگ رہی ہے آپ کی۔ میرا نام لکھوایا ہے؟“ عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”واقعی ! دکھائیں“ عامر نے مسکراتے کہا تو اس نے اپنے ہاتھ فوراً اپنی پشت کے پیچھے کیے جس پر عامر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ”کیا ہوا۔ مہندی کیوں نہیں دکھا رہیں“ عامر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”کل دیکھیے گا۔ ابھی گھر جائیں“ ثانیہ نے کہا تو اس نے جھکتے نرمی سے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکرائی۔ ”بہت ظالم ہیں آپ بیٹُو“ عامر نے سرگوشی کی تو وہ ہنس پڑی۔ ”آپ سے ہی سیکھا ہے۔ اب جائیں بہت ٹائم ہوگیا ہے۔ گھر جاتے جاتے بھی ٹائم لگے گا“ ثانیہ نے اسکا چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں دباتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”ٹھیک ہے چلتا ہوں پر کل آپکو ساتھ لے کر جاؤں گا“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”گھر پہنچ کر مجھے کال کیجیے گا اور ہاں گاڑی دھیان سے چلائیے گا۔ سب سے اہم میرے شوہر کا خیال رکھیے گا۔ کل میں آجاؤں گی پھر میں خود خیال رکھ لیا کروں گی آپکا“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکا ماتھا چوم گیا۔ ”ٹھیک ہے بیٹُو جو آپکا حکم“ عامر نے محبت سے

کہا جس پر اس نے آگے بڑھتے اسکے رخسار پر ہونٹ رکھے۔ "فی امان اللہ" ثانیہ نے پیچھے ہوتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "فی امان اللہ میری دلہن" عامر نے کہا اور ایک آخری بار اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے باہر نکل گیا جبکہ اس نے آیت الکرسی پڑھتے ان سب پر پھونکی اور دروازے کی طرف پشت کرتے جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ ابھی اسے بیٹھے چند لمحے ہی گزرے تھے جب اسکے کمرے کا دروازہ پھر کھلا جس پر وہ مسکرائی۔ "عامر جا" ثانیہ کو لگا عامر ہے تبھی اس نے مُڑتے کہا پر دروازے میں کھڑی ہستی کو دیکھ اسکے چہرے پر سختی آئی کیونکہ سامنے ہی شایان کھڑا مسکراتے اسے دیکھ رہا تھا۔ "کیا حال ہے ثانیہ" شایان نے دروازہ بند کرتے کہا اور اسکی طرف قدم بڑھانے لگا جبکہ اسے یوں دروازہ بند کرتے دیکھ ثانیہ فوراً کھڑی ہوئی۔ "یہ کیا حرکت ہے شایان۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو اور تمھاری جرات کیسے ہوئی میرے کمرے میں داخل ہونے کی" ثانیہ نے غصے سے پوچھا۔ "حرکت کیا ہے بے بی۔ کچھ سالوں پہلے میرا ایک کام ادھورا رہ گیا تھا بس وہی مکمل کرنے آیا ہوں" شایان نے کہا اور اسکی طرف قدم بڑھائے جسے دیکھ ثانیہ ایک لمحے کو بھی نا گھبرائی۔ "یہاں سے دفع ہو جاؤ شایان ورنہ میں تمھاری جان نکال دوں گی" ثانیہ نے انگشت شہادت اٹھاتے اسے وارن کیا۔ وہ جانتی تھی شایان اپنے ماں باپ کے ساتھ یہیں رکا ہے پر وہ اس کے باپ بھائی اور شوہر کی موجودگی میں یوں اسکے کمرے میں آ جائے گا یہ اسکے وہم و گمان میں بھی نا تھا۔ "تم اتنی سی ہو تم میری جان نکالو گی۔ میرا ایک تھپڑ تمھارے رخسار پر پڑے گا دوبارہ ہوش میں نہیں آؤ گی۔ صنفِ نازک ہو لہٰذا چپ چاپ جو میں کرنے والا ہوں مجھے کرنے دو" شایان نے کہا اور اپنی اجرک اتارتے ایک طرف اچھالی۔ "چلو مانا میں صنفِ

نازک پر بھولو مت اس گھر میں میرے بابا، میرے ماموں، میرے شوہر، میرے دو بھائی اور دو دیور موجود ہیں جو میری طرف سخت نگاہ سے دیکھنے والوں کی آنکھیں نوچ لیتے ہیں۔ اور ایک ٹریلر تو میرے شوہر نے تمھاری درگت بنا کر تمھیں دکھا ہی دیا تھا" ثانیہ نے نڈر انداز میں طنز کیا تو شایان کے سر پر لگی اور تلوؤں پر بجھی تھی۔ "بکواس بند کرو اپنی" شایان ایک جست میں اس تک آیا اور اسکے بال اپنی مٹھی میں جکڑ گیا جس پر ثانیہ نے کراہتے آنکھیں میچیں۔ "کیا ہوا اب نہیں چل رہی زبان" شایان نے اسکے بالوں پر پکڑ آخری حد تک مضبوط کرتے کہا تو ثانیہ نے سسکاری بھری۔ "چھوڑو مجھے" ثانیہ نے بامشکل درد پر قابو پاتے کہا تو شایان نے اسکے بال چھوڑتے اسے پیچھے بیڈ پر دھکا دیا اور خود اسکے قریب تر ہوا جس پر ثانیہ نے اسے پیچھے کرنا چاہا پر شایان اسکے ہاتھ تھامتے اسکی کوشش ناکام بناتے اسے بے بس کر چکا تھا۔ جبکہ اسکو یوں خود پر قابض ہوتے دیکھ ثانیہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر عارضوں پر بہے۔ "کیا ہوا بے بی اب کہاں گئی تمھاری ہمت۔ ابھی تو مجھے جان سے مارنے کی دھمکیاں دے رہی تھی اب رو رہی ہو" شایان نے اسکے ہاتھ میں اپنی انگلیاں پیوست کرتے کہا تو اسکی کراہ نکلی جس پر وہ مسکرایا۔ "چھوڑو مجھے ورنہ میرے شوہر تمھیں جان سے مار دیں گے" ثانیہ نے غراتے کہا۔ اسکا دل اس وقت سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ عزت جانے کا خوف اسکی جان نکال رہا تھا۔ یہ وہ خوف تھا جو چند عرصہ پہلے بھی اسے اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا اور آج ایک بار پھر اپنے محرم کے علاوہ کسی مرد کو اپنے اتنے نزدیک دیکھتے اسکی جان سانس اٹک رہی تھی۔ اسکے ذہن میں ہر چیز کسی فلیش بیک کی طرح چل رہی تھی۔ بابر اور واجد قریشی کا اسکے پاس آنا، اسکے کپڑوں کو چاک

کرنا، اسے چھونا سب یاد آرہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے شایان اسے چھوئے گا تو ابھی اسکی جان نکل جائے گی پر وہ ہمت کرتے بول رہی تھی۔ وہ ثانیہ عامر ملک تھی وہ اپنا ڈر لوگوں پر عیاں نہیں کرتی تھی۔ "اوہ ہاں تمھارا شوہر وہ ابھی نہیں آئے گا۔ وہ ابھی نیچے میرے دوست کے ساتھ مصروف ہوگا اور جب تک انکی بات ہوگی میں اپنا کام کرکے جاچکا ہونگا" شایان نے کہا اور اسکا ڈوپٹہ گلے سے نکالتے دور اچھالا جس پر ثانیہ چلائی جبکہ اسکی چیخ پر شایان نے قہقہہ لگایا اور اسے دیکھنے لگا جو رو رہی تھی۔ وہ بے خوبصورت تھی۔ یقیناً اگر وہ کسی اور کا نہیں ہوتی تو شایان سکندر ہوتی پر وہ ابھی اسکی خوبصورتی میں نہیں کھو سکتا تھا۔ جو اسکے شوہر نے کیا تھا اسے اسکی قیمت چکانی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو" دوسری طرف عامر سیڑھیاں اترتے نیچے آیا تو سامنے مین ڈور سے اندر داخل ہوتے رافع کو دیکھتے بولا۔ ثانیہ کے علاوہ اس وقت سب لوگ لاؤنج میں تھے اور اسکا اس پہر آنا سب کو تشویش میں مبتلا کرگیا تھا۔ "کچھ نہیں تمھاری بیوی سے ملنے آئے ہیں" رافع نے دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے کہا تو عامر کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔ وہ ایک جھٹکے میں آگے بڑھا اور جاتے رافع کا کالر پکڑا۔ "تمھاری جرات کیسے ہوئی میری بیوی کا ذکر کرنے کی" عامر نے اسکو جنجھوڑتے چلایا۔ "بیوی؟ ایسی لڑکیاں بھی بیویاں کہلانے کے لائق ہوتی ہیں بڑی بات ہے ویسے" رافع نے مصنوعی داد دیتے کہا تو اب کی بار ماہ دیر آگے کیا۔ "کیا مطلب ہے تمھارا ایسی لڑکیوں سے" ماہ دیر نے کھولتے پوچھا۔ وہی جانتا تھا اس نے کیسے خود کو روکا تھا۔ یہی حال ضرار، شہریار اور اسد کا

تھا۔ ”مطلب گھر سے بھاگی ہوئی لڑکیاں جو غیر مردوں کی باہوں میں فوٹو شوٹ کرواتی پھرتی ہیں وہ بھی نازیبا لباس پہن کر“ رافع نے کہا اور اپنے ہاتھ میں پکڑے لفافے سے تصویریں نکالتے اچھالیں۔ وہ تصویریں ثانیہ کے شوٹ کی تھیں۔ پر ثانیہ کے ہر شوٹ کا ثبوت وہ مٹا چکا تھا پھر یہ تصویریں کہاں سے آئی تھیں عامر سمجھ نا سکا۔ ”بکواس بند کرو اپنی میری بیوی کے بارے میں فضول مت بولو۔ اور یہ تصویریں تمھیں کہاں سے ملیں ہیں“ عامر نے اسکا کالر چھوڑتے اسکی گردن دبوچی۔ ”اسی سے جسکے ساتھ وہ عموماً اپنی تنہائی کا وقت بانٹتی ہے“ رافع نے کہا تو عامر کی آنکھیں سرخ ہوئیں جس پر اس نے رافع کی گردن پر گرفت مضبوط کی۔ ”کیا مطلب ہے اس بکواس کا“ عامر نے پوچھا لیکن رافع بول نا سکا کیونکہ عامر کی گرفت ہر لمحے کے ساتھ اسکی گردن پر مضبوط ہوتی جارہی تھی۔ ”عامر بھائی چھوڑیں اسے۔ اس سے پوچھیں کہ یہ اسکے پاس کہاں سے آئیں ہیں“ ضرار نے آگے بڑھتے رافع کو اس سے چھڑایا جس پر عامر نے اسے اچھوت کی طرح جھٹکا تو رافع دھڑام سے زمین پر گرا۔ ”بولو رافع کہاں سے آئیں یہ تصویریں اور کس کی بات کررہے ہو تم“ ضرار نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔ ”نہیں بتاؤں گا“ رافع نے ڈھٹائی سے کہا تو عامر کا دماغ گھوما جس پر اس نے اپنی ویسٹ میں لگی گن نکالی اور رافع کے ماتھے پر رکھی۔ ”بکواس کرو ورنہ میں اس پستول کی ساری گولیاں تمھارے وجود میں اتار دوں گا“ عامر نے کہا تو رافع کپکپایا۔ ”نہیں بتاؤں گا“ رافع نے کہا تو عامر نے ٹریگر پر انگلی رکھی۔ ”تین تک گنوں گا میں اگر اس شخص کا نام نا لیا جس نے یہ تصویریں تمھیں دی ہیں تو میں گولی چلا دوں گا“ عامر نے کہا تو رافع نے اسے دیکھا جس کے چہرے پر رتی برابر نرمی نا تھا۔

"ایک" عامر نے کہا اور گن کا اسکے ماتھے پر دبایا تو رافع کی جان ہوا ہوئی۔ "دو" عامر نے گن پر گرفت مضبوط کی جسے دیکھ رافع کی آنکھوں میں خوف اترا۔ "تی" عامر تین کہتا اس سے پہلے ہی وہ بول اٹھا۔ "شا۔۔یا۔۔ن۔۔شایان نے" رافع نے کہا تو عامر نے اسے دیکھا۔ "شایان نے؟ کہاں ہے وہ" اب کی بار بولنے والا ماہ دیر تھا۔ "وہ۔۔ وہ" رافع کو سمجھ نا آئی کیسے بتائے۔ "بتاؤ کہاں ہے وہ" رافع شہریار نے غصے سے دھاڑتے پوچھا۔ "ثانیہ۔۔۔کے۔۔کمرے۔۔میں" رافع نے ڈرتے ڈرتے بتایا تو سب کی سانس رکی۔ عامر کے ہاتھ سے گن چھوٹتے نیچے گری اور اگلے ہی پل وہ اوپر بھاگا جبکہ یہی حال باقی سب کا تھا۔ عامر اندھا دھند بھاگتے ثانیہ کے کمرے تک آیا اور ایک جھٹکے میں اس نے دروازہ کھولا تو سامنے کا منظر دیکھ اسکے پیروں تلے سے زمین سے کھینچ گئی جبکہ غصے کی زیادتی سے اسکے ماتھے اور گردن کی رگیں ابھریں کیونکہ سامنے ہی شایان ثانیہ پر جھکا اپنی قمیض کے بٹن کھول رہا تھا جبکہ ثانیہ زار و قطار رو رہی تھی۔

دوسری طرف ایکدم سے دروازہ کھلتے ان سب کو آتے دیکھ شایان نے شاکڈ ہوتے ان سب کو ان کے پیچھے کھڑے رافع کو دیکھا جسے اسد نے کالر سے جکڑ رکھا تھا جبکہ ثانیہ جو بے بس سی لیٹی آنسو بہا رہی تھی ان سب پر نظر پڑتے ہی جیسے اس میں کسی نے نئی جان پھونک دی تھی۔ "اوہ تو تم لوگ آگئے۔ اچھا ہوا۔ ویسے بھی ہم دونوں چھپا چھپا کر تھک گئے تھے" انھیں دیکھتے ہی شایان ایک لمحے کو گھبرایا پھر کھڑے ہوتے ثانیہ کو اپنے ساتھ کھڑا کرتے بولا تو ثانیہ نے اسے دیکھا اور اگلے ہی پل اسے

خود سے دور دھکیلا۔ "بکواس بند کرو۔۔ ایسا کچھ نہیں۔۔ ہے کیوں جھوٹ۔۔ بول رہے ہو" ثانیہ نے کہا تو شایان نے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے قریب کیا۔ "بے بی جھ" ابھی شایان کچھ بولتا کہ عامر کی سرد آواز اسے روک گئی۔ "ہاتھ چھوڑو میری بیوی کا" عامر نے انکی طرف قدم بڑھاتے کہا۔ "تمھاری بیوی میری" شایان اس سے پہلے اگلا لفظ بولتا اس سے پہلے ہی عامر ایک جست میں آگے بڑھا اور اسے کالر سے پکڑتے ایک جھٹکے میں ثانیہ سے دور کیا اور اندھا دھند مارنے لگا جبکہ ضرار اور ماہ دیر فوراً بھاگ کر ثانیہ کے پاس آتے اسے حصار میں لے گئے جس پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ آج عزت جانے کا خوف اس مضبوط لڑکی کو رلا گیا۔ وہ جو سب کو ہمت دیتی تھی آج بے آبرو ہونے کے خوف سے وہ اپنے بھائیوں کے حصار میں تڑپ تڑپ کر رو دی جس پر اس کے بھائیوں کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔ "تیری جرات کیسے ہوئی حرام زادے۔ میری بیوی کو ہاتھ کیسے لگایا تو نے" عامر نے ایک زوردار مکہ اسکے چہرے پر مارتے کہا جس سے شایان زمین پر گرا۔ عامر اسکے گرنے کا نوٹس لیے بغیر اندھا دھند اسے پیٹ رہا تھا جبکہ رافع تو عامر کا انداز دیکھتے اپنی خیر مانگ رہا تھا۔ "ثانیہ میرا بچہ بس کچھ نہیں ہوا" ماہ دیر نے اسکا سر سہلاتے کہا جبکہ ضرار نرمی سے اسکے ہاتھ سہلا رہا تھا جو خوف سے برف کی مانند ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ "گڑیا بس میرا بیٹا ہم لوگ آگئے ہیں کچھ نہیں ہوا" ضرار نے اسے روتے دیکھ نرمی سے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔

"بھائی۔۔ اگر۔۔ آپ۔۔ سب۔۔ نا۔۔ آتے۔۔ تو۔۔ وہ" ثانیہ بات پوری کرنے سے پہلے ہی پھر رو دی جس پر خلیل صاحب آگے آئے اور اسے اپنے سینے سے لگایا۔ "ثانیہ بیٹا بابا آگئے ہیں کچھ نہیں

ہوا بس روتے نہیں ہیں" خلیل صاحب نے اسکے بال سہلاتے کہا تو اس نے انکے سینے میں چہرہ چھپایا۔"بابا۔۔وہ اچھا۔۔نہیں۔۔ہے۔۔بابا۔۔اس نے۔۔پہلے۔۔بھی۔۔ایسا۔۔کرنے۔۔کی۔۔کوشش۔۔کی تھی۔۔بابا۔۔اور۔۔مجھے۔۔چھوا۔۔بھی"ثانیہ نے روتے ہوئے کہا تو خلیل صاحب نے اسکا سر چوما۔"میرا بچہ۔بابا کی جان۔آپ چپ کریں اور بس دیکھیں ہم لوگ اسکا کیا حشر کرتے ہیں۔شاباش میری گڑیا بہت بہادر ہے" خلیل صاحب نے نرمی سے کہا۔"بابا۔۔مجھے۔۔کچھ۔۔ہو رہا۔۔ہے۔۔بابا۔۔اس۔۔مجھے۔۔چھوا"ثانیہ نے نفی میں سر ہلاتے بلک بلک کر روتے کہا تو اب کی بار عامر نے رکتے اسے دیکھا پھر ایک نظر شایان کو دیکھا جو لگ بھگ بیہوش ہونے کے در پر تھا۔"اسد شیری ان دونوں کو لاؤنج میں لے کر جاؤ میں آتا ہوں" عامر نے شایان کو کالر سے پکڑتے شہریار کے پیروں میں پھینکا تو اسد اور شہریار ان دونوں کو کھینچتے نیچے لے گئے جبکہ عامر ثانیہ کی طرف پلٹا جو خلیل صاحب کے ساتھ لگے ہچکیاں بھرتے رو رہی تھی جسے دیکھ اسکا دل مٹھی میں جکڑا گیا تھا۔"بابا" عامر نے انکی طرف ایک قدم بڑھاتے خلیل صاحب کو پکارا تو وہ اسکا اشارہ سمجھتے ثانیہ سے دور ہوئے جس پر وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتے اپنے حصار میں لے گیا جب کہ اسکا حصار پاتے ہی ثانیہ نے اسکی اجرک کو جکڑا اور اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے رونے لگی۔"ماہ دیر تم سب نیچے جاؤ۔ہم آرہے ہیں" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا اور باقی سب کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ گیا۔سب کا خون اس وقت کھول رہا تھا پر وہ جانتے تھے عامر انکا انجام اب اپنے ہاتھوں سے کرے گا اور اگر کسی نے اسکی مرضی کے بغیر کچھ کیا تو اس

شخص کی بھی اس کے ہاتھوں خیر نہیں ہونے تھی۔ "بیٹُو" ان سب کے جاتے ہی عامر نے نرمی سے اسے پکارا۔ "عامر۔۔میں۔۔۔نے اسے۔۔نہیں۔۔بلایا۔۔تھا۔۔وہ خود۔۔آیا۔۔تھا" ثانیہ نے اس کی پکار پر اسے دیکھتے کہا تو عامر نے ہاتھ بڑھاتے نرمی سے اسکے آنسو صاف کیے۔ "میں نے آپ سے کوئی صفائی مانگی" عامر نے اسے دیکھتے نرمی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اسکی مدھم ہچکیاں ابھی بھی جاری تھیں۔ "پھر آپ کیوں صفائی دے رہیں" عامر نے بے حد محبت سے اسکے رخسار کو سہلاتے پوچھا۔ "وہ۔۔کہہ۔۔رہا تھا۔۔کہ۔۔میں نے۔۔اسے۔۔بلایا۔۔ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "وہ جو مرضی بکواس کرے مجھے اس سے رتی برابر بھی فرق نہیں پڑتا۔ آپ میری بیوی ہیں ثانیہ۔ اور مجھے آپ پر خود سے زیادہ بھروسہ ہے" عامر نے ہنوز نرم لہجے میں کہا۔ "آپ۔۔کو بھروسہ۔۔ہے سب کو۔۔ نہیں۔۔ہوگا۔۔سب مجھے۔۔بدکردار۔۔کہیں گے۔۔میں کیسے گواہی۔۔دوں۔۔گی۔۔اپنے کردار۔۔کی" ثانیہ نے اسکی اجرک پر گرفت مضبوط کرتے کہا تو اس نے نرمی سے اسے اپنے کندھے سے لگایا۔ "سب کو بھروسہ ہے آپ پر ثانیہ پر اگر آپکو لگتا ہے کہ کوئی آپکے کردار پر بات کرے گا تو باخدا میں دہکتے انگاروں پر کھڑے ہو کر آپکے کردار کی گواہی دوں گا۔ فلحال خدارا رونا بند کریں آپکے آنسو مجھے اذیت دے رہے ہیں" عامر نے کہا تو اس نے سسکاری بھری جس پر اس نے نرمی سے اسکا سر سہلایا۔ "میں ڈر گئی۔۔تھی عامر" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا۔ "جانتا ہوں۔ میں بھی ڈر گیا تھا" عامر نے اسکے بالوں میں چہرہ چھپاتے کہا۔ "میں نے۔۔اس سے۔۔لڑنے کی۔۔کوشش کی۔۔تھی پر۔۔وہ۔۔قریب آیا۔۔تو وہ سب۔۔یاد آگیا"

ثانیہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے پرسکون کیا۔"اللہ کی رحمت سے نا اس دن میں نے ان لوگوں کو انکے غلط ارادوں میں کامیاب ہوا اور نا ہی آج۔آپ میری ہیں ثانیہ میں آپکو غلط نگاہ سے دیکھنے والوں کی جان نکالنے کی ہمت رکھتا ہوں" عامر نے کہا تو اس کے لہجے میں جنون سا تھا جسے محسوس کرتے وہ اسکے حصار میں سمٹی جس پر اس نے گہری سانس بھری اور اسے ہلکا سا خود سے دور کرتے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔"اس نے کہیں چھوا آپکو" اس نے نرمی سے پوچھا تو ثانیہ نے ہاں میں سرہلایا جس پر عامر نے جبڑے سختی سے بھینچے۔"کہاں" عامر نے اپنے لہجے کو حتی الامکان نرم رکھتے پوچھا تو اس نے اپنی کلائیاں اسکے سامنے کیں جہاں شایان کی انگلیوں کا نشان چھپا تھا جسے دیکھ عامر کا دل کیا اس شایان کا حشر بگاڑ کر رکھ دے جو وہ بگاڑنے کا ارادہ رکھتا تھا پر ابھی اسے اپنی بیوی کو سنبھالنا تھا جو بے انتہا ڈری ہوئی تھی۔"درد ہورہی ہے میرے بچے کو" عامر نے پیار سے اسکی کلائیوں کو سہلاتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ جھکا اور نرمی سے اسکی دونوں کلائیوں پر مرہم رکھ گیا۔"اور؟" عامر نے سیدھے ہوتے پوچھا تو اس نے اپنے سر کی پشت پر ہاتھ رکھا۔"اس نے میرے۔۔بال بھی۔۔کھینچے تھے عامر" ثانیہ نے ننھے بچے کی طرح شکایت لگائی تو اس نے اس کے سر کے پیچھے ہاتھ لے جاتے نرمی سے اس جگہ کو سہلایا جیسے خاموشی سے معذرت کررہا ہو۔"آئی ایم سوری بچہ" عامر نے نرمی سے اسکا سر اپنے سینے سے لگاتے کہا تو ثانیہ نے اسکی اجرک مٹھی میں جکڑی اور آنکھیں موند گئی جبکہ وہ نرمی سے اسکے جگہ کو سہلانے لگا گویا وہ ساری درد یہاں سے ختم کردینا چاہتا ہو۔"بیٹُو" عامر نے چند منٹ بعد اسے پکارا جس پر ثانیہ نے سیدھے ہوتے

اسے دیکھا۔ "نیچے چلیں" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے نرمی سے جھکتے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھ گیا جس پر ثانیہ نے اس کے کندھے تھامے۔ "عامر نیچے سب ہیں" ثانیہ نے اسے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے دیکھ کہا۔ "کوئی بات نہیں سب جانتے ہیں ابھی آپ ٹھیک نہیں ہیں" عامر نے کہا تو اس نے اب کی بار بغیر کچھ کہے اپنا سر اسکے کندھے پر ٹکا دیا جس پر اس نے نرمی سے اسکے سر کو چوما اور نیچے کی جانب بڑھ گیا جہاں سب کھڑے یقیناً انکا ہی انتظار کر رہے تھے جبکہ رافع اور شایان زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی عامر کی آنکھوں میں غصہ اترا۔ اس نے اپنے جبڑے سختی سے بھینچے اور چلتے نیچے آتے ثانیہ کو نرمی سے خلیل صاحب کے قریب کھڑا کیا جنھوں نے نرمی سے ثانیہ کے کندھے کے گرد بازو باندھتے اسے ساتھ لگایا جب کہ عامر شہریار سے گن پکڑ کر چلتے رافع اور شایان کے پاس گیا۔ "تم دونوں نے میری بیوی کو بدنام کرنا چاہا اب دیکھو میں تم دونوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں بلکہ میں نہیں وہ خود تم دونوں کا حشر بگاریں گیں" عامر نے کہا تو ان دونوں کا رواں رواں ایک پل کو کانپ گیا جب کہ وہ سفاک مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے پلٹا۔ "ثانیہ یہاں آئیں" عامر نے اسے پکارا جو خلیل صاحب کے ساتھ لگی کھڑی تھی اسکی پکار پر ثانیہ نے سر اٹھاتے اسے دیکھا جسکے چہرے پر سفاکی تھی۔ "یہاں آئیں بیٹو" عامر نے اسکے دیکھنے پر دوبارہ پکارا تو وہ چلتے اسکے پاس آئی۔ عامر نے نرمی سے اسکی بازو پکڑتے اسے اپنے روبرو کیا اور اپنی گن اسکی طرف بڑھائی جس پر ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "اپنے مجرموں کو سزا دیں اور ایسی سزا کے یہ دونوں آئیندہ کسی لڑکی کے بارے میں غلط سوچنے تک کے قابل نا رہیں" عامر نے

کہا تو ثانیہ اسنے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا پھر ہاتھ بڑھاتے عامر کے ہاتھ سے گن پکڑی۔ اسکے یوں گن تھامنے پر عامر کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ثانیہ نے گن کو ہاتھ میں پکڑتے اپنے آنسو صاف کیے اور ان آنسوؤں کے صاف ہوتے ہی اسکی آنکھوں میں سفاکی اتری۔ایسی سفاکی جو شکاری کی آنکھ میں شکار کو دیکھ کر آتی تھی۔اس نے اعتماد سے سر اٹھایا اور آگے بڑھی جہاں شایان اور رافع زمین پر گرے تھے۔اس کی چال میں اب کی بار بھرپور اعتماد تھا۔ایک ادا تھی جسے دیکھ سب مسکرائے۔اب اسکے محافظ یہاں کھڑے تھے اب اسے کسی کا خوف نہیں تھا۔وہ ڈر جو کچھ دیر پہلے اسکا خون تک جما چکا تھا اب اسکی آنکھوں میں غصہ بن کر اترا تھا۔"تم لوگوں نے میرے کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کرنے کی۔ اب دیکھو میں کیا حشر کرتی ہوں تم دونوں کا"ثانیہ نے سرد و سپاٹ انداز میں کہتے ان دونوں کو لمحے بھر کو کانپنے پر مجبور کیا۔وہ کہیں سے بھی کچھ دیر پہلے والی کمزور ثانیہ نہیں لگ رہی تھی۔"ہمیں۔۔معاف" شایان نے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی ثانیہ ہاتھ گھماتے ایک تھپڑ رکھ کر شایان کے چہرے پر مارا تھا جس سے اسکے الفاظ منہ ہی رہ گئے جبکہ عامر کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑی۔باقی سب کا حال بھی عامر سے جدا نا تھا۔"تم تو معافی کا نام بھی مت لینا۔تمھارے ساتھ تو میرے پچھلے بھی کافی حساب نکلتے ہیں"ثانیہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے کہا جس پر سب ہی محظوظ ہوئے جبکہ ان دونوں کی جان تو سینے میں اٹک چکی تھی۔"اور تم رافع ملک۔میں حیران ہوں ملکوں کے خاندان سے ہوکر تم یوں کتوں والی حرکتیں کرتے پھر رہے ہو زرا برابر غیرت نہیں ہے تمھیں۔اپنے ہی خاندان کی بہو۔اپنے ہی بھائی کی بیوی کو بدنام کرنے آگئے تھے۔نوالہ بنا کر

تم نے مجھے اس شخص کے آگے پھینک دیا بے غیرت انسان "ثانیہ نے رافع کو دیکھتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔جس نے پل میں اسے کتے کے برابر کردیا تھا۔"بکواس بند رکھو اپنی لڑکی" رافع نے ان سب کا ڈر بھلاتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں میں گاڑھتے کہا تو وہ ایک قدم چلتے اسکے قریب ہوئی۔"آنکھیں جھکا کر رکھو اپنی ورنہ جان نکال دوں گی تمھاری "ثانیہ کا لہجہ ایسا تھا کہ رافع کی نظریں خود بخود جھک گئیں تھی۔"تم دونوں نے مجھے بدنام کرنے کی کوشش کیوں کی "ثانیہ نے گن اپنے ہاتھ میں گھماتے ان دونوں کو دیکھتے سرد لہجے میں پوچھا جس پر ان دونوں نے اسے دیکھا پر بولے کچھ بھی نا۔"بکواس کرو کیوں مجھے بدنام کرنا چاہا۔کیوں مجھے بے آبرو کرنے کی کوشش کی" اب کی بار وہ بولی نہیں بلکہ گرجی تھی۔"کیونکہ تمھارے شوہر نے میری بے عزتی کی تھی اور اسے پیٹا تھا" رافع نے اسے دیکھتے جواب دیا تو ثانیہ کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"تو عامر نے تمھیں پیٹا اور تمھاری بے عزتی کی اس لیے مجھے بے آبرو اور بدنام کرنا چاہا تم دونوں نے "ثانیہ نے شایان اور رافع کو دیکھتے پوچھا تو دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"واہ بھئی غیرت مندوں ایک مرد سے بدلہ لینے کی بجائے تم دونوں نے عورت کو بدنام کرنا چاہا" ثانیہ نے ہر لحاظ بلائے طاق رکھتے طنز کیا تو رافع اور شایان دونوں کی آنکھیں اس کی بات پر سرخ ہوچکی تھیں۔"بکواس بند کرو اپنی" شایان نے یکدم کھڑے ہوکر دھاڑتے کہا تو ثانیہ ویسے ہی کھڑی رہی جبکہ عامر کے علاوہ باقی سب نے آگے بڑھنا چاہا پر عامر ان سب کو روک چکا تھا۔وہ جانتا تھا اس کی بیوی اکیلی ہی ان دونوں سے نبٹ لے گی۔"تم کرو تو بات ہم کریں تو بکواس واہ شیمی واہ" ثانیہ نے اسے دیکھتے باقاعدہ تالی بجائی تو شایان اور رافع کا چہرہ اہانت

سے سرخ ہوا جب کہ باقی سب ہنس پڑے سوائے مریم کے جو شہریار کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی۔ماہ دیر نے فخر سے اپنی بہن کو دیکھا جو اسکی طرح تھی۔وہ دنیا کے واحد بہن بھائی تھے جو لوگوں کو مارتے وقت بے عزت کرنا نہیں بھولتے تھے۔"جانے دو ہمیں" رافع نے اب کی بار سمجھداری سے کا مظاہرہ کرتے کہا جس پر ثانیہ نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا پھر کچھ سوچتے گن نیچے کرتے دو قدم پیچھے ہوئی۔"ٹھیک ہے جاؤ" ثانیہ نے عامر سے ایک قدم کے فاصلے پر کھڑے ہوتے کہا تو شایان اور رافع نے اسے حیرت سے دیکھا جو اتنے آرام سے انھیں یہاں سے بھیج رہی تھی جبکہ یہی حال باقی سب کا تھا۔"ثانیہ گڑیا آپ انھیں بھیج رہی ہیں" ضرار نے حیران ہوتے پوچھا۔"جی بھائی۔دفع کریں جانے دیں انھیں" ثانیہ نے کہا تو سب حیران ہوئے جبکہ عامر مسکرایا۔وہ جانتا تھا اسکی بیوی یونہی تو انھیں نہیں چھوڑ رہی تھی۔لازماً اسکے ذہن میں کچھ چل رہا تھا جس کو یقینی بنانے کیلئے اپنے فون سے کسی کو میسج کیا۔"ہم واقعی جائیں" رافع نے کنفرم کیا۔اسے لگا تھا شاید آج انکی جان لیے بغیر انھیں جانے نہیں دیں گے پر وہ تو اتنے آرام سے انھیں بھیج رہی تھی۔"ہاں جاؤ۔تم لوگوں کو یہاں رکھ کر اچار تو میں نے ڈالنا نہیں" ثانیہ نے بھگو کر طنز مارا تو وہ دونوں اٹھتے دروازے سے باہر نکل گئے۔"ثانیہ بیٹا آپ نے انھیں بھیج کیوں دیا" ان کے جاتے ہی ماہ دیر نے پوچھا۔"بھائی میں نے انھیں صرف بھیجا ہے معاف نہیں کیا" ثانیہ نے مسکراتے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔"کیا مطلب" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔"مطلب یہ کہ کل ایک نیوز آئے گی ٹی وی چینل پر" جواب عامر نے دیا تھا۔"کیسی نیوز بھائی" اسد نے سوال کیا۔"دو لوگوں کو کل ڈاکو نقدی لوٹتے وقت موت کے گھاٹ اتار گئے" ثانیہ نے

سفاک مسکراہٹ سے کہا تو سب نے اسے دیکھا جب کہ عامر مسکراتے اسکی طرف بڑھا۔ "چلیں ثانیہ" عامر نے اسکے سامنے ہاتھ پھیلاتے پوچھا تو اس نے اسکا ہاتھ تھاما۔ "کہاں جارہے ہو تم دونوں" شاہجہاں بیگم نے انھیں دیکھتے پوچھا۔ "ملک خاندان کی بہو کو بے آبرو کرنے کی نیت رکھنے والوں کو ان کے انجام تک پہنچانے جارہے ہیں اماں سائیں" عامر نے جواب دیا تو سب نے انھیں دیکھا۔ "بچے کوئی مسئلہ نا ہوجائے" دراب صاحب نے کہا۔ "ماموں جان کچھ نہیں ہوگا۔ بھروسہ رکھیں ہم پر" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ دونوں باہر کی جانب بڑھے پر خلیل صاحب کی آواز نے انھیں روکا۔ "بچوں رکو" خلیل صاحب نے کہا تو وہ دونوں رکے اور انھیں دیکھا جو سنجیدگی سے انکی طرف بڑھ رہے تھے۔ "کیا ہوا بابا" ثانیہ نے انکے سنجیدہ تاثرات دیکھتے پوچھا۔ "اپنا خیال رکھنا بچوں اور ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار کر جلدی سے گھر آجاؤ" خلیل صاحب نے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔ "ہم جلدی آئیں گے بابا بے فکر رہیں" عامر نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلاتے انھیں اجازت دی جس پر وہ دونوں باہر نکل گئے جبکہ باقی سب نے ان دونوں کی سلامتی کی دعا کی اور لاؤنج میں بیٹھ گئے۔ "سائیں بات سنیں" سب کے بیٹھتے ہی مریم نے مدھم آواز میں اپنے ساتھ بیٹھے شہریار کو پکارا۔ "جی پٹھانی کیا ہوا" شہریار نے اسکی پکار پر فوراً اسے دیکھا۔ "سائیں میں تھوڑی دیر روم میں چلی جاؤں" مریم نے مدھم آواز میں کہا۔ اس کی آواز میں نمی سی تھی جسے محسوس کرتے شہریار نے اسے دیکھا۔ "پٹھانی کیا ہوا" شہریار نے اسکا ہاتھ پکڑتے پوچھا تو اس نے نفی میں سرہلایا جبکہ باقی سب انکی طرف متوجہ ہوئے۔ "کیا ہوا مریم" فہمیدہ خان نے اٹھتے

اسکے پاس آتے پوچھا۔ "کچھ نہیں مورے" مریم نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔ "بچے بتائیں کیا ہوا۔بابا کے بیٹے کی طبیعت ٹھیک ہے" عالمگیر خان نے اسکے لہجے میں اذیت کی رمک محسوس کرتے پوچھا اور اٹھتے اسکے پاس آئے جس پر اس نے اسے دیکھا۔ "کچھ نہیں ہوا بابا بس سر درد کر رہا ہے" مریم نے بامشکل مسکراتے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا جبکہ شہریار پریشان ہوا۔مریم کے لہجے میں کچھ تھا جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ "بابا کی جان زیادہ درد ہے ہاسپٹل چلیں" عالمگیر خان نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر انھوں نے شہریار کو دیکھا۔ "پٹھانی روم میں چلیں تھوڑی دیر آرام کر لو" شہریار نے عالمگیر خان کو آنکھوں سے تسلی دیتے مریم سے کہا تو اس نے اسے دیکھا اور ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار نے کھڑے ہوتے اسے سہارا دیتے کھڑا کیا اور اس کے ساتھ سامنے موجود کمرے میں داخل ہوا۔ "پٹھانی کیا ہوا ہے سچ بتاؤ" شہریار نے کمرے میں آتے ہی اسے اپنے قریب کرتے پوچھا تو مریم نے اسے دیکھا اور بغیر کچھ کہے اپنا سر اسکے سینے سر ٹکا دیا جس پر وہ مزید پریشان ہوا۔ "مریم میرا بچہ کیا ہوا۔کسی نے کچھ کہا ہے میری پٹھانی کو" شہریار نے اسکا سر سہلاتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔ اب کی بار اسکی آنکھوں میں نمی تھی جسے دیکھ شہریار کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑا۔ "رگِ جاں کیا ہوا رو کیوں رہی ہوں میرا بچہ" شہریار نے اپنی پوروں سے آنسو چُنتے پوچھا تو اس نے ہچکی بھری جس پر شہریار فکرمند ہوا۔ "مریم میری جان کیا ہوا بچہ بتاؤ۔روتے نہیں ہیں" شہریار نے اسے سینے سے لگاتے کہا تو مریم نے اس کی قمیض مٹھیوں میں جکڑی۔ "سائیں۔۔جو۔ ۔آپی۔ ۔کے۔۔ ساتھ ہوا۔۔وہ میرے۔۔ساتھ۔۔بھی ہوا۔۔تھا۔۔

سائیں۔۔مجھے۔۔وہ۔۔سب یاد۔۔آرہا ہے۔۔اس۔۔شخص نے۔۔مجھے
چھوا۔۔تھا۔۔مجھے۔۔دیکھا تھا۔۔مجھے۔۔آپ سے۔۔دور۔۔کیا تھا۔۔سائیں۔۔مجھے
وہ۔۔سب۔۔یاد۔۔آرہا ہے۔۔مجھے ایسا لگ۔۔رہا ہے۔۔جیسے۔۔میری کوئی۔۔رگ
پھٹ۔۔جائے گی" مریم نے یکدم ہی پھوٹ پھوٹ کر روتے ہچکیاں بھرتے کہا تو شہریار نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔اسکی خود کی آنکھیں نم ہوئیں تھی۔ثانیہ کو اس حالت میں دیکھ اسے بھی وہ سب یاد آیا تھا۔پر وہ کیسے بھول گیا کہ مریم کو بھی تو وہ سب یاد آیا ہوگا۔تبھی وہ تب سے چپ تھی۔تبھی وہ اسکا ہاتھ نہیں چھوڑ رہی تھی۔وہ سہم گئی تھی۔وہ سب یاد کرکے سہم گئی تھی۔"شش۔شش کچھ نہیں ہوا میرا بچہ۔میں یہیں ہوں۔اس نے آپکو چھوا۔آپکو دیکھا۔آپکو قید کیا پر میں آگیا تھا۔میں نے آپکو بچا لیا تھا۔اور اسے سزا بھی دی تھی۔کچھ نہیں ہوا بس۔ریلیکس میرا بچہ۔میں یہیں ہوں۔کوئی میری پٹھانی کو کچھ نہیں کہے گا۔میرے ہوتے ہوئے کوئی میری پٹھانی کو دیکھ بھی نہیں سکتا بس رونا بند کرو سائیں کی جان۔تمھارا سائیں تمھیں کچھ نہیں ہونے دے گا۔میں اپنی پٹھانی کو سب سے چھپا کر رکھوں گا۔بس میرا بچہ رونا بند کرو" شہریار نے اس کی کمر کو نرمی سے سہلاتے بچوں کی طرح اسے پچکارتے کہا تو مریم نے اسکی قمیض پر پکڑ مضبوط کی۔"مجھے۔۔ڈر۔۔لگ رہا۔۔ہے۔۔سائیں۔۔مجھے۔۔ایسا۔۔لگ رہا۔۔ہے۔۔میں۔۔آپ سے۔۔دور ہونگی۔۔تو۔۔وہ مجھے۔۔لے جائے۔۔گا" مریم نے کہا تو شہریار نے اسکے سر کو چوما۔"میرا بچہ میں قربان! میں نہیں کررہا تمھیں دور۔میری پٹھانی میرے حصار میں ہے محفوظ ہے۔میرے حصار میں

کوئی سرد ہوا بھی میری پٹھانی کو نہیں چھو سکتی "شہریار نے پیار سے کہا تو مریم کچھ پرسکون ہوئی۔ "مجھے۔۔آپ۔۔سے دور۔۔نہیں ہونا" مریم نے ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا تو شہریار نے چہرہ جھکاتے اسے دیکھا۔اسکے یوں چہرہ جھکانے پر اسکی ٹھوڑی نے مریم کی پیشانی کو چھوا تھا۔ "میں تمھیں خود سے دور نہیں کررہا میرا بچہ۔بس پرسکون ہوجاؤ" شہریار نے پیار سے کہا تو مریم نے ہاں میں سرہلاتے ننھے بچے کی طرح اسکے سینے پر سر رکھا۔شہریار نے اسے بغیر خود سے دور کیے اسے اپنے پیروں پر کھڑا کیا اور اسے اپنے پیروں پر چلاتے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔اس نے مریم کو نرمی سے بیڈ پر بٹھایا اور خود فوراً اسکے پاس بیٹھتے اسے واپس سینے میں بھینچ گیا۔اس نے ایک بازو اسکے گرد سے ہٹاتے نرمی تکیے اسکے پیچھے سیٹ کرتے اسے نرمی سے لٹایا اور خود بھی اسکے ساتھ ہی دراز ہوگیا۔اس دوران اس نے ایک پل کو بھی اسے خود سے دور نہیں کیا تھا۔ "سر درد کررہا ہے میرے بچے کا" شہریار نے اسکا سر اپنے سینے پر رکھتے پوچھا۔ "جی" مریم نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور ہاتھ بڑھاتے بے حد نرمی سے اسکا سر دبانے لگا۔ "سوجاؤ تھوڑی دیر" شہریار نے نرمی سے کہا۔ "پر گھر جانا ہے" مریم نے کہا تو اس نے جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے کو حرارت دی۔ "سوجاؤ ہم دونوں صبح چلیں جائیں گے۔ابھی بھائی آئیں گے تو ان کو گاوہ اسد اور اماں سائیں کو لے جائیں" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر شہریار نے نرمی سے اس پر لحاف اوڑھایا اور اسے قریب تر کر گیا جبکہ مریم اسکے حصار میں پرسکون ہوتے آنکھیں موند گئی۔

"افف کتنے اچھے لگ رہے ہیں نا یہ دونوں" ثانیہ نے ایک ویران سڑک پر زخمی حالت میں گرے رافع اور شایان کو دیکھتے کہا جنھیں عامر کے گارڈز نے خوب مارا تھا۔عامر کے گارڈز انکے باہر نکلتے ہی انھیں دبوچ چکے تھے اور پھر انھیں یہاں لاتے عامر کے حکم کے مطابق خوب پیٹا تھا۔دونوں ابھی یہاں پہنچے تھے اور اب اپنی گاڑی کے پاس کھڑے انھیں دیکھ رہے تھے جو درد سے کراہ رہے تھے جبکہ گارڈز سر جھکائے کھڑے تھے۔وہ جانتے تھے ثانیہ پر اگر انکی نگاہ غلطی سے بھی پڑی تو عامر انکی جان نکال دے گا۔"اچھے نہیں لگ رہے وہ" عامر نے اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے کہا تو ثانیہ نے چہرہ موڑتے اسے دیکھا جسکے چہرے پر جلن تھی۔"عامر میں نے انکی تعریف نہیں کی" ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا۔"تعریف نہیں کی پھر بھی وہ اچھے نہیں۔آپکو صرف میں اچھا لگنا چاہئے ہوں" عامر نے ضدی بچے کی طرح کہا تو وہ مسکرائی۔"جو حکم محترم۔مجھے آپ اچھے لگتے ہیں اور بے حد و حساب لگتے ہیں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔"نا کریں بیگم میں نے شرما جانا ہے" عامر نے کہتے کھلکھلا کر ہنس دیا تو وہ بھی ہنسی۔رات کی تاریکی میں وہ دونوں یوں ہنستے اس رات کو بھی زندگی بخش رہے تھے۔"اچھا بس کریں نظر لگ جائے گی۔اور ابھی سیریس ہو جائیں۔ہر ٹائم رومینس کے موڈ میں رہتے ہیں آپ" ثانیہ نے دل میں اسکی نظر اتارتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی ویسٹ سے گن نکالتے اسکی طرف بڑھائی۔"مائی لوو پلیز ان دونوں کو اس دنیا سے کوچ کروائیں" عامر نے کہا تو وہ ہنسی اور اسکے ہاتھ سے گن پکڑ گئی۔"مائی لوو آپ دیکھیں آپکی زوجہ انکا کیا حشر کرتی ہے" ثانیہ نے اپنی انگلی سے اسکے ناک کو نرمی سے چھوتے کہا تو وہ ہنسا جس پر وہ مسکرائی اور آگے بڑھی۔آگے بڑھتے

ہی اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی اور سفاکیت آئی جبکہ عامر اچھل کر بونٹ پر بیٹھتے اپنی زوجہ کو دیکھنے لگا جو اس وقت لیڈی گینگسٹر لگ رہی تھی۔ "تم۔۔یہاں۔۔کیا کر رہی۔۔ ہو۔۔تم۔۔۔نے تو ہمیں۔۔چھوڑ۔۔دیا تھا" شایان نے بامشکل سیدھے ہوتے کہا۔ "میں نے کہا تھا جاؤ یہ تو نہیں کہا تھا کہ میں نے تم دونوں کو معاف کر دیا ہے۔ میری بہنیں خون خرابہ نہیں دیکھ سکتیں صرف اس لیے تم لوگوں کو اپنے گھر سے بھیجا تھا اور تم دونوں نے سمجھا میں نے تمھیں چھوڑ دیا" ثانیہ نے طنزیہ مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ان دونوں کے اوسان خطا کیے۔ "بھابھی۔۔ پلیز۔۔معاف۔۔کر دیں" رافع نے اپنی جان بچانے کیلئے اسے بھابھی کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "معاف کر دوں تمھیں۔تم رافع ملک تم ایک درندے ہو۔لڑکیوں کی اسمگلنگ جیسے گھٹیا کام میں ملوث ہو تم اور یہ شایان۔تم لوگ معصوم لڑکیوں کی زندگیاں تباہ کرتے ہو۔انھیں بلیک میل کرتے غلط کام کرنے پر مجبور کرتے ہو۔انھیں بے آبرو کرتے اور کرواتے ہو۔میری تصویریں بھی تمھارے پاس اسی ریکٹ کے ذریعے آئی ہیں" ثانیہ نے برف کی مانند سرد لہجے میں کہا تو ان دونوں کا چہرہ سفید ہوا۔ "تم۔۔کیسے۔۔جانتی۔۔ہو" شایان کی آواز کسی کھائی سے آتی معلوم ہوئی جسے محسوس کرتے عامر اور ثانیہ دونوں مسکرائے۔ "تمھیں کیا لگتا ہے میں نہیں سمجھوں گی۔جس وقت میری نظر میری تصویروں پر پڑی میں اسی وقت سمجھ گئی تھی کہ تم دونوں بھی اس کام میں ملوث ہو کیونکہ میری وہ تصاویر واجد قریشی کے علاوہ کسی کے پاس نہیں تھیں۔اور آج وہ تصویریں تم دونوں کے پاس ہونا اس بات کا ثبوت بننے کو کافی ہے کہ تم لوگ بھی اس گھٹیا کام کا حصہ ہو اور تمھارے کرموں کی

سزا آج تمھیں میں دوں گی" ثانیہ نے کہا اور گن کا رخ انکی طرف کیا۔ "تم ہوتی کون ہو ہمیں سزا دینے والی۔ وہ لڑکیاں اپنی مرضی سے آتی ہیں ہمارے پاس اور اس حساب سے وہ ہماری میراث ہیں" رافع نے غراتے کہا تو ثانیہ نے اسے نفرت سے اسے دیکھا۔ "لڑکیاں مردوں کی میراث نہیں ہوتیں۔ وہ ایک الگ مخلوق ہیں جسے اللہ نے اس دنیا میں مردوں کو پیدا کرنے کیلئے بھیجا ہے اسے اس دنیا میں محبت سیکھانے بھیجا گیا ہے۔ جو اپنے وجود سے ان مردوں کو بڑا کرتی ہے جو بڑے ہو کر عورتوں کو اپنی میراث سمجھتے بے آبرو کرتے ہیں۔ باخدا جس دن مردوں نے عورتوں کو اپنی میراث سمجھنا چھوڑ دیا اس دن لڑکیاں صحیح معنوں میں محفوظ ہوجائیں گی" ثانیہ نے غصے سے کہا تو وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔ "عورت ہے ہی کیا۔ اسکا وجود کیا ہے جو تم یوں بول رہی ہو۔ مرد کی پاؤں کی جوتی ہوتی ہے عورت ہم جیسے چاہیں استعمال کریں" شایان نے بولا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ "تم جیسے بد بخت سے مجھے ایسی ہی گھٹیا بات کی امید تھی ورنہ اگر کوئی مرد ہوتا تو وہ عورت کو سر کا تاج کہتا پاؤں کی جوتی نہیں۔ اور عورت کا وجود کیا ہے؟ عورت کا وجود وہ ہے جو آج نا ہوتا تو تم جیسا گھٹیا شخص یہاں کھڑا بکواس نا کر رہا ہوتا۔ اگر عورت نا ہوتی تو تم لوگوں کی نسلیں ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہوجاتی" ثانیہ نے کہا تو شایان نے جبڑے بھینچے۔ "ہمیں یہاں سے جانے دو ثانیہ ورنہ چھوڑیں گے نہیں ہم تمھیں" رافع نے اب کی بار دھمکی دی جس پر ثانیہ کچھ بولتی اس سے پہلے ہی عامر بول اٹھا۔ "میری بیوی کو دھمکی مت دو رافع یہ نا ہو انکے کچھ کرنے سے پہلے میں تمھاری جان نکال دوں" عامر نے ثانیہ کے برابر آکر کھڑے ہوتے کہا۔ "تم کیا بگاڑو گے ہمارا۔ اس سے پہلے ہی میں تمھاری جان لے لوں گا" رافع

نے کہا اور ثانیہ کی برداشت بس یہی تک تھی۔ اس نے گن سیدھی کی اور ٹریگر دبایا جس سے گولی نکلتے سیدھا رافع کے ماتھے کے بیچ وبیچ لگی اور اگلے ہی پل رافع بے جان ہوتے زمین پر ایک طرف گر پڑا۔ "میرے شوہر کو دھمکی دینے والے کو جان سے مارنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں" ثانیہ نے اسکے بے جان وجود کو دیکھتے کہا اور اپنا دھیان شایان کی طرف کیا۔ "تمھیں کچھ کہنا ہے" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جسکے چہرے پر موت کا خوف صاف عیاں تھا۔ "نن۔۔نہیں" شایان نے بامشکل کہا۔ "گڈ کیونکہ میں کچھ سننے کے موڈ میں بھی نہیں" ثانیہ نے کہتے ٹریگر دباتے اسکا کام تمام کیا۔ وہ دنیا کی پہلی دلہن تھی جس نے اپنی مہندی کی رات خود کو بے آبرو کرنے کی کوشش کرنے والے دو مردوں کو گولی مارتے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ "تم لوگ جاؤ" عامر نے اپنے گارڈز کو کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ "میری لیڈی گینگسٹر کمال کردیا آپ نے" عامر نے گارڈز کے ہٹتے ہی اسکی بازو پکڑتے اسے قریب کیا۔ "میں تو ہر بار ہی کمال کرتی ہوں" ثانیہ نے ایک ادا سے کہا تو اس نے اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھتے جان لٹاتی نظروں سے اسے دیکھا۔ "نا کریں بیگم میں نے ابھی آپکو بھگا کر لے جانا ہے" عامر نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "افف عامر۔آپ اور آپکی باتیں" ثانیہ نے اسکے سینے سے ماتھا ٹکاتے کہا۔ "افف دلبر۔آپ اور آپکی ادائیں" عامر نے اسی کے انداز میں کہتے اسکا سر چوما تو وہ پھر ہنس پڑی جس پر وہ مسکرایا۔ "گھر چلیں" عامر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکا ہاتھ تھامتے گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی زن سے بھگا کر لے گیا۔

نئی جانا نئی جانا میری مائے

میں ایدے نال نئی جانا

اس وقت ساری لڑکیاں اپنی کزنز اور دوستوں کے ساتھ ساتھ سب بڑوں کو بٹھائے ڈھولک بجاتے گانے گارہی تھیں۔اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے۔ماہ دیر، شہریار اور ضرار ناشتہ کرنے کے بعد برات کی تیاریاں دیکھنے چلے گئے تھے جبکہ وہ سب بچوں کو سلانے کے بعد مریم کے کہنے پر ڈھولک بجانے بیٹھ گئیں تھی۔

تیجی تیجی وارینوں آپ لین آگیا

تیجی تیجی وارینوں آپ لین آگیا

ماہیے دے نال مینوں جایا وی جائے

کنڈ چکیا وی جائے

موواں بولیا وی جائے

کنڈا کھولیا وی جائے

ہاں ماہیا وے

ماہیا ڈھول سپیا

میں ایدے نال ٹُر جانا (2)

ہاں نئی جانا نئی جانا میری مائے

میں ایدے نال نئی جانا

لڑکیاں اس وقت بھرپور انداز میں ڈھولک بجاتے انجوائے کررہی تھیں جب لڑکے اندر داخل ہوئے اور اندر کا ماحول دیکھ ٹھٹھک کر رکے۔ "یار یہ کیا ہورہا ہے صبح صبح یہ سب شروع ہوگئی ہیں۔کیا بھول گئیں ہے کہ آج بارات ہے" شہریار نے ساری لڑکیوں کو دیکھتے ماہ دیر اور ضرار سے کہا جو خود حیرت ان لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے تھے جو لاؤنج کے وسط میں زمین پر بیٹھی ڈھولکی بجا رہی تھیں جبکہ سب بڑے آس پاس کرسیوں پر بیٹھے انکی ڈھولک انجوائے کررہے تھے۔ "مجھے بھی سمجھ نہیں آرہی" ماہ دیر نے بھی سامنے کا منظر دیکھتے کہا۔ "اور میری تو عقل ہی جواب دے گئی ہے" ضرار نے بھی سامنے ان سب کو دیکھتے کہا جو اونچی اونچی ٹپے گا رہی تھیں۔وہ تینوں صبح سات بجے سے بارات کی تیاریاں دیکھ رہے تھے اب قریباً نو بجے وہ لوگ واپس آئے تو سامنے اپنی بیویوں کو باقی کزنوں اور دوستوں کے ساتھ یہاں ڈھولک پروگرام شروع کرتے دیکھ ان تینوں نے صدمے سے کہا کیونکہ شام میں بارات تھی اور وہ سب اپنا ہی شغل لگائے بیٹھی تھیں۔ "یہ کیا کررہے ہو تم سب۔تیاری کرنے کی بجائے یہاں ڈھولک رکھ لی ہے" ماہ دیر نے ان دونوں کے ان سب کے پاس آتے کہا جو خوب انجوائے کررہی تھیں۔ "بھائی ابھی تو اتنا ٹائم ہے اس لیے ہم نے سوچا فضول بیٹھنے سے اچھا ہے ڈھولک رکھ لیں" مہر ماہ نے اسے دیکھتے جواب دیا تو وہ مسکرایا۔ "پر میرا بیٹا اتنی تیاری کرنی ہے وہ کیسے کریں گی کیونکہ اگر آپ لوگوں نے ڈھولک شروع کی ہے تو یقیناً دو ڈھائی گھنٹے تو کہیں نہیں گئے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے معصوم سا چہرہ بناتے اسے دیکھا۔ "بھائی پلیز نا۔ہم

کرلیں گے تیاری" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اپنی بازو واء کرتے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ جس پر وہ فوراً اٹھتے اسکے سینے سے لگی۔"اب میری گڑیا اتنےپیار سے کہے گی تو بھائی کیسے منع کریں گے اپنے شہزادے کو" ماہ دیر نے اسکا سر چوما تو وہ کھلکھلا کر ہنسی جبکہ ضرار اور ماہ دیر نے اسے دیکھا جو انھیں روکنے کی بجائے اجازت دے رہا تھا۔"بھائی آپ سب سے اچھے ہیں" مہرماہ نے خوشی سے چلاتے کہا تو وہ ہنس پڑا جب کہ باقی ان کا پیار دیکھتے مسکرائے۔"میرے باقی دونوں بیٹوں نے نہیں آنا میرے پاس" ماہ دیر نے عائشہ اور ثانیہ کو دیکھتے کہا تو وہ بھی مسکرا کر اٹھتے اسکے سینے سے لگیں جس پر اس نے ان دونوں کا سر چوما۔"ویسے یہ صبح صبح ڈھولک کا آئیڈیا کس کو آیا" اب کی بار شہریار نے مہرماہ کی ناک دباتے پوچھا۔وہ خود بھی انھیں منع نہیں کر سکتا تھا۔"آپکی بیگم کو" مہرماہ نے شرارت سے مریم کی طرف اشارہ کرتے کہا تو شہریار نے مریم کو دیکھا جس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ اسکے چہرے پر رات والے واقعے کا اب شبہ تک نا تھا۔ وہ اب نارمل تھی۔شہریار نے اسے پوری رات میں ایک پل کو بھی خود سے دور نہیں کیا تھا۔"پھر صحیح ہے میری بیگم کا حکم سر آنکھوں پر" شہریار نے کہا تو سب نے تالیاں بجائی جس پر شہریار مسکرایا جب کہ مریم جھینپ گئی۔"آہاں بھائی ہمارے سامنے ہی آپ اپنی بیگم سے فلرٹ کر رہے ہیں" عائشہ نے اسے چھیڑا تو اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا جس پر سب مسکرائے جبکہ ثانیہ نے مسکراہٹ دباتے اسے دیکھا۔"ضاری بھائی" ثانیہ نے ضرار کو پکارا تو ضرار سمیت سب نے اسے دیکھا۔"جی بھائی کا بیٹا" ضرار نے اسے نرمی سے جواب دیا۔"بھائی مجھے ایک ٹپا یاد آرہا ہے بول سکتی ہوں" ثانیہ نے پوچھا تو ضرار نے

مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلایا۔وہ سمجھ گیا تھا اس کی گڑیا اب شہریار کو تنگ کرنے والی ہے۔"تو سنیں باری برسی کھڈن گیا سی کھڈ کے لیاندا" ثانیہ نے یکدم اونچی آواز میں کہا تو سب لڑکیوں نے اسے دیکھا۔"کی ! ! " ان سب نے بیک وقت پوچھا۔

باری برسی کھڈن گیا سی کھڈ کے لیاندا کرم

میں کی کہہ سکدی دیور میرا بے شرم

ثانیہ نے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا جبکہ شہریار نے گھور کر اسے دیکھا۔سب بڑے بھی اسکی بات پر ہنس پڑے۔ سب ہی ان دونوں کو دیکھتے پرسکون تھے۔ان دونوں نے اپنے ماضی کو بھلاتے حال کے تعلقات کو اچھا کیا تھا۔وہ ماضی میں منگیتر تھے پر اب وہ دوستوں کی طرح ایک دوسرے کو تنگ کرتے تھے اور بھابھی دیور کی طرح ایک دوسرے کو سپورٹ کرتے تھے جسے دیکھ سب خوش تھے۔ان دونوں نے ماضی کی رنجشوں کو بھلاتے حال کے رشتوں کو قبول کرلیا تھا جو سب کیلئے بہترین ثابت ہوا تھا۔"چھپکلی کہیں کی باز آجاؤ۔اب تم نے ہمارے گھر ہی آنا ہے۔اپنے بھائی کو کہہ کر تم پر ظلم کرواؤں گا" شہریار نے اسے گھورتے کہا تو ثانیہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔"جعلی وکیل کے کبھی نا پورے ہونے والے خواب" ثانیہ نے ایک ادا سے کہا تو سب ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے جبکہ شہریار اسے گھور کر رہ گیا۔"ہاہاہاہاہا میرا بیٹا بھائی کا لاڈلہ۔یہ ہوئی نا بات۔کیا بے عزتی کی ہے اس جعلی وکیل کی" ضرار نے ہنستے ہوئے کہا تو اس نے سر خم کرتے داد وصول کی۔"شکریہ بھائی" اس نے معصوم بنتے داد وصول کی جس پر سب نے پھر قہقہہ لگایا جبکہ شہریار بھی ہنس پڑا۔"اچھا بس بہت

ہو گئیں باتیں اب یہاں آجائیں آپ تینوں" مریم نے ان تینوں کو آواز لگائی تو وہ ماہ دیر سے دور ہوتے جاتے زمین پر بیٹھ گئیں۔ "چلو مہرو شروع کرو تم نے کہا تھا کہ ٹپا تم شروع کرو گی" یشائم نے کہا تو مہرماہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اپیہ یہ خاص آپکے لیے" مہرماہ نے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ "باری برسی کھڈن گیا سی کھڈ کے لیاندا" مہرماہ نے کہتے ان سب کو دیکھا۔ "کی ! ! " ان سب نے ہم آواز جواب دیا۔

باری برسی کھڈن گیا سی کھڈ کے لیاندا آڑو

جیجی ساڈی عیش کرے جیجا مارے جھاڑو ! !

مہرماہ نے کہا تو ان سب نے ہوٹنگ کرتے تالی بجائی جبکہ ثانیہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "استغفر للہ مسز راجپوت کیسی الٹی پٹیاں پڑھا رہی ہو گڑیا کو" ضرار نے مہرماہ کو دیکھتے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "ضار آپ چپ رہیں ورنہ جھاڑو آپ سے ہی لگواؤں گی میں" مہرماہ نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا جبکہ ضرار نے اسے گھورا۔ "وہاج کے بابا آج جھاڑو لگائیں گے" مہرماہ نے اسکے گھورنے پر کہا تو سب پھر ہنسیں جبکہ ضار نے بھی ہنستے نفی میں سر ہلا گیا۔ "چلو بھئی اگر تم دونوں نے ذلالت کروالی ہو تو بیٹھ جاؤ" ماہ دیر نے ایک طرف صوفے پر بیٹھتے ان دونوں کو دیکھتے کہا تو ان دونوں نے اسے گھورا جس پر وہ ہنسا جبکہ وہ دونوں اسے صلواتیں پیش کرتے اسکے ساتھ بیٹھ گئے۔ "چلو بھئی اب کس کی باری ہے" مریم نے پوچھا تو ان سب نے یشائم کی طرف اشارہ کیا۔

منہ وچ اے پان ماہیا

منہ وچ اے پان ماہیا

کسی کو لوں نئی ڈر دے

اسی ذات دے پٹھان ماہیا

یشائم نے مریم کو ساتھ لگاتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی جبکہ باقی بھی ہنس پڑے۔ "واہ واہ یشائم کمال کردیا" عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ویسے بھائی اس بات کا جواب آپ کو دینا چاہئے" ثانیہ نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا تو ماہ دیر نے اپنی بیوی کو دیکھا جو آئی برو اچکاتے اسے دیکھ رہی تھی۔

تسی ذات دے پٹھان ہوندے

تسی ذات دے پٹھان ہوندے

دل تانو دے دتا

ہن تاڈے ڈر تے وی نثار ہوندے

ماہ دیر نے آنکھ ونک کرتے کہا تو وہ ہنس دی جبکہ باقی سب نے انکی نظر اتاری۔ "اب میری باری" ضرار نے اونچی آواز میں اعلان کیا۔

گلدان وچ پھل سٹیا

گلدان وچ پھل سٹیا

گڑی نو اکھ ماری

اوندے بھائی مینوں رج کٹیا

ضرار نے مہرماہ کو آنکھ مارتے کہا تو سب ہنس پڑے جبکہ ماہ دیر نے اسکی کمر میں مکہ مارا۔ "سالے"

ضرار نے مدھم آواز میں کراہتے کہا۔ "تو نے میری بہن کو آنکھ ماری میں نے تجھے کُٹ دیا" ماہ دیر نے شانے اچکاتے کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

گلدان وچ پھل سٹیا

گلدان وچ پھل سٹیا

مینوں مزا آگیا

جدوں بھائی میرا تینوں کٹیا

مہرماہ نے ضرار کو دیکھتے مسکراہٹ دباتے کہا تو ضرار نے اسے گھورا جبکہ مہرماہ سمیت باقی سب قہقہہ لگا گئے۔ "بہت شرارتی ہوگئی ہو تم مسز راجپوت" ضرار نے کہا تو اس نے ناک سے مکھی اڑائی جسے دیکھ وہ ہنس دیا۔ "اب میری باری" مریم نے کہا تو سب نے اسے دیکھا جسکی نظر شہریار پر تھی۔

ہٹیاں تے روں ماہیا

ہٹیاں تے روں ماہیا

لوکاں دے ہزار ہوندے

میرا کلا کلا تو ماہیا

مریم نے شہریار کو دیکھتے کہا وہ مسکرایا جبکہ باقی سب نے انکی نظر اتاری۔وہ سب شہریار کے منہ سے مریم کی رات والی کیفیت کا سن چکے تھے اور جس طرح شہریار رات سے مریم کو سنبھال رہا تھا وہ بھی کسی سے ڈھکا چھپا نا تھا۔

ہٹیاں تے روں ماہیا

ہٹیاں تے روں ماہیا

لوکاں کولوں کی لینا

میں رواں گا تیرا ماہیا

شہریار نے اسے دیکھتے کہا تو سب مسکرائے جبکہ مریم نے شرماتے سر جھکایا۔اب میری باری عائشہ نے اونچی آواز میں کہا۔

کوئی دروازہ رنگ کیتا

کوئی دروازہ رنگ کیتا

اک دکھ سجنا دا

اوتو مچھراں نے تنگ کیتا

عائشہ نے کہتے سب کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا۔"عائشہ آپی لگتا ہے آپکو اسد بھائی کی یاد آرہی ہے" اسکی کسی کزن نے ہانک لگائی تو عائشہ نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے ہاں میں سر ہلایا جس پر سب نے پھر قہقہہ لگایا۔"اچھا بچوں اب بس کرو اب تیاری کرلو" دراب صاحب نے ٹائم دیکھتے

کہا تو ان سب نے انھیں دیکھا۔ ”ماموں جان ابھی تھوڑی دیر اور“ مہرماہ نے انھیں دیکھتے بچوں کی طرح کہا۔ ”میری جان اب ٹائم دیکھیں نا پھر تیاری کرنی ہے“ دراب صاحب نے اسے پیار سے کہا۔ ”اچھا ماموں جان بس پانچ منٹ اور بس شہریار بھائی سے ایک گانا سن لیں“ مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرائے۔ ”اچھا چلیں میرا بچہ لیکن اسکے بعد بس“ دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرائی اور شہریار کو دیکھا۔ ”شہریار بھائی ایک گانا“ مہرماہ نے معصومیت سے فرمائش کی جس پر سب مسکرائے جبکہ ضرار کو اس پر بے انتہا سے پیار آیا۔ ”اچھا میرا بیٹا کونسا گانا“ شہریار نے ہاتھ بڑھاتے اس کے بال سہلاتے پوچھا۔ ”کوئی بھی اچھا سا جو رخصتی کے مطابق ہو یا پھر شادی کے بارے میں“ مہرماہ نے کہا تو اس نے چند لمحے سوچا پھر ہاں میں سر ہلایا اور اگلے ہی لمحے اسکی بھاری سحر انگیز آواز لاؤنج میں گونجی۔

کچھ بھی نہیں ہے

تیرے قدموں سے آگے (3)

شہریار نے گانا شروع کیا تو سب نے اسے دیکھا۔جبکہ ثانیہ اور عائشہ بھی مسکرائیں۔

تجھ سے جو باندھے میں نے

ٹوٹے گیں نا دھاگے (3)

شہریار صوفے سے اٹھتے مریم کے پاس بیٹھتے گنگنایا تو سب نے انکی نظر اتاری جبکہ مریم نے اسکی بازو پر سر رکھا۔

ہاتھ میرا تھاما تو نے

تیری مہربانیاں

اب کی بار ضرار مہرماہ کا ہاتھ تھامتے اسے کھڑا کرتے گنگنایا جس پر اس نے مسکراتے اسے دیکھا جبکہ باقی سب نے انکی نظر اتاری۔

میرے نام اب سے تیری

ساری پریشانیاں

ماہ دیر نے یشائم کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔یہ سچ ہی تو تھا اس نے واقعی اسکی ہر پریشانی خود پر لے لی تھی۔

مدھانیا!!

ہائے وے میرے ڈاڈیا ربا

کناں جمیاں کناں نے لے جانیاں

وہ تینوں کھڑے ہوتے باری باری ثانیہ اور عائشہ کے سر پر ہاتھ رکھتے گنگنائے تو ان دونوں کے ساتھ ساتھ باقی سب کی آنکھیں بھی نم ہوئیں۔اپنے گھر والوں کو چھوڑنا نا بیٹی کیلئے آسان ہوتا ہے اور نا ہی اپنی بیٹی کسی دوسرے کو دینا گھر والوں کیلئے۔اور وہ لوگ اپنے جگر کے ٹکروں کو آج رخصت کرنے والے تھے آنکھیں خود بخود نم ہو رہی تھیں۔

ہائے وے میرے ڈاڈیا ربا

وہ تینوں دوبارہ گنگنائے تو وہ اب کی رو پڑیں جس پر خلیل صاحب اور تنزیل بیگم نے اپنے اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنے ساتھ لگایا۔ انکی خود کی آنکھیں بھی نم تھیں۔ جبکہ یہی حال باقی سب کا تھا۔ "شش میرا بچہ روتے نہیں ہیں" خلیل صاحب نے ثانیہ کا سر سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور انکا ہاتھ تھامتے انکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اسے آنکھوں سے لگایا۔ "مجھے آپ سب کی یاد آئے گی بابا" ثانیہ نے کہا تو خلیل صاحب نے اسکا ماتھا چوما جبکہ مہرماہ اور ماہ دیر نے آگے ہوتے ان دونوں کے گرد حصار باندھا۔ "میری گڑیا ایسے روتے نہیں ہیں۔ دور تھوڑی جارہی ہو۔ بس اپنی اماں سائیں کے گھر جارہی ہو۔ رونا بند کرو میری بیٹی" تنزیل بیگم نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "ماما پر پھر میں روز آپ سب کے پاس نہیں ہونگی اس لیے رونا آرہا ہے" عائشہ نے سوں سوں کرتے کہا تو انھوں نے اسے خود میں بھینچا جبکہ ضرار فردوس بیگم نے انکے گرد حصار باندھا اور دراب صاحب نے نرمی سے عائشہ کے بال سہلائے۔ مریم اور یشائم بھی ایموشنل ہوتے جاتے اپنے ماما بابا کے ساتھ لگی جبکہ شہریار نے مسکراتے ان سب کو دیکھا۔ "ہمیں بھی آپ کی یاد آتی ہے" مریم نے عالمگیر خان کے سینے سے لگتے کہا۔ "جی بابا اور کبھی کبھی اتنی زیادہ آتی ہے" یشائم نے بھی کہا تو فہمیدہ خان نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ "میری پیاری گڑیا۔ بابا کے پیارے بیٹے۔ ہمیں بھی آپکی یاد آتی ہے پر آپکو جب ہم خوش دیکھتے ہیں پھر ہم مطمئن ہوجاتے ہیں" عالمگیر خان نے ان دونوں کے ماتھے پر باری باری بوسہ دیتے کہا تو وہ دونوں مسکراتے اپنے ماما بابا کے حصار میں بیٹھ گئیں۔ "بیٹی کو رخصت کرنا کتنا

مشکل ہے۔یہ بیٹی والوں سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔میں اپنی بیٹی کو کبھی خود سے دور نہیں کروں گا" شہریار نے زیرِ لب کہا اور اپنی آنکھ کے کنارے کو صاف کرتے انھیں دیکھنے لگا جو اب ایموشنل ہوئے تھے۔

"کتنا پیارا لگ رہا ہے میرا بیٹا" مہرماہ نے کمرے میں داخل ہوتے وہاج کو دیکھتے کہا جسے ضرار فیڈر پلا رہا تھا۔اسکی آواز پر ضرار نے وہاج سے نظر ہٹاتے اسے دیکھا جو اس وقت مہرون کلر کی شارٹ فراک ساتھ پلازو پہنے نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔اس نے آج بھی میک اپ لائٹ سا کیا تھا جبکہ بالوں کو کھلا چھوڑتے اس نے ہلکے سے کرل ڈالتے کندھوں پر اچھے سے سیٹ کیا تھا۔ہاتھوں میں اسے آج گولڈ کی چوریاں پہن رکھی تھیں۔وہ اس وقت ضرار کو آسمان سے اتری اپسرا لگ رہی تھی۔جبکہ ضرار اس وقت سیاہ شلوار قمیض پہنے ساتھ سفید اجرک اوڑھے کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔پاؤں میں پشاوری سیاہ چپل پہنے ہاتھ میں برینڈڈ گھڑی پہنے وہ اپنی تمام تر وجاہت سمیت کھڑا مہرماہ کا دل دھڑکا چکا تھا۔ضرار نے وہاج کو آج بھی بلکل اپنے جیسی ڈریسنگ کروائی تھی۔سیاہ شلوار قمیض میں وہاج ننھا سا گڈا لگ رہا تھا جسے دیکھ وہ دونوں اسکی نظر اتار گئے۔مہرماہ باقی لڑکیوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں تیار ہورہی تھی اور اب وہ تیار ہوتے کمرے میں آئی تھی اور اسکے کمرے میں آتے ہی ضرار جیسے مبہوت ہوگیا تھا۔وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا جبکہ اس کی نظروں سے مہرماہ کنفیوز ہورہی تھی۔"ضار" مہرماہ نے اسکے یوں دیکھنے پر نگاہیں جھکاتے اسے پکارا

تو وہ ہوش میں آیا۔ "جی ضار کی جند جان" اس نے مہرماہ سے نگاہیں ہٹائے بغیر پوچھا۔ "ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں" مہرماہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا اور وہاج کو نرمی سے بیڈ پر لٹاتے کھڑا ہوا جبکہ اسکے یوں کھڑے ہونے پر بے اختیار مہرماہ دو قدم پیچھے ہوئی۔ اسکے یوں پیچھے ہونے پر ضرار مسکرایا اور اسے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں الجھائے نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ ضرار اسے دیکھ مسکرایا اور اسکی طرف بڑھا جبکہ اسکے اپنی طرف بڑھتے دیکھ مہرماہ نے اپنے قدم پیچھے لینے چاہے پر ضرار ہاتھ اسکی بازو پکڑتے اسکی کوشش ناکام بنا چکا تھا۔ اس نے مہرماہ کی بازو کو نرمی سے پکڑا اور اسے ہلکا سا کھینچتے اپنے قریب کیا جس پر مہرماہ نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سینے پر رکھے اور آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا جو محبت و عقیدت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسکے دیکھنے پر ضرار مسکرایا اور نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکے چہرے پر آئی لٹ کو پیچھے کر گیا جبکہ وہاج اپنے ماما بابا کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔ "تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو ماہ بلکل کسی حسین خواب کی تعبیر کی طرح" ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مزید چہرہ جھکا گئی۔ اسکے رخسار گلابی ہوئے تھے جبکہ گردن نے کا رنگ بھی بدلا تھا یہاں تک کہ کان کی لو بھی سرخ ہوئی تھی۔ ضرار نے محظوظ ہوتے اسے دیکھا۔ "اتنا خوبصورت لگنا اوپر سے یوں بلش کرنا قانوناً جرم ہے مسز راجپوت" ضرار نے اسکے یوں شرمانے پر ضرار نے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی تو مہرماہ نے اسکی اجرک جکڑی جس پر ضرار نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "ماہ مجھے دیکھو" ضرار نے اسکی ٹھوڑی نرمی سے تھامتے کہا تو مہرماہ نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا لیکن اگلے ہی پل اسکی محبت سے بھری آنکھوں کو دیکھتے نظریں جھکا گئی۔ "کیا ہوا اتنا شرما کیوں رہی ہو" ضرار

نے ہولے سے ہنستے پوچھا اور اسکا سر اپنے سینے سے لگایا۔ ”آپ۔۔ایسے تعریف۔۔کری جارہے۔۔ہیں اور۔۔دیکھی۔۔بھی جارہے۔۔ہیں“ مہرماہ نے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر لب رکھ گیا۔ ”اب میرا بچہ اتنا پیارا لگے گا تو میں کیسے نظر ہٹاؤں گا“ ضرار نے کہا تو مہرماہ کے چہرے پر شرگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”اتنی بھی۔۔پیاری نہیں۔۔لگ رہی“ مہرماہ نے اس کے دل کے مقام پر انگلی سے مہرماہ لکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تم اس وقت بے حد پیاری لگ رہی ہو۔اتنی کہ تمھارے سر سے پوری دنیا بھی وار دوں تو کم ہے“ ضرار نے کہا تو اس نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ ”نہیں کریں نا“ مہرماہ نے بچوں کی طرح کہا۔ ”کیا نا کروں روحِ من“ ضرار نے اسکے رخسار کو چھوتے پوچھا۔ ”ایسے۔۔نا دیکھیں۔۔اور تعریف۔۔بھی نا۔۔کریں“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس دیا۔ ”روحِ من تم قابلِ تعریف ہو تو میں کیسے تمھاری تعریف نا کروں“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”بس کردیں ضار“ مہرماہ نے اسکے سینے سے ماتھا ٹکاتے کہا۔ ”جو حکم میری جان“ ضرار نے اس کے کندھے پر ہونٹ رکھتے کہا جس پر مہرماہ نے گہری سانس بھری۔ ”تم نے بتایا نہیں میں کیسا لگ رہا ہوں“ ضرار نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ ”آپ بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ مہرماہ کا عشق لگ رہے ہیں۔ میری دعاؤں کا صلہ لگ رہے ہیں۔ میری کل کائنات لگ رہے ہیں“ مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا تو ضرار مسکرایا اور جھکتے نرمی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ ”تمھارا عشق بننا میرے لیے شرف کی بات ہے“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی عین اسی پل وہاج نے ہلکی سی آواز نکالی جس پر ان دونوں نے اسے دیکھا جو انھیں ہی دیکھ رہا تھا یقیناً اسے اپنے ماما بابا کی توجہ چاہیے تھی

خاص کر اپنی ماما کی جو پچھلے دو گھنٹوں سے اس سے دور تھی۔ "ایک ہمارا لاڈلہ تھوڑی دیر مجھے تمھارے پاس برداشت نہیں کرتا" ضرار نے دانت کچکاتے وہاج کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے کہا تو وہ ہنسی اور بیڈ پر بیٹھتے وہاج کو اٹھاتے اپنے ساتھ لگا گئی جس پر وہ مسکرایا۔ "میرا بچہ۔ ماما کا بیٹا کتنا پیارا لگ رہا ہے۔ ایک دم گڈے جیسا" مہرماہ نے وہاج کی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو اس نے مہرماہ کا چہرہ چھوا۔ "ماما کے بیٹے کو ماما کو ٹچ کرنا ہے" مہرماہ نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہاج مسکرایا۔ اسکے ہاتھ مہرماہ کے بالوں کو اور چہرے کو چھونے کی کوشش کر رہے تھے جسے دیکھ وہ اپنا چہرہ اسکے پاس کرتی پھر اس کے چھونے سے پہلے ہی پیچھے کر لیتی جس پر وہاج اسے دیکھتا تو وہ ہنس دیتی جبکہ ضرار اپنی کل کائنات کو دیکھتے مسکرا رہا تھا۔ "میری جان کا ٹکڑا۔ بابا جیسا لگ رہا ہے بلکل" مہرماہ نے اسکے رخسار کو چومتے کہا تو وہاج پھر مسکرایا جس پر وہ بھی مسکرائی جبکہ ضرار نے اپنی جیب سے پیسے نکالتے ان دونوں کے سر سے وارتے انکی نظر اتاری اور جھکتے ان دونوں کا سر چوم گیا۔ "ماشاءاللہ میرے دونوں بچے بہت پیارے لگ رہے ہیں" ضرار نے بیڈ پر بیٹھتے ان دونوں کو حصار میں لیا جس پر مہرماہ مسکرائی جبکہ اپنے بابا کو دیکھتے وہاج نے اسکی اجرک اپنی ننھی سی مٹھی میں جکڑی جسے دیکھتے وہ دونوں مسکرائے اور دونوں اطراف سے اسکے رخسار پر لب رکھ گئے جو یقیناً وہاج کو پسند آیا تھا تبھی وہ مسکرایا جسے دیکھ ضرار اور مہرماہ نے اسکے گرد حصار نرمی سے مضبوط کیا اور اسے دیکھنے لگے جو کبھی مہرماہ کے بالوں کو پکڑتا تو کبھی ضرار کی اجرک کو۔

"ماشاءاللہ میرے دونوں بھائی بہت پیارے لگ رہے ہیں۔ اللہ پاک آپ دونوں کو نظرِ بد سے بچائے" شہریار نے کمرے میں داخل ہوتے اسد اور عامر کو دیکھتے کہا اور ساتھ ہی اپنی جیب سے پیسے نکالتے باری باری ان دونوں کے سر سے وارتے ان کی نظر اتار گیا جس پر وہ دونوں مسکرائے۔ عامر اس وقت سیاہ شیروانی پہنے کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا جبکہ اسد اس وقت گولڈن رنگ کی شیروانی پہنے بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ ان کے برعکس شہریار اس وقت ضرار کی طرح ہی سیاہ شلوار قمیض اور کندھوں پر سفید اجرک اوڑھے اپنی تمام تر وجاہت سمیت کھڑا بے حد حسین لگ رہا تھا۔ "شکریہ میرا بچہ۔ تم بھی بے حد اچھے لگ رہے ہو" عامر نے اسکے پاس آتے اسکا ماتھا چوما اور اسکے سر سے پیسے وارتے اسکی نظر اتار گیا۔ اسد کی نظر وہ کافی دیر پہلے اتار چکا تھا۔ "واقعی بھائی آپ بہت پیارے لگ رہے ہیں" اسد نے بھی آگے آتے اس کے رخسار کو چوما اور اسکے سر سے پیسے وارتے اسکا صدقہ نکال گیا۔ "شکریہ۔ آپ دونوں تیار ہیں" شہریار نے پوچھا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں پھر نیچے آجائیں۔ رسومات شروع کرنی ہیں" شہریار نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے ساتھ نیچے کی جانب بڑھے جہاں خوبصورتی سے سجا پورا لاؤنج اس وقت مہمانوں سے بھرا پڑا تھا۔ وہ تینوں بھائی ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا ملا کر چلتے بے حد اچھے لگ رہے تھے۔ وہ تینوں چلتے نیچے آئے۔ عامر اور اسد شاہجہاں بیگم کی طرف بڑھ گئے جبکہ شہریار مریم کے پاس آیا جو اس وقت گولڈن رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے آسمان سے اتری حور لگ رہی تھی۔ اس نے کندھوں پر اچھے سے ڈوپٹہ سیٹ کیے سر پر ہم رنگ حجاب اور چہرے پر نقاب کیا تھا۔ وہ پردے

میں شہزادی لگتی تھی شہریار غلط نا کہتا تھا۔اس نے بلکل ہلکا سا میک اپ کیا تھا جبکہ جیولری میں آج شاہجہاں بیگم کا دیا ہوا خاندانی سونے کا سیٹ پہنا تھا۔"تم ٹھیک ہو" شہریار نے اسکے پاس آتے پوچھا۔"ہاں جی ٹھیک ہوں" مریم نے جواب دیا تو وہ مسکرایا۔"الحمداللہ کسی بات کو لے کر پریشان نہیں ہونا۔میں تمھارے پاس ہی ہوں" شہریار نے نرمی سے کہا تو اس نے مسکراتے ہاں میں سرہلایا اور سامنے دیکھ جہاں شاہجہاں بیگم عامر اور اسد کوپیار کررہی تھیں۔"ماشاءاللہ میرے بچے بہت لگ رہے ہیں" شاہجہاں بیگم نے ان دونوں کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرائے۔"ویسے آپ بھی کچھ کم پیاری نہیں لگ رہی اماں سائیں" عامر نے انکا ماتھا چومتے کہا جو اس وقت لائٹ براؤن کلر کی شلوار قمیض پہنے سر پر ڈوپٹہ لیے پر شفقت آنکھوں سے انھیں دیکھ رہی تھیں۔"ہاں نا میں تو سوچ رہا ہوں کوئی دادا جی پسند ہی نا کرلیں انھیں" اسد نے شرارت سے کہا تو شاہجہاں بیگم نے اسے گھورا جبکہ باقی سب قہقہہ لگا گئے۔"بدمعاش سدھر جاؤ" شاہجہاں بیگم نے اسے گھورتے اسکا کان پکڑا تو وہ ہنسا۔"چھوڑ دیں آج میری شادی ہے" اسد نے کہا تو وہ مسکراتے اس کا کان چھوڑتے اسکا ماتھا چوم گئیں۔"میرا بچہ اب بس مستی بند کرو اور بیٹھو سہرابندی کی رسم شروع کرنی ہے پھر نکلنا بھی ہے" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور عامر کے ساتھ صوفے پر بیٹ گیا۔ان کے بیٹھتے ہی شاہجہاں بیگم آگے بڑھیں اور ٹیبل پر رکھے پیسے اٹھاتے انکے سر سے وارنے لگیں۔"اللہ پاک میرے بچوں کو نظرِ بد سے محفوظ رکھے اور تم دونوں کی شریکِ حیات کو تمھارے لیے سکون کا باعث بنائے۔اللہ پاک تم لوگوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور تمھاری محبت میں برکت پیدا کرے"

شاہجہاں بیگم نے پیسے وارتے انکی نظر اتاری جس پر وہ مسکرائے اور آمین کہہ گئے۔ شاہجہاں بیگم نے کچھ دیر پہلے ہی مریم اور شہریار کی نظر بھی اتاری تھی جو ساتھ کھڑے بے حد پیارے لگ رہے تھے۔ شاہجہاں بیگم نے وہ پیسے انکے ماتھے سے لگاتے ایک طرف رکھے جس پر وہ دونوں مسکرائے۔ "مریم بیٹا یہاں آؤ" شاہجہاں بیگم نے اسے پکارا تو وہ چلتے ان کے پاس آئی جسے دیکھ شاہجہاں بیگم نے اسکی طرف ایک باریک سفید کپڑے پر سلا چوڑا سیاہ کپڑا جس پر گولڈن رنگ سے "ماشاءاللہ" لکھا تھا بڑھایا جسے وہ تھام گئی۔ "مریم یہ "امام ضامن" ہے۔ یہ عموماً بارات والے دن بہنیں اپنے بھائیوں کے بازو پر باندھتی ہیں اور ساتھ ہی انھیں دعا دیتی ہیں جس پر بھائی اپنی بہن کو نیگ دیتے ہیں۔ ان دونوں کی کوئی بہن نہیں ہے پر تم ہو۔ یہ دونوں تمھیں بہن مانتے ہیں تو میں چاہتی ہوں یہ رسم تم کرو" شاہجہاں بیگم نے کہا تو مریم نے انھیں دیکھا پھر شہریار کو دیکھا جس نے ہاں میں سر ہلایا جسے دیکھ وہ مسکرائی اور ان دونوں کی طرف بڑھی۔ "عامر بھائی ! اسد بھائی اللہ پاک آپکی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے۔ آپکو ہر معمت سے نوازے۔ کبھی کسی غم کو آپکی دہلیز پار نا کرنے دے۔ اللہ پاک ہمیشہ آپکو یونہی ہنستا بستا رکھے" مریم نے پہلے عامر کے دائیں بازو امام ضامن باندھا پھر اسد کے اور ساتھ ہی انھیں ڈھیروں دعائیں دیتے زیرِ لب آیت الکرسی پڑھتے ان دونوں پر پھونکی جس پر ان دونوں نے باری باری اسکے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنی جیب سے نوٹوں کی موٹی گڈیاں نکالتے اسکی طرف بڑھائیں۔ "بھائی اتنے سارے پیسے؟ میں کیا کروں گی۔ رہنے دیں" مریم نے انھیں دیکھتے معصومیت سے پوچھا تو وہ دونوں کھڑے ہوئے۔ "میرا بچہ آپ میری بہن ہیں میری گڑیا ہیں تو بھائی

آپکو نیگ دے رہے ہیں منع نہیں کرتے۔ شاباش میرا بچہ یہ پیسے رکھو اور اس سے اپنے لیے کچھ لے کر آنا" عامر نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکے ہاتھ سے پیسے پکڑے۔ "اور مجھ سے نہیں لینے میری گڑیا نے۔ میں بھی تو بھائی ہوں نا" اسد نے بھی کہا تو اس نے اسکے ہاتھ سے پیسے پکڑے اور ان دونوں کا شکریہ ادا کیا جس پر ان دونوں نے اسکے سر پر مسکراتے ہاتھ رکھا تو وہ مسکرائی اور جاتے شہریار کے پاس کھڑی ہو گئی۔ "یہ دیکھیں سائیں" مریم نے شہریار کے پاس جاتے اسے پیسے دکھائے تو وہ مسکرایا۔ "ارے واہ میرا بچہ تو مجھ سے بھی زیادہ امیر ہو گیا ہے" شہریار نے اسے دیکھتے کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر وہ مسکرایا۔ "آپ ابھی یہ اپنے پاس رکھ لیں۔ مجھ سے گم جائیں گے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے پیسے اپنی جیب میں ڈالے۔ ا"ب نہیں گمیں گے" شہریار نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس سامنے دیکھنے لگی جہاں اب شاہجہاں بیگم اگلی رسم کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ "شہریار بیٹا سہرے پکڑاؤ" شاہجہاں بیگم نے اسے کہا تو وہ آگے بڑھا اور دونوں سہرے اٹھاتے ایک انھیں پکڑایا جسے وہ عامر کے ماتھے کے گرد باندھ گئیں۔ "ماشاء اللہ میرا بیٹا اللہ پاک تمھیں خوشیاں دے" شاہجہاں بیگم نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرایا جبکہ شہریار نے دوسرا سہرا انھیں پکڑایا جسے انھوں نے آگے بڑھتے اسد کے ماتھے کے گرد باندھ گئیں۔ "اللہ پاک میرے لاڈلے بیٹے کو خوش رکھے" شاہجہاں بیگم نے اسکا سر چومتے دعا دی تو وہ مسکرایا۔ "اماں سائیں اب نکلیں ٹائم زیادہ ہو رہا ہے" شہریار نے سہرا بندی کی رسم مکمل ہوتے ہی کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر اور اسد بھی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے جبکہ مہمان سب اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف

بڑھے۔ ”بھائی ایک منٹ رکیں“ مریم نے عامر اور اسد کو کھڑے ہوتے دیکھ کہا جس پر ان دونوں نے اسے دیکھا جو اب کچن کی طرف بڑھ رہی تھی۔ شہریار اور شاہجہاں بیگم بھی اسے دیکھ رہے تھے جو دو منٹ بعد ہی ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پیالی پکڑے باہر آئی اور آتے ان دونوں کے سامنے کھڑی ہوگئی جس پر سب نے پہلے اسے پھر اس پیالی کو دیکھا جس میں کھیر تھی۔ ”بھائی ہم پٹھانوں میں ایک رسم ہوتی ہے جس میں بارات نکلنے سے پہلے دلہے کی بہن اسے میٹھا کھلاتی ہے۔یہ رسم اس لیے کی جاتی ہے کیونکہ کسی بھی خوشی کے کام کو شروع کرنے سے پہلے میٹھا کھانا اچھا ہوتا ہے تو میں نے کھیر بنوائی تھی تاکہ میں آپ دونوں کے ساتھ یہ رسم کرسکوں۔تو میں کرلوں“ مریم نے انھیں رسم کا بتاتے آخر میں اجازت مانگی تو وہ دونوں مسکرائے۔ ”ہمارا بچہ کرلو رسم۔بھائی صدقے اتنی پیاری گڑیا اور اسکی معصوم سی رسم پر“ ان دونوں نے یک زبان کہا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ مسکرائی۔ اس نے کھیر کا ایک چمچ اٹھاتے عامر کی طرف بڑھایا جسے وہ فوراً کھا گیا۔عامر کو کھلاتے اس نے ایک اور چمچ بھرا اور اب کی بار اسد کی طرف بڑھایا جس نے اسکے ہاتھ سے کھیر کھاتے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ ”اب اسکی نیگ ہم اپنی گڑیا کو وہاں پہنچ کر دیں گے۔کیونکہ یہ سپیشل رسم ہماری لاڈلی نے کی اور ہمارے لیے خاص کھیر بھی بنوائی تو نیگ بھی خاص ہونی چاہئے“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چلو بچوں اب چلیں“ شاہجہاں بیگم نے ان سب کی نظر اتارتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے انکے ساتھ باہر کی جانب بڑھے۔ سب لوگ باہر آتے اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھے۔شہریار اور مریم ایک گاڑی میں تھے۔ اسد اپنی گاڑی میں تھا جبکہ عامر اور شاہجہاں بیگم ایک گاڑی میں بیٹھے تھے اور باقی

مہمان اپنی اپنی گاڑیوں میں تھے۔ملک ولا سے ایک ساتھ لگ بھگ ڈھائی سو سے زائد گاڑیاں نکلی تھیں جبکہ انکے پیچھے سو گاڑیاں گاڑیاں گارڈز کی تھیں۔سب سے آگے عامر کی گاڑی تھی جبکہ اسکے پیچھے اسد اور شہریار کی گاڑیاں تھیں۔انکے برعکس مہمانوں کی گاڑیاں تھیں جو کہ بنا رکے سے آتش بازی کررہے تھے۔پورا شہر رک رک کر ان دو دیوانوں کی بارات کو دیکھ رہا تھا جو شہزادوں کی طرح اپنی شہزادیوں کو لینے جارہے تھے۔آج قسمت نے کھل کر ان پر رحم کھایا تھا۔بے تحاشا اذیتوں کے بعد بلآخر آج انکی محبت انکی ہونے والی تھی۔دونوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔

"مہرو چوڑیاں لے آؤ۔رسم شروع کریں"یشائم نے مہرماہ کو کہا تو مہرماہ نے اسے ہاں میں سرہلایا جبکہ یشائم واپس عائشہ اور ثانیہ کی طرف متوجہ ہوئی جو مکمل تیار تھیں۔صرف انھیں چوڑیاں پہنانا باقی تھا۔جبکہ یشائم اس وقت گہرے نیلے رنگ کی شلوار قمیض پہنے کندھوں پر اچھے سے ڈوپٹہ سیٹ کیے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔اس نے گولڈ کی جیولری پہنتے ہلکا میک اپ ہی کیا تھا۔ہاتھوں میں اس نے کپڑوں سے ملتی چوڑیاں پہنی تھی۔وہ اس وقت بے حدپیاری لگ رہی تھی۔وہ لوگ اس وقت یشائم کے روم میں تھیں۔جہاں ان چاروں کے علاوہ عائشہ کی دوست ابیہا بھی موجود تھی۔"بھابھی یہ لیں چوڑیاں" مہرماہ نے دو باکس اسکی طرف بڑھاتے کہا تو یشائم نے ساری چوڑیوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔" اللہ پاک آپکو بہت خوشیوں عطا کرے" اس نے دونوں سیٹ کی چوڑیوں کا ایک حصہ عائشہ اور ایک ثانیہ کو پہناتے دعا دی جس پر وہ مسکرائیں۔"اب میری

باری" مہرماہ نے کہا اور آگے آتے چوڑیوں کا دوسرا حصہ اٹھایا اور ان دونوں کی دونوں کلائیوں میں پہنایا۔ "اللہ پاک آپکے دامن کو دنیا جہان کی نعمتوں سے بھر دے" مہرماہ نے دعا دی ساتھ ہی اپنی دونوں بہنوں کا ماتھا چوما تو وہ مسکرائیں۔ "ابیہا تم بھی کرو رسم" عائشہ نے ابیہا کو ایک طرف کھڑے دیکھ کہا تو اس نے عائشہ کو دیکھا۔ "میں؟" ابیہا نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور قدم قدم اٹھاتے اس کے پاس آئی۔ "ہاں تم۔میں تمھاری دوست ہوں نا تو اپنی دوست کی شادی پر رسم نہیں کروگی" عائشہ نے کہا تو ابیہا نے اسے دیکھا جسکے چہرے پر نرمی تھی۔ "دوست؟ تم نے مجھے دوست کہا" ابیہا نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں میری دوست۔ میری بچپن کی دوست۔میری سکھ دکھ کی ساتھی" عائشہ نے اسکا ہاتھ تھاما تو ابیہا آگے ہوتے اس کے گلے لگی۔ "مجھے معاف کردو عائشہ میں نے تمھارے ساتھ بہت بُرا کیا تھا" ابیہا نے کہا تو عائشہ نے اسکی کمر سہلائی۔ "میں نے تمھیں معاف کیا آبی" عائشہ نے کہا تو ابیہا نے پیچھے ہوتے اسے دیکھا۔وہ بامشکل اپنے آنسو روک رہی تھی۔ "تم نے کیوں معاف کردیا مجھے عاشی" ابیہا نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "کیونکہ تمھاری آنکھوں میں شرمندگی دیکھ کر مجھے دکھ ہوتا ہے۔جانتی ہوں تم نے غلط کیا پر تم نے جو کیا اپنے بھائی کی محبت میں کیا اور میں تمھیں معاف کرتی ہوں کیونکہ شاید اگر تمھاری جگہ میں ہوتی تو میں بھی اپنے بھائیوں کے لیے یہی کرتی یا شاید اس سے زیادہ بُرا کرتی" عائشہ نے کہا تو ابیہا واپس اس کے گلے لگی جبکہ باقی سب نے مسکراتے انھیں دیکھا۔ "شکریہ عائشہ تم بہت اچھی ہو اور میری بہترین دوست ہو" ابیہا نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تم بھی میری بہترین دوست ہو لیکن تم

بلکل اچھی نہیں ہو" عائشہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "رسم نہیں کررہی تمھاری دوست کی شادی ہے" عائشہ نے منہ بناتے کہا تو سب ہنس پڑے جبکہ ابیہا نے مسکراتے مہرماہ سے چوڑیاں پکڑتے اسے پہناتے پھر ثانیہ کو پہناتے رسم مکمل کی۔ "اللہ پاک آپ دونوں کو ہمیشہ خوش و آباد رکھے" ابیہا نے دعا دی تو سب نے آمین کہا۔ "جانتی ہو عائشہ جب تم نہیں تھی تب مجھے پتہ لگا کہ دوست کی جدائی موت کے مترادف ہوتی ہے۔ اور کسی کی دوستی نہیں ٹوٹنی چاہیئے ورنہ دل بھی ٹوٹ جاتا ہے۔جب ہماری دوستی ٹوٹی تب میرا دل ٹوٹ گیا تھا پر تم نے مجھے معاف کردیا تو آج جیسے دل ہلکا ہوگیا ہے" ابیہا نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "بس کرو اب سب ٹھیک ہے" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرائی جب کہ باقی سب بھی مسکرائے۔ "چلیں اب عائشہ آپی اور اپیہ آپ دونوں بیٹھیں آپکی نظر اتارنی ہے ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ دونوں" مہرماہ نے ان دونوں کو دیکھتے پوچھا جو آج حوروں کے حُسن کو مات دے رہی تھیں۔ثانیہ اس وقت گہرے سرخ اور گولڈن امتزاج کا لہنگا پہنے بے حدپیاری لگ رہی تھی۔ اسکے سر پر ڈوپٹہ اچھے سے سیٹ کیا گیا تھا۔ وہ پلوشہ کا لہنگا پہنے ہوبہو پلوشہ جیسی لگ رہی تھی۔ اس کا میک اپ آج بھی نیچرل تھا بس اسے لپ اسٹک سرخ لگائی گئی تھی۔ اس نے جیولری میں بھی پلوشہ کی شادی کا زیور پہنا تھا۔ اس نے اپنی بارات پر اپنی مرحوم ماں کی شادی کا لہنگا پہنا تھا۔ اسے یوں محسوس ہورہا تھا گویا پلوشہ اسکے پاس ہو۔جبکہ اسکے برعکس عائشہ اس وقت روز ریڈ اور گولڈن امتزاج کا لہنگا پہنے ڈوپٹہ اچھے سے سر پر سیٹ کیے واقعی شہزادی لگ رہی تھی۔ اس نے بھی لائٹ سا میک کیے سرخ لپ اسٹک لگائی تھی۔جبکہ جیولری میں اس نے

اپنی ماما کا زیور پہنا تھا۔ وہ دونوں بے حد خوب صورت لگ رہی تھیں۔ اسد ملک اور عامر ملک کے صبر کا صلہ لگ رہی تھیں۔ "ہاں جی آپی اپ دونوں بیٹھیں ہم آپکی نظر اتار دیں" میشائم نے کہا تو وہ دونوں بیٹھیں جس پر مہرماہ نے آگے ہوتے ان کے سر سے پیسے وارتے انکی نظر اتاری۔ اسکے ساتھ ہی میشائم اور ابیہا نے بھی انکی نظر اتاری جس پر وہ مسکرائیں۔ عین اسی پل باہر سے ڈھول اور آتش بازی کی آواز آئی جسے سنتے عائشہ اور ثانیہ کی دھڑکنیں بڑھیں جبکہ وہ تینوں مسکرائیں۔ انھیں زرا سی بھی گولیوں کی آواز نہیں آئی تھی کیونکہ شہریار نے مریم کی وجہ سے منع کیا تھا جس پر سب ہی رضامند ہوگئے تھے۔ ابھی وہ لوگ یونہی کھڑی تھیں جب دروازہ کھلا اور حوریہ اندر آئی۔ حوریہ اس وقت روز پنک کلر کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے اور ماتھے پر بندیاں لگائے نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ وہ کوئی چلتی پھرتی گڑیا معلوم ہورہی تھی۔ ان سب کو بے ساختہ اس پر پیار آیا جو واقعی آسمان سے اتری حور لگ رہی تھی۔ "ماما بابا ذان تے لے ایں بات آدی۔ آدائیں بائل (ماما ! بابا جان کہہ رہیں بارات آگئی ہے۔ آجائیں باہر)" حوریہ نے اندر آتے کہا تو سب نے اسے دیکھا اور اس پر نظر پڑتے ہی ان سب نے آیت الکرسی پڑھتے اسکی نظر پڑی۔ "ماشاءاللہ میں صدقے میں قربان اپنی گڑیا پر" مہرماہ نے آگے بڑھتے حوریہ کو گود میں اٹھاتے ساتھ لگاتے چٹا چٹ اسکے رخسار چوم گئی۔ وہ اس سے ابھی ملی تھی اور حوریہ کو دیکھتے اسکا دل کررہا تھا وہ اپنی بھتیجی پر اپنا آپ وار دے جو بے انتہا پیاری لگ رہی تھی۔ "حولیہ پالی لدلی اے اپو؟ (حوریہ پیاری لگ رہی ہے اپھو)" حوریہ نے اسکی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "جی میرا بچہ

بہت پیاری۔ حوریہ بہت زیادہ پیاری لگ رہی ہے سب سے پیاری لگ رہی ہے اتنی کہ آپکی اپھو کا دل چاہ رہا ہے حوریہ پر اپنا آپ وار دیں" مہرماہ نے اسکے چہرے کے نقوش کو چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جبکہ باقی سب نے ان دونوں کی نظر اتاری۔ "یشی چلو یار بارات آگئی ہے۔ مہرو بچے چلو" ماہ دیر جو کب سے باہر انکا انتظار کر رہا تھا اب خود اندر آتے بولا تو ان دونوں نے اسے دیکھا جو سیاہ شلوار قمیض پہنے ساتھ کندھوں پر سفید اجرک اوڑھے شہزادہ لگ رہا تھا۔ "بھائی وہ بس میں حور کو پیار کر رہی تھی دیکھیں نا کتنی پیاری لگ رہی ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور چلتے اندر ثانیہ اور عائشہ کے پاس آیا۔ "میری گڑیا ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہیں" ماہ دیر نے عائشہ اور ثانیہ کو اپنے ساتھ لگاتے انکا سر چوما تو وہ دونوں مسکرائیں جبکہ انکی آنکھیں نم ہوئیں تھی۔ "میرے بچے اللہ پاک آپ دونوں کو دنیا جہان کی خوشیاں عطا کرے اور غموں کو آپ کی دہلیز کا رستہ بھلا دے" ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا جس پر اس نے دونوں کا ماتھا چوما۔ "میں ابھی آتا ہوں اپنے بچوں کے پاس ابھی باہر آپکے شوہروں کو دیکھ لوں" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا۔ "چلو یشی مہرو ابیہا بچے آپ بھی بارات کا استقبال کرنا ہے اور مہرو بچے یشی تم لوگوں نے رسمیں بھی تو کرنی ہیں آجاؤ" ماہ دیر نے کہا اور آگے بڑھتے مہرماہ کی گود سے حوریہ کو پکڑا۔ "بابا کی گڑیا بہت پیاری لگ رہی ہے ماشاءاللہ اللہ پاک میرے بچے کو ہر بُری نظر سے محفوظ رکھے" ماہ دیر نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے سینے میں بھینچتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی جب کہ باقی سب مسکرائے۔ "اللہ اللہ بابا ذان حولیہ تو اپ شے پال اے (اللہ اللہ بابا جان حوریہ کو آپ سے

پیار ہے)" حوریہ نے اسکے ماتھے پر اپنے ننھے ننھے لب رکھتے کہا۔ "اللہ اللہ بابا کی جان بابا کو اپنی بیٹی سے عشق ہے" ماہ دیر نے اسی کے انداز میں کہتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جبکہ باقی سب نے ان کی نظر اتاری۔ "دِیر چلیں" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور حوریہ کو یونہی سینے سے لگائے ان سب کے ساتھ باہر نکل گیا جبکہ عائشہ اور ثانیہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ "بارات دیکھیں" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "نیکی اور پوچھ پوچھ" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنسی اور اگلے ہی پل دونوں کھڑے ہوتے کھڑکی کی طرف بڑھ گئیں جہاں سے باہر کا منظر صاف دکھ رہا تھا۔

"اسلام علیکم خوش آمدید" ماہ دیر نے ہال کے باہر آتے عامر کے گلے لگتے کہا۔ "وعلیکم اسلام۔ شکریہ" عامر نے جواب دیا جس پر وہ آگے ہوتے اسد اور شہریار کے گلے لگا۔ آس پاس ڈھول اور آتش بازی ہنوز جاری تھی اس آواز کے ساتھ نچ پنجابن گانا بھی چل رہا تھا۔ "خوش آمدید دلہے راجہ" ضرار نے عامر کے گلے لگتے کہا تو وہ ہنسا جس پر وہ بھی مسکرایا اور اسد کے گلے لگتے پھر شہریار سے ملا۔ "اندر چلیں بچوں" شاہجہاں بیگم نے گاڑی سے اترتے پوچھا تو ضرار نے نفی میں سر ہلایا۔ "ایسے کیسے اماں سائیں آپکے پوتوں کی شادی ہے۔ جشن منانا تو بنتا ہے" ضرار نے کہا اور انکا ہاتھ تھامتے انکے ساتھ ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑا ڈالنے لگا۔ اس نے شاہجہاں بیگم کے دونوں ہاتھ پکڑتے فضا میں بلند کیے اور ان کے ساتھ ہلکا ہلکا جھومنے لگا جس پر سب نے ان دونوں پر نوٹوں کی

گڈیاں اڑائیں تھیں جبکہ سب نے ہوٹنگ کی تھی۔ "آجا شیری" ضرار نے شہریار کو پکارا تو اس نے نفی میں سر ہلایا جس پر ضرار نے آنکھیں گھمائیں اور ماہ دیر، عامر اور اسد کو کھینچتے لایا اور انکے ساتھ ملتے بھنگڑا ڈالنے لگا جبکہ شہریار اپنی گاڑی کے پاس کھڑا رہا جس میں مریم بیٹھی تھی۔ "سائیں" مریم نے اسے مدھم آواز میں پکارا جس پر وہ فوراً پلٹا۔ "جی سائیں کی جان" شہریار نے مڑتے نرمی سے اسے جواب دیا۔ "آپ بھی ڈانس کریں نا سب کے ساتھ" مریم نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے حیرت سے اسے دیکھا پھر ہنس پڑا۔ "سائیں کا بچہ میں ڈانس کرتے بلکل اچھا نہیں لگوں گا" شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اچھے لگیں گے جائیں کریں نا پلیز" مریم نے دوبارہ کہا۔ "پٹھانی میں ایڈوکیٹ ہوں۔ میں یوں ڈانس کروں گا تو نمونہ لگوں گا" شہریار نے کہا تو مریم نے چہرہ موڑا۔ "ٹھیک ہے نا کریں پر اب مجھ سے بات مت کریے گا" مریم نے کہا تو شہریار نے کے ہاتھ پاؤں پھولے۔ "اچھا کرتا ہوں ناراض نا ہو" شہریار نے جلدی سے کہا تو مریم کی آنکھیں چمکیں۔ "ٹھیک ہے جائیں جا کر ڈانس کریں سب کے ساتھ" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور باقی سب کی طرف بڑھا جو بھنگڑا ڈال رہے تھے۔ شہریار چلتے انکے پاس گیا اور اگلے ہی پل ایڈوکیٹ شہریار ملک ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ایک ٹانگ اٹھاتے انکے ساتھ بھنگڑا ڈالنے لگا تھا۔ منظر بڑا نایاب تھا۔ وہ جو سب کو اشاروں پر نچاتا تھا اب خود اپنی بیوی کے کہنے پر ناچ رہا تھا۔ پر اسکی پٹھانی کا حکم تھا وہ بھلا کیسے ٹال سکتا تھا۔ اس نے کہا تھا ناچو تو وہ ناچ رہا تھا۔ مریم کوئی حکم کرے اور شہریار نا مانے یہ ناممکن تھا۔ "واہ بھئی بہاروں پھول برساؤ جعلی وکیل آئے ہیں" شہریار کو بھنگڑا ڈالتے دیکھ ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے

گھورا جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔وہ پانچوں ہاتھوں کو ہوا میں بلند کیے ایک ٹانگ اٹھاتے بھنگڑا ڈالتے بے حد اچھا منظر پیش کر رہے تھے جبکہ انکی بیویاں تو خوشگواری و حیرت کے ملے جلے تاثرات سے اپنے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی جو اتنا اچھا ناچ رہے تھے۔ان پانچوں نے اب کی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور بھرپور پنجابی انداز میں بھنگڑا ڈالنے لگے جس پر انکے دوستوں اور کزنوں سمیت انکے بڑوں نے بھی ان پر سے پیسے وارتے ان پر نوٹوں کی بارش کی۔ "چلو یار بس اب" عامر نے تھوڑی دیر بعد کہا تو وہ سب رکے اور گہری سانس بھرتے اپنی سانس ہموار کرنے لگے۔ "چلو بچوں اب اندر چلیں" شاہجہاں بیگم نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا اور اندر کی جانب بڑھنے لگے جبکہ شہریار نے مریم کو سہارا دیتے گاڑی سے اتارا اور ان کے پیچھے بڑھ گیا۔آگے آتے ہی انکی نظر عامر اور اسد پر پڑی جو گارڈ سے کوئی سامان پکڑ رہے تھے۔ "مریم گڑیا یہاں آؤ" وہ لوگ سامان تھامتے ہی سب باراتیوں کو وہیں چھوڑتے عامر اور اسد انکی طرف قدم بڑھاتے اسے پکارا جس پر وہ شہریار کے ساتھ انکے پاس آئی۔ "جی بھائی" اس نے عامر اور اسد کو دیکھتے پوچھا۔ "یہ میرے بیٹے کی نیگ کھیر کی رسم جو کی تھی اسکی" عامر نے اپنے ہاتھ میں پکڑا بیگ اور ایک سرخ مخملی ڈبیا اسکی طرف بڑھائی جبکہ اسد نے ایک بیگ اسکی طرف بڑھایا۔انھوں نے راستے میں ہی اپنے گارڈز سے مریم کے لیے گفٹس منگوا لیے تھے۔ "بھائی اسکی ضرورت نہیں تھی" مریم نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کیوں ضرورت نہیں بیٹا۔ ہماری بہن نے اتنی پیاری رسم کی تو ہم اپنی بہن کو گفٹ نہی دے سکتے؟ پکڑو شاباش" اسد نے کہا تو اس نے شہریار کو دیکھا جس نے آنکھوں سے اسے پکڑنے کا اشارہ کیا۔اس نے ہاتھ بڑھاتے

ان سے سامان پکڑا۔ "چلو اب میرا بچہ دیکھو" عامر نے اسکے سامان پکڑنے پر کہا تو اس نے پہلے مخملی ڈبیا کھولی جس میں ایک خوبصورت گولڈ کا بریسلٹ تھا جو اپنی قیمت آپ بتا رہا تھا۔ "شکریہ بھائی" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کوئی بات نہیں بیٹا اب دوسرا گفٹ بھی دیکھو" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور عامر کا دیا گیا بیگ کھولا جس میں ایک خوبصورت سیاہ شال اور ڈھیر ساری چاکلیٹس تھیں۔ "بھائی شکریہ یہ بہت پیارا ہے اور آپکو پتا ہے میرا چاکلیٹ کھانے کا دل کر رہا تھا" مریم نے خوشی سے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھ گیا جسے دیکھ شہریار مسکرایا۔ "چلو مریم گڑیا اب میرا والا گفٹ کھولو" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے بیگ کھولا تو اس میں ایک سیاہ عبایا اور ساتھ ڈھیر ساری چاکلیٹس تھیں جنھیں دیکھ مریم کی خوشی کا ٹھکانہ نا تھا۔ اسکے ایک بھائی نے اسے شال جبکہ دوسرے نے عبایا تحفے میں دیا تھا۔ وہ دونوں اسکے سگے بھائی نا تھے پر انھوں نے اسے انمول تحفے دے تھے۔ "شکریہ اسد بھائی یہ بہت اچھا گفٹ ہے" مریم نے مسکراتے کہا تو اسکے سر پر ہاتھ رکھ گیا۔ "کوئی بات نہیں میرا بیٹا" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی جب کہ شہریار نے مسکراتے اپنے بھائیوں کو دیکھا جنھوں نے اسکی پٹھانی کو سگی بہنوں جیسی اہمیت دی تھی۔ "سائیں یہ دیکھیں یہ کتنے پیارے ہیں" مریم نے اسے پکارا تو اس نے اسے دیکھا جسکی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ "ہاں بہت پیارے ہیں" شہریار نے کہا تو اسکی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ "سائیں آپ اسے گاڑی میں رکھ دیں تاکہ یہ گمیں نا" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور اسکے ہاتھ سے بیگ پکڑے۔ "سائیں ایک چاکلیٹ دیں دے" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور ایک چاکلیٹ

نکالتے اسے پکڑائی۔ "ایک دم سے نہی کھانی۔ تم یہاں کھڑی ہو میں آتا ہوں" شہریار نے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا جبکہ وہ اسد اور عامر کے پاس کھڑی تھی۔ "چلیں اب" دو منٹ بعد شہریار نے واپس آتے کہا اور اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا تو سب اندر کی جانب بڑھے جہاں دروازے میں ہی ناکہ لگا تھا۔

"یہ کیا ہے بھئی" اسد نے گیٹ پر ناکہ دیکھتے پوچھا۔وہ جانتا تھا کہ اب ساری رسمیں شروع ہونی ہے پر ان سب کو تنگ کیے بغیر اسے چین نہیں تھا۔"بھائی رستہ رکائی کی رسم ہے اگر اندر جانا ہے تو پیسہ لگے گا۔وہ بھی پورے ایک لاکھ روپے" میشائم نے اسد کو دیکھتے جواب دیا۔"گڑیا یہ زیادتی ہے شادی ہماری ہے اور پیسے آپ لوگوں کو ہم دیں" اسد نے کہا تو مہرماہ نے اسے گھورا۔"اسد بھائی ہم آپکو اپنی بہن دے رہے ہیں۔آپ لاکھ دو لاکھ نہیں دے سکتے" مہرماہ نے کہا تو اسد نے ہونک بنتے اسے دیکھا جب کہ باقی سب ہنس پڑے۔"واہ مہرو گڑیا کمال کردیا" شہریار نے ہنستے ہوئے کہا تو مہرماہ نے سر خم کرتے داد وصول کی۔"بھائی آپ نا زیادہ انکا ساتھ نا دیں اور تم لوگ میں نہیں دے رہا پیسے فقیرنیوں" اسد نے جان بوجھ کر کہا تو ان سب نے منہ کھولتے اسے دیکھا۔"بھائی ہم فقیرنیاں نہیں ہیں" میشائم نے منہ بناتے کہا۔"ہاں جی تم لوگ تو لٹیریاں ہو" اسد نے پھر آگے لگائی تو میشائم اور مہرماہ نے ماہ دیر اور

ضرار کو دیکھا جنھوں نے فوراً اسد کو گھورا۔ "ضار دیکھیں اسد بھائی آپکے سامنے آپکی بیوی کو فقیرنی اور لٹیری کہہ رہے ہیں" مہرماہ نے مصنوعی دکھ سے کہا تو ضرار نے ہلکا سا تھپڑ اسد کے سر پر مارا۔ "لاڈلے سدھر جاؤ ورنہ رخصتی کے فوراً بعد عائشہ غائب ہو جائے گی" ضرار نے کہا تو اسد نے اسے دیکھا۔ "بھائی آپ مذاق کر رہے ہیں نا" اسد نے پوچھا تو ضرار مسکرایا۔ "لاڈلے تمھیں لگ رہا ہے میں مذاق کر رہا ہوں" ضرار نے کہا تو اس نے تھوک نگلتے نفی میں سر ہلاتے مہرماہ کو دیکھا جو اب تنگ کرنے والے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ "یسنی کہیں کی" اسد نے اسے مصنوعی انداز میں گھورتے دو لاکھ نکالتے اسکی ہتھیلی پر رکھے تو یشائم اور مہرماہ کا چہرہ کِھلا۔ "یسنی کہیں یا کچھ اور پیسے تو مل گئے ہمیں" مہرماہ نے مسکراتے کہا تو وہ بھی ہنستے ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھ گیا۔ "میری پیاری لاڈلیاں ہمیشہ خوش رہو" اسد نے کہا تو وہ دونوں مسکرائیں اور اب کی بار عامر کو دیکھا۔ "عامر بھائی اب آپکی باری جیب ہلکی

کریں" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اپنی جیب سے دو مخملی ڈبیا نکالتے ان دونوں کو ایک ایک پکڑائیں جن میں برسیلٹ تھے ساتھ دو لاکھ انکی ہتھیلی پر رکھے۔ "بھائی یہ کیا ہے" مہرماہ نے اپنے ہاتھ میں رکھی مخملی ڈبیا کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔ "یہ میری بہنوں کیلئے ایک تحفہ ہے آپکے بھائی کی طرف سے" عامر نے ان دونوں کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ دونوں مسکرائیں۔ "شکریہ بھائی" ان دونوں نے کہا تو عامر نے سر خم کیا۔ "اب اجازت مل سکتی ہے اندر آنے کی" شہریار نے پوچھا تو ان لوگوں نے ہاں میں سر ہلاتے آگے سے ہٹتے انھیں جگہ دی جس پر وہ سب چلتے اندر آئے۔ فارم ہاؤس کا لان آج بھی بے حد خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ مردوں اور عورتوں کی سائیڈ آج بھی الگ تھی۔ عورتوں والی سائیڈ پر صرف گھر کے مرد تھے باقی کسی کزن کو بھی اس طرف آنے کی اجازت نہیں تھی۔ "بھائی چلیں آپ لوگ بیٹھیں پھر ہم کوئی ایک دو گھنٹے بعد آپکی دلہنوں کو لے کر آتے ہیں" اسد اور عامر کے سٹیج پر بیٹھتے

ہی مہرماہ نے شرارت سے کہا تو ان دونوں نے صدمے سے اسے دیکھا جبکہ باقی سب نے مسکراہٹ دباتے انھیں دیکھا۔ "ایک۔۔دو گھنٹے؟" سب سے پہلے اسد کی صدمے سے چور آواز نکلی تھی جسے سنتے سب نے بامشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا تھا۔ "جی ایک دو گھنٹے" اب کی بار یشائم نے شانِ بے نیازی سے کہا۔ "گڑیا ایک دو گھنٹے زیادہ ہوجائیں گے! دیکھو مہمانوں نے گھر بھی جانا ہے تو اس طرح اتنا ٹائم لگ جائے گا" عامر نے اپنی بے تابی کو بامشکل چھپاتے لوجک پیش کیا تو اب کی بار سب نے اونچا قہقہہ لگایا جس پر وہ دونوں خجل ہوتے انھیں دیکھنے لگے۔ "اللہ اللہ بھائی ابھی لے آئیں گے آپکی دلہنوں کو۔آپ لوگ چہرہ دیکھیں اپنا" مریم نے ہنستے ہوئے کہا تو ان دونوں نے اپنی گردن کی پشت کو سہلایا جسے دیکھ سب ایک بار پھر ہنسے۔ "اچھا بچوں بس کرو نا تنگ کرو میرے دونوں بیٹوں کو" خلیل صاحب جو ابھی عائشہ اور ثانیہ سے مل کر یہاں آئے انکی باتیں سنتے بولے۔ "جی بابا" انکی بات سنتے یشائم اور مہرماہ

نے سر ہلایا اور خاموشی سے اپنے اپنے شوہر اور بچوں کے پاس کھڑی ہو گئیں۔ ”کیسے ہو بچوں آپ دونوں“ خلیل صاحب نے ان دونوں کو گلے لگاتے پوچھا۔ ”ٹھیک ہیں بابا آپ کیسے ہیں“ اسد اور عامر نے انکا ہاتھ چومتے آنکھوں سے لگاتے جواب دیا۔ ”ٹھیک ہوں بچوں ماشاءاللہ بہت پیارے لگ رہے ہیں میرے بیٹے“ خلیل صاحب نے ان دونوں کا ماتھا چومتے کہا اور ساتھ ہی انکے سر سے پیسے وارتے انکی نظر اتاری جس پر سب مسکرائے جب کہ ماہ دیر اور ضرار نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر آگے آئے۔ ”اور بابا ہم؟ ہم پیارے نہیں لگ رہے؟ آپ نے ہماری تعریف نہیں کی“ ضرار نے بچوں کی طرح کہا تو سب ہنسے جبکہ ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلاتے اسکی بات کی تائید کی۔ ”ارے میرے سارے بیٹے بہت اچھے لگ رہے ہیں“ خلیل صاحب نے ان دونوں کے ساتھ ساتھ شہریار کو بھی گلے لگاتے کہا تو وہ سب مسکرائے۔ ”شکریہ بابا“ ماہ دیر نے مسکراتے کہا تو انھوں نے اسکے بالوں میں

ہاتھ پھیرا۔ ”چلو جاؤ اب جا کر ثانیہ اور عائشہ کو لے آؤ“ خلیل صاحب نے کہا تو ضرار اور ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا اور اندر کی طرف بڑھ گئے۔ وہ دونوں فارم ہاؤس کے لاؤنج سے گزرتے اوپر ماہ دیر کے کمرے کی طرف بڑھے جہاں ان کی دونوں بہنیں تھیں۔ وہ دونوں چلتے اوپر آئے اور دروازہ نوک کرتے اجازت ملتے ہی اندر داخل ہوئے جہاں ان کی بہنیں بیٹھی تھیں۔ ”ماشاءاللہ میری دونوں گڑیا کتنی پیاری لگ رہی ہیں“ ضرار نے ان دونوں کو دیکھتے کہا اور انکے پاس آتے دونوں کا سر چوما۔ ”شکریہ بھائی“ ان دونوں نے کہا تو وہ مسکرایا جبکہ ماہ دیر چلتے انکے پاس آیا۔ ”اچھا اب میری بات سنیں آپ دونوں“ ماہ دیر نے عائشہ کو اپنے سینے سے لگایا جبکہ ضرار نے ثانیہ کو اپنے سینے سے لگایا۔ ”کیا بھائی“ ان دونوں نے یک زبان ہوتے کہا۔ ”ویسے اس بات کی ضرورت نہیں ہے پر اگر خدانخواستہ کبھی کوئی مسئلہ ہوتا ہے۔ عامر اور اسد آپکو کچھ کہتے ہیں تو آپ بلا جھجک سب چھوڑ کر واپس آسکتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں وہ دونوں آپ سے بہت

پیار کرتے ہیں پر کوئی زرا سا مسئلہ بھی ہو تو آپ نے اپنے بھائیوں کو پکارنا ہے۔ ہم سر کے بل دوڑتے آپکے پاس آئیں گے۔ بس اپنا بہت زیادہ خیال رکھنا ہے اور کسی چیز کو لے کر فکر مند نہیں ہونا" ماہ دیر نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اور ہمیں یقین ہے عامر بھائی اور اسد آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھیں گے۔ لیکن میاں بیوی کے درمیان سو جھگڑے ہو جاتے ہیں جو آپ نے انتہائی سمجھ بوجھ سے سلجھانے ہیں پر اس بات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ لوگ کوئی ظلم یا اذیت سہیں۔ ویسے تو ہم جانتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا پر کبھی کوئی بات لگے نہیں سنبھالی جا رہی تو آپ نے پریشان نہیں ہونا بس اپنے بھائیوں کو ایک کال ملانی ہے اور ہم آپکے پاس ہونگے" ضرار نے کہا تو ان دونوں کی آنکھیں نم ہوئیں۔ انکے بھائی ان سے کتنی محبت کرتے یہ تو انھیں معلوم تھا پر اس قدر کرتے ہیں یہ جانتے ان کی آنکھیں خود بخود نم ہوئیں تھی۔ "ہاں جی بلکل ٹھیک کہا ضرار نے۔ اور ہاں رونا بھی نہیں ہے۔ ٹھیک

ہے؟" ماہ دیر نے ان دونوں کی ناک دباتے کہا تو دونوں ہنس پڑیں جس پر وہ مسکرائے اور نرمی سے انکے آنسو صاف کر گئے۔ "چلو اب باہر چلیں" ضرار نے کہا تو ان دونوں نے سر جھکایا جس پر انھوں نے پیچھے ہوتے سُرخ گھونگھٹ پکڑتے ان کے چہروں پر جالی دار اوڑھائے۔ثانیہ کے گھونگھٹ پر عامر کی شریکِ حیات لکھا تھا جبکہ عائشہ کے گھونگھٹ پر اسد کی شہزادی لکھا تھا۔ "ماشاء اللہ" ان دونوں نے انھیں دیکھتے کہا اور باری باری انکے سروں پر سے پیسے وارتے انکی نظر اتارتے انھیں لیے باہر کی جانب بڑھ گئے۔ثانیہ نے ضرار کی جبکہ عائشہ نے ماہ دیر کی بازو پکڑی تھی۔وہ دونوں اپنے بھائیوں کے ہمراہ چلتے لاؤنج سے گزرتے باہر کی جانب بڑھیں جہاں انکے محرم انکا انتظار کر رہے تھے۔

"یار یہ دونوں کہاں رہ گئے ہیں ابھی تک ہماری بیویوں کو نہیں لائے" عامر نے پندرہ منٹ بعد بھی انھیں نا آتے دیکھ اب کی بار تپ کر کہا تو شہریار اور مریم سمیت باقی سب نے قہقہہ لگایا جب کہ اسد کی نظریں تو سامنے ٹکی تھیں۔وہ تو جیسے سانس روکے بیٹھا تھا جو کہ اب عائشہ کو دیکھ کر بحال ہونا تھا۔"بھائی آجاتے ہیں ابھی ضرار بھائی اور ماہ دیر بھائی گئے تو ہیں انھیں لانے" مریم نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا عین اسی وقت لان کی ساری روشنیاں مدھم ہوئی جبکہ اسکے ساتھ ہی گانا چلا جس پر عامر نے سامنے دیکھا جب کہ اسد تو پہلے ہی سامنے دیکھ رہا تھا جہاں سے عائشہ اور ثانیہ اپنے بھائیوں کے ہمراہ لان میں داخل ہوئی تھیں۔

تم نے جو ہے مانگا تو

دل یہ حاضر ہوگیا

تم کو مانگا منزل

اور مسافر ہوگیا (2)

لو سفر شروع ہوگیا

میرا ہمسفر تو ہوگیا

لان میں چلتا گانا جیسے عامر اور اسد کے دل کی عکاسی کررہا تھا پر انکا دھیان اس پر تھا ہی نہیں انکی نظریں تو بس اپنی بیویوں پر تھیں جو گھونگھٹ اوڑھے اپنے بھائیوں کے ہمراہ چلتے انکی طرف بڑھ رہی تھیں۔ابھی تک ان دونوں نے ٹھیک سے انکے چہرے نہیں دیکھا لیکن وہ جانتے تھے انکی دلہنیں بے حد خوبصورت لگ رہی ہونگی۔ ”بھائی مانا میری بہنیں بہت پیاری ہیں پر اگر آپ دونوں انکی مدد کرنے کی بجائے یوں کھڑے انھیں دیکھتے رہیں گے تو ساری عمر طعنے ملیں گے“ مہرماہ نے ان دونوں کو یوں کھوئے دیکھ شرارت سے کہا تو عامر اور اسد خجل ہوتے ہوش میں آئے جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔وہ دونوں ان کی ہنسی کو نظر انداز کرتے سٹیج سے نیچے اترے اور ان کی طرف بڑھے جب کہ

انھیں یوں اپنی طرف آتے دیکھ ماہ دیر اور ضرار وہیں رک گئے۔وہ جانتے تھے وہ اپنی اپنی بیویوں کو خود ہی سٹیج تک لے جائیں گے۔وہ دونوں قدم قدم چلتے عین اپنی اپنی بیوی کے سامنے آتے کھڑے ہوئے اور ان کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا جسے دیکھ وہ دونوں حیا سے سر جھکا گئی۔انکی حرکت پر وہ دونوں بھائی مسکرائے جبکہ ماہ دیر اور ضرار کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے۔ماہ دیر نے آگے ہوتے عائشہ کا ہاتھ نرمی سے پکڑتے اسد کے ہاتھ میں تھمایا جسے اسد نے مضبوطی سے تھام لیا جبکہ ضرار نے ثانیہ کا ہاتھ نرمی سے پکڑتے عامر کے ہاتھ میں رکھا جسے عامر نے کسی قیمتی اثاثے کی مانند تھام لیا۔"اسد میں اور ضرار عائشہ کے سگے بھائی نہیں ہیں پر اگر تم نے کبھی عائشہ کو دکھ دیا تو یاد رکھنا ہم عائشہ کی خاطر جان لینے اور دینے سے پہلے ایک لمحہ بھی نہیں سوچیں گے۔وہ ہماری گڑیا ہے اسکی آنکھ میں ایک آنسو آیا تو تمھاری ہڈیاں سلامت نہیں بچیں گی۔میری گڑیا کو خوش رکھنا"ماہ دیر نے عائشہ کے سر پر ہاتھ رکھتے اسد کو دھمکی

لگائی تو اس نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اور اسد تم جانتے ہو میں نے عائشہ کو چاچو کے جانے کے بعد اپنی اولاد کی طرح رکھا ہے لہٰذا میری گڑیا کو کبھی دکھ دینے کا سوچنا بھی مت ورنہ لاڈلے تم مجھے جانتے ہو“ ضرار نے کہا تو اسد ہنس دیا۔ ”یار آپ دونوں جس طرح دھمکیاں دے رہے ہیں نا میری جگہ کوئی اور ہوتا تو بھاگ جاتا پر میں اپنی شہزادی سے عشق کرتا ہوں لہٰذا بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور آپ دونوں بے فکر ہو جائیں اگر عائشہ آپکے لیے اہم ہے تو میری زندگی ہے وہ۔ اور اسے دکھ دینے کے بارے میں، میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور اگر اب بھی لگتا ہے کہ میں کبھی اسے دکھ دوں گا تو جس دن ایسا ہو میرا سر قلم کر دینا میں اُف بھی نہیں کہوں گا“ اسد نے کہا تو وہ دونوں مسکرائے جبکہ عائشہ کی آنکھوں میں نمی آئی۔ ”عامر تم میرے دوست ہو پر مجھے میری بہن سے زیادہ عزیز نہیں ہو لہٰذا میری بہن کو ہمیشہ خوش رکھنا۔ ایک بار تم نے میری بہن کو اذیت دی اور میں نے تمھیں معاف کر دیا پر

باخدا دوبارہ کبھی تم میری بہن کی اذیت کی وجہ بنے تو میں ثانیہ کو تم سے اتنی دور کردوں گا کہ تم اسکا چہرہ دیکھنے کو بھی ترس جاؤ گے" ماہ دیر نے عامر کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا تو عامر نے اسے دیکھا جو اسوقت اسکا دوست نہیں ایک بھائی بن کر بول رہا تھا اور اسکی یہ بات عامر کو مسکرانے پر مجبور کرگئی تھی۔"اور بھائی آپ میرے بڑے ہیں میں آپکو دھمکی نہیں دے سکتا پر میری بہن کو کبھی دکھ مت دیجئے گا پلیز منت کررہا ہوں" ضرار نے کہا تو عامر مسکرایا۔"میں وعدہ کرتا ہوں ثانیہ کے تمام غموں کو مٹانے کی وجہ بنوں گا پر کبھی ان کے دکھ کی وجہ نہیں بنوں گا۔وہ میری شریکِ حیات ہی نہیں میرا عشق بھی ہیں۔عشق بھی وہ جو میں نے بڑی منتوں مرادوں کے بعد پایا ہے" عامر نے ثانیہ کے ہاتھ کی پشت کو نرمی سے چومتے کہا تو وہ دونوں مسکرائے جبکہ اسکی حرکت پر ثانیہ حیا سے سمٹی جسے محسوس کرتے عامر مسکرایا۔"بس پھر اور کیا چاہیئے۔جائیں آج سے

یہ دونوں آپکی ہوئیں" شہریار نے انکے پاس آتے شرارت سے کہا تو وہ سب ہنسے جبکہ اسد اور عامر اپنی اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے سٹیج کی طرف بڑھے۔

جب سے تم نے باہ تھامی

راستے آسان ہیں

خوش نما ہے میری صبح

دل نشیں ہر شام ہے

زندگی کے اچھے پن سے

میں واقف ہوگیا

لو سفر شروع ہوگیا

میرا ہمسفر تو ہوگیا

عامر اور اسد اپنی اپنی شریکِ حیات کا ہاتھ تھامے آہستہ آہستہ سے چلتے سٹیج کی طرف بڑھ رہے تھے جبکہ باقی سب ان پر نوٹوں اور پھولوں کی پتیوں کی بارش

کررہے تھے۔ سٹیج سے کچھ فاصلے پر رکتے ان دونوں نے عائشہ اور ثانیہ کا ہاتھ چھوڑا۔عامر نے ثانیہ کی دو انگلیاں تھامتے اسے گھمایا جس پر پہلے تو وہ حیران ہوئی لیکن اگلے ہی پل ایک ہاتھ سے اپنا لہنگا تھامتے گھومنے لگی۔دوسری طرف اسد نے بھی عائشہ کی دو انگلیاں تھامتے اسے گھمایا۔عائشہ بھی ایک لمحے کو حیران ہوئی لیکن پھر ہلکا ہلکا گھومنے لگی۔وہ چاروں اس وقت بے حد خوبصورت لگ رہے تھے جسے دیکھ سب لڑکوں نے انکے پاس آتے انکے سر سے پیسے وارتے ہوا میں اچھالے جسے دیکھ سب نے ہوٹنگ کی جبکہ اپنے بابا اور چاچو کو یوں پیسے اڑاتے دیکھ حوریہ بھی اپنی ماما سے پیسے پکڑتے اڑانے لگی جسے دیکھ سب ہنسے۔ کچھ پل یونہی اپنی اپنی شریکِ حیات کو گھمانے کے بعد ان دونوں نے انھیں قریب کیا اور انکے گھونگھٹ سے ڈھکے سر پر بوسہ دیتے انکا ہاتھ تھاما اور انکے ساتھ چلتے سٹیج پر آتے انھیں لاتے نرمی سے بٹھاتے خود انکے ساتھ جگہ سنبھال گئے جس پر سب بڑوں نے انکے پاس آتے انکا صدقہ

دیتے انکے سر پر ہاتھ رکھتے انھیں دعائیں دی۔ ”بچوں تم چاروں کا نکاح ہم لوگوں کی غیر موجودگی میں ہوا تھا تو ہم لوگوں نے ایک فاصلہ کیا“ شاہجہاں بیگم نے ان چاروں کو دیکھتے کہا تو ان چاروں نے انھیں دیکھا۔ ”کیسا فیصلہ اماں سائیں“ عامر نے پوچھا۔ ”یہی کہ آج تم لوگوں کا نکاح دوبارہ ہوگا ہم سب کی موجودگی اور ہماری دعاؤں کے سائے میں“ اب کی بار جواب فردوس بیگم نے دیا تھا۔ ”پر آنی قاضی صاحب کا انتظام اتنی جلدی کیسے ہوگا“ اسد نے پوچھا۔ ”بیٹا قاضی صاحب آچکے ہیں“ عالمگیر خان نے کہا تو ان دونوں نے انھیں دیکھا۔ ”آچکے ہیں؟“ اب کی بار شہریار نے پوچھا۔ ”ہاں آگئے ہیں۔ ہم بڑوں نے اس چیز کا فیصلہ کافی دن پہلے ہی کرلیا تھا کہ دونوں جوڑوں کا نکاح دوبارہ ہوگا پر کسی کو نہیں بتایا کیونکہ یہ ایک چھوٹا سا سرپرائز تھا“ خلیل صاحب نے کہا تو سب نے انھیں دیکھا۔ ”پر بابا آپ ہمیں تو بتاتے“ ماہ دیر نے کہا تو وہ ہنسے۔ ”بیٹا یہ سب کے لئے سرپرائز تھا نا تو تمھیں کیسے بتاتے“ فہمیدہ خان

نے جواب دیا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو قاضی صاحب کہاں ہیں" ضرار نے سوئے ہوئے وہاج کو مہر ماہ سے پکڑتے پوچھا۔ "وہ یہیں ہیں میں بلواتی ہوں" تنزیل بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر انھوں نے ملازمہ کو بھیجا جو قاضی صاحب کو بلا لائی۔ "بیٹھیں قاضی صاحب" قاضی صاحب کے آتے ہی عالمگیر خان نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے کہا تو قاضی صاحب سر ہلاتے بیٹھ گئے جبکہ باقی سب بھی اپنی اپنی جگہ سنبھال گئے۔ "بابا ذان جے تا اونے لدا اے (بابا جان یہ کیا ہونے لگا ہے)" حوریہ نے سب کو خاموش ہوتے دیکھ پوچھا۔ "بابا کی جان یہ آپ کی عائشہ اور ثانیہ اپھو کی شادی ہو رہی ہے" ماہ دیر نے اپنی گود میں بیٹھی حوریہ کو دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ "نکاح شروع کریں قاضی صاحب۔ پہلے ثانیہ اور عامر کا پھر اسد اور عائشہ کا" دراب صاحب نے کہا تو قاضی صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر آپکا نکاح عامر

ملک بن عزیز ملک سے بشمول حق مہر پچاس لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں قبول کرتی ہیں" قاضی صاحب نے ثانیہ سے پہلی اسکی رضامندی جاننی چاہی جس پر ثانیہ کو جنگل کی وہ رات آئی جس نے اسکی زندگی بدل دی تھی۔ اس رات عامر اسکی زندگی کا حصہ بنا تھا۔ اس رات کو یاد کرتے اسکی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔ "جی میں۔۔ قبول ۔۔کرتی ۔۔ہوں (یا اللہ آپ کا شکریہ آپ نے میرے اور عامر کے درمیان آنے والی دوریوں کو مٹا دیا)" ثانیہ نے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر آپکا نکاح عامر ملک بن عزیز ملک سے بشمول حق مہر پچاس لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں قبول کرتی ہیں" قاضی صاحب نے دوبارہ پوچھا۔ "جی۔۔ میں قبول۔۔ کرتی ہوں (یا اللہ میرے عشق کو میرا رکھنے کیلئے شکریہ)" ثانیہ نے دوبارہ رضامندی دی۔ "ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر آپ کا نکاح عامر ملک بن عزیز ملک سے بشمول حق مہر پچاس

لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں قبول کرتی ہیں"

قاضی صاحب نے تیسری اور آخری بار پوچھا۔"جی میں قبول۔۔کرتی ہوں (یا اللہ مجھے عامر جیسے نیک اور محبت کرنے والے شوہر عطا کرنے کیلئے شکریہ)"

ثانیہ نے تیسری بار کہتے اللہ کا شکر ادا کیا۔چند لمحوں میں وہ ایک بار پھر عامر عزیز ملک کی ہوگئی تھی۔عامر ملک بن عزیز ملک آپکا نکاح ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پچاس لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں" قاضی صاحب نے ثانیہ کی رضامندی لینے کے بعد عامر کو دیکھتے پوچھا تو وہ مسکرایا اور ثانیہ کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی۔"جی میں قبول کرتا ہوں (اپنے عشق کو قبول کرتا ہوں)"عامر نے رضامندی دی۔"عامر ملک بن عزیز ملک آپکا نکاح ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پچاس لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں" قاضی صاحب نے دوبارہ پوچھا۔"جی

میں قبول کرتا ہوں (اپنے کل اثاثے کو قبول کرتا ہوں)" عامر نے دوبارہ جواب دیا۔ "عامر ملک بن عزیز ملک آپکا نکاح ثانیہ سکندر بنتِ خلیل سکندر سے بشمول حق مہر پچاس لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے کیا جاتا ہے کیا آپ انھیں اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں" قاضی صاحب نے آخری بار پوچھا۔ "جی میں قبول کرتا ہوں (اپنے دل کی ملکہ کو قبول کرتا ہوں۔(اپنے تمام تر عشق کی اکلوتی وارث کو قبول کرتا ہوں)" عامر نے آنکھیں موندتے کہا۔آج ایک بار پھر اس نے اللہ کو حاضر ناظر جان کر دل و جان سے ثانیہ کو اپنی زوجیت میں قبول کیا تھا۔ان دونوں کے رضامندی دیتے ہی قاضی صاحب نے نکاح نامہ ماہ دیر کو پکڑایا جس نے پہلے عامر کے آگے کیا جس نے الحمد کہتے سائن کیا پھر ثانیہ کے آگے کیا جسکے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ "گڑیا بھائی آپکے پاس ہیں بچے" ماہ دیر نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تو ثانیہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے۔بے شک وہ اپنے عشق کے ساتھ آج رخصت ہونے والی تھی پر گھر والوں کو چھوڑنے کا

دکھ تھا۔وہ ایک سائن کے بعد ہمیشہ کیلئے اپنے گھر والوں سے دور جانے والی تھی پھر پلوشہ کی غیر موجودگی جیسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی۔"گڑیا کیا ہوا میری جان روتے نہیں ہیں" ماہ دیر گھٹنوں کے بل اسکے سامنے بیٹھا اور اسکا گھونگھٹ میں چھپا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے بولا۔"بھائی۔۔ماما۔۔کیا۔۔ ایک۔۔بار۔۔نہیں۔۔آسکتیں صرف۔۔آج۔۔ایک۔۔بار۔۔مجھے ۔۔سینے۔۔سے۔۔لگانے۔۔نہیں۔۔آسکتیں" ثانیہ نے اچانک ہچکیاں بھرتے کہا تو سب کی آنکھیں نم ہوئیں جبکہ ماہ دیر اسے سینے سے لگا گیا۔"شش میرا بچہ۔ماما کے بس میں ہوتا تو وہ آجاتیں نا۔ایسے روتے نہیں ہیں" ماہ دیر نے اسکا سر سہلاتے کہا تو ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔"بھائی۔۔ وہ۔۔تو ماں۔۔ہیں۔۔کیا۔۔میرے آنسوؤں پر تڑپ ۔۔کر ایک۔۔بار۔۔نہیں۔۔آسکتیں۔۔بس۔۔ایک بار۔۔ماما۔۔کو کہہ۔۔دیں" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر نے عامر کو دیکھا جس نے اسے پیچھے ہونے کا اشارہ کیا اور

نرمی سے اسے اپنے کندھے کے ساتھ لگا گیا جبکہ مہرماہ ضرار کے سینے میں چہرہ چھپائے اپنی ماما کو یاد کرتے رو رہی تھی۔ "بیٹُو ریلیکس" عامر نے نرمی سے اسے ساتھ لگایا اور نرمی سے اسکی کمر سہلائی۔ "عامر۔۔ماما" ثانیہ نے کہا تو اس نے اسکا سر چوما۔ "میرا بچہ وہ یہیں ہیں آپکے دل میں۔یوں رو کر انھیں اذیت نا دیں۔آج تو انکی گڑیا کی شادی ہے تو وہ خوش ہونگی اگر آپ یوں روئیں گی تو وہ بھی اداس ہوجائیں گی اور آپ ایسا نہیں چاہتیں نا" عامر نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلیں پھر شاباش رونا بند کریں" عامر نے کہا اور نرمی سے اسکا سر چوما تو ثانیہ نے ہاں میں سر ہلاتے اپنا چہرہ صاف کیا جس پر عامر سمیت سب مسکرائے۔ "چھپکلی میں نے تمھاری ویڈیو بنالی ہے بعد میں دیکھ کر ہنسوں گا۔ویسے روتے ہوئے چھوٹی بچی لگتی ہو۔بھائی ایک بار چیک کرلیں صرف اسکی آنکھیں ہی بہہ رہی ہیں یا ناک بھی" شہریار نے ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کی غرض سے کہا تو سب ہنس پڑے جبکہ ثانیہ نے اسے گھورا۔ "عامر

اپنے بھائی عرف جعلی وکیل کو سمجھا لیں۔آج میری شادی ہے تو میں لحاظ کررہی ہوں۔اب انھوں نے پنگا لیا نا تو میں طنز کروں گی" ثانیہ نے کہا تو سب ہنسے جبکہ شہریار نے اسے مصنوعی گھورا اور عامر نے مسکراتے اپنے بھائی کو دیکھا جس پر شہریار نے مسکرایا۔"شیری خبردار جو میری بیوی کو کچھ کہا تو مار پڑے گی۔اتنی پیاری بیوی ہیں میری" عامر نے شہریار کو مصنوعی گھورتے کہا اور ہاتھ بڑھاتے نرمی سے ثانیہ کا گھونگھٹ پلٹتے اسکا ماتھا چوما جس پر سب نے مسکراتے ماشاءاللہ کہا۔"چلیں لڑائی لڑائی معاف کریں اللہ کا گھر صاف کریں اور اگلا نکاح شروع کریں" ضرار نے کہا تو سب ہنسے جبکہ خلیل صاحب نے قاضی صاحب کو اشارہ کیا جنھوں نے اسد اور عائشہ کا نکاح شروع کیا۔

"عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت آپکا نکاح اسد ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق پچاس لاکھ روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے عائشہ سے پوچھا جو ہلکا ہلکا کانپ رہی تھی۔اسے کانپتے دیکھ اسد نے نرمی

سے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا۔ ”جواب دو شہزادی“ اسد نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی قب۔۔قبول ہے (میں اپنے محافظ کو قبول کرتی ہوں)“ عائشہ نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔ ”عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت آپکا نکاح اسد ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق پچاس لاکھ روپے طے کیا جاتا ہے آپ کو قبول ہے“ قاضی صاحب نے دوسری بار پوچھا۔ ”جی۔۔قبول۔۔ہے (میں اپنے دیوانے کو قبول کرتی ہوں)“ عائشہ نے دوبارہ جواب دیا۔ ”عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت آپکا نکاح اسد ملک ولد عزیز ملک سے بشمول حق پچاس لاکھ روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے“ قاضی صاحب نے تیسری بار پوچھا۔ ”جی۔۔قبول ہے (میں اپنے مجازی خدا کو قبول کرتی ہوں ہے)“ عائشہ نے تیسری بار رضامندی ظاہر کرتے اسد کو خود پر رشک کرنے پر مجبور کیا۔تین بار قبول کرتے وہ ایک بار پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسد کی ہوگئی تھی۔ ”اسد ملک ولد عزیز ملک آپ کا نکاح عائشہ

راجپوت ولد قاسم راجپوت سے بشمول حق مہر پچاس لاکھ روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے اسد سے پوچھا جس نے عائشہ کو دیکھا۔ "جی قبول ہے (یا اللہ مجھے میری بیوی کو خوش رکھنے کی توفیق عطا کرنا)" اسد نے عائشہ کو دیکھتے کہا۔ "اسد ملک ولد عزیز ملک آپ کا نکاح عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت سے بشمول حق مہر پچاس لاکھ روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے دوسری بار اسکی رضامندی جاننی چاہی۔ "جی قبول ہے (یا اللہ مجھے میری شہزادی کے حق میں کبھی کوتاہی نا کرنے دینا)" اسد نے دوسری بار جواب دیا۔ "اسد ملک ولد عزیز ملک آپ کا نکاح عائشہ راجپوت ولد قاسم راجپوت سے بشمول حق مہر پچاس لاکھ روپے طے کیا جاتا ہے آپکو قبول ہے" قاضی صاحب نے آخری اسکی رضامندی پوچھی۔ "جی قبول ہے (یا اللہ مجھے میری بیوی کی خوشیوں کا سبب بنانا)" اسد نے تیسری بار قبول کرتے زیرِ لب الحمدللہ کہا اور جھکتے عائشہ کا سر چوما جس پر

عائشہ کی آنکھیں نم ہوئیں اور اس نے بغیر کچھ اپنا چہرہ اسد کے کندھے میں چھپایا اور رونے لگی جسے دیکھ سب پریشان ہوئے۔ ”شہزادی کیا ہوا“ اسد نے اسکے رونے پر پریشان ہوتے پوچھا۔ ”بابا“ عائشہ کا ایک لفظ اسد سمیت سب کو ساری بات سمجھا گیا تھا۔ اسے قاسم راجپوت کی یاد آرہی تھی۔ وہ بیٹی تھی اور باپ کے بغیر رخصت ہونے والی تھی۔ اسکا رونا عام بات تھی پر اسکی آنکھوں میں آنسو اسد کا دل چیڑنے کو کافی تھے۔ ”شش میری جان قاسم انکل نے اپنی زندگی میں تمھیں کبھی رونے نہیں دیا اور انکی غیر موجودگی میں، میں تمھیں رونے دوں گا لیکن ابھی یوں روتے تم انکی روح اور مجھے دونوں کو اذیت دے رہی ہو رونا نہیں ہے بلکہ ہم کل ولیمے سے پہلے انکل کی قبر پر فاتحہ پڑھنے جائیں گے“ اسد نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا پر اسکا رونا ابھی بھی جاری تھا۔ ”بابا۔۔کے۔۔گلے۔۔کیسے ۔۔لگوں۔۔گی۔۔وہ۔۔تو۔۔نہیں۔۔ہونگے۔۔وہاں اسد“ عائشہ نے کہا تو

اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ ”وہ نہیں ہونگے پر انکا احساس ہوگا اور انکا لمس تو ان ہواؤں میں ہوگا۔ وہ تم سے دور نہیں ہے شہزادی“ اسد نے نرمی سے کہا۔ ”بابا۔۔کو اتنی۔۔جلدی۔۔نہیں جانا۔۔چاہیئے تھا۔۔وہ۔۔کیسے۔۔اپنی۔۔گڑیا۔۔کو۔۔چھوڑ۔۔گئے۔۔مجھے ابھی انکی۔۔ضرورت تھی“ عائشہ نے کہا تو اس نے اسکا سر چوما۔ ”میری جان کا ٹکڑا میں جانتا ہوں پر یہ تو اللہ کی مرضی تھی اگر انکے بس میں ہوتا تو وہ اپنی گڑیا سے کبھی دور نا جاتے“ اسد نے کہا اور نرمی سے اس کا گھونگھٹ پلٹتے بے حد نرمی سے اسکے ماتھے پر لب رکھتے اسکے آنسو صاف کیے۔ اسکی بات تضاد اسکا لمس پاتے وہ پرسکون ہوئی اور اسے دیکھا۔ ”کل آپ پکا لے۔۔کر جائیں۔۔گے نا۔۔بابا کی قبر پر“ عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی میرا بچہ لے جاؤں گا۔ شاباش اب رونا بند کرو“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر سب مسکرائے جبکہ ضرار نے آگے بڑھتے ان

دونوں سے سائن کروائے۔انکے سائن کرتے ہی ہر طرف مبارکباد کا شور اٹھا۔

"یار تم کسے دیکھ رہی ہو" عائشہ نے اپنی ایک کلاس فیلو مشال نوید سے پوچھا جو کافی دیر سے سامنے کسی کو دیکھ رہی تھی۔کھانا کھانے کے دوران بھی اسکی نظر کسی پر تھی اور جس پر تھی عائشہ اچھے سے جانتی تھی۔پر وہ خاموش رہی۔وہ چاہتی تھی مشال کوئی حرکت کرے اور مہرماہ اسے پوچھے کیونکہ وہ کافی دیر سے ضرار کو تاڑ رہی تھی جبکہ اسکے ساتھ بیٹھی میشائم،مریم اور ثانیہ بھی اسکی حرکت کو نوٹ کرچکی تھیں۔ضرار کے علاوہ باقی لڑکے اس وقت مردوں والی سائیڈ پر گئے تھے۔رسمیں وہ لوگ بعد میں کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔نکاح ہونے کے بعد وہ لوگ بڑوں سے دعائیں لیتے اس طرف چلے گئے تھے تاکہ مہمانوں سے مل لیں جبکہ لڑکیاں سٹیج پر بیٹھی باتیں کررہی تھیں۔مشال اب عائشہ کو شادی کی

مبارک باد دینے آئی تھی پر اسکا یوں ضرار کو تاڑنا ان چاروں کو غصہ دلانے کا باعث بنا تھا تبھی عائشہ نے اسے سبق سکھانے کا سوچا جو کہ مہرماہ ہی اسے اچھے سے سیکھا سکتی تھی کیونکہ مہرماہ ضرار کے معاملے میں جس حد تک جنونی تھی اس بات سے سب واقف تھے۔ "یار انھیں دیکھ رہی ہوں۔ وہ کتنے پیارے ہیں نا اور ان کے ایک رخسار میں ڈمپل بھی پڑتا ہے" مشال نے سامنے اشارہ کرتے کہا تو عائشہ نے سامنے دیکھ جہاں ضرار اور مہرماہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ "کیا تمھیں ان پر کرش آگیا ہے؟" عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہی بات کیسے کروں" مشال نے کہا تو عائشہ نے مسکراہٹ دبائی۔ "تم نمبر لے لو نا انکا پھر بات کرلینا" عائشہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "ہاں اچھا آئیڈیا ہے لیکن نمبر کس سے لوں؟ تمھارے رشتے دار ہیں۔ کیا تمھارے پاس انکا نمبر ہے؟" مشال نے پوچھا تو عائشہ نے نفی میں سر ہلایا جس پر مشال نے منہ بنایا۔ وہ آج پہلی بار عائشہ کے

گھر آئی تھی تبھی وہ اسکے اور ضرار کے رشتے سے انجان تھی اور عائشہ اس چیز کا بھرپور فائدہ اٹھانے کا ارادہ رکھتی تھی جبکہ مریم، ثانیہ اور میشائم مسکراہٹ دبائے بیٹھی تھیں۔ "پھر کس سے لوں" مشال نے پوچھا تو اس نے انگلی سے مہرماہ کی طرف اشارہ کیا جو ضرار سے کوئی بات کررہی تھی۔ "وہ کون ہیں" مشال نے مہرماہ کی طرف دیکھتے پوچھا۔ "وہ تمھارے کرش کی بہن ہیں" عائشہ سمیت باقی تینوں نے بھی مسکراہٹ دبائی تو اس نے اوہ کے شیپ میں ہونٹوں کو گول کیا۔ "تو میں ان سے نمبر لوں یہ دے دیں گی؟" مشال نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں لیکن تم اسے یہ بتانا کہ تمھیں ایک مہینے سے ان پر کرش ہے ورنہ وہ نئے نئے کرش پر نمبر نہیں دیتی" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "اچھا ویسے یہ انکی گود میں بچہ کون ہے۔ ان کا بیٹا ہے" مشال نے ضرار کے سینے سے لگے وہاج کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔ "نہیں نہیں وہ ان کی بہن کا بیٹا ہے۔ وہ تو سنگل ہیں جاؤ تم انکا نمبر لے کر آؤ" عائشہ

نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ٹھیک ہے میں نمبر لے کر آتی ہوں" مشال نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ سٹیج سے نیچے اترتے مہر ماہ اور ضرار کی طرف بڑھی۔ "یہ تو گئی آج کام سے مہر چھوڑے گی نہیں اسے" مریم نے کہا تو وہ تینوں ہلکا سا ہنسی۔ "مہرو نے اس کی جان نکال دینی ہے" ثانیہ نے کہا۔ "ویسے آپی لگتا ہے آج آپکی ڈولی کے ساتھ ساتھ اسکا جنازہ بھی اٹھے گا" یشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ "ویسے اٹھ ہی جائے۔ اسے پہلے میرے اسد پر کرش تھا" عائشہ نے کہا تو ان تینوں نے چھیڑنے والے انداز میں اسے دیکھا جس پر اس نے سر جھکایا جسے دیکھ وہ ہنس پڑیں۔ "ضار آج بھی ہم یہیں رکیں گے" مہر ماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے میرا بچہ جو تم کہو" ضرار نے نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی اور کھانا کھانے لگی۔ "چلو اب تم وہاج کو پکڑو۔ میں مردوں والی سائیڈ پر زرا دیکھ لوں اور ان سب کو بھی بلا لوں اب کافی ٹائم ہوگیا ہے" اسکے کھانے کھاتے ہی ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر

ہلاتے وہاج کو اس سے پکڑتے اپنے ساتھ لگایا جو فوراً مسکرایا تھا۔وہ اپنی ماں کا لمس پاتے ہمیشہ مسکراتا تھا۔ "میرا بچہ ماما کی جان" اسکو یوں مسکراتے دیکھ مہرماہ نے اسکا ماتھا چوما جسے دیکھ ضرار مسکرایا اور کھڑا ہوا۔ "تم یہیں بیٹھو گی" ضرار نے اسے بیٹھے دیکھ پوچھا۔ "نہیں سٹیج پر جاؤں گی اب" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "چلو پھر تم سٹیج پر جاؤ۔میں زرا مردوں والی سائیڈ کا ایک چکر لگا کر آیا" ضرار نے اس کا ہاتھ تھامتے اسے کھڑا کرتے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ٹھیک ہے جلدی آئیے گا" مہرماہ نے اجازت دینے کے ساتھ حکم دیا۔ "جو حکم مسز راجپوت" ضرار نے سر خم کرتے حکم تسلیم کیا تھا جسے دیکھ وہ مسکرائی جب کہ ضرار اس کے مسکرانے پر مسکرایا اور نرمی سے ان دونوں کا سر چومتے مردوں والی سائیڈ پر چلا گیا جبکہ مہرماہ اسکے جاتے ہی سٹیج کی طرف بڑھی پر ابھی وہ سٹیج سے چند قدم کے فاصلے پر تھی جب ایک لڑکی اسکے سامنے آکر رکتے اسے پکارا۔ "ایکس کیوز می" مشال نے اسے پکارا

تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔وہ عائشہ کی دوست تھی جو ضرار کو تاڑ رہی تھی اور مہرماہ بامشکل اسکی حرکتیں نظر انداز کر رہی تھی۔"جی" مہرماہ کا دل تو نا تھا اسے جواب دینے کا پر مہمان سمجھ کر دے دیا۔"کیا آپ میری ایک ہیلپ کر سکتی ہیں"مشال نے پوچھا تو مہرماہ نے چند لمحے اسے دیکھا پھر ہاں میں سر ہلایا جبکہ سٹیج پر بیٹھیں وہ چاروں ہنسی روکنے کے چکر میں سرخ ہو رہی تھیں۔"جی بتائیں کیا مدد چاہیئے آپکو میری" مہرماہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا۔وہ جاننا چاہتی تھی آخر اسے کیا مدد چاہیئے اسکی۔"ڈونٹ مائنڈ پر وہ مجھے آپکے بھائی کا نمبر چاہیئے دراصل مجھے ان پر کرش ہے اور آج سے نہیں پچھلے ایک مہینے سے۔تو کیا آپ مجھے انکا نمبر دے سکتی ہیں؟"مشال نے لحاظ بلائے طاق رکھتے بے باکی سے کہا تو مہرماہ اسے دیکھ کر رہ گئی جو اتنے دھڑلے سے اسکے بھائی کا نمبر مانگ رہی تھی پر وہ کونسے بھائی کا نمبر مانگ رہی تھی مہرماہ سمجھ نا سکی۔"میرے بھائی؟ کون سے بھائی؟" مہرماہ نے اچنبھے سے پوچھا تو مشال ہلکا

سا شرماتے مسکرائی۔ ”وہی جو ابھی آپکے پاس کھڑے آپ سے بات کررہے تھے وہ لمبے سے، کرسٹل گرے آنکھوں والے اور جنکی گال میں ڈمپل پڑتا ہے“ مشال نے کہا تو مہرماہ کی آنکھیں اور چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔جبکہ اس نے سختی سے مٹھیاں بھینچتے اسے دیکھا اور چند قدم اٹھاتے اس کے عین روبرو آتے کھڑی ہوئی جبکہ اسکے چہرے پر اچانک سختی طاری ہوتے دیکھ مشال دو قدم دور ہوئی۔ ”بھائی نہیں ہیں وہ میرے شوہر ہیں۔اور ان پر اپنا کرش ختم کرلو ورنہ تمھیں کرش کرکے ختم کردوں گی سمجھی ! جاؤ یہاں سے اور میرے شوہر کو اب دیکھنے کی غلطی مت کرنا ورنہ تمھاری آنکھیں نوچ کر چیل کوؤں کو کھلا دوں گی ! اور میری بات کو دھمکی سمجھنے کی غلطی مت کرنا کیونکہ جب بات میرے شوہر کی آتی ہے تو مہرماہ ضرار راجپوت سفاکی کی ہر حد پار کردیتی ہے“ مہرماہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے سفاکی سے انگشت شہادت اٹھاتے وارن کیا جس پر مشال کی آنکھیں خطرناک حد تک

پھیلیں۔ "وہ۔۔وہ" مشال نے کچھ کہنا چاہا پر مہرماہ اسے ٹوک گئی۔ "اپنی اپنی وہ وہ اپنے منہ میں رکھو سمجھی۔پہلی اور آخری بار کہہ رہی ہوں میرے شوہر سے دور رہنا ورنہ تمھارا حشر نشر بگاڑ کر رکھ دوں گی" مہرماہ نے سرد لہجے میں کہا تو مشال دم دبا کر بھاگی جبکہ وہ چاروں تو اسکا انداز دیکھ کر ہنس پڑیں۔مہرماہ نے اسکے جانے پر ضبط کرتے گہری سانس بھری اور سٹیج پر چلی گئی۔ "کیا ہوا مہرو غصے میں لگ رہی ہو" اسکے سٹیج پر آتے ہی عائشہ نے اس سے پوچھا جو مریم کے ساتھ بیٹھتے وہاج کو گود میں بٹھا چکی تھی۔ "کچھ نہیں آپی آپ کی ایک پاگل دوست کا دماغ درست کرکے آئی ہوں" مہرماہ نے کہا تو ان سب نے مسکراہٹ دبائی۔ "کیوں کیا ہوا؟ کیا کیا اس نے" اب کی ثانیہ نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "اپیہ ضار کو تاڑ رہی تھی۔ چلیں تاڑنا تو میں نے بامشکل معاف کردیا پر میرے پاس آکر ضار کا نمبر مانگ رہی تھی اور تو اور مجھے مہرماہ ضرار راجپوت کو انکی بہن بلا رہی تھی پاگل عورت" مہرماہ نے دانت پیستے کہا

تو وہ سب ہنس پڑیں۔ ”میری جان ہم سب نے ہی اسے تمھارے پاس بھیجا تھا“ یشائم نے بھانڈا پھوڑا۔ ”کیا آپ لوگوں نے؟ لیکن کیوں“ مہرماہ نے پوچھا۔ ”کیونکہ وہ ضرار بھائی کو کل بھی تاڑ رہی تھی اور آج بھی تو عائشہ آپی نے سوچا کیوں نا اسے سبق سیکھایا“ جائے اب کی بار مریم نے جواب دیا تو مہرماہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ ”بہت ہی کوئی فضول لڑکی ہے ویسے“ مہرماہ نے کہا تو ان سب نے ہنستے ہاں میں سر ہلایا۔ ماما ابھی وہ لوگ مزید کوئی بات کرتے اس سے پہلے ہی انھیں حوریہ کی آواز آئی جس پر ان سب نے چہرہ موڑتے آواز کی سمت دیکھا جہاں سے حوریہ بھاگتی ہوئی آرہی تھی۔ ”جی ماما کی جان“ اسکو آتے دیکھ یشائم نے اپنی بازو واء کی جس پر وہ فوراً اسکے ساتھ لگی۔ ”ماما باں ایت انتی ائی ایں اول بو آنی تا پوت لی ایں اول ان تے شات ایت لتابی اے اول بو مذے ڈشے تے دیت لاتا بامیز (ماما وہاں ایک آنٹی آئی ہیں اور آنی کا پوچھ رہی ہیں اور انکے ساتھ ایک لڑکا بھی ہے اور وہ مجھے غصے

سے دیکھ رہا تھا بدتمیز)" حوریہ نے کہا تو ان سب نے اسے دیکھا۔ "حوریہ کونسی آنٹی اور لڑکا ہیں بیٹا" مریم نے پوچھا تو اس نے کندھے اچکائے۔م "ذے نئی پتا پل بو نانو شے اپ تا پوش لی تیں (مجھے نہیں پتا پر وہ نانو سے آپکا پوچھ رہی تھیں)" حوریہ نے بتایا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں دیکھ کر آتی ہوں کون ہے" مریم نے کہتے کھڑے ہونا چاہا لیکن مہرماہ نے اسکے بازو پر ہاتھ رکھتے اسے روکا۔ "میمی تم نا جاؤ۔شیری بھائی کو کال کرو وہ خود ہی دیکھ لیں گے" مہرماہ نے کہا تو سب کو اسکی بات ٹھیک لگی جبکہ مریم نے بھی ہاں میں سر ہلاتے اپنا موبائل نکالا پر ابھی وہ شہریار کو کال ملاتی کہ اس سے پہلے ہی ان سب کو ایک معصوم آواز آئی جسے سنتے مریم نے فوراً سامنے دیکھا جہاں سے پانچ سالہ رومان سیاہ شلوار قمیض پہنے بھاگتا ہوا اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔اسے اپنی طرف آتے دیکھ مریم کھڑی ہوئی اور اپنے بازو واء کیے جس پر وہ فوراً آتے اسکے ساتھ لگا۔ "مریم آپی سرپرائز" رومان نے اسے دیکھتے کہا جس

پر سب مسکرائے جبکہ حوریہ نے غصے سے رومان کو دیکھا جو اسکی آنی سے چپکا کھڑا تھا۔ "رومان تم یہاں کیا کر رہے ہو اور کس کے ساتھ آئے ہو بچے" مریم نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ "میں اپنے مورے بابا کے ساتھ آیا ہوں؟ اور فوزیہ امی بھی آئی ہیں ہوں" رومان نے اسے دیکھتے کہا تو مریم نے دیکھا۔ "فوزیہ آنٹی کے ساتھ؟ اور تمھارے مورے بابا؟" مریم نے پوچھا جس پر رومان نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی اسے فوزیہ چوہدری کی آواز آئی جس پر اس نے سامنے دیکھا جہاں فوزیہ چوہدری اور انکے ساتھ ایک ستائیس اٹھائیس سالہ لڑکی اور تیس بتیس سالہ آدمی کھڑا تھا جو رومان کو پیار بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ "مریم گڑیا کیا حال ہے" فوزیہ چوہدری نے اسکے پاس آتے اسے ساتھ لگایا جبکہ رومان بھاگ کر اپنے مورے بابا کے پاس گیا جسے دیکھ اسکے بابا نے فوراً اسے گود میں اٹھاتے اس کا ماتھا چوما جس پر کھلکھلا کر ہنسا۔ "میں ٹھیک ہوں فوزیہ آنٹی۔ آپ کیسی ہیں اور آپ یہاں۔ آپ

نے تو آنے سے منع کردیا تھا نا" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔ مریم نے انھیں شادی پر انوائیٹ کیا تھا پر وہ ضروری کام کی وجہ سے معذرت کر گئیں تھیں اور اب انھیں دیکھ تبھی وہ حیران تھی۔ "بیٹا میرا کام ہوگیا تھا پھر شہریار نے اصرار کیا کہ تم مجھے یاد کرتی ہو لہٰذا ایک دن کیلئے آجاؤں اس لیے میں آگئی" فوزیہ چوہدری نے کہا تو وہ مسکرائی۔ اسکا سائیں واقعی اسکی ہر خواہش پوری کرتا تھا۔ "بہت اچھا کیا آپ آگئیں۔میں واقعی آپکو مس کر رہی تھی" مریم نے کہا تو انھوں نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر وہ مسکرائی اور رومان کو دیکھا جو سامنے کھڑے مرد کی گود میں تھا اور وہ دونوں میاں بیوی اسے پیار کر رہے تھے۔ "آنٹی یہ رومان؟" مریم نے پوچھا تو انھوں نے مڑتے رومان کو دیکھا جو اپنے مورے بابا سے پیار بٹور رہا تھا۔ "یہ لوگ رومان کے ماں باپ ہیں۔ مجتبیٰ خان اور زرنش خان۔ انھوں نے تمھارے راولپنڈی آنے کے پانچ دن بعد اسے اڈاپٹ کیا تھا۔دونوں رومان سے بہت پیار کرتے ہیں۔ انکی

کوئی اولاد نہیں ہے پر رومان کو یہ اپنی اولاد کی طرح ہی پیار کرتے ہیں۔ اسکی ہر بات مانتے ہیں۔ لاڈ کرتے ہیں۔ اور رومان بھی بہت خوش ہے۔ اب بھی رومان مجھ سے ملنے آیا تھا تین دن پہلے جب میں نے یہاں آنے کا ذکر کیا تو اس نے ضد کی کہ وہ بھی تم سے ملنا چاہتا ہے تبھی یہ دونوں اسے یہاں لے آئے" فوزیہ چوہدری نے کہا تو وہ مسکرائی اور رومان کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔ وہ آگے کی نسبت تندرست ہوگیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں خوشی کی چمک صاف نمایاں تھی۔ وہ یقیناً صحیح لوگوں کے پاس تھا۔ "مریم آپی آپ ملیں میرے مورے اور بابا سے" رومان نے اسے پکارا تو وہ مسکراتے آگے بڑھی۔ "اسلام علیکم" اس نے جاتے ان دونوں کو سلام کیا۔ "وعلیکم اسلام۔ تو آپ ہیں مریم۔ رومان بہت باتیں کرتا ہے آپکی" زرنش خان نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اور بچے ہمارا بیٹا خاص یہاں آپ سے ملنے آیا ہے" مجتبیٰ خان نے کہا تو وہ مسکرائی اور رومان کو دیکھا۔ "اچھا کیا یہ مجھ سے ملنے آگیا میں بھی اسے

بہت مس کر رہی تھی" مریم نے رومان کے رخسار پر چٹکی کاٹتے کہا تو وہ ہنسا جسے دیکھ سب مسکرائے سوائے حوریہ کے جو اسے گھور رہی تھی۔ "بابا آپکو ایک بات بتاؤں" رومان نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جی بابا کی جان بتاؤ" مجتبیٰ خان نے اسکا سر چومتے جواب دیا۔ "بابا مریم آپی نے مجھے نماز پڑھنا سیکھائی تھی" رومان نے بتایا تو مجتبیٰ خان مسکرایا۔ "ماشاءاللہ۔ شکریہ بچے ہمارے بیٹے کو نیکی کا کام سیکھایا آپ نے" مجتبیٰ خان نے تشکر سے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ آپ لوگ بیٹھ جائیں" مریم نے جواب دیا اور ساتھ ہی انھیں بیٹھنے کی دعوت دی جس پر وہ لوگ بیٹھ گئے اور باقی سب سے باتیں کرنے لگے جبکہ مریم فوزیہ چوہدری کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"چلیں بھئی عامر بھائی اسد بھائی اب تو آپ لوگ گئے۔ میرا مطلب آپکی جیب" مہرماہ نے سٹیج پر آتے کہا۔ اسکے ہاتھ میں اس وقت ایک ٹرے تھی

جس میں ایک خوب صورتی سے سجا گلاس جبکہ ساتھ ایک فیڈر تھا جسے خوب صورتی سے سجایا گیا تھا۔ اسکے پیچھے ہی میشائم ہاتھ میں دوسری ٹرے تھی جس میں گلاس اور فیڈر تھا۔ "لو بھئی آگئی فقیرنیاں پھر سے رسموں کے بہانے ہمیں لوٹی جارہی ہیں" انھیں آتے دیکھ اسد بولا جس پر مہرماہ اور میشائم نے ایک دوسرے کو اور پھر عائشہ کو دیکھا۔ "عائشہ آپی دیکھیں اسد بھائی آپکی بہنوں کو کیا کہہ رہے ہیں" مہرماہ نے شکایت کی تو عائشہ نے اسد کو دیکھا۔ "اسد نا کریں تنگ" اس نے مدھم آواز میں کہا تو اسد نے ہاں میں سر ہلاتے ان دونوں کو دیکھا۔ "میری بیوی نے کہا تو معافی مل گئی ورنہ دو چار لقب اور تھے جن سے میں نے نوازنا تھا" اسد نے معصومیت کی ہر حد پار کرتے کہا تو ان لوگوں نے دانت پیسے۔ "اسد باز آجاؤ" عامر نے اسد کو گھورتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جب کہ مہرماہ اور میشائم کھلکھلا کر ہنسی۔ "عامر بھائی چلیں پہلے ہم آپ سے شروع کرتے ہیں" میشائم نے کہا تو عامر نے سر ہلایا۔ "چلیں ٹھیک ہے بتائیں

کیا کرنا ہے میں نے" عامر نے پوچھا۔ب "ھائی یہاں دیکھیں دو چیزیں ہیں جن میں دودھ ہے تو آپ ان میں سے ایک کا انتخاب کریں اور اسکی قیمت ادا کریں سمپل" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ٹھیک ہے بھئی تو قیمت بتائیں کیا ہے" عامر نے پوچھا تو اس نے ٹرے اسکے سامنے کی۔ "گلاس ایک لاکھ اور فیڈر دو سو روپے" اب کی بار مریم بولی تھی۔ "گڑیا یہ تم نے کیوں پارٹی بدل لی۔ تم تو لڑکے والوں کی طرف تھی" اسد نے مریم کو دودھ پلائی کی رسم کرتے دیکھ پوچھا۔ "جی لیکن میں ثانیہ آپی اور عائشہ آپی کی بہن بھی تو ہوں نا" مریم نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا تو اسد نے منہ کھولتے اسے دیکھا جبکہ باقی سب نے ہنستے اسے دیکھا۔ "بڑی ہی کوئی میسنی ہو گڑیا" اسد نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگایا جس پر مریم نے منہ بناتے شہریار کو دیکھا۔ "سائیں" مریم نے شہریار کو پکارا جس نے آگے ہوتے مریم کے سر پر ہاتھ پھیرتے اسد کو تھپڑ مارا جس پر مریم کھلکھلا کر ہنس دی۔ "یہ تم تینوں نے مجھے اپنے اپنے شوہر

سے پٹوانے کی قسم کھائی ہے" اسد نے مریم مہرماہ اور یشائم کو گھورتے پوچھا جنھوں نے ہاں میں سر ہلاتے اسد سمیت سب کو ہنسنے پر مجبور کیا۔ "چلیں خیر عامر بھائی آپ بتائیں کس میں رسم کرنا چاہیں گے" یشائم نے پوچھا تو عامر نے گلاس کی طرف اشارہ کیا۔ "گلاس سے پیوں گا۔ اب اپنی شادی والے دن فیڈر پیتا اچھا تھوڑی لگوں گا" عامر نے کہا تو سب ہنسے۔ "چلیں پھر نکالیں ایک لاکھ" مہرماہ نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے پاس رکھا بیگ پکڑتے اس میں سے چار گولڈ کی چوریوں کے سیٹ نکالے اور ثانیہ کے علاوہ باقی سب کو پکڑایا ساتھ ہی مہرماہ کی ہتھیلی پر ایک لاکھ رکھا جس پر سب نے ہوٹنگ کی۔ "یہ آپ سب کی نیگ۔ اللہ پاک میری چاروں بہنوں کو ہمیشہ خوش رکھے" عامر نے ان سب کو دعا دی تو سب نے آمین کہا۔ "چلیں اب گلاس آپکا ہوا آدھا خود پیئں اور آدھا آپی کو پلائیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے گلاس پہلے ثانیہ کی طرف بڑھایا جس نے دو چار گھومٹ بھرتے گلاس پیچھے کیا

جسے دیکھ باقی دودھ وہ خود پیتے گلاس انھیں واپس کرگیا۔ان سب نے انکی رسم ہونے پر ہوٹنگ کی جبکہ وہ تینوں اسد کی طرف مڑیں۔"سیکھیں اسد بھائی کچھ سیکھیں" مہرماہ نے کہا تو اسد نے اسے مصنوعی گھورا جس پر وہ سب کھلکھلا کر ہنس دیں جسے دیکھ اسد مسکرایا اور اپنی جیب سے پیسے نکالتے انھیں پکڑائے ساتھ شہریار سے چار ریگ پکڑتے عائشہ کے علاوہ باقی سب کو ایک ایک پکڑایا۔"بھائی اس میں کیا ہے" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"اس میں میری چاروں بہنوں کیلئے ڈریس ہیں" اسد نے کہا تو وہ مسکرائیں اور اسکا شکریہ ادا کیا جبکہ ان سب کا یوں سگوں کی طرح پیار دیکھتے سب بڑوں نے انکی نظر اتاری۔

"چلیں اب آپ نے گلاس کی قیمت ادا کی ہے تو پکڑیں گلاس آپ کا ہوا" یشائم نے کہا تو اس نے گلاس پکڑتے عائشہ کو آدھا دودھ پلاتے باقی خود پیا جسے دیکھ ان سب نے ہوٹنگ کی تو وہ مسکرایا۔"اچھا بچوں چلو بس کرو اب" دراب صاحب نے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا اور ایک طرف ہوتے بیٹھ

گئے۔ "بابا ذان حولیہ تو چھولیں (بابا جان حوریہ کو چھوڑیں)" حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا جو اسے گود میں بٹھائے ہوئے تھا۔ "کیوں میری جان کہاں جانا ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے اندر کی جانب اشارہ کیا جبکہ باقی سب اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ "اندر کیا کرنا ہے بچہ" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا۔ "فیدل پینا اے (فیڈر پینا ہے)" حوریہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے یونہی سینے سے لگائے کھڑا ہوا۔ "یشی میں آتا ہوں حور کو فیڈر پینا ہے" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ حوریہ کو یونہی ساتھ لگائے اندر کی جانب بڑھا۔ "رومان بیٹا آپ یہاں اکیلے کیا کر رہے ہو" ابھی ماہ دیر اندر آیا تھا جب اسکی نظر رومان پر پڑی جو صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ "وہ ماہ دیر انکل میں باہر تھک گیا تھا تو مریم آپی سے پوچھ کر یہاں آگیا" رومان نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے پاس آتے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا جس پر حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھا۔ "بابا نو" حوریہ نے ماہ دیر کو فوراً منع کیا تو اس نے ہنستے ہاں میں سر

ہلایا اور رومان کو دیکھا جو حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔ ”رومان بیٹا آپکے ماما بابا کو پتا ہے آپ یہاں ہیں“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی انکل مریم آپی نے مورے سے پرمیشن لی تھی“ رومان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”چلو پھر آپ اور حوریہ یہاں بیٹھو میں آتا ہوں“ ماہ دیر نے حوریہ کو صوفے پر بٹھاتے کہا تو رومان نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھا۔ ”بابا ذان می نے بی شات آنا اے (بابا میں نے بھی ساتھ آنا ہے)“ حوریہ نے بازو واء کرتے کہا تو ماہ دیر نے جھکتے اس کے ہاتھ تھامے۔ ”میرا بچہ بابا کچن میں جا رہے ہیں نا تو آپ یہاں بیٹھیں رومان بھائی کے پاس میں ابھی آتا ہوں۔ میری گڑیا بابا کی بات مانے گی نا“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور اسکا ماتھا چومتے ملازمہ کو ان دونوں کا خیال رکھنے کی ہدایت کرتے کچن میں چلا گیا۔ اسکے جاتے ہی حوریہ صوفے پر بیٹھتے اپنی چوریوں سے کھیلنے لگی جب کہ رومان حوریہ کو دیکھنے لگا۔ اسے حوریہ

کافی اٹریکٹ کررہی تھی۔ وہ اسے پیاری لگ رہی تھی بلکل کسی گڑیا کی طرح۔اس نے کئی بار حوریہ سے بات کرنے کی کوشش کی تھی پر وہ اسے دیکھتے منہ پھیر لیتی تھی جسے دیکھ کر رومان کو بُرا لگ رہا تھا۔وہ پانچ سال کا تھا پر وہ اپنی عمر کی نسبت کافی سمجھدار اور حساس تھا۔"آپ مجھ سے ناراض ہو حوریہ" رومان نے اچانک حوریہ سے پوچھا تو حوریہ نے اسے دیکھا لیکن اگلے ہی پل اپنا چہرہ موڑ لیا۔"حوریہ آپ مجھ سے غصہ ہو"رومان نے تھوڑا سا اسکی طرف کھسکتے پوچھا تو حوریہ نے اسے دیکھا اور ہاں میں سر ہلایا۔"کیوں ناراض ہو۔میں تو آپ سے آج ہی ملا ہوں" رومان نے وجہ جاننی چاہی۔"اپ نے میلی آنی توہدتیا اول میلے بابا ذان نے اپ تو ایشے بی تیا (آپ نے میری آنی کو ہگ کیا اور میرے بابا جان نے آپکو ایسے بھی کیا)"حوریہ نے اسے مریم والی بات یاد کراتے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ماہ دیر کی نقل اتاری تو رومان مسکرایا۔"تو آپ مجھ سے اس لیے غصہ ہو" رومان نے

اسے دیکھتے پوچھا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "تو اگر میں مریم آپی اور آپکے بابا سے دور رہوں تو کیا آپ میری دوست بنیں گی" رومان نے اپنا ننھا سا ہاتھ اسکی طرف بڑھاتے پوچھا۔ "میلے بابا ذان اول آنی تو ہد نئ تلیں دے؟ (میرے بابا جان اور آنی کو ہگ نہیں کریں گے؟)" حوریہ نے جیسے کنفرم کیا۔ پرومس رومان نے اپنی شہہ رگ کو چٹکی میں بھرتے کہا تو حوریہ کا چہرہ کھلا۔ "اب بنیں گی رومان کی دوست" رومان نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنا ننھا سا ہاتھ رومان کے چھوٹے سے ہاتھ میں تھمایا جس پر رومان کا چہرہ کھل اٹھا۔ "تو اب سے ہم فرینڈز" رومان نے کہا اور اسکے ننھے سے ہاتھ پر اپنے چھوٹے چھوٹے ہونٹ رکھے تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اب اپ میلے پھلیند ایں مان تو حولیہ شے تھیلیں دے (اب آپ میرے فرینڈ ہیں مان تو حوریہ سے کھلیں گے)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگایا اور اسکے گلے لگی جس پر رومان نے بھی اسکے گرد اپنی ننھی

ننھی باہیں باندھیں۔ ”بہت کیوٹ ہو آپ حور“ رومان نے کہا اور اسکی گال چومی جس پر حوریہ کھلکھلا کر ہنسی جبکہ ماہ دیر جو کچن سے باہر آرہا تھا یہ منظر دیکھ اسکا منہ کھلا۔ اس نے تو رومان کو شریف سمجھ رہا تھا پر وہ تو ٹھرکیوں کا بھی باپ تھا۔ ماہ دیر نے بامشکل خود کے صدمے پر قابو پایا اور ان دونوں کی طرف بڑھا۔ اسکو اس وقت رومان سے شدید قسم کی جلن ہورہی تھی پر وہ جانتا تھا وہ بچہ ہے تبھی اس نے پوزیسو ونیس پر قابو پایا تھا۔ ”حور آپکا فیڈر“ ماہ دیر نے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا پر وہ ابھی وہ رومان کا بازو پکڑے ہوئے تھی۔ ”بابا ذان جے میلے پھلیند ایں مان (بابا جان یہ میرے فرینڈ ہیں مان) “حوریہ نے بتایا تو ماہ دیر نے پہلے اسے پھر رومان کو دیکھا جو مسکراتے حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔ ماہ دیر ان دونوں کو دیکھتے مسکرایا اور جھکتے حوریہ کا ماتھا چومتے اسے فیڈر پکڑایا۔ ”بابا ذان مان توبی تشی تلیں (بابا جان مان کو بھی کسی کریں)“ حوریہ نے رومان کے ماتھے کی طرف اشارہ کرتے کہا تو ماہ دیر مسکرایا اور رومان کا ماتھا چوم گیا

جسے دیکھ حوریہ مسکرائی۔ ”مان اب اپ جئی بیتو می فیدل پی لوں پھل ام بائل تائیں دے اول تھلیں دے (مان اب آپ یہیں بیٹھو میں فیڈر پی لوں پھر ہم باہر جائیں گے اور کھیلیں گے)“ حوریہ نے کہا تو رومان نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ لیٹتے رومان کی گود میں سر رکھتے فیڈر پینے لگی جبکہ اب ماہ دیر بس صدمے سے بیہوش ہونے کا تھا۔ اسکی بیٹی جو اسکے علاوہ کسی کے پاس فیڈر نہیں پیتی تھی وہ اپنے پانچ منٹ پہلے بنے اپنے سے تین سال بڑے فرینڈ کی گود میں سر رکھے فیڈر پی رہی تھی۔ ماہ دیر کی حیرانی بجا تھی۔ جبکہ حور اور رومان ساری دنیا سے انجان آپس میں لگے تھے۔

”شش عائشہ رونا بند کرو میری جان“ اسد نے نرمی سے عائشہ کو ساتھ لگاتے کہا جو پیسنجر سیٹ پر بیٹھی رو رہی تھی جبکہ ڈیزی پچھلی سیٹ پر آرام فرما رہی تھی۔ عائشہ اسے ساتھ لے کر جا رہی تھی جس پر اسد کلس کر رہ گیا کیونکہ وہ

اسکے ساتھ اکیلے آنا چاہتا تھا پر اسکی شہزادی کا حکم تبھی وہ ٹال نا سکا۔ رخصتی ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہوئی تھی۔ عائشہ اور ثانیہ دونوں ہی رخصتی کے وقت نا صرف خود روئیں تھی بلکہ سب کو بھی رلایا تھا جن میں سے سب سے زیادہ انکے بھائی ماہ دیر اور ضرار روئے تھے۔ ضرار اور ماہ دیر نے اپنی دونوں بہنوں کو قرآن کے سائے میں انکے محرم کے ساتھ کیا تھا اور اب رخصتی کے بعد وہ لوگ گھر جا رہے تھے۔ اسد اور عائشہ ایک گاڑی میں تھے جب کہ ثانیہ اور عامر اپنی گاڑی میں گھر جا رہے تھے۔ باقی سب کی گاڑیاں انکے پیچھے تھیں سوائے شہریار کے جو ان سے پہلے نکلا تھا تاکہ گھر جا کر استقبال کی تیاریاں دیکھ سکے۔ شاہجہاں بیگم شہریار اور مریم کے ساتھ گاڑی میں آ رہی تھیں۔ عائشہ رخصتی کے بعد سے اب تک چپ نہیں ہوئی تھی اور اسد اسے کافی دیر سے چپ کروا رہا تھا پر وہ تھی کہ روئے جا رہی تھی۔ "شہزادی پلیز میرا بچہ چپ کرو۔ روتے نہیں ہیں بس نا" اسد نے اسکا سر چومتے کہا تو عائشہ نے اسے

دیکھا۔ ”اسد۔۔ ماما۔۔ اکیلی۔۔ ہوگئیں ۔۔ ہے“ عائشہ نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے اسکا ماتھا چوما۔ ”نہیں میری جان وہ اکیلی نہیں ہوئیں۔ وہاں سب ہیں ضرار بھائی، مہر، آنی، انکل اور وہاج بھی تو وہ اکیلی کیسے ہوئیں اور تمھارا جب دل چاہے تم ان سے ملنے چلی جانا بلکہ اگر تم کہو تو ہم ماما کو یہاں بلا لیتے ہیں“ اسد نے نرمی سے اس کا سر سہلاتے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ ”ماما کبھی۔۔ نہیں مانیں گی۔۔ ہمارے ساتھ ۔۔ رہنے پر“ عائشہ نے کہا تو اس نے اسکا ماتھا چوما۔ ”میرا بچہ کوئی بات نہیں ہم لوگ ملنے آجایا کریں گے ٹھیک ہے۔ اب رونا بند کرو۔ میری دلہن یوں روتے میرا دل زخمی کر رہی ہے“ اسد نے نرمی سے کہا تو عائشہ نے ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔ ”میں جب کہوں گی آپ تب مجھے ماما سے ملوانے لائیں گے نا“ عائشہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں جی میری جان جب تم کہو گی ہم ماما سے ملنے آجایا کریں گے۔ اب شاباش بس رونا نہیں ہے اور“ اسد نے کہا تو

اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکے سینے پر سر ٹکایا جس پر اسد نے اسکا سر چومتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکائی۔ ”شہزادی تمھیں یاد ہے ہمارے نکاح والے دن تم نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا“ اسد نے مدھم آواز میں پوچھا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ ”کیسا وعدہ اسد“ عائشہ نے پوچھا تو اس نے ایک لمحے کو چہرہ جھکاتے اسے دیکھا۔ ”یہی کہ جس دن تم میرے ساتھ پورے حق سے رخصت ہو کر میرے گھر آؤ گی ہم شکرانے کے نفل ادا کریں گے“ اسد نے یاد دلایا تو وہ مسکرائی۔ جی اسد مجھے یاد ہے۔ ”میرا نکاح والا ڈوپٹہ اوڑھ کر میں آج آپکی امامت میں نوافل ادا کروں گی“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکا ماتھا چوم گیا۔ ”تمھارا ڈوپٹہ میں نے کسی اثاثے کی مانند سنبھال کر رکھا ہے“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”جانتی ہوں“ عائشہ نے کہا تو اس نے مسکراتے اسکے سر پر گال ٹکایا۔ ”یقین نہیں آرہا بلآخر ہم ایک ہو گئے“ اسد نے سرگوشی کی۔ ”مجھے بھیا یسا لگ رہا ہے جیسے خواب ہو“ عائشہ نے کہا تو اسد نے گہری سانس

بھری۔ ”تمھیں آج اپنے پہلو میں اپنی دلہن بنا دیکھ کر مجھے ایک آیت یاد آئی ہے سناؤں؟“ اسد نے لمحے بھر کو چہرہ جھکاتے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ”جی سنائیں“ عائشہ نے اجازت دی۔ ”فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ (تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟)“ اسد نے مدھم آواز میں محبت و عقیدت سے کہا تو عائشہ کی آنکھیں نم ہوئیں پر وہ بولی کچھ نا۔ فلحال وہ اسے سننا چاہتی جو بولتے ہوئے بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ ”میں آج بہت خوش ہوں عائشہ۔ یہ احساس بہت خوبصورت ہے کہ اب تم میری ہو۔ یہ سوچ ہی مجھے اندر تک سرشار کردیتی ہے کہ وہ لڑکی جسے میں نے بچپن سے چاہا وہ آج میری محرم بنی میرے پہلو میں بیٹھی ہے۔ آج مجھے لگ رہا ہے جیسے میں ساتویں آسمان پر ہوں۔ جیسے مجھے ساری کائنات کی نعمتیں مل گئیں ہوں۔ اپنے عشق کو محرم کے روپ میں دیکھنا ایک الگ ہی سرور بخش رہا ہے“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”اس وقت میں بھی اسی سرور میں ہوں۔ اپنے عشق کو محرم

کے روپ میں دیکھنا واقعی سکون بخش ہے" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا جس پر وہ بھی اسکے سینے سے لگتے اسکی دھڑکنیں سننے لگی۔

"مریم تم اور اماں سائیں یہاں گاڑی میں ہی بیٹھو میں استقبال کی تیاریاں دیکھ لوں" شہریار نے شاہجہاں بیگم اور مریم کو گاڑی میں ہی سوار رہنے کی ہدایت کرتے کہا اور خود گاڑی سے اترا اور جاتے اپنے سب کزنز کو مخصوص اشارہ کیا جس پر ان سب نے ہاں میں سر ہلایا اور فوراً اپنی اپنی جگہ پر جاتے کھڑے ہوئے۔ ابھی انھیں کھڑے ہوئے پانچ منٹ گزرے تھی جب عامر اور اسد کی گاڑیوں کے ساتھ باقی سب کی گاڑیاں آتے رکیں جسے دیکھ شہریار نے ڈھول والوں کو اشارہ کیا جنھوں نے فوراً ڈھول بجانا شروع کیا۔ ڈھول کے شروع ہوتے ہی شہریار فوراً نے فوراً اسد اور عامر کو کال ملائی۔ "بھائی ! اسد میری

دونوں بھابھیوں کو لے آئیں یار انکا استقبال کرنا ہے" شہریار نے کال ملاتے کہا تو ان دونوں نے مثبت جواب دیا اور بیک وقت گاڑی سے اترتے دوسری طرف بڑھے۔عامر نے جاتے ثانیہ کی طرف کا دروازہ کھولتے اسے باہر نکالنے میں مدد کی جبکہ اسد نے عائشہ کو گاڑی سے اترنے میں مدد کی۔ان دونوں کا چہرہ اس وقت گھونگھٹ سے ڈھکا ہوا تھا۔"بھابھیاں آگئی ہیں لڑکوں" شہریار نے انکے اترتے ہی بلند آواز میں کہا تو یکدم ہی پورا آسمان آتش بازی کے مختلف رنگوں سے نہا گیا جبکہ انکے ارد گرد مختلف پٹاخے چلنے لگے۔شہریار ہاتھ میں ایک لمبی اسٹک پکڑے اسکا رخ آسمان کی طرف کیے اس میں سے پٹاخے چلا رہا تھا جسے دیکھ سب مسکرائے۔انکے کچھ کزن بھنگڑا ڈال رہے تھے جبکہ ارد گرد آتش بازی ایک لمحے کو بھی نہیں رکی تھی۔وہاں کھڑا ہر شخص اس وقت شہریار کی نظر اتار رہا تھا جو اپنی بھابھیوں کا اتنا اچھا استقبال کر رہا تھا جبکہ ساتھ ہی وہ عائشہ،مریم اور ثانیہ کی قسمت پر رشک کر رہے تھے جنھیں اتنا چاہنے

والا سسرال ملا تھا۔ ”خوش آمدید“ کوئی دس پندرہ منٹ یونہی اچھا خاصا شور و غل کرنے کے بعد شہریار نے عائشہ اور ثانیہ کے پاس جاتے انکے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔ ”شکریہ شیری بھائی۔ شکریہ شہریار“ ان دونوں نے بیک وقت کہا تو وہ مسکرایا۔ چلیں اب اندر چلیں۔ ”بھائی آجائیں“ شہریار نے کہتے آگے بڑھا چاہا پر عامر اور اسد دونوں ہی اپنی جگہ سے ایک انچ نا ہلے۔ ”کیا ہوا عامر“ ثانیہ نے اسے کھڑے دیکھ پوچھا۔ ”آپکے دیور نے آپکا استقبال کیا ہے بیگم۔ اب مجھے موقع دیں“ عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو اسد کو کوئی اشارہ کر رہا تھا جسے سمجھتے اسد نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا۔ عامر اور اسد نے بیک وقت سیٹی بجائی جس سے پورا آسمان ایک بار پھر آتش بازی کے مختلف رنگوں سے نہا گیا جبکہ ملک ولا پورا روشنیوں سے جگمگا اٹھا یہاں تک کہ چھت پر بھی ڈھیروں کی تعداد میں واٹر فال پٹاخے چلنے لگے جسے دیکھ سب مبہوت ہوئے ان پٹاخوں کی آواز کے ساتھ فضا میں "میرا پیا گھر آیا" قوالی کی آواز گونجی

تھی جسے سنتے ثانیہ اور عائشہ نے بیک وقت اپنے اپنے شوہر کو دیکھا جو مسکراتے انھیں دیکھ رہے تھے۔

اور بھلے شاہ فرماتے ہیں؛

میرا پیا گھر آیا اوہ لعل نی

میرا پیا گھر آیا اوہ لعل نی

میرا پیا گھر آیا اوہ لعل نی

میرا پیا گھر آیا

قوالی شروع ہوتے ہی اسد اور عامر نے اپنی اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑا آگے آتے گھر کے بلکل دروازے کے پاس کھڑے ہوئے۔ انکے قریب آتے ہی انکی کزنز نے ان پر پھولوں کی بارش کی جسے دیکھ وہ دونوں مبہوت ہوئیں۔ آسمان میں اب تک آتش بازی ہو رہی تھی پھر اسکے ساتھ پھولوں کا گرنا انتہائی خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔

اوہپیا گھر آیا سانوں اللہ ملایا

اوہپیا گھر آیا سانوں اللہ ملایا

اوہپیا گھر آیا سانوں اللہ ملایا

اوہپیا گھر آیا سانوں اللہ ملایا

اسد نے عائشہ کا ہاتھ پکڑتے اسے ہلکا سا گھمایا جب کہ عامر نے ثانیہ کی دو انگلیاں پکڑتے اسے گھمایا جس پر وہ دونوں کھلکھلائیں جبکہ انکی حرکت پر شہریار سمیت باقی سب نے آگے بڑھتے ان پر نوٹ برساتے انکی نظر اتاری۔

ایں ہو یا ہن فضل کمال نی

میرا پیا گھر آیا اوہ لعل نی

ایں ہو یا ہن فضل کمال نی

میرا پیا گھر آیا اوہ لعل نی

عامر نے ثانیہ کو قریب کرتے اس کے سر پر بوسہ دیا جبکہ اسد نے عائشہ کا سر چوما جسے دیکھ سب نے ہوٹنگ کی۔ ”خوش آمدید سکونِ قلب“ عامر نے ثانیہ کے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے سرگوشی کی جس پر ثانیہ کے چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔ ”خوش آمدید شہزادی“ اسد نے عائشہ کا ہاتھ لبوں سے لگاتے کہا تو وہ مسکراتے سر جھکا گئی۔ ان دونوں بھائیوں نے اپنی بیویوں کا شاندار استقبال کیا تھا جسے دیکھ سب نے ان پر رشک کیا تھا۔ ”بھائی میں اماں سائیں کو اندر لے جاتا ہوں پھر آپ لوگ آجانا“ شہریار نے کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اپنی گاڑی کی طرف جاتے مریم اور شاہ جہاں بیگم کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گیا۔ ”چلو بچوں آجاؤ“ شاہجہاں بیگم نے دروازے میں کھڑے ہوتے کہا تو وہ دونوں اپنی اپنی شریکِ حیات کا ہاتھ تھامتے اندر آئے جسے دیکھ شاہجہاں بیگم نے انھیں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جن کے آگے دو ٹیبل پڑے تھے جن پر دو دودھ اور پھولوں کی پتیوں سے

بھرے بڑے بڑے چوڑے منہ والے برتن پڑے تھے۔ "یہ کیا ہے اماں سائیں" عامر نے ثانیہ کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھتے پوچھا۔ "بھائی دودھ اور پھول ہیں۔یہ پوچھیں اسکا کیا کرنا ہے" اسد نے کہا تو عامر نے دانت پیستے اسے مصنوعی گھورا جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔ "اچھا گھوریں تو نا۔اب میں چپ ہوں۔ بھابھی دیکھ لیں" اسد نے اسے کہتے ساتھ ثانیہ کو شکایت لگائی تو اس نے عامر کی آستین کو ہلکا سا پکڑتے اسے باز رہنے کا اشارہ کیا جس پر اس نے فوراً سر خم کیا اور شاہ جہاں بیگم کو دیکھا۔ "اماں سائیں یہ کیوں یہاں رکھے ہیں" عامر نے پوچھا تو شاہجہاں بیگم نے مریم کی طرف اشارہ کیا جو شہریار کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی۔ "بھائی میں بتاتی ہوں" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بچے بتاؤ" عامر نے نرمی سے کہا۔ "بھائی یہ رسم ہے اس میں ہم ایک ایک انگوٹھی دودھ میں ڈالیں گے اور پھر آپ اور آپی دودھ میں ہاتھ ڈال کر انگھوٹی ڈھونڈیے گا پھر جسے ملے گی وہ جیت جائے گا" مریم نے کہا تو

ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”پر یہ تو انڈیا میں ہوتا ہے نا“ انکی کسی کزن نے کہا۔ ”ہاں جی لیکن ہم صرف ایک گیم کے طور پر کھیل رہے ہیں“ مریم نے جواب دیا۔ ”پر یہ عجیب نہیں“ کسی اور رشتے دار نے کہا۔ ”جس کو عجیب لگ رہا ہے تو وہ یہاں سے چلا جائے۔ میری بیوی یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہے تو یہ کھیل کھیلا جائے گا لہٰذا چپ کر کے دیکھیں سب۔ میری بیوی کی کہی گئی باتوں کی مخالفت نا میں کرتا ہوں اور نا میں کسی کو کرنے کی اجازت دیتا ہوں لہٰذا اب میری بیوی سے کسی قسم کا سوال جواب کرنے سے گریز کیا جائے ورنہ میں کتنا منہ پھٹ ہوں یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے“ شہریار نے کہا تو سب خاموش ہوئے جبکہ مریم نے اسے دیکھا جو نرم نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ”پٹھانی اور کیا ہوتا ہے اس گیم میں“ شہریار نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ ”سائیں اگر آپی جیتی تو بھائی جوڑو کے غلام بن جائیں گے اور بھائی جیتے تو آپی شوہر مرید بن جائیں گی“ مریم نے کہا تو سب اسکے لفظ شوہر مرید

پر ہنسے۔ ”ویسے مریم آپ نے یہ گیم کہاں سے دیکھی بچے“ اسد نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”بھائی میں نے ٹی وی میں دیکھی تھی تو میں نے اماں سائیں سے پوچھا تو انھوں نے کہا جو کرنا ہے کرلوں“ مریم نے کہا تو وہ سب مسکرائے۔ ”چلو اب ہماری گڑیا نے اتنی اچھی گیم ڈھونڈی ہے تو کھیلنا شروع کردیں“ عامر نے کہا تو ان تینوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ثانیہ آپی ! عائشہ آپی اپنی ایک ایک رنگ اتار کر مجھے دیں“ مریم نے کھڑے ہوتے کہا تو ان دونوں نے اسکے کہے مطابق اپنی ایک ایک انگوٹھی اتارتے اسے دی جسے وہ دونوں برتنوں میں ڈال گئی۔ ”چلیں اب شروع کریں۔ ایک، دو، تین سٹارٹ !“ شہریار نے کہا تو ان چاروں نے بیک وقت ہاتھ برتن میں ڈالا اور انگوٹھی ڈھونڈنے لگے چونکہ برتن کافی بڑا تھا تبھی انھیں انگھوٹی ڈھونڈنے میں تھوڑی مشکل ہورہی تھی۔ ”عامر کیا۔۔کررہے۔۔ہیں۔۔ہاتھ۔۔چھوڑیں“ ابھی وہ لوگ کھیل کھیلنے میں مصروف تھے کہ عامر نے برتن کے اندر ہی ثانیہ کا تھام لیا جسے محسوس کرتے وہ

سمٹی اور سرگوشی کرتے اسے چھوڑنے کا کہا۔ ”آپکا ہاتھ تو میں مرتے دم تک نہیں چھوڑنے والا ثانیہ“ عامر نے اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے کہا تو ثانیہ نے گھونگھٹ سے ہی اسے دیکھا۔ ”عامر کوئی دیکھ۔۔لے گا“ ثانیہ نے نامحسوس انداز میں مزاحمت کی۔ ”ہمارا ہاتھ ان پھولوں میں چھپا ہے۔کوئی نہی دیکھ سکتا بیٹُو“ عامر نے کہا تو اس نے دوبارہ مزاحمت کی۔ ”چھوڑ دیں نا“ ثانیہ نے پھر کہا تو اس نے ہاتھ چھوڑتے اپنی ہاتھ میں پکڑی انگوٹھی اسے پکڑائی۔ ”آپ کو مل گئی تھی“ ثانیہ نے پوچھا۔ ”ہمم تبھی آپ کو تنگ کر رہا تھا۔اب یہ سب کو دکھائیں اور مجھے جوڑو کا غلام بنا لیں“ عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور انگوٹھی نکالتے سب کو دیکھائی جسے دیکھ سب نے ہوٹنگ کرتے عامر کو جوڑو کا غلام کہتے چھیڑا جبکہ دوسری طرف بھی معاملہ کچھ مختلف نا تھا۔اسد نے بھی انگوٹھی ملتے ہی عائشہ کو پکڑائی جس نے نکال کر سب کو دکھاتے اسد کو زن مریدی کے اعلیٰ درجے پر فائز کیا۔سب ہی دونوں لڑکیوں

کے جیتنے پر ہنستے ہوئے انھیں چھیڑ رہے تھے جو زن مرید لقب پر فخر سے مسکرا رہے تھے۔

ہے۔کوئی نہی دیکھ سکتا بیٹُو" عامر نے کہا تو اس نے دوبارہ مزاحمت کی۔ "چھوڑ دیں نا" ثانیہ نے پھر کہا تو اس نے ہاتھ چھوڑتے اپنی ہاتھ میں پکڑی انگوٹھی اسے پکڑائی۔ "آپ کو مل گئی تھی" ثانیہ نے پوچھا۔ "ہمم تبھی آپ کو تنگ کر رہا تھا۔اب یہ سب کو دکھائیں اور مجھے جوڑو کا غلام بنا لیں" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور انگوٹھی نکالتے سب کو دیکھائی جسے دیکھ سب نے ہوٹنگ کرتے عامر کو جوڑو کا غلام کہتے چھیڑا جبکہ دوسری طرف بھی معاملہ کچھ مختلف نا تھا۔اسد نے بھی انگوٹھی ملتے ہی عائشہ کو پکڑائی جس نے نکال کر سب کو دکھاتے اسد کو زن مریدی کے اعلیٰ درجے پر فائز کیا۔سب ہی دونوں لڑکیوں کے جیتنے پر ہنستے ہوئے انھیں چھیڑ رہے تھے جو زن مرید لقب پر فخر سے مسکرا رہے تھے۔

"بھابھی آپکو کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتائیے گا میں بھجوا دیتی ہوں" مریم نے ثانیہ کو دیکھتے کہا جو اس وقت حق سے عامر کے کمرے میں اسکی دلہن کے روپ میں بیٹھی تھی۔ شاہجہاں بیگم نے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد ثانیہ اور عائشہ کی تھکاوٹ کا احساس کرتے انھیں کمرے میں بھجوا دیا تھا جبکہ عامر اور اسد ابھی نیچے اب دوستوں وغیرہ کو رخصت کر رہے تھے۔ "نہیں میری جان مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔ اب تم کمرے میں جاؤ اور آرام کرو تمھاری طبیعت نہیں ٹھیک اور یوں زیادہ دیر بیٹھنا یا کھڑے رہنا تمھارے لیے اچھا نہیں ہے شاباش میرا بچہ جا کر ریسٹ کرو اب" ثانیہ نے اسکا ہاتھ تھامتے نرمی سے کہا جو اسکے سامنے بیٹھی تھی۔ مریم اس وقت بے حد تھکی ہوئی لگ رہی تھی جسے دیکھ ثانیہ کو اس پر پیار اور ترس بیک وقت آیا۔ وہ اپنی حالت کو نظر انداز کرے آج بھرپور طریقے سے بہو ہونے کا فرض نبھا رہی تھی جس سے اسکے پاؤں بھی حد

درجہ زیادہ سوجھ چکے تھے۔ ”پہلی بار اس چھپکلی نے کوئی صحیح بات کہی ہے۔پٹھانی واقعی اب بس کرو اور آرام کرلو“ شہریار نے کمرے کے آدھ کھلے دروازے سے جھانکتے کہا تو مریم نے مسکراتے اسے دیکھا جبکہ ثانیہ نے نفی میں سرہلایا گویا کہنا چاہ رہی ہو یہ نہیں سدھر سکتا۔ ”ٹھیک ہے آپی میں جارہی ہوں اب۔انشاءاللہ آپ سے صبح ملوں گی اب“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا اور آگے جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے ساتھ لگایا۔ ”میرا بچہ خیال رکھا کرو اپنا۔میرے لیے تم بلکل میری مہرو کی طرح ہو۔جتنی محبت میں مہرو سے کرتی ہوں اتنی ہی تم سے، عائشہ سے اور یشائم سے کرتی ہوں تو اپنا خیال رکھو کرو۔اورہاں کچھ کھا لینا۔کافی دیر ہوگئی ہے تم نے کچھ کھایا نہیں ہے“ ثانیہ نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جبکہ شہریار مسکرایا اور انکے پاس آیا۔اس نے نرمی سے مریم کو سہارا دیتے کھڑا کیا اور آگے ہوتے ثانیہ کے سرپر ہاتھ رکھا۔ ”اللہ پاک تمھیں ڈھیروں خوشیاں عطا کرے اور تمھیں ہمیشہ

آباد رکھے۔ اور ہاں جو بھول چُک مجھ سے ماضی میں ہوئیں اسکے لیے ایک بار پھر معذرت" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "کوئی بات نہیں آپ معذرت نا کریں میں بھول چکی ہوں وہ سب" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "چلو یہ تو اچھا ہے اب میں چھپکلی کو اچھے سے تنگ کروں گا" شہریار نے کہا تو ثانیہ ہنس پڑی جبکہ مریم کا بھی قہقہہ بے ساختہ تھا۔ "اللہ پاک تمھیں اور بھائی کو ہنستا بستا رکھے۔ اب ہم جا رہے ہیں تم آرام کر لو" شہریار نے کہا اور مریم کو تھامے باہر نکل گیا جبکہ ثانیہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھ گئی۔ اس نے اب تک چہرے سے گھونگھٹ نہیں ہٹایا تھا۔ یہ عامر کا حق تھا تبھی وہ اسکا انتظار کر رہی تھی۔ اور اسکا انتظار طویل نہیں ہوا تھا کیونکہ دس منٹ بعد ہی کلک کی آواز سے دروازہ کھولتے عامر اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ ثانیہ کی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی تھی۔ جبکہ عامر اسکی حالت سے باخبر دروازہ بند کرتے اسکی طرف پلٹا اور قدم قدم چلتے بیڈ کے قریب آتے بیڈ پر عین اسکے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھنے

پر ثانیہ اپنی جگہ حیا سے سمٹی جسے محسوس کرتے عامر مسکرایا۔ اس نے ہاتھ بڑھاتے بے حد نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما اور جھکتے اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے۔ "میری زندگی میں خوش آمدید میری جان" عامر نے نرمی سے کہا۔

"شش۔۔ شکریہ" ثانیہ نے مدھم آواز میں اٹکتے جواب دیا۔ "کیا ہوا" اس کے اٹکنے پر عامر نے پوچھا۔ "کچھ۔۔ نہیں" ثانیہ نے اپنا لہجہ مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کرتے کہا جس پر وہ ہولے سے ہنسا اور اس کے سر چوم گیا۔ "آپ بہت معصوم ہیں بیٹُو" عامر نے پیار سے کہا جس پر وہ خاموش ہی رہی۔ "کیا میں یہ گھونگھٹ ہٹا سکتا ہوں" اسے خاموش دیکھتے عامر نے نرمی سے پوچھا جس پر ثانیہ نے ہولے سے ہاں میں سر ہلاتے اسے اجازت دی۔ اس کی اجازت پر عامر نے نرمی سے ہاتھ بڑھاتے اسکا گھونگھٹ پلٹا اور نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ میری دلہن" عامر نے کہا تو اسکی پلکیں رخساروں پر سجدہ ریز ہوئیں جبکہ اسکے رخسار گلابی ہوئے

اور یہ منظر اس قدر خوبصورت تھا کہ عامر ملک کیلئے اپنی نگاہیں ہٹانا مشکل ہو گیا تھا۔ ”نا کریں یار۔ کمزور دل بندہ ہوں کیوں اپنی اداؤں سے دل لوٹنا چاہتی ہیں“ عامر نے اسکی ادا پر اپنا سر اسکے دونوں ہاتھوں پر رکھتے کہا۔ اس کی آواز میں محبت کے ساتھ ساتھ بے بسی بھی تھی جسے محسوس کرتے وہ شرمیلا سا مسکرائی۔ ”مہندی دیکھ لوں آج“ عامر نے اچانک سیدھے ہوتے پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تو وہ اسکے ہاتھوں کو سیدھا کرتے اسکی مہندی دیکھی پر اسکی مہندی پر نظر پڑتے ہی عامر کا چہرہ کھل اٹھا کیونکہ ثانیہ کے دونوں ہاتھوں پر گول دائرے بنے تھے جن کے وسط میں محترم کی محترمہ لکھا تھا ساتھ ہی کچھ ڈیزاین بنائے تھے جو کہ انتہائی پیارے لگ رہے تھے۔ ”کیسا لگا“ ثانیہ نے اسے مہندی کے نقوش میں کھوئے دیکھ پوچھا۔ ”بہت خوبصورت۔ پر آپ نے نام چھپایا کیوں نہیں“ عامر نے اسکی مہندی کے نقوش پر انگلیاں پھیرتے پوچھا جس پر وہ مسکرائی۔ ”کیونکہ مجھے ساری دنیا کو بتانا ہے کہ میں آپکی ہوں“ ثانیہ نے

کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکی دونوں ہتھیلیاں چوم گیا جس پر تانیہ کے رخسار سرخ ہوئے۔ "عامر وہ۔۔میں نے آپکے۔۔ساتھ شکرانے کے نوافل ادا کرنے ہیں" ثانیہ نے کہا تو عامر نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "جی میری جان مجھے یاد ہے۔جائیں وضو کر آئیں اور ہاں ڈریس بھی بدل لیں۔اتنے بھاری لہنگے میں نوافل ادا نہیں کیے جائیں گے" عامر نے ثانیہ کے ماتھے کو لبوں سے چھوتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر عامر نے کھڑے ہوتے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے کھڑا کرتے ڈریسنگ کی طرف بڑھا۔ اس نے جاتے ثانیہ کو نرمی سے کرسی پر بٹھایا اور اسکے سر سے بھاری ڈوپٹہ اور گھونگھٹ علیحدہ کرتے ایک طرف رکھتے نرمی سے ایک ایک کرتے اس کے بالوں سے پنز نکالنے لگا۔ "عامر میں کرلوں گی" ثانیہ نے اسے دیکھتے کہا وہ مسکرایا۔ "میں کررہا ہوں بیٹُو۔آپ پرسکون ہوکر بیٹھیں" عامر نے کہا اور اپنا کام کرنے لگا۔چند ہی منٹوں میں وہ اسے ساری پنز اور جیولری سے آزاد کرچکا تھا۔ "ہوگیا" عامر نے

کہا تو اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”اتنی جلدی مجھے لگا تھا ساری رات لگے گی“ ثانیہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”میری جان اس لیے میں نے کیا ہے کیونکہ واقعی بڑی محنت والا کام تھا۔ آپ کرتیں تو پوری رات ہی لگنی تھی“ عامر نے کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر وہ بھی مسکراتے الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کے قریب کھڑے ہوتے اس کا ایک پٹ کھولا اور ایک خوبصورت سرخ رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک نکالتے اسکی طرف بڑھائی۔ ”جائیں چینج کرلیں تب تک میں بھی چینج کرکے آتا ہوں“ عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور کپڑے پکڑتے ڈریسنگ میں بند ہوئی جبکہ عامر سٹڈی کی طرف بڑھ گیا۔ بیس منٹ بعد وہ فریش سا سفید شلوار قمیض پہنے کمرے میں آیا تو نظر سامنے ثانیہ پر پڑی جو سرخ فراک پہنے سر پر حجاب کیے بیڈ پر بیٹھی اسکا انتظار کررہی تھی۔ حجاب کے حالے میں اسکا خوبصورت چہرہ بے حد دمک رہا تھا۔ ”ماشاءاللہ۔ بہت پیاری لگ رہی ہیں“ عامر نے اسکے پاس آتے اس کے

ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ مسکرائی اور بیڈ پر اپنے قریب رکھی نماز والی کیپ اٹھاتے عامر کی طرف بڑھائی جسے دیکھ وہ سر جھکا گیا۔ اسکے سر جھکانے پر وہ مسکرائی اور ہاتھ بڑھاتے نرمی سے اسکے سر پر کیپ پہنا گئی۔ "شکریہ میرا بچہ۔ آئیں اب نوافل ادا کرتے ہیں" عامر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ جائے نماز لاتے دونوں کے لیے بچھا گیا۔ عامر آگے بچھی جائے پر کھڑا ہوا اور اس کا ہاتھ تھامتے اسے اپنے پیچھے کچھ فاصلے پر بچھی جائے نماز پر کھڑا کیا۔ دونوں نے کھڑے ہوتے اگلے ہی پل نوافل ادا کرنے شروع کیے۔ عامر کے ساتھ ساتھ وہ نماز پڑھتے عامر کے وجود کا حصہ ہی لگ رہی تھی۔ وہ اسکے ساتھ ہی رکوع و سجود کرتے اسکی امامت میں نماز ادا کرتے خود کو دنیا کی خوش نصیب ترین لڑکی سمجھ رہی تھی۔ دونوں کے دل اس وقت سکون سے بھرے پڑے تھے۔ اللہ کا ذکر اور محرم کا ساتھ دونوں اس وقت دل کو مسرور کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد عامر نے نوافل مکمل کرتے سلام پھیرا ثانیہ نے

بھی اسکی تقلید میں سلام پھیرا۔دونوں نے چند لمحے زیرِ لب چند آیات پڑھتے اللہ پاک کی تسبیح بیان کی پھر دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے دعا مانگنے لگے۔ثانیہ آنکھیں موندیں دونوں کے رشتے کی بہتری اور آخری سانس تک کا ساتھ مانگ رہی تھی جبکہ وہ خوشیاں اور اللہ کی رحمت مانگ رہا تھا۔چند لمحے دعا کرنے کے بعد ثانیہ نے دونوں ہاتھ میں منہ پر پھیرتے آمین کہا جبکہ عامر ابھی بھی دعا مانگ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد عامر نے بھی آمین کہتے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور اسے دیکھا پھر پیچھے ہوتے اسکی گود میں سر رکھتے لیٹ گیا۔ ”یہ میری زندگی کی سب سے خوبصورت شب ہے“ عامر نے اسکا ہاتھ تھامتے آنکھوں پر رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”یہ میری زندگی کی بھی سب سے حسین رات ہے عامر“ ثانیہ نے کہا اور جھکتے بے حد نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر وہ مسکرایا۔ ”آپ میری ہوگئیں۔بلآخر لاتعداد مشکلات کے بعد ہمارا عشق جیت گیا“ عامر نے کہا اسکا دوسرا ہاتھ تھامتے اپنے دل کے مقام پر رکھا۔ ”ہمارا عشق سرخرو ہوگیا“ ثانیہ

نے کہا تو وہ مسکرایا اور اٹھ کر بیٹھتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "الحمداللہ" عامر نے کہا اور کھڑے ہوتے جھک کر اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے بیڈ پر لٹا گیا جس پر ثانیہ گھبرائی جب کہ عامر اسکی گھبراہٹ سے محظوظ ہوا مسکراہٹ دباتے جائے نماز طے کرتے صوفے پر رکھتے بیڈ پر اسکے قریب دراز ہوا جسے دیکھ ثانیہ نے تھوڑا سا پیچھے کھسکنا چاہا پر عامر اس کے گرد اپنی توانا بازوؤں کو باندھتے اسکی کوشش ناکام بنا گیا۔ "کیا ہوا" عامر نے نرمی سے
پوچھا۔ "کک۔۔ کچھ۔۔ نہیں" ثانیہ نے اپنی دھڑکنوں کو بامشکل قابو کرتے کہا جس پر وہ ہنس پڑا۔ "میری جان۔ میرا پیارا بچہ۔ میرا سکھ چین آپ کیوں ہیں اتنی معصوم" عامر نے ہنستے ہوئے اسکے بالوں پر ہونٹ
رکھے۔ "کیا۔۔ مطلب" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "مطلب یہ کہ
سوجائیں۔ تھک گئیں ہے آپ عامر نے کہتے اسے سینے میں بھینچا جس پر وہ

ٹھٹھکی پھر جھجکتے اسکے گرد بازو باندھتے اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسکے سر پر لب رکھتے خود بھی آنکھیں موند گیا۔

"یہ تمھاری امانت شہزادی" اسد نے عائشہ کو اسکا نکاح والا سرخ ڈوپٹہ پکڑاتے کہا جو اس وقت سرخ رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے کھڑی بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اسد قریباً ایک گھنٹہ پہلے روم میں آیا تھا۔ اس نے روم میں آتے ہی پہلے تو عائشہ کو کئی لمحے دیکھا۔ اسکے ہونے کا یقین کیا۔ جبکہ عائشہ تو اسکی نگاہوں سے چھپنے کی جگہ تلاش کرتی رہی۔ پھر اسکی کافی دیر تعریف اور اپنا اظہارِ محبت کرنے کے بعد اسکی تھکاوٹ اور نوافل پڑھنے کا خیال کرتے اسے چینج کرنے کا کہتے خود بھی سیاہ شلوار قمیض پہن لی تھی۔ اب چینج کرتے اس نے عائشہ کو اسکے نکاح والا سرخ ڈوپٹہ دیا تھا جسے وہ اوڑھ کر نوافل ادا کرنے والی تھی۔ "شکریہ اسد" عائشہ نے اسکے ہاتھ سے ڈوپٹہ پکڑتے حجاب کی صورت

اپنے چہرے کے گرد باندھا۔ "ماشاءاللہ "اس کے حجاب اوڑھتے ہی اسد نے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں تھامتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ اس کے رخسار سرخ ہوئے۔ "بہت پیاری لگ رہی ہو شہزادی" اسد نے کہا تو اسکی پلکیں لرزیں جسے دیکھ وہ مسکرایا اور جھکتے بے حد محبت سے اسکی آنکھوں کو چھو گیا جس پر عائشہ نے اسد کے کندھوں پر ہاتھ رکھا۔ "اسد۔۔نوافل" عائشہ نے اسے جیسے یاد کرایا تھا یا شاید اسکی نزدیکی سے بچنے کو کہا تھا وہ خود نا سمجھ پائی۔ "ہاں نوافل۔آؤ ادا کرتے ہیں" اسد نے اسکا ہاتھ تھاما اور زمین ہر بچھے جائے نماز پر کھڑے ہوا۔ "میری امامت میں پہلی نماز مبارک ہو شہزادی" اسد نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا اور قبلہ رخ ہوتے نوافل ادا کرنے شروع کیے جب کہ عائشہ اسکی حرکت پر مدھم سا مسکرائی پھر اس کی امامت میں نماز ادا کرنے لگی۔وہ اسد کی امامت میں بے حد پرسکون سی نماز پڑھ رہی تھی۔ان دونوں کے چہرے اس وقت سکون سے

بھرے پڑے تھے۔دونوں اللہ کے ذکر میں ڈوبے اپنے عشق کے ہمراہ نماز پڑھتے اپنے دل میں اترتا سکون محسوس کرتے سرشار ہوئے تھے۔وہ اپنے محرم کی امامت میں نماز ادا کررہی تھی۔عائشہ کو یہ لمحہ جنت سے کم نا لگا۔جبکہ اسد تو اپنے عشق کو اپنی امامت میں نماز ادا کرتے دیکھ بے حد مسرور تھا۔چند منٹ بعد اسد نے سلام پھیرتے عائشہ کو دیکھا جو سلام پھیر چکی تھی اور اب اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اسکے دیکھنے پر وہ مسکرایا اور اسکی طرف جھکتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر وہ مدھم سا مسکرائی پھر آنکھیں موندتے اللہ کا ذکر کرنے لگی جب کہ اسد بھی آنکھیں بند کرتے اللہ کے ذکر میں مصروف ہوگیا۔چند لمحے خاموشی سے اللہ کا ذکر کرنے کے بعد ان دونوں نے ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے اور دعا کرنے لگے۔عائشہ اپنی ابدی خوشیاں اور اسد کا تا عمر کا ساتھ مانگ رہی تھی جبکہ اسد اپنے عشق کے حقوق پورے کرنے کی توفیق اور اپنوں کی بہتری و خوشیاں مانگ رہا تھا۔وہ دونوں آنکھیں موندے دعا کررہے تھے کچھ دیر بعد

عائشہ اور اسد دونوں نے ایک ساتھ ہی چہرے پر ہاتھ پھیرتے آمین بولا اور اپنے اپنے جائے نماز اٹھاتے کھڑے ہوئے۔ اسد اس کے ہاتھ سے جائے نماز پکڑتے ڈریسنگ میں رکھنے چلا گیا جب کہ عائشہ لائٹ آف کرتے بیڈ پر سرتا پیر کمبل اوڑھ کر لیٹ گئی۔ اسد کمرے میں واپس آیا تو سامنے اندھیرا دیکھ مسکرایا اور بغیر لائٹ آن کیے بیڈ پر جاتے عائشہ کے برابر دراز ہوا جسے محسوس کرتے عائشہ حیا سے سمٹی۔ اسد چند لمحے لیٹا اسکے لحاف چھپے وجود کو دیکھتا رہا پھر اسکی طرف کھسکتے اسکے گرد حصار باندھتے اسے قریب کرگیا۔ "اسد" اسکی حرکت پر عائشہ نے گھبرا کر اسے دیکھا جبکہ اسکے دیکھنے پر اسد نے نرمی سے جھکتے اسکے ماتھے کو چھوا جس پر وہ آنکھیں موند گئی۔ اسد اسکی حرکت پر مسکرایا اور جھکتے نرمی سے بند آنکھوں، ناک، دونوں رخسار، ٹھوڑی اور پھر اسکے لبوں کو چھو گیا جس پر عائشہ نے گہری سانس بھری۔ "شہزادی مجھے دیکھو" اسد نے نرمی سے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی تو عائشہ نے

دھیرے سے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ "پرسکون ہوجاؤ۔میں تمھارا اسد ہوں میرا بچہ" اسد نے نرمی سے کہا تو عائشہ کے چہرہ کچھ پرسکون ہوا جسے دیکھ اسد نے سکھ کا سانس لیا اور اسے دیکھا جیسے کچھ جاننا چاہ رہا ہو۔اسکے دیکھنے پر عائشہ نے نگاہیں جھکائیں جسے دیکھ وہ مسکرایا اور جھکتے اسکی گردن کو چوم گیا۔اسکی حرکت پر عائشہ نے گھبرا کر اسکے گرد بازو حمائل کیے۔اسد نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما اور اسکی کلائی پر لب رکھتے اسکی بازو کو چومتے اسکے کندھے کو حرارت دی جس پر عائشہ نے گہری سانس بھری جس پر وہ مسکرایا اور نرمی سے جھکتے اسکے لبوں کی نرماہٹ کو اپنے محسوس کرتے اسکے گرد حصار تنگ کرنے لگا۔اسد نے نرمی سے اسکی بازو پر ہونٹ ثبت کرتے اسکی گردن کو جھکتے چوما تو عائشہ کی سانسیں بھاری ہوئیں۔اس نے اسکی گستاخیوں تضاد مضبوط حصار پر گھبراتے اسکے گرد بازو سختی سے حمائل کیے جس پر وہ مسکرایا اور اپنی گستاخیاں بڑھا گیا۔اسد لمحہ بالمحہ اپنی گستاخیاں بڑھا رہا تھا جبکہ عائشہ

گہرے گہرے سانس بھرتے آنکھیں موندے اسکی محبت کو محسوس کررہی تھی۔اسد کے لب اسکے ایک ایک نقش کو حفظ کررہے تھے جبکہ عائشہ تو اسکے اس نئے انداز پر شرم سے سمٹتے جارہی تھی۔اسد نے آج صحیح معنوں میں عائشہ کو اپنے عشق کی گہرائی سے متعارف کرایا جس پر وہ گہری سانسیں بھرنے کے سوا کچھ نا سکی۔گزرتے وقت کے ساتھ اسد اسکے گرد حصار مزید مضبوط کرتے اسے خود میں بھینچ چکا تھا جبکہ اسکی محبت محسوس کرتے عائشہ آنکھیں موندیں اسکی من مانیوں پر سرخ پڑ رہی تھی۔اسد اسے یوں چھو رہا تھا گویا وہ کانچ کی گڑیا ہو جو اسکی زرا سی سختی پر ٹوٹ جائے گی۔وہ اسے محبت سے چھوتے اسکی ہر انسیکیورٹی اور ڈر دور کرگیا تھا۔آج عائشہ کو مکمل طور اپنی روح سے زیادہ قریب محسوس کرتے اسد اندر تک سرشار ہوا تھا۔آج اس نے بلآخر اپنے عشق کو اپنے دل کا ہر راز بتا دیا تھا۔عائشہ اسکے پاس تھی اور اب اسکی تھی اسد کو یہ لمحہ جنت سے کم نا لگا جبکہ عائشہ اسکی اتنی محبت پر اسکے حصار میں

لیٹے خود پر رشک کر رہی تھی۔وہ اس شاندار شخص کا عشق تھی جس کی خواہش ہر لڑکی نے تھی۔پر وہ اسکا تھا فقط عائشہ اسد ملک کا۔دل اس حقیقت پر خوشی سے نہال ہوا تھا۔جب کہ زبان نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا تھا جس نے اس شاندار شخص کو عائشہ کا مقدر بنایا تھا۔

"بھائی" مہر ماہ نے ماہ دیر کو پکارا جو اس وقت اکیلا لاؤنج میں بیٹھا تھا۔اس صبح کے پانچ بج رہے تھے اور ماہ دیر اس وقت اکیلا لاؤنج میں بیٹھا تھا جبکہ مہر ماہ ابھی کچھ دیر پہلے وہاج کے رونے پر اٹھی تھی اور ضرار کی نیند کا خیال کرتے وہ وہاج کو اٹھاتے نیچے آگئی تھی پر سامنے ماہ دیر کو دیکھتے مہر ماہ حیران ہوئی تبھی فوراً اسے پکارا۔"جی بھائی کا بچہ" اس کی آواز پر ماہ دیر کو خیالوں میں گم تھا اس نے مڑتے اسے دیکھتے جواب دیا۔"آپ یہاں اکیلے کیا کر رہے ہیں۔وہ بھی اتنی صبح صبح خیریت" مہر ماہ نے صوفے پر اسکے پاس بیٹھتے وہاج کو گود میں

لٹاتے پوچھا جس پر ماہ دیر نے ایک نظر اسے پھر وہاج کو دیکھا جو فیڈر پینے میں مصروف تھا۔ "ہاں بس آنکھ کھل گئی تھی۔ میری گڑیا یہاں کیا کر رہی ہے" ماہ دیر نے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا۔ "وہاج رو رہا تھا تو بس اس لیے اسے باہر لے آئی۔ اب آپ بتائیں کیا ہوا یہاں کیا کر رہے ہیں۔ کیا سوچ رہے ہیں" مہر ماہ نے پوچھا تو وہ مدھم سا مسکرایا۔ وہ جانتا تھا اسکی گڑیا پوچھ کر ہی دم لے گی۔ "کچھ نہیں بس گڑیا کو مس کر رہا ہوں۔ پھر کل تم بھی چلی جاؤ گی تو تمھیں بھی مس کروں گا" ماہ دیر نے کہا تو مہر ماہ نے اسے دیکھا۔ "بھائی ہم لوگ آپ سے دور تھوڑی نا ہیں۔ آپ کا جب دل کرے آپ ہم سے ملنے آجائیں۔ جب دل کرے ہمیں ملنے بلا لیں۔ اداس نا ہوں مہر ماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ جانتا ہوں گڑیا پر ملنا اور ساتھ وقت گزارنا دو الگ چیزیں ہیں۔ میرا جو وقت تم دونوں کے ساتھ رہنے کا تھا۔ تم لوگوں کو پیار کرنے کا تھا۔ تم دونوں کے لاڈ اٹھانے کا تھا وہ وقت میں نے ایک غلط فہمی کی

نظر کر دیا اور اب جب ہم ساتھ آئے بھی ہیں تو تب جب تم دونوں اپنے اپنے گھر کی ہو چکی ہو" ماہ دیر نے کہا تو مہر ماہ نے اسے دیکھا۔ "بھائی ہم بے شک اپنے گھر کی ہو چکی ہیں پر ہمارے لیے جو آپ ہیں وہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ "ہم نے بچپن بے شک الگ گزارا پر اب ہم ساتھ ہیں بھائی۔ اور ہمارے گھر کونسے دور ہیں جو آپ اداس ہیں۔ ماضی کو بھول جائیں بھائی۔ ہم تینوں بہن بھائی اتنی آزمائشوں کے بعد ایک دوسرے کو ملے ہیں۔ یہ وقت تو شکر کرنے کا ہے اگر ہم ماضی کو یاد کریں گے تو شکر کا وقت گزر جائے گا۔ اور جب شکر کا وقت گزرتا ہے تو صبر کا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے صرف اللہ کا شکر کریں اور یہ یاد رکھیں وہ مشکل وقت اب گزر چکا ہے۔ اب ہم سب ساتھ ہیں۔ جب چاہیں ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں وہ دوریاں، رنجشیں سب ختم ہو گیا ہے اس لیے آپ اداس ہونا چھوڑ دیں" مہر ماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور جھکتے اسکا سر چوم گیا۔ "اتنا سمجھدار ہو گیا ہے میرا چھوٹا سا بچہ" ماہ دیر نے کہا

تو وہ مسکرائی۔ ”اب کیا کروں میرے بھائی کبھی کبھی چھوٹے سے کاکے بن جاتے ہیں تو اس چھوٹے سے بچے کو سمجھدار بننا پڑتا ہے“ مہرماہ نے شرارت سے کہا تو وہ ہنس پڑا جس پر مہرماہ نے مسکراتے اپنے بھائی کی نظر اتاری جبکہ وہاج نے اپنے ماموں کو دیکھا جس پر ماہ دیر نے اسے نرمی سے اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا۔ ”ماموں کی جان۔نیند نہیں آرہی میرے بیٹے کو“ ماہ دیر نے اسکے گول مٹول رخسار پر لب رکھتے کہا تو وہاج نے اپنے رخسار پر اس کی مونچھوں کی چبھن محسوس کرتے منہ بسورا اور اپنی ماما کو دیکھا جو اس کے منہ بسورنے پر ہنس رہی تھی۔ ”پورا کا پورا تمھارے سڑے ہوئے شوہر پر گیا ہے یہ نمونہ“ ماہ دیر نے وہاج کو منہ بناتے دیکھ ہنستے ہوئے کہا اور اسکے رخسار پر اپنی داڑھی سہلائی جس پر وہاج نے ہونٹ مڑورتے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لاتے اسے دیکھا جبکہ مہرماہ بھی مسکرائی۔ ”ارے ماموں کی جان۔ماموں صدقے۔ سوری میرا بچہ۔اب نہیں کرتا“ ماہ دیر نے فوراً اسے سینے لگاتے کہا تو وہاج

نے اس کی شرٹ کو اپنی ننھی ننھی مٹھیوں میں جکڑا جسے محسوس کرتے وہ مسکرایا اور اسکا سر چوم گیا۔ "مہرو اسکی نظر اتاری تھی؟" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی بھائی ضار نے اتاری تھی اور بابا نے بھی اسکا اور حوریہ کا صدقہ نکالا تھا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اچھا بھائی میں کیا سوچ رہی تھی" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا جس پر ماہ دیر نے اسے دیکھا۔ "کیا سوچ رہی ہے میری گڑیا" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے اِدھر اُدھر یوں دیکھا گویا کوئی بہت راز کی بات کرنی ہو۔ "بھائی میں سوچ رہی تھی کیوں نا" مہرماہ نے پھر جملہ ادھورا چھوڑا۔ "کیوں نا" ماہ دیر نے اسکے الفاظ دہرائے۔ "کیوں نا آئس کریم کھائے۔ ضار اور بھابھی سو رہے ہیں تو ڈانٹ بھی نہیں پڑے گی" مہرماہ نے بلکل بچوں کی طرح کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "میرا شرارتی بیٹا" ماہ دیر نے اسکا سر چوما تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "اچھا اب بتائیں کھانی ہے آئس کریم اور ساتھ ڈھیر سارا چاکلیٹ سیرپ" مہرماہ نے بچوں کی

طرح اسے دیکھتے پوچھا۔ ”ہاں جی کیوں نہیں چلو کچن میں چلتے ہیں پھر چھپ کر کھائیں گے“ ماہ دیر وہاج کو سینے سے لگائے کھڑا ہوا اور اسے ایک بازو کے حلقے میں لیتے کچن میں داخل ہوا۔ ”چلو تم وہاج کو پکڑو میں آئس نکالتا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میں آئس کریم نکالتی ہوں آپ بیٹھیں“ مہر ماہ نے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکاتے کہا تو وہ ہنسا۔ چلو پھر جلدی جلدی کرو اس سے پہلے چھاپا پڑ جائے ماہ دیر نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی اور جلدی سے دو پیالیوں میں آئس کریم نکالتے ان پر ڈھیر سارا چاکلیٹ سیرپ ڈالتے ایک پیالی ماہ دیر کے آگے رکھی جبکہ دوسری سے خود کھانے لگی۔ اب کچن کا منظر کچھ یوں تھا کہ وہ دونوں بہن بھائی آئس کریم کھا رہے تھے اور ساتھ کوئی نا کوئی بچپن کی بات کرتے ہنس پڑتے۔ پورے کچن میں انکے قہقہے گونج رہے تھے جبکہ وہاج خاموشی سے اپنے ماموں اور ماما کی باتیں سن رہا تھا۔

”ماما بابا ذان تب آئیں دیں (ماما بابا جان کب آئیں گے)“ حوریہ نے یشائم کو دیکھتے پوچھا جو اس وقت ولیمے کے لیے تیار ہو رہی تھی جبکہ ماہ دیر صبح ضرار اور سب بڑوں کے ساتھ ثانیہ اور عائشہ کا ناشتہ دینے کے بعد کسی ایمرجنسی کی وجہ سے ہاسپٹل گیا تھا۔ اسے گئے قریباً دو گھنٹے ہو چکے تھے اور حوریہ کافی دیر سے اسکا پوچھ رہی تھی۔ آخر کو اسے اپنے بابا جان کو اپنا ڈریس دکھانا تھا جسے پہن وہ سچی کی حور لگ رہی تھی۔ حوریہ اس وقت سکائے بلیو کلر کی شارٹ فراک ساتھ وائٹ کلر کا شرارہ پہنے گلے میں سکائے بلیو چھوٹا سا ڈوپٹہ ڈالے۔ ماتھے پر بندیاں لگائے اور پیروں میں کھسہ جبکہ ہاتھوں میں سفید چوڑیاں پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی جبکہ اسکے برعکس یشائم اس وقت سکائے بلیو کلر کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے کندھوں پر ہم رنگ ڈوپٹہ سیٹ کیے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے خود پر سیاہ رنگ کی شال اوڑھتے خود کو اچھے سے ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ پہلے کی نسبت اب بھرنے لگی تھی تبھی وہ ہمیشہ خود کو

ڈھانپ کر رکھتی تھی۔اس نے جیولری میں گولڈ کا سمپل سا سیٹ اور ساتھ سفید کانچ کی چوڑیاں پہنی تھیں۔وہ اس وقت نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔آج ولیمہ تھا جو کہ شہریار کے فارم ہاؤس پر رکھا گیا تھا۔"میری جان آپکے بابا ابھی آجاتے ہیں۔شاباش ابھی آپ ٹام اینڈ جیری دیکھیں میشائم نےپیار سے کہا۔پل حول تو بابا ذان تائیے (پر حور کو بابا جان چاہئیں)" حوریہ نے کہا تو اس نے اسکے پاس بیٹھتے اسے ساتھ لگایا۔"میرا بچہ آپکے بابا جان کسی کام گئے ہیں نا ابھی آجاتے ہیں شاباش میرا بچہ تو اچھا ہے۔ایسے ضد نہیں کرتے" میشائم نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاتھ میں سرہلایا۔"پل ماما حولیہ بابا ذان تو مش تل لی اے (پر ماما حوریہ بابا جان کو مس کررہی ہے)" حوریہ نے کہا جس پر میشائم مسکرائی جبکہ اندر داخل ہوتے ماہ دیر کے ہونٹ بھی مسکراہٹ میں ڈھلے۔"بابا آگئے میرا بچہ" ماہ دیر نے اندر آتے کہا تو حوریہ کا چہرہ کھلا۔اس نے فوراً میشائم سے پیچھے ہوتے اسے دیکھا اور بھاگ کر اسکے

سینے سے جا لگی جس پر ماہ دیر نے اس کا ماتھا چوما جبکہ میشائم خاموشی سے کھڑی مسکراتے انھیں دیکھ رہی تھی۔ "میرا بچہ بابا کو مس کر رہا تھا" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے دیکھا۔ "بابا ذان حولیہ تیشی لدلی اے (بابا جان حوریہ کیسی لگ رہی ہے)" حوریہ نے اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا جو اس وقت کوئی گڑیا لگ رہی تھی۔ اپنی بیٹی کو دیکھتے ماہ دیر سکندر کے دل نے بے ساختہ کہا تھا کہ اگر وہ اپنی جان بھی اسکے صدقے میں دے دے تو وہ بھی ناکافی تھا کیونکہ وہ اس وقت ماہ دیر کو بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ "ماشاءاللہ میرا بچہ۔ بابا کی جان بہت پیاری لگ رہی ہے میری بیٹی" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا ساتھ ہی اپنی جیب سے نوٹوں کی گڈی نکالتے اس کے سر سے وارتے اسکی نظر اتار گیا جس پر حوریہ کا چہرہ کھلا جب کہ میشائم نے دل میں ان کی نظر اتاری۔ "تھتھی بابا ذان (سچی بابا جان)" حوریہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "مچی بابا کی جان" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو وہ

کھلکھلائی۔ ”پھل می اپو تو داؤں جا تل (پھر میں اپھو کو دکھاؤں جا کر)“ حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسے نیچے اتارا جس پر وہ سامنے والے کمرے میں بھاگی جہاں مہرماہ، وہاج اور ضرار تھے جبکہ اسکے یوں بھاگنے پر میشائم اور ماہ دیر ہنس پڑے۔ ”یہ جوں جوں بڑی ہو رہی ہے، شرارتی ہوتی جا رہی ہے“ اس کے جاتے ہی میشائم نے ہنستے ہوئے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا اور دروازہ بند کرتے اسکے پاس آیا۔ ”اور تم دن با دن پیاری ہوتی جا رہی ہو متاعِ جاں“ ماہ دیر نے نرمی سے اسکے گرد حصار باندھتے کہا تو میشائم نے اسے دیکھا جو اس وقت ڈارک بلیو کلر کا پینٹ کوٹ میں ملبوس بے حد خوبرو لگ رہا تھا۔ اسے دیکھ میشائم نے دل میں اسکی نظر اتاری پر اگلے ہی پل منہ بنایا۔ ”اب نظر آئی ہوں آپکو۔ جب سے آئے ہیں بیٹی سے لگے ہیں۔ اب وہ گئی ہے تو میں یاد آئی ہوں“ میشائم نے منہ بناتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میری جان اندر آتے ہی میں نے سب سے پہلے تمھیں دیکھا تھا پر پھر حور مجھے مس

کررہی تھی تو اس بات کرنے لگا" ماہ دیر نے نرمی سے کہا۔ "تو کیا صرف حور ہی آپکو یاد کررہی تھی۔ میں بھی تو کررہی تھی آپکو مس پر آپ نے مجھے حور سے بات کرتے وقت دیکھا تک نہیں" یشائم نے کہا تو ماہ دیر نے نرمی سے اسکی ٹھوڑی تھامی۔ "تمھیں میرا پہلے حور کو پیار کرنا بُرا لگا" ماہ دیر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "کیا مجھے آپکا حور کو پیار کرنا بُرا لگ سکتا ہے دِیر؟ میں مذاق کررہی تھی۔ صرف آپکو تنگ کررہی تھی ورنہ آپکو یوں حور سے پیار کرتے دیکھ میرا دل ہمیشہ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوجاتا ہے جس نے مجھے اور حور کو آپ عطا کیے ہیں جو ہم سے بے انتہا محبت کرتے ہیں" یشائم نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "پھر مجھے ڈرایا کیوں" ماہ دیر نے سیدھے ہوتے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے پوچھا۔ "وہ تو بس مجھے مزہ آتا ہے آپکو تنگ کرنے کا" یشائم نے مسکراتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسے اپنے سینے سے لگا گیا۔ "بہت شرارتی ہوگیا ہے میرا بچہ" ماہ دیر نے کہتے اسکا سر

چوما۔ ”آپ سارے لاڈ اٹھائیں گے تو آپکا بچہ شرارتی ہی ہوگا نا“ میشائم نے لاڈ سے بچوں کی طرح کہا تو ماہ دیر ہولے سے ہنسا اور اسکا سر دوبارہ چوم گیا۔ ”اللہ پاک میری میشی کو ہمیشہ یونہی رکھے“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ 'آمین اور اللہ پاک میرے دِیر کو ہمیشہ میرے پاس رکھیں“ میشائم نے کہا تو اس نے مسکراتے آمین کہا اور اسے واپس سینے سے لگا گیا جس پر وہ بھی اسکے گرد حصار باندھتے آنکھیں موندتے اسکے وجود سے اٹھتی پرفیوم کی خوشبو سانسوں میں اتارنے لگی۔ ”دِیر“ کچھ دیر بعد میشائم نے اسے پکارا۔ ”جی دِیر کی جان“ ماہ دیر نے اسے نرمی و محبت سے جواب دیا۔ ”ابھی آپکے آنے سے پہلے میں کچھ سوچ رہی تھی“ میشائم نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ ”کیا سوچ رہی تھی میری میشی“ ماہ دیر نے پیار سے پوچھا۔ ”دِیر آپکو بیٹی چاہیئے نا؟“ میشائم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جی مجھے بیٹی چاہیئے کیوں“ ماہ دیر نے جواب دیا۔ ”تو آپ نے اسکا کوئی نام سوچا ہے“ میشائم نے

پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”ہاں سوچا ہے۔بہت پیارا نام سوچا ہے میں نے اپنی بیٹی کا بلکہ بیٹے کا بھی۔ کیونکہ بیٹا ہو یا بیٹی میں دونوں کو پیار کروں گا پر حوریہ کو تھوڑا زیادہ کروں گا“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ ”اور مجھے ؟“ یشائم کا لہجہ تھوڑا خفا سا تھا۔ ”تم تو میری جان ہو تمھیں تو میں بچوں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں“ ماہ دیر نے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ اس کے رخسار ہوئے۔ ”اچھا مسکے نا لگائیں۔نام بتائیں کیا سوچا ہے“ یشائم نے پوچھا تو اس نے اسکے کان کے قریب جھکتے دو نام بتائے جسے سنتے یشائم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ ”کیسے ہیں“ ماہ دیر نے نام بتاتے پوچھا۔ ”بہت اچھے۔مجھے بہت پسند آئے ہیں“ یشائم نے خوشی سے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”چلو شکر ہے میری ٹائیگریس کو پسند آئے“ ماہ دیر نے اسکی ناک پر چٹکی کاٹتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنستے اسکے سینے پر سر ٹکا گئی جبکہ وہ اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے آنکھیں موند گیا۔یشائم کی ہنسی کے سامنے اسے ہر گیت بیکار لگتا تھا۔

"مریم کہاں جارہی ہو" ثانیہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو اچانک کھڑے ہوتے سٹیج سے نیچے اتر رہی تھی۔ مہرماہ، میشائم اور شہریار کے علاوہ اس وقت سب لوگ سٹیج پر موجود تھے۔ وہ لوگ ابھی کچھ دیر پہلے ہی یہاں پہنچے تھے جبکہ دونوں جوڑیوں کو بھی انکے آنے کے چند منٹ بعد لایا گیا تھا۔ ان چاروں کے آتے ہی سب نے ان سے ملتے انھیں ڈھیروں دعائیں دی تھیں جس پر وہ مسکرا رہے تھے۔ اب شہریار مردوں والی سائیڈ پر اپنے کسی دوست سے ملنے گیا تھا جبکہ مہرماہ اور میشائم اپنے اپنے بچوں کو سلانے گئیں تھی۔ انکو گئے ابھی پندرہ منٹ ہوئے تھے جب مریم اچانک سے سٹیج سے نیچے اتری جسے دیکھ ثانیہ فوراً بولی تھی۔ "کچھ نہیں آپی بس اندر جارہی ہوں۔ آتی ہوں ابھی" مریم نے مدھم آواز میں اسے دیکھتے جواب دیا جو اس وقت سلور کلر کی میکسی پہنے سر پر اچھے سے ڈوپٹہ سیٹ کیے جبکہ ساتھ لائٹ سا میک اپ اور جیولری پہنے بے حد

پیاری لگ رہی تھی جبکہ مریم خود اس وقت ٹی پنک کلر کی شارٹ فراک اور ٹراؤزر ساتھ ہم رنگ حجاب اور نقاب کیے ساتھ خود کو شہریار کی سیاہ اجرک سے کورر کیے کوئی حور لگ رہی تھی۔ "بچے اکیلے جائیں گی میں آجاؤں ساتھ" ضرار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ضرار اس وقت سیاہ پینٹ کوٹ پہنے کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا۔ "نہیں بھائی میں چلی جاؤں گی" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "مریم میری جان کیا ہوا۔ مورے آجائیں اپنی بیٹی کے ساتھ" فہمیدہ خان نے پوچھا۔ "نہیں مورے آپ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں" مریم نے کہا اور بغیر کسی کو دوسری بات کہنے کا موقع دیے اندر چلی گئی۔ "اسے کیا ہوا ہے "عائشہ نے زیرِ لب کہا تو اسد نے اسے دیکھا جو اس وقت گولڈن کلر کی میکسی پہنے سر پر ڈوپٹہ سیٹ کیے اور ہمیشہ کی طرح ہلکا میک اور لائٹ جیولری پہنے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ "کسے کیا ہوا ہے شہزادی" اسد نے اسکا ہاتھ تھامتے پوچھا جس پر عائشہ نے ایک نظر اسے دیکھا

جو اس وقت ڈارک براؤن کلر کا پینٹ کوٹ پہنے ہوئے بے حد پیارا لگ رہا تھا لیکن اگلے ہی پل نگاہیں جھکا گئیں۔ اسے کل سے کچھ زیادہ ہی شرم آرہی تھی۔ "وہ مریم کو" عائشہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہو سکتا ہے طبیعت اپ سیٹ ہو" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اب کی بار خاموش رہی جبکہ اسد بھی اب خاموش بیٹھا سب کی موجودگی کو فراموش کیے اسے دیکھ رہا تھا۔ "بیٹُو آپ اتنی پیاری لگ رہی ہیں۔ میرا دل کر رہا ہے آپکو اٹھا کر لے جاؤں پھر جی بھر کر آپکو دیکھوں" عامر نے سب کی نظروں سے بچتے ثانیہ کے گرد بازو باندھتے اسکے کان کے قریب جھکتے سرگوشی کی جس پر ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے۔ "عامر چپ کر جائیں" ثانیہ نے ہلکا سا چہرہ موڑتے اسے گھورا جو اس وقت گرے پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔ "یار ایسے گھوریں تو نا اب کیوں بچے کو ڈرا رہی ہیں" عامر نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہلکا سا مسکراتے سر جھکا گئی جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ "اب ایسے مسکرائیں گی تو غریب

جان سے جائے گا" عامر نے مدھم آواز میں سرگوشی کی تو ثانیہ مزید چہرہ جھکا گئی جس پر وہ اب کی بار خاموشی سے بیٹھ گیا۔دوسری طرف مریم فارم ہاؤس کے لاؤنج میں آئی تو وہاں کوئی نا تھا۔وہ جاتے صوفے پر بیٹھی اور اپنا فون نکالتے شہریار کو کال ملائی جس نے نا اٹھائی۔اس نے کوئی دو تین بار اسے کال ملائی جسکا شہریار نے جواب نا دیا جسے دیکھ مریم کی آنکھیں فوراً نم ہوئیں۔اس نے موبائل ایک طرف رکھا اور چہرہ جھکاتے بیٹھ گئی۔اسکا دل کر رہا تھا اونچی اونچی رونے لگ جائے۔ایک تو اسے بھوک لگ رہی تھی اوپر سے نا یہاں شہریار تھا اور نا کوئی ملازمہ جس سے وہ کھانا مانگ لیتی۔پھر اسکی طبیعت میں بھی آج کل ایک چڑچڑاپن آیا تھا جس وجہ سے اسے ہر بات پر رونا آنے لگتا تھا۔"میمی" مریم ابھی یونہی بیٹھی تھی جب اسے مہرماہ کی آواز آئی جس پر اس نے مڑتے پیچھے دیکھا جہاں سیڑھیوں سے مہرماہ اترتے اسکی طرف ہی آرہی تھی۔"ہاں مہر" مریم نے مدھم آواز میں جواب دیا جبکہ اسکی آواز سنتے مہرماہ

فوراً اسکے پاس آئی کیونکہ مریم کی آواز میں صاف آنسوؤں کی آمیزش شامل تھی۔ ”کیا ہوا میمی“ مہرماہ نے مریم کو دیکھتے پوچھا جو بلکل رونے والی تھی۔ اسکے پوچھنے پر مریم کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔ ”مجھے بھوک لگ رہی ہے مہر۔پر سائیں پتہ نہیں کہاں ہیں“ مریم نے اسے نم آنکھوں سے دیکھتے کہا جسے دیکھ مہرماہ اسکے ساتھ بیٹھی اور اسے اپنے ساتھ لگا گئی۔ ”تو اس میں رونے والی کونسی بات ہے میری جان“ مہرماہ نے اسے نرمی سے ساتھ لگاتے پوچھا۔ ”مجھے نہیں پتا پر مجھے رونا آرہا ہے“ مریم نے سوں سوں کرتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپاتے کہا۔ ”اچھا بس میری جان۔روتے نہیں ہیں۔شاباش چپ کرو۔ایسے رونا تمھارے لیے اور بے بی کے لیے اچھا نہیں۔چپ کرو“ مہرماہ نے نرمی سے اسکا سر سہلاتے کہا۔مہرماہ جانتی تھی مریم اپنی طبیعت کی وجہ سے زیادہ حساس ہوگئی ہے۔ ”پر مجھے بھوک لگ رہی ہے اور سائیں یہاں نہیں ہیں“ مریم نے کہا تو وہ مسکرائی۔مریم اس وقت کوئی ننھی

بچی لگ رہی تھی۔ ”تو کیا ہوا اگر شہریار بھائی نہیں ہیں میں تو ہوں نا۔ میں کھلاتی ہوں اپنی پیاری سی دوست کو کھانا وہ بھی اپنے ہاتھوں سے اب شاباش رونا بند کرو“ مہرماہ نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو مریم نے بچوں کی طرح ہاں میں سر ہلایا جس پر مہرماہ ہنس دی۔ ”اچھا چلو آؤ تم یہاں بیٹھو میں تمھارے لیے کچھ لے کر آتی ہوں“ مہرماہ نے کھڑے ہوتے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”جلدی آنا مہر“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور کچن میں چلی گئی جب کہ مریم صوفے پر بیٹھتے اسکا انتظار کرنے لگی۔ مہرماہ کے آنے سے اسے تھوڑا سکون ہوا تھا پر شہریار کے کال نا اٹھانے والی بات پر اسے دکھ ہوا تھا۔ وہ اگر بزی بھی تھا تو وہ اسے بتا سکتا تھا۔ ”میمی کھانا آگیا“ ابھی وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب مہرماہ نے اسکے پاس آتے کہا جس پر وہ کچھ نا بولی۔ اس کی نظر تو اس وقت مہرماہ کے ہاتھ میں موجود بریانی پر تھی جو شہریار نے آج اسکی فرمائش پر بنائی تھی جب کہ مہرماہ اسکو یوں بچوں کی طرح کرتے

دیکھ مسکرائی اور چاولوں کا چمچ بھرتے اسکے منہ کے قریب کیا۔ "چلو شاباش اب کھانا کھالو" مہرماہ نے پیار سے کہا تو مریم نے ہاں میں سر ہلایا اور منہ کھولتے چاولوں کا نوالہ لیا جسے دیکھ مہرماہ مسکرائی اور آہستہ آہستہ اسے چاول کھلانے لگی جبکہ مریم تو اب خوش ہوتے مزے سے کھانا کھا رہی تھی۔ "مہر میں تم سے ایک بات پوچھوں" مریم نے اچانک پوچھا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "ہاں پوچھو میمی" مہرماہ نے جواب دیا۔ "مہر اگر مجھے کچھ ہوگیا تو کیا تم نئی دوست بناؤ گی؟" مریم نے پوچھا تو مہرماہ کے نے بے یقینی سے اسے دیکھا جبکہ اسکی آنکھوں میں گہرا غم ہچکولے کھانا لگا۔ "میمی کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔ اللہ نا کرے تمھیں کچھ ہو" مہرماہ نے تڑپ کر کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ "پر مہر مجھے ڈر لگتا ہے" مریم نے کہا تو مہرماہ نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما۔ "کس بات کا ڈر میمی" مہرماہ نے نرمی سے پوچھا۔ "مہر ایسا ہوتا ہے نا بے بی کی پیدائش پر کچھ" مریم کی بات پوری ہونے سے پہلے مہرماہ اسے ٹوک گئی۔ "میری جان اللہ پر

بھروسہ رکھو کچھ نہیں ہوگا نا تمھیں اور نا میرے بھانجے یا بھانجی کو۔بس ایسی باتیں مت کیا کرو۔یہ مایوسی ہوتی ہے میمی اور مایوسی کفر ہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو وہ بڑا رحیم ہے انشا اللہ کچھ نہیں ہوگا" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"پر کیا تم میرے علاوہ اور کسی کو دوست بناؤ گی" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔"میمی میری واحد اور جانِ عزیز دوست تم ہی ہو۔نا تم سے پہلے میں نے کوئی دوست بنائی تھی اور نا ہی تمھارے بعد کوئی دوست بناؤں گی میری بس ایک ہی دوست ہے اور وہ تم ہو کیونکہ مجھے تمھارے علاوہ کوئی نہیں سنبھال سکتا۔ایک واحد مریم ہی ہے جو مہرماہ کو سنبھال سکتی ہے باقی زمانے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ اور ہاں یہ کچھ ہونے والی باتیں نا کیا کرو مخلص اور وفادار دوست بہترین سرمایہ ہوتا ہے اور تم میرا بہترین سرمایہ ہو میمی میں تمھیں کھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور تمھاری اولاد وہ مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہوگی۔ایسی باتیں مت کیا کرو کیونکہ جب تم ایسی باتیں کرتی ہو تب میرا

دل لرز جاتا ہے۔ وعدہ کرو آئندہ ایسا نہیں کہو گی" مہرماہ نے کہتے اپنا ہاتھ اسکے سامنے پھیلایا تو مریم نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ "پکا وعدہ اب ایسا نہیں کہوں گی" مریم نے کہا تو وہ مسکرائی عین اسی وقت انھیں شہریار کی آواز آئی جس پر ان دونوں نے مڑتے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے مہرون پینٹ کوٹ پہنے شہریار چہرے پر پریشان کن تاثرات سجائے انکی طرف ہی آرہا تھا۔ "پٹھانی کیا ہوا۔ اتنی کالز؟ طبیعت ٹھیک ہے؟" شہریار نے ان دونوں کے پاس آتے مریم کو دیکھتے پوچھا تو مریم نے اسے ایک نظر دیکھا پھر نظریں جھکا گئی جس پر شہریار پریشان ہوا جبکہ مہرماہ بھی مریم کو دیکھ رہی تھی جو یقیناً اب ناراض ہونے والی تھی۔ "مریم کیا ہوا" شہریار نے دوبارہ پوچھا پر مریم اب کی بار بھی خاموش رہی جس پر شہریار نے بے چین ہوتے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی مہرماہ بول پڑی۔ "میمی تم شہریار بھائی کی بات سنو میں آتی ہوں ضار بلا رہے ہیں مجھے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں

بھی آتی ہوں ساتھ" مریم نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں جاتی ہوں۔ تم پانی وغیرہ پی کر واک کرو اور پھر شہریار بھائی کے ساتھ آجانا" مہر ماہ نے کہا اور اسے مزید بولنے کا موقع دیے بغیر باہر نکل گئی جبکہ مریم نے گہری سانس بھری اور خود اٹھنے لگی پر اس سے پہلے ہی شہریار اسکی کوشش ناکام بناتے اسکے قدموں میں بیٹھ گیا تھا جس پر مریم نے سانس روکی پر اگلے ہی لمحے خود کو کمپوز کر گئی۔ "پٹھانی کیا ہوا؟ تم بول کیوں نہیں رہی" شہریار نے زمین پر ایڑھیوں کے بل بیٹھتے اس کے دونوں ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "آپکو کیا جائیں آپ" مریم نے اسے دیکھے بغیر کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "پٹھانی کیا ہوا ہے؟ ایسے کیوں بول رہی ہو" شہریار نے بے حد محبت سے پوچھا۔ "مجھے اتنی بھوک لگ رہی تھی۔ میں نے آپکو اتنی کالز کیں پر آپ نے نہیں اٹھائی پھر میں رونے لگی پر آپکو کوئی پرواہ ہی نہیں۔ آپ اپنے دوستوں کے ساتھ لگے تھے" مریم نے خفا لہجے میں کہا تو شہریار نے اسکے چہرے کو بغور دیکھا۔ اسکی پلکوں پر ہلکی سی نمی

تھی جبکہ آنکھیں سرخ تھیں جو یقیناً رونے کی وجہ سے ہوئی تھیں۔ شہریار کے دل پر گھونسا پڑا تھا۔ "پٹھانی آئی ایم سوری میرا فون سائلنٹ پر تھا باخدا ورنہ میں تمھاری کال اٹھا لیتا" شہریار نے ندامت سے کہا تو مریم نے اسے دیکھا۔ اس پورے وقت میں مریم نے اب اسے دیکھا تھا۔ "آپ جانتے ہیں مجھے کتنی بُری لگی آپکی حرکت" مریم نے کہا تو اس نے جھکتے معذرت خواہانہ انداز میں اسکے دونوں ہاتھوں کی پشت پر لب رکھے۔ "آئی ایم سوری میری جان۔ میں نے یہ جان بوجھ کر نہیں کیا" شہریار نے نرمی و ندامت سے کہا تو مریم نے سر ہلایا۔ "مجھے پتا ہے پر آپ جانتے ہیں نا مجھے آپ ہر وقت میرے پاس چاہیئے ہوتے ہیں اور اگر آپ نا ہوں تو پھر میرا رونے کا دل کرنے لگتا ہے۔ اب بھی میں رونے لگ گئی تھی پر پھر مہر آگئی اور میرا دل بہل گیا ورنہ میں آپ سے پکا والا ناراض ہونے والی تھی" مریم نے معصومیت سے کہا تو شہریار مسکرایا اور اوپر ہوتے اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "پکا والا ناراض نا

ہونا۔ تمھارا سائیں کمزور دل ہے۔ تمھاری ناراضگی نہیں سہہ پائے گ" اشہریار نے کہا تو مریم نے منہ بنایا۔ "یہ اچھا ہے پہلے غلطی کرلو پھر ایسے معصوم و مظلوم بن جاؤ" مریم نے کہا تو وہ ہنس پڑا جس پر مریم نے اسکے سینے پر مکہ مارا جسے دیکھ شہریار نے پھر قہقہہ لگایا جس پر مریم نے منہ بنایا جسے دیکھ وہ اٹھتے اسکے ساتھ بیٹھا اور اسے اپنے سینے سے لگا گیا جس پر وہ مدھم سا مسکرائی اور اسے دیکھا۔ "ویسے آپکو میرا فون اٹھانا چاہیئے تھا" مریم نے کہا تو اس نے سرہلاتے اسکا سر چوما۔ "جانتا ہوں اور میں انتہائی شرمندہ ہوں۔ انجانے میں ہی سہی میں نے تمھیں ہرٹ کردیا" شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سرہلاتے اوپر ہوتے اسکی گال چومی جس پر شہریار نے گہری سانس بھری۔ "یہ زیادتی ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "مجھے تنگ کرنے کی سزا تھی" مریم نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ "اگر سزا ایسی ہوتی ہے تو مجھے ایسی سزا روز دیا کرونا" شہریار نے اسکی ٹھوڑی کو تھامتے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اللہ اللہ سائیں آپ کتنے

بڑے فلرٹ ہیں" مریم نے اسکے سینے پر سر رکھتے کہا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان تمھیں میرا فلرٹ کرنا پسند ہے نا" شہریار نے اسکا سر چومتے اسے خود میں بھینچتے کہا تو مریم ہنسی جس پر وہ بھی ہنس پڑا۔

"بابا ذان آد شانیہ اپو اول میلو اپو ہمالے شات آئیں دی نا (بابا جان آج ثانیہ اپھو اور مہرو اپھو ہمارے ساتھ آئیں گی نا)" حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھتے پوچھا جو اس وقت ڈبل سیٹر صوفے پر یشائم کے ساتھ بیٹھا تھا جبکہ حوریہ انکے سامنے کھڑی ماہ دیر کے ہاتھوں کو تھامے آگے پیچھے ہوتے پوچھ رہی تھی۔ اس وقت سٹیج پر بڑوں کے علاوہ سب موجود تھے۔ مہمان تقریباً جا چکے تھے اور اب بس اپنے ہی تھے تبھی وہ اتنے آرام سے بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ دیوان پر عامر، ثانیہ، اسد اور عائشہ بیٹھے تھے جبکہ ایک ڈبل سیٹر صوفے پر یشائم اور ماہ دیر جب کہ دوسرے پر شہریار اور مریم بیٹھے تھے انکے برعکس ضرار اور مہر ماہ دیوان

کے سامنے ابھی کچھ دیر پہلے رکھوائے ڈبل سیٹر صوفے پر بیٹھے تھے۔ ضرار نے اپنا بازو مہرماہ کے کندھے کے گرد پھیلایا تھا جبکہ مہرماہ وہاج کو اپنے ساتھ لگائے سب سے باتیں کر رہی تھی۔ حوریہ اور وہاج ابھی کچھ دیر پہلے ہی جاگے تھے اور تب سے اپنے ماما بابا سے چپکے ہوئے تھے۔ حوریہ تو تب سے ماہ دیر اور باقی سب سے سوال کر رہی تھی جبکہ وہاج اپنی ماما کے بالوں سے کھیل رہا تھا۔ "جی میری جان آج آپکی دونوں اپھو ہمارے ساتھ آئیں گی بلکہ دو نہیں تینوں اپھو۔ آپکی عائشہ اپھو بھی ہمارے ساتھ جائیں گی" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تھتی عائتہ اپو (سچی عائشہ اپھو)" حوریہ نے عائشہ کو دیکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ماہ دیر نے تھوڑی دیر پہلے ہی سب کو فارم ہاؤس جانے کیلئے منایا تھا۔ وہ چاہتا تھا عائشہ اور ثانیہ مکلاوے کے لیے ایک ہی جگہ آئیں تبھی اس نے فارم ہاؤس جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ "بابا ذان مذے ایت بات آد آئی (بابا جان مجھے ایک بات یاد آئی)" حوریہ نے اچانک اونچی آواز میں

کہا تو سب نے اسے دیکھا۔ "کیسی بات میری جان" ماہ دیر نے اسکے ننھے ننھے ہاتھوں کو نرمی سے چومتے کہا۔ "بابا ذان آدمان توں نئ آئے" حوریہ نے پوچھا تو سب نے مسکراہٹ دباتے ماہ دیر کو دیکھا جو اندر تک جل گیا تھا کیونکہ کل سے اسکی بیٹی، اسکی حور بابا بابا کم اور مان مان زیادہ کر رہی تھی اور یہ بات ماہ دیر کو جلانے کو کافی تھی۔ "بابا ذان بائیں نا مان توں نئ آئے (بابا بتائیں نا مان کیوں نہیں آئے)" حوریہ نے دوبارہ پوچھا تو ماہ دیر نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی عامر بول اٹھا۔ "ہاں ہاں بتاؤ ماہ دیر حوریہ کے مان کیوں نہیں آئے" عامر نے کہا تو ماہ دیر نے اسے گھورا جبکہ باقی سب نے منہ پر ہاتھ رکھتے اپنا امڈتا قہقہہ روکا۔ "بابا ذان بائیں (بابا جان بتائیں)" حوریہ نے پھر کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پتا نہیں بابا کی جان شاید وہ بزی ہو" ماہ دیر نے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ "تو تا مان نئ آئیں دے (تو کیا مان نہیں آئیں گے)" حوریہ نے اداس ہوتے پوچھا۔ کل کا سارا دن حوریہ اور رومان نے ساتھ گزارا تھا

اور انکی خاصی گہری دوستی ہوگئی تھی تبھی وہ اپنے فرینڈ مان کو مس کر رہی تھی۔ "رومان ابھی آجائے گا میرا بیٹا" ماہ دیر نے اسکے سر کو چومتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا عین اسی پل کسی نے سٹیج پر آتے پیچھے سے حوریہ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا جس پر حوریہ کے چہرے پر نا سمجھی پھیلی جبکہ باقی سب مسکرائے سوائے ماہ دیر کے جسکا دل اس وقت جلن سے دہک اٹھا تھا کیونکہ سامنے ہی رومان حوریہ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ اسکی بیٹی کو اسکے علاوہ کوئی چھوئے یا پیار کرے اسے بھلا کہاں برداشت تھا۔ وہ تو گھر والوں کو بھی اپنی بیٹی کے پاس با مشکل برداشت کرتا تھا۔ "گئس کرو میں کون ہوں" رومان نے حوریہ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے پوچھا جس پر سب مسکرائے جبکہ اسکی آواز سنتے حوریہ کا چہرہ کھلا۔ "مان ! !" حوریہ نے چلاتے کہا اور اسکے ہاتھ آنکھوں سے ہٹاتے اسے دیکھا جو اس وقت سکائے بلیو کلر کی شلوار قمیض پہنے بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ وہ ابھی اپنے مورے بابا کے ساتھ آیا تھا اور آتے ہی

سیدھا سٹیج پر آیا تھا جہاں حوریہ کھڑی اپنے بابا سے کوئی بات کر رہی تھی۔ ''یس مان۔ کیسی ہو آپ حور'' رومان نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے پوچھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جب کہ باقی سب مسکرائے۔ اب کی بار رومان کی اتنی معصوم حرکت پر ماہ دیر کے لب بھی مسکراہٹ میں ڈھلے جب کہ رومان کے مورے بابا بھی مسکرائے۔ وہ بھی کل سے رومان کے منہ سے حور کا ہی ذکر سن رہے تھے۔ ''میں تیت اوں مان اپ اتی دیل شے توں آئے (میں ٹھیک ہوں مان آپ اتنی دیر سے کیوں آئے)'' حوریہ نے پوچھا۔ ''وہ ہم پیکنگ کر رہے تھے نا اس لیے لیٹ ہوگیا'' رومان نے کہا تو حوریہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا پھر ماہ دیر کی طرف مڑی۔ ''پیتند تا اوتا اے بابا ذان (پیکنگ کیا ہوتا ہے بابا جان)'' حوریہ نے پوچھا۔ 'جب ہم سوات سے یہاں آئے تھے تو ہم نے ساری چیزیں باکس میں ڈالی تھیں نا اسے پیکنگ کہتے ہیں'' ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا پھر رومان کو دیکھا۔ ''اپ نے پیتند توں تی مان (آپ

نے پیکنگ کیوں کی مان)" حوریہ نے پوچھا۔ "کیونکہ میں اپنے مورے بابا کے ساتھ جارہا ہوں واپس اپنے گھر" رومان نے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا جبکہ باقی سب بھی انکی باتیں سن رہے تھے۔ "اپ تا دل تاں اے مان (آپکا گھر کہاں ہے مان)" حوریہ نے پوچھا۔ "ترکی۔ ہمارا گھر ترکی میں ہے" جواب اب کی بار مجتبیٰ خان نے دیا تھا اور آگے آتے اسکے سر کو سہلایا۔ "تلتی؟ بوتا اوتا اے جالی تاتو (ترکی؟ وہ کیا ہوتا ہے ضاری چاچو)" حوریہ نے مڑتے ضرار سے پوچھا۔ "وہ ایک کنٹری ہے حور۔ جو یہاں سے کافی دور ہے" ضرار نے کہا تو حوریہ نے سمجھنے والے انداز میں سرہلایا۔ "دول تو مان اپ دول دائیں دے (تو مان آپ دور جائیں گے)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "ہاں میں اپنے مورے بابا کے ساتھ جاؤں گا" رومان نے کہا تو حوریہ اداس ہوئی۔ "تو اب اپ حول شے نئی ملیں دے (تو اب آپ حور سے نہیں ملیں گے)" حوریہ نے پوچھا تو رومان نے اداس ہوتے ہاں میں سرہلایا جس پر حوریہ

نے اسے دیکھا جبکہ باقی سب بھی رومان کے جانے کا سنتے اداس ہوئے تھے۔ ”نہیں حوریں آیا کروں گا آپ سے ملنے۔جب ہم پاکستان آئیں گے پھر میں آپ سے ملا کروں گا“ رومان نے کہا تو حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”پتا بالا پلومش (پکا والا پرومس)“ حوریہ نے اپنا ننھا سا ہاتھ آگے بڑھاتے کہا۔ ”پکا والا پرومس“ رومان نے کہا اور اسکا ہاتھ تھامتے چوما جسے دیکھ سب مسکرائے۔ ”انتل آپ مان تو لائیں دیں نا حول شے منانے (انکل آپ مان کو لائیں گے نا حور سے ملانے)“ حوریہ نے مجتبیٰ خان سے پوچھا۔ ”جی بیٹا میں لاؤں گا۔آج بھی میں رومان کو آپ سے ہی ملوانے لایا ہوں“ مجتبیٰ خان نے نرمی سے اسے جواب دیا۔ ”اور اگر آپکے انکل نا لائے تو میں لے آؤں گی“ رومان کو زرنش خان نے حوریہ کے معصوم چہرے کو ہاتھوں میں تھامتے پیار سے کہا۔ ”تیت اے (ٹھیک ہے)“ حوریہ نے کہا تو زرنش خان نے مسکراتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”تو اب ہم رومان کو لے جائیں“ زرنش خان

نے پوچھا تو اس نے ہاں میں اداس ہوتے سر ہلایا جسے دیکھ سب ہی اداس ہوئے۔ "چلو رومان بیٹا حور سے ملیں پھر چلتے ہیں" مجتبیٰ خان نے اپنے بیٹے کے بال سہلاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور آگے ہوتے حوریہ کے گلے لگا۔ رومان کو اپنی دوست سے دور جانے پر رونا آرہا تھا پر وہ ننھا سا بچہ اپنی پلکوں کو زور زور سے جھپکتے اپنے آنسو روک رہا تھا جسے سب نے محسوس کیا تھا۔ "میں آپکو مس کروں گا حور" رومان نے مدھم آواز میں کہا۔ "می بی اپ تو مش تلوں دی مان (میں بھی آپکو مس کروں گی مان)" حوریہ نے کہا تو رومان اپنے آنسو ضبط کرتے مسکرایا۔ اس نے یتیمی کی زندگی گزاری تھی تبھی ننھے سے پانچ سالہ رومان نے آنسو ضبط کرنا بھی سیکھ لیا تھا۔ "آپ ہمیشہ میری دوست رہو گی حور" رومان نے سیدھے ہوتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "اپ بی میلے دوش لو دے مان (آپ بھی ہمیشہ میرے دوست رہو گے مان)" حوریہ نے بھی اسکے ماتھے پر اپنے ننھے ننھے لب رکھتے کہا تو سب کی آنکھیں انھیں

دیکھتے نم ہوئیں۔ ”آپ مان کی حور ہو یہ بھولنا مت“ رومان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”اپ بی حول تے مان او بھونا مت (آپ بھی حور کے مان ہو بھولنا مت)“ حوریہ نے اسکی بات کی کاپی کرتے کہا تو سب ہنس پڑے جب کہ رومان مسکرایا۔ ”بائے بائے حور۔ بائے بائے مریم آپی“ رومان نے تھوڑا سا پیچھے ہوتے اسے اور مریم سے کہا جس پر ان دونوں نے ہاتھ ہلایا۔ ”بائے بائے مان“ حوریہ نے ہاتھ ہلاتے کہا جس پر وہ مسکرایا اور مجتبیٰ خان کی طرف مڑتے اپنے بازو واء کر گیا جو اسے گود میں اٹھا گئے۔ ”بابا چلیں“ رومان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سب کو خدا حافظ بولتے مڑنے لگا پر اس سے پہلے ہی حور بولی۔ ”مان آپ پھل آئیں دیں نا حول شے منے (مان آپ پھر آئیں گے نا حوریہ سے ملنے)“ حوریہ نے جیسے ایک بار پھر وعدہ چاہا۔ ”ہاں حور میں آؤں گا آپ سے ملنے“ رومان نے مسکراتے کہا۔ ”تب آئیں دیں (کب آئیں گے)“ حوریہ نے امید سے پوچھا جس پر رومان نے چند

لمحے سوچا پھر اسے دیکھا۔ "میں پھولوں کے موسم میں آؤں گا اپنی حور سے ملنے" رومان نے کہا اور ہاتھ ہلاتے اسے بائے کیا جس پر حور نے بھی بائے کیا جسے دیکھ مجتبیٰ خان نے حوریہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور رومان کو یونہی ساتھ لگائے مڑ گیا جس پر رومان نے اپنا چہرہ اپنے بابا کے کندھے میں چھپایا جب کہ حوریہ ماہ دیر کے پاس گئی اور اپنی بازو واء کرتے اسے گود میں اٹھانے کا کہا جس پر ماہ دیر نے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا۔ "حور بابا کی جان رومان آجائے گا" ماہ دیر نے پیار سے اسکا سر سہلاتے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا پھر رونے لگی جسے دیکھ ماہ دیر نے اسے فوراً سینے میں بھینچا جبکہ باقی سب نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ سب ہی جانتے تھے کہ حوریہ کتنی حساس ہے اور وہ ایک ہی دن میں رومان سے کتنی اٹیچ ہو گئی ہے۔ "حور بابا کی جان بس میرا بیٹا روتے نہیں ہیں" ماہ دیر نے اسکا سر چومتے کہا جس پر حوریہ نے ہچکی بھرتے اسے دیکھا۔ "بابا ذان اب می اول مان نئی ملیں دے (بابا جان اب میں اور

مان نہیں ملیں گے)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔ "میرا بچہ وہ آئے گا آپ سے ملنے نہیں تو میں آپکو لے جاؤں گا ملوانے پر ابھی میرا بیٹا چپ کرو۔ آپ کے رونے سے آپکے بابا کو تکلیف ہوتی ہے" ماہ دیر نے حوریہ کا ماتھا چومتے کہا۔ اس کی خود کی آنکھیں حوریہ کو یوں روتے دیکھ نم ہوئیں تھی۔ وہ اسکی سوتیلی بیٹی تھی پر حوریہ کا ایک آنسو ماہ دیر سکندر کو تڑپا کر رکھ دیتا تھا۔ "پتا بابا ذان (پکا بابا جان)" حوریہ نے پوچھا۔ "پکا بابا کی جان۔ اب میرا بیٹا بس چپ کرو" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے پر سر رکھ گئی جس پر ماہ دیر بھی اسے خود میں بھینچتے پیار سے اسکا سر کبھی سہلاتا تو کبھی چومتا۔ "رومان بیٹا" دوسری طرف زرنش خان نے اپنی گود میں بیٹھے رومان کو پکارا جو تب سے خاموش تھا۔ "جی مورے" اسکی پکار پر رومان نے اسکے کندھے سے سر اٹھاتے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ رومان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی جبکہ پلکوں پر واضح نمی تھی۔ "میرا بیٹا اداس ہے"

زرنش خان نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میری جان ہم حور سے ملنے آیا کریں گے" زرنش خان نے پیار سے کہا۔ "مورے میں حور کو مس کروں گا" رومان نے کہا اور اچانک اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہوئے جسے دیکھ اسکے مورے بابا تڑپ اٹھے تھے۔ "میرا بیٹا مورے کی جان بس روتے نہیں ہیں۔ ہم آئیں گے نا حوریہ سے ملنے۔ جب میرا بیٹا کہے گا تب آئیں گے ملنے شاباش چپ کرو" زرنش خان نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "مورے وہ میری فرینڈ ہے اور مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ آپ مجھے پکا اس سے ملوانے لائیں گی نا" رومان نے اپنی نم آنکھوں سے اسے دیکھتے پوچھا۔ "جی مورے کی جان پکا۔ مورے نے آج تک اپنے پیارے بیٹے کی کوئی بات ٹالی ہے" زرنش خان نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "بس پھر چپ کرو۔ ہم پھولوں کے موسم میں آئیں گے اب" زرنش خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے بابا کو دیکھا جو تب سے خاموش تھے۔ "تھینکیو بابا" اس نے

اچانک کہا اور آگے ہوتے اس کی بازو پر سر رکھا۔ ”کیوں بابا کی جان“ مجتبیٰ خان نے اسکا سر چومتے پوچھا۔ ”میرے بابا بننے کیلئے اور مجھے پیار کرنے کیلئے“ رومان نے کہا تو مجتبیٰ خان نے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا۔ ”کوئی بات نہیں۔ پر بابا اور مورے کو تھینکیو نہیں کہتے۔ آئیندہ نہیں کہنا۔ بلکہ ہمیں آپکا تھینکیو کرنا چاہیئے جو آپ نے ہماری زندگی کو خوشیوں سے بھر دیا۔ آپ مورے بابا کی جان ہیں رومان اور ہم آپ سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ اسکے لیے اب دوبارہ کبھی تھینکیو نہیں کہنا“ مجتبیٰ خان نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے پر سر رکھتے بیٹھ گیا جبکہ ان دونوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ وہ جانتے تھے حوریہ اور رومان بچے ہیں تبھی اتنا زیادہ ایٹچ ہو گئے ہیں پر وہ بہل جائیں گے اس بات کا بھی انھیں یقین تھا پر نا جانے انکا یقین صحیح ثابت ہونا بھی تھا یا نہیں۔

"سوری لیٹ ہوگئی" مہرماہ نے گاڑی میں بیٹھتے کہا تو ضرار نے اسے دیکھا جو سیاہ ساڑھی پہنے بالوں کو ہلکے ہلکے کرل ڈالتے کندھوں پر پھیلائے جبکہ چہرے پر ہلکا سا میک اپ ساتھ لائٹ سی جیولری پہنے بے حدپیاری لگ رہی تھی۔ "اتنی دیر کہاں لگا دی" ضرار نے بامشکل اس پر سے نظریں ہٹاتے اپنی گود میں بیٹھے وہاج کو ایک نظر دیکھتے کہا جو اب مہرماہ کے پاس جانا چاہ رہا تھا۔ "وہ بس اماں سائیں سے مل رہی تھی" مہرماہ نے کہا اور ہاتھ بڑھاتے وہاج کو اسکی گود سے پکڑتے اپنے ساتھ لگایا جبکہ ضرار نے گاڑی سٹارٹ کرتے آگے بڑھائی۔ باقی سب پہلے ہی ماہ دیر کے فارم ہاؤس کیلئے نکل چکے تھے۔ "ماما کا بیٹا ماما کو مس کر رہا تھا" مہرماہ نے وہاج کی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو وہ کھلکھلاتے اس کے چہرے کو چھونے کو ہاتھ اٹھا گیا۔ "ماما کا بیٹا بڑا ہوگیا ہے ماشاءاللہ۔ ایک دم اپنے بابا جیسے ہوتے جا رہے ہو آپ" مہرماہ نے اس کے رخسار کو چومتے کہا۔ "وہاج اپنے بابا جیسا ہوگیا ہے پر پھر بھی وہاج کی ماما کو

وہاج کے بابا کی کوئی فکر ہی نہیں ہے" ضرار نے اچانک سے کہا تو مہرماہ نے چونکتے اسے دیکھا جو بھرپور توجہ سے گاڑی چلا رہا تھا۔"اور ایسے کس نے کہہ دیا وہاج کے بابا کو" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔"کہنا کس نے ہے؟ خود ہی دیکھ لو جب سے ہم یہاں آئے ہیں تب سے تم نے سب کو ٹائم دیا ہے سوائے میرے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاتھ بڑھاتے اس کی بازو پر ہاتھ رکھا۔"ایسی بات نہیں ہے ضار۔بس آپکو پتا ہے نا شادی والا گھر پھر بھابھی اور میمی کی طبیعت کیسی ہے تو سب مجھے دیکھنا پڑا" مہرماہ نے پیار سے کہا۔"جانتا ہوں پر تم بھی جانتی ہو نا تم تھوڑی دیر مجھ سے بات نا کرو تو مجھے میرا دل خالی خالی لگنے لگتا ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ مسکرائی اور اسکی طرف جھکتے اس کے کندھے پر سر رکھ گئی۔"یہ زیادتی ہے ماہ" ضرار نے گہری سانس بھرتے کہا جس پر اسکی مسکراہٹ گہری ہوئی۔"میں نے کیا کیا" مہرماہ جانتی تھی وہ ایسا کیوں کہہ رہا ہے پھر بھی جان بوجھ کر پوچھا۔"میں ناراض ہوں

اور تم یوں قریب آکر میری ساری ناراضگی ہوا کرچکی ہو پھر بھی پوچھ رہی ہو کیا کیا۔ کتنی تیز ہو تم ویسے" ضرار نے بے بسی سے کہتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر ضرار بھی مسکرایا جبکہ وہاج اپنی ماما کو ہنستے دیکھ ہنس پڑا۔ "تم کیا ہنس رہے ہو ڈیڑھ فٹیے بیٹے" ضرار نے وہاج کے ہنسنے پر اسے مصنوعی آنکھیں دکھاتے کہا تو وہاج نے اسے دیکھا۔ "ارے میرے بچے کو کیوں گھور رہے ہیں۔ کیا کردیا ہے میرے معصوم بیٹے نے" مہرماہ نے اسکے یوں گھورنے پر پوچھا تو ضرار نے بغیر کچھ کہے جھکتے وہاج کے رخسار پر ہلکا سا دانتوں سے کاٹتے اسکے رخسار کو سرخ کیا جس پر وہاج نے ہونٹ مڑورتے اپنی ماما کو دیکھا گویا ضرار کی شکایت کررہا ہو۔ "ضاریہ کیا کیا آپ نے کیوں میرے بچے کو ایسے جارحانہ پیار کررہے ہیں۔ دیکھیں اسکی گال کیسے لال کردی ہے آپ نے" مہرماہ نے نرمی سے وہاج کے رخسار کو سہلاتے چوما جس پر ضرار نے اسے آنکھیں چھوٹی کرتے دیکھا۔ "تمھارا یہ بچہ اسی قابل ہے اور یہ سزا تھی

اسکی" ضرار نے گاڑی چلاتے شانِ بے نیازی سے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا جب کہ وہاج بھی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لائے اسے دیکھ رہا تھا۔"کیوں ایسا کیا کردیا میرے بیٹے نے جو آپ اسے سزا دے رہے ہیں" مہرماہ نے اسے گھورا۔"تمھارا یہ لاڈلہ شیری کے دوست کے ساتھ لاڈ کر رہا تھا۔یہ میرا بیٹا ہے اسے میں ہرگز کسی دوسرے سے لاڈ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔اس پر اور تم پر صرف میرا حق ہے تو یہ کیوں کسی اور سے لاڈ کر رہا تھا۔پتا ہے مجھے کتنی جلن ہو رہی تھی۔میرا بس نہیں چل رہا تھا میں اسے شیری کے دوست سے چھین کر اپنے سینے میں چھپا لوں۔مجھے اب ماہ دیر کے رویے کی وجہ سمجھ آئی ہے۔اپنی اولاد کو کسی اور سے لاڈ کرتے دل جل کر راکھ ہو جاتا ہے" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھنے لگی جسکے لہجے سے صاف جلن نمایاں تھی۔"ضار پر وہاج ابھی بچہ ہے اور بچے پیار کے ہوتے ہیں" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جانتا ہوں پر میں اسکا بابا ہوں اور مجھے

نہیں اچھا لگتا یہ میرے علاوہ کسی اور اسے لاڈ کرے۔میں جانتا ہوں یہ پاگلوں والی بات ہے پر میں کیا کروں۔جب تم دونوں کو کوئی اور پیار بھری نگاہ سے دیکھتا بھی ہے نا تو مجھے نہیں اچھا لگتا" ضرار نے کہا اور نظر جھکاتے وہاج کو دیکھا جو ہونٹ مڑورتے آنکھوں میں موتی لائے اسے دیکھ رہا تھا۔اسکی آنکھوں میں نمی دیکھ ضرار کا دل تڑپ اٹھا تھا۔اس نے فوراً گاڑی ایک سائیڈ پر روکتے ہاتھ بڑھاتے وہاج کو پکڑتے سینے سے لگایا جس نے اسکے کوٹ کو مٹھی میں جکڑتے اسے دیکھا۔"وہاج بابا کی جان آئی ایم سوری میرا بچہ۔بابا نے اپنے بیٹے کو ہرٹ کردیا سوری میری جان" ضرار نے جھکتے اسکے رخسار کو بارہا چوما جو اسکے پیار سے سرخ ہورہا تھا۔اسکی حرکت پر مہرماہ مسکرائی جبکہ وہاج اسکے بوسوں پر کھلکھلا کر ہنسا جسے دیکھ وہ مسکرایا۔"آئی ایم سوری بابا کی جان۔میرا بیٹا بابا نے اپنے بیٹے کو کاٹی کردی سوری بابا کا بچہ" ضرار نے اسکے چہرے کے ایک ایک نقش پر لب رکھتے کہا تو وہاج ہاتھ پاؤں ہلاتے اسے

روکنے کی کوشش کرنے لگا جب کہ مہرماہ مسکراتے انکی نظر اتارنے لگی۔وہاج کے آنے سے اسکا محبت سے بھرا آشیانہ مزید خوبصورت ہوگیا تھا۔

"کتنی پیاری ہو تم شہزادی اوپر سے میری ہو واللہ میں قربان ہوجاؤں" اسد نے عائشہ کو پشت سے حصار میں لیتے اسکے بالوں میں چہرہ چھپاتے کہا جو آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہورہی تھی۔انکی شادی کو ایک ہفتہ ہوگیا تھا۔اوریہ ایک ہفتہ عائشہ اورثانیہ دونوں کی زندگی کا سب سے خوبصورت ترین وقت ثابت ہوا تھا۔انکے شوہر انکی ہر بات بغیر ماتھے پر بل ڈالتے مانتے تھے۔پہلے جہاں صرف شہریار زن مرید کے نام سے مشہور تھا اب عامر اور اسد بھی اس صف میں شامل ہوگئے تھے۔پہلے شہریار کا عشق دیکھ لوگ مریم کی قسمت پر رشک کرتے تھے پر اب ان تینوں بھائیوں کا اپنی اپنی بیوی کیلئے دیوانہ پن دیکھ لوگ ملک ولا کی تینوں بہوؤں کی قسمت پر رشک کرتے نا تھکتے تھے۔اسد اور عائشہ دونوں

نے ہی ابھی تک آفس جوائن نہیں کیا تھا۔ اسد ابھی اسے گھمانے لے جانے کا ارادہ رکھتا تھا اور واپس آکر اس نے آفس جوائن کرنا تھا تبھی اس نے عائشہ کو بھی آفس جوائن کرنے سے منع کردیا تھا۔ وہ ابھی بس عائشہ کے پاس رہنا چاہتا تھا۔ اسد کو بس ہر وقت وہ اپنے پاس اپنے حصار میں چاہیئے تھی اب بھی وہ عائشہ کو حصار میں لیے کھڑا تھا کیونکہ اسکا اسکی بیوی کے بغیر گزارا ناممکن تھا۔ "اسد یہ بات آپ پچھلے ایک ہفتے سے ہزار بار کہہ چکے ہیں" عائشہ نے مسکراتے کہا اور اپنے گردبندھے اسکے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے۔ "میں یہ بات دس ہزار بار بھی کہہ سکتا ہوں کیونکہ یہ سچ ہے" اسد نے اسکے بالوں سے چہرہ اٹھاتے آئینے سے اسے محبت سے دیکھا جس پر عائشہ کی پلکیں لرزیں۔ "نیچے چلیں؟" عائشہ نے بات بدلنے کی کوشش کی۔ "کچھ دیر تک چلتے ہیں۔ ابھی مجھے تمھارے پاس رہنا ہے" اسد نے نرمی سے اسکی گردن پر لب رکھتے کہا تو عائشہ نے سانس روکی جسے محسوس کرتے اسد کے ہونٹ مسکراہٹ

میں ڈھلے۔ ”سانس روکنے سے تم مجھ سے بچ نہیں جاؤ گی شہزادی“ اسد نے کہا اور اسکا رخ موڑتے اس کے گرد بازو مضبوطی سے باندھتے اسے قریب کیا۔ ”اسد تنگ نا کریں“ عائشہ نے منمناتے کہا۔ ”میں کب تنگ کر رہا ہوں ؟ میں تو بس رومینس کر رہا ہوں شہزادی“ اسد نے اسکے رخسار کو چومتے کہا تو عائشہ نے سر جھکایا جبکہ اسکے رخسار سرخ ہوئے۔ ”اسد چپ کر جائیں نا“ عائشہ نے اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”اچھا سرکار کر جاتا ہوں اور کوئی حکم“ اسد نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپ جب ایسے میری باتیں مانتے ہیں نا تو میرا دل کرتا ہے میں آپ اپنی سلطنت وار دوں“ عائشہ نے سیدھے ہوتے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اب ایسی باتیں کر کے تم میرے دل کے تار چھیڑ رہی ہو بٹر فلائی“ اسد نے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جسے دیکھ وہ مسکراتے اس کے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ ”اسد بس کریں نا۔ اب نیچے چلیں سب ویٹ کر رہے ہونگے“ عائشہ نے

اسکے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کیا جس پر عائشہ نے اسے دیکھا۔ "ابھی چلتے ہیں پر اس سے پہلے مجھے تمھیں کچھ دینا ہے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ الماری کی طرف بڑھا اور وہاں سے ایک مخملی ڈبیا نکالتے اسکی طرف بڑھا۔ "یہ تمھارے لیے" اسد نے اسکی طرف بڑھاتے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا۔ "یہ کیا ہے اسد" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "تمھارے لیے تحفہ" اسد نے کہا تو عائشہ نے اپنی ہتھیلی میں پہنے بریسلٹ کو دیکھا۔ "پر مجھے شادی کا تحفہ اور منہ دکھائی تو آپ دے چکے ہیں تو اب یہ کیوں" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "یہ بس ایسے ہی۔ میں نے ایک سال پہلے لیا تھا۔ میری اس پر نظر پڑی تو سوچا تم پر اچھا لگے گا تو بس سنبھال لیا" اسد نے کہا تو وہ مسکراتے اس ڈبیا کو کھول گئی جس میں گولڈ کا پینڈنٹ تھا جس کے عین وسط میں خوبصورت سا سرخ ہیرا جڑا تھا جو اسکی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا۔ "یہ بہت خوبصورت ہے اسد

"عائشہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ہاں ہوگا پر تم سے کم ہی خوبصورت ہے" اسد کی بات پر وہ ہنس پڑی۔ "فلرٹ کر رہے ہیں" عائشہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا۔ "ہاں کر رہا ہوں۔ اور ویسے بھی میں حق رکھتا ہوں فلرٹ کروں یا رومینس میری بیوی میری مرضی" اسد نے کہا تو اب کی بار وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ "پہنا دوں؟" اسد نے اسکے ہنسنے پر اسکی ٹھوڑی تھامتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اسد نے اسکو آنکھوں سے بال سمیٹنے کا اشارہ کیا جس پر وہ اپنے بال سمیٹ گئی جسے دیکھ اسد نے نرمی سے اس پینڈنٹ کو اسکی گردن کی زینت بنایا۔ "بے حد خوبصورت۔ تم نے اسے پہن کر اسکی قیمت بڑھا دی" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "بہت شکریہ اسد" عائشہ نے کہا اور اپنے دونوں بازو اسکی گردن کے گرد حمائل کرتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی جس پر وہ مسکرایا اور اسکے گرد بازو باندھتے اسکا سر چوم گیا۔ "شکریہ مت کہا کرو شہزادی۔ تم میری زندگی ہو تم پر میں اپنی ساری دولت بھی لٹا دوں تو وہ بھی کم

ہے" اسد نے کہا تو عائشہ نے تشکر سے آنکھیں موندتے دل میں اللہ کا شکریہ ادا کیا جس نے اسے اسد جیسا شریکِ حیات عطا کیا تھا۔

"اوپھ باباذان ہات نا ہائیں(افف بابا جان ہاتھ نا ہلائیں)" حوریہ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ماہ دیر کو دیکھتے کہا جو بے بسی سے اپنے نیل پولش لگے ہاتھوں کو دیکھتے ہنس رہا تھا۔جو نیل پینٹ صرف ناخنوں پر ہونی چاہیئے وہ اسکی جانِ عزیز بیٹی نے نا صرف اسکے ناخنوں پر بلکہ انگلیوں یہاں تک کہ ہاتھوں کی پشت پر بھی لگائی تھی جسے دیکھ ماہ دیر پر تو گویا سکتہ ہی طاری ہوگیا تھا کیونکہ اس کی بیٹی اسکے ہاتھوں کا حشر بگاڑ چکی تھی پر وہ اپنی بیٹی کی خواہش پر تب سے چپ کرکے بیٹھا تھا۔اگر اسکی بیٹی اسے نیل پینٹ لگانا چاہتی تھی تو اسکا فرض تھا وہ چپ چاپ اسکی بات مانیں کیونکہ حوریہ میں اسکی جان بستی تھی اور اپنی بیٹی کی کوئی بات ٹالنا ماہ دیر سکندر کو پسند نا تھا۔حوریہ نے آج صبح ہی ماہ دیر کے

موبائل پر ایک بچی کو اپنے بابا کو نیل پینٹ لگاتے دیکھا تھا تو اب وہ بھی پچھلے ایک گھنٹے سے ماہ دیر کے ہاتھوں پر دس مختلف نیل پینٹ لگا چکی تھی جبکہ ماہ دیر تو بس اپنی بیٹی کی حرکتیں دیکھتے کبھی اسکی نظر اتارتا تو کبھی ہنس دیتا۔ انکے برعکس خلیل صاحب اور میشائم بیٹھے انھیں دیکھتے ہنس رہے تھے۔ "سوری بابا کی جان پر اب میرا ہاتھ دکھ رہا ہے تو اس لیے ہل گیا" ماہ دیر نے بیچارہ سا منہ بناتے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔ "دد ہو لئی اے بابا ذان (درد ہو رہی ہے بابا جان)" حوریہ نے نیل پینٹ چھوڑتے آگے ہوتے اس کی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس نے ہونٹوں کو گول کرتے بچوں کی طرح ہاں میں سر ہلایا جس پر حوریہ فکرمند ہوئی۔ اسے بھلا کہاں برداشت تھا کہ اسکے بابا کو درد ہو۔ "جادا دد اے (زیادہ درد ہے)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے پھر ہاں میں سر ہلایا۔ "شوئی بابا ذان حولیہ تی بجہ شے اپ تو دد ہوئی (سوری بابا جان حوریہ کی وجہ سے آپکو درد ہوئی)" حوریہ نے کہا اور باری باری اسکے دونوں ہاتھوں کی پشت پر اپنے ننھے

ننھے لب رکھتے اسکے ہاتھ اپنی ننھی ننھی آنکھوں سے لگائے۔یہ عادت اس نے ثانیہ اور مہرماہ سے سیکھی تھی جو خلیل صاحب کے ہاتھ کی پشت کو ہمیشہ چومتے آنکھوں سے لگاتی تھیں۔ اسکی حرکت پر ماہ دیر کی آنکھوں میں نمی آئی جبکہ خلیل صاحب اور یشائم مسکرائے۔"اب اپ تو ددنئی اودی بابا ذان حولیہ نے پال تیا اے۔اب تیت ہو دائے دا (اب آپکو درد نہیں ہوگی بابا جان حوریہ نےپیار کیا ہے اب ٹھیک ہوجائے گا)"حوریہ نے سیدھے ہوتے اسے دیکھتے کہا تو ماہ دیر نے اسے اٹھاتے اپنے سینے میں بھینچا۔"بابا کی جان۔بابا قربان آپ پر میرا بچہ" ماہ دیر نے اسکے چہرے کے ایک ایک نقش پر لب رکھتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر وہ مسکراتے اسے سینے سے لگاتے اسکا سر سہلانے لگا۔"اپ تو دد تو نئی ہو لئی نا اب بابا ذان (آپ کو درد تو نہیں ہورہی نا اب بابا جان)"حوریہ نے اسکے سینے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔"نہیں میرا بچہ۔حوریہ نے بابا کوپیار کیا ہے نا تو اب بابا بلکل ٹھیک

ہیں۔ اب مجھے بلکل درد نہیں ہورہی" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "تو اب اپ مذے نے پونچ لائیں دے (تو اب آپ مجھے نیل پولش لگائیں گے)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "لگا تو میں دوں گا پر اگر میں حوریہ کو ایک بات کہوں تو کیا حوریہ بابا کی بات مانیں گی" ماہ دیر نے پوچھا۔ "حولیہ بابا ذان تی شائی باتیں مانے دی (حوریہ بابا جان کی ساری باتیں مانتی ہے)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تو آپ میرے کہنے پر نیل پولش نا لگائیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "توں بابا ذان (کیوں بابا جان)" حوریہ نے وجہ جاننی چاہی۔ "کیونکہ یہ اچھی نہیں ہوتی" ماہ دیر نے اسے وجہ بتائی۔ "پل بولتی بی تو لدا لی تی (پر وہ لڑکی بھی تو لگا رہی تھی)" حوریہ نے کہا۔ "بیٹا وہ لگا رہی تھی کیونکہ وہ نماز نہیں پڑھتی پر میری حوریہ تو نماز پڑھتی ہے نا" ماہ دیر نے ایک لمحے کو چپ ہوتے اسے دیکھا جس پر اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔ "تو جو نماز پڑھتے ہیں۔ وہ اگر نیل پولش لگائیں تو انکی نماز

اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آتی اور اللہ تعالیٰ ناراض بھی ہوتے ہیں۔کیا بابا کی حور چاہتی ہے اللہ پاک ناراض ہوں" ماہ دیر ایک بار خاموش ہوا اور اسے دیکھنے لگا جس پر حوریہ نے فوراً نفی میں سرہلایا جبکہ خلیل صاحب اور میشائم مسکرائے۔"نئی بابا ذان حولیہ نے پونچ نئی لائے دی۔اللہ پات تو ناج نئی تلنا۔اپ بی دلدی اتے تال دیں بلنا اللہ پات اپ شے بی ناج ہو دائیں دے (نہیں بابا جان حوریہ کو نیل پولش نہیں لگائے گی۔اللہ پاک کو ناراض نہیں کرنا۔آپ بھی جلدی سے اتار دی۔ ورنہ اللہ پاک آپ سے بھی ناراض ہوجائیں گے)"حوریہ نے کہا تو ماہ دیر مسکرایا۔"ہاں جی ویری گڈ میرا بچہ اور میں بھی اسے اتارنے لگا ہوں۔آپ دادا جان کے پاس بیٹھو میں اسے اتار کر آتا ہوں اوکے" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو حوریہ نے اثبات میں سرہلایا جس پر اس نے نرمی سے اسے خلیل صاحب کے پاس بٹھایا اور میشائم کو دیکھا۔"میشی زرا آنا اسے اتارنے میں میری ہیلپ کردو" ماہ دیر نے کہا تو

اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکا ہاتھ تھامتے اسے سہارا دیتے کھڑا کرتے سامنے روم کی جانب بڑھ گیا۔ میشائم کی کنڈیشن کی وجہ سے وہ نیچے شفٹ ہو گیا تھا جبکہ اوپر والے دونوں کمرے اس نے ثانیہ اور مہر ماہ کیلئے مختص کر دیے تھے۔ "دادا ذان حولیہ اتی بتی اے نا۔ حولیہ نے اللہ پات تو ناج نئی تیا (دادا جان حوریہ اچھی بچی ہے نا حوریہ نے اللہ پاک کو ناراض نہیں کیا)" ان کے جاتے ہی حوریہ نے خلیل صاحب سے کہا تو وہ مسکرائے۔ "جی دادا کی جان میری گڑیا بہت اچھی بچی ہے" خلیل صاحب نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر خلیل صاحب نے اسکی نظر اتاری جبکہ حوریہ اب ہنستے ہوئے ان سے باتیں کر رہی تھی۔

"میشی کتنی دیر لگے گی اسے اتارنے میں" ماہ دیر نے میشائم کو دیکھتے پوچھا جو ڈرار سے نیل پینٹ ریموور وائپس نکال رہی تھی۔ "دِیر بس دس پندرہ منٹ لگے

گیں" میشائم نے اسکے پاس آتے کہا اور صوفے پر اسکے ساتھ بیٹھتے وائپ نکالتے اسکے ہاتھوں سے نیل پولش صاف کرنے لگی۔"آپ جانتے ہیں آپ ایک بہترین باپ ہیں" میشائم نے اسکے ہاتھوں کو صاف کرتے ہوئے اچانک کہا تو ماہ دیر نے اسے دیکھا۔"اچھا جی اوریہ تم اچانک کیوں کہہ رہی ہو" ماہ دیر نے اسکی ٹھوڑی تھامتے پوچھا۔"آپ نے جس طرح سے حور کو سمجھایا۔اسے نیل پولش لگانے سے روکا۔وہ طریقہ بہت اچھا تھا۔اس سے نا ہی تو تو حوریہ کو بُرا لگا اور نا ہی وہ روئی بلکہ آپ کے تحمل سے سمجھانے پر وہ ساری بات سمجھ گئی اور مان بھی گئی۔اگر آپکی جگہ میں ہوتی تو شاید یوں نا سمجھا پاتی" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔"وہ میری بیٹی ہے میشی۔اسے اچھے طریقے سے سمجھانا میرا فرض ہے۔میں جانتا ہوں تمھیں ہرگز اسکا میک اپ یوز کرنا نہیں پسند پر آج وہ نیل پولش لگانے کا کہہ رہی تھی تبھی میں نے اسے اسی طریقے سے سمجھایا جس انداز میں تم سمجھاتی ہو"ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکراتے سر جھکا

گئی۔ ”آپ میرے صبر کا صلہ ہیں دِیر“ یشائم نے مدھم آواز میں کہا تو ماہ دیر نے آگے ہوتے اسکا سر چوما۔ ”تم میری تمام تر اذیتوں کا مرہم ہو یشی“ ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے اسے دیکھا پھر چہرہ جھکاتے اپنا کام کرنے لگی۔ کچھ ہی دیر میں وہ اس کے ہاتھ اچھے طریقے سے صاف کرچکی تھی جسے دیکھ ماہ دیر نے سکھ کی سانس بھری۔ ”آپکو ایک بات بتاؤں؟“ یشائم نے واپس کو ایک طرف رکھتے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”جی بتاؤ“ ماہ دیر نے پیار سے جواب دیا اور نرمی سے اسکے کندھے کے گرد بازو حمائل کرتے اسے ساتھ لگایا۔ ”جب ہماری شادی ہوئی تھی نا تب میں کہیں نا کہیں ڈرتی تھی کہ شاید وقت گزرنے کے ساتھ آپکے دل سے حور کیلئے پیار نا ختم ہوجائے پر آپ نے میرا ہر ڈر جھوٹا ثابت کردیا“ یشائم نے کہا تو وہ اس نے نرمی سے اس کا سر چوما۔ ”تمھارا ڈر بجا تھا پر میرے دل سے حور کیلئے محبت میرے مرنے کے بعد بھی مانند نہیں پڑ سکتی۔ میں نے تمھیں بعد میں چاہا تھا یشی میرے دل نے پہلے حور سے عشق کیا

تھا۔ حور میرے جینے کی وجہ ہے۔ اسے دیکھ کر جیتا ہوں میں۔ اگر تم میرا دل ہو نا تو میری دھڑکن حور ہے جسے پیار کیے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا" ماہ دیر نے کہا تو وہ مسکرائی اور ہلکا سا چہرہ اٹھاتے اسے دیکھنے لگی۔ "اللہ کے فیصلے واقعی بہترین ہوتے ہیں تبھی اللہ نے مجھے اور حور کو آپ سے نوازا ہے" یشائم نے کہا اور تھوڑا سا اوپر ہوتے اسکے رخسار پر اپنا لمس چھوڑ گئی جس پر ماہ دیر نے آنکھیں موندتے گہری سانس بھری۔ "متاعِ جان یہ غلط بات ہے۔ ایک چھوٹی سی وارننگ تو دے دیتی اس محبت بھرے حملے سے پہلے" ماہ دیر نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھتے کہا تو ہنس دی۔ "دِیر آپ بھی نا" یشائم نے اسکے سینے پر سر رکھتے کہا۔ "میں بہت رومینٹک ہوں۔ یہی کہنے والی تھی نا تم" ماہ دیر نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا۔ "جی نہیں کتنے بڑے ڈرامے باز ہیں یہ کہنے والی تھی میں" یشائم نے اسکی تصحیح کی تو ماہ دیر ہنس پڑا۔ "ڈرامے باز اور میں؟ یہ تو الزام ہے بیگم" ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے اسے مصنوعی انداز میں

گھورا۔ ”الزام نہیں ہے میاں جی سچ ہے سچ“ یشائم نے آنکھیں نچاتے کہا تو ماہ دیر اسکے انداز پر ہنستے اسکے لبوں کی نرماہٹ محسوس کر گیا جس پر یشائم کا چہرہ پل میں سرخ ہوا جسے دیکھ اس کا ایک اور جاندار قہقہہ کمرے کی زینت بنا جبکہ یشائم نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا جس پر وہ مسکراتے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ ”شرما گیا میرا بچہ“ ماہ دیر نے اسکا سر چومتے پوچھا۔ ”آپ بہت خراب ہیں دیر“ یشائم نے اسکی بات کے جواب میں کہا تو ماہ دیر ہولے سے مسکرا دیا۔ ”جو ہوں جیسا بھی ہوں۔ تمھارا ہی ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو یشائم نے اسے دیکھا۔ ”بس اسی وجہ سے آپ بچ جاتے ہیں ورنہ میرے ٹائیگر ریس والے روپ سے آپ اچھی طرح واقف ہیں“ یشائم نے انگلی اٹھاتے باقاعدہ طور پر ڈرایا جس پر ماہ دیر نے بھی مصنوعی ڈرتے اسے ہنسایا۔ ”میرا لاڈلہ عشق۔ میں قربان تمھاری مسکراہٹ پر“ ماہ دیر نے اسکو ہنستے دیکھ کہا تو وہ اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ ”زہ تا سرہ مینہ کوم دِیر (مجھے آپ سے محبت ہے

دیر)"یشائم نے مدھم آواز میں اپنے پٹھانی ایسنٹ کو استعمال کرتے پشتو میں کہا تو وہ مسکرایا۔"آئی لوویو ٹو یشی ماہ" دیر نے اسکا سر چومتے محبت سے جواب دیا جس پر یشائم مسکراتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جبکہ وہ بھی اسکے سر پر گال ٹکاتے اسکے بال سہلانے لگا۔

"کیا حال ہے" شاہجہاں بیگم کی ایک عزیز (گلناز بیگم) نے انکے گلے ملتے پوچھا۔اس وقت شام کے سات بج رہے تھے جب اچانک ہی شاہجہاں بیگم کی ایک عزیز ان سے ملنے آگئیں تھی۔"ٹھیک ہوں۔تم کیسی ہو اور شادی میں کیوں نہیں آئی" شاہجہاں بیگم نے پوچھا تو اس نے انھیں دیکھا۔"بس میری نواسی کے ہاں اولاد ہوئی تھی تو وہیں مصروف تھی۔شادی پر نہیں آسکی تبھی آج آگئی عامر اور اسد کی بیویوں کو دیکھنے" گلناز بیگم نے جواب دیا تو شاہجہاں بیگم نے ہاں میں سر ہلاتے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ

گئیں۔ ”ویسے کہاں ہیں سب بچے خاص کر اسد اور عامر کی بیوی۔ اسد کی بیوی تو عائشہ ہے پر عامر کی بیوی کون ہے۔ اس سے تو ملواؤ “گلناز بیگم نے کہا شاہجہاں بیگم نے اثبات میں سر ہلاتے ملازمہ کو سب ثانیہ اور عائشہ کو بلانے بھیجا۔ ”بچے تمھارے پاس کیوں نہیں بیٹھے۔ کیا آتے ہی بیویوں کے گھٹنے سے لگ کر بیٹھ گئے ہیں“ گلناز بیگم نے اپنی طنزیہ عادت کے ہاتھوں مجبور ہوتے کہا جس پر شاہجہاں بیگم نے گہری سانس بھری۔ ”ایسا نہیں ہے۔ بچے یہیں تھے۔ پھر شہریار مریم کو لے کر ہاسپٹل چلا گیا۔ عامر کو بھی ہاسپٹل سے ایمرجنسی کال آگئی تو وہ وہاں چلا گیا۔ باقی اسد بھی باہر گیا ہے کسی کام سے تو دونوں بچیوں کو میں نے آرام کرنے کے لیے بھیج دیا“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا عین اسی وقت انھیں قدموں کی چھاپ سنائی دی جس پر انھوں نے سیڑھیوں کی طرف دیکھا جہاں سے ثانیہ اور عائشہ نیچے کی طرف آرہی تھیں۔ ”اسلام علیکم“ ان دونوں نے آتے ہم آواز ہوتے سلام

کیا۔ ”وعلیکم اسلام۔ تم تو شہریار کی سابقہ منگیتر ہو نا جو کسی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ اب تم نے اسکے بھائی سے شادی کرلی “گلناز بیگم نے جواب دیا ساتھ ہی ثانیہ کو دیکھ کر کہا جس پر اسکا رنگ سفید ہوا جب کہ پل میں اسکی آنکھیں بھیگیں تھی۔ انکی بات پر شاہجہاں بیگم اور عائشہ نے انھیں دیکھا۔ ”گلناز“ شاہجہاں بیگم نے تنبیہہ لہجے میں انکا نام پکارا جس پر انھوں نے شاہجہاں بیگم کو دیکھا۔ ”میں نے کوئی غلط بات نہیں کی شاہجہاں۔ یہ لڑکی بھاگی ہی تھی نا اور میں تو تم پر حیران ہوں اس کی حرکت سے واقف ہوتے ہوئے بھی اسے اپنے گھر کی بہو بنا لیا۔ جتنا عرصہ یہ غائب رہی ہے کیا پتہ اس کی عزت مح“ انکی بات پوری ہونے سے پہلے ثانیہ بول اٹھی۔ ”آنٹی آپ مجھ سے بڑی ہیں میں تبھی خاموش ہوں پر میرے کردار پر بات مت کیجئے گا۔ اور میں کیسی ہوں کیسی نہیں یہ میرے گھر والے اچھے سے جانتے ہیں۔ آپکو یوں میرے ماضی کے اعمال کا اشتہار لگانے کا کوئی حق نہیں۔ آپ بڑی ہیں دعا دیں یوں میرے

ماضی کو نا کریدیں "ثانیہ نے اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھتے کہا اور پھر شاہجہاں بیگم کی طرف مڑی۔ "اماں سائیں میں روم میں چلی جاؤں "ثانیہ نے مدھم میں کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں جاؤ۔عائشہ بیٹا تم بھی جاؤ" شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ دونوں اوپر کی جانب بڑھ گئیں۔ "ارے عائشہ کو تو رہنے دیتی" گلناز بیگم نے کہا۔ "تاکہ تم اسے بھی کسی بات پر طعنہ دیتی۔ تمھاری باتیں میں صرف ہمارے تعلق کی وجہ سے برداشت کرتی ہوں پر میرے بچوں کا دل دکھانے کا حق میں کسی کو نہیں دیتی لہٰذا آئیندہ میرے بچوں کو کچھ مت کہنا اور اگر تمھیں لگتا ہے تم نہیں باز رہ سکتی تو میرے گھر مت آنا" شاہجہاں بیگم نے دو ٹوک انداز میں کہا تو وہ شرمندہ ہوئیں۔ "ثانیہ تم ٹھیک ہو" دوسری طرف اوپر آتے ہی عائشہ نے ثانیہ سے پوچھا جسکا چہرہ آنسو کنٹرول کرنے کے چکر میں سرخ ہورہا تھا۔ "ہاں" ثانیہ نے یک لفظی جواب دیا۔ "ثانیہ انکی کی بات کو دل پر مت لو وہ ایسی ہی ہیں پلیز اگنور کرو۔ انکی عادت ہے" عائشہ نے کہا تو اس

نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تم پریشان مت ہو عائشہ میں ٹھیک ہوں۔ تم کمرے میں جاکر آرام کرو۔ میں بھی کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں“ ثانیہ نے کہا اور بغیر کچھ کہے روم میں چلی گئی جبکہ عائشہ نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ وہ یقیناً اب اس بات پر سوچنے والی تھی۔ عائشہ کا دل کر رہا تھا گلناز بیگم کا سر پھاڑ دے جس نے اس کی بہن کو دکھی کیا تھا پر وہ بے بس تھی۔ وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ اس نے گہری سانس بھری اور اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے جاتے اپنا فون پکڑا اور کسی کو کال ملا گئی جو کہ اگلے ہی لمحے اٹھا لی گئی۔ ”اسلام علیکم عامر بھائی“ عائشہ نے کال اٹھتے ہی کہا۔ ”وعلیکم اسلام بچے خیریت آپ نے کال کی“ عامر نے نرمی سے پوچھا۔ ”جی بھائی۔ وہ میں نے پوچھنا تھا آپ کب تک آئیں گے“ عائشہ نے پوچھا۔ ”بچے میں بس راستے میں ہوں۔ سب ٹھیک ہے نا۔ ثانیہ ٹھیک ہیں کچھ ہوا ہے کیا“ عامر نے جلدی سے پوچھا۔ ”نہیں عامر بھائی وہ ٹھیک نہیں ہے دراصل“ عائشہ نے اسے ابھی

تھوڑی دیر پہلے والی پورا واقعہ بتایا تو عامر کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوئیں۔ ”میں آرہا ہوں بس بچے۔ثانیہ کہاں ہیں“ عامر نے پوچھا اور ساتھ ہی گاڑی کی سپیڈ بڑھائی۔ ”وہ کمرے میں ہے بھائی“ عائشہ نے جواب دیا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”ٹھیک ہے بچے آپ پریشان نا ہو میں بس آرہا ہوں“ عامر نے کہا تو اس نے اوکے کہتے فون بند کیا اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔

”یا اللہ ! میں کس کس کو یقین دلاؤں کہ میں پاکیزہ ہوں۔ کیوں سب میرے ماضی کا تذکرہ کرتے میرے کردار کو داغدار کرنے لگتے ہیں۔یہ بہت اذیت ناک ہے۔میں جانتی ہوں میں نے ماضی میں بہت سے گناہ کیے ہیں پر سزا و جزا کا مالک تو تو ہے نا میرے پروردگار پھر لوگ کیوں مجھ پر طعنے کستے ہیں کیوں اپنی باتوں سے میرا دل دکھاتے ہیں“ ثانیہ اس وقت اپنے کمرے میں صوفے کے قریب فرش پر بیٹھی چہرہ اپنے گھٹنوں پر ٹکائے اللہ سے محوِ گفتگو تھی۔ اسے

کمرے میں آئے پندرہ منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے اور وہ تب سے رو رہی تھی۔ گلناز بیگم کی باتیں کسی ہتھوڑے کی مانند اسکے دماغ میں بج رہی تھیں۔ پر وہ کیا کر سکتی تھی آخر ماضی کا کالا سایہ قبر تک انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ اس نے سوچتے اپنا چہرہ صاف کرتے آنکھیں موندیں اور سر صوفے کے ساتھ ٹکا گئی۔ "ثانیہ" اسے یوں بیٹھے ابھی پانچ منٹ گزرے تھے جب کمرے کا دروازہ کھلا اور ساتھ ہی اسے عامر کی آواز آئی جس پر اس نے سر اٹھاتے اسے دیکھا جو فکرمند سا لگ رہا تھا۔ اسے دیکھ ثانیہ زمین سے کھڑی ہوئی جب کہ عامر فوراً اسکے پاس آیا۔ ثانیہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا جبکہ آنکھوں کے پپوٹے سوجھ گئے تھے۔ "کیا ہوا؟" عامر نے اسکی روئی روئی سوجھی آنکھوں کو دیکھتے پوچھا۔ وجہ تو اسے معلوم تھی پر وہ اسکے منہ سے سننا چاہتا تھا۔ "کچھ نہیں" اسکے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلاتے جواب دیا۔ "رو کیوں رہی ہیں" عامر نے اپنی پوروں سے اسکی پلکوں پر ٹھہری نمی چنتے پوچھا۔ "میں کب رو رہی ہوں؟ شاید آنکھ میں

کچھ چلا گیا ہے" ثانیہ نے نظریں چُراتے جھوٹ بولا۔ نا جانے اس نے کیوں جھوٹ بولا تھا وہ خود بھی نا سمجھ پائی۔ "میرا جھوٹا بچہ" اسکے جھوٹ بولنے پر وہ بے اختیار ہنستے اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسے اپنے سینے سے لگاتے بولا جبکہ اسکے بولنے پر وہ اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "کیا ہوا میرے بچے کو" عامر نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "وہی طعنہ عامر۔ وہی میرے ماضی کے اشتہار۔ وہی باتیں جو میری جان نکالتی ہیں" ثانیہ نے آنسو بہاتے کہا۔ "میری جان آپ کیوں سنتی ہیں ان لوگوں کی؟" عامر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پوچھا۔ "میں نہیں سنتی عامر اور نا ہی میں سننا چاہتی ہوں پر مجھے پھر بھی سنایا جاتا ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے جھکتے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "سنایا بھی جاتا ہے تو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا کریں جان۔ لوگوں کی باتوں کو دل سے نہیں لگاتے ورنہ دل ٹوٹ جاتا ہے" عامر نے پیار سے کہا۔ "عامر آپکو نہیں پتا اماں

سائیں کی دوست نے کیا کہا" ثانیہ نے کہا تو اس نے اسے واپس اپنے سینے میں بھینچا۔"میں جانتا ہوں عائشہ گڑیا نے مجھے سب بتایا ہے۔شاباش آپ رونا بند کریں میں نے اماں سائیں کو کہہ دیا ہے اب وہ عورت ہمارے گھر نہیں آئے گی "عامر نے اس کا سر سہلاتے کہا۔"وہ نہیں آئیں گی تو کوئی اور آجائے گا میرے کردار کو داغ "ثانیہ اپنی بات مکمل کرتی اس سے پہلے ہی وہ جھکتے اسکے الفاظ چن گیا۔"لوگوں کی زبانیں حلق سے کھینچنے کیلئے ابھی میں زندہ ہوں خدارا خود کے بارے میں یہ الفاظ کم از کم آپ تو مت استعمال کریں" عامر نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے کہا۔"پر سب کہتے ہیں "ثانیہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور نرمی سے جھکتے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھاتے لے جاتے بیڈ پر لٹاتے اسکے قریب دراز ہوا جبکہ اسکی حرکت پر ثانیہ نے اسے دیکھا۔"سب کی باتوں سے آپکو فرق نہیں پڑنا چاہیے ثانیہ عامر ملک۔آپ میری بیوی ہیں اور میری باتوں کے علاوہ باقی سب کی باتیں آپ کیلئے فضول ہونی

چاہیئے سمجھیں آپ" عامر نے اسکے جبڑے کو نرمی سے پکڑتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ نرمی سے مسکرایا اور اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا جبکہ وہ اسکے ساتھ لگی۔ "عامر مجھے لوگوں کی باتیں نہیں بھولتی" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "آپکو لوگوں کی باتیں نہیں بھولتی کوئی بات نہیں۔ میں ہوں نا آپ کو سب بھلا دوں گا" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا اور جھکتے نرمی سے اسکے لبوں کو چھوا جس پر وہ سرخ پڑی جبکہ وہ مسکرایا اور اسکے چہرے کے ایک ایک نقش کو چومنے لگا جس پر ثانیہ نے گہری سانس بھری۔ "عا۔۔مر" ثانیہ نے اسے پکارا جو اب جھکتے اسکی گردن چوم رہا تھا۔ "جانِ عامر خاموش رہیں" عامر نے پیار سے کہا اور اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جس پر وہ اسکے گرد حصار باندھ گئی۔ اسکا حصار اپنے گرد محسوس کرتے عامر آگے بڑھتے ہر حد پار کرنے لگا۔ وہ بے حد نرمی سے اسکو چھوتے گستاخیاں کر رہا تھا جبکہ اسکی گستاخیوں پر وہ سرخ پڑتے آنکھیں موند چکی تھی۔ عامر ہولے ہولے

کرتے ہر حد کو تجاوز کرتے اسے خود میں بھینچ چکا تھا جبکہ اسکی بڑھتی گستاخیوں پر وہ اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا چکی تھی۔عامر بے حد محبت سے اسے چھو رہا تھا۔وہ سختی ہرگز نہیں برت رہا تھا وہ جانتا تھا اسکی بیوی کتنی حساس ہے تبھی وہ اسے کانچ کی گڑیا کی طرح چھو رہا تھا جسے سختی سے چھونے پر ٹوٹ جانے کا خدشہ ہوتا ہے جبکہ ثانیہ اسکی نرمی پر خود پر رشک کررہی تھی۔عامر بے حد محبت سے اسے واقعی ہر بات بھلا چکا تھا۔اس وقت ثانیہ کے ذہن میں عامر اور اسکی محبت کے سوا کچھ نا تھا جبکہ عامر تو آج اپنے عشق کو اپنے قریب تر محسوس کرتے جیسے ساتویں آسمان پر تھا۔آج انکا عشق مکمل ہوا تھا۔دھڑکنیں بھی رقص کررہی تھیں جسکا شور انکے کانوں میں گونج رہا تھا۔دونوں کی آنکھوں میں محبت تھی اور اس محبت کی گواہ اس کمرے کی ہر اک شے تھی۔جس نے ان دونوں کے ہجر سے لے کر وصل تک کی گھڑیاں

دیکھی تھیں۔آج انکا عشق سرخرو ہوا تھا جس پر دونوں ہی اللہ کا شکر ادا کررہے تھے۔

"سائیں دیکھیں اگر میری فراک یا مہندی خراب ہوئی نا تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی" مریم نے شہریار کو کہا جو اسکے پیروں کے نیچے مہندی لگا رہا تھا۔مریم کے پاؤں پر سوجھن دیکھتے اس نے شاہجہاں بیگم سے اسکا کوئی حل پوچھا تھا جس پر انھوں نے گھر میں مہندی بناتے شہریار کو اسکے پیروں کے نیچے ہفتے میں ایک بار لگانے کا کہا تھا کیونکہ اس سے نا صرف پیروں کی سوجھن کم ہوتی ہے بلکہ مریم کے مزاج میں اچانک سے جو تلخی آتی ہے اسے بھی صحیح رکھے گی چونکہ اسکی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے تو یہ مریم کیلئے مفید تھی تبھی شہریار پچھلے دس منٹ سے بیٹھا اسکے پیروں کے تلوؤں پر مہندی لگا رہا تھا جبکہ مریم اسے دیکھتے ہدایتیں دے رہی تھی کہ اسکے سفید فراک پر مہندی ہرگز نہیں لگنی

چاہیئے اور نا ہی اسکے پیروں پر لگی مہندی اس مہندی کی وجہ سے خراب ہونی چاہیئے جس پر شہریار مسکرا رہا تھا۔ "پٹھانی نہیں ہوگی خراب پکا وعدہ۔ تم ٹیک لگا کر بیٹھو اور یہ جوس فنش کرو" شہریار نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور جوس پینے لگی۔ "سائیں مجھے آئس کریم کھانی ہے" مریم نے جوس ختم کرتے گلاس سائیڈ پر رکھتے کہا تو شہریار کے ہاتھ ایک لمحے کو رکے۔ اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "میرا بچہ آئس کریم تم دونوں کے لیے اچھی نہیں ہے۔ ڈاکٹر نے بھی منع کیا ہے نا اب کوئی گندی چیز نہیں کھانی" شہریار نے ہنوز اسکے پیروں پر مہندی لگاتے کہا تو اس نے منہ بنایا۔ "جانتی ہوں پر میرا بہت دل کر رہا ہے" مریم نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "پر پٹھانی بے بی کے لیے یہ اچھی نہیں ہے" شہریار نے نرمی سے کہا۔ "پر میرا بہت زیادہ والا دل کر رہا ہے سائیں پلیز صرف تھوڑی سی" مریم نے بچوں کی طرح کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "کچھ اور کھالو

میری جان۔ صرف چند دن اور پرہیز کرنا ہے پھر بس" شہریار نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پھر مجھے آلو کے پراٹھے اور ساتھ اچار کھانا ہے۔ اور اگر اب آپ نے منع کیا تو میں رونے لگ جاؤں گی" مریم نے کہتے ساتھ دھمکی لگائی تو وہ ہنس پڑا۔ "دھمکی لگانا غلط بات ہے پٹھانی" شہریار نے آنکھیں چھوٹی کرتے کہا۔ "بیوی کو کھانے سے منع کرنا بھی غلط بات ہوتی ہے سائیں" مریم نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا تو وہ ہنستے اسکے پیروں پر لب رکھ گیا جس پر مریم حیا سے سمٹی۔ اس نے فوراً اپنے پاؤں پیچھے کرنے چاہے پر شہریار نے نرمی سے اپنی پکڑ مضبوط کرتے اسکی کوشش کو ناکام بنایا اور جھکتے ایک بار پھر اسکے پیروں پر ہونٹ ثبت کیے۔ "سائیں مت کریں پلیز مجھے اچھا نہیں لگ رہا" مریم نے کہا تو شہریار نے اسے دیکھا۔ "کیا اچھا نہیں لگ رہا پٹھانی؟ میرا لمس؟" شہریار نے پوچھا تو اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں آپکا لمس تو زندگی کے مترادف ہے" مریم نے جلدی سے کہا تو وہ مسکرایا۔ "پھر کیا اچھا

نہیں لگا میری بیگم کو" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "وہ میرے پیروں کو یوں چومنا۔ آپ میرے شوہر ہیں آپکو میرے پیروں کو نہیں چھونا چاہیئے۔ پہلے ہی آئے دن یوں میرے پیروں کے تلوؤں پر مہندی لگاتے ہیں وہ بھی مجھے اچھا نہیں لگتا اب یوں چوم رہے ہیں۔ مجھے گناہ گار کر رہے ہیں آپ" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور نرمی سے اسکے پاؤں بیڈ پر بچھے کپڑے پر رکھتے خود کھڑے ہوتے اسکا سر چوم گیا۔ "تم میری بیوی ہو۔ تمھارے پیروں کو ہاتھ لگانے سے یا تمھارے پیروں کو چومنے سے میں تمھیں گناہگار نہیں کرتا۔ یہ میری محبت ہے۔ تمھارا وجود میرے لیے بے حد تقدس رکھتا ہے اور مجھے تمھارے پاک وجود اور تمھاری پاکیزہ روح سے اس قدر عشق ہے کہ میں تمھارے پاؤں دھو کر پی سکتا ہوں۔ اور ان پیروں کو چومنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان قدموں تلے اللہ نے میری اولاد کی جنت کو رکھا ہے" شہریار نے نرمی سے کہا تو مریم کی آنکھوں میں نمی جبکہ چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ آئی۔ اس نے ہلکا سا

اسکی طرف جھکتے اسکے سینے پر گال ٹکایا۔ ”زہ تاسرہ مینہ کوم سائیں (مجھے آپ سے محبت ہے سائیں)“ مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ ”زہ ھم تاسرہ مینہ کوم پٹھانی (مجھے بھی تم سے محبت ہے پٹھانی)“ شہریار نے نرمی سے جواب دیا اور سیدھا ہوا۔ ”کیا ہوا“ اس کے سیدھے ہونے پر مریم نے فوراً پوچھا۔ ”یہ گلوس پھینک دوں ورنہ تمھارے کپڑے خراب ہوجائیں گے“ شہریار نے اپنے ہاتھوں پر پہنے ربڑ گلوس کی طرف اشارہ کرتے کہا جن پر مہندی لگی تھی۔مریم نے اسکی بات پر سرہلایا جس پر وہ گلوس اتارتے انھیں پھینکتے اسکے پاس آیا اور اسے سینے سے لگا گیا جس پر وہ بھی فوراً اسکے گرد حصار باندھ گئی۔ ”اب یہ بتاؤ کیا کھانا ہے میری پٹھانی نے“ شہریار نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ ”آلو کے پراٹھے اور اچار“ مریم نے وہی فرمائش کی تو وہ مسکرایا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ ”اچھا میں ابھی منگواتا ہوں“ شہریار نے کہا اور فون پکڑتے ملازمہ کو کال کرتے مریم کیلئے کھانا منگوایا جس پر

مریم کا چہرہ کھلا۔ ”اب خوش ہے میری جان“ شہریار نے فون بند کرتے ایک طرف رکھتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور اسے ساتھ لگا گیا جس پر وہ مسکراتے اب اس سے باتیں کرنے لگی۔ وہ ہاتھ نچاتے نا جانے اسے کیا کیا بتا رہی تھی جبکہ وہ بھرپور توجہ سے اسکی باتیں سن رہا تھا۔ مریم کی باتوں پر وہ کبھی ہنس دیتا تو کبھی اسکا سر چوم جاتا جبکہ مریم تو بس اسے یہ بتانے میں مصروف تھی کہ وہ بے بی آنے پر کیا کیا کرے گی۔ شہریار محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جس نے اسکی زندگی کو محبت سے بھر دیا تھا۔ اسکے وہم و گمان میں بھی نا تھا کہ ایک لڑکی جو اسکی زندگی میں زبردستی شامل کی گئی تھی وہ اسکی پوری زندگی بن جائے گی۔

”مہرو بیٹا!“ فردوس بیگم نے مہرماہ کو پکارا جو اپنے کمرے میں تیار ہونے جا رہی تھی۔ آج سب لوگ خلیل صاحب کی طرف جا رہے تھے۔ آج خلیل صاحب

کی سالگرہ تھی۔پلوشہ کے جانے کے بعد سے انھوں نے اپنی سالگرہ منانی چھوڑ دی تھی پر آج انکے تینوں بچوں نے مل کر ان کے لیے سرپرائز پلین کیا تھا تبھی آج سب خلیل صاحب کی طرف جارہے تھے۔اسے ابھی ثانیہ کی کال آئی تھی جو اسے اپنے جانے کا بتا چکی تھی تبھی مہرماہ بھی وہاج کا فیڈر بناتے روم میں جارہی تھی تاکہ اسے فیڈر پلانے کے بعد تیار ہوجائے لیکن ابھی وہ اوپر جاتی لاؤنج میں دراب صاحب اور تنزیل بیگم کیساتھ بیٹھیں فردوس بیگم نے اسے پکارا۔"جی ماما" انکی پکار پر مہرماہ نے مڑتے انھیں دیکھا۔"بچے تم تیار کیوں نہیں ہوئی ابھی تک" فردوس بیگم نے پوچھا۔"ماما بس ہونے لگی ہوں وہاج کو فیڈر پلا دوں" مہرماہ نے جلدی سے جواب دیا۔"تو بچے وہاج کو فیڈر ضاری پلا دیتا وہ کہاں ہے؟" اب کی بار تنزیل بیگم نے پوچھا۔"ممانی جان ضار نہانے گئے ہیں۔ وہاج پہلے سورہا تھا ابھی جاگا ہے تو میں اسکا فیڈر بنانے آگئی" مہرماہ نے جواب دیا تو وہ مسکرائیں جب کہ دراب صاحب کھڑے ہوتے

اسکے پاس آئے۔ ”چلو ایک کام کرتے ہیں۔ اپنے پوتے کو فیڈر پلاتا ہوں میری بیٹی جا کر تیار ہو جائے بلکہ ایک کام کرنا مہرو بیٹا وہاج کے کپڑے بھی بھجوا دو۔ آج میں اپنے پوتے کو خود تیار کرتا ہوں“ دراب صاحب نے کہا تو سب مسکرائے جب کہ مہرماہ نے مسکراتے وہاج کو انھیں پکڑایا۔ وہاج تو اپنے دادا کی گود میں جاتے ہی خوشی سے قلقاریاں مارنے لگا تھا کیونکہ اپنے ماما بابا کے بعد اسے اپنے دادا پسند تھے۔ ”چلیں بابا یہ تو خوش ہو گیا آپ کے پاس آ کر۔ اب میں سکون سے تیار ہونگی آپ سنبھالیں“ اسے مہرماہ نے وہاج کو ہنستے دیکھ شرارت سے کہا تو دراب صاحب نے مسکراتے اسے اپنے سینے سے لگایا۔ ”تم بلکل پلوشہ جیسی ہو مہرو۔ وہ بھی ایسی ہی تھی شرارتی اور میری لاڈلی“ دراب صاحب نے اس کا ماتھا چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”آپکو ماما کی یاد آتی ہے؟“ مہرماہ نے پوچھا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ہاں آتی ہے اور افسوس ہوتا ہے خود پر جو اپنی لاڈلی کی بات سننے کی بجائے ساری عمر اس سے

دور رہا حتیٰ کہ قاسم نے بہت بار مجھے کہا بھی کہ پلوشہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرنی چاہیئے پر اس وقت میری انا میرے دل میں موجود میری بہن کی محبت پر غالب آگئی اور میں نے اپنی بیٹی جیسی بہن کو بھلا دیا" دراب صاحب نے کہا تو مہرماہ نے انھیں دیکھا۔"بابا ماما آپ سے بہت محبت کرتی تھیں۔اور جیسے سب ہوا آپکا غصہ بجا تھا۔آپ اداس نا ہوا کریں ورنہ ماما کو اچھا نہیں لگے گا۔اور ویسے بھی ماما یہاں نہیں ہیں پر میں تو ہوں نا تو ماما کے حصے کا پیار مجھے دیا کریں اور آپی بھائی وہ بھی تو ماما کا عکس ہیں نا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکراتے اسکا سر چوم گئے۔"ہاں یہ تو ہے۔تو اب سے پلوشہ کے حصے کا سارا پیار تمھیں، ثانیہ کو اور ماہ دیر کو دوں گا" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرائی۔"جی اور اب اداس بھی نہیں ہونگے" مہرماہ نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔"ٹھیک ہے اب جاؤ میرا بیٹا تیار ہو جاؤ جلدی سے اور دیکھو یہ تمھارا نکما شوہر تیار ہوا ہے کہ نہیں" دراب صاحب نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنستے اوپر کی جانب

بڑھی۔ وہ چلتے اوپر آئی اور اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی تو اسکی نظر ضرار پر پڑی جو اس وقت سیاہ شلوار قمیض پہنے کندھوں پر بھوری اجرک اوڑھے کھڑا بالوں کو سیٹ کر رہا تھا۔ "چشمِ بدور جناب بہت اچھے لگ رہے ہیں" مہرماہ نے کمرے کا دروازہ بند کرتے کہا تو ضرار کے اپنے بالوں میں چلتے ہاتھ رکے۔ اس نے اسے حیرت سے دیکھا پھر اگلے ہی لمحے قہقہہ لگا گیا۔ "جان فلرٹ کر رہی ہو" ضرار نے اسے بازو سے کھینچ کر ڈریسنگ کے ساتھ لگایا۔ "کوئی شک ہے آپکو" مہرماہ نے اسکی ناک کو انگلی سے چھوتے پوچھا تو وہ پھر ہنس پڑا۔ "لگتا ہے آج میری بیگم کا رومینس کرنے کا موڈ ہے۔ اگر ہے تو میں بھی شروع کروں" ضرار نے اس کی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو وہ اسکی بات پر سرخ پڑی۔ "نہیں ایسی بات نہیں ہے بس آپ اچھے لگ رہے تھے تو تعریف کردی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "پر میرا اب رومینس کا موڈ ہو رہا ہے" ضرار نے جھکتے اسکی گردن چومی جس پر مہرماہ نے

آنکھیں موندیں۔ "ضار۔۔ہمیں جانا۔۔ہے بابا۔۔کی برتھڈے۔۔ہے"
مہرماہ نے کہا تو وہ سیدھا ہوا اور بغیر کچھ کہے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں تھامتے
اس کے ہونٹوں کی نرماہٹ محسوس کرنے لگا جس پر مہرماہ کا چہرہ مزید سرخ
ہوا۔ "جانتا ہوں ہمیں جانا ہے پر تم میرا رومینٹک موڈ آن کردیتی ہو" ضرار
نے اسکے ماتھے کو حرارت فراہم کرتے کہا تو وہ شرگیں سا مسکراتے چہرہ جھکا
گئی۔ "ہٹیں مجھے تیار ہونا ہے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے اسکے
رخسار کو چوما اور پیچھے ہوتے اسے راستہ دیا جس پر وہ الماری کی طرف
بڑھی۔ "وہاج کہاں ہے" ضرار نے اسے دیکھتے جو سیاہ فراک الماری سے
نکالتے اب بیڈ پر رکھ رہی تھی۔ "وہاج بابا کے پاس ہے" مہرماہ نے جواب دیا
تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "وہ تیار ہوگیا؟" ضرار نے دوسرا سوال پوچھا اور
ڈریسنگ کی ڈرار سے اسکے جھمکے اور چوڑیاں نکالنے لگا۔ "نہیں بابا کہہ رہے
تھے وہ خود تیار کردیں گے" اسے مہرماہ نے وہاج کے لیے سیاہ شلوار قمیض

نکالتے اسے پکڑاتے کہا۔ ”میں کیا کروں انکا۔ وہاج کو تیار تو بابا نے کرنا ہے نا“ ضرار نے کپڑے پکڑتے کہا تو مہرماہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ ”ضار کپڑوں کے پاؤں ہیں؟“ مہرماہ نے پوچھا تو ضرار نے اسے اچنبھے سے دیکھا۔ ”ماہ کپڑوں کے پاؤں نہیں ہوتے“ ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا۔ ”کپڑوں کے پاؤں نہیں ہے اسی لیے آپکو پکڑائے ہیں تاکہ آپ جاکر انھیں بابا کو دیں اور وہاج کو تیار کرنے میں انکی مدد کریں“ مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا اور اسکے رخسار پر چٹکی کاٹ گیا۔ ”کوئی حال نہیں میری ڈرامہ کوئین یہی بات سیدھی طرح بھی بولی جاسکتی تھی“ ضرار نے کہا تو اس نے اس کے قریب ہوتے اسکی گردن کے گرد بازو حمائل کیے۔ ا”گر سیدھے طریقے سے بولتی تو آپکی ڈرامہ کوئین کیسے بنتی“ مہرماہ نے کہا لیکن ضرار اپنی جگہ پر ساکت و جامد کھڑا تھا کیونکہ آج اسکی ماہ کا ہر انداز ہی نرالہ تھا جبکہ اسے یوں ہونک بنے دیکھ وہ مسکرائی اور اسکے پیروں پر پیر رکھتے اوپر ہوتے اسکی ٹھوڑی چومتے بغیر اسے کچھ کرنے کا موقع

دیے اپنے کپڑے پکڑتے باتھ روم میں بند ہوگئی جبکہ ضرار اسکے جانے پر ہوش میں آیا اور باتھ روم کے بند دروازے کو ایک نظر دیکھتے پھر جھٹکے سے مُڑتے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا جو سرخ ہورہا تھا۔ "ماہ یار یہ غلط بات ہے۔ شوہر میں ہوں اور تم مجھے یہاں بلش کروا کر چلی گئی ہو" ضرار نے کسی بچے کی طرح کہا تو مہرماہ مسکرائی۔ "باتیں کم کریں اور جا کر وہاج کو تیار کرنے میں بابا کی مدد کریں" مہرماہ نے ہلکا سا دروازہ کھولتے اپنا چہرہ باہر نکالتے کہا جسے دیکھ وہ اسکی طرف بڑھا پر اس سے پہلے ہی مہرماہ دروازہ بند کرتے اندر جا چکی تھی جبکہ ضرار کو اندر سے اسکی دبی دبی ہنسی کی آواز آئی تھی۔ "تم باہر آؤ زرا ماہ پھر بتاتا ہو میں تمھیں" ضرار نے دھمکی لگائی اور وہاج کے کپڑے پکڑتے نیچے گیا جہاں کوئی نا تھا۔ کسی کو یہاں نا دیکھتے اس نے اپنے ماما بابا کے کمرے کا رخ کیا۔ "لوو برڈز اگر رومینس نہیں کر رہے تو اندر آجاؤں" ضرار نے دروازہ نوک کرتے شرارت سے کہا جس پر اگلے ہی لمحے دروازہ کھولتے دراب صاحب نے اسے

گھورا۔ "گدھے کبھی تو لحاظ سے بات کرلیا کروہر وقت بے باک بنے رہتے ہو" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "بابا میں نے بے باکی میں پی ایچ ڈی کر رکھی۔ میرے سب دوست ایویں تو مجھے بے باک بادشاہ نہیں کہتے" ضرار نے فخر سے کہا تو دراب صاحب نے دانت پیستے اپنی اولاد کو دیکھا جو اب بیڈ پر لیٹے وہاج کو اٹھاتے سینے سے لگا چکا تھا۔ "بابا کا بیٹا۔ اٹھ گیا۔ بابا کو مس نہیں کیا میری جان کے ٹکڑے نے" ضرار نے وہاج کا ماتھا چومتے کہا تو وہاج کھلکھلایا جسے دیکھ وہ مسکرایا۔ "بابا نے بھی اپنے بچے کو مس کیا" ضرار نے کہا اور اسے نرمی سے بیڈ پر لٹایا جس پر وہاج نے ہاتھ ہلاتے اسکے پاس آنا چاہا جبکہ دراب صاحب اور فردوس بیگم مسکراتے اپنے بیٹے اور پوتے کو دیکھ رہے تھے۔ "اب بابا اپنے بیٹے کو کپڑے پہنائیں گے پیارے پیارے پھر وہاج بابا جیسا لگے گا۔ وہاج کو پسند ہے نا بابا جیسا بننا" ضرار نے نرمی سے اسکو کپڑے پہناتے کہا جس پر وہاج کھلکھلایا جبکہ دراب صاحب آتے بیڈ پر بیٹھے اور فردوس

بیگم آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہونے کے ساتھ ساتھ انھیں دیکھ رہی تھیں۔ ”ویسے وہاج کو کپڑے میں نے پہنانے تھے“ دراب صاحب نے کہا تو ضرار نے وہاج سے نظریں ہٹاتے انھیں دیکھا۔ ”میں اسکا بابا ہوں تو میں ہی اسکے سارے کام کروں گا“ ضرار نے ضدی بچے کی طرح کہا اور فوراً وہاج کو اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا جو ننھی سی سیاہ شلوار قمیض پہنے بلکل ضرار جیسا لگ رہا تھا۔ ”تو میں اسکا دادا ہوں۔ میں بھی اسکے کام کر سکتا ہوں“ دراب صاحب نے کہا تو ضرار نے انھیں دیکھا۔ ”جی نہیں۔ پہلے آپ نے میری ماما پر قبضہ کیا اب میرے بیٹے پر کر رہے ہیں۔ کوئی نہیں بلکہ میں سوچ رہا ہوں میری ماما بھی آپ سے واپس لے لوں“ ضرار نے کہا تو دراب صاحب نے اسے گھورا۔ ”میں تمھارا منہ توڑ دوں گا نکمی اولاد اگر تم نے میری بیگم پر نظر رکھی۔ وہ تمھاری ماں بعد میں پہلے میرے بیوی ہیں“ دراب صاحب نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے کہا۔ ”تو میں کیا کروں جس دن وہ میری ماما بنی تھیں اس

دن میرا حق زیادہ ہوگیا تھا ہے نا ماما" ضرار نے کہتے فردوس بیگم سے پوچھا تو دراب صاحب نے فردوس بیگم کو دیکھا۔ "بیگم آپ پہلے میری بیوی ہیں اپنی اس بدتمیز اور نکمی اولاد کو سمجھا دیں" دراب صاحب نے کہا تو فردوس بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ جانتی تھیں اس لڑائی میں وہ کسی کا ساتھ نہیں دے سکتیں کیونکہ یہ تو ہر دوسرے دن کی کہانی تھی یہ دونوں ابھی لڑ رہے تھے لیکن بعد میں یوں ہونا تھا گویا وہ دونوں ہی بس ہوں۔ "دراب ضرار بس کردیں آپ دونوں۔ بچوں کی طرح لگے ہیں" فردوس بیگم نے ان دونوں کو گھورا۔ "ماما پہلے آپ کہیں آپ میرا حق زیادہ ہے" ضرار نے کہا اور اٹھتے ان کے پاس جاتے ایک بازو انکے گرد حمائل کرگیا جسے دیکھ دراب صاحب اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور انکے پاس جاتے ضرار کا ہاتھ دور کرتے فردوس بیگم کے کندھے کے بازو حمائل کرتے انھیں اپنے ساتھ لگایا جس پر فردوس بیگم کے رخسار گلابی ہوئے۔ انھیں دراب صاحب سے جوان بیٹے کے سامنے ایسی حرکت کی امید

نا تھی جبکہ ضرار نے انھیں دیکھتے مسکراہٹ دبائی۔وہ اسی لیے تو اپنے بابا کو تنگ کرتا تھا تاکہ اپنی ماما کیلئے انکا عشق دیکھ سکے۔"یہ میری بیگم ہیں اور ان پر میرا حق سب سے زیادہ تمھاری ماں بعد میں بنی تھیں پہلے میری شریکِ حیات بنی تھیں۔چپ چاپ نکلو میرے کمرے سے بدتمیز اولاد نا ہو تو" دراب صاحب نے اسے گھورا تو ضرار ہنس دیا۔"بابا پوزیسوو ہوگئے۔یار نہیں لے کر جاتا میں آپکی ہیر کو رکھیں پاس۔میں نے تو مذاق کیا تھا پر آپ تو دل پر لے گئے بات" ضرار نے کہا تو دراب صاحب نے انھیں گھورا جس پر وہ آگے ہوتے بچوں کی طرح انکے رخسار کو چوم گیا جس پر انھیں اس پر پیار آیا۔"سوری نا یار اب اپنے بیٹے کو گھوریں گے" ضرار نے معصوم سی شکل بناتے کہا تو وہ ہنستے اسے سینے سے لگا گئے جس پر وہ بھی ایک بازو انکے گرد باندھ گیا جبکہ دوسرے سے اس نے نرمی سے وہاج کو پکڑا ہوا تھا۔"سدھر جاؤ ایک بچے کے باپ ہو تم اب" دراب صاحب نے کہا تو وہ مسکرایا۔"میں نہیں سدھرنے والا

یار" ضرار نے مسکراتے کہا تو وہ ہنس پڑے۔ "خیر ہنستے رہیں آپ دونوں اور ایک دوسرے سے ڈھیر سارا پیار کریں۔ میں چلا اپنے بیٹے کو لے کر" ضرار نے کہا اور وہاج کو سینے سے لگائے باہر نکلتے اوپر کی جانب بڑھا۔ وہ چلتے اوپر آیا اور اپنے کمرے میں داخل ہوا جہاں مہرماہ تیار کھڑی اب خود پر اسکی سیاہ اجرک اوڑھ رہی تھی۔ وہ سیاہ فراک پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اس نے بالوں کو کھلا چھوڑا تھا۔ چہرے پر بس کاجل اور لپ اسٹک لگائی تھی جبکہ کانوں میں بڑے بڑے جھمکے اور چوریاں پہنے وہ ضرار کے دل پر بجلیاں گرا چکی تھی۔ "آ گئے آپ۔ ارے میرا بیٹا بھی آگیا" مہرماہ نے اسے دیکھتے پھر وہاج کو دیکھا جو اپنی ماما کی آواز سنتے فوراً اسکے پاس آنے کو مچلا تھا جسے دیکھ وہ مسکرائے جب کہ مہرماہ نے آگے بڑھتے اسے پکڑتے اپنے ساتھ لگایا۔ "ماشاءاللہ بہت پیارا لگ رہا ہے میرا بچہ" مہرماہ نے وہاج کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اور وہاج کے بابا کیسے لگ رہے ہیں" ضرار نے

اسکے پاس آتے اس کی کمر کے گرد حصار باندھتے پوچھا۔ "اچھے لگ رہے ہیں پر میرا بیٹا زیادہ پیارا لگ رہا ہے" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "یہ زیادتی ہے۔ کچھ دیر پہلے میں زیادہ پیارا تھا اور اب تمھارا بیٹا زیادہ پیارا ہوگیا" ضرار نے اسکی ناک دباتے پوچھا تو وہ ہنسی۔ "جی کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے" مہرماہ نے وہاج کا رخسار چومتے کہا تو ضرار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا اور وہاج کو نرمی سے اس کی گود سے پکڑتے لے جاتے بیڈ پر لٹاتے اسکے گرد تکیے سیٹ کرتے اسے اسکا کھلونا پکڑایا اور واپس مہرماہ کے پاس آیا۔ "ہاں جی کیا کہہ رہی تھی تم" ضرار نے اسکے پاس آتے اسکے گرد بازو باندھتے اسے اپنے روبرو کیا۔ "میں کہہ رہی تھی میرا بیٹا زیادہ پیارا ہے" مہرماہ نے اس کی گردن کے گرد بازو حمائل کرتے کہا تو ضرار نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا۔ "اس ڈیڑھ فٹیا بیٹے کی تعریفیں میرے سامنے کم کیا کرو" ضرار نے دانت کچکاتے کہا۔ "میرے بیٹے کو ڈیڑھ فٹیا نا کہا کریں۔ انشاءاللہ وہ آپ سے بھی زیادہ دراز قد ہوگا دیکھنا آپ"

مہرماہ نے مہا تو وہ ہنس پڑا جبکہ دل میں اس نے انشاء اللہ کہا تھا۔ "یہ ڈیڑھ فٹیا مجھ سے لمبا بھی ہوجائے تب بھی چھوٹا ہی رہے گا" ضرار نے کہا تو مہرماہ نے اسے گھورا۔ "اتنا غرور کس بات کا ہے آپکو" مہرماہ نے اسکی اجرک کو مٹھیوں میں جکڑتے اسے ہلکا سا جھٹکا دیتے جھکایا جس پر ضرار نے اسے دیکھا۔ "تم میری ہو اس بات کا غرور ہے مجھے" ضرار نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے محبت سے کہا تو مہرماہ کی پلکیں لرزیں جبکہ رخسار پل میں گلابی ہوئے تھے جسے دیکھ وہ مسکراتے جھکا اور اسکے رخسار کو حرارت فراہم کرگیا۔ "میں آپکو ڈانٹ رہی ہوں اور آپکو رومینس سوجھ رہا ہے" مہرماہ نے اسے گھورنے کی ناکام کوشش کرتے کہا۔ "میں کیا کروں پھر؟ غصہ؟" ضرار نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "مجھ پر غصہ کرسکتے ہیں؟" مہرماہ نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے پوچھا۔ اسکے لہجے میں کیا غرور تھا۔ ایک مان تھا جیسے وہ جانتی ہو وہ اس پر غصہ کر ہی نہیں سکتا اور ضرار جانتا تھا اسکا یہ مان

اسے ہی سلامت رکھنا ہے کیونکہ اسے یہ مان بخشنے والا بھی وہی تھا۔ "جواب تم جانتی ہوں مسز راجپوت۔ تم پر میں چاہ کر بھی غصہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس روئے زمین پر تم وہ واحد ہستی ہو جسے دیکھتے میں موم کا ڈھیر بن جاتا ہوں" ضرار نے اسکے رخسار کو چھوتے نرمی سے کہا جس پر وہ مسکرائی۔ "اور ایسا کیوں ہے؟" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "کیونکہ تمھارے معاملے میں میرا دل خود بخود نرم پڑ جاتا ہے مسز راجپوت۔ تم پر غصہ آئے بھی تو تمھیں دیکھتے ہی وہ غصہ کہیں دور جا سوتا ہے۔ میں غلط نہیں کہتا ساحرہ ہو تم۔ جادو کر دیا ہے تم نے مجھ پر" ضرار نے اسکے کندھے پر ماتھا ٹکاتے مدھم آواز میں کہا۔ اسکے لہجے میں بے بسی تھی جسے محسوس کرتے وہ مسکرائی۔ "اتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ "عشق کرتا ہوں میں تم سے ماہ۔ محبت تو کہیں بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ جو عشق مجھے تم سے ہے وہ محبت سے بالاتر ہے۔ میں عشق کے اس مقام پر ہوں جہاں اگر تم مجھے

گھنگھروں باندھ کر رقص کرنے کا بھی کہو گی تو میں ایک لمحے کو بھی نہیں سوچوں گا" ضرار نے اپنے ہاتھ کی پشت سے نرمی سے اس کے رخسار کو سہلاتے کہا تو مہرماہ نے اسے دیکھا جسکی آنکھوں میں دور دور تک عشق کے دیے جل رہے تھے۔ مہرماہ نے چند لمحے اسکی آنکھوں میں دیکھا پھر اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنے لبوں سے چھونے لگی جبکہ اسکے لمس پر ضرار سانس روک گیا۔ ضرار راجپوت سے اگر کوئی پوچھتا کہ زندگی کیا ہے تو بغیر سوچے سمجھے مہرماہ کے محبت بھرے لمس کا نام لیتا۔ "مسز راجپوت آپکا پروفیسر ہوں یاریوں میری عزت لوٹیں گی تو لوگ کیا کہیں گے" ضرار نے اس کے لمس پر خود کو بامشکل سنبھالتے شرارت کی تو مہرماہ ہنستے پیچھے ہوئی۔ "پروفیسر بعد میں پہلے میرے بچپن کے شوہر ہیں" مہرماہ نے مزے سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "وہ تو میں ہوں میری بچپن کی بیوی" ضرار نے کہا تو مہرماہ ایک بار پھر قہقہہ لگا گئی جبکہ وہاج ان دونوں کی باتوں سے بے

نیاز مزے سے بیڈ پر لیٹا اپنے کھلونے کو ایک طرف پھینکے اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے میں مصروف تھا۔

"مہرو بات سنو" ثانیہ نے مہرماہ کو پکارا جو وہاج کو بیڈ پر بیٹھی حوریہ کی گود میں بٹھا رہی تھی۔ وہ لوگ اس وقت ماہ دیر کے فارم ہاؤس میں موجود تھیں۔ ساری لڑکیاں اس وقت مہرماہ کے کمرے میں بیٹھی تھیں جبکہ لڑکے اور سب بڑے لاؤنج میں موجود تھے اور بچے لڑکیوں کے پاس بیٹھے کھیل رہے تھے۔ "جی اپیہ کیا ہوا" مہرماہ نے فوراً اسے دیکھتے پوچھا۔ "بھائی سے پوچھا تھا کب تک سب شروع کرنا ہے" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی اپیہ پوچھا تھا۔ بھائی کہہ رہے تھے بس ایک بار وہ ساری تیاری دیکھ لیں پھر شروع کریں گے" مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے خلیل انکل کافی خوش ہو جائیں گے نا" عائشہ نے کہا تو ان سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بابا کو تو یاد

بھی نہیں ہے۔ اور مجھے یقین ہے جب بابا وہ سب دیکھیں گے تو یقیناً خوش ہوجائیں گے" میشائم نے بھی مسکراتے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے انکل اپنی برتھڈے کیوں نہیں مناتے" عائشہ نے پوچھا۔ "کیونکہ بابا کی اور ماما کی برتھڈے ایک ہی دن آتی ہے۔ جب ماما زندہ تھیں تب بابا بہت دھوم دھام سے برتھڈے سلیبرٹ کرتے تھے پر ماما کے جانے کے بعد نے انھوں نے یہ دن خود پر حرام کرلیا۔ جب برتھڈے کا دن ہوتا بابا اس دن پورا وقت خود کو کمرے میں بند رکھتے تھے۔ میں نے ایک دو بار کوشش کی تھی کہ بابا کی برتھڈے مناؤں پر بابا مجھے بے حد پیار سے انکار کردیتے تھے پر اللہ کرے آج وہ انکار نا کریں" مہرماہ نے کہا تو سب نے آمین کہا۔ "ویسے انکل پھوپھو سے بہت محبت کرتے ہیں۔ پھوپھو کو گزرے دس برس بیت چکے ہیں پر انکل کے عشق میں رتی برابر کمی نہیں آئی۔ پھوپھو بہت خوش قسمت تھیں جو انھیں انکل جیسے انسان ملے جو انھیں اس حد تک چاہتے ہیں کہ انکے جانے کے بعد

بھی انھیں بھول نہیں پائے" عائشہ نے کہا تو سب مسکرائے عین اسی پل مہرماہ کی نظر مریم پر گئی جو کافی خاموش تھی۔ "میمی تم اتنی خاموش کیوں ہو" مہرماہ نے مریم سے پوچھا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ اس کی آواز پر مریم نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ "کچھ نہیں مہر بس ایسے ہی" مریم نے مدھم سا مسکراتے کہا۔ اسکی طبیعت پچھلے دو گھنٹوں سے بوجھل سی ہورہی تھی۔ اسکو اپنی کمر میں ہلکی ہلکی درد اٹھتی محسوس ہورہی تھی پر وہ اسے روازنہ ہی ہوتی تھی پر آج تھوڑی زیادہ ہورہی تھی جسے وہ نظر انداز کررہی تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسکی وجہ سے فنکشن خراب ہو۔ "میمی سچ بتاؤ طبیعت ٹھیک ہے نا" مہرماہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے پوچھا۔ "ہاں میری جان بلکل ٹھیک ہے بس طبیعت تھوڑی سی بوجھل ہورہی ہے اور کچھ نہیں پریشان نا ہو" مریم نے مسکراتے کہا۔ "مریم کیوں طبیعت بوجھل ہورہی ہے بچے" ثانیہ نے اسکے پاس آتے پوچھا۔ "وہ آپی ابھی آنے سے پہلے آلو کے

پراٹھے کھائے تھے نا شاید اس لیے" مریم نے جواب دیا تو ثانیہ نے اسے ساتھ لگایا۔ "دوائی لائی ہو ساتھ "ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی لائی ہوں اور کھا بھی چکی ہوں اور میں ٹھیک ہوں اب" مریم نے جواب دیا۔ "مریم دیکھو جھوٹ نہیں بولنا۔ سچ بتاؤ ٹھیک ہو نا" میشائم نے بھی پیار سے پوچھا۔ "ہاں میشائم ٹھیک ہوں۔ آپ سب پلیز پریشان نا ہوں" مریم نے مدھم سا مسکراتے کہا۔ "ٹھیک ہے ہم پریشان نہیں ہوتے لیکن زرا سی بھی طبیعت ٹھیک نا لگے تو فوراً ہمیں بتانا ہے" عائشہ نے نرمی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا عین اسی پل دروازہ نوک ہوا جس پر وہ سب سیدھی ہوئیں جبکہ مریم نے اپنا چہرہ ڈھانپا کیونکہ باہر سے ضرار کی آواز آرہی تھی۔ "جی ضار" مہر ماہ نے اٹھتے دروازہ کھولتے اسے دیکھتے پوچھا۔ "آجاؤ چلیں لان میں۔ ماہ دیر بھی انکل کو لینے گیا ہے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور واپس مڑتے وہاج کو گود میں اٹھایا جبکہ عائشہ نے حوریہ کو گود میں اٹھایا۔ ثانیہ نے آگے بڑھتے

یشائم کو سہارا دیا جبکہ مریم بیٹھی شہریار کو دیکھ رہی تھی جو ضرار کے ساتھ کھڑا تھا۔ "چلو شیری ہم جا رہے ہیں باہر۔ تم گڑیا کو لے کر آجاؤ" ضرار نے مہرماہ کی گود سے وہاج کو پکڑتے شہریار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اندر مریم کے پاس آیا جبکہ ضرار باقی سب کے ساتھ باہر نکل گیا۔ اسے دیکھتے مریم نے اپنا نقاب ہٹایا جبکہ شہریار بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا جسکے چہرے پر درد کے تاثر نمایاں تھے۔ "پٹھانی کیا ہوا میرا بچہ طبیعت ٹھیک ہے" شہریار نے اس کے سامنے بیٹھتے پوچھا۔ "جی ٹھیک ہوں بس تھوڑی سا عجیب محسوس ہو رہا ہے اور کمر میں بھی ہلکی ہلکی درد ہو رہی ہے" مریم نے کہا تو وہ پریشان ہوا۔ "کہاں درد ہو رہی ہے اور عجیب کیوں محسوس ہو رہا ہے" شہریار نے اس کا ہاتھ تھاما۔ "پتا نہیں سائیں۔ شاید گاڑی کے سفر کی وجہ سے" مریم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "میری جان زیادہ درد ہو رہی ہے؟ ڈاکٹر کے پاس چلیں" شہریار نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں میں ٹھیک ہوں" مریم نے

اس کے ہاتھ کو ہلکا سا دباتے کہا تو شہریار نے اسکے قریب ہوتے اسے ساتھ لگایا۔ ”تم جانتی ہو نا تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی؟“ شہریار نے نرمی سے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”اچھا ٹھیک ہے درد تو تھوڑی سی زیادہ ہے لیکن ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا۔ آرام کروں گی تو ٹھیک ہوجاؤں گی“ مریم نے کہا تو اس نے اسکا سر چوما۔ ”ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔ ایسے ہی ٹھیک نہیں ہوگا“ شہریار نے کہا تو اس نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ ”سائیں انکل کی برتھڈے ہے پہلے وہ اٹینڈ کرلیتے ہیں پھر ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔ اور اب میں آپکی کوئی مزید بات نا سنوں“ مریم نے کہا تو اس نے ناچاہتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”ٹھیک ہے لیکن فنکشن کے فوراً بعد ہم ڈاکٹر کے پاس جائیں گے اور وہاں سے سیدھا گھر ہی چلے جائیں گے“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ کھڑا ہوا اور اسکا ہاتھ تھامتے ایک بازو اسکے کندھے کے گرد پھیلاتے اسے لیے باہر نکل گیا۔

"ماہر بیٹا سب لوگ کہاں ہیں اور مجھے لان میں کیوں لے جارہے ہو۔ سردی دیکھی ہے کتنی ہے" خلیل صاحب نے ماہ دیر کو دیکھتے کہا جو انھیں باہر لان کی طرف لے جارہا تھا۔ وہ آج صبح سے اپنے کمرے میں بند تھے اب ماہ دیر زبردستی انھیں باہر لے جارہا تھا۔ "بابا سب باہر ہیں۔ باہر تو آئیں یار" ماہ دیر نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر لان میں آئے۔ "ہیپی برتھڈے" ان کے لان میں قدم رکھتے ہی سب نے اونچی آواز میں کہا تو خلیل صاحب اپنی جگہ پر منجمد ہوئے۔ آج انکی سالگرہ تھی۔ انھوں نے یہ بات بھلا دی تھی۔ پلوشہ کے جانے کے بعد وہ تو اس دن کو بھول ہی چکے تھے۔ یہ وہ دن تھا جسے وہ اور پلوشہ عید کی طرح مناتے تھے کیونکہ دونوں کو ہی اللہ نے اس دن ایک دوسرے کیلئے اس دنیا میں اتارا تھا۔ پر جس دن پلوشہ اس دنیا سے گئی تھی اس دن سے انھوں نے یہ دن منانا چھوڑ دیا تھا۔ مہر ماہ نے کئی بار انکی سالگرہ

منانے کی کوشش کی تھی پر وہ ہر بار اسے نرمی سے ٹال دیتے۔ "یہ کیا ہے ماہر" خلیل صاحب نے انجان بنتے پوچھا۔ "آپکی برتھڈے ہے بابا" مہر ماہ نے انکے پاس آتے کہا۔ "مہرو آپکو پتا ہے نا بیٹا میں سالگرہ نہیں مناتا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے انھیں دیکھا۔ "بابا پہلے نہیں مناتے تھے پر آج آپ منائیں گے بلکہ اب ہر سال منائیں گے" ثانیہ نے کہا تو انھوں نے اسے دیکھا۔ "بچے آپکی ماما جا چکی ہیں اور وشہ کے بغیر یہ دن میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا" خلیل صاحب نے کہا تو ان تینوں نے انکے گرد حصار باندھا۔ "بابا ماما اس دن کو عید کی طرح مناتی تھیں کیونکہ یہ آپ دونوں کا دن تھا۔ انکے جانے کے بعد آپ نے یہ دن منانا چھوڑ دیا۔ مجھے یقین ہے ماما کو یہ بات ہرگز اچھی نہیں لگی ہوگی۔ ماما کو تو آپکی چھوٹی چھوٹی خوشی منانا انتہائی پسند تھا اور ماما کے جانے کے بعد آپ انکے لیے بھی ان خوشیوں کو نہیں مناتے" ماہ دیر نے کہا تو خلیل صاحب نے تڑپ کر اسے دیکھا۔ "وشہ نہیں ہے ماہر۔ وہ ہوتی تو اس

دن کو عید کی طرح ہی مناتا کیونکہ یہ دن صرف میرا نہیں بلکہ میری وشہ کا بھی اور اسکے بغیر یہ دن ادھورا ہے"خلیل صاحب نے دکھ سے کہا۔"بابا ماما یہیں ہیں۔آپکے دل میں وہ اس دنیا میں زندہ نہیں ہیں پر آپکے دل میں حیات ہیں۔آپ انکے لیے ہی یہ سب کرلیا کریں"ثانیہ نے کہا تو انھوں نے گہری سانس بھری۔"اپنے لیے نا سہی ماما اور ہمارے لیے منع نا کریں پلیز۔آپ ہر سال مجھے انکار کرتے ہیں۔آج کریں گے تو آپکی مہرو کا دل ٹوٹ جائے گا بابا" مہرماہ نے معصومیت سے کہا تو خلیل صاحب نے اس کا ماتھا چوما۔"بابا صدقے اپنی بیٹی پر۔آئیں کرتے ہیں کیک کٹ" خلیل صاحب نے کہا تو ان تینوں نے خوشی سے انھیں دیکھا جو ہلکا سا مسکرا رہے تھے جبکہ باقی سب بھی مسکرائے۔"چلیں پھر"ثانیہ نے انکی ایک بازو پکڑی اور مہرماہ نے دوسری جبکہ ماہ دیر مسکراتے انکے پیچھے آرہا تھا۔وہ تینوں چلتے انھیں ٹیبل کے پاس لائے جس پر انکی اور پلوشہ کی شادی کی تصویر تھی جبکہ ساتھ ہی انکا اور پلوشہ کا من

پسند پائن ایپل کیک پڑا تھا۔پورا لان خوبصورتی سے سجا تھا۔ہر طرف فیری لائٹس لگی تھیں۔زمین ڈھیروں غبارے گرے تھے جبکہ دیواروں پر ان کی اور پلوشہ سمیت بچوں کی ڈھیروں تصویریں لگی تھیں جسے دیکھ وہ مسکرائے۔"چلو خلیل اب کیک کاٹ لو بھئی بچوں نے بڑی محبت کی ہے" دراب صاحب نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سرہلایا اور چھری پکڑتے اپنے تینوں بچوں کا ہاتھ تھامتے انکے ساتھ کیک کاٹا جسے دیکھ سب نے انھیں وش کیا ساتھ ہی تالیاں بجائیں۔خلیل صاحب نے کیک کا پیس اٹھاتے اپنے تینوں بچوں کو کھلاتے انھیں اپنے سینے سے لگایا۔"دادا ذان حولیہ اول واج تو نئی تھایا (بابا جان حوریہ اور وہاج کو نہیں کھلایا)" حوریہ نے انھیں دیکھتے کہا تو وہ مسکرائے اور نیچے بیٹھتے اسکو کیک کھلایا۔"اول اش بندل تو(اور اس بندر کو)" حوریہ نے وہاج کی طرف اشارہ کرتے اسے بھی کیک کھلانے کا اشارہ کیا۔"گڑیا ابھی وہ چھوٹا ہے تو وہ نہیں کھاتا" خلیل صاحب نےپیار سے کہا تو اس نے ہاں میں

سر ہلایا۔ ”چلیں بابا اب ایک گانا ہوجائے“ ماہ دیر نے کہا تو سب بڑوں نے حیرت سے انھیں جبکہ مہرماہ سمیت ساری ینگ جنریشن مسکرائی۔ ”ماہر اب بر تھڈے منا لی یہ گانے والا کام کہاں سے آگیا“ خلیل صاحب نے کہا تو اس نے مہرماہ اور ثانیہ کو اشارہ کیا جو فوراً انکے پاس آتے ان کے گرد حصار باندھتے انھیں معصوم صورت بناتے دیکھنے لگیں۔ ”یہ بلیک میلنگ ہے بچوں“ خلیل صاحب نے ان کی حرکت پر کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں جب کہ باقی سب بھی ہنسے۔ ”چلیں خلیل بھائی ایک گانا ہو جائے اب بچے اتنے پیار سے کہہ رہے ہیں“ تنزیل بیگم نے کہا تو انھوں نے اپنے بچوں کو دیکھا جو انھیں دیکھ رہے تھے۔ ”دادا ذان دائیں نا دانا (دادا جان گائیں نا گانا)“ حوریہ نے انکی قمیض کو پکڑتے کھینچا تو خلیل صاحب نے جھکتے اسے اٹھایا۔ ”چلو خلیل اب تو گا ہی دو۔ ہماری گڑیا نے کہہ دیا ہے“ عالمگیر خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جسے دیکھ ماہ دیر نے انھیں کرسی دی جس پر وہ بیٹھ گئے۔ انھیں بیٹھتے دیکھ

سب بیٹھتے انھیں دیکھنے لگے جس پر انھوں نے گہری سانس بھرتے آنکھیں بند کیں۔آنکھیں بند کرتے ہی انکی آنکھوں کے سامنے پلوشہ کا چہرہ لہرایا۔ انکی وشہ جو انکی کل کائنات تھی۔ان کا عشق جو ان سے دور جاچکی تھی پر وہ اب بھی انکے دل کے پاس تھی۔

پل پل دل کے پاس تم رہتی ہو (2)
جیون میٹھی پیاس یہ کہتی ہو
پل پل دل کے پاس تم رہتی ہو

خلیل صاحب نے آنکھیں موندے مسکراتے گا رہے تھے۔آنکھوں کو بند کیے انھیں اپنے چہرے پر کسی کا لمس محسوس ہورہا تھا۔ایک شناسا سا لمس۔انکی وشہ کا لمس پر وہ جانتے تھے آنکھیں کھولتے ہی یہ لمس غائب ہوجائے گا تبھی آنکھیں موندے وہ اپنی وشہ کا من پسند گانا گارہے تھے۔

ہر شام آنکھوں پر تیرا آنچل لہرائے
ہر رات یادوں کی بارات لے آئے

میں سانس لیتا ہوں تیری خوشبو آتی ہے
اک مہکا مہکا سا پیغام لاتی ہے
میری دل کی دھڑکن بھی تیرے گیت گاتی ہے
پل پل دل کے پاس تم رہتی ہو

خلیل صاحب نے گنگناتے گویا اپنے دل کا حال بیان کیا تھا۔ ہر رات پلوشہ کا ڈوپٹہ تھام کر سونا۔ انکو یاد کرنا۔ ان کی یاد ذہن کے پردوں لہرانا۔ اپنی سانسوں میں پلوشہ کی خوشبو محسوس کرنا۔ اپنے دل کی دھڑکن کو ہر پل پلوشہ کا ذکر کرتے سننا۔ وہ صرف گا نہیں رہے تھے وہ ان لفظوں سے اپنا دل کھول کر بیان کررہے تھے ۔ جب کہ چہرے پر موجود لمس اب محبت کی چاشنی میں ڈوبنے لگا تھا۔ آنکھوں کے سامنے وہ سفید لباس میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ بند آنکھوں کے پردوں پر اسکا عکس دل کو سکون بخش رہا تھا۔

کل تم کو دیکھا میں نے اپنے آنگن میں
جیسے کہہ رہی تھی تم مجھے باندھ لو بندھن میں
یہ کیسا رشتہ ہے؟ یہ کیسے سپنے ہیں

بیگانے ہو کر بھی کیوں لگتے اپنے ہیں

میں سوچ میں رہتا ہوں ڈر ڈر کے کہتا ہوں

پل پل دل کے پاس تم رہتی ہو

خلیل صاحب جیسے اس وقت حواس باختگی میں گا رہے تھے۔ انھیں ارد گرد کا کوئی ہوش نا تھا۔ وہ لمس وہ عشق کا سکون اس وقت دل کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا۔ جبکہ باقی سب انکے چہرے کو دیکھ رہے تھے جو آنکھیں موندے گا رہے تھے۔

تم سوچو گی کیوں اتنا میں تم سے پیار کروں

تم سمجھو گی دیوانہ میں بھی اقرار کروں

دیوانوں کی یہ باتیں، دیوانے جانتے ہیں

جلنے میں کیا مزہ ہے پروانے جانتے ہیں

تم یونہی جلاتے رہنا آ آ کر خوابوں میں

پل پل دل کے پاس تم رہتی ہو

جیون میٹھی پیاس یہ کہتی ہو

پل پل دل کے پاس تم رہتی ہو

اب کی لفظوں میں جیسے پلوشہ سے شکایت کی ہو۔جو انکے خوابوں میں آتے تھی پر آنکھیں کھولنے پر غائب ہوجاتی تھی اور وہ پھر آنکھوں کے کھلنے پر دیوانوں کی طرح انھیں تلاشتے تھے پر وہ نہیں ہوتی تھی۔جبکہ باقی سب تو ان کے چہرے پر پھیلا کرب اور عشق کی جوت دیکھ رہے تھے جو پلوشہ کے جانے کے بعد بھی ویسے ہی جل رہی تھی۔ "آنکھیں کھولوں گا تو تم نہیں ہوگی۔بہت ظالم ہو تم وشہ" خلیل صاحب نے گانا ختم کرتے دل میں پلوشہ کو مخاطب کرتے کہا پھر دو چار گہری سانسیں بھرتے اس لمس کو دل کی گہرائیوں میں بساتے آنکھیں کھولیں اور سب کو دیکھا جو انھیں ہی دیکھ رہے تھے۔ "واہ خلیل انکل آپ کتنا اچھا گانا گاتے ہیں" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائے۔

"شکریہ بچے" خلیل صاحب نے مسکراتے کہا۔ "شہریار بھائی اچھا تو گائیں گے ہی آخر کو ماما کا فیورٹ گانا جو تھا بابا نے سپیشل یہ پورا گانا سیکھا تھا ماما کو امپریس کرنے کیلئے" مہرماہ نے ہانک لگائی تو سب نے خلیل صاحب کو دیکھا

جنکے کان کی لویں ہلکی سی گلابی ہوئی تھیں جسے دیکھ سب ہنس پڑے سوائے مریم کے جس کے چہرے پر عجیب سی بے چینی تھی۔ "سائیں" اس نے اپنا سریک دم شہریار کے کندھے پر رکھتے اسے پکارا جس پر شہریار سمیت سب نے اسے دیکھا جس کے چہرے پر درد کے تاثرات جبکہ آنکھوں میں نمی تھی۔ "مریم کیا ہوا میری جان" شہریار نے فوراً مریم کے رخسار پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔

"مجھے۔۔درد۔۔ہو رہی۔۔۔ہے۔۔سائیں" مریم نے ایک دم سے سسکاری لیتے کہا جس پر شہریار کے ہاتھ پاؤں پھولے۔ "پٹھانی کہاں درد ہو رہی ہے میرا بچہ" شہریار نے جلدی سے اسے اپنے حصار میں لیتے پوچھا۔ "کمر۔۔ سائیں۔۔ میری کمر۔۔میں بہت درد۔۔ ہو رہی ہے" مریم نے یکدم ہی تڑپ کر کہا تو شہریار کی جان پر بنی۔ "شیری بچے مریم کو ہسپتال لے جانا ہے۔اٹھاؤ اسے" فردوس بیگم نے سارا معاملہ سمجھتے کہا تو اس نے کھڑے ہوتے احتیاط سے اسے اپنی توانا بازوؤں میں اٹھایا اور گاڑی کی طرف بھاگا۔سب ہی سارا معاملہ

سمجھ چکے تھے۔ ”ماہ چلو ہم شیری کے ساتھ جاتے ہیں“ ضرار نے وہاج کو فردوس بیگم کو پکڑاتے مہر ماہ سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ فوراً ہاں میں سر ہلاتے گاڑی کی طرف بڑھی اور ضرار کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھی جب کہ شہریار مریم کو اپنے سینے میں بھینچے پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ ”ضاری گاڑی چلا جلدی“ اسکے بیٹھتے ہی شہریار نے کہا تو ضرار نے فوراً گاڑی ہسپتال کی طرف بڑھائی۔ ”سائیں“ مریم نے اسے نم آنکھوں سے دیکھتے پکارا۔ ”جی سائیں کی جان“ اس کی پکار پر شہریار نے اسے دیکھا۔ اس کی نم آنکھیں دیکھ وہ لب بھینچ گیا۔ مریم کی آنکھوں میں وہ ایک آنسو برداشت نہیں کر سکتا تھا اور یہاں اسکی پٹھانی یوں تڑپ رہی تھی۔ شہریار کے دل کو گویا کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا۔ ”سائیں۔۔مجھے۔۔آپ سے دور۔۔نہیں جانا“ مریم نے اسکی سفید اجرک کو مٹھی میں جکڑتے کہا تو شہریار نے اسکا ماتھا چومتے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ ”کہیں نہیں جا رہی تم۔ ایسے مت سوچو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

سب ٹھیک ہوگا۔میں تمھارے پاس ہوں نا کچھ بھی نہیں ہوگا نا میری پٹھانی کو نا میری اولاد کو انشاء اللہ" شہریار نے اسکے سر کو بارہا چومتے کہا تو مریم نے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا جب کہ ضرار نے گاڑی کی سپیڈ میں اضافہ کیا۔ مہرماہ پریشان کن سی بیٹھی مریم کو تو کبھی ضرار کو دیکھ رہی تھی۔"ضاری کتنی دیر" شہریار نے مریم کے آنسوؤں سے اپنا سینہ بھیگتا محسوس کرتے پوچھا۔"بس پانچ منٹ اور شیری پھر ہم ہسپتال پہنچ جائیں گے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سرہلاتے مریم کا ماتھا چوما جو ہنوز رورہی تھی۔ضرار نے مریم کی مدھم سسکیوں کو سنتے گاڑی کی سپیڈ کو پھر بڑھایا۔وہ اسکی چھوٹی بہن تھی اسکے رونے پر اسے اذیت ہورہی تھی۔اس نے آج تک عائشہ، میشائم، مریم اور ثانیہ میں فرق نہیں کیا تھا۔مریم کو یوں روتے دیکھ اسے ویسے ہی اذیت ہورہی تھی جیسے ثانیہ اور عائشہ کو روتے دیکھ ہوتی تھی۔ضرار گاڑی کو تیزی مگر احتیاط سے چلا رہا تھا جب کہ اسکی گاڑی کے پیچھے اسد، عامر اور ماہ دیر کی گاڑیاں تھیں جو

اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ آرہے تھے۔ سب بڑے بھی آنا چاہ رہے تھے پر عامر نے انھیں ابھی روکا تھا۔ وہ ڈاکٹر تھا وہ جانتا تھا کہ یکدم اتنا رش دیکھ کر ہسپتال کا عملہ شکایت کرتا ہے اس لیے وہ انھیں تھوڑی دیر تک آنے کا کہتے باقی سب کے ساتھ انکے پیچھے آیا تھا۔ ”شیری ہم پہنچ گئے“ پورے پانچ منٹ بعد ضرار نے اپنی گاڑی ہسپتال کے سامنے روکتے کہا تو شہریار نے ہاں میں سر ہلایا اور جلدی سے گاڑی سے اترتے مریم کو اٹھاتے اندر کی جانب بڑھا جبکہ باقی سب بھی انکے پیچھے ہی اندر آئے۔ ”شیری بچے گڑیا کو لے کر اس روم میں جاؤ۔ میں ڈاکٹر کو بھیجتا ہوں“ عامر نے کہا تو شہریار مریم کو گود میں اٹھائے ہی سامنے موجود کمرے میں داخل ہوا جبکہ عامر ڈاکٹر کو بلانے جاچکا تھا۔ ان دونوں کے جاتے ہی باقی سب وہیں کھڑے مریم اور اسکی اولاد کی سلامتی کی دعائیں کرتے وہیں کھڑے ہوگئے۔

”شیری بیٹھ جاؤ بچے مریم گڑیا اور تمھاری اولاد انشاء اللہ ابھی آجائیں گے“

عامر نے شہریار کو کہا جو پچھلے ساڑھے تین گھنٹوں سے ایک ہی جگہ بے حس و حرکت کھڑا سامنے موجود آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کو سرخ آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں یوں تھیں گویا وہ جھپکے گا تو برسنے لگیں گی۔ مریم کو ساڑھے تین گھنٹے پہلے آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا تھا۔ شہریار نے ضد کی تھی کہ وہ مریم کے پاس رکنا چاہتا ہے پر ڈاکٹروں نے ہسپتال کے اصولوں کے خلاف نا جاتے ہوئے شہریار کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی تھی جس پر شہریار بے بسی سے مریم کو اکیلے جاتے دیکھنے کے سوا کچھ نا کرسکا۔ عامر اور ماہ دیر دونوں نے کوشش کی تھی وہ شہریار کو مریم کے پاس بھیج دیں پر لیڈی ڈاکٹر نے انھیں ھیٔ انکار کیا تھا۔ وہ کافی پرانی اور ان کی سینئر تھیں تبھی وہ لوگ خاموشی سے انکی بات مان گئے۔ سب بڑے ھیٔ دونوں بچوں کو سلا کر ملازمہ کے پاس چھوڑتے آچکے تھے۔ سب ہی مریم اور بچے کی سلامتی کی دعا مانگ

رہے تھے جبکہ شہریار بے حس و حرکت کھڑا صرف سامنے دیکھ رہا تھا۔وہ جانتا تھا وہ دونوں ٹھیک ہونگے پھر بھی دل کے کسی کونے میں ڈر تھا۔مریم کی باتیں اسے رہ رہ کر یاد آتے کسی برچھی کی طرح سینے میں لگ رہی تھیں۔اسے کھڑے دیکھ سب نے اسے بارہا بیٹھنے کا کہا تھا پر شہریار کی تو جیسے ہر حس اس وقت بیکار ہوگئی تھی۔صرف ایک دل تھا جو دھڑکتے مریم کے نام کی مالا جپنے میں مصروف تھا۔اسے ساڑھے تین گھنٹے بعد بھی ہنوز کھڑے دیکھ عامر نے اس کے پاس آتے کہا تو شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔"بھائی میں ایسے ہی ٹھیک ہوں آپ بیٹھ جائیں"شہریار نے اسے دیکھے بغیر کہا۔"بچے بیٹھ جاؤ۔تھک گیا ہوگا میرا بیٹا"عامر نے اسے ساتھ لگاتے کہا۔"نہیں تھکا بھائی۔اپنی پٹھانی کا انتظار کررہا ہوں۔اس کے انتظار میں میں یا میرا دل کبھی نہیں تھک سکتے"شہریار نے کہا تو عامر نے اسکا سر چوما جس پر اسکی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر اسکی داڑھی میں جذب ہوا جسے دیکھ عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔وہ

مریم کیلئے شہریار کی دیوانگی سے واقف تھا۔ سب جانتے تھے کہ شہریار سب برداشت کر سکتا تھا پر مریم کی تکلیف پر وہ مضبوط اعصاب کا مالک مرد بچوں کی مانند رونے لگتا تھا۔ اور اس وقت وہ ضبط کے کن کڑے مراحل پر تھا ان سے بھی سب ہی واقف تھے۔ "بچے پریشان نا ہو کچھ نہیں ہوگا انشاء اللہ" عامر نے اسکا سر چومتے کہا۔ "جانتا ہوں بھائی پر میری پٹھانی اندر اکیلی ہے۔ میں اسکے پاس نہیں ہوں۔ اس لمحے مجھے اسکے پاس ہونا چاہیئے تھا پر اس ہسپتال کے فضول اصولوں نے میرے ہاتھ باندھ دیے ہیں میں نے آج سے پہلے خود کو اتنا بے بس کبھی محسوس نہیں کیا بھائی" شہریار نے کہا تو عامر نے اسکی کمر کو سہلایا اور کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے وہ کچھ بولتا کہ آپریشن تھیٹر کا دروازہ کُھلا اور نرس ایک ننھا سا ہلکے نیلے کمبل میں لپٹا وجود تھامے باہر آئی۔ اسے دیکھتے شہریار کا دل گویا ہتھیلیوں میں دھڑکا تھا جب کہ باقی سب نے مسکراتے نرس کی باہوں میں موجود ننھے سے وجود کو دیکھا

تھا۔نرس شہریار کی طرف ہی چلتے آرہی تھی پر اس سے پہلے ہی شہریار نے اپنے قدموں کو آگے بڑھتا محسوس کیا۔وہ چلتے فوراً نرس کے پاس آیا۔"میری بیوی۔میری مریم وہ کیسی ہے۔وہ ٹھیک ہے نا"شہریار نے بچے کو دیکھے بغیر مریم کا پوچھا۔اس وقت اسے اپنی اولاد سے زیادہ اپنی بیوی کی پرواہ تھی۔"مسٹر شہریار آپکی وائف بلکل ٹھیک ہیں۔پر ابھی وہ آرام کررہی ہیں۔انھیں تھوڑی دیر میں روم میں شفٹ کریں گے پھر آپ ان سے مل لیجئے گا"نرس نے کہا تو شہریار کے نے گہری سانس بھری اور زمین پر بیٹھتے ہاتھوں میں چہرہ چھپاتے بچوں کی مانند رونے لگا۔اسکی پٹھانی ٹھیک تھی شہریار کا انگ انگ اس وقت اللہ کے حضور سجدہ ریز تھا۔وہ پیشے کا مشہور اور نامور ایڈوکیٹ اپنی بیوی کی سلامتی کا سنتے اس وقت ہسپتال کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھا بچوں کی مانند رورہا تھا۔سب ہی حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے جو اپنا رتبہ و عہدہ بھلائے روئے جارہا تھا۔وہاں سے گزرتے ہر شخص نے اس تیس سال کے بھرپور مرد کو یوں

اپنی بیس سالہ بیوی کیلئے بچوں کی مانند روتے دیکھ آپریشن تھیٹر موجود مریم کی قسمت پر رشک کیا تھا۔ ”شیری بس میرا بچہ مریم ٹھیک ہے روتے نہیں ہیں“ شاہجہاں بیگم نے اسکے پاس آتے اسکے سر پر ہاتھ رکھا جس پر شہریار نے سر اٹھاتے انھیں دیکھا پھر جھٹکے سے کھڑے ہوتے انکے گلے لگا۔ ”اماں سائیں میری مریم ٹھیک ہے۔ اور میری اولاد۔ میرا بچہ اماں سائیں میرا بچہ کہاں ہے“ شہریار جو اپنی دھن میں بول رہا تھا اچانک اپنی اولاد کا خیال آنے پر فوراً بولا جبکہ اسکے یوں ایکدم سے کہنے پر سب ہنس پڑے۔ وہ دنیا کا پہلا باپ تھا جو اپنی بیوی کی سلامتی پر اتنا خوش تھا کہ کچھ دیر کیلئے اپنی کچھ منٹ پہلے پیدا ہوئی اولاد کو ہی بھول چکا تھا اور اب اسکا خیال آنے پر چلا رہا تھا۔ ”شیری بس بس وہ رہا تیرا بیٹا فہمیدہ آنٹی کے پاس“ ضرار نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو اس نے جھٹکے سے چہرہ موڑتے ضرار کو دیکھا۔ ”میرا بیٹا پیدا ہوا ہے؟“ اس نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”میرا بیٹا مطلب میری پٹھانی کی خواہش

پوری ہوگئی" شہریار نے کہا تو سب مسکرائے۔ "ہاں بچے جاؤ اب اپنے بیٹے کو تو پکڑو اور اسکے کان میں اذان دو" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور چہرہ موڑتے فہمیدہ خان کی گود میں موجود اس ننھے سے وجود کو دیکھا پھر اپنے قدم انکی جانب بڑھائے۔ وہ چلتے فہمیدہ خان کے پاس آیا اور چہرہ جھکاتے اپنے بیٹے کو دیکھا جو اس وقت پُرسکون سا سو رہا تھا۔ اس کا سرخ و سپید رنگ سیب جیسے گول مٹول سرخ رخسار۔ ننھی سی گلابی ناک اور ننھے ننھے ادھ کھلے ہونٹ۔ اسے دیکھ شہریار کا دل چاہا وہ اپنا آپ اپنے ننھے سے جگر کے ٹکڑے پر وار دے۔ "آنٹی میں اسے پکڑ لوں" شہریار نے اپنی دھڑکنوں کو قابو کرتے فہمیدہ خان سے پوچھا جو اسکی بات سنتے مسکرائی تھیں۔ "بچے تمھارا بیٹا ہے پکڑو" فہمیدہ خان نے کہا تو اس نے اپنے ہاتھ بڑھاتے بے حد نرمی و محبت سے اپنے بیٹے کو اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا۔ اسے سینے سے لگاتے شہریار کی کو اپنے رگ و پے میں سکون سرایت کرتا محسوس ہوا جبکہ آنکھوں

سے پھر آنسو رواں ہوئے۔ "میرا بچہ۔بابا کی جان کا ٹکڑا۔بابا کا بیٹا۔آپ ہمارے پاس آگئے۔مجھے یقین نہیں آرہا۔آپکے ماما بابا کو آپکا بہت انتظار تھا بچہ۔اور آج آپ بلآخر ہمارے پاس ہیں۔ہمارا ننھا سا شہزادہ۔بابا قربان اپنے بیٹے پر" شہریار نے اسے سینے سے لگاتے اسکے چہرے کے نقوش کو چومتے کہا تو سب مسکرائے جبکہ اس ننھے سے وجود نے اپنے بابا کے لمس پر کسمساتے اسکے سینے میں چھپنا چاہا جسے دیکھ شہریار مسکرایا۔نم آنکھوں میں محبت کا جہاں آباد ہوا۔باپ بننے کا احساس دنیا کا خوبصورت ترین احساس تھا۔شہریار اپنے لختِ جگر کو تھامے آج خود کو دنیا کا خوش نصیب ترین انسان تصور کررہا تھا۔"بھائی یار بس کردیں کیا میرے ننھے سے بھتیجے کو نظروں سے نگلنے کا ارادہ ہے۔مجھے دیں بس کریں" اسد نے کہتے اسکے بیٹے کو پکڑنا چاہا پر شہریار نے اسد کو گھورا اور اپنے لختِ جگر کو سینے میں بھینچا۔"میرے بیٹے کو ابھی میرے پاس رہنے دو۔ویسے بھی مجھے ابھی اسکے کان میں اذان دینی ہے۔آیا بڑا بھتیجے کا

چاچا" شہریار نے اپنی ٹون میں آتے کہا اور اپنے بیٹے کا ماتھا چومتے اسکے دائیں کان میں اذان دینے لگا جس پر سب خاموشی سے اسے دیکھنے لگے۔دائیں کان میں اذان دیتے شہریار نے اسکے بائیں کان میں اذان دی پھر اسے سینے سے لگائے شاہجہاں بیگم کی طرف بڑھا۔"اماں سائیں دیکھیں میرا بیٹا"شہریار نے کہا تو شاہجہاں بیگم نے جھکتے بچے کو پیار کیا جو اتنے پُر شفقت لمس پر کسمسایا تھا جبکہ شہریار اپنے بیٹے کی حرکت پر مسکرایا تھا اور اسد کو دیکھا جس نے اسے دیکھتے مصنوعی انداز میں منہ پھیلایا جسے دیکھ شہریار اسکے پاس گیا اور اسے گلے لگایا۔"آج ناراض نا ہو یار میرے بیٹے پر غلط اثر پڑ جائے گا"شہریار نے کہا تو وہ ہنسا اور زور سے اس کے گرد حصار باندھا۔"میں چاچو بن گیا بھائی مجھے مبارک باد دیں سب" اسد نے مسکراتے کہا تو سب ہنس پڑے جب کہ اسد نے آگے ہوتے فوراً اپنے بھیجتے کو پکڑا اور نرمی سے اسے ساتھ لگایا۔سب ہی اب باری باری بچے کو پیار کر رہے تھے جبکہ شہریار پھر سے ایک طرف کھڑا

ہوگیا۔پر اب کی بار چہرے پر پریشانی نہیں بلکہ مسکراہٹ تھی۔اسکی بیوی اور بچہ ٹھیک تھے۔اب وہ خوش تھا بس اب وہ اپنی پٹھانی سے ملنا چاہتا تھا۔جبکہ باقی سب بچے کو باری باری پکڑتے پیار کرتے اسکا صدقہ اتار رہے تھے۔

"مہر سائیں کہاں ہیں؟" مریم نے مدھم آواز میں مہرماہ سے پوچھا جو اس کے بیٹے کو اسکی گود میں لٹا رہی تھی۔سب لوگ اس وقت مریم کے پاس ہاسپٹل روم میں موجود تھے سوائے شہریار کو جس کو مریم کی نظریں پچھلے ایک گھنٹے سے تلاش رہی تھیں۔شہریار کہاں تھا وہ نہیں جانتی تھی اور نا ہی کسی نے اسے بتایا تھا جس پر اس نے مہرماہ سے پوچھا۔کیونکہ واحد مہرماہ ہی تھی جس سے پوچھتے اسے شرم نہیں محسوس ہورہی تھی ورنہ اور کسی سے پوچھنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔"شہریار بھائی تمھارا اور ہمارے ننھے شہزادے کا صدقہ دینے اور شکرانے کے نوافل ادا کرنے گئے ہیں" مہرماہ نے کہا تو مریم مسکرائی۔"پر

ایک گھنٹہ ہوگیا ہے اب تک وہ آئے کیوں نہیں۔مجھے ان سے ملنا ہے" مریم نے کہا تو وہ مسکرائی۔"میری جان شیری بھائی نے پورے پچاس نوافل ادا کرنے ہیں تبھی شاید ٹائم لگ رہا ہے" مہرماہ نے کہاتو اس نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔"پچاس نوافل؟" مریم کو جیسے یقین نا آیا۔"ہاں پچاس نوافل تمھیں پتا ہے شہریار بھائی نے تمھاری سلامتی کی دعائیں مانگتے اتنی منتیں مانگیں اور تو اور جب تمھاری سلامتی کی خبر آئی تو بچوں کی مانند پھوٹ پھوٹ کرنا صرف روئے بلکہ چند لمحوں کو یہ بھی بھول گئے کہ انکا ننھا شہزادہ بھی ہے پھر جب انھیں یاد آیا تو وہ اسے پیار کرنے لگے۔جانتی ہو شہریار بھائی نے پورے ہاسپٹل میں مٹھائی بانٹیں ہے ابھی۔اور اب ہمیں اندر بھیج کر تمھارا اور بے بی کا صدقہ دیتے نوافل ادا کرنے گئے ہیں" مہرماہ نے اسے بتایا تو مریم کی آنکھیں نم ہوئیں۔شہریار کی اتنی محبت پر وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔"سائیں مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں نا مہر" مریم نے اسے دیکھتے کہا۔"نہیں میمی شہریار

بھائی جان دیتے ہیں تم پر" مہرماہ نے کہا تو وہ ہنس دی جبکہ باقی ان دونوں سہیلیوں کو مدھم آواز میں آپس باتیں کرتے دیکھ مسکرا رہے تھے عین اسی وقت دروازہ کھلا جس پر سب نے بیک وقت دروازے کی طرف دیکھا جہاں شہریار کھڑا تھا۔ اسکی آنکھیں ہلکی ہلکی سوجھی ہوئی تھیں۔ اسے آتے دیکھ سب مسکرائے جبکہ مریم نے مدھم سا مسکراتے نظریں جھکائیں۔ اسکی ادا دیکھتے شہریار مسکرایا اور عامر کو اشارہ کرتے ان سب کو باہر لے جانے کا کہا جس پر اس نے اسے آنکھوں سے مثبت جواب دیا۔ "اماں سائیں شیری ابھی آیا ہے ہم لوگ باہر چلیں۔ کچھ دیر انھیں اکیلا چھوڑ دیتے ہیں" عامر نے شاہجہاں بیگم کے پاس آتے سرگوشی کی تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو شیری اب تم مریم اور اپنے بیٹے کو دیکھ لو۔ ہم لوگ باہر جا رہے ہیں" شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جب کہ باقی سب انکی بات سنتے اٹھ کر باری باری باہر نکل گئے۔ "میرا بیٹا۔ اب پرسکون ہو جاؤ شاہجہاں بیگم نے شہریار کا ماتھا

چومتے کہا تو اس نے مسکراتے ان کا ہاتھ چومتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپ بے فکر رہیں میں ٹھیک ہوں اب“ شہریار نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکراتے باہر نکل گئیں۔ انکے جاتے ہی شہریار نے دروازہ بند کیا اور چلتے مریم کے پاس آیا جو بیڈ پر اپنے ننھے سے شہزادے کو ساتھ لگائے بیٹھی تھی۔ وہ اسکے قریب آتے رکا اور جھکتے اسکا سر چوما جس پر مریم نے آنکھیں موندتے اسکا لمس محسوس کیا۔ ”تم ٹھیک ہو نا میری جان“ شہریار نے سیدھے ہوتے مدھم آواز میں اسکے چہرے کو دیکھتے پوچھا جس پر درد اور تھکاوٹ کے تاثر عیاں تھے۔ ”میں ٹھیک ہوں سائیں۔ آپ ٹھیک ہیں نا“ مریم نے ایک ہاتھ اپنے بیٹے کے گرد سے ہٹاتے آگے بڑھایا اور اسکا ہاتھ تھامتے اسے اپنے روبرو بٹھاتے پوچھا۔ ”میں ٹھیک ہوں پٹھانی مجھے کیا ہونا ہے“ شہریار نے اسکا وہی ہاتھ ہونٹوں سے چھوتے پوچھا۔ ”پھر آپ روئے کیوں“ مریم نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے ہاتھ بڑھاتے اپنی پوروں سے اسکے سوجھے پپوٹوں کو

چھوتے سوال پوچھا۔ ”بس ایسے ہی اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا تو رو پڑا۔ ویسے بھی اللہ کے دربار میں حاضر ہو تو اس پاک ذات کے سامنے آنسو خود بخود نکل آتے ہیں“ شہریار نے اس کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے کہا۔ ”جانتی ہوں پر آپ کو پتا ہے نا آپ کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے پھر آپ یوں رو کر مجھ پر ظلم کیوں کرتے ہیں سائیں“ مریم نے کہا تو اس نے جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”میں ڈر گیا تھا پٹھانی۔ تمھیں کھونے کا خیال میری جان نکال گیا تھا پھر جب تمھاری سلامتی کی خبر مجھے ملی تو میری آنکھیں خود بخود ہی بہنے لگیں پھر ہمارے جگر کا ٹکڑا بھی تو آیا تھا۔ اسکا پیارا سا چہرہ دیکھتے میری آنکھیں تشکر سے بھیگ گئیں“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکا ہاتھ چوم گئی۔ ”میں نے ڈرا دیا آج آپ کو“ مریم نے اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا۔ ”بہت زیادہ۔ جان نکال دی تم نے میری۔ درد سے تم تڑپ رہی تھی اور سانسیں میری بند ہونے کے در پر تھیں“ شہریار نے اس کے ہاتھ کو اپنے رخسار

پر محسوس کرتے آنکھیں موندتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”ایڈوکیٹ صاحب ایسے کرتے مجھے بار بار خود سے عشق کرنے پر مجبور کررہے ہیں“ مریم نے محبت سے شرارت کرتے کہا تو وہ مسکراتے آنکھیں کھولتے اسے دیکھنے لگا۔ ”بیگم صاحبہ کریں نا عشق بار بار کریں ہزار بار کریں۔ میں آپکا ہی تو ہوں“ شہریار نے اسکی ناک سے ناک سہلاتے کہا تو وہ مسکرائی اور چہرہ جھکاتے اپنے بیٹے کو دیکھنے لگی۔ ”سائیں ہمارا بیٹا کتنا پیارا ہے نا ماشاءاللہ“ مریم نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو دیکھتے کہا جس پر شہریار نے بھی نظریں جھکاتے اپنے بیٹے کو دیکھا جو آنکھیں موندے سکون سے سورہا تھا۔ ”ہاں بہت زیادہ ماشاءاللہ۔ یہ بلکل تمھارے جیسا ہے پٹھانی“ شہریار نے اپنے ننھے سے شہزادے کا ننھا سا ہاتھ چومتے کہا جس پر مریم مسکرائی۔ ”سائیں اسکا نام کیا رکھنا ہے؟“ مریم نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر شہریار نے اسے دیکھا۔ ”اسکا نام؟ وہ تو تم رکھو گی نا تم اسکی ماما ہو“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”نہیں اس کا نام آپ رکھیں گے۔ میں

چاہتی ہوں ہمارے بیٹے کا نام اسکے بابا رکھیں" مریم نے محبت بھرے انداز میں کہا جبکہ اسکی بات سنتے شہریار نے مسکراتے پہلے اسے پھر اپنے جگر کے ٹکڑے کو دیکھا جو ہوبہو اس کی اور مریم کی کاپی تھا۔ اسکے نین نقش ہوبہو شہریار جیسے تھے یہاں تک کہ بالوں کا رنگ بھی ہوبہو شہریار جیسا بھورا تھا۔جبکہ اس کا رنگ مریم کی طرح سرخ و سپید تھا جس پر شہریار خاصا خوش تھا کیونکہ جو طعنے وہ سنتے بڑا ہوا تھا وہ ہرگز اپنی اولاد کو اس درد سے نہیں گزارنا چاہتا تھا۔اسے اب اپنے رنگ کو لے کر کوئی مسئلہ نہیں تھا پر پھر بھی وہ اپنی اولاد کا رنگ ان کی ماں جیسا ہی چاہتا تھا اور اسکی چاہت پوری ہوئی تھی۔ "سائیں بتائیں نا ہمارے بیٹے کا نام کیا ہوگا" مریم نے اسے خاموش دیکھ دوبارہ پوچھا تو شہریار مسکرایا اور ہاتھ بڑھاتے اپنے بیٹے کو اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا۔ "تو پھر ہمارے بیٹے کا نام یزدان شہریار ملک ہوگا۔یزدان مطلب نیکی و بھلائی کی قوت رکھنے والا" شہریار نے کہا تو مریم مسکرائی۔ "بہت پیارا نام ہے ماشاءاللہ" مریم

نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بہت شکریہ پٹھانی مجھے اتنا خوبصورت بیٹا دینے کیلئے“ شہریار نے جھکتے عقیدت سے اس کے ماتھے پر لب رکھے تو مریم نے مسکراتے آنکھیں موندیں۔ ”شکریہ میرا نہیں اللہ کا ادا کریں جس نے ہمیں اولاد عطا کی ہے“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور چہرہ جھکاتے اپنے بیٹے کو دیکھا جو اب کسمساتے آنکھیں کھول رہا تھا پر شاید تیز روشنی کی وجہ سے اسے مشکل ہو رہی تھی۔ اسکی حرکت دیکھ شہریار نے اپنا ہاتھ تھوڑا سا اوپر کرتے اسکی آنکھوں پر سایہ کیا جس پر اس نے اپنی آنکھیں کھولتے اپنے ماما بابا کو دیکھا جو مسکراتے اسکی آنکھیں دیکھ رہے تھے۔ ”میں قربان جاؤں میرے بیٹے کی آنکھیں بلکل تمھارے جیسی ہیں پٹھانی۔ میرے عشق کی آنکھوں جیسی آنکھیں ہیں بابا کی جان کی“ شہریار نے فوراً جھکتے یزدان کی آنکھوں کو چوما جو ہوبہو مریم کی آنکھوں کی طرح نیلی تھیں جب کہ مریم اسکی بات سنتے مسکرائی اور اسکا ہاتھ تھامتے چومتے اپنی آنکھوں سے لگا گئی جس پر وہ مسکرایا۔ ”زہ

تاسرہ مینہ کوم سائیں (مجھے آپ سے محبت ہے سائیں)" مریم نے کہا تو اس نے جھکتے مریم کا سر چوما۔ "زہ ھم تاسرہ مینہ کوم پٹھانی (مجھے بھی تم سے محبت ہے پٹھانی)" شہریار نے اس کے رخسار کو چھوتے کہا تو وہ مسکرائی اور اپنے بیٹے کو دیکھا۔ "ویسے ایک چھوٹا سا اظہارِ محبت ہمارا بیٹا بھی ڈیزرو کرتا ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکراتے ہاں میں سر ہلا گئی۔ "زمونږ ماشومہ، موږ لہ تاسرہ ډیرہ مینہ کوم.(ہمیں آپ سے بہت پیار ہے ہمارا بچہ)" شہریار اور مریم نے یک زبان کہا پھر جھکتے باری باری اپنے بیٹے کا سر چومتے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ شہریار اسکے یوں دیکھنے پر مسکرایا اور اٹھتے اسکے ساتھ بیٹھتے اسے اپنے حصار میں لیتے اپنے سینے سے لگایا۔ "آرام کرلو کچھ دیر یزدان کو میں سنبھال لوں گا" شہریار نے اسکا سر چومتے نرمی سے اسے لٹاتے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتے آنکھیں موند گئی جبکہ شہریار یزدان کو سینے سے لگائے اسے پیار کر رہا تھا۔

"کیا ہوا شہزادی طبیعت ٹھیک ہے" اسد نے عائشہ کو دیکھتے پوچھا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ وہ ابھی آفس سے آیا تھا جبکہ عائشہ آج آفس نہیں گئی تھی جس وجہ سے اسد جلدی آگیا تھا۔ ان دونوں نے یزدان کی پیدائش کے دو دن بعد ہی آفس جوائن کرلیا تھا۔ انھیں آفس جاتے ایک ہفتہ ہونے والا تھا۔ اسد اور وہ باقاعدگی سے جارہے تھے پر آج صبح سے عائشہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی جس وجہ سے اس نے یزدان کے ساتھ دن گزارنے کا بہانا بنا کر آفس سے چھٹی کی تھی جس پر اسد نے بھی مسکراتے اسے اجازت دے دی تھی۔ اس نے صبح سے اسد کو اپنی طبیعت کا نہیں بتایا تھا۔ وہ اسد کے جانے کے بعد کچھ دیر مریم اور ثانیہ کے پاس بیٹھی تھی پھر طبیعت خراب ہونے پر ابھی کچھ دیر پہلے ہی روم میں آئی تھی۔ ابھی اسے آئے آدھا گھنٹہ ہوا تھا کہ اسد آگیا اور اسکا چہرہ دیکھ اس نے فوراً پوچھا تھا۔ اسکے پوچھنے پر وہ بغیر کچھ کہے کھڑی ہوئی اور اسکے قریب آتے اسکی گردن کے گرد دونوں بازو حمائل

کرتے اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ اسکی حرکت پر اسد نے اسے دیکھا پھر فوراً اسکے گرد حصار باندھتے اسے سینے میں بھینچ گیا جبکہ اسد کا حصار پاتے ہی عائشہ کی آنکھوں میں نمی اتری تھی۔ وہ صبح سے ضبط کر رہی تھی پر اسد کے حصار میں اب ضبط ٹوٹ گیا تھا تبھی وہ رونے لگی۔ "کیا ہوا شہزادی" اسد نے اسکے بال سہلاتے پوچھا۔ "پتا نہیں اسد پر طبیعت عجیب سی ہو رہی ہے۔ صبح سے چکر آئی جا رہے ہیں۔ الٹیاں بھی نہیں رک رہیں سر بھی اتنا بھاری ہو رہا ہے" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا۔ "میری جان تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں" اسد نے پریشان ہوتے پوچھا۔ "مجھے لگا ٹھیک ہو جاؤں گی پر نہیں ہو رہی" عائشہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے کہا تو اسد نے نرمی سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے پیار سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "تو اس میں رونے والی کونسی بات ہے میں آگیا ہوں نا اپنے بچے کے پاس ابھی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں پھر میری شہزادی بلکل ٹھیک ہو جائے گی انشاء اللہ" اسد نے بچوں کی طرح پچکارتے

کہا تو اس نے سوں سوں کرتے اسے دیکھا۔ "ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا مجھے" عائشہ نے منہ بسورتے کہا۔ "میرا بچہ پھر آپ کیسے ٹھیک ہو گی ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں نا" اسد نے نرمی سے اسکی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو عائشہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے انجیکشن نہیں لگوانا" عائشہ نے بچوں کی طرح کہا تو وہ مسکرایا۔ "انجیکشن نہیں لگے گا بچے بس چیک اپ کروائیں گے پرومس" اسد نے یوں پچکارتے کہا گویا وہ کسی پانچ سال کے بچے سے بات کر رہا ہو۔ "پکا والا پرومس" عائشہ نے بھی بچوں کے سے انداز میں کہا تو وہ مسکراتے اسکے لب چھو گیا۔ "پکا والا پرومس میری جان اب شاباش جلدی سے شال اوڑھو بلکہ میں خود اپنے بچے کو شال اوڑھاتا ہوں پھر ہم ڈاکٹر کے پاس چلے گیں" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے الماری کی طرف بڑھا اور وہاں سے اپنی ایک سیاہ اجرک نکالتے اسکے کندھوں کے گرد پھیلاتے اس کا ہاتھ تھامتے کمرے سے نکلا اور نیچے کی جانب

بڑھنے لگا۔ "کہاں جا رہے ہو" اسد وہ ابھی نیچے آیا تھا جب نظر شہریار پر پڑی جو یزدان کو گود میں لٹائے لاؤنج میں بیٹھا تھا اسے آتے دیکھ فوراً پوچھا۔ "ڈاکٹر کے پاس جارہا ہوں بھائی صبح سے عائشہ کی طبیعت نہیں ٹھیک" اسد نے کہا تو شہریار پریشان ہوتے کھڑا ہوا اور انکے پاس آیا۔ "کیا ہوا گڑیا کو۔زیادہ طبیعت خراب ہے" شہریار نے پوچھا تو عائشہ نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں بھائی زیادہ نہیں ہے شاید فوڈ پوائزنگ ہوگئی ہے" عائشہ نے مدھم آواز میں کہا اور آگے بڑھتے یزدان کے رخسار پر پیار کیا۔ "بچے آپ نے بتایا کیوں نہیں" شہریار نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "بھائی بس وہ میں آپ سب کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی" عائشہ نے کہا تو اس نے اسے ساتھ لگایا جبکہ اسد نے یزدان کو پکڑتے سینے سے لگایا۔ "بھائی کا بیٹا۔ایسے چھپاتے نہیں ہیں اگر زیادہ طبیعت خراب ہوجاتی تو؟ بچپن میں بھی تو آپ ضاری کو بتانے سے پہلے مجھے بتایا کرتی تھیں پھر آج کیوں چھپایا" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اب

سے نہیں چھپاؤں گی بھائی" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا ڈوپٹے سے ڈھکا سر چوما۔ "چلو اب میرا بیٹا جا کر چیک اپ کرواؤ اور اسد میری گڑیا کو انجیکشن نا لگوانا ڈر لگتا ہے میرے بیٹے کو" شہریار نے عائشہ کی ناک دباتے کہا تو وہ ہنس پڑی جبکہ اسد بھی مسکرایا۔ "نہیں لگواؤں گا بھائی آپ کی گڑیا سے وعدہ کیا ہے" اسد نے کہا تو وہ مسکرایا اور یزدان کو اسکی گود سے پکڑتے سینے سے لگا گیا۔ "چلو اب جاؤ گڑیا کا چیک اپ کرواؤ" شہریار کہا اور عائشہ کے کندھوں کے گرد بازو حمائل کیا۔ "ویسے آپ یزدان کے ساتھ باہر کیا کر رہے ہیں" اسد نے پوچھا تو اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ "مریم کھانا کھا رہی تھی تو یہ روئی جا رہا تھا اس لیے اسے باہر لے آیا۔ اب جا رہا ہوں اندر بس کھا لیا ہوگا اس نے کھانا" شہریار نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور عائشہ کو لیے باہر نکل گیا جبکہ شہریار اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ "پٹھانی کھانا کھا لیا" شہریار نے کمرے میں آتے اس سے پوچھا جو بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے

یوں کھڑے ہوتے دیکھ وہ چلتے اسکے پاس آیا اور ایک بازو اسکی کمر کے گرد باندھتے اسے کھڑا کر گیا جس پر وہ مسکرائی اور اس پر اپنا سارا وزن ڈال گئی جسے دیکھ وہ مسکراتے اسے نرمی سے بیڈ پر بٹھاتے اسکے سامنے بیٹھ گیا۔ "جی کھا چکی ہوں۔ میرے گڈے نے تنگ تو نہیں کیا آپ کو" مریم نے یزدان کے رخسار کو چومتے پوچھا تو شہریار نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں ہمارا بیٹا تو اتنا اچھا بچہ ہے بلکل نہیں رویا" شہریار نے پیار سے کہا تو وہ مسکرائی اور اپنے بیٹے کو دیکھا جو آٹھ دن کا ہو چکا تھا۔ "جی یہ تو ہے ہمارا بچہ تو سب سے پیارا بیٹا ہے۔ ہے نا یزدان آپ ماما بابا کے اچھے بیٹے ہو نا جس سے ماما بابا بہت زیادہ والا پیار کرتے ہیں" مریم نے یزدان کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا جس پر یزدان کسمسایا اور شہریار کے سینے سے شرٹ کو اپنی ننھی ننھی مٹھیوں میں جکڑ گیا جسے دیکھ وہ دونوں مسکرائے۔ "پٹھانی یہ کتنا پیارا ہے نا ماشاءاللہ میرا دل کرتا ہے میں اسے کھا جاؤں" شہریار نے دانت کچکاتے پیار سے بھرپور آواز میں کہتے

یزدان کے رخسار کو چومتے لال کیا جس پر مریم نے اسے دیکھا۔ "اللہ اللہ سائیں میرا بیٹا اتنا پیارا ہے اسے کھانا نہیں" مریم نے کہا تو وہ ہنسا اور اسکا ماتھا چوما۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان میں مذاق کررہا تھا تم تو سیریس ہی ہوگئی" شہریار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "میں کیا کروں میرے بچے کے بارے میں آپ ایسا بولیں گے تو میرا دل تو دہل جائے گا نا" مریم نے نرمی سے یزدان کو اسکی گود سے پکڑتے اپنے ساتھ لگایا اور اسکا سر چوما۔ "ماما کی جان۔ماما قربان اپنے بیٹے پر۔ اللہ پاک آپکو لمبی عمر عطا کرے اور آپکو بلکل آپکے بابا جیسا بنائے" مریم نے کہا تو شہریار نے آنکھوں میں محبت سموئے اسے دیکھا۔ "پٹھانی کیا میں واقعی اچھا انسان ہوں جو تم یزدان کو میرے جیسا بننے کی دعائیں دیتی ہو؟" شہریار نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "آپ صرف اچھے نہیں بہت اچھے انسان ہیں سائیں" مریم نے کہا۔ اسکے لہجے میں ایک یقین تھا جس نے لمحے بھر کو شہریار کو حیران کیا تھا۔ اس نے گہری سانس بھری اور اسکے

رخسار پر ہاتھ رکھا۔ ”تم ایسا اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو پٹھانی“ شہریار نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ ”کیوں کہ آپ ایک فرمانبردار بیٹے ہیں جنھوں نے اپنے ماما بابا سے بے حد محبت کی اور ساری عمر اپنی دادو کی خدمت کی۔ ایک محبت کرنے والے شوہر ہیں جسکی خواہش ہر لڑکی کرتی ہے۔ ایک بہترین بھائی ہیں جو اپنے بھائیوں سے بے پناہ پیار کرتے ہیں۔ اور اب ایک پرفیکٹ باپ ہیں جو اپنے جگر کے ٹکڑے کو اتنی شفقت دیتے ہیں۔ باقیوں کا مجھے نہیں پتا پر میری نظر میں آپ ایک بہترین انسان ہیں اور اللہ نے آپکو میرے مقدر میں لکھا ہے میں اس بات پر جتنا بھی شکر کروں تو وہ بھی کم ہے“ مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اسے سینے سے لگا گیا۔ ”ناجانے تم میری کس نیکی کا صلہ ہو پٹھانی“ شہریار نے اس کا سر چومتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”ہم ایک دوسرے کی نیکی کا نہیں شاید ایک دوسرے کی اذیتوں کا مرہم ہیں“ مریم نے کہا تو وہ مسکراتے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا۔ ”بے شک“ شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسے

دیکھا جبکہ اسکے دیکھنے پر شہریار نے جھکتے اسکے لبوں کو چھونا چاہا پر اس سے پہلے ہی یزدان رونے لگا جس پر شہریار گڑبڑا کر سیدھا ہوا اور اسے دیکھا جو اس کے دور ہونے پر خاموش ہوگیا تھا جبکہ مریم نے بھی اپنے بیٹے کو دیکھا جو اپنی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے معصومیت سے لیٹا تھا۔مریم نے اسے ہلکا سا اٹھاتے اپنے ساتھ لگایا اور اسکا ماتھا چومتے اسے لیے آگے پیچھے جھولنے لگی جس پر یزدان سونے کی تیاری پکڑ چکا تھا جبکہ شہریار نے اپنے بیٹے کو منہ کھولے حیرت سے دیکھا جو اس کا رومینس خراب کرکے اب بڑے مزے سے سو رہا تھا۔"سائیں آپکو کیا ہوا" مریم نے اسکا کھلا منہ دیکھتے پوچھا۔"پٹھانی مجھے نا ایسی فیلنگ آرہی ہے جیسے ہمارا لاڈلہ بڑا ہوکر میرے رومینس کا سب سے بڑا دشمن بننے والا ہے" شہریار نے کہا جس پر مریم نے اسے گھورا۔

"سائیں ہمارا بیٹا ہے اور آپ اسے دشمن بول رہے ہیں" مریم نے اسے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"یار اور کیا کہوں دیکھو ابھی تمھارے قریب آتا کہ اس سے پہلے

ہی سرکار رونے لگ گئے مجھے تو اپنے ساتھ ساتھ ہمارے باقی بچوں کا بھی مستقبل خطرے میں لگ رہا ہے" شہریار نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی جب کہ اس کے رخسار بچوں والی بات پر بے ساختہ گلابی ہوئے جسے دیکھتے وہ بے اختیاری میں جھکتے شہریار نے اسکے رخسار چومے تو مریم اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گئی جس پر وہ قہقہہ لگاتے ان دونوں کو اپنے سینے میں بھینچ گیا۔

"شہزادی میں کیسے بتاؤں میں کتنا خوش ہوں۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ تم نے آج مجھے میری زندگی کی دوسری سب سے بڑی خوشی دی ہے" اسد نے عائشہ کو سینے میں بھینچتے شدتِ جذبات سے کہا تو وہ مسکرائی۔

"دوسری؟" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ہاں دوسری۔ پہلی سب سے بڑی خوشی وہ تھی جب تم نکاح کیلئے راضی ہوئی تھی اور آج دوسری بڑی خوشخبری یہ ہے کہ میں بابا بننے والا ہوں۔ ہماری اولاد آنے والی ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا

شادی کے دو ہفتوں بعد ہی اللہ نے ہمیں اتنی بڑی خوشی دی ہے۔ میں کیسے بتاؤں میں کتنا خوش ہوں" اسد نے کہا تو وہ مسکراتے اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔ وہ دونوں اس وقت اپنی گاڑی میں بیٹھے تھے۔ اسد گھر سے نکلتے ہی اسے سیدھا ہاسپٹل لایا تھا اور ہاسپٹل آتے ہی عائشہ کا چیک اپ کروانے کے بعد انھیں ڈاکٹر نے جو خبر سنائی تھی اسے سننے کے بعد ان دونوں کے پاؤں زمین پڑ نہیں ٹک رہے تھے۔ اسد اور عائشہ والدین بننے والے تھے۔ یہ خبر سنتے ہی ان دونوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ شادی کے دو ہفتے بعد اتنی بڑی خوش خبری سنتے وہ دونوں اللہ کا جتنا شکر ادا کرتے اتنا کم تھا۔ بعض لوگ شادی کے سالوں بعد بھی اس نعمت کو ترستے تھے پر اللہ نے ان پر اتنی جلدی اپنا رحم کیا تھا اور اس بات پر انکی خوشی آج انکے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔ اسد کے تو پیر ہی زمین پر نہیں ٹک رہے تھے تبھی وہ اسے سینے میں بھینچے اپنی خوشی بیان کر رہا تھا۔ "اسد گھر چلیں" عائشہ نے اسکے سینے سے لگے ہی مدھم آواز میں

کہا تو اسد نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکا ماتھا چومتے اسے اپنے کندھے سے لگاتے گاڑی سٹارٹ کر گیا۔ "تم خوش ہو شہزادی" اسد نے اسکے سر پر گال ٹکاتے پوچھا جس پر عائشہ کے چہرے پر شرگیں مسکراہٹ آئی۔ "میں بہت خوش ہوں اسد۔ بہت زیادہ۔ مجھے تو ویسے بھی بچے بہت اچھے لگتے ہیں اور اب تو ہمارا اپنا بے بی ہوگا۔ مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے کیا بتاؤں" عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کا سر چوم گیا۔ "گھر جا کر شکرانے کے نوافل ادا کریں گے" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا اور اسکے گرد حصار مضبوط کرتے گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا۔ چونکہ ڈنر کا ٹائم ہونے والا تھا تبھی وہ چاہتا تھا کہ ٹائم پر پہنچ جائے جبکہ عائشہ اس کے کندھے پر سر رکھے ہی آنکھیں موند چکی۔ اسکا ہاتھ دوسرا اسد کے بازو پر جب کہ دوسرا اس جگہ تھا جہاں ایک ننھی سی جان نشوونما پا رہی تھی۔ "شہزادی" قریباً پندرہ منٹ بعد اسد نے گاڑی روکتے نرمی سے اسے پکارا جس پر عائشہ نے آنکھیں کھولتے اسے

دیکھا۔ ”جی اسد کیا ہوا“ عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”گھر پہنچ گئے ہیں ہم“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی اور گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلی جبکہ اسد دوسری طرف سے باہر نکلتے اسکے کندھوں کے گرد بازو حمائل کرتے اسے لیے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ ”اسد عائشہ ٹھیک ہے اب شیری نے بتایا اسکی طبیعت نہیں ٹھیک“ انکے اندر آتے ہی شاہجہاں بیگم نے پوچھا تو وہ مسکراتے انکے پاس آیا۔ ”جی اماں سائیں سب ٹھیک ہے بلکہ ایک خوشخبری ہے“ اسد نے کہا اور عائشہ کو نرمی سے کرسی پر بٹھایا جبکہ اس کی بات سنتے سب نے ہاتھ روکتے پہلے عائشہ کے سرخ چہرے کو پھر اسے دیکھا۔ ”کیسی خوشخبری اسد“ شاہجہاں بیگم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ اسد کے چہرے پر خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی جسے دیکھ شاہجہاں بیگم جیسے معاملہ سمجھ گئیں تھی پر اسکے منہ سے سننا چاہتی تھیں۔ ”کیا ہوا ہے اسد“ شاہجہاں بیگم نے اسے خاموش دیکھتے پوچھا جبکہ باقی سب بھی اسے ہی دیکھ رہی تھے اور عائشہ بس چہرہ جھکائے بیٹھی

تھی۔ ”وہ اماں سائیں میں ماں بننے والا ہوں“ اسد نے مسکراتے کہا جس پر سب نے حیرت سے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا جبکہ عائشہ نے جھٹکے سے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔دوسری طرف اسد کو اپنی بات سمجھ آئی تو فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ ”کیا کہہ رہے ہو تم اسد“ شاہجہاں بیگم نے خود کو سنجیدہ ظاہر کرتے پوچھا۔ ”وہ میرا مطلب اماں سائیں آپ بابا بننے والی ہیں“ اسد نے اب کی بار خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا جبکہ شاہجہاں بیگم نے اسے دیکھا۔ ”کیا بکواس کر رہے ہو اسد“ شاہجہاں بیگم نے اسکی بات سنتے دانت پیستے پوچھا۔ ”نہیں نہیں اماں سائیں آپ بابا نہیں بننے والی وہ میں بچہ بن گیا ہوں“ اسد نے ایک بار پھر بتانے کی ناکام کوشش کی تو ایک بار سب ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے جبکہ شاہجہاں بیگم بھی ہنس پڑیں اور اٹھتے اسکے پاس آتے اسے گلے لگایا۔ ”اسد میرا بچہ پرسکون ہو جاؤ“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو وہ چند لمحے آنکھیں موندتے انکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔ اسکا چہرہ شرم سے سرخ ہو رہا

تھا۔وہ اپنی خوشی میں زبان پر سے قابو کھوتے ناجانے کیا کیا بولی جارہا تھا۔ ”وہ اماں سائیں سوری پتا نہیں میں کیا کیا بول رہا ہوں وہ بات دراصل کچھ اور ہے“ اسد نے خود کو کنٹرول کرتے سیدھے ہوتے کہا۔ ”کیا بات ہے اب یہ کہہ دینا کہ ہمارا دادا جنم لینے والا ہے“ عامر نے ہانک لگائی تو سب ہنسے جبکہ شاہجہاں بیگم نے عامر کو گھورا جس پر عامر نے ثانیہ کا پلو پکڑتے اپنے چہرے پر رکھا اور ہنسنے لگا اسکی حرکت پر ثانیہ کے رخسار گلابی ہوئے جبکہ وہ ہنوز ہنس رہا تھا۔ منظر کافی خوبصورت اور مکمل تھا۔ بھوری آنکھوں والا خوبرو مرد ہیزل آنکھوں والی ساحرانہ لڑکی کے پلو میں چہرہ چھپائے ہنس رہا تھا۔ سب نے ہی یہ منظر دیکھتے انکی خوشیوں کی دعا مانگی تھی۔ ”بھائی یار نا ہنسیں“ اسد نے اسکے ہنسنے پر بچوں کی طرح کہا جو ہنسی جارہا تھا جب کہ شہریار کا حال بھی جدا نا تھا وہ بے کرب میں لیٹے یزدان کی طرف چہرہ کرتے چہرہ جھکائے ہنس رہا تھا۔دوسری طرف ثانیہ، مریم اور عائشہ اپنے چہروں پر ہاتھ رکھے ہنستی جارہی

تھی۔ اسد نے دانت پیستے ان سب کو دیکھا اور شاہجہاں بیگم کو شکایت لگانے کو مڑا جو خود ہنسی ضبط کر رہی تھی۔ ”اماں سائیں آپ بھی“ اسد نے بچوں کی طرح کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ ”اچھا میرا بیٹا بتاؤ کیا خوشخبری ہے“ شاہجہاں بیگم نے کہا تو اس نے عائشہ کو دیکھا جو ہنس رہی تھی۔ اسے ہنستے دیکھ وہ مسکرایا۔ عائشہ کو ہنستے دیکھ گے ساختہ اسد کو اپنے دل میں سکون اترتا محسوس ہوا۔ ہنس عائشہ رہی تھی اور دل کو قرار اسد کے مل رہا تھا۔ ”یا اللہ میری شہزادی کے چہرے کی مسکراہٹ کو کسی کی نظر نا لگنے دینا“ اسد نے دل میں اسکی مسکراہٹ کی نظر اتاری پھر شاہجہاں بیگم کی طرف مڑا۔ ”وہ اماں سائیں مبارک ہو میں اور عائشہ ماما بابا بننے والے ہیں اور آپ ایک بار پھر پر دادی بننے والی ہیں“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائیں اور عائشہ کو دیکھا جس نے ان کے دیکھنے پر سر جھکایا جبکہ باقی سب کے چہرے اس خبر کو سنتے کھل اٹھے۔ ”مبارک ہو میرے بچوں“ شاہجہاں بیگم نے اسد کو پیار کرتے عائشہ کو ساتھ لگاتے اسے

پیار کرتے ڈھیر ساری دعائیں دی جس پر وہ شرماتی ہوئی چہرہ جھکا گئی۔ ”عائشہ سچی میں آنی بننے والی ہوں“ شاہجہاں بیگم کے پیچھے ہٹتے ہی ثانیہ اٹھتے اسکے پاس آئی جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تو ثانیہ نے فوراً اسے ساتھ لگایا۔ ”بہت مبارک ہو میری جان“ ثانیہ نے کہا اور اسکا ماتھا چوما جس پر وہ مسکرائی۔ ”عائشہ آپی بہت مبارک ہو اللہ پاک آپکو نیک اور صالح اولاد عطا فرمائے“ مریم نے اسکے پاس آتے اسکے گلے لگتے کہا تو وہ مسکراتے آمین کہہ گئی جس پر وہ دونوں جاتے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے جبکہ شہریار اور عامر اٹھتے ان دونوں کے پاس آئے۔ ”بہت مبارک ہو لاڈلوں“ شہریار نے ان دونوں کو ساتھ لگاتے کہا۔ ”شکریہ بھائی" اسد نے کہا تو وہ مسکراتے ان دونوں کا سر چومتے واپس بیٹھا۔ ”مبارک ہو بچوں“ عامر نے کہا تو وہ مسکرائے۔ ”اللہ پاک تم دونوں کو خوش رکھے“ عامر نے پیار سے کہا تو وہ مسکراتے آمین کہہ گئے جس پر وہ اپنی جگہ پر بیٹھا جبکہ اسد نے عائشہ کو دیکھا جسکا چہرہ کھلا کھلا لگ رہا تھا۔ وہ

اسے دیکھتے بیٹھنا بھول چکا تھا جسے دیکھ شہریار کی زبان میں کجھلی ہوئی۔ "اسد لاڈلے ماں بننے والے ہو تم بیٹھ جاؤ۔ زیادہ دیر کھڑے رہنا بچے کے لیے اچھا نہیں ہوتا" شہریار نے شرارت سے کہا تو اسکا چہرہ مزید لال ہوا جسے دیکھ سب نے قہقہہ لگایا جبکہ وہ بیٹھ گیا۔ "بھائی یار بس کریں خوشی میں منہ سے نکل گیا تھا آپ تو پکڑ کر ہی بیٹھ گئے ہیں" اسد نے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا جس پر وہ عائشہ کے کندھے میں چہرہ چھپا گیا جسے دیکھ وہ جھینپ سی گئی جبکہ باقی سب پھر قہقہہ لگا گئے۔

"حور آپ یہاں عامر چاچو کے پاس بیٹھیں۔ بابا تب تک ایک انکل کا چیک اپ کر کے آتا ہوں پھر ہم گھر چلیں گے۔ اوکے بچے" ماہ دیر نے حوریہ کا ننھا سا سرخ و سپید چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر نے اسکے رخسار کو چومتے اسے نرمی سے اٹھاتے عامر کی گود میں بٹھایا جو اپنے

ہاسپٹل کیبن میں بیٹھا ہوا تھا۔ عائشہ اور اسد کی گڈ نیوز سننے کے بعد سب لوگ آج ملک ولا گئے تھے پر ماہ دیر کو ایک ایمرجنسی کی وجہ سے ہاسپٹل آنا پڑا۔ اسے جاتے دیکھ حوریہ بھی ضد کرتے اسکے ساتھ آگئی تھی۔چونکہ حوریہ کو بخار تھا تبھی ماہ دیر اسکی طبیعت کی وجہ سے اسے ساتھ لے آیا کیونکہ وہ جانتا تھا اگر وہ اسے نا لایا تو حوریہ رونے لگے گی اور وہ بھلا اپنی بیٹی کو کیسے رونے دے سکتا تھا تبھی اسکے ایک بار ہی کہنے پر اسے ساتھ لے آیا۔اب ماہ دیر کو ایک ایمرجنسی کیس دیکھنے جانا تھا تبھی وہ اسے عامر کے پاس چھوڑنے آیا تھا جو اپنے کیبن میں بیٹھا تھا۔ ”اوتے بابا ذان پل جدی آنا اپ ولنہ حولیہ تو لونا آتا اے (اوکے بابا جان پر جلدی آنا آپ ورنہ حوریہ کو رونا آتا ہے)“ حوریہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکا ماتھا چوما۔ ”چلیں ٹھیک ہے میں جلدی آؤں گا اب آپ عامر چاچو کے پاس بیٹھیں میں بس تھوڑی دیر میں آتا ہوں“ ماہ دیر نے کہا تو حوریہ نے اوکے بابا کہا جس پر وہ مسکراتے باہر نکل گیا جبکہ حوریہ نے اس کے

جاتے ہی عامر کی طرف رخ کیا۔ ”عامل تاتو اپ نے تو نئی دانا نا (عامر چاچو آپ نے تو نہیں جانا نا)“ حوریہ نے عامر کے چہرے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ ”نہیں چاچو کی جان میں نہیں جارہا کہیں پر میں یہیں اپنی گڑیا کے پاس ہوں“ عامر نے اسے سینے سے لگاتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ ”عامل تاتو ایت بات بائیں (عامر چاچو ایک بات بتائیں)“ حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ جی چاچو کی جان پوچھیں عامر نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”تاتو چھیلی تاتو نے دان تو تاشے لیا اے جاری تاتو نے تو تا تھا تے چھوپ پل بے بی نئی ایں ابی (چاچو شیری چاچو نے یزدان کو کہاں سے لیا ہے ضاری چاچو نے تو کہا تھا کہ شاپ پر بے بی نہیں ابھی نہیں ہیں)“ حوریہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا جبکہ حوریہ معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی تاکہ وہ اسکے سوال کا جواب دے جسے دیکھ عامر مسکراتے بولا۔ ”میرا بچہ شاپ پر اب بے بی آگئے ہیں اور شیری چاچو نے وہیں سے یزدان کو لیا ہے اور اب آپکے بابا بھی لیں گے“ عامر نے پیار سے کہا

تو وہ مسکرائی۔ ”تھتی بابا ذان بی بے بی لیں دے (سچی بابا جان بھی بے بی لیں گے)“ حوریہ نے خوش ہوتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”تب لائیں دے (کب لائیں گے)“ حوریہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ ”فور منتھس کے بعد“ عامر نے کہا تو حوریہ نے معصومیت سے اسے دیکھا۔ ”اول فول تب آئے دا فولوں تے موشم میں (اور فور کب ہوگا پھولوں کے موسم میں)“ حوریہ نے اسے اپنی چار انگلیاں دکھاتے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ اسے بے اختیار رومان یاد آیا تھا۔ ”ہاں پھولوں کے موسم میں“ عامر نے مسکراتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”تب مان بی آئیں دے (تب مان بھی آئیں گے)“ حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”جی میرا بچہ مجھے پتا ہے“ عامر نے اس کی ناک دباتے پوچھا عین اسی وقت اس کے کیبن کا دروازہ نوک ہوا جس پر وہ سنجیدہ ہوا اور آنے والے کو اجازت دی۔ اجازت پاتے ہی ایک چھبیس سالہ لڑکی کمرے میں داخل ہوئی جسے دیکھ عامر پروفیشنل انداز میں مسکرایا جس پر وہ لڑکی بھی مسکرائی۔ ”ڈاکٹر

جبا ! آپ یہاں؟" عامر نے اس لڑکی سے پوچھا۔ "جی ڈاکٹر عامر میں یہاں۔ میری ٹرانسفر راولپنڈی ہوگئی ہے" ڈاکٹر جبا نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلاتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پر وہ بیٹھ گئی۔ڈاکٹر جبا سوات میں انکی کولیگ تھی جو کہ ماہ دیر خلیل سکندر کی دیوانی تھی پر ماہ دیر نے اسے کبھی گھاس نہیں ڈالی تھی پھر ڈاکٹر جبا کچھ عرصے کیلئے دبئی اپنی فیملی کے پاس چلی گئی تھی اور اسکے بعد وہ آج اسے یہاں مل رہی تھی۔ "اوہ نائس مبارک ہو" عامر نے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکی گود میں بیٹھی حوریہ کو دیکھا جو اسے جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس نے حوریہ کو کہیں دیکھ ہو۔ "یہ آپکی بیٹی ہے؟" ڈاکٹر جبا نے حوریہ کی طرف اشارہ کرتے پوچھا تو وہ مسکرایا جبکہ حوریہ بیٹھی عامر کے ہاتھوں سے کھیلنے کے ساتھ ساتھ جبا کو دیکھ رہی تھی۔ "نہیں یہ میری نہیں ڈاکٹر ماہ دیر کی بیٹی حوریہ ہے میری تو شادی ہی ابھی ہے" عامر نے کہا تو ڈاکٹر جبا نے دوبارہ حوریہ کو دیکھا۔ "یہ ڈاکٹر ماہ دیر کی بیٹی

ہے؟ کہیں یہ وہی بچی تو نہیں جسکا ایکسیڈنٹ ہوا تھا" ڈاکٹر حبا نے پوچھا تو عامر ہاں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی یہ وہی ہے۔ حوریہ کی مدر اور ماہ دیر اس واقعے جے چند دن بعد ہی نکاح کے بندھن میں بندھ گئے تھے تو اس لحاظ سے یہ ماہ دیر کی بیٹی ہے" عامر نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "پر یہ تو ڈاکٹر ماہ دیر کی بیٹی تو نہیں ہے" ڈاکٹر حبا نے کہا تو عامر کو اسکی بات چُبھی تھی جبکہ حوریہ نے معصومیت سے اسے دیکھا۔ اسکی بات حوریہ کے ننھے سے دل کو بُری لگی تھی۔ "یہ ماہ دیر کی بیٹی ہی ہے ڈاکٹر حبا" عامر نے سنجیدہ اور دو ٹوک انداز میں کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ویسے ڈاکٹر ماہ دیر کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا تو عامر نے باہر کی طرف اشارہ کیا۔ "وہ باہر ہے آپ بھی وہیں جا کر اس سے مل لیں" عامر نے کہا تو حبا کو یوں لگا گویا وہ اسے بھیج رہا تھا اور اسے بلکل صحیح لگا تھا عامر اسے بھیج ہی رہا تھا۔ "جی چلیں میں چلتی ہوں" حبا نے کہا تو عامر نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اٹھتے باہر نکل گئی جبکہ اسکی بات حوریہ

کے ننھے سے ذہن میں بس گئی تھی۔ "عامل تا تو تا می بابا ذان تی بیتی نئی اوں (عامر چاچو کیا میں بابا جان کی بیٹی نہیں ہوں)" حوریہ نے اسکے جاتے ہی پوچھا جس پر عامر نے اسے دیکھا جسکی معصوم آنکھوں میں سوال تھا۔ "میرا بچہ ایسا نہیں ہے۔ آپ اپنے بابا جان کی ہی بیٹی ہیں۔ وہ آنٹی پاگل ہیں۔ آپ انھیں چھوڑیں یہ بتائیں آپ کے بابا جان کے پاس چلیں" عامر نے پیار سے کہتے ساتھ بات بدلی جس پر اس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا جسے دیکھ وہ مسکرایا اور اسے گود میں اٹھاتے اپنے کیبن سے باہر نکلتے ماہ دیر کے کیبن کی طرف بڑھا۔ "بابا ذان تے پاش دا رے ایں ام (بابا جان کے پاس جا رہے ہیں ہم)" حوریہ نے اس سے پوچھا جو اب لفٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ "جی میرا بیٹا" عامر نے پیار سے کہا اور تھرڈ فلور پر آتے ماہ دیر کے کیبن کی طرف بڑھا پر ابھی وہ کیبن سے کچھ فاصلے پر تھا جب ماہ دیر کے کیبن کا دروازہ کھلا اور حبا کے ساتھ ماہ دیر باہر نکلا۔ ماہ دیر کے چہرے پر سنجیدگی تھی جبکہ حبا کے چہرے پر آج بھی اس خوبرو

مرد کو پانے کی حسرت تھی جو کبھی پوری نہیں ہونی تھی۔عامر جبا کو دیکھتے وہی کھڑا ہوگیا تھا جبکہ حوریہ نے ماہ دیر کو دیکھتے اونچی آواز میں پکارا۔"بابا جان!!" حوریہ کی پکار پر ماہ دیر سمیت وہاں سے گزرتے ہر شخص نے مڑتے اسے دیکھا جبکہ ماہ دیر اپنی بیٹی کی پکار پر مسکرایا اور جبا کو خدا حافظ بولتے فوراً حوریہ کی طرف بڑھا۔"میرا بچہ بابا کی جان۔بابا صدقے اپنی لٹل ہائنس پر۔کیا ہوا میرے بیٹے کو" ماہ دیر نے عامر کے قریب آتے حوریہ کو پکارا اور اسے پکڑتے سینے میں بھینچ گیا جس پر وہ مسکراتے اسکے سفید کوٹ کو مٹھی میں جکڑ گئی۔"بابا ذان حولیہ نے اپ تو مش تیا (بابا جان حوریہ نے آپکو مس کیا)" حوریہ نے کہا تو اس نے مسکراتے اسکا ماتھا چوما۔"بابا نے بھی اپنے بچے کو مس کیا۔آپ یہ بتائیں بخار اترا میرے بیٹے کا" ماہ دیر نے اسکے ماتھے کو نرمی سے چھوتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا جبکہ عامر بھی کھڑا انکا پیار دیکھتے مسکرا رہا تھا اور جبا کو یہ منظر دیکھ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ ایک

سیراب کے پیچھے یہاں آئی تھی۔ "بابا ذان ایت بات پوشوں (بابا جان ایک بات پوچھوں)" حوریہ نے یکدم سیدھے ہوتے کہا۔ "جی بابا کی جان پوچھیں" ماہ دیر نے پیار سے جواب دیا۔ "بابا ذان تا حولیہ اپ تی بیتی نئی اے (بابا جان کیا حوریہ آپکی بیٹی نہیں ہے)" حوریہ نے اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو ماہ دیر نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔ "یہ آپکو کس نے کہا ہے" حور ماہ دیر نے خود پر قابو پاتے اس سے پوچھا۔ "ایت انتی نے بابا ذان (ایک آنٹی نے بابا جان)" حوریہ نے اس کی ٹھوڑی پر ماتھا ٹکاتے کہا جس پر ہو مسکرایا۔ اسکی معصوم حرکت سے اسے اتنا اندازہ ہوگیا تھا کہ اسکی بیٹی یہ بات صرف اسکے منہ سے سننے کے لیے پوچھ رہی ہے تبھی اس کا سر سہلایا۔ عامر اس منظر پر مسکرایا جبکہ حبا بھی دور کھڑی مدھم سا مسکرائی۔ "کیا بابا کی حور کو آنٹی پر ٹرسٹ ہے؟" ماہ دیر اس سوال کا جواب جانتا تھا پھر بھی پوچھا۔ "نئی حولیہ تو شلف بابا ذان پل تلش اے توں تے حولیہ بابا ذان شے پال تلتی اے اول بابا ذان بی حولیہ شے پال

تتے ایں (نہیں حوریہ کو صرف بابا جان پر ٹرسٹ ہے کیونکہ حوریہ بابا جان سے پیار کرتی ہے اور بابا جان بھی حوریہ سے پیار کرتے ہیں)" حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے چہرے کے نقوش کو پیار سے چوم گیا۔ "جی بابا کی جان بابا اپنے بیٹے سے بہت پیار کرتے ہیں اور آپ صرف میری بیٹی ہیں۔ اس لیے کسی کی بات کا ٹرسٹ نہیں کرنا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سد ہلایا جس پر وہ مسکرایا۔ "چلیں اب آپ زرا یہاں رکیں چاچو کے پاس بابا اپنا سامان لے آئیں پھر گھر چلتے ہیں" ماہ دیر نے کہا اور اسے عامر کو پکڑاتے عامر کو اسے باہر لے جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت چٹانوں کی سی سختی تھی جسے دیکھ عامر ٹھہرا۔ "تو کہاں جارہا ہے" عامر نے اسکے چہرے پر سخت تاثرات دیکھتے پوچھا۔ " اس انسان کے پاس جسکی وجہ سے میری بیٹی نے یہ سوال کیا ہے" ماہ دیر نے کہا۔ "رہنے دے یار چھوڑ پراں" عامر نے کہا پر وہ نفی میں سر ہلا گیا۔ "ہر گز نہیں۔ میری بیٹی کو یہ فضول بات کرنے والے کو اس

بات کا جواب دینا پڑے گا" ماہ دیر نے کہا اور دوسری طرف چل پڑا جبکہ عامر حوریہ کو اٹھائے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ "مس حبا" ماہ دیر نے اسکے پاس جاتے اسے سنجیدگی سے پکارا جو نرس کو کچھ بتا رہی تھی۔ "جی ڈاکٹر ماہ دیر" اس نے مڑتے اسے دیکھا جو انتہائی غصے میں لگ رہا تھا۔ "آپ نے کیا بکواس کی ہے میری بیٹی کے ساتھ" ماہ دیر نے غصے سے پوچھا۔ "وہ ڈاکٹر ماہ دیر میں نے بس ایسے ہی کہا تھا" حبا کو فوراً سمجھ آئی کہ وہ کس بات کی بات کر رہا ہے۔ ا"یسے ہی کہا؟ آپکی وجہ سے میری بیٹی نے زندگی میں پہلی بار مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جس کا پتہ میں اسے کبھی نہیں چلنے دینا چاہتا" ماہ دیر نے کہا تو وہ شرمندہ ہوئی۔ "آئی ایم سوری میرا ایسا ارادہ نا تھا" حبا نے معذرت کی۔ "آپکا ارادہ تھا یا نہیں پر آئیندہ آپکے منہ سے ایسی بات نا سنوں ورنہ آپکو یہاں سے میں نکال سکتا ہوں یہ آپ اچھے سے جانتی ہیں۔ اور یہ مت سمجھیے گا کہ میں صرف وارن کر رہا کیونکہ ایسا نہیں ہے جب بات میری بیٹی کی ہو تب ماہ دیر سکندر دنیا

کو آگ لگانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور دوبارہ معذرت کرتے وہاں سے چلی گئی جبکہ ماہ دیر بھی بالوں میں ہاتھ پھیرتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔اب اسکا ارادہ گھر جانے کا تھا وہ جانتا تھا میشائم اسکا انتظار کر رہی ہوگی۔

"شہزادی تم کھڑی کیوں ہو" اسد نے عائشہ کے قریب جاتے جھکتے اسے فوراً گود میں اٹھایا جس پر وہ بوکھلاتے اس کی گردن کے گرد حصار باندھ گئی۔وہ عائشہ کو کھانا کھلانے کے بعد کچن میں برتن رکھتے ابھی روم میں آیا تھا اور سامنے عائشہ کو بالکونی میں کھڑا دیکھ فوراً سے اسکے پاس آتے اسے گود میں اٹھا چکا تھا۔"اسد کیا کر رہے ہیں" عائشہ نے اس کی حرکت پر فوراً پوچھا۔"تم کھڑی کیوں ہوئی۔میں نے منع کیا تھا نا" اسد نے پوچھا تو وہ سر پیٹ گئی۔"اسد کھڑے ہونے سے کیا ہوگا" عائشہ نے اسے دیکھتے پوچھا جو اب اسے بیڈ پر لٹا رہا

تھا۔ ”تمھاری کمر میں درد ہوگا اور یہ میری ننھی شہزادی کیلئے بھی اچھا نہیں“ اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”اسد کھڑے ہونے سے کوئی پروبلم نہیں ہوتی“ عائشہ نے اسکا ہاتھ تھامتے سمجھایا۔ ”ہوتا ہے یا نہیں مجھے نہیں پتا پر تم فضول میں کھڑی نہیں ہوگی“ اسد نے ضدی بچے کی طرح کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”آپکو پتا ہے آپ ایک دم بچوں جیسے ہیں“ عائشہ نے اسکے رخسار کو کھینچتے کہا۔ ”میرا بچہ میں بچہ نہیں ہوں“ اسد نے اسکے ماتھے پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”جانتی ہوں پر کبھی کبھی آپ بچوں جیسی ہی حرکتیں کرتے ہیں“ عائشہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کا سر چوم گیا۔ ”کوئی نہیں تمھارے سامنے ہی کرتا ہوں نا اتنا تو چلتا ہے“ اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپ بہت کیوٹ ہیں اسد “عائشہ نے کہا تو اسد نے اسے سینے سے لگاتے اسکے کندھے میں چہرہ چھپایا۔ ”نہیں تم مجھ سے زیادہ کیوٹ ہو اور جو ہم سے بھی زیادہ کیوٹ ہوگی وہ ہماری ننھی شہزادی ہوگی“ اسد نے مسکراتے کہا تو اس نے سیدھے ہوتے

اسے دیکھا۔ ”ننھی شہزادی؟ کیا پتا ننھا سا شہزادہ ہو“ عائشہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”ہاں ہو سکتا ہے پر مجھے ننھی سی شہزادی چاہیئے پیاری سی بلکل تمھاری طرح گولو مولو سی جس سے میں بہت پیار کروں گا“ اسد نے کہا تو عائشہ مسکرائی۔ ”اور اگر پیارا سا گولو مولو سا بیٹا ہو گیا تو کیا آپ اسے پیار نہیں کریں گے“ عائشہ نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”میں کیوں اسے پیار نہیں کروں گا۔ وہ ہمارا بیٹا ہو گا شہزادی جس سے میں پیار کروں گا۔ اسے سر آنکھوں پر بٹھاؤں گا ہاں مجھے پہلی اولاد کی صورت میں بیٹی چاہیئے پر اگر ہمارا بیٹا بھی ہوا تو میں اس کو بھی ویسے ہی پیار کروں گا“ اسد نے پیار سے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”میں ڈر گئی تھی“ عائشہ نے مدھم آواز میں کہا۔ ”کیوں میری جان“ اسد نے نرمی سے اسکے رخسار کو سہلاتے پوچھا۔ ”مجھے لگا شاید آپ ہمارے بیٹے کو پیار نہیں کریں گے“ عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”میری جان کا ٹکڑا ایسے مت سوچا کرو۔ وہ ہمارا بیٹا ہو گا میری کل

کائنات ہوگا میں اس سے بہت پیار کروں گا انشاء اللہ" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکے سینے پر سر ٹکایا۔ "آپ بہت اچھے ہیں اسد" عائشہ نے اسکے سینے پر سر رکھتے سرگوشی کی۔ "اور تم فقط میری ہو عائشہ" اسد نے اسکی گردن کو چومتے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "اسد" عائشہ نے اس کی شرٹ کو مٹھی میں جکڑتے اسے پکارا۔ "جی میری جان" اسد نے پیار سے جواب دیا۔ "نہیں کریں" عائشہ نے کہا تو وہ ہولے سے ہنستے اس کے رخسار کو چوم گیا۔ "اور کیوں نا کروں" اسد نے پیار سے اس کے بال سہلاتے پوچھا۔ "کیونکہ میں کہہ رہی ہوں" عائشہ نے مان سے کہا تو وہ مسکرایا۔ "جو حکم میری جان" اسد نے جواب دیتے اس کا مان رکھا تھا۔ "اچھا اسد مجھے ایک بات یاد آئی" عائشہ نے یک دم کہا تو اسد نے اسے دیکھا۔ "کیا یاد آگیا میرے بچے کو اب" اسد نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے بچوں کی طرح اسے پچکارتے پوچھا۔ "اسد آپ نے کہا تھا آپ مجھے شاپنگ پر لے کر جائیں گے تو ہم کب

جائیں گے" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔"ہم کل جائیں گے ابھی ٹائم کافی ہوگیا ہے نا تو کل چلیں گے اس ٹائم سردی بھی زیادہ ہوتی ہے اور میں نہیں چاہتا میری شہزادی یا ننھی شہزادی کو سردی لگے" اسد نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور مسکراتے اسکے رخسار پر لب رکھ گئی جس پر اسد پل میں ساکت ہوا جب کہ اس کے رخسار گلابی ہوئے جسے دیکھ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔"اسد آپ تو لڑکیوں کی طرح شرما جاتے ہیں اب کیا میں آپکو پیار بھی نہیں کر سکتی" عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا تو اسد نے اسے گھورا۔"میں شرما نہیں رہا" اسد نے مصنوعی رعب سے کہا تو اس نے اسے شرارت سے دیکھا۔"اچھا پھر یہ گال گلابی کیوں ہو رہے ہیں بتائیں" عائشہ نے شرارت کی تو اسد نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا پھر اگلے ہی لمحے شرارت سے مسکرایا اور ہاتھ بڑھاتے اس کی بازو پکڑتے اسے جھٹکے سے قریب تر کر گیا۔اس اچانک افتاد پر عائشہ نے اسے دیکھا جو جھکتے اسے دیکھ رہا

تھا۔ ”اس ۔۔اسد“ عائشہ نے اسکے دیکھنے پر گلا تر کرتے اسے پکارا۔ ”جی اسد کی جان“ اسد نے جھکتے اسکی گردن کو چوما جس پر عائشہ کے رخسار سرخ ہوئے۔ ”کک ۔۔کیا ۔۔کر رہے ہیں ۔۔پیچھے ہوں“ عائشہ نے کہا تو اسد نے نفی میں سر ہلایا اور اسکے کندھے میں چہرہ چھپا گیا۔ ”ہرگز نہیں جان“ اسد نے کہا اور اپنے ہونٹوں کی گستاخیاں بڑھائیں جس پر عائشہ کے اوسان خطا ہوئے۔ ”اسد میں ۔۔آپ سے ۔۔بات نہیں ۔۔کروں گی“ عائشہ نے اسکی گستاخیوں پر گہری سانس بھرتے کہا تو وہ مسکرایا اور سیدھے ہوتے اسکے لب چھو گیا۔ ”اب بتاؤ کرو گی مجھے تنگ“ اسد نے سیدھے ہوتے اسکے سرخ چہرے کو دیکھتے پوچھا۔ ”کروں گی سو بار کروں گی اور بار بار کروں گا اور اگر اب آپ نے مجھے تنگ کیا تو میں آپ سے بات بھی نہیں کروں گی“ عائشہ نے ناراض بچے کی طرح کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”میرا بچہ میں ہزار بار صدقے اپنے پیارے بچے کے۔ میں تنگ تو نہیں کر رہا تھا۔ میں تو صرف پیار کر رہا تھا اپنی شہزادی کو“ اسد

نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا جس پر اس نے منہ بنایا۔ "ناراض ہوگیا میرا بچہ" اسد نے اسکے قریب دراز ہوتے اسکا سر اپنے سینے پر رکھتے پوچھا جس پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں پر اگر آپ تھوڑی دیر اور تنگ کرتے تو میں پھر سچی ناراض ہوجاتی" عائشہ نے کہا تو وہ ہولے سے ہنستے اسکا سر چوم گیا۔ "ناراض نہیں ہوتے میری جان۔ میری عائشہ تو میری اچھی بیوی ہے نا" اسد نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "پر آپ مجھے تنگ نا کیا کریں پھر" عائشہ نے منہ پھلاتے کہا تو وہ اسے سینے میں بھینچ گیا۔ "اچھا نہیں کرتا تنگ اب شاباش سوجاؤ۔ لیٹ ہوگیا ہے" اسد نے پیار سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو میشی" ماہ دیر نے میشائم کو دیکھتے پوچھا جو بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ وہ حوریہ کو ناشتہ کروا کر دوبارہ سلاتے کمرے

میں آیا تو اسے یوں گہری سوچ میں گم دیکھ اس نے فوراً پوچھا تھا۔ "کچھ نہیں دِیر" اسکی آواز پر یشائم نے ہوش میں آتے کہا تو وہ چلتے اسکے پاس آیا اور اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ "سچ بتاؤ کیا سوچ رہی ہو" ماہ دیر نے اسکے رخسار کو نرمی سے ہاتھ سے چھوتے پوچھا۔ "آپ جیسے میری کئیر کر رہے ہیں نا ایسی کئیر میں نے حوریہ کی بار میں بھی چاہی تھی پر کسی نے نہیں کی۔ آپ مجھے پہلے کیوں نہیں ملے" یشائم نے پوچھا تو اس نے نرمی سے اسے سینے سے لگاتے اسکا سر چوما۔ وہ جانتا تھا آج کل یشائم یونہی پرانی باتوں کو یاد کرتے ایموشنل ہو جاتی تھی۔ "میری جان تم تو میری یشی ہو۔ میرا پیارا سا بچہ ہو۔ میری کل کائنات ہوں میں تو تمھاری کئیر کروں گا ہی۔ اور ان لوگوں نے تمھاری کئیر نہیں کی اس چیز کی سزا انھیں میں نے دے دی ہے انھیں مت سوچا کرو۔ وہ لوگ اس لائق نہیں ہیں کہ میری یشی کی سوچوں کا مرکز بن سکیں۔ اور رہ گئی بات میری تمھیں پہلے ملنے کی تو ہم نے تو تب ہی مل جانا تھا پر تم مانسہرہ میں تھی اور

میں سوات میں تھا" ماہ دیر نے پیار سے کہا۔ ا"گر آپ مانسہرہ میں ہوتے تو میں آپکو جلدی مل جاتی نا" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "ہاں پھر تم مجھے جلدی مل جاتی اور میں حوریہ کی باری میں بھی اپنی میشی کا بہت سارا خیال رکھتا" ماہ دیر نے پیار سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو اسکی آنکھوں میں نمی آئی۔ "پھر آپ جلدی کیوں نہیں آئے میرے پاس اگر آپ جلدی آجاتے تو مجھے وہ سارے ظلم نا سہنے پڑتے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر کو لگا گویا کسی نے اسکے سینے میں کھنجر گھونپ دیا ہو۔ "ہاں تم صحیح کہہ رہی ہو اگر میں وقت پر آجاتا تو تمھیں واقعی وہ سب نا سہنا پڑتا" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے اسے دیکھا۔ "آپ مجھے کبھی چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے نا" میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہرگز نہیں کبھی بھی نہیں میشی تم میری جان ہو میں بھلا تمھیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں" ماہ دیر نے محبت سے چور لہجے میں کہا تو میشائم کی آنکھوں کی اداسی ایک لمحے میں غائب ہوئی تھی۔ جبکہ ایک سکون سے اس کے چہرے پر اترا تھا

جسے دیکھ ماہ دیر پر سکون ہوا اور بغیر کچھ کہے جھکتے اس کے ہونٹ چھونے لگا۔وہ اسکا دھیان بھٹکانا چاہتا تھا اور وہ جانتا تھا اسکا لمس ہی اسے ہر چیز بھلا سکتا تھا۔"اچھا ایک بات پوچھوں سچ سچ بتاؤ گی"ماہ دیر نے کچھ لمحوں بعد پیچھے ہوتے اسے دیکھتے پوچھا۔"جی پوچھیں" میشائم نے سرخ چہرہ جھکاتے کہا۔"کیا اب بھی وہ سب یاد آتا ہے" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں تھامتے پوچھا۔"نہیں اب وہ سب اس طرح یاد نہیں آتا جیسے پہلے آتا تھا پر کبھی کبھی وہ سب یاد آتا ہے" میشائم نے بتایا تو اس نے سر ہلایا۔"اور وہ کبھی کبھی کب ہوتا ہے" ماہ دیر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔"جب جب میں اکیلی ہوتی ہوں" میشائم نے مدھم آواز میں جواب دیا۔"جب اکیلی ہوتی ہو تب؟" ماہ دیر نے کنفرم کیا۔"جی تب مجھے کچھ باتیں یاد آتی ہیں" میشائم نے جواب دیا تو اس نے اسے سینے سے لگایا۔"اچھا اور جب میں پاس ہوتا ہوں کیا تب بھی یاد آتا ہے؟" ماہ دیر نے ایک اور سوال

کیا۔ ”نہیں جب آپ میرے پاس ہوتے ہیں تب یاد نہیں آتا“ یشائم نے جواب دیا تو اس نے مسکراتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”تو پھر اب سے میں اپنی یشی سے ایک لمحے کو بھی دور نہیں جاؤں گا۔ ٹھیک ہے“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آپ بہت اچھے ہیں دیر“ یشائم نے مدھم آواز میں کہتے اس کے سینے پر سر رکھا۔ ”اور تم بہت معصوم ہو یشی اتنی کہ تمھاری معصومیت کے صدقہ میں میں اپنی پوری سلطنت بھی لٹا دوں تو وہ بھی کم ہوگا“ ماہ دیر نے کہا تو یشائم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ ”مکھن لگا رہے ہیں“ یشائم نے جان بوجھ کر آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”ہاہاہاہا یار میں کیوں مکھن لگاؤں گا تمھیں میری جلیبی جیسی سیدھی بیوی“ ماہ دیر نے یشائم کی ناک پر چٹکی کاٹتے ہنس کر کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی جسے دیکھ ماہ دیر کو اپنے دل میں سکون اترتا محسوس ہوا۔ اس نے نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کیا اور اسکا سر چوم گیا۔ ”آئی لو یو یشی“ ماہ دیر نے پیار سے

کہا۔ ”آئی لو یو ٹو دیر“ یشائم نے اسکے دل کے مقام پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکا گیا جبکہ وہ اب پرسکون سی اسکے سینے پر سر رکھے بیٹھی اس سے باتیں کررہی تھی۔وہ اب ساری باتیں بھول چکی تھی اور اس بات پر ماہ دیر کا دل اطمینان میں تھا۔

”وہاج میرا بچہ نینی کرلو۔ابھی آپکے بابا گھر نہیں ہیں پلیز میرا بچہ رونا بند کرو“ مہرماہ نے وہاج کو تھپکتے کہا جو آدھے گھنٹے پہلے جاگا تھا اور تب سے وقفے وقفے سے رورہا تھا جب کہ مہرماہ تب سے اسے چپ کروانے کی کوشش میں ہلکان ہورہی تھی۔ضرار صبح کا یونی گیا ابھی تک نہیں آیا تھا اور وہاج اب ضرار کو ڈھونڈ رہا تھا تبھی وہ رورہا تھا۔ مہرماہ نے دو بار ضرار کو کال بھی کی تھی پر اس نے نہیں اٹھائی تھی جس وجہ سے وہ اب خود بھی روہانسی ہوئے وہاج کو لیے لاؤنج میں ٹہلتے اسے چپ کروانے کی کوشش کررہی تھی پر وہاج صاحب نے

آج چپ نا ہونے کی جیسے قسم کھا لی تھی۔ سونے پر سہاگا آج دراب صاحب اور فردوس بیگم کسی عزیز کی طرف گئے تھے جب کہ تنزیل بیگم اور عائشہ کام پر جاچکی تھیں جس وجہ سے اسے زیادہ مسئلہ ہورہا تھا ورنہ عموماً وہاج ضرار کے پاس جانے کی ضد کرتا بھی تھا تو گھر کا کوئی نا کوئی فرد اسے اپنی طرف متوجہ کرتے اسکا دھیان ضرار سے ہٹا دیتا تھا پر آج وہاج صاحب نے صحیح طریقے سے اپنی ماما کو تنگ کیا تھا جس پر اب مہرماہ کا ڈل کررہا تھا وہ رونے لگ جائے۔ "وہاج پلیز میرا بیٹا چپ کرجاؤ۔ دیکھو آپ تو ماما کے پیارے بیٹے ہو نا" مہرماہ نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہاج نے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے اسے دیکھا جس پر مہرماہ نے تڑپ کر اسکی آنکھوں پر بوسہ دیا۔ "میرا بچہ ماما قربان اپنے بیٹے پر۔ روتے نہیں ہیں میرا بچہ۔ آپ تو ماما کے پارے سے بیٹے ہو نا۔ ماما کی بات مانے گا نا میرا بیٹا" مہرماہ نے اسکے دونوں پھولے رخساروں کو چومتے کہا تو وہاج کو جیسے اسکی بات سمجھ گیا تھا تبھی اس نے رونا بند کیا اور

مہرماہ کے کندھے پر سر ٹکا گیا جسے دیکھ مہرماہ مسکرائی۔ ”میرا پیارا بیٹا“ اسے چپ ہوتے دیکھ مہرماہ نے مسکراتے اس کا ماتھا چوما اور صوفے پر بیٹھنے کیلئے مڑی عین اسی وقت ضرار اونچی آواز میں سلام کرتا اندر لاؤنج میں داخل ہوا۔ ”شکر ہے ضار آپ آگئے“ اسکی آواز سنتے مہرماہ نے مڑ کر اسے دیکھتے کہا جس پر وہ اسکے قریب آیا جبکہ اسکی آواز سنتے وہاج نے فوراً سر اٹھاتے اسے دیکھا اور فوراً ہونٹ مڑورے جسے دیکھ ضرار مسکرایا اور اسے مہرماہ سے پکڑتے سینے سے لگا گیا۔ ”کیوں کیا ہوا“ ضرار نے نرمی سے ایک بازو مہرماہ کے گرد پھیلاتے اسے ساتھ لگاتے پوچھا جس پر مہرماہ نے وہاج کو دیکھا جو اب اپنے بابا پر سر رکھے منہ میں ہاتھ ڈال رہا تھا۔ ”وہاج جب سے اٹھا ہے تب سے رو رہا ہے اب بھی میں نے منتیں کی ہیں تو چپ کیا ہے“ مہرماہ نے روہانسی ہوتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ ”ارے میرا بچہ تم کیوں رونے والی ہو گئی ہو“ ضرار نے اسکا ماتھا چومتے پوچھا۔ ”کیونکہ وہاج تب سے رو رہا ہے۔ میں پچھلے آدھے گھنٹے سے اسے

چپ کروا رہی تھی پر یہ روئی جارہا تھا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا اور اپنے بیٹے کو دیکھا جو اس کے پاس آتے ہی پرسکون سا نظر آرہا تھا۔ "وہاج آج میرے بیٹے نے ماما کو تنگ کیا" ضرار نے وہاج کا ماتھا چومتے پیار سے پوچھا جبکہ اپنے نام کی پکار پر وہاج نے فوراً سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ وہ اب بڑا ہورہا تھا اور اسے اب سب کی پہچان ہونے لگی تھی۔ یہاں تک کہ اب اپنا نام سنتے ہی وہ فوراً سر اٹھاتے دیکھتا ضرور تھا۔ اس کے یوں دیکھنے پر ضرار مسکرایا جبکہ اسکے مسکرانے پر وہاج کھلکھلا کر ہنس دیا جسے دیکھ ضرار مسکراتے جھکا اور اس کے چہرے کے نقوش کو چومتے اسکی ناک سے ناک سہلانے کے ساتھ اسکی گردن پر اپنی داڑھی رب کرنے لگا جس پر وہاج کی قلقاریاں پورے قصرِ راجپوت میں گونج رہی تھیں جبکہ پاس کھڑی مہرماہ محبت بھری نظروں سے اپنی کل کائنات کو دیکھ رہی تھی۔ "میرا بچہ بابا قربان اپنے گُڈے پر" ضرار نے اسکے ننھے ننھے ہاتھوں کو چومتے کہا تو وہاج نے مسکراتے اسے دیکھا جس پر ضرار مسکرایا اور

اسے سینے میں بھینچ گیا۔وہاج بے شک اس کا سگا بیٹا نہیں تھا پر ضرار کی جان بستی تھی وہاج میں۔وہاج کو دیکھتے ضرار کے دل کو ایک ایسا سکون ملتا تھا جو ناقابلِ بیاں تھا۔"سارا پیار بیٹے کو ہی کریں گے مجھ سے اب پیار نہیں کرتے" مہرماہ نے اسکا سارا دھیان وہاج پر دیکھتے مہرماہ نے نروٹھے انداز میں کہا تو اس نے مسکراتے اسے دیکھا پھر ہاتھ بڑھاتے اسکے گرد حمائل کرتے اسے سینے سے لگا گیا جس پر مہرماہ مسکرائی اور اسکے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔"بہت زیادہ کرتا ہوں بلکہ بیٹے سے زیادہ پیار میں بیٹے کی ماما سے کرتا ہوں" ضرار نے اسکا سر چومتے کہا تو اسکے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔"جانتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو اس نے جھکتے اس کا سر چوما۔"آپکو پتا ہے آپ نے میرے ساتھ ساتھ وہاج کو بھی اپنا عادی بنا لیا ہے" مہرماہ نے اسکے سینے ہمیشہ کی طرح انگلی سے مہرماہ لکھتے کہا تو وہ مسکراتے اسکے گرد حصار مضبوط کر گیا۔"اچھی بات ہے نا۔تم دونوں میرے عادی ہو گئے ہو کیونکہ اور کسی کے

آس پاس بھی میں تم دونوں کو برداشت نہیں کر سکتا تو بہتر ہے تم دونوں مجھ سے دور نا جاؤ" ضرار نے کہا تو اس نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔ "بہتر نہیں یہ بہترین ہے کیونکہ ہمارا آپکے بغیر گزارا نہیں ہے" مہرماہ نے ایڑھیاں اٹھاتے اسکی ٹھوڑی کو چوما تو وہ ہنس دیا۔ "تم جانتی ہو نا تم یوں مجھے بغیر ٹریگر کے اپنا لمس بخشتی ہو تو کیا ہوتا ہے" ضرار نے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے پوچھا جس پر مہرماہ کی پلکیں لرزیں جسے دیکھ وہ محظوظ ہوا۔ "بتاؤ جانتی ہو کیا ہوتا ہے" ضرار نے اسکے معصوم چہرے کو دیکھتے پھر پوچھا۔ "کیا ہوتا ہے" مہرماہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ "میرا دل تمھیں دل میں چھپانے کی ضد کرتا ہے۔ کہنے لگتا ہے یہ لڑکی بہت معصوم ہے اسے خود میں چھپا کر دنیا کی نظروں سے روپوش کردو" ضرار نے اسکے رخسار اور لبوں کو چھوتے کہا تو وہ خود میں سمٹی جسے دیکھ ضرار نے جھکتے جسارت کرنی چاہی پر وہاج یقیناً اپنے ماما بابا کے رومینس سے بور ہو گیا تھا تبھی اس نے ہاتھ بڑھاتے

ضرار کی داڑھی کے بالوں کو اپنی ننھی سی مٹھی میں جکڑا جس پر ضرار نے کراہتے اسے دیکھا جو اس کے دیکھنے پر اب معصومیت سے ہنستے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے یقیناً ضرار کی توجہ چاہیے تھی تبھی اپنے بابا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اس نے یہ معصوم سی حرکت کی تھی جبکہ اس کی حرکت پر مہرماہ اور ضرار مسکرائے اور دونوں اطراف سے اسکے رخسار چوم گئے۔ "کتنا معصوم ہے میرا بیٹا" مہرماہ نے وہاج کی ناک سے ناک مس کرتے کہا تو وہ کھلکھلایا اور دوسرے ہاتھ سے مہرماہ کے رخسار کو چھونے لگا۔ اس کا ایک ہاتھ اب تک ضرار کی داڑھی کو جکڑے ہوئے تھا۔ "اور جنگلی بھی" ضرار نے نرمی سے وہاج کے ہاتھ سے اپنی داڑھی آزاد کراتے اسکی ننھی سی ہتھیلی چومتے کہا تو مہرماہ ہنس پڑی جبکہ وہاج معصومیت سے انھیں دیکھ رہا تھا۔ وہاج ان کی کل کائنات بن گیا تھا۔ انھوں نے اسے اڈاپٹ کیا تھا پر انکا دل اس بات کی

گواہی دیتا تھا کہ جس قدر پیار وہ وہاج سے کرتے ہیں اتنا اپنی سگی اولاد سے بھی کبھی نہیں کر پائیں گے۔

"کیا سوچ رہی ہیں دلبر" عامر نے ثانیہ کو پشت سے حصار میں لیتے اسکے گرد بازو حمائل کرتے اسکے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائی جس پر وہ جو گہری سوچ میں مبتلا تھی فوراً ہوش میں آئی اور ہلکا سا چہرہ موڑتے اسے دیکھنے لگی۔ وہ ابھی ہاسپٹل سے واپس آیا تھا اور اسے یوں کھڑے دیکھ فوراً پوچھا۔ کہیں نا کہیں وجہ وہ شاید جانتا بھی تھا۔ "کچھ نہیں" عامر ثانیہ نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے نرمی سے اسکی بازو تھامتے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔ "چچی کی باتوں کو سوچ رہی ہیں؟" عامر نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو وہ نظریں چرا گئی جسے دیکھ عامر نے گہری سانس بھری۔ "ثانیہ میری طرف دیکھیں" عامر نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی تھامتے اسکا چہرہ اوپر کرنا چاہا پر وہ چہرہ مزید جھکا گئی۔ "ثانیہ مجھے

دیکھیں" عامر نے دوبارہ کہا پھر وہ ہنوز نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ "ثانیہ عامر ملک ایک سیکنڈ سے پہلے میری طرف دیکھیں ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا" عامر نے اب کی بار زرا سختی سے کہا تو اس نے فوراً چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا۔ وہ جانتا تھا ثانیہ اس کے غصے سے ڈرتی ہے تبھی وہ اس انداز میں بولا تھا۔ "کیوں سوچ رہی ہیں وہ سب" عامر نے ہنوز سخت انداز میں کہا تو اسکی آنکھوں میں نمی آئی جسے دیکھ وہ پل میں موم کا ڈھیر بن گیا۔ "آئی ایم سوری" عامر نے نرمی سے اسکے دونوں ہاتھ تھامتے معذرت خواہانہ انداز میں چومتے کہا تو اسکی آنکھ سے ایک آنسو نکلتے عامر کے ہاتھ کی پشت پر گرا جس پر وہ تڑپ کر سیدھا ہوا اور اسے سینے سے لگا گیا۔ "ثانیہ میری جان کیا ہوا ہے بیٹُو بتائیں" عامر نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے کہا۔ "عامر میں بانجھ نہیں ہوں" ثانیہ نے کہا تو عامر ساکت ہوا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی اور وہ لفظ؟ وہ لفظ وہ کیسے ادا کر سکتی تھی۔ ابھی شادی کو کتنا وقت ہوا تھا جو وہ یہ سب کہہ رہی تھی۔ "کیا

بول رہی ہیں آپ ثانیہ اندازہ ہے آپکو" عامر نے پیچھے ہوتے اسکے دونوں کندھے تھامتے ہلکا سا جھٹکا دیتے دبے دبے غصے میں پوچھا جس پر اس نے ہچکی بھری جسے دیکھ عامر نے خود کو ملامت کی۔اس نے فوراً اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنا غصہ کم کرنا چاہا ورنہ دل تو کررہا تھا اسے خوب ڈانٹے جو نا جانے کون کون سے خرافات سوچ رہی تھی پر وہ اس پر غصہ نہیں کرسکتا تھا وہ اسکی من پسند عورت تھی اور من پسند عورت پر غصہ کرنا گناہ کے مترادف تھا۔"ثانیہ میری بات سنیں" عامر نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے کہا تو اس نے نم آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔اسکی آنکھوں کو دیکھ اسکے دل پر گھونسا پڑا تھا۔وہ پہلے بھی رو چکی تھی؟ شاید ہاں ! کیونکہ اسکی آنکھوں کی سرخی اس بات کی گواہی دے رہی تھی۔اس کی آنکھوں کا حشر دیکھتے اس نے گہری سانس بھری اور جھکتے نرمی سے اسکی آنکھوں کو معتبر کیا۔"کس نے کہا ہے یہ سب" عامر نے نرمی سے پوچھا۔وہ جانتا تھا ثانیہ خود سے کبھی ایسا نہیں سوچ

سکتی۔ ”کسی۔۔نے نہیں“ ثانیہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ ”ثانیہ جھوٹ نہیں بولتے میرا بچہ بتائیں کس نے آپ سے یہ لفظ بولا ہے باخدا میں جس کسی نے یہ بکواس کی ہے میں اسکی زبان کاٹ دوں گا صرف ایک بار بتائیں کس نے کہا ہے یہ“ عامر نے بے حد محبت سے اسے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”پلیز میری جان۔آپ تو میری اچھی بیوی ہیں نا۔اپنے عامر سے کچھ نہیں چھپاتیں پلیز بتائیں۔ آپ تو میری ثانیہ ہیں نا۔میرا پیارا سا بچہ جو مجھ سے ساری باتیں شئیر کرتی ہیں“ عامر نے اسے بچوں کی پچکارتے کہا تو ثانیہ نے آگے ہوتے اس کے سینے پر سر رکھا۔ ”آج ایک آنٹی۔۔ مٹھائی دینے۔۔۔آئی تھیں وہ۔۔یہیں رہتی ہے دو۔۔تین گھر چھوڑ۔۔کر انکے ہاں پوتا۔۔ہوا تھا۔۔۔وہ اماں سائیں کو بتا۔۔رہی تھیں کہ۔۔۔ان کی بہو کو۔۔ڈاکٹروں نے بے بی کی۔۔خبر شادی کے دس دن بعد سنائی تھی۔۔جیسے عائشہ کو دو ہفتے بعد سنائی ہے۔۔پھر“ ثانیہ نے ایک لمحے کو ٹھہرتے گہری سانس بھری۔وہ

باتیں دہرانا آسان نا تھا۔ "پھر کیا میری جان بتائیں" عامر نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے اسکا چومتے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔ "پھر۔۔انھوں نے پوچھا۔۔کہ کیا ہماری طرف سے۔۔کوئی گڈ نیوز نہیں۔۔تو اماں سائیں نے کہا کہ۔۔نہیں ابھی انکی شادی کو۔۔کتنا کوئی وقت ہوا ہے۔۔تو وہ کہتیں کہ۔۔جلدی سے۔۔میرا چیک۔۔اپ کروائیں۔۔ہوسکتا ہے۔۔مجھ میں کوئی۔۔مسئلہ ہو۔۔یا میں بانجھ ہوں۔۔۔تاکہ اگر۔۔کوئی مسئلہ ہو۔۔تو وہ آپکی دوسری شادی۔۔کردیں" ثانیہ نے ہچکیاں بھرتے اسے ساری بات بتائی تو عامر کی گردن اور ماتھے کی رگیں تن گئیں۔کوئی عورت انکے گھر میں بیٹھی اسکی بیوی کو اتنا کچھ کہہ گئی تھی اور اسے کانوں کان خبر تک نا تھی۔انکی شادی کو ابھی دو ماہ ہوئے تھے اور لوگوں نے طرح طرح کی بکواس شروع کردی تھی۔وہ جانتا تھا وہ جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں اگر عورت شادی کے ایک ڈیڑھ ماہ بعد اپنے حاملہ ہونے کی خبر نا سنائے تو لوگ اسکا جینا مشکل

کردیتے ہیں پر اسے ہرگز اندازنا تھا کہ وہ سب اسکی بیوی کو بھی سننا پڑے گا۔ابھی کچھ دن پہلے اسکی چچی آئی تھیں جنھوں نے اولاد کی خبر ابھی تک نا ملنے پر ثانیہ کو چیک اپ کروانے کا مشورہ دیا تھا جس پر وہ کئی دن اداس اداس گھومتی رہی اب دو دن سے وہ عامر کی محبت کے باعث اس بات کو بھولی تھی آج وہ عورت یہ بکواس کرگئی عامر کا بس نا چلا وہ اس عورت سمیت ہر اس شخص کو آگ لگا دے جو اس کی بیوی کو ذہنی اذیت دے رہا تھا۔ ناجانے لوگ کیوں اس معمولی سی بات کا بتنگڑ بناتے تھے۔یہ سب تو اللہ کی رضا سے ہوتا تھا اس میں عورت کو قصوروار ٹھہرانا ناجانے کیوں معاشرے کا اصول بن گیا۔ اولاد کا ہونا نا ہونا عورت یا ڈاکٹروں کے ہاتھ میں نہیں تھا بلکہ یہ اللہ کی مرضی تھی وہ جسے چاہے اور جب چاہے عطا کرے ناجانے کیوں پھر لوگ اولاد نا ہونے پر عورت کو طعنہ دیتے تھے حتیٰ کہ عورت تو مرد کے نصیب سے ہوتی تھی پھر بھی اذیت عورت کو کیوں دی جاتی تھی؟ عامر سمجھنے سے قاصر

تھا۔ ”ثانیہ رونا بند کریں“ عامر نے اپنا غصہ ایک طرف رکھتے نرمی سے اسکے آنسو صاف کرتے اسکا ماتھا چوما۔ ”عامر۔۔میں بانج“ ثانیہ کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ جھکا اور اسکے ہونٹوں سے لفظ چن گیا۔ ”میں جانتا ہوں۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔پریشان نا ہوں۔ اولاد اللہ کی نعمت ہے وہ جب چاہے جسے چاہے نوازتا ہے۔ اور ہماری شادی کو کونسا کوئی لمبا عرصہ گزرا ہے ابھی فقط دو ماہ ہوئے ہیں اور اولاد جب ہونی ہوگی ہوجائے گی۔آپ لوگوں کی باتوں پر کان نا دھرا کریں کیونکہ ہم ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں جہاں لوگوں کو اپنے گھروں سے زیادہ دوسروں کی بیٹیوں کے ہاں اولاد ہوئی ہے یا نہیں اس بات کی فکر ہوتی ہے۔جہاں لوگوں کو کسی کی بہن بیٹی کو بات کرنے کا بس موقع چاہیئے۔انکی سنیں گی تو جینا مشکل ہوجائے گا خدارا انکی باتوں کو دل سے نا لگایا کریں“ عامر نے نرمی سے اس کے رخسار کو سہلاتے کہا تو ثانیہ نے اسے دیکھا۔ ”عامر۔۔ہوسکتا ہے۔۔ مجھ۔۔میں کوئی۔۔کمی“ ثانیہ کی بات مکمل

ہونے سے پہلے وہ اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی روک گیا۔ ”ہوسکتا ہے کمی مجھ میں ہو۔ ہوسکتا ہے میں ہی اولاد پیدا کرنے سے قاصر ہوں۔ ہوسکتا ہے علاج کی ضرورت مجھے ہو“ عامر نے کہا تو اس نے تڑپ کر نفی میں سر ہلایا۔ ”ایسا نا کہیں“ ثانیہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”کیوں نا کروں۔مجھے سمجھ نہیں آتی لوگ کیوں عورت میں ہی کمی ڈھونڈتے ہیں۔کمی مرد میں بھی ہوسکتی ہے لہٰذا لوگوں کی باتیں سن کر خود کو اذیت نا دیا کریں اور نا ہی یوں رو کر مجھ پر ظلم کیا کریں“ عامر نے کہا تو ثانیہ نے اسکے سینے پر سر ٹکایا۔ ”پر عامر۔۔مجھ سے۔۔ لوگوں کی۔۔باتیں نہیں۔۔ہوتی برداشت“ ثانیہ کی بات پر اس نے گہری سانس بھری۔ ”نہیں ہوتا برداشت تو نا کریں کس نے کہا ہے سننے جو کوئی آپکو کچھ کہے اسے منہ توڑ جواب دیں یا گولی ماردیں کچھ خراب ہوا تو باقی معاملہ میں خود دیکھ لوں گا“ عامر نے کہا تو وہ جو اسے کافی غور سے سن رہی تھی یکدم ہنس پڑی۔اسکے یوں ہنسنے

پر عامر مبہوت ہوا۔ نم چہرے پر مسکراہٹ پھولوں پر موجود شبنم جیسی لگی تھی۔ عامر نے بے اختیاری میں جھکتے اس کے ہونٹوں سے اس کی جلترنگ ہنسی چنی اور سیدھے ہوتے اسے سینے میں بھینچ گیا جس پر وہ سرتاپیر سرخ پڑی۔ ”ایسے ہی ہنسا کریں پریشان نا ہوا کریں“ عامر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ ”میں پریشان نہیں ہوتی لوگ کرتے ہیں عامر“ اس نے اداس ہوتے کہا تو عامر نے اس کی ٹھوڑی کو تھامتے اسکا چہرہ روبرو کیا۔ ”میں نے کہا ہے نا گولی ماردیں۔ ٹکرے ٹکرے کرکے چیل کوؤں کو کھلا دیں معاملہ جہاں خراب ہوا وہاں میں دیکھ لوں گا“ عامر نے شدت سے کہا تو وہ پھر ہنس پڑی۔ ”ویسے آپ دنیا کے واحد شوہر ہیں جو اپنی بیوی کو لوگوں کی جان لینے کا مشورہ دے رہے ہیں“ ثانیہ نے اس کے رخسار پر لب رکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”تو آپ دنیا کی پہلی بیوی بن جائیں جو واقعی ہمارے بارے میں بکواس کرنے والوں کی جان لے لیں“ عامر نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”کوئی حال نہیں ہے آپکا“ ثانیہ نے اسکے سینے

سے ماتھا ٹکاتے کہا۔ ”ارے میں سچ کہہ رہا ہوں ۔ آپ میری قاتل دلبر بن جائیں باخدا نظریں اتارتے نہیں تھکوں گا“ عامر نے عاشقانہ انداز میں کہا تو وہ ہنسی۔ ”اچھا اور ویسے نظر نہیں اتاریں گے“ ثانیہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا تو وہ ہنسا۔ ”باتوں سے کھیلنا آپ اچھے سے جانتی ہیں دلبر“ عامر نے اسکی ناک دباتے کہا۔ ”میں باتوں سے نہیں آپکے جذباتوں سے کھیلنا اچھے سے جانتی ہوں سرکار“ ثانیہ نے اسکی ٹھوڑی کو چومتے کہا تو وہ مسکرایا اور اس کے گرد حصار مضبوط کر گیا۔ ”ایسے شرارتیں کرتیں بہت پیاری لگتی ہیں رویا نا کریں مجھے اذیت ہوتی ہے“ عامر نے اسکی دونوں آنکھوں کو چومتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”آئیندہ نہیں روؤں گی جو بات آپکو اذیت دے آپکی ثانیہ وہ کبھی نہیں کرے گی“ ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”شاباش میرا بچہ۔ اداس نہیں ہونا اب۔ بس اللہ سے دعا کریں انشاء اللہ اولاد بھی جلد ہی ہوجائے گی“ عامر نے

کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکے سینے پر سر ٹکایا جبکہ عامر نے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکائی اور اسے خود میں بھینچ گیا۔

"سائیں دیکھیں ماشاءاللہ یزدان کتنا پیارا لگ رہا ہے" مریم نے سٹڈی میں داخل ہوتے شہریار کو پکارتے کہا جس نے فائلز سے سر اٹھاتے اسے اور اسکی گود میں موجود یزدان کو دیکھا جو اس وقت ہلکے بھورے بھالو والے بے بی آوٹ فٹ میں ملبوس انتہائی کیوٹ لگ رہا تھا۔ اسے دیکھ شہریار فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور مریم کی گود سے یزدان کو پکڑا جو ڈیڑھ ماہ کا ہوگیا تھا۔ وقت پَر لگا کر اڑ رہا تھا۔ یزدان ڈیڑھ ماہ کا ہوگیا تھا اور پہلے کی نسبت مزید گول مٹول ہوگیا تھا۔ اسکی صحت کو دیکھتے شہریار نے اسکا نام بھالو رکھ دیا تھا کیونکہ وہ واقعی ایک بھالو لگتا تھا جس پر ہر وقت پیار آتا تھا۔ "ماشاءاللہ میرا بچہ بابا صدقے اپنے بھالو پر" شہریار نے مریم کے پاس جاتے یزدان کو پکڑا اور اسکے چہرے کو

چٹاچٹ چوم گیا جسے دیکھ مریم ہنس پڑی جبکہ یزدان کسمسایا جس پر شہریار ہنسا۔ "پٹھانی یہ آؤٹ فٹ کب منگوایا تھا؟ یہ تو تم نے مجھے دکھایا ہی نہیں" شہریار نے مریم کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "یہ بابا لائے تھے کل اور رات کو میرے ذہن سے نکل گیا تھا آپ کو دکھانا" مریم نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "بہت پیارا ہے۔ میرا بھالو ایک دم بھالو لگ رہا ہے" شہریار نے کہا تو وہ مسکرائی جسے دیکھ اس نے ہاتھ پکڑتے اسے اپنے قریب کیا۔ "بھالو کو چھوڑو یہاں تو بھالو کی ماما میرے دل پر بجلیاں گرا چکیں ہے۔پٹھانی جان لینے کا ارادہ ہے کیا" شہریار نے اسکے نازک سراپے کو دیکھتے کہا تو وہ شرما کر چہرہ جھکا گئی۔ وہ اس وقت سرخ پیروں کو چھوتی فراک پہنے نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔ "شرم کریں یزدان یہاں ہے" مریم نے یوں کہا گویا یزدان کو انکی باتوں کی سمجھ آتی ہو۔ "تو کیا ہوگیا یزدان کو کونسا پتا ہے میں کیا کہہ رہا ہوں" شہریار نے جھکتے اسکے رخسار پر لب رکھے اور

عین اسی وقت یزدان نے رونا شروع کیا جس پر شہریار جھٹکے سے سیدھا ہوا اور اسے دیکھنے لگا جو اس کے پیچھے ہوتے ہی خاموش ہوگیا تھا جسے دیکھ مریم کھلکھلا کر ہنسی جب کہ شہریار نے دانت پیسے۔ "بھالو یار کیوں بابا کے رومینس کے دشمن بنے ہو" شہریار نے اسکے رخسار کو شدت سے چومتے کہا تو یزدان نے ہونٹ مڑورتے منہ بسورا جسے دیکھ ان دونوں کو اس پر پیار آیا۔ "بھالو ! ! یار کیوں ہو اتنے پیارے میں تم پر غصہ بھی نہیں کر پاتا۔ بابا کی نرمی اور اپنی معصومیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو بھالو کہیں کے شرم نہیں آتی" شہریار نے یزدان کی ناک سے ناک سہلاتے شکایت کی جس پر مریم ہنسی جبکہ یزدان مسکرایا تھا۔ اسے شہریار کا یوں ناک سے ناک مس کرنا یقیناً اچھا لگا تھا جسے سمجھتے شہریار نے پھر اپنا عمل دہرایا تو ایک بار پھر وہ مسکرایا۔ "پٹھانی دیکھو یزدان کو میرا یوں کرنا اچھا لگ رہا ہے" شہریار نے بچوں کی سی خوشی چہرے پر سجاتے کہا تو مریم مسکرائی اور دل میں ان دونوں کی نظر اتاری۔ "جی پر میرے

خیال سے اسے اس عمل سے زیادہ اپنے بابا پسند ہیں" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میرا بیٹا۔ میری جان کا ٹکرا۔ بابا کا ننھا سا شہزادہ" شہریار نے یزدان کے چہرے کے نقوش کو چومتے سرگوشی کی تو یزدان ہاتھ پاؤں ہلاتے اب کی بار رونے لگا جسے دیکھ وہ بوکھلایا اور مریم کو دیکھا جو ہنس پڑی۔ "کیا میں نے اسے ہرٹ کردیا ہے؟" شہریار نے یزدان کو روتے دیکھ مریم سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا اور ہاتھ بڑھاتے اسے پکڑتے اپنے ساتھ لگا گئی۔ "آپ نے اسے ہرٹ نہیں کیا۔ اسے بس نیند آرہی ہے" مریم نے کہا تو اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ "یہ کب اٹھا تھا" شہریار نے مریم کو دیکھتے پوچھا جو اب صوفے پر بیٹھتے یزدان کو ساتھ لگائے بیٹھی تھی۔ "ایک گھنٹہ ہوگیا ہے۔ پہلے اسد بھائی لے گئے تھے پھر عامر بھائی اور اب مجھے ثانیہ آپی واپس دے کر گئیں ہیں۔ پھر میں نے اسکے کپڑے چینج کیے اور آپکے پاس لے آئی" مریم نے کہا تو شہریار نے سر ہلایا۔ "تمھارے لیے میں نے کھانا بھجوایا

تھا۔کھا لیا تھا؟" شہریار نے اسے دیکھتے پوچھا اور اسکے ساتھ بیٹھتے اسے حصار میں لیا۔"جی کھا لیا تھا' مریم نے جواب دیتے اسکے کندھے پر سر ٹکایا۔"درد ہو رہی ہے کہیں" شہریار نے اس کی حرکت پر فوراً پوچھا تو وہ مسکرائی۔"نہیں بس ایسے ہی آپکے پاس نہیں آسکتی" مریم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"ایسا نہیں کہہ رہا بس پوچھ رہا تھا" شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر شہریار نے اسکا سر چوما۔"سائیں" مریم نے چند لمحوں بعد اسے پکارا۔"جی سائیں کی جان" شہریار نے محبت سے جواب دیا۔"ماما کہہ رہی تھیں کہ دو تین کیلئے اُدھر رہنے آجاؤں۔ یشائم بھی آرہی ہے ماہ دیر بھائی اور حوریہ کے ساتھ ۔ تو کیا ہم بھی چلیں" مریم نے پوچھا۔"ضرور میرا بچہ کب جانا ہے بتاؤ" شہریار نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔"کل صبح" مریم نے جواب دیا تو اس نے سر ہلایا۔"ٹھیک ہے پھر کل ہم بارہ ایک بجے چلیں گے تیار رہنا" شہریار نے کہا تو وہ مسکراتے اسکے رخسار کو چوم گئی۔"اتنے آرام سے میری

بات کیوں مانتے ہیں؟" مریم نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کیونکہ تم میرا عشق ہو۔ میری پٹھانی ہو۔ اور میرے پیارے سے بیٹے کی کیوٹ سی ماما ہو تو بھلا میں کیسے تمھاری بات نا مانوں" شہریار نے اس کی ناک پر چٹکی کاٹتے پوچھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "اللہ اللہ سائیں آپ کو تو فلرٹ کرنے کا بہانہ چاہیئے" مریم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "اللہ اللہ سائیں کی جان مجھے تم چاہیئے ہوتی ہو فلرٹ کا بہانہ تو میں ڈھونڈ ہی لیتا ہوں" شہریار نے اسی کے انداز میں جواب دیا پھر قہقہہ لگا گیا جبکہ مریم بھی ہنوز ہنستے اس کے کندھے سے لگی تھی۔ دونوں کی کھلکھلاہٹوں کی آواز پورے سٹڈی روم میں گونج رہی تھی جبکہ یزدان آنکھیں موندے اپنی ماما کے ساتھ لگا سونے کی تیاری میں تھا۔ اب اسکا پیٹ بھر چکا تھا تبھی اسے بلکل بھی غرض نہیں تھی کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے جبکہ مریم اور شہریار تو قہقہہ لگاتے در و دیوار کو بھی نظر اتارنے پر مجبور کر رہے تھے۔

"کتنا پیارا بچہ ہے نا یزدان" عائشہ نے یزدان کے ننھے ننھے ہاتھوں کو چومتے کہا تو اسد مسکرایا اور یزدان کو دیکھا جو لیٹا اپنی نیلی آنکھوں کو گھماتے انھیں دیکھ رہا تھا۔ "ہاں ماشاء اللہ بہت پیارا ہے۔ ویسے شہزادی میں کچھ سوچ رہا تھا" اسد نے اسے دیکھتے کہا۔ "کیا سوچ رہے ہیں" عائشہ نے یزدان سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا۔ "یہیں کہ ہماری ننھی شہزادی کب آئے گی۔ مجھے اسے پکڑنا ہے۔ اسے سینے سے لگانا ہے۔ اسے ڈھیر سارا پیار کرنا ہے۔ اسکے لاڈ اٹھانے ہیں۔ اسے بتانا ہے کہ اسکے بابا اس سے کتنا پیار کرتے ہیں" اسد نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "وہ جانتی ہے اسد کہ آپ اس سے کتنا پیار کرتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے وہ بھی آپ سے بے حد محبت کرے گی بلکہ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے آپ اور آپکی ننھی شہزادی میرے خلاف ٹیم بنا کر مجھے تنگ کیا کریں گے" عائشہ نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ایسا ہرگز نہیں ہوگا شہزادی۔ تم میری جان ہو۔ اگر ہماری تمھیں تنگ کرے گی تو میں اسے منع کروں گا کہ میری بیوی کو

تنگ نا کرو باقی رہ گیا میں تو میری اتنی جرات کہا کہ تمھیں کچھ کہوں' اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "اسد آپکی آخری بات سن کر مجھے اپنے آپ سے ظالم بیوی والی آنے لگی ہے" عائشہ نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بھی ہنس پڑا۔ "یار میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی" اسد نے ہاتھ بڑھاتے اسکے چہرے پر آئی لٹ کو پیچھے کرتے کہا۔ "صحیح بھی نہیں کی" عائشہ نے کہا تو اس نے اسکی ٹھوڑی تھامی۔ "ایک دم صحیح کہہ رہا ہوں" اسد نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "وہ کیسے زرا بتائیں" عائشہ نے مصنوعی خفگی سے کہا تو وہ مسکرایا۔ "وہ ایسے کہ اگر میں تمھیں کچھ کہتا ہوں تو تم رونے لگتی ہو اور تمھارا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اس لیے میں تمھیں کچھ نہیں کہہ سکتا" اسد نے پیار سے کہا تو اسکی ساری خفگی جھاگ کی مانند بیٹھی جبکہ چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ وہ بے ساختہ اسکی طرف جھکتے اسکی پیشانی کو حرارت فراہم کرگیا۔یزدان اس سارے وقت میں آنکھوں کو گھماتے انھیں دیکھ رہا تھا جنکا

دھیان اس پر کم اور ایک دوسرے پر زیادہ تھا۔ ”آپ جب مجھے اپنی محبت کا احساس دلاتے ہیں تب مجھے اپنی قسمت پر رشک ہوتا ہے“ اسد اس نے کہا اور اسد کا ہاتھ تھامتے نرمی سے اسکی ہتھیلی پر لب رکھے تو وہ مسکرایا۔ ”میں تمھیں ہر لمحہ اپنی محبت کا اور اپنے ہونے کا احساس دلا سکتا ہوں شہزادی۔ تم میرا اکلوتا عشق ہو“ اسد نے کہا تو عائشہ کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ ”اور آپ میرے تمام تر عشق کے اکلوتے وارث ہیں“ عائشہ نے کہا تو اس نے سر خم کیا۔ ”تشکر بیگم“ اسد نے کہا تو وہ ہنس پڑی جس پر اسد کی مسکراہٹ میں اضافہ ہوا۔ ”جانتی ہو شہزادی تم میرے عشق کی شدتِ تشنگی ہو کیونکہ میں جب جب تمھیں دیکھتا ہوں اس عشق کی تشنگی میں ہمیشہ اضافہ ہوا ہے“ اسد نے اسکی جلترنگ ہنسی کو دل میں بساتے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔ ”میں واقعی اللہ تعالیٰ کی فیورٹ ہوں کیونکہ اس پاک ذات نے مجھے آپ کے نصیب میں لکھا ایک ایسے انسان کے نصیب میں جو صرف منہ سے مجھے

شہزادی نہیں کہتے بلکہ مجھے ویسے ہی ٹریٹ کرتے ہیں" عائشہ نے اسکی طرف جھکتے اسکے رخسار پر نرمی سے بوسہ دیا تو اسد کے رخسار سرخ ہوئے جسے دیکھ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔"ایسے ایک دم سے قریب نا آیا کرو بیگم میں شرما جاتا ہوں" اسد نے اسکے ہنسنے پر اپنی خفت چھپاتے کہا تو وہ پھر ہنسی جس پر اب کی بار وہ بھی نفی میں سر ہلاتے ہنس پڑا جبکہ یزدان انکی باتوں کے درمیان کب سویا انھیں اندازہ نا ہوا تھا۔

"بابا ذان ام لات تو دل واپش دائیں دیں نا (بابا جان ہم رات کو گھر واپس جائیں گے نا)" حوریہ نے ماہ دیر کی گود میں کھڑے ہوتے پوچھا جو صوفے پر عالمگیر خان کے ساتھ بیٹھا تھا۔وہ لوگ آج صبح سے عالمگیر خان کی طرف آئے تھے۔ماہ دیر آج میشائم کو اسکے ماما بابا سے ملوانے لایا تھا۔میشائم تو اپنے بابا سے ملنے کے بعد جب سے آئی تھی اپنی ماما سے چپک کر بیٹھی تھی مریم کا

انتظار کررہی تھی جو لنچ ٹائم گزرنے کے بعد بھی نہیں آئی تھی جبکہ وہ عالمگیر خان کے ساتھ بیٹھا باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ حوریہ بھی کچھ دیر کھیلنے کے بعد اب ماہ دیر کے پاس آئی تھی تاکہ اس سے پوچھا سکے کہ گھر جانا ہے یا نہیں۔ ”نہیں میرا بیٹا ہم کل گھر جائیں گے کیوں کیا ہوا“ ماہ دیر نے اسکے ماتھے کو چومتے پوچھا۔ ”تل پل دادا ذان اتیلے ایں انیں دل لدے دا۔ حولیہ تو فتل ہولی اے دادا ذان تی (کل پر دادا جان اکیلے ہیں انھیں ڈر لگے گا۔ حوریہ کو فکر ہورہی ہے)“ حوریہ نے کہا تو سب مسکرائے۔ ”میرا بچہ دادا جان اکیلے نہیں ہیں۔ دادا جان آج آپکی مہرو اپھو کی طرف گئے ہیں اور وہ آج وہیں رکیں گے آپ فکر نا کریں“ ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔ ”شتل اے ولنہ حولیہ تو فتل اوتی (شکر ہے ورنہ حوریہ کو فکر ہوتی)“ حوریہ نے کہا تو سب ہنس پڑے۔ ”نانا ذان اپ شے ایت بات پوچوں (نانا جان آپ سے ایک بات پوچھوں)“ حوریہ نے ماہ دیر سے نظریں ہٹاتے عالمگیر خان کو دیکھا جس پر

انھوں نے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا۔ "پوچھیں نانا کی جان" عالمگیر خان نے نرمی سے پوچھا۔ "نانا ذان اپ تو حولیہ شے جادا پال اے جاں ماما شے (نانا جان آپکو حوریہ سے زیادہ پیار ہے یا ماما سے)" حوریہ نے اپنے نانا کے گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "میں آپکی نانو سے زیادہ پیار کرتا ہوں" عالمگیر خان نے اسکی بات کے جواب میں فہمیدہ خان کو دیکھتے کہا تو انکا چہرہ گلابی ہوا جبکہ یشائم اور ماہ دیر نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر قہقہہ لگا گئے جس پر عالمگیر خان مسکرائے جبکہ فہمیدہ خان خفت کا شکار ہوئیں۔ انھیں یوں بیٹی اور داماد کے سامنے ان سے بے باکی کی امید نا تھی پر وہ کیسے بھول گئیں کہ وہ خان ہیں اور خان تو مشہور ہی اپنی بے باک طبیعت کے باعث ہوتے ہیں خانوں کا خون بے باک بات پر جوش نا مارے ناممکن تھا۔ "ہاہاہا اوہ مائی گاڈ انکل" ابھی کوئی مزید کچھ کہتا کہ انھیں شہریار اور مریم جویزدان کے ساتھ ابھی اندر داخل ہوئے تھے اور انکی بات بھی سن چکے تھے بلند آواز میں ہنسے جبکہ شہریار نے قہقہہ لگاتے کہا تو

سب نے انھیں دیکھا۔ یشائم اور ماہ دیر بھی اب تک ہنس رہے تھے جبکہ فہمیدہ خان تو سر اٹھانے کے قابل نہیں رہیں تھی اور عالمگیر خان تو اپنی بیگم کا سرخ چہرہ دیکھ محظوظ ہو رہے تھے۔ وہ شادی کے اتنے سال بعد بھی انھیں شرمانے پر مجبور کر سکتے تھے یہ سوچتے عجیب سا سرور چڑھا تھا۔ "اللہ اللہ بابا آپ بھی ایسی باتیں کرتے ہیں" مریم نے ان کے پاس آتے کہا تو انھوں نے اسے ساتھ لگایا اور ہنس پڑے۔ "وہ چھوڑو مریم بابا ہمارے سامنے ہی ماما سے رومینس کر رہے ہیں" یشائم نے ٹکرا لگایا تو ایک بار پھر سب کے قہقہے بلند ہوئے۔ "چلو بھئی وہ لوگ رومینس کر رہے ہیں تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔ اٹھ کر روم میں جاؤ انھیں تھوڑا کپل ٹائم دو" شہریار نے ہانک لگاتے انھیں لوٹ پوٹ ہونے پر مجبور کیا جبکہ اب کی بار عالمگیر خان کا چہرہ بھی سرخ ہوا۔ "بس کردو یار میرا پیٹ دکھنے لگ گیا ہے" ماہ دیر نے ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کرتے کہا تو سب پھر ہنسے جب کہ اب کی بار عالمگیر خان اور فہمیدہ خان

بھی ہنس پڑے ۔ حوریہ تو یزدان کے آتے ہی ان سب کو چھوڑتے اس کے پاس جاچکی تھی جسے فہمیدہ خان نے شہریار سے پکڑا تھا۔ ”ویسے انکل کا اتنا پیارا رومینس دیکھنے کے بعد مجھے ایک شعر یاد آیا ہے اجازت ہو تو عرض کروں؟“ شہریار نے اپنی ہنسی کو قابو کرتے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ عالمگیر خان نے اسے گھورا جس پر شہریار نے مسکراہٹ دبائی۔ ”ہاں ارشاد ارشاد“ ماہ دیر نے اسکے پاس آتے کہا جس پر شہریار اگلے ہی لمحے مسکراہٹ دباتے بولا۔

محبت محتاج کہاں حسن اور جوانی کی
میں تو عمر کے ہر عہد میں تمھیں چاہوں گا

شہریار نے کہا سب نے واہ واہ کہا جبکہ عالمگیر خان نے مسکراتے ہاں میں سر ہلایا۔ ”یہ تو سچ ہے میں عمر کے ہر حصے میں اپنی بیگم کو چنوں گا جنھوں نے کبھی کسی موڑ پر میرا ساتھ نہیں چھوڑا“ عالمگیر خان نے کہا تو وہ مسکرائیں جب کہ سب نے ہوٹنگ کرتے انھیں جھینپنے پر مجبور کیا۔ ”ویسے بابا میں تو کہتی ہوں

آج ایک پیارا سا اظہارِ محبت ہو جائے" یشائم نے انکے پاس آتے کہا۔ "پر بابا نے ابھی تو کیا اظہارِ محبت" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "ہاں میری پیاری بہن جانتی ہوں پر ایک اظہارِ محبت مزید خوبصورتی سے ہو جائے کیا کہتے ہیں بابا" یشائم نے کہا تو وہ مسکرائے۔ "بچے آج میری بیٹیاں شاید چاہتی ہیں کہ انکی ماما بیہوش ہو جائیں" عالمگیر خان نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں جبکہ فہمیدہ خان نے انھیں گھورا جنھوں نے مسکراہٹ دبائی۔ "چلو بچوں آج ایک چھوٹا سا اظہار ہو ہی جائے" عالمگیر خان نے انکے گھورنے پر جان بوجھ کر کہا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ماہ دیر اور شہریار بچوں کے پاس بیٹھ گئے۔ عالمگیر خان نے گہری سانس بھری اور گنگنانا شروع کیا۔

تمھیں کوئی اور دیکھے تو جلتا ہے دل
بڑی مشکلوں سے پھر سنبھلتا ہے دل
کیا کیا جتن کرتے ہیں تمھیں کیا پتا

عالمگیر خان نے انھیں دیکھتے کہا تو فہمیدہ خان نے انھیں گھورا۔ انکا چہرہ گلابی ہورہا تھا۔ وہ بچوں کے سامنے انکی بے باکی پر منہ چھپانے کی جگہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ جب کہ شہریار اور مریم کے ساتھ ساتھ میشائم اور ماہ دیر بس مسکراتے انھیں دیکھ رہے تھے۔ جنکی محبت آج بھی پہلے دن جیسی تھی۔

یہ دل بے قرار کتنا یہ ہم نہیں جانتے
مگر جی نہیں سکتے تمھارے بنا ہاں!!

عالمگیر خان نے سطریں گائیں تو ان چاروں نے مسکراہٹ دبائی جبکہ عالمگیر خان اٹھتے فہمیدہ خان کے پاس آئے اور انکے ساتھ بیٹھتے انکے کندھوں کے گرد بازو حمائل کر گئے۔

ہمیں تم سے پیار کتنا یہ ہم نہیں جانتے
مگر جی نہیں سکتے تمھارے بنا

عالمگیر خان نے گانا ختم کرتے انکے سر پر لب رکھے تو وہ چاروں مسکرائے جبکہ فہمیدہ خان بھی اس بار مدھم سا مسکرائیں۔ "ماشاءاللہ ماما بابا اللہ پاک

آپ کو ہمیشہ یونہی رکھے" مریم نے دعا دی جس پر سب مسکرائے جب کہ عالمگیر خان اور فہمیدہ خان نے اپنی اپنی بازو واء کیں جس پر وہ دونوں اٹھتے فوراً انکے پاس آئیں۔ یشائم عالمگیر خان کے ساتھ جبکہ مریم فہمیدہ خان کے ساتھ لگتے بیٹھ گئی۔ انکے شوہروں نے اس منظر کو مسکراتے دیکھا جبکہ حوریہ تو اب یزدان کے ساتھ باتیں کررہی تھی جو بس اسے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔

"یا اللہ مجھے اتنی تکلیف کیوں ہورہی ہے" یشائم نے بیڈ پر یکدم اٹھ کر بیٹھتے کہا۔ ماہ دیر اس وقت کمرے میں نہیں تھا۔ وہ حوریہ کو عالمگیر خان اور فہمیدہ خان کے پاس چھوڑنے گیا تھا۔ اسے آج اپنے نانا نانی کے پاس سونا تھا تبھی وہ اسکا فیڈر بنا کر اسے انکے پاس چھوڑنے گیا تھا جبکہ یشائم روم میں اکیلی تھی۔ اسے پچھلے چار گھنٹوں سے کمر میں درد ہورہی تھی پر اب اس درد نے شدت اختیار کی تھی جس پر وہ سسکاری بھرتے اٹھ بیٹھی۔ "دِ۔۔یر" یشائم کو

یکدم درد کی لہر سی اٹھی تھی جسے محسوس کرتے اسکے منہ سے ماہ دیر کا نام ٹوٹ پھوٹ کر ارادہ ادا ہوا جبکہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہوئے۔ اپنی کنڈیشن دیکھتے وہ سمجھ گئی تھی کہ اسے اب ہاسپٹل جانے کی ضرورت ہے پر اس میں ہلنے کی ہمت نہیں تھی۔ پر وہ میشائم خان یوسفزئی تھی۔ اس نے ایسی ہی تکلیف ایک بار پہلے بھی محسوس کی تھی تبھی وہ ہمت کرتے کھڑی ہوئی پر درد کی شدت پر سسکاری بھرتے واپس بیٹھی عین اسی پل دروازہ کھلا اور ماہ دیر اندر داخل ہوا۔ میشی ! اندر داخل ہوتے ہی ماہ دیر کی نظر اس پر پڑی تو فوراً بھاگتے اسکے پاس آیا۔ "میشی میری جان کیا ہوا" ماہ دیر نے اسکی آنکھوں سے نکلتے آنسو دیکھ کہا جس پر میشائم نے اپنا سر اسکے بازو پر

ٹکایا۔ "دِیر۔۔ میری۔۔ طبیعت۔۔ بہت خراب۔۔ ہو رہی۔۔ ہے" میشائم نے بامشکل کہا تو ماہ دیر نے الماری سے اپنی ایک شال نکالتے اسکے گرد لپیٹی اور فوراً اسے گود میں اٹھاتے باہر بھاگا پر ابھی وہ کمرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ

سامنے کمرے سے نکلتے شہریار نے اسے دیکھا۔ "ماہ دیر کیا ہوا" یشائم کی حالت دیکھ وہ شاید سمجھ گیا تھا پر اس نے پوچھنا مناسب سمجھا۔ "یشی کی طبیعت نہیں ٹھیک میں اسے ہاسپٹل لے جارہا ہوں تم باقی سب کو بتا دینا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جبکہ ماہ دیر اسے لیے باہر بھاگا۔ "پٹھانی یشائم گڑیا کی طبیعت خراب ہے عبایا پہنوں ہاسپٹل جانا ہے۔ میں تب تک یزدان کو لے کر آتا ہوں" شہریار نے اسکے جاتے ہی کمرے میں داخل ہوتے مریم سے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "کیا ہوا یشائم کو سائیں" مریم نے پریشان ہوتے پوچھا تو شہریار نے گہری سانس بھری اور اس کے پاس آیا۔ "کچھ نہیں ہوا میری جان۔ بس اس کو ہاسپٹل لے جانے کا ٹائم آگیا ہے اس لیے" شہریار نے اسے نرمی سے ساتھ لگاتے کہا۔ اسے اپنی جلد بازی پر ایک لمحے کو غصہ بھی آیا تھا۔ وہ جانتا تھا مریم فوراً پریشان ہوجاتی ہے اسے مریم کو تحمل سے بتانا چاہیئے تھا۔ "وہ ٹھیک ہے نا" مریم نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر

ہلاتے اسکے دونوں رخسار نرمی سے چومے۔ ”جی میری جان وہ ٹھیک ہے آپ پریشان نا ہو۔ عبایا پہنو جلدی سے میں انکل آنٹی کو بتادوں پھر ہم سب ہاسپٹل چلتے ہیں“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”یزدان اور حور کو بھی لے کر جانا ہے؟“ مریم نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں ان دونوں کو ضرار کی طرف چھوڑ دیتے ہیں۔ وہاں مہرو گڑیا دیکھ لے گی پھر جب تینوں بچے جاگے گیں تو وہ اور ضرار انھیں لے گیں سردی زیادہ ہے ایسے میں بچوں کو ابھی لے کر جانا ٹھیک نہیں ہے بلکہ ایک کام کرنا تم بھی وہیں رک جانا پھر جیسے ہی کوئی خیر خبر آئے گی میں تمھیں لینے آجاؤں گا“ شہریار نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ”بچوں کو چھوڑ دیتے ہیں پر میں ساتھ جاؤں گی میری بہن وہاں ہے“ مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسے ساتھ لگاتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”اچھا ٹھیک ہے پھر سویٹر وغیرہ پہن لینا میں انکل آنٹی کو بتا دوں“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ باہر نکل گیا جبکہ

مریم فوراً ڈریسنگ میں بند ہوئی۔ "گاڑی نکالو" دوسری طرف ماہ دیر نے باہر آتے ساتھ گارڈ کو حکم دیا جو فوراً گاڑی نکالتے سٹارٹ کرگیا جسے دیکھ وہ یشائم کو یونہی سینے سے لگائے گاڑی کی بیک سیٹ پر بیٹھا۔ "جلدی چلو" ماہ دیر نے اندر بیٹھتے ہی ڈرائیور کو حکم دیا تو اس نے گاڑی فوراً آگے بڑھائی۔ "دِیر" یشائم نے اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے اسے پکارا۔ "جی دِیر کی جان" ماہ دیر نے اسکی کمر کو نرمی سے سہلاتے پوچھا۔ "مجھے۔۔ڈر لگ۔۔ رہا۔۔ ہے۔۔اور۔۔درد بھی۔۔ہورہی ہے" یشائم نے اسکی شرٹ پر پکڑ مضبوط کرتے کہا تو ماہ دیر نے نرمی سے اسکے گرد حصار مضبوط کیا۔ "ابھی درد ٹھیک ہوجائے گا میری جان بس تھوڑی دیر اور ڈر کیوں لگ رہا ہے میں ہوں نا اپنے بچے کے پاس کچھ نہیں ہوگا" ماہ دیر نے اس کا سر چومتے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔ "دِیر کچھ۔۔ ہوگیا۔۔تو" یشائم نے درد کی شدت سے سرخ پڑتے چہرے کو اٹھاتے اسے دیکھا۔ "کچھ نہیں ہوگا۔نا تمھیں نا کسی اور

کو۔ سب ٹھیک ہے۔ میں یہیں ہوں تمھارے پاس۔ میں وہاں بھی تمھارے پاس ہونگا۔ پریشان مت ہو بچہ۔ بس مجھ پر دھیان دو" ماہ دیر نے کہا اور اس کے چہرے کے نقوش کو چومنے لگا جس پر میشائم کچھ حد تک پرسکون ہوئی۔ "دِیر درد۔۔ ہو رہی ہے" میشائم نے اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے کہا۔ "بس تھوڑی دیر۔ جلدی گاڑی چلاؤ" ماہ دیر نے اسے نرمی سے کہتے ڈرائیور کو حکم دیا جس نے فوراً گاڑی کی سپیڈ بڑھائی جبکہ ماہ دیر کا دھیان ہنوز اس پر تھا جو درد کی شدت سے آنکھیں موندے رو رہی تھی۔ اس کی تکلیف پر ماہ دیر لب بھینچ گیا۔ اسکے آنسو کسی تیز دھار خنجر کی طرح اسکے دل میں لگ رہے تھے۔ وہ میشائم کو اذیت میں نہیں دیکھ سکتا تھا اور اب اسے یوں روتے دیکھ اسکا دل کٹ رہا تھا پر وہ بے بس تھا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ "سر ہم پہنچ گئے" کچھ دیر بعد ڈرائیور کی آواز پر اس نے میشائم سے نظریں ہٹاتے ہاں میں سر ہلایا اور گاڑی سے اترتے میشائم کو اٹھاتے ہاسپٹل کے اندر

داخل ہوا۔ ”ڈاکٹر اقرا کو بلاؤ فوراً“ ماہ دیر نے اندر داخل ہوتے ہی ایک نرس سے کہا اور خود میشائم کو اٹھائے آپریشن تھیٹر میں داخل ہوا اور اسے جاتے بیڈ پر لٹا گیا۔ ”میشی میرا بچہ ہم ہاسپٹل پہنچ گئے ہیں۔ بس تھوڑی دیر۔ ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا“ ماہ دیر نے اسکے آنسو صاف کرتے کہا جس پر اس نے سر ہلایا لیکن آنسو اب تک اس کی آنکھوں سے نہیں رکے تھے۔ ”ڈر لگ۔۔ رہا ہے۔۔ دیر۔۔ اگر۔۔ بے۔۔ بی“ میشائم کی بات مکمل ہونے سے پہلے وہ بول اٹھا۔ ” انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا۔ کچھ الٹا سیدھا مت سوچو ورنہ طبیعت زیادہ خراب ہوگی۔ بس پرسکون رہو اور اللہ پر بھروسہ رکھو کچھ نہیں ہوگا“ ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو اس نے ہچکی بھرتے اسکے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کی۔ ”مجھے۔۔ ایک بار۔۔ حوریہ۔۔ سے تو۔۔ ملوا دیتے۔۔ اگر مجھے۔۔ کچھ ہوگیا۔۔ تو کم۔۔ از کم۔۔ یہ دکھ تو نہیں ہوگا۔۔ کہ اپنی۔۔ بیٹی سے ملے۔۔ بغیر۔۔ ہی مر گئیں ہوں“ میشائم نے کہا تو ماہ دیر تڑپ اٹھا۔ ”میشی پلیز

خدا کے واسطے ایسا نا کہو۔ انشاء اللہ تمھیں کچھ نہیں ہوگا۔ ایسا نا کہو۔ کیوں اپنے دیر کی جان لینا چاہتی ہو" ماہ دیر نے کہا تو میشائم نے ہاتھ بلند کرتے اسکے رخسار پر رکھا۔ "دیریہ۔۔ لمحہ بہت۔۔ نازک ہے۔۔ آپ ہر طرح۔۔ کی خبر کیلئے۔۔ تیار رہیں گے۔۔ اور اگر۔۔ مجھے کچھ۔۔ ہوگیا۔۔ تو روئیں گی۔۔ بھی نہیں۔۔ اور ہمارے بچوں کا۔۔ خیال رکھیں گے" میشائم نے کہا تو ماہ دیر کا دل تڑپ اٹھا تھا۔ "میشی ایسا نا کہو تمھیں اللہ کا واسطہ ہے۔ کیوں میری جان لینا چاہتی ہو۔ تمھیں کھونے کا خیال ہی میری روح قابض کررہا ہے۔ ایسا نا کہو پلیز۔ اگر خدانخواستہ تمھیں کچھ ہوگیا تو میں کیسے جیوں گا۔ مرجاؤں گا میں۔ پلیز ایسی باتیں مت کرو" ماہ دیر نے اسکے ماتھے سے ماتھا ٹکاتے کہا۔ "ایسا۔۔ نا کہیں۔۔ مجھے۔۔ اللہ پر۔۔ بھروسہ ہے۔۔ پر۔۔ یہ وقت۔۔ ایسا ہے۔۔ دیر۔۔ اس لیے کہہ رہی۔۔ ہوں کہ۔۔ اگر۔۔ میں چلی جاؤں۔۔ تب بھی۔۔ آپ ہمارے بچوں۔۔ کا خیال رکھیے گا اور۔۔ دوسری شادی ہرگز۔۔

مت کریے گا۔۔ورنہ آپکے خوابوں۔۔میں آکر آپکو ڈرایا کروں۔۔گی" میشائم نے کہتے آخر میں شرارت کی تو وہ ہولے سے ہنسا۔"تم کہیں نہیں جارہی میری جلیبی جیسی سیدھی بیوی۔میں اتنی جلدی تمھیں نہیں جانے دوں گا۔ اللہ کی بارگاہ میں رو رو کر مانگوں گا تم لوگوں کی زندگی بس میرے پاس واپس آجانا۔ تمھارے دیر کی زندگی تمھارے ہاتھوں میں ہے متاعِ جاں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سرہلایا عین اسی وقت ڈاکٹر اقرا ڈاکٹروں اور نرسوں کی پوری ٹیم کے ساتھ اندر داخل ہوئیں۔ "ڈاکٹر ماہ دیر آپ پلیز باہر جائیں" ڈاکٹر اقرا نے اندر آتے ہی کہا تو میشائم نے اسکے ہاتھ پر پکڑ مضبوط کی۔ "میں باہر کیوں جاؤں" ماہ دیر نے مڑتے اسے دیکھا۔ "وجہ آپ جانتے ہیں۔آپ باہر جائیں اس آپریشن کے دوران کسی طرح کے مرد کو یہاں آنے کی اجازت نہیں ہے" ڈاکٹر اقرا نے کہا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "میں شوہر ہوں اس کا اور یہاں کا سینئر ڈاکٹر بھی" ماہ دیر نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "میں

جانتی ہوں لیکن پلیز مجھے ڈسٹریکشن نہیں چاہیئے اس لیے آپ جائیں۔آپکی وائف اور بے بی بلکل صحیح سلامت آپکے پاس موجود ہونگے" ڈاکٹر اقرا نے کہا تو ماہ دیر نے یشائم کو دیکھا جو نم آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔"میں باہر ہوں۔بس تھوڑی دیر یہ سب اکیلے سہہ لوں باخدا اسکے بعد ایک لمحے کو بھی تم سے دور نہیں جاؤں گا" ماہ دیر نے بے حد محبت سے کہا تو یشائم نے اس کے ہاتھ پر پکڑ مزید مضبوط کی جبکہ باقی سب تو سنجیدہ اور سرد مزاج ڈاکٹر ماہ دیر کا اتنا محبت بھرا رویہ دیکھ حیران ہوئے پڑے تھے۔"جلدی آئیے۔۔گا دیر" یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے بغیر کسی کا لحاظ کیے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔"تم آنکھیں کھولو گی تو میں اور حور تمھارے سامنے ہونگے بس تم ہمت مت ہارنا میری خاطر، ہماری محبت کی خاطر اور ہمارے بچوں کی خاطر" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر ہلایا جس پر ماہ دیر نے پیچھے ہونا چاہا پر وہ اسکے ہاتھ کو چھوڑنے کو تیار نا تھی جسے دیکھ ماہ دیر مے اسے دیکھا۔"کیا ہوا

یشی" ماہ دیر نے اسکی حرکت پر اس کے رخسار کو سہلاتے پوچھا۔ "ایک آخری۔۔بار آپکا۔۔ لمس محسوس کرنا۔۔چاہتی ہوں" یشائم نے مدھم آواز میں کہا تو ماہ دیر نے چند لمحے اسے دیکھا پھر بنا کچھ کہے بغیر کسی کی پرواہ کیے جھکتے اس کے ہونٹ چھو گیا جس پر یشائم کے پور پور میں سکون اترا جبکہ ڈاکٹروں اور نرسوں کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔اتنے سنجیدہ مزاج ڈاکٹر سے انھیں اس بے باکی کی امید نا تھی۔ "آخری بار نہیں تھا یہ سمجھی۔خبردار اب ایسی کوئی بات کی بہت مار پڑے گی" ماہ دیر نے سیدھے ہوتے پیار سے ڈپٹتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "زہ تاسرہ۔۔ینہ کوم (مجھے آپ سے محبت ہے)"یشائم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "زہ ھم تاسرہ ینہ کوم زما روح (مجھے بھی تم سے محبت ہے میری جان)" ماہ دیر نے کہا تو وہ درد کو ضبط کرتے مسکرائی۔ "جائیں اب۔۔اور روئیے۔۔گا مت۔۔میں آجاؤں۔۔گی"یشائم نے کہا تو وہ اسکا ماتھا چومتے باہر نکل گیا جبکہ یشائم درد سے آنکھیں موند گئی۔

"بھائی پانی تو پی لیں پلیز۔آپ نے پچھلے چھ گھنٹوں سے ایک گھونٹ پانی کا حلق سے نہیں اتارا" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا جو اپنے کیبن میں جائے نماز پر بیٹھا نوافل ادا کررہا تھا۔میشائم کو آپریشن تھیٹر میں گئے چھ گھنٹے ہوگئے تھے اور وہ پچھلے چھ گھنٹوں سے میشائم اور اپنی اولاد کی سلامتی مانگ رہا تھا۔اس دوران اس نے کچھ بھی نہیں کھایاپیا تھا۔سب لوگ ہاسپٹل آچکے تھے یہاں تک کہ بچے بھی۔ضرار ابھی کچھ دیر پہلے ہی سب کے لیے ہلکا پھلکا ناشتہ لایا تھا جسے دیکھ ماہ دیر نے کھانے سے صاف انکار کردیا تھا۔مہرماہ اور ثانیہ دونوں نے اسے کھلانے کی کوشش کی تھی پر اس نےپیار سے انھیں منع کردیا تھا۔اب مہرماہ اسکے لیے پانی لے کر آئی تھی کیونکہ جس قدر ماہ دیر میشائم اور اپنی اولاد کے لیے رویا تھا شاید ہی کوئی رویا ہو۔حوریہ کے ٹائم پر میشائم پر جو جسمانی ظلم و ستم ہوئے تھے انکی وجہ سے اسکو کچھ مسائل پیش آرہے تھے جس نے ماہ دیر

سکندر کی جان حلق میں اٹکائی تھی۔ "گڑیا مجھے نہیں پینا بچے۔ میں ٹھیک ہوں" ماہ دیر نے نرمی سے اسے کہا اور جائے نماز اٹھاتے ایک طرف رکھتے اس کے پاس آیا۔ "بھائی پلیز اپنی گڑیا کی بات مان لیں" مہر ماہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا جو بے حد فکرمند لگ رہی تھی۔ ماہ دیر کو بے ساختہ اپنی بہن پر ترس اور خود پر غصہ آیا۔ "اچھا لائیں دیں میں پیتا ہوں" ماہ دیر نے اسکے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑتے ہونٹوں سے لگایا اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔ "پی لیا اب ٹھیک ہے میرا بیٹا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا عین اسی وقت ثانیہ ہاتھ میں ایک سینڈوچ پکڑے دروازہ کھولتے حوریہ کے ساتھ اندر آئی۔ "بس مہرو سے ہی پیار ہے۔ مجھ سے تو کوئی پیار ہی نہیں ہے۔ میں کب سے منتیں کر رہی ہوں کہ کچھ کھالیں پر میری بات نہیں مانی اور مہرو کی بات فوراً مان لی" ثانیہ نے اندر آتے لاڈ سے کہا تو وہ مسکرایا۔ وہ اپنی بہنوں کی چالاکی سمجھ گیا تھا وہ دونوں اسے کھانا کھلانے آئی تھیں۔ "میں نے کونسی بات نہیں

مانی اپنے بیٹے کی "ماہ دیر نے اسکے گرد بازو حمائل کرتے پوچھا۔ "یہ سینڈوچ نہیں کھایا آپ نے اور آپکی وجہ سے حوریہ نے بھی کچھ نہیں کھایا صرف تھوڑا سا جوس پیا ہے" ثانیہ نے کہا تو ماہ دیر نے حوریہ کو دیکھا اور فوراً جھکتے اسے گود میں اٹھایا۔ "حور آپ نے کچھ کھایا کیوں نہیں میری جان" ماہ دیر نے نرمی سے پوچھا۔ "توں تے اپ نے نئ تھایا بابا ذان (کیونکہ آپ نے نہیں کھایا بابا جان)" حوریہ نے کہا تو ماہ دیر نے گہری سانس بھری۔ "گڑیا سینڈوچ دو بچے" ماہ دیر نے ثانیہ سے کہا تو اس نے سینڈوچ اسکی طرف بڑھایا جسے پکڑتے وہ جا کر صوفے پر بیٹھا اور حوریہ کو اپنے سامنے بٹھاتے اسے سینڈوچ کھلانے لگا۔ "بابا ذان اپ بی تھائیں ولنہ حولیہ نئ تھائے دی (بابا جان آپ بھی کھائیں ورنہ حوریہ نہیں کھائے گی)" اسے بس خود کو کھلاتے دیکھ حوریہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور سینڈوچ خود بھی کھانے لگا جس پر حوریہ خوش ہوتے کھانے لگی جبکہ ثانیہ اور مہر ماہ مسکرائیں۔ اسکے کھانا کھانے پر ان دونوں نے دل میں

شکر ادا کیا تھا۔ ”اپو دیتیں بابا ذان نے تھانا تھالیا حولیہ تاپنین تامیاب اوا (اپھو دیکھیں بابا جان نے کھانا کھالیا حوریہ کا پلین کامیاب ہوا)“ حوریہ نے سینڈوچ کے ختم ہوتے ہی کہا تو وہ دونوں مسکرائیں جبکہ ماہ دیر نے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا۔ ”بابا جان کی لٹل ہائنس نے پلین کیا تھا یہ سب“ ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ قہقہہ لگاتے ہنس پڑا جبکہ مہر ماہ اور ثانیہ مسکرائیں کیونکہ کل رات کے بعد وہ اب ہنسا تھا۔ ”بابا ذان (بابا جان)„ اسکے یوں ہنسنے پر اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے اسے پکارا۔ ”جی بابا کی کل کائنات“ اس نے بے حد محبت و شفقت سے جواب دیا۔ ”اپ شیدنا ہوا تلیں حولیہ تو اتا نئی لتا (آپ سیڈنا ہوا کریں حوریہ کو اچھا نہیں لگتا)“ حوریہ نے کہا تو اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا جب کہ وہ دونوں مسکراتے انکی نظر اتار گئیں۔ عین اسی پل کیبن کا دروازہ کھولتے ضرار اندر داخل ہوا۔ ”ماہ دیر میرے بھائی مبارک ہو۔ اللہ پاک نے تجھے جڑواں بچے عطا کیے ہیں ایک

بیٹی اور ایک بیٹا اور میشائم گڑیا بھی بلکل ٹھیک ہے" ضرار نے اندر آتے خبر سنائی تو ماہ دیر کے ایک لمحے کو ساکت ہوا لیکن اگلے ہی لمحے حوریہ کو گود میں اٹھائے باہر بھاگا جبکہ ثانیہ بھی فوراً اسکے پیچھے۔ مہرماہ نے باہر جانے کو قدم بڑھائے تھے پر اس سے پہلے ہی ضرار اس کی بازو تھامتے اسے دیوار کے ساتھ لگاتے قید کرگیا تھا۔ "ضار! کیا کررہے ہیں" مہرماہ نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "اپنی مسز راجپوت کو دیکھ رہا ہوں" ضرار نے اس کے ہونٹوں کو چھوتے کہا تو مہرماہ نے نظر جھکائی۔ "ہم ہاسپٹل میں ہیں ضار" مہرماہ نے اس کی حرکت پر سمٹتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "جانتا ہوں پر یہاں بھی تم میری بیوی ہو مسز راجپوت" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "ہوں لیکن اچھا نہیں لگتا اگر کوئی آگیا تو" مہرماہ نے کہا تو اس نے اسکے کندھے پر ماتھا ٹکایا۔ "تو میں اسے کہوں گا ابھی جاؤ مجھے میری بیوی سے رومینس کرنا ہے" ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "بس کریں رومینس کنگ چلیں باہر مجھے میرے بھتیجے اور بھتیجی سے ملنا ہے"

مہرماہ نے کہا تو اس نے سیدھے ہوتے دیکھا۔ "جو حکم مائی کوئین" ضرار نے سر خم کرتے کہا تو وہ مسکرائی اور اس کے ساتھ باہر نکل آتے کوریڈور کی طرف بڑھی اس بات سے بے خبر کہ ساتھ والے کمرے میں اسکا بہنوئی اسکی بہن کی کو شکنجے میں لیے موجود ہے۔ "عامر آپکو شرم نہیں آتی" ثانیہ نے اسے کہا جو جھکتے اسکی گردن چوم رہا تھا۔ "ہرگز نہیں ڈارلنگ" عامر نے ڈھٹائی سے کہا اور اسکی شہہ رگ کو چھوا۔ "عامر ہاسپٹل کا روم ہے یہ۔ کیمرہ لگا ہے یہاں۔ باز آجائیں" ثانیہ نے کہا تو وہ ہنسا۔ "بیوی ہاسپٹل میرا ہے اور کیمرہ ہمیں نہیں دیکھ سکتا کیونکہ وہ ہمارے سر کے بلکل اوپر ہے تو پرسکون رہیں اور مجھے محسوس کریں" عامر نے کہا تو اس نے اسے گھورا۔ "کیا کروں میں آپ کا" عامر ثانیہ نے گہری سانس بھرتے کہا۔ "پیار کریں نا مجھ سے بیٹُو" عامر نے اس کے رخساروں کو اپنے لمس سے سرخ کرتے کہا تو ثانیہ کی پلکیں لرزیں۔ "عامر باہر جانا ہے" ثانیہ نے بچوں کی طرح کہا۔ "جانا ضروری ہے" عامر نے اسکو سینے

میں بھنچتے پوچھا۔ "جی ضروری ہے۔مجھے میرے بھتیجوں سے ملنا ہے" ثانیہ نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "اچھا ٹھیک ہے چلتے ہیں لیکن میری ایک شرط ہے" عامر نے دیوار پر اس کے دائیں بائیں بازو رکھتے کہا۔ "کیسی۔۔شرط" اسکی آنکھوں میں موجود محبت کے سمندر کو دیکھ وہ شاید سمجھ چکی تھی جبکہ عامر نے اسکی بات سنتے اپنے رخسار پر انگلی رکھی جس کا مطلب سمجھتے اس نے نظریں جھکائیں۔ "عامر نہیں نا" ثانیہ نے منمناتے کہا۔ "ٹھیک ہے پھر رہیں میرے پاس یہیں بلکہ گھر چلتے ہیں" عامر نے کہا تو اس نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔ "نہیں رکیں" ثانیہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کیوں رکوں۔آپ میری بات مان رہی ہیں جو میں آپکی مانوں" عامر نے کہا تو اس نے دانت پیسے۔ "مان رہی ہوں زیادہ نا پھیلیں" ثانیہ نے کہا تو اس نے اپنا چہرہ اسکے سامنے کیا۔ثانیہ نے اسکے دائیں رخسار پر ہاتھ رکھتے بے حد محبت سے اسکے بائیں رخسار پر لب رکھے تو وہ مسکرایا جسے دیکھ ثانیہ نے اسکے رخسار پر جسارت کرتے اسے

کراہنے پر مجبور کیا اور اسے سمجھنے کا موقع دیے بغیر باہر بھاگ گئی جس پر عامر کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے گہری سانس بھری اور بے ساختہ اپنے رخسار کو چھوا جس پر اس کے کانوں کی لویں سرخ ہوئی تھی۔اس نے خود پر بامشکل قابو کیا اور دروازہ کھولتے اسکے پیچھے بڑھ گیا۔

"ماہر بیٹا یہ دیکھو تمھارے بچے" ماہ دیر تقریباً بھاگتے ہوئے انکے پاس آیا تھا اور اسے دیکھتے ہی خلیل صاحب نے کہا تو وہ حوریہ کو یونہی گود میں اٹھائے انکے پاس آیا لیکن اس نے ابھی بچوں کو نہیں دیکھا تھا۔"بابا میشی وہ ٹھیک ہے نا" ماہ دیر نے پوچھا تو سب مسکرائے۔"ہاں میشائم ٹھیک ہے اسے ابھی روم میں شفٹ کریں گے پھر تم مل لینا" خلیل صاحب نے کہا تو اس نے الحمدللہ کہا اور اب کی بار چہرہ جھکاتے اپنے بچوں کو دیکھا۔اسکا بیٹا اس وقت

ڈارک بلیو بے بی بلینکٹ میں لپٹا سو رہا تھا۔ وہ اس وقت خلیل صاحب کی باہوں میں تھا جبکہ اسکی بیٹی بے بی پنک بلینکٹ میں لپٹی اپنے نانا کے سینے سے لگی سو رہی تھی۔ "میرے بچے" ماہ دیر نے ان دونوں کو دیکھتے کہا اور ساتھ ہی جھکتے باری باری ان دونوں کے ماتھے چومے جس پر وہ کسمسائے جبکہ حوریہ نے ماتھے پر بل ڈالتے ماہ دیر کو دیکھا۔ "بابا ذان اپ انیں تشی توں تل لے ایں (بابا جان آپ انھیں کسی کیوں کر رہے ہیں)" حوریہ نے اچھا خاصا بُرا مناتے پوچھا تو ماہ دیر سمیت سب اس کے لہجے میں موجود جلن کو محسوس کرتے ہنس پڑے۔ "میری جان میں انھیں کسی اس لیے کر رہا ہوں کیونکہ یہ آپکے بہن اور بھائی ہیں" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "میلے بین اول بائی (میرے بہن اور بھائی)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جے آپ نے بے بی تھوپ شے لیے ایں (یہ آپ نے بے بی شوپ سے لیے ہیں)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "جی میری جان آپ نے کہا تھا نا کہ آپکو

بے بی چاہیئے تو بابا اپنے بیٹے کیلئے دو بے بی لائے ہیں بے بی شوپ سے" ماہ دیر نے کہا تو حوریہ کا چہرہ کھلا۔ "تھتی بابا ذان (سچی بابا جان)" حوریہ نے خوش ہوتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر حوریہ نے یاہو کا نعرہ لگایا۔ "مچی بابا کی جان" اسکی خوشی دیکھتے ماہ دیر نے دل میں اسکی نظر اتارتے اسکا سر چوما۔ اس وقت اسکا دھیان اپنے چند منٹ پہلے پیدا ہوئے بچوں سے زیادہ اپنی سوتیلی بیٹی پر تھا جس پر وہ جان دیتا تھا۔ اسکے لیے اپنی سگی اولاد سے زیادہ حوریہ اہم تھی۔ حوریہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا تھا۔ وہ اسکی بیٹی تھی۔ اسکی پہلی اولاد۔ اسکی لٹل ہائنس جس کیلئے وہ سب کو بھلا سکتا تھا۔ "تو جے دونوں ہمائے شات دل بی آئیں دے نا (تو یہ دونوں ہمارے ساتھ گھر بھی آئیں گے نا)" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر وہ یاہو کا نعرہ لگا گئی جسے دیکھ ماہ دیر نے اسکے رخسار چومے۔ "میرا بچہ بابا صدقے۔ ایسے نا کیا کریں نظر لگ جائے گی میرے بیٹے کو" ماہ دیر نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی جس پر ماہ دیر نے

اسکا سر چوما۔ ”بابا ذان مذے ان دونوں تو تشی تلنی اے (بابا جان مجھے ان دونوں کو کسی کرنی ہے)“ حوریہ نے اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے کہا تو ماہ دیر نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے دونوں بچوں کو دیکھا جو ہوبہو اسکے جیسے تھے۔ اسکی بیٹی کا چہرہ کافی حد تک حوریہ کے چہرے سے مشابہت رکھتا تھا۔ انکی ماں ایک تھی شاید تبھی دونوں کے چہروں میں خاصی مشابہت تھی جبکہ اسکے بیٹے کا چہرہ ہوبہو اسکے جیسا تھا۔ ان دونوں کو دیکھ ماہ دیر نے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا پھر جھکتے انکے رخسار کو چومتے حوریہ کو انکے قریب کیا جس پر حوریہ نے انکی ننھی ننھی پیشانیوں پر باری باری بوسہ دیا جسے دیکھ سب نے ان تینوں بہن بھائیوں کی نظر اتاری۔ ”بابا ذان مذے انیں پتلنا اے (بابا جان مجھے انھیں پکڑنا ہے)“ حوریہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اچھا میرا بیٹا آپ یہاں بیٹھیں بابا انھیں آپ کو پکڑاتے ہیں“ ماہ دیر نے اسے کرسی پر بٹھاتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر نے آگے بڑھتے اپنے دونوں بچوں کو پکڑتے سینے سے لگایا اور چٹا

چٹ ان کے چہرے چوم گیا جس پر دونوں بچے کسمساتے اسکے سینے میں چھپے جبکہ باقی سب مسکرائے تھے۔ ”میرے بچے۔بابا کی جان۔بابا نے بہت ویٹ کیا تھا آپ دونوں کا“ ماہ دیر نے ان دونوں کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے کہا پھر حوریہ کے ساتھ والی چیئر پر بیٹھا اور نرمی سے اپنی بیٹی کو حوریہ کی گود میں لٹایا جسے دیکھ حوریہ خوش ہوئی۔ ”بابا ذان جے تتی پالی اے (بابا جان یہ کتنی پیاری ہے)“ حوریہ نے اپنی چھوٹی بہن کا ماتھا چومتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”ہاں جی پر میری حور زیادہ پیاری ہے“ ماہ دیر نے اسے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”بابا ذان مذے اشے بی پتلنا اے (بابا جان مجھے اسے بھی پکڑنا ہے)“ حوریہ نے اپنی بہن سے نظریں ہٹاتے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرتے کہا تو ماہ دیر نے اپنی گڑیا کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اور اپنے شہزادے کو حوریہ کی گود میں لٹا گیا جس پر حوریہ نے اپنے بھائی کے گال چومے جب کہ ماہ دیر نے اپنی بیٹی کو دیکھا۔ ”بابا کی گڑیا کتنی پیاری ہو آپ بلکل اپنی آپی اور ماما کی طرح“ ماہ دیر نے

اپنی بیٹی کے ننھے سے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا پھر اپنے باقی دونوں بچوں کو دیکھا۔ "بابا کا شہزادہ کتنا کیوٹ ہے۔بابا صدقے اپنے بچے پر" ماہ دیر نے اپنے بیٹے کی طرف جھکتے اسکے ماتھے کو چوما اور ساتھ ہی حوریہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "اور بابا کی حور تو بابا کی زندگی ہے" ماہ دیر نے محبت سے کہا تو حوریہ کھلکھلا کر ہنسی جس پر ماہ دیر نے اپنے بیٹے کو اسکی گود سے پکڑتے اسے اپنی گود کے عین وسط میں آنے کا اشارہ کیا جس پر وہ کرسی پر کھڑی ہوئی۔ "عامل تاتو مذے بابا ذان تی دو می بتائیں (عامر چاچو مجھے بابا جان کی گود میں بٹھائیں)" حوریہ نے کہا تو عامر جو ثانیہ کے ساتھ پانچ منٹ پہلے ہی آیا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھاتے ماہ دیر کی گود میں بٹھا دیا جس پر وہ اسکے سینے سے لگی۔اب منظر کچھ یوں تھا کہ ماہ دیر کی دونوں بازوؤں میں اس کے جڑواں بچے جب کہ وسط میں اسکے سینے سے حوریہ لگی بیٹھی تھی۔ ان تینوں کو اپنے قریب محسوس کرتے ماہ دیر کے دل کو سکون مل رہا تھا جبکہ باقی سب انکی نظر اتار رہے تھے۔ "بھائی

انکا نام کیا رکھنا ہے" مہرماہ نے پوچھا تو اس نے چہرہ اٹھاتے اسے دیکھا جو وہاج کو ضرار کو پکڑاتے اسکی طرف بڑھ رہی تھی جب کہ اس کے ساتھ ہی ثانیہ بھی آگے بڑھی۔ "میری بیٹی کا نام ہوگا آیت ماہ دیر سکندر اور میرے بیٹے کا نام ہوگا ادیان ماہ دیر سکندر" ماہ دیر نے کہا تو سب مسکرائے۔ "ماشاءاللہ بھائی بہت پیارے نام ہیں" عائشہ نے مسکراتے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلاتے اسکی بات سے اتفاق کیا۔ "شکریہ بچے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر خم کیا۔ "بھائی اب ہمارے بھتیجوں کو ہمیں دے دیں" مہرماہ اور ثانیہ نے اسکے پاس آتے کہا تو اس نے نرمی سے دونوں بچے انھیں پکڑائے۔ مہرماہ نے ادیان کو جب کہ ثانیہ نے آیت کو پکڑا اور انھیں پیار کرنے لگیں جبکہ ماہ دیر حوریہ کو سینے سے لگائے وہیں بیٹھا ان سب کو دیکھ رہا تھا جو باری باری اب اسکے بچوں کو پیار کر رہے تھے۔ اسے ایک اور بیٹی چاہیئے تھی جبکہ حوریہ کو بھائی اور میشائم کو بیٹا چاہیئے تھا۔ اللہ نے ان تینوں کی خواہش پوری کی تھی۔ اللہ نے اسے

جڑواں بچے عطا کیے تھے۔اب اسکی دنیا مکمل تھی۔اسکی محبت اور بیوی اسکی بیشائم تھی اسکے پاس، اسکی بیٹیاں حوریہ اور آیت اور اسکا بیٹا ادیان۔زندگی آج بے حد حسین لگ رہی تھی۔ماہ دیر اللہ کا جتنا شکر ادا کرتا اتنا کم تھا۔اس نے سامنے سے نظر ہٹاتے چہرہ جھکا کر مسکراتے اپنی بیٹی کو دیکھا جو اب اسکے سینے سے لگی سونے کی تیاری میں تھی۔ "حور نینی آرہی ہے" ماہ دیر نے اسکے بال سہلاتے پوچھا تو اس نے ہونٹ مڑورتے ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو سوجاؤ میرا بچہ تھوڑی" دیر ماہ دیر نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی آنکھوں کو چھوا جسکا مطلب سمجھتے ماہ دیر نے جھکتے اسکی آنکھوں پر لب رکھے جس پر وہ کھلکھلا کر ہنسی اور اپنی ناک پر انگلی رکھی۔ماہ دیر اسکی حرکت پر مسکرایا اور اسکی ناک چوم گیا۔ "بابا ذان جاں بی (بابا جان یہاں بھی)" حوریہ نے اب کی بار اپنے دونوں رخساروں کو چھوا تو اس نے شفقت سے بھرپور انداز میں اس کے رخساروں پر بوسہ دیا جس پر حوریہ نے

ہنستے اپنی ٹھوڑی پر انگلی رکھی جسے دیکھ ماہ دیر نے اس کی ٹھوڑی کو چوما۔ حوریہ نے کھلکھلا کر ہنستے اب کی بار اپنے ننھے ننھے لبوں پر انگلی رکھی۔ "یہاں نہیں بیٹا۔بُری بات" ماہ دیر نے پیار سے کہا اور اس کے ماتھے کو چوم گیا جس پر حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکے سینے پر سر رکھتے آنکھیں موند گئی جب کہ ماہ دیر نرمی سے اس کے بال سہلاتے بار بار وقفے وقفے سے اسکا سر چومنے کے ساتھ ساتھ سامنے اپنے بچوں کو دیکھ رہا تھا جنھیں سب پیار کر رہے تھے۔

"تم ٹھیک ہو نا" ماہ دیر نے میشائم کے بالوں کو نرمی سے سہلاتے پوچھا جو اسکے سینے پر سر رکھے بیٹھی تھی۔میشائم کو ابھی کچھ دیر پہلے ہی روم میں شفٹ کیا گیا تھا اور یہ خبر ملتے ہی ماہ دیر اپنے تینوں بچوں سمیت روم میں اس کے پاس آگیا تھا۔حوریہ کو اس نے میشائم کے دوسری طرف بیڈ پر لٹا دیا تھا جب کہ آیت اور ادیان بے بی کرب میں سو رہے تھے۔دونوں بچوں کو کافی دیر پیار کرنے

کے بعد میشائم نے انکی نیند کا خیال کرتے ماہ دیر کو کہتے انھیں انکی کرب میں لٹا دیا تھا جبکہ حوریہ اسکے پاس ہی تھی۔آج حوریہ اور ماہ دیر سے دور جانے کا خیال اسکی جان نکال گیا تھا۔جبکہ ماہ دیر جب سے روم میں آیا تھا اسے سینے سے لگائے بیٹھا تھا۔"جی ٹھیک ہوں" میشائم نے مدھم آواز میں کہا تو اس نے نرمی سے اسکا سر چوما۔"جانتی ہو آج میں بہت ڈر گیا تھا" ماہ دیر نے اسکے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے کہا۔"جانتی ہوں۔آپکو پتا ہے میں بھی ڈر گئی تھی۔مجھے لگا تھا جیسے میں دوبارہ کبھی بھی آپکو اور بچوں کو نہیں دیکھ پاؤں گی"میشائم نے کہا تو اس نے اس کے گرد حصار مضبوط کیا۔"ایسا نا کہا کرو جان نکل جاتی ہے میری۔ تمھیں دیکھ کر جیتا ہوں میں تمھیں کچھ ہوجاتا تو زندہ کیسے رہتا"ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔"حور کا ریکشن کیسا تھا آیت اور ادیان کو دیکھ کر" میشائم نے پوچھا تو اسے حوریہ کی معصوم سی جیلسی یاد آئی جس پر اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔"حور کا ری ایکشن بڑا پیارا تھا پہلے جب میں نے

بچوں کو پیار کیا تو جیلس ہوئی لیکن جب اسے پتا لگا کہ یہ ہم نے بے بی شاپ سے لیے ہیں تو خوش ہو گئی" ماہ دیر نے بتایا تو وہ ہنس پڑی۔ "میں جانتی تھی وہ جیلس ہو گی۔ وہ آپکو میرے ساتھ نہیں شئیر کرتی ان دونوں کے ساتھ کیسے کرے گی" میشائم نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "کوئی نہیں میرے لیے میری حور زیادہ اہم ہے اور اس کی معصوم سی جیلسی پر میں قربان" ماہ دیر نے محبت سے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آپ جانتے ہیں ہمارے بچے بہت خوش قسمت ہیں جو انکے بابا آپ ہیں خاص کر حور جو آپکی سگی بیٹی نہیں ہے پھر بھی آپ اس سے اتنی محبت کرتے ہیں" میشائم نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "حوریہ میری بیٹی ہے سگی سوتیلی کچھ نہیں ہوتا۔ وہ میری جان ہے سوتیلا لفظ مت لگایا کرو۔ جان بستی ہے میری حوریہ میں۔ مجھے وہ آیت اور ادیان سے زیادہ عزیز ہے۔ باقی رہ گئی خوش قسمت ہونے کی تو وہ بچے نہیں میں ہوں کیونکہ میرے پاس تم اور ہمارے بچے ہیں" ماہ دیر نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا تو وہ

مسکرائی۔ ”میری زندگی میں آنے کیلئے شکریہ دِیر“ یشائم نے چہرہ اوپر کرتے اسکے رخسار پر لب رکھ گئی جس پر ماہ دیر مسکرایا اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے اسکے لب چھو گیا۔ ”میری زندگی کو مکمل کرنے کیلئے، مجھے اتنی پیاری اولاد دینے کرنے کیلئے اور میری محبت کو قبول کرنے کے لئے شکریہ یشائم ماہ دیر سکندر“ اس نے نرمی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تو وہ مسکرائی۔ ”شکریہ مت کہیں۔ گھر جا کر نوافل ادا کر کے اللہ کا شکر ادا کریں گے جس نے نا صرف ہمیں ایک دوسرے کا مقدر بنایا بلکہ اتنی پیاری اولاد بھی عطا کی ہے“ یشائم نے کہا تو اس نے سر ہلاتے انشاء اللہ کہا۔ ”دِیر باقی سب کو بلا لیں مجھے سب سے ملنا ہے“ یشائم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے تکیے کے سہارے بٹھاتے خود بیڈ سے کھڑا ہوا اور باہر کی جانب بڑھ گیا جبکہ اسکے جاتے ہی یشائم نے چہرہ موڑتے بے بی کرب میں سوئے آیت اور ادیان کو دیکھا پھر چہرہ موڑتے دوسری طرف حوریہ کو دیکھا جو اسکے پاس ہی پرسکون سی سو رہی

تھی۔ ”ماما کی گڑیا۔ آج آپ سے دور ہونے کا خیال آپکی ماما کی جان نکال رہا تھا۔ پر میں کہیں نا کہیں مطمئن بھی تھی کیونکہ اگر مجھے کچھ ہو بھی جاتا تو دیر آپکا خیال رکھتے لیکن ماں ہوں نا اولاد سے دور جانے کی سوچ ہی سانسیں روک دیتی ہے“ میشائم نے جھکتے حوریہ کے سر کو چوما۔ ”آپ ہمیشہ میری اور دیر کی فرسٹ پرائیرٹی رہیں گی حور“ میشائم نے نرمی سے اس کے بال سہلاتے کہا عین اسی وقت دروازہ کھلا اور سب لوگ اندر داخل ہوئے جسے دیکھ وہ مسکرائی۔ ”میشائم تم ٹھیک ہو نا“ مریم نے سب سے پہلے اسکے پاس آتے اسکے گلے لگتے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”شکر الحمدللہ۔ بہت مبارک ہو تمھیں“ مریم نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”خیر مبارک“ میشائم نے کہا تو وہ پیچھے ہٹی جس پر مہر ماہ آگے ہوتے اس کے گلے لگی۔ اسی طرح ثانیہ اور عائشہ نے بھی باری باری آگے ہوتے اسکے گلے لگتے اسے مبارکباد دی جبکہ ضرار، اسد، شہریار اور عامر نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ ان کے ہٹتے ہی بڑے سب باری

باری اس سے ملنے لگے جس پر وہ مسکرائی جبکہ ماہ دیر نے مسکراتے یہ منظر دیکھا ہر منظر آج مکمل لگ رہا تھا۔ ”میری گڑیا اللہ پاک تمھیں خوش رکھے اور تمھاری اولاد کو تمھارا فرمانبردار بنائے“ فہمیدہ خان نے میشائم کا سر چومتے کہا تو سب نے آمین کہا جس پر فہمیدہ خان اسکے پاس ہی بیٹھ گئیں جسے دیکھ میشائم نے انکا ہاتھ تھاما اور ان سے باتیں کرنے لگی۔ ”عامر وہاج آپکو بلا رہا ہے“ ثانیہ نے عامر کو پکارا جو اسکے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اسکی پکار پر عامر نے سامنے سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا پھر اسکی گود میں موجود وہاج کو دیکھا جو اسکی طرف لپک رہا تھا۔ وہاج کی حرکت دیکھ وہ مسکرایا اور نرمی سے اسے ثانیہ کی گود سے پکڑتے اپنے سینے سے لگا گیا۔ ”کیا ہوا چاچو کی جان“ عامر نے نرمی سے اسکا سر چومتے پوچھا جو اسکی گود میں آتے ہی کھلکھلایا تھا جسے دیکھ ثانیہ مسکرائی۔ ”لگتا ہے آج وہاج کا موڈ خاصا اچھا ہے“ ثانیہ نے اسکے یوں ہنسنے پر اسکی نظر اتارتے کہا تو اس نے سر ہلایا۔ ”مجھے بھی یہی لگ رہا ہے ورنہ اپنے ماموں کے

علاوہ اسے کوئی اور نظر کہاں آتا ہے" عامر نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ "یہ تو ہے ویسے" ثانیہ نے کہا جس پر عامر نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی شہریار یزدان کو گود میں اٹھائے انکے پاس آیا۔ "کتنی ظالم کام چور ہو تم چھپکلی" شہریار نے انکے پاس آتے ثانیہ کو دیکھتے کہا تو اس نے آئی برو اچکاتے اسے دیکھا جیسے وجہ جاننی چاہی ہو۔ "اب میں نے کونسے ظلم کے پہاڑ توڑ دیے ہیں" ثانیہ نے پوچھا۔ "میرے بھائی کو بچہ سنبھالنے پر لگایا ہے خود آرام سے کھڑی ہو لیکن میں اپنے بھائی کا بدلہ لے کر رہوں گا" شہریار نے ایک عزم سے کہا۔ "اوہ بھائی کونسا بدلہ" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے دیکھا۔ "میرے بھائی کو کام پر لگایا ہے۔چلو تم بھی کام کرو اور یزدان سنبھالو" شہریار نے کہتے یزدان اسے پکڑایا تو وہ ہنس پڑی جبکہ باقی سب بھی ہنس پڑے۔ "کام اگر اتنا پیارا ہوتا ہے تو میں روز کر سکتی ہوں" ثانیہ نے یزدان کا سر چومتے کہا تو وہ مسکرایا جب کہ عامر انکی بچوں جیسی حرکتوں پر مسکراتے

نفی میں سر ہلا گیا۔ثانیہ اور شہریار کے موو آن پر وہ بے حد خوش تھا۔وہ جانتا تھا دونوں نے کبھی ایک دوسرے سے محبت نہیں کی تھی پر اگر وہ ماضی سے موو آن نا کرتے تو یقیناً ایک چھت تلے نا رہ پاتے۔"ویسے سائیں آپی کتنے پیار سے یزدان کو سنبھالتی ہیں نا" مریم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"میرے بھائی پر ظلم کرنے کے علاوہ ایک یہی تو اچھا کام کرتی ہے یہ چھپکلی" شہریار نے ثانیہ کی ناک دباتے کہا تو اس نے اسے گھورا۔"دیکھیں مسٹر جعلی وکیل آپنے ایک اور بار مجھے چھپکلی کہا نا تو میں پھر لحاظ بلائے طاق رکھ کر آپکو طنز کروں گی باز آجائیں" ثانیہ نے وارن کیا تو سب ہنس پڑے۔"چلیں بھائی بھابھی لڑائی لڑائی معاف کریں اللہ کا گھر صاف کریں اور بات ختم کریں ورنہ ابھی ورلڈ وار تھری شروع ہو جانی ہے" اسد نے یک دم ہانک لگائی تو سب کا قہقہہ بلند ہوا جس پر یزدان نے سہمتے ثانیہ کی آغوش میں پناہ ڈھونڈھنی چاہی جسے دیکھ وہ مسکرائی اور نرمی سے اسے تھپکنے لگی۔"آج پہلی بار اسد نے کوئی ڈھنگ

کی بات کی ہے" ماہ دیر نے ہنستے ہوئے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلاتے اتفاق کیا۔ "ویسے جو بھی ہو گڑیا صحیح نبٹتی ہے اس جعلی وکیل کو" ضرار نے آگے آتے مہر ماہ کے برابر کھڑے ہوتے ہانک لگائی تو شہریار نے اسے گھورا جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔ "یار یہ تم سب ٹیم بنا کر مجھے ذلیل کرنے لگتے ہو" شہریار نے کہا تو وہ پھر ہنسے جبکہ عائشہ چلتے اسکے پاس آئی۔ "بھائی میں آپکی ٹیم میں ہوں آپ اداس نا ہوں" عائشہ نے کہا تو شہریار نے اسے ساتھ لگایا۔ "بھائی میں بھی آپکی ٹیم میں ہوں" میشائم نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "مہرو تم بتاؤ تم کس کی ٹیم میں ہو" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ایک نظر ثانیہ کو پھر شہریار کو دیکھا۔ "میں اپنے شوہر کی ٹیم میں ہوں" مہر ماہ نے کہا تو سب اسکی چالاکی پر اش اش کر اٹھے جبکہ ضرار نے محبت سے اسکا سر چوما جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ سب بڑوں نے اپنے بچوں کی نظر اتاری تھی۔ بے شمار مصیبتوں اور جدائی کی

گھڑیوں کے بعد بلآخر سب ساتھ تھے۔وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتے کم تھا۔اب یقیناً بس خوشیاں انکی منتظر تھیں۔

---سات سال بعد---

"بابا مجھے بچائیں" بھوری آنکھوں والی چھ سالہ بچی نے اسد کے پاس آتے کہا جو کہ سٹڈی میں بیٹھا اپنا کوئی کام کر رہا تھا۔"کیا ہوا میری جان" اسد نے اسکی پکار پر اپنا نے کام چھوڑتے اپنی بیٹی "میرال اسد ملک" کو دیکھا جو شکل و صورت سے ہوبہو عائشہ جیسی تھی۔"بابا ماما گندی والی دوائی دے رہی ہیں پھر" میرال نے اپنی بھوری آنکھوں میں آنسو سموئے اسے دیکھتے کہا تو اسد نے جھکتے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا اور اپنے سینے سے لگا گیا۔"میرال میری جان آپکی طبیعت نہیں ٹھیک نا اس لیے ماما دے رہی ہیں" اسد نے نرمی سے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"مجھے نہیں پینی بابا اس کا گندا فلیور ہے"

میرال نے سوں سوں کرتے کہا تو اسد نے اس کا سر چوما۔ ”اچھا ٹھیک ہے نا پیئیں پر میرا بیٹا رونا بند کریں“ اسد نے نرمی سے کہا تو اس نے سر ہلایا عین اسی وقت دروازہ کھلا اور چھ سالہ گہری سیاہ آنکھوں والا بچہ اندر داخل ہوتے اس کے پاس آیا جس پر اسد نے اپنے بیٹے "معراج اسد ملک" کو بھی اٹھاتے اپنے سینے سے لگایا جبکہ اس کے پیچھے ہی عائشہ اندر داخل ہوئی جو اس وقت ہاتھ میں دوائیوں کی شیشیاں پکڑے ہوئے اسے بے بسی سے دیکھ رہی تھی جس پر اسد نے اسے آنکھوں سے تسلی دی تھی۔ اسکی تسلی پر عائشہ جاتے صوفے پر بیٹھ گئی جبکہ اسد نے اپنے بچوں کو دیکھا جو دوائی سے بچنے کے لیے اسکے سینے سے لگے بیٹھے تھے۔ چھ سال پہلے اللہ نے اسد کو بھی جڑواں بچوں سے نوازا تھا جس پر اسد کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ جڑواں بچوں کی پیدائش کی خبر سنتے اسد خوشی کے مارے بیہوش ہوگیا تھا جس پر سب ہی ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے تھے جبکہ عائشہ اسکی حرکت پر مسکراتے نفی میں سر ہلا گئی تھی۔ انکی فیملی مکمل تھی

تبھی اسد نے دوبارہ اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی تھی۔ اسکے مطابق اسکی دنیا پرفیکٹ تھی دوسرا وہ عائشہ کو پھر اس تکلیف سے نہیں گزارنا چاہتا تھا۔ جبکہ عائشہ کے پاؤں تو اسد کی اتنی محبت پر زمین پر ہی نہیں ٹکتے تھے۔ ان چھ سالوں میں اسد نے بچوں سے زیادہ اسے اہمیت دی تھی۔ وہ بچوں کے بعد بھی اسکا ہر لاڈ ویسے ہی اٹھاتا تھا جبکہ بچے بعض اوقات اسد کے یوں عائشہ سے لاڈ کرنے پر جیلس بھی ہوتے تھے جس پر اسد انھیں پیار سے سمجھا دیتا تھا کہ انکی ماما اسکے لیے سب سے زیادہ اہم ہیں اور اپنے بچوں کو ہدایت بھی کرتا تھا کہ انکے لیے بھی انکی ماں سب سے زیادہ اہم ہونی چاہیئے۔ دونوں بچے باپ کے حد سے زیادہ دیوانے تھے اپنی ماما سے وہ بہت پیار کرتے تھے پر اسے تنگ کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے لیکن ماں کو کانٹا بھی چبھتا تھا تو تڑپ اٹھتے تھے۔ وہ حرکتوں میں اپنے باپ پر گئے تھے۔ سب کو تنگ کرنا انھیں بے حد پسند تھا۔ وہ بدتمیز نا تھے بس شرارتی تھے اور انکی شرارتوں کو صرف وہاج ضرار راجپوت

اپنی ایک گھوری سے بند کروا سکتا تھا ورنہ باقی کسی کو وہ خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ایک وہاج ہی تھا جس سے سارے بچے ڈرتے بھی تھے اور پیار بھی کرتے تھے وہ بھی سب سے پیار تو بے حد کرتا تھا پر جس شرارت پر انھیں چوٹ لگنے کا امکان ہو وہاں ڈانٹ دیتا تھا۔ اب کل سے ان دونوں کو موسمی بخار ہوا تھا اور دوائی کے معاملے میں وہ عائشہ کا سر کھا رہے تھے۔ اب بھی عائشہ انھیں دوائی دینے والی تھی پر وہ روم سے بھاگ کر اسد کے پاس آگئے تھے۔ "کیا ہوا میرے بچوں کو" اسد نے ان دونوں کا سر چومتے پوچھا۔ "بابا ماما پھر سے گندی والی دوائی پلا رہی ہیں آپ نے کہا تھا کہ بس دو بار پینی ہے اور ماما تیسری بار بھی پلا رہی ہیں" معراج نے ہونٹ مڑورتے کہا تو اسد نے نرمی سے اسکا سر چوما۔ "معراج ابھی آپکو بخار ہے نا۔ اس لیے ماما آپکو دوائی پلا رہی ہیں۔ اگر وہ نہیں پیئیں گے تو کیسے چلے گا۔ پرسوں ضرار چاچو کی طرف بھی جانا ہے پارٹی پر۔ اگر آپ کو بخار ہوگا تو کیک کیسے کھاؤ گے آپ دونوں" اسد نے پیار

سے پچکارتے کہا۔ ”پر بابا یہ والی دوائی پی کر الٹی آتی ہے“ میرال نے گندہ سا منہ بناتے کہا تو اسد ہنس پڑا۔ ”پر اس سے آپ ٹھیک ہوجاؤ گی نا میری ننھی شہزادی“ اسد نے اس کی ناک کو چومتے کہا۔ ”بچوں پی لو نا پلیز“ عائشہ نے اب کی بار کہا تو دونوں بچوں نے اسے دیکھا۔ ”نہیں پینا ماما“ ان دونوں نے یک زبان ہوتے کہا تو عائشہ نے گہری سانس بھرتے چہرے پر مصنوعی غصہ سجایا۔ ”ٹھیک ہے مت پیو دونوں اور اب مجھ سے بات مت کرنا“ عائشہ نے کہا اور دوائیوں ٹیبل پر رکھتے اٹھ کھڑی ہوئی جسے دیکھ میرال اور معراج نے پہلے ایک دوسرے کو دیکھا پھر اسد کو جو عائشہ کی ساری حرکت سمجھتے محظوظ ہورہا تھا۔ ”کیا ہوا بچوں“ اسد نے انکے دیکھنے پر پوچھا۔ ”ماما ناراض ہوگئیں ہے کیا بابا؟“ میرال نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر ان دونوں نے اپنی ماں کو دیکھا جو اپنی شال درست کرتے دروازے کی طرف جارہی تھی۔ اسے دروازے کو کھولتے دیکھ وہ دونوں فوراً نیچے اترتے اور بھاگتے اسکی

دونوں ٹانگوں سے لپٹ گئے۔ "ماما سوری پلیز ناراض نا ہوں" معراج نے ہونٹ مڑورتے کان پکڑ کر اسے دیکھتے کہا تو عائشہ نے چہرہ جھکاتے انھیں دیکھا۔ "ماما پلیز ہم آپکی بات مانیں گے ناراض نا ہوں" میرال نے بھی کان پکڑے جس پر عائشہ کو ان پرپیار آیا جبکہ اسد کو اپنے بقول اسکے معصوم بچوں پر ترس آیا۔ "جو مرضی کرو اب آپ دونوں مجھے آپ دونوں سے بات ہی نہیں کرنی" عائشہ نے سنجیدگی سے کہا تو دونوں کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو آئے۔ "ماما سوری۔ناراض نا ہوں پلیز۔ہم تو آپکے بے بیز ہیں نا" معراج نے معصومیت سے کہا تو عائشہ کی ساری مصنوعی ناراضگی بھک سے اڑی۔ "یس ماما پلیز ناراض نا ہوں ورنہ مجھے اور بھائی کو رونا آتا ہے" میرال نے کہا تو وہ فوراً نیچے بیٹھی اور انکو خود میں بھینچ گئی جس پر وہ دونوں اسکے گرد اپنی ننھی ننھی بازو باندھتے اسکی آغوش میں چھپے جبکہ اسد مسکرایا۔ "میری جان میں ناراض نہیں ہوں۔ماما اپنے بے بیز سے ناراض ہو سکتی ہیں بھلا" عائشہ نے پوچھا تو

ان دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "تو پھر کیوں رو رہے ہیں ماما کے بے بیز۔ میں تو بس مذاق کر رہی تھی" عائشہ نے کہا تو ان دونوں نے اسے دیکھا۔ "کیونکہ ہمیں لگا آپ سچی میں ناراض ہو رہی ہیں" میرال نے کہا تو اس نے باری باری انکا ماتھا چوما۔ "نہیں میرا بچہ ماما آپ دونوں سے کبھی بھی ناراض نہیں ہو سکتیں۔ آپ دونوں تو میری جان کے ٹکرے ہو۔ اور ماما آپ سے بہت پیار کرتی ہیں" عائشہ نے ان کے آنسو صاف کرتے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔ "ماما ہم بھی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں" معراج نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "جی ماما اور اب آپ ہمیں دوائی بھی دیں ہم نہیں روئیں گے" میرال نے کہا تو وہ مسکرائی اور ان دونوں کا ہاتھ تھامتے انھیں لاتے صوفے پر بٹھاتے انھیں باری باری دوا پلا گئی جس پر دونوں نے اب کی بار اچھے بچوں کی طرح دوائی پی اور پھر اسکے رخسار چومے۔ "وی لو یو ماما" ان دونوں نے ہم آواز ہوتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "آئی لو یو مور" عائشہ نے اسکے ماتھے چومتے کہا۔ "سارا لو یو

ماما کو اور بابا سے کوئی لو یو نہیں" اسد نے انکا پیار دیکھتے کہا اور اٹھتے ان کے پاس آیا جس پر وہ دونوں کھڑے ہوتے اس کی گود میں چڑھے۔ "وی لو یو بابا" ان دونوں نے اسکے بھی رخسار چومتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "آئی لو یو مور اینڈ آئی لو یور ماما موسٹ" اسد نے ان دونوں کو اپنی گود میں بٹھاتے عائشہ کو بھی ساتھ لگایا تو وہ مسکرائی اور ان تینوں کے گرد حصار باندھتے آنکھیں موند گئی۔یہ اسکا چھوٹا سا آشیانہ تھا جس پر وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔اسکا عشق جو اسکا محرم تھا اور اس کے دو بچے جن میں ان دونوں کی جان بستی تھی۔ "شہزادی" اسد نے چند لمحوں بعد اسے پکارا تو اس نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو محبت بھری نظروں سے بچوں کو دیکھ رہا تھا۔ "جی" اسد عائشہ نے اسے دیکھتے جواب دیا۔ "میرا خواب پورا ہوگیا" اسد نے کہا تو اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کیسا خواب اسد" عائشہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "ایک خوبصورت اور مکمل خواب" اسد نے جواب دیا۔ "کونسا مکمل خواب" عائشہ نے پوچھا تو اس

نے گہری سانس بھرتے اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھیں۔ ”تم، میں اور ہمارے دو بچے“ اسد نے کہا تو عائشہ نے اسے دیکھا پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ یادوں کا جھرمٹ اسکے ذہن کے پردوں پر چھایا تھا۔ کچھ سال پہلے وہ دونوں یونہی باتیں کررہے تھے۔ اسد کا خواب بتانا۔ عائشہ کا خواب کے متعلق سوال کرنا اور اسد کا خوبصورتی سے جواب دینا۔ آج پھر وہی تھا وہ دونوں بیٹھے تھے۔ اسد خواب کا ذکر کررہا تھا وہ سوال پوچھ رہی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ آج اسد کا خواب حقیقت بنے انکے سامنے تھا۔ اسد، عائشہ اور انکے دو بچے۔ کتنا مکمل منظر تھا۔ کتنی محبت تھی اس لمحے میں۔ اسد اور عائشہ کو یہ لمحہ جنت سے کم نا لگا۔

”ماما جانی“ سات سالہ نیلی آنکھوں والے بچے نے کچن میں کھڑی مریم کو پکارا جو شہریار کیلئے کافی بنا رہی تھی۔ جی ماما کی جان اسکی پکار پر مریم نے مُڑتے اپنے

بیٹے "یزدان شہریار ملک" دیکھا جو شکل و صورت کے ساتھ ساتھ عادات اور سنجیدہ پن میں بھی ہوبہو اپنے باپ جیسا تھا اور اپنے باپ کی طرح ہی مریم سے عشق کرتا تھا۔وہ بے حد کم گو تھا۔زیادہ بولنا اسے پسند نا تھا۔اگر وہ کسی کے ساتھ بات کرتا تھا تو وہ اسکی ماما، بابا اور بہن کے علاوہ اس کا دوست وہاج ضرار راجپوت اور کرسٹل گرے آنکھوں والی گڑیا تھی جسکے ساتھ وہ کبھی سختی سے بات نہیں کرتا تھا۔کچھ تو اسکا ننھا سا دل اجازت نہیں دیتا تھا دوسرا اسکی ماما نے ہمیشہ اسے لڑکیوں کی عزت کرنے کی تلقین کی تھی جس پر وہ سات سالہ بچہ ہر طرح سے عمل کرتا تھا کیونکہ اسکے ماں کے منہ سے نکلا ایک ایک لفظ یزدان کیلئے حکم کی حیثیت رکھتے تھے۔وہ ہر چیز برداشت کر سکتا تھا پر اپنی ماما کے آنسو نہیں۔وہ یزدان کی کمزوری تھے۔"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں" یزدان نے اسکے پاس آتے اس کی ٹانگوں سے لپٹتے پوچھا جس پر مریم مسکرائی۔ وہ زیادہ تر سنجیدہ ہی رہتا تھا پر مریم کے سامنے وہ اپنی معصوم حرکتوں کو کبھی

نہیں روکتا تھا۔ ”میں آپکے بابا کیلئے کافی بنا رہی ہوں۔ آپکو کچھ چاہیئے“ مریم نے نرمی سے اسے اٹھاتے کچن کاؤنٹر پر بٹھایا۔ ”نہیں بس ہم تینوں روم میں تھے تو میں آپکو بلانے آگیا۔ آپ کو پتہ ہے نا آپ میرے پاس نا ہوں تو مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا“ یزدان نے کہا تو اس نے مسکراتے سرہلایا اور اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ ”جی میری جان جانتی ہوں۔ بس کافی بن گئی ہے دو منٹ اور پھر چلتے ہیں روم میں۔ آپ بتاؤ گڑیا جاگ گئی“ مریم نے کہا اور ساتھ ہی اپنی بیٹی کا پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا جس پر مریم جلدی جلدی ہاتھ چلاتے کافی بنانے لگی۔ ”جی ماما جاگ گئی ہے اور اب بابا سے لاڈ کر رہی ہے“ یزدان نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”ماما جانی آپ سے کچھ پوچھوں“ یزدان نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر مریم نے مسکرائی۔ وہ جانتی تھی اب ٹاپک کس طرف جائے گا۔ ”جی میرا بیٹا پوچھیں“ مریم نے نرمی سے جواب دیا اور اسے کچن کاؤنٹر سے نیچے اتارتے کافی کا مگ پکڑتے دوسرے سے اسکا ہاتھ پکڑا اور باہر کی طرف چل

پڑی۔ "ماما ہم کل ضاری چاچو کی طرف جائیں گے نا" یزدان نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔ "جی میرا بچہ ہم جائیں گے۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں" مریم نے جان بوجھ کر پوچھا جس پر یزدان نے اسے دیکھا۔ "بس ایسے ہی ماما جانی" یزدان نے جواب دیا تو وہ مسکراتے سر ہلا گئی۔ اسے اپنے بیٹے پر شدید پیار آرہا تھا۔ خاص کر وہ جب یوں ماما جانی کہتا تھا تو مریم کا دل کرتا تھا اس پر اپنی جان لٹا دے۔ وہ پہلے اسے ماما کہتا تھا پر پھر کسی کو دیکھتے وہ اسے ماما جانی کہنے لگا جس پر مریم اور شہریار خوب ہنسے تھے کیونکہ ماما جانی لفظ کوئی اور کہتا تھا اور وہ جانتے تھے وہ کوئی انکے بیٹے کو کتنی عزیز ہے۔ "شکر ہے آگئے تم دونوں کہاں رہ گئے تھے" مریم یزدان کے ساتھ روم میں داخل ہوئی تو شہریار نے اسے دیکھ فوراً پوچھا۔ "وہ بس آپکی کافی بنا رہی تھی" مریم نے کہتے اسکی طرف کافی بڑھائی جس پر شہریار نے شکریہ کہا اور اس سے کافی کا کپ تھام گیا جب کہ یزدان جاتے بیڈ پر اپنے سے پانچ سال چھوٹی بہن کے پاس بیٹھ گیا جو اسے دیکھتے ہی

بازو واء کرچکی تھی۔ ”بائی اپ تا دے تے (بھائی آپ کہاں گئے تھے)“
بھوری آنکھوں والی دو سالہ گڑیا نے اپنے بھائی کی گود میں بیٹھتے پوچھا۔ ”میں
ماما کو بلانے گیا تھا حیا“ یزدان نے نرمی سے اپنی بہن "حیا شہریار ملک" کو کہا
جس نے سر ہلایا۔ شہریار اور مریم کو اللہ نے دو سال پہلے حیا کی صورت میں
رحمت عطا کی تھی جس پر شہریار کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔ اسے جب دوبارہ
باپ بننے کا پتا چلا تب اس نے ہر نماز میں بیٹی ہونے کی دعا مانگی تھی اور اللہ
نے اسکی دعا قبول کرتے اسے حیا عطا کی تھی جسے شہریار تو شہریار یزدان نے
بھی ہاتھ کا چھالا بنا رکھا تھا جب کہ مریم تو انھیں دیکھ کر جیتی تھی۔ ”بائی اپ تو
پتا اے آدد اپ شول دئے تے نا پب می نے بلے پاپا شے چوتو مائی تی
(بھائی آپ کو پتا ہے جب آج آپ سکول گئے تھے نا تب میں نے بڑے بابا
سے چاکلیٹ منگوائی تھی)“ حیا نے بتایا تو وہ مسکرایا جبکہ مریم اور شہریار بیٹھے
مسکراتے اپنے بچوں کی باتیں سن رہے تھے۔ ”اچھا تو کیا حیا نے چاکلیٹ

کھالی" یزدان اسکا جواب جانتا تھا پھر بھی جان بوجھ کر پوچھا۔ "تو ائیا نے نئ تھائ می اپ شے شیل تلوں دی (نو حیا نے نہیں کھائی میں آپ کے ساتھ شئیر کروں گی)" حیا نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہے پر ابھی نہیں کھانی" یزدان نے کہا تو حیا نے اسے دیکھا۔ "توں بائ (کیوں بھائی)" حیا نے اسے دیکھتے ہونٹ مڑورتے پوچھا۔ "کیونکہ آپ ابھی اٹھی ہو اور اگر ابھی چاکلیٹ کھائیں گی تو ماما ناراض ہو گیں" یزدان نے پیار سے کہا تو اس نے مریم کو دیکھا اور اٹھتے اسکے پاس آئی۔ "ماما آپ ناج ہوندی ادل ائیا اول۔ ائ چوتو تھائیں دے (ماما آپ ناراض ہونگی اگر حیا اور بھائی چاکلیٹ کھائیں گے)" حیا نے اسکے رخسار پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "جی ہاں جی اگر آپ کھانا کھائے بغیر چاکلیٹ کھائیں گی تو میں ناراض ہوجاؤں گی" مریم نے اسے اپنی گود میں بٹھاتے پوچھا جبکہ شہریار نے اپنے بیٹے کو پکڑتے سینے سے لگایا جس پر وہ مسکرایا۔ "تھانے تے باد تھالوں؟ پھل تو ناج نئ ہوندی (کھانے کے بعد کھالوں؟ پھر تو ناراض نہیں

ہونگی)" حیا نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں پھر میں ناراض نہیں ہونگی" مریم نے پیار سے کہا تو اس نے یاہو کا نعرہ لگایا جس پر وہ تینوں ہنس پڑے۔ حیا انکی جان تھی خاص کر یزدان کی جو اس عمر میں ہی اپنی چھوٹی بہن پر جان وارتا تھا۔ "بابا" یزدان نے حیا اور مریم سے نظریں ہٹاتے شہریار کو پکارا جس پر شہریار نے فوراً اسے دیکھا۔ "جی میرا بچہ" شہریار نے نرمی سے جواب دیا۔ "بابا آج ہم سب لانگ ڈرائیو پر چلیں اور آئس کریم بھی کھانی ہے" یزدان نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کیوں نہیں میری جان۔ ابھی بس کھانا کھا کر چلتے ہیں" شہریار نے کہا تو وہ یاہو کا نعرہ لگاتے اسکے رخسار پر اپنے ننھے ننھے لب رکھ گیا۔ "تھینکیو بابا" یزدان نے خوش ہوتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ایک یہی مسکراہٹ دیکھنے کیلئے تو شہریار اپنے بچوں کی خواہشات کو پورا کرتا تھا۔ "اٹس اوکے بابا کا بیٹا" شہریار نے اسکا سر چومتے کہا تو وہ اسکے سینے پر سر رکھ گیا جس پر وہ مسکرایا اور ایک بازو سے اس کے گرد حصار بناتے دوسرا بازو مریم اور حیا

کے گرد پھیلا گیا جس پر مریم بھی حیا کو گود میں لیے اسکے سینے سے لگ گئی۔ایک وقت تھا وہ ایک یتیم خانے میں رہتی تھی اور اب اسکا ایک آشیانہ تھا جہاں اسکا سائبان اسکا شوہر تھا اور دو ننھے معصوم پھول تھے جو اسکے آنگن کو مہکاتے تھے۔وہ اللہ کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا جبکہ شہریار کا دل تو ان تینوں کو دیکھتے ہر وقت سجدہ ریز رہتا تھا۔

"بابا" ہیزل آنکھوں والی بچی نے عامر کو پکارا جس پر اس نے اپنے سینے پر لیٹی اپنی دو سالہ بیٹی "عمائرہ عامر ملک" کو دیکھا جو معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔"یس پرنسز" عامر نے پیار سے اسکی پکار کا جواب دیا۔"بابا ماما تب ائیں دی (بابا ماما کب آئیں گی)" عمائرہ نے ہونٹ مڑورتے پوچھا۔"بس آتی ہیں ابھی" عامر نے نرمی سے کہا اور اسکے ماتھے پر لب رکھے۔وہ جانتا تھا اسکی بیٹی کو اپنی ماما کے بغیر نیند نہیں آنی تھی۔وہ اسکی دیوانی تھی پر اسے اپنی ماما بھی ہر

وقت اپنے پاس چاہیئے ہوتی تھیں خاص کر رات کو جب اسے نیند آتی تھی۔ عمائرہ ان دونوں کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ شادی کے پانچ سال تک انھیں کوئی اولاد نا ہوئی جس وجہ سے ثانیہ اکثر اداس رہتی تھی۔ پھر لوگوں کی باتیں سنتے وہ اکثر رویا کرتی تھی۔ عامر تو اس بات کو سمجھتا تھا کہ یہ دیر اللہ کی وجہ سے ہے مگر پھر بھی ثانیہ کی ضد پر اس نے ڈاکٹر سے مشورہ کیا تھا جس ڈاکٹر نے عامر کی بات کی تصدیق کی تھی۔ یہ دیری اللہ کی طرف سے تھی جس پر ان دونوں نے صبر کرلیا۔ پھر ڈھائی سال پہلے ثانیہ کے اچانک بیہوش ہونے پر عامر اسے ہاسپٹل لے گیا اور وہاں اسے جو خبر ملی اس نے ان دونوں کی آنکھیں خوشی سے نم کردی تھیں۔ انھیں اس روز ثانیہ کے وجود میں ایک ننھی سی جان کے نشوونما پانے کی خبر ملی جس پر وہ دونوں اللہ کے بے حد شکر گزار تھے۔ ثانیہ کی پریگنینسی میں عامر نے اس کا خیال کسی ننھے بچے کی طرح رکھا تھا مگر پھر بھی سات ماہ بعد ہی ثانیہ کی حد درجہ زیادہ طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اسے

ہاسپٹل لے جایا گیا تھا اور اسی دن اس نے عمائرہ کو جنم دیا تھا۔پری میچور ڈلیوری کی وجہ سے ثانیہ کو ڈاکٹرز نے دوبارہ اولاد ناپیدا کرنے کا مشورہ دیا تھا کیونکہ پری میچور ڈلیوری ہونے کی وجہ سے اسکے وجود میں کچھ پیچیدگیاں آگئیں تھی جس سے آئیندہ اولاد کی پیدائش پر اسکی جان کو خطرہ تھا۔یہ بات سنتے عامر نے فوراً ڈاکٹر کی بات پر عمل کیا تھا جبکہ ثانیہ بھی صبر کا گھونٹ بھرتے مان گئی تھی۔وہ شروع کے کچھ عرصہ اداس ضرور رہی تھی پر پھر عامر کے سمجھانے پر اس کی اداسی، سکون میں تبدیل ہوگئی کیونکہ خدانخواستہ وہ بے اولاد نہیں تھی۔اسکے پاس اسکی بیٹی تھی۔وہ اپنی تمام تر محبت اب صرف عمائرہ پر لٹاتی تھی۔اس کے یا عامر کے ذہن میں کبھی بھی دوسرے بچے کا خیال نہیں آیا تھا کیونکہ عامر اور ثانیہ دونوں کی جان عمائرہ میں بستی تھی۔وہ انکی کل کائنات تھی اور ان کے لیے کافی تھی۔وہ صرف انکی ہی نہیں بلکہ گھر میں سب کی لاڈلی تھی کیونکہ وہ بچوں میں سب سے چھوٹی تھی اور بڑی منتوں مرادوں کے بعد ثانیہ

اور عامر کو ملی تھی۔ عمائرہ عامر ملک شہریار کی بیٹی سے چھ ماہ جب کہ ضرار کی بیٹی سے دو ماہ چھوٹی تھی۔ ”سوری تھوڑی لیٹ ہوگئی“ ابھی وہ عمائرہ کے بال سہلاتے ماضی کی سوچوں میں گم تھا کہ ثانیہ نے اندر آتے کہا جس پر عامر ہوش میں آیا جب کہ عمائرہ نے سر اٹھاتے اسے دیکھا اور ساتھ ہی اپنی بازو واء کر گئی جسے دیکھ وہ مسکرائی اور بیڈ پر آکر بیٹھتے عمائرہ کو عامر کے سینے سے اٹھاتے اپنے ساتھ لگا گئی۔ ”ماما اپ تاں لے دی تی (ماما آپ کہاں رہ گئیں تھی)“ عمائرہ نے اسکے کندھے پر سر رکھتے پوچھا۔ ”ماما کی جان میں اماں سائیں کو دوائی دینے گئی تھی پر پھر آپکی میرال آپی مل گئیں۔ انھیں پانی پینا تھا تو میں نے انھیں پانی پلایا پھر انھیں انکے روم میں چھوڑ کر جلدی سے اپنی پرنسز کے پاس آگئی“ ثانیہ نے کہتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو عمائرہ مسکرائی۔ ”ماما نینی آئی اے (ماما نیند آرہی ہے)“ عمائرہ نے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔ ”جانتی ہوں میرا بچہ میرے بے بی کو نیند آرہی ہے ماما ابھی اپنی پرنسز کو سلاتی ہیں“ ثانیہ نے پیار سے

کہا اور بیڈ پر عامر کی بازو پر سر رکھ کر لیٹتے اسے اپنے اور عامر کے درمیان لٹا گئی جس پر عامر مسکرایا جبکہ عمائرہ فوراً اسکے ساتھ چپکی جسے دیکھ وہ اسکا سر چوم گئی۔ ”پرنسز کافی دیر سے آپکا انتظار کر رہی تھی“ عامر نے اسے دیکھتے کہا۔ وہ ایک اچھی بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین ماں بھی ثابت ہوئی تھی۔ ”جانتی ہوں بس میرال کو سلانے چلی گئی تھی میں“ ثانیہ نے کہا تو اس نے سر ہلایا اور اپنی بیٹی کو دیکھا جو ہنوز جاگ رہی تھی۔ ”پرنسز آپکو نیند نہیں آرہی“ ثانیہ نے اسکے سیب جیسے رخسار کو چھوتے پوچھا۔ ”ماما پیلے آلی تی پلو مش پل اب مائلا تو نیند نئی آلی (ماما پہلے آرہی تھی پر وہ مس پر اب عمائرہ کو نیند نہیں آرہی)“ عمائرہ نے معصومیت سے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”اچھا کوئی بات نہیں لیکن ماما کی جان کو نیند کیوں نہیں آرہی اب“ ثانیہ نے اسے اٹھاتے اپنے اوپر لٹاتے پوچھا۔ ”توں تے مائلا تی بوتی پھل ماما آدی ایں نا اش لیے (کیونکہ عمائرہ کی بیوٹی فل ماما آگئی ہیں نا اس لیے)“ عمائرہ نے اپنے ننھے ننھے ہونٹوں

سے اسکے رخسار کو چوما تو وہ مسکرائی جبکہ عامر اپنی بیٹی کی معصومیت پر مسکراتے اسکا سر چوم گیا۔ "پرنسز نظر لگ جائے گی ایسے نا بولا کریں" عامر نے اسکے بالوں کو سہلاتے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "بابا مائلا تے لیے اپ اول ماما دا تلتے ایں تو مائلا تو نجل نہی لدے دی (بابا عمائرہ کیلئے آپ اور ماما دعا کرتے ہیں تو عمائرہ کو نظر نہیں لگے گی)" عمائرہ نے کھلکھلا کر کہا تو ان دونوں نے اسکی نظر اتاری۔ "ہاں جی ہم اپنی پرنسز کیلئے دعا کرتے ہیں تو بھلا کیسے نظر لگ سکتی ہے" عامر نے اسکی چھوٹی سی ناک دبائی جس پر عمائرہ ہنسی جسے دیکھ ان دونوں کو اپنے رگ و پے میں سکون سرائیت کرتا محسوس ہوا۔ "ماما اپ تو پتا اے آد بابا چوتو لائے تے اتی شالی (ماما آپ کو پتا ہے آج بابا چاکلیٹ لائے تھے اتنی ساری)" عمائرہ نے اپنی دونوں بازوؤں کو کھولتے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا جی تو میری پرنسز نے کھائی چاکلیٹ" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "میں نے بی تھائی اول ائیا تو بی دی (میں نے کھائی اور حیا کو

بھی دی)" عمائرہ نے کہا تو وہ مسکرائی۔ "اچھا جی اور ماما کو نہیں دینی تھی" ثانیہ نے پوچھا تو اس نے معصومیت سے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے۔ "مائلا نے فج می لتھی تی چوتو اپ تے لیے اول بابا تے لیے بی پل می چھو دی تی اول بول دئی۔ اب تو لات ہودی اب تو چوتو نئی تھانی نا۔ تل تھا لینا مائلا اپ تو تھائے دی (عمائرہ نے فریج میں رکھی تھی چاکلیٹ آپکے لیے اور بابا کیلئے بھی پر میں سوگئی تھی تو بھول گئی۔ اب تو رات ہوگئی اب تو چاکلیٹ نہیں کھانی نا۔ کل کھا لینا عمائرہ آپکو کھلائے گی)" عمائرہ نے کہا تو ان دونوں کو اپنی بیٹی پر پیار آیا جس پر دونوں نے چٹا چٹ اسکے رخسار چوم لیے۔ "پرنسز آپکو پتا ہے آپ ماما بابا کی جان ہیں اور پھر جب ایشے پاری پاری حرکتیں کرتی ہیں تو ماما بابا کو آپ پر اور زیادہ پیار آتا ہے" ثانیہ نے اسکے چہرے کے نقوش کو چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی جبکہ عامر نے مسکراتے آنکھوں میں محبت سموئے اس منظر کو دیکھا۔ اسکی دونوں من پسند ہستیاں یوں ہنستے کھلکھلاتے کتنی پیاری لگتی

تھیں۔عامر کا دل کیا ان پر اپنی سلطنت لٹا دے جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے لاڈ کرتے اونچی اونچی ہنستے عامر کو اپنی قسمت پر رشک کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔بلآخر اسکی دنیا بھی مکمل ہوگئی تھی۔ایک محبت کرنے والی فرمانبردار بیوی اور ایک پیاری سی بیٹی۔زندگی اتنی خوبصورت بھی ہوتی ہے عامر کو ان دونوں کو پانے کے بعد اندازہ ہوا تھا۔

"ماہ آجاؤ یار۔ماما جانی آجائیں" بالکونی میں بیٹھے ضرار اور انکے دونوں بچوں نے اونچی آواز میں مہرماہ کو پکارا جو سب کیلئے آئس کریم لے کر ابھی روم میں آئی تھی۔آج ان دونوں کا اپنے بچوں کے ساتھ بالکونی ڈیٹ کا ارادہ تھا جو کہ انکی لاڈلی بیٹی کے کہنے پر رکھی گئی تھی۔کھانا تو وہ لوگ کھا چکے تھے تبھی اب صرف آئس کریم کھانے کا ارادہ تھا۔"آرہی ہوں ایک منٹ" مہرماہ نے جواب دیا اور بالکونی کی طرف بڑھی۔"ماہ۔ماما جانی" اس نے بالکونی میں قدم رکھا ہی تھا

کہ وہ تینوں پھر چلائے جس پر وہ ہنس پڑی۔ ”آگئی کیا ہوگیا چلا کیوں رہے ہیں“ مہرماہ نے آئس کریم کی ٹرے ٹیبل پر رکھتے کہا اور ضرار کے ساتھ جھولے پر بیٹھی۔ ”ماما ذانی مذے پتیں (ماما جانی مجھے پکڑیں)“ اسکے بیٹھتے ہی اسکی دو سالہ بیٹی نے ضرار کی گود سے اسکی طرف لپکتے کہا تو مہرماہ نے ہاتھ بڑھاتے اسے پکڑتے اپنے ساتھ لگایا۔ ”پکڑ لیا ماما کی جان اور کچھ“ مہرماہ نے اسکا سر چومتے پوچھا جو کھلکھلا کر ہنستے اپنا دائیں گال میں پڑنے والا گڑھا دکھایا جس پر وہ دونوں مسکرائے جبکہ وہاج نے جھکتے اپنی بہن کا ماتھا چوما۔ ”پانڈا آپ ہنستے ہوئے بہت پیاری لگتی ہیں“ وہاج نے پیار سے کہا تو کرسٹل گرے آنکھوں والی دو سالہ "آئینور ضرار راجپوت" کھلکھلا کر ہنسی جسے دیکھ ان دونوں نے اپنے بچوں کی نظر اتاری۔ ضرار اور مہرماہ کو اللہ نے دو سال پہلے آئینور کی صورت اپنی رحمت سے نوازا تھا۔ انھوں نے وہاج کے بڑے ہونے تک کوئی دوسری ذمہ داری نہیں لی تھی کیونکہ وہ اپنا سارا پیار وہاج پر لٹانا چاہتے تھے پھر وہاج

جب پانچ سال کا ہوا تب اللہ نے انھیں آئینور عطا کی تھی جس میں انکی جان بستی تھی۔ آئینور کی پیدائش کے بعد بھی وہاج کیلئے انکا پیار کبھی کم نہیں ہوا تھا۔ انکے لیے آج بھی وہاج انکی پہلی اولاد تھا۔ آئینور کے بعد ضرار نے اس پر کوئی مزید ذمہ داری نہیں ڈالی تھی کیونکہ وہ دوبارہ مہرماہ کو اس تکلیف میں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ پھر ثانیہ والے معاملے نے بھی اسے بے حد ڈرا دیا تھا۔ اس نے اپنی بہن کو موت کے دہانے پر کھڑے دیکھا تھا۔ وہ منظر آج تک اسکی آنکھوں سے نہیں گیا تھا۔ تبھی اس نے دوبارہ اس پر ذمہ داری نا ڈالنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اسکے دو بچے ہی اسکے لیے کافی تھے۔ وہ دونوں ہی اس کی کل کائنات تھے۔ اسکی دنیا مکمل تھی۔ وہاج کے انکی زندگی میں آنے کے بعد زندگی حسین ہوگئی تھی پھر آئینور کی آمد نے ان کی زندگی کو جنت بنا دیا تھا۔ وہ دونوں ہی اپنے دونوں بچوں پر جان وارتے تھے جبکہ وہاج اور آئینور بھی اپنے بابا جانی اور ماما جانی سے بے حد پیار کرتے تھے۔ آئینور چھوٹی ہونے کی وجہ سے زرا

شرارتی تھی جبکہ وہاج آٹھ سال کا ہونے کے باوجود انتہائی سنجیدہ تھا۔ سب بچوں پر اسکا رعب تھا۔ وہاج کی ایک گھوری ان سب کو شرارتوں سے باز کردیتی تھی۔ وہ ان پر سختی ضرور کرتا تھا پر اتنی نہیں کہ وہ اس سے خوف کھانے لگیں۔ وہ بس انکی فکر کرتا تھا تبھی انکی شرارتوں پر انھیں کبھی کبھی ڈانٹ دیتا تھا جس پر سب ہی اسکی بات مانتے تھے۔ اسکی بہن آئینور اسکی سب سے زیادہ لاڈلی تھی جسے نا وہ خود کچھ کہتا تھا نا ہی کسی کو اسے سخت نظر سے دیکھنے دیتا تھا۔ وہ اتنی سی عمر میں ہی اپنی بہن اور ماں باپ پر جان وارتا تھا۔ اسے زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں تھا پر وہ اپنے بیسٹ فرینڈز یزدان اور ادیان کے ساتھ ڈھیروں باتیں کرتا تھا پر اس سے چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ کبھی کبھی اسکے غصے کا نشانہ بنتے تھے جبکہ آئینور اسکو ڈھیر سارا تنگ بھی کرتی تب بھی وہاج اس کی شرارتوں پر صرف ہنستے اسکا ماتھا چومتا تھا۔ "بائی نول تو اے ای پالی (بھائی نور تو ہے ہی پیاری) آئینور نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "کوئی شک

نہیں ہماری پانڈا بہت کیوٹ ہے" وہاج نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ویسے پانڈا تو پیاری ہے ہی پر ہمارا شہزادہ بھی بہت پیارا ہے ماشاءاللہ" مہرماہ نے وہاج کی طرف جھکتے اسکے سر کو چوما تو وہ مسکرایا۔ اسکے یوں مسکرانے سے اسکی بھوری آنکھوں میں چمک آئی تھی جسے دیکھ ان دونوں نے اپنے بیٹے کی نظر اتاری تھی۔ "ماما جانی میں آپکا بیٹا ہوں نا اس لیے" وہاج نے اسکا ہاتھ تھام کر چومتے آنکھوں سے لگایا تو وہ مسکرائی۔ "میری جان آپ میرے بیٹے ہو تبھی میں آپکو پیاری لگتی ہوں" مہرماہ نے کہا تو وہاج نے کھلکھلایا جسے دیکھ ان دونوں نے اسکی نظر اتاری۔ "اچھا چلو بس آئس کریم پگھل رہی ہے وہ کھالو پہلے" ضرار نے نرمی سے اپنے دونوں بچوں کو پیار کرتے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر اس نے ایک آئس کریم کا کپ مہرماہ کو پکڑایا جبکہ دوسرا خود پکڑتے وہاج کو آئس کریم کھلانے لگا جبکہ مہرماہ آئینور کو کھلا رہی تھی۔ "بابا ذانی میلا فلوک لے آئے ایں آپ (بابا جانی میرا فراک لے آئے ہیں آپ)"

آئینور نے ضرار کی طرف دیکھتے پوچھا۔ "جی میرا بیٹا لے آیا ہوں۔ وہ نیچے سٹڈی میں پڑا ہے کل جب آپ اٹھیں گی میں پھر دکھاؤں گا اپنی بیٹی کو" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "اول بائی تا شوٹ بو آیا (اور بھائی کا سوٹ وہ آیا)" آئینور نے اگلا سوال کیا۔ "جی میری جان آگیا ہے آپ کا، آپکے بھائی کا اور آپکی ماما جانی کا سب کا ڈریس آگیا ہے" ضرار نے اسکی ناک دباتے کہا۔ "بیلی ڈڈ (ویری گڈ)" آئینور نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ "ماما جانی کل سب لوگ آئیں گے نا" وہاج نے مہرماہ کو دیکھتے پوچھا۔ "جی میرا بچہ سب آئیں گے" مہرماہ نے نرمی سے جواب دیا تو اس نے سر ہلایا۔ "اور ماما ثانیہ آنی بھی آئیں گی نا" وہاج نے پوچھا تو ضرار اور مہرماہ نے مسکراہٹ دبائی کیونکہ وہ جانتے تھے یہ ثانیہ آنی کا نام لے کس کا پوچھا جارہا ہے۔ "نہیں وہ نہیں آرہیں" مہرماہ نے کہا تو اسکے چہرے پر بے چینی سی آئی۔ "کیوں ماما جانی" وہاج نے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔ "کیونکہ عمائرہ کا دل نہیں کررہا" اب کی بار ضرار نے کہا تو اس نے سر

ہلایا اور اب خاموش ہوگیا۔ "کیا ہوا اداس ہوگئے ہو وہاج" ضرار نے نرمی سے اسکے سر کو سہلاتے پوچھا۔ "آنی نے کہا تھا وہ آئیں گی تو اب نہیں آرہی اس لیے مجھے اچھا نہیں لگ رہا بابا جانی" وہاج نے صاف گوئی کی جس پر ان دونوں کو اس پر پیار آیا۔ "میری جان ہم مذاق کررہے ہیں اداس نا ہو" مہرماہ نے کہا تو اس نے مہرماہ کو دیکھا۔ "تو اسکا مطلب آنی آرہی ہیں" وہاج نے اسے دیکھتے پوچھا۔ "جی بیٹا آپکی ثانیہ آنی، عامر چاچو اور عمائرہ بھی آئی گی" مہرماہ نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔ سنجیدگی ہنوز قائم تھی۔ اتنی سی عمر میں وہ عمائرہ کا دیوانہ تھا پر وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا تھا پر پھر بھی وہ بچہ تھا چھپانا اسے کہاں آتا تھا۔ "ماما ذانی مائلا اول ائیا بی آئے دی (ماما جانی عمائرہ اور حیا بھی آئیں گی)" آئینور نے خوش ہوتے پوچھا۔ "جی میری جان وہ بھی آئیں گی" مہرماہ نے کہا تو اس نے یاہو کا نعرہ لگایا جس پر وہ تینوں مسکرائے۔ "بابا جانی آج میں بھی آپکے روم میں سوؤں گا" وہاج نے جیسے اعلان کیا۔ "اوکے میری جان" ضرار

نے فوراً حامی بھری جس پر وہ مسکرایا۔ "اور بابا جانی میں ماما جانی کو ہگ کر کے سوؤں گا" وہاج نے کہا تو ضرار نے اسے مصنوعی گھورا۔ "نا میری وائف ہیں آپکی ماما جانی یہ نہیں میں نے ماننا" ضرار نے کہا تو اس نے ماتھے پر بل ڈالے جبکہ مہرماہ اور آئینور انھیں دیکھ رہی تھیں۔ "پر وہ میری ماما جانی ہیں تو آپکو ماننا پڑے گا" وہاج نے کہا اور اسکی گود سے اٹھتے مہرماہ کی گود میں آئینور کے ساتھ بیٹھا۔ "ہونگی آپ کی ماما جانی پر پہلے میری بیوی ہے" ضرار نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے مہرماہ کو دیکھا۔ "ماما جانی بابا جانی سے کہیں نا" وہاج نے معصومیت سے اسے دیکھتے کہا تو مہرماہ نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "ضار میرے بیٹے کی بات مان لیں" مہرماہ نے اسے دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ٹھیک ہے تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں" ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی جبکہ وہاج نے اسے دیکھا۔ "سچی بابا جانی" وہاج نے اسے دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مچی میرا بچہ "ضرار نے پیار سے کہا تو اس نے یاہو کا نعرہ لگایا جس پر وہ مسکرایا۔ "چلو

بچوں اب بس نینی کرلو کافی ٹائم ہوگیا ہے" مہرماہ نے ٹائم دیکھتے کہا تو ان دونوں نے فرمانبردار بچوں کی طرح ہاں میں سرہلایا جسے دیکھ ضرار کھڑا ہوا اور اسکی گود سے آئینور کو اٹھاتے ساتھ لگا گیا جبکہ مہرماہ وہاج کو گود میں اٹھائے کھڑی ہوئی۔ "ماما جانی میں بڑا ہوگیا ہوں ایسے نا اٹھایا کریں" وہاج نے کہا تو وہ ہنسی۔ "میری جان آپ جتنے بھی بڑے ہوجاؤ میرے لیے ہمیشہ چھوٹے ہی رہو گے" مہرماہ نے کہا اور اسے نرمی سے آئینور کے پاس بیڈ پر لٹایا اور خود بھی اسکے پاس بیٹھتے اسکے بال سہلانے لگی جبکہ ضرار آئینور کا سر گود میں رکھے اسکو فیڈر پلا رہا تھا۔ "بابا ذانی نول تو تشی تلیں پھل نول تو شونا اے (بابا جانی نور کو کسی کریں پھر نور کو سونا ہے)" آئینور نے نیند سے بھری آواز میں کہا تو ضرار نے جھکتے اس کا ماتھا چوما۔ "سوجائیں میری جان" ضرار نے پیار سے کہا تو پھر سے فیڈر پینے لگی جبکہ مہرماہ اور وہاج یہ منظر دیکھ مسکرائے تھے۔ "ماما جانی آپ یہیں میرے پاس سوئیں گی نا مجھے ہگ کرکے" وہاج نے آئینور سے نظریں

ہٹاتے مہرماہ سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سرہلایا۔ "جی میرا بچہ اب آپ سوجاؤ "شاباش" مہرماہ نے کہا تو اس نے سرہلایا اور آنکھیں موند گیا جبکہ آئینور فیڈر پیتے پیتے ہی سوگئی تھی۔ "سوگیا وہاج" کچھ دیر بعد ضرار نے وہاج کو دیکھتے پوچھا تو اس نے سرہلایا۔ "جی سوگیا ہے" مہرماہ نے کہا اور اس پر لحاف ٹھیک کرتے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گئی جبکہ ضرار بیڈ سے کھڑا ہوا اور اسکی طرف بڑھا۔ "ماہ" ضرار نے عین اسکے سامنے کھڑے ہوتے اسے پکارا۔ "جی" مہرماہ نے اسکی پکار پر اسے دیکھا جس پر ضرار نے بغیر کچھ کہے اپنا ہاتھ اسکے سامنے پھیلایا جسے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر اسکا ہاتھ تھاما جس پر ضرار نے اسے ہلکا سا جھٹکا دیتے کھڑا کیا اور اسے اپنے سینے سے لگا گیا جس پر مہرماہ نے بھی اسکے گرد حصار باندھتے اسکے سینے میں چہرہ چھپایا۔ "کیا ہوا ضار" مہرماہ نے اسکے اچانک ایکٹ پر پوچھا۔ "کچھ بھی نہیں بس کافی دیر سے تمھیں اپنی باہوں میں محسوس نہیں کیا اس لیے" ضرار نے اس کے کندھے میں چہرہ چھپاتے کہا تو وہ

مسکرائی۔ ان گزرے سالوں میں ضرار کا عشق دیوانگی اختیار کرگیا تھا۔ وہ مہرماہ سے دور پہلے بھی نہیں رہ سکتا تھا پر اب اسکے بغیر سانس لینا بھی ضرار راجپوت کیلئے مشکل ترین کام تھا۔ ضرار کا عشق مہرماہ کو خود پر رشک کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ "آپکا عشق مجھے مغرور کردے گا ضار" مہرماہ نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "میرے تمام تر عشق کی اکلوتی وارث ہو تمھارا مغرور ہونا بنتا ہے" ضرار نے اس کی گردن کو چومتے کہا تو وہ گہری سانس بھر گئی۔ "ضار" مہرماہ نے پیچھے ہونا چاہا پر ضرار اسکی کمر کے گرد حصار مضبوط کرتے اسکے گردن کو چھونے لگا جس پر مہرماہ نے اسکے کندھے تھامے۔ "ضار۔۔۔بچے" مہرماہ نے اسکے کندھوں پر پکڑ مضبوط کرتے کہا۔ سورہے ہیں ضرار نے اس کے دونوں رخساروں پر لب رکھتے کہا۔ "ضار۔۔نہیں۔۔نا" مہرماہ نے اس کا لمس آنکھوں پر محسوس کرتے سرگوشی کی۔ "جان کیوں نہیں" ضرار نے اسکے بالوں کی پشت کو نرمی سے

پکڑتے روبرو کیا۔ ”بس۔۔میں کہہ۔۔رہی ہوں نا“ مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھری اور اسے سینے میں بھینچ گیا۔ ”اور کوئی حکم میری جند جان“ ضرار نے اس کے بالوں میں چہرہ چھپاتے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”ضرار ہمیشہ اسکے ایک بار کہنے پر ہی اس کی بات مان لیتا تھا۔ ”میری ہر بات اتنے آرام سے کیوں مان لیتے ہیں“ مہرماہ نے مدھم آواز میں پوچھا۔ ”کیونکہ تم میرا محبوب ہو اور میں تمھارا عاشق۔ تمھاری ہر بات ماننا مجھ پر فرض ہے“ ضرار نے کہا تو وہ مسکرائی۔ ”اچھا تو اگر میں آپکو ڈانس کرنے کا کہوں تو کیا کریں گے“ مہرماہ نے شرارت سے پوچھا۔ ”ہاں تم کہہ کر تو دیکھو ابھی کر کے دکھاتا ہوں“ ضرار نے کہا تو وہ ہنس پڑی۔ ”ہاہاہاہا ضار ایسے میری ہر بات مانیں گے تو لوگ جوروں کا غلام کہیں گے“ مہرماہ نے اسکی بات سنتے اسکے سینے سے ماتھا ٹکاتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”اگر جوروں تمھارے جیسی ہو تو غلام کہلوانے میں کیسی شرم؟“ ضرار نے کہا تو مہرماہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ”ضار آپ بھی نا“ مہرماہ نے ہنستے

گردن پیچھے کو گردن پھینکتے کہا۔ "سرٹیفائیڈ زن مرید ہوں ہے نا" ضرار نے کہا تو وہ پھر ہنسی جبکہ اب کی بار ضرار بھی ہنس پڑا۔ "ہاہاہاہاہا سرٹیفائیڈ زن مرید او مائی گاڈ" ضار مہرماہ نے ہنستے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھا جس پر وہ اسکا سر چوم گیا۔ "ہنستے ہوئے بہت پیاری لگتی ہو روحِ من" ضرار نے محبت سے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "اور آپ میرے ساتھ کھڑے بہت اچھے لگتے ہیں ضار" مہرماہ نے اسکی ناک دباتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "آجاؤ اب سوتے ہیں ورنہ بچے جاگ جائیں گے" ضرار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اسکی ٹھوڑی کو چومتے وہاج کے ساتھ جاتے لیٹ گئی۔ "یہ زیادتی ہے ویسے" ضرار نے اسکی حرکت پر کہا تو وہ مسکرائی۔ "اب آپ کے عشق کی اکلوتی وارث ہوں اتنا تو حق بنتا ہے نا" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکراتے آئینور کے قریب لیٹ گیا۔ "ہماری زندگی ان دونوں کے آنے سے کتنی خوبصورت ہوگئی ہے نا" ضار مہرماہ نے اپنے دونوں بچوں کو محبت بھری

نظروں سے دیکھتے کہا جس پر اس نے ماشاءاللہ کہا اور ہاتھ بڑھاتے اسکے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھا گیا۔ "شکریہ ماہ میری زندگی کو جنت بنانے کیلئے" ضرار نے اسکا ہاتھ ہونٹوں سے لگاتے کہا تو وہ مسکرائی اور اسے دیکھنے لگی جبکہ ضرار بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ محبت نے انکے آنگن کو مہکا دیا تھا۔ انکے رشتے میں غلط فہمیاں آئی تھیں پر ان غلط فہمیوں نے انکے عشق کی جڑوں کو مضبوط کیا تھا۔ عشق نے اعتبار نہیں ٹوٹنے دیا تھا اور اسی اعتبار کی بدولت انکی زندگی کو جنت بنا دیا تھا اور اس جنت میں انکے دو ننھے سے فرشتے تھے جنکے ہونے سے ہر طرف عید کا سماں ہوتا تھا۔ وہ اللہ کے شکر گزار تھے جس نے انھیں اس قابل سمجھا تھا۔ جس نے انھیں ایک نا صرف دوسرے کا مقدر بنایا تھا بلکہ انھیں اولاد بھی عطا کی تھی جو انھیں جان سے زیادہ عزیز تھی۔

"بابا جان دیکھیں میں کیسی لگ رہی ہوں" سبز آنکھوں والی سات سالہ بچی نے ماہ دیر کے پاس آتے خوشی سے پوچھا تو ماہ دیر جو اپنے روم میں تیار ہو رہا تھا۔ اسکی پکار پر اس نے فوراً چہرہ موڑتے کمرے میں داخل ہوتی اپنی چھوٹی بیٹی "آیت ماہ دیر سکندر" کو دیکھا جو ہلکے نیلے رنگ کی باربی فراک پہنے بھاگتے ہوئے اسکی طرف آرہی تھی۔ وہ اس وقت بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ اسے آتے دیکھ ماہ دیر نے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا اور اپنے بازو واء کر گیا جس پر وہ آتے اسکے سینے سے لگی۔ "بابا کی گڑیا ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہے" ماہ دیر نے آیت کا ماتھا چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ "اور بابا میں کیسا لگ رہا ہوں" سات سالہ ہیزل گرین آنکھوں والے "ادیان ماہ دیر سکندر" نے اپنی ماما کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتے پوچھا جس پر ماہ دیر نے اسکے لیے بھی بازو واء کیا جسے دیکھ وہ بھی بھاگتا ہوا اسکے سینے سے لگا۔ ماہ دیر نے اسکا سر چوما تو وہ مسکرایا۔ "میرا شہزادہ بہت پیارا لگ رہا ہے" ماہ دیر نے اسے دیکھتے

کہا جو اس وقت گہری نیلی شلوار قمیض پہنے اور کندھوں پر سفید اجرک اوڑھے بے حد پیارا لگ رہا تھا۔ اس نے سیم ٹو سیم ماہ دیر جیسی ڈریسنگ کی تھی جبکہ یشائم اس وقت ہلکے نیلے رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے اسکی دھڑکنیں بڑھا چکی تھی۔ "شکریہ بابا" ان دونوں نے اسکے رخسار چومتے کہا تو وہ مسکرایا اور دروازے کی طرف دیکھتے یشائم کو دیکھا۔ "یشی حور کہاں ہے" ماہ دیر نے جلدی سے پوچھا جس پر یشائم نے بچوں کی طرف اشارہ کیا۔ "ادیان آیت جا کر دیکھیں دادا جان تیار ہوئے ہیں کہ نہیں" ماہ دیر نے یشائم کا اشارہ سمجھتے پیار سے بچوں کو کہا تو وہ سر ہلاتے باہر بھاگے جس پر ماہ دیر کھڑا ہوا۔ "اب بتاؤ حور کہاں ہے۔ مجھے ہاسپٹل سے آئے ایک گھنٹہ ہو گیا ہے اور وہ بس ایک بار مجھ سے ملنے آئی تھی اسکے بعد اب تک نہیں دکھی کہاں ہے وہ" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "حور اپنے روم میں ہے۔ پتا نہیں اسے کیا ہوا ہے دیر جب سے سکول سے واپس آئی ہے خاموش خاموش سی

ہے۔میں نے کئی بار پوچھا ہے پر نہیں بتا رہی بس کہتی ہے کہ میں ٹھیک ہوں۔اور اب میں اسے تیار کرنے لگی تھی تو کہتی خود ہی تیار ہو جائے گی"میشائم نے کہا تو وہ پریشان ہوا۔"کیوں کیا ہوا ہے تم نے کچھ کہا ہے" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔"نہیں دیر میں نے کچھ نہیں کہا۔آپ پلیز اسے دیکھیں میرا دل گھبرا رہا ہے مجھے میری بیٹی یوں اچھی نہیں لگ رہی" میشائم نے جلدی سے کہا تو اس نے سر ہلاتے اس کا سر چوما۔"پریشان نا ہو میں دیکھتا ہوں اپنی گڑیا کو" ماہ دیر نے پیار سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تو اس نے سر ہلایا جس پر وہ روم سے نکلتے بچوں کے مشترکہ کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ روم کے قریب پہنچا تو سامنے ہلکے نیلے رنگ کی فیری فراک پہنے حوریہ چپ چاپ بیڈ پر بیٹھی تھی۔"لٹل ہائنس میں آجاؤں" ماہ دیر نے اسے دیکھتے دروازہ نوک کرتے اجازت چاہی جس پر حوریہ نے اسے دیکھتے سر ہلایا تو وہ اندر آیا اور دروازہ بند کر گیا۔اسے دیکھتے حوریہ فوراً بیڈ سے اٹھی اور آتے اس کے ساتھ لگی

جس پر ماہ دیر نے اسے اٹھاتے سینے سے لگایا۔"کیا ہوا لٹل ہائنس" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے بال سہلاتے پوچھا پر حوریہ نے جواب نا دیا جس پر ماہ دیر پریشان ہوا پر ابھی وہ کچھ پوچھتا کہ اسے اپنے سینے پر حوریہ کے آنسو محسوس ہوئے جس پر وہ تڑپ اٹھا تھا۔"حور بابا کی جان کیا ہوا میرا بچہ آپ رو کیوں رہی ہیں" ماہ دیر نے اسکے گرد حصار مضبوط کرتے پوچھا جس پر حوریہ نے سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔"بابا جان" حوریہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے پکارا۔"جی بابا کا سکون کیا ہوا۔آپ رو کیوں رہی ہیں بچے" ماہ دیر نے بیڈ پر بیٹھتے اسے گود میں بٹھایا۔"بابا جان کیا۔۔میں۔۔آپکی بیٹی۔۔نہیں ہوں" حوریہ نے پوچھا تو ماہ دیر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔حوریہ نے یہ سوال آج سے سات سال پہلے ہاسپٹل کے سرد کوریڈور میں کیا تھا اور آج وہ دوبارہ یہ سوال پوچھ رہی تھی۔"میرا بچہ کس نے کہا ہے آپ کو یہ" ماہ دیر نے نرمی سے اسکے آنسو صاف کرتے پوچھا۔میری۔۔"ایک ٹیچر

نے۔۔کہا۔۔بابا۔۔جان" حوریہ نے ہچکی بھرتے کہا تو ماہ دیر کا دل کٹا تھا۔"کونسی ٹیچر نے حور اور کیوں کہا ایسا انھوں نے" ماہ دیر نے اس کی کمر کو نرمی سے سہلاتے پوچھا۔"بابا جان میری کلاس۔۔ٹیچر نے۔۔کہا تھا۔۔آج ہم نے۔۔مائی فادر۔۔پر مضمون۔۔لکھنا تھا۔۔تو ٹیچر نے۔۔مجھے کہا کہ ۔۔تم نا۔۔لکھو تمھارے۔۔کونسے اصلی بابا جان ہیں" حوریہ نے ہچکیاں بھرتے کہا تو ماہ دیر کا دل کیا اس ٹیچر کی جان نکال دے جس کی وجہ سے اسکی بیٹی یوں رو رہی تھی۔وہ ہر چیز برداشت کر سکتا تھا پر حوریہ کے آنسو نہیں۔حوریہ میں اسکی جان بستی تھی اور اسے رلانے والوں کی جان نکالنا وہ خود پر فرض سمجھتا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا حوریہ کو کبھی یہ بات پتا لگے کیونکہ وہ جانتا تھا حوریہ کتنی حساس ہے اور یہاں لوگ ہی باز نہیں آتے تھے۔ان سات سالوں میں حوریہ کیلئے ماہ دیر کے پیار میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔وہ اپنے تینوں بچوں کو دیوانگی کی حد تک چاہتا تھا۔ماہ دیر نے آج تک کسی کو نہیں

بتایا تھا کہ حوریہ اسکی سگی بیٹی نہیں ہے سوائے حوریہ کی ٹیچر کے جو کہ ڈاکٹر حبا کی بڑی بہن تھی۔وہ ڈاکٹر حبا کی ماہ دیر کیلیے پسندیدگی سے واقف تھیں پر وہ اسکی بہن کا نا ہوا تبھی وہ اس سے کھار کھاتی تھی۔پہلے تو وہ حوریہ اور ماہ دیر کے رشتے سے ناواقف تھی پر جب سے اسے پتا لگا تھا کہ حوریہ ماہ دیر کی سوتیلی بیٹی ہے اس نے حوریہ کو بلاوجہ تنگ کرنا شروع کردیا تھا جس میں کبھی اسکے ٹیسٹ میں کم نمبر دینا تو کبھی اسکو آخری سیٹ پر بٹھانا شامل تھا جس پر ماہ دیر نے ہمیشہ پیار سے سمجھایا تھا پر آج اس نے ہر حد پار کردی تھی اور یقیناً اب ماہ دیر اسے بخشنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔"میری جان۔بابا صدقے اپنے بیٹے پر۔رونا بند کریں آپ۔میں آپکی ٹیچر کی خبر لیتا ہوں۔آپ چپ کریں" ماہ دیر نے اسکے آنسو صاف کرتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔"آپ میرے اصلی بابا جان ہیں نا بابا جان" حوریہ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔"جی میرا بچہ۔میں آپکا بابا ہوں" ماہ دیر نے پیار سے کہا تو حوریہ پرسکون ہوئی اسکے بابا جان کبھی اس

سے جھوٹ نہیں بولتے تھے وہ جانتی تھی تبھی ٹیچر کی باتیں اسکے ذہن سے نکلنے لگی تھیں۔ "پھر ٹیچر نے ایسے کیوں بولا بابا جان۔ حور کو ہرٹ ہوا تھا" حوریہ نے معصومیت سے اگلا سوال کیا۔ وہ آج بھی ماہ دیر کو وہی دو سالہ حور لگتی تھی جس نے پارک میں اسے فٹ بال مارتے سوری بولی تھی۔ "کیونکہ ٹیچر گندی ہیں۔ وہ میری بیٹی کے شارپ مائنڈ اور پریٹی فیس سے جیلس ہوتی ہیں تبھی انھوں نے یہ کہہ کر آپ کو ہرٹ کیا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے اسے دیکھا۔ "پرومس بابا جان" حوریہ نے اس کی گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ "پرومس بابا کا بچہ۔ اچھا آپ یہ بتائیں حوریہ کو کس پر ٹرسٹ ہے بابا جان پر یا ٹیچر پر" ماہ دیر نے اسکے آنسو صاف کرتے پوچھا۔ "حوریہ کو بابا جان پر ٹرسٹ ہے ٹیچر پر نہیں کیونکہ حوریہ بابا جان سے پیار کرتی ہے اور بابا جان بھی حوریہ سے پیار کرتے ہیں" حوریہ نے سات سال پہلے بولا اپنا جملہ دہرایا تو وہ مسکرایا۔ "یس بابا جان کو اپنی حور سے بہت زیادہ پیار ہے اور ایک سیکرٹ بتاؤں" ماہ دیر نے

اسکے رخسار کو چومتے کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مجھے آپ سے سب سے زیادہ پیار ہے۔ آیت، ادیان اور آپکی ماما سے بھی زیادہ مجھے آپ سے پیار ہے کیونکہ آپ اپنے بابا کی جان ہیں لیکن کسی کو بتانا نہیں" ماہ دیر نے کہا تو اسکا چہرہ کھلا۔ "سچی بابا جان" حوریہ نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "مچی بابا کی جان" اس نے حوریہ کا ناک دباتے پوچھا تو وہ ہنس پڑی۔ "اللہ اللہ بابا جان آپ سب سے اچھے ہیں" حوریہ نے کھلکھلا کر کہا۔ "اللہ اللہ بابا کی جان آپ میری زندگی ہیں" ماہ دیر نے اسکا سر چوما تو وہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی جسے دیکھ ماہ دیر پرسکون ہوا اور اسکا ماتھا چوم گیا۔ "چلیں شاباش اب میرا بچہ ریڈی ہوتے ہیں پھر آپکی اپھو کی طرف چلیں گے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ماہ دیر نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور ویٹ ٹیشو پکڑتے اسکا چہرہ صاف کرنے لگا جس پر حوریہ مسکرائی۔ "بابا کی حور اتنی پیاری ہے ماشاءاللہ آپ رویا نا کرو بچہ آپکے بابا کو اذیت ہوتی ہے" ماہ دیر نے اسکا چہرہ صاف کرتے اسکے ماتھے پر

لب رکھے تو اس نے سر ہلایا۔ "اب میں نہیں روؤں گی بابا جان" حوریہ نے اسکے سینے سے لگتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "ویری گڈ چلیں اب آپ بیٹھیں میں آپکے بال بناؤں" ماہ دیر نے اسے بیڈ پر بٹھاتے کہا تو اس نے سر ہلایا جس پر اس نے برش پکڑا اور اسکے بالوں کی فرینچ بریڈ بنانے لگا۔ حوریہ اور آیت دونوں کے بال اتنی سی عمر میں خاصے لمبے اور خوبصورت تھے اور یہ ان کے بال کی بدولت تھا بلکہ گھر کی ساری لڑکیوں کے بال خوبصورت تھے جنکا خیال انکے باپ رکھتے تھے۔ "ماشاءاللہ میری گڑیا تو ایک دم پرنسز لگ رہی ہے اب" ماہ دیر نے حوریہ کے بال بنانے کے بعد اسکی آنکھوں میں کاجل لگاتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر اس نے دل میں اپنی بیٹی کی نظر اتاری اور اسے سینے سے لگاتے اسکا ماتھا چوم گیا عین اسی پل دروازہ کھلا اور میشائم کے ساتھ آیت اور ادیان اندر داخل ہوئے جس پر اس نے ان تینوں کو دیکھا۔ اسکے دیکھنے پر میشائم نے آنکھوں سے پوچھا تو اس نے سب ٹھیک ہونے کا اشارہ کیا

جس پر اس نے پرسکون ہوتے حوریہ کو دیکھا جو اب مسکرا رہی تھی۔اب اسکی آنکھوں میں کوئی اداسی نہیں تھی جسے دیکھ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔"بابا جان دادا جان تیار ہوگئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کب جانا ہے"آیت نے اسکے پاس آتے کہا تو اس نے جھکتے اسے گود میں اٹھاتے حوریہ کے ساتھ کھڑا کیا۔"بابا کی جان بس چلتے ہیں ابھی" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر ہلایا اور حوریہ کو دیکھا۔"آپی آپ ڈول لگ رہی ہیں"آیت نے کہا تو وہ مسکرائی۔"شکریہ آپی کی جان" حوریہ نے پیار سے کہا تو وہ مسکرائی اور اسکے ساتھ لگی۔"آپی میں بھی" ادیان نے ان دونوں کا پیار دیکھتے کہا اور بیڈ پر چڑھا جس پر حوریہ نے اسے بھی ساتھ لگایا جبکہ ان تینوں کا پیار دیکھ ماہ دیر اور یشائم نے مسکراتے انکی نظر اتاری۔وہ تینوں بہن بھائی ایک دوسرے پر جان دیتے تھے اور انکے والدین انھیں دیکھ کر جیتے تھے۔"یشی تم بچوں کو لے کر نیچے جاؤ میں اپنا موبائل لے کر آیا"کچھ دیر بعد ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر

ہلایا۔ ”بچوں چلو ماما کے ساتھ نیچے جاؤ میں آرہا ہوں“ ماہ دیر نے ان تینوں کے پاس آتے باری باری ان کا سر چوما تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور میشائم کے ساتھ نیچے چلے گئے۔ انکے جاتے ہی ماہ دیر کے چہرے پر سختی آئی۔ اس نے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور کسی کو کال ملا گیا۔ ”ہاں ایک ٹیچر ہیں ڈاکٹر زیبا۔ اگلے ایک گھنٹے میں اسکی نوکری چلی جانی چاہیے اور ایک بات یقینی بناؤ کہ اس پورے ملک میں اسے کوئی سکول یا کوئی بھی ادارہ نوکری نا دے۔ جتنے پیسے لگتے ہیں لگاؤ جسے خریدنا ہے خریدو پر اس عورت کو اس ملک میں نوکری نا ملے ورنہ تمھاری جان نکال دوں گا“ ماہ دیر نے سرد انداز میں کہا تو آگے سے یس سر کہا گیا جس پر اس نے فون کاٹا اور جانے کو پلٹا لیکن دروازے میں کھڑی میشائم کو دیکھ رک گیا۔ ”کس کا کیریئر تباہ کر رہے ہیں اب اور کیوں“ میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ حور کی ٹیچر کا ماہ دیر نے جواب دیا۔ ”کیوں اس نے کیا کیا“ میشائم نے حیران ہوتے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا اور گہری سانس

بھرتے ساری بات بتا گیا جس پر میشائم بے یقین ہوئی۔ "وہ ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں میری حور کو ہرٹ کر کے اسے کیا ملا" میشائم نے پوچھا تو وہ نرمی سے اسے سینے سے لگا گیا۔ "پریشان نا ہو۔ حور ٹھیک ہے۔ اور اس نے ہماری بیٹی کو ہرٹ کیا تھا پر میں اسکا کریئر ختم کروا چکا ہوں۔ اس پورے ملک میں اب اسے کوئی نوکری نہیں دے گا فکر مت کرو اگر وہ اپنے پیشے کو ذاتی رنجش نکالنے کے لیے استعمال کر سکتی ہے تو ایسے لوگوں کو کریئر بنانے کا کوئی حق نہیں ہے" ماہ دیر نے اس کا سر چوما تو وہ پل میں پرسکون ہوئی۔ وہ جانتی تھی ماہ دیر کے ہوتے ہوئے پریشان ہونا فضول ہے تبھی پل میں اسکا حصار پاتے پرسکون ہوئی تھی جسے دیکھ وہ مدھم سا مسکرایا اور اسکے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔ "چلو اب چلیں بابا اور بچے ہمارا انتظار کر رہے ہونگے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر ہلایا جس پر وہ اسکا ہاتھ تھامتے باہر نکل گیا۔

"ماما جانی ہم لوگ کھیلنے چلے جائیں" وہاج نے مہرماہ کے پاس آتے کہا جو آئینور کو گود میں بٹھائے باقی سب بڑوں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ سب لوگ کچھ دیر پہلے ہی قصرِ راجپوت پہنچے تھے۔ آج مہرماہ اور ضرار کی شادی کی سالگرہ تھی جس وجہ سے آج قصرِ راجپوت میں جشن کا سماں تھا۔ ضرار اور مہرماہ کل رات ایک دوسرے کے ساتھ اپنی شادی کی سالگرہ منا چکے تھے اور باقی گھر والوں کو ہر سال کی طرح اپنی خوشی میں شامل کرنے کیلئے ضرار نے ایک چھوٹی سی تقریب رکھی تھی جس میں بس گھر کے لوگ ہی شامل تھے۔ اس وقت سب لوگ قصرِ راجپوت میں موجود تھے چونکہ فنکشن سٹارٹ ہونے میں ابھی وقت تھا تبھی سب بڑے لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور بچے بڑوں کی باتوں سے بور ہو رہے تھے تبھی ان سب نے وہاج کو کھیلنے کا کہا تھا جس پر وہ مہرماہ سے اجازت لینے آیا تھا۔ "جی میری جان چلے جاؤ پر خیال رکھنا کسی کو چوٹ نا لگ جائے" مہرماہ نے اسے اجازت دی تو اس نے سر ہلایا اور بچوں کی طرف

بڑھا جو سب امید اسے دیکھ رہے تھے جسے دیکھ وہ مدھم سا مسکرایا۔ "وجی اپھو نے اجازت دی" اسکے آتے ہی حوریہ نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔ "جی آپی ماما نے اجازت دے دی پر ماما نے کہا ہے کہ کوئی شرارت نہیں کرنی" وہاج نے حوریہ کو جواب دیتے باقی سب کو کہا تو ان سب نے اچھے بچوں کی طرح کی ہاں میں سر ہلایا۔ "چلو پھر اب اوپر چلتے ہیں" وہاج نے کہا تو ان سب نے یاہو کا نعرہ لگایا اور اوپر کی جانب بڑھے سوائے یزدان اور وہاج کے جنکی نظریں مہرماہ کی گود میں موجود آئینور اور عامر کی موجودمیں بیٹھی عمائرہ پر تھیں۔ "یزدان تم عمائرہ کو لے آؤ میں پانڈا کو پکڑتا ہوں" وہاج نے یزدان کو دیکھتے کہا تو اس نے وہاج کو دیکھا۔ "نہیں عمائرہ کو تم لاؤ میں آئینور کو لاتا ہوں وہ میری بیسٹ فرینڈ ہے" یزدان نے کہا اور بغیر اسکی بات سنے مہرماہ کی طرف بڑھ گیا جس پر وہاج نے اسے گھورا۔یہ بھالو کچھ زیادہ ہی اسکی بہن سے چپکتا تھا۔یزدان اب بھی گول مٹول تھا جس پر سب بچے اور شہریار اسے بھالو کہتے

تھے جس پر وہ کبھی کبھی چڑ جاتا تھا۔ ”آنی جان“ یزدان نے مہرماہ کے پاس جاتے اسے پکارا۔ ”جی میرا بچہ“ اس نے نرمی سے اسے جواب دیا جو آئینور کو دیکھ رہا تھا۔ ”آنی جان نورے کو دیں میں اوپر لے جاؤں ہم لوگ کھیلنے جارہے ہیں“ یزدان نے کہا تو اس نے سرہلایا اور آئینور کو نیچے اتارا جس پر اس نے اس کا ہاتھ تھاما۔ ”نورے اوپر چلیں“ یزدان نے اس سے پیار سے پوچھا تو اس نے سرہلایا۔ ”یس دان اوپل پھل ام تھیلیں دے (یس یزدان پھر ہم کھیلیں گے)“ آئینور نے خوش ہوتے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”ٹھیک ہے اور ہم چاکلیٹ بھی کھائیں گے حوریہ آپی سب کیلئے چاکلیٹ لائی ہیں“ یزدان نے کہا تو آئینور نے یاہو کا نعرہ لگایا جس پر یزدان نے اسکے رخسار کو چوما اور اسکا ہاتھ پکڑتے اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ سب ہی اسے دیکھتے مسکرائے جو انتہائی احتیاط سے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ سب جانتے تھے وہ اپنی بہنوں اور بیسٹ فرینڈز کے معاملے میں کتنے پوزیسو ہیں۔ ”آنی لائیں عمائرہ کو میں اوپر لے جاؤں“

وہاج نے یزدان کے جاتے ہی ثانیہ کے پاس آتے کہا تو ثانیہ سمیت سب نے مسکراہٹ دبائی۔ سب ہی جانتے تھے کہ وہاج ضرار راجپوت عمائرہ عامر ملک کا دیوانہ تھا۔ "جی آنی کی جان لے جاؤ" ثانیہ نے کہا تو اس نے آگے ہوتے بے حد پیار سے عمائرہ کو اسکی گود سے پکڑتے نیچے اتارا۔ وہ اس سے چھ سال چھوٹی تھی اور اسے اپنی ننھی ننھی انگلیوں پر نچاتی تھی جس پر آٹھ سالہ وہاج خوشی سے ناچتا تھا۔ "واج ام تا جالے ایں (وہاج ہم کہاں جارہے ہیں)" اسکے یوں اتارنے پر عمائرہ نے اسے دیکھتے معصومیت سے پوچھا جس پر وہ مسکرایا۔ "ہم پلے روم میں جارہے ہیں سیوٹ ہارٹ" وہاج نے پیار سے کہا تو عمائرہ کا چہرہ کھلا جبکہ باقی سب اسکے یوں سیوٹ ہارٹ کہنے پر مسکرائے۔ وہ شروع سے ہی اسے سیوٹ ہارٹ کہتا تھا۔ "تلیں پھل (چلیں پھر)" عمائرہ نے جلدی سے کہا تو وہ اسکا ننھا سا ہاتھ تھامتے اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ "یار یہ دونوں تو بچپن سے ہی اپنی اپنی سیٹنگ کررہے ہیں" اسد نے بچوں کے جاتے ہی کہا تو سب ہنس

پڑے جبکہ عائشہ نے اسے دیکھا جو اس وقت گہری جامنی شلوار قمیض پہنے کندھوں پر اسکن اجرک اوڑھے بے حد پیارا لگ رہا تھا جبکہ عائشہ خود اس وقت ہلکی جامنی پیروں کو چھوتی فراک میں ملبوس تھی۔ میرال کو اس نے آج ہلکی جامنی فیری فراک پہنائی تھی جبکہ معراج نے اپنے بابا جیسی ڈریسنگ کی تھی۔ "ویسے وہاج عمائرہ کو جیسے ٹریٹ کرتا ہے نا مجھے کبھی کبھی یقین نہیں آتا یہ میرا ہی بیٹا ہے جو ہر وقت سنجیدہ بنا پھرتا رہتا ہے" ضرار نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے بھی یار میرا بیٹا تو آئینور کا دیوانہ ہوا پڑا ہے" شہریار نے بھی ہنس کر ہانک لگائی تو سب نے پھر قہقہہ لگایا جبکہ مریم نے شہریار کے ہنسنے پر اسکی نظر اتاری جو اس وقت اسکن کلر کی شلوار قمیض پر ہلکی بھوری اجرک اوڑھے بے حد پیارا لگ رہا تھا جبکہ مریم اس وقت اسکن پیروں کو چھوتی فراک پہنے ہوئے تھی۔ حیا نے بھی اپنی ماما کی طرح اسکن کلر کی فیری فراک پہنی تھی جبکہ یزدان اپنے بابا کا منی ورژن لگ رہا تھا۔ "ویسے میں تو کہتی ہوں آج بھائی اور مہرو کی

شادی کی سالگرہ کے ساتھ ان سب کی شادی بھی طے کردیتے ہیں" عائشہ نے کہا تو سب ہنس پڑے۔ "افف عائشہ نا کرو آگے ہی بچے اتنے پوزیسو ہیں اگر شادی کردی نا تو بس پھر اللہ اللہ خیر صلا" ثانیہ نے ہنستے ہوئے کہا تو لاؤنج میں ایک بار پھر میں قہقہے بلند ہوئے جب کہ عامر نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر سر رکھا جو اس وقت سفید رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی جب کہ عامر اس وقت سفید شلوار قمیض پر گہری بھوری اجرک اوڑھے بے حد اچھا لگ رہا تھا۔ عمائرہ آج حقیقت میں پرنسز لگ رہی تھی جسے آج ثانیہ نے سفید باربی فراک پہنایا تھا۔ "ہاہاہاہاہاہا بس کرو بچوں" دراب صاحب نے ہنستے ہوئے کہا تو ان سب نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی جب کہ ضرار نے اپنے باپ کو دیکھا۔ "بابا ہم صرف ایک شرط پر چپ کریں گے" ضرار نے انھیں دیکھتے کہا۔ "کونسی شرط۔ شرم کرو باپ ہوں تمھارا اب باپ کے سامنے شرطیں رکھو گے" دراب صاحب نے اپنے سپوت کو گھورتے

کہا جس نے بدلے میں دانتوں کی نمائش کی۔ "بابا آپ تو میرے دوست بھی ہیں نا تو ایک شرط تو چلتی ہے" ضرار نے کہا تو انھوں نے دانت پیسے پھر گہری سانس بھری۔ وہ جانتے تھے کہ ان کا بیٹا شرط منوائے بغیر باز نہیں آئے گا۔ "کیا شرط ہے بولو" دراب صاحب نے پوچھا تو اس نے فردوس بیگم کو دیکھا۔ "ماما کیلئے ایک پیارا سا گانا گائیں" ضرار نے آنکھیں پٹپٹاتے معصومیت سے کہا تو دراب صاحب نے اسے گھورا جبکہ فردوس بیگم کا چہرہ گلابی ہوئے۔ دونوں باپ بیٹا ہی بے باک تھے۔ فردوس بیگم کلس کر رہ گئیں۔ "گانا وہ بھی میری بیگم کیلئے؟" دراب صاحب نے فردوس بیگم کے سرخ چہرے سے محظوظ ہوتے کہا۔ "جی گانا میری ماما کیلئے" ضرار نے میری ماما پر خاصا زور دیتے مزے سے کہا جس پر دراب صاحب نے دانت پیستے اسے گھورا۔ "بابا گھوریں نا یار اپنے اندر کا محمد رفیع جگائیں ورنہ میرے اندر کا مراسی جاگ جائے گا باخدا" ضرار نے کہا تو سب ہنسے جبکہ دراب صاحب بھی ہنس پڑے۔ "تم

نہیں سدھر سکتے گدھے" دراب صاحب نے ہنستے ہوئے بے بسی سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیا جسے دیکھ مہرماہ نے اسکی نظر اتاری جبکہ دراب صاحب نفی میں سر ہلاتے گنگنائے۔

میرے رنگ میں رنگنے والی

پری ہو یا تم پریوں کی رانی

یاں ہو میری پریم کہانی

میرے سوالوں کا جواب دونا

دونا۔۔

دراب صاحب نے فردوس بیگم کو دیکھتے کہا تو سب ہوٹنگ کی جبکہ ضرار نے آئی برو اچکاتے انھیں داد دی۔فردوس بیگم تو انکا گانا سنتے سر اٹھانے کے قابل نا تھیں۔انکی بے باکی تو خاندان میں آج تک مشہور تھی اوپر سے انکی حرکتیں۔وہ سر پیٹنے کے در پر تھیں۔

بولو نا کیوں یہ چاند ستارے
تکتے ہیں یوں مکھرے کو تمھارے (2)

دراب صاحب نے انکا ہاتھ تھامتے کہا تو سب نے تالیاں بجاتے انھیں داد دی۔

چھو کے بدن کو ہوا یہ مہکی
رات بھی ہے بہکی بہکی

میرے سوالوں کا جواب دو نا

دو نا۔۔

دراب صاحب نے شرارت سے انھیں دیکھتے آنکھ ماری جس پر سب نے قہقہہ لگایا جبکہ فردوس بیگم انکی حرکت پر گھور بھی نا سکیں۔

کیوں ہو تم گھبرائی ہوئی سی
لگتی ہو کچھ شرمائی ہوئی سی (2)

دراب صاحب نے انھیں دیکھتے آئی برو اچکاتے انکے گلابی رخساروں کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ سر جھکا گئیں جبکہ باقی سب تو اس عمر میں بھی انکی کیمسٹری دیکھتے انکی نظر اتار رہے تھے۔

ڈھلکا ہوا سا آنچل کیوں ہے

یہ میرے دل میں ہلچل کیوں ہے

میرے سوالوں کا جواب دونا

دونا۔۔

دراب صاحب نے انھیں ایک طرف سے ساتھ لگاتے گانا ختم کیا جس پر سب نے ہوٹنگ کی جبکہ فردوس بیگم مسکرائیں۔ "ویسے بابا میں نے گانا گانے کو کہا تھا آپ تو رومینس ہی کرنے لگے" وہ بھی بچوں کے سامنے توبہ توبہ ضرار نے انھیں آڑے ہاتھوں لینا چاہا جس پر دراب صاحب نے انھیں گھورا۔ "بکواس نا کیا کرو میری بیگم ہیں میں جو مرضی کروں باپ نا بنا کرو

میرے" دراب صاحب بھی اسکے باپ تھے ایک جھڑک پلاتے اسے منہ بنانے پر مجبور کیا جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔ "بڑی ہنسی آرہی ہے میری روحِ من کو" اپنے برابر بیٹھی مہرماہ کو ہنستے دیکھ ضرار نے اسکے قریب جھکتے سرگوشی کی جس پر اس نے اسے دیکھا۔ "جی آرہی ہے کوئی مسئلہ جناب" مہرماہ نے آئی برو اچکاتے پوچھا تو وہ ہنستے نفی میں سر ہلا گیا جس پر وہ مسکرائی۔ "اچھا بچوں بس کرو۔ ضرار بیٹا کب تک فنکشن شروع کرنا ہے؟ اندھیرا ہوگیا ہے" دراب صاحب نے پوچھا تو اس نے ٹائم دیکھا جہاں آٹھ بج رہے تھے۔ "جی بابا آپ لوگ باہر لان میں چلیں۔ میں اور ماہ بچوں کو لے کر آتے ہیں" ضرار نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا جس پر ضرار مہرماہ کا ہاتھ پکڑتے اوپر کی جانب بڑھ گیا جبکہ باقی سب ان کے جاتے ہی باہر لان میں چلے گئے۔ "ضار ہم روم میں کیوں جارہے ہیں بچے تو پلے روم میں ہیں" مہرماہ نے ضرار کو دیکھتے کہا جو پلے روم کی طرف جانے کی بجائے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ضرار نے

اسکی بات پر کوئی جواب نا دیا بلکہ اسکا ہاتھ تھامتے اسے روم میں لایا اور دروازہ بند کر گیا۔ "ضار" مہرماہ نے کچھ پوچھنا چاہا پر اس سے پہلے ہی ضرار نے اسکی دونوں بازوؤں کو پکڑا اور اسے دیوار سے لگا گیا جس پر مہرماہ کا چہرہ سرخ ہوا جبکہ آنکھیں پھیلیں تھی۔ "جانتی ہو تم اس وقت کس قدر خوبصورت لگ رہی ہو" ضرار نے مہرماہ کے سراپے کو دیکھتے کہا تو اس نے چہرہ جھکایا وہ اس وقت سیاہ پیروں کو چھوتی فراک پہنے بے حد پیاری لگ رہی تھی جب کہ ضرار اس وقت سیاہ شلوار قمیض پہنے ہوئے ساتھ کندھوں پر سیاہ ہی اجرک اوڑھے ہوئے تھا۔ ان کے بچوں نے بھی انکے جیسی ہی ڈریسنگ کی تھی۔ آئینور سیاہ باربی فراک پہنے ہوئے تھی جبکہ وہاج نے ہوبہو ضرار جیسی ہی ڈریسنگ کی تھی۔ "کس قدر" مہرماہ نے اسکی بات پر چہرہ اٹھائے بغیر مدھم آواز میں پوچھا۔ "اتنی کہ دل کر رہا ہے سب بھاڑ میں جھونک کر بس تمھیں دیکھوں" ضرار نے کہتے اسکے لب چھوئے تو مہرماہ نے اسکے سینے پر ہاتھ

رکھے۔ ”ضار سب ویٹ ۔۔ کررہے ہونگے۔۔ اور بچے بھی“ مہرماہ نے کہا تو اس نے گہری سانس بھرتے اس کے کندھے پر سر رکھا۔ ”تم مجھے اپنے سحر میں جکڑ کر ہمیشہ یونہی معصوم بن جاتی ہو“ ضرار نے بے بسی سے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی جس پر ضرار نے اسے خفا نظروں سے دیکھا جسے دیکھ مہرماہ کو اس پر پیار آیا۔ ”ابھی آجائیں پھر جی بھر کر دیکھ لیجیے گا“ مہرماہ نے اسکے رخسار پر لب رکھتے کہا تو وہ موم کا ڈھیر بنا۔ ”یہ غلط ہے“ ضرار نے کہا تو وہ ہنسی۔ ”تبھی تو کرتی ہوں“ مہرماہ نے کہا تو وہ بھی ہنس پڑا۔ ”تمھاری انھی حرکتوں سے عشق ہے مجھے“ ضرار نے پیار سے کہا۔ ”جانتی ہوں ابھی چلیں باہر سب ویٹ کررہے ہونگے“ مہرماہ نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ اسکا ہاتھ تھامتے پلے روم کی طرف بڑھی جہاں سے بچوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ دونوں چلتے پلے روم کے پاس آئے جسکا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا۔ ادھ کھلے دروازے سے اندر نظر پڑتے ان دونوں کے چہرے پر مسکراہٹ آئی

کیونکہ سامنے ہی بچے آپس میں کھیلنے میں مصروف تھے۔ ”ماج جے دیتو ائیا تا فیش دندا نئی اوا (معراج یہ دیکھو حیا کا فیس گندا نہیں ہوا)“ حوریہ نے چاکلیٹ کا ریپر ایک طرف رکھتے معراج کو دیکھتے کہا تو وہ مسکرایا اور اسکا رخسار چوم گیا۔ ”شاباش حیا آپ تو بہت اچھی بچی ہیں“ معراج نے کہا تو وہ خوش ہوتے اسکے گلے لگی جس پر معراج بھی اسکے گرد اپنی ننھی ننھی بازو باندھ گیا جب کہ یہ منظر دیکھ مہرماہ اور ضرار مسکرائے۔ انھوں نے ان سے نظر ہٹاتے حوریہ کو دیکھ جو آیت کے ساتھ بیٹھی ڈول ہاؤس سے کھیل رہی تھی۔ ”ادی مجھے چاکلیٹ کھول دو“ میرال نے ادیان کو دیکھتے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اسکو چاکلیٹ کھول کر پکڑائی جسے دیکھ وہ مسکرائی۔ ”تھینکیو ادی تم بہت اچھے ہو“ میرال نے کہا تو ادیان نے اسکا سر چوما۔ ”اٹس اوکے میرو“ ادیان نے کہا تو وہ مسکرائی اور چاکلیٹ کھانے لگی۔ ”بالو جے دیتو میلے ات دندے ہو دے ایں چوتو شے (بھالو یہ دیکھو میرے ہاتھ گندے ہو گئے ہیں چاکلیٹ

سے)" آئینور نے چاکلیٹ کھانے کے بعد اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہونٹ مڑورتے کہا تو یزدان مسکرایا۔ "اٹس اوکے نورے میں صاف کردیتا ہوں" یزدان نے ٹیبل پر رکھے ٹشو اٹھاتے نرمی سے اسکے ہاتھ صاف کیے جس پر آئینور مسکرائی۔ "تینو بالو (تھینکیو بھالو)" آئینور خوش ہوتے اسکے سینے سے لگی تو وہ مسکرایا۔ "یور ویلکم نورے پر مجھے بھالو نا کہا کرو۔ میں بھالو نہیں ہوں یزدان ہوں" اس نے پیار سے کہا تو آئینور نے منہ بنایا۔ "نہی تم میلے بالو او (نہیں تم میرے بھالو ہو)" آئینور نے ضدی ہوتے کہا جس پر وہ مسکرا دیا۔ "اوکے اگر میری نورے کہتی ہے تو ٹھیک ہے" یزدان نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو آئینور مسکرائی۔ "واج (وہاج)" عمائرہ نے وہاج کو پکارا جو اسے چاکلیٹ کھلا رہا تھا۔ "یس سویٹ ہارٹ" وہاج نے پیار سے جواب دیا۔ "واج مائلا تے ایندبی دندے نئی ہوئے اول فیش بی (وہاج عمائرہ کے ہاتھ بھی گندے نہیں ہوئے اور فیس بھی)" عمائرہ نے خوشی سے چہکتے کہا تو وہ مسکرایا۔ "یس کیوں کہ میں

آپکو چاکلیٹ کھلا رہا ہوں نا سویٹ ہارٹ" وہاج نے اسکا ماتھا چومتے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنستے اسکے رخسار پر اپنے ننھے ننھے ہونٹ رکھ گئی جس پر وہ مسکرایا۔ "سویٹ ہارٹ آپ بہت کیوٹ ہو" وہاج نے اسکے رخسار پر چٹکی کاٹتے کہا تو عمائرہ نے اسے دیکھا۔ "تھتی می (سچی میں)" عمائرہ نے تصدیق چاہی۔ "مچی میں سویٹ ہارٹ" وہاج نے پیار سے اسکی ناک دباتے کہا تو عمائرہ خوشی سے چلاتے اسکے سینے سے لگی جس پر وہاج نے ہنستے اسکا سر چوما جبکہ مہرماہ اور ضرار اب تک دروازے میں کھڑے بچوں کی ایک دوسرے کیلئے فکر اور محبت دیکھ رہے تھے۔ ان کا پیار دیکھتے ان دونوں نے دل میں انکی نظر اتارتے انھیں ڈھیروں دعائیں دی تھیں۔

"کیا حال ہے خان صاحب آپ تو عید کا چاند ہو گئے۔ سات سال پہلے دیکھا تھا آپکو" ضرار نے مجتبیٰ خان نے گلے ملتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ مجتبیٰ خان ابھی

دس منٹ پہلے ہی زرنش خان اور رومان کے ساتھ آیا تھا۔ انھیں دیکھ سب کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی کیونکہ سات سال پہلے وہ لوگ ایسے گئے کہ دوبارہ نا پاکستان آئے اور نا ہی کوئی رابطہ کیا اور آج ایک دم سے ان کا یہاں آنا سب کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کرگیا تھا۔ مجتبیٰ خان بڑوں سے ملنے کے بعد اب لڑکوں سے مل رہے تھے جبکہ زرنش خان لڑکیوں سے مل رہی تھی۔ انکے برعکس تیرہ سالہ رومان ایک طرف کھڑا اپنی بھوری نگاہوں سے کسی کو تلاش رہا تھا جبکہ اسکے ساتھ ہی ایک گیارہ سالہ ڈرا سہما نیلی آنکھوں والا بچہ خاموشی سے اسکا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔ کیک وہ لوگ کافی دیر پہلے کاٹ چکے تھے اور بچے بھی اب کیک وغیرہ کھا کر اندر چلے گئے تھے جبکہ بڑے ابھی باہر بیٹھے باتیں کررہے تھے جب وہ چاروں لان میں آئے۔ ”ٹھیک ہوں میں ضرار تم سناؤ“ مجتبیٰ خان نے کہا تو وہ مسکرایا۔ ”میں بھی ٹھیک ہوں آپ بتائیں سات سال تک پاکستان کو اپنا دیدار نہیں کرایا خیریت“ ضرار نے پوچھا تو اس نے ہاں

میں سر ہلایا اور رومان کے ساتھ کھڑے بچے کو دیکھا جس پر سب نے اسکی نظروں نے تعاقب میں دیکھا۔ "یہ بچہ کون ہے مجتبیٰ بھائی" اسد نے آگے ہوتے پوچھا۔ "یہ میری چھوٹی بہن کا بیٹا ابراہیم خان ہے۔چھ سال پہلے میری بہن، بہنوئی اور اس کے ساس سسر کو کسی نے بے رحمی سے قتل کر دیا تھا کسی پراپرٹی کیلئے۔ ایبو کو ان لوگوں نے چھپا دیا تھا تبھی وہ بچ گیا" مجتبیٰ خان نے کہا تو سب نے افسوس سے اس ننھے سے بچے کو دیکھا جو اتنی سی عمر میں اتنے بڑے غم سے گزرا تھا۔ "اللہ پاک اسکے گھر والوں کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین پر مجتبیٰ یہ اتنا ڈرا سہما کیوں ہے" شہریار نے پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔ "اس نے سب کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے دیکھا تھا اور اس روز سے یہ راتوں کو ڈر ڈر کر اٹھنے لگ گیا۔ کئی مہینے یہ ہاسپٹل میں ایڈمٹ بھی رہا تھا" مجتبیٰ خان نے کہا تو سب کو اس ننھی سی جان پر ترس آیا۔ "تو تم پاکستان آجاتے وہاں کیوں رہے اگر خدانخواستہ کچھ

ہوجاتا تو" عامر نے پوچھا تو اس نے اسے دیکھا۔ "ایبو کے پیرز کا ایشو آرہا تھا۔ اسکے والدین کی دیتھ کے بعد میں نے پہلے اسکی کسٹڈی حاصل کی پھر اپنا بزنس سمیٹ کر پاکستان شفٹ کیا۔ اور اب تین دن پہلے ایبو کے پیرز وہاں کورٹ سے کلئیر ہوئے تو ہم پاکستان آگئے۔ پھر رومان نے کہا کہ وہ حوریہ سے ملنا چاہتا ہے تو ہم ائیرپورٹ سے یہاں آگئے سیدھا" مجتبیٰ خان نے مختصر کرتے بتایا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا۔ "مجتبیٰ تم ہمیں کال کرلیتے ایسے اتنے سال وہاں رکنا خطرناک تھا" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔ "کال کرنے کی بہت کوشش کی پر حالات وہاں کے کچھ ایسے بن گئے کہ ہم بیرون ملک کال نہیں کرسکتے تھے کیونکہ ایبو کے گھر والوں کے قتل کی وجہ سے ہم بھی شک کے دائرے میں تھے" مجتبیٰ خان نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔ "بھائی اب بھی کیا کوئی خطرے کی بات ہے" مہرماہ نے پوچھا۔ "نہیں بیٹا پر اس واقعے کے بعد ایسا کچھ نہیں ہوا لیکن میں پھر بھی احتیاط کررہا ہوں" مجتبیٰ خان نے

کہا تو اس نے سر ہلایا۔ ”مجتبیٰ ہمیں اس ننھے سے فرشتے سے ملواؤ تو صحیح“ عامر نے کہا تو اس نے سر ہلایا اور ابراہیم کو دیکھا۔ ”ابو“ مجتبیٰ خان نے اسے پکارا تو اس نے اسے دیکھا جس پر مجتبیٰ خان نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اسکے پاس آیا جس پر مجتبیٰ خان نے جھکتے اسے گود میں اٹھاتے سینے سے لگایا۔ ”ابو ان سے ملو یہ سب آپکے چاچو ہیں“ مجتبیٰ خان نے اسے کہا تو اس نے سر ہلایا پھر بغیر کچھ کہے اسکے کندھے پر سر رکھتے رومان کو دیکھنے لگا۔ ”بھائی یہ بولتا نہیں ہے کیا؟“ میشائم نے اسے دیکھتے پوچھا۔ ”نہیں بیٹا اس واقعے نے ہمارے ابو کی آواز چھین لی ہے۔یہ بولتا نہیں ہے۔میں نے ڈاکٹر سے چیک اپ بھی کروایا پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ یہ خود ہی بولنے لگے گا جب اسکا دل کرے گا یا اسکا خوف کم ہوگا“ مجتبیٰ خان نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ ”بھائی کیا یہ رومان کے ساتھ بھی نہیں بات کرتا“ اب کی مریم نے سوال کیا۔ ”نہیں بیٹا پر اسے رومان ہر

وقت اپنے پاس چاہیئے اگر رومان اسکے پاس نا ہو تو یہ رونے لگ جاتا ہے"
مجتبیٰ خان نے کہا تو ان سب نے ابراہیم کو دیکھا جو رومان کو ہی دیکھ رہا
تھا۔ "بھائی کیا آپ نے اسکے ماں باپ کے قاتلوں کو سزا نہیں دلوائی" اب کی
بار ثانیہ بولی تھی۔ "بچے اس کے گھر والوں کو مارنے کے بعد وہ لوگ ایسے
غائب ہوئے کہ دوبارہ ملے ہی نہیں" مجتبیٰ خان نے جواب دیا تو ان سب کو
افسوس ہوا۔ "بھائی وہ لوگ دوبارہ بھی تو اٹیک کر سکتے نا پھر آپ کیا کریں
گے" عائشہ نے پوچھا تو مجتبیٰ خان نے گہری سانس بھری۔ "نہیں بچے وہ
لوگ دوبارہ نہیں کریں گے کیونکہ انھیں میرے بہنوئی کی کوئی پراپرٹی چاہیئے تھی
اور وہ انھیں مل چکی ہے تو اب انکا کوئی مطلب نہیں دوسرا وہ لوگ ایبو کے
زندہ ہونے سے انجان ہیں" مجتبیٰ خان نے جواب دیا۔ "اب تم لوگ کہاں
رہو گے بچوں" شاہجہاں بیگم نے پوچھا۔ "آنٹی خان کے آبا و اجداد کی حویلی
ہے کلام میں۔ ہم اب وہیں شفٹ ہو رہے ہیں اور خان نے وہاں سیکورٹی کا

انتظام بھی کروا لیا ہے" اب کی بار زرنش خان نے جواب دیا تو انھوں نے سر ہلایا عین اسی وقت مجتبیٰ خان کو اپنی نیلی اجرک پر ہلکا سا کھچاؤ محسوس ہوا جس پر اس نے ابرہیم کو دیکھا۔"کیا ہوا ایبو" مجتبیٰ خان نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاتھ سے رومان کی طرف اشارہ کیا جسے سمجھتے اس نے اسے رومان کے قریب کھڑا کیا جس پر ابراہیم فوراً رومان کا ہاتھ تھام گیا۔"ایبو میں یہی ہوں" رومان نے نرمی سے اس کا سر چومتے کہا تو ابراہیم پرسکون ہوا۔"رومان بچے آپ ابراہیم کے ساتھ اندر چلے جاؤ۔سب بچے اندر ہی ہیں" ماہ دیر نے رومان کا سر تھپتھپاتے کہا تو اس نے سر ہلایا جس پر ماہ دیر نے ملازمہ کو اشارہ کیا جو ان دونوں کو لیے اندر کی جانب بڑھ گئی۔"حوریہ" وہ اندر آئے تو رومان کی نظر سامنے سیڑھیوں سے نیچے آتی ہیزل آنکھوں والی گڑیا پر پڑی اور اسے دیکھتے ہی رومان پہچان گیا کہ وہ اس کی دوست اس کی حور ہے تبھی فوراً اسے پکارا جس پر حوریہ نے اجنبی نظروں سے اسے دیکھا جبکہ اسکے

ساتھ کھڑی آیت بھی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ "یہ کون ہیں آنٹی" حوریہ نے رومان اور ابراہیم کو دیکھتے ملازمہ سے پوچھا جس پر ملازمہ نے کچھ کہنے کو لب واء کیے پر اس سے پہلے ہی رومان بول اٹھا۔ "میں رومان ہوں حور۔ آپکا مان" رومان نے کہا تو حوریہ کی آنکھوں میں شناسائی اتری۔ "آپ کو میں یاد ہوں نا حور" رومان نے اسے دیکھتے پوچھا جس پر حوریہ نے نظریں پھیریں۔ وہ اپنے بیسٹ فرینڈ کو پہچان چکی تھی پر وہ اس سے ناراض تھی۔ جس نے پھولوں کے موسم میں آنے کا وعدہ کیا تھا پر وہ پھولوں کے موسم کی بجائے آج سات سال بعد آیا تھا جبکہ اسکے یوں نظریں پھیرنے پر رومان بے چین ہوا۔ "حور" رومان نے اسے پھر پکارا پر وہ اسکی سننے کی بجائے آیت کی طرف مڑی۔

"آیت آپ صوفے پر بیٹھو میں آپکے لیے کھانا لاتی ہوں" حوریہ نے اپنے سے تین سال چھوٹی بہن کو کہا جو ہاں میں سر ہلاتے صوفے پر بیٹھ گئی جبکہ حوریہ کچن میں چلی گئی۔ آیت کیک کھا کر سو گئی تھی تبھی اس نے کھانا نہیں کھایا تھا

جبکہ باقی سب نے کھانا کھا لیا تھا۔اب وہ جاگی تھی اور حوریہ سے کھانا مانگا تھا تبھی وہ اسے نیچے لائی تھی۔وہ بے شک دس سال کی تھی پر وہ اپنے بہن بھائیوں کے کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی۔دوسری طرف اسے یوں جاتے دیکھ رومان بے چین ہوا۔"ایبو" اس نے کچن کے دروازے سے نظریں ہٹاتے ابراہیم کو دیکھا جس نے اس کی پکار پر فوراً اسے دیکھا تھا۔"میرا بھائی کون ہے" رومان نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا جس پر ابراہیم نے انگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔"میرا پیارا بچہ کون ہے" رومان نے دوبارہ پوچھا جس پر اس نے پھر سے اپنے سینے پر انگلی رکھی۔"تو میرا ایبو میری بات مانے گا نا" رومان نے پیار سے پوچھا تو ابراہیم نے پھر اپنی طرف اشارہ کیا۔"شاباش تو میرا ایبو یہاں بیٹھے گا تھوڑی دیر۔لالا ابھی آتے ہیں بس" رومان نے کہا تو ابراہیم نے سہم کر اسے دیکھا۔"لالا دور نہیں جارہے میری جان بس وہاں سامنے جارہا ہوں ایبو کے لیے چاکلیٹ لینے۔ایبو چاکلیٹ

کھائے گا نا" رومان نے پیار سے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔ "شاباش اب ایبو یہاں بیٹھے۔ لالا بس چاکلیٹ لے کر آتے ہیں اوکے" رومان نے پیار سے کہا تو اس نے سر ہلاتے اسکا ہاتھ چھوڑا جس پر رومان نے مسکراتے اسے صوفے پر آیت کے پاس بٹھایا اور اسکا ماتھا چومتے کچن میں چلا گیا۔ وہ کچن میں آیا تو سامنے حوریہ ملازمہ کے پاس کھڑی اسے آیت کیلئے کھانا نکالنے کا کہہ رہی تھی۔ "آنٹی آیت کو کسٹرڈ زیادہ دیجیے گا اسے میٹھا پسند ہے" حوریہ نے کہا تو ملازمہ نے سر ہلایا۔ "حور" رومان نے اسے پکارا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔ "حور بیٹا آپکو بات سننی چاہیئے رومان کی۔ آپ دونوں تو دوست ہیں نا" ملازمہ جو کہ کافی عرصے سے انکے گھر کام کر رہی تھی اس نے حوریہ سے کہا اور خود آیت کیلئے کھانا لے کر باہر چلی گئی جبکہ حوریہ خاموش رہی۔ "حور آپ مجھ سے ناراض ہیں" رومان نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا جس پر وہ مسکرایا۔ "کیوں میں تو اتنے سال بعد آپ سے ملنے آیا ہوں اور آپ آج بھی

مجھ سے ناراض ہورہی ہیں" رومان نے اسکے پاس آتے کہا تو حوریہ نے منہ بنایا۔"مان آپ نے کہا تھا کہ آپ پھولوں کے موسم میں آئیں گے پر آپ نہیں آئے آپکو پتا ہے میں نے آپکا اتنا ویٹ کیا اور کوئی دوسرا فرینڈ بھی نہیں بنایا کیونکہ آپ میرے فرینڈ تھے" حوریہ نے کہا تو رومان نے کان پکڑے۔"سوری حور پر بابا کچھ پرابلمز میں پھنسے تھے اور میری اپھو کی بھی ڈیتھ ہوگئی تھی اس لیے ہم نہیں آئے" رومان نے کہا تو حوریہ نے اسے دیکھا۔"اس لیے آپ حور سے ملنے نہیں آئے" حوریہ نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا جس پر وہ خاموش ہی رہی۔"سوری حور" اسے خاموش دیکھتے رومان نے دوبارہ کہا۔"آپکو پتا ہے مان میں نے آپکو مس کیا تھا" حور نے اس کی سوری کے جواب میں کہا تو وہ مسکرایا۔"میں نے اپنی فرینڈ کو بہت مس کیا تھا" رومان نے کہا تو حوریہ مسکرائی۔"اب پلیز دوستی کرلیں" اسے مسکراتے دیکھ رومان نے ہاتھ بڑھاتے پوچھا تو حوریہ نے سرہلاتے اسکا ہاتھ تھاما جس پر

رومان خوش ہوا اور اسے گلے لگایا۔ "حور آپ مان کی سب سے اچھی دوست ہیں" رومان نے اس کا ماتھا چومتے کہا۔ "آپ بھی حور کے بیسٹ فرینڈ ہیں مان" حوریہ نے کہا تو رومان مسکرایا۔آج دو ننھے دل پھر سے آمنے سامنے ہوئے تھے۔سات سال بعد دوستی کا جذبہ پھر اجاگر ہوا تھا جبکہ اسکے جذبے کے ساتھ رومان کے دل میں ایک نئے احساس کا ننھا سا پھول بھی کھلا تھا پر اس احساس کو محسوس کرنے کیلئے وہ بے حد چھوٹا تھا۔ "آپ کھانا کھاؤ گے" دوسری طرف آیت جو کھانا کھا رہی تھی اس نے ابراہیم کو دیکھتے پوچھا جس پر ابراہیم نے اسے دیکھا۔وہ جب سے یہاں آیا تھا اس نے اب آیت کو دیکھا تھا ورنہ تب سے اسکی ساری توجہ رومان پر ہی تھی۔آیت کو دیکھ نا جانے کیوں ابراہیم کو وہ پیاری لگی تھی۔وہ ننھا سا ڈرا سہما شہزادہ سبز آنکھوں والی گڑیا کی طرف اٹریکٹ ہوا تھا۔ "آپ کھانا کھاؤ گے" آیت نے اسے خاموش دیکھ دوبارہ پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "آپ بولتے نہیں ہو" آیت نے اسکو

خاموش دیکھتے دوبارہ پوچھا تو ابراہیم نے دوبارہ نفی میں سر ہلایا۔ "کیوں" آیت نے پھر پوچھا تو ابراہیم نے ہونٹ مڑورتے اسے دیکھا۔ "ارے روتے نہیں ہیں سوری" آیت نے اسکا رونے والا منہ دیکھتے کہا تو ابراہیم نے اسے دیکھا۔ "اچھا آپ نا بولو یہ بتاؤ آپکا نام ایبو ہے" آیت نے نیا سوال پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "پر وہ بھائی تو آپ کو ایبو کہہ رہے تھے" آیت نے دوبارہ سوال کیا تو اس نے سر ہلایا۔ "پھر آپکا نام ایبو ہی ہے نا" آیت نے دوبارہ سوال کیا تو ابراہیم نے دوبارہ نفی میں سر ہلایا۔ اسے یہ گڑیا اچھی لگ رہی تھی پر وہ سوال بہت کر رہی تھی۔ "پھر کیا نام ہے اگر ایبو نہیں ہے" آیت نے پوچھا تو ابراہیم نے اپنی ننھی ننھی مٹھیاں زور سے بند کی۔ "اب ۔۔ابرا۔۔ہیم" ابراہیم نے توڑ توڑ کر معصومیت سے بھرپور انداز میں اپنا نام ادا کیا تو آیت نے سر ہلایا جب کہ مجتبیٰ خان سمیت باقی گھر والے جو بچوں کی وجہ سے اندر آئے تھے ابراہیم کو بولتے دیکھ سب کو حیرت کا جھٹکا

لگا۔ مجتبیٰ خان نے آگے بڑھنا چاہا پر زرنش خان نے اس کی بازو پر ہاتھ رکھتے اسے روکا۔ ”زرنش مجھے کیوں روک رہی ہو ہمارا ایبو بول رہا ہے“ مجتبیٰ خان نے مدھم آواز میں کہا۔ ”خان رک جائیں تھوڑی دیر ابھی ایبو نے صرف ایک لفظ کہا ہے ہوسکتا ہے وہ مزید بولے“ زرنش خان نے کہا تو اس نے سر ہلایا کیونکہ جو کام بڑے بڑے ڈاکٹر نا کرسکے وہ ایک سات سالہ بچی نے کر دکھایا تھا۔ ”ابراہیم نام ہے۔ میرا نام آیت ہے“ آیت نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے کہا تو ابراہیم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھتے کچھ جھجکتے اس کا ہاتھ تھاما۔ ”آ۔۔یت۔۔آپکا۔۔نام۔۔پیار۔۔۔پیارا۔۔ہے“ ابراہیم نے مدھم سی آواز میں جواب دیا تو وہ مسکرائی۔ ”میرے بابا جان نے رکھا ہے نا اس لیے“ آیت نے کہا تو ابراہیم نے سر ہلایا اور اب کی بار خاموش رہا۔ ”اچھا آپ سے ایک سوال پوچھوں“ آیت نے پوچھا تو ابراہیم نے اسے دیکھا۔ ”کیا“ ابراہیم نے پوچھا۔ ”آپ پہلے کیوں نہیں بول رہے تھے“ آیت

نے پوچھا۔ ”مجھے۔۔ ڈر۔۔ لگتا۔۔ہے“ ابراہیم نے کہا تو آیت نے اسے دیکھا۔ ”ڈر کیوں لگتا ہے“ آیت نے سوال کیا تو ابراہیم کی آنکھوں میں خوف اترا اور یکدم ہی وہ رونے لگا جس پر آیت سمیت سب پریشان ہوئے۔ مجتبیٰ خان نے پھر آگے بڑھنا چاہا پر زرنش خان ایک بار پھر اسے روک گئی۔ ”کیا ہوا آپ رو کیوں رہے ہیں۔ میں نے آپکو ہرٹ کیا سوری“ آیت نے اسے روتے دیکھ جلدی سے پوچھا تو ابراہیم بغیر کچھ کہے اس کے گلے لگا۔

”آپ۔۔نے مجھے۔۔ ہرٹ ۔۔ نہیں کیا۔۔پر ایبو۔۔ کو۔۔ ڈر۔۔ لگ۔۔ رہا۔۔ہے“ ابراہیم نے کہا تو آیت نے اپنی ننھی ننھی بازو اسکے گرد باندھی۔ ”آپ ڈرو نہیں آپ آیت الکرسی پڑھو۔ میرے بابا جان کہتے ہیں کہ جب ڈر لگے تب آیت الکرسی پڑھنی چاہیئے پھر ڈر نہیں لگتا“ آیت نے کہا تو ابراہیم نے معصومیت سے اسے دیکھا جبکہ ماہ دیر کو اپنی بیٹی پر فخر محسوس ہوا جو اسکی بات اب تک یاد رکھے ہوئے تھی۔ ”ایبو۔۔کو آیت ۔۔ الکرسی ۔۔

نہیں۔۔ آتی" ابراہیم نے کہا۔ "مجھے آتی ہے میں پڑھ دیتی ہوں۔جب مجھے نہیں آتی تھی اور مجھے ڈر لگتا تھا تب حوریہ آپی پڑھتی تھیں پھر مجھے ڈر نہیں لگتا تھا" آیت نے کہا تو اس نے سر ہلایا جس پر آیت اونچی آواز میں آیت الکرسی پڑھنے لگی۔اسکی میٹھی اور معصوم سی آواز میں آیت الکرسی سنتے ابراہیم کا ڈر واقعی غائب ہوا جبکہ باقی سب نے اسکی معصوم سی حرکت پر اس کی نظر اتاری۔ "اب بھی آپکو ڈر لگ رہا ہے" آیت نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ایبو کو اب۔۔ڈر نہیں لگ رہا" ابراہیم نے کہا تو آیت مسکرائی جبکہ باقی سب بھی مسکرا اٹھے۔اللہ کے کلام کی طاقت نے واقعی ابراہیم کا خوف ہوا کردیا تھا۔ "دیکھا میں نے کہا تھا نا" آیت نے خوش ہوتے کہا تو ابراہیم نے سر ہلایا۔ "ماما کے پاس جانا ہے ایبو کو" ابراہیم نے کہا تو اس سے پہلے کچھ کہتی زرنش خان سمیت سب آگے آئے۔ "ایبو" زرنش خان نے اسکے پاس آتے اسے پکارا تو وہ صوفے سے اترتے اسکے گلے لگا۔ "ماما ایبو کو پکڑ لیں"

ابراہیم نے کہا تو اس نے سر ہلاتے اسے خود میں بھینچا جبکہ ماہ دیر نے آگے بڑھتے اپنی بیٹی کو سینے سے لگایا جو جانے انجانے معصوم سے ابراہیم کے ٹراما کو کم کر گئی۔ "بابا کی جان بابا صدقے اپنی گڑیا پر۔بابا قربان جائیں اپنے دل کے ٹکڑے پر" ماہ دیر دیوانہ وار اس کے چہرے کے نقوش چوم رہا تھا جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی جبکہ دوسری طرف زرنش خان ابراہیم کو ساتھ لگائے کھڑی تھی اور مجتبیٰ خان انکے گرد حصار باندھے ہوئے تھا۔ "بابا کیا ہوا ایبو کو" رومان جو حوریہ کے ساتھ ابھی کچن سے نکلا تھا سامنے انھیں یوں ابراہیم کو پکڑے دیکھ اس نے فوراً پوچھا۔ "کچھ نہیں ہوا رومی آپکو پتا ہے ایبو ابھی بولا تھا" مجتبیٰ خان اپنے بڑے بیٹے کو اٹھاتے کہا تو اس نے ابراہیم کو دیکھا جبکہ میشائم نے آگے بڑھتے حوریہ کو اٹھایا جو اپنے دوست سے مل کر خاصی خوش لگ رہی تھی۔ "ایبو آپ بولے" رومان نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔ "دوبارہ بولو" رومان نے پیار سے کہا تو اس نے آیت کو دیکھا۔ "لالا" ابراہیم نے کہا تو

وہ مسکرایا اور اس کے رخسار کو چوم گیا۔ "لالا کی جان ایبو" رومان نے مسکراتے کہا تو سب مسکرائے جبکہ مجتبیٰ خان نے آیت کو دیکھا اور اسکے پاس آیا۔ "تھینکیو بیٹا" مجتبیٰ خان نے کہا تو آیت نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "کیوں چاچو" آیت نے پوچھا تو وہ مسکرایا۔ "کیونکہ آپ بہت اچھی ہیں آپکی وجہ سے ایبو ٹھیک ہوگیا" جواب زرنش خان نے دیا تھا۔ "ایبو ٹھیک ہوگیا؟ ایبو بیمار تھا؟" آیت نے معصومیت سے سوال کیا۔ "یس ایبو بیمار تھا اور آپ نے اسے ٹھیک کردیا بہت شکریہ بیٹا" مجتبیٰ خان نے اسکے ننھے ننھے ہاتھوں کو چومتے اپنی نم آنکھوں سے لگایا جس پر سب مسکرائے جبکہ ابراہیم آیت کو جبکہ رومان اپنی حور کو دیکھنے میں مصروف تھا۔

"یار چلو بچے تو ابھی کھیل میں لگے ہیں کیوں نا کوئی گیم کھیل لیں" ضرار نے سب کو دیکھتے کہا جو زمین پر آتش دان کے ارد گرد دائرہ بنائے بیٹھے تھے۔ اس

وقت سب بزرگوں کے علاوہ مجتبیٰ خان اور زرنش خان سمیت باقی سب قصرِ راجپوت کی چھت پر موجود تھے۔ضرار نے اصرار کرتے مجتبیٰ خان کو بھی یہاں روک چکا تھا۔بڑے سب اس وقت آتش دان کے ارد گرد بیٹھے باتوں میں مصروف تھے جبکہ بچے اِدھر اُدھر بھاگتے کھیل رہے تھے۔ان سب کا ابھی سونے کا ارادہ نا تھا تبھی یہاں محفل سجا کر بیٹھ گئے۔انھیں یہاں بیٹھے کافی دیر ہوگئی تھی۔بچے بھی انکے پاس ہی بیٹھے تھے پر اب بچوں کو اپنی مستی میں مست دیکھتے ضرار نے کہا تو سب نے اسے دیکھا۔"ہاں اچھا آئیڈیا ہے چلو کھیل لیتے ہیں" شہریار نے سب سے پہلے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلاتے اتفاق کیا۔"تو بوتل تو نہیں ایک کام کرتے ہیں اس گیم کو تھوڑا سا ٹوئسٹڈ بناتے ہیں کیا خیال ہے؟" ضرار نے کہا تو سب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔"مطلب؟" سوال اسد نے کیا تھا۔"مطلب یہ کہ یہاں اس وقت بارہ لوگ موجود ہیں یعنی کہ چھ کپل تو ہم لوگ یوں کرتے ہیں دو دو مخالف ٹیمز بنا کر

کھیلتے ہیں۔ جیسے کہ میں اور ماہ اور ہمیں ڈئیر دیں گے عامر بھائی اور ثانیہ۔ اسی طرح اسد اور عائشہ انھیں ڈئیر دیں گے میشائم اور ماہ دیر۔ سب سے آخر میں شیری اور مریم تو انھیں ڈئیر دیں گے مجتبیٰ اور زرنش بھابھی۔ اور بلکل اسی طرح سامنے والی ٹیم کو ہم ڈئیر دیں گے کیسا" ضرار نے کہا تو سب کو اسکا آئیڈیا پسند آیا۔ "تو پھر شروع کون کرے گا وہ بھی بتا دے" ماہ دیر نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔ "مجتبیٰ سب سے بڑا ہے اس لیے وہ شروع کرے گا۔ پھر عامر بھائی اور پھر تو" ضرار نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اچھا تو میں نے شروع کرنا ہے تو میں مریم گڑیا سے پوچھوں گا۔ بتاؤ بچے ترتھ یا ڈئیر" مجتبیٰ خان نے پوچھا۔ "ترتھ" مریم نے اچھے بچوں کی طرح کہا تو شہریار مسکرایا۔ "تو ٹھیک ہے پھر بچے بتاؤ آپکو شہریار کی سب سے بُری عادت کونسی لگتی ہے؟" مجتبیٰ خان نے پوچھا تو مریم نے شہریار کو دیکھا جو اسکا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔ "مجھے سائیں کی کوئی عادت بُری نہیں لگتی کیونکہ ان میں کوئی بُری

عادت نہیں ہے۔ ایک تھی پر وہ چھوڑ چکے ہیں" مریم نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ شہریار نے اسکی طرف جھکتے اسکی کنپٹی پر لب رکھے جس پر مریم کے رخسار سرخ ہوئے جبکہ باقی سب نے انکی نظر اتاری۔ "اچھا ماشاءاللہ چلیں شہریار بھائی آپ بتائیں ترتھ یا ڈئیر" زرنش خان نے پوچھا۔ "ڈئیر" شہریار نے مسکراتے کہا۔ "تو آپکا ڈئیر ہے کہ آپ مریم کیلئے کسی بھی گانے کا کوئی ایک حصہ گائیں گے۔ بولیں ڈئیر منظور ہے؟" زرنش خان نے کہا تو شہریار مسکرایا۔ "بھابھی مجھے تو موقع چاہیئے میری پٹھانی کے لیے گانا گانے کو۔ یہ ڈئیر تو مجھے دل و جان سے منظور ہے" شہریار نے کہا اور مریم کو دیکھتے گنگنانے لگا۔

دل کہے کیا راز ہے جانے کیا کر گئے
جیسے اندھیروں میں تم چاندنی بھر گئے

شہریار نے مریم کی ناک کو انگلی سے چھوتے کہا تو وہ مسکرائی۔

دل کہے کیا راز ہے جانے کیا کر گئے

جیسے اندھیروں میں تم چاندنی بھر گئے
کرے چاند تاروں کو مشہور اتنا کیوں
کمبخت ان سے بھی خوبصورت ہے تو

شہریار نے مریم کے ہاتھ کو تھامتے ہلکا سا جھٹکا دیا اور اسکی آنکھوں میں دیکھتے گنگنایا۔

آئی لوو یو تُو رو رو یے یے یے
آئی لوو یو

شہریار نے گانا ختتم کرتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا وہ چہرہ جھکا گئی جب؛کہ سب نے تالیاں بجائیں۔ ”واہ یار ہاؤ رومینٹک شیری بھائی نے کتنا کھلا اظہار کیا ہے“ مہرماہ نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ ضرار نے اسے دیکھا۔ ”چلیں مجتبیٰ بھائی اب آپکی باری“ مریم نے تھوڑی دیر بعد کہا تو اس نے سر ہلاتے ڈئیر چُنا۔ ”تو آپ کا ڈئیر ہے آپ بھابھی کے ماتھے پر بوسہ دیں گے“ مریم نے کہا تو وہ مسکرایا اور زرنش خان کی طرف جھکتے اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے اسکی آنکھیں

بھی چھو گیا جبکہ اسکی بے باکی پر وہ گردن تک سرخ پڑی۔ ”مریم، دا خان دومرہ زړور دی چې له پورته څخه پې ورته دومره ډالۍ ورکړه. (مریم ایک تو یہ خان ہوتے اتنے بے باک ہیں اوپر سے ایسا ڈئیر دے دیا)“ مجتبیٰ خان کے سیدھے ہوتے ہی مریم کو دیکھتے کہا تو وہ ہنس پڑی جبکہ مجتبیٰ خان نے مسکراہٹ دبائی۔ ”بھابھی ہمیں سمجھ کچھ نہیں آئی پر اب آپکی باری ہے“ شہریار نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے ترتھ کہا۔ ”ٹھیک ہے تو بتائیں کیا آپکا کبھی خان صاحب کو پیٹنے کا دل کیا ہے؟“ شہریار نے شرارت سے پوچھا۔ ”جی ابھی دو سیکنڈ پہلے“ زرنش خان نے دانت پیستے کہا تو سب نے قہقہہ لگایا جب کہ مجتبیٰ خان نے ہنستے ہوئے اس کا سر چوما۔ ”ته به غریبان له منځه یوسې او پر پرېدې به پې.زما روح (غریب کو تباہ کرکے چھوڑیں گی آپ میری جان)“ مجتبیٰ خان نے کہا تو اسکے ہونٹوں پر شرگیں مسکراہٹ نے احاطہ کیا جسے دیکھ سب نے انکی نظر اتاری۔ ”چلو بھئی اب میری باری مہرو گڑیا ترتھ یا ڈئیر“ عامر نے کہا تو

مہرماہ نے اسے دیکھا۔ "ڈئیر بھائی" مہرماہ نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے تو تمھارا ڈئیر ہے اپنے شوہر کے کان مڑورو" عامر نے کہا تو اس نے آنکھیں پھیلاتے اسے دیکھا۔ "بھائی یہ نہیں" مہرماہ نے کہا تو عامر ہنس پڑا۔ "گڑیا کرنا پڑے گا ورنہ ہار جاؤ گی" عامر نے کہا تو اس نے ضرار کو دیکھا جس نے سر ہلاتے اسے اجازت دی اور ساتھ ہی اسکے ہاتھ پکڑتے اپنے دونوں کانوں پر رکھ گیا۔ "ضار آپکو درد ہوگی" مہرماہ نے کہا تو وہ مسکرایا۔ "تمھارا لمس مجھے سکون دینا ہے درد نہیں۔ڈئیر پورا کرلو" ضرار نے کہا تو اس نے ہلکے سے اسکے کان مڑورتے چھوڑ دیے جس پر سب ہنس پڑے۔ "چلیں ضاری بھائی ترتھ یا ڈئیر" ثانیہ نے ضرار سے پوچھا جس نے ڈئیر کہا۔ "چلیں پھر میری بہن سے پیارے طریقے سے اپنی محبت کا اظہار کریں" ثانیہ نے کہا تو اس نے مسکراتے مہرماہ کو دیکھا اور اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔ "مہرماہ ضرار راجپوت ! ضرار راجپوت مرتا ہے تم پر۔ تم پر جان وارتا ہے۔ تم سے وہ عشق کرتا ہے جو کسی

نے کبھی کسی سے نہیں کیا ہوگا۔تم میرا کل اثاثہ ہو ماہ۔تمھارے بغیر ضرار راجپوت کا وجود مٹی کے ڈھیر سے بڑھ کر کچھ نہیں۔آئی لو یو ماہ آئی رئیلی ڈو"ضرار نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے اظہار کیا تو مہرماہ کی پلکیں لرزیں جبکہ باقی سب نے ہوٹنگ کی۔"واہ واہ بھائی کمال کردیا۔چلیں اب آپ مجھ سے پوچھ لیں کیونکہ ابھی میری بہن شرما رہی ہے۔چلیں میں خود ہی بتاتی ہوں میں ترتھ لوں گی"ثانیہ نے کہا تو سب ہنس پڑے۔"اچھا تو ترتھ لیا ہے تو بتاؤ گڑیا اگر بھائی یا عمائرہ دونوں میں سے کسی ایک کو روم سے نکالنا ہو تو کسے نکالو گی"ضرار نے کہا تو ثانیہ نے پہلے عامر کو دیکھا پھر اپنی پرنسز کو دیکھا جو وہاج کی گود میں بیٹھی اس سے نا جانے کون کون سی باتیں کررہی تھی۔"میں عامر کو نکالوں لوں گی پر اپنی پرنسز کو ہرگز نہیں"ثانیہ نے دل میں عمائرہ کی نظر اتارتے کہا تو سب ہنس پڑے جبکہ عامر بھی مسکرایا۔"عامر بھائی آپ بتائیں ترتھ یا ڈئیر"مہرماہ نے سر اٹھاتے اسے دیکھتے پوچھا تو عامر نے ڈئیر کہا جس پر مہرماہ کی آنکھیں چمکیں۔اب

وہ یقیناً اپنی اپیہ سے بدلہ لینے والی تھی۔ "تو بھائی پھر اپیہ کے رخساروں پر بوسہ دیں" مہرماہ نے کہا تو ثانیہ کی آنکھیں پھیلیں جبکہ ضرار سمیت باقی سب مہرماہ کے بدلہ لینے کے انداز پر ہنس پڑے۔ "ضرور گڑیا نیکی اور پوچھ پوچھ" عامر نے کہا جھکتے نرمی سے ثانیہ کے دونوں رخسار چوم گیا جس پر سب نے ہوٹنگ کرتے ثانیہ کا چہرہ سرخ کیا جبکہ ماہ دیر نے عامر کو گھورا جس نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔ "ہاہاہاہا یار بھابھی تو شرما گئیں چلو میشائم گڑیا آپ بتاؤ اب" اسد نے اس سے پوچھا تو اس نے ڈئیر کہا۔ "ٹھیک ہے تو آپکا ڈئیر ہے اپنے شوہر کے بالوں کی پیاری پیاری دو چوٹیاں بنانی ہیں" اسد نے کہا تو ماہ دیر نے اسے گھورا جبکہ باقی سب ہنس پڑے۔ "وہ تو ٹھیک ہے اسد بھائی پر ربڑ بینڈ" میشائم نے کہا تو مجتبیٰ خان کے علاوہ سارے لڑکوں نے اپنی اپنی جیب سے ڈھیر سارے ربڑ بینڈ نکالے جسے دیکھ ساری لڑکیاں مسکرائیں۔جب سے وہ لوگ بیٹی کے باپ بنے تھے تب سے وہ ایسی چھوٹی موٹی چیزیں جیب میں لیے

پھرتے تھے۔ میشائم نے ہاتھ بڑھاتے ماہ دیر کے ہاتھ سے دو ربڑ بینڈ پکڑے اور اسکی دو پونیاں بنا گئی جس پر سب ہنس پڑے۔ "واؤ بھائی کتنے بیوٹیفل لگ رہے ہیں" عائشہ نے جان بوجھ کر کہتے سب کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا جب کہ ماہ دیر نے اسے دیکھا جس پر اس نے ہنستے ہوئے ایک کان پکڑا جس پر وہ مسکرا دیا۔ "چلیں بھائی بتائیں ترتھ یا ڈئیر" عائشہ نے پوچھا تو اس نے ترتھ کہا۔ "چلیں بتائیں آپ سب سے زیادہ پیار کس سے کرتے ہیں" عائشہ نے پوچھا تو اس نے حوریہ کو دیکھا جو رومان کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی پھر آیت کو دیکھا جو ابراہیم کو آیت الکرسی پڑھا رہی تھی۔ پھر اپنی بہنوں کو دیکھا اور پھر اپنی بیوی کو جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ "میں سب سے زیادہ پیار میشائم سے کرتا ہوں کیونکہ میری میشی کو کبھی کسی نے محبت نہیں دی اور میں چاہتا ہوں جو محبت اسے کبھی نہیں ملی وہ میں ہمیشہ اسے دیتا رہوں" ماہ دیر نے کہا تو میشائم اسکے ساتھ لگی جس پر اس نے اسکا سر چوما۔ "چلو اب عائشہ گڑیا آپ

بتاؤ" ماہ دیر نے یشائم سے نظریں ہٹاتے اسے دیکھا جس نے ترتھ کہا۔ "تو بتاؤ اگر کوئی تمھیں آکر کہے کہ اسد کا کسی لڑکی کے ساتھ افیر چل رہا ہے پھر" ماہ دیر نے پوچھا تو اس نے اسد کو دیکھا۔ "پھر میں کہنے والے کو گولی مار دوں گی کیونکہ مجھے اسد پر یقین ہے" عائشہ نے کہا تو سب مسکرائے جبکہ اسد نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "اسد بھائی آپ بتائیں ترتھ یا ڈئیر" یشائم نے پوچھا تو اس نے ڈئیر لیا۔ "آپ کا ڈئیر یہ ہے کہ آپ عائشہ آپی کیلئے کوئی شعر کہیں" یشائم نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔ "تو عرض کیا ہے" اسد نے کہا۔ "ارشاد ارشاد" اسکے بولنے پر سب نے کہا۔ "تو عرض کیا ہے" اسد نے عائشہ کو دیکھتے کہا۔

دھڑکنوں کو بھی جگہ دیجیے محترمہ!
دھڑکنوں کو بھی جگہ دیجیے محترمہ!
آپ تو پورے دل پر قبضہ کیے بیٹھی ہیں

اسد نے کہا تو عائشہ نے مسکراتے نگاہیں چُرائیں جبکہ باقی سب نے تالیاں بجائیں۔ "واہ واہ اسد صاحب چھا گئے" مجتبیٰ خان نے داد دی جس پر اس نے سر خم کرتے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی ادیان کی آواز انکے کانوں سے ٹکرائی۔ "ہاہاہاہاہاہا بابا لڑکی بن گئے" ادیان نے کہا تو سب ہنس پڑے جبکہ بچے بھی اپنا کھیل چھوڑتے ہنسنے لگے۔ انھیں ہنستا دیکھ انکے والدین نے انکی نظر اتاری اور اپنی بازو واء کرتے انھیں پاس آنے کا کہا جس پر وہ سب بھاگتے اپنے اپنے ماما بابا کی آغوش میں چھپے۔ "ہم دونوں آپ سے بہت محبت کرتے ہیں رومی اور ایبو" مجتبیٰ خان نے اپنے دونوں بیٹوں کا سر چومتے کہا اپنی ماما کی گود میں بیٹھے تھے۔ "یس اور آپ ہماری کل کائنات ہیں" زرنش خان نے بھی انھیں پیار کیا جس پر وہ دونوں ہنسے اور یک زبان ہوتے بولے۔ "ہمیں بھی آپ سے پیار ہے ماما بابا" انکی کی بات پر وہ مسکرائے اور انھیں ساتھ لگا گئے۔ "ہاہاہاہا بابا نہیں کریں" میرال اور معراج نے ہنستے ہوئے اسد سے کہا

جو انھیں گد گدی کررہا تھا جب کہ عائشہ مسکراتے انھیں دیکھ رہی تھی۔ ”اسد نا کریں میرے بچوں کو تنگ“ عائشہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو ساتھ لگاتے کہا تو اسد مسکراتے ان تینوں کے گرد حصار باندھ گیا۔ ”بابا تشی۔بابا جانی کسی“ حیا اور یزدان نے بیک وقت کہا تو شہریار مسکرایا اور پہلے یزدان پھر حیا کا رخسار چومتے مریم کے گال پر بھی بوسہ دے گیا جس پر بچے ہنسے۔ ”ماما آپ بی تشی تلیں۔ماما جانی آپ بھی کسی کریں“ حیا اور یزدان نے اب کی بار مریم کو دیکھتے کہا تو وہ مسکراتے باری باری ان کے رخسار چومتے شہریار کے کندھے پر سر رکھ گئی جس پر وہ ان تینوں کو سینے میں بھینچتے آنکھیں موند گیا۔ ”ماما کل ہم لوگ پارک جائیں گے نا“ آیت نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔ ”یس میری جان ہم ضرور جائیں گے“ میشائم جواب دیا جس پر تینوں بچوں نے بیک وقت یاہو کا نعرہ لگاتے اپنے ماما بابا کو مسکرانے پر مجبور کیا۔ ”وی لو یو بچوں“ ان دونوں نے کہا اور باری باری انکے رخسار چوم گئے

جس پر وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگے جس پر انکے ماں باپ نے انکی نظریں
اتاری۔ "مائلا ماما تی پنز اے اول ماما بابا تی (عمائرہ ماما کی پرنسز ہے اور ماما بابا
کی)" عمائرہ نے ثانیہ کا چہرہ اپنے ننھے ہاتھوں میں تھامتے کہا تو وہ دونوں
مسکرائے۔ آ"پ دونوں میری پرنسز ہیں بیٹو" عامر نے عمائرہ اور ثانیہ کا ماتھا
چومتے پیار سے کہا تو ثانیہ مسکرائی جبکہ عمائرہ نے اونچی آواز میں کھلکھلاتے یاہو
کا نعرہ لگایا جس پر وہ دونوں ہنس پڑے۔ "بابا جانی" وہاج اور آئینور نے ضرار کو
پکارا۔ "جی میرا بچہ" اس نے انھیں جواب دیا۔ "ماما جانی کو سردی لگ رہی
ہے" وہاج نے کہا تو آئینور نے سر ہلایا۔ "دی ماما ذانی تے دانت بی تت تت
تل لے ایں (جی ماما جانی کے دانت بھی ٹک ٹک کر رہے ہیں)" آئینور نے کہا تو
ضرار نے اسے دیکھا جو سردی سے ہاتھ آپس میں مل رہی تھی۔ مہرماہ کے سردی
سے دانت تک بجنے لگے تھے جسے دیکھ ضرار ہلکا سا ہنسا اور اپنی شال اتارتے
اسکے گرد پھیلاتے اسے اپنے ساتھ لگا گیا جبکہ بچے بھی فوراً مہرماہ کے ساتھ

شال میں گھستے انھیں ہنسنے پر مجبور کر گئے۔ "ماما ذانی ایں بی شدی لدلی اے۔ماما جانی ہمیں بھی سردی لگ رہی ہے" وہاج اور آئینور نے کہا تو وہ انھیں خود میں بھینچ گئی جبکہ ضرار نے انکے گرد حصار باندھتے باری باری ان تینوں کا سر چومتے دل میں اللہ کا شکر ادا۔بلآخر ان سب کا عشق مکمل ہوگیا تھا۔اس نے چہرہ اٹھاتے سب کو دیکھا جو اپنی اپنی کل کائنات کو حصار میں لیے ہوئے تھے۔سب کی دنیا اب مکمل تھی۔اللہ نے ان سب کو ادھورا نہیں رہنے دیا تھا۔اللہ نے ان سب کو مکمل کیا تھا۔انھیں نا صرف انکے عشق محرم کی صورت ملے تھے بلکہ اولاد جیسی نعمت سے بھی انھیں نوازا گیا تھا۔آج انکے عشق نے بلآخر منزل پالی تھی۔ان سب نے مشکلات سہی تھیں پر وہ ثابت قدم رہے۔نتیجہ آج وہ سب عشق کے اس مقام پر کھڑے تھے جہاں عشق بھی انکے عشق پر رشک کر رہا تھا۔ضرار راجپوت اور اسکی ماہ کا انوکھا عشق منزل کو پہنچا تھا۔انکی عشق کی داستان کو عشق نے بھی خراج

پیش کی تھی۔ جوانی کا عشق اور بچپن کا نکاح جسے یاد رکھا گیا تھا۔ اگر بھولتے تو گناہ کے مرتکب ہوتے پر انھوں نے اپنے محرم کو چُنا خود کو اپنے محرم کیلئے محفوظ رکھا اور آج اللہ نے انکے عشق کو مکمل کرتے اجر دیا تھا۔ شہریار اور اسکی پٹھانی کا عشق۔ زبردستی کے رشتے میں بندھ کر ایک دوسرے کی کل کائنات بنے تھے دونوں جس میں اب دو ننھے پھول بھی تھے قسمت نے جھک کر انکے عشق کو سلام کیا تھا۔ عامر اور اسکی ثانیہ کا عشق۔ مجبوری میں تین ماہ کیلئے شادی کی پر عشق نے اس مجبوری کی شادی کو عمر بھر کا ساتھ بنا دیا۔ ان دونوں نے اپنی محبت کا باغ لگایا تھا جو سر سبز و شاداب تھا اور جسکا ننھا سا پھول اللہ نے انکی جھولی میں ڈالا تھا جسے دیکھ کر وہ جیتے تھے۔ ماہ دیر سکندر اور اسکی میشی کا عشق وہ سنگدل ڈاکٹر جو شادی سے بھاگتا تھا۔ ایک بچی کے عشق میں مبتلا ہوتے اسکی ماں سے شادی کر بیٹھا۔ اسکے عشق کو دیکھتے پوری کائنات نے نظر اتاری تھی۔ جس نے ایک طلاق یافتہ لڑکی کو یوں چاہا تھا جیسے مرنے

والا زندگی چاہتا ہے۔ عشق کی ایک داستان اور مکمل ہوئی تھی جو کہ اسد اور اسکی شہزادی کی تھی۔ بچپن کے عشق کو جوانی میں محرم بنایا۔ ہر مصیبت کا سامنا کیا پر اپنے عشق کو ہارنے نا دیا اور اسکا اجر اللہ نے انکے عشق کو مکمل کرکے دیا تھا۔ عشق کی انوکھی داستان لکھی تھی ان سب نے۔ ایک ایسی داستان جس نے عشق کو انکے عشق پر رشک کرنے پر مجبور کیا تھا۔ ایسی داستان جسے دیکھ قسمت نے بھی صدا خوش رہنے کی دعا دی تھی۔ اللہ نے ان سب پر اپنی رحمت کی تھی تو عشق کی کیا مجال تھی جو ان سے زیادتی کرتا۔ عشق نے بھی کرم کیا تھا اور انکی داستان کو ہمیشہ کیلئے مکمل کرتے قلم بند کردیا تھا۔

ختم شد!!